دروسِ مختصر القدوری

(مکمل کتاب: عبادات، معاملات، مناکحات، جنایات، حدود اور فرائض ومواریث)

صوتی دروس، تقابلِ عبارات در حاشیہ (از مطبوعہ نسخہ مختصر القدوری) اور فقہی
جداول ونقشہ جات کا مرتب مسودہ (167 اسباق)

افادات وتدریس:

حضرت مولانا محمد زہیر روحانی بازی مدظلہ العالی

ابنِ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ

جامعہ محمد موسیٰ روحانی بازی، رائیونڈ روڈ، لاہور

طالبِ دعا، مرتب ومحشی:

محمد ساجد اکرم

جامعۃ التوحید، چک کانی پور (پاکپتن، پنجاب، پاکستان)

دروسِ مختصر القدوری

(مکمل کتاب: عبادات، معاملات، مناکحات، جنایات، حدود اور فرائض و مواریث)

صوتی دروس، تقابلِ عبارات در حاشیہ (از مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری) اور فقہی جداول و نقشہ جات کا مرتب مسودہ (۱۶۷ اسباق)

افادات و تدریس:

حضرت مولانا محمد زہیر روحانی بازی مدظلہ العالی

ابنِ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ

جامعہ محمد موسیٰ روحانی بازی، رائیونڈ روڈ، لاہور

طالبِ دعا، مرتب و محشی:

محمد ساجد اکرم

جامعۃ التوحید، چک کانی پور (پاکپتن، پنجاب، پاکستان)

جامعہ محمد موسیٰ روحانی بازی، رائیونڈ روڈ، لاہور • ۱۴۲۸ھ–۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۷ء–۲۰۰۸ء

التماسِ دعا و ایصالِ ثواب

اس علمی و فقہی خدمت سے استفادہ کرنے والے تمام معزز اساتذہ، علماء اور طلبۂ کرام سے عاجزانہ گزارش ہے کہ مرتب کی **والدۂ مرحومہ** اور **ہمشیرۂ مرحومہ** کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں:

«اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَعَافِهِمَا وَاعْفُ عَنْهُمَا وَأَكْرِمْ نُزُلَهُمَا وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُمَا وَأَدْخِلْهُمَا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ»

اللہ تبارک و تعالیٰ استاذِ محترم **حضرت مولانا محمد زہیر روحانی بازی مد ظلہ العالی** کے علم، عمر اور فیوض و برکات میں بے پناہ ترقی عطا فرمائے، اور ان کے والدِ گرامی شیخ الحدیث والتفسیر **حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ** اور صاحبِ کتاب **امام ابو الحسین احمد بن محمد القدوری البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۴۲۸ھ)** کی قبور کو نور سے بھر دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

طالبِ دعا، مرتب و محشی:

محمد ساجد اکرم

جامعۃ التوحید، چک کانی پور (پاکپتن، پنجاب، پاکستان)

اجمالی فہرستِ کتب وابوابِ مختصر القدوری (کل ۱۶۷ اسباق)

(ہر عنوان اور صفحہ نمبر کلک ایبل ہے — تفصیلی فہرستِ مضامین کتاب کے آخر میں صفحہ ۱۵۶۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

شمار	کتاب / باب / حصہ	شامل اہم کتب، ابواب، نقشہ جات وجداول	اسباق	صفحہ
۱	مقدمہ وکتاب الطہارۃ	تعارفِ فقہ وامام قدوری، فرائض وسننِ وضو، نواقضِ وضو، غسل، میاہ و آبار، تیمم، مسح علی الخفین، حیض وانجاس	۱تا۱۶	۳
۲	کتاب الصلاۃ (ابواب الصلاۃ والجنائز)	اوقاتِ نماز، صفۃ الصلاۃ، امامت وجماعت، سجدۂ سہو، صلاۃ المسافر، جمعہ و عیدین، صلاۃ الخوف، جنائز وشہید	۱۷تا۳۴	۹۵
۳	کتاب الزکاۃ وکتاب الصوم	زکاۃ الابل (مع سہ ستونی نقشہ)، بقر وغنم، ذہب وفضہ وعشر، مصارفِ زکاۃ، صدقۃ الفطر، صوم واعتکاف	۳۵تا۴۱	۲۱۲
۴	کتاب الحج (مع ۴ تفصیلی نقشہ جات)	نقشہ کعبہ ومطاف ومسعیٰ، نقشہ مواقیتِ خمسہ، نقشہ منیٰ وعرفات ومزدلفہ وجمرات، نقشہ قران وتمتع، جنایات، احصار، فوات وہدی	۴۲تا۴۷	۲۸۱
۵	کتاب البیوع (مع نقشہ درس ۵۲ وخیارات)	انعقادِ بیع، مکیلات، موزونات، معدودات ومذروعات کا جامع نقشہ (درس ۵۲ تا ۵۶)، خیارِ شرط، خیارِ رؤیت وخیارِ عیب	۴۸تا۶۵	۳۴۷
۶	تتمۂ بیوع: بیعِ فاسد، مرابحہ، ربا، صرف وسلم	بیع کی ۱۴ اقسام، بیعِ فاسد، اقالہ، مرابحہ وتولیہ، باب الربا، باب الصرف، باب السلم (۷ شرائط)	۶۶تا۷۸	۴۴۷
۷	کتبُ الرہن، الحجر، الاقرار، الاجارۃ والشفعۃ	احکامِ رہن، اسبابِ حجر وبلوغت، اقرار واستثناء، اجارہ (اجیرِ مشترک و خاص)، شفعہ کے ۳ مراتب	۷۹تا۹۳	۵۶۴
۸	کتبُ الشرکۃ، المضاربۃ، الوکالۃ، الکفالۃ والصلح	اقسامِ شرکت، مضاربت، وکالت بالبیع والشراء، کفالت بالنفس والمال، حوالہ اور صلح	۹۴تا۱۰۱	۷۴۴
۹	کتبُ الہبۃ، الوقف، الغصب، الودیعۃ والمزارعۃ	ہبہ وے موانعِ رجوع، وقف، غصب، ودیعت وعاریت، لقیط، لقطہ، خنثیٰ مفقود، احیاء الموات، ماذون ومزارعت	۱۰۲تا۱۱۰	۸۵۱
۱۰	کتاب النکاح وکتاب الرضاع	انعقادِ نکاح ومحرمات، اولیاء وکفاءت، مہر وخلوتِ صحیحہ، قسم بین الزوجات، احکامِ رضاعت	۱۱۱تا۱۱۵	۹۴۲
۱۱	کتبُ الطلاق، الایلاء، الخلع، الظہار، اللعان و العدۃ	اقسامِ طلاق وکنایات، تفویض ورجعت، ایلاء وخلع، ظہار، لعان وعدت، حضانت ونفقات	۱۱۶تا۱۲۴	۱۰۰۲
۱۲	کتبُ العتاق، المکاتب، الجنایات، الدیات و الحدود	عتاق، تدبیر واستیلاد، مکاتب وولاء، قتل کی ۵ اقسام وقصاص، دیات و قسامت، حدود وسرقہ	۱۲۵تا۱۳۶	۱۱۰۴
۱۳	کتبُ الاشربۃ، الاضحیۃ، الایمان، الدعویٰ، القضاء والوصایا	اشربہ وذبائح، اضحیہ وایمان، دعویٰ وشہادات، آدابُ القاضی، قسمت (مع نقشہ)، اکراہ، سیر، حظر ووصایا	۱۳۷تا۱۵۵	۱۲۵۴
۱۴	کتاب الفرائض (علم المیراث و حساب الفرائض)	مراتبِ ورثاء (۱۰)، ذوی الفروض ونقشہ میت، عول ونسبتِ اربعہ، تصحیح کے ۷ قوانین، باب الحجب ومناسخہ	۱۵۶تا۱۶۷	۱۴۸۷

فہرستِ خصوصی ویکٹر نقشہ جات (۸ نقشے) اور اہم فقہی جداول

نقشہ / جدول کا عنوان	سبق	صفحہ	نقشہ / جدول کا عنوان	سبق	صفحہ
نقشہ اول: زکوٰۃ الابل کا سہ ستونی نقشہ (۵ تا ۲۰۰ اونٹ)	۳۵	۲۱۳	**نقشہ ششم:** درس ۵۲—تکملات، موزونات، معدودات ومذروعات	۵۲	۳۶۹
نقشہ دوم: مسجدِ حرام، کعبہ، حطیم، مقامِ ابراہیم ومسعیٰ	۴۲	۲۸۲	**نقشہ ہفتم:** کتاب القسمۃ—اراضی، بناء اور طریق کی تقسیم	۱۴۷	۱۳۹۰
نقشہ سوم: مواقیتِ خمسہ اور حدودِ حرم وحل وآفاق	۴۲	۲۸۲	**نقشہ ہشتم:** کتاب الفرائض—میت کے اصول، فروع وحواشی	۱۵۸	۱۴۹۸
نقشہ چہارم: منازلِ حج (منیٰ، عرفات، مزدلفہ وجمرات)	۴۳	۳۰۰	جدولِ جنایاتِ احرام اور ترکِ واجباتِ حج کے کفارات	۴۵	۳۲۴
نقشہ پنجم: تقابلِ اقسامِ حج (قران، تمتع اور افراد)	۴۴	۳۱۴	جدولِ قوانینِ سبعہ برائے تصحیحِ مسائلِ میراث	۱۶۲	۱۵۲۳

مُقَدِّمَةُ الْكِتَابِ وَكِتَابُ الطَّهَارَةِ

علمِ فقہ وائمۂ حنفیہ کا تعارف، وضو، غسل، میاہ و آبار، تیمم، مسح علی الخفین، حیض و نفاس اور انجاس (اسباق ۱ تا ۱۶)

سبق نمبر ۱: دعائے افتتاحیہ، علمِ فقہ کی فضیلت و اہمیت، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام قدوری کا تعارف

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۴ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

اچھا بھئی ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہے، ہر کتاب کے شروع میں دعا کرتے ہیں بھئی۔ بزرگوں کے ہر کام میں بڑی برکت ہے۔ آیئے ہم بھی دعا کر لیں بھئی کتاب کے شروع میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

رَبَّنَا يَسِّرْ لَنَا هٰذَا الْكِتَابَ وَلَا تُعَسِّرْهُ وَتَمِّمْهُ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ يَا فَتَّاحُ يَا عَلِيْمُ۔ رَبَّنَا يَسِّرْ لَنَا هٰذَا الْكِتَابَ وَلَا تُعَسِّرْهُ وَتَمِّمْهُ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ يَا فَتَّاحُ يَا عَلِيْمُ۔ رَبَّنَا يَسِّرْ لَنَا هٰذَا الْكِتَابَ وَلَا تُعَسِّرْهُ وَتَمِّمْهُ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ يَا فَتَّاحُ يَا عَلِيْمُ۔

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ وَطَهِّرْ قُلُوْبَنَا عَمَّنْ سِوَاكَ۔ يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ۔ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ قُلُوْبَنَا بِالْإِيْمَانِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيْنَا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ وَحُبَّ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُبَّ الْقُرْآنِ وَحُبَّ الْإِسْلَامِ وَحُبَّ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيْنَا۔

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا۔ اَللّٰهُمَّ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا إِلَيْكَ۔ اَللّٰهُمَّ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا إِلٰى سُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا إِلَى الْإِسْلَامِ۔ اَللّٰهُمَّ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا إِلٰى حُبِّ الْقُرْآنِ وَإِلَى الْعَمَلِ بِالْقُرْآنِ۔ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا۔ رَبَّنَا نَوِّرْ قُلُوْبَنَا۔ يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ۔ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ، يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ۔

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ أُمُوْرَنَا وَلَا تُعَسِّرْهَا، وَلَا تُعَسِّرْهَا، وَلَا تُعَسِّرْهَا۔ اَللّٰهُمَّ هَبْ لَنَا مِنْ أَنْوَارِ أَحَادِيْثِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مَحْرُوْمِيْنَ مِنْ بَرَكَاتِ سُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ أُمُوْرَنَا وَلَا تُعَسِّرْهَا وَتَمِّمْهَا بِالْخَيْرِ۔ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لَنَا فَهْمَ سُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَهْمَ مَا فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ۔ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ، يَا شَارِحَ الصُّدُوْرِ۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَبِّبْ إِلَيْنَا دَرْسَنَا وَدِرَاسَتَنَا وَفَهْمَهَا۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِلْخَيْرِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا الْأَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَأَجِرْنَا مِنَ السَّيِّئَاتِ وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا۔ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ، يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ، يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ أَحْيَا سُنَّةَ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ يَا كَرِيْمُ، يَا غَفَّارُ، يَا سَتَّارُ، يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ تَوْفِيْقَكَ وَعَوْنَكَ خَيْرَ رَفِيْقِنَا فِيْ أُمُوْرِنَا وَفِيْ لَيَالِيْنَا وَفِيْ نُهُوْرِنَا وَفِيْ حَرَكَاتِنَا وَفِيْ سَكَنَاتِنَا وَفِيْ جَمِيْعِ أُمُوْرِنَا وَفِيْ حَرَكَاتِنَا وَفِيْ بُيُوْتِنَا وَفِيْ خَارِجِ بُيُوْتِنَا۔ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا، فَلَا مُنَوِّرَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا شَارِحَ إِلَّا أَنْتَ۔ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا، يَا عَزِيْزُ يَا لَطِيْفُ، يَا عَزِيْزُ يَا لَطِيْفُ، يَا عَزِيْزُ يَا لَطِيْفُ۔ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْاِعْتِمَادُ وَالتُّكْلَانُ۔ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا، أَنْتَ حَسْبُنَا، نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبَنَا بِبَرَكَةِ هٰذِهِ الْعُلُوْمِ، وَنَقِّنَا مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ۔ اَللّٰهُمَّ آمِنْ رَوْعَاتِنَا، رَبَّنَا آمِنْ رَوْعَاتِنَا، رَبَّنَا آمِنْ رَوْعَاتِنَا، وَاسْتُرْ عَوْرَاتِنَا، وَاسْتُرْ عَوْرَاتِنَا، وَاسْتُرْ عَوْرَاتِنَا، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ۔ يَا غَفَّارُ يَا سَتَّارُ، يَا غَفَّارُ يَا سَتَّارُ، يَا غَفَّارُ يَا سَتَّارُ۔ رَبَّنَا يَسِّرْ لَنَا فَهْمَ هٰذِهِ الْعُلُوْمِ وَفَهْمَ أَسْرَارِهَا وَفَهْمَ حَقَائِقِهَا وَفَهْمَ دَقَائِقِهَا۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ وَالسَّلَامَةَ الظَّاهِرَةَ وَالْبَاطِنَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اقْضِ لَنَا بِالْخَيْرِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا، رَبَّنَا ارْحَمْنَا، رَبَّنَا ارْحَمْنَا، رَبَّنَا ارْحَمْنَا، وَأَعِذْنَا مِنْ كُلِّ آفَةٍ وَمِنْ كُلِّ مَعْصِيَةٍ وَمِنْ كُلِّ حَادِثَةٍ وَمِنْ كُلِّ خَوْفٍ وَحُزْنٍ۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمُطَالَعَةِ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ وَالْأَحْكَامِ وَالْأَسْرَارِ وَالْفَوَائِدِ۔ رَبَّنَا افْتَحْ لَنَا أَسْرَارَ هٰذَا الْعِلْمِ وَحَقَائِقَهُ، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ۔

رَبَّنَا زِدْنَا نُوْرًا، رَبَّنَا زِدْنَا نُوْرًا، رَبَّنَا زِدْنَا نُوْرًا۔ رَبَّنَا زِدْنَا عِلْمًا، رَبَّنَا زِدْنَا عِلْمًا، رَبَّنَا زِدْنَا عِلْمًا۔ رَبَّنَا زِدْنَا حُبًّا لَكَ وَحُبًّا لِرَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُبًّا لِلْقُرْآنِ وَحُبًّا لِلْعَمَلِ بِالْقُرْآنِ وَحُبَّ صَحَابَةِ نَبِيِّكَ وَحُبَّ الصَّالِحِيْنَ۔ آمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ رَبَّنَا إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَبِالْإِجَابَةِ جَدِيْرٌ۔ رَبَّنَا أَجِبْ دُعَاءَنَا، رَبَّنَا أَجِبْ دُعَاءَنَا، رَبَّنَا أَجِبْ دُعَاءَنَا۔ آمِيْنَ، آمِيْنَ، ثُمَّ آمِيْنَ۔

يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ، يَا فَتَّاحُ، يَا عَلِيْمُ يَا خَبِيْرُ، يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ۔ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ، يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ، يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ، يَا مُنَوِّرَ الْقُلُوْبِ، يَا شَارِحَ الصُّدُوْرِ، أَجِبْ دُعَاءَنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مَحْرُوْمِيْنَ، وَلَا تَجْعَلْنَا مَحْرُوْمِيْنَ، وَلَا تَجْعَلْنَا مَحْرُوْمِيْنَ۔ آمِيْنَ ثُمَّ آمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اچھا بھئی اب کتاب بھی تھوڑی سی عبارت پڑھ لیجیے بھئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ۔ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأَجَلُّ الزَّاهِدُ أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْبَغْدَادِيُّ الْمَعْرُوْفُ بِالْقُدُوْرِيِّ: كِتَابُ الطَّهَارَةِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔[1]

اچھا بس بھئی۔ اچھا بھئی آپ سب یہاں علم دین سیکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں بھئی۔ آپ اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ چنے ہوئے بندے ہیں۔ علم دین ہر ایک کو نہیں دیا جاتا بھئی۔ جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوں، جن کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، ان کو علم دین کے لیے بھیج دیا جاتا ہے بھئی۔ علم دین کے لیے شوق اور تڑپ اس کے دل میں ڈال دی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اسے دین کی سمجھ دے دیتے ہیں۔ یعنی اس کے دل میں علم کی شوق، لگن اور جستجو پیدا ہو جاتی ہے، مسائل سیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے بھئی۔

ضروری مسائل کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے بھئی۔ یعنی جو چیز فرض ہے مسلمان پر، اس کے مسائل کا جاننا بھی فرض ہے۔ مثلاً نماز فرض ہے، تو اس کے مسائل کا جاننا جو پیش آتے ہیں اسے، ان کا جاننا اس کے لیے فرض ہے بھئی۔ اسی طرح جن چیزوں کا کرنا مستحب ہے، ان کے مسائل کا جاننا بھی مستحب ہے بھئی۔ روزہ مثلاً فرض ہے، تو اس کے مسائل کا جاننا بھی فرض۔ زکوٰۃ جیسے فرض ہے، تو اس کے مسائل کا جاننا بھی فرض ہے۔ اسی طرح ایک تاجر ہے، تجارت میں اس کو تجارت کا بقدرِ ضروری علم جو مسائل اس کو پیش آتے ہیں، ان کا جاننا اس پر فرض ہے۔ زندگی کے جس شعبے سے بھی وہ تعلق رکھتا ہے، اس میں پیش آنے والے مسائل کا جاننا اس پر فرض ہے بھئی۔

تو آپ علم دین پڑھنے آئے ہیں بھئی، علم دین کی بڑی فضیلت ہے، بڑی فضیلت بھئی۔ حدیث شریف میں آتا ہے بھئی، نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلتا ہے، اسے اللہ جنت کے راستوں میں سے کسی راستے پر لے جاتے ہیں بھئی۔ اور طالب علم کی ایسی بلند شان ہے کہ اس کے لیے رحمت کے فرشتے جو ہیں اپنے پر بچھاتے ہیں بھئی، تعظیم کرتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس کے لیے رحمت کے پر بچھاتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بھئی، سرورِ کونین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرما رہے ہیں، اور یقیناً ان کی ہر بات سچی ہے، وہ اللہ کی جانب سے بتلا رہے ہیں۔ آپ چلتے ہیں پھرتے ہیں، یقیناً وہ رحمت کے فرشتے آپ کے لیے پر بچھاتے ہیں۔

ہاں، اللہ دکھاتے نہیں۔ ایمان بالغیب ضروری ہے بھئی۔ اگر اللہ دکھا دیں، پھر تو آپ کو مدرسے میں جگہ ہی نہیں ملے گی بھئی۔ سارے لوگ ادھر آئیں گے بھئی، پھر آپ کو کون بیٹھنے دے گا، یہاں موقع ہی کہاں کس کو ملتا ہے کس کو نہیں ملتا بھئی۔ یہاں سے آپ کتنی رحمتیں، کتنی برکتیں لے کر جاتے ہیں اپنے ساتھ، آپ کو نظر تو نہیں آتیں، لیکن احادیث سے پتہ چلتا ہے، قرآن سے پتہ چلتا ہے بھئی۔ ایمان بالغیب ضروری ہے بھئی۔ ہاں، آخرت میں اللہ پھر دکھلائیں

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «﴿يا أيها الذين آمنوا إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤوسكم وأرجلكم إلى الكعبين﴾» منقول ہے۔

گے بھئی، وہاں پتہ لگے گا بھئی۔

اور یہ رحمت کے فرشتے پر بچھاتے ہیں، عجیب بھئی۔ معتزلہ ایک گمراہ فرقہ گزرا ہے بھئی۔ بزرگوں نے بڑے واقعات بھی ذکر کیے ہیں بھئی۔ ایک عالم دین فرماتے ہیں، اس وقت طالب علم تھے، کہ میں علم حدیث پڑھنے کے لیے جاتا تھا کسی بزرگ کے پاس، کسی بڑے عالم کے پاس۔ ایک دن ذرا دیر ہو گئی، تو میں جلدی سے نکلا، تیز تیز جا رہا ہوں۔ راستے میں کوئی اور بھی ملا وہاں پڑھنے والا طالب علم، وہ معتزلی تھا بھئی۔ وہ ان چیزوں کو نہیں مانتے کہ رحمت کے فرشتے پر بچھاتے ہیں وغیرہ۔ میں بڑا تیز تیز چل رہا تھا، اس نے مجھے مذاق کیا بھئی۔ کہتا ہے بھئی آہستہ چلو، کہیں وہ فرشتے کے پروں کو زخمی نہ کر دینا بھئی۔ دیکھو حدیث کا مذاق ہو گیا۔ کہتے ہیں اس نے یہ لفظ ہی کہا تھا کہ اسی وقت اس کے پاؤں سوکھ گئے مولانا، شل ہو گئے، وہیں گر گیا بھئی۔

تو عالم کی بڑی فضیلت ہے مولانا۔ اس کے لیے تمام مخلوقات دعائیں کرتی ہیں، حتیٰ کہ فرشتے اور آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات بھئی، تمام حیوانات بھئی۔ حتیٰ کہ احادیث میں آتا ہے، چیونٹی کا صراحتاً ذکر ہے، چیونٹیاں بھی اس کے لیے اپنے بلوں میں دعا کرتی ہیں، استغفار کرتی ہیں، اور مچھلیاں، تمام جاندار بھئی۔

تو علم دین سیکھنے آئے ہیں، تو اس کے لیے اس کے آداب کا بھی خیال رکھیں بھئی۔ جتنا ادب زیادہ ہو گا، اتنا سینے کا نور بڑھتا جائے گا بھئی۔ مسائل سیکھتے جائیں، ساتھ ساتھ ان پر عمل بھی کرتے جائیں بھئی۔ جو جو مسئلہ سیکھتے جائیں اس پر عمل کریں۔ دوسروں کو سکھا سکتے ہیں تو وہ دوسروں کو بھی سکھائیں بھئی۔ ایک صحیح عالم جو ہے، احادیث میں آتا ہے مولانا کہ صحیح عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے بھئی۔ کتنی بڑی فضیلت، کتنی بڑی فضیلت ہے علم کی۔

تو یہاں سبق میں بھی آپ آئیں بھئی، باوضو ہونا چاہیے آپ کو، اہتمام اور توجہ سے بیٹھنا چاہیے۔ ہر چیز کا احترام ہو بھئی۔ اپنے اساتذہ کا احترام ہو، اپنی کتابوں کا احترام ہو، اس درسگاہ کا احترام ہو بھئی، یہ تپائیاں پڑی ہیں آپ کی، اس کا احترام ہو بھئی۔ اور توجہ سے بیٹھیں۔ سبق میں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، آپ پوچھیں بھئی، دوبارہ پوچھیں، سہ بارہ پوچھیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو پوچھنے سے ہی علم زیادہ ہوتا ہے۔ جس کے ذہن میں سوال آتا ہے، بات سمجھ میں نہیں آئی، اور اس نے سوال بھی پھر پوچھا بھی نہیں، سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی، اس کا تو آدھا علم تو اسی وقت چلا گیا بھئی۔

اور ساتھ ساتھ دعا بھی کرو بھئی، اللہ تعالیٰ ان علوم کو ہمارے لیے سب کے لیے بھئی بے انتہا نافع بنائے، اور آخرت میں بھی خصوصاً اللہ اسے نافع بنائے ہمارے لیے، یہ ہمارے لیے وبال نہ بن جائے بھئی۔ کہ جانتے ہوئے کوئی عمل نہیں کرتا علم پر، تو وہ اس کے لیے وبال بن جاتا ہے بھئی۔

اچھا بھئی، چلیے بس بھئی، کل ان شاء اللہ پھر سبق باقاعدہ شروع کریں گے ان شاء اللہ۔

سبق نمبر ۲: مقدمۃ الکتاب: فقہ وفقیہ کا مقام، تدوینِ فقہِ حنفی، طبقاتِ فقہاء اور اصطلاحاتِ کتبِ حنفیہ

مختصر القدوری صفحہ: ۲—بتاریخ: ۱۵ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

اچھا بھئی کل کچھ میں نے فضیلتِ علم وغیرہ کے بارے میں آپ کو بتلایا تھا بھئی۔ اسی طرح یاد رکھو بعض احادیث میں آتا ہے کہ علم جو ہے جمعرات کے دن حاصل کیا جائے، اس سے اس میں سہولت ہوتی ہے، آسانی فرمادیتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ بعض احادیث میں پیر کے دن کا ذکر آتا ہے، اور بعض احادیث میں بدھ کے دن کا ذکر آتا ہے بھئی۔ چنانچہ فقہ حنفی کی عظیم کتاب ہدایہ کے مصنف صاحبِ ہدایہ جو ہیں، وہ اپنے اسباق ہمیشہ بدھ کے دن شروع کرواتے تھے، اور فرماتے تھے جو کام بدھ کو شروع کیا جائے وہ اس میں برکت ہوتی ہے اور اختتام تک پہنچتا ہے بھئی۔ اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰهُ کے بارے میں بھی آتا ہے بھئی کہ وہ بھی بدھ کے دن شروع فرماتے تھے بھئی سبق۔ تو اسی لیے ہم نے بھی بدھ کے دن سبق شروع کیا بھئی۔[1]

اچھا بھئی، اب یہ کچھ ضروری مباحث ہیں مولانا، وہ لکھ لیجیے بھئی، ابتدا کے اندر مختصر سے بھئی۔ کسی بھی علم کو شروع کرنے سے پہلے اس علم کی تعریف، اس علم کا موضوع اور اس علم کی غرض وغایت کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ قدوری آپ جانتے ہیں بھئی علم فقہ کی کتاب ہے، تو تعریف لکھ لیجیے، علم فقہ کی تعریف بھئی۔

علم فقہ کی تعریف: هُوَ عِلْمٌ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ عَنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيْلِيَّةِ۔ التَّفْصِيْلِيَّةِ صَاد کے ساتھ بھئی۔ لکھ لی تعریف بھئی؟ دوبارہ سن لیجیے: هُوَ عِلْمٌ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ عَنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيْلِيَّةِ۔ یعنی علم فقہ وہ ان احکامِ شرعیہ کے جاننے کا نام ہے جن کا تعلق عمل سے ہو، اور ادلہ تفصیلیہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ہر مسئلے کو اس کے دلائل کے ساتھ جانا جائے۔

---

[1] جدول—ائمۂ اربعہ حنفیہ اور کتبِ ظاہر الروایۃ (اصولِ ستہ) کا اجمالی جدول:

امام / کتاب کا نام	سنِ وفات / مؤلف	فقہی مقام و خصوصیت
امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ	۸۰ھ تا ۱۵۰ھ (کوفہ / بغداد)	سراج الامۃ، بانیِ مذہبِ حنفی، تابعی، تدوینِ فقہ بصورتِ شوریٰ۔
امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ	۱۱۳ھ تا ۱۸۲ھ	قاضی القضاۃ، صاحبِ کتاب الخراج والآثار؛ صاحبین میں اول۔
امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ	۱۳۲ھ تا ۱۸۹ھ	جامعِ فقہِ حنفی؛ کتبِ ظاہر الروایۃ (مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، زیادات) کے مدون۔
امام ابو الحسین احمد بن محمد القدوری رحمہ اللہ	۳۶۲ھ تا ۴۲۸ھ (بغداد)	صاحبِ «الکتاب» (مختصر القدوری)؛ متونِ معتبرہ حنفیہ میں بلند ترین مقام۔

تنبیہ: فقہِ حنفی میں جب مطلقاً «الکتاب» بولا جائے تو اس سے مراد «مختصر القدوری» ہوتی ہے، اور «صاحبین» سے مراد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ ہیں۔

بات سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ دیکھیے اب لفظوں پر غور کیجیے عربی کے: هُوَ عِلْمٌ، علم فقہ کیا ہے؟ وہ جاننا ہے۔ کس چیز کا جاننا؟ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ، کونسے احکام؟ شرعی احکام کے جاننے کا نام ہے۔ تو شرعی کی قید آگئی تو غیر شرعی احکام کیا ہو گئے؟ نکل گئے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ان کے بارے میں ہم بحث نہیں کریں گے اس علم میں، صرف شرعی احکام کی بحث ہو گی۔

الْعَمَلِيَّةِ کی قید آگئی، معلوم ہوا صرف ان احکام کے بارے میں بحث ہو گی جن کا تعلق عمل سے ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آپ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، یہ سارے عمل سے متعلق ہیں بھئی۔ کچھ چیزیں عقیدے سے متعلق ہوتی ہیں بھئی، جیسے اللہ ایک ہے، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، قیامت قائم ہو گی، جنت ہے، جہنم ہے، فرشتے ہیں وغیرہ بھئی۔ دیکھو اب اس میں آپ کو کوئی عمل کرنا پڑتا ہے یا صرف ذہن میں ایک عقیدہ بنانا پڑتا ہے؟ صرف عقیدہ بنایا، عمل نہیں کرنا پڑا اس میں۔ تو یہ علم عقائد اس کو کہتے ہیں، یہ اس سے خارج ہو گیا بھئی۔ عقیدے کی بحث ہم یہاں نہیں کریں گے بھئی، سمجھ میں آیا؟ صرف عمل سے متعلق۔ عقیدے سے متعلق جو ابحاث ہیں وہ آپ آگے جا کر بھئی علم کلام کے اندر پڑھیں گے۔ اس علم کا کیا نام ہے؟ علم کلام، اس کے اندر عقیدے کے بارے میں بحثیں ہوتی ہیں بھئی۔

اور ادلہ تفصیلیہ کا معنی میں نے بتلا دیا بھئی۔ ادلہ تفصیلیہ کس کو کہتے ہیں؟ تفصیلی دلائل ہیں، یعنی کہ ہر ہر مسئلے کے دلائل ساتھ بھئی۔

جی، علم فقہ کا موضوع بھئی۔ علم فقہ کا موضوع فِعْلُ الْمُكَلَّفِ۔ علم فقہ کا موضوع ہے فِعْلُ الْمُكَلَّفِ۔ مکلف یعنی عاقل بالغ آدمی بھئی، عاقل بالغ بھئی۔ تو عاقل بالغ کا جو فعل ہوتا ہے، اس کے بارے میں بھئی بحث ہو گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ عاقل بالغ، یہ اس کا موضوع ہے۔ کہ عاقل بالغ کا جو بھی فعل ہے، وہ کس طرح شریعت کے مطابق ہو گا، اس کے بارے میں شریعت کے کیا کیا احکامات ہیں بھئی، وہ سب پڑھے جائیں گے۔ کوئی شخص زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتا ہو بھئی، ہر ہر شعبے کے بارے میں احکامِ شرعیہ بیان ہوں گے۔

علم فقہ کی غرض وغایت بھئی۔ یعنی مقصد بھئی، مقصد۔ مقصد کیا ہے اس علم کے حاصل کرنے کا؟ غرض وغایت کا کیا معنی ہوتا ہے؟ مقصد بھئی ایک چیز کا، یہ علم کیوں پڑھتے ہیں، کیا فائدہ ہے؟ تو غرض وغایت ہے سَعَادَةُ الدَّارَيْنِ۔ یعنی دونوں جہانوں کی خوش بختی اور سعادت حاصل کرنا، دونوں جہانوں کی سعادت اور خوش بختی حاصل کرنا۔ ایک دارِ دنیا ہے، دنیا بھئی، اور ایک آخرت ہے بھئی۔ دنیا کے اندر بھی انسان جو ہے سعادتیں سمیٹے اور آخرت میں بھی اللہ کی طرف سے سعادتیں اسے حاصل ہوں بھئی۔ یہ اس کا مقصد ہے بھئی۔

تو یہ علم فقہ کی تعریف بھی آگئی، موضوع بھی آگیا، اور اس کی غرض وغایت بھی آگئی۔ اب یہ کتاب جو علم فقہ میں ہے، یہ قدوری ہے مولانا، تو مصنف کے احوال بھی جاننا ضروری ہیں بھئی، تاکہ پتہ لگے بھئی اس کے لکھنے والے کون ہیں، یہ کس درجے کی کتاب ہے، اس کا کیا مقام ومرتبہ ہے۔ تو احوالِ مصنف بھی لکھ لیجیے بھئی مختصراً۔

احوالِ مصنف: صاحبِ قدوری کی کنیت أَبُو الْحُسَيْنِ ہے۔ ان کا نام أَحْمَدُ ہے، اور یہ امام قدوری کے نام سے مشہور ہیں بھئی۔ اور آپ کی پیدائش تین سو باسٹھ ہجری میں ہوئی بھئی، تین چھ دو۔ آپ قدوری کے نام سے کیوں مشہور ہوئے؟ قُدُوْرٌ جمع ہے قِدْرٌ کی، اور قِدْرٌ ہانڈی اور دیگ وغیرہ کو کہتے ہیں بھئی۔ تو شاید یہ ان قُدُوْرٌ کے، یعنی ہانڈی اور دیگ بنانے یا بیچنے کا کام کرتے تھے، اسی لیے اس نسبت سے مشہور ہو گئے۔ یا ان کو قدوری اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قدور گاؤں کے رہنے والے تھے۔ تو اس گاؤں والے کہیں یہ دیگ وغیرہ بنانے یا بیچنے کا کام کرتے ہوں گے، تو گاؤں ہی قدوری کے نام سے مشہور ہو گیا، تو یہ بھی چونکہ اسی گاؤں کے تھے اس لیے یہ بھی کس نام سے مشہور ہو گئے؟ قدوری بھئی۔ جیسے کوئی لاہور والا ہو تو لاہوری کے نام سے مشہور ہو جائے گا بھئی، تو یہ قدوری کے۔ یہ بھی بعض علماء فرماتے ہیں بھئی۔

امام قدوری نہایت جلیل القدر محدث اور فقیہ تھے۔ نہایت متقی اور پرہیز گار انسان تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت نہایت کثرت سے کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین دل ودماغ نصیب فرمایا تھا، اسی لیے ان کی تقریر وتحریر میں نہایت حسن وجمال تھا۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں، لیکن سب سے زیادہ مقبولیت قدوری کو حاصل ہوئی بھئی۔

علماء لکھتے ہیں کہ صاحبِ قدوری نے اپنی اس کتاب میں علم فقہ کے تقریباً بارہ ہزار مسائل بیان فرمائے ہیں، تحریر فرمائے ہیں اور جمع کیے ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ہزار سال سے اس کتاب کو پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے، اور آج بھی تمام مدارسِ اسلامیہ، تمام مدارسِ دینیہ

کے نصاب میں شامل ہے، جو کہ اس کتاب کے عِنْدَ اللّٰہِ مقبول ہونے کی بھی بڑی علامت ہے۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ معلوم ہوا یہ کتاب اللہ کے نزدیک بھی بڑی مقبول ہے بھئی، اسی لیے تو اللہ نے اسے علماء وطلباء کی نگاہوں کا مرکز بنادیا۔

یہ اتنی مبارک کتاب ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ اور علماء بیان فرماتے ہیں کہ کبھی کسی پر کوئی مصیبت یا تکلیف آجائے، تو اس کتاب کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ وہ تکلیف اور پریشانی دور فرمادیتے ہیں، اور ہم نے کئی مواقع پر اس کا تجربہ کیا اور ایسا ہی ہوا، اور ہم نے کئی مواقع پر ایسا کیا تو اللہ نے اس تکلیف اور پریشانی کو دور فرمادیا۔

علماء لکھتے ہیں کہ امام قدوری نے جب اس کتاب کو مکمل فرمایا تو اسے اپنے ساتھ سفر حج پر لے گئے، اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ کتاب میں نے آپ کے لیے لکھی ہے، اگر اس میں کہیں مجھ سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہوئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما۔ چنانچہ جب دعا مانگنے کے بعد اپنی کتاب کو کھول کر دیکھا تو پوری کتاب میں پانچ چھ جگہ سے کچھ مسائل مٹ چکے تھے، اور یہ ان کی بڑی کرامت تھی بھئی۔ معلوم ہوا نصرتِ غیبی کے ذریعے ان مسائل کو ختم فرمادیا گیا جن میں کوئی کوتاہی ہوئی تھی، جن میں کوئی غلطی ہوئی تھی۔

آپ کی وفات بروزِ اتوار چھیاسٹھ سال کی عمر میں بغداد میں ہوئی بھئی۔ تاریخِ وفات ہے پانچ رجب چار سو اٹھائیس ہجری۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کروڑہا درجات بلند فرمائے بھئی، بڑی عظیم اور قیمتی اور پیاری کتاب لکھی بھئی۔

یاد رکھیے بھئی، جی یہ احوالِ مصنف ختم ہوئے۔ دو تین چیزیں اور چھوٹی چھوٹی ہیں وہ بھی لکھ لیجیے۔ یاد رکھیے فقہ میں چار ائمہ بڑے ہیں مولانا: نمبر ایک امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ، امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ، امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ، اور امام احمد ابن حنبل رَحِمَہُ اللّٰہُ، حَا نُوْن بَا لَام۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ فقہ کے یہ چار بڑے ائمہ ہیں مولانا جن کی فقہ کو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کے اندر پھیلا دیا بھئی۔ امام صاحب کی فقہ پر عمل کرنے والے حنفی ہیں، اسی طرح مالکی ہیں، کچھ شافعی ہیں، کچھ حنبلی ہیں بھئی، چار فقہیں ہیں۔ فقہاء بڑے بڑے تھے مولانا لیکن اللہ نے باقیوں کی فقہ کو وہ مقبولیت نصیب نہیں فرمائی جو مقبولیت ان چار ائمہ کی فقہ کو نصیب فرمائی۔

فقہ حنفی کے بڑے ائمہ تین ہیں: امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ، امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ، اور امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ۔ یہ ہمارے ائمہ ثلاثہ ہیں بھئی۔ کیا ہیں؟ یہ ہمارے ائمہ ثلاثہ بھئی۔ فقہ حنفی میں جب ائمہ ثلاثہ بولا جائے بھئی کہ فقہ حنفی کے ائمہ ثلاثہ، تو یہ تین مراد ہوتے ہیں بھئی۔

پھر یہ تین اصطلاحات بھی یاد رکھیں مولانا جو ہماری کتبِ فقہ کے اندر بکثرت استعمال ہوتی ہیں: شَیْخَیْنِ، صَاحِبَیْنِ صَاد کے ساتھ، اور طَرَفَیْنِ طَا کے ساتھ۔ یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ استاذ ہیں، جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رَحِمَهُمَا اللّٰہُ دونوں آپ کے شاگرد ہیں۔ نیز امام محمد جیسے امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ کے شاگرد ہیں، اسی طرح وہ امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ کے بھی شاگرد ہیں۔ تو امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ دونوں کے استاذ ہوئے، جبکہ امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ دونوں کے شاگرد ہوئے۔ لکھیے بھئی لکھیے جلدی۔ تو امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ دونوں کے استاذ ہیں، جبکہ امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ دونوں کے شاگرد ہیں۔

تو جب شَیْخَیْنِ کا لفظ آئے تو اس سے مراد دونوں استاذ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رَحِمَهُمَا اللّٰہُ ہوتے ہیں۔ اور اگر صَاحِبَیْنِ کا لفظ آئے تو اس سے مراد دونوں شاگرد یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رَحِمَهُمَا اللّٰہُ ہوتے ہیں۔ اور اگر طَرَفَیْنِ کا ذکر آئے تو اس سے مراد امام ابو حنیفہ اور امام محمد رَحِمَهُمَا اللّٰہُ ہوتے ہیں، کیونکہ اس میں دونوں طرف آگئیں بھئی، یعنی طرفِ اعلیٰ بھی آگئی اور طرفِ ادنیٰ بھی۔ طرفِ اعلیٰ ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ ہیں کیونکہ وہ دونوں کے استاذ ہیں، اور طرفِ ادنیٰ امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ ہیں کیونکہ وہ دونوں کے شاگرد ہیں۔

تو یہاں تک بات سمجھ میں آئی سب کو بھئی؟ دیکھو یہ اصطلاحات ہیں، یہ ہماری کتابوں میں کثرت سے جابجا آئیں گی بھئی، یہ ہر وقت ہر طالب علم کو پتہ ہونا چاہیے بھئی۔ کہیں آئے گا بھئی اس مسئلے میں شَیْخَیْنِ یوں فرماتے ہیں، کبھی آئے گا اس مسئلہ میں صَاحِبَیْنِ یوں فرماتے ہیں، کبھی آئے گا اس مسئلہ میں طَرَفَیْنِ یوں فرماتے ہیں۔ اب آپ کو پتہ ہونا چاہیے شَیْخَیْنِ سے کون مراد، صَاحِبَیْنِ سے کون مراد اور طَرَفَیْنِ سے کون مراد۔ آسان بات ہے بھئی دیکھو، تین ائمہ ہیں ہمارے: امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ، امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ اور امام محمد رَحِمَہُ اللّٰہُ۔ امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ ان دونوں کے استاذ ہیں۔ ٹھیک؟ تو یہ دونوں ساتھی ہیں مولانا۔ کیا ہیں؟ ساتھی ہیں ایک دوسرے کے امام صاحب کے شاگرد ہونے میں، تو اس لیے ان کو

صَاحِبَيْنِ کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ صَاحِبَيْنِ، ایک دوسرے کے ساتھی ہیں کس چیز میں؟ شاگرد ہونے میں جی۔ اور ان میں پھر امام محمد رَحِمَهُ اللّٰهُ نے جیسے امام صاحب سے پڑھا، اسی طرح پھر کس سے پڑھا؟ امام ابو یوسف رَحِمَهُ اللّٰهُ سے بھی پڑھا، تو یہ دونوں استاذ ہیں امام محمد رَحِمَهُ اللّٰهُ کے۔ تو جب شَيْخَيْنِ کا لفظ آئے تو اس سے کون مراد ہوتے ہیں؟ یہ دونوں استاذ مراد ہوتے ہیں کہ یہ دونوں شیخ ہیں مولانا، استاذ ہیں امام محمد کے۔ تو جب آجائے شَيْخَيْنِ یوں فرماتے ہیں، آپ فوراً سمجھ جائیں کون مراد ہیں اس سے؟ امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور امام ابو یوسف رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ بعض جگہ بھئی طَرَفَيْنِ اس مسئلے میں یوں فرماتے ہیں۔ اب دیکھیے مولانا، اسے طَرَفَيْنِ کیوں کہتے ہیں؟ طرفِ اعلیٰ اور طرفِ ادنیٰ، اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں اس میں آگئیں، دونوں طرفیں، دونوں جانبیں، دونوں کنارے آگئے مولانا۔ اونچا کنارہ کون بھئی، اس پر کون ہیں؟ امام صاحب، دونوں کے استاذ۔ نچلا کنارہ کون؟ امام محمد رَحِمَهُ اللّٰهُ، کیونکہ وہ دونوں کے شاگرد ہیں۔ تو دونوں طَرَفَيْنِ آگئیں بھئی، تو اس لیے ان کو کیا کہتے ہیں؟ طَرَفَيْنِ بھئی اس مسئلے میں یوں فرماتے ہیں۔ تو یہ ہر طالب علم کو ہر وقت پتہ ہونا چاہیے۔

اچھا جی، پڑھیے بھئی کتاب اب۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ.

اچھا بھئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے بھئی، تمام جہانوں کا رب ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، اور انجام ہے متقیوں کے لیے۔ وَالْعَاقِبَةُ، عاقبت کہتے ہیں انجام کو۔ انجام ہے، نتیجہ ہے، کس کے لیے؟ متقیوں کے لیے۔ بھئی انجام تو سب کا ہونا ہے، کوئی متقی ہو یا غیر متقی۔ متقی ہو گا تو جنت میں جائے گا بھئی، غیر متقی ہے تو یا یوں کہیں مومن نہیں ہے کوئی شخص تو وہ کدھر جائے گا؟ جہنم میں جائے گا، اور اگر مومن ہے لیکن غیر متقی ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ہو سکتا ہے معاف فرمادیں اور ہو سکتا ہے اسے سزا بھگتنی پڑے بھئی۔ تو انجام تو ہر ایک کا کچھ نہ کچھ ہونا ہے، پھر کیا معنی وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ؟ تو یاد رکھو یہاں مضاف محذوف ہے، بین السطور لکھا ہوا ہے آپ کے: أَيْ حُسْنُ الْعَاقِبَةِ۔ یعنی اچھا انجام ہے بھئی، حُسْنُ الْعَاقِبَةِ، انجام کا اچھا ہونا کس کے لیے ہے؟ متقیوں کے لیے، یعنی متقیوں کا اچھا انجام ہو گا بھئی۔

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ۔ اور رحمت ہو اور سلامتی ہو اللہ کے رسول پر کہ جن کا نام مُحَمَّدٌ ہے، وَآلِهِ اور ان کی آل پر بھی۔ ان کی آل بھئی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی آل بھئی، حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اتباع کرنے والے مراد ہیں، یا متقی متبعین مراد ہیں، حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے جو راستے پر چلتے ہیں متقی وہ مراد ہیں بھئی۔ وَأَصْحَابِهِ اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے صحابہ پر بھی صلوٰۃ وسلام ہو مولانا، أَجْمَعِيْنَ سب کے سب پر مولانا۔ کس پر؟ سب کے سب پر۔ تو تمام صحابہ کو صلوٰۃ وسلام میں ملا دیا حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ۔

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأَجَلُّ الزَّاهِدُ، فرمایا شیخ نے۔ یہ بھئی کوئی ان کے شاگرد وغیرہ لکھ رہے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ کوئی شاگرد لکھ رہے ہیں۔ شیخ نے، الْإِمَامُ جو کہ امام ہیں، الْأَجَلُّ بڑے بزرگ ہیں، الزَّاهِدُ بھئی تارکِ دنیا ہیں مولانا، دنیا سے محبت کرنے والے نہیں ہیں بھئی، دنیا کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔

أَبُو الْحَسَنِ بھئی۔ بھئی أَبُو الْحَسَنِ بعض نسخوں میں یہ ہے بھئی، میں نے کنیت أَبُو الْحُسَيْنِ لکھوائی بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو علماء نے لکھا ہے بھئی کہ ان کی کنیت أَبُو الْحَسَنِ نہیں، کتابت کی غلطی ہے، أَبُو الْحُسَيْنِ کنیت تھی۔ أَبُو الْحَسَنِ کے آگے لفظ اِبْنُ آرہا ہے، پھر آگے کیا لکھا ہے مولانا؟ أَحْمَدَ۔ نہیں بھئی، أَبُو الْحَسَنِ احمد کے بیٹے نہیں ہیں، وہ خود کون ہیں؟ ان کا اپنا کیا نام ہے؟ أَحْمَدُ، والد کا ان کا نام مُحَمَّدٌ ہے۔ تو یہاں أَبُو الْحَسَنِ کے بعد جو اِبْنُ کا لفظ آیا یہ بھی کتابت کی غلطی ہے مولانا۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو یوں ہونا چاہیے تھا: أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ۔ یہ اِبْنُ کا لفظ کتابت کی غلطی ہے بھئی۔ اِبْنُ مُحَمَّدٍ۔

اچھا بھئی، أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ، اچھا بھئی مُحَمَّدِ بْنِ کے بعد کیا آرہا ہے؟ جَعْفَرٍ۔ بھئی جَعْفَرٍ نہیں ہونا چاہیے، مُحَمَّدِ بْنِ

أَحْمَدَ بْنِ جَعْفَرٍ بھئی۔ ایک اور أَحْمَدَ یہاں آنا چاہیے بھئی۔ ان کے دادا کا بھی کیا نام تھا بھئی؟ أَحْمَدُ تھا، اور جَعْفَرٌ ان کے پر دادا ہیں بھئی، پر دادا۔ تو مُحَمَّدٍ کے بعد ایک کیا آنا چاہیے؟ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ، یہ لفظ بھی ہونا چاہیے بھئی۔ أَحْمَدَ بْنِ جَعْفَرٍ الْبَغْدَادِيُّ۔ جی، الْبَغْدَادِيُّ یہ صفت ہے مولانا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ کی بھئی، یہ امام قدوری بھئی کہاں پھر رہائش اختیار کی انہوں نے؟ بغداد میں بھئی۔ الْمَعْرُوْفُ بِالْقُدُوْرِيِّ، اور کس نسبت سے مشہور ہیں؟ قدوری کی نسبت سے معروف ہیں بھئی۔

سمجھ میں آئی بھئی عبارت؟ تو دیکھیے پھر: قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأَجَلُّ الزَّاهِدُ أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ جَعْفَرٍ الْبَغْدَادِيُّ الْمَعْرُوْفُ بِالْقُدُوْرِيِّ۔

اچھا چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۳: کتاب الطہارۃ (۱): طہارت کی لغوی و شرعی تحقیق، آیتِ وضو کی تفسیر اور فرائضِ وضو (غسلِ اعضاء و مسحِ راس)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۷ نومبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الطَّهَارَةِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، كِتَابُ الطَّهَارَةِ بھئی۔ بھئی یاد رکھیے یہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہے کہ کتاب کے اندر ایک جیسے جو مسائل ہیں، ان کو اکٹھا یکجا ذکر کرتے ہیں کتاب کے عنوان کے تحت۔ تو اس سلسلے میں جب ایک جنس کے مسائل ہوتے ہیں وہ سارے اس میں سب سے بڑا عنوان جو دیتے ہیں کتاب کے نام سے۔ اس کے نیچے جو عنوان آتا ہے وہ باب کے نام سے ہوتا ہے بھئی، اور اس سے نیچے جو عنوان ہے وہ فصل کے۔ تو کتاب، باب، فصل وغیرہ۔ تو یہاں پر فصلیں تو نہیں، البتہ صاحبِ قدوری کتاب ذکر کرتے ہیں جس میں ایک جنس کے مسائل ہوتے ہیں، اور پھر اس جنس کے تحت جو مختلف انواع کے مسائل ہوتے ہیں وہ باب کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں بھئی۔

كِتَابُ الطَّهَارَةِ بھئی۔ طہارت کا معنی پاکی حاصل کرنا بھئی۔ تو اس کتاب میں پاکی کا بیان ہو گا بھئی، وضو کا طریقہ بتلائیں گے، غسل کا طریقہ بتلائیں گے، اور مختلف نجاستوں کو جو کپڑے یا بدن پر لگ گئی ہوں ان کو دور کرنا ہے، پاکی حاصل کرنی ہے، یہ سارا کچھ اس باب میں بیان ہو گا۔

تو یاد رکھیے ترکیب یاد رکھیے بھئی، کتاب میں عنوانات آتے جائیں گے، سب کی یہی ترکیب آپ کر سکتے ہیں۔ دو تین ترکیبیں میں آپ کو بتا دیتا ہوں آسان سی، بعض اوقات امتحان میں بعض اساتذہ پوچھ لیتے ہیں، آپ ابھی یاد کر لیں ہمیشہ آپ کو کام آئیں گی بھئی۔

پہلی ترکیب: كِتَابُ الطَّهَارَةِ، اس کو خبر بنا لیں اور اس کے لیے مبتدا محذوف نکال لیں هٰذَا۔ هٰذَا كِتَابُ الطَّهَارَةِ، یہ ہے طہارت کی کتاب۔ تو هٰذَا مبتدا، كِتَابُ الطَّهَارَةِ، كِتَابُ مضاف، الطَّهَارَةِ مضاف الیہ، مضاف اور مضاف الیہ مل کر خبر، مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا بھئی۔ ترکیب سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ آسان ترکیب ہے۔ تو كِتَابُ الطَّهَارَةِ کو کیا بنائیں گے؟ یہ خبر بنائیں گے، اور اس کے لیے کیا محذوف نکال لیں گے؟ مبتدا، اور وہ کیا ہے؟ هٰذَا۔ بس بھئی، آسان سی ترکیب۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «﴿يا أيها الذين آمنوا إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤوسكم وأرجلكم إلى الكعبين﴾» منقول ہے۔

یا اس کو مبتدا بنالو اور اس کی خبر محذوف نکالو۔ کیسے؟ کِتَابُ الطَّهَارَةِ هٰذَا۔ وہی پہلے هٰذَا آپ نے مبتدا محذوف نکالا تھا، اب اس کو کیا نکال لو؟ خبر بھئی۔ کِتَابُ الطَّهَارَةِ یہ ہے۔ پہلے کیا ترجمہ تھا؟ یہ کِتَابُ الطَّهَارَةِ ہے۔ اب کیا ہو جائے گا ترجمہ؟ کِتَابُ الطَّهَارَةِ یہ ہے۔

یا ایک تیسری ترکیب بھی یاد رکھیں۔ ابھی تک تو کِتَابُ لفظ کو مرفوع پڑھ رہے تھے کیونکہ مبتدا اور خبر کیا ہوتے ہیں؟ مرفوع۔ پہلی ترکیب میں یہ خبر بنی تھی، یہ لفظ خبر بنا تھا تو مرفوع تھا۔ دوسری ترکیب میں یہ مبتدا بنا تو بھی مرفوع۔ تیسری ترکیب یہ کہ اس کو منصوب پڑھیں مولانا: اِقْرَأْ كِتَابَ الطَّهَارَةِ۔ اِقْرَأْ امر کا صیغہ ہے، اے مخاطب پڑھو بھئی، اے مخاطب تم پڑھو، کیا؟ كِتَابَ الطَّهَارَةِ۔ یہ مفعول بن جائے گا مولانا۔ اِقْرَأْ فعل، أَنْتَ ضمیر اس کے اندر فاعل، اور كِتَابَ الطَّهَارَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کے لیے کیا بن گئے؟ مفعول، اور مفعول کیا ہوتا ہے؟ منصوب بھئی۔ تو تین ترکیبیں یاد رہیں گی بھئی؟ یہ یاد رکھیں بھئی، کہیں کبھی کوئی استاذ پوچھ لیتے ہیں، یہ آسان ترین تراکیب ہیں بھئی۔ اِقْرَأْ كِتَابَ الطَّهَارَةِ جی۔ تو معلوم ہوا دو طرح یہاں پڑھ سکتے ہیں: كِتَابُ الطَّهَارَةِ بھی پڑھ سکتے ہیں اور كِتَابَ الطَّهَارَةِ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، جب تم کھڑے ہو نماز کے لیے۔ بھئی ذکر قیام ہے، قُمْتُمْ کس باب سے ہے بھئی؟ قَامَ يَقُوْمُ بھئی، قیام سے۔ إِذَا قُمْتُمْ جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے بھئی، جب تم کھڑے ہو نماز کے لیے۔ بھئی کھڑے ہونے سے مراد ہے ارادہ، قیام بول کر ارادۂ قیام مراد ہے بھئی۔ عربی میں کبھی ایسا ہوتا ہے فعل بول کر ارادۂ فعل مراد ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دیکھو اللہ کیا فرما رہے ہیں: اے ایمان والو! إِذَا قُمْتُمْ، جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو، فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ، آگے پھر وضو بیان ہو رہا ہے کہ تو پھر وضو کر لو۔ تو کیا نماز کے لیے جب آپ کھڑے ہو جاتے ہیں تب وضو کر لیتے ہیں یا جب نماز کا ارادہ ہوتا ہے تو تب وضو کرتے ہیں؟ جب ارادہ ہوتا ہے بھئی۔ یہ تو نہیں آپ صف میں جا کر کھڑے ہو گئے پھر وضو شروع کر دیا بھئی، پہلے ارادہ بنا، وضو کیا، پھر جا کر۔ تو یہاں قیام سے کیا مراد ہے؟ ارادۂ قیام۔ قیام سے کیا مراد ہے؟ ارادۂ قیام۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، جب تم ارادہ کرو نماز کے لیے کھڑے ہونے کا، فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ، تو پس تم دھولو اپنے چہروں کو، وَأَيْدِيَكُمْ، اور اپنے ہاتھوں کو، إِلَى الْمَرَافِقِ، کہنیوں تک بھئی۔ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ، اور تم مسح کرو اپنے سروں کا، وَأَرْجُلَكُمْ۔

بھئی أَرْجُلَكُمْ کا عطف یاد رکھیں رُءُوْسِكُمْ پر نہیں ہے۔ وَاوْ کس لیے آتا ہے؟ عطف کے لیے۔ تو یہاں أَرْجُلَكُمْ کا عطف رُءُوْسِكُمْ پر نہیں ہے، ورنہ رُءُوْسِكُمْ تو مجرور ہے بھئی، اس پر کیا داخل ہو رہی ہے؟ بائے جارہ داخل ہو رہی ہے بھئی، بِرُءُوْسِكُمْ۔ اور أَرْجُلَكُمْ وہ کیا ہے؟ أَرْجُلَ کا لفظ کیا ہے؟ منصوب ہے، اس پر زبر پڑھ رہے ہیں آپ بھئی۔ تو اس کا عطف دراصل ہے أَيْدِيَكُمْ پر۔ کس پر؟ أَيْدِيَكُمْ پر بھئی، یا وُجُوْهَكُمْ پر اس کا عطف ہے۔ سر کے لیے کیا حکم بیان ہوا؟ مسح کرنے کا۔ اور أَيْدِيْ اور وُجُوْهٌ کے لیے کیا حکم بیان ہوا؟ جی، دھونے کا حکم۔ تو جب أَرْجُلَ کا عطف بھی أَيْدِيْ اور وُجُوْهٌ پر ہوا تو اس کے لیے بھی کون سا حکم آیا؟ دھونے کا حکم آیا۔ سمجھ میں آیا؟ تو معلوم ہوا پاؤں کو دھونا ہے بھئی، پاؤں کو دھونا ہے۔ وَأَرْجُلَكُمْ، اور تم اپنے پاؤں کو دھولو، إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ٹخنوں تک بھئی۔ اپنے پاؤں کو دھولو ٹخنوں تک بھئی۔ كَعْبٌ ٹخنے کو کہتے ہیں بھئی، ابھری ہوئی ہڈی بھئی۔

ترجمہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ دوبارہ سن لیجیے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، جب تم ارادۂ قیام کرو نماز کے لیے، فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ، تو تم اپنے چہروں کو دھولو، وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک، وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ، اور مسح کرو تم اپنے سروں کا، وَأَرْجُلَكُمْ، اور دھولو تم اپنے پاؤں، إِلَى الْكَعْبَيْنِ، کہاں تک؟ ٹخنوں تک بھئی۔

فَفَرْضُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ وَمَسْحُ الرَّأْسِ۔ بھئی یاد رکھیے مثلاً آپ نماز پڑھتے ہیں، نماز میں کچھ چیزیں ضروری ہیں بہت، اگر آپ ان کو چھوڑ دیں گے تو نماز ہی نہیں ہو گی۔ تو ایسی چیز جس کے چھوڑ دینے سے وہ عبادت ہی نہ ہو، وہ فرض کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ فرض کہلاتی ہے۔ تو نماز میں کچھ چیزیں فرض ہیں، اگر آپ ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیں گے، چاہے جان بوجھ کر چھوڑیں چاہے بھول کر چھوڑیں، نماز ہی نہیں ہو گی۔ اسی طرح

کچھ چیزیں سنت ہیں مولانا، کچھ چیزیں واجب ہیں، کچھ مستحب ہیں بھئی۔[۲]

تو یہاں پر بھی وضو کے اندر بھی یاد رکھیے کچھ چیزیں فرض ہیں۔ بعض چیزیں فرض ہیں، اگر ان میں سے کوئی چیز چھوٹ گئی، چاہے بھولے سے چھوٹی چاہے جان کے، بھئی وضو تو نام ہی ان چیزوں کا تھا، آپ نے ان میں سے ایک چیز نہیں کی تو معلوم ہوا آپ کا وضو ہی نہیں ہوا۔ اب کیا چیزیں فرض ہیں اور کیا چیزیں سنت ہیں؟ تو یاد رکھیے یہ چار چیزیں جن کا پتہ قرآن سے چل رہا ہے، جو قرآن میں آئی ہیں، یہ چار چیزیں فرض ہیں وضو کے اندر بھئی۔ کون سی؟ چار چیزیں۔ دیکھیے یہ آیت کے اندر آئی تھیں بھئی۔ پہلی کیا تھی؟ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ بھئی، کیا کرو اپنے چہروں کو؟ دھولو۔ معلوم ہوا چہرے کا دھونا وضو میں فرض ہے۔

اور کہاں تک شمار ہو گا چہرہ بھئی؟ شاباش بھئی، پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک، اور ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک۔ سمجھ میں آیا؟ یہ داڑھی کے بال اور کان کے درمیان کچھ جگہ خالی ہے، اس کا دھونا بھی فرض ہے بھئی، کیونکہ ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک کہا تو یہ بھی بیچ میں آ گیا، تو یہ جگہ اگر کسی کی خشک رہ گئی اس کا بھی وضو نہیں ہوا۔

اس کے بعد ہاتھ آ گئے بھئی۔ ہاتھوں کو کہاں تک دھوئیں گے؟ کہنیوں تک دھوئیں گے بھئی، کہنیوں تک۔ تو کہنیوں کا دھونا بھی فرض ہے ہمارے نزدیک بھئی۔ اور اس کے بعد سر کا مسح کرنا ہے بھئی، اور آخر میں پاؤں دھونے ہیں ٹخنوں سمیت بھئی۔ یہ چیزیں فرض ہیں، یہ چاروں آیت کے اندر ذکر ہو رہی ہیں۔ تو تین اعضاء کا دھونا اور سر کا مسح کرنا، یہ چار فرض ہیں وضو کے بھئی۔

کہتے ہیں: فَفَرْضُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ وَمَسْحُ الرَّأْسِ۔ پس فرض جو ہے طہارت کے، وضو کے یعنی، غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ۔ ایک ہے غَسْلٌ، ایک ہے غُسْلٌ بھئی۔ غَسْلٌ کا معنی دھونا، اور غُسْلٌ کا معنی نہانا بھئی، غسل کرنا۔ تو یہ فرق یاد رکھنا، جہاں غَسْلٌ پڑھنے کا موقع ہے، دھونے کا ترجمہ ہو گا وہاں غَسْلٌ پڑھیں ورنہ غُسْلٌ۔ کہتے ہیں فَفَرْضُ الطَّهَارَةِ، پس طہارت کا فرض جو ہے، غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ، وہ دھونا ہے تین اعضاء کا، وَمَسْحُ الرَّأْسِ، اور سر کا مسح۔ یہ چار فرائض ہو گئے مولانا۔

وَالْمِرْفَقَانِ وَالْكَعْبَانِ تَدْخُلَانِ فِيْ فَرْضِ الْغَسْلِ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ اچھا، اب اس میں اختلاف ہے علماء کا مولانا۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں فرمادیا اپنے ہاتھوں کو دھولو کہنیوں تک، اپنے پاؤں کو دھولو ٹخنوں تک۔ اب یہ کہنیاں، یہ بھی فرض ہے ان کا دھونا یا یہ فرض میں شامل نہیں بھئی؟ اسی طرح ٹخنوں کا دھونا بھی فرض ہے یا یہ فرض میں شامل نہیں بھئی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے بھئی۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ بھئی، کون ہیں ہمارے ائمہ ثلاثہ؟ ہاں شاباش، ہمارے امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰهُ، امام ابو یوسف رَحِمَهُ اللّٰهُ اور امام محمد رَحِمَهُ اللّٰهُ، یہ تین ہمارے ائمہ ثلاثہ ہیں۔ یہ تینوں فرماتے ہیں کہ کہنیوں کا دھونا بھی فرض، ٹخنوں کا دھونا بھی فرض، یعنی یہ بھی فرض کے اندر داخل ہیں۔

البتہ ہمارے ایک اور امام ہیں امام زفر رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ یہ بھی امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰهُ کے شاگرد ہیں مولانا، بہت بڑے امام ہیں بھئی، بڑا علم اللہ نے ان کو دیا تھا بھئی۔ یہ البتہ اختلاف کرتے ہیں، یہ کہتے ہیں نہیں، کہنیوں کا دھونا فرض نہیں ہے، کہنی تک دھولو، کہنی کا دھونا فرض نہیں۔ ٹخنوں تک دھولو، ٹخنوں

---

[۲] **جدول—فرائضِ وضو (۴) اور ان کی شرعی حدود و مقادیر کا جدول:**

شمار	فرضِ وضو	آیتِ قرآنیہ کا ماخذ	شرعی حد اور فقہی ضابطہ
۱	چہرے کا دھونا (غَسْلُ الْوَجْهِ)	«فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ»	طولاً پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک، اور عرضاً ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ایک بار دھونا فرض ہے۔
۲	دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا	«وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ»	امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک کہنیاں (الْمِرْفَقَانِ) دھونے میں داخل ہیں (امام زفر کا اختلاف ہے)۔
۳	چوتھائی سر (ناصیہ) کا مسح کرنا	«وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ»	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے «ب» بیانیہ یا الصاق کے لیے ہے؛ پیشانی کی چوتھائی (مقدارِ ناصیہ) کا مسح فرض ہے۔
۴	دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا	«وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ»	دونوں ٹخنے (الْكَعْبَانِ) دھونے میں داخل ہیں اور ایک بار دھونا کہ پانی ٹپکے فرض ہے۔

کا دھونا فرض نہیں۔ یعنی ایک آدمی ہے اس نے وضو کیا، کہنی اس کی رہ گئی، تو ہمارے نزدیک وضو ہی نہیں ہوا۔ امام زفر کیا فرماتے ہیں؟ ہو گیا بھئی، کیونکہ اس کا دھونا تو فرض ہی نہیں تھا۔ ایک آدمی نے پاؤں دھوئے مولانا، ٹخنے رہ گئے بھئی، ہمارے نزدیک وضو ہی نہیں ہوا، اور امام زفر رَحِمَهُ اللّٰهُ کیا فرماتے ہیں؟ وضو ہو گیا کیونکہ اس کا دھونا تو فرض ہی نہیں ہے۔

دلیل کیا ہے؟ تو یاد رکھو یہاں دو لفظ ہیں: ایک غایہ، ایک مغیا۔ پڑھا ہوا ہے آپ نے پہلے یا نہیں بھئی؟ غایہ اور مغیا۔ یاد رکھو کبھی کسی کلام میں کسی چیز کی حد بیان کی جاتی ہے۔ کیا بیان کی جاتی ہے؟ حد بیان کی جاتی ہے۔ جس چیز کی حد بیان کی جائے اسے مغیا کہتے ہیں، اور وہ جو حد ہوتی ہے وہ غایہ کہلاتی ہے۔ بھئی مثلاً میں آپ کو بتلاتا ہوں بھئی یہ زمین میری ہے، یہاں سے لے کر وہ اس دیوار تک یہ زمین میری ہے۔ میں کس چیز کی حد بیان کر رہا ہوں؟ زمین، اپنی زمین کی۔ تو میری زمین ہوئی مغیا، اور وہ جو حد ہوئی وہ غایہ ہوئی۔ بات سمجھ میں آ گئی؟

تو یہاں پر بھی دیکھیے بھئی دھونے کا حکم بیان ہو رہا ہے اور حد بیان ہو رہی ہے، تو کس چیز کو ہم یہاں مغیا کہیں گے بھئی؟ ہاتھ بھئی۔ ہاتھ کیا ہیں؟ دھونے کا حکم بیان ہو رہا ہے، تو یہ جو ہاتھوں کا دھونا بیان ہوا یہ کیا ہے؟ مغیا۔ اور حد کیا بیان ہوئی؟ کہنیاں بھئی، حد کیا ہو جائیں گی؟ کہنیاں جی۔ تو یہ ہاتھ ہوئے، أَيْدِيَ ہوئے مغیا، اور مِرْفَقَيْنِ یہ کیا ہوئیں؟ غایہ بھئی۔ اسی طرح أَرْجُلَ یہ کیا ہوئے؟ مغیا۔ اور كَعْبَيْنِ کیا ہوئے؟ غایہ۔

تو اب ضابطہ یہ ہے، امام زفر رَحِمَهُ اللّٰهُ فرماتے ہیں، ان کی دلیل، وہ فرماتے ہیں کہ غایہ مغیا میں داخل نہیں ہوتا۔ امام زفر رَحِمَهُ اللّٰهُ کی کیا دلیل ہے؟ غایہ مغیا میں داخل نہیں ہوتا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں مغیا کیا ہے مولانا؟ ہاتھ۔ اور غایہ کیا ہے؟ مِرْفَقَيْنِ۔ تو وہ مِرْفَقَيْنِ اس کے اندر داخل نہیں، معلوم ہوا ان کا دھونا فرض نہیں، کیونکہ ضابطہ بیان ہو گیا کہ غایہ مغیا کے اندر داخل نہیں ہوتا۔ اسی طرح بھئی پاؤں کے دھونے کا حکم آیا، غایہ کیا ہے وہاں پر؟ ٹخنے بھئی، غایہ کیا ہے؟ ٹخنے۔ اور غایہ مغیا کے اندر داخل نہیں ہوتا، تو لہٰذا وہاں بھی ٹخنے دھونا فرض نہیں۔

دلیل سمجھ میں آئی بھئی؟ امام زفر رَحِمَهُ اللّٰهُ کیا دلیل ذکر فرماتے ہیں؟ کہ غایہ مغیا میں داخل نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں دیکھو قرآن میں اللہ فرماتے ہیں: ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ پھر روزے کو پورا کرو کہاں تک بھئی؟ إِلَى اللَّيْلِ، رات تک بھئی۔ اب آپ مجھے بتایئے، روزہ شام تک رکھا جاتا ہے یا رات کو بھی رکھا جاتا ہے؟ شام تک رکھا جاتا ہے۔ معلوم ہوا لیل روزے کے حکم میں داخل نہیں۔ تو یہاں بھی اسی طرح ہے۔ دیکھو وہاں آیا ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ، پھر روزوں کو کیا کرو؟ پورا کرو۔ کہاں تک پورا کرو؟ إِلَى اللَّيْلِ، رات تک۔ تو لیل بیان ہو گئی غایہ۔ روزے کی حد کیا بیان ہوئی؟ لیل۔ تو روزہ ہوا مغیا اور رات کیا ہو گئی؟ غایہ۔ تو یہاں اب آپ بتایئے غایہ مغیا میں داخل ہے، رات کو بھی روزہ رکھا جاتا ہے یا وہ خارج ہے؟ خارج ہے۔ کہتے ہیں دیکھو یہاں پر پتہ لگ گیا کہ غایہ مغیا کے اندر داخل نہیں ہوتا۔ صورت سمجھ میں آئی، دلیل ان کی سمجھ میں آ گئی؟ خلاصۂ دلیل یہ ہوا، وہ فرماتے ہیں کہ غایہ مغیا کے اندر داخل نہیں ہوتا جیسے ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ کے اندر جو ہے غایہ مغیا کے اندر داخل نہیں ہے بھئی، لیل صوم کے اندر داخل نہیں ہے بھئی۔

ہم جواب دیتے ہیں مولانا، ائمہ ثلاثہ کی طرف سے، کہ غایہ اور مغیا، ہمیشہ ایسا نہیں ہے کہ غایہ مغیا میں داخل نہیں ہو گا، بلکہ اگر غایہ مغیا کی جنس میں سے ہے تو اس میں داخل ہو گا، اگر اس کی جنس میں سے نہیں ہے تو داخل نہیں ہو گا۔ کیا ضابطہ بیان ہوا؟ زبان سے دہراؤ بھئی، میں کس لیے بار بار پوچھتا ہوں، بعض طلباء کیوں خاموش بیٹھے ہیں بھئی؟ زبان سے دہراؤ بھئی، چیز یاد ہو جاتی ہے۔ اچھا، ضابطہ ہم یہ بیان کرتے ہیں بھئی کہ غایہ اگر مغیا کی جنس میں سے ہو تو وہ اس میں شامل ہو گا، اور اگر غایہ مغیا کی جنس میں سے نہ ہو تو وہ اس کے حکم میں شامل نہیں ہو گا۔

اب آپ بتلایئے، یہ جو کہنیاں ہیں یہ ہاتھ کی جنس میں سے ہیں یا کوئی الگ چیز ہیں؟ ہاتھ کی جنس میں سے ہیں۔ ٹخنے پاؤں کی جنس میں سے ہیں یا کوئی الگ چیز ہیں؟ پاؤں کی جنس میں سے ہیں۔ تو لہٰذا یہاں پر غایہ مغیا کی جنس میں سے ہے تو یہ اس کے حکم میں بھی داخل ہو گا، اور ہاتھ کا حکم تھا دھونا تو کہنی کا بھی کیا حکم ہو گا؟ دھونا۔ اسی طرح ٹخنے جو ہیں بھئی وہ غایہ مغیا کی جنس میں سے ہے تو وہ اس کے حکم میں بھی داخل ہو گا۔ پاؤں کا حکم کیا تھا؟ اس کو دھولو، فَاغْسِلُوْا، اس کو دھولو، تو ٹخنوں کا بھی کیا حکم ہو گا؟ ان کو بھی دھولو۔ صورت سمجھ میں آئی؟ اور اگر غایہ مغیا کی جنس میں سے نہ ہو تو وہ اس کے حکم میں بھی داخل نہیں ہو گا، جیسے ہے دن اور رات۔ بتایئے رات اور دن ایک ہی جنس کے ہیں یا الگ الگ چیزیں ہیں؟ الگ الگ ہیں مولانا۔ تو وہاں پر رات جو ہے کیونکہ اس کی جنس الگ ہے تو وہ دن کے حکم میں داخل نہیں، اس کے اندر روزہ نہیں ہو گا بھئی۔

ضابطہ سمجھ میں آ گیا سب کو اچھی طرح؟ تو امام زفر رَحِمَهُ اللّٰهُ نے دلیل دی تھی بھئی کہ غایہ مغیا کے اندر داخل نہیں ہوتا جیسے ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ کے اندر ہے کہ لیل جو ہے روزے کے حکم میں داخل نہیں۔ ہم جواب دیتے ہیں نہیں، یہاں تفصیل ہے، تفصیل یہ کہ غایہ اگر مغیا کی جنس میں

سے ہو گا تو اس کے حکم میں داخل ہو گا، اور اگر غایہ مغیا کی جنس میں سے نہیں تو اس کے حکم میں بھی داخل نہیں ہو گا بھئی۔

کہتے ہیں: وَالْمِرْفَقَانِ وَالْكَعْبَانِ، اور دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے، تَدْخُلَانِ، یہ دونوں داخل ہیں، فِيْ فَرْضِ الْغَسْلِ، کس کے اندر بھئی؟ دھونے کے فرض میں داخل ہیں، عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ، ہمارے تین علماء کے نزدیک یعنی ہمارے تین ائمہ فقہاء کے نزدیک، خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، بخلاف کس کے؟ امام زفر رَحِمَهُ اللّٰهُ کے۔ بھئی لِزُفَرَ پڑھا میں نے، یاد رکھنا یہ غیر منصرف ہے، زُفَرُ بروزنِ عُمَرُ ہے، اور عُمَرُ کا لفظ آپ نے پڑھا ہے وہ کیا ہے؟ غیر منصرف ہے بھئی۔ تو اس کے اندر دو سبب کون کونسے ہیں بھئی؟ چلیے یہ تو آپ پڑھیں گے بھئی نحو میں۔

اچھا، وَالْمَفْرُوْضُ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ وَهُوَ رُبُعُ الرَّأْسِ لِمَا رَوَى الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ وَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى النَّاصِيَةِ وَخُفَّيْهِ۔[۴۳]

وَالْمَفْرُوْضُ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ، اور مسحِ راس کے اندر جو فرض مقدار ہے مولانا، مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ، فرض کتنا ہے سر کے مسح میں؟ ناصیہ کی مقدار، ناصیہ۔ یاد رکھو ناصیہ سر کے اگلے حصے کو کہتے ہیں بھئی۔ سر کے اگلے حصے کو کیا کہتے ہیں؟ ناصیہ، چوتھائی سر، چوتھائی سر۔ تقریباً یہ پیشانی کے برابر بن جاتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں فرض جو ہے سر کے مسح میں، مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ، وہ کتنی مقدار ہے؟ ناصیہ کی مقدار ہے، اور ناصیہ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ اگلے حصے کو بھئی، اگلے حصے کو۔ وَهُوَ رُبُعُ الرَّأْسِ، اور وہ کتنا ہے؟ سر کا چوتھا حصہ ہے۔

اچھا بھئی، اب سوال پیدا ہوا کہ قرآن میں تو آیا تھا کیا؟ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ، اپنے سروں کا مسح کرو۔ بھئی وہاں تو نہیں آیا تھا کہ ناصیہ کی مقدار فرض ہے اور اس کے علاوہ فرض نہیں، یہ کہاں سے دلیل؟ تو اب اس کی دلیل ذکر کر رہے ہیں بھئی کہ حدیث میں آیا ہے بھئی، حدیث سے ثبوت ہے اس کا۔ کیسے؟ لِمَا، بوجہ اس مَا کے مولانا، مَا سے مراد حدیث ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ لِمَا بوجہ اس حدیث کے، رَوَى الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، جس کو روایت کیا ہے کس نے؟ حضرت مغیرہ ابن شعبہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے، کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَتٰى، تشریف لائے، سُبَاطَةَ قَوْمٍ۔ سُبَاطَةٌ کہتے ہیں مولانا کوڑی کو بھئی۔ بھئی وہ گاؤں میں ایک جگہ متعین ہوا کرتی تھی، بستیوں وغیرہ میں لوگ کوڑا وغیرہ اس پر لا کر ڈالتے تھے بھئی۔ دیہات میں رہنے والے شاید آپ میں سے اب بھی جانتے ہوں بھئی۔ ایسی جگہیں ہوتی ہیں جہاں کیا کرتے ہیں؟ کوڑا وغیرہ لا کر ڈالتے ہیں بھئی، بستی کے بالکل ساتھ ہی ہوتی ہے، یہ نہیں کہ وہ دور لے جا کر ڈال رہے ہیں، نہیں بھئی۔ اور اس کو کوڑی کہتے ہیں، کوڑی، یا بعضوں سے میں نے روڑی سنا ہے بھئی، روڑی بھی کہتے ہیں؟ ہاں، کتابوں میں کوڑی بھی پڑھا اور روڑی بھی سنا بھئی، تو روڑی بھئی۔

اور یاد رکھو کوڑا کرکٹ ڈالتے ہیں، اس پر کہتے ہیں حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لائے، فَبَالَ، پس آپ نے پیشاب فرمایا، وَتَوَضَّأَ، اور وضو پھر کیا، وَمَسَحَ عَلَى النَّاصِيَةِ، اور مسح کیا کس پر؟ ناصیہ پر۔ کیا مطلب؟ سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا، وَخُفَّيْهِ، اور کس پر مسح کیا؟ موزوں پر۔ وَمَسَحَ عَلَى النَّاصِيَةِ وَخُفَّيْهِ۔ خُفَّيْهِ اصل میں کیا تھا؟ خُفَّيْنِهِ، خُفَّيْنِ تثنیہ کا صیغہ تھا مولانا، پھر نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، خُفَّيْهِ، اور موزوں پر مسح فرمایا بھئی۔

اچھا، تو دیکھو یہ روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ کی جس کے اندر وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک قوم کی روڑی پر تشریف لائے، وہاں پیشاب کیا، وضو فرمایا اس کے بعد، اور اس وضو میں کیا کیا حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے؟ ناصیہ پر مسح فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ سارے سر کا مسح فرض نہیں۔ کس بات کی دلیل ہے؟ سارے سر کا مسح فرض نہیں۔ بھئی اگر سارے سر کا مسح فرض ہوتا تو کیا حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صرف ناصیہ پہ مسح فرماتے یا پورے سر کا مسح فرماتے؟ پورے سر کا۔ ورنہ تو وضو ہی نہیں ہونا تھا بھئی، فرض رہ جاتا بھئی۔ اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مسح فرما رہے ہیں صرف کتنے حصے پر؟ چوتھائی حصے پر۔ معلوم ہوا باقی حصہ فرض نہیں۔ اگر فرض ہوتا، ویسے حضور صَلَّى اللّٰهُ

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْمَفْرُوْضُ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ وَهُوَ رُبُعُ الرَّأْسِ لِمَا رَوَى الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والمفروض في مسح الرأس مقدار الناصية لما روى المغيرة بن شعبة» منقول ہے۔

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ وَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى النَّاصِيَةِ وَخُفَّيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «النبي صلى الله عليه وآله وسلم أتى سباطة قوم فبال وتوضأ ومسح على ناصيته وخفيه]» منقول ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ پورے سر کا مسح فرماتے تھے، سمجھ میں آیا؟ آگے آئے گا سنتوں کے اندر جی، تو پورے سر کا مسح۔ لیکن یہاں اس روایت میں آرہا ہے کہ صرف کتنے پر کیا؟ چوتھائی۔ معلوم ہوا وہ امت کو بتلانا چاہتے تھے کہ میں پورے سر کا مسح تو کرتا ہوں لیکن سارے کے سارے سر کا مسح فرض نہیں۔ اگر سارے کا مسح فرض ہوتا تو میں آج بھی پورے سر پر مسح کرتا، لیکن میں نے کیا کیا صرف؟ چوتھائی سر پر۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کم سے کم جو مسح فرمایا ہے سر پر وہ کتنے پہ فرمایا ہے؟ چوتھائی۔ معلوم ہوا چوتھائی ضرور فرض ہے، اس سے کم کبھی حضور سے ثابت نہیں۔ یہ دلیل ہے۔ دلیل سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو دوبارہ سنیے بھئی، کہتے ہیں: وَالْمَفْرُوْضُ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ، اور فرض جو ہے سر کے مسح کے اندر وہ ناصیہ کی مقدار ہے، وَهُوَ رُبُعُ الرَّأْسِ، اور وہ سر کا چوتھائی ہے، لِمَا، بوجہ اس حدیث کے، رَوَى الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، جس کو حضرت مغیرہ ابن شعبہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے روایت کیا ہے، کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَتٰى، تشریف لائے، سُبَاطَةَ قَوْمٍ، ایک قوم کی روڑی پر، فَبَالَ وَتَوَضَّأَ، پس پیشاب اور وضو فرمایا، وَمَسَحَ عَلَى النَّاصِيَةِ، اور مسح کیا سر کے اگلے حصے پر، وَخُفَّيْهِ، اور اپنے موزوں پر۔

اچھا، یہ آپ کے ذہن میں ایک اشکال آسکتا ہے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کیسے روڑی پر تشریف لائے بھئی، وہ تو کیا ہے؟ غلاظت کی جگہ ہے۔ نہیں بھئی، یاد رکھو دیہات میں رہنے والا جانتا ہوگا اس بات کو بھئی۔ یہ شہروں کی گندگی میں تعفن وغیرہ ہوتا ہے، دیہات میں آپ نے دیکھا ہو، اب تو شاید دیہات بھی بدل رہے ہیں آہستہ آہستہ وہاں بھی یہی صورتحال ہے، ان کے کوڑے کرکٹ میں صرف مٹی اور تنکے ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ صرف مٹی اور تنکے جو گھر میں صفائی وغیرہ کی، تنکے وغیرہ بچوں نے گرائے ہوئے ہیں، تو یہ اور چیزیں باقی نہیں ہوتیں۔ تو وہ جو روڑی بھی ہوتی ہے وہ کوئی تعفن والی جگہ نہیں ہوتی بھئی، بلکہ اس کے اوپر باقاعدہ راستے بنے ہوئے ہیں، کوئی ادھر کو نکل رہا ہے کوئی ادھر کو نکل رہا ہے، بس یوں ہوتا ہے جیسے بہت سارے تنکے وغیرہ اکٹھے ہوگئے ہیں، یا زیادہ سے زیادہ اس کے اندر راکھ وغیرہ ہوتی ہے، وہ تھوڑی بہت ہوتی ہے اس کے اندر، تو وہ بالکل عام زمین کی طرح قریب قریب جگہ بنی ہوتی ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ کوئی تعفن والی جگہ نہیں ہوتی بھئی۔ اسی لیے میں نے کہا بالکل بستی کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ بیچ میں ہی ہوتی ہے تقریباً۔ حالانکہ یہاں شہر کے اندر ہو سکتا ہے بھئی کوڑے کی جگہ بیچ میں ہی بنادیں؟ جہاں کوڑے کا ڈرم پڑا ہو اس کے قریب سے کوئی نہیں گزر سکتا بھئی۔ وہاں نہیں بھئی، وہاں بالکل بدبو وغیرہ تعفن نہیں ہوتا۔

اچھا بھئی، وَسُنَنُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ ثَلَاثًا قَبْلَ إِدْخَالِهِمَا الْإِنَاءَ۔ بھئی فرائض بیان ہوگئے، اب وضو کی سنتیں بیان ہوں گی بھئی، وضو کی سنتیں بیان ہوں گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وضو کی بڑی فضیلت آئی ہے مولانا، حدیث شریف میں آتا ہے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ جو شخص باوضو رہنے کی طاقت جس میں ہو اسے ہر وقت باوضو رہنا چاہیے بھئی۔ جس شخص میں بھی ہو باوضو رہنا چاہیے مولانا، اللہ کی طرف سے بڑے انوارات حاصل ہوتے ہیں بھئی، جتنا رہ سکے باوضو کی حالت میں۔ اور اگر اسے وضو کی حالت میں جس شخص کی موت آجائے اسے شہادت کا رتبہ ملتا ہے بھئی۔ تو کتنی عظیم فضیلت ہے بھئی۔

چلیے مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴: کتاب الطہارۃ (۲): سننِ وضو، تسمیہ، مسواک، مضمضہ واستنشاق، مسحِ کلِ راس، ترتیب اور مستحباتِ وضو

مختصر القدوری صفحہ: ۳—بتاریخ: ۱۸ نومبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَسُنَنُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ ثَلَاثًا قَبْلَ إِدْخَالِهِمَا الْإِنَاءَ إِذَا اسْتَيْقَظَ الْمُتَوَضِّئُ مِنْ نَوْمِهِ، وَتَسْمِيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ، وَالسِّوَاكُ، وَالْمَضْمَضَةُ، وَالْاِسْتِنْشَاقُ، وَمَسْحُ الْأُذُنَيْنِ، وَتَخْلِيْلُ اللِّحْيَةِ وَالْأَصَابِعِ، وَتَكْرَارُ الْغَسْلِ إِلَى الثَّلَاثِ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی کل آپ نے وضو کے فرائض پڑھ لیے کہ چار فرض ہیں اور ان کی دلیل آیت جو تھی وہ بھی پڑھی۔ اور اسی طرح پھر مسح کے اندر پڑھا کہ فرض مقدار جو ہے ناصیہ ہے، ناصیہ میں نے آپ کو بتلایا تھا مقدمِ راس کو کہتے ہیں، سر کے اگلے حصے کو کہتے ہیں، چوتھائی جی۔ اور دلیل اس کی وہ حدیث تھی بھئی حضرت مغیرہ ابن شعبہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ والی۔

جی، اب وضو کی سنتیں بتلا رہے ہیں آپ کو بھئی۔ کہتے ہیں: وَسُنَنُ الطَّهَارَةِ، اور طہارت کی سنتیں بھئی، غَسْلُ الْيَدَيْنِ ثَلَاثًا، دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے، ثَلَاثًا تین مرتبہ، قَبْلَ إِدْخَالِهِمَا الْإِنَاءَ۔ إِنَاءٌ کہتے ہیں برتن کو بھئی۔ ان دونوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے۔ کب؟ إِذَا اسْتَيْقَظَ الْمُتَوَضِّئُ مِنْ نَوْمِهِ، جب بیدار ہو وضو کرنے والا اپنی نیند سے۔

وضو کی سنتیں بھئی، اگر کوئی شخص سویا ہوا تھا، نیند سے بیدار ہو، تو پھر اس صورت میں برتن کے اندر ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ انہیں دھونا چاہیے بھئی۔ تین مرتبہ انہیں دھونا چاہیے بھئی۔ وجہ اس کی مولانا حدیث میں آتا ہے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں بھئی، یہ صفحہ نمبر پانچ کی آخری دو سطروں میں وہ حدیث ہے بھئی۔ کیا؟ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ، جب بیدار ہو تم میں سے کوئی اپنی نیند سے، فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، تو وہ نہ ڈبوئے اپنے ہاتھ کو برتن کے اندر، حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، یہاں تک کہ اسے تین مرتبہ دھولے، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ، اس لیے کہ وہ نہیں جانتا، أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، کہاں رات گزاری ہے اس کے ہاتھ نے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ہاتھ پر ہو سکتا ہے کوئی نجاست وغیرہ لگی ہو، کہیں بدن پر کھجلی کی، اس پہ خون لگ گیا وغیرہ، یا کوئی اور نجس چیز لگ گئی، تو پتہ نہیں، تو لہٰذا برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟ اسے تین مرتبہ دھو لینا چاہیے بھئی۔ تو کہتے ہیں جی یہ پہلی سنت ہے بھئی وضو کی۔

وَتَسْمِيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ، اور بسم اللہ پڑھنا بھئی، فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ، وضو کی ابتدا میں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھے بھئی، یا اللہ کا کوئی ذکر مراد ہے بھئی، ذکر کر لے اللہ کا بھئی۔

وَالسِّوَاكُ، اور مسواک کرنا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مسواک کرنا بھئی، یہ بھی سنت ہے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بھئی۔ حدیث شریف میں آتا ہے بھئی دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھنا ان ستر رکعتوں سے افضل ہیں جو بغیر مسواک کے پڑھی جائیں۔ تو کتنی زیادہ فضیلت ہے بھئی، یہ عادت بنائیں اپنی عادت بھئی۔ جی، اور مسواک کرنا۔ وَالْمَضْمَضَةُ، اور کلی کرنا بھئی، کلی کرنا۔ وَالِاسْتِنْشَاقُ۔ اچھا بھئی مسواک میں یہ بات یاد رکھیں، اگر مسواک ہے تو ٹھیک، اگر مسواک نہ ہو پاس تو پھر انگلی سے اگر کر لیا جائے دانتوں کو صاف تو بھی سنت ادا ہو جائے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اگر مسواک نہیں ہے تو۔ وَالْمَضْمَضَةُ، اور اسی طرح کلی کرنا، وَالِاسْتِنْشَاقُ، اور ناک میں پانی ڈالنا بھئی۔

جی، کتنی ہو گئیں سنتیں؟ غَسْلُ الْيَدَيْنِ ثَلَاثًا یہ ایک ہو گئی، تَسْمِيَةُ اللّٰهِ دو ہو گئیں، سِوَاكٌ تین، مَضْمَضَةٌ چار، وَالِاسْتِنْشَاقُ پانچ بھئی۔ وَمَسْحُ الْأُذُنَيْنِ، اور دونوں کانوں کا مسح کرنا بھئی۔ دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ بھئی سر کا مسح کرتے ہوئے ہم کیا کرتے ہیں؟ دونوں کانوں کا بھی مسح کرتے ہیں، یہ سنت ہے بھئی۔

وَتَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ وَالْأَصَابِعِ، اور داڑھی کا خلال کرنا بھئی۔ داڑھی کا خلال۔ بھئی آپ نے چہرہ دھو لیا تو اب داڑھی کا خلال کر لو بھئی، اس کے اندر بھی انگلیاں مار لو۔ یہ طریقہ جانتے ہیں بھئی؟ جی ہاں، یہ گردن نیچے کی طرف سے ہاتھ ڈالا، داڑھی میں انگلیاں آ گئیں، نیچے تک ان کو کھینچ کے لے گئے بھئی۔ طریقہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ طریقہ ہے یہ پوری داڑھی کے اندر۔ تو داڑھی کے اندر خلال کرنا، وَالْأَصَابِعِ، اور انگلیوں کا خلال کرنا بھئی۔ الْأَصَابِعِ اس کا عطف اللِّحْيَةِ پر ہے، تو تَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ وَتَخْلِيلُ الْأَصَابِعِ، انگلیوں کا بھی کیا کر لے؟ خلال۔ ہاتھ دھو لیے آپ نے بھئی کہنیوں تک، اب یہ انگلیاں ایک دوسرے کے اندر ڈال دو ہاتھوں کی، خلال کر لو اس کا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ خلال کر لو۔

اسی طرح پاؤں دھو لیے ہیں، پاؤں کی انگلیوں کا بھی خلال کرو ساتھ بھئی۔ وہ طریقہ کیا ہے؟ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی جو ہے اس کے ساتھ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی کی طرف سے شروع کریں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کس انگلی کے ذریعے کرنا ہے؟ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ذریعے، اور کدھر سے شروع کرنا ہے؟ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرنا ہے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی تک جانا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ ہے۔ ویسے بھی بس کر لیں کسی طرح بھی بھئی خلال کر لیں تو بھی ٹھیک ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ خلال اصل مقصود ہے۔

اچھا بھئی، وَتَكْرَارُ الْغَسْلِ إِلَى الثَّلَاثِ، اور تکرار کرنا دھونے کا، إِلَى الثَّلَاثِ، کتنی مرتبہ تک؟ تین مرتبہ۔ یعنی ہر عضو کو کتنی مرتبہ دھوئے؟ تین تین۔ چہرہ ہے تین مرتبہ دھوئے بھئی، ہاتھ ہیں تین مرتبہ دھوئے، پاؤں ہے تین مرتبہ۔ یہ سنتیں بیان ہو رہی ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ جی۔

وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُتَوَضِّئِ، اب مستحبات بیان ہوں گے مولانا۔ وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُتَوَضِّئِ، اور مستحب ہے وضو کرنے والے کے لیے، أَنْ يَّنْوِيَ الطَّهَارَةَ، کہ وہ نیت کرے پاکی کی۔ پاکی کی کیا کرے؟ نیت کرے۔ وضو کرتے ہوئے دل میں نیت ہو پاکی حاصل کرنے کی بھئی، پاکی کی۔

وَيَسْتَوْعِبَ رَأْسَهُ بِالْمَسْحِ۔ استیعاب کا معنی ہے گھیر لینا، احاطہ کر لینا۔ پورے سر کو گھیر لے، بِالْمَسْحِ، کس کے ذریعے ساتھ؟ مسح کے، یعنی پورے سر کا مسح کرے۔ بھئی فرض مقدار تو کتنی تھی؟ چوتھائی۔ چوتھائی سر کا کر لو گے مسح، وضو ہو جائے گا، لیکن کیا ہے مستحب بتلا رہے ہیں؟ پورے سر کا مسح کرے بھئی، پورے سر کا۔

وَيُرَتِّبَ الْوُضُوْءَ، اور ترتیب سے کرے وضو کو بھئی۔ جیسے ترتیب آئی ہے مولانا، پہلے کس کا ذکر آیا تھا؟ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ، چہروں کو دھو لو۔ پھر وَأَيْدِيَكُمْ، اس کے بعد ہاتھوں کو دھو لو۔ اس کے بعد کس کا ذکر آیا؟ مسح کا ذکر آیا، اور اس کے بعد پاؤں کا ذکر آیا، تو ترتیب ہو مولانا۔ تو کہتے ہیں وَيُرَتِّبَ الْوُضُوْءَ، اور وضو ترتیب سے کرے، فَيَبْتَدِئُ، پس ابتدا کرے، بِمَا، اس چیز کے ساتھ، بَدَأَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذِكْرِهِ، کہ جس کے ذکر کے ساتھ اللہ نے ابتدا فرمائی ہے، یعنی جس کا ذکر اللہ نے پہلے کیا اس سے ابتدا کرے، ترتیب سے کرے بھئی۔

وَبِالْمَيَامِنِ، اور کس طرف سے کرے بھئی؟ دائیں طرف سے ابتدا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہر عضو کے اندر کون سی جانب سے پہلے ابتدا کرے؟ دائیں جانب سے بھئی۔

وَالتَّوَالِيْ۔ توالی کا معنی پے در پے کرنا مولانا، مسلسل کرنا یعنی۔ یعنی ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھو لے بھئی۔ یہ نہیں آپ نے ایک ہاتھ دھو لیا، اب اس کے بعد بھئی کسی کام میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ہاتھ باقی اعضاء خشک ہو گئے، اس کے بعد دوسرے کیا کر رہے ہیں؟ ہاتھ کو اب دھو رہے

ہیں، باقی اعضاء کو دھو رہے ہیں، یہ صحیح طریقہ نہیں بھئی۔ ہاں، وضو ہو جائے گا مولانا کیونکہ کیا بیان ہو رہے ہیں؟ مستحبات بیان ہو رہے ہیں۔

وَمَسْحُ الرَّقَبَةِ، اور گردن کا مسح کرنا بھئی۔ گردن کا یہ پیچھے گدی کی جانب بھئی، یہ نیچے سامنے چہرے کی جانب یہ نہیں بھئی، یہ درست نہیں ہے بھئی، پیچھے کی جانب سے مسح کر لے۔

اچھا بھئی، صاحبِ قدوری نے کتنی سنتیں ذکر کیں بھئی؟ جی؟ نو سنتیں ذکر کیں بھئی، نو سنتیں۔ بھئی استشاق تک کتنی ہوئی تھیں؟ پانچ۔ مَسْحُ الْأُذُنَيْنِ چھ، تَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ سات، تَخْلِيلُ الْأَصَابِعِ آٹھ، اور تَكْرَارُ الْغَسْلِ إِلَى الثَّلَاثِ نو ہو گئیں۔ آگے مستحبات کتنے ذکر ہوئے؟ نیت کرنا، اور پورے سر کا مسح کرنا، اور ترتیب سے کرنا، اور دائیں طرف سے کرنا، اور پے در پے کرنا، اور گردن کا مسح کرنا، کتنے ہو گئے؟ چھ ہو گئے۔

لیکن دیگر علماء فرماتے ہیں بھئی کہ ان میں سے صرف دائیں طرف سے کرنا اور مسحِ رقبہ بھئی، یہ دو مستحب ہیں، باقی سارے جو ذکر ہوئے وہ بھی سنت ہیں مولانا۔ وہ بھی کیا ہیں؟ سنت۔ تو سنتیں ان چھ میں سے چار ان سنتوں میں داخل کر دیں، کتنی ہو گئیں؟ تیرہ سنتیں ہو گئیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کون سے دو مستحب رہ گئے؟ دائیں طرف سے کرنا اور گردن کا مسح کرنا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

تو مستحب اور سنت قریب قریب ہیں مولانا، سمجھ میں آیا؟ سنت میں ذرا حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پابندی زیادہ تھی، اور مستحب کبھی کبھار کرتے تھے، تو یہ نہیں کہ وہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ثابت نہیں ہے بھئی، حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہی کا فعل ہے یا حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کی تحسین فرمائی ہے، وہ مستحبات میں سے ہے بھئی۔ تو بعض علماء ایک چیز کو سنت میں شامل کرتے ہیں، بعض کیا کرتے ہیں اس کو پھر مستحب بھئی دلائل وغیرہ کے ذریعے، تو احادیث میں جیسا ذکر آتا ہے۔ تو صاحبِ قدوری کے نزدیک یہ چیزیں کیا تھیں؟ مستحب میں داخل تھیں، اور باقی علماء کیا فرماتے ہیں یہ بھی سنت میں داخل ہیں بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہاں سے پتہ لگا آپ کو بھئی نیت کرنا کیا ہے؟ سنت ہے۔ لہٰذا ایک آدمی بارش میں کھڑا ہوا، اس کے چاروں اعضاء یہ پانی پہنچ گیا سب تک بھئی اچھی طرح، آپ کیا کہیں گے وضو ہوا یا نہیں ہوا؟ ہو گیا، یاد رکھو، نیت ضروری نہیں۔ ابھی آپ نے پڑھا بھئی نیت کیا ہے؟ سنت ہے، فرض نہیں۔ فرض رہ جائے پھر تو وضو ہی نہیں ہو گا لیکن یہ فرض نہیں ہے۔ ایک آدمی نے نہر کے پار جانا تھا، اس نے نہر میں چھلانگ لگائی، دوسری طرف نکل آیا، اب سارے اعضاء گیلے، سر وغیرہ سب گیلا، اب آپ بتائیے آپ سے کوئی پوچھے وضو ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ وضو ہو گیا۔ ہاں، نیت نہ ہو تو پھر ثواب نہیں ملتا، نیت سے کرے گا تو ثواب ملے گا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو وضو ہو جائے گا بھئی۔

اور وضو کرتے ہوئے یاد رکھو ایک تو اسراف نہیں کرنا چاہیے۔ ہاتھ میں کوئی انگوٹھی، چھلا وغیرہ ہے جس کی وجہ سے پانی نیچے نہیں پہنچ سکتا تو اس کو ہلانا ضروری ہے بھئی ورنہ وضو ہی نہیں ہو گا، کیونکہ یہ جن چیزوں کا دھونا ضروری ہے اس میں اگر ایک بال کے برابر بھی جگہ خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہو گا، تو اس کو ہلا لے آدمی اچھی طرح بھئی اگر پانی خود نہ پہنچتا ہو۔

اور وضو کے بعد بھئی کہتے ہیں سورۂ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ پڑھنی چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ حدیث میں آتا ہے جو وضو کے بعد سورۂ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ پڑھے گا وہ صدیقین میں سے ہو گا بھئی۔ ہر وضو کے بعد کم از کم ایک مرتبہ پڑھ لو، یا دو پڑھ سکتے ہو یا تین دفعہ پڑھ سکتے ہو تو اور اچھا ہے بھئی۔ اور یہ دعا پڑھے بھئی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ بھئی۔ یہ لکھ لیں مولانا، لکھ لیں۔ سمجھ میں آیا؟ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں یاد کرتے جائیں، اپنا معمول بناتے جائیں بھئی ان کو بھئی، اپنا معمول بناتے جائیں۔

وضو کے بعد کیا پڑھے بھئی؟ سورۂ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ پڑھے بھئی۔ یہ بھی لکھو اور اس کو اپنا معمول بناؤ۔ اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ لکھ لی بھئی دعا؟ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ بھئی۔ یہ دعا کیا کرو، اپنا معمول بناؤ اور وہ سورت بھی ساتھ بھئی۔

چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۵: کتاب الطہارۃ (۳): نواقضِ وضو کا بیان—خروجِ نجاست، سیلانِ دم، قے، نیند، بے ہوشی، جنون اور قہقہہ

مختصر القدوری صفحہ: ۴—بتاریخ: ۲۰ نومبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْمَعَانِي النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوْءِ كُلُّ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ، وَالدَّمُ وَالْقَيْحُ وَالصَّدِيْدُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَ إِلٰى مَوْضِعٍ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيْرِ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، وضو کے فرائض بھی بیان ہو گئے، اس کی سنتیں اور مستحبات بھی ذکر ہو گئے۔ اب وضو کو توڑنے والی چیزوں کا ذکر ہو گا بھئی، وضو کو توڑنے والی۔ وَالْمَعَانِي النَّاقِضَةُ، اور وہ اسباب، وہ علتیں، النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوْءِ، جو وضو کو توڑنے والی ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یاد رکھو فقہ کی کتابوں میں مَعْنًی کا لفظ آئے بھئی تو عموماً اس کا معنی جو ہے وہ سبب اور علت کے ساتھ کریں گے بھئی۔ سبب اور علت کے ساتھ کریں گے۔ قیمتی نکتہ ہے مولانا یاد رکھنا، آگے تمام کتابوں میں آپ کے کام آئے گا۔ ہر جگہ تو نہیں لیکن اکثر جو ہے یہ معنی ہو گا بھئی۔

[1]

جدول—نواقضِ وضو (وضو توڑنے والی چیزوں) کا جامع فقہی جدول:

قسمِ ناقض	تفصیل و شرائط	فقہی حکم و استثناء
۱۔ سبیلین سے خارج ہونے والی چیز	پیشاب، پاخانہ، ریح، مذی، ودی، منی یا کیڑا/پتھری	مطلقاً ناقضِ وضو ہے (قلیل ہو یا کثیر)۔
۲۔ بدن کے دیگر حصوں سے خون یا پیپ	خون (الدَّمُ)، پیپ (الْقَيْحُ) یا کچ لہو (الصَّدِيدُ)	جب بہہ کر اس جگہ تک پہنچے جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا واجب ہے (إِذَا سَالَ)؛ اگر نہ بہے تو ناقض نہیں۔
۳۔ قے (الْقَيْءُ)	کھانے، پانی، صفراء یا جمے ہوئے خون کی قے	منہ بھر کر (مِلْءُ الْفَمِ) ہو تو ناقض ہے؛ بلغم (الْبَلْغَمُ) امام اعظم و امام محمد کے نزدیک ناقض نہیں۔
۴۔ نیند (النَّوْمُ)	لیٹ کر، کروٹ پر، یا ایک سرین پر ٹیک لگا کر سونا	ناقضِ وضو ہے؛ البتہ کھڑے، بیٹھے، رکوع یا سجدے کی حالت میں سونا ناقض نہیں۔
۵۔ زوالِ عقل (غشی و جنون)	بے ہوشی (الْإِغْمَاءُ)، پاگل پن (الْجُنُونُ) اور نشہ	قلیل ہو یا کثیر، مطلقاً ناقضِ وضو ہے۔
۶۔ قہقہہ (الْقَهْقَهَةُ)	ہر رکوع و سجود والی نماز میں بالغ کا بآواز ہنسنا	وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں (نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت اور نماز سے باہر قہقہہ ناقضِ وضو نہیں)۔

تو کہتے ہیں وَالْمَعَانِي النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوْءِ، وضو کو توڑنے والے اسباب بھئی۔ کون کونسے ہیں؟ کہتے ہیں: كُلُّ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ، ہر وہ چیز جو خارج ہو مِنَ السَّبِيْلَيْنِ دو راستوں سے۔ پیشاب پاخانے کے دو راستوں سے جو کچھ نکلے وہ وضو کو توڑنے والا ہے بھئی۔

وَالدَّمُ، اور اسی طرح خون مولانا۔ بدن سے کہیں سے خون نکل آئے اس سے وضو کیا ہو گا؟ ٹوٹ جائے گا بھئی، ٹوٹ جائے گا۔ لیکن یاد رکھیے خون ایسا ہو جو بہنے والا ہو، بہنے کے قابل ہو۔ سمجھ میں آیا؟ پھر وضو ٹوٹے گا۔ فرض کریں آپ کہیں گر گئے، آپ کے ہاتھ پر خراش آ گئی، اب اس خراش کے اوپر خون بھئی نکل آیا، جمع ہوا، لیکن تھوڑا سا ہوتا ہے آپ دیکھتے ہیں، بہتا نہیں ہے بھئی، بہتا نہیں، تھوڑا سا ہے۔ تو یاد رکھیے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا بھئی، کیونکہ میں نے بتلایا کون سے خون سے وضو ٹوٹے گا؟ بہنے والا، یعنی اتنا ہو کہ بہہ سکے بھئی، بہہ سکے بس۔ یا کوئی کانٹا چبھ گیا بھئی، سوئی چبھ گئی، تھوڑا سا خون انگلی پہ نکل آیا مولانا، لیکن بہا نہیں، وہ زخم کے منہ پر ہی رہا، اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا بھئی، جو بہنے والا ہو۔

وَالْقَيْحُ، اور اسی طرح پیپ ہے مولانا۔ زخم میں سے پیپ نکل آئے اس سے بھی وضو کیا ہو گا؟ ٹوٹ جائے گا۔ وَالصَّدِيْدُ، اور کچ لہو۔ کچ لہو یعنی وہ پیپ جو خون کے ساتھ ملی ہوئی ہو بھئی۔ بھئی بعض اوقات زخم سے صرف پیپ نکلے گی، بعض اوقات اس کے ساتھ کیا ملا ہوا ہو گا؟ خون بھی ملا ہوا ہو گا اس پیپ کے ساتھ، اسے کچ لہو کہتے ہیں مولانا۔ اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

إِذَا خَرَجَ مِنَ الْبَدَنِ، جب یہ کیا ہو؟ بدن سے نکلے، فَتَجَاوَزَ، پس تجاوز کر جائے، بڑھ جائے، إِلٰى مَوْضِعٍ، ایسی جگہ کی طرف، يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيْرِ، کہ ملا ہوا ہو اس کے ساتھ پاکی کا حکم، پاک کرنے کا حکم ملا ہوا ہو۔

بھئی دیکھیے بھئی کہ بدن سے خون نکلا، خون نکلنے کے بعد زخم کے منہ پر ہی رہتا ہے، ادھر ادھر پھیلتا نہیں، تو اس سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں ٹوٹے گا؟ نہیں ٹوٹے گا۔ اس لیے کہ خون، پیپ، کچ لہو، ان سے وضو اسی وقت ٹوٹتا ہے جب یہ بدن سے نکلیں بھی اور ایسی جگہ کی طرف تجاوز کر جائیں، بڑھ جائیں، جس کے دھونے کا، پاک کرنے کا غسل یا وضو میں کیا دیا گیا ہے؟ حکم دیا گیا ہے۔ اب یہ زخم کے منہ پر خون نکلا اور یہ پھیل کر ادھر ادھر جلد پر لگ گیا، اب زخم کے جو ارد گرد جگہ ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ جلد جو ہے، یہ جگہ غسل اور وضو میں دھونا فرض ہو گا یا نہیں بھئی؟ جی، بھئی وضو میں اگر مثلاً کسی ایسی جگہ بھی زخم ہے جو وضو میں نہیں دھوئی جاتی مثلاً گھٹنے وغیرہ پر ہے، لیکن اس جگہ کو غسل میں دھویا جاتا ہے یا نہیں دھویا جاتا؟ غسل میں تو دھویا جاتا ہے۔ تو بس ان تینوں میں سے کوئی چیز نکلے اور اپنی جگہ سے تجاوز کر جائے ایسی جگہ کی طرف جس کا دھونا غسل یا وضو میں فرض ہو، تو اس سے کیا ہو جائے گا؟ وضو ٹوٹ جائے گا۔

ضابطہ سمجھ میں آیا؟ لہٰذا اب سوئی لگی ہاتھ میں، تھوڑا سا خون نکل آیا اوپر، لیکن کیا اس خون نے ادھر ادھر کھال کی طرف تجاوز کیا؟ ادھر ادھر زخم سے دائیں بائیں کسی طرف وہ خون نہیں پھیلا۔ اگر ادھر ادھر پھیل جاتا تو ہم کہتے یہ خون بڑھ گیا، تجاوز کر گیا، ایسی جگہ تک پہنچ گیا جس کا دھونا غسل میں کیا تھا؟ فرض تھا۔ لیکن یہ تو ایسی جگہ چونکہ نہیں پہنچا لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر یہ خون بڑھ جاتا، ایک قطرے کے قریب نکل آیا، وہ لازمی بات ہے زخم کے منہ پر نہیں رہے گا بلکہ بہہ جائے گا تھوڑا سا ایک طرف، تو اب اس نے کیا کیا بھئی؟ تجاوز کر لیا ایسی جگہ کی طرف جس کا دھونا کیا تھا غسل میں؟ فرض تھا یا وضو میں فرض تھا، تو لہٰذا اب وضو کیا ہو گا؟ ٹوٹ جائے گا۔

معلوم ہوا اتنی مقدار نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ تجاوز کر جائے، لیکن عموماً تجاوز کر جائے گا بھئی۔ مثلاً ایک آدمی ہے وہ زخم سے اس کے خون نکل رہا ہے، اور وہ کپڑے یا روئی سے اس کو بار بار صاف کرتا چلا جا رہا ہے۔ اب یہ خون اس نے کوئی تجاوز کیا ایسی جگہ کی طرف؟ اس نے تجاوز کرنے ہی نہیں دیا، لیکن اگر وہ اس کو چھوڑ دیتا تو تجاوز کرتا یا نہ کرتا؟ کرتا۔ تو اب چاہے اس نے تجاوز نہیں کرنے دیا لیکن حکم اس کا وہی ہے جیسے تجاوز کر چکا ہو، لہٰذا اب اس کی وجہ سے کیا ہو گا؟ وضو ٹوٹ جائے گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟

لہٰذا کبھی خراش وغیرہ آئے، خون نکلے، تو اس کو دیکھ کر پھر بھئی اگر تھوڑا خون ہے، زخم کے منہ پر ہی ہے، ادھر ادھر نہیں پھیلا، تو شک کرنے کی، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، فوراً کیا فتویٰ لگا دیں؟ کہ وضو نہیں ٹوٹا بھئی۔ اور اگر ذرا زیادہ نکلا ہے تو پھر وضو ٹوٹنے کا حکم لگا دیں بھئی اس پر۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا، اب مجھے آپ مسئلہ بتائیے بھئی۔ ایک شخص کی آنکھ میں دانہ تھا، وہ دانہ آنکھ کے اندر ہی پھٹ گیا اور اس میں سے پانی وغیرہ نکل آیا، وہ آنکھ کے اندر ہی ہے بھئی، باہر نہیں نکلا لیکن پھیل گیا ہے۔ اب آپ بتائیے کیا حکم لگائیں گے بھئی؟ وضو ٹوٹے گا کہ نہیں ٹوٹے گا؟ نہیں ٹوٹے گا۔ کیوں نہیں ٹوٹے گا؟ بھئی

کیونکہ اس نے ایسی جگہ کی طرف تجاوز ہی نہیں کیا، آنکھ کے اندر کا دھونا کوئی وضو یا غسل میں فرض ہے؟ نہیں، لہٰذا سیدھا سا حکم لگا دیں گے آپ۔

اچھا بھئی، تو اسی لیے کہتے ہیں: وَالدَّمُ وَالْقَيْحُ، خون اور پیپ، وَالصَّدِيْدُ، اور کچ لہو، إِذَا خَرَجَ مِنَ الْبَدَنِ، جب یہ بدن سے خارج ہوں، فَتَجَاوَزَ، پس یہ تجاوز کر جائیں، إِلٰى مَوْضِعٍ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيْرِ، ایسی جگہ کی طرف جس کے ساتھ ملا ہوا ہو پاک کرنے کا حکم۔

وَالْقَيْءُ إِذَا كَانَ مِلْءَ الْفَمِ، اور اسی طرح قے إِذَا كَانَ مِلْءَ الْفَمِ جب وہ منہ بھر ہو بھئی۔ مَلَأَ يَمْلَأُ کا معنی کیا ہوتا ہے؟ بھرنا کسی چیز کا بھئی۔ تو مِلْءَ الْفَمِ، فَمٌ منہ کو کہتے ہیں، مِلْءَ الْفَمِ منہ بھر ہو بھئی۔ بھئی منہ بھرے قے کا یہ کیا معنی بھئی؟ اتنی قے نہیں کہ منہ کو بھر دے بھئی، سمجھ میں آیا؟ بھئی وہ قے جسے انسان روک نہ سکے بس۔ کیا کرے؟ روک نہ سکے مولانا۔ آسان لفظوں میں یوں کہو، تھوڑی سی بھی قے آئی تو وضو ٹوٹ گیا۔ تھوڑی سی بھی قے آ گئی تو وضو کیا ہو گا؟ ٹوٹ جائے گا۔ ہاں، اتنی قے تھی بعض اوقات حلق وغیرہ میں آتی ہے مولانا، یا منہ تک آ گئی لیکن باہر نہیں آئی، تھوڑی سی تھی بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اس سے نہیں بھئی۔ تو یہاں پر یاد رکھو بھئی، منہ بھر سے کیا مراد ہے؟ ہاں، جسے انسان آسانی سے روک نہ سکے۔ منہ بھر کا یہ لفظی ترجمہ نہ کرنا کہ منہ کو بھر دے وہ منہ بھر ہے، نہیں بھئی، جسے انسان آسانی سے روک نہ سکے۔

اور اس میں جو صرف منہ تک آئی بس واپس ہو گئی بھئی، اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔ ہاں، منہ سے باہر نکل آئی تو پھر وضو ٹوٹ گیا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں منہ کو ہم داخل کا حکم دے دیتے ہیں۔ کس چیز کا حکم؟ داخل کا۔ تو وہ قے جو خَارِجٌ إِلَى الْفَمِ ہو، لفظوں پہ غور کرنا، وہ قے جو خَارِجٌ إِلَى الْفَمِ ہو، منہ تک آئے بس، اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور وہ قے جو خَارِجٌ مِنَ الْفَمِ ہو، منہ سے خارج ہو جائے، اس سے کیا ہو گا؟ وضو ٹوٹ جائے گا بھئی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ منہ کو ہم نے کس کا حکم دیا؟ بدن کے اندر کا ہی حکم دے دیا۔ جو قے خَارِجٌ إِلَى الْفَمِ آئی، منہ تک آئی، گویا خارج ہی نہیں ہوئی، اور جب خارج ہی نہیں ہوئی تو وضو بھی نہیں ٹوٹا۔ اور وہ قے جو خَارِجٌ مِنَ الْفَمِ ہو گئی، منہ سے نکل آئی بس، اب کیا ہو گا؟ وضو ٹوٹ گیا۔ تو منہ کو ہم نے کون سا حکم دے دیا؟ اندر کے بدن والا بھئی، داخل کا ہی حکم بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

طالب علم کا سوال: دانتوں سے خون نکلے تو؟

استاذ کا جواب: وہ ضابطہ اوپر گزر گیا بھئی۔ دانت سے خون نکلتا ہے بھئی، کلی کرنا فرض ہے یا نہیں غسل میں؟ جی؟ غسل میں، غسل میں۔ وضو میں تو سنت ہے، غسل میں کیا ہے کلی کرنا؟ فرض ہے۔ تو دانتوں سے خون نکل آیا، منہ میں پھیل گیا، وضو ٹوٹ جائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَالْقَيْءُ إِذَا كَانَ مِلْءَ الْفَمِ، اور قے جب وہ منہ بھر ہو۔ وَالنَّوْمُ مُضْطَجِعًا أَوْ مُتَّكِئًا أَوْ مُسْتَنِدًا، اور نیند بھئی، سونا، نیند بھئی، مُضْطَجِعًا بھئی پہلو لگائے ہوئے، پہلو کے بل مولانا، ایک پہلو کے بل سو جانا بھئی، ایک پہلو کے بل سو جانا۔

أَوْ مُتَّكِئًا۔ اچھا، اِتِّكَاءٌ مولانا، اِتِّكَاءٌ۔ اِتِّكَاءٌ کہتے ہیں دونوں گھٹنوں پر سر رکھنا۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ اِتِّكَاءٌ۔ بھئی رکھ سکتے ہیں یا نہیں آپ دونوں گھٹنوں پر سر بھئی؟ جی؟ بھئی آپ نے دیکھا ہوا ہو گا بعض لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، تھکے ہوئے ہیں بھئی، گھٹنوں کو پکڑ کر بیٹھے ہیں، گھٹنوں پر ہی سر رکھا ہوا ہے۔ تو گھٹنوں پر سر رکھنا یہ کیا کہلاتا ہے؟ اِتِّكَاءٌ کہلاتا ہے، اِتِّكَاءٌ، یعنی تکیہ اپنے ہی عضو پر اس نے لگایا ہوا ہے، گھٹنے پر بھئی، یہ اِتِّكَاءٌ کہلاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں اِتِّكَاءٌ ہے پہلو کے بل ٹیک لگانا بھئی۔ ایک پہلو پر کیا ہو؟ بھئی دیکھیے اب میں نے اس وقت ٹیک لگائی ہے، پہلو پر ہوں یا سیدھا ہوں بھئی؟ اس وقت، اس وقت؟ سیدھا ہی میں نے ٹیک لگائی ہوئی ہے کمر پہ۔ اب یہی میں ذرا ایک سائیڈ پر ہو کر ٹیک لگاتا ہوں بھئی، تکیہ وغیرہ پڑا ہو تو آدمی اس طرح بھی بیٹھ جاتا ہے، یہ کیا کہلائے گا؟ یہ اِتِّكَاءٌ ہے مولانا۔ کیا ہے؟ اِتِّكَاءٌ ہے۔ تو اِتِّكَاءٌ کے دونوں معنی میں نے بیان کر دیے بھئی: ایک کیا گھٹنوں پر سر رکھنا، اور دوسرا پہلو پر ٹیک لگانا۔

أَوْ مُسْتَنِدًا، یا کیا ہو؟ أَوْ مُسْتَنِدًا، اِسْتِنَادٌ کا معنی بھی وہی سہارا لینا، ٹیک لینا بھئی، کمر کے ساتھ بھئی۔ جیسے اس وقت میں بیٹھا ہوں بھئی، کمر کے ساتھ کسی چیز کے ساتھ وہ ٹیک لگا لے بھئی، چاہے تکیہ ہو، چاہے دیوار ہے، چاہے ستون ہے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ اِسْتِنَادٌ کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ اِسْتِنَادٌ۔ تو ان تینوں حالتوں میں سے کسی حالت میں بھی نیند ہو جی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

تو کہتے ہیں: وَالنَّوْمُ، اور نیند جو ہے، مُضْطَجِعًا، پہلو کے بل، أَوْ مُتَّكِئًا، یا گھٹنوں پر یا پہلو پر ٹیک، أَوْ مُسْتَنِدًا إِلٰى شَيْءٍ، یا ٹیک لگائے ہوئے کسی چیز کے ساتھ بھئی۔ میں نے بتلایا کسی بھی چیز کے ساتھ ٹیک لگائی جائے کمر کے ساتھ یہ کیا کہلاتا ہے؟ اِسْتِنَادٌ کہلاتا ہے۔ لیکن نیند ایسی ہو، اتنی ہو جائے، لَوْ أُزِيْلَ، اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے، لَسَقَطَ عَنْهُ، تو وہ آدمی اس سے گر جائے۔ سمجھ میں آیا؟ ہلکی سی اونگھ آئی ہے مولانا، اب اگر اس چیز کو ہٹا دیں ایک

طرف تو وہ آدمی گرا نہیں، ایک دم سنبھل گیا۔ سمجھ میں آیا؟ اور تھوڑی سی ذرا سی زیادہ ہو گئی، اب اگر اس چیز کو ہٹائیں گے وہ آدمی کیا ہو گا؟ گر جائے گا۔ تو اتنی ہو کہ اس چیز کو ہٹانے سے وہ آدمی گر جائے، تو یہ نیند جو ہے اس سے وضو ٹوٹے گا مولانا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ ہلکی اونگھ آ گئی یا کچھ، اس سے نہیں بھئی۔ اسی طرح نماز کی حالت میں کوئی سو جائے مولانا، کھڑے ہوئے یا التحیات کی شکل میں یا سجدے میں یا رکوع میں، تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا بھئی، اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اچھا بھئی، ان حالتوں میں سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کیوں وضو ٹوٹتا ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ نیند کی حالت میں انسان غافل ہو جاتا ہے، اسے پتہ نہیں چلتا، ہو سکتا ہے اس کے بدن سے کوئی نجاست خارج ہوئی ہو۔ تو اب نیند میں ہے، اس کا پتہ تو چل نہیں سکتا، لہٰذا ہم نے نیند کو ہی وہی حکم دے دیا بھئی۔ خروجِ نجاست میں آپ کیا حکم لگاتے تھے؟ وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں ٹوٹتا؟ ٹوٹ جاتا ہے۔ جب خروجِ نجاست ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور یہاں پر نیند کی وہ کیفیتیں ہیں جن میں خروجِ نجاست کا امکان بلکہ تقریباً یقینی کی طرح سمجھیں۔ اس میں خروجِ نجاست کا امکان ہے، لیکن اس کا پتہ لگ سکتا ہے کہ خروجِ نجاست ہوا ہے یا نہیں؟ پتہ نہیں چل سکتا، لہٰذا نیند کو ہی ہم نے کیا حکم دے دیا؟ کہ نیند یہ والی آ گئی اس طرح تو وضو کیا ہو جائے گا؟ ٹوٹ جائے گا۔

تو کہتے ہیں: وَالنَّوْمُ مُضْطَجِعًا، اور نیند پہلو کے بل، أَوْ مُتَّكِئًا، یا تکیہ لگائے ہوئے، یا اِتِّكَاءٌ کیے ہوئے بھئی میں نے تفصیل بتا دی، أَوْ مُسْتَنِدًا إِلَى شَيْءٍ، یا کسی چیز کی طرف ٹیک لگائے ہوئے، کہ لَوْ أُزِيلَ، کہ اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے، لَسَقَطَ عَنْهُ، تو سونے والا اس سے گر جائے، اتنی نیند ہو مولانا۔

وَالْغَلَبَةُ عَلَى الْعَقْلِ بِالْإِغْمَاءِ، اور عقل پر غلبہ آنا بِالْإِغْمَاءِ کس کی وجہ سے؟ بے ہوشی کی وجہ سے، بے ہوشی کی وجہ سے۔ ایک آدمی کی عقل مغلوب ہو گئی مولانا، بے ہوش ہو گیا مولانا۔ تو بھئی نیند کے اندر ہم وضو ٹوٹنے کا حکم لگاتے تھے، بے ہوشی تو اس سے بڑھ کر ہے۔ نیند میں تو ہاتھ لگاؤ گے دوسرے کو فوراً جاگ جائے گا، بے ہوشی میں تو جاگے گا بھی نہیں۔ تو بے ہوشی تو اس سے بھی بڑھ کر ہے، لہٰذا جب نیند میں وضو ٹوٹنے کا حکم تھا تو بے ہوشی میں بطریقِ اولیٰ کیا ہو گا؟ وضو کے ٹوٹنے کا حکم۔

وَالْجُنُوْنِ، اور جنون مولانا، کسی کو جنون لاحق ہوا بھئی، پاگل پن بھئی۔ تو جنون میں تو، بے ہوشی میں یا نیند میں تو عقل پر غفلت طاری ہو جاتی ہے بھئی، جبکہ جنون کے اندر تو عقل سرے سے ہی زائل ہو جاتی ہے، ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا اس میں بھی کیا ہو گا؟ وضو ٹوٹ جائے گا۔

وَالْقَهْقَهَةُ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ ذَاتِ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ، اور اسی طرح قہقہہ ہر ایسی نماز کے اندر جو رکوع اور سجدے والی ہے، جو رکوع اور سجدے والی ہے۔ اچھا بھئی، تو یاد رکھیے مولانا نماز کے اندر قہقہہ لگائے گا بھئی تو نماز تو ٹوٹ گئی، ساتھ وضو بھی کیا ہوا؟ ٹوٹ گیا، ٹوٹ گیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو نماز میں کوئی قہقہہ لگائے بھئی، کیا حکم لگائیں گے آپ فوراً؟ نماز تو ٹوٹی ہی، وضو بھی ٹوٹ گیا، جائے دوبارہ وضو کر کے آئے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ دوبارہ۔

اور وہ نماز بھی رکوع اور سجدے والی ہو۔ نماز بھی کیا ہو؟ رکوع اور سجدے والی ہو۔ لہٰذا ایک آدمی مولانا نماز جنازہ کے اندر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا، آپ کیا حکم لگائیں گے؟ نہیں، وضو نہیں ٹوٹا۔ کیوں؟ کیونکہ ایسی نماز کا ہونا ضروری تھا جو رکوع اور سجدے والی ہو، نماز جنازہ میں رکوع اور سجدہ نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یا اسی طرح کوئی سجدۂ تلاوت کے اندر قہقہہ لگا دیتا ہے، تو اس میں بھی دیکھو رکوع وغیرہ نہیں ہے مولانا، تو اس کے اندر بھی نہیں بھئی۔ تو پوری نماز ہو رکوع اور سجدے والی، اس کے اندر قہقہہ لگائے تو وضو ٹوٹ جائے گا بھئی۔

اچھا، اور یہاں تین لفظ یاد رکھنا: قہقہہ، ضحک اور تبسم بھئی۔ قہقہہ، ضحک اور تبسم۔ ضَحِكٌ، ضَاد، حَا، چھوٹا کَاف بھئی، اور تبسم۔ یاد رکھیے قہقہہ وہ ہے جس کے اندر پاس والے بھی آواز سنتے ہیں ہنسی کی بھئی۔ پاس والے اگر آواز ہنسی کی سن لیتے ہیں تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ قہقہہ کہلاتا ہے۔ اور اگر پاس والے آواز نہیں سنتے، صرف دانت ظاہر ہوئے، خود ہی آواز سن لی اپنی ہلکی سی، تو یہ ضحک کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ ضحک۔ ضحک میں کیا ہوتا ہے؟ ساتھ والے آواز نہیں سنتے، دانت ظاہر ہو جائیں گے اور خود آواز سن لے گا بس، بہت ہلکی سی آواز۔ اور ایک ہے تبسم مولانا، تبسم۔ تبسم کے اندر تو خود بھی آواز نہیں سنتا مولانا، خود بھی آواز نہیں سنتا بھئی۔

تو یاد رکھیے قہقہہ سے نماز بھی گئی، وضو بھی گیا۔ ضحک سے نماز تو گئی لیکن وضو نہیں گیا۔ اور تبسم سے نہ وضو گیا اور نہ نماز گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ قہقہے کی صورت میں نماز بھی ٹوٹ گئی، وضو بھی ٹوٹ گیا۔ ضحک کی صورت میں نماز تو ٹوٹی لیکن وضو نہیں ٹوٹا۔ اور تبسم کی صورت میں نماز بھی نہیں ٹوٹی اور وضو بھی نہیں ٹوٹا بھئی۔

اچھا، وجہ بھی آپ سوچتے ہوں گے بھئی یہ کیا وجہ ہے، قہقہے سے چلو نماز تو ٹھیک ہے ٹوٹ گئی، یہ وضو ٹوٹنے کا حکم کیوں لگا؟ یاد رکھیے یہ حدیث میں آتا ہے مولانا۔ حدیث شریف میں آتا ہے ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نماز پڑھا رہے تھے، صحابہ پیچھے ساری جماعت ہے۔ ایک صحابی تشریف لائے، ان کی نظر کمزور تھی بڑی، مسجد کے اندر کوئی گڑھا وغیرہ تھا، وہ ان کو نظر نہیں آیا، اس کے اندر گر گئے بھئی۔ پچھلی صفوں میں کچھ صحابہ تھے، ان کی نظر پڑی، وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جب سلام پھیرا تو پوچھا یہ کس نے قہقہہ لگایا تھا؟ جس جس نے قہقہہ لگایا تھا وہ جائے جا کر وضو بھی دوبارہ کرے اور نماز بھی دوبارہ پڑھے۔ سمجھ میں آیا؟ تو بطورِ ڈانٹ کے فرمایا کہ بھئی نماز جیسی عبادت کے اندر بھئی یہ قہقہہ لگایا، تو وضو بھی دوبارہ کرو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نماز کے اندر بطورِ سزا کے۔

آپ کے ذہن میں اشکال آسکتا ہے مولانا کہ صحابہ تو سب سے زیادہ دین پر چلنے والے تھے، انہوں نے کیسے نماز کے اندر قہقہہ لگایا؟ تو یاد رکھنا مولانا یہ پچھلی صفوں میں کھڑے ہوئے تھے اور نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، ابھی ان کو پورے نماز وغیرہ چیزوں کا پتہ ہی نہیں تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو نئے مسلمان لوگ آتے تھے، مسلمان ہوتے تھے، نہ نماز آتی ہے نہ کلمہ آتا ہے، کسی چیز کا پتہ نہیں مولانا، آہستہ آہستہ وہاں رہتے، سیکھتے۔ کچھ بھی پتہ نہیں ہوتا تھا شروع میں تو، تو بالکل نئے نئے مسلمان ہوئے تھے مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو ابھی ان کو احکام وغیرہ کا پتہ نہیں تھا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَالْقَهْقَهَةُ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ، اور قہقہہ ہر ایسی نماز کے اندر، ذَاتِ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ، جو رکوع اور سجدے والی ہو۔

چلیے مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶: کتاب الطہارۃ (۴): فرائضِ غسل (مضمضہ، استنشاق، غسلِ بدن)، سننِ غسل اور ضفائرِ مرأۃ کا حکم

مختصر القدوری صفحہ: ۴—بتاریخ: ۲۱ نومبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَفَرْضُ الْغُسْلِ الْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَغَسْلُ سَائِرِ الْبَدَنِ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وضو کی بحث مکمل ہوئی مولانا۔ وضو کے فرائض بھی بتلادیے دلیل کے ساتھ، اور اس کے بعد اس بات کی دلیل بھی ذکر کر دی کہ مسحِ راس کے اندر کتنی مقدار ہے فرض؟ ناصیہ کی مقدار فرض ہے۔ اس کے بعد وضو کی سنتیں ذکر ہوئیں، وضو کے مستحبات ذکر ہوئے، اور پھر وہ چیزیں ذکر ہوئیں جو وضو کو توڑنے والی ہیں بھئی۔ آٹھ چیزیں ذکر کیں انہوں نے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ وضو کو توڑنے والی ہیں بھئی۔

اب غسل کی بحث شروع کریں گے تو سب سے پہلے فرض بتلا رہے ہیں۔ یاد رکھیے غسل کے تین فرض ہیں مولانا: کلی کرنا اچھی طرح، ناک میں پانی ڈالنا، اور پورے بدن پر پانی بہانا کہ کوئی ایک بال کے برابر جگہ بھی خشک نہ رہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَفَرْضُ الْغُسْلِ، اور غسل کے فرض جو ہے، الْمَضْمَضَةُ،

[1] جدول—فرائضِ غسل (۳)، سننِ غسل اور موجباتِ غسل کا تقابلی جدول:

عنوان	ارکان و شرائط	فقہی تفصیل و مفتیٰ بہ حکم
فرائضِ غسل (۳)	(۱) کلی کرنا (اَلْمَضْمَضَةُ)، (۲) ناک میں پانی ڈالنا (اَلْاِسْتِنْشَاقُ)، (۳) پورے بدن پر پانی بہانا	عورت کی گندھی ہوئی چوٹیوں (الضَّفَائِر) کو کھولنا واجب نہیں جب کہ پانی بالوں کی جڑوں (أُصُولِ الشَّعْرِ) تک پہنچ جائے۔
سننِ غسل (۵)	(۱) دونوں ہاتھ اور شرمگاہ دھونا، (۲) بدن کی نجاست دور کرنا، (۳) نماز جیسا وضو کرنا، (۴) تین بار پانی بہانا، (۵) جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھونا	اگر لکڑی یا پتھر کی چوکی پر نہا رہا ہو جہاں پانی جمع نہ ہو تو شروع ہی میں پاؤں دھو لے۔
موجباتِ غسل (۴)	(۱) شہوت و کود کے ساتھ منی کا نکلنا، (۲) التقاءِ ختانین (دخولِ حشفہ اگرچہ انزال نہ ہو)، (۳) حیض سے فراغت، (۴) نفاس سے فراغت	مذی یا ودی نکلنے سے اور بغیر ٹپکے خواب دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔
مسنون غسل (۴)	(۱) جمعہ کے لیے، (۲) عیدین کے لیے، (۳) احرام کے لیے، (۴) وقوفِ عرفہ کے لیے	یہ چار غسل سنت ہیں (موجبِ ثواب ہیں، فرض نہیں)۔

کلی ہے، وَالْاِسْتِنْشَاقُ، اور ناک میں پانی ڈالنا ہے، وَغَسْلُ سَائِرِ الْبَدَنِ، اور سارے بدن کا دھونا ہے بھئی، غَسْلُ سَائِرِ الْبَدَنِ۔ تو خوب اچھے طریقے سے غسل کیا جائے کہ بدن پر کوئی جگہ خشک نہ رہے بھئی۔

وَسُنَّةُ الْغُسْلِ أَنْ يَّبْدَأَ الْمُغْتَسِلُ بِغَسْلِ يَدَيْهِ وَفَرْجِهِ، وَيُزِيْلَ النَّجَاسَةَ إِنْ كَانَتْ عَلٰى بَدَنِهِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ إِلَّا رِجْلَيْهِ۔ اب سنتیں بیان ہوں گی غسل کی بھئی۔ سنت طریقہ غسل کا یہ ہے مولانا کہ غسل کرنے والا پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھولے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دونوں ہاتھ دھولے اور پھر اس کے بعد شرمگاہ کو دھوئے یعنی استنجا کرلے، اور اس کے بعد اگر بدن پر کہیں نجاست لگی ہوئی ہے تو اس کو دور کرلے بھئی۔ سب سے پہلے کیا کرے؟ ہاتھ دھولے بھئی، پھر اس کے بعد استنجا کرلے، اس کے بعد اگر کہیں نجاست بدن پر لگی ہے تو اس کو دھولے بھئی۔ اس کے بعد وضو کرے بھئی جیسے کہ نماز کے لیے وضو کیا کرتا ہے، اسی طرح وضو کرلے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور پھر اس کے بعد سارے بدن پر پانی بہائے بھئی، سارے بدن پر۔[۲]

تو یہی بتلا رہے ہیں۔ کہتے ہیں: وَسُنَّةُ الْغُسْلِ، اور غسل کی سنت جو ہے، أَنْ يَّبْدَأَ الْمُغْتَسِلُ، کہ ابتدا کرے غسل کرنے والا، بِغَسْلِ يَدَيْهِ، اپنے دونوں ہاتھوں کے دھونے کے ساتھ ابتدا کرے، یعنی پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھولے، وَفَرْجِهِ، اور کس کے دھونے کے ساتھ بھئی؟ شرمگاہ کے دھونے کے ساتھ، وَيُزِيْلَ النَّجَاسَةَ، اور نجاست کو کیا کرے؟ دور کرے، زائل کرے، إِنْ كَانَتْ عَلٰى بَدَنِهِ، اگر اس کے بدن پر ہو کہیں۔ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ، پھر وہ وضو کرے جیسے کہ وضو کرتا تھا نماز کے لیے، إِلَّا رِجْلَيْهِ، مگر پاؤں نہ دھوئے بھئی، إِلَّا رِجْلَيْهِ۔

بھئی یہ پاؤں کیوں نہ دھوئے؟ بھئی یہ ہر جگہ یہ اس طرح کرنا ضروری نہیں، فقہاء نے لکھا ہے۔ ایسی جگہ ہے جہاں آپ غسل کر رہے ہیں، پانی وہیں کھڑا ہوتا جا رہا ہے، اب آخر میں آپ کو پھر پاؤں دھونا پڑیں گے، تو لہٰذا ابھی نہ دھو، ابھی نہ دھو، بعد میں آخر میں دھولینا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لیکن اگر ایسی جگہ ہے پانی بہتا جا رہا ہے، نکلتا جا رہا ہے وہاں سے، تو وہاں پر پھر پورا وضو کرے بھئی، پاؤں بھی دھولے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی پورا۔

تو کہتے ہیں: إِلَّا رِجْلَيْهِ، مگر اپنے پاؤں نہ دھوئے، ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى رَأْسِهِ، پھر پانی بہائے اپنے سر کے اوپر، وَعَلٰى سَائِرِ بَدَنِهِ، اور اپنے سارے بدن پر، ثَلَاثًا، کتنی مرتبہ؟ تین مرتبہ بھئی۔ تو دیکھا، ایسی جگہ بیان ہو رہی ہے جہاں پانی کھڑا ہو جاتا ہے، اسی لیے آگے فرماتے ہیں صاحب قدوری: ثُمَّ يَتَنَحّٰى عَنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ، پھر اس مکان، اس جگہ سے ہٹ جائے بھئی۔ وہاں پر تو کیا ہو رہا ہے پانی؟ کھڑا ہو رہا ہے، جمع ہو رہا ہے، تو ثُمَّ يَتَنَحّٰى کا معنی ہٹ جانا، ایک طرف ہو جانا۔ پھر وہ ہٹ جائے عَنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ اس مکان، اس جگہ سے، فَيَغْسِلُ رِجْلَيْهِ، پس پھر دھولے اپنے پاؤں دھولے۔ میں نے بتایا بھئی کہ اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی نکلتا جا رہا ہے وہاں کیا کرلے؟ پاؤں بھی دھولے، پورا وضو کرلے، پھر اس کے بعد اپنے بدن پر تین دفعہ پانی بہائے بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ غسل میں خصوصاً احتیاط ہونی چاہیے مولانا، یہ کان خشک رہ جاتا ہے اکثر بھئی۔ یہ ہاتھ انگلی مارنی چاہیے بھئی دونوں طرف اچھی طرح کانوں کے اندر، کان کا کوئی حصہ خشک نہ رہے بھئی۔ اسی طرح ناف کے اندر بھی پانی آرام سے نہیں پہنچتا، وہاں بھی اچھی طرح پانی پہنچادے بھئی۔ کوئی جگہ خشک رہ گئی تو غسل نہیں ہوا۔

اور یاد رکھیے غسل کر رہے تھے یا وضو، پہلے وضو پہ آجائیں، وضو کر رہے تھے بھئی آپ بھول گئے، کوئی ایک جگہ تھوڑی سی خشک رہ گئی۔ پاؤں کے اندر مولانا ایک ٹخنہ خشک رہ گیا، آپ نے پورا وضو کرلیا، بعد میں آپ کو خیال آیا، وضو کر چکے ہیں، دس پندرہ بیس منٹ گزر چکے ہیں کہ بھئی یہ جگہ تو خشک رہ گئی ہے، اس جگہ تو میں نے پانی لگایا ہی نہیں، اب کیا کریں گے؟ اب دوبارہ سارا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے بھئی، اسی جگہ کو کیا کرلو؟ دھولو بس۔ اسی طرح غسل کے اندر بھی یاد رکھنا، آپ نے غسل کرلیا، کلی کرنا بھول گئے یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گئے، تو بعد میں کیا کرلیں؟ کلی کرلیں یا ناک میں پانی ڈال لیں۔ یا کوئی بدن کا ایک عضو یا کوئی جگہ تھوڑی سی خشک رہ گئی تھی بھئی، آپ بھول گئے بھئی، بعد میں آپ کو یاد آیا یہ جگہ نہیں دھوئی، یہاں میں نے پانی نہیں ڈالا، تو یہ نہیں کہ پورا غسل دوبارہ کرلے، کیا کرے؟ اسی جگہ کو دھولے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو یہ غسل کے فرائض ہیں مولانا، یہ تین۔ یہ عام غسل تو ویسے ہی آپ کرلیں بھئی وضو کی طرح وہ ہو جائے گا وضو بھئی، اس سے نماز وغیرہ پڑھ لیں گے،

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَبْدَأَ الْمُغْتَسِلُ بِغَسْلِ يَدَيْهِ وَفَرْجِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يبدأ المغتسل يديه وفرجه» منقول ہے۔

لیکن اگر جنابت کی حالت میں ہو تو یہ فرائض پورے ہوں گے تو انسان جنابت سے پاک ہو گا ورنہ پاک نہیں۔ عام لوگوں کو تو بھئی یہ بھی نہیں پتہ، اتنی جہالت آ گئی ہے، دین کے بارے میں تو کسی کو پرواہ ہی نہیں۔ تجارت کا ہو، پیسے کمانے کا ہو، کوئی اور مسئلہ ہو تو بڑی گہرائی تک ہر ایک کو پتہ ہوتا ہے اور کئی کئی طریقوں کا پتہ ہوتا ہے، لیکن عام لوگوں سے آپ پوچھ لیں ان کو وضو کے فرائض کا بھی پتہ نہیں ہو گا، ان کو غسل کے فرائض کا بھی پتہ نہیں۔ تو کوئی ہو جاننے والے ان کو بتلایا کریں طریقہ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہر ایک کو طریقہ بتلائیں غسل کا۔ لوگ اسی طرح جنابت کی حالت میں پھرتے ہیں بھئی، ان کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کلی بھی کرنی ہے، ناک میں بھی پانی ڈالنا یہ فرض ہے۔ تو یہ خود بھی اس کا خیال رکھیں بھئی۔ تو جنابت کے اندر انسان ہے تو جب تک کلی نہیں کرلے گا، ناک میں پانی نہیں ڈال لے گا، اس کی جنابت سے وہ پاک نہیں ہو گا بھئی، اسی حالت میں رہے گا۔

ہاں، پھر بعد میں وہ وضو کر رہا تھا، اسے یاد بھی نہیں ہے، وہ اس وقت کلی کر لیتا ہے، ناک میں پانی ڈال لیتا ہے، اب چاہے اس کو پتہ ہو یا نہ ہو مولانا وہ جنابت سے کیا ہو گیا؟ پاک، کیونکہ یہ دو ہی چیزیں باقی تھیں، ان کو اس نے کر لیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

چنانچہ اسی پہ بعض پھر سوال کرتے ہیں: بھئی ایک آدمی تھا اس کو پتہ نہیں تھا مثلاً جنابت کی حالت میں گیا مسجد میں، اور باہر نکلا تو پاک تھا، کیسے پاک ہوا بھئی؟ جی؟ مسجد کے اندر وضو ہوتا ہے بھئی؟ وضو کی جگہ پہ نہیں گیا، وہ مسجد کے اندر گیا بھئی۔ جنابت کی حالت میں مسجد میں گیا اور باہر نکلا تو پاک تھا بھئی۔ بھئی ابھی مسئلہ بتا دیا، کلی کرنا بھول گیا تھا وہ، نہا لیا تھا، کلی کرنا بھول گیا، مسجد میں گیا وہاں پانی پی لیا۔ منہ میں پانی پہنچ گیا یا نہیں پہنچ گیا؟ پہنچ گیا بس مولانا، پاک ہو گیا۔

اچھا جی، وَلَيْسَ عَلَى الْمَرْأَةِ أَنْ تَنْقُضَ ضَفَائِرَهَا فِي الْغُسْلِ إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أُصُوْلَ الشَّعْرِ۔ بھئی عورت اپنے بالوں کی مینڈھیاں بناتی ہے بھئی۔ بھئی وہ آپ نے دیکھا ہو گا رسی کی طرح بال بنا لیتی ہے، کیا کہتے ہیں اس کو بھئی آپ لوگ؟ گت کہتے ہیں، چٹیا؟ ہاں، لیکن وہ تو ایک ہوتی ہے، اس کی بات نہیں ہو رہی مولانا۔ یاد رکھو عورت ہو یا مرد ہو، جب غسل کر رہا ہے پورے بالوں کو بھی گیلا کرنا ضروری، فرض ہے، اور بالوں کی جڑوں تک بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو عورت کے لیے عام حالت کے اندر یہ یاد رکھنا، یاد رکھنا، پورے بالوں کو دھونا فرض ہے، بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض ہے۔

لیکن عرب میں بھئی، بعض علاقوں اور میں بھی آپ نے اگر کبھی دیکھا ہو، وہ عورتیں وہ جو رسی کی طرح بال بناتی ہیں وہ باریک باریک بہت سارے بنا دیتی ہیں پورے سر میں بھئی۔ دیکھا ہے یا نہیں کبھی بھئی؟ بہت زیادہ بنا دیتی ہیں، مطلب یوں کہیں دو تین گھنٹے کی تو کم از کم، چار گھنٹے کی محنت تو ہوتی ہے اس کے بنانے پہ۔ اب اس حالت میں عورت نے غسل کرنا ہے، اس کے بال اس طرح بنے ہوئے ہیں، بھئی یہ تو کھولنا پھر ان کو اس طرح کرنا بڑی مشقت کا کام ہے۔ تو فقہائے کرام فرماتے ہیں اگر اس طرح کی حالت ہے، اس طرح بال اس کے بنے ہوئے ہیں، تو صرف بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا دے یہ کافی ہے، سارے ان بالوں کو کھولنا ضروری نہیں۔

مسئلہ سمجھ میں آیا؟ عام حالت میں تو سارے بالوں کا گیلا کرنا، ان کو پانی پہنچانا اور جڑوں تک پہنچانا بھی فرض، لیکن اگر اس طرح مینڈھیاں بنی ہوئی ہیں بہت ساری جس کا کھولنا بڑی مشقت والا کام ہے، تو پھر اس صورت میں کیا کرلے؟ جڑوں تک پہنچا دے، ان بالوں کو تو کھولنے میں بھی اس کو پتہ نہیں کتنا وقت لگے گا، تو بالوں کی جڑوں تک پہنچا دے پانی بس مولانا کافی ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ لیکن اگر یہی کیفیت ہوئی بھئی آج کل کسی فیشن کرنے والے لڑکے نے اس طرح کر لیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو مرد کے لیے یہ حکم نہیں ہے، اسے کھولنا پڑیں گے سارے بال۔ عورت کے لیے تو چونکہ شرعاً بال کاٹنا حرام تھا، تو اس کے بال لمبے ہیں، اب وہ اس طرح بال بناتی ہیں تو شریعت نے ان کے حکم میں نرمی کر دی۔ لیکن مرد کے لیے تو یہ بال رکھنا صحیح نہیں ہے، درست طریقہ نہیں ہے، لیکن عورتوں کی طرح اس نے بال رکھے ہوئے ہیں، تو اب غسل کرنا چاہتا ہے تو اب کھولنے پڑیں گے سارے بال، سارے بالوں تک بھی پانی پہنچانا فرض اور بالوں کی جڑوں تک بھی پانی پہنچانا فرض ہے بھئی۔

تو یہ جو بال بنائے ہیں باریک باریک ان کو ضَفَائِرُ کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ ضَفَائِرُ، مینڈھیاں بھئی۔ وَلَيْسَ عَلَى الْمَرْأَةِ، اور نہیں ہے عورت پر، أَنْ تَنْقُضَ ضَفَائِرَهَا، اپنی مینڈھیوں کو کھولنا، فِي الْغُسْلِ، غسل کے اندر، إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ، جب پہنچ جائے پانی، أُصُوْلَ الشَّعْرِ۔ شَعْرٌ بالوں کو کہتے ہیں، أُصُوْلٌ جڑیں۔ إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أُصُوْلَ الشَّعْرِ، جب پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔

یہاں تک مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟ اچھی طرح؟ چلیے مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر۷: کتاب الطہارۃ(۵): موجباتِ غسل (انزال، التقاءِ ختانین، حیض ونفاس)، مسنون غسل اور اقسامِ مياہ

مختصر القدوری صفحہ: ۴—بتاریخ: ۲۴ نومبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْمَعَانِي الْمُوْجِبَةُ لِلْغُسْلِ إِنْزَالُ الْمَنِيِّ عَلٰى وَجْهِ الدَّفْقِ وَالشَّهْوَةِ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ، وَالْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ مِنْ غَيْرِ إِنْزَالٍ، وَالْحَيْضُ وَالنِّفَاسُ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی وضو کے فرائض بھی گزر گئے، سنتیں مستحبات بھی گزر گئے، غسل کے فرائض بھی گزر گئے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وضو کے کتنے فرائض پڑھے آپ نے؟ چار پڑھے۔ اور غسل کے کتنے فرائض ہیں؟ تین فرائض ہیں بھئی: یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، اور سارے بدن پر پانی بہانا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا یہ فرض ہے اور تین مرتبہ یہ سنت ہے بھئی۔

اور یاد رکھیے پورے بدن کو پانی پہنچانا ہے، لہٰذا بدن پر اگر کوئی ایسی چیز لگی ہے جس کی تہہ بن گئی ہے جلد پر اور کھال تک پانی نہیں پہنچا، تو پھر اس پر پانی اوپر اوپر ڈال بھی دیں جب کھال تک نیچے نہیں پہنچا تو پھر غسل یا وضو بھی کامل نہیں ہوا۔ اسی سے نیل پالش کا حکم بھی آپ کو معلوم ہو گیا بھئی۔ عورتیں جو ناخن پر لگاتی ہیں بھئی تو وہ ایک تہہ جم جاتی ہے باقاعدہ موٹی سی اوپر، لہٰذا جب وہ لگائی تو اس کے بعد اب وضو کریں گی یا غسل کریں گی تو پانی نیچے تک نہیں پہنچے گا، لہٰذا وضو بھی نہیں ہو گا اور غسل بھی نہیں ہو گا بھئی۔

وَالْمَعَانِي الْمُوْجِبَةُ۔ جی آج بتلائیں گے غسل کو واجب کرنے والی چیزیں، وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں چار چیزیں کل بتلائیں گے آپ کو مولانا، چار چیزیں۔ وَالْمَعَانِي الْمُوْجِبَةُ لِلْغُسْلِ، اور وہ علتیں جو واجب کرنے والی ہیں غسل کو، وہ علتیں، وہ اسباب جو واجب کرنے والے ہیں غسل کو۔ میں نے بتلایا تھا مَعَانِيْ، مَعْنًى کے لفظ کا کیا ترجمہ کرنا ہے؟ سبب اور علت کے بھئی فقہ کی کتابوں میں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْمَعَانِي الْمُوْجِبَةُ لِلْغُسْلِ، وہ اسباب جو واجب کرنے والے ہیں غسل کو۔ جی پہلا سبب آیا مولانا: إِنْزَالُ الْمَنِيِّ عَلٰى وَجْهِ الدَّفْقِ وَالشَّهْوَةِ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ۔ منی کا خروج ہے عَلٰى وَجْهِ الدَّفْقِ بھئی۔ دَفْقٌ کہتے ہیں مولانا اچھل کر، کود کر۔ وَالشَّهْوَةِ، کود کر ہو اور شہوت کے ساتھ ہو، مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ، آدمی سے اور عورت سے بھئی۔ تو خروجِ منی پہلا سبب ہے بھئی۔ خروجِ منی جب بھی پایا جائے گا شہوت کے ساتھ ہو مولانا، یہ شرط ضروری ہے ساتھ اس کے۔ سمجھ میں آیا؟ شہوت کے ساتھ ہو بھئی، تو اس صورت میں غسل واجب ہو جائے گا۔ چاہے یہ بیداری کی حالت میں

ہو، کوئی شخص بیوی کے ساتھ اپنے صحبت کرتا ہے اس سے، یا مولانا چاہے نیند کی صورت میں ہو بھئی، سمجھ میں آیا؟ سویا ہے، احتلام ہوا، تو اس صورت میں بھی کیا ہو جائے گا؟ غسل واجب ہو جائے گا بھئی۔

لیکن اگر شہوت کے بغیر منی نکل آئے بھئی یاد رکھو، بعض اوقات کوئی آدمی کمزور ہے، زیادہ سامان اٹھایا بھئی تو خروجِ منی ہو گیا، یا اونچی جگہ سے گر پڑا اور خروجِ منی ہوا، اس صورت میں غسل واجب نہیں، کیونکہ خروجِ منی تو ہے لیکن شہوت کے ساتھ نہیں، اور شہوت کی قید ضروری ہے میں نے بتلایا آپ کو۔ ہاں یہ دَفْقٌ، کود کر یا اچھل کر، یہ عموماً ہو گا ہی اسی طرح، یہ قیدِ واقعی ہے مولانا۔ واقع میں ہو گا اسی طرح جب شہوت کے ساتھ ہو تو کود کر یا اچھل کر۔

جی یہاں ایک قیمتی مسئلہ بھی آپ کو بتلا دوں بھئی۔ ایک شخص ہے مثلاً اسے احتلام ہوا بھئی، اور احتلام کے بعد اس نے غسل کر لیا بھئی۔ غسل کرنے کے بعد پھر منی کے کچھ قطرے نکل آئے بھئی، تو یاد رکھیے پہلا غسل ختم ہوا، اسے پھر نئے سرے سے کیا کرنا پڑے گا؟ غسل کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ اس نے اس کے بعد پیشاب نہ کیا ہو۔ سمجھ میں آیا؟ اگر پیشاب نہیں کیا تھا اور ویسے ہی نہا لیا تھا اور پھر کچھ قطرے نکل آئے تو اسے کیا کرنا پڑے گا؟ پھر نئے سرے سے غسل کرنا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔ ہاں، اگر اس نہانے کے بعد وہ کوئی نماز وغیرہ پڑھ چکا تھا وہ ٹھیک ہو گئی بھئی، اس کے بعد پھر اب یہ خروجِ منی پایا گیا، لہٰذا اب پھر کیا کرنا پڑے گا؟ غسل۔ لیکن اگر وہ پیشاب کر چکا تھا، اب اس کے بعد پھر کچھ قطرے نکلتے ہیں مولانا تو اب یہ خروجِ منی ہے بلا شہوت کے، لہٰذا اس سے صرف وضو ٹوٹے گا، غسل واجب نہیں ہو گا۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا سب کو بھئی؟ جی۔

وَالْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ، اور دونوں شرمگاہوں کا مل جانا بھئی، مِنْ غَيْرِ إِنْزَالٍ، اگرچہ بغیر، أَيْ وَلَوْ مِنْ غَيْرِ إِنْزَالٍ، اگرچہ بغیر انزال کے ہی کیوں نہ ہو بھئی۔ مرد اور عورت کی شرمگاہ کا مل جانا بھئی اس صورت میں بھی غسل کیا ہو جائے گا؟ واجب ہو جائے گا۔ لیکن یاد رکھیے صرف مل جانے سے غسل واجب نہیں ہوتا، بلکہ کچھ نہ کچھ دخول بھی پایا جائے پھر اس کے بعد غسل واجب ہو گا بھئی۔

وَالْحَيْضُ وَالنِّفَاسُ، اور حیض اور نفاس بھی مولانا یہ بھی اسباب ہیں غسل ان کی وجہ سے، ان سے جب پاک ہو تو غسل واجب ہوا مولانا۔ تو حیض ہر مہینے عورت کو چند ایام خون آتا ہے، اور نفاس وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے، تو ان سے جب پاک ہو تو غسل کرنا پڑے گا بھئی۔

جی چار اسباب سمجھ میں آئے بھئی؟ کون سا پہلا کیا ہے؟ إِنْزَالُ الْمَنِيِّ۔ ثانی کیا ہے؟ الْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ بھئی، اگرچہ بغیر انزال ہی کے کیوں نہ ہو، بس کچھ دخول پایا گیا بس غسل واجب ہو گیا۔ اسی طرح حیض ہے مولانا، حیض کے بعد کیا کرنا پڑے گا؟ غسل کرنا۔ اور نفاس کے بعد بھی کیا کرنا پڑے گا؟ غسل۔

وَسَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ لِلْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْإِحْرَامِ وَعَرَفَةَ۔ اور سنت جاری فرمائی ہے رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے غسل کی، لِلْجُمُعَةِ کس کے لیے بھئی؟ جمعے کے لیے بھئی، جمعے کی نماز کے لیے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو جمعے کے دن نمازِ فجر سے لے کر جمعے کی نماز تک وہ لوگ جن پر جمعہ واجب ہے ان کے لیے غسل کرنا، نہانا مسنون ہے بھئی۔ کب سے کب تک بھئی؟ فجر سے لے کر جمعے کی نماز تک اس دوران، اس بیچ میں، کس شخص کے لیے؟ جس پر جمعہ واجب ہے اس کے لیے غسل کرنا مسنون ہے، حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سنت ہے بھئی۔

وَالْعِيْدَيْنِ، اور دونوں عیدین کے لیے، عید الاضحی کے لیے بھی اور عید الفطر کے لیے بھی بھئی، اس کے لیے بھی غسل کرنا مسنون ہے، مسنون ہے۔ وَالْإِحْرَامِ، اور احرام کے لیے بھی کیا ہے؟ کوئی شخص حج کے لیے جا رہا ہے یا عمرے کے لیے جا رہا ہے تو سنت کیا ہے؟ احرام باندھنے سے پہلے غسل کر لے۔ وَعَرَفَةَ، اور اسی طرح یومِ عرفہ ہے بھئی۔ یومِ عرفہ جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ حج کا دن، حج کا دن بھئی جب تمام حاجی عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ نویں ذی الحجہ کو، نویں ذی الحج کو بھئی۔ دس کو تو عید ہوتی ہے، قربانی ہوتی ہے، نویں ذی الحج کو عرفہ میں تمام حاجی جاتے ہیں بھئی، اور یہ فرض ہے حج کے اندر بھئی۔ جو عرفات نہیں گیا اس کا حج ہی نہیں ہوا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو عرفات میں جانا یہ فرض ہے حج کے اندر۔ تو اس روز، عرفہ کے روز بھئی زوال کے بعد بھئی۔ کس کے بعد؟ زوال کے بعد، یعنی سورج جب سر سے ڈھل جائے بھئی۔ بالکل ایک سورج طلوع ہونے کے بعد بلند ہوتا ہے، عین سر پر آ جاتا ہے مولانا، پھر اس کے بعد اس کا نزول شروع ہوتا ہے مغرب کی طرف بھئی، تو یہ زوال ہو گیا مولانا، اس کو زوال کہتے ہیں۔ تو زوال کے بعد عرفہ کے روز غسل کرنا مسنون ہے۔ تو سنت ہے مولانا غسل کتنے مواقع پر بھئی؟ چار مواقع: جمعہ، عیدین، احرام اور عرفہ بھئی۔

وَلَيْسَ فِي الْمَذْيِ وَالْوَدْيِ غُسْلٌ وَفِيْهِمَا الْوُضُوْءُ۔ کہہ رہے ہیں بھئی مذی اور ودی کے اندر غسل نہیں ہے، وَفِيْهِمَا الْوُضُوْءُ، ان دونوں میں کیا ہے؟ وضو ہے۔ بھئی ایک لفظ مَنِيٌّ گزرا، ایک مَذْيٌ ہے، ایک وَدْيٌ ہے بھئی۔ منی تو معروف ہے جانتے ہیں، ایک مذی ہے مولانا جو شہوت کے وقت

خارج ہوتا ہے، کچھ گاڑھے قطرے اور یہ منی کی بہ نسبت پتلے ہوتے ہیں، شہوت کے وقت خارج ہوتے ہیں، اور اس سے غسل فرض نہیں ہوتا بھئی، بلکہ اس کی وجہ سے صرف کیا ہوگا؟ وضو کرنا پڑے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور فرق یہ ہے مولانا مذی اور منی کہ منی سے انسان کی شہوت ٹوٹ جائے گی، ختم ہو جائے گی، مذی میں ایسا نہیں بھئی۔ وَالْوَدْيِ، اور ودی جو ہے یہ پیشاب کے بعد کچھ گاڑھے قطرے کبھی نکلتے ہیں، اس کو ودی کہتے ہیں بھئی۔ تو ان دونوں سے غسل واجب نہیں ہوتا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَلَيْسَ فِي الْمَذْيِ وَالْوَدْيِ غُسْلٌ، مذی اور ودی کے اندر غسل نہیں ہے، وَفِيهِمَا الْوُضُوْءُ، اور ان کے اندر وضو واجب ہے۔

وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْأَحْدَاثِ جَائِزَةٌ بِمَاءِ السَّمَاءِ وَالْأَوْدِيَةِ وَالْعُيُوْنِ وَالْآبَارِ وَمَاءِ الْبِحَارِ۔ اب آپ کو بتلا رہے ہیں کون کونسے پانی ہیں، کس قسم کے پانی سے وضو کرنا، غسل کرنا جائز ہے اور کس قسم کے پانی سے غسل اور وضو کرنا جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْأَحْدَاثِ، طہارت ناپاکیوں سے۔ جی أَحْدَاثٌ جمع ہے حَدَثٌ کی مولانا۔ اور حَدَثٌ یاد رکھو دو قسم پر ہے بھئی۔ یہ نجاستِ حکمیہ کا نام ہے، حَدَثٌ نجاستِ حکمیہ کا نام ہے یعنی بے وضو ہونا یا بے غسل ہونا بھئی۔ تو یہ دو قسم پر ہے: ایک حدثِ اصغر ہے، ایک حدثِ اکبر ہے بھئی۔ حدثِ اصغر کہتے ہیں بے وضو ہونا۔ کیا ہونا؟ بے وضو ہونا۔ مثلاً کوئی ایسا سبب پایا جائے جس کی وجہ سے انسان کا وضو ٹوٹ جائے۔ کیا ٹوٹ جائے؟ وضو۔ تو کیا کہتے ہیں؟ اسے حدث لاحق ہو گیا۔ کیا لاحق ہو گیا؟ حدث، یعنی یہ بے وضو ہو گیا۔ اور کون سا حدث ہے مولانا؟ حدثِ اصغر ہے۔ اور اگر کوئی ایسا سبب پایا جائے جس کی وجہ سے انسان پر غسل واجب ہوتا ہو، تو کیا کہتے ہیں؟ اس کو حدث لاحق ہوا۔ کون سا حدث؟ حدثِ اکبر بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْأَحْدَاثِ جَائِزَةٌ، اور طہارت حاصل کرنا مِنَ الْأَحْدَاثِ ناپاکیوں سے، جَائِزَةٌ یہ جائز ہے، بِمَاءِ السَّمَاءِ، آسمان کے پانی سے، آسمان سے برسے ہوئے پانی سے مولانا، یعنی بارش کے پانی سے وضو کرنا یا غسل کرنا جائز ہے۔

وَالْأَوْدِيَةِ۔ أَوْدِيَةٌ جمع ہے وَادٍ کی مولانا۔ دو پہاڑوں کے درمیان کا علاقہ کیا کہلاتا ہے؟ وادی کہلاتا ہے۔ تو بھئی یاد رکھو پہاڑوں میں جب بارش ہوتی ہے تو پانی اکٹھا ہو کر اطراف میں نکلتا ہے بھئی، بڑا زیادہ پانی۔ زیادہ بارش ہو تو بہت زیادہ پانی نکلتا ہے، سارا اکٹھا ہو کر جس طرف کو راستہ ملے نکلتا ہے، اور اگر زیادہ بارش ہو جائے بڑی تباہی مچا دیتا ہے اس علاقے کے اندر بھئی۔ اور پھر یہ پانی جگہ جگہ رک جاتا ہے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ جہاں ذرا گہری زمین آئی وہاں رک گیا۔ تو یہ جو وادیوں کا پانی ہے، یہ جنگلوں میں جو کھڑا پانی ہے، اس کے ذریعے بھی وضو کرنا جائز ہے۔

وَالْعُيُوْنِ۔ عُيُوْنٌ جمع ہے عَيْنٌ کی مولانا، چشمے کو کہتے ہیں۔ چشموں کے پانی سے بھی وضو کرنا جائز ہے۔ وَالْآبَارِ۔ آبَارٌ جمع ہے بِئْرٌ کی مولانا، بِئْرٌ کنویں کو کہتے ہیں، کنویں کو۔ کنوؤں کے پانی سے بھی وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔ وَمَاءِ الْبِحَارِ، اور سمندروں کے پانی سے وضو کرنا بھی جائز ہے بھئی۔

وَلَا تَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ أُعْتُصِرَ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ۔ اور جائز نہیں ہے پاکی حاصل کرنا بِمَاءٍ ایسے پانی کے ساتھ أُعْتُصِرَ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ جسے نچوڑا گیا ہو درخت سے اور پھل سے۔ کہ بھئی کسی درخت کو نچوڑا، پانی نکال لیا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور یا کسی پھل وغیرہ کو نچوڑا اور اس سے پانی نکال لیا، اس پانی کے ساتھ وضو کرنا یا غسل کرنا جائز نہیں بھئی، اس سے نہیں ہو گا۔[1]

اسی طرح وَلَا بِمَاءٍ، اور نہ ہی ایسے پانی کے ساتھ، غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ، غالب آ گیا ہو اس پر غَيْرُهُ اس کے علاوہ۔ بھئی پانی ہے، پانی کے اندر کوئی اور چیز ملی پانی کے علاوہ اور اس پانی پر کیا آ گئی؟ غالب آ گئی بھئی۔ تو اس پر غالب آ گئی، فَأَخْرَجَهُ عَنْ طَبْعِ الْمَاءِ، پس اس نے نکال دیا اس کو پانی کی طبیعت سے۔ بھئی پانی کے اندر کوئی چیز مل گئی اور اس نے پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دیا بھئی، یعنی اس کو بدل دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یعنی اس میں اس کا جو پتلا پن تھا، پانی پتلا ہوتا ہے یا گاڑھا ہوتا ہے بھئی؟ پتلا۔ اس کا پتلا پن ختم ہو گیا، پہلے بڑے آرام سے تیزی سے بہتا تھا، اب اس میں وہ بہاؤ باقی نہیں ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو جب کوئی ایسی چیز مل جائے جو اس پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے، یا اس کا نام بدل جائے مولانا، لوگ اب اس کو پانی نہیں کہتے بھئی۔ آگے مثالیں آ رہی ہیں بھئی۔

تو دوبارہ دیکھو مولانا: وَلَا تَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ أُعْتُصِرَ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ، اور جائز نہیں ہے طہارت بِمَاءٍ ایسے پانی کے ساتھ أُعْتُصِرَ مِنَ

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا تَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ أُعْتُصِرَ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا تجوز بما اعتصر من الشجر والثمر» منقول ہے۔

الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ جس کو نچوڑا گیا ہو درخت اور پھل سے، وَلَا بِمَاءٍ، اور نہ ہی ایسے پانی کے ساتھ، غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ، جس پر پانی کا غیر کیا آجائے؟ غالب آجائے، فَأَخْرَجَهُ عَنْ طَبْعِ الْمَاءِ، پس اس کو نکال دے پانی کی طبیعت سے، یعنی کیا ہو جائے وہ؟ گاڑھا ہو جائے، نام بدل جائے۔

مثالیں: كَالْأَشْرِبَةِ، جیسے کہ نشہ آور مشروبات ہیں بھئی۔ أَشْرِبَةٌ یاد رکھو جمع ہے شَرَابٌ کی۔ اور شَرَابٌ عربی زبان میں ہر مشروب کو شَرَابٌ کہا جاتا ہے۔ کوئی بھی شربت ہے، کوئی بھی چیز پینے والی ہے، اس کو کیا کہتے ہیں؟ شَرَابٌ کہتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جس کو ہم اردو میں شراب کہتے ہیں وہ نہیں بھئی، اس کے لیے عربی میں لفظ خَمْرٌ ہے بھئی۔ کیا ہے؟ خَمْرٌ ہے۔ ہاں، جو بھی مشروب ہو، جو بھی پینے والی چیز ہو، اس کو کیا کہتے ہیں وہ؟ شَرَابٌ۔ سمجھ میں آیا؟ تو اسی لیے آپ عرب میں جائیں گے وہاں بھئی جوس وغیرہ کے ڈبے ہوں گے تو اوپر لکھا ہو گا بھئی شَرَابُ الْفَوَاكِهِ یا فلاں چیز کا شربت وغیرہ یہ لکھے ہوتے ہیں۔ لیکن اصطلاحِ فقہاء کے اندر بھئی شَرَابٌ نشہ آور مشروب کو کہتے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں شَرَابٌ کس کو کہتے ہیں مولانا؟ نشہ آور مشروب کو کہتے ہیں بھئی، کیونکہ فقہاء نے احکام سے بحث کرنی ہے، وہ آگے چل کر قدوری کے اندر آپ کو بتلائیں گے بھئی فلاں شراب حلال ہے، فلاں کیا ہے جائز ہے، فلاں جائز نہیں ہے، وہ نشہ آور چیزوں کی بحث کریں گے وہاں پر کہ جس میں نشہ ہے وہ جائز نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: كَالْأَشْرِبَةِ، جیسے نشہ آور مشروب ہیں، وَالْخَلِّ، اور سرکہ ہے، وَالْمَرَقِ، اور شوربہ ہے، وَمَاءِ الْبَاقِلَّاءِ، اور لوبیے کا پانی ہے بھئی۔ بَاقِلَّاءُ لوبیے کو کہتے ہیں۔ وَمَاءِ الْوَرْدِ، اور گلاب کا پانی یعنی عرقِ گلاب مراد ہے، عرقِ گلاب۔ وَمَاءِ الزَّرْدَجِ۔ زَرْدَجٌ یہ بھی مولانا زعفران کی طرح ایک پودا ہے جس کو کپڑے رنگنے کے لیے استعمال کرتے ہیں بھئی۔ عُصْفُرٌ بوٹی ہے، اس کے ذریعے کپڑوں کو رنگا جاتا ہے، تو اس کے بھگوئے ہوئے پانی کو کیا کہتے ہیں؟ جس پانی میں اس کو بھگو کر رکھا، رنگ وغیرہ نکل آیا، وہ پانی کیا کہلاتا ہے؟ مَاءُ الزَّرْدَجِ بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو دیکھو بھئی ان سب چیزوں کے اندر، أَشْرِبَةٌ اس میں دیکھو اور چیز پانی کے اندر ملائی بھئی، پانی کیا ہو گیا؟ نشہ آور ہو گیا، گاڑھا ہو گیا، تو طبیعت بدل گئی یا نہیں بھئی؟ نام بھی بدل گئے یا نہیں؟ نام ہیں ان کے مختلف مولانا، کئی نام آگے آئیں گے بھئی۔ سرکہ ہے مولانا، اس کو کوئی پانی کہتا ہے؟ کوئی پانی نہیں۔ طبیعت پانی جیسی ہے یا الگ ہے اس کی؟ الگ ہے۔ اسی طرح شوربہ ہے تو اور چیزیں دیکھو مل گئیں، اور لوبیے کا پانی، تو نام بدل گیا مولانا۔

اچھا بھئی، اور مَاءُ الزَّرْدَجِ بھئی، اس کا حکم انہوں نے ان پانیوں میں ذکر کیا جن سے طہارت جائز نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن اس کا حکم اور زعفران کا ایک ہی حکم ہے، زعفران کا حکم آگے آنے والا ہے۔ زعفران بھئی کسی پانی کے اندر، زعفران جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ ایک رنگ دار بھئی زرد رنگ کی خوشبو دار گھاس ہے مولانا جس کو دواؤں وغیرہ میں اور کھانوں میں استعمال کیا جاتا ہے، معروف ہے بھئی معروف۔ تو وہ زعفران اگر کسی پانی کے اندر تھوڑا سا مل جائے تو اس سے وہ پانی اپنی حقیقت سے نہیں نکلا بھئی، معمولی سا رنگ آگیا، کوئی اور اس میں تبدیلی نہیں آئی۔ اسی طرح مَاءُ الزَّرْدَجِ بھی اسی طرح ہے، اس کا بھی وہی حکم ہے مولانا، اس کے ذریعے بھی کیا ہے؟ وضو وغیرہ کرنا جائز۔ لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ وہ تھوڑی مقدار میں ملے، ہلکا سا رنگ آیا۔ اگر خوب زیادہ ملا دیا جس کی وجہ سے کیا ہو گیا؟ پانی کے رنگ، بو، ذائقے وغیرہ میں دو اوصاف بدل گئے تو پھر نہیں، آگے تفصیل آرہی ہے بھئی۔ بہر حال یہ یاد رکھنا مَاءُ الزَّرْدَجِ کو صاحبِ قدوری نے کس کے ساتھ ذکر کیا ہے؟ یہ جن کے ساتھ وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن صاحبِ ہدایہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کا وہی حکم ہے جو مائے زعفران کا۔ ہاں، ایک تاویل کے ذریعے یہ یہاں بھی صحیح ہے۔ کون سی صورت؟ جبکہ زردج خوب کیا ہو جائے؟ رنگ اس میں آجائے، بالکل رنگ ہی بدل گیا مولانا یا گاڑھا ہو گیا، تو پھر اس صورت میں بات صحیح ہے بھئی۔

وَتَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْءٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَ أَحَدَ أَوْصَافِهِ۔ اور جائز ہے پاکی بِمَاءٍ ایسے پانی کے ساتھ خَالَطَهُ شَيْءٌ طَاهِرٌ جس کے ساتھ مل گئی ہو کوئی پاک چیز، فَغَيَّرَ أَحَدَ أَوْصَافِهِ، تو بدل ڈالا اس نے اس پانی کے اوصاف میں سے ایک کو، كَمَاءِ الْمَدِّ، جیسے کہ سیلاب کا پانی ہے بھئی، كَمَاءِ الْمَدِّ سیلاب کا پانی بھئی۔

بھئی تین اوصاف ہیں پانی کے: رنگ، بو، ذائقہ۔ کتنے اوصاف؟ تین: رنگ، بو، ذائقہ۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب اگر کوئی پاک چیز پانی کے اندر مل جائے اور پانی کے تین اوصاف میں سے صرف ایک وصف بدلا ہے تو کوئی حرج نہیں مولانا، اس پانی سے آپ کیا کر سکتے ہیں؟ وضو بھی کر سکتے ہیں اور غسل بھی کر سکتے ہیں۔ جیسے میں نے مثال ذکر کی تھوڑا سا زعفران مل گیا، ہلکا سا پانی میں رنگ آگیا۔ سمجھ میں آیا؟ تو ایک وصف تو بدل گیا، رنگ تھوڑا سا معمولی سا بدل گیا، لیکن بو اور ذائقہ تو وہی ہے۔ یا اسی طرح آگے آئے گا مولانا صابون مل گیا بھئی پانی کے ساتھ، لیکن معمولی سا ملا ہے، ایک وصف کیا ہوا ہے صرف؟ بدلا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو ان کے ساتھ جائز ہے وضو وغیرہ۔ ہاں اگر زیادہ مل جائے بھئی تو پھر اس صورت میں دو وصف بدل جائیں گے بھئی، رنگ بھی بدل جائے گا اور ذائقہ بھی

بدل جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے بو بھی بدل جائے، تو پھر اس صورت میں اگرچہ پاک چیز ملی ہے لیکن اب اس کے ساتھ وضو وغیرہ کرنا جائز نہیں۔

تو یہی بات کر رہے ہیں، کہتے ہیں: وَتَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْءٌ طَاهِرٌ، اور جائز ہے طہارت ایسے پانی کے ساتھ کہ مل گئی ہو اس کے ساتھ کوئی پاک چیز تو اس نے بدل ڈالا اس کے اوصاف میں سے ایک کو، كَمَاءِ الْمَدِّ، جیسے سیلاب کا پانی ہے۔ بھئی سیلاب کا پانی آتا ہے، مٹی ملی ہوتی ہے یا نہیں ملی ہوتی ساتھ بھئی؟ جی؟ ملی ہوئی ہوتی ہے، تو دیکھو صرف رنگ بدل گیا۔

وَالْمَاءِ الَّذِيْ يَخْتَلِطُ بِهِ الْأُشْنَانُ۔ اس کو أُشْنَانُ بھی پڑھ سکتے ہیں، إِشْنَانُ بھی پڑھ سکتے ہیں، ہمزہ کے اوپر ضمہ بھی صحیح اور کسرہ بھی صحیح ہے۔ وَالْمَاءِ الَّذِيْ، اور وہ پانی، يَخْتَلِطُ بِهِ الْأُشْنَانُ، جس کے ساتھ اشنان بوٹی مل گئی ہو۔ یہ اشنان بھی کوئی بوٹی ہے مولانا جسے کیا کرتے ہیں؟ کوئی صفائی وغیرہ کے لیے پانی میں ملاتے ہیں، سمجھ میں آیا؟ وَالصَّابُوْنُ بھئی، اور اسی طرح وہ پانی جس کے ساتھ کیا مل جائے؟ صابون، وَالزَّعْفَرَانُ، اور جس کے ساتھ کیا مل جائے؟ زعفران بھئی۔ اور میں نے کیا بتلایا؟ تھوڑا سا ملا ہو بھئی جس سے کیا ہو تین اوصاف میں سے صرف ایک بدلا ہو۔ دو بدل گئے پھر کیا حکم آپ لگا دیں گے بھئی؟ جائز نہیں ہے بھئی۔

وَكُلُّ مَاءٍ دَائِمٍ إِذَا وَقَعَتْ فِيْهِ نَجَاسَةٌ لَمْ يَجُزِ الْوُضُوْءُ بِهِ قَلِيْلًا كَانَ أَوْ كَثِيْرًا۔ اور ہر کھڑا پانی۔ مائے دائم کہتے ہیں جو کھڑا ہو اپانی ہے۔ ایک تو مائے جاری ہے بھئی دریا کے اندر پانی بہہ رہا ہے، نہر میں، وہ مائے جاری کہلاتا ہے، اور ایک جگہ کھڑا ہو اپانی وہ کیا کہلاتا ہے؟ مائے دائم بھئی۔ اور ہر کھڑا ہو اپانی، إِذَا وَقَعَتْ فِيْهِ نَجَاسَةٌ، جب اس کے اندر کوئی نجاست گر جائے، لَمْ يَجُزِ الْوُضُوْءُ بِهِ، تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تھوڑی سی نجاست بھی گر گئی بس مولانا پانی نجس ہو گیا۔ قَلِيْلًا كَانَ أَوْ كَثِيْرًا، تھوڑا ہو یا زیادہ بھئی، تھوڑا ہو یا زیادہ۔[۲]

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِحِفْظِ الْمَاءِ مِنَ النَّجَاسَةِ۔ اس لیے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حکم فرمایا ہے بِحِفْظِ الْمَاءِ پانی کی حفاظت کا، مِنَ النَّجَاسَةِ کس سے؟ نجاست سے۔ نجاست سے حفاظت کا حکم فرمایا ہے، فَقَالَ، پس فرمایا ہے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے۔ بھئی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حکم فرمایا کہ نجاست سے پانی کی حفاظت کرو بھئی، معلوم ہوا آگے آنے والی احادیث میں دیکھنا بھئی پانی کو نجاست سے بچانے کا حکم دیا، معلوم ہوا نجاست کے گرنے سے پانی کیا ہو جاتا ہے؟ ناپاک ہو جاتا ہے۔

فَقَالَ، تو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ۔ لَا يَبُوْلَنَّ ہرگز کوئی پیشاب نہ کرے بھئی، لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ تم میں سے کوئی ہرگز پیشاب نہ کرے، فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ کھڑے ہوئے پانی میں، وَلَا يَغْتَسِلَنَّ فِيْهِ مِنَ الْجَنَابَةِ، اور ہرگز اس کے اندر غسل نہ کرے جنابت سے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ پانی کھڑا ہوا ہے بھئی اور ایک شخص جا کر اس میں غسلِ جنابت کر لیتا ہے، نہیں بھئی ایسی چیز درست نہیں ہے، حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کیا فرمایا ہے؟ منع فرمایا ہے، سارا پانی ورنہ نجس ہو جائے گا بھئی۔

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، دوسری حدیث ہے مولانا، حضور عَلَيْهِ السَّلَامُ فرماتے ہیں: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ، جب بیدار ہو تم میں سے کوئی ایک مِنْ مَنَامِهِ اپنی نیند سے، فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، تو وہ ہرگز نہ ڈالے، ہرگز نہ ڈبوئے يَدَهُ اپنے ہاتھ کو فِي الْإِنَاءِ برتن کے اندر، حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، یہاں تک کہ اسے کتنی دفعہ دھولے؟ تین دفعہ دھولے، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ، اس لیے کہ وہ شخص نہیں جانتا، أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، کہ کہاں رات گزاری ہے اس کے ہاتھ نے۔ بَاتَ کا معنی رات گزارنا۔ اسے پتہ نہیں ہے اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری، ہو سکتا ہے کوئی نجاست وغیرہ اس کے ہاتھ پر لگ گئی ہو، تو وہ پانی میں ہاتھ ڈالے گا تو سارا پانی کیا ہو جائے گا؟ نجس، لہٰذا پہلے کیا کر لینا چاہیے؟ ہاتھ دھو لینا چاہیے۔

چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَكُلُّ مَاءٍ دَائِمٍ إِذَا وَقَعَتْ فِيْهِ نَجَاسَةٌ لَمْ يَجُزِ الْوُضُوْءُ بِهِ قَلِيْلًا كَانَ أَوْ كَثِيْرًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وكل ماء وقعت فيه نجاسة لم يجز اوضوء به قليلا أو كثيرا» منقول ہے۔

سبق نمبر ۸: کتاب الطہارۃ (۶): ماءِ جاری وماءِ راکد کے احکام، دَہ در دَہ کا ضابطہ، آبی جانور اور سؤر (جھوٹے) کی اقسام

مختصر القدوری صفحہ: ۵—بتاریخ: ۲۵ نومبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَأَمَّا الْمَاءُ الْجَارِيْ إِذَا وَقَعَتْ فِيْهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنْهُ إِذَا لَمْ يُرَ لَهَا أَثَرٌ، لِأَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ مَعَ جَرَيَانِ الْمَاءِ. وَالْغَدِيْرُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ لَا يَتَحَرَّكُ أَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ الطَّرَفِ الْآخَرِ إِذَا وَقَعَتْ فِيْ أَحَدِ جَانِبَيْهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ النَّجَاسَةَ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا بھئی کہ غسل کو واجب کرنے والے اسباب چار ہیں بھئی۔ چار چیزیں ہیں جن کی وجہ سے کسی آدمی پر غسل فرض ہو جاتا ہے، کسی انسان پر غسل فرض ہو جاتا ہے مولانا۔ اول کیا تھا؟ إِنْزَالُ الْمَنِيِّ، خروجِ منی پایا جائے شہوت کے ساتھ ہو مولانا۔ اور دوسرا سبب کیا تھا؟ دونوں شرمگاہوں کا آپس میں مل جانا اگرچہ بغیر انزال ہی کے کیوں نہ ہو۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا صرف مل جانا یہ سبب نہیں ہے وجوبِ غسل کا، بلکہ کچھ دخول بھی پایا جائے پھر اس کے بعد غسل واجب ہو جائے گا چاہے انزال ہو، خروجِ منی ہو یا خروجِ منی نہ ہو۔ تیسرا سبب ذکر ہوا تھا حیض بھئی، یہ عورت کو ہر مہینے چند ایام خون آتا ہے وہ حیض کہلاتا ہے، تو اس سے پاک ہونے کے بعد بھئی غسل کیا ہے؟ ضروری ہے اس پر، فرض ہے۔ اسی طرح نفاس، وہ خون جو بچے کی پیدائش کے بعد آئے بھئی، اس کے بعد بھی غسل کرنا، جب وہ رک جائے ختم ہو جائے، غسل کرنا فرض ہے بھئی۔

اس کے بعد سنت بتلائی تھی بھئی کہ چند مواقع پر غسل سنت ہے۔ ایک کس وقت بھئی؟ جمعے کے دن۔ کب سے کب تک بھئی؟ فجر کے وقت سے لے کر جمعے کی نماز تک بھئی۔ اور دوسرا ہے عیدین، دونوں عیدیں بھئی۔ عِيْدَيْنِ تثنیہ ہے، دو عیدیں، کون سی دو عیدیں ہیں ہماری بھئی؟ عید الفطر اور عید الاضحی بھئی۔ اچھا، اسی طرح احرام بھئی، حج یا عمرے کے لیے کوئی جائے تو احرام باندھتے ہوئے سنت ہے غسل کرے۔ اور عرفہ کے دن بھئی، میں نے بتلایا یومِ عرفہ نویں ذی الحجہ لوگ حج ادا کرتے ہیں، میدانِ عرفات میں سارے حاجی اکٹھے ہوتے ہیں بھئی، پچیس تیس لاکھ حاجی بھئی، اور یہ فرض ہے میدانِ عرفات میں جمع ہونا، جو میدانِ عرفات میں نہ جائے اس دن اس کا حج ہی نہیں ہوا بھئی، اس دن یا وہ رات جو آرہی ہے اگلی اس میں۔ اور اس میں زوال کے بعد غسل کرنا مسنون ہے، زوال کے بعد یعنی دوپہر کے عین سورج جب سر سے ڈھل جائے اس کے بعد بھئی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْغَدِيْرُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ لَا يَتَحَرَّكُ أَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ الطَّرَفِ الْآخَرِ إِذَا وَقَعَتْ فِيْ أَحَدِ جَانِبَيْهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والغدير العظيم الذي لا يتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر إذا وقعت نجاسة في أحد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر» منقول ہے۔

اس کے بعد یہ مسئلہ آیا تھا کہ مذی اور ودی کے اندر غسل نہیں ہے بلکہ ان کے اندر صرف کیا کرنا کافی ہے؟ وضو کر لینا کافی ہے۔ مذی میں نے بتلایا تھا منی تو معروف جانتے ہیں بھئی، اور مذی جو ہے شہوت کے وقت بھئی قطرات وغیرہ کچھ خارج ہوتے ہیں، ان سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ صرف وضو ٹوٹے گا بھئی۔ اور اسی طرح ودی ہے بھئی، یہ بھی کچھ گاڑھے قسم کے قطرے جو پیشاب کے بعد نکلتے ہیں، اس سے بھی غسل نہیں ہوتا واجب بلکہ صرف وضو کو توڑنے والی چیزوں میں سے ہے۔ وَفِيْهِمَا ان دونوں میں وضو ہے۔

اور پھر یہ مسئلہ ذکر ہوا تھا کس قسم کے پانی سے غسل اور وضو جائز ہے اور کس قسم کے پانی سے غسل اور وضو جائز نہیں۔ تو بتلایا تھا بارش کا پانی ہو، وادیوں کا پانی ہو، چشموں کا پانی ہو، کنوؤں کا پانی ہو، اور سمندروں کا پانی، ان سب سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔ لیکن ایسے پانی کے ساتھ وضو کرنا جائز نہیں جسے کسی درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو، یا اس کے ساتھ کوئی غیر چیز مل گئی جس نے اس کو اس کی طبیعت سے ہی کیا کر دیا؟ وہ چیز اس پر غالب آئی، اس نے پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دیا یعنی اس کو اب کوئی شخص پانی نہیں کہتا، عام لوگ اب اس کو پانی نہیں کہتے، وہ ایسا بدل گیا کہ اس کو اب عام لوگ پانی نہیں کہتے بھئی، نام بدل گیا، یا وہ کیا ہو گیا؟ گاڑھا ہو گیا بھئی۔ جیسے مشروبات ہیں مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ شربت پڑا ہوا ہو کوئی اس کو پانی نہیں کہتا بھئی۔ اسی طرح شوربہ پڑا ہے، اب تھا تو پہلے یہ پانی ہی لیکن اب چیزیں ایسی مل گئیں اور پک گئیں کہ اب اس کو کوئی پانی نہیں کہتا بھئی۔ اسی طرح سرکہ ہے، لوبیے کا پانی وغیرہ ہے بھئی۔

پھر یہ مسئلہ ذکر ہوا تھا بھئی کہ اگر پانی کے اندر کوئی پاک چیز مل جائے تو کیا اس سے وضو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بتلایا تھا اگر تھوڑی سی چیز ملی ہے جس کی وجہ سے پانی کے تین اوصاف جو ہیں رنگ، بو، ذائقہ، ان تین میں سے صرف ایک کے اندر تبدیلی آئی ہے، تھوڑا سا زعفران مل گیا یا تھوڑا سا صابون مل گیا یا اشنان بوٹی اس کے ساتھ تھوڑی سی مل گئی یا زرد رنگ کا پانی جو ہے معمولی سا جس میں رنگ ہے، تو پانی کا صرف ایک وصف بدلا ہو تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اور اگر دو وصف بدل جائیں پھر جائز نہیں بھئی۔ اور یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ پانی کے اندر جب نجاست گر جائے تو وہ پانی کیا ہو جاتا ہے؟ ناپاک، نجس ہو جاتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَأَمَّا الْمَاءُ الْجَارِيْ۔ جی، اور باقی جاری پانی جو ہے بھئی، بہتا ہوا پانی جو ہے۔ مائے جاری جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ بہتا ہوا پانی۔ إِذَا وَقَعَتْ فِيْهِ نَجَاسَةٌ، جب اس کے اندر کوئی نجاست گر پڑے، جَازَ الْوُضُوْءُ مِنْهُ، تو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ اس میں کوئی نجاست گر پڑے، بہتا پانی ہے مولانا، تو پھر بھی وضو جائز۔ کیوں جائز بھئی؟ کیونکہ وہ نجاست کو بہا کر آگے لے گیا۔ ہاں، اگر نجاست کا اثر نظر آ رہا ہے اس میں بھئی، اوصافِ ثلاثہ میں سے کوئی وصف بدل گیا ہے تو اب اس کے ساتھ وضو اور غسل جائز نہیں بھئی۔ معلوم ہوا پھر تو یہ بہتا پانی ہی نہیں، اگر بہتا ہوا پانی ہو تا تو ضرور کیا ہو جاتا؟ چلا جاتا، یا ہے بھی تو اتنا آہستہ بہہ رہا ہے کہ وہ نجاست وہیں پر ہے، نظر آ رہی ہے بھئی، رنگ وغیرہ ہے جی۔

تو عام جاری پانی جو بہا کر لے جاتا ہے اس سے وضو جائز ہے، کب؟ إِذَا لَمْ يُرَ لَهَا أَثَرٌ، جب دکھائی نہ دے اس کا اثر بھئی، اس نجاست کا اثر دکھائی نہ دے، إِذَا لَمْ يُرَ لَهَا أَثَرٌ۔ لِأَنَّهَا، بھئی کیوں جائز ہے؟ وجہ ذکر کر رہے ہیں کہ بہتے پانی میں نجاست گر پڑے تو پھر بھی اس سے وضو جائز ہے جب تک کہ اس کا اثر دکھائی نہ دے، کیوں؟ لِأَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ مَعَ جَرَيَانِ الْمَاءِ، اس لیے کہ ٹھہرتی نہیں ہے وہ نجاست ساتھ پانی کے بہنے کے۔ پانی کے بہنے کے ساتھ وہ نجاست ٹھہرتی نہیں، یعنی وہ پانی اس نجاست کو بہا کر لے جاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔

تو یہ تو تھا مسئلہ بھئی۔ مسئلہ آپ نے پڑھا پانی کے اندر اگر نجاست گر جائے، عام پانی، مائے جاری کی بات نہیں کر رہا، عام پانی کے اندر نجاست گر جائے تو سارا پانی کیا ہو جائے گا؟ نجس۔ یہ اس وقت ہے پانی تھوڑا ہو۔ اور اگر پانی زیادہ ہے تو پھر یاد رکھیے اس صورت میں ایک جانب نجاست گر پڑے تو دوسری جانب سے وضو کرنا جائز۔ مثلاً ایک تالاب ہے، ایک طرف نجاست گر پڑی تو دوسری طرف سے وضو کرنا جائز ہے، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ نجاست کا اثر دوسری طرف اتنی دور تک نہیں پہنچا ہو گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ نہیں پہنچا ہو گا۔

اب بھئی کون سا تالاب ہے، کتنا تالاب ہو اس کو ہم شمار کریں گے یہ بڑا ہے، کم ہو تو چھوٹا ہے بھئی؟ تو متاخرینِ احناف بھئی کہتے ہیں، وہ جو فتویٰ جس قول پر دیتے ہیں کہ وہ تالاب کم از کم دہ در دہ ہو بھئی، دہ در دہ، یعنی دس گز ضربِ دس گز بھئی۔ دہ در دہ کیا معنی؟ دس گز ضربِ دس گز بھئی، یعنی اس کی چوڑائی بھی دس گز ہو اور لمبائی بھی کم از کم کتنی ہو؟ دس گز ہو، یا اس سے زیادہ ہو۔

اور یاد رکھیے یہ گز وہ والا نہیں مراد جو آج کل آپ دیکھتے ہیں دکانوں میں، شرعی گز مراد ہے، شرعی گز۔ شرعی گز اس کا نصف ہے بھئی۔ عام گز دو شرعی گز کے برابر ہے۔ عام گز کتنے فٹ کا ہے بھئی؟ تین فٹ کا بھئی۔ عام گز کتنے فٹ کا ہوتا ہے؟ دکانوں میں کپڑا لینے جاتے ہیں گز ہوتے ہیں مولانا، یہ کتنے فٹ کا ہوتا

ہے؟ تین فٹ کا۔ لیکن شرعی گز یاد رکھیے ڈیڑھ فٹ کا ہے بھئی، ڈیڑھ فٹ کا۔ تو یعنی دہ در دہ، دس ضربِ دس مولانا، یعنی کتنے فٹ بائی کتنے فٹ ہو گا بھئی؟ پندرہ فٹ ضرب پندرہ فٹ بھئی، اتنا تالاب ہو بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ اتنی چوڑائی ہو، پندرہ فٹ چوڑائی ہو اور پندرہ فٹ لمبائی ہو۔ اور گہرائی کتنی ہو؟ کہتے ہیں گہرائی کم از کم اتنی ہو کہ چلو بھریں تو زمین نہ کھل جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اگر اتنا تھوڑا پانی ہے یعنی ایک دو انچ اس کی گہرائی ہے بھئی، آپ جیسے ہی چلو بھرتے ہیں بھئی وہ زمین نیچے سے کیا ہو جاتی ہے؟ نظر آنے لگ جاتی ہے، کھل جاتی ہے، تو یہ درست نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ کچھ نہ کچھ گہرا بھی ہو۔[۲]

تو دس ضربِ دس گز بھئی، اور گز کون سا مراد ہے، عام انگریزی گز یا شرعی گز بھئی؟ شرعی گز۔ اور انگریزی گز کتنے فٹ کا ہوتا ہے؟ تین فٹ کا۔ اور شرعی گز کتنے فٹ کا؟ ڈیڑھ فٹ کا بھئی۔ شرعی گز اس کو ذِرَاعٌ بھی کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ ذِرَاعٌ بھی کہتے ہیں، ذَال کے ساتھ بھئی، آگے آ بھی جائے گا بھئی بیوع وغیرہ میں بھی آئے گا۔ اچھا، یہ مولانا اتنا ہے شرعی گز، یہ کہنی سے لے کر ہاتھ سیدھا رکھیں تو کہنی سے لے کر یہ درمیانی انگلی کے سرے تک مولانا، یہ ایک شرعی گز ہے اور یہ ڈیڑھ فٹ ہے مولانا۔ کتنا ہے؟ ڈیڑھ فٹ ہے، یہ ذِرَاعٌ ہے مولانا۔

اچھا بھئی، مسئلہ بتایئے مولانا۔ دہ در دہ گز کا ایک تالاب ہے، ایک جانب اس میں نجاست گر پڑی، دوسری جانب سے کوئی وضو کرنا چاہتا ہے، آپ کیا کہیں گے وضو جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ وضو کیا ہے؟ جائز ہے، بشرطیکہ اس دوسری جانب نجاست کا اثر نہ پہنچا ہو۔ اگر پہنچا ہے، پانی میں نظر آ رہا ہے بھئی، تو پھر اس صورت میں وہاں سے بھی وضو جائز نہیں ہو گا۔

اچھا، اور کتنا ہونا چاہیے کم از کم بھئی، بڑا تالاب کتنا ہے کم از کم؟ دہ در دہ بھئی جی۔ دیکھو دس گز چوڑائی اور دس گز لمبائی، دس ضربِ دس کتنا ہوا؟ سو۔ دس ضربِ دس کتنا ہوا؟ سو۔ معلوم ہوا جو تالاب دس ضربِ دس گز ہو گا وہ کہلاتا ہے سو مربع گز۔ یہ تالاب کتنا ہوا؟ سو مربع گز۔ زمین بھی اسی طرح ناپتے ہیں مولانا۔ کوئی آپ سے کہے سو مربع فٹ زمین میں آپ کو بیچتا ہوں، تو آپ یہ نہ کہیں پتہ نہیں کتنی بڑی زمین ہو گی، بلکہ یہ کیا معنی ہے؟ دس فٹ چوڑائی ہے اور دس فٹ لمبائی ہے، یہ کتنی ہو گئی زمین؟ سو مربع فٹ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ سو مربع فٹ، آپ ایک ایک گز کے چوکور ڈبے اس میں بناتے جائیں مولانا، پورے سو ڈبے بن جائیں گے اس کے اندر، ہر ایک کی چوڑائی بھی ایک گز اور لمبائی بھی ایک گز، تو یہ سو مربع گز ہوا۔

اچھا مولانا، ایک تالاب ہے، معلوم ہوا تالاب سو مربع گز ہو تو پھر وہ بڑا تالاب ہے، دہ در دہ ہے۔ اچھا، ایک تالاب ہے بھئی چار گز چوڑا ہے، پچیس گز لمبا ہے۔ کتنے گز چوڑا؟ صرف چار گز چوڑا، اور کتنا لمبا؟ پچیس گز۔ جی مولانا کیا حکم لگائیں گے، یہ دہ در دہ ہے کہ نہیں ہے؟ ہے، کیسے؟ پچیس چوکے سو۔ معلوم ہوا یہ بھی دہ در دہ ہے، لہٰذا ایک جانب نجاست گر پڑے تو دوسری جانب سے کیا کر سکتے ہو؟ وضو کر سکتے ہو۔ اچھا، ایک تالاب ہے مولانا بیس گز لمبا ہے اور پانچ گز چوڑا ہے، کیا حکم لگائیں گے آپ؟ جائز ہے، کیونکہ بیس پنجے سو، سو مربع گز کا ہے۔

تو کہتے ہیں: وَالْغَدِيْرُ الْعَظِيْمُ۔ غَدِيْرٌ کہتے ہیں مولانا تالاب کو، جوہڑ وغیرہ کو۔ اور بڑا تالاب جو ہے، الَّذِيْ لَا يَتَحَرَّكُ أَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ

---

[۲] جدول—جانوروں اور انسانوں کے جھوٹے پانی (سؤر) کی چار اقسام کا جدول:

شمار	قسمِ سؤر	شامل جانور و افراد	شرعی حکم
۱	طاہر و مطہر (پاک اور پاک کرنے والا)	آدمی (مسلم، کافر، جنب، حائضہ)، ماکول اللحم جانور (گائے، بکری، اونٹ)، اور گھوڑا	اس سے وضو اور غسل بلا کراہت جائز ہے۔
۲	نجس (ناپاک)	کتا، خنزیر اور درندے (شیر، بھیڑیا، چیتا، بندر وغیرہ)	یہ پانی ناپاک ہے، اس سے وضو جائز نہیں۔
۳	مکروہ (تنزیہی)	بلی، آوارہ مرغی (الدَّجَاجَةُ الْمُخَلَّاةُ)، شکاری پرندے (باز، شاہین) اور گھروں میں رہنے والے جانور (چوہا، سانپ)	پانی کی موجودگی میں اس سے وضو مکروہ ہے، نہ ہونے پر اسی سے وضو کرے (تیمم نہ کرے)۔
۴	مشکوک فی طہوریتہ	گدھا (الْحِمَارُ) اور خچر (الْبَغْلُ)	اگر دوسرا پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو بھی کرے اور احتیاطاً تیمم بھی کرے (دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے)۔

الطَّرَفِ الْآخَرِ، کہ حرکت نہیں کرتی اس کی ایک جانب دوسری جانب کو حرکت دینے سے۔ بھئی یاد رکھیے مولانا بڑا تالاب ہے یہ اس لیے کہ اس کے اندر ایک جانب کا پانی ہلائیں تو دوسری جانب کا پانی نہیں ہلتا، معلوم ہوا یہاں کا اثر وہاں نہیں پہنچتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ آپ ایک جانب سے وضو کر کے دیکھیں مولانا، آپ پانی وضو کے لیے لے رہے ہیں، ہل رہا ہے پانی، لیکن دوسرے کنارے کا پانی ہلے گا؟ نہیں۔

سمجھ میں آیا؟ پانی کی حرکت مراد ہے، لہریں نہیں مراد۔ آپ دیکھتے ہیں یا نہیں کنکر آپ پانی میں پھینکتے ہیں لہریں اوپر بنتی ہیں یا نہیں؟ گول لہریں بن جاتی ہیں جو بڑی دور تک جاتی ہیں، لہریں نہیں مراد، لہریں تو ضرور دوسرے کنارے تک پہنچ جائیں گی وہ تو بڑی دور تک چلی جاتی ہیں، بلکہ پانی کی باقاعدہ کیا ہو؟ حرکت ہو، یہاں پانی ہلاتے ہیں تو دوسری جانب بھی پانی ہلتا ہو، پھر کہیں گے کہ حرکت کا اثر وہاں جا رہا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ یاد رکھنا، قیمتی بات بتلا رہا ہوں آپ کو، لہروں پر نہ جانا بھئی، لہروں کا اعتبار نہیں، لہریں تو بڑی دور تک چلی جاتی ہیں بھئی۔ تو ایک جانب پانی ہلائیں تو دوسری جانب کا پانی باقاعدہ کیا ہو؟ ہلتا ہو، وہاں بھی اتنا اثر زیادہ پہنچ جاتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَالْغَدِيْرُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ، اور وہ بڑا تالاب کہ لَا يَتَحَرَّكُ أَحَدُ طَرَفَيْهِ، کہ اس کی طَرَفَيْنِهِ یہ تثنیہ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اس کی دو جانبوں میں سے کوئی ایک جانب حرکت نہیں کرتی بِتَحْرِيْكِ الطَّرَفِ الْآخَرِ دوسری طرف کو حرکت دینے سے۔ تو یہ جو بڑا تالاب ہے، إِذَا وَقَعَتْ فِيْ أَحَدِ جَانِبَيْهِ نَجَاسَةٌ، جب گر پڑے اس کی دو جانبوں میں سے کسی ایک میں، أَحَدِ جَانِبَيْهِ، جَانِبَيْنِهِ یہ بھی تثنیہ تھا نون اضافت کی وجہ سے کیا ہوا؟ گر گیا، تو دو جانبوں میں سے کسی ایک میں نجاست گر جائے، جَازَ الْوُضُوْءُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، تو جائز ہے وضو دوسری جانب سے۔ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ النَّجَاسَةَ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ نجاست پہنچتی نہیں اس جانب تک۔ لَا تَصِلُ پہنچتی نہیں إِلَيْهِ اس جانب تک بھئی۔ بھئی ایک جانب کو حرکت دیتے ہیں پانی کو تو دوسری جانب حرکت پہنچتی ہے؟ اس کا اثر آتا ہے؟ نہیں۔ تو جب نجاست بھی ایک طرف گری ہے تو لازمی بات ہے وہ بھی دوسری جانب تک نہیں پہنچی ہو گی۔

اور یہ بھی یاد رکھیے بھئی یہ مائے جاری کے حکم میں ہے مولانا۔ کس کے حکم میں ہے؟ مائے جاری کے حکم میں ہے۔ اور اس کے اندر جب ایک جانب نجاست گر جائے تو دوسری جانب سے وضو جائز ہے اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ نجاست کا اثر وہاں تک نہیں پہنچے گا بھئی، کیونکہ ایک طرف حرکت دیتے ہیں پانی کو تو دوسری طرف پانی کی حرکت نہیں پہنچتی تو نجاست کا اثر بھی نہیں پہنچے گا، لہٰذا دوسری جانب سے وضو جائز ہے۔

اور یہ یاد رکھیے مولانا یہ اس نجاست کے بارے میں بتلا رہے ہیں جس کا کوئی ظاہری جسم ہو، دکھائی دے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے آپ کو بتلایا دہ در دہ ہونا چاہیے بھئی، دس ضربِ دس شرعی گز مولانا، اور ایک شرعی گز کتنے فٹ کا ہے؟ ڈیڑھ فٹ کا، اور عام گز جو استعمال ہوتا ہے؟ تین فٹ، یعنی عام گز میں دو شرعی گز ہیں بھئی۔ معلوم ہوا پندرہ فٹ ضربِ پندرہ فٹ کا ایک تالاب ہے، اور کم از کم اتنا گہرا ہو کہ چلو بھریں تو زمین نظر نہ آئے، زمین نہ کھلتی ہو اس کی۔ تو یہ نجاستِ ظاہری کا حکم ہے مولانا، نجاست جس کا جسم ہے، مثلاً اس تالاب کے اندر، دہ در دہ کے اندر مولانا ایک طرف مردہ کتا پڑا ہے، دوسری طرف سے آپ وضو کرنا چاہتے ہیں تو وضو کیا ہو گا؟ جائز ہو گا، جبکہ اس پانی کے دوسری طرف اس کا کوئی اثر معلوم نہ ہو بھئی، سمجھ میں آیا؟ اوصافِ ثلاثہ جو اس کے ہیں رنگ، بو، ذائقہ، اس میں کسی میں تبدیلی نہ آئی ہو۔ اور اگر اس میں ایسی نجاست گر پڑے جو دکھائی نہیں دیتی مولانا، مثلاً پیشاب ہے یا شراب تھوڑی سی گر گئی یا خون تھوڑا سا گر گیا، اب وہ مل گیا نظر ہی نہیں آتا، تو اس صورت میں اب چاروں طرف سے وضو جائز ہے۔ جس جانب گرا ہے اس جانب بھی کیا ہے وضو؟ جائز ہے، کیونکہ میں نے بتلایا یہ کس کے حکم میں ہے؟ یہ مائے جاری کے حکم میں ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ تو ایسی نجاست گرے جو دکھائی نہیں دیتی بھئی تو اس صورت میں چاروں طرف سے اس کے وضو کرنا جائز ہے۔

وَمَوْتُ مَا لَيْسَ لَهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فِي الْمَاءِ لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ۔ اور موت مَا ایسی چیز کی لَيْسَ لَهُ کہ نہیں ہے اس کا نَفْسٌ خون سَائِلَةٌ بہنے والا۔ وَمَوْتُ مَا لَيْسَ لَهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ، اور موت ایسی چیز کی کہ نہیں ہے جس کا بہنے والا خون، فِي الْمَاءِ موت کس چیز کے اندر بھئی؟ پانی میں، لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ یہ پانی کو فاسد نہیں کرتی۔

بھئی آپ نے وضو کی بحث میں پڑھا تھا اگر خون بدن سے نکل آئے تو اس سے وضو کیا ہو گا؟ ٹوٹ جائے گا، لیکن شرط لگائی تھی یہ خون کس قسم کا ہو؟ بہنے والا، یعنی اتنا ہو کہ بہہ سکے، معلوم ہوا بہتا ہوا خون نجس ہے۔ تو ہر وہ جانور جس کے جسم میں بہتا ہوا خون نہ ہو مولانا، قید لگا دی۔ تو جب خون اس کے جسم میں نہیں ہے تو وہ پانی کے اندر مر جائے تو اس کی وجہ سے پانی نجس نہیں ہو گا۔ بھئی نجاست تو تھی خون، اور خون تو اس کے بدن کے اندر ہے ہی نہیں۔ صورت سمجھ

میں آگئی؟ تو اسی لیے کہا: وَمَوْتُ مَا، اور موت ایسے جانور وغیرہ کی، لَيْسَ لَهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ، کہ نہیں ہے اس کا ایسا خون جو بہنے والا ہو۔ نَفْسٌ خون کو کہتے ہیں، سَائِلَةٌ بہنے والا۔ تو پانی میں ایسے جانور کی موت جس کا بہنے والا خون نہیں ہے، لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ یہ پانی کو فاسد نہیں کرتا۔

كَالْبَقِّ، جیسے کہ کھٹمل ہے بھئی۔ بَقٌّ کھٹمل اور پسو کو کہتے ہیں بھئی، کھٹمل اور پسو۔ وَالذُّبَابِ، اور مکھی بھئی۔ عام یہ جو مکھی ہے مولانا اس کو کیا کہتے ہیں عربی میں؟ ذُبَابٌ بھئی، ذُبَابٌ۔ یہاں آپ کو ایک ادبی نکتہ بھی بتلا دیں بھئی۔ ذُبَابٌ کو ذُبَابٌ اس لیے کہتے ہیں: لِأَنَّهُ كُلَّمَا ذُبَّ آبَ۔ ذُبَابٌ کو ذُبَابٌ کیوں کہتے ہیں؟ سُمِّيَ الذُّبَابُ ذُبَابًا لِأَنَّهُ كُلَّمَا ذُبَّ آبَ، کیونکہ جب بھی اس کو ذُبَّ دور کیا جائے، آبَ یہ پھر آجاتی ہے۔ جتنی دفعہ اڑاؤ یہ پھر کیا ہوتی ہے؟ آ جاتی ہے۔ تو ذَبَّ کا معنی ہوتا ہے دور کرنا، آبَ کا معنی واپس آنا، تو اسی سے اس کا نام ہی کیا رکھ دیا؟ ذُبَابٌ بھئی، سمجھ میں آیا؟ جتنی دفعہ اس کو اڑاؤ گے یہ پھر آ جاتی ہے، پھر تنگ کرتی ہے بھئی۔

كَالْبَقِّ، جیسے کہ کھٹمل ہے، وَالذُّبَابِ اور مکھی ہے۔ بھئی ان کا دیکھو بہنے والا خون نہیں۔ وَالزَّنَابِيْرِ۔ زَنَابِيْرُ جمع ہے زُنْبُوْرٌ کی۔ زُنْبُوْرٌ بھڑ کو کہتے ہیں بھئی، یہ آپ نے دیکھا ہو گا بھئی یہ زرد رنگ کے جو کاٹنے والے بھئی یہ بھڑ وغیرہ، مختلف قسمیں ہیں اس کی بھئی۔ وَالْعَقَارِبِ، جمع ہے عَقْرَبٌ کی، بچھو کو کہتے ہیں مولانا۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ یہ کچھ مثالیں ذکر کر دیں بھئی، اب اور بھی کوئی چیز پانی میں مرتی ہے آپ دیکھیں اس میں بہنے والا خون ہے تو پانی نجس، بہنے والا خون نہیں تو پانی بھی نجس نہیں۔

وَمَوْتُ مَا يَعِيْشُ فِي الْمَاءِ، اور موت ایسے جانور کی يَعِيْشُ فِي الْمَاءِ جو پانی میں زندگی گزارتے ہیں۔ عَاشَ يَعِيْشُ کا معنی زندگی گزارنا۔ اور موت ایسے جانور کی يَعِيْشُ فِي الْمَاءِ جو کس کے اندر زندگی گزارتے ہیں؟ پانی میں، لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ، تو ایسے جانور کی پانی میں موت لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ یہ پانی کو فاسد نہیں کرتی۔ كَالسَّمَكِ، جیسے کہ مچھلی ہے بھئی۔ مچھلی پانی میں ہی زندگی گزارتی ہے، اب وہ پانی کے اندر مر گئی تو آپ یہ حکم نہ لگانا پانی نجس ہوا، بلکہ اس کی وجہ سے پانی نجس نہیں ہوا۔ وَالضِّفْدِعِ۔ ضِفْدِعٌ پڑھنا بھی صحیح، ضَفْدَعٌ پڑھنا بھی صحیح بھئی۔ وَالضِّفْدِعِ، اور مینڈک ہے بھئی۔ مینڈک بھی کہاں زندگی گزارتا ہے بھئی؟ پانی کے اندر بھئی، پانی میں ہی پیدائش ہوتی ہے، پانی میں زندگی گزارتا ہے۔ وَالسَّرَطَانِ، اور کیکڑا ہے بھئی، کیکڑا جس کی بھی پیدائش کس کے اندر ہے بھئی؟ پانی میں، اور زندگی بھی کہاں گزارتا ہے؟ پانی میں۔ تو یہ چیزیں پانی میں اگر مر بھی جائیں تو پانی نجس نہیں ہو گا۔

وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ لَا يَجُوْزُ اسْتِعْمَالُهُ فِيْ طَهَارَةِ الْأَحْدَاثِ۔ اچھا بھئی، مائے مستعمل۔ ایک شخص نے وضو کیا، وضو کے بعد یہ جو استعمال شدہ پانی ہے یہ مائے مستعمل ہے۔ یہ کیا ہے؟ مائے مستعمل، یعنی وہ پانی جس کے ذریعے کیا کی گئی ہے؟ پاکی، وضو کیا گیا، پاکی حاصل کی گئی۔ سمجھ میں آیا؟ نجاست نہیں ہے اس پانی کے اندر بھئی، ایک آدمی نے کیا کیا ہے اس سے؟ وضو کیا ہے۔ بھئی نجاست کو اگر اس سے دھویا ہے پھر تو وہ نجس ہے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ عام پانی کی بات کر رہے ہیں جس کے ذریعے کسی نے پاکی حاصل کی لیکن اس کے اندر کسی قسم کی کوئی نجاست نہیں، ہاں یہ مائے مستعمل ہے۔ کیا اب اس سے پھر کوئی وضو کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں مولانا، اس سے پھر کوئی وضو یا غسل نہیں کر سکتا، یہ پانی استعمال ہو چکا ہے، اب اس کے ذریعے پھر پاکی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اس پانی میں کوئی نجاست ہے؟ نجاست ہو پھر تو مسئلہ ہی نہیں وہ تو تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں، چاہے اس آدمی کے بدن پہ کوئی نجاست تھی وہ بھی پانی کے اندر آگئی پھر تو پانی ہے ہی نجس مولانا، اس کی تو بات ہی نہیں۔ عام استعمال شدہ پانی، آپ نے وضو کر لیا، کوئی نجاست نہیں ہے، صرف وہ استعمال شدہ پانی ایک برتن میں اکٹھا ہو گیا، تو کیا اب اس سے پھر پاکی حاصل کی جا سکتی ہے، وضو کیا جا سکتا ہے؟ کہتے ہیں یہ مائے مستعمل ہے، استعمال شدہ ہے، لہٰذا اس کے ذریعے پاکی حاصل نہیں کی جا سکتی۔

تو کہتے ہیں: وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ لَا يَجُوْزُ اسْتِعْمَالُهُ فِيْ طَهَارَةِ الْأَحْدَاثِ، اور مائے مستعمل جو ہے جائز نہیں ہے اس کا استعمال کرنا فِيْ طَهَارَةِ الْأَحْدَاثِ تمام حدثوں سے پاکی حاصل کرنے میں، اس کا استعمال جائز نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں، اس پانی کے ذریعے آپ کے کپڑوں پر تھوڑی سی نجاست لگ گئی تھی، اس کو دھونا جائز ہے۔ اس کو دھونا جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو حدث کا تو پتہ ہے بھئی میں نے بتلایا تھا حدث دو قسم پر ہے: ایک حدثِ اصغر اور ایک حدثِ اکبر۔ بے وضو ہونا کیا کہلاتا ہے؟ حدثِ اصغر، اور جنابت میں ہونا، جنبی ہونا یہ حدثِ اکبر ہے۔ تو ہر قسم کے تمام حدثوں سے پاکی جائز نہیں اس کے ذریعے۔

اچھا بھئی، آپ نے یہ تو صاحبِ قدوری بتلا دیا کہ مائے مستعمل کے ذریعے پاکی حاصل کرنا جائز نہیں، مائے مستعمل کہتے کس کو ہیں؟ صاحبِ قدوری اب

خود آپ کو بتانے لگے ہیں۔ کہتے ہیں: وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ، اور مائے مستعمل جو ہے، كُلُّ مَاءٍ، ہر وہ پانی ہے، أُزِيْلَ بِهِ حَدَثٌ، جس کے ذریعے زائل کیا گیا ہو کسی حدث کو۔ جس کے ذریعے کسی حدث کو کیا کیا گیا ہو؟ زائل کیا گیا ہو۔ بھئی آپ کو حدثِ اصغر لاحق تھا، آپ بے وضو تھے، آپ نے اس پانی سے وضو کیا ہے، جب وضو کر لیا تو حدث زائل ہو گیا یا نہیں ہوا؟ ہوا۔ تو ہر وہ پانی جس کے ذریعے کسی حدث کو دور کیا گیا ہو، زائل کیا گیا ہو، وہ کیا ہے؟ مائے مستعمل۔

تو کہتے ہیں: وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ، اور مائے مستعمل جو ہے، كُلُّ مَاءٍ، ہر ایسا پانی ہے، أُزِيْلَ بِهِ حَدَثٌ، جس کے ذریعے دور کیا گیا ہو کسی حدث کو، أَوِ اسْتُعْمِلَ فِي الْبَدَنِ عَلٰى وَجْهِ الْقُرْبَةِ، یا اس کو استعمال کیا گیا ہو بدن میں عَلٰى وَجْهِ الْقُرْبَةِ قربت کے طریقے پر بھئی، یعنی اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے۔

بھئی یہ تو جائز ہے کہ ایک آدمی فجر کے وقت وضو کرتا ہے اور ساری نمازیں اسی ایک ہی وضو سے پڑھ لیتا ہے۔ کیا کرتا ہے؟ اس کا وضو برقرار رہتا ہے اور وہ پانچوں نمازیں اسی ایک وضو سے پڑھ لے۔ لیکن افضل کیا ہے؟ ہر نماز کے لیے علیحدہ وضو کرے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب آپ نے کیا کیا، عصر کی نماز کے لیے وضو کیا، اس سے آپ نے نماز پڑھ لی، مغرب کے وقت آپ کا ابھی وضو ہے لیکن آپ کیا کرتے ہیں؟ دوبارہ وضو کر لیتے ہیں۔ تو کیا یہ جو وضو پر وضو کیا مولانا، یہ بھی مائے مستعمل ہوا یا مائے مستعمل نہیں؟ کہتے ہیں یہ بھی کیا ہے؟ مائے مستعمل۔ یہ وضو آپ نے کس لیے کیا تھا مولانا؟ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے، فضیلت حاصل کرنے کے لیے کہ اس سے اللہ زیادہ خوش ہوتے ہیں، زیادہ فضیلت ہے اس کی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ قربت ہے، قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے۔ تو ہر ایسا پانی جس کے ذریعے کسی حدث کو زائل کیا جائے یا اس کو استعمال کیا جائے بدن میں عَلٰى وَجْهِ الْقُرْبَةِ کس لیے؟ قربت کے طریقے پر بھئی یعنی قربت حاصل کرنے کے لیے۔ دیکھو اب اس پانی کے ذریعے کوئی حدث نہیں زائل کیا گیا کیونکہ حدث تو آپ کو لاحق ہی نہیں ہوا تھا، لیکن قربت کے لیے استعمال کر لیا گیا تو بھی یہ مائے مستعمل بن گیا۔

چلیے مولانا بس بھئی، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹: کتاب الطہارۃ (۷): چمڑے کی دباغت (ایہابِ مدبوغ)، خنزیر و آدمی کی کھال، مردار کے بال وہڈی اور احکامِ آبار (کنویں)

مختصر القدوری صفحہ: ۶—بتاریخ: ۲۶ نومبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَكُلُّ إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ، جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيْهِ وَالْوُضُوْءُ مِنْهُ إِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْآدَمِيِّ. وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ وَعَظْمُهَا طَاهِرٌ.

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

کل آپ نے پڑھا تھا مسئلہ بھئی کہ مائے جاری جو ہے، بہتا پانی جو ہے، اس کے اندر اگر نجاست گر بھی جائے تو بھی اس سے وضو جائز ہے جبکہ اس کا اثر دکھائی نہ دے بھئی، کیونکہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ وہ نجاست ٹھہرتی نہیں ہے بلکہ پانی اس کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔

اور بڑے تالاب کا حکم بتلایا تھا بھئی، بڑا تالاب وہ ہے کہ جس کے ایک جانب پانی کو حرکت دیں تو دوسری جانب پانی کی وہ حرکت نہیں پہنچتی بھئی۔ میں نے بتلایا لہریں نہیں مراد بھئی، حرکت پانی کی باقاعدہ ہو۔ اور یہ بھی یاد رکھیے بھئی یہ مائے جاری کے حکم میں ہے مولانا۔ کس کے حکم میں ہے؟ مائے جاری کے حکم میں ہے۔ اور اس کے اندر جب ایک جانب نجاست گر جائے تو دوسری جانب سے وضو جائز ہے اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ نجاست کا اثر وہاں تک نہیں پہنچے گا بھئی، کیونکہ ایک طرف حرکت دیتے ہیں پانی کو تو دوسری طرف پانی کی حرکت نہیں پہنچتی تو نجاست کا اثر بھی نہیں پہنچے گا، لہٰذا دوسری جانب سے وضو جائز ہے۔

اور یہ یاد رکھیے مولانا یہ اس نجاست کے بارے میں بتلا رہے ہیں جس کا کوئی ظاہری جسم ہو، دکھائی دے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے آپ کو بتلایا تھا دہ در دہ ہونا چاہیے بھئی، دس ضرب دس شرعی گز مولانا۔ اور ایک شرعی گز کتنے فٹ کا ہے؟ ڈیڑھ فٹ کا، اور عام گز جو استعمال ہوتا ہے؟ تین فٹ، یعنی عام گز میں دو شرعی گز ہیں بھئی۔ معلوم ہوا پندرہ فٹ ضربِ پندرہ فٹ کا ایک تالاب ہے، اور کم از کم اتنا گہرا ہو کہ چلو بھریں تو زمین نظر نہ آئے، زمین نہ کھلتی ہو اس کی۔

تو یہ نجاستِ ظاہری کا حکم ہے مولانا، نجاست جس کا جسم ہے، مثلاً اس تالاب کے اندر، دہ در دہ کے اندر مولانا ایک طرف مردہ کتا پڑا ہے، دوسری طرف سے آپ وضو کرنا چاہتے ہیں تو وضو کیا ہو گا؟ جائز ہو گا، جبکہ اس پانی کے دوسری طرف اس کا کوئی اثر معلوم نہ ہو بھئی، سمجھ میں آیا؟ اوصافِ ثلاثہ جو اس کے ہیں رنگ، بو، ذائقہ، اس میں کسی میں تبدیلی نہ آئی ہو۔ اور اگر اس میں ایسی نجاست گر پڑے جو دکھائی نہیں دیتی مولانا، مثلاً پیشاب ہے یا شراب تھوڑی سی گر گئی یا خون تھوڑا سا گر گیا، اب وہ مل گیا نظر ہی نہیں آتا، تو اس صورت میں اب چاروں طرف سے وضو جائز ہے۔ جس جانب گرا ہے اس جانب بھی کیا ہے وضو؟ جائز ہے، کیونکہ میں نے بتلایا یہ کس کے حکم میں ہے؟ یہ مائے جاری کے حکم میں ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ تو ایسی نجاست گرے جو دکھائی نہیں دیتی بھئی تو اس صورت میں چاروں طرف سے اس کے وضو کرنا جائز ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا بھئی کہ جس جانور میں بہنے والا خون نہ ہو بھئی، وہ پانی میں مر جائے تو اس سے پانی فاسد نہیں ہوتا بھئی، جیسے مکھی ہے، بھڑ ہے، بچھو وغیرہ۔ اور وہ چیزیں جو پانی میں ہی پیدا ہوتی ہیں اور پانی میں ہی زندگی گزارتی ہیں بھئی، جیسے مچھلی ہے، مینڈک ہے، کیکڑا وغیرہ، یہ پانی میں مر جائیں تو ان کے مرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا۔

اسی طرح ایک یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا کہ مائے مستعمل کے ذریعے طہارت حاصل نہیں کر سکتے بھئی، جائز نہیں بھئی، اس سے کوئی شخص پاک نہیں ہو سکتا۔ مائے مستعمل کس کو کہتے تھے؟ ہاں، جس کے ذریعے کسی حدث کو دور کیا گیا ہو مولانا، یا اس کو قربت کے لیے استعمال کیا گیا ہو یعنی وضو پر وضو کیا گیا ہو بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ کوئی شخص وضو پر وضو کرنا چاہتا ہے، یاد رکھیے ایک وضو آپ نے کر لیا ہے، اب آپ نماز کا وقت آیا تو دوبارہ وضو کرنا چاہتے ہیں، تو مولانا یہ درست نہیں، یہ تو آپ پانی ضائع کر رہے ہیں۔ ہاں، ایک عبادت کر چکے ہیں اس سے، ایک نماز اس سے پڑھ چکے ہیں، اب آپ وضو پر وضو کرنا چاہتے ہیں، اب یہ پسندیدہ ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ کوئی ایک وضو کیا، کوئی عبادت بھی نہیں کی، پھر دوبارہ اس پہ وضو کر رہے ہیں مولانا، یہ نہیں پسندیدہ۔

وَكُلُّ إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ۔ إِهَابٌ کہتے ہیں چمڑے کو، کھال کو مولانا۔ اور ہر کھال جو ہے دُبِغَ جس کو دباغت دے دی جائے، فَقَدْ طَهُرَ تو تحقیق وہ پاک ہو جاتی ہے، تحقیق وہ پاک ہو گئی مولانا۔ بھئی کھال جانور کی اتارتے ہیں تو اس کو دباغت دی جاتی ہے بھئی، دباغت۔ یعنی مصالحے وغیرہ لگا کر اس کو خشک کیا جاتا ہے جس سے اس کے اندر پانی بالکل خشک ہو جاتا ہے، ختم ہو جاتا ہے، اور وہ پڑی بھی رہے تو خراب نہیں ہوتی بھئی۔ ورنہ تو شروع میں گیلی ہے، اس کو رکھیں گے خراب ہو جائے گی فوراً۔ تو یاد رکھیے جس کھال کو بھی دباغت دے دی جائے، یعنی بالکل اس کا پانی کیا ہوا؟ خشک، ختم ہو گیا، اب وہ پڑی بھی رہے گی تو خراب نہیں ہو گی، تو دباغت دینے کے بعد وہ کھال پاک ہو جاتی ہے بھئی۔

آگے آئے گا سوائے خنزیر کی کھال کے اور سوائے انسان کی کھال کے۔ سمجھ میں آیا؟ تو باقی جانور کسی کی کھال ہے اس کو دباغت دے کر اس سے نفع اٹھانا جائز ہے، اس کو پہن بھی سکتے ہیں اور اس کو جائے نماز وغیرہ یا مشکیزہ وغیرہ بنانا چاہیں تو وہ بھی بنا سکتے ہیں۔ لیکن خنزیر کی کھال اور انسان کی کھال کو استعمال کرنا جائز نہیں بھئی۔ خنزیر کی کھال اس لیے کہ وہ پاک ہی نہیں ہوتی، وہ نجس العین ہے مولانا، دباغت جتنی دفعہ مرضی دیں آپ مولانا وہ پاک نہیں ہوتی۔ اور آدمی کی کھال بھئی اس سے منع کیا گیا ہے آدمی کے احترام کی وجہ سے، اس کی شرافت کی وجہ سے، اللہ نے اسے بڑا اعزاز نصیب فرمایا ہے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ محترم ہے، تو اس کی کھال سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے بھئی۔

تو إِهَابٌ کہتے ہیں مولانا کھال کو، دُبِغَ دباغت دی جائے۔ وَكُلُّ إِهَابٍ، اور ہر وہ کھال، دُبِغَ جسے دباغت دی جائے، فَقَدْ طَهُرَ تو تحقیق وہ پاک ہو گئی۔ جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيْهِ، اس میں نماز جائز ہے، یعنی اسے پہن کر نماز جائز ہے، یا اسے آپ جانماز بنا لیتے ہیں تو بھی نماز کیا ہے؟ جائز ہے مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيْهِ، اس میں نماز جائز ہے، یعنی پہن کر بھی نماز جائز اور اسی طرح میں نے بتلایا اسے مصلیٰ بنا لیا، جانماز بنا لیا، پھر بھی اس پر نماز جائز ہے۔ وَالْوُضُوْءُ مِنْهُ، اور اس سے وضو کرنا بھی جائز ہے، یعنی کیا مشکیزہ بنا لیا، پانی رکھ لیا اس کے اندر بھئی۔ تو ہر جانور کی کھال دباغت دینے سے پاک ہو جائے گی بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ گائے ہے، بکری وغیرہ، کسی جانور کو ذبح کیا جائے تو اس کی کھال ویسے ہی پاک ہو جاتی ہے بھئی بغیر دباغت کے ہی۔ لیکن دباغت کے بعد تو مردار کی کھال بھی پاک ہو جاتی ہے بھئی۔ ایک گائے مر گئی مولانا، مردار ہوئی، اب اس کی کھال کو دباغت آپ نے دے دی، وہ پاک ہو گئی بھئی، سمجھ میں آیا؟ ریچھ کی کھال بھئی، آپ کو مرا ہوا جنگل میں ملا، آپ نے اس کی کھال کو دباغت دی، کیا ہوا؟ وہ کھال پاک ہو گئی۔ کتے کی کھال ہے مولانا، اس کو دباغت دی، کیا ہو گئی؟ پاک ہو گئی بھئی، سمجھ میں آیا؟

إِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْآدَمِيِّ، مگر خنزیر اور آدمی کی کھال بھئی۔ خنزیر کی کھال کس وجہ سے؟ نجس العین ہونے کی وجہ سے، اور آدمی کی کھال؟ احترام کی وجہ سے، محترم ہونے کی وجہ سے بھئی، شرافت کی وجہ سے۔

وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ وَعَظْمُهَا طَاهِرٌ، اور مردار کے بال اور ہڈیاں جو ہیں وہ پاک ہیں بھئی۔ بال اور ہڈیاں کیا ہیں؟ پاک ہیں، بشرطیکہ ان پر کوئی نجاست وغیرہ نہ لگی ہوئی ہو اور اس مردار کی کوئی چکنائی وغیرہ نہ لگی ہوئی ہو بھئی، خشک ہوں۔ تو کہتے ہیں: وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ، اور مردار کے بال بھئی، وَعَظْمُهَا اور ہڈیاں جو ہیں اس کی، طَاهِرٌ وہ پاک ہیں بھئی۔

وَإِذَا وَقَعَتْ فِي الْبِئْرِ نَجَاسَةٌ نُزِحَتْ۔ اور جب گر پڑے، واقع ہو فِي الْبِئْرِ کنویں کے اندر، بِئْرٌ کنویں کو کہتے ہیں، نَجَاسَةٌ، جب گر پڑے کنویں کے اندر نجاست، نُزِحَتْ تو اس کے پانی کو نکالا جائے گا بھئی۔ اس کے پانی کو کیا کیا جائے گا؟ نکالا جائے گا۔ وَكَانَ نَزْحُ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ طَهَارَةً لَهَا، اور نکالنا جو اس میں ہے پانی، طَهَارَةً لَهَا یہ اس کنویں کے لیے پاکی ہے مولانا۔ بھئی کنویں کے اندر نجاست گر پڑی تو اس کا پانی نکالیں گے بھئی، اور یہ جو پانی آپ نے اس سے نکالا یہ کنویں کے لیے پاکی ہے، اس سے کنواں کیا ہو جائے گا؟ پاک ہو جائے گا۔ یعنی اب آپ کو کنویں کی دیوار دھونے کی، اس کے پتھر وغیرہ دھونے کی ضرورت نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ نجاست گر پڑی تو بس پانی نکال لو تو وہ پاک ہو جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اسی طرح وہ جو ڈول اور رسی جس کے ذریعے پانی نکال رہے ہیں اس کو بھی بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں، جب پانی نکال لیا تو جیسے کنواں پاک ہو گیا اسی طرح یہ بھی خود بخود کیا ہو گئے؟ پاک ہو گئے بھئی، خود بخود پاک ہو گئے۔

فَإِنْ مَاتَتْ فِيْهَا فَأْرَةٌ۔ پس اگر مر جائے اس کنویں کے اندر فَأْرَةٌ چوہا بھئی۔ چوہا گرا مولانا کنویں کے اندر بھئی اور مر گیا بھئی۔ آگے آپ کو بتلائیں گے بھئی بیس سے تیس ڈول پانی کے نکال لو، کنواں کیا ہو جائے گا؟ پاک ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں: فَإِنْ مَاتَتْ فِيْهَا فَأْرَةٌ، اگر مر جائے کنویں کے اندر فَأْرَةٌ چوہا، أَوْ عُصْفُوْرَةٌ، یا چڑیا۔ عُصْفُوْرَةٌ چڑیا کو کہتے ہیں بھئی۔ أَوْ صَعْوَةٌ، یہ بھی مولانا ایک چھوٹا سا پرندہ ہے بھئی، چھوٹا سا پرندہ ہے چڑیا سے بھی بلکہ چھوٹا۔ أَوْ سُوْدَانِيَّةٌ، یہ بھی مولانا ایک چھوٹی سی چڑیا کا نام ہے مولانا جو انگور اور کھجور وغیرہ کھاتی ہے۔ أَوْ سَامٌّ أَبْرَصَ، سَامٌّ میم مشدد ہے مولانا، أَوْ سَامٌّ أَبْرَصَ، یہ چھپکلی کی ایک قسم ہے، بڑی چھپکلی ذرا بھئی۔ یا بڑی چھپکلی اس کے اندر مر جائے کنویں کے اندر، نُزِحَ مِنْهَا، تو نکالا جائے گا اس کنویں سے، مَا بَيْنَ عِشْرِيْنَ دَلْوًا إِلٰى ثَلَاثِيْنَ۔ دَلْوٌ ڈول کو کہتے ہیں بھئی۔ مَا بَيْنَ عِشْرِيْنَ دَلْوًا إِلٰى ثَلَاثِيْنَ، بیس ڈول سے لے کر تیس تک بھئی۔ بیس سے لے کر کتنے ڈول؟ بیس سے تیس ڈول تک نکالے جائیں گے۔

بھئی بیس سے تیس تک کیا معنی، بیس نکالیں یا تیس؟ کہتے ہیں بھئی بیس سے لے کر تیس ڈول تک نکالیں گے بِحَسَبِ كِبَرِ الدَّلْوِ وَصِغَرِهَا، ڈول کے بڑے اور چھوٹے ہونے کے اعتبار سے۔ ڈول ذرا بڑے ہیں تو کتنے ڈول نکال لو؟ بیس۔ اور چھوٹے ہیں تو تیس نکال لو بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چوہا گر پڑا بھئی کنویں کے اندر بھئی، کتنے ڈول نکالیں گے بھئی؟ بیس سے تیس، ڈول کے چھوٹا بڑا ہونے کے حساب سے۔ اور یاد رکھو پہلے اس جانور کو نکالنا پھر ڈول نکالنا بھئی۔ جانور بیچ میں ہی پڑا ہے آپ ڈول پہ ڈول نکال رہے ہیں بھئی، کوئی فائدہ نہیں اس کا بھئی جب تک وہ جانور بیچ میں ہے۔ جب وہ نکال لیں گے اب کتنے نکال لو؟ بیس سے تیس ڈول نکال لو مولانا، کنواں بھی پاک، اس کی دیواریں بھی پاک، رسی بھی پاک، ڈول بھی پاک ہو گیا بھئی۔

نیز یاد رکھو مولانا چوہا بلی سے ڈر کے نہ بھاگا ہو۔ سمجھ میں آیا؟ فقہائے کرام کی نظر بڑی گہری ہوتی ہے بھئی۔ چوہا بلی سے اگر ڈر کے بھاگا ہے اور پھر پانی میں گرا ہے، اب سارا پانی نکالنا پڑے گا۔ کیوں؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ اب یہ بلی سے ڈر کے بھاگا ہے، پانی میں گرے گا تو ڈر کی وجہ سے ضرور پیشاب کرے گا۔ تو پیشاب کرے گا اب سارا پانی نجس ہو گیا مولانا، کیا کرنا پڑے گا اسے؟ نکالنا پڑے گا۔

طالب علم کا سوال: لیکن کنویں میں تو نیچے سے پھر پانی نکلتا ہے؟

استاذ کا جواب: جی آ رہے ہیں، آگے سارے مسائل آ رہے ہیں۔ اور اسی طرح بھئی چاہے اندر گر کے مرے یا باہر مرا ہے پھر اندر گرا، دونوں کا ایک ہی حکم ہے بھئی۔ چوہا گرا ہے تو کتنے؟ بیس سے تیس ڈول، چڑیا وغیرہ چاہے اندر گر کے مریں یا مر کر اندر گریں بھئی۔

نیز مولانا یہ بھی یاد رکھو، میں نے کیا بتلایا؟ اگر بلی سے ڈر کے بھاگا ہے تو پھر بھی کیا کرنا پڑے گا؟ سارا پانی نکالنا پڑے گا۔ دیکھا کتنی گہرائی تک گئے، توجہ ہی نہیں ہوتی ہماری اس بات کی طرف بھئی۔ وہ بلی سے ڈرا ہوا ہے پھر پانی میں بھی گر پڑا بھئی، وہ تو ضرور بھئی پیشاب کر دے گا۔ اسی طرح اگر زخمی چوہا تھا، بلی نے اسے کچھ زخمی کر دیا تھا، پھر وہ بھاگا اور کنویں میں گر پڑا، اب بھی یاد رکھو مولانا سارا پانی نکالنا پڑے گا، کیوں؟ کیونکہ اب وہ زخمی ہے، خون ہے اس کے بدن پر، اب سارا پانی کیا ہو جائے گا؟ نجس ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر چوہے کی صرف دم کٹ کر گر پڑے یا کوئی بڑی چھپکلی ہے اس کی صرف دم کٹ کر گر پڑی، تو بھی سارا پانی نکالنا پڑے گا کیونکہ وہی بات پھر مولانا، وہ خون کیا ہوا اس کا؟ اندر گر گیا، وہ نجس ہے۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ مَاتَتْ فِيْهَا فَأْرَةٌ أَوْ عُصْفُوْرَةٌ أَوْ صَعْوَةٌ أَوْ سُوْدَانِيَّةٌ أَوْ سَامٌّ أَبْرَصَ نُزِحَ مِنْهَا مَا بَيْنَ عِشْرِيْنَ دَلْوًا إِلٰى ثَلَاثِيْنَ، اگر مر جائے اس کنویں کے اندر چوہا یا چڑیا یا صعوہ، یہ چھوٹی چڑیا ہے ایک بھئی، اور سودانیہ یہ بھی چڑیا ہے ایک قسم کی، أَوْ سَامٌّ أَبْرَصَ یا بڑی چھپکلی، نُزِحَ مِنْهَا نکالا جائے گا اس کنویں سے مَا بَيْنَ عِشْرِيْنَ دَلْوًا إِلٰى ثَلَاثِيْنَ بیس سے لے کر تیس ڈول تک، بِحَسَبِ كِبَرِ الدَّلْوِ وَصِغَرِهَا ڈول کے

چھوٹا اور بڑے ہونے کے اعتبار سے۔[1]

وَإِنْ مَاتَتْ فِيْهَا حَمَامَةٌ أَوْ دَجَاجَةٌ أَوْ سِنَّوْرٌ نُزِحَ مِنْهَا مَا بَيْنَ أَرْبَعِيْنَ دَلْوًا إِلٰى خَمْسِيْنَ۔ اور اگر مر جائے کنویں کے اندر کبوتر بھئی، حَمَامَةٌ کبوتر کو کہتے ہیں، أَوْ دَجَاجَةٌ۔ دُجَاجَةٌ، دَجَاجَةٌ، دِجَاجَةٌ، تینوں طرح پڑھنا صحیح ہے بھئی۔ یہ مُثَلَّثُ الْفَاءِ ہے، یہ لفظ بھئی مُثَلَّثُ الْفَاءِ ہے یعنی فاء کلمے پر تینوں حرکتیں آسکتی ہیں۔ تینوں حرکتیں بھئی عرب پڑھتے ہیں، کبھی ضمہ پڑھ لیتے ہیں، بعض دفعہ فتحہ، کسرہ بھئی بعض لغتوں میں آتا ہے۔ تو اس میں اگر مر جائے کبوتر أَوْ دَجَاجَةٌ یا مرغی، دَجَاجَةٌ مرغی کو کہتے ہیں، أَوْ سِنَّوْرٌ یا بلی بھئی۔ کبوتر، مرغی یا بلی، نُزِحَ مِنْهَا تو نکالا جائے گا اس کنویں سے مَا بَيْنَ أَرْبَعِيْنَ دَلْوًا إِلٰى خَمْسِيْنَ چالیس سے لے کر پچاس ڈول تک کے بیچ بھئی۔

وَإِنْ مَاتَ فِيْهَا كَلْبٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ آدَمِيٌّ نُزِحَ جَمِيْعُ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ۔ اور اگر مر جائے اس کنویں کے اندر کتا، أَوْ شَاةٌ یا بھیڑ بکری۔ یاد رکھو مولانا شَاةٌ صرف بکری کو نہیں کہتے، بھیڑ بکری دونوں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، دونوں پر۔ تو اگر مر جائے کنویں کے اندر کتا یا بھیڑ بکری، أَوْ آدَمِيٌّ یا کوئی آدمی، نُزِحَ جَمِيْعُ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ، تو نکالا جائے گا وہ سارا جو کہ اس کے اندر ہے پانی بھئی۔ سارا پانی کیا کیا جائے گا؟ نکالا جائے گا، سارا پانی۔

مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی سب کو؟ اچھا، تو بھئی چوہے وغیرہ میں کتنے تھے؟ بیس سے تیس ڈول تک۔ اور بلی وغیرہ میں؟ چالیس سے پچاس۔ اور کتے اور بکری وغیرہ میں؟ سارا پانی نکالا جائے گا بھئی۔ اب ان کے علاوہ جو جانور ہیں، کہتے ہیں بھئی وہ خود آپ دیکھ لیجیے۔ اگر جانور چوہے سے بڑا ہے لیکن مرغی وغیرہ سے، کبوتر سے چھوٹا ہے تو وہی چوہے والا حکم لگا دو۔ کون سا حکم لگا دو؟ چوہے والا۔ اور اگر جانور بلی وغیرہ سے بڑا ہے لیکن بکری وغیرہ سے چھوٹا ہے تو پھر بھی وہی بلی والا حکم لگا دو۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِنِ انْتَفَخَ الْحَيَوَانُ فِيْهَا أَوْ تَفَسَّخَ نُزِحَ جَمِيْعُ مَا فِيْهَا صَغُرَ الْحَيَوَانُ أَوْ كَبُرَ۔ یہ تو وہ صورت تھی بھئی چوہا گرا، مرا اور فوراً نکال لیا، یا تھوڑی دیر بعد نکال لیا۔ لیکن اگر چوہا وغیرہ گرا ہے، کوئی جانور کوئی بھی گرا ہے اور وہ پھول گیا، پھٹ گیا، اب سارا پانی نکالنا پڑے گا بھئی چاہے وہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا۔ سمجھ میں آیا؟ پانی میں گرے گا تو کچھ گھنٹے کے بعد اس کا جسم پھولنا شروع ہو جائے گا بھئی۔ تو اگر وہ پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے، جسم اس کا ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے، تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ سارا پانی نکالنا پڑے گا۔ یہی بتلا رہے ہیں: وَإِنِ انْتَفَخَ الْحَيَوَانُ فِيْهَا، اور اگر پھول جائے حیوان اس کنویں میں، اِنْتِفَاخٌ کا معنی، اِنْتَفَخَ کا معنی پھولنا، أَوْ تَفَسَّخَ، تَفَسَّخَ کا معنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا، گل جانا، یعنی پھٹ جائے۔ اور اگر پھول جائے حیوان اس کنویں میں أَوْ تَفَسَّخَ یا پھٹ جائے یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا گل جائے بھئی، جو ترجمہ آپ کو پسند ہے وہ کر لیں بھئی، یا گل جائے اس کے اندر، تو نُزِحَ جَمِيْعُ مَا فِيْهَا تو نکالا جائے گا وہ سارا پانی جو اس کے اندر ہے، صَغُرَ الْحَيَوَانُ أَوْ كَبُرَ چھوٹا ہو حیوان یا بڑا بھئی، حیوان چھوٹا ہو یا بڑا ہو بھئی۔[2]

اچھا، آگے اب آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کونسے ڈول کا حساب ہم لگائیں گے بھئی۔ بعض ڈول چھوٹے ہوتے ہیں، بعض درمیانے ہوتے ہیں، بعض ڈول بڑے ہوتے ہیں، کس قسم کے ڈول مراد ہیں؟ آگے صاحبِ قدوری بھئی، اللہ کی ان پر کروڑہا رحمتیں نازل ہوں، وہ مسئلہ آپ کو بتلا رہے ہیں کہ بھئی درمیانے درجے کے ڈول کا اعتبار کرو۔ کس کا؟ درمیانے درجے کے۔ بہت چھوٹا ڈول بھی نہیں ہونا چاہیے، بہت بڑا نہیں بھئی، درمیانے ڈول کا اعتبار کرو جو اس علاقے میں، شہروں وغیرہ میں وہاں پر استعمال ہوتا ہے بھئی عام طور پر۔

وَعَدَدُ الدِّلَاءِ يُعْتَبَرُ بِالدَّلْوِ الْوَسَطِ الْمُسْتَعْمَلِ لِلْآبَارِ فِي الْبُلْدَانِ۔ دِلَاءٌ جمع ہے دَلْوٌ کی۔ اور ڈولوں کی تعداد جو ہے یُعْتَبَرُ اس کو شمار کیا جائے گا بِالدَّلْوِ الْوَسَطِ درمیانے ڈول کے ساتھ، الْمُسْتَعْمَلِ وہ جو استعمال ہوتا ہے لِلْآبَارِ، آبَارٌ جمع ہے بِئْرٌ کی بھئی، جو استعمال ہوتا ہے کنوؤں کے لیے فِي الْبُلْدَانِ۔ بُلْدَانٌ جمع ہے بَلَدٌ کی مولانا، شہر کو کہتے ہیں۔ جو شہروں کے کنوؤں میں استعمال ہوتا ہے عام طور پر درمیانے درجے کا ڈول بھئی، اس کے

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ مَاتَتْ فِيْهَا فَأْرَةٌ أَوْ عُصْفُوْرَةٌ أَوْ صَعْوَةٌ أَوْ سُوْدَانِيَّةٌ أَوْ سَامٌ أَبْرَصَ نُزِحَ مِنْهَا مَا بَيْنَ عِشْرِيْنَ دَلْوًا إِلٰى ثَلَاثِيْنَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن ماتت فيها فأرة أو عصفورة أو صعوة أو سوادنية أو سام أبرص نزح منها ما بين عشرين دلوا إلى ثلاثين» منقول ہے۔

[2] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ انْتَفَخَ الْحَيَوَانُ فِيْهَا أَوْ تَفَسَّخَ نُزِحَ جَمِيْعُ مَا فِيْهَا صَغُرَ الْحَيَوَانُ أَوْ كَبُرَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن انتفخ الحيوان فيها أو تفسخ نزح جميع ما فيها من الماء صغر الحيوان أو كبر» منقول ہے۔

ساتھ شمار کیا جائے گا تعداد کو بھی۔ تو کہتے ہیں: وَعَدَدُ الدِّلَاءِ يُعْتَبَرُ بِالدَّلْوِ الْوَسَطِ الْمُسْتَعْمَلِ لِلْآبَارِ فِي الْبُلْدَانِ، اور ڈولوں کی تعداد کو شمار کیا جائے گا اس درمیانے ڈول کے ساتھ جو استعمال ہوتا ہے کنوؤں کے لیے فِي الْبُلْدَانِ شہروں کے اندر بھی۔

چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۰: کتاب الطہارۃ(۸): کنویں سے پانی نکالنے کی مقدار، ڈول کا معیار، نجاستِ عدمِ وقتِ وقوع اور استنجاء کے آداب

مختصر القدوری صفحہ: ۷—بتاریخ: ۲۷ نومبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

فَإِنْ نُزِحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيْمٍ قَدْرُ مَا يَسَعُ مِنَ الدِّلَاءِ الْوَسَطِ أُحْتُسِبَ بِهِ. وَإِنْ كَانَ الْبِئْرُ مَعِيْنًا لَا يُنْزَحُ وَوَجَبَ نَزْحُ مَا فِيْهَا أَخْرَجُوْا مِقْدَارَ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ.[۲۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا بھئی ہر وہ کھال جسے دباغت دے دی جائے، یعنی اسے مصالحے وغیرہ لگا کر یا دھوپ لگا کر بالکل خشک کر لیا جائے کہ اس کا پانی ختم ہو جائے مولانا اور رکھنے سے وہ خراب نہ ہوتی ہو، تو وہ پاک ہو جائے گی مولانا، اس کے اندر نماز جائز ہے یعنی اسے پہن کر نماز جائز ہے، اسی طرح جائے نماز وغیرہ بھی اس سے بنا سکتے ہیں، اور اس سے مشکیزہ وغیرہ بنا لیا، اس میں پانی بھرا ہوا ہے، اس سے وضو وغیرہ کرنا بھی جائز ہے، مگر خنزیر اور آدمی کی کھال مولانا۔ یعنی آدمی کی کھال استعمال کرنا جائز نہیں، کیوں؟ اس کے احترام کی وجہ سے، شرافت کی وجہ سے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے بھئی۔ اور خنزیر کی کھال بھی جائز نہیں بھئی، پاک نہیں، کیونکہ وہ دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی بھئی۔

---

[۲۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ نُزِحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيْمٍ قَدْرُ مَا يَسَعُ مِنَ الدِّلَاءِ الْوَسَطِ أُحْتُسِبَ بِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن نزح منها بدلو عظيم قدر ما يسع عشرين دلوا من الدلو الوسط احتسب به» منقول ہے۔

جدول—کنویں (بئر) میں گرنے والی نجاست اور نکالے جانے والے ڈولوں کا فقہی جدول:

کنویں میں گرنے والی چیز	شرط و کیفیت	نکالے جانے والے ڈولوں کی مقدار
آدمی کی نجاست، خون، شراب، خنزیر، یا کسی جانور کا مر کر پھول جانا / پھٹ جانا	مطلقاً (یا بڑا جانور جیسے کتا، بکری، آدمی ڈوب کر مر جائے)	**سارا پانی نکالا جائے گا** (نُزِحَ جَمِيعُ مَائِهَا؛ اور اگر چشمہ ابلتا ہو تو ۲۰۰ تا ۳۰۰ ڈول)۔
بلی، مرغی یا اس کے برابر کا جانور	ڈوب کر مر جائے لیکن پھولا یا پھٹا نہ ہو	**۴۰ سے ۶۰ ڈول** (۴۰ واجب، ۵۰ تا ۶۰ مستحب)۔
چوہا، چڑیا، سام ابرص (چھپکلی) یا اس کے برابر کا جانور	ڈوب کر مر جائے لیکن پھولا یا پھٹا نہ ہو	**۲۰ سے ۳۰ ڈول** (۲۰ واجب، ۳۰ مستحب)۔
جب گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور جانور پھولا نہ ہو	امام اعظم کے نزدیک: ایک دن اور ایک رات؛ صاحبین کے نزدیک: جب سے گرا اس وقت سے نہیں	تین دن اور تین رات سے اگر پھول یا پھٹ گیا ہو (صاحبین کے نزدیک جب تک یقین نہ ہو اعادہ نہیں)۔

اور پھر بتلایا تھا بھئی کہ کنویں کے اندر جب کوئی جانور وغیرہ گر پڑے اور مر جائے، یا مرنے کے بعد اس میں گر پڑے، تو پھر کیا حکم ہے؟ اس میں سے پانی نکالا جائے گا۔ کتنا نکالا جائے گا؟ جانور کے حساب سے بھئی۔ اب بتلایا تھا اگر چوہا ہو، چڑیا ہو، یا بڑی چھپکلی جس کا بہنے والا خون ہوتا ہے بھئی، ان میں سے کوئی گر پڑے تو پھر کتنے ڈول نکالنے پڑیں گے؟ بیس سے تیس ڈول تک نکالنے پڑیں گے۔ ڈول بڑے ہیں تو بیس نکال لو، چھوٹے ہیں تو تیس۔ اور اگر اس کے اندر کبوتر، مرغی یا بلی وغیرہ گر پڑے، گر کر مرے یا مر کر گرے، دونوں صورتوں کے اندر کتنے ڈول نکالنے پڑیں گے؟ چالیس سے پچاس تک نکالے جائیں گے۔ اور اگر اس میں کتا، بکری یا آدمی، ان میں سے کوئی گر پڑے تو سارا پانی نکالنا پڑے گا بھئی، سارا پانی۔

یہ تو وہ صورت تھی گر کر مرا اور فوراً نکال لیا بھئی، یا مرا ہوا اس میں گرا اور فوراً نکال لیا بھئی، یا تھوڑی دیر بعد نکال لیا۔ لیکن اگر وہ جانور اس میں پڑا رہا اور پھول گیا یا پھٹ گیا، تو اس صورت میں چاہے جانور چھوٹا ہو یا بڑا بھئی، کیا کرنا پڑے گا؟ سارا پانی نکالنا پڑے گا۔

اور کونسے ڈولوں کی تعداد معتبر ہے بھئی؟ بعض ڈول بہت بڑے ہوتے ہیں، بعض بڑے چھوٹے ہوتے ہیں، کونسے ڈول معتبر ہیں؟ کہتے ہیں درمیانے درجے کے ڈول جو شہروں میں کنویں سے پانی نکالنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں بھئی۔ اور میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ جب یہ پانی نکالیں گے بھئی فوراً کنواں کیا ہو گا؟ پاک۔ اس کی دیواروں کو دھونے کی ضرورت نہیں، پتھروں کو دھونے کی ضرورت نہیں بھئی، اور رسی اور ڈول بھی خود بخود کیا ہو جائیں گے؟ پاک، ان کو بھی علیحدہ سے دھونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ یہ احادیث وغیرہ میں اس کا ذکر آتا ہے مولانا یاد رکھیے۔ ورنہ عقل تو یہ کہتی ہے اس کو کبھی بھی پاک نہیں ہونا چاہیے۔ جب ایک دفعہ نجاست گر گئی ہے، اب آپ پانی نکالتے جائیں مولانا، وہ پانی جو نجس ہو گیا تھا دیواروں کو لگ چکا ہے یا نہیں بھئی؟ دیواروں کو بھی لگ چکا ہے، نجاست پانی میں پھیل بھی گئی، تو اب پانی نکالتے جائیں جتنا اور پانی بھی آتا جائے وہ اسی کے ساتھ ملتا جائے گا وہ بھی نجس، پھر وہ اگلا نکال لیں وہ بھی نجس بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو عقل تو یہ کہتی ہے اب اس کو پاک کرنا ممکن ہی نہیں ہونا چاہیے، لیکن شریعت میں بڑی آسانی ہے مولانا، شریعت میں بڑی آسانی ہے، تو یہ احادیث وغیرہ سے پتہ چلتا ہے۔

کہتے ہیں: فَإِنْ نُزِحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيْمٍ قَدْرُ مَا يَسَعُ مِنَ الدِّلَاءِ الْوَسَطِ أُحْتُسِبَ بِهِ۔ اگر نکال لیا گیا اس سے کسی بڑے ڈول کے ذریعے بھئی، قَدْرُ مَا يَسَعُ وہ مقدار جو اس میں سماتی ہے۔ يَسَعُ کا معنی جو اس میں سماتی ہے۔ بھئی دیکھو آپ کے پاس درمیانے درجے کا ڈول ہے ہی نہیں، بڑا سا ڈول ہے، بالٹی ہے مولانا بالٹی، بالٹی جتنا بڑا ڈول ہے، اب کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی حساب اسی درمیانے ڈول کا لگایا جائے گا۔ مثلاً چوہا گرا تھا، بیس ڈول نکالنے تھے، اور بالٹی یا وہ ڈول اتنا بڑا ہے کہ اس کے ایک ہی کے اندر بیس ڈول آ جاتے ہیں درمیانے درجے کے، تو کہتے ہیں ایک ہی نکال لو کافی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یعنی حساب کس کا لگانا ہے؟ درمیانے ڈول کا لگانا ہے بھئی، درمیانے ڈول کا۔ تو اگر ایک ہی مرتبہ میں بیس پورے ہو جاتے ہیں، اس میں آ جاتے ہیں، ایک ہی دفعہ میں سارا پانی نکل آیا تو کافی ہے، ایک ہی نکال لو وہ ڈول بھئی۔ اور اگر مثلاً ڈول ذرا اتنا بڑا نہیں ہے، اس میں درمیانے درجے کے پانچ ڈول آتے ہیں، اب کتنے ڈول یہ والے نکال لو؟ چار نکال لو بھئی، بیس پورے ہو جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

یہی بات بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں: فَإِنْ نُزِحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيْمٍ، اگر نکالا گیا اس کنویں سے کسی بڑے ڈول کے ذریعے، کیا نکالا گیا؟ قَدْرُ مَا يَسَعُ وہ مقدار جو اس میں سماتی ہے، مِنَ الدِّلَاءِ الْوَسَطِ کس میں سے؟ درمیانے ڈولوں میں سے، أُحْتُسِبَ بِهِ اس کے ساتھ حساب لگایا جائے گا۔ یا یوں کہیں يَسَعُ کا معنی گنجائش کے کر لیں، جتنے درمیانے درجے کے ڈولوں کی اس میں گنجائش ہے اتنے کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ أُحْتُسِبَ بِهِ حساب لگایا جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ الْبِئْرُ مَعِيْنًا لَا يُنْزَحُ وَوَجَبَ نَزْحُ مَا فِيْهَا۔ اچھا، اب یہ وہ مسئلہ ہے بھئی کل جو انہوں نے پوچھا تھا کہ اگر کنواں ایسا ہے، چشمے والا کنواں ہے۔ اب مثلاً آدمی گر ایا بکری گر گئی یا کتا گرا بھئی، یا ان جتنا کوئی اور جانور گر گیا۔ یہ جو ذکر ہوئے بھئی یہی جانور نہیں ہیں، ان جیسے جو جانور ہوں گے وہ بھی انہی کے حکم میں ہوں گے۔ تو اب سارا پانی نکالنا ضروری ہے بھئی کوئی ایسا بڑا جانور گر گیا اس میں، لیکن وہ کنواں ہے چشمے والا، وہ خالی ہو ہی نہیں سکتا، پانی نکالو اور آ جاتا ہے نیچے سے، نکالو اور آ جاتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں کہ بھئی اب تو خالی کرنا ممکن ہی نہیں ہے، آپ لگے رہیں ڈول نکالتے رہیں پانی نیچے سے آتا رہے گا، خالی تو ہو نہیں سکتا، کہتے ہیں بس پھر اتنی مقدار نکال دو جو کنویں کے اندر پانی تھا بھئی۔ جتنی مقدار کنویں کے اندر پانی کی تھی وہ مقدار نکال دو، پھر چاہے اور آتا جائے ساتھ، لیکن جب اتنی مقدار آپ نکال لیں گے تو پھر کنواں کیا ہو جائے گا؟ پاک ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

دیکھیے بھئی: وَإِنْ كَانَ الْبِئْرُ مَعِيْنًا، اور اگر کنواں جو تھا جاری تھا، یا یوں کہیں اور اگر کنواں کیا تھا؟ چشمے والا تھا، لَا يُنْزَحُ ممکن نہیں ہے اس کو خالی

کرنا، وَوَجَبَ نَزْحُ مَا فِيْهَا اور واجب ہو چکا ہے نکالنا جو کچھ اس میں ہے، یعنی سارا پانی نکالنا واجب ہو چکا ہے، کوئی ایسا جانور گرا تھا جس کی وجہ سے سارا پانی نکالنا واجب ہو چکا ہے، أَخْرَجُوْا تو نکالیں گے مِقْدَارَ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ وہ مقدار جو اس کے اندر ہے پانی کی۔ جتنی مقدار پانی کی اس میں موجود ہے اس کو کیا کر لیں گے؟ نکال لیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟[۳]

اب کیسے نکالیں گے، کیسے پتہ لگے گا اتنا پانی نکال لیا ہے یا نہیں نکال لیا؟ فقہاء نے اس کا بھی طریقہ بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کنویں کے اندر جتنا پانی کھڑا ہے بھئی، کنویں کے ساتھ قریب ایک اور اس جیسا گڑھا کھود لو، اتنا ہی چوڑا ہو، اسی کی طرح بنا لو بھئی اور دیکھ لو مولانا۔ لکڑی وغیرہ کنویں میں ڈالو مولانا، لکڑی پہ نشان بن جائے گا جہاں تک پانی ہے۔ مثلاً پانی پندرہ فٹ کھڑا ہے کنویں کے اندر، اور اس کی چوڑائی وغیرہ کتنی ہے گولائی؟ مثلاً آٹھ فٹ ہے۔ تو اب کنویں کے ساتھ ایک گڑھا کھود دو، آٹھ فٹ کیا ہوا اس کی؟ گولائی یا چوڑائی جو کہہ لیں، اس کا قطر آٹھ فٹ ہے مولانا، اور کتنا گہرا کر لیں؟ پندرہ فٹ کر لیں یا زیادہ کر لیں جتنا بھی کر لیں۔ اب کنویں سے پانی نکالتے جائیں اور پندرہ فٹ جب اس گڑھے میں پانی کھڑا ہو جائے، اس کا مطلب ہے آپ نے کیا کیا؟ سارا پانی نکال لیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی سب کو بھئی؟ جی۔

ایک یہ صورت ہے۔ یہ صورت ذرا مشکل ہے کیونکہ اتنا ہی گڑھا کھودنا پڑے گا پھر پانی نکالنا پڑے گا۔ ایک اور صورت بھی ہے اگر وہ ممکن ہو وہاں پر بھئی، بہت تیزی سے کنواں نہیں بھرتا بھئی، پانی نکال لیتے ہیں لیکن چند منٹوں بعد آہستہ آہستہ پھر اتنا ہو جاتا ہے پانی۔ اب آپ کیا کریں؟ کنویں کے اندر ایک لکڑی ڈالیں، پانی کا نشان بن جائے گا۔ مثلاً کتنا پانی کھڑا ہے بھئی؟ کتنے فٹ ہے؟ چلو دس فٹ پانی ہے فرض کریں بھئی کنویں کے اندر کھڑا ہے۔ اب آپ کیا کر لیں؟ اکٹھے جلدی جلدی بھئی سو ڈول پانی کے فرض کریں نکال لیں، سو نکال لیں یا پچاس نکال لیں۔ پچاس نکالنے کے بعد اب پھر لکڑی وہ ڈالیں اور دیکھیں کتنا کم ہوا ہے۔ مثلاً ایک فٹ کم ہو گیا۔ کتنا ہوا کم؟ ایک فٹ۔ معلوم ہوا ایک فٹ میں کتنے ڈول ہیں؟ پچاس ڈول ہیں، تو دس فٹ میں کتنے ہو جائیں گے؟ پانچ سو ڈول ہو جائیں گے۔ تو بس مولانا اب پچاس ڈول آپ نکال چکے ہیں، ساڑھے چار سو ڈول اور نکال لیں بس بھئی۔ کنواں خالی بھی نہیں ہوا اور اتنی مقدار بھی آپ نے اس سے کیا کر لی؟ نکال لی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ كَانَ الْبِئْرُ مَعِيْنًا، اور اگر کنواں جو تھا وہ جاری پانی والا تھا، لَا يُنْزَحُ وہ خالی نہیں ہو سکتا، وَوَجَبَ نَزْحُ مَا فِيْهَا اور واجب ہو چکا ہے نکالنا اس پانی کا فِيْهَا جو اس کے اندر ہے، أَخْرَجُوْا تو نکال لیں گے مِقْدَارَ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ وہ مقدار جو اس کے اندر ہے پانی کی۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ: يُنْزَحُ مِنْهَا مِائَتَا دَلْوٍ إِلٰى ثَلَاثِمِائَةٍ۔ امام محمد ابن الحسن رَحِمَهُ اللّٰهُ فرماتے ہیں کہ بھئی ایسی صورت میں اگر چشمے والا کنواں ہے تو پھر یوں کرو اس سے دو سو سے لے کر تین سو ڈول تک نکال لو بس، کنواں کیا ہو جائے گا؟ پاک ہو جائے گا بھئی۔ یہ آسان قول ہے، کوئی حساب لگانے کی ضرورت بھی نہیں ہے، لکڑی وغیرہ کے ذریعے دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں، دو سو سے تین سو ڈول تک نکال لو۔ تو امام محمد ابن الحسن رَحِمَهُ اللّٰهُ جو ہیں ان سے روایت ہے أَنَّهُ قَالَ کہ وہ فرماتے ہیں: يُنْزَحُ مِنْهَا نکالا جائے گا اس کنویں سے مِائَتَا دَلْوٍ، یہ اصل میں تھا مِائَتَانِ دَلْوٍ بھئی، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا بھئی، تو دو سو ڈول إِلٰى ثَلَاثِمِائَةٍ کتنے تک؟ تین سو تک ڈول نکالے جائیں گے۔

یہ صورت سمجھ میں آگئی بھئی یہاں تک؟ ہر قسم کے جانوروں کا حکم بیان کر دیا۔ اور میں نے بتلایا تھا بھئی دیکھو تین قسم کے انہوں نے جانور گنوائے: ایک چوہا اور اس کے برابر کے، ایک مرغی اور بلی اور اس کے برابر کے، اور تیسرا بکری، کتا اور انسان وغیرہ اور ان کے برابر کے سب جانور۔ باقی جو ان کے برابر کا نہیں ہے، ان سے چھوٹا وغیرہ ہے تو وہ اس سے نچلے درجے میں چلا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کوئی جانور ہے بکری سے چھوٹا ہے تو وہ بلی والے قبیل میں داخل ہو جائے گا، وہی حکم ہو گا جو بلی کا تھا۔ اور اگر کوئی جانور بلی یا مرغی سے چھوٹا ہے، کبوتر سے چھوٹا ہے، اس کا وہی حکم ہو گا جو کس کا تھا؟ چوہے وغیرہ کا تھا۔

یہ تو وہ صورت تھی جانور گرا اور مر گیا، یا مر کر گر گیا۔ بھئی جانور گرا اور زندہ ہی نکل آیا، اب کیا کریں بھئی؟ تو یاد رکھو جب جانور پانی میں گرے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک ہے۔ پانی کیا ہے؟ پانی پاک ہے ان جانوروں میں سے۔ الا یہ کہ اس کا منہ بھی پانی میں لگ جائے، پانی میں ڈوب جائے، یا وہ پانی کو منہ لگا لے بھئی، اب حکم بدل جائے گا مولانا۔ اگر ایسا جانور ہے جس کے منہ کو لگنا ہی لگنا ہے پانی، مثلاً چوہا ہے وہ جب بھی گرے گا اس کے منہ کو تو ضرور لگے گا، یا ایسا جانور ہے جس نے گرا اور خود منہ ڈبو دیا پانی کے اندر بھئی، تو اب کیا حکم ہے؟ کہتے ہیں اب بھئی اس جانور کے جو جھوٹے کا حکم ہے وہی اس پانی کا بھی حکم ہو گا۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «مِقْدَارَ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «مقدار ما كان فيها من الماء» منقول ہے۔

سمجھ میں آیا؟ بعض جانوروں کا آگے بتلائیں گے صاحبِ قدوری، بعض جانوروں کا جھوٹا نجس ہوتا ہے، پانی کو اگر وہ منہ لگا دیں، آپ نے برتن میں ایک پانی رکھا ہے وضو کرنے کے لیے یا غسل کرنے کے لیے بھئی، کتا آیا اس نے کیا کیا؟ اس میں منہ لگا دیا، پانی پی لیا، فقہاء فرماتے ہیں بھئی، احادیث میں آتا ہے ذکر بھئی، پانی نجس ہو گیا بھئی۔ پانی کیا ہوا؟ نجس۔ اب اس برتن کو بھی صاف کرنے کے لیے تین دفعہ دھونا پڑے گا پانی گرا کر۔ تو اب یہ پانی چونکہ نجس ہو چکا تو اس سے وضو بھی نہیں کر سکتے اور غسل بھی نہیں کر سکتے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ وضو بھی نہیں کر سکتے اور غسل بھی، کیونکہ پانی کیا ہو چکا ہے؟ نجس ہو چکا ہے۔

تو معلوم ہوا کتے کے جھوٹے کا کیا حکم ہے، پانی کیا ہو جاتا ہے؟ نجس ہو جاتا ہے۔ تو لہٰذا اسی طرح مختلف جانوروں کا مختلف حکم ہے مولانا جھوٹے کا، وہ آگے آنے والے ہیں بھئی، تو اس کے مطابق آپ کیا کر دیں گے؟ حکم لگا دیں گے۔ مثلاً بکری گری ہے، بکری کا جھوٹا پاک ہے بھئی۔ بکری کسی، آپ نے پانی رکھا ہے اس میں آ کر منہ ڈال دیتی ہے، کوئی بات نہیں، پاک ہے مولانا، آپ اس سے وضو بھی کر سکتے ہیں، آپ اس سے غسل بھی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا بکری گری کنویں کے اندر اور زندہ ہی نکل آئی اور اس نے پانی میں منہ بھی ڈال دیا، تو اس کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟ پاک، تو اب بھی کنویں کا پانی پاک ہے۔ لیکن اگر کتا گرا اور زندہ نکل آیا لیکن اس نے منہ ڈال دیا تھا، تو کتے کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟ نجس، تو لہٰذا پانی کا بھی کیا حکم ہو گیا؟ نجس ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

جی، آگے آپ کو مسئلہ بتلا رہے ہیں بھئی۔ یہ تو وہ صورت تھی آپ کے سامنے چیز گری بھئی۔ ایک وہ صورت ہے کہ بھئی کنویں میں سے جانور مرا ہوا نکل آیا بھئی، پتہ ہی نہیں ہے کس وقت یہ گرا ہے، اور اسی کنویں سے وضو بھی کرتے ہیں، غسل بھی کرتے ہیں، کپڑے بھی دھوتے ہیں، اب کیا کریں مولانا؟ کنویں کا پانی نکال رہے تھے، بیچ میں سے کیا نکل آیا بھئی؟ مرا ہوا جانور نکل آیا، مثلاً مرا ہوا چوہا آ گیا ڈول کے اندر، او ہو یہ تو اس کے اندر معلوم ہوا چوہا گر کے مرا ہے بھئی، اب کیا کریں؟

تو یاد رکھو مولانا فقہائے کرام فرماتے ہیں اگر وہ پھولا اور پھٹا نہیں تو ایک دن ایک رات کی نمازیں لوٹا لو، کیونکہ معلوم ہوا یہ قریب کے زمانے میں ہی گرا ہے، زیادہ دیر اس کو نہیں ہوئی۔ تو اس ایک دن رات میں جتنی مرتبہ اس کنویں کے پانی سے آپ نے وضو کر کے جو نمازیں پڑھیں وہ نمازیں کیا کر لو؟ دہرا لو۔ اور اگر آپ اس سے وضو ہی نہیں کرتے تھے، آپ نے تو اپنا الگ کنواں بنایا ہوا ہے، پھر تو آپ کے لیے یہ حکم نہیں، جنہوں نے اس سے وضو کیا اور غسل کیا ان کے لیے یہ حکم ہے بھئی۔ تو ایک دن رات کی کیا کر لیں؟ نمازیں لوٹا لیں کیونکہ وضو نہیں ہوا تھا، معلوم ہوا پانی نجس تھا۔ اور جو کپڑے دھوئے تھے ایک دن رات میں ان کو بھی کیا کر لیں؟ دوبارہ دھو لیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ وہ صورت ہے جبکہ وہ پھولا اور پھٹا نہ ہو۔ اور اگر پھول گیا ہے، پھٹ گیا ہے، معلوم ہوا اس کو دیر ہو چکی ہے کافی گرے ہوئے، تو اب کہتے ہیں تین دن اور تین راتوں کی کیا کر لو؟ نمازیں لوٹا لو، اور اس دوران جو چیزیں اس سے دھوئی ہیں کپڑے یا برتن وغیرہ ان کو بھی دوبارہ دھو لو۔

وَإِذَا وُجِدَ فِي الْبِئْرِ فَأْرَةٌ مَيْتَةٌ أَوْ غَيْرُهَا۔ اور جب پایا جائے فِي الْبِئْرِ کنویں کے اندر فَأْرَةٌ مَيْتَةٌ مردہ چوہا أَوْ غَيْرُهَا یا اس کے علاوہ چوہا یا کوئی اور چیز مری ہوئی کنویں کے اندر پائی جائے، وَلَا يَدْرُوْنَ مَتٰى وَقَعَتْ، اور لوگ جانتے نہیں ہیں کہ یہ کب گری ہے، وَلَمْ تَنْتَفِخْ وَلَمْ تَتَفَسَّخْ، اور وہ پھولا بھی نہیں اور پھٹا بھی نہیں، أَعَادُوْا صَلَاةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، تو لوٹا لیں نمازیں ایک دن اور رات کی، إِذَا كَانُوْا تَوَضَّئُوْا مِنْهَا جبکہ وہ اسی سے وضو کرتے تھے، جبکہ اسی کنویں سے کیا کرتے تھے؟ وضو کرتے تھے۔ وَغَسَلُوْا كُلَّ شَيْءٍ أَصَابَهُ مَاؤُهَا، اور دھو لیں ہر اس چیز کو أَصَابَهُ مَاؤُهَا جس کو پہنچا ہے اس کا پانی بھئی۔ جس جس چیز کو بھی اس کنویں کا پانی اس ایک دن رات میں پہنچا ہے ان ساروں کو کیا کر لیں؟ دھو لیں۔ ترجمہ سمجھ میں آ رہا ہے سب کو بھئی؟ جی۔ أَصَابَ کا معنی پہنچنا، پہنچا ہے جن کو اس کا پانی۔[۴]

وَإِنِ انْتَفَخَتْ أَوْ تَفَسَّخَتْ، اور اگر وہ چوہا پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے، أَعَادُوْا صَلَاةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا، تو لوٹا لیں نماز تین دن اور تین رات کی، فِيْ قَوْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى کے قول میں۔[۵]

وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: لَيْسَ عَلَيْهِمْ إِعَادَةُ شَيْءٍ حَتّٰى يَتَحَقَّقُوْا مَتٰى وَقَعَتْ۔ اور امام ابو یوسف اور

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا وُجِدَ فِي الْبِئْرِ فَأْرَةٌ مَيْتَةٌ أَوْ غَيْرُهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا وجد في البئر أو غيرها» منقول ہے۔

[۵] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ انْتَفَخَتْ أَوْ تَفَسَّخَتْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن كانت انتفخت أو تفسخت» منقول ہے۔

امام محمد رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فرماتے ہیں، کیا کہیں گے بھئی یہ دونوں آگئے ایک طرف بھئی؟ جی؟ صَاحِبَيْنِ بھئی۔ صَاحِبَيْنِ فرماتے ہیں: لَيْسَ عَلَيْهِمْ، نہیں ہے ان لوگوں پر بھئی، إِعَادَةُ شَيْءٍ کسی چیز کا اعادہ۔ صَاحِبَيْنِ فرماتے ہیں مولانا کسی نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں، حَتّٰى يَتَحَقَّقُوْا یہاں تک کہ تحقیق کرلیں مَتٰى وَقَعَتْ کب وہ گرا ہے۔

صَاحِبَيْنِ کیا فرماتے ہیں مولانا؟ ہاں، صَاحِبَيْنِ فرماتے ہیں ابھی پتہ لگا چوہے کا تو ابھی کا ہی ہم حکم لگا دیں گے، یعنی اب جب ہمیں ناپاک ہونے کا پتہ چلا اسی وقت سے کنواں ناپاک ہے، اس سے پہلے ناپاک نہیں جب تک تحقیق نہ ہو جائے، پتہ نہ چل جائے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو معلوم ہوا اس سے پہلے کنواں پاک تھا اور اس سے پہلے جتنی نمازیں پڑھیں وہ بھی ہو گئیں، لہٰذا ان کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ فرماتے ہیں جس وقت کنویں کے ناپاک ہونے کا پتہ چلا اس وقت سے ناپاک ہے، اس سے پہلے ناپاک نہیں، الا یہ کہ تحقیق ہو جائے، ہاں پتہ لگ جائے کوئی آ کے بتا دے بھئی فلاں وقت گرا تھا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو معلوم ہوا اس سے پہلے کی نمازیں بھی صحیح اور وضو بھی صحیح۔

تو کہتے ہیں صَاحِبَيْنِ فرماتے ہیں: لَيْسَ عَلَيْهِمْ إِعَادَةُ شَيْءٍ، نہیں ہے ان لوگوں پر کسی بھی چیز کا اعادہ، یعنی کسی چیز کو بھی لوٹانا ان پر ضروری نہیں ہے، حَتّٰى يَتَحَقَّقُوْا یہاں تک کہ تحقیق کرلیں یعنی معلوم کرلیں مَتٰى وَقَعَتْ کہ وہ کب گرا ہے۔

وَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ۔ سُؤْرٌ کہتے ہیں جھوٹے کو مولانا، جھوٹا جو ہے، سمجھ میں آیا؟ آدمی نے کسی برتن سے پانی پیا مولانا تو وہ پانی پاک ہے مولانا، کیونکہ آدمی کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟ پاک ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ، اور آدمی کا جھوٹا اور ایسے جانور کا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ جس کے گوشت کو کھایا جاتا ہے، طَاهِرٌ کیا ہے؟ پاک ہے۔ چاہے جانور ہو مولانا جیسے گائے ہے، بھینس ہے، بکری ہے، ہرن ہے وغیرہ بھئی، یا پرندہ ہو مولانا جیسے طوطا ہے، مینا ہے، فاختہ ہے، کبوتر ہے وغیرہ بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ان سب کا یہی حکم ہے۔

وَسُؤْرُ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيْرِ وَسِبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجَسٌ۔ اور کتے کا جھوٹا اور خنزیر کا جھوٹا وَسِبَاعِ الْبَهَائِمِ۔ سِبَاعٌ جمع ہے سَبُعٌ کی مولانا۔ سَبُعٌ چیر نے پھاڑنے والے جانور کو کہتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ چیر نے پھاڑنے والا جو جانور ہے مثلاً شیر ہے، چیتا ہے وغیرہ بھئی۔ وَسِبَاعِ الْبَهَائِمِ، اور چیر نے پھاڑنے والے جو جانور ہیں، سِبَاعِ الْبَهَائِمِ چیر نے پھاڑنے والے جو چوپائے ہیں، نَجَسٌ ان کا جھوٹا نجس ہے بھئی، نجس ہے بھئی۔

وَسُؤْرُ الْهِرَّةِ وَالدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ، اور بلی کا جھوٹا اور مرغی کا جھوٹا، کون سی مرغی؟ الْمُخَلَّاةِ جو آزاد چھوڑی ہوئی ہے بھئی، یعنی کھلی پھرنے والی مرغی بھئی، کھلی پھرنے والی۔ سمجھ میں آیا؟ اس کے بارے میں آگے آپ کو بتلائیں گے ان کا جھوٹا مکروہ ہے، مکروہ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ مولانا کہ مرغی ہے تو حلال، اس کا گوشت کھایا جاتا ہے، لیکن یہ کیا کرتی ہے؟ نجاست وغیرہ میں گھومتی پھرتی ہے، اس میں چونچ وغیرہ مارتی رہتی ہے، اس لیے اس کے جھوٹے کو کیا قرار دے دیا؟ مکروہ ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ یہ اس وقت ہے مولانا جب اس کی چونچ وغیرہ پہ کوئی نجاست نہیں لگی ہوئی، عام حالت میں مکروہ ہے بھئی، اگر نجاست لگی ہو پھر تو پانی کیا ہو جائے گا؟ نجس ہو جائے گا۔

اچھا، تو کیا مسئلہ پڑھا بھئی؟ آدمی کا جھوٹا پاک ہے، پاک ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ تو آدمی کسی بھی حالت میں ہو، پاک حالت میں ہو یا جنابت کی حالت میں ہو، یا عورت ہے حیض کی حالت میں یا نفاس کی حالت میں، جس حالت میں بھی ہو، اور آدمی چاہے مسلمان ہو چاہے کافر ہو، سب کا یہی حکم ہے، ان کا جھوٹا کیا ہے؟ پاک ہے مولانا۔

الا یہ کہ مولانا، تو کافر کا جھوٹا بھی پاک ہے، الا یہ کہ اس نے شراب پی ہے اور شراب پینے کے فوراً بعد اس نے کیا کر لیا؟ پانی پی لیا، تو اب وہ نجس ہو گیا، کیونکہ ابھی اس کے منہ میں شراب کے اجزاء ہوں گے مولانا، وہ یقیناً کیا ہے پانی کو لگ جائیں گے، لعاب تو کچھ نہ کچھ لگ جاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ہاں، اگر شراب پی کافر نے اور پھر کچھ دیر گزر گئی، اس دوران اس نے کیا کیا؟ کئی مرتبہ اپنا لعاب نگل لیا، اب اجزاء ختم ہو چکے ہوں گے، لہٰذا اب وہ پانی پیے تو پانی کیا ہے؟ پاک۔ لیکن فقہاء فرماتے ہیں اگر کافر ایسا ہے جس کی مونچھیں بڑی بڑی ہیں مولانا، اس نے شراب پی اور کافی دیر بھی گزر گئی، پھر بھی وہ پانی پیے گا تو پانی نجس ہو جائے گا بھئی۔ وجہ یہ کہ شراب پیتے ہوئے ضرور کچھ نہ کچھ شراب مونچھوں کو لگی ہو گی بھئی اس کے، اور اب اگرچہ وہ لعاب نگل چکا ہے، منہ اس کا صاف ہو چکا ہے لیکن پانی پیتے ہوئے پھر ضرور اس کی مونچھیں کیا ہوں گی؟ پانی میں لگیں گی اور وہ نجاست آگئی تو پانی کیا ہو جائے گا؟ نجس ہو جائے گا۔

تو کہتے ہیں: وَسُؤْرُ الْهِرَّةِ وَالدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ، اور بلی کا جھوٹا اور آزاد چھوڑی ہوئی مرغی کا جھوٹا، وَسِبَاعِ الطَّيْرِ، اور چیر نے پھاڑنے والے جو

پرندے ہیں، چیر نے پھاڑنے والے پرندے۔ بھئی کچھ پرندے تو دانہ وغیرہ کھاتے ہیں، کچھ کیا کرتے ہیں؟ شکار کرتے ہیں مولانا، عقاب ہے، شاہین ہے وغیرہ یہ چیزیں بھئی۔ تو چیر نے پھاڑنے والے پرندے ہیں، وَمَا يَسْكُنُ فِي الْبُيُوْتِ، اور وہ جانور جو گھروں میں رہتے ہیں، لوگوں کے گھروں میں رہتے ہیں بھئی۔ کونسے جانور؟ کہتے ہیں: مِثْلُ الْحَيَّةِ وَالْفَأْرَةِ، جیسے کہ سانپ ہے اور چوہا ہے، تو ان کا جھوٹا کیا ہے؟ مَكْرُوْهٌ۔ بلی کا جھوٹا، مرغی کا جھوٹا، اور چیر نے پھاڑنے والے پرندے جو ہیں ان کا جھوٹا، اور وہ جانور جو گھروں میں رہتے ہیں سانپ اور چوہے، بچھو وغیرہ، ان سب کا جھوٹا کیا ہے؟ مکروہ ہے، مکروہ بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ چنانچہ اگر آپ نے پانی رکھا ہے وضو کرنے کے لیے مولانا، بلی آئی اور اس میں سے پانی پی کر چلی گئی، تو یہ پانی کیا ہو گیا؟ مکروہ ہو گیا۔ لہٰذا اگر اور پانی ہے تو پھر اس پانی سے وضو نہیں کرنا چاہیے، اور اگر اور پانی نہیں ہے تو پھر کیا کر سکتا ہے؟ اس پانی سے وضو کر سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے، اور پانی ملے تو پھر اس سے وضو نہیں کرنا چاہیے، غسل نہیں کرنا چاہیے۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی یہ عام حالات میں ہے۔ لیکن اگر بلی نے چوہا کھایا بھئی اور پھر فوراً آ کر کیا کیا؟ پانی پیا، اب پانی نجس ہو جائے گا مولانا کیونکہ اس کے منہ میں یقیناً کیا ہو گا؟ خون کے ذرات ہوں گے، خون کے اجزاء ہوں گے، اور خون تو ہے نجس، لہٰذا پانی میں منہ ڈالتے ہی پانی بھی کیا ہو گیا؟ نجس، اب اس سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں۔ یہ تب ہے کہ چوہا کھاتے ہی فوراً آ کر کیا کرے؟ پانی میں منہ ڈال دے۔ لیکن اگر تھوڑی دیر بیٹھی رہی اور آپ نے دیکھا ہو گا بلی کیا کرتی ہے؟ زبان کے ذریعے اپنا منہ صاف کرتی رہتی ہے۔ دیکھا ہے یا نہیں کبھی بھئی؟ تو بلی زبان کے ذریعے منہ صاف کرتی ہے، اگر تھوڑی دیر ٹھہر گئی اور اس نے اپنے منہ کو زبان سے کیا کر لیا ہے اچھی طرح؟ صاف کر لیا ہے، تو اب اس صورت کے اندر بھئی پھر وہی حکم آ جائے گا، اب منہ ڈالے گی تو پانی کیا ہو گا؟ مکروہ ہو جائے گا۔

اسی طرح یاد رکھو مولانا بلی تو گھروں میں گھومتی پھرتی ہے، اگر دودھ، سالن وغیرہ میں بلی منہ ڈال دے کیا حکم ہے؟ تو علماء فرماتے ہیں بھئی اگر اللہ نے سب کچھ دیا ہوا ہے، ایسا آدمی ہے جسے اللہ نے سب کچھ دیا ہوا ہے، تو اس سالن کو، اس دودھ کو نہ کھائے نہ پیے بھئی۔ اور اگر غریب آدمی ہے بھئی تو پھر اس کے لیے استعمال کرنا درست ہے بھئی، بلکہ غریب ہے تو اس کے لیے کہتے ہیں مکروہ بھی نہیں ہے، وہ بالکل کیا ہے؟ پاک ہی ہے بھئی۔

اسی طرح یاد رکھو مولانا جس جانور کا جھوٹا نجس ہے اس کا پسینہ بھی نجس ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نجس ہے۔ لہٰذا کتے کا پسینہ اگر کسی کپڑے پر لگا تو وہ کپڑا بھی کیا ہو جائے گا؟ نجس ہو جائے گا۔ تو جس جانور کا جھوٹا نجس اس کا پسینہ بھی نجس، اور جس جانور کا جھوٹا مکروہ اس کا پسینہ بھی مکروہ، اور جس جانور کا جھوٹا پاک اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔

کہتے ہیں: وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوْكٌ۔ اور گدھے اور خچر کا جھوٹا جو ہے مشکوک ہے۔ بَغْلٌ کس کو کہتے ہیں؟ خچر کو۔ گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے، یعنی اس سے وضو ہونے میں شک ہے مولانا، روایات مختلف قسم کی آتی ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کہ پتہ نہیں اب اس پانی سے وضو ہو گا یا وضو نہیں ہو گا۔ لہٰذا آگے مولانا صاحبِ قدوری آپ کو بتلائیں گے اگر صرف ایسا پانی ہے، پانی پڑا تھا اس میں گدھے نے آ کر منہ ڈال دیا یا خچر نے منہ ڈال دیا، اب اور کوئی پانی نہیں ہے۔ اگر اور پانی ہے پھر تو اس پانی سے وضو نہ کرے بلکہ کیا کرے بھئی؟ دوسرے پانی سے وضو کرے۔ لیکن اگر اور پانی ہے ہی نہیں بھئی تو اس سے تو وضو کے ہونے میں شک ہے، تو کیا کرے؟ اس سے وضو بھی کر لے اور تیمم بھی کر لے بھئی، دونوں چیزیں کر لے۔

کہتے ہیں: وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوْكٌ، اور گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے۔ مشکوک کا کیا معنی میں نے بتلایا؟ یعنی اس سے وضو کے ہونے میں شک ہے۔ فَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْإِنْسَانُ غَيْرَهُ، پس اگر نہ پائے انسان اس کے علاوہ کوئی اور پانی، تَوَضَّأَ بِهِ وَتَيَمَّمَ، تو وضو بھی اس سے کر لے اور تیمم بھی کر لے۔ وَبِأَيِّهِمَا بَدَأَ جَازَ۔ بھئی پہلے وضو کرے گا یا پہلے تیمم کرے گا؟ کہتے ہیں جو بھی پہلے کر لے، چاہے پہلے تیمم کر لے پھر اس سے وضو کر لے، یا پہلے وضو کر لے پھر کیا کر لے؟ تیمم۔ تو کہتے ہیں: وَبِأَيِّهِمَا، اور ان دونوں میں سے جس کے ساتھ بھی، بَدَأَ ابتدا کی اس نے، جَازَ تو یہ جائز ہے۔ یعنی چاہے تو وضو سے ابتدا کرے، پہلے وضو کر لے، اور چاہے تو تیمم سے ابتدا کرے اور پہلے تیمم کر لے بھئی۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ ان کے جھوٹے کا حکم ہے۔ اور یاد رکھیے مولانا گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے بھئی۔ گدھے اور خچر کا پسینہ کیا ہے؟ پاک ہے۔ آپ نے گدھے پر سواری کی بھئی، آپ کے کپڑوں پر اس کا پسینہ لگ گیا بھئی، تو یہ پاک ہے مولانا، دھونا واجب نہیں، لیکن بہتر کیا ہے کہ اس کو دھو لیا جائے۔

چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱: باب التیمم (۱): تیمم کا لغوی و شرعی معنی، شرائطِ جوازِ تیمم، مسافتِ آب اور طریقۂ تیمم (دو ضربیں)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۸ نومبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ التَّيَمُّمِ۔ وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ مُسَافِرٌ أَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوُ الْمِيلِ أَوْ أَكْثَرُ، أَوْ كَانَ يَجِدُ الْمَاءَ إِلَّا أَنَّهُ مَرِيضٌ فَخَافَ إِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اشْتَدَّ مَرَضُهُ، أَوْ خَافَ الْجُنُبُ إِنِ اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ يَقْتُلُهُ الْبَرْدُ أَوْ يُمَرِّضُهُ فَإِنَّهُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيدِ۔[۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

تیمم کے بارے میں آج ہم پڑھیں گے بھئی۔ تو شروع میں پاکی وغیرہ کے مسائل بیان کیے بھئی، اور وضو کا بیان ہوا، غسل وغیرہ کا بیان۔ اب تیمم کو بیان کریں گے کیونکہ تیمم نائب ہے وضو کا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تیمم نائب ہے تو اس لیے تیمم کا باب ذکر کیا اس کے بعد بھئی۔ یاد رکھیے تیمم کا لغوی معنی ہے ارادہ کرنا بھئی۔ تیمم کا لغوی کیا معنی ہے؟ ارادہ کرنا۔

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ مُسَافِرٌ أَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوُ الْمِيلِ أَوْ أَكْثَرُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن لم يجد الماء وهو مسافر أو خارج المصر بينه وبين المصر نحو الميل أو أكثر» منقول ہے۔

[۲] **جدول—تیمم کے شرائطِ جواز، فرائض (۲ ضربیں) اور جنسِ ارض میں ائمہ کا مسلک:**

عنوان	فقہی ضابطہ	امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مسلک
شرائطِ جوازِ تیمم	پانی سے ایک میل (چار ہزار قدم) دور ہونا، یا بیماری بڑھنے کا خوف، یا دشمن / درندے کا خوف، یا کنویں سے پانی نکالنے کا آلہ نہ ہونا	مسافر اور بیرونِ مصر شخص جب پانی سے ایک میل دور ہو تو بالاتفاق تیمم جائز ہے۔
فرائضِ تیمم (۲ ضربیں)	نیت کے ساتھ پاک مٹی پر دو ضربیں لگانا: پہلی ضرب سے پورے چہرے کا مسح، اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح	تیمم حدثِ اصغر (بے وضو ہونے) اور حدثِ اکبر (جنابت، حیض و نفاس) دونوں سے پاک کر دیتا ہے۔
کس چیز سے تیمم جائز ہے؟	امام اعظم و امام محمد: ہر وہ چیز جو جنسِ ارض (زمین کی قسم) سے ہو (مٹی، ریت، پتھر، چونا، سرمہ، ہرتال، گچ)	امام ابو یوسف: صرف مٹی اور ریت سے؛ امام شافعی: صرف غبار والی مٹی (ترابِ منبت) سے۔

کوئی ترکیب آپ سے پوچھے مولانا یہاں تو کیا ترکیب کریں گے؟ جی؟ تین طرح سے۔ ہر جگہ وہی تین ترکیبیں جو میں نے آپ کو بتلادیں وہ ہر جگہ ہو جائیں گی۔ پہلی ترکیب کیا؟ هٰذَا بَابُ التَّيَمُّمِ۔ جی، هٰذَا مبتداء، بَابُ التَّيَمُّمِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر بھئی۔ یا اس کو مبتدا بنالو خبر محذوف نکال لو، بَابُ التَّيَمُّمِ هٰذَا۔ اور تیسری ترکیب کیا تھی؟ اِقْرَأْ بَابَ التَّيَمُّمِ، پھر یہ منصوب ہو گا بھئی۔ تو تیمم لغت میں کہتے ہیں ارادہ کرنے کو بھئی، لغت میں۔ اور اصطلاح شریعت میں آپ جانتے ہیں مولانا دو ضربیں مار نا زمین پر اور مسح کرنا ان کے ساتھ اپنے چہرے کا اور دونوں ہاتھوں کا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ، اور وہ شخص جو پانی نہ پائے، وَهُوَ مُسَافِرٌ أَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ، اور وہ کیا ہو؟ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو، اس حال میں کہ وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو، وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوُ الْمِيلِ، اور اس کے بیچ اور شہر کے بیچ ایک میل کی مقدار ہو۔ نَحْوُ یہاں بمعنی مقدار کے ہے مولانا، ایک معنی اس کا مقدار کے بھی آتے ہیں بھئی۔ اس کے اور شہر کے بیچ ایک میل کی مقدار ہو۔ اور یاد رکھنا یہ میل شرعی مراد ہے، ایک میل آپ استعمال کرتے ہیں عام بول چال میں مولانا وہ انگریزی میل ہے، وہ اس سے کم ہوتا ہے۔ شرعی میل بڑا ہے، انگریزی میل چھوٹا ہے۔ تو اس کے اور شہر کے بیچ ایک میل کی مقدار ہو، أَوْ أَكْثَرُ، یا اس سے زیادہ کی مقدار ہو۔ جی، یہ تو ایک صورت ہو گئی مولانا، پانی نہیں پا رہا، پانی مل ہی نہیں رہا اس کو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ پانی مل ہی نہیں رہا۔

دوسری صورت أَوْ كَانَ يَجِدُ الْمَاءَ، یا وہ شخص پانی کو تو پاتا ہے، پانی تو اسے ملا ہے، إِلَّا أَنَّهُ مَرِيضٌ، مگر وہ کیا ہے؟ مریض ہے، بیمار ہے، فَخَافَ، اسے خوف ہے، إِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اشْتَدَّ مَرَضُهُ، کہ اگر اس نے پانی استعمال کر لیا تو اس کی بیماری شدید ہو جائے گی، بڑھ جائے گی بھئی۔ اس کی بیماری کیا ہو گی؟ بڑھ جائے گی۔ أَوْ خَافَ الْجُنُبُ، یا خوف ہوا جنبی کو جو حالت جنابت میں ہے جس پر غسل فرض ہے، اس کو خوف ہے إِنِ اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ، اگر اس نے غسل کیا پانی کے ساتھ، يَقْتُلُهُ الْبَرْدُ، تو سردی اسے مار ڈالے گی۔ شدید سردی کے ایام ہیں بھئی یا ایسی جگہ ہے جہاں زبردست سردی پڑتی ہے، اب وہاں پر اسے خوف ہے کہ اگر میں نہایا ٹھنڈا پانی ہے، پھر بعد میں کوئی گرم کرنے والی چیز بھی نہیں ہے رضائی وغیرہ، یہ چیز کوئی نہیں ہے بھئی، آگ بھی نہیں ہے، تو یہ سردی تو مجھے کیا کر دے گی؟ مار ڈالے گی۔ أَوْ يُمَرِّضُهُ، یا اسے کیا کر دے گی؟ یہ خوف تو نہیں ہے کہ سردی سے میں مر جاؤں گا لیکن یہ خوف ہے کہ سردی سے کیا ہو جاؤں گا؟ بیمار ہو جاؤں گا۔ فَإِنَّهُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيدِ، تو یہ شخص کیا کرے؟ پاک مٹی سے تیمم کر لے بھئی، مٹی سے۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو ایک شخص وہ ہے جس کو پانی مل ہی نہیں رہا۔ اور شہر کی قید ویسے لگائی مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ بس مطلب یہ ہے اس کے، یعنی شہر میں عموماً پانی مل جاتا ہے بھئی۔ تو یعنی ایک شخص جنگل میں جا رہا ہے بھئی، اسے اب پانی اس کے پاس ختم ہو گیا اور اسے نماز کے لیے وضو کی حاجت ہے، تو اگر اس کا گمان یہ ہے کہ ایک میل کے اندر اندر اگر میں تلاش کروں کچھ علامتیں اس نے دیکھ لیں، نشانیوں سے اندازہ ہو گیا ایک میل کے اندر مجھے پانی ضرور مل جائے گا، تو پھر اس کے لیے تیمم جائز نہیں بلکہ کیا کرے پہلے؟ پانی تلاش کرے۔ اگر پانی نہیں ملتا پھر کیا کر لے؟ تیمم کر لے۔ اور اگر اس کا یہ گمان نہیں ہے بھئی کہ ایک میل میں پانی مل جائے گا تو پھر تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے بھئی، بس تیمم کر لے اور اس سے پڑھ لے بھئی نماز وغیرہ۔

تو یہ تو ایک صورت ہوئی کہ پانی ہے ہی نہیں۔ اور دوسری صورت کیا ہوئی؟ پانی تو ہے لیکن یا تو وہ مریض ہے، بیمار ہے، پانی کے استعمال پہ قادر نہیں، اسے پتا ہے اگر میں نے پانی استعمال کیا تو میری بیماری بڑھ جائے گی۔ یا خوف ہے اس کو بھئی کہ اگر میں نے کیا کیا؟ غسل کر لیا پانی سے، جنبی ہے، تو سردی سے میں کیا؟ یہ سردی مجھے مار ڈالے گی یا یہ مجھے بیمار کر دے گی بھئی۔ تو پھر بھی اس صورت میں شریعت نے کس چیز کی اجازت دے دی؟ تیمم کی اجازت دے دی بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی اتنا پانی ہونا ضروری نہیں جس سے پورا وضو کر لے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جو بیان ہوا بھئی وضو کی سنتیں بھی اور سارا کچھ ادا ہو جائے، نہیں۔ بس اتنا پانی اگر ہے جس سے ایک دفعہ چہرہ دھو سکتا ہے، ایک ایک دفعہ ہاتھوں کو دھو سکتا ہے، اور ایک ایک مرتبہ پاؤں کو دھو سکتا ہے، بس۔ بھئی سنت تو کیا طریقہ تھا کتنی دفعہ دھوئے ان سب کو؟ تین دفعہ۔ لیکن فرض تو ایک دفعہ ہے، تو لہٰذا اگر صرف اتنا پانی ہے کہ ایک ایک دفعہ ان کو دھو سکتا ہے تو بھی مولانا اب تیمم جائز نہیں بلکہ کیا کرے؟ وضو کرے۔ ہاں اگر ایسی جگہ ہے اسے پتا ہے بھئی میں جنگل میں ہوں، اب اگر میرے پاس پانی تو پڑا ہے لیکن اگر میں نے پانی یہ استعمال کر لیا مجھے قریب کہیں پانی ملنے کے آثار نظر نہیں آ رہے بھئی، سفر میں ہے، تو پھر پیاس سے ہی میں مر جاؤں گا، تو اس صورت میں بھی اب اگرچہ اتنا پانی ہے جس سے وہ وضو کر سکتا ہے لیکن پھر بھی اسے خوف ہے تو اس صورت میں شریعت نے کیا اجازت دے دی؟ اس صورت میں بھی تیمم وہ کر سکتا ہے بھئی۔

اور یہ یاد رکھو مولانا جتنی پاکی وضو اور غسل سے حاصل ہوتی ہے اتنی ہی پاکی کس سے حاصل ہوتی ہے؟ تیمم سے۔ تو تیمم کرنے کے بعد ذہن میں یہ وسوسہ

اور خیال نہ لائے کوئی بھی کہ میں تو پوری طرح پاک نہیں ہوا بھئی۔ جتنی پاکی وضو سے حاصل ہوتی ہے، وضو کا تیمم کیا ہے تو جتنی پاکی وضو سے حاصل ہوئی تھی اتنی ہی پاکی تیمم سے۔ اور اگر غسل کا تیمم کیا ہے تو جتنی پاکی غسل سے حاصل ہوتی تھی اتنی پاکی کس سے حاصل ہو چکی؟ تیمم سے حاصل ہو چکی۔ تو یہ دل میں خیال نہ لائے اور یہ نہ سمجھے کہ میں اچھی طرح پاک نہیں ہوا بھئی۔

اچھا، اسی طرح یہ بھی یاد رکھو بھئی، ایک آدمی ہے سفر میں جا رہا ہے جنگل میں، اب اس کا یہ گمان ہے بھئی قریب ایک میل کے اندر مجھے کہیں بھی پانی نہیں ملے گا کسی طرف بھی۔ چنانچہ اس نے تیمم کیا اور تیمم کے ساتھ نماز پڑھ لی۔ لیکن اسے پتا ہی نہیں یہ جو میرے قریب درخت ہیں ان کے پیچھے ٹھیک ٹھاک پانی موجود ہے مولانا، بڑی مقدار ہے پانی کی، تو کوئی حرج نہیں مولانا۔ اب اگر اسے پتا بھی لگ جاتا ہے تو تیمم اور نماز صحیح ہوئے، ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب اس نے تیمم کیا تھا، جب نماز پڑھی تھی اس وقت اس کا کیا گمان تھا؟ کہ پانی کہیں قریب میں نہیں ہے، اگرچہ پانی اس کے قریب ہی سوڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر قریب ہی موجود تھا لیکن چونکہ اسے خبر نہیں تھی تو لہذا تیمم صحیح ہوا اور نماز صحیح ہوئی، دوبارہ اب لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے بھئی۔

اچھا، دوسری بات مولانا، یہاں پر ذکر آیا میل کا بھئی۔ میں نے بتایا ایک انگریزی میل ہے جو اب یہاں عام استعمال ہوتا ہے، ایک شرعی میل ہے، اور شرعی میل کیا ہوتا ہے؟ انگریزی میل سے بڑا ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ یاد رکھو ترکی گھوڑے کی دم کے چھ بال لیں بھئی۔ ترکی گھوڑے کی دم کے چھ بال لیں، ان کو ایک دوسرے کے ساتھ چوڑائی میں رکھیں تو یہ ایک جو کے دانے کے برابر چوڑائی ہو جائے گی۔ جو جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ جی؟ وہ گندم کی طرح دانے ہوتے ہیں اس کے بھی بھئی۔ تو چھ ترکی گھوڑے کی دم کے بال چوڑائی میں ایک دوسرے کے ساتھ رکھیں تو یہ کتنی چوڑائی ہو گئی؟ ایک جو کے دانے کی چوڑائی کے برابر، اس کی لمبائی کی بات نہیں کر رہا، اس کی چوڑائی کے برابر یہ ہو گئے۔ جی۔ اب چھ جو کے دانے ایک دوسرے کے ساتھ چوڑائی میں رکھیں، لمبائی میں نہیں، چھ جو کے دانے ایک دوسرے کے ساتھ چوڑائی میں رکھیں تو یہ ایک انگلی کی موٹائی، اس کی انگلی کی چوڑائی کے برابر ہو گئے بھئی۔ چھ جو کے دانے ایک دوسرے کے ساتھ چوڑائی میں رکھیں تو یہ کتنی چوڑائی ہو گئی بھئی؟ ایک انگلی کی چوڑائی کے برابر۔ سمجھ میں آیا؟ ایک انگلی۔ تو چھ ترکی گھوڑے کی دم کے بال چوڑائی میں ہوں تو یہ برابر ہیں ایک جو کے برابر چوڑائی میں۔ اور چھ جو کے دانے چوڑائی میں رکھیں تو یہ کتنے ہوئے؟ ایک انگلی کے برابر چوڑائی میں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ایک انگلی جتنی چوڑی ہوتی ہے، آپ کے ہاتھ کی انگلی مراد ہے۔

اچھا، چوبیس انگلیاں چوڑائی میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں تو یہ ایک ذراع بنتا ہے۔ کتنا بنتا ہے؟ ایک ذراع۔ آپ نے پڑھا یا نہیں بھئی؟ ذراع کس کو کہتے ہیں؟ شرعی گز۔ شرعی گز مولانا اس کو کیا کہتے ہیں؟ ذراع۔ کتنا ہوتا ہے میں نے آپ کو بتلایا تھا؟ ڈیڑھ فٹ کے برابر ہے۔ اور ہاتھ کے ذریعے بھی میں نے بتایا تھا کہنی سے لے کر یہ ہاتھ کی انگلیوں کو سیدھا رکھیں تو کہنی سے لے کر یہ درمیانی انگلی کے سرے تک یہ کتنا بنتا ہے؟ یہ ایک ذراع ہے ڈیڑھ فٹ۔ اور یہ کتنا ہوا، کتنے اُصْبُع ہوئے؟ اُصْبُع، کتنی انگلیاں ہوئیں بھئی؟ چوبیس انگلیوں کی چوڑائی کے برابر ہے۔ تو چوبیس اُصْبُع ہوں، چوبیس انگلیاں ہوں چوڑائی میں تو یہ کتنا ہوا؟ ایک ذراع مولانا، یاد رکھو۔ اور چار ذراع ہوں تو یہ ایک باع کہلاتا ہے بھئی۔ کتنے؟ چار ذراع ہوں تو یہ ایک باع کہلاتا ہے، باالف عین بھئی، باع۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ باع کس کو کہتے ہیں؟ چار ذراع کو کہتے ہیں۔ بھئی آپ اپنے ہاتھوں کو دونوں طرف پھیلا دیں سیدھا، دائیں ہاتھ کو دائیں طرف پھیلا دیا بائیں ہاتھ کو بائیں طرف سیدھا کر دیا بھئی، اب دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے سرے سے لے کر بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے سرے تک یہ ایک باع ہے مولانا۔ یہ کتنا ہے؟ ایک باع۔ اور یہ کتنا ہوا بھئی؟ چار ذراع بھئی۔ کتنے؟ آپ دیکھ بھی سکتے ہیں چار ذراع ہے یا نہیں، دیکھو مولانا بتاؤ مجھے یہ چار ذراع بنتے ہیں یا نہیں بنتے بھئی؟ بنتے ہیں، چار بن گئے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اور ایک ہزار باع ہوں تو یہ ایک شرعی میل ہے بھئی۔ ایک ہزار باع ہوں تو یہ کتنا بن گیا؟ ایک شرعی میل بن گیا۔ یہ تو تھا، تو گویا کتنے باع بھئی؟ ایک ہزار باع ہوں تو یہ کتنا بن گیا؟ ایک شرعی میل۔ تو بھئی ایک شرعی میل میں کتنے ذراع ہوئے؟ چار ہزار۔ کتنے؟ بھئی ایک ہزار باع تھے نا، اور ہر باع میں کتنے ذراع ہیں؟ چار۔ تو چار سے ضرب دے دو کتنے ذراع؟ چار ہزار۔ تو ایک شرعی میل چار ہزار ذراع ہوا۔ جی، اور ہر ذراع ہے ڈیڑھ فٹ کا تو اس کو ڈیڑھ کے ساتھ ضرب دے دیں تو یہ کتنا بن گیا؟ چھ ہزار فٹ بھئی۔ تو ایک شرعی میل کتنا ہوا؟ چھ ہزار فٹ ہے، یہ ایک شرعی میل ہے بھئی۔ یعنی چار ہزار شرعی گز ہوں تو یہ ایک شرعی میل بنتا ہے۔

لیکن عام گزوں میں بات کریں مولانا، آج کل انگریزی گز رائج ہے یہاں پر بھئی۔ اور وہ کتنے فٹ کا ہے میں نے بتلایا تھا؟ تین فٹ کا ہے۔ تو کتنا ہوا؟ جی؟ بھئی چار ہزار شرعی گز تھے۔ کتنے تھے؟ ایک میل میں کتنے ذراع تھے؟ چار ہزار۔ اور دو ذراع کا کیا بنتا ہے؟ ایک انگریزی گز بھئی۔ دو ذراع کا ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ

کتنے ہو گئے؟ تین۔ تو انگریزی گز کتنے فٹ کا ہے؟ تین فٹ کا، تو وہ دو ذراع کے برابر ہے۔ تو چار ہزار کو دو سے تقسیم کر دو، آسان سا مسئلہ ہے، کتنا ہو گیا؟ دو ہزار۔ معلوم ہوا آج کل جو رائج ہیں یہ والے دو ہزار گز ہوں تو کتنا بن جاتا ہے؟ ایک شرعی میل۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ فاصلے سمجھ میں آ رہے ہیں بھئی؟ تو دو ہزار یہ جو گز جو آج کل دکاندار جس سے کپڑا ناپتے ہیں یہ دو ہزار گز ہوں تو ایک شرعی میل ہوتا ہے بھئی۔

اور یاد رکھیے انگریزی میل جو ہے وہ سترہ سو ساٹھ گز ہوتا ہے۔ انگریزی میل کتنا ہوتا ہے؟ سترہ سو ساٹھ گز۔ کون سے گز بھئی؟ انگریزی گز بھئی۔ سترہ سو ساٹھ انگریزی گز بھئی۔ معلوم ہوا شرعی میل کتنا ہے انگریزی گزوں میں بتاؤ بھئی؟ دو ہزار گز۔ شرعی میل کتنا ہے؟ شرعی میل ہے دو ہزار انگریزی گز۔ اور انگریزی میل کتنا ہے؟ سترہ سو ساٹھ انگریزی گز۔ اچھا تو فرق کتنا نکلا؟ دو سو چالیس گز کا۔ معلوم ہوا شرعی میل انگریزی میل سے کتنا بڑا ہوتا ہے؟ دو سو چالیس گز بڑا ہوتا ہے، دو سو چالیس گز۔

یہاں تک بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو معلوم ہوا بھئی یہاں تک بحث سے کہ شرعی میل کتنے انگریزی گز کے برابر ہے؟ شرعی میل کتنے انگریزی گزوں کے برابر ہے؟ دو ہزار انگریزی گز۔ اور انگریزی میل کتنے انگریزی گزوں کے برابر ہے؟ سترہ سو ساٹھ۔ اسی طرح آپ نے کلومیٹر بھی پڑھا ہوا ہے بھئی۔ تو یاد رکھو ایک ہزار تراسی گز تقریباً، ایک ہزار تراسی گز ہوں تو یہ ایک کلومیٹر ہوتا ہے۔ تو کلومیٹر میل سے بہت چھوٹا ہے بھئی۔ ایک ہزار تراسی گز تقریباً مولانا، تراسی سے تھوڑا سا زیادہ ہے، سوا تراسی ساڑھے تراسی کے لگ بھگ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ایک ہزار تراسی اعشاریہ تین تین گز بھئی۔ اچھا، اور ایک فاصلہ آپ نے پڑھا ہو گا اکثر بھئی آج کل استعمال ہوتا ہے فرلانگ بھئی، ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہے یا دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے، استعمال ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ یہ کتنا ہوتا ہے بھئی؟ یاد رکھو ایک فرلانگ دو سو تیس گز کا ہے بھئی۔ ایک فرلانگ کتنا ہے؟ دو سو تیس گز کا بھئی۔ انگریزی گز کی بات ہو رہی ہے بھئی۔ ایک فرلانگ دو سو تیس انگریزی گز کے برابر ہے بھئی۔

جی، یہ مقداریں یاد ہوئیں کچھ بھئی؟ ہاں، ان کو یاد کرنا ہے آپ نے اچھی طرح بھئی۔ اچھا بھئی بتایئے اب مجھے ترکی گھوڑے کی دم کے چھ بال چوڑائی میں رکھیں تو یہ کتنا ہوا؟ ایک جو کا دانہ صرف نہیں کہنا، ایک جو کے دانے کی چوڑائی کے برابر۔ اچھا، پھر چھ جو کے دانے چوڑائی میں رکھیں تو یہ کس کے برابر؟ ایک انگلی کی چوڑائی کے برابر۔ اور چوبیس انگلی، چوبیس اُصْبُع ہوں چوڑائی میں ایک دوسرے کے ساتھ تو یہ کتنا بنتا ہے؟ ایک ذراع۔ آپ ناپ لیں یہاں سے لے کر یہاں تک مولانا چوبیس انگلی بنیں گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ چوبیس انگلی، کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک بھئی چوبیس انگلی چوڑائی میں ایک دوسرے کے ساتھ۔ اچھا، اور پھر چار ذراع ہوں تو یہ کتنا بنتا ہے؟ ایک باع بنتا ہے۔ اور ایک ہزار باع ہوں تو یہ کتنا بنتا ہے؟ ایک شرعی میل بنتا ہے۔ تو معلوم ہوا شرعی میل میں ایک ہزار باع ہیں، جب ہزار باع ہیں تو ذراع کتنے ہوئے؟ چار ہزار۔ اور جب ذراع چار ہزار ہیں اس کے اندر تو یہ شرعی گز ہیں، تو انگریزی گز کتنے ہوئے اس میں؟ دو ہزار گز بھئی۔ تو معلوم ہوا شرعی میل دو ہزار انگریزی گز کے برابر ہے۔ اور بھئی انگریزی میل کتنے گزوں کے برابر ہے؟ انگریزی میل سترہ سو ساٹھ انگریزی گزوں کے برابر ہے بھئی۔ اسی طرح آپ نے کلومیٹر پڑھا ہے بھئی، کلومیٹر کتنے گزوں کے برابر؟ ایک ہزار تراسی اعشاریہ تین تین بھئی گز۔ سمجھ میں آیا؟ اور فرلانگ بھی میں نے آپ کو بتلا دیا یہ کتنے گز کا ہے؟ دو سو تیس گز یہ ایک فرلانگ کہلاتا ہے بھئی۔ جی۔ تو ایک گز مولانا تین فٹ کا ہوتا ہے اور ہر فٹ میں ہیں بارہ انچ، تو ایک گز میں کتنے انچ ہوئے؟ جی؟ چھتیس انچ۔ ایک گز چھتیس انچ کا ہے مولانا، انگریزی گز کی بات کر رہا ہوں۔ اور آپ نے میٹر بھی پڑھا ہے، میٹر استعمال ہوتا ہے کپڑے ماپنے وغیرہ کے لیے، میٹر میں کتنے انچ ہوتے ہیں؟ ہاں شاباش، میٹر یاد رکھیے تین انچ زیادہ ہوتا ہے گز سے۔ تو گز میں ہیں چھتیس انچ تو میٹر میں کتنے ہوں گے؟ انتالیس انچ ہوں گے بھئی۔

وَالتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ۔ جی، اب تیمم کی تعریف کر رہے ہیں تیمم کسے کہتے ہیں، کہتے ہیں وَالتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ، اور تیمم دو ضربیں ہیں بھئی، يَمْسَحُ بِإِحْدَاهُمَا وَجْهَهُ، مسح کرے ان میں سے ایک کے ساتھ وَجْهَهُ اپنے چہرے کا، وَبِالْأُخْرٰى يَدَيْهِ، اور دوسری کے ساتھ مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں کا، إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، کہاں تک بھئی؟ کہنیوں تک بھئی۔ تیمم کیا ہے؟ دو ضربیں ہیں بھئی جس میں کیا کیا جاتا ہے؟ پہلی ضرب کے ساتھ چہرے کا مسح کیا جاتا ہے اور دوسری ضرب کے ساتھ دونوں ہاتھوں کا مسح کیا جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آگے آپ کو بتلائیں گے بھئی مولانا کہ وضو کے اندر تو نیت مستحب یا سنت تھی بھئی، لیکن تیمم کے اندر نیت فرض ہے بھئی۔ تیمم کے اندر نیت کیا ہے؟ فرض ہے۔ نیت کریں گے تو تیمم ہو گا بھئی، تیمم کرتے ہوئے اگر نیت نہیں کی تو تیمم بھی نہیں ہو گا۔ سمجھ میں آیا؟

جی، اور کیا طریقہ ہے تیمم کا بھئی؟ کون کر کے دکھائے گا؟ آتا ہے آپ کو بھئی؟ ہاں چلو شاباش۔ دیکھو بھئی سارے تیمم کیسے کیا جاتا ہے بھئی۔ ہاں نیت، کیا نیت کریں گے؟ پاکی کی نیت۔ ہاں۔ جی۔ جی شاباش۔ ہاں شاباش۔ پہلی ضرب بھئی، تو شروع میں کیا کیا بھئی؟ نیت کر لی، بسم اللہ پڑھ لی، اس کے بعد کیا کیا؟

ضرب لگائی بھئی۔ آگے بتائیں گے کن کن چیزوں پہ ضرب لگا سکتے ہیں۔ تو ضرب لگائی اور پھر اس کا طریقہ یہ ہے، ہاتھ اوپر چیز پر مارے، تھوڑا سا آگے کو لے گئے پھر تھوڑا سا واپس لے آئے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ سنت طریقہ ہے بھئی۔ یہ سنت ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ایسے نہ بھی کرے تو بھی ہو جائے گا لیکن سنت بہر حال سنت ہے بھئی، فضیلت، تو اس طرح کرنا چاہیے سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اور انگلیاں کھلی ہوئی ہوں مولانا، سمجھ میں آیا؟ انگلیاں جڑی ہوئی نہ ہوں آپس میں تاکہ گرد جو ہے وہ بیچ میں بھی پہنچ جائے بھئی۔ تو اس پر ہاتھ مارا کسی چیز کے اوپر اور ہاتھ تھوڑا سا آگے کی طرف لے گئے پھر تھوڑا سا واپس لے آئے۔ اب اس کے ساتھ کیا کیا؟ اپنے پورے چہرے کا مسح کر لیا۔ اور یاد رکھو جیسے وضو میں ایک بال کے برابر بھی جگہ چھوٹ جاتی تھی تو پھر وضو نہیں ہوتا تھا، یہاں بھی پورے چہرے کا مسح کرنا ہے، کوئی تھوڑی سی بھی جگہ رہ گئی تو تیمم نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ آنکھ کے اوپر خصوصاً اور یہ یہاں پر پھر دوبارہ ہاتھ پھیرنا چاہیے بھئی تاکہ یہ جگہ کہیں رہ نہ جائے بھئی، خوب اچھی طرح ہاتھ پھیر لے۔ اور ہاں یہ جو ہاتھ آپ نے پھیرے ہیں، نیچے مارا تھا ہاتھ بھئی آگے لے گئے پھر واپس لے آئے، اگر مٹی وغیرہ ہے تو پھر ان کو کیا کر لے؟ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مار کر بھئی مٹی وغیرہ کو جھاڑ لے بھئی، اس کو نہ چہرے پر سارا پھیر دے، سمجھ میں آیا؟ تو مٹی جھاڑ لے اور پھر پورے چہرے کا مسح کرے۔

پھر دوسری ضرب اسی طریقے پر لگائے بھئی۔ ہاتھوں کو تھوڑا آگے لے جائے، واپس لے آئے اور پھر بھئی کیا کرے؟ جی، ہاتھ جھاڑ لیے اور پھر پہلے دائیں ہاتھ کا مسح کر لے، پورے ہاتھ کا مسح کرنا ہے بھئی، انگلیوں کا خلال اچھی طرح ہو جائے، انگوٹھی وغیرہ پہنی ہے گھڑی پہنی ہے اس کو اتار دیں مولانا، ہو سکتا ہے کیا ہو وہاں پر ہاتھ ہلایا بھی آپ نے لیکن پھر بھی ہو سکتا ہے ہاتھ نہ لگے تو احتیاط کا طریقہ یہی ہے اس کو اتار لیا جائے تاکہ کسی قسم کا شک اور شبہ نہ رہے بھئی۔ اس کو اتارا اور پورے دائیں ہاتھ پر مسح کر لیا انگلیوں کے بیچ میں ہر جگہ پر، کوئی جگہ نہیں رہی۔ پھر اس کے بعد دوسرے بائیں ہاتھ پر اسی طریقے سے کیا کر لیا؟ مسح کر لیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ ہے تیمم کا طریقہ بھئی۔ ہاں، اور جی یہ آپ کے ساتھی کر رہے ہیں بھئی، دوبارہ ذرا ہاتھ کا مسح کر کے دکھاؤ ان کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ پورا دیکھو انگلیوں کا خلال، کوئی جگہ رہے نہ بھئی، احتیاط سے کرنا ہے خوب اچھی طرح کرنا ہے بھئی۔

اچھا بھئی دیکھیے آگے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ، تیمم دو ضربیں ہیں، يَمْسَحُ بِإِحْدَاهُمَا وَجْهَهُ، مسح کرے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ اپنے چہرے کا، وَبِالْأُخْرٰى يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، اور دوسری کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک۔ وَالتَّيَمُّمُ فِي الْجَنَابَةِ وَالْحَدَثِ سَوَاءٌ، اور تیمم جنابت کی حالت میں اور حدث یعنی بے وضو ہونے کی حالت میں سَوَاءٌ برابر ہے، ایک جیسا ہے بھئی۔ یعنی غسل اور وضو کا تیمم ایک ہی ہے مولانا، یہ نہیں کہ غسل کے لیے الگ تیمم، نہیں بھئی۔ یہی جو بے وضو تھا پانی کی ضرورت ہے وضو کے لیے لیکن پانی مل نہیں رہا کہیں قریب بھی تو اب جیسے تیمم کرتے ہیں، غسل اگر واجب ہو گیا تو اب بھی پانی نہیں ہے تو اسی طریقے پر کیا کر لے؟ تیمم جیسے وضو کے لیے کیا تھا۔[۳]

وَيَجُوزُ التَّيَمُّمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ بِكُلِّ مَا كَانَ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ، اور جائز ہے تیمم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ ان کے نزدیک بھئی بِكُلِّ مَا كَانَ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ، ہر اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو بھئی۔ طرفین کی بات ہو رہی ہے مولانا، طرفین کے نزدیک تیمم جائز ہے ہر اس چیز سے جو کس کی جنس سے ہو بھئی؟ زمین کی جنس میں سے ہو اس سے تیمم جائز ہے، كَالتُّرَابِ جیسے کہ مٹی ہے، وَالرَّمْلِ اور ریت ہے، رمل ریت کو کہتے ہیں بھئی، وَالْحَجَرِ اور پتھر ہے، وَالْجَصِّ، جَصٌّ بھی کہتے ہیں جِصٌّ بھی کہتے ہیں۔ جص بھئی، یاد رکھو چونے سے تیار کیا ہوا خاص مصالحہ ہوتا تھا بھئی۔ جیسے آج کل بھئی سیمنٹ استعمال ہوتا ہے، دیوار بناتے ہوئے اینٹوں کو آپس میں کس سے جوڑتے ہیں؟ سیمنٹ سے۔ اسی طرح یہ مصالحہ ہوتا تھا چونے سے بنایا جاتا تھا، اس کو کیا کہتے تھے؟ جص کہتے ہیں بھئی، اردو میں اسے گچ کہتے ہیں بھئی، گچ۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ یہ سیمنٹ کی طرح مصالحہ تھا چونے سے بنایا جاتا تھا۔ وَالنُّورَةِ، نُورَة چونے کو کہتے ہیں مولانا، چونے کو بھئی۔ چونا بھی زمین کی جنس میں سے ہے مولانا، ریت بھی، پتھر بھی، یہ گچ بھی یہ بھی چونے سے ہی بنا ہے۔ وَالْكُحْلِ، اور اسی طرح سرمہ ہے، یاد رکھو یہ سرمہ بھی جو آپ آنکھوں میں لگاتے ہیں یہ پتھر کو پیس کر بنایا جاتا ہے۔ کبھی پتھر کی شکل میں اسے دیکھا ہے بھئی؟ چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں بڑے بہت وزنی اور سخت قسم کا، تو یہ اس کو پیسا جاتا ہے بے انتہا باریک پیس لیا جاتا ہے تو وہ سرمہ بن گیا، تو یہ بھی سخت پتھر ہے بھئی۔ تو یہ بھی زمین کی جنس سے ہے بھئی۔ وَالزِّرْنِيخِ بھئی، زِرْنِيخ بھئی۔ زرنیخ بھی یاد رکھو زمین کی جنس میں سے ایک چیز ہے، یہ ایک قسم کا پتھر ہے، شفاف ہوتا ہے، شفاف پتھر بھئی۔ جیسے شیشہ ہوتا ہے بھئی شفاف اسی طرح یہ پتھر بھی کس قسم کا ہے؟

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالتَّيَمُّمُ فِي الْجَنَابَةِ وَالْحَدَثِ سَوَاءٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والتيمم من الجنابة والحدث سواء» منقول ہے۔

شفاف پتھر ہے مولانا، اور نہایت زہریلا ہوتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اسے ہڑتال کہتے ہیں بھئی۔ تو طبیب وغیرہ لوگ اس کو دوائیوں وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دوائیوں میں۔ اور سنکھیا بھی اس کو کہتے ہیں، سنکھیا بھئی۔ یہ زہر ہے بڑا خطرناک بھئی، لیکن ہے زمین کی جنس سے مولانا، پتھر ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ زمین کی جنس سے ہے۔ تو کہتے ہیں وَالزِّرْنِيخِ، تو ان چیزوں سے بھئی، مٹی ہے، ریت ہے، پتھر ہے، گچ ہے، چونا ہے، سرمہ ہے، اور یہ ہڑتال یا سنکھیا جو ہے ان سب سے بھئی۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ خَاصَّةً، جائز نہیں ہے تیمم مگر مٹی کے ساتھ اور ریت کے ساتھ خاص طور پر بھئی۔ یعنی خاص انہی کے ساتھ تیمم جائز ہے، زمین کی جنس میں سے جو بھی چیز ہو اس سے نہیں، صرف کن چیزوں سے؟ مٹی اور ریت کے ساتھ، ان دو سے ہے، باقی چیزیں جو ذکر ہوئیں ان میں سے کسی کے ساتھ بھی تیمم جائز نہیں۔ لیکن بعد میں مولانا کہتے ہیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا آخری قول جو تھا وہ فرماتے تھے صرف مٹی سے جائز ہے تیمم اور کسی چیز سے بھی جائز نہیں ہے بھئی، کسی بھی چیز سے۔ سمجھ میں آیا؟ تو إِلَّا بِالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ خَاصَّةً بھئی، تو آخری قول میں نے بتلا دیا آپ کو وہ یاد رکھنا بھئی، آخری قول کے مطابق رمل کا لفظ یہاں نہیں ہونا چاہیے، صرف کس کے ساتھ جائز ہے؟ صرف مٹی کے ساتھ بھئی۔

اچھا بھئی طرفین کے نزدیک کیا بات ذکر ہوئی کس چیز سے تیمم جائز ہے، کس چیز پر دو ضربیں لگا کر تیمم کر سکتے ہیں بھئی؟ ہر وہ چیز جو زمین کی جنس میں سے ہو اس سے تیمم جائز، اور جو چیز زمین کی جنس میں سے نہیں ہے مثلاً لوہا ہے، تانبا ہے، پیتل ہے، لکڑی ہے، کپڑے ہیں، غلہ ہے، ان میں سے کوئی زمین کی جنس میں سے ہے؟ نہیں بھئی، تو ان کے ساتھ تیمم کرنا درست نہیں ہے۔ اچھا بھئی ہمیں پتا کیسے چلے گا کون سی چیز زمین کی جنس میں سے ہے کون سی چیز زمین کی جنس میں سے نہیں؟ تو اس کے لیے بھی فقہائے کرام نے ضابطہ بتلا دیا بھئی، کہتے ہیں آسان طریقہ ہے ہم آپ کو بتلا دیتے ہیں، جو چیز آگ میں نہ جلے اور نہ گلے وہ زمین کی جنس سے ہے۔ جو چیز بھی آگ کے اندر نہ تو جلتی ہے اور نہ گلتی ہے وہ کیا ہے؟ زمین کی جنس سے ہے۔ لہٰذا لکڑی خارج ہوئی کیونکہ لکڑی کیا ہے؟ آگ میں جل جاتی ہے، اور ہم نے تو کیا کہا جو آگ میں نہ جلے۔ اور لوہا پیتل وغیرہ بھی خارج ہوئے، کیوں؟ کیونکہ ہم نے کہا تھا جو آگ میں نہ گلے، لیکن ان کو آگ میں گرم کرتے ہیں تو یہ نرم ہو جاتے ہیں، پگھل جاتے ہیں، پانی بن جاتے ہیں بھئی۔ یہ لوہار چیزیں کس طرح بناتے ہیں بھئی؟ لوہے کو آگ پر گرم کرتے ہیں اور اس سے پھر وہ نرم ہو جاتا ہے اس کو جو شکل دینا چاہتے ہیں دے دیتے ہیں۔ سونا ہے اس کو آگ پہ خوب گرم کرتے ہیں یہ نرم ہو جاتا ہے پانی بن جاتا ہے اس کو جو شکل دینا چاہتے ہیں وہ دے دیتے ہیں۔ تو جو چیز آگ میں جل جائے یا گل جائے، گلنے کا کیا معنی؟ پانی بن جائے یا نرم ہو جائے، معلوم ہوا وہ زمین کی جنس میں سے نہیں ہے۔

ہاں دو چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں اس ضابطے سے مولانا، ایک راکھ ہے اور ایک چونا۔ راکھ پہ یہ تعریف صادق آ رہی ہے، راکھ کو آپ جلائیں گے وہ جلے گی بھی نہیں اور وہ گلے گی بھی نہیں، تو دونوں شرطیں پوری ہو گئیں یا نہیں؟ وہ آگ میں جلتی بھی نہیں گلتی بھی نہیں لیکن ضابطے سے مستثنیٰ ہے، پھر بھی اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز نہیں۔ اور چونا بھئی اس پہ تو تعریف صادق ہی نہیں آ رہی کیونکہ ہم نے کیا کہا تھا؟ وہ چیز آگ میں نہ جلے، لیکن چونا آگ میں جل جاتا ہے۔ چونا کیا ہے؟ آگ میں جل جاتا ہے، لیکن وہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، اس کو نکال دیا گیا اس قاعدے سے، پھر بھی وہ ہے زمین کی جنس سے بھئی اور اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو ضابطہ یہ ہوا کہ جو چیز آگ میں نہ جلے اور نہ گلے وہ زمین کی جنس سے ہے بھئی، البتہ دو چیزیں خارج ہیں مولانا ایک راکھ اور ایک چونا بھئی۔ راکھ کو اس میں داخل ہونا چاہیے تھا لیکن پھر بھی ہم نے اسے خارج کر دیا، اور چونے کو اس سے خارج ہونا چاہیے تھا لیکن پھر بھی ہم نے اسے داخل کر دیا ان چیزوں میں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَالنِّيَّةُ فَرْضٌ فِي التَّيَمُّمِ، اور نیت فرض ہے تیمم کے اندر۔ نیت کیا ہے؟ فرض ہے تیمم کے اندر، وَمُسْتَحَبَّةٌ فِي الْوُضُوءِ، اور نیت مستحب ہے کس کے اندر بھئی؟ وضو میں بھئی۔ جیسے صاحب قدوری نے بتلایا تھا کہ نیت کرنا کیا ہے؟ وضو میں مستحب ہے مولانا، لیکن میں نے بتلایا تھا بھئی کہ علمائے محققین کیا فرماتے ہیں بھئی؟ نیت سنت ہے وضو کے اندر بھئی۔ تو دلائل ہیں ہر ایک کے اپنے بھئی، صاحب قدوری کے نزدیک یہ مستحبات میں ہو گی بھئی۔ تو تیمم کے اندر نیت کیوں فرض ہے؟ یہ نائب کس کا ہے؟ وضو کا، اور وضو میں نیت مستحب ہے یا سنت ہے تو اس کے اندر بھی کیا ہونی چاہیے نیت؟ مستحب یا سنت۔ لیکن کہتے ہیں نہیں بھئی، تیمم کے اندر نیت فرض ہے ہمارے فقہائے کرام فرماتے ہیں کیونکہ تیمم کا معنی ہی کیا ہے؟ ارادہ کرنا، نیت کرنا۔ لہٰذا اس کے اندر نیت کیا ہے؟ فرض۔ دلیلیں ہیں مولانا بڑی دلیلیں ہیں، ایک وجہ میں نے ذکر کر دی کیونکہ اس کا معنی ہی کیا ہے؟ نیت کرنا۔ اس کا معنی ہی بتلا رہا ہے بھئی اس میں

نیت ضرور ہونی چاہیے۔

اچھا، معلوم ہوا جس نے نیت نہیں کی اس کا تیمم بھی نہیں ہو گا۔ لہذا دو آدمی سفر میں جا رہے ہیں بھئی، پانی ختم ہے اور قریب میں کہیں پانی ملنے کا امکان نہیں، اب نماز کا وقت ہوا، اب دونوں کیا کرتے ہیں؟ تیمم کرنا چاہیے بھئی نماز کا وقت ہو گیا پانی تو کہیں ملے گا نہیں، ایک کہتا ہے بھئی مجھے تو تیمم کا طریقہ ہی نہیں آتا، تو دوسرا اس کو بتلاتا ہے کہتا ہے دیکھو تیمم یوں کرتے ہیں، اس کے سامنے تیمم کر کے اسے دکھاتا ہے۔ کیا کرتا ہے؟ اس کے سامنے تیمم کر کے دکھایا لیکن نیت خود نہیں کی، بس اس کو سکھا رہا ہے۔ تو تیمم ہوا یا نہیں ہوا مولانا؟ نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کسی کو سکھانے کے لیے دکھانے کے لیے اگر تیمم کیا جائے اور ارادہ پاکی کا، نیت نہیں کی تو تیمم نہیں، لیکن اگر نیت کر لی تو پھر اس کا بھی تیمم کیا ہو گا؟ ہو جائے گا، اس کو دکھانا بھی ہو گیا اور پاکی بھی ہو گئی۔

وَيَنْقُضُ التَّيَمُّمَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ، اور توڑ دیتی ہے تیمم کو كُلُّ شَيْءٍ ہر وہ چیز يَنْقُضُ الْوُضُوءَ جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔ بھئی جن جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا تھا جو گزر گئیں پچھلی بحث کے اندر بھئی ان تمام چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جائے گا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ یہ تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں بھئی صاحب قدوری کی عبارت کے بجائے دوسرے بعض علماء نے جو عبارت نقل کی ہے اپنی کتابوں میں وہ بہتر ہے بھئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو چیز اصل کو توڑنے والی ہے وہ تیمم کو بھی توڑ دے گی اور جو چیز اصل کو نہیں توڑنے والی وہ تیمم کو بھی نہیں توڑے گی۔ سمجھ میں آیا؟ صاحب قدوری نے کیا فرمایا بھئی؟ ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دے گی وہ تیمم کو بھی توڑ دے گی۔ لیکن بھئی تیمم تو دو قسم پر ہے مولانا، ایک تیمم وضو کا ہوتا ہے اور ایک تیمم غسل کا ہوتا ہے، تو غسل کے تیمم کو تو یہ وضو کی توڑنے والی چیزیں اس تیمم کو نہیں توڑیں گی مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس کو نہیں توڑیں گی بھئی۔

یہ معنی نہیں، ایک آدمی پہ غسل واجب ہوا، پانی نہیں ملا اس نے کیا کر لیا؟ تیمم کر لیا۔ کیا کر لیا؟ تیمم کر لیا مولانا، اب وہ حالت جنابت میں ہے یا پاک ہو گیا؟ پاک ہو گیا، کسی قسم کا شک کرنے کی ضرورت نہیں، پاک ہو گیا۔ اچھا، اس کے ذریعے اس نے کیا کیا مثلاً ایک نماز وغیرہ بھی پڑھ لی بھئی۔ اب اس نے پیشاب وغیرہ کر لیا، اب آپ بتائیے کیا ہو گا حکم؟ اوہو، وضو تو ٹوٹ گیا یا نہیں ٹوٹ گیا؟ وضو تو ٹوٹ گیا اور نماز کے لیے تو وضو ضروری ہے، پھر اب وضو کے لیے کیا کرے گا؟ تیمم۔ لیکن وہ غسل والا تیمم نہیں ٹوٹا بایں معنی کہ اب دوبارہ یہ جنابت میں نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ہاں یہ معنی ہے، یہ معنی نہیں کہ اب وضو ٹوٹا رہے وہ نمازیں پڑھتا رہے۔ جی غسل والا تو ٹوٹتا ہی نہیں بھئی۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو لہذا جو چیز اصل کو توڑنے والی ہے وہ تیمم کو بھی توڑے گی۔ تو وضو کے تیمم کے لیے اصل کیا ہے؟ وضو۔ بھئی وضو کے لیے نائب ہے تیمم، اسی طرح غسل کے لیے نائب ہے تیمم۔ تو تیمم کے لیے دو اصل ہوئے، کون کون سے؟ وضو اور غسل۔ تو یہ کبھی نائب ہوتا ہے وضو کا تو اس کے لیے اصل ہے وضو، یہ کبھی نائب ہوتا ہے کس کا؟ غسل کا تو اس کا اصل کون ہوا؟ غسل۔ تو جو چیز اس کے اصل کو توڑ دے گی وہ اس تیمم کو بھی توڑ دے گی۔ لہذا ایک آدمی نے جنابت کی حالت میں بھئی تیمم کر لیا، جنابت تھی اور پھر پانی نہیں ملا اس نے تیمم کر لیا، تو اب یہ جنابت والا تیمم نہیں ٹوٹا لیکن اگر اس کو پھر جنابت لاحق ہوئی مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو اب جنابت آتی تھی تو اس سے کیا ہوتا تھا؟ غسل واجب ہو جاتا تھا بھئی، تو یہاں پر بھی اب دوبارہ وہ تیمم ٹوٹ چکا ہے دوبارہ کیا کرنا پڑے گا؟ تیمم۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟

تو لہذا مولانا پانی نہیں مل رہا تھا، اب ایک آدمی کو پانی مل گیا، اس کو جنابت لاحق ہوئی تھی اور وہ جنبی ہوا، پانی نہیں ملا اس نے کیا کیا؟ تیمم کر لیا بھئی غسل کے لیے، تیمم کر لیا۔ اچھا، ایک آدمی تھا اس نے تیمم کیا ہے غسل کا مولانا، اب وہ سفر کر رہا ہے چلتے چلتے اس کو ایک لوٹا پانی کا مل گیا۔ ایک لوٹا کس کا مل گیا؟ پانی کا، جس سے خوب سکون سے وضو ہو سکتا ہے۔ اب آپ بتائیے مولانا اس کا تیمم ٹوٹے گا یا نہیں ٹوٹے گا؟ جی؟ بھئی میں نے کیا بیان کیا کون سا تیمم کر کے وہ چل رہا ہے؟ غسل والا، اور یہ پانی جو ملا کیا اب اس سے غسل ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ جب اس سے غسل نہیں ہو سکتا تو غسل والا تیمم بھی اس سے نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں وضو والا تیمم کیا ہوتا تو یہ پانی مل گیا اس سے وضو ہو سکتا ہے آرام سے بھئی، لہذا وہ تیمم کیا ہو گا؟ ٹوٹ جائے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ چیز جو اصل کو توڑنے والی ہے وہ تیمم کو بھی توڑے گی۔ سمجھ میں آیا؟ تو غسل، اتنا پانی مل جائے جس سے غسل کر سکے پھر وہ تیمم ٹوٹ جائے گا اب غسل کرنا پڑے گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟

تو کہتے ہیں وَيَنْقُضُ التَّيَمُّمَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ، اور توڑ دے گی تیمم کو ہر وہ چیز جو توڑ دیتی ہے وضو کو، وَيَنْقُضُهُ أَيْضًا رُؤْيَةُ الْمَاءِ إِذَا قَدَرَ عَلَى اسْتِعْمَالِهِ، اور توڑ دیتی ہے، جی، أَيْضًا کا معنی بھی کے کریں گے، بھی۔ اچھا، اور توڑ دیتی ہے رُؤْيَةُ الْمَاءِ پانی کا دیکھنا بھی، پانی کا دیکھنا بھی اس تیمم کو توڑ دیتا ہے إِذَا قَدَرَ عَلَى اسْتِعْمَالِهِ، جب وہ قادر ہو اس کے استعمال پر۔ جب وہ قادر ہو اس کے استعمال پر۔ صرف پانی مل جائے بھئی آپ فوراً

حکم لگادیں بھئی ہم نے قدوری کے اندر مسئلہ پڑھا تھا پانی مل جائے تو تیمم کیا ہو گا؟ ٹوٹ جائے گا۔ نہیں بھئی نہیں، پانی تو مل گیا لیکن وہ جس نے تیمم کیا وہ تو مریض ہے اب بھی کیا کرتا ہے؟ پانی استعمال کرے گا تو اس کا مرض بڑھ گیا، تو معلوم ہوا وہ ابھی بھی پانی پر قادر نہیں، تو گویا پانی یوں سمجھا جائے گا ہے ہی نہیں۔ یوں سمجھا جائے گا ہے ہی نہیں۔ تو لہٰذا صرف پانی کے ملنے سے نہیں بلکہ پانی ملے بھی اور وہ اس کے استعمال پر قادر بھی ہو۔ اسی لیے کہا وَيَنْقُضُهُ أَيْضًا رُؤْيَةُ الْمَاءِ إِذَا قَدَرَ عَلَى اسْتِعْمَالِهِ، اور توڑ دیتا ہے پانی کا دیکھنا بھی تیمم کو جب وہ شخص قادر ہو اس پانی کے استعمال پر۔

وَلَا يَجُوزُ التَّيَمُّمُ إِلَّا بِصَعِيدٍ طَاهِرٍ، اور جائز نہیں ہے مولانا تیمم مگر پاک مٹی کے ساتھ بھئی۔ تیمم صرف کس کے ساتھ جائز ہے؟ پاک مٹی کے ساتھ۔ بھئی زمین کی جنس میں سے ہو لیکن اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام لکھتے ہیں مولانا ایک زمین ہے اس پر کسی نے پیشاب وغیرہ کر دیا لیکن وہ زمین دھوپ کے اثر سے خشک ہو گئی اور پیشاب کا اثر وغیرہ بو وغیرہ وہاں سے بالکل ختم ہو گئی، اس زمین پر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن اس سے تیمم کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ تیمم کے لیے کیا شرط ضروری ہے بھئی؟ پاک ہونا۔ زمین تو وہ پاک ہو گئی لیکن تیمم کرنا اس سے جائز نہیں۔ ہاں اگر پتا نہیں ہے تو پھر ایسے کبھی شک وہم نہیں کرنا چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ پتا نہ ہو تو پھر شک اور وہم نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں پتا ہو تو پھر اس جگہ سے تیمم نہیں کر سکتے بھئی۔

اور میں نے آپ کو بتایا بھئی تیمم کن چیزوں سے جائز ہے؟ جو چیزیں زمین کی جنس میں سے ہیں۔ لیکن اگر زمین کی جنس سے نہ ہو مثلاً غلہ پڑا ہوا ہے یا کپڑے پڑے ہیں یا لکڑی پڑی ہے، ان پر گرد اور مٹی پڑی ہوئی ہے تو پھر اس صورت میں ان سے بھی کیا ہے تیمم کرنا جائز ہے۔ جبکہ جو چیزیں زمین کی جنس میں سے ہیں ان پر بالکل سرے سے کوئی گرد نہ ہو پھر بھی ان سے تیمم جائز ہے۔ لہٰذا ایک پتھر پڑا ہے، ایک اینٹ پڑی ہے، اس پر کوئی گرد نہیں ہے پھر بھی اس سے تیمم جائز ہے، اور اگر بالکل دھلا ہوا ہے صاف ستھرا پتھر چمک رہا ہے مولانا پھر بھی اس سے تیمم جائز ہے۔ یہ ضروری یاد رکھنا بھئی زمین کی جنس میں سے ہو تو پھر اس پر گرد کا ہونا ضروری نہیں، بالکل صاف ستھرا ہو پھر بھی تیمم ہو جائے گا۔ جی چلیے مولانا، بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲: باب التیمم (۲): جنسِ ارض کی تحقیق (امام اعظم وصاحبین کا مسلک)، نواقضِ تیمم، وقت میں پانی ملنے کی امید اور دعائیں

مختصر القدوری صفحہ: ۹—بتاریخ: ۲۹ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

اچھا بھئی تیمم کا باب ہم نے شروع کیا تھا بھئی۔ تیمم کا لغوی معنی بتلایا تھا میں نے، تیمم کے لغوی معنی ہیں ارادہ کرنے کے اور اصطلاح شریعت میں تیمم دو ضربوں کا نام ہے اور ان دو ضربوں کے ساتھ جو چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا جائے بھئی۔

اچھا، اور آپ نے مسئلہ پڑھا تھا بھئی کہ جس کو پانی نہ ملے اور وہ مسافر ہے یا شہر سے باہر ہے اور اس کے اور شہر کے بیچ ایک میل یا زیادہ کی مقدار ہے، یا پانی تو وہ پاتا ہے لیکن مریض ہے، اس کو خوف ہے اگر پانی استعمال کرے گا تو مرض بڑھ جائے گا، یا جنبی ہے اس کو خوف ہے اگر میں نے غسل کیا تو سردی مجھے مار ڈالے گی یا مجھے بیمار کر دے گی، تو پھر کیا کر لینا چاہیے ان تمام صورتوں میں؟ تیمم کر لینا چاہیے بھئی۔ اور میں نے بتایا تھا جتنی پاکی وضو سے حاصل ہوتی ہے اتنی ہی پاکی تیمم سے حاصل ہوتی ہے، لہذا کسی قسم کا وہم کرنے یا وسوسے کی کسی قسم کی ضرورت نہیں، یہ وسوسہ نہ کرے بھئی کہ اچھی طرح میں پاک نہیں ہوا بھئی۔ جی۔

اور یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ غسل اور وضو دونوں کا تیمم ایک جیسا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہی طرح ہے، غسل کی ضرورت پیش آئی پانی کے استعمال پر قادر نہیں ہے یا پانی نہیں ہے تو پھر اس صورت میں پھر بھی اسی طرح تیمم کر لے بھئی۔ اور تیمم ہر اس چیز کے ساتھ جائز ہے جو زمین کی جنس میں سے ہو اور جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم کرنا بھی جائز نہیں بھئی، الا یہ کہ اس پر مٹی یا گرد پڑی ہوئی ہو خوب تو پھر اس سے تیمم جائز ہو جائے گا جیسے لکڑی پر مٹی لگی ہے یا گرد پڑی ہوئی ہے۔

اچھا، اب کسی چیز کو کیسے پہچانیں گے کہ وہ زمین کی جنس سے ہے یا زمین کی جنس سے نہیں ہے؟ تو اس کا ضابطہ میں نے بتلایا تھا جو چیز آگ میں نہ تو جلے اور نہ آگ میں پگھلے یا نرم ہو تو وہ کس کی جنس سے ہے؟ زمین کی جنس سے ہے۔ لیکن پھر اس ضابطے سے مستثنیٰ کر دیا تھا، نکال دیا تھا چونے کو اور راکھ کو۔ راکھ کو داخل ہونا چاہیے تھا اور چونے کو خارج ہونا چاہیے تھا مولانا۔ راکھ کو کیوں داخل ہونا چاہیے تھا؟ کیونکہ وہ نہ جلتی ہے اور نہ پگھلتی ہے آگ کے اندر بھئی، تو اس پہ بھی یہ ضابطہ صادق آ رہا ہے لیکن اس کو نکال دیا، نہیں بھئی اس سے نہیں کر سکتے۔ اور چونے کو خارج ہونا چاہیے تھا کیونکہ ہم نے تو کہا تھا وہ چیز آگ میں نہ جلے، چونا تو جل جاتا ہے لیکن پھر بھی اس کو کیا کیا؟ داخل کیا بھئی۔

اور اس کے بعد آپ نے یہ مسئلہ بھی پڑھا تھا کہ تیمم کرتے وقت اگر زمین کی جنس میں سے کوئی چیز ہے، پتھر ہے، اینٹ ہے وغیرہ، اس سے تیمم کر رہا ہے تو اس پر گرد کا ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ بالکل صاف ہیں دھلے ہوئے ہیں مولانا پھر بھی ان سے تیمم کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ خوب اچھی طرح یاد رکھنا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں جی، جو زمین کی جنس سے ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ نیت کرنا تیمم کے اندر فرض ہے بھئی۔ لہذا اگر کوئی شخص بغیر نیت کے تیمم کرتا ہے، مثلاً کیا صورت بنے گی؟ کسی کو سکھا رہا ہے تیمم بھئی، تو اب کسی کو سکھانے کے لیے یاد کھانے کے لیے تیمم کیا، نیت نہیں کی پاکی کی تو پھر اس صورت میں اس کا تیمم نہیں ہوا بھئی کیونکہ نیت تو فرض تھی اس نے نیت نہیں کی پاکی کی۔ اور نیت بھی کیا کرے گا بھئی؟ پاکی کی نیت کرے یا نماز ادا کرنے کی مثلاً نیت کرے، یہ نیت کرنا ضروری نہیں کہ میں کس چیز کا تیمم کرتا ہوں، وضو کا یا غسل کا کرتا ہوں یہ ضروری نہیں، بس میں پاکی حاصل کرنے کے لیے تیمم کرتا ہوں یا میں نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں۔

اسی طرح یہ مسئلہ بھی پڑھا تھا آپ نے جس چیز کا تیمم کیا ہے وہ چیز جن چیزوں سے ٹوٹ جاتی ہے مولانا تو تیمم بھی اس کا ٹوٹ جائے گا۔ وضو کے لیے تیمم کیا ہے وضو کی جگہ تو اب جو چیزیں وضو کو توڑنے والی ہیں وہ اس تیمم کو بھی توڑ دیں گی، اور اگر غسل سے تیمم کیا ہے تو جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے یعنی ٹوٹ جاتا ہے انہی چیزوں کی وجہ سے یہ تیمم بھی ٹوٹ جائے گا۔ اور اسی طرح ایک اور زائد چیز ہے اس سے بھی تیمم ٹوٹتا ہے، وہ کیا؟ پانی کا مل جانا یا پانی کے استعمال پر قادر ہو جانا۔ اور یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ اگر وضو کا تیمم ہے تو وضو کی مقدار کے برابر اتنا پانی مل جائے کہ اس سے وضو کر سکے تو پھر تیمم ٹوٹ جائے گا، اس سے کم ملے تو پھر تیمم نہیں ٹوٹے گا۔ اور غسل کا تیمم کیا ہے تو غسل کی مقدار کے برابر پانی مل جائے تو پھر یہ تیمم ٹوٹے گا ورنہ یہ تیمم نہیں ٹوٹے گا بھئی۔ اور کتنا بھئی وضو کے لیے کتنا پانی چاہیے ہو گا؟ جس سے صرف فرائض ادا ہو سکیں ایک ایک مرتبہ بس بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جس سے فرائض ادا ہو سکیں بس۔

جی دیکھیے آگے۔ وَيُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ يَرْجُو أَنْ يَجِدَهُ فِي آخِرِ الْوَقْتِ أَنْ يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ إِلَى آخِرِ الْوَقْتِ، فَإِنْ وَجَدَ الْمَاءَ تَوَضَّأَ وَصَلَّى وَإِلَّا تَيَمَّمَ، وَيُصَلِّي بِتَيَمُّمِهِ مَا شَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ۔[۱]

بھئی ایک آدمی ہے اس کو پانی نہیں مل رہا لیکن اس کو امید ہے کہ اگر میں نماز کو تھوڑا مؤخر کر دوں تو مجھے پانی مل جائے گا۔ مثلاً ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا مولانا، پانی نہیں مل رہا اسے لیکن اسے امید ہے کہ اگر میں تھوڑی نماز لیٹ کر دوں آدھا گھنٹہ یا گھنٹہ لیٹ کر دوں تو مجھے کیا ہو گا؟ پانی مل جائے گا۔ تو اس کے لیے مستحب ہے مولانا کہ نماز کو مؤخر کر دے۔ کیا کر دے؟ نماز کو مؤخر کر دے۔ مستحب ہے مولانا اگر نہ بھی کرے تو بھی کیا ہو گی؟ نماز تیمم سے ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو اسے مستحب اسی لیے انہوں نے کہا بھئی، یعنی کر لے گا ایسا تو ثواب ہے نہ کرے تو گناہ کوئی نہیں۔

وَيُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ، اور مستحب ہے اس شخص کے لیے جو نہیں پاتا ہے پانی کو، وَهُوَ يَرْجُو، اور اس کو امید ہے، يَرْجُو کا معنی امید، وَهُوَ يَرْجُو اور وہ امید کرتا ہے أَنْ يَجِدَهُ فِي آخِرِ الْوَقْتِ، کہ وہ پانی کو پالے گا آخر وقت کے اندر بھئی، اس کے لیے مستحب کیا ہے؟ أَنْ يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ إِلَى آخِرِ الْوَقْتِ، کہ وہ مؤخر کر دے نماز کو آخر وقت تک بھئی۔ فَإِنْ وَجَدَ الْمَاءَ، مؤخر کر دیا پھر مؤخر کرنے کے بعد فَإِنْ وَجَدَ الْمَاءَ تَوَضَّأَ وَصَلَّى وَإِلَّا تَيَمَّمَ، فَإِنْ وَجَدَ الْمَاءَ پس اگر پانی مل گیا آخر وقت میں تَوَضَّأَ تو پھر اس سے وضو کر لے وَصَلَّى اور نماز پڑھ لے، وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی مؤخر کر دیا لیکن پانی نہیں ملا، تَيَمَّمَ تو تیمم کر لے وہ۔

وَيُصَلِّي بِتَيَمُّمِهِ مَا شَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ، اور پڑھے بھئی اپنے تیمم کے ساتھ جو چاہے وہ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ فرائض اور نوافل میں سے۔ بھئی جیسے ایک وضو کر کے آپ جب تک وضو ہے اس سے فرائض بھی پڑھ سکتے ہیں اور نوافل بھی پڑھ سکتے ہیں، اسی طرح تیمم ہے مولانا، تیمم ایک دفعہ کر لیا تو جب تک تیمم کو توڑنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی جتنے مرضی اس سے فرض پڑھنا چاہے جتنے مرضی اس سے نفل پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک تیمم سے بس ایک فرض پڑھ سکتا ہے بھئی، پھر اگلے فرض کے لیے پھر تیمم کرنا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک نہیں، یہ وضو کا خلیفہ ہے وضو کا نائب ہے تو جو وضو کا حکم تھا وہی اس کا بھی حکم ہو گا، اور وضو میں تو ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھنا جائز تو ایک ہی تیمم سے کئی نمازیں پڑھنا بھی جائز ہے۔ تو کہتے ہیں وَيُصَلِّي بِتَيَمُّمِهِ، پڑھے وہ اپنے تیمم کے ساتھ مَا شَاءَ جو وہ چاہے مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ فرائض اور نوافل میں سے۔

اچھا، کیا مسئلہ پڑھا آپ نے بھئی؟ کہ جس کو پانی ملنے کی امید ہو وہ کیا کر لے؟ مؤخر کر دے۔ اور یہ اس کے لیے ضروری ہے یا مستحب ہے؟ مستحب ہے۔

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ يَرْجُو» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويستحب لمن لا يجد الماء وهو يرجو» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ وَجَدَ الْمَاءَ تَوَضَّأَ وَصَلَّى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن وجد الماء توضأ به وصلى» منقول ہے۔

اچھا، اب ایک آدمی ہے اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، نماز پڑھنے کے بعد پھر ابھی وقت باقی تھا یعنی ظہر کا وقت ہی ابھی چل رہا ہے کہ پانی اس کو مل گیا بھئی، تو اب کیا وہ تیمم ختم ہوا وہ نماز ختم ہوئی دوبارہ دہرانا پڑے گی؟ علماء لکھتے ہیں نہیں بھئی وہ نماز کیا ہو گئی؟ ہو گئی، صحیح ہے بھئی، اس کو دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے بھئی۔ تو ایک دفعہ تیمم کر کے نماز پڑھ لی ہے پھر اسی وقت میں پانی مل بھی جائے اس وقت کے دوران تو بھی وہی نماز اور تیمم درست ہے، نماز دہرانا ضروری نہیں۔

وَيَجُوزُ التَّيَمُّمُ لِلصَّحِيحِ الْمُقِيمِ إِذَا حَضَرَتْ جَنَازَةٌ وَالْوَلِيُّ غَيْرُهُ فَخَافَ إِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ أَنْ تَفُوتَهُ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ فَلَهُ أَنْ يَتَيَمَّمَ وَيُصَلِّيَ۔[۳]

اور جائز ہے تیمم کرنا لِلصَّحِيحِ الْمُقِيمِ تندرست اور مقیم کے لیے، یعنی جو تندرست ہے بیمار نہیں ہے، الْمُقِيمِ جو مقیم ہے مسافر نہیں۔ دیکھو صحیح ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم درست ہے عام حالات میں؟ ایک آدمی تندرست بھی ہے اور گھر پر رہ رہا ہے بھئی مقیم ہے بھئی، ٹھیک ہے، تو کیا وہ تیمم کر سکتا ہے؟ آپ ہیں مولانا آپ تندرست بھی ہیں مقیم بھی ہیں، تو کیا آپ حالت سفر میں ہیں اس وقت؟ نہیں، مقیم ہیں بھئی، تو اب آپ تیمم کرنا چاہیں کر سکتے ہیں؟ نہیں۔ لیکن اب آپ کو بتائیں گے بھئی وہ چیزیں جن کا نائب ہو مولانا، جن کا کیا ہو؟ نائب ہو مولانا، اچھا، جن کا نائب ہو تو ان کے فوت ہونے کا خوف ہو تو بھی تیمم درست نہیں مولانا کیونکہ اس کا نائب موجود ہے۔ اور جس چیز کا نائب نہیں ہے اس کے فوت ہونے کا خطرہ ہے تو اس وقت تیمم جائز ہے۔

کیا ضابطہ بیان ہوا؟ جس چیز کا نائب ہے اس کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہے، اس کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہے تو تیمم کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ چیز اگر چھوٹ بھی گئی تو اس کا نائب تو موجود ہے بھئی۔ اور وہ چیز جس کا نائب نہیں ہے اس کے چھوٹنے کا خوف ہو تو پھر تیمم کرنا جائز ہے کیونکہ اب اگر وہ چیز چھوٹ گئی تو بعد میں اس کا کوئی نائب بھی نہیں ہے بھئی۔

مثلاً دیکھو مولانا عام نماز ہے، عام نماز کا خلیفہ ہے مولانا ادا نہ کر سکے تو پھر کیا کر لو گے؟ قضا۔ قضا کیا ہے اس کا؟ خلیفہ ہے، اس کا نائب ہے مولانا۔ تو اب عام حالات میں ایک آدمی ہے اس کو نماز کے وقت میں تاخیر ہو گئی، اب چند منٹ باقی رہ گئے بھئی ظہر کی نماز اس نے پڑھنی ہے چند منٹ رہ گئے ہیں بس۔ اب اگر وہ وضو کے لیے جاتا ہے بھئی، وضو کی جگہ وہ سامنے دو سو گز کے فاصلے پر پانی ہے، سمجھ میں آیا؟ دو سو گز کے فاصلے پہ وضو کی جگہ ہے، تو وہ اب اگر وہاں تک جاتا ہے پھر وضو کر کے آتا ہے تو اس دوران کیا ہو گا؟ وقت ختم ہو جائے گا ظہر کا، ظہر کی نماز قضا ہو جائے گی، تو کیا وہ تیمم کر سکتا ہے؟ وہ تیمم نہیں کر سکتا بلکہ اسے ہر حال میں وضو ہی کرنا پڑے گا۔ وضو کرے اب اگر اتنا وقت مل جاتا ہے کہ ظہر کی نماز ادا کر سکتا ہے تو ادا کر لے، اگر اتنا وقت نہیں ملتا تو کوئی بات نہیں بھئی کرنا وضو ہی پڑے گا اسے، اب ظہر کی نماز ادا تو نہیں کر سکا لیکن اس کا نائب تو ہے یعنی قضا ہے، قضا پڑھے اب بعد میں بھئی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟

اسی طرح ایک آدمی ہے مولانا، جمعہ کے لیے آیا بھئی وضو ٹوٹ گیا، اب اگر وہ پھر وضو کے لیے جاتا ہے وضو کر کے آئے گا تو اس دوران جمعہ نکل جائے گا، تو آپ کیا حکم لگائیں گے؟ تیمم کر سکتا ہے یا تیمم نہیں کر سکتا؟ تیمم نہیں کر سکتا بھئی۔ کیوں؟ اس لیے کہ جمعہ کی نماز اگر رہ جائے تو پھر اس کا نائب ہے مولانا، ظہر کی نماز پڑھ لے بھئی۔ جس کا جمعہ رہ جائے کیا کر لے؟ ظہر کی نماز پڑھ لے۔ جمعہ تو رہ گیا اب اکیلے تو جمعہ نہیں ہو سکتا تو یہ وقت کون سی نماز کا ہے؟ ظہر کی نماز کا، تو اب وہ ظہر کی نماز پڑھ لے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو لہذا تیمم نہیں کر سکتا یہاں پر کیونکہ نائب موجود ہے مولانا، جمعہ کی نماز کا نائب کیا ہے؟ ظہر کی نماز ہے بھئی۔

ایک آدمی نماز جنازہ میں آیا بھئی شرکت کے لیے اور وضو ٹوٹ گیا، اب اگر وہ وضو کرنے جاتا ہے وضو کر کے آئے گا تو ادھر نماز جنازہ نکل جائے گی مولانا، اور نماز جنازہ کا کوئی خلیفہ نہیں، کوئی نائب نہیں۔ لہذا اب شریعت نے اس کو اجازت دے دی، فوراً کیا کر لو؟ یہیں پہ تیمم کر لو اور نماز جنازہ میں شریک ہو جاؤ۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ تو اب اگرچہ پانی پر وہ قادر بھی ہے، صحیح بھی ہے، لیکن پانی دور بھی نہیں ہے قریب ہے مولانا لیکن وضو کرنے لگتا ہے تو ادھر نماز جنازہ تو دو تین منٹ کی بات ہے بھئی وہ تو نکل جائے گی بھئی۔ تو لہذا اس کے لیے شریعت نے کیا گنجائش دے دی؟ اسے فوراً تیمم کر لے اور نماز جنازہ میں شریک ہو جائے۔ اسی طرح عید کی نماز ہے مولانا، عید کی نماز کا بھی کوئی نائب نہیں بھئی۔ عید کی نماز رہ جائے تو کوئی قضا وغیرہ ہے اس کی بھئی؟ نہیں، اس کا کوئی نائب نہیں ہے، تو لہذا عید کی نماز کے لیے آیا وضو ٹوٹ گیا، اب اگر وہ وضو کرتا ہے تو عید کی نماز نکل جائے گی، تو لہذا اس کے لیے بھی شریعت نے کیا اجازت دے دی؟ تیمم کر

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَجُوزُ التَّيَمُّمُ لِلصَّحِيحِ الْمُقِيمِ إِذَا حَضَرَتْ جَنَازَةٌ وَالْوَلِيُّ غَيْرُهُ فَخَافَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويجوز التيمم للصحيح في المصر إذا حضرت جنازة والولي غيره فخاف» منقول ہے۔

لے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ اس وقت ہے کہ جب کہ وضو کرے گا تو نماز کیا ہے نکل جائے گی، اگر نماز نہیں نکلتی پہنچ سکتا ہے تو پھر تو وضو ہی کرنا پڑے گا پھر تیمم صحیح نہیں۔

دیکھیے بھئی اب یہی مسائل ذکر ہوں گے۔ کہتے ہیں وَيَجُوزُ التَّيَمُّمُ لِلصَّحِيحِ الْمُقِيمِ، اور جائز ہے تیمم کرنا تندرست مقیم آدمی کے لیے إِذَا حَضَرَتْ جَنَازَةٌ، جب جنازہ حاضر ہو جائے، جب جنازہ آجائے، وَالْوَلِيُّ غَيْرُهُ، اور ولی اس کے علاوہ ہے مولانا، یہ جو آدمی صحیح مقیم جس کے بارے میں بتلا رہے ہیں ولی یہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہے اس میت کا ولی بھئی۔ بھئی دیکھو ایک ہے ولی ایک ہے غیر ولی، تو جو جنازے کا ولی ہے مثلاً ایک شخص ہے اس کے والد کا انتقال ہوا وہ بیٹا اس کا ولی ہے بھئی، بیٹا کیا ہے؟ ولی ہے، اس کے لیے ایسا نہیں درست بھئی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کے لیے تو لوگ انتظار کر لیں گے وہ آرام سے جائے وضو کر کے آجائے۔ عام آدمی ہو تو اس کے لیے روکیں گے جنازہ بھئی؟ نہیں، لیکن ولی کے لیے کیا کر لیتے ہیں لوگ؟ انتظار کر لیتے ہیں کہ وہ آجائے تو پھر۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر انتظار نہ بھی کریں وہ پھر بھی دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ تو وضو کرنے گیا لوگوں نے انتظار ہی نہیں کیا پیچھے نماز جنازہ پڑھ لی تو اس کو اعادہ نماز جنازہ کا کرنے کی کیا ہے شریعت نے اجازت دی ہے کیونکہ وہ ولی ہے اس کا بھئی۔ تو لہٰذا یہ جو آدمی جس کے بارے میں اب بات چل رہی ہے جس کو تیمم کرنا جائز ہے نماز جنازہ کے لیے یہ کون ہو گا بھئی، ولی ہو گا یا غیر ولی ہو گا؟ غیر ولی۔ یہی بات بتلا رہے ہیں وَالْوَلِيُّ غَيْرُهُ، اور ولی اس کے علاوہ کوئی اور ہے، فَخَافَ، پس اس آدمی کو خوف ہے إِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ، اگر وہ مشغول ہوا طہارت میں یعنی وضو کے اندر أَنْ تَفُوتَهُ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ، تو چھوٹ جائے گی اس سے نماز جنازہ بھئی، فَلَهُ أَنْ يَتَيَمَّمَ، تو جائز ہے اس کے لیے کہ وہ تیمم کر لے وَيُصَلِّيَ، اور نماز جنازہ اس سے پڑھ لے بھئی۔

وَكَذٰلِكَ مَنْ حَضَرَ الْعِيدَ، اسی طرح وہ آدمی جو حاضر ہوا عید کے لیے، جو آیا ہے نماز عید کے لیے، فَخَافَ، اس کو یہ خوف ہے إِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ، اگر وہ مشغول ہوا طہارت کے اندر أَنْ يَفُوتَهُ الْعِيدُ، تو چھوٹ جائے گی اس سے عید بھئی یعنی عید کی نماز، تو اس کا بھی یہی حکم ہے وہ بھی تیمم کر لے۔

وَإِنْ خَافَ مَنْ شَهِدَ الْجُمُعَةَ إِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ أَنْ تَفُوتَهُ الْجُمُعَةُ تَوَضَّأَ، فَإِنْ أَدْرَكَ الْجُمُعَةَ صَلَّاهَا وَإِلَّا صَلَّى الظُّهْرَ أَرْبَعًا۔ اور اگر خوف ہے مَنْ اس آدمی کو شَهِدَ الْجُمُعَةَ جو جمعہ کے لیے آیا ہے، جمعہ میں حاضر ہوا ہے، اس کا وضو ٹوٹ گیا اب اسے یہ خوف ہے إِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ، اگر وہ مشغول ہو گیا طہارت کے اندر یعنی وضو میں أَنْ تَفُوتَهُ الْجُمُعَةُ، تو جمعہ اس سے چھوٹ جائے گا، اس آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ تَوَضَّأَ، یہ کیا کرے؟ وضو کرے۔ فَإِنْ أَدْرَكَ الْجُمُعَةَ صَلَّاهَا، اگر اس نے جمعہ کی نماز پالی صَلَّاهَا کیا کر لے اسے؟ پڑھ لے۔ جمعہ میں پہنچ گیا بھئی آخری التحیات میں ہی جا پہنچ گیا، کیا کر لے؟ جمعہ کی نماز اسے مل گئی جمعہ کی نماز پڑھ لے۔ وَإِلَّا، اگر بالکل ختم ہو چکی ہے، وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی جمعہ اسے نہ ملے صَلَّى الظُّهْرَ أَرْبَعًا، تو ظہر کی نماز پڑھ لے چار رکعات بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟

وَكَذٰلِكَ إِنْ ضَاقَ الْوَقْتُ فَخَشِيَ إِنْ تَوَضَّأَ فَاتَهُ الْوَقْتُ لَمْ يَتَيَمَّمْ، اور اسی طرح ہے مولانا اگر وقت تنگ ہو جائے، ضَاقَ کا معنی تنگ ہونا یعنی تھوڑا رہ جائے وقت، اگر وقت تنگ ہو جائے فَخَشِيَ پس خوف ہے اس آدمی کو إِنْ تَوَضَّأَ کہ اگر اس نے وضو کیا فَاتَهُ الْوَقْتُ تو وقت اس سے فوت ہو جائے گا، وقت نماز کا نکل جائے گا بھئی، چند منٹ ظہر کے تو رہ گئے ہیں اب وہ نکل جائیں گے اس کو خوف ہے، لَمْ يَتَيَمَّمْ یہ بھی تیمم نہیں کرے گا کیونکہ اس کا خلیفہ ہے، وَلٰكِنَّهُ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي فَائِتَتَهُ، بلکہ یہ وضو کرے گا اور نماز پڑھے گا اپنی فوت شدہ بھئی، اپنی فوت شدہ قضا نماز پڑھ لے گا۔[۴]

وَالْمُسَافِرُ إِذَا نَسِيَ الْمَاءَ فِي رَحْلِهِ فَتَيَمَّمَ وَصَلّٰى ثُمَّ ذَكَرَ الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ لَمْ يُعِدْ صَلَاتَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُعِيدُ۔

ایک مسافر ہے مولانا، سفر پر چلا، پانی اس نے سامان کے اندر باندھا ہوا ہے بھئی۔ تو نماز کا وقت آیا، قریب ارد گرد کہیں پانی نہیں اور وہ بھول گیا کہ میں

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «تَوَضَّأَ فَاتَهُ الْوَقْتُ لَمْ يَتَيَمَّمْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «توضأ قات الوقت لم يتيمم» منقول ہے۔

نے بھی سامان میں کیا کیا تھا؟ پانی باندھا تھا میرے پاس پانی موجود ہے، وہ بھول گیا۔ چنانچہ اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی اسے یاد آ گیا بھئی کہ او ہو پانی تو میرے پاس موجود ہے، نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو کیا اب وہ پھر وضو کرے اور نماز پڑھے گا یا وہی نماز ہو گئی؟ تو طرفین فرماتے ہیں کہ نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں نماز وہی ہو گئی بھئی، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں کہ نماز کو کیا کرلے؟ پھر لوٹائے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَالْمُسَافِرُ إِذَا نَسِيَ الْمَاءَ، اور مسافر جب بھول جائے پانی کو، نَسِيَ کا معنی بھول جانا۔ إِذَا نَسِيَ جب بھول جائے پانی کو مسافر فِي رَحْلِهِ، رَحْل کہتے ہیں مولانا کجاوے کو۔ کجاوہ جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی اونٹ کے اوپر رکھا جاتا ہے کجاوہ جس میں پھر سامان وغیرہ رکھا جاتا ہے اس پر بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لکڑی وغیرہ کا بنا ہوا ہوتا ہے اونٹ کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے اونٹ کی پشت پر بھئی۔ تو رحل کجاوے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح رحل سامان سفر کو بھی کہتے ہیں یا اس سامان سفر کا جو تھیلا ہے اس کو بھی کہتے ہیں بھئی۔ تو جب کوئی مسافر وہ بھول گیا پانی کو اپنے کجاوے میں یا اپنے سامان سفر میں فَتَيَمَّمَ وَصَلَّى، پس اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، ثُمَّ ذَكَرَ الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، پھر اس کو یاد آ گیا پانی بھئی فِي الْوَقْتِ وقت کے اندر ہی، لَمْ يُعِدْ صَلَاتَهُ، تو وہ اعادہ نہیں کرے گا اپنی نماز کا۔ أَعَادَ يُعِيدُ کا معنی اعادہ کرنا، لوٹانا، دہرانا۔ تو وہ نماز نہیں لوٹائے گا امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ يُعِيدُ، اور امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں وہ لوٹائے گا۔

وَلَيْسَ عَلَى الْمُتَيَمِّمِ، یہاں سے مسئلہ بتلا رہے ہیں بھئی۔ ایک آدمی ہے سفر میں گیا ہے مولانا، جنگل کے اندر ہے اور پانی قریب کہیں نہیں لیکن اس کا گمان ہے کہ قریب ہی کہیں پانی ضرور مجھے مل جائے گا، تو اس پر تلاش کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے تلاش کرنا کب ضروری ہے؟ جب اس کا یہ گمان ہے کہ قریب ہی کہیں مجھے پانی مل جائے گا تو اس وقت پانی کا تلاش کرنا ضروری ہے ویسے تیمم نہیں بھئی۔ اور لیکن اگر اس کا یہ گمان ہے کہ پانی قریب کہیں نہیں ملے گا تو پھر تلاش کرنا اس پر ضروری نہیں بھئی، فوراً تیمم کرے اور نماز پڑھ لے۔

وَلَيْسَ عَلَى الْمُتَيَمِّمِ، اور واجب نہیں ہے تیمم کرنے والے پر یعنی جس کا تیمم کرنے کا ارادہ ہے بھئی، اس پر واجب نہیں ہے إِذَا لَمْ يَغْلِبْ عَلَى ظَنِّهِ، جب غالب نہ ہو اس کے گمان پر أَنَّ بِقُرْبِهِ مَاءً کہ اس کے قریب ہی پانی ہے، تو اس پر واجب نہیں ہے، کیا واجب نہیں ہے؟ أَنْ يَطْلُبَ الْمَاءَ، کہ وہ پانی کو طلب کرلے۔ تو تیمم کرنے والے کا جب یہ غالب گمان نہیں ہے کہ قریب میں پانی ہے تو پھر اس پر پانی کا طلب کرنا ضروری نہیں۔ وَإِنْ غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ، اور اگر غالب ہے اس کے گمان پر یہ بات أَنَّ هُنَاكَ مَاءً کہ یہاں کہیں پانی ہے، لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَيَمَّمَ، تو جائز نہیں ہے اس کے لیے تیمم کرنا حَتَّى يَطْلُبَهُ، یہاں تک کہ کیا کرلے اس کو؟ طلب کرلے، تلاش کرلے، پھر نہیں ملتا تو پھر کرلے تیمم بھئی۔

وَإِنْ كَانَ مَعَ رَفِيقِهِ مَاءٌ طَلَبَهُ مِنْهُ قَبْلَ أَنْ يَتَيَمَّمَ فَإِنْ مَنَعَهُ مِنْهُ تَيَمَّمَ وَصَلَّى۔ بھئی ایک آدمی سفر پر جا رہا ہے اور بھی ساتھی ہے ساتھ مولانا، اس کے پاس پانی ہے۔ اس کے پاس پانی ختم ہوا اس کے پاس پانی ہے۔ تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں بھئی، پہلے کیا کرلے اس سے؟ پانی مانگے، اگر وہ نہ دے پھر یہ تیمم کرے گا اور نماز پڑھے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو ساتھی سے طلب کرنا ضروری ہے، اگر وہ انکار کرے گا پھر تیمم کرے۔ اور اس سے مانگنا اس وقت ضروری ہے جب اس کا یہ غالب گمان ہو کہ یہ مجھے دے دے گا۔ اگر پہلے سے ہی یہ غالب گمان ہے کہ یہ مجھے کبھی بھی پانی نہیں دے گا تو پھر مانگنا بھی ضروری نہیں، پھر ویسے ہی فوراً تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ سفر پہ گیا اپنے پاس پانی ختم ہے ساتھی کے پاس پانی ہے، اگر یہ غالب گمان ہے کہ میں اس سے طلب کروں گا وہ مجھے پانی دے دے گا تو پھر مانگنا ضروری ہے، مانگے پہلے اس سے اگر وہ انکار کر دے تو پھر تیمم کرلے۔ اور اگر یہ غالب گمان ہے کہ وہ پانی مجھے نہیں دے گا تو پھر مانگنا بھی ضروری نہیں ہے بھئی۔

وَإِنْ كَانَ مَعَ رَفِيقِهِ مَاءٌ، اور اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی تھا طَلَبَهُ مِنْهُ، تو اس سے طلب کرلے گا قَبْلَ أَنْ يَتَيَمَّمَ، تیمم کرنے سے پہلے، فَإِنْ مَنَعَهُ، اگر اس نے منع کر دیا اسے مِنْهُ اس پانی سے تَيَمَّمَ وَصَلَّى، تو تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے بھئی۔ مسئلے سمجھ میں آئے بھئی تیمم کے اچھی طرح؟

اسی طرح یاد رکھو مولانا ایک آدمی ہے اسے تیمم کی حاجت پیش آئی لیکن تیمم کی حاجت پیش آئی اس وجہ سے کہ عذر بندوں کی طرف سے آ گیا بھئی۔ مثلاً ایک آدمی جیل میں ہے، جیل میں تو اب پانی مل جاتا ہے لیکن جیل والے اسے پانی نہیں دیتے بھئی، اب پانی اس کو میسر نہیں لیکن یہ عذر کس کی طرف سے آیا، من جانب اللہ آیا یا بندوں کی طرف سے آیا؟ بندوں کی طرف سے آیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اب اس آدمی کا حکم یہ ہے کہ جیل کے اندر رہتے ہوئے تیمم کر کے نمازیں پڑھتا رہے، لیکن جب یہ عذر ختم ہو جائے گا پھر ساری نمازیں جو اس تیمم سے پڑھی تھیں ان کو لوٹانا پڑے گا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ ایسا عذر جو کس کی طرف سے ہو؟ بندوں کی طرف سے آیا ہو، یا مثلاً کہیں بھئی بندوقیں لے کر کھڑے ہوئے ہیں کسی جگہ پر، اس نے کہا میں نے نماز پڑھنی ہے، انہوں نے

کہا بھئی اگر وضو کیا تو تجھے قتل کر دیں گے، تیمم کر کے نماز بے شک پڑھنا چاہتے ہو پڑھ لو، اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، بعد میں وہ آدمی چلے گئے مولانا وقت بھی نماز کا ختم ہو چکا ہے لیکن یہ عذر کس کی طرف سے تھا؟ بندوں کی طرف سے، اور جب یہ عذر ختم ہوا تو جتنی نمازیں اس تیمم سے پڑھی تھیں ان ساروں کو لوٹانا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو جیل میں بھی ایسا ہوا تو لوٹانا پڑے گا بھئی۔

اسی طرح ایک اور مسئلہ بھی یاد رکھو بھئی، تیمم کیا نماز کے لیے تو اس سے جتنی مرضی چاہے نمازیں پڑھے، اور قرآن کو آپ جانتے ہیں بھئی بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں لیکن اس نے تیمم نماز کے لیے کیا ہے لیکن اس سے قرآن کو بھی کھولنا چاہے ہاتھ لگانا چاہے تو جائز ہے۔ لیکن ایک آدمی تیمم کرتا ہے صرف قرآن کو ہاتھ لگانے کے لیے بھئی، ضرورت تھی قرآن کو یہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھنا تھا پانی کہیں نہیں مل رہا اب وہ کیا کرلے؟ تیمم کرلے، لیکن یہ تیمم اس نے کس لیے کیا کس مقصد کے لیے؟ قرآن کو ہاتھ لگانے کے لیے، تو اب اس تیمم سے نماز وغیرہ وہ نہیں پڑھ سکتا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ یعنی عبادت مقصودہ کے لیے تیمم کرو تو اس سے باقی چیزیں بھی جائز، لیکن عبادت مقصودہ کے علاوہ کے لیے تیمم کرو تو پھر اس سے عبادت مقصودہ جائز نہیں۔ اب یہ قرآن کو ہاتھ لگانا یہ عبادت مقصودہ ہے؟ قرآن کو ہاتھ لگانا یہ عبادت مقصودہ نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ عبادت مقصودہ نہیں۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳: باب المسح علی الخفین: موزوں پر مسح کا ثبوت، شرائطِ جواز، مدتِ مقیم و مسافر، مقدارِ مسح، خرقِ کثیر اور جبیرہ کا حکم

متن و تشریحِ مختصر القدوری—بتاریخ: ۱ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالسُّنَّةِ مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ إِذَا لَبِسَ الْخُفَّيْنِ عَلَى طَهَارَةٍ ثُمَّ أَحْدَثَ، فَإِنْ كَانَ مُقِيمًا مَسَحَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَإِنْ كَانَ مُسَافِرًا مَسَحَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا، وَابْتِدَاؤُهَا عَقِيبَ الْحَدَثِ.[۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا آج ہم بھئی مسح علی الخفین کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، موزوں پر مسح کرنے کا بیان ہو گا بھئی۔ خفین موزے بھئی، وہ چمڑے کے موزے۔ تو سب سے پہلے تو بھئی وضو وغیرہ کے بارے میں باتیں ہوئیں، اس کے بعد تیمم کا باب لائے تھے اس لیے کیونکہ تیمم نائب ہے کس کا بھئی؟ وضو اور غسل کا بھئی۔ جی، اور اب اس کے بعد مسح علی الخفین کا باب لائے اس لیے کہ یہ مسح نائب ہے بعض کا۔ تو تیمم نائب تھا کل وضو کا یا کل غسل کا، اور یہ مسح علی الخفین یہ نائب ہے بعض وضو کا یعنی پاؤں کے دھونے کے بجائے اب کیا کیا جائے گا جب موزے پہنے ہوں؟ مسح کیا جائے گا، تو یہ اس کا نائب ہوا دھونے کا بھئی، پاؤں دھونے کا۔

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالسُّنَّةِ مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ إِذَا لَبِسَ الْخُفَّيْنِ عَلَى طَهَارَةٍ ثُمَّ أَحْدَثَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «المسح على الخفين جائز بالسنة من كل حدث موجب للوضوء إذا لبس الخفين على طهارة كاملة ثم أحدث» منقول ہے۔

جدول—موزوں (خفین) اور جبیرہ (پٹی) پر مسح کے احکام کا تقابلی جدول:

مسئلہ / عنوان	مسح علی الخفین (موزوں پر مسح)	مسح علی الجبیرۃ (پٹی پر مسح)
شرطِ لبس	مکمل طہارت (وضو) پر پہننا شرط ہے	پٹی باندھتے وقت طہارت کا ہونا شرط نہیں
مدتِ مسح	مقیم کے لیے ۱ دن ۱ رات (۲۴ گھنٹے)؛ مسافر کے لیے ۳ دن ۳ رات (۷۲ گھنٹے)—حدث کے وقت سے	اس کی کوئی مدت مقرر نہیں؛ جب تک زخم اچھا نہ ہو مسح جائز ہے
مقدارِ فرض	ہر پاؤں کی ظاہری سطح پر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر	اکثر پٹی پر مسح کرنا؛ اور پٹی کھل گرے (بغیر شفا کے) تو مسح نہیں ٹوٹتا
موجبِ غسل (جنابت)	جنابت سے مسح باطل ہو جاتا ہے، موزے اتارنا فرض ہے	غسل اور وضو دونوں میں جبیرہ پر مسح جائز ہے
خرقِ کثیر (پھٹنا)	پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پھٹ جائے تو مسح جائز نہیں (اور ایک ہی موزے کے پھٹنے کو جمع کیا جاتا ہے)	ایک پٹی کے نیچے دوسری پٹی یا بعض کھلا ہو تو اکثر پر مسح کافی ہے

جی بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، کیاترکیب کریں گے بھئی یہاں پر؟ هٰذَا بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، یہ موزوں پر مسح کا باب ہے۔ یامولانا بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ هٰذَا۔ یااِقْرَأْ بَابَ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ بھئی۔

الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالسُّنَّةِ، موزوں پر مسح جائز ہے سنت کے ذریعے۔ یعنی سنت سے مراد حدیث ہے مولانا، یعنی ان موزوں پر مسح کا ثبوت کس سے ہے؟ حدیث سے ہے۔ بِالسُّنَّةِ کالفظ اس لیے لے کر آئے کہ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ قرآن سے اس کا ثبوت ہے۔ کس سے؟ قرآن سے۔ قرآن سے کیسے ثبوت ہے؟ دیکھو بھئی وہ جو آیت وضو شروع میں ہم نے پڑھی تھی جس میں وضو کے فرائض بیان ہوئے تھے، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ، وہاں أَرْجُلَ منصوب پڑھا تھا ہم نے، لیکن بعض قراتوں میں بھئی وَأَرْجُلِكُمْ آیا ہے بھئی، أَرْجُلِ کو مجرور پڑھا گیا ہے۔ بھئی جب یہ منصوب تھا تو اس کا عطف منصوب پر تھا اور ما قبل میں منصوب کیا گزرا تھا؟ وُجُوهَ اور أَيْدِيَ، وُجُوهَكُمْ دیکھا، أَيْدِيَكُمْ بھئی، تو أَيْدِيَ یہ بھی دیکھو منصوب، وُجُوهَ یہ بھی منصوب، اور ان کے چہرے اور ہاتھوں کے دھونے کا حکم ہے تو أَرْجُلَ یہ بھی منصوب ہے اس کے بھی دھونے کا حکم۔ لیکن بعض قراتوں میں میں نے بتایا مجرور آیا وَأَرْجُلِكُمْ، تو پھر اس صورت میں اب اس کا عطف کس پر بنتا ہے؟ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ، دیکھا رُءُوسِ مجرور ہے تو کہتے ہیں أَرْجُلِ کا عطف رُءُوسِ پر ہوا اور سر پر مسح ہے تو پاؤں پر بھی مسح، لیکن کس وقت مسح ہے پاؤں پر؟ جب موزے پہنے ہوئے ہوں۔ تو یہ موزے پہننے کا حکم بھی کس میں آ گیا وہ کہتے ہیں؟ قرآن میں آ گیا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ کہتے ہیں قرآن سے بھئی اس کا ثبوت ہے۔ لیکن زیادہ علماء اسی طرف گئے ہیں کہ اس کا ثبوت بھئی صرف سنت سے ہے بھئی، سنت سے۔ اور وہاں جو جر آیا ہے اس کو محمول کرتے ہیں جر جوار وغیرہ پر بھئی، چلیے وہ پھر آپ آگے پڑھ لیں گے نحو وغیرہ میں ذکر آجائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالسُّنَّةِ، مسح بھئی موزوں پر یہ جائز ہے سنت کے ذریعے مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ، ہر ایسے حدث سے مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ جو وضو کو واجب کرنے والا ہے۔ مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ، کیاترجمہ کریں گے؟ ہر ایسے حدث سے جو واجب کرنے والا ہے وضو کو۔ إِذَا لَبِسَ الْخُفَّيْنِ عَلٰى طَهَارَةٍ، جب پہنا ہو موزوں کو عَلٰى طَهَارَةٍ پاکی پر، یعنی وضو کی حالت میں بھئی، جب وضو کی حالت میں ان کو پہنا ہو بھئی۔

بھئی بتلایا مسح علی الخفین جائز ہے ہر ایسے حدث سے جو کس کو واجب کرنے والا ہے؟ وضو کو۔ یعنی بے وضو کے لیے تو موزوں پر مسح جائز ہے جبکہ اس نے وضو کی حالت میں موزے پہنے ہوں، تو اس کے ذریعے غسل کو نکال دیا۔ مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ، معلوم ہوا جس کو ایسا حدث لاحق ہو جس سے وضو ٹوٹ جائے وہ تو موزوں پر مسح کر سکتا ہے لیکن جس کو ایسا حدث لاحق ہو جس سے کیا واجب ہو؟ غسل، وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا بھئی۔ جس پر غسل واجب ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے اب وہ کیا کرے گا؟ موزوں کو اتارے گا اور پورے بدن پر پانی بہائے گا بھئی، پاؤں دھوئے گا بھئی۔

کہتے ہیں إِذَا لَبِسَ الْخُفَّيْنِ عَلٰى طَهَارَةٍ، جب موزوں کو کس پر پہنا ہو؟ طہارت پر، یعنی پاکی کی حالت میں پہنا ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ثُمَّ أَحْدَثَ، پھر اس کو کیا لاحق ہوا؟ پھر حدث لاحق ہوا۔ پہنا پاکی کی حالت میں تھا یعنی وضو کر کے موزے پہنے تھے اس کے بعد اب موزے پہنے ہوئے ہے اب اسے کیا لاحق ہو گیا؟ حدث لاحق ہوا یعنی وضو ٹوٹ گیا، تو اب کیا کر سکتا ہے؟ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اس کے لیے۔ تو موزوں پر تو بھئی بڑی آسانی ہو گئی اس کی وجہ سے مولانا، دیکھیے بھئی کتنی آسانی ہو گئی سردیوں کے اندر آرام سے بھئی موزوں پر مسح کیا بھئی۔ لیکن یاد رکھیے پیر دھونا افضل ہے، موزوں پر مسح تو جائز ہے لیکن افضل کیا ہے؟ پیر دھونا بھئی۔

اور یہ بھی یاد رکھیے مولانا، ہمیشہ یاد رکھنا، موزہ کم از کم اتنا ہو کہ اس نے ٹخنوں کو چھپایا ہوا ہو۔ اگر موزہ اتنا نہیں ٹخنوں سے نیچے نیچے ہے تو پھر اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ یعنی پاؤں کے جتنے حصے کا دھونا فرض تھا، اور فرض کتنا تھا ٹخنوں سمیت تھا یا ٹخنوں کے بغیر تھا؟ ٹخنوں سمیت تھا، تو اس مقدار کو کیا کیا ہوا ہو موزے نے؟ ڈھانپا ہوا ہو، اس کو چھپایا ہوا اپنے اندر تو پھر اس پر مسح جائز ہو گا بھئی۔

تو کہتے ہیں إِذَا لَبِسَ الْخُفَّيْنِ عَلٰى طَهَارَةٍ، جبکہ پہنا ہو موزوں کو پاکی پر یعنی وضو کی حالت میں ثُمَّ أَحْدَثَ، پھر اس کو حدث لاحق ہوا، تو مسح علی الخفین اب اس کے لیے جائز ہے اس شخص کے لیے۔ فَإِنْ كَانَ مُقِيمًا مَسَحَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، اگر مقیم تھا وہ شخص بھئی تو مسح کرے گا ایک دن اور ایک رات تک۔ مقیم کے لیے موزوں پر مسح کرنے کی مدت کتنی ہے؟ ایک دن اور ایک رات۔ ایک دن اور ایک رات تک مسح کر سکتا ہے لیکن اس کے بعد مزید مسح نہیں جاری رکھ سکتا بلکہ کیا کرنا پڑے گا؟ ہاں، وضو میں ہے تو مدت پوری ہو گئی، موزے اتارے، پاؤں دھوئے، پھر موزے پہن لے، سارا وضو دہرانے

کی ضرورت نہیں ہے بھئی۔ جب وضو اس کا پورا ہے بھئی، صرف موزوں کے مسح کی مدت پوری ہوئی ہے باقی وضو ہے اس کا، تو موزے کیا کر دے؟ اتارے اور پاؤں دھولے اور پھر موزے پہن لے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو جب وضو ہے تو پورا وضو دہرانے کی ضرورت نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں مقیم جو ہے مسح کرے گا ان پر ایک دن اور ایک رات، وَإِنْ كَانَ مُسَافِرًا مَسَحَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا، اور اگر مسافر ہے تو مسح کرے گا بھئی تین دن اور تین رات بھئی۔ مسافر کے لیے رخصت مزید بڑھ گئی بھئی، وہ کیا کر سکتا ہے؟ بھئی سفر ہے، مشقت زیادہ ہے، تکلیف زیادہ ہے تو شریعت نے اور بھی نرمی کر دی بھئی، وہ کتنے دن تک مسح کر سکتا ہے؟ تین دن تک بھئی مسح کر تا رہے بھئی، تین دن تک۔ تو تین دن تک کرے گا اور مقیم ایک دن ایک رات تک، لیکن درمیان میں اتارنا نہیں۔ موزہ اگر اتار دیا تو مسح کیا ہوا؟ ختم۔ سوتے وقت بھی نہیں اتارنا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اگر مسح کو جاری رکھنا چاہتا ہے اس پر تو سوتے وقت بھی پہنے رکھے۔ اگر ایک بھی موزہ اتر گیا تو مسح ختم ہوا، اب دوسرا بھی اتارنا پڑے گا اور دونوں پاؤں دھونے پڑیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ نہیں کہ ایک موزہ اترا ہے تو اب صرف ایک پاؤں دھولے اور پھر، سمجھ میں آیا؟ دونوں موزے اتارے اور دونوں پاؤں دھولے بھئی۔

اسی طرح یاد رکھو یہ مسئلہ بھی، مسح کیا ایک آدمی نے بھئی موزوں پر، پھر موزوں کے اندر پانی چلا گیا جس سے نصف قدم یا نصف سے زائد گیلا ہو گیا۔ اتنا پانی چلا گیا کہ نصف قدم یا نصف سے زائد گیلا ہو گیا تو بھی مسح ختم مولانا، موزے اتارے اور دونوں پاؤں دھوئے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یا چلتے چلتے مولانا کہیں پانی میں پاؤں رکھا بھئی اور وہ پانی موزے کے اندر چلا گیا، جیسے بھی ہو بس موزے کے اندر پانی چلا جائے اور نصف سے زیادہ پاؤں گیلا ہو جائے تو اس صورت میں مسح کیا ہوا؟ ختم ہو گیا۔ اب دونوں موزے اتارے اور دونوں پاؤں کو دھولے اگر وضو ہے اور پھر پہن لے بھئی۔

وَابْتِدَاؤُهَا عَقِيبَ الْحَدَثِ، اور ابتدا جو ہے اس کی بھئی عَقِيبَ الْحَدَثِ حدث کے بعد ہے مولانا۔ جب حدث لاحق ہو گا تب مدت شروع ہو گی بھئی۔ یہ بھی اہم بات ہے بھئی یہ بھی یاد رکھنا بھئی۔ آپ نے وضو کیا، وضو کر کے موزے پہن لیے بھئی، مثلاً ایک آدمی ہے اس نے ظہر کے وقت پہن لیے موزے بھئی، ظہر کے وقت وضو کیا اور موزے پہن لیے، تو اب مدت کب سے شمار ہو گی؟ کہتے ہیں جی پہنتے ہوئے فوراً مدت نہیں شروع ہو جائے گی بلکہ مدت اس وقت شروع ہو گی جب وضو ٹوٹے گا۔ مثلاً وضو اس شخص کا ٹوٹا ہے عشاء کے وقت جا کر تو مدت بھی کب سے شروع ہو گئی؟ عشاء سے شروع ہوئی، اب مسح کرے اس پہ اگلے دن عشاء تک بھئی۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو مدت کی ابتدا موزے پہننے پر ہوتی ہے یا جب حدث لاحق ہو جائے؟ جب حدث لاحق ہو گا اس وقت سے مدت شروع ہو گی بھئی، دیکھا تو مدت اور بڑھ گئی بھئی۔ وَابْتِدَاؤُهَا عَقِيبَ الْحَدَثِ، اور ابتدا اس کی بھئی عَقِيبَ الْحَدَثِ حدث کے بعد ہے۔

وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا، اور مسح جو ہے موزے جو ہیں ان کے ظاہر پر ہو گا بھئی۔ کس پر ہو گا؟ ظاہر پر ہو گا، یعنی یہ جو پاؤں کے اوپر والی طرف کا حصہ ہے اس پر ہو گا مسح بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ قدم ہے بھئی، یہ ظاہر ہے اوپر والا حصہ، یہاں پر مسح ہو گا بھئی۔ یہ نہیں اس طرف کوئی مسح کر لے بھئی پاؤں کی پچھلی طرف، نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے، یا نیچے کی طرف مسح کر لے بھئی پاؤں کے تلوے کی طرف بھئی وہاں مسح کر لے یہ بھی درست نہیں، بلکہ مسح کہاں پر کرنا پڑے گا؟ ظاہر جو ہے سامنے والا حصہ موزے کا اس پر مسح کرنا پڑے گا۔

تو کہتے ہیں وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا، مسح موزوں پر جو ہے ان کے ظاہر پر ہو گا، خُطُوطًا، اس حال میں کہ خط ہوں مولانا بِالْأَصَابِعِ کس کے ساتھ؟ انگلیوں کے ساتھ بھئی۔ انگلیوں کے ساتھ خط کھینچے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ خط کھینچے گا جی۔ يَبْتَدِئُ مِنَ الْأَصَابِعِ، ابتدا کرے گا پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے إِلَى السَّاقِ پنڈلی کی طرف کھینچ کر لے جائے گا بھئی یعنی اوپر کی طرف بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ ابتدا کس کی طرف سے کرے گا؟ پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے، ہاتھ کی انگلیوں سے مسح کر رہا ہے تو ابتدا پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے کرے اور اوپر کی طرف ٹخنوں کی طرف پنڈلی کی طرف ہاتھ کو کھینچ کر لے جائے بھئی۔

اچھا بھئی کیسے کریں گے مسح بھئی کون کر کے دکھائے گا؟ چلو بھئی اس نے تو موزے بھی پہنے ہوئے ہیں ہاں بھئی ادھر ذرا سامنے آؤ سب دیکھیں آپ کو ہاں۔ جی دیکھو بھئی، ہاں شاباش، دیکھو کہاں سے شروع کیا انہوں نے؟ پاؤں کی انگلیوں سے اور کس طرف کو کھینچ کر لے گئے؟ پنڈلی کی طرف، ٹخنوں کی طرف کھینچ کر لے گئے انگلیوں کو، یہ طریقہ ہے مولانا۔ اور یاد رکھنا مولانا پوری انگلی کا رکھنا ضروری ہے بھئی۔ انگلیوں کے سرے نہیں رکھنے صرف، بلکہ کیا کرے؟ تین انگلیاں پوری بھئی بچھا دے اوپر موزے کے اوپر اور پھر اس کو کیا کرے؟ کھینچ کر پنڈلیوں کی طرف لے جائے۔ تو لہٰذا اگر کوئی شخص مسح کرتا ہے مولانا اور صرف انگلیوں کے سرے رکھتا ہے، تین انگلیوں کے سرے رکھے اور کھینچ کر لے گیا تو یہ درست نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ہاں ایک صورت میں یہ بھی درست ہو جائے گا کہ جب انگلیوں سے اتنا پانی ٹپک رہا ہے کہ وہ تین انگلیوں کی مقدار موزے گیلے ہو گئے۔ تین انگلیوں کی مقدار کیا ہو گئے موزے؟

گیلے ہو گئے، اتنا پانی اس کو لگ گیا پھر ہو جائے گا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ اور اگر اتنا پانی نہیں ہے تو پھر اس صورت میں صرف انگلیوں کے سروں سے مسح کرتا ہے یہ صحیح نہیں، بلکہ کیا کرے گا؟ تینوں انگلیوں کو پورا موزے پر رکھے گا، بچھا دے گا اور پھر ان کو کھینچ کر پیچھے کی طرف لے جائے۔ سمجھ میں آیا؟ تو ہتھیلی کو الگ رکھے مولانا، تین انگلیاں بچھا دے۔ لیکن اگر ہتھیلی بھی رکھ دی تو بھی مسح ہو جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو بھی مسح ہو جائے گا۔

جی، اور اسی طرح اگر کوئی شخص بھئی پنڈلی کی طرف کھینچ کر لے جانے کے بجائے اس کا عکس کر لے بھئی، پنڈلی کی طرف سے کھینچ کر کس طرف کو لے آئے؟ انگلیوں کی طرف تو بھی مسح ہو جائے گا لیکن مستحب کے خلاف ہو گیا۔ یا مولانا چوڑائی میں کر لے بھئی، انگوٹھے کی طرف سے شروع کرے اور چھوٹی انگلی کی طرف لے جائے بھئی پاؤں پر بھئی، تین انگلیوں کی مقدار اس نے کر دیا بھئی اتنا مسح تو اس صورت میں بھی مسح ہو جائے گا اگرچہ یہ کیا ہے؟ خلاف مستحب۔ بس کسی طریقے سے بھی ہو بھئی تین انگلیوں کی مقدار موزے پر کیا ہونا چاہیے؟ مسح ہونا چاہیے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا خُطُوطًا بِالْأَصَابِعِ، اور مسح موزوں پر جو ہے ان کے ظاہر پر ہو گا اس حال میں کہ وہ خط ہوں بھئی یعنی خط کی صورت میں کھینچتے ہوئے بِالْأَصَابِعِ ہاتھوں کی انگلیوں کے ساتھ بھئی، يَبْتَدِئُ مِنَ الْأَصَابِعِ إِلَى السَّاقِ، ابتدا کرے بھئی پاؤں کی انگلیوں سے کس کی طرف بھئی؟ پنڈلی کی طرف، وَفَرْضُ ذٰلِكَ مِقْدَارُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ، اور اس کی فرض مقدار کتنی ہے بھئی؟ تین انگلیاں۔ تین انگلیاں بھئی ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار جب موزے پر مسح کر دیا تو فرض کیا ہو جائے گا؟ ادا ہو جائے گا، مسح ہو گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی سب کو؟ تین انگلیوں کی مقدار کم از کم۔ وَفَرْضُ ذٰلِكَ مِقْدَارُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ، اور فرض اس کی جو ہے تین انگلیوں کی مقدار ہے مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ، کن میں سے؟ ہاتھ کی انگلیوں میں سے، ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار کے برابر فرض ہے پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار مراد نہیں۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اسی طرح یاد رکھو اگر کسی نے موزے پہنے ہیں اور وہ بارش میں نکل آیا یا گیلی گھاس میں چلتا ہے، موزہ گیلا ہو گیا اتنا تو بس بھئی مسح ہو گیا بھئی۔ مسح کیا ہوا؟ ہو گیا مسح۔ موزے کے اندر نہیں پانی گیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ اندر گیا تو میں نے بتلایا نصف پاؤں گیلا ہو گیا تو پھر اتارنے پڑیں گے، تو اس سے بھی مسح ہو گیا بھئی۔ جی؟ ہاں انگلی نہیں بھی پھیری مسح ہو گیا بھئی، گیلا ہو گیا۔

■ متنِ قدوری و تفصیلِ مسائل

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلٰى خُفٍّ فِيهِ خَرْقٌ كَثِيرٌ يَتَبَيَّنُ مِنْهُ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعِ الرِّجْلِ۔

تو بھئی کتنی مقدار فرض ہوئی؟ تین انگلیوں کی مقدار۔ طریقہ کیا میں نے بتلایا تین انگلیوں کو کیا کرے پاؤں پر؟ بچھا دے اور پھر ان کو کھینچ کر پنڈلی کی طرف لے جائے۔ اچھا بھئی ایک آدمی یوں کرتا ہے، ایک انگلی کو گیلا کرتا ہے اور موزے پر کیا کرتا ہے ایک خط کھینچ دیتا ہے، پھر دوبارہ اس کو گیلا کرتا ہے پھر ایک خط کھینچ دیتا ہے، پھر دوبارہ گیلا کرتا ہے پھر ایک خط کھینچ دیتا ہے، تین خط اس نے کھینچ دیے بھئی، مسح ہوا یا نہیں ہوا بھئی؟ ہو گیا۔ یاد رکھو اس صورت میں بھی مسح کیا ہے؟ ہو جائے گا، لیکن اس میں پھر یہ ضروری ہے ہر مرتبہ نیا پانی لے، انگلی کو گیلا کرے ہر مرتبہ، ایک ہی مرتبہ گیلا کیا ہے انگلی کو تو پھر یہ درست نہیں ہے بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ، اور جائز نہیں ہے مسح عَلٰى خُفٍّ ایسے موزے پر فِيهِ خَرْقٌ كَثِيرٌ جس کے اندر زیادہ پھٹن ہو۔ خَرْق کا معنی پھٹن بھئی۔ موزہ اگر پھٹا ہوا ہو مولانا تو پھر اس میں دیکھو کتنی مقدار پھٹا ہوا ہے بھئی۔ اگر اتنی مقدار پھٹا ہے کہ اس میں پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہے تو پھر اب اس پر مسح جائز نہیں بھئی۔ ان تین انگلیوں کے برابر مقدار پاؤں میں سے ظاہر ہوتی ہے بھئی، نظر آتی ہے مولانا اس موزے میں سے اتنا پھٹا ہوا ہے، تو پھر ایسے موزے پر مسح جائز نہیں۔ کتنی مقدار اس میں سے نظر آتا ہے پاؤں؟ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار بھئی۔ تو موزہ اگر اتنا پھٹا ہوا ہو کہ اس میں پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہے تو پھر اب اس پر مسح جائز نہیں بھئی۔

اچھا، کیا مسئلہ بتلایا میں نے آپ کو بھئی، کتنا پھٹا ہوا ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے؟ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار بھئی، اتنا پاؤں اس میں سے ظاہر ہوتا ہے جس طرف سے بھی پھٹا ہوا اتنی مقدار ہو بھئی تو پھر اس پر مسح جائز نہیں ہے بھئی۔ تو اتنی مقدار پاؤں نظر آتا ہے اس میں سے، اگرچہ ویسے کھڑے ہوں

تو نظر نہیں آتا چلتے ہوئے نظر آتا ہے پھر بھی یہ زیادہ پھٹا ہوا ہے، تو چاہے ویسی حالت میں نظر آتا ہو چاہے چلنے سے اتنا نظر آتا ہو اس پر مسح جائز نہیں بھئی۔

اور نیز ایک ہی جگہ پھٹا ہونا ضروری نہیں ہے، دو تین جگہ سے موزہ پھٹا ہوا ہے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہے لیکن اگر ان تینوں کو جمع کیا تو کتنی مقدار بن گئی؟ تین انگلیوں کی مقدار بن گئی تو اب بھی اس پر مسح جائز نہیں۔ اور یاد رکھنا ہر موزے کا الگ اعتبار ہو گا، اگر ایک موزے کے اندر دو انگلیوں کی مقدار پاؤں نظر آتا ہے دوسرے میں ایک انگلی کی مقدار نظر آتا ہے تو کل مل کر کتنے ہو گئے؟ تین، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہر ایک موزے میں کیا ہونا چاہیے؟ تین انگلیوں کی مقدار۔ ہاں، تو کسی ایک میں بھی تین انگلی کی مقدار نہیں ہے تو لہذا اس پر مسح جائز ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى خُفٍّ فِيهِ خَرْقٌ كَثِيرٌ يَتَبَيَّنُ مِنْهُ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعِ الرِّجْلِ، اور جائز نہیں ہے مسح ایسے موزے پر جس میں زیادہ پھٹن ہو کہ ظاہر ہوتی ہو اس سے پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار بھئی۔ يَتَبَيَّنُ مِنْهُ یعنی اس سے نظر آتی ہو ظاہر ہوتی ہو کتنی مقدار؟ پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار۔ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ جَازَ، اور اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے مسح بھئی، مسح کرنا جائز ہے۔

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ، اور جائز نہیں ہے مسح کرنا موزوں پر لِمَنْ اس شخص کے لیے وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ جس پر کیا واجب ہوا ہو؟ غسل بھئی۔ بھئی وضو میں تو کیا کر سکتا ہے موزوں پر مسح کر سکتا ہے لیکن غسل کے اندر ایسا کرنا جائز نہیں۔ یہ اوپر بھی مسئلہ میں نے ذکر کر دیا مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ، کیسا حدث ہونا چاہیے؟ جو وضو کو واجب کرنے والا ہو، تو معلوم ہوا جو حدث غسل کو واجب کرنے والا ہے اس کے اندر مسح نہیں ہو سکتا۔ تو لہذا اگر کسی پر غسل واجب ہوا ہے تو اب موزے اتار دے اور پاؤں دھونا پڑیں گے، نہانا پڑے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، جائز نہیں ہے مسح على الخفين لِمَنْ اس شخص کے لیے وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ جس پر غسل واجب ہوا ہو۔

وَيَنْقُضُ الْمَسْحَ مَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ، اور توڑ دیتی ہے مسح کو مَا وہ چیز يَنْقُضُ الْوُضُوءَ جو کیا کرتی ہے؟ وضو کو توڑ دیتی ہے۔ موزوں پر مسح کیا ہے بھئی وضو توڑنے والا کوئی حدث لاحق ہوا تو پھر کیا کرنا پڑے گا؟ پھر دوبارہ سارا وضو کرے گا اور موزوں پر دوبارہ مسح کرے گا بھئی، مسح ٹوٹ گیا۔ وَيَنْقُضُهُ أَيْضًا نَزْعُ الْخُفِّ، اور توڑ دیتا ہے مسح کو موزے کو اتارنا بھی۔ نَزْع کا معنی اتارنا۔ موزے کو اتارنا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے۔ میں نے بتلایا بھئی اگر موزہ اتر گیا پاؤں سے بھئی تو پھر کیا کرنا پڑے گا؟ ایک موزہ بھی اتر گیا تو مسح کیا ہوا؟ ختم ہوا، اب دوسرے پاؤں سے بھی موزے کو اتارے اور دونوں پاؤں کو کیا کرنا پڑے گا؟ دھونا پڑے گا بھئی۔ اور اسی طرح توڑ دیتا ہے موزے کا اتارنا بھی بھئی، وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ، اور اسی طرح مدت کا گزر جانا یہ بھی کیا کرتا ہے؟ مسح کو توڑ دیتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ، اور اسی طرح مدت کا گزر جانا یہ بھی توڑ دیتا ہے بھئی مسح کو۔

فَإِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ نَزَعَ خُفَّيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ وَصَلّٰى وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ بَقِيَّةِ الْوُضُوءِ۔ بھئی مدت پوری ہو گئی بھئی، میں نے آپ کو کیا بتلایا تھا؟ ایک شخص نے کس وقت موزے پہنے؟ ظہر کے وقت، اور اس کی ابتدا کب ہو گی مسح کے وقت کی بھئی؟ جب وضو ٹوٹے گا۔ مثلاً اب عشاء کے وقت وضو ٹوٹا اب مسح کرے گا اس پر اور کل کس وقت تک کر سکتا ہے؟ کل عشاء تک کر سکتا ہے۔ اب بھئی کل عشاء کا وقت آ گیا مدت پوری ہو گئی، اب کیا کرنا پڑے گا بھئی؟ بھئی اب مثلاً وضو ہے اس کا بھئی تو کیا کرے صرف؟ صرف موزے اتارے پاؤں دھوئے اور پھر کیا کر لے موزے؟ پہن لے بھئی۔ یہی بات بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں فَإِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ، پس جب مدت گزر جائے نَزَعَ خُفَّيْهِ، تو وہ آدمی اپنے دونوں موزے اتار دے وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ، اور کیا کرے اپنے پاؤں دھو لے وَصَلّٰى، اور نماز پڑھے وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ بَقِيَّةِ الْوُضُوءِ، اور اس پر ضروری نہیں ہے اعادہ کرنا یعنی لوٹانا، اس پر لوٹانا ضروری نہیں ہے کس چیز کا بھئی؟ اس پر باقی وضو کا لوٹانا ضروری نہیں بھئی، باقی وضو ضروری نہیں اس پر۔[۳]

وَمَنِ ابْتَدَأَ الْمَسْحَ وَهُوَ مُقِيمٌ فَسَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ۔ جی صورت مسئلہ یہ ہے بھئی، بھئی آپ نے وضو کیا اور موزے پہن لیے، اچھا پھر حدث لاحق ہوا مدت شروع ہو گئی بھئی، ابھی مدت ایک دن ایک رات کی پوری نہیں ہوئی تھی کہ آپ سفر پر نکل پڑے، تو اب کیا حکم لگائیں گے مولانا؟ کہتے ہیں اب وہ مسافر بن گیا، اعتبار آخری وقت کا ہے، آخری وقت میں وہ کیا ہے؟ مسافر ہے، لہذا اب ایک دن ایک رات کے بجائے کتنا کرے گا؟ تین دن تین رات تک اس کو چلاتا رہے بھئی۔ یہ نہیں کہ مسافر بنتے ہی اب تین دن تین راتیں شروع ہوں گی بلکہ وہ وقت تو پہلے والا بھی شمار ہو گا ساتھ۔ مثلاً بھئی موزے

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ نَزَعَ خُفَّيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ وَصَلّٰى وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ بَقِيَّةِ الْوُضُوءِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا مضت المدة نزع خفيه وغسل رجليه وصلى وليس عيه إعادة بقيه الوضوء» منقول ہے۔

پہنے تھے ظہر کو اور حدث کب لاحق ہوا؟ عشاء کے وقت بھئی، تو عشاء سے مدت شروع ہو گئی، اب اگلے دن ظہر کے وقت وہ سفر پر چل پڑا۔ اور وقت تھا عشاء تک، وہ ظہر کے وقت ہی کدھر چل پڑا؟ سفر پر چل پڑا، تو اب کیا کریں گے، اب تین دن اب سے شمار ہوں گے یا وہ کل عشاء کے وقت سے؟ کل گزشتہ عشاء سے وقت شمار ہو گا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اب تقریباً یعنی ڈھائی دن باقی ہیں تو وہ پورے کر لے، تین پورے کر لے بھئی۔

اور اگر ایک آدمی مسافر تھا، آپ سفر پر نکلے، موزے پہن لیے، تین دن تین رات کی اجازت ہے آپ کے لیے مسح کرنے کی، ابھی دو ہی دن گزرے تھے کہ آپ واپس پہنچ گئے، تو بھئی اب آپ مقیم بن گئے اور مقیم کا کیا حکم ہوتا ہے؟ ایک دن ایک رات مسح کر سکتا ہے، تو اب کیا کریں گے؟ ایک دن ایک رات گزر چکا ہے یا نہیں گزر چکا؟ گزر چکا ہے، دو دن دو راتیں گزر چکی ہیں اور مقیم کی مدت تو کب کی پوری ہو چکی ہے لہذا آتے ہی فوراً اب کیا کرنا پڑے گا؟ موزے اتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے جبکہ باقی وضو ہو اس کا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو آخری وقت کا اعتبار، آخری وقت میں مسافر بنا تو تین دن تین راتیں پوری کر لے، اور اگر آخری وقت میں مقیم بن گیا تو اب دیکھے ایک دن ایک رات پورا ہو چکے ہیں یا پورا نہیں ہوئے، اگر نہیں پورے ہوئے تو ایک دن ایک رات پورے کر لے اور اگر دو دن گزر چکے ہیں یعنی ایک دن سے زیادہ گزر چکا ہے تو اب مسح نہیں کر سکتا بھئی مدت گزر چکی ہے پوری ہو چکی ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی سب کو؟

تو کہتے ہیں وَمَنِ ابْتَدَأَ الْمَسْحَ، اور جس نے مسح کی ابتدا کی وَهُوَ مُقِيمٌ، اس حال میں کہ وہ مقیم تھا فَسَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، پس اس نے سفر کیا ایک دن اور ایک رات کے پورا ہونے سے پہلے مَسَحَ تَمَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا، تو وہ مسح کرے گا پورے تین دن اور تین راتوں تک۔ وَمَنِ ابْتَدَأَ الْمَسْحَ، اور جس نے مسح کی ابتدا کی وَهُوَ مُسَافِرٌ، اور وہ مسافر تھا ثُمَّ أَقَامَ، پھر وہ مقیم ہوا فَإِنْ كَانَ مَسَحَ يَوْمًا وَلَيْلَةً أَوْ أَكْثَرَ، پس اگر وہ مسح کر چکا ایک دن اور ایک رات کر چکا ہے مسح أَوْ أَكْثَرَ یا ایک دن اور ایک رات سے بھی زیادہ کر چکا ہے لَزِمَهُ نَزْعُ خُفَّيْهِ، تو لازم ہے اس پر موزوں کا اتارنا۔ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُ، اور اگر اس سے کم مقدار مسح کیا ہے اس نے بھئی کم مدت تک تَمَّمَ مَسْحَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، تو پورا کر لے ایک دن اور ایک رات کا مسح۔ بھئی ایک آدمی مسافر تھا اور اس نے موزے پہنے ابھی ایک دن ایک رات پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ مقیم ہو گیا، تو مقیم کا حکم آ گیا اب وہ ایک دن ایک رات کو کیا کر لے؟ اسی کو پورا کر لے اور پھر اتارے۔[۴]

وَمَنْ لَبِسَ الْجُرْمُوقَ فَوْقَ الْخُفِّ مَسَحَ عَلَيْهِ۔ جرموق جانتے ہو بھئی؟ بھئی یہ جو موزوں کے اوپر پہنے جاتے ہیں بھئی، موزہ پہنا جاتا ہے اور پھر موزے کے اوپر ایک اور چمڑا پہنتے ہیں بھئی تاکہ اس کا نچلا حصہ وغیرہ کیا ہو؟ محفوظ رہے۔ اس کو جرموق کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ جُرْمُوق، جیم پر ضمہ پڑھو۔ اور اب اس پر کیا مسح کر سکتا ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں اس پر کیا کر سکتا ہے مسح کر سکتا ہے۔ کہتے ہیں وَمَنْ لَبِسَ الْجُرْمُوقَ فَوْقَ الْخُفِّ مَسَحَ عَلَيْهِ، اور جس نے جرموق پہنا موزے کے اوپر مَسَحَ عَلَيْهِ، تو اسی پر مسح کرے گا۔

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَا مُجَلَّدَيْنِ أَوْ مُنَعَّلَيْنِ۔ اور جائز نہیں ہے مسح بھئی عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ جرابوں پر بھئی۔ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں بھئی۔ جَوْرَب جراب کو کہتے ہیں۔ جائز نہیں ہے مسح جرابوں پر إِلَّا أَنْ يَكُونَا مگر یہ کہ وہ ہوں دونوں مُجَلَّدَيْنِ أَوْ مُنَعَّلَيْنِ بھئی۔ بھئی جراب جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ اسی پر کبھی نیچے تلوے کی طرف چمڑا لگا دیتے ہیں صرف بھئی، اس کو کہتے ہیں مُنَعَّل بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ مُنَعَّل، جس میں صرف کہاں پر چمڑا لگا ہو؟ تلوے کی جانب بھئی۔ اور بعض اوقات تلوے کی جانب بھی لگا دیتے ہیں اوپر کی جانب بھی اسی جراب پر ہی چمڑا لگا دیتے ہیں بھئی، صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اچھی طرح لگا دیتے ہیں چمڑا بھئی جوتے وغیرہ کی شکل میں، اب اس کو مُجَلَّد کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ مُجَلَّد۔ جس کے صرف تلوے کی جانب لگا ہو اس کا کیا نام ہے؟ مُنَعَّلَيْنِ، اور جس کے اوپر دونوں طرف ہو بھئی اس کا کیا نام ہے؟ مُجَلَّدَيْنِ بھئی۔

اچھا، ان پر مسح کہتے ہیں اگر جراب ایسی ہو کہ جو جرابیں منعلین ہوں یا جرابیں کیا ہوں؟ مجلدین ہوں پھر ان پر مسح جائز ہے۔ پھر ان پر کیا ہے؟ مسح جائز ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ، جائز نہیں ہے مسح کرنا جرابوں پر إِلَّا أَنْ يَكُونَا مگر یہ کہ وہ ہوں بھئی مُجَلَّدَيْنِ أَوْ مُنَعَّلَيْنِ، مجلدین ہوں یا منعلین، ان کے دونوں طرف چمڑا لگا ہو یا نیچے کی طرف اس کے کیا لگا ہو؟ چمڑا لگا ہو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ یاد رکھیں یہ جو آج کل والی جرابیں ہیں بھئی، چلیے تھوڑا اور پڑھ لیں پھر تفصیل بیان کرتا ہوں۔

یہ تو امام صاحب کے نزدیک ہے، وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں، قَالَا تثنیہ کا صیغہ ہے بھئی، وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں يَجُوزُ جرابوں پر مسح جائز

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «مَسَحَ تَمَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «مسح ثلاثة أيام ولياليها» منقول ہے۔

ہے، کب جائز ہے؟ إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ، جبکہ وہ موٹی ہوں مولانا۔ کیا ہوں؟ موٹی ہوں، یعنی کہ بھئی بغیر باندھے وہ پاؤں کے ساتھ ان کا کپڑا کھڑا رہتا ہے بھئی۔ بغیر باندھے کیا ہے؟ اتنا موٹا اس کا کپڑا وغیرہ ہے ایسے طریقے پر بنی ہوئی ہیں کہ بغیر باندھے ان کا کپڑا کیا ہے پنڈلی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ نہیں کہ وہ پہنی اور پھر وہ کپڑا نیچے چلا جاتا ہے بھئی نرم سا ہے، بلکہ کیا ہے؟ پنڈلی کے ساتھ وہ کپڑا کھڑا رہتا ہے، موٹی ہوں، لَا يَشِفَّانِ، شَفَّ يَشِفُّ کا معنی ہے کپڑے کا باریک ہونا بھئی۔ باریک ہو مولانا، باریک کپڑا جس کے آر پار بھی دکھائی دے بھئی۔ إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ، جبکہ وہ جرابیں کیسی ہوں؟ موٹی ہوں لَا يَشِفَّانِ باریک نہ ہوں بھئی۔

تو یاد رکھیے علماء فرماتے ہیں جرابیں جب اتنی موٹی ہوں کہ بغیر باندھے وہ پاؤں کے ساتھ کھڑی رہتی ہیں اور اس کو پہن کر آدمی تین چار میل تک چل سکے بھئی۔ کیا کر سکے؟ اتنی موٹی ہیں کہ تین چار میل ان کے اندر چل سکے تو ایسی جرابوں پر مسح جائز ہے۔ ایسی جرابوں پر کیا ہے مسح جائز ہے۔ یہ کون فرما رہے ہیں؟ صاحبین فرما رہے ہیں۔ امام صاحب کا قول ذکر ہوا کہ جائز نہیں، صاحبین کا قول ذکر ہوا کہ جائز ہے جبکہ جرابیں موٹی ہوں۔ اور یاد رکھیے روایات میں آتا ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے وفات سے تین دن پہلے اور بعض روایات میں آتا ہے وفات سے سات دن پہلے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ وہ بھی کیا فرماتے تھے؟ آخری تین دن میں انہوں نے بھی صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا کہ جرابیں جب اتنی موٹی ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی سب کو اچھی طرح بھئی؟

لیکن میں نے شرط بتلا دی بھئی، موٹی ہوں اتنی کہ پنڈلی کے ساتھ خود کھڑی رہیں باندھنے کی ضرورت نہ ہو، اور اس میں آدمی کتنا چل سکے؟ تین چار میل اس میں چل سکے۔ آج کل کی جرابیں جو ہیں یہ تو اتنی باریک ہیں کہ اس میں آپ ایک فرلانگ چلیں تو یہ، ایک فرلانگ کیا تھوڑا سا ہی چلیں تو یہ جرابیں پھٹ جاتی ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ والی جرابیں نہیں مراد بھئی۔ یہ جراب تو جتنی بھی موٹی ہو پاؤں کے ساتھ نہیں ٹھہر سکتی، آپ کہیں گے یہ تو ٹھہری رہتی ہے۔ نہیں بھئی آپ نے اس کو باندھا ہوتا ہے۔ کیا کیا ہوتا ہے؟ بھئی اس کے اندر الاسٹک ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟ جی؟ جرابوں میں الاسٹک وغیرہ یا کپڑا اس کا اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ باندھنے والی خود بخود کیفیت بن جاتی ہے، اگر وہ نہ ہو تو جس میں ذرا الاسٹک وغیرہ اس کی وہ ڈھیلی ہو جائے نیچے آجاتی ہے یا نہیں آجاتی جراب بھئی؟ تو یہ تو وہی باندھنے کی طرح ہی ہو گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ جرابیں یہ تو بڑی باریک ہوتی ہیں بڑی باریک، اس میں کوئی تین چار میل کبھی بھی نہیں چل سکتا بھئی، جتنی بھی موٹی ہوں تین چار میل ان میں نہیں چل سکتا، نہ یہ پنڈلی کے ساتھ خود رہ سکتی ہیں اور نہ تین چار میل ان کے اندر چل سکتا ہے بھئی، تو ان پر مسح جائز نہیں ہے بھئی۔ اور نیز یہ تو ایسی جرابیں ہیں کہ اگر مجلدین یا منعلین ہوں تو بھی یہ ایسی ہیں اتنی باریک وغیرہ ہیں کہ پھر بھی ان میں فقہاء کا اختلاف ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ بعض تو یہی فرماتے ہیں بھئی یہ اتنی باریک ہیں یہ مجلد یا منعل ہوں پھر بھی ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَا مُجَلَّدَيْنِ أَوْ مُنَعَّلَيْنِ، اور جائز نہیں ہے مسح کرنا جرابوں پر مگر یہ کہ ان کے دونوں طرف چمڑا لگا ہو یا ان کے تلوے کی طرف چمڑا لگا ہو، وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں يَجُوزُ جائز ہے مسح کرنا إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ لَا يَشِفَّانِ، جبکہ یہ موٹی ہوں باریک نہ ہوں بھئی۔ تو لہٰذا اب آپ کو مسئلے کا پتا لگ گیا بھئی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں، لہٰذا ایک آدمی جراب پہ مسح کر کے نماز پڑھتا ہے بھئی اس کا وضو ہوا؟ نہیں، جب وضو نہیں ہوا نماز ہوئی؟ نماز بھی نہیں ہو گی بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَالْبُرْقُعِ وَالْقُفَّازَيْنِ۔ اور جائز نہیں ہے مسح کرنا عَلَى الْعِمَامَةِ کس پر؟ پگڑی پر۔ پگڑی پر مسح جائز نہیں ہے بھئی، سر پہ مسح کرنا تھا تو پگڑی پہنی ہوئی ہے پگڑی کے اوپر ہی مسح کر لیا یہ جائز نہیں۔ وَالْقَلَنْسُوَةِ، ٹوپی پہنی ہے، قَلَنْسُوَة ٹوپی کو کہتے ہیں، اور بھئی سر پہ مسح کرنا تھا اوپر ٹوپی کے اوپر ہی بھئی مسح کر دیا، مسح ہو گا؟ نہیں۔ وَالْبُرْقُعِ، اچھا بھئی مسح کرنا تھا بھئی عورت نے وضو کرنا ہے اس نے اپنے نقاب کے اوپر ہی مسح کر لیا، بُرْقُع نقاب کو کہتے ہیں، کس پر مسح کر لیا؟ نقاب پر ہی مسح کر لیا چہرے کے اوپر بھئی، مسح ہو گا؟ نہیں بھئی۔ وَالْقُفَّازَيْنِ، دستانے پہنے ہوئے ہیں ان دستانوں پر مسح کر لیا، مسح ہو گا؟ نہیں بھئی۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی یہ پگڑی پر بھی مسح جائز نہیں، ٹوپی پر بھی مسح جائز نہیں، نقاب پر بھی اور دستانوں پر بھی۔ سمجھ میں آیا؟ آپ ان چیزوں کو موزوں پر قیاس نہیں کر سکتے کہ موزے کے اندر تو مسح جائز تھا ان میں بھی کیا ہونا چاہیے؟ بھئی عقل تو یہ کہتی ہے کہ موزے پر بھی مسح نہیں ہونا چاہیے لیکن وہ چونکہ احادیث سے ثبوت آگیا خلاف القیاس ہے بھئی۔ کیا ہے؟ خلاف القیاس ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ عقل کے خلاف ہے بظاہر بھئی، بظاہر تو یہ ہے کہ پاؤں

کو دھونا چاہیے بھئی۔ موزے پہننے سے کیا وہ، اصل میں علماء فرماتے ہیں بھئی کہ وجہ یہ ہے کہ جب موزہ آپ نے پاؤں پر پہن لیا تو وہ جو حدث آپ کو لاحق ہوا یہ موزے نے اس کو روک لیا پاؤں تک نہیں جانے دیا۔ کیا کر لیا موزے نے؟ روک لیا۔ بھئی حدث آپ کو لاحق ہوتا ہے آپ پھر بھئی وضو کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ چہرہ دھوتے ہیں یا نہیں؟ جی؟ دھوتے ہیں، لیکن اس موزے نے پاؤں تک حدث کو سرایت کرنے سے روک دیا۔ سمجھ میں آیا؟ جب حدث نے پاؤں تک سرایت نہیں کی تو اب پاؤں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ کیا کر لے صرف موزوں کے اوپر مسح کر لے۔ تو یہ خلاف القیاس ایک حکم آیا ہے حدیث کے اندر بھئی، لہذا اس پر ہم کیا کریں گے اور چیزوں کو قیاس نہیں کر سکتے کہ ان کا بھی یہ حکم ہو۔

وَيَجُوزُ عَلَى الْجَبَائِرِ، اور جائز ہے مسح کرنا جبیروں پر۔ جَبَائِر جمع ہے جَبِيرَة کی بھئی۔ جبیرہ مولانا وہ پٹی وہ لکڑیاں جو ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے تو ان کے اوپر باندھی جاتی ہیں بھئی۔ پہلوان وغیرہ باندھتے ہیں یا نہیں بھئی؟ کوئی لکڑی وغیرہ ساتھ رکھتے ہیں باندھتے ہیں اس کو جبیرہ کہتے ہیں، کیا اس پر مسح جائز ہے یا جائز نہیں؟ تو کیا ہے اس پر مسح جائز ہے، وہاں تو عذر آ گیا بھئی کون اس کو پھر بار بار کھولے اور وضو کرے، تو لہذا اسی طرح پٹی وغیرہ ہے مولانا کسی زخم پر باندھی ہے اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

وَيَجُوزُ عَلَى الْجَبَائِرِ، اور جائز ہے بھئی جبیرے پر مسح کرنا وَإِنْ شَدَّهَا عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ، اگرچہ باندھا ہو اسے بغیر وضو کے۔ بھئی موزے پر مسح جو ہے کب جائز ہے؟ جبکہ ان کو کس حالت میں پہنا ہو؟ باوضو ہو کر، لیکن پٹی چاہے بے وضو کی حالت میں کیوں نہ باندھی ہو پھر بھی اس پر مسح جائز ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ شَدَّهَا عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ، اگرچہ باندھا ہو اس کو بغیر وضو کے، فَإِنْ سَقَطَتْ مِنْ غَيْرِ بُرْءٍ لَمْ يَبْطُلِ الْمَسْحُ، وَإِنْ سَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ بَطَلَ۔[۵]

اچھا بھئی ایک آدمی نے کیا کیا؟ زخم ہے یا اس کی ہڈی ٹوٹ گئی اب اس کے اوپر جبیرہ باندھ دیا گیا، اور جبیرہ کس حالت میں باندھا گیا وضو تھا یا وضو نہیں تھا بھئی؟ وضو نہیں تھا بھئی، اب اس پر مسح کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ مسح کر سکتا ہے بھئی۔ اور کب تک کرے گا کتنی مدت ہے؟ او ہو اس کی کوئی مدت نہیں ہے مولانا، جب تک ٹھیک نہیں ہو تا زخم کیا کرتا رہے اس پر؟ مسح کرتا رہے۔ اور یاد رکھو مولانا موزہ اترتا تھا تو پھر مسح ٹوٹ جاتا تھا دونوں موزے اتار کر پاؤں دھونے پڑتے تھے، لیکن پٹی اگر کھل جائے تو پھر دیکھا جائے گا بھئی وہ زخم وغیرہ ٹھیک ہو چکا ہے یا ٹھیک نہیں ہوا۔ اگر وہ زخم ٹھیک ہو چکا ہے تو مسح ٹوٹ گیا ختم مولانا، اب دھونا پڑے گا اس جگہ کو۔ اور اگر وہ زخم وغیرہ ابھی ٹھیک نہیں ہوا تو پھر مسح بھی باطل نہیں ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یہ معنی ہے فَإِنْ سَقَطَتْ، پس اگر وہ پٹی گر گئی مِنْ غَيْرِ بُرْءٍ زخم کے ٹھیک ہوئے بغیر لَمْ يَبْطُلِ الْمَسْحُ، تو مسح باطل نہیں ہو گا اس لیے کہ عذر ابھی بھی ہے مولانا۔ وَإِنْ سَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ، اور اگر پٹی گر گئی یعنی کھل گئی عَنْ بُرْءٍ کس پر؟ زخم کے صحیح ہونے پر بَطَلَ، تو مسح کیا ہو گا؟ باطل ہو جائے گا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چلیے مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ سَقَطَتْ مِنْ غَيْرِ بُرْءٍ لَمْ يَبْطُلِ الْمَسْحُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخہ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن سقطت عن غير برء لم يبطل المسح» منقول ہے۔

سبق نمبر ۱۴: باب الحیض (۱): حیض کی اقل و اکثر مدت، طہر متخلل، استحاضہ کی تعریف، معذور کے احکام اور حائضہ پر ممنوع امور

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْحَيْضِ۔ أَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا وَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِحَيْضٍ وَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ، وَأَكْثَرُهُ عَشَرَةُ أَيَّامٍ وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ، وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْحُمْرَةِ وَالصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِي أَيَّامِ الْحَيْضِ فَهُوَ حَيْضٌ حَتّٰى تَرَى الْبَيَاضَ خَالِصًا۔[۳۲۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج ہم حیض کے بارے کے مسائل پڑھیں گے بھئی۔ بَابُ الْحَيْضِ، أَيْ هٰذَا بَابُ الْحَيْضِ، يَابَابُ الْحَيْضِ هٰذَا، يَااِقْرَأْ بَابَ

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا وَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِحَيْضٍ وَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أقل الحيض ثلاثة أيام ولياليها وما نقص عن ذلك فليس بحيض وهو استحاضة» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَأَكْثَرُهُ عَشَرَةُ أَيَّامٍ وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وأكثره أربعون يوما وما زاد على ذلك فهو استحاضة» منقول ہے۔

[۳]

جدول—حیض، نفاس، طہر اور استحاضہ کی مدتوں اور احکام کا جامع جدول:

قسم دم / حالت	اقل مدت	اکثر مدت	شرعی احکام و ممنوعات
حیض (الْحَيْضُ)	۳ دن اور ۳ رات (۷۲ گھنٹے)	۱۰ دن اور ۱۰ رات (۲۴۰ گھنٹے)	نماز ساقط (قضا نہیں)؛ روزہ حرام (قضا واجب)؛ مسجد میں داخلہ، طواف، تلاوتِ قرآن، مصحف کو بلا غلاف چھونا اور جماع حرام۔
نفاس (النِّفَاسُ)	اقل کی کوئی حد نہیں (ایک ساعت بھی)	۴۰ دن اور ۴۰ رات	احکام میں بالکل حیض کی طرح ہے؛ جڑواں بچوں میں امام اعظم و ابو یوسف کے نزدیک پہلے بچے کی ولادت سے مدت شمار ہو گی۔
طہر متخلل (پاک رہنے کی مدت)	۱۵ دن (دو حیضوں کے درمیان کم از کم)	اکثر کی کوئی حد نہیں	حیض کی مدت کے اندر آنے والا طہر (پاک زمانہ) بھی حیض ہی شمار ہوتا ہے۔
استحاضہ (الِاسْتِحَاضَةُ)	۳ دن سے کم، یا حیض کی اکثر مدت (۱۰) اور نفاس کی اکثر مدت (۴۰) سے زائد	بیماری کا خون (جیسے نکسیر)	نہ نماز معاف ہے، نہ روزہ، نہ وطی حرام ہے؛ ہر نماز کے وقت کے لیے نیا وضو کرے اور اس وقت میں جتنے فرائض و نوافل چاہے پڑھے۔

الْحَيْضِ۔ حیض کے لغوی معنی بہنے کے ہیں بھئی، بہنا۔ اچھا بھئی اور اصطلاح میں بھئی بالغہ عورت جو ہے اس کو ہر ماہ کچھ ایام خون آتا ہے اسے حیض کہتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہر ماہ کچھ خون آتا ہے اسے حیض کہتے ہیں اور یہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بھئی، بیماری کی وجہ سے ہو تو وہ حیض نہیں ہے بھئی۔ اور وہ بالغہ ہے یعنی نو سال کم از کم اس کی عمر ہو بھئی، نو سال سے کم میں بھی جو خون آئے وہ حیض نہیں ہے بھئی وہ استحاضہ ہے بھئی، کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ہے۔

تو عورت کو یاد رکھیے خون جو آتا ہے وہ تین قسم پر ہے بھئی۔ ایک حیض کہلاتا ہے، ایک استحاضہ اور ایک نفاس بھئی۔ حیض تو میں نے بتلایا بھئی ہر ماہ اس کو آتا ہے چند ایام خون وہ حیض کہلاتا ہے۔ نفاس وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے۔ اور استحاضہ جو ہے یہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے آتا ہے بھئی جسے استحاضہ کہتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ جو حیض کا خون یہ تو عورت کے رحم سے آتا ہے بھئی، عورت کے رحم سے، جبکہ استحاضہ رحم سے نہیں بھئی یہ کوئی رگ وغیرہ کٹ جاتی ہے اندر اس سے خون بہتا ہے بھئی، استحاضہ۔ بات سمجھ میں آئی سب کو بھئی؟ عام عادت کے مطابق جو خون آتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ حیض، اور جو بچے کی ولادت کے بعد آئے وہ نفاس، اور اس کے علاوہ جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے آتا ہے استحاضہ کہلاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ جی۔ تو یہ جو استحاضہ ہے اسے لیکوریا کہتے ہیں بھئی، لیکوریا، یہ استحاضہ ہے۔

اب آپ کو بتلائیں گے صاحب قدوری بھئی کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس راتیں بھئی۔ حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ تین دن، یعنی کم از کم تین دن تین راتیں وہ ضرور آئے گا اس سے کم نہیں آسکتا حیض کا خون بھئی۔ اور زیادہ سے زیادہ کتنا آسکتا ہے؟ دس دن دس رات تک بھئی۔ تو لہٰذا جو تین دن سے کم خون آیا وہ حیض نہیں بلکہ وہ استحاضہ ہے یعنی لیکوریا ہے، اور جو دس دن سے زیادہ آیا وہ بھی حیض نہیں بلکہ وہ بھی استحاضہ ہے بھئی کیونکہ حیض تو زیادہ سے زیادہ کتنے دن تک آتا ہے؟ دس دن تک۔

أَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا، کم سے کم حیض کی مدت جو ہے وہ تین دن اور تین راتیں ہیں، وَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ، اور وہ جو کم ہو اس سے یعنی تین دن تین رات سے جو کم ہو فَلَيْسَ بِحَيْضٍ، وہ حیض نہیں ہے وَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ، اور وہ کیا ہے؟ استحاضہ ہے۔ وَأَكْثَرُهُ عَشَرَةُ أَيَّامٍ، اور زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟ دس دن ہے، وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ، اور جو اس پر بڑھ جائے یعنی دس دن سے زیادہ ہو جائے تو وہ استحاضہ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور حیض میں یاد رکھیے بھئی یہ ہر مہینے عورت کو آتا ہے اور مقررہ تاریخ پر آتا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ مقررہ ایام ہوتے ہیں اور ہر مہینے ایک عادت مقرر ہو جاتی ہے مطلب تین سے دس کے درمیان بھئی، مختلف عورتوں میں مختلف ہوتی ہے تو جو عادت ہوتی ہے اس کے مطابق آتا ہے انہی تاریخوں میں آتا ہے بھئی۔

کہتے ہیں وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْحُمْرَةِ وَالصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِي أَيَّامِ الْحَيْضِ فَهُوَ حَيْضٌ۔ اچھا، اب یہ جو خون آتا ہے یا جو رطوبت رحم سے خارج ہوتی ہے بعض اوقات اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے، بعض اوقات اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے، بعض اوقات اس کا رنگ سبز بھی ہو سکتا ہے اور اسی طرح زرد بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح مٹیالا بھی ہو سکتا ہے بھئی۔ تو صاحب قدوری بتلائیں گے آپ کو بھئی کہ یہ جتنے رنگ دیکھے یہ سارے کس میں سے ہیں؟ حیض میں سے۔ کس میں سے ہیں؟ حیض میں سے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ، اور وہ جسے عورت دیکھے یعنی سرخی کو اور زردی کو وَالْكُدْرَةِ اور گدلے پن کو یعنی مٹیالے رنگ کو فِي أَيَّامِ الْحَيْضِ، کس کے اندر؟ ایام حیض کے اندر فَهُوَ حَيْضٌ، تو وہ کیا ہے؟ حیض ہے حَتّٰى تَرَى الْبَيَاضَ خَالِصًا، یہاں تک کہ خالص سفیدی دیکھ لے بھئی۔ یہاں تک کہ کیا دیکھ لے؟ خالص سفیدی دیکھ لے بھئی۔ جی، تو یہ خون ان کو آتا ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو اس کے لیے پھر وہ کپڑا رکھتی ہیں کچھ بھئی جسے عربی میں کُرْسُف کہا جاتا ہے، تو اس پر جو بھی رنگ نظر آئے زرد لگا ہوا ہو اس پر چاہے اس پر مٹیالا ہو چاہے سرخ ہو چاہے سیاہ وہ سارے کس میں شمار ہوں گے؟ حیض میں سے۔ ہاں یہاں تک کہ اسے بالکل سفید جیسے رکھا تھا اسی طرح کا ہے تو اب معلوم ہوا کہ حیض کیا ہو چکا؟ ختم ہو چکا ہے بھئی۔

وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهَا الصَّوْمَ وَتَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ۔[۴]

اچھا، اور جب حیض آتا ہے مولانا تو اس عورت سے نمازیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ نمازیں ساقط ہو گئیں بھئی وہ روزے نہیں رکھ سکتی بھئی۔ اب حیض گزر گیا تو کیا ان نمازوں کی قضا کرے گی، ان روزوں کی قضا کرے گی؟ تو آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ نمازوں کی قضا نہیں کرے گی اور روزوں کی قضا کرے

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهَا الصَّوْمَ وَتَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والحيض يسقط عن الحائض الصلاة ويحرم عليها الصوم وتقضي الصوم ولا تضي الصلاة» منقول ہے۔

گی۔ دیکھو شریعت میں بڑی آسانی ہے بھئی، اب ہر مہینے اس کو حیض آتا ہے تو ہر مہینے اس کو پانچ چھ دن کی جو ہیں کیا کرنا پڑیں گی نمازیں قضا کرنا پڑیں گی تو بڑی مشقت ہے اس میں اس کے لیے بھئی، تو شریعت نے وہ نمازیں ہی معاف کر دیں اس سے بھئی کہ جتنے دن حیض آیا تھا ان کی نمازیں قضا کرنے کی بھی ضرورت نہیں بھئی، تمہارے ذمے یہ ہیں ہی نہیں۔ لیکن روزے اس میں مشقت اتنی نہیں کیونکہ وہ سال میں ایک دفعہ آتے ہیں روزے بھئی رمضان کے، تو اس میں ایک ہی حیض آئے گا زیادہ سے زیادہ وہ پانچ چھ سات یا دس تک روزے ہو سکتے ہیں بھئی، تو اس سارے سال میں ان دس روزوں کی قضا کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے بھئی۔ تو لہذا نمازیں تو پھر بڑا مسئلہ بن جائے گا ہر مہینے اس کو مثلاً اگر آٹھ دن یا دس دن اسے حیض آتا ہے تو ہر مہینے کتنی نمازیں اسے قضا کرنی پڑیں گی؟ پچاس نمازیں، تو یہ تو بڑی مشقت ہو جائے گی اس کے لیے، تو نمازوں کی قضا نہیں البتہ روزوں کی کیا کرے گی؟ قضا کرے گی۔ تو نمازوں کی ادائیگی میں مشقت زیادہ تھی تکلیف زیادہ تھی تو وہ شریعت نے ساقط کر دیں جبکہ روزوں کی قضا کے اندر اتنی تکلیف نہیں ہے کیونکہ سال میں ایک دفعہ آتے ہیں تو اس لیے وہ اسے کیا کرنا پڑے گی؟ ان کی قضا کرنا پڑے گی۔

تو کہتے ہیں وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ، حیض جو ہے وہ ساقط کر دیتا ہے حائضہ سے نماز کو۔ دیکھو عربی کے اندر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے، دیکھیں ایک ہے ضَارِبٌ مذکر کے لیے، مؤنث کے لیے کیا لاتے ہیں؟ ضَارِبَةٌ بھئی۔ مَانِعٌ مذکر کے لیے ہے تو مؤنث کے لیے کیا لائیں گے؟ مَانِعَةٌ۔ تو مذکر اور مؤنث میں وصف کا فرق تا کے ذریعے عموماً کیا جاتا ہے بھئی، کیا لاتے ہیں؟ تا لے کر آتے ہیں، لیکن بعض اوقات ایسا وصف ہوتا ہے جو خاص ہوتا ہے مؤنث کے ساتھ تو پھر وہاں تا لانے کی بھی ضرورت نہیں بھئی۔ کوئی ایسا وصف ہوتا ہے جو کس کے ساتھ خاص ہوتا ہے؟ مؤنث کے ساتھ۔ بھئی یہ تا تو ہم لاتے تھے تاکہ مذکر اور مؤنث میں کیا ہو جائے؟ فرق ہو جائے۔ اب جب ایسا وصف ہے جس کا مذکر میں آنے کا احتمال ہی نہیں ہے تو وہاں تا کے ذریعے بھی فرق کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے یہ حَائِض کا لفظ آیا، حَائِضَة ہونا چاہیے تھا ضابطے کے مطابق تو کیونکہ حیض کس کو آ رہا ہے؟ عورت مؤنث کو، لیکن یہ وصف چونکہ خاص ہے صرف عورتوں کے ساتھ اس لیے یہاں تا کے ذریعے بھی فرق کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حَامِلٌ کا لفظ ہے بھئی حاملہ ہونا، اس میں بھی پھر تا کو ذکر نہیں کرتے۔ ہاں حَامِلٌ کا معنی اگر کسی چیز کے اٹھانے کے آئے بھئی، دو معنی آتے ہیں حاملہ ہونا اور حَمْل کا کیا معنی ہوتا ہے؟ کوئی چیز اٹھانا، تو اگر ہاں دوسرا معنی لیں کوئی چیز اٹھانا پھر مذکر کے لیے آئے گا حَامِلٌ مؤنث کے لیے حَامِلَةٌ، لیکن اگر حَامِلٌ کا معنی ہے حاملہ ہونا تو یہ وصف تو خاص ہے مؤنث کے ساتھ لہذا وہاں تا بھی لانے کی ضرورت نہیں۔

تو کہتے ہیں وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ، اور حیض جو ہے وہ ساقط کر دیتا ہے حائضہ سے نماز کو وَيُحَرِّمُ عَلَيْهَا الصَّوْمَ، اور حرام کر دیتا ہے اس پر روزے کو، روزے بھی نہیں رکھے گی، وَتَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ، اور قضا کرے گی روزے کی وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ نماز کی قضا نہیں کرے گی، وَلَا تَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَلَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ۔ جی، اور مسجد میں داخل نہیں ہو گی اس لیے کہ کیا ہے؟ جی اس کا وہی حکم ہے جو جنبی کا حکم ہے، جنابت میں جو آدمی ہو مسجد میں داخل ہو سکتا ہے؟ نہیں بھئی، تو اس کا بھی وہی حکم ہے تو یہ بھی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ وَلَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، اور بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کر سکتی بھئی، حج کے لیے گئی ہے ایام حیض شروع ہو گئے تو ان ایام کے اندر وہ طواف نہیں کر سکتی بھئی یہاں تک کہ حیض کیا ہو جائے؟ ختم ہو جائے، کیونکہ طواف بھی کہاں کرنا پڑتا ہے؟ مسجد الحرام کے اندر کرنا پڑتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا، اور میں نے آپ کو کیا بتلایا بھئی کہ حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ تین دن، زیادہ سے زیادہ؟ دس دن ہے۔ اور یہ بھی بتایا عورتوں کی عادت معروف یعنی انہیں پتا ہوتا ہے اپنی عادت کا ہر عورت کو، تو وہ ہر مہینے اتنے ہی ایام ہوں گے حیض کے، لیکن بعض اوقات ایام بدل بھی جاتے ہیں بھئی۔ پہلے عادت تھی مثلاً پانچ دن کی اس سے آگے کتنا آ گیا؟ چھ دن آ گیا، اس سے اگلے مہینے سات دن آ گیا، پھر اس کے بعد پانچ دن آ گیا، تو یہ دس اور تین کے درمیان جو ہے یوں سمجھا جائے گا جیسے عادت بدل رہی ہے بھئی۔ عادت کیا ہے؟ بدل رہی ہے۔ لیکن اگر ایسا ہو کہ عادت تھی پانچ یوم کی اور اگلے ماہ خون آیا جو دس دن سے بھی زیادہ ہو گیا، دس دن سے بھی بڑھ گیا، تو اب مولانا پھر اس کی پچھلی عادت کو دیکھا جائے گا۔ جب دس سے بڑھ گیا تو کیا پتا لگ گیا؟ یہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، تو لہذا یوں کریں گے کہ پچھلے مہینے کو دیکھیں گے، پچھلے مہینے میں اس کی کیا عادت تھی؟ مثلاً پانچ ایام تھے تو اس ماہ بھی یہ جو بارہ دن خون آیا اس میں سے کتنے حیض کے شمار ہوں گے؟ پانچ بھئی۔ جب دس سے بڑھ جائے تو کیا دیکھیں گے ہم؟ پچھلے مہینے کی عادت کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ مسائل ہیں مولانا بڑے ضروری مسائل ہیں بھئی۔ تو اس کے پچھلے مہینے کی عادت کو دیکھا جائے گا، تو جتنے پچھلے مہینے میں ایام حیض کے تھے اس میں سے بھی اتنے ایام حیض کے شمار ہوں گے اور باقی کیا شمار ہو گا؟ استحاضہ۔ تو اس نے بارہ دن خون دیکھا تو کتنے دن حیض کے شمار ہوں گے؟ پانچ دن حیض کے شمار ہوں گے اور سات دن کیا شمار ہو گا؟ استحاضہ۔ اور استحاضے کا حکم آگے آنے والا ہے اس کے اندر نمازیں پڑھی جاتی ہیں، لہذا اب یہ سات دن کی نمازیں وہ کیا کرے گی؟ پڑھے گی بھئی۔

اچھا بھئی تو احکام بیان ہو رہے ہیں حیض کے مولانا، کیا پہلا حکم بتلایا کہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی، بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی، وَلَا يَأْتِيهَا زَوْجُهَا، اور اس کا خاوند اس کے پاس نہیں آ سکتا یعنی اس سے صحبت نہیں کر سکتا بھئی۔ ایام حیض کے دوران خاوند کا اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ لِحَائِضٍ وَلَا لِجُنُبٍ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ بھئی، اور جائز نہیں ہے حائضہ کے لیے اور جنبی کے لیے قرآن کی تلاوت بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی جنبی کے لیے تو آپ جانتے ہی ہیں بھئی وہ قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے؟ نہیں۔ بھئی بے وضو ہے تو قرآن کو چھونا منع ہے باقی تلاوت وغیرہ کرنا چاہے تو تلاوت کر سکتا ہے بغیر ہاتھ لگائے، اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو پھر اس صورت کے اندر تلاوت بھی نہیں کر سکتا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ لِحَائِضٍ وَلَا لِجُنُبٍ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ، اور جائز نہیں ہے حائضہ کے لیے اور جنبی کے لیے قرآن کی قرات۔[۵]

وَلَا يَجُوزُ لِلْمُحْدِثِ مَسُّ الْمُصْحَفِ، اور جائز نہیں ہے بے وضو کے لیے مَسُّ الْمُصْحَفِ قرآن کا چھونا۔ مُصْحَف سے کیا مراد ہے؟ قرآن بھئی۔ تو محدث کے لیے جو بے وضو ہے مولانا اس کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے بھئی۔ إِلَّا أَنْ يَأْخُذَهُ بِغِلَافِهِ، مگر یہ کہ پکڑے اس کو اس کے غلاف کے ساتھ۔ قرآن کو کس کے ساتھ ہاتھ لگائے بھئی؟ اس کے غلاف کے ساتھ ہاتھ لگائے یہ جائز ہے مولانا اس کے لیے۔ لیکن یہ یاد رکھنا وہ غلاف ایسا نہ ہو جو قرآن کے ساتھ سلا ہوا ہو۔ اگر قرآن کے ساتھ سلا ہوا ہے تو وہ بھی اسی کی طرح ہو گیا اس کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ ہاں اگر ایسا غلاف ہے جو الگ ہے مثلاً قرآن ہے اس کی وہ تھیلی جس میں اس کو بند کرتے ہیں وہ اس سے الگ ہے تو اس کے ساتھ اس کو چھونا اور ہاتھ لگانا بے وضو کے لیے جائز ہے بھئی۔ یہاں تک مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ اسی طرح بھئی تو جب بے وضو کے لیے قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں تو حائضہ اور جنبی کے لیے بطریق اولیٰ، جب ان کے لیے تو تلاوت بھی منع ہے تو قرآن کو چھونا تو ان کے لیے بطریق اولیٰ منع ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

نیز بھئی حائضہ ہے تو اپنے دوپٹے کے ساتھ یا اپنی آستین کے ساتھ بھی قرآن نہ پکڑے بھئی، کیونکہ آستین بھی اسی کے بازو کے حکم میں ہے مولانا، جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں دوپٹہ جو اوڑھا ہوا ہے اسی کے حکم میں آ گیا تو اس کے ساتھ بھی قرآن کو پکڑنا اس کے لیے جائز نہیں۔ ہاں الگ کپڑا ہو جو اس نے پہنا نہیں اوڑھا نہیں ہے، الگ کپڑا ہے اس کے ذریعے کیا کر سکتی ہے؟ قرآن کو پکڑ سکتی ہے بھئی۔ تو جو دوپٹہ اوڑھا ہے اس کے ساتھ نہیں پکڑ سکتی، ہاں ایک الگ دوپٹہ پڑا ہوا ہے اس کو اٹھا کر کیا کر سکتی ہے اس کے ذریعے قرآن کو پکڑ سکتی ہے اس سے۔

جی، تو یہاں تک آپ نے کیا پڑھا بھئی کہ جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن کی تلاوت جائز نہیں ہے، لیکن قرآن میں جو دعائیں ہیں ان کو تلاوت کے ارادے کے بغیر بھئی، دعا وغیرہ کی نیت سے ان کو پڑھ سکتی ہے بھئی۔ اسی طرح جنبی بھی ہے مولانا وہ بھی کیا ہے تلاوت کی نیت نہ ہو مولانا بلکہ کون سی نیت ہو؟ دعا کی نیت سے پڑھے اس کو۔ تلاوت کی نیت سے پڑھا تو حرام ہے مولانا، دعا کی نیت سے پڑھا مثلاً سورہ فاتحہ ساری کی ساری کیا ہے دعا، اب اس کو دعا کی نیت سے پڑھے تو پھر ٹھیک۔ اسی طرح یاد رکھیے مولانا درود شریف ہے، کلمہ ہے، اور ذکر اذکار یہ بھی سب جائز ہیں، صرف کیا منع ہے؟ قرآن کی تلاوت منع ہے بھئی۔ اور اسی طرح بھئی اگر پڑھانے والی ہے کوئی بھئی ایام حیض کے اندر اسے چاہیے کہ ایک ایک دو دو لفظ توڑ توڑ کر پڑھائے، پوری آیت نہ پڑھائے، دو دو لفظ توڑے ان میں سانس لے بیچ میں بھئی، تو توڑ توڑ کر پڑھاتی رہے بھئی۔

▪ متنِ قدوری و تفصیلِ مسائل

فَإِذَا انْقَطَعَ دَمُ الْحَيْضِ لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ لَمْ يَجُزْ وَطْؤُهَا حَتّٰى تَغْتَسِلَ أَوْ يَمْضِيَ عَلَيْهَا وَقْتُ صَلَاةٍ كَامِلَةٍ۔

بھئی حیض کا حکم آپ نے پڑھ لیا بھئی کہ حیض کے اندر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا۔ تو جب حیض کا خون رک جائے تو کیا فوراً خاوند صحبت کر سکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ عورت کا جو خون رکا یا تو وہ پورے دس دن پر جا کر رکے گا دس دن پورے ہو کر، یا دس دن سے پہلے۔ یاد رکھو

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ لِحَائِضٍ وَلَا لِجُنُبٍ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز لحائض ولا جنب قراءة القرآن» منقول ہے۔

اگر خون دس دن سے پہلے رک جائے بھئی تو خون کے رکتے ہی مثلاً عورت کا خون رک گیا پانچویں دن بھئی، تو خون کے رکتے ہی فوراً ہم یہ نہیں کہ حکم لگا دیں گے حیض ختم ہوا خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز، بلکہ اب انتظار کیا جائے گا کہ عورت کیا کرلے؟ غسل کرلے نہالے۔ جب غسل کرلے گی نہالے گی تو اب خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز۔ یا اتنا وقت، پوری ایک نماز کا وقت گزر جائے کہ عورت کے ذمے نماز واجب ہو جائے بھئی۔ کیا ہو جائے؟ ایک پوری نماز کا وقت گزر جائے کہ اس کے ذمے ایک نماز واجب ہو جائے بھئی، تو پھر خاوند کے لیے اب چاہے غسل بھی نہ کیا ہو لیکن اتنا وقت گزر گیا کہ اس کے ذمہ ایک نماز واجب ہو گئی تو اب خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز ہے۔

مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ جب حیض کیا ہے دس دن سے قبل ہی رک جائے، جب بھی بھئی چاہے عادت ہے عادت نہیں ہے یہ نہیں دیکھیں گے بس یہ دیکھا جائے گا حیض دس دن سے پہلے ختم ہوا، اور جب حیض دس دن سے پہلے ختم ہوا تو فوراً خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ وہ عورت نہالے، نہانے کے بعد اب خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز ہے۔ یا پوری ایک نماز کا وقت گزر جائے کہ عورت کے ذمے کیا ہو جائے؟ ایک نماز واجب ہو جائے، تو پھر اس کے لیے صحبت کرنا جائز ہے۔ اور اگر بھئی حیض کا خون بند ہوا پورے دس دن پر بھئی، تو اس صورت میں اب خون کے رکتے ہی فوراً خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز ہے مولانا، کیونکہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے بھئی اور اب آگے مزید حیض کے آنے کا امکان نہیں، لہذا اب نہانا یا پوری ایک نماز کا وقت گزرنا شرط نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ حیض کا خون اگر دس دن سے کم میں رکے تو کب تک صحبت کرنا جائز نہیں ہے؟ جب تک وہ غسل نہ کرلے یا اس پر ایک پوری نماز کا وقت گزر جائے۔ اور اگر پورے دس دن میں حیض کا خون رکا ہے تو اس صورت کے اندر غسل بھی شرط نہیں ہے اور اسی طرح پوری نماز کا وقت گزرنا بھی شرط نہیں ہے بھئی۔

تو یہی بات بتلا رہے ہیں دیکھیے فَإِذَا انْقَطَعَ دَمُ الْحَيْضِ، جب رک جائے حیض کا خون لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ دس دن سے کم میں لَمْ يَجُزْ وَطْؤُهَا، تو جائز نہیں ہے اس کی وطی بھئی یعنی اس کے ساتھ صحبت جائز نہیں خاوند کے لیے حَتَّى تَغْتَسِلَ، یہاں تک کہ وہ غسل کرلے أَوْ يَمْضِيَ عَلَيْهَا وَقْتُ صَلَاةٍ كَامِلَةٍ، یا گزر جائے اس پر ایک پوری نماز کا وقت بھئی کہ ایک نماز اس کے ذمے واجب ہو جائے۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ دس دن سے کم پر خون رکا ہے بھئی تو امکان ہے پھر خون جاری ہو جائے، لہذا تھوڑا وقت گزرنا ضروری ہے جس میں وہ نہالے یا ایک نماز اس کے ذمے واجب ہو جائے تاکہ اچھی طرح پتا لگ جائے کہ اب خون دوبارہ نہیں آئے گا بھئی۔ وَإِنِ انْقَطَعَ دَمُهَا لِعَشَرَةِ أَيَّامٍ جَازَ وَطْؤُهَا قَبْلَ الْغُسْلِ، اور جب منقطع ہو جائے اس کا خون دس دن پر بھئی یعنی پورے دس دن پر جَازَ وَطْؤُهَا، تو جائز ہے اس کے ساتھ صحبت کرنا خاوند کے لیے قَبْلَ الْغُسْلِ غسل سے پہلے بھئی۔

وَالطُّهْرُ إِذَا تَخَلَّلَ بَيْنَ الدَّمَيْنِ فِي مُدَّةِ الْحَيْضِ فَهُوَ كَالدَّمِ الْجَارِي۔ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو مولانا طہر متخلل بھئی، طہر متخلل کسے کہتے ہیں؟ آگے آپ کو بتلائیں گے مولانا یہ جو دو حیضوں کے درمیان کا زمانہ ہے یہ طہر کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ طہر، پاکی کا زمانہ ہے۔ تو دو حیضوں کے درمیان جو زمانہ ہے مثلاً ایک مہینے میں بھی پانچ دن حیض آیا اگلے مہینے بھی پانچ دن حیض آیا اور یہ جو درمیان والے ایام ہیں جن میں خون نہیں آرہا یہ کون سا زمانہ ہے؟ پاکی کا ہے، کیا کہتے ہیں اس کو؟ طہر بھئی۔ اور آگے آپ کو بتلائیں گے کہ طہر کی کم سے کم مقدار پندرہ دن ہے۔ طہر کی کم سے کم مقدار کتنی ہے؟ پندرہ دن ہے، اس سے کم طہر ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ بھئی جب اقل مدت بتادی معلوم ہوا اس سے کم طہر نہیں ہو سکتا۔

اچھی طرح یہ طہر اور طہر متخلل والا مسئلہ سمجھ لو۔ پندرہ دن سے کم طہر ہو سکتا ہے؟ پندرہ دن سے کم طہر نہیں ہو سکتا۔ اچھا، اگر پندرہ دن سے کم ہو جائے طہر تو یہ طہر متخلل کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ طہر متخلل کہلاتا ہے اور یاد رکھو یہ بھی کس کے حکم میں ہے؟ جاری خون کے حکم میں ہے۔ خون تو بند ہے لیکن شمار یوں ہی کیا جائے گا گویا کہ اس کو اب بھی خون آیا ہے، ان ایام میں بھی خون آتا رہا ہے اس کو۔ کیا ضابطہ سمجھا بھئی؟ اقل طہر کی کتنی مدت ہے بھئی؟ پندرہ دن، اور پندرہ سے کم دن پاکی کے دیکھے بھئی وہ کیا کہلائے گا؟ طہر متخلل کہلائے گا بھئی۔ اور یہ کس کے حکم میں ہے؟ جاری خون کے حکم میں۔ بھئی خون آتو نہیں رہا لیکن شماریوں ہی کیا جائے گا کہ گویا ان ایام میں بھی خون آیا ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا کہ نہیں سمجھ میں آیا بھئی؟

اچھا، دیکھو بھئی مثالوں سے وضاحت ہو گی۔ مسئلہ آپ کو میں نے بتلا دیا اب آپ مجھے حکم بتلاتے جائیں۔ ایک عورت نے تین دن خون دیکھا تین دن تین راتیں، پھر پندرہ دن خون نہیں دیکھا، پھر تین دن تین راتیں خون دیکھا، اب آپ مجھے حکم بتائیے پہلے تین دن کا کیا حکم؟ حیض۔ کیوں حیض ہے؟ کیونکہ حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ تین دن، اور تین دن یہاں پورے ہوئے۔ اچھا، جو آخر میں خون آیا تین دن وہ؟ جو پندرہ دن کے بعد تین دن خون دیکھا اس کا کیا حکم ہے؟ بھئی وہ بھی حیض ہے کیونکہ حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ تین دن تین راتیں، تو وہ بھی حیض۔ اور درمیان میں پاکی کا کتنا زمانہ دیکھا؟ پندرہ دن، اور

اقل طہر کی مقدار کتنی ہے؟ پندرہ دن، وہ بھی پورے ہیں لہذا درمیان والا طہر اور شروع میں اور آخر میں کیا ہے؟ حیض۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟

اب آپ مجھے بتایئے دوسری صورت، ایک عورت نے ایک دن خون دیکھا پھر چودہ دن تک خون نہیں دیکھا پھر دو دن خون دیکھا۔ اب آپ بتایئے یہ شروع میں ایک دن آیا یہ حیض ہے یا استحاضہ ہے؟ استحاضہ۔ کیوں استحاضہ ہے؟ شاباش کیونکہ یہ تین دن سے کم ہے۔ اچھا، اس کے بعد آخر میں دو دن دیکھا وہ حیض ہے یا استحاضہ ہے؟ وہ بھی استحاضہ کیونکہ وہ بھی تین دن سے کم ہے۔ اچھا درمیان میں چودہ دن جو اس نے دیکھے جس میں خون نہیں آیا یہ کیا ہے؟ یہ طہر ہے یا طہر متخلل ہے؟ یہ طہر متخلل ہے۔ کیوں طہر متخلل ہے؟ کیونکہ یہ پندرہ دن سے کم تھا بھئی حالانکہ طہر کی تو کم سے کم مدت کتنی ہے؟ پندرہ دن ہے اور یہ پندرہ سے کم ہے۔ تو شروع میں بھی استحاضہ آخر میں بھی استحاضہ اور درمیان میں آیا طہر متخلل، اور طہر متخلل کس کے حکم میں ہے؟ جاری خون کے حکم میں ہے، گویا یوں سمجھا جائے گا یہ چودہ دن ملاؤ شروع کا ایک دن ملاؤ کتنے ہو گئے؟ پندرہ، اور آخر کے دو دن ملاؤ، سترہ۔ یوں سمجھیں گے یہ سترہ کے سترہ دن اس کو مسلسل خون آتا رہا۔ کیونکہ یہ طہر متخلل کس کے حکم میں ہے؟ جاری خون کے۔ تو یوں سمجھیں گے گویا اس کو سترہ دن مسلسل خون آتا رہا، تو معلوم ہوا یہ سارا استحاضہ ہے بھئی۔ یہ سارا کیا ہے؟ استحاضہ۔

اچھا، اب کیا کریں گے بھئی، ابھی بات پوری نہیں ہوئی بھئی توجہ سے بیٹھنا۔ اب اس عورت کی عادت کو دیکھا جائے گا بھئی۔ بھئی سترہ دن خون آئے تو وہ کیا ہے؟ استحاضہ۔ اب اس میں بھی حساب کرنا ہے بھئی، اس عورت کی پچھلی عادت کو دیکھا جائے گا بھئی اس سے پچھلے مہینے میں اس کو کتنے دن حیض کا خون آیا تھا بھئی؟ مثلاً پہلے کتنا آیا تھا؟ پانچ دن آیا تھا بھئی، تو معلوم ہوا اس کی آخری مہینے کی عادت کتنی ہے؟ پانچ دن کی، تو لہذا ان سترہ میں سے پانچ دن کیا شمار ہوں گے؟ حیض کے شمار ہو جائیں گے اور باقی استحاضہ۔ کتنے دن استحاضہ؟ بارہ دن بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ بارہ دن استحاضہ، اور ان بارہ دنوں کا کیا حکم ہے اس سے نمازیں ساقط ہوئیں؟ نمازیں ساقط نہیں ہوئیں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا؟

اچھا بھئی ایک اور صورت مجھے بتاؤ، ایک عورت ہے اس کو ایک دن خون آیا پھر اس کے بعد پندرہ دن خون نہیں دیکھا اس نے پھر اس نے دو دن خون دیکھا بھئی، کیا حکم لگائیں گے؟ شروع کا ایک دن استحاضہ، آخری دو دن استحاضہ، اور درمیان میں یہ جو پندرہ دن ہیں یہ طہر ہے۔ تو یہ جاری خون کے حکم میں ہے؟ نہیں بھئی، یہ پاکی ہی کا زمانہ ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اچھا، تو یہ بھی میں نے بتلا دیا بھئی اگر چودہ دن یا پندرہ سے کم طہر کے ہیں تو یہ طہر متخلل ہے، تو اس صورت میں اب حیض کا حساب لگایا جائے گا بھئی، جتنی اس کی گزشتہ ماہ کے اندر حیض کی عادت تھی وہی عادت یہاں پر بھی حیض شمار ہو گی۔ مثلاً بھئی ایک عورت ہے اس کو ہر مہینے کی پہلی، دوسری اور تیسری کو حیض کا خون آتا ہے۔ پہلی تاریخ، دوسری تاریخ اور تیسری، تین ایام ہیں اس کے حیض کے۔ اب یہ تو اس کی عادت ہے، اب ایک مہینہ ایسا ہوا کہ اس نے ایک دن خون دیکھا، آنا چاہیے تھا بھئی تین دن لیکن اس نے پہلی تاریخ کو خون دیکھا اور پھر چودہ دن جو ہیں خون نہیں دیکھا پھر اس کے بعد اس نے ایک دن خون دیکھا۔ تو اب آپ بتایئے بھئی شروع میں ایک دن خون درمیان میں چودہ دن خون نہیں دیکھا پھر اس کے بعد ایک دن خون دیکھا، اب آپ بتایئے یہ شروع والا کیا ہے؟ استحاضہ، آخر والا کیا؟ استحاضہ، اور درمیان میں پندرہ سے کم دن ہیں تو کیا ہے؟ طہر متخلل، اور طہر متخلل کس کے حکم میں ہے؟ جاری خون، لہذا یوں سمجھیں گے کہ یہ سولہ کے سولہ دن اسے خون آتا رہا ہے۔ اب یہ سولہ دن بھئی استحاضہ کے ہیں بھئی، ان میں سے اب اس کے حیض کے ایام کا بھی حساب لگانا ہے آپ نے بھئی۔ اس کی عادت کیا تھی؟ تین دن حیض آتا تھا اور کون سی تاریخیں تھیں؟ پہلی، دوسری اور تیسری، تو لہذا ان سولہ دنوں میں سے بھی پہلی، دوسری اور تیسرے دن کیا شمار ہو گا؟ حیض شمار ہو گا اور باقی تیرہ دن یہ کیا شمار ہوں گے؟ استحاضہ کے۔ لہذا ان تین دن کی نمازیں تو اس پر نہیں لیکن باقی دن کی نمازیں اس کے ذمہ ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

طہر متخلل کے دنوں میں نمازیں پڑھنی تھیں؟ ہاں، اب ہاں یہ مسئلہ سمجھ لو بھئی۔ دیکھو پہلے ایک اور مثال بھی بنالیں تاکہ بات اور واضح ہو جائے پھر اس کے بعد پھر نمازوں کی طرف میں آتا ہوں بھئی۔ بھئی ایک عورت کی عادت مقرر ہے مثلاً اسے ساتویں تاریخ کو، آٹھویں تاریخ کو، نویں تاریخ کو اور دسویں تاریخ کو کیا آتا ہے؟ حیض کا خون آتا ہے۔ اب اس نے پہلی ہی تاریخ کو ایک دن خون دیکھا، پھر چودہ دن خون نہیں دیکھا، پھر ایک دن کیا ہوا خون دیکھا، تو درمیان میں ہیں چودہ دن شروع میں ایک دن آخر میں ایک دن، تو یہ شروع اور آخر کا کیا ہے؟ استحاضہ، اور درمیان میں جو چودہ دن خون نہیں دیکھا یہ کیا ہے؟ طہر متخلل، تو کل کتنے دن ہوئے؟ سولہ دن۔ تو یہ طہر متخلل بھی دم جاری کی طرح ہے تو سولہ دن گویا اسے خون آیا ہے۔ اور ان سولہ دنوں میں سے اس کی عادت اب دیکھیں گے، عادت کیا تھی کن ایام میں اسے حیض آتے تھے؟ سات، آٹھ، نو، دس تک بھئی، تو اب ان میں سے بھی کیا کیا جائے گا؟ چار دن حیض کے، لیکن کون سے؟

پہلے نہیں، اسی کے مطابق نکالو بھئی، اس کو کب آتا ہے؟ سات، آٹھ، نو، دس کو، اور اب جو خون شروع ہوا وہ مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع ہو گیا تھا، تو لہذا معلوم ہوا پہلے چھ دن کیا ہے؟ استحاضہ، پھر وہ چار دن کیا ہیں؟ حیض، اور اس کے بعد جو جتنے دن ہیں وہ بھی کس کے ہیں؟ استحاضہ کے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہذا اس کی عادت کی طرف لوٹا دیں گے بھئی، جو عادت تھی وہی یہاں شمار کی جائے گی۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اب نمازوں کا مسئلہ آیا بھئی۔ یہی صورت بنا لو بھئی، اس نے مہینے کی پہلی تاریخ کو کیا دیکھا؟ خون دیکھا، اور اس کی عادت کیا ہے؟ سات، آٹھ، نو، دس کی۔ اچھا تو پہلے دن خون آیا تو بھئی اب خون آئے گا اسے کچھ پتا نہیں یہ حیض کا ہے یا استحاضے کا، لہذا نمازوں سے خون دیکھتے ہی وہ رک گئی۔ ایک دن بعد خون بند ہوا تو اب بھئی پتا کیا چلا کہ یہ کون سا خون تھا؟ استحاضہ کا، لہذا ان کی نمازیں قضا کرے گی۔ اور پھر آگے ابھی پتا نہیں کہ طہر ہے یا طہر متخلل کیا چیز ہے بھئی، تو لہذا اب کیا کرے گی؟ آگے نمازیں پڑھے گی بھئی۔ کیا کرے گی؟ نمازیں پڑھتی چلی گئی۔ چودہ دن گزرے تھے پھر خون آیا، پتا لگا یہ طہر نہیں تھا بلکہ کیا تھا؟ طہر متخلل تھا۔ اور پھر ایک دن خون آیا۔ اچھا، اب پورا حساب لگایا جائے گا۔ حساب کتاب لگایا تو پتا کیا چلا پہلے چھ دن کیا تھا؟ استحاضہ، اور استحاضہ میں نمازیں معاف ہوتی ہیں؟ نہیں، لہذا ان چھ دنوں کی نمازیں جو پڑھ چکی وہ ہو گئیں بھئی۔ وہ کیا ہوئیں؟ ہو گئیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اگلے چار دن پھر کس کے تھے؟ حیض کے، وہ نمازیں اس کی کیا ہوئیں؟ معاف ہو گئیں۔ اچھا کتنے دن ہو گئے کل بھئی؟ چھ اور چار دس۔ اچھا آگے پھر کب خون آیا تھا کس تاریخ کو؟ ایک دن اور چودہ دن پندرہ، سولہ کو پھر خون آیا، ایک دن آیا خون۔ تو اب کتنے دن ہو چکے ہیں بھئی؟ بھئی پہلے چھ دن کیا تھا؟ استحاضہ، اس کی نمازیں کیا ہو گئیں؟ ہو گئیں۔ اس کے بعد چار دن کیا آیا؟ حیض آیا، تو ان کی نمازیں معاف بھئی وہ پڑھی بھی تھیں تو وہ نہیں بھئی وہ حیض کے ایام شمار ہوں گے۔ اچھا اس کے بعد بھی ابھی وہ نمازیں پڑھ رہی ہے مولانا پندرہ تاریخ تک اس نے پھر نمازیں پڑھی ہیں پھر اس کے بعد ایک دن خون آیا ہے، تو یہ جو بیچ کی نمازیں ہیں یہ تو سولہ تک نمازیں ساری اس کے ذمے ہیں، اب یہ جو بیچ میں پڑھتی رہی ہے کون سی ہوئی ہے یا کون سی نہیں ہوئی؟ تو علماء فرماتے ہیں دیکھو دس تاریخ کو اس کا حیض ختم ہوا ہے، حساب لگایا یا نہیں آپ نے؟ اور حیض سے پاکی کے بعد کیا کرنا پڑتا ہے؟ غسل کرنا پڑتا ہے، تو اگر اس نے غسل کر کے پھر وہ نمازیں پڑھی تھیں تو اس کی وہ نمازیں ہو گئیں، اگر غسل کے بغیر جو نمازیں پڑھی تھیں دس کے بعد وہ نمازیں نہیں ہوئیں بھئی۔

صورت مسئلہ سب کو سمجھ میں آئی بھئی؟ سات، آٹھ، نو، دس یہ کون سے ایام شمار ہیں؟ حیض کے، اور دس کو گویا پاک ہوئی حیض سے اب استحاضہ چل رہا ہے تو حیض سے پاک ہونے کے بعد کیا کرنا پڑتا ہے؟ غسل، اور اگر اس نے غسل کر لیا تھا اس وقت تو اس کے بعد کی نمازیں صحیح، اور اگر غسل نہیں کیا ویسے ہی نمازیں پڑھ رہی ہے کیونکہ خون تو آ نہیں رہا بھئی ان دنوں میں تو وہ نمازیں نہیں ہوئیں بھئی۔ یا مثلاً وہ بارہ تاریخ کو جا کر نہائی تو یہ دو دن تو بغیر غسل کے اس نے نمازیں پڑھیں یہ دو دن کی نمازیں نہیں ہوئیں بھئی، ہاں باقی ہو گئیں کیونکہ اس نے پھر غسل کر لیا تھا باقی نمازیں ہو گئیں۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو ضابطہ بس یاد رکھو کہ استحاضہ کی وجہ سے نمازیں ساقط نہیں ہوتیں بھئی، نمازیں کیا کرنا پڑیں گی؟ پڑھنا پڑیں گی بھئی۔ اچھی طرح سب کو مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ تو یہ مسائل ہیں مولانا یہ عورتوں کے ضروری مسائل جو ان کو ہمیشہ ہمیشہ پیش آتے ہیں، لیکن بھئی عورتوں کو ان مسائل کا پتا ہونا چاہیے، پوچھنا چاہیے علمائے کرام سے بڑے مفتی حضرات سے مسائل۔ لیکن عورتیں بھی آج کل کے زمانے کی عجیب ہیں ہر چیز میں ماہر ہوں گی مگر یہ مسائل ان کی تو گویا ان کو حاجت ہی نہیں ہوتی، پوچھتی ہی نہیں ہیں کبھی کسی سے۔ سمجھ میں آیا؟ تو یا تو کتابیں علماء کی موجود ہیں ان سے خود وہ پڑھنا چاہیے ان کو یا پوچھنا چاہیے کسی بڑے عالم بڑے مفتی سے بھئی، یہ ضروری مسائل ہیں بھئی دیکھو نماز عبادات وغیرہ کا دارومدار ان پر ہے، پاکی ناپاکی کا دارومدار ان پر ہے، یہ ضروری مسائل ہیں بھئی۔

اچھا بھئی یہ بات یہاں تک سب کو اچھی طرح سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی؟ پہلے ایک دن استحاضے کے بعد ہاں استحاضے کا میں نے حکم بتا دیا، استحاضے کی وجہ سے غسل آتا ہے؟ بتائیے بھئی، میں نے بتایا کوئی استحاضے میں غسل آتا ہے؟ سوچ میں نہ پڑا کریں بس یہ دیکھیں بھئی ضابطہ اس کے بارے میں، میں حیض اور نفاس کی بات کر رہا ہوں، نفاس میں بھی کیا کرنا پڑتا ہے؟ غسل، حیض میں بھی کیا کرنا پڑتا ہے؟ غسل، استحاضے کی میں نے بات کی؟ جب استحاضے میں غسل نہیں ہے تو وہ بھئی پہلے ایک دن خون آیا تھا اس کے بعد وہ نمازیں پڑھ رہی ہے تو وہ صحیح ہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالطُّهْرُ إِذَا تَخَلَّلَ بَيْنَ الدَّمَيْنِ فِي مُدَّةِ الْحَيْضِ فَهُوَ كَالدَّمِ الْجَارِي، اور وہ طہر جو بیچ میں آ جائے دو خونوں کے فِي مُدَّةِ الْحَيْضِ مدت حیض کے اندر فَهُوَ كَالدَّمِ الْجَارِي، تو وہ کس کی طرح ہے؟ جاری خون کی طرح ہے۔ وَأَقَلُّ الطُّهْرِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، اور کم سے کم طہر جو ہے وہ پندرہ دن ہے وَلَا غَايَةَ لِأَكْثَرِهِ، اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی انتہا نہیں ہے بھئی۔ بھئی اقل طہر کی تو حد بیان کر دی کم سے کم کتنا ہو گا؟ پندرہ دن،

اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مقدار متعین نہیں، سالوں بھی گزر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی عورت ہے اس کو ایک سال تک بھئی حیض پھر آیا ہی نہیں بھئی، ہو سکتا ہے دو سال تک حیض آیا ہی نہیں، ہو سکتا ہے دس سال تک حیض آیا ہی نہیں تو یہ سارا کیا ہے؟ طہر ہے۔ یا ساری زندگی اس کو حیض آیا ہی نہیں تو سارا کیا ہے؟ طہر ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں ہے کتنا بھی ہو سکتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا غَايَةَ لِأَكْثَرِهِ، اور اس کے اکثر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

وَدَمُ الِاسْتِحَاضَةِ هُوَ مَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ۔ اور دم استحاضہ وہ خون ہے جس کو عورت دیکھے تین دن سے کم بھئی یا دس دن سے زیادہ۔ بھئی تین دن سے کم وہ بھی کیا ہے؟ استحاضہ، دس دن سے زیادہ وہ بھی کیا ہے؟ استحاضہ۔ تو یہی بات بیان کر رہے ہیں دم استحاضہ وہ خون ہے جس کو دیکھے عورت تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ، فَحُكْمُهُ حُكْمُ الرُّعَافِ۔ رُعَاف کہتے ہیں نکسیر کو مولانا۔ کس کو کہتے ہیں؟ نکسیر بھئی، نکسیر۔ بعض افراد کو دائمی نکسیر کا مرض ہوتا ہے بھئی، دائمی نکسیر کا۔ مثلاً ناک سے خون آ رہا ہے ہر وقت جاری ہے، تھوڑا تھوڑا خون ہر وقت جاری رہتا ہے۔ اب یہ معذور ہوا مولانا، اس کے لیے شریعت نے کیا حکم بیان کر دیا کہ ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرے اور اس نماز کے وقت کے اندر جو نمازیں پڑھنا چاہتا ہے قضا وغیرہ نوافل سنتیں ساری پڑھ سکتا ہے بھئی۔ ہر نماز کے لیے کیا کیا کرے؟ وضو۔ بھئی آپ لوگوں کے لیے تو مسئلہ ہے ایک وضو سے جتنی مرضی نمازیں پڑھو لیکن ایک آدمی معذور ہے جس کا خون جاری ہے یا ایک آدمی ہے اس کو ہر وقت پیشاب کے قطرے آنے کی بیماری ہے، اب یہ لوگ معذور ہیں مولانا، ان کے لیے کیا حکم شریعت نے بیان کیا کہ یہ ہر نماز کے لیے کیا کر لیا کریں؟ علیحدہ وضو۔ یہ نہیں کہ ظہر کا وضو کیا تو مغرب تک چلا رہے ہیں، نہیں بھئی ظہر کے وقت کے اندر اندر وہ وضو ٹھیک، جیسے ہی ظہر کا وقت ختم ہو گا وضو بھی کیا ہو جائے گا؟ ختم۔ عصر کے لیے پھر نیا وضو کریں پھر عصر کے وقت میں جو چاہیں اس سے پڑھیں اور جیسے ہی عصر کا وقت ختم ہو گا وضو پھر کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا۔

تو کہتے ہیں فَحُكْمُهُ حُكْمُ الرُّعَافِ، یہ جو استحاضہ ہے اس کا حکم وہ رعاف والا نکسیر کا حکم ہے، لَا يَمْنَعُ الصَّلَاةَ وَلَا الصَّوْمَ، نہ تو یہ نماز کو روکتا ہے اور نہ روزے کو روکتا ہے وَلَا الْوَطْءَ، اور نہ ہی وطی کو یعنی صحبت کرنے کو بھی نہیں روکتا بھئی دم استحاضہ۔

وَإِذَا زَادَ الدَّمُ عَلَى الْعَشَرَةِ وَلِلْمَرْأَةِ عَادَةٌ مَعْرُوفَةٌ رُدَّتْ إِلَى أَيَّامِ عَادَتِهَا وَمَا زَادَ عَلَى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ۔ مسئلہ یاد رکھو بھئی میں نے پہلے بھی بیان کر دیا، ایک عورت کو ہر ماہ پانچ دن حیض آتا ہے لیکن ایک ماہ اس نے دیکھا کہ چھ دن آیا، کیا شمار کریں گے؟ حیض ہی شمار کریں گے بھئی میں نے مسئلہ بتایا، اسے بھی حیض شمار کریں گے یوں سمجھیں گے گویا کہ عورت کی عادت بدل گئی۔ اچھا اگلے مہینے اس نے آٹھ دن خون دیکھا کیا حکم لگائیں گے آپ؟ حیض ہے، گویا کہ عورت کی عادت بدل گئی۔ جب تک دس سے زیادہ نہیں جاتا آپ نے استحاضہ کا حکم نہیں لگانا۔ ہاں دس سے جب زیادہ ہو جائے، خون جاری ہوا اور دس دن سے بھی اوپر چلا گیا رک ہی نہیں رہا، معلوم ہوا یہ زائد کیا ہے؟ استحاضہ، لہٰذا اب اس کے پچھلے مہینے کی عادت کی طرف چلے جائیں گے اور پچھلے مہینے میں اس کو کتنے ایام خون آیا تھا؟ مثلاً پانچ دن آیا تھا تو اس میں سے بھی اب بارہ دن جو آیا تو پانچ دن حیض کے شمار ہوں گے اور سات دن کس کے شمار ہوں گے؟ استحاضے کے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا زَادَ الدَّمُ عَلَى الْعَشَرَةِ، جب خون بڑھ جائے دس دنوں پر وَلِلْمَرْأَةِ عَادَةٌ مَعْرُوفَةٌ، اور عورت کی عادت معروف تھی یعنی اسے معلوم تھی بھئی مقرر تھی، رُدَّتْ إِلَى أَيَّامِ عَادَتِهَا، تو لوٹایا جائے گا اس کو اس کی عادت کے ایام کی طرف بھئی، وَمَا زَادَ عَلَى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ، اور جو اس عادت پر زائد ہو گا وہ کیا ہے؟ استحاضہ ہے۔

وَإِنِ ابْتَدَأَتْ مَعَ الْبُلُوغِ مُسْتَحَاضَةً فَحَيْضُهَا عَشَرَةُ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَالْبَاقِي اسْتِحَاضَةٌ۔ صورت مسئلہ یہ ہے، آپ نے کیا پڑھا بھئی حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ تین دن، زیادہ سے زیادہ کتنی ہے؟ دس دن ہے بھئی۔ اچھا اور یہ بھی مسئلہ پڑھا آپ نے بھئی کہ ہر عورت کی ایک عادت ہوتی ہے معروف ہوتی ہے اسے پتا ہوتا ہے بھئی، تو اگر اس سے خون بڑھ گیا اور دس دن سے بھی اوپر چلا گیا تو ہم کس کی طرف لوٹائیں گے اس کو؟ اس کی عادت کی طرف لوٹائیں گے تو اس عادت کے مطابق جو ایام ہوں گے وہ حیض شمار ہوں گے اور زائد کیا شمار ہوں گے؟ زائد استحاضہ شمار ہوں گے۔

اچھا، ایک لڑکی بالغ ہوئی اور بالغ ہوتے ہی اس کو دم استحاضہ جاری ہو گیا، اب اس کی کوئی عادت مقرر نہیں، خون شروع ہوا مسلسل ہر وقت جاری ہے، اب کیا کریں گے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی خون مسلسل جاری ہے تو جو پہلے دس دن ہیں وہ کیا شمار کریں گے؟ حیض شمار کریں گے۔ تو گویا ہر مہینے اس کو خون مسلسل جاری رہتا ہے ہر وقت، تو ہر مہینے میں سے پہلے دس دن کیا شمار کریں گے؟ حیض، اور باقی بیس دن کیا شمار کریں گے؟ استحاضہ۔ تو حیض کے ایام میں حیض کا حکم لاگو ہو گا اور استحاضہ کے ایام میں استحاضہ کا۔ خون تو اس کا مسلسل جاری ہے لیکن اب ہر مہینے کے پہلے دس دن کیا شمار ہوں گے؟ حیض، کیونکہ حیض کے زیادہ سے

زیادہ کتنے دن ہیں؟ دس دن ہیں، دس سے تو اوپر جا نہیں سکتا تو باقی کے بیس دن کیا شمار ہوں گے؟ استحاضہ۔ خون ابھی بھی مسلسل ہے پھر اگلے مہینے کے پھر پہلے دس دن کیا شمار ہوں گے؟ حیض، اور اگلے بیس دن استحاضہ، اسی طرح ہو گا۔ یہ معنی ہے بھئی وَإِنِ ابْتَدَأَتْ مَعَ الْبُلُوغِ مُسْتَحَاضَةً، اگر ابتدا کی بلوغ کے ساتھ ہی کسی نے مُسْتَحَاضَةً بھئی اس حال میں کہ وہ مستحاضہ تھی فَحَيْضُهَا عَشَرَةُ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، تو اس کا حیض جو ہے دس دن ہے ہر مہینے میں سے وَالْبَاقِي اسْتِحَاضَةٌ، اور باقی استحاضہ ہے بھئی۔

وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجُرْحُ الَّذِي لَا يَرْقَأُ يَتَوَضَّئُونَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ وَيُصَلُّونَ بِذٰلِكَ فِي الْوَقْتِ مَا شَاءُوا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ۔

یہاں سے معذور کا حکم بیان ہو رہا ہے بھئی۔ بھئی معذور میں نے بتلایا بھئی مثلاً جیسے استحاضہ ہے بھئی ایک عورت ہے اس کا ہر وقت خون جاری ہے تو اس کو کیا حکم دے دیں گے؟ معذور والا۔ ایک آدمی ہے اس کے ہر وقت ناک سے خون بہتا رہتا ہے، یعنی اتنا وقت بھی اسے نہیں ملتا خون رکنے میں کہ وہ وضو کر لے اور ایک نماز پڑھ لے، تو یہ معذور ہو گیا مولانا۔ اب اس کا خون بہتا رہے، اب اس وقت کے اندر اندر وہ وضو کر لیا کرے اور جو نمازیں پڑھنا چاہے اس وقت کے اندر پڑھ سکتا ہے۔ جب وقت گزر جائے گا تو اس کا وضو بھی ختم۔ معذور کا حکم پتا لگ گیا بھئی سب کو؟

تو کہتے ہیں وَالْمُسْتَحَاضَةُ، اور مستحاضہ جو ہے وَمَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ، اور وہ شخص جس کو پیشاب کے مسلسل قطرات آنے کی بیماری ہو وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ، اور جس کو دائمی نکسیر ہو وَالْجُرْحُ الَّذِي لَا يَرْقَأُ، اور ایسا زخم جو رکتا نہیں ہے۔ یعنی زخم لگا ہے اب اس میں سے ہر وقت تھوڑا تھوڑا خون بہتا رہتا ہے ہر وقت بھئی، اتنی دیر بھی خون نہیں رکتا کہ وہ آدمی کیا کر سکے؟ وضو کر کے نماز پڑھ سکے۔ تو شریعت نے کیا حکم دے دیا؟ یہ معذور، اور معذور کا کیا حکم ہے؟ ہر نماز کے لیے کیا کرے؟ وضو کرے، اور جب وقت گزر جایا کرے تو وضو بھی ختم، پھر کیا کرنا پڑے گا؟ نیا وضو۔

اچھا دوبارہ دیکھو ترجمہ، وَالْمُسْتَحَاضَةُ اور وہ عورت جسے استحاضہ ہو، وَمَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ اور وہ شخص جسے سَلَسُ الْبَوْلِ کی بیماری ہو یعنی پیشاب کے قطرات ہر وقت آتے ہیں، وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ اور وہ شخص جسے کیا ہو؟ دائمی نکسیر ہو، اس کا عطف ہے مولانا سَلَسُ الْبَوْلِ پر، وَمَنْ بِهِ الرُّعَافُ الدَّائِمُ وہ شخص جسے دائمی نکسیر ہے، اسی طرح الْجُرْحُ اس کا عطف بھی سَلَسُ الْبَوْلِ پر ہے وَمَنْ بِهِ الْجُرْحُ الَّذِي لَا يَرْقَأُ اور وہ شخص جسے ایسا زخم ہو جو رکتا نہیں۔ تو یہ سارے جو ذکر ہوئے يَتَوَضَّئُونَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ، وضو کریں گے بھئی ہر نماز کے وقت کے لیے وَيُصَلُّونَ بِذٰلِكَ فِي الْوَقْتِ مَا شَاءُوا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ، اور پڑھیں گے اس وضو کے ذریعے وقت کے اندر اندر جو وہ چاہیں فرائض اور نوافل میں سے، فَإِذَا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ وُضُوؤُهُمْ، جب وقت نکل جائے گا تو ان کا وضو باطل ہو جائے گا وَكَانَ عَلَيْهِمُ اسْتِئْنَافُ الْوُضُوءِ لِصَلَاةٍ أُخْرٰى، اور ضروری ہے ان پر نئے سرے سے وضو کرنا لِصَلَاةٍ أُخْرٰى دوسری نماز کے لیے۔ دوسری نماز کے لیے کیا کرنا پڑے گا؟ اسْتِئْنَاف کا معنی نئے سرے سے کرنا بھئی، تو نئے سرے سے پھر وضو کرنا پڑے گا بھئی۔

تو لہٰذا ایک آدمی ہے اس کے ایسا زخم ہے جس سے ہر وقت خون بہتا ہے، اب اس نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا تو کب تک اس سے فرائض اور نوافل پڑھ سکتا ہے؟ جب ظہر کا وقت ختم ہو گا اس وقت تک بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو اس وقت کے اندر وہ ظہر کی نماز بھی پڑھ لے، کوئی قضا نمازیں جتنی پڑھنا چاہتا ہے وہ بھی پڑھ لے بھئی، نوافل پڑھنا چاہتا ہے وہ بھی پڑھ لے، لیکن جیسے ہی ظہر کا وقت ختم ہو گا وضو بھی ختم شمار ہو گا اور پھر کیا کرنا پڑے گا؟ عصر کے لیے نیا وضو کرے بھئی، پھر اسی طرح مغرب کے لیے نیا وضو۔ چلیے مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵: باب الحیض (۲) وباب الانجاس: نفاس کی اقل واکثر مدت، مبتدأہ ومعتادہ کے ضوابط، منی کا حکم اور تطہیرِ نجاسات

مختصر القدوری صفحہ: ۱۳—بتاریخ: ۳۰ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالنِّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيبَ الْوِلَادَةِ، وَالدَّمُ الَّذِي تَرَاهُ الْحَامِلُ وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ فِي حَالِ وِلَادَتِهَا قَبْلَ خُرُوجِ الْوَلَدِ اسْتِحَاضَةٌ، وَأَقَلُّ النِّفَاسِ لَا حَدَّ لَهُ وَأَكْثَرُهُ أَرْبَعُونَ يَوْمًا، وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی ہم نے باب الحیض شروع کیا تھا بھئی، حیض، استحاضہ اور نفاس کے مسائل شروع کیے تھے بھئی۔ صاحب کتاب نے آپ کو سب سے پہلے یہ بتلایا تھا کہ حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ تین دن اور تین راتیں، اور زیادہ سے زیادہ کتنی ہے؟ دس دن ہے مولانا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا عورت کو جو خون آتا ہے وہ تین قسم پر ہے، یا تو وہ حیض ہو گا جو ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ آتا ہے، یا پھر وہ کیا ہو گا؟ نفاس، وہ خون جو بچے کی پیدائش کے بعد آئے، اور تیسرا جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے آئے اسے کیا کہتے ہیں؟ استحاضہ بھئی، استحاضہ کہتے ہیں بھئی۔ عام یہاں ہمارے ہاں اس کو کیا کہتے ہیں؟ لیکوریا بھئی، لیکوریا۔

اچھا، اور میں نے بتلایا تھا کہ یہ حیض کا بھئی خون جو ہے کم سے کم لڑکی کی عمر نو سال ہو پھر آسکتا ہے، اس سے پہلے نہیں۔ اس سے پہلے جو بھی خون آئے گا وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ یعنی یہ بالغہ کو آئے گا بھئی، اور کم سے کم عمر جس میں لڑکی بالغہ ہو سکتی ہے نو سال ہے بھئی، نو سال۔ اس سے پہلے جو خون دیکھے وہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے بھئی۔ اور یہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ بھئی جو رنگ بھی نظر آئے بھئی وہ حیض میں شمار ہو گا الا کہ خالص سفیدی دیکھ لے بھئی، خالص سفیدی۔

اور حیض کی وجہ سے نمازیں بھی ساقط ہو جاتی ہیں اور روزے بھی اس پر رکھنا حرام ہو جاتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ نماز کے لیے صاحب قدوری یُسْقِطُ کا لفظ لائے تھے، ساقط ہو جاتی ہیں بالکل ہی اس پر سے ختم ہو جاتی ہیں، بعد میں قضا کرنے کی ضرورت بھی نہیں، جبکہ روزے کے لیے یُحَرِّمُ کا لفظ لے کر آئے، بتلا دیا کہ اس وقت حرام ہیں لیکن ساقط نہیں ہیں بلکہ بعد میں کیا کرنا پڑے گی ان کی؟ قضا کرنا پڑے گی۔ اور یہ بھی آپ نے حکم پڑھا تھا بھئی کہ مسجد میں بھی داخل نہیں ہو سکتی بھئی، بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کر سکتی بھئی، اور خاوند اس سے صحبت بھی نہیں کر سکتا، اور اسی طرح حائضہ اور جنبی کا بھی یہی حکم ہے وہ تلاوت قرآن بھی نہیں کر سکتے بھئی، جبکہ بے وضو جو ہے وہ قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا بھئی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالدَّمُ الَّذِي تَرَاهُ الْحَامِلُ وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ فِي حَالِ وِلَادَتِهَا قَبْلَ خُرُوجِ الْوَلَدِ اسْتِحَاضَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والدم الذي تراه الحامل وما تره المرأة في حال ولادتها قبل خروج الولد استحاضة» منقول ہے۔

تو میں نے بتایا تھا یہ ہر عورت کی عادت ہوتی ہے مقررہ اس کے مطابق آتا ہے، اور اگر ایک مہینے تین دن آیا پھر چار دن آیا پھر پانچ دن آیا، تو جب تک یہ تین اور دس کے درمیان ہے یعنی دس سے زائد نہیں ہے اور تین سے کم نہیں ہے تو اس سارے کو پھر حیض ہی شمار کیا جائے گا اور یوں سمجھیں گے ہر مہینے گویا اس کی عادت کیا ہے؟ بدل رہی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کی عادت ہے پانچ دن، ایک ماہ کیا آیا؟ سات دن آیا، تو یہ سات دس سے زائد نہیں بھئی لہذا اس کو بھی کیا شمار کریں گے؟ حیض ہی۔ ایک ماہ اس کو پھر دس دن پورے آیا مولانا، آپ یہ نہیں کہیں گے پچھلی عادت سات دن تھی تو اب بھی کتنا ہو گا سات دن، بلکہ یہ دس سے چونکہ زائد نہیں ہے تو لہذا یہ بھی کیا شمار ہو گا پورا؟ حیض ہی شمار ہو گا۔ ہاں جب حیض سے بڑھ جائے اس دس دن سے بڑھ جائے بھئی اب معلوم ہوا استحاضہ ہے، اب حساب لگائیں گے بھئی گزشتہ مہینے کی جو عادت تھی اس کی طرف لوٹا دیں گے، اور گزشتہ مہینے میں مثلاً سات دن خون آیا تھا تو اس میں سے بھی سات دن کیا شمار کریں گے؟ حیض شمار کریں گے اور باقی زائد ایام استحاضہ کے ہیں، اور استحاضہ میں نماز ساقط نہیں ہوتی لہذا کیا کرے گی؟ گزشتہ ایام کی نمازیں بھی قضا کرے گی بھئی۔

جی، اور یہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ اگر دم حیض دس دن سے کم میں رک جائے تو خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ وہ غسل کر لے نہا لے۔ ہاں غسل کر لے پھر صحبت جائز ہو گئی۔ یا اتنا وقت گزر جائے یعنی ایک پوری نماز کا وقت گزر جائے کہ اس کے ذمے ایک نماز واجب ہو جائے، تو پھر بھی کیا ہے اب چاہے غسل نہ کیا ہو پھر بھی خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بھئی حیض کے کل دن ہیں دس بھئی اور یہ دس سے پہلے منقطع ہوا ہے تو امکان ہے پھر کیا ہو جائے؟ آجائے، تو اتنا وقت جب گزر جائے گا تو اب معلوم ہوا پوری طرح حیض ختم ہو چکا ہے لہذا اب صحبت جائز ہوئی بھئی۔ لیکن اگر حیض کا خون منقطع ہوا پورے دس دن پر بھئی، اب دس دن سے تو زائد حیض نہیں، لہذا اب خون کے رکتے ہی خاوند کے لیے صحبت کرنا جائز ہے مولانا، کیونکہ اس سے زیادہ آگے اب حیض کے آنے کا امکان نہیں۔

اس کے بعد طہر متخلل کے بارے میں میں نے آپ کو بتلایا تھا اور طہر کے بارے میں بھئی۔ طہر کے کم سے کم کتنے ایام ہیں؟ پندرہ دن، اور اگر پندرہ دن سے کم ہوں طہر کے ایام تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ طہر متخلل، اور یہ کس کے حکم میں ہے؟ جاری خون کے حکم میں ہے۔ خون آتو نہیں رہا رکا ہوا ہے لیکن حکم کس کا لگایا جائے گا؟ جاری خون کا حکم لگایا جائے گا۔ لہذا ایک عورت کو ایک دن یا کئی دن خون آتا ہے پھر وہ پندرہ دن سے کم کیا ہے طہر دیکھتی ہے پھر اس کے بعد پھر چند دن خون کے دیکھتی ہے تو یہ سارا کیا شمار ہو گا؟ جاری خون شمار ہو گا کیونکہ درمیان میں طہر کے ایام کتنے ہیں؟ پندرہ سے کم ہیں۔

لہذا صورت میں نے بتلائی تھی آپ کو بھئی، ایک عورت نے تین ایام خون دیکھا پھر پندرہ یوم تک خون نہیں دیکھا پاکی کے دیکھے پھر اس کے بعد تین یوم اس نے خون دیکھا، تو آپ کیا حکم لگائیں گے؟ شروع کے تین دن حیض ہے اور پندرہ دن بیچ کے طہر ہے اور آخری تین دن حیض ہے کیونکہ حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے تین دن وہ بھی پورے ہیں اور درمیان میں طہر بھی پورا ہے۔ اسی طرح اگر ایک عورت نے بھئی ایک دن خون دیکھا پھر پندرہ دن پاکی کے دیکھے اور پھر اس کے بعد دو دن خون دیکھا بھئی، اب آپ کیا حکم لگائیں گے؟ ایک دن وہ بھی استحاضہ کا اور آخری دو دن وہ بھی کس کے؟ استحاضہ کے، اور درمیان کے پندرہ دن یہ طہر ہے مولانا، یہ کیا ہے؟ طہر شمار ہو گا سارا۔

اچھا، ایک عورت ہے بھئی اس نے تین دن خون دیکھا پھر چودہ دن پاکی کے دیکھے پھر اس کے بعد تین دن اس نے خون دیکھا، کیا حکم لگائیں گے؟ شروع میں بھی تین دن ہے پھر درمیان میں چودہ دن پاکی کے ہیں پھر تین دن خون، کیا حکم لگائیں گے؟ جی؟ یہ تین دن پر کیا حکم لگائیں گے؟ بھئی حیض کا حکم کیسے آپ لگاتے ہو بھئی؟ جب طہر متخلل بیچ میں آیا تو پہلے اس کو تو ساتھ ملا لو۔ درمیان میں پاکی کتنے دن دیکھی ہے؟ چودہ دن، تو وہ طہر ہے یا طہر متخلل ہے؟ طہر متخلل ہے، معلوم ہوا یہ بھی کس کے حکم میں ہے؟ جاری خون کے۔ معلوم ہوا تین دن شروع کے یہاں سے خون شروع ہے اور آخری تین دن بھی ملاؤ کتنے ہو گئے؟ چھ، اور چودہ دن بیچ کے بھی ملاؤ، بیس۔ معلوم ہوا بیس دن اس کو مسلسل خون آیا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

اب اس کا کیا کریں گے؟ پچھلی عادت سے حساب لگایا جائے گا، اب گزشتہ مہینے کی طرف چلے جاؤ اور اس میں دیکھو بھئی عورت کو کتنے ایام حیض آیا تھا اور کس وقت میں آتا ہے بھئی حیض۔ مثلاً اس کو پانچ ایام تک حیض آتا ہے اور مہینے کے پہلے پانچ دن آتا ہے تو اس میں سے بھی پہلے پانچ دن کیا شمار کر لیں گے؟ حیض کے شمار کر لیں گے۔ اور اگر اس کو حیض آتا ہے مثلاً چھٹی، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں تاریخ کو تو اس میں سے بھی کیا کریں گے؟ ان بیس دنوں میں سے چھٹا دن، ساتواں دن، آٹھواں، نواں اور دسواں دن یہ کیا شمار ہو گا؟ حیض۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً خون تو شروع ہو گیا تھا پہلی کو ہی، تو کل وہ ترتیب بنی جو میں نے بتائی شروع میں بھی تین دن خون پھر چودہ دن پاکی کے اور پھر تین دن خون بھئی۔ مسائل سب کو سمجھ میں آگئے اچھی طرح بھئی؟ طہر متخلل بھئی اس کو کہتے ہیں۔

تو طہر کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ پندرہ دن، اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، ہو سکتا ہے مہینے تک طہر رہے ہو سکتا ہے دو مہینے تک۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے عورت کو ایک ماہ تک حیض پورا نہیں آیا اس سے اگلا مہینہ بعض اوقات دو مہینے تک نہیں آتا تین ماہ تک بعض اوقات پورا پورا سال حیض بند رہتا ہے تو یہ سارے ایام کس کے شمار ہوں گے؟ طہر کے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے بھئی۔ میں نے بتایا مہینہ بھی ہو سکتا ہے دو چار مہینے بھی ہو سکتے ہیں سال بھی ہو سکتا ہے دس سال بھی ہو سکتے ہیں بھئی۔

جی، اور اس کے بعد استحاضہ کا حکم پڑھا تھا بھئی، استحاضہ کس کو کہتے تھے؟ وہ خون جو تین دن سے کم آئے یا دس سے زیادہ ہو بھئی۔ اور اس کا حکم کس چیز کا حکم ہے؟ نکسیر کا حکم ہے بھئی، نکسیر والا حکم ہے۔ تو اس کی وجہ سے نماز بھی منع نہیں، روزہ بھی منع نہیں، خاوند کے لیے صحبت کرنا بھی منع نہیں۔ تو لہٰذا جب بھی خون دس دن سے بڑھ جائے تو کیا کیا جائے گا؟ عورت کی گزشتہ مہینے کی عادت کو دیکھا جائے گا بھئی اور باقی حیض شمار ہو گا۔

اس کے بعد آپ نے معذور کا حکم پڑھا تھا بھئی۔ مثلاً مستحاضہ ہے ایک عورت اسے استحاضہ آتا ہے، یا ایک شخص ہے جسے ہر وقت پیشاب کے قطرات آتے رہتے ہیں بھئی، یا ایک شخص ہے جس کی نکسیر ہر وقت بہتی رہتی ہے، اور اسی طرح ایک شخص ہے جس کے کوئی زخم لگا ہے جس سے خون رکتا نہیں ہر وقت بہتا رہتا ہے، اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ جس کے اندر کیا کرے؟ وضو کر کے نماز پڑھ لے، اور اس حالت میں یاد رکھو مسئلہ اس حالت میں کامل ایک نماز کا وقت گزر جائے تو یہ معذور ہو گیا۔ یہ کیا ہو گیا؟ معذور۔ اور معذور کا کیا حکم بیان ہوا؟ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے۔

یعنی دیکھو ایک آدمی ہے اس کے نکسیر شروع ہو گئی مولانا مثلاً ظہر سے پہلے شروع ہو گئی نکسیر بھئی۔ اب وہ خون بہہ رہا ہے رکتا ہی نہیں، ظہر کا وقت آ گیا لیکن خون تھوڑا تھوڑا بہتا ہی جا رہا ہے رک ہی نہیں رہا، تو علماء فرماتے ہیں یہ ابھی معذور نہیں ہے۔ جب معذور نہیں ہے تو اب خون بہہ رہا ہے اور جب خون بہہ رہا ہے تو وضو تو برقرار نہیں رہے گا، وضو نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کو چاہیے کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کرتا رہے بھئی۔ کیا کرتا رہے؟ مؤخر، کیونکہ ابھی یہ معذور بنا ہے؟ نہیں، ابھی معذور یہ نہیں۔ ہاں اگر آخر وقت تک بات چلی گئی مثلاً ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے ساڑھے تین بجے بھئی اور سوا تین ہو چکے ہیں، مطلب اتنا وقت ہے جس میں بمشکل یہ وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے بھئی، اب آخر وقت میں یہ کیا کرلے؟ وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ سمجھ میں آیا؟ خون تو معلوم ہوا رک ہی نہیں رہا۔

اور یہ ظہر کا پورا وقت گزر گیا مولانا، مثلاً سوا بارہ ساڑھے بارہ سے لے کر ساڑھے تین تک یہ سارا وقت گزرا جس کے اندر اس کو اتنا وقت بھی نہیں ملا جس کے اندر خون رک جاتا اور وہ وضو کر کے نماز پڑھ لیتا چار رکعات بھئی۔ اب یہ معذور ہو گیا، دیکھو پوری نماز کا وقت گزرا جس میں اس کو وقت اتنا نہیں ملا جس میں وضو کر کے نماز پڑھ لے، تو یہ معذور ہو گیا۔ اب اس معذور کا حکم یہ ہے مولانا کہ یہ ہر وقت کے لیے نیا وضو کرے گا اور اس وقت کے اندر اس سے جو فرائض اور نوافل پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ لہٰذا اب یہ معذور ہے اب اس نے عصر کی نماز کے لیے نیا وضو کیا تو عصر سے لے کر مغرب تک اس سارے وقت میں اس وضو کے ذریعے وہ جو فرائض پڑھنا چاہتا ہے قضا نمازیں پڑھنا چاہتا ہے جو نوافل پڑھنا چاہتا ہے سارے پڑھتا رہے، اور یہ جو اس کی نکسیر یہ جو اس کا خون مسلسل بہہ رہا ہے اس کی وجہ سے اب اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو وضو نہیں ٹوٹ رہا صرف کس کی وجہ سے؟ یہ جو خون بہہ رہا ہے، صرف اس خون کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا کوئی اور حدث لاحق ہوا تو پھر ٹوٹ جائے گا بھئی، مثلاً اس نے پیشاب کر لیا اب وضو ٹوٹ گیا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس خون کے اعتبار سے یہ معذور ہے وہ اب رک نہیں رہا تو لہٰذا اس خون کی وجہ سے ہم یہ حکم نہیں لگائیں گے کہ بھئی وضو ٹوٹ گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو لہٰذا عصر سے مغرب تک اگر کوئی اور حدث لاحق نہیں ہوا تو اسی وضو کے ذریعے وہ جو فرائض پڑھنا چاہے جو نوافل پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے بھئی۔

اب یہ شخص اس وقت تک معذور رہے گا جب تک اس پر پوری ایک نماز کا وقت ایسا نہ گزر جائے جس میں یہ والا عذر دوبارہ آئے ہی نہ۔ کیا بات بیان کی میں نے؟ بھئی معذور کب ہوا تھا؟ جب پورے وقت میں وہ عذر لاحق تھا ادنیٰ وقت بھی اس کو نہیں ملا جس میں وضو کر کے کیا کرلے؟ نماز پڑھ لے، تو معذور تب ہو گا۔ معذور کا حکم آیا بڑی مشکل سے بھئی پورے وقت کو وہ گھیر لے عذر پھر ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک دفعہ معذور کا حکم آ گیا اب یہ معذور ہی ہے، اب خون چاہے اس کا رک جایا کرے لیکن وقت پورا نہیں گزرتا پھر تھوڑا سا آ جاتا ہے۔ مثلاً اب اس نے عصر کا وقت پایا بھئی، کیا ہوا؟ اب اس سارے عصر کے اندر یہ عصر میں معذور ہے یا نہیں بھئی؟ معذور ہے، تو اب سارے عصر کے دوران اس کا خون نہیں بہا بھئی، عصر کے اندر ایک دو منٹ کے لیے خون پھر آیا تھا، لیکن کیا پوری نماز کا وقت اس کے عذر کے بغیر گزرا؟ نہیں۔ پورا گزرا وقت؟ ایک دو منٹ آ گیا یا نہیں آ گیا؟ تو پورا وقت نہیں گزرا۔ تو جب تک پورا وقت نہیں گزرے گا ٹھیک حالت کے ساتھ اب اس سے معذور کا حکم ہٹے گا؟ نہیں۔ لہٰذا عصر سے مغرب تک خون درمیان میں صرف ایک دو منٹ آ گیا بس ایک دو منٹ آیا ابھی بھی یہ معذور ہے بھئی، تو اس خون سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا بلکہ اس سے پڑھتا رہے بھئی قضا نمازیں نوافل پڑھتا رہے۔ پھر مغرب سے عشاء تک کا

وقت ہے مولانا، اس کے اندر بھی خون اس کا مسلسل نہیں جاری پھر ایک دو منٹ خون آ گیا، تو کیا پوری نماز کا وقت اس پر بغیر عذر کے گزرا؟ نہیں، لہذا یہ اب بھی معذور ہے۔ لیکن اگر عصر سے مغرب تک کا سارا وقت گزرا جس میں خون تھوڑی دیر کے لیے بھی نہیں آیا، بس مولانا اب معذور نہیں رہا یہ۔ اب معذور نہیں رہا۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟

وَالنِّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيبَ الْوِلَادَةِ۔ اور نفاس بھئی، نفاس کے بارے میں یہاں سے اب آپ کو بتلائیں گے نفاس کے مسائل بھئی۔ نفاس کہتے کس کو ہیں؟ کہتے ہیں وَالنِّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيبَ الْوِلَادَةِ، نفاس وہ خون ہے جو نکلے ولادت کے بعد بھئی۔ بچے کی ولادت کے بعد جو خون نکلے وہ کیا کہلاتا ہے؟ نفاس کہلاتا ہے۔

وَالدَّمُ الَّذِي تَرَاهُ الْحَامِلُ وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ فِي حَالِ وِلَادَتِهَا قَبْلَ خُرُوجِ الْوَلَدِ اسْتِحَاضَةٌ۔ تو بھئی وہ خون جو بچے کی پیدائش کے بعد آئے وہ کیا ہے؟ نفاس۔ لیکن بچے کی پیدائش سے پہلے جو خون حاملہ عورت دیکھے بھئی وہ استحاضہ ہے۔ یاد رکھیے حاملہ کو حیض نہیں آتا بھئی، تو ایک عورت حاملہ ہے اور وہ خون دیکھتی ہے تو اس خون پر آپ کیا حکم لگائیں گے؟ حیض کا لگا سکتے ہیں؟ نہیں۔ کیوں نہیں حیض کا حکم لگا سکتے؟ کیونکہ حاملہ کو حیض کا خون نہیں آتا۔ اچھا نفاس کا حکم لگا سکتے ہیں؟ نہیں، نفاس کا بھی نہیں لگا سکتے کیونکہ نفاس کا خون تو کب آئے گا؟ بچے کی پیدائش کے بعد آئے گا۔ تو لہذا یہ کون سا خون ہوا؟ استحاضہ بھئی۔ اور اسی طرح بچے کی پیدائش کے وقت پیدائش سے پہلے جو خون دیکھے عورت وہ بھی کیا ہے؟ استحاضہ ہے۔

تو یہی مسئلہ بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَالدَّمُ الَّذِي تَرَاهُ الْحَامِلُ، اور وہ خون جسے دیکھے حاملہ بھئی۔ دیکھا الْحَامِلُ کہا بھئی حَامِلَةٌ نہیں کہا، کیوں بھئی؟ کیونکہ یہ وصف خاص ہے کس کے ساتھ؟ عورتوں کے ساتھ، تو یہاں تا کے ذریعے فرق کرنے کی بھی ضرورت نہیں بھئی۔ اور وہ خون جس کو حاملہ عورت دیکھے وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ، اور وہ خون جسے عورت دیکھے فِي حَالِ وِلَادَتِهَا کس وقت بھئی؟ ولادت کے وقت میں قَبْلَ خُرُوجِ الْوَلَدِ بچے کے خروج سے پہلے بھئی اسْتِحَاضَةٌ یہ کیا ہے؟ استحاضہ ہے۔

وَأَقَلُّ النِّفَاسِ لَا حَدَّ لَهُ وَأَكْثَرُهُ أَرْبَعُونَ يَوْمًا۔ بھئی نفاس کی کم سے کم مدت اس کی کوئی حد نہیں، جبکہ زیادہ سے زیادہ نفاس کی حد چالیس دن ہے بھئی۔ تو چالیس دن سے اگر بڑھ جائے وہ کیا شمار ہو گا؟ استحاضہ بھئی۔ اور اقل کی کوئی حد نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ دس دن بھی آ سکتا ہے پانچ دن بھی آ سکتا ہے چار دن بھی آ سکتا ہے اور چند منٹوں کے لیے بھی آ سکتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اقل کی کوئی حد نہیں ہے۔ کہتے ہیں وَأَقَلُّ النِّفَاسِ لَا حَدَّ لَهُ، اور نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے وَأَكْثَرُهُ أَرْبَعُونَ يَوْمًا، اور زیادہ سے زیادہ جو ہے چالیس دن ہے۔ وَمَا زَادَ عَلَى ذَلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ، اور وہ خون جو بڑھ جائے ان چالیس دنوں پر فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ وہ کیا ہے؟ استحاضہ ہے۔ تو اس اکثر مدت پر جو خون بڑھ جائے گا وہ استحاضہ ہے۔

اب آپ بتائیے مولانا مسئلہ مجھے بھئی آپ سے پوچھتا ہوں۔ ایک عورت ہے اس نے بچے کو جنم دیا اور اسے پچاس دن تک خون آیا بھئی، اب آپ کیا حکم لگائیں گے؟ جی؟ چالیس دن کا نفاس اور دس دن استحاضہ۔ اور نفاس کا بھی وہی حکم مولانا، نفاس کے ایام کی نمازیں اس سے کیا ہو جائیں گی؟ ساقط، اور ان دنوں میں روزے رکھنا اس پر حرام ہے، بعد میں روزوں کی قضا کرے گی جبکہ نمازیں ساقط ہو گئیں ان کی قضا بھی نہیں۔

اچھا، تو بھئی یاد رکھو آپ نے تو فوراً کہا چالیس دن کیا لگا دیں گے حکم؟ نفاس، بھئی گزشتہ عادت کو نہیں دیکھیں گے؟ یاد رکھو یہاں بھی گزشتہ عادت دیکھیں گے۔ اگر وہ عورت پہلے بچے کو جنم دے چکی ہے اور اس وقت مثلاً اس کو تیس دن تک نفاس کا خون آیا تھا بھئی، تو اب جب یہاں پر بھی چالیس دن کے برابر یا چالیس سے خون کم رہا تو ہم کہیں گے بھئی پہلے تو تیس آیا تھا اب کتنا آ گیا چالیس یا پینتیس آ گیا عادت بدل گئی۔ یعنی حد کے اندر اندر ہے تو ہم کیا کہیں گے؟ عادت بدل گئی۔ لیکن جب وہ چالیس سے اوپر چلا گیا معلوم ہوا یہ تو کیا شروع ہو چکا ہے؟ استحاضہ شروع ہوا یہ تو زائد خون ہے، لہذا اب پھر کیا کریں گے؟ اس کی عادت کی طرف لوٹائیں گے، اور عادت کتنے ایام کی تھی؟ تیس دن کی، لہذا اب بھی تیس دن اس میں نفاس شمار ہو گا اور زائد کیا شمار ہو جائیں گے؟ زائد استحاضہ ہو جائے گا، اور استحاضہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی لہذا ان سارے ایام جو گزر چکے ہیں ان کی قضا کرے گی اور آگے جو خون چاہے آ بھی رہا ہے اب ہر نماز کے لیے کیا کرتی رہے؟ وضو کرتی رہے بھئی۔

کہتے ہیں وَإِذَا تَجَاوَزَ الدَّمُ عَلَى الْأَرْبَعِينَ، اور جب بڑھ جائے خون چالیس دن پر وَقَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ وَلَدَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، اور تحقیق یہ عورت جو ہے وَلَدَتْ جنم دیا تھا اس نے قَبْلَ ذٰلِكَ اس سے پہلے، اس سے پہلے بھی اس نے ایک بچے کو جنم دیا تھا وَلَهَا عَادَةٌ فِي النِّفَاسِ، اور اس کی نفاس میں ایک عادت تھی رُدَّتْ إِلَى أَيَّامِ عَادَتِهَا بھئی، تو اس کو لوٹایا جائے گا اس کے عادت کے ایام کی طرف، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهَا عَادَةٌ، اور اگر اس کی

کوئی عادت نہیں تھی فَنِفَاسُهَا أَرْبَعُونَ يَوْمًا، تو اس کا نفاس کتنا ہے؟ چالیس دن ہے۔[۳۲]

وَمَنْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِي بَطْنٍ وَاحِدٍ فَنِفَاسُهَا مَا خَرَجَ مِنَ الدَّمِ عَقِيبَ الْوَلَدِ الْأَوَّلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْوَلَدِ الثَّانِي.

اچھا بھئی ایک عورت ہے اس نے ایک ہی پیٹ سے دو بچوں کو جنم دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آپ بھی دیکھتے ہیں بھئی بعض اوقات جڑواں بچے پیدا ہوتے ہیں، تو ایک ہی پیٹ سے دو بچوں کو جنم دیا تو نفاس کب سے شروع ہو گا؟ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے جو خون آیا وہ نفاس میں شمار ہو گا یا دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد سے جو خون آرہا ہے وہ نفاس میں شمار ہو گا؟ تو یاد رکھیے شیخین رحمہما اللہ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ یہ فرماتے ہیں پہلے بچے کی پیدائش سے جو خون آئے وہ کس میں شمار ہو گا؟ نفاس میں شمار ہو گا۔ اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ یہ فرماتے ہیں کہ دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد جو خون آئے گا وہ کس میں شمار ہو گا؟ نفاس میں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اگر دیکھو اختلاف کا ثمرہ کیسے ظاہر ہو گا، پہلے کے بعد سے اگر ہم نفاس شمار کر لیں تو نفاس کے دنوں کے اندر بھئی نمازیں کیا ہو جاتی ہیں؟ ساقط، تو وہ نمازیں ساقط شمار ہوں گی جو درمیان والے وقت میں آئیں۔ اور اگر بعد والے سے نفاس کو شروع کریں تو پھر پہلے والی نمازیں ساقط نہیں بعد والی ساقط ہو جائیں گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَمَنْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ، اور وہ عورت جس نے جنم دیا دو بچوں کو فِي بَطْنٍ وَاحِدٍ ایک ہی پیٹ سے فَنِفَاسُهَا، پس اس کا نفاس جو ہے مَا خَرَجَ مِنَ الدَّمِ وہ جو نکلے خون میں سے عَقِيبَ الْوَلَدِ الْأَوَّلِ پہلے بچے کے بعد عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک، وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْوَلَدِ الثَّانِي، اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ فرماتے ہیں دوسرے بچے کے بعد سے جو خون آئے وہ کس میں شمار ہو گا؟ نفاس میں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا بھئی؟

بَابُ الْأَنْجَاسِ۔ اچھا بھئی أَنْجَاس جمع ہے نَجَس کی مولانا، نَجَس کی۔ تو یہ ہے تو مصدر مولانا، لیکن یہ بطور اسم کے بھی استعمال ہوتا ہے نجاست کے لیے، نجاست کے لیے یہ اسم کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ بھئی یہاں تک بات چل رہی تھی نجاست حکمیہ کے مسائل چل رہے تھے۔ بھئی بے وضو ہوا نجاست حکمیہ اس سے کیسے پاکی حاصل کرنی ہے وضو کر لے، جنبی ہو گیا تو اسے پاکی جنابت سے کیسے حاصل کرنی ہے؟ غسل کر لے، حیض کے بعد نفاس کے بعد پاکی حاصل کرنی ہے تو کیا کر لے؟ غسل کر لے۔ اب حقیقی نجاستوں کا بیان ہونے لگا کہ ان سے کیسے پاکی حاصل کی جائے گی۔

تَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ وَاجِبٌ مِنْ بَدَنِ الْمُصَلِّي وَثَوْبِهِ وَالْمَكَانِ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْهِ۔ نجاست کا پاک کرنا واجب ہے یعنی نجاست کو دور کرنا واجب ہے مِنْ بَدَنِ الْمُصَلِّي نماز پڑھنے والے کے بدن سے۔ بدن پاک ہونا چاہیے مولانا ورنہ نماز نہیں ہو گی۔ تو نجاست کو دور کرنا واجب ہے نمازی کے بدن سے وَثَوْبِهِ اور اس کے کپڑوں سے وَالْمَكَانِ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْهِ، اور اس جگہ سے جس پر وہ کیا کر رہا ہے؟ نماز پڑھ رہا ہے۔ تو بھئی نماز پڑھنے کے لیے ضروری ہے نمازی کا بدن بھی پاک ہو، اس کے کپڑے بھی پاک ہوں اور وہ جگہ جس پر وہ نماز پڑھ رہا ہے وہ بھی پاک ہو بھئی۔

تو کہتے ہیں بھئی نجاست کو دور کرنا چاہیے، اب دور کیسے کریں گے کس چیز سے کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی وَيَجُوزُ تَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ طَاهِرٍ يُمْكِنُ إِزَالَتُهَا بِهِ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ۔ اور جائز ہے نجاست کا پاک کرنا بِالْمَاءِ کس کے ذریعے؟ پانی کے ذریعے بھئی۔ بھئی پانی کو پیدا ہی اللہ نے فرمایا ہے بھئی اس سے نجاست کو ختم کر دیتا ہے دور کر دیتا ہے۔ جی، وَبِكُلِّ مَائِعٍ طَاهِرٍ، مَائِع کہتے ہیں مولانا بہنے والی چیز، سیال کو، بہنے والی چیز۔ اور ہر ایسے سیال کے ذریعے ہر ایسی بہنے والی چیز کے ذریعے طَاهِرٍ جو کیا ہو؟ پاک ہو۔ وہ پاک ہونی چاہیے مولانا، پاک نہیں تو پھر خود اس جگہ کو کیسے پاک کرے گی بلکہ اور نجس ہو جائے گی جگہ۔ يُمْكِنُ إِزَالَتُهَا، اور ممکن ہو اس نجاست کو دور کرنا بِهِ اس چیز کے ذریعے۔

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَجَاوَزَ الدَّمُ عَلَى الْأَرْبَعِينَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا تجاوز الدم الأربعين» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهَا عَادَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن لم لها عادة» منقول ہے۔

بھئی مائع ہو بہنے والی چیز ہو، اور دوسری شرط کیا؟ وہ کس قسم کی ہونی چاہیے بہنے والی چیز؟ طاہر ہو پاک ہو، اور دوسری شرط کیا ذکر کی مائع کے لیے بھئی؟ يُمْكِنُ إِزَالَتُهَا بِهِ، اس نجاست کو اس کے ذریعے دور کرنا بھی ممکن ہو، كَالْخَلِّ جیسے کہ سرکہ ہے وَمَاءِ الْوَرْدِ اور عرق گلاب ہے بھئی۔ ان کے ذریعے بھی نجاست دھوئیں گے تو یہ بھئی بہنے والی چیز ہے، پاک ہے اور اس کے ذریعے نجاست کو دور کرنا ممکن بھی ہے بھئی۔ اگر چیز تو ہے بہنے والی، پاک بھی ہے لیکن اس کے ذریعے نجاست دور نہیں ہو سکتی تو پھر تو بات نہیں بنے گی، مثلاً گھی ہے مولانا، تیل ہے مولانا، اب دیکھو یہ بہنے والی چیز ہے، پاک ہے، لیکن تیسری شرط یہاں پوری نہیں ہوتی اس کے ذریعے نجاست کو دور کرنا ممکن نہیں۔ ان سے آپ چیز کو دھوئیں گے تو بھئی اس سے وہ نجاست چلی جائے گی یا نہیں جائے گی بھئی؟ نہیں جائے گی، اس سے تو پاک ہو ہی نہیں سکتی صحیح طریقے سے۔ تو لہٰذا دو چیزیں ضروری ہیں بھئی مائع کے اندر ایک تو وہ طاہر ہو اور دوسرا اس کے ذریعے اس نجاست کو دور کرنا بھی ممکن ہو۔

وَإِذَا أَصَابَتِ الْخُفَّ نَجَاسَةٌ لَهَا جِرْمٌ فَجَفَّتْ فَدَلَكَهُ بِالْأَرْضِ جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيهِ. وَإِذَا أَصَابَتْ، اور جب پہنچے الْخُفَّ موزے کو نَجَاسَةٌ نجاست، یعنی جب لگے موزے کو نجاست۔ موزے کو جب نجاست لگ جائے ایسی نجاست لَهَا جِرْمٌ جس کا جسم ہے مولانا، فَجَفَّتْ پس وہ خشک ہو گئی، موزے پر لگی اور خشک ہو گئی فَدَلَكَهُ بِالْأَرْضِ، پس اس نے اس کو رگڑ دیا بِالْأَرْضِ زمین کے ساتھ۔ دَلَكَ کے معنی رگڑنا بھئی۔ فَدَلَكَهُ بِالْأَرْضِ اس نے اس کو رگڑ دیا بِالْأَرْضِ زمین کے ساتھ جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيهِ، تو اس کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اچھی طرح زمین پر رگڑ دیا کہ وہ نجاست وہاں سے اتر گئی تو موزہ کیا ہو جائے گا؟ پاک ہو جائے گا مولانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶: باب الانجاس (تکمیل): نجاستِ مرئیہ وغیر مرئیہ، نجاستِ غلیظہ وخفیفہ کی مقدارِ عفو اور استنجاء کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۳—بتاریخ: ۴ دسمبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْمَنِيُّ نَجَسٌ يَجِبُ غَسْلُ رَطْبِهِ فَإِذَا جَفَّ عَلَى الثَّوْبِ أَجْزَأَهُ فِيهِ الْفَرْكُ، وَالنَّجَاسَةُ إِذَا أَصَابَتِ الْمِرْآةَ أَوِ السَّيْفَ اكْتُفِيَ بِمَسْحِهِمَا، وَإِنْ أَصَابَتِ الْأَرْضَ نَجَاسَةٌ فَجَفَّتْ بِالشَّمْسِ وَذَهَبَ أَثَرُهَا جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَى مَكَانِهَا وَلَا يَجُوزُ التَّيَمُّمُ مِنْهَا۔[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی نجاستوں سے بھئی پاکی کے احکام طریقے ذکر ہو رہے ہیں بھئی۔ سب سے پہلے آپ نے پڑھا کہ نماز پڑھنے والے کا بدن جو ہے اس کو بھی پاک کرنا ضروری، اس کے کپڑوں کا بھی پاک ہونا ضروری، اور اس جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری جہاں پر وہ نماز پڑھ رہا ہے، تو یہ پاک ہونے چاہئیں، نجاست کوئی لگی ہے تو اس کو پاک کیا جائے۔ اور کس چیز کے ذریعے پاک کرنا جائز ہے؟ بتلایا تھا پانی کے ساتھ اور ہر ایسی پاک بہنے والی چیز جس کے ذریعے اس نجاست کو دور کرنا ممکن ہو۔ لہذا معلوم ہوا گھی یا تیل کے ذریعے اب وہ بہنے والا بھی ہے پاک بھی ہے لیکن اس کے ذریعے نجاست کی صفائی نہیں ہو سکتی تو وہ درست نہیں اس کے ذریعے۔ اور یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ موزے پر اگر نجاست لگ جائے بھئی اور اس کا کوئی جسم بھی ہو پھر وہ سوکھ جائے تو اس کو زمین پر رگڑ دینا کہ وہ نجاست ختم ہو جائے اس کے اوپر سے یہ کافی ہے۔ زمین پر رگڑ دیا نجاست اتر گئی ختم ہو گئی تو یہ کافی ہے، اب اس میں نماز جائز ہے بھئی۔

آگے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی وَالْمَنِيُّ نَجَسٌ يَجِبُ غَسْلُ رَطْبِهِ، اور منی نجس ہے واجب ہے اس کے تر کا دھونا۔ رَطْب تر کو کہتے ہیں بھئی، گیلی ہو جو۔ منی نجس ہے اور یہ گیلی ہو تو اس کا دھونا واجب ہے، فَإِذَا جَفَّ عَلَى الثَّوْبِ، پس جب یہ خشک ہو جائے کپڑے پر أَجْزَأَهُ فِيهِ الْفَرْكُ، تو اس کے اندر رگڑ دینا بھی کافی ہے۔ ہاں اس شخص کے لیے اس کو رگڑ دینا بھی کافی، رگڑ دے بھئی اور کھرچ کر اتار دے بھئی۔ رگڑ دے اور کھرچ کر اتار دے بس کافی ہے بھئی۔ لیکن آج کل بھئی دھونا پڑے گا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ قدیم لوگ قوت والے تھے غذائیں ٹھیک تھیں، آج کل تو کوئی غذا بھی ٹھیک نہیں ہے، تو اس وقت منی جیسے موم ہوتا ہے اس طرح گاڑھی ہوتی تھی کپڑے پر لگ جاتی تھی تو جیسے موم اوپر ہی اوپر ایک چیز کے لگتا ہے اس کو ہٹائیں تو وہ کیا ہو جاتا ہے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی ہٹ جاتی تھی منی بھی۔ لیکن آج کل تو کھرچنے سے بھی کوئی چیز کھرچی جائے گی بھئی؟ جی؟ آج کل کیا کھرچیں گے بھئی اس کو، وہ تو اتنی رقیق ہو چکی اتنی پتلی ہو چکی پانی کی طرح ہی کپڑے پر اس کا بس نشان ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں ہوتا بھئی۔ تو اب رگڑنا کافی نہیں بلکہ اس کو دھونا پڑے گا۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْمَنِيُّ نَجَسٌ يَجِبُ غَسْلُ رَطْبِهِ فَإِذَا جَفَّ عَلَى الثَّوْبِ أَجْزَأَهُ فِيهِ الْفَرْكُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والمني نجس يجب غسل رطبه فإذا جف على الثوب أجزأ فيه الفرك» منقول ہے۔

وَالنَّجَاسَةُ إِذَا أَصَابَتِ الْمِرْآةَ أَوِ السَّيْفَ اكْتَفَى بِمَسْحِهِمَا۔ اور نجاست جب پہنچ جائے آئینے کو، مِرْآة کہتے ہیں آئینے کو، آئینے پر اگر نجاست لگ جائے أَوِ السَّيْفَ یا کس پر؟ تلوار پر۔ تلوار پر کوئی نجاست لگی یا آئینے پر لگی بھئی اكْتَفَى بِمَسْحِهِمَا، تو ان کے پونچھنے پر اکتفا کرے بھئی۔ یعنی ان کو پونچھ لے، بھئی نجاست ان کے اندر گھس سکتی ہے؟ اوپر ہی اوپر لگے گی، تو لہٰذا ان کو پونچھ ڈالے کپڑے سے نجاست ختم کر دے بس یہ کیا ہو گئے؟ پاک ہو گئے۔

وَإِنْ أَصَابَتِ الْأَرْضَ نَجَاسَةٌ فَجَفَّتْ بِالشَّمْسِ وَذَهَبَ أَثَرُهَا جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَى مَكَانِهَا وَلَا يَجُوزُ التَّيَمُّمُ مِنْهَا۔ میں نے آپ کو یہ مسئلہ پہلے بھی بتلایا تھا تیمم کے باب میں۔ بھئی زمین پر اگر نجاست گری اور پھر وہ دھوپ لگنے سے خشک ہو گئی، نجاست کا رنگ بھی وہاں سے ختم ہوا بدبو وغیرہ بھی ختم ہو گئی تو بس یہ زمین پاک ہو گئی، اس پر کیا کرنا جائز؟ نماز پڑھنا جائز، لیکن تیمم کرنا جائز نہیں ہے بھئی اس سے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَصَابَتِ الْأَرْضَ نَجَاسَةٌ، اگر پہنچے یعنی لگے زمین پر نجاست فَجَفَّتْ بِالشَّمْسِ، پس وہ خشک ہو گئی دھوپ سے وَذَهَبَ أَثَرُهَا، اور اس کا اثر بھئی چلا گیا، اثر کوئی نہیں باقی نشان کوئی نہیں باقی بھئی بو وغیرہ کوئی نہیں باقی، جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَى مَكَانِهَا، تو اس جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے وَلَا يَجُوزُ التَّيَمُّمُ مِنْهَا، لیکن اس سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

وَمَنْ أَصَابَتْهُ مِنَ النَّجَاسَةِ الْمُغَلَّظَةِ كَالدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ وَالْخَمْرِ مِقْدَارُ الدِّرْهَمِ وَمَا دُونَهُ جَازَتِ الصَّلَاةُ مَعَهُ وَإِنْ زَادَ لَمْ يَجُزْ۔

یاد رکھیے نجاست دو قسم پر ہے، ایک نجاست مغلظہ ہے اور ایک نجاست مخففہ ہے۔ ایک کون سی ہے؟ نجاست مغلظہ، اور ایک ہے نجاست مخففہ۔ نجاست مغلظہ جو سخت نجاست ہے مولانا، جو تھوڑی سی بھی لگی ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے مولانا، اس کا حکم سخت ہے مولانا۔ اور نجاست مخففہ جو ایسی نہیں بھئی جس میں اتنی سختی نہیں ہے بھئی۔ تو نجاست مغلظہ کے بارے میں بتلا رہے ہیں بھئی کہ یہ درہم کی مقدار تک معاف ہے اور اس حالت میں دھوئے بغیر بھی اگر نماز پڑھ لی تو نماز جائز ہو جائے گی۔ نجاست مغلظہ کا کیا حکم بتلایا بھئی کتنی معاف ہے؟ ایک درہم کی مقدار معاف ہے، اس کے ساتھ اگر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، لیکن اس سے اگر زیادہ ہو تو معاف نہیں اب نماز اس کے ساتھ پڑھے گا تو نماز نہیں ہو گی۔ تو یہ جو سخت نجاست ہے اس کا حکم بیان ہو رہا ہے۔

وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ بھئی چار تو انہوں نے کتاب میں ذکر کر دیں، كَالدَّمِ جیسے کہ خون ہے مولانا، خون لگا ہو درہم کی مقدار بھئی، وَالْبَوْلِ اور پیشاب ہے بھئی، وَالْغَائِطِ اور پاخانہ ہے، وَالْخَمْرِ اور شراب ہے بھئی۔ یہ ساری سخت نجاستیں ہیں، یہ درہم کی مقدار یا اس سے کم ہوں تو پھر ان کے ساتھ نماز ہو جائے گی لیکن اس سے زیادہ ہوں تو پھر نماز جائز نہیں، دھونا ضروری ہے۔ تو کیا کیا ذکر ہوئیں مثالیں؟ خون، پیشاب، پاخانہ اور شراب۔

اسی طرح بھئی کچھ اور چیزیں بھی لکھ لو بھئی میں بتلا دیتا ہوں بھئی۔ جلدی جلدی لکھو بھئی: مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ، منی، گوبر، لید، تمام جانوروں کا پاخانہ، گدھے اور خچر کا پیشاب، اور اسی طرح تمام حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب نجاست مغلظہ ہیں۔

نجاست مخففہ آگے آئے گا بھئی۔ اس کی مثال انہوں نے کتاب میں ذکر کی ہے دیکھیے وَإِنْ أَصَابَتْهُ نَجَاسَةٌ مُخَفَّفَةٌ كَبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ۔ حلال جانوروں کا پیشاب بھئی، یہ کتاب میں ذکر ہو گیا بھئی، حلال جانوروں کا پیشاب۔ سمجھ میں آیا؟ بکری ہے، گائے ہے، بھینس ہے، جی وغیرہ۔ تو حلال جانوروں کا پیشاب، اسی طرح گھوڑے کا پیشاب، اور حرام پرندوں کی بیٹ، یہ سب نجاست مخففہ ہیں۔ ایک چھوٹی سی بات اور بھی لکھ لو بھئی: مرغی، بطخ اور مرغابی کے سوا باقی حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، مثلاً کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ۔

جی یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ نجاست میں نے بتلایا دو قسم پر ہے ایک نجاست مغلظہ اور ایک نجاست مخففہ۔ نجاست مغلظہ جو ہے وہ ایک درہم کی مقدار تک معاف ہے اور اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے بھئی پھر اس میں نماز جائز نہیں۔ اور ہاں پھر بتلایا کچھ چیزیں ذکر کیں بھئی نجاست غلیظ بھئی کچھ چیزیں ہیں مولانا وہ میں نے ذکر کر دیں۔ اس کے بعد دوسری قسم نجاست مخففہ ہے اس میں اتنی سختی نہیں ہے، تو وہ جب تک کپڑے کے جس حصے پر لگی ہے اس کے چوتھے حصے تک نہ پہنچ جائے بھئی اس وقت تک معاف ہے۔ اگر چوتھے حصے تک پہنچ گئی تو پھر معاف نہیں بھئی۔ کیا ضابطہ بتلایا؟ کپڑے کے جس حصے پر لگے گی اس کا چوتھائی تک نہ پہنچے، چوتھائی تک پہنچ گئی تو معاف نہیں بھئی چوتھائی سے کم ہو تو وہ معاف ہے۔ مثلاً دیکھو ایک مثال بھئی آستین پر لگ گئی بھئی کپڑے کی،

توجب تک وہ اتنی زیادہ نہ لگ جائے کہ چوتھائی آستین تک پہنچ جائے، چوتھائی آستین تک پہنچے گی تو پھر معاف نہیں لیکن چوتھائی سے کم کم ہے تو معاف ہے بھئی، اسی طرح ہر کپڑے کا آپ حساب رکھیں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ أَصَابَتْهُ مِنَ النَّجَاسَةِ الْمُغَلَّظَةِ، اور وہ شخص جس کو پہنچے نجاست مغلظہ میں سے یعنی لگے جسے نجاست مغلظہ كَالدَّمِ جیسے کہ خون ہے وَالْبَوْلِ اور پیشاب ہے وَالْغَائِطِ اور پاخانہ ہے وَالْخَمْرِ اور شراب ہے، کتنی مقدار نجاست مغلظہ کی لگے؟ مِقْدَارُ الدِّرْهَمِ بھئی، ایک درہم کی مقدار وَمَا دُونَهُ اور جو اس سے کم ہے، درہم کی مقدار ہو یا درہم سے کم ہو جَازَتِ الصَّلَاةُ مَعَهُ، تو اس کے ساتھ نماز جائز ہو جائے گی مولانا۔ لیکن اسی طرح بغیر دھوئے نماز پڑھتے رہنا یا درکھنا مکروہ ہے اور برا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مکروہ اور برا ہے۔ وَإِنْ زَادَ، اور اگر اس سے بڑھ جائے درہم کی مقدار سے لَمْ يَجُزْ، تو پھر اس کے ساتھ نماز جائز نہیں۔[۲]

وَإِنْ أَصَابَتْهُ نَجَاسَةٌ مُخَفَّفَةٌ، اور اگر بھئی کپڑے کو لگے نجاست مخففہ، یہی حکم بدن کا بھی ہے مولانا، کس کا حکم ہے؟ بدن کا بھی بھئی یہی حکم ہے۔ اور اگر کپڑے کو نجاست مخففہ لگے بھئی کیا ہے وہ كَبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ جیسے پیشاب ان جانوروں کا کہ کھایا جاتا ہے ان کا گوشت بھئی، جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب، جَازَتِ الصَّلَاةُ مَعَهُ، تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے مَا لَمْ تَبْلُغْ رُبْعَ الثَّوْبِ، جب تک یہ کتنے کو نہ پہنچ جائے؟ کپڑے کے چوتھائی کو نہ پہنچ جائے، چوتھائی کو پہنچ گیا پھر نہیں جائز بھئی اس سے کم ہونا چاہیے۔[۳]

اچھا بھئی ایک درہم کی مقدار کتنی ہے؟ تو کچھ اوزان شرعیہ ہیں مولانا، اس سے پہلے میں نے پیمائشیں ذکر کی تھیں بھئی، آج اوزان شرعیہ کچھ ذکر کر دیتا ہوں جن کا ذکر جگہ جگہ آئے گا بھئی تو وہ آپ کو یاد ہونے چاہئیں بھئی۔ اچھا لکھیے مولانا: آٹھ چاول کے دانے برابر ہیں ایک رتی کے۔ آٹھ چاول کے دانے ہوں مولانا تو یہ برابر ہیں کس کے؟ ایک رتی کے برابر بھئی۔ اور آٹھ رتی ہوں تو یہ ایک ماشہ ہے۔ اور بارہ ماشے ہوں تو یہ ایک تولہ ہے۔ کیا بیان ہوا بھئی؟ آٹھ چاول کے دانے ہوں تو یہ برابر ہے ایک رتی، یہ وزن ہے رتی بھئی، اور آٹھ رتیاں ہوں تو یہ کس کے برابر؟ ایک ماشے، اور بارہ ماشے ہوں تو یہ ایک تولے کے برابر ہیں بھئی۔ تو ایک تولہ کتنے ماشے کا ہوا؟ بارہ ماشے کا۔

آج کل گرام چلتے ہیں بھئی تو گرام کے اعتبار سے ایک تولہ برابر ہے گیارہ اعشاریہ چھ چھ چار گرام۔ حساب کا ایک قانون بھی آپ کو بتلا دوں مولانا بڑے لوگوں کو پتا نہیں ہوتا، اعشاریہ کے بعد جو ہندسے ہوتے ہیں ان کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے ملا کے نہیں پڑھا جاتا، اس کو اب یوں نہ پڑھنا گیارہ اعشاریہ چھ سو چونسٹھ۔ غلط ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ اعشاریہ کے بعد ایک ایک ہندسہ پڑھنا پڑے گا اور جو ملا کر پڑھتا ہے غلطی کر رہا ہے بھئی۔ تو گیارہ اعشاریہ چھ چھ چار گرام، یعنی تقریباً ساڑھے گیارہ گرام سے کچھ زائد ہوتا ہے ایک تولہ بھئی۔

اور اسی تولے ہوں تو یہ ایک سیر بنتا ہے آج کل کا بھئی۔ اسی تولے برابر ہیں ایک سیر کے۔ اور کلو بھئی سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ کلو زیادہ ہوتا ہے یا سیر زیادہ ہوتا ہے؟ یاد رکھو کلو سیر سے تھوڑا زیادہ ہوتا ہے تو کلو میں تقریباً چھیاسی تولے آتے ہیں بھئی۔ کلو میں تقریباً کہہ رہا ہوں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تقریباً چھیاسی تولے آتے ہیں بھئی۔

جی آگے لکھیے بھئی: پانچ جو کے دانے ہوں تو یہ ایک قیراط ہوا۔ بیس قیراط برابر ہے، بھئی برابر کا نشان ڈالو بھئی درمیان میں، نشان جانتے ہو برابر والا بھئی؟ دو خط ایک دوسرے کے اوپر۔ اچھا بیس قیراط برابر ہے ایک دینار بھئی۔ بیس قیراط برابر ہے ایک دینار، اس کے آگے ایک اور برابر کا نشان ڈالو، برابر ہے ایک مثقال، ثا ہے اور قاف دو نقطوں والا ہے بھئی، ایک مثقال۔ لکھ لیا بھئی؟ اس کے آگے پھر برابر کا نشان ڈالو، برابر ہے ساڑھے چار ماشے۔

صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ پانچ جو کے دانے ہوں تو یہ کتنا وزن بنتا ہے؟ ایک قیراط، اور بیس قیراط ہوں تو یہ کتنا ہوا؟ ایک دینار، اور اسی کو مثقال بھی کہتے ہیں اور ماشوں کے اعتبار سے یہ کتنا ہوا؟ ساڑھے چار ماشے۔ ہاں تو بیس قیراط، ایک دینار، ایک مثقال، ساڑھے چار ماشے یہ ایک ہی وزن ہیں سارے بھئی، برابر

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ أَصَابَتْهُ مِنَ النَّجَاسَةِ الْمُغَلَّظَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن أصابه من النجاسة المغلظة» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «مَا لَمْ تَبْلُغْ رُبْعَ الثَّوْبِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ما لم يبلغ ربع الثوب» منقول ہے۔

ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو معلوم ہو گیا بھئی دینار اور درہم کے بارے میں آپ پڑھتے رہتے ہیں کتابوں میں دینار کتنے ماشے کا ہوتا ہے؟ قیراط میں ہو تو کتنا ہوتا ہے؟ بیس قیراط، اور اگر ماشوں میں کوئی پوچھے؟ ساڑھے چار ماشے، اور مثقال بھی دینار ہی جتنا وزن ہے یعنی ساڑھے چار ماشے کا، ایک چیز ہیں دونوں۔

اچھا آگے الگ بھئی: چودہ قیراط برابر ہے ایک درہم کے۔ درہم چھوٹا ہوتا ہے بھئی دینار سے بھئی، سمجھ میں آیا؟ چودہ قیراط ہوں تو یہ کتنا ہوا؟ برابر ہے ایک درہم کے۔ اور یہ برابر ہے تین ماشے، ایک رتی اور خمس رتی۔ خامیم سین، خمسہ سے ہے بھئی پانچواں حصہ خمس، خمس رتی۔ تو دیکھو بھئی دینار میں کتنے قیراط تھے؟ بیس، اور درہم میں کتنے ہیں؟ چودہ، معلوم ہوا یہ اس سے کم ہے۔ اور دینار میں کتنے ماشے تھے؟ ساڑھے چار ماشے، لیکن اس میں کتنے ہیں؟ تین ماشے، ایک رتی اور خمس رتی۔ کیا معنی؟ تین ماشے ہیں، ایک رتی ہے بھئی، ماشے میں کتنی رتیاں تھیں؟ آٹھ، تو تین ماشے اس کے ساتھ ایک رتی ہو اور پھر خمس رتی، رتی کا پانچواں حصہ، یہ ایک درہم ہے بھئی۔ تو یوں سمجھو تقریباً تین ماشے اور لگ بھگ سوا رتی ہو جائے تو یہ ایک درہم ہے بھئی۔

اچھا اور آج کل ہے بھئی سیر اور کلو، تو یاد رکھو ایک کلو میں، سیر نہیں بھئی کلو لکھو، ایک کلو میں تقریباً دو سو اٹھائیس دینار بنتے ہیں بھئی۔ اور درہم کے اعتبار سے تقریباً تین سو چھبیس درہم بنتے ہیں کلو میں بھئی۔ اسی طرح ایک اور وزن آئے گا کہیں بھئی اگر ہو جائے ذکر اوقیہ بھئی۔ الف واو قاف دو نقطوں والا یا اور گول تا، اور یا پر شد بھی ڈالیں مولانا أُوقِيَّة۔ لکھ لیا بھئی؟ یہ برابر ہے ساڑھے دس تولے کے، اور یہ برابر ہے چالیس درہم کے بھئی۔

لکھ لیے اوزان بھئی؟ اچھا تو یہ اوزان ہیں یہ آپ کو یاد ہونے چاہئیں، آسان ہیں مولانا ایک دفعہ یاد کر لیں پھر جہاں آیا کریں ان کو دہرا لیا کریں تو یہ بڑے پختہ ہو جائیں گے بھئی۔ آٹھ چاول کے دانے ہوں تو ایک رتی، آٹھ رتیاں ہوں تو ایک ماشہ، بارہ ماشے ہوں تو ایک تولہ، اور اسی تولے ہوں تو ایک سیر، اور گرام کے اعتبار سے تولہ کتنے کے برابر؟ گیارہ اعشاریہ چھ چھ چار گرام بھئی۔ اور پانچ جو کے دانے کتنے کے برابر؟ ایک قیراط کے برابر۔ اور دینار کا وزن کوئی اب آپ سے پوچھے کتنے قیراط کا ہے آپ کیا کہیں گے؟ بیس قیراط۔ وہ کہتا ہے نہیں ماشوں میں بتلاؤ آپ کیا کہیں گے؟ ساڑھے چار ماشے۔ اچھا دینار کے برابر وزن کا ایک اور نام بھی ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ مثقال۔ اچھا درہم جو ہے وہ کتنے قیراط کا ہے؟ چودہ قیراط کا، اور ماشوں کے اعتبار سے؟ تین ماشے ایک رتی اور خمس رتی بھئی۔ اور اوقیہ کتنے کو کہتے ہیں بھئی؟ ساڑھے دس تولے اور یہ کتنا بنتا ہے؟ چالیس درہم کے برابر وزن بنتا ہے۔

اب عبارت میں آیا تھا کہ بھئی نجاست مغلظہ کتنی معاف ہے؟ کیا ذکر ہوا تھا؟ ایک درہم کی مقدار۔ اور ایک درہم کتنے ماشے کا ہے؟ ہاں لیکن یہ چھوٹا عام درہم ہے یہ نہیں مراد یہاں پر یاد رکھنا بھئی، یہاں بڑا درہم مراد ہے اور وہ یہ دینار کے برابر ہوتا تھا۔ کس کے برابر ہوتا تھا؟ دینار کے برابر یعنی کتنا وزن ہوا ماشوں میں؟ ساڑھے چار ماشے شاباش، بس یہ یاد رکھنا بھئی درہم سے کیا مراد ہے؟ بڑا درہم جو ساڑھے چار ماشے کا ہے جو ایک مثقال ہے مولانا۔

اب بھئی یہ جو بڑا درہم ہے اس کا وزن مراد ہے یا اس کا پھیلاؤ مراد ہے؟ تو یاد رکھو اگر وہ جو نجاست مغلظہ ہے وہ پتلی بہنے والی چیز ہے بھئی، مثلاً پیشاب بھئی، تو اب اس کے اندر اس کی چوڑائی مراد ہے بھئی۔ کیا مراد ہے؟ چوڑائی بھئی، چوڑائی مراد ہے یہاں تو اب وزن نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ خشک ہو جائے گا تو وہ چوڑائی مراد ہے بھئی اس کی۔ اور ایک درہم کی مقدار معاف ہے بھئی وہ کتنا ہے؟ تو علماء فرماتے ہیں بھئی یہ ہتھیلی بھئی اس طرح سیدھی پھیلاؤ بھئی، سیدھا بھئی سخت کرو ہاتھ کو بالکل ہتھیلی سخت ہو جائے بھئی۔ اب دیکھو بھئی اس ہتھیلی کا تھوڑا سا حصہ بیچ میں گہرا ہے گول سا بھئی، دیکھ رہے ہو بھئی؟ یہ حصہ مولانا یہ ایک درہم کی مقدار ہے چوڑائی وغیرہ۔ اتنی نجاست مغلظہ ہو کہ اس ہتھیلی کی گہری جگہ کے برابر ہو جائے۔ یہ تقریباً کتنا بنتا ہے بھئی وہ آپ نے دیکھے ہیں آج کل تو روپیہ سکہ بڑا چھوٹا سا ہے، ذرا پہلے کے سکے کیا تھے؟ بڑے تھے روپے والے، تو اس کے لگ بھگ بن جاتا ہے بھئی، اس کے برابر یا اس سے تھوڑا سا زائد بن جائے گا۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو اس روپے سے تھوڑا سا زائد ہو گا بھئی، اتنی مقدار میں اگر وہ پھیلا ہے اتنے کپڑے پہ صرف لگا ہے تو اس کے اندر نماز جائز ہے۔ تو یہ کون سی نجاست مغلظہ ہے جو پتلی ہے اور بہنے والی ہے، تو اگر کپڑے پر لگے تو بھی اتنی مقدار معاف بھئی ایک درہم کے برابر چوڑائی میں یہ ہتھیلی کی گہری جگہ کے برابر چوڑائی میں، اور بدن پر لگ جائے تو بھی اتنی معاف ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن میں نے بتلایا اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے اور برا ہے بھئی، دھو لینا چاہیے، ہاں مجبوری ہو تو پھر پڑھ سکتے ہیں۔

اور اگر وہ نجاست مغلظہ گاڑھی ہے تو پھر وزن مراد ہے بھئی۔ کیا مراد ہے؟ وزن، اور وہ کتنا ہے؟ ساڑھے چار ماشے۔ کتنا وزن ہے؟ کیونکہ بڑا درہم ہے مولانا ایک مثقال والا تو وہ کتنا ہوتا ہے؟ ساڑھے چار ماشے تک معاف ہے بھئی۔ تو لہٰذا اگر مرغی کی بیٹ وغیرہ لگ جائے تو کتنی معاف ہے؟ ساڑھے چار ماشے تک، اس سے بڑھ جائے تو معاف نہیں۔ یہاں تک بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا ہاں بھئی بتاؤ اب آپ بھئی درہم کی مقدار کتنی ہے ہتھیلی میں دکھاؤ مجھے بتلاؤ بھئی۔ ہاں کتنا بنے گا نشان بتاؤ؟ ہاں لگاؤ پینسل سے نشان، ہاں شاباش بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ ہاں بھئی آپ بتاؤ بھئی دیکھو بھئی، ہاں بتاؤ بھئی، صحیح طرح پورا نشان لگاؤ بھئی ہاتھ پر، دکھاؤ۔ ہاں بھئی یہ تو بلکہ یہ آپ نے بہت چھوٹا بنایا تھوڑا سا زیادہ ہاں۔ آپ دکھاؤ بھئی۔ ہاں یہ بھی کم لگایا آپ نے بھئی۔ ادھر دیکھو یہ ہتھیلی دبی ہوئی نہیں ہے بیچ میں؟ یہ ساری جگہ بھئی، یہ جو دبی ہوئی اندر کی ہتھیلی کو پھیلا دو سختی کے ساتھ یہ بیچ میں کچھ حصہ دبا ہوا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لاؤ قلم دو بھئی میں آپ کو دکھاؤں بھئی۔ یہ دیکھو بھئی یہ بن جائے گا، دیکھ رہے ہو بھئی؟ یہ جگہ ساری بن جائے گی۔ تو اتنی مقدار کیا ہے؟ معاف ہے۔ نظر آیا بھئی؟ جی تو یہ دیکھو وہ روپے سے زیادہ جگہ بن گئی بھئی کچھ۔ تو لہٰذا بھئی درہم کے اندر بھئی اب جگہ کو دیکھیں گے یا اس کے وزن کو دیکھیں گے؟ جی؟ اگر پتلی اور بہنے والی چیز ہے تو پھیلاؤ کو دیکھیں گے اور اگر وزن والی ہے تو اس کے وزن کو دیکھیں گے بھئی۔

وَتَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ الَّتِي يَجِبُ غَسْلُهَا عَلٰى وَجْهَيْنِ۔ اور نجاست کا پاک کرنا یعنی اس کو دور کرنا الَّتِي يَجِبُ غَسْلُهَا وہ نجاست جس کا دھونا واجب ہے، اس کو پاک کرنا عَلٰى وَجْهَيْنِ کتنے طریقے پر ہے؟ دو طرح پر ہے بھئی، دو طریقے ہیں اس کے بھئی۔ کیا؟ کہتے ہیں فَمَا كَانَ لَهُ عَيْنٌ مَرْئِيَّةٌ، وہ نجاست جس کی عین یعنی ذات ہے مَرْئِيَّةٌ دکھائی دینے والی۔ وہ نجاست جس کی ذات ہے دکھائی دینے والی مثلاً بیٹ وغیرہ میں نے بتا دیا بھئی، فَطَهَارَتُهَا تو اس کی طہارت کیا ہے؟ زَوَالُ عَيْنِهَا کہ اس کی عین اس کی ذات کو زائل کر دے اس کی ذات کو دور کر دے۔ بھئی کپڑے پر مرغی کی بیٹ لگ گئی بھئی، اب اس کی پاکی کا کیا طریقہ ہے کب کپڑا پاک ہو گا؟ کہ جب اس کی ذات کو یعنی اس بیٹ کو یہاں سے زائل کر دے۔ کیا کر دے؟ زائل کر دے، یعنی دھوئے اس کو یہاں تک کہ بیٹ یہاں سے ختم ہو جائے بھئی۔[۴]

فَطَهَارَتُهَا زَوَالُ عَيْنِهَا، تو اس کی طہارت کیا ہے؟ اس کی عین کو زائل کر دینا إِلَّا أَنْ يَبْقٰى مِنْ أَثَرِهَا مَا يَشُقُّ إِزَالَتُهَا۔ ہاں کہتے ہیں بھئی آپ نے کوئی ایسی نجاست لگی کپڑے پر اور آپ نے اس کو دھویا جس سے وہ نجاست چلی گئی کپڑے سے اتر گئی، اب اترنے کے بعد اگر اس کا کوئی نشان رہ جاتا ہے یا اس کی کچھ بو باقی رہ جاتی ہے بھئی کہ جس کا دور کرنا مشقت دیتا ہے آسانی سے دور نہیں ہو سکتی تو کوئی حرج نہیں پھر بھئی اثر باقی بھی رہے تو کچھ نہیں ہو گا۔ سمجھ میں آیا؟ آپ نے اچھی طرح پانی سے دھو لیا وہ نجاست تو چلی گئی لیکن پھر بھی خوب دھونے کے باوجود اس نجاست کا کچھ نشان باقی ہے یا اس کی کچھ بو باقی ہے، کہتے ہیں کوئی حرج نہیں بھئی کپڑا پاک ہو گیا۔ کپڑا کیا ہوا؟ پاک ہو گیا۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا صابن سے دھونا ضروری نہیں اس کو۔ صابن سے دھونا ضروری نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں بھئی وَتَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ الَّتِي يَجِبُ غَسْلُهَا عَلٰى وَجْهَيْنِ، اور پاک کرنا اس نجاست کو جس کا دھونا واجب ہے عَلٰى وَجْهَيْنِ دو وجہ پر ہے دو طریقوں پر ہے، فَمَا كَانَ لَهُ عَيْنٌ مَرْئِيَّةٌ، پس وہ نجاست جس کی ذات ہے دکھائی دینے والی یعنی دکھائی دینے والا جسم ہے فَطَهَارَتُهَا زَوَالُ عَيْنِهَا، تو اس کی طہارت جو ہے اس کی عین کو زائل کر دینا اس کی ذات کو دور کر دینا ہٹا دینا إِلَّا أَنْ يَبْقٰى مِنْ أَثَرِهَا، مگر یہ کہ باقی رہتا ہے اس کے اثر میں سے اس کے نشان وغیرہ یا بو میں سے مَا وہ چیز يَشُقُّ إِزَالَتُهَا کہ مشقت دیتی ہے اس کا دور کرنا۔ اس کو دور کریں گے تو آسانی سے دور نہیں، داغ رہ گیا اب وہ داغ صاف ہی نہیں ہو رہا ہم کیا کریں بھئی مشقت طلب ہے اب، تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وَمَا لَيْسَ لَهُ عَيْنٌ مَرْئِيَّةٌ، اور وہ نجاست بھئی کہ جس کی کوئی دکھائی دینے والی ذات نہیں ہے فَطَهَارَتُهَا، تو اس کی طہارت یہ ہے کہ أَنْ يَغْسِلَهُ کہ دھونے والا دھوئے کپڑے کو حَتّٰى يَغْلِبَ عَلٰى ظَنِّ الْغَاسِلِ یہاں تک کہ غالب ہو جائے دھونے والے کا گمان أَنَّهُ قَدْ طَهُرَ کہ کپڑا کیا ہو چکا؟ پاک ہو چکا۔ بھئی جس کا کوئی ظاہری جسم نہیں ہے مولانا مثلاً کپڑے کو پیشاب لگ گیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ پیشاب لگ گیا اب اس کو کیسے پاک کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی اس کا طریقہ یہ ہے کپڑے کو اچھی طرح دھو لو یہاں تک کہ دھونے والے کو غالب گمان کیا ہو جائے کہ کپڑا پاک ہو گیا ہے نجاست دھل گئی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو جس نجاست کا جسم ہے اس نجاست کو دھوئے یہاں تک کہ وہ نجاست چلی جائے اور اگر پھر اس کا کوئی داغ وغیرہ باقی رہتا ہے جو آسانی سے اترتا نہیں ہے تو پھر اس سے کوئی حرج نہیں۔ لیکن وہ نجاست جس کا کوئی جسم نہیں ہے ظاہری جیسے پیشاب وغیرہ تو اس کے اندر کیا کیا جائے گا؟ اس کو دھوئے خوب اچھی طرح یہاں تک کہ غالب گمان کیا ہو جائے، آپ کا دل کیا کہنے لگے کہ کپڑا پاک ہو گیا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

وَالِاسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ يُجْزِئُ فِيهِ الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ وَمَا قَامَ مَقَامَهُمَا۔ اور استنجا جو ہے وہ سنت ہے، استنجا کرنا یہ سنت ہے بھئی، يُجْزِئُ فِيهِ الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ، کافی ہے اس کے اندر پتھر بھی وَالْمَدَرُ اور مٹی کا ڈھیلا بھی بھئی۔ پتھر بھی کافی ہے اس کے ذریعے بھی استنجا ٹھیک ہے اور مٹی کے ڈھیلے کے

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَمَا كَانَ لَهُ عَيْنٌ مَرْئِيَّةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فما كان له منها مرئية» منقول ہے۔

ذریعے بھی استنجا ٹھیک ہے، وَمَا قَامَ مَقَامَهُمَا، اور وہ چیز جو ان کے قائم مقام ہو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً لکڑی ہے یا کوئی کپڑا ہے وغیرہ ان کے ذریعے بھی استنجا کر لے گا بھئی تو ہو گیا بھئی۔ يَمْسَحُهُ بھئی، پونچھے گا بھئی ان کے ذریعے اس مقام کو پونچھے حَتّٰى يُنَقِّيَهُ یہاں تک کہ کیا کر دے اسے؟ صاف کر دے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مخرج کو اچھی طرح کیا کر دے؟ صاف کر دے۔ نَقّٰى يُنَقِّي کا معنی صاف کرنا۔ يَمْسَحُهُ اس مقام کو پونچھے گا حَتّٰى يُنَقِّيَهُ بھئی، استنجا کرنے والا اس مقام کو پونچھے یہاں تک کہ اسے صاف کر دے۔ وَلَيْسَ فِيهِ عَدَدٌ مَسْنُونٌ، اور اس کے اندر کوئی عدد مسنون نہیں ہے بھئی کہ ایک پتھر سے کرنا ہے یا دو سے یا تین سے، کوئی عدد مسنون نہیں بھئی اصل مقصود کیا ہے پاکی مقصود ہے پاکی حاصل ہونی چاہیے جی۔ وَغَسْلُهُ بِالْمَاءِ أَفْضَلُ، اور پانی کے ساتھ دھونا افضل ہے، پانی کے ساتھ استنجا کرنا افضل ہے بلکہ کہتے ہیں بھئی اس زمانے کے اندر سنت ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ پانی کے ساتھ استنجا کرے۔

وَإِنْ تَجَاوَزَتِ النَّجَاسَةُ مَخْرَجَهَا لَمْ يَجُزْ فِيهِ إِلَّا الْمَاءُ وَالْمَائِعُ۔ بھئی نجاست اگر اپنے مخرج سے تجاوز کر جائے بھئی، سمجھ میں آیا؟ نجاست کیا ہوئی بھئی؟ اپنے مخرج سے تجاوز کر گئی ارد گرد کھال پر لگ گئی تو لَمْ يَجُزْ فِيهِ اس کے اندر جائز نہیں ہے إِلَّا الْمَاءُ مگر پانی وَالْمَائِعُ اور کوئی بہنے والی چیز بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ تو مٹی کے ڈھیلے اور پتھر کے ساتھ تب استنجا ہے جبکہ نجاست اپنی جگہ سے ادھر ادھر پھیلی نہ ہو، اور اگر ادھر ادھر پھیل جائے تو پھر ان کے ساتھ استنجا کافی نہیں بلکہ کیا کرنا پڑے گا؟ پانی سے کرنا پڑے گا بھئی۔

وَلَا يَسْتَنْجِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ وَلَا بِطَعَامٍ وَلَا بِيَمِينِهِ۔ کہتے ہیں استنجا نہ کرے بِعَظْمٍ کس کے ساتھ؟ ہڈی کے ساتھ، ہڈی کے ساتھ استنجا نہیں کرنا چاہیے بھئی، وَلَا رَوْثٍ اور گوبر لید، رَوْث گوبر اور لید کو کہتے ہیں ان کے ساتھ بھی نہیں کرنا چاہیے بھئی استنجا۔ سمجھ میں آیا؟ حدیث میں آتا ہے بھئی کہ یہ ہڈی اور جو گوبر ہے یہ جنات کی غذا ہے بھئی۔ جنات کی کیا ہے؟ غذا بھئی۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ہڈی جنات کی غذا ہے اور گوبر ان جنات کے جانوروں کی غذا ہے بھئی، تو ان سے استنجا نہیں کرنا چاہیے۔ وَلَا بِطَعَامٍ، اور کسی کھانے والی چیز سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہیے بھئی، وَلَا بِيَمِينِهِ، اور اپنے دائیں ہاتھ سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہیے بلکہ کس سے کرے؟ بائیں ہاتھ سے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

كِتَابُ الصَّلَاةِ (أَبْوَابُ الصَّلَاةِ وَالْإِمَامَةِ وَالْجُمُعَةِ وَالْجَنَائِزِ)

اوقات، اذان، شروط وصفۃ الصلاۃ، جماعت، نوافل، قضا، سجدۂ سہو، صلاۃ المسافر، جمعہ، عیدین، کسوف، خوف اور جنائز و شہید (اسباق ۱۷ تا ۳۴)

سبق نمبر ۱۷: کتاب الصلاۃ (۱): اوقاتِ نمازِ پنجگانہ (فجر، ظہر، عصر میں مثلین و مثلِ اول، مغرب اور عشاء و وتر) اور مستحب اوقات

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۵ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الصَّلَاةِ. أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ، وَأَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَآخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ.[۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

آج ہم کتاب الصلاۃ شروع کر رہے ہیں بھئی۔ اس سے پہلے صاحب قدوری نے آپ کو نجاستوں سے پاکی کا طریقہ سکھلا دیا بھئی۔ نجاست چاہے وہ حکمی ہو

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أول وقت الصبح إذا طلع الفجر الثاني وهو البياض المعترض في الأفق وآخر وقتها ما لت تتطلع الشمس» منقول ہے۔

جدول—نمازِ پنجگانہ اور وتر کے اول و آخر اور مستحب اوقات کا جدول:

نماز	اول وقت	آخر وقت	مستحب وقت
فجر	طلوعِ فجرِ ثانی (صبحِ صادق—افق پر پھیلنے والی سفیدی)	طلوعِ آفتاب سے پہلے تک	اسفار (روشنی ہونے پر پڑھنا تاکہ جماعت کثیر ہو اور اعادہ کا وقت رہے)
ظہر	زوالِ آفتاب کے بعد	امام اعظم: جب ہر شے کا سایہ اصلی سائے کے علاوہ دو مثل ہو جائے؛ صاحبین: ایک مثل	گرمیوں میں ابراد (ٹھنڈا کر کے)، سردیوں میں تعجیل (جلدی)
عصر	ظہر کا وقت نکلنے سے (دو مثل یا ایک مثل کے بعد)	غروبِ آفتاب تک	دھوپ کا رنگ متغیر ہونے سے پہلے تعجیل کرنا
مغرب	غروبِ آفتاب کے بعد	شفق کے غائب ہونے تک (امام اعظم: سفیدی؛ صاحبین: سرخی)	ہر موسم میں تعجیل (جلدی پڑھنا)
عشاء و وتر	غروبِ شفق کے بعد (وتر کا وقت عشاء کے بعد سے فجر تک)	طلوعِ فجرِ ثانی سے پہلے تک	تہائی رات تک تاخیر مستحب، نصف رات تک مباح

یا حقیقی ہو سارا بیان ہو گیا، وضو غسل وغیرہ کا طریقہ، کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ۔ اب نماز کے بارے میں بیان کریں گے جو کہ سب سے اہم ترین عبادت ہے، تو اس لیے طہارت کے بعد اب صلاۃ ذکر کر رہے ہیں بھئی۔

تو سب سے پہلے نمازوں کے اوقات ذکر کریں گے آج بھئی۔ کہتے ہیں أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي، فجر کی نماز کا اول وقت جو ہے إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي جب فجر ثانی طلوع ہو جائے بھئی۔ فجر ثانی کیا ہو جائے؟ طلوع ہو جائے۔ بھئی آپ نے سنا ہو گا صبح کاذب اور صبح صادق بھئی۔ تو اول وقت یہ فجر ثانی جب طلوع ہو جائے یعنی جب صبح صادق طلوع ہو جائے بھئی۔

یاد رکھو اگر کبھی آپ افق کا، افق کہتے ہیں بھئی آسمان کا جو کنارہ ہے زمین کے ساتھ جو ملتا ہوا دکھائی دیتا ہے، مشرق کی طرف آپ افق کا مشاہدہ کریں بھئی تو صبح بھئی فجر کے وقت بھئی سب سے پہلے اس طرف رات تھی پہلے تاریکی چھائی ہوئی تھی پھر اس طرف تھوڑی سی روشنی دکھائی دے گی بھئی۔ اور یہ روشنی جو ہو گی ستون کی طرح ہو گی بھئی جیسے ستون سیدھا کھڑا ہوتا ہے اسی طرح بھئی سفید کچھ روشنی نظر آئے گی۔ اسے صبح کاذب کہتے ہیں بھئی، کیا کہتے ہیں؟ صبح کاذب کہتے ہیں۔ سارا کنارہ افق کا روشن نہیں ہو گا بلکہ یہ کس کی طرح ہو گی؟ ستون کی طرح بھئی۔ اسے صبح کاذب کہتے ہیں یا فجر اول کہتے ہیں اور یہ کچھ دیر کے لیے یہ روشنی رہے گی پھر اسی طرح اندھیرا چھا جاتا ہے بھئی۔ پھر اس کے کچھ دیر کے بعد بھئی پھر آسمان کے اس کنارے پر مشرق کی طرف پھر روشنی پھیلنا شروع ہوتی ہے اور یہ روشنی چوڑائی کی صورت میں ہوتی ہے یعنی سارا کنارہ کیا ہو جاتا ہے؟ روشن ہو جاتا ہے۔ پہلے کس کی طرح تھی؟ ستون کی طرح بھئی، اور یہ کس طرح ہو گی؟ چوڑائی میں سارا کنارہ بھئی، اور پھر دوبارہ سیاہی نہیں آئے گی اب روشنی بڑھتی ہی چلی جائے گی آہستہ آہستہ۔ یہ ہے صبح صادق مولانا، یہ ہے فجر ثانی بھئی۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو فجر کی نماز کا اول وقت یہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے صبح کاذب سے نہیں ہوتا بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

یہی بات بیان کر رہے ہیں بھئی، کہتے ہیں أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي، فجر کی نماز کا اول وقت جو ہے جب فجر ثانی طلوع ہو جائے۔ بھئی فجر ثانی کیا معنی؟ خود صاحب کتاب آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی، کہتے ہیں وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ، وہ سفیدی ہے جو معترض ہو چوڑائی میں ہو پھیلی ہوئی ہو فِي الْأُفُقِ۔ افق کس کو کہتے ہیں بھئی؟ آسمان کا کنارہ بھئی، سمجھ میں آیا جو زمین کے ساتھ ملا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تو آسمان کے کناروں میں پھیلی ہوئی سفیدی ہوتی ہے اور میں نے بتلایا یہ پھر بڑھتی ہی چلی جاتی ہے جبکہ صبح کاذب کیا تھی وہ روشنی تھوڑی دیر ہوئی اور پھر ختم ہو گئی پھر تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو یہ اول وقت ہے فجر کا یعنی فجر کا وقت شروع ہو گیا مولانا۔ جیسے ہی چوڑائی میں تھوڑی سی روشنی نظر آئی بھئی فجر کا وقت شروع ہو گیا۔

وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ، اور اس فجر کی نماز کا آخری وقت جو ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔ جب سورج طلوع ہو جائے گا فجر کا وقت کیا ہوا؟ ختم ہو گیا۔ سورج کا تھوڑا سا کنارہ بھی نکل آیا بس بھئی فجر کا وقت کیا ہوا؟ ختم ہو گیا۔ تو یہ نہیں کہ پورا سورج نکلے گا پھر ختم ہو گا، نہیں بھئی تھوڑا سا کنارہ نکل آیا نظر آنے لگ پڑا بس فجر کا وقت ختم ہوا۔ تو کہتے ہیں وَآخِرُ وَقْتِهَا، اور فجر کی نماز کا آخری وقت جو ہے مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔[۳]

وَأَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، اور ظہر کی نماز کا اول وقت جو ہے جب سورج ڈھل جائے۔ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ جب سورج کیا ہو؟ ڈھل جائے۔ بھئی دیکھیں سورج جو ہے مشرق سے نکلتا ہے اور آہستہ آہستہ بلند ہوتا جاتا ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے یہ عین سر کے اوپر آ جاتا ہے اور پھر کس طرف چلنا شروع کر دیتا ہے؟ مغرب کی طرف بھئی۔ پہلے بلندی کی طرف تھا اب مغرب کی طرف سفر یعنی نیچے اترائی کا سفر شروع ہو گیا اس کا۔ تو یہ جو سورج عین سر پر جس وقت آ جاتا ہے بھئی اس سے جب آگے نکل جائے تو ہم کہیں گے سورج ڈھل گیا بھئی۔ سورج کیا ہوا؟ ڈھل گیا بھئی۔ تو پہلے سورج مشرق سے نکلا تھا تو سائے کس طرف تھے؟ مغرب کی طرف، پھر یہ سر پر آ جائے گا اور پھر یہ جب مغرب کی طرف جائے گا تو سایہ کس طرف آ گیا؟ مشرق کی طرف۔ تو بس یہ سایہ عین جب کس طرف آ جائے؟ مشرق کی طرف آ جائے بھئی معمولی سا بھی بس تو ہم کیا کہیں گے؟ سورج ڈھل گیا ہے۔ تو یہ ظہر کی نماز کا وقت شروع ہو گیا، جیسے ہی سورج کو زوال ہوا فوراً وقت ظہر کا شروع ہو گیا۔

تو کہتے ہیں وَأَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، اور ظہر کی نماز کا پہلا وقت جو ہے جب سورج ڈھل جائے، وَآخِرُ وَقْتِهَا اور اس کا آخری وقت عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام صاحب کے نزدیک إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ جب ہو جائے ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ سایہ ہر چیز کا، ظِلّ

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وآخر وقتها ما لم تغرب الشمس» منقول ہے۔

کہتے ہیں سائے کو بھئی، جب ہو جائے سایہ ہر چیز کا مِثْلَيْهِ اس کے دو مثل مولانا۔ مِثْلَيْنِ تھا یہ مولانا تثنیہ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا مِثْلَيْهِ۔ اس کے دو مثل ہو جائے یعنی دوگنا ہو جائے سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ علاوہ فئی زوال کے بھئی۔ فَيْء بھی سائے کو کہتے ہیں، زوال کے سائے کے علاوہ اس کا سایہ کتنا ہو جائے اس کے دو مثل ہو جائے۔

بھئی دیکھو سائے کے دو نام آ گئے، ایک ظِلّ اور ایک فَيْء۔ سورج کا سایہ زوال کے بعد جو ہے یہ فئی کہلاتا ہے اور زوال سے پہلے ظل کہلاتا ہے بھئی۔ اچھا تو دو نام یہاں پر آئے مولانا ایک ظل اور ایک فئی۔ ظل وہ سایہ جو زوال سے پہلے پہلے ہو بھئی وہ کیا کہلاتا ہے؟ ظل کہلاتا ہے۔ اور فئی وہ سایہ جو زوال کے بعد ہو مولانا وہ فئی کہلاتا ہے۔ لیکن زوال کے بعد بھی کبھی کبھار ظل کہہ دیتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟

تو امام صاحب فرماتے ہیں بھئی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دوگنا ہو جائے علاوہ زوال کے سائے کے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے، اس کے بعد اب ظہر کا وقت کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا، عصر کا وقت شروع ہو گیا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہو جائے فئی زوال کے علاوہ۔

بھئی دیکھو مثال سے بات سمجھ میں آئے گی، آپ ایک لکڑی سیدھی زمین میں گاڑ دیں بھئی، مثلاً وہ لکڑی ہے چار فٹ کی بھئی۔ اب سورج مشرق سے نکلے گا تو اس لکڑی کا سایہ مغرب کی جانب ہو گا اور کافی لمبا ہو گا، سورج جوں جوں بلند ہوتا جائے گا سایہ چھوٹا ہوتا جائے گا، ایک وقت آئے گا کہ عین سر پر سورج آ جائے گا۔ اس وقت لکڑی کا جو سایہ ہے یہ فئی زوال کہلاتا ہے بھئی۔ کیا کہلاتا ہے؟ عین جب سورج سر پر آ جائے اس وقت جو اس لکڑی کا سایہ ہو گا وہ کیا کہلائے گا؟ فئی زوال بھئی۔ اب آپ اس کی پیائش کر لیں مولانا، مثلاً چار فٹ کی لکڑی تھی اس وقت سایہ ہے مثلاً چار انچ بھئی، سایہ چھوٹا ہو گا بھئی، کتنا سایہ ہے؟ چار انچ کا۔ اب یہ جیسے ہی یہ سایہ مشرق کی طرف ہوا فوراً گیا کہیں گے ہم؟ سورج ڈھل گیا ہے سورج کو زوال آ گیا بھئی، اب کون سا وقت شروع ہو گیا؟ ظہر کا وقت۔

اور اب ظہر کا وقت چلتا رہے گا جب تک کہ اس لکڑی کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے علاوہ فئی زوال کے۔ تو یہ لکڑی تھی مثلاً زمین سے اوپر چار فٹ ہے بھئی، زمین سے اوپر کتنی ہے؟ چار فٹ، اور اس سے دوگنا سایہ ہو جائے کتنا ہو گیا؟ آٹھ فٹ، اور ساتھ وہ فئی زوال کو بھی جمع کرو کتنا ہو گیا؟ آٹھ فٹ چار انچ۔ تو اس لکڑی کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے علاوہ فئی زوال کے، تو فئی زوال کے علاوہ دوگنا ہو اور ساتھ وہ بھی ملاؤ، تو جب اس لکڑی کا سایہ آٹھ فٹ چار انچ ہو جائے گا یہ ظہر کا آخری وقت ہے، یہ ختم ہوا مولانا اس سے آگے وقت بھئی۔ بات سمجھ میں آ گئی سب کو؟ تو فئی زوال کے علاوہ کا یہ مطلب ہے یعنی اس کے علاوہ دوگنا ہو، ورنہ تو آٹھ فٹ بھی سایہ کیا ہو گیا تھا دوگنا لیکن ابھی ظہر کا وقت باقی ہے فئی زوال کو ہم نے جمع نہیں کیا اس کے ساتھ، وہ بھی جمع کر دو تو کتنا ہو گیا؟ آٹھ فٹ چار انچ۔ تو ابھی یہ آٹھ فٹ سے لے کر چار انچ تک ابھی سایہ اور لمبا ہو گا اتنا وقت ابھی بھی باقی ہے، پھر جب آٹھ فٹ چار انچ ہو جائے سایہ تو ہم کیا کہیں گے؟ ظہر کا وقت یہ پورا ہو گیا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَآخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، اور ظہر کی نماز کا آخری وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ، جب ہو جائے سایہ ہر چیز کا اس کے دو مثل علاوہ فئی زوال کے، علاوہ زوال کے سائے کے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ۔ یہ تو امام صاحب کا قول تھا وہ کیا فرماتے ہیں فئی زوال کے علاوہ کتنا ہو جائے سایہ؟ دو مثل ہو جائے دوگنا ہو جائے، لیکن صاحبین فرماتے ہیں نہیں فئی زوال کے علاوہ ایک مثل ہو جائے بس یہ کیا ہے ظہر کا آخری وقت ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ جلدی ہو جائے گا ذرا۔ تو وہ فرماتے ہیں إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، جب ہو جائے ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل بھئی اور ساتھ وہ فئی زوال بھی ہو جائے گا بھئی۔

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ إِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو بھئی عصر کا وقت جب سایہ دو مثل ہو جائے علاوہ فئی زوال کے تو اس وقت عصر کا وقت پھر اس کے بعد شروع ہو جائے گا بھئی۔ اور صاحبین فرماتے ہیں جب ایک مثل ہو جائے علاوہ فئی زوال کے تو پھر ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا بھئی۔ تو عصر کی نماز مولانا کس وقت پڑھی جاتی ہے بھئی آج کل؟ بھئی یہ کتنا سایہ ہوتا ہے اس وقت؟ دو مثل ہوتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ دو مثل ہوتا ہے۔ لیکن ایک مثل کے بعد بھی اگر آپ پڑھنا چاہیں کسی مجبوری وغیرہ کی وجہ سے تو پڑھ سکتے ہیں بھئی اس وقت بھی۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ اسی وقت پڑھی جائے لیکن مثلاً اگر آپ سفر میں ہیں یا کہیں ہیں اور ایک مثل کے بعد جو ہے مثلاً گاڑی کہیں رک جاتی ہے تو آپ کیا کر سکتے ہیں وہاں پر؟ عصر کی نماز پڑھ سکتے ہیں بھئی۔ بہتر تو یہ کہ اس وقت میں ہو لیکن ایک مثل کے بعد بھی جائز ہے بھئی۔

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ إِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ، اور عصر کی نماز کا اول وقت جو ہے إِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ جب نکل جائے ظہر کی نماز کا وقت عَلَى الْقَوْلَيْنِ دونوں قولوں پر۔ دونوں قولوں کے مطابق بھئی جب ظہر کا وقت نکل جائے بھئی تو پھر کیا ہو گا؟ عصر کا وقت شروع ہو گا بھئی دونوں قولوں کے مطابق، یعنی امام صاحب کے نزدیک کب شروع ہو گا عصر کا وقت؟ دو مثل ہونے کے بعد، اور صاحبین کے نزدیک؟ ایک مثل ہونے کے بعد۔ ہاں اس کے بعد شروع ہو جائے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ، اور آخری وقت جو ہے عصر کی نماز کا جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے۔ سورج غروب ہو جائے گا تو عصر کی نماز کا وقت ختم ہوا بھئی۔

بھئی یاد رکھو عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جائے تو پھر ایک وقت آتا ہے، بھئی سورج پر ویسے ہم نظریں نہیں جما سکتے لیکن عین صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے اس وقت آپ آرام سے سورج کو دیکھنا چاہیں تو اس پر نظریں جما کر اسے دیکھ سکتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد آہستہ آہستہ اس میں تیزی آجاتی ہے پھر اس پر نظر جمانا ممکن نہیں رہتا۔ اسی طرح شام کے وقت بھی ہوتا ہے بھئی، سورج پر نظریں جمانا ممکن نہیں ہوتا لیکن پھر جوں جوں بالکل کنارے کے قریب ہو جاتا ہے سورج تو ایک وقت آتا ہے کہ اب اس پر آرام سے نظریں ٹھہر جاتی ہیں، اس کا رنگ سرخی مائل اور زرد ہو جاتا ہے بھئی۔ تو یہ وقت جب سورج کا رنگ بدل جائے اس پر آنکھیں جماؤ تو آنکھیں نہ چندھیائیں بلکہ نظر جم سکے اس پر ٹھہر سکے تو یہ وقت ہے تو ابھی عصر کا لیکن اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے بھئی، تو اس سے پہلے پہلے نماز پڑھی جائے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اسی طرح جب سورج طلوع ہو رہا ہو تو اس وقت بھی درست نہیں ہے بھئی نماز کا پڑھنا، جب وہ سورج بلند ہو جائے اس پر نظر نہ جمتی ہو تو اس وقت پھر نماز وغیرہ پڑھ سکتا ہے کوئی نفل پڑھنا چاہتا ہے یا قضا نمازیں پڑھنا چاہتا ہے۔

سمجھ میں آیا؟ تین وقت ایسے ہیں مولانا اس وقت کوئی نماز جائز نہیں ہے، ایک جب سورج طلوع ہو رہا ہو، ایک سورج جب غروب ہو رہا ہو، اور ایک جب سورج عین سر کے اوپر ہو۔ ان تین اوقات کے اندر کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ان وقتوں میں قضا نماز بھی نہیں بھئی صحیح، اور سجدہ تلاوت بھی نہیں صحیح، نوافل بھی نہیں صحیح، سنتیں بھی نہیں صحیح بھئی، ان میں نہیں پڑھنی چاہئیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں ان کے علاوہ جو باقی اوقات ہیں ان میں بعض اوقات ایسے ہیں جن میں نوافل یا سنتیں تو مکروہ ہیں لیکن قضا پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً جب فجر طلوع ہو گئی تو سورج نکلنے تک نوافل وغیرہ نہ پڑھے بھئی، اس وقت نوافل نہیں درست بھئی۔ ہاں قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے اس وقت میں، فجر ثانی سے لے کر کب تک؟ طلوع شمس تک۔ اس وقت میں صرف بھئی وہ دو سنتیں پڑھے اور دو فجر کے فرض پڑھے بھئی اور نوافل وغیرہ نہ پڑھے بھئی۔ ہاں اگر قضا نمازیں پڑھنا چاہتا ہے وہ پڑھ سکتا ہے بھئی، سجدہ تلاوت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب عصر کی نماز پڑھ لے تو عصر کی نماز کے بعد بھئی نوافل پڑھنا درست نہیں بھئی، نوافل نہ پڑھے اس وقت۔ ہاں قضا نمازیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے لیکن کب تک؟ جب تک سورج کا رنگ ابھی بدلا نہ ہو اس سے پہلے پہلے تک۔

تو کہتے ہیں بھئی وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ، اور عصر کی نماز کا آخری وقت جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے۔ وَأَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، اور مغرب کی نماز کا اول وقت جو ہے جب سورج غروب ہو جائے۔ سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوا، وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ، اور اس کا آخری وقت کون سا ہے؟ جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے بھئی۔ مغرب کی نماز کا آخری وقت کون سا ہے؟ جب تک شفق غائب نہ ہو جائے بھئی۔[۴]

بھئی شفق کس چیز کا نام ہے؟ دیکھیے بھئی، کہتے ہیں وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي يُرَى فِي الْأُفُقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ، شفق وہ سفیدی ہے جو دکھائی دیتی ہے فِي الْأُفُقِ افق میں آسمان کے کنارے میں بَعْدَ الْحُمْرَةِ سرخی کے بعد۔ بھئی جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آسمان کا یہ کنارہ سرخ رہتا ہے تھوڑی دیر تک، اس کے بعد پھر سفیدی آجاتی ہے کچھ بھئی، تو کچھ دیر تک پھر یہ سفیدی رہتی ہے پھر یہ سفیدی بھی ختم ہو جاتی ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے بھئی کنارہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ ترتیب سمجھ میں آئی؟ سورج غروب ہونے کے بعد بھئی یہ آسمان کا کنارہ مغرب کی طرف پہلے کس طرح دکھائی دے گا؟ سرخ، پھر تھوڑی دیر تک یہ رہے گا اس کے بعد سفیدی، پھر یہ سفیدی کافی دیر تک رہتی ہے پھر سفیدی ختم ہو جائے گی اور سیاہی تاریکی چھا جائے گی بھئی۔ تو اب یہ جو افق پر سرخی یا سفیدی تھی اسے شفق کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ شفق۔[۵]

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَأَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وأول وقت المغرب إذا فربت الشمس» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي يُرَى فِي الْأُفُقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر

صاحبین، آگے ذکر ہو رہا ہے قول بھئی، صاحبین فرماتے ہیں شفق اس سرخی کا نام ہے۔ شفق کس چیز کا نام؟ سرخی کا نام ہے، تو مغرب کی نماز اس وقت تک پڑھے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے تو معلوم ہوا تھوڑا سا وقت ہے۔ بھئی وہ سرخی چند منٹوں کے لیے ہی ہوتی ہے بھئی۔ تو وہ کہتے ہیں شفق اس سرخی کا نام ہے تو جب یہ شفق ختم ہو جائے گی مغرب کی نماز کا وقت بھی ختم ہو جائے گا۔ جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ شفق اس سرخی کا نام نہیں ہے بلکہ کس کا نام ہے؟ سفیدی کا نام ہے، سرخی کے بعد سفیدی آتی ہے اور وہ کافی دیر تک رہتی ہے، وہ فرماتے ہیں اس کا نام شفق ہے اور جب تک یہ شفق یہ سفیدی ختم نہیں ہوتی اس وقت تک مغرب کی نماز کا وقت ہے، جب یہ ختم ہو جائے گی تو مغرب کی نماز کا وقت ختم ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ اور اسی پر فتویٰ ہے مولانا۔ تو امام صاحب کے قول کو پسند کیا بھئی علماء نے زیادہ اسی کی طرف گئے ہیں کہ شفق کس چیز کا نام ہے؟ سفیدی کا نام ہے اور یہ سفیدی کافی دیر تک رہتی ہے سورج ڈوبنے کے بعد تقریباً کوئی گھنٹے بعد جا کر ختم ہوتی ہے۔ گھنٹہ یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے بھئی ڈیڑھ گھنٹے تک بعض اوقات تب جا کر ختم ہوتی ہے اور اس کے بعد پھر عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔ تو لہٰذا اس وقت میں بھی اگر کوئی مغرب کی نماز پڑھتا ہے تو ادا کہیں گے اسے قضا نہیں۔ ہاں یہ بہتر نہیں ہے پڑھنی تو کس وقت چاہیے؟ اول وقت میں پڑھنی چاہیے جب ابھی سرخی ہے، لیکن اگر مجبوری کی وجہ سے کبھی تاخیر بھی ہو جائے تو یہ نہ سمجھیں کہ میری مغرب کی نماز قضا ہو گئی ہے بلکہ اس وقت کے اندر کیا کر لیں؟ ادا کر لیں، یہ ادا ہے قضا نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَأَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ، اول وقت مغرب کا جب سورج غروب ہو جائے اور اس کا آخری وقت جو ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے۔ بھئی شفق کس کو کہتے ہیں اب دو قول ذکر کر رہے ہیں، وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي يُرَى فِي الْأُفُقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، امام صاحب کے نزدیک وہ سفیدی ہے الَّذِي يُرَى جو کہ دکھائی دیتی ہے فِي الْأُفُقِ افق میں آسمان کے کنارے میں بَعْدَ الْحُمْرَةِ کس کے بعد؟ سرخی کے بعد۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، صاحبین فرماتے ہیں هُوَ الْحُمْرَةُ، شفق کیا ہے؟ وہ سرخی ہے جی۔ تو ان کے نزدیک معلوم ہوا اس قول کے مطابق مغرب کا وقت بڑا قلیل ہے اور امام صاحب کے مطابق طویل ہے قدرے بھئی۔

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ، اور عشاء کا اول وقت جو ہے جب شفق غائب ہو جائے بھئی۔ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ الثَّانِي، اور عشاء کی نماز کا آخری وقت بھئی مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ الثَّانِي جب تک کہ فجر ثانی طلوع نہ ہو جائے، جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو جائے اس وقت تک عشاء کی نماز کا وقت ہے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ لیکن نصف لیل سے پہلے پڑھنی چاہیے عشاء کی نماز بھئی، نصف لیل سے پہلے بھئی۔

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْوِتْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ بھئی۔ بھئی یہ تو فرض نمازوں کا بیان ہوا ساتھ ایک نماز واجب بھی ہے بھئی وتر اب اس کا بھی بتلا رہے ہیں، وَأَوَّلُ وَقْتِ الْوِتْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، اور وتر کی نماز کا اول وقت جو ہے عشاء کے بعد ہے، عشاء کی نماز کے بعد بس۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وتر پڑھے جائیں گے اس سے پہلے نہیں۔ تو جب عشاء کی نماز پڑھ لے گا تو فوراً وتر اب پڑھ سکتا ہے اس کے بعد بھئی، یہ وقت شروع ہو گیا اس کا۔ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، اور اس کا آخری وقت جو ہے جب تک کہ فجر طلوع نہ ہو جائے بھئی۔

یہ تو ان کے اوقات تھے نمازوں کے اوقات بھئی، ان اوقات میں پڑھی جائیں گی تو یہ ادا ہیں قضا نہیں بھئی۔ اب مستحب اوقات کون سے ہیں بھئی کہ جن میں ادا کرنا پسندیدہ ہے بہتر ہے بھئی ثواب زیادہ ہے وہ بتلا رہے ہیں۔ وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ وَالْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِي الصَّيْفِ۔ اور مستحب ہے، مستحب کس کو کہتے ہیں بھئی کون سا عمل؟ وہ عمل جس کے کرنے پر تو ثواب لیکن نہ کرنے پر گناہ کوئی نہ ہو وہ کیا کہلاتا ہے؟ مستحب جی، یعنی پسندیدہ ہے بہتر ہے۔ وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ، إِسْفَار کا معنی روشن کرنا، أَسْفَرَ يُسْفِرُ إِسْفَار کا معنی روشن کرنا، اور مستحب ہے روشن کرنا بِالْفَجْرِ فجر میں بھئی۔ نماز فجر روشنی کر کے پڑھنا افضل ہے۔ بھئی اول جب افق پر صبح صادق کو آپ نے دیکھ لیا بھئی، صبح صادق بھئی وہ روشنی پھیل گئی افق پر تو تاریکی چھائی ہوتی ہے ہر طرف بس وہ کنارہ ہلکا سا سفید ہو گیا بھئی، تو فجر کی نماز کا وقت شروع ہو گیا لیکن پسندیدہ کیا ہے اس وقت پڑھے یا جب ذرا کچھ روشنی ہو جائے بھئی؟ جب روشنی تھوڑی سی ہو جائے تو یہ مستحب ہے مولانا۔

اور مستحب ہے اسفار بھئی روشن کرنا بِالْفَجْرِ فجر کی نماز میں، وَالْإِبْرَادُ اور ٹھنڈا کرنا بِالظُّهْرِ اور ظہر کی نماز کو ذرا ٹھنڈا کرنا فِي الصَّيْفِ گرمیوں کے اندر بھئی۔ صَيْف گرمیوں کو کہتے ہیں۔ وَتَقْدِيمُهَا اور اس کو مقدم کرنا فِي الشِّتَاءِ سردیوں میں بھئی۔ بھئی گرمیوں کے اندر ظہر کی نماز ذرا تھوڑی سی دیر سے پڑھنی چاہیے جب سورج کی تپش کم ہو جائے بھئی۔ سورج کی تپش کیا ہو؟ کم ہو جائے۔ عین سر پہ سورج ہو گا بھئی اس کی تپش عروج پر ہو گی پھر تھوڑی

القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وهو البياض الذي ف الأفق بعد الحمرة» منقول ہے۔

دیر کے بعد جب وہ ڈھل جائے گا تو اچھا خاصا فرق پڑ جاتا ہے اس کی تپش میں بھئی، تو تھوڑی سی تاخیر ہو یعنی۔ یہ معنی ہے وَالْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ کا کیا معنی؟ ظہر کو ذرا تھوڑا ٹھنڈا کر کے پڑھنا۔ تو سمجھ میں آیا؟ مثلاً اب سورج ڈھلتا ہے بارہ سوا بارہ بجے بھئی لیکن نماز کتنے بجے ہم جا کر پڑھتے ہیں؟ ڈیڑھ بجے جا کر پڑھتے ہیں تو یہ تاخیر کی کچھ شدت میں اس کے کمی آ جاتی ہے۔ اور ٹھنڈا کرنا ظہر کو فِي الصَّيْفِ گرمیوں کے اندر تو گرمیوں میں اس طرح کرے، وَتَقْدِيمُهَا فِي الشِّتَاءِ اور سردیوں میں کیا کرے ذرا؟ مقدم کرے۔

وَتَأْخِيرُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ، اور عصر کو مؤخر کرنا مستحب ہے مَا لَمْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ جب تک کہ سورج بدل نہ جائے بھئی۔ میں نے بتلایا جب سورج بدل جائے گا بھئی اب کیا ہو گیا؟ اب بھی عصر کی نماز آپ پڑھیں گے بھئی ہے تو عصر کا وقت نماز تو ہو جائے گی لیکن مکروہ ہے بھئی۔ نماز کیا ہے؟ مکروہ ہے اس سے پہلے پہلے پڑھے سورج بدلنے سے پہلے۔ وَتَأْخِيرُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ، اور عصر کو مؤخر کرنا جب تک کہ سورج بدل نہ جائے متغیر نہ ہو جائے۔ وَتَعْجِيلُ الْمَغْرِبِ، اور مغرب میں جلدی کرنا بھئی، سورج غروب ہوتے ہی فوراً کیا کرنی چاہیے مغرب کی نماز پڑھنی چاہیے، صاحبین کے قول کے مطابق تو وقت ہی بہت تھوڑا بنتا ہے بھئی۔

وَتَأْخِيرُ الْعِشَاءِ إِلَى مَا قَبْلَ ثُلُثِ اللَّيْلِ، اور مؤخر کرنا عشاء کو ثلث لیل سے پہلے تک بھئی۔ رات کے ایک تہائی سے پہلے تک عشاء کو کیا کرنا چاہیے؟ مؤخر کرے۔ بھئی رات کے تین حصے کر دیں مثلاً رات نو گھنٹے کی ہے تو کتنے گھنٹے کا ثلث ہوا؟ تین گھنٹے بھئی۔ تو بس ثلث لیل تیسرا حصہ حساب کر لو اس تیسرے حصے سے پہلے تک اسے مؤخر کرنا چاہیے اس سے زیادہ مؤخر نہیں کرنا چاہیے۔ وَتَعْجِيلُ الْمَغْرِبِ وَتَأْخِيرُ الْعِشَاءِ إِلَى مَا قَبْلَ ثُلُثِ اللَّيْلِ، اور عشاء کو مؤخر کرنا ثلث لیل سے پہلے تک۔

وَيُسْتَحَبُّ فِي الْوِتْرِ لِمَنْ يَأْلَفُ صَلَاةَ اللَّيْلِ أَنْ يُؤَخِّرَ الْوِتْرَ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ۔ اور مستحب ہے وتر میں لِمَنْ يَأْلَفُ اس شخص کے لیے جو عادی ہے رات کی نماز کا۔ أَلِفَ يَأْلَفُ کے معنی ہیں کسی چیز سے مانوس ہونا بھئی کسی چیز کا عادی ہونا، وہ شخص جس کو عادت ہے صَلَاةُ اللَّيْلِ کی۔ صَلَاةُ اللَّيْلِ سے تہجد مراد ہے بھئی۔ وہ شخص جسے تہجد کی عادت ہے اس کے لیے وتروں میں مستحب کیا ہے کہ أَنْ يُؤَخِّرَ الْوِتْرَ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ کہ وتر کو کیا کر دے؟ مؤخر کر دے إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ کب تک؟ آخری وقت آخر اللیل تک بھئی، یعنی جس وقت تہجد پڑھے گا تو تہجد کے بعد اسے وتر پڑھنے چاہئیں بھئی۔ تہجد کس وقت پڑھے جائیں گے بھئی؟ آخر لیل میں پڑھے جائیں گے نا، تو وتر کو بھی اس وقت تک مؤخر کر دے اور تہجد کے بعد پڑھے بھئی۔

وَإِنْ لَمْ يَثِقْ بِالِانْتِبَاهِ أَوْتَرَ قَبْلَ النَّوْمِ، اور اگر اسے یقین نہ ہو بِالِانْتِبَاهِ بیدار ہونے کا أَوْتَرَ قَبْلَ النَّوْمِ، تو وتر پڑھ لے سونے سے پہلے بھئی۔ بھئی وتر کا وقت تو عشاء کی نماز کے بعد شروع ہو گیا تو جس کو تہجد کی عادت ہے تہجد کے لیے اٹھتا ہے اسے یقین ہے میں اٹھ جاؤں گا تہجد کی نماز کے لیے تو وہ وتر کو مؤخر کر دے اور جب تہجد پڑھے تو اس کے بعد کیا پڑھ لے؟ وتر پڑھ لے۔ اور جسے یقین نہیں ہے کہ پتا نہیں میری آنکھ کھلتی ہے یا نہیں کھلتی تہجد کے وقت تو اسے کیا کر لینا چاہیے؟ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لینے چاہئیں بھئی۔ یہ معنی ہے وَإِنْ لَمْ يَثِقْ، اور اگر اسے اعتماد نہ ہو یقین نہ ہو بِالِانْتِبَاهِ بیدار ہونے کا أَوْتَرَ قَبْلَ النَّوْمِ، تو وتر پڑھ لے سونے سے پہلے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۸: باب الاذان و شروط الصلاۃ: اذان و اقامت کی مشروعیت، کلماتِ اذان، ترجیع، تثویب، حیعلتین میں التفات اور شروطِ نماز

مختصر القدوری صفحہ: ۱۵—بتاریخ: ۸ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْأَذَانِ۔ الْأَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُونَ مَا سِوَاهَا وَلَا تَرْجِيعَ فِيهِ، وَيَزِيدُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ الْفَلَاحِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ، وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ إِلَّا أَنَّهُ يَزِيدُ فِيهَا بَعْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ، وَيَتَرَسَّلُ فِي الْأَذَانِ وَيَحْدُرُ فِي الْإِقَامَةِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

جی بَابُ الْأَذَانِ بھئی، آج اذان کا باب پڑھیں گے ہم بھئی۔ لغت میں بھئی لکھا ہوا ہے اذان کے نیچے بھئی هُوَ الْإِعْلَامُ فِي اللُّغَةِ، اذان لغت کے اندر بھئی عربی زبان کے اندر ویسے اذان کہتے ہیں اعلان کرنا بھئی۔ إِعْلَام کا کیا معنی؟ اطلاع دینا، اعلان کرنا بھئی۔ وَشَرْعًا إِعْلَامٌ مَخْصُوصٌ فِي أَوْقَاتٍ مَخْصُوصَةٍ، اور شریعت کے اندر بھئی اذان کہتے ہیں وہ مخصوص اعلان بھئی جو مخصوص اوقات میں کیا جاتا ہے جی۔ سمجھ میں آیا؟ نماز کے بارے میں جو وہ اعلان بھئی کیا جاتا ہے اطلاع سب کو دی جاتی ہے مخصوص اوقات میں بھئی۔

تو کہتے ہیں الْأَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُونَ مَا سِوَاهَا، اذان سنت ہے مولانا لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ پانچ نمازوں کے لیے وَالْجُمُعَةِ اور جمعہ کی نماز کے لیے دُونَ مَا سِوَاهَا نہ کہ اس کے علاوہ میں بھئی۔ جمعہ کے لیے اور یہ پانچ نمازیں جو روزانہ ہم پڑھتے ہیں ان کے لیے اذان بھئی سنت ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ سنت ہے، شعائرِ اسلام میں سے ہے یہ بھئی۔ جی، ان کے علاوہ جو نمازیں ہیں ان میں نہیں ہے سنت بھئی جیسے مثلاً مولانا عیدین کی نماز ہے، جنازے کی نماز ہے وغیرہ ان میں نہیں ہے۔

وَلَا تَرْجِيعَ فِيهِ، اور اذان میں ترجیع بھی نہیں ہے بھئی۔ ترجیع کہتے ہیں مولانا کہ اذان میں جو شہادتین آتی ہیں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ اور أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کو پہلے دو دو مرتبہ آہستہ کہا جائے اور پھر باقی کلمات کی طرح دو دو مرتبہ اونچی آواز سے کہا جائے۔ کیسے ہو گی ترجیع؟ مثلاً اذان شروع ہوئی بھئی اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، پھر آہستہ آواز سے ذرا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، پھر اب دوبارہ اونچی آواز سے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ،

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ إِلَّا أَنَّهُ يَزِيدُ فِيهَا بَعْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والإقامة مثل الأذان إلا أنه يزيد فيها بعد الفلاح:قد قامت الصلاة مرتين» منقول ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، سمجھ میں آیا بھئی؟ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ تو یہ کلمات ہیں مولانا۔ لیکن ہمارے نزدیک بھئی اس اذان کے اندر ترجیع نہیں ہے کہ پہلے وہ دو شہاد تین جو ہیں ان کو دو دو مرتبہ آہستہ کہا جائے اور پھر ان کو باقی اذان کی طرح دو دو مرتبہ اونچا کہا جائے بھئی۔ یہ ترجیع کہلاتی ہے مولانا یہ جو دہرایا جاتا ہے ان کو۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک بھئی اذان میں ترجیع ہے بھئی کہ پہلے کیا کیا جائے گا؟ دونوں شہاد تین کو دو دو مرتبہ آہستہ کہیں گے اور پھر باقی کلمات ہی کی طرح دو دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے گا۔ ترجیع سمجھ میں آئی بات بھئی؟

ترجیع بھئی وجہ یہ ہے بعض روایات میں ترجیع کا ذکر آتا ہے بھئی۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھئی صحابی رسول ہیں بھئی اور ان کی اذان میں ترجیع ہے بھئی۔ ہوا یوں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھئی فتح مکہ کے بعد بھئی ایک مرتبہ اذان دی جارہی تھی ایک جگہ پر، تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک ابھی ایمان نہیں لائے تھے بھئی، چھوٹے تھے تو ادھر اذان دی جاتی تو یہ بھی بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے یہ بھی اس کی نقل اتارتے تھے بھئی اونچی آواز سے، ادھر جو اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ کہا گیا ادھر وہ بھی وہی نقل کرتے جیسے بچے کرتے ہیں بھئی۔ تو ان کی آواز بھی بڑی اونچی تھی، تو اذان ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بلوایا بھئی یہ کون بچہ بول رہا تھا ساتھ ساتھ اس کو ذرا بلواؤ بھئی۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھئی ایمان ابھی نہیں لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا بھئی۔

تو حضور علیہ السلام نے پھر کہا بھئی پڑھو بھئی اذان ذرا دو بھئی۔ تو یہ اذان کے انہوں نے کلمات شروع کیے بھئی، تو شہادتین چونکہ ایمان نہیں لائے تھے تو شہادتین کے کلمے ذرا آہستہ کہے بھئی أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، کیونکہ اس میں تو گواہی ہے توحید کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تو یہ کلمات آہستہ کہے بھئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھئی اونچا کہو پھر دہراؤ ان کو اور اونچی آواز سے کہو بھئی۔ تو چنانچہ پھر انہوں نے اونچی آواز سے، ڈر رہے تھے بھئی یہ تو ان ساروں کے سردار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بات نہیں مانوں گا تو میرے ساتھ پتا نہیں کیا سلوک ہو گا، تو پھر دوبارہ کافر ہیں لیکن مجبور ہوئے اذان دی۔ لیکن اس کی وجہ سے بھئی اللہ تعالیٰ نے کیا کیا انہیں؟ ایمان کی دولت نصیب فرمائی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو دہرایا دوبارہ مولانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھا مولانا اور سینے تک چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گردن سے سینے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ لے کر آئے بھئی۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ بھئی اس سے پہلے سب سے زیادہ نفرت مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی جب حالت کفر میں تھا، لیکن جوں جوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتھے پر ہاتھ رکھا چہرے پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا مجھے سینے کے اندر ٹھنڈک محسوس ہوئی بھئی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ سینے پر پہنچا تو ابھی حضور نے اپنا ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کہ وہ شخص جس کے لیے میرے دل میں سب سے زیادہ نفرت تھی ساری کائنات سے بڑھ کر ان کی محبت میرے دل میں آگئی بھئی، اور چنانچہ ایمان لے آئے بھئی۔ تو چنانچہ اس کے بعد بھئی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا مؤذن مقرر فرمایا بھئی، اور اس شہادتین جو انہوں نے کہی بھئی ترجیع کے ساتھ بھئی اس کی وجہ سے چونکہ انہیں ایمان نصیب ہوا تھا تو وہ ہمیشہ اسی طریقے پر اذان دیتے تھے بھئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منع نہیں فرمایا بھئی۔ تو یہ ترجیع آتی ہے ان کی روایت میں بھئی۔

بلکہ روایات میں آتا ہے بھئی وہ شخص جس سے پہلے اتنی زیادہ سب سے زیادہ نفرت تھی اس کے بعد اتنی زیادہ محبت ہو گئی، صحابہ عجیب لوگ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت تھی ایسی محبت تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی بھئی۔ تو کہتے ہیں سر کے اگلے حصے کے بال جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک لگے تھے ساری زندگی پھر انہوں نے وہ بال بھی نہیں کٹوائے کہ اس پر میرے محبوب اعظم کے ہاتھ لگے ہیں میں ان کو کیسے کٹوا دوں۔ اتنی محبت تھی۔ اور خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے بھئی انہیں مشرکین نے گرفتار کر لیا تھا مکہ کے اندر، باندھا ہوا ہے بھئی اب ان کو تکالیف دے رہے ہیں ان کو قتل کرنے کی تیاری ہو رہی ہے، عین قتل سے چند لمحے پہلے ان سے پوچھا جاتا ہے بھئی، اب تو اتنی تکلیف میں ہیں بھئی کتنی تکلیف دی ہو گی جب سخت ترین دشمن نے پکڑا ہوا ہے اب قتل کرنے والے ہیں اور اس سے پہلے شدید تکلیف دے رہے ہیں، کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری جگہ محمد ہوتے یہاں پر؟ کہتے ہیں مجھے تو یہ بھی نہیں پسند کہ میری اس تکلیف کے بدلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اتنی زیادہ محبت تھی۔

تو چنانچہ ان کی روایت میں یہ ترجیع آتی ہے بھئی۔ باقی روایات جو آتی ہیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ سے احادیث آتی ہیں بھئی اذان کے بارے میں ان کے اندر ترجیع کا ذکر نہیں ہے بھئی، جیسے ہمارے ہاں اذان دی جاتی ہے اس میں ترجیع نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں الْأَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

وَالْجُمُعَةِ دُونَ مَا سِوَاهَا، اذان سنت ہے بھئی پانچ نمازوں کے لیے اور جمعہ کی نماز کے لیے نہ کہ ان کے علاوہ کے لیے، وَلَا تَرْجِيعَ فِيهِ، اور اس کے اندر ترجیع بھی نہیں ہے۔

وَيَزِيدُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ الْفَلَاحِ، اور بڑھائے بھئی فجر کی اذان میں بَعْدَ الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد یہ لفظ بڑھائے فجر کی اذان میں بھئی الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ بھئی، دو مرتبہ یہ کہے الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ۔ تو بھئی یاد رکھو ہمارے نزدیک عام اذان کے کتنے کلمات ہیں؟ پندرہ، اور فجر کی اذان میں دو مرتبہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ بڑھ گیا یہ کتنے ہو گئے؟ سترہ۔ تو ہمارے نزدیک عام اذان کے پندرہ کلمات ہیں مولانا۔ آپ شمار کر سکتے ہیں بھئی اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، چار ہو گئے بھئی، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، یہ ہو گئے آٹھ بھئی، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، بارہ ہو گئے، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ بھئی، تو یہ پندرہ کلمات۔ اور شوافع وغیرہ کے نزدیک عام اذان کے کلمات کتنے ہو گئے؟ جی؟ انیس ہو گئے شاباش بھئی، انیس ہو گئے بھئی۔

تو اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے بھئی کہ باوضو ہو کر انسان مسجد سے علیحدہ ہو کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر اذان دے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے ذرا اونچی جگہ پر تاکہ سب تک آواز پہنچے، اور قبلہ رخ ہو مولانا، اور دونوں کانوں کے جو سوراخ ہیں وہ شہادت کی انگلی سے بند کر کے بھئی بلند آواز سے اذان دی جائے بھئی۔ تو میں نے کیا بتایا اذان مسجد سے باہر ہو گی مولانا، مسجد میں اذان دی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ جی، پسندیدہ نہیں ہے۔

جی اور اذان کا جواب دینا سب پر مستحب ہے مولانا چاہے مرد ہو یا عورت ہو بھئی، پاک ہو یا جنبی ہو مولانا، سب پر مستحب یہ ہے کہ اذان کا جواب دیں۔ اور جو کلمات مؤذن کہتا ہے وہی کہتا چلا جائے۔ مؤذن نے کہا اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ بھئی جواب میں کیا کہیں گے ہم بھی؟ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ۔ اس نے پھر کہا اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ پھر جواب میں کہیں گے اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ۔ وہ کہتا ہے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ جواب میں آپ بھی کہیں گے بھئی أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔ پھر وہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ کہتا ہے آپ بھی جواب میں کیا کہیں گے؟ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ۔ ہاں البتہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ بھئی ان کے اندر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہا جائے گا۔ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ تو جواب میں کیا کہیں گے؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔ اور الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فجر میں کہتا ہے تو اس کے جواب میں کیا کہیں گے؟ صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ بھئی، صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ۔

اسی طرح بھئی دیکھیے آگے اقامت آ رہی ہے، وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ، اور اقامت بھی اذان کی طرح ہے إِلَّا أَنَّهُ يَزِيدُ فِيهَا بَعْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، مگر یہ کہ بڑھائے اقامت کے اندر حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد یہ دو کلمات بڑھائے گا قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ کتنی مرتبہ؟ دو مرتبہ بھئی قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ بھئی۔ اور اقامت کا بھی جواب دینا چاہیے بھئی مستحب، تو اس کے جواب میں کیا کہے گا بھئی؟ یہاں بھی اسی طرح جو وہ کہتا جائے اس کے جواب میں وہی لفظ کہے، البتہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں کیا کہے؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہے، اور قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ وہ کہے تو اس کے جواب میں کیا کہیں گے؟ أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا۔ أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا، اللہ اس نماز کو قائم و دائم رکھے بھئی۔

کہتے ہیں وَيَتَرَسَّلُ فِي الْأَذَانِ وَيَحْدُرُ فِي الْإِقَامَةِ۔ تَرَسُّل کا معنی ہے آہستہ آہستہ یعنی ٹھہر ٹھہر کر اذان دینا بھئی، ٹھہر ٹھہر کر کہنا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَتَرَسَّلُ فِي الْأَذَانِ، ترسل کرے اذان میں یعنی ٹھہر ٹھہر کر کلمات ادا کرے بھئی، وَيَحْدُرُ فِي الْإِقَامَةِ، حَدَرَ يَحْدُرُ کے معنی ہوتے ہیں جلدی جلدی کہنا بھئی، اور اقامت کے کلمات کیا ہوتے ہیں بھئی؟ جلدی جلدی کہے جاتے ہیں بھئی۔ تو اذان کے کلمات کس طرح کہے جائیں گے بھئی؟ ٹھہر ٹھہر کر، یعنی ہر دو تکبیروں یا کلمے کے بعد ٹھہرے گا کچھ دیر بھئی اتنا کہ دوسرا سننے والا اس کا جواب دے سکے بھئی، تو اس کے اندر ٹھہرے گا بھئی سکوت کرے گا تھوڑا، جبکہ اقامت میں ایسا نہیں ہے بھئی۔

وَيَسْتَقْبِلُ بِهِمَا الْقِبْلَةَ، اور استقبال کرے گا ان دونوں کے ساتھ قبلہ کا، یعنی قبلہ رخ ہو گا ان دونوں میں، اذان دیتے ہوئے بھی قبلہ رخ بھئی اور اقامت کہتے ہوئے بھی قبلہ رخ ہو گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَسْتَقْبِلُ بِهِمَا، اور استقبال کرے گا بِهِمَا ان دونوں کے ساتھ یعنی اذان اور اقامت کے ساتھ الْقِبْلَةَ قبلے کا۔ فَإِذَا بَلَغَ إِلَى الصَّلَاةِ وَالْفَلَاحِ حَوَّلَ وَجْهَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا۔ اچھا، اور جب وہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر پہنچے اذان دینے والا اور اقامت والا جی تو حَوَّلَ وَجْهَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، پھیرے اپنے چہرے کو دائیں طرف اور بائیں طرف بھئی۔ کیا کرے بھئی اذان دیتے

ہوئے بھئی حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ پر پہنچے تو چہرے کو کس طرف پھیرے؟ دائیں طرف، اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ میں بائیں طرف بھئی۔ البتہ دیکھیں فرمایا چہرے کو پھیرے، سینہ اور پاؤں نہیں پھیرنے بھئی۔ سینے اور پاؤں کو اسی طرح سیدھا رکھنا ہے قبلہ رخ، صرف کس کو پھیرنا ہے؟ صرف چہرے کو پھیرنا ہے بھئی تھوڑا سا دائیں طرف پھیرلے اور تھوڑا سا بائیں طرف پھر پھیرلے۔ تو اذان میں یہ طریقہ ہے مولانا۔ البتہ اقامت میں یہ ضروری نہیں ہے بھئی کہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہتے ہوئے کیا کرے دائیں طرف منہ کرے اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے ہوئے بائیں طرف بھئی ضروری نہیں ہے، بعض البتہ فقہاء فرماتے ہیں بھئی اقامت میں بھی کرے بھئی۔

وَيُؤَذِّنُ لِلْفَائِتَةِ وَيُقِيمُ، اور اذان دے فوت شدہ نماز کے لیے اور اقامت کہے۔ بھئی نماز فوت ہوگئی قضا ہوگئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کیا کرے فوت شدہ نماز کے لیے بھئی ایک جماعت ہے بھئی اس کی نماز فوت ہوگئی بھئی قضا ہوگئی سب کی تو کیا کی جائے بھئی فوت شدہ نماز کے لیے بھی اذان دی جائے اور اقامت بھی کہی جائے۔ تو کہتے ہیں وَيُؤَذِّنُ لِلْفَائِتَةِ وَيُقِيمُ، اذان دے گا فوت شدہ نماز کے لیے اور اقامت کہے۔ فَإِنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ أَذَّنَ لِلْأُولَى وَأَقَامَ۔ جی اگر کئی نمازیں فوت ہوگئیں مولانا پھر کیا کرے بھئی، کیا ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت ہوگی؟ کہتے ہیں بھئی فَإِنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ اگر کئی نمازیں فوت ہوجائیں اس سے أَذَّنَ لِلْأُولَى تو پہلی کے لیے کیا دے؟ اذان دے پہلی نماز کے لیے وَأَقَامَ اور اقامت بھی کہے، وَكَانَ مُخَيَّرًا فِي الثَّانِيَةِ، اور اس کو اختیار ہے فِي الثَّانِيَةِ کس کے اندر؟ دوسری نماز کے اندر إِنْ شَاءَ أَذَّنَ وَأَقَامَ، چاہے تو اذان دے اور اقامت کہے یعنی دونوں کرے وَإِنْ شَاءَ اقْتَصَرَ عَلَى الْإِقَامَةِ، اور چاہے تو اکتفا کرے اقامت پر یعنی صرف کیا کہہ لے؟ اقامت کہہ لے بھئی۔ اور یہ بھی یاد رکھیے مولانا اقامت اسی شخص کا حق ہے جس نے اذان دی ہے بھئی۔ جس نے اذان دی ہے اقامت کہنا بھی اسی کا حق ہے لہذا اس کی اجازت کے بغیر کوئی کہے یہ درست نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس کو تکلیف ہوگی بھئی اس کا حق ہے، ہاں اس سے اجازت لے لیتا ہے پھر جو مرضی کہہ لے یا پتا ہے بھئی وہ ناراض نہیں ہوگا اگر میں بھی اقامت کہہ دوں تو پھر ٹھیک ہے بھئی۔

وَيَنْبَغِي أَنْ يُؤَذِّنَ وَيُقِيمَ عَلَى طُهْرٍ، اور مناسب یہ ہے کہ اذان دے اور اقامت کہے عَلَى طُهْرٍ پاکی کی حالت میں کہے باوضو ہو بھئی آدمی۔ فَإِنْ أَذَّنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ جَازَ، اگر اذان دے دی بغیر وضو کے تو بھی جائز ہے مولانا اذان ہوگئی بھئی۔ وَيُكْرَهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ أَوْ يُؤَذِّنَ وَهُوَ جُنُبٌ۔ اور مکروہ ہے اقامت کہنا بغیر وضو کے بھئی۔ بھئی اذان تو بغیر وضو کے دے دے جائز ہے مولانا ٹھیک ہے اذان ہوگئی بھئی مکروہ بھی نہیں، لیکن اقامت بغیر وضو کے کہنا یہ مکروہ ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ مکروہ تحریمی بھئی۔ کیونکہ اقامت کے فوراً بعد اب نماز شروع ہونے لگی ہے تو اب یہ کہاں جائے گا مڑ کر جائے گا اور وضو کر کے آئے گا تو پہلے سے وضو ہونا چاہیے۔ وَيُكْرَهُ اور مکروہ ہے أَنْ يُقِيمَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ اقامت کا کہنا بغیر وضو کے أَوْ يُؤَذِّنَ وَهُوَ جُنُبٌ یا اذان کا دینا مکروہ ہے اس حال میں کہ وہ کیا ہو؟ جنبی ہو جنابت کی حالت میں ہو، تو یہ مکروہ ہے بھئی۔ تو بغیر وضو کے اقامت یہ مکروہ ہے اور جنابت کی حالت میں اذان یہ بھی مکروہ ہے بھئی۔

وَلَا يُؤَذِّنُ لِصَلَاةٍ قَبْلَ دُخُولِ وَقْتِهَا، اور اذان نہ دے کسی بھی نماز کے لیے بھئی اس کا وقت داخل ہونے سے پہلے إِلَّا فِي الْفَجْرِ مگر فجر کے اندر عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ ان کے نزدیک رات کا نصف اخیر جو ہے آخری نصف حصہ اس کے اندر بھی فجر کی اذان دینا جائز ہے بھئی۔ لیکن ہمارے باقی ائمہ اور علماء کیا فرماتے ہیں بھئی کہ کوئی بھی اذان وقت سے پہلے جائز نہیں ہے بھئی، فجر کی بھی نہیں اور فتویٰ بھی اسی پر ہے بھئی کہ فجر کی اذان بھی اگر وقت سے پہلے دے دی تو پھر کیا کرنا پڑے گی؟ دوبارہ اعادہ کرنا پڑے گا۔ اسی طرح بھئی عورت کی اذان بھی بھئی یہ بھی درست نہیں ہے بھئی، تو اس کا بھی اعادہ کرنا پڑے گا۔ اگر اعادہ نہیں کیا اسی طرح پڑھ لی تو گویا کہ بغیر اذان کی نماز پڑھی بھئی۔ جی یہاں تک مسائل اذان کے سمجھ میں آگئے بھئی؟

جی بَابُ شُرُوطِ الصَّلَاةِ الَّتِي تَتَقَدَّمُهَا۔ یہ باب ہے نماز کی ان شرطوں کے بیان میں الَّتِي تَتَقَدَّمُهَا أَيْ تَتَقَدَّمُ الصَّلَاةَ، ہا ضمیر کس کو راجع ہے؟ صلاۃ کو، وہ شرطیں جو نماز پر مقدم ہوتی ہیں بھئی۔ بھئی کچھ چیزیں ہیں جو نماز کے اندر ضروری ہیں کہ ان کے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا نماز سے پہلے ہونا ضروری ہے ورنہ پھر بھی نماز نہیں ہوگی۔ تو جو چیزیں نماز کے اندر ضروری ہیں وہ ارکان صلاۃ ہیں، نماز کا رکن ہیں مولانا نماز میں فرض، اور وہ چیزیں جو نماز سے خارج ہیں لیکن نماز کے لیے ضروری ہیں وہ شرائط ہیں نماز کی بھئی۔ تو یہ باب ہے نماز کی ان شرطوں کے بیان میں جو نماز پر مقدم ہوتی ہیں۔

جی يَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّي أَنْ يُقَدِّمَ الطَّهَارَةَ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالْأَنْجَاسِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ۔ واجب ہے نمازی پر کہ وہ مقدم کرے پاکی کو

مِنَ الْأَحْدَاثِ تمام حدثوں سے۔ بے وضو ہونے کی حالت میں ہو تو کیا کرلے؟ وضو کرلے بھئی۔ حدث کس کو کہتے ہیں میں نے کیا بتلایا تھا؟ نجاست حکمیہ کو بھئی، بے وضو ہونا اور بے غسل ہونا یہ کیا کہلاتا ہے؟ حدث کہلاتا ہے۔ تو ہر قسم کے حدث سے پاک ہونا چاہیے آدمی کو بھئی یعنی بے وضو نہ ہو بھئی بے غسل نہ ہو، وضو کی حاجت ہے تو کیا کرلے؟ وضو کیا ہوا ہو اور غسل کی حاجت ہے تو غسل کیا ہو۔ تو واجب ہے نمازی پر کہ وہ مقدم کرے پاکی کو مِنَ الْأَحْدَاثِ تمام حدثوں سے وَالْأَنْجَاسِ اور تمام نجاستوں سے، یعنی بدن یا کپڑے وغیرہ پر بھی نجاست نہ لگی ہوئی ہو بھئی اور اس جگہ پر بھی بھئی جہاں نماز پڑھ رہا ہے بھئی۔ تو وہ پاکی کو مقدم کرے بھئی تمام حدثوں سے اور تمام نجاستوں سے عَلٰی مَا قَدَّمْنَاهُ بنابر اس کے جو ہم نے پیش کر دیا جو ہم نے ذکر کر دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ نجاستوں وغیرہ کا بیان ہم نے کیا کر دیا ہے؟ پہلے ذکر کر دیا۔

جی تو یہ طہارت ایک ضروری ہے، وَيَسْتُرَ عَوْرَتَهُ اور کیا کرے؟ اپنے ستر کو چھپائے بھئی۔ سَتَرَ يَسْتُرُ کا معنی چھپانا بھئی، عَوْرَة ستر مراد ہے بھئی۔ وَيَسْتُرَ عَوْرَتَهُ اور اپنے ستر کو چھپائے ڈھانپ لے بھئی۔ بھئی ستر وہ کیا ہے؟ کہتے ہیں وَالْعَوْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ مَا تَحْتَ السُّرَّةِ إِلَى الرُّكْبَةِ، ستر آدمی میں وہ مَا تَحْتَ السُّرَّةِ، سُرَّة کہتے ہیں ناف کو بھئی، ناف کے نیچے سے لے کر إِلَى الرُّكْبَةِ گھٹنے تک ہے بھئی۔ ناف کے نیچے سے لے کر کہاں تک ستر ہے؟ گھٹنے تک یہ سارا ستر ہے اس کو نماز کے اندر ڈھانپنا ضروری۔ اچھا ناف کے نیچے سے لے کر، تو بھئی یہ ناف خود کیا یہ ستر میں داخل ہے یا نہیں، گھٹنے خود ستر میں داخل ہیں یا نہیں؟ تو آگے بتلا رہے ہیں آپ کو کہ بھئی گھٹنے تو ستر میں داخل ہیں لیکن ناف ستر کے اندر داخل نہیں بھئی۔ کہتے ہیں وَالرُّكْبَةُ عَوْرَةٌ دُونَ السُّرَّةِ، اور گھٹنا وہ ستر ہے نہ کہ ناف بھئی، ناف ستر میں داخل نہیں بھئی۔

وَبَدَنُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ كُلُّهُ عَوْرَةٌ إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا۔ اور آزاد عورت کا بدن كُلُّهُ سارا کا سارا عَوْرَةٌ وہ ستر ہے إِلَّا وَجْهَهَا مگر اس کا چہرہ وَكَفَّيْهَا اور اس کی ہتھیلیاں بھئی۔ آگے کیا ہے عبارت؟ اچھا۔ اور اس کی ہتھیلیاں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو عورت جب نماز پڑھے گی اس کے لیے سارے بدن کا ڈھانپنا ضروری۔ مرد کے لیے کتنے بدن کا ڈھانپا ہوا ہونا ضروری؟ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک، گھٹنے بھی چھپائے ہوئے ہوں۔ اور آزاد عورت جو ہے اس کا سارا بدن کیا ہے؟ ستر ہے صرف اس کا چہرہ اور ہتھیلیاں بھئی اسی طرح اس کے قدم بھئی، چہرہ، ہتھیلیاں اور قدم یہ ستر میں داخل نہیں بھئی۔ تو یہ کھلے ہوں، چہرہ بھی نظر آرہا ہے ہاتھ بھی اور پاؤں بھی وہ نماز پڑھ رہی ہے اس کی نماز ہو جائے گی۔

لیکن اس کے علاوہ بھئی مرد کے بدن میں سے یا عورت کے بدن میں سے جو ستر کا حصہ ہے اس میں سے چوتھائی حصہ اگر کسی عضو کا کھل گیا نماز کے اندر، مثلاً مرد کی ران جو ہے وہ چوتھا حصہ نظر آنے لگی بھئی اور اتنی مقدار نظر آتی رہی کہ جتنی دیر میں آدمی تین دفعہ کیا کہہ سکتا ہے؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ سکتا ہے بھئی تین مرتبہ۔ اتنی دیر تک کھلا رہا بھئی مثلاً ران کا چوتھا حصہ تو اس شخص کی نماز نہیں ہوئی۔ اسی طرح عورت کا تو سارا بدن کیا ہے؟ ستر ہے، تو اس کے بھی بدن کا کوئی حصہ مثلاً کھل گیا بازو کھل گئے بھئی اور بازو کا چوتھا حصہ دکھائی دینے لگا چوتھا یا اس سے زیادہ، کتنی دیر تک؟ تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کی مقدار تک یعنی اس نے فوراً اس کو پھر ڈھانپا نہیں اتنی دیر تک کھلا رہا تو اس کی نماز نہیں ہوئی نماز ٹوٹ گئی بھئی۔

اسی طرح عورت کے بال بھئی، بھئی ذکر ہو گیا سارا بدن اس کا کیا ہے؟ ستر ہے، تو اس کے بال بھی سارے اس میں داخل ہو گئے۔ اب اگر وہ نماز پڑھ رہی تھی تو بالوں کا چوتھا حصہ کیا ہوا؟ ظاہر ہوا اور اتنی دیر تک ظاہر رہا جس کے اندر تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا جا سکے تو اس کی نماز نہیں ہوئی بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ تو لہٰذا عورت اگر نماز پڑھ رہی ہے اور اس نے باریک دوپٹہ اوڑھا ہوا ہے بھئی جس میں سے اس کے بال نظر آتے ہیں تو سرے سے نماز شروع ہی نہیں ہوئی بھئی، کیونکہ کیا ضروری تھا؟ ستر عورت ضروری تھا اور یہاں ستر عورت ہے؟ نہیں بھئی، باریک دوپٹہ ہے اس کے بال نظر آرہے ہیں تو اس سے نماز نہیں ہو گی۔ تو نماز کے لیے خصوصاً اہتمام کے ساتھ بھئی موٹا دوپٹہ ہونا چاہیے جس میں سے بالکل بال وغیرہ کچھ بھی نظر نہ آئیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو عورت کے صرف چہرہ، ہتھیلیاں اور قدم نظر آرہے ہیں تو پھر تو نماز ہو جائے گی پاؤں بھئی، اس کے علاوہ کوئی بدن کا حصہ نظر آرہا ہے اور کچھ دیر تک وہ کھلا رہا چوتھائی عضو یا اس سے زائد تھا تو نماز نہیں ہو گی بھئی، اسی طرح ستر عورت جو مرد میں بھی ہے اس میں بھی اسی طرح ہے بھئی۔

وَمَا كَانَ عَوْرَةً مِنَ الرَّجُلِ فَهُوَ عَوْرَةٌ مِنَ الْأَمَةِ وَبَطْنُهَا وَظَهْرُهَا عَوْرَةٌ وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنْ بَدَنِهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ۔ اور جو کچھ ستر ہے مرد میں سے فَهُوَ عَوْرَةٌ مِنَ الْأَمَةِ وہ ستر ہے باندی میں سے بھی۔ بھئی مرد کا جو حصہ بیان ہوا ستر ہے وہ حصہ ستر باندی کے اندر بھی ہے بھئی یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک۔ مرد میں کتنا تھا؟ ناف سے لے کر گھٹنوں تک، تو باندی میں بھی کتنا ہوا؟ ناف سے لے کر گھٹنوں تک۔ آگے ابھی بات آرہی ہے پوری نہیں ہوئی بھئی، وَبَطْنُهَا وَظَهْرُهَا عَوْرَةٌ، اور اسی طرح اس باندی کا پیٹ اور اس کی پشت بھئی یہ بھی کیا ہے؟ ستر ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی

بھئی؟ تو پیٹ چھاتی وغیرہ سارے اس میں آ گئے اور اسی طرح کمر بھی ساری آ گئی، وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنْ بَدَنِهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ، اور اس کے علاوہ اس کے بدن میں سے جو حصہ ہے وہ ستر نہیں ہے۔ معلوم ہوا باندی کے بازو نظر آ رہے ہیں مولانا، تو بازو اس کے ستر میں داخل ہیں؟ بازو ستر میں داخل نہیں۔ اسی طرح گھٹنوں سے نیچے پنڈلیاں نظر آ رہی ہیں وہ ستر ہے؟ نہیں ستر نہیں ہے تو اس کے لیے جائز ہے اس طرح نماز ہو جائے گی اس کی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں وَمَا كَانَ عَوْرَةً مِنَ الرَّجُلِ فَهُوَ عَوْرَةٌ مِنَ الْأَمَةِ، اور جو کچھ ستر ہے مرد میں سے وہی ستر ہے باندی میں سے وَبَطْنُهَا وَظَهْرُهَا عَوْرَةٌ اسی طرح اس کا پیٹ اور اس کی پشت جو ہے وہ بھی ستر ہے وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنْ بَدَنِهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ اور اس کے علاوہ جو اس کے بدن میں سے ہے وہ ستر نہیں ہے بھئی۔[۲]

وَمَنْ لَمْ يَجِدْ مَا يُزِيلُ بِهِ النَّجَاسَةَ صَلّٰى مَعَهَا وَلَمْ يُعِدْ. اور جس نے کوئی ایسی چیز نہ پائی بھئی جس کے ذریعے نجاست کو دور کرے تو صَلّٰى مَعَهَا اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے وَلَمْ يُعِدْ اور اعادہ نہ کرے پھر نہ لوٹائے بھئی، نماز ہو گئی بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ کپڑا تھا کپڑے پر نجاست کچھ لگی ہوئی ہے اب پانی مل نہیں رہا کیا کیا جائے کس طرح اس نجاست کو دور کیا جائے، تو پھر جب پانی نہیں مل رہا کوئی ایسی چیز نہیں مل رہی جس کے ذریعے نجاست کو دور کرے تو کیا کرلے؟ اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ بھی نہیں نماز کیا ہوا؟ ہو گئی بھئی۔ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ اور جس نے نہ پایا مَا ایسی چیز کو يُزِيلُ بِهِ النَّجَاسَةَ جس کے ذریعے نجاست کو دور کر دے صَلّٰى مَعَهَا اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے وَلَمْ يُعِدْ اور اعادہ نہ کرے یعنی پھر نہ لوٹائے۔[۳]

وَمَنْ لَمْ يَجِدْ ثَوْبًا صَلّٰى عُرْيَانًا قَاعِدًا يُومِئُ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ. بھئی ایک آدمی ہے بھئی اس کو کپڑے ہی نہیں مل رہے بھئی، اب ستر عورت ضروری تھا لیکن اس کے پاس کپڑے ہی نہیں مثلاً اس کو قید میں ڈال دیا گیا اس کے کپڑے وغیرہ اس سے چھین لیے گئے، اب کوئی کپڑے وغیرہ اس کے پاس نہیں نماز کا وقت ادھر ہو گیا ہے نماز کا وقت نکل رہا ہے کیا کرے؟ تو فقہائے کرام کیا فرماتے ہیں بھئی نماز کسی حالت میں نہیں معاف، اسی حالت کے اندر کیا کرلے؟ نماز پڑھ لے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ لَمْ يَجِدْ ثَوْبًا، اور جس کو کوئی کپڑا نہ ملے صَلّٰى عُرْيَانًا تو وہ نماز پڑھ لے ننگے ہی قَاعِدًا بیٹھ کر يُومِئُ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ اشارہ کرے رکوع اور سجدے میں۔ اشارے کے ساتھ کرے بھئی رکوع اور سجدہ، بیٹھ جائے جیسے نماز کی حالت میں بیٹھتے ہیں بھئی التحیات کی شکل میں اس طرح بیٹھ جائے اور سجدہ رکوع کیا کرے؟ اشارے سے ادا کرے۔ فَإِنْ صَلّٰى قَائِمًا أَجْزَأَهُ، اور اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی أَجْزَأَهُ تو یہ اس کے لیے کافی ہو جائے گی بھئی یعنی یہ نماز ہو جائے گی کھڑے ہو کر بھی، لیکن بہتر کیا ہے؟ کہ بیٹھ کر پڑھے کہ اس میں ستر عورت ہے بھئی۔ وَالْأَوَّلُ أَفْضَلُ، اور پہلی صورت کیا ہے؟ افضل ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھے۔

وَيَنْوِي لِلصَّلَاةِ الَّتِي يَدْخُلُ فِيهَا بِنِيَّةٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ التَّحْرِيمَةِ بِعَمَلٍ. جی، اور نیت کرے اس نماز کی الَّتِي يَدْخُلُ فِيهَا جس کے اندر وہ داخل ہو رہا ہے بِنِيَّةٍ ایسی نیت سے لَا يَفْصِلُ بَيْنَهَا کہ کوئی جدائی نہ ہو اس نیت کے درمیان، بَيْنَهَا کی ضمیر کس کو راجع ہے؟ نیت، کہ جدائی نہ ہو اس نیت کے درمیان وَبَيْنَ التَّحْرِيمَةِ اور تکبیر تحریمہ کے اندر بِعَمَلٍ کسی عمل کے ساتھ۔ بھئی نماز شروع کرتے ہوئے اللّٰهُ أَكْبَرُ ہم کہتے ہیں یہ تکبیر تحریمہ کہلاتی ہے بھئی آگے ذکر اس کا آ جائے گا، تو بھئی نماز شروع کرتے ہوئے نیت کرنا ضروری ہے بھئی اور اس نیت کرنے اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کسی عمل کا فاصل نہیں ہونا چاہیے، فاصلہ نہ آئے مثلاً نماز کی نیت کر لی اور پھر کھانے پینے میں بیچ میں مشغول ہوا اور پھر تکبیر تحریمہ کہی مولانا یہ درست نہیں ہے بھئی، بلکہ کیا ہونا چاہیے؟ نیت کے فوراً بعد کیا کر دینی چاہیے؟ نماز شروع کر دے، فصل نہیں ہونا چاہیے۔ اگر فصل آ گیا پھر دوبارہ سے نیت کرے اور کیا کرے؟ نماز پڑھے۔[۴]

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَا كَانَ عَوْرَةً مِنَ الرَّجُلِ فَهُوَ عَوْرَةٌ مِنَ الْأَمَةِ وَبَطْنُهَا وَظَهْرُهَا عَوْرَةٌ وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنْ بَدَنِهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وما كان عورة من الرجل فهو عروة من الأمة وبطنها وظهرها عورة وما سوى ذلك من بدنها فليس بعورة» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ لَمْ يَجِدْ مَا يُزِيلُ بِهِ النَّجَاسَةَ صَلّٰى مَعَهَا وَلَمْ يُعِدْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن لم يجد ما يزل به النجاسة صلى معها ولم يعد» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَنْوِي لِلصَّلَاةِ الَّتِي يَدْخُلُ فِيهَا بِنِيَّةٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ التَّحْرِيمَةِ بِعَمَلٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وينوي الصلاة التي يدخل فيها بنية لا يفصل بينها وبين التحريمة بعمل» منقول ہے۔

صورت سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ اور نیت وہ نہیں ہے مولانا جو لمبی چوڑی نیتیں مشہور ہیں بھئی کہ میں قبلہ رخ ہوں اور فلاں وقت ہے اور میں فلاں نماز پڑھتا ہوں خاص طور پر اللہ کی رضا کے لیے پڑھتا ہوں تو بڑی لمبی چوڑی نیتیں، نہیں بھئی نیت دل سے ہوتی ہے بھئی۔ دل کے اندر بس یہ کیا ہو کہ میں کون سی نماز مثلاً پڑھ رہا ہوں؟ ظہر کی مثلاً نماز پڑھ رہا ہوں دل کے اندر ہو بس، تو یہ نیت ہے مولانا۔ تو زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے مولانا۔ ہاں وہ عوام کے لیے فقہاء فرماتے ہیں زبان سے بہتر ہے کہہ لے اس لیے کہ عام لوگ جاہل مولانا تو ان کی نیت ویسے بنتی ہی نہیں زبان سے کرے گا تو نیت ہو گی بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو اگر آپ مشاہدہ کریں بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے بھئی تو ان کے لیے وہ زبان سے نیت کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ عام آدمی جو ہے جو دل سے نیت کر سکتا ہے بھئی آرام سے سکون سے نیت کی دل میں ظہر کی نماز پڑھنے لگا ہوں اور اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کے نماز شروع کر دی۔ اور ایک آدمی ہے بھئی دیہاتی ہے تو اس کے لیے تو کیا کرنا ذہن کو جمانا اس طرح کہ میں کیا کرنے لگا ہوں؟ نماز پڑھنے لگا ہوں تو یہ اس کے لیے پھر ویسے نیت بنے گی ہی نہیں اس کی بھئی، بن جاتی ہے تو ٹھیک ہے بھئی زبان سے کہنا ضروری نہیں بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ زبان سے نیت کرنا ضروری ہے یا ضروری نہیں بھئی؟ ضروری نہیں ہے۔ ہاں دل سے نیت ہو کہ میں فلاں نماز پڑھنے لگا ہوں۔ زبان سے بھی کہہ لیا تو ٹھیک ہے، تو اب ایک آدمی ہے بھئی یاد رکھو آیا نیت کر رہا ہے دل میں ہے اس کے میں ظہر کی نماز پڑھنے لگا ہوں اب زبان سے بھی کہہ رہا ہے، زبان سے غلطی سے عصر کا لفظ نکل آیا اور اس نے اللّٰہُ أَکْبَرُ بھی کہہ دیا، کہتے ہیں بھئی کوئی فرق نہیں پڑتا دل میں تو کون سی نماز تھی؟ ظہر کی، زبان سے عصر کا نکل آیا لفظ کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر دل میں ہی کون سی تھی؟ عصر کی تھی بھئی، جماعت ہو رہی ہے ظہر کی اور دل میں بھی عصر ہے اور زبان پہ بھی عصر ہے پھر تو درست ہی نہیں ہے بھئی یہ تو عصر کی نماز نہیں ہو رہی کون سی ہو رہی ہے؟ ظہر کی ہو رہی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دل کے اندر ظہر کی نماز ہو اور منہ سے غلطی سے عصر کا لفظ مثلاً کوئی اور نماز کا لفظ نکل آیا اس سے کوئی حرج نہیں بھئی نماز ہو جائے گی۔

اسی طرح بھئی اس نے کہنا تھا مثلاً چار رکعات پڑھتا ہوں بھئی چار کے بجائے منہ سے تین رکعات نکل آیا یا دو رکعات نکل آیا کوئی حرج نہیں مولانا، تعیین رکعات کی ضرورت نہیں ہاں بس یہ تعیین نماز ضروری ہے کہ کون سی پڑھنے لگا ہوں فجر کی، ظہر کی، عصر کی کون سی، سنتیں پڑھ رہا ہوں یا نوافل پڑھ رہا ہوں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بلکہ سنت اور نوافل میں تو صرف مطلق میں نماز پڑھنے لگا ہوں بس یہ نیت ہی کافی ہے، دل میں کیا ہو؟ میں نماز پڑھنے لگا ہوں۔ تو کہتے ہیں وَيَنْوِي لِلصَّلَاةِ الَّتِي يَدْخُلُ فِيهَا بِنِيَّةٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ التَّحْرِيمَةِ، اور نیت کرے اس نماز کے لیے جس کے اندر وہ داخل ہو رہا ہے ایسی نیت کہ جدائی نہ ہو علیحدگی نہ ہو اس نیت کے درمیان اور تکبیر تحریمہ کے اندر۔

اور اسی طرح مولانا ایک اہم مسئلہ یاد رکھنا بھئی آپ جماعت کے ساتھ جا کر شامل ہوتے ہیں نماز میں بھئی، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔ کیا نیت کرنا ضروری؟ اقتدا کہ میں اس امام کے پیچھے کیا کرتا ہوں؟ نماز پڑھتا ہوں۔ تو امام کی تعیین نہ کریں بھئی، امام کی تعیین کریں گے اس کے اندر غلطی ہو گئی تو پھر نماز نہیں ہو گی۔ مثلاً آپ نے کیا نیت کی بھئی؟ آپ جلدی سے آئے شامل ہوئے آپ کا خیال تھا زید نماز پڑھا رہا ہے، آپ نے کہا میں زید کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتا ہوں دل میں خیال کیا اور اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ دیا۔ اچھا آگے جب وہ رکوع میں جانے لگا اس نے اللّٰہُ أَکْبَرُ کہا بھئی تو آپ چونک پڑے اوہو یہ تو عمرو نماز پڑھا رہا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ درست نہیں مولانا آپ کی نماز نہیں ہوئی آپ نے تو کس کے پیچھے نیت کی تھی؟ زید کے پیچھے۔ لہٰذا تعیین نہ کرو بس یوں کہو یہ جو امام نماز پڑھا رہا ہے میں اس کے پیچھے کیا کرتا ہوں؟ ظہر کی نماز پڑھتا ہوں۔ تعیین کیا تو پھر اس طرح بھی ہونے کا امکان ہے بھئی۔

وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ، اور قبلہ رخ ہو مولانا قبلے کی طرف منہ کرے نماز میں إِلَّا أَنْ يَكُونَ خَائِفًا، مگر یہ کہ خوف کرنے والا ہو بھئی اسے خوف ہو مولانا فَيُصَلِّي إِلَى أَيِّ جِهَةٍ قَدَرَ، تو پس نماز پڑھے جس طرف بھی وہ قادر ہو مولانا، جس سمت پر بھی وہ قادر ہو اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے۔ بھئی ایک آدمی ہے مولانا اس کا کسی دشمن کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہے یا دشمن سامنے اس کا موجود ہے، اب دشمن جو ہے شمال کی طرف ہے اس آدمی کا رخ بھی شمال کی طرف ہے بھئی دشمن کی طرف متوجہ ہے، اب اس کو خوف ہے بھئی سخت خوف کی حالت میں ہے، نماز کا وقت آیا قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے تو اسے خوف ہے دشمن ایک دم آئے گا اور کیا ہو گا میرے پہ حملہ کرے گا نقصان پہنچائے گا، تو اس شدید خوف کے عالم میں جبکہ دشمن وغیرہ ہو یا کسی جنگلی جانور وغیرہ کا خطرہ ہے تو قبلے کی طرف رخ کرنے سے وہ ڈرتا ہے خوف زدہ ہے تو اس حالت میں جس طرف اس کا منہ ہے اسی رخ پہ کیا کر لے؟ نماز پڑھ لے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ قبلے کی طرف منہ کرے إِلَّا أَنْ يَكُونَ خَائِفًا مگر یہ کہ خوف کرنے والا ہو اسے خوف ہو فَيُصَلِّي تو پس وہ نماز پڑھے إِلَى أَيِّ جِهَةٍ قَدَرَ جس جہت پر بھی وہ قادر ہو مولانا، جس سمت پر بھی وہ قادر ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

فَإِنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ، اگر قبلہ کسی آدمی پر مشتبہ ہوا بھئی۔ ایک آدمی ہے مولانا جنگل کے اندر ہے اور وہ ظہر کی مثلاً نماز پڑھنا چاہتا ہے اور اس پر قبلہ مشتبہ ہو گیا، قبلہ کیا ہوا؟ مشتبہ۔ تو ویسے تو جس علاقے میں ہے مولانا سورج سے اندازہ ہو جائے گا بھئی کہ اس طرف قبلہ ہے، لیکن مثلاً بھئی بادل چھائے ہوئے ہیں یا مولانا عشاء وغیرہ کا وقت ہو چکا ہے بھئی جنگل میں ہے کوئی بندہ نہیں جس سے پوچھ سکے، تو اب اسے پتا نہیں قبلہ کس طرف ہے قبلہ اس پر مشتبہ ہو گیا۔ تو کہتے ہیں اگر کوئی آدمی ملتا ہے تو اس سے پوچھ کر نماز پڑھے بغیر پوچھے نماز کسی طرف پڑھ لے گا تو اس کی نماز نہیں ہو گی۔ لیکن اگر کوئی آدمی نہیں ہے جس سے قبلے کی سمت کا پتا کر سکے تو پھر اس صورت میں بھئی دل کے اندر سوچے بھئی تحری کرے۔ کیا کرے؟ تحری کرے یعنی دل میں سوچے کہ قبلہ کس طرف ہو گا، جس طرف کو دل گواہی دے دے کہ اس طرف ہو گا بس اس رخ پر منہ کر کے نماز پڑھ لے بھئی نماز اس کی ہو جائے گی۔ صورت مسئلہ سمجھ میں آئی بھئی؟ دل میں سوچے اور جس طرف دل گواہی دے دے اس رخ پر کیا کر لے؟ نماز پڑھ لے بھئی۔ لیکن اگر اس نے ایک رخ پر نماز پڑھی اور دل سے سوچا نہیں بس ایک رخ پہ سیدھا سامنہ کر کے کھڑا ہو گیا پھر نماز نہیں ہوئی مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کوشش تو کرے کم از کم دماغ پر زور ڈالے تھوڑا سا سوچے بھئی غور کرے اس طرف ہو گا پھر دل کی گواہی آئے تو اب نماز پڑھی اب ٹھیک ہو گئی مولانا۔

تو کہتے ہیں فَإِنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ، پس اگر مشتبہ ہوا اس شخص پر قبلہ وَلَيْسَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنْهَا، اور کوئی ایسا شخص بھی حاضر نہیں ہے کوئی ایسا شخص بھی موجود نہیں ہے، حَضْرَة کہتے ہیں موجودگی کو مولانا، کوئی ایسا شخص بھی موجود نہیں کہ يَسْأَلُهُ عَنْهَا کہ پوچھ لے اس سے عَنْهَا أَيْ عَنِ الْقِبْلَةِ کس کے بارے میں؟ قبلے کے بارے میں۔ وَلَيْسَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنْهَا، اور کوئی ایسا شخص بھی موجود نہیں کہ جس سے اس قبلے کے بارے میں پوچھ لے اجْتَهَدَ، تو یہ شخص کیا کرے؟ اجتہاد کرے یعنی کوشش کرے بھئی دل میں سوچے بھئی وَصَلَّى اور نماز پڑھ لے۔

فَإِنْ عَلِمَ بھئی، اچھا نماز پڑھنے کے بعد پتا چلا بھئی اس نے تو رخ کیا تھا شمال کی طرف، پتا چلا قبلہ تو یہاں سے جنوب کی طرف ہے مولانا، اب آپ کیا حکم لگائیں گے نماز ہوئی یا نہیں ہوئی بھئی؟ نماز ہو گئی بھئی۔ تو کہتے ہیں اجْتَهَدَ وَصَلَّى اجتہاد کرے اور نماز پڑھ لے فَإِنْ عَلِمَ، اگر اس کو علم ہوا أَنَّهُ أَخْطَأَ کہ اس نے غلطی کی ہے قبلے کی سمت میں بَعْدَ مَا صَلَّى بعد اس کے کہ وہ پڑھ چکا تھا نماز فَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ، تو اس پر اعادہ نہیں ہے بھئی نماز اس کی ہو گئی۔

وَإِنْ عَلِمَ ذٰلِكَ، لیکن اگر بھئی نماز کے دوران اس کو پتا لگ گیا بھئی، وہ شمال کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک آدمی آیا بھئی اس نے آ کر کہا بھئی اس طرف نہیں ہے قبلہ تو آپ کی پشت کی جانب ہے بھئی پیچھے کی طرف ہے، تو وہ کہتے ہیں نماز کے اندر ہی گھوم جائے بھئی۔ اگر نماز کے اندر اب وہ نہیں گھومتا اور تین سُبْحَانَ اللّٰهِ کی مقدار تاخیر کرتا ہے تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔ اب تو قبلے کا پتا لگ گیا لہٰذا اب تاخیر نہیں، کیا کرے؟ اسی نماز کی حالت میں کیا کرے؟ قبلے کی طرف گھوم جائے اور اسی نماز پر بنا کرے، جو پڑھ چکا ہے اسی پر کیا کر لے؟ دو پڑھ چکا ہے تو قبلے کی طرف گھوم کر باقی کتنی کر لے؟ دو پڑھ لے بھئی۔ یہ معنی ہے وَإِنْ عَلِمَ ذٰلِكَ، اور اگر اس شخص کو اس بات کا پتا چلا وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ اس حال میں کہ وہ نماز میں تھا اسْتَدَارَ إِلَى الْقِبْلَةِ، تو گھوم جائے کس کی طرف؟ اسْتَدَارَ کا معنی گھوم جانا، اسْتَدَارَ إِلَى الْقِبْلَةِ تو وہ گھوم جائے إِلَى الْقِبْلَةِ قبلے کی طرف وَبَنَى عَلَيْهَا، اور بنا کرے عَلَيْهَا اسی نماز پر بھئی۔ کیا کرے؟ اسی نماز پر بنا کر لے یعنی جتنی پڑھ چکا ہے اسی پر بنا کرتے ہوئے بقیہ نماز پڑھ لے بھئی۔ چلیے بھئی یہاں تک مسائل سب کو سمجھ میں آ گئے؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۹: باب صفۃ الصلاۃ (۱): فرائضِ نماز (تحریمہ، قیام، قراءت، رکوع، سجود، قعدۂ اخیرہ)، واجبات و سنن، ثناء اور فاتحہ

مختصر القدوری صفحہ: ۱۷— بتاریخ: ۹ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ. فَرَائِضُ الصَّلَاةِ سِتَّةٌ: التَّحْرِيمَةُ وَالْقِيَامُ وَالْقِرَاءَةُ وَالرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ وَالْقَعْدَةُ الْأَخِيرَةُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ، وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ سُنَّةٌ. وَإِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ، فَإِنْ قَالَ بَدَلًا مِنَ التَّكْبِيرِ اللّٰهُ أَجَلُّ أَوْ أَعْظَمُ أَوِ الرَّحْمٰنُ أَكْبَرُ أَجْزَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَجُوزُ إِلَّا أَنْ يَقُولَ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَوِ اللّٰهُ الْأَكْبَرُ أَوِ اللّٰهُ الْكَبِيرُ.[۱]

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «التَّحْرِيمَةُ وَالْقِيَامُ وَالْقِرَاءَةُ وَالرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ وَالْقَعْدَةُ الْأَخِيرَةُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «التحريمة والقيام والقرءة والركوع والسجود والقعدة الأخيرة مقدار التشهد» منقول ہے۔[۲]

جدول—شروطِ صلاۃ اور ارکان / فرائضِ صلاۃ (۶) کا فقہی جدول:

شمار	فرائضِ نماز (۶)	فقہی حیثیت	مقدار و ضابطہ
۱	تکبیرِ تحریمہ (التَّحْرِيمَةُ)	شرط (قریب الفرض ہونے کی وجہ سے فرائض میں شمار)	«اللّٰهُ أَكْبَرُ» یا اللہ تعالیٰ کے کسی خالص نام سے ذکر (امام اعظم کے نزدیک)۔
۲	قیام (الْقِيَامُ)	رکنِ صلاۃ (فرض و وتر میں)	بقدرِ قراءت سیدھا کھڑا ہونا؛ نفل میں بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے (نصف ثواب)۔
۳	قراءت (الْقِرَاءَةُ)	رکنِ صلاۃ	امام اعظم کے نزدیک مطلقاً ایک آیت (اور صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت)؛ فرض کی پہلی دو اور وتر و نفل کی ہر رکعت میں۔
۴	رکوع (الرُّكُوعُ)	رکنِ صلاۃ (ہر رکعت میں ایک بار)	اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔
۵	سجود (السُّجُودُ)	رکنِ صلاۃ (ہر رکعت میں دو سجدے)	پیشانی اور پاؤں کا زمین پر ٹکانا (ناک کے ساتھ پیشانی لگانا واجب ہے)۔
۶	قعدۂ اخیرہ (الْقَعْدَةُ الْأَخِيرَةُ)	رکنِ صلاۃ	تشہد («التَّحِيَّاتُ...» تا «عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ») پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی تو گزشتہ سبق میں اذان کے مسائل پڑھے تھے، اذان کا طریقہ اور اقامت کا طریقہ بھئی۔ ایک اور اہم بات یاد رکھیں مولانا کہ اقامت کہتے ہوئے اکثر طلباء وقف نہیں کرتے بھئی۔ کلمات اذان اور کلمات اقامت میں آخر میں وقف کرنا چاہیے بھئی۔ مثلاً قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، یوں کہنا چاہیے بھئی۔ بعض کیا کہتے ہیں؟ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، وقف نہیں کرتے آخر میں بھئی۔ یہ درست نہیں طریقہ بھئی، صحیح طریقہ کیا ہے؟ اقامت تو ہو جائے گی اس طرح بھی کہے گا لیکن درست طریقہ یہ ہے مولانا وقف کیا جائے بھئی۔ اسی طرح بھئی تمام کلمات میں اسی طرح ان میں وقف کیا جائے۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحْ کہتے ہیں بھئی، حالانکہ کیا کرنا چاہیے؟ وقف کرنا چاہیے، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحْ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحْ۔ یعنی آخری حرف پر حرکت نہ پڑھے بھئی، سانس لینا نہیں مراد، سمجھ میں آیا؟ اقامت تو جلدی جلدی کہی جاتی ہے ہر کلمے کے بعد تو سانس نہیں لیا جاتا لیکن وقف کرتا رہے بھئی۔

بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ۔ جی، یہ باب ہے مولانا نماز کی صفت کے بیان میں بھئی۔ صفت سے مراد یہاں ارکان ہیں مولانا، ارکان۔ ارکان صلاۃ بھئی وہ چیزیں جو نماز میں فرض ہیں اب وہ بیان کرنے لگے ہیں صاحب کتاب بھئی۔ نماز کا طریقہ بھی سارا بتلائیں گے آپ کو اور شروع میں فرائض ذکر کر رہے ہیں۔ تو کہتے ہیں فَرَائِضُ الصَّلَاةِ سِتَّةٌ، نماز کے فرائض چھ ہیں بھئی: التَّحْرِيمَةُ، ایک تحریمہ ہے بھئی، تکبیر تحریمہ۔ یہ جو نماز شروع کرتے ہوئے ہم ہاتھ اٹھاتے ہیں کانوں کی لو تک اور اللّٰهُ أَكْبَرُ کہتے ہیں یہ تکبیر کیا کہلاتی ہے؟ تکبیر تحریمہ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کو تکبیر تحریمہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تحریم حرام سے ہے مولانا کہ یہ تکبیر بھی نماز کے علاوہ باقی چیزوں کو انسان پر حرام کر دیتی ہے، اب وہ کسی سے بات چیت نہیں کر سکتا کوئی اور عمل وغیرہ نہیں کر سکتا اب نماز شروع ہو چکی ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اسے یہ جو اللّٰهُ أَكْبَرُ ہم کہتے ہیں۔

تو کہتے ہیں التَّحْرِيمَةُ تکبیر تحریمہ ہے بھئی، وَالْقِيَامُ اور قیام مولانا، نماز میں قیام کرنا کھڑے ہونا یہ فرض ہے بھئی، وَالْقِرَاءَةُ اور قرات فرض ہے مولانا۔ قرآن سے کم از کم ایک چھوٹی سورت یا ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتیں یہ مقدار پڑھنا فرض ہے بھئی۔ اگر اتنی مقدار تلاوت نہ کی تو فرض ہی رہ گیا اور جب فرض ہی رہ گیا تو نماز ہی نہیں ہوئی بھئی۔ تو قرات ہے مولانا، یا سورہ فاتحہ پڑھ لی بھئی۔ قرات فرض ہے چاہے فاتحہ کی ہو چاہے غیر فاتحہ، کہیں سے بس، سورہ فاتحہ پڑھ لی تو بھی فرض ادا ہو گیا بھئی۔ تو قرات فرض ہے بھئی قرآن سے کچھ نہ کچھ قرات ضرور ہونی چاہیے بھئی۔ تو ایک مولانا تکبیر تحریمہ فرض ہے، ایک قیام فرض ہے مولانا، اور ایک قرات فرض ہے، وَالرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ رکوع اور سجدے مولانا یہ بھی کیا ہیں؟ فرض ہیں بھئی ان میں سے کوئی رہ جاتا ہے نماز ہی نہیں ہو گی، وَالْقَعْدَةُ الْأَخِيرَةُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ اور آخری قعدہ بھئی۔ آخری التحیات میں جو ہم بیٹھتے ہیں یہ بیٹھنا مولانا، تشہد پڑھنے کی بات نہیں ہو رہی، قَعْدَةُ الْأَخِيرَةُ کیا ہے؟ بیٹھنا۔ آخری قعدہ جو ہے نماز کا، دو رکعات والی ہے تو وہ جو دو رکعات کے بعد ہم بیٹھے، چار رکعات والی ہے تو وہ جو سلام سے پہلے ہم بیٹھے بھئی التحیات کے لیے، کتنی مقدار فرض ہے؟ کہتے ہیں مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ تشہد کی مقدار بھئی۔ یعنی اتنی مقدار بیٹھنا، بھئی آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور آخری رکعات میں دوسرے سجدے سے سر اٹھایا اور بیٹھ گئے، یہ جو بیٹھے ہیں یہ فرض ہے مولانا کیونکہ یہ قعدہ اخیرہ ہے۔ اور کتنی مقدار فرض ہے؟ کہتے ہیں تشہد یعنی اتنی دیر بیٹھنا جس میں انسان تشہد پڑھ لیتا ہے یعنی التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ سے لے کر عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ تک بھئی اتنی دیر بھئی بیٹھنا یہ فرض ہے مولانا۔ کیا ہے؟ فرض ہے، یہ رہ جائے تو نماز ہی نہیں ہوئی بھئی۔

تو نماز کے کتنے ارکان کتنے فرائض ذکر ہوئے بھئی؟ چھ فرائض۔ ایک کیا تکبیر تحریمہ، ایک قیام، ایک قرات، رکوع اور سجدے اور قعدہ اخیرہ کتنی مقدار؟ تشہد کی مقدار مولانا۔ تو یہ ہیں ارکان صلاۃ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ماقبل میں گزرا تھا شروط صلاۃ۔ ایک ہوتی ہے شرط ایک ہے رکن۔ رکن جو ہوتا ہے شے کے اندر داخل ہوتا ہے اور شرط شے سے خارج پہلے آتی ہے بھئی۔ تو پہلے کیا تھا بھئی وضو وغیرہ تھا پاکی حاصل کرنا بھئی یہ چیزیں کیا تھیں؟ شرط تھیں وہ نماز سے خارج تھیں چیزیں، اب نماز کے اندر جو داخل ہیں اس کے ارکان ہیں ان کا ذکر آیا بھئی۔

اور یاد رکھیے ہمارے فقہائے کرام لکھتے ہیں مولانا تفصیل تھوڑی آپ کو بتلا دوں کہ یہ تکبیر تحریمہ فرض ہے اور یہ کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے مولانا۔ لہٰذا بہت سے لوگوں کو آپ نے دیکھا ہو گا امام رکوع میں گیا ہوتا ہے وہ دوڑے دوڑے آتے ہیں مولانا اسی طرح بھئی رکوع میں چلے گئے اور وہاں جا کے پھر تکبیر تحریمہ کہہ رہے ہیں مولانا، حالانکہ تکبیر تحریمہ کس حالت میں کہنا فرض ہے؟ کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے، جب اس نے تحریمہ کھڑے ہو کر نہیں کہی تو تکبیر تحریمہ نہیں ہوئی، جب تکبیر تحریمہ نہیں ہوئی تو اس کی باقی نماز بھی نہیں ہوئی بھئی۔ تو کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی جائے پھر رکوع میں جا کر شامل ہو جائے

بھئی۔

اور یاد رکھیے ہمارے فقہاء لکھتے ہیں کہ یہاں پر تحریمہ کو ارکان صلاۃ میں ذکر کیا ہے وجہ یہ کہ اس کا اتصال ہے نماز کے ساتھ، ورنہ ہمارے فقہاء لکھتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ نماز میں داخل نہیں ہے۔ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز شروع ہوتی ہے۔ اللّٰہُ أَکْبَرْ کہہ دیا تو جب لفظ أَکْبَرْ کی را پوری ہو گئی آپ نے یہ پورا لفظ کہہ دیا أَکْبَرْ کی را ختم ہوتے ہی نماز شروع ہو گئی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ اللّٰہُ أَکْبَرْ کا لفظ پورا ہوتے ہی پھر کیا شروع ہو گئی؟ نماز شروع ہو گئی۔ تو تکبیر تحریمہ نماز سے خارج ہے دراصل بھئی، لیکن چونکہ اس کا اتصال بڑا شدید ہے مولانا دیکھیے جیسے ہی لفظ ختم ہوتا ہے فوراً کیا شروع ہو جاتی ہے؟ نماز شروع ہو جاتی ہے بیچ میں ایک لمحے کا وقفہ بھی نہیں ہے بالکل اتصال ہے ملی ہوئی ہے تو اس کو کس میں شمار کر لیتے ہیں؟ ارکان نماز میں شمار کر لیتے ہیں۔

اب آپ مجھے بتائیے مولانا اللّٰہُ أَکْبَرْ کوئی کہہ رہا ہے، اللّٰہُ کہتے ہی نماز شروع ہو گئی یا را کے ختم ہونے کے بعد شروع ہو گی؟ را کے ختم ہونے کے بعد شروع ہو گی۔ لہٰذا اب ایک شخص امام کے پیچھے شریک ہوتا ہے نماز کے اندر بھئی، اور امام کے پیچھے جب نماز پڑھ رہے ہیں تو ہمیں کیا حکم دیا گیا ہے؟ امام کی اقتدا کریں بھئی اس سے آگے نہ نکلیں بھئی۔ اب ایک شخص ہے امام نے کہا اللّٰہُ أَکْبَرْ، ابھی امام نے پورا لفظ اللّٰہُ أَکْبَرْ نہیں کہا تھا اس نے پہلے سے ہی کیا کہہ دیا؟ اللّٰہُ أَکْبَرْ۔ امام نے ذرا لفظ کو لمبا کیا اس نے فوراً اللّٰہُ أَکْبَرْ کہہ دیا۔ تو یاد رکھو اگر امام کی را ابھی نہیں گزری تو نماز ابھی اس کی شروع نہیں ہوئی۔ امام کی نماز شروع ہوئی ہے را ختم ہونے سے پہلے؟ نہیں۔ جب امام کی شروع نہیں ہوئی اور اس کی را پہلے اگر ختم ہو گئی تو پھر اقتدا ہوئی؟ اقتدا ہی نہیں ہوئی اس کی نماز ہی نہیں ہو گی مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ لہٰذا اس موقع پر بڑی احتیاط کا کام ہے مولانا کہ یا تو آپ بھی اگر امام کے ساتھ کہہ رہے ہیں تو اپنے لفظ کو پھر تھوڑا لمبا رکھیں تاکہ را جو ہے امام کی را کے ختم ہونے کے بعد آپ کی را ختم ہو اس سے پہلے ختم نہ ہو۔ ہاں اس کی را گزر چکی ہے اس کی اب نماز شروع ہو گئی اب آپ ساتھ کیا ہو جائیں؟ شامل ہو جائیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یہ مسئلہ یاد رکھنا بھئی۔

تو کہتے ہیں بھئی نماز کے فرائض چھ ہیں: تکبیر تحریمہ ہے، قیام ہے، قرات ہے، رکوع ہے، سجود ہیں اور قعدہ اخیرہ ہے مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ کس کی مقدار؟ تشہد کی مقدار۔ وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ سُنَّةٌ، اور وہ جو زیادہ ہے اس پر تو وہ سنت ہے۔ جو اس سے زیادہ ہے مولانا وہ سنت ہے بھئی، یہ فرائض ہیں اور باقی سنت ہیں۔ اس پر اشکال ہوتا ہے اعتراض ہوتا ہے بھئی کہ نماز میں جیسے کچھ چیزیں فرض ہیں کچھ سنت ہیں کچھ چیزیں واجب بھی ہیں مولانا۔ کیا ہیں؟ واجب بھی ہیں۔ بھئی فرض تو وہ ہے جس کے چھوٹ جانے سے نماز ہوتی ہی نہیں سرے سے۔ سمجھ میں آیا؟ اور سنتیں چھوٹ جائیں تو نماز ہو جاتی ہے۔ واجب اگر چھوٹ جائے تو پھر سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے بھئی۔ سجدہ سہو جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ ایک طرف سلام پھیر کر کیا کیا جاتا ہے آخر میں؟ دو سجدے کیے جاتے ہیں یہ سجدہ سہو ہے مولانا۔ یہ کیوں کیا جاتا ہے؟ کہ نماز میں کوئی واجب چھوٹ جاتا ہے مولانا، فرض نہیں، ان چیزوں میں سے کوئی رہے پھر تو سجدہ سہو بھی کرو نماز نہیں ہو گی کیونکہ فرض رہ گیا بھئی فرض کے چھوٹنے پر نماز ہی نہیں ہوتی۔ ہاں واجب چھوٹ جائے کچھ چیزیں نماز میں واجب ہیں وہ چھوٹ جائیں تو پھر سجدہ سہو کر لیا جاتا ہے جس سے نماز ہو گئی صحیح ہو گئی بھئی۔

اب وہ واجب کیا کیا چیزیں ہیں مولانا؟ لکھ لیجیے بھئی، جلدی جلدی لکھیے بھئی: بھئی ویسے مطلق تلاوت کرنا بھئی قرات کرنا یہ تو فرض ہے لیکن سورہ فاتحہ کا پڑھنا خاص طور پر یہ واجب ہے۔ نمبر دو مولانا سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت یا کوئی اور آیتیں ملانا۔ ارکان کو ترتیب سے ادا کرنا بھئی۔ اور اسی طرح بھئی درمیان والا قعدہ جو ہے یہ بھی واجب ہے۔ اسی طرح بھئی آخری قعدے میں بھئی آپ نے کیا پڑھا آخری قعدہ کیا ہے؟ فرض ہے کتنی مقدار؟ تشہد کی مقدار۔ تو تشہد کی مقدار بیٹھنا تو فرض اور خود تشہد پڑھنا یہ واجب ہے بھئی۔ آخری قعدے میں تشہد پڑھنا یہ واجب ہے بھئی۔ اسی طرح سری نمازوں میں سراً قرات کرنا یعنی جن نمازوں میں آہستہ قرات کی جاتی ہے ان میں آہستہ قرات کرنا، اور جہری نمازوں میں جہراً قرات کرنا بھئی یعنی بلند آواز سے یہ واجب ہے مولانا۔

ظہر اور عصر میں قرات امام کیسے کرتا ہے بھئی؟ سراً کرتا ہے۔ اور فجر، مغرب اور عشاء میں اسی طرح جمعہ میں اسی طرح عیدین کی نماز ہے بھئی ان کے اندر امام قرات جہراً کرتا ہے، تو یہ جہراً قرات کرنا واجب ہے جہری نمازوں میں اور سراً قرات کرنا واجب ہے سری نمازوں میں۔ تو یہ امام کے بارے میں ہے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ جہری میں جہر کرنا واجب ہے بھئی یہ امام کے لیے واجب ہے۔ اکیلے آپ نماز پڑھ رہے ہوں مثلاً فجر کی، مغرب کی یا عشاء کی تو اکیلے جب پڑھ رہے ہیں تو آپ کو اختیار ہے چاہیں تو جہراً قرات کر لیں اونچی آواز سے اور چاہیں تو آہستہ کر لیں بھئی۔ لیکن امام ہو تو امام کے لیے جہر واجب ہے بھئی، اگر بھولے سے جہر اس نے نہیں کیا بھئی تو اس صورت میں کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا بھئی۔

اسی طرح نماز کے اختتام پر السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کے ساتھ سلام کہنا، اس کے ساتھ نماز کا اختتام کرنا یہ بھی واجب ہے بھئی۔ اسی طرح تمام

افعال کو نماز میں اطمینان سے ادا کرنا بھئی یہ بھی کیا ہے؟ واجب ہے بھئی جس کا اکثر لوگ خیال نہیں کرتے بھئی۔ رکوع میں جائے تو کیا کرے؟ اطمینان سے رکوع کرے، رکوع سے اٹھے کھڑا ہو تو اطمینان سے قومہ کرے بھئی، پھر سجدے کے اندر جائے تو اطمینان سے سجدہ کرے بھئی، پھر سجدے سے سر اٹھائے دو سجدوں کے درمیان جب بیٹھے تو اطمینان سے بیٹھے بھئی جب ہر عضو اپنی جگہ پر پہنچ جائے اور ساکن ہو جائے اطمینان کے ساتھ پھر اگلے سجدے کے اندر جائے بھئی۔ تو اکثر لوگ خیال نہیں کرتے بھئی ایک سجدے سے سر اٹھاتے ہی فوراً پھر دوسرے سجدے میں چلے گئے بھئی، تو یہ واجب چھوڑ دیا انہوں نے بھئی۔ اسی طرح بھئی وتر کے اندر دعائے قنوت کا پڑھنا یہ بھی واجب ہے۔ اسی طرح عید کی نمازوں میں وہ جو زائد تکبیرات ہیں مولانا وہ بھی واجب ہیں۔ تکبیرات عید بھی کیا ہیں؟ واجب ہیں۔

تو یہ ہیں مولانا واجبات صلاۃ بھئی۔ تو ان میں سے کوئی بھولے سے چھوٹ جائے تو کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ اور جان بوجھ کر چھوڑتا ہے تو نماز بھئی بڑی خراب نماز ہوئی اس کی، اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے بھئی۔ فرض تو اس کے ذمے سے اتر گیا لیکن بڑی خراب نماز اس نے پڑھی بھئی، واجب نہایت اہم چیز کو اس نے نماز میں جان بوجھ کر چھوڑا ہے تو اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے۔

جی لکھ لیے بھئی آپ نے واجب؟ سورہ فاتحہ کا پڑھنا خاص طور پر واجب ہے، اسی طرح اس کے ساتھ کسی اور سورت کا ملانا یہ واجب ہے مولانا بھئی، اسی طرح بھئی ترتیب سے پڑھنا یہ بھی واجب ہے مولانا، اور اسی طرح درمیان والا قعدہ یہ درمیان میں جو قعدہ ہے جو بیٹھنا ہے یہ کیا ہے؟ واجب ہے، اور آخری قعدے میں جو صرف تشہد ہے وہ تشہد کیا ہے؟ واجب ہے۔ اسی طرح اور کیا واجب؟ سری نمازوں میں سراً قرات اور جہری نمازوں میں جہراً قرات یہ بھی واجب ہیں۔ اسی طرح نماز کا اختتام کن لفظوں سے کرنا؟ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کے لفظ کے ساتھ کرنا یہ بھی واجب ہے، اور اسی طرح تمام ارکان کو تمام افعال کو اطمینان سے سرانجام دینا اطمینان سے ادا کرنا یہ بھی واجب ہے۔ اسی طرح وتر کی نماز میں دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے، اور اسی طرح عیدین کی نمازوں میں جو زائد تکبیرات ہیں وہ واجب ہیں مولانا۔ تو یہ واجبات ہیں مولانا اور واجب جب چھوٹ جائے تو کیا کیا جاتا ہے؟ سجدہ سہو۔ میں نے بتایا جان بوجھ کے چھوڑنے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ کیا بیان ہو رہا ہے بھولے سے رہ جائے بھئی۔ جان بوجھ کر چھوڑتا ہے تو پھر تو میں نے بتایا اسے کیا کرنا چاہیے؟ نماز دوبارہ پڑھنی چاہیے بھئی۔

اچھا اب آپ مجھے مسئلہ بتائیے بھئی، ایک آدمی ہے فجر کی نماز مثلاً پڑھ رہا ہے پہلی رکعات میں اس نے صرف سورہ فاتحہ پڑھی کوئی سورت ساتھ نہیں ملائی، صرف سورہ فاتحہ، اب آپ کیا حکم لگائیں گے مولانا؟ فرض ادا ہو گیا کہ فرض ادا نہیں ہوا بھئی؟ فرض ادا ہو گیا ہاں کیونکہ قرآن کے کسی حصے کی تلاوت فرض تھی اور فاتحہ بھی کس میں سے ہے؟ قرآن میں سے۔ لیکن کون سا واجب چھوٹ گیا؟ اس کے ساتھ ایک اور سورت ملانی تھی یا کچھ آیتیں ملانی تھیں وہ بھول گیا ہے اب کیا کرلے؟ سجدہ سہو کرلے۔ اچھا یہ تو تھا اور آیتیں بھول گیا فاتحہ پڑھ لی، اس کا عکس کرلو مولانا، سورہ فاتحہ پڑھنا بھول گیا مولانا اور کچھ آیتیں پڑھیں پہلی رکعات میں، آپ کیا حکم لگائیں گے؟ جی؟ فرض ادا ہو گیا کیونکہ قرات تو بہر حال پائی گئی بھئی اس رکعات کے اندر اور واجب چھوٹ گیا ہے تو کیا کرلے؟ سجدہ سہو کرلے شاباش، اسی طرح ہے بھئی۔

تو یہ چیزیں واجب ہیں مولانا اور صاحب قدوری کیا فرما رہے ہیں؟ وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ سُنَّةٌ، اور وہ جو زائد ہے اس پر وہ سنت ہے، حالانکہ میں نے بتلایا بھئی اس میں سنت ہی نہیں ہے بلکہ اس میں کیا ہیں؟ واجب بھی ہیں مولانا۔ تو معنی یہ ہے کلام کا کہ وہ اور چیزیں جو ہیں وہ ثابت بالسنت ہیں بھئی، وہ بھی کیا ہیں؟ ثابت بالسنت، یعنی حضور صلی الله علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہیں حضور صلی الله علیہ وسلم سے ثابت ہیں بھئی، تو واجب بھی کیا ہے؟ حضور صلی الله علیہ وسلم سے ہی ثابت ہے، سنتیں بھی اس میں آ گئیں اور واجبات بھی داخل ہو گئے مولانا۔

وَإِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ۔ جی اب مولانا نماز شروع کرنے لگے ہیں طریقہ بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں وَإِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ، اور جب داخل ہو کوئی آدمی بھئی اپنی نماز میں بھئی، نماز جب کوئی شروع کرنے لگے كَبَّرَ کیا کہے؟ تکبیر کہے گا وَرَفَعَ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرے گا تکبیر کے ساتھ بھئی۔ کیا کرے بھئی؟ دونوں ہاتھوں کو بلند کرے گا بھئی جی۔ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ، یہاں تک کہ برابر کرے بھئی بِإِبْهَامَيْهِ، إِبْهَام کہتے ہیں مولانا یہ انگوٹھے کو بھئی۔ إِبْهَامَيْهِ، إِبْهَامَيْنِ اصل میں تثنیہ تھا مولانا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ تو برابر کرے گا اپنے دونوں انگوٹھوں کو کس کے برابر کرے گا؟ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ۔ شَحْمَة کہتے ہیں کان کی لو، بھئی یہ جو کان کا نیچے والا نرم حصہ ہے یہ کیا کہلاتا ہے؟ کان کی لو، شَحْمَة کہلاتا ہے شَحْمَةُ أُذُنٍ بھئی۔ تو اپنے دونوں انگوٹھے کیا کرے گا؟ کانوں کی لو کے برابر کرے گا بھئی۔ یہ

مرد کے لیے ہے مولانا اور عورت جو ہے وہ اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھائے گی بھئی، کندھوں تک۔ سمجھ میں آیا؟ یہ مرد کی نماز کا ذکر ہو رہا ہے، عورت کی نماز جو ہے وہ اس کے ہر ہر فعل میں جتنا وہ اپنے آپ کو چھپا سکے چھپائے گی بھئی۔ اور مرد کے لیے ہے چادر وغیرہ اوڑھی ہوئی ہے تو چادر سے ہاتھ نکالنے چاہئیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور عورت کو نہیں نکالنے چاہئیں بھئی دوپٹے کے اندر ہی ہاتھ اٹھائے۔[۳]

جی تو حَتّٰى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ، یہاں تک کہ برابر کرلے اپنے انگوٹھوں کے ساتھ بھئی کانوں کی لو کو بھئی، یعنی انگوٹھے ان کے برابر کر لے۔ فَإِنْ قَالَ بَدَلًا مِنَ التَّكْبِيرِ اللّٰهُ أَجَلُّ أَوْ أَعْظَمُ أَوِ الرَّحْمٰنُ أَكْبَرُ أَجْزَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ۔ بھئی نماز شروع کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ میں کیا کہتے ہیں بھئی ہم؟ اللّٰهُ أَكْبَرُ۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر بھئی اللّٰهُ أَكْبَرُ کہنے کے بجائے کوئی شخص کہہ دیتا ہے اللّٰهُ أَجَلُّ یا کہہ دیتا ہے اللّٰهُ أَعْظَمُ بھئی، وہی معنی ہے اللّٰهُ أَكْبَرُ والا بھئی، اللّٰهُ أَجَلُّ یا اللّٰهُ أَعْظَمُ کہہ دیتا ہے یا الرَّحْمٰنُ أَكْبَرُ، رحمٰن بھی کس کا نام؟ اللہ تعالیٰ کا، تو الرَّحْمٰنُ أَكْبَرُ کہہ دیتا ہے أَجْزَأَهُ، تو یہ اس کے لیے کافی ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک بھئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَجُوزُ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں یہ کہنا جائز نہیں بھئی إِلَّا أَنْ يَقُولَ مگر یہ کہ وہ یوں کہے اللّٰهُ أَكْبَرُ کہے، صرف اللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ سکتا ہے أَوِ اللّٰهُ الْأَكْبَرُ الف لام لے آئے مولانا أَكْبَر پر بھئی أَوِ اللّٰهُ الْكَبِيرُ۔ تو بھئی طرفین کے نزدیک کیا کیا کہے نماز ہو جائے گی؟ اللّٰهُ أَجَلُّ کہہ دے پھر بھی ٹھیک ہے، اللّٰهُ أَعْظَمُ کہہ دے پھر بھی ٹھیک ہے، الرَّحْمٰنُ أَكْبَرُ کہہ دے پھر بھی ٹھیک ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ سکتا ہے یا اس پر الف لام لے آئے اللّٰهُ الْأَكْبَرُ یا كَبِير کا لفظ لے آئے أَكْبَر کے بجائے اللّٰهُ الْكَبِيرُ، ان تین کے ساتھ بس درست ہے بھئی۔

وَيَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، اور رکھے اپنے دائیں ہاتھ کو، وَيَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى یہ بازائدہ ہے مولانا، وَيَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى اور رکھے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر بھئی۔ بھئی نماز میں ہم کیا کرتے ہیں بھئی تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لیتے ہیں اب اس کا طریقہ بتلا رہے ہیں بھئی کس طرح ہاتھ باندھنے ہیں بھئی، کون سا ہاتھ نیچے رکھنا ہے پہلے؟ پہلے بایاں رکھنا ہے اور اس کے اوپر پھر کون سا ہاتھ آئے گا؟ دایاں ہاتھ آئے گا۔ یہی بتلا رہے ہیں يَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى رکھے اپنے دائیں ہاتھ کو عَلَى الْيُسْرٰى کون سے ہاتھ پر؟ بائیں ہاتھ پر وَيَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ، اور رکھے ان دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے بھئی۔ ناف سے نیچے ہاتھ باندھے بھئی ناف کے اوپر ہاتھ نہیں بھئی۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور کیا طریقہ ہے ہاتھ باندھنے کا جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ کہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے بھئی۔ بھئی دایاں ہاتھ اوپر ہے نا اس کے ذریعے کس کو پکڑنا ہے؟ بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا ہے، اور کلائی کا پکڑنے کا کیا طریقہ ہے؟ انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے حلقہ بنالے اور تین انگلیاں اوپر سیدھی ہی رکھے کلائی پر بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی پورا ہاتھ اس ہاتھ پر ہے صرف چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بن گیا بھئی باقی تین انگلیاں سیدھی ہیں بھئی۔ تو یہ طریقہ ہے مولانا اور کہاں رکھنا ہے؟ ناف کے نیچے بھئی۔ ہاں اور تکبیر تحریمہ کی ایک بڑی اہم بات جو رہ گئی بھئی، بھئی یاد رکھنا تکبیر تحریمہ کرتے ہوئے ہتھیلیوں کا رخ بیت اللہ کی طرف کرنا ہے۔ یہ نہیں بھئی کہ آپ تکبیر کہہ رہے ہیں اور ہتھیلیوں کا رخ آپ کے چہرے کی جانب ہے مولانا، نہیں بلکہ کیا ہونا چاہیے ہتھیلیوں کو جتنا آپ کر سکتے ہیں قبلے کی طرف کرنا چاہیے بھئی جتنا ہاتھ موڑ سکیں۔

ثُمَّ يَقُولُ پھر یہ کہے نمازی مولانا: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ۔ یہ ثنا پڑھے مولانا۔ وَيَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ اچھا یہ ثنا پڑھ لی مولانا اللہ کی حمد بیان کی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ بھئی، اس کے بعد اب ہم تلاوت شروع کرنے لگے ہیں سورہ فاتحہ شروع ہونے والی ہے، اور تلاوت سے پہلے ہمیشہ یاد رکھنا أَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھنا بہت ضروری ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جب بھی تلاوت شروع کریں کیا پڑھیں؟ أَعُوذُ بِاللّٰهِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ کا پڑھنا اتنا ضروری نہیں ہے أَعُوذُ بِاللّٰهِ کا پڑھنا زیادہ ضروری ہے بھئی۔ تو اب نماز میں بھی ہم تلاوت شروع کر رہے ہیں تو پہلے کیا پڑھیں گے؟ أَعُوذُ بِاللّٰهِ۔ چنانچہ یہی بتلا رہے ہیں وَيَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، اور اللہ کی پناہ کو طلب کرے مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ شیطان مردود سے یعنی أَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھے، وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اور پھر کیا پڑھے بھئی؟ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پڑھے، وَيُسِرُّ بِهِمَا اور ان دونوں کو مخفی کرے چھپائے بھئی آہستہ یعنی کہے۔ بھئی مغرب

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «حَتّٰى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه» منقول ہے۔

کی نماز آپ امام کے ساتھ پڑھ رہے ہیں امام أَعُوذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ اونچی آواز سے پڑھتا ہے یا آہستہ آواز سے؟ آہستہ آواز سے ہم نہیں سنتے، ہاں سورہ فاتحہ جب شروع کرتا ہے تو ہم قرات سنتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ طریقہ ہے بھئی کیا کرنا چاہیے أَعُوذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ میں آواز کو آہستہ رکھے بھئی چھپا کر آہستہ سے آرام سے پڑھے بھئی۔[۴]

ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، پھر کیا کرے نمازی بھئی؟ پھر قرات کرے گا سورہ فاتحہ کی وَسُورَةً مَعَهَا اور اس کے ساتھ ایک سورت، کوئی ایک اور سورت بھی اس کے ساتھ ملائے اس کی بھی تلاوت کرے أَوْ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ أَيِّ سُورَةٍ شَاءَ، یا تین آیتیں پڑھے بھئی اس کے ساتھ۔ فاتحۃ الکتاب پڑھے اور اس کے ساتھ ایک سورت یا تین آیتیں مِنْ أَيِّ سُورَةٍ شَاءَ جس سورت میں سے بھی چاہے بھئی، قرآن میں جہاں سے چاہے تین آیتیں اس کے ساتھ پڑھ دے بھئی۔

وَإِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ بھئی، اور جس وقت امام وَلَا الضَّالِّينَ کہے بھئی قَالَ آمِينَ تو اس وقت امام کیا کہے؟ امام آمِينَ کہے بھئی وَيَقُولُهَا الْمُؤْتَمُّ، مُؤْتَمُّ یہ میم مشدد ہے مولانا یاد رکھنا مُؤْتَمُّ، اور مُؤْتَمّ کہتے ہیں مقتدی کو بھئی، اور مقتدی بھی یہ کہے مولانا۔ بھئی سورہ فاتحہ ختم ہونے کے بعد ہم کیا کہتے ہیں؟ آمِينَ۔ امام بھی آمِينَ کہتا ہے بھئی اسی طرح مقتدی کو بھی کیا کہنا چاہیے؟ آمِينَ۔ ہاں ہمارے نزدیک آہستہ آواز سے کہے بھئی، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اونچی آواز سے آمِينَ کہا جائے گا بھئی۔ ان کے اپنے دلائل ہیں ہمارے پاس اپنے دلائل ہم اپنے طریقے کو ترجیح دیتے ہیں بھئی۔ وَيَقُولُهَا الْمُؤْتَمُّ اور یہ آمِينَ کہے گا مقتدی بھی وَيُخْفِيهَا اور کیا کرے گا اس کو؟ چھپائے گا آہستہ آواز سے کہے گا مولانا۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ بھئی، پھر کیا کہے؟ تکبیر کہے گا وَيَرْكَعُ اور رکوع کرے گا بھئی، وَيَعْتَمِدُ بِيَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ اور رکھے گا اپنے دونوں ہاتھوں کو عَلَى رُكْبَتَيْهِ کس پر اپنے؟ دونوں گھٹنوں پر جی، وَيُفَرِّجُ أَصَابِعَهُ اور کھول دے گا اپنی انگلیوں کو بھئی۔ بھئی آپ نے گھٹنے پر دونوں ہاتھ رکھے ہیں لیکن کس طرح رکھنے ہیں بھئی، انگلیاں ملی ہوئی ہوں یا کھلی ہوئی ہوں بھئی؟ کھلی ہوئی ہوں۔ سمجھ میں آیا؟ یہ ہاتھ رکھا آپ نے انگلیاں ساری ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں کھلی ہوئی ہوں ان کے ساتھ جی گھٹنے کو پکڑ لیں گے بھئی۔ وَيُفَرِّجُ أَصَابِعَهُ اور کھول دے گا اپنی انگلیوں کو، وَيَبْسُطُ ظَهْرَهُ اور بچھا دے گا اپنی پشت کو اپنی کمر کو بھئی۔ یعنی کمر اس کی بالکل سیدھی ہونی چاہیے بھئی۔ کمر کیا ہونی چاہیے؟ سیدھی ہونی چاہیے بھئی بالکل ہموار کمر ہونی چاہیے مولانا اس طرح رکوع کرے بھئی۔ بعض لوگوں کو آپ نے دیکھا ہے سر بڑا نیچے جھکایا ہوتا ہے مولانا یہ طریقہ نہیں ہے بھئی، رکوع کس طرح ہونا چاہیے کہ کمر بالکل سیدھی ہو مولانا۔ یہاں تک اتنی سیدھی ہو کہ کمر پر اگر کوئی پانی کا برتن وغیرہ رکھا جائے تو وہ آرام سے رکھا جا سکے، اتنا بالکل سیدھی جتنی انسان کوشش کرے جتنا سیدھا ہو سکے بھئی۔ وَلَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَلَا يُنَكِّسُهُ، اور نہ اپنے سر کو اوپر اٹھائے اور نہ اسے جھکائے بھئی۔ سر بھی کمر کے برابر ہونا چاہیے، نہ تو یہ کہ سر کمر سے اٹھا ہوا ہو اور نہ یہ کہ سر کیا ہو نیچے کو جھکا ہوا ہو۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَلَا يُنَكِّسُهُ نہ سر کو اٹھائے بلند کرے اور نہ اسے پست کرے نیچے کرے بھئی۔

اچھا جی تو ابھی آپ میں سے بھئی کوئی ایک طالب علم یہ سارا کر کے بھی دکھائے گا بھئی سارے ساتھی سیکھ لیں میں بتلاتا رہوں گا ساتھ ساتھ بھئی۔ وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، اور رکوع کے اندر کیا کہے؟ جی رکوع میں کہے گا بھئی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثًا بھئی تین مرتبہ، وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ اور یہ کم سے کم ہے بھئی۔ کم سے کم کتنی دفعہ کہے؟ تین دفعہ، تو یہ کم سے کم ہے اور کامل یہ ہے کہ سات مرتبہ کہے اور متوسط یہ ہے کہ پانچ مرتبہ کہے بھئی۔ تو کم سے کم کتنی دفعہ؟ تین مرتبہ، اور کامل؟ سات، اور متوسط؟ پانچ بھئی۔

ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، پھر اپنے سر کو اٹھائے وَيَقُولُ اور کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ۔ یہ کون کہے گا؟ امام کہے گا بھئی۔ بھئی اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ بھی کہیں گے آپ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی کہیں گے۔ لیکن امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو امام کہے گا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور مقتدی کہے گا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ یعنی امام رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہیں کہے گا اور مقتدی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہیں کہے گا بھئی، تقسیم آ گئی یہاں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کون کہے گا؟ امام، اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کون کہے گا؟ مقتدی کہے گا بھئی۔ ہاں اکیلے پڑھ رہے ہیں تو میں نے بتلایا دونوں کہے گا۔ تو کہتے ہیں پھر اپنا سر اٹھائے وَيَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے بھئی وَيَقُولُ الْمُؤْتَمُّ اور مقتدی کہے گا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

فَإِذَا اسْتَوٰى قَائِمًا، جب وہ سیدھا کھڑا ہو جائے كَبَّرَ، جی قومہ آ گیا مولانا سیدھا کھڑا ہو گیا تو كَبَّرَ تکبیر کہے گا وَسَجَدَ اور سجدہ کرے اب بھئی مولانا۔

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعلى جدك ولا إله غيرك» منقول ہے۔

وَاعْتَمَدَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ، اور رکھے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر بھئی، وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ اور رکھے اپنے چہرے کو بَيْنَ كَفَّيْهِ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان بھئی۔ چہرے کو کہاں رکھنا ہے بھئی؟ پہلے دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہوئے زمین پر رکھے اور اس کے بعد ان کے درمیان میں چہرے کو رکھے بھئی۔ تو وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ اور رکھے اپنے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ بھئی، وَسَجَدَ عَلَى أَنْفِهِ وَجَبْهَتِهِ اور سجدہ کرے اپنی ناک پر اور پیشانی پر بھئی۔ ناک اور پیشانی سے سجدہ کرے مولانا، ناک بھی رکھے اور پیشانی بھی رکھے سجدے میں بھئی۔

فَإِنِ اقْتَصَرَ عَلَى أَحَدِهِمَا جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى۔ اگر اکتفا کر لیا دونوں میں سے کسی ایک پر تو جائز ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ بھئی سجدہ کن دو چیزوں سے کرنا ہے؟ پیشانی اور ناک دونوں سے کرنا ہے، ان دونوں میں سے اگر کسی ایک پر اکتفا کر لیتا ہے صرف ناک پر کیا یا صرف پیشانی پر دوسرے حصے کو نہیں رکھا زمین پر ایک پر اکتفا کر لیا تو یہ بھی جائز ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں لَا يَجُوزُ الِاقْتِصَارُ عَلَى الْأَنْفِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ، کہ اکتفا کرنا ناک پر یہ جائز نہیں ہے۔ صرف ناک پر کیا کر لینا؟ ناک تو زمین پہ رکھی ہے پیشانی نہیں رکھی، پیشانی اٹھا کے رکھی ہے تھوڑی سی بھئی زمین سے الگ، تو صرف ناک پر سجدہ کر رہا ہے مولانا صاحبین فرماتے ہیں اس ناک پر اکتفا کر لینا جائز نہیں إِلَّا مِنْ عُذْرٍ مگر کسی عذر کسی مجبوری کی وجہ سے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کوئی مجبوری ہے مثلاً بھئی پیشانی پہ زخم ہے یا کوئی چیز ہے وہ تو رکھ نہیں سکتا تو مجبوری کی صورت میں صرف ناک پر اکتفا کر لے تو کافی ہے۔

فَإِنْ سَجَدَ عَلَى كَوْرِ عِمَامَتِهِ أَوْ عَلَى فَاضِلِ ثَوْبِهِ جَازَ۔ اگر سجدہ کر لیا، كَوْر کہتے ہیں بل کو، عِمَامَة پگڑی، اگر سجدہ کیا اپنی پگڑی کے بل پر بھئی۔ پگڑی کا بل جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ بھئی یہ جو پگڑی باندھی ہوئی ہے اس کا جو ایک ایک مرتبہ کپڑا سر کے گرد آ رہا ہے ہر ایک کو کیا کہیں گے؟ بل ہے بھئی۔ تو اس پر بھئی سجدہ کر لیا أَوْ عَلَى فَاضِلِ ثَوْبِهِ یا کس پر زائد کپڑے پر بھئی جَازَ یہ کیا ہے؟ جائز ہے مولانا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ بھئی سجدہ کرتے ہوئے بھئی پگڑی باندھی ہوئی ہے اور پگڑی اب وہ ذرا ماتھے پہ آ گئی ہے اب اس نے ماتھا تو لگایا ہے لیکن ماتھے کے بجائے کیا لگ رہا ہے؟ پگڑی کا بل زمین پہ لگ رہا ہے، ماتھا نہیں لگ رہا، تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ کہتے ہیں نماز ہو جائے گی بھئی۔ یہ معنی ہے فَإِنْ سَجَدَ عَلَى كَوْرِ عِمَامَتِهِ کیا کیا اپنی پگڑی کے بل پر سجدہ کرتا ہے أَوْ عَلَى فَاضِلِ ثَوْبِهِ یا زائد کپڑا کوئی اور ہے مولانا تو یہ جائز ہے مولانا۔[5]

وَيُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ۔ ضَبْعَيْنِ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا ضَبْعَيْهِ، تثنیہ تھا مولانا ہا ضمیر ساتھ ملی اضافت ہوئی تو نون گر گیا ضَبْعَيْهِ۔ ضَبْع کہتے ہیں مولانا بازو کا اوپر والا نصف حصہ۔ سمجھ میں آیا؟ بغل سے لے کر نصف بازو تک حصہ یہ کیا کہلاتا ہے؟ ضَبْع۔ تو کہتے ہیں يُبْدِي ضَبْعَيْهِ تو ظاہر کرے اپنے بازو بھئی یعنی اپنی بغلوں کو ظاہر کرے۔ یعنی نماز پڑھتے ہوئے آپ نے اپنے بازو اپنے جسم کے ساتھ ملا کے نہیں رکھنے بلکہ ان کو کیا کر لینا ہے؟ علیحدہ کر لینا ہے خوب علیحدہ کرنا ہے یہاں تک کہ بغلیں نظر آنے لگیں بھئی اتنا علیحدہ کر لینا ہے۔ تو کہتے ہیں وَيُبْدِي ضَبْعَيْهِ اور ظاہر کرے اپنی بغلوں کو وَيُجَافِي بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ اور دور کرے گا اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے۔ بھئی سجدہ کرتے ہوئے پیٹ کو رانوں سے ملائے نہیں رکھنا بھئی کیا کرنا ہے؟ خوب کھل کر سجدہ کرنا ہے مولانا، جسم سمٹا ہوا ہو پیٹ آپ کا کس سے لگ رہا ہے؟ رانوں کے ساتھ لگ رہا ہے، نہیں بھئی بلکہ جدا کرے پیٹ کو۔ وَيُجَافِي کا معنی دور کرنا بھئی، اور دور کرے اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے جدا کر دے۔

وَيُوَجِّهُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، اور متوجہ کرے پاؤں کی انگلیوں کو نَحْوَ الْقِبْلَةِ کس طرف؟ قبلے کی طرف۔ سجدہ کر رہے ہیں مولانا سجدہ کرتے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کو کس کی طرف متوجہ کرنا ہے؟ قبلے کی طرف بھئی، یعنی انگلیوں کو ذرا موڑ کر رکھنا ہے کوشش کرنی ہے جتنا موڑ سکیں قبلہ رخ ان کو بھی رکھیں بھئی۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ اور ایک اہم مسئلہ یاد رکھنا سجدے کے اندر یہ دونوں پاؤں کا زمین پر لگے رہنا یہ ضروری ہے بھئی۔ اگر سجدہ کسی نے کیا اور اکثر ایسا بہت لوگ کرتے ہیں بھئی سجدے میں جاتے ہی دونوں پاؤں زمین سے اٹھ جاتے ہیں، اگر پورے سجدے میں یہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں لگے زمین پر تو سجدہ ہی نہیں ہوا۔ سجدہ تو ہوتا ہی اس پہ تھا یہ دو پاؤں پہ، دو گھٹنوں پر، دو ہاتھوں پر اور ماتھے اور ناک سے، یہ زمین پہ رکھنا ان چیزوں کا یہی تو سجدہ ہے، تو جب پاؤں ہی اس کے نہیں لگے تو سجدہ بھی نہیں ہوا، جب سجدہ نہیں ہوا تو نماز بھی نہیں ہوئی۔ ہاں اگر پورے میں تو نہیں اٹھے رہے تھوڑی دیر کے لیے اٹھ گئے تھے پھر نماز ہو جائے گی مولانا۔ تو اس کا خصوصاً خیال رکھیں سجدے میں جاتے ہوئے جانے کے بعد آپ کے پاؤں

[5] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَوْ عَلَى فَاضِلِ ثَوْبِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أو فاضل ثوبه» منقول ہے۔

زمین سے نہ اٹھیں اور انگلیاں بھی کوشش کریں جتنی قبلہ رخ ہو سکیں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَيُوَجِّهُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ اور متوجہ کرے اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی جانب وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ اور کہے سجدوں کے اندر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہے، وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ اور یہ کم سے کم ہے مولانا، اور کامل کیا ہے اکمل کیا ہے؟ سات، اور متوسط کیا ہے؟ پانچ۔ تو اس کا اکمل طریقہ یہ ہے سات دفعہ کہنا چاہیے بھئی۔

ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، پھر اس کے بعد اپنے سر کو اٹھائے گا سجدے سے وَيُكَبِّرُ اور تکبیر کہے گا اللّٰهُ أَكْبَرُ کہتا ہوا اور بیٹھ جائے گا، وَإِذَا اطْمَأَنَّ جَالِسًا اور جب وہ اطمینان سے بیٹھ جائے بھئی كَبَّرَ وَسَجَدَ پھر تکبیر کہے گا اور سجدہ کرے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ اطمینان سے بیٹھنا ضروری ہے مولانا۔ اب کوئی شخص کیا کرتا ہے سجدے سے تھوڑا سا سر اٹھایا اور پھر واپس رکھ دیا، تو یہ تو دو سجدے ہوئے ہی نہیں ایک سجدہ ہوا، اور ہر رکعات میں تو کتنے سجدے فرض تھے؟ دو، لہٰذا اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ہاں اگر کوئی بیٹھا تیزی سے بیٹھا اور پھر فوراً سجدے میں چلا گیا جیسے اکثر کرتے ہیں بھئی، حالانکہ صاحب قدوری کیا فرمارہے ہیں؟ إِذَا اطْمَأَنَّ جَالِسًا اطمینان سے جب بیٹھ جائے پھر دوسرا سجدہ کرے۔ تو کوئی تیزی سے بیٹھا اور پھر واپس سجدے میں چلا گیا تو اگر بیٹھنے کی حالت تک وہ اٹھایا تھا پھر گیا ہے تو نماز تو ٹھیک ہے ہو جائے گی مولانا دو سجدے کیونکہ ہو گئے۔ پہلی صورت تھی دو سجدے ہی نہیں ہوئے تھے اس نے صرف کیا کیا تھا؟ تھوڑا سا سر اٹھایا اور پھر واپس رکھ دیا، نہیں بھئی یہ تو وہی ایک سجدہ ہی چل رہا ہے مولانا، صرف سر اٹھانے سے سجدہ نہیں بدلا بھئی بیٹھ جائے گا پھر جائے گا تو سجدہ دوسرا ہو گا بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ تو بہت لوگ یوں کرتے ہیں مولانا یہ اطمینان سے نہیں کرتے بھئی نماز اطمینان سے نہیں پڑھتے تیز تیز پڑھتے ہیں، رکوع تیز تیز کیا بھئی جلدی سے اور پھر سجدے تیز کیے مولانا اور سجدے کے درمیان تیزی سے بیٹھا ایک لمحہ بھی نہیں بیٹھا بس اوپر ہوا پھر فوراً سجدے میں چلا گیا، تو امام ابو حنیفہ رحمہ الله فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ ہے، فتویٰ تو نہیں دیا انہوں نے بھئی دلائل وغیرہ کوئی ایسے، تو کیونکہ ان کی ہر بات تو کس پر ہوتی تھی؟ دلیل پر بھئی قرآن اور حدیث سے بھئی، تو احادیث تو موجود لیکن یہ تو نہیں کہا کہ نماز نہیں ہو گی البتہ فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی بھئی۔ تو بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں بڑی تیز تیز نماز پڑھتے ہیں، نہیں بھئی کیا کرنا چاہیے؟ اطمینان سے نماز پڑھنے کی عادت ڈالو بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا اطْمَأَنَّ جَالِسًا كَبَّرَ وَسَجَدَ جب اطمینان سے بیٹھ جائے تو بھئی تکبیر کہے اور پھر سجدہ کرے، فَإِذَا اطْمَأَنَّ سَاجِدًا جب اطمینان سے سجدہ کر لے كَبَّرَ تو پھر کیا کہے گا؟ اب بھئی ایک رکعات ہو گئی اب کیا کرنے لگا ہے؟ دوسری رکعات کی طرف کھڑا ہونے لگا ہے تو كَبَّرَ تو تکبیر کہے گا وَاسْتَوٰى قَائِمًا اور سیدھا کھڑا ہو جائے گا بھئی عَلٰى صُدُورِ قَدَمَيْهِ اپنے قدموں کے اگلے حصوں پر۔ بھئی سجدے سے جب آپ واپس اٹھنے لگے ہیں تو کیا کریں گے؟ پاؤں کے بھئی پنجوں کے ذریعے اٹھیں گے نا، پورا پاؤں لگائیں گے یا پنجے کے ذریعے اٹھتا ہے آدمی؟ پنجے، تو یہ اگلا حصہ ہے پاؤں کا مولانا، صُدُورِ قَدَمَيْهِ سے یہ مراد ہے تو کیا کر لے اپنے پاؤں کے اگلے حصوں کے ذریعے بھئی سیدھا کھڑا ہو جائے۔ وَلَا يَقْعُدُ اور بیٹھے نہ۔ دوسرے سجدے سے اٹھتے ہوئے بیٹھے نہ بھئی۔ اہل حدیث کو آپ نے دیکھا ہو گا وہ پہلے بیٹھتے ہیں پھر اس کے بعد کیا ہوتے ہیں؟ چند سیکنڈ کے لیے بیٹھتے ہیں پھر کھڑے ہو جاتے ہیں بھئی۔ نہیں بھئی بیٹھنا نہیں ہے کھڑے ہونا ہے سیدھے بھئی۔ وَلَا يَعْتَمِدُ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ، اور نہ رکھے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر بھئی۔ سجدے سے کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھوں پر سہارا لے کر بھی نہیں کھڑے ہونا کہ زمین پر رکھے ہوں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو زمین پر نہ رکھے بلکہ رکھنے ہیں تو گھٹنوں پر رکھتا ہوا کھڑا ہو جائے بھئی۔

آپ نے پڑھا کہ سجدے کے اندر کیا کرے گا اپنے بازوؤں کو جسم سے علیحدہ رکھے بھئی اور پیٹ کو رانوں سے الگ کرنا چاہیے۔ اسی طرح یاد رکھیے مرد کے لیے سجدے کے اندر دونوں کہنیاں زمین پہ بچھانا یہ مکروہ تحریمی ہے بھئی۔ یہ کیا ہے؟ مکروہ تحریمی ہے۔ مرد کہنیوں کو زمین سے بلند رکھے گا بھئی، بدن اپنا سجدے میں خوب کھول کے رکھے گا اتنا کہ کوئی بکری کا چھوٹا بچہ نیچے سے گزرنا چاہے تو آرام سے گزر سکے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ مرد کی نماز کا حکم ہے تو سجدے میں کہنیاں زمین سے اونچی رکھے گا نیچے نہیں بچھائے گا بھئی۔ عورتوں کے لیے البتہ ہے کہ وہ زمین پر کہنیاں بچھائیں گی بھئی۔ عورتوں کی نماز مردوں سے کئی اعتبار سے مختلف ہے بھئی۔ ان کے لیے فقہاء نے وہ حالتیں بیان کی ہیں جس میں ستر زیادہ ہو بھئی، اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ سمیٹ کر رکھے گی۔ اور تفصیل چاہیے عورتوں کی نماز کی تو بہشتی زیور کے اندر آپ دیکھ سکتے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی بھئی عظیم کتاب بھئی بہشتی زیور، بڑے تفصیلی انداز میں اس میں تمام مسائل درج ہیں بھئی۔ جی۔

بس بھئی یہاں تک بات سمجھ میں آگئی بھئی؟ بس بھئی سبق اتنا۔ اب بھئی کون کر کے دکھائے بھئی یہ افعال بھئی؟ جی کون کرے گا؟ ہاں چلیے بھئی وہ آخر میں آپ کھڑے ہوں۔ سارے توجہ سے دیکھنا بھئی۔ ہاں بھئی تو تحریمہ کہتے ہوئے کیسے ہاتھ اٹھائیں گے بتلاؤ ذرا؟ ہاں قبلہ رخ ہو کر یوں ہاتھ اٹھانے ہیں کانوں کی لو کو انگوٹھے لگیں اور دونوں ہتھیلیوں کا رخ کس طرف ہے؟ قبلے کی طرف۔ اب ہتھیلیوں کا رخ ذرا چہرے کی طرف کرو، ہاں یہ غلط طریقہ ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ اکثر لوگ اس طرح پڑھتے ہیں لیکن صحیح طریقہ کیا ہے کہ ہتھیلیوں کا رخ کس طرف ہو؟ قبلے کی طرف بھئی۔ اچھا تکبیر تحریمہ ہو گئی اب ہاتھ کیسے باندھیں گے؟ ناف کے نیچے بھئی بایاں ہاتھ رکھیں گے اس کے اوپر دایاں ہاتھ رکھیں گے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے کلائی کو پکڑ لیں گے بائیں ہاتھ کی۔ دیکھ رہے ہیں بھئی؟ اور تینوں انگلیاں کیا کریں گے؟ بائیں ہاتھ کی کلائی پر سیدھی اسی طرح رکھ دیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں سیدھی رکھیں گے۔

اچھا اب اس کے بعد بھئی رکوع میں جائیں گے بھئی رکوع کیسے کریں گے بھئی؟ اَللّٰہُ أَکْبَرُ کہتے ہوئے بھئی۔ ہاں رکوع میں رہیں ابھی، دیکھو بھئی یہ رکوع میں گئے، بھئی سر ذرا اوپر اٹھاؤ بھئی ہاں تھوڑا اور اوپر اٹھاؤ سر کو، اب دیکھو بھئی رکوع میں جائیں تو اپنی نظریں اپنے قدموں پہ رکھیں سر خود بخود کمر کے برابر آ جائے گا۔ سر خود بخود کیا ہو گا؟ کمر کے برابر، کمر جتنی حد تک سیدھی ہو سکے سیدھی ہونی چاہیے بھئی۔ چلیے بھئی کھڑے ہوں بھئی۔

اچھا اس کے بعد بھئی سجدے میں جانا ہے، ہاں اب کھڑے ہوئے آپ اب آپ سجدے میں کیسے جائیں گے بھئی؟ ہاں شاباش۔ دیکھا طریقہ آپ نے بھئی؟ آپ ذرا پھر کھڑے ہوں بھئی۔ دیکھو سجدے میں پاؤں زمین پہ لگتے ہیں وہ تو لگے ہی ہوئے ہیں، گھٹنوں نے لگنا ہے پھر دونوں ہاتھوں نے لگنا ہے پھر اس کے بعد ناک اور پیشانی۔ اب ذرا ترتیب دیکھیں سب سے زمین کے قریب کون ہیں؟ پاؤں تو لگے ہی ہوئے ہیں، اس کے بعد بھئی؟ گھٹنے۔ تو لہٰذا آپ جب سجدے میں جا رہے ہیں جو جتنا زمین کے قریب ہے اسی ترتیب سے لگاتے جانا ہے بھئی۔ تو اب پہلے کیا رکھیں گے زمین پر؟ گھٹنے، اس کے بعد کیا قریب ہیں؟ ہاتھ بھئی، تو لہٰذا گھٹنوں کے بعد زمین پہ کیا رکھنے ہیں؟ ہاتھ بھئی، اس کے بعد بھئی ناک قریب ہے پھر ناک رکھنی ہے اور آخر میں پیشانی رکھنی ہے۔ اور سجدے سے اٹھتے ہوئے کھڑے ہوتے ہوئے اس کا عکس کرنا ہے بھئی۔ پہلے کیا کرنا ہے؟ پیشانی اٹھانی ہے پھر ناک کو اٹھانا ہے بھئی، پھر اس کے بعد اب کھڑے ہو رہے ہیں مثلاً دوسرے سجدے سے تو کیا کریں گے؟ پہلے پیشانی اٹھائی پھر ناک اٹھائی پھر اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر آخر میں گھٹنے اٹھائے۔ ترتیب سمجھ میں آگئی؟ جو حصہ زمین کے جتنا قریب ہے وہ پہلے زمین پر جا کر لگے گا اور واپسی پہ پھر اس کا عکس ہو گا مولانا، جو دور تھا وہ پہلے اٹھے گا جو قریب ہے وہ آخر میں اٹھے گا۔ اب ذرا سجدہ کر کے دکھائیں دیکھیں یہ ترتیب سے وہی اعضاء اسی طرح لگیں گے قبلہ رخ ہو کر جی۔ ہاں اسی ترتیب سے سارے اعضاء اٹھے۔ چلیے بھئی بیٹھیے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۰: باب صفۃ الصلاۃ (۲): رکوع و سجود کی تسبیحات، جلسہ و قعدہ، تشہد، درود و دعا، قنوتِ وتر اور قراءت کی مقدار

مختصر القدوری صفحہ: ۱۸—بتاریخ: ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَيَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَفْتِحُ وَلَا يَتَعَوَّذُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ الْيُمْنٰى نَصْبًا وَوَجَّهَ أَصَابِعَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی گزشتہ سبق میں آپ نے نماز کے ارکان پڑھے تھے نماز کے فرائض پڑھے تھے بھئی۔ کتنے فرائض ہیں؟ چھ فرائض ذکر کیے مولانا۔ اول کیا ہے؟ تکبیر تحریمہ۔ تکبیر تحریمہ کو تحریمہ کیوں کہتے ہیں؟ کیونکہ یہ نماز کے علاوہ جو چیزیں ہیں ان کو کیا کر دیتی ہے انسان پر؟ حرام کر دیتی ہے چاہے کلام ہے چاہے افعال وغیرہ ہیں دوسرے بھئی۔ اور میں نے بتلایا تھا کہ یہ نماز سے خارج ہے مولانا لیکن چونکہ اس کا اتصال بڑا شدید ہے اس کے کہتے ہی ادھر لفظ پورا ہوتا ہے ادھر ساتھ ہی کیا شروع ہو جاتی ہے؟ نماز شروع ہو جاتی ہے درمیان میں ایک لمحے کا وقفہ بھی نہیں تو اس کو بھی نماز کے ارکان میں سے کیا کر لیتے ہیں؟ شمار کر لیتے ہیں بھئی۔ تو تکبیر تحریمہ فرض ہے اور قیام فرض ہے اور قرات فرض ہے جی اور اسی طرح رکوع اور سجدے اور قعدہ اخیرہ کتنی مقدار؟ تشہد کی مقدار۔ یہ بیٹھنا فرض ہے خود تشہد کا پڑھنا واجب ہے۔

پھر اس کے بعد نماز کے واجبات کچھ میں نے ذکر کیے تھے کہ نماز میں کیا واجب ہے؟ خاص طور پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اسی طرح سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی سورت کا ملانا یہ بھی واجب ہے، ترتیب سے تمام افعال کو سرانجام دینا ہر رکعات کے اندر یہ بھی واجب ہے، اسی طرح قعدہ اولیٰ وہ بھی کیا ہے؟ واجب ہے، اور قعدہ اخیرہ کے اندر جو تشہد ہے وہ بھی واجب۔ اور میں نے بتلایا بعض علماء کیا فرماتے ہیں کہ قعدہ اولیٰ میں جو تشہد ہے وہ بھی واجب ہے، اگرچہ صاحب ہدایہ کے نزدیک وہ سنت ہے لیکن علماء فرماتے ہیں بھئی وہ بھی واجب ہے بھئی۔ جی اسی طرح اور کیا واجب؟ سری نمازوں میں سراً قرات اور جہری نمازوں میں جہراً قرات یہ بھی واجب ہیں، اسی طرح نماز کا اختتام کن لفظوں سے کرنا؟ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کے لفظ کے ساتھ کرنا یہ بھی واجب ہے، اور اسی طرح تمام ارکان کو تمام افعال کو اطمینان سے سرانجام دینا اطمینان سے ادا کرنا یہ بھی واجب ہے، اسی طرح وتر کی نماز میں دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے، اور اسی طرح عیدین کی نمازوں میں جو زائد تکبیرات ہیں وہ واجب ہیں مولانا۔ تو یہ واجبات ہیں مولانا تو یہ بھی آپ کو یاد ہونے چاہئیں بھئی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَفْتِحُ وَلَا يَتَعَوَّذُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخہ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويفعل في الركعة الثانية مثل ما فعل في الأولى إلا أنه لا يستفتح ولا يتعوذ ولا يرفع يديه إلا في التكبير الأولى» منقول ہے۔

جی اس کے بعد نماز کا طریقہ بتلایا تھا کہ کس طرح نماز شروع کرے گا اور کس طرح ارکان کو ادا کرے گا بھئی ساری ترتیب بتلائی تھی بھئی۔ اور خصوصاً سجدے کے اندر بتلایا تھا مولانا کہ بھئی مرد سجدے میں اپنے جسم کو کھول کر رکھے گا اپنے بازوؤں کو کیا کرے گا اپنے جسم سے الگ کرے بھئی اور اسی طرح پیٹ کو رانوں سے الگ کرے گا مولانا۔ تو بازو خوب کھلے ہوں جسم سے کیا ہوں؟ کھلے ہوں جسم سے دور ہوں مولانا خوب کھول کر بھئی۔ روایات میں آتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ السلام اتنا جسم کو کھول کر رکھتے تھے سجدے کے اندر بھئی کہ اگر کوئی بکری کا بچہ آپ کے نیچے سے گزرنا چاہتا بھئی ایک طرف سے گزرا آپ کے پیٹ کے نیچے سے دوسری طرف سے نکلنا چاہے تو کیا کر سکتا تھا آرام سے گزر سکتا تھا یعنی اتنا جسم کو کھول کر رکھتے تھے۔

ہاں جماعت میں نماز پڑھ رہے ہیں تو پھر مولانا پھر اپنے ساتھی کا خیال رکھنا ہے آپ کے جو دائیں بائیں ہیں تو وہاں پر بازوؤں کو زیادہ دور نہیں کرنا بھئی، سمجھ میں آیا؟ کہ اس سے ساتھیوں کو تکلیف ہوتی ہے ساتھ والوں کو بھئی۔ اور اسی طرح بھئی تو بازو کھولنے اور کہنیاں زمین سے اوپر رکھنی ہیں بھئی۔ بعض لوگ سجدہ کرتے ہوئے کیا کرتے ہیں؟ کہنیاں زمین پر بچھا دیتے ہیں کہنی تک سارا بازو بھئی، کہنیوں کو اوپر رکھنا ہے۔ عورتوں کے لیے ہے کہ وہ کیا کرے بازو کو زمین کے ساتھ بچھائے بھئی کہنی تک سارا بازو زمین کے ساتھ لگا ہوا ہو بھئی، مردوں کا طریقہ یہ نہیں وہ اٹھائیں گے بھئی اسے۔ اور ہاتھ کی انگلیاں مولانا سجدے کے اندر کیسے رکھیں گے؟ ملا کر اور انگلیوں کا رخ تاکہ کس طرف ہو جائے؟ قبلہ رخ ہو جائے۔ اور اسی طرح پاؤں کی انگلیاں بھی جو ہیں میں نے بتلایا دبا کر ذرا رکھے کہ انگلیاں کس طرف ہوں؟ قبلہ رخ جتنا کر سکے آسانی سے بھئی۔ جی اور اگر پورے سجدے میں بھئی پاؤں اٹھے رہے تو اس شخص کا سجدہ ہی نہیں ہوا اور جب سجدہ نہیں ہوا تو پھر مولانا وہ نماز بھی نہیں ہوئی بھئی۔

جی اب مولانا کہتے ہیں وَيَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولٰى، اور عمل کرے رکعات ثانیہ کے اندر بھی مِثْلَ مَا فَعَلَ مثل اس کے جو اس نے کیا تھا فِي الْأُولٰى کس کے اندر؟ پہلی رکعات میں۔ ایک رکعات پوری بیان کر دی اب آگے بتلا رہے ہیں دوسری رکعات میں بھی پہلی رکعات کی طرح کرے إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَفْتِحُ وَلَا يَتَعَوَّذُ، ہاں مگر ثنا نہ پڑھے اور تعوذ یعنی أَعُوذُ بِاللّٰهِ نہ پڑھے بھئی۔ ثنا بھئی وہ جو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ پڑھا تھا بھئی وہ اب دوسری رکعات میں نہیں پڑھیں گے وہ صرف ایک ہی مرتبہ ہے، اسی طرح أَعُوذُ بِاللّٰهِ بھی نماز کے شروع میں صرف ایک ہی مرتبہ ہے بھئی ہر رکعات میں نہیں بھئی۔

وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى، اور اسی طرح ہاتھ نہ اٹھائے مگر تکبیر اولیٰ کے اندر ہی بھئی۔ جب نماز شروع کرتے ہوئے تکبیر کہی تھی تکبیر تحریمہ صرف اس وقت ہاتھ اٹھائیں گے ہمارے نزدیک اس کے بعد دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھائیں گے کسی تکبیر وغیرہ پر، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رکوع میں جاتے ہوئے بھی ہاتھ اٹھائیں گے اور رکوع سے اٹھ کر بھی ہاتھ دوبارہ اٹھائیں گے مولانا، سمجھ میں آیا؟ رفع یدین کریں گے، ہمارے نزدیک نہیں بھئی۔ تو یہی بات ذکر کر رہے ہیں وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اور نہ اٹھائے نہ بلند کرے اپنے دونوں ہاتھوں کو إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى مگر پہلی تکبیر میں تکبیر اولیٰ کے اندر جو پہلی رکعات میں تھی شروع میں نماز کے بھئی۔

فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، پس جب سر کو اٹھالے دوسرے سجدے سے فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ کس کے اندر؟ دوسری رکعات میں۔ بھئی ایک رکعات پوری ہو گئی دوسری رکعات بھی کہتے ہیں اسی کی طرح پڑھ لو بس اس میں کیا نہیں کرنا آپ نے بھئی؟ ثنا نہیں پڑھنی أَعُوذُ بِاللّٰهِ نہیں پڑھنی اور رفع یدین بھی نہیں کرنا۔ پھر اس کے بعد جب دوسری رکعات بھی پڑھ لی اور دوسری رکعات کے سجدے سے سر اٹھالیا افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى، بچھا دے اپنے بائیں پاؤں کو بھئی۔ بائیں پاؤں کو کیا کرنا ہے؟ بچھا دینا ہے فَجَلَسَ عَلَيْهَا پھر اس پر بیٹھ جائے بھئی۔ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے بھئی، وَنَصَبَ الْيُمْنٰى نَصْبًا اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کر دے بھئی۔ سیدھے پاؤں کو کیا کرے؟ کھڑا کرے بھئی، بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہے سیدھے پاؤں کو کھڑا کرنا ہے وَوَجَّهَ أَصَابِعَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، اور اس پاؤں کی انگلیاں یہ جو سیدھے پاؤں کی انگلیاں ہیں پاؤں کو تو کھڑا کرنا ہے اور اس کی انگلیوں کو کس طرف متوجہ کرنا ہے؟ قبلے کی جانب بھئی۔ وَوَجَّهَ أَصَابِعَهُ بھئی اور اس کی انگلیاں متوجہ کرے بھئی نَحْوَ الْقِبْلَةِ قبلے کی جانب بھئی۔

وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، اور رکھے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی رانوں پر بھئی۔ التحیات میں بیٹھ رہا ہے نا بھئی تو التحیات میں کیسے بیٹھتے ہیں؟ بائیں پاؤں کو بچھاتے ہیں اس پر بیٹھ جاتے ہیں دائیں پاؤں کو کیا کرتے ہیں؟ کھڑا رکھتے ہیں انگلیوں کو قبلے کی طرف متوجہ کرتے ہیں جتنا ہو سکے بھئی اور ہاتھوں کو کہاں رکھتے ہیں؟ رانوں پر رکھتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ وَيَبْسُطُ أَصَابِعَهُ اور انگلیوں کو بچھا دے پھیلا دے، یعنی انگلیوں کو بند نہیں رکھنا مولانا مٹھی کی صورت میں بلکہ انگلیوں کو کیا کرنا ہے؟ کھول کر رکھنا ہے اپنی حالت پر بھئی۔ بالکل ملانا بھی نہیں بالکل کھولنا بھی نہیں۔ صورت سمجھ میں آئی؟ بالکل ملانا بھی نہیں انگلیوں

کو جیسے سجدے میں کیا تھا ملا کر سیدھی قبلہ رخ رکھی تھیں، بلکہ انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے بھئی۔ اور بالکل کھولنا بھی نہیں ہے جیسے کہ رکوع میں کیا تھا انگلیوں کو کھول کر کیا کیا تھا گھٹنوں کو پکڑا تھا بھئی اس طرح بھی نہیں کرنا۔ تو رکوع کے اندر انگلیوں کو بالکل کھول دیا جاتا ہے، سجدے میں کیا کیا جاتا ہے انگلیوں کو ملا کر رکھا جاتا ہے، اور جبکہ تشہد کے اندر کیا کیا جاتا ہے؟ اپنی حالت پر رکھتے ہیں بھئی۔ تو یہ معنی ہے وَيَبْسُطُ أَصَابِعَهُ اور پھیلا دے اپنی انگلیوں کو یعنی ان کو بند نہیں رکھنا بھئی۔

وَيَتَشَهَّدُ اور تشہد پڑھے مولانا۔ وَالتَّشَهُّدُ اور تشہد جو ہے أَنْ يَقُولَ وہ یہ ہے کہ یوں کہے: التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ یہ ہے مولانا تشہد بھئی۔ اور أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پر انگلی اٹھاتے ہیں مولانا، اس کا طریقہ معلوم ہے یا نہیں بھئی؟ جی؟ بھئی اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور یہ درمیان والی انگلی ان سے حلقہ بنالے، ان کو ملا کر کیا بنالے؟ حلقہ، کس سے انگوٹھے سے اور درمیان والی انگلی سے، اور أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ، لَا إِلٰهَ اس پر کیا کر دے؟ انگلی اٹھائے اوپر، لَا إِلٰهَ پر انگلی اٹھائے اور إِلَّا اللّٰهُ پر اس کو کیا کر دے؟ جھکا دے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ لَا إِلٰهَ پر انگلی اٹھائے مولانا اور إِلَّا اللّٰهُ پر انگلی جھکا دے بھئی اور پھر اسی طرح رہنے دے مولانا جب تک قعدے سے کھڑا نہیں ہو جاتا یا جب تک سلام نہیں پھیر دیتا بھئی۔

چلیے بھئی آپ سجدہ بھی کر کے دکھائیں اور تشہد میں کیسے بیٹھنا ہے ہاتھ کو کیسے رکھنا ہے یہ بھی کر کر دکھائیں مولانا۔ ہاں بھئی آپ باقی حضرات ذرا ایک طرف ہوں بھئی ساروں کو یہ نظر آئیں بھئی۔ سجدہ کیسے کرنا ہے بھئی؟ پہلے قبلہ رخ ہو کر سجدہ کریں بھئی۔ ہاں دیکھو بازو کھولو بھئی اپنے بازو کھولو ہاں اور کھولو بھئی بازو، ہاں یہ دیکھیے بھئی۔ بازو اور جتنے کھول سکتے ہو بازو کھول لو بھئی بدن سے کیا کر لو؟ دور کر لو الگ کر لو بھئی۔ جی اور انگلیاں دیکھو قبلہ رخ ہیں چہرہ درمیان میں ہے ہاتھوں کے۔ جی اب بیٹھیے بھئی۔ اب دیکھیے مولانا یہ التحیات میں بیٹھے ہیں، بائیں پاؤں پر بیٹھے ہیں دائیں پاؤں کو انہوں نے کھڑا کیا ہوا ہے انگلیاں قبلے کی طرف متوجہ ہیں اور ہاتھ کہاں رکھے ہیں؟ رانوں پر رکھے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ گھٹنوں پر نہیں بھئی، گھٹنوں پر رکھے گا تو پھر تو انگلیاں کدھر کو ہو جائیں گی؟ نیچے کو چلی جائیں گی بھئی نیچے کو رخ ان کا ہو جائے گا، تو ران پر رکھا بس بالکل آخری کنارے پر بھئی تو انگلیاں آگے کی طرف سیدھی ہیں اور ان کو اپنی ہیئت پر رکھنا ہے یعنی جیسے عام حالت میں ہوتی ہیں بالکل ملا کر بھی نہیں ہیں اور بالکل کھلی ہوئی بھی نہیں ہیں۔ چلیے جی بیٹھیے آجائیے۔

تو یہ تشہد ہے مولانا۔ وَلَا يَزِيدُ عَلٰى هٰذَا فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى، اور اس پر کچھ زائد نہ کرے وَلَا يَزِيدُ عَلٰى هٰذَا اور زیادتی نہ کرے اس پر فِي الْقَعْدَةِ الْأُولٰى کس کے اندر؟ قعدہ اولیٰ میں۔ قعدہ اولیٰ کے اندر یعنی درود وغیرہ نہیں پڑھنا بس تشہد پڑھنا ہے اور پھر کھڑے ہو جانا ہے۔

وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَاصَّةً، اور قرات کرے بھئی آخری دو رکعتوں میں۔ بھئی پہلی دو رکعتوں میں تو کیا صورت تھی؟ سورہ فاتحہ بھی پڑھے گا اور اس کے ساتھ کسی سورت کو بھی ملائے گا، لیکن کہتے ہیں آخری دو رکعتوں میں قرات کرے گا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَاصَّةً خاص طور پر صرف کس کی قرات؟ سورہ فاتحہ بھئی بس۔ مثلاً آپ ظہر پڑھ رہے ہیں بھئی پہلی دو رکعتوں کے اندر تو کیا ہو گا؟ سورہ فاتحہ بھی آئے گی اور ساتھ کوئی دوسری سورت بھی آئے گی لیکن آخری دو رکعتوں کے اندر صرف کیا پڑھیں گے؟ صرف سورہ فاتحہ پڑھیں گے بھئی خاص طور پر بس بھئی۔ اور اگر غلطی سے کوئی سورت بھی ملا لی ان رکعتوں میں تو کوئی حرج نہیں مولانا سجدہ سہو کی ضرورت بھی نہیں نماز ہو گئی مولانا ٹھیک ہوئی نماز۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ اگر فاتحہ کے ساتھ غلطی سے کیا کر لی بھئی فرض میں آخری دو رکعتوں میں کوئی سورت بھی ملا لی بھول کر تو کوئی حرج نہیں نماز ٹھیک ہو گئی سجدہ سہو کی ضرورت بھی نہیں ہے بھئی۔[۲]

اور فاتحہ کا پڑھنا بھی ضروری نہیں ہے مولانا، اگر خاموش کھڑا رہے اتنی مقدار کہ جس میں فاتحہ پڑھی جاتی ہے تو بھی نماز بالکل ٹھیک ہو گئی۔ یا مولانا سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ تین مرتبہ کہہ لیا یہ بھی کافی ہے، لیکن افضل وہی ہے کہ کیا کرنا چاہیے؟ سورہ فاتحہ ہی پڑھنی چاہیے بھئی۔ یہ مولانا فرضوں کی بات ہو رہی ہے، نفلوں میں یاد رکھنا نفل اور سنت ان کی چاروں رکعتوں کے اندر سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت بھی ملائیں گے مولانا۔ فرضوں میں صرف پہلی دو میں ساتھ سورت ملائیں گے اور آخری دو میں نہیں، لیکن سنت پڑھ رہے ہیں یا نفل پڑھ رہے ہیں تو اس کے اندر چاروں رکعتوں میں کیا کریں گے؟ سورت ساتھ ضرور ملائیں گے۔ تو کہتے ہیں وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَاصَّةً، اور قرات کرے آخری دو رکعتوں میں

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَاصَّةً» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويقرأ في الركعتين الأخريين الكتاب خاصة» منقول ہے۔

سورہ فاتحہ کی خاص طور پر۔

فَإِذَا جَلَسَ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ جَلَسَ كَمَا جَلَسَ فِي الْأُولَى، پس جب بیٹھے نماز کے آخر میں تو بیٹھے كَمَا جَلَسَ جیسے کہ وہ بیٹھا تھا فِي الْأُولَى کس میں؟ قعدہ اولیٰ میں جیسے بیٹھا تھا۔ تو وہ بیٹھ جائے جیسے کہ وہ بیٹھا تھا قعدہ اولیٰ کے اندر وَتَشَهَّدَ اور تشہد پڑھے۔ یہ تشہد پڑھنا بتلایا تھا میں نے کیا ہے بھئی؟ واجب ہے اور پہلے کو بھی واجب کہتے ہیں علماء بھئی۔ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور صلاۃ بھیجے بھئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یعنی درود پڑھنا ہے بھئی درود ابراہیمی۔[۳]

جی اس کے بعد کہتے ہیں وَدَعَا بِمَا شَاءَ، اور دعا کرے جو وہ چاہے اس کے بعد کوئی دعا پڑھے مِمَّا ان لفظوں کے ساتھ يُشْبِهُ أَلْفَاظَ الْقُرْآنِ جو مشابہ ہوں کس کے؟ قرآن کے الفاظ کے۔ اس کو يَشْبَهُ نہ پڑھنا مولانا یہ مجرد سے باب نہیں آتا يُشْبِهُ پڑھنا، أَشْبَهَ يُشْبِهُ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور کتابوں میں بھی جہاں یہ لفظ آجائے اس کو مجرد سے نہ پڑھنا بھئی بلکہ کس سے پڑھنا؟ باب افعال سے یا پھر باب تفعیل سے بھی بعض جگہ آجاتا ہے۔ مِمَّا ایسے لفظوں کے ساتھ يُشْبِهُ أَلْفَاظَ الْقُرْآنِ جو کس کے مشابہ ہوں مولانا؟ قرآن کے الفاظ کے یعنی قرآن میں جس قسم کی دعائیں ہیں اس قسم کے لفظوں کے ساتھ دعا مانگ لے، وَالْأَدْعِيَةَ الْمَأْثُورَةَ اور وہ دعائیں جو منقول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھئی جو آثار میں آئی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آئی ہیں، ان جیسے لفظوں کے ساتھ کیا کرنی چاہیے؟ دعا کرنی چاہیے، وَلَا يَدْعُو بِمَا يُشْبِهُ كَلَامَ النَّاسِ اور دعا نہ کرے ایسے لفظوں کے ساتھ جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہوں مولانا۔ تو بہتر یہ ہے مولانا کہ ان جیسے لفظوں سے دعا نہ کرے بلکہ وہی دعا کرے جو کس کے اندر آئی ہے؟ قرآن یا حدیث کے اندر آئی ہے وہی دعا کرلے بھئی۔ مثلاً کون سی دعا ہے؟ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ بھئی۔ اسی طرح رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ، رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ بھئی۔ تو اس طرح کی جو بھی دعائیں آئی ہیں قرآن میں اور احادیث میں ان میں سے جو بھی دعا پڑھ لے ٹھیک ہے بھئی۔ جی؟ ایک ہی پڑھنی ہے؟ ایک پڑھ لیں دو پڑھ لیں بھئی۔

ثُمَّ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، پھر وہ سلام کرے گا اپنے دائیں طرف بھئی، اب نماز ختم ہو رہی ہے مولانا اختتام ہے تو سلام کرے گا پہلے دائیں طرف وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ اس کے ساتھ کیا کرے گا نماز کا؟ اختتام کرے گا بھئی۔ اچھا آگے دیکھ لیں وَيُسَلِّمُ عَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، اور سلام کرے گا اپنے بائیں طرف بھی مِثْلَ ذٰلِكَ اسی طرح یعنی السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ۔ اور اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو دائیں طرف جب سلام کرے تو دائیں طرف جو کراماً کاتبین فرشتہ بھئی دائیں کندھے پر ہے اس کی نیت کرلے کہ اسے سلام کر رہا ہوں، بائیں طرف کس کی نیت کرے؟ جو بائیں طرف فرشتہ ہے اس کی نیت کرے بھئی کہ اسے سلام کیا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ تو تھا جب اکیلا نماز پڑھ رہا ہے۔ اور اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو پھر دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دائیں طرف کے نمازیوں کی بھی نیت کرے اور فرشتے کی بھی نیت کرے بھئی، اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بائیں طرف جو نمازی اور فرشتے ہیں ان کی کیا کرلے؟ نیت کرلے بھئی۔ اور جس طرف امام ہے اس طرف اس کی بھی نیت کرے، اگر امام دائیں طرف تھا تو دائیں طرف پھیرتے ہوئے اس کی بھی نیت کرلے بھئی اور اگر وہ بائیں طرف تھا تو بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے اس کی بھی نیت کرلے، اور اگر امام بالکل سامنے ہے بھئی آپ اس کے عین پیچھے کھڑے ہیں تو دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے اس کی نیت کریں بھئی۔[۴]

وَيَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ، اور جہر کرے گا یعنی بلند آواز سے کرے گا قرات بھئی فِي الْفَجْرِ فجر کے اندر وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، اور پہلی دو رکعتوں کے اندر مغرب اور عشاء میں إِنْ كَانَ إِمَامًا اگر یہ کیا ہو؟ امام ہو۔ امام ہو تو میں نے بتلایا جہراً قرات کرنا واجب ہے تو جہری قرات کرے گا، وَيُخْفِي الْقِرَاءَةَ فِيمَا بَعْدَ الْأُولَيَيْنِ اور مخفی کرے گا پوشیدہ کرے گا بھئی قرات کو فِيمَا بَعْدَ الْأُولَيَيْنِ پہلی دو رکعتوں کے بعد بھئی۔

وَإِنْ كَانَ مُنْفَرِدًا، دیکھا اب منفرد ہو اگر اکیلا ہو اس کا خود بتلا رہے ہیں، وَإِنْ كَانَ مُنْفَرِدًا اگر نماز پڑھنے والا اکیلا ہو فَهُوَ مُخَيَّرٌ تو اس کو اختیار

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا جَلَسَ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ جَلَسَ كَمَا جَلَسَ فِي الْأُولَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا جلس في آخر الصلاة جلس كما في الأولى» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «ثُمَّ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ثم يسلم عن يمينه فيقول: السلام عليكم ورحمة الله» منقول ہے۔

ہے بھئی، إِنْ شَاءَ جَهَرَ اگر چاہے تو جہر کرلے جب جہری نماز پڑھ رہا ہے، تو چاہے تو جہر کرلے وَأَسْمَعَ نَفْسَهُ اور اپنے آپ کو سنائے بھئی۔ بھئی آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں فجر کی بھئی تو کیا کرسکتے ہیں؟ اونچی آواز سے قرات کر رہے ہیں بس اپنے آپ کو ہی سنا رہے ہیں مولانا، وَإِنْ شَاءَ خَافَتَ اور اگر چاہے تو کیا کرے؟ آہستہ آواز سے کرے تلاوت بھئی یعنی چھپائے قرات کو آہستہ کرے بھئی سراً کرے۔ وَيُخْفِي الْإِمَامُ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، اور مخفی کرے گا امام قرات کو ظہر کے اندر اور عصر کے اندر بھئی، اس وقت آہستہ قرات ہوتی ہے بھئی۔

وَالْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ، اور وتر جو ہیں مولانا تین رکعات ہیں لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ، فصل نہ کرے علیحدگی نہ کرے بَيْنَهُنَّ ان تین رکعتوں کے بیچ بِسَلَامٍ کس کے ساتھ بھئی؟ سلام کے ساتھ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جی۔ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک بھئی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرے گا پھر ایک رکعات پڑھے گا بھئی، ہمارے نزدیک تینوں پڑھنے کے بعد آخر میں کیا کرے گا؟ سلام پھیرے گا بھئی۔

جی وَيَقْنُتُ فِي الثَّالِثَةِ قَبْلَ الرُّكُوعِ، اور قنوت پڑھے گا بھئی فِي الثَّالِثَةِ کون سی رکعات میں؟ تیسری رکعات میں قَبْلَ الرُّكُوعِ رکوع سے پہلے پڑھے گا مولانا رکوع کے بعد نہیں ہے بھئی رکوع سے پہلے ہے فِي جَمِيعِ السَّنَةِ سارے سال میں بھئی۔ سارا سال یہی کرے گا مولانا کہ دعائے قنوت پڑھے گا کون سی رکعات میں؟ تیسری میں اور رکوع سے پہلے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رکوع کے بعد پڑھیں گے بھئی اور ان کا میں نے بتلایا وہ سلام کے بھی قائل ہیں مولانا۔ اور ہمارے نزدیک کیا بتلایا سارا سال اس طرح کرے گا جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سارا سال نہیں بھئی رمضان کا نصف جو اخیر ہے یعنی پندرہ کے گزر جانے کے بعد اب کیا کرے گا دعائے قنوت پڑھے گا، نصف اخیر رمضان میں قنوت پڑھے گا، ہمارے نزدیک کیا کرے گا؟ سارا سال۔ دیکھا نیچے لکھا بھی ہوا ہے وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ يَقْنُتُ فِي النِّصْفِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

وَيَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ۔ اچھا بھئی وتروں میں کیا کیا پڑھنا ہے بتلا رہے ہیں آگے بھئی، اور قرات کرے گا وتر کی ہر رکعات کے اندر فَاتِحَةَ الْكِتَابِ سورہ فاتحہ کی وَسُورَةً مَعَهَا اور اس کے ساتھ سورت۔ بھئی باقی نمازوں میں تو کیا تھا پہلی دو میں سورت کو ملانا تھا آخری دو میں سورت نہیں ملانی فرضوں کے اندر، لیکن وتروں کے اندر تینوں رکعتوں کے اندر کیا کرنا پڑے گا؟ سورت ملائیں گے۔ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے گا وَسُورَةً مَعَهَا اور اس کے ساتھ کسی سورت کی۔ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْنُتَ، جب ارادہ کرے قنوت پڑھنے کا، دعائے قنوت جب پڑھنے لگے كَبَّرَ تکبیر کہے وَرَفَعَ يَدَيْهِ اور دونوں ہاتھوں کو اٹھائے بھئی، دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر اللهُ أَكْبَرُ کہے ثُمَّ قَنَتَ پھر کیا کرلے؟ پھر دعائے قنوت پڑھے۔ وَلَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةٍ غَيْرِهَا، اور قنوت نہیں پڑھے گا اس کے علاوہ کسی اور نماز میں بھئی۔ کسی اور نماز میں قنوت نہیں پڑھے گا بس بھئی اسی نماز میں ہے قنوت بھئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ بھئی فجر کا بھی فرماتے ہیں بھئی، ہمارے نزدیک صرف یہ وتروں میں پڑھے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ، جی یہاں سے آپ کو یہ مسئلہ بتلا رہے ہیں بھئی کہ کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس کے اندر کوئی سورت متعین ہو کہ یہی سورت پڑھو گے اس نماز میں کوئی اور سورت نہیں پڑھ سکتے بھئی۔ کوئی نماز ایسی نہیں بھئی جہاں سے تلاوت کرنا چاہے کیا کر سکتا ہے تلاوت کر سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ اور نہیں ہے کسی نماز میں قِرَاءَةُ سُورَةٍ بِعَيْنِهَا کسی معین سورت کی قرات بھئی کہ لَا يَجُوزُ غَيْرُهَا کہ اس کے علاوہ جائز ہی نہ ہو۔ کہ کوئی معین سورت ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھنا جائز ہی نہ ہو ایسا کسی نماز میں نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کسی نماز میں کوئی سورت متعین نہیں ہے۔ اور خود بھی متعین کرلے یہ بھی مکروہ ہے مولانا کہ میں ہمیشہ مغرب کی نماز میں یہ والی دو سورتیں پڑھوں گا کوئی اور سورتیں نہیں پڑھوں گا بھئی، یہ بھی مکروہ ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ سورتوں کو متعین کرلے اور یہ اعتقاد ہو کہ بھئی اس کے علاوہ تو کوئی اور سورت پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

وَيُكْرَهُ أَنْ يَتَّخِذَ قِرَاءَةَ سُورَةٍ بِعَيْنِهَا لِلصَّلَاةِ لَا يَقْرَأُ فِيهَا غَيْرَهَا، اور مکروہ ہے کہ پکڑ لے کسی معین سورت کی قرات کو یعنی معین کر لے لِلصَّلَاةِ کسی نماز کے لیے کہ لَا يَقْرَأُ فِيهَا غَيْرَهَا قرات ہی نہ کرے اس کے اندر اس کے علاوہ کی۔ کسی سورت کو معین کرے اور اس کے علاوہ کسی اور سورت کی اس میں تلاوت ہی نہ کرے ہمیشہ وہی سورتیں پڑھتا ہے بھئی یہ کیا ہے؟ مکروہ ہے۔

وَأَدْنَى مَا يُجْزِئُ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ مَا يَتَنَاوَلُهُ اسْمُ الْقُرْآنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ۔ اچھا بھئی انہوں نے شروع میں آپ کو بتلایا تھا کہ نماز کے اندر قرات فرض ہے مولانا۔ قرات کیا ہے؟ فرض، مطلق قرات قرآن میں سے جہاں سے بھی پڑھ لو، چاہے فاتحہ پڑھی تو فاتحہ بھی قرآن میں سے ہے وہ بھی مولانا فرض ادا ہو گیا، کوئی اور سورت پڑھ لی تو بھی کیا ہوا؟ فرض ادا ہو گیا۔ اور میں نے کتنی مقدار ذکر کی تھی کم از کم کتنی قرات فرض ہے؟ تین

چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت یہ پڑھنا فرض ہے مولانا۔ اب اس مسئلے کی تفصیل بتلا رہے ہیں کہ اس سلسلے میں دو قول ہیں، ایک امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ بس آیت کا کچھ حصہ بھی پڑھ لے تو یہ فرض ادا ہو جائے گا، اتنا حصہ جس کو سن کر انسان کہہ سکے یہ قرآن ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تین چار لفظ آپ نے مثلاً پڑھ دیے کسی آیت کے سننے والے نے سنتے ہی کیا کہا یہ تو کیا ہے؟ قرآن کا حصہ تم پڑھ رہے ہو۔ سمجھ میں آیا؟ تو جس کو قرآن کہا جا سکے اتنا حصہ آیت کا پڑھ لے گا تو کافی ہے فرض ادا ہو جائے گا مولانا۔ لیکن صاحبین کا قول آگے آ رہا ہے وہ فرماتے ہیں کہ نہیں بھئی کیا کرے گا؟ تین چھوٹی آیتیں پڑھنا یا ایک لمبی آیت کا پڑھنا یہ فرض ہے مولانا، اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے بھئی۔

وَأَدْنٰی اور کم سے کم مَا وہ مقدار یُجْزِئُ مِنَ الْقِرَاءَةِ جو کافی ہے قرات میں سے فِي الصَّلَاةِ کس میں؟ نماز میں مَا وہ مقدار ہے يَتَنَاوَلُهُ اسْمُ الْقُرْآنِ جس کو شامل ہو قرآن کا نام بھئی، یعنی اس پر قرآن کے نام کا اطلاق ہو سکے اسے قرآن کہا جا سکے۔ اب مثلاً میں آپ کے سامنے کہتا ہوں لِلّٰهِ، آپ کو پتا لگا یہ قرآن کا حصہ ہے یا ویسے کوئی عربی بات کرنے لگا ہوں میں بھئی؟ نہیں بھئی لِلّٰهِ کو کیسے آپ قرآن کہتے ہو، عرب لِلّٰهِ نہیں کہتے کسی بات میں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو وہ تین چار کوئی اتنے لفظ تو ہوں جس کو سننے والا کہہ سکے یہ کس کا حصہ ہے؟ قرآن کا حصہ ہے بھئی، ایک آدھے لفظ سے نہیں بھئی۔

تو وَأَدْنٰی وہ کم سے کم مقدار جو کافی ہے قرات کے لیے نماز میں مَا يَتَنَاوَلُهُ اسْمُ الْقُرْآنِ وہ جس کو شامل ہو قرآن کا نام یعنی اس پر قرآن کے نام کا اطلاق ہو سکے اسے قرآن کہا جا سکے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا يَجُوزُ أَقَلُّ مِنْ ثَلَاثِ آيَاتٍ قِصَارٍ أَوْ آيَةٍ طَوِيلَةٍ، جائز نہیں ہے تین چھوٹی آیتوں سے کم یا ایک لمبی آیت سے کم جائز نہیں بھئی یہ فرض ہے۔

وَلَا يَقْرَأُ الْمُؤْتَمُّ خَلْفَ الْإِمَامِ، اور قرات نہیں کرے گا مقتدی امام کے پیچھے، کیونکہ امام کی قرات ہماری بھی قرات ہے بھئی۔ اللہ کے دربار میں ہم سب حاضر ہیں مولانا اور امام ہمارا نمائندہ ہے سامنے کھڑا ہے بھئی وہ اللہ سے دعا کر رہا ہے تو سب کی طرف سے یہ دعا ہے مولانا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے مولانا کسی بادشاہ کے پاس ملنے جاؤ وفد جائے تو سارے ہی بندے اکٹھے بول رہے ہوں؟ ایسا کبھی ہوتا ہے بھئی؟ نہیں، ایک کو نمائندہ مقرر کیا جاتا ہے کہ آپ نے بات کرنی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آپ ہم سب کے نمائندے ہیں ہم سب کی طرف سے آپ بات کریں گے۔ تو نماز میں بھی اسی طرح ہے مولانا اب امام جب ہمارا نمائندہ ہے تو وہ دعا پڑھ رہا ہے قرات کر رہا ہے تو اب باقیوں کو کیا ہونا چاہیے؟ خاموش رہنا چاہیے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَقْرَأُ الْمُؤْتَمُّ خَلْفَ الْإِمَامِ اور قرات نہیں کرے گا مقتدی امام کے پیچھے۔ سمجھ میں آیا؟

وَمَنْ أَرَادَ الدُّخُولَ فِي صَلَاةِ غَيْرِهِ يَحْتَاجُ إِلٰى نِيَّتَيْنِ: نِيَّةُ الصَّلَاةِ وَنِيَّةُ الْمُتَابَعَةِ، يا نِيَّةِ الصَّلَاةِ وَنِيَّةِ الْمُتَابَعَةِ، جی دونوں طرح صحیح۔ اچھا میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ نماز کی ابتدا میں نیت کرنا ضروری ہے، اگر نیت نہیں کریں گے تو نماز بھی نہیں ہو گی بھئی۔ شرائط صلاۃ میں آپ نے پڑھا یا نہیں پڑھا بھئی؟ کہ کیا کرے گا؟ نیت۔ اور وہاں میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ کسی دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو کوئی امام ہے تو وہاں پر اس کی اقتدا کی نیت کرنا بھی ضروری ہے کہ امام کے پیچھے میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ اگر اقتدا کی نیت آپ نہیں کریں گے تو بھی آپ کی نماز نہیں ہوئی۔ یہی بات اب بیان کر رہے ہیں بھئی وَمَنْ أَرَادَ الدُّخُولَ فِي صَلَاةِ غَيْرِهِ اور جس کا ارادہ ہوا اپنے سے غیر کی نماز میں داخل ہونے کا یعنی امام کی نماز میں بھئی اب اس کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہے تو کہتے ہیں یہ شخص يَحْتَاجُ إِلٰى نِيَّتَيْنِ یہ کتنی نیتوں کا محتاج ہے؟ دو نیتوں کا محتاج ہے: نِيَّةُ الصَّلَاةِ ایک نماز کی نیت کرے گا وَنِيَّةُ الْمُتَابَعَةِ اور ایک اقتدا کی نیت بھئی اتباع کی نیت بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو دو نیتیں کرے گا بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۱: باب الجماعۃ (۱): جماعت کی تاکید، امامت کا مستحق کون؟ مکروہ و فاسد اقتداء، صف بندی کے احکام اور مقتدی کے فرائض

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۱ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْجَمَاعَةِ. وَالْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ أَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَقْرَؤُهُمْ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَوْرَعُهُمْ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَسَنُّهُمْ وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ وَالْأَعْمَى وَوَلَدِ الزِّنَا فَإِنْ تَقَدَّمُوا جَازَ وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ لَا يُطَوِّلَ بِهِمُ الصَّلَاةَ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی گزشتہ سبق میں نماز کے مسائل چل رہے تھے، نماز کے مسائل بھئی۔ نماز کے فرائض بھی ذکر ہوئے، واجبات بھی ذکر ہوئے۔ واجبات بھی بھئی۔ اچھا بھئی، بھئی نماز کے فرائض یاد ہیں بھئی؟ جی۔ اچھا مجھے مسئلہ تو ایک بتلاؤ ذرا، ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے اور دوسری رکعت میں ایک سجدہ وہ بھول گیا کرنا بھئی، ایک کیا اس نے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بھولے سے رہ گیا، بھولے سے رہ گیا، جان بوجھ کر اس نے نہیں چھوڑا بھئی۔ تو کیا مسئلہ ہو گا بھئی؟ بھولے سے رہ گیا اس سے۔ جی؟ شاباش! فرض چھوٹ گیا مولانا، فرض۔ یہ تو فرض تھا اور فرض چاہے بھولے سے رہے چاہے جان کے رہے بھئی، جب رہ گیا تو نماز ہی نہیں ہوئی بھئی۔ سجدہ سہو سے بھی اب نہیں ہو گی۔ ہاں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول گیا بھئی، اب؟ واجب چھوٹا، سجدہ سہو کرے گا۔ اور میں نے بتایا چار رکعت والی ہے تو پہلی دو میں ہے، باقی دو آخری دو رکعتوں کے اندر تو فرضوں کے اندر، فرضوں کے اندر آخری دو رکعتوں کے اندر تو فاتحہ کا پڑھنا ضروری بھی نہیں ہے، آپ خاموش بھی کھڑے رہیں تو بھی کافی ہے، سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھ لیں تین مرتبہ یہ بھی کافی ہے، لیکن بہتر یہ ہے فاتحہ ہی پڑھے بھئی۔

بَابُ الْجَمَاعَةِ۔ آج بھئی جماعت کے بارے میں بتلائیں گے۔ پہلے انفرادی نماز کے مسائل ذکر ہو گئے، منفرد نماز پڑھ رہا ہو بھئی۔ کہتے ہیں وَالْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ. جماعت جو ہے سنت مؤکدہ ہے، یعنی جس کی بڑی تاکید آئی ہے احادیث میں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ بڑی تاکید آئی ہے بھئی۔ تو یہ سنت مؤکدہ اس کو کہتے ہیں، جماعت جو ہے سنت مؤکدہ ہے۔ وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ أَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ۔ اچھا، بھئی امامت کس کو کروانا افضل ہے، بہتر ہے، کس کو امام بنایا جائے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی جو سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا ہو، بڑا عالم ہو اس کو کیا بنانا چاہیے؟ امام بھئی۔ اگر سارے ہی برابر ہیں علم کے اندر، سارے ہی بڑے فقہاء ہیں بھئی، بڑے علماء ہیں، پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں اگر سارے برابر ہوں تو جو سب سے اچھا قاری ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ قرآن کی سب سے اچھی

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ أَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَقْرَؤُهُمْ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَوْرَعُهُمْ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَسَنُّهُمْ وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ وَالْأَعْمَى وَوَلَدِ الزِّنَا فَإِنْ تَقَدَّمُوا جَازَ وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والجماعة: سنة مؤكدة وأولى الناس بالإمامة أعلمهم بالسنة فإن تساووا فأقرهم فإن تساووا فأورعهم فإن تساووا فأسنهم ويكره تقديم العبد والأعرابي والفاسق والأعمى وولد الزنا فإن تقدموا جاز وينبغي للإمام» منقول ہے۔

تلاوت کرتا ہے، حروف کو صحیح مخارج کے ساتھ ادا کرتا ہے بھئی۔ اگر قراءت بھی سب کی برابر ہے تو کہتے ہیں ان میں جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے بھئی، اس کو کیا کرنا چاہیے؟ امام بنانا چاہیے بھئی۔ اور اگر تقوی کے اندر بھی سارے برابر ہیں، سارے ہی بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں، پھر کس کو امام بنایا جائے؟ تو کہتے ہیں ان میں جو سب سے زیادہ عمر والا ہو اس کو کیا کیا جائے؟ امام بنایا جائے۔ دیکھیے بھئی۔

وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ، اور لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر، سب سے زیادہ لائق امامت کے کون ہے؟ أَعْلَمُهُمْ، جو ان میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ کون سا علم؟ عِلْمٌ بِالسُّنَّةِ مراد ہے بھئی، سنت کا علم یعنی شریعت کا علم رکھتا ہے، مسائل معلوم ہیں اس کو نماز وغیرہ کے بھئی۔ تو أَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، جو سب سے زیادہ سنت کو جاننے والا ہو، کیا مراد ہے بھئی اس سے؟ شریعت کو، مسائل کو جاننے والا۔ فَإِنْ تَسَاوَوْا، اگر سارے برابر ہوں، فَأَقْرَؤُهُمْ، تو ان میں جو سب سے اچھا قاری ہے۔ فَإِنْ تَسَاوَوْا، اگر برابر ہوں اس کے اندر بھی تو فَأَوْرَعُهُمْ، تو جو ان میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ متقی اور پرہیز گار بھئی۔ فَإِنْ تَسَاوَوْا، اگر برابر ہوں اس کے اندر بھی، فَأَسَنُّهُمْ، تو جو ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہے، سب سے زیادہ عمر والا ہے بھئی۔

وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ وَالْأَعْمَى وَوَلَدِ الزِّنَا۔ اور مکروہ ہے آگے کرنا غلام کو مولانا۔ غلام کو آگے کرنا امامت کے لیے یہ کیا ہے؟ مکروہ ہے۔ اسی طرح وَالْأَعْرَابِيِّ، دیہاتی مولانا۔ بھئی غلام کو آگے کرنا مکروہ ہے، کیوں مکروہ ہے بھئی؟ اس لیے کہ اس کا، غلام کا زیادہ وقت تو آقا کی خدمت میں بسر ہوتا ہے، اس کی خدمت کاموں وغیرہ میں لگا رہتا ہے تو تحصیل علم کا موقع اسے کم ہی ملتا ہے بھئی، تو اسے امام بنانا مکروہ ہے مولانا۔ اسی طرح مقدم کرنا اعرابی، اعرابی کہتے ہیں بھئی دیہاتی کو، دیہاتی کو۔ اس لیے کہ دیہاتیوں پر جہالت زیادہ غالب ہوتی ہے بھئی۔ وَالْفَاسِقِ، اور اسی طرح مکروہ ہے مقدم کرنا فاسق کو بھئی، فاسق کو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ فاسق شخص کو بھی، اس لیے کہ وہ تو دینی امور کی پرواہ ہی نہیں کرتا بھئی۔ وَالْأَعْمَى، اسی طرح اندھا ہے مولانا، نابینا ہے، اس کو بھی امامت کے لیے آگے کرنا، امام بنانا مکروہ ہے بھئی۔ بھئی اس کو کیوں مکروہ ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ اندھا ہے، اس کو پاکی ناپاکی کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا بھئی۔ وَوَلَدِ الزِّنَا، اور اسی طرح جو وَلَدُ الزِّنَا ہے، جو زنا سے پیدا ہوا ہے اس کو بھی امامت کے لیے آگے کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کی بھی تعلیم و تربیت پر کوئی توجہ دینے والا نہیں ہوتا اور نیز لوگ بھی پسند نہیں کرتے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ان سب کو لوگ پسند نہیں کرتے بھئی۔

وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ وَالْأَعْمَى وَوَلَدِ الزِّنَا، اور مکروہ ہے آگے کرنا غلام کو اور دیہاتی کو اور فاسق کو اور اندھے کو اور وَلَدُ الزِّنَا کو۔ لیکن اگر غلام ایسا ہے مولانا کہ عالم ہے بڑا، تمام مسائل وغیرہ جانتا ہے، یا اعرابی ایسا ہے، یا اعمی یا وَلَدُ الزِّنَا ایسا ہے تو پھر ان کو کیا کیا جا سکتا ہے؟ پھر امام بنایا جائے گا بھئی، پھر مکروہ بھی نہیں ہے بھئی۔ اندھا بھی ایسا ہے بڑا عالم ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ ناپاکی پاکی کا خوب خیال رکھنے والا ہے تو پھر مکروہ بھی نہیں ہے۔ فَإِنْ تَقَدَّمُوا جَازَ، پس اگر یہ خود آگے ہو جائیں، جَازَ، تو بھی جائز ہے، یعنی نماز ہو جائے گی مولانا، نماز کیا ہے؟ نماز ہو جائے گی۔ تو نماز ہو جاتی ہے مولانا، نیک شخص ہو آگے یا گنہگار ہو نماز ہو جاتی ہے بھئی۔

وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ لَا يُطَوِّلَ بِهِمُ الصَّلَاةَ۔ اور مناسب ہے امام کے لیے کہ وہ لمبی نہ کروائے لوگوں کو نماز بھئی۔ طَوَّلَ يُطَوِّلُ تَطْوِيلًا، لمبی کرنا نماز بھئی۔ امام کو مولانا مختصر نماز پڑھانی چاہیے۔ لمبی لمبی تلاوتیں کر کے خوب لمبی جماعت کروائے، یہ نہیں بھئی، مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ پیچھے جو نماز پڑھنے والے ہیں ان میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، کوئی بیمار ہوتا ہے، کوئی ضعیف ہے، بوڑھا ہے، کسی کی کوئی اور حاجت وغیرہ ہے، تو لہذا نماز مختصر ہونی چاہیے بھئی۔ ہاں اکیلا کوئی نماز پڑھ رہا ہے پھر جتنی مرضی لمبی قراءت کرے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہمارے اسلاف میں بہت سے بزرگوں کے بارے میں آتا ہے ایک ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے، پورا قرآن ایک رکعت میں، بعض دو رکعتوں میں پورا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔ لیکن جب جماعت کروائے بھئی، یاد رکھو جہاں بھی جماعت کرواؤ مختصر نماز کرواؤ بھئی۔ وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ لَا يُطَوِّلَ بِهِمُ الصَّلَاةَ، اور مناسب ہے امام کے لیے کہ وہ طویل نہ کروائے لوگوں کو نماز۔

وَيُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ أَنْ يُصَلِّينَ وَحْدَهُنَّ بِجَمَاعَةٍ۔ اور مکروہ ہے عورتوں کے لیے کہ وہ نماز پڑھیں اکیلی جماعت کے ساتھ۔ یعنی اکیلی عورتیں اپنی جماعت کروائیں یہ مراد ہے بھئی۔ اکیلی عورتیں کیا ہوں؟ اپنی جماعت۔ بھئی اکیلی عورتیں ہیں تو الگ الگ نماز پڑھنی چاہیے بھئی، ان کو جماعت کروانا مکروہ ہے بھئی۔ اور یاد رکھو فقہ کی کتابوں میں مکروہ کا لفظ آجائے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ مکروہ دو قسم پر ہے بھئی: ایک مکروہ تحریمی ہے، ایک مکروہ تنزیہی ہے بھئی، مکروہ تنزیہی۔ سمجھ میں آیا؟ مکروہ تحریمی وہ ہے جو حرام کے قریب ہے مولانا، اور مکروہ تنزیہی وہ ہے جو حلال کے قریب ہے زیادہ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

تو مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے مولانا۔

وَيُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ، اور مکروہ ہے عورتوں کے لیے، أَنْ يُصَلِّينَ وَحْدَهُنَّ، کہ وہ ساری اکیلی نماز پڑھیں، بِجَمَاعَةٍ، جماعت کے ساتھ۔ فَإِنْ فَعَلْنَ، پس اگر وہ کرلیں ایسا، وَقَفَتِ الْإِمَامَةُ وَسْطَهُنَّ، تو کھڑی ہو امام جو ہے ان کے بیچ میں۔ ان کی امام کیا ہے ان کے بیچ میں کھڑی ہو مولانا۔ الْإِمَامُ لفظ ہونا چاہیے تھا بھئی، الْإِمَامَةُ بغیر تا کے ہونا چاہیے تھا۔ تو امام کیا کرے ان کی بھئی؟ ان کے درمیان کھڑی ہو بھئی۔ بھئی جیسے ہمارے ہاں مرد نماز پڑھاتے ہیں، جماعت کرواتے ہیں، آپ دیکھتے ہیں امام پہلی صف کے بیچ میں کھڑا ہوتا ہے یا آگے کھڑا ہوتا ہے؟ آگے کھڑا ہے۔ لیکن عورتیں اول تو ان کی نماز ہی پسندیدہ نہیں ہے اکیلی جماعت کروائیں، لیکن اگر کرواتی ہیں، مکروہ تو ہے لیکن امام کہاں کھڑی ہو ان کی؟ صف کے بیچ میں ہی کھڑی ہو بھئی، آگے نہ ہو، پہلی صف کے اندر ہی درمیان میں کھڑی ہو جائے بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ فَعَلْنَ، پس اگر وہ کرلیں یعنی جماعت کروالیں تو وَقَفَتِ الْإِمَامَةُ وَسْطَهُنَّ، تو ان کی امام کھڑی ہو جائے ان کے بیچ میں، كَالْعُرَاةِ، جیسے کہ ننگے ہوتے ہیں۔ دیکھو مولانا مسلمانوں کی ایک جماعت تھی مثلاً بھئی، ان کو کسی نے قید کر لیا اور سب کے کپڑے بھی چھین لیے، اب وہ وہاں پر جماعت کروانا چاہتے ہیں تو کیا طریقہ ہے؟ تو بتلایا مولانا کہ ان کے اندر بھی بھئی امام جو ہے آگے نہ کھڑا ہو بلکہ صف کے درمیان میں ہی کھڑا ہو بھئی۔ تو كَالْعُرَاةِ، جیسے کہ ننگے ہوتے ہیں بھئی، یعنی جیسے ان کی جماعت ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی کروائیں گی بھئی۔

وَمَنْ صَلَّى مَعَ وَاحِدٍ أَقَامَهُ عَنْ يَمِينِهِ۔ اور جس شخص نے نماز پڑھی کسی ایک کے ساتھ بھئی تو أَقَامَهُ، کھڑا کرے اسے، عَنْ يَمِينِهِ، اپنے دائیں طرف بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی دو آدمی جماعت میں، صرف دو آدمی ہیں: ایک امام ہے، ایک مقتدی ہے۔ تو پھر اس طرح جماعت نہیں ہو گی کہ امام آگے کھڑا ہو جائے اور مقتدی پیچھے کھڑا ہو جائے، یہ طریقہ نہیں۔ ہاں اس طرح بھی کرلے تو نماز تو ہو جائے گی لیکن یہ سنت طریقہ نہیں بھئی۔ بلکہ کیا طریقہ ہے جب صرف ایک ہی مقتدی ہو؟ تو اس کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرے۔ امام کھڑا ہو اور مقتدی کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرلے بھئی۔ یا تو اس کو بالکل برابر میں کھڑا کرلے یا تھوڑا سا پیچھے ہو جائے مولانا کہ مقتدی کے پاؤں کی انگلیاں امام کے پاؤں کی ایڑی کے پاس آجائیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی تو اس طرح جماعت کروائے پھر بھئی۔ کیسے کھڑے ہوں گے بھئی؟ کر کے دکھاؤ بھئی آپ دونوں سب کو بھئی۔ امام کون ہے بھئی آپ میں سے؟ چلو بھئی یہ اس طرف امام ہے دیکھو بھئی۔ دیکھو برابر بھی آسکتے ہیں، برابر آجاؤ بھئی پہلے ذرا۔ ہاں آگے نہیں نکلنا مقتدی نے، ہاں برابر آسکتا ہے۔ یا مولانا کیا کرلے؟ ہاں تھوڑا سا پیچھے ہو جائے اس سے۔ اب یہ مولانا اس طرح نماز کروائیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ چلیے بیٹھیے۔ ہاں یہ تھا صرف ایک مقتدی ہو، جب دو ہو جائیں پھر باقی نمازوں میں جیسے ہوتا ہے امام آگے ہو گا اور وہ دونوں پیچھے ہوں گے۔ اور دو میں بھی میں نے بتا دیا بھئی کہ ایک مقتدی ہے تو اس کو کھڑا تو دائیں طرف ہونا چاہیے لیکن اگر وہ پیچھے کھڑا ہو گیا بالکل یا بائیں طرف کھڑا ہو گیا مولانا، دائیں کے بجائے بائیں طرف، پھر بھی نماز بہر حال ہو جائے گی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ صَلَّى مَعَ وَاحِدٍ، اور جس نے نماز پڑھی ایک کے ساتھ بھئی، ایک مقتدی کے ساتھ، أَقَامَهُ عَنْ يَمِينِهِ، تو کھڑا کرے اس کو اپنی دائیں طرف۔ وَإِنْ كَانَا اثْنَيْنِ، اور اگر مقتدی دو تھے، تَقَدَّمَهُمَا، تو وہ مقدم ہو جائے گا ان دونوں پر۔ امام کیا ہو گا؟ مقدم ہو جائے گا ان دونوں پر، آگے ہو جائے گا، ان کے برابر نہیں کھڑا ہو گا۔ وَلَا يَجُوزُ لِلرِّجَالِ أَنْ يَقْتَدُوا بِامْرَأَةٍ أَوْ صَبِيٍّ۔ اور جائز نہیں ہے مردوں کے لیے کہ وہ اقتداء کریں کسی عورت کی یا کسی بچے کی۔ سمجھ میں آیا؟ عورت کو امام بناتے ہیں بھئی یا بچے کو امام بناتے ہیں، یہ نہیں بھئی، جائز نہیں ہے مردوں کے لیے۔

وَيَصُفُّ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْخُنْثَى ثُمَّ النِّسَاءُ۔ اور صف بنائیں مرد بھئی۔ سب سے پہلے صف کون بنائیں گے؟ پہلے مردوں کی صفیں آجائیں گی۔ ثُمَّ الصِّبْيَانُ، پھر بچے بھئی وہ صف بنائیں گے۔ ثُمَّ الْخُنْثَى، پھر خنثی بھئی جس کا نہ مرد ہونے کا پتہ چلتا ہے اور نہ عورت ہونے کا پتہ چلتا ہے، پھر ان کی صف ہو گی۔ ثُمَّ النِّسَاءُ، پھر کس کی صف ہو گی؟ عورت کی۔ بھئی عورت کے لیے تو، عورت کو تو جماعت کے لیے مسجد میں آنا ہی نہیں چاہیے بھئی، سمجھ میں آیا؟ جماعت کے لیے نہیں آنا چاہیے، گھر پر ان کا نماز پڑھنا افضل ہے بھئی، افضل۔ تو گھر پر ان کا نماز پڑھنا افضل ہے، جماعت کے لیے نہیں آنا چاہیے، لیکن اگر آجائیں بھئی تو ان کی صف آخر میں ہو گی مولانا۔[۲]

فَإِنْ قَامَتِ امْرَأَةٌ إِلَى جَنْبِ رَجُلٍ مُشْتَرِكَانِ فِي صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ۔ اچھا بھئی مثلاً گھر پر نماز پڑھ رہے ہیں، اب عورت ہے وہ اپنے اس کے ساتھ ایک دو محرم ہیں، اب نماز پڑھنا چاہتے ہیں جماعت کے ساتھ تو کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی اگر وہ عورت جماعت کے اندر امام کے پیچھے

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَصُفُّ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْخُنْثَى ثُمَّ النِّسَاءُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويصف الرجال ثم الصبيان ثم النساء» منقول ہے۔

محرم کے ساتھ کھڑی ہوئی، کسی مرد کے ساتھ کھڑی ہو گئی مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ سمجھ میں آیا؟ تو عورت جماعت کی نماز میں ایک امام کے پیچھے ہے مولانا اور آگے اگلی کتابوں میں کچھ شرائط بھی ذکر ہو جائیں گی، وہ شرائط پوری ہوں گی، پوری ہو جائیں تو مرد کی نماز کیا ہو جاتی ہے؟ فاسد ہو جاتی ہے بھئی۔ تو عورت کو مردوں کے برابر نہیں کھڑا ہونا چاہیے بھئی۔ تو عام مساجد میں تو یہ مسئلہ زیادہ پیش نہیں آتا مولانا، اس لیے میں نے گھر کی مثال ذکر کی۔ گھر میں اگر ایسا کرتے ہیں تو مرد کے برابر کھڑی ہوئی، ساتھ اس کے خاوند کھڑا ہے یا بھائی کھڑا ہے ایک امام کے پیچھے بھئی تو نماز ہی، وہ مرد کی نماز نہیں ہوئی بھئی۔ ہاں مَسْجِدُ الْحَرَامِ میں یہ کبھی کبھار پیش آجاتا ہے بھئی، مَسْجِدُ الْحَرَامِ بَيْتُ اللهِ میں بھئی۔ وہاں پر بھی عورتوں کے الگ حلقے بنے ہوتے ہیں بھئی، آڑ وغیرہ کھڑی کی ہوتی ہے تو نماز کے وقت عورتوں کو، عورتیں اس میں چلی جاتی ہیں بھئی۔ لیکن بعض اوقات کوئی رش زیادہ ہوتا ہے عورت درمیان میں رہ گئی بھئی، تو وہ درمیان میں ہی نماز شروع کر دیتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ درست نہیں مولانا، جو اس کے ساتھ مرد ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی بھئی، نہیں ہوتی۔[۳]

فَإِنْ قَامَتِ امْرَأَةٌ إِلَى جَنْبِ رَجُلٍ، اگر کھڑی ہوئی کوئی عورت کسی مرد کے پہلو میں، مُشْتَرِكَانِ فِي صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ، دونوں مشترک تھے ایک ہی نماز میں، ایک ہی نماز پڑھ رہے ہیں بھئی امام کے پیچھے، فَسَدَتْ صَلَاتُهُ۔ صَلَاتُهُ بھئی کس کی نماز؟ ہ ضمیر کون سی ساتھ ہے، مذکر کی یا مؤنث کی؟ مذکر کی۔ تو دیکھا فَسَدَتْ صَلَاتُهُ، اس مرد کی نماز کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔

وَيُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ حُضُورُ الْجَمَاعَةِ۔ دیکھا وہی بات آگئی، اور مکروہ ہے عورتوں کے لیے حاضر ہونا جماعت میں۔ جماعت میں حاضر ہونا عورتوں کے لیے مکروہ ہے، پسندیدہ نہیں بھئی۔ ان کی نماز گھر پر افضل ہے بھئی، جب گھر پہ افضل ہے تو جماعت میں آنے کا کیا مقصد ہے بھئی؟ جب بتلا دیا فضیلت آپ کو گھر پہ ملے گی۔ جماعت میں تو ہم کس لیے شریک ہوتے ہیں بھئی؟ کیونکہ ہمارے لیے فضیلت کس میں ہے؟ جماعت میں۔ جب ان کی فضیلت گھر پہ ہے تو گھر پر ہی نماز پڑھنی چاہیے۔ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَخْرُجَ الْعَجُوزُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ۔ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ نکلے الْعَجُوزُ بوڑھی عورت فِي الْفَجْرِ فجر میں وَالْمَغْرِبِ اور مغرب میں وَالْعِشَاءِ اور عشاء میں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امام صاحب کے نزدیک بھئی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی بوڑھی عورت اگر جماعت میں شرکت کرنا چاہتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے بھئی، وہ آسکتی ہے لیکن کون سی نمازوں میں آجائے؟ فجر، مغرب اور عشاء بھئی، تاکہ تاریکی ہو، تاریکی میں آئے تاریکی میں چلی جائے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ يَجُوزُ خُرُوجُ الْعَجُوزِ فِي سَائِرِ الصَّلَوَاتِ۔ اور جبکہ صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے نکلنا بوڑھی کا تمام نمازوں میں۔ وہ تمام نمازوں میں کیا کر سکتی ہے؟ بوڑھی عورت آسکتی ہے بھئی۔

وَلَا يُصَلِّي الطَّاهِرُ خَلْفَ مَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ تندرست ہے، ٹھیک ہے، پاک ہے، اور ایک اور آدمی ہے وہ اسے سَلَسُ الْبَوْلِ کی بیماری ہے۔ میں نے کیا بتلایا تھا؟ سَلَسُ الْبَوْلِ کا کیا معنی؟ جس کا مسلسل پیشاب جاری ہے، پیشاب کے قطرات نکلتے رہتے ہیں۔ تو اب یہ پاک شخص یہ اس سَلَسُ الْبَوْلِ والے کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے، درست ہے یا درست نہیں؟ کہتے ہیں درست نہیں ہے مولانا، اس لیے کہ پاک ہے ایک آدمی اس کی حالت قوی ہے اور دوسرے کو بیماری ہے مولانا وہ سَلَسُ الْبَوْلِ کی تو اس کی حالت ضعیف ہوئی، ادنی ہوئی، تو قوی حالت والے کی نماز ادنی کے پیچھے درست نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُصَلِّي الطَّاهِرُ خَلْفَ مَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ، اور نہ نماز پڑھے پاک شخص خَلْفَ مَنْ اس شخص کے پیچھے بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ کہ جسے سَلَسُ الْبَوْلِ پیشاب کے قطرات کی بیماری ہو۔ وَلَا الطَّاهِرَةُ خَلْفَ الْمُسْتَحَاضَةِ، اور پاک عورت مستحاضہ کے پیچھے نماز نہ پڑھے بھئی۔ پاک عورت مستحاضہ کے پیچھے نماز نہ پڑھے، اس کو تو مرض ہے بھئی ہر وقت خون جاری ہے۔

وَلَا الْقَارِئُ خَلْفَ الْأُمِّيِّ۔ امی کہتے ہیں بھئی ان پڑھ کو بھئی جس نے کسی سے تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ بھئی امی ان پڑھ کو کہتے ہیں بھئی، لیکن یاد رکھیے یہاں پر جو آیا قاری اور امی، امی کا یہاں یہ معنی نہیں ہے کہ ان پڑھ ہو بھئی اور قاری کا وہ معنی مراد نہیں ہے جو آپ بولتے ہیں بھئی جس نے علم تجوید پڑھا ہو بھئی، بہترین قرآن پڑھ سکتا ہو اسے کیا کہتے ہیں؟ قاری کہتے ہیں آپ بھئی، نہیں۔ قاری سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو اتنی تلاوت پر قادر ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے بھئی۔ اتنا قرآن اسے یاد ہے جس سے کیا ہو جاتی ہے؟ نماز ہو جاتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ سورہ فاتحہ یاد ہے، کوئی ایک چھوٹی سورت یاد ہے بس، یہ

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ قَامَتِ امْرَأَةٌ إِلَى جَنْبِ رَجُلٍ مُشْتَرِكَانِ فِي صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن قامت امرأة إلى جنب رجل وهما مشتركان في صلاة واحدة فسدت صلاته» منقول ہے۔

کیا کہلائے گا؟ قاری کہلائے گا بھئی۔ اور امی سے وہ شخص مراد ہے جسے اتنا قرآن بھی یاد نہ ہو بھئی کہ جس سے کیا ہو جاتی ہے؟ نماز ہو جاتی ہے۔ بات سمجھ میں آئی سب کو بھئی؟ قاری سے کیا مراد ہے؟ وہ شخص جسے اتنا قرآن یاد ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے، اور امی سے کیا مراد ہے؟ جسے اتنا قرآن یاد نہ ہو بھئی جس سے نماز ہو جاتی ہے۔ تو چنانچہ اب ایک شخص قاری ہے اور دوسرا امی ہے تو اس قاری کی نماز امی کے پیچھے نہیں بھئی، یہ قاری امی کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا بھئی، یہ درست نہیں بھئی کیونکہ اس کی حالت قوی ہے، امی کی حالت ضعیف ہے اور قوی حالت والے کی نماز ضعیف کے پیچھے درست نہیں ہے بھئی۔ ایک قاری ہے ایک امی ہے بھئی تو سمجھ میں آیا؟ تو قاری کی نماز امی کے پیچھے درست نہیں کیونکہ قاری کی حالت قوی ہے اور دوسرے کی ضعیف ہے اور قوی حالت والے کی نماز ضعیف کے پیچھے درست نہیں۔ وَلَا الْقَارِئُ خَلْفَ الْأُمِّيِّ، اور نہ قاری نماز پڑھے خَلْفَ الْأُمِّيِّ امی کے پیچھے۔

وَلَا الْمُكْتَسِي خَلْفَ الْعُرْيَانِ، اور نہ کپڑے پہننے والا ننگے کے پیچھے۔ ایک آدمی ہے بھئی اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں، ایک کے پاس کپڑے ہیں بھئی۔ اب جو کپڑے پہنے ہوئے ہے وہ پیچھے مقتدی بنتا ہے، دوسرے کو امام بناتا ہے، یہ درست نہیں ہے مولانا۔ کیونکہ کپڑے پہننے والے کی حالت کیا ہے؟ قوی ہے بھئی، نماز میں ضروری تھا یا نہیں ستر عورت بھئی؟ تو مکتسی جس نے کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ تو وَلَا الْمُكْتَسِي خَلْفَ الْعُرْيَانِ، اور نہ کپڑے پہننے والا نماز پڑھے خَلْفَ الْعُرْيَانِ ننگے کے پیچھے۔

وَيَجُوزُ أَنْ يَؤُمَّ الْمُتَيَمِّمُ الْمُتَوَضِّئِينَ، اور جائز ہے کہ امامت کروائے تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی۔ بھئی ایک شخص تیمم کر کے آیا ہے، کیا وہ، باقی لوگوں نے وضو کیا ہے، کیا یہ تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کو نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں پڑھا سکتا؟ تو بتلایا پڑھا سکتا ہے مولانا۔ بھئی اس کا عذر ہے یہ وضو نہیں کر سکتا بھئی، پانی تو موجود ہے مثلاً لیکن وضو نہیں کر سکتا، یا سرے سے پانی اس وقت نہیں ہے۔ اس وقت پانی ہی نہیں ہے، جنہوں نے وضو کیا تھا پہلے کیا تھا اور اس نے اب تیمم کیا ہے تو یہ امامت کروا سکتا ہے بھئی، اس لیے کہ تیمم بھی کیا ہے؟ وضو کا نائب ہے، طہارت مطلقہ ہے، وضو ہی کی طرح اس سے کیا ہوتی ہے؟ پاکی حاصل ہوتی ہے۔ وَيَجُوزُ أَنْ يَؤُمَّ الْمُتَيَمِّمُ الْمُتَوَضِّئِينَ، اور جائز ہے کہ امامت کروائے تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی۔ اسی طرح وَالْمَاسِحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، جائز ہے اس کا عطف بھی کس پر ہے؟ مُتَيَمِّمٌ پر ہے۔ اور جائز ہے کہ امامت کروائے کون بھئی؟ الْمَاسِحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وہ شخص جو مسح کرنے والا ہے موزوں پر کس کی؟ الْغَاسِلِينَ، دھونے والے، وہ جو پاؤں دھونے والے ہیں مولانا۔ بھئی نماز میں حاضر ہوئے، ایک شخص ہے وہ موزوں پر مسح کر کے آیا ہے اور باقیوں نے پاؤں دھوئے ہیں، تو کیا یہ موزوں پر مسح کرنے والا ان سے ادنی حالت میں ہے، یہ ان کی امامت نہیں کروا سکتا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہ بھی کیا ہے؟ اس کو بھی پوری طہارت حاصل ہے، یہ ان کی امامت کروا سکتا ہے۔ یہ معنی ہے وَالْمَاسِحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، اور موزوں پر مسح کرنے والا یہ امامت کروا سکتا ہے الْغَاسِلِينَ پاؤں دھونے والوں کو۔

وَيُصَلِّي الْقَائِمُ خَلْفَ الْقَاعِدِ۔ بھئی ایک شخص ذرا بیمار ہے، کھڑا نہیں ہو سکتا بھئی کسی وجہ سے، ضعف وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ بیٹھ کر بھئی رکوع اور سجدہ کر لیتا ہے بیٹھے بیٹھے ہی۔ اب ایک شخص بیٹھا ہوا ہے تو یہ قیام پر قادر نہیں اور باقی قیام پر قادر ہیں وہ کھڑے ہو سکتے ہیں، تو کیا اس کی حالت ادنی ہو گئی، یہ ان کو امامت نہیں کروا سکتا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی نہیں، یہ کیا کر سکتا ہے؟ ان کو امامت کروا سکتا ہے بھئی۔ وَيُصَلِّي الْقَائِمُ خَلْفَ الْقَاعِدِ، اور نماز پڑھے کھڑے ہونے والا بیٹھنے والے کے پیچھے۔ وَلَا يُصَلِّي الَّذِي يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ خَلْفَ الْمُومِي۔ اچھا بھئی اب دوسری صورت آ گئی بھئی۔ باقی لوگ رکوع اور سجدہ کر سکتے ہیں، ایک آدمی اتنا بیمار ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ ہی نہیں کر سکتا تو وہ اشارے سے کرتا ہے رکوع اور سجدہ، کیا کرتا ہے؟ اشارے سے۔ تو کیا یہ لوگ جو رکوع اور سجدے پر قادر ہیں یہ اس کو امام بنا لیں، اس کے پیچھے نماز درست ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، ان کی حالت قوی ہے بھئی یہ رکوع اور سجدہ کر سکتے ہیں اور وہ تو صرف اشارے سے رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو لہذا ان کو اس اشارہ کرنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ وَلَا يُصَلِّي الَّذِي يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ، اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جو رکوع اور سجدہ کرتا ہے، خَلْفَ الْمُومِي، اشارے سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے۔ مُومِي اشارہ کرنے والا بھئی۔

وَلَا يُصَلِّي الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ۔ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے بھئی۔ بھئی ایک ساتھی ہے آپ کا مولانا وہ نفل پڑھنے لگا، آپ نے کہا بھئی ٹھہرو میں نے بھی ابھی نماز نہیں پڑھی جماعت کروا دو۔ اس نے کہا بھئی میں تو جماعت پڑھ چکا ہوں، میں نفل پڑھنے لگا ہوں۔ آپ نے کہا چلو بھئی آپ نفل کی نیت کر لینا امام بن جاؤ اور میں پیچھے فرض پڑھوں گا آپ کے پیچھے اقتداء کروں گا۔ یہ درست نہیں ہے مولانا، اس لیے کہ فرض جو پڑھ رہا ہے اس کی حالت قوی ہے اور جو نفل پڑھ رہا ہے اس کی حالت اس سے کم ہے اور قوی حالت والے کی نماز کم والے کے پیچھے درست نہیں۔ نیز مولانا اقتداء

آپ کر رہے ہیں تو اقتداء کے اندر تو اشتراک ضروری ہے کہ ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں بھئی یا حالت قوی ہو کم از کم بھئی۔ وَلَا يُصَلِّي الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ، اور نماز نہ پڑھے فرض پڑھنے والا خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ نفل پڑھنے والے کے پیچھے۔ وَلَا مَنْ يُصَلِّي فَرْضًا خَلْفَ مَنْ يُصَلِّي فَرْضًا آخَرَ. اچھا بھئی یہ تو تھا ایک کی حالت قوی ایک کی حالت ضعیف بھئی یا ادنی ہے، اگر دونوں کی حالت ہی قوی ہے لیکن نمازیں الگ الگ ہیں بھئی۔ نمازیں الگ الگ ہیں بھئی، آپ کا ساتھی پڑھنے لگا عصر کی نماز، آپ نے کیا کہا؟ میری ظہر کی رہتی ہے چلو میں آپ کی اقتداء میں ظہر پڑھ لوں گا آپ امامت کروادو۔ تو امام صاحب کون سی نماز پڑھ رہے ہیں؟ عصر کی، اور مقتدی ظہر کی۔ یہ درست نہیں ہے مولانا کیونکہ اقتداء جب کر رہے ہیں تو اشتراک ضروری ہے اور یہاں اشتراک نہیں بھئی، دونوں کی نماز ایک نہیں۔ تو وَلَا مَنْ يُصَلِّي، اور نہ وہ شخص جو نماز پڑھتا ہے، فَرْضًا، کوئی فرض، خَلْفَ مَنْ يُصَلِّي فَرْضًا آخَرَ، ایسے شخص کے پیچھے جو کوئی اور فرض پڑھ رہا ہے، فَرْضًا آخَرَ کوئی دوسرا فرض پڑھ رہا ہے۔ وَيُصَلِّي الْمُتَنَفِّلُ خَلْفَ الْمُفْتَرِضِ، اور نماز پڑھ سکتا ہے نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے۔ بھئی فرض والے کی حالت قوی ہے، نفل والے کی حالت ضعیف ہے مولانا، تو اب قوی والا امام بنتا ہے اور پیچھے آپ نے بھئی ظہر کی نماز آپ پڑھنے لگے، آپ کا ساتھی ہے اس سے کہا بھئی جماعت کروالیتے ہیں تاکہ جماعت کی فضیلت مل جائے، اس نے کہا میں تو ظہر کی نماز پڑھ چکا ہوں، آپ نے کہا چلو بھئی آپ نفلوں کی نیت کر لینا، تو یہ درست ہے مولانا۔ وَيُصَلِّي الْمُتَنَفِّلُ خَلْفَ الْمُفْتَرِضِ، اور نفل پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے فرض پڑھنے والے کے پیچھے۔

وَمَنِ اقْتَدَى بِإِمَامٍ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ أَعَادَ الصَّلَاةَ. اور جس نے اقتداء کی کسی امام کی پھر اسے پتہ چلا کہ وہ غیر طہارت پر تھا تو وہ نماز کو لوٹا لے۔ بھئی دیکھو مولانا آپ نے ایک شخص کے پیچھے، ایک شخص کی اقتداء میں نماز ادا کر لی ظہر کی بھئی۔ بعد میں امام صاحب کو پتہ چلا بھئی کہ میرے کپڑوں پر تو خون لگا تھا، نجاست لگی ہوئی تھی، نماز ہی نہیں ہوئی، یا بھئی میرا تو وضو ہی نہیں تھا مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ اس نے سب کو بتا دیا بھئی کہ اپنی اپنی نماز کیا کر لیں؟ دہرا لیں بھئی۔ اب ایک آدمی کہتا ہے نہیں بھئی امام صاحب کا وضو ہو یا نہ ہو میرا تو تھا۔ سمجھ میں آیا؟ میری تو نماز ہو گئی۔ کہتے ہیں نہیں بھئی نہیں، جب امام کی نہیں ہوئی تو آپ کی بھی نماز نہیں ہوئی، آپ اسی کی تو اقتداء کر رہے تھے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دہرانی پڑے گی بھئی۔ یہ معنی ہے وَمَنِ اقْتَدَى بِإِمَامٍ، اور جس نے پیروی کی کسی امام کی، اقتداء کی کسی امام کی، ثُمَّ عَلِمَ، پھر اسے پتہ چلا، أَنَّهُ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ، کہ امام جو تھا وہ طہارت پر نہیں تھا، أَعَادَ الصَّلَاةَ، تو اعادہ کرے گا نماز کا۔[۴]

وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي۔ اب کچھ مکروہات صلاۃ ذکر کرنے لگے ہیں بھئی۔ کہتے ہیں وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي أَنْ يَعْبَثَ بِثَوْبِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ، اور مکروہ ہے نماز پڑھنے والے کے لیے کہ وہ کھیلے اپنے کپڑوں کے ساتھ أَوْ بِجَسَدِهِ یا اپنے جسم کے ساتھ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نماز پڑھ رہا ہے مولانا، سوٹ پہنا ہوا ہے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں کبھی ایک طرف سے قمیص صحیح کر رہا ہے کبھی دوسری طرف سے قمیص صحیح کر رہا ہے بھئی، کبھی اس طرف کا بٹن تو نہیں خراب ہو رہی بھئی پھر سیٹ کرتا ہے ادھر، نہیں بھئی مولانا یہ کپڑوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ یا بدن میں اسی طرح مولانا ایک شخص ہے لگا ہوا ہے بھئی پھر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہے نماز کے اندر سیٹ کر رہا ہے، پھر بار بار کر رہا ہے، نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے بھئی۔ تو نہ اپنے کپڑوں کے ساتھ اور نہ اپنے بدن کے ساتھ۔ اور مکروہ ہے نمازی کے لیے کہ وہ کھیلے اپنے کپڑوں کے ساتھ أَوْ بِجَسَدِهِ یا اپنے بدن کے ساتھ۔ عَبَثٌ کا معنی ہوتا ہے بیکار کام کرنا بھئی جس کا کوئی فائدہ نہیں، بالکل۔ کوئی حاجت پیش آ جائے تو تھوڑی بہت حرکت کی اجازت تو ہے بھئی۔

وَلَا يَقْلِبُ الْحَصَى۔ حَصَى کہتے ہیں کنکریاں، کنکریاں۔ وَلَا يَقْلِبُ الْحَصَى، اور کنکریوں کو نہ الٹے پلٹے بھئی، إِلَّا أَنْ لَا يُمْكِنَهُ السُّجُودُ عَلَيْهِ، مگر یہ کہ ممکن نہ ہو اس کے لیے ان پر سجدہ کرنا، فَيُسَوِّيهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، تو برابر کر لے ان کو ایک مرتبہ بھئی۔ بھئی کنکریاں پڑی ہوئی ہیں ان کو بلاوجہ ہاتھ لگا رہا ہے، چھیڑ رہا ہے بھئی یا التحیات میں بیٹھا ہوا ہے یا سجدے میں جانے لگا ہے۔ ہاں اگر ایسی پڑی ہیں ان پر آپ نے سجدہ کرنا ہے اور بغیر برابر کیے سجدہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے، تکلیف ہوتی ہے تو پھر کیا کر لے؟ ایک آدھ دفعہ ان کو ہاتھ سے سیدھا کر لے بھئی۔ وَلَا يَقْلِبُ الْحَصَى، اور نہ الٹے پلٹے کنکریوں کو مگر یہ کہ ممکن نہ ہو سجدہ کرنا ان پر تو ان کو برابر کر دے مَرَّةً وَاحِدَةً ایک مرتبہ۔

وَلَا يُفَرْقِعُ أَصَابِعَهُ، اور انگلیاں نہ چٹخائے بھئی۔ انگلیاں چٹخانا جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ بھئی یہ انگلیوں کو پیچھے کی طرف موڑو تو ان سے آواز آتی ہے

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنِ اقْتَدَى بِإِمَامٍ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ أَعَادَ الصَّلَاةَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن اقتدى بإمام ثم علم أنه على غير وضوء إعاد الصلاة» منقول ہے۔

بھئی۔ وہ پٹاخے بجتے ہیں یا نہیں بجتے بھئی؟ یہ انگلیاں چٹخانا، نماز میں اس طرح انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے بھئی۔ بلکہ یہ تو نماز سے باہر بھی درست نہیں ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ مجلس وغیرہ میں بیٹھ کر اس طرح نہ کرے بھئی یہ آداب مجلس کے خلاف ہے بھئی، نماز سے خارج بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ اچھا تو کہتے ہیں وَلَا يُفَرْقِعُ أَصَابِعَهُ، اور نہ اپنی انگلیوں کو چٹخائے۔ وَلَا يُشَبِّكُ، اور تشبیک بھی نہ کرے مولانا۔ شَبَكَةٌ کہتے ہیں جال کو عربی میں۔ تشبیک بھئی یہ انگلیاں، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرو، یہ ایک جال سا بن گیا یا نہیں بھئی؟ جی؟ یہ اس کو تشبیک کہتے ہیں مولانا، یہ بھی نہ کرے بھئی نماز کے اندر بھئی۔

وَلَا يَتَخَصَّرُ، اور تَخَصُّر بھی نہ کرے نماز میں بھئی۔ بھئی اوپر لکھا ہوا ہے التَّخَصُّرُ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الْخَاصِرَةِ، تخصر دونوں ہاتھوں کا رکھنا ہے کولہوں پر۔ دونوں ہاتھوں کا کولہوں پر رکھنا بھئی یہ دیکھو اس طرح دونوں طرف ہاتھ رکھے ہیں بھئی دیکھا؟ اس کو کیا کہتے ہیں؟ تَخَصُّر کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کا کولہوں پر رکھنا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دائیں ہاتھ کو دائیں طرف رکھا اور بائیں ہاتھ کو بائیں طرف کولہے پر رکھا، یہ تخصر ہوا اور یہ مکروہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں نماز سے باہر بھی یہ مکروہ ہے مولانا، باہر بھی بھئی۔ اس لیے کہ ابلیس کو جب جنت سے نکالا گیا تھا تو وہ اسی طرح نکلا تھا، دونوں ہاتھ کولہوں پر رکھے ہوئے نکلا بھئی۔

وَلَا يَسْدُلُ ثَوْبَهُ، اور اپنے کپڑے کا سَدْل بھی نہ کرے بھئی۔ سدل کا معنی ہوتا ہے کپڑا لٹکانا۔ سمجھ میں آیا؟ وہ کیسے بھئی؟ کہ سر یا کندھے پر چادر ڈال لیتا ہے بھئی اور سیدھی نیچے لٹکا لی بھئی۔ حالانکہ چادر کا تو یہ ہے ایک سائیڈ کو کیا کر لیا جاتا ہے؟ دوبارہ گھما کر کندھے پر ڈال لیا جاتا ہے۔ لیکن کندھے پر یا سر پر چادر ڈالی ہے اور اس کے دونوں کنارے سیدھے نیچے کو لٹک رہے ہیں، یہ کیا ہے؟ سدل ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ پسندیدہ نہیں مولانا۔ چاہے چھوٹا رومال ہی کیوں نہ ڈالا ہو بھئی، سر پر آپ ڈال لیتے ہیں تو سیدھا لٹکانا مکروہ ہے مولانا، اس کو کیا کر لے؟ ایک کنارے کو گھما کر کندھے پر ڈال لے بھئی، لپیٹ لے اس کو بھئی جیسے چادر کو لپیٹتے ہیں۔ وَلَا يَسْدُلُ ثَوْبَهُ، اور کپڑے کا سدل بھی نہ کرے بھئی، کپڑے کو نہ لٹکائے بھئی۔ وَلَا يَكُفُّهُ، اور اسے سمیٹے بھی نہ۔ كَفَّ يَكُفُّ کا معنی ہوتا ہے روکنا کسی چیز کو، سمیٹنا بھئی، تو یہاں سمیٹنا مراد ہے بھئی، روکنا اس کا معنی ہے۔ کپڑے کو سمیٹے بھی نہ بھئی۔ بھئی آپ نے سوٹ پہنا ہوا ہے اور اب نماز پڑھ رہے ہیں، نماز کے اندر کبھی ایک طرف سے سوٹ سمیٹ رہے ہیں کبھی دوسری طرف سے کہ ادھر سے مٹی نہ لگ جائے کہیں ادھر سے مٹی نہ لگ جائے بھئی، تو یہ مکروہ ہے مولانا نماز کے اندر۔

وَلَا يَعْقِصُ شَعْرَهُ بھئی۔ اور بھئی جوڑا جانتے ہو یا نہیں جوڑا؟ بھئی وہ عورتیں جو ہیں عورتیں، وہ اپنے سر پر سارے بالوں کو اکٹھا کر کے گیند سا بنا لیتی ہیں بھئی چوٹی کے اوپر بھئی اور اس کو باندھ دیتی ہیں، یہ کیا کہلاتا ہے؟ جوڑا کہلاتا ہے بھئی۔ تو سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ جوڑا بنانا بھی مکروہ بھئی، سمجھ میں آیا؟ کبھی جوڑا بنا کے آپ نماز پڑھنے لگیں بھئی۔ آج کل جوڑے کی طرح ویسے ہی بھئی بال اوپر کر کے چوٹی پر کیا کر لیے اوپر باندھ لیے بھئی، تو یہ بھی اسی کی طرح ہو گیا۔ تو یہ نماز میں اس طرح کے بال بنا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بھئی نماز کے اندر اس طرح باندھتا ہے پھر تو نماز ہی ٹوٹ گئی کیونکہ عمل کثیر لازم آئے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں اس طرح کے بال پہلے بنا لیے اب نماز پڑھ رہا ہے، یہ مکروہ ہے مولانا۔ یہ معنی وَلَا يَعْقِصُ شَعْرَهُ، اور اپنے بالوں کا جوڑا نہ بنائے بھئی، یعنی پہلے سے بنا ہو اور اس کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔

وَلَا يَلْتَفِتُ يَمِينًا وَشِمَالًا، اور متوجہ نہ ہو مولانا دائیں اور بائیں بھئی۔ نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ دائیں بائیں نہ دیکھے بھئی۔ ہاں کسی ضرورت شدیدہ کی بنا پر اگر آنکھ کے کناروں سے ادھر ادھر دیکھ لیتا ہے، چہرہ نہیں موڑتا تو کوئی حرج نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ روایات میں آتا ہے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نماز پڑھاتے ہوئے آنکھ کے کناروں کے ذریعے بعض اوقات صحابہ پر نظر رکھتے تھے کہ میرے صحابہ میرے پیچھے کیا کر رہے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ضرورت کی بنا پر کناروں سے، چہرہ نہ مڑے بھئی۔ سینہ مڑ گیا پھر تو نماز ہی ٹوٹ گئی۔ وَلَا يَلْتَفِتُ يَمِينًا وَشِمَالًا، اور نہ متوجہ ہو دائیں طرف اور بائیں طرف۔

وَلَا يُقْعِي كَإِقْعَاءِ الْكَلْبِ، اور نہ بیٹھے کتے کے بیٹھنے کی طرح بھئی۔ جیسے کتا بیٹھتا ہے اس طرح نماز میں نہ بیٹھے بھئی۔ وہ کیسے بیٹھنا ہے؟ کہتے ہیں بھئی کہ انسان اپنی سرین کے بل بیٹھ جائے اور دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سینے کے ساتھ ملا لے بھئی۔ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے کس کے ساتھ ملا لے؟ سینے کے ساتھ ملا لے اور ہاتھوں کو زمین پر رکھ دے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ کیسے ہو گا بھئی؟ کر کے دکھاؤ بھئی سب کو۔ دیکھیے بھئی۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے، گھٹنوں کو سینے کے ساتھ ملاؤ اچھی طرح، ہاں ہاتھ نیچے رکھو بھئی۔ دیکھو بھئی، یہ إِقْعَاءٌ ہے كَإِقْعَاءِ الْكَلْبِ مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ سرین کے بل انسان بیٹھے اور دونوں گھٹنے، پاؤں زمین پر ہیں اور گھٹنے جوڑ کر کس کے ساتھ ملا لے؟ سینے کے ساتھ اور ہاتھوں کو زمین پر رکھا، یہ إِقْعَاءُ الْكَلْبِ ہے مولانا۔ تو یہ نہ کرے بھئی۔ ہاں انسان مجبوری ہے، تکلیف ہے، بیمار ہے، پھر جس طرح مرضی بیٹھ کر نماز پڑھ لے، لیکن ویسے اس طرح کرنا مکروہ ہے بھئی۔

وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهِ، اور سلام کا جواب نہ دے اپنی زبان کے ساتھ بھئی۔ آپ کا ساتھی آیا اس نے کہا آپ نماز پڑھ رہے تھے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، آپ نے کہا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ۔ بس مولانا آپ کی نماز ٹوٹ گئی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ نماز میں کلام کرو چاہے بھولے سے کرو چاہے جان بوجھ کر کرو، فوراً نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ تو سلام کا جواب نہ دے اپنی زبان کے ساتھ، وَلَا بِيَدِهِ۔ بھئی آپ کا ساتھی آیا بھئی اس کو تو پتہ نہیں چلا اس نے سلام کیا آپ کو بھئی، آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے زبان سے تو جواب نہیں دیا ہاں ہاتھ اٹھا کر اس کو کہا بھئی، سلام کا جواب دیا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ مکروہ ہے مولانا، مکروہ بھئی۔ زبان سے دیا پھر تو نماز ہی ٹوٹ گئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاتھ سے نہ دے بھئی جواب ہاتھ اٹھا کر۔ اسی طرح سر کے ذریعے جواب دے دیا، یہ بھی مکروہ ہے مولانا۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهِ وَلَا بِيَدِهِ، اور سلام کا جواب نہ دے اپنی زبان کے ساتھ وَلَا بِيَدِهِ اور نہ اپنے ہاتھ کے ساتھ۔

وَلَا يَتَرَبَّعُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ، اور تَرَبُّع بھی نہ کرے یعنی مُتَرَبِّع بھی نہ بیٹھے۔ مُتَرَبِّع چوکڑی مار کر بیٹھنا بھئی، دیکھ رہے ہیں بھئی؟ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ سمجھ میں آیا؟ جس کو چوکڑی مار کر بیٹھنا عربی میں کہتے ہیں مُتَرَبِّع۔ اسی طرح اس کو کہتے ہیں چار زانو بیٹھنا بھئی یہ بھی لفظ استعمال ہوتا ہے، اسی طرح آلتی پالتی مار کر بیٹھنا یہ بھی اسی کے لیے استعمال ہوتا ہے، تو یہ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ تو کہتے ہیں تربع بھی نہ کرے، چوکڑی مار کر بھی نہ بیٹھے إِلَّا مِنْ عُذْرٍ مگر کسی عذر سے۔ عذر کی صورت میں جیسے مرضی بیٹھے مولانا مکروہ بھی نہیں ہے۔ وَلَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ، اور کھائے اور پیے بھی نہ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نماز میں کوئی چیز کھاتا ہے پیتا ہے نماز ٹوٹ جائے گی، چاہے ایک معمولی سے بھئی چنے کے دانے کے آدھے ٹکڑے سے بھی چھوٹا تھا وہ بھئی کھالے گا نماز ٹوٹ جائے گی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر منہ کے اندر ہی دانتوں میں کوئی خوراک کا ذرہ پھنسا ہوا تھا اور اسے نماز کے اندر نگل لیا تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر وہ چنے کے دانے کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ گئی، اور اس سے کم ہو تو نماز نہیں ٹوٹی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جی۔

فَإِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ۔ اگر پیش آجائے حدث مولانا۔ بھئی صورت یہ بتلا رہے ہیں مولانا، بھئی ایک آدمی ہے وہ نماز پڑھ رہا ہے بھئی، نماز پڑھتے پڑھتے اس کا وضو ٹوٹ گیا اب کیا کرے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو پھر جائے، واپس لوٹ جائے، جا کر وضو کرے اور وضو کر کے آئے اور جہاں سے جس رکن سے نماز چھوٹی تھی دوبارہ وہیں سے کیا کر دے پڑھنا شروع کر دے بھئی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ یہ نہیں کہ وضو ٹوٹا اب سلام پھیر دے، سلام نہیں بھئی۔ وضو ٹوٹا وہیں سے واپس مڑ گیا، سیدھا گیا وضو کیا اور پھر سیدھا آگیا۔ سمجھ میں آیا؟ درمیان میں کسی سے بات نہیں کرنی مولانا، بات کی تو نماز ختم بھئی۔ سیدھا آیا اور پھر کیا کیا؟ وہیں سے نماز، اب آکر پھر نیت باندھ کے اللهُ أَكْبَرُ بھئی نئی نماز نہیں شروع کر رہے، وہی نماز ہے ابھی چل رہی ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ اسی لیے میں نے کہا واپس جا رہے ہیں وضو کر کے آرہے ہیں تو درمیان میں کسی سے بات نہیں کرنی۔ اگر کسی سے بات کر لی تو پھر اسی نماز کو جاری نہیں رکھ سکتے بلکہ پھر کیا کرنا پڑے گا؟ نئے سرے سے نماز پڑھنا پڑے گی بھئی۔ آکر پھر مثلاً دو رکعت آپ پڑھ چکے تھے، مغرب کی تین رکعت پڑھ رہے ہیں دو پڑھ چکے تھے ایک باقی ہے کہ وضو ٹوٹ گیا، آپ جائیں سیدھا وضو کر کے پھر آکر کیا کر لیں وہیں سے نماز پوری کر لیں باقی نماز۔ اس کو کہتے ہیں بنا کرنا، کیا کرنا؟ بنا کرنا، اسی نماز پر بنا کرنا۔

تو جب شخص کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ کیا کرے؟ اسی نماز پر بنا کر سکتا ہے لیکن درمیان میں کسی سے کلام نہیں کرنا بھئی۔ تو یہ صرف پھر کر جائے گا اور وضو کر کے آئے گا، درمیان میں کوئی اور کام بھی نہیں کرنا۔ یوں سمجھیں کہ گویا من وجہ ابھی بھی نماز میں ہے۔ تو نماز میں کسی سے بات کر و ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں ٹوٹ جاتی؟ کھایا پیا کچھ تو پھر ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں بھئی؟ ٹوٹ جاتی ہے۔ تو یہاں بھی کوئی ایسا کام نہیں کرنا، بس سیدھا جانا ہے اور وضو کر کے آنا ہے اور اسی نماز پر کیا کر لے؟ بنا کر لے یعنی بقیہ کو پورا کر لے۔ لیکن افضل یہ ہے پھر نئے سرے سے پڑھے، افضل کیا ہے؟ نئے سرے سے۔ یہ تو تھا اگر ایک اکیلا آدمی تھا یا مقتدی تھا۔ لیکن اگر امام ہو بھئی پھر وہ کیا کرے؟ بھئی کہتے ہیں وہ تو سب کی جماعت کروا رہا ہے، اب پھر کے جائے گا لوگ انتظار کریں گے اس کا، تو وہ اپنا خلیفہ بنا دے، اپنا نائب کسی کو بنائے بھئی۔ اسی لیے کہتے ہیں امام کے پیچھے عالم ہی کو کھڑا ہونا چاہیے تاکہ اگر کسی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹتا ہے وہ واپس مڑتا ہے تو اپنے پیچھے کھڑے ہوئے عالم کو آرام سے ہاتھ پکڑ کر کیا کر دے گا؟ اپنی جگہ پر آگے کر دے گا۔ اب بقیہ نماز وہ پوری کروائے گا۔ یہ نہیں کہ اب جو دوسرا آگے ہوا ہے وہ پھر نئے سرے سے شروع ہو جائے گا بلکہ اسی سے آگے کیا کروا دے گا نماز کو پورا کروا دے۔ اور جو امام تھا جس نے اپنا جانشین بنا دیا ہے، یہ امام جائے مولانا سیدھا جا کر وضو کرے اور پھر آکر اب مقتدی کے طور پر پیچھے شریک ہو جائے گا اور مثلاً دو رکعتیں پڑھ چکا تھا اب بقیہ دو کو کیا کر لے گا؟ پورا کر لے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

فَإِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ انْصَرَفَ وَتَوَضَّأَ، اگر حدث پیش آجائے تو پھر جائے، لوٹ جائے وَتَوَضَّأَ اور وضو کرے وَبَنَى عَلَى صَلَاتِهِ اور بنا کرے اپنی نماز پر یعنی اسی نماز پر، إِنْ لَمْ يَكُنْ إِمَامًا، اگر یہ امام نہ تھا۔ فَإِنْ كَانَ إِمَامًا، اگر یہ شخص امام تھا، اسْتَخْلَفَ، پھر کیا کرے گا؟ کسی کو خلیفہ،

اپنا قائم مقام بنائے گا بھئی، وَتَوَضَّأَ، اور پھر وضو کرے گا، وَبَنَى عَلَى صَلَاتِهِ، اور بنا کرے گا اپنی اس نماز پر، مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ، جب تک کہ اس نے کسی سے کوئی کلام نہ کیا ہو۔ وَالِاسْتِئْنَافُ أَفْضَلُ، اور نئے سرے سے پڑھنا افضل ہے۔ اسْتِئْنَافٌ کیا معنی؟ نئے سرے سے پڑھنا بھئی۔ چلیے مولانا بس بھئی هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۲: باب الجماعۃ (۲) والحدث فی الصلاۃ: نماز میں سبقتِ حدث، بناء کی شرائط، مفسداتِ نماز، سترہ اور مکروہاتِ صلاۃ

مختصر القدوری صفحہ: ۲۲—بتاریخ: ۱۲ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

وَإِنْ نَامَ فَاحْتَلَمَ أَوْ جُنَّ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَوْ قَهْقَهَ اسْتَأْنَفَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ وَإِنْ تَكَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ سَاهِيًا أَوْ عَامِدًا بَطَلَتْ صَلَاتُهُ وَإِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ تَوَضَّأَ وَسَلَّمَ وَإِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ أَوْ تَكَلَّمَ أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلَاةَ تَمَّتْ صَلَاتُهُ۔

وَإِنْ نَامَ، اور اگر سو گیا بھئی نماز پڑھنے والا نماز میں، وَإِنْ نَامَ اگر کوئی سو گیا، فَاحْتَلَمَ، پس اسے احتلام ہو گیا، أَوْ جُنَّ، یا مجنون ہو گیا بھئی کوئی شخص نماز کے اندر، جنون بھئی آ گیا اس پر بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ جنون آیا، دیوانہ ہوا، أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، یا وہ بے ہوش ہوا مولانا، أَوْ قَهْقَهَ، یا قہقہہ لگایا، اسْتَأْنَفَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ، تو نئے سرے سے کرے گا وضو بھی اور نماز بھی۔ وضو بھی نئے سرے سے کرے اور نماز بھی دوبارہ لوٹائے بھئی۔

وَإِنْ تَكَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ سَاهِيًا أَوْ عَامِدًا بَطَلَتْ صَلَاتُهُ۔ اور اگر کلام کیا نماز کے اندر بھئی، سَاهِيًا، بھول کر، أَوْ عَامِدًا، یا جان بوجھ کر، بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی بھئی۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا مولانا نماز کے اندر بات چیت کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی چاہے جان بوجھ کر بات کرے چاہے بھولے سے کرے بھئی۔[1]

وَإِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ تَوَضَّأَ وَسَلَّمَ۔ اور اگر پیش آ جائے حدث بھئی، بَعْدَ مَا قَعَدَ، جی۔ ایک آدمی ہے بھئی نماز پڑھ رہا ہے اور نماز پڑھتے ہوئے تشہد کی مقدار وہ بیٹھ چکا ہے، یعنی آخری فرض کو بھی اس نے کیا کر لیا ہے؟ پورا کر لیا ہے۔ اب اس کے بعد اسے حدث لاحق ہوا مولانا، اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ تو کہتے ہیں بھئی سلام کے ساتھ میں نے آپ کو بتلایا تھا سلام کے ساتھ نکلنا نماز سے واجب ہے، تو لہٰذا یہ شخص اب جس کا وضو ٹوٹ گیا ابھی اس نے سلام نہیں پھیرا، اسے چاہیے کہ واپس جائے، وضو کرے، وضو کر کے آئے اور پھر اسی طرح آ کر بیٹھے اور سلام پھیر دے بھئی۔ پھر اس کی نماز کیا ہو جائے گی؟ پوری ہو جائے گی۔ یہی بات بتلا رہے ہیں بھئی: وَإِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ، اور اگر پیش آ جائے حدث بھئی بعد اس کے کہ جب وہ بیٹھا تھا تشہد کی مقدار، تَوَضَّأَ، تو وضو کرے، وَسَلَّمَ، اور سلام پھیرے بھئی۔[2]

وَإِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ أَوْ تَكَلَّمَ أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلَاةَ تَمَّتْ صَلَاتُهُ۔ وَإِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ، اور اگر اس نے جان بوجھ کر وضو توڑا، فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ، اس حالت کے اندر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تھا اب اس نے جان بوجھ کر وضو توڑا، أَوْ تَكَلَّمَ،

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ تَكَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ سَاهِيًا أَوْ عَامِدًا بَطَلَتْ صَلَاتُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن تكلم في صلاته عامدا أو ساهيا بطلت صلاته» منقول ہے۔

[2] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ تَوَضَّأَ وَسَلَّمَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن سبقه الحدث بعد التشهد توضأ وسلم» منقول ہے۔

یا اس نے کوئی کلام کیا، أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلَاةَ، یا عمل کیا ایسا عمل جو نماز کے منافی ہو، تَمَّتْ صَلَاتُهُ، تو اس کی نماز کیا ہوئی؟ پوری ہو گئی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نماز پوری ہو گئی بھئی۔ یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی نماز سے اپنے فعل کے ذریعے، کسی عمل کے ذریعے نماز سے نکلنا یہ ضروری ہے نماز میں۔ نماز ختم کرے تو کس کے ذریعے کرے؟ اپنے کسی، خُرُوجٌ بِصُنْعِ الْمُصَلِّي، مصلی نماز پڑھنے والے کے کسی عمل کے ذریعے نماز سے نکلنا ضروری ہے۔ جیسے سلام پھیرتا ہے وہ اپنی مرضی سے اور نماز کیا کر لیتا ہے؟ پوری کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ کوئی ایسا عمل کر دیتا ہے اپنے ارادے سے کرتا ہے مثلاً کیا ذکر کیا؟ کلام کر لیتا ہے بھئی، یا کوئی ایسا عمل کرتا ہے جو نماز کے منافی ہے مثلاً کوئی چیز پاس پڑی ہے اٹھائی اور کھالی بھئی، یا وضو جان بوجھ کر اس حالت میں توڑتا ہے تو اپنے ارادے کے ساتھ نماز کو پورا کرنا لازم آیا، اسی لیے انہوں نے کیا کہا کہ نماز کیا ہو جائے گی؟ پوری ہو جائے گی بھئی، یعنی صحیح ہو جائے گی۔ یہ معنی ہے وَإِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ، اور اگر جان بوجھ کر حدث لاحق کیا اس حالت میں، أَوْ تَكَلَّمَ، یا کلام کیا، أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلَاةَ، یا کوئی ایسا عمل کیا جو نماز کے منافی ہے، تَمَّتْ صَلَاتُهُ، تو اس کی نماز پوری ہوئی۔

وَإِنْ رَأَى الْمُتَيَمِّمُ الْمَاءَ فِي صَلَاتِهِ بَطَلَتْ صَلَاتُهُ۔ اور اگر دیکھا، مُتَيَمِّمٌ تیمم کرنے والا، اگر دیکھا تیمم کرنے والے نے پانی کو، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، اور اگر دیکھا تیمم کرنے والے نے پانی کو فِي صَلَاتِهِ اپنی نماز کے اندر، بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تیمم کر کے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا بھئی، تیمم کر کے بھئی نماز کے دوران ہی اس کو کیا ہوا؟ پانی نظر آ گیا یا یوں کہیں یہ پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا۔ کیا ہوا؟ یا تو پانی تھا ہی نہیں پانی مل گیا، نظر آ گیا بھئی، یا یوں کہیں کہ اب پانی کے استعمال پر کیا ہو گیا؟ قادر ہو گیا۔ تو پانی بھی دیکھے اور اس کے استعمال پر قادر بھی ہو، یہ نہ ہو کہ پانی کے استعمال پر قادر ہی نہیں ہے بھئی۔ تو پانی کو اس نے دیکھ لیا اس حالت کے اندر، بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔[۳]

وَإِنْ رَآهُ۔ اچھا یہاں سے اب آگے آخر تک مولانا وَإِنْ رَآهُ سے لے کر آخر تک یہ بارہ مسائل ہیں مولانا۔ مسائل اثنا عشر کہتے ہیں مولانا، اثنا عشرہ مسائل بھئی، بارہ مسائل ہیں بھئی، جن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نماز پوری ہو جائے گی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ آپ کو یاد ہونے چاہئیں بارہ مسائل بھئی۔ وَإِنْ رَآهُ، اور اگر پانی کو اس نے دیکھا، تیمم کرنے والے نے پانی کو دیکھا، بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ، بعد اس کے کہ جب وہ بیٹھا تھا تشہد کی مقدار۔ اتنی مقدار بیٹھنے کے بعد اس تیمم والے نے پانی دیکھا اور وہ اس پر قادر بھی ہے، ایک صورت۔ دوسری: أَوْ كَانَ مَاسِحًا فَانْقَضَتْ مُدَّةُ مَسْحِهِ، یا وہ مسح کرنے والا تھا پس پوری ہو گئی اس کی مدت مسح۔ پوری ہو گئی اس کی مدت مسح۔ بھئی دیکھیے آپ نے پڑھا تھا مقیم موزوں پر کتنا عرصہ مسح کر سکتا ہے؟ ایک دن ایک رات، اور یہ کب سے شروع ہو گا؟ جب اسے حدث لاحق ہو جائے۔ تو اب ایک آدمی نے وضو کیا، موزے پہنے اور اس کو مثلاً عصر کے وقت حدث لاحق ہوا، تو اب مولانا مسح کی مدت شروع ہو گئی، اگلے دن عصر تک یہ چلے گی مدت۔ اب اگلے دن عصر کے وقت یہ جب نماز پڑھ رہا تھا تو عین اس وقت مدت پوری ہوئی جب یہ تشہد پڑھ چکا تھا بھئی۔ تشہد پڑھ چکا ہے۔ جی تو یہ دوسری صورت ہو گئی۔[۴]

پہلی صورت کیا تھی؟ ساروں کا حکم آخر میں بتلائیں گے، بارہ مسائل ہیں مولانا۔ پہلی صورت کیا تھی کہ تیمم کرنے والے نے پانی کو کب دیکھا؟ تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تھا بھئی تو اس نے پانی کو دیکھا اور قادر ہے اس کے استعمال پر۔ أَوْ كَانَ مَاسِحًا، یا وہ نماز پڑھنے والا جو تھا وہ مسح کرنے والا تھا یعنی موزوں پر، فَانْقَضَتْ مُدَّةُ مَسْحِهِ، پس تشہد کے بعد کیا ہوئی ہے؟ اس کی مدت مسح پوری ہو گئی۔ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ بِعَمَلٍ قَلِيلٍ، یا اتار دیے اس نے اپنے موزے عمل قلیل سے بھئی، عمل قلیل سے۔ بھئی وہ پاؤں پر کھجلی وغیرہ کر رہا تھا اس سے موزہ اتر گیا عمل قلیل سے، تھوڑا سا ہلایا موزے کو وہ پاؤں سے ہی اتر گیا بھئی۔ تو یہ تیسری صورت ہوئی مولانا، تشہد کے بعد کیا کیا؟ عمل قلیل کے ذریعے موزے اتار دیے۔ أَوْ كَانَ أُمِّيًّا فَتَعَلَّمَ سُورَةً، یا وہ ان پڑھ تھا بھئی، فَتَعَلَّمَ سُورَةً، سیکھ لی اس نے کوئی سورت بھئی تشہد کی مقدار کے بعد بھئی۔ ان پڑھ تھا لیکن تشہد کے بعد کیا ہوا؟ کوئی سورت اس نے سیکھ لی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کوئی شخص پاس بیٹھا ہوا قرآن پڑھ رہا تھا اونچی آواز سے تو کوئی سورت اسے کیا ہو گئی؟ یاد ہو گئی اس وقت میں۔ أَوْ عُرْيَانًا فَوَجَدَ ثَوْبًا، یا وہ ننگا تھا تو اس نے کپڑا پا لیا۔ کس وقت کی بات ہو رہی ہے؟ تشہد کے بعد بھئی۔ جی کتنی صورتیں ہو گئیں بھئی؟ گنتے بھی جاؤ۔ وَإِنْ رَآهُ ایک صورت، أَوْ كَانَ مَاسِحًا دو صورتیں،

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ رَأَى الْمُتَيَمِّمُ الْمَاءَ فِي صَلَاتِهِ بَطَلَتْ صَلَاتُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن رأى المتيمم الماء في صلاته بطلب صلاته» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَوْ كَانَ مَاسِحًا فَانْقَضَتْ مُدَّةُ مَسْحِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أو كان ماسحا على الخفين فانقضت مدة مسحه» منقول ہے۔

أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ تین، أَوْ كَانَ أُمِّيًّا چار، أَوْ عُرْيَانًا پانچ۔ أَوْ مُومِيًا فَقَدَرَ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، یا وہ اشارے سے نماز پڑھنے والا تھا پس وہ قادر ہو گیا رکوع اور سجدے پر۔ کب قادر ہوا ہے؟ تشہد کے بعد۔ کتنی ہوئیں بھئی؟ چھ۔

أَوْ تَذَكَّرَ أَنَّ عَلَيْهِ صَلَاةً قَبْلَ هٰذِهِ، یا اسے یاد آیا کہ اس پر ایک اور نماز ہے اس سے پہلے بھئی۔ اس سے پہلے کیا ہے اس پر؟ ایک اور نماز ہے بھئی۔ یاد رکھو وہ شخص جس کی عمر بھر میں پابندی سے نمازیں پڑھ رہا ہے، نماز کوئی اس کی آج تک قضا نہیں ہوئی اسے صاحب ترتیب کہا جاتا ہے۔ کیا کہا جاتا ہے؟ صاحب ترتیب کہا جاتا ہے بھئی۔ اور یہ بڑی فضیلت کی بات ہے کوئی شخص صاحب ترتیب ہو مولانا، یعنی اس کی کبھی نماز ہی کوئی نہیں رہی آج تک جب سے بالغ ہوا ہے، جب سے اس پر نمازیں فرض ہوئیں۔ اب یہ صاحب ترتیب جو ہے اس کے لیے ضروری ہے اگر اس کی کوئی نماز قضا ہو جائے تو ضروری ہے کہ اگلی نماز پڑھنے سے پہلے وہ قضا شدہ پڑھے اور پھر وقتی نماز پڑھے۔ کیا ضروری ہے؟ پہلے قضا شدہ پڑھے پھر وقتی نماز۔ مثلاً بھئی اس کی فجر کی نماز قضا ہو گئی، اب وہ آج ظہر کی نماز پڑھنا چاہتا ہے وہ پڑھ بھی لے اس کی نماز نہیں ہو گی مولانا۔ لہٰذا اسے پہلے کیا کرنا پڑے گا؟ فجر کی قضا کرے گا اور پھر اس کے بعد ظہر کی پڑھے گا۔ ہاں اگر ظہر کا وقت ہی اتنا آخری وقت رہ گیا مولانا کہ اب اگر فجر پڑھتا ہے تو ظہر بھی قضا ہو جائے گی، پھر مولانا ظہر پڑھ سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی ہے بھئی؟ اگر فجر پڑھتا ہے پھر تو ظہر بھی کیا ہو جائے گی؟ قضا۔ تو اس صورت میں پھر پہلے ظہر کی پڑھ لے اور پھر اس کے بعد قضا۔ تو لہٰذا بھئی مسئلہ کیا ہوا کہ جب صاحب ترتیب کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو تو جب تک اس کی قضا نہیں کر لے گا اگلی وقتی نماز وہ نہیں پڑھ سکتا بھئی۔ تو یہ صاحب ترتیب کی بات ہے کہ أَوْ تَذَكَّرَ أَنَّ عَلَيْهِ صَلَاةً قَبْلَ هٰذِهِ، یا اسے یاد آیا کہ اس پر ایک اور نماز بھی ہے اس سے پہلے۔ بھئی اگر بھول گیا تھا، فجر کی نماز قضا ہوئی اور وہ بھول گیا اور اس نے ظہر کی پڑھ لی پھر تو بھولنے کی وجہ سے اب ظہر کی ہو جائے گی، اب فجر کی یاد آئی تو بعد میں قضا کر لے۔ لیکن نماز کے بیچ میں اس کو یاد آیا مولانا، اور کس وقت آیا؟ تشہد کی مقدار کے بعد یاد آیا کہ بھئی میری تو فجر کی نماز باقی ہے۔ کتنی صورتیں ہوئیں؟ سات صورتیں۔ تو ساتویں صورت یہ ہوئی مولانا أَوْ تَذَكَّرَ أَنَّ عَلَيْهِ صَلَاةً قَبْلَ هٰذِهِ، یا یاد آیا اسے کہ اس پر ایک نماز ہے اس سے پہلے۔

أَوْ أَحْدَثَ الْإِمَامُ الْقَارِئُ فَاسْتَخْلَفَ أُمِّيًّا، یا حدث لاحق ہوا ایسے امام کو جو قاری تھا پس اس نے خلیفہ بنایا، اپنا قائم مقام بنایا أُمِّيًّا ان پڑھ کو بھئی۔ پہلے جو امامت کروا رہا تھا وہ کس قسم کا ہے؟ قاری ہے، پڑھا ہوا ہے، لیکن اب اس کو حدث لاحق ہوا، وضو ٹوٹ گیا، تو کس وقت وضو ٹوٹا؟ تشہد کی مقدار کے بعد، پس اس نے اپنا نائب کس کو بنا دیا؟ ان پڑھ کو، امی کو۔ أَوْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، یا سورج طلوع ہو گیا فجر کی نماز میں۔ کس وقت طلوع ہوا بھئی؟ تشہد کی مقدار کے بعد۔ أَوْ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ فِي الْجُمُعَةِ، یا داخل ہو گیا عصر کا وقت جمعہ کی نماز میں بھئی۔ کس وقت داخل ہوا؟ تشہد کی مقدار کے بعد، سب کے ساتھ تعلق ہے اس کا بھئی۔ أَوْ كَانَ مَاسِحًا عَلَى الْجَبِيرَةِ فَسَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ۔ جَبِيرَةٌ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ وہ جو ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے تو اس کے اوپر کیا کیا جاتا ہے؟ پٹی باندھی جاتی ہے، پہلوان وغیرہ جو ہوتے ہیں لکڑی رکھ کر پھر اوپر پٹی باندھتے ہیں اسے جبیرہ کہتے ہیں، مراد پٹی ہے مولانا پٹی بھئی، کوئی پٹی زخم پر باندھی ہوئی ہے۔ اور آپ نے پڑھا تھا پٹی پر مسح کر سکتا ہے، جتنی مدت تک زخم ٹھیک نہیں ہوتا کر تا رہے اس پر مسح۔ لیکن اگر وہ پھر کھل جائے تو اگر زخم ابھی ٹھیک نہیں ہوا تو کوئی حرج نہیں اور اگر زخم ٹھیک ہو چکا ہے تو پھر تو مسح ختم ہوا بھئی۔ تو لہٰذا اب أَوْ كَانَ مَاسِحًا عَلَى الْجَبِيرَةِ، یا وہ نماز پڑھنے والا وہ مسح کرنے والا تھا پٹی پر، فَسَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ، پس وہ گر گئی عَنْ بُرْءٍ زخم کے ٹھیک ہونے پر۔ زخم نیچے ٹھیک ہو چکا تھا بھئی، تشہد کی مقدار کے بعد پٹی کھل گئی گر گئی اور دیکھا تو زخم ٹھیک ہو چکا ہے۔ أَوْ كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً فَبَرِئَتْ، یا کوئی عورت کیا تھی؟ مستحاضہ تھی جسے ہر وقت خون آنے کی بیماری ہے، فَبَرِئَتْ، پس وہ ٹھیک ہو گئی۔ کس وقت ٹھیک ہوئی؟ تشہد کی مقدار کے بعد۔

ان ساری صورتوں میں، یہ بارہ صورتیں بنتی ہیں بھئی، بَطَلَتْ صَلَاتُهُمْ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، نماز باطل ہو گئی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز کیا ہوئی؟ باطل ہو گئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَمَّتْ صَلَاتُهُمْ فِي هٰذِهِ الْمَسَائِلِ، اور صاحبین فرماتے ہیں نماز پوری ہو گئی ان مسائل کے اندر بھئی۔ تو یہ بارہ مسائل ہیں مولانا، بارہ مسائل۔ اور امام صاحب کے نزدیک میں نے بتلایا تھا نماز سے خُرُوجٌ بِصُنْعِ الْمُصَلِّي یہ فرض ہے مولانا، نماز پڑھنے والا اپنے ارادے سے کیا کرے نماز کو ختم کرے، اور یہاں اس کے ارادے کے ساتھ نماز ختم ہوئی ہے؟ نہیں بھئی، یہ وہ صورتیں ہیں کہ اس کے ارادے کا اس میں دخل نہیں ہے اور اس صورت میں یہ چیزیں اس کو پیش آئیں، تو امام صاحب فرماتے ہیں یہ اسی طرح ہے جیسے نماز کے بیچ میں یہ چیزیں پیش آ گئیں، اور نماز کے بیچ میں یہ چیزیں پیش آئیں تو نماز باطل ہو جایا کرتی ہے، تو اب تشہد کے بعد بھی پیش آئیں تو نماز کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ امام صاحب کیا فرماتے ہیں کہ خُرُوجٌ بِصُنْعِ الْمُصَلِّي، نماز

پڑھنے والے کا اپنے ارادے سے نماز سے نکلنا فرض ہے، ضروری ہے مولانا، اور یہاں خُرُوجٌ بِصُنْعِ الْمُصَلِّي ہے؟ وہ اپنے فعل کے ذریعے اپنے ارادے سے نماز سے نکلا ہے؟ نہیں، اپنے ارادے سے نماز ختم نہیں کی بھئی، ان عوارض میں سے کوئی اسے پیش آ گیا تو اب یہ یوں ہی سمجھا جائے گا جیسے نماز کے بیچ میں یہ چیز پیش آئی ہے اور نماز کے بیچ میں ان میں سے کوئی چیز پیش آئے تو نماز کیا ہو جایا کرتی ہے؟ باطل ہو جاتی ہے، ٹوٹ جاتی ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہو گا۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں بھئی کہ یہ چیزیں تشہد کے بعد پیش آئی ہیں اور ارکان صلاۃ سارے پورے ہو چکے ہیں تو ہم یوں ہی سمجھیں گے گویا یہ چیزیں سلام کے بعد پیش آئی ہیں، نماز پوری ہو گئی۔ نماز کیا ہے؟ پوری ہو گئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ۔ یہ باب ہے فوت شدہ نمازوں کی قضا کے بیان میں بھئی، فوت شدہ نمازوں کی قضا بھئی۔ وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ قَضَاهَا إِذَا ذَكَرَهَا۔ اور وہ شخص کہ فوت ہو جائے اس کی کوئی نماز تو قَضَاهَا اس کی قضا کر لے إِذَا ذَكَرَهَا جب اسے یاد آئے بھئی۔ جب بھی نماز قضا ہو گئی کسی کی، یاد آتے ہی کیا کرے اس کی؟ قضا کرے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ فوراً نماز قضا ہو جائے اس کی قضا فوراً کرنا ضروری ہے۔ اگر ایک شخص اس کی قضا نہیں کرتا کہ بھئی چلو شام کو کر لوں گا یا کل میں اس کی قضا کر لوں گا مولانا تو اس کو دوہرا گناہ ہو گا مولانا: ایک تو نماز قضا کی اور پھر یاد آنے پر اس کو فوراً لوٹایا بھی نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ قَضَاهَا إِذَا ذَكَرَهَا، اور وہ شخص جس کی کوئی نماز فوت ہو جائے وہ اسے قضا کرے إِذَا ذَكَرَهَا جب اسے یاد آئے، وَقَدَّمَهَا عَلَى صَلَاةِ الْوَقْتِ، اور اسے مقدم کر دے وقتی نماز پر۔ صاحب ترتیب ہے مولانا تو کیا کرنا چاہیے اسے؟ وقتی نماز پر مقدم کرے گا۔ إِلَّا أَنْ يَخَافَ فَوْتَ صَلَاةِ الْوَقْتِ، مگر یہ کہ اسے خوف ہے وقتی نماز کے فوت ہو جانے کا۔ صورت میں نے بتلا دی فجر کی فوت ہوئی ہے اور اسے ظہر سے پہلے پڑھنا چاہیے لیکن اگر ظہر کے بھی فوت ہونے کا خطرہ ہے، وقت اتنا تھوڑا رہ گیا ہے، فَيُقَدِّمُ صَلَاةَ الْوَقْتِ عَلَى الْفَائِتَةِ، تو مقدم کر لے وقتی نماز کو فوت شدہ نماز پر بھئی، ثُمَّ يَقْضِيهَا، پھر کیا کر لے اس کی قضا۔ پہلے وقتی پڑھ لے اور پھر فوت شدہ نماز کی قضا۔

وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ رَتَّبَهَا فِي الْقَضَاءِ كَمَا وَجَبَتْ فِي الْأَصْلِ۔ اچھا بھئی صاحب ترتیب ہے اس کی دو، تین یا چار یا پانچ نمازیں فوت ہو گئیں مولانا۔ کتنی نمازیں فوت ہوئیں؟ پانچ تک بھئی نمازیں فوت ہو جائیں تو اب کیا ضروری ہے اس کے ذمہ بھئی، کیا مسئلہ ہوا ابھی آپ کو بتلایا؟ وقتی نماز سے پہلے پڑھے گا ان کو اور ان میں بھی ترتیب ضرور رکھے گا مولانا: فجر پہلے پڑھے گا، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشاء بھئی۔ یہ معنی ہے وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ رَتَّبَهَا فِي الْقَضَاءِ، جس کی کئی نمازیں فوت ہو جائیں تو ترتیب سے پڑھے گا ان کو قضا کے اندر بھی، كَمَا وَجَبَتْ فِي الْأَصْلِ، جیسے کہ اصل میں واجب ہوئی تھیں۔ بھئی اصل میں کیا ترتیب تھی ان میں؟ پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر تھی، اسی طرح یہاں بھی۔ إِلَّا أَنْ تَزِيدَ الْفَوَائِتُ عَلَى خَمْسِ صَلَوَاتٍ فَيَسْقُطُ التَّرْتِيبُ فِيهَا۔ ہاں اگر فوت شدہ نمازیں پانچ سے بڑھ گئیں مولانا تو اب وہ صاحب ترتیب نہ رہا۔ چھ نمازیں فوت ہو گئیں مولانا اب وہ صاحب ترتیب نہیں، اب وقتی نماز پہلے پڑھے چاہے قضا پڑھے جیسے مرضی۔ لیکن پانچ ہیں یا پانچ سے کم نمازیں ہیں تو پھر اس صورت کے اندر ابھی وہ صاحب ترتیب ہے تو وقتی سے پہلے قضا پڑھنی پڑے گی اسے۔ لیکن اگر پانچ سے زیادہ ہو جائیں یعنی چھ قضا ہو جائیں تو اب وہ صاحب ترتیب نہیں رہا، جب صاحب ترتیب نہیں رہا اب کیا کر سکتا ہے بھئی؟ وقتی نماز پہلے پڑھ سکتا ہے، ان کو بعد میں بھی قضا کر سکتا ہے اور پھر ان میں بھی ترتیب ضروری نہیں ہے بھئی، پہلے چاہے ظہر کی قضا کر لے پھر فجر کی قضا کر لے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کتنی نمازیں قضا ہوئیں تو صاحب ترتیب ہونے سے خارج ہوا؟ چھ نمازیں، کتنی؟ چھ نمازیں۔ إِلَّا أَنْ تَزِيدَ الْفَوَائِتُ عَلَى خَمْسِ صَلَوَاتٍ، مگر یہ کہ بڑھ جائیں فوت شدہ نمازیں پانچ نمازوں پر، فَيَسْقُطُ التَّرْتِيبُ فِيهَا، تو ترتیب اس میں کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی، ترتیب ختم ہوئی بھئی، اب جیسے مرضی پڑھے۔ ترتیب ختم بھئی۔ یہاں تک مسائل سمجھ میں آئے بھئی؟ جی۔ ہاں یہ پانچ چھ جو قضا ہوئی ہیں ان کو پڑھ لے گا مولانا پھر صاحب ترتیب ہو جائے گا، پھر کیا ہو جائے گا؟ صاحب ترتیب ہو جائے گا۔

بَابُ الْأَوْقَاتِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ۔ یہ باب ہے ان اوقات کے بیان میں کہ مکروہ ہے ان کے اندر نماز بھئی۔ یہ باب ہے ان اوقات کے بیان میں الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا کہ مکروہ ہے ان میں الصَّلَاةُ نماز بھئی۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا تین اوقات ایسے ہیں بھئی: جب سورج طلوع ہو رہا ہو، جب عین سر کے اوپر ہو سورج، اور جب سورج غروب ہو رہا ہو۔ ان تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے بھئی، جائز نہیں۔ لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، جائز نہیں ہے نماز بھئی سورج کے طلوع ہوتے وقت، وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا، اور نہ سورج کے غروب ہوتے وقت۔ بھئی شَمْسٌ کا لفظ عربی میں مؤنث استعمال ہوتا ہے بھئی، اسی لیے عِنْدَ غُرُوبِهَا مؤنث کی ضمیر کس کو لوٹ آئی؟ شمس کو، عِنْدَ غُرُوبِهَا۔

بھئی کس وقت طلوع میں کتنی دیر تک نماز جائز نہیں اور غروب میں کس وقت نماز جائز نہیں؟ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے اس

وقت گول ٹکیا کی طرح نظر آتا ہے، آرام سے اس پر نظر جم جاتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد آہستہ آہستہ بھئی وہ اونچا بلند بھی ہوتا ہے اور اس میں شدت بھی آجاتی ہے کہ پھر اس پر نظر جمانا ممکن نہیں رہتا۔ تو اتنا اونچا ہو جائے بھئی کہ اس پر نظر نہ ٹھہر سکے، آنکھیں چندھیانے لگیں مولانا، اس کے بعد جب اب آنکھیں چندھیانے لگی ہیں اب تھوڑا سا اونچا ہو چکا ہے مولانا چند گز تو اب نماز پڑھ لے بھئی، اس سے پہلے نہ پڑھے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ اسی طرح سورج غروب ہوتے وقت بھئی اس وقت بھی آنکھیں اس پر نہیں ٹھہرتیں، لیکن بالکل جب کنارے کے قریب ہو گیا اب پھر مولانا وہ پھر گول ٹکیا کی طرح دکھائی دے گا اور اس پر نظر جما سکتے ہیں آپ، یہ مولانا مکروہ وقت شروع ہو گیا۔ کیا ہوا؟ مکروہ وقت، اس وقت نماز جائز نہیں ہے مولانا۔ تو سورج طلوع ہوتے وقت بھی جب تک آنکھیں اس سے چندھیانے نہ لگیں اس وقت تک، اور مغرب کے وقت بھئی اس سے پہلے پہلے بھئی نماز پڑھ لے بھئی۔

تو کہتے ہیں لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا، اور نماز جائز نہیں ہے سورج کے طلوع ہوتے وقت اور نہ اس کے غروب ہوتے وقت بھئی، إِلَّا عَصْرَ يَوْمِهِ، مگر اسی دن کی عصر کی نماز۔ اسی دن کے عصر کی۔ بھئی یاد رکھو یہ تین اوقات ہیں، ان تین اوقات کے اندر کوئی وقتی نماز بھی نہیں پڑھ سکتا، کوئی قضا نماز بھی نہیں پڑھ سکتا، نماز جنازہ بھی نہ پڑھے اس وقت، سجدہ تلاوت بھی نہ کرے بھئی۔ ہاں اسی دن کے عصر کی نماز سورج کے غروب ہوتے وقت پڑھ سکتا ہے بھئی۔ اسی دن، مطلب آج کے عصر کی نماز آج جب سورج غروب ہو رہا ہے آپ سے کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی نہیں پڑھ سکے تو اب آپ یہ نہ کہیں بھئی یہ تو مکروہ وقت ہو گیا شروع اس کے اندر نماز نہیں پڑھی جا سکتی، اسی دن کی عصر کی آپ پڑھ سکتے ہیں بھئی۔ یہ معنی إِلَّا عَصْرَ يَوْمِهِ، مگر اسی دن کے عصر کی نماز۔ وَلَا عِنْدَ قِيَامِهَا فِي الظَّهِيرَةِ، جی اور نہ ہی سورج کے قیام کے وقت، فِي الظَّهِيرَةِ ظہر کے وقت میں بھئی۔ سورج کا جب قیام یعنی سورج جب عین سر پر کھڑا ہو بھئی۔ تیسرا وقت یہ آیا بھئی، پہلے طلوع والا آ گیا، غروب والا آ گیا، اب یہ عین جب سر پر ہو۔ وَلَا عِنْدَ قِيَامِهَا، اور نہ اس وقت جب سورج کھڑا ہو فِي الظَّهِيرَةِ ظہر میں یعنی عین سر پر ہو۔ وَلَا يُصَلِّي عَلَى جَنَازَةٍ وَلَا يَسْجُدُ لِلتِّلَاوَةِ، اور نہ پڑھے جنازے پر بھی بھئی یعنی نماز جنازہ بھی نہ پڑھے اس وقت، وَلَا يَسْجُدُ لِلتِّلَاوَةِ، اور سجدہ تلاوت بھی نہ کرے۔

وَيُكْرَهُ أَنْ يَتَنَفَّلَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، اور مکروہ ہے نفل پڑھنا فجر کی نماز کے بعد، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے بھئی۔ نفل آپ پڑھنا چاہتے ہیں فجر کی نماز کے بعد بھئی، فجر کی نماز کے بعد یاد رکھو قضا نمازیں تو آپ پڑھ سکتے ہیں لیکن نفل نہیں پڑھ سکتے بھئی۔ ہاں سورج جب طلوع ہو جائے اور اتنا اونچا ہو جائے جو میں نے ابھی ذکر کیا کہ اس سے آنکھیں چندھیانے لگیں تو اب نفل پڑھ سکتا ہے، اب نفل پڑھے بھئی۔ یہ معنی ہے وَيُكْرَهُ أَنْ يَتَنَفَّلَ، اور مکروہ ہے نفل پڑھنا فجر کی نماز کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، وَبَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد، حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ عصر کی نماز سے پہلے پہلے آپ نفل پڑھ لیں مولانا جتنے پڑھنے ہیں، عصر کی نماز پڑھنے کے بعد اب نفل نہیں پڑھنے چاہئیں بھئی یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ جب سورج غروب ہو جائے مغرب کی نماز پڑھیں اور پھر جتنے مرضی نفل پڑھتے رہیں۔ جی تو کون سے دو وقت ہوئے جن میں نفل پڑھنا مکروہ ہے مولانا؟ نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے تک، اس میں جو وقت ہے آپ کہیں بھئی اس میں میں نفل پڑھ لیتا ہوں نہیں بھئی، اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سورج کے غروب ہونے تک بھئی۔

وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُصَلِّيَ فِي هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ الْفَوَائِتَ وَيَسْجُدَ لِلتِّلَاوَةِ وَيُصَلِّيَ عَلَى الْجَنَازَةِ۔ اور کوئی حرج نہیں ہے، وَلَا بَأْسَ کوئی حرج نہیں ہے، بِأَنْ يُصَلِّيَ کہ نماز پڑھے فِي هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ ان دو وقتوں کے اندر الْفَوَائِتَ فوت شدہ، یعنی قضا نمازیں اس وقت میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وَيَسْجُدَ لِلتِّلَاوَةِ، اور کوئی حرج نہیں ہے کہ سجدہ تلاوت کرے، وَيُصَلِّيَ عَلَى الْجَنَازَةِ، اور کوئی حرج نہیں ہے کہ نماز جنازہ پڑھے بھئی۔ جی مسائل سمجھ میں آ رہے ہیں بھئی سارے؟ جی تو ان اوقات میں فوت شدہ نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے، سجدہ تلاوت بھی کر سکتا ہے، نماز جنازہ بھی پڑھ سکتا ہے، ہاں نفل نہیں پڑھ سکتا بھئی۔

وَلَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ۔ اور اسی طرح وَلَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ، اصل میں تھا رَكْعَتَيْنِ، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ طواف کی دو رکعتیں۔ اور نہ پڑھے طواف کی دو رکعتیں بھئی۔ بھئی ان دو وقتوں کے اندر بھئی، فجر کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک بھئی، اس وقت میں طواف کی دو رکعتیں بھی نہ پڑھے بھئی۔ طواف جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی حج عمرے کے لیے انسان جاتا ہے بھئی، بَيْتُ اللّٰهِ کا طواف کرنا پڑتا ہے، اس کے گرد سات چکر لگائیں۔ حجر اسود سے شروع ہوتا ہے چکر اور حجر اسود پر ہی ختم ہوتا ہے، تو سات چکر انسان لگا لے تو یہ ایک طواف کہلاتا ہے، اور ہر طواف کے ساتھ پھر دو رکعت پڑھنی پڑتی ہیں بھئی۔ تو یہ ہے رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بھئی، طواف کی دو رکعتیں بھئی۔ جتنے چاہیں آپ

طواف کر سکتے ہیں بھئی لیکن ہر طواف میں کتنے چکر ہیں؟ سات چکر بھئی۔ تو سات چکروں کے بعد ایک طواف مکمل ہوا اب اس کی دو رکعتیں پڑھنی ہیں آپ نے، یا آپ نے تین چار اکٹھے طواف کر لیے بھئی اب ان کے چار طواف ہیں تو آٹھ رکعتیں پڑھنی پڑیں گی، تو ان وقتوں میں نہ پڑھیں بھئی، نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے بھئی نہ پڑھے۔ یہ معنی ہے وَلَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ، اور نہ پڑھے طواف کی دو رکعتیں۔

وَيُكْرَهُ أَنْ يَتَنَفَّلَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ بِأَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَلَا يَتَنَفَّلُ قَبْلَ الْمَغْرِبِ. اور مکروہ ہے کہ نفل پڑھے فجر کے طلوع ہو جانے کے بعد بھئی۔ نفل پڑھنا مکروہ ہے فجر کے طلوع ہو جانے کے بعد، کیا معنی فجر کے طلوع ہو جانے کے بعد؟ صبح صادق ہونے کے بعد۔ کس کے بعد؟ صبح صادق ہو گئی بھئی اس کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے بِأَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ بھئی۔ بھئی فجر کی کتنی سنتیں ہیں؟ دو۔ یاد رکھو یہ سنتیں بھی نفل ہیں لیکن حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے چونکہ ان پر پابندی سے عمل فرمایا تو ان کو اب ہم کیا کہتے ہیں؟ سنت کہتے ہیں، تو یہ بھی نفل ہے۔ تو یہ والے دو نفلوں کے علاوہ، ان دو سنتوں کے علاوہ، فجر کی دو سنتوں کے علاوہ اور نفل پڑھنا، بھئی پہلے تو مسئلہ بتلایا تھا فجر کی نماز کے بعد کا، اب اس سے پہلے کا مسئلہ بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں اس سے پہلے بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے بھئی۔ جب صبح صادق ہو جائے، صبح صادق سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے تک اس سارے وقت کے اندر نفل پڑھنا مکروہ ہیں بھئی۔ صرف وہ دو سنتیں پڑھے گا اور دو فجر کے فرض پڑھ لے گا۔ ہاں قضا نمازیں پڑھنا چاہتا ہے وہ پڑھ سکتا ہے، چیزیں ذکر ہو گئیں اور جو چیزیں پڑھ سکتا ہے، نفل نہ فجر سے پہلے درست ہیں اور نہ فجر کے بعد بھئی۔ تو فجر کی دو سنتیں پڑھ لے۔

وَلَا يَتَنَفَّلُ قَبْلَ الْمَغْرِبِ. اور اسی طرح نفل نہ پڑھے مغرب کی نماز سے پہلے بھئی۔ مغرب کی اذان ہو گئی مولانا، آپ اب نفل پڑھنا چاہتے ہیں، نہیں بھئی مغرب کا مستحب وقت بڑا تھوڑا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اب آپ نفل پڑھیں گے تو مغرب کی نماز میں تاخیر ہو گی تو یہ درست نہیں ہے، پہلے مغرب پڑھ لے اس کے بعد جتنے نفل پڑھنا چاہتا ہے پڑھتا رہے بھئی۔ اور یاد رکھیے یہ فجر کی جو دو سنتیں ہیں ان کی بڑی تاکید آئی ہے بھئی، بڑی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ علماء فرماتے ہیں ایک شخص جماعت میں شامل ہونے کے لیے آیا، ابھی فجر کی اس نے سنتیں نہیں پڑھیں بھئی، تو اس کو سنتیں پہلے پڑھنی چاہئیں اور پھر فجر کی نماز میں شامل ہونا چاہیے۔ اگر امام نماز شروع کر چکا ہے اور ابھی تک اس نے سنتیں نہیں پڑھیں تو بھی اگر اس کو امید ہے کہ ایک رکعت مجھے مل جائے گی تو کیا کرنا چاہیے؟ فجر کی سنتیں پہلے پڑھ لے پھر کیا کرے جماعت کے اندر شامل ہو جائے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور اگر اتنا وقت بھی نہیں ہے کہ اگر اب میں فجر کی سنتیں شروع کروں گا تو دونوں رکعتیں نکل جائیں گی بھئی، تو اب ان کو چھوڑ دے نماز میں شامل ہو جائے، لیکن بعد میں ان کی قضا کرے مولانا۔ یاد رکھو مولانا سنتوں کی قضا نہیں ہے مولانا لیکن یہ فجر کی دو سنتیں ان کی تاکید بہت زیادہ آئی ہے احادیث وغیرہ میں، اس لیے ان کی قضا پڑھنی چاہیے بھئی۔ تو پھر قضا کب پڑھے گا بھئی؟ فجر کی نماز کے بعد تو بتلایا درست نہیں۔ سورج جب طلوع ہو جائے اور اتنا بلند ہو جائے کہ اس پر آنکھیں نہ جمیں تو اب کیا کر لے؟ دو سنتیں پڑھ لے اور دوپہر سے پہلے پہلے پڑھ لے بھئی۔ دوپہر سے پہلے پڑھ لیں تو ٹھیک، دوپہر کے بعد پھر قضا نہیں۔ اسی طرح فجر کی نماز رہ جائے بھئی، انسان کوئی دیر سے آنکھ کھلے اس کی بھئی، سورج طلوع ہو چکا ہے، اب فجر کی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو اگر دوپہر سے پہلے پہلے پڑھتا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ دوپہر سے پہلے فجر کی نماز پڑھتا ہے تو ساتھ سنتیں بھی پڑھے بھئی، سنتیں بھی قضا کرے اور فجر کی نماز بھی قضا۔ اور اگر دوپہر سے بھی وقت گزر گیا تو اب صرف فرضوں کی قضا ہو گی، سنتوں کی قضا نہیں ہو گی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ ہمیشہ یاد رکھنا بھئی۔ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۳: باب النوافل و قضاء الفوائت: سننِ مؤکدہ و غیر مؤکدہ، نفل میں بیٹھ کر نماز، قضاءِ فوائت، ترتیب اور مکروہ اوقات

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۳ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ النَّوَافِلِ۔ السُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَأَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَأَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ وَإِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَأَرْبَعًا قَبْلَ الْعِشَاءِ وَأَرْبَعًا بَعْدَهَا وَإِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ وَنَوَافِلُ النَّهَارِ إِنْ شَاءَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ وَإِنْ شَاءَ أَرْبَعًا وَيُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى ذٰلِكَ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا مولانا گزشتہ سبق میں ہم نے فوت شدہ نمازوں کے قضا کے بارے میں پڑھا۔ یاد رکھیے کچھ مسائل ذکر ہوئے تھے صاحب ترتیب کے بارے میں بھئی۔ صاحب ترتیب کس کو کہتے ہیں؟ جس کی عمر بھر میں کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو اسے صاحب ترتیب کہتے ہیں۔ اور اس سے کوئی نماز رہ جائے، چھوٹ جائے تو اگلی وقتی نماز پڑھنے سے پہلے اس کو کیا پڑھنا پڑے گی؟ وہ قضا پڑھنا پڑے گی، ورنہ اگلی وقتی نماز بھی نہیں ہو گی۔ الا یہ کہ بھول جائے، بھول گیا اس کو تو پھر اگلی وقتی نماز ہو جائے گی لیکن یاد آتے ہی فوراً پڑھے۔ یا وقتی نماز کا وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ اگر قضا نماز پڑھتا ہے تو یہ والی نماز بھی کیا ہو جائے گی؟ فوت ہو جائے گی، پھر اس کو پڑھ لے بعد میں قضا کر لے بھئی۔ تو یہ صاحب ترتیب کے لیے بھئی۔ اور اس کی پانچ یا پانچ سے کم نمازیں قضا ہوئی ہیں تو بھی ترتیب ہے مولانا، ترتیب سے پڑھے گا۔ اور اگر اس سے زیادہ ہو جائیں تو اب یہ صاحب ترتیب نہ رہا مولانا، چھ نمازیں قضا ہو گئیں۔ اب چاہے تو وقتی پڑھ لے یہ بعد میں پڑھ لے، اور ترتیب سے پڑھے یا ترتیب سے نہ پڑھے بھئی۔ جبکہ عام آدمی جو ہے وہ کسی بھی نماز کی قضا کسی بھی وقت کر سکتا ہے سوائے ان اوقات مکروہہ کے بھئی۔ کسی بھی وقت مثلاً فجر کی کوئی قضا ہوئی ہے آپ عصر میں پڑھنا چاہتے ہیں، ظہر کے وقت میں پڑھنا چاہتے ہیں پڑھ سکتے ہیں بھئی۔ تو یہ نہیں کہ جو نماز قضا ہوئی ہے اسی کے وقت کے اندر اس کی قضا بھی کریں گے، نہیں بھئی، کسی بھی وقت میں کر سکتے ہیں بس یہ کہ وہ اوقات مکروہہ میں سے نہیں ہونا چاہیے بھئی۔

اب بھئی نوافل کے بارے میں بتلائیں گے مولانا۔ نفل یاد رکھیے لغت میں زیادتی کو کہتے ہیں بھئی، زائد چیز مولانا، زیادت کو نفل کہتے ہیں۔ اور شریعت میں وہ عبادت ہے جو نہ فرض ہو، نہ واجب ہو اور نہ مسنون ہو بھئی۔ جو نہ فرض ہو، نہ واجب ہو اور نہ مسنون ہو اسے نفل کہتے ہیں۔ اور یاد رکھیے جو سنتیں ہیں ہم پڑھتے ہیں یہ بھی دراصل نفل ہی ہیں لیکن حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے چونکہ ان پر مواظبت فرمائی بھئی، پڑھا کرتے تھے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو سنت سے ثبوت ہے اس لیے ان کو کیا کہتے ہیں؟ سنت کہتے ہیں۔ تو ہر سنت نفل ہے لیکن ہر نفل سنت نہیں ہے بھئی، ہر نفل سنت نہیں ہے بھئی۔ تو

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «شَاءَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ وَإِنْ شَاءَ أَرْبَعًا وَيُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى ذٰلِكَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «شاء صلى ركعتين بتسليمة واحدة وإن شاء أربعا وتكره الزيادة على ذلك» منقول ہے۔

آپ مثلاً بھئی اس وقت نفل پڑھنے لگے تو یہ نفل تو ہے سنت نہیں، لیکن ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے ہیں تو یہ سنت ہے اور نفل بھی ہے بھئی۔ تو ہر سنت نفل ہے لیکن ہر نفل سنت نہیں۔

بَابُ النَّوَافِلِ۔ یہ باب ہے نوافل کے بیان میں۔السُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، سنت ہے نماز میں کہ پڑھے دو رکعتیں فجر کے طلوع ہونے کے بعد بھئی۔ فجر کی نماز سے پہلے کتنی سنتیں ہیں؟ دو رکعت سنت بھئی دو۔وَأَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، اور ظہر سے پہلے چار ہیں، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، اور اس کے بعد دو رکعتیں ہیں۔وَأَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ وَإِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ، اور عصر سے پہلے چار ہیں وَإِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ اور اگر چاہے تو دو رکعت پڑھ لے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جی تو یہ مستحبات میں سے ہے بھئی یا سنت غیر مؤکدہ بھئی۔وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، اور دو رکعتیں کس کے بعد؟ مغرب کے بعد۔وَأَرْبَعًا قَبْلَ الْعِشَاءِ بھئی، اور عشاء سے پہلے چار، یہ بھی یاد رکھیے مستحبات میں سے ہے۔وَأَرْبَعًا بَعْدَهَا، اور چار اس عشاء کی نماز کے بعد،وَإِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ، اور اگر چاہے تو دو رکعت پڑھے۔ تو عشاء کے بعد دو رکعت پڑھنا یہ سنت مؤکدہ ہے اور چاہے تو دو نفل ملا کر کتنی کر لے؟ چار پڑھ لے بھئی۔

وَنَوَافِلُ النَّهَارِ إِنْ شَاءَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ وَإِنْ شَاءَ أَرْبَعًا وَيُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى ذٰلِكَ۔ اچھا بھئی نفل پڑھتے ہیں، دن کو اکٹھے ایک سلام کے ساتھ کتنے نفل زیادہ سے زیادہ ہم پڑھ سکتے ہیں اور رات کو کتنے پڑھ سکتے ہیں؟ تو بتلا رہے ہیں مولانا دن کو ایک سلام کے ساتھ دو دو رکعت پڑھتا جائے بھئی، ہر دو رکعت کے بعد کیا کرے؟ سلام پھیرے۔ اور اگر چاہے تو چار چار بھی نفل پڑھ سکتا ہے تو اب چار کے بعد کیا کرے؟ سلام پھیر دے۔ جی اور جو رات کے نوافل ہیں تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله فرماتے ہیں چاہے تو آٹھ رکعات تک ایک ہی سلام سے پڑھ سکتا ہے بھئی۔ آٹھ رکعات پڑھ کر پھر آخر میں کیا کرے؟ سلام پھیر لے بھئی۔ ہاں اس سے زیادہ مکروہ ہے۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ رات کو دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھے بھئی، یعنی ہر دو رکعت پر کیا کرے؟ سلام پھیرے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جی تو رات کو آپ دو بھی پڑھ سکتے ہیں ایک سلام کے ساتھ، چار بھی پڑھ سکتے ہیں، چھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور آٹھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

تو کہتے ہیں بھئی وَنَوَافِلُ النَّهَارِ، اور دن کے جو نوافل ہیں،إِنْ شَاءَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ، اگر چاہے تو پڑھے دو رکعت ایک سلام کے ساتھ،وَإِنْ شَاءَ أَرْبَعًا، اور چاہے تو چار پڑھے بھئی ایک سلام کے ساتھ،وَيُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى ذٰلِكَ، اور مکروہ ہے زیادتی اس پر، اس سے زائد ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔فَأَمَّا نَوَافِلُ اللَّيْلِ، باقی رات کے جو نوافل ہیں،فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِنْ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ جَازَ۔ باقی رات کے جو نوافل ہیں تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله فرماتے ہیں اگر پڑھے آٹھ رکعات بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ ایک ہی سلام کے ساتھ، جَازَ، تو یہ جائز ہے۔وَيُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى ذٰلِكَ، اور اس سے زائد ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے مکروہ بھئی۔ دس رکعت کوئی پڑھتا ہے مولانا یہ مکروہ ہے بھئی ایک سلام کے ساتھ، ویسے تو جتنی مرضی نفل پڑھتے جائیں لیکن ایک سلام کی بات ہو رہی ہے۔وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا يَزِيدُ بِاللَّيْلِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نہ بڑھائے رات میں عَلَى رَكْعَتَيْنِ دو رکعت پر ایک سلام کے ساتھ۔ ایک سلام کے ساتھ دو رکعتیں بس پڑھے بھئی، پھر دو پڑھے، جتنی مرضی پڑھے لیکن ہر دو رکعت پر کیا کرتا جائے؟ سلام پھیرتا جائے۔[۲]

جی آگے عبارت کس طرح ہے بھئی؟ پڑھیے بھئی۔ اچھا جی ٹھیک ہے۔وَالْقِرَاءَةُ وَاجِبَةٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْأُخْرَيَيْنِ۔ اور قراءت واجب ہے مولانا۔ یہ فرضوں کی بات کر رہے ہیں یاد رکھنا، کس کی بات کر رہے ہیں؟ جو فرض نمازیں ہیں چار چار رکعت ان کی بات کر رہے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَالْقِرَاءَةُ وَاجِبَةٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، قراءت واجب ہے پہلی دو رکعتوں کے اندر بھئی،وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، اور اس نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے فِي الْأُخْرَيَيْنِ آخری دو رکعتوں میں:إِنْ شَاءَ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ، چاہے تو سورہ فاتحہ پڑھے،وَإِنْ شَاءَ سَكَتَ، اور چاہے تو کیا کرے؟ خاموش کھڑا رہے،وَإِنْ شَاءَ سَبَّحَ، اور چاہے تو تسبیح پڑھے مولانا سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ تین تسبیحات کی مقدار بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو فرض کی چار رکعتیں ہیں، پہلی دو میں قراءت واجب ہے اور آخری دو کے اندر اس کو اختیار ہے۔ آخری دو میں کیا ہے؟ اختیار ہے بھئی۔ تو

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «صلى ثمان ركعات بتسليمة واحدة جاز» منقول ہے۔

میں نے پہلے بھی بتایا تھا چاہے تو سورہ فاتحہ پڑھ لے، یہ بہتر ہے مولانا، چاہے تو اتنی دیر خاموش کھڑا رہے، چاہے تو کیا کرلے؟ تین تسبیحات پڑھ لے۔[۳]

وَالْقِرَاءَةُ وَاجِبَةٌ فِي جَمِيعِ رَكَعَاتِ النَّفْلِ۔ اور قراءت واجب ہے نفل کی ساری رکعتوں کے اندر۔ یہ تو فرض میں تھا آخری دو میں اختیار، نفلوں کے اندر ساری رکعتوں کے اندر قراءت کیا ہے؟ واجب ہے، قراءت واجب۔ کیونکہ ہر دو نفل الگ ہیں مولانا، ہر دو نفل الگ ہیں، چار پڑھتے ہیں تو دو دو ہو گئے تو ہر ایک کے لیے قراءت الگ ہو گئی مولانا۔ اسی طرح سنتوں میں بھی ہے یاد رکھیے، چار رکعت سنتیں آپ پڑھتے ہیں ظہر سے پہلے تو چاروں کے اندر، چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کیا کرنا پڑے گا؟ سورت ملانی پڑے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور یاد رکھیے نفلوں کے اندر اختیار ہے مولانا کہ مثلاً چار رکعت پڑھ رہا ہے تو دو رکعت پڑھنے کے بعد جب التحیات پڑھنے بیٹھا تو چاہے تو ساتھ درود شریف اور دعا کو بھی ملالے اور چاہے تو نہ ملائے، کیونکہ چار رکعت میں سے ہر ایک دو دو کیا ہیں؟ نفل۔ تو چاہے تو ساتھ کیا کرلے؟ درود شریف بھی ملا سکتا ہے اور دعا کو بھی۔ تو اگر درود شریف اور دعا کو ملائے تو پھر جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو پھر ثناء پڑھ لے اور أَعُوذُ بِاللهِ بھی پڑھے بھئی: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، یہ پھر پڑھ لے اور أَعُوذُ بِاللهِ بھی۔ اور اگر درود شریف نہیں پڑھا بس عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ تک پڑھ کر کھڑا ہو گیا تیسری رکعت کے لیے تو اب وہیں سے بِسْمِ اللهِ پڑھے اور سورہ شروع کر دے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔

اسی طرح مسئلہ آیا تھا بھئی جہری نمازوں میں جہر اور سری نمازوں میں سراً پڑھنا بھئی واجب تھا بھئی، واجب۔ تو لہٰذا اگر کوئی غلطی سے جہری نمازوں میں سراً قراءت کرلیتا ہے، اور کتنی قراءت کرلیتا ہے؟ بھئی جتنی نماز میں معتبر ہے یعنی فرض ہے، ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتیں۔ یا مولانا سری نمازوں میں کیا کرلیا غلطی سے؟ جہر کرلیا، تو پھر اس صورت کے اندر بھی بھئی دیکھا جائے گا کتنا جہر کیا۔ اگر تین آیتیں چھوٹی یا ایک لمبی آیت یہ جہراً پڑھ لی سری نماز میں تو کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

اور اسی طرح یاد رکھو مولانا نماز کے اندر سجدے اور قدم کی جگہ برابر بھئی، جہاں سر ماتھا رکھ رہا ہے اور پاؤں جہاں کھڑا ہے یہ جگہ برابر ہونی چاہیے۔ اگر سجدے کی جگہ تھوڑی بہت اونچی بھی ہے تو کوئی حرج نہیں مولانا لیکن زیادہ اونچی نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں اگر مجبوری ہو جائے بھئی تو پھر جائز ہے، کوئی مجبوری ہو جائے۔ مثلاً مولانا رش ہجوم بہت زیادہ ہو گیا، صفیں اتنی قریب آگئیں کہ اب بھئی زمین پر سجدہ ممکن ہی نہیں ہے، تو اگلے نمازی کی کمر پر بھی سجدہ ہو جائے گا بھئی۔ اس کی کمر پر بھی کیا کر سکتے ہیں؟ سجدہ کر سکتے ہیں بھئی۔ ہمیں بھی مولانا کئی مرتبہ ایسا کرنے کا اتفاق ہوا بھئی حرمین شریفین میں مَسْجِدُ الْحَرَامِ کے اندر بھئی۔ ایک مرتبہ بڑا ہجوم ہوا مولانا، اتنے لوگ تھے تو صفیں اتنی قریب قریب آگئیں کہ صف کے بیچ میں ایک ایک فٹ کا فاصلہ ہے بس۔ ہماری صف بنی ہے ہم سے اگلی صف صرف ایک فٹ کا بیچ میں فاصلہ ہے۔ تو اتنا کم فاصلہ ہو گیا تھا کہ سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنے رکھنا بھی مصیبت بن گئی، بڑی مشکل سے گھٹنے پہنچے زمین تک اور یہ مسئلہ چونکہ پڑھا ہوا تھا تو اگلے نمازی کی کمر پر کیا کر لیا؟ سجدے کر لیے بھئی۔ تو یہ کئی مرتبہ ہوا۔ تو یاد رکھیے بھئی اس طرح آجائے تو اگلے نمازی کی کمر پر سجدہ جائز ہے بھئی۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ بھی وہی نماز پڑھ رہا ہو جو نماز آپ پڑھ رہے ہیں، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ ضروری ہے۔

جی تو کہتے ہیں وَالْقِرَاءَةُ وَاجِبَةٌ فِي جَمِيعِ رَكَعَاتِ النَّفْلِ، اور قراءت واجب ہے نفل کی تمام رکعتوں کے اندر، وَجَمِيعِ الْوِتْرِ، اور سارے وتر میں یعنی وتر کی ساری رکعتوں میں یعنی تینوں رکعتوں میں قراءت واجب ہے، سورہ فاتحہ بھی پڑھے گا ساتھ کوئی اور سورت بھی ملائے گا۔

وَمَنْ دَخَلَ فِي صَلَاةِ النَّفْلِ ثُمَّ أَفْسَدَهَا قَضَاهَا۔ بھئی یاد رکھو نفل ضروری نہیں، آپ کی مرضی ہے چاہیں تو پڑھیں چاہے تو نہ پڑھیں بھئی، لیکن ایک دفعہ شروع کر دیے اب واجب ہو گئے، اب ضروری ہیں مولانا۔ شروع کرنے سے پہلے آپ کی مرضی تھی مولانا پڑھیں یا نہ پڑھیں، لیکن ایک دفعہ شروع کر دیے تو اب کیا ہو گئے؟ ضروری ہو گئے مولانا۔ اب کسی وجہ سے اگر یہ نفل توڑنے پڑے تو بعد میں ان کی قضا کرے گا، پڑھے گا دوبارہ ان کو مولانا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ بھئی، اپنے عملوں کو باطل نہ کرو بھئی۔ معلوم ہوا ایک دفعہ نفل شروع کر دیے اب اسے باطل نہیں کرنا چاہیے بھئی، اب اس کو پڑھے۔

میرے والد شیخ ترمذی حضرت شیخ رحمہ اللہ بھئی وہ اس کی ایک عجیب مثال سے وضاحت کرتے تھے بھئی کہ یہ نفل ایک دفعہ شروع کر دو تو ضروری کیوں ہو جاتے ہیں؟ تو عجیب مثال بیان کرتے تھے، کہتے ہیں دیکھو آپ کا ایک ساتھی ہے، آپ کی مرضی ہے اسے چائے پلائیں یا چائے نہ پلائیں۔ لیکن ایک دفعہ آپ

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْقِرَاءَةُ وَاجِبَةٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْأُخْرَيَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والقراءة في الفرض واجبة في الركعتين الأوليين وهو مخير في الأخريين» منقول ہے۔

نے اس کو چائے دے دی لو بھئی چائے پیو بھئی، اب وہ چائے پینے لگ پڑا، ابھی اس نے آدھا کپ پیا تھا آپ نے کہا لو بھئی واپس دے دو چائے۔ تو اب ہر شخص آپ کو برا کہے گا بھئی کہ بھئی یا تو دیتے ہی نہ پھر تو ٹھیک تھا، اب ایک دفعہ چائے دے دی ہے تو بیچ میں واپس کیوں لیتے ہو؟ تو نفل جب ایک دفعہ شروع کر دیا ہے تو اس کو ختم کیوں کرتے ہو بھئی؟ اس کو اب پورا کرو۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ دَخَلَ صَلَاةَ النَّفْلِ ثُمَّ أَفْسَدَهَا قَضَاهَا، اور جو شخص داخل ہوا نفل کی نماز میں پھر اسے فاسد کر دیا اس نفل نماز کو، قَضَاهَا، تو کیا کرے گا اس کی؟ قضا کرے گا، اب ضروری ہو گیا ان کو پورا کرنا۔ فَإِنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَقَعَدَ فِي الْأُولَيَيْنِ ثُمَّ أَفْسَدَ الْأُخْرَيَيْنِ قَضَى رَكْعَتَيْنِ۔ بھئی آپ نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی، کتنے کی؟ چار رکعت کی۔ ایک رکعت پڑھ کر ہی نفل توڑ دیے مولانا، یا مولانا تین رکعت کے بعد نفل کیا کیا؟ توڑ دیے۔ اب کیا کریں، کتنے کی قضا کریں، چار کی کریں؟ کہتے ہیں ابھی میں نے آپ کو بتایا ہر دو رکعت کیا ہیں؟ الگ مستقل نفل ہیں، تو اگر نیت چار کی کی ہے لیکن ایک رکعت کے بعد ہی نفل نماز توڑ دی ہے تو ابھی وہ اگلے دو تو شروع ہی نہیں ہوئے تھے ان کی قضا نہیں ہے، یہ دو پہلے شروع ہو چکے ہیں لہذا صرف کتنے کی قضا کرے گا؟ دو رکعت کی۔ اور اگر تیسری رکعت میں جا کے نفل توڑے تو بھئی پہلے دو تو پورے ہو چکے لہذا آخری دو کی کیا کرلے گا؟ قضا کرلے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟[۴]

یہ ہے مولانا فَإِنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، پس اگر پڑھے بھئی چار رکعتیں، وَقَعَدَ فِي الْأُولَيَيْنِ، اور بیٹھ گیا پہلی دو کے اندر۔ یہ ضروری ہے مولانا، بیٹھنا ضروری ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ ان دو کے لیے یہ آخری قعدہ بن جاتا ہے بھئی۔ اگر درمیان میں بیٹھا ہی نہیں اور کھڑا ہو گیا ہے تو اب تو چار پڑھنا پڑیں گی۔ تو کہتے ہیں وَقَعَدَ فِي الْأُولَيَيْنِ، اور پہلی دو میں بیٹھ گیا، ثُمَّ أَفْسَدَ الْأُخْرَيَيْنِ، پھر آخری دو کو فاسد کر دیا، قَضَى رَكْعَتَيْنِ، تو قضا کرے گا دو رکعتیں۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى رَحْمَةً وَاسِعَةً يَقْضِي أَرْبَعًا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار رکعت قضا کرے گا بھئی، چاروں کی قضا کرے گا۔

وَيُصَلِّي النَّافِلَةَ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ۔ بھئی نفل نمازیں آپ بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں، بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں بھئی۔ بھئی فرض میں تو آپ نے پڑھا تھا قیام کیا ہے؟ فرض ہے مولانا، لہذا بلا عذر آپ فرض بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو فرض ادا نہیں ہوئے۔ اسی طرح سنت مؤکدہ جو ہیں مولانا، سنت مؤکدہ کون کون سی ہیں؟ فجر سے پہلے دو رکعت، اسی طرح ظہر سے پہلے چار، ظہر کے بعد دو رکعت، اسی طرح مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت بھئی۔ یاد رہیں گے بھئی؟ فجر سے پہلے ہیں دو، ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو بھئی۔ ان میں بھی بھئی بغیر عذر کے بیٹھے گا تو درست نہیں مولانا، سنت نہیں پڑھی اس نے گویا۔ ہاں عذر ہو پھر تو جائز ہے بھئی۔ البتہ نفلوں میں اجازت ہے مولانا، آپ چاہیں تو بغیر عذر کے ہی بیٹھ کر نفل پڑھ سکتے ہیں بھئی، البتہ پھر ثواب آدھا ہو جائے گا بھئی۔ تو بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے، لیکن اگر بیٹھ کر پڑھنا چاہتے ہیں تو بیٹھ کر بھی نفل پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ آپ نے کھڑے ہو کر نفل شروع کیے تھے، پہلی رکعت کھڑے ہو کر شروع کی اور دوسری میں آپ پھر کھڑے ہی نہیں ہوئے بیٹھے بیٹھے پڑھ رہے ہیں بھئی تو دوسری میں بیٹھ جائیں یہ بھی جائز ہے۔ بلکہ پہلی کے اندر ہی آپ بیٹھ جائیں، تھوڑی دیر کھڑے رہے اور پھر بیٹھ گئے یہ بھی جائز ہے بھئی۔

یہ معنی ہے وَيُصَلِّي النَّافِلَةَ قَاعِدًا، اور پڑھے نفل بیٹھ کر بھی، مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ، باوجود قیام پر قدرت کے۔ وَإِنِ افْتَتَحَهَا قَائِمًا ثُمَّ قَعَدَ جَازَ، اور اگر شروع کیا بھئی نفل نماز کو کھڑے ہو کر ثُمَّ قَعَدَ پھر بیٹھ گیا جَازَ تو یہ جائز ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امام صاحب کے نزدیک۔ وَقَالَا لَا يَجُوزُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے مگر کسی عذر کی وجہ سے۔

وَمَنْ كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ يَتَنَفَّلُ عَلَى دَابَّتِهِ إِلَى أَيِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ يُومِئُ إِيمَاءً۔ اور جو کوئی شہر سے باہر ہو، سمجھ میں آیا؟ سفر میں ہے سواری پر کہیں جا رہا ہے بھئی، تو جو کوئی شہر سے باہر ہو اِيَتَنَفَّلُ عَلَى دَابَّتِهِ نفل پڑھ سکتا ہے اپنی سواری پر إِلَى أَيِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ جس جہت کی طرف بھی وہ سواری متوجہ ہو، يُومِئُ إِيمَاءً بھئی اشارہ کرے گا یعنی اشارے سے پڑھے بھئی۔ بھئی سواری پر ہے نا بھئی تو وہاں پر تو کس طریقے سے پڑھ لے؟ اشارے سے نماز پڑھ لے اور جس طرف سواری کا رخ ہے اسی طرف کیا کرلے؟ نماز پڑھ لے۔ تو یہ نفل ہیں مولانا، نفل کی بات ہو رہی ہے۔ نفلوں کے اندر

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ دَخَلَ صَلَاةَ النَّفْلِ ثُمَّ أَفْسَدَهَا قَضَاهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن دخل في صلاة النفل ثم أفسدها قضاها» منقول ہے۔

آپ سواری پر سوار ہیں شہر سے باہر، سواری ایک طرف جارہی ہے تو اسی کے رخ پہ کیا کرسکتے ہیں آپ؟ نفل پڑھ سکتے ہیں اشاروں کے ساتھ بھئی۔ جی یہاں تک مسائل سمجھ میں آگئے بھئی؟ جی۔ ہاں عذر کی صورت میں اجازت ہے، نماز پڑھنی ہے کسی طرح بھی ہو عذر کے مطابق بھئی شریعت نے اجازت دی ہے۔

بَابُ سُجُودِ السَّهْوِ۔ سَہْوٌ غفلت کو کہتے ہیں مولانا۔ یہ باب ہے مولانا سجدہ سہو کے بیان میں بھئی، سہو کے سجدوں کے بیان میں۔ یعنی غفلت کی وجہ سے کیا کرنا پڑتے ہیں نماز کے آخر میں؟ نماز میں کوئی غفلت ہوئی بھئی، کوئی کمی آگئی بھئی یا زیادتی ہوئی تو اس غفلت کی وجہ سے اب دو سجدے کرنے پڑیں گے، یہ کیا کہلاتے ہیں؟ سجدہ سہو بھئی، سجود سہو بھئی۔ تو کہتے ہیں سُجُودُ السَّهْوِ وَاجِبٌ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ بَعْدَ السَّلَامِ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَتَشَهَّدُ وَيُسَلِّمُ۔ سجود سہو جو ہیں واجب ہیں فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ زیادتی میں اور نقصان کمی کے اندر بھئی۔ نماز میں بھئی کوئی زیادتی کر دی یا کمی کر دی تو دونوں صورتوں میں سجود سہو واجب ہیں اور کب کریں گے؟ بَعْدَ السَّلَامِ سلام کے بعد بھئی، ایک طرف سلام پھیریں گے اور پھر سجدہ سہو کریں گے۔ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ، سجدے کرے دو سجدے، ثُمَّ يَتَشَهَّدُ، پھر ان کے بعد تشہد پڑھے، وَيُسَلِّمُ، اور کیا کرے؟ سلام پھیر دے بھئی، سلام پھیر دے۔

تو نماز میں کوئی غفلت ہوئی کمی بیشی ہو گئی بھئی، سمجھ میں آیا؟ کوئی واجب بھولے سے رہ گیا، کوئی واجب بھولے سے رہ گیا، جان بوجھ کر نہیں۔ جان بوجھ کر چھوڑتا ہے تو نماز کو دوبارہ لوٹائے بھئی۔ بھولے سے کوئی واجب رہ گیا تو دیکھو نماز میں کمی ہو گئی، کمی آگئی۔ یا مولانا زیادتی آگئی بھئی، زیادتی آگئی مثلاً کیسے؟ چار رکعت والی نماز تھی بھئی، دو رکعت کے بعد تشہد میں بیٹھا تو کہاں تک پڑھنا چاہیے تھا؟ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ تک پڑھنا چاہیے تھا فرض نماز ہے مثلاً، وہ آگے درود بھی پڑھ گیا۔ تو اس صورت میں یہ اب اس نے کیا کر دی؟ زیادتی کر دی تو اب سجدہ سہو کرنا پڑے گا اس کو بھئی۔ کتنا درود پڑھے تو سجدہ سہو آئے گا بھئی؟ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى، یہاں تک معاف ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى یہاں تک معاف ہے، اس سے زیادہ آگے پڑھ دیا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ اب کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تین لفظ پڑھ دیے، تین کلمے پڑھ دیے مولانا: اَللّٰهُمَّ، صَلِّ اور مُحَمَّدٍ۔ عَلَى حرف ہے بھئی، حرف کا اعتبار نہیں کیونکہ حرف تو کبھی ایک حرف ہی ہوتا ہے اکیلا بھئی۔ تو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ تین کلمے پڑھ لیے تو بس اب۔

روایات میں آتا ہے مولانا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله جو ہیں، خواب میں حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زیارت ہوئی اور حضور عَلَيْهِ السَّلَامُ نے پوچھا کہ اے ابو حنیفہ! میرے اوپر جو درود پڑھتا ہے تم اس کو بھی سجدہ سہو کا حکم دیتے ہو، یہ کیوں بھئی؟ دیکھو درود آیا کہ نہیں تشہد کے بعد، اس کی طرف اشارہ تھا کہ میرے اوپر جو نماز میں درود پڑھ لیتا ہے درمیان والے قعدے کے اندر تو تم اسے سجدہ سہو کا حکم دیتے ہو، کیوں؟ تو امام ابو حنیفہ رحمہ الله نے عجیب جواب دیا، فرمایا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اس نے آپ پر درود غفلت کی حالت میں پڑھا ہے اس لیے اسے میں سجدے کا حکم دیتا ہوں، تو حضور عَلَيْهِ السَّلَامُ نے بھی اس جواب کو پسند فرمایا۔ تو دیکھو یہاں پر اس نے جو درود، درود تو بھئی پوری توجہ کے ساتھ اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے اور یہاں وہ درود کس حالت میں پڑھ رہا ہے؟ غفلت میں۔ اگر غفلت نہ ہوتی تو اسے پتہ تھا کہ یہاں پر تو نہیں پڑھنا بلکہ کہاں پر پڑھنا ہے؟ آخری میں، تو یہاں بے توجہی میں ہی پڑھے گا، تو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بھی ان کے جواب کو پسند فرمایا۔

تو سجدہ سہو مولانا سمجھ میں آیا کیا طریقہ ہے بھئی؟ کہ آخری رکعت میں تشہد جب پڑھ لے، عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ تک پڑھ لے تو کیا کرے؟ ایک جانب سلام، دائیں طرف سلام پھیرے اور پھر اللّٰهُ أَكْبَرُ کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے، دو سجدے کرے، پھر دوبارہ تشہد پڑھے، درود پڑھے، دعا پڑھے اور سلام پھیر دے۔ طریقہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ ہے سجدہ سہو کا طریقہ بھئی۔ اگر کسی نے بھئی بھولے سے سجدہ سہو میں بھی غلطی کر لی، سمجھ میں آیا؟ کوئی غلطی کر لی، کہتے ہیں کوئی حرج نہیں بھئی، دوبارہ سجدہ سہو نہیں کرنا پڑے گا بھئی، بس وہی کافی ہے۔

اچھا بھئی آپ نماز پڑھ رہے تھے، آپ سے کوئی واجب بھولے سے رہ گیا، اب سجدہ سہو کب کرنا ہے؟ آخری رکعت میں ایک سلام کے بعد۔ آپ کا خیال ہی نہیں رہا، آپ نے دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ تو علماء فرماتے ہیں مولانا اب بھی سجدہ سہو کر سکتا ہے، سمجھ میں آیا؟ سلام پھیر دیا اور سلام پھیر کے وہیں پر بیٹھے ہوئے ہیں، اب آپ نے وظیفہ بھی شروع کر دیا درود شریف پڑھ رہے ہیں یا کلمہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں، پھر بھی علماء فرماتے ہیں آپ کو یاد آتا ہے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ سجدہ سہو، بشرطیکہ نماز کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو۔ دائیں بائیں نہ مڑ گئے ہوں آپ بھئی، سینہ اگر آپ نے پھیر لیا ہے ادھر یا ادھر تو پھر نہیں کر سکتے بھئی، یا کسی سے بات چیت کر لی ہے پھر نہیں کر سکتے، یا کوئی فعل کر لیا کوئی چیز کھالی پی لی اس دوران نہیں بھئی اب نہیں کر سکتے۔ تو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد بھی کیا کر سکتے ہیں؟ سجدہ سہو، بشرطیکہ سینہ قبلے سے نہ پھرا ہو، نہ مڑا ہو اور نماز کے منافی کوئی کام بھی نہ کیا ہو بھئی۔ یہ یاد رکھنا بھئی، یہ مسئلہ بہت جگہ آپ کو کام آئے گا۔ تو سجدہ سہو ہے تو ایک سلام کے بعد لیکن دو کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور میں نے بتایا وظیفہ شروع کر دیا اب آپ سلام بھی پھیر دیا ہے

لیکن بیٹھے اسی طرح ہیں التحیات کی حالت میں، سینہ قبلے کی طرف کیا اور درود شریف پڑھتے جارہے ہیں پھر اچانک خیال آیا اوہو میرا تو نماز میں وہ واجب چھوٹ گیا تھا، اب آپ کیا کرلیں؟ فوراً اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر سجدے میں چلے جائیں، سجدہ سہو کریں اور پھر اسی طرح سلام پھیر دیں۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ طالب علم: تو استاذ جی اس نے درود شریف پڑھ لیا اور سلام پھیر دیا دونوں طرف اور بعد میں کوئی وظیفہ کر رہا ہے، اسے یاد آیا تو اس نے سجدہ سہو کر کے دوبارہ تشہد پڑھے گا یا اسی طرح سلام پھیر دے؟ استاذ: نہیں نہیں جیسے سجدہ سہو ہوتا ہے پھر اسی طرح کرے گا۔ سجدہ سہو کر کے جب اٹھے گا پھر تشہد پڑھے، درود پڑھے، دعا پڑھے، سلام پھیر دے۔ یوں سمجھیں گے ابھی نماز میں ہی ہے کیونکہ نماز کے منافی اس نے کوئی کام نہیں کیا تو یوں سمجھیں گے۔

تو کہتے ہیں وَيَلْزَمُهُ سُجُودُ السَّهْوِ إِذَا زَادَ فِي صَلَاتِهِ فِعْلًا مِنْ جِنْسِهَا لَيْسَ مِنْهَا أَوْ تَرَكَ فِعْلًا مَسْنُونًا أَوْ تَرَكَ قِرَاءَةَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ أَوِ الْقُنُوتِ أَوِ التَّشَهُّدِ أَوْ تَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ أَوْ جَهَرَ الْإِمَامُ فِيمَا يُخَافَتُ أَوْ خَافَتَ فِيمَا يُجْهَرُ۔ دیکھیے بھئی اب بتلا رہے ہیں بھئی کمی زیادتی کی صورتیں بتلا رہے ہیں: وَيَلْزَمُهُ، اور لازم ہوگا نماز پڑھنے والے پر کیا لازم ہوں گے؟ سُجُودُ السَّهْوِ سجود سہو۔ کب؟ إِذَا زَادَ فِي صَلَاتِهِ، جب اس نے زیادتی کر دی نماز کے اندر فِعْلًا کسی فعل کی۔ نماز میں کسی فعل کی کیا کر دی؟ زیادتی کر دی۔ لیکن ہر فعل نہیں، فِعْلًا مِنْ جِنْسِهَا، کوئی ایسا فعل جو اسی نماز کی جنس میں سے ہے، لَيْسَ مِنْهَا، لیکن اس نماز میں نہیں ہے، اس نماز میں داخل نہیں۔ ہے نماز کی جنس میں سے مثلاً مولانا درمیان میں قعدہ اولی کے اندر بیٹھا، تشہد ایک دفعہ پڑھ دیا پھر دوبارہ تشہد پڑھ دیا سارا۔ تو دیکھو یہ زیادتی کی اس نے، دوسری دفعہ تشہد پڑھا اور تشہد نماز کی جنس میں سے ہے یا نہیں بھئی؟ نماز کی جنس میں سے ہے لیکن اس نماز میں داخل ہے؟ ایک دفعہ پڑھا جاتا ہے یا دو دفعہ؟ ایک دفعہ، تو یہ تو داخل نہیں تھا بھئی ایک دفعہ پڑھنا چاہیے تھا۔ تو یہ ہے نماز کی جنس میں سے لیکن اس نماز میں داخل نہیں، تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ یہ معنی ہے إِذَا زَادَ فِي صَلَاتِهِ، جب زیادہ کر دے اپنی نماز کے اندر کوئی ایسا فعل مِنْ جِنْسِهَا جو اس نماز کی جنس میں سے تو ہے لَيْسَ مِنْهَا لیکن اس نماز میں سے نہیں ہے یعنی اس میں داخل نہیں ہے۔

أَوْ تَرَكَ فِعْلًا مَسْنُونًا، یا اس نے کوئی مسنون فعل چھوڑ دیا۔ مسنون سے یاد رکھیے مولانا یہاں واجب مراد ہے۔ مسنون چیز چھوڑنے سے سجدہ سہو نہیں آتا بھئی، جیسے یہ تسبیحات پڑھتے ہیں ہم سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، یہ سنت ہیں، اگر کوئی نہ بھی پڑھے نماز پھر بھی ہو جائے گی۔ رکوع میں ہم تسبیحات پڑھتے ہیں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، یہ سنت ہیں کوئی نہ بھی پڑھے تو نماز ہو جائے گی۔ نفس رکوع فرض ہے، جھکنا بھئی یہ تو فرض ہے مولانا کم از کم چند لمحوں کے لیے ہو بھئی، لیکن تسبیحات پھر اس میں پڑھنا یہ سنت ہے۔ سجدہ تو فرض ہے لیکن سجدے کے اندر تسبیحات پڑھنا سنت ہے۔ تو سنت کے چھوڑنے پر سجدہ سہو نہیں آتا، لیکن یہاں فرمارہے ہیں أَوْ تَرَكَ فِعْلًا مَسْنُونًا یا کس کو چھوڑ دیا؟ مسنون فعل کو چھوڑ دیا، اس سے مراد واجب ہے مولانا۔ کیا مراد ہے؟ واجب۔ اور واجب کو مسنون کیوں کہا؟ جواب گزر چکا ہے کیونکہ اس کا ثبوت کس سے آیا ہے بھئی؟ سنت سے۔ بھئی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کیا ہے تو ثبوت آیا، اگر حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے نہ کیا ہوتا تو ہم کہاں سے اپنی طرف سے اضافہ کرتے اس میں بھئی؟ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ سب حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ثابت ہیں بھئی۔

تو أَوْ تَرَكَ فِعْلًا مَسْنُونًا، یعنی یا اس نے کوئی واجب فعل چھوڑ دیا، أَوْ تَرَكَ قِرَاءَةَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، یا مولانا فاتحۃ الکتاب جو ہے اس کی قراءت کیا کر دی؟ چھوڑ دی، سورہ فاتحہ کی قراءت چھوڑ دی۔ میں نے تو کیا بتلایا تھا آپ کو سورہ فاتحہ کی قراءت کیا ہے؟ واجب۔ أَوِ الْقُنُوتِ، یا کس کی قراءت چھوڑ دی بھئی؟ دعائے قنوت کی، یا یوں کہو أَوْ تَرَكَ الْقُنُوتَ أَيْ دُعَاءَ الْقُنُوتِ۔ اچھا أَوِ الْقُنُوتِ، یا اس نے کس کو چھوڑ دیا؟ دعائے قنوت کو بھئی۔ أَوِ التَّشَهُّدِ، یا کس کو چھوڑ دیا؟ تشہد کو چھوڑ دیا بھئی۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا تو فرض لیکن تشہد پڑھنا واجب، اور بعضوں نے کیا کہا قعدہ اولی کے اندر بھی، قعدہ اولی میں تو بیٹھنا بھی واجب اور تشہد بھی واجب بھئی۔ ہاں بعض کہتے ہیں واجب ہے تشہد قعدہ اولی میں، بعض نے سنت لکھا ہے بھئی، تو احتیاط اسی میں ہے بھئی سجدہ سہو کر لے اگر وہ بھول جائے۔

أَوْ تَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ، یا کیا چھوڑ دیں مولانا؟ عیدین کی وہ جو واجب چھ زائد تکبیریں ہوتی ہیں ان میں سے بعض چھوڑ دیں تو بھی۔ أَوْ جَهَرَ الْإِمَامُ فِيمَا يُخَافَتُ، یا جہر کیا امام نے ان نمازوں میں يُخَافَتُ جن میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے، أَوْ خَافَتَ فِيمَا يُجْهَرُ، یا اس نے آہستہ قراءت کی ان نمازوں کے اندر يُجْهَرُ جن کے اندر جہر کیا جاتا ہے۔ تو ان ساری صورتوں میں، دیکھو یہ وہی واجبات جو میں نے آپ کو لکھوائے تھے انہی کو انہوں نے بیان کیا

بھئی، تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کرنا پڑے گا بھئی۔

اسی طرح یاد رکھو بھئی آپ نماز پڑھ رہے ہیں، نماز پڑھتے پڑھتے اب آپ کسی سوچ میں ڈوب گئے کہ پتہ نہیں میں نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین، یا میں یہ سورت پڑھوں یا یہ سورت پڑھوں، یا پتہ نہیں میں نے دونوں سجدے کر لیے ہیں یا نہیں، بس کسی بھی بات پر آپ سوچ میں پڑ گئے اور اتنی دیر سوچ میں پڑے رہے جتنی دیر میں تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا جا سکتا ہے تو اب سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ دیکھا یہ تاخیر آ گئی مولانا اگلے رکن میں تاخیر بھئی، اور تاخیر کی وجہ سے بھی کیا آ جایا کرتا ہے؟ سجدہ سہو۔ تو یاد رکھنا جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آ جائے، تین دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کی مقدار آدمی سوچ میں پڑ گیا تو اگلا رکن مؤخر ہو گیا تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو۔ اور ایک اور بات بھی یاد رکھیں بھئی: بھئی فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف کیا پڑھیں گے؟ سورہ فاتحہ پڑھیں گے بس، لیکن اگر کسی نے ان کے ساتھ سورت بھی ملا دی، اب کیا حکم لگائیں گے؟ اب سجدہ سہو نہیں کریں گے بھئی علماء لکھتے ہیں بھئی۔ آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کیا کر دیا؟ سورت ملا دی بھئی، نہیں بھئی اب سجدہ سہو نہیں آئے گا بھئی۔ دلائل بھئی آگے آپ پڑھتے رہیں گے، دلیلیں ہر ہر مسئلے کی دلیلیں آئیں گی آگے۔ بھئی سنت کے اندر تو بتلایا ہر رکعت کے اندر قراءت واجب ہے۔

وَسَهْوُ الْإِمَامِ يُوجِبُ عَلَى الْمُؤْتَمِّ السُّجُودَ فَإِنْ لَمْ يَسْجُدِ الْإِمَامُ لَمْ يَسْجُدِ الْمُؤْتَمُّ۔ اور امام کا سہو جو ہے، امام کی غفلت جو ہے یہ واجب کرتی ہے مقتدی پر بھی سجدوں کو۔ امام سے کوئی غلطی ہوئی ہے اس قسم کی جو بیان ہو رہی ہیں تو پھر صرف امام پر ہی سجدہ سہو نہیں آیا بلکہ مقتدی پر بھی کیا آ گیا؟ سجدہ سہو۔ تو امام سجدہ سہو کرے گا تو مقتدی بھی کیا کریں گے؟ سجدہ سہو کریں گے۔ فَإِنْ لَمْ يَسْجُدِ الْإِمَامُ لَمْ يَسْجُدِ الْمُؤْتَمُّ، اگر امام سجدہ نہیں کرتا تو مقتدی بھی سجدہ نہیں کرے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اکیلا کر بھی لے تو وہ نہیں شمار ہو گا بھئی۔ فَإِنْ سَهَا الْمُؤْتَمُّ لَمْ يَلْزَمِ الْإِمَامَ وَلَا الْمُؤْتَمَّ السُّجُودُ۔ اگر غفلت کی مقتدی نے بھئی، مقتدی سے کوئی غفلت ہوئی غلطی ہوئی، لَمْ يَلْزَمِ الْإِمَامَ، تو لازم نہیں ہوا امام پر، وَلَا الْمُؤْتَمَّ، اور نہ مقتدی پر کیا واجب نہیں ہوئے؟ السُّجُودُ سجدے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جماعت کی نماز میں امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے مقتدی سے کوئی غلطی ہو جائے تو بھی معاف ہے مولانا، تو وہ معاف ہے بھئی، تو سجدہ سہو نہیں اس پر۔ ہاں امام سلام پھیر دے اور ابھی آپ کی دو رکعتیں باقی ہیں، اب مولانا امام کی امامت ختم ہو چکی، اب غلطی کرے گا تو کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرے گا۔

وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأُولَى ثُمَّ تَذَكَّرَ وَهُوَ إِلَى حَالِ الْقُعُودِ أَقْرَبُ عَادَ فَجَلَسَ وَتَشَهَّدَ۔ اچھا بھئی، بھئی ایک آدمی ہے نماز پڑھ رہا ہے، نماز پڑھتے ہوئے اس نے دوسری رکعت کے جب سجدے کر لیے اب کیا کرنا چاہیے اسے؟ قعدہ اولی میں بیٹھنا چاہیے، لیکن وہ بھولے سے کھڑا ہو گیا۔ کہتے ہیں اسے واپس آنا چاہیے یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اگر وہ بیٹھنے کے قریب تھا، اٹھ رہا ہے جب اسے یاد آیا تو اس کی حالت اس قسم کی ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہے ابھی حالت یعنی پوری طرح ابھی کھڑا نہیں ہوا، تو بیٹھ جائے اور تشہد وغیرہ پڑھ لے اور سجدہ سہو بھی نہیں مولانا۔ لیکن اگر وہ کھڑے ہونے کے قریب تھا، سمجھ میں آیا؟ کھڑے ہونے کے قریب پہنچ چکا ہے اب اسے یاد آیا مولانا، کہتے ہیں بھئی اب کھڑا ہی رہے، واپس نہ جائے۔ اگر واپس چلا بھی گیا اور تشہد اس نے پڑھ لیا تو بعد میں سجدہ سہو بھی کرے بھئی، اور یا پھر واپس ہی نہ جائے مولانا نماز پوری کرے اور آخر میں کیا کر لے؟ سجدہ سہو کر لے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ قعدہ اولی کسی کو بھول گیا اور کھڑا ہونے لگا بیچ میں اسے یاد آیا کہ قعدہ اولی باقی ہے، تو کہتے ہیں اگر بیٹھنے کے قریب ہے تو بیٹھ جائے، کھڑا ہونے کے قریب پہنچ چکا ہے تو کیا ہو؟ کھڑا ہو جائے اور بعد میں سجدہ سہو کر لے۔

دیکھیے مولانا: وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأُولَى، اور جس نے غفلت کی بھئی قعدہ اولی سے، ثُمَّ تَذَكَّرَ، پھر اسے یاد آیا، وَهُوَ إِلَى حَالِ الْقُعُودِ أَقْرَبُ، اور وہ بیٹھنے کی حالت کے زیادہ قریب تھا۔ قُعُودٌ کا معنی بیٹھنا، اور وہ بیٹھنے کی حالت کے أَقْرَبُ زیادہ قریب تھا، عَادَ، تو کیا کرے؟ لوٹ جائے بھئی بیٹھ جائے۔ عَادَ لوٹ جائے فَجَلَسَ پس بیٹھ جائے وَتَشَهَّدَ اور تشہد پڑھے، اور اب اس پر سجدہ سہو بھی نہیں مولانا۔ وَإِنْ كَانَ إِلَى حَالِ الْقِيَامِ أَقْرَبَ، اور اگر وہ کھڑے ہونے کی حالت کے قریب تھا، لَمْ يَعُدْ، تو پھر نہ لوٹے، وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ، اور سجدہ کرے سہو کے لیے۔ بھئی کھڑے ہونے کے قریب ہے تو کھڑا ہو جائے تو تشہد رہ گیا یا نہیں رہ گیا بھئی؟ رہ گیا تو اب بعد میں سجدہ سہو کر لے۔ اور میں نے بتایا اگر چلا جاتا ہے واپس اور بیٹھ بھی جائے تو پھر تشہد پڑھ لے، پھر کھڑا ہو جائے لیکن سجدہ سہو پھر بھی کرنا پڑے گا بھئی، پھر بھی کرنا پڑے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ واپس نہ جائے بھئی کھڑا ہی ہو جائے۔ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۴: باب سجود السہو: سجدۂ سہو کا محل، طریقہ، ترکِ واجب، قعدۂ اولیٰ و اخیرہ کا سہو اور شک فی الصلاۃ کے ضوابط

مختصر القدوری صفحہ: ۲۵—بتاریخ: ۵ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ فَقَامَ إِلَى الْخَامِسَةِ رَجَعَ إِلَى الْقَعْدَةِ مَا لَمْ يَسْجُدْ وَأَلْغَى الْخَامِسَةَ وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَإِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ بَطَلَ فَرْضُهُ وَتَحَوَّلَتْ صَلَاتُهُ نَفْلًا وَكَانَ عَلَيْهِ أَنْ يَضُمَّ إِلَيْهَا رَكْعَةً سَادِسَةً۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

سجدہ سہو کے مسائل ہم پڑھ رہے ہیں مولانا بھئی۔ آپ نے پڑھا بھئی کہ نماز میں کمی بیشی ہو جائے تو اس صورت میں کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا بھئی۔ تشہد کے بعد دو سجدے کیے جاتے ہیں یہ سجدہ سہو کہلاتے ہیں، اور سَہْوٌ کا کیا معنی میں نے بتلایا تھا بھئی؟ غفلت کا بھئی، تو یہ نماز میں کوئی غفلت ہو گئی جس کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا پڑے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور سجدہ سہو کب کیا جاتا ہے بھئی؟ جب کوئی واجب چھوٹ جائے۔ کیا ہو؟ واجب۔ اور میں نے بتایا تھا اگر بھولے سے چھوٹ جائے واجب تو پھر سجدہ سہو کرے گا، اگر جان بوجھ کر واجب کو چھوڑ دیتا ہے تو پھر تو سجدہ سہو سے بھی نماز نہیں ہو گی بلکہ دوبارہ سے نماز پڑھنا پڑے گی بھئی۔ تو کوئی واجب چھوٹ جائے یا نماز کے اندر کوئی اور فعل کر لیا جو اسی نماز کی جنس میں سے ہے لیکن اس نماز میں شامل نہیں، مثلاً میں نے بتلایا تھا التحیات ایک کے بجائے دو مرتبہ پڑھ لی بھئی، دو مرتبہ پڑھ لی۔ ایک رکوع کے بجائے کتنے رکوع کر لیے ایک ہی رکعت میں؟ دو رکوع کر لیے بھئی۔ دو سجدوں کے بجائے کتنے کر لیے؟ تین۔ تو دیکھو یہ سجدہ یا رکوع یا التحیات یہ ہیں نماز ہی کی جنس میں سے لیکن اس نماز میں شامل نہیں بھئی۔ نماز میں تو ایک دفعہ

[1]

جدول—سجدۂ سہو کے موجبات، طریقہ اور قعدۂ اولیٰ و اخیرہ کے سہو کا جدول:

صورتِ سہو	شرعی حکم (رجوع یا عدمِ رجوع)	سجدۂ سہو کا وجوب و طریقہ
قعدۂ اولیٰ بھول کر کھڑا ہونے لگے	اگر بیٹھنے کے قریب ہے تو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو نہیں؛ اگر کھڑے ہونے کے قریب ہے تو نہ لوٹے	سیدھا کھڑا ہونے کے بعد سجدۂ سہو کرے (اور اگر سیدھا کھڑا ہونے کے بعد لوٹ آیا تو سجدۂ سہو لازم ہے)۔
قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے	جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو قعدے کی طرف لوٹ آئے	قعدہ کر کے سجدۂ سہو کرے؛ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض باطل ہو کر نفل بن گیا، اب چھٹی رکعت ملا لے۔
قعدۂ اخیرہ کرنے کے بعد چوتھی کو تیسری سمجھ کر کھڑا ہو گیا	جب تک پانچویں کا سجدہ نہ کرے لوٹ آئے اور سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے	اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو فرض پورا ہو چکا ہے، اب چھٹی رکعت ملا لے تاکہ یہ دو رکعت نفل ہو جائیں، اور سجدۂ سہو کرے۔

درمیان میں التحیات پڑھتا ہے یا ایک رکوع ہر رکعت میں ہوتا ہے یا ایک رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں اور یہ ان پر بڑھا رہا ہے اسی فعل کو بھئی، تو یہ نماز کی جنس میں سے ہوا اور اس نے زیادتی کر دی لیکن اس نماز میں شامل نہیں ہے، تو کیا کرنا پڑے گا اسے؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

اور یہ بھی آپ نے پڑھا تھا بھئی کہ اگر جہری نمازوں میں امام آہستہ قراءت کرلے، یا آہستہ قراءت والی نمازوں کے اندر امام کیسے قراءت کرلے؟ جہراً قراءت کرلے تو پھر اس صورت میں سجدہ سہو کرنا پڑے گا بھئی۔ بھئی کتنی مقدار پہ آئے گا؟ یاد رکھیے مولانا اتنی مقدار جس سے نماز ہوتی ہے جو نماز میں فرض ہے، یعنی تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت۔ مثلاً بھئی فجر کی نماز امام پڑھا رہا تھا بھئی اور اس کے اندر اس نے تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت آہستہ پڑھ دی بھئی۔ حالانکہ فجر کی نماز میں تو کیا ضروری تھا؟ جہر ضروری تھا لیکن اس نے کیا کر دی؟ آہستہ، اور کتنی کی؟ تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت، تو اس صورت میں اب سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ یا مولانا ظہر کی نماز پڑھا رہا ہے اور ظہر کی نماز میں تو قراءت کس طرح کی جاتی ہے؟ آہستہ کی جاتی ہے لیکن امام نے تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت کیا کی؟ بلند آواز سے پڑھ دی تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ سہو کرنا پڑے گا بھئی۔

اسی طرح یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا مولانا: کئی باتیں سجدہ سہو والی ہو جائیں ایک ہی نماز کے اندر تو ایک ہی سجدہ سہو کافی ہے سب کے لیے۔ ایک آدمی ہے بھئی وہ اس نے کیا کیا بھئی؟ مثلاً پہلی رکعت میں ایک رکوع کے بجائے کتنے رکوع کر لیے بھئی؟ دو رکوع کر لیے بھئی، پھر اس کے بعد آگے چل کر التحیات بھی کتنی دفعہ پڑھ لیا؟ دو دفعہ، پھر بھئی سجدے دو کے بجائے کتنے ہو گئے؟ تین۔ بھولے سے یہ تینوں کام ہوئے تو سجدہ ایک ہی کرنا پڑے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہر ایک کے لیے الگ سجدہ سہو نہیں ہو گا بھئی، الگ نہیں۔

اسی طرح ایک اہم مسئلہ آپ کو بتلاؤں یہ ہمیشہ یاد رکھنا بھئی: آپ نے چار رکعت والی نماز شروع کی مثلاً ظہر کی اور دو رکعت کے بعد بھولے سے سلام پھیر دیا۔ تو اب یہ نہیں کہ اوہو میں نے تو چار پڑھنی تھیں دو پہ سلام پھیر دیا پھر نئے سرے سے شروع کرو، نہیں مولانا اسی نماز کو مکمل کر سکتے ہیں آپ بشرطیکہ ابھی نماز کے منافی آپ نے کوئی کام نہ کیا ہو۔ جیسے میں نے وہ مسئلہ بتلایا تھا بھئی کہ ایک آدمی پر سجدہ سہو واجب ہوا اور اس نے نماز کے آخر میں دونوں طرف بھولے سے سلام پھیر دیا، اب اس کے بعد وہیں پر بیٹھ کر اس نے اپنا وظیفہ بھی شروع کر دیا، سجدہ سہو اس نے نہیں کیا تھا اس پہ ضروری تھا، اس کو اچانک یاد آیا اوہو میرا تو سجدہ سہو کیا ہے؟ باقی ہے۔ تو میں نے بتلایا تھا آپ کو مسئلہ کہ ابھی فوراً کیا کرلے؟ سجدہ سہو، بشرطیکہ اس نے کوئی نماز کے منافی کام نہ کیا ہو یعنی اس کا سینہ قبلے سے نہ پھرا ہو، کوئی چیز کھانے پینے وغیرہ میں مشغول نہ ہوا ہو، کسی سے باتیں نہ کی ہوں اس نے، تو ہم ابھی بھی یوں سمجھیں گے گویا کہ یہ کس حالت میں ہے؟ نماز کی حالت میں تو سجدہ سہو کرلے۔ اسی طرح اگر دو رکعت پر کسی نے کیا کیا؟ سلام پھیر دیا بھئی دو رکعت پر، تو نماز کے منافی کوئی کام اس نے نہیں کیا، اس کا سینہ قبلے سے نہیں پھرا بھئی اور کوئی چیز کھانے پینے نہیں لگایا کسی سے بات نہیں کی یا کوئی اور ایسا فعل نہیں کیا جو نماز کے منافی ہو بھئی، پھر اسے یاد آیا تو فوراً کیا ہے؟ کھڑا ہو جائے، تیسری اور چوتھی رکعت پڑھے اور پھر سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ طالب علم: استاذ جی اگر وہ دو رکعتیں پڑھ کے کھڑا ہو گیا تو دو پڑھ کے سلام پھیر دے گا؟ استاذ: جی آگے آرہے ہیں یہ مسائل آگے آرہے ہیں۔

وَإِنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ فَقَامَ إِلَى الْخَامِسَةِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے مولانا: ایک آدمی ہے نماز پڑھ رہا ہے اور قعدہ اخیرہ بھول کر وہ پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا۔ کیا کیا؟ پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا۔ چار رکعت والی نماز تھی بھئی، چوتھی رکعت پڑھ کر اسے کیا کرنا چاہیے تھا؟ بیٹھ کر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے، وہ بیٹھا ہی نہیں سرے سے، چوتھی پڑھتے ہی سیدھا کس کی طرف کھڑا ہوا؟ پانچویں رکعت کی طرف کھڑا ہو گیا۔ یاد و رکعت والی نماز تھی وہ التحیات میں بیٹھنے کے بجائے سیدھا کس طرف کھڑا ہوا؟ تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہوا۔ تو فقہاء کرام لکھتے ہیں مولانا کہ جب تک اس نے اگلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس آجائے۔ کیا کرے؟ واپس آجائے۔ مطلب چار والی کے بعد اگر وہ بھولے سے کھڑا ہوا ہے التحیات نہیں پڑھی تو پانچویں رکعت کا جب تک اس نے سجدہ نہیں کیا کیا کرے؟ واپس آجائے، بیٹھ جائے مولانا، التحیات پڑھے، سلام ایک طرف پھیرے، سجدہ سہو کرے، نماز اس کی پوری ہو گئی سلام پھیر دے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ کون سی صورت میں ذکر کر رہا ہوں؟ جب اس نے قعدہ اخیرہ کو بھولے سے بالکل چھوڑ دیا اور سیدھا اگلی رکعت کی طرف کھڑا ہو گیا تو جب تک اگلی رکعت کا اس نے سجدہ نہیں ملایا کیا کرنا چاہیے؟ واپس آجائے بھئی، واپس آجائے۔

اور اگر اس نے اگلی رکعت کا سجدہ ملا لیا، کر لیا تو کہتے ہیں بس مولانا نماز اس کی باطل ہو گئی، فرض نہیں رہے مولانا اب یہ کیا بن گئے؟ نفل۔ کیوں بھئی، کیوں؟ وجہ کیا ہے؟ وجہ آپ بتلائیں مولانا، کیوں بھئی اس کے فرض کیوں نہیں ہوئے؟ آخری قعدہ کیا تھا؟ فرض تھا یا نہیں تھا؟ اور فرض جب چھوٹ جائے تو نماز ہوتی ہے؟ نہیں، اس نے آخری قعدہ ہی نہیں کیا۔ ہاں قعدہ کر لیتا تو مسئلہ بدل جاتا مولانا، اس نے آخری قعدہ ہی نہیں کیا کھڑا ہو گیا پانچویں رکعت ساتھ

ملالی۔ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ ایک رکعت اور ساتھ ملالے، کتنی ہو گئیں؟ چھ۔ اب یہ چھ کے چھ نفل بن گئے اور آخر میں بیٹھے سجدہ سہو کرے اور سلام پھیر دے۔ تو چھ کے چھ کیا بن گئے؟ نفل۔ اور وہ فرض کیوں اس کے چلے گئے بھئی، فرض کیوں نہیں ہوئے، کیا وجہ ذکر کی میں نے؟ کہ آخری قعدہ نہیں کیا اور آپ نے ضابطہ پڑھا تھا بھئی کہ فرض جب رہ جائے تو نماز پھر نہیں ہوتی، تو وہ فرض اس کے نہیں ہوئے بھئی۔

دیکھیے مولانا: وَإِنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ، اور اگر وہ بھول گیا قعدہ اخیرہ کو، فَقَامَ إِلَى الْخَامِسَةِ، پس کھڑا ہو گیا پانچویں رکعت کی طرف، رَجَعَ إِلَى الْقَعْدَةِ مَا لَمْ يَسْجُدْ، تو لوٹ آئے قعدے کی طرف مَا لَمْ يَسْجُدْ جب تک کہ اس نے سجدہ نہ کیا ہو، یعنی پانچویں کا جب تک سجدہ نہیں کیا کیا کرے؟ قعدے کی طرف واپس لوٹ آئے۔ رکوع بھی کر چکا ہو پھر بھی مولانا لوٹ آئے بھئی، سمجھ میں آیا؟ پانچویں کا اس نے رکوع بھی کر لیا ہے پھر بھی کیا کرے؟ لوٹ آئے جب تک سجدہ نہیں کیا۔ وَأَلْغَى الْخَامِسَةَ، اور پانچویں رکعت کو کیا کرے؟ لغو کر دے، چھوڑ دے مولانا، چھوڑ دے۔ وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ، اور سہو کا سجدہ کرے بھئی۔ وَإِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ، اور اگر اس نے قید کر دیا پانچویں رکعت کو کس کے ساتھ؟ سجدے کے ساتھ یعنی پانچویں کا بھی اس نے سجدہ کر لیا، بَطَلَ فَرْضُهُ، تو اس کے فرض کیا ہو جائیں گے؟ باطل ہو جائیں گے، وَتَحَوَّلَتْ صَلَاتُهُ نَفْلًا، اور پھر جائے گی اس کی نماز نفل کی طرف یعنی بدل جائے گی بھئی کس کی طرف؟ نفل کی طرف بھئی۔ تَحَوُّلٌ کا معنی پلٹنا، پھرنا، بدلنا بھئی، اور اس کی نماز پھر جائے گی نفلوں کی طرف۔ وَكَانَ عَلَيْهِ أَنْ يَضُمَّ إِلَيْهَا رَكْعَةً سَادِسَةً، اور واجب ہے اس پر کہ ملائے اس کے ساتھ چھٹی رکعت بھی بھئی۔ پانچویں پر سلام نہ پھیرے مولانا بلکہ کیا کر لے؟ چھٹی رکعت بھی، سمجھ میں آیا؟ اور اگر اس نے پانچویں پر ہی سلام پھیر دیا مولانا پانچویں پر ہی تو چار رکعتیں نفل ہو گئیں ایک رکعت بیکار گئی کیونکہ ایک رکعت والی تو نماز نہیں ہے بھئی، اسی لیے کہا چھٹی بھی ملالو تاکہ سارے ہی کیا بن جائیں؟ نفل بن جائیں۔

وَإِنْ قَعَدَ۔ جی یہ دوسری صورت آ رہی ہے مولانا۔ پہلے کون سی صورت ذکر ہوئی؟ اس نے قعدہ اخیرہ سرے سے کیا ہی نہیں۔ اب وہ صورت بیان کر رہے ہیں جب کیا کرے گا؟ آخری قعدہ کر کے پھر کھڑا ہو گیا پانچویں کے لیے بھول کر۔ تو ایک آدمی ہے مثلاً وہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے، چار رکعتیں پڑھ کر وہ التحیات کے لیے بیٹھا، اب اسے کیا کرنا چاہیے تھا؟ سلام پھیرنا چاہیے تھا لیکن وہ بھولے سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا۔ تو اب بھی اسی طرح دیکھو کہتے ہیں بھئی جب تک پانچویں کا سجدہ اس نے نہیں کیا اسے کیا کرنا چاہیے؟ واپس لوٹ آئے۔ کیا کرے؟ واپس لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے مولانا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ اچھا کیسے کرے گا سجدہ سہو بھئی؟ چوتھی رکعت کے بعد اس نے التحیات پڑھی اور پانچویں کے لیے کھڑا ہو گیا۔ پانچویں رکعت کے اندر بھئی ابھی وہ درمیان میں ہی تھا ابھی سجدہ نہیں کیا بھئی کہ اسے یاد آیا اوہو میں تو کیا کر چکا ہوں؟ چار رکعتیں پوری کر چکا ہوں یہ پانچویں پڑھ رہا ہوں، فوراً کیا کرے؟ واپس بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کرے گا۔ اب مولانا التحیات تو پڑھ چکا ہے، دوبارہ التحیات بھی نہ پڑھے، بیٹھ کر فوراً کیا کرے؟ ایک طرف سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے، اس کے بعد پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر کیا کر دے؟ سلام پھیر دے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

اور اگر اس نے پانچویں کا سجدہ کر لیا، اب آپ کیا حکم لگائیں گے اس کی فرض نماز ہوئی ہے یا نہیں ہوئی مولانا؟ ہاں فرض نماز ہو چکی بھئی، ہاں اب یہ ایک رکعت اور ملالے یہ نفل بن جانی چاہیے لہذا کیا کر لے؟ اس کے ساتھ ایک اور ملا کر کتنی کر لے؟ چھ، اور آخر میں کیا کرے؟ سجدہ سہو کرے۔ تو چار رکعت ہو گئے فرض اور دو رکعت کیا بن گئے؟ نفل بن گئے۔ مسائل سمجھ میں آ رہے ہیں بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَعَدَ فِي الرَّابِعَةِ، اور اگر وہ بیٹھ گیا مولانا چوتھی رکعت کے اندر یعنی تشہد کے لیے، ثُمَّ قَامَ، پھر وہ کھڑا ہوا، وَلَمْ يُسَلِّمْ، اور اس نے سلام نہیں پھیرا، بِظَنِّهَا الْقَعْدَةَ الْأُولَى، قعدہ اولی سمجھتے ہوئے بھئی۔ چوتھی رکعت کے قعدے کو کیا سمجھا تھا اس نے؟ قعدہ اولی، اور اس نے سلام نہیں پھیرا بھئی اس قعدے کو قعدہ اولی سمجھتے ہوئے، عَادَ إِلَى الْقُعُودِ مَا لَمْ يَسْجُدْ لِلْخَامِسَةِ، تو لوٹ آئے بیٹھنے کی طرف بھئی جب تک اس نے پانچویں کے لیے سجدہ نہ کیا ہو، وَسَلَّمَ وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ، اور سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے مولانا۔ وَإِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ، اور اگر کسی نے قید کر دیا پانچویں رکعت کو سجدے کے ساتھ، ضَمَّ إِلَيْهَا رَكْعَةً أُخْرَى، تو ملا دے اس کے ساتھ ایک اور رکعت بھئی۔ پانچویں کو کیا کر دیا؟ سجدے سے مقید کر دیا یعنی سجدہ کر لیا اس کا تو ضَمَّ إِلَيْهَا رَكْعَةً أُخْرَى تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت بھی ملالے، وَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ، اور تحقیق اس کی نماز مکمل ہو گئی پوری ہو گئی، وَالرَّكْعَتَانِ نَافِلَةٌ، اور دو رکعتیں نفل ہیں۔

وَمَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے بھئی، نماز پڑھتے پڑھتے درمیان میں اسے شک ہوا بھئی کہ پتہ نہیں میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں، یہ تیسری رکعت ہے میری یا چوتھی رکعت ہے بھئی، شک آ گیا بھئی۔ نماز میں کس چیز کا شک آیا بھئی؟ کسی رکعت کے اندر شک آ رہا ہے پتہ نہیں یہ تیسری ہے یا چوتھی ہے، یا پتہ نہیں پہلی ہے یا دوسری ہے یا تیسری ہے، اسی طرح کسی بھی رکعت میں شک آ گیا مولانا، اب کیا کرے بھئی؟ تو آپ

کو بتلائیں گے صاحب قدوری بھئی اگر اس کی عادت نہیں ہے بھولنے کی، عموماً ایسا نہیں ہوتا وہ نماز میں بھولتا نہیں ہے تو اس صورت میں بس مولانا نئے سرے سے نماز پڑھ لے۔ کیا کرے؟ نئے سرے سے۔ اور اگر ایک آدمی کی عادت ہے وہ اکثر بھولتا رہتا ہے بھئی تو اب اس کے لیے کیا حکم؟ کہتے ہیں بھئی سوچے بھئی۔ اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ میں کتنی پڑھ چکا ہوں؟ تین پڑھ چکا ہوں بھئی، تو جو اس کا غالب گمان پڑے اس کے مطابق عمل کرلے۔ اور اگر کوئی غالب گمان اس کا نہیں ہے بھئی، کسی طرف اس کا ذہن نہیں جارہا بھئی تو پھر یقین پر بنا کرلے۔ کیا کرلے؟ یقین پر بنا کرلے بھئی۔

مثلاً بھئی ایک آدمی کو شک ہوا نماز میں بھئی کہ پتہ نہیں یہ میری تیسری رکعت ہے یا چوتھی رکعت ہے، اور اس کو اکثر یہ ہوتا رہتا ہے مسئلہ وہ نماز میں بھول جاتا ہے۔ تو اب فقہاء کرام کیا فرماتے ہیں؟ وہ ذہن دوڑائے، سوچے بھئی جس طرف ذہن چلا جائے اس کے مطابق کرلے۔ اگر ذہن نے کیا کہا؟ تین پڑھ چکا ہے تو اس کے مطابق، چار پڑھ چکا ہے تو اس کے مطابق عمل کرلے۔ اور اگر ذہن کسی طرف بھی نہیں جاتا تو پھر جو یقینی ہے یعنی جو کم ہے اس کے مطابق نماز پڑھ لے بھئی۔ مثلاً دیکھو اس کو شک کس چیز میں تھا کہ پتہ نہیں میں نے تین پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں۔ معلوم ہوا تین کا پڑھنا تو یقینی تھا، چوتھی میں شک آ رہا ہے کہ پتہ نہیں چوتھی پڑھی ہے یا چوتھی نہیں پڑھی۔ تو اقل یقینی ہے اور زائد کے اندر شک ہے تو یقین پر بنا کرے، یعنی یقین کتنی کا ہے؟ اقل کا، اس کے مطابق کیا کرلے؟ نماز پڑھ لے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

لہٰذا اب دیکھو صورت یہ بنے گی: ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے چار رکعت والی نماز ہے بھئی اور اب اسے شک ہوا کہ پتہ نہیں یہ میں تیسری رکعت پڑھ رہا ہوں یا یہ میں چوتھی رکعت پڑھ رہا ہوں۔ ایک رکعت کے لیے کھڑا ہوا اسے کیا شک آیا کہ پتہ نہیں میں یہ تیسری رکعت پڑھ رہا ہوں یا چوتھی رکعت، اور یہ گمان اکثر اس کو آتا رہتا ہے نماز میں وہ اکثر بھول جایا کرتا ہے۔ تو لہٰذا فقہاء کرام کیا فرماتے ہیں؟ وہ سوچے اس کے بارے میں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور جس طرف ذہن چلا جائے اس کے مطابق عمل کرلے۔ اور اگر ذہن کسی طرف بھی نہیں جاتا تو پھر کس پر بنا کرے؟ یقین پر، اور یقین کتنے کا ہے؟ تین کا۔ معلوم ہوا یہ جو رکعت پڑھ رہا ہے یہ کون سی ہے؟ تیسری ہے بھئی، یقینی اقل ہے میں نے بتلایا جو ہے، چوتھی کے اندر تو شک آگیا، تو اس یقین پر بنا کرلے بھئی۔ تو اب یہ کیا سمجھے گا یہ جو میں رکعت پڑھ رہا ہوں یہ کون سی ہے بھئی؟ تیسری رکعت پڑھ رہا ہوں، یقین پر اس نے بنا کرلی بھئی۔ اور اب مولانا لیکن ایک بات یاد رکھنا: اب تیسری رکعت یہ تو اقل تھی اس پر ہم نے مسئلہ بتلا دیا، لیکن جب یہ تیسری رکعت پڑھ لے تو سیدھا نہ کھڑا ہو، التحیات پڑھے بھئی، بیٹھ جائے اور کیا کرلے؟ التحیات، کیونکہ ہو سکتا ہے یہ کون سی رکعت ہو؟ ہو سکتا ہے چوتھی ہو بھئی، ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟ اور اگر یہ چوتھی ہوئی اور آخری قعدہ تو ہوتا ہے فرض وہ نہ کیا تو نماز ہوگی؟ نماز ہی نہیں ہوگی۔ لہٰذا بنا اسی اقل پر کرے لیکن احتیاطاً کیا کرلے؟ تشہد کے لیے بیٹھ جائے، تشہد پڑھے، پھر اس کے بعد کس کے لیے کھڑا ہو جائے؟ چوتھی رکعت کے لیے۔ اور پھر چوتھی کے اندر بھی کیا کرلے گا؟ پھر اسی طرح نماز آخر میں کیا کرتے ہیں تشہد پڑھیں گے لیکن اب کیا کرلے؟ سجدہ سہو بھی کرلے کہ ہو سکتا ہے وہ میں تیسری پر ہی بیٹھا ہوں۔ بیٹھا تو تھا کہ ہو سکتا ہے یہ چوتھی ہو لیکن ہو تو یہ بھی سکتا ہے یہ کون سی ہو؟ تیسری، اور تیسری پہ تو نہیں بیٹھا جاتا یہ بیٹھا ہے تو کیا کرنا چاہیے؟ سجدہ سہو بھی کرنا چاہیے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟

دیکھیے بھئی: وَمَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ أَثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا، اور جس کو شک ہوا اپنی نماز کے اندر پس وہ نہیں جانتا، فَلَمْ يَدْرِ پس اسے پتہ نہیں ہے، أَثَلَاثًا صَلَّى کیا تین پڑھی ہیں اس نے أَمْ أَرْبَعًا یا چار بھئی، وَذٰلِكَ أَوَّلُ مَا عَرَضَ لَهُ، اور یہ پہلی مرتبہ اسے پیش آیا ہے۔ یہ اسے پہلی مرتبہ پیش آیا ہے۔ پہلی مرتبہ پیش آنے کا یہ معنی نہیں زندگی میں ہی پہلی دفعہ پیش آیا ہے بھئی، یعنی مراد یہ اس کی عادت نہیں ہے، ایسا اکثر ہوتا نہیں اس کے ساتھ بھئی۔ وَذٰلِكَ أَوَّلُ مَا عَرَضَ لَهُ، اور یہ اسے پہلی مرتبہ پیش آیا ہے، اسْتَأْنَفَ الصَّلَاةَ، تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔ وَإِنْ كَانَ يَعْرِضُ لَهُ كَثِيرًا، اور اگر یہ اسے پیش آتا ہے اکثر، بَنَى عَلَى غَالِبِ ظَنِّهِ، تو بنا کرے وہ مولانا کس پر؟ غالب گمان پر بھئی جس طرف زیادہ گمان ہو اس پر بنا کر لے، إِنْ كَانَ لَهُ ظَنٌّ، اگر اس کا کوئی غالب گمان ہو۔ غالب گمان ہو تو اس پر عمل کرلے۔ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ ظَنٌّ، اور اگر اس کا کوئی غالب گمان نہیں ہے، بَنَى عَلَى الْيَقِينِ، تو کس پر بنا کرے؟ یقین پر بنا کرلے بھئی، یقین پر۔

بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيضِ۔ یہ باب ہے مولانا مریض کی نماز کے بیان میں بھئی۔ إِذَا تَعَذَّرَ عَلَى الْمَرِيضِ الْقِيَامُ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ أَوْمَأَ إِيمَاءً وَجَعَلَ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ۔ إِذَا تَعَذَّرَ، جب دشوار ہو جائے، جب مشکل ہو جائے، عَلَى الْمَرِيضِ کس پر؟ مریض پر۔ کیا مشکل ہو جائے؟ الْقِيَامُ بھئی، قیام کھڑا ہونا مریض پر مشکل ہو جائے، صَلَّى قَاعِدًا، تو وہ نماز پڑھے گا بیٹھ کر نماز پڑھے، يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ، رکوع کرے اور سجدہ کرے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک آدمی بیمار ہو گیا اب کھڑا نہیں ہو سکتا تو فقہاء کرام کیا فرماتے ہیں کس طرح وہ نماز پڑھے گا؟ بیٹھ کر نماز پڑھے گا بھئی۔ اللہ کی کروڑہا رحمتیں فقہاء کرام پر نازل ہوں بھئی، ایک ایک مسئلہ قرآن وحدیث سے اخذ کر کے انہوں

نے یوں سمجھیں بھئی تیار کھانا ہمارے سامنے رکھ دیا کہ لو اس کو کھالو بھئی۔ اور اپنی ساری زندگی گزار دی غور و فکر کرتے رہے قرآن اور حدیث میں اور ایک ایک مسئلہ ایک ایک جزئی نکال کر آپ کے سامنے رکھ دی بھئی۔ تو جب مریض کے لیے مشکل ہو جائے کھڑا ہونا تو کیسے نماز پڑھ لے گا بھئی؟ بیٹھ کر، اور بیٹھ کر کیا کرے گا؟ رکوع اور سجدہ کرے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟[۲]

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ۔ جی آگے یہ بتلا رہے ہیں بھئی اتنا بیمار ہو گیا رکوع سجدہ بھی نہیں کر سکتا پھر کیا کرے؟ کہتے ہیں بھئی بیٹھ کر اشارے سے پڑھ لے۔ بیٹھ کر کیا کرے؟ اشارے سے پڑھ لے بھئی۔ بھئی دیکھو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ، رکوع تو تھا کہ خوب جھکتا تھا یہاں تک کہ سر گھٹنوں کے اوپر آجائے بھئی اور سجدے میں تو باقاعدہ سجدہ کرتا تھا، لیکن اب وہ اس پہ بھی نہیں قادر اتنا بیمار ہے تو کیا کرے؟ بس بیٹھے بیٹھے کیا کرے؟ اشارہ، رکوع کا بھی اشارہ کرے اور سجدے کا بھی اشارہ تو سر سے اشارہ کر رہا ہے بھئی جتنا کر سکتا ہے۔ اور لیکن اس کے اندر بھی پھر یاد رکھو رکوع اور سجدے میں فرق ہونا چاہیے: سجدے میں ذرا زیادہ جھکے وہ، سجدے میں ذرا زیادہ، رکوع سے زیادہ جھکے بھئی۔ دیکھیے تو کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، اور اگر وہ طاقت نہیں رکھتا رکوع اور سجدے کی، أَوْمَأَ إِيمَاءً بھئی، تو وہ اشارے سے کرے، اشارہ کرے بھئی، اشارہ کرے۔ وَجَعَلَ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ، اور کرے سجدوں کو پست رکوع سے۔ أَخْفَضَ یعنی زیادہ پست کرے، نیچے کرے یعنی زیادہ جھکے مولانا سجدوں کے اندر رکوع سے۔

وَلَا يَرْفَعُ إِلَى وَجْهِهِ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ۔ اور نہ اٹھائے، نہ بلند کرے إِلَى وَجْهِهِ اپنے چہرے کی طرف شَيْئًا کوئی چیز يَسْجُدُ عَلَيْهِ کہ اس پر کیا کرلے؟ سجدہ کرلے۔ کوئی ایسی چیز جس پر سجدہ کرے ایسی اپنے چہرے کی طرف نہ اٹھائے۔ مثلاً مولانا وہ رکوع اور سجدہ تو کر نہیں سکتا بھئی بیمار ہے، بیٹھ کر البتہ نماز پڑھ رہا ہے تو اب یہ نہیں بھئی کہ سجدہ کرنے لگا تو ساتھ تکیہ سا اس نے سامنے رکھا ہوا ہے اس کو اٹھا لیتا ہے اور اس پر کیا کر دیتا ہے؟ سجدہ، ماتھا رکھ دیتا ہے بھئی ناک ماتھا لگا دیتا ہے، نہیں بھئی۔ بس اشارہ جب شریعت نے بتلا دیا بھئی اشارے سے ہو جاتی ہے تو اب تکیہ وغیرہ کو اٹھانے کی کیا ضرورت ہے بھئی؟ لہٰذا کسی تکیہ یا کوئی پتھر وغیرہ رکھا ہوا ہے کسی چیز کو چہرے کی طرف نہ اٹھائے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَرْفَعُ إِلَى وَجْهِهِ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ، اور نہ اٹھائے اپنے چہرے کی طرف کسی ایسی چیز کو جس پر وہ سجدہ کرے۔

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُودَ اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاهُ وَجَعَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ۔ بھئی اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہے، ایک آدمی اتنا بیمار ہو گیا کہ بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو اب کیسے نماز پڑھے گا بھئی؟ کہتے ہیں بھئی وہ سیدھا لیٹ جائے، پاؤں قبلے کی طرف کر دے بھئی۔ سیدھا پشت کے بل سیدھا لیٹ جائے گا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور پاؤں کس کی طرف کر دے گا؟ قبلے کی طرف کر دے گا۔ اور یاد رکھو مولانا کمر کے پیچھے اس کے کوئی اونچے تکیے وغیرہ اس طرح رکھ دیں کہ وہ قریب بیٹھنے کے ہی بن جائے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اونچے تکیے وغیرہ کمر کے پیچھے رکھ دیے جائیں اس کے تاکہ وہ بیٹھنے کی طرح ہی ہو جائے، اور اسی طرح پاؤں اب کس کی طرف ہیں پاؤں اس کے مولانا؟ قبلے کی طرف۔ لیکن فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ اگر تھوڑی سی مریض میں طاقت ہے تو سیدھے پاؤں نہیں کرنے چاہئیں قبلے کی طرف یہ بھی بے ادبی ہے، لہٰذا گھٹنے کھڑے کرلے۔ کیا کرلے؟ گھٹنے کھڑے کرلے اگر کر سکتا ہے بھئی، اور اسی طرح سر کے اشارے سے نماز پڑھے بھئی، سر کے اشارے سے۔ اور سر کے اشارے میں بھی اسی طرح جو ابھی بتلایا بھئی کہ سجدے کا اشارہ کیا ہونا چاہیے رکوع سے ذرا زیادہ ہونا چاہیے، رکوع کا سجدے سے کم ہونا چاہیے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟[۳]

اچھا اور اگر اس کے بجائے بھئی دوسری صورت اختیار کر لیتا ہے بھئی، یہ صورت تو وہ تھی کہ پاؤں کس کی طرف تھے؟ قبلے کی طرف، سیدھا کمر کے بل لیٹا ہوا۔ اور اگر وہ ایک پہلو پر لیٹتا ہے مولانا اور چہرہ قبلے کی طرف کرتا ہے بھئی، مثلاً شمالاً جنوباً لیٹ گیا بھئی یہاں اور قبلہ مغرب کی طرف ہے تو چہرہ کس طرف ہو گیا؟ سمجھ میں آیا؟ سر کس طرف ہے اس کا؟ مثلاً شمال کی طرف، پاؤں کس طرف؟ جنوب کی طرف، تو اب چہرہ کس طرف ہو گیا؟ مغرب کی طرف جو یہاں سے قبلے کی سمت بنتی ہے بھئی۔ تو مغرب کی طرف، قبلے کی طرف اس کا چہرہ ہوا اور اس حالت میں اس نے اشارے کے ساتھ نماز ادا کی سر کے اشارے سے، یہ بھی درست ہے مولانا لیکن افضل کون سا طریقہ ہے؟ وہ پہلا طریقہ کہ جس میں سیدھا لیٹتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور اگر مولانا وہ سیدھا اسے

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا تَعَذَّرَ عَلَى الْمَرِيضِ الْقِيَامُ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ أَوْمَأَ إِيمَاءً وَجَعَلَ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا تعذر على المريض القيام صلى قاعدا يركع ويسجد فإن لم يستطع الركوع والسجود أومأ إيماء برأسه وجعل السجود أخفض من الركوع» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُودَ اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاهُ وَجَعَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم يستطع القعود استلقى على ظهره وجعل رجله إلى القبلة» منقول ہے۔

بٹھا بھی نہیں سکتے بیٹھنے کے قریب اتنے تکیے، اس سے بھی اس کو بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ اس کی کمر کے پیچھے اتنے تکیے رکھیں جس سے وہ بیٹھنے جیسا ہو جائے، تو پھر کہتے ہیں مولانا بالکل سیدھا لیٹ جائے صرف اس کے سر کے نیچے ذرا اونچا تکیہ رکھ دو تاکہ چہرہ سیدھا آسمان کی طرف نہ رہے بلکہ کس کی طرف ہو جائے؟ قبلے کی طرف۔ سر کے نیچے اونچا تکیہ ہو گا تو چہرہ کس طرف ہو جائے گا؟ کچھ نہ کچھ تھوڑا قبلے کی طرف ہو جائے گا ورنہ تو سیدھا کس کی طرف رہے گا؟ آسمان کی طرف۔ تو تھوڑا سا اونچا تکیہ سر کے نیچے رکھ دیا، اب سر کے اشارے سے رکوع بھی کرے اور سجدہ بھی کرے۔

دیکھیے مولانا: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُودَ اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاهُ، پس اگر طاقت نہیں رکھتا وہ بیٹھنے کی بھی، اسْتَلْقَى، اسْتَلْقَى کا معنی چت لیٹنا سیدھا یعنی کمر کی طرف لیٹنا، اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاهُ۔ قَفَا کہتے ہیں مولانا یہ گدی کو، یہ گردن کا پچھلا حصہ جو ہے۔ ایک گردن کا سامنے والا سینے کی طرف حصہ ہے ایک کمر کی طرف، جو کمر کی طرف حصہ ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ قفا۔ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُودَ اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاهُ، تو اگر وہ طاقت نہیں رکھتا بیٹھنے کی تو وہ سیدھا لیٹ جائے گدی کے بل، وَجَعَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ، اور کر دے اپنے دونوں پاؤں قبلے کی طرف، وَأَوْمَأَ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، اور اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے بھئی۔ اشارے سے کیا کرے؟ رکوع اور سجدہ۔ وَإِنِ اضْطَجَعَ عَلَى جَنْبِهِ وَوَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ وَأَوْمَأَ جَازَ۔ اور اگر وہ، وَإِنِ اضْطَجَعَ اور اگر وہ لیٹ گیا عَلَى جَنْبِهِ اپنے پہلو پر وَوَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ اور اس کا چہرہ کس کی طرف تھا؟ قبلے کی طرف تھا بھئی، وَأَوْمَأَ اور اشارہ کیا اس نے یعنی اشارے سے نماز پڑھی، جَازَ، تو یہ بھی جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ سیدھا قبلے کی طرف کر کے لیٹے یا میں نے بتایا شمالاً جنوباً وہ لیٹ جائے۔[۴]

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْإِيمَاءَ بِرَأْسِهِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ وَلَا يُومِئُ بِعَيْنَيْهِ وَلَا بِحَاجِبَيْهِ۔ بھئی اتنا بیمار ہو گیا کہ سر کو بھی حرکت نہیں دے سکتا، سر سے بھی اشارہ نہیں کر سکتا تو کہتے ہیں بھئی اب نماز کو مؤخر کر دے۔ اس طرح بھنوؤں کے اشارے سے، صرف بھنویں ہلا سکتا ہے ان کے اشارے سے یا آنکھوں کے صرف اشارہ کر سکتا ہے بالکل حرکت ہی نہیں کر سکتا، تو صرف بھنوؤں کے اشارے سے یا آنکھوں کے اشارے سے نماز نہ پڑھے مولانا۔ کم از کم کتنے کی گنجائش دی بھئی؟ سر کا اشارہ کم از کم ہونا چاہیے، سر ہلا سکے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْإِيمَاءَ بِرَأْسِهِ، پس اگر وہ طاقت نہیں رکھتا سر سے اشارہ کرنے کی، أَخَّرَ الصَّلَاةَ، نماز کو کیا کر دے؟ مؤخر کر دے، وَلَا يُومِئُ بِعَيْنَيْهِ وَلَا بِحَاجِبَيْهِ، اور اشارہ نہ کرے اپنی آنکھوں سے وَلَا بِحَاجِبَيْهِ اور نہ اپنی بھنوؤں کے ساتھ۔ بھنویں جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ کسے کہتے ہیں بھئی؟ ہاں یہ آنکھ اور ماتھے کے درمیان جو بال لگے ہوئے ہیں بھئی۔[۵]

صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور مزید آپ کو ایک بات بتلاؤں بھئی: ایک آدمی اتنا بیمار ہو گیا کہ سر کے اشارے سے نماز نہیں پڑھ سکتا تو اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ نماز کو مؤخر کر دے، جب ٹھیک ہو جائے گا اس کے بعد ان کی قضا کر لے۔ لیکن اگر وہ اسی حالت میں، ایک دن رات تک وہ اسی حالت میں رہا یعنی اس کی پانچ سے زیادہ نمازیں اس حالت میں ہو گئیں، پانچ نمازوں سے زیادہ، سمجھ میں آیا؟ یعنی ایک دن رات سے زیادہ اس کی یہی حالت رہی تو وہ نمازیں ساری معاف۔ مثلاً وہ اس حالت میں دس دن تک رہتا ہے، پندرہ دن تک رہتا ہے، بیس دن تک رہتا ہے، چالیس دن تک رہتا ہے یہ ساری نمازیں کیا ہیں؟ معاف ہیں مولانا۔ ہاں ایک دن رات سے کم یہ حالت رہی اس کے بعد بہتر ہو گیا تھا تو اب ان کی قضا کرنی پڑے گی مولانا، اور اگر ایک دن رات سے زیادہ یہ حالت رہی تو اب قضا بھی نہیں ہے اس پر نمازیں کیا ہو گئیں؟ معاف۔ اسی طرح ایک مسئلہ آگے آئے گا ایک آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے جب ہوش آئے گا اسے قضا پڑھنا پڑے گی، لیکن اگر بے ہوشی ایک دن رات سے زیادہ رہی تو وہ نمازیں کیا ہو گئیں؟ معاف ہو گئیں، ان کی بعد میں قضا کی بھی ضرورت نہیں۔

بھئی ایک مسئلہ مجھے بتلائیں آپ: ایک آدمی کی کئی نمازیں رہتی ہیں اور وہ بیمار ہو گیا، اتنا بیمار ہو گیا کہ اب صرف سر کے اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا، تو کیا وہ جو صحت کے زمانے میں اس کی نمازیں باقی تھیں ان کی قضا اس حالت میں کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ جی؟ نہیں۔ کیوں نہیں کر سکتا بھئی؟ فقہاء نے کیا فرمایا ہے بھئی؟ قرآن اور حدیث سے کیا مسئلہ معلوم ہوا کہ سر کے اشارے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ بھئی مریض کی نماز ہے ہی اسی طرح وہ

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ اضْطَجَعَ عَلَى جَنْبِهِ وَوَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ وَأَوْمَأَ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن استلقى على جنبه ووجهه إلى القبلة وأومأ جاز» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْإِيمَاءَ بِرَأْسِهِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ وَلَا يُومِئُ بِعَيْنَيْهِ وَلَا بِحَاجِبَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم يستطع الإيماء برأسه أخر الصلاة ولا يومئ بعينه ولا بقلبه ولا بحاجبيه» منقول ہے۔

جب کر ہی نہیں سکتا کچھ تو سر کے اشارے سے پڑھ رہا ہے، تو آگے تو پتہ نہیں وہ بچتا بھی ہے یا بچتا نہیں ہے تو اس کی تو نمازیں باقی ہیں تو کیا کرے؟ تاخیر نہیں، اسی حالت میں کیا کرلے ان نمازوں کی؟ قضا کرلے، نمازیں ہو جائیں گی مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ قضا کرلے۔

تو کہتے ہیں وَلَا يُومِئُ بِعَيْنَيْهِ وَلَا بِحَاجِبَيْهِ وَلَا بِقَلْبِهِ۔ کیا لفظ ہے آپ کی کتابوں میں، بِقَلْبِهِ؟ جی ہاں میرے نسخے میں بِقَبْلِهِ ہے، یہ کتابت کی غلطی ہے اگر کسی اور کی کتاب میں بھی ہے تو درست کرلے، بِقَبْلِهِ لفظ نہیں ہے بلکہ بِقَلْبِهِ ہے۔ اور اشارہ نہ کرے اپنی آنکھوں کے ساتھ وَلَا بِحَاجِبَيْهِ اور نہ اپنی بھنوؤں کے ساتھ وَلَا بِقَلْبِهِ اور نہ اپنے دل سے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آنکھ اور بھنوؤں سے بھی اشارہ نہیں کر سکتا صرف دل سے اشارہ کر رہا ہے، نہیں مولانا، نماز مؤخر کر دے۔ چلیے بس کریں مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۵: باب صلاۃ المریض و سجود التلاوۃ: مریض کی نماز (بیٹھ کر اور اشارے سے)، غشی و جنون کی قضا اور سجدۂ تلاوت کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۲۶—بتاریخ: ۶ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

فَإِنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ لَمْ يَلْزَمْهُ الْقِيَامُ وَجَازَ أَنْ يُصَلِّيَ قَاعِدًا يُومِئُ إِيمَاءً فَإِنْ صَلَّى الصَّحِيحُ بَعْضَ صَلَاتِهِ قَائِمًا ثُمَّ حَدَثَ بِهِ مَرَضٌ أَتَمَّهَا قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ.

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا مولانا مریض کی نماز کے مسائل پڑھ رہے تھے ہم بھئی۔ کسی کو مرض لاحق ہو جائے تو نماز کیسے پڑھے گا؟ صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کہ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے، رکوع اور سجدہ کرے بھئی۔ اور اگر رکوع اور سجدہ کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر سر کے اشارے سے کیا کر لے؟ نماز پڑھ لے۔ رکوع کا بھی سر سے اشارہ کرے اور سجدے کا بھی سر سے اشارہ کرے، لیکن سجدے کا اشارہ زیادہ ہو یعنی سجدے کے اندر سر کو ذرا زیادہ جھکائے رکوع کی بہ نسبت بھئی۔ اور اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر سیدھا لیٹ جائے بھئی، پاؤں قبلے کی طرف کرے اور کمر کے پیچھے کوئی اونچے تکیے وغیرہ اس طرح رکھ دیے جائیں کہ وہ قریب بیٹھنے کے ہو جائے تاکہ چہرہ کس طرف ہو جائے اس کا؟ قبلہ رخ ہو جائے۔ اور اگر مریض میں کچھ طاقت ہے تو پاؤں سیدھے قبلے کی طرف بھی نہ پھیلائے بلکہ پاؤں سمیٹے گھٹنوں کو کھڑا کر لے بھئی۔ طریقہ سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟

اور اگر اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ اس کو بٹھایا جائے بھئی، وہ کمر کے پیچھے تکیے رکھے جائیں زیادہ تو تکلیف ہوتی ہے اس کو، تو پھر اس صورت میں صرف کیا کیا جائے؟ اس کے سر کے نیچے ذرا اونچا تکیہ رکھ دیا جائے تاکہ چہرہ آسمان کی طرف نہ رہے بلکہ کس طرف ہو جائے؟ قبلے کی طرف ہو جائے اور اس طرح پھر وہ سر کے اشارے سے نماز پڑھے بھئی۔ اور اگر اس طرح سیدھا لیٹنے کے بجائے بھئی وہ پہلو کے بل لیٹتا ہے اور چہرہ قبلے کی طرف کر لیتا ہے تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے لیکن بہتر کیا ہے؟ وہ پہلا طریقہ ہے بھئی۔ اور اگر سر سے اشارے کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر اس صورت میں آنکھوں کے ذریعے یا بھنوؤں کے ذریعے یا دل کے ذریعے اشارہ نہ کرے بلکہ نماز ہی کو کیا کر دے؟ مؤخر کر دے، مؤخر کر دے۔ اور میں نے آپ کو بتلایا تھا اگر اس حالت پر جب سر سے بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہیں، اس حالت میں اگر پانچ سے زائد نمازیں اس کی قضا ہو جائیں تو پھر اب اس پر قضا بھی نہیں۔ پانچ قضا ہوئی ہیں یا پانچ سے کم قضا ہوئی ہیں اور پھر ٹھیک ہو گیا پھر تو ان ساروں کی قضا کرنا پڑے گی جو نمازیں رہ گئیں، لیکن اگر پانچ سے زیادہ نمازیں قضا ہوئیں اس حالت میں یعنی ایک دن رات سے وہ زیادہ اس حالت میں رہا تو اب یہ جو نمازیں رہ گئیں یہ بالکل معاف ہو گئیں، ان کی قضا بھی اس پر نہیں ہے بھئی۔ دس دن رہتا ہے، پندرہ دن رہتا ہے، بیس دن اس حالت میں رہتا ہے ساری نمازیں کیا ہیں؟ معاف ہیں بھئی۔

فَإِنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، اور اگر وہ قادر ہے بھئی قیام پر وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ اور رکوع اور سجدے پر قادر نہیں ہے، لَمْ يَلْزَمْهُ الْقِيَامُ، تو اس پر قیام بھی لازم نہیں۔ بھئی ایک آدمی ہے بیماری کی وجہ سے وہ رکوع اور سجدہ نہیں کر سکتا، قیام تو کر سکتا ہے لیکن رکوع اور سجدہ نہیں کر سکتا، تو کہتے ہیں اب اس پر قیام بھی لازم نہیں ہے مولانا بلکہ کیا کر سکتا ہے؟ بیٹھ کر نماز پڑھے بھئی۔ وَجَازَ أَنْ يُصَلِّيَ قَاعِدًا يُومِئُ إِيمَاءً، اور یہ بھی جائز ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے يُومِئُ إِيمَاءً اشارہ کرے بھئی، اشارے سے۔ تو بھئی جس میں کھڑے ہونے کی طاقت تو تھی لیکن رکوع اور سجدے کی طاقت نہیں ہے بھئی، اس سے تکلیف ہوتی ہے اس کو بے انتہا، تو اب اس کے لیے جائز ہے مولانا دونوں صورتیں جائز ہیں: چاہے تو قیام کو بھی چھوڑ دے اور کس طرح پڑھے نماز؟ بیٹھ کر پڑھے اور اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے، اور چاہے تو کھڑے ہو کر کیا کرے؟ کھڑے ہو کر سر کے اشارے سے بھئی رکوع اور سجدہ کر لے بھئی۔ اور بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے یاد رکھیے مولانا: وَجَازَ أَنْ يُصَلِّيَ قَاعِدًا يُومِئُ إِيمَاءً مولانا، سمجھ میں آیا؟ اوپر لکھا ہوا ہے بین السطور وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ إِيمَائِهِ قَائِمًا، کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے افضل ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔

فَإِنْ صَلَّى الصَّحِيحُ بَعْضَ صَلَاتِهِ قَائِمًا ثُمَّ حَدَثَ بِهِ مَرَضٌ أَتَمَّهَا قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَيُومِئُ إِيمَاءً إِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ. بھئی ایک آدمی تھا، نماز اس نے اس حالت میں شروع کی کہ وہ صحیح تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ صحیح تھا، نماز شروع کر دی، ایک رکعت پڑھی تھی کہ اسے مرض لاحق ہو گیا، مرض لاحق ہو گیا۔ مثلاً مولانا کوئی رگ چڑھ گئی اس کی اب بڑی تکلیف میں ہے اب کھڑا نہیں ہو سکتا، تو بھئی باقی نماز اسی طرح، یہ نہیں کہ نئے سرے سے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں بھئی، اسی نماز کو اب وہ بیٹھ کر کیا کر لے؟ پورا کر لے بھئی۔ رکوع اور سجدہ بیٹھ کر کر سکتا ہے تو کر لے، اگر رکوع اور سجدہ بیٹھ کر نہیں کر سکتا تو پھر کیا کر لے؟ اسی نماز کو پورا کرے بیٹھ کر اور اشارے کے ساتھ بھئی۔ جب شروع کی تھی تندرست تھا درمیان میں مرض لاحق ہوا تو اسی نماز پر باقی کی بنا کر سکتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ جیسے مولانا تندرست تھا، تندرست کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح تھی یا نہیں تھی بھئی؟ اقتداء صحیح تھی۔ تو جیسے وہاں اقتداء صحیح تھی یہاں بھی بعد والی نماز کی بنا پہلے والی نماز پر صحیح ہے بھئی۔ پہلے کیا تھا؟ تندرست تھا، بعد میں کیا ہوا؟ مریض ہوا تو بیٹھ کر نماز پڑھی۔ تو آپ نے مسئلہ پڑھا ہے ایک آدمی تندرست ہو نماز پڑھا رہا ہے اور پیچھے مقتدی کیا ہے؟ وہ قیام پر قادر نہیں ہے تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اقتداء صحیح ہے۔ تو جہاں جہاں مسئلہ پڑھا تھا اقتداء صحیح تھی وہیں بنا بھی صحیح ہو گی، جہاں اقتداء صحیح نہیں تھی وہاں بنا بھی صحیح نہیں۔

لہٰذا اس کا عکس کر و ذرا: ایک آدمی تھا بھئی وہ رکوع اور سجدے پر قادر نہیں تھا، نماز جب اس نے شروع کی رکوع اور سجدے پر قادر نہیں، سر سے اشارے سے رکوع اور سجدہ کر رہا ہے، درمیان نماز میں وہ ٹھیک ہو گیا، تو اب باقی نماز اس کو رکوع اور سجدے کے ساتھ بھئی قیام کے ساتھ پڑھنا پڑے گی۔ تو اب آپ بتائیے شروع کی نماز تھی اشارے کے ساتھ بعد والی نماز ہے رکوع اور سجدے کے ساتھ، تو کیا اب بنا کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ اسی مسئلے کی طرف جائیں بھئی: امام اگر صرف اشارے سے پڑھا سکتا ہے اور مقتدی رکوع اور سجدہ کر سکتے ہیں تو آپ نے پڑھا تھا اقتداء صحیح نہیں، تو یہاں پر بھی بنا صحیح نہیں کیونکہ شروع جب کی تھی صرف اشارے پر قادر تھا بعد میں رکوع اور سجدے پر قادر ہوا، تو اس رکوع اور سجدے والے حصے کی بنا اشارے والے حصے پر صحیح نہیں بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں فَإِنْ صَلَّى الصَّحِيحُ بَعْضَ صَلَاتِهِ قَائِمًا، پس اگر پڑھی ایک صحیح آدمی نے اپنی کچھ نماز کھڑے ہو کر، ثُمَّ حَدَثَ بِهِ مَرَضٌ، پھر پیش آیا اسے کوئی مرض، مثلاً میں نے بتلایا کوئی رگ وغیرہ چڑھ گئی یا اور کوئی مرض لاحق ہوا، أَتَمَّهَا قَاعِدًا، وہ پورا کرے اس نماز کو بیٹھ کر، يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ، رکوع اور سجدہ کرے، بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرے، وَيُومِئُ إِيمَاءً إِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، یا اشارہ کرے اگر وہ رکوع اور سجدے کی استطاعت بھی نہیں رکھتا، أَوْ مُسْتَلْقِيًا إِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُودَ، یا لیٹ کر پڑھے بھئی اگر وہ بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا بھئی۔

وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ لِمَرَضٍ، اور جس نے نماز پڑھی بھئی بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرتا ہے کسی مرض کی وجہ سے، ثُمَّ صَحَّ، پھر نماز کے بیچ میں ہی کیا ہوا؟ صحیح ہو گیا۔ پہلے بیٹھ کر پڑھ رہا ہے رکوع اور سجدے کے ساتھ پھر اس کے بعد صحیح ہو گیا تو کہتے ہیں بَنَى عَلَى صَلَاتِهِ قَائِمًا، تو بنا کرے گا وہ اپنی نماز پر ہی کھڑے ہو کر بھئی۔ پہلے بیٹھ کر پڑھ رہا تھا اب کیا کر لے؟ کھڑے ہو کر باقی رکعتیں پڑھ لے، پوری کر لے نماز۔ ہاں اگر پہلے اشارے سے کر رہا تھا پھر رکوع اور سجدے پر قادر ہوا تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھنا پڑے گی۔ دیکھیے خود بتلا رہے ہیں بھئی: فَإِنْ صَلَّى بَعْضَ صَلَاتِهِ بِإِيمَاءٍ، پس اگر پڑھی اس نے کچھ نماز اپنی اشارے کے ساتھ، ثُمَّ قَدَرَ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، پھر وہ قادر ہو گیا رکوع اور سجدوں پر، اسْتَأْنَفَ الصَّلَاةَ،

نئے سرے سے نماز پڑھے بھئی۔

وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَمَا دُونَهَا قَضَاهَا إِذَا صَحَّ وَإِنْ فَاتَتْهُ بِالْإِغْمَاءِ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يَقْضِ۔ اور وہ شخص أُغْمِيَ عَلَيْهِ کہ اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی خَمْسَ صَلَوَاتٍ پانچ نمازوں تک فَمَا دُونَهَا یا اس سے کم بھئی، پانچ نمازیں یا اس سے کم ہوئیں، قَضَاهَا، تو ان کی کیا کرے گا؟ قضا کرے گا إِذَا صَحَّ جب صحیح ہو جائے تندرست ہو جائے۔ وَإِنْ فَاتَتْهُ بِالْإِغْمَاءِ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، اور اگر فوت ہو گئیں اس سے بِالْإِغْمَاءِ بے ہوشی کی وجہ سے أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ اس سے زیادہ یعنی پانچ سے زیادہ نمازیں اس کی فوت ہو گئیں، لَمْ يَقْضِ، تو اب ان کی قضا بھی نہیں کرے گا، نمازیں کیا ہو گئیں؟ معاف ہو گئیں مولانا، یعنی چھ نمازیں فوت ہوئی ہیں بے ہوشی میں یا چھ سے زیادہ تو اب قضا بھی اس پر نہیں، نمازیں معاف ہو گئیں۔[1]

جی یہاں تک مسائل سمجھ میں آئے بھئی؟ طالب علم: استاذ جی وہ تھوڑا دوبارہ سمجھا دیں جو مسئلہ ابھی آپ نے بتایا کہ اس کو اس پر قیاس کر لیں بنا پر اور اقتداء پر۔ استاذ: بھئی دیکھو بَابُ الْجَمَاعَةِ نکالیں ذرا آپ بھئی۔ دیکھیے یہاں آیا تھا بھئی، بتلایا تھا کس کی اقتداء کس کے پیچھے صحیح ہے: وَلَا الْقَارِئُ خَلْفَ الْأُمِّيِّ، یہیں سے ایک سطر نیچے آ رہا ہے وَيُصَلِّي الْقَائِمُ خَلْفَ الْقَاعِدِ، کھڑے ہونے والا نماز پڑھے گا خَلْفَ الْقَاعِدِ کس کے پیچھے؟ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مطلب امام بیٹھا ہوا ہے رکوع اور سجدہ کر رہا ہے اور دوسرے کھڑے ہو کر کر رہے ہیں بھئی تو یہ اقتداء صحیح ہے۔ تو یہاں جیسے اقتداء صحیح ہے اسی طرح وہاں بنا بھی صحیح ہو گی: پہلے کیا تھا؟ بیٹھ کر پڑھ رہا تھا، پھر کیا ہوا؟ صحیح ہو گیا اب قیام کر رہا ہے، تو جیسے یہاں پر اقتداء صحیح تھی وہاں پر بنا بھی صحیح ہے۔ بھئی دیکھو یہاں امام کون ہے؟ بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہے، اور اس کے پیچھے مقتدی کون ہے؟ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہے، اور اقتداء صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے؟ صحیح ہے۔ تو یہاں اقتداء صحیح، تو وہاں پر بھی پہلے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے اب اس کے بعد کیا ہوا تندرست ہوا کھڑے ہو کر باقی نماز پوری کرنا چاہتا ہے تو وہاں پر بھی بنا صحیح ہو گی۔ اسی طرح وَلَا يُصَلِّي الَّذِي يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ خَلْفَ الْمُومِي، اور نماز نہیں پڑھ سکتا وہ شخص جو رکوع اور سجدہ کرتا ہے خَلْفَ الْمُومِي کس کے پیچھے بھئی؟ اشارے سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے۔ امام اشارے سے نماز پڑھتا ہے اور مقتدی رکوع اور سجدے پر قادر ہے تو بتلایا تھا یہ اقتداء صحیح نہیں۔ تو جیسے یہاں اقتداء صحیح نہیں وہاں بنا بھی صحیح نہیں ہو گی: پہلے اشارے سے پڑھ رہا ہے اور بعد میں صحیح ہو گیا بیچ میں رکوع اور سجدے پر قادر ہو گیا تو اسی نماز پر بنا نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

بَابُ سُجُودِ التِّلَاوَةِ۔ یہ باب ہے مولانا سجود تلاوت، سجدہ تلاوت کے بیان میں، تلاوت کے سجدوں کے بیان میں۔ فِي الْقُرْآنِ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَجْدَةً، قرآن کے اندر چودہ سجدے ہیں بھئی، چودہ سجدے بھئی جہاں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے مولانا۔ وہ کون کون سی سورتوں میں ہیں؟ بتلا رہے ہیں آپ کو بھئی: فِي آخِرِ الْأَعْرَافِ، سورہ اعراف کے آخر میں ہے، وَفِي الرَّعْدِ، اور سورہ رعد میں ہے، وَفِي النَّحْلِ، اور سورہ نحل میں ہے، وَفِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، اور سورہ بنی اسرائیل میں ہے، وَمَرْيَمَ، اور سورہ مریم میں ہے، وَالْأُولَى فِي الْحَجِّ، اور پہلا سجدہ فِي الْحَجِّ سورہ حج میں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ سورہ حج میں پہلا بھئی۔ سورہ حج میں دو جگہیں آتی ہیں بھئی سجدے کی بھئی لیکن ہمارے نزدیک کون سی جگہ پر سجدہ ہے؟ پہلی جگہ پر سجدہ ہے، پہلی بھئی۔ جی جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ دوسری جگہ فرماتے ہیں بھئی۔ وَالْفُرْقَانِ، اور سورہ فرقان کے اندر ہے ایک سجدہ، وَالنَّمْلِ، اور سورہ نمل کے اندر، وَالٓمٓ تَنْزِيلُ بھئی ایک اس سورت کے اندر ہے، وَصٓ بھئی سورہ ص کے اندر ہے، وَحٰمٓ السَّجْدَةِ، حم السجدہ کے اندر ہے، وَالنَّجْمِ وَالِانْشِقَاقِ وَالْعَلَقِ، اور سورہ نجم میں، سورہ انشقاق میں اور سورہ علق میں بھئی۔ یہ چودہ سجدے ہیں بھئی، یہاں پر جب آیت سجدہ تلاوت کر لی تو اب سجدہ تلاوت کرنا پڑے گا بھئی، یہ واجب ہوا۔

تو کہتے ہیں وَالسُّجُودُ وَاجِبٌ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ عَلَى التَّالِي وَالسَّامِعِ سَوَاءٌ قَصَدَ سَمَاعَ الْقُرْآنِ أَوْ لَمْ يَقْصِدْ۔ تو سجدے واجب ہیں ان جگہوں میں عَلَى التَّالِي تلاوت کرنے والے پر، تَالِي تلاوت کرنے والا، تلاوت کرنے والے پر بھی وَالسَّامِعِ اور سننے والے پر بھی، سَوَاءٌ قَصَدَ سَمَاعَ الْقُرْآنِ أَوْ لَمْ يَقْصِدْ برابر ہے کہ اس نے قرآن سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو بھئی۔ بھئی ایک آدمی آیت سجدہ جو ہے اس کی تلاوت کرتا ہے، دوسرا آدمی پاس بیٹھا ہوا اپنے کام میں مشغول ہے اس نے ارادہ ہی نہیں کیا اس کے سننے کا، لیکن ارادے کی بات نہیں ہے مولانا، جب سن لے گا تو تلاوت کرنے والے

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَمَا دُونَهَا قَضَاهَا إِذَا صَحَّ وَإِنْ فَاتَتْهُ بِالْإِغْمَاءِ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يَقْضِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن أغمي عليه خمس صلوات فما دونها قضاها إذا صح فإن فاتته بالإغماء أكثر من ذلك لم يقض» منقول ہے۔

پر بھی سجدہ واجب ہوا اور سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہوا۔ اور یاد رکھیے مولانا سجدہ تلاوت کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں بھئی، نماز کے لیے۔ جیسے نماز میں وضو ضروری تھا، قبلہ رخ ہونا ضروری تھا، کپڑوں کا، جگہ کا، بدن کا پاک ہونا ضروری تھا، یہ تمام چیزیں سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں مولانا۔[۲]

اور سجدہ تلاوت کا کیا طریقہ ہے بھئی؟ جی؟ یاد رکھو سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو جائے، کھڑے ہو کر اللّٰہُ أَکْبَرُ کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے اور پھر کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى سجدے میں پڑھے اور پھر اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کر کھڑا ہو جائے۔ افضل یہ طریقہ ہے، افضل یہ۔ اگر بیٹھ جاتا ہے التحیات کی شکل میں اور پھر اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کر سجدے میں جاتا ہے اور تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتا ہے اور پھر اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے تو اس طرح بھی ٹھیک ہے مولانا، لیکن افضل صورت کیا ہے کہ کھڑے ہو کر اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کر سجدے میں جائے اور پھر اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کر کھڑا ہو جائے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس میں آگے بتلائیں گے آپ کو تشہد وغیرہ بھی نہیں ہے، سلام بھی نہیں ہے، بس اللّٰہُ أَکْبَرُ کہا سجدے میں گئے اور اللّٰہُ أَکْبَرُ کہہ کر اٹھ گئے، بس بھئی سجدہ تلاوت ہو گیا بھئی۔

نیز یاد رکھو مولانا اگر آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ تلاوت نہیں کیا تو وہ ذمے میں باقی ہے، ادا کرنا پڑے گا بھئی، ساری زندگی کے اندر جب بھی ہو ادا کرنا پڑے گا بھئی۔ تو وہ جتنی کرتا جائے گا وہ جمع ہوتے جائیں گے بھئی، جتنی مرتبہ سجدہ تلاوت رہتا جائے وہ جمع ہوتے جائیں گے لہٰذا ادا فوراً کرنا چاہیے بھئی، انسان بعض اوقات بعد میں بھول جاتا ہے بھئی۔ اور یہ بھی یاد رکھیے مولانا حیض و نفاس کی حالت میں عورت اگر آیت سجدہ سنے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے بھئی۔ ہاں جنابت کی حالت میں کوئی شخص سنتا ہے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ غسل وغیرہ کر کے اسے پھر کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ تلاوت کرنا پڑے گا بھئی، لیکن حیض و نفاس کی حالت میں عورت سن لیتی ہے تو اس پر بعد میں بھی سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالسُّجُودُ وَاجِبٌ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ، اور سجدے واجب ہیں مولانا ان جگہوں کے اندر بھئی، عَلَى التَّالِي وَالسَّامِعِ تلاوت کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی، سَوَاءٌ قَصَدَ سَمَاعَ الْقُرْآنِ أَوْ لَمْ يَقْصِدْ برابر ہے کہ اس نے قرآن سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ فَإِذَا تَلَا الْإِمَامُ آيَةَ السَّجْدَةِ سَجَدَهَا وَسَجَدَ الْمَأْمُومُ مَعَهُ۔ جی تو سمجھ میں آیا بھئی تلاوت کرنے والے پر بھی واجب اور سننے والے پر بھی واجب، لہٰذا آیت سجدہ بہتر یہ ہے کہ آہستہ آواز میں پڑھے بھئی تاکہ جتنے بیٹھے ہوئے ہیں ان پر واجب نہ ہو جائے بھئی۔ اچھا جی تو کہتے ہیں فَإِذَا تَلَا الْإِمَامُ، جب تلاوت کرے امام آيَةَ السَّجْدَةِ آیت سجدہ کی، سَجَدَهَا، تو کیا کرے؟ سجدہ تلاوت کرلے، وَسَجَدَ الْمَأْمُومُ مَعَهُ، اور سجدہ کرلے مقتدی بھی اس کے ساتھ بھئی۔ امام کے ساتھ بھئی جب امام سجدہ کرتا ہے تو مقتدی بھی کیا کرے گا؟ سجدہ کرے گا کیونکہ مقتدی پر کیا ضروری ہے؟ امام کی اقتداء ضروری ہے، تو امام سجدہ کر رہا ہے یہ بھی سجدہ کرے گا۔

فَإِنْ تَلَا الْمَأْمُومُ لَمْ يَلْزَمِ الْإِمَامَ وَلَا الْمَأْمُومَ السُّجُودُ۔ اور اگر مقتدی نے تلاوت کی تو لازم نہیں ہے امام پر بھی وَلَا الْمَأْمُومَ اور اس مقتدی پر بھی السُّجُودُ سجدے بھئی، سجدہ تلاوت اس پر واجب نہیں۔ بھئی ایک شخص امامت کروا رہا ہے، پیچھے جو مقتدی کھڑا ہے اس نے کسی آیت سجدہ کی تلاوت کر دی مولانا، تو یاد رکھیے نہ تو امام پر سجدہ واجب ہوا اور نہ ہی اسی مقتدی پر بھی۔ اوروں پر تو واجب ہی نہیں، اس مقتدی جس نے تلاوت کی اس پر بھی واجب نہیں سجدہ تلاوت کہ نماز کے بعد کرلے، نہیں بھئی۔ وجہ یہ کہ اس حالت میں اس کو قراءت سے روکا گیا ہے، جب کسی کی اقتداء کی جائے نماز کے اندر مولانا تو مقتدی قراءت کرتا ہے؟ نہیں بھئی، اس کو ممنوع ہے شرعاً اس کو روکا گیا ہے کہ قراءت نہیں کر سکتے، لہٰذا اس حالت کے اندر جبکہ وہ روکا گیا ہے اس کو اس کی تلاوت کا اعتبار نہیں مولانا، لہٰذا اب اس کی وجہ سے اس پر سجدہ بھی نہیں آئے گا بھئی۔

وَإِنْ سَمِعُوا وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ آيَةَ سَجْدَةٍ مِنْ رَجُلٍ لَيْسَ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَسْجُدُوهَا فِي الصَّلَاةِ وَسَجَدُوهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ۔ اور صورت آئی بھئی: بھئی ایک طرف جماعت ہو رہی ہے، دو چار آدمی جماعت کروا رہے ہیں اور پاس ہی ایک شخص نے آیت سجدہ تلاوت کی بھئی۔ تو مسئلہ آپ نے پڑھ لیا کہ تلاوت کرنے والے پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے اور سننے والوں پر بھی واجب ہوتا ہے۔ تو اب انہوں نے نماز کے اندر آیت سجدہ جو ہے سنی ہے، تو کیا ان پر سجدہ تلاوت آیا یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی ان پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہو گیا سننے والوں پر بھی، لیکن نماز کے اندر نہیں کریں گے سجدہ

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالسُّجُودُ وَاجِبٌ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ عَلَى التَّالِي وَالسَّامِعِ سَوَاءٌ قَصَدَ سَمَاعَ الْقُرْآنِ أَوْ لَمْ يَقْصِدْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والسجود واجب في هذه المواضع كلها على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن أولم يقصد» منقول ہے۔

تلاوت بلکہ نماز کے بعد کریں گے۔ اگر نماز میں کر بھی لیا پھر بھی کیا کرنا پڑے گا؟ بعد میں کرنا پڑے گا بھئی، بعد میں۔

وَإِنْ سَمِعُوا، اور اگر سنا انہوں نے، یہ جو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ اور وہ کس میں تھے؟ نماز میں تھے، آیت سجدہ سنی اور وہ نماز میں تھے۔ اچھا آگے آرہا ہے آيَةَ سَجْدَةٍ، یہ مفعول ہے وَإِنْ سَمِعُوا کے لیے: اگر ان نماز پڑھنے والوں نے سنا وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ نماز کے اندر بھئی کس چیز کو سنا؟ آيَةَ سَجْدَةٍ آیت سجدہ کو سنا مِنْ رَجُلٍ ایک ایسے آدمی سے لَيْسَ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ جو ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے بھئی، لَمْ يَسْجُدُوهَا فِي الصَّلَاةِ تو وہ سجدہ نہیں کریں گے نماز کے اندر، وَسَجَدُوهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ اور سجدہ کریں گے اس کا بھئی کس کے بعد؟ نماز کے بعد بھئی۔

یاد رکھیے مولانا خارج نماز کا سجدہ نماز میں نہیں کیا جا سکتا، کس کا؟ خارج نماز کا سجدہ نماز میں نہیں کیا جا سکتا۔ اور اسی طرح نماز کا سجدہ بھی خارج نماز میں نہیں کیا جا سکتا۔ نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو اسی نماز کے اندر سجدہ کرے گا مولانا، اور اگر نماز میں اس نے نہیں کیا تو بعد میں بھی نہیں کر سکتا۔ سلام پھیر دیا، ختم کی نماز بھئی، بعد میں اس کو کسی وقت یاد آیا کہ بھئی نماز میں تو میں نے آیت سجدہ پڑھی تھی اور سجدہ تلاوت نہیں کیا تھا، تو اب مولانا یہ بعد میں ادا نہیں کر سکتا۔ گنہگار ہے، توبہ اور استغفار کرے، اب ادا کی کوئی صورت نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ہاں اگر نماز کے اندر بھئی آیت سجدہ پڑھتے ہی وہ رکوع میں چلا گیا اور رکوع کے اندر کس کی نیت کر دی؟ سجدہ تلاوت کی بھی نیت کر لی تو رکوع میں ہی ادا ہو جائے گا۔ اور اگر رکوع میں نہیں کی نیت پھر سجدے میں چلا گیا تو وہ خود بخود ادا ہو گیا، اب نیت کی ضرورت بھی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو نماز کے اندر خود بخود سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا بشرطیکہ کیا کرلے؟ رکوع میں نیت کرلے یا نیت بھی نہ کرے بلکہ جب سجدے میں جائے گا تو خود بخود بغیر نیت ہی کے ادا ہو جائے گا۔ ہاں اگر آیت سجدہ پڑھ کے رکوع میں نہیں گیا بلکہ آگے ہی تلاوت کرتا چلا گیا، کرتا چلا گیا، پھر اس کے بعد جا کر اب رکوع اور سجدے میں جا رہا ہے تو اب خود بخود ادا نہیں ہو گا مولانا کیونکہ آگے چلا گیا کافی آیت سجدہ سے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ خود بخود نہیں ہو گا بھئی، ہاں باقاعدہ خود نیت کے ساتھ کرے گا تو پھر ہو جائے گا۔

فَإِنْ سَجَدُوهَا فِي الصَّلَاةِ لَمْ تُجْزِئْهُمْ وَلَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمْ۔ بھئی پیچھے کیا مسئلہ بتلایا؟ ایک آدمی نماز سے باہر ہے اس نے کیا کیا ہے؟ آیت سجدہ تلاوت کی ہے تو جو نماز پڑھ رہے ہیں وہ نماز کے اندر سجدہ نہیں کریں گے۔ فَإِنْ سَجَدُوهَا فِي الصَّلَاةِ، اگر انہوں نے کیا کر لیا؟ نماز کے اندر ہی سجدہ کر لیا، لَمْ تُجْزِئْهُمْ، تو یہ ان کو کافی نہیں بھئی، یہ سجدہ کافی نہیں بلکہ نماز کے بعد پھر کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ کرنا پڑے گا۔ وَلَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمْ، اور ان کی نماز بھی فاسد نہیں ہو گی مولانا۔ یہ جو سجدہ کیا ہے یہ ادا بھی نہیں ہوا اور نماز بھی فاسد نہیں ہوئی۔ یہ نہ کہیں کہ بھئی انہوں نے سجدہ کیا یہ تو نہیں کرنا چاہیے تھا تو ان کی نماز ہی فاسد ہو گئی، نہیں بھئی، اس سجدے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہو گی اس لیے کیونکہ سجدہ بھی کس کی جنس میں سے ہے؟ نماز کی جنس میں سے ہے بھئی۔[۳]

وَمَنْ تَلَا آيَةَ سَجْدَةٍ خَارِجَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَسْجُدْهَا حَتَّى دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَتَلَاهَا وَسَجَدَ لَهُمَا أَجْزَأَتْهُ السَّجْدَةُ عَنِ التِّلَاوَتَيْنِ۔ اب صورت اور آئی مولانا: ایک آدمی ہے اس نے آیت سجدہ تلاوت کی اور ابھی سجدہ نہیں کیا، پھر وہیں پر، مجلس نہیں بدلی اس نے مولانا، پھر وہیں پر کھڑا ہوا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ نماز کے اندر پھر اس نے وہی آیت دوبارہ پڑھی، تو کہتے ہیں اب نماز کے اندر سجدہ کرلے تو یہ دونوں سجدوں کی طرف سے کیا ہو گیا؟ کافی ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ایک آدمی نے ایک جگہ بیٹھے ہوئے کیا کیا؟ آیت سجدہ تلاوت کی اور پھر وہیں پر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور نماز میں پھر وہی آیت پڑھی، اب اس پر سجدہ تلاوت کر لیا تو کیا ہوا؟ دونوں تلاوتوں سے کافی ہو گیا جو خارج صلاۃ میں کی تھی اور جو داخل صلاۃ میں، ایک ہی سجدے سے دونوں ہو گئے۔[۴]

سمجھ میں آیا؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ ایک ہی مجلس ہو، ایک ہی جگہ بیٹھ کر آدمی ایک ہی آیت سجدہ کو سو دفعہ بھی پڑھ لے تو ایک ہی سجدہ کرنا پڑے گا، جتنی دفعہ مرضی پڑھ لے بھئی۔ ایک شخص ہے ایک مقام کو یاد کر رہا ہے بھئی، آیت سجدہ کو وہیں بیٹھا ہوا اس کو پڑھتا جا رہا ہے، پڑھتا جا رہا ہے تو کتنے سجدے کرنے

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ سَجَدُوهَا فِي الصَّلَاةِ لَمْ تُجْزِئْهُمْ وَلَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن سجدوها في الصلاة لم تجزهم ولم فسد صلاتهم» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ تَلَا آيَةَ سَجْدَةٍ خَارِجَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَسْجُدْهَا حَتَّى دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَتَلَاهَا وَسَجَدَ لَهُمَا أَجْزَأَتْهُ السَّجْدَةُ عَنِ التِّلَاوَتَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن تلا آية سجدة فلم يسجدها حتى دخل في الصلاة فتلاها وسجد لها أجزأته السجدة عن التلاوتين» منقول ہے۔

پڑیں گے آخر میں؟ ایک ہی کرنا پڑے گا کیونکہ مجلس نہیں بدلی۔ ہاں مجلس بدل جائے تو سجدے بھی زیادہ ہو جائیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ اب یہاں سے اٹھا مولانا دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا اور وہاں پھر اس نے کیا کیا؟ وہی آیت سجدہ پڑھ رہا ہے لیکن مجلس بدلی یا نہیں بدلی؟ بدل گئی، تو اب اس جگہ جتنے پڑھے تھے اس کے لیے کیا کرے گا؟ ایک سجدہ، اور جتنی مرتبہ بھی وہاں دوسری جگہ پڑھ لے ان کے لیے بھی کیا کر لے گا؟ ایک سجدہ، بشرطیکہ ایک ہی آیت کو بار بار پڑھ رہا ہے۔ الگ الگ سجدوں کے مقام پڑھ رہا ہے تو پھر تو کیا کرنا پڑے گا؟ ہر ایک کے لیے الگ سجدہ کرنا پڑے گا۔

اور ایک قیمتی بات آپ کو بتلاؤں بھئی: ایک کمرے کا ایک ہی حکم ہے، ایک ہی مجلس شمار ہوتی ہے مولانا۔ لہذا کمرے کے اندر آپ نے ایک جگہ آیت سجدہ تلاوت کی ایک کونے میں، پھر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت سجدہ پڑھی، پھر تیسرے کونے میں جا کر وہی آیت سجدہ پڑھی، پھر چوتھے کونے میں جا کر وہی آیت سجدہ پڑھی تو سارے کمرے کا ایک ہی حکم ہے، یہ مجلس واحد ہی شمار ہو گا، لہذا کتنے سجدے کرنا پڑیں گے؟ ایک ہی سجدہ۔ اسی طرح اگر گھر چھوٹا ہے اس صحن وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے چھوٹے صحن کا۔ ہاں اگر بڑا گھر ہے تو پھر اس صورت میں ایک حکم نہیں ہو گا۔ اسی طرح مسجد کا بھی ایک ہی حکم ہے: بھئی مسجد میں آپ نے دیکھا ہو گا رمضان کے اندر بھئی کہ ٹہلتے ہوئے قرآن یاد کر رہے ہیں حفاظ بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو اب دیکھو ہر ہر قدم پر مجلس بدل رہی ہے اور آیت سجدہ کو وہ بار بار پڑھ رہا ہے بھئی یاد کر رہا ہے، تو آپ اس پر کیا حکم لگائیں گے؟ ایک ہی مجلس شمار ہو گی اور کتنے سجدے آئیں گے؟ ایک ہی سجدہ آئے گا، بشرطیکہ درمیان میں کوئی اور کام نہ کرنے لگے۔ اگر درمیان میں کوئی اور کام کرنے لگ پڑا اب یوں سمجھیں گے مجلس بدل گئی چاہے کمرہ بھی وہی ہو، مسجد وہی ہو۔ مثلاً آپ ایک کونے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے آیت سجدہ آپ نے پڑھی بھئی، پھر درمیان میں بھئی کھانا آ گیا آپ کھانا کھانے لگ پڑے، پھر اب آپ نے اسی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کیا شروع کر دی؟ وہی آیت سجدہ شروع کر دی، تو اب کیا سمجھیں گے؟ کمرہ بھی وہی ہے مجلس بھی وہی ہے لیکن درمیان میں اور فعل آیا یا نہیں آیا؟ اب یوں سمجھیں گے مجلس بدل گئی، ایک مجلس میں بھی پڑھا دوسری میں بھی پڑھا لہذا کتنے سجدے آئے؟ دو آئے۔ تو اسی طرح مسجد کے اندر بھی یہی حکم ہے اگر وہ قرآن پڑھ رہا ہے ٹہلتے ہوئے جتنی دفعہ بھی اس ایک آیت سجدہ کو وہ پڑھتا چلا جاتا ہے وہ مجلس واحد کے حکم میں ہے ایک سجدہ آئے گا، لیکن درمیان میں اگر وہ کسی سے باتیں کرنے لگ پڑا تو اب ہم کیا سمجھیں گے؟ مجلس بدل گئی اب دو ہو جائیں گے۔ پھر درمیان میں کسی سے بات کر لی مولانا، ہم پھر سمجھیں گے مجلس بدل گئی کتنے سجدے آ جائیں گے؟ تین۔ تو جتنی دفعہ مجلس بدلنے کا حکم آتا جائے گا اتنے ہی سجدے بھی بڑھ جائیں گے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟

تو یہ قیمتی مسئلہ میں نے آپ کو بتلایا بھئی، یہ اکثر شبہ ہوتا ہے، اب ایک کمرے کا، ایک چھوٹے صحن کا اور مسجد کا حکم آپ کو پتہ لگ گیا بھئی۔ اسی طرح مولانا یاد رکھیے سننے والے کا بھی حکم ہے: پڑھنے والے کی مجلس بدلے تو سجدے بڑھتے ہیں، بڑھتے ہیں یا نہیں بڑھتے؟ سننے والے کی مجلس بھی بدل رہی ہو تو اس کے بھی سجدے بڑھتے جائیں گے۔ مثلاً ایک حافظ قرآن مولانا ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے آیت سجدہ کو بار بار پڑھ رہا ہے، تو جتنی دفعہ بھی یہ پڑھ لے اس پر کتنے سجدے آئیں گے؟ ایک۔ لیکن ایک شخص ہے سن رہا ہے ساتھ بیٹھا ہوا، وہ بھی جب تک اس کی مجلس نہیں بدلی اس پر بھی کتنے سجدے؟ ایک۔ لیکن وہ درمیان میں پھر کسی سے بات شروع کر دیتا ہے، پھر درمیان میں تھوڑی دیر بعد پھر کسی سے بات شروع کر دیتا ہے، یا وہ مولانا اٹھ کر باہر جاتا ہے کمرے سے پھر آ جاتا ہے پھر کسی کام سے جاتا ہے پھر واپس آ جاتا ہے تو اس کی مجلس بدلتی جا رہی ہے۔ تو اگرچہ ہے وہ سننے والا لیکن سننے سے بھی تو کیا ہوتا ہے؟ سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے، تو جتنی دفعہ اس کی مجلس بدلے گی سننے والے کی اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہیں۔

وَمَنْ تَلَا آيَةَ سَجْدَةٍ، اور جس نے تلاوت کی آیت سجدہ کی، خَارِجَ الصَّلَاةِ، نماز سے باہر، وَلَمْ يَسْجُدْهَا، اور سجدہ تلاوت نہیں کیا، حَتَّى دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، یہاں تک کہ نماز میں داخل ہوا، فَتَلَاهَا، پس تلاوت کی اسی آیت سجدہ کی، وَسَجَدَ لَهُمَا، اور ان دونوں کے لیے کیا کر لیا اس نے؟ ایک سجدہ کر لیا، أَجْزَأَتْهُ السَّجْدَةُ عَنِ التِّلَاوَتَيْنِ، تو کافی ہے اسے ایک ہی سجدہ عَنِ التِّلَاوَتَيْنِ دو تلاوتوں سے۔ میں نے بتلایا یہ کون سی صورت ہے؟ جبکہ اس شخص کی مجلس نہ بدلی ہو بھئی۔

وَإِنْ تَلَاهَا فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ فَسَجَدَهَا ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَتَلَاهَا سَجَدَهَا ثَانِيًا۔ اور اگر اس نے تلاوت کی بھئی، ہا ضمیر راجع ہے کس کو؟ آیت سجدہ کو، اور اگر اس نے تلاوت کی آیت سجدہ کی فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ نماز کے علاوہ میں یعنی نماز سے باہر، فَسَجَدَهَا پس اس کا کیا کر لیا؟ سجدہ بھی کر لیا، ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ پھر کس میں داخل ہوا؟ نماز میں، فَتَلَاهَا پس اس نے تلاوت کی اسی آیت سجدہ کو، سَجَدَهَا ثَانِيًا بھئی تو پھر کیا کرے گا؟ سجدہ کرے گا ثَانِيًا دوسری مرتبہ، وَلَمْ تُجْزِئْهُ السَّجْدَةُ الْأُولَى اور کافی نہیں ہے اس شخص کے لیے پہلا سجدہ، پہلا سجدہ کافی نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟

ایک اور مسئلہ آپ کو بتلاؤں بھئی: دیکھو ابھی آپ کو میں نے تفصیل بتلائی ایک جگہ پر بیٹھ کر ایک مجلس میں ایک ہی آیت سجدہ کو جتنی دفعہ بھی پڑھ لیا جائے کتنے سجدے واجب ہوتے ہیں؟ ایک سجدہ۔ اور یہ بھی آپ کو اختیار ہے مولانا: آپ چاہیں تو پہلی مرتبہ آیت کو پڑھتے ہی سجدہ کر لیں۔ ایک جگہ بیٹھے ایک آیت سجدہ پڑھی اور فوراً کیا کر لیا؟ سجدہ کر لیا، پھر وہیں پر بیٹھے ہیں اب پڑھتے جا رہے ہیں، وہ پہلا سجدہ ہی سب کے لیے کافی ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ مجلس وہی ہے اور ایک سجدہ آتا ہے اس صورت میں۔ اور چاہے تو پڑھنے کے بعد آخر میں کیا کر لے؟ سجدہ کر لے، جب مرضی کر لے: شروع میں کر لے، درمیان میں کر لے، آخر میں کر لے بھئی۔ تو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد بھی کیا تو کافی ہے، درمیان میں کیا تو بھی کافی ہے اور سب سے آخر میں کیا تو بھی کافی ہے۔

اب ایک شخص ہے مولانا ابھی مسئلہ گزرا: نماز سے باہر اس نے کیا کیا؟ آیت سجدہ تلاوت کی، پھر نماز کے اندر بھی وہی آیت سجدہ تلاوت کی، تو پہلے اس نے سجدہ نہیں کیا تھا تو نماز کے اندر کیا کر لے؟ سجدہ کر لے اور یہ دونوں سے کافی ہو جائے گا۔ حالانکہ ضابطہ تو یہ تھا کہ نماز سے باہر کا سجدہ نماز میں نہیں ہوتا اور نماز کا جو سجدہ ہے وہ نماز سے باہر نہیں ہوتا، یہ ضابطہ بتلایا تھا، لیکن یہاں چونکہ مجلس ایک ہے لہذا یہاں ہو جائے گا، اور اس لیے بھی کہ نماز کی حالت قوی ہے۔ نماز میں کیا ہے؟ قوی حالت ہے مولانا۔ تو اب ایک نماز سے باہر سجدہ اس پر واجب تھا، اسی مجلس میں نماز کے اندر بھی وہی آیت تلاوت کی تو لہذا اب نماز میں سجدہ کیا وہ قوی حالت میں ہے تو لہذا اب وہ والا سجدہ بھی اسی کے ضمن میں گویا آ گیا۔ لیکن اگر کیا کیا؟ نماز سے پہلے آیت سجدہ تلاوت کی اور پھر کیا کر لیا؟ سجدہ بھی کر لیا، اب نماز کے اندر کیا کر رہا ہے؟ دوبارہ وہی آیت اسی جگہ پر پڑھ رہا ہے تو وہ پہلا سجدہ کافی نہیں۔ حالانکہ ویسے تو ایک ہی جگہ پڑھو تو پہلا ہی سجدہ سب سے کیا ہو جاتا ہے؟ کافی، لیکن یہاں کافی نہیں ہو گا، وجہ یہ کہ نماز والی حالت قوی ہے اور پہلی حالت ضعیف ہے، اور قوی تو ضعیف کو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے لیکن ضعیف قوی کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتا بھئی۔

اسی لیے کہا: وَإِنْ تَلَاهَا فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ، اگر اس نے آیت سجدہ تلاوت کی نماز کے علاوہ میں یعنی نماز سے باہر، فَسَجَدَهَا پس اس کا سجدہ بھی کر لیا، ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ پھر وہیں پر وہ کس میں داخل ہوا؟ نماز میں داخل ہوا یعنی وہیں پر مجلس وہی تھی، فَتَلَاهَا پس پھر اس نے تلاوت کی کس کی؟ آیت سجدہ کی، سَجَدَهَا ثَانِيًا تو دوبارہ سجدہ تلاوت کرے گا، وَلَمْ تُجْزِئْهُ السَّجْدَةُ الْأُولَى اور سجدہ اولی اسے کافی نہیں۔

وَمَنْ كَرَّرَ تِلَاوَةَ سَجْدَةٍ وَاحِدَةٍ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ أَجْزَأَتْهُ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ۔ اور جس نے دہرایا بھئی سجدہ واحدہ کی تلاوت کا اس نے تکرار کیا مولانا یعنی بار بار اسے دہرایا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ ایک ہی مجلس کے اندر، أَجْزَأَتْهُ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ، کافی ہے اس کے لیے ایک ہی سجدہ کافی ہے، ایک مجلس میں جتنی دفعہ بھی دہرا لے۔

وَمَنْ أَرَادَ السُّجُودَ۔ ہاں طریقہ بتلا رہے ہیں مولانا: وَمَنْ أَرَادَ السُّجُودَ، اور جو ارادہ کرے سجدے کا، كَبَّرَ، تو کیا کرے؟ تکبیر کہے گا، وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ، اور ہاتھوں کو نہیں اٹھائے گا بھئی۔ نماز کے شروع میں جیسے بھئی اللهُ أَكْبَرُ کہتے ہوئے کیا کرتے ہیں؟ ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے ہیں بھئی، تو یہ نہیں کرے گا بھئی۔ وَسَجَدَ، اور کیا کر لے؟ تکبیر کہے، ہاتھوں کو نہ اٹھائے وَسَجَدَ اور سجدہ کر لے، ثُمَّ كَبَّرَ، اور پھر تکبیر کہے، وَرَفَعَ رَأْسَهُ، اور اپنے سر کو اٹھائے بھئی سجدے سے یعنی سجدے سے اٹھ جائے، وَلَا تَشَهُّدَ عَلَيْهِ وَلَا سَلَامَ، اور نہ ہی اس پر تشہد ہے اور نہ سلام ہے بھئی۔ اور میں نے بتایا بہتر طریقہ کیا ہے کس طرح کیا جائے؟ کھڑے ہو کر بھئی، کھڑے ہو کر۔

اور یہ بھی یاد رکھیے بھئی بعض اوقات انسان تلاوت کرتا ہے تو ساری سورت کی تلاوت کر لیتا ہے اور آیت سجدہ کو بعض لوگ اس وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں کہ پھر کیا کرنا پڑے گا؟ سجدہ۔ یہ درست نہیں ہے مولانا، درست نہیں ہے، مکروہ ہے منع ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ تو گویا سجدے کا انکار ہو گیا بھئی کہ آپ ساری سورت پڑھتے ہیں اور اس آیت کو کیا کر دیتے ہیں؟ چھوڑ دیتے ہیں، تو یہ درست نہیں ہے بھئی اس کو بھی ساتھ پڑھنا چاہیے۔ ہاں اکیلی، ساری سورت کو چھوڑ دیتا ہے اور صرف کس کو پڑھتا ہے؟ آیت سجدہ کو، یہ ٹھیک ہے مولانا۔ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۶: باب صلاۃ المسافر (۱): مسافتِ سفر (تین دن کی راہ)، قصرِ صلاۃ کا وجوب، وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور وطنِ سکنیٰ کی تحقیق

مختصر القدوری صفحہ: ۲۷—بتاریخ: ۷ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ. السَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ هُوَ أَنْ يَقْصِدَ الْإِنْسَانُ مَوْضِعًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَقْصِدِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ بِسَيْرِ الْإِبِلِ وَمَشْيِ الْأَقْدَامِ وَلَا مُعْتَبَرَ فِي ذٰلِكَ بِالسَّيْرِ فِي الْمَاءِ۔[۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

جی بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ. مسافر کی نماز کے بیان میں ہے یہ باب مولانا۔ آپ جانتے ہیں مولانا کہ سفر کے اندر مسافر قصر کرتا ہے، پوری نماز نہیں پڑھتا بلکہ چار رکعت کے بجائے کتنے فرض پڑھے گا؟ دو رکعت پڑھتا ہے بھئی۔ اسی طرح آپ نے موزوں پر مسح کے باب میں بھی پڑھا تھا کہ مقیم ایک دن رات تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور مسافر تین دن اور تین رات۔ تو اب مزید احکام بیان ہوں گے اور تفصیل بتلائیں گے بھئی اس بارے میں کب انسان مسافر بنے گا اور کب مسافر نہیں بنے گا بھئی اور کیا کیا احکام ہیں بھئی مسافر کی نماز کے بھئی۔ دیکھیے کہتے ہیں السَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ هُوَ أَنْ يَقْصِدَ الْإِنْسَانُ۔ جی بھئی یاد رکھو وہ سفر جس کے ذریعے احکام بدلتے ہیں، ایک تو ویسے سفر ہے مولانا ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف بھی جائیں یہ بھی سفر ہے یا

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَقْصِدَ الْإِنْسَانُ مَوْضِعًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَقْصِدِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ بِسَيْرِ الْإِبِلِ وَمَشْيِ الْأَقْدَامِ وَلَا مُعْتَبَرَ فِي ذٰلِكَ بِالسَّيْرِ فِي الْمَاءِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يقصد الإنسان موضا بينه وبين ذلك الموضع مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بسير الإبل ومشي الأقدام ولا يعتبر ذلك بالسير في الماء» منقول ہے۔

جدول—مسافتِ قصر اور وطن کی تین اقسام (وطنِ اصلی، وطنِ اقامت، وطنِ سکنیٰ) کا جدول:

قسمِ وطن	تعریف وشرائط	کس چیز سے باطل ہوتا ہے؟ (مبطلات)
۱۔ وطنِ اصلی (اَلْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ)	انسان کی جائے پیدائش، یا جہاں اس نے اہل وعیال کے ساتھ مستقل سکونت اختیار کرلی ہو	صرف دوسرے وطنِ اصلی سے باطل ہوتا ہے (سفر یا وطنِ اقامت سے باطل نہیں ہوتا؛ وہاں داخل ہوتے ہی اتمام لازم ہے)۔
۲۔ وطنِ اقامت (وَطَنُ الْإِقَامَةِ)	وہ شہر یا بستی جہاں مسافر کم از کم ۱۵ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے	(۱) وطنِ اصلی سے، (۲) دوسرے وطنِ اقامت سے، اور (۳) وہاں سے سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔
۳۔ وطنِ سکنیٰ (وَطَنُ السُّكْنَى)	جہاں مسافر ۱۵ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے (یا آج کل کرتے ہوئے بغیر ۱۵ دن کی نیت کے مہینوں گزار دے)	اس میں قصر ہی واجب رہتا ہے؛ چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت ہی پڑھے گا۔

سفر نہیں ہے؟ تو جس طرف بھی آپ نکلیں فوراً ہی آپ کہیں میں مسافر بن گیا، نہیں بھئی ایسا نہیں ہے، شرائط ہیں بھئی اس کے لیے۔ ایک خاص مقدار ہے بھئی اس مقدار تک پہنچے آپ کا سفر تو پھر آپ مسافر شمار ہوں گے اور مسافر کے احکام آپ پر لاگو ہوں گے، اور اس سے کم مقدار سفر ہے آپ کا تو پھر آپ مسافر شمار نہیں بھئی، شرعاً احکام نہیں بدلیں گے۔ مسافر تو ہیں لیکن وہ شرعی احکام نہیں بدلیں گے بھئی، وہی مقیم والے احکام آپ پر لاگو ہوں گے۔

تو یاد رکھنا مولانا آپ کو بتلائیں گے یہ بھئی کہ جب جہاں آپ نے جانا ہے اس جگہ اور آپ کے شہر کے درمیان تین دن کا سفر ہو تو پھر آپ مسافر شمار ہوں گے بھئی۔ آپ کے شہر اور جہاں کا آپ نے ارادہ کیا ہے اس کے درمیان کتنے دن کا سفر ہو؟ تین دن کا سفر ہو مولانا۔ اور کون سا سفر؟ کہتے ہیں بھئی پیدل یا اونٹ کی سواری بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آج کل گاڑی کا نہیں بھئی، تو پیدل مراد ہے یا اونٹ کی سواری کا سفر بھئی۔ اور پیدل بھی یہ نہیں مراد مولانا کہ تین دن تک مسلسل چلتا رہے بھئی، نہیں بھئی۔ قدیم زمانے میں سفر کا یہ طریقہ تھا کہ قافلے سفر کرتے صبح صبح روانہ ہو جاتے، قافلے چل پڑتے اور دوپہر کو جا کر بھئی زوال کے وقت تک تقریباً چلتے اور پھر پڑاؤ ڈال دیتے بس بھئی۔ یہ ایک منزل ہو جاتی مولانا، ایک منزل۔ اس کے بعد پھر باقی آرام ہوتا تھا وہیں پر، پھر اگلے دن پھر صبح سویرے پھر قافلہ چل پڑتا اور دوپہر تک زوال تک تقریباً سفر کرتا اور پھر کیا کر دیتا؟ کسی مناسب سی جگہ پر پھر پڑاؤ ڈال دیتا۔ تو یہ صبح صبح سے لے کر زوال تک تقریباً سفر ہوتا تھا بس۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جی تو یہ سفر مراد ہے بھئی، یہ مراد ہے۔

اور یاد رکھنا فقہاء کرام فرماتے ہیں یہ اڑتالیس میل بنتے ہیں بھئی۔ کتنے میل بنتے ہیں؟ اڑتالیس میل۔ اور میں نے آپ کو بتلایا تھا میل دو قسم پر ہے: ایک میل شرعی ہے، ایک انگریزی میل ہے۔ شرعی میل کتنے انگریزی گز کے برابر ہے میں نے کیا بتلایا تھا؟ دو ہزار گز بھئی۔ شرعی میل کتنے انگریزی گز؟ دو ہزار۔ کون سا انگریزی گز بھئی؟ یہ جو آپ عام دکانوں میں دیکھتے ہیں بھئی ایک میٹر ہے اور ایک گز۔ یہ جو گز ہے، میٹر کی بات نہیں میٹر تین انچ زیادہ ہوتا ہے گز سے، گز دو ہزار گز ہوں تو کتنا بنتا ہے؟ ایک شرعی میل۔ لیکن یاد رکھنا یہاں یہ جو کہا نا اڑتالیس میل یہ شرعی میل مراد نہیں ہیں بلکہ یہ انگریزی میل مراد ہے بھئی۔ کیا مراد ہے؟ انگریزی۔ اور انگریزی میل کتنا ہوتا ہے؟ سترہ سو ساٹھ گز۔ کتنا؟ سترہ سو ساٹھ گز۔ شرعی میل کتنا تھا؟ دو ہزار گز، اور یہ کتنا ہے؟ سترہ سو ساٹھ گز۔ تو کون سا میل چھوٹا ہوا؟ انگریزی میل چھوٹا ہوا بھئی، تو انگریزی میل مراد ہیں سترہ سو ساٹھ گز والے بھئی۔

اور اچھا تو یہ اڑتالیس انگریزی میل ہوں مولانا تو اتنی مسافت پر آپ نے جانا ہے، مثلاً آپ نے لاہور سے جانا ہے ایسی بستی میں کہ لاہور میں اور اس بستی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اڑتالیس میل فاصلہ ہے، تو اب آپ یہاں سے جب چلیں گے، نکلیں گے شہر سے تو آپ مسافر بن گئے۔ کیا بن گئے؟ مسافر بن گئے۔ تو یہ اڑتالیس میل ہوا۔ بھئی یہ تو میل ہوئے، کلومیٹر بھی بناؤ ذرا بھئی۔ بھئی کلومیٹر میں نے آپ کو بتلایا تھا، کلومیٹر کتنے گز کا ہوتا ہے؟ ایک ہزار ترانوے اعشاریہ تین تین۔ میٹروں میں کہو تو پورے ایک ہزار میٹر ہوں تو ایک کلومیٹر بنتا ہے، لیکن میٹر کی بات نہیں کر رہا میں کس کی بات کر رہا ہوں؟ گز کی۔ کتنے گز بھئی ہوں گے ایک کلومیٹر میں؟ کیا بتلایا میں نے؟ ایک ہزار ترانوے اعشاریہ تین تین بھئی۔

اچھا اب ذرا حساب لگاؤ کیلکولیٹر وغیرہ ہے تو جلدی سے حساب لگاؤ بھئی، دیکھا فاصلے خود نکالیں گے ہم مولانا۔ بھئی ایک میل میں کتنے گز ہیں؟ سترہ سو ساٹھ، اور کتنے میل پہ مسافر بنے گا؟ اڑتالیس۔ تو سترہ سو ساٹھ کو ذرا اڑتالیس سے ضرب دو، یہ گز نکل آئے بھئی اتنے گز فاصلہ ہو گا۔ طالب علم: چوراسی ہزار چار سو اسی۔ استاذ: چوراسی ہزار چار سو اسی گز کے فاصلے پر آپ نے جانا ہے یعنی دو شہروں کے درمیان فاصلہ ہے تو پھر آپ کیا بن جائیں گے؟ مسافر۔ اب ذرا ہم کلومیٹر بھئی آج کل اکثر جگہ کلومیٹر چل رہے ہیں یہاں پر تو وہ پتہ ہونے چاہئیں، تو اس کو تقسیم کریں گے کلومیٹر والی مقدار سے، اور کلومیٹر کتنا تھا؟ ایک ہزار ترانوے اعشاریہ تین تین، ہاں بھئی ایک ہزار ترانوے اعشاریہ تین تین سے اسے تقسیم کرو۔ جلدی جلدی کرو بھئی جلدی حساب، کون ماہر ہے حساب کا بھئی؟ طالب علم: ستتر اعشاریہ دو آٹھ۔ استاذ: ستتر اعشاریہ نو آٹھ، نو آٹھ کا مطلب ہے یعنی تقریباً اٹھتر ہی، کیونکہ اٹھانوے ہے نا اٹھانوے ننانوے سوا اگلا پورا ہونے والا ہے۔ تو گویا اٹھتر کلومیٹر کا فاصلہ ہو تو یہ کتنا بنے گا؟ وہ اڑتالیس میل۔ تو یہ کوئی بیس گز کم بنتے ہیں، کتنا؟ بیس گز۔ ستتر اعشاریہ نو آٹھ ہیں تو یہ تقریباً بیس گز کم اٹھتر کلومیٹر بن گیا پورا پورا، بس یوں سمجھو اٹھتر کلومیٹر فاصلہ۔ جب دو شہروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟ اٹھتر کلومیٹر کا فاصلہ ہو تو پھر آپ کیا بن جائیں گے؟ مسافر۔

تو کہتے ہیں بھئی دیکھیے اب کتاب میں بھئی: السَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ، وہ سفر جس کے ذریعے بدل جاتے ہیں احکام، هُوَ وہ یہ ہے کہ أَنْ يَقْصِدَ الْإِنْسَانُ مَوْضِعًا کہ انسان ارادہ کرے مَوْضِعًا ایسی جگہ کا، مَوْضِعًا سے پہلے کیا لفظ لے آؤ؟ ایسی، کہ ارادہ کرے انسان ایسی جگہ کا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَقْصِدِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ کہ اس کے بیچ اور اس مقصد کے بیچ یعنی اس جگہ کے بیچ بھئی جہاں کا اس نے ارادہ کیا ہے، مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تین دن

کی مسافت ہو مولانا۔ کتنی مسافت ہو؟ تین دن کی مسافت ہو۔ کون سی مسافت بھئی؟ کہتے ہیں بِسَيْرِ الْإِبِلِ اونٹوں کے چلنے کے ساتھ وَمَشْيِ الْأَقْدَامِ۔ مَشَى يَمْشِي کا معنیٰ ہوتا ہے چلنا، وَمَشْيِ الْأَقْدَامِ اور قدموں سے چلنے یعنی پیدل چلنا مراد ہے۔ اونٹوں کے چلنے یا پیدل چلنے کے ساتھ کتنا فاصلہ ہو؟ تین دن کی مسافت ہو بھئی۔ وَلَا مُعْتَبَرَ فِي ذٰلِكَ بِالسَّيْرِ فِي الْمَاءِ، اور کوئی اعتبار نہیں ہے اس کے اندر پانی میں چلنے کا۔ پانی میں چلنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے مولانا، کشتی کے اندر آپ سفر کرتے ہیں تین دن کا بھئی اس کا اعتبار نہیں ہے بلکہ کس کا اعتبار کیا جائے گا؟ پیدل یا اونٹ کے چلنے کا، اور میں نے بتلایا وہ کتنے میل ہے؟ اڑتالیس میل، اور کتنے کلو میٹر ہے؟ اٹھتر کہو بس تقریباً، میں نے بتلایا صرف بیس گز کا فرق ہے یہ کوئی فرق اتنا نہیں۔ اٹھتر کلو میٹر بھئی، اٹھتر کلو میٹر پر اگر ہو تو پھر یہ مسافر بن جائے گا مولانا۔ تو لہٰذا آج کل تو مولانا بڑی سہولت ہو گئی آپ لوگوں کے لیے، گاڑی میں بیٹھتے ہیں اور اٹھتر کلو میٹر تو ایک ہی گھنٹے میں آپ وہاں پہنچ جاتے ہیں، لیکن پھر بھی شریعت کی رخصت اسی طرح برقرار رہے گی اور آپ کیا شمار ہوں گے؟ مسافر، جبکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو بھئی اور آپ کا وہاں کوئی گھر وغیرہ نہیں ہے بھئی۔[۳]

وَفَرْضُ الْمُسَافِرِ عِنْدَنَا فِي كُلِّ صَلَاةٍ رُبَاعِيَّةٍ رَكْعَتَانِ۔ اور مسافر کا فرض بھئی ہمارے نزدیک ہر صلاۃ رباعیہ چار رکعت والی نماز، اور مسافر کے فرض ہمارے نزدیک ہر چار رکعت والی نماز میں رَكْعَتَانِ کتنے ہیں؟ دو رکعت، اس کو قصر کہتے ہیں، قصر بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وَلَا تَجُوزُ لَهُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِمَا، اور جائز نہیں ہے اس کے لیے زیادتی کرنا ان پر، بھئی دو ہی پڑھے گا۔ کتنی رکعت پڑھے گا؟ دو۔ ظہر کے چار فرض نہیں پڑھے گا کتنے پڑھے گا؟ دو فرض پڑھے گا بھئی۔ عصر کے چار فرض نہیں پڑھے گا کتنے پڑھے گا؟ دو فرض بھئی۔ عشاء کے چار فرض نہیں پڑھے گا کتنے فرض پڑھے گا؟ دو رکعت فرض پڑھے گا بھئی۔ ہاں البتہ فجر کی نماز اسی طرح رہے گی، سمجھ میں آیا؟ مغرب کی نماز تین رکعت ہے وہ اسی طرح رہے گی، وتر تین رکعت ہیں وہ بھی اسی طرح رہیں گے۔ باقی سنتوں کے اندر یاد رکھنا بھئی فجر کی سنتیں تو ضروری ہیں بھئی وہ تو پڑھتا رہے بھئی سفر میں، باقی سنتیں جو ہیں ان کے اندر بھی کچھ چھوٹ ہے بایں لحاظ کہ اگر آپ سفر میں ہیں جلدی میں ہیں تو پھر اس صورت میں سنتیں بھی چھوڑ سکتے ہیں کوئی گناہ نہیں مولانا، یا یہ خطرہ ہے اگر میں سنتوں میں مشغول ہوا تو ساتھیوں سے رہ جاؤں گا وہ چلے جائیں گے تو بھی سنتیں چھوڑ سکتا ہے بھئی کوئی گناہ نہیں۔ لیکن اگر نہ ساتھیوں کے چھوٹنے کا ڈر ہے نہ جلدی میں ہے بھئی تو پھر سنتیں پڑھنی چاہئیں مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ہاں فجر کی سنتیں ضرور پڑھے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَلَا تَجُوزُ لَهُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِمَا، اور جائز نہیں ہے اس کے لیے زیادتی کرنا ان پر یعنی ان دو رکعتوں پر زیادتی اس کے لیے جائز نہیں۔ فَإِنْ صَلَّى أَرْبَعًا وَقَدْ قَعَدَ۔ جی اب صورت بتلا رہے ہیں بھئی: ایک آدمی بھئی وہ مسافر ہے لیکن وہ غلطی سے کیا کر لیتا ہے؟ دو کے بجائے چار پڑھ لیتا ہے، تو نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو اس نے درمیان والا قعدہ کیا یا نہیں۔ اس پر تو نماز کتنی رکعت فرض تھی؟ دو، تو درمیان والا قعدہ اس کے لیے کیا تھا؟ فرض تھا، تو اگر وہ اس نے کر لیا تو دو فرض ہو گئے اور دو نفل ہو گئے۔ سمجھ میں آیا؟ بھولے سے اس نے چار پڑھے ہیں تو دو فرض ہو گئے، لیکن اگر درمیان والا قعدہ ہی نہیں کیا اس نے تو پھر اس صورت میں اس کی نماز نہیں ہوئی بھئی، نفل ہو جائیں گے بھئی۔

کہتے ہیں فَإِنْ صَلَّى أَرْبَعًا، اگر پڑھے اس نے چار رکعت، وَقَدْ قَعَدَ فِي الثَّانِيَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ، اور تحقیق وہ بیٹھا تھا دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار، أَجْزَأَتْهُ الرَّكْعَتَانِ عَنْ فَرْضِهِ، تو کافی ہیں اس کے لیے دو رکعتیں اس کے فرض سے یعنی یہ دو فرض ہو جائیں گے، وَكَانَتِ الْأُخْرَيَانِ لَهُ نَافِلَةً، اور باقی دو کیا ہوں گے اس کے لیے؟ وہ نفل ہو جائیں گے۔ وَإِنْ لَمْ يَقْعُدْ فِي الثَّانِيَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ، اور اگر وہ دوسری رکعت میں نہ بیٹھا مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ کتنی مقدار؟ تشہد کی مقدار، فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، کس میں؟ پہلی دو رکعتوں میں۔ اچھا بھئی اس کے اوپر نون آیا ہے لکھا ہوا بھئی؟ جی؟ بھئی لمبا سا نون لکھا ہوا ہے یا نہیں؟ یہ معلوم ہوا بعض نسخوں میں یہ لفظ آیا ہے بھئی، ورنہ اس کے بغیر ہی عبارت درست بنتی ہے بھئی: وَإِنْ لَمْ يَقْعُدْ فِي الثَّانِيَةِ پیچھے ذکر آ گیا ہے یا نہیں دوسری رکعت کا؟ جی تو آگے اس کی ضرورت ویسے نہیں، بہر حال بعض نسخوں میں یہ لفظ بھی آئے ہیں تو کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يَقْعُدْ فِي الثَّانِيَةِ، اور اگر وہ نہ بیٹھا دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ پہلی دو رکعتوں میں، بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، تو اس کی نماز کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی کیونکہ فرض رہ گیا مولانا اس کا۔[۴]

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «السَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «السفر الذي تتغير به الأحكام:» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ لَمْ يَقْعُدْ فِي الثَّانِيَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری

وَمَنْ خَرَجَ مُسَافِرًا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِذَا فَارَقَ بُيُوتَ الْمِصْرِ۔ اب بتلارہے ہیں بھئی آپ سفر پر جانے لگے ہیں، آپ نے یہاں سے سو کلو میٹر دور جانا ہے تو اب آپ مسافر بنیں گے یا نہیں بنیں گے؟ تو اب پوری نماز پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟ قصر کریں گے۔ تو قصر کب سے شروع کرنا ہے؟ کہتے ہیں بھئی جب بستی سے جدا ہو جائیں، شہر سے نکل جائیں پھر اب آپ مسافر بن گئے اس سے پہلے نہیں۔ گھر سے نکلتے ہی فوراً مسافر نہیں بنے بلکہ شہر سے نکل کر۔ اب یہاں لاہور میں ہیں آپ چلنے لگے تو لاہور کی حدود سے جیسے ہی نکلیں گے آپ فوراً کیا بن گئے؟ مسافر۔ اس کے اندر اندر اگر آپ کوئی نماز پڑھ رہے ہیں تو پھر پوری پڑھنا پڑے گی، جب حد سے نکل جائیں گے پھر کیا پڑھیں گے؟ قصر کریں گے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ خَرَجَ مُسَافِرًا، اور جو مسافر ہو کر نکلا، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، کتنی رکعتیں پڑھے گا؟ دو رکعتیں پڑھے گا۔ کب؟ إِذَا فَارَقَ بُيُوتَ الْمِصْرِ، جب وہ جدا ہو جائے بُيُوتَ الْمِصْرِ شہر کے گھروں سے۔ فَارَقَ کا معنی جدا ہونا، بُيُوتَ الْمِصْرِ شہر کے گھروں سے۔ جب شہر کے گھروں سے، آبادی سے جیسے ہی نکلا اب کیا بن گیا فوراً؟ مسافر۔[۵]

وَلَا يَزَالُ عَلَى حُكْمِ الْمُسَافِرِ حَتَّى يَنْوِيَ الْإِقَامَةَ فِي بَلْدَةٍ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَصَاعِدًا۔ اور وہ ہمیشہ، لَا يَزَالُ کا معنی ہمیشہ رہنا، وَلَا يَزَالُ عَلَى حُكْمِ الْمُسَافِرِ اور وہ ہمیشہ مسافر ہی کے حکم میں رہے گا حَتَّى يَنْوِيَ یہاں تک کہ وہ نیت کرلے کس چیز کی نیت کرلے؟ الْإِقَامَةَ فِي بَلْدَةٍ کسی شہر میں رہنے کی نیت کرلے کتنے دن کی بھئی؟ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا پندرہ دن رہنے کی نیت کرلے فَصَاعِدًا یا اس سے زیادہ کی کرلے، فَيَلْزَمُهُ الْإِتْمَامُ، تو اب اس پر لازم ہو جائے گا پورا کرنا نمازوں کو، اب قصر نہیں کرے گا۔ فَيَلْزَمُهُ الْإِتْمَامُ تو اس صورت میں اس پر پورا کرنا لازم ہے یعنی نمازیں پوری پڑھے گا۔ فَإِنْ نَوَى الْإِقَامَةَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يُتِمَّ۔ پس اگر نیت کی اقامت کی اس سے کم، لَمْ يُتِمَّ، تو پھر نماز پوری نہیں کرے گا۔ اس سے کم دن یعنی پندرہ سے کم دن رہنے کی، چودہ دن رہنے کی نیت کرتا ہے، دس دن رہنے کی نیت کرتا ہے تو اب نماز پوری نہیں پڑھے گا قصر کرے گا۔

وَمَنْ دَخَلَ بَلَدًا وَلَمْ يَنْوِ أَنْ يُقِيمَ فِيهِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا۔ جی صورت مسئلہ یہ ہے: آپ یہاں سے مثلاً کراچی گئے بھئی تو مسافر ہیں آپ، آپ نے پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہے، اب جب کراچی پہنچ گئے آپ کا ارادہ ہے میں تین چار دن میں نکلوں گا یہاں سے۔ تین چار دن بعد نکلنے کا ارادہ تھا آپ کے کچھ ساتھیوں نے روک لیا بھئی دو چار دن پانچ دن اور رک جاؤ پھر چلے جانا، آپ پھر چار پانچ دن رک گئے۔ پھر نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے پھر کسی نے روک لیا بھئی دو چار دن ٹھہر جاؤ بھئی، تو اسی طرح کرتے کرتے کہتے ہیں چاہے سالہا سال گزر جائیں آپ ہمیشہ کیا ہیں؟ مسافر، کیونکہ آپ نے نیت کی ہے پندرہ دن کی کبھی بھی؟ نہیں۔ جس دن نیت کرلیں گے پندرہ دن کی اسی دن مسافرت ختم ہوئی مولانا اب آپ فوراً کیا پڑھیں گے؟ پوری نماز پڑھیں گے۔ لیکن جب تک نیت نہیں کرتے روز یہ کہتے ہیں کل نکلوں گا پرسوں نکلوں گا چار پانچ دن بعد نکلوں گا تو پندرہ دن کی اقامت کی نیت ابھی تک نہیں ہوئی آپ کی، تو اس میں چاہے مہینہ گزرے، دو مہینے گزریں، چھ مہینے اس طرح گزر جائیں آپ ہمیشہ کیا پڑھتے رہیں؟ قصر کرتے رہیں بھئی۔

وَمَنْ دَخَلَ بَلَدًا وَلَمْ يَنْوِ أَنْ يُقِيمَ فِيهِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، اور جو داخل ہوا کسی شہر میں اور اس نے نیت نہیں کی، لَمْ يَنْوِ اس نے نیت نہیں کی، أَنْ يُقِيمَ فِيهِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا کہ وہ قیام کرے گا اس بستی کے اندر پندرہ دن کی، یہ نیت اس نے نہیں کی، وَإِنَّمَا يَقُولُ غَدًا أَخْرُجُ أَوْ بَعْدَ غَدٍ أَخْرُجُ، اور وہ یہ کہتا رہتا ہے کل میں نکلوں گا أَوْ بَعْدَ غَدٍ یا کل کے بعد یعنی پرسوں، کہ یہ کہتا ہے وَإِنَّمَا يَقُولُ غَدًا أَخْرُجُ وہ کہتا ہے میں کل نکلوں گا أَوْ بَعْدَ غَدٍ أَخْرُجُ یا پرسوں نکلوں گا، حَتَّى بَقِيَ عَلَى ذٰلِكَ سِنِينَ، یہاں تک کہ وہ باقی رہا اسی حالت پر سِنِينَ کئی سال تک بھئی، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، تو کتنی پڑھتا رہے گا؟ دو رکعتیں پڑھتا رہے گا۔

وَإِذَا دَخَلَ الْعَسْكَرُ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ بھئی۔ اور صورت آئی مولانا: لشکر ہے بھئی لشکر، جنگ کے لیے نکلا اور ایک خاص جگہ جا کر لشکر نے پڑاؤ ڈال دیا، سمجھ میں آیا بھئی؟ دشمن قریب ہے مولانا مقابلے کے لیے، اب یہاں لشکر نے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے اور ارادہ کرلیا کہ پندرہ دن تک یہیں رہنا ہے۔ کیا ارادہ کیا لوگوں نے بھئی، امیر صاحب نے کیا حکم دیا ہے؟ پندرہ دن تک ہم یہیں رہیں گے۔ اب آپ بتائیے وہ قصر کریں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟ جی ہونا تو یہی چاہیے پوری نماز پڑھیں لیکن فقہاء کرام فرماتے ہیں نہیں بھئی یہ کیا کریں گے؟ قصر۔ وجہ یہ کہ ان کا یہاں پورا قیام یقینی نہیں ہے مولانا: اگر ان کو فتح حاصل ہو گئی پھر تو ان کا قیام طویل ہو گا ٹھیک ہے پندرہ دن نہیں مہینہ بھی دو مہینے بھی یہاں رہیں گے، لیکن اگر شکست ہو گئی تو بھاگنا پڑے گا یا نہیں بھئی؟ تو دیکھا یہاں

(مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن لم يقعد مقدار التشهد» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ خَرَجَ مُسَافِرًا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِذَا فَارَقَ بُيُوتَ الْمِصْرِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن خرج مسافرا صلى وكعتين إذا فارق بيوت المصر» منقول ہے۔

دونوں امکان ہیں فتح کا بھی امکان اور شکست کا بھی، لہذا اب ان کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ ان کو کیا شمار کیا جائے گا؟ مسافر ہی شمار کیا جائے گا۔ کہتے ہیں وَإِذَا دَخَلَ الْعَسْكَرُ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ، جب داخل ہوا لشکر فِي أَرْضِ الْحَرْبِ کس میں بھئی؟ جنگ کی زمین میں، بھئی جہاں قریب ہے دشمن مولانا ان کے وطن پہنچ گئے ہیں بھئی۔ اپنے وطن میں کہیں قیام کرتے ہیں پندرہ دن سے زیادہ کا پھر تو وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے وہاں تو پھر کیا بن جائیں گے؟ مقیم بھئی، جنگ کی جگہ ہے قریب دشمن بھی ہے۔ جب وہ جنگ کی زمین میں پہنچا فَنَوَوُا الْإِقَامَةَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا پس نیت کر لی انہوں نے پندرہ دن کی اقامت کی، لَمْ يُتِمُّوا الصَّلَاةَ، تو وہ نماز پوری نہیں کریں گے۔

وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِي صَلَاةِ الْمُقِيمِ مَعَ بَقَاءِ الْوَقْتِ أَتَمَّ الصَّلَاةَ۔ بھئی آپ کراچی گئے مثلاً اور وہاں آپ کا پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اب آپ نمازیں کس طرح پڑھیں گے؟ قصر۔ یہ اس وقت ہے جب آپ اکیلے پڑھ رہے ہوں بھئی، لیکن اگر آپ محلے کی مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں تو وہ امام تو کتنی رکعتیں پڑھائے گا؟ چار، تو آپ بھی اب چار پڑھیں گے۔ جب امام کے پیچھے پڑھیں گے تو کیا کریں گے؟ چار رکعتیں پڑھیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جب وقت کے اندر پڑھ رہے ہوں۔ اور یہ یاد رکھو حالت سفر میں جو نماز قضا ہو جائے چار رکعت والی تو بعد میں اپنے شہر واپس آ کر اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو کتنی رکعت پڑھے گا؟ دو ہی پڑھے گا۔ سمجھ میں آیا؟ سفر میں جو نماز قضا ہوئی ہے قصر والی تو اس کی قضا بھی کس طریقے پر کرے گا؟ قصر کے طریقے پر دو رکعت ہی پڑھے گا۔ اور شہر میں، بستی میں جو اس کی نمازیں کبھی قضا ہوئی تھیں اب یہ کراچی گیا ہوا ہے مسافر ہے وہاں وہ اپنی گزشتہ قضا نمازیں پڑھنا چاہتا ہے تو وہ تو چار چار رکعت والی تھیں لہذا اب قضا بھی کتنی کی کرے گا؟ چار کی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِي صَلَاةِ الْمُقِيمِ، اور جب داخل ہو مسافر بھئی فِي صَلَاةِ الْمُقِيمِ کس کی نماز میں؟ مقیم شخص کی نماز میں یعنی مقیم امام کی نماز میں اس کے ساتھ شریک ہو گیا، مَعَ بَقَاءِ الْوَقْتِ ساتھ وقت کے باقی رہنے کے، وقت ابھی ہے اسی وقت کے اندر مثلاً مسجد میں جماعت ہو رہی ہے یہ اس میں جا کر شامل ہوا، أَتَمَّ الصَّلَاةَ، تو نماز کو کیا کرے گا؟ پورا کرے گا۔ بھئی آپ ظہر کی نماز مسجد میں پڑھنے چلے گئے بھئی محلے کی، اب وہاں پر امام جماعت کروا رہا ہے اور وقت باقی ہے ظہر کا یا گزر چکا ہے؟ بھئی ظہر کی پڑھا رہا ہے تو ظہر کا وقت لازمی بات ہے باقی ہے، ظہر کے وقت کے اندر وہ پڑھا رہا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ جب بھی وقت باقی ہو اور کوئی مقیم نماز پڑھا رہا ہو یعنی وقت کے اندر اندر کوئی مقیم نماز پڑھا رہا ہے اسی وقت والی، مسافر اس کے ساتھ شریک ہو جائے تو اسے کیا کرنا پڑے گا؟ پوری پڑھے گا۔

لیکن اگر بعد میں، وقت گزرنے کے بعد وہ قضا کروا رہا ہے، وہ جو مسجد کے اندر یا مسجد کے ساتھ کوئی جگہ ہے وہاں پر کیا کروا رہا ہے کوئی شخص؟ قضا نماز کوئی پڑھا رہا ہے، مثلاً عصر کا وقت ہو چکا ہے لیکن کچھ لوگ آئے بھئی ان کی ظہر کی نماز قضا ہو چکی تھی، اب وہ وہاں پر ایک طرف ہو کر ظہر کی نماز کی قضا کر رہے ہیں، کافی آدمی ہیں تو سارے جماعت کروا رہے ہیں بھئی، آپ نے پڑھا قضا نماز کی بھی کیا کروا سکتے ہیں؟ جماعت کروا سکتے ہیں، تو جماعت کروا رہے ہیں قضا، اب مسافر کی بھی کیا ہے؟ ظہر کی نماز قضا ہو چکی، تو کیا ان کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے؟ اب نہیں ہو سکتا مولانا، اب نہیں ہو سکتا کیونکہ مسافر کے ذمے کتنی قضا ہے؟ دو رکعت، اور ان کے ذمے کتنی ہے؟ چار رکعت، لہذا اب صحیح نہیں۔ وقت کے اندر اندر پڑھتا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِي صَلَاةِ الْمُقِيمِ مَعَ بَقَاءِ الْوَقْتِ أَتَمَّ الصَّلَاةَ، اور جب داخل ہو مسافر کسی مقیم کی نماز میں وقت کے باقی رہتے ہوئے تو نماز پوری کرے۔ وَإِنْ دَخَلَ مَعَهُ فِي فَائِتَةٍ لَمْ تَجُزْ صَلَاتُهُ خَلْفَهُ، اور اگر وہ داخل ہوا اس مقیم کے ساتھ فِي فَائِتَةٍ کسی فوت شدہ نماز یعنی قضا نماز کے اندر، لَمْ تَجُزْ صَلَاتُهُ، تو جائز نہیں ہے اس مسافر کی نماز خَلْفَهُ اس مقیم کے پیچھے۔ اس مسافر کی نماز اس مقیم کے پیچھے جائز نہیں۔ چلیے بس مولانا بس کریں هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۷: باب صلاۃ المسافر (۲): مسافر کی مقیم کے پیچھے اور مقیم کی مسافر کے پیچھے اقتداء اور سفر میں فجر و مغرب و سنن کا حکم

مختصر القدوری صفحہ: ۲۸—بتاریخ: ۹ جنوری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيمِينَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَتَمَّ الْمُقِيمُونَ صَلَاتَهُمْ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ إِذَا سَلَّمَ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مِصْرَهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ فِيهِ۔[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، بھئی صلاۃ مسافر کے مسائل کا باب ہم پڑھ رہے ہیں، مسافر کی نماز کے احکام بھئی اور کب کوئی انسان مسافر بنتا ہے بھئی۔ گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا بھئی کہ وہ کون سا سفر ہے جس سے احکام بدلتے ہیں کہ کم از کم انسان کتنی مسافت چلے بھئی، کتنی مسافت کا ارادہ کرے؟ تین دن کے مسافت پر ہو، جو جگہ جہاں جانا چاہتا ہے وہ تین دن کے مسافت پر ہو، اور یہ تین دن کس چیز کا چلنا مراد ہے؟ پیدل چلنا یا اونٹوں کا چلنا مراد ہے مولانا، کشتی وغیرہ، گاڑی، جہاز کسی چیز کا اعتبار نہیں بھئی۔ تو لہٰذا اور اس کا کتنی مقدار ذکر کی تھی بھئی؟ میں نے بتلایا سفر جو ہوتا تھا صبح سویرے چلتے تھے زوال تک تقریباً چلتے تھے، تو تین دن میں بھئی اس طرح تین دن تین منزلیں کیں، یہ اڑتالیس میل بنتے ہیں اور کتنے کلو میٹر بھئی؟ حساب لگایا تھا آپ لوگوں نے خود بھئی اٹھتر کلو میٹر بنتے ہیں بھئی، اٹھتر کلو میٹر۔

تو اٹھتر کلو میٹر، تو لہٰذا جب انسان کسی ایسی جگہ کا ارادہ کرے کہ اس کے شہر اور اس جگہ کے درمیان اڑتالیس میل یعنی اٹھتر کلو میٹر یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے، تو شہر سے نکلتے ہی، آبادی سے نکلتے ہی یہ شخص کیا شمار ہو گا؟ مسافر، اور اب کیا کرے گا؟ قصر کرے گا نمازوں کے اندر۔ ہاں پھر جب اس بستی کے اندر پہنچ جائے پھر وہاں پر دیکھا جائے گا مولانا، وہاں اس کی نیت دیکھی جائے گی: اگر اس کی نیت وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی ہے یا پندرہ سے زیادہ کی تو اب مولانا وہ مسافر نہیں رہا بلکہ کیا کرے گا؟ پوری نماز پڑھے گا، پوری نماز پڑھے گا۔ اور اگر اس کی وہاں نیت پندرہ دن سے کم کی ہے تو پھر وہاں پر بھی کیا کرے گا؟ قصر کرے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا اور یہ بھی یاد رکھنا ایک آدمی ایک شہر میں پہنچا بھئی اور وہ اٹھتر کلو میٹر سے دور تھا، اس شہر میں پہنچ گیا۔ پہنچنے کے بعد اب اس کا ارادہ تھا کہ میں یہاں صرف دس دن رہوں گا پھر نکل جاؤں گا، تو وہ کیا کرے گا؟ پوری نماز پڑھے گا یا مسافر ہے ابھی قصر کرے گا؟ قصر کرے گا، پندرہ دن کی نیت اس کی نہیں۔ لیکن

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَقُولَ لَهُمْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مِصْرَهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ فِيهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يقول: أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر وإذا دخل المسافر مصرة أتم الصلاة وإن لم ينو الإقامة فيه» منقول ہے۔

پھر درمیان میں اس کی نیت بدل گئی، اس نے ارادہ کر لیا میں کتنے دن ٹھہروں گا؟ پندرہ دن ٹھہروں گا، اب مولانا مسافر نہ رہا، کیا بنے گا؟ مقیم بن گیا، لہذا اب کیا کرے گا؟ پوری نمازیں پڑھنا شروع کر دے گا۔ لیکن پھر ایک دو دن گزرے پھر اس کی نیت بدل گئی کہ میں پندرہ دن سے پہلے ہی نکل جاؤں گا، اب کوئی اعتبار نہیں۔ ایک دفعہ وہ کیا بن چکا؟ مقیم بن چکا ہے لہذا اب وہ دوبارہ یہیں اسی شہر کے اندر اسی طرح مسافر نہیں بنے گا، مقیم ہی رہے گا بھئی جب تک آگے نکلتا نہیں اور وہاں تین دن کے سفر کا ارادہ نہیں کرتا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِذَا صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيمِينَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ۔ اور جب نماز پڑھائے مسافر مقیمین کو۔ یاد رکھو مولانا صَلَّى يُصَلِّي کا کیا معنی آتا ہے؟ کیا معنی بھئی صَلَّى يُصَلِّي؟ نماز پڑھنا بھئی۔ صَلَّى زَيْدٌ کیا معنی؟ زید نے نماز پڑھی۔ لیکن اس صَلَّى کے ساتھ کبھی با آجایا کرتی ہے، کیا آتی ہے؟ با۔ دیکھو صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيمِينَ، با آئی یا نہیں آئی؟ یاد رکھو جب صَلَّى کے ساتھ با آجائے تو جس پر با داخل ہو وہ ہو گا مقتدی اور دوسرا ہو گا امام۔ دوسرا کیا ہو گا؟ امام۔ مثلاً اب آپ مجھے بتایئے: صَلَّيْتُ بِزَيْدٍ، با آئی یا نہیں آئی مولانا؟ اب جس پر با داخل ہوا اس کو کیا بنا دو؟ مقتدی، اور دوسرا کون ہے متکلم اس کو کیا بنا دو؟ امام۔ اب ترجمہ کیسے کریں گے؟ میں نے زید کو نماز پڑھائی، صَلَّيْتُ بِزَيْدٍ میں نے زید کو نماز پڑھائی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دوسرے کو فاعل بنا دو، تو یہ نماز پڑھانا ہوا، اس کا معنی نماز پڑھانا بھئی با آجائے تو۔ یہ تو آپ کے سمجھانے کے لیے میں نے بتلایا با جس پہ داخل ہو اس کو کیا بناؤ؟ مقتدی بنا لو اور دوسرے کو امام بھئی۔

اچھا اب ترجمہ کیجیے: صَلَّى زَيْدٌ بِي۔ یا متکلم کی ضمیر ہے بھئی، جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ غُلَامِي کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ میرا غلام، تو یہ متکلم کی ضمیر ہے، صَلَّى زَيْدٌ بِي کیا ترجمہ ہو گا؟ زید نے مجھے نماز پڑھائی۔ صَلَّى زَيْدٌ بِعَمْرٍو، زید نے عمرو کو نماز پڑھائی۔ تو یہاں بھی با آگئی تو اسی طرح ترجمہ کرنا: وَإِذَا صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيمِينَ کیا معنی؟ ہاں شاباش، جب مسافر نماز پڑھائے مقیم لوگوں کو، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، تو مسافر کتنی رکعتیں پڑھے گا؟ دو رکعتیں پڑھے گا، وَسَلَّمَ، اور پھر کیا کرے گا؟ سلام پھیر دے گا۔ مثلاً ظہر کی نماز مسافر کو آگے کر دیا بھئی، اب مسافر تو قصر کرے گا، تو پیچھے سارے مقیم ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں اب یہ بھی نماز پوری کرے بھئی، اس کے لیے ضروری ہے قصر کرنا لہذا یہ کیا کرے گا؟ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے گا اور سلام پھیر کر آگے آپ کو بتلائیں گے کہ بہتر یہ ہے سلام پھیرتے ہی پیچھے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ میں تو مسافر ہوں آپ لوگ اپنی نمازیں پوری کر لیں۔ آپ سارے اپنی نماز کیا کر لیں؟ پوری کر لیں۔ تو یہ سلام پھیرے گا مقتدی سلام نہیں پھیریں گے، وہ کھڑے ہو جائیں گے اور باقی دو رکعتیں کیا کریں گے؟ پوری کر لیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اچھا اور بہتر یہ ہے کہ پہلے بھی بتا دے بھئی، نماز سے پہلے بھی کیا کرے انہیں بتا دے کہ میں مسافر ہوں میں تو دو ہی پڑھوں گا آپ لوگ پھر اپنی نماز پوری کر لینا۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيمِينَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ، جب مسافر مقیمین کو نماز پڑھائے تو دو رکعتیں پڑھے گا اور سلام پھیر دے گا، ثُمَّ أَتَمَّ الْمُقِيمُونَ صَلَاتَهُمْ، پھر مقیم لوگ جو ہیں وہ پوری کر لیں گے اپنی نماز۔ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ، اور اس مسافر کے لیے مستحب ہے إِذَا سَلَّمَ کہ جب وہ سلام پھیرے أَنْ يَقُولَ لَهُمْ ان سے یہ کہہ دے: أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ، تم لوگ اپنی نماز پوری کر لو، فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ، اس لیے کہ ہم مسافر لوگ ہیں۔ سَفْرٌ بمعنی مسافر کے ہے، سَفْرٌ بمعنی مسافر کے ہے مولانا، مسافر۔ یاد رکھو یہ سَفْرٌ واحد کے لیے بھی استعمال ہو گا، جمع کے لیے بھی، مذکر کے لیے بھی، مؤنث کے لیے بھی۔ میں کہوں گا أَنَا سَفْرٌ کیا معنی؟ میں مسافر ہوں۔ أَنْتَ سَفْرٌ تو مسافر ہے۔ اچھا نَحْنُ سَفْرٌ ہم مسافر ہیں۔ أَنْتُمْ سَفْرٌ تم مسافر ہو۔ تو دیکھو یہ مفرد، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لیے آتا ہے۔ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ، ہم مسافر لوگ ہیں۔

وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مِصْرَهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ۔ اور جب مسافر داخل ہو اپنے شہر میں۔ دیکھیے بھئی میں یہاں سے، لاہور مثلاً میرا وطن ہے، میں یہاں سے اسلام آباد گیا اور اب واپس آنا چاہتا ہوں بھئی، اور واپس میں آکر لاہور آؤں گا لیکن صرف دو دن رہوں گا پھر میں نے آگے کدھر نکل جانا ہے مثلاً ملتان جانا ہے۔ تو اسلام آباد سے میں آیا لاہور جو میرا وطن ہے اور یہاں کتنی اقامت کی نیت کی ہے؟ دو دن، تو پندرہ دن سے کم ہے، تو اب میں کیا کروں گا؟ جی؟ پوری پڑھوں گا، کیونکہ میرا وطن ہے مولانا لہذا یہاں کی نیت کا اعتبار نہیں، یہاں جیسے ہی شہر میں داخل ہوں گا میں مسافر اب نہ رہا بلکہ کیا بن گیا؟ مقیم بن گیا، نماز پوری پڑھوں گا تو وہاں نہیں دیکھا جائے گا نیت کو۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مِصْرَهُ، اور جب داخل ہو جائے مسافر اپنے شہر میں، أَتَمَّ الصَّلَاةَ، نماز پوری کرے گا، وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ فِيهِ، اگرچہ نیت نہ کرے ٹھہرنے کی فِيهِ اس شہر میں۔

وَمَنْ كَانَ لَهُ وَطَنٌ فَانْتَقَلَ عَنْهُ وَاسْتَوْطَنَ غَيْرَهُ ثُمَّ سَافَرَ فَدَخَلَ وَطَنَهُ الْأَوَّلَ لَمْ يُتِمَّ الصَّلَاةَ۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ اسلام

آباد کا رہنے والا لیکن اس نے اس شہر کو بالکل چھوڑ دیا اور لاہور منتقل ہو گیا۔ تو اب لاہور منتقل ہو گیا یہیں اس نے گھر بنالیا بھئی، اب وہ اسلام آباد جاتا ہے وہ اس کا پہلا وطن ہے تو کہتے ہیں بھئی اب اسلام آباد جائے گا پندرہ دن کی نیت ہو گی تو مقیم بنے گا ورنہ مقیم نہیں بنے گا، کیونکہ اب وہ اس کا وطن نہیں رہا بلکہ وطن کیا بن چکا ہے؟ لاہور۔ ہاں اگر اس جگہ اس کا اپنا گھر ہے مولانا اور لاہور مستقل وہ نہیں آیا بھئی، اپنے اس گھر میں بھی جاتا رہتا ہے اور لاہور آیا کہ بھئی پتہ نہیں کب لاہور سے سارا کچھ سمیٹ کے مجھے پھر کہاں جانا پڑے؟ اسلام آباد بھئی، تو وہاں گھر ہے جاتا بھی ہے سالہا سال تو اس صورت میں اب پھر بھی وہ کیا ہے؟ وطن ہی رہے گا وہاں جا کر کیا کرے گا؟ پوری نمازیں پڑھے گا بھئی۔ وَمَنْ كَانَ لَهُ وَطَنٌ، اور وہ شخص جس کا کوئی وطن تھا، فَانْتَقَلَ عَنْهُ، پھر اس سے وہ منتقل ہو گیا، وَاسْتَوْطَنَ غَيْرَهُ، اور اس نے وطن بنالیا اس کے علاوہ کو یعنی کسی اور جگہ کو کیا کر لیا؟ وطن بنالیا، ثُمَّ سَافَرَ، پھر اس نے سفر کیا، فَدَخَلَ وَطَنَهُ الْأَوَّلَ، داخل ہوا وہ اپنے وطن اول میں، لَمْ يُتِمَّ الصَّلَاةَ، تو اب وہاں نماز پوری نہیں پڑھے گا کیونکہ اسے چھوڑ چکا ہے مولانا۔

وَإِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ۔ صورت مسئلہ یہ ہے مولانا: یاد رکھو ایک آدمی جب سفر کرتا ہے اور کسی دوسرے شہر میں اس نے رہنا ہے لیکن اس شہر کے اندر، ایک بستی ہے مولانا مثلاً یہاں سے سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے، آپ یہاں سے اس بستی گئے لیکن اب وہاں اس علاقے میں آپ کا پندرہ دن قیام کا ارادہ تو ہے، پندرہ یا پندرہ سے زائد لیکن ایک بستی میں نہیں رہنا: آپ نے تین دن اس بستی میں رہنا ہے اور اس کے ساتھ والی بستی میں آپ نے دس دن رہنا ہے اور اس کے ساتھ والی بستی میں آپ نے، یا یوں سمجھ لیں دو ہی بستیاں فرض کر لو، آٹھ آٹھ دن کر لو: آٹھ دن ایک بستی میں رہنا ہے اور آٹھ دن دوسری بستی میں آپ نے رہنا ہے بھئی دوسری بستی میں، تو اب کیا کریں مولانا، مسافر آپ رہیں گے یا مقیم بن جائیں گے؟ تو یاد رکھنا اگر ان دو بستیوں میں اتنا تھوڑا فاصلہ ہے کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ تک پہنچتی ہے تو پھر یہ دو جگہیں نہیں شمار ہوں گی، یوں سمجھیں گے ایک ہی جگہ ہے، یہ ساری کیا ہے؟ ایک ہی جگہ ہے اور ایک جگہ بھی آٹھ دن دوسری جگہ بھی آٹھ دن کل کتنے دن ہوئے؟ سولہ، تو سولہ دن گویا ایک ہی جگہ پہ آپ رہ رہے ہیں تو لہذا اب آپ کیا بن گئے؟ مقیم بن گئے نماز پوری کریں گے۔ اور اگر اتنی قریب نہیں ہیں تین کلو میٹر کا فاصلہ ہے بھئی سمجھ میں آیا درمیان میں، اب ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ نہیں پہنچتی تو اب الگ الگ شمار ہوں گی، لہذا ایک جگہ بھی آٹھ دن ہیں دوسری جگہ بھی آٹھ دن ہیں لہذا اب آپ کیا رہیں گے؟ مسافر ہی رہیں گے مقیم نہیں بنیں گے۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ اسی طرح جو شخص حج کے لیے جاتا ہے اور وہاں پندرہ دن اس کے قیام کا ارادہ ہے مولانا، کتنے دن کا؟ پندرہ دن اس کا قیام کا ارادہ ہے، لیکن چند دن مکہ میں رہے گا چند دن منی میں رہے گا بھئی، اور منی مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے، کتنے فاصلے پر؟ تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اب آپ مجھے مسئلہ بتلائیے وہ مقیم بن گیا یا مسافر ہی رہا؟ مسافر ہی رہا کیونکہ دونوں جگہیں آپس میں دور ہیں ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ نہیں پہنچتی۔ کہتے ہیں وَإِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ أَنْ يُقِيمَ بِمَكَّةَ وَمِنًى خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا لَمْ يُتِمَّ الصَّلَاةَ۔ اور جب نیت کرے مسافر کہ وہ قیام کرے گا مکہ میں اور منی میں پندرہ دن بھئی تو وہ پوری نماز نہیں پڑھے گا، اس لیے کہ ایک جگہ پندرہ دن نہیں رہ رہا وہ دو جگہیں ہیں بھئی۔

وَالْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ لِلْمُسَافِرِ يَجُوزُ فِعْلًا وَلَا يَجُوزُ وَقْتًا۔ اور جمع کرنا دو نمازوں کو یہ مسافر کے لیے جائز ہے فعل کے اعتبار سے اور وقت کے اعتبار سے جائز نہیں بھئی، فعل کے اعتبار سے بھئی۔ یاد رکھیے ایک ہی وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں، عِنْدَ الْأَحْنَافِ یہ جائز نہیں سوائے دو جگہوں کے: ایک عرفات کے کہ وہاں پر ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھی جاتی ہے حج کے دن مولانا، نویں ذوالحجہ کو بھئی، ظہر اور عصر کی نماز کیا کی جائے گی وہاں؟ اکٹھی پڑھی جائے گی۔ پھر جب عرفات سے نکل کر شام کو عرفات سے چلتے ہیں پھر مزدلفہ آتے ہیں، آگے حج کا باب آئے گا وہاں تفصیل آ جائے گی۔ تو نویں تاریخ کو صبح کہاں پہنچتے ہیں؟ عرفات پہنچتے ہیں، سارا دن عرفات میں گزارا، شام کو وہاں سے چلے مولانا اور وہاں سے واپس مکہ کی طرف مزدلفہ آ جاتے ہیں۔ مزدلفہ ایک جگہ ہے ایک میدان کا نام ہے مولانا، وہاں رات گزارنا ضروری ہے ہمارے نزدیک، واجب ہے۔ تو وہاں رات گزارتے ہیں اور مغرب پڑھ کر نہیں آتے عرفات میں، مغرب کی نماز اس دن مؤخر کی جاتی ہے اور عشاء اور مغرب کی اکٹھی پڑھی جاتی ہے۔ عشاء کے وقت کیا کیا؟ پہلے ایک جماعت مغرب کی ہو جاتی ہے پھر اس کے بعد کس کی جماعت ہو جاتی ہے؟ عشاء کی بھئی، تو یہ دو نمازیں اکٹھی ہو گئیں۔

تو ایک ظہر اور عصر کی اور ایک مغرب اور عشاء کی، اس کے علاوہ اور کسی موقع پر ایک ہی وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا احناف کے نزدیک جائز نہیں۔ تو لہذا مسافر کے لیے بھی دو نمازوں کو ایک وقت کے اندر جمع کرنا جائز نہیں۔ کیا کرتا ہے مثلاً کوئی مسافر؟ ظہر کے وقت کے اندر ہی ظہر کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں جماعت کروا لیتے ہیں دو چار ہیں اور عصر کی بھی، یا اکیلا ہے ظہر کی بھی پڑھ لیتا ہے اور ساتھ ہی کیا کر لیتا ہے؟ عصر کی بھی پڑھ لیتا ہے، نہیں صحیح بھئی۔ یا مولانا عشاء کے وقت کیا کر لیتا ہے؟ مغرب کی بھی عشاء کے وقت پڑھتا ہے اور اس کے فوراً بعد ساتھ ہی کیا پڑھ لیتا ہے؟ عشاء۔ تو ایک ہی وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا یہ

درست نہیں مسافر کے لیے بھی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وقت کے اعتبار سے درست نہیں ہے، فعل کے اعتبار سے درست ہے۔ وقت کے اعتبار سے درست نہیں فعل کے اعتبار سے درست ہے، کیسے؟

دیکھو ظہر کا وقت مثلاً ختم ہو رہا تھا ساڑھے تین بجے، کتنے بجے؟ ساڑھے تین بجے۔ اب ظہر کا وقت ساڑھے تین بجے ہے ایک مسافر ہے اس نے تین پچیس پر ظہر کے فرض پڑھنا شروع کیے یا تین بیس بائیس پہ پڑھے بھئی، ظہر کی نماز پوری کر لی۔ ظہر کی نماز پوری کی ادھر پوری کرتے ہی کیا ہو گیا؟ ایک آدھ منٹ میں ہی وقت پورا ہو گیا اور فوراً کون سا وقت شروع ہو گیا؟ عصر کا وقت۔ پھر وہ فوراً کھڑا ہوا اور اس نے عصر کی نیت باندھ لی، عصر پڑھ رہا ہے۔ اب آپ بتائیے مولانا اس نے دو نمازیں تو جمع کر دیں ایک پڑھتے ہی فوراً کیا کر رہا ہے؟ دوسری پڑھ رہا ہے، لیکن کیا ایک وقت میں جمع کی ہیں یا صرف فعل کے اعتبار سے جمع ہو گئیں؟ فعل کے اعتبار سے، پڑھ اکٹھی رہا ہے لیکن وقت پھر بھی دونوں کا الگ الگ ہے، یہ درست ہے مولانا۔ تو فعل کے اعتبار سے درست ہے وقت کے اعتبار سے جمع کرنا درست نہیں۔

اسی طرح عشاء پہ بھئی: ایک آدمی ہے مثلاً میں نے آپ کو بتلایا تھا مغرب کا وقت کب تک ہے؟ شفق ابیض جب تک، وہ سفیدی بھئی۔ وہ سفیدی مثلاً گھنٹہ سوا گھنٹہ تک رہتی ہے۔ مستحب تو یہی ہے جلدی پڑھے مغرب کی فوراً نماز پڑھے، لیکن اگر تاخیر ہو جاتی ہے تو وہ قضا نہیں ہے بلکہ ادا ہے، اور تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ یا اس سے بھی بعض اوقات وہ وقت بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ وقت بالکل سات آٹھ منٹ تھے تو اس نے مغرب کی نماز پڑھنا شروع کی۔ تو مغرب کی نماز پڑھی، ادا پڑھی قضا پڑھی؟ ادا پڑھی۔ اور جیسے ہی نماز پڑھی ایک آدھ منٹ ہی گزرا ساتھ ہی وقت پورا ہوا اور اس نے کھڑے ہو کر عشاء کی نیت باندھ لی۔ تو دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں یا نہیں پڑھیں؟ لیکن عشاء کی یہ جو نماز پڑھ رہا ہے یہ مغرب کے وقت میں پڑھ رہا ہے یا عشاء میں؟ عشاء میں۔ مغرب کی اپنے وقت میں تھی عشاء کی اپنے وقت میں تو وقت کے اعتبار سے دو نمازوں کو اس نے جمع نہیں کیا ایک ہی وقت کے اندر، ہاں البتہ فعل کے اعتبار سے کیا کر دیا؟ جمع کر دیا کہ ایک پڑھتے ہی فوراً کیا کر رہا ہے؟ دوسری، تو یہ جائز ہے مولانا۔ تو کہتے ہیں وَالْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ لِلْمُسَافِرِ يَجُوزُ فِعْلًا، اور جمع کرنا ان دو نمازوں کو مسافر کے لیے یہ جائز ہے فعل کے اعتبار سے، وَلَا يَجُوزُ وَقْتًا، اور جائز نہیں ہے وقت کے اعتبار سے۔

وَتَجُوزُ الصَّلَاةُ فِي سَفِينَةٍ قَاعِدًا عَلَى كُلِّ حَالٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَهُمَا لَا تَجُوزُ إِلَّا بِعُذْرٍ۔ بھئی کشتی کے اندر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مولانا کہ بغیر کسی عذر کے بھی وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ وجہ یہ کہ کشتی میں عموماً چکر وغیرہ آتے ہیں بھئی۔ کشتی میں کیا ہے؟ عموماً چکر وغیرہ آتے ہیں تو لہٰذا اب گویا کہ یہ سبب ہے جس کی وجہ سے پھر بیٹھ کر نماز پڑھی جائے گی مولانا۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں بھئی جب تک چکر، صرف چکر کا امکان نہیں کافی بلکہ جب چکر آئیں عذر ہو پھر بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے ویسے بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا۔ تو سمجھ میں آیا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں بھئی؟ کہ ہر حال میں بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، کیوں؟ کیونکہ کشتی میں سفر کرنے والوں کو عموماً کیا آتے ہیں؟ چکر آتے ہیں، تو اب گویا کہ چکر نہ بھی آ رہے ہوں پھر بھی انسان کیا کر سکتا ہے؟ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، کیونکہ چکر آتے ہیں تو گویا یہ عذر ہر ایک کے لیے ثابت مان لیا گیا، کیا کر لیا گیا؟ ثابت مان لیا گیا، کہ گویا یہ عذر ہر ایک کے حق میں موجود ہے، ہر ایک کو کیا آ سکتے ہیں مولانا؟ چکر آ سکتے ہیں تو گویا اس کو متحقق ہی مان لیا گیا ہر ایک کے حق میں، گویا ہر ایک کے لیے یہ عذر موجود ہے اور لہٰذا جب عذر متحقق ہوا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے بھئی۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی وَتَجُوزُ الصَّلَاةُ فِي سَفِينَةٍ، اور جائز ہے نماز کشتی کے اندر قَاعِدًا بیٹھ کر عَلَى كُلِّ حَالٍ ہر حال میں، چکر آ رہے ہوں یا چکر نہ آ رہے ہوں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام صاحب کے نزدیک، وَعِنْدَهُمَا اور صاحبین کے نزدیک لَا تَجُوزُ إِلَّا بِعُذْرٍ جائز نہیں ہے مگر کسی عذر کی وجہ سے۔

وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ فِي السَّفَرِ۔ میں نے آپ کو کیا بتلایا تھا؟ مسافر کی سفر میں نماز رہ جائے تو وطن آ کر وہ اس کی قضا کرنا چاہتا ہے، پوری کرے گا یا قصر کرے گا قضا؟ قصر ہی کرے گا۔ اور اگر مقیم کی کوئی نماز رہ گئی تھی اب وہ مسافر بن کر چل نکلا مولانا، تو اب سفر کے اندر اس حالت اقامت والی نماز کی قضا کرنا چاہتا ہے تو کیا کرے گا؟ پوری پڑھے گا، کیا کرے گا؟ پوری ادا کرے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ فِي السَّفَرِ، اور جس شخص کی کوئی نماز فوت ہو جائے سفر کے اندر، قَضَاهَا فِي الْحَضَرِ، تو وہ ادا کرے گا اس کو حضر کے اندر یعنی اقامت کے اندر رَكْعَتَيْنِ دو رکعت ہی۔ وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ فِي الْحَضَرِ فِي حَالِ الْإِقَامَةِ قَضَاهَا فِي السَّفَرِ أَرْبَعًا۔ اور وہ شخص جس کی کوئی نماز فوت ہو جائے حضر کے اندر یعنی اقامت کی حالت میں، حضر

یعنی شہر کے اندر اقامت کی حالت میں، قَضَاهَا فِي السَّفَرِ أَرْبَعًا، تو قضا کرے گا اس کو سفر کے اندر کتنی؟ چار رکعت۔[۲]

وَالْعَاصِي وَالْمُطِيعُ فِي السَّفَرِ فِي الرُّخْصَةِ سَوَاءٌ۔ بھئی سفر کے اندر عاصی اور مطیع رخصت میں برابر ہیں۔ عاصی اور مطیع کیا ہیں؟ رخصت میں برابر ہیں۔ بھئی مولانا ایک آدمی نیکی کے کام کے لیے سفر کرتا ہے یا ویسے کسی جائز کام کے لیے سفر کرتا ہے یہ ہے مُطِيعٌ، اور ایک ہے جو گناہ کے کام کے لیے سفر کرتا ہے یہ ہے عَاصِي۔ تو سوال کیا رخصت صرف نیکی کے سفر پر یا مطیع کے لیے ہے یا عاصی کے لیے بھی ہے؟ کہتے ہیں بھئی عاصی کے لیے بھی ہے، جیسے مطیع شخص کے لیے قصر آجائے گی بھئی نمازوں میں قصر کرے گا اسی طرح عاصی بھی کیا کرے گا؟ قصر کرے گا۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ تجارت کے لیے لاہور سے ملتان گیا، اب آپ بتائیے مولانا یہ مطیع ہے یا عاصی ہے؟ مطیع ہے، اور مطیع کے لیے رخصت ہے پوری نمازیں نہیں پڑھے گا بلکہ کیا کرے گا؟ قصر کرے گا۔ اچھا ایک آدمی لاہور سے ملتان گیا ڈاکہ ڈالنے کے لیے مولانا یا چوری کرنے کے لیے گیا بھئی، اب بھئی کیا یہ مطیع ہے یا عاصی ہے؟ عاصی ہے مولانا، گنہگار نافرمان ہے بھئی۔ اور اب یہ بھئی نمازوں میں اس کے لیے رخصت ہوگی یا نہیں ہوگی بھئی؟ اس کے لیے بھی نمازوں میں رخصت ہوگی مولانا، اسی لیے کہا وَالْعَاصِي وَالْمُطِيعُ فِي السَّفَرِ فِي الرُّخْصَةِ سَوَاءٌ، عاصی اور مطیع سفر کے اندر رخصت میں برابر ہیں۔ رخصت میں کیا ہیں؟ برابر ہیں۔

اس پر بھئی اشکال پیدا ہوتا ہے: بھئی جا رہا ہے ڈاکہ ڈالنے، چوری کرنے اور کیا کرتا ہے؟ نماز پڑھتا ہے! ڈاکو اور چور کہاں نماز پڑھتے ہیں؟ جواب: نہیں مولانا ایسا نہیں، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں چوری اور ڈاکہ کرتے ہیں لیکن نمازیں ایسی باقاعدگی سے پڑھتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ صورت سمجھ میں آگئی؟ باقاعدگی سے پڑھتے ہیں، یا مولانا کم از کم پٹھان ہو اپھر تو ضرور پڑھے گا بھئی، وہ زیادہ پابند ہوتے ہیں نمازوں کے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اللہ! چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۳۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ فِي الْحَضَرِ فِي حَالِ الْإِقَامَةِ قَضَاهَا فِي السَّفَرِ أَرْبَعًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن فاتته صلاة في الحضر قضاها في السفر أربعا» منقول ہے۔

سبق نمبر ۲۸: باب صلاۃ الجمعۃ: جمعہ کی شرائطِ صحت (مصرِ جامع، سلطان، وقتِ ظہر، خطبہ، جماعت)، وجوب کی شرائط اور سعی الی الجمعہ

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۰ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ۔ لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ أَوْ فِي مُصَلَّى الْمِصْرِ وَلَا تَجُوزُ فِي الْقُرَى وَلَا تَجُوزُ إِقَامَتُهَا إِلَّا لِلسُّلْطَانِ أَوْ لِمَنْ أَمَرَهُ السُّلْطَانُ وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْوَقْتُ فَتَصِحُّ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ وَلَا تَصِحُّ بَعْدَهُ۔[۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

یہ باب ہے مولانا نماز جمعہ کے بارے میں بھئی، نماز جمعہ۔ یاد رکھیے مولانا جمعہ کے دن کی بڑی فضیلت آئی ہے احادیث میں بھئی۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں، حدیث میں آتا ہے بھئی کہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے بھئی، تمام دنوں کا، حتی کہ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن سے بھی زیادہ عظمت ہے اللہ کے نزدیک اس کی بھئی، اتنا عظیم دن ہے۔ اور یہی وہ دن ہے جس کے اندر حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ کی پیدائش ہوئی تھی، یہی وہ دن ہے جس میں حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ کو جنت میں بھیجا گیا، اور یہی وہ دن ہے جس کے اندر وہ دنیا کے اندر تشریف لائے بھئی، جمعہ کا دن بھئی۔ اور احادیث میں آتا ہے بھئی جمعہ کے دن ایک وقت، ایک گھڑی ایسی آتی ہے جب اللہ تعالی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں بھئی، یعنی اس وقت کے اندر انسان جو بھی دعا مانگ لے اللہ تعالی اسے ضرور قبول فرماتے ہیں، تو ایک وقت ایسا آتا ہے۔ اور اکثر علماء کے نزدیک بھئی دن کے آخر میں یہ وقت آتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ دن کے آخر میں، تو اس وقت جو بھی دعا کی جائے اللہ ضرور قبول فرماتے ہیں، ضرور قبول فرماتے ہیں۔

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۳۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ أَوْ فِي مُصَلَّى الْمِصْرِ وَلَا تَجُوزُ فِي الْقُرَى وَلَا تَجُوزُ إِقَامَتُهَا إِلَّا لِلسُّلْطَانِ أَوْ لِمَنْ أَمَرَهُ السُّلْطَانُ وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْوَقْتُ فَتَصِحُّ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ وَلَا تَصِحُّ بَعْدَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لا تصح الجمعة إلا بمصر جامع أو في مصلى المصر ولا تجوز في القرى ولا تجوز إقامتها إلا بالسطان أو من أمره السلطان ومن شرائطها:الوقت فتصح في الوقت ولا تصح بعده» منقول ہے۔

[۲] جدول—نمازِ جمعہ کی شرائطِ وجوب اور شرائطِ صحت (اداء) کا فقہی جدول:

قسمِ شرائط	شرائط کی تفصیل	فقہی حکم واختلافِ ائمہ
شرائطِ صحتِ جمعہ (۶)	(۱) مصرِ جامع یا مصلیٰ مصر، (۲) سلطان یا اس کا نائب، (۳) وقتِ ظہر، (۴) نماز سے پہلے خطبہ، (۵) جماعت، (۶) اذنِ عام	جماعت کے لیے امام اعظم کے نزدیک امام کے علاوہ کم از کم ۳ مرد شرط ہیں، جبکہ صاحبین کے نزدیک امام کے علاوہ ۲ مرد کافی ہیں۔
جن پر جمعہ واجب نہیں (معذورین)	مسافر، عورت، مریض، غلام، نابینا (امام اعظم کے نزدیک مطلقاً، صاحبین کے نزدیک جب قائد نہ ملے)	یہ افراد اگر جمعہ میں شریک ہو کر پڑھ لیں تو ان کا جمعہ فرضِ وقت سے کافی ہو جاتا ہے۔

تو اس دن نہایت مولانا اہتمام سے جمعہ کی تیاری ہونی چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ انسان غسل کرے بھئی، اپنے سب سے عمدہ کپڑے پہنے، خوشبو لگائے بھئی، مسواک وغیرہ کرے اور اہتمام کے ساتھ بھئی وقت سے پہلے ہی مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرے بھئی۔ اور احادیث میں آتا ہے مولانا جو شخص جمعہ کی نماز کے لیے چلتا ہے ایک ایک قدم پر اسے ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے بھئی، ایک ایک قدم پر، اتنی فضیلت ہے، اتنی فضیلت۔ اور یہی وہ دن ہے جس میں قیامت قائم ہوگی بھئی۔ اور جو شخص تین جمعے بغیر عذر کے ترک کر دیتا ہے اللہ تعالی اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں بھئی، غفلت میں بھئی دھکیل دیا جاتا ہے بھئی۔ تو خوب اہتمام کے ساتھ جمعہ کی تیاری ہونی چاہیے۔

جی تو اب نماز جمعہ کے مسائل بتلائیں گے بھئی۔ کہتے ہیں لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ، صحیح نہیں ہے جمعہ مگر جامع شہر کے اندر، جامع شہر بھئی۔ مِصْرٌ جَامِعٌ کس کو کہتے ہیں؟ یاد رکھیے بھئی، بھئی مصر جامع وہ شہر جہاں خلیفہ نے اپنا کوئی نائب مقرر کیا ہو مثلاً گورنر وغیرہ ہو وہاں پر یا خلیفہ خود ہو یا گورنر وغیرہ اس کی طرف سے مقرر ہو اور قاضی ہو وہاں پر بھئی جو وہاں پر کیا کرتا ہو؟ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے، اللہ کے احکامات کو نافذ کرتا ہے وغیرہ، بڑے شہر۔ دیہات وغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں مولانا، وہاں پر ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔ ہاں اگر بستی ہے ذرا بڑی، علماء فرماتے ہیں اگر اتنی بڑی بستی ہو جس کی آبادی تین چار ہزار تک ہو بھئی، اس کے اندر بازار ہو اپنا، اس کا بھئی ہسپتال وغیرہ ہو، تھانہ وہاں پر ہو تو وہاں بھی جمعہ جائز ہے، جمعہ کی نماز پڑھائی جا سکتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وہاں بھی پڑھائی جا سکتی ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا مولانا جمعہ پہلے شہر میں ایک ہی جگہ ہوتا تھا بھئی۔ تمام شہر کے لوگ ایک ہی جگہ بھئی، شہر کا جو امیر ہوتا تھا وہ جمعہ کی نماز پڑھاتا تھا اور سارے شہر والے اکٹھے ہوتے تھے بھئی۔ شہر کے باہر شہر کے ساتھ ہی عید گاہ وغیرہ جو ہوتی وہاں سارے اکٹھے ہوتے اور پورے شہر میں ایک ہی جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ لیکن اب بعد کے فقہاء کرام فرمانے لگے اب چونکہ شہر وغیرہ بہت بڑے ہو گئے بھئی تو اب شہر کی کئی مسجدوں کے اندر بھی جمعہ کی نماز پڑھی جائے تو صحیح ہے، ہو جائے گی بھئی۔ تو دیکھیے کہتے ہیں بھئی لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ، جمعہ صحیح نہیں ہے مگر کس میں؟ شہر جامع کے اندر، اور شہر جامع سے بتلایا کیا مراد ہے؟ ایسا شہر جس کے اندر کوئی گورنر وغیرہ ہے یا خلیفہ ہے یا خلیفہ کا نائب ہے اور قاضی وغیرہ بھی مقرر ہو جو لوگوں میں فیصلے کرتا ہے بھئی۔ اور میں نے بتلایا فقہاء کرام لکھتے ہیں مزید بھئی کہ دیہات کے اندر تو جمعہ جائز نہیں ہے وہاں ظہر کی نماز ہی پڑھی جائے گی، البتہ اتنی بڑی بستی ہو جس کی آبادی کتنی ہو؟ تین چار ہزار ہو، وہاں بازار ہو مولانا، ہسپتال ہے، تھانہ وغیرہ ہے تو اس قسم کی بستی کے اندر بھی جمعہ کی نماز جائز ہے بھئی۔

تو جائز نہیں ہے جمعہ کی نماز مگر مصر جامع کے اندر، أَوْ فِي مُصَلَّى الْمِصْرِ، یا شہر کی عید گاہ میں۔ کہاں پر؟ مُصَلَّى عید گاہ مولانا، فِي مُصَلَّى الْمِصْرِ شہر کی عید گاہ میں بھئی۔ تو بتلایا بھئی میں نے کہ دیکھا شہر کی عید گاہ میں جو انہوں نے لکھا ہے صحیح ہے، میں نے بتلایا پہلے جمعہ کیا ہوتا تھا؟ پورے شہر میں ایک ہی جماعت ہوتی تھی سارے لوگ اکٹھے ہوتے تھے شہر بھر کے، لیکن اب مولانا میں نے بتلایا بعد کے فقہاء کرام نے کیا فتوی دیا؟ کہ شہر وغیرہ بڑھ گئے ہیں بہت زیادہ، مشکل ہو گیا تو ایک ہی شہر کی متعدد مساجد کے اندر بھی جمعہ کی نماز جائز ہے۔ وَلَا تَجُوزُ فِي الْقُرَى۔ قُرًى جمع ہے قَرْيَةٌ کی، بستیوں کے اندر، دیہاتوں کے اندر جائز نہیں ہے جمعہ بھئی، چھوٹی بستیاں، قریہ بستی کو کہتے ہیں بھئی، دیہات کو۔

وَلَا تَجُوزُ إِقَامَتُهَا إِلَّا لِلسُّلْطَانِ أَوْ لِمَنْ أَمَرَهُ السُّلْطَانُ۔ اور جائز نہیں ہے جمعہ کو قائم کرنا إِلَّا لِلسُّلْطَانِ مگر کس کے لیے؟ بادشاہ کے لیے بھئی۔ بادشاہ بھی آئے گا وہ قائم کروائے گا جمعہ، وہ جمعہ کی نماز پڑھائے گا، أَوْ لِمَنْ أَمَرَهُ السُّلْطَانُ، یا اس شخص کے لیے جسے بادشاہ نے حکم دیا ہو کہ تم کیا کرو؟ جمعہ پڑھاؤ بھئی۔ تو بادشاہ خود پڑھائے یا جسے بادشاہ حکم دے دے اس کے علاوہ کسی اور کے لیے جمعہ قائم کروانا صحیح نہیں بھئی۔ یہ اس وقت تھا جب ایک شہر میں کیا ہوتی تھی؟ ایک ہی جماعت ہوتی تھی، تو لہذا یہ ضروری ہے مولانا کہ بادشاہ جسے حکم دے یا بادشاہ خود پڑھائے ورنہ تو اتنے لوگ ہوتے ہیں مولانا اختلاف آئے گا جھگڑا ہو گا بھئی: ایک کہے گا ہمارا امام ہو، دوسرا کہے گا ہمارا، یا ایک کہے گا فلاں بڑے بزرگ ہیں ان کو ہونا چاہیے، دوسرے کہیں گے نہیں وہ بڑے بزرگ ہیں بھئی، تو جھگڑا ہو گا لہذا ضروری ہے بھئی کہ بادشاہ خود ہو یا جسے بادشاہ نے حکم دیا ہو۔

وَمِنْ شَرَائِطِهَا۔ اب جمعہ کی شرائط بیان ہو رہی ہیں مولانا۔ کہتے ہیں وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْوَقْتُ، اور جمعہ کی شرائط میں سے کیا ہے؟ وقت ہے مولانا، وقت کے اندر جمعہ ہونا چاہیے، وقت سے پہلے بھی نہیں وقت کے بعد بھی نہیں، یعنی زوال سے پہلے بھی صحیح نہیں اور ظہر کا وقت نکلنے کے بعد بھی صحیح نہیں۔ تو کہتے ہیں وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْوَقْتُ، اور جمعہ کی شرائط میں سے وقت ہے، فَتَصِحُّ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ، پس جمعہ صحیح ہے ظہر کے وقت میں، وَلَا تَصِحُّ

بَعْدَهُ، اور اس کے بعد صحیح نہیں۔وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْخُطْبَةُ قَبْلَ الصَّلَاةِ۔ اور جمعہ کی شرائط میں سے خطبہ بھی ہے نماز سے پہلے۔ بھئی شرائط ذکر ہو رہی ہیں، شرط ہے تو مشروط ہے: وضو نماز کے لیے شرط ہے، وضو ہے تو نماز ہے وضو نہیں تو نماز بھی نہیں، شرط ہے تو مشروط ہے شرط نہیں تو مشروط بھی نہیں۔ تو جمعہ کی شرائط اب یہاں بیان ہو رہی ہیں: جمعہ کی شرائط میں سے ایک کیا ہے؟ خطبہ ہے مولانا۔ یاد رکھیے خطبہ ہے تو جمعہ کی نماز صحیح، خطبہ نہیں تو جمعہ کی نماز بھی نہیں بھئی، جمعہ کی نماز ہی نہیں ہو گی بھئی۔ اور خطبہ بھی وقت کے اندر ہونا چاہیے زوال کے بعد مولانا، زوال کے بعد بھئی جب سورج ڈھل جائے اور وقت کے اندر ہو، اور نماز سے پہلے ہونا چاہیے۔ اگر نماز کے بعد یہ خطبہ ہوا تو جمعہ کی نماز نہیں ہوئی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْخُطْبَةُ، اور جمعہ کی شرائط میں سے خطبہ ہے قَبْلَ الصَّلَاةِ نماز سے پہلے۔ لہٰذا مولانا اگر خطبہ دیا اور زوال مثلاً بارہ بجے ہے بارہ سے پہلے ہی خطبہ دے دیا، پھر جمعہ کی نماز بعد میں پڑھائی زوال کے بعد، آپ بتائیے جمعہ کی نماز ہو گی یا نہیں ہو گی؟ نہیں ہو گی بھئی۔

تو کہتے ہیں يَخْطُبُ الْإِمَامُ خُطْبَتَيْنِ، خطبہ دے گا امام دو خطبے، يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِقَعْدَةٍ، جدائی کرے گا ان دونوں کے درمیان قعدے کے ذریعے۔ امام ان دو خطبوں میں جدائی کرے گا کس کے ذریعے؟ قعدے کے ذریعے بھئی۔ امام کھڑے ہو کر خطبہ دے گا اور ایک خطبہ جب ختم کرے تو پھر بیٹھ جائے کم از کم اتنی مقدار جس میں تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا جا سکے، تو بیٹھنا ضروری ہے بھئی۔ تو بیٹھے گا ان دو خطبوں میں مولانا، وَيَخْطُبُ قَائِمًا عَلَى الطَّهَارَةِ، اور پھر خطبہ دے گا کھڑے ہو کر عَلَى الطَّهَارَةِ پاکی کی حالت میں باوضو ہو کر۔ فَإِنِ اقْتَصَرَ عَلَى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالَى جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى۔ اگر اکتفا کیا، کیا کیا؟ اکتفا کیا۔ اگر خطیب صاحب نے اکتفا کیا عَلَى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالَى اللہ کے ذکر پر، جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے بھئی۔ بھئی خطیب صاحب خطبے کے لیے کھڑے ہوئے لیکن تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ يَالَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھا بھئی اس طرح خطبہ دے دیا مولانا، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے، البتہ مکروہ ہے بھئی۔ کیا ہے؟ مکروہ ہے، جائز ہے۔ تو کہتے ہیں اگر اکتفا کیا امام نے اللہ کے ذکر پر تو جائز ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا، اور تثنیہ ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں لَا بُدَّ مِنْ ذِكْرٍ طَوِيلٍ يُسَمَّى خُطْبَةً، کہ ضروری ہے طویل ذکر کا ہونا يُسَمَّى خُطْبَةً جسے کیا کہا جا سکے؟ جسے خطبہ کہا جا سکے بھئی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ يَالَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دو تین دفعہ کہہ دیا اسے کوئی خطبہ نہیں کہتا بلکہ کیا ہونا چاہیے؟ تھوڑا طویل ذکر ہونا چاہیے تاکہ جسے خطبہ کہا بھی تو جا سکے بھئی۔

فَإِنْ خَطَبَ قَاعِدًا أَوْ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ جَازَ وَيُكْرَهُ۔ پس اگر خطبہ دیا بیٹھ کر امام نے، بھئی میں نے بتلایا کھڑے ہونا ضروری، اگر بیٹھ کر خطبہ دیا أَوْ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ یا غیر طہارت کے یعنی بے وضو ہونے کی حالت میں، جَازَ، تو بھی جائز ہے، وَيُكْرَهُ، اور یہ مکروہ ہے بھئی۔ کون سا مکروہ ہے؟ مکروہ تحریمی، حرام کے قریب۔ وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْجَمَاعَةُ، اور جمعہ کی شرائط میں سے ایک جماعت بھی ہے۔ جمعہ کے لیے کیا شرط ہے؟ لوگوں کی جماعت بھی حاضر ہونی چاہیے، اگر جماعت حاضر نہیں تو پھر بھی جمعہ صحیح نہیں بھئی۔ اچھا بھئی کتنی جماعت ہونی چاہیے؟ سنیے بھئی: وَأَقَلُّهُمْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ثَلَاثَةٌ سِوَى الْإِمَامِ۔ اور کم سے کم جو ہیں وہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تین ہونے چاہئیں سِوَى الْإِمَامِ علاوہ امام کے۔ امام کے علاوہ کم از کم کتنے آدمی ہونے چاہئیں؟ تین آدمی ہونے چاہئیں بھئی، تین آدمی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اثْنَانِ سِوَى الْإِمَامِ، وہ فرماتے ہیں دو ہوں امام کے علاوہ بھئی، دو ہونے چاہئیں۔ تو یہ ہونے چاہئیں مولانا خطبے کی ابتداء سے لے کر پہلی رکعت کے سجدے تک، پہلی رکعت کے سجدے تک۔ ہاں کم از کم پہلے قول کے مطابق تین افراد ہوں اور دوسرے قول کے مطابق کم از کم دو افراد یہ ضرور ہونے چاہئیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک اس سے پہلے اٹھ کر چلا گیا تو پھر بھی جمعہ صحیح نہیں بھئی کیونکہ جماعت پوری نہیں اور یہ شرائط میں سے ہے اور شرط نہیں تو مشروط بھی نہیں۔

وَيَجْهَرُ الْإِمَامُ بِقِرَاءَتِهِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ۔ اور جہر کرے گا امام قراءت میں دونوں رکعتوں میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یعنی بلند آواز سے قراءت کرے گا امام دونوں رکعتوں میں۔ وَلَيْسَ فِيهِمَا قِرَاءَةُ سُورَةٍ بِعَيْنِهَا، اور اس کے اندر نہیں ہے، جمعہ کے اندر نہیں ہے قِرَاءَةُ سُورَةٍ بِعَيْنِهَا کسی معین سورت کی قراءت۔ کسی معین سورت کا پڑھنا جمعہ میں ضروری نہیں، کوئی ایسا نہیں ہے بھئی کہ کوئی خاص سورت جمعہ میں پڑھی جائے گی بلکہ جو بھی پڑھنا چاہے بھئی۔ وَلَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلَى مُسَافِرٍ وَلَا امْرَأَةٍ وَلَا مَرِيضٍ وَلَا صَبِيٍّ وَلَا عَبْدٍ وَلَا أَعْمَى۔ اور جمعہ واجب نہیں ہے مسافر پر، وَلَا امْرَأَةٍ اور نہ عورت پر، وَلَا مَرِيضٍ اور نہ مریض پر، وَلَا صَبِيٍّ اور نہ بچے پر، وَلَا عَبْدٍ اور نہ غلام پر، وَلَا أَعْمَى اور نہ اندھے پر، نابینا پر۔ ان پر جمعہ واجب نہیں ہے، ان کو ان پر ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے، یہ کیا کریں گے؟ ظہر کی نماز پڑھیں گے۔ لیکن اگر یہ جمعہ کے لیے آ گئے تو کیا ان کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں

پھر بھی ظہر کی نماز پڑھنا پڑے گی بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اگر یہ جمعہ کی نماز میں آ گئے تو ان کا فرض ادا ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ اب ظہر کی نماز کی حاجت نہیں۔[۴۳]

تو کہتے ہیں فَإِنْ حَضَرُوا، پس اگر یہ سارے حاضر ہو گئے، یہ جو مسافر، امراۃ، مریض، صبی، عبد اور اعمی ہیں اگر یہ حاضر ہو گئے، وَصَلَّوْا مَعَ النَّاسِ اور نماز پڑھی انہوں نے لوگوں کے ساتھ، أَجْزَأَهُمْ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ، تو کافی ہے ان کے لیے وقتی فرض سے۔ وقتی فرض سے یہ کافی ہے اب انہیں وقتی فرض یعنی ظہر کی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ فَإِنْ حَضَرُوا وَصَلَّوْا مَعَ النَّاسِ أَجْزَأَهُمْ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ. صَلَّوْا، اس کو صَلَّوْا پڑھنا مولانا صَلَّوْا، سمجھ میں آیا بھئی؟ صَلُّوا نہیں پڑھنا کیونکہ یہ ماضی کا صیغہ ہے۔ صَلَّى گردان آتی ہے یا نہیں آتی مولانا؟ صَلَّى صَلَّيَا صَلَّوْا بھئی۔ اور اگر صَلُّوا پڑھیں تو یہ امر بن جائے گا: صَلِّ صَلِّيَا صَلُّوا۔ صَلُّوا کا کیا معنی؟ پڑھو تم یعنی تم نماز پڑھو، اور یہاں حالانکہ مخاطب کی بات نہیں ہو رہی بلکہ کس کی بات ہو رہی ہے؟ یہ مریض، بچے، مسافر وغیرہ کی بات ہو رہی ہے مولانا تو ضمیر ان کی طرف جائے گی، تو صَلَّوْا ماضی کا صیغہ بھئی۔ وَيَجُوزُ لِلْعَبْدِ وَالْمُسَافِرِ وَالْمَرِيضِ أَنْ يَؤُمُّوا فِي الْجُمُعَةِ. اور جائز ہے غلام کے لیے اور مسافر اور مریض کے لیے کہ وہ امامت کریں جمعہ کے اندر۔ بھئی غلام، مسافر اور مریض یہ جمعہ کی نماز میں امامت بھی کر سکتے ہیں، اگر انہیں امام بنا دیا جائے تو جمعہ ہو جائے گا بھئی۔

وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي مَنْزِلِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَلَا عُذْرَ لَهُ كُرِهَ لَهُ ذٰلِكَ وَجَازَتْ صَلَاتُهُ. صورت مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی ہے اور اس پر جمعہ بھی واجب ہے مولانا، مسافر مریض وغیرہ بھی نہیں ہے وہ اور کوئی عذر نہیں ہے اسے، لیکن جمعہ کی نماز ابھی مسجد میں نہیں ہوئی تھی اس نے گھر پر ہی ظہر کی نماز پڑھ لی بھئی۔ کیا کیا؟ گھر پر ہی ظہر کی نماز پڑھ لی بھئی، جمعہ کے لیے جانے کا ارادہ نہیں تھا اس کا وہیں ظہر کی نماز پڑھ لی۔ تو کہتے ہیں بھئی نماز ہو جائے گی البتہ مکروہ ہے مولانا کیونکہ اسے کیا کرنا چاہیے تھا؟ جا کر جمعہ پڑھے، لیکن فرض ادا ہو جائے گا البتہ یہ مکروہ ہے، مکروہ تحریمی گنہگار ہو گا۔ اچھا بھئی یہ نماز پڑھنے کے بعد اس کا ارادہ بنا چلو بھئی اب میں جمعہ بھی پڑھ لوں جا کر، تو چنانچہ اس کی رائے بنی اور وہ جمعہ کے لیے چل پڑا مولانا۔ کہتے ہیں جیسے ہی جمعہ کے لیے وہ چلا اس کی وہ ظہر کی نماز باطل ہو گئی۔ کیا ہو گئی؟ باطل ہو گئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جیسے ہی چلنا شروع کرے گا، گھر سے نکلا چلا اس کی ظہر کی نماز باطل ہو گئی۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ، یہ امام صاحب فرماتے ہیں مولانا جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں صرف چلنے سے اس کی وہ نماز باطل نہیں ہو گی یہاں تک کہ وہ جمعہ کی نماز میں شامل ہو جائے جا کر، اس وقت جب جمعہ کی نماز میں شامل ہو گا تو پھر اس کی ظہر کی نماز کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي مَنْزِلِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، اور جس شخص نے ظہر کی نماز پڑھی فِي مَنْزِلِهِ اپنے گھر میں يَوْمَ الْجُمُعَةِ جمعہ کے دن قَبْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ امام کی نماز سے پہلے وَلَا عُذْرَ لَهُ اور اس کا کوئی عذر بھی نہیں تھا، كُرِهَ لَهُ ذٰلِكَ، تو یہ اس کے لیے مکروہ ہے، وَجَازَتْ صَلَاتُهُ، اور اس کی نماز جائز ہے۔ فَإِنْ بَدَا لَهُ، پس اگر اس کی رائے ہوئی بھئی۔ بَدَا يَبْدُو کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کا ظاہر ہونا، لیکن بَدَا لَهُ اس قسم کا کلام جب عربی میں آ جائے تو معنی ہوتا ہے رائے بننا، اگر اس کا خیال ہوا بھئی یہ ترجمہ کریں۔ فَإِنْ بَدَا لَهُ، پس اگر اس کا خیال ہوا کہ أَنْ يَحْضُرَ الْجُمُعَةَ کہ وہ جمعہ میں حاضر ہو جائے، فَتَوَجَّهَ إِلَيْهَا، تو وہ جمعہ کی طرف کیا ہوا؟ متوجہ ہوا، کیا ہوا؟ متوجہ یعنی چل پڑا، بَطَلَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى بِالسَّعْيِ إِلَيْهَا، تو باطل ہو جائے گی ظہر کی نماز امام صاحب کے نزدیک بِالسَّعْيِ إِلَيْهَا أَيْ إِلَى الْجُمُعَةِ جمعہ کی طرف سعی کرنے سے، جمعہ کی طرف چلنے سے اس کی نماز کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا تَبْطُلُ حَتَّى يَدْخُلَ مَعَ الْإِمَامِ، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز باطل نہیں ہو گی یہاں تک کہ امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے۔

وَيُكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَعْذُورُ الظُّهْرَ بِجَمَاعَةٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. اور مکروہ ہے کہ معذور لوگ جو ہیں وہ نماز پڑھیں ظہر کی جماعت کے ساتھ جمعہ کے دن۔ بھئی دیکھو معذور پر جمعہ ہے کہ جمعہ نہیں ہے؟ جمعہ نہیں ہے۔ اب کچھ معذور اکٹھے ہوئے وہ ایک جگہ پر جماعت کروانا چاہتے ہیں مولانا، کہتے ہیں بھئی ان کو جماعت نہیں کروانی چاہیے بھئی کیونکہ ادھر جمعہ ہو رہا ہے تو ان پر تو جمعہ نہیں یہ تو ٹھیک ہے پڑھ رہے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کوئی غیر معذور بھی ان کو دیکھ کر کیا ہو جائے؟ ان کے ساتھ آ کر شامل ہو جائے تو جمعہ کی نماز میں کمی آ جائے گی چند فرد بھی ادھر آ گئے، تو لہٰذا یہ درست نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ شہر کی

---

[۴۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَجْهَرُ الْإِمَامُ بِقِرَاءَتِهِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويجهر الإمام بالقراءة في الركعتين» منقول ہے۔

[۴۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلَى مُسَافِرٍ وَلَا امْرَأَةٍ وَلَا مَرِيضٍ وَلَا صَبِيٍّ وَلَا عَبْدٍ وَلَا أَعْمَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا تجب الجمعة على مسافر ولا امرأة ولا مريض ولا عبد ولا أعمى» منقول ہے۔

بات ہو رہی ہے، دیہات میں ہو پھر تو ٹھیک ہے مولانا کیونکہ دیہات میں تو جمعہ ہے ہی نہیں۔وَيُكْرَهُ، اور مکروہ ہے أَنْ يُصَلِّيَ الْمَعْذُورُ الظُّهْرَ کہ نماز پڑھیں معذور ظہر کی بِجَمَاعَةٍ جماعت کے ساتھ يَوْمَ الْجُمُعَةِ جمعہ کے دن، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ السِّجْنِ، اور اسی طرح ہیں جیل والے بھئی، جیل والے بھئی۔سِجْنٌ جیل کو کہتے ہیں، أَهْلُ السِّجْنِ جیل والے یعنی قیدی قیدی۔ سمجھ میں آیا؟ ان کا بھی مکروہ ہے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھئی۔[5]

وَمَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى مَعَهُ مَا أَدْرَكَ وَبَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ۔ اچھا بھئی جمعہ کی نماز میں کب جا کر شامل ہو گا تو پھر جمعہ کی نماز ہی باقی پوری کرے گا بھئی؟ یاد رکھیے امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت کا اکثر حصہ مل گیا آدمی کو، کیا مل گیا؟ دوسری رکعت کا اکثر حصہ جا کر آدمی شامل ہو گیا جمعہ میں تو اب کیا کرے گا؟ جمعہ پورا کر لے گا، اسی پر بنا کرے گا اور ایک رکعت پڑھ کر جمعہ کی نماز ہو جائے گی۔ لیکن اگر دوسری رکعت میں بھی آخر میں پہنچا یا یوں سمجھو تشہد میں جا کر شامل ہوا تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تشہد میں ملا ہے، دوسری رکعت کا اکثر حصہ اسے نہیں مل سکا لہٰذا اب اس پر وہ جمعہ کی بنا نہیں کر سکتا بلکہ ظہر کی نماز پڑھے گا۔ کیا کرے گا؟ ظہر کی نماز پڑھے گا۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی تشہد سے کھڑے ہو کر اب وہ دو رکعت نہیں پڑھے گا کتنے پڑھے گا؟ چار۔ یہ نہیں کہ سلام پھیر کے ختم کر کے نئے سرے سے پڑھے، نہیں بنا تو اسی پر کر رہا ہے تشہد میں جا کر مل گیا ہے لیکن چونکہ دوسری رکعت کا تھوڑا حصہ ملا اور اس صورت میں امام محمد رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں؟ اب اسی پر جمعہ کی بنا نہیں کر سکتا بلکہ کیا کرے؟ امام سلام پھیرے یہ کھڑا ہو جائے اور اب ظہر کی نماز پوری پڑھ لے اسی پر بنا کرتے ہوئے۔ جبکہ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جتنا حصہ بھی مل جائے جمعہ کا چاہے تشہد ہی میں کیوں نہ جا کر مل جائے تو اب وہ کون سی نماز پڑھے گا؟ جمعہ ہی کی پڑھے گا، اور اسی پر فتوی ہے۔

تو کہتے ہیں بھئی وَمَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى مَعَهُ مَا أَدْرَكَ، اور جس نے امام کو پایا جمعہ کے دن بھئی، جس نے امام کو پا لیا جمعہ کے دن تو نماز پڑھ لے اس کے ساتھ جو اس نے پائی ہے، وَبَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ، اور بنا کرے اس پر جمعہ کی، وَإِنْ أَدْرَكَهُ فِي التَّشَهُّدِ، اگرچہ پالے اسے تشہد کے اندر۔ إِنْ سے پہلے واؤ آ جائے، میں نے آپ کو شاید پہلے بھی بتایا ہو إِنْ سے پہلے واؤ آ جائے اسے إِنْ وصلیہ کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ إِنْ وصلیہ کہتے ہیں۔ اور إِنْ کا ترجمہ آپ کیسے کرتے تھے؟ اگر کے ساتھ، لیکن إِنْ وصلیہ کا ترجمہ اگر کے ساتھ نہیں کرتے، اگرچہ کے ساتھ کریں گے، اگرچہ۔وَإِنْ أَدْرَكَهُ فِي التَّشَهُّدِ، اگرچہ اس نے اسے پایا ہو تشہد ہی کے اندر أَوْ فِي سُجُودِ السَّهْوِ یا کس کے اندر؟ سجود سہو۔ امام کو سجود سہو یا تشہد میں پالے پھر بھی بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ اس پر کس کی بنا کرے؟ جمعہ ہی کی بنا کرے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک۔وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إِنْ أَدْرَكَ مَعَهُ أَكْثَرَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، اگر پا لیا اس شخص نے امام کے ساتھ دوسری رکعت کا اکثر حصہ، بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ، تو اس پر کس کی بنا کرے؟ جمعہ کی بنا کرے۔وَإِنْ أَدْرَكَ مَعَهُ أَقَلَّهَا، اور اگر اس نے پایا امام کے ساتھ دوسری رکعت کا اقل پایا، تھوڑا حصہ پایا، بَنَى عَلَيْهَا الظُّهْرَ، تو اس پر کس کی بنا کر لے؟ ظہر کی، اب ظہر پڑھے گا جمعہ نہیں پڑھے گا۔

وَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكَ النَّاسُ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ۔ اور جس وقت نکلے امام جمعہ کے دن بھئی، جمعہ کے دن خطبے کے لیے امام نکل آیا، تَرَكَ النَّاسُ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ، تو لوگ نماز بھی ترک کر دیں اور کلام بھی بھئی۔ اب خطبہ سننا ہے، خطبے کی تیاری کرو خطبے کی طرف متوجہ ہو جاؤ بھئی۔ اب اس وقت کوئی نوافل پڑھنا یا سنتیں پڑھنا یا کوئی بات چیت کرنا یا کوئی فعل کرنا سارے منع ہیں مولانا۔ بعض لوگ امام صاحب خطبہ دے رہے ہوتے ہیں آ کر سنتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں، نہیں بھئی نہیں، جب امام خطبہ دے رہا ہے اس وقت کوئی نماز وغیرہ نہیں پڑھنی چاہیے خطبے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ حتی کہ اگر خطبے کے اندر حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا نام آئے تو اس میں بھی اختلاف کیا علماء نے کہ پڑھنا چاہیے یا نہیں پڑھنا چاہیے، تو بہتر یہ ہے کہ دل میں پڑھے بھئی زبان سے بھی نہ پڑھے اس وقت، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اس وقت کلام سے منع کیا گیا ہے تو دل میں پڑھ لے درود شریف بھئی۔

تو کہتے ہیں تَرَكَ النَّاسُ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ، جب نکل آئے امام جمعہ کے دن تو چھوڑ دیں لوگ نماز کو اور بات چیت کو حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ یہاں تک کہ امام اپنے خطبے سے فارغ ہو جائے۔وَقَالَا، اور صاحبین فرماتے ہیں لَا بَأْسَ بِأَنْ يَتَكَلَّمَ مَا لَمْ يَبْدَأْ بِالْخُطْبَةِ، صاحبین فرماتے ہیں کوئی حرج نہیں کلام کرنے میں مَا لَمْ يَبْدَأْ بِالْخُطْبَةِ جب تک کہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو بھئی، تب تک کوئی حرج نہیں۔وَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ يَوْمَ

[5] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُصَلِّيَ الْمَعْذُورُ الظُّهْرَ بِجَمَاعَةٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يصلي المعذورون الظهر بجماعة يوم الجمعة» منقول ہے۔

الْجُمُعَةِ الْأَذَانَ الْأَوَّلَ تَرَكَ النَّاسُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَتَوَجَّهُوا إِلَى الْجُمُعَةِ۔ اور جب اذان دے دیں مؤذن جمعہ کے دن کون سی اذان؟ الْأَذَانَ الْأَوَّلَ پہلی اذان دے دیں تو چھوڑ دیں لوگ بیع وشراء کو اور متوجہ ہو جائیں جمعہ کی طرف۔ فَإِذَا صَعِدَ الْإِمَامُ الْمِنْبَرَ، جب چڑھ جائے امام منبر پر، جَلَسَ، بیٹھ جائے۔ جی منبر پر چڑھ کر امام بیٹھ جائے، وَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ بَيْنَ يَدَيِ الْمِنْبَرِ، اور اذان دیں مؤذن منبر کے سامنے بھئی۔ بھئی آپ دیکھتے ہیں یا نہیں دیکھتے دوسری اذان کہاں پر دی جاتی ہے؟ منبر کے سامنے، امام منبر پر بیٹھا ہوتا ہے۔ تو أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ بَيْنَ يَدَيِ الْمِنْبَرِ، تو مؤذن اذان دیں منبر کے سامنے، ثُمَّ يَخْطُبُ الْإِمَامُ، پھر امام خطبہ دے، وَإِذَا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ، اور جب وہ خطبے سے فارغ ہو جائے تو نماز قائم کریں، نماز کھڑی ہو جائے گی بھئی اس کے بعد بھئی۔ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۲۹: باب صلاۃ العیدین: عید الفطر و عید الاضحیٰ کے مستحبات، نمازِ عید کا طریقہ (چھ زائد تکبیرات)، تکبیراتِ تشریق کی مدت

مختصر القدوری صفحہ: ۳۰—بتاریخ: ۱۳ جنوری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ۔ يُسْتَحَبُّ يَوْمَ الْفِطْرِ أَنْ يَطْعَمَ الْإِنْسَانُ شَيْئًا قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى وَيَغْتَسِلَ وَيَتَطَيَّبَ وَيَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيَتَوَجَّهَ إِلَى الْمُصَلَّى وَلَا يُكَبِّرُ فِي طَرِيقِ الْمُصَلَّى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى وَيُكَبِّرُ عِنْدَهُمَا۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج ہم عیدین کی نماز کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، نماز عید کے بارے میں بھئی۔يُسْتَحَبُّ يَوْمَ الْفِطْرِ مستحب ہے عید الفطر کے دن أَنْ يَطْعَمَ الْإِنْسَانُ شَيْئًا کہ انسان کھائے کوئی چیز قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى نکلنے سے پہلے إِلَى الْمُصَلَّى عید گاہ کی طرف۔ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کیا مستحب ہے؟ کوئی چیز کھالے مولانا، کوئی میٹھی چیز کھالے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ مستحب ہے بھئی۔وَيَغْتَسِلَ اور کیا کرلے؟ غسل کرلے بھئی،وَيَتَطَيَّبَ اور خوشبو لگالے،وَيَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ اور عمدہ کپڑے پہن لے بھئی،وَيَتَوَجَّهَ إِلَى الْمُصَلَّى اور متوجہ ہو عید گاہ کی طرف،یعنی چل پڑے کس کی طرف؟ عید گاہ کی طرف۔

وَلَا يُكَبِّرُ فِي طَرِيقِ الْمُصَلَّى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ بھئی عید کی نماز کی طرف جاتے ہوئے راستے میں تکبیرات پڑھتے جائیں بھئی۔ لیکن یہ تکبیرات اونچی آواز سے پڑھنی ہیں یا آہستہ آواز سے پڑھنی ہیں، اس میں امام صاحب کا اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ بھئی عید الاضحی میں تو بلند آواز سے پڑھیں گے، عید الفطر کی بات ہو رہی ہے۔ عید الفطر کے لیے آپ گھر سے چل پڑے، اب راستے میں تکبیرات کہتے ہوئے جائیں گے۔ تکبیرات بھئی: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ تو یہ تکبیرات کہتے ہوئے جائیں گے بھئی۔ تو یہ تکبیرات امام صاحب فرماتے ہیں آہستہ آواز سے کہے گا جبکہ عید الفطر کے لیے جا رہا ہو، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں، یہاں بھی کیا کرے گا؟ بلند آواز سے کہے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَلَا يُكَبِّرُ تکبیر نہیں کہے گا، یہ معنی نہیں کہ کہے گا ہی نہیں۔ دیکھو ترجمے پہ غور کرنا کیا بتاتا ہے: وَلَا يُكَبِّرُ فِي طَرِيقِ الْمُصَلَّى اور تکبیر نہ کہے عید گاہ کے راستے میں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ کس کے نزدیک؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ تو یہ معنی نہیں تکبیر نہ کہے، أَيْ لَا يُكَبِّرُ جَهْرًا بھئی اونچی آواز سے تکبیر نہ کہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے بھئی کہ امام صاحب منع فرماتے ہیں، وہ فرماتے ہیں نہیں پڑھے ہی نہ، صاحبین فرماتے ہیں نہیں پڑھے۔ یہ بھی اختلاف بعضوں نے ذکر کیا لیکن صحیح یہی ہے کہ امام صاحب بھی فرماتے ہیں کہ پڑھے

گا، اختلاف دراصل کس چیز کے اندر ہے؟ جَهْرًا پڑھے گا یا سِرًّا پڑھے گا آہستہ بھئی۔ تو اسی لیے یہاں جَهْرًا کی قید ملحوظ رکھنا: وَلَا يُكَبِّرُ أَيْ جَهْرًا بھئی جَهْرًا تکبیر نہ کہے عید گاہ کے راستے میں امام ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک، وَيُكَبِّرُ عِنْدَهُمَا اور تکبیر کہے گا صاحبین کے نزدیک۔

وَلَا يَتَنَفَّلُ فِي الْمُصَلَّى قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيدِ، اور نفل نہ پڑھے بھئی عید گاہ کے اندر عید کی نماز سے پہلے۔ یاد رکھنا عید گاہ کے اندر عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھے یا بعد میں پڑھے، یہ مکروہ ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ حضور عَلَيْهِ السَّلَامُ سے ثابت نہیں۔ تو نہ پہلے نفل پڑھے اور نہ بعد میں پڑھے۔ ہاں، بعد میں گھر پر پڑھ سکتا ہے۔ لیکن پہلے گھر پر پڑھنا بھی صحیح نہیں، مکروہ ہے یعنی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ عید گاہ کے اندر نہ پہلے پڑھ سکتا ہے اور نہ بعد میں، البتہ گھر میں بعد میں آکر پڑھ سکتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَتَنَفَّلُ فِي الْمُصَلَّى اور نفل نہ پڑھے عید گاہ کے اندر قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيدِ عید کی نماز سے پہلے۔[1]

فَإِذَا حَلَّتِ الصَّلَاةُ بِارْتِفَاعِ الشَّمْسِ دَخَلَ وَقْتُهَا، پس جب حلال ہو جائے نماز سورج کے بلند ہونے کی وجہ سے۔ بھئی آپ نے پڑھا ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے، اس وقت نماز نہیں پڑھنی چاہیے بھئی۔ تو جب نماز جائز ہو جائے، جب سورج بلند ہو جائے مولانا، ایک دو نیزے بلند ہو جائے زمین سے، تو پھر کیا کر سکتے ہیں؟ اب مکروہ وقت نکل گیا، نماز کا پڑھنا جائز ہو گیا۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں کہ جیسے ہی نماز کا پڑھنا جائز ہو گا عید کی نماز کا وقت بھی شروع ہو گیا، اب آپ کیا کر سکتے ہیں؟ عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا حَلَّتِ الصَّلَاةُ بِارْتِفَاعِ الشَّمْسِ اور جب حلال ہو جائے نماز سورج کے بلند ہونے کی وجہ سے دَخَلَ وَقْتُهَا تو عید کی نماز کا وقت داخل ہو گیا ہے۔ کب تک رہے گا؟ کہتے ہیں إِلَى الزَّوَالِ زوال تک بھئی، یعنی نصف یوم تک، نصف النہار تک۔ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ خَرَجَ وَقْتُهَا پس جب سورج ڈھل جائے تو نکل گیا اس کا وقت بھئی۔ زوال کے بعد اب نہیں پڑھی جا سکتی، زوال سے پہلے پڑھنا پڑے گی۔[2]

وَيُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ۔ جی صَلَّى کا صلہ میں نے بتلایا تھا بھئی، صَلَّى کا معنی ہے نماز پڑھنا، لیکن اس کا صلہ بَا آجائے تو اس کا معنی ہوتا ہے نماز پڑھانا بھئی۔ تو وَيُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ اور امام نماز پڑھائے لوگوں کو رَكْعَتَيْنِ کتنی رکعتیں؟ دو رکعتیں۔ بھئی عید کی نماز کی نیت کیا کریں گے؟ دو رکعت نماز عید واجب چھ واجب تکبیروں کے ساتھ بھئی، میں چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرتا ہوں۔ تو کہتے ہیں بھئی اور نماز پڑھائے امام لوگوں کو دو رکعتیں، يُكَبِّرُ فِي الْأُولَى تَكْبِيرَةَ الْإِحْرَامِ تکبیر کہے گا پہلی رکعت میں کون سی بھئی؟ وہی تَكْبِيرَةُ الْإِحْرَامِ بھئی وہی تکبیر تحریمہ۔ اس کو تکبیرۃ الاحرام بھی کہتے ہیں اس لیے کہ یہ باقی سب چیزوں کو انسان پر حرام کر دیتی ہے۔ جیسے ہی نماز شروع کی باقی افعال حرام ہو گئے یا نہیں ہو گئے؟ اب آپ کسی سے بات چیت کر سکتے ہیں؟ کھانا وغیرہ کھا سکتے ہیں؟ نہیں۔ اس لیے اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور تکبیرۃ الاحرام بھی کہتے ہیں بھئی۔ تو امام تکبیر کہے بھئی تَكْبِيرَةَ الْإِحْرَامِ وَثَلَاثًا بَعْدَهَا اور تین کیا کہے؟ تین تکبیریں اس کے بعد کہے گا، یہ وہ واجب تکبیریں آگئیں بھئی۔

صورت سمجھو بھئی کیسے پڑھتے ہیں عید کی نماز بھئی؟ تکبیر تحریمہ اللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور باندھ لیے، اس کے بعد ثناء پڑھ لیں گے بھئی وہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، اس کے بعد امام اب تین تکبیریں کہے گا۔ پہلے کہے اللّٰهُ أَكْبَرُ بھئی۔ کیا کریں گے؟ ہم بھی تکبیر کہیں گے اور کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے اور پھر ہاتھ باندھنے نہیں، ہاتھ چھوڑ دینے ہیں بھئی۔ پھر اس کے بعد دوبارہ تکبیر کہے گا اور درمیان میں تقریباً اتنا وقفہ ہونا چاہیے کہ تین مرتبہ انسان آسانی سے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ سکے بھئی، سُبْحَانَ اللّٰهِ تین مرتبہ۔ پھر مولانا دوسری تکبیر کہی اتنے انتظار کے بعد اور پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے، پھر تیسری تکبیر کہی کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اس کے بعد اب تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہیں لٹکانے بلکہ ہاتھوں کو باندھ لیں گے، اب قراءت شروع ہو گی۔

تو کہتے ہیں وَثَلَاثًا بَعْدَهَا اور تین تکبیریں کہے گا تکبیر تحریمہ کے بعد، ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ پھر کیا پڑھے گا امام مولانا؟ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ سورۂ فاتحہ پڑھے گا وَسُورَةً مَعَهَا اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھے گا، ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَةً يَرْكَعُ بِهَا پھر ایک تکبیر کہے گا جس کے ساتھ رکوع کرے گا، تکبیر کہتے ہوئے کیا کر لے گا؟ رکوع کر لے گا۔ ثُمَّ يَبْتَدِئُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ پھر شروع ہو گا دوسری رکعت کے اندر بِالْقِرَاءَةِ قراءت کے ساتھ۔

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَتَنَفَّلُ فِي الْمُصَلَّى قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيدِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يتنفل في المصلى قبل صلاة العيد» منقول ہے۔

[2] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا حَلَّتِ الصَّلَاةُ بِارْتِفَاعِ الشَّمْسِ دَخَلَ وَقْتُهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا حلت الصلاة من ارتفاع الشمس دخل وقتها» منقول ہے۔

دوسری رکعت میں اب تکبیریں بعد میں آئیں گی۔ فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ جب وہ فارغ ہو جائے قراءت سے كَبَّرَ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ تو تکبیر کہے گا کتنی تکبیریں بھئی؟ تین تکبیریں کہے گا، وَكَبَّرَ تَكْبِيرَةً رَابِعَةً يَرْكَعُ بِهَا اور چوتھی تکبیر کہے گا اور رکوع کر لے گا اس کے ساتھ بھئی، چوتھی تکبیر کہتے ہی رکوع میں چلا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ اور وہاں بھئی، وہاں تین تکبیریں پہلی رکعت میں کہی تھیں تو تیسری کے بعد ہاتھ باندھے تھے، یہاں تیسری کے بعد بھی ہاتھ نہیں باندھنے بھئی، پھر رکوع میں اگلی میں جانا ہے اگلی تکبیر میں۔

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي تَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ اور ہاتھوں کو اٹھائے گا مولانا عیدین کی تکبیرات کے اندر بھئی، کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائیں گے بھئی۔ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ خُطْبَتَيْنِ پھر خطبہ دے گا بھئی نماز کے بعد دو خطبے امام بھئی، يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا صَدَقَةَ الْفِطْرِ سکھائے گا اس میں لوگوں کو صدقۂ فطر بھئی وَأَحْكَامَهَا اور صدقۂ فطر کے احکام بتلائے گا بھئی۔ صدقۂ فطر کا آگے باقاعدہ باب آرہا ہے وہاں تفصیل آجائے گی بھئی۔ تو دیکھا جمعے سے فرق آگیا مولانا! جمعے کے اندر خطبہ پہلے تھا اور عید میں خطبہ بعد میں ہے۔ نیز جمعے کے اندر خطبہ شرط تھا، خطبہ نہ ہوا تو جمعے کی نماز ہی نہیں ہوگی، جبکہ عیدین کے اندر خطبہ سنت ہے مولانا۔

اچھا، وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعِيدِ اور جس کی فوت ہو جائے عید کی نماز مَعَ الْإِمَامِ امام کے ساتھ بھئی۔ امام کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکا مولانا، جماعت ہو گئی اور کسی شخص کی عید کی نماز فوت ہو گئی، تو کہتے ہیں قضا کرے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں لَمْ يَقْضِهَا اس کی قضا نہیں کرے گا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ عید کی نماز کی قضا نہیں ہے۔ بھئی یہ پہلے شہر میں ایک ہی عید کی نماز ہوتی تھی پورے پورے شہر میں، اب تو کئی جگہ ہوتی ہے، ایک جگہ رہ جائے انسان دوسری جگہ پہنچ سکتا ہے بھئی۔ تو پہلے تو ایک ہی ہوتی تھی دوسری جگہ تو پہنچ ہی نہیں سکتا تھا، اس کی قضا نہیں ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا مولانا عید کی نماز کے لیے اذان بھی نہیں اور اقامت بھی نہیں ہے بھئی۔ آپ عید کی نماز پڑھانے جائیں وہاں کھڑے ہو کے انتظار کر رہے ہیں بھئی، امام صاحب نماز نہیں شروع کروا رہے، آپ انتظار میں کھڑے ہیں بھئی تکبیر کیوں نہیں کہتے، اقامت کیوں نہیں کہہ رہے ہو بھئی! تو یاد رکھنا اقامت عید کی نماز میں نہیں ہوتی بھئی، جیسے اذان نہیں ہے تو اقامت بھی نہیں ہے۔

فَإِنْ غُمَّ الْهِلَالُ عَنِ النَّاسِ وَشَهِدُوا عِنْدَ الْإِمَامِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ بَعْدَ الزَّوَالِ صَلَّى الْعِيدَ مِنَ الْغَدِ۔ فَإِنْ غُمَّ الْهِلَالُ اگر پوشیدہ رہے ہلال چاند عَنِ النَّاسِ لوگوں سے۔ لوگوں کو اگر چاند نظر نہ آیا مولانا، بادل وغیرہ تھے، یا بادل کی قید نہ لگائیں ہاں چلو، بس لوگوں نے کوشش کی چاند دیکھتے رہے لیکن انہیں چاند دکھائی نہیں دیا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ غُمَّ الْهِلَالُ عَنِ النَّاسِ اگر مخفی رہا چاند لوگوں سے وَشَهِدُوا عِنْدَ الْإِمَامِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ بَعْدَ الزَّوَالِ اور گواہی دی لوگوں نے عِنْدَ الْإِمَامِ امام کے پاس بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ کس چیز کی گواہی دی؟ چاند کے دیکھنے کی بھئی، کب دی گواہی بھئی؟ بَعْدَ الزَّوَالِ زوال کے بعد۔ بھئی کچھ لوگوں نے چاند دیکھا تھا لیکن وہ بیچارے شہر سے باہر تھے، وہاں سے چل پڑے خبر دینے تو پھر رات آگئی راستے میں، تو امام صاحب تک کب پہنچے بھئی وہ؟ زوال کے بعد آئے بھئی، اب آکر بتلایا کہ ہم نے تو چاند کل دیکھ لیا تھا بھئی۔ تو کہتے ہیں اگر ان لوگوں نے گواہی دی امام کے سامنے بھئی چاند کے دیکھنے کی بَعْدَ الزَّوَالِ زوال کے بعد، صَلَّى الْعِيدَ مِنَ الْغَدِ تو وہ عید کی نماز پڑھیں گے مولانا اگلے دن بھئی۔ عید کی نماز کب پڑھیں گے؟ اگلے دن پڑھیں گے۔[۳]

یاد رکھیے عید الفطر کے اندر اگر کسی عذر کی وجہ سے آج نماز نہ ہو سکی تو اگلے دن آپ پڑھ سکتے ہیں، اگلے دن۔ سمجھ میں آیا؟ جماعت ہی نہیں ہوئی تھی تو اگلے دن اس کی جماعت کروائی جا سکتی ہے، لیکن جب کوئی عذر ہو۔ مثلاً ایک عذر بیان ہوا چاند کسی کو نظر ہی نہیں آیا تھا اور اس کے دیکھنے والوں سے اطلاع بھی کب مل رہی ہے؟ زوال کے بعد، اور زوال کے بعد تو نماز کا وقت ہی نہیں ہے وہ تو زوال تک تھا، تو اب اگلے دن عذر کی وجہ سے پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر بغیر عذر کے آج کے دن نہ پڑھی گئی تو پھر اگلے دن بھی پڑھنا درست نہیں۔

اچھا، فَإِنْ حَدَثَ عُذْرٌ مَنَعَ النَّاسَ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي پس اگر پیش آیا عذر، ایسا عذر مَنَعَ النَّاسَ مِنَ الصَّلَاةِ جس نے روک دیا لوگوں کو نماز سے فِي الْيَوْمِ الثَّانِي دوسرے دن میں بھی، لَمْ يُصَلِّهَا بَعْدَهُ تو نہیں پڑھیں گے اس کے بعد بھئی، عید کی نماز اس کے بعد نہیں

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ غُمَّ الْهِلَالُ عَنِ النَّاسِ وَشَهِدُوا عِنْدَ الْإِمَامِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ بَعْدَ الزَّوَالِ صَلَّى الْعِيدَ مِنَ الْغَدِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن غم الهلال على الناس فشهدوا عند الإمام برؤية الهلال بعد الزوال صلى العيد من الغد» منقول ہے۔

پڑھیں گے۔ میں نے بتلایا وہ عذر کی وجہ سے کتنی مؤخر ہو سکتی ہے؟ اگلے دن تک جا سکتی ہے اس سے آگے نہیں۔ ہاں، عید الاضحی کے بارے میں آگے آئے گا مولانا، یہ ایک دن تک مؤخر ہو سکتی ہے وہ دو دن تک۔ عید کے کتنے دن ہوتے ہیں عید الاضحی کے؟ تین دن۔ تو پہلے دن رہ گئی پھر کیا کر سکتے ہیں؟ دوسرے دن پڑھ لیں، دوسرے دن رہ گئی تو تیسرے دن پڑھ لیں مولانا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ حَدَثَ عُذْرٌ اگر کوئی ایسا عذر پیش آ گیا جس نے لوگوں کو روک دیا نماز سے دوسرے دن بھی لَمْ يُصَلِّهَا بَعْدَهُ تو اس کے بعد عید کی نماز نہیں پڑھیں گے۔

وَيُسْتَحَبُّ فِي يَوْمِ الْأَضْحَى، اب یوم الاضحی بھئی قربانی کے دن بھی جو بڑی عید ہے اس کے بارے میں اب بتلائیں گے۔ اور مستحب ہے یوم الاضحی کے دن أَنْ يَغْتَسِلَ کیا مستحب ہے؟ غسل کرنا، وَيَتَطَيَّبَ اور یہ کہ خوشبو لگائے، وَيُؤَخِّرَ الْأَكْلَ اور کھانے کو مؤخر کرے۔ بھئی عید الفطر میں تو کیا تھا؟ بھئی اصل میں ما قبل کے دنوں کی مخالفت کرنی ہے۔ عید الفطر سے ما قبل صبح ہم کچھ کھاتے تھے؟ نہیں کھاتے تھے، وہ تو روزے تھے ہم کھاتے ہی نہیں تھے۔ تو لہٰذا اب ما قبل کی مخالفت کرو، نماز پڑھنے کے لیے جانے سے پہلے کچھ میٹھی چیز کھا کر جاؤ، مستحب ہے۔ اور عید الاضحی سے پہلے روزے تھے؟ نہیں۔ نفلی آپ رکھ سکتے تھے لیکن بات نفلی کی نہیں ہو رہی۔ تو اس سے پہلے کے جو دن تھے ان میں صبح کھا لیتے تھے، تو اب عید الاضحی کے دن مخالفت کرنی ہے اور کچھ نہیں کھانا، عید کی نماز کے بعد کھائے بھئی۔ جی، وَيُؤَخِّرَ الْأَكْلَ اور مؤخر کر دے کھانے کو حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ یہاں پر مخالفت اسی صورت میں لازم آتی ہے کہ کھانے کو نماز سے مؤخر کر دیا جائے عید کی نماز سے۔

وَيَتَوَجَّهَ إِلَى الْمُصَلَّى وَهُوَ يُكَبِّرُ اور متوجہ ہو عید گاہ کی طرف یعنی عید گاہ کی طرف چلے وَهُوَ يُكَبِّرُ، یہ واؤ حالیہ ہے، اس حال میں کہ وہ تکبیر کہہ رہا ہو۔ یعنی تکبیر کہتے ہوئے عید گاہ کی طرف چلے بھئی، یعنی اونچی آواز سے کہتے ہوئے چلے گا۔ وَيُصَلِّي الْأَضْحَى رَكْعَتَيْنِ كَصَلَاةِ الْفِطْرِ اور پڑھی جائے گی عید الاضحی کی نماز مولانا دو رکعتیں جیسے کون سی نماز تھی؟ كَصَلَاةِ الْفِطْرِ جیسے عید الفطر کی نماز تھی۔ وَيَخْطُبُ بَعْدَهَا خُطْبَتَيْنِ اور خطبہ دے گا عید کی نماز کے بعد دو خطبے، يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا الْأُضْحِيَّةَ وَتَكْبِيرَاتِ التَّشْرِيقِ اور سکھائے اس میں لوگوں کو قربانی کے بارے میں اور تکبیرات تشریق کے بارے میں۔ سمجھ میں آیا؟ چونکہ قربانی کا وقت ہے تو پہلے کیا تھا صدقۂ فطر کے بارے میں اور اس کے احکام لوگوں کو بتلائے تاکہ لوگوں کو پتہ لگے، اور یہاں پر کیا کرے؟ قربانی کے احکام بتلائے اور تکبیرات تشریق کے بارے میں بتلائے بھئی۔[۴]

تکبیرات تشریق جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی عید کتنے ذوالحجہ کو ہوتی ہے؟ دس ذوالحجہ کو۔ اس سے ما قبل جو نویں ذوالحجہ ہے یہ یوم عرفہ ہے، اس دن حاجی عرفات جاتے ہیں حج ادا کرتے ہیں مولانا، تو یہ یوم عرفہ ہے نویں تاریخ بھئی۔ تو یوم عرفہ کی فجر سے لے کر، نویں تاریخ یوم عرفہ بھی گزرا، تمام فرض نمازوں کے بعد اونچی آواز سے ایک مرتبہ تکبیر کہی جائے گی۔ کیسے کہیں گے؟ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ تو یہ ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ کہنا ضروری ہے بھئی۔ تو فجر کے بعد شروع کیا، پورا دن گزرا ہر نماز کے بعد، کتنی نمازیں ہوئیں؟ پانچ۔ اگلا دسویں کے دن اس میں بھی اسی طرح کرنا ہے، کتنی نمازیں ہوئیں؟ پانچ اور پانچ دس۔ اس سے اگلا عید کا دوسرا دن ہے اس میں بھی کہنا ہے، تیسرا دن ہے اس میں بھی کہنا ہے بھئی، کل کتنی ہو گئیں؟ بیس نمازیں۔ اور پھر جو تیرہ تاریخ ہے اس کی عصر تک، فجر ظہر عصر تین نمازیں یہ ہو گئیں، کل کتنی ہو گئیں؟ تئیس۔ تو تئیس نمازوں میں یہ پڑھیں گے تکبیرات تشریق بھئی۔

یہ جو ایام ہیں مولانا گیارہ، بارہ، تیرہ، ان کو ایام تشریق کہتے ہیں، گیارہ، بارہ اور تیرہ۔ بھئی ایام تشریق کیوں کہتے ہیں؟ وجہ یاد رکھنا ہمیشہ۔ بھئی آج کل تو فریج ہے، فریج کے اندر آپ گوشت وغیرہ محفوظ کر لیتے ہیں بھئی۔ قدیم زمانے میں تو یہ طریقہ نہیں تھا بھئی، بجلی نہیں تھی، فریج نہیں تھے، لیکن گوشت کو پھر بھی وہ لوگ محفوظ کر لیتے تھے کچھ مدت کے لیے۔ کیا کرتے تھے؟ اس کو دھوپ میں خشک کر لیتے تھے۔ دھوپ میں وہ خشک کر لیتے اور پھر اس کو بڑے عرصے تک استعمال کرتے تھے۔ آج بھی کوئٹہ وغیرہ کے علاقوں میں تو مجھے معلوم ہے وہاں وہ خشک کرتے ہیں بھئی۔ گوشت کو کیا کرتے ہیں؟ نمک وغیرہ کچھ مصالحے لگا کر اس کو دھوپ میں خوب اچھی طرح خشک کر لیتے ہیں، پتھر کی طرح وہ سخت ہو جاتا ہے بھئی، پھر رکھ دیا بھئی۔ جی؟ پتھر میں ویسے بتا رہا ہوں بھئی، پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے یعنی سخت ہو جاتا ہے کافی حد تک، پھر جیسے ہی پکاتے ہیں وہ پھر اسی طرح نرم ہو جاتا ہے بھئی۔ تو یہ طریقہ، تو عرب یہ دیکھو دس کو ہے قربانی، گیارہ، بارہ، تیرہ ان ایام میں عرب کیا کرتے تھے؟ گوشت کے ٹکڑے کر کے اس کو دھوپ میں سکھاتے تھے بھئی، تو اس لیے انہیں ایام تشریق کہتے

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا الْأُضْحِيَّةَ وَتَكْبِيرَاتِ التَّشْرِيقِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (ملتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يعلم الناس فيهما الأضحية وتكبيرات التشريق» منقول ہے۔

ہیں کیونکہ شَرَّقَ يُشَرِّقُ تَشْرِيقًا کا معنی ہے پھاڑنا۔ تو وہ بھی کیا کرتے تھے؟ گوشت کو ان دنوں میں کاٹتے تھے اور دھوپ لگوا کر اسے خشک کرتے تھے، لہٰذا ان ایام کو کیا کہتے ہیں؟ ایام تشریق کہتے ہیں بھئی۔

تو سکھائے اس میں لوگوں کے اندر قربانی اور تکبیرات تشریق۔فَإِنْ حَدَثَ عُذْرٌ مَنَعَ النَّاسَ مِنَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْأَضْحَى صَلَّاهَا مِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ، اگر پیش آیا کوئی ایسا عذر جس نے روک دیا لوگوں کو نماز سے عید الاضحی کے دن صَلَّاهَا مِنَ الْغَدِ تو اس کو اگلے دن پڑھ لیں وَبَعْدَ الْغَدِ یا اس سے اگلے دن بھئی، وَلَا يُصَلِّيهَا بَعْدَ ذٰلِكَ اور اس کے بعد نہ پڑھیں بھئی۔ یہاں دو دن تک مؤخر ہو سکتی ہے جبکہ عید الفطر میں ایک دن تک۔

وَتَكْبِيرُ التَّشْرِيقِ أَوَّلُهُ عَقِيبَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، بھئی تکبیرات تشریق اس کا اول کب ہے، ابتدا کب ہے مولانا؟ عَقِيبَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فجر کی نماز کے بعد مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ کس دن؟ یوم عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کو۔وَآخِرُهُ عَقِيبَ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور اس کا آخر کیا ہے؟ عصر کی نماز مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ کس دن؟ نحر قربانی والے دن یعنی دسویں تاریخ کو عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ یہ کس کے نزدیک ہے؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ نویں کو شروع کی دسویں کی عصر تک بس بھئی۔ لیکن جبکہ میں نے بتلایا صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ تیرہویں کی عصر تک بھئی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تو دیکھیے آگے خود بتلا رہے ہیں: وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز تک مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ایام تشریق کے آخر میں عصر کی نماز تک یعنی آخری دن کے عصر کی نماز تک۔وَالتَّكْبِيرُ عَقِيبَ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَاتِ اور یہ تکبیر کب کہی جائے گی؟ عَقِيبَ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَاتِ کس کے بعد؟ فرض نمازوں کے بعد ہو گی۔ اور یہ تکبیر ہو گی مولانا: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۳۰: باب صلاۃ الکسوف، الاستسقاء و قیامِ رمضان: سورج و چاند گرہن کی نماز، استسقاء اور تراویح (بیس رکعات و ختمِ قرآن)

مختصر القدوری صفحہ: ۳۲—بتاریخ: ۱۷ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ۔ إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ كَهَيْئَةِ النَّافِلَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ رُكُوعٌ وَاحِدٌ وَيُطَوِّلُ الْقِرَاءَةَ فِيهِمَا وَيُخْفِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى يَجْهَرُ ثُمَّ يَدْعُو بَعْدَهَا حَتَّى تَنْجَلِيَ الشَّمْسُ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ بھئی۔کُسُوفٌ یاد رکھیے سورج گرہن کو کہتے ہیں، سورج گرہن۔ سورج کو گرہن لگتا ہے یا نہیں، آپ جانتے ہیں یا نہیں جانتے بھئی؟ سورج گرہن بھئی۔ تو چاند کبھی کبھار سورج اور زمین کے درمیان آجاتا ہے تو یہ حالت سورج گرہن کہلاتی ہے مولانا، تفصیل آپ علم فلکیات میں ان شاء اللہ پڑھیں گے بھئی آگے۔ اچھا، سورج گرہن۔ اسی طرح آگے لفظ آئے گا مولانا خُسُوفٌ خاء کے ساتھ، خُسُوفٌ چوتھی یا پانچویں سطر میں آرہا ہے مولانا۔ یاد رکھیے خُسُوفٌ کہتے ہیں چاند گرہن کو بھئی، چاند گرہن کو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ زمین چاند اور سورج کے درمیان آجاتی ہے، زمین کا سایہ چاند پر پڑتا ہے، یہ حالت چاند گرہن کہلاتی ہے بھئی۔ کیا کہلاتی ہے؟ چاند گرہن بھئی۔ اچھا، تو چاند گرہن ہو یا سورج گرہن ہو تو اس وقت کیا کیا جائے گا، کوئی خاص نماز وغیرہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آج مولانا صاحبِ قدوری آپ کو بتلائیں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ یہ باب ہے مولانا سورج گرہن کی نماز کے بارے میں۔ إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ جب سورج گرہن ہو جائے صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ۔ جی صَلَّى کا صلہ آگے کیا آرہا ہے مولانا؟ بَا۔ تو صَلَّى کا ویسے معنی ہے نماز پڑھنا، لیکن اس کا صلہ بَا آجائے تو کیا معنی؟ نماز پڑھانا۔ جی، اور جس پر بَا داخل ہو گی پھر سمجھ جانا وہ کون ہے دراصل؟ مقتدی ہے یعنی اس کو پڑھائی جا رہی ہے نماز۔ تو کہتے ہیں إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ جب سورج گرہن ہو جائے، سورج کو گرہن لگ جائے، صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ تو پڑھائے امام لوگوں کو دو رکعتیں كَهَيْئَةِ النَّافِلَةِ جیسے کہ نفلوں کی ہیئت پر، نفلوں کی صورت میں مولانا، نوافل کی صورت میں۔ یعنی نوافل کی طرح ان کو دو رکعتیں پڑھائے گا بھئی۔ بھئی نوافل کی طرح کیا معنی؟ معنی یہ ہے مولانا جیسے نوافل کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوتی اسی طرح دو رکعتیں پڑھائے گا ان میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہو گی۔ نیز جیسے مولانا نوافل اوقات مکروہہ میں جائز نہیں اسی طرح یہ بھی اوقات مکروہہ میں جائز نہیں۔

تو پڑھائے امام لوگوں کو دو رکعتیں نفلوں کی صورت میں، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ رُكُوعٌ وَاحِدٌ ہر رکعت کے اندر ایک رکوع ہو گا۔ کیا ہو گا؟ ایک رکوع۔ آپ کہیں گے بھئی ہوتا ہی ایک رکوع ہے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صلوٰۃِ کسوف کے اندر، اس نماز کے اندر ہر رکعت میں دو رکوع ہوں گے بھئی۔ کتنے ہوں گے؟ دو رکوع اس نماز کے اندر بھئی۔ تو بتلا دیا صاحبِ قدوری نے کہ نہیں بھئی، ہمارے نزدیک کیا ہے؟ عام نمازوں کی طرح ان میں بھی کتنے رکوع ہوں گے ہر رکعت میں؟ ایک ہی رکوع۔ تو کہتے ہیں فِي كُلِّ رَكْعَةٍ رُكُوعٌ وَاحِدٌ ہر رکعت کے اندر ایک رکوع ہو گا، وَيُطَوِّلُ الْقِرَاءَةَ فِيهِمَا اور امام لمبی کرے گا قراءت ان دونوں رکعتوں میں۔ کیا کرے؟ لمبی قراءت کرے مولانا، لمبے رکوع، لمبے سجدے۔

وَيُخْفِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور اخفاء کرے گا، آہستہ کرے گا یعنی قراءت کو۔ کیا کرے گا؟ سِرًّا پڑھے گا بھئی جیسے ظہر میں اور عصر میں سِرًّا امام قراءت کرتا ہے آہستہ آواز سے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ يَجْهَرُ بھئی، جبکہ صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ قراءت جہری کرے گا، جہر کرے گا اس کے اندر مولانا یعنی اونچی آواز سے قراءت کرے گا جیسے بھئی مولانا مغرب و عشاء وغیرہ میں ہے بھئی۔

ثُمَّ يَدْعُو بَعْدَهَا پھر اس کے بعد مولانا قبلے کی طرف منہ کر کے وہ دعا کروائے گا۔ ثُمَّ يَدْعُو بَعْدَهَا پھر اس کے بعد دعا کرے گا حَتَّى تَنْجَلِيَ الشَّمْسُ یہاں تک کہ کھل جائے سورج بھئی، یعنی سورج گرہن ختم ہو جائے، سورج واضح ہو جائے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ سورج گرہن جب لگے گا میں نے بتلایا چاند درمیان میں آ جاتا ہے زمین اور سورج کے۔ تو چاند جب بیچ میں آ گیا تو اب سورج کی اس طرح چمک دمک نہیں دکھائی دے گی جیسے عام حالت میں آتا ہے، اس کی چمک میں کیا آ جائے گا؟ کچھ فرق آئے گا بھئی، جی تو وہ گرہن کے اعتبار سے ہے جتنا زیادہ گرہن ہو گا اتنی چمک کم ہو جائے گی۔ تو یہ مولانا دو رکعتیں جب گرہن لگ جائے تو امام نماز پڑھائے اور پھر اس کے بعد دعا کرے یہاں تک کہ سورج کھل جائے یعنی واضح ہو جائے، گرہن ختم ہو جائے۔

وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْإِمَامُ الَّذِي يُصَلِّي بِهِمُ الْجُمُعَةَ اور پڑھائے لوگوں کو وہ امام، یعنی وہ امام لوگوں کو نماز پڑھائے الَّذِي يُصَلِّي بِهِمُ الْجُمُعَةَ جو انہیں جمعہ پڑھاتا ہے، جمعے کی نماز پڑھاتا ہے۔ فَإِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْإِمَامُ صَلَّاهَا النَّاسُ فُرَادَى پس اگر امام حاضر نہ ہو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ امام جو جمعہ پڑھاتا ہے وہ نماز پڑھائے گا مولانا، اگر وہ حاضر نہیں ہے تو پھر صَلَّاهَا النَّاسُ فُرَادَى تو نماز پڑھیں گے یہ والی لوگ اکیلے بھئی، تو یہ نماز لوگ اکیلے پڑھیں گے جی۔ وَلَيْسَ فِي خُسُوفِ الْقَمَرِ جَمَاعَةٌ، خسوف قمر کے اندر کوئی جماعت نہیں ہے بھئی۔ سورج گرہن کے اندر تو نماز تھی ذکر کر دیا مولانا نفلوں کی طرح دو رکعت پڑھائے اور لمبی قراءت کرے اور اس کے بعد دعا مانگے، تو جماعت کے ساتھ پڑھیں گے یہ، لیکن چاند گرہن کے اندر کوئی جماعت مسنون نہیں ہے مولانا، اس میں جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی۔ وَإِنَّمَا يُصَلِّي كُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهِ اور نماز پڑھے گا ہر ایک خود مولانا، ہر ایک خود نماز پڑھے گا یعنی اکیلے اکیلے لوگ نماز پڑھیں اس وقت بھئی۔ وَلَيْسَ فِي الْكُسُوفِ خُطْبَةٌ بھئی اور سورج گرہن کے اندر خطبہ بھی نہیں ہے۔ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد کوئی خطبہ بھی نہیں ہے بھئی۔ تفصیل گزر گئی بھئی۔[1]

بَابُ صَلَاةِ الِاسْتِسْقَاءِ۔ استسقاء کا معنی ہے پانی سیراب کرنے کو یا پانی پلانے کو طلب کرنا، یعنی پانی کو طلب کرنا، مراد ہے بارش طلب کرنا یہاں مولانا۔ بعض اوقات مولانا ایسا ہوتا ہے کہ عرصے تک بارش نہیں ہوتی، لوگ تنگ آ جاتے ہیں، قحط کی صورت پیدا ہونے لگتی ہے، تو اس موقع پر پھر صلوٰۃِ استسقاء پڑھی جاتی ہے یعنی بارش کے برسنے کے لیے نماز بھئی پڑھی جاتی ہے۔ تو یہ صَلَاةُ الِاسْتِسْقَاءِ ہے بھئی، طلبِ باران کی نماز بھئی۔

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَيْسَ فِي الِاسْتِسْقَاءِ صَلَاةٌ مَسْنُونَةٌ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استسقاء کے اندر کوئی مسنون نماز نہیں ہے بِالْجَمَاعَةِ جماعت کے ساتھ۔ جماعت کے ساتھ کوئی مسنون نماز نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ جیسے مولانا خسوف قمر کے اندر کوئی جماعت نہیں تھی بلکہ ہر ایک کیا کرتا تھا؟ اپنی علیحدہ نماز پڑھے گا، تو یہاں بھی جماعت کے ساتھ کوئی مسنون نماز نہیں۔ فَإِنْ صَلَّى النَّاسُ وُحْدَانًا جَازَ پس اگر پڑھا لوگوں نے اکیلا اکیلا جَازَ تو یہ جائز ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں کوئی جماعت مسنون نہیں ہے علیحدہ علیحدہ لوگ پڑھ سکتے ہیں، وَإِنَّمَا الِاسْتِسْقَاءُ الدُّعَاءُ وَالِاسْتِغْفَارُ اور استسقاء یہ تو دعا اور استغفار ہے مولانا، دعا اور استغفار ہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں اس کے اندر کوئی جماعت نہیں ہے، لوگ اکیلے اکیلے پڑھیں گے، اور استسقاء وہ فرماتے ہیں یہ تو دعا اور استغفار ہی ہے، انہی کا نام ہے کہ اللہ سے دعا کی جائے، سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں اللہ کے سامنے، اس سے دعا کرتے ہیں اور روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں، استغفار کرتے ہیں بس۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۴۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْإِمَامُ صَلَّاهَا النَّاسُ فُرَادَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم يجمع صلاها الناس فرادى» منقول ہے۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى يُصَلِّي الْإِمَامُ رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ پڑھائے امام دو رکعتیں، دو رکعتیں امام پڑھے گا مولانا یعنی لوگوں کو پڑھائے گا بھئی، يَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ اور اس میں قراءت کے ساتھ کیا کرے گا؟ قراءت میں جہر کرے گا اونچی آواز سے قراءت کرے گا۔ ثُمَّ يَخْطُبُ پھر اس کے بعد خطبہ دے گا مولانا۔ کیا کرے گا؟ جی خطبہ دے گا، سمجھ میں آیا اور دو خطبے دے گا مولانا۔ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ اور پھر کیا کرے گا؟ قبلہ رخ ہو جائے گا بِالدُّعَاءِ دعا کے ساتھ، یعنی قبلہ رخ ہو کر دعا کروائے گا بھئی۔ صاحبین کیا فرماتے ہیں مولانا کہ کیا کرے امام؟ لوگوں کو دو رکعت پڑھائے گا نماز اور اس نماز میں بھی قراءت اونچی آواز سے کرے اور پھر اس کے بعد خطبہ دے گا مولانا، اور پھر خطبے کے بعد کیا کرے؟ قبلے کی طرف رخ کر کے دعا کرے بھئی۔

وَيَقْلِبُ الْإِمَامُ رِدَاءَهُ اور پلٹا دے گا امام اپنی چادر کو، پلٹائے گا امام۔ رِدَاءٌ کس کو کہتے ہیں؟ چادر کو۔ وَلَا يَقْلِبُ الْقَوْمُ أَرْدِيَتَهُمْ بھئی اور نہیں پلٹائیں گے لوگ اپنی چادروں کو۔ أَرْدِيَةٌ جمع ہے رِدَاءٌ کی۔ تو لوگ اپنی چادروں کو نہیں پلٹیں گے، صرف امام کیا کرے گا؟ اپنی چادر کو پلٹائے گا بھئی۔

بھئی چادر پلٹانے کا طریقہ یہ ہے بھئی۔ دیکھو چادر کندھے پر امام ڈال لے گا، کندھے پر ڈالی ہو گی چادر، جی کندھے میں دونوں کنارے اس کے دونوں طرف کو نیچے لٹک رہے ہیں مولانا۔ چادر اس طرح کندھے پر ڈالی کہ دونوں کنارے کیا ہیں؟ نیچے کو لٹک رہے ہیں دونوں طرف بھئی۔ اچھا بھئی، تو دیکھو اب یہ جو چادر کندھے پر ڈالی اس کا ایک کنارہ گردن کے پاس ہے اور ایک کنارہ نیچے زمین کی طرف ہے بھئی۔ اب امام کیا کرے گا؟ اب پشت کی طرف دونوں ہاتھ لے جائے گا مولانا، پشت کی طرف، اور وہ جو نیچے والے کنارے ہیں زمین کی طرف، دائیں ہاتھ سے بائیں طرف کا کونا پکڑ لے گا۔ پیچھے سے دایاں ہاتھ لے گیا اور چادر کا کون سا نچلا کنارہ پکڑا؟ بائیں طرف والا۔ اور بائیں طرف والے ہاتھ کو پیچھے لے جائے گا اور دائیں طرف والا نچلا کنارہ پکڑ لیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ دونوں ہاتھ کس طرف لے کر جانے ہیں؟ پشت کی طرف سے، اور چادر کے کون سے کونے پکڑنے ہیں؟ جو نیچے والے ہیں۔ ایک اوپر والی جانب کے کونے ہیں وہ بھی اس وقت نیچے کو جا رہے ہیں لیکن وہ جانب اوپر والی ہے، ایک جانب زمین والی ہے، وہ زمین والی جانب کے دائیں ہاتھ سے کون سا کنارہ پکڑنا ہے؟ بائیں طرف والا نچلا کونا کنارہ پکڑنا ہے، اور بائیں ہاتھ سے دائیں طرف والا نچلا زمین کی طرف والا کنارہ پکڑنا ہے کونا بھئی۔ پھر چادر کو کھینچ لے گا، بس ان دو کناروں کو پکڑا اور ہاتھوں کو واپس اوپر کی طرف کندھے کی طرف کھینچ لیا مولانا، تو چادر پلٹ جائے گی۔ جو اس کا نیچے والا کنارہ تھا زمین کی طرف وہ اب کندھے پر آ جائے گا اور اوپر والا نیچے گر جائے گا۔ جو گردن کے پاس جو کنارہ تھا وہ کدھر کو اب چلا گیا؟ زمین کی طرف، اور جو نیچے زمین کی طرف والا کنارہ تھا وہ اوپر آ گیا۔ اور جو دائیں طرف والی سائیڈ تھی وہ بائیں طرف آ گئی اور بائیں طرف والی جانب دائیں طرف آ گئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ اور چادر جب کندھے پر ڈالی تھی تو چادر کا ایک رخ تھا میری کمر کی طرف، ایک رخ تھا باہر کی طرف مولانا، جب اس طرح کر لیں گے تو اندر والی جانب باہر کو ہو جائے گی اور باہر والی جانب اندر کو ہو جائے گی۔ تبدیلی سمجھ میں آئی کتنے اعتبار سے تبدیلی آئی؟ نیچے والا کنارہ اوپر آ گیا، اوپر والا نیچے چلا گیا، دائیں والا بائیں آ گیا، بائیں والا دائیں چلا گیا، اور اندر والا حصہ باہر کی طرف ہو گیا اور باہر والا اندر کی طرف حصہ ہو گیا مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

دیکھو بھئی میں آپ کو کر کر دکھاؤں بھئی۔ بہت دور سے کنارے نہیں پکڑنے کہ وہ گھما ہی نہ سکیں پھر آپ چادر کو۔ ٹھیک ہے؟ یہ میں نے دونوں طرف کے کنارے پکڑ لیے، اب میں یہ کھینچوں گا، یہ آ گیا، ٹھیک ہے بھئی؟ ہاں۔ تو کون کرے گا، کس کے پاس چادر ہے مولانا؟ آپ کرو۔ ہاں بھئی سب کو نظر آ رہے ہیں یہ؟ ہاں دیکھ لو جس کا رخ نہیں بنتا ادھر ادھر ہو کر اس کی طرف رخ کر لو سارے بھئی۔ ہاں بھئی، اب بھئی دیکھو ہاں بھئی دونوں ہاتھ پشت پر لے کر جاؤ، ہاں ایک ہاتھ سے پہلے اس طرف سے پکڑ لو، دائیں ہاتھ سے۔ دیکھا یہ آپ اوپر والا کنارہ پکڑ رہے ہو بھئی! نیچے والا جو زمین کی جانب والا کنارہ ہے، ہاں شاباش، بالکل کونے سے پکڑنا ضروری نہیں بس جہاں تک پلٹا سکیں پھر اس کو۔ دوسرے ہاتھ سے اس طرف والا بھئی۔ مشکل ہے بھئی آسان نہیں ہے بھئی۔ پکڑ لیا بھئی؟ اب چادر کو تھوڑا سا کھینچتے ہوئے اوپر لے آؤ کہ پلٹ جائے ساری، اب ہاتھوں کو اپنی جگہ پہ اوپر کندھے کی طرف لے جانا، اپنی اپنی طرف لے جانا۔ لے جاؤ کھینچ لو، کھینچ لو بھئی شاباش! اوہو، گڑبڑ ہو گئی ہے کہیں پہ، دوبارہ کرو بھئی۔ چلو بھئی ہاں شاباش، پھر کرو بھئی پھر کوشش دیکھو کہاں غلطی ہو رہی ہے آپ سے۔ ہاں، دیکھو غلط پکڑا نا، کنارہ آپ غلط پکڑتے ہو بھئی، نچلی جانب والا کونا پکڑنا ہے۔ اوپر والا نیچے والا تو دونوں اس ٹائم زمین کے قریب دونوں چلے گئے ہیں نا تو آپ کو پتہ نہیں چل رہا۔ ہاں ٹھیک ہے بھئی، کنارے صحیح پکڑ لیے ہیں اب کھینچو ذرا۔ یہ خرابی کر کہاں رہے ہو مجھے یہ نہیں سمجھ آ رہی، آپ کے بازو پر گھوم جاتی ہے چادر بھئی! کہاں خرابی آ رہی ہے بھئی دیکھو، ادھر آؤ بھئی ادھر آؤ۔ وہ ہاتھ لاؤ پیچھے دوسرا ہاتھ، یہ پکڑو یہ کنارہ بس، وہ ہاتھ لاؤ ادھر سے، ہاں اب بھئی کھینچو، ادھر رخ کرو سب کی طرف، کھینچو، اس کو نیچے کرو ہاں کھینچو، کھینچ کر لے جاؤ دیکھو۔ ٹھیک ہے بھئی؟ تھوڑی سی مشق کریں گے آپ ان شاء اللہ ہو جائے گا بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ کمر کی طرف سے دونوں ہاتھ ہونے چاہئیں اور ایک ہاتھ سے ایک کنارے کو جب نیچے والے کو پکڑ لیں تو دوسرے ہاتھ کو اس ہاتھ کے نیچے سے نہیں گزارنا بلکہ اس ہاتھ کے اوپر سے گزار کر پھر، جی پھر کرو بھئی، جلدی کرو اب اس مرتبہ صحیح ہونا چاہیے بھئی۔ یہ لو بھئی یہ پکڑ لو مضبوطی سے پکڑ لو بھئی، مضبوطی سے پکڑو گے تو پھر فوراً تیزی سے بھی کھینچو گے۔ یہ اوپر سے لائے ہو ہاتھ؟ جی چلو ادھر منہ کرو، کھینچو زور سے بھئی، کھینچو یہ۔ یہ وزنی چادر ہونا تو خود بخود پھسل کر ایک سائیڈ نیچے آجاتی ہے، ہاں ٹھیک ہے۔ چلو بیٹھو بھئی شاباش دیکھو بھئی۔

تو دیکھا اس طرح جو چادر آپ نے پلٹی، نیچے والا کنارہ کیا تھا پہلے نیچے تھا اب تو آپ نے اس کو ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچا ہے تو وہ اوپر آگیا، دائیں طرف والا کدھر چلا گیا بائیں طرف اور بائیں والا دائیں طرف، اور جو اندر والی جانب تھی وہ باہر کو ہو گئی اور باہر والی جانب اندر کو ہو گئی۔ یہ نیک شگونی کے طور پر مولانا آتا ہے یعنی جیسے یہ چادر پلٹ گئی اسی طرح تاکہ اللہ ہماری اس خشک سالی کو بدل دے خوشحالی کے ساتھ بھئی۔ تاکہ اللہ اس خشک سالی کو کس سے بدل دے؟ خوشحالی کے ساتھ، جیسے یہ چادر پلٹ گئی اسی طرح اللہ ہماری حالت کو بھی پلٹ دے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَقْلِبُ الْإِمَامُ رِدَاءَهُ وَلَا يَقْلِبُ الْقَوْمُ أَرْدِيَتَهُمْ اور پلٹے گا امام اپنی چادر کو اور نہیں پلٹیں گے لوگ اپنی چادروں کو، جی صرف امام پلٹے گا بھئی بس۔

وَلَا يَحْضُرُ أَهْلُ الذِّمَّةِ لِلِاسْتِسْقَاءِ۔ اہل ذمہ بھئی، ذمی جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ وہ کافر جو اسلامی مملکت میں رہتے ہیں اور سالانہ ٹیکس ادا کرتے ہیں جزیہ، انہیں ذمی کہا جاتا ہے۔ کیا کہا جاتا ہے؟ ذمی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ کافر جو کس میں رہتے ہیں؟ اسلامی مملکت میں رہتے ہیں اور سالانہ ٹیکس یعنی جزیہ ادا کرتے ہیں، انہیں کیا کہا جاتا ہے؟ ذمی کہا جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا ذمی اس لیے کہ انہوں نے جب ہمیں جزیہ دیا ہے تو ہم نے ان کی ذمہ داری لے لی ہے کہ ہم آپ کے جان و مال کی حفاظت کریں گے سارا سال۔ تو مملکتِ اسلامی کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان کی جان و مال کی حفاظت کرے مولانا، تو اس لیے انہیں کیا کہا جاتا ہے؟ ذمی کہا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَحْضُرُ أَهْلُ الذِّمَّةِ لِلِاسْتِسْقَاءِ اہل ذمہ جو ہیں وہ حاضر نہیں ہوں گے استسقاء کے لیے مولانا، اس لیے کیونکہ وہ تو کافر ہیں مولانا۔ کیا ہیں؟ کافر، اور اس وقت ہم نے اللہ کے سامنے جو حاضر ہونا ہے دعا اور استغفار وغیرہ کے لیے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، رونا ہے گڑگڑانا ہے، تو کافروں کو وہاں نہیں لایا جائے گا بھئی۔

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ۔ یہ باب ہے مولانا رمضان کے مہینے کے قیام کے بارے میں، یعنی تراویح کے بارے میں ہے مولانا، رمضان کے مہینے میں جو قیام کیا جاتا ہے یعنی تراویح پڑھی جاتی ہے۔ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ مستحب ہے کہ جمع ہو جائیں لوگ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَعْدَ الْعِشَاءِ کس کے اندر؟ رمضان کے مہینے میں عشاء کے بعد، فَيُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ پس پڑھائے ان لوگوں کو ان کا امام پانچ ترویحے۔ کتنے ترویحے پڑھائے گا؟ پانچ ترویحے پڑھائے گا، اسی لیے اس کو تراویح کہتے ہیں۔ فِي كُلِّ تَرْوِيحَةٍ تَسْلِيمَتَانِ اور ہر ترویحے میں کتنے سلام ہوں گے؟ دو سلام۔ بھئی پانچ ترویحے، بیس تراویح پوری کرنی ہیں نا، تو پانچ ترویحے ہوں تو ہر ترویحے میں کتنی آئیں؟ چار ہوئیں، پانچ چوکے بیس بھئی۔ تو چار تراویح ہر ترویحے میں آئیں، اور کتنی کتنی پڑھی جاتی ہیں؟ دو دو رکعات۔ تو ایک ترویحہ میں جب چار رکعات ہیں تو کتنی دفعہ سلام ہو گا؟ دو دفعہ بھئی۔ اسی لیے کہا کہ فِي كُلِّ تَرْوِيحَةٍ تَسْلِيمَتَانِ ہر ترویحے میں کیا ہوں گے؟ دو سلام ہوں گے بھئی۔

اچھا بھئی انہوں نے کہا مستحب ہے کہ جمع ہوں لوگ شہر رمضان کے مہینے میں عشاء کے بعد بھئی۔ بھئی لوگ تو پہلے ہی جمع ہیں عشاء کی نماز کے بعد! بھئی یہ اس لیے کہا کیونکہ عشاء کی نماز پڑھتے ہی لوگ متفرق ہو جاتے ہیں، منتشر ہو جاتے ہیں، تو کہا کہ رمضان میں کیا ہوں گے عشاء کے بعد؟ جمع ہی ہوں گے، منتشر نہ ہوں بھئی، تراویح پڑھیں۔

وَيَجْلِسُ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارَ تَرْوِيحَةٍ اور بیٹھے امام ہر دو ترویحوں کے درمیان مِقْدَارَ تَرْوِيحَةٍ کتنی مقدار؟ ایک ترویحہ کی مقدار۔ یعنی چار رکعت جب پڑھ لے تو ایک ترویحہ مکمل ہوا، اب اگلے ترویحے سے پہلے اتنی ہی دیر بیٹھا رہے جتنی میں ایک ترویحہ یعنی چار رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ مثلاً وہ چار رکعات پڑھی تھیں کتنے منٹ میں؟ دس منٹ میں، تو اب کتنی دیر بیٹھے امام؟ دس منٹ، پھر اگلا ترویحہ شروع کرے، پھر دس منٹ بیٹھے پھر اگلا ترویحہ شروع کرے بھئی۔ لیکن یہ ضروری نہیں مولانا یاد رکھنا، مستحب ہے لیکن اگر اس کی وجہ سے لوگ تنگ ہوتے ہوں ان کو تکلیف ہوتی ہو کہ اتنی دیر بیٹھنا پڑے تو پھر اس صورت میں بیٹھنا اتنا ضروری نہیں بھئی، جیسے آج کل آپ دیکھتے ہیں عموماً بیٹھا نہیں جاتا اتنی دیر بھئی، چند لمحوں کا توقف کیا جاتا ہے پھر شروع کر دی جاتی ہے تراویح۔[۲]

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۴۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَجْلِسُ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارَ تَرْوِيحَةٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری

اچھا، ثُمَّ يُوتِرُ بِهِمْ پھر انہیں وتر پڑھائے امام، وَلَا يُصَلَّى الْوِتْرُ۔ يُصَلِّي تو نہیں ہے آپ کی کتابوں میں؟ کسرہ بھی ڈالا ہوا ہے؟ نہیں، اچھا یُصَلَّی پڑھنا۔ وَلَا يُصَلَّى الْوِتْرُ بِجَمَاعَةٍ فِي غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ اور وتر نہیں پڑھے جائیں گے جماعت کے ساتھ رمضان کے مہینے کے علاوہ میں۔ یعنی بھئی یہ وتر جماعت کے ساتھ صرف کس ماہ میں پڑھے جائیں گے؟ رمضان میں، رمضان کے علاوہ میں نہیں پڑھے جائیں گے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

(مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويجلس بن كل ترويحتين مقدار ترويحة» منقول ہے۔

سبق نمبر ۳۱: باب صلاۃ الخوف: صلاۃِ خوف کی مشروعیت، دو طائفوں کی ترتیب و کیفیت اور شدتِ خوف میں سواری پر نماز کا حکم

متن و تشریحِ مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۱ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ۔ إِذَا اشْتَدَّ الْخَوْفُ جَعَلَ الْإِمَامُ النَّاسَ طَائِفَتَيْنِ، طَائِفَةً إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَطَائِفَةً خَلْفَهُ، فَيُصَلِّي بِهَذِهِ الطَّائِفَةِ رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مَضَتْ هَذِهِ الطَّائِفَةُ إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَجَاءَتْ تِلْكَ الطَّائِفَةُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْإِمَامُ رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

آج مولانا ہم صلاۃ الخوف کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، صلاۃ الخوف۔ صلاۃ الخوف ایسے موقع پر یاد رکھیے پڑھی جاتی ہے جب دشمن قریب ہے مولانا، دشمن یا کوئی درندہ وغیرہ خوفناک چیز قریب ہے اور بڑا سخت خوف ہے اس کے حملے کا، تو ایسے وقت میں اب یہ نہیں کیا جاسکتا کہ سارے کیا کر لیں؟ سارے جماعت شروع کر وادیں مولانا، تو اب دشمن کی طرف تو بالکل توجہ ہی نہ رہے، اتنا خوف ہے۔ تو اس صورت میں پھر کیا کیا جائے گا؟ صلاۃ الخوف پڑھی جاسکتی ہے مولانا۔ کیا کیا جاسکتا ہے؟ صلاۃ الخوف۔ اس صورت میں صلاۃ الخوف بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ اول تو یہ ہے کہ جیسے ہی موقع ملتا ہے وقت کے اندر اندر اس وقت اطمینان سے نماز پڑھ لی جائے۔ اگر اتنا وقت ملتا ہی نہیں ہے، اتنا وقت نہیں ملتا تو اس صورت کے اندر صلاۃ الخوف پڑھی جائے گی۔ اگر صلاۃ الخوف، آگے طریقہ آجائے گا، اگر صلاۃ الخوف بھی یہ جماعت کے ساتھ ممکن نہیں ہے تو پھر کہتے ہیں ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ لے۔ اگر اتنا خوف ہے کہ سواری سے بھی نہیں اتر سکتے مولانا، دشمن سامنے بالکل موجود ہے، بار بار حملے وغیرہ کی کوشش کر رہا ہے، تو پھر اس صورت میں کہتے ہیں سواری کے اوپر ہی نماز جائز ہو جائے گی۔ ہر ایک کیا کر لے اپنی سواری پر ہی نماز پڑھ لے۔ اور دشمن سامنے ہے، اب قبلے کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتا تو اس صورت کے اندر جس طرف رخ ہے اسی طرف کیا کر لے؟ نماز پڑھ لے سواری پر اشارے کے ساتھ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو نماز ایک ایسی عبادت ہے جو کسی حالت میں معاف نہیں ہے بھئی۔

ہاں اگر یہ بھی ممکن نہیں ہے، سمجھ میں آیا؟ سواری پر بھی نماز نہیں اطمینان سے پڑھ سکتا مولانا، سواری پر جس طرف رخ ہو اس طرف بھی نہیں پڑھ سکتا کیونکہ پھر بیچ میں دشمن آجاتا ہے، اس سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور نماز کے چاہے اشارے سے ہی نماز کیوں نہ پڑھ رہا ہو، درمیان میں مقابلہ کرے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ تو پھر اس صورت میں کیا کر دیں؟ نماز کو ہی مؤخر کر دیں۔ تو اولاً تو کوشش یہ کی جائے جس وقت وقت کے اندر موقع مناسب ہو کیا کر لیا جائے؟

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «طَائِفَةً إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَطَائِفَةً خَلْفَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «طائفة في وجه العدو وطائفة خلفه» منقول ہے۔

اطمینان سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔ اگر یہ بھی ممکن نہیں تو پھر صلاۃ الخوف بھی پڑھ سکتے ہیں، طریقہ آگے آجائے گا۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر سارے اپنی علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیں سواری سے اتر کر۔ اگر یہ بھی ممکن نہیں ہے تو پھر سواری پر ہی کیا کر لیں؟ نماز پڑھ لیں اشارے سے قبلہ رخ ہو کر۔ اگر قبلہ رخ ہونا بھی ممکن نہیں ہے تو پھر جس طرف رخ ہے اسی طرف کیا کر لیں؟ اسی رخ پر نماز پڑھ لیں بھئی۔ لیکن یہ یاد رکھنا اس دوران لڑائی نہیں، اگر اس دوران لڑائی کی، دشمن نے حملہ کیا، یہ ان سے لڑ پڑے تو بس نماز کیا ہو جائے گی؟ ٹوٹ جائے گی، پھر نئے سرے سے پڑھیں۔

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ، یہ باب ہے صلاۃ الخوف کے بارے میں، وہ نماز جو خوف کے وقت پڑھی جاتی ہے بھئی۔ إِذَا اشْتَدَّ الْخَوْفُ، جب خوف شدید ہو جائے، جب خوف کیا ہو؟ شدید، یعنی دشمن یا درندہ سامنے موجود ہے۔ جَعَلَ الْإِمَامُ النَّاسَ طَائِفَتَيْنِ، تو بنادے امام لوگوں کے دو گروہ بھئی۔ طَائِفَةً إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، ایک گروہ کس کی طرف ہو؟ دشمن کی جہت، دشمن کی طرف ہو مولانا بھئی وہ خیال رکھے دشمن حملہ نہ کرے۔ وَطَائِفَةً خَلْفَهُ، اور ایک گروہ امام کے پیچھے ہو۔ فَيُصَلِّي بِهَذِهِ الطَّائِفَةِ رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ، پس نماز پڑھائے اس گروہ کو امام رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ، ایک رکعت بھئی وَسَجْدَتَيْنِ اور دو سجدے، یعنی ایک رکعت پوری پڑھادے۔ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ، پس جب امام سر اٹھائے دوسرے سجدے سے، مَضَتْ هَذِهِ الطَّائِفَةُ إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، تو چلا جائے یہ گروہ دشمن کی طرف۔

بھئی امام صاحب نے نماز شروع کروائی، ایک گروہ دشمن کی طرف رخ کر کے کھڑا ہے مقابلے کے لیے، ایک گروہ آیا امام کے پیچھے، اب نماز شروع کی بھئی۔ ایک رکعت جب پڑھ لی تو یہ گروہ کیا کرے؟ امام نے جیسے ہی دوسرے سجدے سے سر اٹھایا، کھڑا ہوا، یہ گروہ کیا کرے؟ یہ اب چلا جائے دشمن کی طرف اور وہ دوسرا گروہ آجائے۔ یہ جو گئے ہیں یہ ابھی بھی حالت نماز میں ہیں مولانا، لہٰذا اس دوران لڑائی کی تو ان کی نماز کیا ہو گی؟ ٹوٹ جائے گی۔ اور پیدل جائیں گے یہ بھی یاد رکھیں، جب جائیں گے دشمن کی طرف تو یہ پیدل، سوار ہو کر سواری کی اجازت نہیں ورنہ تو یہ جو باقی تھا یہ بھی عمل کثیر ہے لیکن چونکہ خوف زیادہ ہے اس لیے اتنے کی گنجائش ہے عذر کی وجہ سے، لیکن سواری پر سوار ہونے کی اس میں بھی گنجائش نہیں بھئی، وہ پیدل جائیں بھئی۔

تو یہ گروہ ادھر دشمن کی طرف چلا گیا اور پھر وہاں جو لوگ تھے اب وہ آجائیں امام کے پیچھے۔ امام ادھر ان کا انتظار کرے۔ جب یہ آجائیں امام کے پیچھے آ کر نیت باندھ لیں، امام اب بقیہ نماز ان کو ایک رکعت ان کو پڑھادے گا۔ اب ایک رکعت پڑھانے کے بعد پھر امام، نماز پوری ہوئی مثلاً فجر کی تھی یا امام اور یہ لوگ کیا تھے مسافر تھے بھئی، اب امام سلام پھیر دے گا اور یہ لوگ سلام نہیں پھیریں گے۔ اب یہ لوگ چلے جائیں گے، ان کی تو ابھی ایک رکعت ہوئی ہے، یہ چلے جائیں گے اور وہ لوگ پھر آجائیں گے بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو باری باری پہرہ بدل رہا ہے۔ اب یہ چلے گئے اور وہ آگئے۔ انہوں نے آ کر کیا کیا؟ وہ اب اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھ لیں گے۔ امام سلام پھیر چکا ہے مولانا، یہ اپنی نماز کیا کر لیں گے؟ پوری کر لیں گے۔ لیکن یاد رکھو یہ قراءت نہیں کریں گے۔ باقی چیزیں تو کریں گے لیکن قراءت نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں کریں گے؟ اس لیے کہ یہ لاحق ہیں مولانا۔ کیا ہیں؟ لاحق۔ لاحق وہ نمازی جو امام کے ساتھ پہلی رکعت سے شریک ہو جائے لیکن کسی وجہ سے نماز پوری نہیں کر سکا۔ تو یہ بھی شروع سے شریک ہوئے تھے یا نہیں ہوئے تھے؟ شروع سے شریک ہوئے تھے، پہلی رکعت سے شریک تھے لیکن کسی عذر کی وجہ سے یہ اپنی نماز پوری نہیں کر سکے اور اسی نماز کو یہ پورا کرنا چاہ رہے ہیں۔ بھئی الگ نماز پڑھی پھر تو ٹھیک ہے قراءت کریں گے، لیکن کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اسی نماز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اب بھی گویا یوں سمجھا جائے گا یہ کس کے پیچھے ہیں؟ امام کے پیچھے، اور جب امام کے پیچھے ہو تو انسان کیا کرتا ہے، قراءت کرتا ہے یا نہیں کرتا؟ نہیں کرتا، اس وقت قراءت نہیں کی جائے گی مولانا۔ تو لہٰذا یہ لوگ بھی آ کر قراءت نہیں کریں گے، باقی سارا کچھ کر کے تشہد وغیرہ پڑھ کے سلام پھیر دیں گے۔ پھر یہ چلے جائیں گے اور وہ واپس آجائے گا دوسرا گروہ۔ اب دوسرا گروہ آ کر کیا کرے گا؟ باقی نماز پوری کرے گا۔ لیکن یہ جو لوگ دوسرے نمبر پر ہیں یہ قراءت کریں گے کیونکہ یہ کب شریک ہوئے تھے؟ یہ تو دوسری رکعت میں شریک ہوئے تھے، یہ ہیں مسبوق۔ ان کو کیا کہا جاتا ہے؟ مسبوق، وہ نمازی جس سے کچھ حصہ کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں اس کو مسبوق کہا جاتا ہے۔ اور مسبوق، آپ مولانا دوسری رکعت میں پہنچے تو پھر جب امام سلام پھیر دیتا ہے آپ بقیہ نماز پوری کرتے ہیں تو اس میں تلاوت قراءت کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ کرتے ہیں، تو لہٰذا یہ بھی مسبوق ہیں، یہ قراءت کریں گے۔

صورت سمجھ میں آگئی صلاۃ الخوف کی؟ اور اگر چار رکعت والی نماز ہے تو پھر اسی طرح کر لیں، اب پہلے گروہ کو ایک رکعت نہ پڑھائے، کتنی پڑھائے؟ دو۔ چار رکعت والی نماز ہے اور یہ مسافر بھی نہیں ہیں، مقیمین ہیں، ان کے علاقے کے پاس ہی لڑائی ہے، تو اب امام پہلے گروہ کو کتنی رکعتیں پڑھادے؟ دو رکعتیں پڑھادے۔ پھر یہ گروہ چلا جائے، پھر دوسرا گروہ آئے اور وہ بقیہ دو امام کے پیچھے پڑھ لے۔ اور پھر یہ چلا جائے اور وہ آ کر اپنی بقیہ دو رکعتیں کیا کر لیں گے؟ پوری

کرلیں گے۔ پھر یہ چلے جائیں گے اور پھر دوسرا گروہ آجائے گا وہ بھی اپنی بقیہ دو رکعتیں کیا کرلے گا؟ پوری۔ یہ کیا طریقہ ہے، کون سی نماز کا؟ صلاۃ الخوف کا۔

تو دیکھو امام آدھے لوگوں کو آدھی نماز پڑھا رہا ہے اور آدھے لوگوں دوسری پارٹی کو آدھی نماز پڑھا رہا ہے۔ یاد رکھنا یہ ہر وقت نہیں ہے اس طرح، یہ وہ صورت ہے جب امام ایسا شخص ہو کہ سارے چاہتے ہیں ہم اسی کے پیچھے نماز پڑھیں۔ سارے کیا چاہتے ہیں؟ مطلب اتنا نیک آدمی ہے، ساروں کو اس سے اتنی محبت اور عقیدت ہے، اتنا بزرگ ہے کہ ہر ایک کی خواہش ہے میں اس کے پیچھے نماز پڑھوں بھئی۔ تو لہٰذا اب سب کی خواہش پوری ہو گئی مولانا، ساروں کو کیا کیا امام نے؟ سب کو نماز پڑھادی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو پھر دو جماعتیں کروالیں۔ ایک گروہ آئے وہ اپنی جماعت کروالیں، چلے جائیں، پھر جب یہ وہاں پہنچ جائیں وہ دوسرا گروہ آجائے وہ اپنی جماعت کروالیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ، جب امام سر اٹھالے، اپنا سر اٹھائے مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ کس سے؟ دوسرے سجدے سے، مَضَتْ هَذِهِ الطَّائِفَةُ إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، تو چلا جائے یہ والا گروہ دشمن کی طرف، وَجَاءَتْ تِلْكَ الطَّائِفَةُ، اور آجائے وہ والا گروہ یعنی دوسرا گروہ آجائے، فَيُصَلِّي بِهِمُ الْإِمَامُ رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ، تو پڑھائے انہیں امام ایک رکعت اور دو سجدے، وَتَشَهَّدَ وَسَلَّمَ، اور امام تشہد پڑھے گا اور سلام پھیر دے گا، وَلَمْ يُسَلِّمُوا، اور یہ دوسرے گروہ والے یہ سلام نہیں پھیریں گے، وَذَهَبُوا إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، اور یہ چلے جائیں گے دشمن کی طرف، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُولَى، اور آجائے گا پہلا گروہ، فَصَلَّوْا وُحْدَانًا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ. صَلَّوْا مولانا یہ ماضی کا صیغہ پڑھنا بھئی، صَلَّى صَلَّيَا صَلَّوْا. فَصَلَّوْا وُحْدَانًا، پس نماز پڑھیں گے اکیلے اکیلے رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ ایک رکعت اور دو سجدے بِغَيْرِ قِرَاءَةٍ بغیر قراءت کے۔ جی، کیوں؟ بین السطور کیا لکھا ہوا ہے؟ لِأَنَّهُمْ لَاحِقُونَ، اس لیے کہ یہ کیا ہیں؟ لاحق۔ میں نے بتلایا لاحق کس کو کہتے ہیں؟ جو شروع ابتدائے نماز سے شامل ہے لیکن درمیان میں کسی وجہ سے اس کی کچھ رکعتیں رہ گئیں مولانا، اس کو لاحق کہا جاتا ہے۔ مثلاً بھئی یہ شروع میں شریک ہوا تھا، ایک رکعت کے بعد وضو ٹوٹا اور یہ اسی طرح واپس گیا اور وضو کر کے آیا اور اسی نماز پر کیا کرنا چاہتا ہے؟ بنا کرنا چاہتا ہے، تو اب یہ کیا کہلائے گا؟ لاحق کہلائے گا۔ اور ان پر قراءت نہیں ہے مولانا۔ بِغَيْرِ قِرَاءَةٍ بغیر قراءت کے، وَتَشَهَّدُوا وَسَلَّمُوا، اور تشہد پڑھیں گے اور سلام پھیر دیں گے۔

اور سلام پھیر دیں گے وَمَضَوْا إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، اور چلے جائیں گے دشمن کی طرف، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى، اور آجائے گا دوسرا گروہ، وَصَلَّوْا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ بِقِرَاءَةٍ، اور پڑھیں گے وہ ایک رکعت اور دو سجدے کس کے ساتھ؟ قراءت کے ساتھ، کیونکہ یہ مسبوق ہیں مولانا، وَتَشَهَّدُوا وَسَلَّمُوا، اور تشہد پڑھیں گے اور سلام پھیر دیں گے۔

فَإِنْ كَانَ مُقِيمًا، اگر امام مقیم تھا، صَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُولَى رَكْعَتَيْنِ وَبِالثَّانِيَةِ رَكْعَتَيْنِ. بھئی امام اگر مقیم ہو تو کتنی نماز پڑھتا ہے وہ؟ چار رکعت، اور مقیم امام کے پیچھے اگر مسافر بھی آجائے تو اس کو کتنی پڑھنا پڑتی ہیں؟ چار، لہٰذا چاہے باقی مسافر ہوں یا نہ ہوں اس کا اعتبار نہیں، امام جب مقیم ہے تو باقی سارے اس کے پیچھے پوری نماز پڑھیں گے۔ فَإِنْ كَانَ مُقِيمًا، اگر امام مقیم تھا، صَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُولَى رَكْعَتَيْنِ، تو نماز پڑھائے پہلے گروہ کو دو رکعتیں، وَبِالثَّانِيَةِ رَكْعَتَيْنِ، اور دوسرے گروہ کو بھی دو رکعتیں۔

اچھا بھئی یہ تو وہ نمازیں تھیں جو آدھی آدھی ہو سکتی تھیں۔ اگر مغرب کی پڑھائے وہ تو تین رکعتیں ہیں، وہاں کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو، ہونا تو یہ چاہیے ڈیڑھ رکعت ایک گروہ کو اور ڈیڑھ رکعت دوسرے گروہ کو، لیکن رکعت کی تنصیف نہیں ہو سکتی، اس کو نصف کرنا ممکن نہیں ہے بھئی، لہٰذا وہاں پہلے گروہ کو دو رکعتیں پڑھادے اور دوسرے کو ایک رکعت اور پھر وہ باقی اپنی اپنی نماز اسی طرح پوری کرلیں۔ تو کہتے ہیں وَيُصَلِّي بِالطَّائِفَةِ الْأُولَى رَكْعَتَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ، اور پڑھائے گا پہلے گروہ کو دو رکعتیں مغرب میں سے، وَبِالثَّانِيَةِ رَكْعَةً، اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت۔

وَلَا يُقَاتِلُونَ فِي حَالِ الصَّلَاةِ، یہ آگیا مولانا میں نے بتلایا تھا کہ قتال لڑائی نہیں کریں گے، قتال نہیں کریں گے فِي حَالِ الصَّلَاةِ نماز کی حالت میں۔ نماز کی حالت میں لڑائی نہیں کریں گے، فَإِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ، اگر انہوں نے ایسا کیا بَطَلَتْ صَلَاتُهُمْ، تو ان کی نماز باطل ہو جائے گی۔

وَإِنِ اشْتَدَّ الْخَوْفُ، اور اگر خوف شدید ہو جائے، صَلَّوْا رُكْبَانًا وُحْدَانًا، تو نماز پڑھیں گے سوار ہو کر اکیلے اکیلے۔ ہر شخص کیا کرلے؟ اکیلے اکیلے اپنی نماز پڑھ لے۔ اگر خوف شدید ہو جائے صَلَّوْا رُكْبَانًا وُحْدَانًا، تو نماز پڑھیں گے سوار ہو کر اکیلے اکیلے، يُؤْمُونَ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، اشارے سے کریں گے رکوع اور سجدہ، إِلَى أَيِّ جِهَةٍ شَاءُوا، جس جہت کی طرف جس رخ پہ بھی وہ چاہیں، إِذَا لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى التَّوَجُّهِ إِلَى الْقِبْلَةِ، جب

وہ قادر نہ ہوں قبلے کی طرف متوجہ ہونے پر۔ قبلے کی طرف رخ کرنے پر جب قادر نہ ہوں تو جس طرف بھی رخ ہو اسی رخ پر کیا کر لیں؟ اکیلے اکیلے سواری پر نماز پڑھ لیں بھئی۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی صلاۃ الخوف کی؟ میں نے بتایا یہ کس وقت پڑھی جائے گی؟ جب کوئی ایسی بزرگ شخصیت ہو کہ ہر ایک کیا چاہتا ہے میں اسی کے پیچھے نماز پڑھوں، تو دیکھو اب سب کی نماز اس امام کے پیچھے ہو گئی۔ اور یہ یاد رکھیں اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو، مثلاً باغی بادشاہ اسلام کے خلاف لڑ رہے ہیں، یا کسی دنیاوی ناجائز مقصد کے لیے لڑائی ہو رہی ہے تو پھر صلاۃ الخوف کی اجازت نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ پھر اس طرح صلاۃ الخوف کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عمل کثیر لازم آتا ہے، تو اب یہ درست نہیں بھئی، مقصد نیک نہیں ہے تو صلاۃ الخوف بھی اس طرح پڑھنے کی اجازت نہیں بھئی۔

اور اس میں کیا طریقہ بتلایا؟ کہ امام ایک گروہ کو نصف نماز پڑھائے اور وہ چلا جائے، پھر دوسرا آئے اس کو بھی نصف پڑھا دے اور پھر یہ بھی چلا جائے، پھر پہلا آ کر اپنی نماز پوری کرے، پھر وہ چلا جائے، پھر دوسرا آ کر کیا کرے؟ اپنی نماز پوری کرے۔ یہ یاد رکھنا یہ مستحب طریقہ ہے، ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا گروہ کیا کرے؟ نصف نماز امام کے پیچھے پڑھ لی، پہلا گروہ چلا گیا۔ دوسرا گروہ آئے اور آ کر نصف نماز کس کے پیچھے پڑھے؟ امام کے پیچھے، اور بقیہ نصف بھی یہیں پڑھ لے، پوری کر لے اپنی نماز اور پھر چلا جائے اور وہ والے لوگ پھر اپنی باقی نماز وہیں پہ پوری کر لیں بھئی۔ یہ بھی جائز ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ صورت سمجھ میں آ گئی کہ نہیں آئی بھئی؟

طالب علم: جی وہ جو دو رکعتیں رہ گئی ہوں گی تو آ کے دوبارہ کیسے تکمیل کریں گے؟ شروع کی طرح جیسے ہو گی؟

استاذ: بھئی دوبارہ نیت، دوبارہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کے نیت نہیں باندھنی بھئی! یہ جو گئے ہیں یہ حالت نماز میں ہی ہیں، دشمن کی طرف گئے ہیں اور پیدل جا کر کھڑے ہو گئے ہیں وہاں پر بھئی۔ تو یہ تو حالت نماز میں ہیں، کسی سے کوئی بات چیت نہیں کرنی، کوئی چیز کھانی پینی نہیں بھئی۔ اگر ایسا کوئی عمل کر لیا تو نماز کیا ہو گی؟ نماز کے منافی جو بھی کام کیا نماز ان کی ٹوٹ جائے گی، جیسے مثال ذکر کی دشمن سے لڑائی کی تو یہ نماز کے منافی ہے یا نہیں بھئی؟ تو لہٰذا نماز ٹوٹ جائے گی۔ تو یہ نماز کی حالت میں ہیں، خاموشی سے رہیں، پھر جب یہ گروہ چلا جائے واپس دوسرا گروہ ان کے وہاں پہنچ جائے تو یہ واپس آئیں گے اور آ کر نیت پھر اَللّٰهُ أَكْبَرُ بھئی تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز شروع کریں؟ نہیں بھئی، یہ تو ابھی بھی اسی نماز کے اندر ہیں، تو آ کر پھر اسی طرح آ کر ہاتھ باندھ لیں بس بھئی اور پھر نماز کیا کر لیں؟ پوری کر لیں۔

چلو بس بھئی، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۳۲: باب الجنائز(۱): محتضر کے احکام، تلقین، غسلِ میت کا مسنون طریقہ، کفن کے مسنون کپڑے (مرد کے تین، عورت کے پانچ)

مختصر القدوری صفحہ: ۳۳— بتاریخ: ۲۲ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْجَنَائِزِ۔ إِذَا احْتُضِرَ الرَّجُلُ وُجِّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ وَلُقِّنَ الشَّهَادَتَيْنِ، وَإِذَا مَاتَ شَدُّوا لَحْيَيْهِ وَغَمَّضُوا عَيْنَيْهِ، فَإِذَا أَرَادُوا غَسْلَهُ وَضَعُوهُ عَلَى سَرِيرٍ وَجَعَلُوا عَلَى عَوْرَتِهِ خِرْقَةً وَنَزَعُوا ثِيَابَهُ وَوَضَّؤُوهُ وَلَا يُمَضْمَضُ وَلَا يُسْتَنْشَقُ ثُمَّ يُفِيضُونَ الْمَاءَ عَلَيْهِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ الْجَنَائِزِ بھئی۔ جی اب مولانا نماز جنازہ کے بارے میں بتلائیں گے بھئی، نماز جنازہ۔ اور اسی طرح اس سے پہلے جب کوئی شخص مرنے لگے تو کیا کیا جائے اور پھر اس میت کو غسل کیسے دیا جائے اور اس کو کفن کیسے دیا جائے یہ بھی ساتھ ہی بیان کریں گے بھئی۔ تو یاد رکھیے جَنَائِزُ جمع ہے جَنَازَةٌ یا جِنَازَةٌ کی مولانا۔ جَنَازَةٌ وَجِنَازَةٌ بھئی جیم کے فتحہ کے ساتھ بھی یہ لفظ آیا ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو میت کو کہتے ہیں جَنَازَةٌ وَجِنَازَةٌ، میت کو۔

علامہ ابو سعود بھئی ان کا ایک عجیب ادبی نکتہ بیان کروں جو ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت مَا الْفَرْقُ بَيْنَ الْجَنَازَةِ وَالْجِنَازَةِ؟ جَنَازَةٌ اور جِنَازَةٌ دونوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا: اَلْعَالِي لِلْعَالِي وَالسَّافِلُ لِلسَّافِلِ، اوپر والا اوپر والے کے لیے ہے، نیچے والا نیچے والے کے لیے ہے۔ عجیب جواب دیا مولانا: اَلْعَالِي لِلْعَالِي وَالسَّافِلُ لِلسَّافِلِ۔ یعنی جو اوپر والا ہے جَنَازَةٌ، جیم پر کیا آرہا ہے؟ فتحہ، یہ اوپر والی چیز کے لیے ہے یعنی میت کے لیے۔ اور جو جِنَازَةٌ جہاں جیم کے نیچے کسرہ آرہا ہے وہ نیچے والی چیز یعنی اس چارپائی کے لیے ہے جس پر میت پڑی ہے۔ تو چارپائی نیچے ہوتی ہے تو وہاں کیا لفظ آگیا، اس کے

[1] جدول—کفنِ میت (مرد و عورت) کے مسنون، کفایہ اور ضرورت کے کپڑوں کا جدول:

میت	کفنِ سنت (مسنون کپڑے)	کفنِ کفایت (کم از کم مسنون)
مرد (الرَّجُلُ)	تین کپڑے (۳): (۱) ازار (تہبند: سر سے پاؤں تک)، (۲) قمیص (کرتا: گردن سے پاؤں تک بلا آستین و کلی)، (۳) لفافہ (چادر: سر و پاؤں سے بندھ سکے)	دو کپڑے (۲): ازار اور لفافہ۔
عورت (الْمَرْأَةُ)	پانچ کپڑے (۵): (۱) درع (کرتا)، (۲) ازار، (۳) خمار (اوڑھنی)، (۴) لفافہ، (۵) خرقہ (سینہ بند)	تین کپڑے (۳): ازار، لفافہ اور خمار (اوڑھنی)۔

لیے کیا استعمال کریں گے؟ جِنَازَةٌ، اور میت اس کے اوپر ہے تو اس کے لیے فتحہ والا لفظ کیا استعمال کریں گے؟ جَنَازَةٌ بھئی۔ تو بہر حال ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہو جاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو چارپائی پر بھی دونوں لفظ بول دیے جاتے ہیں اور میت پر بھی دونوں لفظ بول دیے جاتے ہیں لیکن علامہ ابو سعود نے یہ باریک فرق اس میں بیان کیا بھئی۔

تو کہتے ہیں إِذَا احْتُضِرَ الرَّجُلُ، جب موت آجائے آدمی کی، کسی آدمی کی جب موت آجائے بھئی، موت کا وقت آجائے۔ موت کا وقت آجائے کیسے بھئی؟ علامات لکھی ہیں علماء نے اس کی بھئی کہ سانس اکھڑ جائے مولانا، سانس تیز تیز چلنے لگے، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں بھئی وہ ان کو کھڑا نہیں رکھ سکتا، اور ناک جو ہے ناک کچھ ٹیڑھی ہو جاتی ہے، پچک جاتی ہے، تھوڑی سی دب جاتی ہے، کنپٹیاں جو ہیں اندر کی طرف دھنس جاتی ہیں، تو سمجھ جاؤ کہ اس شخص کا آخری وقت ہے مولانا۔ اس وقت زور زور سے اس کے پاس کلمہ پڑھنا شروع کر دو بھئی۔ تو اس کے پاس زور زور سے کلمہ پڑھنا شروع کر دو تاکہ وہ بھی آپ سے سن کر کلمہ پڑھ لے بھئی اور اس کا آخری کلام کیا بن جائے؟ کلمہ بن جائے، تو اس طرح یقیناً یہ اس کے لیے بڑی سعادت کی بات ہو جائے گی بھئی۔ لیکن اس مرنے والے کو نہیں کہنا بھئی کلمہ پڑھو، کلمہ پڑھو بھئی۔ یہ وقت بڑا شدید ہوتا ہے مولانا، اتنا سخت ہے اتنا سخت ہے کہ انسان بیان نہیں کر سکتا بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ کہتے ہیں موت اتنی سخت ہے جیسے روایات میں آتا ہے کہ جیسے ایک نازک ریشمی کپڑے کو ایک کانٹوں والی شاخ پر ڈال دیا جائے بھئی اور پھر اس کو کھینچا جائے، تو اس طرح روح بدن کے ایک ایک حصے سے جدا ہوتی ہے، تو جیسے وہ کپڑا کھینچیں گے مولانا وہ تار تار ہو جائے گا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، پھٹ جائے گا بالکل، اسی طرح اسی شدت کے ساتھ روح بدن سے نکلتی ہے بھئی۔ حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ بھئی مردوں کو زندہ کرتے تھے اللہ کے حکم سے، ایک مردے کو زندہ کیا اور اس سے پوچھا کس حال میں ہو؟ کہنے لگا کہ تین سو سال ہو چکے ہیں مجھے مرے ہوئے، تین سو سال، لیکن موت کے وقت جو سختی آئی تھی، جو تکلیف ہوئی تھی وہ تکلیف آج تک میں نہیں بھول سکا بھئی، اتنی شدید بھئی، اتنی سخت۔ تو لہٰذا اس موقع پر بھئی اب مرنے والے کو نہیں کہنا کلمہ پڑھو، کلمہ پڑھو بھئی، وہ اتنی تکلیف میں ہے نہ معلوم اس کے منہ سے کیا بات نکل جائے بھئی، بس اس کے پاس زور زور سے کلمہ پڑھو۔ اور جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو بس کافی ہے مولانا، اب بار بار یہ نہیں ضروری کہ وہ پڑھتا ہی چلا رہے بھئی، بس مقصد تو یہ ہے کہ آخری بات اس کی کیا ہونی چاہیے؟ کلمہ ہو بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی آخری بات؟ ہاں اگر درمیان میں پھر اس نے کوئی اور بات کر دی تو پھر پڑھو مولانا تاکہ اس کا آخری کلام کیا بن جائے؟ کلمہ بن جائے بھئی، وہ پھر پڑھ لے اس کو۔ اور اسی طرح سورۂ یٰسین سے بھی بھئی موت کی سختی کم ہوتی ہے، لہٰذا اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنی چاہیے یا کسی سے پڑھوا دے انسان بھئی، سورۂ یٰسین پڑھنی چاہیے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں بھئی اگر مرتے وقت خدانخواستہ مرنے والے کے منہ سے کوئی کفریہ بات نکل گئی بھئی تو اس کا کوئی خیال نہ کرنا اور نہ کسی کو بتلانا بھئی، بلکہ یوں سمجھنا کہ موت کی شدت کی وجہ سے اس کی عقل ٹھکانے نہیں رہی بھئی۔ میں نے بتلایا بڑا شدید تکلیف کا وقت ہے بھئی، تو یوں سمجھیں گے کہ اس کی عقل ٹھکانے نہیں رہی، عقل خراب ہو گئی تھی، اور عقل جب خراب ہو جائے اس وقت کی ہر غلطی تو معاف ہے، اس پر پھر اس کا پوچھا نہیں جاتا جب انسان کی عقل ہی ٹھیک نہیں رہی۔ تو لہٰذا یہ کسی کو بھی بتانے کی ضرورت نہیں نہ اس کا خیال کرے، بس اللہ سے اس کی مغفرت کی اسی طرح دعا انسان کرتا رہے بھئی۔

اور جب وہ شخص مر جائے تو اس کے بعد بھئی اس کے پاس بھئی کوئی جنابت کی حالت میں ہو جسے نہانے کی حاجت ہے یا حیض و نفاس والی کوئی عورت ہے وہ نہ رہے، اس کے پاس سے ہٹ کے چلی جائے بھئی۔ اور اسی طرح جب تک میت کو غسل نہ دے دیا جائے اس کے پاس قرآن شریف نہ پڑھا جائے بھئی۔ ہاں غسل دے دیا اس کے بعد آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اس کے پاس قرآن پڑھ سکتے ہیں بھئی۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں إِذَا احْتُضِرَ الرَّجُلُ وُجِّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، جب موت کا وقت آجائے، جب موت آجائے کسی آدمی کی، وُجِّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ تو متوجہ کر دیا جائے اس کو قبلے کی طرف، یعنی قبلے کی طرف اس کا منہ کر دیا جائے۔ بھئی جب آدمی کو موت آئے تو افضل یہ ہے مولانا، مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کو دائیں پہلو پر لٹا دو قبلہ رخ کر کے بھئی۔ یا یہ بھی ٹھیک ہے مولانا کہ سیدھا لیٹ جائے اور پاؤں قبلے کی طرف ہو جائیں اس کے اور سر کے نیچے کوئی تھوڑا تکیہ وغیرہ اونچا رکھ دو تاکہ چہرہ آسمان کی طرف نہ ہو بلکہ قبلہ رخ ہو جائے چہرہ۔ اور اگر ان باتوں سے میت کو تکلیف ہوتی ہے کہ آپ اس کو ہلاتے ہیں یا کچھ، تو پھر جس حال پہ بھی ہے اسی حال پر کیا کروا سے؟ چھوڑ دو بھئی۔ تو کہتے ہیں إِذَا احْتُضِرَ الرَّجُلُ وُجِّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ، جب آدمی کی موت آجائے تو اس کو متوجہ کر دیا جائے قبلے کی طرف یعنی قبلہ رخ کر دیا جائے، عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ دائیں پہلو پر، وَلُقِّنَ الشَّهَادَتَيْنِ اور تلقین کی جائے اسے شہادتین کی۔ یعنی أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ بھئی یہ دو شہادتیں جو ہیں ان کی تلقین کی جائے، میں

نے بتلایا اس کے پاس کلمہ پڑھا جائے تاکہ آخری کلام یہ ہو جائے اس کا بھئی۔

وَإِذَا مَاتَ، اور جب وہ مر جائے بھئی، شَدُّوا لَحْيَيْهِ، تو باندھ دیں اس کے دونوں جبڑوں کو۔ لَحْيَةٌ داڑھی کو بھی کہتے ہیں اور یہ جبڑے کو بھی مولانا، اور جبڑے دو ہیں مولانا: ایک اوپر والا جبڑا اور ایک نیچے، اوپر والی ہڈی ہے یہ اوپر والے دانت جس میں ہیں اور ایک نیچے والی ہڈی ہے، تو دو جبڑے ہیں بھئی۔ تو لَحْيَتَيْنِ تثنیہ تھا، نون اضافت کی وجہ سے آپ نے پڑھا ہے کہ اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر جاتا ہے تو لَحْيَتَيْهِ ہوا، ہا ضمیر ساتھ آئی بھئی۔ تو شَدُّوا لَحْيَتَيْهِ، باندھ دیں اس کے دونوں جبڑوں کو، وَغَمَّضُوا عَيْنَيْهِ، اور اس کی دونوں آنکھوں کو بند کر دیں۔ بھئی جبڑوں کو باندھ دو بھئی، مرنے کے بعد پھر جسم خشک ہو جاتا ہے، اکڑ جاتا ہے مولانا، تو پھر اگر منہ کھلا رہ گیا تو اسی حالت پر رہے گا بھئی۔ تو لہٰذا جب مر جائے تو اب اس کے منہ کو باندھ دیا جائے۔ اس کا طریقہ کیا ہے؟ ایک پٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے گزار کر سر کے اوپر گرہ دے کر باندھ دو بھئی تاکہ منہ بند ہو جائے، بند رہے، ٹھیک حالت میں رہے۔ اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں مولانا، اور اسی طرح پاؤں کے دونوں انگوٹھوں کو بھی کسی پٹی کے ذریعے آپس میں باندھ دیں تاکہ پاؤں سیدھے رہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی اور یہ باندھتے وقت، یہ ٹھوڑی باندھتے وقت، آنکھیں بند کرتے وقت اور پاؤں کے انگوٹھے باندھتے وقت جو شخص یہ باندھ رہا ہے اسے بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ یہ پڑھتا رہے بھئی۔ کیا پڑھتا رہے؟ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ یہ پڑھتا رہے اور باندھتا رہے بھئی۔

فَإِذَا أَرَادُوا غَسْلَهُ، پس جب اس کو غسل دینے کا ارادہ کریں۔ اس کو غَسْلَهُ پڑھنا مولانا، غُسْلَهُ نہیں پڑھنا۔ وجہ یہ کہ صاحب جوہرہ نے ضابطہ ذکر کیا ہے مولانا۔ صاحب جوہرہ یہ شارح ہیں مولانا، انہوں نے شرح لکھی ہے قدوری کی، قدیم شرح ہے مولانا سینکڑوں سال قدیم شرح۔ انہوں نے بیان کیا جہاں غسل جمعہ کی بحث آتی ہے وہاں انہوں نے بیان کیا بھئی۔ تو وہاں چونکہ ضرورت نہیں پڑی میں نے ضابطہ آپ کے سامنے ذکر نہیں کیا، یہاں اب بتانا ضروری ہے اس کے سوا چارہ نہیں۔ انہوں نے ضابطہ یہ ذکر کیا کہ غسل کے لفظ کی جب اضافت کی جائے، اگر اس کی اضافت غیر مغسول کی طرف ہو تو غُسْلٌ پڑھیں، اور اگر مغسول کی طرف اضافت ہو تو غَسْلٌ پڑھیں۔ کیا ضابطہ ذکر ہوا؟ یہ غَسَلَ کے مادے کی، اس لفظ کی اضافت ہو جائے کس کی طرف؟ غیر مغسول کی طرف تو کیا لفظ پڑھیں گے؟ غُسْلٌ، غین کے ضمہ کے ساتھ۔ اور اگر مغسول کی طرف ہو تو پھر کیا پڑھیں گے؟ غَسْلٌ پڑھیں گے غین کے فتحہ کے ساتھ۔

دیکھو مولانا مثال سے بات سمجھ میں آئے گی۔ آپ کے سامنے لکھا ہوا ہے غَسَلَ، غسل کا مادہ ہے اور آگے الْجُمُعَةُ ہے، جمعے کا لفظ ہے مضاف الیہ۔ اب بتائیے مولانا غَسْلُ الْجُمُعَةِ پڑھیں گے یا غُسْلُ الْجُمُعَةِ پڑھیں گے؟ غُسْلُ الْجُمُعَةِ پڑھیں گے۔ کیوں؟ کیونکہ غُسْلٌ ہے مضاف اور الْجُمُعَةُ ہے مضاف الیہ، اور میں نے بتلایا تھا کہ غسل کے مادے کی جب اضافت ہو جائے کس کی طرف؟ غیر مغسول۔ بھئی جمعے کو دھویا جاتا ہے؟ یہ مغسول ہے؟ تو اضافت مغسول کی طرف ہوئی یا غیر مغسول کی طرف؟ غیر مغسول۔ یہ جمعہ تو وقت ہے مولانا، اس وقت میں غسل کیا جاتا ہے، تو یہ مغسول چیز کی طرف اضافت نہیں ہوئی بلکہ کس کی طرف ہو گئی؟ غیر مغسول کی طرف اضافت ہوئی، لہٰذا اس صورت میں کیا پڑھا جاتا ہے؟ غُسْلٌ کا لفظ پڑھا جاتا ہے، غُسْلُ الْجُمُعَةِ۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اچھا دوسری مثال مولانا، غسل کا مادہ ہے اور اس کی اضافت ہے میت کی طرف بھئی۔ کس کی طرف؟ میت کی طرف اضافت ہے مولانا۔ اب کیا پڑھیں گے بھئی؟ غُسْلُ الْمَيِّتِ یا غَسْلُ الْمَيِّتِ؟ غَسْلُ الْمَيِّتِ بھئی۔ غَسْلُ الْمَيِّتِ کیوں؟ کیونکہ اس کی اضافت کس کی طرف ہو رہی ہے؟ مغسول کی طرف جس کو دھویا جائے گا، تو لہٰذا اس صورت میں کیا پڑھا جاتا ہے؟ غَسْلُ الْمَيِّتِ۔ اچھا اسی طرح اب آپ بتائیے غَسْلُ الْجَنَابَةِ ہو گا یا غُسْلُ الْجَنَابَةِ؟ جنابت مغسول ہے یا غیر مغسول ہے؟ غیر مغسول ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ غیر مغسول ہے تو لہٰذا کیا پڑھیں گے؟ غُسْلُ الْجَنَابَةِ، جنابت کا غسل۔ اچھا اب آپ بتائیے غَسْلُ الثَّوْبِ پڑھوں گا یا غُسْلُ الثَّوْبِ پڑھوں گا؟ غَسْلُ الثَّوْبِ، کیونکہ ثوب کیا ہے؟ مغسول، اور جب مغسول کی طرف اضافت ہو تو کیا پڑھتے ہیں؟ غَسْلٌ پڑھتے ہیں۔ تو ضابطہ کیا ذکر ہوا؟ کہ اگر غسل کے مادے کی اضافت کس کی طرف ہو؟ غیر مغسول کی طرف ہو تو کیا پڑھا جائے گا؟ غُسْلٌ کا لفظ بھئی غین کا ضمہ پڑھیں گے، اور اگر اس کی اضافت کس کی طرف ہو؟ مغسول کی طرف، پھر کیا پڑھا جائے گا؟ غَسْلٌ کا لفظ پڑھا جائے گا مولانا۔

فَإِذَا أَرَادُوا، اب آپ بتائیے مولانا یہاں غَسْلَهُ پڑھیں گے یا غُسْلَهُ پڑھیں گے؟ غَسْلَهُ، کیونکہ ہا ضمیر میت کو راجع ہے۔ فَإِذَا أَرَادُوا غَسْلَهُ، جب اس میت کو غسل دینے کا ارادہ کریں، وَضَعُوهُ عَلَى سَرِيرٍ، تو رکھ دیں اس کو ایک تختے پر بھئی، وَجَعَلُوا عَلَى عَوْرَتِهِ خِرْقَةً، اور ڈال دیں اس کے ستر پر، اس کی شرمگاہ پر خِرْقَةً کوئی ٹکڑا کپڑے کا۔ بھئی کپڑے کا ٹکڑا ڈال دیں ناف سے لے کر گھٹنوں تک، اس کو ڈھانپ دیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس کے بعد وَنَزَعُوا ثِيَابَهُ، اور اس کے کپڑے اتاریں بھئی۔ تو وہ شرمگاہ ظاہر کرنا آپ جانتے ہیں جائز نہیں، میت کے ساتھ بھی اسی طرح اس کی بھی شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں، تو پہلے اس پر کپڑا ڈال دیں بھئی ناف سے لے کر گھٹنوں تک، اس کے بعد کپڑے اتارے جائیں بھئی۔

اچھا تفصیل پہلے مجھ سے سمجھ لو مولانا، اس کے بعد پھر کتاب کی طرف جاتے ہیں بھئی۔ بھئی غسل دیتے ہوئے میت کو سب سے پہلے یہ ہے کہ اس میت کو تختے پر لٹایا بھئی اور اس پر کپڑا ڈال دیا ہے، اب آہستہ آہستہ اس کے تھوڑا سا پیٹ کو ملا جائے نرمی کے ساتھ، اور پھر کوئی نجاست نکلے یا نہ نکلے پھر اس کو استنجا کروایا جائے۔ استنجا کس کے ساتھ ہو گا؟ مٹی کے ڈھیلوں کے ساتھ، تین یا پانچ کے ساتھ استنجا کروادیں، نجاست نکلے یا نہ نکلے استنجا کروایا جائے۔ اور پھر اس کے بعد پانی سے استنجا کروائے، لیکن ہاتھ نہیں لگانا مولانا، بلکہ ہاتھ پر ایک کپڑے کی تھیلی چڑھالیں گے بھئی، دستانہ بس، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کپڑے کی ایک تھیلی بنا لیتے ہیں اسے دستانہ کہیں گے ہم۔ تو یہ تھیلی چڑھائی، اس کے ذریعے اس کو کیا کروادیا؟ استنجا کروادیا۔

اچھا اس کے بعد اب ہم اسے وضو کروائیں گے بھئی۔ اور یاد رکھیے وضو کرواتے ہوئے اس کو کلی نہیں کروانی، ناک میں پانی نہیں ڈالنا بھئی، کیونکہ کلی کروائیں گے پھر باہر پانی نکال سکتے ہیں بھئی؟ پھر تو نہیں باہر نکال سکتے۔ ناک میں پانی ڈالیں گے تو باہر نکال سکتے ہیں پھر بھئی؟ نہیں نکال سکتے، لہٰذا کلی نہیں کروانی، ناک میں پانی نہیں ڈالنا بھئی۔ ہاں یوں کر سکتے ہیں کہ کوئی کپڑا یا روئی تر کر کے اس کے دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر دیں، اور اسی طرح کوئی روئی یا کپڑا تر کر کے اس کے ناک میں پھیر دیں وہاں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر مرنے والا جنابت کی حالت میں تھا تو پھر یہ ضروری ہے، یہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ غسل میں فرض تھا یا نہیں ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا؟ فرض تھا۔ تو یہ تو فرض ہے غسل میں اور مرنے والا بھی کس حالت میں تھا؟ جنابت کی حالت میں، تو یہ اس کے لیے بھی ضروری ہے لیکن اب چونکہ کلی کروا نہیں سکتے، ناک میں پانی ڈال نہیں سکتے ورنہ تو وہ پانی نکلے گا نہیں باہر، لہٰذا اس صورت میں ضروری ہے کہ کیا کیا جائے؟ روئی یا گیلا کپڑا لے کر کیا کیا جائے؟ اس کے دانتوں اور مسوڑھوں پر اس کو مل دیا جائے اور اس کے ناک میں بھی گیلا کپڑا لگا دیا جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ پھر اس کے بعد بھئی استنجا بھی کروادیا، اچھا یہ گیلا کپڑا بھی لگا دیا، اب بھئی اس کو وضو کروائیں گے، وضو کے صرف فرائض پورے کروادیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ فرائض پورے کروادیں گے: چہرہ دھودیں گے اور پھر اس کے بعد بازو، اسی طرح اس کو مسح کروائیں گے اور اس کے پاؤں دھلوا دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ دھلوادیں گے۔

اس کے بعد مولانا اب اس پر پانی ڈالا جائے گا بھئی، پانی بہائیں گے اس کے اوپر۔ ہاں لیکن یہ یاد رکھنا مولانا یہ پانی ڈالتے وقت یا اسی طرح وضو کے وقت اگر خطرہ ہے، بلکہ خطرہ کیا ہے، ضروری ہے، یوں کرو اس کے ناک میں بھی تھوڑی سی روئی رکھ دو، اس کے منہ میں بھی تھوڑی سی روئی رکھ دو اور کانوں میں بھی روئی رکھ دو تاکہ پانی اندر نہ جائے بھئی۔ اب اس کو غسل دیں گے مولانا کہ اس کو پہلے بائیں پہلو پر لٹادیں گے۔ کیا کریں گے؟ بھئی ہم نے جب بائیں پہلو پر لٹایا تو اوپر کون سا پہلو آگیا؟ دایاں پہلو آگیا، اب دائیں سے ابتدا کرتے ہیں ہر کام کی بھئی، سمجھ میں آیا؟ ہر اچھے کام کی ابتدا کس سے کرتے ہیں؟ دائیں طرف سے کرتے ہیں، تو میت میں بھی ہم نے اس کی دائیں طرف کو پہلے دھونا ہے، تو لہٰذا ضروری ہے کہ اس کو کس پہلو پہ لٹاؤ؟ بائیں پہلو پر، تو بایاں پہلو نیچے ہوا، دایاں پہلو اوپر آ گیا۔ اب مولانا تین دفعہ اس پر پانی ڈالیں گے بھئی سارے بدن پر تین دفعہ تاکہ اچھی طرح نیچے تک پانی پہنچ جائے بھئی۔ پھر اس کے بعد اب اس کو کس پہلو پر لٹائیں گے؟ اب دائیں پہلو پر اس کو لٹادیں گے تو بایاں پہلو اس کا اوپر آگیا، اب اس پر بھی تین دفعہ پانی ڈالیں گے اچھی طرح تاکہ نیچے تک پانی پہنچ جائے بھئی۔

اچھا نیچے تک پانی پہنچ جائے، اس کے بعد اب کہتے ہیں میت کو بٹھادو، تھوڑا سا اوپر کرو اس کو اور اپنے ساتھ ٹیک لگوادو تاکہ گرے نہ۔ اپنے ساتھ ٹیک لگوا کے اب اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملا جائے بھئی تاکہ اگر کوئی نجاست وغیرہ خارج ہونی ہے وہ خارج ہو جائے اس کے بدن سے بھئی۔ تو نجاست اگر کوئی خارج ہو اس کو دھو دے، اور اب دوبارہ وضو کروانے کی اور غسل کی حاجت نہیں دوبارہ، سمجھ میں آیا؟ اس نجاست کو دھو دے، اس کو صاف کر دے بھئی۔

اچھا اس کے بعد مولانا اب اس کو پھر بائیں پہلو پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی تین دفعہ اس کے بدن پر ڈال دیں۔ بائیں پہلو پر لٹایا تو کون سا پہلو اوپر آیا؟ دایاں پہلو۔ تو کافور مولانا یہ خوشبودار درخت سے نکلنے والا سفید رنگ کا شفاف مادہ ہوتا ہے جسے دواؤں وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں اور مردوں کو میت کو لگاتے ہیں بھئی۔ تو یہ کافور میں پانی ملایا ہوا ہو، یہ اس کے بدن پر ڈال دیا جائے بھئی۔ تو کتنی دفعہ پانی آگیا میت پر؟ تین دفعہ اس پر پانی بہا دیا بھئی۔ پہلے دائیں طرف ڈالا تھا تین دفعہ تو یہ ایک دفعہ ہم نے دھو دیا گویا، دوسری مرتبہ بائیں طرف وہ بھی تین مرتبہ پانی ڈال دیا تو یہ دو دفعہ دھویا بھئی، اور تیسری مرتبہ اب پھر مولانا تیسری مرتبہ ڈالا تو تین مرتبہ پانی اس پر، اس کے پیٹ کو ملا ہے اور اس کو دھویا ہے اس کے بعد پھر تیسری دفعہ دھولیں گے اس کو بھئی، لیکن وضو وغیرہ دوبارہ کروانے کی ضرورت نہیں۔ پھر اس کے بعد مولانا کپڑے وغیرہ کسی سے خشک کر کے اب اس کو کفن پہنایا جائے گا، تفصیل آگے آجائے گی، یہاں تک کر لیں بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِذَا أَرَادُوا غَسْلَهُ، جب اس کو غسل دینے کا ارادہ کریں، وَضَعُوهُ عَلَى سَرِيرٍ، تو رکھ دیں اس کو تختے کے اوپر، وَجَعَلُوا عَلَى عَوْرَتِهِ خِرْقَةً، اور اس کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا ڈال دیں، وَنَزَعُوا ثِيَابَهُ، اور اس کے کپڑے اتار دیں، وَوَضَّؤُوهُ، اور اس کو وضو کروائیں بھئی۔ میں نے

بتلایا پہلے استنجا کروائیں پہلے ڈھیلے سے اور پھر پانی وغیرہ سے۔ وضو کروائیں گے، وَلَا يُمَضْمَضُ وَلَا يُسْتَنْشَقُ، اور کلی نہ کروائی جائے گی اور ناک میں بھی پانی نہیں ڈالا جائے گا بھئی۔ ثُمَّ يُفِيضُونَ الْمَاءَ عَلَيْهِ، پھر بہائیں گے پانی اس کے اوپر، پھر پانی اس کے اوپر بہائیں بھئی۔ اچھا اور میں نے بتلایا پانی بہانے سے پہلے کیا کرے؟ ناک، منہ اور کان میں روئی رکھ دیں گے بھئی تاکہ پانی اندر نہ جائے۔

وَيُجَمَّرُ سَرِيرُهُ وِتْرًا۔ ہاں بھئی جس تختے پر اس کو غسل دینا ہے اس کو تین دفعہ دھونی دے دی جائے۔ تو کہتے ہیں وَيُجَمَّرُ سَرِيرُهُ وِتْرًا، تین دفعہ جو ہے دھونی دی جائے گی۔ دھونی دینا جانتے ہیں یا نہیں جانتے بھئی؟

جی بھئی انگارے وغیرہ آگ کے کوئلے جلا کر بھئی پھر اس پر کوئی خوشبو وغیرہ ڈال دی جاتی ہے خاص قسم کی تو پھر وہ اس کا دھواں دیا جاتا ہے اس چیز کو بھئی، اس کو کیا کہتے ہیں؟ دھونی دینا، دھواں دینا خوشبودار بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيُجَمَّرُ سَرِيرُهُ وِتْرًا، اور دھونی دی جائے گی اس کے تختے کو وِتْرًا طاق مرتبہ بھئی، تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ ہو گیا وغیرہ بھئی۔

وَيُغْلَى الْمَاءُ بِالسِّدْرِ، اور ابالا جائے گا پانی، ابالا جائے پانی بِالسِّدْرِ بیری کے ساتھ، یعنی بیری کے پتوں کے ساتھ پانی ابالا جائے گا۔ بیری کے پتے پانی میں ڈال کر اس کو ابالا جائے بھئی۔ اس سے کہتے ہیں صفائی اچھی طرح حاصل ہوتی ہے۔ بیری کے پتوں کو جب پانی میں ابال لیا جائے تو اس پانی سے بدن اچھی طرح صاف ہوتا ہے۔ نیز میت بھی کہتے ہیں جلدی خراب نہیں ہوتی، لاش جلدی نہیں گلتی تو کچھ اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَيُغْلَى الْمَاءُ بِالسِّدْرِ، ابالا جائے پانی کو بیری کے ساتھ یعنی بیری کے پتوں کے ساتھ، أَوْ بِالْحُرْضِ، یا مولانا اشنان کے ساتھ۔ حُرْضٌ اشنان یہ ایک بوٹی ہے جس سے صابن کی طرح کام لیا جاتا تھا بھئی، یہ صابن کی طرح صفائی اس سے حاصل کی جاتی تھی۔ أَوْ بِالْحُرْضِ، یا کس کے ذریعے؟ اشنان کے ذریعے۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْمَاءُ الْقَرَاحُ۔ قَرَاحٌ قاف کا فتحہ ہے، پس اگر یہ نہ ہوں مولانا، بھئی بیری کے پتے یا حرض نہیں ہیں، فَالْمَاءُ الْقَرَاحُ، تو پھر کس کے ساتھ دھویا جائے گا؟ خالص پانی کے ساتھ بھئی، خالص پانی کے ساتھ۔

وَيُغْسَلُ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ بِالْخِطْمِيِّ، اور دھویا جائے گا اس کے سر کو وَلِحْيَتُهُ اور اس کی داڑھی کو بِالْخِطْمِيِّ۔ خِطْمِيٌّ یہ ایک بوٹی کا نام ہے مولانا جس سے صفائی، بال وغیرہ خوب نرم ہو جاتے تھے، اردو میں اسے گل خیرو کہتے ہیں بھئی، گل خیرو۔ یہ اردو میں بھئی نام لکھا ہوا ہے بین السطور بھئی؟ ہاں یہ اردو میں اس کا نام ہے، یہ بوٹی ہے بھئی، اس سے بال نرم ہو جاتے ہیں، صاف ہو جاتے ہیں خوب اچھی طرح بھئی۔ ہاں یہ بات تو رہ گئی تھی مولانا میں نے جب غسل کا طریقہ بیان کیا، تو وہاں پر بھئی وضو کروانے کے بعد اب کیا کیا جائے؟ اس کے سر اور داڑھی کو کس کے ساتھ دھویا جائے؟ گل خیرو کے ساتھ بھئی، سمجھ میں آیا؟ یا اسی طرح صابن وغیرہ سے بھی دھویا جا سکتا ہے بھئی۔

ثُمَّ يُضْجَعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، پھر لٹایا جائے اس کو بائیں پہلو پر، فَيُغْسَلُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ، تو دھویا جائے اس کو پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ، حَتَّى يُرَى، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے أَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ إِلَى مَا يَلِي التَّخْتَ مِنْهُ، کہ پانی تحقیق پہنچ گیا ہے اس جگہ تک جو ملی ہوئی ہے اس کے نیچے بھئی، یعنی اس کے نیچے تک پانی پہنچ جائے بھئی۔ ثُمَّ يُضْجَعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، پھر اس کو لٹایا جائے گا اس کے دائیں پہلو پر۔ دیکھا پہلے بائیں پہلو پر لٹائیں گے تاکہ جب بائیں پہلو پر لٹائیں گے تو دایاں پہلو اوپر ہو جائے گا تو دایاں پہلو پہلے دھویا جائے گا، پھر اب دائیں پہلو پر لٹایا تو اب بائیں جانب اس کی اوپر آ گئی اب اس کو دھویا جائے گا۔ تو کہتے ہیں ثُمَّ يُضْجَعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، پھر اس کو لٹایا جائے گا اس کے دائیں پہلو پر، فَيُغْسَلُ بِالْمَاءِ، پس دھویا جائے گا اس کو پانی کے ساتھ، حَتَّى يُرَى، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے أَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ إِلَى مَا يَلِي التَّخْتَ مِنْهُ، کہ پانی تحقیق پہنچ چکا ہے اس حصے کو جو اس سے نیچے ملا ہوا ہے یعنی اس کے نیچے تک پانی پہنچ گیا ہے۔[۲]

ثُمَّ يُجْلِسُهُ وَيُسْنِدُهُ إِلَيْهِ، پھر کیا کرے بھئی؟ میت کو بٹھائے، وَيُسْنِدُهُ إِلَيْهِ، اور اس کو ٹیک لگوا دے إِلَيْهِ اپنے ساتھ بھئی۔ اپنے ساتھ کیا کر دے غسل دینے والا؟ ہاں ورنہ تو وہ گر جائے گی بھئی میت، تو لہٰذا اس کو بٹھائے اور اپنے ساتھ ٹیک لگوا دے، وَيَمْسَحُ بَطْنَهُ مَسْحًا رَفِيقًا، اور ملے بھئی اس کے پیٹ کو مَسْحًا رَفِيقًا نرمی سے بھئی، نرمی سے ملنا۔ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَهُ، پس اگر اس سے کوئی پاخانہ وغیرہ بھئی نجاست خارج ہوئی،

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ إِلَى مَا يَلِي التَّخْتَ مِنْهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الماء قد وصل إلى ما يلي التخت منه» منقول ہے۔

غَسَلَهُ اس کو کیا کرلے؟ دھولے بھئی، وَلَا يُعِيدُ غَسْلَهُ، اور پھر اس کے غسل کو نہ لوٹائے۔ میں نے بتایا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ پیٹ کو کیا کیا؟ نرمی سے ملا، تو اب یہ جو اگر نجاست خارج ہوئی ہے تو اس نجاست کی وجہ سے وہ جو پہلے دھویا ہے یا وضو کروایا اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بھئی۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو صاحب قدوری نے دو مرتبہ دھونے کا ذکر کیا: ایک دائیں پہلو پر دھویا اور پھر بائیں پہلو پر۔ میں نے تین ذکر کیے بھئی، سمجھ میں آیا؟ علماء نے ذکر کیا ہے بھئی کہ تین مرتبہ اس طرح دھونا مسنون ہے مولانا، اور تیسری مرتبہ کب دھوئیں گے؟ تیسری دفعہ جب یہ اس کے پیٹ کو ملا ہے اس کو بٹھایا ہے اس کے بعد تیسری دفعہ اس پر پانی ڈالیں گے اور کافور ملا ہوا میں نے بتلایا ڈال دیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ اگر آپ دیکھنا چاہیں آپ کے حاشیہ نمبر تین میں بھی ذکر ہے بھئی، چلیے یہ بعد میں دیکھ لیجیے گا۔

ثُمَّ يَنْشُفُهُ فِي ثَوْبٍ، پھر اس کو خشک کرلے کسی کپڑے میں۔ نَشَفَ يَنْشُفُ کا معنی ہوتا ہے پونچھنا، خشک کرنا، تاکہ کفن گیلا نہ ہو بھئی اس لیے اس کو خشک۔ ثُمَّ يَنْشُفُهُ فِي ثَوْبٍ، پھر اس کو پونچھ لے، خشک کرلے کسی کپڑے میں، وَيُدْرَجُ فِي أَكْفَانِهِ، اور لپیٹ دیا جائے اپنے کفنوں میں۔ اب اس کو کیا پہنائے جائیں گے بھئی؟ اب اس کو کفن پہنایا جائے گا تو لپیٹ دیا جائے، ڈال دیا جائے اس کو اپنے کفنوں میں۔

وَيُجْعَلُ الْحَنُوطُ، حَنُوطٌ حا کا فتحہ ہے، وَيُجْعَلُ الْحَنُوطُ عَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ۔ حَنُوطٌ یہ ایک عطر کا نام ہے مولانا، خوشبو ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ عطر، کوئی بھی خوشبو ہو سکتی ہے بھئی۔ وَيُجْعَلُ الْحَنُوطُ عَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، اور حنوط خوشبو یعنی عطر کو لگا دیا جائے عَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ اس کے سر پر اور اس کی داڑھی پر۔ وَالْكَافُورُ عَلَى مَسَاجِدِهِ، اور کافور لگا دیا جائے عَلَى مَسَاجِدِهِ اس کے سجدے کی جگہوں پر۔ مَسَاجِدُ جمع ہے مَسْجِدٌ کی مولانا، وہ سجدہ جس پر انسان کرتا ہے جن اعضاء پر۔ سجدہ بھئی، جو جو چیزیں سجدے میں نیچے لگتی ہیں: ناک، پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ان پر کیا لگا دے؟ کافور لگا دے۔ اور میں نے بتلایا کافور کسے کہتے ہیں؟ ایک خوشبودار درخت ہے اس سے نکلنے والا ایک سفید رنگ کا شفاف مادہ ہے جسے دواؤں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور میت وغیرہ کو بھی لگاتے ہیں، تو یہ کافور خوشبو ہے بھئی، تو یہ اس کے سجدوں کی جگہوں پر لگا دے۔

وَالسُّنَّةُ أَنْ يُكَفَّنَ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ۔ اچھا آگے کفن کا ذکر آرہا ہے بھئی۔ یاد رکھیے میں نے بتلایا، پہلے ذکر کر دیا کسی کے اگر مرتے وقت کفریہ کلمہ منہ سے نکل گیا تو اس کا خیال نہیں کرنا بلکہ یوں سمجھیں گے کہ موت کی شدت کی وجہ سے اس کی عقل چلی گئی تھی، اور جب عقل چلی جائے تو اس صورت میں ہر چیز معاف ہے بھئی۔ تو کسی کو ذکر بھی نہیں کرنا اور اس کے بارے میں خیال بھی نہیں کرنا کہ اس کی موت کفریہ ہوئی ہے، نہیں نہیں ایسا نہیں سمجھنا بلکہ کیا سمجھیں گے؟ موت کس حالت میں ہوئی ہے؟ ایمان ہی کی حالت میں ہوئی ہے، اور اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہیں گے۔

اسی طرح یاد رکھو بھئی اگر غسل دیتے وقت کوئی اس میں کوئی خرابی دیکھ لی بھئی غسل دیتے ہوئے، مثلاً چہرہ کالا ہو گیا ہے اس کا میت کا، یا چہرہ بگڑ گیا ہے عجیب بن گیا ہے کہ انسان کو دیکھ کر خوف آتا ہے، یا اس طرح کی کوئی علامت دیکھی تو اس کا بھی چرچا نہ کرے بھئی، کسی کو نہ بتلائے غسل دینے والا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ کسی کو نہ بتلائے، یہ جائز نہیں ہے کسی کے سامنے ذکر کرنا۔ لیکن اگر مرنے والا وہ اعلانیہ گناہ کیا کرتا تھا بھئی، مثلاً کوئی گانا بجانے والا تھا، یا کوئی عورت تھی گانا بجانے والی، یا ناچنے والی تھی یا طوائف تھی وغیرہ، تو پھر لوگوں کو بتانا چاہیے تاکہ لوگ کیا کریں؟ آئندہ ان کاموں سے بچیں اور توبہ کریں بھئی۔ تو ورنہ ویسے کوئی بری علامت دیکھے تو نہیں بتانی چاہیے کسی کو۔ ہاں اگر کوئی اچھی علامت دیکھی تو بتانا مستحب ہے مولانا، بتانا چاہیے بھئی، مثلاً چہرے پر رونق تھی، نورانیت تھی، مسکراہٹ تھی وغیرہ، یہ چیزیں دیکھے تو پھر بتانی چاہئیں بھئی۔

بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو یہ غسل کا طریقہ یہاں تک سارا بیان، اور یہ یاد رکھنا مولانا غسل کا یہ طریقہ مسنون ہے جو تفصیل کے ساتھ میں نے بیان کیا۔ اگر کوئی اس طریقے پر غسل نہیں دیتا بلکہ سارے بدن کو ایک دفعہ دھو دیتا ہے تو یہ بھی کافی ہے، فرض ادا ہو گیا بھئی۔ یہ جو تفصیل بیان ہوئی وضو کروائیں، استنجا پہلے پھر وضو کروانا ہے اس کے بعد مولانا اس کے سر کو دھونا ہے اور اس کے بعد پھر اس کے اوپر پانی بہانا ہے، یہ مسنون طریقہ ہے۔ اگر کیا کیا کسی شخص نے؟ سارے بدن کو ایک دفعہ دھو دیا تو اس صورت میں بھی کیا ہو گا؟ فرض ادا ہو جائے گا بھئی۔

اچھا اب بھئی کفن کی تفصیل آرہی ہے۔ وَالسُّنَّةُ أَنْ يُكَفَّنَ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ: إِزَارٌ وَقَمِيصٌ وَلِفَافَةٌ، اور سنت یہ ہے کہ کفن دیا جائے آدمی کو تین کپڑوں کے اندر۔ تین کپڑے وہ کون کون سے ہیں؟ إِزَارٌ ایک ازار ہے، وَقَمِيصٌ اور ایک قمیص ہے، وَلِفَافَةٌ اور لفافہ بھئی، تین کپڑوں میں۔

یاد رکھیں تفصیل بھئی، کیسے پہنائیں گے، کیا ہو گا کفن بھئی؟ یاد رکھیے کتنے کپڑے ذکر ہوئے؟ تین: ازار، قمیص اور لفافہ۔ ازار جو ہے، ازار سر سے لے کر پاؤں تک کپڑا ہو گا بھئی۔ کہاں سے کہاں تک؟ سر سے لے کر پاؤں تک کپڑا ہو گا بھئی، سر بھی ڈھانپا جائے اور پاؤں بھی ڈھانپے جائیں۔ بھئی ازار کی کیا بات میں نے ذکر کی، ازار کہاں سے کہاں تک ہو؟ سر سے پاؤں تک ہو بھئی، اور چوڑائی اتنی ہو کہ دونوں طرف سے میت پر ڈالیں تو میت اس میں اچھی طرح چھپ جائے بھئی، سمجھ میں آیا؟ لپیٹا جا سکے اس پر۔

اور قمیص، قمیص کا طریقہ یہ ہے مولانا کہ میت کی گردن سے لے کر پاؤں تک، کہاں سے لے کر؟ گردن سے لے کر پاؤں تک اس سے دگنا کپڑا لے لو لمبائی میں۔ تو دیکھو فرض کرو مولانا میت کا قد ہے گردن سے لے کر پاؤں تک ڈیڑھ گز، تو اس سے دگنا کپڑا لو، کتنا بھئی؟ تین گز کپڑا لے لو۔ اس تین گز لمبے کپڑے کو درمیان سے موڑو تو ڈیڑھ گز ایک طرف ہوا، ڈیڑھ گز دوسری طرف، دو تہیں بن گئیں یا نہیں بن گئیں؟ اور جہاں سے موڑا ہے وہاں پر تھوڑا سا بیچ میں سے کاٹنا ہے یہاں سے میت کا سر ہم نے گزارنا ہے۔ الگ نہیں کرنے دونوں حصے مولانا، بلکہ کیا کرنا ہے؟ ہاں یہ جو ڈیڑھ گز کی دو تہیں بن گئیں یہ جہاں سے وہ موڑا ہے اس جگہ پر تھوڑا سا کاٹ دینا ہے، یہاں سے اب میت کا سر نکال لیں گے اور ایک حصہ اوپر کی طرف میت کے آجائے گا دو تہوں میں سے اور ایک حصہ نیچے کی طرف آجائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ قمیص کہلاتی ہے مولانا، اس میں بازو وغیرہ نہیں ہیں، ہے سیدھا ہی کپڑا، البتہ صورت ہم نے کس کی دے دی؟ قمیص کی دے دی کہ درمیان میں چاک لگا کر اس کو پہنا دیں گے اور ایک حصہ میت کے نیچے آجائے گا اور ایک حصہ میت کے اوپر آجائے گا اور اتنا ہو کہ بھئی آرام سے قدموں کو ڈھانپ لے بھئی، قدموں تک آجائے۔

تو ازار کتنا تھا؟ سر سے لے کر پاؤں تک ڈھانپ لے سارے کو۔ اور قمیص کہاں سے کہاں تک ہے؟ گردن سے لے کر پاؤں تک نیچے کی جانب بھی اور اوپر کی جانب بھی۔ اور لفافہ یہ سب سے اوپر آتا ہے اور یہ ازار سے لمبا ہو تاکہ میت اس میں اچھی طرح ہم ڈھانپ لیں اور اوپر کی طرف بھی باندھ لیں گے اور قدموں کی طرف بھی باندھ لیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ بھئی قد سے کچھ اوپر ہو، اوپر گرہ لگانی ہے بھئی، باندھنا ہے ہم نے، اسی طرح پاؤں کی طرف بھی باہر کچھ نکلا ہوا ہو لمبا ہو وہاں بھی ہم نے گرہ لگانی ہے۔ تفصیل سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ کفن ہے مولانا۔

طالب علم: جی یہ لفافہ جو ہے سر سے اوپر تک، اوپر ہی ڈھانپنا ہے کہ سارا اوپر لپیٹنا ہے؟

استاذ: بھئی ڈھانپنا ہے بھئی اوپر گرہ لگانی ہے۔ دیکھو سب سے پہلے نیچے وہ لفافہ جو لمبا کپڑا ہے ازار سے بھی ایک ہاتھ لمبا ہے مولانا، سب سے پہلے اس کو نیچے بچھا دیا۔ اس کے بعد اس کے اوپر ازار بچھا دیں گے۔ کیا کریں گے؟ ازار بچھا دیں گے، سب سے نیچے لفافہ، اس کے اوپر ازار۔ اس کے بعد اس کے اوپر قمیص کیا کریں گے؟ بھئی قمیص کا آدھا حصہ بچھا لیں گے، آدھا حصہ اب سر کی طرف رکھ دیا۔ اب میت کو لائے، اس کپڑے کے اوپر رکھ دیا مولانا۔ اور پھر سب سے اوپر کیا ہے؟ قمیص ہے، اس سے نیچے کیا ہے؟ ازار ہے، اس سے نیچے کیا ہے؟ لفافہ ہے۔ اب قمیص بھئی آدھی بچھی ہوئی ہے اور آدھی کس طرف پڑی ہے؟ سر کی جانب، تو اب وہاں آرام سے بھئی میت کے سر کی طرف سے اس کو پہنا دیں گے اور پھر یہ ایک حصہ اوپر میت پہ ڈال دیں گے بھئی قمیص کا۔ سب سے پہلے اوپر کیا آگئی؟ قمیص۔ پھر اس کے بعد نیچے کیا تھا؟ ازار، اب ازار دونوں طرف سے لپیٹ دیں گے میت کے اوپر۔ پھر اس کے بعد سب سے باہر کیا تھا؟ لفافہ، اب اس کو اچھی طرح لپیٹ دیں گے میت کے اوپر اور دونوں طرف باہر کی طرف کیا کر دیں گے؟ گرہ لگا دیں گے۔ اور اگر کھلنے کا خطرہ ہے تو درمیان سے بھی کیا کر سکتے ہیں؟ گرہ لگا سکتے ہیں کسی پٹی وغیرہ کے ذریعے۔ تو سر کی طرف جو کنارہ ہے اس کو بھی کسی پٹی وغیرہ سے باندھ دیں گے، پاؤں کی طرف بھی پٹی وغیرہ سے باندھ دیں گے، اور اگر درمیان سے کھلنے کا خطرہ ہے تو وہاں بھی پٹی سے باندھ دیں گے۔ تفصیل سب کو سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟

تو کہتے ہیں وَالسُّنَّةُ أَنْ يُكَفَّنَ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، سنت یہ ہے کہ کفن دیا جائے آدمی کو تین کپڑوں میں: إِزَارٌ وَقَمِيصٌ وَلِفَافَةٌ، ایک ازار اور قمیص اور لفافہ۔ فَإِنِ اقْتَصَرُوا عَلَى ثَوْبَيْنِ جَازَ، اور اگر اکتفا کر لیا دو کپڑوں پر تو یہ بھی جائز ہے۔ قمیص نہیں پہنائی مولانا، صرف ازار اور لفافے پر اکتفا کر لیا یہ بھی جائز ہے۔ ہاں مسنون یہ ہے کہ تین کپڑے ہونے چاہئیں۔ لیکن اس سے کم دیں یہ درست نہیں مولانا، ہاں اگر مجبوری ہے تو پھر تو ٹھیک ہے جائز ہے۔

وَإِذَا أَرَادُوا لَفَّ اللِّفَافَةِ عَلَيْهِ، جب ارادہ کریں لفافے کو اس پر لپیٹنے کا، کس کے لپیٹنے کا ارادہ کریں؟ لفافے کا۔ بھئی سب میں اسی طرح کرنا ہے، پہلے بائیں طرف سے ڈالنا ہے پھر کس طرف سے ڈالنا ہے؟ دائیں طرف سے، تاکہ دائیں جانب اوپر رہے کپڑا بھئی، دائیں جانب والا۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا أَرَادُوا لَفَّ اللِّفَافَةِ عَلَيْهِ ابْتَدَأُوا بِالْجَانِبِ الْأَيْسَرِ، جب ارادہ کریں لفافے کو لپیٹنے کا میت پر تو ابتدا کریں بائیں جانب سے، فَأَلْقَوْهُ عَلَيْهِ پس اس کو اس کے

اوپر ڈال دیں، ثُمَّ بِالْأَيْمَنِ پھر کس طرف سے؟ دائیں طرف سے۔ تو دیکھو اب کون سی جانب اوپر آ گئی؟ دائیں جانب اوپر آ گئی۔ فَإِنْ خَافُوا أَنْ يَنْتَشِرَ الْكَفَنُ عَنْهُ عَقَدُوهُ، اور اگر یہ خوف ہو کہ کھل جائے گا کفن میت سے، عَقَدُوهُ تو کیا کریں اس کو؟ باندھ دیں بھئی، گرہ لگا دیں۔

وَتُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ، اور عورت کو کفن دیا جائے گا پانچ کپڑوں کے اندر: إِزَارٌ وَقَمِيصٌ وَخِمَارٌ وَخِرْقَةٌ تُرْبَطُ بِهَا ثَدْيَاهَا وَلِفَافَةٌ۔ عورت کے پانچ کپڑے ہیں مولانا کفن کے: ایک ازار ہے اسی طرح سر سے لے کر پاؤں تک، وَقَمِيصٌ اور ایک کیا ہے؟ قمیص، وہی کرتا ہے مولانا گردن سے لے کر پاؤں تک جو نیچے کی جانب بھی آئے گا اوپر کی جانب بھی، وَخِمَارٌ خمار اوڑھنی ہے، دوپٹہ مولانا جسے سر بند بھی کہتے ہیں، یہ تقریباً ڈیڑھ گز کا کپڑا یہ اس کے سر پر بھی ڈال دیا جاتا ہے اور عورت کے بال جو ہیں مولانا اس کے دو حصے کر دیے جاتے ہیں: ایک حصہ دائیں طرف سینے پر ڈال دیا اور ایک حصہ بائیں طرف سینے پر ڈال دیا اس اوڑھنی میں لپیٹ کر۔ اوڑھنی سر پر رکھی اور پھر نیچے کی طرف بالوں کو اس میں لپیٹ دیا اور ایک حصہ کس طرف ڈال دیا؟ دائیں طرف، اور ایک حصہ اس کے اوپر بائیں طرف سینے پر ڈال دیا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ خمار ہے، یہ ایک چیز زیادہ ہے۔ وَخِرْقَةٌ اور ایک کپڑا ہو، کپڑے کا ٹکڑا تُرْبَطُ بِهَا ثَدْيَاهَا کہ باندھ دیا جائے گا اس کے ساتھ اس کے پستانوں کو۔ ثَدْيَاهَا تثنیہ ہے ثَدْيٌ کی، ثَدْيَانِ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا بھئی۔ تو یہ کپڑا ہے مولانا سینہ بند جس کو کہتے ہیں، یہ ہو گا بھئی بغلوں سے لے کر گھٹنوں تک بھئی۔ بغلوں سے لے کر کہاں تک؟ گھٹنوں تک ایک کپڑا ہو گا جس میں اس کو لپیٹا جائے گا بھئی۔ وَلِفَافَةٌ اور پانچواں کپڑا کیا ہے؟ لفافہ، جو میں نے بتلایا سب سے اوپر ہوتا ہے اور سب سے لمبا کپڑا ہے بھئی۔[۳]

تو کہتے ہیں فَإِنِ اقْتَصَرُوا عَلَى ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ جَازَ، اور اگر اکتفا کیا تین کپڑوں پر عورت کے اندر تو یہ بھی جائز ہے۔ کون سے تین کپڑے ہیں بھئی؟ ازار، خمار اور لفافہ۔

وَيَكُونُ الْخِمَارُ فَوْقَ الْقَمِيصِ تَحْتَ اللِّفَافَةِ، اور جو اوڑھنی ہے، جو دوپٹہ ہے فَوْقَ الْقَمِيصِ وہ قمیص کے اوپر ہو گا، تَحْتَ اللِّفَافَةِ اور لفافے کے نیچے ہو گا بھئی۔ وَيُجْعَلُ شَعْرُهَا عَلَى صَدْرِهَا، اور ڈال دیے جائیں گے اس کے بال اس کے سینے پر۔ اس کے سینے پر اس کے بال ڈال دیے جائیں گے اس خمار میں لپیٹ کر بھئی، نصف ایک جانب اور نصف دوسری جانب۔

عورت کے کفن، بھئی مرد کے کفن میں سب سے پہلے ہم نے کیا بچھایا تھا؟ لفافہ، اور اس کے اوپر کیا بچھایا تھا؟ ازار، اس کے بعد اس کے اوپر کیا آیا تھا؟ قمیص آئی تھی بھئی۔ تو عورت کے اندر بھی یہی ترتیب ہے، البتہ کرتا جب عورت کو وہ پہنا دیا اس کے بعد اس کو وہ اوڑھنی پہنا دی جائے گی سر پر اور پھر اس میں بالوں کو لپیٹ کر اس کے سینے پر ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد بھئی اب اس کے اوپر کیا آیا؟ ازار آ جائے گا اسی طرح، ازار کے اوپر کیا آ جائے گا؟ لفافہ۔ اچھا ایک چیز رہ گئی نا، کیا؟ وہ خرقہ رہ گیا بھئی، وہ سینہ بند رہ گیا، وہ کہاں پر ہو گا بھئی؟ تو اس کے بارے میں یاد رکھیے بھئی خرقہ ازار سے اوپر ہو۔ خرقہ ازار کے اوپر ہو، یعنی ازار کے بعد ہو۔ معلوم ہوا سب سے پہلے کیا ہے؟ قمیص ہے، قمیص کے بعد کیا ہے؟ خمار ہے، خمار کے بعد کیا ہو گا؟ ازار، اور ازار کے اوپر کیا آ جائے گا؟ خرقہ آ جائے گا، اور خرقے کے اوپر پھر کیا آ جائے گا؟ لفافہ۔ ترتیب سمجھ میں آئی کہ نہیں؟ دوبارہ سنو، سب سے پہلے کیا ہے؟ قمیص، قمیص کے اوپر خمار بھئی وہ سر پہ جو پہنا، قمیص کے بعد خمار، خمار کے بعد وہی ازار، ازار کے اوپر کیا آ جائے گا؟ وہ خرقہ آ جائے گا مولانا وہ سینہ بند، اور اس کے بعد سب سے اوپر کیا آئے گا؟ لفافہ آ جائے گا۔ تو میں نے کیا ترتیب بتلائی؟ سینہ بند کو ازار کے نیچے ہونا چاہیے یا اوپر ہونا چاہیے؟ اوپر ہونا چاہیے۔ لیکن اگر سینہ بند ازار سے نیچے رکھا یہ بھی جائز، یا سب سے اوپر رکھا لفافے سے بھی اوپر رکھا پھر بھی جائز ہے مولانا۔

وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُ الْمَيِّتِ وَلَا لِحْيَتُهُ، اور کنگھی نہ کیے جائیں میت کے بال بھئی، وَلَا لِحْيَتُهُ اور نہ اس کی داڑھی کو۔ سَرَّحَ يُسَرِّحُ کا معنی کنگھی کرنا۔ کنگھی کی حاجت نہیں مولانا میت کو، یہ تو زینت کے لیے ہے مولانا اور میت کو زینت کی حاجت نہیں۔ وَلَا يُقَصُّ ظُفْرُهُ وَلَا يُقَصُّ شَعْرُهُ، اور نہ کاٹے جائیں اس کے ناخن اور نہ اس کے بال بھئی۔ بال اور ناخن نہیں کاٹے جائیں گے میت کے مولانا، یاد رکھنا یہ درست نہیں ہے۔ اگر کسی نے کاٹ دیے ہیں تو میت کے ساتھ ہی رکھ دو کفن کے اندر، ساتھ ہی دفن کریں بھئی۔[۴]

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۴۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِزَارٌ وَقَمِيصٌ وَخِمَارٌ وَخِرْقَةٌ تُرْبَطُ بِهَا ثَدْيَاهَا وَلِفَافَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إزار وقميص وخمار وخرقة يربط بها ثدياها ولفافة» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۴۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُقَصُّ ظُفْرُهُ وَلَا يُقَصُّ شَعْرُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يقص ظفره ولا يعقص شعره» منقول ہے۔

وَتُجْمَرُ الْأَكْفَانُ قَبْلَ أَنْ يُدْرَجَ فِيهَا وِتْرًا، اور دھونی دی جائے گی کفنوں کو قبل اس میں میت کو لپیٹنے کے تین مرتبہ۔تُجْمَرُ بھی پڑھ سکتے ہیں تُجَمَّرُ بھی پڑھ سکتے ہیں۔وَتُجَمَّرُ الْأَكْفَانُ، اور دھونی دی جائے گی کفنوں کوقَبْلَ أَنْ يُدْرَجَ فِيهَا قبل اس کے کہ میت کو اس میں لپیٹا جائے وِتْرًا طاق بھی، تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اس کو دھونی دے دی جائے گی بھی۔کوئی خوشبودار دھواں وغیرہ اگربتی وغیرہ لگالی بھی، اس کے ذریعے خوب اچھی طرح کر دیں۔

فَإِذَا فَرَغُوا مِنْهُ صَلَّوْا عَلَيْهِ، جب اس تکفین سے فارغ ہو جائیں بھی، صَلَّوْا عَلَيْهِ تو پھر کیا پڑھیں اس پر؟ نماز جنازہ پڑھیں گے بھی۔چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۳۳: باب الجنائز (۲): نمازِ جنازہ کا طریقہ، امامت کا حق دار، چار تکبیرات، نوزائیدہ بچے کا حکم، حملِ جنازہ اور تدفین

مختصر القدوری صفحہ: ۳۴—بتاریخ: ۲۴ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ عَلَيْهِ السُّلْطَانُ إِنْ حَضَرَ، فَإِنْ لَمْ يَحْضُرْ فَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ إِمَامِ الْحَيِّ، ثُمَّ الْوَلِيُّ، فَإِنْ صَلَّى عَلَيْهِ غَيْرُ الْوَلِيِّ وَالسُّلْطَانِ أَعَادَ الْوَلِيُّ، وَإِنْ صَلَّى عَلَيْهِ الْوَلِيُّ لَمْ يَجُزْ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدٌ بَعْدَهُ.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

گزشتہ سبق میں میت کو غسل دینے اور اس کو کفن دینے کے مسائل ذکر ہو گئے تھے۔ آج نماز جنازہ کے مسائل ذکر ہوں گے۔ تو سب سے پہلے آپ کو یہ بتلائیں گے کہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق کسے ہے؟ تو صاحب قدوری بتلا رہے ہیں کہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار جو ہے وہ بادشاہ وقت ہے، بادشاہ وقت۔ یاد رکھنا اگر بادشاہ نہ ہو تو پھر اس کا جو نائب ہو گا یعنی اس شہر کا حکمران جو ہے، حاکم ہے، وہ بھئی۔ اگر وہ بھی نہ ہو تو پھر اس کا جو نائب ہے یعنی قاضی شہر، وہ زیادہ حقدار ہے۔ اگر قاضی بھی نہ ہو تو پھر اس صورت کے اندر قاضی کا جو نائب ہے وہ ہو گا بھئی۔ اور پھر یاد رکھنا اس کے بعد بھئی اگر بادشاہ یا بادشاہ کے نائبین نہ ہوں تو جو محلے کی مسجد کا امام ہے وہ زیادہ حقدار ہے بھئی، وہ زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر وہ بھی نہ ہو تو پھر جو اس کا ولی ہے مولانا، اس کے خاندان میں جو اس کا قریبی رشتہ دار ہے، باپ ہے یا بیٹا ہے، وہ زیادہ حقدار ہے بھئی۔ کیا کرے گا؟ وہ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے۔

تو کہتے ہیں وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ عَلَيْهِ، اور لوگوں میں سب سے اولیٰ جو ہے اس پر امامت کے لیے، السُّلْطَانُ، وہ کون ہے؟ بادشاہ ہے، بادشاہ وقت بھئی، إِنْ حَضَرَ، اگر وہ حاضر ہو تو وہ سب سے زیادہ حقدار ہے بھئی۔ فَإِنْ لَمْ يَحْضُرْ، پس اگر وہ حاضر نہ ہو، اور میں نے بتلایا اس کے نائبوں میں سے بھی کوئی حاضر نہ ہو، فَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ إِمَامِ الْحَيِّ، تو مستحب ہے کس کو مقدم کرنا؟ إِمَامُ الْحَيِّ کو بھئی، جو محلے کا، محلے کی مسجد کا جو امام ہے۔ اس کا عطف سُلْطَانٌ پر کر لیں بھئی، خبر محذوف نکالیں: ثُمَّ الْوَلِيُّ أَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ، پھر ولی جو ہے وہ لوگوں میں سے امامت کے زیادہ لائق ہے۔ ثُمَّ الْوَلِيُّ، بادشاہ حقدار ہے یا اس کے نائبین حقدار ہیں، ثُمَّ الْوَلِيُّ پھر کون حقدار ہے؟ ولی حقدار ہے۔ فَإِنْ صَلَّى عَلَيْهِ غَيْرُ الْوَلِيِّ وَالسُّلْطَانِ، پس اگر اس پر نماز پڑھی ولی کے علاوہ نے، ولی اور بادشاہ کے علاوہ کسی اور نے اس پر نماز پڑھی یعنی امامت کروا دی، أَعَادَ الْوَلِيُّ، تو ولی کیا کر سکتا ہے؟ تو اعادہ کروائے گا ولی بھئی۔ وَإِنْ صَلَّى عَلَيْهِ الْوَلِيُّ لَمْ يَجُزْ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدٌ بَعْدَهُ، اور اگر اس پر ولی نے نماز جنازہ پڑھی تو جائز نہیں ہے کہ اس پر نماز جنازہ پڑھے کوئی ایک بھی اس کے بعد بھئی۔ جب ولی نے پڑھ دی تو پھر بادشاہ وقت بھی نہیں بھئی دوبارہ پڑھا سکتا، ایک دفعہ ہو گی نماز جنازہ۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۴۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ عَلَيْهِ السُّلْطَانُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخہ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وأولى الناس بالصلاة عليه السلطان» منقول ہے۔

فَإِنْ دُفِنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ صُلِّيَ عَلَى قَبْرِهِ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، پس اگر اس کو دفن کر دیا گیا بھئی، کیا کیا گیا؟ دفن کر دیا گیا بھئی، کوئی نماز جنازہ پڑھنے والا ہی نہیں تھا بھئی، تو کہتے ہیں اس صورت کے اندر اس کی قبر پر ہی نماز جنازہ پڑھ دی جائے گی بعد میں۔ لیکن کب تک پڑھی جائے گی؟ صاحب قدوری فرمارہے ہیں تین دن تک بھئی، تین دن کے اندر اندر پڑھ لے کوئی اس کی قبر پر بھئی۔ دیگر بعض علماء نے، صاحب ہدایہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس کی لاش پھولی پھٹی نہ ہو جب تک اس وقت تک کیا کیا جائے؟ اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھ دی جائے بھئی۔ اور وہ کتنی مدت میں پھولے گی پھٹے گی؟ کہتے ہیں بھئی یہ علاقوں کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ جتنا ٹھنڈا علاقہ ہو گا اتنی زیادہ مدت تک وہ جسم اس کا محفوظ رہے گا، اور جتنا گرم ہو گا اتنی جلدی لاش پھول جائے گی پھٹ جائے گی بھئی۔ تو تعیین نہیں ہو سکتی اس کی، علاقے کا اعتبار ہو گا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ دُفِنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ، پس اگر دفن کر دیا گیا اور اس پر نماز نہ پڑھی گئی تو نماز پڑھی جائے گی اس کی قبر پر تین دن تک، وَلَا يُصَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ، اور اس کے بعد نہیں پڑھی جائے گی۔

وَيَقُومُ الْمُصَلِّي بِحِذَاءِ صَدْرِ الْمَيِّتِ، اور نماز پڑھنے والا کھڑا ہو گا بِحِذَاءِ صَدْرِ الْمَيِّتِ میت کے سینے کے مقابلے میں۔ میت کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہو گا بھئی نماز جنازہ پڑھنے والا، اور اگر لوگ زیادہ ہیں جماعت ہو رہی ہے بھئی، پھر امام کہاں پر کھڑا ہو جائے؟ میت کے سینے کے برابر میں، مقابلے میں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اور یاد رکھنا نماز جنازہ میں یہ نیت کرے، یہ نماز جنازہ دراصل دعا ہے میت کے لیے، اس کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھئی۔ تو یہ نیت کرے کہ میں نماز جنازہ پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کی رضا اور میت کے لیے بطور دعا کے بھئی۔ میں نماز جنازہ پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور میت کی دعا کے لیے بھئی۔ اور ایک اہم ترین بات یاد رکھنا، نماز جنازہ کے اندر دو فرض ہیں بھئی: ایک قیام فرض ہے اور ایک وہ تکبیرات، چار تکبیرات ہیں وہ فرض ہیں بھئی۔ ایک تکبیر تحریمہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور پھر ہاتھ باندھ لیے، یہ تکبیر فرض تھی۔ پھر اس کے بعد دوسری تکبیر کہے گا، پھر تیسری، پھر چوتھی کہہ کر اس کے بعد سلام پھیرتے ہیں، تو یہ چاروں تکبیرات فرض ہیں بھئی۔ یہ کیا ہیں؟ فرض۔ تو قیام بھی فرض اور چار تکبیرات۔ یہ چار تکبیرات چار رکعت کے قائم مقام ہیں، ہر تکبیر کس کے قائم مقام ہے؟ ایک رکعت کے بھئی۔ تو یہ چاروں تکبیرات فرض ہیں یاد رکھنا، اور یہ جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں نماز جنازہ میں یہ مسنون ہیں، سنت ہیں۔ اور آپ نے پڑھا ہے فرض رہ جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی، اور کوئی مسنون عمل رہ جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ اور یہ اکثر لوگوں کو مسئلے کا پتہ نہیں ہے بھئی، وہ دعائیں تو پڑھتے ہیں وہ تکبیر اکثر نہیں پڑھتے بھئی۔ تو فرض رہ گیا تو نماز جنازہ ہی نہیں ہوئی بھئی۔ تو لہٰذا خیال رکھنا بھئی اور یہ لوگوں کو بھی مسئلہ بتلاتے رہنا بھئی۔ کسی کو ان میں سے ایک بھی دعا نہیں آتی، بس آئے آ کر نیت کر کے کھڑا ہو جائے اور وہ چاروں تکبیرات ساتھ کہے بھئی، امام کہے، امام اونچی آواز سے کہتا ہے یہ آہستہ آواز سے کہے، چاروں تکبیرات کہے اور پھر سلام پھیر دے، نماز جنازہ اس کی ہو گئی بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ وہ دعائیں وغیرہ کیا ہیں؟ سنت ہیں۔ بالکل خاموش کھڑا رہے نہیں آتی تو، تو پھر بھی نماز جنازہ ہو جائے گی بھئی۔

وَالصَّلَاةُ أَنْ يُكَبِّرَ تَكْبِيرَةً يَحْمَدُ اللَّهَ تَعَالَى عَقِيبَهَا، اور نماز جنازہ یہ ہے کہ تکبیر کہے، اللہ کی حمد بیان کرے اس کے بعد۔ بھئی کیا طریقہ ہے نماز جنازہ کا؟ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر ہاتھ باندھ لیے، پھر کیا پڑھیں گے؟ ثنا پڑھیں گے، وہی نماز میں جو ہم پڑھتے ہیں: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ ہاں ایک لفظ بڑھا دے بھئی: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ لیکن ویسے وہی نماز والا پڑھ لے پھر بھی ٹھیک ہے بھئی۔

جی اس کے بعد پھر تکبیر کہے گا بھئی اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اس کے بعد درود پڑھے بھئی، اور افضل یہ ہے کہ وہ درود ابراہیمی پڑھے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہے تیسری تکبیر، اور اس کے بعد پھر وہ دعا پڑھے۔ وہ دعا پڑھے گا بھئی، اگر بالغ مرد یا عورت ہے تو پھر وہ ایک ہی دعا پڑھی جاتی ہے، مشہور ہے۔ دعائیں کئی آتی ہیں احادیث میں، جو بھی دعا پڑھ لے ٹھیک ہے بھئی، لیکن مشہور کون سی ہے؟ اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اَللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ۔ یہ دعا پڑھ لے چاہے مرد کا جنازہ ہو چاہے عورت کا۔ اور اگر بچے کا ہے، نابالغ بچہ ہے یا بچی ہے، تو لڑکے کے لیے یہ دعا پڑھیں گے بھئی، کیا دعا ہے؟ اَللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا۔ اور اگر لڑکی ہے نابالغ تو اس صورت میں ضمیریں جو آئیں وہ مؤنث کی لانی ہیں اور آخر میں جو دو صیغے آئے تھے مذکر کے ان کی جگہ مؤنث کے صیغے لے آئیں۔ جیسے کیا، وہاں پڑھا تھا اَللَّهُمَّ اجْعَلْهُ، اگر لڑکی ہے نابالغ تو کیا پڑھیں گے؟ اَللَّهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو یہ دعا پڑھے، پھر اس کے بعد تکبیر کہے اور پھر سلام پھیر دے۔

اور عام نمازوں میں چونکہ ان کی قضا ہوتی ہے تو اگر جماعت نکلنے بھی لگے پھر بھی تیمم کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ کیا کرنا پڑتا ہے؟ وضو۔ لیکن نماز جنازہ کی چونکہ قضا نہیں ہے، آپ پہنچے، دیکھا کہ جنازہ بالکل تیار ہے نماز شروع ہونے لگی ہے، اب اگر میں گیا تو ابھی آدھا وضو بھی نہیں کیا ہوگا پہلی نماز جنازہ بھی ہو چکی ہوگی جب تک بھئی، تو لہٰذا وہیں پر تیمم کر کے اس میں شریک ہو جائیں بھئی، تیمم کر کے شریک ہو جائیں، تیمم کر سکتے ہیں بھئی۔

اور یہ بھی یاد رکھیے بھئی کہ نماز جنازہ کے اندر تین صفیں بنانا مستحب ہیں، حتیٰ کہ علماء لکھتے ہیں اگر سات آدمی ہوں صرف پھر بھی تین صفیں بنالیں۔ سب سے آگے امام ہو جائے، امام کے پیچھے پہلی صف میں تین آدمی ہو جائیں، اس کے پیچھے دو آدمی ہو جائیں دوسری صف میں، اور ان کے پیچھے تیسری صف میں ایک آدمی ہو جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور اگر لوگ زیادہ ہیں تو پھر طاق صفیں ہونی چاہئیں، طاق تعداد میں: پانچ، سات، نو، گیارہ۔

اور اگر کوئی درمیان میں پہنچا بھئی، نماز جنازہ شروع ہو چکی، پھر کیا کرے؟ تو یاد رکھیے آتے ساتھ ہی فوراً اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر نہ شریک ہو، بلکہ انتظار کرے اگلی تکبیر کا۔ جیسے ہی امام اگلی تکبیر کہتا ہے یہ بھی اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ تو اب اس کی کچھ رکعتیں رہ چکی ہیں بھئی، وہ تکبیر کس کے قائم مقام تھی؟ رکعت کے، کچھ رکعتیں رہ چکی ہیں، لہٰذا جب امام سلام پھیرتا ہے تو اس وقت یہ کیا کرلے؟ وہ تکبیرات کہہ کر پھر سلام پھیر دے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور یاد رکھو دفن سے پہلے تک میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست نہیں ہے بھئی۔ دفن کے بعد وہیں قبر پر ہاتھ اٹھا کر کیا کر سکتے ہیں؟ وہاں دعا کرنی چاہیے بلکہ مستحب ہے۔

جی دیکھیے اب کتاب پر بھئی۔ وَالصَّلَاةُ أَنْ يُكَبِّرَ تَكْبِيرَةً يَحْمَدُ اللَّهَ تَعَالَى عَقِيبَهَا، اور نماز یہ ہے کہ تکبیر کہے اور اللہ کی حمد بیان کرے اس کے بعد، ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَةً، پھر اس کے بعد تکبیر کہے، وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اور درود پڑھے حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر، ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَةً ثَالِثَةً يَدْعُو فِيهَا لِنَفْسِهِ وَلِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِينَ، پھر تیسری تکبیر کہے اور دعا کرے اس میں اپنے لیے اور میت کے لیے اور مسلمانوں کے لیے۔ وہ دعا ہے بھئی جو بتلائی میں نے وہ اپنے لیے، میت کے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا ہے۔ دیکھا اس میں دعا کرے اپنے لیے، اور میت کے لیے اور مسلمانوں کے لیے، دعا کا طریقہ بھی بتلا دیا، جب بھی دعا کرے انسان پہلے اپنے لیے کرنی چاہیے اس کے بعد دوسروں کے لیے اور پھر تمام مسلمانوں کے لیے کرنی چاہیے بھئی۔ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَةً رَابِعَةً، پھر اس کے بعد چوتھی تکبیر کہے، وَيُسَلِّمُ، اور سلام پھیر دے۔ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى، اور ہاتھ نہیں اٹھائے گا مگر پہلی ہی تکبیر میں۔ جب تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے گا، باقی تکبیروں میں ہاتھ نہیں اٹھانے بھئی۔

وَلَا يُصَلَّى عَلَى مَيِّتٍ فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، اور نماز جنازہ نہ پڑھی جائے میت پر جماعت کی مسجد میں۔ بھئی جہاں جماعت ہوتی ہے اس مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی بھئی۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں نماز جنازہ مسجد سے عموماً باہر ہوتی ہے۔ یا مسجد کے اگلے حصے میں کیا کیا جاتا ہے؟ باہر کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے یا کچھ حصہ باہر آگے بنا دیا جاتا ہے کمرہ سا، اس میں لا کر جنازہ رکھتے ہیں، امام مسجد کے اندر اور نمازی ہیں وہیں نماز پڑھی میت سامنے پڑھی ہوئی ہے، تو مسجد میں نہیں بھئی، مسجد میں مکروہ ہے بھئی۔

فَإِذَا حَمَلُوهُ عَلَى سَرِيرِهِ، پس جب اس کو اٹھالیں اس کی چارپائی پر، میت کو اٹھالیا چارپائی پر، أَخَذُوا بِقَوَائِمِهِ الْأَرْبَعِ، تو پکڑیں اس کو اس کے چاروں پایوں سے، چارپائی کے چاروں پایوں کو کیا کرلیں؟ اس سے پکڑیں اس کو، وَيَمْشُونَ بِهِ مُسْرِعِينَ، اور چلیں اس کے ساتھ تیزی سے، جلدی جلدی قبر تک لے کر جانا چاہیے بھئی، دُونَ الْخَبَبِ بغیر دوڑے۔ دوڑنا نہیں بھئی کہ میت کیا ہو؟ ہلنے لگے، یہ نہیں بھئی، دوڑیں نہ بھئی، جلدی جلدی ہو لیکن میت میں حرکت وغیرہ نہ ہو زیادہ بھئی۔ فَإِذَا بَلَغُوا إِلَى قَبْرِهِ كُرِهَ لِلنَّاسِ أَنْ يَجْلِسُوا قَبْلَ أَنْ يُوضَعَ مِنْ أَعْنَاقِ الرِّجَالِ۔ جب قبرستان پہنچ جائیں، یاد رکھو بھئی قبرستان جب پہنچ گئے تو لوگوں کو میت کے جنازے کے نیچے رکھنے سے پہلے تک بیٹھنا درست نہیں ہے بھئی، مکروہ ہے بھئی۔ ہاں کوئی عذر وغیرہ ہو پھر جائز ہے۔ فَإِذَا بَلَغُوا إِلَى قَبْرِهِ، جب پہنچ جائیں اس کی قبر تک تو مکروہ ہے لوگوں کے لیے کہ وہ بیٹھیں قبل اس کے رکھے جانے کے لوگوں کی گردنوں سے، اس جنازے کی چارپائی کے رکھے جانے سے پہلے۔

وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ، اور قبر کو کھودا جائے، وَيُلْحَدُ۔ اچھا بھئی نماز جنازہ کی ایک دو باتیں اور بھئی، یہ بھی یاد رکھنا، کس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، کس کی نہیں پڑھی جائے گی بھئی؟ یاد رکھو نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا ضروری ہے، لہٰذا مرتد اور کافر کی نماز جنازہ نہیں ہوگی بھئی۔ اسی طرح یاد رکھو وہ باغی جو بادشاہ اسلام کے خلاف لڑتے ہوئے مارا جائے اس کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور وہ ڈاکو جو ڈاکہ ڈالتے ہوئے مارا جائے اس کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اس کی جائز ہی نہیں ہے نماز جنازہ پڑھنا۔ لیکن یہ کس وقت ہے؟ جب اسی ڈاکہ ڈالتے ہوئے مارا جائے۔ اگر اس وقت نہیں مارا گیا، بعد میں کسی

وقت مارا گیا اس کو، پھر پڑھیں گے بھئی۔ اور وہ باغی اسی وقت مارا جائے جب وہ لڑ رہا تھا تو اب اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے، لیکن اگر بعد میں لڑائی میں نہیں مارا گیا بعد میں کسی وقت اس کو مارا گیا تو پھر کیا کریں گے؟ نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اور یہ جو خود کشی کرنے والا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، مسلمان کوئی کتنا ہی گنہگار وغیرہ کیوں نہ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی بھئی۔ ہاں یہ ڈاکو اور باغی یہ اگر لڑائی میں مارے جائیں پھر ان کی نہیں پڑھی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کر دیتا ہے اور اس کے بدلے میں اس کو قتل کیا جاتا ہے تو اس کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی بھئی۔ اس نے عظیم جرم کیا بھئی، قتل کیا ایک تو اور قتل بھی کس کو کیا؟ اپنے والدین میں سے کسی ایک کو، تو لہٰذا اس میں قتل کیا گیا اس کو تو اب اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

تو کہتے ہیں وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ، اور قبر کو کھودا جائے گا۔ قبر کھودیں گے مولانا، یاد رکھیے قبر کم از کم نصف قد جتنی گہری ہو اور زیادہ سے زیادہ قد، قد سے کم ہونی چاہیے اور نصف قد سے زیادہ گہری کھودنی چاہیے۔ وَيُلْحَدُ، اور لحد بنائی جائے بھئی، لحد۔ بھئی یاد رکھو قبریں دو قسم پر ہیں: ایک صندوقی قبر کہلاتی ہے، ایک بغلی قبر کہلاتی ہے بھئی۔ صندوقی قبر بھئی وہ سیدھا گڑھا کھود دیا بھئی، سیدھی قبر ہے، یہ کیا کہلاتی ہے؟ صندوقی، جیسے صندوق اندر سے بالکل سیدھا ہوتا ہے اسی طرح یہ قبر بھی سیدھی ہے بھئی۔ اور ایک بغلی قبر کہلاتی ہے، وہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ جب قبر کھودلی مثلاً کتنے؟ پانچ فٹ تک بھئی تقریباً قبر کھودلی بھئی، پانچ فٹ تک۔ پھر اس کے نچلے حصے میں قبلے کی طرف جو قبر کی دیوار ہے، بھئی دونوں طرف ایک دیوار بن گئی نا قبر کی جو جانبین ہیں، تو جو قبلے والی جانب ہے اس طرف کو پھر اس دیوار میں گڑھا آگے کھودتے ہیں بھئی، اور میت کو پھر اس کے اندر رکھتے ہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی سب کو؟ قبلے کی طرف جو قبر کی جانب ہے وہ جو دیوار سی ایک طرف آگئی کھدائی کے بعد، اس کے نیچے بالکل جڑ کے قریب کیا کیا جاتا ہے؟ قبلے کی طرف اس دیوار کو کھودتے ہیں بھئی۔ تو قبلے کی طرف کیا کیا؟ اس میں ایک طاق بنادیا، طاق جس کے اندر ہم نے کس کو لٹانا ہے؟ میت کو لٹانا ہے۔ تو پھر یہ لحد کہلاتی ہے، بغلی قبر بھئی۔ تو میت کو پھر اس کے اندر رکھتے ہیں اور یہیں پر پھر یہ ساتھ بھئی اینٹیں وغیرہ رکھیں، اس کو بند کر دیا، پھر باقی جو سیدھا گڑھا تھا وہ اسی طرح خالی ہے۔ میت کو تو ہم نے کیا کیا؟ ایک جانب میں بھئی کھود کر وہاں رکھ دیا، تو گڑھا تو سارا خالی ہے، تو وہاں پر وہ چیزیں رکھ لیں وہ بند کر دیا بھئی، اور پھر اس سارے گڑھے کو کس سے بھر دیا؟ مٹی سے بھر دیا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ یہ لحد کہلاتی ہے۔ جی؟ ہاں یہ بہتر ہے، بغلی قبر بہتر ہے یہ بنانی چاہیے۔ لیکن بعض جگہ یہ نہیں بنا سکتے کیونکہ زمین نرم ہوتی ہے، اب ہم سائیڈ پہ کھدائی کرتے ہیں تو اوپر سے وہ بیٹھ جاتی ہے بھئی مٹی، تو جہاں پر ایسا ممکن ہو زمین سخت ہو وہاں بغلی قبر بنانی چاہیے، اور اگر زمین نرم ہے کہ ہم سائیڈ پہ کھدائی کرتے ہیں تو اوپر سے وہ بیٹھ جاتی ہے زمین بھئی تو وہاں پھر یہ سیدھی قبر ہی ٹھیک ہے بھئی۔

وَيُدْخَلُ الْمَيِّتُ، مَيِّتٌ بھی پڑھ سکتے ہیں مَيْتٌ بھی پڑھ سکتے ہیں بھئی، ٹھیک ہے بھئی دونوں طرح درست ہے۔ وَيُدْخَلُ الْمَيْتُ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ، اور داخل کیا جائے گا میت کو اس جانب سے جو قبلے کی طرف ہے۔ بھئی دیکھو قبر کی کھدائی کی، تو قبلہ یہاں سے ہے مغرب کی طرف، تو جو قبر ہم کھودیں گے وہ شمالاً جنوباً ہونی چاہیے لمبائی میں، شمالاً جنوباً بھئی، تاکہ میت کو جب ہم اس میں لٹائیں تو میت کو تھوڑا سا پہلو کے بل کر کے اس کا رخ کس طرف ہم کر دیں گے؟ قبلے کی طرف کر دیں گے۔ تو لہٰذا اب میت کو قبر میں اتارنا ہے، کہتے ہیں قبلے کی طرف سے اتارو، قبلے کی طرف کو لے آؤ چارپائی پھر وہاں سے اس کو اٹھاؤ، تاکہ جو اندر کھڑے ہیں وہ جب میت کو اندر رکھیں، اندر اتاریں تو وہ قبلہ رخ ہوں، کیا ہوں؟ قبلہ رخ ہوں بھئی۔ اور میت کو قبر میں اتارنے والے، رکھنے والے بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ بھئی یہ پڑھیں گے بھئی۔

فَإِذَا وُضِعَ فِي لَحْدِهِ قَالَ الَّذِي يَضَعُهُ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ، پس جب اس کو رکھ دیں اس کی لحد کے اندر تو کہے وہ شخص جس نے اس کو رکھا ہے، ہاں اس وقت کہیں گے، کیا کہیں گے؟ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ۔ وَيُوَجِّهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ، اور اس کو متوجہ کر دے قبلہ کی طرف بھئی، یعنی قبلہ رخ کر دیں۔ کیا طریقہ ہے بھئی قبلہ رخ کیسے کریں بھئی، میت تو سیدھی پڑی ہے؟ کہتے ہیں بھئی اس کو تھوڑا سا کیا کر دیں؟ تھوڑا پہلو کے بل اس کو کروا دیں، ایک جانب جو اس طرف کو ہے اس کو تھوڑا اٹھا دیں تو اس کا رخ کس طرف ہو جائے گا؟ قبلے کی طرف ہو جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ قبلے کی طرف متوجہ کر دے۔[۲]

وَيُحَلُّ الْعُقْدَةُ، اور کیا کیا جائے؟ يُحَلُّ الْعُقْدَةُ، بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا کفن دینے کے بعد کفن کو کیا کیا جاتا ہے؟ سر کی طرف بھی گرہ لگا دیتے

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۴۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا وُضِعَ فِي لَحْدِهِ قَالَ الَّذِي يَضَعُهُ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا وضع في لحده قال الذي يضعه:باسم الله وعلى ملة رسول الله» منقول ہے۔

ہیں، پاؤں کی طرف بھی گرہ لگا دیتے ہیں، اور کفن کھلنے کا خطرہ ہو تو درمیان سے بھی گرہ لگا دیتے ہیں۔ تو اب جب اس کو رکھ دیا میت کو قبر کے اندر تو ان گرہوں کو کھول دیں بھئی۔

وَيُسَوَّى اللَّبِنُ عَلَى اللَّحْدِ، اور برابر کر دی جائیں کچی اینٹیں لحد کے اوپر بھئی۔ کون سی اینٹیں رکھ دی جائیں بھئی وہاں پر؟ کچی اینٹیں ہونی چاہئیں۔ وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ، اور مکروہ ہے بھئی آجُرّ پکی اینٹ وَالْخَشَبُ اور لکڑی بھئی، یہ تختے بھئی لکڑی کے تختے۔ موٹی مضبوط لکڑیاں رکھنا یہ مکروہ ہے۔ وَلَا بَأْسَ بِالْقَصَبِ، اور کوئی حرج نہیں ہے کانوں کے اندر۔ قَصَب کہتے ہیں کانے، نرکل، کانے جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ جس سے وہ چک بنائی جاتی ہے بھئی، قلم وغیرہ بھی بناتے ہیں جس سے، کاتب کیا کرتے ہیں قلم بنا کر اس سے کتابت، تو وہ کانے جو ہیں ان کا کوئی حرج نہیں وہ بھی رکھ سکتے ہیں، بھئی وہ لحد کو ہم نے کیا کرنا ہے؟ بند کرنا ہے بھئی۔

ثُمَّ يُهَالُ التُّرَابُ عَلَيْهِ، پھر ڈال دی جائے مٹی اس کے اوپر بھئی، مٹی ڈالی جائے بھئی۔ اور ابتدا سر کی جانب سے کی جائے بھئی، مٹی ڈالنے کی ابتدا سر کی طرف سے، اور ہر شخص تین مرتبہ ہاتھ بھر کر قبر پر مٹی ڈال دے بھئی، قبر میں مٹی ڈال دے بھئی۔ دونوں ہاتھوں سے مٹی اٹھا کر پھینکے ہر شخص تین دفعہ بھئی۔ اور پہلی مرتبہ کہے: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ، دوسری مرتبہ: وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ، اور تیسری مرتبہ: وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى۔

وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ۔ سَنَام کہتے ہیں کوہان کو، اونٹ کا کوہان بھئی، اونٹ کی پشت پر ایک ابھرا ہوا حصہ ہوتا ہے جسے کوہان کہتے ہیں بھئی، تو قبر کو بھی کوہان نما بنایا جائے بھئی، کوہان نما یعنی اوپر سے گول سی ہو بھئی، ہموار نہ ہو بھئی، گول سی ہو بھئی۔ ہموار نہ بنائی جائے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا بھئی قبر ایک بالشت زمین سے اونچی ہونی چاہیے۔ بالشت جانتے ہو بھئی؟ ایک بالشت یا اس سے تھوڑی سی زیادہ ہو جائے لیکن بہت زیادہ اونچی نہ ہو بھئی۔

اور دفن کر دینے کے بعد فوراً واپس نہیں آ جانا چاہیے بلکہ وہیں قبر پر کچھ دیر ٹھہرنا چاہیے، اس کے لیے دعا وغیرہ کر لی جائے بھئی۔ دفن کے بعد دعا کی جا سکتی ہے اب بھئی۔ اس سے پہلے تو میں نے بتلایا بھئی دفن سے پہلے ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا کرنا درست نہیں بھئی۔ ہاں دفن کر دیا، اب وہیں پر کھڑے ہو کر دعا کی جائے۔ تو دفن سے پہلے دعا درست نہیں ہے بھئی، اسی طرح آج کل آپ دیکھتے ہیں بھئی جنازے کی نماز کے بعد لوگ کیا کرتے ہیں؟ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، نہیں بھئی یہ درست نہیں یہ بدعت ہے بھئی۔

علمائے حق کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اور ان کے کروڑہا درجات بلند فرمائے بھئی، دین کی ایک ایک چیز کی حفاظت کی ہے آج تک انہوں نے۔ دیکھیے چودہ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں، یہ دین بعینہ اسی صورت میں آج بھی آپ کے پاس موجود ہے جیسے محمد عربی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا تھا بھئی۔ تو اس دین کی حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں بھئی اور یہ علماء کو سبب بنایا اللہ تعالیٰ نے، تو معمولی بھی کوئی تبدیلی کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ اس کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں، جانیں قربان کر دیتے ہیں لیکن کسی قسم کی دین میں تبدیلی کی اجازت نہیں دیتے بھئی۔ ورنہ ہر دور کے اندر آج بھی آپ دیکھتے ہیں بھئی خود رو مجتہدین جگہ جگہ پیدا ہوتے ہیں، ایک کہتا ہے اس طرح ہونا چاہیے، دوسرا کہتا ہے اس طرح مسئلہ اس طرح کرنا چاہیے بھئی، ہر ایک اپنی عقل کے مطابق دین کو ڈھالنا چاہتا ہے لیکن یہ دراصل علمائے حق ہی ہیں، علمائے اہل سنت والجماعت بھئی، تو یہ ان کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

تو نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے بھئی یہ بدعت ہے بھئی۔ اس دین میں ہم کسی قسم کی تبدیلی کی اجازت نہیں دیں گے۔ جنازے کی نماز کے بعد جب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت نہیں ہے تو آج بھی کوئی کرے گا تو ہم اسے بدعت کہیں گے، ناجائز کہیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ نہ کہے تو دعا کر رہا ہے چلو جی نیک کام کر رہا ہے کرنے دو، نہیں بھئی نیک کام بھی کر رہا ہے وہی طریقہ ہونا چاہیے جو حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بتلایا بھئی۔ اپنی طرف سے نیک کام بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ نیک کام کرنے ہیں تو اور نوافل پڑھ لے بھئی، جتنے نوافل پڑھنے ہیں، جتنے صدقات کرنے ہیں، جتنی دوسروں کی مدد کرنی ہے، یا عبادات وغیرہ ان چیزوں میں کسی قسم کی تبدیلی کی اجازت نہیں بھئی۔ تو وہاں ٹھہر کر بھئی میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں دعا وغیرہ کی جائے بھئی اس کے لیے، دعا کی جائے، قرآن وغیرہ پڑھا جائے بھئی۔ قبر بنانے کے بعد اس پر پانی کا چھڑک دینا یہ بھی مستحب ہے بھئی، پانی اوپر چھڑک دیا جائے قبر پر۔

وَمَنِ اسْتَهَلَّ بَعْدَ الْوِلَادَةِ سُمِّيَ وَغُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ أُدْرِجَ فِي خِرْقَةٍ وَدُفِنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ۔ اِسْتَهَلَّ يَسْتَهِلُّ اِسْتِهْلَالٌ کا معنی ہوتا ہے آواز بلند کرنا بھئی، مراد رونا ہے یہاں پر کیونکہ بچہ روتے ہوئے کیا کرتا ہے؟ آواز بلند کرتا ہے بھئی۔ تو یہاں سے یہ مسئلہ بتلا رہے ہیں بھئی ایک بچہ پیدا ہونے کے بعد مر گیا تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں، اسے غسل دیا جائے گا یا نہیں؟ تو بتلا رہے ہیں بھئی جو پیدا ہوتے وقت زندہ تھا، زندہ پیدا ہوا اور پھر مر گیا تو اس کا نام بھی رکھا جائے گا، غسل بھی دیا جائے گا، اور کفن بھی دیا جائے گا وہی کفن جو پڑھ چکے آپ تفصیل، اور دفن

کر دیا جائے گا۔ تو یہ علامت ہے مولانا، یہ علامت ایک ذکر کر دی، پیدائش کے بعد رونا یہ کس چیز کی علامت ہے؟ زندہ ہونے کی بھئی، تو علامت ذکر کر دی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی اور علامت ہو جس کے ذریعے پتہ چل جائے کہ یہ زندہ تھا اور بعد میں انتقال ہوا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے بھئی۔ رونا ضروری نہیں بھئی، اور بھی کوئی ایسی صورت جس کے ذریعے پتہ لگ جائے، کوئی ایسی علامت کہ یہ زندہ تھا پیدائش کے وقت اور بعد میں اس کا انتقال ہوا ہے تو اس کا یہی حکم ہے بھئی۔ ہاں اگر پیدائش کے وقت ہی مردہ تھا، نام اس کا بھی رکھ دینا چاہیے بھئی، اور غسل دے کر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے، نماز جنازہ کی پھر ضرورت نہیں ہے بھئی۔[۳]

تو کہتے ہیں وَمَنِ اسْتَهَلَّ بَعْدَ الْوِلَادَةِ سُمِّيَ وَغُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ، اور جو رویا ولادت کے بعد، سُمِّيَ تو اس کا نام رکھا جائے گا، وَغُسِّلَ اور اسے غسل دیا جائے، وَصُلِّيَ عَلَيْهِ اس کا نام بھی رکھا جائے، غسل بھی دیا جائے اور نماز بھی پڑھی جائے اس پر بھئی یعنی نماز جنازہ۔ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ أُدْرِجَ فِي خِرْقَةٍ، اور اگر اس نے آواز بلند نہیں کی بھئی یعنی رویا نہیں، أُدْرِجَ فِي خِرْقَةٍ تو اس کو لپیٹ دیا جائے کپڑے میں، وَدُفِنَ اور دفن کر دیا جائے، وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے بھئی۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۴۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنِ اسْتَهَلَّ بَعْدَ الْوِلَادَةِ سُمِّيَ وَغُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ أُدْرِجَ فِي خِرْقَةٍ وَدُفِنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن استهل بعد الولادة سمي وغسل وصلي عليه وإن لم يستهل أدرج في خرقه ولم يصل عليه» منقول ہے۔

سبق نمبر ۳۴: باب الشہید والصلاۃ فی الکعبۃ: شہیدِ کامل کی تعریف وشرائط، شہید کے احکام، اور کعبہ کے اندر اور چھت پر نماز

متن وتشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۷ جنوری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الشَّهِيدِ. اَلشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُونَ أَوْ وُجِدَ فِي مَعْرَكَةٍ وَبِهِ أَثَرُ الْجِرَاحَةِ أَوْ قَتَلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظُلْمًا وَلَمْ يَجِبْ بِقَتْلِهِ دِيَةٌ فَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ وَلَا يُغْسَلُ. وَإِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَكَذَلِكَ الصَّبِيُّ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: لَا يُغْسَلَانِ.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

شہید کے بارے میں آج ہم پڑھیں گے مولانا، شہید بھئی۔اَلشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُونَ، شہید وہ شخص ہے جسے قتل کر دیا ہو مشرکین نے، مشرکوں نے قتل کر دیا بھئی، أَوْ وُجِدَ فِي مَعْرَكَةٍ، یا وہ میدان جنگ میں پایا گیا بھئی، وَبِهِ أَثَرُ الْجِرَاحَةِ، اور اس پر زخم کا کوئی نشان تھا بھئی۔ میدان جنگ میں پایا گیا بھئی، مشرکین سے جنگ تھی اور میدان جنگ میں بعد میں یہ شخص ملا اور اس پر زخم کا نشان تھا۔أَوْ قَتَلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظُلْمًا، یا مسلمانوں نے اس کو ظلماً قتل کر دیا ہو بھئی۔ مسلمانوں نے کیا کیا ہو؟ ظلماً اسے قتل کر دیا ہو بھئی۔وَلَمْ يَجِبْ بِقَتْلِهِ دِيَةٌ، اور واجب نہ ہوتی ہو اس کے قتل سے دیت بھئی۔

دیت آپ جانتے ہو بھئی؟ آپ آگے آجائے گا مسائل آجائیں گے تفصیل سے اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو قتل کرتا ہے تو کیا کیا جائے گا بھئی؟ تو وہاں آپ کو بتلائیں گے اگر جان بوجھ کر قتل کیا ہے اور ایسی چیز سے قتل کیا ہے جس کے ذریعے قتل کیا جاتا ہے، مثلاً بندوق سے گولی مار دی، یا مولانا تلوار سے قتل کیا، یا کسی چھری وغیرہ سے مار دیا، خنجر سے مار کر قتل کر دیا، تو ان صورتوں کے اندر یہ قتل ہے جان بوجھ کر، قتل عمد ہے، ارادے کے ساتھ جان بوجھ کر قتل۔ اس صورت میں اس قاتل سے قصاص لیا جائے گا بھئی۔ کیا کیا جائے گا؟ قصاص۔ لیکن اگر یہ قتل غلطی سے ہوا، مثلاً میں نے جیسے ذکر کیا تھا ایک شخص نے شکار پر گولی چلائی اور وہ گولی شکار کو لگنے کے بجائے غلطی سے پیچھے کھڑے ہوئے ایک آدمی کو لگی، تو اب یہ قتل جان بوجھ کر نہیں ہے، غلطی سے ہے، تو اس کو قتل خطا کہتے ہیں اور اس صورت کے اندر قصاص نہیں آتا بلکہ قاتل سے دیت لی جائے گی بھئی۔ قاتل سے کیا کیا جائے گا؟ دیت لی جائے گی، اور وہاں تفصیل بھی آجائے گی یہ دیت صرف قاتل پر نہیں آتی بلکہ اس کے سارے خاندان، سارے قبیلے والوں کو دینا پڑے گی بھئی۔ سارے قبیلے والے دیں گے بھئی اور تین سال کے اندر دینا ہوتی ہے بھئی۔ دیکھو کتنا کھلا وقت دے دیا بھئی تین سال کے اندر، اور یہ سو اونٹ ہیں بھئی سو اونٹ، اور سارے قبیلے والے دیں گے تو گویا یوں سمجھو ہر شخص پر تھوڑا تھوڑا سامال آجائے گا قبیلے کے ہر شخص پر۔

تو اب شہید کی بات چل رہی ہے، کہتے ہیں أَوْ قَتَلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظُلْمًا، یا مسلمانوں نے اسے ظلماً قتل کیا ہو، وَلَمْ يَجِبْ بِقَتْلِهِ دِيَةٌ، اور اس کے قتل کی وجہ سے دیت بھی واجب نہ ہوتی ہو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ دیت تو کس میں آئے گی مثلاً؟ قتل خطا وغیرہ میں آئے گی، تو یہ جو قتل خطا وغیرہ میں اس صورت میں تو پھر اس شخص کا یہ حکم نہیں ہے مولانا جس کے قتل کی وجہ سے کیا آتی ہو؟ دیت آتی ہو، اس کا یہ حکم نہیں ہے بھئی۔

تو یہ شہید جو ہے فَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ، اس کو کفن دیا جائے گا، وَيُصَلَّى عَلَيْهِ اور اس پر نماز پڑھی جائے گی، وَلَا يُغْسَلُ اور غسل نہیں دیا جائے گا۔ مسئلہ آپ کو پتہ چل گیا بھئی جسے کافروں نے قتل کیا ہے یا میدان جنگ میں وہ قتل کیا ہوا ملا اور اس پر زخم کا نشان بھی ہے بھئی، یا مسلمانوں نے اس کو کیا کیا ہے؟ ظلماً قتل کیا ہے، یا کسی کو مثلاً بھئی آج کل تو عام ہے کسی کو ڈاکو مار جاتے ہیں، کوئی شخص کوئی دوسرا ویسے ہی بلاوجہ گولیاں مار کر چلا گیا، یہ سارے اس کے اندر داخل ہو گئے بھئی۔ لہٰذا ان کو اب کیا کیا جائے گا؟ غسل نہیں دیا جائے گا، ہاں البتہ کفن دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی بھئی۔

وَإِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، اور جب شہید ہو جائے جنبی، حالت جنابت میں کوئی شخص شہید ہو گیا۔ دیکھو عربی میں شہید ہونے، کوئی شہید ہو جائے تو کہتے ہیں مثلاً زید شہید ہو گیا تو کیسے کہیں گے؟ اُسْتُشْهِدَ زَيْدٌ۔ کیسے کہیں گے؟ اُسْتُشْهِدَ زَيْدٌ۔ ہاں یہ اُسْتُشْهِدَ پڑھتے ہیں بھئی، شَهِدَ نہ کہنا شَهِدَ زَيْدٌ، شَهِدَ کا تو معنی حاضر ہونا یا گواہی دینا، اُسْتُشْهِدَ زَيْدٌ۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ، اور جب شہید ہو جائے جنبی یعنی حالت جنابت میں کوئی شخص شہید ہو جائے، غُسِّلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، تو غسل دیا جائے گا اسے امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللَّهُ کے نزدیک۔ وَكَذَلِكَ الصَّبِيُّ، اور اسی طرح بچہ ہے۔ بھئی امام صاحب کیا فرماتے ہیں اگر کوئی جنابت میں شہید ہو جائے تو کیا کیا جائے گا؟ اسے غسل، عام شہید کو تو غسل نہیں دیا جاتا لیکن اس کو غسل دیا جائے گا، اور اسی طرح بچہ ہے یعنی اگر بچہ شہید ہو جائے تو اس کو بھی کیا کیا جائے گا؟ غسل دیا جائے گا۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: لَا يُغْسَلَانِ، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رَحِمَهُمَا اللَّهُ فرماتے ہیں ان دونوں کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا۔

وَلَا يُغْسَلُ عَنِ الشَّهِيدِ دَمُهُ وَلَا يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ وَيُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ۔ اور دھویا نہیں جائے گا شہید سے اس کے خون کو بھئی، شہید سے اس کے خون کو نہیں دھویا جائے گا، اسی طرح خون لگا ہوا ہو۔ وَلَا يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ، اور اتارے نہیں جائیں گے اس سے اس کے کپڑے بھئی، انہی کپڑوں میں کیا کیا جائے گا؟ دفن کیا جائے گا، خون بھی اسی طرح لگا ہو، کپڑے بھی اسی طرح پہنے ہوں جن میں شہید ہوا ہے۔ ہاں البتہ اگر کپڑوں سے زائد کوئی چیز پہنی ہے تو وہ اتار لی جائے گی، چنانچہ وہ ذکر کر رہے ہیں: وَيُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ بھئی۔ فَرْوٌ کہتے ہیں پوستین کو، پوستین۔ پوستین جانتے ہو کہ نہیں جانتے بھئی؟ بھئی کئی جانوروں کی کھالوں کو بطور لباس کے بنا کر پہن لیا جاتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ قمیص کے اوپر سردی سے بچنے کے لیے وہ چمڑے کی جو جیکٹ وغیرہ بنا لیتے ہیں بھئی تو یہ پوستین ہے، یہ جو کھال سے دباغت دینے کے بعد جو کپڑا بنایا جائے وہ پوستین کہلاتا ہے بھئی۔ تو وہ پوستین اگر پہنی ہوئی ہے یہ زائد چیز ہے بھئی، لہٰذا اس کو اتارا جائے گا۔[1]

اور حَشْوٌ یاد رکھنا، حَشْوٌ وہ چیز جسے دوسری چیزوں میں بھرا جاتا ہے۔ حَشْوٌ کس کو کہتے ہیں؟ وہ چیز جسے دوسری چیزوں میں بھرا جاتا ہے، جیسے روئی ہے۔ روئی کو کیا کیا جاتا ہے؟ رضائی میں بھی بھرتے ہیں، تکیے میں بھی بھرتے ہیں، اسی طرح بھئی یہ جیکٹ وغیرہ میں بھی کیا کرتے ہیں؟ روئی بھئی خاص طریقے سے آپ نے اگر دیکھا ہو کھول کر کبھی تو ان کے اندر بھی روئی کو انہوں نے باقاعدہ کیا کیا ہوتا ہے؟ بھرا ہوتا ہے طریقے سے سلائی وغیرہ کر کے بھئی۔ تو یہ روئی مولانا، لیکن حَشْوٌ سے اب یہاں روئی نہیں مراد بلکہ وہ کپڑا مراد ہے جس کے اندر روئی کو بھرا گیا ہو، یعنی سردی کے لیے کوئی ایسا لباس تیار کیا ہو وہ اس نے پہنا ہوا تھا۔ یا جنگ کے اندر کیا ہوتا تھا؟ بھئی تلواروں سے لڑائی ہوتی تھی تو موٹی چیزیں پہن لیتے تھے تاکہ تلوار کا زخم فوری نہ لگے، کچھ نہ کچھ تلوار کے زخم سے حفاظت ہو جائے۔ تو وہ لوہے کا لباس بھی پہنتے تھے جسے زرہ کہتے تھے اور اس کے علاوہ ریشمی کپڑے بھی استعمال کیے جاتے تھے کیونکہ ریشمی کپڑے پر بھی تلوار پھسل جاتی ہے، اس کو کاٹتی نہیں ہے بھئی۔

تو لہٰذا یہ جو شہید ہونے والا ہے اگر اس نے پوستین پہنی ہوئی ہے یعنی جانور کا چمڑا وغیرہ پہنا ہوا ہے جسم پر یا حشو ہے یعنی وہ کپڑا جس کے اندر روئی وغیرہ

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۴۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُغْسَلُ عَنِ الشَّهِيدِ دَمُهُ وَلَا يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ وَيُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يغتسل عن الشهيد دمه ولا ينزع عنه ثيابه وينزع عنه الفرو والحف والحشو» منقول ہے۔

بھری ہے وہ پہنا ہوا ہے، وَالْخُفُّ یا کیا ہے؟ موزے ہیں، وَالسِّلَاحُ ہتھیار ہیں، اسلحہ ہے، تو یہ چیزیں اس سے اتار لی جائیں گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ وَالْخُفُّ وَالسِّلَاحُ، اور اتار دیا جائے گا اس سے پوستین کو اور وہ کپڑے جن میں روئی وغیرہ بھری ہو وَالْخُفُّ اور موزے وَالسِّلَاحُ اور ہتھیار، اسلحے کو اس سے اتار لیا جائے گا بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ تو جنگ کے اندر یہ موٹی چیز وغیرہ یا لوہے کا لباس پہنا جاتا تھا تاکہ تلوار وغیرہ کے زخم سے قدرے حفاظت ہو سکے بھئی تلوار سے۔ اور میں نے بتلایا ریشمی کپڑا بھی جسم پر اوپر ڈال لیتے اور ریشمی کپڑے پر تلوار پھسل جاتی ہے، کاٹتی نہیں ہے۔ اللہ! اس پر ایک واقعہ یاد آیا بھئی آپ کو سنا دوں بھئی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی بھئی، آپ نے نام سنا ہو گا بھئی، ایک عظیم مجاہد گزرے ہیں، ایک عظیم کمانڈر گزرے ہیں جنہوں نے عیسائیوں وغیرہ سے صلیبی جنگیں لڑی تھیں بھئی۔ عیسائی اپنی پوری طاقت سے اکٹھے ہو کر آ گئے تھے لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی نے انہیں عبرتناک شکستوں سے دوچار کیا۔

ایک مرتبہ بھئی صلیبیوں کا، عیسائیوں کا بہت بڑا بادشاہ بھئی جو ان کا کمانڈر تھا، اس نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو پیغام بھیجا۔ چنانچہ اس نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو ملاقات کا پیغام بھیجا بھئی کہ آپ ہمارے پاس آئیں بھئی، ہم دونوں میں ذرا ملاقات ہو جائے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی بھئی انہوں نے پیغام قبول کر لیا کہ ہاں میں آؤں گا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین ایوبی مقررہ دن ملاقات کے لیے گئے بھئی۔ اس انگریز بادشاہ نے کیا کیا تھا کہ جس راستے سے سلطان نے آنا تھا بھئی تو اپنے لشکر کے جو بڑے بڑے ماہر تلوار والے، نیزوں والے، نشانہ باز تھے اور جن کو مہارت تھی لڑائی وغیرہ کے اندر، اور مضبوط اور قوی اونچے اونچے قد والے ان ساروں کو راستے کے دونوں طرف کھڑا کر دیا اور کہا جب مسلمانوں کا کمانڈر آئے تو تم نے آپس میں اپنی مہارت دکھانی ہے تاکہ اس پر خوب رعب پڑ جائے کہ کیسے کیسے ماہر لوگ ہیں، تلوار باز ہیں ان کے پاس اور کیسے زبردست فوجی ہیں تاکہ اس پر رعب پڑ جائے ہمارا بھئی۔

چنانچہ بھئی سلطان صلاح الدین ایوبی آیا بھئی اور بڑے وقار کے ساتھ اطمینان سے چلتا ہوا آ رہا ہے۔ ادھر ادھر فوجی عجیب و غریب کرتب دکھا رہے ہیں، اپنی بے انتہا مہارت دکھا رہے ہیں بھئی، تلواریں گھما رہے ہیں آپس میں ادھر ادھر نیزے بھئی، نیزہ بازی دکھا رہے ہیں۔ سلطان بڑے وقار سے بھئی اطمینان سے، ایک کی طرف بھی توجہ نہیں کی، بڑے اطمینان سے چلتا چلتا آرام سے پہنچ گیا۔ دربار ہو گا، بڑا دربار لگا ہو گا بھئی، اس کے بھی بڑے بڑے کمانڈر سارے بیٹھے ہوئے ہیں، ساروں نے اسلحہ لگایا ہوا ہے بہترین قسم کا اسلحہ۔ مسلمان بیچارے جو تھے وہ تو آپ کو پتہ ہے اپنے جذبۂ جہاد کے ذریعے لڑتے ہیں، نہ ان کے پاس اتنا اسلحہ تھا نہ کچھ۔ سلطان کا لباس بھی عام سادہ اور معمولی تھا، اسی لباس میں وہ پہنچا۔ اس کے بڑے بڑے کمانڈر بیٹھے ہیں خوب چمکدار نئے بھئی، انہوں نے پورے جسم کو ڈھانپا ہوتا تھا لوہے کے اندر کہ کہیں بھی تلوار وغیرہ نہ لگ سکے بھئی، دیکھ کر انسان پر رعب طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن سلطان نے کسی کی طرف ذرہ بھر توجہ نہیں کی، سیدھا چلا گیا آرام سے بھئی ان کے بادشاہ کے پاس بیٹھ گیا۔ باتیں ہوتی رہیں، جب باتیں ختم ہو گئیں، سلطان صلاح الدین ایوبی اسی طرح اٹھا واپس چلنے کے لیے، دو چار پانچ قدم چلا۔ میں نے بتایا انہوں نے ریشمی کپڑے اپنے اوپر ڈالے ہوتے تھے بھئی، اس سے ایک دم آگے بڑھے، ریشمی رومال اس کے پاس تھا، وہ ریشمی رومال اس سے چھین لیا بھئی۔ ریشمی رومال چھین لیا اور اسے یوں ہوا میں اچھالا اور پھر اگلے ہی لمحے ایک دم نیام سے تلوار نکالی اور بجلی کی طرح چمکی اور ہوا میں گھوم گئی تلوار بھئی، اور اگلے ہی لمحے ساروں نے حیرت انگیز منظر دیکھا کہ وہ رومال جو ہوا میں اچھالا تھا سلطان نے وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا بھئی۔

ریشمی کپڑا کوئی کاٹ سکتا ہے بھئی؟ عام کپڑا بھی نہیں ہے وہ تو تلوار کے ساتھ چلا جائے گا کٹے گا نہیں، لیکن سلطان نے ایسا زبردست وار کیا کہ وہ ریشمی رومال ہوا میں ہی دو ٹکڑے ہو گیا بھئی۔ اسے کاٹ کر تیزی سے سلطان انگریزوں کے اس بادشاہ کی طرف مڑا اور کہنے لگا اگر تمہارے فوجیوں اور کمانڈروں میں سے کوئی اس طرح کر سکتا ہے تو اسے سامنے لے کر آؤ! ان کی تو زبانیں ہی بند ہو گئیں بھئی، ایسا کر سکتا ہے؟ حیران رہ گئے۔ بھئی جو بادشاہ ہوتا ہے، سلطان بادشاہ تھا بھئی مسلمانوں کا، تو یہ بادشاہ جو ہوتا ہے وہ تو سب سے آرام طلب ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں بادشاہ تو اس کے لیے تو ہر طرف راحتیں ہی راحتیں، ہر چیز میں راحت ہوتی ہے تو وہ تو سب سے آرام طلب ہوتا ہے، تو ان پہ اتنا رعب طاری ہو گیا کہ ان کے خلیفہ کا یہ حال ہے تو باقیوں کا کیا حال ہو گا بھئی! سلطان بھئی وہ واپس مڑا اور کہنے لگا اگر تمہارے فوجیوں میں سے، تمہارے کمانڈروں میں سے کوئی ایک بھی ایسا کر سکتا ہے تو اسے سامنے لاؤ بھئی! پھر یہ کہہ کر جواب کا بھی انتظار نہیں کیا، پھر واپس مڑا اور چل پڑا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

عجیب مسلمانوں کی جرات ہوتی تھی اور عجیب مولانا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمت دی تھی۔ آج مسلمان کمزور ہو گئے دین سے دور ہونے کی بنا پر بھئی۔ البتہ اہل حق کی جماعت آج بھی ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کفر کے ساتھ جگہ جگہ برسرپیکار ہیں بھئی، اس زمانے کے اندر یہ بڑی ہمت کی بات ہے بھئی۔

وَمَنِ ارْتُثَّ غُسِّلَ، وَالِارْتِثَاثُ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يُدَاوَى أَوْ يَبْقَى حَيًّا حَتَّى يَمْضِيَ عَلَيْهِ وَقْتُ صَلَاةٍ وَهُوَ يَعْقِلُ۔

اِرْتِثَاثٌ مولانا، وَمَنْ أُرْتُثَّ، اِرْتِثَاثٌ ہے اِرْتِثَاثٌ۔ ارتثاث اسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کو مثلاً میدان جنگ سے اٹھا کر لایا گیا، زخمی تھا لیکن ابھی تھوڑی سی زندگی اس میں باقی تھی، اور وہ منافع زندگی میں سے کوئی نفع حاصل کر لیتا ہے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ ارتثاث کہلاتا ہے۔ میدان جنگ سے شدید زخمی اٹھا کر لایا گیا ہے، شدید زخمی ہے لیکن اس میں ابھی کچھ زندگی کی رمق باقی ہے، کچھ دیر زندہ رہتا ہے اور منافع زندگی میں سے کوئی نفع حاصل کر لیتا ہے، کوئی زندوں والا کام کر لیتا ہے تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ ارتثاث بھئی۔

وَمَنْ أُرْتُثَّ غُسِّلَ، جس نے منافع زندگی میں سے کوئی نفع حاصل کر لیا یا جسے اٹھا کر لایا گیا زندگی کی ایک رمق باقی تھی، یا یہ ترجمہ کر لیں وَمَنْ أُرْتُثَّ غُسِّلَ، جو مرتث ہے ارتثاث والا اس کو کیا کیا جائے گا؟ غسل دیا جائے گا بھئی۔ اور ارتثاث کا کیا معنی بتلایا میں نے؟ کہ منافع زندگی میں سے کوئی نفع حاصل کر لے یا یوں کہیں زندوں والا کوئی کام کر لیتا ہے۔ دیکھیے خود بتا رہے ہیں کیا کرے گا: وَالِارْتِثَاثُ، اور ارتثاث یہ ہے أَنْ يَأْكُلَ کہ کچھ کھالے۔ کیا کر لے؟ اسے اٹھا کر لائے اس نے کچھ کھالیا، یا کسی کو مسلمانوں نے یا ڈاکوؤں نے ظلماً قتل کیا تھا اور وہ کچھ دیر زندہ رہا اور اس نے کچھ کھالیا۔ أَوْ يَشْرَبَ، یا کچھ پیا۔ تو کھانا اور پینا یہ تو زندوں کا کام ہے تو دیکھو زندوں والا کام کیا۔ أَوْ يُدَاوَى، یا اس کا کچھ علاج معالجہ کیا گیا۔ أَوْ يَبْقَى حَيًّا، یا وہ زندہ رہا حَتَّى يَمْضِيَ عَلَيْهِ وَقْتُ صَلَاةٍ یہاں تک کہ اس پر کسی نماز کا وقت گزر گیا، یعنی کسی ایک نماز کا وقت اس پر گزر جائے اور وہ زندہ رہے وَهُوَ يَعْقِلُ اس حال میں، یہ واؤ حالیہ ہے، اس حال میں کہ وہ عقل رکھتا ہو، یعنی حالت عقل میں اس پر کیا ہو ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ ایک تو وہ ہے بالکل بے ہوش ہے بھئی اس کو ہوش ہی کوئی نہیں، نہیں اس کا یہ حکم نہیں بھئی، وہ بتلایا عقل ہو اس کی قائم ہو بھئی۔ یا اسی طرح مولانا سو گیا، کچھ نیند کر لی، یہ سونا یہ بھی دراصل کس کا کام ہے؟ زندوں کا کام ہے بھئی۔ یا کوئی مثلاً کوئی خرید و فروخت کر لیتا ہے تو یہ بھی کس کا کام ہے؟ زندوں کا کام ہے، تو یہ سب ارتثاث ہیں مولانا۔

أَوْ يُنْقَلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ حَيًّا، یا اس کو نقل کیا گیا، منتقل کیا گیا میدان جنگ سے اس حال میں کہ وہ زندہ تھا، یعنی حالت حیات میں اس کو میدان جنگ سے منتقل کر دیا گیا بھئی، تو یہ بھی ارتثاث ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیے ایک شخص کو میدان جنگ سے اٹھا کر لائے اور وہ کچھ دیر زندہ رہا لیکن جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا تو یہ مرتث نہیں مولانا، یہ بھی وہ شہید ہی ہے۔ مرتث کا پیچھے حکم بیان کر دیا بھئی کہ اس کو غسل دیا جائے گا، شہید کے بارے میں تو کیا بتلایا تھا؟ غسل نہیں دیا جائے گا۔ لیکن ارتثاث والے کو کیا کیا جائے گا؟ غسل دیا جائے گا۔ اور اس میں یہ بھی ذکر کیا أَوْ يُنْقَلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ حَيًّا، یا اس کو منتقل کیا گیا میدان جنگ سے اس حال میں کہ وہ زندہ تھا۔ لیکن میں نے بتلایا اگر جنگ ختم ہونے سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہوا تو پھر یہ مرتث نہیں ہے، لہٰذا یہ شہید ہی ہے اور اس کو کیا کیا جائے گا؟ غسل نہیں دیا جائے گا۔

وَمَنْ قُتِلَ فِي حَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ غُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ، اور جس کو قتل کر دیا گیا کسی حد کے اندر یا قصاص کے اندر، غُسِّلَ تو کیا کیا جائے گا؟ اسے غسل دیا جائے گا۔ حد میں کسی کو قتل کر دیا گیا، آپ جانتے ہیں شادی شدہ اگر زنا کر لے تو اس کی سزا رجم ہے، اسے سنگسار کیا جائے گا پتھر مار مار کر ختم کر دیا جائے گا، تو دیکھو یہ حد میں قتل کیا گیا ہے۔ یا قصاص میں مارا گیا، کسی نے دوسرے کو جان بوجھ کر آلۂ قتل سے قتل کیا تھا تو قصاصاً اس کو بھی کیا کر دیا گیا؟ قتل کر دیا گیا۔ تو لہٰذا اس صورت میں بھئی اب یہ ظلماً قتل نہیں ہوئے، ہم نے تو کہا مارنے والے تو ان کو مسلمان ہی ہیں لیکن یہ قتل ظلماً نہیں ہے بھئی، تو لہٰذا غُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ ان کو غسل دیا جائے گا اور ان پر نماز پڑھی جائے گی۔

وَمَنْ قُتِلَ مِنَ الْبُغَاةِ أَوْ قُطَّاعِ الطَّرِيقِ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ، اور جس کو قتل کیا گیا باغیوں میں سے، کس میں سے؟ باغیوں میں سے، أَوْ قُطَّاعِ الطَّرِيقِ یا ڈاکوؤں میں سے، لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی بھئی۔ قَاطِعُ الطَّرِيقِ یہ ڈاکو کو کہتے ہیں عربی میں بھئی، قُطَّاعٌ جمع ہے بھئی۔ تو ڈاکوؤں میں سے کسی کو قتل کریں۔ قَاطِعٌ قطع کرنے والا، کاٹنے والا، ڈاکو بھی کیا کرتے ہیں؟ ایک آدمی مثلاً سفر پہ جا رہا ہے، راستے میں آ کر راستہ کاٹ کر اسے لوٹ لیتے ہیں، تو یہ قاطع الطریق کنایہ ہے ڈاکو کو کہتے ہیں۔ اور میں نے آپ کو مسئلہ بتلایا تھا کہ باغی اور ڈاکو کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، لیکن کب؟ جب اسی وقت لڑائی کے اندر بھئی بغاوت کی لڑائی لڑ رہے ہیں اس وقت اس کو قتل کر دیا گیا، یا ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے ہوئے قتل کیا گیا تو اب ان کی نماز جنازہ نہیں ہو گی بھئی، نہیں پڑھی جائے گی۔ لیکن اگر اس وقت قتل نہیں کیا گیا، اس کے بعد ڈاکہ ڈالنے کے بعد کچھ عرصہ رہا پھر اس کو قتل کیا گیا تو اس صورت میں کیا کیا جائے گا؟ نماز جنازہ پڑھائی جائے گی بھئی۔

تو یاد رکھیے بھئی شہید کا باب آپ نے پڑھا بھئی۔ تو شہید جو ہے وہ دو قسم پر ہے مولانا: ایک شہید حقیقی ہے، ایک شہید اخروی بھئی۔ کتنی قسم پر ہے؟ دو

قسم پر: ایک شہید حقیقی ہے اور ایک شہید اخروی ہے۔ شہید حقیقی وہ ہے جو دنیاوی اعتبار سے بھی شہید ہے، اخروی اعتبار سے بھی شہید ہے۔ اور دوسری قسم کیا ہے؟ شہید اخروی، یعنی دنیاوی اعتبار سے شہید نہیں۔ یہ معنی نہیں شہید ہی نہیں ہے، ہے تو شہید لیکن شہید پر جو دنیاوی احکام آتے ہیں وہ احکام اس پر نہیں آئیں گے۔ حقیقی شہید تو وہ ہے دنیاوی اعتبار سے بھی شہید کے احکام اس پر آئیں گے اور اخروی اعتبار سے بھی وہ شہید ہے۔ لیکن دوسرا کیا بتلایا میں نے؟ صرف اخروی شہید ہے، یعنی شہید کے جو دنیاوی احکام ہیں وہ اس پر لاگو نہیں ہوں گے۔ شہید کا دنیاوی حکم کیا تھا؟ کہ اس کے کپڑے نہیں اتاریں گے، اس سے خون نہیں دھوئیں گے، اسے غسل نہیں دیں گے۔ تو لہٰذا یہ جو ارتثاث والا ہے یہ شہید تو ہے، بھئی بیچارہ لڑ رہا تھا، لڑنے کے بعد جہاد کر رہا تھا بھئی، بعد میں کچھ وقت زندہ رہا اور پھر انتقال ہوا تو یہ بھی تو شہید ہے، لیکن یہ شہید کون سا ہے؟ اخروی کہیں گے اس کو، دنیاوی احکام جو ہیں وہ اس پر لاگو نہیں ہوں گے کہ غسل نہ دیا جائے بلکہ کیا کیا جائے گا؟ غسل دیا جائے گا بھئی۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ۔ یہ باب ہے مولانا کعبہ کے اندر نماز کے بارے میں۔ بیت اللہ کے اندر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے بھئی، خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا کیا حکم؟ کہتے ہیں اَلصَّلَاةُ فِي الْكَعْبَةِ جَائِزَةٌ فَرْضُهَا وَنَفْلُهَا، نماز جائز ہے کعبہ کے اندر فرض بھی اور نفل بھی۔ فرض نماز بھی کعبہ کے اندر پڑھنا جائز اور نفل نماز پڑھنا بھی جائز بھئی۔ خانہ کعبہ کے اندر چلا گیا بھئی اور اس کے اندر نماز پڑھ رہا ہے بھئی، اور یاد رکھیے کہ پھر اندر اب جس طرف بھی منہ کر لے درست ہے کیونکہ ہر طرف کیا ہے؟ خانہ کعبہ ہی ہے، تو جس طرف بھی رخ کر کے نماز پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے بھئی۔

فَإِنْ صَلَّى الْإِمَامُ فِيهَا بِجَمَاعَةٍ، پس اگر نماز پڑھائے امام اس کے اندر جماعت کے ساتھ، صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: خانہ کعبہ کے اندر بھئی چند آدمی مل گئے اب جماعت کروانا چاہتے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی جیسے مرضی نماز پڑھ لیں، مثلاً ایک کا رخ ایک طرف ہے، دوسرے کا دوسری طرف ہے، تیسرے کا تیسری طرف ہے، تو نماز سب کی ہو جائے گی۔ امام کی اقتدا کر رہے ہیں اور رخ دوسری طرف ہے بھئی تو نماز ہو جائے گی کیونکہ رخ کس کی طرف کرنا ضروری تھا؟ خانہ کعبہ کی طرف، اور ہر طرف خانہ کعبہ ہے لہٰذا نماز ہو جائے گی۔ البتہ وہ صورت جس کے اندر مقتدی امام سے آگے ہو جائے اس صورت میں اس کی نماز نہیں ہو گی۔ اس کی نماز نہیں ہو گی، مثلاً دیکھو بھئی امام کا رخ تھا شمال کی طرف، مقتدی نے اپنا رخ کر لیا جنوب کی طرف، بالکل اس کے الٹ کر لیا، پھر بھی ٹھیک ہے۔ امام کا رخ ہے شمال کی طرف مثلاً، مقتدی نے رخ کر لیا مشرق کی طرف بھئی امام کی ایک جانب کو، پھر بھی درست ہے اس لیے کیونکہ یہ امام سے آگے نہیں۔ لیکن اگر مقتدی ایسی جگہ کھڑا ہوا کہ اس کی پشت امام کے چہرے کی طرف تھی، اس کی پشت کیا تھی؟ امام کے چہرے کی طرف، جب امام کے چہرے کی طرف اس کی پشت ہے تو معلوم ہوا یہ امام سے آگے ہو گیا۔ یہ کیا ہوا؟ امام سے آگے ہوا، اور جو امام سے آگے بڑھ جائے اس کی نماز نہیں ہوتی، لہٰذا وہ شخص جس کی پشت امام کے چہرے کی طرف ہو گی اس کی نماز نہیں ہو گی، باقی سب کی نماز ہو جائے گی بھئی۔ حتیٰ کہ جس نے اپنا چہرہ امام کے چہرے کی طرف کر لیا بھئی اس کی بھی نماز ہو جائے گی، کیونکہ اس کو آگے ہونا نہیں کہتے بھئی۔ آگے ہونا کس کو کہیں گے؟ جدھر کو میرا منہ ہے ادھر کو ہی زید کا بھی منہ ہو اور مجھ سے اب آگے ہے تو اب اس کی پشت کس کی طرف ہو گئی؟ میری طرف ہو جائے گی، تو اس کو کہیں گے زید مجھ سے آگے ہے۔ لیکن اگر اس کا چہرہ بھی میری طرف ہے، میرا چہرہ اس کی طرف ہے تو کسی کو آگے نہیں کہہ سکتے بھئی ہم۔[۲]

فَإِنْ صَلَّى الْإِمَامُ فِيهَا بِجَمَاعَةٍ، پس اس میں نماز پڑھائے اگر جماعت کے ساتھ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ ظَهْرَهُ إِلَى ظَهْرِ الْإِمَامِ جَازَ، پس کر دی ان میں سے بعض نے اپنی پشت امام کی پشت کی طرف، جَازَ تو یہ جائز ہے۔ وَمَنْ جَعَلَ مِنْهُمْ وَجْهَهُ إِلَى وَجْهِ الْإِمَامِ جَازَ وَيُكْرَهُ، اور ان میں سے جس نے اپنے چہرے کو امام کے چہرے کی طرف کر لیا جَازَ تو یہ بھی جائز ہے وَيُكْرَهُ اور مکروہ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مکروہ ہے اس لیے کہ ایک دوسرے کی طرف منہ ہو گیا، ایک دوسرے کی طرف رخ ہو گیا نماز میں تو یہ تو کیا ہو جائے گا؟ سجدہ وغیرہ رکوع وغیرہ ایک دوسرے کی طرف ہو جائیں گے لہٰذا اس لیے کیا ہے؟ مکروہ ہے بھئی۔ وَمَنْ جَعَلَ مِنْهُمْ ظَهْرَهُ إِلَى وَجْهِ الْإِمَامِ لَمْ تَجُزْ صَلَاتُهُ، اور جس نے کیا اپنی پشت کو امام کے چہرے کی طرف تو اس کی نماز جائز نہیں ہے۔[۳]

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ صَلَّى الْإِمَامُ فِيهَا بِجَمَاعَةٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن صلى الإمام بجماعة» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ ظَهْرَهُ إِلَى ظَهْرِ الْإِمَامِ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فجعل بعضهم ظهره الإمام جاز» منقول ہے۔

وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تَحَلَّقَ النَّاسُ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّوْا بِصَلَاةِ الْإِمَامِ، فَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ أَقْرَبَ إِلَى الْكَعْبَةِ مِنَ الْإِمَامِ جَازَتْ صَلَاتُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي جَانِبِ الْإِمَامِ۔ یہ تو مسئلہ تھا خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا۔ اب ذکر کر رہے ہیں مسجد الحرام کے اندر کوئی نماز پڑھتا ہے بھئی۔ کہاں پڑھتا ہے؟ مسجد الحرام کے اندر۔ بھئی وہ مسجد جس کے اندر خانہ کعبہ ہے وہ مسجد الحرام کہلاتی ہے بھئی جہاں طواف وغیرہ ہوتا ہے، تو اس مسجد الحرام میں نماز پڑھتے ہیں تو یاد رکھیے امام جماعت کرواتا ہے، اب بیت اللہ کے چاروں جانب لوگ کھڑے ہیں دائرہ بنا کر بھئی، صفیں آپ نے دیکھی ہیں یا نہیں تصاویر میں بھئی؟ بیت اللہ کے ارد گرد چاروں طرف گول دائرے کی صورت میں لوگ کھڑے ہوتے ہیں صفیں بنا کر۔ تو اس صورت میں یاد رکھیے اگر کوئی شخص امام سے بڑھ کر بیت اللہ کے قریب ہو، مثلاً امام ہے بیت اللہ سے پانچ گز کے فاصلے پر اور ایک شخص بیت اللہ سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر ہے یعنی سجدہ اس کا وہاں بن رہا ہے، یا یوں کہہ لو امام ہے پانچ گز کے فاصلے پر اور وہ شخص ہے بیت اللہ سے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر، کتنے فاصلے پر؟ ڈیڑھ گز کے فاصلے پر، تو کہتے ہیں بھئی اس شخص کی بھی نماز ہو جائے گی بشرطیکہ یہ اس جانب میں نہ کھڑا ہو جس طرف امام ہے۔ بیت اللہ کے جس جانب میں امام کھڑا ہے اس جانب کوئی بیت اللہ کے زیادہ قریب ہو گیا امام سے تو معلوم ہوا وہ امام سے آگے بڑھ گیا، اور جو امام سے آگے بڑھ جائے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ ہاں دوسری طرف سے ایک آدمی زیادہ قریب ہے تو وہ تو امام والی جانب ہی نہیں ہے تو وہاں ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ امام سے آگے بڑھ گیا۔ لہٰذا بیت اللہ کے چار اطراف میں سے وہ طرف جس طرف امام کھڑا ہے اس طرف کوئی شخص اس سے آگے نہیں ہو گا، باقی اطراف کے اندر بیت اللہ تک صفیں جائز ہیں مولانا، بیت اللہ تک صفیں بنانا جائز ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ لہٰذا اسی لیے اب اگر آپ تصاویر وغیرہ کبھی دیکھیں بیت اللہ کے گرد جماعت کی تو غور کرنا اس پر بھئی: جس طرف امام کھڑا ہو گا اس طرف امام سے آگے ساری جگہ خالی ہو گی بھئی، باقی اطراف میں خالی نہیں ہو گی بیت اللہ تک وہ آگے تک صفیں چلی گئی ہوں گی، امام سے کافی آگے بن جاتے ہیں لیکن امام کی جانب میں نہیں ہوتے بھئی۔

تو یہی بات کر رہے ہیں: وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، اور جب نماز پڑھائے امام مسجد الحرام کے اندر، تَحَلَّقَ النَّاسُ حَوْلَ الْكَعْبَةِ، تو حلقہ بنالیں، دائرہ بنالیں لوگ بیت اللہ کے گرد بھئی، خانہ کعبہ کے گرد حلقہ بنالیں گے، وَصَلَّوْا بِصَلَاةِ الْإِمَامِ، اور نماز پڑھیں گے امام کی نماز کے ساتھ۔ فَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ أَقْرَبَ إِلَى الْكَعْبَةِ مِنَ الْإِمَامِ، پس ان میں سے جو کوئی زیادہ قریب ہوا کعبہ کے امام سے، جَازَتْ صَلَاتُهُ اس کی نماز جائز ہے إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي جَانِبِ الْإِمَامِ جب وہ امام کی جانب میں نہ ہو۔

وَمَنْ صَلَّى عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ جَازَتْ صَلَاتُهُ، اور جس شخص نے نماز پڑھی بھئی بیت اللہ کی چھت پر، جَازَتْ صَلَاتُهُ تو اس کی نماز جائز ہے۔ بیت اللہ کی چھت بھئی، اس پر نماز پڑھتا ہے تو یہ بھی جائز ہے مولانا۔ بیت اللہ صرف اس کمرے کا نام نہیں ہے، اس کمرے سے لے کر زمین سے وہ آسمانوں تک یہ ساری فضا کس کے حکم میں ہے؟ بیت اللہ کے حکم میں ہے۔ لہٰذا ایک شخص قریب کے ایک پہاڑ پر کھڑا ہو کر بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے، اب دیکھا جائے بیت اللہ تو وہ نیچے ہے لیکن پھر بھی فقہائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ اس کی نماز ہو جائے گی، اس لیے کہ بیت اللہ صرف اس کمرے کا نام نہیں بلکہ یہ ساری فضا آسمانوں تک یہ کس کے حکم میں ہے؟ بیت اللہ کے حکم میں ہے بھئی۔ تو بیت اللہ کی چھت پر بھی لہٰذا نماز جائز ہو جائے گی بھئی۔ البتہ یہ مکروہ تحریمی ہے مولانا اس لیے کہ سوءِ ادب ہے، خلافِ ادب ہے بھئی کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھا جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كِتَابُ الزَّكَاةِ وَكِتَابُ الصَّوْمِ وَالِاعْتِكَافِ

زکاۃِ ابل (مع سہ ستونی نقشہ)، بقر، غنم، ذہب وفضہ، عروض، عشر، مصارفِ زکاۃ، صدقۃ الفطر، اور صوم و اعتکاف (اسباق ۳۵ تا ۴۱)

سبق نمبر ۳۵: کتاب الزکاۃ(۱): شرائطِ وجوبِ زکاۃ، زکاۃ الابل (اونٹوں کے اسنان اور ۵ تا ۲۰۰ اونٹوں کی زکاۃ کا سہ ستونی نقشہ)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۹ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الزَّكَاةِ۔ اَلزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ إِذَا مَلَكَ نِصَابًا كَامِلًا مِلْكًا تَامًّا وَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ۔ وَلَيْسَ عَلَى صَبِيٍّ وَلَا مَجْنُونٍ وَلَا مُكَاتَبٍ زَكَاةٌ۔ وَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُحِيطٌ بِمَالِهِ فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ۔[۳۲۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج ہم زکوٰۃ کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، زکوٰۃ۔ یاد رکھیے زکوٰۃ کا معنی عربی زبان میں زیادتی اور پاک کرنے کے ہیں بھئی۔ لغت میں زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟ زیادتی کو اور پاک کرنا۔ اصطلاحی تعریف یہ آپ کے كِتَابُ الزَّكَاةِ جہاں لکھا ہوا ہے اس کے ساتھ لکھی ہوئی ہے بھئی: هِيَ تَمْلِيكُ مَالٍ مَخْصُوصٍ لِشَخْصٍ مَخْصُوصٍ بھئی۔ مالک بنانا ہے مال مخصوص کا ایک شخص مخصوص کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ زکوٰۃ وہ مخصوص مال بھئی وہ جو نکالنا پڑتا ہے جب مال نصاب کو پہنچتا ہو اور اس پر پورا سال گزر جائے تو اس میں سے اڑھائی فیصد کے حساب سے کیا کیا جاتا ہے؟ زکوٰۃ دی جاتی ہے، وہ مال نکالا جاتا ہے اور مخصوص شخص یعنی فقراء کو، فقیر کو دیا جاتا ہے بھئی، محتاج کو۔

تو عربی زبان میں زکوٰۃ کا کیا معنی ہے؟ زیادتی اور پاک کرنا۔ تو زکوٰۃ کی وجہ سے بھی مال بڑھتا ہے بھئی، اللہ کے راستے میں مال دیا ہے تو اس سے مال بڑھے گا، برکت ہوگی اس میں بھئی، اور پاک کرنا، زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھی مال پاک ہو جاتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں اَلزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ إِذَا مَلَكَ نِصَابًا كَامِلًا مِلْكًا تَامًّا۔ زکوٰۃ واجب ہے عَلَى الْحُرِّ کس پر ہے؟ آزاد پر ہے بھئی، غلام پر نہیں ہے۔ الْمُسْلِمِ اور وہ کیا ہو آزاد؟ مسلمان ہونا چاہیے بھئی، لہٰذا کافر مرتد وغیرہ پر نہیں ہے۔ الْعَاقِلِ عاقل ہو بھئی، مجنون پر

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اَلزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ إِذَا مَلَكَ نِصَابًا كَامِلًا مِلْكًا تَامًّا وَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الزكاة:واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَيْسَ عَلَى صَبِيٍّ وَلَا مَجْنُونٍ وَلَا مُكَاتَبٍ زَكَاةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وليس على صبي ولا مجنون وال مكاتب زكاة» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُحِيطٌ بِمَالِهِ فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن كان عليه دين يحيط فلا زكاة عليه» منقول ہے۔

زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔ تو جب کوئی شخص آزاد ہے، مسلمان ہے، عاقل بالغ ہے، إِذَا مَلَكَ نِصَابًا كَامِلًا جب وہ مالک بن جائے کامل نصاب کا بھئی، کامل نصاب کا۔ بھئی نصاب کیا ہے بھئی؟ نصاب آپ نے پڑھا ہے سنا ہے بھئی کہ کم از کم کتنی چاندی ہو؟ ساڑھے باون تولے چاندی ہو، اور سونے کا نصاب کتنا ہے؟ ساڑھے سات تولے سونا بھئی۔ تو ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا ہو یا ان کے بقدر مال ہو روپے وغیرہ یا مال تجارت ہو اور اس پر ایک سال پورا گزر جائے تو اس صورت میں اس میں سے زکوٰۃ ادا کریں گے بھئی۔

تو إِذَا مَلَكَ نِصَابًا كَامِلًا، جب یہ شخص حر مسلم بالغ عاقل جو ہے جب وہ مالک ہو کس کا مالک ہو؟ نصاب کامل کا، اور نصاب بتایا چاندی میں کتنا ہے؟ ساڑھے باون، اور سونے میں ساڑھے سات تولے بھئی، اس نصاب کامل کا وہ مالک بن جائے۔ مِلْكًا تَامًّا بھئی، اور مالک کس قسم کا بنے، کس قسم کی ملک آئے اس کی؟ تام ملک ہو، پوری ملکیت ہو بھئی، یعنی ملک بھی ہو اور قبضہ بھی ہو بھئی۔ لہٰذا اگر ملک پائی جائے، قبضہ نہیں پایا جا رہا تو اس صورت میں اس میں زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔ مثلاً مبیعہ خریدا، ایجاب و قبول کرتے ہی یہ شخص کیا بن جاتا ہے بھئی؟ مشتری مبیعہ کا مالک بن جاتا ہے لیکن ابھی قبضہ نہیں، تو اس کو نکال دیا بھئی، مِلْكًا تَامًّا کی قید کے ذریعے قبل القبض جو مبیعہ ہے اسے نکال دیا۔

دوسری صورت، یہ تو کیا صورت بنائی ہم نے؟ کہ ملکیت ہے لیکن قبضہ نہیں۔ دوسری صورت: قبضہ ہو اور ملکیت نہ ہو، مثلاً بھئی غلام ہے، غلام کے پاس مال ہوتا ہے، قبضہ اس کا ہے لیکن مالک وہ نہیں ہے، مالک کون ہے؟ وہ غلام کا آقا مالک ہے بھئی۔ اور اسی طرح جو مقروض ہے بھئی، اس کے پاس بھی مال ہے، قبضہ تو ہے لیکن یہ مال تو یوں سمجھیں گے گویا مالک ہی نہیں ہے اس کا کیونکہ کس میں چلا جائے گا یہ مال تو؟ قرضے کی ادائیگی میں، اس پر قرضہ بھی اتنا ہے بھئی۔ تو ملک تام کی قید لگائی، معلوم ہوا ملک بھی ہونی چاہیے اور قبضہ بھی ہونا چاہیے بھئی۔

وَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ، یہ شرط ہے مولانا کہ حَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ اور اس پر ایک سال گزر جائے بھئی۔ وَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ، اور اس نصاب پر ایک سال گزر جائے بھئی، اس مال پر کیا ہو؟ ایک سال گزر جائے بھئی۔ یاد رکھیے سال کی ابتدا میں اور سال کے آخر میں نصاب ہونا چاہیے پورا، درمیان میں اگر کچھ کم بھی ہو جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً ایک شخص سال کے شروع میں نصاب کا مالک تھا، درمیان سال میں مال کم ہو گیا، نصاب سے کم ہوا، لیکن آخر سال میں پھر مال بڑھ گیا اور نصاب سے زائد ہو گیا تو اب اول اور آخر کے اعتبار سے سال کے اول میں بھی اور سال کے آخر میں بھی نصاب پورا ہے، تو یوں سمجھیں گے پورا سال اس پر گزرا ہے لہٰذا اب اس کو کیا کرنا پڑے گی؟ زکوٰۃ دینا پڑے گی بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ لیکن اگر سارا مال چلا جائے درمیان سال کے، سال کے درمیان سارا مال ختم ہوا، پھر اس کے بعد اور مال آیا تو اس صورت میں جب نیا مال آئے گا پھر وہاں سے نصاب کا مالک جب بن جائے گا پھر نیا سال وہاں سے شمار شروع کر دیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اب پچھلا حساب ختم بھئی کیونکہ سارا مال ختم ہو گیا تھا تو اب اول آخر کو نہیں دیکھیں گے بلکہ اب پھر نئے سرے سے حساب شروع ہو گا۔

اور یہ بھی یاد رکھیے بھئی گھر کے سامان میں زکوٰۃ نہیں ہے، گھر کا سامان جتنا بھی زیادہ ہو، کروڑوں روپے کا ہی کیوں نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ زکوٰۃ یاد رکھیے صرف سونے، چاندی، کرنسی جو ہو گی روپیہ پیسہ وہ، اور مال تجارت ان میں آئے گی زکوٰۃ بھئی۔ کن کن چیزوں میں؟ سونا، چاندی، روپیہ پیسہ کرنسی جو ہے، اور مال تجارت۔ گھر کے سامان میں نہیں ہے بھئی، میں نے بتلایا جتنا بھی ہو۔

ایک آدمی ہے اس کے پاس تھوڑی سی چاندی ہے، تھوڑا سا سونا ہے، کچھ روپے ہیں، کچھ مال تجارت ہے بھئی، تو یاد رکھیے ان ساروں کو آپس میں ملائیں گے بھئی، اور اس سارے کی قیمت اگر ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے تک پہنچ جائے، جس تک بھی پہلے پہنچ جائے، بس یوں سمجھیں گے کہ اس کے پاس نصاب پورا ہے لہٰذا اب زکوٰۃ دینا پڑے گی بھئی، چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر ادا کرے گا یعنی اڑھائی فیصد۔ چالیس میں سے ایک روپیہ یا سو میں سے اڑھائی روپے یہ اس کو زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ تو یہ ضروری نہیں چاندی الگ ساڑھے باون تولے ہو تو اس میں زکوٰۃ آئے گی، سونا الگ ساڑھے سات تولے ہو تو پھر زکوٰۃ آئے گی، نہیں۔ اگر صرف چاندی ہے پھر تو ساڑھے باون تولے سے پہلے اس میں زکوٰۃ نہیں، صرف چاندی ہے، کرنسی ایک پیسہ نہیں اس کے پاس، ایک روپیہ نہیں ہے بھئی، مال تجارت ذرہ سا بھی نہیں ہے، صرف چاندی ہے اور سونا بھی نہیں، کرنسی بھی نہیں، مال تجارت بھی نہیں، اب چاندی ہے صرف تو چاندی کا نصاب تو کتنا ہے؟ ساڑھے باون تولے، تو ساڑھے باون تولے چاندی ہو جائے گی تو یہ اب نصاب پورا ہوا اب زکوٰۃ آئے گی، اس سے کم ہو تو زکوٰۃ نہیں۔ اگر صرف سونا ہے، نہ اس کے پاس چاندی کا کوئی ذرہ ہے، نہ اس کے پاس کوئی روپیہ پیسہ ہے، نہ اس کے پاس مال تجارت ہے، صرف سونا ہے، تو سونے کا نصاب دیکھیں گے وہ کتنا ہے؟ ساڑھے سات تولے، تو ساڑھے سات تولے میں زکوٰۃ آئے گی بھئی۔ لیکن اگر دو چیزیں ہوئیں: سونا اور چاندی، یا تین ہوئیں:

سونا، چاندی اور کرنسی، یا چاروں ہوئیں: سونا، چاندی، کرنسی اور مال تجارت، تو پھر ساروں کو ملا کر ان کی قیمت لگائی جائے گی بھئی۔ دو ہوں تو دونوں کی قیمت لگا لیں گے، تین ہیں تو تینوں کی قیمت لگالیں گے، اور سارے پیسے ملا کر دیکھیں گے ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے تک اس کی قیمت پہنچتی ہے یا نہیں پہنچتی بھئی۔ تو جس تک قیمت پہنچے گی نصاب پورا ہو جائے گا اور پھر وہ اس میں سے زکوۃ ادا کرے گا۔

اور یاد رکھیے یہ بھی اہم قیمتی بات آپ کو بتلاؤں: بھئی آپ کام کرتے ہیں اور آپ نے آٹھ دس گاڑیاں رکھی ہوئی ہیں کرائے پر دیتے ہیں، لوگوں کو کرائے پر گاڑیاں دیتے ہیں، تو یاد رکھیے وہ چیزیں جو کرائے پر دینے کے لیے رکھی ہیں ان میں زکوۃ نہیں ہے بھئی۔ وہ مال تجارت نہیں بھئی، وہ گاڑیاں خرید و فروخت کے لیے ہیں یا صرف کرائے پر دینے کے لیے؟ کرائے پر، تو یہ مال تجارت میں نہیں۔ تو جو چیز کرائے پر دینے کے لیے ہو وہ جتنا بھی سامان ہو اس کے اندر زکوۃ نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ کا شوروم ہے، آپ نے گاڑیاں بیچنے کے لیے بھئی خریدتے ہیں اور بیچتے ہیں تو اب جتنی گاڑیاں ہیں وہ سارا کیا ہے؟ مال تجارت ہے، اس کے اندر زکوۃ آئے گی اور چالیسواں حصہ دینا پڑے گا بھئی۔

اسی طرح یاد رکھیے آپ نے ایک سامان خریدا اور وہ سامان گھر کے لیے خریدا ہے، یا آپ کی شادی ہونے لگی ہے مولانا آپ نے خوب سامان اکٹھا کر لیا بھئی شادی کے لیے اکٹھا کیا اور پھر ارادہ بعد میں بنا کہ اس کو تجارت میں ہی کیوں نہ لگادوں، اس کو بیچ دیتا ہوں، تو یاد رکھیے یہ اب بھی مال تجارت نہیں ہے کیونکہ اس کو آپ نے کس نیت سے خریدا تھا؟ اپنے استعمال کے لیے، گھر کے لیے خریدا تھا تو یہ مال تجارت نہیں بھئی۔ مال تجارت وہ ہے جسے خریدا ہی کس نیت سے گیا ہو؟ تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو وہ مال تجارت ہے، اور یہ چیزیں تو آپ نے تجارت کی نیت سے نہیں خریدی تھیں، خریدی اپنے استعمال کے لیے تھیں، بعد میں ان کی تجارت کا ارادہ بن گیا کہ ان کو بیچ دیتے ہیں تو اب بھی یہ مال تجارت نہیں لہٰذا ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے بھئی۔

تو بھئی قرض مثلاً آپ نے کسی کے پیسے دینے ہیں تو اب آپ کے پاس جو مال ہے وہ نصاب سے زائد ہے، اس پر زکوۃ آتی ہے مثلاً ساڑھے باون تولے چاندی سے اس کی قیمت زیادہ ہے تو اس پر زکوۃ آئے گی مولانا، لیکن اگر آپ پر قرض اتنا ہے کہ وہ قرض اگر اس میں سے نکال دیں تو نصاب کے بقدر مال نہیں بچتا تو اب آپ پر زکوۃ نہیں ہے۔ مثلاً آپ کے پاس پانچ لاکھ روپے ہیں لیکن آپ پر قرضہ کتنا ہے؟ چار لاکھ پچانوے ہزار مثلاً قرضہ ہے آپ پر، تو پانچ لاکھ آپ کے پاس مال ہے اور قرضہ کتنا ہے چار لاکھ پچانوے ہزار، یہ قرضہ اگر ادا کر دیا جائے تو کتنا مال بچے گا آپ پر؟ صرف پانچ ہزار، اور پانچ ہزار سے تو نصاب پورا نہیں ہوتا، تو لہٰذا اب آپ پر زکوۃ نہیں ہے بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟

اور یہ تو تھا جو آپ پر قرضہ ہے جس نے زکوۃ دینی ہے اس پر قرضہ ہے۔ اگر اس نے کسی سے قرضہ وصول کرنا ہے بھئی تو اس قرضے پر بھی زکوۃ آئے گی بھئی۔ اس قرضے پر بھی زکوۃ آئے گی۔ مثلاً آپ کے پاس اس وقت صرف پانچ ہزار روپے ہیں، نصاب پورا نہیں، لیکن آپ نے لوگوں سے پانچ لاکھ روپے وصول کرنے ہیں تو اس پانچ لاکھ کی زکوۃ دینا پڑے گی۔ اب اس کی یہ صورت ہے کہ جتنا مال وہ جو قرضے میں سے وصولی ہوتی جائے تو جب نصاب کے بقدر وصولی ہو جایا کرے اس میں سے کیا کر دیا کریں؟ زکوۃ ادا کر دیا کریں جب سال گزر چکا ہے، تو اس میں سے اس کے بقدر زکوۃ ادا کر دیا کریں، ایک صورت یہ ہے۔ اور جتنے سال گزریں گے گزشتہ سالوں کی بھی ساری زکوۃ دینا پڑے گی بھئی۔ ایک قرضہ ایسا تھا جو آپ کو پانچ سال بعد وصول ہوا، ایک آدمی نے آپ کے پانچ لاکھ روپے دینے تھے اور یہ پیسے اس نے کتنے عرصے بعد دیے؟ پانچ سال بعد دیے، تو پانچ سال کی زکوۃ دینا پڑے گی آپ کو بھئی۔ وہ کیسے حساب لگائیں گے؟ مثلاً حساب لگایا تو پانچ لاکھ میں فرض کرو، پانچ لاکھ میں تو ہو جائے گا حساب، ایک لاکھ میں کتنے بن گئے؟ ڈھائی ہزار، اور پانچ لاکھ میں؟ ساڑھے بارہ ہزار۔ ساڑھے بارہ ہزار زکوۃ آپ پر آ گئی، یہ پہلے ایک سال کی ہے، تو اس میں سے ساڑھے بارہ ہزار نکال دیے ایک طرف کر دیے۔ باقی کتنے رہ گئے؟ چار لاکھ ساڑھے ستاسی ہزار بھئی۔ اب پھر اس میں سے ایک سال کا حساب لگالو، اڑھائی فیصد نکال لو بھئی، وہ اب ساڑھے بارہ ہزار سے تھوڑا سا کم ہو جائے گا معمولی سا، وہ بھی نکال لیے۔ اس طرح ہر ایک سال کی زکوۃ نکالتے جائیں گے، پیسے کم ہوتے جا رہے ہیں جو جو آپ نکالتے جا رہے ہیں بھئی، تو سارے کی کیا کر دے؟ زکوۃ، صورت سمجھ میں آ رہی ہے کہ نہیں آ رہی بھئی؟ تو پانچ سال کی زکوۃ نکال لیں گے اس طرح بھئی، وہ ادا کرنا پڑے گی۔

سمجھ میں آیا؟ اور میں نے صورت ذکر کر دی بھئی: ایک صورت تو یہ ہے ابھی وہ آپ کو مال ملا نہیں ہے، اس نے پانچ لاکھ دینے ہیں، آپ یہیں سے کیا کر دیتے ہیں؟ سال پورا ہو چکا ہے تو آپ کے پاس جو مال موجود ہے اسی میں اس کا بھی حساب کر کے زکوۃ دے دیتے ہیں پھر تو زکوۃ ہو گئی ٹھیک ہے ادا ہو گئی۔ دوسری صورت کیا ہے؟ کہ جتنا جتنا وصول ہوتا جا رہا ہے جب بھی وہ نصاب تک پہنچے اسی کے بقدر اس میں سے کیا کر دیا کریں؟ زکوۃ ادا کر دیا کریں، پچاس ہزار موصول ہو گئے سال گزر چکا تھا اب اس پچاس ہزار میں سے حساب لگا کر دے دو بھئی زکوۃ۔ یا تیسری صورت یہ ہے کہ پیسہ آپ کو عرصے کے بعد ملتا ہے تو اکٹھا

ملتا ہے سارا، تو اب گزشتہ جتنے سالوں تک وہ رکا ہوا تھا اس میں سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تھی وہ زکوٰۃ اب کیا کر دیں؟ ادا کر دیں۔

اور زکوٰۃ جلدی ادا کرنی چاہیے یاد رکھو بھئی، زندگی کا کوئی پتہ نہیں ہوتا تو یہ انسان کے ذمے رہ جاتی ہے زکوٰۃ، تو جتنی جلدی ہو سکے۔ ہاں تاخیر کرے گا زکوٰۃ کی ادائیگی میں تو گنہگار ہو گا، لیکن سر سے ٹلے گی نہیں، یہ زکوٰۃ آپ پر ہے، زندگی میں جس وقت بھی انسان دے گا ادا ہو جائے گی بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک شخص پر آج زکوٰۃ واجب ہوئی ہے وہ ادا نہیں کرتا بھئی، مؤخر کرتا رہتا ہے تو گنہگار ہوتا جا رہا ہے بھئی، بیس سال بعد جا کے اب وہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو بیس سال بعد بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

اور یہ بھی یاد رکھیے زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا ضروری ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کیا کرنا؟ زکوٰۃ کی نیت کرنا۔ بھئی آپ فقیر کو پیسے دینے لگے ہیں وہ زکوٰۃ کے تو دل میں نیت ہونی چاہیے یہ میں کس چیز کا مال دے رہا ہوں؟ زکوٰۃ کا مال دے رہا ہوں، تو ادائیگی کے وقت نیت ضروری۔ اگر ادائیگی کے وقت نیت نہیں کی تو جس وقت مال سے نکالی تھی زکوٰۃ اس وقت نیت ضروری تھی۔ مثلاً دیکھو بھئی آپ نے حساب لگایا اپنے مال میں سے اور زکوٰۃ کی نیت سے اس میں سے پیسے نکال لیے، یہ زکوٰۃ کے پیسے ہو گئے نکال کر آپ نے الگ رکھ دیے۔ اب بھئی وہ پیسے اٹھائے اور ادائیگی کے وقت خیال ہی نہیں کیا بھئی، زکوٰۃ کی نیت ہی نہیں دل میں بس پیسے دے دیے کسی محتاج کو، تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ کیوں؟ کیونکہ یہ مال جب آپ نے علیحدہ کیا تھا کس نیت سے علیحدہ کیا تھا؟ زکوٰۃ کی نیت سے، تو اب ادائیگی کے وقت نیت نہ بھی ہو کوئی حرج نہیں بھئی۔ تو معلوم ہوا زکوٰۃ کی نیت ادائیگی کے وقت ضروری ہے یا مال سے زکوٰۃ کو الگ کرتے وقت اس زکوٰۃ کی نیت ضروری ہے بھئی۔

اور فقیر اور محتاج کو دیتے ہوئے زکوٰۃ کہنا ضروری نہیں بھئی کہ یہ زکوٰۃ کا مال تمہیں میں دے رہا ہوں بھئی۔ ہاں ویسے دے دے بھئی یہ رکھو یہ آپ میری طرف سے پیسے آپ رکھ لیں، ویسے دے دیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بلکہ زکوٰۃ کے نام سے دو گے کسی کو تو معزز آدمی ہے کوئی مثلاً، البتہ بیچارے کے پاس مال ختم ہے، اب آپ اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں زکوٰۃ کے مال سے تو کہیں یہ نہ ہو وہ برا محسوس کرے، تو آپ کو یہ ویسے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے، ویسے ہی دے دینا چاہیے بھئی۔ ہاں دل میں آپ کی نیت ہو یا مال علیحدہ کرتے وقت آپ کی نیت تھی۔ بلکہ کسی کو زکوٰۃ بھئی زکوٰۃ دی اور یہ کہا لو بھئی میری طرف سے آپ یہ انعام رکھیں، آپ نے یہ کام کیا بڑا اچھا کام کیا، یہ لو بھئی یہ میری طرف سے انعام رکھو بھئی، یہ بھی درست ہے، زکوٰۃ ادا ہو جائے گی بھئی۔ تو جو بھی کہہ کر دیں گے البتہ بس دل میں نیت ہونی چاہیے زکوٰۃ کی۔ مسائل سمجھ میں آ گئے بھئی؟

کہتے ہیں وَلَيْسَ عَلَى صَبِيٍّ وَلَا مَجْنُونٍ وَلَا مُكَاتَبٍ زَكَاةٌ، اور نہیں ہے بچے پر اور نہ مجنون پر اور نہ مکاتب پر زکوٰۃ۔ مکاتب کسے کہتے ہیں بھئی؟ جس کے ساتھ آقا نے عقد کتابت کیا ہے، عقد کتابت کسے کہتے ہیں؟ کہ آقا نے مثلاً کہا اتنے عرصے میں اتنا مال لے آؤ تو تم آزاد ہو، تو ان دونوں کے درمیان جو عقد ہوا یہ عقد کتابت کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ عقد کتابت۔ تو یہ غلام اب مکاتب بن گیا اور میں نے بتلایا تھا یہ اب آزاد آدمی کی طرح ہے، آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا، یہ جائے گا تجارت کاروبار کرے گا، ملازمت کرے جو بھی کرے گا پیسے کما کر لائے گا اور آقا کو دے گا۔

وَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُحِيطٌ بِمَالِهِ فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ، اور وہ شخص جس کے اوپر دین تھا ایسا دین مُحِيطٌ جو احاطہ کرنے والا ہے بِمَالِهِ اس شخص کے مال کا۔ جس شخص پر ایسا دین ہے جس نے اس کے مال کا احاطہ کیا ہوا ہے فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ تو اس شخص پر زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔ میں نے بتلا دیا ابھی بھئی وہی مسئلہ بیان ہو رہا ہے، میں نے کہا کسی پر اگر اتنا قرض ہو کہ فرض کرو اگر قرض ادا کریں تو اتنا مال بچتا ہی نہیں جو نصاب کو پہنچتا ہو تو اس صورت میں اس شخص پر زکوٰۃ نہیں ہے، جیسے وہ مثال میں نے ذکر کی کہ ایک شخص کے پاس پانچ لاکھ روپے مال ہے بھئی اور اس پر قرضہ چار لاکھ پچانوے ہزار ہے، اب وہ چار لاکھ پچانوے ہزار اگر فرض کرو ادا کریں گے تو اس کے پاس کتنا بچے گا؟ پانچ ہزار، تو اب تو نصاب پورا ہی نہیں ہوتا قرض کی ادائیگی کے بعد، تو اس شخص پر زکوٰۃ نہیں ہے بھئی، یوں سمجھیں گے اس کے پاس صرف پانچ ہزار روپے ہیں بھئی۔ تو اس کو دین محیط کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ دین محیط بھئی کہ جس نے احاطہ کر لیا اس کے سارے مال کا اور اتنا بھی مال نہیں بچتا کہ نصاب کو پہنچے بھئی، تو فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

وَإِنْ كَانَ مَالُهُ أَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ زَكَّى الْفَاضِلَ إِذَا بَلَغَ نِصَابًا، اور اگر اس کا مال زیادہ ہے دین سے، ایک آدمی ہے اس کے پاس مثلاً دس لاکھ روپے ہیں اور قرضہ اس پر پانچ لاکھ روپے ہے بھئی، تو اب دس لاکھ میں سے وہ قرضہ کم کر دیں بھئی۔

کنارہ گیا مال؟ قرضہ ادا کر دے گا بھئی تو پانچ لاکھ باقی بچیں گے اس کے پاس، تو زکوٰۃ اس پر کتنے مال کی واجب ہوئی؟ صرف پانچ لاکھ کی زکوٰۃ واجب ہو

گی۔یہی بات کر رہے ہیں:وَإِنْ كَانَ مَالُهُ أَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ، اور اگر اس شخص کا مال دین سے زیادہ تھا،زَكَّى الْفَاضِلَ تو وہ زکوٰۃ دے گا زائد مال کی إِذَا بَلَغَ نِصَابًا جب وہ نصاب کو پہنچتا ہو۔اگر نصاب کو نہیں پہنچتا زائد مال تو پھر اس میں زکوٰۃ نہیں۔

وَلَيْسَ فِي دُورِ السُّكْنَى وَثِيَابِ الْبَدَنِ وَأَثَاثِ الْمَنْزِلِ وَدَوَابِّ الرُّكُوبِ وَعَبِيدِ الْخِدْمَةِ وَسِلَاحِ الِاسْتِعْمَالِ زَكَاةٌ۔ اور نہیں ہے،دُورٌ جمع ہے دَارٌ کی،سُکْنَی رہائش،رہنے کے گھروں میں،رہائش کے گھروں میں زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔وَثِيَابِ الْبَدَنِ، اور بدن کے کپڑے،یہ جو آپ کپڑے پہنتے ہیں جتنے بھی لباس ہوں بھئی،سو لباس ہی کیوں نہ ہوں آپ کے پاس ان کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں۔رہنے کے گھروں میں بھی زکوٰۃ نہیں،آپ نے سو گھر بنائے ہوئے ہیں جگہ جگہ پر بھئی ان کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں۔وَأَثَاثِ الْمَنْزِلِ، گھر کے سامان کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں ہے،اگرچہ وہ مال کروڑوں تک ہی کیوں نہ پہنچتا ہو،وہ استعمال کا سامان ہے بھئی اس میں زکوٰۃ نہیں۔وَدَوَابِّ الرُّكُوبِ، سواری کے جانوروں کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں،لہٰذا آپ نے بھئی سو گھوڑے رکھے ہوئے ہیں سواری کے لیے،ان کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں۔سو گاڑیاں آپ نے رکھی ہوئی ہیں اپنے استعمال کے لیے،ان کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں بھئی۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوب وسیع حلال رزق نصیب فرمائے بھئی۔وَعَبِيدِ الْخِدْمَةِ، عَبِيدٌ جمع ہے عَبْدٌ کی،اور خدمت کے غلاموں کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔ایک آدمی ہے اس کے ہزاروں غلام ہیں اتنا مالدار ہے،لیکن یہ غلام تجارت کے لیے اس نے نہیں رکھے ہوئے بلکہ کس لیے ہیں؟خدمت کے لیے ہیں،تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔وَسِلَاحِ الِاسْتِعْمَالِ، اور استعمال کے اسلحے کے اندر بھی زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔وَسِلَاحِ الِاسْتِعْمَالِ زَكَاةٌ، اور نہیں ہے استعمال کے اسلحے کے اندر زکوٰۃ۔[۴]

وَلَا يَجُوزُ أَدَاءُ الزَّكَاةِ إِلَّا بِنِيَّةٍ، اور جائز نہیں ہے زکوٰۃ کو ادا کرنا مگر نیت کے ساتھ۔زکوٰۃ میں کیا ضروری ہے؟نیت۔لیکن کب؟کہتے ہیں بِنِيَّةٍ مُقَارِنَةٍ لِلْأَدَاءِ، ایسی نیت جو ملی ہوئی ہو ادا کے ساتھ۔ادائیگی کے ساتھ ملی ہوئی ہو،کیا معنی؟یعنی جب مال کی ادائیگی کر رہے ہیں،فقیر کو جب مال دے رہے ہیں اس کے ساتھ کیا ملی ہونی چاہیے؟نیت،اس وقت نیت ہونی چاہیے۔میں نے بتلایا تھا یا نہیں بھئی کس وقت ضروری ہے؟ادائیگی کے وقت نیت کر لے یا جب مال کو الگ کر رہا تھا تو اس وقت نیت کر لے بھئی۔تو وہی بات بیان کر رہے ہیں کہ جائز نہیں ہے زکوٰۃ کی ادائیگی مگر یہ کہ ایسی نیت کے ساتھ ہو جو ملی ہوئی ہے کس کے ساتھ؟ادائیگی کے ساتھ،جب دے رہا ہے پیسے فقیر کو اس وقت نیت ہے بھئی۔أَوْ مُقَارِنَةٍ لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ، یا ایسی نیت ہے جو ملی ہوئی ہے، عَزْلٌ کا معنی جدا کرنا،الگ کرنا،لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ واجب مقدار کے جدا کرنے کے ساتھ۔واجب مال کے جدا کرنے کے ساتھ نیت ملی ہوئی ہے۔

دیکھو بھئی ایک آدمی ہے اس کے پاس دس لاکھ روپے کا مال ہے سارا بھئی،سونا چاندی وغیرہ کرنسی اور سامان تجارت ملا کر کتنا بنتا ہے؟دس لاکھ روپے بنتے ہیں۔اب اس نے کیا کیا؟حساب لگایا بیٹھا اور کتنی زکوٰۃ بنی اس پر؟پانچ لاکھ میں کتنی بنائی تھی؟ساڑھے بارہ ہزار،تو دس لاکھ میں کتنی ہو گئی؟پچیس ہزار روپے اس نے نکال لیے اور یہ نکالتے وقت،علیحدہ کرتے وقت اس نے نیت کی بھئی زکوٰۃ کی کہ یہ کس نیت سے میں علیحدہ کر رہا ہوں؟زکوٰۃ کی،تو یہ نیت کافی ہے بھئی۔تو یہی بات کر رہے ہیں:أَوْ مُقَارِنَةٍ یا ایسی نیت ہو جو ملی ہوئی ہو لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ اس واجب مقدار کے الگ کرتے وقت بھئی،یعنی اس پر کتنی زکوٰۃ واجب ہو رہی تھی؟پچیس ہزار،تو یہ واجب مقدار یعنی یہ جو پچیس ہزار ہے اس کے جدا کرنے کے ساتھ کیا ملی ہوئی ہو؟نیت ملی ہوئی ہو۔

اچھا بھئی کیا بیان کیا صاحب کتاب نے؟نیت کب ہو ضروری ہے؟ادائیگی کے وقت یا زکوٰۃ کو مال سے علیحدہ کرتے وقت نیت ضروری ہے بھئی۔ایک اور باریک بات آپ کو بتلاؤں بھئی:ایک آدمی نے مال علیحدہ کرتے وقت بھی نیت نہیں کی اور ادائیگی کے وقت بھی نیت نہیں کی اور فقیر کو دے دیے پیسے بھئی۔یوں سمجھو بھئی ایک آدمی نے فقیر کو ویسے ہی پانچ ہزار دے دیے پکڑ کر،زکوٰۃ کی کوئی نیت نہیں،علیحدہ تو اس نے کیے ہی نہیں تھے جیب میں ویسے ہی پڑے تھے اس نے پانچ ہزار نکالے اور فقیر کو دے دیے بھئی۔تو نہ ادائیگی کے وقت زکوٰۃ کی نیت ہے اور نہ علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت،لیکن اب بھی زکوٰۃ کی نیت کر سکتا ہے جب تک فقیر کے پاس وہ آپ کے پیسے موجود ہیں۔ابھی آپ نے دے دیے ہیں،وہ ابھی نکل رہا تھا آپ کو خیال آیا بھئی میں نے پیسے تو اتنے دے دیے ہیں کیوں نہ میں اس میں کیا نیت کر لوں؟زکوٰۃ کی نیت کر لوں۔تو جب تک اس کے پاس وہ پیسے موجود ہیں آپ زکوٰۃ کی نیت کر لیتے ہیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔لیکن اگر وہ آپ کے دیے ہوئے پیسے خرچ کر چکا ہے پھر زکوٰۃ کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے۔مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟دیکھو آپ کے پاس ایک آدمی آیا،

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَيْسَ فِي دُورِ السُّكْنَى وَثِيَابِ الْبَدَنِ وَأَثَاثِ الْمَنْزِلِ وَدَوَابِّ الرُّكُوبِ وَعَبِيدِ الْخِدْمَةِ وَسِلَاحِ الِاسْتِعْمَالِ زَكَاةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة» منقول ہے۔

اس نے آپ کے سامنے آکر اپنی حاجت بیان کی میں بڑا غریب ہوں، مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے، آپ کو اس پر ترس آیا، آپ کے پاس جیب میں پانچ ہزار روپے تھے آپ نے وہ جیب سے پیسے نکالے اس کو دے دیے۔ ویسے ہی دے دیے بطور مدد کے، زکوٰۃ کی کوئی نیت کی آپ نے؟ نہیں کی۔ تو بغیر نیت کے دے دیے ہیں تو ابھی بھی زکوٰۃ کی نیت کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس نے یہ آپ کے دیے ہوئے نوٹ اور پیسے ابھی خرچ نہ کیے ہوں۔ جب خرچ کر لیے ہوں پھر نیت صحیح نہیں ہے۔ خرچ سے پہلے پہلے آپ نیت کر لیتے ہیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

وَمَنْ تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَالِهِ وَلَا يَنْوِي الزَّكَاةَ سَقَطَ فَرْضُهَا عَنْهُ، اور جس نے صدقہ کر دیا اپنے سارے مال کو اور نیت نہیں کی زکوٰۃ کی تو ساقط ہو جائے گا اس کا فرض اس سے۔ اس کا فرض اس سے کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی کے پاس پانچ لاکھ روپے تھے اور ان پانچ لاکھ پر سال گزر چکا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہو گئی ہے۔ سال سے پہلے تو زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی، سال گزر چکا ہے تو اب اس پر کیا واجب ہو چکی؟ زکوٰۃ۔ اب اس کو ضروری ہے کہ اس میں سے پیسے حساب لگائے اور زکوٰۃ فقراء کو دے بھئی۔ اس نے کیا کیا؟ سارا ہی مال کیا کیا فقیروں کو دے دیا بھئی۔ تو اس صورت کے اندر وہ جو فرض تھا اس سے ساقط ہو گیا۔ فرض کیا ہوا؟ ساقط ہو گیا۔ بھئی مال دیتے وقت بھی اس نے نیت نہیں کی، بس ویسے ہی محتاجوں غریبوں میں اس نے اپنا سارا مال تقسیم کر دیا، ختم کر دیا بالکل۔ تو اب مال ہی نہیں رہا، اور زکوٰۃ تو واجب تھی کس کی وجہ سے؟ مال کی وجہ سے، جب مال بالکل ختم ہو گیا تو وہ زکوٰۃ بھی ساقط ہو جائے گی جب یہ صدقہ کرے بھئی۔

بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ۔ یہ باب ہے بھئی اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ کیا ترکیب کریں گے بھئی اس کی؟ هَذَا بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ۔ دوسری ترکیب: بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ هَذَا۔ تیسری ترکیب: اِقْرَأْ بَابَ زَكَاةِ الْإِبِلِ۔ إِبِلٌ اونٹ کو کہتے ہیں بھئی، اونٹ۔

یاد رکھیے اونٹ عجیب جانور ہے، اس کی بڑی خصوصیات ہیں بھئی، بڑی خصوصیات۔ عرب کے ہاں یہ سب سے قیمتی مال شمار ہوتا تھا بھئی، ان کا گزارہ ہی ان اونٹوں کے ساتھ تھا۔ تو سینکڑوں سینکڑوں اونٹ ہوتے تھے ایک ایک آدمی کے پاس، ہزاروں اونٹ بھئی، جتنا مالدار ہوتا اتنے اونٹ زیادہ ہوتے اس کے پاس۔ تو اس جانور کی بڑی خصوصیات ہیں جو علماء نے ذکر کی ہیں۔ مثلاً ایک خصوصیت اس کی یہ ہے کہ یہ بڑا ہی فرمانبردار ہوتا ہے، حتیٰ کہ ایک چھوٹے سے بچے کو، دو سال کے بچے کو بھی اگر آپ اس کی مہار پکڑا دیں گے وہ اس کو لے کر چلے گا یہ بڑے اطمینان سے فرمانبرداری سے اس کے پیچھے چلے گا جدھر بھی وہ لے کر جائے بھئی۔ بڑا فرمانبردار جانور۔

دوسری خصوصیت، ایک یہ خصوصیت ہے اس کی کہ یہ نو نو دس دس دن تک پانی پیے بغیر زندہ رہتا ہے بھئی۔ عرب اس کو کئی کئی دن بعد پانی پلاتے تھے، پانی ملتا ہی نہیں تھا بھئی۔ تو یہ ان کے سفر میں بہترین کام آتا تھا، کئی دن تک اس کو پانی پلانے کی ضرورت ہی نہیں، اور وہ تو صحرائی علاقہ ہے وہاں تو پانی ملتا ہی نہیں تھا بھئی، تو اس کی وجہ سے ان کے لیے سفر ممکن ہوتے تھے بھئی ورنہ بہت مشکل پیش آتی بھئی۔ تو نو نو دس دس دن تک بھئی پانی نہیں پلاتے تھے اس کو، دسویں دن نوویں دن پانی پلاتے تھے۔

اس کی ایک اور عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس کو بٹھا کر اس پر سامان لاد دیا جاتا ہے اور یہ اس سامان کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی جانور ایسا نہیں ہے، آپ کسی بھی جانور کو دیکھ لیں اس کو کھڑا کر کے اس پہ سامان بوجھ لاد دیں گے، اس پر بٹھا کر اگر بوجھ لاد دیا وہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا پھر بھئی۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں، گھوڑے پر بوجھ لاد دیں اور اس کو بٹھا دیں بھئی وہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اونٹ پر جتنا بھی بوجھ لاد دیں بٹھا کر، اسے بٹھا کر ہی بوجھ لادتے ہیں، وہ اس کو آرام سے لے کر کھڑا ہو جائے گا۔ وجہ اس کی لمبی گردن ہے بھئی، اس لمبی گردن کے زور پر وہ کیا کر لیتا ہے؟ کھڑا ہو جاتا ہے، سامان کو اٹھا لیتا ہے۔ تو یہ عجیب خصوصیت ہے اس جانور کی۔

اور عرب اس کو خشکی کا جہاز کہتے تھے بھئی، خشکی کا جہاز۔ اونٹ کے اوپر وہ ایک چھوٹا سا کمرہ سا بنا لیتے کپڑوں وغیرہ کا اور اس کے اندر پورا چھوٹا سا کمرہ ہوتا اور اس کے اندر بیٹھے رہتے مزے سے اور اونٹ سفر کرتا رہتا چلتا بھئی۔

اس کی ایک اور خصوصیت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ سُهَيْلٌ ایک ستارہ ہے بھئی، سہیل ستارے کی طرف یہ نہیں دیکھتا بھئی۔ یہ سال کے چند ہفتے سال میں دکھائی دیتا ہے سہیل ستارہ اور جنوب کی طرف ہوتا ہے آسمان پر بھئی۔ اونٹ اس کی طرف نہیں دیکھتا بھئی، کوئی زور بھی لگا لے اونٹ اس کی طرف نہیں دیکھتا۔ اگر سہیل ستارے پر اس کی نظر پڑ جائے تو کہتے ہیں یہ شدید بیمار ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے بھئی، تو اس کی طرف نہیں دیکھتا سہیل ستارے کی۔

تو بڑی خصوصیات ہیں بھئی، یہ تو میں نے چند ایک ذکر کیں، علماء نے بہت سی خصوصیات اس کی ذکر کی ہیں۔ تو جیسے اس کی اپنی خصوصیات ہیں اسی طرح

اس کے نام کی بھی بڑی خصوصیات ہیں بھئی۔ اس کے نام بھی عجیب ہیں بھئی، اس کے دو نام مشہور ہیں بھئی: ایک إِبِلٌ، ایک جَمَلٌ۔ إِبِلٌ کا لفظ عربی میں بے مثال لفظ ہے بھئی۔ امام سیبویہ فرماتے ہیں إِبِلٌ بروزن فِعِلٌ ہے۔ کیا وزن ہے إِبِلٌ کا؟ فِعِلٌ، اور پورے کلام عرب میں اس وزن پر اور کوئی لفظ نہیں آیا۔ تو عجیب لفظ ہے یہ فِعِلٌ وزن پر ہے جس پر پورے کلام عرب میں اور کوئی لفظ نہیں آیا۔ بعض علماء نے دو تین لفظ اور بعد میں بڑھائے لیکن یہ جواب کہتے ہیں دیا جاسکتا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ اصل میں فِعِلٌ نہیں تھے کوئی اور وزن تھا پھر فِعِلٌ وزن بنالیا گیا ان کا۔ تو امام سیبویہ فرماتے ہیں فِعِلٌ وزن پر پورے کلام عرب میں اور کوئی لفظ نہیں آیا۔

اسی طرح اس کا دوسرا نام جَمَلٌ ہے، جَمَلٌ۔ جَمَلٌ کا لفظ بھی بڑا بے مثال لفظ ہے بھئی عربی کے اندر۔ عربی میں کبھی ایسا ہوتا ہے ایک لفظ کی جمع آتی ہے پھر اس جمع کی آگے جمع آتی ہے۔ تو جَمَلٌ کا جو لفظ ہے اس کی پے در پے چھ مرتبہ جمع آتی ہے بھئی، اور پورے کلام عرب میں اس کی اور کوئی نظیر نہیں ہے بھئی کہ ایک لفظ کی جمع آئی، پھر اس کی آگے جمع کی جمع آئی، پھر جمع کی جمع کی جمع آئی، تو پھر اس سے آگے یہاں تک چھ تک سلسلہ جاتا ہے بھئی۔

مثلاً لکھ لیجیے بھئی جمع میں لکھوا دیتا ہوں، یہ بڑا قیمتی ادبی نکتہ ہے بھئی: جَمَلٌ کی جمع آتی ہے أَجْمُلٌ۔ أَجْمُلٌ کی جمع ہے أَجْمَالٌ۔ أَجْمَالٌ کی جمع ہے جَامِلٌ۔ جَامِلٌ کی جمع ہے جِمَالٌ۔ جِمَالٌ کی جمع ہے جِمَالَةٌ۔ اور جِمَالَةٌ کی جمع ہے جِمَالَاتٌ۔ تو کتنی جمعیں ہو گئیں دیکھو بھئی؟ چھ جمعیں ہو گئیں: جَمَلٌ کی کیا جمع آئی؟ أَجْمُلٌ، أَجْمُلٌ کی جمع أَجْمَالٌ، أَجْمَالٌ کی جمع جَامِلٌ، جَامِلٌ کی جمع جِمَالٌ، جِمَالٌ کی جمع جِمَالَةٌ، اور جِمَالَةٌ کی جمع جِمَالَاتٌ، جیسے کہ امام سیوطی نے ذکر کیا ہے اپنی کتاب مزہر اللغات کے اندر بھئی۔ تو یہ بھی عجیب لفظ ہے بھئی، تو اس کے نام کی بھی خصوصیات ہیں اونٹ کے اور اس کی اپنی بھی خصوصیات ہیں بھئی۔

اچھا یہ آگے باب شروع ہو رہا ہے اونٹ کی زکوۃ کا باب ہے بھئی۔ یاد رکھیے آگے اونٹ کی زکوۃ کا بیان ہو گا، اس کے بعد آگے گائے بھینس وغیرہ کی زکوۃ کا بیان ہو گا، اس سے اگلا باب ہے بھیڑ بکری کی زکوۃ کا بیان، اور اس کے بعد گھوڑوں کی زکوۃ کا بیان بھئی۔ تو انہی جانوروں میں زکوۃ ہے بھئی، اور جانوروں میں زکوۃ نہیں ہے بھئی۔ ہاں اگر وہ دوسرے جانور تجارت کی غرض سے رکھے ہوں تو پھر ان میں تجارتی مال ہونے کے اعتبار سے زکوۃ آئے گی۔

تو اونٹوں کے اندر، گائے بھینس کے اندر، بھیڑ بکری کے اندر زکوۃ آئے گی۔ يَرْحَمُكَ اللَّهُ۔ ان میں زکوۃ آئے گی سال کے گزرنے پر بھئی جب یہ نصاب کو پہنچیں۔ لیکن اس کے ساتھ شرط ہے بھئی، یہ پہلی سطر کے آخر میں آرہا ہے سَائِمَةً بھئی۔ مل گیا لفظ سب کو؟ سائمہ ہونا ضروری ہے بھئی۔ ان جانوروں کا سائمہ ہونا ضروری ہے بھئی۔ سائمہ کسے کہتے ہیں؟ یاد رکھیے سائمہ وہ جانور ہے جو سال کا اکثر حصہ چر کر گزاریں بھئی۔ جو سال کا کیا کریں اکثر حصہ؟ چر کر گزاریں، یعنی انہیں گھر پر نہ کھلایا جاتا ہو چارہ لا کر۔ تو لہٰذا اب آپ مجھے بتائیے بھئی: ایک جانور ہے وہ چھ مہینے باہر چرتا ہے اور چھ مہینے اس کو گھر پر چارہ لا کر کھلاتے ہیں، تو یہ سائمہ ہے یا سائمہ نہیں بھئی؟ سائمہ نہیں، کیونکہ ہم نے کیا قید لگائی؟ سال کا اکثر حصہ، تو یہ تو اکثر حصہ نہیں بلکہ نصف چرتا ہے اور نصف گھر پر رہتا ہے، تو سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گزارے وہ سائمہ ہے۔

دوسری شرط سائمہ کے اندر یہ ہے کہ ان جانوروں کو دودھ کے لیے یا نسل بڑھانے کے لیے رکھا گیا ہو۔ یہ قید ضرور یاد رکھنا بھئی۔ اور اگر دودھ یا نسل بڑھانے کے لیے نہیں رکھا بلکہ گوشت کھانے کے لیے یا سواری وغیرہ کے لیے رکھا ہے تو یہ سائمہ نہیں ہیں۔ لکھ لیا بھئی؟ تو بھئی زکوۃ ان میں آئے گی اونٹ میں اور گائے بھینس بکری وغیرہ میں، لیکن ان کا سائمہ ہونا ضروری۔ اور سائمہ کسے کہتے ہیں جس میں کتنی شرطیں ہوں؟ دو شرطیں ہوں۔ پہلی شرط کیا ذکر کی میں نے؟ سال کا اکثر حصہ باہر چرتے ہوں، گھر پر چارہ نہیں کھلایا جاتا ان کو۔ اور دوسری شرط کیا ذکر کی کہ ان کو کس لیے رکھا گیا ہو؟ دودھ ان سے حاصل کرنے کے لیے یا ان کی نسل بڑھانے کے لیے رکھا ہوا ہے، اور اگر ان کو گوشت کھانے کے لیے رکھا ہے کہ ان سے گوشت کھائیں گے بھئی ذبح کریں گے یا ان کو سواری کے لیے رکھا ہے تو پھر یہ سائمہ نہیں ہیں بھئی۔

آگے بھئی اب ذرا کاپی پر ایک نقشہ بنائیں، اونٹوں کی زکوۃ میں لکھوا دوں بھئی، نقشے سے آپ کو یاد کرنے میں آسانی ہو گی بھئی۔ جلدی جلدی لکھنا بھئی۔ ایک صاف ورقے پر لکھنا ہے بھئی ذرا کم از کم آدھا صفحہ یا پورا صفحہ تو ضرور لگے گا۔

اچھا پہلے اونٹ کے بچوں کے نام یاد رکھیے: یاد رکھیے اونٹ کے بچے کو عربی میں فَصِيلٌ کہتے ہیں، صاد کے ساتھ فَصِيلٌ۔ اونٹ کا بچہ کیا کہلاتا ہے؟ فَصِيلٌ۔ اور جب اس کا ایک سال پورا ہو جائے تو اب یہ بِنْتُ مَخَاضٍ کہلائے گا، ضاد ہے آخر میں بِنْتُ مَخَاضٍ کہلائے گا جب مؤنث ہو۔ اگر مذکر ہے تو اِبْنُ مَخَاضٍ کہلائے گا۔ اور جب دو سال پورے ہو جائیں اور کون سا سال شروع ہو؟ تیسرا سال جب چل رہا ہے، اب یہ کہلائے گا بِنْتُ لَبُونٍ یا اِبْنُ

لَبُونٍ۔ اور جب تین سال پورے ہو گئے چوتھا سال چل رہا ہے، چوتھا سال شروع ہے، تو اب یہ حِقَّةٌ، حا، قاف دو نقطوں والا اور گول تا بھئی، حِقَّةٌ لکھ لیا بھئی؟ حا، قاف دو نقطوں والا۔

اور گول تا، حِقَّةٌ یا حِقٌّ کہلائے گا۔ اور جب چار سال پورے ہو جائیں پانچواں سال شروع ہو جائے تو اب یہ جَذَعَةٌ، ذال کے ساتھ ہے، جیم، ذال، عین، گول تا، اب یہ جَذَعَةٌ کہلائے گا یا جَذَعٌ کہلائے گا۔

لکھ لیا نام بھئی؟ تو اونٹ کا بچہ عربی میں کیا کہلاتا ہے؟ فَصِيلٌ کہلاتا ہے، اور جب ایک سال پورا ہو جائے یعنی دوسرے سال والا ہو تو اب یہ کیا کہلاتا ہے؟ بِنْتُ مَخَاضٍ، مَخَاضٍ میم پر فتحہ پڑھنا، یہ مؤنث ہو، مذکر ہو تو کیا کہلاتا ہے؟ اِبْنُ مَخَاضٍ۔ اور جب تیسرا سال شروع ہو جائے تو اب یہ کیا کہلاتا ہے؟ بِنْتُ لَبُونٍ مؤنث ہو، اور مذکر ہو تو اِبْنُ لَبُونٍ۔ اور آگے چوتھا سال شروع ہو جائے تو اب یہ کیا کہلاتا ہے؟ مؤنث ہو تو حِقَّةٌ، مذکر ہو تو حِقٌّ کہلاتا ہے۔ اور اگر پانچواں سال جب شروع ہو جائے تو اب کیا کہلاتا ہے؟ مؤنث ہو تو جَذَعَةٌ اور مذکر ہو تو جَذَعٌ کہلاتا ہے۔

■ زکوۃ الابل کا سہ ستونی نقشہ اور اونٹوں کی عمریں (اسنانِ ابل)

اب یوں کیجیے لکھیے بھئی درمیان میں صفحے کے زَكَاةُ الْإِبِلِ، نیچے ایک نقشہ بنانا ہے بھئی اس کے نیچے، زَكَاةُ الْإِبِلِ۔ اب نیچے تین خانے بنالیں بھئی، صفحے کے اوپر سے نیچے کی طرف لائنیں کھینچنی ہیں اور تین خانے کل بن جائیں بھئی صفحے کے۔ تین خانے بنالو بھئی، کھلے کھلے ہوں ذرا بھئی۔ دو لائنیں کھینچو گے تو تین خانے پورے ہو جائیں گے بھئی۔ بنالیے خانے بھئی؟[۵]

اب پہلے خانے میں لکھنا ہے بھئی، لیکن پہلے خانے کو چھوڑ دیں پہلی سطر خالی، دوسرے خانے میں اس کے سامنے لکھیں: ایک سو بیس سے زائد۔ بھئی دوسرے خانے میں پہلی سطر میں لکھیں: ایک سو بیس سے زائد۔ جلدی لکھو بھئی کیا اشتباہ ہے اس میں، کیا مشکل ہے؟ ایک سو بیس سے زائد لکھ لیا؟ اس کے نیچے لکیر بھی کھینچ دیں۔ اگلے تیسرے خانے میں لکھیں: ایک سو پچاس سے زائد۔ اس کے نیچے بھی لکیر کھینچیں۔ اچھا اب آجائیں پہلے خانے میں بھئی، پہلے خانے میں

---

[۵] **نقشہ زکوۃ الابل (اونٹوں کی زکوۃ کا سہ ستونی نقشہ مع اسنانِ ابل—افاداتِ استاذِ محترم حضرت مولانا محمد زہیر روحانی بازی مدظلہ العالی):**

مقدمہ—اونٹ کے بچوں کی عمریں اور شرعی نام (اسنانِ ابل): (۱) فَصِيلٌ: اونٹ کا چھوٹا بچہ (ایک سال سے کم)؛ (۲) بِنْتُ مَخَاضٍ / اِبْنُ مَخَاضٍ: ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو؛ (۳) بِنْتُ لَبُونٍ / اِبْنُ لَبُونٍ: دو سال پورے ہو کر تیسرا سال شروع ہو؛ (۴) حِقَّةٌ / حِقٌّ: تین سال پورے ہو کر چوتھا سال شروع ہو؛ (۵) جَذَعَةٌ / جَذَعٌ: چار سال پورے ہو کر پانچواں سال شروع ہو۔

زکوۃ الابل: اونٹوں کی زکوۃ کا سہ ستونی نقشہ (۵ تا ۲۰۰ اونٹ)					
خانہ اول: ابتدا سے (۵ تا ۱۲۰)		**خانہ دوم: ۱۲۰ سے زائد (۱۲۱ تا ۱۵۰)**		**خانہ سوم: ۱۵۰ سے زائد (۱۵۱ تا ۲۰۰)**	
۵ تا ۹	شَاةٌ (۱ بکری)	۵ (یعنی ۱۲۵)	حِقَّتَانِ وَشَاةٌ	۵ (یعنی ۱۵۵)	ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَشَاةٌ
۱۰ تا ۱۴	شَاتَانِ (۲ بکریاں)	۱۰ (یعنی ۱۳۰)	حِقَّتَانِ وَشَاتَانِ	۱۰ (یعنی ۱۶۰)	ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَشَاتَانِ
۱۵ تا ۱۹	ثَلَاثُ شِيَاهٍ (۳ بکریاں)	۱۵ (یعنی ۱۳۵)	حِقَّتَانِ وَثَلَاثُ شِيَاهٍ	۱۵ (یعنی ۱۶۵)	ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَثَلَاثُ شِيَاهٍ
۲۰ تا ۲۴	أَرْبَعُ شِيَاهٍ (۴ بکریاں)	۲۰ (یعنی ۱۴۰)	حِقَّتَانِ وَأَرْبَعُ شِيَاهٍ	۲۰ (یعنی ۱۷۰)	ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَأَرْبَعُ شِيَاهٍ
۲۵ تا ۳۵	بِنْتُ مَخَاضٍ	۲۵ (یعنی ۱۴۵)	حِقَّتَانِ وَبِنْتُ مَخَاضٍ	۲۵ (یعنی ۱۷۵)	ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَبِنْتُ مَخَاضٍ
۳۶ تا ۴۵	بِنْتُ لَبُونٍ	۳۰ (یعنی ۱۵۰)	ثَلَاثُ حِقَاقٍ (۳ حقے)	۳۶ (یعنی ۱۸۶)	ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَبِنْتُ لَبُونٍ
۴۶ تا ۶۰	حِقَّةٌ	—		۴۶ (یعنی ۱۹۶ تا ۲۰۰)	أَرْبَعُ حِقَاقٍ (۴ حقے)
۶۱ تا ۷۵	جَذَعَةٌ	**ضابطہ برائے ۲۰۰ سے زائد:** ۲۰۰ کے بعد ہر ۵۰ اونٹوں کے دائرے میں اسی تیسرے خانے (۱۵۰ سے زائد والے حساب) کا اعادہ ہو گا: ۵ پر ۱ بکری، ۱۰ پر ۲، ۱۵ پر ۳، ۲۰ پر ۴، ۲۵ پر بنت مخاض، ۳۶ پر بنت لبون، اور ۴۶ سے ۵۰ پر ۱ حقہ بڑھے گا۔			
۷۶ تا ۹۰	بِنْتَا لَبُونٍ (۲ بنت لبون)	**تنبیہ:** زکوۃ میں صرف مؤنث (بِنْتُ مَخَاضٍ، بِنْتُ لَبُونٍ، حِقَّةٌ، جَذَعَةٌ) واجب ہوتی ہے؛ مذکر (اِبْنُ مَخَاضٍ وغیرہ) صرف قیمت کے اعتبار سے قبول کیا جا سکتا ہے۔			
۹۱ تا ۱۲۰	حِقَّتَانِ (۲ حقے—۱۲۰ تک)				

پھر لکھ دو: ابتدا سے۔ لکھ لیا؟ اس کے نیچے بھی لکیر کھینچ لیں، اب نیچے زکوٰۃ کا حساب شروع ہونے لگا ہے۔

پانچ لکھیں پہلے خانے میں، اسی خانے کے اندر اسی کے سامنے پانچ سے تھوڑا فاصلہ کر کے شَاۃٌ لکھ دیں، شَاۃٌ۔ شَاۃٌ گول تا کے ساتھ آتی ہے بھئی۔ لکھ لیا؟ اچھا اب پانچ کے نیچے لکھو دس، دس کے نیچے لکھو پندرہ، پندرہ کے نیچے بیس، بیس کے نیچے پچیس، پچیس کے نیچے چھتیس، چھتیس کے نیچے چھیالیس، چھیالیس کے نیچے لکھیں اکسٹھ، اکسٹھ کے نیچے لکھیں چھہتر، چھہتر کے نیچے لکھیں اکانوے۔

لکھ لیا بھئی؟ اچھا پانچ کے سامنے کیا لکھا تھا؟ شَاۃٌ، پانچ اونٹ ہوں گے تو ایک شَاۃٌ یعنی بھیڑ بکری دینا پڑے گی۔ دس کے سامنے لکھیں شَاتَانِ، تثنیہ ہے شَاتَانِ۔ لکھ لیا؟ دو بکریاں ہو گئیں دس میں۔ آگے نیچے کیا ہے؟ پندرہ، پندرہ کے سامنے لکھیں ثَلَاثُ شِیَاہٍ۔ یہ پہلے خانے میں لکھ رہے ہیں آپ سارا کچھ۔ ثَلَاثُ شِیَاہٍ، شین، یا، الف اور ہا گول، شِیَاہٍ یہ شَاۃٌ کی جمع ہے بھئی، ثَلَاثُ شِیَاہٍ، پندرہ میں کتنی بکریاں ہو گئیں؟ تین بکریاں۔ بیس کے سامنے لکھیں أَرْبَعُ شِیَاہٍ۔ لکھ لیا؟ پچیس کے سامنے لکھیں بِنْتُ مَخَاضٍ، ضاد کے ساتھ ہے بھئی بِنْتُ مَخَاضٍ۔ چھتیس کے سامنے لکھیں بِنْتُ لَبُونٍ۔ چھیالیس کے سامنے لکھیں حِقَّۃٌ۔ لکھ لیا سب نے؟ اکسٹھ کے سامنے لکھیں جَذَعَۃٌ، ذال کے ساتھ، گول تا ہے ساتھ۔ چھہتر کے سامنے لکھیں بِنْتَا لَبُونٍ، الف بھی ساتھ ملاؤ تثنیہ ہے بِنْتَا لَبُونٍ۔ یہ اصل میں کیا تھا؟ بِنْتَانِ لَبُونٍ، تثنیہ کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو بِنْتَا لَبُونٍ۔ اکانوے کے سامنے لکھیں حِقَّتَانِ۔ اچھا اب اس کے نیچے لکھ دیں: ایک سو بیس تک بھئی۔

بس بھئی اگلے خانے میں آجائیں۔ دوسرے خانے میں لکھیں پانچ، ایک سو بیس جس خانے پر آپ نے لکھا تھا بھئی ایک سو بیس سے زائد اس کے نیچے اب لکھنا ہے، اسی پانچ کے سامنے والی لکیر میں لکھنا ہے آپ نے پانچ، اور اس کے آگے بھی تھوڑی دور لکھ دیں شَاۃٌ۔ اچھا پانچ کے نیچے لکھیں دس، دس کے نیچے لکھیں پندرہ، پندرہ کے نیچے لکھیں بیس، بیس کے نیچے لکھیں پچیس، پچیس کے نیچے لکھیں تیس۔ لکھ لیے بھئی؟ اچھا پانچ کے سامنے کیا لکھا؟ شَاۃٌ۔ دس کے سامنے لکھیں شَاتَانِ۔ پندرہ کے سامنے وہی لکھیں ثَلَاثُ شِیَاہٍ۔ بیس کے سامنے لکھیں أَرْبَعُ شِیَاہٍ۔ پچیس کے سامنے لکھیں بِنْتُ مَخَاضٍ، ضاد کے ساتھ۔ تیس کے سامنے لکھیں حِقَّۃٌ۔

اچھا تو دیکھو بھئی ایک سو بیس سے اوپر کا حساب چل رہا ہے۔ تیس میں ایک حقہ ہو گا مولانا تیس میں۔ تو یہ کون سا حساب چل رہا ہے، شروع سے ہے یا ایک سو بیس سے اوپر ہے؟ ایک سو بیس سے اوپر۔ تو ایک سو بیس تھے اور یہ والے تیس ہو گئے کل کتنے ہو گئے؟ ایک سو پچاس۔ اور ایک سو بیس میں کیا تھا آخر میں؟ دو حقے تھے۔ ایک سو بیس میں کتنے تھے؟ دو حقے تھے، اور یہ تیس کے اندر بھی ایک حقہ آ گیا، تو کل ایک سو پچاس میں کتنے حقے ہو گئے؟ تین حقے ہو گئے۔ تو نیچے لکھ لیجیے: تو ایک سو پچاس میں تین حقے ہوئے۔

اچھا اب آخری خانے میں لکھیے بھئی، ایک سو پچاس سے زائد جس پر لکھا تھا آپ نے بھئی۔ پانچ لکھیے اس کے آگے لکھیے شَاۃٌ۔ دس کے نیچے لکھ لیجیے پندرہ، اس کے نیچے بیس، بیس سے نیچے لکھیے پچیس، پچیس سے نیچے لکھیے چھتیس، چھتیس سے نیچے لکھیے چھیالیس۔ لکھ لیا بھئی؟ اچھا پانچ کے آگے کیا لکھا آپ نے؟ شَاۃٌ۔ دس کے آگے لکھیے شَاتَانِ۔ پندرہ کے سامنے لکھیے ثَلَاثُ شِیَاہٍ۔ بیس کے سامنے لکھیے أَرْبَعُ شِیَاہٍ۔ پچیس کے آگے لکھیے بِنْتُ مَخَاضٍ۔ چھتیس کے سامنے لکھیے بِنْتُ لَبُونٍ۔ چھیالیس کے سامنے لکھیے حِقَّۃٌ۔ تو ایک سو پچاس میں کتنے حقے تھے؟ تین، اور یہ چھیالیس جمع کر و کتنے ہو گئے؟ ایک سو چھیانوے۔ تو ایک سو چھیانوے میں چار حقے ہو جائیں گے بھئی۔ ایک سو چھیانوے میں چار حقے ہیں دو سو تک بھئی۔

لکھ لیا سارا؟ اب دیکھیے سمجھیے اس کو ذرا۔ دیکھو پانچ اونٹ ہوں تو ان میں ایک شات دینی، ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر دینی پڑے گی پھر اس صورت میں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بکری دے دے یا بکری کی قیمت دے دے بھئی اگر بکری نہیں ہے تو، یہ زکوٰۃ کے طور پر بھئی۔ اور نو تک اسی طرح ہے: چھ ہوں پھر بھی ایک بکری ہے، سات ہوں پھر بھی، آٹھ ہوں پھر بھی، نو ہوں پھر بھی، تو اس صورت میں ایک ہی بکری ہے۔ ہاں جب دس ہو گئے تو دس میں کتنی ہیں؟ دو بکریاں، دو بکریاں دے دے اور یا چاہے تو ان کی قیمت دے دے ان کے برابر بھئی۔ اور پندرہ میں بھئی، تو یہ چودہ تک اسی طرح ہیں: گیارہ میں بھی اسی طرح دو بکریاں ہیں، بارہ میں بھی، تیرہ میں بھی، چودہ میں بھی، لیکن جب پندرہ ہو جائیں گے تو اب کتنی بکریاں ہو جائیں گی؟ تین بکریاں۔ انیس تک اسی طرح ہے بھئی، بیس ہو جائیں گے تو کیا ہیں؟ چار بکریاں، چوبیس تک اسی طرح ہے بھئی۔ پچیس ہو جائیں گی تو کتنے؟ اب ایک بِنْتُ مَخَاضٍ دینا پڑے گی بھئی۔

دیکھو بِنْتُ مَخَاضٍ ہے، اس کے نیچے بِنْتُ لَبُونٍ ہے، اس کے نیچے حِقَّۃٌ ہے، اس کے نیچے جَذَعَۃٌ ہے، سارے مؤنث کے نام چل رہے ہیں۔ یاد

رکھیے اس زکوۃ کے اندر مادہ اونٹنی دینی پڑے گی بھئی، مذکر نہیں، اس لیے کہ مادہ کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور مذکر کی قیمت کم ہوتی ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا مذکر ہے جو اسی مادہ کے برابر ہے اس کی قیمت تو پھر وہ بھی دے سکتے ہیں، یا پیسے دینا چاہیں اس کے بدلے تو پیسے بھی دے سکتے ہیں بھئی۔

اچھا تو پچیس میں کیا ہے؟ ایک بنت مخاض۔ بنت مخاض کس کو کہتے تھے؟ جو دوسرے سال میں چل رہی ہو، دوسرا سال شروع ہو جس کا۔ پینتیس تک اسی طرح ہے، چھتیس کے اندر پھر کیا دینا پڑے گا؟ بِنْتُ لَبُونٍ دینا پڑے گا جس کا تیسرا سال شروع ہو۔ پینتالیس تک اسی طرح ہے، چھیالیس ہو جائیں تو پھر اس میں ایک حِقَّةٌ دینا پڑے گا بھئی یعنی جس کا چوتھا سال شروع ہو بھئی۔ ساٹھ تک اسی طرح ہے، اکسٹھ ہو جائیں گے تو پھر اس کے اندر جَذَعَةٌ دینا پڑے گا یعنی جس کا پانچواں سال شروع ہو بھئی جو پانچویں سال میں ہو۔ پچھتر تک اسی طرح ہے، چھہتر ہو گئے تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ دو بنت لبون، بِنْتَانِ لَبُونٍ تھا اصل میں نون اضافت سے گر گیا، دو بنت لبون اب ہوں گے۔ اور بنت لبون کس کو کہتے تھے؟ جس کا تیسرا سال شروع ہو بھئی، تو تیسرے سال والی دو مادہ اونٹنیاں دینی پڑیں گی بھئی۔ یہ نوے تک ہے بھئی، اکانوے ہو جائیں تو پھر دو حقے دینے پڑیں گے بھئی۔ ایک سو بیس تک اسی طرح ہیں: بانوے میں بھی دو حقے، تریانوے، چورانوے، پچانوے، چھیانوے، ایک سو بیس تک دو ہی حقے ہیں، زیادتی نہیں ہو گی۔

ہاں ایک سو بیس کے بعد جب زیادتی ہو پھر حساب شروع سے ہو گا بھئی: پانچ ہو جائیں گے یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں گے تو پھر پانچ کے اندر ایک بکری، تو ایک سو پچیس میں کل کتنے ہوئے؟ دو حقے اور ایک بکری۔ دس ہوئے یعنی ایک سو تیس ہو گئے تو اب دو حقے اور دو بکریاں بھئی۔ اچھا پندرہ میں یعنی ایک سو پینتیس کے اندر دو حقے اور تین بکریاں۔ ایک سو چالیس کے اندر دو حقے اور چار بکریاں۔ اچھا اس سے آگے ہے پچیس، تو ایک سو بیس اور پچیس کتنے ہو گئے؟ ایک سو پینتالیس۔ ایک سو پینتالیس میں بھئی دو حقے اور ایک بنت مخاض بھئی۔ یہ ایک سو انچاس تک اسی طرح ہے۔ ایک سو پچاس جیسے ہی ہوئے فوراً کتنے حقے بن گئے؟ تین حقے بن گئے بھئی۔

اس ایک سو پچاس کے بعد پھر حساب شروع کریں گے: تین حقے تو ہیں ہی ہیں، اس سے اوپر جو ہو رہے ہیں اس میں پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے، دس میں دو ہیں، پندرہ میں تین، بیس میں چار۔ ایک سو پچاس اور بیس کتنے ہو گئے؟ ایک سو ستر، معلوم ہوا ایک سو ستر ہوں کسی کے پاس اونٹ تو کیا دینے پڑیں گے؟ تین حقے اور چار بکریاں۔ اچھا پچیس ہو گئے بھئی تو اس میں ایک بنت مخاض ہے، چھتیس ہو گئے تو اس میں ایک بنت لبون ہے، چھیالیس ہو گئے تو اس میں ایک حقہ۔ تو چھیالیس اور ایک سو پچاس کتنے ہوئے؟ ایک سو چھیانوے، معلوم ہوا ایک سو چھیانوے ہوئے تو کل کتنے حقے بن گئے؟ چار حقے ہو گئے اب بھئی۔ یہ دو سو تک اسی طرح ہے، کس تک؟ دو سو تک، یعنی کہ چھیالیس سے لے کر پچاس تک۔ یعنی کل دو سو ہو گئے تو کل دو سو اونٹوں میں کتنے حقے دینے پڑیں گے؟ چار۔ اس کے بعد پھر حساب نئے سرے سے شروع ہو گا اور یہ جو آخری خانے میں تھا ایک سو پچاس سے زائد، یہ حساب اب بار بار چلے گا بس۔

چھیالیس پہ حقہ آ رہا ہے تو اسی طرح حساب چلتا رہے گا، چھیالیس سے پچاس تک ایک حقہ آ جایا کرے گا۔ اب آپ مجھے بتلایئے بھئی: دو سو میں کتنے حقے تھے؟ چار۔ ڈھائی سو میں؟ پانچ۔ تین سو میں؟ چھ۔ ساڑھے تین سو میں؟ سات۔ چار سو میں؟ آٹھ۔ ساڑھے چار سو میں؟ نو۔ اور پانچ سو میں؟ دس۔ یہ آخری خانے والا حساب چلے گا بار بار بھئی۔ یہ تو میں نے پورا پورا حساب کیا، اگر بیچ میں مثلاً تین سو دس ہیں تو تین سو کا تو پورا پورا حساب ہو جائے گا بھئی اور یہ جو دس کے اندر آخری خانے میں دس کے آگے کیا لکھا ہے؟ دو بکریاں۔ تو ذرا تین سو میں بناؤ کتنے حقے بنتے ہیں: دو سو میں تھے چار، ڈھائی سو میں پانچ، تین سو میں چھ۔ تو تین سو میں چھ حقے ہوئے اور دس کے اندر دو بکریاں، تو چھ حقے اور دو بکریاں۔ حساب سمجھ میں آیا بھئی؟ کون سا خانہ بار بار چلے گا؟ یہ آخری، ایک سو پچاس سے جو اوپر والے پچاس تھے یعنی ایک سو اکاون سے دو سو تک ان میں جو حساب چلا اب یہی حساب ہر پچاس میں چلتا جائے گا بھئی۔

اچھا اب آیئے کتاب پر بھئی۔ کہتے ہیں بھئی لَيْسَ فِي أَقَلَّ، یہ غیر منصرف ہے بھئی أَقَلَّ پڑھنا بھئی، ایک وزن فعل ہے اس کے اندر اور ایک وصفیت ہے۔ کہتے ہیں لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ۔ یاد رکھیے ذَوْدٌ کہتے ہیں اونٹوں کا ریوڑ۔ ذَوْدٌ کسے کہتے ہیں؟ اونٹوں کا ریوڑ جس میں تین سے دس تک اونٹ ہوں وہ ریوڑ ذود کہلاتا ہے۔ تین سے دس: چار ہیں تو یہ بھی ذود ہے، پانچ ہیں تو یہ بھی ذود ہے، تو تین سے دس تک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے بھئی۔ تو ذود کیا کہا بھئی؟ ذود کس کو کہتے ہیں؟ اونٹوں کا ریوڑ۔ کم از کم کتنے اونٹ ہوں تو ذود کہلائیں گے؟ تین ہوں، کم از کم کتنے ہوں؟ تین، زیادہ سے زیادہ کتنے ہیں؟ دس۔ تو کم سے کم تین اونٹ ہوں اور یہ کہہ رہے ہیں خَمْسِ ذَوْدٍ پانچ ذود ہوں، تو ایک ذود میں تین، تو پانچ ذود ہوئے تو کتنے؟ پندرہ! معلوم ہوا پندرہ میں زکوۃ آئے گی، حالانکہ ہم نے کیا لکھا؟ پانچ میں ایک بکری آ جائے گی بھئی۔ تو یاد رکھیے ذَوْدٌ کا لفظ جو ہے یہ اسم جمع ہے جس کا اطلاق کس پر ہوا میں نے کیا بتلایا؟ تین سے لے کر دس تک ہے، لیکن جب اس کی طرف کوئی عدد مضاف ہو جائے، اس سے پہلے کوئی عدد آ جائے تو یہ فرد کے معنی میں ہو جائے گا بھئی۔ کس معنی میں ہو جائے گا؟ فرد کے معنی میں، اب کیا کہنا چاہتے ہیں؟ لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَفْرَادٍ بھئی، پانچ افراد ہوں، پانچ اونٹ ہوں بھئی۔

اب وہ جماعت والا ترجمہ نہیں کرنا ذود کا بلکہ فرد والا۔ ضابطہ سمجھ میں آیا سب کو؟ اشکال ختم ہوا کہ نہیں ہوا بھئی؟ ختم ہو گیا بھئی۔

تو کہتے ہیں لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ، نہیں ہے پانچ سے کم اونٹوں کے اندر صدقہ یعنی زکوۃ نہیں ہے۔ صدقہ کا لفظ زکوۃ پر بھی بولا جاتا ہے جو واجب ہے اور خیرات وغیرہ جو انسان ویسے دیتا ہے اس پر بھی بھئی۔ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا، پس جب اونٹ پہنچ جائیں پانچ کی تعداد کو سَائِمَةً اس حال میں کہ وہ کیا ہوں؟ سائمہ۔ کیا معنی؟ سال کا اکثر حصہ چر کر گزارتے ہوں اور ان کو کس لیے رکھا گیا ہو؟ دودھ حاصل کرنے کے لیے یا ان کی نسل بڑھانے کے لیے۔ گوشت کھانے کے لیے یا سواری وغیرہ کے لیے نہ ہو ورنہ یہ سائمہ نہیں ہے بھئی۔ تو اگر گوشت کھانے کے لیے رکھا ہے پھر ان میں زکوۃ نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ یا سواری کے لیے رکھا ہے تو بھی ان میں زکوۃ نہیں کیونکہ ضروری ہے کہ سائمہ ہونے چاہئیں۔ ہاں اگر بیچنے کے لیے رکھا ہوا ہے پھر تو کس میں چلے جائیں گے؟ مال تجارت میں، لیکن اس میں بھی میں نے بتلایا تھا کہ ویسے ہی مال تجارت نہیں بنے گا، اونٹ رکھے ہوئے ہیں آپ کے پاس بہت سارے اونٹ ہو گئے اب آپ کا بیچنے کا ارادہ بن گیا، یہ مال تجارت نہیں بنا۔ مال تجارت تو کس کو کہتے ہیں؟ جس کو خریدا ہی کس نیت سے گیا ہے؟ بیچنے کے لیے، تجارت کی نیت سے، تو وہ مال تجارت۔ تو جب پہنچ جائیں پانچ کی تعداد کو سَائِمَةً اس حال میں کہ یہ باہر چراگاہ میں چرنے والے ہوں وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ۔

اور ان پر سال بھی گزر جائے، فَفِيهَا شَاةٌ تو ان میں ایک بکری ہے۔ میں نے بتایا تھا شَاةٌ کا لفظ بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے، تو اس میں ایک بھیڑ بکری ہے إِلَى تِسْعٍ کہاں تک بھئی؟ نو تک۔ فَإِذَا كَانَتْ عَشْرًا جب یہ دس ہو جائیں فَفِيهَا شَاتَانِ تو ان میں دو بکریاں ہیں۔ وہی حساب جو میں نے آپ کو لکھوایا ہے وہی اب یہ تفصیل سے اپنے لفظوں میں بیان کر رہے ہیں، تو اس میں دو بکریاں ہیں إِلَى أَرْبَعَ عَشْرَةَ کہاں تک بھئی؟ چودہ تک۔ فَإِذَا كَانَتْ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ، جب یہ پندرہ ہو جائیں تو ان میں تین بکریاں ہیں۔ شِيَاهٌ جمع ہے شَاةٌ کی بھئی۔ خَمْسَ عَشْرَةَ شین کو ساکن پڑھنا چاہیے بھئی۔ اکیلا عَشَرَةٌ ہو تو پھر شین پر فتحہ پڑھتے ہیں عَشَرَةٌ، لیکن یہ جب اس طرح مرکب آجائے تو پھر شین کو ساکن پڑھنا چاہیے بھئی۔ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ، جب پندرہ ہو جائیں تو ان میں تین بکریاں ہیں إِلَى تِسْعَ عَشْرَةَ کہاں تک؟ انیس تک۔ فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِينَ جب بیس ہو جائیں فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ تو اس میں چار بکریاں ہیں إِلَى أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ چوبیس تک۔

فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ، جب یہ پچیس تک پہنچ جائیں تو ان کے اندر ایک بنت مخاض ہے۔ کیا ہے ایک؟ بنت مخاض۔ بنت مخاض کس کو کہتے ہیں؟ نیچے لکھا ہوا ہے: هِيَ الَّتِي طَعَنَتْ فِي الثَّانِيَةِ، جو شروع ہو کس کے اندر؟ دوسرے سال میں، یعنی جس کا دوسرا سال شروع ہو جائے۔ مَخَاضٌ یاد رکھیے حمل کو کہتے ہیں۔ کس کو کہتے ہیں؟ حمل۔ بِنْتُ مَخَاضٍ حاملہ کی بیٹی، یعنی ایک سال کی یہ ہو چکی ہے اور عادتاً اب اس کی جو ماں تھی مادہ وہ اب دوبارہ حاملہ ہو چکی ہو گی، تو اسی لیے اس کا کیا نام رکھا؟ بِنْتُ مَخَاضٍ رکھا۔ تو اس میں بنت مخاض ہے إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ پینتیس تک۔

فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ، جب یہ پہنچ جائیں چھتیس تک تو اس میں کیا ہے ایک؟ بنت لبون ہے۔ لَبُونٌ لَبَنٌ سے ہے دودھ کو بھئی، تو یہ اب تیسرے سال میں شروع ہے۔ بھئی دوسرے سال میں جب شروع تھا تو کیا نام تھا بنت مخاض کیونکہ عادتاً بھئی عموماً اس کے جو جنم دینے والی ہے مادہ وہ اب دوبارہ حاملہ ہو گی۔ اب ایک سال گزر گیا، اب اس نے وہ جنم دے دیا ہو گا، اب لبون ہو گی دودھ والی ہو گی بھئی۔ تو اس لیے اس کا نام بِنْتُ لَبُونٍ رکھا۔ تو اس میں ایک بنت لبون ہے إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ کہاں تک؟ پینتالیس تک۔

فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ، جب پہنچ جائیں چھیالیس تک، فَفِيهَا حِقَّةٌ تو اس میں ایک حقہ ہے بھئی، جس کا کون سا سال شروع ہو؟ چوتھا سال شروع ہو بھئی۔ اس کو حقہ کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ حق ہو گیا ہے اس پر سواری کرنا اور سامان لادنا۔ پہلے تو چھوٹا تھا بچہ تھا لیکن اب کیا ہو چکا ہے؟ حق یعنی مناسب ہو گیا ہے اس پر سواری کرنا اور سامان لادنا، اس لیے اس کو حِقَّةٌ کہا جاتا ہے۔ إِلَى سِتِّينَ یہ کہاں تک ہے حقہ آئے گا؟ ساٹھ تک۔

فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَسِتِّينَ، جب یہ اکسٹھ کو پہنچ جائیں، فَفِيهَا جَذَعَةٌ تو اس کے اندر ایک جذعہ ہے۔ بھئی جذعہ کو جذعہ کیوں کہتے ہیں، جس کا کون سا سال ہو بھئی؟ پانچواں سال شروع ہو، جَذَعَةٌ کہتے ہیں اس کو۔ بھئی یہ دانتوں میں کوئی خاص علامت ہوتی ہے اس کی وجہ سے جذعہ کہتے ہیں، جیسے آپ قربانی کے لیے بکرے خریدنے جاتے ہیں تو دانتوں کو دیکھتے ہیں یا نہیں دیکھتے؟ سال کے ہو چکے ہوں تو اس کے دانتوں میں ایک خاص علامت سے خاص قسم کے دانت ان کو دیکھا جاتا ہے، تو یہاں بھی پانچواں سال جب شروع ہے تو اس کے دانتوں میں کوئی خاص دانت ہوتے ہیں وہ ہوں گے اس کے بھئی۔ تو اس میں ایک جذعہ ہے إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ کہاں تک؟ پچھتر تک۔

فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَسَبْعِينَ، جب یہ چھپتر کو پہنچ جائیں، فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ تو اس کے اندر دو بنت لبون ہیں إِلَى تِسْعِينَ نوے تک۔ وَإِذَا كَانَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ، اور جب یہ اکانوے ہو جائیں، فَفِيهَا حِقَّتَانِ تو اس میں دو حقے ہیں إِلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ کہاں تک؟ ایک سو بیس تک۔

ثُمَّ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ، پھر فریضہ نئے سرے سے شروع کیا جائے گا، فَيَكُونُ فِي الْخَمْسِ شَاةٌ مَعَ الْحِقَّتَيْنِ، تو پانچ میں ایک شات ہو گی ساتھ دو حقوں کے۔ تو یہ ایک سو بیس سے اوپر کا حساب ہے اس لیے ایک دفعہ آپ کو بتا دیا کہ شات ہو گی کس کے ساتھ؟ دو حقوں کے ساتھ، اب دو حقے نہیں ذکر کریں گے آپ خود سمجھتے جائیں کہ دو حقے بھی ساتھ ہیں۔ وَفِي الْعَشْرِ شَاتَانِ، اور دس کے اندر دو بکریاں۔ وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، اور پندرہ میں تین بکریاں ہوں گی۔ وَفِي عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، اور بیس میں چار بکریاں ہوں گی۔ وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ، اور پچیس کے اندر بنت مخاض ہو گا إِلَى مِائَةٍ وَخَمْسِينَ کہاں تک؟ ایک سو پچاس تک۔ فَيَكُونُ فِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ، تو جب ایک سو پچاس کو پہنچ جائے تو اس میں تین حقے ہیں۔ معلوم ہوا بنت مخاض ایک سو انچاس تک ہے۔ کہاں تک ہے؟ ایک سو انچاس تک۔ ہاں جب ایک سو پچاس ہو گئے تو اس میں تین حقے ہو گئے۔

ثُمَّ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ، پورے ایک سو پچاس ہو گئے تھے اب پھر نئے سرے سے فریضہ شروع کیا جائے گا: فَفِي الْخَمْسِ شَاةٌ، پانچ میں ایک بکری ہے، وَفِي الْعَشْرِ شَاتَانِ، اور دس میں دو بکریاں، وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں، وَفِي عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، اور بیس کے اندر چار بکریاں، وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ، اور پچیس میں بنت مخاض ہے، ساتھ ساتھ کیا چل رہے ہیں؟ تین حقے بھی ہیں، وَفِي سِتٍّ وَثَلَاثِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، اور چھتیس کے اندر بنت لبون ہے۔ فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَةً وَسِتًّا وَتِسْعِينَ فَفِيهَا أَرْبَعُ حِقَاقٍ إِلَى مِائَتَيْنِ، پس جب وہ پہنچ جائیں ایک سو چھیانوے تک تو اس میں چار حقے ہیں إِلَى مِائَتَيْنِ کہاں تک؟ دو سو تک۔

پھر ثُمَّ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ أَبَدًا، دو سو کے بعد پھر نئے سرے سے فریضہ شروع ہو گا ہمیشہ، كَمَا تُسْتَأْنَفُ فِي الْخَمْسِينَ الَّتِي بَعْدَ الْمِائَةِ وَالْخَمْسِينَ، جیسے کہ شروع ہوا تھا ان پچاس کے اندر الَّتِي بَعْدَ الْمِائَةِ وَالْخَمْسِينَ جو کس کے بعد آئے تھے؟ ایک سو پچاس کے بعد جو پچاس آئے تھے بھئی۔

وَالْبُخْتُ وَالْعِرَابُ سَوَاءٌ بھئی۔ بختی اونٹ اور عربی اونٹ بھئی۔ عِرَابٌ جمع ہے عَرَبِيٌّ کی بھئی۔ عربی مفرد کو کہتے ہیں عَرَبِيٌّ انسانوں میں، اور جمع کو کہتے ہیں عَرَبٌ۔ کیا کہتے ہیں؟ عَرَبٌ۔ اور جانوروں میں فرق کرنے کے لیے مفرد کو کہتے ہیں عَرَبِيٌّ اور جمع کو کیا کہیں گے؟ عِرَابٌ بھئی۔ بھئی دو قسم کے اونٹ ہیں: ایک بختی اونٹ کہلاتا ہے، ایک عربی اونٹ کہلاتا ہے۔ بختی اونٹ وہ ہے جس کی پشت پر دو کوہان ہوتے ہیں۔ دو کوہان والا اونٹ دیکھا ہے آپ نے یا نہیں دیکھا بھئی؟ تو اونٹ کی پشت پر عموماً ایک کوہان ہوتا ہے لیکن ایک خاص نسل ہے اس کی پشت پر دو کوہان ہوتے ہیں، وہ کیا کہلاتا ہے؟ بختی اونٹ۔ تو بختی اور عربی اونٹ سَوَاءٌ برابر ہیں۔ کیا ہیں؟ برابر ہیں، یعنی ان کو ایک جیسا ہی شمار کریں گے۔ ایک آدمی کے پاس کچھ بختی اونٹ ہیں کچھ عربی، ایک جیسے ہیں بھئی، شمار میں سارے اونٹ ہی شمار ہوں گے، فرق نہیں کریں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو ایک آدمی کے پاس چار بختی اونٹ ہیں اور چار ہی عربی اونٹ ہیں، تو یہ نہ کہے ایک کا بھی نصاب پورا نہیں ہو رہا، نہیں بلکہ دونوں کو کیا کریں گے؟ ملائیں گے، چار اور چار کتنے ہوئے؟ آٹھ ہو گئے، اور آٹھ میں کیا آتی تھی؟ ایک بکری آتی تھی، وہ آ جائے گی۔

بَابُ صَدَقَةِ الْبَقَرِ۔ یہ باب ہے صدقۂ بقر کے بیان میں۔ بَقَرٌ کہتے ہیں بھئی گائے بیل کو، اور اسی طرح بھینس بھی اس میں داخل ہو جائے گی بھئی۔ بَقَرٌ کہتے ہیں گائے بیل کو بھئی۔ بَقَرٌ اس کے ساتھ کبھی تا بھی ملاتے ہیں: بَقَرَةٌ۔ یہ مفرد میں تا ملا دیتے ہیں، جمع کے لیے تا کو ختم کر دیتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اسم جنس ہے بھئی۔ تو بَقَرَةٌ یہ تا آتی ہے ایک بتلانے کے لیے، تا کا معنی یہ نہیں مؤنث کے ترجمہ کریں بَقَرَةٌ گائے اور بَقَرٌ کا ترجمہ آپ کریں بیل کے، نہیں نہیں ایسا نہیں ہے۔ بَقَرَةٌ یہ تا کس لیے آئی ہے؟ افراد، وحدت بتلانے کے لیے ایک فرد مراد ہے، اور بَقَرَةٌ بیل بھی ہو سکتا ہے ایک بیل، اور بَقَرَةٌ ایک گائے بھی ہو سکتی ہے۔

بھئی ان کی زکوٰۃ کا مسئلہ بڑا آسان ہے، دیکھیے کہتے ہیں: لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ صَدَقَةٌ، نہیں ہے تیس سے کم گائے بیل کے اندر زکوٰۃ بھئی، تیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثِينَ سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ، پس جب تیس ہو جائیں اس حال میں کہ سائمہ بھی ہوں، کیا ہوں؟ سائمہ ہونا ضروری، اور ان پر ایک سال گزر جائے، فَفِيهَا تَبِيعٌ تو ان کے اندر ایک تبیع ہے یعنی مذکر بچہ، کون سا مذکر بچہ؟ جس کا دوسرا سال شروع ہو، ایک سال کا ہو چکا ہو۔ اس کو تَبِيعٌ کہتے ہیں مولانا۔ مذکر ہو تو تَبِيعٌ، مؤنث ہو تو تَبِيعَةٌ۔ بھئی اونٹوں کی زکوٰۃ میں صرف

مؤنث ذکر کیے تھے کہ بنت مخاض دیں گے، جذعہ دیں گے، حقہ دیں گے، بنت لبون، لیکن گائے بیل کی زکوٰۃ میں مذکر بچہ بھی دے سکتے ہیں اور مؤنث بھی دے سکتے ہیں۔ اسی لیے کہا جب تیس ہو جائیں اور ان پر ایک سال گزر جائے فَفِيهَا تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ اس میں ایک مذکر بچہ ہو گا یا مؤنث جس کا دوسرا سال شروع ہو۔

وَفِي أَرْبَعِينَ، اور چالیس کے اندر، چالیس ہو جائیں تو اس میں مُسِنٌّ أَوْ مُسِنَّةٌ۔ مسن کس کو کہتے ہیں؟ جس کا تیسرا سال شروع ہو بھئی۔ مُسِنٌّ مذکر ہو أَوْ مُسِنَّةٌ یا مؤنث ہو بھئی جس کا تیسرا سال شروع ہو۔

بس بھئی گائے بیل کی زکوٰۃ کا حساب ختم ہوا۔ تیس ہوں گے تو اس میں کیا دیں گے؟ تبیع یا تبیعہ یعنی جس کا دوسرا سال شروع ہو، اور چالیس ہو جائیں تو اس میں مسن یا مسنہ یعنی جس کا تیسرا سال شروع ہو۔ اب جتنا عدد اوپر چلتا جائے وہی تیس اور چالیس کا حساب لگاتے جائیں۔ تیس میں کیا تھا؟ تبیع یا تبیعہ، چالیس میں کیا تھا؟ مسن یا مسنہ۔ اچھا پچاس ہو گئے بھئی، پچاس میں زیادہ سے زیادہ ایک ہی نصاب بن رہا ہے چالیس والا۔ دو ہی نصاب ہیں نا تیس اور چالیس، اس میں بڑے سے بڑا کون سا نصاب بن رہا ہے؟ چالیس، بس چالیس والا ایک نصاب، معلوم ہوا اس کے اندر بھی کیا ہے پچاس میں؟ ایک مسن یا مسنہ، وہی چالیس والا حکم ہے بھئی ایک ہی نصاب بن رہا ہے نا چالیس والا، تو ایک مسن یا مسنہ۔

اچھا ساٹھ کر لو، ساٹھ میں کتنے نصاب بنتے ہیں؟ دو، کون سے؟ چھوٹے والے دو نصاب بن رہے ہیں، تو لہٰذا تیس کے اندر ایک تبیع یا تبیعہ تھا تو ساٹھ کے اندر دو مرتبہ تیس ہوئے تو لہٰذا اس میں دو تبیع یا تبیعہ ہو جائیں گے۔ ستر میں؟ ایک تیس والا نصاب بن رہا ہے ایک چالیس والا، تو ایک تبیع یا تبیعہ اور ایک مسن یا مسنہ۔ اچھا اسی میں؟ چالیس والے دو نصاب بن رہے ہیں لہٰذا دو مسن یا مسنہ۔ اچھا آگے نوے، نوے کے اندر؟ تین نصاب بن رہے ہیں بھئی تیس والے پورے پورے، لہٰذا اس میں کیا کرو؟ تین تبیع یا تبیعہ دے دو تین عدد بھئی۔ سو کے اندر؟ دو تیس والے نصاب ایک چالیس والا نصاب بھئی، تو اس کے اندر کیا کریں گے؟ دو تبیعے اور ایک مسنہ دے دیں گے بھئی۔ اچھا ایک سو دس کے اندر بھی اسی طرح رہے گا، بدلے گا کچھ؟ ہاں ایک سو دس میں بدلے گا بھئی: دو چالیس والے اور ایک تیس والا نصاب بھئی، تو دو مسنے اور ایک تبیعہ۔ ایک سو بیس کے اندر؟ تین چالیس والے نصاب بھی بن رہے ہیں اور دیکھو تو چار تیس والے بھی بن رہے ہیں، تو جہاں ایسا ہو جائے وہاں آپ کو اختیار ہے: چاہیں تو کون سا نصاب چھوٹے کا اعتبار کریں تو وہ تیس والے چار بنتے ہیں تو چار تبیعے دے دیں، اور چاہیں تو آپ کس کا اعتبار کر لیں؟ چالیس والے نصاب کا، وہ تین بن رہے ہیں تو تین مسنے دے دیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ آسان ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَفِي أَرْبَعِينَ مُسِنٌّ أَوْ مُسِنَّةٌ، چالیس کے اندر ایک مسن یا مسنہ ہے۔ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى الْأَرْبَعِينَ وَجَبَ فِي الزِّيَادَةِ بِقَدْرِ ذَلِكَ۔ تو تیس کے اندر کیا آیا بھئی؟ ایک تبیع یا تبیعہ، چالیس میں کیا آیا؟ ایک مسن یا مسنہ، اور آگے ساٹھ پر جا کر پھر دو چھوٹے نصاب بنتے تھے، تو یہ چالیس سے لے کر ساٹھ تک کیا اس کے اندر بھی کچھ آئے گا یا نہیں بھئی؟ تو صاحبین فرماتے ہیں اس کے اندر کچھ نہیں آئے گا بھئی، اس کے اندر کچھ نہیں: چالیس کے اندر کیا تھا؟ ایک مسن یا مسنہ، اکتالیس میں بھی وہی، بیالیس میں بھی وہی، پینتالیس میں بھی وہی، پچاس میں بھی وہی، پچپن میں بھی وہی، انسٹھ میں بھی ایک مسن یا مسنہ ہے، ساٹھ جیسے ہی ہوں گے اب کیا ہو جائیں گے؟ دو تبیعے آ جائیں گے۔ جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، یہ جو چالیس سے زائد ہیں ان کے اندر بھی کیا کرنا پڑے گا؟ ہر ایک کا حساب لگائیں گے اور چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ کے ادا کرنا پڑے گا جبکہ سال گزر جائے اور سائمہ ہوں بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِذَا زَادَتْ عَلَى الْأَرْبَعِينَ، جب چالیس سے بڑھ جائیں، وَجَبَ فِي الزِّيَادَةِ بِقَدْرِ ذَلِكَ تو واجب ہو گا زیادہ کے اندر اسی کے بقدر إِلَى سِتِّينَ ساٹھ تک عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام صاحب کے نزدیک: فَفِي الْوَاحِدَةِ رُبُعُ عُشْرِ مُسِنَّةٍ، ایک کے اندر بھئی، چالیس کے ساتھ ایک ملاؤ کتنے ہو گئے؟ اکتالیس۔ اچھا تو چالیس سے ایک اوپر ہوا تو اس میں کتنا آئے گا؟ رُبُعُ عُشْرِ مُسِنَّةٍ۔ عُشْرٌ کہتے ہیں دسویں حصے کو۔ عشر کس کو کہتے ہیں؟ دسویں حصے کو۔ اچھا دسویں حصے کا چوتھا حصہ دینا پڑے گا، آسان لفظوں میں یوں کہیں چالیسواں حصہ دینا پڑے گا۔

دیکھو فرض کرو یہ جو اکتالیس گائے ہیں، چالیس میں تو کیا آ گیا؟ ایک مسن یا مسنہ آ گیا، یہ ایک گائے اوپر زائد ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں اس کا ربع عشر دینا پڑے گا یعنی دسویں حصے کا چوتھا حصہ۔ فرض کرو یہ وہی چالیسواں حصہ بنتا ہے، دیکھو فرض کرو یہ جو گائے ہے یہ ہے دو سو روپے کی، یا چلو دو سو ریال کی لگا لو، یا چلو دو سو ڈالر کی لگا لو، چلو کویت کی کرنسی لگاؤ وہ مہنگی ہے بھئی، دو سو دینار کی ہے یہ گائے۔ کتنے کی ہے؟ دو سو دینار کی یہ گائے ہے۔ اب اس میں سے بھی زکوٰۃ دینی ہے بھئی۔ اس کا ذرا دسواں حصہ نکالو، دو سو کا دسواں حصہ، دو سو کے دس حصے کرو ایک حصہ کتنا بنا؟ بیس کا، یہ بیس یہ دسواں حصہ ہے۔ اس کا اب ذرا چوتھا حصہ نکالو، بیس کے چار حصے کرو کتنے بنے؟ پانچ۔ تو یہ ہے ربع عشر بھئی، یہ کیا ہے؟ دسویں کا بھی چوتھا حصہ۔ تو یہ دو سو کا چالیسواں حصہ ہی تو بن گیا! پانچ کو ذرا

دس دفعہ کرو کتنے؟ پچاس، بیس دفعہ کرو سو، تیس دفعہ کرو ایک سو پچاس، چالیس دفعہ کیا تو دو سو، چالیسواں حصہ بنایا نہیں بنا؟ وہی بات ہے بھئی۔

تو یہ ربع عشر مسنہ دینا پڑے گا، وَفِي الِاثْنَيْنِ نِصْفُ عُشْرِ مُسِنَّةٍ بھئی، اور دو ہو گئیں یعنی بیالیس تو یہ جو دو زائد ہیں ان کے اندر نِصْفُ عُشْرِ مُسِنَّةٍ بھئی۔ کتنا دینا پڑے گا؟ مسنہ کا نصف عشر۔ او ہو اس گائے کی قیمت نہیں لگانی بھئی، مسنہ کی لگانی ہے مسنہ! سمجھ میں آیا بھئی؟ مسنہ کی قیمت لگاؤ، مسنہ کتنے کا ہے؟ وہ دو سو کا بنتا ہے جس کا کون سا سال شروع ہوا ہے؟ تیسرا، اس گائے کی قیمت نہیں لگانی بلکہ کس کی قیمت لگانی ہے؟ مسنہ کی، مسنہ کا چالیسواں حصہ دیں۔ بھئی چالیس گائے میں کیا تھا؟ ایک مسنہ تھا، تو معلوم ہوا ہر گائے کی طرف سے کتنا ہوا؟ چالیسواں حصہ، تو لہٰذا یہاں بھی اسی طرح: ایک گائے ہے تو مسنہ کا چالیسواں حصہ، دو ہوئیں تو دو دفعہ چالیسواں حصہ کر لو، یہ بن گیا پہلے تھا ربع عشر اب کیا بن گیا؟ نصف عشر۔ دو ربع ہوں تو یہ کتنے بن جاتے ہیں؟ نصف بن جاتے ہیں بھئی۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ مشکل ہو گئی؟ سب کو آ گئی؟ نصف عشر مسنہ۔ دیکھو دوبارہ حساب لگا لو بھئی: فرض کرو دو گائے ہیں میرے پاس اور مسنہ کتنے دینار کا ہوتا ہے؟ فرض کرو وہی والی قیمت لگاؤ، مسنہ کتنے کا تھا؟ دو سو دینار کا ہے۔ اب اس کا دسواں حصہ نکالو: بیس دینار، اب اس کا نصف کرو عشر کا: دس دینار۔ تو ایک گائے میں تھے پانچ دینار، دو میں کتنے ہو گئے؟ دس، اسی کو بڑھا دیا۔

اچھا وَفِي الثَّلَاثِ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ عُشْرِ مُسِنَّةٍ، اور تین کے اندر عشر کا تین چوتھائی بھئی، ترجمہ آخر سے کرو: مسنہ کے عشر کا تین چوتھائی۔ وہی صورت بن گئی، بھئی مسنہ کتنے کا تھا؟ دو سو دینار، اس کا عشر نکالو: بیس دینار، اس کے چار حصے کرو ایک حصہ کتنے کا؟ پانچ، تو چار میں سے تین حصے کر لو کتنے بن گئے؟ پندرہ، یہ ہے تین چوتھائی۔ تو دیکھو اسی حساب سے بڑھتا جا رہا ہے بھئی، پانچ پانچ بڑھتے جا رہے ہیں۔ وَفِي الثَّلَاثِ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ عُشْرِ مُسِنَّةٍ، اور تین گائے کے اندر جو ہے مسنہ کے دسویں حصے کا تین چوتھائی ہو گا۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا شَيْءَ فِي الزِّيَادَةِ حَتَّى تَبْلُغَ سِتِّينَ۔ صاحبین رَحِمَهُمَا اللَّهُ فرماتے ہیں کہ زیادہ کے اندر کوئی چیز نہیں، یعنی چالیس سے اوپر امام صاحب تو فرما رہے ہیں مسنہ کا چالیسواں حصہ ہر ایک میں دیتا جائے، یہ فرما رہے ہیں کہ کوئی چیز زیادہ کے اندر نہیں ہے حَتَّى تَبْلُغَ سِتِّينَ یہاں تک کہ یہ کہاں تک پہنچ جائیں؟ ساٹھ تک۔ فَيَكُونُ فِيهَا تَبِيعَانِ أَوْ تَبِيعَتَانِ، جب ساٹھ تک پہنچے تو کتنے نصاب ہوئے تیس والے؟ دو، ایک میں تھا تبیعہ تو اس میں کتنے ہوں گے؟ دو، تو اس میں دو تبیعے ہوں گے یا تبیعتان مؤنث ہوں گے۔ وَفِي سَبْعِينَ مُسِنَّةٌ وَتَبِيعٌ، ستر کے اندر ایک مسنہ ہو گا اور ایک تبیع کیونکہ دو نصاب ہیں: ایک تیس والا ہے اس میں تبیع آیا، ایک چالیس والا ہے تو ایک مسنہ۔ وَفِي ثَمَانِينَ مُسِنَّتَانِ، اور اسی کے اندر دو مسنے ہیں۔ وَفِي تِسْعِينَ ثَلَاثَةُ أَتْبِعَةٍ، اور نوے کے اندر تین تبیعے ہیں۔ وَفِي مِائَةٍ تَبِيعَتَانِ وَمُسِنَّةٌ، اور سو کے اندر دو تبیعے اور ایک مسنہ ہے۔ وَعَلَى هَذَا يَتَغَيَّرُ الْفَرْضُ فِي كُلِّ عَشْرٍ مِنْ تَبِيعٍ إِلَى مُسِنَّةٍ، اور اسی طرح فرض بدلتا جائے گا ہر دس کے اندر تبیعے سے مسنہ کی طرف۔

وَالْجَوَامِيسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ۔ جَوَامِيسُ جمع ہے جَامُوسٌ کی، بھینس کو کہتے ہیں۔ اور بھینسیں اور گائے بیل جو ہیں سَوَاءٌ یہ برابر ہیں، یعنی ان کا ایک ہی حکم ہے۔ اب ایک آدمی کے پاس انتیس بھینسیں ہیں، انتیس گائے ہیں، وہ کہتا ہے ایک کا بھی نصاب پورا نہیں، نہیں بھئی ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے، دونوں کو ملا لیں گے۔ اور جب ملایا تو کتنے بن گئے؟ اٹھائون بن گئے، اور اٹھائون کے اندر کیا ہے؟ ایک مسنہ ہے، تو ایک مسنہ دیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ایک مسنہ دیں گے۔ تو اگر دونوں کو ملا کر نصاب بنایا ہے، تو اگر گائے زیادہ ہیں تو گائے میں سے دینا پڑے گا مسنہ کس کا ہو؟ گائے کا بچہ، اور اگر بھینسیں زیادہ ہیں تو مسنہ کس میں سے ہونا چاہیے؟ بھینس میں سے ہونا چاہیے۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۳۶: کتاب الزکاۃ (۲): صدقۃ البقر (گائے بھینس کا نصاب)، صدقۃ الغنم (بھیڑ بکری کا نصاب)، زکاۃ الخیل اور فصلہ کا ضابطہ

مختصر القدوری صفحہ: ۳۹—بتاریخ: ۳۰ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ صَدَقَةِ الْغَنَمِ. لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً صَدَقَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ شَاةً سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا شَاةٌ إِلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ.[۱]

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ شَاةً سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا شَاةٌ إِلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا كانت أربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة إلى مائة وعشرين» منقول ہے۔

جدول—گائے بھینس (بقر) اور بھیڑ بکری (غنم) کے نصابِ زکوٰۃ کا جدول:

قسمِ مواشی	مقدارِ نصاب (تعداد)	واجب ہونے والی زکوٰۃ
گائے اور بھینس (صَدَقَةُ الْبَقَرِ)	۳۰ سے کم: معاف؛ ۳۰ سے ۳۹ تک	ایک تَبِيعٌ یا تَبِيعَةٌ (پورا ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی جس کا دوسرا سال شروع ہو)۔
گائے اور بھینس	۴۰ سے ۵۹ تک	ایک مُسِنٌّ یا مُسِنَّةٌ (پورا دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی جس کا تیسرا سال شروع ہو)۔
گائے اور بھینس	۶۰ اور اس سے اوپر کا ضابطہ	۶۰ میں دو تبیع؛ پھر ہر ۳۰ پر ایک تبیع اور ہر ۴۰ پر ایک مسنہ (۷۰ میں ۱ مسنہ و ۱ تبیع، ۸۰ میں ۲ مسنہ، ۹۰ میں ۳ تبیع، ۱۰۰ میں ۲ تبیع و ۱ مسنہ)۔
بھیڑ اور بکری (صَدَقَةُ الْغَنَمِ)	۴۰ سے کم: معاف؛ ۴۰ سے ۱۲۰ تک	ایک بکری (شَاةٌ)۔
بھیڑ اور بکری	۱۲۱ سے ۲۰۰ تک | ۲۰۱ سے ۳۹۹ تک	۱۲۱ تا ۲۰۰: دو بکریاں (شَاتَانِ)؛ ۲۰۱ تا ۳۹۹: تین بکریاں (ثَلَاثُ شِيَاهٍ)۔
بھیڑ اور بکری	۴۰۰ اور اس سے اوپر	۴۰۰ میں چار بکریاں (أَرْبَعُ شِيَاهٍ)؛ پھر ہر ۱۰۰ بکریوں پر ایک بکری بڑھے گی۔

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ صَدَقَةِ الْغَنَمِ بھئی، بھیڑ بکری کی زکوٰۃ بھئی۔ گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا بھئی اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں اور گائے بھینس وغیرہ کی زکوٰۃ کے بارے میں۔ آج بھیڑ بکری کی زکوٰۃ کے بارے میں ہم پڑھیں گے بھئی۔ یاد رکھیے غَنَمٌ کا لفظ بھی شَاۃٌ کی طرح ہے۔ جیسے شَاۃٌ کس کو کہتے تھے؟ بھیڑ بکری دونوں کو یہ شامل ہے، اسی طرح غَنَمٌ بھی بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے بھئی۔ یہاں آپ کو ایک قیمتی ادبی نکتہ بتلاؤں بھئی، لکھ لیجیے بھئی یہ آپ کے کبھی کام آئے گا بھئی، بڑا قیمتی نکتہ بھئی۔

اچھا یاد رکھیے شَاۃٌ اور غَنَمٌ بھیڑ اور بکری دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ شَاۃٌ کا لفظ جب بولا جائے تو اس سے بھیڑ اور بکری دونوں مراد ہوتے ہیں، اسی طرح غَنَمٌ کا لفظ بھی بھئی اس سے بھی بھیڑ اور بکری دونوں، تو یہ دونوں کو شامل ہے۔ اگر صرف بکرے بکری کی جو جنس ہے اس کے لیے لفظ چاہیے تو وہ ہے مَاعِزٌ، ذا کے ساتھ ہے بھئی، اس کی جمع آتی ہے مَعْزٌ۔ تو مَعْزٌ کا لفظ کس پر بولا جاتا ہے؟ صرف اب بکرا بکری بھئی، بھیڑ کو ہم نے الگ کر دیا نکال دیا۔ یہ مذکر مؤنث دونوں کو شامل ہوا بھئی، بکری بکرے کی جو جنس جیسے انسان مولانا مرد پہ بھی بولا جاتا ہے اور عورت پر بھی، مذکر پر بھی اور مؤنث پر بھی، تو اسی طرح یہ لفظ ہے بھئی۔

اچھا بھئی ابھی تک ہم نے کس کو علیحدہ کیا ہے؟ بھیڑ کو نکال دیا۔ پہلے تو شَاۃٌ کا لفظ اور غَنَمٌ کا لفظ بھیڑ اور بکری دونوں کی جنسوں کو شامل تھا، مذکر کو بھی اور مؤنث کو بھی۔ اب ہم نے بھیڑ وغیرہ کو نکال دیا ان کی جنس، اور صرف بکرا بکری یہ والی جنس جو ہے یہ مذکر ہو یا مؤنث کہتے ہیں مَاعِزٌ یا مَعْزٌ کہیں گے بھئی۔ پھر اس میں اگر فرق کرنا ہو آپ نے، صرف مذکر بولنا ہو بکرا، تو اس کو عربی میں کہتے ہیں تَيْسٌ۔ تا دو نقطوں والی بھئی اور سین ہے آخر میں جیسے تیس لکھتے ہیں آپ اس طرح لکھنا ہے۔ تا دو نقطوں والی، یا اور سین، تا پر فتحہ ڈالیں گے بھئی، تَيْسٌ۔ یہ صرف کس کو کہتے ہیں؟ بکرا۔ اور صرف بکری کے لیے عربی میں لفظ ہے عَنْزٌ، عین، نون، ذا، عَنْزٌ۔

اچھا بھئی شَاۃٌ میں کیا کیا شامل تھے، شَاۃٌ اور غَنَمٌ میں؟ بھیڑ اور بکری دونوں کی جنسیں شامل تھیں چاہے مذکر ہوں چاہے مؤنث۔ پھر اس کے بعد میں نے بتایا تھا بکرا بکری ان کے لیے کیا لفظ ہے؟ مَعْزٌ اور مَاعِزٌ کا بھئی۔ اور اب صرف بھیڑ اور دنبے کے لیے کیا لفظ ہے؟ تو ان کے لیے بھی یہ لفظ یاد رکھیں، وہ ہے ضَأْنٌ، ضاد، الف، نون بھئی، الف کے اوپر ہمزہ ڈال دیں، ضَأْنٌ۔ ضَأْنٌ کا لفظ دنبے اور بھیڑ مذکر مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے بھئی۔ پھر صرف مذکر کے لیے لفظ چاہیے ان میں سے تو وہ ہے كَبْشٌ، چھوٹا کاف، با اور شین، كَبْشٌ۔ کس کو کہتے ہیں؟ دنبہ جو مذکر ہے بھئی۔ اور اگر اسی کی جنس میں سے مؤنث کے لیے لفظ چاہیے تو وہ ہے نَعْجَةٌ، نون، عین، جیم، گول تا، نَعْجَةٌ۔ تو دنبے کو کیا کہتے ہیں؟ كَبْشٌ، اور بھیڑ کو؟ نَعْجَةٌ۔ اور ایک وہ دنبہ ہوتا ہے بھئی وہ بڑی دم ہوتی ہے جس کی چربی والی بھئی، اس کو خَرُوفٌ کہتے ہیں، خا، را، واؤ، فا۔ مذکر ہو تو خَرُوفٌ، مؤنث ہو تو خَرُوفَةٌ۔ ہاں کبھی ضَأْنٌ کا لفظ بھی بول دیا جاتا ہے ساروں پر بھئی۔

لکھ لیے بھئی سارے الفاظ؟ تو دیکھو پہلے شروع میں کیا تھا؟ شَاۃٌ اور غَنَمٌ کا لفظ، یہ بھیڑ بکری دونوں جنسوں پر بولا جاتا ہے اور دونوں جنسوں میں سے چاہے مذکر ہو یا مؤنث ہو بھئی ساروں کو شامل ہوا، سب پر بولا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے صرف بکرے کی جو جنس ہے مذکر اور مؤنث دونوں اس کے لیے کیا لفظ ہے؟ مَاعِزٌ اور مَعْزٌ۔ اچھا اس کے بعد پھر ان میں بھی بکرے میں مذکر جو ہے اس کے لیے تَيْسٌ کا لفظ، اور صرف مؤنث بکری کے لیے عَنْزٌ۔ اور دنبے اور بھیڑ کے لیے مذکر مؤنث دونوں کے لیے عربی میں کیا لفظ ہے؟ ضَأْنٌ بھئی، ضاد، الف، نون، الف کے اوپر ہمزہ بھی ڈالنی ہے ضَأْنٌ۔ اور پھر ان میں سے صرف مذکر کے لیے کیا لفظ ہے؟ كَبْشٌ، اور مؤنث کے لیے نَعْجَةٌ، اور وہ بڑی دم والا جو ہے اس کے لیے خَرُوفٌ، اور مؤنث کے لیے خَرُوفَةٌ بھئی۔ ہاں کبھی میں نے بتایا ضَأْنٌ کا لفظ سب پر بول دیا جاتا ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْغَنَمِ، یہ باب ہے بھئی بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً صَدَقَةٌ، نہیں ہے چالیس بکریوں سے کم میں زکوٰۃ۔ انتالیس بکریاں ہیں ایک آدمی کے پاس، سال گزر گیا تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔ لیکن جب چالیس پوری ہو جائیں تو پھر اب زکوٰۃ آئے گی۔ تو کہتے ہیں لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً صَدَقَةٌ، نہیں ہے چالیس بکریوں سے کم میں زکوٰۃ۔ فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ شَاةً سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا شَاةٌ، پس جب چالیس بکریاں ہو جائیں اس حال میں کہ وہ سائمہ ہوں بھئی یعنی سال کا اکثر حصہ باہر چرتی ہوں اور نیز ان کو کسی کے لیے رکھا ہو دودھ یا نسل بڑھانے کے لیے، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ اور ان پر ایک سال گزر جائے، فَفِيهَا شَاةٌ تو ان میں ایک بھیڑ بکری ہے۔ شَاۃٌ کا لفظ آ

رہا ہے بھئی، بھیڑ بکری دونوں کو کہا جاتا ہے، تو ان بھیڑ بکریوں میں چاہے بھیڑیں ہوں چاہے بکریاں ہوں ان کو ملایا جائے گا بھئی، ایک ہی جنس شمار کریں گے۔ ایک آدمی کے پاس بیس بکریاں ہیں بیس بھیڑیں ہیں بھئی تو یہ کیا شمار ہوں گی؟ ایک ہی جنس شمار ہوں گی بھئی، شات ہیں ساری۔ توفَفِيهَا شَاةٌ تو ان چالیس میں ایک شات ہے یعنی ایک بھیڑ ایک بکری دینی پڑے گی إِلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ ایک سو بیس تک۔ ایک سو بیس تک ایک ہی بکری ہے چالیس سے ایک سو بیس۔

فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا شَاتَانِ، پس جب بڑھ جائے ایک یعنی ایک سو اکیس ہو جائیں، فَفِيهَا شَاتَانِ تو اس میں دو بھیڑ بکریاں ہیں، دو بھیڑیں دے دے یا دو بکریاں دے دے، بس دو افراد دے دے ان میں سے إِلَى مِائَتَيْنِ کہاں تک بھئی؟ دو سو تک۔ دو سو تک یہی دو بکریاں یا دو بھیڑیں ہیں۔

فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، پس جب ایک بڑھ جائے یعنی دو سو سے ایک بھی بڑھ گئی، دو سو ایک ہوئیں، فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ تو اب اس میں تین بکریاں ہیں یا تین بھیڑ بکریاں ہیں۔ فَإِذَا بَلَغَتْ أَرْبَعَمِائَةٍ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ۔ بھئی دو سو ایک پہ کتنی تھیں؟ تین۔ اب تین سو ننانوے تک یہی تین بکریاں ہیں۔ ہاں جیسے ہی چار سو پوری ہوں گی اب ان کے اندر چار بکریاں۔ فَإِذَا بَلَغَتْ أَرْبَعَمِائَةٍ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ، پس جب یہ پہنچ جائیں چار سو تک تو ان میں چار ہیں بھیڑیں یا چار بکریاں بھئی۔ ثُمَّ فِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، پھر ہر سو کے اندر ایک بھیڑ بکری ہے: چار سو میں کتنی تھیں؟ چار، اب اس سے اوپر ہر سو میں: پانچ سو میں پانچ، چھ سو میں چھ، سات سو میں سات۔

وَالضَّأْنُ وَالْمَعْزُ سَوَاءٌ۔ دیکھا وہ آگیا فائدہ جو میں نے آپ کو کچھ الفاظ لکھوائے تھے! ضَأْنٌ کس کو کہتے ہیں؟ بھیڑ دنبے، مَعْزٌ کس کو کہتے ہیں؟ بکرا بکری کی جنس بھئی مذکر ہو یا مؤنث، اسی طرح ضَأْنٌ بھی مولانا مذکر ہو یا مؤنث۔ اور بھیڑ دنبے اور بکرے بکری جو ہیں سَوَاءٌ یہ برابر ہیں، ایک ہی جنس شمار کریں گے بھئی۔

بَابُ زَكَاةِ الْخَيْلِ۔ یہ باب ہے گھوڑوں کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ إِذَا كَانَتِ الْخَيْلُ سَائِمَةً ذُكُورًا وَإِنَاثًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَصَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ۔ جب گھوڑے ہوں، یاد رکھو خَيْلٌ گھوڑے کو کہتے ہیں لیکن ایک گھوڑے کو نہیں کہتے، گھوڑوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ کئی گھوڑے ہوں تو پھر کہیں گے خَيْلٌ۔ إِذَا كَانَتِ الْخَيْلُ سَائِمَةً ذُكُورًا وَإِنَاثًا، جب گھوڑے سائمہ ہوں ذُكُورًا وَإِنَاثًا مذکر اور مؤنث۔ بھئی مذکر اور مؤنث باقی پہلے تو کبھی یہ قید نہیں لگائی تھی اونٹوں وغیرہ میں اور ان چیزوں میں بھئی، بکریوں میں بھی نہیں تھی، گائے بھینس، کہتے ہیں یاد رکھو گھوڑے صرف مذکر ہوں تو پھر ان میں زکوٰۃ ہے ہی نہیں۔ اسی لیے قید لگادی کیا ہونا چاہیے؟ مذکر اور مؤنث ہوں۔[۳]

جب گھوڑے سائمہ ہوں مذکر اور مؤنث وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ اور ان پر سال گزر جائے، فَصَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ تو ان کے مالک کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَعْطَى مِنْ كُلِّ فَرَسٍ دِينَارًا، چاہے تو دے دے ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار۔ سو گھوڑے تھے تو کتنے دے دے؟ سو دینار، ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار۔ وَإِنْ شَاءَ قَوَّمَهَا فَأَعْطَى عَنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ، اور اگر چاہے تو ان کی قیمت لگائے، پس دے دے ہر دو سو درہم میں سے خَمْسَةَ دَرَاهِمَ کتنے دے دے؟ پانچ دراہم دے دے بھئی۔ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ اصل میں کیا تھا؟ مِائَتَيْنِ دِرْهَمٍ، دو سو بھئی۔[۴][۵]

وَلَيْسَ فِي ذُكُورِهَا مُنْفَرِدَةً زَكَاةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، اور نہیں ہے ان گھوڑوں کے مذکر میں مُنْفَرِدَةً اس حال میں کہ یہ اکیلے ہوں، یعنی اکیلے مذکر گھوڑے ہوں کوئی بھی ان میں مادہ نہ ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللَّهُ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: لَا زَكَاةَ فِي الْخَيْلِ، وَلَا شَيْءَ فِي الْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ لِلتِّجَارَةِ۔ اور صاحبین رَحِمَهُمَا اللَّهُ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، وہ سرے سے زکوٰۃ اس میں مانتے ہی نہیں۔ ہر ایک کی اپنی دلیلیں ہیں مولانا، بغیر دلیل

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا كَانَتِ الْخَيْلُ سَائِمَةً ذُكُورًا وَإِنَاثًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَصَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا كانت الخيل سائمة ذكورا وإناثا فصاحبها بالخيار:» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «شَاءَ أَعْطَى مِنْ كُلِّ فَرَسٍ دِينَارًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «شاء أعطى عن كل فرس دينارا» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۵۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ شَاءَ قَوَّمَهَا فَأَعْطَى عَنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن شاء قومها وأعطى عن كل مائتي درهم خمسة دراهم» منقول ہے۔

کے یہ بات نہیں ہے، قرآن اور حدیث ہی سے دلیلیں ہیں ساری بھئی۔ ہاں ابھی آپ مسائل جان لیں، آگے ان شاء اللہ دلیلیں بھی آجائیں گی ساری دلیلیں آپ کے سامنے آئیں گی۔

تو وہ فرماتے ہیں گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ وَلَا شَيْءَ فِي الْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ، اور کچھ بھی نہیں ہے، بِغَالٌ جمع ہے بَغْلٌ کی، بَغْلٌ کہتے ہیں خچر کو۔ حَمِيرٌ جمع ہے حِمَارٌ کی، گدھے کو کہتے ہیں۔ نہیں ہے خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ، کچھ بھی نہیں ہے ان میں، إِلَّا أَنْ تَكُونَ لِلتِّجَارَةِ مگر یہ کہ یہ کس لیے ہوں؟ تجارت کے لیے۔ بھئی تجارت کے لیے ہوں تو پھر وہ تجارت کے اعتبار سے مال تجارت ہوئے ان پر زکوٰۃ آئے گی۔ اور یہ تو سب جانوروں میں یہی حکم ہے، یہ جو گزشتہ جانوروں جتنوں کی زکوٰۃ آپ نے پڑھ بھی لی ان کو بھی اگر کسی نے کس لیے خریدا ہے؟ تجارت کے لیے، تو پھر ان کے اندر یہ والا حساب نہیں لگانا بلکہ پھر کیا کرنا پڑے گا؟ تجارت والا حساب یعنی چالیسواں حصہ دینا پڑے گا۔ وہاں یہ نہیں کہنا بکریاں ایک آدمی نے خریدیں تجارت کے لیے ہیں تو اب آپ یہ نہ کہیں یہ سائمہ بکریاں ہیں ان کے اندر کیا ہو گا چالیس میں ایک ہے، ایک سو بیس میں دو ہیں، نہیں! وہ پھر ایک بھی بکری ہوئی تجارت کے لیے خریدی ہے تو اس کا حساب لگاؤ گے اور اس میں سے کتنا دینا پڑے گا؟ چالیسواں حصہ یعنی ہر چالیس میں سے ایک روپیہ بھئی۔

وَلَيْسَ فِي الْفُصْلَانِ وَالْحُمْلَانِ وَالْعَجَاجِيلِ زَكَاةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ۔ فُصْلَانٌ جمع ہے فَصِيلٌ کی، فَصِيلٌ کس کو کہتے تھے؟ جی اونٹنی کے بچے کو۔ حُمْلَانٌ یا حِمْلَانٌ یہ جمع ہے حَمَلٌ کی، کیا لکھا ہے بھئی اوپر نیچے؟ أَوْلَادُ الْغَنَمِ، بھیڑ بکری کی اولاد کو کہتے ہیں چاہے بکری کی ہو چاہے بھیڑ کی ہو، اس کو حَمَلٌ کہتے ہیں بھئی میم پر بھی فتحہ ہے۔ عَجَاجِيلُ بھئی، نیچے لکھا ہوا ہے جَمْعُ عُجُولٍ، یہ کس کی جمع ہے؟ عُجُولٌ کی، اور یاد رکھیے عُجُولٌ جمع ہے عِجْلٌ کی، اور عِجْلٌ کس کو کہتے ہیں؟ بچھڑے کو کہتے ہیں بھئی، گائے کا جو بچہ ہے یا بھینس کا جو بچہ ہے اس کو عِجْلٌ کہتے ہیں، اس کی جمع آتی ہے عُجُولٌ، اور عُجُولٌ کی جمع کیا آتی ہے؟ عَجَاجِيلُ۔ اور نہیں ہے گائے بھینس کے بچوں میں اور اسی طرح بھیڑ بکری کے بچوں میں اور اسی طرح اونٹنی کے بچوں میں زَكَاةٌ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ طرفین رَحِمَهُمَا اللَّهُ کے نزدیک۔

بھئی ایک آدمی ہے اس کے پاس بہت سارے اونٹ ہیں بھئی، لیکن جب سال ختم ہوا، سال گزر گیا، جب سال پورا ہوا تو سال پورا ہونے سے پہلے ہی جو بڑے اونٹ تھے وہ ہلاک ہو گئے اور صرف بچے رہ گئے، تو اب ان کے اندر زکوٰۃ ہو گی یا نہیں؟ کہتے ہیں ان کے اندر زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح بکریاں تھیں، سال کا جب ختم ہوا بکریاں ساری مر چکی ہیں درمیان میں ہی، صرف کیارہ گئے ہیں؟ چھوٹے چھوٹے ان کے بچے ہیں بہت سارے، ان میں نہیں ہے بھئی زکوٰۃ۔ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَهَا كِبَارٌ، مگر یہ کہ ان کے ساتھ بڑی بھی ہوں۔ سو اونٹ کے بچے ہیں تو پھر ان کے اندر زکوٰۃ نہیں، لیکن اگر ایک بھی ان میں بڑا ہوا تو پھر کیا آ جائے گی؟ زکوٰۃ آجائے گی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: تَجِبُ فِيهَا وَاحِدَةٌ مِنْهَا، اور امام ابو یوسف رَحِمَهُ اللَّهُ فرماتے ہیں کہ ان سب میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، وَاحِدَةٌ مِنْهَا انہی میں سے ایک، انہی بچوں میں سے کیا کر دیں گے ایک دے دیں گے۔

وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ مُسِنٌّ فَلَمْ يُوجَدْ أَخَذَ الْمُصَدِّقُ أَعْلَى مِنْهَا وَرَدَّ الْفَضْلَ۔ اچھا آپ نے پڑھا بھئی ایک جانور جو واجب ہو رہا ہے وہ صورت بتلانے لگے ہیں۔ مثلاً اونٹوں کی زکوٰۃ کا مسئلہ تھا وہاں پر ایک شخص پر حقہ واجب ہو رہا ہے۔ کیا واجب ہو رہا ہے؟ حقہ آرہا ہے، لیکن اب تلاش کیا اونٹوں میں کوئی حقہ ہے ہی نہیں۔ زکوٰۃ لینے والا آگیا بیت المال کی طرف سے جو آدمی مقرر تھا، سال پورا ہو گیا وہ زکوٰۃ لینے آیا، اب تلاش کیا تم پر حقہ واجب ہوتا ہے، حقہ دیکھا کوئی بھی نہیں مل رہا، تو پھر کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی حقے سے اوپر والا لے لے۔ حقے سے اوپر کیا تھا؟ جذعہ، جذعہ لے لے، لیکن حقے کی قیمت تو تھی کم اور جذعے کی قیمت تو زیادہ، یہ تو ایک سال اس سے بڑا ہے، تو جتنی زیادہ قیمت ہے وہ واپس کر دے۔ وہ کیا کر دے؟ وہ دے دے اور وہ بڑا جانور لے جائے بھئی۔ مثلاً حقہ تھا ایک لاکھ کا اور جذعہ ہے ایک لاکھ بیس ہزار کا، تو جذعہ لے لے اور بیس ہزار واپس کر دے اور اسے لے جائے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اسی طرح گائے بھینس کے اندر آپ نے پڑھا تھا کیا تھا؟ تیس ہوں تو تبیع یا تبیعہ آئے گا اور چالیس ہوں تو مسن یا مسنہ۔ اب ایک آدمی پر مسنہ آیا بھئی، لیکن تلاش کیا تو مسنہ ملتا نہیں، تو پھر زکوٰۃ لینے والا کیا کرلے گا؟ اس سے بڑا جانور لے لے اور جو زائد قیمت بنتی ہے وہ اسے واپس کر دے، یا چھوٹا جانور لے لے اور جو پیسے کم ہیں وہ بھی ساتھ وصول کر لے۔ مثلاً وہ حقے والی صورت بناؤ بھئی: حقے کی قیمت کتنی تھی؟ ایک لاکھ۔ اب ایک صورت تو یہ تھی کہ اس سے جذعہ لے لے، اور حقہ تھا ایک لاکھ کا اور جذعہ ہے ایک لاکھ بیس ہزار کا، تو اس نے جذعہ لیا ہے اور لینا تو کیا چاہیے تھا؟ حقہ، تو کتنے پیسے زیادہ آرہے ہیں؟ بیس ہزار اس کو واپس کر دے، صدقہ لینے والا مالک کو بیس ہزار دے دے۔ دوسری صورت یہ ہے نچلے والا جانور لے لو اس سے، حقے سے نیچے کیا ہے؟ بنت لبون، بنت لبون لے لیا اور بنت لبون تو صرف ستر ہزار کا ہے، تو کتنا فرق آیا؟ تیس ہزار، تو بنت لبون بھی لے لے مالک سے اور ساتھ تیس ہزار روپے بھی لے لے۔ صورت

سمجھ میں آگئی؟ یہی سب میں اسی طرح ہے۔

وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ مُسِنٌّ، اور جس پر واجب ہوا مسن، فَلَمْ يُوجَدْ پس وہ پایا نہیں گیا بھئی، أَخَذَ الْمُصَدِّقُ أَعْلَى مِنْهَا وَرَدَّ الْفَضْلَ، تو لے لے گا صدقہ وصول کرنے والا اس سے اعلیٰ جانور کو یعنی اس سے جو بڑا ہے، وَرَدَّ الْفَضْلَ اور جو زائد ہے وہ واپس کر دے گا، أَوْ أَخَذَ دُونَهَا یا لے لے گا اس سے نیچے والا، اس سے ادنیٰ درجے والا، وَأَخَذَ الْفَضْلَ اور ساتھ زائد بھی لے لے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے؟ وَيَجُوزُ دَفْعُ الْقِيَمِ فِي الزَّكَاةِ، اور جائز ہے بھئی قیمت کا دے دینا زکوٰۃ کے اندر۔

وَلَيْسَ فِي الْعَوَامِلِ وَالْحَوَامِلِ وَالْعُلُوفَةِ زَكَاةٌ، اور عوامل، حوامل اور علوفہ میں زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔ عَوَامِلُ وہ جانور جن کو کام کاج کے لیے رکھا ہے بھئی، کھیتی باڑی کے لیے اور کاموں کے لیے بہت سے جانور رکھے ہوئے ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ حَوَامِلُ بوجھ اٹھانے کے لیے بھئی رکھے ہوئے ہیں یا سواری وغیرہ کے لیے رکھے ہوئے ہیں بہت سارے گھوڑے بھئی، ان میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے، یا اونٹ رکھے ہیں سواری کے لیے رکھے ہیں بھئی۔ وَالْعُلُوفَةِ، عَلُوفَةٌ عَلَفٌ سے ہے، عَلَفٌ چارے کو کہتے ہیں، چارہ۔ بھئی جانور کے لیے جو اس کی خوراک لائی جاتی ہے گھر پر بھئی وہ گھاس وغیرہ چیز، یہ کیا کہلاتی ہے؟ چارہ کہلاتی ہے۔ تو علوفہ جانور وہ جانور جن کو گھروں پر چارہ کھلایا جاتا ہے، گھر پر لا کر گھاس وغیرہ کھلائی جاتی ہے، یہ کیا کہلاتے ہیں؟ علوفہ، ان میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔

وَلَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ خِيَارَ الْمَالِ وَلَا رُذَالَتَهُ، اور صدقہ لینے والا نہیں لے گا خِيَارَ الْمَالِ بہترین مال، سب سے اعلیٰ مال نہیں لے گا صدقے والا، وَلَا رُذَالَتَهُ اور نہ ادنیٰ درجے کا۔ بھئی صدقہ لینے والا آیا، اب اس نے لینا ہے مثلاً کتنا بنتا ہے؟ ایک حقہ لینا ہے، حقہ بنتا ہے اس آدمی پر، تو اب یہ نہ کرے کہ سب سے اعلیٰ درجے کا حقہ لے لے، اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ سب سے گھٹیا درجے کا لے لے، بلکہ کس قسم کا لے؟ متوسط درجے کا لے۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۷۳: کتاب الزکاۃ (۳): زکاۃ الفضۃ والذہب (چاندی ۲۰۰ درہم، سونا ۲۰ مثقال)، عروضِ تجارت، ضمار، معادن ورکاز اور عشر وخراج

مختصر القدوری صفحہ: ۳۹—بتاریخ: ۳۱ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَلَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ خِيَارَ الْمَالِ وَلَا رُذَالَتَهُ وَيَأْخُذُ الْوَسَطَ۔ وَمَنْ كَانَ لَهُ نِصَابٌ فَاسْتَفَادَ فِي أَثْنَاءِ الْحَوْلِ مِنْ جِنْسِهِ ضَمَّهُ إِلَى مَالِهِ وَزَكَّاهُ بِهِ۔ وَالسَّائِمَةُ هِيَ الَّتِي تَكْتَفِي بِالرَّعْيِ فِي أَكْثَرِ الْحَوْلِ، فَإِنْ عَلَفَهَا نِصْفَ الْحَوْلِ أَوْ أَكْثَرَ فَلَا زَكَاةَ فِيهَا۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَلَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ خِيَارَ الْمَالِ وَلَا رُذَالَتَهُ، کہتے ہیں صدقہ وصول کرنے والا بھئی، وہ شخص جو بیت المال کی طرف سے، خلیفہ کی طرف سے جو لوگ مقرر ہیں بھئی زکوٰۃ لینے پر لوگوں سے، تو وہ جب زکوٰۃ کا مال لیں، کسی سے وصول کریں، تو نہ تو سب سے عمدہ لیں اور نہ سب سے گھٹیا، بلکہ کس قسم کا لینا چاہیے؟ متوسط درجے کا، جی متوسط درجے کا۔

تو مثلاً بھئی کیا لینے آیا وہ؟ زکوٰۃ لینے کے لیے آیا بھئی، اور زکوٰۃ واجب ہو رہی تھی ان جانوروں میں ایک حِقّہ تھا بھئی، اونٹ تھے بھئی، حِقّہ۔ تو اب یہ نہ کرے بھئی جو حقوں کے اندر جو سب سے اعلیٰ قسم کا حِقّہ ہے وہ لے لے، بلکہ اور نہ یہ کہ سب سے ادنیٰ درجے کا لے، بلکہ کس قسم کا لینا چاہیے؟ متوسط درجے کا۔ تو یہ معنی ہے وَلَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ خِيَارَ الْمَالِ وَلَا رُذَالَتَهُ، اور نہ لے صدقہ لینے والا سب سے عمدہ مال کو اور نہ سب سے ادنیٰ، سب سے گھٹیا کو، وَيَأْخُذُ الْوَسَطَ، اور لے گا متوسط کو، درمیانہ قسم کو۔

وَمَنْ كَانَ لَهُ نِصَابٌ فَاسْتَفَادَ فِي أَثْنَاءِ الْحَوْلِ، جی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ ایک شخص ہے، آپ نے پڑھا بھئی، آپ نے پڑھا کہ زکوٰۃ کس مال میں واجب ہوتی ہے؟ جس پر ایک سال گزر جائے، مال تجارت ہو یا سونا یا چاندی بھئی۔ اچھا، تو اب اس پر بھئی کسی کے پاس مثلاً سو تولے چاندی تھی، اس پر سال گزرے تو اس میں سے زکوٰۃ دینی ہو گی۔ لیکن سال کے درمیان میں اس کو اور بھی مال حاصل ہوا، اور چاندی بھی حاصل ہو گئی۔ تو کیا اس چاندی، یہ جو اور حاصل ہوئی ہے، یہ بھی ساتھ ملائے گا یا ساتھ نہیں ملائے گا؟ کہتے ہیں اس کو بھی ساتھ ملانا پڑے گا، اس کو ساتھ ملا کر کیا کرے گا؟ سارے کی زکوٰۃ ادا کرے گا بھئی۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو درمیانی سال میں جو بھی مال حاصل ہو گا وہ ساتھ ملانا پڑے گا۔ سونے، چاندی، کرنسی وغیرہ یا مال تجارت میں سے جو بھی حاصل ہوتا ہے وہ بھی ساتھ ملا لے گا بھئی، سارے کی زکوٰۃ دینا پڑے گی، سال کے آخر میں جتنا مال ہو گا سارے کی زکوٰۃ دے گا۔ وَمَنْ كَانَ لَهُ نِصَابٌ،

اور جس شخص کے پاس نصاب تھا، فَاسْتَفَادَ، پس اس نے حاصل کیا، فائدہ حاصل کیا یعنی حاصل کیا، فِي أَثْنَاءِ الْحَوْلِ مِنْ جِنْسِهِ، سال کے درمیان میں اسی کی جنس میں سے، ضَمَّهُ إِلَى مَالِهِ، تو ملائے گا اس کو اپنے مال کے ساتھ، وَزَكَّاهُ بِهِ، اور اس کی زکوۃ دے گا۔

اچھا، تو اگر یہ جانوروں میں کر لیں بھئی، یہاں مِنْ جِنْسِهِ کہا تو معلوم ہوا جانوروں میں، جانوروں کا ذکر ہو رہا ہے مسئلہ بھئی۔ اس مال وغیرہ کے اندر تو جس جنس کا بھی آ جائے وہ کیا کرنا پڑے گا؟ ساتھ ملانا پڑے گا۔ بھئی اس کے پاس سونا تھا، درمیان میں چاندی آ گئی، یا چاندی تھی، بیچ سال میں سونا حاصل ہوا، یا کرنسی حاصل ہوئی، یا اور مال تجارت، وہ تو ملائیں گے ہی۔ یہاں پر مسئلہ ذکر کر رہے ہیں جانوروں کا بھئی۔

تو جانور تھے بھئی ایک آدمی کے پاس، مثلاً سائمہ اونٹ تھے، تو سال کے شروع میں کتنے ہیں؟ سال کے شروع میں مثلاً اس کے پاس پچاس ہیں، اور سال کے درمیان میں اسے بیس اور اونٹ حاصل ہو گئے، تو کہتے ہیں ان کو بھی ساتھ ملائے گا جب کہ انہی کی جنس میں سے ہو بھئی۔ کیا ہو؟ انہی کی جنس میں سے ہو۔ اور اگر اس کی جنس میں سے نہیں ہے تو پھر ان کا حساب ان کے ساتھ نہیں ہو گا بھئی۔ مثلاً اس کے پاس اونٹ تھے، اونٹ تو ٹھیک ہے نصاب بن رہا ہے، سال کے درمیان اسے حاصل ہوئی ہیں مثلاً دس بھینسیں حاصل ہو گئیں بھئی، دس بھینسیں۔ تو بھینسوں کا نصاب تو الگ ہے بھئی، ان میں تو الگ سال کا اعتبار ہو گا، اور اونٹوں کے اندر تو سال شروع ہو چکا ہے، نصاب پورا تھا سال کے شروع میں، اب سال شروع ہو چکا ہے، تو اس کو ملایا جائے گا، اس کو گائے بھینسوں کو ساتھ نہیں ملائیں گے۔ ہاں اگر گائے بھینسیں بھی اس کے پاس پہلے سے ہی نصاب کے بقدر تھیں تو پھر یہ اور جو بھینسیں آئیں سال کے بیچ میں ان کو بھی ان کے ساتھ ملائے گا۔ تو کہتے ہیں ضَمَّهُ إِلَى مَالِهِ، ملالے گا اس کو اپنے مال کے ساتھ، وَزَكَّاهُ بِهِ، اور اس کے ساتھ اس کی بھی زکوۃ دے گا۔

وَالسَّائِمَةُ، بھئی سائمہ میں نے آپ کو بتلایا تھا کس کو کہتے تھے؟ جو سال کا اکثر حصہ چراگاہ میں چر کر گزارتے ہیں، گھر پر ان کو لا کر کھلایا نہیں جاتا بھئی۔ اور دوسری شرط کیا تھی؟ کہ ان کو کس لیے رکھا ہو؟ دودھ کے لیے یا نسل بڑھانے کے لیے رکھا ہو، اور گوشت کے لیے یا سواری، بوجھ وغیرہ کے لیے نہ رکھا ہو بھئی۔ تو وہی اب بتلانے لگے ہیں: وَالسَّائِمَةُ هِيَ الَّتِي تَكْتَفِي بِالرَّعْيِ فِي أَكْثَرِ الْحَوْلِ، اور سائمہ وہ جانور ہیں جو اکتفا کرتے ہیں بِالرَّعْيِ چرنے پر فِي أَكْثَرِ الْحَوْلِ اکثر سال کے دوران، یعنی سال کے اکثر حصے میں۔ فَإِنْ عَلَفَهَا نِصْفَ الْحَوْلِ أَوْ أَكْثَرَ فَلَا زَكَاةَ فِيهَا، اگر چارہ کھلایا اس نے ان کو آدھا سال یا آدھے سے زیادہ تو پھر ان میں زکوۃ نہیں بھئی، پھر تو یہ سائمہ نہ رہے۔

وَالزَّكَاةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ فِي النِّصَابِ دُونَ الْعَفْوِ، اور زکوۃ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک نصاب میں ہے، زائد میں نہیں ہے، عَفْوٌ کا معنی زائد۔ بھئی زائد کے اندر زکوۃ نہیں ہے۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: تَجِبُ فِيهِمَا، جب کہ امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تَجِبُ فِيهِمَا، دونوں میں واجب ہے، نصاب میں بھی اور زائد کے اندر بھی بھئی۔ امام صاحب اور شیخین رحمہما اللہ کیا فرماتے ہیں؟ زکوۃ صرف کس میں ہے؟ نصاب میں ہے، جانوروں کے نصاب میں، اور زائد میں نہیں۔ اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں میں ہے، یعنی نصاب کے ساتھ ساتھ زائد میں بھی زکوۃ ہے۔

دیکھو مثلاً بھئی کم از کم کتنے سائمہ اونٹوں میں زکوۃ تھی جب ان پر سال گزر جائے؟ پانچ میں۔ ان میں کیا آتی تھی؟ ایک بھیڑ یا بکری دینا پڑتی تھی بھئی۔ اب ایک آدمی کے پاس سال کے آخر میں، بھئی پانچ تو ہوا نصاب، اور پانچ، چھ میں بھی یہی ایک بکری تھی، سات میں بھی یہی تھی، آٹھ میں بھی، نو تک۔ دس میں جا کر کتنی ہو جاتی تھیں؟ دو بھیڑ بکریاں ہو جاتی تھیں۔ تو یہ جو چھ سے لے کر نو تک ہیں یہ زائد ہیں، اس کے اندر زکوۃ ہے یا نہیں؟ شیخین رحمہما اللہ کیا فرماتے ہیں؟ یہ چھ سے نو تک جو زائد ہیں ان کے اندر زکوۃ نہیں ہے۔ اسی طرح ہر جگہ دیکھتے جائیں جہاں مثلاً بکریوں کے اندر کتنا تھا؟ چالیس، چالیس بکریوں کے اندر ایک بکری تھی، اور پھر جا کر ایک سو اکیس پر آ کر کتنی ہو گئی تھیں؟ دو۔ تو یہ جو اکتالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ہے یہ زائد ہے نصاب سے، کیا اس میں بھی زکوۃ ہے یا نہیں؟ تو شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں اس میں زکوۃ نہیں ہے۔ اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں بھی زکوۃ ہے۔

ثمرہ اختلاف بھئی ظاہر ہو گا، مثلاً دیکھو ایک آدمی کے پاس سال پورا ہوا، نو اونٹ تھے سائمہ، اور نو اونٹوں میں کتنی آتی ہے زکوۃ؟ ایک بھیڑ یا بکری۔ ابھی اس نے زکوۃ ادا نہیں کی تھی، زکوۃ واجب ہو چکی ہے۔ ابھی زکوۃ اس نے ادا نہیں کی تھی کہ چار اونٹ مر گئے۔ کتنے اونٹ مر گئے؟ چار۔ تو کیا ان چار کے مرنے سے زکوۃ میں بھی کمی اب آئے گی یا کمی نہیں آئے گی؟ کہتے ہیں بھئی شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں ان میں تو زکوۃ ہی نہیں تھی، ان کے مرنے سے زکوۃ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ پہلے بھی بکری دینا تھی، اب بھی کیا دیں گے؟ ایک بھیڑ یا بکری دیں گے۔ جب کہ امام زفر اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں نہیں، اب

یوں سمجھیں گے کہ سارے کے اندر ایک بکری تھی، نو کے اندر۔ اور اس میں سے، نو میں سے کتنے اونٹ مر گئے؟ چار۔ تو بکری کی قیمت لگائیں گے، اس قیمت کے نو حصے بنادیں گے۔ مثلاً بکری نو ہزار کی ایک ملتی ہے فرض کرو، تو ایک حصہ کتنے کا ہوا؟ ایک ہزار کا۔ تو کتنے اونٹ مرے تھے؟ چار۔ تو چار حصے کم کر دو اس میں سے، کتنے رہ گئے؟ پانچ۔ تو معلوم ہوا اب اس آدمی پر زکوٰۃ کتنی آرہی ہے؟ پانچ ہزار۔ یعنی بکری کے اتنے حصے کر کے جتنا مال ہلاک ہوا ہے اس کے بقدر اس میں کیا کر دیں گے؟ کمی کر دیں گے۔ اب یوں سمجھا جائے گا کہ یہ زکوٰۃ پانچ میں نہیں تھی بلکہ کتنے میں تھی؟ نو میں، سارے کے سارے نو میں تھی، یعنی ہر اونٹ کی وجہ سے تھوڑا تھوڑا حصہ آرہا ہے۔ تو ہر اونٹ کی وجہ سے نو اں حصہ آرہا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

دوسری صورت بنالو بکری کی۔ چالیس بکریوں میں، چالیس بھیڑ بکریوں میں ایک بھیڑ بکری دینا تھی۔ سال گزر گیا۔ ایک آدمی کے پاس فرض کرو سو بھیڑ بکریاں تھیں جب سال پورا ہوا، اور اس سو میں کتنی زکوٰۃ آتی ہے؟ ایک بھیڑ بکری دینا پڑے گی۔ ابھی اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی کہ ان میں سے پچاس مر گئیں۔ پچاس مر گئیں۔ تو کیا اس سے زکوٰۃ میں کمی ہو گی یا نہیں؟ ان میں زکوٰۃ تھی یا نہیں؟ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں تو زکوٰۃ تھی ہی نہیں، زکوٰۃ تو کتنے میں تھی؟ چالیس میں تھی، اور چالیس سے جو زائد تھا ان میں زکوٰۃ ہے ہی نہیں۔ تو لہٰذا زکوٰۃ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، زکوٰۃ ایک بکری دینا پڑے گی، ایک بھیڑ یا بکری۔ امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کیا فرماتے ہیں؟ کہ نہیں، اب یوں سمجھیں گے کہ سارے کے اندر کیا تھی؟ زکوٰۃ تھی۔ تو سارے کے اندر ایک بھیڑ یا ایک بکری واجب تھی، یعنی سو کے اندر، سو میں۔ اور سو میں سے نصف کیا ہو چکے؟ ہلاک۔ تو لہٰذا زکوٰۃ میں بھی گویا نصف کیا ہو جائے گی؟ کمی ہو جائے گی بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا اب نصف شَاةٍ بطور زکوٰۃ کے آئے گی، مال آئے گا، تو آدھی اس بکری کی قیمت دے دے گا بطور زکوٰۃ کے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

یہ معنی ہے بھئی وَالزَّكَاةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ فِي النِّصَابِ دُونَ الْعَفْوِ، اور زکوٰۃ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک نصاب کے اندر ہے، زائد کے اندر نہیں۔ اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ فرماتے ہیں تَجِبُ فِيهِمَا، ان دونوں میں واجب ہے یعنی نصاب میں بھی اور زائد میں بھی۔

وَإِذَا هَلَكَ الْمَالُ بَعْدَ وُجُوبِ الزَّكَاةِ سَقَطَتْ، جب مال ہلاک ہو جائے زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بعد، سَقَطَتْ تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، سارا مال۔ بھئی گزشتہ سبق میں بھی آپ نے پڑھا تھا، زکوٰۃ کا باب جب شروع کیا تھا، کتاب الزکوٰۃ جب ہم نے شروع کی تھی، وہاں آپ نے پڑھا تھا کہ ایک شخص پر زکوٰۃ واجب ہو گئی لیکن اس نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا، تو زکوٰۃ اس سے کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی۔ آج آپ کو اور اسی میں تفصیل بتلا رہے ہیں کہ اگر سارا مال ہلاک ہو جائے پھر بھی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ تو ایک آدمی پر سال گزر گیا، زکوٰۃ واجب ہو گئی، واجب ہونے کے بعد ابھی اس نے ادا نہیں کی تھی، تاخیر کی اس نے یہاں تک کہ سارا مال ہلاک ہو گیا، تو زکوٰۃ بھی ساقط ہو جائے گی۔

اور ہلاک ذکر کیا، میں نے آپ کو بتایا تھا ایک ہے ہلاک، ایک ہے استہلاک۔ یاد ہے فرق کہ نہیں دونوں میں بھئی؟ ہلاک کس کو کہتے تھے؟ کہ خود ہلاک ہو جائے۔ اور استہلاک کا کیا معنی؟ ہلاک کرنا، یعنی خود ہلاک کرتا ہے، تو دونوں صورتوں میں فرق ہو گا بھئی، دونوں صورتوں میں۔ تو یہ ہلاک کا ذکر ہو رہا ہے، استہلاک کا ذکر نہیں۔ اگر وہ خود اپنا سارا مال ہلاک کرتا ہے پھر زکوٰۃ دینا پڑے گی بھئی۔ خود اپنا سارا مال کسی کو تحفے کے طور پر دے دیتا ہے پھر بھی زکوٰۃ ساقط نہیں ہو گی، کیونکہ سارا مال کسی کو دے رہا ہے تو گویا یہ بھی دراصل استہلاک ہی کی طرح ہے۔ کس کی طرح ہے؟ استہلاک کی طرح۔ ہاں وہ اللہ کے راستے میں اس نے دیا تھا، صدقہ کیا تھا، وہ اور مسئلہ تھا، یہ تحفہ دے رہا ہے یہ اور مسئلہ ہے۔ تو اللہ کے راستے میں دے دیا تو سارا مال ختم ہو گیا، سارا مال صدقہ کیا وہاں زکوٰۃ بھی ساقط۔ یہاں سارا مال خود ہلاک کر رہا ہے یا ہبہ کر رہا ہے تو معاف نہیں ہو گی۔ تو وَإِذَا هَلَكَ الْمَالُ بَعْدَ وُجُوبِ الزَّكَاةِ سَقَطَتْ، اور جب ہلاک ہو جائے سارا مال زکوٰۃ کے واجب ہو جانے کے بعد، سَقَطَتْ تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

وَإِنْ قَدَّمَ الزَّكَاةَ عَلَى الْحَوْلِ وَهُوَ مَالِكٌ لِلنِّصَابِ جَازَ۔ بھئی وقت سے پہلے بھی آپ زکوٰۃ دے سکتے ہیں بھئی۔ کیا کر سکتے ہیں؟ زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ نصاب کے مالک ہوں۔ جب نصاب کے مالک ہوں گے، اتنا مال ہے تو اسی مال پر سال کے بعد کیا آنی ہے؟ زکوٰۃ آنی ہے۔ تو آپ نے ابھی سے زکوٰۃ دے دی، تو زکوٰۃ ٹھیک ہے ادا ہو جائے گی بھئی، ادا ہو جائے گی۔ لیکن ضروری ہے کہ سال کے آخر میں بھی آپ کے پاس نصاب باقی ہو۔ اگر سال کا آخر آیا اور آپ کا نصاب اب پورا نہیں، اب کم ہو چکا ہے، تو وہ جو آپ نے ادائیگی کی تھی وہ ساری خیرات بن جائے گی، نفلی صدقہ بن جائے گا، زکوٰۃ نہیں بنے گی بھئی۔ کیونکہ اب تو سال جب پورا ہوا، حالانکہ اس پر تو سال کا گزرنا ضروری تھا، اور سال گزرا ہے پورے نصاب پر؟ نہیں، سال جب ختم ہوا

نصاب ہی نہیں ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو سال کا گزرنا ضروری ہے بھئی۔ اور جس وقت دے رہا ہے اس وقت بھی کس چیز کا مالک ہو؟ نصاب کا، اور جب سال گزرے تب بھی کس کا مالک ہو؟ نصاب کا۔ اگر دیتے ہوئے نصاب پورا نہیں تھا، کم تھا، پھر بھی نہیں، کیونکہ ابھی تو مال ہی نہیں ہے اور زکوٰۃ تو آتی کس کے اندر ہے؟ نصاب کے اندر آتی ہے بھئی، ساڑھے باون تولے چاندی ہو کم از کم یا اس کے برابر بھئی، یا ساڑھے سات تولے سونا یا اس کے برابر۔ وَإِنْ قَدَّمَ الزَّكَاةَ عَلَى الْحَوْلِ، اگر مقدم کر دیا زکوٰۃ کو سال پر، وَهُوَ مَالِكٌ لِلنِّصَابِ، اور وہ مالک تھا نصاب کا، اس حال میں کہ نصاب کا مالک تھا اور اس نے زکوٰۃ کو مقدم کر دیا سال پر، تو جَازَ، یہ جائز ہے۔

بَابُ زَكَاةِ الْفِضَّةِ۔ یہ باب ہے چاندی کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ لَيْسَ فِيمَا دُونَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ، نہیں ہے دو سو درہم سے کم کے اندر صدقہ۔ دو سو درہم سے کم کے اندر زکوٰۃ نہیں ہے بھئی۔ دو سو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ درہم ہوتا ہے چاندی کا، معلوم ہوا دو سو درہم چاندی ہو تو اس میں زکوٰۃ ہے، اس سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں، بشرطیکہ صرف چاندی ہو، ایک روپیہ بھی ساتھ نہ ہو اس کے پاس، سونا بھی نہیں ہے، مال تجارت بھی نہیں ہے، ورنہ ان کو بھی ساتھ ملالیں گے۔[1]

تو ایک آدمی کے پاس صرف چاندی ہے اور دو سو درہم ہے، سال گزر گیا، تو اب زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ اب آؤ ذرا آج حساب لگائیں، دو سو درہم انہوں نے کہا، یہ تولوں کے حساب سے کتنا بنتا ہے بھئی؟ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کہ آٹھ چاول کے دانے یہ کس کے برابر ہیں؟ ایک رتی کے برابر۔ اور آٹھ رتیاں ہوں تو یہ برابر ہے ایک ماشے کے۔ آٹھ رتی برابر ہے ایک ماشے کے۔ اور بارہ ماشے ہوں تو یہ بنتا ہے ایک تولہ، ایک تولہ بنتا ہے۔ اور اسی طرح بتلایا تھا کہ ایک درہم کتنے کے برابر ہوتا ہے؟ ایک درہم تین ماشے، ایک رتی اور خمس رتی۔ ایک درہم کس کے برابر ہے؟ تین ماشے، ایک رتی اور خمس رتی۔ ہاں اب آپ لوگوں نے جلدی جلدی مجھے حساب کر کے دینا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ قلم کاغذ اور کوئی کیلکولیٹر وغیرہ ہے تو تیار رکھیں، اب جلدی جلدی ہم حساب کریں گے بھئی۔

اچھا، تو دیکھو بھئی، ایک درہم کتنے کا ہوا؟ ایک درہم، ابھی بتایا میں نے، تین ماشے، ایک رتی اور خمس رتی۔ اس کے ہم نے بنانے ہیں تولے، اور دو سو درہم ہیں، اور ہر درہم کتنے کا ہے؟ تین ماشے، ایک رتی اور خمس رتی۔ تو اب ہم نے اس کے تولے بنانے ہیں۔ دو سو درہم ہیں، ہر درہم میں ماشے کتنے ہیں؟ تین۔ ذرا پہلے ماشوں کا حساب کر لو۔ دو سو درہم ہیں اور ہر درہم میں تین ماشے پورے پورے ہیں، تو دو سو کو تین سے ضرب دو بھئی۔ چھ سو ماشے، یہ رکھو بھئی، ایک طرف لکھ لو۔ دو سو درہم میں چھ سو ماشے پورے آگئے بھئی۔ جلدی جلدی لکھو بھئی، چھ سو ماشے۔ لکھ لیے بھئی؟

اچھا، تین ماشے کے اوپر کتنا تھا؟ ایک رتی اور خمس رتی، ایک رتی اور رتی کا پانچواں حصہ۔ اچھا یہ پانچویں حصے کو ذرا چھوڑو، رتیوں کا حساب کر لو بھئی۔ ایک رتی ہے ہر درہم میں اور دو سو درہم ہیں، نصاب کتنا ہے؟ دو سو درہم، اور ہر درہم میں کتنی رتی ہے پوری؟ ایک ایک رتی اوپر پوری ہے۔ دو سو رتیاں کر لو بھئی، دو سو رتیاں۔ دو سو رتی بھی لکھ لی آپ نے؟ اچھا، اس کے بھی ابھی ہم نے ماشے بنانے ہیں، ٹھہرو بھئی۔

---

[1] **جدول—سونا، چاندی، عروضِ تجارت، معادن، رکاز اور عشر کے نصاب اور شرحِ زکوٰۃ کا جدول:**

قسمِ مال	نصاب و شرط	واجب ہونے والی مقدار (شرح)
چاندی (الْفِضَّةُ)	۲۰۰ درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) + حولانِ حول	چالیسواں حصہ (رُبْعُ الْعُشْرِ = ۲.۵ فیصد یعنی ۵ درہم)؛ ۲۰۰ کے بعد امام اعظم کے نزدیک ہر ۴۰ درہم پر ۱ درہم۔
سونا (الذَّهَبُ)	۲۰ مثقال (ساڑھے سات تولہ سونا) + حولانِ حول	چالیسواں حصہ (۲.۵ فیصد یعنی نصف مثقال)؛ اور اس کے بعد ہر ۴ مثقال پر ۲ قیراط۔
مالِ تجارت (عُرُوضُ التِّجَارَةِ)	سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے (قوم کر کے ضم کیا جائے گا)	چالیسواں حصہ (۲.۵ فیصد)۔
کان اور دفینہ (الْمَعْدِنُ وَالرِّكَازُ)	سونا، چاندی، لوہا، پیتل، تانبا (پگھلنے والی دھاتیں) اور جاہلیت کا دفینہ	پانچواں حصہ (الْخُمُسُ = ۲۰ فیصد)؛ اور پارہ و موتی و عنبر میں امام اعظم کے نزدیک کچھ نہیں۔
پیداوارِ زمین (الزُّرُوعُ وَالثِّمَارُ)	امام اعظم: قلیل و کثیر سب میں؛ صاحبین: ۵ وسق (باقی ماندہ شے میں)	بارش/نہر کے پانی سے: دسواں حصہ (الْعُشْرُ = ۱۰٪)؛ ڈول/چرس/ٹیوب ویل سے: بیسواں حصہ (نِصْفُ الْعُشْرِ = ۵٪)۔

اچھا، خمس رتی بھی تو تھا ہر درہم میں۔ خمس رتی یعنی رتی کا پانچواں حصہ۔ معلوم ہوا پانچ درہموں میں پھر ایک رتی بن جائے گی، کیونکہ ایک درہم میں بھی پانچواں حصہ، دوسرے میں بھی پانچواں حصہ، تیسرے میں بھی، چوتھے میں بھی، پانچویں میں بھی، یہ کل کتنا بن جائے گی؟ ایک رتی۔ یعنی ہر پانچ درہم سے ہمیں مزید کیا حاصل ہو رہی ہے؟ ایک رتی۔ تو دو سو کو ذرا پانچ سے، دو سو درہم ہیں، اس کو ذرا پانچ سے تقسیم کرو، کیا جواب آتا ہے؟ چالیس۔ چالیس اور رتیاں آ گئیں۔ وہ دو سو رتیوں کے ساتھ یہ چالیس رتی بھی ملا لو، کتنی رتی بن گئی؟ دو سو چالیس۔ دو سو چالیس رتی بن گئی۔ اس کے ہم نے ماشے بنانے ہیں بھئی۔ دو سو چالیس بھئی، کتنی رتی ہوتی ہے ایک ماشے میں؟ آٹھ۔ جی، آٹھ رتی ہو تو ایک ماشہ بنتا ہے۔ تو یہ دو سو چالیس کو آٹھ سے تقسیم کر دو، ماشے بن جائیں گے۔ دو سو چالیس کو آٹھ سے تقسیم کر دو، تیس۔ تیس ماشے ہمیں اور مل گئے، اور پہلے کتنے ماشے بنے تھے؟ چھ سو۔ چھ سو ماشے ہمارے پاس پہلے تھے، یاد ہیں بھئی کہ بھول گئے؟ چھ سو اور تیس کل کتنے ہو گئے؟ چھ سو تیس ماشے ہو گئے۔ اب اس کے ذرا تولے بناؤ مولانا! ایک تولے میں کتنے ماشے تھے؟ بارہ۔ بارہ ماشے تھے، اب اس چھ سو تیس کو ذرا بارہ سے تقسیم کر دو۔ ساڑھے باون تولے، بن گئے یا نہیں بن گئے بھئی؟ دو سو درہم کتنے تولے کے برابر ہے؟ ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر۔ اسی لیے ہمارے علماء، آپ سنتے رہتے ہیں کہ چاندی کم از کم کتنی ہو تو اس میں زکوۃ واجب ہے؟ ساڑھے باون تولے، کیونکہ یہ وہی دو سو درہم کا وزن بنتا ہے۔ سب کو بات سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں لَيْسَ فِيمَا دُونَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ، نہیں ہے دو سو درہم سے کم کے اندر زکوۃ۔ فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، جب دو سو درہم ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو اس میں پانچ دراہم ہیں۔ کتنے دراہم ہیں؟ پانچ۔ دو سو میں سے پانچ، یہ کتنا حصہ بنتا ہے؟ چالیسواں۔ مطلب سو میں اڑھائی درہم ہیں، سو میں اڑھائی درہم ہیں، اور چالیس میں ایک بن رہا ہے پورا بھئی۔ دو سو کے اندر کتنے چالیس درہم ہیں؟ پانچ ہیں۔ ہر چالیس میں ایک ایک درہم، سمجھ میں آیا؟ تو یہ دیکھا اڑھائی فیصد کے حساب سے، چالیسویں حصے کے اعتبار سے پانچ درہم ہی بنتے ہیں۔ تو فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، تو ان میں پانچ دراہم ہیں۔

وَلَا شَيْءَ فِي الزِّيَادَةِ، اور زائد کے اندر زکوۃ نہیں ہے، حَتَّى تَبْلُغَ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا، یہاں تک کہ کہاں تک پہنچ جائیں؟ چالیس درہم۔ بھئی دو سو ایک میں، دو سو کے اندر تو پانچ درہم ہیں، ایک کے اندر کچھ نہیں، دو کے اندر کچھ نہیں، دس کے اندر کچھ نہیں، بیس، تیس کے اندر کچھ نہیں، یہاں تک کہ کتنے ہو جائیں؟ چالیس۔ چالیس ہو جائیں گے تو پھر چالیسواں حصہ ایک درہم بنا، اب کتنے درہم دو سو چالیس میں ہو گئے؟ دو سو چالیس میں چھ درہم ہو گئے بھئی۔ یہ معنی ہے وَلَا شَيْءَ فِي الزِّيَادَةِ، زائد میں کچھ بھی نہیں ہے، حَتَّى تَبْلُغَ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا، یہاں تک کہ چالیس درہم تک پہنچ جائیں، فَيَكُونُ فِيهَا دِرْهَمٌ، تو اس میں ایک درہم ہو گا۔ ثُمَّ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، پھر ہر چالیس درہموں میں ایک درہم ہے، عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، یہ کس کے نزدیک ہے؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو سو درہم میں تو زکوۃ ہے، دو سو سے اوپر میں زکوۃ نہیں جب تک کہ وہ چالیس درہم تک نہ پہنچ جائیں، اور چالیس میں پھر ایک اور ہو جائے گا، پھر اسی طرح ہر چالیس میں ایک ایک درہم آتا جائے گا، اور اگر چالیس سے کچھ کم ہوئے تو ان میں زکوۃ نہیں۔

جی، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: مَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَزَكَاتُهُ بِحِسَابِهِ، جب کہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جو زائد ہو دو سو پر اس کی زکوۃ اسی کے حساب سے ہو گی۔ دو سو سے ایک درہم بھی اوپر ہے تو اس میں بھی چالیسواں حصہ، دو ہیں تو دو کا چالیسواں، ہر ایک میں، سارے میں زکوۃ آئے گی اس کے حساب سے یعنی چالیسویں حصے کے اعتبار سے۔

وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الْوَرِقِ الْفِضَّةَ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْفِضَّةِ، وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِ الْغِشَّ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْعُرُوضِ۔ وَرِقٌ کہتے ہیں چاندی کا ڈھلا ہوا سکہ۔ وَرِقٌ، را کے کسرہ کے ساتھ، یہ کسے کہتے ہیں؟ چاندی کا ڈھلا ہوا سکہ۔ یعنی جو سکہ چاندی سے بنایا گیا ہے، کیا اس کا حکم بھی چاندی والا ہے یا چاندی والا نہیں؟ ضابطہ آپ کتاب البیوع کے اندر پہلے بھی پڑھ چکے ہیں کہ اگر چاندی غالب ہے تو سارا کس کے حکم میں؟ چاندی کے۔ اور اگر کھوٹ غالب ہے تو سارا کس کے حکم میں؟ سامان کے حکم میں بھئی، اسی کھوٹ کے حکم میں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الْوَرِقِ الْفِضَّةَ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْفِضَّةِ، جب غالب ہو چاندی کے ڈھلے ہوئے سکے پر چاندی، جب چاندی غالب ہو، فَهُوَ فِي حُكْمِ الْفِضَّةِ، تو یہ کس کے حکم میں ہے سارا؟ چاندی کے حکم میں ہے۔ وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِ الْغِشَّ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْعُرُوضِ، اور جب اس پر کھوٹ غالب ہو تو وہ سامان کے حکم میں ہے، سمجھ میں آیا؟ سامان، اس میں پیتل ملا ہوا ہے تو سارا پیتل شمار کریں گے جس کے ساتھ چاندی بھی ہے۔ وَيُعْتَبَرُ أَنْ تَبْلُغَ قِيمَتُهَا نِصَابًا، اور اعتبار کیا جائے گا کہ پہنچ جائے اس کی قیمت نصاب کو۔

بھئی بتلایا کہ سکے پر اگر چاندی غالب ہے تو سارا کس کے حکم میں ہے؟ چاندی کے۔ مثلاً ایک سکہ ہے، اس میں پچھتر فیصد چاندی ہے اور پچیس فیصد تانبا ملایا گیا ہے بھئی، یا کوئی اور اس قسم کی چیز ملائی گئی ہے بھئی۔ تو غالب کیا چیز ہوئی؟ چاندی۔ لہٰذا سارے کو ہی کیا شمار کریں گے؟ چاندی ہی شمار کریں گے، اور جب یہ دو سو درہم تک اس کا وزن پہنچ جائے گا تو اس میں کیا آجائے گی؟ زکوٰۃ۔ اور اگر کھوٹ غالب ہوا، وہ جو دوسری دھات ساتھ ملائی ہے چاندی کے وہ نصف سے زیادہ وہ ہے اس سکے میں، تو پھر اب اس کا حکم وہ نہیں بلکہ اب یہ کس کے حکم میں ہے؟ سامان۔ اور اب اس کی قیمت لگائیں گے۔ کیا کریں گے؟ قیمت لگائیں گے۔ پہلے ہم وزن کر رہے تھے، اب کیا کریں گے؟ قیمت لگائیں گے۔ پہلے دو سو درہم وزن دیکھ رہے تھے اگرچہ کھوٹ بھی تھا لیکن چاندی غالب تھی۔ اب ہم کیا کریں گے؟ قیمت لگائیں گے۔ قیمت لگا کر دیکھیں گے ساڑھے باون تولے چاندی تک پہنچتی ہے یا نہیں۔ اگر ساڑھے باون تولے چاندی تک پہنچتی ہے تو زکوٰۃ آئے گی اس میں، اگر نہیں پہنچتی تو اس میں زکوٰۃ بھی نہیں۔

بَابُ زَكَاةِ الذَّهَبِ۔ یہ باب ہے سونے کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ لَيْسَ فِيمَا دُونَ عِشْرِينَ مِثْقَالًا مِنَ الذَّهَبِ صَدَقَةٌ، نہیں ہے بیس مثقال سے کم کے اندر سونے میں صَدَقَةٌ زکوٰۃ بھئی۔ بیس مثقال سے کم سونے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ دینار اور مثقال ایک وزن کا نام ہے۔ دینار اور مثقال، آپ دینار کہیں تو بھی اتنا ہی وزن، مثقال کہیں تو بھی اتنا ہی وزن۔ اور یہ درہم سے بڑا ہوتا ہے ساڑھے چار ماشے کا۔ دینار یا مثقال کتنے کا ہوتا ہے؟ ساڑھے چار ماشے کا۔ تو انہوں نے کہا بیس مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں، سونے کے اندر بیس مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں، یعنی بیس دینار سے کم میں زکوٰۃ نہیں، بیس دینار۔ اور ہر دینار کتنے کا ہے؟ ساڑھے چار ماشے کا۔

اچھا، اب ذرا حساب لگاؤ بھئی، تولے اس کے بھی ہم بنالیں۔ ایک دینار میں کتنے ماشے؟ ساڑھے چار ماشے۔ اچھا، ساڑھے چار ماشے۔ اب چار ماشے تو پورے ہیں، پہلے ان کا حساب کر لو۔ بیس دینار ہیں اور ہر دینار میں کتنے ماشے پورے پورے ہیں؟ چار۔ چار پورے پورے ماشے ہیں ہر دینار میں، تو چار کو ذرا بیس سے ضرب دو، اسی۔ یہ اسی ماشے آگئے آپ کے پاس۔ اچھا، اور ساتھ آدھا آدھا ماشہ اور بھی تو ہے، تو بیس دیناروں کے اندر آدھا آدھا ماشہ اور ملا لو بھئی، کتنے بن گئے؟ دس۔ اسی اور دس، نوے ماشے بن گئے کل۔ کل کتنے بن گئے؟ نوے ماشے۔ اب اس نوے ماشے کے ہم نے تولے بنانے ہیں۔ ایک تولے میں کتنے ماشے ہوتے ہیں؟ بارہ۔ تو اس نوے کو بارہ سے ذرا تقسیم کر دو۔ کتنا آیا؟ ساڑھے سات تولے آگیا۔ دیکھا، اسی لیے آپ جو پڑھتے ہیں ہمارے علماء نے لکھا ہوتا ہے آج کل کتابوں میں کہ کتنے میں ہے زکوٰۃ؟ ساڑھے سات تولے میں بھئی۔ کیونکہ اب تو درہم و دینار چلتے نہیں ہیں، تو انہوں نے اس کا وزن تولوں میں ذکر کر دیا۔ تو ساڑھے سات تولے ہو بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِينَ مِثْقَالًا، جب بیس مثقال ہو سونا، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، اور اس پر ایک پورا سال گزر جائے، فَفِيهَا نِصْفُ مِثْقَالٍ، تو اس کے اندر نصف مثقال دینا پڑے گا۔ بھئی بیس مثقال کل ہے، جی، اور بیس مثقال، تو اس کا چالیسواں حصہ کیا بنے گا؟ بھئی بیس پورے پورے مثقال ہیں، ہر مثقال کو آدھا آدھا کر دو، یہ کل کتنے بن گئے؟ چالیس، یعنی چالیس آدھے آدھے مثقال ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ دے دو، یعنی نصف مثقال دے دو۔ کتنا دے دو؟ نصف مثقال۔ یہی بات تو کر رہے ہیں، فَفِيهَا نِصْفُ مِثْقَالٍ، تو اس کے اندر نصف مثقال ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟

ثُمَّ فِي كُلِّ أَرْبَعَةِ مَثَاقِيلَ قِيرَاطَانِ، پھر ہر چار مثقالوں میں دو قیراط ہیں۔ قیراط جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ قیراط میں نے لکھوایا تھا آپ کو پہلے یا نہیں لکھوایا؟ یاد رکھنا، پانچ جو کے دانے ہوں تو یہ ایک قیراط بنتا ہے۔ پانچ جو کے دانے ہوں تو یہ ایک قیراط بنتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا، دینار جو ہے یعنی مثقال جو ہے، یہ برابر ہوتا ہے بیس قیراط کے۔ یہ برابر ہے بیس قیراط کے۔ دینار میں کتنے قیراط ہیں؟ بیس۔ مثقال میں کتنے قیراط ہیں؟ بیس۔ ساڑھے چار ماشے میں کتنے قیراط ہیں؟ بیس۔ کیونکہ یہ سارے دینار کا وزن ہے بھئی، مثقال بھی، ساڑھے چار ماشے بھی، تو ان سب میں کتنے قیراط؟ بیس قیراط۔ اور یہ بھی یاد رکھنا، درہم میں چودہ قیراط ہوتے ہیں بھئی۔ درہم میں چودہ قیراط ہوتے ہیں بھئی۔ بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

اچھا، کہتے ہیں ثُمَّ فِي كُلِّ أَرْبَعَةِ مَثَاقِيلَ قِيرَاطَانِ، پھر ہر چار مثقالوں کے اندر دو قیراط ہیں۔ کتنے مثقال؟ چار۔ ایک مثقال میں کتنے قیراط؟ بیس۔ اور مثقال کل کتنے ہیں؟ چار۔ تو بیس کو ذرا چار سے ضرب دو، کتنے قیراط ہوئے؟ اسی۔ اسی کا چالیسواں حصہ کتنے قیراط بنے گا؟ اسی میں کتنے چالیس ہیں؟ دو چالیس ہیں۔ ایک ایک چالیسواں حصہ نکال لو، ایک قیراط، دو قیراط۔ کتنے بن گئے کل اسی قیراط میں؟ دو قیراط آگئے۔ یہی بات تو کر رہے ہیں، اربع مثاقیل میں کتنے ہیں؟ قِيرَاطَانِ، دو قیراط۔ یہ بھی چالیسواں حصہ ہی ہوا بھئی۔

وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ أَرْبَعَةِ مَثَاقِيلَ صَدَقَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، اور چار مثقال سے کم کے اندر صدقہ یعنی زکوٰۃ نہیں ہے امام اعظم

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ بھئی ایک آدمی کے پاس بیس دینار تھے، بیس مثقال تھے، اس میں تو زکوٰۃ آئی، کتنی آئی؟ نصف مثقال۔ اکیس ہو گئے، کہتے ہیں یہ جو ایک زائد ہے امام صاحب فرماتے ہیں اس میں زکوٰۃ نہیں۔ بائیس میں بھی جو دو زائد ہیں ان میں زکوٰۃ نہیں۔ تئیس، یہ جو تین زائد ہوئے ان میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ یہاں تک کہ چار پورے ہو جائیں گے تو اس میں پھر دو قیراط آجائیں گے۔ تو چار مثقال، یہ جو بیس سے زائد چار مثقال ہیں، اس میں چار سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ وَقَالَا: مَا زَادَ عَلَى الْعِشْرِينَ فَزَكَاتُهُ بِحِسَابِهِ، جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ بیس سے جو زائد ہیں، اکیس ہو، بائیس ہو، تئیس ہو، ان میں بھی زکوٰۃ آئے گی، فَزَكَاتُهُ بِحِسَابِهِ، اس کی زکوٰۃ اس کے حساب سے یعنی چالیسواں حصہ نکال لیں گے۔

وَفِي تِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَحُلِيِّهِمَا وَالْآنِيَةِ مِنْهُمَا زَكَاةٌ۔ تِبْرٌ کہتے ہیں سونے یا چاندی کا بغیر ڈھلا ہوا ڈلا بھئی۔ سونے یا چاندی کی ایک صورت تو یہ ہے اس سے ہم دینار یا درہم بنا لیتے ہیں، یہ ڈھلا ہوا سکہ ہے۔ ایک بغیر ڈھلا ہوا ہو بھئی۔ سونے یا چاندی کا بغیر ڈھلا ہوا ڈلا یا ڈلی بھئی، یہ کیا کہلاتی ہے؟ تِبْرٌ کہلاتی ہے، تِبْرٌ۔ بھئی ان میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ سونے یا چاندی کے زیور ہیں ان میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ سونے یا چاندی کا کوئی برتن ہو اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں سب میں ہے، سونا یا چاندی جس شکل میں بھی آپ کے پاس ہو اس میں کیا آئے گی؟ زکوٰۃ۔ تو کہتے ہیں وَفِي تِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، سونے اور چاندی کی ڈلی میں، وَحُلِيِّهِمَا، اور ان کے زیورات میں، وَالْآنِيَةِ مِنْهُمَا، اور ان کے برتنوں میں زَكَاةٌ، کیا ہے؟ زکوٰۃ واجب ہے۔ یہاں تک بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

بَابُ زَكَاةِ الْعُرُوضِ۔ یہ باب ہے سامان کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ بھئی وہی سامان تجارت جس میں زکوٰۃ آتی ہے اس کا اب ذکر کر رہے ہیں۔ الزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ فِي عُرُوضِ التِّجَارَةِ كَائِنَةً مَا كَانَتْ، زکوٰۃ واجب ہے تجارت کے سامان میں كَائِنَةً مَا كَانَتْ جو کچھ بھی وہ ہو۔ مال تجارت جو کچھ بھی ہو بھئی، چاہے جانور ہیں، چاہے غلہ ہے، کوئی بھی چیز ہے اس کے اندر کیا ہو گا؟ زکوٰۃ۔ کب؟ إِذَا بَلَغَتْ قِيمَتُهَا نِصَابًا مِنَ الْوَرِقِ أَوِ الذَّهَبِ، جب کہ پہنچ جائے اس کی قیمت بھئی چاندی کے ڈھلے ہوئے سکے یعنی درہم أَوِ الذَّهَبِ یا سونے کے نصاب کو۔ وَرِقٌ وہی بھئی چاندی کا ڈھلا ہوا سکہ، درہم بھی کس سے بنا ہوتا ہے؟ چاندی سے ہی، تو درہم مراد ہے۔ جب اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے چاندی یا سونے میں سے۔ چاندی کا کتنا نصاب تھا؟ ساڑھے باون تولے۔ سونے کا کتنا نصاب تھا؟ ساڑھے سات تولے۔ تو جس تک بھی پہلے نصاب پہنچ جائے اس کی قیمت لگائیں گے۔ بھئی چاندی کس طرح ہے تولہ آج کل؟ ساڑھے تین سو روپے آج کل چاندی کا تولہ ہے بھئی، ساڑھے تین سو روپے آج کل چاندی کا تولہ بھئی۔

اچھا دیکھو، اب ذرا ہم حساب لگائیں بھئی۔ بھئی ایک آدمی کے پاس صرف چاندی ہے تو پھر کیا کریں گے؟ کب اس پر زکوٰۃ آئے گی؟ جب سال گزر جائے اور چاندی کم از کم کتنی ہو؟ ساڑھے باون تولے۔ سال کے شروع میں بھی ساڑھے باون تولے تھی، سال کے آخر میں بھی کم از کم کتنی ہے؟ ساڑھے باون تولے یا اس سے زائد ہے، تو چالیسواں حصہ دے۔ اور اگر صرف سونا ہے تو سال کے شروع میں بھی کم از کم کتنا ہو؟ ساڑھے سات تولے، پورا نصاب، اور سال کے آخر میں بھی پورا نصاب، تو اس میں سے چالیسواں حصہ دے گا۔ اب اگر ایک آدمی کے پاس صرف سونا ہے، ایک روپیہ نہیں ہے اس کے پاس، مال تجارت میں سے بھی کچھ نہیں ہے، چاندی میں سے بھی کچھ نہیں ہے، تو اب صرف سونے کے نصاب کا اعتبار ہو گا کہ سال کے آخر میں کم از کم کتنا ہو اس کے پاس؟ ساڑھے سات تولے، سال کے شروع میں بھی، سال کے آخر میں بھی۔ اگر سال کے آخر میں اس کے پاس سات تولے ہو اصرف، تو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ لیکن اگر اس کے ساتھ اس کے پاس ایک روپیہ بھی ہوا، اب قیمت لگالیں گے۔ اب دیکھیں گے چاندی کے نصاب یا سونے کے نصاب جس تک بھی پہلے بات پہنچ گئی تو نصاب پورا سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ آئے گی۔ اب آپ ایک روپیہ ساتھ ملائیں گے اور سونے کے اس سات تولے کی قیمت لگائیں گے تو وہ لازماً کیا ہو گا؟ چاندی سے مہنگا ہے سونا، تو ساڑھے باون تولے سے زیادہ ہی بن جائیں گے، تو پھر زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ دیکھو سات تولے اکیلے تھے تو ان میں زکوٰۃ نہیں تھی، لیکن ایک روپیہ ساتھ مل گیا تو اب کیا آگئی؟ اب زکوٰۃ آگئی۔

تو لوگ یوں کرتے ہیں عموماً بھئی سونا یا چاندی ہوتا ہے تو چاندی کو الگ ساڑھے باون تولے شمار کرتے ہیں، کہتے ہیں نہیں ہوئی پوری ساڑھے باون تولے، اس میں زکوٰۃ نہیں۔ سونے کا الگ کرتے ہیں بھئی ساڑھے سات تولے نہیں بنا ہمارے پاس سونا تو صرف چار تولے ہے۔ بھئی چار تولے پر تو زکوٰۃ اس صورت میں نہیں آتی تھی جب صرف کیا ہو آدمی کے پاس؟ سونا ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے بھئی کہ صرف سونا ہو، ایک روپیہ بھی نہیں ہے، چاندی بھی بالکل نہیں ہے، مال تجارت بھی نہیں ہے؟ کچھ نہ کچھ پیسے تو ضرور ہوتے ہیں ساتھ۔ تو جب کچھ پیسے ساتھ آگئے اب کیا کرنا پڑے گی؟ اب وزن کا اعتبار نہیں ساڑھے سات تولے، اب کیا کرنا پڑے گا؟ قیمت لگائیں گے اور پھر دیکھیں گے کتنی قیمت بن گئی، سونے کے نصاب کی قیمت بنتی ہے یا چاندی کے نصاب کی قیمت بنتی ہے، کسی ایک

نصاب کو پیسے پہنچ گئے تو معلوم ہوا نصاب پورا ہے، اب کیا دینا پڑے گی؟ زکوٰۃ۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

مثلاً دیکھو، ذرا دیکھیں آج کل چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے کتنے کے پڑتے ہیں بھئی؟ ساڑھے باون کو ضرب دیں تین سو پچاس سے بھئی، ساڑھے تین سو کا تولہ ہے۔ اٹھارہ ہزار تین سو پچھتر روپے۔ دیکھ لیا باقیوں نے بھی؟ اٹھارہ ہزار تین سو پچھتر روپے آج کل جس کے پاس ہوں گے سال کی ابتدا میں بھی اور سال کے آخر میں بھی، پورا سال گزر جائے، تو اس کو کیا دینا پڑے گی؟ زکوٰۃ دینی پڑے گی بھئی۔ اس سے کم ہے تو پھر زکوٰۃ نہیں ہے بھئی، زکوٰۃ نہیں۔

اب ایک آدمی کے پاس صرف سونا ہے، ایک روپیہ نہیں ہے اس کے پاس، مال تجارت بھی نہیں سال گزرا تو۔ سال کے شروع میں نصاب پورا تھا لیکن سال جب گزرا اب اس کے پاس صرف سات تولے سونا رہ گیا، ایک روپیہ اور نہیں، مال تجارت کچھ نہیں، چاندی کچھ نہیں۔ اب صرف سونے کا نصاب ہم نے پورا کرنا ہے، اور سونے کا نصاب تو کتنا تھا؟ ساڑھے سات تولے، اور اس کے پاس سات تولے ہے، نصاب پورا نہیں، لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگرچہ ان کی قیمت لگاؤ، آج کل کتنے کا ہے بھئی تولہ؟ بیس ہزار ہے بھئی تقریباً، بیس ہزار کا تولہ۔ تو سات کو ذرا بیس سے ضرب دو، ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کا یہ سونا ہے لیکن اس پر زکوٰۃ نہیں، کیونکہ اس کے پاس اور کوئی مال ہی نہیں۔ لیکن اس کے پاس فرض کرو ایک روپیہ اور تھا یا دس روپے اور تھے یا تھوڑی سی چاندی اور تھی، تو اب ان کی بھی قیمت لگائیں گے۔ فرض کرو سو روپے کی اور چاندی تھی، ایک لاکھ چالیس ہزار ایک سو روپیہ، اب قیمت لگائیں گے، اب نصاب وزن نہیں دیکھیں گے بھئی۔ اور اب دیکھتے ہیں ساڑھے سات تولے سونے تک تو اس کی قیمت نہیں پہنچ رہی، لیکن ساڑھے باون تولے چاندی تو کتنے کی تھی؟ اٹھارہ ہزار تین سو پچھتر کی، اور اس وقت اس کے پاس کتنا ہے؟ ایک لاکھ چالیس ہزار ایک سو، تو اب اس کو کیا کرنا پڑے گی؟ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

اچھا، سونے کی تو خیر چلو ضرورت نہیں، چاندی پہلے پوری ہو جاتی ہے تو بس جس کے پاس یاد رکھو اٹھارہ ہزار تین سو پچھتر روپے آج کل۔ یہ چاندی کی قیمت بدلتی ہے تو جس زمانے میں حساب لگا رہے ہیں اس وقت پتہ کرے آدمی اور قیمت لگائے اور پھر اس کے مطابق حساب کرے۔

تو کہتے ہیں جب پہنچ جائے اس کی قیمت نصاب کو مِنَ الْوَرِقِ أَوِ الذَّهَبِ، چاندی یا سونے سے، جس تک بھی پہنچ جائے۔ يُقَوَّمُهَا بِمَا هُوَ أَنْفَعُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ مِنْهُمَا، قیمت لگائے گا اس سامان کی اس چیز کے ساتھ جو زیادہ نفع والی ہے فقراء اور مساکین کے لیے ان دونوں میں سے یعنی سونے اور چاندی میں سے۔ بھئی دیکھو صاحب قدوری آپ کو بتلا رہے ہیں اگر کسی کے پاس تجارت کا سامان ہے تو اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ آئے گی یا نہیں آئے گی؟ زکوٰۃ آئے گی کہ جب اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہو، یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر اس کی قیمت بنتی ہو۔ اور نصاب کس کا پہلے پورا ہوتا ہے؟ چاندی سستی ہے، تو جس شخص کے پاس سال کے شروع میں مال تجارت اور اپنا سامان وغیرہ ملا کر کتنا تھا؟ مطلب انیس ہزار روپے کا تھا، اٹھارہ ہزار تین سو پچھتر یا اس سے زیادہ کا تھا، اور سال کے آخر میں بھی ہے، تو اس پر کیا آ جائے گی؟ زکوٰۃ آ جائے گی۔

تو لہٰذا اس چیز کے ساتھ قیمت لگائیں گے جس میں فقیروں کا، مساکین کا زیادہ فائدہ ہو۔ سونے کے ساتھ نہیں لگانی بھئی۔ ہاں اگر سونا چاندی سے سستا ہو جائے پھر سونے کے ساتھ لگائیں گے، جس میں فقراء کا زیادہ نفع ہو۔ کیونکہ اب اگر ہم سونے کے ذریعے لگائیں گے تو سونے کے اندر تو، سونا کتنے کا ہے تولہ؟ بیس ہزار۔ تو ساڑھے سات تولے کتنا مال ہونا چاہیے کم از کم؟ کتنا بنا ساڑھے سات تولے؟ ایک لاکھ پچاس ہزار۔ تو ایک لاکھ پچاس ہزار کا مال ہو گا تو زکوٰۃ دینی پڑے گی، ورنہ اس سے کم زکوٰۃ نہیں۔ لیکن اگر چاندی کا حساب لگاؤ پھر کتنے میں آ جائے گی زکوٰۃ؟ اٹھارہ ہزار تین سو پچھتر میں ہی آج کل آ جائے گی بھئی۔ تو نفع کس میں ہے فقراء کا؟ چاندی والے میں۔ اس کے اندر تو ہو سکتا ہے اس کے پاس ساٹھ ہزار ہو، ہو سکتا ہے اسی ہزار ہو، نوے ہزار ہو، نصاب ہی پورا نہیں ہو رہا تو فقیر بیچارے تو ویسے ہی رہ گئے۔ ہاں چاندی میں کیا ہے ان کا فائدہ ہے، نصاب جلدی پورا ہوا اور زکوٰۃ واجب ہو گئی، اب زکوٰۃ دیں گے فقیروں کا کیا ہو جائے گا؟ فائدہ ہو جائے گا۔ یہ معنی ہے تو قیمت لگائیں گے يُقَوَّمُهَا، یہ ہا ضمیر راجع ہے سامان کو، عُرُوض کو۔ قیمت لگائے گا اس سامان کی بِمَا اس چیز کے ساتھ جو زیادہ نفع والی ہو فقراء اور مساکین کے لیے مِنْهُمَا اس سونے یا چاندی میں سے، اس کے ساتھ بھئی، سونے یا چاندی میں سے جس میں زیادہ فائدہ ہو بھئی۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُقَوَّمُ بِمَا اشْتَرَاهُ بِهِ، فَإِنِ اشْتَرَاهُ بِغَيْرِ الثَّمَنِ يُقَوَّمُ بِالنَّقْدِ الْغَالِبِ فِي الْمِصْرِ۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیمت لگائے گا اسی چیز سے جس کے ذریعے اس نے خریدا ہے وہ سامان۔ بھئی سامان ہے اس کے پاس، چاندی کا حساب لگائیں تو کتنے میں آ جاتی ہے زکوٰۃ؟ مطلب آج کل اٹھارہ ہزار تین سو پچھتر بن رہے ہیں، اور سونے کے ساتھ لگائیں تو ڈیڑھ لاکھ بنتا ہے۔ تو کہتے ہیں، اوپر مسئلہ تو بتلا دیا جس میں فقراء کا زیادہ نفع ہو بھئی، لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس چیز کے بدلے مال خریدا ہے اسی کے ساتھ قیمت لگائیں گے۔ سونے کے بدلے خریدا ہے تو سونے کے نصاب کا اعتبار کریں گے، درہموں کے ذریعے خریدا ہے تو کس کا اعتبار کریں گے؟ چاندی کے نصاب کا اعتبار کریں گے۔

توکہتے ہیں وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُقَوِّمُ بِمَا اشْتَرَاهُ بِهِ، کہ قیمت لگائے گا وہ اس چیز کے ساتھ جس کے ذریعے اس نے خریدا ہے۔ فَإِنِ اشْتَرَاهُ بِغَيْرِ الثَّمَنِ، اگر اس نے ثمن کے بغیر خریدا ہے، یعنی درہم یا دینار کے بدلے نہیں خریدا بلکہ سامان دے کر سامان خریدا تھا، اب کیا کریں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اب شہر کی جو غالب نقدی ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ شہر میں کئی کرنسیاں چلتی ہیں مولانا، تو جو زیادہ چلنے والی کرنسی ہے اس کے ساتھ کیا کرلیں گے؟ اس کا اعتبار، اس کے ذریعے دیکھیں گے کہ یہ قیمت نصاب تک پہنچتی ہے یا نہیں بھئی۔ تو اگر اس نے خریدا ہے اس کو ثمن کے علاوہ کے بدلے میں تو قیمت لگائے گا جو غالب نقدی ہوگی شہر کے اندر۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: بِغَالِبِ النَّقْدِ فِي الْمِصْرِ عَلَى كُلِّ حَالٍ۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غالب نقدی کے ساتھ ہی حساب لگایا جائے گا، وہ جو غالب نقدی ہے شہر کے اندر، عَلَى كُلِّ حَالٍ ہر حال میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی شہر میں درہم زیادہ چلتے ہیں یا دینار زیادہ چلتے ہیں، جو غالب ہے اس کے ساتھ اعتبار کرلیں گے۔ کون فرمارہے تھے؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ، اگر سامان اس نے مثلاً گندم دے کر خریدا ہے، تجارت کا سامان کس کے بدلے خریدا ہے؟ گندم کے۔ تو اب کیا کریں گے بھئی؟ پہلے تو وہ کہہ رہے تھے جس کے بدلے خریدا ہو، درہموں کے بدلے خریدا ہو تو چاندی کے نصاب کا اعتبار کریں گے، سونے کے یعنی دیناروں کے بدلے خریدا ہو تو کس کے نصاب کا اعتبار کریں گے؟ سونے کے نصاب کا۔ لیکن اگر کسی نے نہ سونے کے ذریعے یعنی نہ درہم کے ذریعے خریدا ہے نہ دینار کے ذریعے بلکہ گندم دے کر چیز خریدی ہے، تجارت کا مال خریدا ہے یا اور کوئی چیز دے کر، وہاں کیا کریں؟ کہتے ہیں پھر شہر کی غالب نقدی کا اعتبار ہوگا، درہم زیادہ چلتے ہیں تو درہموں کا اعتبار کرلیں گے، دینار زیادہ چلتے ہیں تو دینار۔ جب کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں شہر کی غالب نقدی ہی کا لحاظ رکھا جائے گا، یہ نہیں دیکھیں گے اس نے کس چیز کے بدلے خریدا ہے، بلکہ جو شہر میں درہم زیادہ چلتے ہیں تو اس کا اعتبار کرلیں گے، دینار زیادہ چلتے ہیں تو اس کے نصاب کا اعتبار کریں گے۔

وَإِذَا كَانَ النِّصَابُ كَامِلًا فِي طَرَفَيِ الْحَوْلِ فَنُقْصَانُهُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ لَا يُسْقِطُ الزَّكَاةَ۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا، سال کے شروع میں بھی نصاب پورا، سال کے آخر میں بھی نصاب پورا ہے، لیکن درمیان میں کچھ عرصہ مال کم ہوگیا تھا، سارا

ختم نہیں ہوا تھا۔ اگر سارا ختم ہوگیا تو میں نے آپ کو بتلایا تھا پھر نئے سرے سے سال شروع ہوگا۔ مثلاً آپ زکوۃ دیتے ہیں جنوری میں، جنوری کے اندر آپ کے پاس نصاب کے بقدر مال تھا۔ اگلی جنوری، یکم جنوری جب آئی بھئی، یکم جنوری سے شروع کرتے ہیں، اگلے سال یکم جنوری جب آئی اب بھی آپ کے پاس نصاب پورا تھا، لیکن سال کے درمیان میں جون میں مثلاً فرض کرو آپ کے پاس نصاب سے کم ہوگئے تھے پیسے، کہتے ہیں نہیں، سال کے بیچ میں اگر کم بھی ہوجائیں لیکن پورے ختم نہ ہوں، تو پھر بھی جب سال کے اول اور آخر میں نصاب پورا ہے تو زکوۃ دینی پڑے گی اور زکوۃ ساقط نہیں ہوگی بھئی۔

لیکن اگر سارا مال ختم ہوا، فرض کرو اس کے پاس یکم جنوری کو نصاب کے بقدر مال ہے، اور جوں جوں آگے مہینے چل رہے ہیں اس کا مال بڑھتا جارہا ہے، بڑھتا جارہا ہے، یہاں تک کہ نومبر کا مہینہ آیا بھئی، ایک ڈیڑھ ماہ رہ گیا ہے اب اس پر زکوۃ کا سال پورا ہونے والا ہے، نومبر کے اندر اس کا سارا مال ختم ہوگیا۔ سارا مال ختم ہوگیا، اب اس کے پاس پھر دسمبر کے اندر مال آگیا نصاب کے بقدر، آپ کیا کہیں گے؟ اب یکم جنوری کو اس پر زکوۃ آئے گی؟ نہیں، اب نہیں، کیونکہ سارا مال ختم ہوگیا تھا۔ اب پھر جس تاریخ کو اس کو، دسمبر کی جس تاریخ کو نصاب سے زیادہ مال ہوا اس کے پاس اس دن سے شروع ہوجائے گا نیا سال بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً پندرہ دسمبر کو اس کے پاس پھر نصاب پورا ہوگیا تھا تو پندرہ دسمبر سے اب سال شروع ہوجائے گا اور اگلے سال پندرہ دسمبر کو کیا کرنا پڑے گی اسے؟ زکوۃ دینی پڑے گی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

یہ معنی ہے وَإِذَا كَانَ النِّصَابُ كَامِلًا فِي طَرَفَيِ الْحَوْلِ، اور جب نصاب کامل تھا سال کی دونوں طرفوں میں۔ اصل میں تھا فِي طَرَفَيْنِ الْحَوْلِ، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، تو اب یا پر کسرہ پڑھیں گے بھئی، حرکت دیں گے ملانے کے لیے: فِي طَرَفَيِ الْحَوْلِ۔ جب نصاب پورا ہو سال کی دونوں طرفوں میں، فَنُقْصَانُهُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ، تو پس اس نصاب میں کمی ہوجانا فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ کس میں؟ سال کے درمیان میں، سال کے بیچ میں، لَا يُسْقِطُ الزَّكَاةَ، یہ زکوۃ کو ساقط نہیں کرتا۔

وَيُضَمُّ قِيمَةُ الْعُرُوضِ إِلَى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، اور ملایا جائے گا بھئی سامان کی قیمت کو سونے اور چاندی کے ساتھ۔ میں نے بتلایا تھا یا نہیں بھئی؟ زکوۃ کن کن چیزوں پر آتی ہے؟ سونا، چاندی، کرنسی اور مال تجارت، ان سب کو آپس میں ملائیں گے بھئی۔ اسی لیے کہہ رہے ہیں وَيُضَمُّ قِيمَةُ الْعُرُوضِ إِلَى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، ملائی جائے گی سامان کی قیمت سونے اور چاندی کے ساتھ۔ وَكَذَلِكَ يُضَمُّ الذَّهَبُ إِلَى الْفِضَّةِ بِالْقِيمَةِ حَتَّى يَتِمَّ النِّصَابُ

عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، اور اسی طرح ملایا جائے گا سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے یہاں تک کہ پورا ہو جائے نصاب امام صاحب کے نزدیک۔

سونا اور چاندی دو چیزیں ہیں ایک آدمی کے پاس، تو اب پھر وہی مولانا جب دو چیزیں آ گئیں تو اب قیمت لگانا پڑے گی۔ قیمت لگا کے دیکھو کہ ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے میں سے کسی کا بھی نصاب پورا ہو رہا ہے یا نہیں، کسی کا بھی نصاب پورا ہو جائے تو کیا کرنا پڑے گی؟ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ یہ امام صاحب فرماتے ہیں۔ وَقَالَا، اور صاحبین فرماتے ہیں لَا يُضَمُّ الذَّهَبُ إِلَى الْفِضَّةِ بِالْقِيمَةِ، کہ سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے نہیں ملایا جائے گا، وَيُضَمُّ بِالْأَجْزَاءِ، بلکہ ملایا جائے گا اجزاء کے اعتبار سے۔

بھئی ایک آدمی کے پاس صرف سونا اور صرف چاندی ہے، امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ دونوں کو ملاؤ اور دونوں کی قیمت لگاؤ اور پھر دیکھو ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر قیمت بنتی ہے یا نہیں بنتی۔ کسی ایک کے برابر بھی بن جائے تو کیا دینا پڑے گی؟ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں، صرف سونا اور صرف چاندی ہے تو اب قیمت کو نہیں دیکھیں گے۔ سونے اور چاندی میں ہم وزن کو دیکھتے تھے، چاندی میں کتنا وزن ہوتا تھا؟ ساڑھے باون تولے۔ سونے میں کتنا وزن تھا؟ ساڑھے سات تولے۔ کہتے ہیں اجزاء کے اعتبار سے دیکھیں گے۔ اجزاء کے اعتبار سے اگر نصاب پورا ہوتا ہے تو ٹھیک، اگر اجزاء کے اعتبار سے نصاب پورا نہیں ہوتا تو زکوٰۃ نہیں آئے گی بھئی۔

مثلاً دیکھو نصف نصاب ہے چاندی کا اور نصف نصاب ہے سونے کا ایک آدمی کے پاس، تو صاحبین فرماتے ہیں اجزاء کے اعتبار سے ہم ان کو ملائیں گے۔ چاندی کے دو سو درہم کے بجائے کتنے ہیں اس کے پاس؟ سو درہم۔ اور سونے میں کتنے دینار ہیں بھئی؟ بیس۔ بیس کے بجائے کتنے ہیں اس کے پاس؟ دس۔ تو آدھا نصاب ادھر سے پورا، آدھا ادھر سے پورا، آدھا اور آدھا کتنا ہو گیا؟ پورا نصاب بن گیا، زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

یا چاندی کے نصاب کا چوتھا حصہ ہے اور سونے کے نصاب کا بھی چوتھا حصہ ہے۔ بھئی چاندی کا نصاب کتنے درہم تھا؟ دو سو درہم۔ دو سو کا چوتھا حصہ نکالو، پچاس۔ ایک آدمی کے پاس پچاس درہم ہیں، اور سونے کا بھی چوتھا حصہ نکالو۔ سونا کتنے مثقال میں تھا؟ بیس دینار میں۔ بیس دینار تھا اس کا نصاب، اس کا چوتھا حصہ نکالو، پانچ۔ اچھا، تو معلوم ہوا ایک آدمی کے پاس پچاس درہم ہیں اور پانچ دینار ہیں، اور سال گزر گیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں قیمت لگاؤ دونوں کی، دونوں کی قیمت لگاؤ۔ اگر ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے میں سے کسی طرف بھی ان کی قیمت پہنچ جائے تو کیا آئے گی؟ زکوٰۃ۔ اور لازمی بات ہے سونا مہنگا ہے، آج کل آپ قیمت لگائیں گے تو یہ ضرور اٹھارہ ہزار سے اوپر ہی جائے گا کافی زیادہ بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو امام صاحب کے نزدیک اس میں زکوٰۃ آ جائے گی۔

جب کہ صاحبین نے تو کیا فرمایا تھا؟ قیمت کو نہیں دیکھنا بلکہ کس کو دیکھنا ہے؟ اجزاء کو۔ اور اجزاء کے اعتبار سے تو نصاب نہیں پورا۔ ایک طرف نصاب کا چوتھا حصہ ہے، دوسری طرف بھی نصاب کا چوتھا حصہ ہے، چوتھا اور چوتھا حصہ ملائے تو نصف نصاب ہوا، پورا نصاب نہیں، لہٰذا اس میں زکوٰۃ نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ یہ وہ صورت ہے جب صرف سونا اور چاندی ہوں اور کرنسی، سامان تجارت کچھ بھی نہ ہو۔

تو کہتے ہیں وَكَذَلِكَ يُضَمُّ الذَّهَبُ إِلَى الْفِضَّةِ بِالْقِيمَةِ، اسی طرح ملایا جائے گا سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے یہاں تک کہ پورا ہو جائے نصاب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں ملایا جائے گا سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے بلکہ ملایا جائے گا اجزاء کے اعتبار سے۔

بَابُ زَكَاةِ الزُّرُوعِ وَالثِّمَارِ۔ یہ باب ہے مولانا زُرُوع اور ثِمَار بھئی، کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ کھیتیاں اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بیان میں۔ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: فِي قَلِيلِ مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ وَكَثِيرِهِ الْعُشْرُ وَاجِبٌ، سَوَاءٌ سُقِيَ سَيْحًا أَوْ سَقَتْهُ السَّمَاءُ، إِلَّا الْحَطَبَ وَالْقَصَبَ وَالْحَشِيشَ۔

بھئی پہلے ایک بات یاد رکھیں، زمینیں دو قسم پر ہیں: کچھ عشری ہیں، کچھ خراجی ہیں۔ عشری زمین اسے کہتے ہیں کہ مثلاً مسلمانوں نے کسی علاقے پر حملہ کیا، جہاد کرتے ہوئے پہنچے اور اس علاقے کو، اس شہر کو فتح کر لیا، اور مسلمانوں کے بادشاہ نے اس علاقے کے لوگوں سے ساری زمینیں لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ کافروں سے ساری زمینیں لے کر کس میں تقسیم کر دیں؟ مسلمانوں میں۔ تو یہ عشری زمین کہلائے گی، عشری زمین۔ یا اسی طرح وہ لوگ سارے مسلمان

ہو گئے تو اب بھی یہ ساری زمین کیا کہلائے گی؟ عشری۔ لیکن اگر زمین ان سے لی نہیں گئی بلکہ زمینیں انہی کے پاس چھوڑ دی گئیں، تو اب ان سے ٹیکس لیا جاتا ہے بھئی۔ کیا لیا جاتا ہے؟ ٹیکس۔ کافر ہے، کافر کی زمین ہے تو اس سے ٹیکس سالانہ لیا جاتا ہے جسے خراج کہا جاتا ہے بھئی۔

میں نے آپ کو بتلایا کہ مسلمان اگر کہیں جہاد کرتے ہیں، کسی شہر پر حملہ کرتے ہیں اور اس پر قبضہ کر لیتے ہیں، اور مسلمانوں کا بادشاہ ان لوگوں سے زمین لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا ہے تو یہ عشری زمین کہلائے گی۔ کیا کہلائے گی؟ عشری زمین، جس میں سے عشر دینا ہو گا بھئی۔ اور اسی طرح اگر وہ تمام لوگ کیا ہو گئے؟ مسلمان ہو گئے اور ان کی زمینیں انہی کے پاس ہیں، تو یہ زمین بھی کیا کہلاتی ہے؟ عشری، اس میں کیا دینا پڑتا ہے؟ عشر دینا پڑتا ہے۔

اور اگر بھئی ان لوگوں سے ان کی زمینیں مسلمانوں کے بادشاہ نے نہیں لیں بلکہ انہی کے پاس رہنے دیں، اور ان سے اب پیداوار پر ٹیکس لیا جاتا ہے، زمین پر ٹیکس لیا جاتا ہے سالانہ، تو یہ زمین خراجی کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ خراجی۔ تو خراج وہ ٹیکس ہے جو کافر سے، ذمی سے اس کی زمین پر سال میں لیا جاتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ خراج ٹیکس ہے بھئی، تو یہ زمین خراجی کہلاتی ہے، خراجی۔ اور یہ مختلف ہوتا ہے، آگے تفصیل آ جائے گی بھئی قدوری کے اندر آخر میں کہ خراج زمین کی پیداوار جس قسم کی ہو اس کے مطابق ہوتا ہے۔ پیداوار ادنیٰ درجے کی ہے، معمولی چیزیں اس میں کاشت کرتا ہے تو پھر اس کے اندر خراج بھی تھوڑا ہو گا، اور اگر اعلیٰ چیزیں اس میں کاشت کرتا ہے، مہنگی چیزیں، تو پھر اسی کے مطابق اس میں خراج بھی زیادہ ہو گا بھئی۔ خراج زیادہ ہو گا۔ یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی؟ عشری زمین اور خراجی زمین کا پتہ لگ گیا؟

اور یاد رکھیے، عشری زمین میں عشر آئے گا، عشر دسواں حصہ، یعنی پیداوار کا دسواں حصہ دینا پڑے گا۔ اور خراجی زمین میں عشر نہیں آئے گا بلکہ وہاں صرف خراج آئے گا۔ اب جب ایک دفعہ زمین خراجی ہو گئی، اس کے بعد کسی مسلمان نے کافر سے خرید لی، پھر بھی یہ خراجی ہی رہے گی، اب عشری نہیں بنے گی بھئی، اس سے بھی کیا لیا جائے گا؟ وہی خراج ہی لیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ جی۔ اور اگر ایک زمین عشری تھی، اس کو کسی کافر نے خرید لیا، اب وہ عشری نہیں رہے گی بلکہ خراجی بن جائے گی۔ کیا بن جائے گی؟ خراجی۔ خراجی کو مسلمان خریدے گا تو عشری نہیں بنے گی، لیکن عشری کو کافر خریدے گا تو کیا بن جائے گی؟ خراجی۔ اور ایک دفعہ کافر کے پاس چلی گئی تو خراجی بن گئی، اب کوئی اور مسلمان بھی اسے دوبارہ خریدے گا تو دوبارہ عشری نہیں بنے گی بلکہ خراجی رہے گی۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ، يَرْحَمُكَ اللَّهُ، يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.

تو ایک مرتبہ جب زمین خراجی بن گئی تو اب اس کے بعد دوبارہ عشری نہیں بنے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور عشر اور خراج کبھی جمع نہیں ہوتے بھئی، عشر اور خراج۔ وجہ یہ کہ عشر جو دیا جاتا ہے وہ زکوۃ کی طرح ہے بطور عبادت کے۔ کس طور پر دیا جاتا ہے؟ بطور عبادت کے دیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے بھئی جیسے زکوۃ اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہے۔ تو یہ عشر بھی بطور عبادت ہے۔ اور خراج جو ٹیکس لیا جا رہا ہے وہ بطور سزا کے ہے۔ تو عبادت اور سزا جمع نہیں ہو سکتے بھئی، یا عبادت ہو گی یا اس میں وہ ٹیکس، تو عشر آئے گا یا پھر خراج آئے گا بھئی۔

تو اب دیکھیے بھئی: قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِي قَلِيلِ مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ وَكَثِيرِهِ الْعُشْرُ وَاجِبٌ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس تھوڑے کے اندر أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ جسے زمین نے اگایا ہے، جسے زمین نے نکالا ہے یعنی جو زمین سے پیدا ہوا ہے، اس کے تھوڑے میں وَكَثِيرِهِ اور زیادہ میں الْعُشْرُ وَاجِبٌ، اس کے اندر عشر واجب ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ زمین کی جو بھی پیداوار ہو گی چاہے تھوڑی ہو چاہے زیادہ ہو، اس میں دسواں حصہ دینا پڑے گا، یہ واجب ہے۔ مثلاً اگر ایک ہزار من گندم ہوئی ہے تو اس کا دسواں حصہ دینا پڑے گا بھئی، یہ کتنا بنے گا؟ ایک ہزار کا دسواں حصہ سو من، کتنا؟ سو من۔ اور چاہے تھوڑی سی پیداوار کیوں نہ ہو، ساری فصل خراب ہو گئی، صرف دس سیر گندم نکلی، اس میں سے بھی کتنا دینا پڑے گا؟ ایک سیر، دسواں حصہ دینا پڑے گا۔ ضابطہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟ جی، کہ تھوڑی ہو پیداوار یا زیادہ، کوئی فرق نہیں، دسواں حصہ دینا پڑے گا۔

سَوَاءٌ سُقِيَ سَيْحًا، برابر ہے کہ اس کو سیر اب کیا گیا ہو، سَيْحًا کہتے ہیں بہتے پانی کو، چاہے اس کو بہتے پانی سے سیر اب کیا گیا ہو، أَوْ سَقَتْهُ السَّمَاءُ، یا اسے بارش نے سیر اب کیا ہو۔ سَمَاءٌ سے مراد بارش ہے کیونکہ بارش بھی آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے، اترتی ہے بھئی۔ سَمَاءٌ سے کیا مراد ہے؟ بارش، کیونکہ آسمان سے اترتی ہے بارش یعنی اوپر سے نازل ہوتی ہے تو اس کو سَمَاءٌ کہہ دیا۔ یا اسے بارش نے سیر اب کیا ہو بھئی۔ تو ہر پیداوار کے اندر عشر واجب ہے چاہے وہ بہتے پانی سے سیر اب ہوئی ہے وہ فصل وزمین یا اسے بارش کا پانی ملا ہے، إِلَّا الْحَطَبَ وَالْقَصَبَ وَالْحَشِيشَ، مگر لکڑی کے اندر، بانس کے اندر اور گھاس کے اندر بھئی، ان کے اندر عشر نہیں ہے بھئی۔ لکڑی کے اندر، بھئی لکڑی بھی زمین سے پیدا ہوئی ہے یا نہیں ہوئی پیدا بھئی؟ ہوئی ہے، لیکن

اس میں عشر نہیں ہے۔ قَصَبٌ کہتے ہیں یہ بانس وغیرہ بھئی، بانس بھئی، ان کے اندر بھی عشر نہیں۔ حَشِیشٌ کہتے ہیں گھاس کو بھئی، اس کے اندر بھی عشر نہیں بھئی۔ تو یہ امام صاحب فرمارہے ہیں۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں لَا يَجِبُ الْعُشْرُ، کہ عشر واجب نہیں ہو گا، إِلَّا فِيمَا لَهُ ثَمَرَةٌ بَاقِيَةٌ، مگر اس کے اندر کہ جس کے پھل باقی رہنے والے ہوں، یعنی وہ ایسی پیداوار ہو جو سال بھر تک باقی رہنے والی ہو۔ پیداوار کس قسم کی ہونی چاہیے؟ وہ پھل، غلہ وغیرہ جو بھی چیز زمین سے اگی ہے اس میں عشر نہیں ہو گا جب تک اس میں یہ شرط نہ پائی جائے۔ کیا شرط نہ پائی جائے؟ کہ وہ باقی رہنے والی ہو ایک سال تک۔ معلوم ہوا عام سبزی کے اندر جو سال تک باقی نہیں رہتی اس میں عشر نہیں ہے۔ مثلاً آپ بتایئے بھئی کسی شخص نے اپنی زمین میں ٹماٹر لگائے بھئی، عشر ہو گا یا نہیں صاحبین کے قول پر؟ نہیں ہو گا۔ ٹماٹر آپ سارے سٹور کر لیں، گودام کو بھر لیں بھئی، یہ تو ہفتے بعد ہی سارے گل جائیں گے بھئی۔ تو وہ کم از کم کتنے عرصے تک باقی رہنے والی چیز ہو؟ سال تک باقی رہنے والی ہو۔ تو اب آپ خود دیکھ لیں کون سی سبزی یا کون سی ایسی چیز ہے جو سال تک باقی رہے گی۔ یہ صاحبین فرمارہے ہیں۔

دوسری شرط بھئی، ایک تو پھل کیا ہو اس کا باقی رہنے والا ہو، إِذَا بَلَغَتْ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ، جب وہ کہاں تک پہنچ جائے؟ پانچ وسق تک پہنچ جائے۔ بھئی یہ ایک پیمانہ ہے پیمانہ، جیسے سیر ہے، من ہے، یہ پیمانے ہیں، اسی طرح وسق بھی کیا ہے؟ پیمانہ۔ کتنا ہے؟ خود بتلا رہے ہیں: وَالْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا بِصَاعِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اور وسق جو ہے وہ ساٹھ صاع ہیں حضور علیہ السلام کے بھئی جو صاع تھے۔ ساٹھ صاع ہوں تو یہ بنتا ہے ایک وسق بھئی۔ کتنا بنتا ہے؟ ایک وسق۔ اور یاد رکھنا ایک صاع دو سو ستر تولے کا ہے۔ ایک صاع کتنا ہے؟ دو سو ستر تولے۔ اچھا اور یاد رکھنا سیر میں اسی تولے ہوتے ہیں۔ ایک سیر جو آپ سنتے رہتے ہیں، ایک تو لفظ کلو سنتے ہیں بھئی، کلو سیر سے زیادہ ہوتا ہے، سیر ذرا تھوڑا سا چھوٹا ہے۔ کتنے تولے کا ہوتا ہے؟ اسی تولے کا ایک سیر ہوتا ہے۔

تو صاع کتنا ہوا؟ دو سو ستر تولے۔ آپ اس کا حساب لگائیں بھئی۔ اسی ہے نا، اسی کو دو سے ضرب دیں کتنا ہوا؟ ایک سو ساٹھ۔ اسی کو تین سے ضرب دیں، دو سو چالیس۔ معلوم ہوا تین سیر اور تیس تولے اور ہے بھئی۔ دو سو ستر تولے ہے نا، تو کتنے رہ گئے باقی؟ تیس تولے۔ تین سیر اور تیس تولے۔ اب ان تیس تولوں کے بھی ذرا پاؤ وغیرہ بناؤ۔ اسی تولے کا سیر ہے تو پاؤ کتنے کا ہوا؟ بیس تولے کا۔ اور اب کتنے ہیں آپ کے پاس؟ تیس تولے، معلوم ہوا ڈیڑھ پاؤ۔ تین سیر ڈیڑھ پاؤ یعنی تین سیر چھ چھٹانک، یہ کس کا وزن ہے؟ صاع کا۔ کس کا ہے؟ صاع کا۔ ایک صاع معلوم ہوا تین سیر چھ چھٹانک کا ہے بھئی۔ لکھ لیا آپ نے؟ تین سیر چھ چھٹانک، یا ڈیڑھ پاؤ لکھ لیں یا چھ چھٹانک، ایک ہی بات ہے۔

اب ساٹھ صاع ہوں تو ایک وسق بنتا ہے۔ اس کو ذرا ساٹھ سے ضرب دیں بھئی۔ تین سیر کو ساٹھ سے ضرب دیں کتنے سیر ہو گئے؟ ایک سو اسی سیر۔ یہ لکھو ایک طرف بھئی، ایک سو اسی سیر، ابھی حساب لگانا ہے کتنے من بنتا ہے یہ بھئی۔ ایک سو اسی سیر، اور ڈیڑھ پاؤ بھی تو ہے، اس کو بھی ساٹھ سے ضرب دینی ہے۔ ڈیڑھ پاؤ کو ساٹھ سے ضرب دو، کتنا بنے گا؟ بھئی پہلے پاؤ پورے کر لو۔ ساٹھ صاع ہیں نا، ہر ایک میں ایک ایک پاؤ ہمیں آرہا ہے، کتنے پاؤ ہو گئے؟ ساٹھ پاؤ۔ اور سارے ساٹھ کے اندر آدھا آدھا پاؤ بھی کر لو، آدھا آدھا پاؤ ساٹھ دفعہ ہو تو کتنے پاؤ بنتا ہے؟ تیس پاؤ۔ ساٹھ اور تیس کتنے ہو گئے؟ نوے۔ نوے پاؤ ہے بھئی، نوے پاؤ۔ اور ادھر سیر کتنے بنے ہیں؟ ایک سو اسی۔ ایک سو اسی سیر، نوے پاؤ۔ اب اس نوے پاؤ کے بھی ذرا سیر بنالو، چار سے تقسیم کر دو۔ کتنا بنا؟ چار سے تقسیم کرو، چار سے۔ بائیس اعشاریہ پانچ سیر یعنی ساڑھے بائیس سیر۔ ایک سو اسی اور ساڑھے بائیس سیر، دو سو دو اعشاریہ پانچ سیر یعنی دو سو سیر اور ڈھائی سیر۔ اچھا اس کے ذرا من بناؤ، من میں کتنے سیر ہوتے ہیں؟ من میں چالیس سیر ہوتے ہیں، یہ دو سو کو ذرا چالیس سے تقسیم کرو کتنے من بنے؟ پانچ من اڑھائی سیر، یہ نکل آیا وسق بھئی۔ کیا نکل آیا؟ وسق۔ کتنا نکلا وسق بھئی؟ پانچ من اڑھائی سیر۔

اور صاحبین فرمارہے ہیں کم از کم کتنے وسق ہونے چاہئیں؟ پانچ، إِذَا بَلَغَتْ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ، جب کہاں تک پہنچ جائے؟ پانچ وسق تک۔ تو اس پانچ من اڑھائی سیر، پانچ من کو ذرا پانچ سے ضرب دو کتنے بن گئے؟ پچیس من۔ پچیس من اور اڑھائی کو ذرا ضرب دو پانچ سے، ساڑھے بارہ۔ کتنے بن گئے؟ ساڑھے بارہ۔ تو معلوم ہوا پچیس من ساڑھے بارہ سیر اتنی پیداوار ہو اور سال بھر باقی رہنے والی ہو تو اس میں عشر ہے، اس سے کم ہو تو بھی عشر نہیں، باقی رہنے والی نہ ہو تو اس میں بھی عشر نہیں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا؟

آگے دیکھیے: وَلَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ عِنْدَهُمَا عُشْرٌ، اور نہیں ہے سبزیوں کے اندر ان کے نزدیک عشر۔ سبزیوں میں عشر نہیں ہے بھئی۔ کیوں نہیں ہے عشر سبزیوں میں؟ کیونکہ کیا قید لگائی تھی؟ کہ وہ باقی رہنے والی ہو سال بھر تک، اور سبزی تو سال بھر باقی نہیں رہتی۔

وَمَا سُقِيَ بِغَرْبٍ أَوْ دَالِيَةٍ أَوْ سَانِيَةٍ فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ۔ اور وہ زمین جس کو سیر اب کیا گیا ہو غَرْب کے ساتھ، راساکن ہے، غین پر فتحہ ہے، یہ بڑے ڈول کو کہتے ہیں، نیچے لکھا ہوا ہے هُوَ الدَّلْوُ الْكَبِيرُ بھئی، بڑا ڈول بھئی۔ أَوْ دَالِيَةٍ، دَالِيَةٌ کہتے ہیں رہٹ کو۔ رہٹ جانتے ہو یا نہیں جانتے رہٹ؟ بھئی وہ کنویں کے اوپر ایک گول پہیہ نما چیز لگی ہوتی ہے جس پہ ڈبے لگے ہوتے ہیں پانی کے بھئی، ڈول لگے ہوتے ہیں، اور بیل وغیرہ کے ذریعے گھماتے ہیں اس کو تو وہ پہیہ چکر لگاتا ہے اور پانی نکلتا جاتا ہے کنویں سے، ساتھ پانی کی نالی وغیرہ بنائی ہوگی، جگہ بنائی ہوگی اس میں گرتا جاتا ہے اور چلتا ہے آگے فصل وغیرہ زمین کو لگاتے ہیں بھئی۔ اس کو کہتے ہیں رہٹ بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ رہٹ۔ تو جس کو سیر اب کیا جائے بڑے ڈول سے یا رہٹ کے ذریعے، أَوْ سَانِيَةٍ، سَانِيَةٌ کہتے ہیں وہ اونٹ یا اونٹنی جس کے ذریعے پانی نکالا گیا ہے، کنویں سے کیا کیا گیا ہے؟ پانی نکالا گیا ہے۔ تو وہ زمین جس کو سیر اب کیا گیا ہے بڑے ڈول سے یا رہٹ سے یا اونٹنی کے ذریعے، فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ، تو اس میں کتنا دینا پڑے گا؟ اس میں صدقہ کتنا آئے گا؟ نصف عشر۔

بھئی عام زمین میں تو کتنا تھا؟ عشر۔ لیکن جس میں آپ کو محنت کرنی پڑی، وہ زمین تھی جو خود بخود بارش سے سیر اب ہوئی، آپ کو کچھ محنت نہیں کرنا پڑی، یا بہتا پانی خود بخود اسے سیر اب کر رہا تھا، دریا ساتھ سے گزر رہا تھا خود بخود پانی اس کو لگتا رہتا تھا، آپ کو کوئی محنت نہیں کرنا پڑی۔ لیکن اگر آپ کو محنت کرنا پڑی، آپ کا خرچہ ہوا اس زمین پر، تو اس صورت کے اندر عشر نہیں ہے، نصف عشر ہے۔ عشر کس کو کہتے تھے؟ دسواں حصہ۔ نصف عشر؟ ڈبل کر رہے ہو آپ تو! نصف کرو اس کو عشر کو۔ بھئی سو میں سے دسواں حصہ کیا ہے؟ دس روپے۔ اچھا اس کا نصف کرو، پانچ۔ تو یہ پانچ سو کا کتنا حصہ ہے؟ بیسواں حصہ ہے۔ تو معلوم ہوا جس زمین پہ آپ نے خود پانی نہیں لگایا بلکہ بارش کا پانی پہنچا یا دریا کا خود بخود پہنچا، اس میں دسواں حصہ۔ اور جس پہ آپ کو پانی لگانا پڑا یا محنت کرنا پڑی یا خرچہ کرنا پڑا، اس کے اندر دسواں حصہ نہ دو، کتنا دو؟ بیسواں۔ تو کتنی آسانی ہے شریعت کے اندر بھئی، بیسواں حصہ دے دو۔ معلوم ہوا کہ عشر کو بھی کیا کر دیا دیکھو؟ نصف کر دیا دیکھو، خرچہ ہوا ہے یا محنت ہوئی ہے تو اسی کے مطابق زکوٰۃ بھی کم ہو گئی۔

تو ان کے اندر بھئی نصف عشر ہے عَلَى الْقَوْلَيْنِ، دونوں قولوں پر بھئی۔ کیا معنی دونوں قولوں پر؟ امام صاحب کے نزدیک تھوڑا ہو یا زیادہ دینا پڑے گا۔ صاحبین فرماتے تھے کہ باقی رہنے والا ہو اور کم از کم کتنا ہو؟ کم از کم پانچ وسق ہوں، پانچ وسق۔ اور پانچ وسق کتنے بنتے تھے؟ پچیس من ساڑھے بارہ سیر بھئی، اتنا ہو تو ہو گا نصف عشر اس میں سے دے دیں۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِيمَا لَا يُوسَقُ كَالزَّعْفَرَانِ وَالْقُطْنِ يَجِبُ فِيهِ الْعُشْرُ إِذَا بَلَغَتْ قِيمَتُهُ قِيمَةَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنْ أَدْنَى مَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْوَسْقِ۔ بھئی بعض چیزیں ہیں ان کو وسق سے ماپا ہی نہیں جاتا۔ وسق تو ایک پیمانے کا نام ہے، کتنا پیمانہ تھا؟ پانچ من اور اڑھائی سیر۔ بعض چیزیں ہیں ان میں وسق پیمانہ چلتا ہی نہیں ہے، جیسے زعفران ہے۔ زعفران جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ یہ خوشبودار گھاس ہے بھئی زرد رنگ کی سرخی مائل، جسے دواؤں وغیرہ میں بھی استعمال کرتے ہیں، کھانے وغیرہ میں بھی لوگ استعمال کرتے ہیں خوشبو کے لیے اور رنگ وغیرہ کے لیے بھئی۔ تو زعفران جو ہے یہ تو قیمتی چیز ہے، اس کو تو وسق میں کوئی نہیں ماپتا بھئی کہ جو کتنا بڑا پیمانہ ہے؟ پانچ من اڑھائی سیر۔ صورت سمجھ میں آئی؟ جیسے سونا ہے، فرض کرو باقی چیزوں کو آپ کلو کے حساب سے لیتے ہیں، سونے کو کلو کے حساب سے لیتے ہیں یا تولے کے حساب سے جا کے لیتے ہیں؟ تولے کے حساب سے، کیونکہ مہنگی چیز ہے تو اس کے پیمانے چھوٹے ہیں اسی کے بقدر، اس میں کلو والا پیمانہ کبھی کرتے ہی نہیں ہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو اسی طرح زعفران مہنگی چیز ہے، اس میں وسق والا بڑا پیمانہ کرتے ہی نہیں ہیں، چھوٹے پیمانے اس میں استعمال ہوتے ہیں، تو وسق سے کبھی نہیں اس کو تولا ماپا جاتا، اس میں کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی اگر ایسی چیز ہو تو پھر قیمت کا اعتبار لگائیں گے۔

بھئی کیسے قیمت کا اعتبار لگائیں گے؟ کہتے ہیں وسق میں جو سب سے گھٹیا چیز جو وسق کے ذریعے ماپی تولی جاتی ہے اس کی قیمت لگا لیں گے۔ مثلاً دیکھو بہت سی چیزیں ہیں جن کا پیمانہ وسق ہے۔ کیا ہے؟ وسق۔ ان چیزوں میں سے جو سب سے سستی چیز ہے اس کی قیمت لگائیں گے۔ کیا کریں گے؟ قیمت لگائیں گے۔ مثلاً فرض کرو کیا چیز ہے؟ جو فرض کر لو چلو۔ گندم بھی وسق اس میں بھی تھا، چاول میں بھی تھا، دالوں کے اندر بھی تھا، جو میں بھی تھا، مکئی کے اندر بھی تھا، لیکن فرض کرو سب سے سستی کیا ہے؟ جو۔ تو جو کے اندر، جو کے پانچ وسق کی قیمت لگاؤ۔ کتنی قیمت بنی فرض کرو؟ پچاس ہزار۔ کتنی بنی؟ پچاس ہزار۔ تو اگر اس زعفران کی جس کو وسق سے نہیں ماپتے، اس کی قیمت اس پچاس ہزار تک پہنچ گئی تو اس میں عشر دے گا ورنہ اس میں عشر نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

یہ معنی ہے وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِيمَا لَا يُوسَقُ، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان چیزوں کے اندر جن کو ماپا نہیں جاتا وسق سے، كَالزَّعْفَرَانِ وَالْقُطْنِ، جیسا کہ زعفران ہے وَالْقُطْنِ اور کپاس ہے بھئی، قُطْنٌ روئی کو کہتے ہیں وہی کپاس بھئی، يَجِبُ فِيهِ الْعُشْرُ، تو

ان میں بھی عشر واجب ہو گا، إِذَا بَلَغَتْ قِيمَتُهُ قِيمَةَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، جب کہ اس کی قیمت پہنچ جائے کس تک بھئی؟ پانچ وسق کی قیمت تک۔ بھئی کس چیز کے پانچ وسق کی قیمت؟ کہتے ہیں مِنْ أَدْنَى مَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْوَسْقِ، ان ادنیٰ میں سے جو کہ وسق کے تحت داخل ہوتی ہے، وہ ادنیٰ چیز جس کو کس کے ذریعے ماپا جاتا ہے، وزن کیا جاتا ہے؟ وسق کے ذریعے، وہ ادنیٰ یعنی سستی ترین چیز، اس کے پانچ وسق تک اس کی قیمت پہنچ جائے۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجِبُ الْعُشْرُ إِذَا بَلَغَ الْخَارِجُ خَمْسَةَ أَمْثَالٍ مِنْ أَعْلَى مَا يُقَدَّرُ بِهِ نَوْعُهُ۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں۔ بھئی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو فرماتے تھے کہ وسق شسق کوئی چیز دیکھنے کی ضرورت نہیں، جتنی بھی پیداوار ہے چاہے ایک سیر بھی کیوں نہ ہو جائے پیداوار، کیا کرنا پڑے گا؟ اس کا دسواں حصہ عشر یا نصف عشر جو اس میں بنتا ہے وہ دینا پڑے گا۔ صاحبین کے نزدیک تھا نہیں، پانچ وسق ہو اور باقی بھی رہنے والی ہو۔ اور اگر باقی رہنے والی تو ہے لیکن اس کو وسق سے ماپتے ہی نہیں، پھر کہا تھا جو سستی ترین چیز وسق سے ماپی جاتی ہے اس کے پانچ وسق تک اس کی قیمت پہنچ جائے تو پھر اس میں سے دے دیں گے عشر ورنہ عشر نہیں دیں گے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں بھئی، جس چیز کو وسق سے نہیں ماپا جاتا اس میں وسق کا اعتبار کرنے کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ اسی چیز کا جو سب سے بڑا پیمانہ ہے اس کا اعتبار کریں گے۔ جب وہ پانچ پیمانے ہو جائے وہ پیداوار تو اس میں کیا دینا پڑے گا؟ عشر دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ مثلاً اب زعفران ہے، اس کا سب سے بڑا پیمانہ من ہے۔ کیا ہے؟ من ہے۔ تو جب زعفران پانچ من ہو جائے تو اب اس میں سے کیا دینا پڑے گا؟ عشر دینا پڑے گا۔

لیکن وہ والا من نہیں جو ہم استعمال کر رہے ہیں ابھی ہم نے جس کا حساب کیا چالیس سیر والا، وہ تو میں نے آپ کو سمجھانے کے لیے ہمارے ہاں جو من رائج ہے اس کا حساب لگایا۔ یہ دیکھو ابھی آگے آجائے گا بھئی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں يَجِبُ الْعُشْرُ، کہ عشر واجب ہو گا، إِذَا بَلَغَ الْخَارِجُ، جب پیداوار پہنچ جائے خَمْسَةَ أَمْثَالٍ، پانچ مثل تک۔ کہاں تک پہنچ جائے؟ پانچ۔ بھئی کس چیز کے پانچ مثل؟ کہتے ہیں مِنْ أَعْلَى مَا يُقَدَّرُ بِهِ نَوْعُهُ، اعلیٰ ترین اس پیمانے تک یعنی سب سے اونچے، ماسے مراد ہے پیمانہ، ماسے کیا مراد ہے؟ وہ سب سے اونچا پیمانہ يُقَدَّرُ بِهِ نَوْعُهُ جس کے ذریعے کیا کیا جاتا ہے؟ ہاں جس کے ساتھ اس نوع کی پیمائش کی جاتی ہے۔ پانچ مثل تک وہ سب سے اونچا پیمانہ جس کے ساتھ اس کی پیمائش کہہ لیں یا جس کے ساتھ اس کی مقدار کو ماپا جاتا ہے، مقدار نکالی جاتی ہے بھئی۔

فَاعْتَبَرَ فِي الْقُطْنِ خَمْسَةَ أَحْمَالٍ، پس اعتبار کیا ہے انہوں نے کپاس کے اندر خَمْسَةَ أَحْمَالٍ، کتنا بھئی؟ پانچ حِمْل کا، کیونکہ کپاس اور روئی کے اندر جو سب سے بڑا پیمانہ ہے وہ کیا ہے؟ وہ حِمْل کہلاتا ہے، حِمْل کہلاتا ہے۔ اور نیچے لکھا ہوا ہے کہ ہر حِمْل کتنا ہے؟ تین سو من بھئی۔ مل گیا بھئی؟ تین سو من کا ہے۔ اور آگے آرہا ہے وَفِي الزَّعْفَرَانِ خَمْسَةَ أَمْنَاءٍ، اور زعفران میں انہوں نے اعتبار کیا پانچ منوں کا، أَمْنَاء جمع ہے مَنّ کی بھئی۔ اور نیچے لکھا ہوا ہے كُلُّ مَنٍّ سِتَّةٌ وَعِشْرُونَ أُوقِيَّةً بھئی، اور ہر من کتنے کا ہے؟ چھبیس اوقیہ کا ہے۔ کتنا؟ چھبیس اوقیہ کا۔

اب ذرا ہم حساب لگاتے ہیں حِمْل کتنا بنتا ہے، من کتنا بنتا ہے، یہ دوسرے من ہیں بھئی، ہمارے ہاں جو رائج ہے وہ من نہیں۔ تو یہ آج کل بھی یہی دیکھا جائے گا جو سب سے بڑا پیمانہ ہے مثلاً امام محمد کے قول کے مطابق بھئی۔ اچھا، ایک من کتنے اوقیہ ہے؟ چھبیس اوقیہ۔ اور یاد رکھنا ایک اوقیہ برابر ہے ساڑھے دس تولے کے۔ ایک اوقیہ برابر ہے ساڑھے دس تولے کے۔ اچھا، ساڑھے دس تولے کو ذرا چھبیس سے ضرب دو۔ بھئی آدھے تولے کو ایک طرف رکھو، دس تولے کا حساب لگاؤ، دس کو ذرا چھبیس سے ضرب دو، دو سو ساٹھ۔ اور آدھا تولہ بھی چھبیس دفعہ کرو، تیرہ تولے۔ دو سو ساٹھ اور تیرہ تولے کتنے ہو گئے؟ دو سو تہتر تولے، دو سو تہتر تولے۔

اب اس کے پھر سیر بناؤ۔ دو سو ستر تولے کے کتنے سیر بنے تھے؟ بھئی دو سو ستر تولے کے ابھی آپ نے بنائے تھے یا نہیں تین سیر چھ چھٹانک؟ اور یہ تین تولے اس سے بھی اوپر ہو گئے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تین سیر چھ چھٹانک اور تین تولے رہ گئے بھئی، تین تولے بھی ساتھ۔ اور اس کو اب ضرب دو، کس سے ضرب دیں؟ یہ تو ایک من نکلا ہے بھئی، ایک من۔ پانچ من ہونے چاہئیں۔ کتنا ہوا پانچ من؟ پانچ سے ضرب دو اس کو۔ کتنا نکلا تھا؟ تین سیر، چھ چھٹانک اور تین تولے۔ اس کو پانچ سے ضرب دو۔ پہلے سیروں کو صرف دے دو، پانچ تیے پندرہ، کتنے سیر ہوئے؟ پندرہ۔ اچھا اور کیا تھا؟ چھ چھٹانک، اچھا یعنی ڈیڑھ پاؤ۔ ڈیڑھ پاؤ کو ذرا پانچ سے ضرب دو، ساڑھے سات پاؤ۔ اچھا تین تولے کو بھی پانچ سے ضرب دو، پندرہ تولے۔ تو یہ بن گئے پندرہ سیر اور کتنے پاؤ؟ ساڑھے سات پاؤ اور پندرہ تولے۔

اچھا ایک پاؤ میں کتنے تولے ہوتے ہیں؟ بیس تولے، اور ہمارے پاس کتنے ہیں؟ پندرہ تولے۔ نہیں، میں نے بتایا تھا ایک سیر کے اندر اسی تولے ہوتے ہیں تو

ایک پاؤ میں کتنے ہو گئے؟ بیس تولے، اور ہمارے پاس ابھی کتنے تولے بن رہے ہیں؟ پندرہ تولے۔ تو معلوم ہوا ایک پاؤ میں ہیں بیس، تو یہ ہیں پندرہ، معلوم ہوا یہ تین چھٹانک بن گئے۔ ایک پاؤ میں کتنے چھٹانک ہوتے ہیں؟ چار ہوتے ہیں نا، تو بیس کے چار کرو، ایک حصہ کتنا بنا؟ پانچ تولے کا، یہ پندرہ ہیں، تین چھٹانک ہو گئے بھئی۔ کتنا ہو گیا کل؟ تین چھٹانک۔ اور ساڑھے سات پاؤ تھا یا نہیں؟ ساڑھے سات پاؤ، اس میں تین چھٹانک جمع کرو۔ آٹھ پاؤ اور ایک چھٹانک ہو گیا۔ آٹھ پاؤ کے اب ذرا سیر بناؤ، دو سیر، اور ساتھ زیادہ کیا ہے؟ ایک چھٹانک۔ دو سیر اور پہلے سیر کتنے بنے تھے؟ پندرہ۔ سترہ سیر ایک چھٹانک زعفران ہو تو اس کے اندر کیا آئے گا؟ عشر آئے گا ورنہ نہیں آئے گا۔ یہ کس کے نزدیک ہے؟ امام محمد رحمہ الله۔

اچھا، اوپر کپاس بھی تو آئی۔ تو ایک من کتنا بنا تھا؟ بھئی وہ والا من نہیں، اس من کی بات کر رہا ہوں جو چھبیس اوقیہ کا ہے۔ دو سو تہتر تولے بنے تھے یا نہیں ایک من کے؟ چھبیس اوقیہ تھے اور ایک اوقیہ کتنے کے برابر؟ ساڑھے دس تولے۔ تو چھبیس اوقیہ ہو تو ایک من بنتا ہے، چھبیس سے ہم نے ضرب دی تھی دو سو تہتر تولے بنے تھے۔ ٹھیک ہے؟ دو سو تہتر تولے یہ ایک من ہے۔ اب اس کو ذرا، اوپر ہے حِمْل، ایک حِمْل تین سو من کا ہوتا ہے۔ اس کے نیچے لکھا ہوا مل گیا؟ جی۔ اچھا، دو سو تہتر تولے یہ ایک من ہے، اس کو ضرب دے دو تین سو کے ساتھ بھئی۔ جلدی کرو بھئی جلدی جلدی، تین سو کے ساتھ ضرب دے دیں۔ کتنے تولے بن گئے؟ اکیاسی ہزار نو سو پورے بن گئے؟ جی۔

اچھا، اب یہ ہیں ہمارے پاس تولے، اور اسی تولے ہوں تو ایک سیر بنتا ہے۔ اس کو ذرا اسی سے تقسیم کرو سیر بن جائیں گے۔ اسی سے تقسیم کرو، کتنے بنے؟ ایک ہزار تئیس اعشاریہ سات پانچ، یعنی یوں سمجھو ایک ہزار چوبیس سمجھو، ایک ہزار پونے چوبیس بن رہے ہیں نا، ایک ہزار چوبیس سمجھو۔ ایک ہزار چوبیس سیر کپاس ہو، یہ تو ابھی ایک حِمْل ہے، ابھی نہیں، ابھی ایک حِمْل ہے بھئی۔ ایک ہزار چوبیس سیر، اس کے ذرا من بنالو ہمارے ہاں جو من ہیں، چالیس سے تقسیم کر دو، ایک ہزار چوبیس لکھو۔ پچیس اعشاریہ چھ تقریباً۔ پچیس اعشاریہ چھ من جو ہمارے ہاں ہے یہ ہے ایک حِمْل۔ اس کو اب پانچ سے ضرب دو۔ ایک سو ستائیس اعشاریہ نو چھ، ہاں یاد رکھو اعشاریہ کے بعد اکٹھے نہیں پڑھتے، الگ الگ پڑھتے ہیں، ایک سو ستائیس اعشاریہ نو چھ، یعنی ایک سو اٹھائیس سمجھیں۔ ایک سو اٹھائیس من کپاس ہو گی تو پھر اس میں عشر آئے گا ورنہ عشر نہیں۔ یہ کس کے نزدیک ہے؟ امام محمد رحمہ الله کے نزدیک ہے۔ البتہ فتویٰ امام صاحب ہی کے قول پر ہے کہ ہر پیداوار کے اندر کیا آئے گا؟ عشر یا نصف عشر آئے گا، تھوڑی ہو یا زیادہ۔

یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی؟ تو فَاعْتَبَرَ فِي الْقُطْنِ خَمْسَةَ أَحْمَالٍ، تو امام محمد رحمہ الله نے اعتبار کیا بھئی کپاس کے اندر پانچ احمال کا اور زعفران کے اندر پانچ من کا۔ وَفِي الْعَسَلِ الْعُشْرُ إِذَا أُخِذَ مِنْ أَرْضِ الْعُشْرِ قَلَّ أَوْ كَثُرَ. اسی طرح شہد ہے بھئی، کسی کو اپنی زمین میں شہد ملتا ہے، اگر وہ زمین عشری ہے تو اس کے اندر بھی، شہد میں بھی عشر آ جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کو پہاڑ پر کوئی ملتا ہے شہد، اس میں بھی عشر دینا پڑے گا۔ کسی کو جنگل میں کہیں ملتا ہے شہد، اس کے اندر بھی کیا دینا پڑے گا؟ عشر دینا پڑے گا۔ تو کہتے ہیں وَفِي الْعَسَلِ الْعُشْرُ، اور شہد میں بھی عشر ہے، إِذَا أُخِذَ مِنْ أَرْضِ الْعُشْرِ، جب وہ لیا جائے عشری زمین سے، قَلَّ أَوْ كَثُرَ، چاہے وہ شہد تھوڑا ہو یا زیادہ۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا شَيْءَ فِيهِ، امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں شہد میں کچھ بھی نہیں ہے، حَتَّى تَبْلُغَ عَشَرَةَ أَزْقَاقٍ، یہاں تک کہ یہ کہاں تک پہنچ جائے؟ دس، أَزْقَاق جمع ہے زِقّ کی، زِقّ کہتے ہیں مشکیزے کو۔ کس کو کہتے ہیں؟ مشکیزہ بھئی، وہ مشک جو ہوتی ہے جس میں پانی بھرتے ہیں بھئی، وہ مشکیزہ ہے۔ دس مشکیزے شہد ہو تو پھر عشر ہے ورنہ عشر نہیں۔ اب کون سا مشکیزہ مراد ہے؟ نیچے لکھا ہوا ہے كُلُّ زِقٍّ خَمْسُونَ مَنًّا، ہر مشکیزہ کتنے من کا ہو؟ پچاس من کا۔ کتنے کا؟ پچاس من کا بھئی۔ اچھا، اور ایک من کتنا تھا ابھی ہم نے نکالا تھا اوقیہ کے ذریعے؟ دو سو تہتر تولے۔ کتنا؟ دو سو تہتر تولے۔ یہ ایک من تھا، اس کو پچاس سے ضرب دے دیں گے تو یہ وہ نکل آئے گا بھئی۔ پچاس سے ضرب دو، دو سو تہتر تولے ضرب پچاس، کیا آیا؟ تیرہ ہزار چھ سو پچاس تولے شہد ہو۔ اچھا اس کے اب سیر بنالو، اسی سے تقسیم کرو۔ کتنے؟ ایک سو ستر اعشاریہ چھ دو پانچ۔ یہ سیر نکل آئے، یعنی ایک سو ستر کہا؟ تقریباً ایک سو اکہتر کے قریب سمجھو، پونے ایک سو اکہتر، ایک سو اکہتر سیر شہد ہو گا تو پھر اس میں کیا آئے گا؟ عشر آئے گا۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: خَمْسَةَ أَفْرَاقٍ، وَالْفَرَقُ سِتَّةُ وَثَلَاثُونَ رِطْلًا بِالْعِرَاقِيِّ. امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں کہ پانچ فَرَق ہو گا شہد تو پھر اس میں عشر آئے گا۔ اور فَرَق کیا ہے؟ کہتے ہیں وَالْفَرَقُ سِتَّةُ وَثَلَاثُونَ رِطْلًا بِالْعِرَاقِيِّ، اور فَرَق جو ہے وہ چھتیس عراقی رطل کے برابر ہے۔ ایک فَرَق کتنا ہے؟ چھتیس رطل کے برابر ہے، چھتیس رطل۔ یاد رکھو ایک صاع میں آٹھ رطل ہوتے ہیں، یعنی رطل صاع کا آٹھواں حصہ ہے۔ رطل صاع کا آٹھواں حصہ ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا، اب ہم اس کو بھی نکال لیتے ہیں یہ کتنا بنتا ہے بھئی۔ دیکھو یوں کرو، چھتیس رطل کا ایک فَرَق ہے۔ اور کتنے فَرَق ہونے چاہئیں؟ پانچ۔ تو چھتیس کو ذرا پانچ سے ضرب دو، ایک سو اسی۔ ایک سو اسی رطل ہوں بھئی۔ کتنے ہوں؟ ایک سو اسی رطل۔ اچھا اب رطل سے ہم ذرا صاع بنا لیتے ہیں۔ اس کو آٹھ سے تقسیم کرو بھئی تو یہ صاع بن جائیں گے، کیونکہ ایک صاع میں آٹھ رطل ہوتے ہیں۔ ایک صاع میں کتنے رطل ہوتے ہیں؟ آٹھ۔ تو آٹھ سے تقسیم کرو صاع بن گئے، کتنے؟ بائیس اعشاریہ پانچ، یعنی ساڑھے بائیس صاع بن گئے۔ اور ایک صاع کتنے کا ہوتا ہے؟ تولے، تولے، دو سو ستر تولے۔ اس کو اب ذرا دو سو ستر سے ضرب دے دو بھئی۔ چھ ہزار پچھتر، یہ تولے بن گئے۔ ہم نے اصل میں سیر بنانے تھے اس لیے صاع کو پہلے تولوں میں لے گئے، تولے کو پھر اب ہم سیر میں لائیں گے۔ اس کو تقسیم کرو اسی سے کیونکہ اسی تولے ہوتے ہیں ایک سیر میں۔ پچھتر اعشاریہ نو تین بھئی، تقریباً یعنی کہ چھہتر سیر۔ ان کے نزدیک چھہتر سیر ہو گا شہد تو اس کے اندر کیا آئے گا؟ عشر۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کتنا تھا؟ ایک سو ستر اعشاریہ چھ دو پانچ، ان کے نزدیک ایک سو ستر سیر ہو تو پھر اس میں عشر آئے گا۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان کے نزدیک چھہتر سیر ہو تقریباً تو اس میں عشر آئے گا بھئی۔

وَلَيْسَ فِي الْخَارِجِ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ عُشْرٌ۔ اور نہیں ہے، خَارِج پیداوار، نہیں ہے خراجی زمین کی پیداوار کے اندر عشر۔ خراجی زمین کی پیداوار میں عشر نہیں ہے بھئی۔ میں نے بتلایا بھئی اوپر حدیث بھی لکھی ہے، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عشر اور خراج جمع نہیں ہو سکتے بھئی: لَا يَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَخَرَاجٌ۔ کیوں؟ میں نے بتلایا آپ کو وجہ یہ بھئی کہ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ عشر دراصل عبادت ہے اور خراج ٹیکس ہے بطور سزا کے ہے، اور سزا اور عبادت اکٹھے نہیں ہو سکتے اس لیے۔

آپ نے پڑھا کہ عشری زمین کے اندر بھئی جو بھی پیداوار ہو گی اس کے اندر پیداوار کا دسواں حصہ عشر دینا واجب ہے بھئی، تھوڑی پیداوار ہو یا زیادہ پیداوار ہو بھئی۔ لیکن یہ یاد رکھیے اگر کسی کے گھر پر کوئی درخت وغیرہ ہیں بھئی، ان پر پھل لگتا ہے یا گھر میں وہ کوئی سبزی وغیرہ بوتا ہے، تو اس پر عشر وغیرہ واجب نہیں ہے بھئی۔ اس پر عشر واجب نہیں۔ گھر میں درخت ہے اس پر پھل وغیرہ لگتے ہیں یا سبزی وغیرہ گھر میں وہ بو لیتا ہے، تو یاد رکھنا اس میں عشر وغیرہ نہیں ہے بھئی۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۳۸: باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ (۱): مصارفِ زکاۃ کی آٹھ اصناف (فقیر، مسکین، عامل، مکاتب، غارم، فی سبیل اللہ، ابن السبیل)

مختصر القدوری صفحہ: ۴۲—بتاریخ: ۴ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ مَنْ يَجُوزُ دَفْعُ الصَّدَقَةِ إِلَيْهِ وَمَنْ لَا يَجُوزُ۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾الْآيَةَ۔ فَهَذِهِ ثَمَانِيَةُ أَصْنَافٍ، فَقَدْ سَقَطَ مِنْهَا الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ؛لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَأَغْنَى عَنْهُمْ۔ وَالْفَقِيرُ مَنْ لَهُ أَدْنَى شَيْءٍ، وَالْمِسْكِينُ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ مَنْ يَجُوزُ دَفْعُ الصَّدَقَةِ إِلَيْهِ وَمَنْ لَا يَجُوزُ۔ یہ باب ہے ان لوگوں کے بیان میں کہ جائز ہے انہیں صدقہ یعنی زکوٰۃ دینا،وَمَنْ لَا

[1] جدول—مصارفِ زکوٰۃ کی آٹھ قرآنی اصناف (آیت «إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ...») کا فقہی جدول:

شمار	مصرف کا نام	شرعی تعریف	فقہی حکم
۱	فقیر (الْفَقِيرُ)	جس کے پاس کچھ تھوڑا مال تو ہو مگر نصابِ نامی یا حاجتِ اصلیہ سے فاضل نصاب سے کم ہو	اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے؛ ۲۰۰ درہم یا پورا نصاب بیک وقت دینا مکروہ ہے الا یہ کہ عیال دار یا مقروض ہو۔
۲	مسکین (الْمِسْكِينُ)	جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو (فقیر سے زیادہ محتاج)	زکوٰۃ کا اولین مستحق۔
۳	عامل (الْعَامِلُ)	جسے خلیفۂ اسلام نے صدقات و عشور وصول کرنے پر مقرر کیا ہو	اسے اس کے عمل کے بقدر کفایت کی مقدار دی جائے گی اگرچہ غنی ہو (البتہ ہاشمی کو نہیں)۔
۴	مکاتب (فِي الرِّقَابِ)	وہ غلام جس سے آقا نے بدلِ کتابت پر آزادی کا عقد کیا ہو	فکِ رقبت میں اس کی اعانت کی جائے گی۔
۵	غارم (الْغَارِمُ)	وہ مقروض جس پر قرض ہو اور قرض نکالنے کے بعد اس کے پاس نصاب باقی نہ بچتا ہو	غریب کی مدد سے زیادہ قرض دار کی مدد افضل ہے۔
۶	فی سبیل اللہ	امام ابو یوسف: منقطع الغزاۃ (غازی مجاہدین جن کے پاس زادِ راہ نہ ہو)؛ امام محمد: منقطع الحاج (حاجی)	دینی طلبہ و مجاہدین جو محتاج ہوں اس میں داخل ہیں۔
۷	ابن السبیل (مسافر)	وہ مسافر جس کا مال وطن میں تو ہو مگر حالتِ سفر میں اس کے پاس کچھ نہ ہو	اسے بقدرِ حاجتِ سفر زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

تنبیہ: مؤلفۃ القلوب کا سہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور غلبۂ اسلام کے بعد صحابہ کرام کے اجماع (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے) سے ساقط ہو چکا ہے۔

یَجُوزُ، اور وہ جنہیں دینا جائز نہیں بھئی۔ تو اس باب کے اندر صاحب قدوری آپ کو بتلائیں گے کن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور کن لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ الْآيَةَ۔ بھئی قرآن میں اللہ فرماتے ہیں بھئی، یہ آیت سورۂ توبہ کے اندر ہے آیت نمبر ساٹھ بھئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾، صدقات جو ہیں وہ تو حق ہیں فقراء کا، یعنی صدقات فقراء کے لیے ہیں، ﴿وَالْمَسَاكِينِ﴾ اور مسکینوں کے لیے، ﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ اور وہ جو اس کی تحصیل کے لیے عمل کرنے والے ہیں۔ تحصیل کے لیے کیا کرنے والے ہیں؟ کام کرنے والے، یعنی وہ جو کارکن ہیں، کام کرنے والے ہیں حکومت کی طرف سے، بیت المال کی طرف سے مقرر ہیں، جاتے ہیں اور لوگوں سے کیا کرتے ہیں؟ زکوٰۃ کا مال اکٹھا کرتے ہیں، وہ عاملین ہیں۔ یہ جو زکوٰۃ کا مال اکٹھا کرتے تھے ان کو سَاعِي کہا جاتا تھا۔ کیا کہا جاتا تھا؟ سَاعِي۔ بیت المال کی طرف سے جاتے تھے اور ساروں سے زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور بیت المال میں جمع کرواتے تھے بھئی۔

تو آیت میں ذکر ہو رہا ہے بھئی کن کن لوگوں کا حق ہے زکوٰۃ، کن کو دی جائے گی؟ فقراء ہیں، نمبر ایک ہے فقراء، نمبر دو ہے مساکین، نمبر تین کیا ہیں؟ ﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾، اور جو وَالْعَامِلِينَ عَلَى تَحْصِيلِهَا أَيْ عَلَى تَحْصِيلِ الزَّكَاةِ، اور وہ جو عمل کرنے والے ہیں، کام کرنے والے ہیں کس چیز کے لیے؟ اس کی تحصیل کرنے کے لیے۔ ﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾، اور جو مؤلفۃ القلوب ہیں بھئی، مؤلفۃ القلوب ہیں، جی آگے ابھی میں تفصیل بیان کرتا ہوں بھئی۔ ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾، اور کس کے اندر؟ گردنوں میں، گردنوں میں بھئی، یعنی گردنوں کو چھڑانے میں، یعنی غلاموں کو آزاد کروانے میں یہ زکوٰۃ کیا کی جائے گی؟ خرچ کی جائے گی۔ ﴿وَالْغَارِمِينَ﴾، اور مقروضوں کے قرضے سے چھڑانے میں بھئی، غَارِم مقروض کو کہتے ہیں۔ ﴿وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾، اور کس میں بھئی؟ جو اللہ کے راستے میں ہیں ان کا حق ہے۔ ﴿وَابْنِ السَّبِيلِ﴾، اور مسافر جو ہے اس کا حق ہے۔ ﴿فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ﴾، یہ حکم فرض ہے اللہ کی طرف سے، ﴿وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾، اور اللہ خوب جاننے والے اور خوب حکمت والے ہیں۔

تو یہ آٹھ مصارف بیان ہوئے بھئی۔ زکوٰۃ کے کتنے مصارف بیان ہوئے؟ آٹھ مصارف بیان ہوئے۔ سب سے پہلے کس کا ذکر ہوا؟ فقراء کا بھئی جو فقیر ہیں۔ دوسرے کس کا ذکر ہوا؟ مساکین۔ بھئی فقیر اور مسکین میں کیا فرق ہے؟ صاحب قدوری آگے خود بتلائیں گے بھئی کہ فقیر اس کو کہتے ہیں جس کے پاس تھوڑا بہت کچھ ہو بھئی، نصاب کے بقدر تو نہیں ہے اس کے پاس لیکن تھوڑا بہت مال اس کے پاس ہے، اسے فقیر کہیں گے۔ اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے بھئی، اس کو کیا کہیں گے؟ مسکین بھئی۔ اس کے بعد تیسری قسم کون سی ذکر ہوئی؟ عَامِلِينَ عَلَيْهَا، جو زکوٰۃ کو اکٹھا کرنے والے ہیں، اکٹھا کرنے کے لیے کام کرتے ہیں بھئی، ان کو بھی دیا جائے گا۔

﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾ بھئی، تو یہ مؤلفۃ القلوب آگئے بھئی، یہ چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں جنہیں زکوٰۃ دی جائے گی۔ بھئی یاد رکھیے، مؤلفۃ القلوب، أَلَّفَ يُؤَلِّفُ تَأْلِيفًا کا معنی ہوتا ہے جوڑنا، ملانا۔ تو یہ کچھ لوگ تھے بھئی جن کو حضور علیہ السلام زکوٰۃ کے مال میں سے دیا کرتے تھے، زکوٰۃ کے مال میں سے، ان کی تالیف قلب کے لیے۔ کس کے لیے؟ تالیف قلب کے لیے۔ کچھ مسلمان بھی تھے، کچھ کافر بھی تھے۔ کافر تو وہ تھے، کچھ کافروں کو دیا جاتا تھا تاکہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ اسی طرح بعض کافروں کے شر کا خطرہ ہوتا تھا یہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں بھئی، تو ان کے شر کو اپنے سے دور رکھنے کے لیے کیا کیا جاتا تھا؟ ان کو زکوٰۃ میں سے مال دیا جاتا تھا، یہ بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔

اسی طرح مسلمانوں میں بھی بھئی جو نئے نئے مسلمان ہوتے تھے تو ان کو بھی کیا کیا جاتا تھا؟ زکوٰۃ دی جاتی تھی تاکہ اسلام کے ساتھ ان کا دل اچھی طرح جڑ جائے، مسلمانوں کے ساتھ ان کا دل اچھی طرح جڑ جائے بھئی۔ اسی طرح جو نئے مسلمان ہوتے تھے، ایمان کمزور ہے ابھی بھئی، سمجھ میں آیا؟ ان کو دیا جاتا تھا۔ اسی طرح جو سرحدوں پر لوگ ہوتے ان کو بھی دیا جاتا تھا تاکہ اگر دشمن حملہ کرے تو یہ کیا کریں؟ ان کا مقابلہ کریں بھئی، اچھی طرح مقابلہ کریں۔ تو یہ مؤلفۃ القلوب ہیں بھئی، یہ سارے کیا ہیں؟ مؤلفۃ القلوب۔ یعنی ان کو تالیف قلب کے لیے، ان کے دلوں کو اسلام کے ساتھ، مسلمانوں کے ساتھ جوڑنے کے لیے، ان کے شر سے بچنے کے لیے بعض کو دیا جاتا تھا، بعضوں کے دل کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے دیا جاتا تھا، اور جو نئے مسلمان بعض ہوتے، ایمان ابھی کمزور ہوتا، ان کے دل کو کیا کرنے کے لیے؟ اب زیادہ مائل کرنے کے لیے کہ خوب ایمان پختہ ہو جائے، ان کا تعلق بڑھ جائے، اس لیے ان کو یہ مال دیا جاتا تھا۔ یہ لوگ کیا کہلاتے ہیں؟ مؤلفۃ القلوب بھئی، مؤلفۃ القلوب بھئی۔

لیکن دیکھیے ذرا کتاب دیکھ لیں تھوڑی سی بھئی، پھر میں تفصیل بتلاتا ہوں آپ کو۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾

الْآيَةَ، اس کو منصوب پڑھ سکتے ہیں، الْآيَةُ مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اگر اس کو مرفوع پڑھیں الْآيَةُ، کیا معنی؟ تو یہ مبتدا ہے، خبر محذوف ہے، أَيِ الْآيَةُ مَعْلُومَةٌ، آیت کیا ہے؟ معلوم ہے بھئی۔ تھوڑی سی آیت لکھ دی، باقی پوری آیت نہیں لکھی کہ لمبی آیت ہے، آیت آپ سب کو معلوم ہے بھئی۔ یاالْآيَةَ اس کو منصوب پڑھیں گے تو یہ مفعول بنے گا اور یہاں فعل محذوف ہے، أَيِ اقْرَأِ الْآيَةَ۔ ہم نے تو تھوڑی سی آیت لکھی تھی، آپ کیا کیجیے؟ آیت پوری پڑھ لیجیے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دونوں طرح جائز ہے۔

فَهَذِهِ ثَمَانِيَةُ أَصْنَافٍ، تو یہ کل کتنی اقسام ہوئیں؟ آٹھ، تو یہ آٹھ اقسام ہوئیں۔ فَقَدْ سَقَطَ مِنْهَا الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ، پس تحقیق ساقط ہو گئے ہیں ان میں سے مؤلفۃ القلوب۔ مؤلفۃ القلوب کیا ہو چکے ہیں؟ ساقط ہو گئے ہیں، اب صرف سات رہ گئے ہیں۔ زکوۃ کے مصارف بیان ہو رہے ہیں کن کن لوگوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، آیت میں کل کتنے بیان ہوئے؟ آٹھ۔ صاحب قدوری فرمارہے ہیں کہ آٹھ ذکر ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک قسم کیا ہو چکی؟ ساقط ہو چکی ہے، اب باقی کتنی قسمیں رہ گئیں؟ سات قسمیں رہ گئی ہیں بھئی۔ کون ساقط ہوئے؟ کیا بتلایا؟ مؤلفۃ القلوب بھئی یہ ساقط ہو گئے بھئی۔ یہ ساقط ہو گئے بھئی۔

تو حضور علیہ السلام تالیف قلب کے لیے، میں نے ذکر کیا اس قسم کے جو لوگ ہوتے تھے، کچھ کفار تھے، کچھ نو مسلم وغیرہ تھے، ان کو مال دیا کرتے تھے زکوۃ کے مال میں سے، یہ مؤلفۃ القلوب ہیں۔ لیکن بعد میں یہ ساقط ہوئے بھئی۔ کس طرح؟ کہ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، حضور صلی الله علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے بھئی۔ تو دو سردار تھے بھئی، عیینہ اور اقرع، یہ بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، ان کو بھی مال دیتے تھے حضور علیہ السلام۔ یہ آئے حضرت صدیق اکبر کے پاس، خلیفۃ المسلمین تھے، کہ اے خلیفہ! ہمیں فلاں بڑی جاگیر ہے وہ آپ ہمیں عنایت فرمادیجیے، بڑی کوئی زمین وغیرہ تھی بھئی۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر دے دیا بھئی، رسید بھی حوالے کر دی کہ ہاں وہ زمین جاؤ بھئی تمہیں دے دی اور باقاعدہ رسید بھی لکھ کر دے دی۔ تو یہ دو سردار تھے بھئی، ایک کا نام عیینہ اور دوسرے کا اقرع تھا، الف، قاف دو نقطوں والا، را اور عین۔

اچھا انہوں نے رسید تو لے لی، پھر آپس میں کہتے ہیں بھئی حضرت صدیق نے تو ہمیں اجازت دے دی ہے، حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ بھی بڑے آدمی ہیں اور مسلمانوں کے معتبر لوگوں میں سے ہیں، آؤ ان سے بھی تصدیق کروالیتے ہیں تاکہ کل کو کوئی پھر ہمیں تنگ نہ کرے بھئی۔ چنانچہ آئے، حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ گھر پر تھے، بلوایا بھئی آواز دی، حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ تشریف لائے بھئی۔ پوچھا کیا بات ہے؟ کہا کہ ہم جاگیر لینے آئے تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہیں، انہوں نے ہمیں جاگیر دے دی اور یہ لکھ کر بھی دے دیا، ہم چاہتے ہیں آپ بھی اس کی تصدیق کر دیں۔ کیا کر دیں؟ تصدیق کر دیں۔

حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ نے فرمایا اچھا، تصدیق کر دی ہے؟ اچھا انہوں نے رسید دے دی ہے بھئی، لکھ دی ہے؟ کہتے ہیں ہاں لکھ کر دے دی ہے۔ کہتے ہیں لاؤ دکھاؤ ذرا مجھے بھی دکھاؤ بھئی۔ انہوں نے کاغذ پکڑایا، وہ کاغذ ہو گا یا چمڑا جس پر لکھ کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ نے کاغذ پکڑا بھئی اور پہلے اس پر تھوک دیا جلدی سے، اس کو آپس میں مل دیا، ساری لکھائی خراب کر دی اور پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور کہا کہ تمہیں حضور صلی الله علیہ وسلم تالیف قلب کے لیے دیا کرتے تھے، اور یاد رکھو اب اسلام قوی ہو چکا ہے، اللہ نے اسلام کو قوت عطا فرمادی ہے، اب ہمیں تمہیں مال دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اب یا تم اسلام پر رہو یا پھر ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی بھئی۔ حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ کی عجیب شان ہوتی تھی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ جو کاغذ تھا اس کو پھاڑ دیا بھئی، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

وہ بڑے پریشان ہوئے یہ کیا ہوا بھئی، سارا بنا بنایا کام انہوں نے ہمارا خراب کر دیا۔ پھر واپس آئے حضرت صدیق اکبر کے پاس اور ان سے کہا کہ حضرت عمر نے ہمارا کاغذ پھاڑ دیا، آپ خلیفہ ہیں یا عمر خلیفہ ہیں؟ آپ نے تو ہمیں لکھ کر دے دیا تھا، آپ خلیفہ ہیں یا عمر خلیفہ ہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: هُوَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وہ ہوں گے خلیفہ اگر اللہ نے چاہا۔ یہ اشارہ فرمادیا تھا کہ میرے بعد کون خلیفہ ہوں گے؟ عمر رضی الله تعالیٰ عنہ بھئی۔ چنانچہ یہ واپس چلے گئے بھئی۔ اور عیینہ بعد میں مرتد ہو گیا بھئی، اسلام چھوڑ دیا۔ وہ کہیں گزرتا تھا بچے چھیڑتے تھے کہ اے عیینہ! تو تو مرتد ہو گیا ہے، تو وہ کہتا تھا واللہ میں مسلمان کب ہوا تھا بھئی! معلوم ہوا صرف دکھانے کے لیے کچھ مسلمان ہوا تھا تاکہ مال مجھے ملتا رہے بھئی۔ تو حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ نے رد فرمادیا۔

اور تمام صحابہ بھی اس وقت موجود تھے بھئی، حضرت صدیق کا زمانہ تھا، ابھی حضور صلی الله علیہ وسلم کا انتقال ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا، سال بھی نہیں ہوا تھا۔ تو سارے صحابہ بھی ہیں لیکن کسی نے رد نہیں فرمایا، معلوم ہوا سارے صحابہ کا اس پر کیا ہو گیا؟ اجماع ہو گیا بھئی، اجماع ہو گیا۔ تو اجماع ہوا، تو یہ

قسم ساقط ہے مولانا، یہ قسم اب نہیں ہے بھئی۔

لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے مولانا، اجماع کی وجہ سے قرآن کے کسی حکم کو ساقط نہیں کیا جاسکتا بھئی۔ اگر یہ دلیل پیش کی جائے کہ یہ مؤلفۃ القلوب کیوں ساقط ہیں، قرآن میں تو اللہ فرمارہے ہیں، ہم کہیں جی اس پر سب کا کیا ہو گیا تھا؟ اجماع۔ سب کا اجماع ہو جائے جب قرآن میں ایک حکم ہے تو پھر وہ ساقط نہیں ہو سکتا بھئی، وہ تو اللہ کا حکم ہے، اجماع کیا ہے اس کے مقابلے میں! اگرچہ قوی دلیل ہے، قطعی دلیل ہے اجماع، آگے آپ پڑھیں گے اجماع کہتے ہیں سارے مجتہدین اور علماء کسی ایک مسئلے پر اکٹھے ہو جائیں، یہ کیا کہلاتا ہے؟ اجماع۔ سمجھ میں آیا؟ اس کا منکر بھی کافر ہوتا ہے اس چیز کا۔ تو یہاں پر بھی سارے صحابہ کا اجماع ہو گیا، لیکن بہر حال اجماع جتنی بھی قوی دلیل ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر بھی ہے، لیکن قرآن کے کسی حکم کو اجماع کے ذریعے باطل نہیں کیا جاسکتا۔

تو وجہ یہ ہے مولانا کہ یہ دراصل یہ حکم یہ نہیں کہ اجماع کی وجہ سے ہوا، یہ حکم ختم ہوا ہے علت کی وجہ سے۔ اس حکم کی وجہ کیا تھی؟ کیونکہ اسلام ضعیف تھا۔ کیا تھا؟ ضعیف۔ تو یہ حکم ویسے نہیں تھا کہ ہمیشہ دیتے رہو، بلکہ اس کی علت کیا تھی؟ ضعف اسلام۔ اور جب ضعف اسلام علت ختم ہوئی تو مؤلفۃ القلوب کو دینا بھی کیا ہو گیا؟ ختم۔ پھر ضعف اگر آگیا کسی زمانے کے اندر تو پھر کیا ہو جائے گا؟ پھر مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینا جائز ہو جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ حکم کی علت ختم ہوئی، تو ضرورت کی بنا پر تھا یہ حکم۔ معلوم ہوا کہ یہ حکم بالکل ختم نہیں ہوا بلکہ اس کی علت ختم ہو گئی، اس پر سب کا گویا اتفاق ہو گیا سارے صحابہ کا کہ اس حکم کی کیا علت تھی؟ کہ اسلام کیا تھا؟ ضعیف تھا، اس وجہ سے ان کو دینے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور علت جب ختم ہوئی تو حکم بھی ختم۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب پکا پکا ختم ہو گیا، علت پھر آگئی تو حکم قرآن میں ہے، پھر اسی طرح کیا ہو جائے گا؟ حکم پھر آجائے گا، مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینا جائز ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ تفصیل یاد رکھنا بھئی یہ تفصیل۔

تو کہتے ہیں فَقَدْ سَقَطَ مِنْهَا الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ، تو تحقیق ساقط ہو گئے ان میں سے مؤلفۃ القلوب، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَأَغْنَى عَنْهُمْ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے معزز فرمادیا اسلام کو، یعنی اسلام کو عزت دے دی، قوت اللہ نے نصیب فرمادی، وَأَغْنَى عَنْهُمْ، اور اللہ نے بے نیاز کر دیا، بے پروا کر دیا ان مؤلفۃ القلوب سے۔ ان سے کیا کر دیا اللہ نے؟ بے پروا فرمادیا کہ ان کی ضرورت نہیں اب ان کو دینے کی۔

اب آیت کے اندر فقیر کا لفظ آیا تھا اور مسکین کا، فرق بتلا رہے ہیں: وَالْفَقِيرُ مَنْ لَهُ أَدْنَى شَيْءٍ، اور فقیر وہ شخص ہے کہ جس کے پاس تھوڑی سی چیز ہو، وَالْمِسْكِينُ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

وَالْعَامِلُ يَدْفَعُ إِلَيْهِ الْإِمَامُ إِنْ عَمِلَ بِقَدْرِ عَمَلِهِ۔ اور عاملین جو ہیں اب ان کے بارے میں بتلا رہے ہیں کہ جو عمل کرنے والے ہیں، یعنی زکوٰۃ کو کیا کرنے والے ہیں؟ اکٹھا کرنے والے، اور میں نے کیا بتلایا ان کو کیا کہتے ہیں؟ سَاعِي کہتے ہیں۔ دیکھا نیچے لکھا بھی ہوا ہے هُوَ السَّاعِي، وہ کون ہے؟ سَاعِي ہے۔ تو وہ سَاعِي جو ہے، وہ عامل جو ہے، يَدْفَعُ إِلَيْهِ الْإِمَامُ، امام حوالے کرے گا اس کے، إِنْ عَمِلَ، اگر اس نے عمل کیا ہو، کام کیا ہو۔ کتنا دے گا امام؟ بِقَدْرِ عَمَلِهِ، اس کے کام کے، اس کے عمل کے بقدر اسے دے دے گا بھئی۔ یعنی اتنا جو اس کے لیے اور اس کے ساتھی جو اس کے مددگار تھے بھئی، ایک آدمی تو نہیں ہو گا، تو ان کے لیے کیا ہو؟ کافی ہو جائے بھئی، کافی ہو جائے بھئی۔ تو کہا بھئی وَالْعَامِلُ يَدْفَعُ إِلَيْهِ الْإِمَامُ إِنْ عَمِلَ بِقَدْرِ عَمَلِهِ، اور عامل جو ہے حوالے کرے گا اس کے امام بھئی یعنی حاکم بھئی، إِنْ عَمِلَ اگر اس نے عمل کیا ہو، کام کیا ہو، اور کتنا دے گا؟ بِقَدْرِ عَمَلِهِ اس کے عمل کے بقدر، یعنی اتنا دے گا جو اس کے اور اس کے جو ساتھی تھے، اس کے ساتھ جو کارکن تھے، کام کرنے والے تھے، سب کو کیا ہو جائے؟ کافی ہو جائے بھئی، ان کی ضرورت کے بقدر ان کو دے گا۔

وَفِي الرِّقَابِ أَنْ يُعَانَ الْمُكَاتَبُونَ فِي فَكِّ رِقَابِهِمْ۔ آیت میں کیا آیا تھا؟ ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾، اس کا کیا معنی؟ کہتے ہیں گردنوں میں، یا کیا معنی؟ کہ أَنْ يُعَانَ الْمُكَاتَبُونَ، کہ مدد کیے جائیں گے جو مکاتب ہیں فِي فَكِّ رِقَابِهِمْ ان کی گردنوں کے چھڑوانے میں۔ یعنی ان کی گردنوں کے چھڑوانے میں ان کی مدد کی جائے گی۔ مکاتب کس کو کہتے تھے؟ کہ جس کو اس کے آقا نے کہہ دیا اتنا مال لے آؤ تو تم آزاد ہو۔ اب وہ آزاد آدمی کی طرح ہے، خدمت اس سے نہیں لے سکتے، وہ جائے گا کام وغیرہ کرے گا اور پیسے کما کر لائے گا اور پھر اپنے آپ کو آزاد کروائے گا۔ تو یہ جو مکاتب ہیں ان کی آزادی کے لیے ان کو کیا کیا جائے گا؟ زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے بھئی، یہ مصارف میں سے ہے بھئی۔

وَالْغَارِمُ، بھئی ﴿وَالْغَارِمِينَ﴾ آیا تھا، کہتے ہیں وہ کسے کہتے ہیں؟ کہتے ہیں وَالْغَارِمُ مَنْ لَزِمَهُ دَيْنٌ، غَارِم وہ ہے کہ جس پر دین لازم ہو، یعنی جس پر قرضہ ہو یعنی مقروض۔ کون؟ مقروض جو ہے وہ غارم ہے، تو جو مقروض ہیں ان کو بھی کیا کیا جاسکتا ہے؟ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ لیکن یاد رکھیے قرضہ تو کروڑپتی

پر بھی ہو سکتا ہے، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ مطلب یہ ہے کہ قرضہ اتنا ہے کہ وہ قرضہ اگر ادا کیا جائے تو اس کے پاس نصاب جتنا مال بھی نہیں بچتا، ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر پیسے بھی نہیں بچتے۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس بھئی پانچ لاکھ روپے ہیں لیکن اس پر قرضہ بھی دس لاکھ کا ہے، تو دیکھا اب قرضہ ادا کرتا ہے تو پھر تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا اور قرضہ اس سے بھی زیادہ ہے، تو یہ غارمین میں سے ہے بھئی، اس کو دی جا سکتی ہے زکوٰۃ تاکہ کیا کرے؟ اپنے قرضے کو اس کے ذریعے ادا کرے۔

وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، اور آیت میں آیا تھا ﴿وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾، اس سے کیا مراد ہے؟ کہتے ہیں مُنْقَطِعُو الْغُزَاةِ۔ غُزَاة جمع ہے غَازِي کی، یعنی غزوہ، جہاد کرنے والے۔ جو غازی ہیں، جہاد کرنے والے ہیں، ان کے جو مُنْقَطِع ہیں، کیا ہیں؟ ان کے جو کٹے ہوئے ہیں، بھئی کس چیز سے کٹے ہوئے ہیں؟ یعنی مال سے کٹے ہوئے ہیں۔ کیا ہیں؟ مالوں سے کٹے ہوئے ہیں ان میں سے، یعنی ان میں سے جو غریب ہیں۔ مراد کیا ہے؟ ان میں سے جو غریب ہیں، ان کے پاس مال وغیرہ نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو منقطع ہیں، کس چیز سے منقطع ہیں؟ اپنے اموال سے منقطع ہو چکے ہیں بھئی، تو مال وغیرہ نہیں۔ تو ان غازیوں، ان مجاہدین کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے جن کے پاس نصاب کے بقدر مال وغیرہ نہیں ہے بھئی۔

وَابْنُ السَّبِيلِ۔ آیت میں ابن السبیل کا بھی ذکر آیا تھا۔ یہ یاد رکھیے ابن السبیل عربی میں مسافر کو کہتے ہیں بھئی، مسافر کو۔ سمجھ میں آیا؟ تو مسافر کو ابن السبیل کہتے ہیں، راستے کا بیٹا۔ راستے کا بیٹا کیوں کہا؟ کیونکہ بھئی یہ سفر کر رہا ہے، راستے کے ساتھ یہ لازم ہے، اس کو چھوڑ نہیں سکتا، اسی پر چل رہا ہے، سفر کر رہا ہے، تو اس کو ابن السبیل کہتے ہیں بھئی۔ تو نام ہی رکھ دیا، مسافر کو کیا کہتے ہیں؟ ابن السبیل۔ تو ابن السبیل، مسافر کو بھی دی جائے گی زکوٰۃ۔ کون سا مسافر؟ کہتے ہیں مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فِي وَطَنِهِ وَهُوَ فِي مَكَانٍ آخَرَ لَا شَيْءَ لَهُ فِيهِ۔ بھئی دیکھو ایک آدمی ہے، وہ ہے تو بڑا مالدار، اس کا گھر بھی ہے، بنگلہ بھی ہے، کوٹھیاں بھی ہیں، گاڑیاں بھی ہیں، لیکن سفر پر گیا، سفر میں کوئی ایسا حادثہ پیش آیا کہ اس کا سارا مال اس کے پاس سے ختم ہو گیا، چوری ہو گیا، اب بیچارے کے پاس کچھ بھی نہیں، یا کسی اور وجہ سے مال سارا ختم ہوا، اب اتنا خرچہ بھی بیچارے کے پاس نہیں ہے کہ اپنے گھر کو جا سکے، تو یہ زکوٰۃ کے مصارف میں سے ہے۔ کیا کیا جا سکتا ہے؟ اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

تو کہتے ہیں ابن السبیل وہ مسافر جو ہے مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فِي وَطَنِهِ، کہ جس کا مال تو ہو اپنے وطن کے اندر، وَهُوَ فِي مَكَانٍ آخَرَ، لیکن یہ اس حال میں ہے کہ دوسری جگہ ہے، لَا شَيْءَ لَهُ فِيهِ، کوئی چیز نہیں ہے اس کے پاس اس جگہ میں۔ فَهَذِهِ جِهَاتُ الزَّكَاةِ، تو یہ ہیں زکوٰۃ کی جہتیں، یعنی یہ ہیں زکوٰۃ کے مصارف بھئی۔ یہ ہیں زکوٰۃ کے مصارف، ان کو دی جائے گی زکوٰۃ۔

وَلِلْمَالِكِ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ، اور جائز ہے مالک کے لیے کہ وہ حوالے کرے ان میں سے ہر ایک کے۔ بھئی دیکھو کل کتنے تھے؟ آٹھ قسم پر تھے، آٹھ میں سے بتلایا مؤلفۃ القلوب کیا ہیں؟ ساقط۔ باقی کتنے رہ گئے؟ سات۔ تو مالک چاہے تو ساتوں کو دے دے، یعنی زکوٰۃ تھوڑی کس کو دے دے؟ ایسا مسافر جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اور تھوڑی غریب کو، فقراء و مساکین کو دے دے، تھوڑی اسی طرح کس کو دے دے؟ عاملین جو ہیں ان کو دے دے، سب کو یعنی سب کو دینا چاہے تو سب کو بھی دے سکتا ہے، یہ جائز ہے۔ وَلَهُ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى صِنْفٍ وَاحِدٍ، اور جائز ہے اس کے لیے کہ وہ اکتفا کر لے ایک ہی قسم پر، یعنی ایک ہی قسم والا جو ہے اس کو دے دے، مثلاً محتاج ہے اس کو دے دی۔ کیا کیا؟ محتاج ہے اس کو دے دی بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَدْفَعَ الزَّكَاةَ إِلَى ذِمِّيٍّ۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ زکوٰۃ کسی ذمی کو دے دے بھئی۔ ذمی آپ جانتے ہیں وہ کافر جو مسلمانوں کے وطن میں رہتا ہے، جزیہ دیتا ہے سالانہ یعنی کہ سالانہ ٹیکس دیتا ہے بھئی، اس کو نہیں دی جا سکتی بھئی۔ زکوٰۃ میں یاد رکھیے دوسرے کو مالک بنانا ضروری ہے اور وہ مسلمان ہونا چاہیے بھئی، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو جو صدقات واجبہ ہیں وہ کافر کو نہیں دیے جا سکتے، وہ مسلمان کو ہی دینے ہیں۔ اور خیرات وغیرہ، زائد پیسے، نفلی صدقے جو کرتا ہے وہ کیا کر سکتا ہے؟ کافر کو دے سکتا ہے۔ لیکن جو واجب صدقات ہیں، مثلاً صدقۂ فطر ہے، عشر ہے، زکوٰۃ ہے، منت مانی تھی منت پوری ہوئی تو اب اس پر کوئی چیز پیسے واجب ہو گئے، یا کفارہ دینا ہے مثلاً قسم وغیرہ کا، ان چیزوں کے اندر جو پیسے ہیں شریعت کی طرف سے اس پر لازم ہوئے ہیں، یہ کافر کو نہیں دے سکتا، یہ کس کو دینا پڑیں گے؟ مسلمان کو دینے پڑیں گے۔ تو اسی لیے کہا وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَدْفَعَ الزَّكَاةَ إِلَى ذِمِّيٍّ، اور جائز نہیں ہے کہ حوالے کرے زکوٰۃ ذمی کے۔

وَلَا يُبْنَى بِهَا مَسْجِدٌ، اور اس کے ذریعے تعمیر نہیں کیا جا سکتا مسجد کو۔ مسجد بھی تعمیر نہیں کر سکتے زکوٰۃ کے پیسوں سے۔ کیوں؟ وجہ یہ یاد رکھو زکوٰۃ کے اندر کسی کو مالک بنانا ضروری ہے۔ کسی مستحق کو اس مال کا مالک بنانا ضروری ہے۔ تو اگر آپ مسجد تعمیر کرواتے ہیں اس سے تو آپ نے کسی مستحق کو مالک بنایا؟

نہیں، حالانکہ کسی مستحق کو تو مالک بنانا ضروری تھا، تو اس سے مسجد نہیں بنائی جاسکتی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُبْنَى بِهَا مَسْجِدٌ، اس سے مسجد کی تعمیر بھی نہیں کی جا سکتی۔

وَلَا يُكَفَّنُ بِهَا مَيِّتٌ، اور اس کے ذریعے تکفین بھی نہیں کی جاسکتی کسی میت کی۔ کیوں؟ وہی وجہ، کیونکہ مالک بنانا، تملیک ضروری تھی، تو میت کو اگر کفن دفن دیتے ہیں تو وہ تو تملیک نہیں۔ ہاں میت کے جو ورثاء ہیں، مال اس نے کوئی چھوڑا نہیں، وہ بڑے غریب ہیں، ان کو دے دیتا ہے وہ مستحق ہیں، پھر وہ اس مال سے کیا کرتے ہیں؟ میت کا کفن دفن کرتے ہیں، پھر ٹھیک ہے کیونکہ اس نے تو زکوۃ کا مالک کن کو بنایا؟ وارثوں کو، انہوں نے پھر آگے خرچ کیا ہے، تملیک پائی گئی بھئی لہٰذا درست ہے۔

وَلَا يُشْتَرَى بِهَا رَقَبَةٌ يُعْتَقُ، اور نہ ہی اس زکوۃ کے ذریعے خرید اجائے گا ایسی گردن کو جسے آزاد کیا جائے۔ کسی گردن کو نہیں خرید اجائے گا تاکہ اسے کیا کیا جائے؟ آزاد کیا جائے۔ اس لیے کہ بات وہی ہے، کیا کرنا ضروری تھا اس میں؟ مالک بنانا۔ تو اس کے ذریعے تو اس نے رقبہ کو خریدا ہے، اس مملوک کو کوئی مالک بنایا ہے؟ نہیں۔

وَلَا تُدْفَعُ إِلَى غَنِيٍّ، اور نہیں دی جائے گی یہ زکوۃ مالدار کو۔ عربی میں مال والے کو، امیر کو کیا کہتے ہیں عربی میں؟ غَنِيّ کہتے ہیں، غَنِيّ۔ تو غنی کو بھی نہیں دی جاسکتی بھئی، مالدار ہے وہ تو مستحق ہی نہیں ہے بھئی۔ مستحقین، مصارف بیان ہو چکے بھئی، ان میں غنی کا تذکرہ کوئی نہیں تھا بھئی۔

وَلَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّي زَكَاتَهُ إِلَى أَبِيهِ وَجَدِّهِ وَإِنْ عَلَا۔ بھئی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ زکوۃ دینے والا اپنے اصول کو بھی زکوۃ نہیں دے سکتا، اپنی فروع کو بھی زکوۃ نہیں دے سکتا۔ اصول جو اس سے اوپر والے ہیں، یعنی اس کا باپ ہے، دادا ہے، پردادا ہے، لکڑدادا ہے، سکڑدادا ہے، ان میں سے کسی کو وہ زکوۃ نہیں دے سکتا۔ نیچے جو اس کے فروع ہیں، فروع، ان کو بھی نہیں دے سکتا، جیسے کیا ہے؟ بیٹا ہے، پوتا ہے، پڑپوتا ہے، آگے کیا ہے؟ پتا نہیں آگے، تین تو معلوم ہیں مجھے بھئی۔ تو یہ جو اوپر والے ہیں یہ کہلاتے ہیں اصول، یہ اصل ہیں اس کے لیے، اور نیچے والے کیا کہلاتے ہیں؟ فروع، فَرْع شاخ کو کہتے ہیں تو ان سے ہی آگے اولاد ہوئی ہے تو یہ اس کے فروع ہیں مولانا۔ تو اصول کو بھی نہیں دے سکتا باپ، دادا، پردادا وغیرہ، اسی طرح نانا، پرنانا وغیرہ ان کو نہیں دے سکتا بھئی، اور فروع کو بھی نہیں نیچے کی طرف جو اولاد ہیں۔

تو یہی بات بیان کر رہے ہیں: وَلَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّي زَكَاتَهُ إِلَى أَبِيهِ وَجَدِّهِ، اور نہیں دے سکتا زکوۃ دینے والا، مُزَكِّي زکوۃ دینے والا نہیں دے سکتا زَكَاتَهُ اپنی زکوۃ، کس کو نہیں دے سکتا؟ إِلَى أَبِيهِ اپنے باپ کو، وَجَدِّهِ اور اپنے دادا کو، وَإِنْ عَلَا اگرچہ اوپر ہی کیوں نہ چلے جائیں اس سے، پردادا، لکڑدادا تک ہی کیوں نہ چلے جائیں، نہیں دے سکتا۔ وَلَا إِلَى وَلَدِهِ، اور نہ ہی اپنی اولاد کو، وَوَلَدِ وَلَدِهِ، اور نہ ہی اپنی اولاد کی اولاد کو، وَإِنْ سَفَلَ، اگرچہ نیچے ہی کیوں نہ، جتنے بھی نیچے ہوں، اولاد کی اولاد کی اولاد کی اولاد ہوں مولانا، اس کو بھی نہیں دے سکتا۔

وَلَا إِلَى أُمِّهِ، اور نہ ہی اپنی ماں کو دے سکتا ہے، وَجَدَّاتِهِ، اور نہ ہی اپنی دادیوں، نانیوں کو دے سکتا ہے، جَدَّة کا اطلاق نانی، دادی سب پر ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ اوپر تک بھئی، اور نہ ہی اپنی نانیوں، دادیوں کو دے سکتا ہے وَإِنْ عَلَتْ اگرچہ اوپر تک ہی کیوں نہ ہوں۔ یعنی نانی کو بھی نہیں، پرنانی کو بھی نہیں، آگے لکڑنانی کو بھی نہیں۔ اچھا دادی کو بھی نہیں، پردادی کو بھی نہیں، لکڑدادی کو بھی نہیں، چاہے اس سے اوپر ہی کیوں نہ ہوں، کسی کو نہیں دے سکتا کیونکہ یہ سارے اس کے اصول ہیں۔ یہ معنی ہے وَإِنْ عَلَتْ اگر اوپر تک ہی کیوں نہ ہوں۔

وَلَا إِلَى امْرَأَتِهِ، اور نہ ہی اپنی بیوی کو دے سکتا ہے بھئی۔ زکوۃ اپنی بیوی کو بھی نہیں دے سکتا، اس لیے کہ بیوی اور خاوند کے منافع عموماً مشترک ہوتے ہیں، چیزیں ایک ساتھ استعمال کرتے ہیں، تو بیوی کو دی تو گویا خود ہی اس کو اس کا نفع پہنچ رہا ہے، سمجھ میں آیا؟ مل کے کھائیں گے بھئی۔ وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ إِلَى زَوْجِهَا، اور نہیں دے سکتی بیوی إِلَى زَوْجِهَا اپنے خاوند کو عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، کس کے نزدیک؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ وَقَالَا: تَدْفَعُ إِلَيْهِ، صاحبین فرماتے ہیں کہ بیوی خاوند کو دے سکتی ہے کہ مثلاً وہ مالدار گھرانے سے آئی ہے اور یہ بیچارہ غریب ہے تو دے سکتی ہے۔

وَلَا يَدْفَعُ إِلَى مُكَاتَبِهِ وَلَا مَمْلُوكِهِ۔ بھئی زکوۃ دینے والا نہیں دے سکتا زکوۃ إِلَى مُكَاتَبِهِ اپنے مکاتب کو، وَلَا مَمْلُوكِهِ اور نہ اپنے مملوک یعنی عام غلام کو بھی نہیں دے سکتا بھئی۔ مملوک، غلام بھئی۔ بھئی عام غلام کو کیوں نہیں دے سکتا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ غلام کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ کس کا ہوتا ہے؟ آقا کا۔ تو غلام تو کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے، تو غلام کو دے رہا ہے گویا اس کے اپنے ہی پاس ہے مال، اس کے ہاتھ سے نکلا ہی نہیں۔ تو تملیک تو ضروری

تھی اور تملیک پائی گئی؟ تملیک نہیں۔ اسی طرح مکاتب جو ہے اس کے مال میں بھی آقا کا حق ہوتا ہے بھئی، اس نے کما کر کیا کرنا ہے؟ کس کو ادا کرنا ہے یہ مال؟ آقا کو ہی تو لا کر دینے ہیں بھئی، تو اس کے مال کے اندر بھی آقا کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا تملیک کامل طور پر نہیں پائی گئی، حالانکہ زکوٰۃ میں تو ضروری تھی کیا چیز؟ تملیک، دوسرے مستحق کو مالک بنایا جائے۔ تو یہاں مکاتب بنتا تو ہے مالک لیکن کامل مالک نہیں کیونکہ آقا کا بھی حق ہے۔ تو ان کو نہیں دے سکتا۔

وَلَا مَمْلُوكِ غَنِيٍّ بھئی، اور کسی مالدار کے مملوک کو بھی نہیں دے سکتا بھئی، کسی مالدار کے مملوک کو بھی نہیں دے سکتا بھئی۔ کیوں؟ کیونکہ غلام کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ کس کا ہوتا ہے دراصل؟ اس کے آقا کا ہوتا ہے، تو یہ تو اسی طرح ہے گویا کس کو دے رہا ہے؟ اس کے مالدار مالک ہی کو گویا کہ دے رہا ہے، حالانکہ ضروری تھا کس کو دیا جائے؟ مستحق کو بھئی۔

وَوَلَدِ غَنِيٍّ إِذَا كَانَ صَغِيرًا۔ اور اسی طرح کسی امیر کے، مالدار کے بچے کو بھی نہیں دے سکتا إِذَا كَانَ صَغِيرًا جب وہ چھوٹا ہو یعنی بالغ نہ ہو۔ کسی مالدار کے نابالغ بچے کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتا، اس لیے کہ بچے کا جب باپ مالدار ہو تو بچے کو بھی کیا شمار کیا جاتا ہے؟ مالدار شمار کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر اس مالدار کے بچے جو بالغ ہیں ان کے پاس نصاب کے بقدر مال نہیں ہے تو ان کو دے سکتا ہے۔ کیا کر سکتا ہے؟ انہیں دے سکتا ہے، اگرچہ وہ بچے اپنے باپ کے ساتھ ہی کیوں نہیں رہتے، وہی ان کا خرچہ بھی اٹھاتا ہے، لیکن پھر بھی بالغ جو بچے ہیں باپ کے مال کو ان کا مال شمار نہیں کیا جاتا بھئی، تو ان کو دی جا سکتی ہے جب کہ وہ مستحق ہوں۔

وَلَا يَدْفَعُ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَهُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَبَّاسٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ حَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، وَمَوَالِيهِمْ۔ اچھا بھئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خاندان والے ہیں بھئی ان کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی بھئی۔ وجہ یہ کہ یہ زکوٰۃ دراصل مال کا میل کچیل ہوتا ہے، اس سے مال پاک صاف ستھرا ہو جاتا ہے، تو یہ میل کچیل کی طرح ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو یہ دیا جائے میل کچیل بھئی، یہ مناسب بات نہیں ہے بھئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ نہیں لیتے تھے خود بھی اور اپنے خاندان والوں کو بھی نہیں دیتے تھے، اور جو غلام جن کو انہوں نے آزاد کیا ہو ان کو بھی یہ زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ان کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی بھئی۔

تو سارا خاندان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں مراد بھئی، وہ افراد یا وہ قبیلے اس میں سے، وہ قومیں اس میں مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے تھے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مدد کرتے تھے۔ یاد رکھو آپ نے پڑھا ہے بھئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا دین لے کر آئے سارے مکے والے دشمن بن گئے بھئی، سارے کفار دشمن بن گئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زیادہ تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے۔ کیوں نہیں پہنچاتے تھے؟ کیونکہ ساری ان کی قوم ان کے ساتھ تھی بھئی۔ اور اس وقت مولانا غیرت قومی ایک بڑی چیز تھی جو آج ختم ہو چکی ہے کہ کوئی قوم یہ گوارا نہیں کرتی تھی کہ کسی دوسری قوم والے ہمارے کسی آدمی کو ہاتھ بھی لگائیں۔ بھئی اگر ہمارے کسی آدمی نے غلطی کی ہے ہمیں آ کر بتاؤ ہم اس سے کریں گے حساب، کسی اور کو اجازت نہیں ہے کہ ہمارے کسی آدمی کو چھیڑے اور ہاتھ لگائے۔ تو چنانچہ اسی وجہ سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم والے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھتے اور ان کی نصرت کرتے تھے بھئی، اور چنانچہ اسی وجہ سے دوسری قوموں والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے بھئی۔ ایک حد تک ہوتا تھا، ایک حد تک، تکلیف تو بہت بے انتہا تکالیف دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو، لیکن پھر بھی ڈرتے تھے کہ کیا ہیں؟ ان کی قوم والے ان کے ساتھ ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ قوم والے ساتھ ہیں بھئی۔

تو یہ جنہوں نے مدد کی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مراد ہیں، نصرت کرتے تھے، ان کا ذکر آ رہا ہے وہ کون کون ہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَدْفَعُ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ، بنی ہاشم یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے بھئی، بنو ہاشم والوں کو نہیں دی جائے گی زکوٰۃ۔ وہ کون ہیں؟ خود بتلا رہے ہیں: وَهُمْ آلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آل یعنی ان کی اولاد جو ہے وہ، وَآلُ عَبَّاسٍ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد بھئی، وَآلُ جَعْفَرٍ، اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد، وَآلُ عَقِيلٍ، اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد، وَآلُ حَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، اور حارث ابن عبد المطلب بھئی۔ مُطَّلِب، یہ طا مشدد ہے، لام پر شد نہیں ہے بھئی۔ بعض طلبہ غلطی کرتے ہیں لام کو مشدد پڑھتے ہیں، نہیں بھئی ہمیشہ یاد رکھنا مُطَّلِب، طا پر شد ہے، لام پر کسرہ ہے۔

تو دیکھا بنو ہاشم میں سے صرف کون کون مراد ہیں؟ آل علی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں بھئی حضرت علی بھئی آپ جانتے ہی ہیں، خلیفۂ راشد ہیں بھئی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں بھئی۔ حضرت

جعفر اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما، یہ حضرت علی کے بھائی ہیں بھئی۔ اور حارث، یہ بھی حضور صلی الله علیہ وسلم کے چچا ہیں بھئی، کیونکہ کیا آرہا ہے؟ یہ بیٹے ہیں عبد المطلب کے اور عبد المطلب حضور صلی الله علیہ وسلم کے دادا ہیں بھئی۔ تو ان کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

وَلَا يَدْفَعُ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ وَمَوَالِيهِمْ، اور ان کے جو موالی ہیں بھئی ان کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، یعنی وہ غلام جن کو انہوں نے آزاد کیا ہو۔ یاد رکھیے یہ وَمَوَالِيهِمْ کا عطف بَنِي هَاشِمٍ پر ہے بھئی: وَلَا يَدْفَعُ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ وَمَوَالِيهِمْ، بنی ہاشم کو بھی زکوٰۃ نہیں دے گا اور ان کے موالی یعنی ان کے آزاد کردہ غلاموں کو بھی زکوٰۃ نہیں دے گا بھئی۔ اور درمیان میں جو آیا وہ بنو ہاشم کی تفسیر کر دی کہ بنو ہاشم سے کون مراد ہیں: هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَبَّاسٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ حَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۳۹: باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ (۲) وصدقۃ الفطر: موانعِ زکاۃ (غنی، بنی ہاشم، اصول و فروع)، تملیک اور صدقۃ الفطر کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۴۳—بتاریخ: ۱۱ فروری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: إِذَا دَفَعَ الزَّكَاةَ إِلَى رَجُلٍ يَظُنُّهُ فَقِيرًا، ثُمَّ بَانَ أَنَّهُ غَنِيٌّ أَوْ هَاشِمِيٌّ أَوْ كَافِرٌ، أَوْ دَفَعَ فِي ظُلْمَةٍ إِلَى فَقِيرٍ ثُمَّ بَانَ أَنَّهُ أَبُوهُ أَوِ ابْنُهُ، فَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: عَلَيْهِ الْإِعَادَةُ.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی باب چل رہا ہے کس کو زکوٰۃ دینی جائز ہے اور کس کو زکوٰۃ دینی نہیں جائز بھئی۔ تو چنانچہ سب سے پہلے صاحب قدوری نے وہ آیت ذکر کی تھی کہ جس کے اندر زکوٰۃ کے مصارف بیان ہوئے تھے بھئی، زکوٰۃ کے مصارف۔ اسی طرح صاحب قدوری آپ کو آگے پھر تفصیل بتلاتے چلے گئے بھئی۔ یہ بھی بتلایا آپ کو انہوں نے کہ اپنے اصول و فروع کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی بھئی۔ اصول یعنی جو اوپر کی طرف ہیں باپ، دادا، نانا، پر نانا، پر دادا وغیرہ بھئی، اور اسی طرح دادی، نانی ہے، پر نانی ہے، پر دادی وغیرہ۔ اور فروع جو ہیں جو نیچے کی طرف اولاد وغیرہ ہے یعنی بیٹا ہے، پوتا ہے اور پڑپوتا ہے، اسی طرح بیٹی ہے، ان کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی بھئی۔ البتہ اس کے علاوہ باقی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ جیسے بھائی ہے، بھائی اگر مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ بہن اگر مستحق زکوٰۃ ہے اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بھئی۔ چچا ہے، پھوپھی ہے، سوتیلا باپ ہے، سوتیلی ماں ہے، ان کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بھئی جب کہ یہ مستحق ہوں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ۔ بھئی ایک آدمی نے کسی کو زکوٰۃ دی اور اس کا خیال یہ تھا کہ یہ شخص فقیر ہے، محتاج ہے، غریب ہے، لیکن پھر پتا چلا بعد میں بھئی کہ یہ تو مالدار آدمی ہے، جس کو میں نے پیسے زکوٰۃ کے دیے تھے وہ تو مالدار آدمی ہے، یا یہ تو ہاشمی ہے اور ابھی اوپر ذکر ہوا کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، أَوْ كَافِرٌ، یا یہ پتا چلا کہ یہ شخص تو کیا ہے؟ کافر تھا جسے میں نے مال دے دیا زکوٰۃ کا، یا اندھیرے میں کسی کو زکوٰۃ دی اس نے بھئی تاریکی تھی نظر نہیں آیا کون ہے، بعد میں پتا چلا یہ تو اس کے والد تھے جس کو اس نے زکوٰۃ دے دی، یا اس کا بیٹا تھا، زکوٰۃ دینے والے کا بیٹا تھا بھئی۔ تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں اس شخص پر زکوٰۃ کا اعادہ نہیں ہے بھئی، بس زکوٰۃ ادا ہو گئی بھئی۔ زکوٰۃ ادا ہو گئی بھئی، ادائیگی ہو گئی۔ جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر اعادہ ہے، اسے پھر کیا کرنا پڑے گی؟ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

تو یاد رکھیے اگر وہ لینے والا تو کافر تھا، زکوٰۃ دی پتا نہیں تھا چلا، دے دی، بعد میں پتا چلا یہ کافر تھا، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر دینا پڑے گی۔ لیکن اگر زکوٰۃ دی پھر بعد میں کیا پتا لگا؟ بھئی کافر کا تو مسئلہ میں نے بیان کر دیا اس کی صورت میں ادائیگی نہیں ہوئی دوبارہ کیا کرنا پڑے گا؟ اعادہ کرنا پڑے گا۔ ہاں باقیوں کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اب اعادہ نہیں کریں گے بھئی۔

یہ معنی ہے وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى، اور طرفین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: إِذَا دَفَعَ الزَّكَاةَ إِلَى رَجُلٍ يَظُنُّهُ فَقِيرًا، کہ جب حوالے کر دی زکوٰۃ ایک ایسے آدمی کو جسے یہ گمان کرتا ہے کہ یہ فقیر ہے، ثُمَّ بَانَ، بَانَ يَبِينُ کا معنی ظاہر ہونا بھئی، اسی سے بیان ہے بھئی، بیان کے ذریعے بھی انسان اپنے دل کی بات کو ظاہر کرتا ہے بھئی۔ ثُمَّ بَانَ، پھر یہ بات ظاہر ہوئی أَنَّهُ أَبُوهُ أَوِ ابْنُهُ، کہ یہ اس کا باپ ہے یا اس کا بیٹا ہے، یعنی اسی زکوٰۃ دینے والے کا باپ یا بیٹا ہے، فَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ، تو اس شخص پر زکوٰۃ کا اعادہ نہیں ہے بھئی، اس لیے کیونکہ اس نے اپنی طرف سے کیا کر لی؟ پوری کوشش کر لی بھئی۔ میں نے بتایا کافر کی صورت میں اعادہ کریں گے بھئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: عَلَيْهِ الْإِعَادَةُ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر اعادہ ہے، اسے اعادہ کرنا پڑے گا۔

وَلَوْ دَفَعَ إِلَى شَخْصٍ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ عَبْدُهُ أَوْ مُكَاتَبُهُ لَمْ يَجْزْ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا۔ دوسری صورت یہ کہ کسی کو زکوٰۃ دی بھئی، اندھیرے میں دی مثلاً، بعد میں پتا چلا کہ یہ تو اس کا اپنا غلام تھا یا اس کا اپنا مکاتب تھا، تو کہتے ہیں اس صورت میں تینوں ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی بھئی۔ اس لیے کہ غلام کا مال دراصل کیا ہوتا ہے؟ مالک ہی کا مال ہوتا ہے، تو گویا ادائیگی پائی ہی نہیں گئی، تملیک پائی ہی نہیں گئی، غلام تو کسی چیز کا مالک ہی نہیں۔ اور زکوٰۃ میں تو تملیک ضروری تھی کہ دوسرے کو کیا کیا جائے؟ مالک بنایا جائے۔ اسی لیے تو بتلایا تھا کہ اس کے ذریعے مسجد نہیں بنا سکتے، کسی کو کفن نہیں دے سکتے، سمجھ میں آیا؟ کیوں؟ کیونکہ زکوٰۃ کے اندر کیا ضروری ہے؟ کسی دوسرے کو مالک بنانا ضروری ہے بھئی۔ اسی طرح مکاتب جو ہے، مکاتب کو دے دیا، بھئی مکاتب کے مال میں بھی تو مالک کا حق ہوتا ہے اس کے مال میں، تو تملیک نہیں پائی گئی پوری طرح، لہٰذا اس صورت کے اندر بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

تو کہتے ہیں وَلَوْ دَفَعَ إِلَى شَخْصٍ، اور اگر حوالے کی کسی شخص کے زکوٰۃ، ثُمَّ عَلِمَ، پھر اسے علم ہوا أَنَّهُ عَبْدُهُ أَوْ مُكَاتَبُهُ، کہ یہ اس کا غلام ہے یا اس کا مکاتب ہے، لَمْ يَجْزْ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا، تو جائز نہیں ہے ان سب کے قول میں، یعنی تینوں ائمہ کے قول میں یہ جائز نہیں ہے۔

وَلَا يَجُوزُ دَفْعُ الزَّكَاةِ إِلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ، وَيَجُوزُ دَفْعُهَا إِلَى مَنْ يَمْلِكُ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ۔ بھئی یاد رکھیے زکوٰۃ اس شخص کو دیں گے جو نصاب کا مالک نہ ہو بھئی۔ نصاب کا مالک نہ ہو۔ اور جس مال میں سے بھی ہو وہ نصاب کا مالک نہ ہو۔ بھئی زکوٰۃ کے وجوب کے لیے تو ضروری تھا کہ انسان نصاب کا مالک ہو بھئی۔ کس کا مالک ہو؟ نصاب کا۔ اور کس کس مال میں یہ آیا کرتی تھی؟ سونا، چاندی، روپے پیسے اور مال تجارت۔ باقی جو گھر کا سامان تھا چاہے وہ کروڑوں میں ہی کیوں نہ ہو میں نے بتلایا تھا اس کے اندر زکوٰۃ نہیں۔ لیکن جس کو دینی ہے اس کے پاس نصاب نہیں ہونا چاہیے کامل، چاہے اس نصاب میں سے ہو یا اس کے علاوہ زائد سامان ہو۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک آدمی ہے اس کے پاس سونا، چاندی، کرنسی یا مال تجارت تو اتنا نہیں جو نصاب کو پہنچے، سترہ اٹھارہ ہزار کو جو پہنچے اتنا سونا چاندی بھی نہیں ہے، روپیہ پیسہ بھی نہیں ہے اور مال تجارت بھی نہیں ہے، اٹھارہ ہزار تک نہیں پہنچتی اس کی قیمت بھئی۔ لیکن اس کی ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جس کی قیمت نصاب تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کی ضرورت سے زائد سامان۔ ضرورت سے زائد سامان وہ ہے بھئی جو استعمال میں نہیں آتا، بہت قلیل کبھی استعمال میں آ جاتا ہے ورنہ استعمال میں ہی نہیں آتا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو گھر میں جو ضرورت کا سامان ہے جو اس کے اور اس کے گھر والوں کے استعمال میں آتا رہتا ہے وہ تو ضرورت سے زائد نہیں، لیکن جو استعمال میں ہی نہیں آتا، نہایت قلیل کبھی استعمال میں آتا ہے تو اس کو بھی ملایا جائے گا، اس کی قیمت بھی لگائی جائے گی اور دیکھا جائے گا نصاب تک اس کی قیمت پہنچتی ہے یا نہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تو ہم ان کی قیمت نہیں لگاتے تھے، لیکن اب کیا کیا جائے گا؟ زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے لیے ان کی بھی قیمت لگا کر دیکھی جائے گی کہ کہیں یہ نصاب تک تو نہیں پہنچتی بھئی۔

تو یہ معنی ہے وَلَا يَجُوزُ دَفْعُ الزَّكَاةِ إِلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ، اور جائز نہیں ہے زکوٰۃ دینا إِلَى مَنْ اس شخص کی طرف يَمْلِكُ نِصَابًا جو مالک ہے نصاب کا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ جس مال میں سے بھی ہو بھئی۔ اسی لیے دیکھا صاحب قدوری نے کیا قید بڑھا دی؟ جس مال میں سے بھی ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ جو چار مال تھے ناجن میں زکوٰۃ آتی تھی اس کو کہتے تھے نصاب نامی۔ کیا کہتے تھے؟ نصاب نامی۔ یہ نامی نُمُوّ سے ہے، نُمُوّ کا معنی

بڑھنا، کیونکہ اس کے اندر عموماً بڑھنا پایا جائے گا بھئی۔ مال تجارت ہے بڑھتا ہے یا نہیں سال کے اندر بھئی؟ ہاں۔ سونا چاندی وغیرہ اگرچہ گھر میں پڑا رہے لیکن حکماً یوں حکم لگائیں گے یہ کیا ہے؟ بڑھنے والا مال ہے، حکماً بڑھ رہا ہے۔ تو جن چیزوں میں زکوٰۃ واجب تھی یہ سارے تھے نصاب نامی، اور یہ جو گھر کا سامان میں نے بتلایا ضرورت سے جو زائد ہے وہ نصاب غیر نامی ہے بھئی۔ اور زکوٰۃ تو صرف کس میں آیا کرتی تھی؟ نصاب نامی میں آتی تھی، نصاب غیر نامی میں نہیں آتی تھی۔ لیکن زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس شخص کے پاس نہ تو نصاب نامی ہو اور نہ نصاب غیر نامی ہو بھئی۔

تو اسی لیے کہا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ، جس مال میں سے بھی ہو۔ وَيَجُوزُ دَفْعُهَا إِلَى مَنْ يَمْلِكُ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ، اور جائز ہے دینا زکوٰۃ کا إِلَى مَنْ اس شخص کو يَمْلِكُ جو مالک ہے أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ اس سے کم کا۔ اس سے کم کا جو مالک ہے بھئی، نہ اس کے پاس نصاب نامی ہے نہ نصاب غیر نامی ہے، اس سے کم ہے، تو اس کو دینا جائز ہے، وَإِنْ كَانَ صَحِيحًا مُكْتَسِبًا، اگرچہ وہ صحیح ہو، مُكْتَسِبًا کمانے والا ہو بھئی۔ صحیح ہے مولانا، معذور وغیرہ بھی نہیں، اپاہج بھی نہیں ہے اور مکتسب کیا کرتا ہے؟ کمانے والا بھی ہے، پھر بھی جب اس کے پاس نہ نصاب نامی ہے نہ نصاب غیر نامی ہے تو وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے، اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

وَيُكْرَهُ نَقْلُ الزَّكَاةِ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ آخَرَ، اور مکروہ ہے زکوٰۃ کو منتقل کرنا ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف۔ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف۔ وَإِنَّمَا يُفَرَّقُ صَدَقَةُ كُلِّ قَوْمٍ فِيهِمْ، اور تقسیم کیا جائے گا ہر قوم کے صدقہ یعنی ہر قوم کی زکوٰۃ کو فِيهِمْ انہی میں، انہی کے اندر، إِلَّا أَنْ يَحْتَاجَ أَنْ يَنْقُلَهَا الْإِنْسَانُ إِلَى قَرَابَتِهِ، مگر یہ کہ محتاج ہو جائے اس کو منتقل کرنے کا انسان إِلَى قَرَابَتِهِ اپنے رشتہ داروں کی طرف، أَوْ إِلَى قَوْمٍ، یا ایسے لوگوں کی طرف هُمْ أَحْوَجُ إِلَيْهَا، إِلَيْهِ ہے آپ کے نسخوں میں بھئی؟ إِلَيْهَا ہونا چاہیے: هُمْ أَحْوَجُ إِلَيْهَا، جو زیادہ محتاج ہیں زکوٰۃ کے مِنْ أَهْلِ بَلَدِهِ اس کے اپنے شہر والوں سے۔ إِلَيْهَا بھئی، ہا ضمیر زکوٰۃ کو راجع ہے بھئی۔

بھئی صاحب قدوری آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی جس شہر کی زکوٰۃ ہو اس کو کسی دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا مکروہ ہے۔ زیادہ حق اسی شہر والوں کا ہے، تو مال زکوٰۃ کو کیا کیا جانا چاہیے؟ جس شہر سے وصولی ہو اسی شہر کے محتاجوں، مساکین وغیرہ میں اس کو تقسیم کر دینا چاہیے۔ ہاں کبھی انسان محتاج ہوتا ہے، ضرورت ہوتی ہے دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار ہیں وہ بڑے محتاج ہیں تو پھر اس صورت میں اجازت ہے بھئی، یا ایسے لوگ ہیں جو اس کے شہر والوں سے بھی زیادہ مستحق ہیں زکوٰۃ کے، تو پھر اس صورت میں انسان کیا کر سکتا ہے؟ منتقل کر سکتا ہے۔ یہ معنی ہے بھئی۔

دیکھو: وَيُكْرَهُ نَقْلُ الزَّكَاةِ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ آخَرَ، اور مکروہ ہے منتقل کرنا زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف، وَإِنَّمَا يُفَرَّقُ صَدَقَةُ كُلِّ قَوْمٍ فِيهِمْ، اور تقسیم کیا جائے گا ہر قوم کی زکوٰۃ کو انہی کے اندر، إِلَّا أَنْ يَحْتَاجَ أَنْ يَنْقُلَهَا الْإِنْسَانُ إِلَى قَرَابَتِهِ، مگر یہ کہ محتاج ہو جائے اس کو منتقل کرنے کا، کون محتاج ہو جائے اس کو منتقل کرنے کا؟ الْإِنْسَانُ یہ فاعل آ گیا، انسان اس کو منتقل کرنے کا محتاج ہو جائے إِلَى قَرَابَتِهِ اپنے رشتہ داروں کی طرف، أَوْ إِلَى قَوْمٍ یا ایسے لوگوں کی طرف هُمْ أَحْوَجُ إِلَيْهَا جو اس زکوٰۃ کے زیادہ محتاج ہیں مِنْ أَهْلِ بَلَدِهِ اس کے اپنے شہر والوں سے بھئی۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ۔ یہ باب ہے بھئی صدقۂ فطر کے بیان میں۔ صدقۂ فطر۔ بھئی آپ جانتے ہیں رمضان المبارک کا جب مہینہ گزرتا ہے اور عید کا دن آتا ہے تو صدقۂ فطر انسان پر واجب ہو جاتا ہے، اس کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے بھئی۔ صدقۂ فطر دینا پڑتا ہے کہ اس نے فطر کے زمانے کو پا لیا۔ کیا کیا؟ فطر کے زمانے کو پا لیا۔ بھئی ایک تو روزے کا زمانہ تھا، اس کے علاوہ باقی زمانہ کیا کہلاتا ہے؟ فطر۔ فطر کہتے ہیں وہ حالت جس میں انسان کا روزہ نہیں ہوتا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اس نے فطر کے زمانے کو پا لیا۔ تو اس بات پر بھئی بطور شکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے مکمل رمضان نصیب فرمایا اور اب اس نے بخیر و عافیت فطر کے زمانے کو پا لیا، تو اب اس پر صدقۂ فطر دینا ضروری ہے، اپنے مال میں سے کچھ حصہ نکالے اور اللہ کے راستے میں دے بھئی۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ صدقۂ فطر کہتے ہیں، صدقۂ فطر۔

تو کہتے ہیں صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ إِذَا كَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ مَسْكَنِهِ وَثِيَابِهِ وَأَثَاثِهِ وَفَرَسِهِ وَسِلَاحِهِ وَعَبِيدِهِ لِلْخِدْمَةِ۔ صدقۂ فطر واجب ہے ہر آزاد مسلمان پر إِذَا كَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ جب کہ وہ مالک ہو کس چیز کا؟ نصاب کی مقدار کا۔ لیکن یہاں پھر یاد رکھنا، جو بھی نصاب ہو مولانا، سمجھ میں آیا؟ چاہے نصاب نامی ہو یا نصاب غیر نامی ہو۔ اسی لیے دیکھو صاحب قدوری آگے بتلائیں گے اس کی ضرورت سے جو زائد چیزیں ہیں وہ بھی اگر نصاب تک پہنچتی ہیں تو کیا کرنا پڑے گا اسے؟ صدقۂ فطر دینا پڑے گا۔ دیکھیے خود آگے تفصیل کریں گے، کہتے ہیں إِذَا كَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ، جب وہ مالک ہو نصاب کی مقدار کا، فَاضِلًا اس حال میں کہ وہ زائد ہے عَنْ مَسْكَنِهِ اس کی رہائش سے۔ ایک تو گھر

ہے، ایک زائد گھر بھی ہے اس آدمی کے پاس بھئی جو اس کے کبھی کام ہی نہیں آیا بس ویسے ہی اس نے رکھا ہوا ہے، تو وہ کیا ہوا؟ ضرورت سے زائد۔ اب اس کی قیمت لگاؤ وہ تو ضرور نصاب کو پہنچے گی، معلوم ہوا اس پر صدقۂ فطر دینا واجب ہے اگرچہ اس کے پاس نہ اتنا سونا ہے نہ چاندی ہے نہ مال تجارت ہے نہ کرنسی ہے۔

تو زائد ہو گا عَنْ مَسْكَنِهِ اس کی رہائش گاہ سے، وَثِيَابِهِ اور اس کے کپڑوں سے، ضرورت کے کپڑوں سے زائد جو ہے، وَأَثَاثِهِ اور سامان گھر کا، أَثَاث کیا معنی؟ گھر کا سامان، وَفَرَسِهِ اور اس کے گھوڑے سے، وَسِلَاحِهِ اور اس کے اسلحے سے، وَعَبِيدِهِ لِلْخِدْمَةِ اور اس کے جو غلام ہیں خدمت کے لیے بھئی۔ ان سے جو زائد ہیں چیزیں ان کی قیمت لگالو، نصاب تک پہنچتی ہیں تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

يُخْرِجُ ذَلِكَ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ، نکالے گا یہ صدقۂ فطر اپنی طرف سے بھی وَعَنْ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے بھی، وَعَبِيدِهِ لِلْخِدْمَةِ اور اپنے خدمت کے غلاموں کی طرف سے بھی ادا کرے گا۔ وَلَا يُؤَدِّي عَنْ زَوْجَتِهِ وَلَا عَنْ أَوْلَادِهِ الْكِبَارِ، اور ادا نہیں کرے گا اپنی بیوی کی طرف سے اور نہ اپنی بڑی اولاد کی طرف سے جو بالغ ہو چکی ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جو چھوٹے ہیں، صغیر ہے اس کی اولاد، نابالغ ہیں، اس کے خدمت کے غلام ہیں اور اپنی طرف سے، ان سب کی طرف سے تو اس شخص پر صدقۂ فطر کی ادائیگی ضروری ہے، ان سب کی طرف سے دے بھئی۔ ہاں بیوی کی طرف سے اس پر دینا ضروری نہیں، بڑی اولاد ہے بالغ ہے اس کی طرف سے اس پر دینا ضروری نہیں۔ ہاں اگر دے دیتا ہے تو ادا ہو جائے گی۔ تو کہتے ہیں نہ اپنی بیوی کی طرف سے دے گا نہ اپنی بڑی اولاد کی طرف سے دے گا وَإِنْ كَانُوا فِي عِيَالِهِ اگرچہ یہ بڑی اولاد کیا ہے اس کے عیال میں ہی کیوں نہ ہوں، ان کا نان نفقہ اسی پر کیوں نہ ہو، اسی کے پاس رہتے ہوں، پھر بھی ان کی طرف سے دینا اس کے لیے ضروری نہیں۔ لیکن میں نے بتلایا اگر دے دے گا تو ادا ہو جائے گی۔

وَلَا يُخْرِجُ عَنْ مُكَاتَبِهِ وَلَا عَنْ مَمَالِيكِهِ لِلتِّجَارَةِ. اور نہیں نکالے گا صدقۂ فطر اپنے مکاتب کی طرف سے۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ مکاتب پر اب اس کو پوری ولایت حاصل نہیں ہے بھئی، اس نے تو مال ادا کرنا ہے اور آزاد ہو جانا ہے، اسی لیے اس سے خدمت وغیرہ بھی نہیں لے سکتا، تو اس کی طرف سے بھی اس پر نہیں ہے۔ وَلَا عَنْ مَمَالِيكِهِ لِلتِّجَارَةِ، اور نہ اپنے ان غلاموں کی طرف سے جو تجارت کے لیے اس نے رکھے ہیں۔ بھئی یہ شخص کام ہی کیا کرتا ہے؟ غلام خریدتا ہے، بیچتا ہے۔ تو جو غلام اس نے تجارت کی نیت سے خریدے ہیں وہ تو مال تجارت ہیں، ان پر تو کیا آجائے گی؟ زکوٰۃ آجائے گی، تو صدقۂ فطر ان میں سے اب نہیں ادا کرے گا۔ یہ معنی ہے وَلَا عَنْ مَمَالِيكِهِ لِلتِّجَارَةِ، اور نہ اپنے ان غلاموں کی طرف سے نکالے گا جو تجارت کے لیے ہیں۔

وَالْعَبْدُ بَيْنَ الشَّرِيكَيْنِ لَا فِطْرَةَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا. اور وہ غلام جو دو شریکوں کے درمیان ہے۔ بھئی میں نے اور زید نے مل کر ایک غلام خریدا ہے، آدھا غلام اس کا ہے اور آدھا میرا ہے، ایک دن میری خدمت کرتا ہے ایک دن اس کی خدمت کرتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ تو اب اس مشترک غلام کا صدقۂ فطر کس پر آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، کسی ایک کو بھی اس پر پوری ولایت حاصل نہیں ہے، کامل ملکیت نہیں ہے، لہٰذا کسی ایک پر بھی اس کے لیے صدقۂ فطر دینا ضروری نہیں۔ یہ معنی ہے وَالْعَبْدُ بَيْنَ الشَّرِيكَيْنِ، اور وہ غلام جو دو شریکوں کے بیچ ہو، لَا فِطْرَةَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا، تو صدقۂ فطر ان میں سے کسی ایک پر بھی نہیں ہے۔

وَيُؤَدِّي الْمُسْلِمُ الْفِطْرَةَ عَنْ عَبْدِهِ الْكَافِرِ. اور ادا کرے گا مسلمان صدقۂ فطر اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی۔ اگر ایک شخص ہے اس کا کوئی غلام کافر ہے بھئی، اس کی طرف سے بھی کیا کرنا پڑے گا؟ صدقۂ فطر اس کو دینا پڑے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو صدقۂ فطر افراد کی طرف سے دیا جاتا ہے، تو یہ سارے افراد جو ہوں گے ان کی طرف سے۔ حتیٰ کہ اور یہ یاد رکھنا آگے صاحب قدوری بتلائیں گے یہ واجب کب ہو جاتا ہے: کہتے ہیں جو عید کی فجر کو پالے۔ عید کے دن جب صبح صادق ہوئی مولانا، اس وقت جو جو فرد موجود تھے ان کی طرف سے صدقۂ فطر اس پر کیا ہو گیا؟ واجب ہو گیا، اس سے پہلے نہیں۔ لہٰذا عید کی رات سے پہلے اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے صدقۂ فطر نہیں ہے بھئی۔ اور اگر عید کی رات میں اس کا بچہ پیدا ہوا صبح صادق سے پہلے، تو اس بچے کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دیا جائے گا، کیونکہ میں نے کہا تھا یہ افراد کی طرف سے دیا جاتا ہے اور جو فرد عید کی فجر کو پاتے ہوئے موجود تھا ان سب پہ کیا آگیا؟ صدقۂ فطر آگیا۔ ہاں اگر اس کا بچہ پیدا ہوا فجر طلوع ہو جانے کے بعد بھئی، تو اب اس کی طرف سے صدقۂ فطر دینا ضروری نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو پہلے وہ تھا رمضان کے زمانے کے اندر، صیام کا زمانہ تھا ایک لحاظ سے، اب کیا ہو گیا؟ فطر کا زمانہ شروع ہو گیا، تو اس وقت کے دخول کو اس نے پالیا، اس وقت میں داخل ہو رہا ہے تو اس وقت وہ واجب ہو جائے گا بھئی۔

وَالْفِطْرَةُ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ زَبِيبٍ أَوْ شَعِيرٍ. اور بھئی صدقۂ فطر کیا ہے؟ فِطْرَةٌ یہ صدقۂ فطر کو کہتے ہیں بھئی۔

وَالْفِطْرَةُ، اور صدقۂ فطر جو ہے نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، نصف صاع ہے گندم میں سے۔ ہر فرد کی طرف سے کتنا دے دے گا؟ نصف صاع گندم دے دے گا یا اس کے بقدر پیسے دے دے۔ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، یا کیا کرے؟ ایک صاع کھجور میں سے، أَوْ زَبِيبٍ، یا ایک صاع کشمش میں سے، أَوْ شَعِيرٍ، یا ایک صاع جو۔ گندم کے حساب سے دینا چاہتا ہے تو نصف صاع کا اعتبار کریں گے، یہ ہے صدقۂ فطر بھئی، تو نصف صاع گندم دے دے یا اس کی جو قیمت بنتی ہے وہ دے دے۔ اور کھجور، کشمش یا جو میں سے دینا چاہتا ہے تو پھر ہر فرد کی طرف سے کتنا دے گا؟ ایک صاع دے گا بھئی، ایک صاع۔ تو ایک صاع دے دے یا ان کے برابر جو قیمت بنتی ہے ان کی وہ دے دے بھئی۔

وَالصَّاعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، اچھا بھئی اب صاع کی بات آگئی، صاع کتنا ہے وہ مقدار بتلانے لگے ہیں۔ کہتے ہیں وَالصَّاعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ۔ اچھا بھئی یاد رکھیے، صاع تین قسم کے ہیں بھئی، تین صاع رائج تھے عرب میں بھئی، تین صاع۔ ایک صاع ہاشمی کہلاتا ہے بھئی۔ یاد رکھنا قیمتی بات ہے آگے آپ کے کام آتی رہے گی۔ صاع ہاشمی، یہ برابر ہوتا ہے بتیس رطل کے۔ بتیس رطل۔ دوسرا ہے صاع حجازی۔ حجازی، حا بھئی حقے والی، جیم، الف، زا ہے آگے زا، یا: صاع حجازی۔ یہ پانچ رطل اور ثلث رطل کے برابر ہے۔ یہ پانچ رطل اور ثلث رطل کے برابر ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ اچھا تیسرا ہے صاع عراقی۔ صاع عراقی، یہ برابر ہے آٹھ رطل کے۔ آٹھ رطل کے۔

صاع لکھ لیے بھئی؟ پہلا صاع کون سا ہے؟ صاع ہاشمی، یہ کتنے رطل کا ہے؟ بتیس رطل کا، یہ تو بہت بڑا صاع ہے بھئی۔ دوسرا ہے صاع حجازی، یہ کتنا ہے؟ پانچ رطل اور ثلث رطل، یعنی تیسرا حصہ رطل کا بھئی، تو یہ چھوٹا ہے صاع بھئی سب سے۔ اور تیسرا کیا ہے؟ صاع عراقی، جو برابر ہے آٹھ رطل کے۔ اور یاد رکھیے یہی صاع حنفی ہے بھئی، ہمارے نزدیک یہ صاع ہے بھئی۔ دراصل علماء کا اختلاف ہے کہ حضور صلی الله علیہ وسلم کا صاع کون سا تھا بھئی، صاع حجازی تھا یا صاع عراقی تھا۔ تو ہمارے نزدیک عند الاحناف حضور صلی الله علیہ وسلم کے زمانے میں جو رائج مدینہ میں صاع تھا وہ کیا تھا؟ صاع عراقی تھا بھئی، جو کہ آٹھ رطل کے برابر ہے۔ جو کہ آٹھ رطل کے برابر ہے۔ تو یہی صاع عراقی کیا ہے مولانا؟ صاع حنفی بھی ہے، یعنی احناف کے نزدیک یہ ہے وہ صاع کی مقدار جو حضور صلی الله علیہ وسلم کے صاع کی تھی بھئی۔

یہ یاد رکھیے کتنا بنا؟ آٹھ رطل، اور یہ بنتا ہے آٹھ رطل برابر ہیں بھئی دو سو ستر تولے کے برابر ہے۔ آٹھ رطل برابر ہیں دو سو ستر تولے کے۔ تو ایک سیر میں کتنے تولے ہوتے ہیں بھئی؟ ایک سیر میں یاد رکھنا اسی تولے ہوتے ہیں ایک سیر میں، اسی تولے۔ ایک کلو رائج ہے یہاں، ایک سیر رائج ہے ہمارے ہاں بھئی، لیکن کلو ذرا زیادہ ہوتا ہے، سیر تھوڑا کم ہے اس سے۔ کلو تقریباً چھ تولے کے لگ بھگ تقریباً اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ تو سیر جو ہے وہ اسی تولے کا ہے۔ تو یہ دو سو ستر تولے ہیں، کتنے سیر بنیں گے بھئی؟ جی، یہ دیکھو اسی سے تقسیم کرو، آٹھ تیے چوبیں، دو سو چالیس، تین سیر پورے بن گئے اور تیس تولے ہیں، یہ تیس تولے چھ چھٹانک بن جاتے ہیں یعنی ڈیڑھ پاؤ بھئی، ڈیڑھ پاؤ۔ تین سیر اور چھ چھٹانک یا یوں کہو تین سیر ڈیڑھ پاؤ، یہ ایک صاع حنفی کی یا صاع عراقی کی مقدار ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور کتنا صاع دینا ہے بھئی؟ گندم میں سے دیں گے تو کتنا دیں گے؟ نصف صاع، اس کو نصف کر لیں گے اس کا وہ گندم میں سے دیں گے، اور اگر کھجور، زبیب یا شعیر میں سے دینا ہے تو پھر پورا صاع دینا پڑے گا بھئی۔

تو دیکھیے کہتے ہیں وَالصَّاعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِيِّ، اور صاع جو ہے طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک آٹھ رطل ہیں عراقی۔ آٹھ رطل ہیں عراقی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثُ رِطْلٍ، اور امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ معلوم ہوا بھئی طرفین کے نزدیک کون سا صاع مراد ہے؟ صاع عراقی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ الله کے نزدیک؟ صاع حجازی بھئی، بتلا نہیں رہے پانچ رطل اور ثلث رطل؟ تو یہ کون سا صاع ہوا؟ صاع حجازی۔ تو ان کے نزدیک یہ صاع ہے حضور صلی الله علیہ وسلم کا۔

بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے بھئی کہ صاع کی مقدار میں ہمارے تینوں ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ طرفین نے جو فرمایا آٹھ رطل مراد ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ الله نے جو فرمایا پانچ رطل اور ثلث رطل والا صاع، کہتے ہیں کہ یہ دونوں دراصل ایک ہی مقدار تھے۔ کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ الله نے جو رطل جس کے ذریعے ماپا وہ دوسرا رطل تھا، اس عام رطل سے بڑا تھا بھئی۔ کیا تھا؟ عام رطل سے بڑا تھا۔ تو جب رطل بڑا تھا تو چھوٹے رطل اس صاع کے اندر آتے تھے آٹھ اور یہ بڑے کتنے آئے؟ پانچ رطل اور ثلث رطل بھئی، تو صاع دونوں کا برابر ہے، یہ بھی بعض فقہاء نے لکھا ہے بھئی، بعض علماء نے۔

وَوُجُوبُ الْفِطْرَةِ يَتَعَلَّقُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ۔ اور یہ صدقۂ فطر کا وجوب جو ہے یہ متعلق ہے فجر ثانی کے طلوع ہونے کے ساتھ بھئی۔ یہ کس سے متعلق ہے؟ فجر ثانی۔ بھئی آپ نے پڑھا تھا ایک فجر اول ہے ایک فجر ثانی۔ فجر اول کو کیا کہتے ہیں؟ صبح کاذب، اور فجر ثانی کو کیا کہتے

ہیں؟ صبح صادق۔ میں نے بتلایا تھا فجر کے وقت سے کچھ قبل آسمان پر مشرق کی طرف ایک روشنی پھیلتی ہے ستون کی صورت میں اوپر کی طرف جاتی ہوئی نظر آتی ہے، یہ کیا کہلاتی ہے؟ فجر کاذب کہلاتی ہے۔ اور اس کے چند منٹ کے بعد پھر، یہ روشنی چند منٹ رہتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے، پھر اس کے چند منٹ بعد بھئی پھر روشنی پھیلتی ہے افق پر مشرق کی جانب اور یہ پورے افق پر پھیلی ہوئی آہستہ آہستہ پھیلتی ہے بڑھتی چلی جاتی ہے بھئی، وہ کیا ہے؟ فجر صادق۔ تو فجر صادق مراد ہے۔ تو میں نے بھی بتلایا تھا یہ کب واجب ہو گا صدقۂ فطر؟ جب کون سا زمانہ پالے؟ فجر ثانی یعنی صبح صادق کو پالے۔ وہی بتلا رہے ہیں کہ وجوب فطر یعنی صدقۂ فطر کا جو وجوب ہے وہ متعلق ہے فجر ثانی کے طلوع کے ساتھ مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ کس دن؟ یوم الفطر یعنی عید الفطر کے دن۔

فَمَنْ مَاتَ قَبْلَ ذَلِكَ لَمْ تَجِبْ فِطْرَتُهُ، پس جو شخص مر گیا اس سے پہلے تو اس کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہے بھئی۔ وَمَنْ أَسْلَمَ أَوْ وُلِدَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ لَمْ تَجِبْ فِطْرَتُهُ، اور جو مسلمان ہوا یا پیدا ہوا طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا، لَمْ تَجِبْ فِطْرَتُهُ، تو اس کا بھی صدقۂ فطر واجب نہیں ہے بھئی۔

وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يُخْرِجَ النَّاسُ الْفِطْرَةَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى۔ اور مستحب یہ ہے کہ نکالیں لوگ بھئی صدقۂ فطر کو عید کے دن، مُصَلَّى عید گاہ، عید گاہ جانے سے پہلے بھئی۔ عید گاہ جانے سے پہلے کیا کر دینا چاہیے؟ صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہیے، فقراء وغیرہ کو دے دینا چاہیے بھئی۔

فَإِنْ قَدَّمُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْفِطْرِ جَازَ، پس اگر اس کو مقدم کر دیا عید الفطر کے دن سے پہلے، جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ مالدار ہے وہ کیا کر دیتا ہے؟ عید کے دن سے پہلے ہی صدقۂ فطر دینا چاہتا ہے تو کیا ادا ہو جائے گا یا ادا نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں ادا ہو جائے گا، اس لیے کہ صدقۂ فطر کن کی طرف سے دیا جاتا ہے؟ افراد کی طرف سے، اور وہ افراد اس وقت موجود ہیں تو ان کی طرف سے دے دے۔

وَإِنْ أَخَّرُوهَا عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ، اور اگر اس کو مؤخر کر دیا عید الفطر کے دن سے، ایک آدمی نے عید الفطر کے دن نہیں دیا بھئی، سستی کی، کوتاہی کی، تو کیا بعد میں معاف ہو جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، جب بھی دے دینا پڑے گا، یہ ساقط نہیں ہوتا، تو دینا پڑے گا چاہے تاخیر سے کیوں نہ دے بھئی۔ تو سمجھ میں آیا؟ تاخیر کی صورت میں گنہگار ہو گا۔ وَإِنْ أَخَّرُوهَا عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ، اور اگر اس کو مؤخر کیا عید الفطر کے دن سے، لَمْ تَسْقُطْ، تو پھر بھی یہ ساقط نہیں ہو گا، وَكَانَ عَلَيْهِمْ إِخْرَاجُهَا، اور واجب ہے ان پر اس کا نکالنا، یعنی پھر بھی یہ واجب ہو گا چاہے مؤخر ہی کیوں نہ کر دے، بعد میں بھی دینا ہی پڑے گا بھئی۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۰: کتاب الصوم (۱): اقسامِ صوم، رویتِ ہلال، نیت کے احکام، مفسداتِ صوم (قضائے محض اور قضا مع الکفارہ کے ضوابط)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۳ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الصَّوْمِ۔ الصَّوْمُ ضَرْبَانِ:وَاجِبٌ وَنَفْلٌ۔ فَالْوَاجِبُ ضَرْبَانِ:مِنْهُ مَا يَتَعَلَّقُ بِزَمَانٍ بِعَيْنِهِ كَصَوْمِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُعَيَّنِ، فَيَجُوزُ صَوْمُهُ بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ، فَإِنْ لَمْ يَنْوِ حَتَّى أَصْبَحَ أَجْزَأَتْهُ النِّيَّةُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ۔ وَالضَّرْبُ الثَّانِي مَا يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ كَقَضَاءِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُطْلَقِ وَالْكَفَّارَاتِ، فَلَا يَجُوزُ صَوْمُهُ إِلَّا بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الصَّوْمِ بھئی۔ صَوْم روزے کو کہتے ہیں بھئی۔ تو آج روزے کے بارے میں تفصیل اور اس کے احکامات وغیرہ صاحب قدوری بیان کریں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں الصَّوْمُ ضَرْبَانِ، روزہ دو قسم پر ہے بھئی: وَاجِبٌ وَنَفْلٌ، ایک واجب ہے اور ایک نفل ہے بھئی۔ یعنی دو قسم پر، ایک قسم کے روزے وہ ہیں جو فرض ہیں اور دوسرے نفل بھئی۔ فَالْوَاجِبُ ضَرْبَانِ، پھر یہ جو فرض روزے ہیں ضَرْبَانِ یہ کتنی قسم پر ہیں؟ یہ دو قسم پر ہیں بھئی۔ مِنْهُ مَا يَتَعَلَّقُ

[1] جدول—مفسداتِ صوم: کن صورتوں میں صرف قضا واجب ہے اور کن میں قضا و کفارہ دونوں؟:

صورتِ افطار / عمل	لازم آنے والا حکم	فقہی علت و ضابطہ
عمداً جماع کرنا (سبیلین میں)	قضا اور کفارہ دونوں واجب	قضائے شہوتِ کاملہ؛ اگرچہ انزال نہ ہو (اور عورت پر بھی کفارہ ہے اگر برضا ہو)۔
عمداً غذا یا دوا کھانا یا پانی پینا	قضا اور کفارہ دونوں واجب	تغذی اور اصلاحِ بدن پایا جانے کی وجہ سے۔
بھول کر کھانا، پینا یا جماع کرنا	روزہ فاسد نہیں ہوا (نہ قضا نہ کفارہ)	حدیثِ نبوی: اللہ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔
پتھر، لوہا، کچا چاول، آٹا، گٹھلی نگلنا؛ یا حقنہ، ناک و کان میں دوا ڈالنا؛ یا کلی کرتے وقت بلا قصد پانی اترنا	صرف قضا واجب ہے (کفارہ نہیں)	غذا یا دوا کا کامل معنی نہ پائے جانے یا قصورِ جنایت کی وجہ سے۔
خواب میں احتلام ہونا، نظر سے انزال ہونا، تیل یا سرمہ لگانا، مسواک کرنا، بلا انزال بوسہ لینا	روزہ فاسد نہیں ہوتا	منافیِ صوم (دخولِ شے یا قضائے شہوتِ کاملہ بالمباشرہ) نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

تتمیم: کفارۂ صوم کی ترتیب ظہار کے کفارے کی طرح ہے: (۱) ایک غلام آزاد کرنا، (۲) استطاعت نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھنا (جن میں عید کے دن نہ آئیں)، (۳) اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ۶۰ مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا۔

بِزَمَانٍ بِعَيْنِهِ، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا تعلق معین زمانے کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی ان کا وقت مقرر ہوتا ہے، كَصَوْمِ رَمَضَانَ، جیسے کہ رمضان کا روزہ بھئی۔ رمضان کے روزے کا وقت متعین ہے بھئی کہ مخصوص مہینے کے اندر روزے رکھنا پڑتے ہیں۔ وَالنَّذْرِ الْمُعَيَّنِ، اور اسی طرح معین منت جو ہے۔

مثلاً بھئی منت کس کو کہتے ہیں؟ کہ اللہ کے لیے اپنے اوپر کسی صدقہ یا عبادت کو لازم کرنا کہ اے اللہ! اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں اتنا صدقہ کروں گا یا اتنے نفل پڑھوں گا یا اتنے روزے رکھوں گا۔ تو اب یہ جو منت مانتا ہے بھئی، مثلاً روزے کی منت مانتا ہے کہ اے اللہ! اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں دس روزے رکھوں گا۔ دس روزے بھئی۔ اب دیکھو دس روزے رکھنے کی بات کی، کوئی وقت متعین نہیں کیا بھئی۔ اور ایک قسم یہ ہے کہ انسان منت مانتا ہے اور روزے کا وقت بھی متعین کر لیتا ہے کہ اے اللہ! اگر میرا یہ کام ہو گیا تو اگلے مہینے کی یکم سے لے کر دس تک میں کیا کروں گا؟ دس روزے رکھوں گا۔ یا اس جمعے کا میں روزہ رکھوں گا، یا فلاں تاریخ کا میں روزہ رکھوں گا۔ تو منت کے ذریعے دن بھی متعین کر دیا۔ تو جب انسان منت مانتا ہے اور وہ کام ہو جائے تو اس پر اب یہ روزہ فرض ہو گیا بھئی۔ اگر معین دن والا تھا تو اسی معین دن اس پر وہ روزہ رکھنا فرض ہے، اور اگر غیر معین تھا، وقت کی بات نہیں کی تھی اس نے، تو پھر جس وقت بھی رکھے بھئی، البتہ یہ روزہ اس پر فرض ہو چکا ہے بھئی، جتنے روزوں کی منت مانی تھی وہ روزے اس کو رکھنا پڑیں گے۔

تو بتلا رہے ہیں آپ کو بھئی کہ جو فرض روزے ہیں وہ دو قسم پر ہو گئے: کچھ وہ ہیں جن کا وقت متعین ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا وقت متعین نہیں ہے۔ جن کا وقت متعین ہے اس کی پہلی مثال ذکر کی جیسے رمضان کا روزہ ہے بھئی، اس کا وقت متعین ہے وہ مخصوص مہینہ آتا ہے اس کے اندر روزے رکھنا فرض ہیں بھئی۔ اور اسی طرح کوئی معین نذر مانی خاص دن کی کہ فلاں دن میں روزہ رکھوں گا یا فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک میں کیا کروں گا؟ روزے رکھوں گا بھئی۔

تو کہتے ہیں فَيَجُوزُ صَوْمُهُ بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ، تو جائز ہے بھئی اس قسم کا روزہ بِنِيَّةٍ نیت کے ساتھ مِنَ اللَّيْلِ رات سے ہی بھئی۔ یہ جن کا وقت متعین ہے، فرض روزے کی یہ قسم ہے، اس کا روزہ جائز ہے رات کے وقت نیت کی جائے بھئی۔ فَإِنْ لَمْ يَنْوِ، پس اگر کسی نے نیت نہ کی رات کو، حَتَّى أَصْبَحَ، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، أَجْزَأَتْهُ النِّيَّةُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ، تو کافی ہے اس کی نیت بھئی جب کہ وہ صبح اور زوال کے درمیان ہو بھئی۔ یعنی زوال سے پہلے پہلے کیا کر لے؟ نیت کر لے بھئی، نیت کر لے۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ زوال سے پہلے بھی نیت کر لے گا تو کافی ہے بھئی۔ حتیٰ کہ اگر پہلے نیت نہیں بھی تھی، نہ رکھنے کی تھی بھئی۔ رمضان میں ایک شخص ہے بھئی، رمضان کی کوئی زیادہ پروا نہیں کرتا، اور اس نے ارادہ کیا بھئی کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا صبح، روزہ نہیں رکھوں گا، اور صبح بھی اس کی یہی نیت ہے کہ آج میں نے روزہ نہیں رکھنا بھئی۔ لیکن زوال سے پہلے پہلے کیا ہو گئی؟ اس کی نیت بن گئی کہ میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ تو کیا اب روزہ رکھ سکتا ہے یا نہیں بھئی؟ آپ کو صاحب قدوری نے بتلایا بھئی کہ کیا کر سکتا ہے؟ نیت کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے ابھی تک روزے کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو، یعنی کھایا پیا نہ ہو تو اب بھی نیت کر لے تو روزہ ہو جائے گا، کیونکہ اس روزے کا وقت متعین ہے تو زوال سے پہلے بھی کیا کر سکتا ہے؟ نیت کر سکتا ہے۔

صاحب قدوری نے زوال کو ذکر کیا کہ زوال سے پہلے کر سکتا ہے بھئی، دیگر کتابوں میں نصف النہار کا ذکر آتا ہے بھئی۔ نصف النہار یعنی دن کے پہلے نصف حصے میں، نصف سے پہلے پہلے اگر نیت کرے گا تو نیت ہو جائے گی بھئی۔ زوال کا اعتبار نہیں ہے بلکہ کس کا اعتبار ہے؟ نصف یوم کہ اس سے پہلے پہلے ہو جائے بھئی۔ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ طریقہ یہ ہے بھئی کہ فجر صادق کس وقت شروع ہوتی ہے وہ وقت نکالو بھئی، وہ وقت دیکھ لو، اور پھر سورج غروب کس وقت ہوتا ہے وہ وقت بھی دیکھ لو۔ پھر یہ جتنا بیچ کا وقت ہے یہ سارا نہار ہے، اس کو تقسیم کر دو، اس کے دو حصے کر دو برابر مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ تو جب اس کا ٹھیک آدھا وقت گزر جائے تو یہ نصف النہار ہے۔ مثلاً فجر صادق سے لے کر غروب آفتاب تک آپ نے وقت نکالا تو مثلاً سولہ گھنٹے بن گئے۔ کتنے بن گئے؟ سولہ گھنٹے بن گئے، تو اس کا نصف کتنا ہے؟ آٹھ گھنٹے۔ تو فجر صادق سے لے کر آٹھ گھنٹے گزرنے سے پہلے پہلے اس نے کیا کر لی؟ نیت کر لی تو روزہ ہو جائے گا اس کا، لیکن اس کے بعد نیت کی تو پھر روزہ نہیں ہو گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟ تو یہ نصف النہار ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ يَنْوِ، اگر اس نے نیت نہ کی، حَتَّى أَصْبَحَ، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، أَجْزَأَتْهُ النِّيَّةُ، تو کافی ہو جائے گی اس شخص کی نیت مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ، اس صبح اور زوال کے بیچ بھئی، یعنی زوال سے پہلے پہلے، اور میں نے بتایا بشرطیکہ روزے کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو یعنی کھایا پیا نہ ہو بھئی۔ یہ نہ ہو ناشتہ اچھی طرح کر لیا اس کے بعد کہتا ہے بھئی قدوری میں پڑھا تھا کہ زوال سے پہلے کیا کر سکتے ہیں؟ نیت۔ نہیں بھئی، اب روزہ نہیں ہو سکتا۔ تو یہ فرض روزے ہیں بھئی۔

وَالضَّرْبُ الثَّانِي مَا يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو ثابت ہوتے ہیں انسان کے ذمے میں بھئی، کسی کے ذمے ثابت ہوتے ہیں،

كَقَضَاءِ رَمَضَانَ، جیسے کہ رمضان کی قضا۔ ایک شخص تھا بھئی رمضان کے اندر بیمار ہو گیا، دو چار دن وہ روزے نہیں رکھ سکا بھئی۔ تو مثلاً چار روزے اس کے رہ گئے، تو اب ان کی قضا اس پر فرض ہے، لیکن کیا ان کا کوئی وقت متعین ہے؟ نہیں بھئی، باقی سال کے اندر جس وقت چاہے وہ رکھ سکتا ہے، آئندہ وقت میں کسی بھی وقت رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح وَالنَّذْرِ الْمُطْلَقِ، مطلق منت مانی کسی نے بھئی، اے اللہ! اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں ایک روزہ رکھوں گا یا میں پانچ روزے رکھوں گا۔ تو کوئی وقت متعین کیا؟ نہیں۔ تو یہ نذر مطلق ہے بھئی، البتہ جب کام ہو گیا تو یہ روزہ بھی فرض ہو گیا۔

وَالْكَفَّارَاتِ، اور اسی طرح کفارات کے روزے بھئی۔ مثلاً ایک شخص کیا کرتا ہے؟ رمضان میں روزہ رکھا اور پھر دن کے اندر اس نے جان بوجھ کر کوئی چیز کھائی یا پی، اسے روزہ بھی یاد ہے پھر بھی کھایا پیا اور روزہ توڑ ڈالا، تو یاد رکھو اس شخص پر قضا بھی ہے اس روزے کی اور کفارہ بھی دینا پڑے گا۔ اور کفارہ کیا ہے روزے کا؟ بھئی ایک غلام آزاد کرنا پڑے گا۔ اگر غلام نہیں ملتا تو پھر ساٹھ روزے رکھنا پڑتے ہیں بھئی، ساٹھ روزے۔ مسلسل ساٹھ روزے رکھنے ہیں بھئی۔ درمیان میں اگر ایک روزہ بھی چھوٹ گیا پھر نئے سرے سے رکھنا پڑیں گے بھئی۔ اور اگر ساٹھ روزے رکھنے پر بھی کوئی قادر نہیں ہے تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے بھئی۔ کیا کرے گا؟ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے گا۔

تو کیا ہے کفارہ، رمضان کے روزے کو توڑ ڈالا تو کیا کفارہ ہے؟ سب سے پہلے غلام آزاد کیا جائے گا، لیکن غلام تو آج کل ہیں ہی نہیں، تو اب دوسری طرف ہم چلے جائیں گے فوراً کہ کیا کرے گا؟ ہاں، تو بس اب یہ کفارہ یوں سمجھو رمضان کا روزہ توڑنے کا کفارہ ساٹھ روزے رکھنا پڑیں گے مسلسل بھئی۔ اور ساٹھ یہ رکھے گا اور ایک جو اس نے توڑا تھا اس کی قضا بھی کرے گا، یعنی کتنے روزے ہو گئے؟ اکسٹھ۔ تو قضا جب مرضی رکھے لیکن یہ کفارے والے ساٹھ روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے۔ درمیان میں کسی بھی عذر کی وجہ سے چاہے بیمار ہو جو مرضی ہو اس نے ایک روزہ بھی چھوڑ دیا، مثلاً پچپن روزے یہ رکھ چکا تھا مسلسل، پچپن روزوں کے بعد یہ بہت شدید بیمار ہو گیا، ایک روزہ نہیں رکھ سکا، بس بھئی ختم کفارہ، نئے سرے سے دوبارہ رکھنا شروع کرو بھئی۔ تو یہ بطور سزا کے ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ رمضان کے روزے کو اس نے توڑا ہے جان بوجھ کر تو اب یہ اسے کفارہ دینا پڑے گا۔

اور مسکینوں کو بھئی، چلو کفارے کی بات آ گئی تفصیل یہیں بتلا دوں آپ کو بھئی، اگر روزے ساٹھ نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ اور یاد رکھو ایک دن کا کھانا یعنی صبح شام دو وقت کا کھانا ہے۔ ساٹھ مسکینوں کو کیا کرے؟ صبح شام دو وقت کا کھانا کھلانا پڑے گا متوسط درجے کا جیسے کہ خود کھاتا ہے، نہ بہت اعلیٰ ہو اور نہ ادنیٰ ہو۔ تو متوسط درجے کا کھانا مراد ہے بھئی جیسا وہ عموماً خود کھاتا ہے، متوسط درجے کا کھانا وہ کھلائے بھئی ساٹھ مسکینوں کو۔ اور اب اس میں اس کی مرضی ہے چاہے ایک ہی دن ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے صبح کا بھی اور شام کا بھی، یا ان کو پیسے دے دے بھئی۔ کیا کرے؟ آسان صورت ہے بھئی، حساب لگا لے صبح اور شام کے کھانے کے جتنے پیسے بنتے ہیں وہ ساٹھ مسکینوں کو دے دے۔ یہ نہیں کر سکتا ایک ہی مسکین کو سارے پیسے دے دے، سمجھ میں آیا؟

ہاں اگر ایک کو دینا چاہتا ہے تو ایک شخص کو زیادہ سے زیادہ ایک دن میں ایک دن کا خرچہ دے سکتا ہے، تو ایک مسکین کو روزانہ خرچہ دیتا چلا جائے ساٹھ دن تک بھئی، یہ صورت بھی ٹھیک ہے بھئی۔ مطلب ایک دن میں دو دن کا اکٹھا خرچہ نہیں دے سکتا، پھر جیسے مرضی صورت بنائے۔ سمجھ میں آیا؟ چاہے روزانہ ایک ایک دن کا خرچہ اس کو دیتا جائے یا کھانا کھلاتا جائے، یا کچھ دنوں کا، آج ایک دن کا کھلایا، ہفتے بعد پھر ایک دن کا کھلایا، ہفتے بعد پھر ایک دن کا کھلایا، سمجھ میں آیا؟ تو تفریق اور ملانا ضروری نہیں ہے، الگ کرنا یا ملانا، جیسی بھی صورت ہو جائے بس جب ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے گا تو کفارہ پورا ہو گیا، ادا ہو گیا۔ اور اگر ایک ہی دن میں دینا چاہتا ہے پھر کیا کرے گا؟ ساٹھ مسکینوں کو کھلانا پڑے گا الگ الگ ہوں، یعنی ایک مسکین کو ایک وقت میں دو دن کا یا دو سے زیادہ کا نہیں دے سکتا۔ مثلاً پانچ مسکین آ گئے تو کیا کرے گا؟ پانچوں کو آج کے دن کا خرچہ دے دیا یا آج صبح شام کا کھانا کھلا دیا، اگلے دن پھر دوبارہ کھلا دیا، کتنے ہو گئے؟ دس۔ اس طرح کر لے بھئی۔ ہاں تو بس یہ یاد رکھنا ایک ہی دن میں ایک ہی مسکین کو دے دیتا ہے ان سب دنوں کا خرچہ، یہ نہیں صحیح بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی کفارے کی؟

تو کہتے ہیں وَالضَّرْبُ الثَّانِي مَا يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ، اور دوسری قسم کے فرض روزے وہ ہیں جو ثابت ہو جاتے ہیں ذمے کے اندر، كَقَضَاءِ رَمَضَانَ جیسے رمضان کی قضا ہے، وَالنَّذْرِ الْمُطْلَقِ اور نذر مطلق ہے، وَالْكَفَّارَاتِ اور کفارے ہیں۔ تمام کفارات اسی طرح ہیں بھئی، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ یعنی بات یہ بتلانا چاہتے ہیں جس چیز کا بھی کفارہ ہو، ظہار کا بھی کفارہ ہے یہی اسی طرح، تو کیا کریں گے؟ کہتے ہیں فَلَا يَجُوزُ صَوْمُهُ إِلَّا بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ، أَيْ فَلَا يَجُوزُ صَوْمُ هَذَا الضَّرْبِ إِلَّا بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ، جائز نہیں ہے اس قسم والا روزہ مگر ایسی نیت کے ساتھ جو رات سے ہی ہو بھئی۔ بھئی ان روزوں کا تو وقت متعین تھا لہٰذا نصف النہار سے پہلے بھی نیت کر لیتا ہے تو روزہ ہو جائے گا، لیکن ان روزوں کا چونکہ وقت متعین نہیں ہے اس لیے رات ہی

سے کیا کرنا پڑے گی؟ نیت کرنا پڑے گی بھئی۔

وَكَذَلِكَ صَوْمُ الظِّهَارِ۔ اور اسی طرح ہے ظہار کا روزہ۔ ظہار مولانا یہ آگے باقاعدہ اس کا باب آجائے گا بھئی وہاں تفصیل بیان ہو جائے گی کہ کوئی شخص کیا کرتا ہے؟ اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت کے ساتھ اس کو تشبیہ دے دیتا ہے: أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي، تو مجھ پر اسی طرح ہے جیسے میری ماں کی پشت بھئی، یعنی جیسے میری ماں مجھ پر حرام ہے تو بھی مجھ پر کیا ہے؟ حرام ہے۔ اس طرح کا لفظ کہہ دیتا ہے تو یہ اس نے بہت ہی زیادہ غلط بات کی، لہٰذا اب اس کو کفارہ دینا پڑے گا ورنہ بیوی اس پر حرام ہو گئی بھئی۔ اور وہاں پر بھی یہی ہے: یا غلام آزاد کرنا پڑے گا، یا ساٹھ روزے رکھنا پڑیں گے، یا پھر کیا کرے گا؟ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا، اگر روزوں کی طاقت نہ ہو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ تو کہتے ہیں وَكَذَلِكَ صَوْمُ الظِّهَارِ، اور اسی طرح ہے ظہار کا روزہ۔ کیا معنی اسی طرح ہے بھئی؟ اس کی نیت بھی کب سے کرنا پڑے گی؟ رات ہی سے کرنا پڑے گی بھئی۔

وَالنَّفْلُ كُلُّهُ، بھئی نفل کا عطف ظہار پر نہ کرنا بھئی، وَكَذَلِكَ صَوْمُ الظِّهَارِ وَالنَّفْلِ یہ نہ پڑھ دینا بھئی، آگے نفل کی الگ بات بیان کرنے لگے ہیں: وَالنَّفْلُ كُلُّهُ يَجُوزُ بِنِيَّةٍ قَبْلَ الزَّوَالِ، اور نفل سارے کے سارے وہ جائز ہیں زوال سے پہلے کی نیت کے ساتھ۔ سمجھ میں آیا؟ ظہار میں تو بتلایا رات سے ہی نیت کرنا پڑے گی اور نفلوں میں زوال سے پہلے بھی نیت کر سکتا ہے۔ وہی اوپر جیسے رمضان کا حکم تھا نصف النہار سے پہلے کر سکتا ہے یہاں بھی نصف النہار سے پہلے کر سکتا ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آگئی بھئی؟

اور یاد رکھیے عورت ہے، کسی کی بیوی ہے، اس کے لیے خاوند اگر گھر پر ہو تو خاوند کی اجازت کے بغیر نفل روزہ اس کے لیے رکھنا درست نہیں ہے بلکہ کیا کرے؟ خاوند سے اجازت لے۔ ہاں اگر خاوند سفر پر گیا ہوا ہے پھر تو رکھ سکتی ہے ٹھیک ہے، لیکن خاوند گھر پر ہی ہے تو پھر اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے نفلی روزہ درست نہیں ہے بھئی۔

اور یہ بھی آگے صاحب قدوری آپ کو بتلائیں گے بھئی کہ کفارہ صرف رمضان کا روزہ توڑنے پر آتا ہے۔ اگر جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑے گا تو پھر کیا؟ قضا بھی کرنا پڑے گی اور اس کا کفارہ بھی دینا پڑے گا۔ باقی کسی روزے کو توڑنے پر کفارہ نہیں ہے، یہ صرف رمضان کے روزے کی خصوصیت ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے رمضان کا قضا روزہ رکھا تھا اور اس نے اس کو توڑ دیا، اس پر بھی کفارہ نہیں ہے۔ رمضان کا روزہ توڑے اور رمضان ہی کے اندر توڑے تو پھر اس میں کیا آیا کرتا ہے؟ کفارہ۔ بعد میں چاہے نذر معین کا روزہ توڑ رہا ہے، چاہے کفارے کا روزہ توڑتا ہے جان بوجھ کر، چاہے رمضان کا قضا روزہ جان بوجھ کر توڑتا ہے، تو ان کی قضا تو آئے گی لیکن کفارہ نہیں ہو گا۔

اور اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا بھئی کوئی شخص نفلی روزہ رکھتا ہے، تو پہلے نفلی تھا، مرضی تھی رکھے یا نہ رکھے، لیکن ایک دفعہ جب نیت کر لی، شروع کر دیا روزہ، اب یہ روزہ اس پر واجب ہو گیا، اب اسے رکھنا ہی پڑے گا۔ لہٰذا اب اگر توڑ دیتا ہے تو بعد میں اس کی قضا کرنا پڑے گی بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ نفل روزہ ایک دفعہ جب رکھ لیا اور پھر توڑا ہے تو اب کیا کرنا پڑے گی اس کی؟ قضا، کیونکہ پہلے اس پر یہ روزہ لازم نہیں تھا لیکن جب اس نے ایک دفعہ شروع کر دیا تو یہ روزہ اس پر کیا ہو گیا؟ لازم ہو گیا بھئی، قضا کرنا پڑے گی۔ اور نفل روزہ توڑنا جائز بھی ہے مولانا۔ مثلاً ایسا موقع آتا ہے، مثلاً آپ کی کسی نے دعوت کر دی، کھانے کی دعوت دے دی، آپ نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے، آپ کے کسی ساتھی نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور آپ کو یقین ہے کہ بھئی اگر میں نے اس کی دعوت قبول نہ کی تو اس کی دل شکنی ہو گی، تو اس صورت میں چاہیے کہ روزہ توڑ دے اور اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے بھئی، اور بعد میں کیا کر لے اس کی؟ قضا کر لے۔

یاد رکھیے پورے سال روزہ رکھنا جائز ہے لیکن پانچ دن ایسے ہیں سال کے اندر جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے بھئی، حرام ہے، حرام ہے ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنا بھئی۔ دو تو عید کے دن ہیں بھئی: ایک بقر عید اور ایک عید الفطر۔ اور بقر عید یعنی عید الاضحیٰ سے اگلے تین دن جو ہیں یعنی ایام تشریق بھئی، ان کے اندر بھی روزہ رکھنا جائز نہیں۔ تو یہ پانچ دن ایسے ہیں جن کے اندر روزہ نہیں رکھنا چاہیے بھئی، حرام ہے بھئی۔ باقی پورے سال میں روزہ رکھنا جائز ہے، جس وقت بھی رکھنا چاہے روزہ رکھ سکتا ہے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَالنَّفْلُ كُلُّهُ يَجُوزُ بِنِيَّةٍ قَبْلَ الزَّوَالِ، اور نفل سارے کے سارے وہ جائز ہیں زوال سے پہلے نیت کے ساتھ۔ وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَلْتَمِسُوا الْهِلَالَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ۔ اور مناسب ہے لوگوں کے لیے یعنی لوگوں کو چاہیے بھئی، یعنی ضروری ہے کہ أَنْ يَلْتَمِسُوا الْهِلَالَ، کہ وہ تلاش کریں چاند کو۔ کس دن تلاش کریں؟ بھئی رمضان کا چاند دیکھنے کی بات ہو رہی ہے۔ کہتے ہیں چاند کو تلاش کریں، واجب ہے

لوگوں پر، فِي الْيَوْمِ الثَّاسِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ، انتیسویں تاریخ کو شعبان کی بھئی۔ شعبان کی انتیسویں کو بھئی، کیونکہ آپ جانتے ہیں یہ قمری ماہ جو ہوتا ہے کبھی انتیس کا ہوتا ہے اور کبھی تیس کا۔ تو شعبان کا انتیسواں دن گزرا ہے اور سورج غروب ہوا تو اب لوگوں پر واجب ہے کہ چاند دیکھیں، اس کو تلاش کریں بھئی۔

فَإِنْ رَأَوْهُ صَامُوا، اگر اسے دیکھ لیں، چاند انہیں نظر آجائے، صَامُوا تو کیا کریں گے؟ روزہ رکھیں، رمضان شروع ہو گیا بھئی۔ وَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ، اور اگر پوشیدہ رہے ان پر چاند، أَكْمَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا، تو پورا کریں شعبان کے شمار کو ثَلَاثِينَ يَوْمًا کتنے دن؟ تیس دن، یعنی شعبان تیس دن کا پورا کر لیں بھئی۔ چاند نظر نہیں آیا، تو اب مہینہ کبھی تیس کا بھی ہوتا ہے، تو معلوم ہوا چاند نہیں نظر آیا تو یہ شعبان تیس کا ہے، اس سے اگلے دن پھر رمضان شروع ہو جائے گا۔ تو پورا کر لیں شعبان کے شمار کو تیس دن، ثُمَّ صَامُوا، پھر کیا کریں؟ روزہ رکھیں، کیونکہ تیس سے زیادہ کا تو مہینہ نہیں ہوتا بھئی۔

وَمَنْ رَأَى هِلَالَ رَمَضَانَ وَحْدَهُ صَامَ وَإِنْ لَمْ يَقْبَلِ الْإِمَامُ شَهَادَتَهُ۔ بھئی دیکھو رمضان کا چاند ہو یا عید کا چاند ہو، اگر آسمان پر بادل یا غبار وغیرہ نہیں ہے تو پھر ایک جم غفیر کا چاند کو دیکھنا ضروری ہے۔ یعنی اتنے لوگ چاند کو دیکھ لیں کہ انسان کا دل کہے اتنے لوگ جھوٹ نہیں بول رہے، انہوں نے اپنی طرف سے بات نہیں بنائی، یقیناً کیا ہے؟ انہوں نے چاند کو دیکھا ہے۔ ایک بڑی جماعت کی گواہی ضروری۔ کس وقت بھئی؟ جب آسمان پر بادل، غبار وغیرہ کوئی چیز نہیں، مطلع صاف ہے بھئی، تو اس صورت میں ایک کثیر جماعت کا چاند کو دیکھنا ضروری ہے بھئی، ان کی شہادت ضروری ہے بھئی۔

اور اگر آسمان پر غبار وغیرہ ہے بھئی، تو اس صورت میں یاد رکھو رمضان کا چاند دیکھنے کے لیے ایک عادل آدمی کی گواہی بھی کافی ہے، اور عید کے لیے دو عادل کی گواہی کافی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ مثلاً بات انتیس شعبان اور انتیس رمضان کی چل رہی ہے بھئی۔ تیس شعبان کے بعد تو چاند دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں، اگلے دن خود ہی رمضان شروع۔ تیس رمضان کے بعد تو عید کا چاند دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں، تیس کے بعد تو آگے خود ہی اگلا دن عید کا ہے بھئی۔ انتیس کی بات ہو رہی ہے، انتیس کو بھئی آسمان پر بادل تھے، لیکن بہر حال ایک آدمی دیہات سے آیا بھئی اس نے کیا کہا؟ کہ میں نے چاند دیکھا ہے بھئی۔ بادل بھئی پورے علاقے میں تو نہیں ہوں گے بھئی، ہو سکتا ہے اس شہر والوں کی طرف بادل ہیں باہر دیہات کی طرف بادل نہیں ہیں بھئی۔ تو اس نے کہا میں نے چاند دیکھا ہے بھئی، تو ہم دیکھیں گے کہ وہ اگر عادل آدمی ہے اور رمضان کے چاند کی گواہی دے رہا ہے تو ایک عادل کی گواہی بھی کافی ہے بھئی۔ ایک عادل کی گواہی بھی کافی ہے۔

عادل کس کو کہتے ہیں بھئی؟ جی؟ ہاں عادل کا معنی تو ہے انصاف کرنے والا، لیکن یہاں یہ نہیں مراد بھئی۔ عادل اس کو کہتے ہیں وہ مسلمان بھئی جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو بھئی، کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو، اور صغیرہ گناہ بھی زیادہ نہ کرتا ہو بھئی، کبھی کبھار ہو جاتے ہیں صغیرہ گناہ، اور گھٹیا افعال سے بھی بچتا ہو بھئی، گھٹیا افعال سے بھی۔ یہ عادل آدمی ہے بھئی۔ کتنی شرطیں ذکر ہوئیں؟ تین شرطیں۔ پہلی کیا شرط ہوئی؟ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو بھئی۔ اور صغیرہ گناہ کثرت سے نہیں، کبھی کبھار ہو جاتے ہیں بھئی، بار بار نہیں کرتا چلا جاتا، نیک آدمی ہے، سمجھ میں آیا؟ کوئی تبلیغی ہے مثلاً بھئی۔ اور تیسرا کیا؟ گھٹیا افعال سے بھی بچتا ہو، گھٹیا افعال بھی نہ کرتا ہو۔ گھٹیا کیا افعال ہیں؟ مثلاً بھئی راستے میں بیٹھ کر کھا رہا ہے، معزز آدمی ایسا نہیں کرتا بھئی، راستے میں بیٹھ کر کھا رہا ہے، یہ ادنیٰ لوگوں کا فعل ہے راستے میں بیٹھ کر کھانا۔ اسی طرح یہ بھی گھٹیا فعل ہے بھئی، راستے میں چلتے چلتے جہاں پیشاب آیا ایک طرف بیٹھ کر پیشاب شروع کر دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ معزز آدمی کبھی ایسا نہیں کرتا بھئی، وہ تو پیشاب کے لیے بھی اگر کوئی جگہ نہیں ہے تو اتنی دور جاتا ہے بستی سے کہ کسی انسان کا وہاں امکان ہی نہ رہے بھئی۔ تو یہ گھٹیا افعال ہیں، جو یہ کرتا ہے معلوم ہوا وہ بھی عادل نہیں بھئی۔

تو عادل جب کوئی گواہی دے دے، تو یہ ہے مولانا قابل اعتماد آدمی۔ تو جب کوئی قابل اعتماد آدمی رمضان کی گواہی دے دے اور آسمان پر غبار وغیرہ یا ابر تھے، بادل تھے کچھ، تو اب اس کی گواہی کیا کر لی جائے گی؟ قبول کر لی جائے گی چاہے گواہی دینے والا مرد ہو چاہے عورت ہو، چاہے آزاد ہو چاہے غلام ہو۔ اور اگر عید کے چاند کی بات ہے تو وہاں دو عادل آدمیوں کی گواہی ہونی چاہیے بھئی، دو عادل آدمیوں کی گواہی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں بھئی، صرف عورتوں کی گواہی بھی نہیں وہاں قبول بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا بھئی؟

اب ایک آدمی ہے اس نے رمضان کا چاند دیکھ لیا۔ اور رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد وہ حاکم کے پاس پہنچا، امام کے پاس پہنچا بھئی۔ امام کا لفظ آئے بھئی مراد حاکم ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ خلیفہ ہے یا جو بڑا ہے شہر کا۔ اس کے پاس آیا، تو امیر کے پاس آکر اس نے گواہی دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے رمضان کا۔ امیر نے تحقیق کی مولانا، پتا چلا یہ عادل آدمی نہیں ہے بھئی، امور دینیہ کی زیادہ پروا نہیں کرتا بھئی، تو اس کی گواہی قابل قبول نہیں بھئی۔ معلوم ہوا یہ عادل نہیں، اور ہم

نے تو کیا شرط لگائی تھی؟ کس قسم کا آدمی ہونا چاہیے؟ عادل۔ جب یہ عادل نہیں ہے، عادل ہوتا تو ایک کی گواہی بھی رمضان کے لیے کافی تھی لیکن یہ عادل نہیں ہے، فاسق ہے، مثلاً نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا یہ آدمی، یا جھوٹ بولتا ہے وغیرہ، تو اب کیا کریں گے؟ اس کے قول کو امام قبول نہیں کرے گا بھئی۔ تو کیا اس نے تو خود چاند دیکھا ہے، کیا اسے خود روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں بھئی؟ اس پر ضروری ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں اسے خود کیا ہے؟ روزہ رکھنا چاہیے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ یہی بات کر رہے ہیں: وَمَنْ رَأَى هِلَالَ رَمَضَانَ وَحْدَهُ، اور جس نے رمضان کے ہلال کو دیکھا اکیلے، صَامَ تو کیا کرے؟ روزہ رکھے، وَإِنْ لَمْ يُقْبَلِ الْإِمَامُ شَهَادَتَهُ، اگرچہ قبول نہ کرے امیر اس کی شہادت کو بھئی، اس کی گواہی کو۔

وَإِذَا كَانَ فِي السَّمَاءِ عِلَّةٌ قَبِلَ الْإِمَامُ شَهَادَةَ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ۔ اور جب آسمان میں کوئی عذر ہو، یعنی میں نے بتلایا بادل وغیرہ ہیں کچھ یا غبار ہے، اگر آسمان میں کوئی عذر ہو، قَبِلَ الْإِمَامُ تو قبول کرے گا امام شَهَادَةَ الْوَاحِدِ ایک آدمی کی گواہی کو، الْوَاحِدِ الْعَدْلِ، کسی ایک عادل آدمی کی گواہی قبول کرلے گا فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالِ چاند کے دیکھنے میں، رَجُلًا كَانَ أَوِ امْرَأَةً، آدمی ہو یا وہ عورت، حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا، آزاد ہو یا غلام ہو، بس عادل ہونا چاہیے گواہی قبول کی جائے گی۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي السَّمَاءِ عِلَّةٌ، اگر نہ ہوا آسمان میں کوئی عذر، لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ، تو شہادت قبول نہیں کی جائے گی چاند کے دیکھنے کی، حَتَّى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ، یہاں تک کہ اس چاند کو دیکھ لے ایک کثیر جماعت کہ واقع ہو، عِلْمٌ کا معنی یقین کے ہے یہاں بھئی، کہ واقع ہو یقین ان کی خبر سے۔ ان کی خبر سے کیا ہو جائے انسان کو؟ یقین ہو جائے بھئی، اتنی کثیر جماعت کا دیکھنا ضروری ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اب دو تین چار کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے بھئی، بڑی جماعت کا دیکھنا ضروری کیونکہ بادل وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے، مطلع صاف ہے بھئی۔

اچھا، اب وقت بتلا رہے ہیں روزے کا کب سے کب تک وقت ہے بھئی۔ کہتے ہیں وَوَقْتُ الصَّوْمِ مِنْ حِينِ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، اور روزے کا وقت جو ہے، حِينٌ کہتے ہیں وقت کو، مِنْ حِينِ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي، فجر ثانی یعنی صبح صادق کے طلوع کے وقت سے لے کر إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ بھئی کب تک ہے؟ غروب شمس، سورج کے غروب ہونے تک ہے بھئی۔

وَالصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ۔ اچھا بھئی، اب روزے کی تعریف آ گئی بھئی، روزہ کہتے کس چیز کو ہیں؟ یاد رکھیے عربی زبان میں صَوْم کا معنی ہے رکنا، کسی بھی چیز سے رکنا، باز رہنا یہ کیا کہلاتا ہے؟ صَوْم۔ چاہے کھانے پینے سے رکا رہے یہ بھی صوم ہے، بات چیت سے رکا رہے یہ بھی صوم ہے۔ تو رکنا کسی بھی چیز سے۔ لیکن اصطلاح شریعت میں روزہ کس کو کہتے ہیں؟ مطلق رکنے کو؟ نہیں بھئی، بلکہ روزہ اصطلاح شریعت میں کہتے ہیں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک انسان کھانے، پینے اور جماع سے رکا رہے اور ساتھ نیت بھی ہو۔ ساتھ کیا ہو؟ روزے کی نیت بھی ہو بھئی۔ کب سے کب تک بھئی؟ صبح صادق سے غروب آفتاب تک رکا رہے، اور کن چیزوں سے؟ کھانے پینے اور جماع سے، اور ساتھ کیا ہونی چاہیے؟ نیت بھی تو ضروری ہے۔ ایک آدمی کی ویسے ہی عادت ہے بھئی وہ ڈائٹنگ کر رہا ہے، کھانا پینا کم کھاتا ہے، سمجھ میں آیا؟ بڑا موٹا ہو چکا ہے اب ڈاکٹروں نے کہا ہے بھئی تم کھانا کم کرو اپنا، اب وہ صرف ایک ہی وقت رات کو کھانا کھاتا ہے۔ تو اب یہ بھی صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے سے رکا ہوا ہے، لیکن یہ رکنا بغیر نیت کے ہے اس لیے یہ روزہ نہیں کہلاتا۔ تو نیت کیوں ضروری ہوئی؟ تاکہ عادت اور عبادت میں فرق ہو جائے۔ یہ جو موٹا آدمی کھانے سے رکا ہوا ہے یہ تو عادتاً رکا ہوا ہے، اس کی عادت ہی یہ ہے کہ کیا کرتا ہے؟ ڈائٹنگ، اور نیت کرے گا تو یہی کیا بن جائے گی؟ عبادت بن جائے گی۔ تو عبادت میں نیت ضروری ہوتی ہے۔

تو کہتے ہیں وَالصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ نَهَارًا، اور صوم جو ہے وہ رکنا ہے کھانے سے اور پینے سے اور جماع سے نَهَارًا دن میں بھئی، سارے دن میں، مَعَ النِّيَّةِ کس کے ساتھ؟ نیت کے ساتھ۔

فَإِنْ أَكَلَ الصَّائِمُ أَوْ شَرِبَ أَوْ جَامَعَ نَاسِيًا لَمْ يُفْطِرْ۔ بھئی ایک آدمی بھولے سے کھا پی لیتا ہے روزے کے اندر یا بھولے سے جماع کر لیتا ہے، تو کہتے ہیں بھئی روزہ نہیں ٹوٹا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بھولے سے کھایا، پیا، روزہ نہیں تھا یاد بھئی۔ خصوصاً رمضان کے پہلے تین دنوں میں تو خصوصاً انسان کو اکثر یاد ہی نہیں رہتا بھئی، تو آپ بھول بیٹھے بھئی، آپ نے کیا کیا؟ کھانا نکالا فریج سے بہترین قسم کا، اسے گرم کیا اور بیٹھ کر ڈٹ کر کھایا بھئی، خوب پیٹ بھر لیا۔ پھر یاد آیا وہ ہو میرا روزہ تھا! کوئی حرج نہیں مولانا، روزہ آپ کا اب بھی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ حدیث میں آتا ہے یہ اللہ نے انسان کو کھلایا اور پلایا بھئی۔ تو دیکھو روزے کی فضیلت اسی طرح ہے چاہے پیٹ بھر کر کھالے جب کہ بھولے سے کھائے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھولے سے قید ضروری ہے بھئی۔

اسی طرح بھولے سے کچھ پی لے، بھولے سے جماع کر لے، پھر بھی روزہ نہیں گیا بھئی، روزہ نہیں ٹوٹا۔ بلکہ دن میں کئی دفعہ کھا لیا بھئی! صبح بھول گئے

آرام سے ناشتہ کیا بھئی، پھر یاد آیا اوہو روزہ تھا۔ دوپہر کو پھر کھانا کھالیا پیٹ بھر کے، اوہو بعد میں یاد آیا روزہ تھا۔ عصر کو پھر بیٹھے چائے وغیرہ اور خوب چیزیں کھالیں، اوہو آج تو روزہ تھا! جتنی دفعہ مرضی کھائے لیکن قید یاد رکھنا بھئی، بھولے سے ہونا چاہیے۔ سمجھ میں آیا؟ بھولے سے۔ تو یہ تو اللہ ہی جانتے ہیں کہ وہ بھولے سے کھا رہا ہے یا بھولے سے نہیں کھا رہا۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ أَكَلَ الصَّائِمُ أَوْ شَرِبَ أَوْ جَامَعَ نَاسِيًا لَمْ يُفْطِرْ، اگر کھایا روزہ دار نے أَوْ شَرِبَ یا پیا أَوْ جَامَعَ یا جماع کیا، صحبت کی اپنی بیوی سے نَاسِيًا بھولے سے، لَمْ يُفْطِرْ، تو ان میں سے کسی چیز نے اس کا روزہ نہیں توڑا۔ ان میں سے کسی چیز نے اس کا روزہ نہیں توڑا۔ عربی میں کہتے ہیں: أَفْطَرَ الشَّيْءُ الصَّوْمَ۔ کیا کہتے ہیں؟ أَفْطَرَ الشَّيْءُ الصَّوْمَ، اس چیز نے روزے کو توڑ دیا۔ سمجھ میں آیا؟ یہ فعل متعدی ہے، اس کے لیے أَفْطَرَ کے لیے ایک فاعل چاہیے اور ایک مفعول چاہیے بھئی۔ تو یہاں لَمْ يُفْطِرْ بھئی، تو لَمْ يُفْطِرْ، نہیں توڑا۔ کس چیز نے نہیں توڑا؟ ضمیر یہ ماقبل میں جو ہے اکل، شرب اور جماع کو راجع ہے بھئی۔ اکل، شرب اور جماع، انہوں نے نہیں توڑا۔ بھئی یہ تو تین ہیں، يُفْطِرْ کے اندر تو هُوَ مفرد کی ضمیر ہے؟ بھئی یاد رکھو ان تینوں کے درمیان عطف ہے أَوْ کے ذریعے۔ کس کے ذریعے عطف ہے؟ أَوْ کے ذریعے۔ اکل، شرب اور جماع میں عطف کے لیے کیا لفظ لایا گیا ہے؟ أَوْ۔ تو یہ أَحَدُهَا کی تاویل میں ہے: ان میں سے کوئی ایک، أَحَدُهَا، ان میں سے کوئی ایک۔ یہ ہو گا یا یہ ہو گا یا یہ ہو گا، یعنی ان میں سے کوئی ایک، تو وہ لَمْ يُفْطِرْ صَوْمَهُ، اس نے اس کے روزے کو نہیں توڑا۔ عبارت سمجھ میں آ رہی ہے سب کو بھئی؟ تو لَمْ يُفْطِرْ، تو ان میں سے کسی چیز نے اس کا روزہ نہیں توڑا۔

فَإِنْ نَامَ فَاحْتَلَمَ أَوْ نَظَرَ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَنْزَلَ أَوِ ادَّهَنَ أَوِ احْتَجَمَ أَوِ اكْتَحَلَ أَوْ قَبَّلَ لَمْ يُفْطِرْ۔ روزہ دار مولانا فَإِنْ نَامَ اگر وہ شخص سو گیا روزے میں، فَاحْتَلَمَ پس اسے کیا ہوا؟ احتلام ہوا،

أَوْ نَظَرَ إِلَى امْرَأَتِهِ، یا کسی نے دیکھا اپنی بیوی کی طرف، فَأَنْزَلَ، اسے کیا ہوا؟ انزال ہو گیا، أَوِ ادَّهَنَ، یا مثلاً تیل وغیرہ لگایا بھئی، أَوِ احْتَجَمَ، یا پچھنے لگوائے، سینگی لگوائی۔ حجامت کس کو کہتے تھے؟ پچھنے لگوانا، ایک مخصوص پرانا طریقہ تھا کہ جو پچھنے لگانے والا ہوتا اس کے پاس ایک مخصوص آلہ ہوتا تھا، وہ گردن وغیرہ پر رکھ کر دبا کر اس کے ذریعے خون چوستا تھا، فاسد خون بدن سے نکالتا تھا، اسے حجام کہتے تھے۔ تو کسی نے یہ عمل کروایا بھئی، پچھنے لگوانے والا، فاسد خون نکلوایا بدن سے، أَوِ اكْتَحَلَ، یا سرمہ لگایا، أَوْ قَبَّلَ، یا بوسہ لیا، اپنی بیوی کا کیا کیا؟ بوسہ لیا، لَمْ يُفْطِرْ، تو ان میں سے کسی چیز سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، کوئی چیز ان میں سے اس کے روزے کو نہیں توڑے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

فَإِنْ أَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ أَوْ لَمْسٍ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ۔ اگر انزال ہوا کسی شخص کو بِقُبْلَةٍ بوسہ لینے کی وجہ سے، بھئی پہلے میں تھا مسئلہ صرف دیکھنے سے ہی کیا ہو گیا بیوی کی طرف؟ انزال ہو گیا۔ اب ہے اگر بوسہ لیا اور انزال ہوا، أَوْ لَمْسٍ، یا بیوی کو چھوا، ہاتھ لگایا اور اس کو انزال ہو گیا، تو اب اس آدمی کے فعل کا دخل آ گیا بھئی، فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ، تو روزہ ٹوٹ گیا بھئی، اور فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ بھئی، اور اس پر قضا واجب ہے مولانا۔ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ، اور کفارہ نہیں ہے بھئی، کفارہ نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ صورۃً، معنوی اعتبار سے جماع پایا گیا اگرچہ حقیقتاً جماع نہیں ہے، تو اس لیے کفارہ بھی نہیں ہے۔

وَلَا بَأْسَ بِالْقُبْلَةِ إِذَا أَمِنَ عَلَى نَفْسِهِ، وَيُكْرَهُ إِنْ لَمْ يَأْمَنْ۔ بھئی یاد رکھیے یہاں سے صاحب قدوری بتلا رہے ہیں، بھئی روزے کے اندر ہم نے بتلایا تین چیزوں سے رکنا ہے بھئی: کھانا، پینا اور جماع۔ لہٰذا کوئی اپنی بیوی کا بوسہ وغیرہ لیتا ہے، اگر اسے اپنے نفس پر اطمینان ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں مجھے اتنی شہوت نہ آ جائے کہ انزال ہو جائے یا میں جماع کہیں نہ شروع کر دوں، تو کوئی حرج نہیں ہے بوسہ لینے میں۔ اور اگر اسے اپنے نفس پر اتنا اطمینان نہیں ہے تو پھر اس طرح نہ کرے بھئی، پھر ایسا کرنا مکروہ ہے بھئی، مکروہ ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ کہتے ہیں وَلَا بَأْسَ بِالْقُبْلَةِ، اور کوئی حرج نہیں ہے بوسہ لینے میں، إِذَا أَمِنَ عَلَى نَفْسِهِ، جب اسے اطمینان ہو اپنے نفس پر کہ انزال یا جماع کی طرف نہیں لے جائے گا مجھے، وَيُكْرَهُ إِنْ لَمْ يَأْمَنْ، اور مکروہ ہے اگر اسے اطمینان نہیں اپنے نفس پر۔

وَإِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ لَمْ يُفْطِرْ۔ اور اگر قے آئی کسی شخص کو، لَمْ يُفْطِرْ، تو اس نے اس کا روزہ نہیں توڑا۔ بھئی یاد رکھنا قے کے مسئلے میں، چلیے آگے پہلے پورا پڑھ لیں پھر تفصیل میں کرتا ہوں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ، اگر اس شخص کو، روزہ دار کو قے آئی، لَمْ يُفْطِرْ، تو اس نے اس کے روزے کو نہیں توڑا۔ وَإِنِ اسْتَقَاءَ عَامِدًا، اور اگر اس نے قے کی جان بوجھ کر، کتنی قے؟ مِلْءَ فَمِهِ، منہ بھر بھئی۔ کتنی قے؟ منہ بھر، جان بوجھ کر کی، فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ، تو اس پر کیا واجب ہے؟ قضا واجب ہے۔

بھئی یاد رکھو قے کے مسئلے میں، اگر قے خود آئے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا جتنی بھی ہو بھئی۔ جتنی بھی ہو، بشرطیکہ کچھ قے واپس نہ لوٹا لے۔ اگر واپس

کچھ لوٹالی تو پھر اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تو خود بخود جتنی بھی قے آجائے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں جان بوجھ کر اگر منہ بھر قے کی تو پھر اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اب منہ بھر سے کیا مراد ہے؟ منہ بھر سے یہ لفظی معنی نہیں مراد کہ پورا منہ پر ہو، نہیں یہ مراد نہیں ہے۔ منہ بھر کا معنی ہے وہ قے جسے انسان روکنے اور واپس لے جانے پر قادر نہ ہو بھئی۔ روکنے اور واپس لے جانے پر قادر نہ ہو۔ بھئی آپ دیکھتے نہیں بعض اوقات انسان کے حلق تک پانی آجاتا ہے پھر واپس چلا جاتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ یا خود انسان وہیں سے واپس لے جاتا ہے بھئی، روک لیتا ہے، تو یہ منہ بھر نہیں ہے کیونکہ انسان اس کے روکنے پر قادر ہے۔ اور اگر روکنے پر قادر نہ ہوا تو پھر یہ منہ بھر ہے، یعنی اتنی قے ہوئی کہ منہ سے باہر نکل آئی۔ منہ تک نکل آئی، صرف اتنی تھی کہ منہ تک آئی روک لی وہیں پہ بھئی، اور اگر اتنی تھی کہ نہیں روک سکا، باہر گرانا پڑی، تو یہ معلوم ہوا منہ بھر قے ہے چاہے تھوڑی کیوں نہ ہو، روزہ ٹوٹ جائے گا بھئی جان بوجھ کر جب کر رہا ہے۔ جان بوجھ کر، یہ قید ہمیشہ یاد رکھنا، یہ مسئلہ اکثر پیش آتا رہتا ہے، بس اتنا یاد رکھنا کہ اگر قے خود بخود آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا الا یہ کہ واپس لوٹالے، اور اگر جان بوجھ کر کرے گا تو اگر تھوڑی سی بھی ہوئی جو منہ سے باہر نکل آئی بھئی، تو بس اس سے کیا ہو جائے گا؟ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو منہ بھر سے یہ نہ سمجھنا کہ منہ بھر لفظی معنی مراد ہے۔ منہ بھر سے کیا مراد ہے؟ جسے انسان روکنے پر قادر نہ ہو سکے۔ مثال میں نے ذکر کی بعض اوقات حلق تک قے آتی ہے، وہ پانی وغیرہ آتا ہے لیکن انسان کیا کر لیتا ہے اسے؟ اسے روکنے پر قادر ہے، اور اگر آگے آگئی، منہ تک آگئی اور باہر نکالی، بس بھئی اب چاہے تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، جان بوجھ کر جب کی ہے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

تو کہتے ہیں وَإِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ لَمْ يُفْطِرْ، اور اگر قے آئی اس روزہ دار کو، لَمْ يُفْطِرْ تو اس نے اس کا روزہ نہیں توڑا۔ وَإِنِ اسْتَقَاءَ عَامِدًا مِلْءَ فَمِهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ، اور اگر کسی نے قے کی جان بوجھ کر منہ بھر، فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ تو اس پر قضا واجب ہے یعنی اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

وَمَنِ ابْتَلَعَ الْحَصَاةَ أَوِ الْحَدِيدَ أَوِ النَّوَاةَ أَفْطَرَ وَقَضَى۔ اور جس نے نگل لیا کنکری کو بھئی، حَصَاة کہتے ہیں سنگریزہ، چھوٹی پتھری بھئی، کنکر۔ اگر کسی نے نگل لیا کنکری کو، أَوِ الْحَدِيدَ، یا لوہے کو، لوہے کا کوئی ٹکڑا تھا بھئی وہ نگل گیا، أَوِ النَّوَاةَ، نَوَاة کہتے ہیں گٹھلی کو، کھجور کی گٹھلی بھئی، أَوِ النَّوَاةَ، یا گٹھلی کو نگل گیا۔ ابْتَلَعَ کا معنی بتلایا ہے میں نے بھئی، کیا معنی تھا؟ نگل جانا، یعنی حلق سے پیٹ کی طرف اتر جائے چیز بھئی۔ تو جس نے نگل لیا کنکری کو أَوِ الْحَدِيدَ یا لوہے کو أَوِ النَّوَاةَ یا گٹھلی کو، أَفْطَرَ تو ان چیزوں نے اس کے روزے کو توڑ دیا۔ کیا کیا اس کے روزے کو؟ توڑ دیا۔ وَقَضَى، اور یہ کیا کرے گا؟ اس کی قضا کرے گا۔ لیکن یاد رکھنا کفارہ نہیں ہے اس پر بھئی، کفارہ نہیں آئے گا۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ یہ چیزیں خوراک کے قبیل سے نہیں ہیں بھئی، ان کو کھایا نہیں جاتا بھئی۔

وَمَنْ جَامَعَ عَامِدًا فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ، اور جس نے صحبت کی اپنی بیوی سے عَامِدًا جان بوجھ کر فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ دو راستوں میں سے کسی بھی راستے میں، أَوْ أَكَلَ، یا کسی نے کھایا بھئی جان بوجھ کر، أَوْ شَرِبَ، یا پیا، أَوْ شَرِبَ مَا يُتَغَذَّى بِهِ، کسی نے کھایا پیا مَا ایسی چیز کو يُتَغَذَّى بِهِ جس کے ساتھ غذا حاصل کی جاتی ہے، یعنی اسے بطور خوراک کے استعمال کیا جاتا ہے، أَوْ يُتَدَاوَى بِهِ، یا اس کے ذریعے دوا کی جاتی ہے یعنی علاج وغیرہ کے طور پر اسے استعمال کیا جاتا ہے، فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ، تو اس پر قضا بھی ہے اور کفارہ بھی ہے بھئی۔ جان بوجھ کر جماع کیا یا جان بوجھ کر کوئی چیز کھائی یا پی، چاہے وہ چیز جو کھائی یا پی ہے وہ غذا کے قبیل سے ہو یا دوا کے قبیل سے، دونوں صورتوں میں جان بوجھ کر اس نے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضا بھی ہے اور کفارہ بھی۔ معلوم ہوا کل کتنے روزے اس پر آگئے؟ اکسٹھ آگئے: ساٹھ مسلسل اور ایک قضا کا الگ بھئی۔

وَالْكَفَّارَةُ مِثْلُ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ۔ اور روزے کا کفارہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے، یعنی ظہار میں جو کفارہ آتا ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے اسی کی طرح ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی وَالْكَفَّارَةُ مِثْلُ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ بھئی، اور روزے کا کفارہ بھی ظہار کے کفارے کی طرح ہے بھئی۔ ظہار کے کفارے کا ذکر قرآن میں آتا ہے بھئی کہ جو شخص ظہار کر لے اور اپنے کہے ہوئے کی پھر تلافی کرنا چاہے تو اسے ایک غلام آزاد کرنا پڑے گا، اگر غلام کی استطاعت نہ ہو تو پھر ساٹھ روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا بھئی۔ تفصیل میں نے بیان کر دی۔ تو کہتے ہیں وَالْكَفَّارَةُ مِثْلُ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ، اور روزے کا کفارہ جو ہے وہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے۔

اور اس میں پھر ایک اور بات یاد رکھیے بھئی کفارے کے اندر: کوئی شخص ہے اس نے ایک ہی رمضان کے کئی روزے توڑ ڈالے بھئی، جان بوجھ کر کھایا پیا، تو اس پر ایک ہی کفارہ آئے گا۔ ایک ہی کفارہ۔ ہاں اور اگر دوسرے رمضان میں پھر توڑے تو پھر اس رمضان کا الگ کفارہ ہو گا، اور ایک رمضان کا ایک روزہ

توڑے یا دو توڑ دیے یا تین توڑ دیے، سب کا ایک ہی کفارہ ہو جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو کفاروں میں تداخل ہو جائے گا، سارے کا کفارہ ایک دوسرے میں داخل ہوا، ایک ہی کفارہ آئے گا۔

اور یہ بھی یاد رکھیے بھئی، اوپر انہوں نے بیان کیا کوئی کنکری وغیرہ، لوہا یا گھٹلی نگل لی تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، قضا تو کرے گا لیکن کفارہ نہیں ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ایسا ہوتا ہے بھئی انسان کے دانتوں میں کوئی گوشت وغیرہ کا ٹکڑا پھنسا ہوتا ہے، تو وہ اگر دانتوں سے نکلا اور منہ سے نکالے بغیر وہ نگل گیا، منہ سے نہیں نکالا، اندر ہی نگل گیا اور روزہ تھا اس کا، تو اس صورت میں یاد رکھو اگر وہ چیز چنے کے دانے کے برابر تھی تو پھر تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر چنے کے دانے سے کم تھی، چھوٹی تھی، تو پھر اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا بھئی۔ ہاں اگر منہ سے باہر نکالا اس چیز کو اور پھر نگل گیا، پھر جتنی مرضی چھوٹی چیز ہو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا بھئی۔

اسی طرح یاد رکھو دھواں بھئی، دھواں جان بوجھ کر اندر کھینچا بھئی سانس کے ذریعے، اس صورت میں بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ہاں اگر جان بوجھ کر نہیں کھینچا، کہیں سے گزر رہا تھا وہاں دھواں تھا اور سانس کے ساتھ اندر گیا تو اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو دھواں اندر کھینچے، لہٰذا کوئی حقہ پیتا ہے یا سگریٹ پیتا ہے، روزہ ٹوٹ جائے گا بھئی۔ اور اگر بتی جلائی، اس کا دھواں سانس کے ذریعے اندر کھینچا بھئی، اس صورت میں بھی روزہ ٹوٹ جائے گا بھئی۔ ویسے کوئی خوشبو وغیرہ سونگھے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مسائل سمجھ میں آ رہے ہیں بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ جَامَعَ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ فَأَنْزَلَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ۔ اور جس نے صحبت کی فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ شرمگاہ کے علاوہ میں، کسی نے اپنی بیوی سے صحبت کی شرمگاہ کے علاوہ میں یعنی دو راستوں میں سے کسی ایک راستے میں جماع نہیں کیا، فَأَنْزَلَ پس اس کو انزال ہوا یعنی خروج منی پایا گیا، فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ تو اس پر کیا ہے؟ قضا ہے یعنی روزہ ٹوٹ گیا، وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لیکن کفارہ نہیں ہے بھئی، کفارہ نہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ انزال ہوا یعنی بیوی کے ساتھ صحبت کی لیکن بغیر دخول کے انزال ہو گیا، تو اب معنوی اعتبار سے تو جماع پایا گیا لیکن صورۃً اور حقیقتاً جماع نہیں ہے، لہٰذا کفارہ نہیں ہے بھئی۔ ہاں البتہ قضا کرے گا روزہ ٹوٹ گیا بھئی۔ اور روزہ ٹوٹ جائے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ انسان اب باقی دن کھائے گا پیے گا، بلکہ باقی دن بھی ضروری ہے کہ وہ کھانے پینے سے رکا رہے بھئی۔ تو کہتے ہیں فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ، تو اس پر قضا ہے اور کفارہ نہیں ہے۔

وَلَيْسَ فِي إِفْسَادِ الصَّوْمِ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ كَفَّارَةٌ۔ اور نہیں ہے روزے کے فاسد کرنے میں علاوہ رمضان کے کفارہ۔ میں نے بتلایا تھا رمضان کے علاوہ کوئی روزہ توڑ دیتا ہے تو پھر اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں ہے، صرف اس کی قضا ہے بھئی۔ چاہے رمضان کا قضا روزہ ہی کیوں نہ توڑ دے بھئی! رمضان میں ایک روزہ چھوٹ گیا تھا بیماری کی وجہ سے، بعد میں وہ قضا رکھا روزہ اور اس کو توڑ دیا اس نے، تو اس صورت میں بھی کفارہ نہیں ہے بلکہ صرف کیا ہے؟ قضا ہی ہے۔

وَمَنِ احْتَقَنَ أَوِ اسْتَعَطَ أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ۔ اچھا، وَمَنِ احْتَقَنَ، اور جس نے حقنہ کروایا۔ یاد رکھیے حقنہ بھئی، یہ ایک طریقۂ علاج جس میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے پاخانے کے راستے سے دوا داخل کرتے ہیں، اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا بھئی۔ جس نے حقنہ کروایا، أَوِ اسْتَعَطَ، یا ناک میں بھئی، استعاط کہتے ہیں ناک میں دوا وغیرہ ڈالنا بھئی، أَوِ اسْتَعَطَ یا ناک میں کوئی دوا ڈالی، أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ، یا قطرے ٹپکائے کان میں، یعنی دوا وغیرہ کے قطرے ٹپکائے کان میں، تو اس سے کیا ہو گا؟ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ہاں پانی کے قطرے ٹپکائے تو پھر اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ، یا قطرے ٹپکائے کان کے اندر یعنی دوائی ڈالی کان میں، أَوْ دَاوَى جَائِفَةً أَوْ آمَّةً بِدَوَاءٍ رَطْبٍ، یا علاج کیا، دوا دی جائفہ کے اندر یا آمہ کے اندر بِدَوَاءٍ رَطْبٍ ایسی دوا رَطْبٍ جو تر تھی، پانی والی تھی، فَوَصَلَ إِلَى جَوْفِهِ، پس وہ پہنچ گئی اس کے پیٹ تک، أَوْ دِمَاغِهِ، یا اس کے دماغ تک، أَفْطَرَ، تو اس نے اس کے روزے کو توڑ دیا۔

بھئی یاد رکھو جائفہ اور آمہ کا ذکر آیا۔ جائفہ کہتے ہیں وہ زخم جو پیٹ پر ہو بھئی، پیٹ پر ہے زخم اور اندر تک پہنچا ہوا ہے، پیٹ کے اندر تک۔ عام زخم نہیں بلکہ کہاں تک پہنچا ہو؟ پیٹ کے اندر تک زخم بن گیا، ساری جلد پھٹ گئی ہے، پیٹ کے اندر تک وہ زخم پہنچا ہوا ہے، اس کو کہتے ہیں جائفہ، جَوْف سے ہے جَوْف۔ اور آمہ؟ آمہ سر میں وہ زخم بھئی جو ام دماغ تک پہنچ جائے۔ آمہ وہ زخم جو کہاں تک پہنچے؟ ام دماغ تک پہنچے۔ ام دماغ بھئی وہ دماغ کے گرد ایک باریک جھلی ہوتی ہے بھئی جس کے اندر دماغ بند ہوتا ہے بھئی، وہ باریک جھلی کیا کہلاتی ہے؟ ام دماغ۔ تو کوئی زخم ہوا بھئی، اتنا سخت زخم سر میں لگا کہ ساری کھال بھی پھٹ گئی، ہڈی بھی ٹوٹ گئی اور کہاں تک پہنچ گیا وہ زخم؟ ام دماغ کی وہ جو جھلی ہے وہاں تک پہنچ گیا بھئی۔ تو اب کسی نے کوئی علاج کروایا، دوا لی بھئی جائفہ، وہ جو

زخم پیٹ کے اندر تک پہنچا ہوا تھا، یا وہ زخم آمہ تھا یعنی کہاں تک؟ ام دماغ تک تھا وہ زخم، اس میں دوا ڈالی، علاج کیا اس کا بِدَوَاءٍ رَطْبٍ کیسی دوا کے ساتھ؟ تر دوائی۔ بھئی تر ہونا ضروری نہیں ہے لیکن تر کی قید صاحب قدوری نے اس لیے لگائی کہ عموماً تر دوائی ہی اندر تک پہنچتی ہے بھئی، ورنہ عام دوائی بھی اگر کوئی لگائے، خشک بھی لگائے لیکن اندر تک پہنچ گئی بھئی، فَوَصَلَ إِلَى جَوْفِهِ پس وہ پہنچ گئی دوائی اس کے پیٹ تک أَوْ دِمَاغِهِ یا اس کے دماغ تک، أَفْطَرَ تو یہ اس کے روزے کو توڑ دے گی۔

وَإِنْ أَقْطَرَ فِي إِحْلِيلِهِ لَمْ يُفْطِرْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ:يُفْطِرُ۔ اور اگر کسی نے قطرے ٹپکائے بھئی، کوئی دوا وغیرہ ڈالی فِي إِحْلِيلِهِ بھئی۔ إِحْلِيل کہتے ہیں بھئی ذکر کا جو سوراخ ہے بھئی، پیشاب کا جو سوراخ ہے اس میں بھئی کسی نے قطرے ڈالے، لَمْ يُفْطِرْ، تو یہ اس کے روزے کو نہیں توڑے گی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ چیز اس کے روزے کو توڑ دے گی۔ اور یاد رکھیے فتویٰ طرفین رحمہما اللہ کے قول پر ہے بھئی، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وَمَنْ ذَاقَ شَيْئًا بِفَمِهِ لَمْ يُفْطِرْ، وَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ بھئی۔ بھئی کسی نے کسی چیز کو منہ سے چکھا، مَنْ ذَاقَ شَيْئًا بِفَمِهِ جس نے چکھا کسی چیز کو اپنے منہ سے، لَمْ يُفْطِرْ، تو اس نے اس کا روزہ نہیں توڑا بھئی، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، وَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ، اور اس کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ یاد رکھو روزہ تب ٹوٹے گا جب کوئی چیز حلق سے اترے گی، پیٹ میں جائے گی۔ اب کوئی شخص کیا کرتا ہے؟ زبان سے کسی چیز کو چکھ لیتا ہے، تو صرف چکھ لیتا ہے اور پھر اس کو تھوک دیتا ہے، اچھی طرح کلی کر لی، منہ بالکل صاف کر لیا، تو اب روزہ اس کا نہیں ٹوٹا۔ لیکن یہ مکروہ ہے بھئی، اس لیے کہ عموماً پھر کیا ہوتا ہے؟ اس میں کچھ نہ کچھ ذرے ضرور کیا ہیں؟ حلق میں چلے جانے کا امکان ہے، روزہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے بھئی، تو اس لیے مکروہ ہے بھئی۔ تو چکھے اور پھر اس کو پھینک دے، حلق سے کوئی ذرہ نہ جائے۔ اگر حلق سے اترا تو پھر اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یہ بات صرف چکھنے کی ہو رہی ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ حلق سے بھی گزر جائے تو نہیں ٹوٹے گا، حلق سے گزرا تو ٹوٹ جائے گا۔

وَيُكْرَهُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَمْضَغَ لِصَبِيِّهَا الطَّعَامَ إِذَا كَانَ لَهَا مِنْهُ بُدٌّ۔ یاد رکھیے بھئی، ایک عورت ہے مثلاً اس کا چھوٹا بچہ ہے، وہ کوئی چیز کھا نہیں سکتا، تو ماں کیا کرتی ہے؟ بعض اوقات کوئی چیز خوراک وغیرہ ہوتی ہے اس کو اپنے دانتوں سے چبا کے نرم کر کے بچے کو کھلاتی ہے بھئی۔ تو کیا روزے میں وہ ایسا کر سکتی ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اگر اس کے بغیر ہی کام چل سکے تو پھر اس کے لیے مکروہ ہے ایسا کرنا بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور اگر اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے، اور کوئی صورت ہی نہیں ہے اس کو کھلانے کی، تو پھر مکروہ بھی نہیں ہے بھئی، روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، لیکن شرط وہی ہے حلق سے کوئی ذرہ نہ اترے، اگر حلق سے اترا تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَيُكْرَهُ لِلْمَرْأَةِ، اور مکروہ ہے عورت کے لیے أَنْ تَمْضَغَ کہ وہ چبائے لِصَبِيِّهَا اپنے بچے کے لیے، کیا چبائے؟ الطَّعَامَ کھانے کو بھئی، کھانے کی کوئی چیز، إِذَا كَانَ لَهَا جب ہو اس عورت کے لیے مِنْهُ اس سے بُدٌّ کوئی چارہ۔ اس کے سوا کوئی چارۂ کار ہو، کوئی صورت ہو تو پھر مکروہ ہے، ہاں اگر نہیں ہے اس کے سوا کوئی چارۂ کار پھر مکروہ بھی نہیں۔

وَمَضْغُ الْعِلْكِ لَا يُفْطِرُ الصَّائِمَ۔ مَضْغُ الْعِلْكِ یاعَلْكِ بھئی، اور عِلْك کا چبانا۔ عِلْك بھئی یہ مصطگی، کوئی گوند وغیرہ ہے درخت سے حاصل ہوتی ہے بھئی۔ اس کو چبانا لَا يُفْطِرُ الصَّائِمَ، أَيْ لَا يُفْطِرُ صَوْمَ الصَّائِمِ، یہ روزہ دار کے روزے کو نہیں توڑتی بھئی۔ وَيُكْرَهُ، اور کیا ہے؟ مکروہ ہے بھئی، چبانا مکروہ ہے۔ بھئی یہ گوند وغیرہ کوئی درخت سے حاصل ہوتی ہے اس کو کہتے ہیں بھئی، یوں سمجھیں ربڑ جیسی کوئی چیز ہے۔ کس کی طرح ہے؟ ہاں ربڑ جیسی کوئی چیز ہے جو چبانے سے گھلتی نہیں ہے منہ کے اندر بھئی، ربڑ سی ہے کوئی۔ تو وہ چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن مکروہ ہے بھئی۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا فِي رَمَضَانَ فَخَافَ إِنْ صَامَ ازْدَادَ مَرَضُهُ أَفْطَرَ وَقَضَى۔ بھئی ایک آدمی رمضان میں بیمار ہو گیا۔ بھئی روزہ نہیں چھوڑنا چاہیے کسی حالت میں بھی، جتنی انسان میں قوت ہو روزہ رکھ لے بھئی، روزہ رکھنا چاہیے، سمجھ میں آیا؟ روزہ جو کوئی بلاوجہ چھوڑ دیتا ہے بھئی، حدیث میں آتا ہے وہ پورا سال پھر روزے رکھتا رہے پھر بھی اس رمضان کے روزے کی فضیلت کو اور اس کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا بھئی۔ رمضان کے روزے کی بڑی فضیلت ہے بھئی، بڑی فضیلت ہے! اندازہ لگاؤ پورا سال پھر روزہ رکھتا رہے پھر بھی اس ایک روزے کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا۔

اور روزہ دار کی اتنی فضیلت ہے بھئی، حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کا حساب کتاب لیا جا رہا ہو گا، کچھ لوگوں کے لیے دستر خوان بچھا دیے جائیں گے عرش الٰہی کے سائے میں اور وہاں پر ان کے لیے طرح طرح کے کھانے رکھ دیے جائیں گے اور وہ وہاں بیٹھ کر کھانے کھا رہے ہوں گے۔ لوگ

حیران ہوں گے یہ کون لوگ ہیں کہ ہمارا تو ابھی حساب کتاب ہی پورا نہیں ہوا، ہمارا حساب کتاب چل رہا ہے قیامت کے دن اور یہ کھانے پینے میں مشغول ہیں، لذتوں میں مصروف ہیں یہیں پر! تو بتلایا جائے گا بھئی یہ روزہ دار ہیں بھئی، دنیا میں کیا کرتے تھے؟ اللہ کے لیے روزہ رکھتے تھے، کھانے سے اپنے آپ کو روکتے تھے، تو آج اللہ ان کا اکرام فرما رہے ہیں بھئی، یہاں ان کو کھلا رہے ہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں اب اگر کوئی شخص مریض ہو جائے تو کیا مرض کی حالت میں روزہ چھوڑ سکتا ہے؟ کہتے ہیں بھئی اگر اسے خوف ہے کہ میری بیماری کیا ہو گی؟ روزہ رکھنے سے بڑھ جائے گی، تکلیف زیادہ ہے، تو روزہ چھوڑ سکتا ہے، اس کو شریعت کی طرف سے رخصت ہے، لیکن بعد میں کیا کرنا پڑے گی اس کی؟ قضا کرنا پڑے گی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا فِي رَمَضَانَ، اور جو مریض ہو ارمضان کے اندر، فَخَافَ پس اسے خوف ہے إِنْ صَامَ کہ اگر اس نے روزہ رکھا ازْدَادَ مَرَضُهُ تو اس کا مرض بڑھ جائے گا، أَفْطَرَ تو یہ افطار کر لے یعنی روزہ نہ رکھے، وَقَضَى اور بعد میں کیا کرے؟ قضا کرے۔

وَإِنْ كَانَ مُسَافِرًا۔ اب مسافر کا بھی یہی حکم ہے بھئی۔ مسافر اگر کوئی شخص سفر پر جا رہا ہے، اور یاد رکھو سفر شرعی مراد ہے بھئی، سفر شرعی کی مقدار سفر پر جا رہا ہے جو کتنا تھا؟ اٹھہتر کلو میٹر بھئی، اٹھہتر کلو میٹر۔ اتنے سفر پر جا رہا ہے تو اس کے لیے بھی رخصت ہے، اگر اسے پتا ہے روزے سے مجھے تکلیف ہو گی راستے میں، مشقت ہو گی، تو وہ کیا کرے؟ ابھی روزہ نہ رکھے، بعد میں اس کی قضا کر لے بھئی۔ لیکن اگر پتا ہے زیادہ تکلیف نہیں ہو گی بھئی تو روزہ رکھ لینا چاہیے، روزہ رکھنا افضل ہے۔ وَإِنْ كَانَ مُسَافِرًا، اور اگر کوئی شخص جو تھا وہ مسافر تھا، لَا يَسْتَضِرُّ بِالصَّوْمِ، اس کو تکلیف نہیں ہوتی روزے کی وجہ سے، یعنی زیادہ تکلیف نہیں ہوتی، فَصَوْمُهُ أَفْضَلُ، تو اس کا روزہ رکھنا افضل ہے۔ وَإِنْ أَفْطَرَ وَقَضَى جَازَ، اور اگر اس نے افطار کیا یعنی روزہ نہ رکھا اور قضا کیا بعد میں، جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔

وَإِنْ مَاتَ الْمَرِيضُ أَوِ الْمُسَافِرُ وَهُمَا عَلَى حَالِهِمَا لَمْ يَلْزَمْهُمَا الْقَضَاءُ۔ اگر مر گیا مریض یا مسافر وَهُمَا عَلَى حَالِهِمَا اس حال میں کہ وہ اپنے اسی حال پر تھے، یعنی مریض مرض میں ہی مر گیا یا مسافر سفر میں ہی مر گیا اور روزہ انہوں نے نہیں رکھا تھا، تو لَمْ يَلْزَمْهُمَا الْقَضَاءُ، تو ان پر اس کی قضا لازم نہیں ہے۔ کیا معنی قضا لازم نہیں ہے، وہ تو مر گئے بھئی؟ کہتے ہیں یعنی شرعاً ان پر اس کی قضا لازم نہیں ہوئی تھی کیونکہ سفر کے بعد ابھی اس کو موقع ہی نہیں ملا، ابھی سفر میں ہی مر گیا۔ سفر ختم ہوتا، پھر اس کو موقع ملتا تو اس پر اتنی قضا بھی لازم ہوتی۔ اور مرض میں ہی مر گیا ہے، مرض کے بعد ابھی ٹھیک ہی نہیں ہوا، اس کو اتنا وقت ہی نہیں ملا۔ صحت ملتی اس کو تو پھر اس پر قضا بھی کیا ہوتی؟ ضروری۔ تو معنی یہ کہ اب اس پر عند اللہ اس کا مؤاخذہ نہیں ہو گا، اللہ تعالیٰ ان روزوں پر اس کا مؤاخذہ بھی نہیں فرمائیں گے بھئی کیونکہ اس کو اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ جس میں قضا کرے، اسی حالت میں ہی مر گیا۔ تو یہ معنی ہے وَإِنْ مَاتَ الْمَرِيضُ أَوِ الْمُسَافِرُ وَهُمَا عَلَى حَالِهِمَا لَمْ يَلْزَمْهُمَا الْقَضَاءُ، اور اگر مر گیا مریض یا مسافر اس حال میں کہ وہ اپنی حالت پر تھے تو ان پر قضا لازم نہیں ہے۔

وَإِنْ صَحَّ الْمَرِيضُ أَوْ أَقَامَ الْمُسَافِرُ ثُمَّ مَاتَا، اور اگر صحیح ہو گیا، تندرست ہو گیا مریض، یا أَقَامَ الْمُسَافِرُ یا اقامت کی مسافر نے، اقامت اختیار کی کہیں پر، ثُمَّ مَاتَا پھر یہ دونوں مرے، لَزِمَهُمَا الْقَضَاءُ بِقَدْرِ الصِّحَّةِ وَالْإِقَامَةِ، تو ان دونوں پر قضا لازم ہے بِقَدْرِ الصِّحَّةِ صحت کے بقدر وَالْإِقَامَةِ اور اقامت کے بقدر۔

صورت مسئلہ یہ بھئی: ایک آدمی بیمار ہوا شدید بیمار بھئی رمضان کے اندر بھئی، دس دن وہ روزے نہیں رکھ سکا، دس دن بھئی۔ پھر بیمار ہی چلتا رہا یہاں تک کہ آخری دس دن اس نے روزے نہیں رکھے۔ رمضان کے بعد جا کر یہ تندرست ہوا، پانچ دن ٹھیک رہا اور پانچ دن بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ تو قضا کتنے تھے اس کے؟ دس، اور وقت اس کو کتنا ملا؟ پانچ کا۔ تو ان پانچ کی قضا اس پر لازم ہے، اور باقی پانچ کا وقت ملا؟ باقی پانچ کا وقت نہیں ملا تو اس کی قضا بھی اس پر لازم نہیں ہے۔ تو اگر ان پانچ میں اس نے قضا کیے پھر، پانچوں رکھ لیے تھے، تو ٹھیک ہے پانچ ہو گئے بھئی، باقی پانچ عند اللہ اس سے مؤاخذہ نہیں ہو گا کیونکہ اس کو موقع ہی نہیں ملا۔ اور اگر ان پانچ دنوں میں بھی وہ صحیح تو رہا لیکن اس نے روزے نہیں رکھے، تو ان کی قضا تو اس پر لازم تھی، تو اب مرنے سے پہلے اگر موقع مل جائے تو کیا کرے؟ وصیت کر جائے۔ کیا کرے؟ وصیت۔ طبیعت زیادہ پانچ دن بعد ایک دم خراب ہوئی بھئی، اب اسے خیال آیا کہ بھئی ان پانچ دنوں میں تو میں نے روزے نہیں رکھے، ان کی تو قضا مجھ پر لازم ہو چکی ہے، تو اپنے ورثاء کو وصیت کر دے بھئی کہ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے کے بعد میری طرف سے ان پانچ روزوں کا فدیہ دے دینا۔ کیا کرنا؟ پانچ روزوں کا فدیہ دے دینا بھئی۔ اور وہ فدیہ ہر روزے کا آگے آئے گا ذکر بھئی، ہر روزے میں فدیہ نصف صاع گندم دے دے ہر روزے کی طرف سے، یا ایک صاع کھجور یا زبیب، کشمش وغیرہ بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یا ان کی قیمت دے دے بھئی۔

اسی طرح ایک مسافر تھا سفر میں رہا، سفر کی وجہ سے اس کے چھ روزے مثلاً رہ گئے بھئی۔ اب وہ آیا بھئی، سفر جب ختم ہوا پہنچا، اس کے بعد تین دن وہ ٹھیک رہا، مقیم رہا اور اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ تو روزے تو تھے چھ اس پر لیکن اقامت کتنی ملی اس کو؟ تین۔ تو تین کی قضا اس پر لازم ہے۔ تو اب اگر وہ مرنے لگا ہے تو اسے کیا کرنی چاہیے؟ وصیت کرنی چاہیے بھئی۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو پھر ان کے ولی جو ہیں ان پر اس کی طرف سے فدیہ دینا ضروری نہیں، ورثاء پر فدیہ دینا ضروری نہیں۔ لیکن اگر وہ دے دیتے ہیں تو امید ہے اللہ تعالیٰ شاید قبول فرمالیں گے اور جو روزے اس کے رہ گئے ہیں ان پر اس کا مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے بھئی۔ تو وصیت ضروری ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ صَحَّ الْمَرِيضُ، اگر تندرست ہو گیا مریض، أَوْ أَقَامَ الْمُسَافِرُ، یا مقیم ہو گیا مسافر، ثُمَّ مَاتَا، پھر یہ دونوں مر گئے، لَزِمَهُمَا الْقَضَاءُ بِقَدْرِ الصِّحَّةِ وَالْإِقَامَةِ، تو ان دونوں پر لازم ہو گی ان کی قضا، بِقَدْرِ الصِّحَّةِ مریض پر اس کی صحت کے بقدر، وَالْإِقَامَةِ اور مسافر پر اس کی اقامت کے بقدر۔

وَقَضَاءُ رَمَضَانَ إِنْ شَاءَ فَرَّقَهُ وَإِنْ شَاءَ تَابَعَهُ. بھئی رمضان کے جتنے روزے رہ گئے ہیں قضا بھئی، ان کو چاہے تو اکٹھے رکھ لے۔ پانچ روزے رہتے تھے بھئی رمضان کے قضا، چاہے تو پانچوں مسلسل رکھ لے بھئی، اور چاہے تو کیا کر لے؟ الگ الگ رکھے، ایک آج رکھا، ایک اگلے مہینے رکھا، ایک اس سے اگلے مہینے رکھا، جس طرح مرضی چاہے رکھ لے، مسلسل رکھنا ضروری نہیں۔ تو کہتے ہیں وَقَضَاءُ رَمَضَانَ، اور رمضان کی قضا جو ہے، إِنْ شَاءَ فَرَّقَهُ چاہے تو ان کو الگ الگ کر دے، الگ الگ رکھ لے، وَإِنْ شَاءَ تَابَعَهُ اور چاہے تو مسلسل رکھے، ایک دوسرے کے پیچھے ہی رکھ دے، پے در پے رکھ دے۔

وَإِنْ أَخَّرَهُ، اور اگر اس کو مؤخر کیا، بھئی ایک آدمی پر رمضان کے کچھ روزے باقی ہیں، وہ ان کو مؤخر کرتا رہا، کرتا رہا، حَتَّى دَخَلَ رَمَضَانُ آخَرُ، یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا، صَامَ رَمَضَانَ الثَّانِي، تو یہ روزے رکھے گا کس کے؟ دوسرے رمضان کے، وَقَضَى الْأَوَّلَ بَعْدَهُ، اور پہلے رمضان کی قضا اس کے بعد کرے گا۔ اسی رمضان کے اندر وہ قضا نہیں کر سکتا، رمضان میں صرف رمضان ہی کا روزہ رکھ سکتا ہے، قضا وغیرہ دوسرا روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر دوسرا کوئی روزہ رکھا بھی تو وہ نہیں ہو گا بلکہ کون سا ہو گا؟ رمضان کا ہی شمار ہو گا۔ رمضان میں ایک آدمی کہتا ہے بھئی میرے پچھلے سال کا ایک قضا روزہ باقی تھا وہ میں آج رکھتا ہوں، رمضان میں رکھتا ہوں۔ نہیں، قضا نہیں رکھ سکتا بلکہ کون سا ہو گا؟ اسی رمضان کا ہو گا۔ یا کہتا ہے میں نفل رکھ لیتا ہوں آج بھئی۔ نہیں، نفل نہیں رکھ سکتا بلکہ اگر رکھے گا بھی خود بخود کون سا ہو جائے گا؟ اسی رمضان کا ہو جائے گا۔

تو کہتے ہیں وَقَضَى الْأَوَّلَ بَعْدَهُ، قضا کرے گا پہلے رمضان کو اس دوسرے رمضان کے بعد، وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِ، اور اس پر فدیہ نہیں۔ فدیہ نہیں بھئی، کیونکہ جب روزے کی طاقت ہے تو پھر فدیہ نہیں بھئی۔ ہاں ایک آدمی میں روزے کی طاقت ہی نہیں ہے، اتنا کمزور ہو گیا کہ اب وہ روزہ نہیں رکھ سکتا، بوڑھا ہو گیا، اور آگے صحت کی امید بھی نہیں ہے، تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ فدیہ دے دے۔ تو اگر اسی حال میں مر گیا تو یہ فدیہ ان شاء اللہ اس کی طرف سے ہو گیا۔ اور اگر ٹھیک ہو گیا بعد میں تو وہ فدیہ صدقہ بن گیا، اب پھر اس کو کیا کرنا پڑیں گے؟ وہ روزے قضا رکھنے پڑیں گے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِ، اس پر فدیہ نہیں ہے۔

وَالْحَامِلُ وَالْمُرْضِعُ إِذَا خَافَتَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا أَوْ وَلَدَيْهِمَا أَفْطَرَتَا وَقَضَتَا وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِمَا. اور حاملہ عورت جو ہے بھئی جس کے پیٹ میں بچہ ہے، وَالْمُرْضِعُ اور وہ عورت جو دودھ پلاتی ہے، بچہ ہے اس کا چھوٹا دودھ پلانے والی ہے اس کو، إِذَا خَافَتَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا، جب ان دونوں کو خوف ہوا اپنے نفس پر، أَوْ وَلَدَيْهِمَا، یا کس کا خوف ہے؟ اپنے بچے کا خوف ہے، أَفْطَرَتَا، تو یہ دونوں کیا کر لیں؟ افطار کریں یعنی روزہ نہ رکھیں، وَقَضَتَا، اور بعد میں کیا کر لیں؟ قضا کریں اس کی، وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِمَا، اور ان دونوں پر فدیہ نہیں ہے بھئی، کیونکہ بعد میں کیا کر سکتی ہیں؟ یہ روزے رکھ سکتی ہیں تو فدیہ دینا ان کی طرف سے ٹھیک نہیں ہے۔

حاملہ عورت ہے بھئی، اس کے پیٹ میں بچہ ہے، اس کو اب خوف ہے کہ اگر میں نے روزہ رکھا تو مجھے نقصان ہو گا۔ یا دودھ پلانے والی ہے، کہ اگر میں نے روزہ رکھا تو مجھے نقصان، یا ہمیں نہیں تو ہمارے بچے کو کیا ہو گا؟ نقصان ہو گا۔ تو اس صورت میں وہ کیا کر سکتی ہیں؟ روزے کو چھوڑ سکتی ہیں رمضان کے اور بعد میں اس کی قضا کر لیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن یہ اس وقت ہے مولانا جب خوف ہو۔ آج کل تو عجیب ہی مسئلہ ہے بھئی، بلاوجہ ہی بھئی کیا کر دیتے ہیں؟ رمضان کے روزے کی پرواہی نہیں بھئی، حاملہ ہے، دودھ پلانے والی ہے! اگر خوف ہے کہ مجھے نقصان ہو گا یا میرے بچے کو، پھر فقہاء نے اجازت دی ہے کہ کیا کرے؟ روزہ چھوڑ دے، ہاں پھر اجازت ہے شریعت میں، حدیث وغیرہ میں پھر اس کی اجازت ہے، لیکن بلاوجہ ہی بھئی صحت پہ اثر پڑے گا میری، میں نہیں رکھتی یہ روزے، یہ درست نہیں ہے یاد رکھیے بھئی، یہ درست نہیں ہے۔

وَالشَّيْخُ الْفَانِي الَّذِي لَا يَقْدِرُ عَلَى الصِّيَامِ يُفْطِرُ وَيُطْعِمُ لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا كَمَا يُطْعِمُ فِي الْكَفَّارَاتِ۔ اور شیخ فانی، بھئی بہت بوڑھا آدمی جو فنا ہونے، ختم ہونے والا ہے، موت کے قریب ہے، بہت بوڑھا ہو گیا، روزے رکھنے کی طاقت نہیں، کوئی کام کرنے کی طاقت نہیں، اس کو شیخ فانی کہتے ہیں بھئی۔ اور شیخ فانی جو ہے الَّذِي لَا يَقْدِرُ عَلَى الصِّيَامِ جو روزے رکھنے پر قادر نہیں ہے، يُفْطِرُ وہ کیا کرے؟ افطار کرے یعنی روزہ نہ رکھے، وَيُطْعِمُ اور کھلائے لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا ہر روز کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے، یعنی ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو۔ اور میں نے بتلایا کھانا ایک وقت کا یا دو وقت کا؟ دو وقت کا ہے، کیونکہ ایک دن کی ضرورت اس کی پوری ہو اور ایک دن میں دو مرتبہ کھانے سے ضرورت پوری ہوتی ہے۔ تو ہر دن وہ کھلائے گا، ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو، كَمَا يُطْعِمُ فِي الْكَفَّارَاتِ جیسا کہ کھلایا جاتا ہے کس کے اندر؟ کفاروں میں۔

وَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ قَضَاءُ رَمَضَانَ فَأَوْصَى بِهِ أَطْعَمَ عَنْهُ وَلِيُّهُ لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ۔ اور جو شخص مر گیا اور اس پر رمضان کی قضا باقی تھی، فَأَوْصَى بِهِ پس اس نے اس کی وصیت کی، أَطْعَمَ عَنْهُ تو کھلائے گا اس کی طرف سے وَلِيُّهُ اس کا جو ولی ہے لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، کتنا بھئی؟ نصف صاع گندم میں سے، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ، یا ایک صاع کس میں سے؟ کھجور یا جو میں سے بھئی۔ یہ فدیہ ہے مولانا، فدیہ ہے بھئی، یا ان کی قیمت دے دے بھئی، سمجھ میں آیا؟

وَمَنْ دَخَلَ فِي صَوْمِ التَّطَوُّعِ ثُمَّ أَفْسَدَهُ قَضَاهُ۔ اور جو داخل ہوا نفلی روزے میں، صَوْمِ التَّطَوُّعِ نفلی روزہ۔ یعنی جس نے نفلی روزہ شروع کیا ثُمَّ أَفْسَدَهُ پھر اسے کیا کر دیا؟ فاسد کر دیا یعنی توڑ دیا۔ میں نے صورت ذکر کی تھی بھئی نفلی روزے کو کسی وجہ سے بھی توڑا جا سکتا ہے بھئی، تو اس کو توڑ دیا۔ تو پہلے تو نفل تھا لیکن اب جب اس نے شروع کر دیا تو وہ کیا بن گیا؟ واجب ہو گیا۔ تو اب کیا کرنا پڑے گی اس کی؟ قضا کرنا پڑے گی۔ اسی لیے کہتے ہیں قَضَاهُ، کیا کرے اس کی؟ قضا کرے۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۱: کتاب الصوم (۲) وباب الاعتکاف: روزے کے مکروہات، بیماری وسفر وحمل و شیخی فانی کا فدیہ، نفل روزہ اور اعتکاف کی شرائط

مختصر القدوری صفحہ: ۴۷—بتاریخ: ۱۴ فروری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ أَوْ أَسْلَمَ الْكَافِرُ فِي رَمَضَانَ أَمْسَكَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَصَامَا بَعْدَهُ وَلَمْ يَقْضِيَا مَا مَضَى، وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي رَمَضَانَ لَمْ يَقْضِ الْيَوْمَ الَّذِي حَدَثَ فِيهِ الْإِغْمَاءُ وَقَضَى مَا بَعْدَهُ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی روزے کے مسائل چل رہے ہیں، روزے کے مسائل بھئی۔ اور روزہ فرض ہوتا ہے ہر عاقل بالغ مسلمان پر۔ تو بچہ ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوا اس پر بھی روزہ فرض نہیں بھئی، روزہ فرض نہیں۔ تو اگر رمضان میں دن کے وقت کوئی بالغ ہوا، یا اسی طرح کافر پر بھی روزہ نہیں تھا، کوئی کافر مسلمان ہوا رمضان میں دن کے وقت بھئی، تو دن کا جتنا حصہ باقی ہے اس باقی حصے کے اندر اب یہ روزے کی مشابہت اختیار کریں گے۔ کیا کریں گے؟ مشابہت۔ ہاں، کیونکہ اب وقت دن ہے، اب یہاں سے تو روزہ شروع نہیں ہوتا، روزہ تو کب شروع ہوتا ہے؟ صبح صادق سے، اور صبح صادق کے وقت تو ان پر تو روزہ اس وقت تھا ہی نہیں بھئی۔ اس وقت ان پر روزہ تھا ہی نہیں، تو اب دن کے وقت کافر مسلمان ہو گیا یا بچہ بالغ ہو گیا تو اب باقی دن روزہ داروں کی مشابہت اختیار کریں گے اور کھانے پینے وغیرہ سے رکے رہیں گے بھئی افطار تک۔ جی، اور اب تک جتنے دن گزرے ہیں ان دنوں کی ان پر قضا بھی نہیں ہے۔ ہاں، اب اگلے دنوں کا کیا کریں گے؟ اگلے دنوں میں ان باقی دن جتنے ہیں رمضان کے اب وہ روزے ان پر فرض ہیں، وہ رکھنا پڑیں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ اور جب بالغ ہو جائے بچہ أَوْ أَسْلَمَ الْكَافِرُ فِي رَمَضَانَ یا مسلمان ہو کوئی کافر فِي رَمَضَانَ کس کے اندر؟ رمضان میں، اور میں نے بتلایا دن کے وقت بھئی۔ تو أَمْسَكَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا تو یہ دونوں رکیں گے اپنے باقی دن، باقی دن جو ہو گا اس میں شام تک رکے رہیں گے بھئی۔ وَصَامَا بَعْدَهُ اور روزہ رکھیں گے یہ دونوں اس کے بعد بھئی، یہ بچہ اور کافر۔ وَلَمْ يَقْضِيَا مَا مَضَى اور قضا نہیں کریں گے یہ دونوں مَا ان روزوں کی مَضَى جو کہ گزر چکے ہیں بھئی، گزر چکے ہیں۔

وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي رَمَضَانَ، وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي رَمَضَانَ اور جس پر بے ہوشی طاری ہوئی رمضان کے اندر لَمْ يَقْضِ الْيَوْمَ الَّذِي حَدَثَ فِيهِ الْإِغْمَاءُ تو قضا نہیں کرے گا وہ اس دن کی جس کے اندر پیش آئی ہے بے ہوشی، وَقَضَى مَا بَعْدَهُ اور قضا کرے گا اس کے بعد کی۔ بھئی ایک آدمی ہے، مثلاً رمضان میں ایک دن روزے کی حالت میں وہ بے ہوش ہو گیا بھئی، روزے کی حالت میں۔ تو صاحب قدوری فرما رہے ہیں جس دن بے ہوش ہوا ہے اس دن کے روزے کی قضا نہیں کرے گا، اور اس کے بعد کے جو ایام ہیں ان کے وہ جو اگر بے ہوشی میں رہ گئے روزے تو ان کی کیا کرنا پڑے گی اسے؟ قضا کرنا پڑے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جتنے روزے بے ہوش رہا ان کی قضا کرے گا لیکن جس دن بے ہوش ہوا اس روزے کی قضا نہیں کرے گا بھئی۔

بھئی وجہ یہ، یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ اس شخص نے روزہ رکھا ہوا تھا اور روزہ رکھے ہوئے اسی حالت میں وہ بے ہوش ہو گیا، اور پھر اس کے حلق میں کوئی دوا وغیرہ پانی وغیرہ نہ ٹپکایا گیا ہو۔ تو جب بے ہوش ہوا تھا کس حالت میں تھا؟ روزے کی حالت میں۔ تو افطاری تک کوئی خلاف منافی روزہ کوئی کام پایا گیا بھئی؟ کھانا پینا یا جماع بھئی، ان میں سے کچھ بھی نہیں پایا گیا تو یہ روزہ تو اس کا خود بخود مکمل ہو گیا، اس لیے اس دن کی قضا نہیں کرنا پڑے گی۔ ہاں، اگر اس کے حلق میں دوا ٹپکائی گئی یا پانی ڈالا گیا اور چلا گیا پیٹ میں تو پھر تو کیا ہوا؟ اس دن کا روزہ بھی ٹوٹ گیا، لہٰذا اس کی بھی کیا کرنا پڑے گی اسے؟ قضا کرنا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اس یہ معنی ہے صاحب قدوری کا کہ چونکہ اس کا روزہ ہو گا اور بے ہوش ہونے کے بعد تو کوئی چیز کھلائی نہیں گئی ہو گی تو شام تک وقت پورا ہو گیا روزے کا، تو روزہ یہ والا پورا ہو گیا تو اب اس کی قضا نہیں بھئی۔ ہاں، میں نے بتلایا اگر دوائی وغیرہ کھلائی ہے کچھ اس دوران تو پھر اس کی بھی قضا کرنی پڑے گی بھئی۔

یہ معنی ہے بھئی وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي رَمَضَانَ اور جس پر بے ہوشی طاری ہوئی رمضان کے اندر لَمْ يَقْضِ الْيَوْمَ الَّذِي حَدَثَ فِيهِ الْإِغْمَاءُ تو قضا نہیں کرے گا اس دن کی جس کے اندر پیش آئی ہے اس پر بے ہوشی، جی، وَقَضَى مَا بَعْدَهُ اور اس کے مابعد کی کیا کرے گا؟ قضا کرے گا، جو باقی دن بے ہوش رہا ان کی قضا کرے گا۔

وَإِذَا أَفَاقَ الْمَجْنُونُ فِي بَعْضِ رَمَضَانَ قَضَى مَا مَضَى مِنْهُ وَصَامَ مَا بَقِيَ۔ بھئی مسئلہ یہ ہے ایک شخص مجنون ہے بھئی، مجنون بھئی۔ تو اس میں یہ تو روزے کی اہلیت ہی اس میں نہیں ہے بھئی۔ تو لہٰذا رمضان گزرا، رمضان کے بعد یہ ٹھیک ہو گیا، پورا رمضان بھئی اس پر جنون رہا تو بھئی اس پر اب روزوں کی قضا نہیں بھئی، کیونکہ رمضان جب آیا تھا اس وقت اس میں روزے کی اہلیت ہی نہیں تھی، تو اب بعد میں قضا بھی نہیں کرنا پڑے گی۔ لیکن اگر رمضان کے اندر کسی وقت یہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو اس نے رمضان کے وقت کو پا لیا، تو جتنے باقی روزے ہیں وہ تو رکھے اور جو گزر چکے ہیں ان کی اس کو قضا کرنا پڑے گی بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ معنی ہے وَإِذَا أَفَاقَ الْمَجْنُونُ فِي بَعْضِ رَمَضَانَ اور جب افاقہ ہوا مجنون کو بعض رمضان کے اندر، رمضان کے کچھ حصے میں، قَضَى مَا مَضَى مِنْهُ تو قضا کرے گا وہ جو گزر چکے ہیں اس میں سے، وَصَامَ مَا بَقِيَ اور روزہ رکھے گا مابقیہ میں بھئی، جتنا رمضان باقی ہے اس کے اندر روزہ رکھے گا۔

وَإِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ أَوْ نَفِسَتْ أَفْطَرَتْ وَقَضَتْ۔ اور جب حائضہ ہوئی کوئی عورت، رمضان میں حیض شروع ہوا بھئی، أَوْ نَفِسَتْ یا نفاس والی ہوئی یعنی بچے کو جنم دیا، أَفْطَرَتْ تو کیا کرے گی؟ افطار کرے گی، روزے کو توڑ دے گی کیونکہ اب یہ روزہ ان کا ہے ہی نہیں بھئی، ان پر تو یہ ختم ہوا روزہ۔ وَقَضَتْ اور کیا کرے گی؟ قضا کرے گی إِذَا طَهُرَتْ جب پاک ہو جائے بھئی، پاک ہو جائے بھئی۔

بھئی نماز میں ان پر قضا نہیں ہے، نمازوں کی قضا نہیں ہے لیکن ان پر روزوں کی قضا ہے بھئی، روزوں کی قضا ہے۔ اس لیے کہ نمازوں کی قضا ہو تو پھر تو مشقت ہے بھئی، حیض یہ تو ہر مہینے عورت کو آتا ہے تو ہر مہینے اس کو کئی کئی دن کی نمازیں قضا پڑھنا پڑیں گی، اس میں مشقت زیادہ ہے بھئی، مشکل میں پڑ جائے گی عورت، تو شریعت نے بھی معاف کر دیں بھئی۔ البتہ رمضان تو سال میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے تو ان کے اس سے چند روزے رہ جائیں گے، ان کی قضا میں کوئی حرج نہیں ہے، وہ پورے سال میں کسی بھی وقت رکھ سکتی ہے آرام سے اطمینان سے، اکٹھے بھی رکھ سکتی ہے اور الگ الگ بھی بھئی۔

وَإِذَا قَدِمَ الْمُسَافِرُ أَوْ طَهُرَتِ الْحَائِضُ فِي بَعْضِ النَّهَارِ أَمْسَكَا عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا۔ بھئی ایک شخص مسافر تھا بھئی، سفر شرعی تھا تین دن کا بھئی، اور دن کے وقت وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا، مقیم ہوا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کر لی یا گھر واپس پہنچ گیا بھئی، یا کوئی حائضہ تھی اس کا حیض ختم ہوا بیچ روزے میں بھئی، درمیان میں دن کے وقت۔ تو کیا اب باقی دن بھئی، مسافر کو تو روزہ ضروری نہیں تھا وہ بعد میں بھی قضا کر سکتا ہے، تو مسافر نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا اور اس حائضہ اس پر بھی روزہ نہیں تھا، تو اب باقی دن جو ہے مثلاً نصف یوم جو باقی ہے کیا اس کے اندر بھی ان پر روزہ داروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے؟ کہتے ہیں بھئی ان پر مشابہت اختیار کرنا واجب ہے، یہ اب باقی کا دن کھانے پینے سے رکے رہیں گے بھئی۔ اگرچہ ان کا روزہ نہیں ہے لیکن پھر بھی کیا کریں گے؟ مشابہت اختیار کریں گے اور کھانے پینے سے رکے رہیں گے۔ یہ معنی ہے وَإِذَا قَدِمَ الْمُسَافِرُ اور جب مسافر آئے أَوْ طَهُرَتِ الْحَائِضُ یا پاک ہو جائے حائضہ فِي بَعْضِ النَّهَارِ بعض دن میں یعنی دن کے کچھ حصے میں أَمْسَكَا تو یہ دونوں رکے رہیں گے عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ کھانے سے اور پینے سے بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا اپنے باقی دن کے اندر بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور اگلے آنے والے دنوں میں تو روزے رکھنے ہی ہیں، یہ والا دن بھی جو نصف ملا اس میں بھی روزہ داروں کے ساتھ کیا اختیار کر لیں گے؟ مشابہت بھئی، یہ واجب ہے ان پر۔

وَمَنْ تَسَحَّرَ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ أَوْ أَفْطَرَ وَهُوَ يُرَى أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَرَبَتْ ثُمَّ تَبَيَّنَ أَنَّ الْفَجْرَ كَانَ قَدْ طَلَعَ أَوْ أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَغْرُبْ قَضَى ذَلِكَ الْيَوْمَ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ۔ بھئی ایک آدمی نے سحری کھائی بھئی، سحری کھائی اور اس کا یہ خیال تھا، اس کا یہ گمان تھا کہ ابھی شاید فجر طلوع نہیں ہوئی، فجر کا وقت نہیں ہوا، لیکن بعد میں اس کو علم ہوا کہ فجر تو کیا ہو چکی تھی اس وقت؟ فجر تو طلوع ہو چکی تھی، فجر کا وقت ہو چکا تھا، میں نے فجر کے بعد کھایا ہے کچھ کھانا۔ یا اسی طرح کسی آدمی نے افطار کیا اور اس کا یہ گمان تھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے لیکن پھر ظاہر ہوا کہ سورج تو ابھی غروب نہیں ہوا بھئی، اس کے غروب میں تو ابھی چند منٹ باقی تھے میں نے پہلے ہی افطار کر لیا۔ تو اب ان کا کیا حکم ہے بھئی؟ کیا ان پر کفارہ آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، ان پر صرف قضا ہے لیکن کفارہ نہیں ہے، کفارہ نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ تَسَحَّرَ اور جس نے سحری کھائی وَهُوَ يَظُنُّ اس حال میں کہ اس کا یہ گمان تھا کہ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ کہ فجر جو ہے یعنی فجر صادق ابھی طلوع نہیں ہوئی، أَوْ أَفْطَرَ یا اس نے کیا کیا؟ کسی شخص نے افطار کیا وَهُوَ يُرَى، اس کو يُرَى پڑھنا ہے يَرَى نہیں پڑھنا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ رَأَى يَرَى کے معنی ہوتے ہیں دیکھنے کے اور کبھی کبھار یہ بمعنی گمان کرنے کے آتا ہے، کس معنی میں؟ گمان کرنا، اور جب بھی یہ گمان کرنے کے معنی میں آئے تو یہ ہمیشہ مجہول آتا ہے، مجہول آتا ہے۔ وَهُوَ يُرَى اس حال میں کہ اس کا یہ گمان تھا أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَرَبَتْ کہ سورج کیا ہو چکا؟ اس کا گمان تھا شاید سورج غروب ہو چکا ہے، ثُمَّ تَبَيَّنَ پھر یہ ظاہر ہوا کہ أَنَّ الْفَجْرَ كَانَ قَدْ طَلَعَ کہ فجر کیا ہو چکی ہے تحقیق؟ طلوع ہو چکی ہے، یہ کس صورت میں؟ وہ سحری کھانے کی صورت میں پھر اس کو یہ بات ظاہر ہوئی کہ فجر طلوع ہو چکی ہے، أَوْ أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَغْرُبْ یا یہ بات ظاہر ہوئی کہ سورج غروب نہیں ہوا، یہ کون سی صورت میں ہے؟ جب افطار والی صورت میں۔ تو کہتے ہیں قَضَى ذَلِكَ الْيَوْمَ قضا کریں گے اس دن کی وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ اور ان پر کفارہ نہیں ہے بھئی، کفارہ نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اس میں عمداً روزہ توڑنا نہیں پایا گیا، عمداً ارادہ نہیں تھا روزہ توڑنے وغیرہ کا ان کا۔

وَمَنْ رَأَى هِلَالَ الْفِطْرِ وَحْدَهُ اور جس نے عید کا چاند دیکھا اکیلے بھئی لَمْ يُفْطِرْ تو وہ افطار نہیں کرے گا بھئی۔ بھئی پہلے مسئلہ گزر چکا ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کا چاند دیکھے اور پھر آ کر امام کے پاس گواہی دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور کسی کو نظر نہیں آیا لیکن یہ کہتا ہے میں نے چاند دیکھا ہے، اور وہ امام اور امیر جو ہے کسی وجہ سے اس کی شہادت قبول نہیں کرتا کہ تم عادل آدمی نہیں ہو بھئی، تمہاری گواہی قابل قبول نہیں ہے، تو آپ نے پڑھا تھا کہ اس صورت میں اس آدمی کو روزہ رکھنا اس پر ضروری ہے، اسے کیا کرنا چاہیے؟ روزہ رکھنا چاہیے۔ لیکن عید میں اس کا عکس ہے بھئی، امام کے پاس آیا گواہی دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے بھئی، امام نے اس کی گواہی قبول نہیں کی۔ تو وہاں تو تھا گواہی قبول نہیں کی لیکن چونکہ چاند دیکھا ہے پھر بھی اس کا اعتبار کرے اور اگلے دن کیا کرنا چاہیے اسے؟ روزہ رکھنا چاہیے، لیکن یہاں پر اب اس کے دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں بھئی، یہ نہیں کہ کل خود ہی عید منانا شروع کر دے بلکہ باقیوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ روزہ رکھے اور پھر باقیوں کے ساتھ عید منائے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اگرچہ اس کا اکتیسواں روزہ ہی کیوں نہ بن جائے، یہ بھی نہ کہے کہ میرا تو کتنا روزہ بن جائے گا کل؟ اکتیسواں۔ سمجھ میں آیا؟ اکتیسواں روزہ بن جائے گا بھئی۔ باقیوں کے تو تیس ہی پورے ہو رہے ہیں اس کا کیا بن رہا ہے؟ ہاں، مثلاً اس نے رمضان کا بھی چاند ایک دن پہلے دیکھ لیا تھا اور اب عید کا چاند بھی بھئی۔[1]

وَإِذَا كَانَتْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ يَقْبَلِ الْإِمَامُ فِي هِلَالِ الْفِطْرِ إِلَّا شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ۔ اور جب ہو آسمان پر کوئی عذر یعنی بادل وغیرہ یا غبار ہیں لَمْ يَقْبَلِ الْإِمَامُ تو قبول نہیں کرے گا امام فِي هِلَالِ الْفِطْرِ عید الفطر کے ہلال میں إِلَّا شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ مگر دو آدمیوں کی گواہی أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ یا ایک آدمی اور دو عورتوں کی گواہی۔ بھئی رمضان کے سلسلے میں تو ایک ہی قابل اعتماد آدمی کی گواہی کافی تھی، لیکن عید کے چاند بھئی مثلاً انتیسویں کو کہہ رہے ہیں ہم نے عید کا چاند دیکھ لیا ہے تو اب دو عادل آدمی ہونے چاہئیں یا ایک آدمی اور دو عورتیں بھئی جو سب کے سب عادل ہوں بھئی۔

وَإِنْ لَمْ تَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ يَقْبَلْ إِلَّا شَهَادَةَ جَمَاعَةٍ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ۔ اور اگر آسمان پر نہ ہو کوئی عذر، بادل وغیرہ نہیں ہے بھئی، غبار نہیں ہے تو قبول نہیں کرے گا امام مگر ایک ایسی جماعت کی گواہی يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ کہ یقین ہو جائے ان کی خبر کی وجہ سے۔ ان کی خبر سے کیا ہو جائے؟ ہاں، ایک بڑی کثیر جماعت گواہی دے نا، انتیسویں کو کہہ رہے ہیں بھئی غبار بھی کوئی نہیں بادل بھی کوئی نہیں، اب دو چار آدمی بھی گواہی دے دیں بھئی

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۶۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ رَأَى هِلَالَ الْفِطْرِ وَحْدَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن رأى هلال رمضان وحده» منقول ہے۔

عادل ہوں پھر بھی ان کی گواہی قابل قبول نہیں بلکہ ہاں، ایک بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہے تاکہ ان کی بات سے یقین ہو جائے کہ یقیناً اتنے لوگ ویسے ہی نہیں بات بنا رہے یقیناً انہوں نے کیا کیا ہے؟ چاند دیکھا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا مسئلہ بھئی؟

تو یہ روزے کے احکام وغیرہ بیان ہو گئے بھئی۔ اور نفلی روزے میں نے آپ کو بتلایا سارا سال انسان رکھ سکتا ہے لیکن یاد رکھیے کچھ نفلی روزوں کے لیے پسندیدہ ایام ہیں جن میں عام دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے مولانا، احادیث وغیرہ میں جن کا ذکر آیا ہے بھئی۔ ایک دس محرم کا روزہ ہے بھئی، دس محرم کا۔ سمجھ میں آیا؟ یوم عاشورہ کا روزہ، اس کی فضیلت زیادہ ہے بھئی، زیادہ ثواب ہے۔ لیکن جو شخص دسویں محرم کا روزہ رکھے اسے صرف دسویں محرم کا روزہ نہیں رکھنا چاہیے، صرف دسویں کا رکھے گا مکروہ ہے بھئی، دسویں کے ساتھ ایک دن اور ملا لینا چاہیے، یا نوویں کا یا گیارہویں کا روزہ بھی ساتھ ملا لے بھئی۔ اسی طرح یوم عرفہ کا روزہ ہے بھئی، نو ذوالحجہ۔ بھئی دس ذوالحجہ کو تو عید ہے بقر عید، اس سے پچھلا دن جو ہے نوویں ذوالحجہ یہ یوم عرفہ ہے جس دن حاجی عرفات میں ادائے حج کے لیے سارے جمع ہوتے ہیں، اس دن کے روزے کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے بھئی، تو اس دن بھی روزہ رکھنا چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو آپ لوگ تو علماء بن رہے ہیں آپ کو ان چیزوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ آپ یہ نہ سوچیں بھئی، آپ کی باتوں کا اثر پڑتا ہے دوسروں پر بھئی۔ غیر محسوس آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا لوگ آپ کو دیکھ کر ایک کام کرتا دیکھ کر فیصلہ کر لیتے ہیں بھئی یہ یہ کام کر رہا ہے معلوم ہوا یہ اچھا کام ہے، پسندیدہ کام ہے، اور یا یہ شخص یہ والا کام کر رہا ہے معلوم ہوا جائز ہے، اور آپ کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ تو خصوصاً علماء طلباء کو زیادہ احتیاط کرنی چاہیے بھئی۔ اسی طرح پندرہ شعبان جو ہے مولانا، پندرہ شعبان، شب برات بھئی جسے،

تو اس دن بھی روزے کی فضیلت بڑی ہے بھئی۔ اسی طرح شوال کے چھ روزے بھئی، شوال کے چھ روزے۔ اور اسی طرح ایام بیض ہیں مولانا بیض، تیرہ، ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ، تیرہ، چودہ اور پندرہ بھئی۔ تو یہ وہ روزے ہیں جن کی فضیلت باقی نفلی روزوں سے بہت زیادہ ہے۔ تیرہ، چودہ، پندرہ ہر مہینے کی یہ ایام بیض کہلاتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بِیض، أَبْیَضُ سے ہے أَبْیَضُ سے، سفید کو کہتے ہیں۔ یعنی تیرہ، چودہ، پندرہ کو بھی چونکہ چاند کی روشنی بہت زیادہ ہوتی ہے بھئی تو راتیں باقی راتوں سے سفید تر ہوتی ہیں، اس لیے ایام بیض کہتے ہیں ان کو بھئی۔

بَابُ الِاعْتِكَافِ۔ یہ باب ہے اعتکاف کے بیان میں۔ اعتکاف کا عربی زبان میں معنی ہے بھئی کسی چیز پر رکے رہنا، رکے رہنا، ٹھہرنا، ٹھہرنا۔ اور اصطلاح شریعت میں تعریف آگے آ رہی ہے بھئی متن کے اندر۔

تو کہتے ہیں الْاِعْتِكَافُ مُسْتَحَبٌّ اعتکاف مستحب ہے، وَهُوَ اللُّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الصَّوْمِ وَنِيَّةِ الِاعْتِكَافِ۔ بھئی اعتکاف کسے کہتے ہیں؟ تعریف اب کرنے لگے ہیں، وَهُوَ اللُّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ وہ مسجد میں ٹھہرنا ہے مَعَ الصَّوْمِ کس کے ساتھ؟ روزے کے ساتھ وَنِيَّةِ الِاعْتِكَافِ اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ بھئی۔ نیت بھی ہونی چاہیے اور روزہ بھی ہونا چاہیے بھئی۔

یاد رکھیے اعتکاف تین قسم پر ہے بھئی۔ ایک اعتکاف وہ ہے جو واجب ہے، ایک اعتکاف سنت ہے اور ایک اعتکاف نفل ہے بھئی، نفل۔ تو کتنی قسم پر ہوا اعتکاف؟ تین قسم پر: واجب، سنت اور نفل۔ واجب اعتکاف وہ ہے جسے انسان منت کے ذریعے اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے بھئی، منت کے ذریعے اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے کہ اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں تین دن اعتکاف کروں گا، تو اگر وہ کام ہو جائے تو یہ اعتکاف اس پر کیا ہو جائے گا؟ واجب ہو جائے گا بھئی، تین دن اعتکاف بھئی۔ یا ویسے ہی اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے اے اللہ میں آپ کے لیے تین دن کا اعتکاف کروں گا، بس مولانا یہ اعتکاف اس پر کیا ہو گیا؟ واجب ہو گیا۔ اور سنت اعتکاف وہ ہے بھئی جو رمضان کے عشرہ اخیر میں آپ دیکھتے ہیں بھئی، آخری عشرے میں لوگ مسجد میں آخری عشرہ گزارتے ہیں اعتکاف کی نیت سے، یہ اعتکاف سنت ہے بھئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بڑی پابندی سے عمل فرماتے تھے، ہاں بعض اوقات ترک بھی فرما دیتے لیکن اکثر کیا کرتے تھے؟ یہ اعتکاف ضرور فرماتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اس لیے یہ اعتکاف سنت ہے بھئی۔ اس کے علاوہ باقی اعتکاف بھئی نفل ہیں۔

اور یاد رکھو نفل اعتکاف میں وقت کی بھی کوئی قید نہیں ہے، یہ تھوڑی دیر کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ آپ مسجد میں گئے آپ نے فوراً نیت کر لی بھئی کہ اے اللہ میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، دس منٹ بعد ہی آپ نکل آئے بھئی تو یہ دس منٹ بھی اعتکاف کا ثواب آپ کو مل گیا بھئی۔ ایک منٹ کے لیے بھی ہو سکتا ہے بلکہ اس سے بھی کم ہو سکتا ہے بھئی، صرف نیت کرتے جاؤ فضیلت اور ثواب ملتا چلا جائے گا بھئی۔ کتنی آسانیاں ہیں شریعت کی طرف سے بھئی! اب جب بھی مسجد میں جائیں آئندہ اعتکاف کی نیت کریں بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ کتنا آسان طریقہ ہے بھئی! مفت میں زائد ثواب مل رہا ہے یا نہیں مل رہا؟ نماز

کے لیے بھی جارہے ہیں بس نیت رکھو بھئی، تو جتنی دیر اندر نماز میں مشغول رہے نماز کا تو ثواب مل ہی رہا ہے ساتھ ایک اضافی ثواب بھی ملنا شروع ہو گیا اعتکاف کا بھئی، اضافی ثواب بھئی۔

اور یاد رکھنا یہ جو اعتکاف واجب تھا جسے انسان خود اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے اس کے اندر روزہ شرط ہے بھئی، روزے کو چاہے نہ بھی ذکر کیا ہو پھر بھی روزہ رکھنا پڑے گا، روزہ رکھنا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور یہ کم از کم ایک دن رات کا ضرور ہو گا، اس سے کم نہیں ہو سکتا بھئی۔ ایک دن ذکر کرے گا رات خود بخود ساتھ شامل ہو جائے گی، دو دن ذکر کرے گا دو راتیں خود بخود ساتھ شامل ہو جائیں گی، تین دن ذکر کرے گا تین راتیں بھی ساتھ خود بخود کیا ہو جائیں گی؟ شامل ہو جائیں گی۔ اور نیز جتنے دن ذکر کرے گا مسلسل رکھنا پڑے گا، یہ نہیں کہ ایک دن آج کر لے پھر چند دن بعد ایک کر لے، نہیں بھئی، بلکہ جتنے دن ذکر کیے ہوں چاہے اس نے پے در پے کی شرط لگائی ہے یا نہیں لگائی، مسلسل یعنی کرنے کی شرط لگائی ہے یا نہیں لگائی، روزے کی شرط لگائی ہے یا شرط نہیں لگائی، روزہ بھی رکھنا پڑے گا اور مسلسل رکھنا پڑے گا، مسلسل اعتکاف کرنا پڑے گا جتنے دن ذکر کیے بھئی۔ تو اس کے اندر روزہ واجب ہے بھئی۔

اور سنت اعتکاف وہ تو ہوتا ہی رمضان میں ہے، اس میں تو ہوتا ہی ہے روزہ بھئی۔ اور جو نفلی اعتکاف ہے اس کے اندر روزہ شرط نہیں ہے بھئی، روزہ شرط نہیں ہے کیونکہ میں نے بتایا وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی ہو سکتا ہے، زیادہ دیر کے لیے بھی ہو سکتا ہے تھوڑی دیر کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ اور پہلے دونوں اعتکاف جو ہیں ان کی قضا ہے، اس کی قضا نہیں بھئی، کیونکہ نفلی اعتکاف کی تو کوئی مدت ہی نہیں ہے، لہذا اس کی قضا بھی نہیں ہے بھئی۔ ہاں، پچھلے کی قضا ہے۔

سمجھ میں آیا؟ وہ واجب اعتکاف میں کوئی بیٹھا بھئی اس نے مثلاً کتنے دن کا اعتکاف اپنے اوپر واجب کیا تھا؟ پانچ دن کا اعتکاف واجب کیا تھا۔ اب درمیان میں وہ کسی دن اعتکاف مسجد سے نکل آیا بلاوجہ تو اعتکاف ختم ہوا بھئی۔ بلاوجہ مسجد سے نکلے تو تھوڑی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، ختم ہو جاتا ہے، تو اب اس کو قضا کرنا پڑے گی۔ اور دو دن تو وہ پورے کر چکا تھا تیسرے دن یہ اعتکاف اس کا ٹوٹا، تو اب کیا کرے گا بھئی؟ جی؟ شروع سے، میں نے ابھی تو بتایا مسلسل رکھنا ہے سارا بھئی، تو سارے پھر کیا کرنا پڑے گا؟ شروع سے پھر سارے ایام کا اعتکاف کرنا پڑے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو قضا اس پر ضروری۔

اور یہ جو سنت اعتکاف تھا بھئی آخری عشرے میں کوئی بیٹھا، یہ کسی دن مسجد سے باہر نکل آیا بلاوجہ تو اس صورت میں اس کا بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اس پر بھی قضا ہے، لیکن سارے ایام کی نہیں بلکہ اس دن کی قضا واجب ہے، یعنی جس دن بھی یہ نکل آئے اور اعتکاف توڑے تو ایک دن ایک رات کے اعتکاف کی قضا کرے گا بھئی۔ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اسی کی کیا کرے گا؟ قضا کر لے گا، یعنی ایک دن ایک رات کی قضا کرے گا بس بھئی۔ جو باقی دن باقی ہیں یا جو گزر چکے ہیں ان کی قضا نہیں، جو گزر چکے ہیں ان میں اعتکاف ہو گیا اگرچہ وہ سنت ادا نہ ہوا بھئی، سنت تو تھا پورا دس دن کرتے بھئی۔ اور یہ نفلی اعتکاف کی قضا بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں مدت ہی نہیں ہے، یہ جس وقت ٹوٹا گویا اتنا ہی تھا بھئی بس۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اچھی طرح بھئی مسائل سمجھ میں آگئے؟

تو کہتے ہیں وَهُوَ اللُّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الصَّوْمِ وَنِيَّةِ الِاعْتِكَافِ اور وہ ٹھہرنا ہے مسجد میں ساتھ روزے کے اور اعتکاف کی نیت کے۔ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ الْوَطْءُ وَاللَّمْسُ وَالْقُبْلَةُ۔ اور حرام ہے معتکف پر یعنی اعتکاف کرنے والے پر الْوَطْءُ صحبت کرنا اپنی بیوی سے وَاللَّمْسُ اور اسے چھونا، اسے ہاتھ لگانا وَالْقُبْلَةُ اور اس کا بوسہ لینا بھئی، بوسہ لینا۔ یہ چیزیں اس کے لیے منع ہیں بھئی۔ وَإِنْ أَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ أَوْ لَمْسٍ فَسَدَ اعْتِكَافُهُ۔ اور اگر اسے انزال ہو گیا یعنی خروج منی پائی گئی بِقُبْلَةٍ بوسہ لینے کی وجہ سے أَوْ لَمْسٍ یا بیوی کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے فَسَدَ اعْتِكَافُهُ تو اس کا اعتکاف کیا ہوا؟ فاسد ہو گیا وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ اور اس پر قضا واجب ہے۔

وَلَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ أَوْ لِلْجُمُعَةِ۔ اور نہ نکلے اعتکاف کرنے والا مسجد سے مگر کسی انسانی حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے یعنی جمعہ کی نماز کے لیے۔ اور کسی انسانی حاجت کے لیے بھئی، یعنی کوئی کھانے پینے کے لیے جبکہ کوئی کھانا لانے والا نہ ہو بھئی یا پیشاب وغیرہ کے لیے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ان کے علاوہ مسجد سے نکلے گا، اگر کوئی کھانا لانے والا ہے تو پھر کھانے کے لیے بھی مسجد سے نکلنا جائز نہیں، فوراً اعتکاف ٹوٹ جائے گا بھئی۔ اور ان کاموں کے لیے نکلے تو پھر باہر بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرے ورنہ اعتکاف بلاوجہ ٹھہرا زیادہ دیر تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا بھئی، ان کاموں سے فارغ ہوتے ہی فوراً پھر کیا کرے؟ جلد سے جلد مسجد واپس پہنچے بھئی۔

وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَبِيعَ وَيَبْتَاعَ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُحْضِرَ السِّلْعَةَ۔ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ بیچے وَيَبْتَاعَ اور خریدے فِي الْمَسْجِدِ مسجد کے اندر مِنْ غَيْرِ بغیر اس کے کہ أَنْ يُحْضِرَ السِّلْعَةَ کہ حاضر کرے سامان کو۔ یعنی سامان مسجد میں لائے بغیر مسجد میں اعتکاف کے اندر خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لیکن اس کا یہ معنی نہیں بھئی اعتکاف کی حالت میں ہے، اندر اب اس نے کاروباری

معاملات شروع کر دیے ہیں، لوگوں سے خرید و فروخت کر رہا ہے مسجد میں بیٹھے بیٹھے ہی بھئی، کیونکہ بیع و شراء تو ہو سکتی ہے ایجاب و قبول کا نام ہے بھئی، وہاں ایجاب و قبول کر رہا ہے تجارت کا کام کر رہا ہے بھئی۔ ہاں، یہاں بیع و شراء سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ اعتکاف میں تو انسان اللہ کی طرف توجہ کرنے کے لیے بیٹھا ہے تو یہ دنیاوی معاملات کی طرف توجہ کرتا ہے، یاد رکھنا یہ مکروہ تحریمی ہے بھئی۔ مسجد میں بیع و شراء جو کرتا ہے اعتکاف میں یہ کیا ہے؟ مکروہ تحریمی ہے بھئی، مکروہ تحریمی۔ لیکن صاحب قدوری تو فرما رہے ہیں کوئی حرج نہیں ہے خرید و فروخت میں، یاد رکھو اس سے مراد ہے ضرورت کی چیز مثلاً کھانے پینے کی ضرورت ہے تو کیا کرتا ہے؟ مسجد میں ہی بیٹھے بیٹھے کسی سے کیا کر لیتا ہے؟ بیع کرتا ہے کھانے پینے کی چیز کی اور اس سے منگواتا ہے، یہ ضرورت کی وجہ سے یہ جائز ہے بھئی، ورنہ عام میں نے بتلایا وہ عام بیع و شراء جو ہے وہ مکروہ تحریمی ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَبِيعَ وَيَبْتَاعَ فِي الْمَسْجِدِ اور کوئی حرج نہیں ہے بیچنے کا اور خریدنے کا مسجد میں مِنْ غَيْرِ بغیر اس کے کہ أَنْ يُحْضِرَ السِّلْعَةَ کہ حاضر کرے سامان کو، یعنی سامان لائے بغیر ہی، سامان لائے بغیر تاکہ کہیں مسجد خراب نہ ہو بھئی، ویسے بیع و شراء کرتا ہے اور ضرورت کی بنا پر ہے تو کوئی حرج نہیں بھئی۔

وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ وَيُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ۔ اور معتکف کلام نہ کرے مگر خیر کے ساتھ، یعنی بھلائی والا ہی کلام کرے، خیر والا ہی کلام کرے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ خیر کے علاوہ کلام کرنا تو عام حالت میں بھی منع ہے تو اعتکاف میں تو یہ بطریق اولیٰ کیا ہے؟ منع ہے، یہاں تو وہ بیٹھا ہی اللہ کی طرف توجہ کے لیے ہے۔ وَيُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ اور مکروہ ہے اس کے لیے خاموش رہنا۔ بھئی خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں ہے، خاموش رہتا ہے کسی سے بات ہی نہیں کرتا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بلکہ ذکر و اذکار کرے، تلاوت کرے، دعائیں وغیرہ پڑھتا رہے اور ضرورت کی بات بھی لوگوں سے کرے بھئی، لیکن بلاوجہ جیسا آج کل ہوتا ہے بھئی بیٹھتے ہیں گپ شپ لگ رہی ہے بھئی بڑی لمبی لمبی گپ شپ، نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے بھئی، یہ درست نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو خاموش رہنے سے مراد کیا ہے؟ کہ یہ سمجھتا ہے شاید خاموش رہنا بھی عبادت ہے، بس چپ کر کے بیٹھا ہوا ہے یہ بھی شاید عبادت ہے، نہیں بھئی یہ ہمارے دین کا طریقہ نہیں، خاموشی کوئی عبادت نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں وَيُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ اور مکروہ ہے اس معتکف کے لیے خاموش رہنا۔

فَإِنْ جَامَعَ الْمُعْتَكِفُ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا نَاسِيًا أَوْ عَامِدًا بَطَلَ اعْتِكَافُهُ۔ پس اگر جماع کیا صحبت کی اعتکاف کرنے والے نے رات کے وقت یا دن کے وقت نَاسِيًا أَوْ عَامِدًا بھول کر یا جان بوجھ کر، تمام صورتوں میں بَطَلَ اعْتِكَافُهُ اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا بھئی، باطل ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ بھئی روزے میں بھولے سے جماع کیا صحبت کی تھی تو روزہ باطل نہیں ہوتا تھا لیکن یہاں اعتکاف باطل ہو جائے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں واضح لفظوں میں فرماتے ہیں بھئی، قرآن میں اس کا حکم آیا ہے: وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ، اور تم کیا کرو صحبت نہ کرو ان عورتوں سے اس حال میں کہ تم مسجد میں معتکف ہو، اعتکاف کرنے والے ہو۔

وَلَوْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ سَاعَةً بِغَيْرِ عُذْرٍ فَسَدَ اعْتِكَافُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا لَا يَفْسُدُ حَتَّى يَكُونَ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ۔ اور اگر وہ نکلا اعتکاف کرنے والا نکلا مسجد سے ایک گھڑی بھی بغیر کسی عذر کے فَسَدَ اعْتِكَافُهُ تو اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، وَقَالَا اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں لَا يَفْسُدُ اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہو گا حَتَّى يَكُونَ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ یہاں تک کہ اس کا جو خروج ہے وہ نصف یوم سے زیادہ ہو۔ وہ جو بغیر عذر کے خروج تھا مسجد سے آدھے دن سے زیادہ اس نے باہر گزارا ہے تو اب فاسد ہو جائے گا، اگر اس سے پہلے پہلے واپس آ جائے تو پھر اعتکاف فاسد نہیں ہو گا۔ لیکن فتویٰ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر ہے، چنانچہ اسی لیے آپ پڑھتے ہیں کہ کچھ دیر کے لیے بھی کوئی نکلا مسجد سے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا، فاسد ہو جائے گا۔

وَمَنْ أَوْجَبَ عَلَى نَفْسِهِ اعْتِكَافَ أَيَّامٍ لَزِمَهُ اعْتِكَافُهَا بِلَيَالِيهَا۔ اور جس نے واجب کیا اپنے اوپر، اور جس نے واجب کیا اپنے نفس پر، کیا واجب کیا بھئی؟ اعْتِكَافَ أَيَّامٍ کچھ دنوں کا اعتکاف کہ اے اللہ میں اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں پانچ دن کیا کروں گا آپ کے لیے؟ اعتکاف میں بیٹھوں گا۔ تو کہتے ہیں لَزِمَهُ اعْتِكَافُهَا تو اس شخص پر لازم ہو جائے گا ان دنوں کا اعتکاف بِلَيَالِيهَا ساتھ ان کی راتوں کے بھی بھئی، راتیں بھی ساتھ خود بخود آ جائیں گی اگرچہ اس نے ذکر نہیں کیں۔ وَكَانَتْ مُتَتَابِعَةً اور یہ دن بھی کیسے ہوں گے؟ پے در پے مسلسل ہوں گے وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطِ التَّتَابُعَ فِيهَا اگرچہ اس نے ان میں تتابع کی قید نہیں لگائی تھی، مسلسل کی یا پے در پے ہونے کی قید نہیں لگائی تھی بھئی، پھر بھی خود بخود تتابع آ جائے گا اور جتنے دن ذکر کیے ہیں وہ مسلسل اعتکاف میں بیٹھنا پڑے گا اور روزے بھی رکھنا پڑیں گے بھئی۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كِتَابُ الْحَجِّ (اَلْمَشَاعِرُ الْمُقَدَّسَةُ، الْمَنَاسِكُ، الْقِرَانُ، التَّمَتُّعُ وَالْجِنَايَاتُ)

مشاعرِ مقدسہ کے تفصیلی نقشے، مواقیت، احرام، طواف و سعی، منیٰ و عرفات و مزدلفہ، قران و تمتع، جنایات، احصار، فوات اور ہدی (اسباق ۴۲ تا ۴۷)

سبق نمبر ۴۲: کتاب الحج (۱): مشاعرِ مقدسہ کی بصری و جغرافیائی تفصیلات، شرائطِ وجوبِ حج، مواقیتِ خمسہ، احرام، تلبیہ، طوافِ قدوم اور سعی

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۰ فروری ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ کتاب الحج: مشاعرِ مقدسہ (مسجدِ حرام، بیت اللہ، مطاف، مسعیٰ، منیٰ، عرفات و مزدلفہ) کی بصری و جغرافیائی تفصیلات

محترم طلبائے کرام، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

کِتَابُ الْحَجِّ شروع کرنے سے قبل بندہ نے مناسب سمجھا کہ چند تصاویر کے ذریعے مشاعرِ مقدسہ کی تفصیلات بیان کر دی جائیں جن سے إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى کِتَابُ الْحَجِّ کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔[1]

---

[1] نقشۂ مشاعرِ مقدسہ (۱): مسجدِ حرام، خانہ کعبہ (بیت اللہ)، حجرِ اسود، ملتزم، حطیم، مقامِ ابراہیم اور مسعیٰ (صفا و مروہ) کا تفصیلی نقشہ:

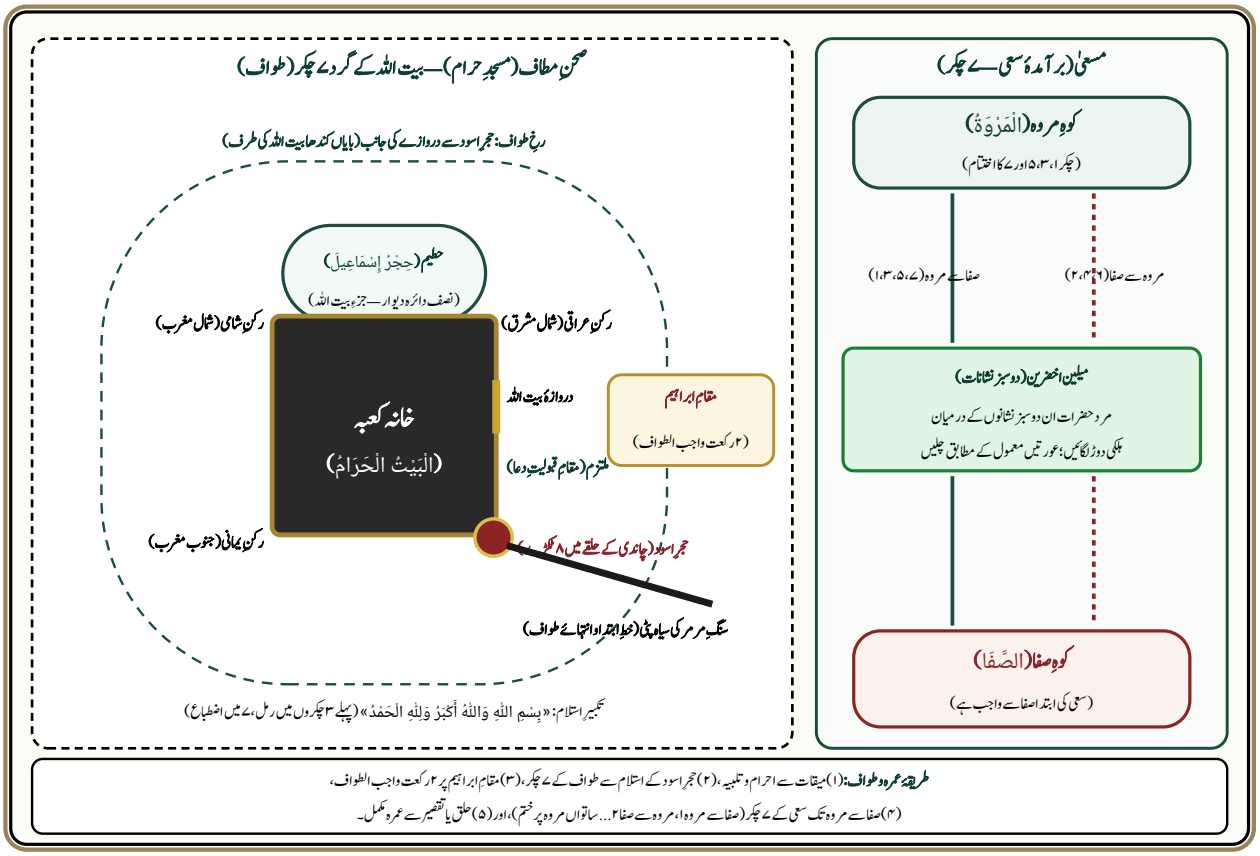

مشاعر مقدسہ ان مبارک مقامات کو کہتے ہیں جہاں حج کے مناسک سرانجام دیے جاتے ہیں۔ یہ پہلی تصویر مسجد الحرام مکہ مکرمہ کی ہے۔ خلائی سیارچے سے لی گئی اس تصویر میں مسجد کے وسط میں خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ دکھائی دے رہا ہے جس کے گرد عاشقان الٰہی کا ہجوم بھی واضح نظر آرہا ہے۔

بیت اللہ اور مسجد الحرام کا ایک اور منظر جس میں مسجد کے اندر، چھت پر اور مسجد سے باہر ہر طرف تاحد نگاہ لوگ صفیں بنائے نماز میں مصروف ہیں۔

خانہ کعبہ کا قریبی منظر جس میں بیت اللہ کا دروازہ دکھائی دے رہا ہے۔ دروازے کے ساتھ ہی خانہ کعبہ کے کونے پر حجر اسود نصب ہے۔ یہیں سے طواف کی ابتدا کی جاتی ہے اور یہیں پر طواف کا اختتام ہوتا ہے۔

طواف کا طریقہ یہ ہے کہ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ کہہ کر حجر اسود کا بوسہ لیا جاتا ہے اور پھر دروازے کی جانب چلتے ہوئے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے جاتے ہیں، اور ہر چکر میں حجر اسود کا اسی طرح بوسہ لیا جاتا ہے۔ جب سات چکر پورے ہو جائیں تو یہ ایک طواف مکمل ہوا۔ ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ضروری ہے۔

بے انتہا ہجوم کی وجہ سے حجر اسود تک پہنچنا چونکہ نہایت مشکل کام ہے، نیز اس سے دوسرے لوگوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ دور سے ہی حجر اسود کی سیدھ میں کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی جانب کرتے ہوئے بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ کہہ کر پھر ان ہاتھوں کو بوسہ دے دیا جائے۔ لوگوں کی سہولت کی خاطر سعودی حکومت نے حجر اسود کے سامنے زمین پر سنگ مرمر کی سیاہ پٹی بنادی ہے۔ سنگ مرمر کی اس سیاہ پٹی سے ہی طواف کی ابتدا اور اسی پر طواف کی انتہا ہوتی ہے۔ تصویر میں یہ سیاہ پٹی واضح طور پر نظر آرہی ہے، جبکہ دوسرا خط طواف کا رخ بتلا رہا ہے کہ طواف کرنے والا اس رخ پر چلتے ہوئے بیت اللہ کے گرد چکر لگاتا ہے، یعنی دوران طواف بایاں کندھا بیت اللہ کی طرف رہتا ہے۔

حجر اسود کا ایک قریبی منظر۔ حجر اسود کے گرد چاندی کا بہت بڑا چمکدار حلقہ لگا ہوا ہے۔ اس تصویر میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ چاندی کے حلقے کے وسط میں حجر اسود آٹھ چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں لگا ہوا ہے۔

بیت اللہ کی ایک اور تصویر جس میں بیت اللہ کا دروازہ دکھائی دے رہا ہے۔ دروازے کے قریب ہی کونے پر حجر اسود کو دیکھا جا سکتا ہے۔ بیت اللہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان کی جگہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ ملتزم ان مقامات میں سے ہے جہاں مانگی جانے والی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ نیز اس تصویر میں مقام ابراہیم کی سنہری جالی کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے نماز ادا کی تھی۔

مقام ابراہیم کا ایک قریبی منظر۔ عقب میں بیت اللہ کا دروازہ کھلا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

مقام ابراہیم کا ایک اور منظر۔ اس سنہری جالی کے اندر وہ پتھر موجود ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے بیت اللہ کی دیواریں تعمیر فرمائی تھیں۔ پتھر پر حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَامُ کے قدموں کے نشانات آج بھی موجود ہیں جنہیں اس جالی میں سے بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔

مقام ابراہیم پر نصب سنہری جالی کا اندرونی منظر۔ چاندی کے چوکھٹے میں موجود پتھر پر قدموں کے نشانات نمایاں ہیں۔ چاندی کے چوکھٹے میں موجود حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے قدموں کے نشانات والے پتھر کی ایک اور تصویر۔ ایک اور تصویر جس میں چاندی کے چوکھٹے میں بند پتھر پر حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے قدموں کے نشانات نمایاں ہیں، ارد گرد چاندی ہے اور درمیان میں گہرائی میں سرخی مائل پتھر دکھائی دے رہا ہے جس میں دراڑیں پڑی ہوئی ہیں۔

بیت اللہ کی ایک اور تصویر جس میں مقام ابراہیم کی سنہری جالی بھی نظر آرہی ہے۔ تصویر میں بیت اللہ کے ساتھ ہی نصف دائرے کی شکل کی ایک دیوار کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ بیت اللہ کا یہ حصہ حطیم کہلاتا ہے۔ یہ بھی دراصل بیت اللہ ہی کا حصہ ہے۔ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نبوت سے قبل ایک مرتبہ سیلاب سے بیت اللہ کی عمارت کو شدید نقصان پہنچا تو قریش نے بیت اللہ کی تعمیر نو کی، اور اس تعمیر میں صرف حلال مال خرچ کرنے کی شرط لگائی، مگر حلال مال کو جب جمع کیا گیا تو اس سے ساری عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ کچھ حصے پر تو عمارت بنادی گئی جبکہ باقی حصے پر چھوٹی سی دیوار بنا کر اسے اسی طرح چھوڑ دیا گیا، یہی حصہ حطیم کہلاتا ہے۔ مگر اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اب کسی عام شخص کی بھی یہ تمنا ہو کہ میں بیت اللہ کے اندر جا کر نماز ادا کروں تو وہ حطیم کے اندر نماز ادا کر کے اپنی اس تمنا کو پورا کر سکتا ہے۔

مسجد الحرام کی ایک اور تصویر۔ تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک برآمدہ باقی عمارت سے الگ ہو کر دور تک چلا گیا ہے۔ اس برآمدے میں سعی کی جاتی

ہے۔ اس برآمدے کے ایک کونے پر صفا پہاڑی ہے جبکہ دوسرے کونے پر مروہ پہاڑی ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانے کا نام سعی ہے۔ سعی کی ابتدا صفا پہاڑی سے کی جاتی ہے۔ صفا سے چلتے ہوئے مروہ پہاڑی پر پہنچیں تو یہ ایک چکر مکمل ہوا، پھر واپس صفا پر پہنچیں تو دو چکر ہوئے، اس طرح ساتواں چکر مروہ پر مکمل ہوتا ہے۔ تصویر میں صفا اور مروہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ تصویر میں نظر آنے والے دونوں گنبدوں کے نیچے صفا اور مروہ کی پہاڑیاں موجود ہیں۔

عمرہ صرف طواف اور سعی پر مشتمل ہوتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا جائے اور عمرے کی نیت کی جائے، پھر بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جائے تو عمرہ مکمل ہوا، اب بال منڈوا کر یا چھوٹے کروا کر احرام اتار کر عام کپڑے پہن لیے جاتے ہیں۔

دوسرے زاویے سے لی گئی مسجد الحرام کی ایک اور پرانی تصویر جس میں صفا مروہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

صفا اور مروہ کے برآمدے کا اندرونی منظر جس میں لوگ سعی کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ چھت پر دو سبز نشانات دیکھے جاسکتے ہیں۔ سعی کے سات چکروں کے دوران سعی کرنے والا جب بھی یہاں پہنچے تو ایک سبز نشان سے دوسرے سبز نشان تک ہلکی رفتار سے دوڑ لگائے۔ دوڑنے کا یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔

اس نقشے میں ان مقامات کی وضاحت کی گئی ہے جہاں مناسک حج سرانجام دیے جاتے ہیں۔ عمرے کا طریقہ تو مختصر طور پر بیان کر دیا گیا، اب حج کا طریقہ بھی مختصراً یاد رکھیں۔ حج کا طریقہ یہ ہے کہ حاجی میقات سے احرام باندھ لے اور تلبیہ پڑھ کر حج کی نیت کر لے تو حج شروع ہو جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حاجی ایک طواف اور سعی کر لے اور پھر مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے۔ اس دوران جس قدر طواف کرنا چاہے کر سکتا ہے یہاں تک کہ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ آجائے، یہ یَوْمُ التَّرْوِيَةِ کہلاتا ہے۔ آج حاجی منیٰ روانہ ہوتے ہیں اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی فجر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ پانچ نمازیں منیٰ میں ادا کرنا سنت ہے۔

فجر کی نماز پڑھ کر عرفات روانگی کی تیاری کرے، یہ نوویں ذوالحجہ اور یوم عرفہ ہے۔ آج کا دن عرفات میں گزارے اور خوب کثرت سے استغفار و مناجات میں مشغول رہے۔ سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر ہی مزدلفہ روانہ ہو جائے۔ مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ یہ رات مزدلفہ میں گزارنا واجب ہے۔ رمی جمرات کے لیے یہیں سے کم از کم انچاس کنکریاں جمع کر لے۔

فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے منیٰ روانہ ہو جائے، یہ دسویں ذوالحجہ اور عید کا دن ہے۔ آج کے دن صرف بڑے جمرے پر سات کنکریاں مارے۔ ہر کنکری مارتے وقت بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ کہے۔ پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند کر دے۔ اس کے بعد اگر قربانی کرنا چاہے تو قربانی کر لے اور پھر سر کے بال منڈوا کر یا چھوٹے کروا کر احرام اتار دے اور کپڑے پہن لے۔ عید کے تین دن کے اندر کسی بھی وقت مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کر لے، حج میں یہ طواف فرض ہے۔

اگلے روز یعنی گیارہ ذوالحجہ کو ترتیب سے پہلے چھوٹے جمرے کو، پھر درمیانے کو اور پھر بڑے جمرے کو سات سات کنکریاں مارے۔ بارہ ذوالحجہ کو بھی اسی طرح ترتیب سے تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں مارے۔ تیرہ ذوالحجہ کی رمی اختیاری ہے، اگر نہیں کرنا چاہتا تو آج کی صبح صادق سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ چلا جائے۔ اگر تیرہ تاریخ کی صبح صادق طلوع ہو گئی اور حاجی منیٰ میں ہی مقیم تھا تو آج بھی ترتیب سے تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں مارے۔ وطن واپسی سے پہلے طواف وداع کر لے، طواف وداع پر مناسک حج مکمل ہو گئے۔

یاد رہے کہ یہ حج افراد کا طریقہ بیان ہوا جس میں قربانی کرنا واجب نہیں، جبکہ حج کے باقی دو طریقے یعنی حج قران اور حج تمتع میں قربانی کرنا ضروری ہے۔ سامنے دیے گئے نقشے میں ان تمام مبارک مقامات کی وضاحت کی گئی ہے جو ابھی بیان ہوئے۔ حج و عمرے کی مختصر وضاحت تصاویر کے ذریعے مکمل ہوئی جبکہ باقی تفصیل إِنْ شَاءَ اللَّهُ كِتَابُ الْحَجِّ میں آجائے گی۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

■ آغازِ متنِ کتاب الحج: فرضیتِ حج کی شرائط، مواقیتِ خمسہ، احرام، تلبیہ اور طوافِ قدوم و سعی

كِتَابُ الْحَجِّ۔ اَلْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْأَحْرَارِ الْمُسْلِمِينَ الْبَالِغِينَ الْعُقَلَاءِ الْأَصِحَّاءِ إِذَا قَدَرُوا عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَعَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ إِلَى حِينِ عَوْدِهِ، وَكَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا۔ وَيُعْتَبَرُ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُونَ لَهَا مَحْرَمٌ

يَحُجُّ بِهَا أَوْ زَوْجٌ، وَلَا يَجُوزُ لَهَا أَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا إِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا۔[۳۲]

اچھا بھئی، آج ہم حج کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔ حج بھئی، حج کے لغوی معنی ہیں ارادہ کرنے کے بھئی۔ ہاں، یعنی عربی زبان میں حج کا کیا معنی ہے؟ کسی چیز کا ارادہ کرنا بھئی، کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ حج مطلق شے کے ارادے کو نہیں کہتے بلکہ کسی عظیم شے کا ارادہ کیا جائے تو یہ حج کہلاتا ہے بھئی۔ کسی عظیم شے کا ارادہ کیا جائے تو یہ حج کہلاتا ہے۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ کتنے معنی ذکر کیے بھئی؟ دو۔ بعض علماء کیا فرماتے ہیں بھئی؟ حج نام ہے ارادہ کرنے کا کسی بھی چیز کا۔ لیکن بعض کبار علماء فرماتے ہیں کہ نہیں بھئی، مطلق شے کے ارادے کو حج نہیں کہتے بلکہ حج کس کو کہتے ہیں؟ کسی عظیم شے کا ارادہ یہ حج کہلاتا ہے بھئی، حج کہلاتا ہے۔

اور اصطلاح شریعت میں حج کسے کہتے ہیں؟ تعریف لکھ لیجیے بھئی: اَلْحَجُّ هُوَ زِيَارَةُ مَكَانٍ مَخْصُوصٍ فِي زَمَنٍ مَخْصُوصٍ بِفِعْلٍ مَخْصُوصٍ۔ زَمَنٍ زاء کے ساتھ ہے بھئی۔ بس بھئی، تعریف مکمل ہوئی۔ لکھ لی بھئی؟ اصطلاح شریعت میں حج کسے کہتے ہیں؟ هُوَ زِيَارَةُ مَكَانٍ مَخْصُوصٍ فِي زَمَنٍ مَخْصُوصٍ بِفِعْلٍ مَخْصُوصٍ۔ اصطلاح شریعت میں حج ایک مخصوص جگہ کی زیارت کا نام ہے ایک مخصوص زمانے کے اندر اور مخصوص فعل کے ساتھ بھئی، مخصوص فعل کے ساتھ بھئی۔ مخصوص مکان کی زیارت ہے مولانا بیت اللہ، عرفات وغیرہ، اور مخصوص زمانہ ہے حج کے ایام معلوم ہیں آپ کو بھئی، اور مخصوص افعال ہیں بھئی وہ طواف زیارت وغیرہ، وقوف عرفہ بھئی۔

تو کہتے ہیں بھئی اَلْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْأَحْرَارِ الْمُسْلِمِينَ الْبَالِغِينَ الْعُقَلَاءِ الْأَصِحَّاءِ۔ حج واجب ہے آزاد مسلمانوں پر، اَلْبَالِغِينَ، آزاد مسلمان ہوں مولانا پہلی قید لگائی بھئی، آزاد ہوں، غلام پر حج فرض نہیں۔ اَلْبَالِغِينَ اور کیا ہونا چاہیے؟ بالغ ہونا چاہیے بھئی، بالغ ہونا چاہیے۔ اَلْعُقَلَاءِ عاقل ہو بھئی۔ بالغ کہا بچے سے احتراز کیا بھئی، بچے پر حج فرض نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ غلام پر بھی نہیں ہے اور بچے پر بھی نہیں۔ ادا یہ کریں گے ہو تو جائے گا لیکن فرض حج ادا نہیں ہوا بھئی۔ غلام آزاد ہونے کے بعد اور بچہ بالغ ہونے کے بعد اگر مالدار ہوئے، استطاعت ہوئی حج کی تو پھر فرض حج ادا کرنا پڑے گا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں، ویسے حج تو ہو جائے گا لیکن وہ فرض ادا نہیں ہوا بھئی۔ تو اَلْحَجُّ وَاجِبٌ حج فرض ہے آزاد مسلمانوں پر اَلْبَالِغِينَ الْعُقَلَاءِ جو بالغ ہوں اور عاقل ہوں بھئی، اَلْأَصِحَّاءِ اور تندرست ہوں بھئی۔ اپاہج ہے، کوئی معذور ہے بھئی اس پر حج نہیں بھئی۔

إِذَا قَدَرُوا عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ جب وہ قادر ہوں عَلَى الزَّادِ زادِ راہ پر بھئی وَالرَّاحِلَةِ اور سواری پر، فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ اس حال میں کہ یہ زائد ہوں ان کی رہائش سے وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ اور ان چیزوں سے جن کا ہونا ضروری ہے، یعنی ضروریات سے۔ جب وہ زادِ راہ بھئی، زادِ راہ بھئی سفر کا سارا خرچہ وغیرہ ہو، سامان راستے کی ضروریات ہوں، وَالرَّاحِلَةِ سواری بھی ہے، اور یہ زائد ہونے چاہئیں کس چیز سے؟ مسکن سے، رہائش سے بھی زائد ہے، وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ اور جو ضروریات ہیں ان سے بھی زائد ہے، وَعَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ اور اپنے گھر والوں کے نفقے سے، خرچے سے بھی ہو زائد إِلَى حِينِ عَوْدِهِ واپس لوٹنے کے وقت تک بھئی۔ یعنی گھر والوں کے لیے بھی اتنا خرچہ ہو کہ اس کے واپس آنے تک وہ کیا کر سکیں؟ کھانے پینے وغیرہ کا بندوبست کر سکیں اس سے بھئی۔ تو پھر یہ ساری شرطیں پوری ہوں گی تو اس شخص پر حج فرض ہے، تندرست ہے، معذور بھی نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اتنا خرچہ وغیرہ بھی ہے کہ آسانی سے آ جا سکتا ہے بھئی، اور کھانے پینے کا خرچہ راستے کا اور وہاں کا ہے، اور یہ چیز جو ہے خرچہ وغیرہ اس کی رہائش سے، اس کی ضروریات سے اور اس کے گھر والوں کے نفقے سے زائد ہونا چاہیے بھئی۔

وَكَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا اور راستہ بھی پرامن ہو بھئی۔ راستہ کیا ہو؟ ہاں، اس حال میں کہ راستہ بھی پرامن ہو بھئی۔ اگر راستے میں اس کے دشمن ہیں اس کے تو پھر تو یہ کیسے جائے گا حج پر بھئی؟

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۶۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اَلْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْأَحْرَارِ الْمُسْلِمِينَ الْبَالِغِينَ الْعُقَلَاءِ الْأَصِحَّاءِ إِذَا قَدَرُوا عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَعَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ إِلَى حِينِ عَوْدِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الحج: واجب على الأحرار البالغين العقلاء الأصحاء إذا قدروا على الزاد والراحلة فاضلا عن مسكنه وما لا بد منه وعن نفقة عياله إلى حين عوده» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۶۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيُعْتَبَرُ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويعتبر في المرأة» منقول ہے۔

وَيُعْتَبَرُ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُونَ لَهَا مَحْرَمٌ يَحُجُّ بِهَا اور معتبر ہے عورت کے حق میں کہ اس کے لیے کوئی محرم ہونا چاہیے یَحُجُّ بِهَا جو اسے کیا کروائے؟ حج کروائے بھئی، حج کروائے، اس کے ساتھ حج کرے۔ محرم جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ وہ قریبی رشتہ دار بھئی جن کے ساتھ شریعت نے نکاح کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا ہو بھئی، تو ان محرمات میں سے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس کے لیے اس کا بھائی ہے، باپ ہے، چچا ہے وغیرہ بھئی، بیٹا ہے۔ تو محرم ہو جو اس کو حج کروائے أَوْ زَوْجٌ یا کون ہونا چاہیے؟ اس کا شوہر ہونا چاہیے، اس کا خاوند بھئی۔ وَلَا يَجُوزُ لَهَا أَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حج کرے ان دونوں کے علاوہ، یعنی کسی محرم یا اپنے خاوند کے علاوہ کے ساتھ کیا کرے؟ ان کے بغیر حج کرے۔ کب؟ إِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا جبکہ اس کے اور مکہ کے درمیان مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تین دن کی مسافت ہو فَصَاعِدًا یا اس سے زیادہ۔ تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بغیر محرم کے اور بغیر خاوند کے کیا کرے؟ حج کرے، حج کرے۔

تو صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا بھئی کہ عورت جو ہے وہ بغیر محرم یا خاوند کے بغیر حج نہیں کر سکتی جبکہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان کتنی مسافت ہو؟ تین دن کی مسافت ہو۔ سمجھ میں آیا؟ اب عورت ایک ہے بڑی مالدار ہے بھئی، باقی تمام شرائط حج پوری ہیں لیکن اس کے پاس کوئی محرم نہیں، اس کا خاوند نہیں بھئی، اب کیا کرے؟ کہتے ہیں بھئی اب اس عورت کو چاہیے کہ کسی نائب کو بھیجے۔ کیا کرے؟ کسی نائب کو بھیجے، کسی شخص کو بھیجے جو اس عورت کی طرف سے حج ادا کرے گا، اسے حج بدل کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ حج بدل کہتے ہیں، تو وہ حج بدل کے لیے کسی کو نائب بنا کر بھیجے گی بھئی۔

بھئی حج سے پہلے بھئی عمرے کا طریقہ آپ کو بتلا دوں بھئی۔ کیونکہ عمرے کا تذکرہ آتا رہے گا اور یہی افعال حج میں بھی کرنا ہوتے ہیں تو عمرہ مختصر ہے پہلے اس کا طریقہ آنا چاہیے انسان کو۔ جو حج پر گئے ہیں یا عمرے پر گئے ہیں انہیں تو طریقہ معلوم ہو گا، باقیوں کے لیے بیان کر دیتا ہوں بھئی۔

بھئی عمرے کے لیے جاتے ہوئے انسان کیا کرتا ہے؟ احرام باندھتا ہے بھئی، احرام۔ احرام جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ دو سفید چادریں بھئی، اور سمجھ میں آیا؟ سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا بھئی، سلے ہوئے کپڑے اتارے، دو چادریں لے بھئی ایک کو تہبند کے طور پر باندھ لے گا اور دوسری اوپر چادر کے طور پر استعمال کرے گا بھئی، تو یہ احرام ہے بھئی۔ تو احرام غسل وغیرہ کر کے، آگے تفصیل آگے آجائے گی میں مختصراً بتلا دیتا ہوں بھئی، احرام باندھ لیتا ہے، عمرے کی نیت کر لیتا ہے اور مکہ مکرمہ پہنچتا ہے بھئی۔ مکہ مکرمہ میں اب عمرے کے لیے ایک طواف کرنا پڑے گا اور پھر ایک سعی کرنا پڑے گی اور اس کے بعد پھر اسے بال منڈوانا پڑیں گے بھئی، ٹنڈ کروائے یا بال چھوٹے کروائے، اس کے بعد حلال ہو گیا۔ یاد رکھو حالت احرام میں بہت سی چیزیں انسان پر، انسان کے لیے ممنوع ہو جاتی ہیں بھئی۔ حالت احرام میں بھئی اپنے بال نہیں کاٹ سکتا، ناخن نہیں کاٹ سکتا بھئی، اور خوشبو نہیں لگا سکتا بھئی، بیوی کے پاس نہیں جا سکتا اور اس طرح بہت سی چیزیں منع ہیں، آگے تفصیل آجائے گی بھئی۔ تو وہاں بیت اللہ جب جائے گا وہاں پر طواف کرنا پڑے گا بھئی، پھر سعی کرے گا۔ سعی کے بعد پھر اس کے بعد بال منڈوائے گا یا بال چھوٹے کروائے گا اور پھر اب یہ حلال ہو گیا بھئی، اب اس کے لیے خوشبو لگانا، وہ چیزیں جو ممنوع تھیں اب وہ ممنوع نہیں رہیں بھئی۔ صورت ساری سمجھ میں آگئی بھئی؟

جی، تو طواف بھئی۔ یاد رکھو طواف بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے جاتے ہیں جو حجر اسود سے شروع ہوتے ہیں اور حجر اسود پر ہی ختم ہوتے ہیں، یہ سات چکر جو ہیں یہ ایک طواف کہلاتا ہے، یہ سات چکر۔ بیت اللہ بھئی آپ نے تصاویر میں تو دیکھا ہی ہے بھئی، اس بیت اللہ کے جو دروازے کی جانب ہے دروازے کے بالکل ساتھ والے کونے پر بھئی حجر اسود لگا ہوا ہے۔ اور انسان وہاں جائے بھئی وہاں سعودی حکومت نے اب بھئی اس کی بالکل سیدھ میں ایک کالی پٹی بنا دی ہے۔ بھئی حجر اسود کی سیدھ بتلانے کے لیے کوئی بھی طواف شروع کر رہا ہے تو کیا کرتا ہے پھر؟ وہ پٹی بتلاتی ہے کہ آپ اس وقت حجر اسود کی سیدھ میں کھڑے ہیں بھئی۔ تو اصل تو یہ ہے بھئی کہ طواف شروع کرتے وقت کیا کرے؟ حجر اسود کو انسان بوسہ دے بھئی، بوسہ دے، تکبیر و تہلیل وغیرہ، تکبیر کہے بھئی، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وغیرہ کہے اور حجر اسود کو بوسہ دے اور پھر دروازے کی جانب بیت اللہ کے گرد چکر لگائے گا، یعنی انسان کا بایاں کندھا جو ہے بیت اللہ کی طرف رہے گا۔ اس طرح چکر لگاتا ہے کہ بایاں کندھا کس کی طرف ہوتا ہے؟ بیت اللہ کی طرف رہتا ہے بھئی۔

تو چکر لگاتا ہے، پھر جب حجر اسود کے سامنے آئے گا اس کی سیدھ میں آئے تو پھر بھئی وہ حجر اسود کو بوسہ دے، سمجھ میں آیا بھئی؟ بوسہ دے، بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ کہتا ہوا پھر جائے گا بھئی، اس طرح یہ طواف کے دوران بھئی ذکر اذکار کرتا رہے، دعائیں کرتا رہے، پھر اس کے بعد چکر آیا پھر حجر اسود کے سامنے پہنچے گا بھئی، پھر حجر اسود کو بوسہ دے، یہ دو چکر ہو گئے۔ اسی طرح سات چکر جب پورے ہو جائیں گے بھئی، ساتویں چکر میں جب حجر اسود کو بوسہ دے دیا تو اب ایک طواف مکمل ہو گیا بھئی۔ ایک طواف کیا ہوا؟ مکمل۔ سات چکر بھئی، یہ طواف کہلاتا ہے۔

لیکن رش بہت ہوتا ہے بھئی، اتنا ہجوم ہوتا ہے، یہ تو میں نے بتلایا حجر اسود کو بوسہ دے لیکن اتنا ہجوم ہوتا ہے حجر اسود تک پہنچنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ تو پھر دوسری صورت یہ ہے بھئی کہ بوسہ تو اس کو نہیں دے سکتا حجر اسود کو ہاتھ لگا دے بھئی اور ہاتھ کو بوسہ دے دے بھئی، یہ دوسرا طریقہ ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یا کوئی چادر وغیرہ یا کوئی چیز لگا لی بھئی حجر اسود کو اور اس کو بوسہ دے دیا، لیکن یہ بھی بڑا مشکل ہوتا ہے بھئی۔ تو پھر تیسرا آسان طریقہ ہے بھئی بس حجر اسود کی سیدھ میں جتنے بھی آپ اس سے دور ہیں اسی صحن کے اندر مسجد کے اندر حجر اسود کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر حجر اسود کی طرف کیے جاتے ہیں، بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ کہا اور اپنے ہاتھوں ہی کو بوسہ دے دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اپنے ہاتھوں کو ہی بوسہ دے دیا۔ چکر لگایا، اگلے چکر میں پھر جب وہاں پہنچا پھر اسی طرح بھئی بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ کہا ہاتھوں کو حجر اسود کی طرف اٹھا کر اور پھر ہاتھوں کو ہی بوسہ دے دیا اور چکر لگاتا رہا۔ سات چکر پورے ہوئے یہ ایک طواف ہو گیا بھئی۔ طواف کے بعد پھر طواف کے لیے دو رکعت نفل بھی پڑھے جاتے ہیں بھئی، تو وہ بیت اللہ میں حرم شریف مسجد کے اندر اس مسجد الحرام جو ہے جس میں بیت اللہ ہے مسجد میں کسی بھی جگہ پر وہ دو نفل پڑھ لے بھئی تو یہ طواف کے دو نفل ہو گئے، پورا ہوا طواف بھئی۔ لیکن افضل یہ ہے مقام ابراہیم کے پاس دو نفل پڑھے جائیں۔

اب اس کے بعد یہ سعی کرے گا بھئی، سعی۔ بھئی آپ نے اگر کبھی پوری مسجد الحرام کی تصاویر دیکھی ہوں جس میں پوری مسجد آ رہی ہو تو آپ اس میں دیکھیں گے کہ مسجد کے ایک جانب جو ہے ایک برآمدہ مسجد سے آگے تک سیدھا نکل گیا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی باقی تو بیت اللہ کے ارد گرد پوری مسجد چاروں طرف بنی ہوئی ہے لیکن ایک طرف ایک برآمدہ کیا ہے ذرا سیدھا دور تک چلا گیا ہے، مسجد سے الگ ہو کر سیدھا چلا گیا ہے بھئی۔ اب اگر آئندہ کبھی تصویر دیکھیں بڑی پوری مسجد کی تصویر تو اس میں آپ غور کیجیے گا آپ کو نظر آئے گا بھئی، یہ برآمدہ مسجد سے آگے تک چلا گیا ہے، الگ ہو کے مسجد سے بالکل سیدھا الگ چلا گیا۔ یہ اس کے درمیان، یہ جو برآمدہ ہے اس میں سعی کی جاتی ہے بھئی۔ اس کے دو کنارے بن گئے دیکھو، ایک مسجد کے قریب جو لگا ہوا ہے ساتھ اور ایک وہ مسجد سے الگ ہو کے دور تک جو برآمدہ گیا اس کا آخری کنارہ۔ یہ جو قریب والا کنارہ ہے اس کے نیچے پہاڑی ہے بھئی جسے صفا کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ صفا۔ اور جو دور والا کنارہ ہے اس پہ بھی ایک پہاڑی ہے اندر، اب تو پہاڑی ختم ہی تقریباً ہو گئی ہے تھوڑے سے اس کے بس نشان ہیں بھئی اس، مروہ پہاڑی ہے اس کا نام، مروہ۔ تو یہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔ جیسے طواف کے سات چکر تھے یہاں پر بھی سات چکر لگانے پڑیں گے بھئی۔ صفا سے شروع کریں گے، صفا پر کھڑا ہو، بیت اللہ کی طرف انسان رخ کرتا ہے، دعا وغیرہ مانگتا ہے، ذکر کرتا ہے اور پھر مروہ کی طرف چل پڑتا ہے بھئی۔ مروہ پر جب پہنچا وہاں بھی اسی طرح کرنا ہے، بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ذکر وغیرہ کیا، دعا کی بھئی اپنے لیے سب کے لیے، یہ ایک چکر مکمل ہوا بھئی مروہ تک۔

پھر مروہ سے واپس آئے گا کہاں پہنچے گا؟ صفا، یہ ہو گئے دو چکر بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں وہاں بیت اللہ کے گرد تو پورا چکر لگتا تھا وہ ایک چکر تھا لیکن یہاں صفا سے مروہ تک یہ کیا کہلائے گا؟ ایک چکر۔ یہ نہیں کہ واپس صفا پہ پہنچے گا تو پھر ایک چکر ہے، نہیں اس طرح تو بڑا المبا ہو جائے گا بھئی سعی۔ اس میں صفا سے مروہ تک ایک چکر، پھر مروہ سے واپس جو صفا پہ آیا یہ کتنے ہو گئے؟ دو بھئی، دو۔ تو تیسری دفعہ جب صفا پہ پہنچے گا واپس تو یہ کتنے ہو گئے؟ ہر ایک بھئی صفا پہ واپس آتا ہے کتنے بن جاتے ہیں؟ دو۔ دوسری دفعہ آیا کتنے ہو گئے؟ چار۔ تیسری دفعہ آیا؟ چھ۔ چھ ہو گئے، اب ساتویں مرتبہ میں صفا سے چلے گا مروہ پہ پہنچے گا بھئی، سات چکر پورے ہو گئے۔ تو یہ سعی مکمل ہوئی بھئی۔ سعی کیا ہو گئی؟ مکمل ہو گئی، تو اب کیا کرے گا؟ طواف بھی مکمل، سعی بھی مکمل، حالت احرام میں ہے بھئی، حالت احرام۔ تو اب بال منڈوائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بال یا تو بال منڈوالے بالکل بھئی سر صاف کروالے اور اب حلال ہو گیا، اب کپڑے وغیرہ پہن سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے، ناخن وغیرہ کاٹ سکتا ہے۔ یا بال چھوٹے کروالے بھئی، سر نہ منڈوائے بال کیا کرلے؟ چھوٹے کروالے، یہ بھی جائز ہے بھئی۔

صورت ساری سمجھ میں آ گئی بھئی؟ عمرہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ عمرے کا طریقہ تھا بس۔ احرام باندھا، بیت اللہ گئے، وہاں پر کیا کیا؟ طواف کیا، سات چکر لگائے، دو رکعت نفل پڑھے، طواف کی دو رکعتیں پڑھیں اور پھر اس کے بعد سعی کی، وہ صفا مروہ میں سات چکر لگائے، شروع کہاں سے کیا؟ صفا سے، اختتام کہاں پر کیا؟ مروہ پر، اور پھر اس کے بعد کیا کیا؟ بال چھوٹے کروائے یا بال منڈوالیے، تو دیکھا عمرہ پورا ہوا۔ یہ عمرہ ہوتا ہے بھئی، آپ نے نام سنا ہو گا آج میں نے تفصیل آپ کو بتلا دی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس پہ اگر رش وغیرہ نہ ہو بھئی تو زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ دو گھنٹے لگ گئے، ذرا رش ہوا تو تین گھنٹے ذرا لگ جائیں گے بس اتنے میں ہو جاتا ہے عمرہ بھئی۔ تو پھر انسان جتنے مرضی عمرے چاہے، جتنے عمرے کرنا چاہے کرتا رہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ عمرہ ہے بھئی۔

اب یاد رکھیے حج بھئی۔ یاد رکھیے فرائض حج تین ہیں بھئی۔ کتنے ہیں؟ تین۔ فرائض حج تین ہیں بھئی: احرام، وقوف عرفہ اور طواف زیارت۔ احرام، وقوف

عرفہ اور طواف زیارت بھئی۔

بھئی احرام کا تو میں نے بتلا دیا آپ کو، وہ دو چادروں کا نام ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ احرام باندھے انسان اور حج کی نیت کرے گا بھئی۔ اور طواف زیارت بھئی یہ ایک مخصوص طواف ہے اس کا نام طواف زیارت ہے جو حج میں فرض ہے، اسی طرح جو میں نے طریقہ بتلایا بھئی، ہاں اس کا وقت ہے۔ اور وقوف عرفہ بھئی آگے آجائے گی تفصیل بھئی، میدان عرفات کے اندر بھئی نوویں ذوالحجہ کو زوال کے بعد یعنی سورج جب ڈھل جائے اس کے بعد بس میدان عرفات میں چند لمحوں کے لیے بھی چلا جائے تو وقوف عرفہ بھئی ہو جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ چند لمحوں کے لیے، گزر جائے وہاں سے بھئی زوال کے بعد یہ بھی کافی ہے اگلی فجر سے پہلے پہلے تک بھئی۔ تو یہ حج کے یہ تین فرائض ہیں، اور واجبات بیس سے بھی زائد ہیں بھئی، بیس، بعض علماء نے پینتیس تک ذکر کیے ہیں حج کے واجبات بھئی۔

بھئی نماز میں واجب چھوٹ جاتا تھا، غلطی ہو جاتی تھی تو کیا کیا جاتا تھا؟ سجدہ سہو کیا جاتا تھا۔ حج کے اندر بھی بھئی اگر کوئی واجب رہ گیا تو یہاں پر بھی بھئی اب دم دینا پڑے گا بھئی، دم۔ دم خون کو کہتے ہیں بھئی، یعنی ایک جانور کی اب قربانی کرنا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو وہاں اگر کوئی واجب چھوٹ جاتا ہے، کسی واجب میں غلطی ہو جاتی ہے، رہ جاتا ہے تو اس صورت میں ایک قربانی کرنا پڑے گی جسے دم کہتے ہیں بھئی۔

یاد رکھیے تفصیل آگے آئے گی مختصراً یاد رکھیے حج تین قسم پر ہے: حج افراد، حج قران اور حج تمتع۔ قران اور تمتع کا باقاعدہ باب آگے آنے والا ہے بھئی۔ حج کتنی قسم پر ہے؟ تین قسم پر ہے: حج افراد، حج قران اور حج تمتع بھئی۔

اور یاد رکھیے حج کرنے والے افراد بھی تین قسم پر ہیں: آفاقی ہوں گے، حج کرنے والے افراد تین قسم پر ہیں بھئی: نمبر ایک آفاقِیٌّ، جلدی جلدی لکھیے بھئی آفاقِیٌّ، نمبر دو حِلِّیٌّ بھئی، حِلِّیٌّ، اور نمبر تین حَرَمِیٌّ، حَرَمِیٌّ۔ کتنی قسم پر ہوئے افراد بھئی؟ تین قسم پر۔ تین قسم پر ہیں بھئی: آفاقی، حلی اور حرمی۔ حرمی۔

اب ان تینوں کو سمجھ لو بس بھئی۔ یاد رکھیے حرمی وہ لوگ ہیں جو حرم شریف کے اندر رہتے ہوں۔ حرمی کن کو کہتے ہیں؟ جو حرم شریف کے اندر رہتے ہوں جہاں پر شکار کھیلنا، گھاس کاٹنا، درخت کاٹنا وغیرہ منع ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو حرم کے اندر جو لوگ رہتے ہیں ان کو حَرَمِیٌّ کہتے ہیں بھئی۔

مکہ مکرمہ کے ارد گرد بھئی، توجہ سے سننا بھئی، مکہ مکرمہ کے اندر جو ارد گرد کا علاقہ ہے وہ سارا حرم کہلاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ بعض اطراف میں اس کی حد چار میل تک ہے، بعض اطراف میں پانچ میل تک ہے، بعض طرف بھئی چودہ پندرہ میل تک بھئی یہ سارا علاقہ جو بیچ کا ہے یہ کیا کہلاتا ہے؟ حرم شریف کہلاتا ہے، حرم بھئی، حرم شریف بھئی۔ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ۔ یہ حرم شریف کہلاتا ہے۔ اس کی حد بندی جو ہے، اس کی یہ حدود حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتلائی تھیں بھئی۔ آج بھی تو وہ حدود معلوم ہیں نشانات لگے ہوئے ہیں بھئی، تو بعض اطراف میں کتنے فاصلے پر ہے بھئی؟ چار میل، بعض طرف پانچ میل بنتے ہیں اور بعض طرف چودہ پندرہ میل تک یہ سارا علاقہ حرم کہلاتا ہے بھئی۔ اس کے اندر میں نے بتلایا شکار کھیلنا، گھاس کاٹنا اور درخت وغیرہ کاٹنا ممنوع ہے بھئی، ممنوع ہے۔

اچھا، البتہ ان میں سے بعض حدود جو ہیں اب مکہ مکرمہ کے اندر آگئی ہیں، مکہ اتنا پھیل گیا ہے کہ وہ حرم کی حدود سے باہر نکل گیا ہے بھئی، مثلاً مسجد عائشہ بھئی جہاں سے عمرہ کرنے والے پھر احرام باندھ کر آتے ہیں بھئی۔ عمرہ کرنے کے لیے ضروری ہے مولانا کہ وہیں پر آپ نے احرام نہیں باندھنا بلکہ حرم سے باہر نکلو، احرام وہاں ہو، وہاں نیت وغیرہ کرو پھر اندر آؤ بھئی، تھوڑا سا سفر کر کے آؤ گویا عمرے کے لیے۔ یہاں سے ہم جاتے ہیں یہاں سے تو سفر ہوتا ہی ہے لیکن اگر ہم مکہ میں چلے گئے بھئی، عمرہ میں نے کر لیا، میں دوبارہ عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ حرم سے باہر نکلوں گا، وہاں احرام باندھوں گا، نیت کروں گا اور پھر کیا کروں گا؟ آ کر عمرہ کروں گا۔ جتنی دفعہ چاہوں بھئی ایک دن میں میں دس عمرے اگر کر سکتا ہوں دس بھی کر سکتا ہوں لیکن طریقہ وہی ہے بھئی، کیا کرنا پڑے گا؟ حرم سے باہر جانا پڑے گا، وہاں عمرے کی نیت وغیرہ کرے بھئی، سمجھ میں آیا؟ دو رکعت نفل پڑھے گا وہاں اور پھر تلبیہ پڑھے گا اور پھر آ کر عمرہ کرے گا بھئی۔ تو جتنے عمرے چاہے انسان کر سکتا ہے بھئی تاکہ تھوڑا سفر آئے بیچ میں، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ مسجد عائشہ یہ جہاں سے اب بھئی عمرے کے لیے قریب ترین جگہ مکہ کے اندر ہی آگئی ہے بھئی، گاڑیاں وہاں جاتی ہیں لوگ عمرے کے لیے کیا کرتے ہیں؟ احرام پہنا بھئی یہیں سے احرام پہنا چلے گئے مسجد عائشہ کے اندر، گاڑیاں بہت جاتی ہیں، وہاں جا کر نیت کر لی، نیت کر لی، نفل وغیرہ پڑھے دو اور پھر آ گئے عمرہ کرنے کے لیے۔

اور حلی وہ ہیں مولانا جو حرم اور مواقیت کے درمیان رہتے ہوں، حرم اور میقات کے درمیان رہتے ہوں بھئی، میقات بھئی، میقات۔ یاد رکھیے حرم کے

گرد کچھ جگہیں ہیں، حرم شریف کے ارد گرد کچھ جگہیں ہیں، کچھ حد بندی ہے کہ وہاں سے کوئی شخص مکہ مکرمہ جانا چاہے تو احرام باندھے بغیر وہاں سے گزرنا جائز نہیں ہے۔ آپ یہاں سے مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں بھئی اور آپ ان حدود سے باہر ہیں تو ان حدود سے گزرتے ہوئے احرام باندھنا ضروری ہے، چاہے مکہ میں آپ کا کچھ بھی کام ہو، حج اور عمرے کا ارادہ نہیں ہے آپ ویسے ہی مکہ میں آپ تجارتی مقصد کے لیے بھی مثلاً جانا چاہتے ہیں، کوئی اور کام ہے کسی کو ملنے جانا چاہتے ہیں، یہ جو حد ہے میقات بھئی، یہ حد کیا کہلاتی ہے؟ میقات۔ یہ میقات کہلاتی ہے، یہ مکہ کے اطراف میں بعض طرف سو میل کے فاصلے پر ہے حد، بعض طرف ستر میل تک ہے، بعض طرف ڈھائی سو میل تک ہے بھئی، بڑی دور کی حدود ہیں۔ ان حدود سے مکہ کی طرف جو بھی گزرے گا اس کے لیے احرام باندھنا ضروری ہے بھئی، بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں۔ اگر بغیر احرام کے گزرا اور مکہ جا رہا ہے تو دم لازم آئے گا بھئی، ایک قربانی کرنا پڑے گی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ان جگہوں سے جب بھی گزرے اور مکہ مکرمہ جانے کے لیے گزرے کیا کرنا ضروری؟ احرام، یعنی حج اور عمرہ ضروری ہے بھئی، تَعْظِيمًا لِلْكَعْبَةِ اللَّهِ بھئی، بیت اللہ کی تعظیم کی وجہ سے کہ اب تم بیت اللہ کے پاس جا رہے ہو تو اب تمہیں حج یا عمرہ کرنا ضروری ہو گا بھئی۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہ حدود جو مکہ کے حرم کے چاروں طرف ہیں بعض کتنے فاصلے پر ہیں؟ سو میل، بعض جگہ وہ ستر میل کی حد ہے، بعض طرف ڈھائی سو میل تک، یہ میقات کہلاتی ہے، جمع مواقیت آتی ہے، مواقیت بھئی۔ تو جو لوگ ان میقاتوں کے اندر رہتے ہیں وہ حلی کہلاتے ہیں بھئی۔ جو حرم کے اندر رہتے ہیں وہ تو کیا کہلائے؟ حرمی، اور جو حرم سے باہر ہیں لیکن میقات کے اندر ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟ حلی۔ کیا کہلاتے ہیں؟ حلی۔ اور جو میقات سے باہر کے لوگ ہیں باقی ساری دنیا کے یہ آفاقی کہلاتے ہیں، جیسے ہم ہیں پاکستانی، بنگلہ دیش والے بھئی، افغانستان والے، ہندوستان والے، یہ سارے کیا ہیں؟ آفاقی ہیں بھئی، آفاقی۔ تو آفاقی لوگوں میں سے جو بھی میقات سے گزر کر مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہے اس کے لیے کیا ضروری ہے؟ احرام کا باندھنا ضروری ہے، کس لیے ضروری ہے؟ بیت اللہ کی تعظیم کے لیے بھئی کہ اب احرام باندھ کر جاؤ بھئی۔

ہاں، البتہ اگر حلی کوئی آدمی ہے وہ حل سے حرم مکہ میں جانا چاہتا ہے اس کے لیے احرام نہیں ضروری کیونکہ وہ بیت اللہ کے قریب رہتا ہے اس کو حاجت ہے بھئی، پھر اس طرح حرج ہو گا بار بار آنے جانے میں جب بھی جائے احرام باندھنا ضروری ہو جائے تو حرج ہو گا اس کے لیے۔ ہاں، وہ بغیر احرام کے حرم میں آ جا سکتا ہے، مکہ میں آ جا سکتا ہے، لیکن آفاقی جب جائے تو اس کے لیے احرام ضروری۔ البتہ اگر حلی یا حرمی اگر میقات سے باہر نکل آئیں یہ بھی اب جب واپس جائیں گے تو ان کے لیے بھی احرام ضروری بھئی۔ تھا حرم کا رہنے والا یا حل کا رہنے والا، ان کے لیے تو ضروری نہیں تھا کہ مکہ جاتے ہوئے کیا کریں؟ احرام باندھیں، لیکن انہوں نے کیا کیا؟ کسی کام سے میقات کی حدود سے باہر نکل آئے، اب ان کو بھی کیا کرنا پڑے گا؟ احرام باندھنا پڑے گا، یا حج کریں گے یا عمرہ، وہ ضروری ہو گا ان پر بھئی، حج یا عمرہ ضروری۔

ہاں، البتہ اگر آفاقی میقات سے تو گزرنا چاہتا ہے لیکن مکہ جانے کا ارادہ نہیں ہے، حرم جانے کا ارادہ نہیں ہے اس کا بھئی، حل کے اندر ہی کسی شہر میں اس نے جانا ہے تو اب اس کے لیے احرام ضروری نہیں ہے بھئی، اب بغیر احرام کے بھی وہ جا سکتا ہے بھئی میقات سے گزر کر کیونکہ اس نے مکہ جانا ہی نہیں، حرم کی طرف جانا ہی نہیں۔ ہاں، یا اس وقت احرام ضروری نہیں تھا، پھر بعد میں اس کا اس حل کے اندر سے اس کا ارادہ بنا میں کدھر چلا جاؤں؟ مکہ چلا جاؤں، اب اس کا بھی وہی حکم ہے جو حلی کا تھا۔ حلی کے لیے احرام ضروری تھا؟ نہیں، تو اب اس کے لیے بھی احرام ضروری نہیں ہے بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا اچھی طرح؟ تو وہ حرمی کن کو کہیں گے؟ جو حرم شریف کے اندر رہتے ہیں بھئی مکہ کے گرد چار میل، پانچ میل، چودہ پندرہ میل جو حدود ہیں، اور پھر اس کے بعد بھئی جو میقات اور حرم کے بیچ رہتے ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟ حلی کہلاتے ہیں، اور جو میقات سے باہر کے ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟ آفاقی کہلاتے ہیں بھئی۔

دیکھیے بھئی، اب کتاب پر دیکھیے: وَالْمَوَاقِيتُ الَّتِي لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَجَاوَزَهَا الْإِنْسَانُ إِلَّا مُحْرِمًا۔ اب بھئی حدود بتلا رہے ہیں کون سی حدود ہیں میقات کی بھئی، میں نے مختصراً بتا دیا بھئی۔ اور مواقیت یہ جمع ہے کس کی؟ میقات کی۔ اور وہ مواقیت الَّتِي لَا يَجُوزُ کہ جائز نہیں ہے أَنْ يَتَجَاوَزَهَا الْإِنْسَانُ کہ ان سے آگے بڑھے انسان إِلَّا مُحْرِمًا مگر یہ کہ وہ محرم ہو بھئی، حالت احرام میں ہو جو بھئی، مگر یہ کہ وہ محرم ہو، لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وہ مواقیت اہل مدینہ کے لیے کیا ہے؟ ذُو الْحُلَيْفَةِ۔ ذُو الْحُلَيْفَةِ بھئی یہ ایک مقام ہے مدینہ منورہ کے قریب بھئی، سمجھ میں آیا؟ یہ حد ہے، یہ میقات ہے۔ مدینہ کی طرف سے جو بھی مکہ کی طرف مکہ جانا چاہتا ہے اسے یہیں سے کیا کرنا پڑے گا؟ احرام باندھنا پڑے گا بھئی۔ تو یہ حدود وہ ذکر کر رہے ہیں بھئی۔ وَلِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ اور عراق والوں کے لیے میقات وہ ذَاتُ عِرْقٍ ہے بھئی، ذَاتُ عِرْقٍ بھئی یہ کوئی جگہ ہے عراق کی طرف بھئی۔ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةُ اور اہل شام کے لیے بھئی جو ملک شام کے رہنے والے ہیں ان کے لیے میقات جحفہ ہے، یعنی شام کی طرف سے کوئی آئے تو جحفہ سے گزرتے ہوئے اس کا محرم ہونا ضروری ہے، احرام باندھے ہوئے ہو۔ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ اور اہل نجد بھئی ان کے لیے کون سی جگہ ہے؟ قرن ہے۔ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ اور اہل

یمن کے لیے جو میقات ہے وہ یلملم ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہمارے لیے بھی پاکستان والوں کے لیے بھی میقات یلملم ہے بھئی، ہماری جانب ہے بھئی یہ۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ حدود ذکر ہوئیں، کس چیز کی حدود ذکر ہوئیں؟ میقات، جہاں سے آگے بغیر احرام کے جانا جائز نہیں ہے بھئی۔[۴]

فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ عَلَى هَذِهِ الْمَوَاقِيتِ جَازَ۔ اگر مقدم کر دیا احرام کو ان میقاتوں پر جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔ بھئی ہمارا میقات تو ہے یلملم، تو اس سے پہلے آپ احرام باندھ لیتے ہیں بھئی، یہیں پر اپنے گھر سے ہی آپ باندھ لیتے ہیں یا ایئرپورٹ سے ہی آپ احرام باندھ لیتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے بلکہ یہ افضل ہے، بلکہ افضل ہے بھئی۔ وہاں پر تو ضروری ہے باندھنا لیکن اگر یہیں سے باندھ لے تو یہ اور بھی اچھا ہے بھئی۔ وَمَنْ كَانَ بَعْدَ الْمَوَاقِيتِ فَمِيقَاتُهُ الْحِلُّ۔

اور جو کوئی مواقیت کے بعد رہتا ہو۔ بھئی میقات سے باہر والوں کی بات ہو گئی، اب میقات کے اندر کون رہتے ہیں بھئی؟ حلی، ان کی بات کرنے لگے ہیں: وَمَنْ كَانَ بَعْدَ الْمَوَاقِيتِ اور وہ شخص جو کس کے بعد ہو؟ مواقیت کے بعد ہو یعنی ان کے اندر رہتا ہو فَمِيقَاتُهُ الْحِلُّ تو اس کا میقات کیا ہے؟ حل ہے۔ بھئی دیکھو میں نے کیا بتلایا تھا؟ مکہ کے ارد گرد کچھ علاقہ کیا کہلاتا ہے؟ حرم۔ اس حرم سے باہر کا سارا علاقہ کیا ہے؟ حل کہلاتا ہے۔ تو یہ بھئی تفصیل بیان ہو رہی ہے حج کی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جو شخص اب حج کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے، میں نے ویسے تو بتایا بھئی حل کا کوئی آدمی اگر حرم میں جائے گا تو اس کے لیے احرام ضروری نہیں، لیکن وہ حج کے لیے جا رہا ہے، تو حج کے لیے اب یہ کہاں سے احرام باندھے گا؟ کہتے ہیں اس کا میقات حل ہے، یعنی حرم سے باہر باہر اس کو احرام باندھنا ہو گا، حرم کی حدود سے باہر باہر۔ حرم کی حدود سے باہر کون سا علاقہ تھا؟ حل، تو حل کے اندر جہاں سے بھی یہ کیا کر لے؟ احرام باندھ لے درست ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن حرم کے اندر جا کے احرام نہیں بھئی بلکہ حج کے لیے جا رہا ہے تو باہر ہی سے احرام، جیسے میں نے بتایا عمرے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے؟ احرام کہاں جا کر باندھنا پڑے گا؟ وہ مسجد عائشہ بھئی کس کے اندر ہے؟ حرم میں ہے یا حل میں ہے؟ حل میں ہے، وہ کس میں ہے؟ حل میں، حرم سے باہر نکل کر ہے بھئی۔ تو حلی شخص کے لیے جب حج کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے تو اس کو یہیں سے افضل یہی ہے کہ کیا کرے؟ اپنی جگہ سے ہی احرام باندھ لے، اور اگر چاہے تو عین جب حرم میں داخل ہونے لگے اس سے کچھ پہلے کیا کر لے؟ احرام باندھ لے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ کوئی بات نہ سمجھ میں آئے تو پوچھتے جائیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ كَانَ بَعْدَ الْمَوَاقِيتِ فَمِيقَاتُهُ الْحِلُّ اور جو کوئی مواقیت کے بعد رہتا ہو یعنی ان کے اندر رہتا ہو فَمِيقَاتُهُ الْحِلُّ تو اس صورت میں اس کا میقات کیا ہے؟ حل ہے بھئی، حل ہے۔

---

[۴]

نقشہ مشاعرِ مقدسہ (۲): مواقیتِ احرامِ خمسہ اور اقسامِ حجاج باعتبارِ وطن (آفاقی، حِلّی اور حرمی) کا جغرافیائی نقشہ:

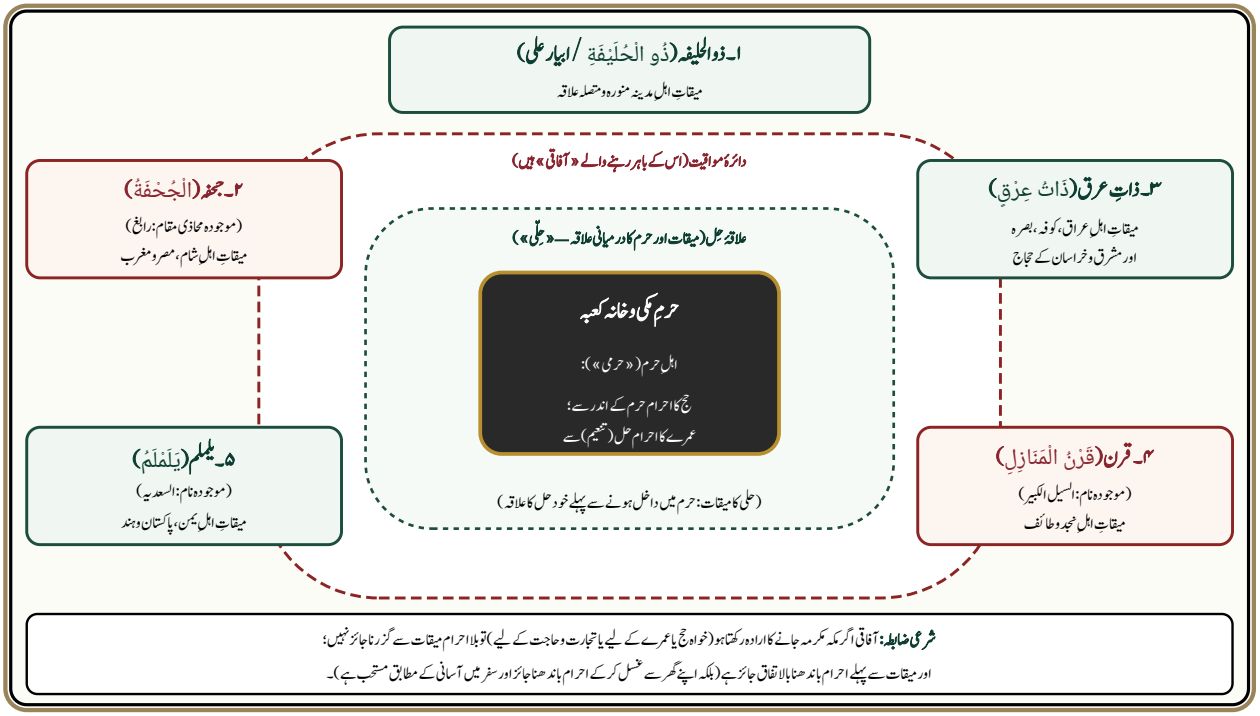

وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَمِيقَاتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ۔ اور جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو اس کا میقات بھئی حج کے اندر حرم ہے اور عمرہ کے اندر حل ہے۔ بھئی یہ بات اچھی طرح سمجھ لو بھئی۔ میں نے کیا بتلایا؟ آپ مکہ چلے گئے یہاں سے احرام باندھ کر گئے تھے بھئی عمرہ کر لیا، اب دوبارہ عمرہ کرنا چاہتے ہیں کیا طریقہ ہے؟ جائیں گے، کہاں جائیں گے؟ حرم کی حدود سے باہر کون سی جگہ ہے؟ حل۔ معلوم ہوا عمرے کے لیے میقات کیا ہوا؟ جو مکہ میں رہتا ہو اس کے لیے میقات کیا ہوا؟ حل ہوا۔ تو عمرے کے لیے جو بھی عمرہ کرنا چاہے اس کے لیے کیا ہے؟ حل میں جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے عمرے کے لیے۔ لیکن حج کے لیے ایک شخص مکہ مکرمہ میں ہے وہ حج کرنا چاہتا ہے تو کیا اب بھی اس کے لیے ضروری ہے حل جائے، وہاں جا کے احرام باندھے اور نیت وغیرہ کر کے آئے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی۔ حج کے لیے ہم نے، عمرے کے لیے ہمیں یہیں آنا پڑتا تھا، کیا کرنا تھا؟ بھئی عمرہ کس چیز کا نام تھا؟ طواف اور سعی، تو کچھ پہلے سفر آ جائے، تو اس لیے وہاں ضروری تھا کہ کہاں جائے پہلے؟ حل میں جائے اور پھر یہاں آ کر عمرہ کرے۔ اور حج تو اس نے یہاں نہیں کرنا بھئی، حج کے لیے تو اب نکلنا پڑے گا کہاں؟ عرفات جانا پڑے گا، تو حج کے لیے یہیں مکہ کے اندر ہی کیا کر لے؟ اپنی جگہ پر ہی احرام باندھ لے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ہاں، اب حل جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے وہیں مکہ کے اندر ہی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَمِيقَاتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو اس کا میقات حج کے اندر حرم ہی ہے، کیا معنی حرم؟ وہیں مکہ کے اندر ہی احرام باندھے، وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ اور عمرہ کے اندر اس کا میقات کیا ہے؟ حل ہے بھئی۔

اب دیکھیے تفصیل بتلا رہے ہیں احرام کا طریقہ بھئی: وَإِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ اغْتَسَلَ أَوْ تَوَضَّأَ۔ اور جب ارادہ کرے احرام کا تو غسل کر لے أَوْ تَوَضَّأَ یا کیا کر لے؟ وضو کر لے، وَالْغُسْلُ أَفْضَلُ اور غسل کرنا افضل ہے۔ وَلَبِسَ ثَوْبَيْنِ جَدِيدَيْنِ اور پہن لے دو نئے کپڑے بھئی وہ دو نئی چادریں احرام والی أَوْ غَسِيلَيْنِ یا دھلی ہوئی۔ نئی پہن لے یہ بہتر ہے ورنہ نئی نہیں ہیں تو دھلی ہوئی پہن لے، إِزَارًا وَرِدَاءً ایک کیا ہو گی؟ ایک ازار تہبند نیچے باندھنے کے لیے وَرِدَاءً اور دوسری چادر ہے بھئی دھلی ہوئی۔ وَمَسَّ طِيبًا اور خوشبو لگا لے، طِيبٌ کس کو کہتے ہیں؟ خوشبو کو، إِنْ كَانَ لَهُ اگر اس کے پاس ہو بھئی۔

بھئی یاد رکھو میں نے ابھی آپ کو بتلایا احرام ایک دفعہ جب محرم ہو گیا پھر خوشبو نہیں لگا سکتا۔ ابھی یہ محرم نہیں بنا بھئی، سمجھ میں آیا؟ محرم نہیں بنا تو اب اس سے پہلے پہلے خوشبو لگا لو کیونکہ اس کے بعد اب آپ کئی دن تک بھئی نہ خوشبو لگا سکتے ہیں، نہ ناخن کاٹ سکتے ہیں، نہ بال کاٹ سکتے ہیں وغیرہ، تو اس لیے اس سے پہلے غسل بھی کر لو، سمجھ میں آیا؟ پاک صاف ہو جاؤ اور کیا کرو؟ خوشبو وغیرہ بھی پہلے پہلے لگا لو بھئی۔ بعد میں اس کا اثر باقی رہے گا لیکن آپ نے تو خوشبو احرام کے بعد نہیں لگائی بلکہ پہلے لگائی تھی بھئی۔ تو اگرچہ بعد میں بھی ان چادروں پر خوشبو لگی ہوئی ہے، خوشبو ان سے آ رہی ہے لیکن وہ خوشبو آپ نے پہلے کی لگائی تھی، جب نیت کر لی، تلبیہ وغیرہ کہہ دیا اس کے بعد آپ نے کوئی خوشبو نہیں لگائی بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَسَّ طِيبًا إِنْ كَانَ لَهُ اور خوشبو لگا لے اگر اس کے پاس ہو وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ اور دو رکعتیں پڑھ لے۔ میں نے بتلایا تھا بھئی احرام باندھنے کی کیا کرنا پڑے گا؟ دو رکعتیں پڑھنا پڑیں گی۔ وَقَالَ اور یہ کہے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي۔ اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس اس کو میرے لیے آسان فرما دیجیے وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي اور مجھ سے اس کو قبول فرما لیجیے، میری طرف سے اسے قبول فرما لیجیے۔ ثُمَّ يُلَبِّي عَقِيبَ صَلَاتِهِ پھر تلبیہ پڑھے نماز کے بعد۔ کیا کرے؟ تلبیہ پڑھے۔ فَإِنْ كَانَ مُفْرِدًا بِالْحَجِّ، بھئی میں نے بتلایا تھا حج کے کتنے طریقے ہیں بھئی؟ تین طریقے ہیں: حج افراد، حج قران اور حج تمتع بھئی۔ یہ اب تفصیل آئے گی ساری حج افراد کی، آگے پھر قران کا الگ اس کی تفصیل بتائیں گے اور تمتع کی، ہاں قریب قریب بہت تھوڑا سا فرق ہے وہ آ جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ مُفْرِدًا بِالْحَجِّ اگر وہ مفرد تھا حج میں یعنی حج افراد کرنے والا آدمی ہے تو نَوَى بِتَلْبِيَتِهِ نیت کرے گا اپنے تلبیہ کے ساتھ الْحَجَّ، کس چیز کی نیت کرے گا؟ حج کی نیت کرے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ حج کی، کہ میں حج کے لیے بھئی آپ جا رہے ہیں حج پر بھئی، کیا کیا آپ نے؟ غسل کیا، احرام باندھ لیا، دو چادریں باندھ لیں بھئی اور دو رکعت نفل پڑھ لیے، پھر یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي، اس کے بعد تلبیہ پڑھے گا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بھئی آگے آ رہا ہے صاحب قدوری خود ذکر کریں گے، اور یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے کیا نیت کرنی ہے؟ آپ کس لیے جا رہے ہیں؟ حج کے لیے کہ عمرے کے لیے؟ حج کے لیے جا رہے ہیں تو حج کی نیت کر لے۔ یہ معنی ہے فَإِنْ كَانَ مُفْرِدًا بِالْحَجِّ نَوَى بِتَلْبِيَتِهِ الْحَجَّ تو نیت کرے گا اپنے تلبیہ کے ساتھ حج کا، حج کی نیت کرے گا بھئی۔

وَالتَّلْبِيَةُ أَنْ يَقُولَ اور تلبیہ یہ ہے کہ یوں کہے: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ۔ یہ تلبیہ ہے بھئی

اور یہ پڑھتے ہوئے کیا نیت کرنی ہے؟ حج کی نیت کرنی ہے۔ تو کہتا ہے بھئی لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں بار بار آپ کی اطاعت کے لیے حاضر ہوں اے اللہ میں بار بار آپ کی عبادت کے لیے حاضر ہوں، لَبَّيْكَ میں حاضر ہوں لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اے اللہ آپ کا کوئی شریک نہیں ہے اے اللہ میں حاضر ہوں آپ کی اطاعت اور عبادت کے لیے، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ اے اللہ تمام حمد بھی آپ کے لیے ہے اور تمام نعمتیں بھی یعنی تمام نعمتیں بھی آپ ہی کی طرف سے ہیں وَالْمُلْكَ اور بادشاہی بھی ساری آپ ہی کی، حکومت بھی آپ ہی کی ہے بادشاہی بھی آپ کے لیے ہے، لَا شَرِيكَ لَكَ اے اللہ آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُخِلَّ بِشَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ اور مناسب نہیں ہے کہ وہ خلل ڈالے کسی چیز کا ان کلمات میں، یعنی مراد ہے کمی کرنا، اور مناسب نہیں ہے کہ وہ کمی کرے ان کلمات میں بھئی۔ یہ جو تلبیہ کے کلمات ذکر ہوئے ان میں کمی کرنا درست نہیں ہے، مناسب نہیں ہے۔ فَإِنْ زَادَ فِيهَا جَازَ ہاں اگر ان میں زیادتی کرے تو یہ جائز ہے بھئی۔ اسی طرح اور اچھے اچھے کلمات اگر ساتھ ملانا چاہے تو ساتھ ملا سکتا ہے لیکن ان میں کمی کر دے، کچھ کہے کچھ نہ کہے، نہیں بھئی، یہ سارا کہے اور ساتھ اور بھی اچھے اچھے کلمات بھئی اللہ کی تعظیم کبریائی وغیرہ کے کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے۔

فَإِذَا لَبَّى، دیکھا؟ جب اس نے تلبیہ کہہ دیا فَقَدْ أَحْرَمَ تو تحقیق یہ محرم ہو گیا۔ بھئی وہ صرف دو چادریں پہنتے ہی محرم نہیں ہوا تھا بلکہ کیا کی اس نے؟ تلبیہ کہا اور نیت کی بھئی، اب محرم ہو گیا۔ سمجھ میں آیا؟ تو وہ خوشبو پہلے لگائی تھی محرم اب بنا ہے۔ فَلْيَتَّقِ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ پس چاہیے کہ وہ بچے اس چیز سے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ بھئی وہ کیا چیزیں ہیں؟ مِنْ بیانیہ ہے: مِنَ الرَّفَثِ وَالْفُسُوقِ وَالْجِدَالِ۔ مِنْ بیانیہ اس کا ترجمہ یعنی کے ساتھ کرتے ہیں۔ پس چاہیے کہ وہ بچے ان چیزوں سے جن سے اللہ نے روکا ہے یعنی کہ جماع بھئی، رَفَثٌ کس کو کہتے ہیں؟ جماع یعنی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے بچے، اب بیوی سے صحبت نہیں کر سکتا، وَالْفُسُوقِ اور گناہوں سے بچے بھئی، گناہوں سے۔ گناہوں سے تو ویسے بھی بچنا ضروری، اس حالت احرام میں اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا۔ جی، تو گناہوں سے بھی بچے وَالْجِدَالِ اور کس سے بچے بھئی؟ جدال لڑائی جھگڑے سے بھئی، اپنے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا نہ کرے بھئی۔

وَلَا يَقْتُلُ صَيْدًا اور شکار کو بھی قتل نہ کرے بھئی۔ یاد رکھو حالت احرام میں ہے بھئی اب کسی چیز کو نقصان نہیں دینا بھئی، کسی سے جھگڑنا نہیں، گناہ نہیں کرنے، بیوی کے پاس نہیں جا سکتا، شکار کو قتل نہیں کر سکتا، وَلَا يُشِيرُ إِلَيْهِ وَلَا يَدُلُّ عَلَيْهِ نہ شکار کی طرف اشارہ کرے وَلَا يَدُلُّ عَلَيْهِ اور نہ اس پر رہنمائی کرے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کسی چیز کو کسی بھی انداز میں تکلیف نہیں دینی۔ شکار آپ کو سامنے نظر آیا، آپ سفر میں جا رہے ہیں مثلاً بھئی، دور شکار نظر آیا آپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ آپ کیا کریں؟ شکار کریں، آپ حالت احرام میں ہیں آپ محرم ہیں، محرم بھئی۔ اور اپنے ساتھی کو بھی نہیں کہہ سکتے بھئی وہ شکار ہے، وہ شکار ہے، سمجھ میں آیا؟ اشارہ بھی نہیں کر سکتے زبان سے بھی نہیں کہہ سکتے بھئی کہ ابھی ابھی اس طرف کوئی شکار گیا ہے، جی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُشِيرُ إِلَيْهِ نہ تو اس کی طرف اشارہ کرے یعنی ہاتھ سے وَلَا يَدُلُّ عَلَيْهِ نہ اس پر رہنمائی کرے یعنی زبان کے ذریعے۔

وَلَا يَلْبَسُ قَمِيصًا وَلَا سَرَاوِيلَ اور نہ ہی قمیص پہنے بھئی، قمیص بھئی، وَلَا سَرَاوِيلَ اور نہ شلوار بھئی۔ بھئی سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا بھئی، سمجھ میں آیا؟ قمیص اور شلوار تو سلی ہوئی چیزیں ہیں ان کو نہیں پہن سکتا۔ وَلَا عِمَامَةً اور پگڑی بھی نہیں باندھ سکتا، وَلَا قَلَنْسُوَةً اور ٹوپی بھی نہیں بھئی، وَلَا قَبَاءً بھئی، قبا بھی نہیں پہن سکتا۔ قبا بھئی جیسے آج کل قمیص کے اوپر شیروانی پہن لیتے ہیں یا کوٹ وغیرہ، اس طرح یہ شیروانی کی طرح ایک چیز تھی جو قمیص کے اوپر پہنی جاتی تھی، لمبی قمیص کی طرح ہوتی تھی اور درمیان سے اس کو باندھ لیا جاتا تھا، کمر پر سے کیا کرتے تھے اسے؟ باندھ لیتے تھے، وہ قبا ہے وہ بھی نہیں پہن سکتا۔ وَلَا خُفَّيْنِ اور موزے بھی نہیں پہن سکتا إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ النَّعْلَيْنِ مگر یہ کہ نہ پائے جوتے، نَعْلَيْنِ جوتوں کو کہتے ہیں بھئی۔ بھئی موزے بھی نہیں پہن سکتا مگر یہ کہ جوتے نہ ملیں بھئی، جوتے نہ ملیں بھئی، فَيَقْطَعُهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْكَعْبَيْنِ پس جب جوتے نہ ملیں اب کیا پہننا چاہتا ہے وہ؟ بھئی ایک آدمی کے پاس جوتے ہی نہیں ہیں اب کیا پہننا چاہتا ہے؟ موزے، پس فَيَقْطَعُهُمَا پس ان کو کاٹ لے مِنْ أَسْفَلِ الْكَعْبَيْنِ کعبین سے نیچے تک۔ کہاں سے نیچے کاٹے گا بھئی؟ اوہو، یاد رکھنا یہاں کعبین سے ٹخنے نہیں مراد بھئی، کعبین سے یہاں ٹخنے مراد نہیں۔ بھئی کعب سے مراد وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے پاؤں کی جہاں تسمے باندھے جاتے ہیں بھئی۔ کہاں باندھے جاتے ہیں تسمے بھئی؟ ہاں، یہ دیکھو یہ قدم پر یہ ابھری ہوئی ہڈی نظر آ رہی ہے بھئی؟ جی، دیکھو بھئی یہ ہڈی۔ یہ بھئی پاؤں کے یہ جو اوپر والا سامنے والا حصہ جہاں تسمے باندھے جاتے ہیں یہاں آپ ہاتھ لگائیں یہ اوپر ہڈی ایک سخت جو حصہ ہے یہ کعب ہے، یہ کیا ہے؟ کعب ہے بھئی۔ اس کو آپ دیکھتے ہوں گے حاجی جب احرام باندھتے ہیں جاتے ہیں تو ایسی جوتی پہنتے ہیں کہ یہ ہڈی ننگی ہو بھئی۔ دیکھا ہے یا نہیں کبھی آپ

نے؟ غور نہیں کیا تو اب غور کرنا بھئی۔ وہ ہوائی چپل وغیرہ اسی لیے لیتے ہیں کہ یہ سامنے والی اوپر والی ہڈی کیا ہو جائے؟ ننگی ہو جائے بھئی، یہ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اب موزے پہننا چاہتا ہے تو کیا کرلے ان موزوں کو؟ یہاں سے کاٹ لے تاکہ یہ ہڈی کیا ہو جائے؟ ننگی ہو جائے بھئی، یہاں تک ان کو کاٹ لے یعنی جوتے کی طرح ہی ان کو بنالے بھئی۔ تو یہ معنی ہے بھئی إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ النَّعْلَيْنِ مگر یہ کہ جوتے نہ پائے فَيَقْطَعُهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْكَعْبَيْنِ تو کاٹ لے ان کو بھئی کعبین سے نیچے تک بھئی۔ سمجھ میں آیا کعبین سے کیا مراد ہے؟ وہ تسمے باندھنے کی جگہ پر جو ابھری ہوئی ہڈی ہے بھئی، ہر پاؤں میں ایک ہے تو کعبین دو ہو گئے بھئی۔

وَلَا يُغَطِّي رَأْسَهُ اور نہ سر ڈھانپے، سر بھی نہیں ڈھانپ سکتا مولانا احرام باندھا ہے، وَلَا وَجْهَهُ اور نہ اپنے چہرے کو بھئی۔ وَلَا يَمَسُّ طِيبًا اور خوشبو بھی نہیں لگا سکتا۔ وَلَا يَحْلِقُ رَأْسَهُ، اور حَلْقٌ کہتے ہیں بھئی سر منڈوانا، بال ختم کرنا سر پر سے بھئی یعنی ٹنڈ کروانا بھئی، وَلَا يَحْلِقُ رَأْسَهُ اور اپنے سر کو حلق بھی نہیں کروا سکتا وَلَا شَعْرَ بَدَنِهِ اور نہ اپنے بدن کے بال بھئی۔ وَلَا يَقُصُّ مِنْ لِحْيَتِهِ اور نہ کاٹ سکتا ہے اپنی داڑھی میں سے وَلَا مِنْ ظُفُرِهِ اور نہ اپنے ناخن بھئی۔ ناخنوں کو بھی کاٹنا درست نہیں ہے، داڑھی کو کاٹنا بھی درست نہیں ہے۔ وَلَا يَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْسٍ اور نہیں پہن سکتا ایسا کپڑا مَصْبُوغًا جو رنگا گیا ہو بِوَرْسٍ وَلَا بِزَعْفَرَانٍ وَلَا بِعُصْفُرٍ، اور جو رنگا گیا ہو کس کے ساتھ؟ وَرْسٌ ایک بوٹی ہے بھئی جس کے ذریعے کیا کیا جاتا تھا؟ کپڑوں کو رنگا جاتا تھا، اور اسی طرح زعفران کے ساتھ بھی نہ رنگے ہوئے ہوں وہ کپڑے وَلَا بِعُصْفُرٍ اور عصفر بوٹی کے ساتھ بھی نہ رنگے ہوں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ منع آیا ہے احادیث وغیرہ میں ان سے بھئی، ان کی بھئی خوشبو وغیرہ ہوتی ہے، رنگ بھی ہوتا ہے اور ساتھ خوشبو بھی ہوتی ہے۔ إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا، بھئی کیا کہا؟ ایسا کپڑا نہ پہنے جس کو ورس، زعفران یا عصفر سے رنگا گیا ہو إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا مگر یہ کہ وہ دھلا ہوا ہو وَلَا يَنْفُضُ الصِّبْغَ. دھلا ہوا ہے وَلَا يَنْفُضُ الصِّبْغَ، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں مولانا۔ لفظی معنی تو یہ ہے کہ اس سے رنگ نہیں جاتا بھئی، دھویا بھی ہے، کیا آیا اوپر ذکر کیا ہوا؟ ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے یعنی وہ چادر ان سے رنگی ہوئی نہ ہو۔ اب ایک شخص نے اس کو دھویا اچھی طرح لیکن وہ چادر سے وہ رنگ جا ہی نہیں رہا، تو اب اگر اس کو دھو لیا ہے اور رنگ نہیں جا رہا اب کوئی حرج نہیں، اب کیا کر سکتا ہے؟ اسے پہنے۔ تو یہ معنی ہے إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا مگر یہ کہ وہ دھلی ہوئی ہو وَلَا يَنْفُضُ الصِّبْغَ اور اس کا رنگ ختم نہیں ہوتا بھئی، رنگ اس کا جاتا نہیں ہے، اترتا نہیں ہے، یہ معنی ہے۔ بعض علماء نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اس سے خوشبو نہ آتی ہو، دھو دیا ہے اب اس سے خوشبو نہیں آتی بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو دونوں معنی ٹھیک ہیں بھئی، لیکن لفظی ترجمہ میں نے بتلا دیا لَا يَنْفُضُ الصِّبْغَ کا کیا معنی کہ اب جاتا نہیں اس سے رنگ بھئی۔ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَغْتَسِلَ وَيَدْخُلَ الْحَمَّامَ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ غسل کرے اور یہ کہ حمام میں داخل ہو وَيَسْتَظِلَّ بِالْبَيْتِ وَالْمَحْمِلِ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ سایہ لے کسی گھر کا بھئی، سایہ لے بھئی کسی چیز کے سائے میں کھڑا ہونا چاہتا ہے یا وَالْمَحْمِلِ۔ جی، وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَغْتَسِلَ وَيَدْخُلَ الْحَمَّامَ وَيَسْتَظِلَّ بِالْبَيْتِ وَالْمَحْمِلِ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ غسل کرے اور حمام میں داخل ہو اور سایہ لے کسی گھر کا، کسی چیز کے سائے میں کھڑا ہوتا ہے، وَالْمَحْمِلِ، محمل میں نے بتلایا بھئی، محمل عرب کیا کرتے تھے؟ اونٹ کے اوپر باقاعدہ ایک کمرہ بنا لیتے تھے بھئی، لکڑی اور کپڑے بھئی، لکڑی وغیرہ کے ڈنڈے آپس میں باندھ دیے بھئی اور ان پر کپڑا ڈال دیا، اندر بیٹھنے کی جگہ بنالی تو یہ کمرہ نما بڑے زبردست قسم کے عمدہ قسم کے قسم قسم کے بناتے تھے، اردو میں اس کو ہودج کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ ہودج بھئی۔ تو یہ محمل بھئی اگر ہودج کا سایہ لے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ وَيَشُدَّ فِي وَسَطِهِ الْهِمْيَانَ. هِمْيَانٌ کہتے ہیں کمر سے باندھی جانے والی روپے پیسے کی پیٹی اور تھیلی۔ روپے پیسے کے لیے کیا کیا جاتا ہے بھئی؟ کمر سے ایک تھیلی اور پیٹی باندھی جاتی ہے جسے کیا کہتے ہیں؟ ہمیان۔ تو کیا احرام کی حالت میں ہمیان باندھ سکتا ہے یا نہیں باندھ سکتا؟ صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ ہمیان باندھ سکتا ہے بھئی کیونکہ یہ سلے ہوئے کپڑوں کے زمرے میں نہیں آتی، یہ تو ایک کمربند سا ہو گیا بھئی، تو جی۔ تو کہتے ہیں وَيَشُدَّ فِي وَسَطِهِ الْهِمْيَانَ، ساروں کا عطف يَغْتَسِلَ پر ہو رہا ہے، اور کوئی حرج نہیں ہے کہ باندھ لے فِي وَسَطِهِ اپنے وسط میں یعنی اپنی کمر پر الْهِمْيَانَ ہمیانی کو۔

وَلَا يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَلَا لِحْيَتَهُ بِالْخِطْمِيِّ اور نہ دھوئے اپنے سر کو اور نہ اپنی داڑھی کو خطمی کے ساتھ بھئی۔ میں نے بتلایا تھا خطمی کس کو کہتے ہیں؟ ایک بوٹی کا نام ہے بھئی، جی جسے گل خیرو کہتے ہیں بھئی۔ جی، اس کے ساتھ بھی نہ دھوئے، اپنے سر کو بھی نہ دھوئے اور اپنی داڑھی کو بھی نہ دھوئے۔

وَيُكْثِرُ مِنَ التَّلْبِيَةِ عَقِيبَ الصَّلَوَاتِ اور بکثرت پڑھے تلبیہ مولانا نمازوں کے بعد۔ نمازوں کے بعد بکثرت بار بار تلبیہ پڑھتا رہے وَكُلَّمَا عَلَا شَرَفًا، شَرَفٌ کہتے ہیں بلند جگہ کو، وَكُلَّمَا عَلَا شَرَفًا اور وہ جب بھی چڑھے اونچی جگہ پر، کسی اونچی جگہ پر راستے میں بھئی کہیں نیچی جگہ ہے کہیں اونچی جگہ ہے، اونچی جگہ پر چڑھ رہا ہے تو اس وقت بھی کیا کرے؟ تلبیہ بلند آواز سے پڑھتا رہے، أَوْ هَبَطَ وَادِيًا یا اترے کسی وادی میں بھئی، یعنی چڑھائی پر چڑھے تو بھی کیا کرے؟ تلبیہ، ویسے تو پڑھتا ہی رہے تلبیہ خصوصاً ان مقامات پر بھی ضرور پڑھے بھئی، بلند مقام پر چڑھے أَوْ هَبَطَ وَادِيًا یا کسی وادی میں اترے أَوْ

لَقِيَ رُكْبَانًا وَبِالْأَسْحَارِ یا کسی سوار سے ملے یا کس سے؟ سواروں سے ملے وَبِالْأَسْحَارِ اور صبح کے وقت بھئی۔ تو ان وقتوں میں خصوصاً کیا کرنا چاہیے اس کو؟ تلبیہ بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ سا راحج بھئی عشق و محبت کا مظہر ہے بھئی، عشق و محبت کا۔ تو بار بار تلبیہ پڑھتا رہے بھئی، بار بار، خصوصاً بتلایا نمازوں کے بعد بھئی اونچی آواز سے تلبیہ پڑھتا رہے، کسی بلند جگہ پر چڑھے تو تلبیہ خصوصاً پڑھتا رہے، کسی اترائی میں اترے تو پھر تلبیہ پڑھتا رہے، سواروں سے ملتا ہے تلبیہ پڑھتا رہے، صبح کے وقت میں کیا کرتا رہے؟ خصوصاً بکثرت پڑھے بھئی، ویسے بھی ہر وقت پڑھتا چلا جائے بھئی۔

فَإِذَا دَخَلَ بِمَكَّةَ، جی دیکھا بھئی؟ اب مکہ پہنچا حاجی بھئی، فَإِذَا دَخَلَ بِمَكَّةَ جب وہ داخل ہو جائے مکہ میں ابْتَدَأَ بِالْمَسْجِدِ، دیکھیے بھئی مکہ کا لفظ جہاں بھی آتا ہے الف لام اس پر داخل نہیں کرتے بھئی، فَإِذَا دَخَلَ بِمَكَّةَ ابْتَدَأَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ جب داخل ہو جائے مکہ مکرمہ میں تو ابتدا کرے مسجد الحرام سے۔ فَإِذَا عَايَنَ الْبَيْتَ كَبَّرَ وَهَلَّلَ، عَايَنَ کا معنی مشاہدہ کرنا، جب مشاہدہ کرے یعنی دیکھ لے بیت اللہ کو كَبَّرَ وَهَلَّلَ تکبیر کہے وَهَلَّلَ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے۔ كَبَّرَ کا معنی ہے قَالَ الرَّجُلُ اللَّهُ أَكْبَرُ اور هَلَّلَ کا معنی ہے قَالَ الرَّجُلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ بھئی عربی میں یوں کرتے ہیں بھئی پورے جملے کو مختصر کر کے اس سے ایک ہی صیغہ بنا لیتے ہیں، اس کو نحت کہتے ہیں بھئی، نحت۔ اور جب بیت اللہ کا مشاہدہ کر لے تو تکبیر کہے اور تہلیل یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے۔

ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ۔ بِالْحَجَرِ جیم پہ فتحہ پڑھنا بھئی، حَجْرِ اسود نہیں ہے حَجَرِ اسود ہے۔ بھئی طواف اب کرنا ہے بھئی کہاں سے شروع کرے گا؟ میں نے کیا بتلایا؟ حجر اسود سے، وہی بات کرنے لگے ہیں اب وہی تفصیل بتلانے لگے ہیں۔ تو کہتے ہیں ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ تو ابتدا کرے حجر اسود سے فَاسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ پس اس کی طرف رخ کرے، اس کی طرف متوجہ ہو وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ اور تکبیر کہے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے وَرَفَعَ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ اور دونوں ہاتھوں کو اٹھائے تکبیر کے ساتھ۔ دونوں ہاتھوں کو کیا کرے؟ تکبیر کے ساتھ اٹھائے وَاسْتَلَمَهُ اور اس کا استلام کرے بھئی۔ کیا کرے؟ استلام وہی بھئی جو میں نے ابھی بتلایا تھا حجر اسود کو ہاتھ لگایا بھئی، ہاتھ لگانا بھئی، سمجھ میں آیا؟ ہجوم میں ویسے بوسہ تو نہیں دے سکتا ہاتھ لگا لیا بھئی، یہ استلام ہے، ہاتھ کو ہی پھر بوسہ دے دیا بھئی۔ تو اس کا استلام کرے بھئی وَقَبَّلَهُ إِنِ اسْتَطَاعَ اور اس کو بوسہ دے إِنِ اسْتَطَاعَ اگر اس کی استطاعت رکھتا ہے مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا بغیر اس کے کہ وہ اذیت دے کسی مسلمان کو۔

بھئی بڑا ہجوم ہوتا ہے، بڑا زور لگتا ہے حجر اسود پر جاتے ہوئے، ہر شخص چاہتا ہے میں حجر اسود کو بوسہ دوں بھئی۔ جس وقت ہجوم ہو اس وقت تو بیت اللہ کے قریب پہنچنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، ہجوم جس وقت بالکل نہ ہو اس وقت بھی حجر اسود کو بوسہ دینا بڑا مشکل کام ہے بھئی، بڑا مشکل کام ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اگر کوئی جائے تو ایک آدھ دفعہ تو چلو جس وقت ہجوم نہ ہو چلا جائے، بار بار دیگر مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے، ہر شخص چاہتا ہے کم از کم میں ایک دفعہ تو بوسہ وہیں جا کر دوں بھئی، تو باقی مرتبہ پھر بھئی استلام کرے، استلام بھی میں نے بتلایا مشکل ہے بھئی، دور سے ہی کیا کرے؟ ہاتھوں کو اٹھا کر اس کی طرف ہاتھ اٹھائے گا بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ کہے اور ہاتھوں ہی کو بوسہ دے دے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَاسْتَلَمَهُ اور اس کا استلام کرے وَقَبَّلَهُ اور اس کو بوسہ دے إِنِ اسْتَطَاعَ اگر استطاعت رکھتا ہے مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا بغیر اس کے کہ اذیت دے تکلیف دے کسی مسلمان کو۔ ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ پھر شروع ہو جائے اپنی دائیں طرف سے وہ جانب جو ملی ہوئی ہے دروازے کے۔ میں نے بتلایا تھا بھئی اب طواف کس طرف کو چلنا کس طرف کو ہے؟ حجر اسود کے بالکل ساتھ کیا ہے؟ بیت اللہ کا دروازہ ہے، اس جانب کو چل پڑنا ہے بھئی۔ دیکھا وہی بات کر رہے ہیں، پھر شروع ہو، أَخَذَ کا کیا معنی یہاں کرنا ہے؟ شروع ہو، پھر شروع ہو جائے عَنْ يَمِينِهِ اپنی دائیں طرف۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جب میں حجر اسود کی طرف رخ کرتا ہوں تو دروازہ دائیں طرف ہی بن جائے گا بھئی۔ کس طرف بنے گا؟ دائیں طرف، وہ جو استلام کر رہا ہے یا جو بوسہ دے رہا ہے، جو حجر اسود کی طرف رخ کر کے کھڑا ہے اس کے دائیں طرف بنتا ہے، اسی جانب کو اب چل پڑے جو دروازے کی جانب ہے۔ ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ پھر شروع ہو اپنی دائیں طرف مِمَّا يَلِي الْبَابَ وہ جانب جو ملی ہوئی ہے دروازے کے ساتھ، وَقَدِ اضْطَبَعَ رِدَاءَهُ اس حال میں کہ اس نے اضطباع کیا ہو اپنی چادر کا قَبْلَ ذَلِكَ اس سے پہلے ہی۔ اس سے پہلے ہی کیا کر لیا ہو اپنی چادر کا؟ اضطباع کر لیا ہو۔ کیا کر لیا ہو؟ اضطباع، اضطباع۔

یاد رکھو بھئی تفصیل اب دیکھو آہستہ آہستہ آتی جا رہی ہے۔ ہر وہ طواف جس کے بعد سعی ہو، ہر وہ طواف جس کے بعد کیا ہو؟ سعی ہو، اس طواف میں اضطباع کرنا پڑے گا بھئی۔ اضطباع اس کو کہتے ہیں کہ جو اوپر چادر پہنی ہوئی ہے بھئی، ایک تو تہبند کی صورت میں باندھی ہوئی ہے ایک اوپر چادر ہے، اس کو بائیں کندھے کے اوپر ڈالا اور دائیں کندھے کی طرف سے بغل کے نیچے سے نکال لیا اس کو اور پھر اس کو بائیں کندھے پر ڈال دیا۔ تو دیکھو اب ایک کندھا دایاں کندھا

کیا ہو گیا؟ ننگا ہو گیا۔ بائیں کندھے پر تو چادر ہے لیکن دایاں کندھا کیا ہوا؟ ننگا۔ کیا طریقہ بتلایا میں نے؟ بائیں کندھے پر کیا کرے؟ چادر ڈالی، پھر اس کو دائیں کندھے کے، بھئی ویسے تو آپ چادر کس طرح لیتے ہیں؟ دونوں کندھوں کے اوپر سے لیتے ہیں، ہاں لیکن اس دفعہ اب کیا کرنا ہے؟ وہی طریقہ ہے صرف دائیں کندھے کے اوپر نہیں بلکہ نیچے بغل کے نیچے سے گزار کر پھر اسی طرح بھئی بائیں کندھے پر چادر کو ڈال لیں۔ اب ایک کندھا آپ کا یعنی دایاں کندھا ننگا ہو گیا، اس کو کہتے ہیں اضطباع۔ کیا کہتے ہیں؟ اضطباع۔ تو ہر وہ طواف جس کے بعد کیا ہو؟ سعی ہو، کیا کرے اس میں؟ اضطباع کرے گا بھئی عمرے میں، حج میں، ویسے عام طواف بھئی اس میں نہیں بھئی، اس میں تو احرام نہیں ہوتا۔ وَقَدِ اضْطَبَعَ رِدَاءَهُ قَبْلَ ذَلِكَ اور اس حال میں کہ تحقیق اس نے اضطباع کر لیا ہو اپنی چادر کا اس سے پہلے ہی۔ بھئی طواف شروع کر رہا ہے اور طواف کے اندر کیا ضروری تھا؟ اضطباع، تو پہلے سے ہی اس نے کیا کیا ہو؟ اضطباع کیا ہو۔

فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ پس چکر لگائے بیت اللہ کے سات چکر بھئی، سات چکر لگائے۔ وَيَجْعَلُ طَوَافَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَطِيمِ بھئی اور کرے اپنے طواف کو حطیم سے باہر بھئی، حطیم سے باہر سے کرے۔ حطیم جانتے ہیں یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی یاد رکھو بھئی بیت اللہ کی اگر آپ نے تصاویر دیکھی ہوں قریب سے جو تصاویر ہوں بھئی، یا جس میں رش وہاں نہ ہو بھئی ہجوم نہ ہو زیادہ، آپ دیکھنا بیت اللہ کے پرنالے والی طرف بھئی، یا یوں کہو جو دروازہ ہے دروازہ بھئی، دروازے کے تو ایک بالکل ساتھ والا کونہ ہے جس پہ حجر اسود لگا ہوا ہے، اور دوسرا کونہ جو ہے دروازے کی جانب والا اس جانب آپ دیکھنا بیت اللہ کے ساتھ نصف دائرے کی شکل میں ایک دیوار بنی ہوئی ہے بھئی۔ پانچ چھ فٹ اونچی کتنی دیوار بنی ہے؟ پانچ چھ فٹ اونچی ہے نصف دائرے کی صورت میں بیت اللہ کے ساتھ بھئی بالکل واضح، اگر آپ نے غور نہیں کیا اب غور کرنا بھئی۔ یہ جو حصہ ہے یہ نصف دائرے کی صورت میں بیت اللہ کے ساتھ، لاؤ بھئی چاک ہے میں آپ کو بنا کر دکھاؤں بھئی۔ ہاں، دیکھو یہ بیت اللہ چوکور کمرہ سا اور یہ اس کے ساتھ بھئی یہ حصہ یوں۔ یہاں پر یہ دروازہ ہے، یہاں حجر اسود ہے، یہ وہ پٹی ہے جہاں سے کیا ہوتا ہے طواف شروع ہوتا ہے حجر اسود کی سیدھ ہے، یہ دروازہ ہوا اور یہ کیا ہوا؟ یہ چھوٹی سی دیوار بھئی پرنالے کی جانب، یہ حطیم کہلاتی ہے بھئی۔ یہ کیا کہلاتی ہے؟ حطیم، حطیم بھئی۔

تو اب یاد رکھنا یہ حطیم بھی دراصل بیت اللہ کا حصہ ہے۔ حطیم وہ جو چھوٹی سی دیوار آپ کو تصویر میں نظر آئے گی وہ حطیم کہلاتی ہے، یہ جگہ حطیم کہلاتی ہے، لیکن یاد رکھنا یہ بیت اللہ سے الگ نہیں ہے، یہ بھی بیت اللہ ہی کا حصہ ہے، بیت اللہ۔ لیکن اس کو پورا کیوں نہیں کیا؟ وجہ یہ بھئی، وجہ یہ کہ مشرکین مکہ کے زمانے میں سیلاب وغیرہ آئے اور بیت اللہ کی عمارت کو نقصان پہنچا بھئی۔ کافی نقصان پہنچا بھئی، کچھ گر گئی دیوار وغیرہ کچھ کافی نقصان ہوا، تو اب انہوں نے بیت اللہ کی وہ بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے بھئی، چنانچہ سارے قبیلوں والے اکٹھے ہوئے کہ کیا کیا جائے بھئی؟ بیت اللہ کی تعمیر کی جائے بھئی۔ چنانچہ کہتے ہیں ہاں بھئی بیت اللہ کی اب عمارت بڑی کمزور ہو گئی ہے اب دوبارہ اس کو بنانا چاہیے، تو بیت اللہ کو دوبارہ بنانا چاہیے۔ چنانچہ اب بھئی بنائیں گے لیکن اس میں ہم نے حلال پیسہ لگانا ہے، حرام ایک ذرہ نہیں لگانا۔ چنانچہ حلال پیسے اکٹھے کر رہے ہیں بھئی، صرف حلال، خالص حلال۔ اتنا احترام تھا بیت اللہ کا بھئی اندازہ لگاؤ بھئی! چنانچہ پیسے اکٹھے کیے لیکن اتنے پیسے نہ ہوئے کہ یہ ساری جگہ کی چار دیواری ہو جائے بھئی، یہ حطیم سمیت کی۔ پھر آخر مشورہ یہی کیا کہ چلو کچھ حصہ کیا کر دیتے ہیں؟ صرف نشان لگا دیتے ہیں، جب پیسے ہوں گے پھر اس کو بعد میں بنالیں گے، فی الحال جتنی عمارت بن سکتی ہے وہ بنا دو۔ چنانچہ اتنے پیسے تھے کہ اس کے ساتھ عمارت بنا دی گئی اس کی اور وہ حطیم والا حصہ چھوڑ دیا گیا، حطیم والا حصہ۔

لیکن کتنا عظیم فائدہ ہوا بھئی اس کی وجہ سے! بیت اللہ تو بند رہتا ہے مولانا، اس کو تو صرف بادشاہوں کے لیے کھولتے ہیں کوئی اس کے اندر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آج آپ بھی اگر جی چاہتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر میں نماز پڑھوں بھئی، آپ قسم اٹھا لیتے ہیں کہ اے اللہ میرا اگر یہ کام ہو گیا تو میں بیت اللہ کے اندر جا کر نماز پڑھوں گا بھئی، علماء فقہاء فرماتے ہیں بھئی کیا کرے؟ حطیم کے اندر جائے اور جا کر نماز پڑھ لے، یہ بیت اللہ ہی ہے بھئی، قسم پوری ہو جائے گی۔ ہاں، تو یہ بیت اللہ ہے بھئی۔

تو بیت اللہ کو جب اب بنانے لگے بھئی، عجیب بھئی وہ دیوار جو تھی اب عمارت پوری طرح تو بیت اللہ کی گری نہیں تھی، تو اب پیسے اکٹھے کر لیے اب سوچ رہے ہیں بیت اللہ کو یہ جو باقی کمرہ ابھی تو ہے اب اس کو گرائیں کیسے بھئی؟ ہر ایک ڈرتا تھا کہ اگر میں نے اس کی دیوار پر کدال چلائی، اس کے ایک پتھر کو بھی میں نے اکھاڑا تو کہیں ایسا نہ ہو اللہ کی طرف سے مجھ پر عذاب نازل ہو بھئی۔ تو کئی دن تک اسی انتظار میں رہے، ہر ایک ڈر رہا ہے سارے سردار جمع ہیں، کسی کی جرات نہیں ہو رہی کہ جائے وہی گری ہوئی دیوار بنانے، بھئی تعمیر کا ارادہ ہے، اصلاح کا ارادہ ہے نقصان کا بھی نہیں، پھر بھی ڈر رہے تھے کہ ہم پہ کوئی عذاب نہ آجائے بھئی، مشرکین مکہ کی بات کر رہا ہوں بھئی۔ آخر ایک دن کئی دن کے بعد بھئی ایک دن ایک سردار نے ہمت کی اور کدال اٹھائی اور جا کر کہا اے اللہ

ہم نے خیر ہی کا ارادہ کیا ہے کوئی نقصان کا ارادہ نہیں، ہم اس کو بنانا ہی چاہتے ہیں، کلمات وہ جو اس نے کہے، اور پھر کدال چلائی بھئی۔ سارے ڈرتے رہے ابھی عذاب آیا اس پہ، ابھی عذاب آیا اس کے اوپر، لیکن پھر دیکھا اس کو کچھ نہیں ہوا تو پھر باقی بھی سارے شریک ہو گئے، چنانچہ سارے بیت اللہ کی عمارت گرائی گئی بھئی۔

ساری عمارت گرائی اور پھر اس کے بعد بھئی اس کی بنیادیں کھودیں تاکہ نیچے سے مضبوط بنائیں بھئی، مضبوط بھئی، مضبوط عمارت بنائیں بھئی۔ اب جب کھدائی کی کرتے کرتے کچھ گہرائی پر گئے تو نیچے ایک سبز رنگ کی بنیاد نکلی بھئی۔ کہتے ہیں اس بنیاد تک پہنچے، اب اس کو بھی اور ذرا نیچے گہرا کرنا چاہتے ہیں، وہ سبز رنگ کے پتھر تھے بھئی، ان کے اوپر کدال چلائی تو کہتے ہیں سارے مکہ میں زلزلہ برپا ہو گیا بھئی، فوراً رک گئے، معلوم ہوا اس سے آگے کی اجازت نہیں بھئی بس یہ بنیادیں ہیں بھئی۔ انہی کے اوپر پھر کیا کیا؟ پھر انہوں نے بنیادیں رکھیں اور پورا یہ کمرہ تعمیر کیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ حطیم بھئی یہ جو حصہ ہے یہ دراصل بیت اللہ کا حصہ ہے، جب بیت اللہ کا حصہ ہے تو طواف میں ہم نے کس کے گرد چکر لگانے ہیں بھئی؟ بیت اللہ کے گرد، تو اس حطیم میں بھئی دونوں طرف سے داخل ہونے کا راستہ ہے اس طرف سے بھی اور اس طرف سے بھی، تو اب طواف کہاں سے ہونا

چاہیے؟ اس کے بیچ سے ہونا چاہیے یا باہر سے ہونا چاہیے؟ باہر سے بھئی، کیونکہ بیت اللہ کے بیچ سے ورنہ تو ہم گزریں گے یہ تو کوئی چکر نہ ہوا، یہ تو آپ بیچ میں سے ہی اس کے نکل آئے۔ تو اسی لیے کہا چکر جب لگاؤ تو کہاں پر لگاؤ؟ حطیم سے باہر باہر لگاؤ۔ یہ معنی ہے وَيَجْعَلُ طَوَافَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَطِيمِ اور کرے اپنے طواف کو حطیم سے باہر بھئی۔

وَيَرْمُلُ فِي الْأَشْوَاطِ الثَّلَاثِ الْأُوَلِ اور رمل کرے بھئی، أَشْوَاطٌ جمع ہے شَوْطٌ کی، چکر کو کہتے ہیں، اور رمل کرے گا پہلے تین چکروں میں۔ پہلے تین چکروں میں کیا کرے گا؟ رمل۔ بھئی طواف کر رہا ہے اور احرام باندھا ہوا ہے اور اضطباع بھی کیا ہے، ایک کندھا بھی ننگا ہے۔ اب یاد رکھو ہر وہ طواف جس کے بعد سعی ہو اس میں اضطباع بھی کرے گا اور کیا کرے گا؟ رمل بھی کرے گا۔ رمل کسے کہتے ہیں بھئی؟ نہیں جانتے؟ بھئی آپ نے کبھی بھئی پہلوانوں کو اکھاڑے میں لڑتے ہوئے دیکھا ہے بھئی؟ تو مقابلے کے لیے جب وہ آتے ہیں وہ ایک خاص چال چلتے ہوئے آتے ہیں فخر و تکبر کے ساتھ ہاتھ ہلاتے ہوئے بڑے ناز و انداز کے ساتھ بھئی، دیکھا ہے یا نہیں دیکھا بھئی؟ وہ کندھے ہلاتے ہوئے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں بھئی بڑے اور ہلکی ہلکی دوڑ سی ہوتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ پوری طرح دوڑ تو نہیں رہا لیکن درمیانی سی ذرا دوڑ کی طرح دوڑ ہی تقریباً ہوتی ہے تھوڑی تھوڑی اور خوب کندھے ہلاتا ہے اپنی طاقت کا اظہار کرتا ہوا۔ دیکھا ہے یا نہیں دیکھا بھئی؟ جی، یہ ہے رمل مولانا، رمل۔ یہ رمل اب آپ کو بھی کرنا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ پہلے تین چکروں کے اندر بھئی، تین چکروں۔

وجہ اس کی یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تھے مدینہ منورہ سے عمرے کے لیے، کفار مکہ نے روک دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور چنانچہ خیر وہ لمبی تفصیل ہے واقعہ وغیرہ جو ہوا، چنانچہ جس وقت بھئی معاہدے وغیرہ ہو گئے عمرے کے لیے آئے بھئی، عمرے کے لیے اندر بیت اللہ کا چکر لگانے لگے تو مشرکین نے آپس میں یہ بات مشہور کی تھی، چونکہ ان میں سے بہت سے اکثر لوگ وہ تھے جو مکہ سے ہی ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے بھئی، مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے گئے تھے، تو مشرکین نے آپس میں یہ بات مشہور کی کہ مدینہ منورہ کے آب و ہوا نے وہاں کے بخار وغیرہ نے ان مسلمانوں کو بڑا کمزور کر دیا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا بھئی اب تم سب نے کیا کرنا ہے؟ رمل کرنا ہے، اس طرح بھئی پہلوانوں والی چال چلنی ہے ذرا ان کو پتہ لگے ہم کمزور نہیں ہوئے بھئی۔ چنانچہ چلے بھئی کفار پہ بڑا رعب طاری ہو گیا، بھئی تم لوگ تو کہتے تھے یہ کمزور ہو گئے ہیں بھئی! سمجھ میں آیا؟ پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو گئے ہیں بھئی۔ تو چنانچہ وہ پہلے تین چکروں میں رمل کرتا ہوا چلے گا، کندھے ہلاتا ہوا فخر کی چال اور پہلوانوں کی طرح بھئی اپنی قوت اور جرات کو ظاہر کرتے ہوئے۔

تو کہتے ہیں فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ، جی پس چکر لگائے بیت اللہ کے سات چکر، جی کدھر گیا بھئی؟ وَيَرْمُلُ فِي الْأَشْوَاطِ الثَّلَاثِ الْأُوَلِ اور رمل کرے گا پہلے تین چکروں میں وَيَمْشِي فِيمَا بَقِيَ عَلَى هِينَتِهِ اور چلے گا باقی چکروں میں عَلَى هِينَتِهِ اپنے آرام پر بھئی، یعنی آہستہ چلے گا۔ هِينَةٌ کا معنی آہستہ سے، آرام سے، اطمینان سے، یعنی وقار سے۔ بھئی طواف میں کل کتنے چکر تھے؟ سات۔ تو پہلے تین میں رمل ہے، بعد میں اب آرام سے چلے بھئی بس۔ وَيَمْشِي فِيمَا بَقِيَ اور مابقیہ جو باقی چکر ہیں ان میں چلے گا عَلَى هِينَتِهِ اپنے آرام پر، یعنی اطمینان سے چلے اب۔ وَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ كُلَّمَا مَرَّ بِهِ إِنِ اسْتَطَاعَ اور استلام کرے گا حجر اسود کا جب بھی اس پر گزرے گا اگر استطاعت رکھتا ہے، یعنی کیا کرے اس کو ہاتھ لگائے اور بوسہ دے۔ وَيَخْتِمُ الطَّوَافَ بِالِاسْتِلَامِ اور ختم کرے گا طواف کو کس پر بھئی؟ استلام پر۔ بھئی چکر شروع کہاں سے کیے تھے؟ حجر اسود سے، تو پورا بھی کہاں پر ہو گا؟ حجر اسود پر ہی پورا ہو گا تو یہاں آ کر آخری ساتویں چکر کے بعد استلام کرے گا۔

ثُمَّ يَأْتِي الْمَقَامَ پھر کہاں پر آئے؟ مقام پر، یعنی مقام ابراہیم مراد ہے۔ بھئی میں نے بتلایا طواف کے بعد کتنی رکعتیں بھی پڑھنی ہیں؟ دو رکعتیں۔ میں نے بتلایا وہ مسجد میں جہاں بھی پڑھ لی جائیں ٹھیک لیکن افضل کیا ہے کس جگہ پر پڑھی جائیں؟ مقام ابراہیم، یہی بات بتلا رہے ہیں۔ثُمَّ يَأْتِي الْمَقَامَ پھر وہ آئے وہ طواف کرنے والا مقام ابراہیم پر آئے فَيُصَلِّي عِنْدَهُ رَكْعَتَيْنِ پس پڑھے اس کے پاس دو رکعتیں أَوْ حَيْثُمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَسْجِدِ یا جہاں بھی اس کو آسانی ہو مسجد میں۔ وہاں پڑھ لے یا جہاں پر بھی مسجد میں آسانی ہو بھئی۔ ہجوم ہو پھر تو وہاں پہنچنا بھی مشکل ہوتا ہے بھئی، ہاں ہجوم بالکل نہ ہو پھر انسان وہاں پڑھ سکتا ہے۔

مقام ابراہیم جانتے ہیں یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی مقام ابراہیم بھی یہ بیت اللہ کے دروازے کے سے تقریباً سامنے ہی ہے بھئی یعنی اسی جانب میں ہے کچھ فاصلے پر، یہ ایک سنہری جالی سی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ چھوٹی سی جگہ سنہری جالی، اس جالی کے اندر ایک پتھر پڑا ہوا ہے بھئی اور اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں بھئی۔ دونوں قدم کیا ہیں؟ اس پتھر کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے واضح نشان موجود ہیں بھئی۔ بالکل وہ پتھر ہے لیکن اس طرح نشان ہیں، اس کو اس طرح نرم کر دیا گیا تھا ان کے لیے کہ جیسے انسان بڑے نرم گیلی مٹی میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کے پورے قدم بھئی اندر دھنس جائیں پاؤں اس کے اندر بھئی، سمجھ میں آیا؟ ایک انچ تقریباً ایک انچ کے لگ بھگ اندر دھنس جائیں تو ایک ایک انگلی اور پورے پاؤں کے وہ نشانات ہیں بھئی۔ تو یہ پتھر وہاں ہے اس کے اندر ہے بھئی، یہ مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔ یہ وہ پتھر ہے یاد رکھیے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر بیت اللہ کی دیواریں تعمیر فرماتے تھے بھئی۔ بیت اللہ کی جب تعمیر کا حکم ہوا انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی، اس پتھر پر کھڑے ہوتے تھے اور یہ پتھر جو ہے کیا ہوتا؟ پتھر بھئی دیوار اونچی ہوتی چلی جاتی یہ پتھر ان کو لے کر خود ہی ساتھ ساتھ اونچا ہو جاتا بھئی، سمجھ میں آیا؟ اونچا ہوتا جاتا بھئی۔ تو یہ وہ پتھر ہے بھئی۔

وَهَذَا الطَّوَافُ طَوَافُ الْقُدُومِ اور یہ طواف کون سا ہے؟ طواف قدوم ہے، طواف قدوم بھئی یعنی آیا ہے۔قُدُومٌ کا معنی ہوتا ہے آنا، بیت اللہ کے پاس آیا نا بھئی حاجی حج کے لیے آیا ہے تو پہلی دفعہ آیا ہے بیت اللہ کے پاس تو پہلی دفعہ میں اس کو کیا کرنا چاہیے؟ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیے، بیت اللہ کے پاس آیا ہے۔وَهُوَ سُنَّةٌ لَيْسَ بِوَاجِبٍ اور یہ سنت ہے بھئی ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے۔وَلَيْسَ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ طَوَافُ الْقُدُومِ مکہ والوں پر طواف قدوم نہیں ہے بھئی۔ بھئی کیوں نہیں ہے مکہ والوں پر طواف قدوم؟ وہ تو وہیں رہتے ہیں اور قُدُومٌ کا کیا معنی ہوتا ہے؟ آنا، تو یہ تو آنے والے پر ہے جو دور سے آیا اس پر ہے کہ وہ طواف سنت ہے کہ وہ طواف اسے کرنا چاہیے۔

ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا پھر کدھر نکلے گا بھئی؟ صفا بھئی۔ یہ صفا مروہ دو پہاڑیاں میں نے آپ کو ذکر کر دیں بھئی، صفا مروہ۔ مختلف وجہیں ذکر کرتے ہیں ان کو صفا مروہ کیوں کہتے ہیں بھئی۔ بعض نے ایک واقعہ بھی لکھا ہے کہ یہ دو شخص تھے، ایک شخص تھا اور ایک عورت، انہوں نے بیت اللہ کے اندر جا کر بدکاری کی بھئی، بدکاری کا ارادہ کیا بیت اللہ کے اندر جا کر بھئی، تو اللہ نے دونوں کو پتھر بنا دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بدکاری سے پہلے ہی دونوں کو وہیں پر پتھر بنا دیا، تو وہاں کے لوگوں نے پھر ان دونوں کو عبرت کے طور پر ایک بت کو اٹھا کر کس پر رکھ دیا؟ صفا پر اور ایک کو مروہ پر رکھ دیا بھئی۔

تو کہتے ہیں ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا پس وہ نکلے پھر صفا کی طرف فَيَصْعَدُ عَلَيْهِ صفا پہاڑی پر یہ چڑھ جائے یہ حاجی وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ اور کس کی طرف رخ کر لے؟ بیت اللہ کی طرف رخ کر لے وَيُكَبِّرُ وَيُهَلِّلُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور کیا کرے؟ صلوٰۃ پڑھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بھئی وَيَدْعُو اللَّهَ تَعَالَى لِحَاجَتِهِ اور پھر اللہ سے دعا کرے اپنی حاجت کے لیے۔ جو دعائیں کرنی ہوں وہاں کرے بھئی بیت اللہ کی طرف کھڑے ہو کر بھئی۔ صفا پر کھڑے ہو صفا پہاڑی پر بھئی اب تو اس کے اوپر بھی عمارت آگئی ہے ساری لیکن صفا پر کھڑے ہوں تو بیت اللہ نظر آتا ہے بھئی وہاں سے، ستونوں کے بیچ میں سے بیت اللہ نظر آتا ہے تو وہاں انسان کھڑے ہو کر دعا کر سکتا ہے آرام سے بھئی۔

ثُمَّ يَنْحَطُّ پھر اترے اس سے، اِنْحَطَّ يَنْحَطُّ اِنْحِطَاطٌ کا معنی اترنا بھئی، ثُمَّ يَنْحَطُّ پھر نیچے اترے نَحْوَ الْمَرْوَةِ مروہ کی جانب، نَحْوٌ کا معنی جانب، پھر اترے نَحْوَ الْمَرْوَةِ مروہ پہاڑی کی جانب وَيَمْشِي عَلَى هِينَتِهِ اور چلے اپنے آرام پر، یعنی آہستہ آہستہ چلے اطمینان سے سکون سے۔ فَإِذَا بَلَغَ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي، بھئی یہ صفا مروہ میں سات چکر لگائے جاتے ہیں۔ یہ سنت ہے حضرت ہاجرہ کی بھئی، حضرت ہاجرہ رحمہا اللہ کی سنت ہے بھئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیل اور اپنی بیوی ہاجرہ کو یہاں پر لے جائیں۔ یہ جگہ بالکل صحرا تھی، جنگل تھا مولانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم انبیاء میں سے تھے چنانچہ اللہ کے حکم کی تعمیل کی، بیوی کو لائے یہاں، بیٹا چھوٹا ننھا منا ابھی گود میں تھا وہ اس کے حوالے کیا اور

واپس چل پڑے بھئی، یہیں چھوڑ دیا ان کو چلے گئے بھئی۔

تو حضرت ہاجرہ جو بیٹے کے ساتھ تھیں وہاں بیٹھی رہیں، پھر آہستہ آہستہ بھئی دھوپ سخت ہوتی چلی گئی دوپہر ہوئی اور اب ان کو پیاس لگی بھئی، پیاس سے ان کا برا حال، بیٹا بھی تکلیف میں ہو گا بھئی اس کا بھی پیاس سے برا حال ہو گا، چھوٹا سا تھا وہ تو بول بھی نہیں سکتا بھئی گود میں تھا، چنانچہ بیٹے کو وہیں رکھا اور پانی کی تلاش کے لیے نکلیں بھئی۔ آئیں اور صفا پہاڑی بھئی قریب ہی تھی صفا پہاڑی، صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں بھئی۔ ادھر ادھر دیکھا کہیں پانی نظر آجائے، کوئی شخص نظر آجائے، کہیں سے کہیں پانی دکھائی نہیں دیا بھئی۔ چنانچہ صفا پہاڑی سے اتریں، قریب ہی دوسری مروہ پہاڑی تھی اس کی طرف چلیں بھئی، اس کی طرف چلیں بھئی۔ کتنی تکلیف میں ہوں گی، جنگل نہ کوئی انسان ہے نہ کھانے کی چیز نہ پینے کی چیز اور پیاس سے برا حال اور گرمی بھی مکہ کی بھئی! خیر چلیں اور یہاں جب مروہ کی طرف چلیں درمیان میں تھوڑی سی جگہ ذرا گہری تھی، یہاں چلتے ہوئے ان کو اپنا وہ بیٹا دکھائی نہیں دیتا تھا جسے وہ لٹا کر آئی تھیں سامنے ریت کے اوپر بھئی۔ چنانچہ درمیان میں وہ جو تھوڑی سی نیچی جگہ تھی یہاں وہ تیز دوڑیں اور جلدی سے دوسری طرف چڑھ گئیں بھئی۔ پھر آگے مروہ تک پہنچیں، اوپر چڑھیں بھئی پریشان غم تکلیف دکھ میں مبتلا، ادھر ادھر دیکھا کوئی کچھ نظر نہیں آرہا نہ پانی کے آثار ہیں۔ پھر واپس چل پڑیں صفا کی طرف بھئی، پھر آئیں پھر جب درمیان میں وہ جگہ سے گزرنے لگیں بھئی پھر وہ اسی طرح دوڑیں کہ وہاں سے بیٹا نظر نہیں آتا تھا کوئی چیز کہیں نقصان نہ پہنچا دے، تیزی سے وہاں سے دوڑتے ہوئے نکلیں بھئی اوپر آئیں، پھر صفا پر چڑھیں ادھر ادھر دیکھا، اس طرح سات چکر لگائے بھئی انہوں نے۔ ساتواں چکر جب لگایا تو پھر آئیں تو دیکھا کہ بیٹے نے جہاں پر ایڑی ماری تھی وہاں سے اللہ نے ایک چشمہ پیدا فرما دیا ہے جو آج بھی جاری و ساری ہے جسے ہم آب زمزم کہتے ہیں بھئی۔

تو یہ جو صفا مروہ میں یہ سنت ہے ان کی بھئی، وہ اس کے درمیان چلی تھیں سات چکر لگائے تھے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی تکلیف اور اللہ کے لیے وہ قربانی ان کی کہ شکوہ اور شکایت زبان پر پھر بھی نہیں ہے بس پانی طلب کر رہی ہیں بھئی، کتنی صابرہ شاکرہ عورت پیغمبر کی بیوی نبی کی ماں! تو اللہ نے ان کی سنت کو جاری فرما دیا بھئی، سب کے لیے اب ضروری ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں اب صفا اور مروہ کے درمیان بھئی اب تو وہ فرش بنا دی ہے وہ جگہ بھئی، پہلے تو ریتلا میدان تھا پہاڑی وغیرہ ہو گی، اب وہ سیدھا فرش بنا ہے لیکن وہ مقام جس کے درمیان وہ دوڑی تھیں بھئی وہ تھوڑی سی جگہ ہے وہاں اب بھی سبز نشان لگے ہوتے ہیں بھئی، اور سعی کرنے والا مرد ہو تو اس کے لیے وہاں پر دوڑنا ضروری ہے بھئی۔ چنانچہ ان دو نشانوں میں جب آتا ہے تو پھر دوڑ لگانی پڑتی ہے تھوڑی سی بھئی اور پھر اگلے سبز نشان کے بعد پھر اطمینان سے چلنا شروع کر دیتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

یہی بات صاحب قدوری ذکر کرنے لگے ہیں کہ صفا سے اترا ہے کس کی طرف چلا ہے؟ مروہ کی طرف اطمینان سے چلتا رہے، فَإِذَا بَلَغَ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي جب وادی کے بیچ میں پہنچے سَعَى بَيْنَ الْمِيلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ سَعْيًا تو دوڑے گا ان دو سبز میلوں کے، میل وہ جو نشان علامتیں کوئی لگائی ہوں گی، تو وہ دوڑے بَيْنَ الْمِيلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ ان دو سبز میلوں کے درمیان، ان دو نشانوں کے درمیان دوڑے حَتَّى يَأْتِيَ الْمَرْوَةَ یہاں تک کہ کہاں پہنچ جائے؟ مروہ تک پہنچ جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ساری جگہ میں نہیں دوڑنا وہ تھوڑی سی جگہ ہے بھئی۔ اچھا، حَتَّى يَأْتِيَ الْمَرْوَةَ یہاں تک کہ مروہ پر آجائے فَيَصْعَدُ عَلَيْهَا پس اس پر چڑھ جائے وَيَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا اور اسی طرح کرے جیسے اس نے صفا پر کیا تھا، یعنی تکبیر تہلیل وغیرہ اور درود پڑھے دعا مانگے۔ وَهَذَا شَوْطٌ اور یہ ایک چکر ہے، فَيَطُوفُ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ پس چکر لگائے گا سات چکر بھئی، يَبْتَدِئُ بِالصَّفَا وَيَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ ابتدا کہاں سے کرے گا؟ صفا سے اور انتہا ساتویں چکر کی کہاں پر ہو گی؟ مروہ پر۔ یہی کہہ رہے ہیں ابتدا کرے گا صفا سے اور اختتام کرے گا مروہ پر۔

ثُمَّ يُقِيمُ بِمَكَّةَ مُحْرِمًا پھر مقیم رہے یہ حاجی مکہ کے اندر۔ بھئی حاجی حج کرنے آیا ہے بھئی صرف عمرہ کرنے نہیں آیا، طواف کیا طواف قدوم اس کے بعد کیا کیا؟ جی؟ سعی کر لے گا بھئی۔ سعی کی اور اب مکہ میں ہی رہے مُحْرِمًا محرم بن کر ہی، بھئی ابھی تو حج ہوا ہی نہیں پورا، احرام ابھی نہیں اتار سکتا۔ ہاں عمرہ ہوتا تو پھر بال کٹوا کے احرام اتار سکتا تھا۔ ثُمَّ يُقِيمُ بِمَكَّةَ مُحْرِمًا پھر مقیم رہے مکہ کے اندر محرم ہو کر فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ كُلَّمَا بَدَا لَهُ پس طواف کرتا رہے بیت اللہ کا كُلَّمَا بَدَا لَهُ جب بھی اس کی رائے بنے، یعنی جب بھی دل کرے بیت اللہ کا طواف کرتا رہے۔ آگے ابھی حج بھئی اب عرفات جانا ہے لیکن عرفات تو نویں ذوالحجہ کو جاتے ہیں تو جتنے اب درمیان میں دن ہیں وہ کیا کرے؟ مکہ میں ہی رہے اور اس دوران جتنے طواف کرنا چاہے کرتا رہے، طواف کرتا رہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ لیکن اب جو طواف کرے گا اس میں رمل بھی نہیں اور اضطباع بھی نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

بلکہ پچاس طواف مکمل کر لینے چاہئیں بھئی، جب بھی آدمی جائے پچاس طواف مکمل کر لے۔ حدیث شریف میں آتا ہے جو شخص بیت اللہ کے پچاس طواف مکمل کر لیتا ہے وہ گناہوں سے اسی طرح پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا بھئی۔ یہ بہت بڑی فضیلت ہے بھئی، بہت

بڑی فضیلت ہے۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۳: کتاب الحج (۲): منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے مناسک (۸ تا ۱۳ ذوالحجہ)، وقوفِ عرفہ، جمع بین الصلاتین، رمیِ جمرات، طوافِ زیارت و وداع

مختصر القدوری صفحہ: ۵۱—بتاریخ: ۲۱ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ خَطَبَ الْإِمَامُ خُطْبَةً يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا الْخُرُوجَ إِلَى مِنًى وَالصَّلَاةَ بِعَرَفَاتٍ وَالْوُقُوفَ وَالْإِفَاضَةَ. فَإِذَا صَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَكَّةَ خَرَجَ إِلَى مِنًى وَأَقَامَ بِهَا حَتَّى يُصَلِّيَ الْفَجْرَ يَوْمَ عَرَفَةَ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ إِلَى عَرَفَاتٍ۔[1]

[1] نقشہ مشاعرِ مقدسہ (۳): منازل و مناسکِ حج (۸ ذوالحجہ تا ۱۳ ذوالحجہ—مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات اور جمراتِ ثلاثہ کا جغرافیائی و زمانی نقشہ):

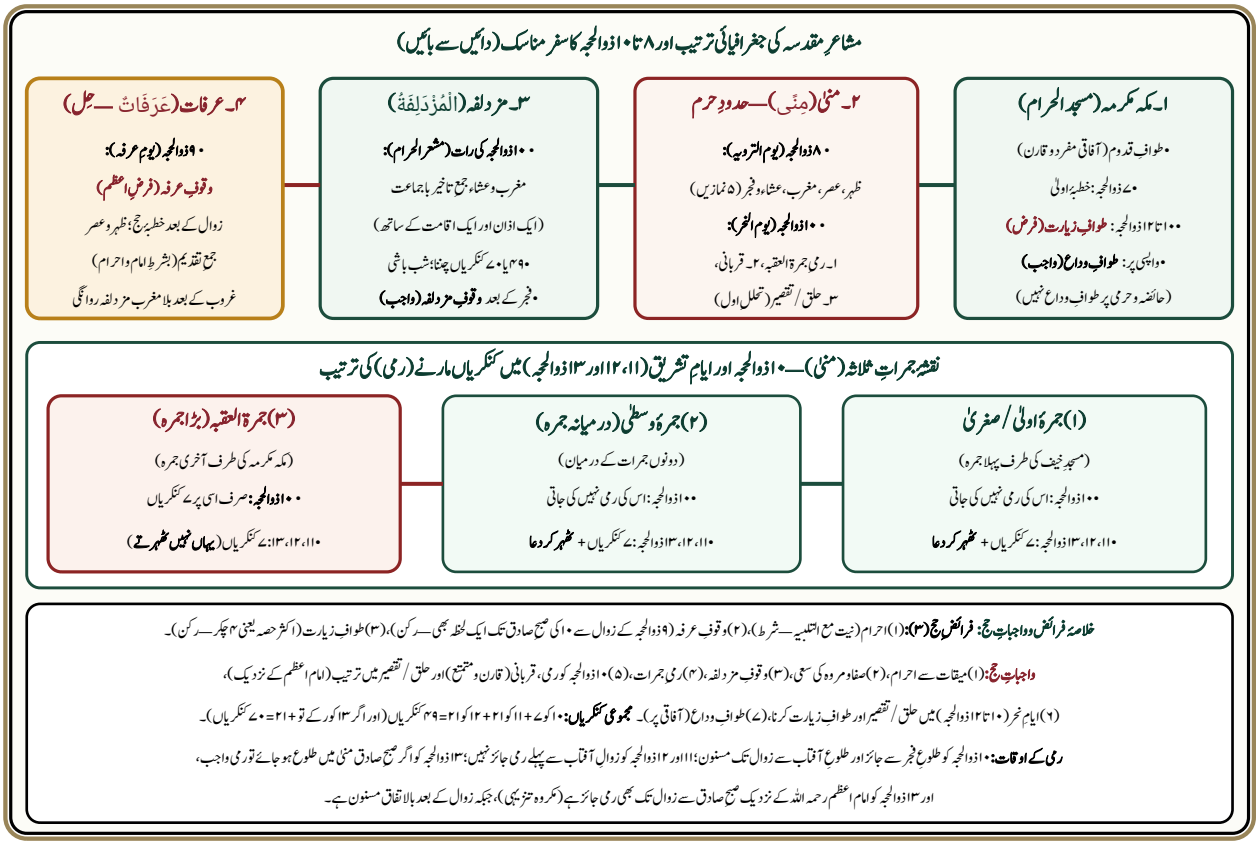

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

گزشتہ سبق میں کِتَابُ الْحَجِّ ہم نے شروع کی تھی بھئی، حج۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ حج میں تین چیزیں فرض ہیں بھئی: احرام، وقوف عرفہ اور طواف زیارت بھئی، یہ تین چیزیں فرض ہیں۔ اور اس کے بعد آپ کو بتلایا تھا کہ حج کرنے والے لوگ تین قسم پر ہیں: حرمی ہیں، حلی ہیں اور آفاقی ہیں۔

حرم کے ارد گرد کچھ خاص علاقہ ہے بھئی قریب قریب کا جو بعض طرف چار میل، بعض طرف پانچ میل، بعض طرف چودہ پندرہ میل تک، یہ سارا علاقہ حرم کہلاتا ہے جس کے اندر گھاس کاٹنا، شکار کرنا وغیرہ منع ہیں بھئی۔ اور اس کے اندر رہنے والے حرمی کہلاتے ہیں۔ اور جو حرم اور میقات کے درمیان رہتے ہیں ان کو حلی کہتے ہیں۔ یاد رکھیے حرم سے باہر ایک اور حد ہے جسے میقات کہا جاتا ہے، جمع مواقیت آتی ہے، جو بعض اطراف میں مکہ سے سو میل ہے، بعض طرف ستر میل ہے، بعض طرف ڈھائی سو میل تک ہے، انہیں میقات کہا جاتا ہے، اور یہ وہ حدود ہیں کہ یہاں سے گزرنے والا اگر مکہ جانا چاہتا ہے ان کے باہر سے کوئی آدمی تو اس کے لیے احرام باندھنا ضروری ہے بھئی، بغیر احرام کے ان جگہوں سے نہیں گزر سکتا ورنہ دم دینا پڑے گا، دم لازم آئے گا بھئی، ایک قربانی کرنا پڑے گی بھئی۔ تو یہ جو میقات سے باہر کے لوگ ہیں یہ آفاقی کہلاتے ہیں، اور یہ جو میقات اور حرم کے بیچ میں رہتے ہیں ان کو حلی کہتے ہیں بھئی، حلی کہتے ہیں۔

اور یہ بھی میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ عمرہ کیسے کیا جاتا ہے بھئی، کہ کیا کیا جائے گا؟ میقات سے احرام باندھا جائے گا، اور احرام کا طریقہ بتلایا تھا کہ احرام کسے کہتے ہیں؟ دو اَن سلی ہوئی چادریں ہیں بغیر سلی ہوئی، اور ایک کو تہبند کے طور پر باندھ لے گا دوسری کندھوں پر ڈال لے گا، اور یہ احرام ہے بھئی۔ اور ابھی نیت نہیں کی اس سے پہلے پہلے بھئی خوشبو وغیرہ بھی لگا سکتا ہے، خوشبو لگا لے بلکہ بہتر ہے، اور پھر اس کے بعد وہ دعا پڑھ لے گا، دو رکعت نماز پڑھ لے گا احرام کے لیے اور پھر تلبیہ پڑھے گا اور تلبیہ کے اندر حج کی نیت کرے گا بھئی۔ کیا کرے گا؟ حج کی، ہاں عمرے کی یہ تو عمرے کی بات ہو رہی ہے، چلیں حج میں حج کی نیت آ گئی عمرے میں عمرے کی نیت آ گئی، پھر جائے گا اور بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے گا جن کی ابتدا بھی حجر اسود سے ہو گی اور انتہا بھی حجر اسود پر، یہ ایک طواف کہلاتا ہے بھئی، طواف۔

اچھا، تو بیت اللہ کے سات چکر لگائے گا یہ سات چکر ایک طواف کہلاتے ہیں اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھے گا بھئی طواف کے لیے بھئی۔ اور بتلایا تھا بھئی اس طواف کے اندر اضطباع کرے گا بھئی۔ اضطباع کس کو کہتے تھے؟ کہ احرام کی چادر کس طرح ہو کہ دایاں کندھا ننگا ہو بھئی اور چادر کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ہوں گے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ جیسے عام چادر اوڑھتے ہیں بالکل اسی طرح ہے بس اضطباع میں یہ کرنا ہے، عام حالت میں دونوں کندھوں کے اوپر سے چادر آتی ہے، اضطباع میں دائیں کندھے کے نیچے یعنی بغل میں سے گزار کر لائیں گے چادر کو بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے طریقہ بتلایا تھا آپ کے سامنے کر کے بھی دکھایا تھا بھئی۔

اور پھر نیز اس طواف کے اندر پہلے تین چکروں میں رمل بھی کرے گا بھئی۔ رمل کس کو کہتے تھے؟ وہ پہلوانوں کی طرح بھئی فخر کے ساتھ کندھے ہلاتا ہوا جو انسان جس طرح چلتا ہے اس طرح چلے گا بھئی۔ اور وجہ بھی میں نے ذکر کی تھی کہ وجہ کیا تھی اس طرح کرنے کی، اور پھر اسی سنت کو جاری فرما دیا اللہ تعالیٰ نے بھئی۔

پھر اس کے بعد سعی کے لیے آئے گا۔ میں نے بتلایا تھا اگر آپ نے بیت اللہ کی حرم شریف کی تصاویر دیکھی ہوں تو اس میں آپ نے دیکھا ہو گا ورنہ اب جب بھی دیکھیں پورے حرم کی پوری مسجد کی جو تصویر آئے غور کرنا، اس میں ایک برآمدہ مسجد سے آگے تک سیدھا نکل گیا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ایک برآمدہ بھئی سیدھا مسجد سے آگے نکل گیا ہے الگ ہو کر چلا گیا ہے۔ اس برآمدے کے اندر بھئی نیچے سعی کی جاتی ہے۔ اس کا جو بیت اللہ کے قریب والا کنارہ ہے اس کے نیچے صفا پہاڑی ہے، اور جو دور والا کنارہ ہے جو الگ ہو کر دور نکلا ہے اس کے اندر مروہ پہاڑی ہے بھئی۔ ان کے درمیان سات چکر لگائیں گے، لیکن چکر یہ نہیں کہلائے گا کہ آپ صفا سے چلیں اور پھر مروہ سے ہوتے ہوئے واپس صفا پہ آئیں، بلکہ چکر کیا کہلائے گا؟ صفا سے چلیں مروہ پہ پہنچ گئے بس یہ ایک چکر ہو گیا، پھر صفا پہ واپس پہنچے دو چکر ہو گئے۔ تو اس طرح سات چکر لگائے گا تو ان سات چکروں کی ابتدا ہو رہی ہے صفا پر اور انتہا کہاں پر ہے؟ مروہ پر ہو رہی ہے بھئی، اور ہر مرتبہ ان پہاڑیوں پر پہنچے گا تو دعا کرے، استغفار کرے، درود وغیرہ پڑھے، دعائیں مانگے بھئی خوب بھئی۔

یہ تھا عمرہ بھئی، عمرہ۔ اور حج کا بھی یہی طریقہ ہے البتہ حج میں زائد افعال ہوں گے صرف یہ نہیں بھئی، عمرہ تو یہ مختصر تھا مولانا کہ دو تین گھنٹے چار گھنٹے کے اندر بالکل اطمینان سے انسان نے عمرہ پورا کر لیا۔

صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کہ جب حج کے لیے انسان چلتا ہے تو اسی طرح احرام باندھے گا بھئی اور چلے گا، پھر وہاں جا کر جب پہنچے بھئی طواف کر لے ایک بھئی، طواف۔ اسی طرح اضطباع بھی کرے گا اور اس میں رمل بھی کرے گا۔ میں نے بتلایا تھا جس طواف کے بعد سعی ہو اس طواف میں اضطباع بھی کیا جائے گا یعنی ایک کندھے کو ننگا بھی کرے گا اور اس میں رمل بھی کرے گا وہ پہلوانوں کی طرح چال چلے گا بھئی۔ تو حج کے اندر اب گیا ہے جا کر ایک طواف کرے گا، یاد رکھیے یہ طواف قدوم کہلاتا ہے حج میں جو طواف کر رہا ہے، طواف قدوم یہ سنت ہے میں نے بتلایا تھا۔ اور پھر اس کے بعد سعی کرے گا بھئی، اور سعی وہی صفا مروہ میں سات چکر لگائے گا یہ سعی ہے، اس کے بعد پھر مکہ میں ہی رہے بھئی حاجی اب۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اب آگے افعال حج کے جو شروع ہوں گے وہ آٹھویں نوویں دسویں کو چلیں گے تو جتنے دن پہلے پہنچا ہے اب وہیں پر حرم میں محرم حالت احرام میں رہے گا بھئی، حالت احرام میں، اور اس دوران جتنی عبادات وغیرہ کرنا چاہے کر سکتا ہے، جتنے طواف کرنا چاہے کر سکتا ہے بھئی، طواف کرنا چاہے۔

اب حج کا طریقہ مختصراً سمجھ لیں بھئی۔ کتاب میں تفصیلی لمبا طریقہ تفصیلات بھی بتلائیں گے صاحب قدوری، مختصراً یاد رکھنا بھئی۔ یاد رکھو آٹھویں ذوالحجہ یہ یَوْمُ التَّرْوِیَۃِ کہلاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ آپ کی کتاب کے اندر بھی آرہا ہے لفظ بھئی پہلی سطر میں وَإِذَا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ۔ یہ آٹھویں ذوالحجہ بھئی، آٹھویں ذوالحجہ، یہ کیا کہلاتی ہے؟ یَوْمُ التَّرْوِیَۃِ کہلاتی ہے۔ اگلا دن مولانا نوویں ذوالحجہ یوم عرفہ کہلاتا ہے بھئی، اس دن عرفات جائیں گے اور عرفات میں وقوف ہو گا۔ دسویں دن عید آگئی مولانا، دس ذوالحجہ کو آپ ہر سال عید مناتے ہیں، دس ذوالحجہ بھئی، یہ یَوْمُ النَّحْرِ ہے بھئی، یَوْمُ النَّحْرِ بھئی۔ دس، گیارہ، بارہ جی یہ ایام نحر ہیں۔

اچھا، اب سمجھو بھئی حج کو بھئی۔ یاد رکھو آٹھویں ذوالحجہ تک آپ حرم میں ہی رہے، مکہ مکرمہ میں ہی رہے بھئی، مکہ میں ہی رہے۔ جب یوم الترویہ آیا تو یوم الترویہ کے دن بھئی ظہر سے پہلے پہلے منیٰ پہنچ جائیں گے بھئی۔ یاد رکھیے یہ منیٰ مکہ سے تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب ایک جگہ کا نام ہے۔ سمجھ میں آیا؟ کتابوں میں اس کا فاصلہ ایک فرسخ لکھا ہوا ہے، ایک فرسخ تین شرعی میل کے برابر ہوتا ہے بھئی، تین شرعی میل۔ اور میں نے آپ کو بتلایا تھا ایک شرعی میل ہے ایک انگریزی میل جو ہمارے ہاں رائج ہے۔ میں نے بتلایا تھا شرعی میل دو ہزار گز کا ہے، یہ جو ہمارے ہاں آج کل انگریزی گز رائج ہے اس کی بات کر رہا ہوں بھئی۔ شرعی میل کتنے گز کے برابر ہے؟ دو ہزار انگریزی گز کے برابر ہے، اور انگریزی میل وہ سترہ سو ساٹھ گز کا ہوتا ہے، یعنی شرعی میل سے تقریباً دو سو چالیس گز چھوٹا ہے، شرعی میل بڑا ہے انگریزی میل چھوٹا ہے۔

تو یہ جو منیٰ ہے، یاد رکھیے بیت اللہ کا جو دروازہ ہے یہ تقریباً مشرق کی طرف ہے بھئی۔ یعنی ہم پاکستان والے بھئی نماز پڑھتے ہیں کس طرف رخ کرتے ہیں؟ مغرب کی طرف بھئی، تو بیت اللہ کے دروازے کا رخ اس جانب کو ہے بھئی، دروازے والی جانب ہمارا رخ ہوتا ہے۔ تو اسی جانب کچھ شمال کی جانب بھئی، شمال مشرق کی طرف تقریباً ایک فرسخ یعنی تین شرعی میل کے فاصلے پر منیٰ آتا ہے ایک مقام بھئی۔ اسی منیٰ سے پھر مشرق کی طرف کچھ فاصلے پر ایک جگہ ہے وہ مزدلفہ کہلاتی ہے، مزدلفہ ابھی بیان آجائے گا آگے بھئی۔ پھر مزدلفہ سے تھوڑا سا اور آگے نکلیں بھئی تو میدان عرفات آجاتا ہے جو مکہ سے تین فرسخ کے فاصلے پر ہے بھئی۔ تین فرسخ کتنے میل بن گئے بھئی؟ نو شرعی میل بن گئے بھئی، نو شرعی میل۔ سمجھ میں آیا؟ تو قریب قریب ہیں یہ سارے بھئی۔ سب سے پہلے کیا آتا ہے؟ منیٰ۔ منیٰ کے بعد کون سا مقام آئے گا؟ مزدلفہ۔ کیا آئے گا؟ مزدلفہ، مزدلفہ۔ اور اس کے بعد کون سا مقام آئے گا؟ عرفات آئے گا بھئی، عرفات۔ ترتیب سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

اب بھئی آٹھویں تاریخ جب ذوالحجہ کی آگئی، کون سا دن آیا بھئی؟ یوم الترویہ آیا۔ یوم الترویہ کو مکہ سے نکلے گا اور منیٰ میں آکر قیام کرے گا مولانا۔ یہاں اب حاجیوں کے خیمے لگے ہوتے ہیں ان میں قیام کرے گا اور ظہر کی نماز یہاں پڑھے بھئی۔ پانچ نمازیں یہاں پوری پڑھے سنت ہیں مولانا: ظہر پڑھے گا اور عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی فجر۔ یہ پانچ نمازیں ہیں بھئی یہاں پڑھے گا، یہ سنت ہے سمجھ میں آیا؟ واجب نہیں ہے سنت ہے بھئی۔

پانچ نمازیں پڑھیں، بھئی اگلا دن آگیا فجر کی نماز پڑھ لی بھئی۔ کون سا دن ہے یہ بھئی؟ یوم عرفہ آگیا بھئی، نوویں تاریخ آگئی۔ اچھا بھئی تو یہ یوم عرفہ آگیا بھئی، اب یوم عرفہ والے دن عرفات جانا ہے بھئی، نکلے گا حاجی منیٰ سے چلے گا اور عرفات آئے گا بھئی، عرفات۔ وقوف عرفات میں نے بتلایا تھا حج کے اندر فرض ہے بھئی۔ اور وقوف کا وقت شروع ہوتا ہے عرفات میں زوال کے بعد سے لے کر اگلے دن کی فجر تک بھئی۔ وقوف عرفات کا وقت کتنا ہے؟ آج نوویں تاریخ نوویں ذوالحجہ زوال سے لے کر اگلے دن کی فجر تک۔ اس وقت کے دوران کوئی ایک لمحے کے لیے بھی عرفات میں چلا گیا یا عرفات سے گزر گیا چاہے ہوش میں ہے چاہے ہوش میں نہیں بے ہوش ہی کیوں نہ ہو، چاہے اس کو علم ہو یا علم نہ ہو لاعلمی میں عرفات سے گزر گیا، ایک لمحے کے لیے بھی اس عرفات میں وہ آ گیا اس وقت کے دوران تو اس کا فرض ادا ہو گیا مولانا۔ فرض کیا ہوا؟ ادا ہو گیا بھئی۔

تو آج کے دن بھئی اب یہ عرفات میں بھئی پہنچ گئے بھئی نوویں تاریخ کو، اور وقوف کا وقت کب شروع ہو گا؟ زوال کے بعد بھئی۔ جب سورج ڈھل جائے زوال ہو جائے تو اب امام بھئی جیسے جمعہ کے اندر دو خطبے دیتا ہے اسی طرح اس روز بھی خطبے دیتا ہے اور پھر اس کے بعد امام دو نمازیں ظہر اور عصر کی اکٹھی پڑھاتا ہے۔ ایک نماز پڑھی ظہر کی پڑھی بھئی اور عصر کی بھی فوراً پھر فوراً اقامت ہوتی ہے اور عصر کی نماز بھی پڑھ لی جاتی ہے بھئی۔ ایک اذان ہوتی ہے دو اقامتیں ہوئیں اور دونوں نمازیں اکٹھی بھئی۔ دیکھا؟ یہ عرفات کے دن ہے بھئی کہ عصر کی نماز بھی کس وقت کے اندر پڑھ لی گئی؟ ظہر کے وقت میں ہی بھئی۔ تو یہ احناف کے نزدیک بھئی صرف ایک عرفات میں جَمْعٌ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ ایک وقت میں جائز ہے بلکہ ضروری ہے، اور اسی طرح مزدلفہ کا ذکر آگے آئے گا وہاں پھر مغرب اور عشاء کی اکٹھی نماز پڑھی جائے گی عشاء کے وقت میں بھئی۔ تو یوم عرفہ کے دن کیا کیا جائے گا؟ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھی جائیں گی اور کس وقت میں پڑھی جائیں گی؟ ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں گی بھئی۔ تو اذان ایک اور اقامتیں دو ہوئیں بھئی، اقامتیں دو ہوئیں۔

تو شام تک پھر یہیں رہنا ہے مولانا، غروب آفتاب تک یہاں رہنا ضروری ہے، واجب ہے۔ غروب آفتاب تک وقوف عرفہ کرے، عرفہ میں حاجی ٹھہرا رہے بھئی، اور اس روز اللہ کی رحمت کا دریا اپنے جوش پر ہوتا ہے، جتنی دعائیں کر سکے، جتنا استغفار کر سکے، جتنے ذکر اذکار کر سکے کرتا رہے، اللہ کے سامنے روئے گڑگڑائے اور خوب دعائیں کرے بھئی۔

تو مغرب تک یہاں رہنا واجب ہے بھئی۔ جب سورج غروب ہو جائے اب چل پڑے واپس بھئی منیٰ کی طرف بھئی۔ راستے میں مزدلفہ مقام پر پہنچے گا۔ میں نے بتلایا تھا مزدلفہ مقام کس جگہ پر ہے؟ منیٰ اور عرفات کے درمیان میں ہے بھئی۔ تو مزدلفہ میں پہنچے گا اور وہاں پھر مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی ادا کی جائے گی عشاء کے وقت میں بھئی۔ کس وقت؟ عشاء کے وقت میں ایک ہی اقامت کے ساتھ بھئی۔ بھئی وہ جو پہلے نمازیں تھیں ظہر اور عصر کی وہاں اقامتیں دو تھیں لیکن یہاں ایک اقامت، پہلے مغرب کی پڑھیں گے اس کے لیے اقامت ہو گی لیکن عشاء کی نماز کے لیے اقامت نہیں ہو گی۔ کیا وجہ ہے بھئی پہلے دو اقامتیں تھیں اب ایک اقامت ہے؟ وجہ یہ کہ اقامت بھی دراصل اعلان ہوتا ہے کہ نماز کھڑی ہو رہی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ پہلی نماز کے لیے تو اقامت ہو گئی ٹھیک ہے، لیکن دوسری نماز جو تھی عصر کی وہ اپنے وقت پر تھی یا وقت سے پہلے آج پڑھی جا رہی تھی؟ وقت سے پہلے۔ وہ وقت سے پہلے تھی اس لیے اعلان ضروری تھا، اور یہاں پر دوسری نماز جو پڑھی جا رہی ہے وہ کون سی ہے؟ عشاء کی، اور عشاء کی نماز اپنے وقت پر ہے یا پہلے ہے وقت سے؟ وقت پر۔ وہ اپنے وقت پر ہی ہے لہٰذا اب دوبارہ اعلان کی ضرورت نہیں ہے بھئی۔

تو یہاں مزدلفہ میں اب رات گزاریں گے یاد رکھنا، اور عِنْدَ الْأَحْنَافِ مزدلفہ میں رات گزارنا واجب ہے، اگر آپ نے نہ گزاری تو دم لازم آئے گا، ایک قربانی کرنا پڑے گی بھئی، دم لازم آئے گا۔ تو یہاں پر بھئی اب رات یہاں مزدلفہ میں گزارنی ہے یہ میں نے بتلایا یہ واجب ہے، اور صبح پھر فجر کی نماز جب پڑھ لے تو کچھ دیر وہیں مزدلفہ میں ٹھہرا رہے دعا وغیرہ کرتا رہے اور طلوع آفتاب سے پہلے اب واپس منیٰ کی طرف چل پڑے بھئی، طلوع آفتاب سے پہلے پہلے منیٰ کی طرف واپس چل پڑے بھئی۔ تو مزدلفہ میں بھئی رات گزاریں گے اور فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر وہیں ٹھہرے رہیں البتہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں گے بھئی، منیٰ کی طرف واپس آ جائیں گے۔

اور پھر منیٰ میں آ کر مقیم ہوں گے بھئی۔ یہ کون سا دن ہے بھئی اس وقت اب؟ بھئی یوم عرفہ تو گزر گیا بھئی وہ تو نوویں تھی، آج کون سا دن ہے؟ دسویں، دس ذوالحجہ ہے یوم النحر ہے یعنی قربانی کا دن، یعنی کہ عید کا دن ہے آج۔ کیا ہے؟ عید کا دن، عید کا دن ہے بھئی اور ابھی آپ حالت احرام میں ہیں بھئی۔ تو آج کے دن یاد رکھنا بھئی اب سب سے پہلے کیا کریں گے؟ یاد رکھنا منیٰ میں ایک مسجد ہے بھئی مشہور مسجد بڑی، مسجد خیف کہلاتی ہے بھئی، مسجد خیف۔ اس مسجد سے واپس حرم کی طرف چلیں بھئی مسجد الحرام کی طرف بھئی بالکل قریب ہی اس مسجد کے بھئی تین ستون بنے ہوئے ہیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قریب قریب بالکل بھئی۔ پہلا جو ہے وہ جمرہ صغریٰ کہلاتا ہے چھوٹا شیطان، اس سے اگلا ستون جو ہے یہ کیا ہے؟ جمرہ وسطیٰ ہے، اور تیسرا جو ہے وہ جمرہ عقبہ یا جمرہ کبریٰ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ وہ تین ستون بنے ہوئے ہیں، یہ وہ مقام ہے جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کے لیے لے جا رہے تھے حکم خداوندی سے اور یہاں پر شیطان ظاہر ہوا تھا بھئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو روکنے کے لیے، تو یہاں شیطان ظاہر ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کنکریاں اٹھا کر انہیں ماری تھیں بھئی، کنکریاں بھئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سنت کو ہمیشہ کے لیے جاری فرما دیا بھئی۔ ایک پہلی جگہ ظاہر ہوا وہاں سات کنکریاں ماریں، پھر دوسری جگہ ظاہر ہوا وہاں سات کنکریاں ماریں، پھر تیسری جگہ ظاہر ہوا وہاں سات کنکریاں ماریں بھئی۔ تو یہاں پر اب حاجیوں کے لیے حاجی بھی کیا کرتے ہیں ضروری ہے یہاں آ کر رمی جمرات کرتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مسجد خیف کے قریب ہے منیٰ کے اندر ہی ہے یہ جگہ بھئی، سامنے

ہی اس کے اور بالکل قریب قریب ہیں بھئی چند گز کا فاصلہ ہے درمیان میں تینوں ستونوں کے۔ پہلا کیا کہلاتا ہے جو مسجد خیف کی جانب ہے وہ پہلا کیا کہلاتا ہے؟ جمرہ صغریٰ، دوسرا جمرہ وسطیٰ اور تیسرا جمرہ کبریٰ یا جمرہ عقبہ کہلاتا ہے بھئی، عقبہ۔

اب یہ عید کا دن ہے حاجی مزدلفہ سے واپس پہنچا، کہاں پہنچا واپس؟ منیٰ میں۔ ہاں تو ان تینوں کی رمی کرے گا بھئی، ان تینوں کی رمی کرنا، لیکن آج بھئی یوم النحر کے دن یاد رکھنا صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرنی ہے بھئی۔ اور مزدلفہ سے آتے ہوئے وہاں سے کنکریاں اکٹھی کر کے لانی ہیں بھئی، وہیں سے کنکریاں لانی ہیں بھئی۔ تو کم از کم انچاس یا پھر ستر، ستر کنکریاں وہاں سے لے کر آئے انسان بھئی۔ مزدلفہ سے کتنی کنکریاں لائے؟ ستر کنکریاں لے کر آئے۔ تو زیادہ سے زیادہ ستر بھئی، آگے تفصیل آجائے گی بھئی کہ چوتھے دن کی رمی اختیاری ہے، اگر آدمی منیٰ میں رہتا ہے تو اسے چوتھے دن کی رمی بھی کرنا پڑے گی اور اس طرح کل ستر کنکریوں کی ضرورت پڑے گی، اور اگر چوتھے دن سے پہلے ہی وہ مکہ چلا جاتا ہے تو چوتھے دن کی رمی کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس صورت میں انچاس کنکریاں ہی کافی ہیں بھئی۔

تو پہلے دن کیا کرے گا؟ یوم النحر کے دن منیٰ آگیا، اب منیٰ میں کیا کرے گا؟ جمرہ عقبہ جو ہے ادھر رمی کرے گا بھئی سات کنکریاں، پھر اس کے بعد قربانی اگر کرنا چاہتا ہے قربانی کر لے، پھر اس کے بعد بال منڈوالے، حلق کروالے یا تقصیر کروالے بال چھوٹے کروالے۔ میں نے بتلایا تھا اختیار ہے کہ بال منڈوانا چاہے تو آدمی بال منڈوالے اور چاہے تو کیا کر لے؟ بال ذرا چھوٹے کروالے بھئی مرضی ہے اختیار ہے، البتہ حلق افضل ہے۔ جی، تو اب جب حلق کروالے گا، دیکھو یوم النحر کے دن آیا آ کر اس نے صرف جمرہ عقبہ پر یہاں سات کنکریاں ماریں بھئی، سات کنکریاں اور پھر اس کے بعد اگر چاہے تو کیا کر لے؟ قربانی کر لے، قربانی اس پر واجب نہیں کیونکہ حج افراد کا طریقہ چل رہا ہے اور مفرد جو ہے اس پر قربانی واجب نہیں ہے، ہاں اگر کرنا چاہتا ہے تو کر لے۔ پھر اس کے بعد کیا کرے گا بھئی؟ بال چھوٹے کروالے یا حلق کروالے۔ اب یہ حلال ہو گیا مولانا، اب سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے، احرام اتارے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لے۔ اب اس کے لیے ہر چیز حلال ہو گئی مولانا، خوشبو وغیرہ بھی اب لگا سکتا ہے، ناخن کاٹ سکتا ہے، لیکن بیوی ابھی بھی حلال نہیں بھئی۔ ابھی ایک اور کام باقی ہے، حج کا ایک اور فرض میں نے بتلایا تھا تیسرا فرض کیا تھا؟ طواف زیارت باقی ہے بھئی، طواف زیارت بھئی۔

اور طواف زیارت بھئی وہ تو انہی تین دنوں کے اندر کرنا ہوتا ہے، یہ جو عید کے تین دن ہیں دسویں، گیارہویں، بارہویں، انہی کے اندر طواف زیارت کرنا پڑتا ہے اور یہ حج کے اندر فرض ہے، اور جب طواف زیارت کر لے گا تو اب مولانا حج کے تمام ارکان پورے ہو گئے، اب اس کے بعد بیوی بھی حلال ہو گئی بھئی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ تو یوم النحر کے دن کیا کیا کرے گا؟ جمرہ عقبہ کی رمی کرے گا اور چاہے تو قربانی کر لے اور بال منڈوالے، حلق کروائے یا تقصیر کروالے، اور اس کے بعد حلال ہو گیا ہر چیز حلال ہو گئی کپڑے پہن لے، لیکن بیوی ابھی بھی حلال نہیں جو ایک اور فعل کا ہے بھئی فرض باقی ہے اور وہ کیا؟ وہ طواف زیارت ہے بھئی، طواف زیارت بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو طواف زیارت تین دنوں میں کرنا پڑتا ہے دسویں، گیارہویں یا بارہویں بھئی۔ اگر ان تین دنوں میں نہ کیا تو اس صورت میں بھی دم لازم ہو گا، قربانی کرنا پڑے گی بھئی، ہو جائے گا بعد میں لیکن دم لازم آئے گا بھئی۔

تو بھئی یہ یوم النحر گزر گیا مولانا۔ اگلا دن آیا گیارہویں تاریخ آئی ذوالحجہ کی، آج کے دن تینوں جمرات کی رمی کرنی ہے لیکن ترتیب سے، پہلے جمرہ صغریٰ سے شروع کریں گے، پھر جمرہ وسطیٰ کی کریں گے اور اس کے بعد جمرہ کبریٰ کی کریں گے تینوں کی، تینوں کو سات سات کنکریاں ماریں گے بھئی، سات سات کنکریاں۔ اس کے بعد بھئی بارہویں تاریخ آئی بھئی عید کا تیسرا دن، آج پھر تینوں جمرات کی رمی کریں گے بھئی، پہلے جمرہ صغریٰ کی پھر وسطیٰ کی اور پھر کبریٰ یا جمرہ عقبہ کی بھئی۔ کتنی کنکریاں ہو گئیں اب تک کل بھئی؟ آج بھی اکیس لگیں بھئی بارہ تاریخ ہے آج، گیارہ کو بھی کتنی لگی تھیں؟ اکیس۔ دس کو کتنی لگی تھیں؟ سات۔ اکیس اور اکیس بیالیس اور سات انچاس۔ ہاں، اب چوتھے دن کی رمی کے اندر اس کو اختیار ہے حاجی کو، چاہے تو کہاں چلا جائے؟ مکہ چلا جائے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اگلے دن کی فجر آنے سے پہلے پہلے مکہ چلا جائے، منیٰ سے نکل جائے۔ اگر اگلے دن کی فجر آگئی اور یہ ابھی نکلا نہیں تھا منیٰ سے تو اب چوتھے دن کی رمی بھی اس پر ضروری ہو گئی، اب پھر تینوں جمرات کی رمی کرے گا بھئی تو اکیس اور پتھر چاہیے ہوئے، کل کتنے ہو گئے؟ ستر، اسی لیے میں نے کہا تھا کہ مزدلفہ سے کتنے پتھر لے لے؟ ستر لے لے۔

تو یہ حج کے افعال ہیں مولانا، ترتیب ساری آپ سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ حاجی یہاں سے جائے گا سب سے پہلے کیا کرے گا؟ احرام باندھا ہے اب طواف قدوم کرے گا یہ سنت ہے، اس کے بعد کیا کر لے گا؟ سعی کر لے گا۔ سعی کے بعد اب مکہ میں ہی رہے یہاں تک کہ کون سی تاریخ آجائے؟ آٹھویں تاریخ آجائے۔ آٹھویں تاریخ کو منیٰ چلا جائے گا وہاں پانچ نمازیں پڑھے گا: ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی فجر۔ نوویں تاریخ آئی یوم عرفہ آیا، اب نوویں تاریخ

کو کہاں چلا جائے گا؟ عرفات چلا جائے گا اور وہاں پر وقوف کرنا ہے اور وقت کب سے کب تک ہے وقوف کا؟ زوال سے لے کر اگلے دن کی فجر تک بھئی۔ پھر اس کے بعد یہاں یہ دن گزارنا ہے، سورج غروب ہونے تک رہنا واجب ہے۔ سورج غروب ہو جائے تو اب عرفات سے واپس چل پڑے لیکن نماز نہیں پڑھنی یہاں بھئی بلکہ مغرب کی نماز کہاں جا کر پڑھیں گے؟ مزدلفہ میں۔ عرفات میں تو دو نمازیں اکٹھی ہو گئیں بھئی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کی، اب مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں گے مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں بھئی، اور پھر یہیں رات گزاریں گے اور اگلے دن فجر پڑھ کر کچھ دیر ٹھہریں گے لیکن طلوع آفتاب سے پہلے پہلے کس طرف چل پڑیں گے؟ منیٰ کی طرف۔ یہ اب یوم النحر آ گیا۔ اب یوم النحر کے دن کیا کیا کرنا ہے؟ صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرنی ہے اور اس کے بعد چاہے تو کیا کر لے؟ قربانی کر لے اور اس کے بعد کیا کرے؟ بال منڈوالے یا بال چھوٹے کروالے۔ اب حلال ہو گیا سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے۔ اس کے بعد کیا کرے گا؟ طواف زیارت میں نے بتلایا اس دسویں تاریخ کو بھی کر سکتا ہے گیارہویں کو بھی اور بارہویں کو بھی، ہاں اس سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے بھئی اور دم آئے گا بھئی، دم قربانی ایک کرنا پڑے گی۔ اور انہی باقی ترتیب کس طرح تھی؟ پھر دسواں دن گزر گیا گیارہویں کو کیا کرے گا؟ تینوں جمرات کی رمی۔ بارہویں تاریخ کو بھی تینوں جمرات کی رمی۔ اگلے دن تیرہویں تاریخ کی رمی ہے اس میں اختیار ہے اگر حاجی نہیں کرنا چاہتا تو کہاں چلا جائے؟ اگلے دن کی فجر سے پہلے پہلے منیٰ سے نکل جائے مکہ پہنچ جائے، اور اگر یہیں ٹھہرا رہا تو پھر اسے چوتھے دن بھی کیا کرنا پڑے گی؟ رمی کرنا پڑے گی۔ ترتیب ساری حج کی سمجھ میں آ گئی بھئی؟

سمجھ میں آیا بھئی؟ حج کے مولانا عجیب مظاہر ہیں بھئی۔ حج اول سے لے کر آخر تک عشق و محبت کا مظہر ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اسی لیے میں نے اتنی تفصیل سے بیان کیا آپ کے سامنے بھئی، ابھی سے حج کرنا سیکھنا چاہیے بھئی۔ یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہیں سیکھا، کفن بردوش جا پہنچا مگر مرنا نہیں سیکھا۔ یہ عشق وفغاں، چیخ و پکار اور آہ و بکا کے دن ہوتے ہیں بھئی۔ گریہ وفغاں، اشک فراواں، سوز و گداز کی حالتیں انسان پر طاری ہوتی ہیں، کوئی چیختا ہے کوئی چلاتا ہے کوئی روتا ہے اللہ کے سامنے سر بسجود ہوتا ہے گڑگڑاتا ہے اللہ سے دعائیں کرتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ سب عشق کے مظاہر ہیں بھئی، سب عشق کے مظاہر۔

تو یہ سب عشق کے مظاہر ہیں بھئی۔ عشق کی ابتدا ہوتی ہے رمضان شریف میں، یہ عشق کا مبدا ہے اور حج پر عشق کی انتہا ہوتی ہے۔ عاشق کو چاہیے کہ محبوب کے سوا دیگر محبوب کی چیزیں چھوڑ دے بھئی۔ عشق کا دعویٰ ہو اور بھی چیزیں محبوب ہوں بھئی یہ عاشق کے مناسب نہیں بھئی۔ لہٰذا رمضان میں اس کا خوگر بنایا جاتا ہے۔ سب سے پیاری چیزیں تین ہیں بھئی، سب سے پیاری چیزیں تین ہیں بھئی۔ اللہ فرماتے ہیں رمضان میں یہ چیزیں چھوڑ دو بھئی محبوب کے لیے، اپنے اللہ کے لیے، اگر آپ عاشق ہو اور عشق کے دعوے کرتے ہو کھانا پینا وغیرہ اور بیویاں سب چھوڑ دو۔ اور صرف ایک دن نہیں بلکہ پورا مہینہ چھوڑو تاکہ ہم پتہ لگائیں بھئی کتنے عاشق ہو بھئی تم، کتنی محبت ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھئی۔ اللہ کے امتحانات ہیں بھئی مگر اللہ والے مہینے تک کامیاب ہو جاتے ہیں بھئی۔ اور فرماتے ہیں صرف روزہ ہی نہیں رکھنا بلکہ دن کو روزہ رکھو اور رات کو اللہ اللہ کرو، اپنے محبوب کا ذکر کرو، قرآن پڑھو جو ہمارا ہے، قرآن پڑھو، جتنا محبوب کا ذکر زیادہ ہو گا اتنا ہی عشق بڑھتا جاتا ہے بھئی، عشق بڑھتا جاتا ہے۔

رمضان شریف مکمل ہوا عشق کی ابتدا مکمل ہو گئی فوراً ہی حج کے ایام شروع ہو جاتے ہیں، حج کے ایام شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اچھا بھئی عشق کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اب محبوب کے در و دیار اور کوچہ و گھر کی طرف سفر شروع کرو بھئی۔ ٹھیک ہے آپ نے کھانے پینے اور محبوب چیزوں کو چھوڑے رکھا اور عشق کا سنگ بنیاد رکھا گیا لیکن کچھ اور بھی چیزیں ہیں ان کا بھی چھوڑنا ضروری ہے بھئی، انہیں بھی چھوڑ دو۔ جب آپ کو عشق کا دعویٰ ہے تو احباب کی مجلسیں چھوڑ دو، اپنے دوستوں کو چھوڑ دو، اپنے دوستوں، یہ کیا عشق کا بھی دعویٰ ہو اور دوستوں کی مجلسیں اور یہاں ہنسی مذاق تفریح ہو رہی ہے بھئی! اپنا گھر چھوڑ دو، اپنے بھائی دوست احباب کو چھوڑ دو، اپنا وطن چھوڑ دے اور محبوب کے کوچہ کی طرف سفر کرے۔ کیونکہ وطن میں رہتے ہوئے بھئی کبھی انسان گھمنڈ میں آتا ہے کہ میرے تو اتنے اتنے ساتھی ہیں، میری اتنی پارٹی ہے، میرے اتنے تعلقات ہیں۔ تو چنانچہ حکم ہوتا ہے سب چیزوں کو چھوڑ دو بھئی بس تم ہو اور تمہارا محبوب ہو اور کوئی نہ ہو بھئی۔

چنانچہ بھئی سچا عاشق جو ہوتا ہے اپنے وطن کو دھتکار دیتا ہے، احباب کو ٹھکرا دیتا ہے، جائیدادوں کو پھینک دیتا ہے اور اپنے محبوب رشتہ داروں کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور معشوق کے در و دیار کی طرف چل پڑتا ہے۔ اور جب ایک خاص مقام پر پہنچتا ہے بھئی تو اللہ فرماتے ہیں کہ عاشق ہو کر دامن و گریباں سے کیا کام بھئی! عاشق عشق کا دعویٰ بھی ہے اور اعلیٰ قسم کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ایسے کپڑے ہیں ایسی قمیص ایسی آستین ہے بھئی، کپڑے پھینک دو بھئی دو ان سلی ہوئی چادریں پہن لو بھئی بس، دو چادریں۔ اور پھر نعرے لگاؤ بھئی لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ، لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ اپنے محبوب کے اللہ کے نعرے لگاؤ بھئی اور خبردار ہر چیز سے آپ کی محبت ہونی چاہیے، محبوب کا نام لیتے ہوئے کوئی جانور قتل نہیں کرنا بھئی، کسی چیز کو تکلیف نہیں دینی، شکار وغیرہ سب منع ہیں۔

جوں جوں کعبۃ اللہ قریب آتا ہے بھئی تو سوز بڑھتا ہے، گداز بڑھتا ہے، ولولہ بڑھتا ہے، عشق و جنوں بڑھتا ہے، جوں ہی محبوب کی دیواروں پر اور اللہ کے کعبے پر نظر پڑتی ہے تو روتے ہوئے دیوانہ وار محبوب کی تلاش میں اس گھر کے ارد گرد عاشق چکر لگاتا ہے: اے اللہ کدھر ہو میں آگیا ہوں، لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اے اللہ کدھر ہو میں آگیا ہوں۔ اللہ کے پتھروں کو بوسہ دیتا ہے، کہیں دیواروں پر سر ہے تو کہیں چوکھٹ پر لب ہیں، بوسے دے رہا ہے غلافوں کو، پتھروں کو، اگر ذکر ہے تو اپنے حبیب کا، اگر یاد ہے تو اپنے دلبر کی، اگر تڑپ ہے تو اپنے جاناں کی اور اگر سوز ہے تو اپنے معشوق کا۔ پھر سوچتا ہے شاید اللہ ادھر مل جائے تو طواف چھوڑتا ہے اور صفا مروہ میں بھاگتا ہے، لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اے اللہ کدھر ہو میں آگیا ہوں، قرار نہیں آتا۔

بلبلے برگ گل خوش رنگ در منقار داشت، واندریں برگ و نوا خوش نالہ ہائے زار داشت، گفتم اندر عین وصل این نالہ و فریاد چیست، گفت ما را جلوہ معشوق در این کار داشت۔ تو حج سارا عشق و محبت کا مظہر ہے بھئی۔ جی بھئی، دیکھیے بھئی کتاب پر بھئی۔

وَإِذَا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ خَطَبَ الْإِمَامُ خُطْبَةً يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا الْخُرُوجَ إِلَى مِنًى۔ اور جب ہو یوم الترویہ سے ایک دن پہلے، بھئی یوم الترویہ کون سی ذوالحجہ ہے؟ آٹھ ذوالحجہ بھئی۔ تو آٹھ ذوالحجہ سے ایک دن پہلے یہ کون سا دن ہوا؟ سات ذوالحجہ کو۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ جب ہو یوم الترویہ سے پہلے بِيَوْمٍ ایک دن، ایک دن پہلے اس سے خَطَبَ الْإِمَامُ خُطْبَةً تو امام ایک خطبہ دے يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا الْخُرُوجَ إِلَى مِنًى سکھائے اس میں لوگوں کو منیٰ کی طرف نکلنا۔ بھئی حج کے احکام سکھائے پہلے سے ہی لوگوں کو بتلائے تفصیل بھئی، خطبہ دے ساتویں کو، منیٰ، مزدلفہ، عرفات وغیرہ کی طرف جو نکلنا ہے تفصیل سے بتلادے۔ تو سکھائے اس میں لوگوں کو الْخُرُوجَ إِلَى مِنًى منیٰ کی طرف نکلنے کا وَالصَّلَاةَ بِعَرَفَاتٍ اور عرفات میں نماز کے بارے میں کہ وہاں کیا کیا جائے گا کس طرح دو نمازیں اکٹھی پڑھی جائیں گی، وَالْوُقُوفَ اور اسی طرح وقوف عرفہ کے بارے میں ان کو بتائے وَالْإِفَاضَةَ۔ یاد رکھیے یہ جو طواف زیارت ہے اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ طواف زیارت کا دوسرا نام کیا ہے؟ طواف افاضہ۔ تو لوگوں کو بھئی اب آگے بھئی چونکہ طواف زیارت بھی کرنا ہے عرفات سے واپس آکر تو اس کے بارے میں بھی بتلادے۔

فَإِذَا صَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَكَّةَ پس جب جو حاجی ہے وہ پڑھ لے فجر کی نماز یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ کو بِمَكَّةَ مکہ میں خَرَجَ إِلَى مِنًى تو کس طرف نکلے بھئی اب؟ منیٰ کی طرف وَأَقَامَ بِهَا اور وہاں قیام کرے، وہاں مقیم ہو جائے حَتَّى يُصَلِّيَ الْفَجْرَ يَوْمَ عَرَفَةَ یہاں تک کہ پڑھ لے فجر کی نماز یوم عرفہ کے دن کی بھی۔ کتنی نمازیں ہو گئیں منیٰ میں؟ پانچ۔ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ إِلَى عَرَفَاتٍ پھر عرفات کی طرف متوجہ ہو یعنی عرفات کی طرف چلے فَيُقِيمُ بِهَا پس عرفات میں اقامت اختیار کرے وہاں مقیم ہو۔

فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ پس جب ڈھل جائے سورج یوم عرفہ کے دن صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ تو نماز پڑھائے امام لوگوں کو ظہر کی اور عصر کی فَيَبْتَدِئُ بِالْخُطْبَةِ أَوَّلًا فَيَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ پس ابتدا کرے خطبے کے ساتھ پہلے پس دو خطبے دے قَبْلَ الصَّلَاةِ نماز سے پہلے۔ جیسے جمعہ میں ہوتے ہیں دو خطبے درمیان میں بیٹھتا ہے بھئی خطیب بھئی۔ اچھا نماز سے پہلے، يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهِمَا الصَّلَاةَ وَالْوُقُوفَ سکھائے ان خطبوں میں لوگوں کو نماز کے بارے میں کہ دو نمازیں اکٹھی ہوں گی بھئی طریقہ بتلادے وَالْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ اور وقوف عرفہ کے بارے میں بتلائے بھئی وَالْمُزْدَلِفَةِ أَيْ وَالْوُقُوفَ بِمُزْدَلِفَةَ بھئی، وقوف مزدلفہ کے بارے میں، يَرْحَمُكَ اللَّهُ، وقوف مزدلفہ کے بارے میں لوگوں کو بتلائے وَرَمْيَ الْجِمَارِ وَالنَّحْرَ وَالْحَلْقَ اور رمی جمار بھئی جو پتھر مارنے ہیں کنکریاں مارنی ہیں ان کے بارے میں بھی بتائے وَالنَّحْرَ اور جو قربانی ہے وَالْحَلْقَ اور حلق کرنا ہے جو بال منڈوانے ہیں بھئی وَطَوَافَ الزِّيَارَةِ اور طواف زیارت بھئی، ان سب کو تفصیل سے بیان کر دے لوگوں کے لیے۔

وَيُصَلِّي بِهِمُ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ اور نماز پڑھائے لوگوں کو ظہر اور عصر کی بھئی کس وقت میں؟ ظہر کے وقت میں بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي رَحْلِهِ وَحْدَهُ صَلَّى كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا فِي وَقْتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔ اور جس نے نماز پڑھی ظہر کی فِي رَحْلِهِ، رَحْلٌ کا ایک معنی رہائش کے بھی آتے ہیں وہی یہاں مراد ہے بھئی، اپنی رہائش پر بھئی یعنی اپنے خیمے میں جو کیا کر لیتا ہے، بھئی امام کی نماز تو وہ مسجد میں ہو گا مسجد نمرہ اور اس کے آس پاس قریب جو ہوں گے لوگ، تو میدان عرفات تو بڑا وسیع ہے بھئی اور بڑا مشکل ہوتا ہے بھئی مسجد تک پہنچنا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ پچیس تیس لاکھ لوگ بیک وقت اکٹھے ہوتے ہیں بھئی۔ تو لہٰذا اب اگر اپنی جگہ پر پڑھے تو کیا کرے بھئی؟ کیا الگ الگ اپنے وقت میں پڑھے گا یا اسی طرح اکٹھی پڑھے گا بھئی؟ تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي رَحْلِهِ وَحْدَهُ جس نے ظہر کی نماز پڑھی اپنی رہائش پر اکیلے صَلَّى كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا فِي وَقْتِهَا تو پڑھے گا ان میں سے ہر ایک

نماز کو اس کے اپنے وقت کے اندر بھئی، یعنی ظہر کی ظہر کے وقت پڑھے گا اور عصر کی عصر کے وقت عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا الْمُنْفَرِدُ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ منفرد اکیلا شخص جو ہے وہ بھی ان کو جمع کرے گا۔

ثُمَّ يَتَوَجَّهُ إِلَى الْمَوْقِفِ پھر متوجہ ہو موقف کی طرف بھئی، یعنی وقوف کی جگہ کی طرف فَيَقِفُ بِقُرْبِ الْجَبَلِ بھئی پس وقوف کرے پہاڑ کے قریب۔ بھئی عرفات میں ایک پہاڑی ہے چھوٹی سی جبل رحمت اسے کہتے ہیں بھئی اس کے قریب بھئی، اس کے اوپر چڑھنا نہیں ضروری اس کے قریب بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں اس کے قریب بہتر ہے لیکن اتنا ہجوم ہوتا ہے مولانا اس کے قریب جانا بھی بڑا مشکل، بس سارا عرفات آگے صاحب قدوری خود بتلائیں گے سارا عرفات موقف ہے بھئی جہاں پر بھی کیا کرنا چاہے وقوف کرلے، ہاں بس ہونا عرفات کی حدود میں چاہیے جہاں بھی ہو جائے بھئی۔ جی اور خوب بھئی میں نے بتلایا بھئی اس دن اللہ کی رحمت کے دریا اور سمندر بہہ رہے ہوتے ہیں تو جتنی دعا کر سکتا ہے، استغفار کر سکتا ہے، رو سکتا ہے اللہ کے سامنے گڑگڑا سکتا ہے جتنا بھی موقع ملے خوب خشوع و خضوع سے دعائیں کرے بھئی۔

تو کہتے ہیں فَيَقِفُ بِقُرْبِ الْجَبَلِ پس وقوف کرے جبل رحمت کے قریب وَعَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عُرَنَةَ اور عرفات سارا کا سارا موقف ہے یعنی وقوف کی جگہ ہے مگر بطن عرنہ۔ یہ بطن عرنہ کوئی جگہ ہے درمیان میں بھئی، جی وہاں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بطن عرنہ بھی وہیں کے ساتھ جگہ ہو گی بھئی تو وہاں نہیں بھئی قیام ہونا چاہیے۔ اب تو بھئی سعودی حکومت نے بڑی آسانی کر دی ہے، ہر طرف بورڈ وغیرہ لگا دیے ہیں نشانیاں لگا دی ہیں، بڑی خدمات ہیں سعودی حکومت کی اللہ ان کو جزائے خیر دے بھئی، بڑی سہولتیں حاجیوں کے لیے کر دیں بھئی۔ ہاں بطن عرنہ کے اندر کہتے ہیں یہ وقوف صحیح نہیں ہے بھئی۔

وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ اور مناسب ہے امام کے لیے کہ وہ وقوف کرے عرفات میں اپنی سواری پر تاکہ سب کو دکھائی دے، اس نے دعا کروانی ہے لوگوں کو تعلیم دینی ہے تو دکھائی دے بھئی۔ تو وہ اپنی سواری پر وقوف کرے وَيَدْعُوَ اور دعا کرے وَيُعَلِّمَ النَّاسَ الْمَنَاسِكَ اور سکھائے لوگوں کو بھئی احکام بھئی عبادات بھئی۔ مَنَاسِكُ جمع ہے مَنْسَكٌ کی، مَنْسَكٌ عبادت کو کہتے ہیں، یہاں مراد حج کی عبادتیں ہیں۔ آگے بھئی جو حج کی عبادتیں کرنی ہیں مزدلفہ جانا ہے منیٰ میں پھر رمی جمار وغیرہ جو ہیں طواف زیارت سارے سکھاتا جائے۔ تو کہتے ہیں وَيُعَلِّمَ النَّاسَ الْمَنَاسِكَ اور لوگوں کو حج کے مناسک سکھائے۔ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَغْتَسِلَ قَبْلَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ اور مستحب ہے کہ غسل کرے بھئی حاجی غسل کرے عرفات میں وقوف سے پہلے بھئی، اس دن غسل کرنا مستحب ہے، جی وَيَجْتَهِدَ فِي الدُّعَاءِ اور یہ کہ کوشش کرے دعا کے اندر بھئی یہ بھی مستحب ہے یعنی خوب بھئی دعا کرنی چاہیے۔

فَإِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُ عَلَى هِينَتِهِمْ پس جب سورج غروب ہو جائے، دیکھا غروب تک وہیں رہنا ہے، جب سورج غروب ہو جائے أَفَاضَ الْإِمَامُ، أَفَاضَ کا معنی واپس لوٹنا بھئی، تو واپس لوٹے امام وَالنَّاسُ مَعَهُ اس حال میں کہ لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں عَلَى هِينَتِهِمْ اپنے آرام سے بھئی، آرام سے آہستہ اطمینان سے یعنی واپس چلیں بھئی۔ تو واپس لوٹے امام بھی اور لوگ بھی اس کے ساتھ عَلَى هِينَتِهِمْ آرام سے حَتَّى يَأْتُوا الْمُزْدَلِفَةَ یہاں تک کہ مزدلفہ آجائیں فَيَنْزِلُونَ بِهَا پس اس میں نازل ہوں یعنی وہاں پڑاؤ ڈالیں۔ وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يَنْزِلُوا بِقُرْبِ الْجَبَلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْمِيقَدَةُ اور مستحب یہ ہے کہ اتریں اس پہاڑ کے قریب جس پر مِيقَدَةٌ ہے بھئی، مِيقَدَةٌ۔ بھئی یہ جگہ ہے کوئی پہاڑی پر جہاں پر جاہلیت میں لوگ آگ جلایا کرتے تھے بھئی اس پہاڑی پر، سمجھ میں آیا؟ وُقُودٌ آگ جلانے کو کہتے ہیں بھئی۔ تو جس پر وہ آگ جلانے کی جگہ ہے يُقَالُ لَهُ الْقُزَحُ جسے قزح کہا جاتا ہے بھئی، قزح بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو مستحب ہے، کہتے ہیں یہاں انبیاء نازل ہوتے تھے انبیاء تشریف لاتے تھے اس پر بھئی۔

وَيُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ اور پڑھائے امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نماز کس وقت میں؟ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ عشاء کے وقت میں بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ۔ وَمَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ فِي الطَّرِيقِ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى اور جس نے مغرب کی نماز پڑھی راستے کے اندر تو جائز نہیں ہے امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک۔

فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بِغَلَسٍ پس جب طلوع ہو جائے فجر تو پڑھائے امام لوگوں کو فجر کی نماز بِغَلَسٍ۔ غَلَسٌ کہتے ہیں بھئی رات کی آخری تاریکی کو، آخر شب کی تاریکی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی ہم تو فجر کی نماز پڑھتے ہیں ہمارے نزدیک مؤخر کیا جاتا ہے تھوڑی روشنی ہو جائے

تو پھر فجر کی نماز پڑھی جاتی ہے، لیکن مزدلفہ میں نماز کس وقت پڑھی جائے گی؟ ہاں ابھی اندھیرا ہی ہو، اندھیرے میں ہی یعنی کہ پڑھ لی جائے گی یوں کہو بھئی اندھیرے میں۔ فجر تو ہو چکی ہے البتہ ابھی روشنی نہیں پھیلی جی تاریکی چھائی ہوئی ہے، اس تاریکی کو غَلَسٌ کہتے ہیں۔ تو کہتے ہیں یہ کہاں پر ہے بھئی حاجی اس وقت؟ کس مقام پر ہے یہ؟ مزدلفہ میں۔ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بِغَلَسٍ جب فجر طلوع ہو جائے تو امام پڑھائے لوگوں کو فجر کی نماز تاریکی میں ثُمَّ وَقَفَ الْإِمَامُ وَوَقَفَ النَّاسُ مَعَهُ فَدَعَا پس پھر وقوف کرے پھر کھڑا رہے امام کھڑا ہو جائے اور لوگ بھی اس کے ساتھ کھڑے ہوں فَدَعَا پس دعا کرے بھئی۔

وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ مُحَسِّرٍ اور مزدلفہ سارا کا سارا موقف ہے یعنی جہاں بھی اس میں ٹھہرنا چاہے ٹھہر سکتا ہے إِلَّا بَطْنَ مُحَسِّرٍ مگر بطن محسر بھئی جگہ ہے اس میں وہاں نہیں ٹھہرنا بھئی، بطن محسر بھئی۔ یاد رکھیے یہ محسر وہ جگہ ہے جہاں پر ابرہہ کے ہاتھیوں کے اس لشکر کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا بھئی۔ جی، جانتے ہو یا نہیں، سنا ہے یا نہیں آپ نے بھئی؟ اصحاب فیل جو آئے تھے بھئی۔ ہاں، ابرہہ یمن کا گورنر تھا بھئی، بڑی طاقت تھی مال و دولت سب کچھ بھئی۔ تو لوگوں کے دلوں میں بیت اللہ کا بڑا احترام تھا بڑی محبت تھی پورے عرب کے اندر بھئی۔ تو اس کو بڑا غصہ آتا بھئی کیوں سب کی محبت ہے بیت اللہ سے، مگر وہ تو مِنْ جَانِبِ اللَّهِ تھی بھئی۔ چنانچہ اس نے کہا بھئی میں بھی یہاں ایک بیت اللہ کی طرح کی جگہ بناؤں گا سارے لوگ تاکہ اس کی تعظیم کریں بھئی۔ چنانچہ اس نے وہاں پر بھئی ایک بڑی عالیشان بلڈنگ بنوائی بھئی اور سارے اپنے غلاموں وغیرہ سب لوگوں کو حکم دیا اس کی تعظیم کرو بھئی، تعظیم۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو زبردستی لوگوں سے تعظیم کرواتا تھا بھئی۔ تو رات کو وہاں کوئی گیا اور وہ جو اس نے جگہ بنائی ہوئی تھی وہاں پیشاب پاخانہ وغیرہ کر کے آ گیا بھئی۔ یہ اٹھا اس نے دیکھا اس کو خبر ملی بھئی اس کو بڑا یہ غضبناک ہوا کہ یہ کس نے شرارت کی ہے، میں ان مکہ والوں کے اس گھر کو بھی نہیں چھوڑوں گا اسے بھی خراب کروں گا تباہ و برباد کر دوں گا۔ چنانچہ بڑا لشکر اس نے تیار کیا، بڑے بڑے ہاتھی لے کر بھئی ہاتھیوں کو لشکر میں شامل کیا اور بڑے کروفر سے چلتا ہوا مکہ کی طرف لشکر لے کر چلا بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ یہاں آیا مکہ کے قریب پہنچا بھئی۔ ادھر مکہ والوں کو پتہ چلا بھئی ایک بہت بڑا بادشاہ یمن کا گورنر جو ہے وہ اتنا بڑا لشکر جرار لے کر آ رہا ہے بھئی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب زندہ تھے وہ قریش کے سردار تھے بھئی۔ انہوں نے تمام لوگوں کو مکہ کے لوگوں سے کہا بھئی کہ سارے مکہ سے نکل جاؤ مکہ کو خالی کر دو بھئی، مقابلہ کرنے کی لڑنے کی ضرورت نہیں بھئی۔ یہ بیت اللہ کو تباہ کرنے آ رہا ہے، مکہ والے کہاں بھئی اتنے طاقتور کہاں تھے ایک چھوٹی سی بستی تھی بھئی۔ چنانچہ سارے لوگ پہاڑوں میں چلے گئے اور ابرہہ ادھر پہنچا، عبد المطلب کے اس نے سو یا دو سو اونٹ بھئی پکڑ لیے بھئی، عربوں کا خزانہ تو سارے اونٹ ہوتے تھے۔ تو عبد المطلب گئے بھئی ابرہہ کے پاس گئے بھئی، مکہ سے ابھی یہ کچھ فاصلے پر تھا۔ ابرہہ کو بتلایا گیا مکہ والوں کا سردار آیا ہے آپ سے ملنا چاہتا ہے، ابرہہ نے کہا ہاں اسے لے کر آؤ میرے سامنے۔

عبد المطلب آئے بھئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے بھئی عجیب شخصیت تھی ان کی بھی بھئی۔ سادہ لوگ تھے لیکن اللہ نے بڑا جاہ و جلال نصیب فرمایا تھا بھئی، بڑا رعب تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہاں تک کہ بیت اللہ بھئی سادہ لوگ تھے عام سے لوگ اس طرح دربار وغیرہ تو نہیں تھے لیکن ایک رعب تھا قدرتی ان کا بھئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں بھئی سارے قریش کے سردار۔ مکہ کے بیت اللہ کے پاس ان کا بچھونا بچھایا جاتا جس پر یہ آ کر بیٹھتے تھے بھئی، اور کسی کی جرات نہیں ہوتی تھی کہ ان کے بچھونے پر بیٹھ جائے بھئی، کوئی بچہ بھی نہیں ان کے بچھونے پر بیٹھتا تھا اتنا ادب کرتے تھے سارے ان کا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم آتے تو آپ کے ساتھ ہی اس بچھونے پر بیٹھے رہتے اور دادا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی ان کو کچھ نہیں کہتے تھے بھئی۔

تو چنانچہ بھئی ابرہہ نے کہا بھئی لے کر آؤ ان کو میرے سامنے، ان کے سامنے لایا گیا، ان کی شخصیت کو دیکھ کر بڑا متاثر ہوا اور کہنے لگا ہاں بھئی کیا کہنے آئے ہو؟ عبد المطلب نے عجیب بات کی، کہنے لگا آپ نے میرے وہ سو دو سو اونٹ پکڑے ہیں وہ مجھے دے دیں بھئی۔ ابرہہ نے کہا بھئی میرے دل میں تو آپ کا بڑا مقام تھا اور آپ سے میں بڑا متاثر ہوا آپ کو دیکھ کر، لیکن آپ نے اتنی ادنیٰ درجے کی بات کی ہے کہ میں حیران رہ گیا ہوں بھئی! آپ بجائے اس کے آپ مجھے یہ کہتے کہ بھئی بیت اللہ کو نہ گراؤ، تم صرف اپنے اونٹ لینے کے لیے آ گئے بیت اللہ کی تمہیں فکر ہی کوئی نہیں! عبد المطلب نے عجیب جواب دیا، کہتے ہیں اونٹ میرے ہیں میں تو صرف اونٹ لینے آیا ہوں، اور وہ گھر تو اللہ کا ہے اس گھر کی حفاظت بھی اللہ ہی فرمائیں گے بھئی۔ عجیب جواب دیا۔ چنانچہ ابرہہ نے ان کے اونٹ دے دیے یہ چلے گئے۔

تو ابرہہ جب یہ محسر مقام پر اس کا لشکر پہنچا بھئی بالکل مکہ کے دیکھو قریب ہے تو یہاں اب اس کے ہاتھیوں نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ زور لگا رہے ہیں مار رہے ہیں کھینچ رہے ہیں سب کچھ کر رہے ہیں، ہاتھی ٹس سے مس نہیں ہو رہے بھئی، ایک قدم آگے نہیں بڑھا رہے، بہت زور لگایا بڑا مارا سب کچھ کیا نہیں بھئی۔ دوسری طرف منہ کرتے ہیں تو دوڑنا شروع کر دیتے ہیں بھئی لیکن ادھر کو رخ کریں تو اس سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتے۔ بڑا غصے میں اب بھئی بڑا پریشان یہ کیا مسئلہ پیش آ گیا! اور پھر یہیں پر تھا وہ کہ جب وہ پھر پرندوں کا ایک جھنڈ آسمان پر نمودار ہوا بھئی۔ چھوٹے چھوٹے پرندے تھے اور سب نے تین تین کنکریاں اٹھائی ہوئی تھیں بھئی چنے کے دانے کے برابر، ایک ایک دونوں پنجوں میں اور ایک چونچ کے اندر دبایا ہوا بھئی۔ اور اس لشکر کے اوپر پہنچے بھئی پورے لشکر پر یہ چھا گئے بھئی اوپر اور پھر انہوں نے اپنے پنجے کھول دیے چونچ سے وہ پتھر گرا دیے بھئی وہ کنکریاں، اور وہ اتنی خطرناک بھئی کہ جس پر جہاں لگتی تھی نیچے زمین تک نکل جاتی تھی بھئی، ہاتھیوں کے اوپر لگتی تھی نیچے زمین تک نکل جاتی تھی بھئی۔ آج تک سائنسدان بھی اتنی تیز رفتار گولی بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ ایک طرف لگے بھئی ہاتھی جیسا جانور ہے اوپر اس کے لگے اور وہ نیچے زمین تک پہنچ جائے بھئی۔ تو وہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں بھئی پورے لشکر کو اللہ کے اس عذاب نے گھیر لیا اور پورا لشکر تباہ و برباد ہوا، اور وہ شخص جو مکہ کی اور بیت اللہ کی عظمت کو خراب کرنے آیا تھا بھئی بیت اللہ کو تباہ و برباد کرنے آیا تھا اس کو اللہ نے خود مقام عبرت بنا دیا نشان عبرت بنا دیا اور بیت اللہ کی عظمت اور ہیبت پورے مکہ پر اور زیادہ چھا گئی بھئی، اور زیادہ چھا گئی بھئی۔ تو یہ محسر وہ جگہ ہے مولانا، تو یہ چونکہ یہاں اللہ کا عذاب آیا تھا اس لیے بھئی یہاں پر وقوف نہیں کرنا چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو یہ بطن محسر وہ جگہ ہے۔ تو کہتے ہیں وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ مُحَسِّرٍ اور مزدلفہ سارا کا سارا موقف ہے مگر بطن محسر یہ نہیں ہے موقف۔

ثُمَّ أَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ پھر واپس لوٹے امام اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ سورج طلوع ہونے سے پہلے حَتَّى يَأْتُوا مِنًى یہاں تک کہ کہاں آ جائیں؟ منیٰ آ جائیں فَيَبْتَدِئُ بِجَمْرَةِ الْعَقَبَةِ پس ابتدا کریں جمرہ عقبہ سے بھئی۔ میں نے بتلایا تھا قربانی والا دن ہے آج، آج صرف کس کی رمی کرنی ہے؟ جمرہ عقبہ کی۔ فَيَرْمِيهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ پس مارے اسے بطن وادی سے، وادی کے اندر والے حصے کی طرف سے بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ کتنی کنکریاں؟ سات کنکریاں مِثْلِ حَصَاةِ الْخَذْفِ، خذف کی کنکریوں کے مثل بھئی، خذف، چھوٹی کنکریاں ہوں یعنی چھوٹی کنکریاں۔ بھئی یاد رکھیے خَذْفٌ کہتے ہیں کہ دو انگلیوں میں کنکری رکھ کر کسی کو مارنا۔ یہ رمی جمار جب ہم کرتے ہیں بھئی جیسے بھی انسان کنکری مار دے بھئی جیسے بھی، اور وہ تین ستون ہیں کنکری کا ستون کو لگنا بھی ضروری نہیں ہے، ستون کے ساتھ جو احاطہ بنا ہوا ہے اس احاطے کے اندر بھی کنکری گر جائے تو کافی ہے بھئی، اور چھوٹی کنکریاں ہونی چاہئیں بھئی۔ اور جیسے مرضی پھینکے کنکری درست ہے مولانا، لیکن اولیٰ اصل طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے پر رکھے اور یہ جو پہلی انگلی ہے شہادت کی اس انگلی کے ساتھ بھئی اس انگلی کے ساتھ پھینکنا ہے کنکری کو بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ طریقہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ یہ انگوٹھے پر وہ کنکری رکھی اور یہ شہادت کی انگلی سے پھر پھینکا بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہہ کر۔ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہا کنکری پھینک دی، پھر بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہتے ہوئے کنکری پھینکی، اس طرح سات کنکریاں مارے بھئی۔ جی، تو کہتے ہیں سات کنکریاں ہوں، تو یہ خذف اسے کہتے ہیں انگلیوں سے کسی کنکری وغیرہ کسی چیز کی طرف پھینکنا مارنا یہ خذف کہلاتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی ہوں گی لازمی بات ہے بڑی کنکری تو اس طرح نہیں پھینک سکتا انسان بھئی۔ تو یہ خذف کی کنکریوں کے مثل ہوں وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ اور تکبیر پڑھے ہر کنکری کے ساتھ بھئی، کیا کہے گا؟ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔

وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا اور وقوف نہ کرے اس کے پاس۔ بھئی یاد رکھنا آگے صاحب قدوری بتلائیں گے آج تو صرف ایک رمی کی ہے، اگلے دن کتنی کرنی ہے؟ تین۔ اس سے اگلے دن بھی کتنی کرنی ہے؟ تین۔ تو ان میں آپ کو بتلائیں گے بعض کنکریاں مارنے کے بعد بھئی بعض جمروں کے بعد وہاں کھڑا ہو انسان ذرا ایک طرف ہو کر اور دعا وغیرہ کرے بھئی، بیت اللہ کی طرف رخ کر کے کیا کرے؟ دعا وغیرہ کرے ایک طرف ذرا ہو کر، اور بعض جگہ بتلائیں گے دعا نہیں کرنی یہاں نہیں کھڑے ہونا چلے جاؤ اب یہاں سے کنکریاں مار کر۔ تو بھئی اب کیسے یاد رہے گا کہاں دعا کرنی ہے اور کہاں دعا نہیں، کہاں وقوف کرنا ہے کہاں وقوف نہیں؟ تو ضابطہ آسان ہے مولانا، یاد رکھو جس رمی کے فوراً بعد رمی ہو اس رمی میں وقوف بھی کرے گا اور دعا بھی اس کے بعد کرے گا، اور جس رمی کے بعد رمی نہ ہو فوراً اس رمی کے بعد وقوف بھی نہیں اور دعا بھی نہیں۔ اب دسویں دن ہے کتنی رمی کرنی ہے کتنی جگہ پر؟ ایک ہی جگہ، تو اس رمی کے بعد کوئی رمی ہے؟ نہیں، لہٰذا اس کے بعد وقوف بھی نہیں اور دعا بھی نہیں۔ آگے آپ خود دیکھ لینا جس رمی کے بعد فوراً اگلی رمی ہو گی وہاں کیا کرے گا؟ وقوف بھی کرے گا اور دعا بھی۔ مثلاً اگلا دن ہے، اگلے دن تینوں کو کنکریاں مارنی ہیں، تو جمرہ صغریٰ کو جب ماریں کنکریاں اس کے بعد رمی ہے؟ جی، اس کے فوراً بعد اگلی رمی ہے تو وقوف بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ اچھا اب وقوف کیا دعا کی اب آگے چلا، اگلی رمی کی مولانا، اب اس کے بعد رمی ہے؟ اس کے بعد بھی رمی ہے ابھی جمرہ عقبہ کی لہٰذا پھر وقوف بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ اب جمرہ عقبہ پہ پہنچا اس کی رمی کی، اب آگے پھر رمی ہے اس کے بعد؟ نہیں، لہٰذا اس کے بعد وقوف بھی نہ

کرے اور دعا بھی نہ کرے۔ طریقہ سمجھ میں آگیا؟

تو کہتے ہیں وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا اور اس کے پاس وقوف نہ کرے وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ أَوَّلِ حَصَاةٍ اور ترک کر دے تلبیہ کو پہلی کنکری کے ساتھ ہی۔ اب تک بھئی جتنے دن گزرے تلبیہ پڑھتا رہے بار بار لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ خوب ذوق و شوق کے ساتھ بھئی، لیکن اب جیسے ہی پہلی کنکری مارے گا اس وقت تلبیہ ترک کر دینا ہے اس کے بعد پھر تلبیہ نہیں پڑھنا بھئی کیونکہ حضور صلی الله علیہ وسلم نے بھی پہلی کنکری تک ہی پڑھا اور اس کے بعد تلبیہ بند فرمادیا۔ تو یہ معنی ہے وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ أَوَّلِ حَصَاةٍ اور ترک کر دے گا تلبیہ کو پہلی کنکری کے ساتھ ہی ثُمَّ يَذْبَحُ إِنْ أَحَبَّ پھر ذبح کرے قربانی کرے إِنْ أَحَبَّ اگر اسے پسند ہو۔ میں نے بتلایا یہ حج افراد ہے اور حج افراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں، اسی لیے کہا اگر پسند ہو کرنا چاہتے ہو تو کر لو ورنہ واجب نہیں آپ پر بھئی۔ ثُمَّ يَحْلِقُ أَوْ يُقَصِّرُ پھر کیا کرلے؟ حلق کروالے یعنی بال منڈوالے بھئی ٹنڈ کروالے أَوْ يُقَصِّرُ یا کیا کرے؟ بال چھوٹے کروا لے۔ وَالْحَلْقُ أَفْضَلُ اور سر منڈوانا افضل ہے بھئی۔ سر منڈوانے والے کے لیے حضور صلی الله علیہ وسلم نے تین مرتبہ رَحِمَ اللَّهُ فرمایا بھئی۔ وَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ اور تحقیق حلال ہوگئی اس شخص کے لیے اب ہر چیز سوائے عورتوں کے۔

ثُمَّ يَأْتِي مَكَّةَ مِنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ أَوْ مِنَ الْغَدِ أَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ۔ پھر اس کے بعد مکہ آئے اسی دن بھئی۔ اب طواف زیارت کے لیے جانا ہے، طواف زیارت کن دنوں میں جائز ہے؟ دس، گیارہ اور بارہ یعنی عید کے تینوں دن۔ وہی بتلا رہے ہیں، پھر آئے مکہ اسی دن یعنی قربانی والے دن أَوْ مِنَ الْغَدِ یا اگلے دن أَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ یا اس سے اگلے سے اگلے دن فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ تو طواف کرے بیت اللہ کا مولانا طواف زیارت بھئی سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ بھئی کتنے چکر؟ سات چکر۔ اور میں نے بتلایا طواف زیارت کا ایک اور نام کیا ہے؟ طواف افاضہ، افاضہ بھی کہتے ہیں بھئی۔

فَإِنْ كَانَ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقِيبَ طَوَافِ الْقُدُومِ لَمْ يَرْمُلْ فِي هَذَا الطَّوَافِ وَلَا سَعْيَ عَلَيْهِ۔ بھئی حاجی جب آپ گئے تھے آپ نے شروع میں کیا کیا تھا بیت اللہ کا؟ طواف قدوم بھی کیا تھا اور اس کے بعد سعی بھی کی تھی۔ تو اگر سعی اس وقت کر لی تھی تو اب سعی کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر اس وقت سعی نہیں کی تھی تو سعی تو کرنی ہے حج کے اندر سعی تو ضروری ہے، تو اب اس طواف زیارت کے بعد کیا کرنا پڑے گی؟ سعی۔ تو طواف زیارت کے بعد سعی آگئی اور جس طواف کے بعد سعی ہو اس میں کیا کرنا پڑتا ہے؟ اضطباع بھی کرے گا اور رمل بھی کرے گا۔ تو اضطباع اور رمل کرے گا، اور اگر سعی پہلے کر چکا ہے تو طواف زیارت کے اندر اضطباع بھی نہیں اور رمل بھی نہیں۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقِيبَ طَوَافِ الْقُدُومِ اگر وہ سعی کر چکا ہے صفا اور مروہ کے درمیان طواف قدوم کے بعد لَمْ يَرْمُلْ فِي هَذَا الطَّوَافِ تو رمل نہیں کرے گا اس طواف میں وَلَا سَعْيَ عَلَيْهِ اور اس پر اب سعی بھی نہیں ہے کیونکہ ایک دفعہ کرنی تھی وہ کر چکا۔ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَدَّمَ السَّعْيَ رَمَلَ فِي هَذَا الطَّوَافِ اور اگر اس نے سعی کو مقدم نہیں کیا ہے تو رمل کرے اس طواف میں، رمل بھی کرے گا وَيَسْعَى بَعْدَهُ اور اس کے بعد سعی کرے گا عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ بنابر اس کے جو ہم نے پہلے ذکر کیا بھئی۔ وَقَدْ حَلَّ لَهُ النِّسَاءُ اب تحقیق اس کے لیے اس کی بیویاں بھی حلال ہو گئیں۔

وَهَذَا الطَّوَافُ هُوَ الْمَفْرُوضُ فِي الْحَجِّ اور یہی طواف جو ہے یہ فرض ہے حج کے اندر، یہ طواف فرض ہے بھئی۔ وَيُكْرَهُ تَأْخِيرُهُ عَنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ اور مکروہ ہے اس کو مؤخر کرنا ان ایام سے یعنی دس، گیارہ، بارہ سے مؤخر کرنا۔ فَإِنْ أَخَّرَهُ عَنْهَا لَزِمَهُ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ پس اگر مؤخر کر دیا اس کو ان تین دنوں سے تو اس پر دم لازم ہو گا یعنی ایک قربانی کرنا پڑے گی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک، وَقَالَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ اور صاحبین فرماتے ہیں اس پر کچھ نہیں، اگر مؤخر بھی کر دیا تو کوئی حرج نہیں کیا کر دے؟ ہاں ہو جائے گا یعنی اس پر قربانی نہیں ہے، قربانی نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ طواف زیارت انہی تین دنوں میں۔ ہاں اگر عورت حائضہ ہے اس کو حیض آجاتا ہے ان ایام میں تو وہ پھر مؤخر کر دے پھر مکروہ بھی نہیں ہے اس کے لیے جائز ہے، کیا کر سکتی ہے؟ مؤخر کر سکتی ہے۔ بھئی حج کے باقی افعال تو عورت کرتی چلی جائے گی کیونکہ طواف جو ہے وہ مسجد میں کرنا پڑتا ہے اور اس کے لیے پاک ہونا ضروری، تو لہٰذا اب کیا کرے؟ حیض سے پاک ہونے کا انتظار کرے پھر طواف کرے بھئی، باقی افعال تو اسی طرح ہوتے چلے جائیں گے۔

ثُمَّ يَعُودُ إِلَى مِنًى پھر واپس لوٹے منیٰ کی طرف یعنی طواف زیارت کر کے فَيُقِيمُ بِهَا پس وہاں مقیم ہو جائے۔ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ جب سورج ڈھل جائے دوسرے دن ایام نحر میں سے یعنی عید کے دوسرے دن رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ تو رمی کرے

تینوں جمرات کی، يَبْتَدِئُ بِالَّتِي تَلِي الْمَسْجِدَ پس ابتدا کرے اس جمرے سے جو ملا ہوا ہے جو قریب ہے مسجد کے۔ وَلِيَ يَلِي کے معنی ملا ہوا ہونا بھی اور قریب ہونے کے بھی۔ تو ابتدا کرے اس جمرے سے الَّتِي تَلِي الْمَسْجِدَ جو مسجد کے قریب ہے، مسجد خیف بھئی، فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ پس رمی کرے گا اس کی سات کنکریوں سے، جی پس مارے اسے سات کنکریاں يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ اور تکبیر کہے گا ہر کنکری کے ساتھ۔ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَهَا، دیکھا وقوف آگیا رمی کے بعد، پھر وقوف کرے اس جمرہ صغریٰ کے پاس اس جمرے کے پاس فَيَدْعُو پس دعا کرے بھئی۔ ثُمَّ يَرْمِي الَّتِي تَلِيهَا مِثْلَ ذَلِكَ پھر رمی کرے اس جمرے کو جو اس کے ساتھ والا ہے اسی طرح وَيَقِفُ عِنْدَهَا اور اس کے بعد بھی کیا کرے؟ وقوف کرے۔ ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ كَذَلِكَ پھر رمی کرے جمرہ عقبہ کی اسی طرح وَلَا يَقِفُ عِنْدَهُ اور اس کے پاس وقوف نہ کرے کیونکہ اس کے بعد پھر کوئی رمی نہیں ہے۔

فَإِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ پس جب اگلا دن آجائے، یہ کون سی تاریخ آئی بھئی؟ بارہ، تو رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ كَذَلِكَ تو رمی کرے گا تینوں جمرات کی زوال شمس کے بعد اسی طرح۔ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ، اب چوتھے دن کی رمی رہ گئی، میں نے بتلایا وہ اختیاری ہے۔ پہلے ہی آدمی مکہ جانا چاہے تو مکہ جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اگلی فجر سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جائے، اور اگر اگلی فجر سے پہلے نہ نکلا تو پھر چوتھے دن کی بھی رمی کرنا پڑے گی۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں: وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ النَّفْرَ نَفَرَ إِلَى مَكَّةَ اور جب ارادہ ہو جلدی واپس لوٹنے کا، نَفْرٌ کہتے ہیں لوٹنا، واپس لوٹنا۔ جب ارادہ ہو جلدی واپس لوٹنے کا نَفَرَ إِلَى مَكَّةَ تو واپس لوٹ جائے مکہ، وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ اور اگر ارادہ ہو منیٰ میں مقیم رہنے کا رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ تو رمی کرے گا تینوں جمرات کی چوتھے دن بھی بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ كَذَلِكَ زوال شمس کے بعد اسی طرح۔ فَإِنْ قَدَّمَ الرَّمْيَ فِي هَذَا الْيَوْمِ قَبْلَ الزَّوَالِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ جَازَ اور اگر مقدم کر دیا رمی کو اس دن میں یعنی چوتھے دن میں قَبْلَ الزَّوَالِ زوال سے پہلے بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فجر طلوع ہو جانے کے بعد جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔ باقی دنوں میں تو زوال کے بعد، اس دن زوال سے پہلے بھی جائز۔

سمجھ میں آیا؟ رمی کا وقت ہے بھئی زوال سے لے کر مغرب تک بھئی۔ لیکن اگر مجبوری ہو جائے بھئی تو مغرب کے بعد بھی جائز ہے بغیر کسی کراہت کے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہجوم ہوتا ہے مولانا موت کا خطرہ، لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے تو زیادہ ہجوم ہے ضعیف ہے انسان تو پھر رات کو بھی کر سکتا ہے بھئی، رات کے وقت پھر اتنا ہجوم نہیں ہوتا بھئی۔ تو کہتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وَقَالَا لَا يَجُوزُ صاحبین فرماتے ہیں جائز نہیں ہے، زوال سے پہلے نہیں جائز زوال کے بعد ہی کرے گا۔

وَيُكْرَهُ أَنْ يُقَدِّمَ الْإِنْسَانُ ثَقَلَهُ إِلَى مَكَّةَ۔ ثَقَلٌ کہتے ہیں سامان کو بھئی، ثَقَلٌ ثاء پر بھی فتحہ قاف پر بھی فتحہ۔ اور مکروہ ہے بھئی انسان رہتا تو منیٰ میں ہے اور اپنا سامان پہلے سے ہی مکہ بھجوا دیا، کہتے ہیں یہ مکروہ ہے بھئی۔ سامان پہلے ہی مکہ بھجوا دینا مکروہ۔ وَيُكْرَهُ اور مکروہ ہے أَنْ يُقَدِّمَ الْإِنْسَانُ ثَقَلَهُ إِلَى مَكَّةَ کہ بھیج دے مقدم کر دے انسان اپنے سامان کو مکہ کی طرف وَيُقِيمَ بِهَا حَتَّى يَرْمِيَ اور خود منیٰ میں مقیم رہے یہاں تک کہ رمی کر لے۔ سامان پہلے ہی مکہ بھجوا دیا اور خود منیٰ میں مقیم ہے تاکہ رمی کر لے، یہ مکروہ ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ مکروہ ہے۔

فَإِذَا نَفَرَ إِلَى مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ پس جب واپس لوٹے منیٰ سے مکہ کی طرف واپس لوٹے نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ تو کہاں اترے گا؟ محصب مقام پر اترے بھئی حاجی، محصب مقام بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ محصب بھئی۔ تو یہ محصب اور ابطح ایک جگہ کا نام ہے بھئی مکہ کے بالکل ساتھ بھئی، مکہ میں ہی ہے یعنی محصب مقام وہاں اترے بھئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نازل ہوئے بھئی، حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہیں نازل ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہیں نازل ہوتے۔ منیٰ سے جب واپس جاتے تو کہاں نازل ہوتے؟ محصب مقام میں اترتے تھے بھئی۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہاں اترنا مستحب ہے بھئی۔ لیکن کیا وجہ ہے؟ کیوں مستحب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں یہاں اترے تھے بھئی؟ وجہ یہ یاد رکھو محصب وہ مقام ہے جہاں مشرکین مکہ نے اسلام کی تباہی کی آخری میٹنگ کی تھی کہ محمد کو قتل کر دیا جائے اور جس میں شیطان یعنی ابلیس خود بھی انسانی شکل میں آکر شریک ہوا بھئی۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت پر نکل گئے اور تین دن تک غار ثور میں قیام فرمایا اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تو یہ محصب وہ مقام ہے جہاں آخری میٹنگ کی تھی مشرکین مکہ نے اسلام کو تباہ کرنے کے لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لیے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصداً اس مقام پر نازل ہوتے تھے، اللہ کی قدرت اور عظمت کے جلوے اور تقدیر کی نیرنگیاں دکھلانے کے لیے کہ اے لوگو! وہ مقام جہاں تم ہماری تباہی کی اور ہمیں ختم کرنے کی آخری میٹنگ کر رہے تھے آج ہم اس مقام پر فاتحانہ طور پر بے خوف و خطر نازل ہو رہے ہیں بھئی۔ تو یہ تقدیر کی نیرنگیاں ہیں بھئی، اللہ کی عظمت کے جلوے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو یہ محصب وہ مقام ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا نَفَرَ إِلَى مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ جب واپس لوٹے مکہ کی طرف تو محصب مقام میں اترے ثُمَّ طَافَ

بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ۔ بس مولانا حج مکمل ہو گیا، اب ایک چیز باقی ہے۔ بیت اللہ سے رخصت ہونے لگے ہیں، حاجی واپس آنا چاہتا ہے جس دن بھئی تو اس دن کیا کرلے؟ طواف کرے گا بھئی۔ آیا بیت اللہ کے لیے تھا تو آخری ملاقات بھی آخری عمل بھی بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو بیت اللہ کا طواف کرے اور یہ طواف وداع کہلاتا ہے، طواف صدر بھی اس کو کہتے ہیں۔ وداع کا بھئی کیونکہ اس نے الوداع کہنا ہے بھئی سمجھ میں آیا بیت اللہ کو۔ طواف صدر بھی کہتے ہیں، صَدَرٌ کا معنی بھی لوٹنا چونکہ اس کے بعد اب حاجی کیا کرے گا؟ وطن واپس لوٹ جائے گا۔ تو یہ طواف بھی واجب ہے مولانا، کیا ہے؟ واجب ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ لَا يَرْمُلُ فِيهَا پھر طواف کرے بیت اللہ کا سات چکر کہ رمل نہ کرے اس طواف میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ان سات چکروں میں رمل نہیں کرنا بھئی۔ وَهَذَا طَوَافُ الصَّدْرِ اور یہ طواف صدر ہے وَهُوَ وَاجِبٌ اور یہ واجب ہے مولانا، نہ کیا تو دم آئے گا بھئی إِلَّا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ مگر مکہ والوں پر بھئی، مکہ والوں نے تو وہیں رہنا ہے بھئی تو یہ تو الوداع کے طور پر ہے۔ ثُمَّ يَعُودُ إِلَى أَهْلِهِ پھر واپس حاجی لوٹ جائے اپنے گھر والوں کی طرف۔

فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْمُحْرِمُ مَكَّةَ وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَفَاتٍ۔ بھئی حج کی کیا ترتیب میں نے بتلائی تھی؟ حاجی آتا ہے سب سے پہلے طواف قدوم کرتا ہے پھر اس کے بعد سعی کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص طواف قدوم اور سعی نہیں کرتا، سیدھا نووی کو آیا سیدھا عرفات چلا گیا، کہتے ہیں ہاں بھئی ٹھیک ہے اس طرح بھی ٹھیک ہے۔ منیٰ میں وہ پانچ نمازیں پڑھنا تھیں وہ سنت تھیں بھئی، طواف قدوم کیا تھا؟ سنت تھا۔ سعی رہ گئی ہے سعی کس کے بعد کرلے؟ طواف زیارت کے بعد کرلے بھئی۔ ٹھیک ہے بھئی؟ طریقہ سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْمُحْرِمُ مَكَّةَ پس اگر داخل نہ ہوا محرم مکہ میں وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَفَاتٍ اور متوجہ ہوا عرفات کی طرف یعنی چلا گیا عرفات وَوَقَفَ بِهَا اور وہاں اس نے وقوف کیا عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ بنابر اس کے جو ہم نے پہلے ذکر کر دیا سَقَطَ عَنْهُ طَوَافُ الْقُدُومِ تو اس سے طواف قدوم کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِتَرْكِهِ اور اس پر کچھ بھی نہیں ہے اس کو چھوڑنے کی وجہ سے، یعنی کوئی دم وغیرہ بھی لازم نہیں کیونکہ سنت ہے بھئی بتلایا تھا وہ واجب نہیں ہے طواف قدوم بھئی۔

وَمَنْ أَدْرَكَ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ اور جس نے وقوف عرفہ کو پالیا مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ، کب سے کب تک؟ یوم عرفہ کے دن سورج کے ڈھلنے سے لے کر یوم النحر کے دن فجر کے طلوع ہونے تک بھئی فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ تو تحقیق اس نے حج کو پالیا، اس کا فرض ادا ہو گیا۔ وَمَنِ اجْتَازَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ نَائِمٌ أَوْ مُغْمًى عَلَيْهِ اور جو شخص گزرا عرفات پر اس حال میں کہ وہ سویا ہوا تھا، سواری پر سویا ہوا تھا سواری عرفات سے گزر گئی لیکن کس وقت میں گزری؟ جی؟ نوویں کے زوال سے لے کر دسویں کی فجر تک اس کے بیچ میں اس وقت میں گزری اور وہ سویا ہوا تھا أَوْ مُغْمًى عَلَيْهِ یا وہ کیا تھا؟ بے ہوش تھا أَوْ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهَا عَرَفَاتٌ یا بے ہوش تو نہیں تھا لیکن اسے پتہ نہیں چلا یہ ہے میدان عرفات، أَجْزَأَهُ ذَلِكَ عَنِ الْوُقُوفِ تو یہ کافی ہے اس شخص کی طرف سے وقوف بھئی، یہ وقوف کیا ہے؟ کافی ہے۔ وقوف ہو جائے گا یعنی حج اس کا ہو جائے گا۔ بس عرفات میں اس وقت میں ایک لمحے کی بھی حاضری ہو جائے حج کا فرض ادا ہو گیا چاہے کسی انداز میں ہو جائے سو رہا ہے جاگ رہا ہے بے ہوش ہے جس طرح بھی ہو۔

ہاں اور جس کو یہ فرض نہیں ملا اور فرض نہ ملے تو عبادت ہوتی ہے؟ نہیں، تو اس کا حج ہی نہیں ہوا بھئی۔ لہٰذا بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں مولانا، سعودی حکومت نے اتنے انتظامات کیے ہیں بورڈ وغیرہ لگائے ہیں سب کچھ کیا ہے لیکن پھر بھی مسجد نمرہ جو ہے عرفات کے اندر ایک بہت بڑی مسجد ہے اس کا اگلا حصہ عرفات سے باہر ہے کچھ۔ بڑی مسجد ہے اور اس کا تھوڑا سا اگلا حصہ کیا ہے؟ عرفات سے باہر ہے۔ تو چلو جو اگلے حصے میں بھی گئے مسجد کے اندر آتے جاتے ہوئے تو ایک آدھ لمحہ تو ضرور عرفات میں بھی آجائیں گے ان کا تو ہو گیا۔ کچھ لوگ مسجد کے آگے ہی بھئی سامنے بیٹھ جاتے ہیں بھئی، وہیں وقوف عرفہ کر لیتے ہیں! میں نے بتایا مسجد کا بھی تھوڑا سا حصہ باہر ہے تو جو مسجد کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں وہ تو عرفات سے بالکل ہی باہر ہیں بھئی، تو ان کا تو وقوف عرفہ ہی نہ ہوا تو حج ہی نہیں ہوتا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْمَرْأَةُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ كَالرَّجُلِ۔ بھئی عورت کے احکام کیا ہوں گے؟ یہ تو مرد کے احکام تھے۔ صاحب قدوری بتلا رہے ہیں عورت بھی تمام احکامات میں کس کی طرح ہے؟ مرد کی طرح ہے، ہاں تھوڑا سا فرق ہے وہ اب بتلانے لگے ہیں: وَالْمَرْأَةُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ كَالرَّجُلِ اور عورت ان تمام افعال کے اندر مرد ہی کی طرح ہے غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَكْشِفُ رَأْسَهَا علاوہ اس کے کہ وہ اپنے سر کو نہیں کھولے گی۔ مرد پر تو تھا سر کو نہیں ڈھانپنا، سر پر کوئی چیز نہ ہو بھئی، سمجھ میں آیا؟ وہ احرام کی چادر سے بھی سر کو نہیں ڈھانپنا، جی لیکن عورت وہ اپنے سر کو نہیں کھولے گی بھئی سر ڈھانپے رکھے گی۔ وَتَكْشِفُ وَجْهَهَا اور اپنے چہرے کو کھولے گی بھئی۔ اپنے چہرے کو کیا کرے گی؟ کھولے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو بھئی مرد کا تو احرام تھا دو چادریں، عورت کا احرام وہی اس

کے کپڑے ہی ہیں، بس جب حالت احرام میں ہے تو جو چیزیں احرام میں منع ہوتی ہیں اس کے لیے بھی منع ہو گئیں۔ سمجھ میں آیا؟ اور چہرے کو نہیں ڈھانپنا، یعنی کوئی ایسا کپڑا نہ لٹکائے برقعے وغیرہ کا جو چہرے پہ لگ رہا ہو، یا تو اس کو کیا کرے ہاتھ سے پکڑ کے رکھے تھوڑا چہرے سے الگ، پردہ تو اسی طرح ہے لیکن کیا ہے؟ وہ جو نقاب کا کپڑا ہو گا وہ چہرے کے ساتھ مس نہ کرے الگ رہے۔ اس کے لیے اور بھی بعض چیزیں مل جاتی ہیں مولانا جس سے کیا ہوتا ہے؟ ماتھے وغیرہ پر کچھ باندھ لیتے ہیں کوئی پنکھے وغیرہ جیسی چیز ہوتی ہے اور پھر وہ جو کپڑا اوپر لٹکاتے ہیں وہ چہرے سے تھوڑا الگ رہتا ہے بھئی، سمجھ میں آئی بھئی صورت؟

تو یہ معنی ہے وَتَكْشِفُ وَجْهَهَا اور کھولے گی اپنے چہرے کو وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ اور بلند نہیں کرے گی اپنی آواز تلبیہ کے ساتھ۔ مرد تو بلند آواز سے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کہتا رہے گا عورت بلند نہیں کرے گی آواز کو بھئی۔ وَلَا تَرْمُلُ فِي الطَّوَافِ اور عورت رمل بھی نہیں کرے گی طواف میں وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الْمِيلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ اور بتلایا تھا سعی میں دو نشان آتے ہیں سبز رنگ کے ان میں مرد کو دوڑنا پڑتا ہے بھئی، عورت ان دو نشانوں میں دوڑے گی بھی نہیں بھئی، وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الْمِيلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ اور نہیں دوڑے گی ان دو سبز نشانوں میں وَلَا تَحْلِقُ وَلَكِنْ تُقَصِّرُ اور عورت حلق بھی نہیں کروائے گی بھئی ٹنڈ نہیں کروائے گی بلکہ کیا کرے گی؟ تقصیر کروائے گی، بال تھوڑے سے معمولی سے اگلے سرے ان کے تھوڑے تھوڑے کاٹ لے گی بھئی اور پھر اس طرح حلال ہو جائے گی۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۴: باب القران وباب التمتع: حجِ افراد، حجِ قران اور حجِ تمتع کا تقابلی بیان، قارن کے دو طواف و دو سعی، دمِ شکر اور متمتع کے روزے

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۸ فروری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْقِرَانِ۔ اَلْقِرَانُ أَفْضَلُ عِنْدَنَا مِنَ التَّمَتُّعِ وَالْإِفْرَادِ، وَصِفَةُ الْقِرَانِ أَنْ يُهِلَّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا مِنَ الْمِيقَاتِ وَيَقُولَ عَقِيبَ الصَّلَاةِ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِي وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّي۔ فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُوَلِ مِنْهَا وَيَمْشِي فِيمَا بَقِيَ عَلَى هِينَتِهِ وَسَعَى بَعْدَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ الْقِرَانِ۔ یادرکھیے حج تین قسم پر ہے بھئی، حج تین قسم پر ہے: نمبر ایک حج افراد ہے، نمبر دو حج قران اور نمبر تین حج تمتع بھئی، تمتع۔ حج افراد کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں، حج قران کرنے والے کو قارن کہتے ہیں اور حج تمتع کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں بھئی، متمتع کہتے ہیں۔ مفرد، قارن اور متمتع۔

ابھی تک صاحب قدوری نے آپ کو جو حج کا طریقہ بتلایا وہ حج افراد والے کا ہے یعنی مفرد کا ہے۔ حج افراد کا طریقہ آپ کو انہوں نے بتلا دیا بھئی۔ حج افراد کا کیا طریقہ تھا؟ کہ میقات سے احرام حاجی باندھتا ہے جبکہ میقات سے باہر کا ہو اور یوں کہتا ہے لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ، اور یہ شخص جب مکہ مکرمہ پہنچتا ہے تو پہلے ایک طواف کرتا ہے یہ طواف قدوم کہلاتا ہے، اور اس طواف کے اندر وہ پہلے تین چکروں میں رمل بھی کرے گا، وہ میں نے بتلایا تھا کندھوں کو ہلاتا ہوا پہلوان کی طرح جو چال ہے وہ چلے گا، اور اضطباع بھی کرے گا یعنی دائیں کندھے کو کیا رکھے گا؟ ننگا رکھے گا، اضطباع کرے گا۔ اور پھر اس طواف کے بعد بھئی طواف پورا ہوا دو رکعت نماز طواف کے لیے پڑھی، اس کے بعد پھر صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے گا یہ سعی ہے۔ پھر اس کے بعد مکہ ہی میں مقیم رہے گا یہاں تک کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ کو منیٰ چلا جائے گا، وہاں پانچ نمازیں پوری کرے گا یعنی ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی فجر۔ اگلے دن کی فجر پڑھی تو یہ یوم عرفہ ہے، اور یاد رکھیے میں نے بتلایا تھا یہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا یہ سنت ہے واجب نہیں۔

تو اب نوویں کی جب فجر پڑھ لی تو یہ یوم عرفہ ہے اب عرفات چلا جائے گا۔ عرفات کے اندر وقوف یہ فرض ہے حج کے اندر، اور وقوف کا وقت شروع ہوتا ہے ظہر کے بعد اور اگلے دن کی فجر تک یہ وقت رہتا ہے۔ اس دوران ایک لمحے کے لیے بھی کوئی عرفات آجائے اس کا یہ رکن فرض جو ہے اس کا ادا ہو جائے گا۔ پھر عرفات کے اندر ہی بھئی ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھ لی جائے گی۔ پھر جب مغرب ہو جائے سورج غروب ہو جائے، غروب آفتاب تک رہنا یہ بھی واجب ہے، جب سورج غروب ہو جائے اب واپس چل پڑے مزدلفہ آجائے۔ نماز مغرب کی نہیں پڑھنی ابھی،

مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نماز کیا کی جائے گی؟ اکٹھی پڑھ لی جائے گی، البتہ یہاں اقامت ایک ہی ہو گی۔ پھر یہاں پر رات گزارے گا حاجی، یہ ہمارے نزدیک واجب ہے عِنْدَ الْأَحْنَافِ بھئی۔

پھر فجر کی نماز پڑھ کر یہاں پر کچھ دیر وقوف کرے اور طلوع آفتاب سے پہلے پہلے اب منیٰ روانہ ہو جائے، یہ آج عید کا دن ہے یوم النحر ہے دسویں ذوالحجہ ہے۔ اب آئے گا اس دن آ کر کیا کرے گا؟ رمی جمار کرے گا جمرہ عقبہ پہ کنکریاں وہاں جا کر مارے گا، کنکریاں مارے گا اور اس کے بعد پھر کیا کرے گا؟ بال کیا کرلے گا؟ حلق کروالے گا بال منڈوالے یا تقصیر کروالے بال چھوٹے کروالے گا اور حلال ہو جائے گا بھئی، حلال ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن بیوی ابھی بھی حلال نہیں۔ اب یہ جو قربانی کے تین دن ہیں انہی میں طواف زیارت کرے گا بھئی، یہ طواف بھی فرض ہے لیکن اس طواف میں چونکہ وہ سعی پہلے کر چکا ہے اس طواف کے اندر وہ رمل بھی نہیں کرے گا اور اضطباع بھی نہیں ہے۔ اور اب کیا ہوا؟ اب بیوی بھی حلال ہو گئی بھئی، بیوی بھی حلال ہو گئی۔ اور اس حج افراد کرنے والے پر قربانی بھی نہیں ہے، ہاں کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن واجب نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد کیا کرے گا؟ گیارہویں تاریخ آئی تو اس میں تینوں جمرات کی رمی کرے گا۔ بارہویں تاریخ کو بھی تینوں جمرات کی رمی کرے گا، چنانچہ میں نے بتلایا تھا کہ پتھر کہاں سے لے آئے کنکریاں کہاں سے لے آئے؟ مزدلفہ سے لے آئے، کہیں سے بھی اٹھا سکتا ہے لیکن مزدلفہ سے لے آئے بھئی سمجھ میں آیا یہ بہتر ہے۔ اور اس کے بعد بھئی تیرہویں تاریخ کی جو رمی ہے وہ ضروری نہیں ہے، اگر حاجی نہیں کرنا چاہتا تو اس دن کی طلوع فجر سے پہلے پہلے کہاں چلا جائے؟ مکہ چلا جائے، لیکن اگر طلوع فجر وہیں ہو گئی تو اب اس دن کی رمی بھی ضروری ہو گئی اب پھر تینوں جمرات پر کیا کرے گا؟ کنکریاں مارے گا بھئی۔ یہ تھے حج کے افعال، اور پھر جب واپس گھر آنے لگتا ہے تو پھر طواف وداع یا طواف صدر کرنا پڑے گا، یہ بھی رخصتی کا طواف ہے بھئی بیت اللہ کو الوداع کہہ رہا ہے، یہ بھی واجب ہے بھئی۔ یہ تھے حج افراد کے افعال بھئی۔

دوسری قسم کیا ہے؟ حج تمتع، حج تمتع۔ یاد رکھنا حج تمتع اور حج قران کے اندر حج کے ساتھ ساتھ عمرہ بھی کیا جاتا ہے۔ کیا کیا جاتا ہے؟ عمرہ بھی کیا جاتا ہے بھئی۔ حج افراد میں طواف بھی کیا تھا اور سعی بھی کی تھی اور عمرہ بھی طواف اور سعی ہی کا نام ہے، لیکن حج افراد میں جو طواف اور سعی کی تھی وہ حج کے لیے تھی بھئی، طواف قدوم تھا پہلے اور اس کے بعد کیا تھی؟ حج کے لیے سعی تھی۔ عمرے میں بھی اسی طرح ہوتا ہے بھئی انسان احرام باندھتا ہے، طواف کرتا ہے، اس طواف میں اضطباع بھی ہوتا ہے رمل بھی کرتا ہے اور طواف کے بعد بھئی وہ دو رکعت نماز پڑھی طواف کے لیے، پھر اس کے بعد صفا مروہ میں سات چکر لگائے، پھر اس کے بعد بس بال منڈوائے یا بال چھوٹے کروالیے عمرہ ختم ہوا اب حلال ہو جائے بھئی، حلال ہو گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ عمرہ ہے۔

تو حج قران اور حج تمتع میں عمرہ بھی ہوتا ہے اور حج بھی ہوتا ہے، تو ان دونوں پر یہ جو متمتع اور قارن ہیں ان پر قربانی بھی واجب ہے۔ حج افراد والے پر تو قربانی نہیں تھی لیکن متمتع اور قارن پر قربانی واجب ہے۔ کیوں؟ وجہ یہ کہ اللہ نے ایک سفر میں دو عبادتیں نصیب فرمائیں تو بطور شکر کے اب قربانی کرے گا، اسے کہتے ہیں دم قران اور دم تمتع۔ یاد رکھنا یہ جو دم قران اور دم تمتع ہے یا حج افراد والا ویسے ہی قربانی کر لیتا ہے یہ عام قربانی کی طرح ہیں ان کا گوشت وہ خود بھی کھانا چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ کھا سکتا ہے، لیکن اگر حج میں اس سے کوئی کوتاہی ہوئی کوئی چیز چھوٹ گئی کوئی واجب رہ گیا جس کی وجہ سے اس پر دم آیا تو وہ جو دم والی قربانی ہے اس کا گوشت وہ خود نہیں کھا سکتا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ جو باقی قربانیاں تھیں یہ تو بطور شکر کے ہیں یہ تو قربانی ہے، اور جبکہ کوئی واجب وغیرہ چھوٹا تو وہ تو کفارہ ہے اور کفارے کا جو جانور ذبح کیا ہے اس کا گوشت وہ خود نہیں کھا سکتا۔

تو قران اور تمتع دونوں کے اندر کیا کیا جاتا ہے؟ عمرہ اور حج۔ اب تمتع کا طریقہ سن لو بھئی۔ حج تمتع بھی اسی طرح ہو گا بس پہلے عمرہ ہو گا پھر اس کے بعد حج ہو گا۔ حاجی سب سے پہلے کیا کرے گا؟ میقات سے احرام باندھے گا اور کہے گا لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ، کیا کہے گا؟ لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ، یہاں سے عمرے کا احرام باندھے گا بس۔ اس کے بعد چلا بھئی مکہ مکرمہ پہنچا، یہاں آ کر وہ طواف کرے گا جیسے عمرے کے لیے کیا جاتا ہے بھئی، اس طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرے گا اور اس طواف کے اندر وہ اضطباع بھی کرے گا بھئی، اضطباع۔ اس کے بعد بھئی سعی کرے گا، یہ متمتع کی بات کر رہا ہوں، سعی کرنے کے بعد عمرہ پورا ہوا اب بال منڈوالے گا یا چھوٹے کروالے گا اور عمرہ مکمل ہوا حلال ہو گیا بھئی۔ اب عام کپڑے پہن لے اور مکہ مکرمہ ہی میں رہے گا یہاں تک کہ آٹھویں یا نوویں ذوالحجہ کو اب حج کا احرام باندھے گا اور وہیں حرم سے ہی باندھ لے گا۔ کیا کرے گا؟ حرم سے ہی باندھ لے گا۔ عمرہ پہلے کر لیا تھا یہ حلال ہو گیا بھئی عام کپڑے پہن لیے بھئی، اب آٹھویں یا نوویں کو پھر کیا کرے گا؟ وہیں حرم سے ہی مکہ سے ہی احرام باندھ لے گا حج کا بھئی اور اب باقی افعال سارے اسی طرح کرے گا بھئی۔ کیا کرے گا؟ باقی افعال سارے اسی طرح کرے گا۔ کیا کرے گا؟ جائے گا وقوف عرفہ کرے گا، پھر اس کے بعد مزدلفہ آئے گا رات گزارے

گا، پھر منیٰ کے اندر آئے گا بھئی رمی جمار کرے گا اور اس کے بعد کیا کرے گا؟ طواف زیارت کرے گا۔ اور چونکہ ابھی اس نے حج کی سعی نہیں کی بھئی، وہ جو پہلی سعی تھی وہ تو کس کی تھی؟ عمرے کی، تو اس طواف جو طواف زیارت ہے اس طواف کے بعد سعی بھی کرے گا۔ اور میں نے بتایا تھا جس طواف کے بعد سعی ہو اس طواف میں اضطباع بھی ہو گا یعنی چادر اس طرح اوڑھے کہ دایاں کندھا کیا ہو جائے؟ ننگا ہو جائے اور اس کے پہلے تین چکروں میں رمل بھی کرے گا، اور رمل کے بعد پھر اب طواف مکمل جب ہو جائے گا پھر جائے گا مولانا سعی کرے گا صفا مروہ کے درمیان، صفا مروہ کے درمیان۔ اب کیا کرے گا؟ اور قربانی بھی کرے گا اس دن کیونکہ کیا کیا ہے اس نے؟ حج تمتع کیا ہے تو قربانی بھی کرے گا اور حلال ہو جائے گا بھئی، بال چھوٹے کروائے گا یا منڈوالے گا اور حلال ہو جائے گا۔ ترتیب سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو کیا فرق ہوا حج افراد اور تمتع میں؟ تمتع کے اندر عمرہ پہلے کیا پھر حلال ہوا پھر حج کا احرام وہیں مکہ سے باندھا وقوف عرفہ سے پہلے پہلے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ اور اس پر قربانی بھی واجب ہے، یہ فرق آ گیا بھئی۔

تیسرا طریقہ یہ ہے حج قران بھئی۔ اس میں میقات سے احرام باندھتا ہے باہر سے آنے والا اور کہتا ہے لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ مَعًا بھئی، حج اور عمرے دونوں کا اکٹھا وہ احرام باندھتا ہے۔ حج افراد والے نے صرف کس کی نیت کی تھی؟ حج کی۔ متمتع نے میقات سے کس کی نیت کی ہے؟ عمرہ کی۔ اور قران والا دونوں کی نیت کرے گا، دونوں کی نیت کرے گا۔ چنانچہ یہ بعینہ اسی طرح ہے جیسے متمتع تھا صرف فرق یہ کہ متمتع نے آ کر جیسے عمرہ کیا تھا یہ بھی کیا کرے گا؟ عمرہ کرے گا، پھر جیسے متمتع نے حج کے افعال سرانجام دیے تھے یہ بھی وہ سارے افعال سرانجام دے گا، متمتع نے جیسے قربانی کی تھی دم تمتع یہ اسی طرح دم قران کرے گا یہ بھی قربانی کرے گا بھئی۔ ہاں فرق یہ ہے کہ حج تمتع میں وہ عمرہ کر کے حلال ہو جاتا تھا، عام کپڑے پہن لیتا تھا اور پھر وقوف عرفہ سے ایک دن پہلے یا وقوف عرفہ والے دن کیا کر لیتا تھا؟ حج کا احرام باندھتا تھا، لیکن حج قران کے اندر حلال نہیں ہو گا۔ عمرہ کر لے گا اور عمرہ کر کے حلال نہیں ہو گا، بال نہیں منڈوائے گا، بال چھوٹے نہیں کروائے گا، اسی طرح حالت احرام میں ہی مکہ میں رہے گا اب حج کا انتظار کرے بھئی۔ کیا کرے گا؟ حج کا انتظار کرے گا پھر باقی افعال سارے اسی طرح کر کے آخر میں حلال ہو جائے گا۔ ترتیب سمجھ میں آ گئی؟

ہاں، تو یہاں یوں کرے گا شروع میں: وہاں پر کیا کیا تھا بھئی تمتع میں؟ پہلے گیا تھا عمرہ کر کے حلال ہو گیا، پھر اس کے بعد کیا کیا تھا؟ حج کا احرام باندھا تھا اور طواف زیارت کے بعد کیا کی تھی؟ سعی۔ یہاں یوں کرے گا: جب پہلے پہنچے گا پہلے ایک طواف کرے گا اور پھر سعی کرے گا یہ ہو گیا عمرہ، پھر ایک اور طواف کرے گا اور سعی کرے گا یہ طواف قدوم ہے اور یہ سعی حج کی سعی ہے۔ کیا ہے؟ حج کی سعی ہے، لہٰذا اب اس پر طواف زیارت کے بعد سعی نہیں ہے بھئی کیونکہ حج والی سعی اس نے کیا کر لی؟ پہلے کر لی۔ اسی طرح اگر تمتع والے نے بھی حج کی سعی پہلے ہی کر لی تو اس پر بھی طواف زیارت کے بعد سعی نہیں، وہ سعی پہلے بھی کر سکتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اور متمتع پر طواف قدوم بھی نہیں آیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو کیا ترتیب ہوئی تمتع کی؟ پہلے طواف، پھر سعی، عمرہ مکمل ہوا حلال ہو جائے گا۔ اور احرام باندھ لے گا جب حج کا تو سعی پہلے سے ہی کرنا چاہتا ہے تو پہلے ہی کر لے اور اگر سعی طواف زیارت کے بعد کرنا چاہتا ہے تو طواف زیارت کے بعد کر لے۔ اور حج قران کے اندر کیا ہے؟ پہلے سعی اور طواف کیا یہ کیا ہے؟ عمرہ، لیکن اب حلال نہیں ہونا، پھر ایک اور طواف کرے گا ایک اور سعی کرے گا، یہ جو دوسرا طواف ہے یہ طواف قدوم ہے بھئی یعنی بیت اللہ کے پاس آنے پر جو کیا کیا جاتا ہے؟ طواف کیا جاتا ہے یہ سنت ہے آپ نے پڑھا تھا، اور پھر اس کے بعد کیا کرے گا؟ سعی کرے گا یہ حج کی سعی ہے، باقی افعال سارے اسی طرح سرانجام دے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو متمتع عمرے کے بعد حلال ہو جاتا ہے لیکن قارن عمرے کے بعد حلال نہیں ہوتا۔

تو چنانچہ حج کی آپ نے تین قسموں کا آپ کو پتہ لگ گیا: پہلی قسم کیا ہے؟ حج افراد، ثانی حج تمتع، ثالث حج قران۔ یاد رکھنا حج تمتع اور حج قران حج افراد سے افضل ہیں کیونکہ حج تمتع میں بھی دو عبادتیں ہیں، حج قران میں بھی دو عبادتیں ہیں اور حج افراد میں صرف حج ہے ایک عبادت، اور دو عبادتیں ایک عبادت سے کیا ہیں؟ افضل ہیں۔ پھر تمتع اور قران میں سے قران افضل ہے مولانا اس لیے کہ حج تمتع میں انسان عمرے کے بعد حلال ہو کر راحت حاصل کر لیتا ہے جبکہ حج قران میں کیا ہوتا ہے؟ درمیان میں حلال نہیں ہوتا بلکہ دونوں احراموں سے حج کے افعال پورے کر کے پھر حلال ہوتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو

ہمارے نزدیک سب سے افضل کیا ہے؟ حج قران ہے بھئی۔[1]

تو یہ تین اقسام حج ہیں مولانا۔ دیکھیے بھئی اب بَابُ الْقِرَانِ ہم شروع کریں گے بھئی۔ اور یہ بھی یاد رکھنا یہ حج تمتع اور حج قران ہے یہ صرف آفاقی کے لیے جائز ہیں بھئی یعنی جو میقات سے باہر کا باشندہ ہو۔ ہاں جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے یا حرم کے اندر یعنی مکہ میں رہتا ہے تو ان کے لیے صرف حج افراد وہ کر سکتے ہیں حج تمتع اور حج قران نہیں کر سکتے بھئی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کر سکتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کو قربانی کرنا پڑے گی بھئی، دم لازم آئے گا گنہگار ہوں گے بھئی، ان کے لیے صرف کون سا حج ہے؟ حج افراد ہے بھئی۔

بَابُ الْقِرَانِ۔ یہ باب ہے مولانا حج قران کے بیان میں۔ قران قَرْنٌ سے ہے، قَرْنٌ کا معنی ہوتا ہے ملانا، ملانا۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ، يَرْحَمُكَ اللَّهُ، يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ قران کا معنی ہوتا ہے ملانا، تو اس نے بھی کیا کیا حاجی نے؟ عمرے کو کس کے ساتھ ملا دیا؟ حج کے ساتھ ملا دیا ہے، احرام۔

اَلْقِرَانُ أَفْضَلُ عِنْدَنَا مِنَ التَّمَتُّعِ وَالْإِفْرَادِ۔ حج قران ہمارے نزدیک افضل ہے حج تمتع اور حج افراد سے۔ وَصِفَةُ الْقِرَانِ اور قران کی صفت یہ ہے یعنی طریقہ یہ ہے أَنْ يُهِلَّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا مِنَ الْمِيقَاتِ۔ أَهَلَّ يُهِلُّ إِهْلَالًا کا معنی ہے آواز بلند کرنا، نعرہ لگانا بھئی۔ چونکہ حاجی بھی کیا کرتا ہے؟ اللہ کا نام اللہ کا ذکر بلند آواز سے کرتا ہے، تلبیہ بلند آواز سے پڑھتا ہے بھئی لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، اسی لیے يُهِلَّ کہا، لیکن یہاں مراد ہے احرام باندھنا۔ کیا مراد ہے؟ احرام۔ اور قران کی صفت یہ ہے اس کا طریقہ یہ ہے أَنْ يُهِلَّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا مِنَ الْمِيقَاتِ کہ احرام باندھے عمرے اور حج کا اکٹھا میقات سے وَيَقُولَ عَقِيبَ الصَّلَاةِ اور کہے نماز کے بعد۔ بھئی احرام کا طریقہ پڑھا تھا، کیا کرے گا؟ غسل کرے گا اور اس کے بعد کیا کرے گا؟ دو چادریں باندھ لے گا اور پھر کیا کرے گا؟ خوشبو وغیرہ لگانا ہے لگا لے، پھر اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے گا احرام کی اور پھر کیا کہے گا؟ وہ دعا پڑھے گا، تلبیہ پڑھے گا بھئی سمجھ میں آیا نیت کرے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اس کے بعد پھر وہ دعا پڑھے گا اور تلبیہ وغیرہ پڑھے گا بھئی۔

وَيَقُولَ عَقِيبَ الصَّلَاةِ اور نماز کے بعد کہے گا: اَللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِي وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّي۔ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں حج اور عمرے دونوں کا پس آپ ان دونوں کو میرے لیے آسان فرما دیجیے اور مجھ سے ان کو قبول فرما لیجیے، میری طرف سے انہیں قبول فرما لیجیے۔ فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ، تو کیا بتلایا قران کا طریقہ مولانا؟ جانے والا پہلے کیا کرے گا؟ ایک طواف اور سعی یہ کیا ہے عمرہ، پھر ایک طواف اور سعی یہ طواف دوسرا کون سا ہے

---

[1] **نقشہ مشاعرِ مقدسہ (۴): اقسامِ ثلاثہ حج—حجِ افراد (مفرد)، حجِ قران (قارن) اور حجِ تمتع (متمتع) کا تقابلی نقشہ:**



طواف قدوم حج والا اور سعی کون سی ہے حج کی۔ وہی بتلانے لگے ہیں: فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ جب داخل ہو مکہ میں تو ابتدا کرے گا طواف سے فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُوَلِ مِنْهَا پس چکر لگائے گا بیت اللہ کے سات چکر، سات ایسے چکر کہ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُوَلِ مِنْهَا کہ رمل کرے گا ان میں سے پہلے تین چکروں میں وَيَمْشِي فِيمَا بَقِيَ عَلَى هِيئَتِهِ اور چلے گا باقی چکروں میں عَلَى هِيئَتِهِ اپنے آرام پر یعنی آہستہ چلے گا اطمینان سے وَسَعَى بَعْدَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اور سعی کرے گا اس طواف کے بعد بھئی کس میں؟ صفا اور مروہ کے درمیان۔ وَهَذِهِ أَفْعَالُ الْعُمْرَةِ اور یہ عمرے کے افعال ہیں۔[۲]

ثُمَّ يَطُوفُ بَعْدَ السَّعْيِ طَوَافَ الْقُدُومِ پھر طواف کرے گا سعی کے بعد کون سا طواف؟ طواف قدوم وَيَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِلْحَجِّ اور سعی کرے گا پھر صفا اور مروہ کے درمیان حج کے لیے كَمَا بَيَّنَّاهُ فِي حَقِّ الْمُفْرِدِ جیسے کہ ہم نے بیان کیا تھا کس کے حق میں؟ مفرد کے حق میں یعنی وہ جو حج افراد کرنے والا تھا۔ فَإِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ پس جب رمی کر لے گا جمرے کی یوم النحر کے دن یعنی عید والے دن دسویں ذوالحجہ کو ذَبَحَ شَاةً أَوْ بَقَرَةً أَوْ بَدَنَةً تو ذبح کرے ایک بھیڑ بکری بھئی کوئی ذبح کر لے أَوْ بَقَرَةً یا کیا کر لے گائے بیل وغیرہ کوئی ذبح کر لے أَوْ بَدَنَةً۔ بَدَنَةٌ یاد رکھیے اونٹ یا اونٹنی کو کہتے ہیں بھئی، بَدَنَةٌ، جمع اس کی بُدُنٌ آتی ہے بُدُنٌ۔ تو بَدَنَةٌ کہتے ہیں اونٹ یا اونٹنی کو، گائے بیل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بھئی، گائے بیل پر بھی، لیکن یہاں پر گائے بیل نہیں مراد کیونکہ بَقَرَةً کا الگ خود ذکر آ گیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو بَدَنَةً سے یہاں مراد اونٹ یا اونٹنی ہے۔ تو ذبح کرے بھیڑ بکری یا گائے بیل أَوْ بَدَنَةً یا اونٹ یا اونٹنی ذبح کرے أَوْ سُبْعَ بَدَنَةٍ یا بدنے کا ساتواں حصہ۔ بھئی گائے میں کتنے لوگ شریک ہو سکتے ہیں؟ سات۔ اسی طرح اونٹ میں بھی کتنے شریک ہو سکتے ہیں؟ سات بھئی۔ تو وہ ساتواں حصہ کر لے قربانی یعنی سات مل کر ایک اونٹ ذبح کر لیں۔ أَوْ سُبْعَ بَدَنَةٍ یا بدنے کا ساتواں حصہ أَوْ سُبْعَ بَقَرَةٍ یا گائے بیل کا ساتواں حصہ، فَهَذَا دَمُ الْقِرَانِ پس یہ جو ہے دم قران ہے اور میں نے بتایا یہ وہ حاجی خود بھی کھا سکتا ہے۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَا يَذْبَحُ، اچھا بھئی اب بتلانے لگے ہیں اگر حاجی بیچارے کے پاس کوئی قربانی کا جانور ہی نہیں اس کو ملا ہی نہیں یا اتنی استطاعت ہی نہیں تھی نہیں خرید سکا بھئی پھر کیا کرے گا؟ کہتے ہیں بھئی پھر دس روزے رکھنا پڑیں گے اس حاجی کو۔ قربانی کے بدلے کیا کرنا پڑے گا اب؟ دس روزے۔ اور یہ دس روزے تین جو ہیں ایام حج میں ہونے چاہئیں، ایام حج میں یعنی قربانی کے دن سے پہلے پہلے چاہے اکٹھے رکھ لے چاہے الگ الگ رکھے لیکن دسویں ذوالحجہ سے پہلے پہلے یہ تین ہونے چاہئیں۔ اور باقی سات جب وہ حج کر لے گا گھر پہنچ جائے تو وہاں اطمینان سے سات روزے رکھ لے، یا چاہے تو حج سے فارغ ہو کر اگر مکہ میں بھی اس نے رکھ لیے تو مکہ میں بھی سات روزے رکھ سکتا ہے، تو دس روزے رکھنا پڑیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور یہ پہلے تین روزے کس میں ہونا ضروری؟ ایام حج کے اندر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ حج کے اندر، اور ایام حج کیا ہیں؟ آگے آپ کو بتلائیں گے بھئی کہ ایام حج شروع ہو جاتے ہیں رمضان گزرتے ہی شوال، ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں بھئی، تو ان کے اندر اندر کیا کر لے؟ تین روزے رکھ لے قربانی کے دن سے پہلے پہلے۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَا يَذْبَحُ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ پس اگر نہ ہو اس کے لیے کوئی ایسا جانور جسے وہ ذبح کرے تو روزے رکھے تین دن فِي الْحَجِّ کس میں؟ حج کے اندر، آخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ جس کا آخر کیا ہو؟ یوم عرفہ ہو، یعنی آخری روزہ یوم عرفہ والے دن ہونا چاہیے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے پہلے بھی رکھ سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مؤخر کرتا چلا جائے آخری تین دنوں میں کیا کر لے روزہ رکھ لے، یہ بہتر ہے کہ ہو سکتا ہے اس دوران کہیں سے قربانی کا بندوبست ہو جائے بھئی اس امید پر کیا کرتا رہے مؤخر، ورنہ پہلے بھی رکھنا چاہے تو پہلے رکھ سکتا ہے ہاں ایام حج ہونا ضروری ہیں بھئی۔ تو ان ایام کا آخر جو ہے وہ یوم عرفہ ہونا چاہیے۔ فَإِنْ فَاتَهُ الصَّوْمُ اگر یہ روزے اس سے فوت ہو گئے بھئی۔ پہلے بھئی بتلایا تین تو ہر حال میں پہلے رکھنے ہیں اگر یہ تین نہ رکھ سکا فوت ہو گئے یہاں تک کہ قربانی والا دن آ گیا، اس نے ابھی کوئی بھی نہیں رکھا تھا یا ایک رکھا تھا یا دو رکھے تھے تین پورے نہیں کیے تھے قربانی والا دن آ گیا تو اب عِنْدَ الْأَحْنَافِ اب اس کو قربانی ہی کرنا پڑے گی، اب روزہ بعد میں نہیں رکھ سکتا۔ بعد میں قضا کر لے ان تین کی؟ نہیں بھئی اب کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی ہی کرنا پڑے گی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ فَاتَهُ الصَّوْمُ پس اگر اس سے روزہ فوت ہو گیا حَتَّى يَدْخُلَ يَوْمُ النَّحْرِ یہاں تک کہ داخل ہو گیا قربانی کا دن لَمْ يُجْزِهِ إِلَّا الدَّمُ تو کافی نہیں ہے اس کے لیے مگر قربانی ہی، صرف قربانی ہی کافی اب ہو گی بھئی۔ ثُمَّ يَصُومُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ پھر روزے رکھے گا سات دن جب وہ لوٹ آئے اپنے گھر والوں کے پاس، فَإِنْ صَامَهَا بِمَكَّةَ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْحَجِّ جَازَ پس اگر روزے اس نے رکھ لیے ان ایام کے مکہ میں ہی بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْحَجِّ حج سے اپنے فارغ ہونے کے بعد جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُوَلِ مِنْهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فطاف بالبيت سبعة أشواط يرمل في الثلاث الأول منها» منقول ہے۔

فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْقَارِنُ بِمَكَّةَ وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَفَاتٍ فَقَدْ صَارَ رَافِضًا لِعُمْرَتِهِ بِالْوُقُوفِ۔ بھئی ہم نے تو کیا بتلایا کہ حج قران والا ایک طواف اور سعی کرے گا عمرے کی پھر ایک طواف اور سعی کرے گا کس کی؟ حج کی۔ بھئی کیونکہ دو عبادتیں اس نے کرنی ہیں تو عمرے کے طواف اور سعی دونوں تو اس پر ضروری ہیں، اسی طرح طواف قدوم تو چلو سنت ہے لیکن اس کے ساتھ جو سعی ہے وہ تو حج کی ہے وہ واجب ہے، اور وہ سعی بتلایا پہلے بھی ہو سکتی ہے اگر چھوٹ جائے تو بعد میں بھی طواف زیارت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ تو اب ایک حاجی پہنچا مثلاً فرض کرو اسے بڑی تاخیر ہو گئی تھی وہ سیدھا کہاں چلا گیا؟ سیدھا عرفات چلا گیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً پہنچا ہی اسی دن فرض کر لو، تو کہتے ہیں بھئی اب جو ہے بعد میں آ کر یہ عمرہ نہیں کر سکتا کیونکہ عمرے اور حج میں ترتیب ضروری ہے پہلے عمرہ ہو اور پھر کیا ہو؟ حج۔ اب عمرہ کرے گا تو پہلے حج ہو جائے گا اور بعد میں عمرہ ہو جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اب اس شخص کا عمرہ چھوٹ گیا مولانا۔ عمرہ اس نے چونکہ چھوڑ دیا ہے تو اب عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہے مولانا، کیا کرنا پڑے گی؟ ایک قربانی کرنا پڑے گی کس وجہ سے؟ عمرے کو چھوڑنے کی وجہ سے، اور اس عمرے کی اس پر قضا بھی ضروری ہو گی اس کو بعد میں قضا بھی کرے گا۔ اور قران اس کا ختم ہوا مولانا کیونکہ قران میں تو حج سے پہلے کیا ضروری تھا؟ عمرہ، اور یہاں ہوا نہیں تو اس کا قران ختم ہوا مولانا، اور جب قران نہیں تو اب قران کی قربانی بھی اس پر نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْقَارِنُ بِمَكَّةَ پس اگر داخل نہیں ہوا حج قران کرنے والا مکہ میں وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَفَاتٍ اور وہ متوجہ ہوا عرفات کی طرف فَقَدْ صَارَ رَافِضًا لِعُمْرَتِهِ، رَافِضٌ کا معنی چھوڑنے والا، رَفَضَ يَرْفُضُ کے معنی ہوتے ہیں چھوڑ دینا، فَقَدْ صَارَ رَافِضًا لِعُمْرَتِهِ بِالْوُقُوفِ تو وہ ہو گیا چھوڑنے والا اپنے عمرے کو بِالْوُقُوفِ کس کی وجہ سے؟ وقوف کی وجہ سے یعنی وقوف عرفہ کی وجہ سے وَسَقَطَ عَنْهُ دَمُ الْقِرَانِ اور اس سے قران کا دم کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا کیونکہ اسے دو قربانیوں کی توفیق نہیں ملی بھئی، وَعَلَيْهِ دَمٌ لِرَفْضِ الْعُمْرَةِ اور اس پر دم لازم ہے عمرے کو چھوڑنے کی وجہ سے وَعَلَيْهِ قَضَاؤُهَا اور اس پر قَضَاؤُهَا أَيْ قَضَاءُ الْعُمْرَةِ بھئی ہا ضمیر کس کو راجع ہے؟ عمرے کو، اور اس پر عمرے کی قضا بھی ہے۔

بَابُ التَّمَتُّعِ۔ یہ باب ہے حج تمتع کے بیان میں بھئی۔ تمتع کا معنی ہے نفع اٹھانا، اس حاجی نے بھی نفع اٹھایا ایک سفر میں کتنی عبادتوں کا؟ دو عبادتوں کا بھئی۔ بَابُ التَّمَتُّعِ تو یہ باب ہے تمتع کے بیان میں۔ اَلتَّمَتُّعُ أَفْضَلُ مِنَ الْإِفْرَادِ عِنْدَنَا تمتع افضل ہے افراد سے ہمارے نزدیک بھئی۔

ہاں اب صاحب قدوری آپ کو بتلائیں گے تمتع کی ایک تفصیل میں نے بتا دی۔ صاحب قدوری آپ کو ایک فائدہ اور بھی بتلائیں گے کہ تمتع دو قسم پر ہے بھئی، دو قسم پر نہیں یوں کہیں کہ متمتع دو قسم پر ہے، کون؟ متمتع دو قسم پر ہے: ایک وہ متمتع جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے چلتا ہے یہیں سے لے گیا قربانی کا جانور، اور ایک وہ ہے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لے کر جاتا۔ میں نے جو آپ کو حج تمتع کا طریقہ بتلایا یہ اس حاجی کا طریقہ ہے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لے کر جاتا۔ اگر متمتع اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے، قربانی کا جانور، تو یاد رکھنا سارا کچھ اسی طرح ہے صرف فرق یہ ہے کہ بغیر جانور کے لیے ہوئے جو حج تمتع کرتا تھا وہ عمرہ کر کے حلال ہو جاتا تھا، کیا کرتا تھا؟ لیکن اگر اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر گیا ہے تو یہ عمرہ کر کے اب حلال نہیں ہو گا بلکہ انتظار کرے جب حج کر لے پورا تو اس کے بعد دونوں احراموں سے اکٹھا ہی کیا ہو گا؟ حلال، بس یہ فرق ہے۔ فرق سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ درمیان میں اب حلال نہیں ہو گا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اور متمتع نے ذکر کیا ہدی کو بھئی، ہدی وہ قربانی کا جانور جو حرم میں لے جایا جاتا ہے بھیجا جاتا ہے بھئی۔ حج قران والا بھی قربانی کا جانور لے جا سکتا ہے یہاں سے لے جانا چاہے لیکن اس کو ذکر نہیں کیا کیونکہ اس کے احکام میں کوئی فرق نہیں، قربانی کا جانور یہاں سے لے جائے یا یہاں سے نہ لے کر جائے دونوں صورتوں میں ایک جیسا رہتا ہے، لیکن تمتع میں فرق آیا کہ اگر قربانی کا جانور نہیں لے کر گیا تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے گا اور اگر جانور ساتھ لے کر گیا ہے تو پھر حلال نہیں ہو گا حالت احرام میں ہی رہے گا۔

تو کہتے ہیں وَالْمُتَمَتِّعُ عَلَى وَجْهَيْنِ متمتع کتنی قسم پر ہے؟ دو قسم پر ہے: مُتَمَتِّعٌ يَسُوقُ الْهَدْيَ ایک وہ متمتع ہے جو ہدی کو لے جاتا ہے۔ سَاقَ يَسُوقُ کا معنی ہوتا ہے جانور کو پیچھے سے ہانکنا بھئی، پیچھے سے ہانکنا یہ کہلاتا ہے سَوْقٌ اور آگے سے اس کو کھینچنا یہ کہلاتا ہے قَوْدٌ، یہ قَوْدٌ کہلاتا ہے بھئی۔ تو ایک ہے سَائِقٌ ایک ہے قَائِدٌ۔ سَائِقٌ وہ ہے جو پیچھے سے جانور کو ہانکتا ہے یعنی جانور آگے ہے وہ شخص پیچھے ہے اس کو ہانک کر لے جا رہا ہے اس کو کیا کہیں گے؟ سَائِقٌ۔ اور آدمی آگے ہے اور جانور پیچھے ہے اس کو کھینچ کر لے جا رہا ہے اس کو کہتے ہیں قَائِدٌ بھئی۔ اسی سے قائد بھی ہے وہ بھی کیا ہے؟ قوم کے آگے چلتا ہے اور ساری قوم اس کے پیچھے چلتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں بھی سَوْقٌ کا لفظ ذکر کیا بھئی یہ بہتر ہے کہ جانور کو آگے رکھے اور خود پیچھے ہو، مراد لے جانا ہے بس جیسے بھی لے جائے لیکن یہ بہتر ہے۔

تو کہتے ہیں وَالْمُتَمَتِّعُ عَلَى وَجْهَيْنِ متمتع دو قسم پر ہے: مُتَمَتِّعٌ يَسُوقُ الْهَدْيَ ایک وہ متمتع ہے جو لے جاتا ہے ہدی کو۔ ہدی کہتے ہیں حرم میں بھیجا جانے والا قربانی کا جانور، حرم میں قربانی کے لیے جو جانور لے جایا جائے اس کو کیا کہا جاتا ہے؟ ہدی کہا جاتا ہے، هَدْيٌ، هَدْيٌ۔ تو کہتے ہیں مُتَمَتِّعٌ يَسُوقُ الْهَدْيَ ایک وہ متمتع ہے جو قربانی کا جانور لے جاتا ہے وَمُتَمَتِّعٌ لَا يَسُوقُ الْهَدْيَ اور ایک وہ متمتع ہے جو ہدی نہیں لے جاتا۔

وَصِفَةُ التَّمَتُّعِ أَنْ يَبْتَدِئَ مِنَ الْمِيقَاتِ اور تمتع کا طریقہ یہ ہے مولانا کہ أَنْ يَبْتَدِئَ مِنَ الْمِيقَاتِ کہ کہاں سے ابتدا کرے؟ میقات سے فَيُحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ تو احرام باندھے گا کس کا؟ عمرہ کا۔ سمجھ میں آیا؟ لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ کہے گا جبکہ قران میں وہ کیا کہتا تھا؟ لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ۔ وَيَدْخُلَ مَكَّةَ اور مکہ میں داخل ہو گا فَيَطُوفَ لَهَا پس طواف کرے گا وہ عمرے کے لیے وَيَسْعَى اور سعی کرے گا وَيَحْلِقَ اور حلق کروالے گا أَوْ يُقَصِّرَ یا بال چھوٹے کروالے گا وَقَدْ حَلَّ مِنْ عُمْرَتِهِ اور تحقیق حلال ہو گیا وہ اپنے عمرے سے، عمرہ پورا ہوا اب حلال ہو گیا۔ وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ إِذَا ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ۔ بھئی تلبیہ کب یہ چھوڑے گا یہ جو متمتع ہے؟ کہتے ہیں بھئی جب طواف شروع کرے تو اس وقت کیا کر دے؟ تلبیہ اب بند کر دے۔ تو وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ اور تلبیہ کو قطع کر دے گا إِذَا ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ جب ابتدا کرے گا طواف کی وَيُقِيمُ بِمَكَّةَ حَلَالًا اور مقیم رہے گا مکہ میں حلال ہو کر۔

فَإِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ پس جب آ جائے یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تو احرام باندھ لے حج کا کس سے؟ مسجد الحرام سے، مسجد الحرام سے بھئی۔ مسجد الحرام سے باندھنا افضل ہے ضروری نہیں ورنہ مکہ میں حرم میں کہیں بھی ہو جہاں بھی ہو وہیں سے کیا کر لے؟ احرام باندھ لے بھئی۔ اور یوم الترویہ کہا یوم الترویہ کے دن نہیں ضروری بھئی پہلے بھی باندھنا چاہے تو پہلے بھی احرام باندھ سکتا ہے بھئی، بلکہ پہلے باندھنا افضل ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں جب آ جائے یوم الترویہ تو احرام باندھ لے گا حج کا مسجد الحرام سے وَفَعَلَ مَا يَفْعَلُهُ الْحَاجُّ الْمُفْرِدُ اور کرے گا وہ جو کرتا ہے مفرد حاجی حج افراد والا وَعَلَيْهِ دَمُ التَّمَتُّعِ اور اس پر اب کیا ہے؟ دم تمتع ہے، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَا يَذْبَحُ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ پس اگر نہ پائے کوئی ایسا جانور جسے وہ ذبح کرے تو روزے رکھے گا تین دن حج میں وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ اور سات روزے رکھے گا جب واپس اپنے گھر والوں کے پاس آ جائے۔[۴۳]

وَإِنْ أَرَادَ الْمُتَمَتِّعُ أَنْ يَسُوقَ الْهَدْيَ، یہ دوسری قسم شروع ہو گئی مولانا۔ وَإِنْ أَرَادَ الْمُتَمَتِّعُ أَنْ يَسُوقَ الْهَدْيَ أَحْرَمَ اور اگر ارادہ ہو متمتع کا ہدی کو لے جانے کا أَحْرَمَ تو کیا کرے؟ احرام باندھے، اور یہ افضل ہے مولانا جانور لے کر جانا، تو أَحْرَمَ احرام باندھ لے گا وَسَاقَ هَدْيَهُ اور ہانکے گا اپنے قربانی کے جانور کو۔ فَإِنْ كَانَتْ بَدَنَةً قَلَّدَهَا بِمَزَادَةٍ۔ یاد رکھیے قربانی کا جو جانور لے جایا جاتا ہے اگر مثلاً اونٹ یا اونٹنی انسان لے کر جائے تو اس پر علامت لگائی جاتی ہے تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ لگ جائے یہ قربانی کا جانور ہے حرم کی طرف جو لے جایا جا رہا ہے، تو اگر کہیں گم ہو جائے راستے میں تو پھر کیا کر دیا جائے؟ واپس کر دیا جائے، یا کہیں پر یہ جانور پانی وغیرہ پینے کے لیے کسی جگہ پہ پہنچیں تو کوئی ان کو بھگائے نہ بلکہ ان کا احترام کرے کہ یہ تو کون سا جانور ہے؟ قربانی کا، تو روکے نہ اس کو پانی وغیرہ سے بھئی۔ تو اونٹ کو اگر لے جایا جائے تو اس پر تین طریقے ہیں بھئی: یا تو اس پر کیا کر دیا جائے گا؟ اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے بھئی، اس کو تَجَلُّلٌ کہتے ہیں، سمجھ میں آیا؟ تَجَلُّلٌ بھئی اوپر کپڑا وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے جھول جس کو کہتے ہیں اردو میں بھئی جھول ڈال دی جاتی ہے۔ یا پھر کیا کیا جاتا ہے؟ اس کے گلے میں کوئی چمڑے کا ٹکڑا وغیرہ لٹکا دیتے ہیں یا پرانا جوتا وغیرہ لٹکا دیتے ہیں تاکہ پتہ لگے علامت کے طور پر بھئی، اسے تَقْلِيدٌ کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ تَقْلِيدٌ۔ قِلَادَةٌ ہار کو کہتے ہیں، تَقْلِيدٌ کا معنی گلے میں کوئی چیز ڈالنا، تو یہاں بھی پرانا چمڑا یا پرانا جوتا وغیرہ کوئی چیز کیا کی ہے اس کے گلے میں لٹکا دی علامت ہے لوگوں کو پتہ چل جائے جس سے بھئی۔ اور ایک تیسرا طریقہ ہے إِشْعَارٌ بھئی۔ إِشْعَارٌ کا لغوی معنی تو ہے علامت لگانے کے، إِشْعَارٌ، لیکن اصطلاح شریعت میں إِشْعَارٌ اسے کہتے ہیں کہ اونٹ کے کوہان کو نیزے وغیرہ کے ذریعے کچھ زخمی کر دیا جاتا ہے کھال تھوڑی سی اس کی نیزے سے زخمی کر دی جاتی ہے پھاڑ دی جاتی ہے اور اس کے کوہان کو خون آلود کر دیا جاتا ہے خون اس پر لگا دیا جاتا ہے، اس سے بھی دیکھنے والوں کو کیا ہے؟ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کون سا جانور ہے؟ قربانی کا جانور ہے۔ لیکن یہ إِشْعَارٌ صرف اونٹ میں ہے گائے بیل یا بکری میں نہیں ہے بھئی۔ تو اونٹ میں علامت کے تین طریقے ہو گئے: یا تو إِشْعَارٌ ہو گا کوہان کو زخمی کریں گے، یا کیا ہو گا؟ تَجَلُّلٌ ہو گا اس پر جھول ڈال دی جائے گی، یا پھر کیا ہو گا؟ تَقْلِيدٌ ہو گا گلے میں کوئی چیز ڈال دی جائے گی۔

---

[۴۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۶۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا كان قبل يوم التروية» منقول ہے۔

[۴۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَا يَذْبَحُ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم يكن له ما يذبح صام ثلاثة أيام في الحج» منقول ہے۔

اور اگر قربانی کا جو جانور لے جایا جارہا ہے وہ گائے بیل وغیرہ ہیں تو اس صورت میں إِشْعَارٌ جائز نہیں ہے اب دو طریقے رہ گئے بھئی، کون کون سے؟ تَجَلُّلٌ اور تَقْلِيدٌ بھئی۔ اور اگر بھیڑ بکری وغیرہ لے کر جارہا ہے تو اس میں کوئی بھی چیز مسنون نہیں ہے بھئی، نہ إِشْعَارٌ نہ تَجَلُّلٌ اور نہ تَقْلِيدٌ بھئی، کیونکہ بکری بیچاری بھئی کمزور جانور ہے جو بھی چیز ڈالیں گے اس پر بوجھ ہوگی اس کو تکلیف ہوگی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں کوئی ویسے کوئی چھوٹی موٹی رسی گلے میں باندھ دیتا ہے اس طرح کی کوئی چیز کوئی دھاگہ وغیرہ جس سے پتہ لگے کہ یہ کیا ہے قربانی کا جانور ہے، اس طرح کی ہلکی سی چیز کوئی باندھ دے وہ ٹھیک ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آگئی بھئی؟

اب یاد رکھنا یہ جو إِشْعَارٌ ہے یہ سنت ہے ثابت ہے بھئی، حضور صلی الله علیہ وسلم اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے گئے تو ان کے کوہان کو زخمی فرمایا آپ نے بھئی۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله سے روایت آتی ہے کہ إِشْعَارٌ مکروہ ہے بھئی۔ تو بھئی إِشْعَارٌ کیسے مکروہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله نے فرمادیا حالانکہ سنت سے ثابت ہے احادیث وغیرہ میں ذکر آیا ہے؟ تو علماء جواب دیتے ہیں کہ نہیں بھئی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله مطلق إِشْعَارٌ کو مکروہ نہیں کہتے بھئی بلکہ چونکہ ان کے زمانے میں لوگ إِشْعَارٌ میں مبالغہ کرتے تھے بھئی، جانور کے کوہان کو بہت زیادہ زخمی کر دیا کرتے تھے اس لیے انہوں نے اس إِشْعَارٌ کو مکروہ قرار دیا جو ان کے زمانے والے کرتے تھے ورنہ فِي نَفْسِهِ إِشْعَارٌ کے مکروہ ہونے کے وہ قائل نہیں بلکہ اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔ کئی جوابات علماء نے دیے بس یہ ایک جواب آپ یاد رکھیں کافی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کہ اس زمانے میں لوگوں نے کیا کرنا شروع کر دیا؟ مبالغہ۔ بھئی وہ تو علامت ہے تھوڑی سی بس کھال پھاڑ دو اس کی کاٹ دو خون نکل آئے کچھ وہ خون اس کے کوہان پر مل دو، لیکن لوگ زیادہ ہی مبالغہ کرتے تھے طریقہ تو آتا نہیں تھا تو خوب اس کے کوہان کو زخمی کر دیتے اندر گوشت تک زخم پہنچتا تھا ہڈی تک زخم پہنچ جاتا تھا بیچارے کے، تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله نے اس وجہ سے اس کو کیا فرمادیا؟ مکروہ بھئی۔

تو فَإِنْ كَانَتْ بَدَنَةً قَلَّدَهَا بِمَزَادَةٍ أَوْ نَعْلٍ وَأَشْعَرَ الْبَدَنَةَ، اگر وہ بدنہ ہو بھئی یعنی کیا ہو؟ اونٹ مراد ہے، اونٹ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اونٹ یا گائے بیل بھی یہاں مراد بھئی، فَإِنْ كَانَتْ بَدَنَةً اگر وہ اونٹ ہو یا گائے بیل وغیرہ میں سے کوئی ہو قَلَّدَهَا بِمَزَادَةٍ تو گلے میں ڈال دے اس کے مَزَادَةٌ بھئی۔ مَزَادَةٌ کہتے ہیں توشہ دان بھئی، وہ چمڑے کا تھیلا جس میں سامان سفر رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مشکیزہ جس میں سفر میں انسان پانی ساتھ لے کر چلتا اس کو بھی کیا کہتے تھے؟ مَزَادَةٌ کہتے تھے مَزَادَةٌ۔ لیکن یہاں وہ نہیں مراد کہ مشکیزہ لٹکادے، کوئی چمڑے کا ٹکڑا وغیرہ کیا کر دے اس کے گلے میں لٹکادے، سمجھ میں آیا؟ أَوْ نَعْلٍ یا کیا لٹکادے؟ کوئی پرانا جوتا وغیرہ۔ وَأَشْعَرَ الْبَدَنَةَ اور اشعار کرے گا بدنے کا یعنی یہاں اونٹ مراد ہے عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اشعار کرے گا بھئی یعنی یہ جائز ہے یہ سنت ہے۔ اور اشعار کسے کہتے ہیں؟ کہتے ہیں وَهُوَ أَنْ يَشُقَّ سَنَامَهَا مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ کہ زخم لگادے، سَنَامٌ کہتے ہیں کوہان کو، اس بدنے کے کوہان کو مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ کس جانب سے؟ دائیں جانب سے، اور بعض نے اسی طرح لکھا ہے بائیں جانب سے تو بس علامت ہے بھئی، جی۔ وَلَا يُشْعِرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اور اشعار نہ کرے کس کے نزدیک؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک۔ میں نے بتایا انہوں نے کیوں مکروہ قرار دیا؟ کیونکہ اس زمانے کے لوگ کیا کرتے تھے؟ مبالغہ کرتے تھے۔

فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَسَعَى جب داخل ہو جائے مکہ میں طواف کرے اور سعی کرے وَلَمْ يَحْلِلْ۔ یہ آپ کے نسخوں میں کیا ہے لفظ؟ لَمْ يَحْلِلْ ہی ہے؟ جی، لَمْ يَحْلِلْ بھی ٹھیک ہے لَمْ يَتَحَلَّلْ بھی ٹھیک ہے۔ وَلَمْ يَحْلِلْ اور حلال نہیں ہوگا حَتَّى يُحْرِمُ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ یہاں تک کہ کیا ہو؟ احرام باندھ لے گا حج کا یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو حَتَّى يُحْرِمُ پڑھیں گے یہاں پر اس لیے کہ حَتَّى یہاں غایہ انتہا بتلانے کے لیے نہیں آرہا، حلال نہ ہو یہاں تک کہ حج کا احرام باندھ لے کیا معنی حج کا احرام باندھ کے اب حلال ہو جائے؟ یہ معنی ہے؟ نہیں بھئی یہ معنی نہیں ہے، تو یہاں يُحْرِمُ پڑھیں گے بھئی۔ فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ قَبْلَهُ جَازَ، بھئی آٹھویں کو حج کا احرام باندھ لے اگر اس احرام کو اس پر مقدم کر دیا اس سے پہلے احرام باندھ لیا جَازَ یہ بھی جائز ہے۔ وَعَلَيْهِ دَمُ التَّمَتُّعِ اور اس شخص پر کیا واجب ہے؟ دم تمتع واجب ہے مولانا کیونکہ دو عبادتیں اللہ نے نصیب فرمائیں ایک سفر میں۔ فَإِذَا حَلَقَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَدْ حَلَّ مِنَ الْإِحْرَامَيْنِ پس جب حلق کرلے بال منڈوالے یا چھوٹے کروالے یوم النحر قربانی والے دن فَقَدْ حَلَّ مِنَ الْإِحْرَامَيْنِ تو تحقیق یہ حلال ہو گیا دونوں احراموں سے عمرے اور حج دونوں۔

وَلَيْسَ لِأَهْلِ مَكَّةَ تَمَتُّعٌ وَلَا قِرَانٌ اور نہیں جائز مکہ والوں کے لیے حج تمتع اور نہ حج قران وَإِنَّمَا لَهُمُ الْإِفْرَادُ خَاصَّةً اور ان کے لیے تو حج افراد ہی ہے خاص طور پر۔ وَإِذَا عَادَ الْمُتَمَتِّعُ إِلَى بَلَدِهِ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْعُمْرَةِ، بھئی یاد رکھو یہ متمتع اس نے عمرہ کر لیا اب حلال ہو کر کیا ہے مکہ میں رہ رہا ہے، اگر کچھ وقت تھا اس نے کہا چلو بھئی میں گھر چلا جاتا ہوں چکر لگا آتا ہوں بھئی، بھئی اشہر حج تو شروع ہو چکے ہیں شوال سے اسی میں وہ کسی وقت چلا گیا تھا بھئی، تو اب کہتے ہیں اگر یہ گھر آیا تو اس کا تمتع کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ ہدی لے کر گیا تھا، قربانی کا جانور ساتھ لے کر گیا تھا پھر اس کا

تمتع باطل نہیں اس لیے کیونکہ ابھی بھی وہ حالت احرام میں ہو گا کیونکہ درمیان میں حلال ہونا تو اب اس کے لیے جائز نہیں تو اب حالت احرام میں ہے واپس جانا ضروری ہے تو اب اس کا حج تمتع باطل نہیں پھر آجائے واپس بھئی۔وَإِذَا عَادَ الْمُتَمَتِّعُ إِلَى بَلَدِهِ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْعُمْرَةِ اور جب لوٹ آئے تمتع کرنے والا اپنے شہر کو بعد اپنے فارغ ہونے کے عمرے سے وَلَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ اور وہ قربانی کا جانور بھی نہیں لے گیا تھا بَطَلَ تَمَتُّعُهُ تو اس کا تمتع کیا ہو جائے گا؟ باطل۔

وَمَنْ أَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ، اچھا بھئی اب آپ کو یہ بتلا رہے ہیں صاحب قدوری کہ ایک آدمی احرام باندھ لیتا ہے اشہر حج سے بھی پہلے، یعنی شوال سے بھی پہلے اس نے احرام باندھ لیا ہے اور گیا عمرے کے لیے ہے تو کیا یہ حج تمتع کر سکتا ہے؟ صاحب قدوری فرما رہے ہیں یہ عمرے کے سفر کے لیے گیا ہے اگر عمرے کا اکثر طواف، اکثر حصہ طواف کا اشہر حج سے پہلے ہو گیا تو اس صورت میں یہ تمتع نہ ہوا کیونکہ اکثر حصہ طواف کا حج کے دنوں سے پہلے پایا گیا حالانکہ تمتع میں جو عمرہ کیا جاتا ہے وہ کن دنوں میں کیا جاتا ہے؟ حج کے دنوں میں۔ اور اکثر حصہ کا کیا معنی؟ یعنی سات چکر کل ہیں طواف میں تو چار چکر کیا کر چکا ہے وہ؟ پہلے لگا چکا ہے اور تین بعد میں لگا رہا ہے تو اکثر حصہ پہلے ہوا۔ اور اگر اکثر حصہ طواف کا اس نے ایام حج کے شروع ہونے کے بعد کیا یعنی اس سے پہلے صرف دو یا تین چکر لگائے تھے اور باقی چار چکر کس میں لگائے؟ اشہر حج میں، تو یہ متمتع ہے، یہ کیا ہے؟ متمتع۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں وَمَنْ أَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ اور جس نے احرام باندھا عمرے کا اشہر حج سے پہلے، حج کے مہینوں سے پہلے فَطَافَ لَهَا پس طواف کیا اس نے عمرے کے لیے أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْوَاطٍ چار چکروں سے کم چکر لگائے، دیکھا چار اکثر ہیں اس سے کم لگائے، ثُمَّ دَخَلَتْ أَشْهُرُ الْحَجِّ پھر داخل ہو گئے حج کے مہینے فَتَمَّمَهَا پھر اس نے اس عمرے کو کیا کیا؟ مکمل کیا وَأَحْرَمَ بِالْحَجِّ اور احرام باندھ لیا حج کا كَانَ مُتَمَتِّعًا تو یہ کیا ہوا؟ متمتع ہوا۔فَإِنْ طَافَ لِعُمْرَتِهِ قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ پس اگر اس نے طواف کر لیا تھا اپنے عمرے کا قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ حج کے مہینوں سے پہلے ہی أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ فَصَاعِدًا چار چکر یا اس سے زیادہ ثُمَّ حَجَّ مِنْ عَامِهِ ذَلِكَ پھر اس نے حج کیا اپنے اسی سال میں لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا تو اب یہ متمتع نہیں کیونکہ اکثر طواف کس میں پایا گیا؟ اشہر حج سے پہلے پایا گیا۔عَامٌ سال کو کہتے ہیں اس میم کو مشدد نہ پڑھنا بھئی مِنْ عَامِهِ ذَلِكَ۔

وَأَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ۔ اور حج کے مہینے جو ہیں وہ شوال ہے، ذوالقعدہ ہے اور دس دن ہیں کس میں سے؟ ذوالحجہ میں سے دس دن ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اچھا، چلو مہینوں کے نام آئے آپ کو ایک اور فائدہ بتلا دوں بھئی۔ اسلامی مہینوں کے نام یاد ہیں آپ کو بھئی؟ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، آگے کیا ہے؟ جمادی الاول، جمادی الاول سارے لوگ یوں پڑھتے ہیں مولانا، غلط ہے! اصل لفظ ہے جُمَادَى، جُمَادَى۔ سمجھ میں آیا؟ اور جُمَادَى موصوف ہے الْأُولَى آگے اس کی صفت ہے، اور جُمَادَى کا لفظ مؤنث ہے تو صفت الْأُولَى بھی کیا آئے گی؟ مؤنث۔رَبِيعُ الْأَوَّلِ، رَبِيعُ الثَّانِي، رَبِيعٌ کا لفظ مذکر ہے تو صفت الْأَوَّلُ، الثَّانِي وہ بھی کیا آئی؟ مذکر، لیکن جُمَادَى کا لفظ کیا ہے؟ مؤنث، تو اس کی صفت أُولَى آئے گی بھئی اور الثَّانِيَةُ، جُمَادَى الْأُولَى، جُمَادَى الثَّانِيَةُ۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ بڑی غلطی کرتے ہیں بھئی عام لوگ سب لوگ بھئی، کیا پڑھتے ہیں؟ جمادی الاول! جمادی تو لفظ ہی نہیں ہے، اگر لفظ بھی ہو یاء پر ضمہ عربی میں آتا ہی نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ قاضی پر کبھی ضمہ آیا یاء پر؟ نہیں۔ رفع کیا ہوتا ہے؟ تقدیری۔ تو پھر یہ دوسری غلطی یہ پھر ہو گئی مولانا، ایک لفظ غلط پڑھا پھر اس پر اعراب بھی کیا کر دیا؟ یاء ضمہ پڑھ دیا بھئی! تو لفظ ہے مولانا جُمَادَى، تو پڑھیں گے جُمَادَى الْأُولَى اور جُمَادَى الثَّانِيَةُ۔ جُمَادَى مؤنث ہے معرفہ ہے تو صفت کیا آئے گی؟ مؤنث اور معرفہ الْأُولَى، جُمَادَى الْأُولَى اور جُمَادَى الثَّانِيَةُ مؤنث اور معرفہ آئے گی بھئی۔

اچھا بھئی تو حج کے مہینے جو ہیں شوال ہے، ذوالقعدہ ہے اور دس دن ہیں ذوالحجہ میں سے۔فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ بِالْحَجِّ عَلَيْهَا جَازَ إِحْرَامُهُ وَانْعَقَدَ حَجُّهُ۔ اگر مقدم کر دیا کسی نے اپنے حج کے احرام کو ان مہینوں پر تو بھی اس کا احرام جائز ہے۔ بھئی یاد رکھو ایک آدمی رمضان میں یا رمضان سے بھی پہلے حج کا احرام باندھ کر چل پڑا تو کیا یہ درست ہے؟ کہتے ہیں بھئی احرام حج کے لیے شرط ہے بھئی، حج کے افعال حج کے دنوں میں ہونے چاہئیں احرام پہلے سے بھی باندھ لے تو بھی یہ جائز ہے۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ بِالْحَجِّ عَلَيْهَا اگر حج کا احرام مقدم کر دیا ان مہینوں پر تو پھر بھی اس کا احرام جائز ہے وَانْعَقَدَ حَجُّهُ اور اس کا حج منعقد ہو جائے گا۔

وَإِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ۔ بھئی عورت ہے اس کو حیض آگیا بھئی جب اس نے احرام باندھنا تھا، کیا کرنا تھا؟ احرام باندھنا تھا تو حیض آگیا، کہتے ہیں کوئی حرج نہیں غسل کرے اور احرام پہن لے یعنی کہ نیت کر لے کیونکہ عورت کا احرام تو وہی کپڑے ہیں بھئی، اور یہ سارے حج کے افعال کرتی چلی جائے لیکن طواف نہیں کرے گی بھئی، طواف نہیں کرے گی کیونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور اس حالت کے اندر مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔ تو باقی تمام

افعال وقوف بھی کرے، رمی جمار بھی کرے، سعی بھی کرے ساری چیزیں جائز ہیں اس کے لیے بھئی۔ اچھا بھئی تو کہتے ہیں طواف بعد میں کرے گی بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ طواف زیارت تو فرض ہے بھئی وہ بعد میں کرے گی۔ وَإِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ جب حائضہ ہو جائے عورت احرام کے وقت اغْتَسَلَتْ تو غسل کرلے وَأَحْرَمَتْ اور احرام باندھ لے وَصَنَعَتْ كَمَا يَصْنَعُ الْحَاجُّ اور اسی طرح کرے گی جیسے کہ حاجی کرتے ہیں غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ علاوہ اس کے کہ وہ طواف نہیں کرے گی بیت اللہ کا حَتَّى تَطْهُرَ یہاں تک کہ کیا ہو جائے؟ پاک، جب پاک ہو جائے پھر طواف کرے بھئی۔

وَإِذَا حَاضَتْ بَعْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وَبَعْدَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ۔ بھئی ایک عورت ہے وہ آخر میں جا کے اس کو حیض آیا، وقوف عرفہ بھی کر چکی ہے طواف زیارت بھی، حج کے افعال پورے کر چکی ہے اب حائضہ ہو گئی، لیکن رخصتی سے پہلے تو طواف وداع بھی واجب ہے بھئی طواف صدر جس کو کہتے ہیں، تو کہتے ہیں بھئی عورت کے لیے رخصت ہے اس مسئلے میں وہ کیا کر سکتی ہے؟ اب طواف وداع کو چھوڑ سکتی ہے جب حائضہ ہو جائے تو ویسے ہی چل پڑے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا حَاضَتْ بَعْدَ الْوُقُوفِ جب حائضہ ہو جائے عورت وقوف عرفہ کے بعد وَبَعْدَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ اور طواف زیارت کے بعد بھئی انْصَرَفَتْ تو لوٹ جائے پھر جائے مِنْ مَكَّةَ مکہ سے وَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا لِتَرْكِ طَوَافِ الصَّدْرِ اور اس پر کوئی چیز نہیں ہے یعنی کوئی قربانی واجب نہیں ہے کوئی دم واجب نہیں ہے لِتَرْكِ طَوَافِ الصَّدْرِ طواف صدر کو چھوڑنے کی وجہ سے یعنی وہ طواف وداع کو چھوڑنے کی وجہ سے۔

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۵: باب الجنایات فی الحج (۱): ممنوعاتِ احرام، خوشبو، سلا ہوا کپڑا، سر ڈھانپنا، حجامت، ناخن تراشنا، جماع اور ترکِ واجبات کے کفارات

مختصر القدوری صفحہ: ۵۷—بتاریخ: ۴ مارچ ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

بَابُ الْجِنَايَاتِ فِي الْحَجِّ۔ یہ باب ہے مولانا حج کے اندر جنایتوں کے بیان میں۔ جنایت بھئی۔ بھئی یاد رکھیے حج کے اندر اگر کوئی ایسا کام کیا جو ممنوع ہے یا کوئی ایسا کام کیا جس کی مثلاً احرام کی وجہ سے ممانعت ہے یا مثلاً حرم کے اندر بعض کام ممنوع ہیں، ان میں سے کوئی کام کرتا ہے تو یہ جنایت کہلاتی ہے۔ یہ کیا کہلاتی ہے؟ جنایت کہلاتی ہے، اور اس صورت میں پھر اس کو کفارہ دینا پڑے گا۔ کیا کرے گا؟ اس نے ایک ممنوع چیز کا ارتکاب کیا مثلاً احرام میں ایک چیز منع تھی خوشبو لگانا منع تھی اور اس نے خوشبو لگالی، تو اب اسے کیا کرنا پڑے گا اس کا؟ کفارہ دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یا حرم کے اندر بھئی مثلاً

کوئی ایسا کام کرتا ہے بھئی۔ تو دیکھیے اب وہ بیان کریں گے بھئی، آسان باتیں ہیں بھئی۔[1]

إِذَا تَطَيَّبَ الْمُحْرِمُ فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ۔ جب اگر خوشبو لگالے محرم یعنی جس نے احرام باندھا ہے، جب خوشبو لگالے محرم فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ تو اس پر کفارہ ہے، اب کتنا کفارہ ہے بتلانے لگے ہیں: فَإِنْ تَطَيَّبَ عُضْوًا كَامِلًا فَمَا زَادَ فَعَلَيْهِ دَمٌ۔ اگر اس نے خوشبو لگائی ایک پورے عضو پر فَمَا زَادَ یا اس سے زیادہ پر فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر دم ہے، کیا ہے؟ دم، خون ہے یعنی اسے قربانی کرنا پڑے گی۔ اور یاد رکھنا یہاں پر جب بھی دم کا لفظ آئے اس سے مراد ایک بھیڑ یا بکری ہے۔ کیا مراد ہے؟ ایک بھیڑ یا بکری جی، یہ قربانی کرنا پڑے گی۔ اور دو جگہ صرف بھئی بھیڑ یا بکری نہیں بلکہ وہاں اونٹ یا گائے ذبح کرنا پڑے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ گائے ذبح کرنا پڑے گی، وہ صاحب قدوری خود بتادیں گے دو جگہیں ہیں بھئی، دو جگہیں ہیں۔ اور صدقہ کا لفظ جہاں پر آئے یاد رکھنا صدقہ کے بعض جگہ دیکھیے آگے آرہا ہے تو کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ فَإِنْ تَطَيَّبَ اگر خوشبو لگائے پورے عضو پر یا اس سے زیادہ پر تو اس پر کیا ہے؟ قربانی ہے بھئی۔ کیا ہے؟ اس لیے کہ اس نے ممنوع کام کیا، خوشبو لگانا تو منع تھا احرام کے اندر اس نے خوشبو لگالی، اور پورے عضو پر لگائی تو پورا جرم پایا گیا لہذا اس کے کفارے کے طور پر اب کیا کرے گا؟ قربانی کرے گا۔

وَإِنْ تَطَيَّبَ أَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ اور اگر اس نے خوشبو لگائی عضو سے کم پر فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ تو اس پر کیا ہے؟ پورے عضو پر لگائی مثلاً بھئی پورے پنڈلی ایک حصہ ہے، ہاتھ ایک پورا حصہ ہے، پاؤں وغیرہ، سر ہے بھئی سر پر لگالی تو یہ اس صورت میں کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی۔ اور اگر اس عضو سے کم پر لگائی تو اس صورت میں جنایت کم درجے کی ہوئی، جب کم درجے کی ہوئی تو کفارہ بھی کم ہوا، اب قربانی نہیں بلکہ کیا کرے گا؟ صدقہ۔ اور صدقہ کا لفظ جب یہاں پر آئے تو اس سے مراد نِصْفُ صَاعٍ گندم یا ایک صاع کھجور یا جو ہے بھئی۔ نِصْفُ صَاعٍ کیا کرے گا؟ صدقہ کر دے گا فقیر پر یا کیا کرے گا؟ جی، نِصْفُ صَاعٍ

---

[1] **جدول—جنایاتِ احرام اور ترکِ واجباتِ حج کے کفارات ودِمَاء کا جامع فقہی جدول:**

نوعِ جنایت / ترکِ واجب	مقدار و شرط	واجب ہونے والی جزاء / کفارہ
۱۔ خوشبو لگانا (التَّطَيُّبُ) یا تیل لگانا	ایک پورا عضو یا اس سے زائد | ایک عضو سے کم	پورا عضو: **ایک دم** (بکری)؛ ایک عضو سے کم: **صدقہ** (نصف صاع گندم)۔
۲۔ سلا ہوا کپڑا پہننا یا سر اور چہرہ ڈھانپنا	ایک پورا دن (یا پوری رات) | ایک دن سے کم	پورا دن: **ایک دم**؛ ایک دن سے کم: **صدقہ** (ایک ساعت سے کم ہو تو ایک مٹھی گندم)۔
۳۔ بال منڈوانا (الْحَلْقُ)	چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی یا بغل / زیرِ ناف | چوتھائی سے کم	چوتھائی یا زائد: **ایک دم**؛ چوتھائی سے کم: **صدقہ**۔
۴۔ ناخن تراشنا (قَصُّ الْأَظْفَارِ)	چاروں ہاتھ پاؤں یا ایک ہاتھ / پاؤں کے ۵ ناخن | ۵ سے کم (متفرق)	ایک عضو کے پورے ۵ ناخن: **ایک دم**؛ ۵ سے کم (یا چاروں سے ایک ایک): ہر ناخن کے بدلے **ایک صدقہ**۔
۵۔ وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرنا	حج فاسد ہو جاتا ہے	**ایک بکری (دم)** + فاسد حج کو پورا کرنا لازم + آئندہ سال قضا لازم (بلا تفریقِ زوجین)۔
۶۔ وقوفِ عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے جماع کرنا	حج فاسد نہیں ہوتا	**بدنہ (اونٹ یا گائے)** واجب ہے؛ اور اگر حلق کے بعد اور طوافِ زیارت سے پہلے کیا تو **ایک بکری (دم)**۔
۷۔ طوافِ زیارت جنابت یا بے وضو کرنا	طوافِ زیارت باجنابت | بے وضو؛ طوافِ قدوم / وداع بے وضو	طوافِ زیارت باجنابت: **بدنہ** (جب تک مکہ میں ہے اعادہ کرے تو ساقط)؛ بے وضو: **شاۃ (دم)**؛ قدوم / وداع بے وضو: ہر چکر پر **صدقہ**۔
۸۔ ترکِ واجبات (سعی، وقوفِ مزدلفہ، رمی، طوافِ وداع، یا تاخیرِ حلق و طوافِ زیارت عن ایام النحر)	بلا عذر چھوڑنا یا مؤخر کرنا	ہر واجب کے ترک پر **ایک دم (شاۃ)** واجب ہے (تاہم طوافِ وداع کے ۳ چکر یا کم چھوٹے تو ہر چکر پر صدقہ)۔

گندم یا ایک صاع کھجور یا جو بھئی۔[۲]

تو دیکھیے اب ساری جنایتیں آ رہی ہیں جلدی جلدی سنتے جایئے: وَإِنْ لَبِسَ ثَوْبًا مَخِيطًا أَوْ غَطَّى رَأْسَهُ يَوْمًا كَامِلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ۔ بھئی آپ جانتے ہیں احرام کے اندر سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، دو چادریں ہیں بس، اور اسی طرح سر کو نہیں ڈھانپ سکتا۔ تو اگر وَإِنْ لَبِسَ ثَوْبًا مَخِيطًا اور اگر اس نے پہنا محرم نے ثَوْبًا مَخِيطًا سلا ہوا کپڑا أَوْ غَطَّى رَأْسَهُ یا اپنے سر کو ڈھانپا، کیا کیا؟ ڈھانپا يَوْمًا كَامِلًا ایک پورا دن بھئی اس طرح اس نے گزار دیا فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر کیا ہے؟ دم ہے، قربانی کرنا پڑے گی ایک بھیڑ یا بکری بھئی۔ ہاں اگر دن سے کم ہے تو پھر معلوم ہوا صدقہ کرے گا۔ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ اور اگر اس سے کم تھا تو پھر اس صورت میں اس پر صدقہ ہے کیونکہ جنایت کم درجے کی ہوئی۔

وَإِنْ حَلَقَ رُبْعَ رَأْسِهِ فَصَاعِدًا فَعَلَيْهِ دَمٌ۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں احرام کے اندر بال کاٹنا ممنوع ہیں۔ تو اگر اس نے حَلَقَ رُبْعَ رَأْسِهِ چوتھائی سر منڈوا دیا فَصَاعِدًا یا چوتھائی سے زیادہ فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر کیا ہے؟ اس پر قربانی ہے۔ وَإِنْ حَلَقَ أَقَلَّ مِنَ الرُّبْعِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ اور اگر اس نے سر منڈوایا چوتھائی سے کم تو اس پر صدقہ ہے۔ وَإِنْ حَلَقَ مَوْضِعَ الْمَحَاجِمِ مِنَ الرَّقَبَةِ فَعَلَيْهِ دَمٌ اور اگر اس نے منڈوایا، مَحَاجِمُ کہتے ہیں پچھنے لگوانے کی جگہ۔ بھئی قدیم زمانے میں یہ ایک طریقہ تھا گردن پر سینگی کے ذریعے فاسد خون کھینچ کر بدن سے نکالا جاتا تھا، اس عمل کو کیا کہتے تھے؟ پچھنے لگوانا، سینگی لگوانا، اور بڑا مفید طریقہ علاج تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ حضور صلی الله علیه وسلم نے بھی لگوائے بھئی۔ فاسد خون نکل جاتا تھا بدن سے اور بہت سے امراض سے شفا کا باعث بنتا تھا بھئی۔ تو لہٰذا ایک آدمی نے اگر وہ پچھنے لگوانے کی جگہ، مراد یہ گردن ہے مولانا، یہ دو کندھوں کے درمیان گردن کا پچھلا حصہ جو ہے یہاں پوری گردن سے بال کیا کروا دیے؟ صاف کروا دیے تو اس صورت میں بھی اب اس پر قربانی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَلَقَ مَوْضِعَ الْمَحَاجِمِ اور اگر پچھنے لگوانے کی جگہ کو منڈوالیا مِنَ الرَّقَبَةِ گردن میں سے فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر قربانی ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، امام صاحب کے نزدیک، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ صَدَقَةٌ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر صدقہ ہے۔

وَإِنْ قَصَّ أَظَافِيرَ يَدَيْهِ۔ اسی طرح بھئی احرام میں آپ جانتے ہیں ناخن بھی نہیں کاٹ سکتا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَصَّ أَظَافِيرَ يَدَيْهِ اور اگر اس نے کٹوائے، يَدَيْ يَدَيْنِ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، دونوں ہاتھوں کے وَرِجْلَيْهِ اور دونوں پاؤں کے أَظَافِيرَ ناخن بھئی۔ دونوں ہاتھوں دونوں پاؤں کے کیا کیے اس نے؟ سارے ناخن کٹوا دیے فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر کیا ہے؟ دم ہے۔ وَإِنْ قَصَّ يَدًا أَوْ رِجْلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ اور اگر اس نے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے ناخن کٹوائے فَعَلَيْهِ دَمٌ تو بھی اس پر کیا ہے؟ دم ہے۔ وَإِنْ قَصَّ أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَظَافِيرَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ اور اگر اس نے کٹوائے پانچ ناخنوں سے کم تو اس پر صدقہ ہے، پانچ سے کم۔ لیکن یاد رکھنا ہر ناخن میں صدقہ ہے، اس نے چار ناخن کٹوائے قربانی تو نہیں آئی لیکن ہر ناخن کے بدلے کیا کرے گا؟ نِصْفُ صَاعٍ گندم یا ایک صاع جو یا کھجور کا دینا پڑے گا۔

وَإِنْ قَصَّ أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَظَافِيرَ مُتَفَرِّقَةٍ مِنْ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ۔ یہ تو وہ صورت تھی ایک ہی ہاتھ کے پانچ سے کم ناخن کاٹے یا ایک ہی پاؤں کے پانچ سے کم کاٹے۔ اگر مختلف جگہ سے ایک ایک ناخن کاٹا، ایک ناخن ایک ہاتھ کا، ایک دوسرے ہاتھ کا، ایک ایک پاؤں کا، ایک دوسرے پاؤں کا، اب ہر ایک سے اس نے ایک ایک ناخن کاٹا ہے تو اب بھی کیا یہی حکم ہے؟ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اب بھی کیا ہے؟ صدقہ ہی ہے۔ لیکن امام محمد رحمه الله فرماتے ہیں اب اس کو کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی کرنا پڑے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَصَّ أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَظَافِيرَ مُتَفَرِّقَةٍ اور اگر کاٹے اس نے پانچ سے کم ناخن جو متفرق تھے مِنْ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں سے مختلف جگہ سے فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ تو اس پر صدقہ ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ دَمٌ اور امام محمد رحمه الله فرماتے ہیں اس پر قربانی ہے۔

وَإِنْ تَطَيَّبَ أَوْ حَلَقَ أَوْ لَبِسَ مِنْ عُذْرٍ فَهُوَ مُخَيَّرٌ إِنْ شَاءَ ذَبَحَ شَاةً وَإِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ۔ اور اگر خوشبو لگائی محرم نے أَوْ حَلَقَ یا بال منڈوائے أَوْ لَبِسَ مِنْ عُذْرٍ یا سلے ہوئے کپڑے پہنے کسی عذر کی وجہ سے، کسی مجبوری کوئی عذر کی وجہ سے فَهُوَ مُخَيَّرٌ تو اس کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ ذَبَحَ شَاةً چاہے تو کیا کرے؟ کوئی بھیڑ بکری ذبح کر دے، شَاةٌ کا لفظ بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے ایک پر صرف بکری نہیں بھئی، چاہے تو کیا کرے کوئی بھیڑ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ تَطَيَّبَ أَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن طيب أقل من عضو» منقول ہے۔

بکری ذبح کر دے یعنی قربانی کرے چاہے تو، وَإِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ اور اگر چاہے تو صدقہ کرے چھ مسکینوں پر، کتنا صدقہ؟ بِثَلَاثَةِ أَصْوُعٍ مِنَ الطَّعَامِ تین صاع مِنَ الطَّعَامِ غلے میں سے، یعنی گندم میں سے کیا کر دے؟ تین صاع بھئی، یعنی چھ مسکین ہیں اور تین صاع ہر ایک کو کتنا پہنچا؟ نِصْفُ صَاعٍ، ہر ایک کو نِصْفُ صَاعٍ بھئی۔ وَإِنْ شَاءَ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ اور چاہے تو کتنے دن روزے رکھ لے؟ تین دن کے روزے رکھ لے، اسے اختیار ہے جو چاہے ان میں سے کرے۔ بکری ذبح کرنا چاہتا ہے وہ کر لے، چھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف نصف صاع ان پر تقسیم کرنا چاہتا ہے چاہے یہ کر لے، اور چاہے تو کیا کرے؟ تین دن روزے رکھ لے۔

وَإِنْ قَبَّلَ أَوْ لَمَسَ بِشَهْوَةٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ۔ اور اگر اس نے اپنی بیوی کو بوسہ دیا أَوْ لَمَسَ یا اسے ہاتھ لگایا بِشَهْوَةٍ کس کے ساتھ؟ شہوت کے ساتھ فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر قربانی ہے أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ انزال ہو یا انزال نہ ہو، یعنی خروج منی پایا جائے یا خروج منی نہ ہو دونوں صورتوں میں یہ ممنوع کام کیا اس پر قربانی ہے بھئی۔

وَمَنْ جَامَعَ فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ قَبْلَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ فَسَدَ حَجُّهُ۔ اور جس نے صحبت کی اپنی بیوی سے فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ دو راستوں میں سے کسی ایک راستے میں قَبْلَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وقوف عرفہ سے پہلے، یعنی جو فرض ہے مولانا حج کے اندر بھئی، وقوف عرفہ سے پہلے فَسَدَ حَجُّهُ تو اس کا حج ہی کیا ہو گیا؟ فاسد۔ بڑی جنایت کی اس نے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو حج ہی فاسد۔ وَعَلَيْهِ شَاةٌ اور اس پر کیا واجب ہے؟ ایک بھیڑ بکری واجب ہے اس کی قربانی کرے۔ وَيَمْضِي، تو کیا اب صحبت کر لی تو بس اب حج چھوڑ کر چلا آئے؟ کہتے ہیں نہیں، حج کے افعال سارے کرتا رہے، حج ہوا نہیں اس کا لیکن کیا کرے؟ افعال کرتا رہے، حج فاسد ہو گیا اور اگلے سال پھر آ کر اس کی قضا کرے۔ کیا کرے گا؟ قضا کرے گا۔ تو کہتے ہیں وَيَمْضِي فِي الْحَجِّ، مَضَى يَمْضِي کا معنی ہوتا ہے جاری رکھنا یعنی چلتا رہے حج میں یعنی اس کے افعال سرانجام دیتا رہے۔ وَيَمْضِي فِي الْحَجِّ اور وہ جاری رہے حج کے اندر كَمَا يَمْضِي مَنْ لَمْ يَفْسُدْ حَجُّهُ جیسے کہ جاری رہتا ہے وہ شخص جس کا حج فاسد نہیں، جیسے عام حاجی ہیں جو صحیح حج کر رہے ہیں وہ افعال کر رہے ہیں یہ بھی اسی طرح کرتا رہے۔ وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ اور اس پر کیا واجب ہے؟ قضا، اس حج کی اب قضا کرنا پڑے گی اسے۔

وَلَيْسَ عَلَيْهِ، اچھا بھئی اگلے سال پھر وہ حج کے لیے آتا ہے تو دیگر ائمہ فرماتے ہیں اب بیوی سے الگ رہے، بیوی کے ساتھ رہنے کی بھی اجازت نہیں بھئی۔ کیوں؟ کہتے ہیں بھئی یہ پھر جب وہ مقام آئے گا جہاں پہلے پہنچے تھے اس کو کہیں وہی بات پھر یاد آئے گی کہیں پھر اس میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں نہیں بھئی بیوی سے علیحدہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں، اب دوبارہ ان کو اتنی مشقت پڑی ہے ان کو دوبارہ پھر آنا پڑا ہے تو یہی مشقت ان کے لیے کافی ہے اب دوبارہ اس طرح کی غلطی نہیں کریں گے۔ یہ معنی ہے وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُفَارِقَ امْرَأَتَهُ اور اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ جدا رہے اپنی بیوی سے إِذَا حَجَّ بِهَا فِي الْقَضَاءِ جبکہ وہ اس کے ساتھ حج کرے قضا کے اندر یعنی اسے بھی لے کر آئے عِنْدَنَا ہمارے نزدیک۔

وَمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ لَمْ يَفْسُدْ حَجُّهُ وَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ۔ اور جس نے صحبت کی وقوف عرفہ کے بعد، اب چونکہ وہ حج کا اصل بڑا رکن کیا ہو چکا؟ ادا کر چکا ہے تو اب اس نے صحبت کی لَمْ يَفْسُدْ حَجُّهُ تو اس کا حج فاسد نہیں ہو گا وَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ اور اس پر کیا واجب ہے؟ بدنہ، ایک اونٹ بھئی، ایک اونٹ یا اونٹنی یا گائے بیل کی کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی کرنا پڑے گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جرم بڑا ہے جنایت بڑی ہے تو اب بھیڑ بکری کی قربانی نہیں کافی بلکہ کیا کرنا پڑے گی؟ اونٹ یا گائے وغیرہ کی قربانی بھئی۔ تو بَدَنَةٌ بھئی بتلایا تھا اونٹ کو کہتے ہیں لیکن کس پر بول دیا جاتا ہے؟ گائے وغیرہ پر بھی بول دیا جاتا ہے۔ تو یہ بَدَنَةٌ لفظ ہے بَدَنَةٌ، جمع اس کی بُدُنٌ آتی ہے بھئی۔

وَمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْحَلْقِ اور جس نے صحبت کی بیوی سے بَعْدَ الْحَلْقِ کس کے بعد؟ سر منڈوانے کے بعد فَعَلَيْهِ شَاةٌ تو اس پر بھیڑ بکری ہے۔ بھئی میں نے آپ کو ترتیب بتلائی تھی حج کی کہ قربانی والے دن کیا کرے گا؟ قربانی والے دن حج افراد مثلاً جو کر رہا ہے وہ قربانی والے دن کیا کرتا تھا بھئی؟ پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کرتا تھا، آخری جو بڑا شیطان تھا ادھر کنکریاں مارتا تھا، اور پھر اس کے بعد کیا کرتا تھا؟ سر منڈواتا تھا یا بال چھوٹے کرواتا ہے، پھر احرام اتارنے کی اجازت ہو گئی اب سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے لیکن بیوی ابھی بھی حلال نہیں۔ بیوی ابھی بھی حلال نہیں بلکہ جب طواف زیارت کر لے گا ان تین دنوں کے اندر تو بیوی کیا ہو جائے گی اس پر؟ حلال ہو جائے گی۔ تو اس نے سر منڈوالیا ابھی بیوی تو حلال نہیں ہوئی طواف زیارت تو نہیں کیا اور اس نے اس وقت میں کیا کیا؟ بیوی سے صحبت کر لی، تو اب اس پر ایک قربانی لازم ہے۔ یہ معنی ہے وَمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْحَلْقِ اور جس نے صحبت کر لی بال منڈوانے کے بعد فَعَلَيْهِ شَاةٌ تو اس پر بھیڑ بکری واجب ہے۔

وَمَنْ جَامَعَ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ أَفْسَدَهَا۔ اور جس نے صحبت کی عمرے میں قبل اس کے کہ وہ طواف کرتا چار چکر۔ عمرے میں آپ جانتے ہیں ایک طواف ہے اور ایک سعی، تو طواف کے کل کتنے چکر ہیں؟ سات چکر ہیں۔ تو ابھی اس نے چار چکر نہیں لگائے تھے، چار چکر لگا دیے تو اکثر ہو گیا، سات میں سے چار کیا ہیں؟ اکثر۔ تو لہٰذا ابھی سات میں سے چار بھی نہیں ہوئے تھے پہلے ہی اس سے ایک یا دو یا تین چکر لگائے تھے اس نے کیا کیا تھا اس کے بعد بیوی سے جا کر صحبت کر لی تو اس کا عمرہ فاسد ہو گیا۔ اور اب اسے چھوڑے نہ عمرے کو تو پورا کرے لیکن ہوا نہیں اب پھر اس کی کیا کرے گا؟ قضا کرے گا۔ تو کہتے ہیں اور جس نے صحبت کی عمرے کے اندر قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ قبل اس کے کہ وہ چار چکر لگاتا بیت اللہ کے أَفْسَدَهَا تو اس نے عمرے کو فاسد کر دیا وَمَضَى فِيهَا اور وہ اس عمرے میں جاری رہے چلتا رہے وَقَضَاهَا پھر اس کی قضا کرے وَعَلَيْهِ شَاةٌ اور اس پر کیا واجب ہے؟ ایک بھیڑ بکری یعنی اس کی قربانی کرے۔ وَإِنْ وَطِئَ بَعْدَ مَا طَافَ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ فَعَلَيْهِ شَاةٌ اور اگر اس نے صحبت کی جبکہ وہ طواف کر چکا تھا چار چکر، چار چکر یا اس سے زیادہ لگا چکا تھا لیکن ابھی عمرہ پورا نہیں ہوا تھا تو فَعَلَيْهِ شَاةٌ اس پر کیا واجب ہو گئی؟ بھیڑ بکری واجب ہو گئی وَلَا تَفْسُدُ عُمْرَتُهُ اور اس کا عمرہ بھی فاسد نہیں ہوا بھئی وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهَا اور اس پر اس کی قضا بھی لازم نہیں کیونکہ عمرہ فاسد ہی نہیں ہوا کفارے کے طور پر اب وہ قربانی کر دے گا کافی ہے۔[۳]

وَمَنْ جَامَعَ نَاسِيًا كَمَنْ جَامَعَ عَامِدًا فِي الْحُكْمِ۔ اور وہ شخص جس نے بھولے سے جماع کیا بھئی كَمَنْ اس شخص کی طرح ہے جَامَعَ عَامِدًا جس نے کیا کیا ہو؟ جان بوجھ کر کیا کیا ہو؟ جماع کیا ہو فِي الْحُكْمِ کس چیز کے اندر؟ حکم۔ یعنی بھولے سے جماع کرنا یا جان بوجھ کر جماع کرنا حکم میں دونوں برابر ہیں، دونوں صورتوں میں یہی حکم آئے گا ہر جگہ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ حج کے اندر جہاں بھی بھولے سے کرے یا جان بوجھ کر جماع کرے یہی حکم ہے بھئی۔ ہاں رمضان کے اندر آپ نے پڑھا ہے روزے کی حالت میں بھولے سے اگر صحبت کر لیتا ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لیے کہ وہاں کوئی چیز یاد کروانے والی نہیں ہوتی روزے میں۔ سمجھ میں آیا؟ روزے میں بھول جاتا ہے خیال نہیں رہتا روزے، لیکن یہاں تو اس نے احرام باندھا ہوا ہے باقاعدہ، یہ احرام اسے ہر وقت کیا کرتا رہے گا؟ یاد دلاتا رہتا ہے یہاں بھولنے والی بات ہے ہی نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اگر بھول بھی گیا تو بھی اس کا ہم کوئی اعتبار نہیں کریں گے کیا کرنا پڑے گا؟ جو حکم بتلایا اوپر بعض صورتوں میں وہ فعل ہی فاسد ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں کیا ہو جاتا ہے؟ قربانی سے کام ہو جاتا ہے بھئی۔

وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الْقُدُومِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ۔ اور جس نے طواف کیا طواف قدوم، طواف قدوم کون سا بھئی؟ جو حاجی جاتے ہی پہلا طواف کرتا ہے سنت ہے مولانا، یہ اس نے طواف قدوم کیا مُحْدِثًا اس حال میں کہ بے وضو تھا۔ بھئی یاد رکھو ہمارے نزدیک طواف میں وضو شرط نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک شرط ہے وضو نہیں تو طواف ہی نہیں ہوا، ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے تو ایک آدمی نے بے وضو طواف کیا تو طواف ہو گیا لیکن کمی کر دی یا نہیں کر دی؟ کرنا تو چاہیے تھا۔ کرنا تو، تو لہٰذا اب ہمارے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہے۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ طواف قدوم سنت ہے مولانا تو اس میں کمی آئی ہے اس سے اور صرف کس کی کمی آئی ہے؟ وضو کی، تو صدقہ کافی ہے۔ تو جس نے طواف کیا طواف قدوم حالت حدث کے اندر فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ تو اس پر صدقہ واجب ہے۔ وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ اور اگر یہ جنبی تھا تو اس پر پھر بکری واجب ہے۔ جنابت کی حالت میں اس نے کیا کیا؟ طواف قدوم کیا تو بڑا گناہ کا کام بھئی، جنابت کی حالت میں طواف تو ہوتا بھی ہے مسجد کے اندر، مسجد میں تو جنابت کی حالت میں جانا جائز نہیں ہے یہ گیا ہے اور طواف بھی کر کے آیا ہے تو اب اس کو کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی کرنا پڑے گی کوئی بھیڑ یا بکری اس پر واجب ہے۔[۴]

وَإِنْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ۔ اور اگر طواف زیارت اس نے کیا حالت حدث میں یعنی بے وضو ہونے کی حالت میں تو اس پر بھیڑ یا بکری واجب ہے۔ بھئی دیکھو طواف قدوم وہ تو سنت تھا اس کے اندر اگر بے وضو تھا تو کیا لازم آتا تھا؟ اس میں صدقہ لازم آتا تھا، اور اب طواف زیارت ہے یہ تو فرض ہے تو اس کو بے وضو کیا تو جرم بڑھ گیا، جب جرم بڑھ گیا تو اب صرف صدقہ نہیں کرے گا بلکہ یہاں کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی کرے گا۔ وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ اور اگر جنبی ہونے کی حالت میں تھا یہ جنابت کی حالت میں تھا تو اس صورت میں اب جرم اور بھی بڑھ گیا مولانا، طواف زیارت فرض ہے اس کو کر رہا ہے حالت جنابت میں کر رہا ہے تو اب بھیڑ بکری بھی نہیں کافی بلکہ کیا قربانی کرنا پڑے گی؟ اونٹ یا گائے وغیرہ کی قربانی کرے گا۔ یہ معنی ہے

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ وَطِئَ بَعْدَ مَا طَافَ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ فَعَلَيْهِ شَاةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن وطئ بعدها طاف أربعة أشواط فعليه شاة» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن طاف جنبا فعليه شاة» منقول ہے۔

وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ اور اگر یہ جنابت کی حالت میں تھا تو اس پر بدنہ واجب ہے۔ دیکھو یہ دو جگہیں آ گئیں بدنہ کی: ایک یہ تھی اور ایک وہ جماع بعد الوقوف عرفہ اس میں بھی کیا آیا تھا؟ بدنہ۔ یہ دو جگہوں میں بدنہ آتا ہے باقی جگہ بھیڑ بکری کافی ہے۔ وَالْأَفْضَلُ أَنْ يُعِيدَ الطَّوَافَ مَا دَامَ بِمَكَّةَ لیکن افضل یہ ہے کہ وہ طواف کو لوٹا لے جب تک وہ مکہ کے اندر ہے۔ جب تک کیا ہے؟ مکہ میں ہے طواف دوبارہ کر لے طواف زیارت وَلَا ذِبْحَ عَلَيْهِ اور اس پر پھر قربانی بھی نہیں ہو گی۔ اس نے تو کیا تھا جنابت کی حالت میں اب اونٹ کی قربانی اس پر واجب ہو گئی لیکن اگر جب تک مکہ میں ہے کیا کر لے؟ دوبارہ طواف کر لے اور پھر اس پر قربانی نہیں ہے کیونکہ اس نے دوبارہ صحیح حالت میں طواف کو کر لیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور آپ نے پڑھا تھا ان تین دنوں کے اندر کرے اگر ان تین دنوں سے مؤخر کر دیا پھر مؤخر کرنے کی وجہ سے کیا آئے گی اس پر؟ قربانی کرے گا ایک بھیڑ یا بکری کی بھئی۔[۵]

وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الصَّدْرِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ۔ اور جس نے طواف کیا طواف صدر، طواف صدر کون سا تھا؟ وہ جو الوداعی طواف وداع، وہ الوداعی طواف جو ہے وہ واجب تھا مولانا، وہ اس نے کیا بے وضو ہونے کی حالت میں فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ تو اس پر کیا ہے؟ صدقہ ہے۔ وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ اور اگر یہ جنبی تھا تو اس پر بھیڑ بکری ہے۔ وَإِنْ تَرَكَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ فَمَا دُونَهَا فَعَلَيْهِ شَاةٌ اور اگر اس نے طواف زیارت کو چھوڑ دیا تین چکر یا اس سے کم، یعنی چار کر چکا ہے کم از کم کتنے چکر لگا چکا ہے؟ چار، اور چار تو اکثر ہیں، چار کیا ہیں؟ اکثر ہیں، اور لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ اکثر کے لیے کل کا حکم ہے تو گویا اس نے طواف اس کا ہو جائے گا لیکن کمی اس نے چونکہ کی ہے فَعَلَيْهِ شَاةٌ تو اس پر کیا واجب ہے؟ قربانی، بھیڑ بکری۔ وَإِنْ تَرَكَ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ بَقِيَ مُحْرِمًا أَبَدًا اور اگر اس نے چار چکر چھوڑ دیے، جب چار ہیں تو چار تو ہے اکثر حصہ سات میں سے اور لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ اکثر کے لیے کیا ہے کل کا حکم، تو چار چھوڑے ہیں تو گویا کل طواف ہی اس نے چھوڑ دیا، تو جب کل طواف چھوڑ دیا یہ تو فرض تھا تو لہٰذا اس کے بغیر اس کا احرام اب ختم ہی نہیں ہو گا ہمیشہ یہ حالت احرام میں ہی رہے گا یہاں تک کہ کیا کر لے؟ آ کر طواف کر لے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ وَإِنْ تَرَكَ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ بَقِيَ مُحْرِمًا أَبَدًا اور اگر اس نے چار چکر چھوڑ دیے تو یہ باقی رہے گا محرم ہو کر ہمیشہ یعنی ہمیشہ حالت احرام میں ہی رہے گا حَتَّى يَطُوفَهَا یہاں تک کہ کیا کر لے؟ طواف زیارت کر لے۔

وَمَنْ تَرَكَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ مِنْ طَوَافِ الصَّدْرِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ۔ اور جس نے تین چکر چھوڑ دیے طواف صدر میں سے یعنی آخری طواف میں سے فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ تو اس پر صدقہ ہے۔ وَإِنْ تَرَكَ طَوَافَ الصَّدْرِ أَوْ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ شَاةٌ اور اگر اس نے طواف صدر یعنی الوداعی طواف کو ہی چھوڑ دیا أَوْ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ مِنْهُ یا کتنے اس میں سے چھوڑ دیے؟ چار چکر چھوڑ دیے تو لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ گویا کہ اس نے پورا طواف ہی چھوڑ دیا، اور یہ طواف تو واجب تھا اور واجب کے چھوڑنے کی صورت میں قربانی آیا کرتی ہے فَعَلَيْهِ شَاةٌ تو لہٰذا اس پر کیا ہے؟ بھیڑ بکری واجب ہے قربانی کرے۔ وَمَنْ تَرَكَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَعَلَيْهِ شَاةٌ اور جس نے چھوڑ دیا صفا مروہ کے درمیان سعی کو حج کے اندر فَعَلَيْهِ شَاةٌ تو یہ صفا مروہ میں سعی فرض نہیں ہے واجب ہے اور واجب کے چھوٹنے پر کیا کرنا پڑے گی؟ حج میں قربانی کرے گا، تو فَعَلَيْهِ شَاةٌ اس پر بھیڑ بکری واجب ہے وَحَجُّهُ تَامٌّ اور حج اس کا کیا ہو گیا؟ پورا ہو گیا۔

وَمَنْ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ قَبْلَ الْإِمَامِ فَعَلَيْهِ دَمٌ۔ اور جو واپس لوٹ آیا عرفات سے قَبْلَ الْإِمَامِ امام سے پہلے فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر کیا واجب ہے؟ قربانی۔ یعنی مغرب سے پہلے ہی واپس آ گیا حالانکہ وہاں پر وقوف کب تک ضروری تھا؟ زوال کے بعد سے لے کر غروب تک۔ تو غروب تک وہاں ٹھہرنا چاہیے تھا غروب کے بعد وہاں سے واپس مزدلفہ کی طرف لوٹا لیکن یہ پہلے ہی چل پڑا تو اس صورت میں چونکہ واجب چھوٹ گیا ہے لہٰذا اب کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی۔ یہ معنی ہے اور جو واپس لوٹ آیا عرفات سے امام سے پہلے ہی فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر دم واجب ہے۔ وَمَنْ تَرَكَ الْوُقُوفَ بِمُزْدَلِفَةَ فَعَلَيْهِ دَمٌ اور جس نے وقوف مزدلفہ کو چھوڑ دیا تو اس پر دم ہے۔ مزدلفہ میں وقوف تو واجب ہے ہمارے نزدیک وہاں رات گزارنا واجب تھی اس نے وہ چھوڑ دی تو اس پر قربانی ہے۔

وَمَنْ تَرَكَ رَمْيَ الْجِمَارِ فِي الْأَيَّامِ كُلِّهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ۔ اور جس نے چھوڑ دیا رمی جمار کو تمام دنوں کے اندر فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر کیا واجب ہے؟ قربانی۔ رمی جمار کی ہی نہیں تو اس پر قربانی واجب ہے۔ وَإِنْ تَرَكَ رَمْيَ إِحْدَى الْجِمَارِ الثَّلَاثِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ اور اگر اس نے تین جمرات میں سے

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن كان جنبا فلعليه بدنة» منقول ہے۔

کسی ایک کی رمی کو چھوڑ دیا، تین جمرات میں سے کسی ایک کی رمی کو چھوڑا ہے فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ تو اس پر کیا ہے؟ بھئی تین میں سے دو تو اس نے کر لیے اور وَلِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ تو گویا رمی ہو گئی، رمی کیا ہوئی؟ لیکن کمی تو کی ہے تو لہذا اب صدقہ کر دے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ ہاں اور اگر دو چھوڑ دیے ہیں تو یاد رکھنا ساروں کو چھوڑنے پر قربانی آتی تھی تو دو چھوڑ دیے تو دو میں لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ اکثر کے لیے کس کا حکم ہے؟ کل کا، گویا کل ہی چھوڑ دیے اور کل چھوڑنے میں کیا آتی تھی؟ قربانی، تو یہاں بھی کیا آ جائے گی؟ قربانی آ جائے گی۔ وَإِنْ تَرَكَ رَمْيَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِي يَوْمِ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ اور اگر اس نے چھوڑ دیا جمرہ عقبہ کی رمی کو قربانی والے دن تو اس پر دم ہے۔ بھئی یوم النحر کے دن تو صرف ایک ہی جمرے پر رمی کرنا پڑتی تھی بڑا شیطان جو تھا جمرہ عقبہ، اس نے اس کو چھوڑ دیا تو گویا اس دن کی ساری رمی اس نے کیا کر دی؟ چھوڑ دی، اور ساری رمی چھوڑنے پر کیا آتا تھا؟ دم، تو یہاں بھی کیا کرنا پڑے گا اسے؟ دم دینا پڑے گا۔

وَمَنْ أَخَّرَ الْحَلْقَ حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ۔ اور جس نے حلق کو کیا کر دیا؟ مؤخر کر دیا۔ کیا کر دیا؟ بھئی قربانی والے دن کیا ترتیب تھی؟ حج افراد کرنے والا کیا کرے؟ پہلے زوال کے بعد جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارتا تھا، اس کے بعد بال منڈواتا تھا اور اس کے بعد کپڑے پہن کر تین دن کے اندر اندر کیا کرنا ہے؟ طواف زیارت۔ اب اگر اس نے ان تین دن کے اندر اندر بال نہ منڈوائے تو بھی اس صورت میں اس پر کیا واجب ہو گئی؟ قربانی واجب ہو جائے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ أَخَّرَ الْحَلْقَ اور جس نے حلق کو مؤخر کر دیا بال منڈوانے کو مؤخر کیا حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے فَعَلَيْهِ دَمٌ تو اس پر دم واجب ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، یہ امام صاحب کے نزدیک ہے۔ وَكَذَلِكَ إِنْ أَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور اسی طرح اگر اس نے مؤخر کر دیا طواف زیارت کو امام صاحب کے نزدیک۔ طواف زیارت بھی قربانی کے تین دن کے اندر اندر کرنا ہے اگر اس سے مؤخر کرتا ہے تو پھر کیا کرنا پڑے گی؟ قربانی کرنا پڑے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۶: باب الجنایات فی الحج (۲) وباب الاحصار: شکارِ برّی کی جزاء، صیدِ حرم ونباتِ حرم، قارن کی جنایت اور احصار (مرض یا دشمن) کے احکام

مختصر القدوری صفحہ: ۵۹—بتاریخ: ۵ مارچ ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا قَتَلَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا أَوْ دَلَّ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ سَوَاءٌ فِي ذَلِكَ الْعَامِدُ وَالنَّاسِي وَالْمُبْتَدِئُ وَالْعَائِدُ، وَالْجَزَاءُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُقَوَّمَ الصَّيْدُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي قَتَلَهُ فِيهِ أَوْ فِي أَقْرَبِ الْمَوَاضِعِ مِنْهُ۔[۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ الْجِنَايَاتِ چل رہا ہے بھئی۔ حج کے اندر کوئی احرام کے منافی فعل کرنا یا حرم کے منافی کوئی فعل کرنا یہ جنایت کہلاتا ہے اور اس پر جو کفارہ آتا ہے

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا قَتَلَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا أَوْ دَلَّ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ سَوَاءٌ فِي ذَلِكَ الْعَامِدُ وَالنَّاسِي وَالْمُبْتَدِئُ وَالْعَائِدُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا قتل المحرم صيدا أو دل عليه من قتله فعليه الجزاء يستوي في ذلك العامد والناسي والمبتدئ والعائد» منقول ہے۔

جدول—شکارِ برّی کی جزاء، صیدِ حرم، نباتِ حرم اور احصار کے احکام کا جدول:

مسئلہ	امام اعظم وامام ابو یوسف کا مسلک	امام محمد کا مسلک / فقہی تفصیل
محرم کا خشکی کا شکار (صَيْدُ الْبَرِّ) قتل کرنا یا شکار کی طرف رہنمائی کرنا	شکار کی **قیمت (تقویم)** دو عادل شخص مکہ یا قریب ترین مقام میں لگائیں؛ پھر اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی خرید کر حرم میں ذبح کرے، یا طعام (ہر مسکین کو نصف صاع) دے، یا ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے۔	امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جن جانوروں کی مثل منصوص ہے ان میں مثل واجب ہے (جیسے شتر مرغ میں بدنہ، نیل گائے میں گائے، ہرن میں بکری)۔
حرم کے شکار کو ذبح کرنا یا درخت / گھاس کاٹنا	حرم کا شکار محرم یا حلال ذبح کرے تو مردار ہے اور قیمت صدقہ کرے؛ حرم کے خودرو درخت یا سرسبز گھاس کاٹنے پر اس کی قیمت واجب ہے (بجز اذخر کے)۔	جنگلی درندے، کوا، چیل، بچھو، سانپ، چوہا، باؤلا کتا، مچھر، مکھی اور سمندری شکار (مچھلی) قتل کرنے میں کوئی جزاء نہیں۔
احصار (الْإِحْصَارُ — دشمن یا مرض کی وجہ سے رک جانا)	محصر حرم میں ذبح کے لیے ایک بکری (اور قارن دو دم) بھیجے اور دن متعین کر لے، جب وہ ذبح ہو جائے تو احرام کھول دے؛ اور اس پر حج اور اعمرہ قضا لازم ہے (قارن پر حج اور ۲ عمرے)۔	امام اعظم کے نزدیک محصر بالحج کا دم دس ذوالحجہ سے پہلے بھی ذبح ہو سکتا ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک صرف یوم النحر ہی میں ذبح ہو گا۔

اس کی تفصیلات بیان ہو رہی ہیں۔ اسی طرح حج میں اگر واجب وغیرہ چھوٹ جائے تو اس صورت میں بھی دم واجب آتا ہے جی۔ تو یہ چیزیں صاحب قدوری بیان فرما رہے ہیں بھئی۔

بھئی یاد رکھیے حالت احرام کے اندر بھئی شکار کرنا منع ہے بھئی۔ بحری شکار یعنی سمندری شکار وہ تو جائز ہے لیکن خشکی کا شکار اس کی اجازت نہیں ہے بھئی۔ قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ بھئی، شکار کو قتل نہ کرو اس حال میں کہ تم محرم ہو حالت احرام میں ہو بھئی۔ اور جی جبکہ بحری شکار حلال ہے بھئی اللہ تعالی فرماتے ہیں: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ تمہارے لیے بحری شکار کیا کر دیا گیا ہے؟ حلال کر دیا گیا ہے۔

تو یاد رکھیے شکار کرنا بھی منع ہے، شکار پر رہنمائی کرنا شکار کے بارے میں بتلانا یہ بھی منع ہے بھئی۔ یہ بھی منع ہے بھئی۔ اور شیخین رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ اگر محرم کوئی شکار کر لے یا شکار پر اس نے رہنمائی کی کسی دوسرے حلال شخص کو بتلایا جو حالت احرام میں نہیں ہے اور اس نے اس جانور کو شکار کر لیا تو اس صورت میں اس محرم پر جزا آئے گی بھئی، کیا آئے گی؟ جزا آئے گی بھئی۔ اور کتنی جزا؟ کہتے ہیں بھئی اس جگہ پر اس مقام پر قیمت لگوائی جائے گی، پتہ کروایا جائے گا اس جانور کی اس شکار کی کتنی قیمت ہے بھئی، وہ قیمت بطور کفارے کے دینی ہو گی بھئی، کفارے کے۔ مثلاً اگر ایسی جگہ جہاں قریب بستی ہے پھر تو وہاں قریب بستی سے پتہ کیا جائے گا اس قسم کے شکار کی کتنی قیمت ہے بھئی۔ اور اگر جنگل میں ہے تو پھر دو عادل آدمیوں کے ذریعے اس کی قیمت لگوالی جائے گی بھئی، دو عادل آدمی قابل اعتماد آدمیوں کے ذریعے کیا کر لی جائے گی اس کی؟ قیمت لگوالی جائے گی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا قَتَلَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا أَوْ دَلَّ عَلَيْهِ جب قتل کر دے محرم شکار کو أَوْ دَلَّ عَلَيْهِ یا رہنمائی کرے اس شکار پر، کس کی رہنمائی کرے بھئی؟ مَنْ قَتَلَهُ اس شخص کی جس نے اسے قتل کر دیا پھر، جو اسے پھر کیا کر دیتا ہے؟ قتل کر دیتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ صرف رہنمائی کی اور وہ قتل نہ کر سکا پھر نہیں ہے بھئی، ہاں سمجھ میں آیا؟ پھر جزا نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں أَوْ دَلَّ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهُ یا دلالت کی رہنمائی کی اس شکار پر اس شخص کی جس نے اسے قتل کر دیا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ تو اس پر جزا ہے اس کی سَوَاءٌ فِي ذَلِكَ الْعَامِدُ وَالنَّاسِي وَالْمُبْتَدِئُ وَالْعَائِدُ برابر ہے اس کے اندر جان بوجھ کر کرنے والا وَالنَّاسِي اور بھول کر کرنے والا وَالْمُبْتَدِئُ اور پہلی مرتبہ کرنے والا وَالْعَائِدُ اور دوسری مرتبہ کرنے والا۔ عَائِدٌ کا معنی لوٹنے والا یعنی دوبارہ کرنے والا۔ چاہے پہلی مرتبہ شکار کر رہا ہے یا دوسری مرتبہ، پہلی مرتبہ رہنمائی کر رہا ہے یا دوسری مرتبہ بھئی، جان بوجھ کر کر رہا ہے یا بھولے سے کر رہا ہے سب کا یہی حکم ہے۔

تو جزا کیا ہے؟ کہتے ہیں وَالْجَزَاءُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُقَوَّمَ الصَّيْدُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي قَتَلَهُ فِيهِ، جزا جو ہے شیخین رحمہا اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ قیمت لگائی جائے گی شکار کی اس جگہ کے اندر جہاں پر قتل کیا ہے اسے، جس جگہ میں اس شکار کو کیا کیا ہے؟ فِيهِ اس جگہ میں بھئی، جس جگہ میں قتل کیا وہاں اس کی قیمت لگوائی جائے گی۔ أَوْ فِي أَقْرَبِ الْمَوَاضِعِ مِنْهُ یا اس کے جو قریب ترین جگہ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جو قریب ترین کوئی بستی شہر وغیرہ ہے وہاں سے قیمت لگوائی جائے گی۔ إِنْ كَانَ فِي بَرِّيَّةٍ يُقَوِّمُهُ ذَوَا عَدْلٍ۔ بَرِّيَّةٌ مولانا اس میں رامشد د پڑھنا بھئی، اس کا مادہ بَرٌّ ہے بَرٌّ خشکی کو کہتے ہیں بَرّ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بَرِيَّةٌ اگر را تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی مخلوق کے ہوتا ہے اور رامشد د ہو تو پھر اس کا معنی جنگل اور صحرا کے ہیں بھئی۔ اچھا بھئی اگر شکار کیا کہیں جنگل میں یا صحرا میں جہاں قریب کوئی بستی نہیں ہے اب کیا کیا جائے؟ تو کہتے ہیں يُقَوِّمُهُ ذَوَا عَدْلٍ اگر جنگل میں تھا تو اس کی قیمت لگائیں گے دو عادل آدمی یعنی قابل اعتماد آدمی۔ ثُمَّ هُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْقِيمَةِ پھر اس محرم کو اختیار ہے قیمت کے اندر إِنْ شَاءَ ابْتَاعَ بِهَا هَدْيًا فَذَبَحَهُ إِنْ بَلَغَتْ قِيمَتُهُ هَدْيًا، پھر اس کو اختیار ہے اس قیمت میں کہ اگر چاہے تو خرید لے اس قیمت کے ذریعے کسی ہدی کو کسی قربانی کے جانور کو پس اسے ذبح کرے اگر پہنچتی ہو اس کی قیمت ہدی تک بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہدی تک اس کی قیمت پہنچتی ہو بھئی۔ هَدْيًا وهَدِيًّا دونوں طرح پڑھنا درست ہے بھئی۔

وَإِنْ شَاءَ اشْتَرَى بِهَا طَعَامًا اور اگر چاہے تو اس کے ذریعے غلہ خرید لے گندم خرید لے فَتَصَدَّقَ بِهِ عَلَى كُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ اور چاہے تو اس کے ذریعے گندم خرید لے یا غلہ خرید لے پس صدقہ کرے اس کا ہر مسکین پر نِصْفَ صَاعٍ گندم میں سے یا ایک صاع کھجور میں سے یا ایک صاع جو میں سے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو جتنے پیسے بنتے ہیں اس قیمت کے اس کے بدلے اگر اس سے ایک بکری وغیرہ لی جا سکتی ہے بکری یا بھیڑ تو بکری یا بھیڑ خرید کر اسے کیا کر دے؟ قربانی کر دے، اور چاہے تو اس کے ذریعے کیا کر دے؟ غلہ خرید کر مسکینوں میں تقسیم کر دے۔ اگر گندم خریدی ہے ہر مسکین کو نِصْفَ صَاعٍ دے دے، اور اگر کھجور یا جو خریدی ہے تو اس کے ذریعے کیا کرے؟ ہر فقیر کو ایک صاع

کھجور یا ایک صاع جو کا دے دے۔

وَإِنْ شَاءَ صَامَ عَنْ كُلِّ نِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ يَوْمًا وَعَنْ كُلِّ صَاعٍ مِنْ شَعِيرٍ يَوْمًا۔ اور اگر چاہے تو روزہ رکھے ہر نِصْفِ صَاعٍ گندم کے بدلے روزہ رکھے يَوْمًا ایک دن کا، وَعَنْ كُلِّ صَاعٍ مِنْ شَعِيرٍ يَوْمًا اور ہر جو کے ایک صاع کے بدلے میں ایک دن کا روزہ رکھے بھئی۔ فَإِنْ فَضَلَ مِنَ الطَّعَامِ پس اگر باقی بچ گیا غلے میں سے أَقَلُّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ نصف صاع سے کم بچا بھئی، بھئی تقسیم کیا غلہ خرید لیا اب وہ تقسیم کر رہا ہے باقی تقسیم کر دیا تھوڑا سا بچ گیا جو نصف صاع سے کم ہے تو کہتے ہیں فَهُوَ مُخَيَّرٌ تو اس کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ بِهِ چاہے تو اس کو صدقہ کر دے وَإِنْ شَاءَ صَامَ عَنْهُ يَوْمًا كَامِلًا اور چاہے تو اس کے بدلے کیا کر لے؟ اس کے بجائے ایک دن کا پورا روزہ رکھ لے پورے دن کا۔ سمجھ میں آیا؟ پورے دن کا، کیونکہ دن سے تو کم ہوتا نہیں روزہ بھئی۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجِبُ فِي الصَّيْدِ النَّظِيرُ فِيمَا لَهُ نَظِيرٌ۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھئی کہ جس شکار کا مثل ممکن ہے اس میں اس کا مثل واجب ہو گا اور جس کا مثل نہیں ہے اس میں پھر کیا کیا جائے گا؟ اس میں پھر قیمت وغیرہ کی طرف جائیں گے۔ تو وَقَالَ مُحَمَّدٌ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں يَجِبُ فِي الصَّيْدِ النَّظِيرُ کہ واجب ہے شکار کے اندر اس کا مثل فِيمَا اس شکار کے اندر لَهُ نَظِيرٌ جس کا مثل بھی ہو بھئی۔ مثل ممکن ہو تو کیا کیا جائے گا؟ مثل، اگر مثل ممکن نہیں ہے تو پھر کیا دی جائے گی؟ قیمت بھئی۔ تو دیکھیے کیسے مثلاً دیکھیے بھئی ہرن شکار کیا، ہرن کے مثل کیا چیز ہے بھئی؟ بکری ہے، بھیڑ ہے وہ دے دے گا۔ سمجھ میں آیا؟ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں فَفِي الظَّبْيِ شَاةٌ ہرن کے اندر جو ہے، ظَبْيٌ ہرن کو کہتے ہیں بھئی، ہرن کے اندر بھئی شَاةٌ کیا ہے؟ ایک بھیڑ بکری بھئی، بھیڑ یا بکری۔ شَاةٌ میں نے بتایا بھیڑ اور بکری دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَفِي الضَّبُعِ شَاةٌ، ضَبُعٌ کہتے ہیں بھئی لگڑ بگڑ کو، جانتے ہو کہ نہیں جانتے جی؟ نام سنا یا نہیں سنا؟ ہاں لگڑ بگڑ بھئی یہ بھیڑیے جیسا ایک خونخوار درندہ ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ لگڑ بگڑ کہتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ بجو کو بھی کہہ دیتے ہیں، تو کہتے ہیں وَفِي الضَّبُعِ شَاةٌ لگڑ بگڑ کے اندر ایک بھیڑ بکری ہے۔ وَفِي الْأَرْنَبِ عَنَاقٌ، أَرْنَبٌ کہتے ہیں خرگوش کو بھئی۔ خرگوش میں اگر خرگوش شکار کر لیا تو اس کا مثل کہتے ہیں عَنَاقٌ ہے بھئی۔ عَنَاقٌ یاد رکھو بکری کا مؤنث بچہ پہلے سال میں عَنَاقٌ کہلاتا ہے۔ بکری کا مؤنث بچہ پہلے سال کے اندر کیا کہلاتا ہے؟ عَنَاقٌ کہلاتا ہے، اور اگر مذکر ہو تو پھر یہ جَدْيٌ کہلاتا ہے جَدْيٌ۔ یعنی ابھی پہلا سال اس کا پورا نہ ہوا ہو بھئی تو اسے کیا کہیں گے؟ مذکر ہو تو جَدْيٌ، مؤنث ہو تو عَنَاقٌ کہیں گے۔ تو کہتے ہیں وَفِي الْأَرْنَبِ عَنَاقٌ تو أَرْنَبٌ خرگوش کے اندر عَنَاقٌ کیا آئے گا؟ خرگوش میں کیا ہے؟ بکری کا ایک سال پورا ہونے سے پہلے پہلے کا مؤنث بچہ۔ وَفِي النَّعَامَةِ بَدَنَةٌ اور شتر مرغ میں بدنہ ہے مولانا۔ شتر مرغ اگر کسی نے شکار کر لیا تو اس میں کیا کرے گا؟ اونٹ یا اونٹنی یا گائے وغیرہ گائے بیل بھئی۔ وَفِي الْيَرْبُوعِ جَفْرَةٌ، يَرْبُوعٌ بھئی ایک چوہے کی کوئی خاص قسم ہے جس کے اگلے پاؤں بہت چھوٹے ہوتے ہیں اور پچھلے پاؤں لمبے ہوتے ہیں بھئی، یہ خاص چوہا ہے۔ تو یہ يَرْبُوعٌ کے اندر جَفْرَةٌ آئے گا بھئی۔ جَفْرَةٌ کہتے ہیں بکری کا بچہ جبکہ ابھی اس کے چار ماہ کے اندر بھئی، چار ماہ کے اندر اندر رہو اس کی عمر تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ جَفْرٌ کہلاتا ہے جَفْرَةٌ بھئی۔ تو يَرْبُوعٌ کے اندر جَفْرَةٌ آئے گا۔

وَمَنْ جَرَحَ صَيْدًا أَوْ نَتَفَ شَعْرَهُ۔ اور جس نے شکار کو زخمی کیا أَوْ نَتَفَ شَعْرَهُ، بھئی ایک آدمی ہے اس نے شکار کیا لیکن شکار کو مارا نہیں زخمی کر دیا صرف أَوْ نَتَفَ شَعْرَهُ یا اس کے بال اکھاڑے أَوْ قَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا، مارا نہیں ہے شکار کو لیکن کیا کیا؟ اس کو زخمی کر دیا بھئی، شکار کی کوشش کی لیکن وہ صرف زخمی ہوا یا صرف اس کے بال اکھاڑ سکا یا صرف اس کا کوئی عضو کٹ گیا تو ضَمِنَ مَا نَقَصَ مِنْ قِيمَتِهِ تو ضامن ہو گا وہ جو اس نے کم کیا اس کی قیمت میں سے، اس کی قیمت میں جتنی کمی آئی اس کی وجہ سے اتنے کا ضمان اس پر آئے گا بھئی اب وہ کیا کرے گا؟ صدقہ کرے گا۔ وَإِنْ نَتَفَ رِيشَ طَائِرٍ اور اگر اکھاڑے اس نے پرندے کے پر أَوْ قَطَعَ قَوَائِمَ صَيْدٍ یا اس نے شکار کے پاؤں کاٹ ڈالے فَخَرَجَ بِهِ مِنْ حَيِّزِ الِامْتِنَاعِ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ كَامِلَةً پس اس کے ذریعے وہ شکار حیز امتناع سے نکل گیا فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ كَامِلَةً تو اس پر اس شکار کی قیمت ہے كَامِلَةً اس حال میں کہ یہ قیمت کیا ہو گی؟ کامل، یعنی پورے شکار کی قیمت اس پر آئے گی۔ حَيِّزٌ کا معنی ہے جگہ۔ امْتِنَاعٌ کا معنی باز رہنا، رکنا۔ معنی اس کا یہ ہے یعنی شکار قابو میں آنے کے قابل ہو جائے تو ہم کہیں گے وہ حیز امتناع سے نکل گیا۔ بھئی آپ جنگل میں جا رہے ہیں ہرن وغیرہ اور چیزیں آپ کسی چیز کو پکڑ سکتے ہیں؟ بغیر حیلے کے پکڑ سکتے ہیں؟ نہیں، بغیر حیلے کے نہیں یعنی وہ قابو میں آنے والا نہیں۔ قابو میں آنے والا نہیں تو وہ حیز امتناع میں ہے یعنی ممتنع ہونے کی جگہ میں ہے قابو میں آنے والا نہیں۔ لیکن اگر اس نے کیا کیا؟ اس کے تیر پھینکا یا گولی چلائی اس کی ٹانگ توڑ دی بھئی اور اب وہ آرام سے قابو میں آ جاتا ہے بھاگا ہی نہیں جاتا اس سے بھئی یا پرندے کے پر اس نے اکھاڑ دیے بھئی تو اب وہ اڑنے کے قابل ہی نہیں ہے آرام سے جو چاہتا ہے اسے آرام سے جا کر پکڑ سکتا ہے بھئی کسی حیلے کی

ضرورت نہیں ہے، تو معلوم ہوا اس نے اسے حیز امتناع سے نکال دیا یعنی پہلے قابو میں آنے والا نہیں تھا اب یہ کیا ہے قابو میں آنے والا ہے، آرام سے بغیر کسی حیلے کے کوئی بھی اس کو پکڑ سکتا ہے تو بھئی اب اس پر اس کی پوری قیمت آئے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے فَخَرَجَ بِهِ مِنْ حَيِّزِ الِامْتِنَاعِ پس نکل گیا وہ پرندہ امتناع کی جگہ سے یعنی ممتنع ہونے کی جگہ سے فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ كَامِلَةً تو اس پر اس کی قیمت ہے پوری۔[۳]

وَمَنْ كَسَرَ بَيْضَ صَيْدٍ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ۔ اور جس نے توڑ دیا شکار کے انڈوں کو تو اس پر اس کی قیمت ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ حالت احرام میں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ میں نے بتلایا حج عشق و محبت کا مظہر ہے اس میں جب انسان عاشق سے ملاقات کے لیے جا رہا ہے محبوب سے ملاقات کے لیے جا رہا ہے تو اسے محبوب کی ہر چیز سے محبت ہونی چاہیے، کسی چیز کو کسی بھی درجے میں تکلیف نہیں دینی چاہیے اور اگر یہ تکلیف دیتا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا بھئی۔ تو اگر انڈے توڑ دیے شکار کے تو اس پر ان کی قیمت ہے وہ صدقہ کرے گا۔ فَإِنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْضَةِ فَرْخٌ مَيِّتٌ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ حَيًّا اور اگر نکلا انڈے میں سے کوئی چوزہ بھئی، فَرْخٌ چوزے کو کہتے ہیں یعنی پرندے کا بچہ، جس پرندے کا بھی انڈا توڑا اور اس میں سے اس کا بچہ نکلا مَيِّتٌ کیسا بچہ؟ مردہ بچہ اس میں سے اس کا مردہ بچہ نکلا فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ تو اس پر اس کی قیمت ہے حَيًّا اس حال میں کہ وہ زندہ ہو، یعنی اس پرندے کے زندہ بچے کی زندہ چوزے کی قیمت دینا پڑے گی۔[۴]

وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْغُرَابِ وَالْحِدَأَةِ وَالذِّئْبِ وَالْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْفَأْرَةِ وَالْكَلْبِ الْعَقُورِ جَزَاءٌ۔ اور نہیں ہے فِي قَتْلِ الْغُرَابِ، غُرَابٌ کہتے ہیں کوے کو۔ حِدَأَةٌ یہ کہتے ہیں چیل کو بھئی، چیل۔ چیل جانتے ہو کہ نہیں جانتے ہو بھئی؟ ہاں یہاں تو بڑی ہوتی ہیں بھئی۔ وَالذِّئْبِ، ذِئْبٌ کہتے ہیں بھیڑیے کو بھئی۔ وَالْحَيَّةِ، حَيَّةٌ کہتے ہیں سانپ کو بھئی۔ عَقْرَبٌ کہتے ہیں بچھو کو بھئی، بچھو۔ فَأْرَةٌ چوہے کو بھئی عام چوہا جو ہے فَأْرَةٌ۔ سمجھ میں آیا؟ اوپر جو آیا يَزْبُوعٌ وہ تھا وہ جنگلی چوہا ہے ایک خاص قسم کا، عام چوہے کا حکم اب آ رہا ہے۔ وَالْكَلْبِ الْعَقُورِ، کلب عقور کہتے ہیں کاٹ کھانے والا کتا بھئی، کاٹنے والا کتا بھئی۔ معنی لکھ لیے بھئی؟ اچھا بھئی کہتے ہیں وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْغُرَابِ وَالْحِدَأَةِ وَالذِّئْبِ وَالْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْفَأْرَةِ وَالْكَلْبِ الْعَقُورِ جَزَاءٌ اور نہیں ہے کوے کے قتل میں اور چیل کے قتل میں اور بھیڑیے کے قتل میں اور سانپ، بچھو، چوہے اور کاٹنے والے کتے کے قتل میں جَزَاءٌ ان میں جزا نہیں ہے بھئی۔ ان کو اگر کسی نے مار بھی دیا تو اس پر کوئی جزا نہیں آئے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کوئی جزا نہیں ہے۔ حدیث میں ان کا ذکر آیا، حدیث میں استثنا آیا ان کا، ان کو کاٹنے پر کوئی سزا نہیں ہے بھئی۔[۵]

وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْبَعُوضِ وَالْبَرَاغِيثِ وَالْقُرَادِ شَيْءٌ۔ اور نہیں ہے، بَعُوضٌ کہتے ہیں مچھر کو۔ مچھر بھئی بَعُوضٌ۔ بَرَاغِيثُ جمع ہے بُرْغُوثٌ کی پسو کو کہتے ہیں بھئی، پسو۔ قُرَادٌ، قُرَادٌ کو اردو میں کہتے ہیں بھئی چیچڑی، چیچڑی۔ جیسے انسانوں میں جوں وغیرہ ہے جوئیں ہیں انسان میں اسی طرح جانور کے بدن پر چپکا رہنے والا یہ کوئی چھوٹا سا کیڑا ہے بھئی اسی کی طرح بھئی، تو اسے قُرَادٌ کہتے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْبَعُوضِ وَالْبَرَاغِيثِ وَالْقُرَادِ شَيْءٌ اور نہیں ہے مچھر، پسو اور چیچڑی کے قتل میں کوئی چیز یعنی ان میں بھی کوئی جزا نہیں۔ وَمَنْ قَتَلَ قَمْلَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ اور جس نے قتل کر دیا جوں کو بھئی، جوں۔ جوئیں جانتے ہو کہ نہیں جانتے بھئی؟ تو جوں کے اندر بھئی وَمَنْ قَتَلَ قَمْلَةً اور جس نے کیا کیا؟ جوں کو قتل کر دیا تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ تو صدقہ کرے جو وہ چاہے۔ جو چاہے صدقہ کر دے معمولی سا۔ بھئی ابھی تک صدقے کی میں نے بتلایا تھا جہاں صدقے کی بات آئے تو کیا مراد ہے اس سے؟ نِصْفُ صَاعٍ گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، لیکن ان میں جو چاہے کر دے تھوڑا معمولی سا کر دے بھئی۔ ایک مٹھی گندم صدقہ کر دی یہ بھی کافی ہے بھئی یا روٹی کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر دیا یہ بھی کافی ہے۔ وَمَنْ قَتَلَ جَرَادَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ اور جس نے ٹڈی کو قتل کر دیا تو صدقہ کرے جو چاہے وَتَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ اور ایک کھجور یہ ٹڈی سے بہتر ہے۔ یہ حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ کا قول ہے بھئی، خلیفہ راشد بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ حج کے لیے لوگ ان کے پاس مسائل پوچھنے کے لیے آتے بھئی کہ ٹڈی میں نے مار دی اب اس کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا بھئی صدقہ کرو وَتَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَخَرَجَ بِهِ مِنْ حَيِّزِ الِامْتِنَاعِ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ كَامِلَةً» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فخرج من حيز الامتناع فعليه قيمته كاملة» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْضَةِ فَرْخٌ مَيِّتٌ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ حَيًّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن خرج من البيض فرخ ميت فعليه قيمته حيا» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْغُرَابِ وَالْحِدَأَةِ وَالذِّئْبِ وَالْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْفَأْرَةِ وَالْكَلْبِ الْعَقُورِ جَزَاءٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وليس في قتل الغراب والحدأة والذئب والحية والعقرب والفأرة جزاء» منقول ہے۔

جَرَادَةٍ ایک کھجور بھی ٹڈی سے بہتر ہے وہی چاہے صدقہ کر دو کافی ہے بھئی، معنی یہ ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ یہ حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ کا قول ہے بھئی تو اس کو بھی صاحب قدوری نے نقل کر دیا بھئی۔ ٹڈی جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ جی ٹڈی بھی کہتے ہیں بعض علاقوں میں اس کو ملخ کہتے ہیں ملخ بھئی۔ فارسی میں بھی شاید ملخ کہتے ہیں غالباً بھئی۔ بھئی وہ چھوٹا سا ہوتا ہے اچھلتا ہے بھئی اچھل اچھل کر چلتا ہے، سمجھ میں آیا؟

وَمَنْ قَتَلَ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ۔ اور جس نے قتل کر دیا ایسی چیز کو لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ کہ اس کے گوشت کو نہیں کھایا جاتا۔ بھئی وہ کیا چیز ہے مَا سے کیا مراد ہے؟ صاحب قدوری نے کیا فرمایا؟ وَمَنْ قَتَلَ مَا جس نے قتل کر دیا مَا ایسی چیز کو لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ کہ اس کے گوشت کو کھایا نہیں جاتا، مِنْ بیان آ گیا اس مَا کا بھئی۔ اس طرح کبھی کبھار کیا جاتا ہے مَا کے ساتھ چیز کو ذکر کر دیا جاتا ہے اس میں ابہام ہوتا ہے پھر آگے مِنْ کے ذریعے اس ابہام کو دور کر کے بتلا دیا جاتا ہے کہ اس مَا سے کیا مراد ہے۔ تو یہاں بھی مِنْ بیانیہ ہے اس کا ترجمہ یعنی کے ساتھ کرتے ہیں: مِنَ السِّبَاعِ وَنَحْوِهَا یعنی کہ درندے اور اس جیسی کوئی چیز بھئی فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ تو اس پر جزا ہے بھئی۔ اس پر کیا ہے؟ تو جس نے قتل کر دیا مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ ایسی چیز کو جس کے گوشت کو نہیں کھایا جاتا مِنَ السِّبَاعِ وَنَحْوِهَا یعنی کہ درندے اور اس جیسی چیز فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ تو اس پر جزا ہے مثلاً شیر چیتا وغیرہ ہلاک کر دیتا ہے تو اس کی جزا دینی پڑے گی وَلَا يُتَجَاوَزُ بِقِيمَتِهَا شَاةٌ اور تجاوز نہیں کیا جائے گا اس کی قیمت کے ساتھ شَاةٌ بکری سے بھئی۔ بکری سے قیمت زیادہ بھی بن رہی ہو پھر بھی کیا دے دیں گے؟ بکری دے دیں گے۔ وَإِنْ صَالَ السَّبُعُ عَلَى مُحْرِمٍ اور اگر حملہ کر دیا درندے نے محرم پر فَقَتَلَهُ پس محرم نے اس درندے کو قتل کر دیا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں بھئی، اس محرم پر کوئی جزا نہیں ہے بھئی۔ درندے نے حملہ کیا تھا بھئی، ہاں خود تو یہ اس کے پیچھے نہیں پڑا وہ اس پر حملہ آور ہے اب جان بچانا تو ضروری ہے بھئی۔

وَإِنِ اضْطُرَّ الْمُحْرِمُ إِلَى أَكْلِ لَحْمِ الصَّيْدِ فَقَتَلَهُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ۔ اور اگر مجبور ہو امحرم إِلَى أَكْلِ لَحْمِ الصَّيْدِ کس چیز کی طرف؟ شکار کا گوشت کھانے کی طرف اگر مجبور ہو گیا محرم فَقَتَلَهُ پس اس نے اس شکار کو قتل کر دیا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ تو اس پر کیا ہے؟ جزا واجب ہے۔ بھئی محرم مجبور ہو گیا بھئی کھانے کی کوئی چیز ہی نہیں مل رہی جنگل میں جا رہا ہے بے تاب ہوا بھوک سے اب مجبور ہو گیا کیا کرنا پڑے گا؟ شکار کرنا پڑا اسے بھئی۔ تو اب شکار کرنا پڑا حالت مجبوری میں لیکن پھر بھی اس پر کیا ضروری ہے؟ جزا دینا پڑے گی بھئی۔

وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَذْبَحَ الْمُحْرِمُ الشَّاةَ وَالْبَقَرَةَ وَالْبَعِيرَ وَالدَّجَاجَ وَالْبَطَّ الْكَسْكَرِيَّ۔ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ ذبح کر دے محرم بھیڑ بکری کو وَالْبَقَرَةَ یا گائے بیل وغیرہ کو وَالْبَعِيرَ اور اونٹ کو وَالدَّجَاجَ اور مرغی کو وَالْبَطَّ الْكَسْكَرِيَّ اور بط کسکری کو۔ بَطٌّ بطخ کو کہتے ہیں مولانا۔ بَطٌّ عربی میں بطخ کو کہتے ہیں۔ كَسْكَرِيٌّ یہ کسکر بغداد کے قریب کوئی جگہ تھی وہاں کوئی بطخیں ہوں گی وہاں کی اس نام سے مشہور ہوں گی بھئی، مراد یہ ہے پالتو بطخیں بھئی یعنی جو گھروں میں رہتی ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو پالتو نہیں ہیں ہیں پانی کے ہی پرندے مثلاً مرغابی ہے یا اور اس قسم کی چیزیں تو وہ تو پالتو نہیں ہیں بھئی وہ شکار میں داخل ہو جائیں گی۔ اور یہ جو چیزیں ہیں بھئی بھیڑ بکری ہے، گائے بیل ہے، اونٹ اور مرغی وغیرہ یہ تو پالتو جانوروں میں سے ہیں لہٰذا ان کے ذبح کی اجازت ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے کہ ذبح کرے محرم بھیڑ بکری کو اور گائے بیل کو اور اونٹ کو وَالدَّجَاجَ اور مرغی کو وَالْبَطَّ الْكَسْكَرِيَّ اور کسکری بطخ کو۔ وَإِنْ قَتَلَ حَمَامًا مُسَرْوَلًا أَوْ ظَبْيًا مُسْتَأْنَسًا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ اور اگر قتل کر دیا اس نے حمام مسرول۔ مُسَرْوَلٌ کہتے ہیں شلوار پہنایا ہوا بھئی جس نے شلوار پہنی ہے بھئی، اور حَمَامٌ کہتے ہیں کبوتر کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مُسَرْوَلٌ سَرْوَلَ سے ہے سِرْوَالٌ عربی میں شلوار کو کہتے ہیں بھئی، شلوار پاجامہ۔ تو یہ جو کبوتر ہے یہ خاص نوع ہے جس کے پاؤں پر پر ہوتے ہیں آپ نے دیکھے ہیں یا نہیں بھئی؟ بعض کبوتروں کے پاؤں پر بھی کیا ہوتے ہیں؟ پر ہوتے ہیں، اسے کیا کہتے ہیں بھئی؟ غالباً شاید لقا کبوتر کہتے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ لقا کبوتر، بہر حال معلوم نہیں نام یہی ہے یا کیا تو وہ جس کے پاؤں پر پر ہوتے ہیں۔ تو جس نے قتل کر دیا حَمَامًا مُسَرْوَلًا ایسے کبوتر کو جس کے پیروں پر پر ہوں أَوْ ظَبْيًا مُسْتَأْنَسًا یا ایسے ہرن کو مُسْتَأْنَسًا جو مانوس ہے جو کیا ہے؟ یعنی پالتو ہرن بھئی کسی نے پالا ہوا ہے اس کو قتل کر دیا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ تو اس پر کیا ہے؟ جزا بھئی۔ پالتو بھی ہو جائے ہرن پھر بھی وہ کس میں سے شمار ہے؟ شکار میں سے شمار ہو گا۔

وَإِنْ ذَبَحَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا اور اگر ذبح کیا محرم شخص نے شکار کو، بھئی یہ اوپر والے جانوروں کے ذبح کی تو اجازت تھی لیکن اگر شکار کو ذبح کرتا ہے فَذَبِيحَتُهُ مَيْتَةٌ لَا يَحِلُّ أَكْلُهَا تو اس کا ذبح کیا ہوا جو ہے مردار ہے لَا يَحِلُّ أَكْلُهَا حلال نہیں ہے اس کا کھانا۔ محرم نے اگر شکار ذبح کیا، شکار کیا کسی اور نے اور اس نے اس کو ذبح کیا کہتے ہیں حرام ہو گیا مردار ہو گیا بھئی اس کو اجازت نہیں بھئی۔ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَأْكُلَ الْمُحْرِمُ لَحْمَ صَيْدٍ اصْطَادَهُ

حَلَالٌ وَذَبَحَهُ۔ بھئی محرم کے پاس کوئی شکار کا گوشت لے کر آیا بھئی شکار کا گوشت بھئی، کیا اب یہ اس میں سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس میں سے کھا سکتا ہے بشرطیکہ اس نے اس شکار پر دلالت نہ کی ہو رہنمائی نہ کی ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس نے نہ بتلایا ہو شکار کرنے والے کو کہ وہ شکار سامنے ہے بھئی پکڑو اس کو اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہو اس نے شکار کا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَأْكُلَ الْمُحْرِمُ لَحْمَ صَيْدٍ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ کھالے محرم شخص شکار کے گوشت کو، ایسے شکار کے گوشت کو اصْطَادَهُ حَلَالٌ جسے کس نے شکار کیا ہے؟ ایک حلال نے یعنی غیر محرم شخص نے اسے شکار کیا ہے وَذَبَحَهُ اور اسے کیا کیا ہے؟ اسے اسی حلال نے ذبح کیا ہے إِذَا لَمْ يَدُلَّهُ الْمُحْرِمُ عَلَيْهِ جبکہ رہنمائی نہیں کی تھی محرم نے اس پر وَلَا أَمَرَهُ بِصَيْدِهِ اور نہ ہی اسے حکم دیا تھا اس کے شکار کرنے کا بھئی۔ خود بھی شکار نہیں کیا، خود ذبح بھی نہیں کیا، رہنمائی بھی نہیں کی تھی، حکم بھی نہیں دیا تھا تو اب اس کے لیے یہ شکار کھانا جائز ہے کوئی اور شکار کر کے لے آئے۔

وَفِي صَيْدِ الْحَرَمِ إِذَا ذَبَحَهُ الْحَلَالُ الْجَزَاءُ۔ اور حرم کے شکار میں جب اسے ذبح کر دے کوئی حلال شخص الْجَزَاءُ تو اس میں جزا ہے یعنی جزا واجب ہو گی اس میں بھئی۔ بھئی حرم کے اندر بھئی، حرم بھئی حرمت کا مقام ہے بھئی یہاں بیت اللہ واقع ہے اس کے قرب وجوار کے علاقے کے اندر شکار بھی ممنوع کر دیا گیا کہ یہ یہاں اللہ کا گھر ہے یہاں جانور بھی مامون ہیں بھئی ان کو بھی کسی قسم کی تکلیف دینا جائز نہیں، حتی کہ جو شخص حالت احرام میں نہ ہو اس کے لیے بھی وہاں شکار کھیلنا جائز نہیں ہے بھئی۔ تو اب حرم کے اندر ایک شکار کیا اور اسے کس نے شکار کیا اور ذبح کیا ہے؟ ایک حلال نے یعنی وہ شخص جو حالت احرام میں نہیں تھا غیر محرم نے حلال آدمی نے اس کو شکار کیا ہے ذبح کیا ہے تو کہتے ہیں پھر بھی اس میں الْجَزَاءُ کیا واجب ہو گی؟ جزا واجب ہو گی بھئی قیمت دینی پڑے گی۔

وَإِنْ قَطَعَ حَشِيشَ الْحَرَمِ أَوْ شَجَرَهُ الَّذِي لَيْسَ بِمَمْلُوكٍ۔ اور اگر کاٹا حرم کی گھاس کو، حَشِيشٌ کہتے ہیں گھاس بھئی۔ اگر حرم کی گھاس کاٹی أَوْ شَجَرَهُ یا حرم کے درخت کو کاٹا ایسا درخت الَّذِي لَيْسَ بِمَمْلُوكٍ جو کسی کا مملوک نہیں۔ مملوک ہے اپنا درخت ہے پھر تو ٹھیک ہے بھئی کاٹ سکتے ہیں، جو کسی کا مملوک نہیں وَلَا هُوَ مِمَّا اور نہ وہ ان درختوں میں سے ہے يُنْبِتُهُ النَّاسُ جسے لوگ اگاتے ہیں لوگ بوتے ہیں بھئی لوگ لگاتے ہیں بھئی، ان درختوں میں سے بھی نہیں ہے۔ اگر ان درختوں میں سے ہے جسے لوگ بوتے ہیں خود بخود نہیں اگتا تو پھر اس کے بھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو دو شرطیں لگائیں بھئی: جو مملوک بھی نہ ہو اور اسے لوگ بھی نہ اگاتے ہوں۔ سمجھ میں آیا؟ دونوں شرطیں پائی جائیں گی تو پھر اب اس درخت کو کاٹا تو پھر اس پر اس کی قیمت واجب ہو گی، اور دونوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے تو اس سے کوئی حرج نہیں بھئی۔ دو شرطیں مملوک بھی نہ ہو مولانا اور اسے لوگ بھی نہ اگاتے ہوں۔ لہٰذا اگر مملوک تھا اگرچہ لوگ ایسے درخت کو اگاتے نہیں پھر بھی اس کے کاٹنے سے جزا نہیں کیونکہ مملوک درخت ہے کسی کا ہے اپنا ہے۔ اور اگر مملوک تو نہیں ہے لیکن ایسا درخت ہے کہ جسے لوگ اگاتے ہیں تو پہلی شرط تو نہیں پوری ہوئی دوسری پوری ہو گئی، میں نے تو کہا تھا دونوں پوری ہوں گی تو پھر اس درخت کا کاٹنا کیا ہو جائے گا؟ حرام ہے ممنوع ہے مولانا۔ دونوں شرطیں پوری ہونی چاہئیں۔ اسی طرح گھاس بھی مولانا، لیکن گھاس اگر خشک ہو خشک ہو چکی ہے پھر اجازت ہے پھر کوئی حرج نہیں۔ تو کہتے ہیں فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ تو اس شخص پر اس کی قیمت ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلَهُ الْقَارِنُ مِمَّا ذَكَرْنَا أَنَّ فِيهِ عَلَى الْمُفْرِدِ دَمًا فَعَلَيْهِ دَمَانِ۔ اور ہر وہ چیز جسے قارن کرتا ہے، ہر وہ چیز جسے کون کرتا ہے؟ قارن یعنی حج قران کرنے والا مِمَّا ان چیزوں میں سے ذَكَرْنَا جو ہم نے ذکر کی کہ أَنَّ فِيهِ عَلَى الْمُفْرِدِ دَمًا کہ اس میں حج افراد کرنے والے پر کیا آئے گا؟ دم۔

پیچھے جتنی چیزیں ذکر ہوئیں مفرد کے احکام تھے جن میں ایک دم آتا تھا، تو فَعَلَيْهِ دَمَانِ تو قارن پر بھئی کیا آئے گا؟ دو دم آئیں گے بھئی۔ بھئی دو دم کیوں آئیں گے اس پر؟ بھئی قارن کس کو کہتے تھے؟ جو حج اور عمرے کی اکٹھے نیت کرتا تھا اکٹھا احرام، تو اس کا احرام حج کا بھی ہے اور احرام عمرے کا بھی ہے۔ تو حج کے احرام کی وجہ سے بھی یہ چیزیں حرام تھیں، عمرے کے احرام کی وجہ سے بھی یہ چیزیں حرام تھیں، تو یہ احرام دو کے قائم مقام ہے اور عمرے کے احرام میں بھی دم آ جاتا تھا ان چیزوں میں یا حج کے احرام سے بھی ان سے کیا ہوتا تھا؟ دم آتا تھا، تو یہاں دونوں کا اعتبار کریں گے اب اس پر کتنے دم آ جائیں گے؟ دو دم آ جائیں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں فَعَلَيْهِ دَمَانِ، وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلَهُ الْقَارِنُ مِمَّا ذَكَرْنَا ہر ایسی چیز جسے قارن کرے ان چیزوں میں سے جس میں ہم نے ذکر کیا کہ ان میں مفرد پر دم ہے تو قارن پر اس میں دو دم ہیں: دَمٌ لِحَجَّتِهِ وَدَمٌ لِعُمْرَتِهِ ایک دم اس کے حج کا ہے وَدَمٌ لِعُمْرَتِهِ اور ایک دم اس کے عمرے کا ہے، إِلَّا

أَنْ يَتَجَاوَزَ الْمِيقَاتَ مِنْ غَيْرِ إِحْرَامٍ ثُمَّ يُحْرِمُ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَيَلْزَمُهُ دَمٌ وَاحِدٌ۔ ہاں ایک صورت میں اس پر ایک ہی دم آئے گا، وہ کیا صورت ہے؟ وہ صورت یہ ہے مولانا کہ بھئی اس قارن پر کیا ضروری تھا کہ میقات سے پہلے کیا کرلے؟ آفاقی کے لیے کیا ضروری ہے؟ میقات سے پہلے ہی کیا کر لے گا؟ احرام باندھ لے گا۔ تو اب اس کو احرام باندھنا چاہیے تھا، احرام باندھتا تو وہ احرام دو چیزوں کا تھا اور ان دو کی وجہ سے اب اس نے کوئی ممنوع کام کیا ہے جس سے دم آتا تھا تو اب اس پر کتنے دم آئیں گے؟ دو دم آئیں گے۔ لیکن اگر یہ میقات سے بغیر احرام کے آگے چلا گیا حرم کی طرف تو اب ایک دم آئے گا۔ بھئی اب ایک دم کیوں آئے گا؟ کہتے ہیں اس لیے کیونکہ اس نے ابھی احرام ہی نہیں پہنا۔ دو چیزوں کا احرام پہنا ہوتا تو اس پہ دو دم آتے، یہ تو بغیر احرام کے ہی اندر چلا گیا ہے اور اب جو دم آیا اس پر وہ یہ قران کی وجہ سے نہیں وہ اس وجہ سے کہ یہ میقات سے آگے بغیر احرام کے چلا گیا، اور آپ نے مسئلہ پڑھا تھا بھئی حج کے باب کے شروع میں بیان ہوا تھا کہ کوئی شخص مکہ جانا چاہتا ہو تو میقات سے آگے بغیر احرام کے اس کے لیے جانا جائز نہیں ہے، تو یہاں پر اس نے اس حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ حرم کی حرمت اور تعظیم کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم مکہ جا رہے ہو تو اب کوئی نہ کوئی احرام ضرور باندھو یا جا کے حج کرو یا پھر کیا کرو؟ عمرہ کرو، ویسے تمہارے لیے مکہ میں آنا جائز نہیں ہے، اور یہ پھر بھی ویسے ہی آگے بڑھ گیا تو اب اس پر کیا واجب ہوا؟ قربانی واجب ہو گئی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ الْمِيقَاتَ مِنْ غَيْرِ إِحْرَامٍ مگر یہ کہ وہ میقات سے آگے بڑھ جائے بغیر احرام کے ثُمَّ يُحْرِمُ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ پھر وہ احرام باندھتا ہے عمرے اور حج کا فَيَلْزَمُهُ دَمٌ وَاحِدٌ تو اس پر ایک ہی دم لازم ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک دم، اور وجہ میں نے کیا بتلائی کہ وہ میقات سے گزرا ہے آگے مکہ کی طرف اور اس نے احرام نہیں باندھا۔

وَإِذَا اشْتَرَكَ مُحْرِمَانِ فِي قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ۔ صورت یہ ہے بھئی دو محرم تھے بھئی انہوں نے ایک شکار کیا بھئی، اب کیا دونوں پر آدھے آدھے پیسے آئیں گے؟ کہتے ہیں نہیں، احرام دو ہیں یہاں شکار منع تھا احرام کی وجہ سے اور احرام دونوں کے الگ الگ ہیں تو دونوں پر کیا آئے گا؟ علیحدہ علیحدہ اس کی جزا آئے گی بھئی کامل جزا پوری پوری بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہرن شکار کیا ہرن کے اندر ایک بکری آتی تھی تو اب ایک پر بھی ایک بکری دوسرے پر بھی ایک بکری۔ وَإِذَا اشْتَرَكَ مُحْرِمَانِ فِي قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ اور جب شریک ہو گئے دو محرم بھئی حرم کے شکار کے قتل میں فَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْجَزَاءُ كَامِلًا تو ان میں سے ہر ایک پر کامل جزا ہے۔

وَإِذَا اشْتَرَكَ حَلَالَانِ فِي قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِمَا جَزَاءٌ وَاحِدٌ۔ اور جب شریک ہوئے دو حلال آدمی یعنی جنہوں نے احرام نہیں باندھا، کس چیز میں شریک ہوئے؟ فِي قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ حرم کے شکار کے قتل میں فَعَلَيْهِمَا جَزَاءٌ وَاحِدٌ تو ان پر ایک ہی جزا ہے بھئی۔ ان پر ایک ہی جزا ہے بھئی۔ یہ کیسے مسئلہ ہوا؟ پہلے بتایا حالت احرام میں جتنے آدمی شکار میں شریک ہوں گے ساروں پر کیا آئے گی؟ پوری پوری جزا۔ دو تو بطور مثال کے ذکر کیے، تین ہوں چار ہوں جتنے شریک ہوں گے ساروں پر کیا آئے گا؟ پوری پوری جزا آئے گی۔ اور حرم کے اندر جانور شکار کرتے ہیں دو تین چار جتنے بھی مل کر شکار کر لیں ان پر ایک ہی جزا آئے گی وہ ان پر تقسیم ہو جائے گی۔ مثلاً دس ہزار کا وہ جانور بنتا ہے دس ہزار کی مثلاً وہاں بکری بنتی ہے یا وہ جانور بنتا ہے اور وہ اب پانچ آدمی تھے تو ہر ایک پر کتنا آجائے گا؟ دو دو ہزار۔ تو یہ فرق کی وجہ کیا؟ کہتے ہیں وہاں جو تھا ممانعت تھی محرم کے اندر ممانعت تھی احرام کی وجہ سے اور احرام وہاں دو تھے تو دونوں کی وجہ سے پوری پوری جزا آئی۔ اور یہاں پر حرمت ہے حرم کی وجہ سے، اب آدمی اگرچہ کئی ہیں لیکن حرم تو ایک ہی ہے۔ یہاں حرمت کس کی وجہ سے ہے؟ حرم کی وجہ سے، تو حرم تو ہر ایک کے لیے وہی ایک ہی حرم ہے تو لہٰذا اب ایک ہی جزا آئے گی۔ یہ معنی ہے وَإِذَا اشْتَرَكَ حَلَالَانِ فِي قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِمَا جَزَاءٌ وَاحِدٌ اور جب شریک ہوئے دو حلال آدمی حرم کے شکار کے قتل میں فَعَلَيْهِمَا جَزَاءٌ وَاحِدٌ تو ان پر ایک ہی جزا ہے۔

وَإِذَا بَاعَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا أَوِ ابْتَاعَهُ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ۔ اور جب بیچا محرم نے شکار کو أَوِ ابْتَاعَهُ یا اسے خریدا فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ تو بیع باطل ہے۔ بیع کیا ہے؟ باطل ہے، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ وہ شکار کے پیچھے پڑا ہے بھئی، شکار کے پیچھے پڑا اور حالانکہ اس کو تو شکار کے پیچھے پڑنے کی کسی بھی درجے میں اجازت نہیں تھی بھئی۔

بَابُ الْإِحْصَارِ۔ یہ باب ہے احصار کے بیان میں۔ احصار کا لغوی معنی ہے روکنا، روکنا۔ اور شریعت میں ہے وقوف اور طواف سے روکے جانا یہ احصار کہلاتا ہے بھئی۔ کوئی شخص محصور ہو گیا بھئی کسی دشمن کی وجہ سے حج پر جا رہا ہے اب دشمن کی وجہ سے کسی جگہ بند ہو گیا اب حج پر نہیں جا سکتا تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ احصار بھئی، احصار۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اب کیا کریں گے؟ ایک آدمی ہے احرام باندھ چکا ہے نیت کر چکا ہے حج کے لیے چل پڑا ہے اب تو بغیر عمرہ یا بغیر حج کیے احرام کو نہیں اتار سکتا تو اب یہ شخص کیا کرے؟ دشمن کے ہاتھ یہ محصور ہو گیا بند ہو گیا آگے نہیں جا سکتا بھئی۔ تو اب یہ احکام بیان کریں گے بھئی۔

کہتے ہیں إِذَا أُحْصِرَ الْمُحْرِمُ بِعَدُوٍّ أَوْ أَصَابَهُ مَرَضٌ يَمْنَعُهُ مِنَ الْمُضِيِّ جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ۔ اور جب محصور ہو جائے محرم بِعَدُوٍّ کسی دشمن کی وجہ سے یعنی روک دیا جائے محرم کسی دشمن کی وجہ سے أَوْ أَصَابَهُ مَرَضٌ یا اسے پہنچا کوئی ایسا مرض يَمْنَعُهُ مِنَ الْمُضِيِّ جو اسے روکتا ہے جانے سے، بیمار ہو گیا بھئی بہت زیادہ بیمار ہو گیا اب آگے نہیں جا سکتا جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ تو اس کے لیے حلال ہونا جائز ہے۔ بھئی حالت احرام میں ہے تو اب کیا کرے؟ آگے بھی نہیں جا سکتا اور احرام تو حج پورا کرے گا تو احرام اتارے گا تو اب کیا کرے گا بھئی؟ یا عمرہ کرے گا تو احرام اتارے گا اب کیسے حلال ہو گا بھئی؟ کہتے ہیں وہ حلال ہو گا، کیسے؟ طریقہ بتلا رہے ہیں: وَقِيلَ لَهُ ابْعَثْ شَاةً اس سے کہا جائے گا ایک بھیڑ بکری بھیج دو۔ بھیڑ بکری یا اس کی قیمت بھیج دے، سمجھ میں آیا؟ یہ ضروری نہیں بھیڑ بکری بھیجے اس کا بھیجنا اب تو مشکل ہوتا ہے بعض اوقات تو پھر اس کی قیمت بھیج دے گا کہ وہاں پر حرم میں ان پیسوں کی کوئی بھیڑ یا بکری خرید لینا اور وہاں اسے ذبح کر دینا، یا یہیں سے کیا کر دے کوئی بھیڑ بکری بھجوا دے۔ سمجھ میں آیا؟ بھجوا دے گا اور جو اسے لے کر جا رہا ہے اس سے کسی معین دن کا وعدہ لے لے گا کہ آپ اتنے دن تک پہنچ جاؤ گے آپ نے فلاں دن تک اس بکری کو ضرور ذبح کر دینا ہے۔ پھر جب وہ دن گزر جائے اب اسے یقین ہو گیا کہ اس نے میری بھیجی ہوئی بکری کو کیا کر دیا ہو گا؟ ذبح کر دیا ہو گا، تو اب مولانا حلال ہو جائے۔ اب کیا ہو جائے؟ حلال ہو جائے۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس پر اب بال کٹوانا وغیرہ بھی نہیں ہے سر منڈوانا بھی نہیں ہے، بس وہ ذبح کے ذریعے ہی کیا ہو جائے گا؟ حلال ہو جائے گا، عام کپڑے وغیرہ اب پہن لے اس سے پہلے عام کپڑے نہیں پہن سکتا۔

تو وَقِيلَ لَهُ اس سے کہا جائے گا ابْعَثْ شَاةً کہ تو بھیج دے ایسی بکری تُذْبَحُ فِي الْحَرَمِ جسے ذبح کیا جائے حرم میں وَوَاعِدْ مَنْ يَحْمِلُهَا يَوْمًا بِعَيْنِهِ اور وعدہ لے لے اس شخص سے جو اسے لے جا رہا ہے يَوْمًا بِعَيْنِهِ کسی معین دن کا يَذْبَحُهَا فِيهِ کہ اس دن میں وہ اسے ذبح کرے گا ثُمَّ تَحَلَّلْ پھر کیا ہو جائے؟ پھر تو کیا ہو جا حلال ہو جا، یہ کہا جائے گا اسے۔ فَإِنْ كَانَ قَارِنًا بَعَثَ دَمَيْنِ اگر یہ جو محصر تھا یہ قارن تھا حج قران کرنے والا تھا جس میں حج اور عمرے کا اکٹھا احرام ہوتا ہے بَعَثَ دَمَيْنِ تو یہ کتنے دم بھیجے گا؟ دو دم بھیجے گا، دو جانور بھیجے گا یا ان کی قیمت بھیجے گا بھئی، ایک حج کے لیے اور ایک عمرے کے لیے۔ سمجھ میں آیا؟ حج کے احرام کے لیے اور ایک عمرے کے احرام کے لیے۔

وَلَا يَجُوزُ ذَبْحُ دَمِ الْإِحْصَارِ إِلَّا فِي الْحَرَمِ اور جائز نہیں ہے دم احصار کو ذبح کرنا مگر حرم ہی میں، حرم ہی میں ذبح کر سکتا ہے یہ جانور کہیں اور نہیں۔ وَيَجُوزُ ذَبْحُهُ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اور جائز ہے اس جانور کا ذبح کرنا یوم النحر قربانی والے دن سے پہلے بھی ذبح کرنا جائز ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں لَا يَجُوزُ الذَّبْحُ لِلْمُحْصَرِ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ کہ جائز نہیں ہے ذبح کرنا محصر بالحج کے لیے، مُحْصِر نہیں مُحْصَر، جائز نہیں ہے محصر بالحج کے لیے کہ وہ ذبح کرے مگر کس دن بھئی؟ یوم النحر قربانی والے دن ہی بھئی، یعنی ان تین دنوں میں ہی ذبح کر سکتا ہے اس سے پہلے نہیں کر سکتا۔ وَيَجُوزُ لِلْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ أَنْ يَذْبَحَ مَتَى شَاءَ اور محصر بالعمرہ کے لیے جائز ہے کہ وہ جب بھی چاہے ذبح کر لے، یعنی عمرے سے محصور ہوا ایک آدمی تو وہ جب بھی چاہے بھجوا کر ذبح کروائے جانور بھئی۔

وَالْمُحْصَرُ بِالْحَجِّ إِذَا تَحَلَّلَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ۔ اور محصر بالحج جو ہے جب وہ حلال ہو جائے، بھئی بھیڑ بکری بھیجی وہ وہاں ذبح ہوئی یہ حلال ہو گیا لیکن اب کیا حج ختم؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب اس کو ایک حج اور عمرہ کرنا پڑے گا بھئی۔ کیا کرنا پڑے گا؟ ایک حج۔ یہ کون ہے؟ محصر بالحج بھئی، محصر بالحج۔ حج کرنے جا رہا ہے عمرے کا احرام نہیں باندھا تھا صرف احرام اس نے کس کا باندھا تھا؟ حج کا، لیکن بعد میں اب اس پر کیا لازم ہے اب؟ ایک حج بھی اور ایک عمرہ بھی۔ وَعَلَى الْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ الْقَضَاءُ اور محصر بالعمرہ جو ہے اس پر قضا ہے۔ وَعَلَى الْقَارِنِ حَجَّةٌ وَعُمْرَتَانِ اور جو قارن ہے وہ محصر ہوا تو اس پر ایک حج ہے اور دو عمرے ہیں بھئی۔ عام حاجی پر تو ایک حج ہی تھا لیکن اب اس کے ساتھ عمرہ بھی اس پر واجب ہو گا کرے گا، اور قارن پر تو پہلے سے ہی ایک عمرہ تھا تو اس کے لیے کتنے عمرے ہو گئے؟ دو عمرے، تو اس پر ایک حج اور دو عمرے ہیں۔

وَإِذَا بَعَثَ الْمُحْصَرُ هَدْيًا اور جب بھیجا محصر نے ہدی کو، قربانی کا جانور بھیج دیا وَوَاعَدَهُمْ أَنْ يَذْبَحُوهُ فِي يَوْمٍ بِعَيْنِهِ اور اس نے ان سے وعدہ بھی لے لیا کہ وہ اس کو ذبح کریں گے کسی معین دن کے اندر ثُمَّ زَالَ الْإِحْصَارُ پھر وہ احصار ختم ہوا، وہ جو رکاوٹ تھی وہ کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی، اب کیا کریں؟ کہتے ہیں فَإِنْ قَدَرَ عَلَى إِدْرَاكِ الْهَدْيِ وَالْحَجِّ لَمْ يَجُزْ لَهُ التَّحَلُّلُ وَلَزِمَهُ الْمُضِيُّ اگر وہ قادر ہے حج اور ہدی دونوں کے پانے پر، حج بھی اسے مل جائے گا اور قربانی کا جانور بھی ذبح سے پہلے پہلے یہ اس تک پہنچ کر کیا کر سکتا ہے؟ اس تک پہنچ سکتا ہے اسے پا سکتا ہے تو لَمْ يَجُزْ لَهُ التَّحَلُّلُ تو اس کے لیے حلال ہونا جائز نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اب اصل تو کیا تھا؟ جب حج کا احرام باندھ لیا ہے تو کس کے ذریعے حلال ہو گا؟ حج پورا کر کے ہی حلال ہو سکتا

ہے، تو جب اصل پر قادر ہو گیا تو اب اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ خلیفہ یعنی نائب کے ذریعے کیا ہو جائے؟ حلال، یعنی اس ہدی اور قربانی کے ذریعے حلال ہونا اس کے لیے جائز نہیں ہے، وہ تو نائب ہے جب اصل ممکن ہوا تو نائب کی طرف نہیں جائیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں لَمْ يَجُزْ لَهُ التَّحَلُّلُ تو جائز نہیں ہے اس کے لیے حلال ہونا وَلَزِمَهُ الْمُضِيُّ اور لازم ہے اس کے لیے کیا؟ جانا بھئی، کہ وہ جائے بھئی اب جا کر حج ادا کرے۔

وَإِنْ قَدَرَ عَلَى إِدْرَاكِ الْهَدْيِ دُونَ الْحَجِّ تَحَلَّلَ اور اگر وہ قادر ہے صرف ہدی کو تو پا سکتا ہے دُونَ الْحَجِّ نہ کہ حج کو، حج تک نہیں پہنچ سکتا پہنچے گا تو عرفے کا دن گزر چکا ہو گا تو تَحَلَّلَ پھر کیا ہے؟ یہ حلال ہو سکتا ہے، پھر یہیں حلال ہو سکتا ہے اب جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب جائے گا بھی تو حج تک نہیں پہنچ سکتا۔ وَإِنْ قَدَرَ عَلَى إِدْرَاكِ الْحَجِّ دُونَ الْهَدْيِ جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ اسْتِحْسَانًا اور اگر وہ حج پانے پر تو قادر ہے ہدی پانے پر قادر نہیں، ہدی پانے پر قادر نہیں جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ اسْتِحْسَانًا تو جائز ہے اس کے لیے حلال ہونا استحساناً۔ قیاس تو یہ کہتا ہے بھئی اب بھی اس کے لیے جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اصل مل سکتا ہے حج اسے مل سکتا ہے، لیکن بھئی استحساناً اب بھی اس کے لیے حلال ہونا جائز اس لیے کیونکہ اب یہ قربانی کو اپنی نہیں پا سکتا تو اس کا تو مال ضائع چلا جائے گا، کیا ہو گا؟ مال ضائع چلا جائے گا اور مال کی بھی تو حرمت ہے بھئی جیسے نفس کی حرمت ہوتی ہے تو یہاں پر بھی اب اس کے لیے حلال ہونا جائز ہے بھئی۔

وَمَنْ أُحْصِرَ بِمَكَّةَ وَهُوَ مَمْنُوعٌ عَنِ الْوُقُوفِ وَالطَّوَافِ كَانَ مُحْصَرًا۔ اور جو روکا گیا مکہ میں، مکہ میں ہی روک لیا گیا وہاں کوئی دشمن وغیرہ آ گئے وَهُوَ مَمْنُوعٌ عَنِ الْوُقُوفِ وَالطَّوَافِ اور وہ روکا گیا ہے طواف سے اور وقوف سے، وقوف عرفہ سے اور طواف سے كَانَ مُحْصَرًا تو یہ شخص کیا ہے؟ محصر ہے۔ وَإِنْ قَدَرَ عَلَى إِدْرَاكِ أَحَدِهِمَا فَلَيْسَ بِمُحْصَرٍ اور اگر وہ قادر ہے ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز پانے پر بھی تو یہ محصر نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۷: باب الفوات وباب الہدی: فواتِ حج اور عمرے سے تحلل وقضا، عمرہ کے مکروہ ایام، ہدی کی اقسام (ابل، بقر، غنم)، تقلید واشعار

مختصر القدوری صفحہ: ۶۲—بتاریخ: ۶ مارچ ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْفَوَاتِ۔ وَمَنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ فَفَاتَهُ الْوُقُوفُ بِعَرَفَةَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ، وَعَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ وَيَسْعَى وَتَحَلَّلَ وَيَقْضِيَ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ۔ وَالْعُمْرَةُ لَا تَفُوتُ وَهِيَ جَائِزَةٌ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ إِلَّا خَمْسَةَ أَيَّامٍ يُكْرَهُ فِعْلُهَا فِيهَا۔[۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ الْفَوَاتِ بھئی۔فَاتَ يَفُوتُ فَوْتًا وَفَوَاتًا کا معنی ہے کسی چیز کا فوت ہو جانا، رہ جانا بھئی۔اس باب میں آپ کو بتلائیں گے بھئی کہ کیا چیز حج میں

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَطُوفَ وَيَسْعَى وَتَحَلَّلَ وَيَقْضِيَ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يطوف ويسعى ويتحلل ويقضي الحج من قابل ولا دم عليه» منقول ہے۔

[۲] جدول—فواتِ حج اور ہدی (قربانی کے جانوروں) کی اقسام واحکام کا جدول:

عنوان	شرعی حکم وشرائط	فقہی تفصیلات
فواتِ حج (فَوَاتُ الْحَجِّ)	اگر ۱۰ ذوالحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے تک وقوفِ عرفہ نہ ملا تو حج فوت ہو گیا	اب طواف اور سعی کر کے عمرے سے حلال ہو جائے، آئندہ سال حج کی قضا کرے، اور اس پر کوئی دم واجب نہیں۔
عمرہ کا حکم اور مکروہ ایام	عمرہ سنت ہے اور سال بھر میں کبھی فوت نہیں ہوتا	البتہ ۵ دنوں (۹ ذوالحجہ یومِ عرفہ، ۱۰ ذوالحجہ یوم النحر اور ۱۱، ۱۲، ۱۳ ایامِ تشریق) میں عمرہ مکروہِ تحریمی ہے۔
ہدی کی اقسام (۳)	اونٹ (الْإِبِلُ: ۵ سالہ)، گائے (الْبَقَرُ: ۲ سالہ)، اور بکری / بھیڑ (الشَّاةُ: ۱ سالہ، اور چھ ماہا دنبہ اگر موٹا ہو)	بکری صرف ایک کے لیے کافی ہے، جبکہ اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں؛ دمِ نفل، دمِ تمتع اور دمِ قران کا گوشت خود کھانا مستحب ہے، لیکن دمِ جنایت، دمِ احصار اور دمِ نذر کا کھانا جائز نہیں۔
تقلید اور اشعار (التَّقْلِيدُ وَالْإِشْعَارُ)	نفل، تمتع اور قران کی ہدی میں اونٹ اور گائے کو ہار پہنانا (تقلید) اور کوہان چیر کر خون لگانا (اشعار) سنت ہے	بکری میں نہ تقلید ہے نہ اشعار؛ اور دمِ جنایات و دمِ احصار میں بھی تقلید نہیں کی جاتی کیونکہ وہ کفارہ ہے۔

رہ جائے تو حج فوت شمار ہو گا کہ اس کا حج ہی رہ گیا ہے بھئی۔ اور اسی طرح عمرے کے بارے میں بھی بتلائیں گے کہ اس کا کیا حکم ہے یہ بھی فوت ہوتا ہے کبھی کہ نہیں بھئی۔

کہتے ہیں وَمَنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ فَفَاتَهُ الْوُقُوفُ بِعَرَفَةَ اور جس نے احرام باندھا حج کا پس فوت ہو گیا اس سے وقوف عرفہ بھئی۔ عرفہ کا وقوف اس سے فوت ہو گیا بھئی عرفہ نہیں پہنچ سکا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی یوم النحر میں سے بھئی، دسویں تاریخ کی فجر طلوع ہو گئی بھئی دسویں تاریخ۔ اور میں نے بتلایا تھا آپ کو کہ عرفہ کا وقت بھئی وقوف عرفہ کا وقت کب سے کب تک ہے؟ نویں ذوالحجہ کے زوال کے بعد سے لے کر اگلے دن کے طلوع تک بھئی، یہ سارا وقت ہے۔ یہ سارا وقت نکل گیا وہ عرفہ نہیں پہنچ سکا یہاں تک کہ اگلے دن کی فجر طلوع ہو گئی یعنی عید کے دن کی یوم النحر کی بھئی فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ تو تحقیق اس کا حج کیا ہو گیا؟ فوت ہو گیا بھئی۔ اب کیا کرے بھئی؟ یہ تو حج کے لیے آیا تھا احرام باندھا ہوا ہے اب کیسے حلال ہو گا حج تو فوت ہو گیا بھئی؟ کہتے ہیں وَعَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ وَيَسْعَى وَيَتَحَلَّلَ یہ جو ہے طواف کر لے اور سعی کر لے اور حلال ہو جائے بھئی۔ طواف کرے اور سعی کر لے گا بھئی اور حلال ہو جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَيَقْضِيَ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ اور قضا کرے حج کی مِنْ قَابِلٍ أَيْ مِنْ عَامٍ قَابِلٍ بھئی۔ عَامٌ کہتے ہیں سال کو، قَابِلٌ آنے والا۔ آنے والے سال میں حج کی قضا کرے یعنی آئندہ سال کیا کرے گا؟ حج کی قضا کرے گا بھئی، قضا کرے گا۔ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ اور اس پر دم نہیں ہے مولانا اس لیے کہ دم تو کس لیے تھا حلال ہونے کے لیے تھا اور یہ کس کے ذریعے حلال ہو گیا؟ عمرے کے افعال سرانجام دے کر حلال ہو گیا اب اس پر دم نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی وقوف عرفہ جس کا رہ گیا اس کا حج ہی رہ گیا لہٰذا اب احرام باندھا ہوا ہے کیا کرے گا؟ طواف کر لے، سعی کرے اور بال منڈوالے یا بال چھوٹے کروائے حلال ہو جائے گا بھئی۔ اور اگلے سال آئندہ سال اس کو حج کی قضا کرنا پڑے گی اور اس پر دم بھی نہیں ہے بھئی۔

وَالْعُمْرَةُ لَا تَفُوتُ اور عمرہ جو ہے وہ فوت نہیں ہوتا، یہ فوت نہیں ہوتا مولانا وَهِيَ جَائِزَةٌ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ اور یہ جائز ہے سارے سال میں بھئی۔ اس لیے تو سارے سال میں ہوتا ہے عمرہ تو یہ فوت نہیں۔ حج کا تو وہ مخصوص دن ہے مولانا عرفات کا وہ گزرا تو ختم ہوا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَهِيَ جَائِزَةٌ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ اور یہ جائز ہے سارے سال کے اندر إِلَّا خَمْسَةَ أَيَّامٍ مگر پانچ دن کہ يُكْرَهُ فِعْلُهَا فِيهَا مکروہ ہے عمرہ کرنا فِيهَا ان ایام کے اندر۔ وہ کون کون سے دن ہیں؟ کہتے ہیں يَوْمُ عَرَفَةَ ایک یوم عرفہ ہے وَيَوْمُ النَّحْرِ اور دوسرا یوم النحر ہے وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ اور ایام تشریق ہیں یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ۔ یعنی معلوم ہوا نو ذوالحجہ، دس ذوالحجہ، گیارہ، بارہ، تیرہ یہ پانچ دن ہیں مولانا جن میں عمرہ مکروہ ہے بھئی۔

وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ۔ باقی عمرہ کرنا کہتے ہیں یہ سنت ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بعض ائمہ نے واجب یا فرض لکھا ہے ہمارے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے بھئی عمرہ کرنا۔ سمجھ میں آیا؟ حج تو فرض ہے زندگی میں ایک بار ضرور کرنا ہے، عمرہ البتہ ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ وَهِيَ الْإِحْرَامُ وَالطَّوَافُ وَالسَّعْيُ اور عمرہ احرام، طواف اور سعی ہے، یعنی ان تین چیزوں کا نام عمرہ ہے۔ عمرے میں کیا کیا جاتا ہے؟ میقات سے احرام باندھ کر گیا حاجی اور پھر طواف کرتا ہے اور پھر صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے، عمرہ مکمل ہوا بھئی۔ اب کیا کرے؟ بال منڈوالے یا بال چھوٹے کروالے اور حلال ہو جائے۔

بَابُ الْهَدْيِ۔ یہ باب ہے ہدی کے بیان میں۔ بھئی قربانی کا وہ جانور جو حرم بھیجا جاتا ہے بھئی قربانی کے لیے اسے ہدی کہتے ہیں بھئی۔ اَلْهَدْيُ أَدْنَاهُ شَاةٌ ہدی جو ہے وہ ادنی جو ہے کم سے کم وہ بھیڑ بکری ہے بھئی۔ کیا ہے؟ بھیڑ بکری ہے بھئی۔ وَهُوَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اور یہ تین قسم پر ہے: اونٹ ہے، گائے ہے اور بھیڑ بکری، غَنَمٌ اور شَاةٌ کا ایک معنی ہے بھئی بھیڑ بکری ہے بھئی۔ تو اونٹ یا اونٹنی، گائے بیل وغیرہ اور اسی طرح بھیڑ بکری وغیرہ ان میں سے جو بھی جانور بھیجنا چاہے بھئی۔[۳]

يُجْزِئُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا۔ کافی ہے ان میں سے ہر ایک میں الثَّنِيُّ، ثنی بھئی فَصَاعِدًا یا اس سے زیادہ۔ ثنی وہ جانور جس کے سامنے کے دانت گر جاتے ہیں مولانا اور دانت آتے ہیں بھئی، اس جانور کو کیا کہتے ہیں؟ ثنی کہتے ہیں۔ بکری میں یہ ایک سال بعد ہوتا ہے بھئی ایک سال بعد بھیڑ بکری میں، اور گائے بیل وغیرہ میں یہ دو سال کے بعد ہوتا ہے دو سال پورے ہو جائیں وہ ثنی ہے، بکری ایک سال پوری ہو جائے یہ ثنی ہے، اور اونٹ جس کے پانچ سال پورے ہو جائیں بھئی چھٹے سال میں یہ کیا کہلاتا ہے؟ ثنی کہلائے گا بھئی پانچ سال پورے ہو گئے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اگر ہدی کے طور پر کیا لے جانا چاہتا

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۷۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَهُوَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وهو من ثلاثة نوع: الإبل والبقر والغنم» منقول ہے۔

ہے؟ بھیڑ یا بکری تو کم از کم کتنی عمر ہو اس کی؟ ایک سال۔ اور اگر گائے بیل لے جانا چاہتا ہے تو اس کی کم از کم کتنی عمر ہو؟ دو سال۔ اور اگر اونٹ لے کر جانا چاہتا ہے تو کم از کم کتنی عمر ہو؟ پانچ سال بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ثنی ہونا چاہیے۔ وَيُجْزِئُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا کافی ہے ان سب میں سے ثنی یا اس سے زیادہ إِلَّا مِنَ الضَّأْنِ مگر دنبے اور بھیڑ میں سے، ضَأْنٌ دنبے اور بھیڑ کو کہتے ہیں مولانا، مگر دنبے اور بھیڑ میں سے فَإِنَّ الْجَذَعَ مِنْهُ يُجْزِئُ فِيهِ اس لیے کہ اس کے اندر جَذَعٌ بھی اس میں سے کافی ہے۔ جَذَعٌ بِفَتْحِ الذَّالِ مولانا ذال کے فتحہ کے ساتھ ہے جَذَعٌ۔ جَذَعٌ کہتے ہیں بھیڑ کا وہ بچہ جس کی عمر چھ ماہ ہو چکی ہو، چھ ماہ ہو چکی ہو بھئی اور وہ اتنا ہو کہ اسے سال بھر کے دنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو پتہ نہ چلے بھئی اتنا یعنی موٹا تازہ ہو عمر چھ ماہ ہے لیکن سال والوں میں بھی چھوڑ دیا جائے تو اس کا پتہ نہیں چلتا بھئی انہی کی طرح لگتا ہے، تو یہ جَذَعٌ بھی کافی ہے اگر چھ ماہ کا ہو بھیڑ میں سے بھئی۔[۴]

وَلَا يَجُوزُ فِي الْهَدْيِ مَقْطُوعُ الْأُذُنِ۔ اور جائز نہیں ہے ہدی کے اندر مَقْطُوعُ الْأُذُنِ جس کا کان کٹا ہوا ہو بھئی۔ جس جانور کا کان کٹا ہوا ہو، کوئی عیب والا جانور نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے بھئی اللہ کے حضور قربانی کے لیے جانور لے کر جا رہا ہے تو عیب سے پاک ہونا چاہیے بھئی۔ تو مَقْطُوعُ الْأُذُنِ جس کا کان کٹا ہوا ہے پورا کان وہ جائز نہیں ہے ہدی میں، وَلَا أَكْثَرِهَا أَيْ وَلَا مَقْطُوعُ أَكْثَرِهَا اکثر کان جس کا کٹا ہوا ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے مولانا اکثر کان۔ سمجھ میں آیا؟ پورا کان نہیں کٹا لیکن نصف سے کچھ زیادہ کٹ گیا ہے اکثر کٹ گیا ہے تو یہ بھی جائز نہیں۔ معلوم ہوا اس سے کم ہو اکثر نہ ہو تھوڑا سا کٹا ہوا ہو تو وہ جائز ہے مولانا۔ وَلَا مَقْطُوعُ الذَّنَبِ۔ ایک ہے ذَنْبٌ نون ساکن ہے ایک ذَنَبٌ، ذَنْبٌ کہتے ہیں گناہ کو اور ذَنَبٌ کہتے ہیں دم کو بھئی دم۔ وَلَا مَقْطُوعُ الذَّنَبِ اور نہ ہی وہ جانور جس کی دم کٹی ہوئی ہے بھئی، دم کٹی ہوئی ہے۔ وَلَا مَقْطُوعُ الْيَدِ وَلَا الرِّجْلِ اور نہ وہ جانور جس کے يَدٌ، بھئی يَدٌ کہا اور رِجْلٌ کہا۔ انسان میں جیسے ہیں بھئی دو ہاتھ ہیں اور دو پاؤں ہیں جانور کے بھی اگلے پاؤں کو کیا کہہ دیا جاتا ہے کبھی کبھار؟ يَدٌ کہہ دیا جاتا ہے اور پچھلے پاؤں کو رِجْلٌ کہہ دیا جاتا ہے، تو یہاں يَدٌ سے کیا مراد ہے اگلے دو پاؤں اور رِجْلٌ سے کیا مراد ہیں پچھلے دو پاؤں۔ وَلَا مَقْطُوعُ الْيَدِ وَلَا الرِّجْلِ اور نہ وہ جانور جس کا ہاتھ یا پاؤں یعنی اگلا پاؤں یا پچھلا پاؤں کوئی ایک کٹا ہوا ہو یہ بھی درست نہیں ہے۔ وَلَا ذَاهِبَةُ الْعَيْنِ، عَيْنٌ کہتے ہیں آنکھ کو، اور نہ وہ جانور جس کی آنکھ چلی گئی ہو مولانا، کیا ہو؟ آنکھ چلی گئی ہو یہ بھی عیب والا ہوا یہ بھی درست نہیں۔ وَلَا الْعَجْفَاءُ اور عَجْفَاءُ کہتے ہیں بڑا ہی کمزور بہت ہی کمزور جانور بھئی مریل سا جانور سمجھ میں آیا اسے عَجْفَاءُ کہتے ہیں۔ وَلَا الْعَرْجَاءُ بھئی اور نہ ہی لنگڑا جانور بھئی الَّتِي لَا تَمْشِي إِلَى الْمَنْسَكِ جو نہیں چل سکتا إِلَى الْمَنْسَكِ بھئی قربان گاہ تک بھی نہیں جا سکتا ذبح کی جگہ تک بھی نہیں چل سکتا۔[۵]

وَالشَّاةُ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي مَوْضِعَيْنِ۔ اور بھیڑ بکری جائز ہے ہر چیز کے اندر بھئی، جتنے دم ہیں میں نے بتلایا تھا دم سے کیا مراد ہے؟ بھیڑ یا بکری، صرف حج میں دو جگہ جو ہے بکری نہیں بلکہ وہاں بدنہ دینا پڑے گا یعنی اونٹ یا گائے وغیرہ بھئی۔ تو کہتے ہیں بھیڑ بکری جائز ہے ہر چیز کے اندر إِلَّا فِي مَوْضِعَيْنِ مگر دو جگہیں ہیں، وہ کون سی دو جگہیں ہیں؟ کہتے ہیں مَنْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ جُنُبًا ایک وہ شخص جس نے طواف زیارت کیا جنابت کی حالت میں، وَمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے صحبت کی اپنی بیوی سے بَعْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وقوف عرفہ کے بعد بھئی، اب اس کا حج تو فاسد نہیں ہوا لیکن اس نے چونکہ جنایت بہت بڑی کی ہے لہذا اب بکری بھی نہیں کافی بلکہ کیا کرنا پڑے گا؟ ایک اونٹ یا گائے وغیرہ ذبح کرنا پڑے گی۔ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ فِيهِمَا إِلَّا بَدَنَةٌ اس لیے کہ ان دونوں میں جائز نہیں ہے سوائے بدنہ کے۔

وَالْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ يُجْزِئُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ سَبْعَةِ أَنْفُسٍ إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشُّرَكَاءِ يُرِيدُ الْقُرْبَةَ۔ اور بدنہ یعنی اونٹ، یہاں بدنہ سے صرف اونٹ مراد ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ مقابلے میں بقرہ الگ آ گئی ورنہ تو بدنہ کا اطلاق اونٹ پر بھی ہوتا ہے اور گائے بیل وغیرہ پر بھی ہوتا ہے بھئی، لیکن یہاں بقرہ خود ساتھ ذکر ہو گیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور بقرہ میں یاد رکھیے یہ تاء تانیث کی نہیں ہے گائے نہیں اس کا معنی، بقرہ کی تاء وحدت کی ہے بھئی۔ ایک گائے یا ایک بیل دونوں پر یہ بَقَرَةٌ کا لفظ بولا جاتا ہے، تانہ ہو تو پھر اس کا اطلاق کثیر پر ہو گا بھئی کثیر و قلیل اس میں جنس ہے بھئی۔ وَالْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ اور بدنہ اور بقرہ جو ہیں يُجْزِئُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا کافی ہے ان میں سے ہر ایک عَنْ سَبْعَةِ أَنْفُسٍ سات نفسوں کی طرف سے، سات آدمیوں کی طرف سے۔ بھئی گائے میں کتنے حصے ہوتے ہیں؟ سات۔ اسی طرح اونٹ میں بھی سات۔ تو یہ سات آدمیوں کی طرف سے یہ کافی ہو سکتا ہے إِذَا كَانَ كُلُّ

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُجْزِئُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يجزئ في ذلك الثني فصاعدا» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا مَقْطُوعُ الْيَدِ وَلَا الرِّجْلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا اليد ولا الرجل» منقول ہے۔

وَاحِدٍ مِنَ الشُّرَكَاءِ يُرِيدُ الْقُرْبَةَ جبکہ شرکاء میں سے ہر شخص يُرِيدُ الْقُرْبَةَ قربت چاہتا ہو اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہو۔ کیا چاہتا ہو؟ اللہ کی رضا اور خوشنودی، یعنی اللہ کی رضا کے لیے جبکہ ہر ایک اللہ کی رضا کے لیے قربانی کر رہا ہو تو درست ہے۔ فَإِذَا أَرَادَ أَحَدُهُمْ بِنَصِيبِهِ اللَّحْمَ پس اگر ارادہ کیا ان میں سے کسی ایک نے اپنے حصے کے ذریعے گوشت کا، اللہ کے لیے قربانی اللہ کی رضا مقصود نہیں ہے بلکہ وہاں مقصود ایک کا کیا ہے؟ گوشت حاصل ہو گا تو لَمْ يَجُزْ لِلْبَاقِينَ عَنِ الْقُرْبَةِ تو جائز نہیں ہے باقیوں کے لیے بھی قربت سے۔ باقیوں کی بھی قربانی نہیں ہوئی مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ اگر ایک بھی ایسا آ گیا۔ سات حصے دار شریک ہوئے اور ایک ان میں سے مثلاً پتہ نہیں تھا قادیانی ہے بھئی، قادیانی ہے، تو باقیوں کی بھی قربانی نہیں ہوئی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یا ایک کا ارادہ گوشت کا ہے تو باقیوں کی بھی قربانی نہیں کیونکہ جانور تو ایک ہی ہے مولانا۔ جانور کیا ہے؟ ایک ہی ہے تو کچھ پہ آ جائے حکم قربانی کے لیے ہے کچھ کا مقصد گوشت ہے تو یہاں تقسیم نہیں ہو سکتی، ایک میں فساد آئے گا تو سارے میں کیا آ جائے گا؟ فساد آ جائے گا۔

وَيَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ۔ اور جائز ہے کھانا، تَطَوُّعٌ کہتے ہیں نفلی، نفلی۔ بھئی حاجی ہے اس پر قربانی واجب تو نہیں ہے حج افراد کر رہا ہے لیکن وہ خود کیا کر دیتا ہے کوئی جانور قربان کر دیتا ہے تو یہ نفلی قربانی ہو گئی بھئی، یا حج افراد کے لیے جا رہا ہے اس پر اب جانور لے جانا ضروری تو نہیں اس پر تو قربانی واجب ہی نہیں تھی لیکن یہ ایک جانور اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ تو کیا اب جو حاجی لے کر گئے ہیں ایک مثلاً نفلی قربانی کا جانور ساتھ لے گیا ہے، ایک قران والے پر تو ضروری تھا اور اسی طرح حج تمتع والے پر بھی قربانی ضروری تھی، تو ان میں سے قربانی کرنے والا خود گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں کھا سکتا؟ کہتے ہیں تینوں میں سے کھا سکتا ہے۔ نفلی قربانی کی ہو نفلی ہدی ہو پھر بھی اس میں سے کھا سکتا ہے، قران کی ہدی ہو یا تمتع کی ہدی ہو اس میں سے بھی خود کھا سکتا ہے جیسے بھئی یہاں قربانی آپ کرتے ہیں عید کے دن تو اس کے گوشت میں سے خود بھی کھاتے ہیں، سمجھ میں آیا؟ صدقہ بھی کرتے ہیں اور خود بھی کھا سکتے ہیں بھئی، چاہیں تو بلکہ سارا ہی خود کھا لیں یہ بھی درست ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ اور جائز ہے کھانا نفلی ہدی میں سے اور تمتع کی ہدی میں سے اور قران کی ہدی میں سے وَلَا يَجُوزُ مِنْ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا اور جائز نہیں ہے بھئی باقی ہدیوں میں سے کھانا جائز نہیں ہے، یعنی جو دم آ گیا تھا کسی نے سعی چھوڑ دی تھی دم آیا اب اس نے بھی قربانی کی اس میں سے کھانا جائز نہیں، کسی نے خوشبو لگالی تھی پورے عضو پر اس پر بھی دم آیا تھا اس میں سے بھی کھانا جائز نہیں ہے مولانا، اسی طرح بھئی وقوف عرفہ کے بعد کسی نے صحبت کر لی تھی اس پر بدنہ آیا تھا اس میں سے بھی کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ جو پہلے تین ذکر ہوئے نفلی ہدی، تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی یہ قربانی کی طرح ہیں، کس کی طرح ہیں؟ قربانی۔ اور یہ جو باقی ہیں یہ مولانا کفارات ہیں بھئی آپ سے جنایت ہوئی ہے جنایت کے کفارے کے طور پر آپ قربانی کر رہے ہیں لہٰذا اب اس میں سارے کو صدقہ کرنا ضروری ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ سارے جانور کو صدقہ کرے گا، اگر خود کچھ کھا لیا تو اتنا پھر صدقہ اس کو کرنا پڑے گا بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ ذَبْحُ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ۔ اچھا بھئی ان کو کب ذبح کر سکتے ہیں ان کا وقت کیا ہے؟ صاحب قدوری فرما رہے ہیں جائز نہیں ہے نفلی ہدی کو ذبح کرنا اور متعہ کی ہدی کو ذبح کرنا یعنی تمتع کی ہدی کو ذبح کرنا اور قران کی إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ مگر

کس دن؟ یوم النحر کے دن۔ یوم النحر یعنی ایام نحر میں ان کو ذبح کرنا ضروری ہے، یوم النحر سے صرف دسویں مراد نہیں ہے بھئی گیارہویں اور بارہویں کو بھی تو قربانی ہوتی ہے دس، گیارہ، بارہ کے اندر بھئی، انہی ایام میں ذبح کر سکتا ہے۔ صاحب قدوری کیا فرما رہے ہیں بھئی؟ قران کی ہدی کو بھی انہی دنوں میں ذبح کرے گا، تمتع کی ہدی کو بھی انہی دنوں میں ذبح کرے گا اور نفلی ہدی کو بھی انہی دنوں میں ذبح کرے گا۔ یہ ایک روایت ہے جو نقل کی صاحب قدوری نے، لیکن علماء نے لکھا ہے مولانا اَصَحُّ یہ ہے کہ نفلی جو ہدی ہے اسے جب چاہے ذبح کر سکتا ہے یوم النحر کی قید اس میں نہیں۔ ہاں یوم النحر والے دن افضل ہے، افضل یہ ہے کہ اسی دن ذبح کرے لیکن اس سے آگے پیچھے کسی بھی دن ذبح کر لے تو کیا ہے نفلی قربانی جائز ہے درست ہے۔

تو ان کو یوم النحر کے علاوہ نہیں کر سکتے، وَيَجُوزُ ذَبْحُ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا فِي أَيِّ وَقْتٍ شَاءَ اور باقی ہدیوں کو ذبح کرنا جائز ہے فِي أَيِّ وَقْتٍ شَاءَ جس وقت بھی چاہے۔ باقی کوئی دم آیا مولانا وہ جب چاہے ذبح کر لے وہ ان ایام نحر میں ضروری نہیں۔ وَلَا يَجُوزُ ذَبْحُ الْهَدَايَا إِلَّا فِي الْحَرَمِ اور جائز نہیں ہے ہدی کا ذبح کرنا إِلَّا فِي الْحَرَمِ مگر کہاں پر؟ حرم میں۔ یہ جتنی ہدی ہے جس قسم کی بھی ہے ان کو حرم ہی میں ذبح کر سکتا ہے بھئی۔ وَيَجُوزُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِهَا عَلَى مَسَاكِينِ الْحَرَمِ وَغَيْرِهِمْ۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں بھئی کہ ان کو صرف حرم کے جو فقراء اور محتاج ہیں انہی میں گوشت تقسیم کر سکتا ہے کسی اور کو نہیں دے سکتا، لیکن ہمارے نزدیک کسی بھی مسکین کو دیا جا سکتا ہے حرم والوں کو بھی دیا جا سکتا ہے فقراء کو اور حرم سے باہر کے فقراء کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہ معنی ہے وَيَجُوزُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِهَا اور جائز ہے کہ صدقہ کرے اس کا مساکین حرم پر وَغَيْرِهِمْ اور ان کے علاوہ پر۔

وَلَا يَجِبُ التَّعْرِيفُ بِالْهَدَايَا۔ اور ہدی جو لے کر گئے ہیں اس کی تعریف واجب نہیں ہے۔تَعْرِيفٌ کا معنی ہے یہاں پر عرفات لے جانا۔ بھئی عرفات نویں کو جائیں گے اور دسویں کو قربانی کریں گے تو ہدی کے جانور کو عرفات لے جانا واجب نہیں ہے۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں عرفات لے جانا واجب ہے لیکن صاحب قدوری نے بتلادیا عِنْدَ الْأَحْنَافِ اس قربانی کے جانور کو عرفات لے جانا واجب نہیں ہے۔

وَالْأَفْضَلُ فِي الْبُدْنِ النَّحْرُ وَفِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ۔ اچھا بھئی کیا طریقہ ہو گا ذبح کیسے کریں گے یا نحر کریں گے یا ذبح کریں گے؟ تو بتلا رہے ہیں بھئی آپ کو کہ بھیڑ بکری ہو اس میں افضل یہ ہے ان کو ذبح کیا جائے، اور گائے بیل وغیرہ ہے ان کو بھی ذبح کیا جائے گا، لیکن اونٹ کے اندر نحر افضل ہے بھئی، نحر۔ نحر اس کو کہتے ہیں کہ اونٹ کے پاؤں کو دائیں پاؤں کو گھٹنے کو موڑ کر باندھ دیا جاتا ہے اسے قابو میں کر لیتے ہیں کہ وہ بھاگ نہ سکے، اور پھر یہ گردن پر آپ دیکھتے ہیں بھئی، اپنی گردن پر آپ دیکھیں یہ سینے کی طرف آئیں گردن سے ایک نرم سی جگہ آتی ہے پھر ہڈی شروع ہو جاتی ہے، یہ گڑھا سا آتا ہے بھئی گردن پر، اس جگہ پر اونٹ کو نیزہ مارا جاتا ہے کئی نیزے مارے جاتے ہیں بھئی تو پھر یہاں سے وہ خون سارا نکل آتا ہے، اس کو کہتے ہیں نحر بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ نحر کہتے ہیں۔ اونٹ کے اندر نحر افضل ہے بھئی نحر افضل ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو ہے جو اونٹ لے کر گئے تھے اپنے ساتھ بھئی سو اونٹ قربانی کے اپنے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر گئے تھے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر ہی فرمایا تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ نحر فرما رہے تھے اور اس وقت بھی لوگوں نے آپ کا عجیب معجزہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کو نحر فرماتے یہاں پر نیزہ اس کے مارتے بھئی وہ اونٹ گر جاتا، دوسرا اونٹ بھئی رسی چھڑوا کے دوڑ لگا کر پہنچنے کی کوشش کرتا کہ میں حاضر ہوں یا رسول اللہ اب مجھے کیجیے، وہ پہنچتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے نحر فرماتے، اگلا اونٹ دوڑ کر پہنچتا اور کھڑا ہو جاتا حضور اسے نحر فرماتے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہزار ہا لاکھ سے بھی زیادہ صحابہ موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ سب نے دیکھا بھئی۔ قدم قدم پر معجزات دیکھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تو یہاں دیکھو بھئی جانور کی جان جا رہی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو دیکھیے بلکہ اپنی سعادت ہے اس کے لیے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں نحر ہو رہا ہے کہاں یہ فضیلت کس جانور کو مل سکتی تھی بھئی، تو ہر اونٹ دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتا کہ مجھے جلدی سے نحر فرمالیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو اونٹ لے کر گئے تھے بھئی، تریسٹھ اونٹ بھئی یعنی جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تھی بھئی اتنے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے نحر فرمائے۔ ہاتھ سے نحر فرمائے بھئی اور پھر باقی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے کیے کہ آپ ان کو نحر کیجیے۔ تو اس میں بھی اشارہ ہو گیا بھئی تریسٹھ کے اس میں کہ اپنی عمر کی طرف کیا کر دیا؟ اشارہ گویا کہ فرما دیا بھئی۔ تو یہ اونٹ کے اندر نحر افضل ہے بھئی اس میں اونٹ کے لیے آسانی ہے اس کا خون آسانی سے نکل جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ آسانی سے، ورنہ باقی جانوروں کے مقابلے میں اونٹ کی گردن بڑی طویل ہوتی ہے تو اس کے لیے ذبح میں تکلیف ہے اور نحر میں آسانی ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْأَفْضَلُ فِي الْبُدْنِ النَّحْرُ، بُدُنٌ جمع ہے بَدَنَةٌ کی بھئی، اور بدنے میں افضل جو ہے نحر ہے وَفِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ اور گائے اور بکریوں کے اندر ذبح ہے۔ وَالْأَوْلَى أَنْ يَتَوَلَّى الْإِنْسَانُ ذَبْحَهَا بِنَفْسِهِ إِذَا كَانَ يُحْسِنُ ذَلِكَ۔ اور اولی یہ ہے، بہتر یہ ہے أَنْ يَتَوَلَّى الْإِنْسَانُ ذَبْحَهَا کہ متولی ہو جائے انسان اس جانور کے ذبح کا بِنَفْسِهِ بھئی خود بھئی۔ کیا ہو؟ خود، یعنی خود ذبح کرنا چاہیے اس کے ذبح کا خود متولی ہو جائے یعنی خود ذبح کرنا چاہیے افضل یہ ہے بہتر یہ ہے إِذَا كَانَ يُحْسِنُ ذَلِكَ جبکہ وہ اچھے طریقے سے یہ کر سکے بھئی۔ اچھے طریقے سے ذبح کرنا آتا ہے اسے تو اسے خود ذبح کرنا چاہیے۔

وَيَتَصَدَّقُ بِجِلَالِهَا وَخِطَامِهَا۔ اور صدقہ کر دے، جِلَالٌ جمع ہے جُلٌّ کی یا جُلٌّ کی بھئی۔ یہ جُلٌّ یا جَلٌّ یہ جھول کو کہتے ہیں جھول، جانور کے اوپر ایک کپڑا اڈالا جاتا ہے بھئی کپڑا وغیرہ، سمجھ میں آیا؟ اسے جھول کہتے ہیں بھئی جھول۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جھول کہتے ہیں۔ تو صدقہ کر دے ان جانوروں کی جھول کو وَخِطَامِهَا، خِطَامٌ مہار کو کہتے ہیں بھئی نکیل جو اونٹ کی ہے بھئی جو رسی جس کے ساتھ اس کو آگے پکڑ کر چلتے ہیں وہ مہار، ان کو بھی صدقہ کرے بھئی وَلَا يُعْطِي أُجْرَةَ الْجَزَّارِ مِنْهَا اور نہ دے ذبح کرنے والے کی اجرت اس میں سے بھئی۔ ذبح کرنے والے کو بطور اجرت کے یہ جھول یا مہار وغیرہ دینا جائز نہیں، جائز نہیں بھئی۔ تو جَزَّارٌ کہتے ہیں ذبح کرنے والا۔

وَمَنْ سَاقَ بَدَنَةً۔ اور جس نے بدنے کو ہانکا۔ بھئی جو شخص اونٹ لے کر جا رہا ہے کیا اس اونٹ پر سوار ہو سکتا ہے یا سوار نہیں ہو سکتا راستے کے اندر بھئی طویل سفر ہے؟ تو یاد رکھیے مولانا یہ اونٹ وہ اللہ کے راستے میں قربان کرنے کے لیے لے کر جا رہا ہے تو اس پر کسی قسم کا نفع اس کو نہیں اٹھانا بھئی درست

نہیں ہے اس کے لیے۔ ہاں اگر مجبوری ہو جائے تو پھر مجبوری کی صورت میں اس پر سوار ہو سکتا ہے ورنہ سوار نہ ہو بھئی اس پر سوار نہ ہو۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ سَاقَ بَدَنَةً اور جس نے بدنے کو ہانکا یعنی بدنہ لے کر چلا فَاضْطُرَّ إِلَى رُكُوبِهَا پس یہ مجبور ہو گیا اس پر سوار ہونے کی طرف، سواری کی طرف وہ مجبور ہوا رَكِبَهَا تو کیا کرے اس پر؟ سوار ہو جائے، پھر سوار ہو سکتا ہے مجبوری میں۔ وَإِنِ اسْتَغْنَى عَنْ ذَلِكَ لَمْ يَرْكَبْ اور اگر یہ بے پرواہے اس سواری سے لَمْ يَرْكَبْهَا تو پھر سوار نہ ہو، ضرورت نہیں ہے تو پھر اس پر سوار نہ ہو۔

وَإِنْ كَانَ لَهَا لَبَنٌ لَمْ يَحْلُبْهَا۔ اچھا بھئی اگر بھئی مثلاً اونٹنی لے کر چلا ہے یا گائے لے کر چلا ہے یا بکری لے کر چلا ہے اب ان کا دودھ ہے اس کا کیا کیا جائے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اس کا دودھ استعمال کرنا بھی اس کے لیے درست نہیں بھئی۔ تو اگر قریب ہی پہنچ چکے ہیں تھوڑا سا وقت ہی ہے، سمجھ میں آیا؟ ایک آدھ دن ہے تو اب کیا کر لے اس کے تھنوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے تاکہ وہ دودھ خشک ہو جائے بھئی۔ ورنہ تو دودھ جمع ہوتا رہے گا جانور کو تکلیف ہو گی بھئی تو کیا کرے؟ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے تاکہ وہ دودھ کیا ہو جائے؟ خشک ہو جائے۔ اور اگر کئی دن ہیں ابھی چل رہا ہے تو اب تو بھئی کافی سفر ہے تو وہ دودھ نکالتا رہے اور اس کو صدقہ کرتا رہے خود استعمال کرنا درست نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ لَهَا لَبَنٌ اور اس جانور کا دودھ تھا لَمْ يَحْلُبْهَا تو وہ دودھ نہ نکالے وَلَكِنْ يَنْضَحُ ضَرْعَهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ۔ نَضَحَ يَنْضَحُ کے معنی ہوتے ہیں پانی چھڑکنا۔ وَلَكِنْ يَنْضَحُ ضَرْعَهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ لیکن چھڑکے، ضَرْعٌ کہتے ہیں تھن کو بھئی، اس کے تھنوں پر پانی بِالْمَاءِ الْبَارِدِ ٹھنڈا پانی اس کے تھنوں پر چھڑکے حَتَّى يَنْقَطِعَ اللَّبَنُ یہاں تک کہ دودھ منقطع ہو جائے بھئی خشک ہو جائے۔

وَمَنْ سَاقَ هَدْيًا فَعَطِبَ۔ اور جس نے ہدی ہانکی ہدی لے کر چلا فَعَطِبَ پس وہ ہدی کیا ہوئی؟ ہلاک ہو گئی راستے میں۔ کیا ہوئی؟ ہلاک ہو گئی، فَإِنْ كَانَ تَطَوُّعًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ پس اگر یہ نفلی ہدی تھی تو اس پر اس کے علاوہ اور کوئی نہیں، اب اور جانور خریدنے کی ضرورت نہیں بھئی یعنی ضروری نہیں ہے لینا چاہے تو مرضی ہے بھئی۔ وَإِنْ كَانَ عَنْ وَاجِبٍ فَعَلَيْهِ أَنْ يُقِيمَ غَيْرَهُ مَقَامَهُ اور اگر یہ ہدی واجب تھی، سمجھ میں آیا؟ واجب تھی بھئی تو پھر فَعَلَيْهِ أَنْ يُقِيمَ غَيْرَهُ مَقَامَهُ تو اس پر واجب ہے کہ قائم کرے کسی اور کو اس کی جگہ پر یعنی دوسری ہدی کا کیا کرے؟ انتظام کرے دوسرا جانور لے بھئی کیونکہ واجب تھی تو ابھی ذمے سے اتری نہیں ہے یہ تو راستے میں ہی ہلاک ہو گئی قربانی نہیں کی اس نے اس کی۔ وَإِنْ أَصَابَهُ عَيْبٌ كَثِيرٌ أَقَامَ غَيْرَهُ مَقَامَهُ اور اگر اسے عیب کثیر پہنچ گیا، قربانی کے جانور میں عیب کثیر پیدا ہو گیا تو بھی غیر کو اس کا قائم مقام کرے دوسرا جانور لے مثلاً بھئی وہی جو ذکر ہوا کان اس کا نصف سے زیادہ کٹ گیا، سمجھ میں آیا؟ تو اب یہ عیب کثیر آیا اب دوسرا جانور لے بھئی کیونکہ یہ قربانی جو تھی اس پر واجب تھی اور ابھی تک اس نے قربانی کی نہیں کہ واجب سر سے اتر جائے۔ تو بتلایا انہوں نے آپ کو بھئی وَإِنْ أَصَابَهُ عَيْبٌ كَثِيرٌ أَقَامَ غَيْرَهُ مَقَامَهُ اور اگر اس کو عیب کثیر پہنچے تو کیا کرے؟ غیر کو اس کا قائم مقام کرے وَصَنَعَ بِالْمَعِيبِ مَا شَاءَ اور عیب والی کے ساتھ جو چاہے کرے۔ جو عیب والا جانور ہے جس میں عیب پیدا ہو گیا اسے جو چاہے کرے اسے بیچنا چاہے تو بیچ دے، صدقہ کرنا چاہے صدقہ کرے جو بھی کرے اس کی مرضی ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ کیونکہ جب غیر کو اس کا قائم مقام کر دیا یہ تو اس کی ملکیت ہے اب جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔

وَإِذَا عَطِبَتِ الْبَدَنَةُ فِي الطَّرِيقِ۔ اور اگر ہلاک ہوا بدنہ راستے میں، ہلاک ہونے سے یہاں مراد ہے ہلاکت کے قریب ہو گیا۔ کیا ہو گیا؟ ہلاکت کے قریب ہو گیا راستے میں فَإِنْ كَانَتْ تَطَوُّعًا نَحَرَهَا اگر وہ نفلی تھا بدنہ نَحَرَهَا تو اس کو نحر کر دے۔ کیا کر دے؟ نحر کر دے وَصَبَغَ نَعْلَهَا بِدَمِهَا اور رنگ دے اس کے جوتے کو خون کے ساتھ۔ بھئی نَعْلٌ جانور کے کھر کو بھی کہتے ہیں پاؤں کو، لیکن یہاں اس کا پاؤں نہیں مراد بھئی بلکہ مراد ہے اس کے گلے کے اندر جو قلادہ لٹکایا گیا ہے۔ میں نے بتلایا تھا ہدی میں کیا کرتے ہیں؟ اس میں اشعار بھی جائز تھا کیا کیا جاتا تھا اس کے کوہان کو کچھ زخمی کر دیا جائے خون آلود کر دیا جائے یا اس کے گلے میں کوئی پرانا چمڑا یا پرانے چمڑے کا ٹکڑا یا پرانا جوتا وغیرہ لٹکا دے، سمجھ میں آیا تھا بھئی؟ تو یہ بات ذکر ہوئی تھی مولانا۔ اب وہ چونکہ عموماً جو تا لٹکایا جاتا ہے بھئی پرانا جوتا لٹکا دیتے تھے ہر ایک کو پتہ لگ جاتا تھا تو اسی لیے یہاں نَعْلٌ کو ذکر کیا بھئی، کس کو ذکر کیا؟ نَعْلٌ کو۔ اسی لیے اس کے نیچے لکھا ہوا ہے بھئی أَيْ قِلَادَتَهَا بھئی یعنی اس کا وہ جو قلادہ ہے وہ جو گلے میں لٹکائی ہوئی چیز ہے اس کو رنگ دے۔ وَصَبَغَ نَعْلَهَا بِدَمِهَا اور اس کا جو قلادہ ہے جو گلے میں لٹکایا ہوا وہ جوتا وغیرہ ہے اس کو رنگ دے بِدَمِهَا اس کے خون کے ذریعے، یعنی اونٹ کو تو نحر کر دیا اس پر کیا لگا دے قلادے پر بھئی؟ خون لگا دے اس کا بھئی خون آلود کر دے اسے وَضَرَبَ بِهَا صَفْحَتَهَا۔ صَفْحَةٌ کہتے ہیں پہلو کو، جانب کو۔ وَضَرَبَ بِهَا صَفْحَتَهَا اور مارے اس کے ساتھ اس کے پہلو پر یعنی کوہان وغیرہ پر بھی وہ خون لگا دے، مراد کیا ہے؟ کوہان وغیرہ پر بھی خون لگا دے بھئی۔ بھئی یہ کیوں خون کیوں لگایا کوہان وغیرہ پر اس کے پہلو پر اور قلادے پر؟ کہتے ہیں کہ بھئی یہ اس لیے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ کیا تھا؟ ہدی کا جانور تھا تو اب اس میں سے غریب لوگ کھائیں گے اور امیر

کے لیے کھانا جائز نہیں، تو یہ علامت ہے اس کے اس قلادے پر خون کا لگا دینا اس کے کوہان وغیرہ پر خون لگا دینا اس سے لوگوں کو پتہ چل جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی اس کے قلادے کو خون سے رنگ دے اور اس کے پہلو پر بھی اس کو مارے بھئی یعنی وہاں پر بھی خون لگا دے وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا هُوَ وَلَا غَيْرُهُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ اور اس میں سے نہ کھائے هُوَ وَلَا غَيْرُهُ نہ وہ خود اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور مِنَ الْأَغْنِيَاءِ مالداروں میں سے۔ غَنِيٌّ کہتے ہیں مالدار کو عربی میں بھئی، مالدار جو خوشحال لوگ ہیں وہ اس میں سے نہ کھائیں بھئی غریب لوگ کھائیں اگر یہ نفلی تھا مولانا۔ کیا تھا؟ نفلی۔ وَإِنْ كَانَتْ وَاجِبَةً أَقَامَ غَيْرَهَا مَقَامَهَا اور اگر یہ واجب تھا تو غیر کو اس کا قائم مقام کرے وَصَنَعَ بِهَا مَا شَاءَ اور اس کے ساتھ جو چاہے کرے خود کھائے بیچے جو مرضی کرے بھئی۔

وَيُقَلِّدُ هَدْيَ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ۔ اور قلادہ پہنائے بھئی تَطَوُّعٍ نفلی ہدی کو بھی اور تمتع کی ہدی کو بھی اور قران کی ہدی کو، اس کو قلادہ پہنائے بھئی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے بھئی کہ قربانی کا یہ جانور لے جایا جا رہا ہے تاکہ لوگوں میں بھی کیا ہو؟ نیکی کا جذبہ پیدا ہو تو اس کی شہرت ہو اچھی بات ہے کوئی علامت لگا دو گلے میں کوئی چیز ڈال دو بھئی۔ نیکی کے کام کے اندر لوگوں کے سامنے کرتا ہے اس نیت سے کہ لوگوں کو بھی اس کا شوق ہو مولانا، تو نیکی کا کام اس نیت سے دکھلا کر کیا جا سکتا ہے بلکہ اس پر بھی اجر و ثواب ملے گا کہ دوسرے کو بھی گویا کیا کر رہا ہے اس کی؟ ترغیب دے رہا ہے، اور اگر دکھلاوے کا مقصد ہو تو پھر تو اپنی نیکی ہی انسان نے گویا ضائع کر دی بھئی۔ تو یہاں پر بھی بھئی یہ قربانی کے جانور لے کر جا رہا ہے تو اس پر کوئی علامت لگا دے صرف کس لیے؟ تاکہ لوگوں کو بھی پتہ چلے اور نیکی کی طرف ترغیب ہو بھئی۔ وَلَا يُقَلِّدُ دَمَ الْإِحْصَارِ وَلَا دَمَ الْجِنَايَاتِ اور قلادہ نہ پہنائے دم احصار بھئی جس میں محصور ہو گیا تھا جا نہیں سکتا تھا خود جانور بھیجا تھا وَلَا دَمَ الْجِنَايَاتِ اور نہ جنایتوں کے جو دم ہیں ان میں بھی قلادہ نہ پہنائے، اس لیے کہ یہ تو کفارے کے طور پر ہیں اور کفارے میں کیا ہے؟ سزا کا معنی ہے لہٰذا اس کو چھپانا بہتر ہے۔ کیا کرنا بہتر ہے؟ چھپانا بہتر تو ان میں کوئی علامت نہ لگائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كِتَابُ الْبُيُوعِ (شُرُوطُ الْبَيْعِ، ضَابِطَةُ الْمَكِيلَاتِ وَالْمَذْرُوعَاتِ وَالْخِيَارَاتُ)

انعقادِ بیع، مکیلات و موزونات و معدودات و مذروعات کا جامع نقشہ (درس ۵۲ تا ۵۶)، خیارِ شرط، خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب (اسباق ۴۸ تا ۶۵)

سبق نمبر ۴۸: کتاب البیوع (۱): بیع کی لغوی و شرعی تعریف، انعقادِ بیع کا طریقہ اور بیع کے بنیادی اصول و مقدمات

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۸ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

کِتَابُ الْبُیُوْعِ۔

جی مولانا، یہ بُیُوْعٌ جمع ہے بَیْعٌ کی بھئی۔ بُیُوْعٌ جمع ہے کس کی؟ بَیْعٌ کی بھئی، بَیْعٌ کی۔ اس کتاب کے اندر بھئی خرید و فروخت سے متعلقہ مسائل بتلائے جائیں گے بھئی، خرید و فروخت۔ اچھا بھئی، بَیْعٌ کا لغوی معنی ہے، جی یہ کچھ باتیں ہیں ابتداء میں بھئی یہ لکھ لیجئے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بڑے ضروری مسائل ہیں بھئی، آپ دن رات خرید و فروخت کرتے ہیں، چیزیں خریدتے ہیں، بیچتے ہیں، کون سی بیع صحیح ہے، جائز ہے، کون سی جائز نہیں ہے، آپ کو علم ہونا چاہیے بھئی۔

جی، بُیُوْعٌ جمع ہے بَیْعٌ کی۔ بَیْعٌ کا لغوی معنی ہے تَمْلِیْکٌ شَیْءٍ بِشَیْءٍ۔ تَمْلِیْکٌ بھئی، مَلَّکَ یُمَلِّکُ تَمْلِیْکًا بھئی، مَالِکٌ سے ہے بھئی، چھوٹا کاف ہے، تَمْلِیْکُ شَیْءٍ بِشَیْءٍ، یعنی ایک چیز کے بدلے دوسری چیز کا مالک بنانا۔ ایک چیز کے بدلے دوسری چیز کا مالک بنانا۔

یہ تھا مولانا بَیْعٌ کا لغوی معنی۔ عرف کے اندر بھئی، لوگوں کے عرف میں لوگ بیع کسے کہتے ہیں بھئی؟ تو عرف میں بیع کہتے ہیں تَمْلِیْکُ مَالٍ بِمَالٍ۔ ایک مال کے بدلے دوسرے مال کا مالک بنانا۔ ایک مال کے بدلے دوسرے مال کا مالک بنانا۔ اور شریعت میں تَمْلِیْکُ مَالٍ بِمَالٍ بِالتَّرَاضِیْ، ضاد کے ساتھ ہے، تاء دو نقطوں والی، بِالتَّرَاضِیْ، رضامندی سے ہے بھئی، رِضًا سے، بِالتَّرَاضِیْ، یعنی ایک مال کے بدلے دوسرے مال کا مالک بنانا باہمی رضامندی سے۔ باہمی رضامندی سے۔

بات سمجھ میں آئی بھئی؟ شریعت میں کیا ہے؟ صرف ایک مال کے بدلے دوسرے مال کا مالک بنانا ہی نہیں بلکہ باہمی رضامندی کا ہونا بھی ضروری ہے، باہمی رضامندی بھئی۔ یعنی دونوں راضی بھی ہوں خرید و فروخت کرنے والے بھئی۔ بھئی آپ نے الحمد للہ کون سی، باہمی رضامندی بھی ہو بھئی، بات سمجھ میں آئی بھئی؟ باہمی رضامندی بھی ہو۔ یا یوں کریں بھئی تعریف جو ہے، شرعاً تعریف کیا لکھ کے آپ نے؟ تَمْلِیْکُ مَالٍ بِمَالٍ بِالتَّرَاضِیْ۔ تَمْلِیْکُ الْمَالِ، الف لام داخل کر دیں بھئی، تَمْلِیْکُ الْمَالِ بِالْمَالِ، دوسرے پر بھی الف لام داخل کر دیں۔ تو شرعاً کیا تعریف ہوئی بھئی؟ تَمْلِیْکُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِیْ۔

سمجھ میں آیا؟ کیونکہ مال سے بھی ہر مال نہیں مراد بھئی، وہ مال جو شریعت کی نظر میں مال ہے وہ مراد ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ بعض چیزیں دنیا والوں کی نظر میں مال ہیں لیکن شریعت کی نظر میں مال نہیں ہیں، جیسے خنزیر ہے، شراب ہے۔ اب یہ کافروں کے نزدیک مال ہے لیکن مسلمانوں کے نزدیک مال نہیں۔ چنانچہ اسی لیے خنزیر اور شراب اس میں مسلمان کے لیے تملیک بھی جائز نہیں یعنی کسی دوسرے کو بھی مالک نہیں بنا سکتا، تملک بھی جائز نہیں یعنی خود بھی مالک نہیں۔ کوئی مسلمان شراب خریدتا ہے؟ نہیں بھئی، مالک بن ہی نہیں سکتا۔ کسی کے پاس سر کہ رکھا ہوا تھا وہ شراب بن گیا مسلمان کا، اب وہ اس کو بیچنا چاہتا ہے؟ نہیں، بیچ بھی نہیں سکتا کیونکہ مسلمان کے لیے شراب کی نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک جائز ہے۔ تملیک کا کیا معنی؟ دوسرے کو مالک بنانا، اور تملک کا کیا معنی؟ خود مالک بننا بھئی۔ بات سمجھ میں آئی؟ تو اب شراب اور خنزیر مال تو ہیں لیکن شریعت کی نظر میں یہ مال نہیں ہیں بھئی۔ اور دونوں خرید و فروخت کرنے والوں کی پھر اس میں باہمی رضامندی بھی ہو بھئی، تو یہ شرعاً بیع ہے مولانا۔

اچھا، آگے لکھیے مولانا کہ بیع تملیک کا نام ہے۔ بیع تملیک کا نام ہے۔ وَالتَّمْلِيْكَاتُ أَرْبَعَةُ أَنْوَاعٍ، جلدی جلدی لکھیے بھئی، وَالتَّمْلِيْكَاتُ أَرْبَعَةُ أَنْوَاعٍ: تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ بِالْعِوَضِ، ضاد کے ساتھ، عِوَضٌ ضاد کے ساتھ، تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ بِالْعِوَضِ بَيْعٌ، سارا، تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ بِالْعِوَضِ بَيْعٌ، وَبِلَا عِوَضٍ ہِبَةٌ، ہِبَةٌ دو آنکھوں والی ہاء، باء اور گول تاء۔ وَتَمْلِيْكُ الْمَنْفَعَةِ بِعِوَضٍ إِجَارَةٌ، إِجَارَةٌ لکھنا آتا ہے بھئی؟ جی، إِجَارَةٌ۔ وَبِلَا عِوَضٍ عَارِيَةٌ۔

لکھ لی بھئی عبارت؟ جی۔ دیکھیے کیا عبارت ذکر ہوئی بھئی؟ التَّمْلِيْكَاتُ أَرْبَعَةُ أَنْوَاعٍ۔ بھئی بیع تملیک ہے، تملیک جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ ابھی بتلایا تھا میں نے، کیا معنی ہے تملیک کا؟ کسی دوسرے کو چیز کا مالک بنانا۔ بھئی بیع میں بھی کیا ہوتا ہے؟ دوسرے کو ایک چیز کا مالک بنانا۔ بھئی نوٹ آپ کے پاس تھے، آپ نے دکاندار کو ان کا کیا بنا دیا؟ مالک۔ ایک چیز اس سے لی تو ان نوٹوں کا مالک اس کو بنا دیا، اور دکاندار نے کیا کیا؟ آپ کو اپنے اس سامان کا مالک بنا دیا، تو یہ تملیک ہے۔ اب تملیکات یاد رکھنا چاہیں مولانا، یہ بڑی قیمتی عبارت میں نے آپ کو لکھوائی بھئی۔ کہتے ہیں التَّمْلِيْكَاتُ أَرْبَعَةُ أَنْوَاعٍ، تملیکات کل کتنی ہیں؟ چار انواع ہیں مولانا اس کی۔

نمبر ایک: تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ بِالْعِوَضِ بَيْعٌ۔ عَيْنٌ کہتے ہیں چیز کو مولانا، عَيْنٌ کیا کہتے ہیں، کسے؟ چیز کو بھئی، عَيْنٌ۔ اچھا عَيْنٌ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تعین سے متعین ہو جاتی ہے۔ کیا ہوتی ہے؟ تعین سے متعین ہو جاتی ہے بھئی۔ عَيْنٌ کس کو کہتے ہیں؟ چیز کو کہتے ہیں، اور عَيْنٌ کیوں کہتے ہیں؟ کیونکہ تعین سے متعین ہو جاتی ہے۔ بھئی کوئی چیز پڑی ہے آپ اس کو متعین کریں گے تو متعین ہو گئی یا نہیں ہو گئی بھئی؟ جی، متعین، یہ والی چیز مراد ہے، متعین، تو یہ تعین سے کیا ہو جاتی ہے؟ متعین۔ بھئی میرے پاس دس کتابیں ہیں بھئی، ہر ایک عَيْنٌ ہے، میں آپ کو کہتا ہوں میں یہ کتاب آپ کو بیچتا ہوں، تو متعین ہو گئی یا نہیں ہو گئی بھئی؟ متعین۔ تو اسی لیے عَيْنٌ کہتے ہیں چیز کو بھئی کہ تعین سے کیا ہو جاتی ہے؟ متعین ہو جاتی ہے۔

تو تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ بِالْعِوَضِ، کسی چیز کا مالک بنانا بِالْعِوَضِ کس کے بدلے میں؟ عوض کے بدلے میں، بَيْعٌ یہ کیا ہے؟ بیع۔ بھئی کسی کو کسی چیز کا مالک بنائیں لیکن بدلے میں اس سے بھی کوئی چیز لیں، عوض لیں اس سے تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ بیع کہلاتا ہے، چاہے نام بیع کا نہ لیں مولانا پھر بھی یہ کیا ہے دراصل؟ بیع ہے، کیونکہ بیع میں ایک شخص ایک چیز کا مالک بنتا ہے تو دوسرا دوسری چیز کا مالک بنتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا بیع کے اندر مولانا کہ ایک تو ایک چیز کا مالک بن رہا ہے دوسرا کسی چیز کا مالک نہیں بن رہا۔ تو بیع کے اندر کیا ہوتے ہیں؟ دونوں شخص کیا ہوتے ہیں چیزوں کے؟ مالک۔ تو دونوں طرف سے عوض آتا ہے بھئی، یہ بیع ہے۔

وَبِلَا عِوَضٍ ہِبَةٌ، اور بغیر کسی عوض کے دوسرے کو کسی چیز کا مالک بنائیں یہ بیع نہیں ہے مولانا، یہ ہبہ ہے۔ یہ کیا ہے؟ ہبہ۔ اردو میں جسے آپ تحفہ کہتے ہیں بھئی۔ تحفے میں بھی کیا کرتے ہیں؟ دوسرے کو کسی چیز کا مالک بنا دیتے ہیں۔ اپنے ساتھی کے لیے قلم لے آئے کہ یہ لیں میری طرف سے تحفہ ہے، آپ نے اسے مالک بنایا یا نہیں بنایا؟ بنایا، لیکن کوئی عوض لیا؟ نہیں بھئی، عوض نہیں لیا، یہ تحفہ ہے، یہ ہبہ ہے۔ ہاں اگر ایک چیز بھی آپ نے اس سے لی عوض کے طور پر، یہ بیع بن گئی مولانا۔ کیا بن گئی؟ بیع بن گئی۔

تو دیکھو بیع کے اندر اور ہبہ کے اندر دوسرے کو کسی چیز کا کیا بنایا جاتا ہے؟ مالک بنایا جاتا ہے بھئی۔ کبھی کبھار کسی چیز کا مالک نہیں بنایا جاتا صرف اس کے نفع کا مالک بنایا جاتا ہے۔ کیا کیا جاتا ہے؟ نفع کا مالک بنایا جاتا ہے۔ بھئی آپ کا ایک مکان ہے، آپ کیا کرتے ہیں؟ کسی دوسرے کو کرائے پر دیتے ہیں ایک سال کے لیے، تو آپ بتائیے آپ نے مکان کا مالک اس آدمی کو بنا دیا یا صرف اس مکان کا جو نفع تھا، فائدہ تھا یعنی رہائش وہ دی ہے اس کو؟ نفع، فائدہ دیا۔ صرف رہائش ہم نے اس کو دی ہے مکان کا مالک نہیں بنایا۔ اب آپ بتائیے یہاں تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ ہے یا تَمْلِيْكُ الْمَنْفَعَةِ ہے؟ تَمْلِيْكُ الْمَنْفَعَةِ، نفع کا مالک بنایا جا رہا ہے۔ یا مولانا آپ جیسے دکان پر جاتے ہیں موٹر سائیکل کرائے پر لیتے ہیں، اب اس نے آپ کو موٹر سائیکل کا مالک بنا دیا یا اس سے تھوڑی دیر نفع اٹھانے کا مالک بنایا ہے؟ نفع اٹھانے کا۔ سمجھ میں آیا؟ یہ جو ہے کرائے پر دینا یہ اجارہ کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ اجارہ کہلاتا ہے۔ تو دیکھا وَتَمْلِيْكُ الْمَنْفَعَةِ بِعِوَضٍ، اور نفع کا مالک بنانا کس کے بدلے میں؟ عوض کے بدلے میں، إِجَارَةٌ یہ کیا ہے؟ اجارہ ہے، اجارہ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔ إِجَارَةٌ، اجارہ الف کے ساتھ بھئی۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔ تو اجارہ میں کیا کیا جاتا ہے؟ عَيْنٌ کا مالک یا مَنْفَعَةٌ کا مالک؟ مَنْفَعَةٌ کا۔ اور عوض لیتے ہیں یا عوض نہیں لیتے؟ عوض لیتے ہیں۔ لیکن اگر نفع کا مالک بنایا اور عوض نہیں لیا، اب یہ عاریت کہلائے گا۔ کیا کہلائے گا؟ عاریت۔ اسی لیے آگے کہا وَبِلَا عِوَضٍ اور بغیر عوض کے نفع کا مالک بنانا عَارِيَةٌ یہ کیا ہے؟ عاریت ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ آپ نے اپنے ساتھی کو اپنی موٹر سائیکل دے دی، ضرورت تھی کسی کام کے لیے بھئی ایک گھنٹے کے لیے مجھے چاہیے، آپ نے کہا یہ لو موٹر سائیکل لے جاؤ۔ اب یہ موٹر سائیکل کا مالک اسے بنایا ہے آپ نے یا اس کے نفع اس کے حوالے کیے ہیں؟ نفع کا

مالک بنادیا، اور عوض کوئی لیا یا ویسے ہی بھئی بِلا عوض؟ بِلا عوض، یہ عاریت کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ عاریت کہلاتا ہے، عاریت بھئی۔ جیسے گھروں میں بھی ہوتا ہے مولانا، برتن وغیرہ کیا کرلیتے ہیں؟ ایک گھر والے دوسرے گھر سے ضرورت کے موقع پر کبھی لے لیتے ہیں، یہ سارے کیا کہلاتی ہیں؟ عاریت۔

تو تملیکات کل کتنی ہوئیں؟ چار ہوئیں بھئی۔ تَمْلِیْکُ الْعَیْنِ بِالْعِوَضِ ہو تو یہ کیا ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ بیع۔ سب کی آواز مجھے نہیں آرہی بھئی، تَمْلِیْکُ الْعَیْنِ ہو بِالْعِوَضِ کے ساتھ بدلے ہو تو یہ کیا ہے؟ بیع۔ اور تَمْلِیْکُ الْعَیْنِ ہو اور بِلا عوض ہو تو یہ کیا ہے؟ یہ ہبہ ہے بھئی، تحفہ۔ اور اگر تَمْلِیْکُ الْمَنْفَعَۃِ بِعِوَضٍ ہو تو یہ کیا ہے؟ اجارہ، جسے آپ اردو میں کرائے پر دینا کہتے ہیں۔ اور اگر تَمْلِیْکُ الْمَنْفَعَۃِ بِلَا عِوَضٍ ہو تو یہ کیا ہے؟ عاریت ہے۔ تفصیل سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی، یہ سب کو یاد ہو بھئی، قیمتی بات ہے بھئی۔

اب یاد رکھیے آگے آپ کو بتلائیں گے بھئی کہ بیع کے اندر دو آدمی ہوتے ہیں ہمیشہ، ایک چیز فروخت کرنے والا ہے، ایک چیز خریدنے والا ہے بھئی بیع کے اندر۔ تو یہ آپس میں بھئی جو قول کرتے ہیں، ایک کہتا ہے میں نے یہ کتاب آپ کو بیچ دی، دوسرا کہتا ہے یہ کتاب میں نے آپ سے خرید لی، مثلاً بھئی بیس روپے کی بات ہوئی تھی، بیس میں بھئی۔ تو دونوں طرف سے قول آیا مولانا، تو جو پہلے قول کرتا ہے، پہلے بات کرتا ہے اس کو کہتے ہیں ایجاب۔ چاہے چیز خریدنے والا پہلے کہے، چاہے بیچنے والا کہے، پہلے قول کو کیا کہیں گے؟ ایجاب کہیں گے، اور دوسرے کے قول کو قبول کہیں گے۔

مثلاً بھئی میں آپ کے پاس آیا آپ کی کتاب خریدنے بھئی۔ میں ہوں خریدنے والا، آپ ہیں بیچنے والے۔ میں نے آکر کہا مولانا یہ کتاب میں نے آپ سے بیس روپے میں خرید لی۔ آپ نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچ دی۔ جی بتلائیے بھئی ایجاب کرنے والا کون ہے یہاں پر؟ مشتری ہے یا بائع ہے؟ جی؟ بھئی جس نے، میں نے بتلایا جو پہلے قول کرتا ہے وہ کیا ہے؟ ایجاب۔ وہ پہلا قول وہ ایجاب کہلاتا ہے چاہے بیچنے والا کرے وہ قول چاہے لینے والا، دونوں طرف سے جس کی طرف سے بھی قول آجائے۔ اور دوسرے کے قول کو پھر کیا کہیں گے؟ قبول کہیں گے۔ تو بیع کے اندر ایجاب و قبول ہوتا ہے مولانا۔ کیا ہوتا ہے؟ ایجاب و قبول۔

اب یہ بات بھی یاد رکھیے ایجاب کو ایجاب کیوں کہتے ہیں بھئی؟ إِیْجَابٌ کا معنی ہے إِثْبَاتٌ، اثبات۔ تو یہ بھی چونکہ دوسرے کے لیے قبول کا اثبات کرتا ہے، قبول ثابت کرتا ہے اس لیے اسے ایجاب کہتے ہیں۔ ایجاب کو ایجاب کیوں کہتے ہیں؟ کیونکہ إِیْجَابٌ کا معنی ہے اثبات۔ تو یہ چونکہ دوسرے کے لیے قبول ثابت کرتا ہے اس لیے اسے ایجاب کہتے ہیں۔

اچھا بھئی اب دیکھیے کتاب پر مولانا۔ کِتَابُ الْبُیُوْعِ۔ ترکیب کیا ہوگی مولانا؟ ہٰذَا کِتَابُ الْبُیُوْعِ۔ دوسری ترکیب بھئی؟ کِتَابُ الْبُیُوْعِ ہٰذَا۔ تیسری ترکیب بھئی؟ اِقْرَأْ کِتَابَ الْبُیُوْعِ بھئی۔

اَلْبَیْعُ یَنْعَقِدُ بِالْإِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ۔ بیع منعقد ہو جاتی ہے بِالْإِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ کس کے ساتھ بھئی؟ ایجاب اور قبول کے۔ جب ایجاب بھی پایا جائے اور قبول بھی پایا جائے تو بیع ہو گئی مولانا، بیع ہو گئی۔ إِذَا کَانَا، کَانَا تثنیہ کا صیغہ ہے مولانا، جب یہ دونوں ہوں بِلَفْظِ الْمَاضِیْ، جب یہ دونوں ہوں یعنی ایجاب اور قبول بِلَفْظِ الْمَاضِیْ کس کے ساتھ بھئی؟ ماضی کے لفظ، ماضی کے صیغوں کے ساتھ ہوں تو پھر بیع منعقد ہو گی مولانا، بیع منعقد ہو گی ماضی کے صیغوں۔

یاد رکھیے مولانا حال کے صیغے کے ساتھ بھی بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ حال کے صیغے کے ساتھ بھی کیا ہو جاتی ہے بیع؟ منعقد ہو جاتی ہے۔ بھئی مستقبل سے نہیں ہو گی۔ آپ نے ایک ساتھی کو کہا یہ کتاب میں آپ کو بیس روپے میں بیچوں گا، اس نے کہا یہ کتاب میں آپ سے بیس روپے میں خریدوں گا، بیع ہوئی؟ نہیں، یہ تو صرف وعدہ ہو رہا ہے، یہ کہہ رہا ہے میں بیچ دوں گا دوسرا کہتا ہے میں خریدوں گا، تو مستقبل سے وعدہ۔ اچھا، یا ایک دوسرے کو کہتا ہے یہ کتاب مجھے اپنی بیچ دو، دوسرا کہتا ہے بھئی یہ کتاب تم مجھ سے خرید لو، بیع ہوئی؟ نہیں بھئی یہ تو حکم دے رہے ہیں ایک دوسرے کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو مستقبل کے صیغوں کے ساتھ بیع نہیں ہوتی۔ ہاں حال کے صیغے کے ساتھ بیع ہو جاتی ہے، مثلاً اردو میں میں کہتا ہوں یہ کتاب میں آپ کو بیچتا ہوں، آپ کیا کہتے ہیں؟ یہ کتاب میں آپ سے خریدتا ہوں، یہ حال کے صیغے ہیں، بیع ہو گئی مولانا۔ یا ماضی کے صیغے استعمال کرتا ہوں، یہ کتاب میں نے آپ کو بیچ دی، آپ نے کہا یہ کتاب میں نے آپ سے خرید لی، ماضی کے صیغے ہوئے تو بھی بیع ہو گئی۔

تو بھئی پھر یہ صاحب کتاب نے صرف ماضی کے لفظ کی قید کیوں لگائی؟ حال کا کیوں نہیں کہا؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ آپ جانتے ہیں عربی کے اندر حال کے لیے کوئی الگ صیغہ نہیں آتا، بلکہ وہی مضارع کا صیغہ ہے کبھی حال کے معنی میں اور کبھی استقبال کے معنی میں۔ تو اردو میں تو حال کا الگ ہے، مستقبل الگ ہے،

لیکن عربی کے اندر حال اور استقبال دونوں کیا ہیں؟ ایک ہی صیغہ ہے، اسی سے حال کا بھی ارادہ کرتے ہیں اسی سے مستقبل کا بھی ارادہ کرتے ہیں۔ لہٰذا وہاں پتہ ہی نہیں چلے گا ایک آدمی کہتا ہے أَبِيْعُ ہٰذَا الْكِتَابَ، سمجھ میں آیا؟ مثلاً أَبِيْعُ ہٰذَا الْكِتَابَ بِخَمْسِيْنَ رُوْبِيَّةً، دوسرا کہتا ہے أَشْتَرِيْ ہٰذَا الْكِتَابَ بِخَمْسِيْنَ رُوْبِيَّةً۔ بھئی ہو سکتا ہے أَبِيْعُ سے وہ یہ نہیں معنی لے رہا میں بیچتا ہوں بلکہ کیا معنی لے رہا ہے؟ میں بیچوں گا، اور خریدنے والا کیا ارادہ لے رہا ہے؟ میں خریدوں گا، کیونکہ دونوں معنی صحیح ہیں، میں بیچتا ہوں یہ بھی ترجمہ أَبِيْعُ کا صحیح ہے، میں بیچوں گا یہ بھی معنی صحیح ہے۔ اسی طرح أَشْتَرِيْ کے بھی دونوں معنی صحیح ہیں، میں خریدتا ہوں یا میں خریدوں گا۔ تو حال کا معنی بھی صحیح اور مستقبل کا معنی بھی صحیح، لہٰذا اسی لیے یہاں کیا قید لگا دی انہوں نے؟ ماضی، کیونکہ مضارع کے اندر پتہ نہیں کہ حال ہے یا استقبال۔ ہاں اگر دونوں کی نیت مضارع بولتے ہیں اور دونوں کی نیت حال کی ہے پھر بھی بیع ہو جائے گی۔ پھر بھی بیع کیا ہو گی؟ ہو جائے گی، سمجھ میں آیا؟ جی۔ تو پھر اگر مضارع بولے تو وہاں نیت کا ہونا ضروری ہے مولانا، جبکہ ماضی کے اندر تو یہ ہو گئی مولانا، سمجھ میں آیا؟ خود ہی دلالت کر رہا ہے یہاں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

کہتے ہیں اَلْبَيْعُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ، بیع منعقد ہو جاتی ہے ایجاب اور قبول کے ساتھ، إِذَا كَانَا جب یہ دونوں ہوں، کون دونوں بھئی؟ ایجاب اور قبول، بِلَفْظِ الْمَاضِيْ ماضی کے لفظ کے ساتھ بھئی۔ وَإِذَا أَوْجَبَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ اور جب ایجاب کر دے دو عقد کرنے والوں میں سے ایک بھئی الْبَيْعَ بیع کا۔ وَإِذَا أَوْجَبَ جب ایجاب کر دے أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ دو عقد کرنے والوں میں سے ایک، دیکھا کیا کہا؟ دو عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک ایجاب کر دے، یہ نہیں کہا اگر بائع ایجاب کر دے یا کون کر دے؟ مشتری، کیونکہ میں نے بتلایا ایجاب کرنے والا بائع بھی ہو سکتا ہے اور ایجاب کرنے والا مشتری بھی ہو سکتا ہے، بات سمجھ میں آئی بھئی؟

اچھا بیع و شراء میں یہ بھی یاد رکھیں مولانا، یاد رکھو بَيْعٌ کا معنی خریدنے کے بھی آتے ہیں اور بَيْعٌ کا معنی بیچنے کے بھی آتے ہیں۔ اسی طرح شِرَاءٌ اور اِشْتِرَاءٌ کا معنی خریدنے کے بھی آتے ہیں اور بیچنے کے بھی آتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ دونوں لفظ بَيْعٌ اور شِرَاءٌ یہ اضداد میں سے ہیں۔ کس میں سے ہیں؟ اضداد، ضِدٌّ سے ہے ضِدٌّ، یعنی ان کے دونوں معنی ہیں ضدین بھئی۔ خریدنے کی ضد کیا ہے؟ بیچنا، اور بَيْعٌ کے دونوں معنی ہیں، خریدنا بھی اور بیچنا بھی۔ اِشْتِرَاءٌ کا معنی خریدنا بھی اور بیچنا بھی۔ اگر آپ کہتے ہیں نہیں بھئی شِرَاءٌ کا معنی خریدنا، بَيْعٌ کا معنی صرف بیچنا، نہیں بھئی نہیں، دونوں کے دونوں معنی آتے ہیں۔ ہاں زیادہ استعمال کس میں ہوتا ہے؟ بَيْعٌ ہوتا ہے بیچنے میں اور شِرَاءٌ اور اِشْتِرَاءٌ کس کے اندر؟ خریدنے میں۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا أَوْجَبَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ جب ایجاب کر دے دو عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک الْبَيْعَ بیع کا بھئی، بیع کا ایجاب کر دے، فَالْآخَرُ بِالْخِيَارِ تو دوسرے کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ اگر وہ چاہے قَبِلَ فِي الْمَجْلِسِ قبول کر لے مجلس کے اندر وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ اور چاہے تو اسے رد کر دے۔ چاہے تو اسے کیا کر دے؟ رد کر دے، رد کر دے۔

چلیے مولانا، ہٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۴۹: کتاب البیوع (۲): صیغۂ ایجاب و قبول، مجلسِ عقد، مبیع و ثمن کی تعیین اور بیعِ تعاطی کے احکام

مختصر القدوری صفحہ: ۶۴—بتاریخ: ۲۰ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْبُيُوْعِ۔ اَلْبَيْعُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ إِذَا كَانَا بِلَفْظِ الْمَاضِيْ وَإِذَا أَوْجَبَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ فَالْآخَرُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَبِلَ فِي الْمَجْلِسِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ فَأَيُّهُمَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ قَبْلَ الْقَبُوْلِ بَطَلَ الْإِيْجَابُ۔[1]

بھئی بیع میں نے آپ کو بتلایا تھا یہ تملیک کا نام ہے جس میں ایک چیز کا دوسرے کو کیا بنا دیا جاتا ہے؟ مالک۔ اور تملیکات کل کتنی ہیں؟ چار تملیکات ہیں۔ تَمْلِيْكُ الْعَيْنِ بِالْعِوَضِ، یہ کیا کہلاتی ہے؟ بھئی کسی چیز کے عوض میں دوسرے کو مالک بنانا کسی چیز کا، یہ کیا کہلاتا ہے؟ یہ بیع کہلاتی ہے۔ اور اگر بغیر عوض کے کسی کو کسی چیز کا مالک بنایا جائے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ ہبہ کہلاتا ہے۔ اور اگر کسی دوسرے کو نفع کا، کسی چیز کے نفع کا مالک بنایا جائے عوض کے بدلے، تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ اجارہ۔ اور اگر بغیر عوض کے نفع کا مالک بنایا جائے تو یہ عاریت کہلاتا ہے، عاریت کہلاتا ہے۔

اور بتلایا تھا آپ کو کہ بیع کے اندر ایجاب اور قبول ہوتا ہے۔ ایجاب جو ہے جو شخص پہلے کلام کرے وہ کیا کہلاتا ہے؟ ایجاب کہلاتا ہے، اور جو شخص بعد میں کہے، کلام کرے وہ کیا کہلاتا ہے؟ قبول کہلاتا ہے۔ لہٰذا ایجاب کرنے والا بائع نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کبھی بائع ہو اور کبھی مشتری ہو، اور قبول کرنے والا پھر دوسرا ہو جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ مثلاً ایک شخص کو آپ اپنی کتاب بیچنے لگے، آپ نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچ دی۔ اب پہلے کلام آپ کا ہوا لہٰذا آپ یہ ایجاب ہوا، اور دوسرا کیا کہتا ہے؟ میں نے قبول کیا یا میں نے آپ سے بیس روپے میں یہ کتاب خرید لی، یہ کیا کہلائے گا؟ قبول۔ اور اگر پہلے اس نے بات شروع کی تھی، اس نے کہا بھئی یہ کتاب میں نے آپ سے بیس روپے میں خرید لی، آپ نے کہا میں نے آپ کو بیچ دی، تو اب وہ ایجاب کرنے والا اور آپ کیا ہیں؟ قبول۔ تو جو پہلے کلام کرے بھئی وہ کیا کہلائے گا؟ ایجاب۔ اور إِيْجَابٌ کا معنی ہے إِثْبَاتٌ، اثبات، کسی چیز کو ثابت کرنا۔ تو ایجاب بھی چونکہ دوسرے کے لیے کیا ثابت کر دیتا ہے؟ قبول کو۔ دوسرے کے لیے کیا ثابت کرتا ہے؟ قبول کو ثابت کر دیتا ہے، اس لیے ایجاب کو ایجاب کہتے ہیں کہ یہ اثبات کرتا ہے قبول کا دوسرے کے لیے۔

تو کہتے ہیں اَلْبَيْعُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ، بیع منعقد ہو جاتی ہے ایجاب اور قبول کے ساتھ۔ ایجاب اور قبول جب دونوں ہو جائیں تو بیع کیا ہو جائے گی؟ منعقد ہو جائے گی، إِذَا كَانَا بِلَفْظِ الْمَاضِيْ جب یہ دونوں کس کے ساتھ ہوں؟ ماضی کے لفظ کے ساتھ ہوں دونوں مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے بتلایا تھا حال کے صیغے کے ساتھ بھی بیع ہو جائے گی۔ آپ پہلے میں نے کیا صیغہ استعمال کیا تھا؟ آپ نے دوسرے کو کہا میں نے یہ کتاب آپ کو بیس روپے میں بیچ دی، ماضی، اور اس نے کیا کہا تھا؟ میں نے آپ سے یہ کتاب بیس روپے میں خرید لی، ماضی کے ساتھ۔ لیکن اگر حال کا صیغہ استعمال کر لے پھر بھی

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «شَاءَ قَبِلَ فِي الْمَجْلِسِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ فَأَيُّهُمَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ قَبْلَ الْقَبُوْلِ بَطَلَ الْإِيْجَابُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «شاء قبل في المجلس وإن شاء رده وأيهما قام من المجلس قبل القبول بطل الإيجاب» منقول ہے۔

ہو جائے گی، مثلاً کیا کہتا ہے؟ آپ نے کہا یہ کتاب میں آپ کو بیس روپے میں بیچتا ہوں، اور وہ کہتا ہے یہ کتاب میں آپ سے بیس روپے میں خریدتا ہوں، حال کے ساتھ بھی بھئی تو بھی بیع ہو جائے گی مولانا۔ بیع کیا ہے؟ ہو جائے گی۔

تو پھر صاحب کتاب نے صرف ماضی کی قید کیوں لگائی؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ عربی کے اندر آپ جانتے ہیں بھئی دو ہی قسم کے صیغے ہیں، یا ماضی ہے یا مضارع ہے۔ وہی مضارع جو ہے حال کا بھی معنی اس میں آتا ہے اور استقبال۔ جبکہ اردو میں تو حال کے لیے الگ صیغہ ہے، مستقبل کے لیے الگ صیغہ ہے۔ مستقبل میں ہو گا تو اردو میں یوں کہیں گے یہ کتاب میں آپ کو بیس روپے میں بیچوں گا، سمجھ میں آیا؟ حال میں آئے گا میں بیچتا ہوں اور مستقبل میں آئے گا بیچوں گا۔ تو اردو میں تو حال اور استقبال الگ الگ ہیں، لیکن عربی کے اندر حال اور استقبال کے لیے ایک ہی صیغہ ہے۔ لہٰذا اب کوئی شخص وہاں مضارع کا صیغہ استعمال کرے گا تو پتہ نہیں چلے گا مولانا کہ اس کا حال کا ارادہ ہے یا حال کا ارادہ نہیں یا مستقبل کا ارادہ ہے اس کا۔ تو ہاں اگر عربی کے صیغے استعمال کرتا ہے، ایک کہتا ہے أَبِيْعُ، دوسرا کہتا ہے أَشْتَرِيْ بھئی، اور نیت دونوں کی حال کی ہے پھر بھی بیع ہو جائے گی۔ پھر بھی بیع کیا ہو جائے گی؟ ہو جائے گی۔ ہاں ماضی ہو پھر تو شک و شبہ ہی نہیں۔ ہاں مضارع کے صیغے ہوں تو پھر کس کو دیکھنا پڑے گا؟ نیت پر دارومدار ہو گا بھئی، اسی لیے انہوں نے ماضی کی قید بڑھا دی۔

سمجھ میں آیا؟ دیکھیے مولانا بیع کریں گے، کتاب میرے سامنے پڑی ہے ایک، میں نے آپ سے کہا یہ کتاب میں آپ کو بیس روپے میں بیچتا ہوں یا یہ کتاب میں نے آپ کے ہاتھ بیس روپے میں بیچ دی، آپ نے کیا کہا؟ یہ کتاب میں نے آپ سے بیس روپے میں خرید لی۔ بس مولانا، ایجاب و قبول ہوتے ہی بیع ہو گئی۔ بیع نام ہی کس چیز کا تھا؟ ایجاب و قبول۔ ایجاب و قبول ہوا بیع ہو گئی، بیع ہوتے ہی آپ اس کے مالک بن گئے۔ اب میں چاہوں نہ بیچوں، نہ دوں، نہیں، شرعاً یہ میرے لیے بالکل نہیں صحیح بھئی۔ بیع ہو گئی مولانا، سمجھ میں آیا؟ اور بیع جب ہو جائے اس کے بعد کسی کو کسی قسم کا اختیار نہیں رہتا۔ اب خریدار اس چیز کا مالک بن چکا۔ خریدار کیا ہو چکا اس چیز کا؟ مالک بن چکا ہے۔

لیکن اب یہ نہیں فوراً کتاب اٹھائے چل پڑے، اٹھا کر چل پڑے میں مالک بن گیا کتاب کا، بھئی پہلے پیسے دے دو۔ مالک آپ بن گئے ہیں لیکن آپ کے ذمے بھی کیا چیز آ گئی؟ پیسے آ گئے، پیسے دو اور کتاب لے جاؤ۔ ہاں وہ پیسے دیتا ہے اور میں کتاب نہیں دیتا، نہیں بھئی یہ میرے لیے جائز نہیں۔ بیع کیا ہو چکی ہے؟ منعقد ہو چکی ہے اور وہ اس چیز کا مالک بن چکا ہے۔ لہٰذا ایک دفعہ جب بیع ہو جائے، ایجاب اور قبول ہو جائیں تو اس کے بعد بیچنے والے کی نیت بدل جاتی ہے، وہ کہتا ہے میں نہیں دینا چاہتا، یا خریدار کی نیت بدل جاتی ہے وہ کہتا ہے میں نہیں لینا چاہتا، نہیں، اب کوئی اختیار نہیں بھئی، یہ ایجاب و قبول سے پہلے سوچنے کی بات تھی۔ اب میں آپ کو کہتا ہوں لاؤ بھئی بیس روپے دو اپنی کتاب لے جاؤ، آپ کہتے ہیں نہیں بھئی نہیں میرا ارادہ نہیں ہے لینے کا۔ بھئی کیسے ارادہ نہیں ہے؟ بیع ہو چکی ہے، اب آپ اس کے کیا بن چکے ہیں؟ مالک۔ آپ کو اب بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔ تو یہ شرعاً طریقہ یاد رکھو بیع کا۔ لوگ عموماً اس طرح کر لیتے ہیں اور پھر بعد میں کہتے ہیں نہیں لینی بھئی۔ کیسے نہیں لینی؟ آپ کو کس نے اختیار دیا بھئی؟ سمجھ میں آیا؟ ہاں آپس میں دونوں کی رضامندی ہو جائے تو پھر تو وہ تو الگ بات ہے، لیکن ایک راضی ہے دوسرا نہیں راضی تو پھر یہ صحیح نہیں ہے۔

اچھا یہ تھی مولانا عام بیع، عام بیع، اس میں ایجاب و قبول ہوتا ہے۔ لیکن آپ اور میں آج کل جو بیوعات کرتے ہیں وہ یہ والی بیع نہیں ہوتی۔ وہ بَيْعُ التَّعَاطِيْ کہلاتی ہے بھئی۔ کیا کہلاتی ہے؟ تَعَاطِيْ۔ تاء دو نقطوں والی، عین، الف، تَعَا، اور طاء، یاء، تَعَاطِيْ، بَيْعُ التَّعَاطِيْ۔ بَيْعُ التَّعَاطِيْ عملی بیع کو کہتے ہیں، اس میں ایجاب و قبول نہیں ہوتے مولانا۔ بَيْعُ التَّعَاطِيْ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ عملی بیع، اس میں ایجاب و قبول نہیں بھئی، عمل ہوتا ہے بس۔ بھئی آپ دکان پہ گئے، دکان پر گئے، آپ نے چینی کا پیکٹ پڑا ہوا تھا ایک کلو والا، آپ نے آرام سے اٹھایا، لفافے میں ڈالا اور چینی کے مثلاً ایک کلو کے جتنے پیسے بنتے تھے تیس، پینتیس، چالیس جتنے بھی بنتے تھے وہ اس کے سامنے رکھے اور اس نے پیسے اٹھا کر اپنے دراز میں ڈال لیے، آپ چینی اٹھا کر آ گئے۔ ایجاب ہوا؟ آپ منہ سے کچھ بولے بھئی؟ نہیں۔ قبول اس نے کیا؟ نہیں، ایجاب و قبول نہیں ہوا، لیکن یہ عملی بیع ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس میں ایجاب و قبول نہیں ہوتا۔ چیز کی قیمت کا پتہ ہے آپ نے چیز اٹھالی، یا قیمت کا پتہ نہیں بھی ہے آپ نے بس پیسے رکھ دیے بھئی اتنے میں میں نے یہ چیز لے لی، وہ رضامند ہے پیسے اٹھا کر رکھ لیے اس نے۔ بس اس کا اٹھا کر چیز کو لے لینا، آپ کا مبیع کو لے لینا اور اس کا پیسوں کو لے لینا معلوم ہوا وہ کیا ہے اس پر؟ راضی ہے، یہ بھی بیع ہو گئی مولانا۔ تو یہ بَيْعُ التَّعَاطِيْ ہے، یہ کیا ہے؟ بَيْعُ التَّعَاطِيْ ہے۔ اور ہماری تقریباً ساری بیوع یہی ہیں بھئی، بَيْعُ التَّعَاطِيْ والی۔ سمجھ میں آیا؟ ہم دکان وغیرہ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں ایجاب و قبول آپ نے کبھی کیا بھئی؟ نہیں۔ ایجاب و قبول تو بڑا ہی کم ہو گا کہیں، ہوتا تو ہے لیکن بڑا قلیل ہوتا ہے۔ تو زیادہ تر کون سی بیع کرتے ہیں ہم؟ بَيْعُ التَّعَاطِيْ کرتے ہیں۔

کہتے ہیں وَإِذَا أَوْجَبَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ فَالْآخَرُ بِالْخِيَارِ، اور جب ایجاب کرلے دو عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک الْبَيْعَ بیع کا، ایجاب کرلے، فَالْآخَرُ بِالْخِيَارِ تو دوسرے کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ اگر وہ چاہے قَبِلَ فِي الْمَجْلِسِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، اگر چاہے تو قبول کرلے اس مجلس میں اور اگر چاہے تو اس کو رد کر دے۔ بھئی میں نے آپ سے کہا تھا بھئی یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچی۔ ایجاب آ گیا مولانا، ابھی قبول آیا آپ کی طرف سے؟ قبول نہیں آیا۔ لیکن کیا اب آپ پر قبول لازم ہو گیا ہے؟ نہیں بھئی، آپ کو اختیار ہے۔ آپ کو اختیار ہے، آپ چاہیں تو کیا کر لیں؟ اس کو قبول کر لیں، چاہیں تو کیا کہیں؟ رد کر دیں، نہیں بھئی میں نہیں لیتا۔ سمجھ میں آئی صورت؟ تو قبول کر لیا تو بیع ہو گئی، رد کر دیا تو ایجاب ختم ہو گیا مولانا۔ ایجاب کیا ہوا؟ ختم۔

اچھا جب میں نے ایجاب کیا تو آپ کو کس چیز کا اختیار ہے؟ قبول کا۔ کس چیز کا اختیار ہے؟ قبول کا۔ یہ خیار قبول کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ خیار قبول کہلاتا ہے، آپ کو اختیار ہے چاہیں تو چیز لے لیں چاہیں تو نہ لیں۔ لیکن ایک دفعہ جب رد کر دیا، پھر اس کے بعد آپ کہتے ہیں، پہلے آپ نے کہا نہیں بھئی نہیں میں نے نہیں لینی، پھر آپ کہتے ہیں اچھا بھئی میں نے چیز آپ سے بیس روپے میں لے لی۔ اب آپ کیا حکم لگائیں گے؟ بیع ہو گئی یا نہیں ہوئی؟ نہیں بھئی نہیں، اب نہیں ہو گی۔ بھئی بیع کے لیے کیا چیزیں چاہئیں؟ ایجاب و قبول۔ میں نے تو ایجاب کر دیا تھا لیکن آپ نے خود ہی میرے ایجاب کو کیا کر دیا؟ رد کر دیا، نہیں بھئی میں نے نہیں لینی۔ جیسے ہی آپ نے یہ کہا فوراً ایجاب ختم ہو گیا۔ اب آپ کہہ رہے ہیں اچھا بھئی میں نے آپ سے کتاب بیس روپے میں خرید لی، اب یہ آپ کی طرف سے ایجاب آیا۔ کیا آیا؟ ایجاب آ گیا کیونکہ اب آپ شروع کرنے والے ہیں بات کو، اور اب میری طرف سے کیا ہے؟ اختیار ہے قبول کروں یا قبول نہ کروں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو مجلس کے اندر بھئی، مجلس تک، تو دوسرے کو خیار قبول ہوتا ہے مولانا بیع کے اندر۔

کیا ہوتا ہے؟ خیار قبول ہوتا ہے، اس کو اختیار ہوتا ہے قبول کرنا چاہے، چاہے رد کرنا چاہے۔ اور مجلس تک ہوتا ہے مولانا، مجلس ختم ہو گئی تو پھر نہیں۔ میں نے آپ سے کہا یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچ دی۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، تین دن بعد میرے پاس آئے بھئی میں نے آپ سے وہ کتاب بیس روپے میں خرید لی۔ اب جھگڑ رہے ہیں بھئی آپ نے ایجاب کیا تھا، میں نے اس کو کوئی رد کیا تھا؟ رد تو نہیں کیا تھا، ایجاب آپ کی طرف سے تھا میں اب اس کو قبول کر رہا ہوں بیع ہو گئی۔ نہیں بھئی نہیں یہ تو پھر بڑا جھگڑا پڑ جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو آپ کو خیار قبول صرف مجلس تک ہے، مجلس کے اندر بھئی جب تک ہیں یہاں۔ قبول کرنا ہے قبول کر لو، جیسے ہی مجلس سے آپ اٹھیں گے وہ ایجاب خود بخود ختم ہو جائے گا، یا میں اٹھوں گا ایجاب خود بخود کیا ہو گا؟ ختم ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ تو یہ نہیں یہ ایجاب ساری عمر لٹکا ہی رہے گا میرے سر پہ بھئی جب آپ چاہیں قبول کر لیں، نہیں، مجلس کے اندر۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا جیسے ہی آپ اٹھے فوراً ایجاب کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔ یا جس نے ایجاب کیا تھا وہی اٹھ گیا، فوراً ایجاب کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔

اور مجلس کا لفظ آ رہا ہے مولانا کتاب میں، مجلس کے اندر، لیکن یاد رکھ لو مجلس سے مجلس نہیں مراد، حالت مراد ہے۔ کیا مراد ہے؟ حالت مراد ہے۔ بھئی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں گپ شپ لگا رہے ہیں بھئی تو دوستوں کے ساتھ بیٹھے گپ شپ لگا رہے ہیں، ایک نے کہا بھئی یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچی، دوسرے نے کوئی جواب ہی نہیں دیا، لگا ہوا ہے اپنے دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگا رہا ہے، لگا رہا ہے۔ دو گھنٹے بعد کہتا ہے ہاں بھئی میں نے آپ سے کیا کیا وہ کتاب بیس روپے میں خرید لی۔ نہیں مولانا نہیں، ایجاب باطل ہو چکا، حالت بدل گئی۔ حالت کیسے بدلی؟ بھئی اگر آپ کو چیز خریدنے میں دلچسپی تھی، لینی تھی تو اسی وقت لیتے۔ اگر درمیان میں آدمی کوئی ایسا کام کرلے جو اعراض پہ دلالت کرے، کس پہ دلالت کرے؟ اعراض پہ، یعنی ایک چیز سے منہ موڑ رہا ہے، توجہ ہی نہیں دے رہا اس کو ضرورت نہیں ہے بھئی، تو کوئی ایسا فعل کرلے جو اعراض پہ دلالت کرے تو ایجاب کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ مثلاً میں نے آپ سے جب کہا تھا یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچی، آپ نے میری بات کی پرواہ ہی نہیں کی بھئی، اسی وقت موبائل نکالا اپنے دوست کا نمبر ملایا اب ٹیلی فون پہ اس سے گپ شپ ہو رہی ہے۔ بھئی اگر آپ کو پسند ہوتا تو فوراً کیا کرتے؟ بیع کو قبول کرتے، لیکن آپ نے قبول نہیں کیا بلکہ کیا شروع کر دیا؟ کسی کے ساتھ باتیں، معلوم ہوا آپ کو سودا پسند نہیں ہے یہ بھئی۔ تو کوئی ایسا کام کرلے جو اعراض پہ دلالت کرے، یعنی یہ اس کو پسند نہیں ہے، تو ایجاب خود بخود کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو مجلس سے کیا مراد ہے؟ حالت۔ کوئی ایسا کام کرلے جو کس پہ دلالت کرے؟ اعراض پر دلالت کرے، سمجھ میں آیا؟

ہاں اگر اس کی بجائے آپ یوں کرتے، میں نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچ دی، آپ اپنے دوست کے ساتھ اب باتیں کر رہے ہیں لیکن کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اس سے مشورہ کر رہے ہیں بھئی یہ لینی چاہیے کتاب مجھے نہیں لینی چاہیے آپ کا کیا مشورہ ہے وغیرہ، اس بارے میں باتیں ہو رہی ہیں۔ تو یہ کوئی اعراض پہ دلالت کر رہا ہے؟ نہیں، یہ تو آپ مشورہ کر رہے ہیں یہ اعراض پہ دلالت نہیں۔ کوئی اور کام شروع کرتے ہیں تو وہ اعراض پہ دلالت کرے

گا، لیکن اگر اسی کے بارے میں مشورہ کرتے ہیں تو یہ اعراض نہیں ہے لہٰذا اب خیار قبول ابھی بھی آپ کو ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔ اچھا بھئی، لہٰذا دو آدمی چلتے ہوئے بیع کرتے ہیں بھئی۔ آپ اور آپ کا ساتھی چل رہے ہیں بھئی راستے میں، چلتے چلتے ایک نے ایجاب کیا دوسرے نے تھوڑی آگے جا کر کیا کر لیا؟ قبول۔ اب آپ یہ نہ کہیں مجلس بدل رہی ہے، ہر ہر قدم پہ کیا ہو رہی ہے جگہ ہماری؟ جگہ بدل رہی ہے یا نہیں ہر قدم پہ؟ تو ایجاب والا کہتا ہے بھئی میں نے پانچ قدم دس قدم پیچھے ایجاب کیا تھا تو نے یہاں آ کر قبول کیا لہٰذا کوئی مجھے قبول نہیں ہے۔ نہیں بھئی حالت تو ایک ہی ہے یا نہیں بھئی؟ اس نے کوئی ایسا کام کیا جو اعراض پہ دلالت کرے؟ نہیں بھئی، لہٰذا اب صحیح ہے۔

جی، وَإِذَا أَوْجَبَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ جب ایجاب کر دے دو عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک بیع کا فَالْآخَرُ بِالْخِيَارِ تو دوسرے کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ اگر وہ چاہے قَبِلَ فِي الْمَجْلِسِ قبول کر لے مجلس کے اندر بھئی، مجلس سے کیا مراد ہے میں نے بتلایا؟ حالت مراد ہے بھئی، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ اور اگر چاہے تو اسے رد کر دے اس کو اختیار ہے۔ اور ایجاب کرنے والے کو بھی اختیار، اچھا یہ کیا کہلاتا تھا مولانا؟ یہ جو دوسرے کو اختیار ہے قبول کرنے کا یہ کیا کہلاتا ہے؟ خیار قبول، یہ کیا ہے؟ خیار قبول، اختیار ہے اس کو کس چیز کا؟ قبول کرنے کا۔ اسی طرح جب تک ابھی اس نے قبول نہیں کیا ایجاب کرنے والے کو خیار ایجاب ہے، وہ چاہے تو اپنی بات سے پھر سکتا ہے۔ میں نے کیا کہا تھا آپ سے؟ یہ کتاب میں نے آپ کو بیس روپے میں بیچ دی، آپ اپنے ساتھی سے ابھی مشورہ کر رہے تھے میں نے اچانک کہا نہیں بھئی نہیں میں کوئی بیع نہیں کرنا چاہتا۔ بس مولانا ایجاب کیا ہو گیا؟ باطل، کیونکہ ابھی آپ نے قبول، ہاں اگر قبول کر لیتے پھر مجھے کوئی اختیار نہیں، میں نے تو اپنی بات واپس لی ہے کوئی آپ کی بات کو رد کیا ہے؟ نہیں بھئی۔ تو جب تک دوسرا قبول نہ کر لے ایجاب کرنے والے کو بھی کیا ہوتا ہے؟ اختیار ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ شریعت کے مسائل میں بڑی آسانیاں، آسان باتیں ہو رہی ہیں مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ اگر چاہے تو اس کو رد کر دے، فَأَيُّهُمَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ پس ان دونوں میں سے جو بھی اٹھ گیا مجلس سے، ایجاب کے بعد جو بھی مجلس سے اٹھ گیا قَبْلَ الْقَبُوْلِ قبول سے پہلے بَطَلَ الْإِيْجَابُ تو ایجاب کیا ہو جائے گا؟ باطل بھئی۔ کیوں؟ باطل کیوں ہو گا؟ کیونکہ اس کا یہ کھڑا ہو جانا، اٹھ جانا یہ اعراض کی دلیل ہے، اگر اسے سودا پسند ہوتا تو اٹھتا نہ بلکہ کیا کر لیتا؟ قبول کر لیتا، بیع پوری کر لیتا۔ فَإِذَا حَصَلَ الْإِيْجَابُ وَالْقَبُوْلُ لَزِمَ الْبَيْعُ، جب حاصل ہو جائے ایجاب اور قبول یعنی جب ایجاب اور قبول دونوں آ جائیں لَزِمَ الْبَيْعُ بیع کیا ہو جاتی ہے؟ لازم ہو جاتی ہے۔ کیا ہو جاتی ہے؟ لازم ہو جاتی ہے، لازم ہو جاتی ہے، اب کسی ایک کو بھی بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔

تو لَزِمَ الْبَيْعُ بیع لازم ہو جاتی ہے وَلَا خِيَارَ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی کوئی اختیار نہیں، ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں إِلَّا مِنْ عَيْبٍ أَوْ عَدَمِ رُؤْيَةٍ مگر کسی عیب سے، عیب کی وجہ سے أَوْ عَدَمِ رُؤْيَةٍ یا عدم رویت کی وجہ سے، نہ دیکھنے کی وجہ سے۔ یاد رکھو مولانا آج کل تو آپ چیز خریدتے ہیں دکاندار جیسے ہی چیز آپ کو دیتا ہے پیسے جیب میں ڈالتا ہے اس کا رویہ بدل جاتا ہے بھئی۔ اب آپ خرابی ہے اس چیز کے اندر آپ واپس کرنا چاہتے ہیں اس کی نگاہیں ہی بدل جاتی ہیں بھئی، چیز واپس نہیں کرتا۔ نہیں بھئی، شریعت کے اندر یاد رکھو آپ کسی سے کوئی چیز خریدیں اور اس کے اندر پھر آپ کو پتہ لگے اس میں تو یہ خرابی ہے یہ عیب ہے تو شریعت نے آپ کو اختیار دیا ہے آپ وہ چیز اس شخص کو واپس کریں اپنے پیسے واپس لے لیں۔ یہ جو اختیار شریعت نے عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا دیا یہ خیار عیب کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ خیار عیب کہلاتا ہے بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ جی۔ تو آج کل ہم مسلمانوں میں عجیب مولانا بڑا دکھ ہوتا ہے دیکھ کر کیا حالت آ گئی ہے بھئی۔ آپ نے چیز خرید لی پیسے دے دیے ابھی دکان میں ہی کھڑے ہیں وہیں آپ کو عیب کا پتہ لگ جائے، وہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ چیز واپس کر لے بھئی۔ یورپ وغیرہ میں، امریکہ میں عجیب قانون ہے مولانا۔ وہاں آپ کوئی چیز خرید لیں ایک مہینے تک آپ کو اختیار ہے واپس کرنے کا۔ عیب کی وجہ سے نہیں، عیب کی وجہ سے تو کر ہی سکتے ہیں واپس، ایک مہینہ چیز استعمال کی آپ لے جا کر واپس کریں بھئی مجھے اب یہ چیز نہیں پسند آئی۔ بھئی ایک مہینہ آپ نے استعمال کی ہے! بھئی میں نے ایک مہینہ استعمال کی ہے لیکن مجھے پسند نہیں آئی۔ کوئی خرابی اس میں؟ نہیں کوئی خرابی نہیں ہے مجھے پسند نہیں آئی۔ حکومت کی طرف سے قانون ہے وہ چیز اس کو واپس لینی پڑے گی۔ چنانچہ وہاں جو بھی کوئی چیز بناتا ہے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ بناؤں اور تاکہ کوئی مجھے واپس نہ کرے، کوئی خرابی اس کے اندر کوئی نہ رہ جائے تاکہ کوئی لوگ ورنہ تو مجھے آرام سے واپس کر دیں گے۔ اور یہاں پر کوشش دیکھتے ہیں بھئی چیز چلنے لگ پڑی ہے لوگ لینے لگ پڑے ہیں تو اب چیز گھٹیا کر دو تاکہ نفع بڑھ جائے۔ اللہ!

تو شریعت نے بھی اختیار دیا بھئی آپ کوئی چیز خریدتے ہیں کسی سے اور اس میں عیب ملتا ہے تو آپ کیا کر سکتے ہیں وہ چیز؟ واپس۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ خیار عیب۔ کیا کہلاتا ہے؟ خیار عیب۔ یا اسی طرح مولانا آپ نے کوئی چیز خریدی لیکن دیکھی نہیں تھی۔ آپ کے ساتھی نے آپ کو بتایا تھا بھئی میرے پاس ایک موٹر سائیکل ہے بڑی اعلیٰ ہے اس قسم کی ہے اس قسم کی ہے، آپ نے اس سے ایجاب و قبول کیا بیع ہو گئی۔ اچھا بیع ہو گئی مولانا اب آپ کو بھی نہیں اختیار اسے بھی نہیں، لیکن آپ کو ایک اختیار شریعت نے اور دیا۔ ایک تو خیار عیب دیا شریعت نے اگر عیب کوئی پتہ لگ جائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ واپس۔ ایک خیار رویت بھی دیا مولانا، رُؤْیَۃٌ کا معنی دیکھنا، دیکھنا۔ ایک چیز بغیر دیکھے جب کوئی آدمی خرید لیتا ہے شریعت اسے خیار رویت دیتی ہے، اب دیکھنے کے بعد پسند نہ آئی تو اب واپس کر دو۔ وہ کہے گا نہیں بھئی بیع ہو چکی ہے ایجاب و قبول ہوا ہے اور قدوری میں ہم نے پڑھا تھا کہ ایجاب اور قبول ہو جائے تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ لازم، کوئی اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ آپ کہیں گے بھئی آگے وہیں پر اگلی سطر میں کیا آیا تھا؟ أَوْ عَدَمِ رُؤْیَۃٍ، خیار رویت۔ بھئی چیز دیکھی نہ ہو دیکھنے کے بعد پسند نہ آئے تو آدمی کیا کر سکتا ہے اسے؟ واپس۔ کوئی عیب نہیں تھا آپ کو بس پسند نہیں آئی بس آپ کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا بیع جب لازم ہو جائے تو کسی ایک کو بھی اختیار نہیں ہوتا مگر دو خیار ہیں جو ہر ایک کو حاصل ہوتے ہیں، کون سے؟ ایک خیار عیب، دوسرا خیار رویت۔ خیار رویت، اگر چیز آپ نے بیع سے پہلے دیکھی تھی مولانا، وہ موٹر سائیکل آپ نے بیع سے ایک دن پہلے دیکھ لی تھی اب وہ خیار رویت نہیں ہے آپ کو، اب تو آپ کیا کر چکے؟ اس چیز کو پہلے سے ہی دیکھ چکے ہیں، صورت سمجھ میں آئی؟ کوئی ایسی چیز خریدیں جو آپ نے دیکھی نہیں تھی، یا وہ موٹر سائیکل آپ نے سال پہلے دیکھی تھی بھئی اب تو کتنی حالت اس کی بدل گئی ہو گی۔ تو لہٰذا اگر چیز پہلے دیکھی ہوئی ہے تو پھر خیار رویت آپ کو نہیں ہے، ہاں صرف کیا رہ جائے گا؟ خیار عیب رہ جائے گا۔ اور اگر وہ چیز پہلے نہیں دیکھی تو پھر کیا آجائے گا؟ خیار عیب کے ساتھ ساتھ خیار رویت بھی آجائے گا، پسند آئے تو رکھ لیں نہ آئے پسند تو واپس کر دیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اسی طرح یاد رکھو مولانا آگے آئے گا خیار شرط بھئی۔ کیا آئے گا؟ خیار شرط آئے گا بھئی۔ خیار شرط یہ ہے، آگے پورا اس کا باب آجائے گا، آپ کسی کے ساتھ بیع کرتے ہیں کوئی چیز خریدتے ہیں لیکن آپ کو پتہ نہیں ہے کہ یہ چیز میں خرید رہا ہوں یہ میرے لیے مفید ہے یا نہیں اس کاروبار کے اندر۔ اب کیا کریں؟ میں خرید لیتا ہوں کہیں بعد میں نقصان نہ اٹھاؤں میرے کسی کام کی نہ ہو، تو اس کے لیے پھر مولانا آپ فسخ کا اختیار رکھ سکتے ہیں، لیکن یہ زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے بس تین دن سے زیادہ نہیں۔ اچھا یہ زیادہ سے زیادہ کتنے دن تک ہے؟ تین دن تک ہے۔ آپ نے کوئی مشینری خریدی، آپ نے کہا یہ میں نے آپ سے کتنے میں خرید لی؟ ایک لاکھ روپے میں خرید لی، اس نے کیا کہا میں نے آپ کو یہ ایک لاکھ روپے میں بیچ دی۔ ایجاب و قبول تو ہوا مولانا لیکن آپ نے اس سے پہلے سے بات کر لی تھی کہ بھئی مجھے تو ان چیزوں کا پتہ نہیں ہے میں اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ کروں گا لہٰذا مجھے تین دن تک اختیار ہے میں بیع کو فسخ کرنا چاہوں تو کیا کر سکتا ہوں؟ فسخ کر سکتا ہوں۔ یا وہ بیچ رہا ہے آپ کو چیز، بیٹھے بیٹھے بات چیت شروع ہوئی اس نے کہا ایک لاکھ میں آپ کو دیتا ہوں لیکن مجھے پتہ نہیں ہے یہ چیز پتہ نہیں لاکھ کی میں صحیح دے رہا ہوں آپ کو یا یہ ہو سکتا ہے دو لاکھ کی نہ ہو، تو میں تمہیں ایک لاکھ میں بیچتا تو ہوں لیکن میں کیا کروں گا اپنے ساتھیوں سے مشورہ، یہ بیچنے والا کہہ رہا ہے تین دن تک مجھے اختیار ہے میں بیع کو کیا کر سکتا ہوں؟ فسخ کر سکتا ہوں۔ تو بیع کو فسخ کرنے کا اختیار بائع بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور مشتری بھی رکھ سکتا ہے، اور یہ کتنے دن تک ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ؟ تین دن تک بس اس سے زیادہ نہیں، اور کیا کہلاتا ہے یہ؟ خیار شرط۔ کیا کہلاتا ہے؟ خیار شرط۔

تو کتنی قسم کے خیار یہاں آگئے مولانا؟ تین قسم کے خیار۔ ایک خیار شرط کی وجہ سے بھی بیع فسخ کر سکتا ہے آدمی، خیار عیب کی وجہ سے بھی فسخ کر سکتا ہے اور خیار رویت کی وجہ سے بھی بیع کو فسخ کر سکتا ہے، تو تین خیار ہیں مولانا۔ لیکن صاحب قدوری نے صرف دو کیوں ذکر کیے؟ إِلَّا مِنْ عَیْبٍ أَوْ عَدَمِ رُؤْیَۃٍ، خیار شرط کا ذکر کیوں نہیں کیا انہوں نے؟ وجہ یہ مولانا کہ خیار شرط خود لگانا پڑتا ہے خود رکھنا پڑتا ہے خود بخود نہیں آتا، جبکہ یہ دونوں چیزیں تو ہر بیع میں کیا ہو جاتی ہیں خود بخود آجاتی ہیں، سمجھ میں آئی بات؟ خیار عیب تو خود بخود آجائے گا، اگر چیز نہیں دیکھی ہوئی آپ نے تو خیار رویت بھی خود بخود، یعنی ان دونوں کے ذکر کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ خیار شرط کی کیا ہوتی ہے؟ ضرورت۔ سمجھ میں آیا؟

تو ان دونوں میں سے بھی اگر خیار عیب تو ضرور آجائے گا البتہ خیار رویت اگر آپ نے چیز دیکھی ہوئی ہے تو پھر نہیں آئے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کبھی ایسا ہوتا ہے خیار عیب بھی نہیں آتا مولانا۔ وہ کیسے؟ دیکھنے سے عیب کا خیار تو باطل نہیں ہوتا، چیز دیکھی ہو تو خیار رویت تو باطل ہو گیا اب چیز خریدنے کے بعد آپ کو پسند آئے یا نہ پسند آئے خیار رویت آپ کو حاصل ہے؟ خیار رویت کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتے۔ پھر؟ اوہو نہیں بھئی، آپ کو میں ایک چیز بیچ رہا

ہوں مثلاً موبائل آپ کو بیچ رہا ہوں میں اپنا، میں نے آپ کو کہا، آپ نے کہا بھئی اس میں کوئی عیب تو نہیں ہے؟ میں نے کہا بھئی چیز آپ کے سامنے ہے آپ خود اس کو اچھی طرح چیک کر لیں میں بعد میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ تو دیکھو بیع کے وقت ہی میں نے کیا کر دیا تھا ہر عیب سے اپنے آپ کو بری کر دیا تھا کہ میں کسی چیز کا ذمہ دار نہیں اور آپ کو واضح لفظوں میں بتا دیا، یہ نہیں کہ دل میں رکھا میں ہر عیب سے بری، آپ کو بتا دیا بھئی چیز آپ کے سامنے ہے آپ دیکھیں میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں مولانا۔ اب خیار عیب بھی حاصل نہیں ہو گا۔ خیار شرط تو لگایا ہی نہیں، خیار رویت تو ہے ہی نہیں کیونکہ بیع سے پہلے ہی آپ چیز کو دیکھ رہے ہیں اور خیار عیب بھی کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا مولانا وہ نہیں حاصل ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔

تو کہتے ہیں إِلَّا مِنْ عَيْبٍ أَوْ عَدَمِ رُؤْيَةٍ، مگر کسی عیب کی وجہ سے یا عدم رویت کی وجہ سے۔ چلیے بس مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۰: کتاب البیوع (۳): مشار الیہ اعواض واثمان، مطلق ثمن کا حکم، نقد وادھار اور غلے کی بیع کے ضوابط

مختصر القدوری صفحہ: ۶۵—بتاریخ: ۲۱ نومبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلٰى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِيْ جَوَازِ الْبَيْعِ وَالْأَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ لَا تَصِحُّ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ مَعْرُوْفَةَ الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُوْمًا۔[۲۱]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بیع کے بارے میں آپ نے پڑھ لیا کہ بیع کس سے منعقد ہوتی ہے؟ ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتی ہے، ایجاب اور قبول۔ یہ قولی بیع تھی، قول کے ذریعے مولانا۔ اور میں نے بتایا تھا جیسے ہی ایجاب وقبول ہوتا ہے بیع ہوگئی مولانا بس۔ اب مبیع کا مالک کون بن گیا؟ مشتری مالک بن گیا فوراً۔ اب وہ کہے نہیں میں نہیں لینا چاہتا، نہیں بھئی بس بیع ہو چکی ہے شرعاً اب آپ کو کیا کرنا پڑے گا؟ لینا پڑے گا۔

اور میں نے آپ کو بتلایا تھا ایک عملی بیع بھی ہے۔ ہم عموماً جو بیوع کرتے ہیں وہ تقریباً اکثر ساری کی ساری تقریباً وہ بَيْعُ التَّعَاطِيْ ہیں، عملی بیع مولانا، جس میں کیا ہے ایجاب وقبول نہیں ہوتا مولانا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ آپ بازار وغیرہ بھی جاتے ہیں آپ خود دیکھ لیں، ایجاب وقبول نہیں ہوتا، چیز لیتے ہیں پیسے دیتے ہیں اور اٹھا کر لے آتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ اگر بحث بھی کر لی، پیسوں پہ بحث کر لیتے ہیں لیکن ایجاب وقبول ہوتا ہے باقاعدہ پھر؟ پیسے مقرر ہو گئے، اس نے کہا تھا تین سو آپ نے کہا نہیں ڈھائی سو دو یا سوا دو سو میں دو، بحث ہوتے ہوتے اس نے آپ کو دو سو پچاس میں دے دی مولانا۔ بس آپ دو سو پچاس نکال کے اس کو دیتے ہیں چیز اٹھا کے لے آتے ہیں، کوئی ایجاب ہوا میں نے آپ کو یہ چیز ڈھائی سو میں بیچ دی، آپ نے کہا میں نے آپ سے یہ چیز ڈھائی سو میں خرید لی، ایجاب وقبول ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا۔ یا ہوتا بھی ہے، ایجاب وقبول نہیں قول آتا بھی ہے تو امر ہوتا ہے امر مولانا، اور امر تو کیا ہے؟ مستقبل ہے، اور مستقبل کے صیغے کے ساتھ تو بیع منعقد نہیں ہوتی، آپ نے پڑھا تھا یا صرف ماضی کا صیغہ ہونا چاہیے یا کون سا ہونا چاہیے؟ حال کا ہونا چاہیے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو آپ کوئی چیز لیتے بھی ہیں بھئی یہ چیز مجھے دے دو، فلاں چیز مجھے تیس روپے کی دے دو، یہ تو امر ہے مولانا اس کو ایجاب ہم نہیں کہیں گے۔ تو چیز لے لیتے ہیں پیسے دے دیتے ہیں یہ بَيْعُ التَّعَاطِيْ ہی ہے بھئی۔

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلٰى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِيْ جَوَازِ الْبَيْعِ وَالْأَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ لَا تَصِحُّ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والأعواض المشار إليها لا يحتاج إلى معرفة مقدراها في جواز البيع والأثمان المطلقة لا تصح إلا» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «تَكُوْنَ مَعْرُوْفَةَ الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُوْمًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «تكون معروفة القدر والصفة ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوما» منقول ہے۔

اچھا اور آپ نے پڑھا تھا بھئی کہ بیع ہو جانے کے بعد لازم ہو جاتی ہے دونوں میں سے کسی کو بھی خیار نہیں رہتا۔ ہاں تین قسم کے خیار آسکتے ہیں مولانا۔ اول کیا ہے؟ خیار عیب، دوسرا خیار رویت، تیسرا خیار شرط، خیار شرط بھئی، سمجھ میں آیا؟ ان کے آگے باقاعدہ باب بھی آنے والے ہیں بھئی۔ خیار شرط کس کو کہتے ہیں؟ کہ بائع یا مشتری میں سے کوئی ایک بیع کو فسخ کرنے کا اختیار رکھ لیتا ہے، کہتا ہے بھئی میں یہ کتاب میں نے آپ سے تیس روپے میں خرید لی لیکن مجھے اختیار ہے میں تین دن میں فسخ کرنا چاہوں تو بیع کو فسخ کر سکتا ہوں، ایک دن میں فسخ کرنا چاہوں تو فسخ کر سکتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہو سکتا ہے، اس سے کم جتنا مرضی رکھ لیں، ایک گھنٹے کا رکھ لیں، میں چاہوں تو ایک گھنٹے تک اس بیع کو کیا کر سکتا ہوں؟ فسخ۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ خیار شرط کہلاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ خیار شرط کہلاتا ہے۔ لیکن یہ طے کرنا پڑتا ہے، یہ بائع بھی رکھ سکتا ہے مشتری بھی اپنے پاس یہ خیار رکھ سکتا ہے، جو رکھے گا اس کو یہ خیار حاصل ہو جائے گا اتنی ہی مدت تک کے لیے۔

اور جبکہ دو اور خیار ہیں مولانا، ایک خیار عیب اور ایک خیار رویت، یہ خود بخود آئیں گے ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں بھئی۔ ہاں اگر چیز آپ نے پہلے بھی دیکھی ہوئی ہے، بیع کے وقت دیکھ لی یا پہلے ایک آدھ دن پہلے دیکھ لی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اب خرید رہے ہیں تو اب خیار رویت نہیں ہے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے بھئی جس وقت خرید رہے تھے میں نے اس وقت نہیں دیکھی میں نے تو کل دیکھی تھی۔ سمجھ میں آیا؟ خیار رویت نہیں۔ ہاں اگر اس چیز کی حالت تبدیل ہو چکی ہے اب پھر خیار رویت حاصل ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ اگر وہ اسی حالت پر برقرار ہے وہ تو آپ کل دیکھ چکے تھے، آج اور کل میں کوئی تبدیلی آئی اس کے اندر؟ کوئی تبدیلی نہیں آئی تو اب کوئی خیار رویت نہیں ہے۔ خیار رویت تو کیا تھا؟ کہ آپ نے ایک چیز دیکھی نہیں، بغیر دیکھے خرید رہے ہیں اور یہ تو آپ کیا کر چکے تھے؟ دیکھ چکے تھے تو خیار رویت نہیں۔ اور ایک خیار عیب بھئی، تو خیار عیب کوئی چیز خریدتے ہیں آپ کو بعد میں عیب کا پتہ چلتا ہے تو شریعت نے خیار دیا آپ چاہیں تو بیع کو کیا کر سکتے ہیں؟ فسخ، ختم کر سکتے ہیں، چیز واپس لوٹا دی پیسے واپس لے لیے، خیار عیب۔ ہاں اس میں بھی میں نے بتایا تھا خیار عیب بھی ختم ہو سکتا ہے ایک صورت میں جب بیچنے والا کیا کہے؟ یہ چیز میں اس میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں، میں ہر عیب سے بری ہوں، بس مولانا اب خیار عیب بھی کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔

تو تین خیار حاصل ہوتے تھے: خیار شرط، خیار عیب، خیار رویت۔ صاحب قدوری نے صرف دو ذکر کیے، ایک خیار عیب، ایک خیار رویت۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ دونوں خود بخود آجاتے ہیں جبکہ خیار شرط کو تو باقاعدہ کیا کرنا پڑتا ہے؟ ذکر کرنا پڑتا ہے۔ تو یہ خود بخود آتے ہیں ہر بیع کے اندر اس لیے ان دو کو ذکر کیا۔

تو کہتے ہیں وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِيْ جَوَازِ الْبَيْعِ۔ اچھا بھئی یہاں سے اب یاد رکھو مبیع اور ثمن کے احکام بیان کرنے لگے ہیں۔ بیع کی تعریف بتلا دی، بتلا دیا بیع کب لازم ہو جاتی ہے اور جب لازم ہو جائے اس کے بعد کسی کو کوئی خیار نہیں سوائے ان دو تین خیاروں کے۔ اب بتلانے لگے ہیں مبیع اور ثمن کے بارے میں مولانا، مبیع اور ثمن بھئی۔ تو سب سے پہلے ایک مشترکہ حکم بیان کر دیا دونوں کے لیے، اس کے بعد ثمن کے احکام بیان ہوں گے پھر مبیع کے احکام بیان ہوں گے۔ بھئی اب کن کے احکام بیان کرنے لگے ہیں؟ ثمن اور مبیع کے۔ پہلے ایک حکم ایسا بیان کریں گے جو ثمن کا بھی وہی حکم ہے مبیع کا بھی وہی، اس کے بعد پھر ثمن کے حکم کیا کریں گے؟ پہلے ذکر کر دیں گے اور اس کے بعد پھر کس کے احکام بیان کریں گے؟ مبیع کے احکام بیان کریں گے۔

یاد رکھیے جو چیز خرید رہے ہیں اس کی تعیین ضروری ہے بھئی۔ مبیع کی تعیین ضروری ہے مولانا کیا چیز خرید رہے ہیں، سامنے مثلاً گندم پڑی ہے یہ گندم میں خریدتا ہوں، صورت سمجھ میں آگئی؟ مبیع مجہول نہیں ہونا چاہیے بھئی۔ مبیع مجہول ہو تو یاد رکھو پھر جھگڑا آتا ہے مولانا، اور ضابطہ ہے جس بیع کے اندر جھگڑا آتا ہو وہ بیع فاسد ہے۔ جس بیع کے اندر کیا آئے؟ جھگڑا آئے وہ بیع فاسد ہے۔ مبیع مجہول ہے مولانا، آپ اس سے کہتے ہیں بھئی میں نے سو روپے میں کوئی چیز آپ سے خرید لی، وہ کہتا ہے ہاں میں نے آپ کو سو روپے میں کوئی چیز بیچ دی۔ اب بعد میں آپ کو وہ کہتا ہے لو بھئی وہ سو روپے میں یہ کتاب لے لو، آپ کہیں گے نہیں نہیں کوئی چیز بات ہوئی تھی کتاب کی بات نہیں ہوئی تھی موبائل میرے حوالے کرو بھئی۔ جھگڑا آیا یا نہیں آیا؟ تو مبیع متعین ہونا چاہیے تاکہ جھگڑا نہ آئے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ مبیع۔

اور ذکر ثمن بھی، تو بیع کے اندر مبیع کی تعیین بھی ضروری اور ثمن کا ذکر بھی ضروری۔ ثمن کیا ہے مولانا؟ آپ کوئی چیز خرید رہے ہیں کیا دیں گے عوض میں بدلے میں؟ روپے دیں گے، ڈالر دیں گے، پونڈ دیں گے، کیا چیز دیں گے اور کتنے دیں گے؟ اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اگر آپ اس کو کہتے ہیں میں نے آپ سے آپ کا موبائل پانچ سو میں خرید لیا، کتنے میں خرید لیا؟ پانچ سو میں خرید لیا، اس نے بھی قبول کر لیا مولانا، اب آپ اس کو پانچ سو روپے دے رہے ہیں وہ

کہتا ہے نہیں میں نے پانچ سو روپے نہیں میں نے تو ڈالر کی بات کی تھی، لاؤ پانچ سو ڈالر، روپے کب نام لیا آپ نے؟ لیا تھا نام روپے کا؟ آپ نے صرف پانچ سو کہا تھا۔ سمجھ میں آیا؟ تو صفت کا بھی ذکر ہونا ضروری کیا چیز ہے، اور مقدار بھی ذکر ہونا ضروری۔ آپ اس کو کہتے ہیں میں نے آپ سے آپ کا موبائل روپوں میں خرید لیا یا یوں کہیں ڈالروں میں خرید لیا بھئی، اب آپ جتنے بھی ڈالر دیں گے جتنے بھی روپے دیں گے وہ کہیں گے نہیں بھئی اتنے کا ذکر ہوا تھا؟ صرف روپوں کا ذکر ہوا تھا آپ پانچ سو دے رہے ہیں وہ کہتا ہے نہیں پانچ ہزار دو، تو جھگڑا آئے گا۔ تو لہٰذا یاد رکھو بیع کے اندر تعیین مبیع ضروری ہے اور ذکر ثمن ضروری ہے۔

اب یہاں سے ایک اہم ضابطہ بتلا رہے ہیں ثمن اور مبیع کا۔ بھئی یہ جو تعیین اور ذکر وغیرہ ہم مبیع اور ثمن کا کرتے ہیں کس لیے کرتے ہیں؟ تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے بعد میں، کسی قسم کا پھر جھگڑا نہ آئے، التباس نہ آئے۔ تو اس کی صفت ذکر کی جاتی ہے بھئی فلاں کرنسی ہے اور اتنی مقدار میں ہے اس کے بدلے میں یہ چیز میں آپ سے خریدتا ہوں۔ تو یہ صرف کس لیے کیا جاتا ہے کہ وہ چیز متعین ہو جائے کسی قسم کا اشتباہ اور التباس بعد میں نہ رہے تاکہ جھگڑا نہ آئے۔ اب ایک چیز سامنے پڑی ہے مثلاً گندم کا ڈھیر پڑا ہوا ہے، آپ نے اپنے ساتھی سے کہا یہ جو گندم کا ڈھیر ہے میں نے آپ کو ایک ہزار روپے میں فروخت کر دیا۔ اب کتنی گندم ہے؟ جو سامنے پڑی ہے، ہاں کہتے ہیں یاد رکھو اس کے اندر اس کی مقدار ذکر کرنا ضروری نہیں بھئی۔ چیز جب سامنے پڑی ہے اس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے تو اشارے کے ذریعے تو ایک چیز سب سے زیادہ ممتاز ہو جاتی ہے پتہ لگ جاتا ہے اس کا، اس کے بعد اس کی صفات وغیرہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ گندم آپ نے بیچ دی بعد میں کہے بھئی یہ تو فلاں کوالٹی کی نہیں ہے یہ تو کم کوالٹی کی گندم ہے بھئی، آپ کیا کہیں گے بھئی؟ بھئی آپ کے سامنے میں نے آپ کو کہا تھا یہ گندم فروخت کرتا ہوں۔ عیب کی بات نہیں کر رہا، عیب آیا پھر تو اختیار ہے اس کو واپس کر سکتا ہے، عیب کے علاوہ ویسے کہتا ہے بھئی میں تو فلاں قسم کی لینا چاہتا تھا یہ تو فلاں قسم کی گندم ہے، ہے ٹھیک لیکن قسم دوسری ہے، آپ کیا کہیں گے مولانا؟ میں نے کیا کیا تھا؟ اشارہ کر دیا تھا چیز آپ کے سامنے تھی اسی وقت آپ کو لینی چاہیے تھی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو جو چیز سامنے ہو اس کی طرف اشارہ ہو جائے اس کی مقدار وغیرہ صفت ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

بھئی آپ نے اپنے سامنے یہ پیسے رکھے ہوئے ہیں مولانا، یہ ثمن ہیں، یہ کیا ہیں؟ ثمن۔ یاد رکھو ایک لفظ ہے ثمن، ایک ہے قیمت، یہ بھی سمجھ لو یہیں پر۔ قیمت وہ ہے جو بازار کا ریٹ ہے مولانا، اس کو کیا کہتے ہیں؟ جو بازار کا ریٹ ہے اسے کیا کہیں گے؟ قیمت کہیں گے، یہ قیمت ہے اس چیز کی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ اور ایک ہے ثمن جو آپ کے اور مشتری کے درمیان یا بائع کے درمیان طے ہو جاتے ہیں کچھ بھی طے ہو سکتے ہیں وہ ثمن کہلاتے ہیں۔ بھئی آپ بازار میں ایک چیز کا ریٹ ہے آپس میں بیع وغیرہ کرتے ہیں تو ضروری نہیں اسی پر ہو بلکہ کیا کر لیتے ہیں؟ بعض اوقات ایک چیز مہنگی ہے آپ اپنے ساتھی کو سستی دے دیتے ہیں، تو یہ جو پیسے مقرر ہوئے آپس میں باہمی رضامندی سے یہ کیا کہلاتے ہیں؟ ثمن کہلاتے ہیں، یہ ریٹ نہیں ہے مولانا۔ وہ جو بازار کا ریٹ ہے وہ قیمت کہلاتی ہے اور یہ جو آپس میں طے ہو جائیں یہ کیا کہلاتے ہیں؟ ثمن۔ یہ اس سے کم بھی ہو سکتے ہیں اس کے برابر بھی ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ بھی۔ چیز آپ کے پاس بہت اچھی ہے آپ کے ساتھی کو پسند آئی وہ بازار سے بھی مہنگے داموں آپ سے خرید لیتا ہے، تو یہ اب ثمن ہیں مولانا، کیا ہیں؟ ثمن۔ تو کبھی بازار کی قیمت سے زیادہ ہو سکتے ہیں کبھی اس کے برابر ہو سکتے ہیں اور کبھی کم، تو یہ ہے فرق قیمت میں اور ثمن میں۔ ثمن جو باہم آپس میں طے ہو جائے۔ اور یہ پیسے بھی ہو سکتے ہیں کوئی اور چیز بھی ہو سکتی ہے بھئی۔ مثلاً آپ اپنے ساتھی سے موبائل لیتے ہیں بدلے میں اس کو کیا دے دیتے ہیں؟ یا تو پیسے دے دیتے ہیں یا بدلے میں اس کو دوسرا موبائل دے دیتے ہیں یا بدلے میں اس کو گھڑی دے دیتے ہیں، تو جو چیز آپ لے رہے ہیں وہ کیا ہے؟ مبیع، اور جو چیز اس کو دے رہے ہیں وہ کیا ہے؟ ثمن۔ تو ثمن روپے نہیں بلکہ یہاں دیکھو گھڑی بن گئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟

اچھا تو جو چیز یاد رکھو مبیع اور ثمن میں سے جو چیز سامنے پڑی ہو اس کی طرف اشارہ ہو رہا ہو تو وہاں پر اس کی صفت اور اس کی مقدار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، مقدار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی پیسے پڑے ہوئے ہیں آپ کے سامنے اچھے خاصے بھئی، پیسوں کا ڈھیر پڑا ہوا ہے ایک بھئی چھوٹا سا، آپ اپنے ساتھی کو کہتے ہیں ان پیسوں کے بدلے آپ کی یہ گاڑی میں نے خرید لی۔ وہ کہتا ہے میں نے ان پیسوں کے بدلے یہ گاڑی آپ کو بیچ دی۔ اب وہ پیسے اٹھاتا ہے گنتا ہے کہتا ہے یہ تو کم ہیں، یہ تو کم ہیں! نہیں مولانا آپ کے سامنے چیز تھی آپ اس وقت گننے کی بات کرتے، اس وقت کوئی گنتی کی بات ہوئی؟ گننے کا کوئی ذکر نہیں ہوا میں نے اشارہ کر دیا یہ دے رہا ہوں بھئی دیکھ لو تمہیں پسند ہے تو ٹھیک ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو بھئی مبیع یا ثمن جب وہ مشار الیہ ہوں یعنی سامنے موجود ہیں ان کی طرف اشارہ ہو رہا ہے تو ان کی مقدار ذکر کرنے کی ضرورت ہے؟ مقدار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

دیکھیے یہی ضابطہ بتلا رہے ہیں: وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا اور وہ عوض جو مشار الیہ ہوں جن کی طرف کیا کیا گیا ہو؟ اشارہ کیا گیا ہو، لَا يَحْتَاجُ وہ محتاج نہیں ہیں إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا کس چیز کے محتاج نہیں ہیں؟ ان کی مقدار کے پہچاننے کے، مَعْرِفَةٌ کا معنی پہچاننا، ان کی مقدار کے پہچاننے کے محتاج نہیں

ہیں فِیْ جَوَازِ الْبَیْعِ بیع کے جائز ہونے میں۔ بیع کے جائز ہونے میں، بھئی یہ نہیں اب کوئی کہہ سکتا یہ بیع ہی نہیں جائز کیونکہ پتہ نہیں تھا پیسے کتنے ہیں، بھئی وہ چیز اشارہ ہو رہا ہے سامنے پڑی ہوئی ہے۔ اشارے کے ذریعے ایک چیز سب سے زیادہ ممتاز ہو جاتی ہے لہٰذا اب یہاں پر کوئی یہ نہ کہے کہ بیع جائز نہیں ہے بلکہ کیا ہے بیع؟ جائز ہے۔ تو روپے ہوں چاہے وہ ثمن ہو جس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے چاہے وہ مبیع ہو جیسے گندم کا ڈھیر تھا اب کتنی گندم ہے کوئی پتہ تھا؟ نہیں۔ بعد میں یہ نہ کہے یہ تو کم نکلی بھئی میں تو سمجھ رہا تھا یہ سو بوری نکلے گی یہ تو ستر بوری نکلی ہے، نہیں بھئی، آپ کے سامنے تھی اشارہ کیا تھا میں نے کب کہا تھا یہ سو بوری ہے؟ میں نے تو کہا تھا یہ گندم آپ کو بیچتا ہوں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟ جی۔

تو کہتے ہیں وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا اور وہ عوض جن کی طرف اشارہ کیا جائے لَا يَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا وہ محتاج نہیں ہیں اپنی مقدار کے پہچاننے کے فِیْ جَوَازِ الْبَیْعِ کس کے اندر بھئی؟ بیع کے جائز ہونے کے اندر۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ کس کے احکام بیان ہو رہے ہیں مولانا؟ ثمن اور مبیع کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ اور یہ جو پہلا حکم بیان ہوا یہ کس کا ہے؟ مبیع کا ہے یا ثمن کا یا دونوں کا ہے؟ یہ دونوں کا حکم بیان ہو رہا ہے جب مشار الیہ ہو گا تو ان کی مقدار کے پہچاننے کی ضرورت نہیں۔

تو ثمن اور مبیع یاد رکھو کئی احکام میں مختلف ہیں۔ ثمن اور مبیع کیا ہیں کئی احکام کے اندر؟ مختلف ہیں۔ مثلاً مولانا ایک حکم یہ بھی سن لیں کہ مبیع دو قسم پر ہے: ایک ہے منقولی، ایک ہے غیر منقولی۔ منقول وہ بھئی جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جا سکے، نقل کیا جا سکے، منتقل کیا جا سکے، اور غیر منقولی جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جا سکے۔ مثلاً کھیت ہے، کھیت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جا سکتا ہے؟ نہیں، یہ غیر منقولی ہے۔ اسی طرح بھئی گھر ہے، گھر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لے جا سکتا ہے کوئی؟ نہیں، یہ بھی غیر منقولی ہے۔ باغ ہے کسی کا یہ بھی غیر منقولی ہے، سمجھ میں آیا؟ کوٹھی وغیرہ ہے یہ بھی کیا ہے؟ غیر منقولی۔ زمین ہے کسی کی یہ بھی کیا ہے؟ غیر منقولی بھئی۔ اور کچھ چیزیں منقولی ہیں، ان کے علاوہ باقی ساری چیزیں کیا ہیں؟ منقول، چاہے گاڑی ہے، چاہے بڑی سے بڑی مشینری ہے، چاہے بڑے سے بڑا جہاز ہے، سب کیا ہیں؟ ایک جگہ سے دوسری جگہ کیا ہوتے ہیں؟ منتقل ہوتے ہیں، منتقل ہوتے ہیں۔

اب یاد رکھو ضابطہ، بڑا قیمتی ضابطہ ہے مولانا، لکھ لیں تو اچھی بات ہے: مبیع منقولی میں قبل القبض تصرف جائز نہیں۔ مبیع منقولی میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں۔ کیا لکھوایا؟ مبیع منقولی میں قَبْلَ الْقَبْضِ، قبضہ نہیں ہوتا بھئی، قَبْلَ الْقَبْضِ، قاف دو نقطوں والا، باء اور ضاد۔ مبیع منقولی میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف، تَصَرُّفٌ صاد کے ساتھ ہے، تصرف جائز نہیں، جبکہ ثمن میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔ جبکہ ثمن میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔

ضابطہ سمجھ میں آیا بھئی؟ لکھ لیا؟ جی۔ پہلا ضابطہ کیا لکھا بھئی؟ مبیع منقولی میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں۔ سب کی زبان مجھے ہلتی ہوئی نظر آئے بھئی، مجھے بھی پتہ ہے آپ سمجھ گئے ہیں لیکن میرا مقصد ہوتا ہے بار بار اس کو دہرائیں، تکرار کریں بھئی تاکہ ذہن میں چیز اچھی طرح بیٹھ جائے۔ تو پہلا ضابطہ کیا ہوا کہ مبیع منقولی میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں، اور جبکہ ثمن میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔ بڑا قیمتی ضابطہ ہر بیع کے اندر یاد رکھنا بھئی ورنہ بیع فاسد بہت سی جگہوں پر بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

مبیع منقولی، کوئی منقولی چیز ہے مولانا یعنی کوئی بھی چیز سوائے جاگیر مکان وغیرہ نکال کر، اس کو جب آدمی اس کی بیع کر لے تو جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے، اس کے قبضے میں نہ آ جائے اس وقت تک آگے اس کے اندر کوئی اس کو بیچنا وغیرہ یا تصرف کرنا جائز نہیں۔ دیکھو مثال سے بات واضح ہو گی۔ میں نے آپ سے ایک کتاب خریدی، میں نے آپ سے کہا یہ جو آپ کی کتاب ہے میں نے آپ سے سو روپے میں خرید لی، آپ نے کہا بھئی میں نے آپ کو یہ کتاب سو روپے میں بیچ دی۔ ایجاب و قبول ہو گیا، ابھی میں نے آپ سے کتاب لی ہے؟ نہیں۔ ابھی سو روپیہ آپ نے مجھ سے لیا ہے؟ نہیں۔ تو ابھی نہ میں نے کتاب لی ہے نہ آپ نے مجھ سے سو روپے لیے ہیں، تو دونوں چیزیں قَبْلَ الْقَبْضِ ہیں، ابھی دونوں میں سے کسی پر بھی قبضہ نہیں ہوا۔ تو ایک ہے مبیع ایک ہے ثمن۔ مبیع کیا چیز ہے؟ کتاب، اور ثمن کیا چیز ہیں؟ سو روپے۔ تو یاد رکھیے مبیع کے اندر قبضے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں۔

بھئی میں نے جب کتاب بیچ ہو گئی ایجاب بھی ہو گیا قبول بھی ہو گیا، مالک کون ہے کتاب کا اب؟ کون مالک بن چکا؟ مشتری کتاب کا مالک بن چکا بھئی، صرف قبضہ بائع کا ہے اب لیکن مالک دراصل کون ہے اب؟ مشتری ہے۔ اب مشتری کیا کرتا ہے اس کتاب کے اندر تصرف کرتا ہے، بائع کو کہتا ہے بھئی آپ نے وہ مجھے کتاب دینی تھی یوں کریں اس کتاب کے بدلے مجھے قلم دے دیں۔ کیا دے دیں؟ قلم، کتاب کے بدلے مجھے قلم دے دیں۔ تو یہ کس کے اندر تصرف کر رہا ہے؟ مبیع میں، اور قَبْلَ الْقَبْضِ ہے یا قبضے کے بعد کر رہا ہے تصرف؟ قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف کرنا چاہتا ہے اور مبیع میں قبضے سے پہلے کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں، سمجھ میں آیا؟ شرعاً ناجائز ہے یہ مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لہٰذا اگر میں اس سے قلم لینا چاہتا ہوں اس کے بدلے تو پہلے اس سے کتاب وصول کروں

گا، کتاب میرے قبضے میں آگئی اب میں اس کو کہوں گا لو بھئی اس کتاب کے بدلے مجھے کیا کرو؟ قلم دے دو۔ تو مبیع کے اندر قبضے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں۔

مثلاً پھر دیکھو کتاب ابھی اس کے پاس تھی مولانا، ابھی میں نے کتاب وصول نہیں کی، میں نے اپنے ایک اور ساتھی کو کہا بھئی میں آپ کو وہ کتاب تحفے کے طور پر دیتا ہوں۔ کیا کرتا ہوں؟ تحفے کے طور پر آپ کو دیتا ہوں۔ نہیں مولانا یہ درست نہیں ہے کیونکہ میں کیا کر رہا ہوں؟ قَبْلَ الْقَبْضِ مبیع میں تصرف کر رہا ہوں، قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف کرنا میرے لیے جائز نہیں۔ صورت سمجھ میں آئی؟ یا مولانا کتاب ابھی اس کے پاس ہے کتاب اس نے مجھے نہیں دی، میں آپ سے بات کر لیتا ہوں بھئی میرے پاس ایک کتاب ہے فلاں قسم کی اگر آپ خریدنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو ایک سو بیس روپے میں دے دیتا ہوں۔ اب میں کتاب کو آگے بیچ رہا ہوں بھئی کتاب کا مالک تو میں ہوں میں بیچ سکتا ہوں، لیکن اس وقت جو کیفیت ہے کتاب میرے قبضے میں آئی ہے؟ نہیں۔ اور قبضے سے پہلے ہی میں اس کی آگے بیع کرنا چاہ رہا ہوں، یاد رکھو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ یہ مبیع میں تصرف ہے قَبْلَ الْقَبْضِ، اور مبیع میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں ثمن میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔ میں نے کتنے پیسے آپ کے دینے تھے؟ سو روپیہ دینا تھا، بیع ہو چکی ہے آپ مجھے کہتے ہیں بھئی وہ آپ نے میرے سو روپے دینے ہیں یوں کریں اس سو روپے کے بدلے مجھے قلم دے دیں۔ یہ آپ کر سکتے ہیں، یہ آپ کے لیے جائز ہے کیونکہ آپ کس چیز کے اندر تصرف کر رہے ہیں؟ ثمن کے اندر تصرف کر رہے ہیں اور ثمن میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔ ابھی آپ نے وہ سو وصول کیے نہیں اسی کے اندر خود تبدیلی کر رہے ہیں اور اس کے عوض میں کیا لے رہے ہیں؟ قلم، تو یہ جائز ہے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا؟ مبیع منقولی کے اندر قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں اور ثمن کے اندر قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔

یہ تو ضابطہ نمبر ایک تھا۔ ایک اور ضابطہ بھی لکھ لیجئے بھئی، ایک اور فرق بھی مبیع اور ثمن میں: مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع ہی فسخ ہو جاتی ہے۔ مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع ہی فسخ ہو جاتی ہے، جبکہ ثمن ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ نہیں ہوتی۔ جبکہ ثمن ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ نہیں ہوتی بلکہ ثمن ذمہ میں باقی رہیں گے۔ بلکہ ثمن ذمہ میں باقی رہیں گے چاہے مشار الیہ ثمن ہی ہلاک ہو جائیں۔ چاہے مشار الیہ ثمن ہی ہلاک ہو جائیں۔

ضابطہ سمجھ میں آیا بھئی؟ لکھ لیا؟ جی۔ دوسرا ضابطہ کیا ذکر ہوا کہ مبیع اگر ہلاک ہو جائے تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فسخ ہو جاتی ہے، لیکن اگر ثمن ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ نہیں ہوتی بلکہ ثمن اس مشتری کے ذمہ میں باقی رہتے ہیں چاہے مشار الیہ ثمن ہی کیوں نہ ہلاک ہو جائے۔ صورت وہی بناؤ، میں نے آپ سے کتاب خریدی ایجاب و قبول ہو گیا، کتاب ابھی آپ کے پاس ہے اور ثمن ابھی میرے پاس ہیں بھئی مشتری کے پاس۔ کتاب ابھی آپ نے مجھے دی نہیں کہ اچانک فرض کرو کتاب آپ کے ہاتھ سے چھوٹی آگ میں گری جل گئی بھئی۔ بس مولانا بیع ہی کیا ہو گئی؟ فسخ ہو گئی کیونکہ مبیع ہی نہ رہا، مبیع ہلاک ہو گیا۔ بیع کی ہی کس چیز کی تھی میں نے؟ کتاب کی، اور اب اس کتاب کا وجود رہا؟ نہیں۔ تو مبیع ہلاک ہوا تو بیع بھی کیا ہو گئی؟ فسخ ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جی۔

لیکن اگر ثمن ہلاک ہو جائیں تو بیع فسخ نہیں۔ میں نے بھئی اس کو دینے کے لیے جیب سے سو روپیہ نکالا، ابھی میں نے اس کو دیا نہیں اچانک ایک آدمی نے کیا کیا؟ ہاتھ مارا چھینے اور اٹھا کر فوراً دریا میں پھینک دیے، یا میرے ہاتھ سے ہی گرے وہ نوٹ ہاتھ سے چھوٹا ہوا سے ایک دم آگ میں گرا اور جل گیا۔ ثمن کیا ہوئے مولانا؟ ہلاک ہوئے لیکن کیا بیع فسخ ہو گی؟ نہیں مولانا۔ اس نوٹ کے لیے بیع ہوئی تھی؟ یہ نوٹ تو میرے ذمے تھا اتنے پیسے دینا میرے ذمے تھے چاہے میں یہی نوٹ دوں اب چاہے دوسرا، یہ تو ختم ہو گیا اب میرے ذمے سو روپیہ ہے میں کہیں اور سے لا کر اس کو دوں گا۔ چاہے مشار الیہ ثمن ہی کیوں نہ ہلاک ہو جائے بھئی۔ سو کا نوٹ میں نے یہاں رکھا تھا اور بیع یوں کی تھی بھئی ان پیسوں کے بدلے یہ کتاب میں نے آپ سے خرید لی، انہوں نے کہا بھئی ان پیسوں کے بدلے یہ کتاب میں نے آپ کو بیچ دی۔ اچھا تو اب دیکھیے ثمن مشار الیہ ہے میں نے اس کی طرف باقاعدہ اشارہ کیا ہے، لیکن یاد رکھو ثمن تعیین سے متعین نہیں ہوتے۔ اب یہ نوٹ بھی چاہے جل جائے کوئی حرج نہیں مولانا، بیع پھر بھی فسخ نہیں ہو گی بلکہ میرے ذمہ کیا ہو گا؟ سو روپیہ میں لا کر دوں۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ تو مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فسخ، کیونکہ بیع ہوئی ہی اسی چیز کے لیے تھی وہ چیز ہی نہ رہی تو بیع کس چیز پر ہو؟ اور ثمن ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ نہیں بلکہ وہ اس کے ذمہ میں رہیں گے چاہے مشار الیہ ثمن ہی کیوں نہ ہلاک ہو جائے۔

چلیے مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۱: کتاب البیوع (۴): ثمنِ حال ومؤجل، مسمیٰ دراہم وفلوس، اور صُبرہ (ڈھیر) کی بیع کا آغاز

مختصر القدوری صفحہ: ۶۵—بتاریخ: ۲۴ نومبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُوْمًا وَمَنْ أَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلٰى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ فَإِنْ كَانَتِ النُّقُوْدُ مُخْتَلِفَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ إِلَّا أَنْ يُّبَيِّنَ أَحَدَهَا۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

جی، بیع کے مسائل چل رہے تھے بھئی۔ گزشتہ سبق میں میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ اب صاحب کتاب آپ کو مبیع اور ثمن کے بارے میں کچھ احکام بتلائیں گے۔ اور پھر ان میں سے ثمن کے حال پہلے بتلائیں گے، ثمن کے احوال، اور مبیع کے احوال بعد میں بتلائیں گے۔ مبیع کے احوال بعد میں بتلائیں گے۔ تو سب سے پہلے جو حکم بتلایا تھا وہ عام تھا بھئی: وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا اور وہ عوض جن کی طرف کیا کیا گیا ہو؟ اشارہ کیا گیا ہو، سامنے ایک چیز پڑی ہے وہاں پر مقدار کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس، بغیر مقدار کے اگر کہتا ہے یہ پورا ڈھیر میں نے آپ کو گندم کا ایک ہزار روپے میں بیچا اور بیع ہوئی تو یہ بیع کیا ہے؟ صحیح ہے۔ مقدار کا جاننا ضروری نہیں ہے کیونکہ چیز سامنے پڑی ہوئی ہے مولانا۔

اور ثمن کے اندر بھئی، ثمن کے اندر پھر ضابطہ بتلایا بھئی کہ اگر ثمن سامنے پڑے ہیں بھئی اس کا تو حکم گزر گیا، مبیع اور ثمن دونوں میں سے کوئی بھی چیز سامنے پڑی ہو تو اس کی مقدار ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر ثمن مطلق ہوں مولانا تو پھر اس صورت میں اس کی مقدار اور صفت کا معلوم ہونا ضروری ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالْأَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ لَا تَصِحُّ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ مَعْرُوْفَةَ الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ۔ اور مطلق ثمن جو ہیں اس کے ساتھ بیع صحیح نہیں مولانا۔ مطلق جو ثمن ہے اس کے ساتھ بیع صحیح نہیں ہے۔ مطلق ثمن کیا معنی بھئی؟ یعنی اس کی صفت ذکر نہ کرے یا اس کی مقدار ذکر نہ کرے بھئی۔ مقدار ذکر نہ کرے بھئی۔ بھئی کوئی آپ چیز لینا چاہتے ہیں تو ثمن کی صفت بھی ذکر ہونی چاہیے یعنی میں کس کے ذریعے، روپوں کے ذریعے یہ لے رہا ہوں چیز روپے میں، یا ڈالر میں لے رہا ہوں، یا ریال میں لے رہا ہوں، یا دینار میں، کس چیز کے ساتھ وہ ذکر کرنا ضروری بھئی۔ یہ چیز میں نے آپ سے سو میں خریدلی، بھئی سو کیا چیز ہے؟ روپے ہیں، ریال ہیں یا دینار ہیں بھئی؟ تو لہٰذا یہ ذکر کرنا ضروری کہ روپے ہیں بھئی، صفت ذکر کرنا ضروری۔ اور مقدار کا ذکر کرنا بھی ضروری، کتنے ہیں بھئی؟ سو

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۷۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُوْمًا وَمَنْ أَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلٰى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ فَإِنْ كَانَتِ النُّقُوْدُ مُخْتَلِفَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوما ومن أطلق الثمن في البيع كان على غالب نقد البلد فإن كانت النقود مختلفة فالبيع فاسد إلا» منقول ہے۔

ہیں، صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں وَالْأَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ لَا تَصِحُّ اور مطلق ثمن جو ہیں صحیح نہیں ہیں إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ مَعْرُوْفَةَ الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ مگر یہ کہ وہ معروف القدر اور معروف الصفت ہوں، یعنی ان کی مقدار بھی معلوم ہو اور ان کی صفت بھی معلوم ہو۔[۲]

وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ اور جائز ہے بیع ثمن حالی کے ساتھ بھی یعنی نقد کے ساتھ بھی۔ آپ سے میں ایک کتاب خرید تا ہوں اور نقد پیسے آپ کو دیتا ہوں مولانا، یہ بیع بھی صحیح۔ وَمُؤَجَّلٍ، مُؤَجَّلٌ أَجَلٌ سے ہے جس کے اندر کوئی مدت مقرر کی گئی ہو مولانا، سمجھ میں آیا؟ یعنی جس کو ہم ادھار کہتے ہیں بھئی ادھار۔ اور ادھار ثمن کے ساتھ بھی بیع کرنا جائز ہے۔ میں نے آپ سے کیا کیا؟ آپ سے کتاب خریدی، یہ کتاب میں نے آپ سے سو روپے میں خریدی ایک ماہ بعد میں اس کے پیسے دوں گا، آپ نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کو سو روپے میں بیچ دی بھئی۔ تو اب مولانا یہ میں نے نقد خریدی ہے یا ادھار خریدی ہے؟ ادھار خریدی ہے تو یہ بیع بھی جائز ہے، جائز ہے۔

تو یہی بات کہہ رہے ہیں وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ اور جائز ہے بیع نقد ثمن کے بدلے میں بھی وَمُؤَجَّلٍ اور ادھار ثمن کے بدلے بھی إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُوْمًا جبکہ مدت معلوم ہو۔ یہ شرط بڑی ضروری ہے مولانا، عام طور پر بیوع ہوتی ہیں ادھار چیز لی جاتی ہے لیکن مدت مقرر نہیں کی جاتی بھئی، مدت کا مقرر کرنا ضروری ہے۔ ادھار کوئی چیز لی جائے تو کیا کرنا ضروری ہے بھئی؟ مدت۔ آپ نے اپنے ساتھی سے کوئی چیز خریدی اور آپ نے کہا بھئی پیسے کیا کروں گا؟ ایک ماہ، مدت مقرر ہونی چاہیے، پیسے میں دس دن بعد دوں گا، پندرہ دن بعد دوں گا، مہینے بعد دوں گا، دو ماہ بعد دوں گا یا تین ماہ کے بعد دوں گا، مدت مقرر ہونا ضروری ہے۔ اگر مدت مقرر نہ کی تو یہ بیع فاسد ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

مثلاً میں نے آپ سے کتاب خریدی اور آپ نے مجھے کہا بھئی کہ یہ کتاب میں آپ کو بیچتا ہوں کتنے میں؟ سو روپے میں بیچتا ہوں پیسے آپ بعد میں کسی وقت دے دیجئے گا۔ میں نے کہا میں نے سو روپے میں یہ کتاب خرید لی ٹھیک ہے۔ کیا حکم لگائیں گے بیع کے اوپر بھئی؟ بیع فاسد ہو گئی، مدت مقرر کی؟ نہیں، بس صرف یہ کہا بعد میں دے دوں گا بھئی، یہ درست نہیں ہے۔ تو بیع کے اندر یہ کہہ دینا بھئی بعد میں پیسے دے دوں گا، یا دوسرا کہتا ہے بھئی جب آپ کے پاس پیسے ہو جائیں تو دے دینا آپ مجھے، میرا آپ پر اعتبار ہے آپ مجھے جب پیسے ہو جائیں دے دینا، یا کہتا ہے بھئی یہ میرا مال پڑا ہوا ہے یہ جب بک جائے گا تو میں کیا کر دوں گا آپ کے پیسے دے دوں گا، نہیں بھئی یہ چیز درست نہیں ہے بھئی، اس سے تو جھگڑا آئے گا بھئی بعد میں۔ ایک چاہے گا، مشتری چاہے گا میں سال بعد جا کے پیسے ادا کروں اور بائع کیا چاہے گا؟ مجھے دس دن بعد ہی پیسے مل جائیں، تو جھگڑا آئے گا بھئی۔ اور آپ نے ضابطہ پڑھا ہے کہ ہر وہ بیع جو کہاں تک لے جانے والی ہے؟ جھگڑے تک لے جائے وہ بیع فاسد ہے۔ تو لہٰذا ادھار بیچنا صحیح ہے لیکن اس کے اندر اہم ترین چیز جس کا آپ نے خیال رکھنا ہے وہ کیا؟ مدت مقرر ہونی چاہیے۔

ہاں مدت مقرر کر لی اب بیع صحیح ہو گئی۔ اب مدت کا وہ وقت آگیا آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں ادا کرنے کے لیے، آپ کو وہ تھوڑی مدت اور دے دیتا ہے تو ٹھیک ہے مولانا۔ اب جتنی مزید مدت آپ کو دیتا رہے بھئی بیع کیا ہو گئی تھی؟ ٹھیک ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ تو وہ صورت ہے جب بیع کے اندر ہی شرط لگا دی تھی کہ پیسے میں کیا کروں گا؟ بعد میں دوں گا، بھئی بعد میں کیا ہوتا ہے؟ یوں کہو مہینے بعد دوں گا یا دو مہینے بعد، یہ بیع کے اندر شرط۔ ایک ہے بیع ہو جائے، آپ نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کو سو روپے میں بیچی، میں نے کہا میں نے یہ کتاب آپ سے سو روپے میں خرید لی، اب کوئی ادھار کی بات ہوئی؟ نہیں۔ جب ادھار کی بات نہیں ہوئی تو مدت مقرر کرنا ضروری ہوا؟ نہیں۔ تو بیع صحیح ہو گئی یا صحیح نہیں ہوئی؟ بیع صحیح ہو گئی۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں بھئی پیسے یوں کرنا میں آپ کو کچھ عرصے کے بعد دے دوں گا، یا آپ مجھے کہہ دیتے ہیں بھئی میں کہتا ہوں ابھی پیسے نہیں ہیں آپ کہتے ہیں جب مرضی آپ کیا کرنا پیسے دے دینا، اب کیا حکم لگائیں گے؟ اوہو! ایک دفعہ بیع صحیح ہو چکی دوبارہ اب فاسد نہیں ہو گی۔ سمجھ میں آیا؟ بیع ہونے کے بعد اب آگے بات چیت چل رہی ہے آپ راضی ہیں بھئی پیسے بعد میں دے دینا کوئی مدت بھی مقرر نہیں ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ بیع کیا ہو چکی تھی؟ صحیح ہو چکی۔ وہ پہلی صورت الگ تھی کہ شروع سے ہی بات کس چیز کی چل رہی ہے؟ ادھار کی چل رہی ہے کہ بیع ہم کون سی کرنے والے ہیں؟ ادھار بیع کرنے والے ہیں اور اس میں پھر مدت مقرر نہیں کی تو پھر کیا ہو جائے گی؟ فاسد۔ تو یہ جو بیع ہوئی تھی یہ تو ادھار بیع نہیں ہوئی یہ تو بیع کیا ہوئی تھی؟ نقد ہوئی تھی۔ اگر بائع مجھے مدت نہ دیتا تو مجھے ابھی ادائیگی کرنی پڑے گی مولانا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو یہ بیع ہونے کے بعد اب وہ اپنی مرضی سے کیا کر رہا ہے مجھے وقت دے رہا ہے، بیع صحیح ہو چکی ہے، اس کا حق ہے بھئی پیسے ابھی وصول کر لے اس کا حق ہے کہ مجھے کیا کرے؟ مدت دے دے کچھ۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔ تو بیع کے اندر جب مدت کی بات

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۷۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْأَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ لَا تَصِحُّ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والأثمان المطلقة لا تصح إلا» منقول ہے۔

چل رہی ہے تو تعیین ضروری، لیکن بیع کے اندر نہیں مدت کا ذکر، بیع ہے نقد، بعد میں وہ مدت دے دیتا ہے تو پھر تعیین ضروری نہیں۔

اسی طرح یاد رکھو آپ کوئی چیز خریدتے ہیں بیچتے ہیں، دکاندار کے پاس کوئی چیز لینے گئے، دکاندار بھئی کہتے ہیں بھئی نقد لینی ہے تو یہ چیز سو روپے کی ہے، ادھار لینی ہے مہینے بعد پیسے دوگے تو یہ چیز ایک سو بیس کی ملے گی آپ کو۔ ایسا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا بھئی؟ ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے بھئی، جو چیز نقد لیں گے وہ اس کو فوری چونکہ پیسے مل جائیں گے اس لیے وہ کچھ سستی دے گا اور دوسرے میں اس کو انتظار کرنا پڑے گا تو وہ کیا کرے گا؟ مہنگی۔ یہ جائز ہے مولانا، نقد سستی دینا اور ادھار مہنگی دینا، یہ بیع صحیح۔ لیکن بیع کرتے وقت تعیین ہونی چاہیے کہ اس وقت یہ جو ہم بیع کر رہے ہیں یہ نقد ہے یا ادھار، سمجھ میں آیا؟ چیز اس طرح دینا صحیح نہیں ہے کہ اگر نقد دے دوگے تو کتنے؟ نقد ہے تو میں کتنے میں بیچتا ہوں؟ سو میں اور اگر ادھار ہے تو کتنے میں؟ ایک سو بیس میں، تو کوئی ایک تعیین ہوئی؟ نہیں بھئی پہلے سے تعیین ضروری بیع کون سی ہونے والی ہے؟ نقد ہونے لگی ہے نقد پیسے دوگے چلو بھئی میں نے آپ کو سو روپے میں بیچی، اس نے کہا میں نے آپ سے سو روپے میں خرید لی۔ یا پہلے تعیین یہ ادھار میں خرید لیتا ہوں ٹھیک ہے مہینے بعد پیسے دے دوں گا، لو بھئی میں نے آپ کو ایک سو بیس میں بیچی، اس نے کہا میں نے آپ سے ایک سو بیس میں خرید لی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جب مدت مقرر ہو جائے تو اب بیچنے والا پیسوں کا مطالبہ مدت سے پہلے نہیں کر سکتا۔ ایک مہینے کی مدت مقرر ہوئی ہے تو ایک مہینے سے پہلے مطالبہ نہیں کر سکتا۔

تو یہ معنی ہے وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَمُؤَجَّلٍ اور جائز ہے بیع نقد ثمن کے بدلے میں بھی وَمُؤَجَّلٍ اور ادھار ثمن کے بدلے بھی إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُوْمًا جبکہ مدت کیا ہو؟ معلوم ہو۔ اور یاد رکھیے مولانا یہ مدت مقرر کرنا یہ صرف ثمن کے اندر ہے، مبیع کے اندر مدت مقرر کرنا صحیح نہیں ہے بھئی۔ آپ نے اپنے ساتھی کو مولانا سائیکل بیچ دی بھئی، یہ سائیکل آپ کو میں نے آٹھ سو روپے میں بیچی، اس نے کہا میں نے یہ سائیکل آپ سے آٹھ سو روپے میں خرید لی، لیکن آپ نے کیا شرط لگا دی بھئی؟ ایک مہینے بعد دوں گا یہ سائیکل، ایک مہینہ میں اس پر ٹیوشنیں پڑھاؤں گا۔ نہیں بھئی یہ درست نہیں بھئی، وہ مالک ہو چکا آپ کون ہیں اس کی سائیکل ایک مہینے تک استعمال کرنے والے؟ فوراً حوالے کریں۔ تو مبیع کے اندر مدت مقرر کرنا، مبیع معین کے اندر۔

ہاں بعض اوقات مبیع کے اندر بھی مدت آتی ہے لیکن وہ غیر متعین کے اندر آتی ہے، سمجھ میں آیا؟ سائیکل جو آپ نے بیچی متعین تھی یا غیر متعین؟ متعین تھی۔ لیکن کبھی کبھار مبیع میں مدت آتی ہے آگے آئے گا بَيْعُ السَّلَمِ کہتے ہیں، مثلاً آپ دکاندار کے پاس جاتے ہیں اور اس کو کیا کہا؟ آرڈر دے دیا بھئی مجھے اتنے من گندم چاہیے یہ لو بھئی پیسے لے لو، سمجھ میں آیا؟ سیزن کے اندر فلاں مہینے کے اندر فلاں تاریخ کو کیا چاہیے مجھے؟ اتنے من گندم چاہیے، پیسے ابھی دے دیے اور مبیع کب ملے گا آپ کو؟ چھ ماہ کے بعد مثلاً ملے گا، تو بھئی یہ بیع صحیح ہے۔ لیکن کیا وہ گندم متعین ہے؟ جی؟ نہیں، کوئی متعین گندم ہے کہیں پڑی ہوئی ہے جو وہ دے گا آپ کو؟ نہیں بھئی خاص قسم بس آپ نے بتلا دی فلاں قسم کی گندم ہو اور اتنے من، اب وہ کہیں سے بھی وہ گندم لے آئے گا اور آپ کے حوالے کر دے گا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو اس میں مبیع متعین نہیں تھا، لیکن جب مبیع متعین ہو تو وہاں پر مدت کا متعین کرنا صحیح نہیں ہے بھئی، جیسے یہاں پر تھا سائیکل متعین تھی، کتاب متعین تھی یا کوئی اور چیز موبائل وغیرہ بیچ رہے ہیں وہ متعین تھا اب آپ اس کو کہتے ہیں بھئی کب دوں گا؟ ایک مہینے بعد دوں گا یا دس دن بعد دوں گا یا ہفتے بعد دوں گا، نہیں بھئی مبیع معین کے اندر مدت کا مقرر کرنا جائز نہیں بھئی۔

وَمَنْ أَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلٰى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ۔ اور جس نے مطلق چھوڑا ثمن کو۔ صورت مسئلہ یہ ہے، صورت مسئلہ سمجھو بھئی۔ ایک شہر ہے ایک بستی ہے جو پاکستان اور ہندوستان کی سرحد پر ہے۔ وہاں پر پاکستانی روپے بھی چلتے ہیں اور ہندوستانی روپے بھی چلتے ہیں، فرض کرو ایک ایسی بستی ہے یا کوئی بھی ایسی جگہ ہے جہاں کئی کرنسیاں چلتی ہیں۔ تو ایک بستی ہے وہاں پاکستانی روپے بھی چلتے ہیں اور ہندوستانی روپے بھی چلتے ہیں۔ اب ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی کہ یہ چیز میں نے آپ سے سو روپے میں خریدی، اس نے کہا یہ میں نے چیز آپ کو سو روپے میں فروخت کر دی بھئی۔ اب یہ ذکر نہیں کیا کون سے روپے ہیں، روپے تو پاکستانی بھی ہیں روپے تو ہندوستانی بھی ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی اس صورت کے اندر جو شہر میں غالب نقدی چلتی ہے، اب تو دیکھو بھئی جھگڑے کی صورت آگئی دیکھا جائے تو۔ ہندوستانی روپیہ ہے مہنگا، مثلاً پاکستانی ڈیڑھ سو دو تو ہندوستانی سو ملتے ہیں، صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو ہندوستانی روپیہ مہنگا ہے پاکستانی روپیہ سستا اس کے مقابلے میں۔ تو اس صورت میں اب تعین نہیں کی اس نے اور بیع کتنے روپے میں ہوئی ہے؟ سو روپے میں۔ بائع کیا چاہے گا مجھے کون سے روپے ملنے چاہئیں؟ ہندوستانی ملنے چاہئیں، اور مشتری کیا چاہے گا میں کون سے دے دوں؟ پاکستانی دوں وہ سستے پڑ رہے ہیں مجھے بھئی۔ تو جھگڑا آیا مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو یہ جھگڑے والی صورت ہے۔

لیکن اگر کوئی ترجیح دینے والی چیز ہو تو پھر فیصلہ ہو جائے گا۔ مثلاً شہر کے اندر بھئی اکثر بھئی نوے فیصد پچانوے فیصد پاکستانی روپے چلتے ہیں، تھوڑے بہت

ہندوستانی بھی چل جاتے ہیں لیکن بڑے قلیل ہیں۔ تو جب غالب نقدی جو ہے پھر اگر کسی نے مطلق ثمن چھوڑ دیے اس کی صفت ذکر نہیں کی کہ پاکستانی روپے ہیں یا ہندوستانی، تو کون سی نقدی مراد لی جائے گی؟ غالب نقدی، اس شہر میں جو زیادہ چلنے والی ہے زیادہ رائج ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا بھئی۔ کیونکہ شہر کے اندر پچانوے فیصد جو معاملات ہوتے ہیں پاکستانی روپے سے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا یہ بھی اس نے معاملہ کس روپے میں کیا ہو گا؟ پاکستانی میں، اگر ہندوستانی میں کیا ہوتا تو پہلے سے کیا کرتا اس کو؟ بیان کر دیتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اور اگر یہ تو وہ صورت تھی کہ ایک کرنسی زائد چلتی ہے، اور اگر کوئی بھی زائد نہیں چلتی برابر چلتی ہیں، ہندوستانی بھی اسی طرح کثرت سے استعمال ہوتا ہے پاکستانی بھی اسی طرح کثرت سے دونوں استعمال ہوتے ہیں عام بھئی، بالکل عام دونوں استعمال ہوتے ہیں کثرت کے ساتھ۔ تو اب مولانا اب جھگڑے کا فیصلہ کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، کوئی چیز ایسی نہیں جو ترجیح جس کے ذریعے ہم دے سکیں کون سی کرنسی مراد ہے۔ تو اب مولانا جھگڑا آگیا اور جس بیع کے اندر جھگڑا آئے وہ کیا ہو جاتی ہے؟ فاسد۔ دیکھو اب بائع چاہے گا مجھے تو ہندوستانی ہی ملیں اور مشتری کیا چاہے گا میں کون سے دوں؟ پاکستانی ہی دوں بھئی، تو جھگڑا آئے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ وہ صورت تھی جب پیسوں کی مالیت مختلف ہو، ہندوستانی روپے کی مالیت زیادہ اور پاکستانی روپے کی مالیت کم تھی۔ اور اگر دونوں کی فرض کرو برابر ہو، سو پاکستانی دو تو سو ہی ہندوستانی ملتے ہیں، اب کوئی حرج نہیں ہے مولانا۔ اب چاہے کسی کا رواج کم ہو کسی کا رواج زیادہ اس سے کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ مالیت برابر ہے، جب مالیت برابر ہے تو مشتری چاہے پاکستانی روپے دے دے چاہے ہندوستانی دے دے دونوں چلتے ہیں بھئی وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

وَمَنْ أَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ اور جس نے مطلق چھوڑ دیا ثمن کو بیع کے اندر كَانَ عَلَى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ تو وہ شہر کی غالب نقدی پر محمول ہو گا۔ فَإِنْ كَانَتِ النُّقُوْدُ مُخْتَلِفَةً اور اگر نقدیاں مختلف تھیں، نقدیاں کیا تھیں؟ مختلف، یعنی ان کی مالیت مختلف تھی، فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد۔ یہ کون سی صورت ہے؟ جبکہ ان کا رواج کیا ہو؟ برابر ہو۔ رواج برابر ہے جتنی کثرت سے پاکستانی چلتی ہے اتنی کثرت سے ہندوستانی اور مالیت دونوں کی مختلف ہے بھئی۔ إِنْ كَانَتِ النُّقُوْدُ مُخْتَلِفَةً اگر نقود کیا ہوں؟ مختلف۔ اس مختلف سے کیا مراد ہے؟ مالیت۔ کیا مراد ہے؟ مالیت مراد ہے، اگر ان کی مالیت مختلف ہے اور دونوں میں سے کسی کا بھی رواج ایک دوسرے سے زیادہ نہیں تو اس صورت میں بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔ صورتیں بھی سمجھ میں آ رہی ہیں یا ویسے ہی ہم چل رہے ہیں بھئی؟

تو کہتے ہیں فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ تو پس بیع فاسد ہے إِلَّا أَنْ يُّبَيِّنَ أَحَدُهَا مگر یہ کہ ان میں سے کسی ایک کو بیان کر دیا جائے بھئی، بیع کرتے ہوئے کیا کر دیا جائے؟ ایک کو بیان کر دیا جائے پھر بیع صحیح ہو جائے گی، پھر تو جھگڑا نہیں بھئی۔

وَيَجُوْزُ بَيْعُ الطَّعَامِ وَالْحُبُوْبِ كُلِّهَا مُكَايَلَةً وَّمُجَازَفَةً وَّبِإِنَاءٍ بِعَيْنِهٖ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ أَوْ بِوَزْنِ حَجَرٍ بِعَيْنِهٖ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ۔ اور جائز ہے بَيْعُ الطَّعَامِ غلے کی بھئی بیع بھئی۔ طَعَامٌ بھئی عرف کے اندر بھئی اہل عرب کے عرف میں اس کا اطلاق گندم پر ہوتا ہے۔ کس پر؟ گندم پر، طَعَامٌ کا لفظ آئے گا اور اس سے کیا مراد ہو گی؟ گندم بھئی۔ وَيَجُوْزُ بَيْعُ الطَّعَامِ اور جائز ہے غلے کی بیع وَالْحُبُوْبِ كُلِّهَا اور سارے دانوں کی بھئی۔ دانے بھئی یہ دالیں ہیں مولانا یہ ساری دالیں وغیرہ جو مختلف قسم کی ہیں، چاول ہیں، یہ سارے اس میں آگئے۔ تو جائز ہے گندم کی بیع وَالْحُبُوْبِ كُلِّهَا اور سارے دانوں کی بیع مُكَايَلَةً کیل کے ساتھ بھی بھئی وَمُجَازَفَةً اور اندازے سے بھی بھئی۔

کیل جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ بھئی دیکھو آپ چیزیں خریدتے ہیں بھئی، چیزیں خریدتے ہیں بعض چیزیں وزن کر کے خریدتے ہیں بعض چیزیں ماپ کر خریدی جاتی ہیں۔ مثلاً آپ چینی لینے جاتے ہیں بھئی دکاندار کیا کرتا ہے؟ تول کر، وزن کر کے آپ کو ایک کلو دو کلو تین کلو جتنی ضرورت ہے دے دیتا ہے۔ بعض چیزیں وزن نہیں کی جاتیں بھئی ان کو کیا کیا جاتا ہے؟ ماپا جاتا ہے۔ آپ دودھ لینے جاتے ہیں مولانا دودھ والا کیا کرتا ہے؟ وزن کر کے دیتا ہے یا وہ ایک برتن کو بھر کر ماپ کر دیتا ہے بھئی؟ ماپ کر بھئی، سمجھ میں آیا؟ وہ برتن بنا ہو گا ایک لیٹر والا اور جتنے لیٹر آپ کو چاہیے اتنے برتن بھر کے آپ کو دے دے گا بھئی، وزن کبھی بھی نہیں کرے گا۔ تو اس کو کہتے ہیں کیل بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ کیل کہتے ہیں، ماپنا، ماپنا۔

صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ کچھ چیزوں کو کیسے بیچا جاتا ہے؟ وزن کر کے، اور کچھ چیزوں کو؟ ماپ کر بھئی۔ اچھا اور یہ جو گندم وغیرہ ہے ان کے لیے بھی بھئی، ان کو آج کل تو تولتے ہیں دیہات وغیرہ میں اب بھی استعمال ہے، ان کا بھی ایک پیمانہ ہوتا ہے خاص، ایک خاص برتن ہوتا ہے بڑا سا ذرا بھئی اور اس کو بھر بھر کر فی پیمانے کے حساب سے قیمت لگا کر بیچا جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کو بھی بیچا۔ اسی طرح قدیم زمانے کے اندر یہ دالیں وغیرہ ساری اسی طرح بکتی ہوں گی بھئی، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہا ہے گندم کی بیع وَالْحُبُوْبِ، حُبُوْبٌ حَبٌّ کی جمع ہے دانے کو کہتے ہیں، اور سارے دانوں کی بیع مُكَايَلَةً

کیل کر کے بھی بیچنا ان کی بیع ان کی صحیح ہے وَمُجَازَفَةً اور اندازے کے ساتھ بھی۔

بھئی دیکھو آپ کے پاس گندم پڑی ہوئی ہے کافی ساری، ایک آدمی خریدنے آیا بھئی اس نے کہا بھئی مجھے پانچ، وہ پیمانہ مثلاً قفیف کہلاتا ہے۔ گندم کا پیمانہ کیا کہلاتا ہے؟ قَفِيْزٌ کہلاتا ہے، آگے آجائے گا اس کا ذکر وغیرہ بھئی بار بار آئے گا۔ اس نے آکر آپ سے کہا بھئی مجھے پانچ قفیف گندم دے دو، آپ فوراً وہ پیمانہ اٹھائیں گے اور اس کو پانچ مرتبہ بھر بھر کر اس کے برتن میں ڈال دیں گے۔ تو دیکھو یہ آپ نے گندم بیچی، دانے بیچے، دال وغیرہ بیچی اور کس طریقے پر بیچی؟ کیل کر کے، کیا کر کے؟ ماپ کر بیچی بھئی۔ اور ایک صورت ہے اندازے کے ساتھ بیچنا بھئی، اندازے کے ساتھ بیچنا۔ گندم کا ڈھیر آپ کے پاس مثلاً مولانا پڑا ہوا ہے بھئی آپ اس کو بیچتے ہیں، تو ایک شخص خریدنے آیا بھئی پانچ قفیف مجھے مثلاً گندم چاہیے۔ آپ کہتے ہیں بھئی یہ جو ڈھیر پڑا ہوا ہے سامنے یہ تقریباً پانچ قفیف ہو گا لگ بھگ۔ کتنا ہو گا؟ پانچ قفیف کے لگ بھگ ہو گا تو یہ ڈھیر آپ کیا کریں یہ میں آپ کو اتنے روپے میں بیچتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو دیکھو اندازے کے ساتھ بیچی، ماپ کر بیچ دی یا اندازے سے ہی بیچ دی بھئی؟ اندازے کے، یہ ساری گندم میں آپ کو بیس روپے میں بیچتا ہوں اس نے کہا میں آپ سے خریدتا ہوں بھئی، تو اندازے سے بیچی، ماپا نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ بھی صحیح ہے بھئی۔

وَيَجُوْزُ بَيْعُ الطَّعَامِ وَالْحُبُوْبِ كُلِّهَا مُكَايَلَةً کیل کر کے بھی صحیح ہے وَمُجَازَفَةً اور اندازے کے ساتھ بھی صحیح ہے وَبِإِنَاءٍ بِعَيْنِهٖ اور کسی معین برتن کے ساتھ بھی، ایسا معین برتن لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ جس کی مقدار معروف نہیں، جس کی مقدار کا پتہ نہیں بھئی۔ بھئی آپ گندم بیچ رہے تھے ایک آدمی آیا بھئی اس نے کہا مجھے بھئی پانچ قفیف گندم چاہیے۔ آپ نے کہا بھئی وہ جو برتن پیمانہ ہوتا ہے وہ تو میرے پاس نہیں ہے اس وقت۔ ہاں یہ بالٹی پڑی ہوئی ہے، یہ بالٹی میں تمہیں فی بالٹی دس روپے کی بھر کر دوں گا بھئی جتنی بالٹیاں چاہئیں۔ اب پتہ نہیں ہے اس بالٹی کے اندر پورا قفیف آتا ہے یا سوا قفیف آتا ہے یا ڈیڑھ آتا ہے یا ایک قفیف سے بھی کچھ کم آتا ہے، لیکن برتن سامنے پڑا ہوا ہے۔ تو کیا اس طرح بیع صحیح ہے یا بیع صحیح نہیں؟ کہتے ہیں اس طرح بھی بیع صحیح ہے۔ جب کیا ہو کسی معین برتن کے ساتھ بیچا جا رہا ہے اگرچہ اس برتن کی مقدار کا پتہ نہیں لیکن وہ سامنے موجود ہے، اسی وقت کیا کرے گا؟ ماپ کر دے دے گا اس کو وہ بھی راضی ہے یہ بھی راضی ہے، کوئی جھگڑے کا امکان ہے؟ نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کوئی جھگڑے کا امکان نہیں، دکاندار نے صاف کہہ دیا بھئی میرے پاس یہ پڑا ہے اگر یہ لیتے ہو تو یہ اتنے میں دے رہا ہوں، تو جھگڑے کا کوئی امکان نہیں۔

یا اسی طرح بھئی آپ چینی لینے گئے بھئی دکاندار سے کہا پانچ کلو چینی دے دو۔ دکاندار نے کہا بھئی اس وقت وہ میرا سیر والا باٹ تو میرے پاس موجود نہیں ہے، ہاں یہ اینٹ پڑی ہوئی ہے بھئی۔ یہ کیا ہے؟ اینٹ۔ یہ اینٹ پڑی ہوئی ہے اس کے برابر چینی میں تمہیں تیس روپے کی دوں گا جتنی چاہیے بھئی۔ آپ نے کہا مجھے قبول ہے بھئی ٹھیک ہے۔ تو اب کوئی جھگڑے کی صورت ہے؟ نہیں بھئی۔ تو لہٰذا کسی ایسے برتن میں ماپ کر دینا جس کی مقدار معروف نہیں یا کسی ایسی اینٹ کے ساتھ وزن کر کے دینا جس کی مقدار کا پتہ نہ ہو جبکہ بائع نے مشتری کو بتلا دیا دونوں راضی ہیں تو یہ بیع صحیح ہو جائے گی بھئی۔ یہ معنی ہے وَبِإِنَاءٍ بِعَيْنِهٖ اور ایسے معین برتن کے ساتھ بھی لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ جس کی مقدار معلوم نہ ہو أَوْ بِوَزْنِ حَجَرٍ بِعَيْنِهٖ اور ایسے معین پتھر کے وزن کے ساتھ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ جس کی مقدار معلوم نہ ہو بھئی، کیونکہ جھگڑے کا امکان نہیں ہے مولانا یہاں پر، مشتری راضی ہے تولے لے راضی نہیں تو نہ لے۔ پتھر سامنے پڑا ہوا ہے ہاتھ سے اندازہ خود ہی کر لے جتنا بھی ہے لینا چاہتا ہے لے لے نہیں لینا نہ لے، بالٹی سامنے پڑی ہوئی ہے جس میں اس نے ماپ کر دینا ہے کوئی جھگڑے کی صورت نہیں۔

ہاں بَيْعُ السَّلَمِ کے اندر آگے آپ مسئلہ پڑھیں گے بھئی اس میں ایسا جائز نہیں۔ بَيْعُ السَّلَمِ ابھی بتائی تھی آپ دکاندار کے پاس گئے یہ لو دس ہزار روپے مجھے چھ ماہ کے بعد اتنے من گندم چاہیے۔ پیسے ابھی دے رہے ہیں گندم کب ملے گی؟ چھ ماہ بعد۔ مثلاً آپ نے کہا تھا بھئی چھ ماہ بعد مجھے سو قفیف گندم دے دینا، کتنے قفیف؟ سو۔ دکاندار کہنے لگا بھئی میرے پاس تو قفیف نہیں، ہاں یہ بالٹی پڑی ہے یہ بالٹی کیا کروں گا تمہیں سو دفعہ بھر کے دے دوں گا یا ڈیڑھ سو دفعہ چلو یہ چھوٹی ہے تو میں ڈیڑھ سو دفعہ تمہیں بھر کر دے دوں گا دس ہزار میں۔ وہ کہتا ہے ٹھیک ہے۔ اب کیا حکم لگائیں گے مولانا؟ جی؟ کیا جھگڑے کا امکان نہیں ہے؟ جھگڑے کا کوئی امکان ہے؟ مجھے بتائیں نا آپ سے مسئلہ پوچھ رہا ہوں۔ جھگڑے کا امکان بظاہر کوئی نہیں کیونکہ مشتری بھی راضی ہے بائع بھی راضی، برتن سامنے پڑا ہے مرضی ہے لے نہ لے، لیکن مولانا ناراضی ہو بھی جائیں تو یہ بیع صحیح نہیں ہے۔ کیوں نہیں صحیح؟ وجہ یہ کہ بالٹی کی کتنی مقدار ہے کچھ پتہ ہے؟ اور اس نے ماپنا آج ہے یا چھ مہینے بعد؟ چھ مہینے کے اندر بالٹی اگر گم ہو گئی ٹوٹ گئی تو پھر بعد میں جھگڑا آئے گا یا نہیں آئے گا بھئی؟ آئے گا۔ تو لہٰذا فوری طور پر ہے تو پھر بیع ٹھیک ہے کیونکہ اب جھگڑے کا امکان نہیں، اور اگر بَيْعُ السَّلَمِ کر رہے ہیں بعد میں وہ ماپ کر دے گا تو اتنی مدت میں ہو سکتا ہے بالٹی کیا ہو

جائے؟ ٹوٹ جائے گم ہو جائے، تو جھگڑے کا امکان آ گیا یا نہیں آ گیا؟ یا اسی طرح ایک اینٹ رکھی ہے مولانا اس نے کہا بھئی چھ مہینے بعد مجھے سو کلو چینی چاہیے، اس نے کہا بھئی کلو کا باٹ تو میرے پاس نہیں ہاں یہ اینٹ پڑی ہے یہ میں تمہیں سوا سو تول کر دے دوں گا اس کے مقابل بھئی۔ اب کہتے ہیں یہ بیع بھی صحیح نہیں، کیوں؟ کیونکہ اس نے کب تول کر دینی ہے چیز؟ چھ مہینے بعد تول کر، ابھی تو اس کے پاس ہے ہی نہیں بات ہی یہی چل رہی ہے چھ مہینے بعد اس نے چیز لا کر دینی ہے، اب تو چھ مہینے کے اندر بھئی ہو سکتا ہے یہ اینٹ کیا ہو؟ گم ہو جائے ٹوٹ جائے کچھ ہو جائے بھئی، تو لہٰذا اب جھگڑے کا امکان آ گیا اور جس بیع کے اندر جھگڑے کا آ جائے امکان وہ کیا ہو جاتی ہے؟ جھگڑے تک جو لے جانے والی ہے وہ بیع فاسد بھئی۔

یہاں تک مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟ جی۔ چلیے مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۲: کتاب البیوع (۵): مکیلات، موزونات، معدودات و مذروعات کی ۶ اقسام، دو بنیادی مقدمات اور بیع کی ۴ صورتوں کا جامع نقشہ

مختصر القدوری صفحہ: ۶۵—بتاریخ: ۲۵ نومبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلُّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيْ قَفِيْزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَطَلَ فِي الْبَاقِيْ إِلَّا أَنْ يُّسَمِّيَ جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَصِحُّ فِي الْوَجْهَيْنِ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

کِتَابُ الْبُیُوْعِ چل رہی ہے مولانا۔ بُیُوْع کے مسائل آپ پڑھ رہے ہیں بھئی۔ آپ نے اب تک پڑھا کہ بیع ایجاب و قبول سے منعقد ہوتی ہے، اور پہلے جو قول کرتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ ایجاب، اور دوسرے نمبر پر جو قول کرے وہ قبول کہلاتا ہے۔ اور جب ایجاب اور قبول ہو جائیں تو بیع لازم ہو جاتی ہے اور بائع فوراً اس، مشتری، مشتری فوراً اس چیز کا کیا بن جاتا ہے؟ مالک بن جاتا ہے، اگرچہ ابھی اس کا قبضہ نہیں لیکن وہ مالک بن چکا ہے۔ اب دونوں میں سے کسی کو بھی بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ ہاں البتہ دو وجہ سے اختیار ہے بھئی، ایک کیا کون سا خیار ہے اس کو؟ ایک خیار عیب ہے اور ایک خیار رویت ہے۔ اور اسی طرح اگر خیار شرط رکھا ہو کسی نے اپنے لیے کہ مجھے تین دن تک فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

پھر یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ مبیع یا ثمن میں سے جو چیز مُشَارٌ إِلَيْهِ ہے، سامنے موجود ہے، اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو اب اس کی مقدار ذکر کرنا ضروری نہیں، بیع پھر ویسے بھی جائز ہو جائے گی۔ اور ثمن کا بیع کے اندر مطلق ہونا صحیح نہیں، اس کی مقدار بھی ذکر ہو اور اس کا وصف بھی ذکر ہونا چاہیے جبکہ اور بھی کرنسیاں وہاں چلتی ہوں۔

اس کے بعد آپ نے یہ بھی مسئلہ پڑھا تھا بھئی کسی چیز کو نقد بیچنا بھی صحیح اور ادھار بیچنا بھی صحیح، لیکن ادھار کے اندر کیا چیز ضروری ہے؟ مدت کا متعین ہونا ضروری ہے۔ یہ کہہ دے جب پیسے آ جائیں گے میں دے دوں گا، وہ دوسرا یا یہ دوسرا کہہ دے بیچنے والا کہتا ہے جی جب آپ کے پاس پیسے آئیں تو کیا کرنا پیسے دے دینا، نہیں بھئی مدت کا متعین ہونا ضروری ہے، ورنہ تو جھگڑا آئے گا مولانا۔ کیا آئے گا؟ جھگڑا۔ بھئی بائع چاہے گا مجھے اب جلد سے جلد پیسے مل جائیں، مشتری چاہے گا کہ میں جتنے سے جتنا دیر کر سکوں دیر سے دوں بھئی۔ تو مدت متعین ہونا ضروری۔ اور میں نے آپ کو یہ مسئلہ بھی بتلایا تھا کوئی چیز نقد بیچی تو سستی بیچی، ادھار بیچتا ہے تو مہنگی، یہ بھی صحیح ہے۔ لیکن طے ہونا چاہیے بیع کے وقت کہ نقد بیچ رہا ہے یا ادھار۔ دوسرے کو بتا دیں نقد لو گے تو سو کی، ادھار لو گے تو ایک

سو بیس کی۔ اب آپ کون سی بیع کرنا چاہتے ہیں؟ نقد کرنا چاہتے ہیں تو سو، اور اگر ادھار کرنا چاہتے ہیں تو ایک سو بیس، تو پہلے سے طے ہونا چاہیے بھئی، سمجھ میں آیا کون سی بیع ہونے لگی ہے۔

جی اور یہ مسئلہ بھی پڑھا تھا بھئی آپ نے کہ کسی نے ثمن کو مطلق چھوڑ دیا ایسی بستی میں جہاں اس جیسی، وہ ایسے علاقے میں جہاں اور بھی اس جیسی کرنسی چلتی ہو، جیسے روپے ذکر کیے تو کون سی نقدی شمار ہو گی؟ جو غالب نقدی ہو وہ شمار ہو گی، غالب نقدی۔ اور اگر غالب کوئی بھی نہیں ہے، مالیت مختلف ہے اور غالب کوئی ایک بھی نہیں ہے تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد، کیونکہ اب جھگڑا آئے گا۔

اور یہ مسئلہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ ہر قسم کے غلے اور دانوں کی بیع کیل کر کے ماپ کر بھی صحیح ہے اور اندازے کے ساتھ بھی صحیح ہے۔ ماپ کر کیسے بیع، کیسے میں نے مثال ذکر کی تھی؟ ایک آدمی آیا بھئی اور اس نے کیا کہا کہ مجھے دس قفیز کیا دے دو؟ گندم کے دے دو۔ آپ نے دس قفیز اس کو ماپ کر اس کے تھیلے میں ڈال کر دے دیے۔ یہ اب بیع ہوئی کس طریقے پر ہوئی؟ باقاعدہ ماپ کر۔ ایک ہے کبھی اندازے سے ہو جاتی ہے بھئی آپ کے پاس گندم پڑی ہے ایک آدمی خریدنے آتا ہے کہ اتنی گندم چاہیے بھئی، آپ کہتے ہیں بھئی میرے پاس تو وہ پیمانہ نہیں ہے لیکن یہ اندازاً اتنی ہے، اندازاً تقریباً اتنی ہو گی۔ تو اب آپ بتائیے مولانا ماپا یا اندازہ ہی لگایا؟ اندازہ لگایا۔ یہ بیع بھی صحیح ہے کیونکہ جھگڑے کا خطرہ نہیں بھئی، وہ دیکھ رہا ہے بھئی راضی ہوتا ہے راضی ہو جائے، نہیں ہوتا تو نہ ہو بھئی۔

اسی طرح اگر کسی معین برتن کے ساتھ بھئی بیع کر لی لیکن اس کی مقدار کا پتہ نہیں ہے تو بھی بیع صحیح ہو جائے گی۔ آدمی آیا اس نے آپ سے کہا مجھے پانچ قفیز گندم دے دو، آپ کہتے ہیں بھئی قفیز تو پیمانہ اس وقت میرے پاس نہیں ہے ٹوٹ گیا ہے یا گم ہو گیا ہے، ہاں یہ بالٹی پڑی ہوئی ہے۔ یہ اتنے اتنے میں ایک بالٹی آپ کو دوں گا جتنی چاہیے۔ اب پتہ نہیں اس بالٹی میں کتنا ایک قفیز آتا ہے یا سوا آتا ہے یا پونا آتا ہے لیکن اس کے سامنے ہے چیز بھئی۔ تو جھگڑے کا کوئی امکان نہیں۔ اسی طرح بھئی اگر وزن کا باٹ گم ہو گیا بھئی دکاندار کے پاس وہ کہتا ہے بھئی یہ وزن کا باٹ تو نہیں ہے ہاں یہ اینٹ ہے، اس اینٹ کے برابر یہ چیز لیتے ہو تو اتنے کی ملے گی۔ تو اس میں یہ بھی جائز ہے مولانا، یہ بھی جائز ہے۔ ہاں آپ کو میں نے بتایا تھا بَيْعُ السَّلَمِ کے اندر ایسا جائز نہیں بھئی، کیونکہ بَيْعُ السَّلَمِ میں اس چیز کا ماپنا یا ادا کرنا یا وزن کرنا بعد میں ہو گا بڑی مدت کے بعد، اور ہو سکتا ہے اس دوران یہ چیز کیا ہو؟ یہ بالٹی یا اینٹ کیا ہو جائے؟ گم ہو جائے۔ اب گم ہو گئی اب ان کی مقدار کا کوئی پتہ تھا؟ مقدار کا تو پتہ ہی نہیں تھا تو لہٰذا جھگڑا آئے گا، وہ کہے گا کم تھی، وہ کہے گا نہیں زیادہ تھی دوسرا کہے گا۔

تو کہتے ہیں آگے بھئی: وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلُّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيْ قَفِيْزٍ وَاحِدٍ۔ جی یہاں سے اہم مسائل کچھ بتلا رہے ہیں بھئی۔ اس مقام پر میری ایک تقریر ہے مولانا، بڑی قیمتی تقریر ہے، وہ لکھ لیجیے سارے بھئی، ان شاء اللہ بڑی مفید ہو گی بھئی۔ اس سے آگے یہ مولانا اس تقریر سے ان شاء اللہ قدوری کا پورا ایک صفحہ حل ہو جائے گا اور باقاعدہ آپ کے سامنے کوئی صورت آئے آپ آرام سے اس کا حکم نکال سکیں گے بھئی۔ لکھیے بھئی سارے بھئی۔ کتاب پر نہیں آئے گا بھئی، کاپی میں لکھنا ہے بھئی۔[1]

■ مکیلات، موزونات، معدودات اور مذروعات کی بیع کے دو مقدمات اور جامع نقشہ

اچھا بھئی، چیزیں چار قسم پر ہیں: مکیلات، چھوٹا کاف ہے مولانا، مکیلات، موزونات، زا کے ساتھ ہے، موزونات، معدودات، مذروعات، ذال کے ساتھ ہے، مذروعات۔ کتنی قسم پر ہیں بھئی؟ چار۔ اول مکیلات، ثانی موزونات، ثالث معدودات، رابع مذروعات بھئی۔ دیکھو مکیلات، کچھ چیزیں آپ ماپ کر لیتے ہیں بھئی۔ دودھ لینے گئے آپ تو دودھ وہ وزن کر کے دیتا ہے، گن کے دیتا ہے، لمبائی ناپ کے دیتا ہے یا ماپ کر برتن مخصوص برتن بھر کر دیتا ہے؟ ماپ کر دیتا ہے، مخصوص برتن ہے وہ لیٹر والا بھئی، وہ آپ کو بھر کر دیتا ہے، یہ مکیلات میں سے ہے۔ کچھ چیزیں موزونات میں سے ہیں، وزن کیا جاتا ہے ان کو بھئی، جیسے آپ چینی لینے گئے تو دکاندار کیا کرے گا؟ ایک کلو یا دو کلو تول کر دے گا۔ کچھ چیزیں معدودات ہیں مولانا، گن کر بیچی جاتی ہیں، جیسے انڈے بھئی۔ آپ لینے گئے ایک درجن لیتے ہیں یا دو درجن، گن کر بھئی۔ کچھ چیزیں ناپ کر، ناپ کر مولانا بیچی جاتی ہیں، آپ کپڑا لینے گئے بھئی دکاندار کیا کرتا ہے؟ گز کے ذریعے اس کو ناپ کر بیچتا

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلُّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيْ قَفِيْزٍ وَاحِدٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع صبرة طعام كل قفيز بدرهم جاز البيع في قفيز واحد» منقول ہے۔

ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔

آگے لکھیے بھئی: پھر معدودات اور مذروعات دو قسم پر ہیں: متقاربہ اور غیر متقاربہ۔ قاف دو نقطوں والا ہے مولانا، متقاربہ اور غیر متقاربہ۔ تو کل کتنی قسم کی چیزیں ہو گئیں مولانا؟ چھ۔ چھ قسم پر ہو گئیں بھئی۔ مکیلات موزونات تو اسی طرح دو، معدودات کی دو قسمیں اور مذروعات کی بھی دو قسمیں، تو یہ چھ قسم پر ہو گئیں چیزیں بھئی۔

اچھا بھئی، اب آگے دو مقدمات لکھ لیجیے مولانا۔ مسئلے سے پہلے دو مقدمات کا سمجھنا ضروری ہے، یا مسائل سے پہلے دو مقدمات کا سمجھنا ضروری ہے۔ مقدمہ اولیٰ، اولیٰ لکھنا آتا ہے بھئی؟ لام یا بھئی، یا کے اوپر کھڑی زبر، مقدمہ اولیٰ: جب لفظ کُلّ کی اضافت، کُلّ لفظ جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ چھوٹے کاف کے ساتھ، جب لفظ کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو وہ ادنیٰ و اقل کو شامل ہو گا، تو وہ ادنیٰ اور اقل کو شامل ہو گا، یعنی ایک کو، عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالصَّاحِبَیْنِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ۔

یہاں تک لکھ لیا بھئی؟ جی۔ اب اس ضابطے کو سمجھ بھی لو بھئی۔ یاد رکھو جب لفظ کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف کر دی جس کا منتہیٰ، جس کی انتہا معلوم نہیں ہے تو وہ کس کو شامل ہو گا؟ ادنیٰ اور اقل یعنی ایک کو۔ بھئی ایک دکاندار نے بیچا بھئی گندم کا ڈھیر پڑا ہوا ہے، بیچتا ہے آپ پر بھئی، آپ کے ہاتھ بیچ رہا ہے، کیا کہتا ہے؟ یہ گندم کا ڈھیر ہے، یہ میں آپ کو بیچتا ہوں کُلُّ ذِرَاعٍ، کُلُّ قَفِیْزٍ بِدِرْہَمٍ۔ کُلُّ قَفِیْزٍ بِدِرْہَمٍ، ہر قفیز کتنے کا ہے؟ ایک درہم۔ یہ گندم پڑی ہے یہ میں آپ کو بیچتا ہوں ہر قفیز ایک درہم کا۔ تو کُلّ کی اضافت ہوئی مولانا۔ کُلّ، کُلُّ قَفِیْزٍ، کُلّ کی کیا ہوئی؟ اضافت ہوئی۔ کس کی طرف؟ قفیز کی طرف۔ اور جس کا منتہیٰ، جس کی انتہا معلوم نہیں۔ کتنے قفیز ہیں مولانا؟ دس ہیں، بیس ہیں، تیس ہیں، چالیس ہیں، کچھ پتہ ہے؟ نہیں۔ تو انتہا کا پتہ نہیں۔ تو جب بھی لفظ کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جائے جس کی انتہا کا پتہ نہیں تو وہ ادنیٰ اور اقل کو شامل ہو گا، ادنیٰ سب سے کم جو ہے اور کم فرد اقل مقدار کو، اور وہ کتنی ہے؟ ایک بھئی، ایک۔ معلوم ہوا یہ بیع درست نہیں ہے مولانا، صرف ایک قفیز میں بیع درست ہے بس۔ کیونکہ اس نے کیا کہا تھا؟ دکاندار نے کیا کہا تھا؟ کُلُّ قَفِیْزٍ بِدِرْہَمٍ، ہر قفیز، تو کُلّ لفظ کُلّ کی اضافت ہوئی اور کس چیز کی طرف ہوئی؟ قفیز کی طرف۔ اور قفیز کی کوئی انتہا یہاں پتہ ہے کتنے قفیز ہیں؟ نہیں۔ تو ایسے موقع پر یہ کتنے کو شامل ہوتا ہے؟ ادنیٰ اور اقل کو، ادنیٰ مقدار کو، اور ادنیٰ سب سے کم مقدار کتنی ہے؟ ایک ہے بھئی، ایک پیمانہ بس۔ تو لہٰذا کتنے میں بیع صحیح ہو گی؟ ایک قفیز میں، ایک پیمانے، ایک قفیز میں بیع صحیح ہے بس۔ ضابطہ سب کو سمجھ میں آگیا؟ جی۔

مقدمہ ثانیہ لکھیے بھئی۔ جلدی جلدی لکھو ذرا بھئی۔ ایک ہے اصل اور ایک ہے وصف۔ دو چیزیں ہیں مولانا یہاں، ایک اصل اور ایک وصف۔ اصل اور عین کے مقابلے میں تو ثمن آتے ہیں مگر وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں آتے۔ جی، الگ سطر میں لکھیے نئی لائن میں بھئی۔ قلت و کثرت، یاد رکھو کوئی چیز لکھتے ہوئے کاپی کے بالکل شروع سے شروع نہیں کرتے بھئی اور نہ بالکل آخری کنارے تک لکھتے ہیں، دونوں طرف کچھ تھوڑی سی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تھوڑی تھوڑی جگہ دونوں طرف ایک انچ پونا انچ جگہ ضرور چھوڑا کریں، یہ تحریر کا اصول بنالیں اپنے۔ اور تحریر مسلسل نہ لکھا کریں، اس کے پیرے بنالیا کریں، دو چار سطروں کے بعد پھر نیا پیرا شروع کیا بھئی۔ اور پھر پیرے کے شروع کے اندر بھی تھوڑی سی جگہ مزید خالی چھوڑ دی جاتی ہے۔ آپ کتابوں میں دیکھ لیں بھئی اسی طرح سے عبارت حسین معلوم ہوتی ہے، اس کو پڑھنا، پڑھنا آسان ہو جاتا ہے بھئی، حصے بن جاتے ہیں اس کے۔

اچھا، تو قلت و کثرت یعنی کیل اور وزن مکیلات اور موزونات میں اصل ہیں، جبکہ ذراع وصف ہے مذروعات میں، ذراع ذال کے ساتھ آئے گا، جبکہ ذراع وصف ہے مذروعات میں۔ کیونکہ ضابطہ ہے: مَا یَتَعَیَّبُ، تا دو نقطوں والی بھئی، مَا یَتَعَیَّبُ بِالتَّبْعِیْضِ، تَبْعِیْض میں بھی مولانا تا دو نقطوں والی ہے، باہے، عین ہے، یا ہے، ضاد ہے، بَعْض سے ہے بَعْض۔ مَا یَتَعَیَّبُ بِالتَّبْعِیْضِ وَالتَّشْقِیْصِ، تَشْقِیْص میں بھی مولانا تا کون سی ہے؟ دو نقطوں والی بھئی، ادھر سن لو بھئی، تا دو نقطوں والی ہے، پھر شین ہے، پھر قاف دو نقطوں والا ہے، پھر یا ہے، پھر صاد ہے، وَالتَّشْقِیْصِ۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ فَالزِّیَادَةُ وَالنُّقْصَانُ، فا الف کے ساتھ لکھیں اور لام کے ساتھ زِیَادَة بھئی، فَالزِّیَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِیْهِ وَصْفٌ وَمَا لَیْسَ کَذٰلِکَ فَالزِّیَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِیْهِ أَصْلٌ۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔

جو چیز حصے بخرے کرنے سے عیب دار ہو جائے، ترجمہ مولانا اس کا، حصے بخرے کرنے سے، حصے کرنا بھئی حصے کرنا وہی معنی ہے، وہ چیز، جو چیز حصے بخرے کرنے سے عیب دار ہو جائے تو اس میں کمی اور بیشی وصف ہے، کمی اور زیادتی وصف ہے، تو اس میں کمی اور زیادتی وصف ہے، اور جو چیز ایسی نہ ہو اس میں کمی بیشی، اور کمی اور زیادتی اصل ہے، اس میں کمی اور زیادتی اصل ہے۔ ترجمہ لکھ لیا بھئی؟ جی۔

آگے لکھیے: پھر یاد رکھیے ذراع کے دو اعتبار ہیں: ایک اعتبار سے وصف ہے تو دوسرے اعتبار سے اصل بھی بنتا ہے، کیونکہ ذراع کے زیادہ ہونے سے چیز بھی زیادہ ہوتی ہے۔ معلوم ہوا ذراع میں اصل بننے کی صلاحیت بھی ہے اور یہ اصل کے قائم مقام بن جاتا ہے جب ہر ذراع کی قیمت ذکر کر دی جائے۔ دونوں مقدمے ختم ہوئے۔ لکھیے بھئی لکھیے۔

اچھا بھئی، اوپر کیا ذکر ہوا تھا؟ چیزیں کتنی قسم پر ہیں؟ چار، اور پھر ان میں معدودات اور مذروعات دو دو قسم پر ہیں تو کل کتنی قسمیں ہو گئیں؟ چھ۔ جی اب آگے لکھیے الگ سطر میں: پھر یہ چھ قسم کی چیزیں جو ہیں انہیں بیچتے ہوئے کل مقدار ذکر ہو گی یا نہیں، اسی طرح ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر ہو گی یا نہیں، تو کل چار صورتیں بن گئیں۔ پہلی صورت کہ نہ تو کل مقدار ذکر ہو اور نہ ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت۔ دوسری صورت: کل مقدار تو ذکر نہیں، کل مقدار تو ذکر نہ ہو مگر ہر پیمانے کی قیمت ذکر ہو۔ تیسری صورت: کل مقدار تو ذکر ہو مگر ہر پیمانے کی قیمت ذکر نہ ہو۔ چوتھی صورت: کل مقدار بھی ذکر ہو، چوتھی صورت لکھ لی بھئی؟ جی، پوری، کل مقدار بھی ذکر ہو اور ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت بھی ذکر ہو، اور ہر فرد یا ہر پیمانے کی قیمت بھی ذکر ہو۔

چار صورتیں لکھ لیں بھئی؟ جی۔ الگ سطر میں لکھیے: ان میں سے پہلی صورت کا حکم متن میں وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِي جَوَازِ الْبَيْعِ میں بیان کر دیا گیا۔ تو چیزیں چاہے، تو چیزیں ان چھ قسموں میں سے جس قبیل کی بھی ہوں، تو چیزیں ان چھ قسموں میں سے جس قسم کی بھی ہوں سب کا یہی حکم ہے، جبکہ باقی تین صورتوں کا حکم ذیل میں دیے گئے نقشے سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔[۲]

اچھا بھئی، اب آپ نے ایک نقشہ بنانا ہے۔ چار خانے بھئی بنائیں آگے بھئی۔ صفحے کے اوپر اگر جگہ ہے تو کافی ذرا سات آٹھ لائنوں کی جتنی، سات آٹھ لائنیں جگہ ہے تو یہیں پر آجائے گا نہیں تو اگلے صفحے پہ بنالیں بھئی۔ چار لائنیں کھینچیں بھئی چار خانے بنائیں بھئی۔ عین صفحے کے وسط میں ایک لکیر کھینچیں اوپر سے نیچے کی طرف، پھر اس کے دونوں طرف دو دو پھر ایک ایک لکیر کھینچو تو چار ہو جائیں گے پورے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ چار خانے کیسے بنے؟ صفحے کے درمیان میں ایک لکیر لگالو تو دیکھو اب صفحہ تقسیم ہو گیا ایک طرف آدھا ہے دوسری طرف بھی آدھا، پھر ایک ایک لائن اور درمیان میں دونوں طرف لگا

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۷۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِي جَوَازِ الْبَيْعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والأعواض المشار إليها لا يحتاج إلى معرفة مقدراها في جواز البيع» منقول ہے۔

لو تو چار حصے برابر بن گئے۔[۳]

اچھا بھئی، پہلے خانے میں لکھو بھئی: شے کی نوع۔ دوسرے خانے میں لکھیں: جب ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر کی جائے، یعنی پہلی صورت، ٹھہریں پہلی صورت نہیں یہ کون سی صورت ہے؟ یعنی دوسری صورت۔ اگلے خانے میں لکھیں بھئی: جب کل مقدار ذکر کی جائے، یعنی تیسری صورت۔ اگلے خانے میں لکھیں: جب کل مقدار بھی ذکر ہو اور ہر پیمانے کی قیمت بھی، یعنی چوتھی صورت۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ چاروں خانوں کے اوپر ایک ایک عبارت آگئی مولانا، اب اس کے نیچے لکیر کھینچ دیں یہ عنوان تھا اس خانے کا، ہر خانے کا عنوان اوپر ہم نے لکھ دیا بھئی۔ اب اس کے نیچے لکیر کھینچیں مولانا۔

جی اب لکھیے بھئی شے کی نوع کے نیچے لکھیے بھئی اسی خانے کے اندر لکیر سے نیچے: مکیلات، موزونات، معدودات متقاربہ۔ اکٹھے ہی لکھنے ہیں سارے بھئی چاہے ایک سطر میں آجائیں چاہے دو میں آجائیں۔ ان تینوں کا اکٹھا حکم بیان ہو گا۔ مکیلات، موزونات، معدودات متقاربہ۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ اگلے خانے میں اس کے سامنے لکھو بھئی: صرف ایک فرد یا ایک پیمانے میں بیع صحیح ہو گی۔ اگلے بھئی، آگے جو عبارت آپ نے لکھنی ہے وہ دونوں خانوں میں ملا کر لکھنی ہے، سمجھ میں آیا؟ اگلے خانے کون کون سی صورت والے ہیں؟ تیسری صورت اور چوتھی۔ تیسری اور چوتھی کا ایک ہی حکم ہے تو لکھتے جانا اگلے خانے کے اندر بھی لکھتے

۳

نقشۂ قدوری درس نمبر ۵۲—مکیلات، موزونات، معدودات اور مذروعات کی بیع کے دو مقدمات، چار صورتیں اور تفصیلی نقشہ (افاداتِ حضرت مولانا محمد زہیر روحانی بازی مد ظلہ العالی):

اقسامِ اشیاء (۶): چیزیں چار قسم پر ہیں: **مکیلات، موزونات، معدودات** اور **مذروعات**۔ پھر معدودات اور مذروعات دو قسم پر ہیں: **متقاربہ و متفاوتہ (غیر متقاربہ)**۔ تو کل چیزیں چھ قسم کی ہوئیں: (۱) مکیلات، (۲) موزونات، (۳) معدوداتِ متقاربہ، (۴) معدوداتِ متفاوتہ، (۵) مذروعاتِ متقاربہ اور (۶) مذروعاتِ متفاوتہ۔ اب دو مقدمات یاد رکھیے:

مقدمہ اولیٰ: جب لفظ **«کُلّ»** کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جس کا منتہی معلوم نہ ہو تو وہ ادنیٰ واقل کو شامل ہو گا یعنی ایک فرد کو عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مقدمہ ثانیہ: ایک ہے **اصل** اور ایک ہے **وصف**۔ اصل اور عین کے مقابلے میں تو ثمن آتے ہیں مگر وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں آتے۔ قلت و کثرت یعنی کیل ووزن اصل ہیں مکیلات و موزونات میں، جبکہ ذراع وصف ہے مذروعات میں؛ کیونکہ ضابطہ ہے: «مَا يَتَعَيَّبُ بِالتَّعْجِيصِ وَالتَّشْقِيصِ فَالزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِيهِ وَصْفٌ، وَمَا لَيْسَ كَذَلِكَ فَالزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِيهِ أَصْلٌ»۔ پھر یاد رکھیے ذراع کے دو اعتبار ہیں: ایک اعتبار سے یہ وصف ہے تو دوسرے اعتبار سے یہ اصل بھی ہے کیونکہ ذراع کے بڑھنے سے مذروع بھی بڑھتا ہے؛ معلوم ہوا ذراع میں اصل بننے کی صلاحیت بھی ہے اور یہ اصل کے قائم مقام بن جاتا ہے جب ہر ذراع کی قیمت ذکر کر دی جائے۔

بیع کی چار صورتیں: یہ چیزیں بیچتے ہوئے کُل مقدار ذکر ہو گی یا نہیں، اسی طرح ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر ہو گی یا نہیں۔ تو کل چار صورتیں ہوئیں: **اول:** نہ تو کل مقدار ذکر ہو اور نہ ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت؛ **دوم (۱):** ہر پیمانے کی قیمت تو ذکر ہو مگر کل مقدار ذکر نہ ہو؛ **سوم (۲):** کل مقدار تو ذکر ہو مگر ہر پیمانے کی قیمت ذکر نہ ہو؛ **چہارم (۳):** کل مقدار بھی ذکر ہو اور ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت بھی ذکر ہو۔ ان میں سے پہلی صورت کا حکم متن میں «وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يُحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا...» میں بیان کر دیا گیا ہے کہ سب کا ایک ہی حکم ہے (بیع صحیح ہے)، جبکہ باقی تین صورتوں کا حکم ذیل کے نقشے سے معلوم کیا جا سکتا ہے:

<table>
<tr><th>شے کی نوع</th><th>(۱) ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر کی جائے</th><th colspan="3">(۲) کُل مقدار ذکر کی جائے</th><th colspan="3">(۳) دونوں کو ذکر کیا جائے (کل مقدار بھی اور ہر پیمانے کی قیمت بھی)</th></tr>
<tr><td>مکیلات، موزونات، معدوداتِ متقاربہ</td><td>صرف ایک فرد یا ایک پیمانے میں بیع صحیح ہوئی (عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ)</td><td colspan="3">مبیع برابر ہو گا—یا کم—یا زیادہ
برابر: صحیح | کم: بقدرِ حصہ مع خیار | زیادہ: الزائد للبائع</td><td colspan="3"></td></tr>
<tr><td>معدوداتِ متفاوتہ</td><td>بیع فاسد (جہالتِ مبیع و منازعت کی وجہ سے)</td><td>برابر: بیع صحیح</td><td>کم: بیع فاسد</td><td>زیادہ: بیع فاسد</td><td>برابر: بیع صحیح</td><td>کم: بقدرِ حصہ مع خیار</td><td>زیادہ: بیع فاسد</td></tr>
<tr><td>مذروعاتِ متفاوتہ (مثلاً زمین، پرانے کپڑے)</td><td>بیع فاسد</td><td>برابر: بیع صحیح</td><td>کم: بجملۃ الثمن مع خیار</td><td>زیادہ: الزائد للمشتری بلا خیار</td><td>برابر: بیع صحیح</td><td>کم: بقدرِ حصہ مع خیار</td><td>زیادہ: بقدرِ حصہ مع خیار</td></tr>
<tr><td>مذروعاتِ متقاربہ (مثلاً یکساں تھان کا کپڑا)</td><td>بیع ایک ذراع میں جائز ہو گی بشرطیکہ کپڑے سے ایک ذراع جدا کرنے سے اسے نقصان نہ پہنچتا ہو</td><td>برابر: بیع صحیح</td><td>کم: بجملۃ الثمن مع خیار</td><td>زیادہ: الزائد للمشتری بلا خیار</td><td>برابر: بیع صحیح</td><td>کم: بقدرِ حصہ مع خیار</td><td>زیادہ: بقدرِ حصہ مع خیار</td></tr>
</table>

چلے جانا، دو خانوں کے اندر دو لائنوں میں لکھ سکیں یا تین میں لکھ سکیں لیکن دونوں خانوں میں لکھتے جائیں مسلسل لکیر پر بھئی: اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر نکلے تو بیع صحیح ہے، اور اگر کم نکلے تو جتنے، جتنی مقدار ہو گی، نہیں یا یوں لکھیں تو بیع، یا یوں اسی طرح رہنے دیں تو جتنی مقدار ہے اس میں بیع صحیح ہوئی اور اسی کے بقدر ثمن دینے پڑیں گے مگر ساتھ ساتھ مشتری کو خیار بھی ہو گا چاہے تو بیع کو رد کر دے۔ اور اگر مبیع زائد نکلے، اگر مبیع مذکورہ مقدار سے زائد نکلے، ایک ہی خانے میں لکھ رہے ہیں یا دو میں؟ دو میں۔ دو میں لکھوا بھی ایک میں لکھا ہو تو آپ نے پتہ نہیں چھ سات لائنیں بھر دی ہوں گی، دو میں لکھتے تو یہ تین لائنیں ہو جاتیں یا چار بھئی۔ کیا لکھا بھئی؟ اور اگر مبیع مذکورہ مقدار سے زائد نکلے تو جتنی مقدار ذکر ہوئی تھی اس میں بیع صحیح ہو گئی اور زائد مقدار بائع کی ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ ہاں بھئی یہ دیکھا یہ مکیلات، موزونات اور معدودات متقاربہ تینوں کا حکم آ گیا تینوں صورتوں والا بھئی۔

اب بھئی اگلی صورت ہے معدودات متفاوتہ، پھر پہلے خانے میں آ جائیں۔ نیچے لکھنا ہے بھئی اس کے سامنے پھر ہم نے حکم بھی لکھنا ہے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ اس طرح نہ لکھنا کہ اس کے آگے اگلے خانوں میں سے کوئی لکھائی آ رہی ہو، خالی ہوں آخر تک تینوں خانے ایسی لائن میں لکھو نیچے کر کے ذرا، ایک لائن بلکہ درمیان میں خالی چھوڑ دو۔ معدودات غیر متقاربہ۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ اگلے خانے میں لکھو مولانا: بیع فاسد ہو گی۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ اگلے خانے میں لکھیں: اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر ہو، یہ دونوں خانوں میں لکھنا ہے؟ نہ الگ الگ اب لکھنا ہے، اب دونوں میں نہیں لکھنا بس وہ صرف پہلے والے میں تھا کہ دونوں میں اکٹھا لکھنا تھا کیونکہ دونوں کا حکم ایک تھا۔ اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر ہو تو بیع صحیح، اور اگر کم یا زیادہ ہو تو بیع فاسد ہے۔ اگلے خانے میں لکھیں مولانا چوتھی صورت کا حکم: اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر ہو تو بیع صحیح ہے، اور اگر زیادہ ہو تو بیع فاسد ہے، اور اگر کم ہو تو جتنی مقدار ہے، جتنی تعداد ہے اتنے میں بیع ہو گئی اور اسی کے بقدر ثمن ادا کرنے پڑیں گے لیکن ساتھ ساتھ مشتری کو بیع کو فسخ کرنے کا اختیار بھی ہو گا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار بھی ہو گا۔

جی معدودات غیر متقاربہ تینوں صورتوں کا حکم سمجھ میں آ گیا بھئی؟ جی۔ اچھا اب الگ بھئی مذروعات غیر متقاربہ کا حکم آئے گا پہلے خانے میں آ جاؤ: مذروعات غیر متقاربہ۔ لکھ لیا بھئی؟ پہلے خانے میں کیا لکھا؟ مذروعات غیر متقاربہ۔ اگلے خانے میں اس کے سامنے لکھو بھئی: بیع فاسد ہو گی۔ یہ تو اوپر بھی لکھا ہے معدودات غیر متقاربہ۔ بیع فاسد ہو گی۔ کیا لکھا ہے اوپر بھئی؟ اوپر جو پہلا خانہ تھا شے کی نوع اس میں بھی یہی لکھا تھا۔ کیا لکھا تھا؟ معدودات غیر متقاربہ۔ مذروعات غیر متقاربہ؟ معدودات غیر متقاربہ۔ بھئی سب سے پہلے اوپر آیا تھا مکیلات، موزونات اور معدودات متقاربہ۔ اگلا کیا تھا؟ معدودات غیر متقاربہ۔ اب کیا آ رہا ہے؟ مذروعات غیر متقاربہ۔ اچھا اس کے پہلے خانے میں کیا لکھا آگے؟ بیع فاسد۔ بیع فاسد ہو گی۔ اگلے خانے میں لکھو اس کے سامنے مولانا: اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر ہو تو بیع صحیح، یہ تیسرے خانے میں لکھ رہے ہیں آپ بھئی، اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر ہو تو بیع صحیح۔ اگر مبیع مذکورہ مقدار سے کم ہو، سے کم نکلے، اگر مبیع مذکورہ مقدار سے کم نکلے تو بیع، تو مشتری کو پورے ثمن دے کر وہ لینا ہو گا، مقدار کم ہونے سے ثمن میں کمی نہیں ہو گی، البتہ ساتھ ساتھ مشتری کو اختیار ہو گا بیع کو فسخ کرنا چاہے تو فسخ کر سکتا ہے، البتہ اگر مشتری چاہے تو بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔ اور اگر مبیع زائد نکلے تو سارا مبیع مشتری ہی کا ہو گا، تو سارا مبیع مشتری کا ہو گا اور پیسے زائد نہیں دینا پڑیں گے، جو طے ہوئے تھے وہی دے گا اور بائع کو واپس لینے کا، وہ چیز یا وہ زائد چیز واپس لینے کا کوئی اختیار نہیں، اور بائع کو وہ مبیع یا وہ زائد چیز واپس لینے کا کوئی اختیار نہیں، اور بائع کو وہ مبیع یا اس کی زائد مقدار واپس لینے کا کوئی اختیار نہیں۔

جی یہ تیسرے خانے میں آپ نے لکھا بھئی۔ اب چوتھے خانے میں لکھیں بھئی: اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر ہو تو بیع صحیح، اور اگر کم نکلے یا زیادہ نکلے، اور اگر کم نکلے، زیادہ والی صورت آگے لکھ لینا، اور اگر کم نکلے تو اتنے ہی ثمن میں بھی کمی ہو جائے گی، تو اتنی ہی ثمن میں بھی کمی ہو جائے گی اور ساتھ ساتھ مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار بھی ہو گا۔ اور اگر مبیع زیادہ نکلے تو جتنا زیادہ ہو گا اسی کے بقدر زائد پیسے، زائد ثمن دینے پڑیں گے، تو جتنا زائد ہو گا اسی کے بقدر زائد ثمن ادا کرنے پڑیں گے، البتہ ساتھ ساتھ مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار بھی ہو گا۔

جی یہ لکھ لیا بھئی؟ اب اگلے پھر آ جائیں پہلی سطر میں بھئی: مذروعات متقاربہ۔ اگلے خانے میں لکھیں بھئی: بیع ایک ذراع میں صحیح ہو گی بشرطیکہ ایک ذراع جدا کرنے سے، ایک ذراع کاٹ لینے سے کپڑے کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔ اگلے خانے میں لکھیں بھئی، بلکہ اگلے خانے میں کیا لکھنا ہے بھئی وہ دو نشان ڈال دیں یعنی اوپر والا جو حکم ہے وہی یہاں پر بھی ہے۔ اس کے اوپر جو حکم تھا بھئی، اوپر کیا تھا؟ اسی خانے میں اوپر دیکھو، جو غیر متقاربہ کا حکم تھا وہی اس کا بھی حکم ہے۔ یا لکھ لو آگے بھئی: اس کا وہی حکم ہے جو مذروعات غیر متقاربہ کا ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ اگلے خانے میں بھی یہی لکھ لو: اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذروعات غیر متقاربہ کا ہے۔

جی لکھ لیا بھئی؟ نقشہ مکمل ہو گیا بھئی۔ چلیے بس مولانا، باقی پھر اس کو کل حل کرواؤں گا آپ کو بھئی، بڑا قیمتی نقشہ بڑی قیمتی بحث بھئی، بہت سے مسائل اس سے حل ہو جائیں گے بھئی۔ چلیے مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۳: کتاب البیوع (۶): نقشۂ درس ۵۲ کی عملی تطبیق (حصہ اول)—مکیلات، موزونات اور معدوداتِ متقاربہ ومتفاوتہ کی امثلہ و حل

مختصر القدوری صفحہ: ۶۵—بتاریخ: ۲۶ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

اچھا بھئی وہ کل کی تقریر سب نے لکھ لی تھی بھئی؟ جی۔ اور نقشہ بھی بنالیا؟ جی۔ ہاں یہ تقریر اور نقشہ سنبھال کر رکھنا مولانا، یہ بڑی قیمتی تقریر ہے بھئی۔ دیکھیے آج اس کو حل کرتے ہیں بھئی۔

میں نے آپ کو لکھوایا تھا کہ چیزیں چار قسم پر ہیں مولانا: مکیلات ہوں گی، موزونات ہوں گی، معدودات یا مذروعات بھئی۔ مکیلات کس کو کہتے ہیں؟ جن کو کیل کر کے بیچا جاتا ہے بھئی، بعض چیزوں کو ماپ کر بیچا جاتا ہے جس کی آسان مثال آج کل آپ دودھ دیکھتے ہیں مولانا، دودھ کو کیا کیا جاتا ہے؟ ماپ کر، تولا جاتا ہے؟ نہیں، بلکہ خاص برتن ہے اس میں بھر بھر کے دیں گے، جتنا بھی ہے پانچ لیٹر چاہیے آپ کو، دس لیٹر چاہیے وہ اتنے ہی برتن بھر کے دے دے گا، یہ ماپنا ہے، یہ کیل ہے مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اسی طرح گندم دیہات وغیرہ میں اس طرح بھئی ان کا ایک خاص برتن ہوتا ہے اس میں ماپ کر بیچتے ہیں بھئی۔

ایک موزونات ہیں مولانا جن کو وزن کر کے بیچا جاتا ہے۔ یہ تو عام آپ جانتے ہیں بہت سی چیزیں جن کو آپ جاتے ہیں دکاندار تول کر دیتا ہے، یہ ساری موزونات میں سے ہیں جیسے چینی ہوگئی مولانا۔ کچھ چیزیں معدودات ہیں مولانا جن کو گن کر بیچا جاتا ہے بھئی، مثلاً آپ انڈے لینے گئے تو وہ شمار کر کے دے گا آپ کو گن کر بھئی درجن کے حساب سے۔ مذروعات، کچھ چیزیں ان کی پیمائش کر کے فروخت کیا جاتا ہے ان کو جیسے کپڑا ہے مولانا، زمین ہے، ان کو کیا کیا جاتا ہے؟ ناپ کر بیچا جاتا ہے۔

پھر میں نے آپ کو لکھوایا تھا کہ معدودات اور مذروعات بھئی دو قسم پر ہیں: متقاربہ اور غیر متقاربہ، یا یوں کہیں متقاربہ اور متفاوتہ۔ سمجھ میں آیا؟ تو متقاربہ وہ ہیں جس کے افراد ایک دوسرے کے قریب قریب ہوں۔ کیا ہوں؟ ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں مولانا، چاہے وہ معدودات کے قبیل سے ہے یا مذروعات۔ مثلاً دیکھیے بھئی انڈے ہیں مولانا، یہ کس قبیل سے ہیں؟ معدودات، اور یہ معدودات متقاربہ ہیں یعنی جس کے افراد قریب قریب ہوتے ہیں بھئی۔ اب انڈے آپ دیکھتے ہیں سارے انڈے بالکل ایک جیسے ہوتے ہیں؟ نہیں، تھوڑا فرق ہوتا ہے لیکن اس فرق کو کوئی شمار کرتا ہے؟ نہیں، اس فرق کو کوئی شمار نہیں کرتا کیونکہ اس کے افراد قریب قریب ہیں ایک دوسرے کے ایک جیسے ہیں تقریباً۔ تو یہ معدودات متقاربہ ہے بھئی۔

اور کچھ معدودات وہ ہیں جن کے افراد غیر متقاربہ ہیں یعنی متفاوتہ ہیں، ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں جیسے مولانا بکریاں ہوگئیں۔ اب بکریاں ہیں دیکھو یہ ہیں گننے والی چیزیں، گنی جاتی ہیں یا نہیں گنی جاتیں؟ یہ ہیں معدودات میں سے، لیکن اس کے افراد الگ ہوتے ہیں۔ بکری لینے آپ گئے کبھی آپ نے کہا ایک درجن بکریاں ہم نے لینی ہیں بھئی قربانی کے لیے، وہ ایک درجن نکال دے بھئی درجن اتنے کا ہے؟ نہیں بھئی، ہر بکری کی فرق ہوتا ہے اس کی الگ قیمت لگائی جاتی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو ہر بکری کی الگ قیمت ہوتی ہے۔ تو یہ کون سے ہوئے معدودات؟ غیر متقاربہ۔ معلوم ہوا معدودات دو قسم پر ہیں: کچھ متقارب ہیں اور کچھ غیر متقارب ہیں۔ جبکہ مکیلات موزونات میں اس طرح نہیں ہے مولانا، اس کے سارے افراد کیا ہیں؟ ایک جیسے ہوں گے بھئی، تو وہاں تقسیم یہ نہیں ہے۔

اسی طرح مذروعات ہیں مولانا، یہ بھی دو قسم پر ہیں: کچھ متقارب ہیں اور کچھ غیر متقارب۔ بھئی یاد رکھو قدیم زمانے کے اندر کپڑا ہاتھ سے بنا جاتا تھا۔ سمجھ میں آیا؟ ایک ایک دھاگہ وہ جوڑتے تھے اور کپڑا بناتے تھے اور ہاتھ میں، اب کپڑا بنتا ہے مشینوں پر، تو ہاتھ تو ایک جیسا تو رہتا ہی نہیں، کہیں ذرا ہلکا سا ہاتھ ہل گیا تو وہ دھاگہ اتنی اچھی طرح نہیں لگا، تو وہاں پر گزوں میں فرق ہوتا تھا۔ ایک گز بڑا اچھا بن گیا، اگلے گز میں کوئی ایک آدھا دھاگہ ٹوٹا ہوا آ گیا یا کچھ آ گیا، تو فرق ہوتا تھا تھان کے کپڑے میں بھئی، سارا تھان بالکل ایک جیسا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں آج کل آپ دیکھتے ہیں سارا تھان بالکل ایک جیسا ہوتا ہے۔ تو اب دیکھیے بھئی تھان کے اندر ایک جگہ سے ایک گز کپڑا کاٹے یا دوسری جگہ سے کاٹے یا تیسری جگہ سے کاٹے کوئی فرق ہوتا ہے؟ نہیں۔ تو یہ مذروعات میں سے ہے اور اس کے افراد متقارب ہیں۔ آج کل جو کپڑا ہے اس کے افراد کیا ہیں؟ متقارب ہیں، ایک دوسرے کے جیسے ہی ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔ آپ دکان پہ کپڑا لینے گئے اس نے ایک گز ایک طرف سے کاٹ کر دے دیا یا اس نے دوسری طرف سے کاٹ کر دے دیا کوئی اعتراض کرتا ہے؟ نہیں۔ ہاں اس میں عیب نہ ہو تو کوئی اعتراض نہیں کرتا، جس طرف سے بھی کاٹ کر دے دے مولانا وہ ایک جیسا ہی ہو گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ متقارب ہے۔ اور پہلے زمانے میں کپڑا کس سے بنا جاتا تھا؟ ہاتھ سے، تو اس کے گزوں میں کیا ہوتا تھا؟ فرق بھئی، کوئی گز بہت اچھا بنا ہے، کوئی اتنا اچھا نہیں ہے بھئی، تو وہ کیا ہوا؟ غیر متقارب میں سے ہوا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

یا مولانا زمین ہے پلاٹ ہیں بھئی، تو جو پلاٹ سڑک کے ساتھ ہو گا وہ مہنگا ہو گا، جو اس سے پیچھے والا ہو گا وہ ذرا سستا، جتنا دور چلتے جائیں گے اس سے کیا ہوتا جائے گا؟ سستا ہوتا جائے گا۔ تو افراد ایک جیسے ہوئے یا الگ الگ ہو گئے؟ الگ الگ ہو گئے مولانا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ قیمت الگ ہے بھئی ایک جیسے نہیں، قیمت الگ ہے۔ تو یہاں تک آپ کو بات سمجھ میں آ گئی مولانا کہ معدودات بھی دو قسم پر ہیں متقارب اور غیر متقارب، اور مذروعات بھی کتنی قسم پر ہیں؟ دو قسم پر ہیں متقارب اور غیر متقارب۔ تو کل چھ قسم کی چیزیں ہو گئیں: مکیلات، موزونات، معدودات متقاربہ، معدودات غیر متقاربہ، مذروعات متقاربہ اور مذروعات غیر متقاربہ۔

جی آگے پھر مسائل سمجھنے سے پہلے میں نے دو مقدمات آپ کو لکھوائے تھے۔ مقدمہ اولیٰ کیا تھا؟ کہ جب لفظ کُلّ کی اضافت کسی ایسی چیز کی طرف ہو جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو وہ ادنیٰ اور اقل کو شامل ہو گا، ادنیٰ مقدار اور وہ کتنی ہے؟ ادنیٰ فرد کتنا ہے؟ ایک ہے مولانا، ایک کو شامل ہو گا ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک بھئی۔ مثلاً آپ کے پاس گندم کا ڈھیر پڑا ہوا ہے، آپ اس کو بیچنا چاہتے ہیں بھئی، تو خریدار کو کہتے ہیں بھئی یہ گندم میں آپ کو بیچتا ہوں ہر قفیز ایک درہم کے بدلے، کُلُّ قَفِیْزٍ بِدِرْہَمٍ۔ تو کُلُّ قَفِیْزٍ، کُلّ کی اضافت کس کی طرف ہو گئی؟ قفیز، اور معلوم ہے بھئی کل کتنے قفیز ہیں اس کے اندر؟ نہیں، منتہیٰ کا پتہ نہیں ہے۔ تو جب کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جائے جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو کتنے کو شامل ہوتا ہے؟ ایک کو۔ لہٰذا ایک آدمی نے دوسرے کو گندم یہ کہہ کر بیچی: یہ گندم میں نے آپ کو بیچی ہر قفیز ایک درہم کے بدلے، اس نے کہا میں نے خرید لی۔ آپ کیا حکم لگائیں گے فوراً؟ صرف ادنیٰ فرد میں بیع ہوئی ہے، اقل کے اندر بیع ہوئی ہے اور وہ کون سا ہے؟ ایک، یعنی صرف ایک قفیز میں بیع ہوئی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو ایک قفیز میں بیع جائز ہوئی، باقی کے اندر بیع صحیح نہیں ہوئی۔ یہ تھا پہلا مقدمہ، سمجھ میں آ گیا سب کو؟

مقدمہ ثانیہ، دوسرا مقدمہ۔ میں نے بتلایا تھا دو چیزیں ہیں بھئی: ایک ہے اصل، ایک ہے وصف۔ توجہ سے سننا بھئی مشکل بحث ہے سمجھ لو اچھی طرح اس کو۔ ایک ہے اصل اور ایک ہے وصف۔ یاد رکھو ثمن جو آتے ہیں اصل کے مقابلے میں آتے ہیں، اصل میں زیادتی ہوتی ہے ثمن بھی بڑھتا ہے۔ گندم آپ خریدتے ہیں ایک قفیز ہے کتنے کا؟ ایک درہم، دو قفیز ہوا تو کتنے درہم؟ دو درہم، تین قفیز ہوا تو کتنے درہم؟ تین درہم، چار قفیز ہوا تو کتنے درہم؟ چار درہم۔ تو دیکھو اصل بڑھ رہی ہے، اصل یعنی وہ چیز بڑھ رہی ہے تو قیمت بھی بڑھ رہی ہے، پیسے بھی اسی اعتبار سے بڑھ رہے ہیں۔ تو ثمن جو ہوتے ہیں، پیسے جو ہوتے ہیں کس کے مقابلے میں آتے ہیں؟ اصل کے مقابلے میں، وصف کے مقابلے میں کبھی پیسے نہیں ہوتے۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو میں نے بتلایا تھا بھئی ایک ہے اصل اور ایک وصف۔ اصل اور عین کے مقابلے میں تو ثمن آتے ہیں مگر وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں آتے۔

اچھا، اب یاد رکھیے یہ جو مکیلات اور موزونات جو ہیں ان کے اندر قلت اور کثرت اصل ہے۔ مکیلات اور موزونات ان میں قلت اور کثرت کیا ہے؟ اصل ہے، یعنی تھوڑے ہوں گے تو ثمن بھی کم ہوں گے، کیونکہ اصل ہے اور اصل کے مقابلے میں کیا آتے ہیں؟ ثمن۔ تو جب کم ہوئے تو اصل کم ہوا، اور اصل کے مقابلے میں آتے ہیں ثمن تو جب اصل کم ہوا تو ثمن بھی کم ہوا۔ اور اگر مقدار بڑھتی ہے تو معلوم ہوا اصل اور عین بڑھ رہی ہے، اور اصل اور عین کے مقابلے میں ثمن آتے ہیں تو جب اصل اور عین بڑھ رہی ہے تو ثمن بھی بڑھ جائیں گے۔ یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی۔

جبکہ ذراع فقہا فرماتے ہیں ذراع وصف ہے مذروعات میں۔ کیل اور وزن کو تو اصل قرار دے دیا لیکن ذراع کو انہوں نے کیا قرار دیا؟ جو گز ہے اس کو کیا قرار دیا انہوں نے؟ وصف قرار دے دیا۔ بھئی کپڑا ماپتے ہیں یہ جو اس کے اندر گز ہیں یہ کیا ہیں؟ وصف ہیں، اصل نہیں ہیں۔ اور وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں آتے۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ اب پتہ کیسے چلے گا کیا چیز اصل ہے بھئی، کیسے ہمیں پتہ لگے گا کیا چیز اصل ہے کیا چیز وصف؟ تو میں نے ضابطہ آپ کو لکھوایا تھا: مَا يَتَعَيَّبُ بِالتَّبْعِيْضِ وَالتَّشْقِيْصِ فَالزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِيْهِ وَصْفٌ وَمَا لَيْسَ كَذٰلِكَ فَالزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِيْهِ أَصْلٌ۔ وہ چیز جو عیب دار ہو جاتی ہے تَبْعِيْض وتَشْقِيْص سے، تَبْعِيْض کا معنی بعض بعض کر دینا یعنی حصے حصے کر دینا، تَشْقِيْص کا بھی یہی معنی ہے مولانا ٹکڑے کر دینا، حصے کر دینا۔ بھئی جس چیز کے حصے بخرے کر دیں الگ الگ ٹکڑے کر دیں اس سے اس میں عیب آ جائے معلوم ہوا یہ اس کے اندر وصف ہے، تو یہ کمی زیادتی اس کے اندر کیا ہے؟ وصف ہے۔ کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے مولانا سات گز کا، آپ اس کو لیتے ہیں پانچ سو روپے میں، کتنے میں لے لیتے ہیں؟ پانچ سو روپے میں لے لیتے ہیں، آرام سے لے لیں گے اچھا کپڑا ہے بھئی، آرام سے آپ کا سوٹ بن جائے گا۔ لیکن وہی کپڑا دکاندار کیا کرتا ہے؟ ایک ایک گز والے سات پیس کاٹ کے رکھ دیتا ہے۔ اب کوئی لے گا اس کو؟ کوئی سوٹ بنوا سکتا ہے؟ نہیں بھئی، اب کپڑے میں عیب آ گیا۔ تو دیکھو حصے بخرے کیے، اس کے ٹکڑے کیے تو اس میں کیا آ گیا؟ عیب آ گیا۔ تو جو چیز حصے بخرے کرنے سے، ٹکڑے کرنے سے عیب دار ہو جائے اس میں کمی زیادتی یہ کیا ہے؟ وصف، اور کمی زیادتی کس سے ہو رہی ہے؟ گزوں سے ہی تو ہو رہی ہے، معلوم ہوا یہ گز کیا ہیں؟ وصف ہیں کپڑے میں۔

اور جس چیز کے اندر ایسا نہ ہو، حصے ٹکڑے کرنے سے اس میں کوئی عیب نہیں آتا تو وہ کمی زیادتی اس کے اندر کیا ہے؟ اصل۔ دیکھو گندم کا ایک ڈھیر پڑا ہے، سو قفیز گندم ہے مولانا سو درہم کی بکے گی۔ میں یوں کرتا ہوں ایک ایک قفیز اٹھا کے الگ الگ رکھ دیتا ہوں، پھر ان کو ملا دیا، کوئی عیب آیا بھئی؟ نہیں۔ الگ کیا تو بھی کوئی عیب نہیں، ملایا پھر بھی کوئی عیب نہیں۔ لیکن کپڑے میں عیب آ رہا تھا، الگ کر کے بعد میں اب اکٹھے سی بھی دو پھر بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا یہ جو جس چیز میں حصے کرنے سے عیب نہیں آتا اس میں کمی اور زیادتی کیا ہے؟ اصل ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اسی طرح وزن کرنے والی چیزیں بھی ہیں، چینی ہے مولانا سو کلو پڑی ہے، اس کے میں سو حصے کر دیتا ہوں پھر ان کو آپس میں ملا دیتا ہوں، کوئی عیب آیا؟ نہیں۔ معلوم ہوا اس کے اندر کمی زیادتی اصل ہے۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ جس چیز کے حصے کر لیں اس میں عیب آ جائے تو اس میں کمی زیادتی کیا ہے؟ وصف، اور جس چیز کے حصے کر دیں اور پھر اس میں عیب نہ آئے تو اس میں کمی زیادتی کیا ہے؟ اصل ہے۔ یہ ضابطہ یاد رکھنا۔

اب بھئی آگے بات یہ لکھوائی تھی کہ بھئی دیکھو ذراع کو انہوں نے کیا قرار دیا ہے فقہا نے؟ وصف قرار دیا ہے، لیکن اس ذراع میں اصل بننے کی صلاحیت بھی ہے۔ گز بڑھتے ہیں تو کپڑا بڑھتا ہے یا نہیں؟ بڑھتا ہے۔ معلوم ہوا اس سے چیز کی مقدار بھی بڑھ رہی ہے بھئی۔ اور اصل وہ ہوتا ہے جس سے چیز کی مقدار بڑھتی ہے، وہ بڑھتا ہے تو چیز کی مقدار بڑھتی ہے، معلوم ہوا اس میں اصل بننے کی صلاحیت بھی ہے۔ ذراع کو قرار کیا دیا؟ وصف، لیکن اس میں اصل بننے کی صلاحیت بھی ہے۔ بھئی جیسے دیکھو گندم کے اندر بھئی قفیز کو کیا قرار دیا انہوں نے؟ اصل قرار دیا یا وصف؟ اصل قرار دیا۔ قفیز بڑھیں گے تو گندم بڑھے گی بھئی، معلوم ہوا یہ اصل ہے۔ تو اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے پھر تو کپڑے کے اندر جو گز بڑھتے ہیں تو کپڑا بھی بڑھتا ہے، معلوم ہوا اس میں بھی اصل بننے کی صلاحیت ہے۔ فقہا نے وصف قرار دیا ہے لیکن اس میں اصل بننے کی صلاحیت ہے، اور پھر یہ کبھی اصل کے قائم مقام ہو جاتا ہے، اصل بن جاتا ہے کب؟ جب ہر گز کی قیمت ذکر کر دی جائے۔ کیا کر دی جائے؟ ہر گز کی قیمت ذکر کر دی جائے۔ بھئی مثلاً ایک کپڑا پڑا ہوا ہے آٹھ دس گز پڑا ہے، میں آپ کو بیچتا ہوں ویسے ہی بیچتا ہوں آپ کو بھئی ہر گز کی قیمت ذکر نہیں کرتا، میں کہتا ہوں یہ کپڑا میں نے آپ کو سو روپے میں بیچا۔ میں نے فی گز کی کوئی قیمت ذکر کی؟ نہیں کی۔ لیکن اگر میں ہر گز کی قیمت ذکر کر دوں: یہ کپڑا میں نے آپ کو بیچا سو روپے میں، ہر گز مثلاً کتنے کا ہے؟ مثلاً پانچ گز کپڑا ہے، ہر گز کتنے کا ہے؟ بیس روپے کا ہے۔ اب میں نے ہر گز کے مقابلے میں قیمت ذکر کر دی، اب مولانا یہ اصل بن گیا، گز بڑھیں گے تو پیسے بڑھیں گے، گز کم ہوں گے تو پیسے بھی کم ہوں گے، کیونکہ ہر گز کی میں نے کیا ذکر کی ہے؟ قیمت ذکر کی ہے اور جب گز بڑھتے گئے معلوم ہوا پیسے بھی بڑھتے جائیں گے۔ یہاں تک بھی بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہ دو مقدمات پورے ہوئے یہاں پر آ کر بھئی۔

اچھا اب بھئی یہ چیزیں بیچتے ہوئے، یہ جو چھ قسم کی چیزیں ذکر ہوئیں مولانا، کون کون سی؟ مکیلات، موزونات، معدودات متقاربہ اور معدودات غیر متقاربہ اور مذروعات متقاربہ اور مذروعات غیر متقاربہ، ان کو بیچتے ہوئے کل مقدار، ایک ہے کل مقدار اور ایک ہے ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت، دو چیزیں ہیں یہاں پر۔ کتنی چیزیں؟ دو چیزیں۔ نمبر ایک کیا؟ کل مقدار، یعنی بیچتے ہوئے کل مقدار ذکر ہو گی یا ذکر نہیں ہو گی۔ میرے پاس گندم کا ایک ڈھیر پڑا ہے، میں کہوں گا یہ سو قفیز گندم ہے، تو میں نے کیا ذکر کر دیا؟ کل مقدار۔ اور کبھی میں کل مقدار کو ذکر نہیں کرتا: ہر پیمانہ میں نے آپ کو کتنے کا بیچا؟ ایک درہم کا۔ اب میں

نے کل مقدار ذکر نہیں کی۔ تو کبھی کل مقدار ذکر کی جائے گی اور کبھی کل مقدار ذکر نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت وہ کبھی ذکر ہو گی کبھی ذکر نہیں ہو گی۔ مثلاً گندم کا ایک ڈھیر پڑا ہے بھئی، میں نے آپ کو کہا یہ سو قفیز گندم ہے میں نے آپ کو سو درہم میں بیچ دی۔ کیا میں نے ہر پیمانے کی قیمت ذکر کی؟ نہیں، ہر پیمانے کی الگ قیمت میں نے ذکر نہیں کی۔ اور ایک صورت ہے کہ میں یہ دوسری صورت بنالو بکریوں کی بنالو، میرے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ ہے، میں نے آپ کو کہا یہ سو بکریاں ہیں یہ میں نے آپ کو ایک لاکھ روپے میں فروخت کر دیں، یہ مثال بنالو۔ کتنی بکریاں ہیں؟ سو، اور میں نے کتنے میں فروخت کیں؟ ایک لاکھ۔ تو میں نے کل مقدار ذکر کی کہ سو بکریاں ہیں، ہر بکری کی قیمت ذکر کی؟ نہیں۔ تو کبھی ہر فرد کی قیمت ذکر نہیں ہوتی اور کبھی ذکر ہو جاتی ہے: یہ سو بکریاں ہیں اور ہر بکری کتنے کی ہے؟ ایک ہزار کی ہے۔ اب میں نے کیا کر دیا؟ ہر فرد کی قیمت ذکر کر دی۔

تو ایک ہے کل مقدار وہ کبھی بیع میں ذکر ہو گی کبھی ذکر نہیں ہو گی، اور ایک ہے ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت وہ بھی کبھی ذکر ہو گی کبھی ذکر نہیں ہو گی، تو کل چار صورتیں بن گئیں۔ پہلی صورت کیا؟ نہ تو کل مقدار ذکر کرے اور نہ ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر کرے۔ مثلاً بھئی میرے پاس ایک بکریوں کا ریوڑ ہے، میں نے آپ کو کہا یہ ریوڑ یہ ساری بکریاں میں نے آپ کو ایک لاکھ میں بیچ دیں۔ اب آپ بتایئے میں نے تعداد ذکر کی کل کتنی بکریاں ہیں؟ یہ بھی نہیں ذکر کی۔ اچھا ہر بکری کی قیمت ذکر کی؟ وہ بھی نہیں ذکر کی۔ تو نہ کل مقدار ذکر ہے اور نہ ہر فرد کی قیمت، ایک یہ صورت ہو گئی بھئی۔ دوسری صورت کیا بنائی تھی؟ کل مقدار تو ذکر نہیں ہے لیکن ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر ہے۔ میں نے کہا یہ بکریاں میں نے آپ کو فروخت کیں ہر بکری دو ہزار روپے کی ہے۔ اب میں نے کل تعداد بتائی کتنی بکریاں ہیں؟ نہیں بتائی، لیکن ہر فرد کی کیا ذکر کر دی؟ قیمت ذکر کر دی۔ دوسری صورت یہ تھی۔ تیسری صورت بھئی: کل مقدار تو ذکر کرتا ہے لیکن ہر فرد کی قیمت ذکر نہیں کرتا۔ میں کہتا ہوں یہ سو بکریاں میں نے آپ کو ایک لاکھ میں بیچ دیں، تو میں نے کیا ذکر کیا؟ کل مقدار، لیکن ہر بکری کی قیمت ذکر نہیں کی۔ چوتھی صورت یہ ہے مولانا کہ دونوں چیزیں ذکر کی جائیں: یہ سو بکریاں ہیں ایک لاکھ میں میں نے آپ کو فروخت کر دیں ہر بکری ایک ہزار کی ہے۔ دیکھا کل مقدار بھی ذکر کر دی کتنی بکریاں ہیں؟ سو، اور ہر بکری کی قیمت بھی ذکر کر دی کہ ہزار ہزار ہے، تو کل کتنی صورتیں ہو گئیں؟ چار۔ پہلی صورت کیا تھی؟ دونوں چیزوں میں سے کوئی بھی ذکر نہ ہو۔ دوسری صورت کیا تھی؟ صرف ہر فرد کی یا ہر پیمانے کی قیمت ذکر ہے۔ تیسری صورت کیا تھی؟ صرف کل مقدار ذکر ہے۔ اور چوتھی صورت کیا تھی؟ دونوں ذکر ہیں بھئی۔ پھر دہراؤ میرے ساتھ: پہلی صورت کیا تھی؟ دونوں میں سے کوئی بھی چیز ذکر نہ ہو۔ دوسری صورت کیا تھی؟ صرف ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت۔ تیسری صورت کیا تھی؟ صرف کل مقدار ذکر ہے۔ اور چوتھی صورت؟ دونوں ذکر ہیں، کل مقدار بھی اور ہر پیمانے کی یا ہر فرد کی قیمت بھی، چار صورتیں۔

پہلی صورت کون سی تھی؟ دونوں چیزیں ذکر نہیں ہیں، نہ کل مقدار ذکر ہے اور نہ ہر فرد کی قیمت۔ یہ مسئلہ صاحب کتاب نے آپ کو بتلادیا وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا بھئی۔ یہ صفحہ دیکھیے بھئی کتاب کا چوتھی یا پانچویں چھٹی سطر ہے بھئی: وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِيْ جَوَازِ الْبَيْعِ۔ اور وہ عوض جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہو وہ محتاج نہیں ہیں اپنی مقدار کی معرفت کے بیع کے جائز ہونے میں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ بیع جائز ہو جائے گی، اس میں کسی قسم کا جھگڑا ہی نہیں ہے۔ میرے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ کھڑا ہے، میں نے کہا یہ ساری بکریاں میں نے آپ کو ایک لاکھ میں فروخت کر دیں۔ بھئی میں نے کل تعداد ذکر کی؟ نہیں۔ ہر فرد کی قیمت ذکر کی؟ نہیں۔ جھگڑا کوئی آئے گا؟ نہیں، چیز سامنے پڑی ہوئی ہے۔ میرے پاس گندم کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے، میں نے کہا یہ ساری گندم میں نے آپ کو سو درہم میں فروخت کر دی۔ میں نے کوئی قفیزوں کی مقدار ذکر کی؟ نہیں۔ ہر پیمانے کی کوئی قیمت ذکر کی؟ نہیں۔ لہٰذا اس میں یہ تو مُشَارٌ إِلَيْهِ ہے بھئی، اس کی بیع میں کسی قسم کا جھگڑا نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یا بھئی میں آپ کو کہتا ہوں یہ جو میرا گودام بھرا ہوا ہے یہ ساری گندم میں نے آپ کو دس لاکھ میں فروخت کر دی۔ میں نے کوئی ذکر کیا کتنی گندم ہے؟ نہیں۔ اور فی قفیز یا فی کلو میں کس طرح دے رہا ہوں؟ نہیں۔ جھگڑے کا کوئی امکان ہے؟ نہیں، اس کو پتہ ہے اتنا گودام ہے اتنی گندم بھری ہوئی ہے، مرضی ہے لیتا ہے لے نہیں لیتا نہ لے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟[1]

تو یہ پہلی صورت اس کا حکم متن میں بیان ہو چکا۔ تو یہ چیز جو بیچی جا رہی ہے چاہے یہ مکیلات میں سے ہو، چاہے یہ موزونات میں سے ہو، چاہے یہ معدودات متقاربہ میں سے ہو یا معدودات غیر متقاربہ سے، چاہے یہ مذروعات متقاربہ سے ہو یا مذروعات غیر متقاربہ سے، جو بھی ہے چھ کی چھ سب کی بیع اگر یہ اس

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِيْ جَوَازِ الْبَيْعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والأعواض المشار إليها لا يحتاج إلى معرفة مقدراها في جواز البيع» منقول ہے۔

طریقے پر ہوئی جس میں نہ کل مقدار ذکر ہے اور نہ ہر پیمانے کی قیمت ذکر ہے جب وہ چیز سامنے موجود ہے تو بیع کیا ہو گئی؟ صحیح ہو گئی، کسی قسم کا جھگڑا نہیں۔ سب کی آپ مثالیں بنا سکتے ہیں بھئی: مکیلات میں میں نے گندم کی مثال بنادی، موزونات میں آپ چینی کی بنالیں بھئی یہ سامنے آپ کے چھ بوری چینی پڑی ہوئی ہے، بوری آپ نے خود بھری ہیں پتہ نہیں ہر بوری میں کتنا ہے لیکن چیز سامنے موجود ہے، نہ آپ نے کل مقدار ذکر کی کتنے کلو ہے اور نہ آپ نے فی کلو کی قیمت ذکر کی یہ ساری میں نے آپ کو دس ہزار میں بیچی، کوئی جھگڑا آئے گا؟ نہیں آئے گا، وہ لینا ہے سامنے چیز پڑی ہے۔ اچھا معدودات کے اندر چلے جائیں، معدودات غیر متقاربہ اس کی مثال بکریوں والی وہ گزر گئی۔ معدودات متقاربہ ہیں مثلاً انڈے ہیں بھئی، سامنے انڈے پڑے ہوئے ہیں بہت زیادہ لیکن کہتا ہے یہ سارے انڈے آپ کو میں نے ایک ہزار میں بیچے، کل تعداد ذکر کی؟ نہیں کی، اور ہر انڈے کی قیمت ذکر کی؟ نہیں کی، یہ صحیح۔ اسی طرح مذروعات کے اندر دیکھ لیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اچھا باقی تین صورتوں کے لیے میں نے آپ کو نقشہ بنوایا تھا بھئی۔ نقشے کے اوپر پہلے خانے میں کیا لکھا تھا؟ شے کی نوع بھئی۔ پھر آگے کیا تھا؟ ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر ہے اور کل مقدار ذکر نہیں، یہ کون سی صورت تھی؟ دوسری صورت۔ اگلے خانے میں کیا تھا؟ جب صرف کل مقدار ذکر کی جائے، ہر پیمانے کی قیمت ذکر نہ کی جائے۔ آخری خانے میں کیا تھا؟ جب دونوں کو ذکر کیا جائے، کل مقدار بھی اور ہر پیمانے کی قیمت بھی۔ یہی تین صورتیں ہیں نا، ایک صورت کا حکم تو ساروں کا پہلے گزر گیا، تین صورتیں باقی ہیں اس کا حکم بتلا رہا ہوں۔

تو بھئی اگر چیز مکیلات، موزونات یا معدودات متقاربہ کے قبیل سے ہو، چاہے مکیلات میں سے ہو چاہے موزونات میں سے ہو یا معدودات متقاربہ میں سے، اب کل مقدار ذکر نہیں کرتا صرف کیا ذکر کرتا ہے؟ ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت۔ پہلی چیز کیا ہے؟ مکیلات کی مثال بناؤ۔ گندم پڑی ہے مولانا، میرے پاس بہت ساری گندم کا ڈھیر ایک لگا ہوا ہے یا گودام کے اندر گودام بھرا ہوا ہے مولانا گندم سے۔ میں نے دوسرے آدمی سے کہا یہ جو گودام کے اندر گندم ہے یہ ساری آپ کو میں نے بیچ دی ہر قفیز کتنے کا؟ سو روپے کا، ہر قفیز مثلاً کتنے کا؟ سو روپے۔ میں نے ہر پیمانے کی قیمت ذکر کر دی، کل مقدار ذکر کی کتنی گندم ہے؟ نہیں، یہ وہ پہلی صورت آرہی ہے۔ اس صورت میں میں نے کہا کُلُّ قَفِيْزٍ بِمِائَةٍ رُبِيَّةٍ، کیا چیز ذکر کی دو میں سے؟ ہر پیمانے کی قیمت ذکر کر دی۔ آپ کیا حکم لگائیں گے؟ بھئی وہ میں نے آپ کو مقدمے میں پہلا ضابطہ کیا لکھوایا تھا؟ جب کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جس کی انتہا کا پتہ نہ ہو تو کتنے میں بیع ہوتی ہے؟ صرف ایک میں۔ تو یہاں بھی میں نے کہا بھئی کُلُّ قَفِيْزٍ بِمِائَةٍ رُبِيَّةٍ، اور کل کتنے قفیز ہیں؟ قفیزوں کی تعداد کا پتہ ہے گودام میں؟ نہیں پتہ۔ تو ضابطہ لگا دو فوراً، ایسی صورت میں کیا ضابطہ تھا ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک؟ ادنیٰ و اقل میں بیع ہو گی اور ادنیٰ اور اقل کتنے ہیں؟ ایک ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ امام صاحب فرماتے ہیں صرف ایک قفیز میں بیع ہو گی۔ ضابطہ تو تینوں کے نزدیک ہے لیکن یہاں امام صاحب آگے آئے گا مولانا قدوری کے اندر بتلائیں گے ایک قفیز میں امام صاحب فرماتے ہیں بیع ہو جائے گی، اور باقی مقدار مجہول ہے لہٰذا اس کے اندر بیع جائز نہیں، پتہ نہیں کتنے قفیز ہیں اس کے اندر بھئی ہزار ہیں دو ہزار ہیں تین ہزار ہیں۔ صاحبین اس صورت میں فرماتے ہیں بھئی کہ بیع صحیح ہو جائے گی۔ امام صاحب نے تو فرمایا تھا جہالت آگئی مولانا پتہ نہیں کتنے قفیز ہیں، صاحبین فرماتے ہیں جہالت تو آگئی لیکن یہ جہالت کوئی جھگڑے کا باعث نہیں کیونکہ ان دونوں کے ہاتھ میں ہے مسئلہ، ماپ لیں گے اسی وقت کیا ہو گا اس کا پتہ چل جائے گا کتنی ہے۔ تو بہر حال میں نے امام صاحب کے قول کے مطابق لکھوا دیا آپ کو بھئی کہ ایسی صورت کے اندر صرف کتنے میں بیع ہو گی؟ ایک۔ دیکھا اب پہلے خانے میں لہٰذا کیا لکھا؟ صرف ایک فرد یا ایک پیمانے کے اندر بیع کیا ہو گئی؟ صحیح ہو گئی۔

یہ مکیلات کی مثال تھی۔ موزونات میں بھی یہی مثال بنالو بھئی۔ میرے سامنے چینی پڑی ہے کافی زیادہ، میں نے آپ سے کیا کہا؟ یہ چینی ہے یہ میں آپ کو بیچتا ہوں ہر کلو کتنے کا؟ بیس روپے کا۔ اب میں نے کل مقدار ذکر کی؟ نہیں، صرف کیا کیا؟ قیمت ہر پیمانے کی۔ فوراً کیا حکم لگائیں گے آپ؟ کتنے میں بیع صحیح ہوئی؟ ادنیٰ اور اقل میں اور وہ کتنا ہے؟ ایک ہے، معلوم ہوا ایک کلو میں بیع صحیح ہوئی باقی صحیح نہیں۔ معدودات متقاربہ کا بھی یہی حکم بتلایا تھا، اس کی مثال بناؤ بھئی: انڈے ہیں انڈے، بہت سے انڈے پڑے ہیں بھئی، میں نے آپ سے کہا یہ سارے انڈے میں نے آپ کو فروخت کیے فی انڈا دو روپے۔ اب بھئی ہر انڈا دو روپے، قیمت تو ذکر کر دی ہر فرد کی لیکن کل مقدار کا پتہ نہیں۔ ایسی صورت میں کیا حکم لگتا ہے؟ کتنے میں ہوتی ہے بیع؟ ادنیٰ اور اقل میں اور وہ کیا ہے؟ ایک ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ مکیلات، موزونات، معدودات متقاربہ تینوں کا حکم چل رہا ہے۔

اگلی صورت تھی مولانا جب کل مقدار ذکر کی جائے۔ یاد رکھیے یہاں پر کل مقدار جب ذکر کی جائے ساتھ ہر پیمانے کی قیمت ذکر ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا ان دونوں صورتوں کا، تیسری اور چوتھی صورت کا ایک ہی حکم ہے، صرف کل مقدار ذکر کر دی جائے بھئی۔ لہٰذا

اب یہ صورت بنالو، پہلی صورت کیا بناتے ہیں؟ صرف کل مقدار ذکر کی بھئی۔ میرے پاس گندم کا ایک ڈھیر پڑا ہے، یا یوں کہو موبائل ہیں بھئی موبائل۔ میرے پاس نئے پیک شدہ موبائل پڑے ہیں مولانا، بہت سارے ڈبے پڑے ہیں۔ میں نے آپ سے کہا یہ ایک ہزار موبائل میں نے آپ کو دس لاکھ میں فروخت کر دیے۔ اب آپ مجھے بتلایئے مولانا یہ ڈبہ پیک موبائل یہ کس قبیل سے ہیں؟ معدودات، گنا جاتا ہے، اور متقارب ہیں یا غیر متقارب؟ ایک قسم کے ہیں سارے قسم قسم کے نہیں ایک قسم کے ہیں سارے، یہ متقارب ہیں یا غیر متقارب؟ متقارب، ایک جیسے ہیں بھئی۔ سوئی جتنا تو فرق ضرور ہو گا یا کچھ ہو گا لیکن اس کو کوئی شمار کرتا ہے؟ نہیں بھئی۔ تو یہ معدودات متقاربہ کی مثال میں ذکر کر رہا ہوں۔ اچھا میں نے کیا کہا تھا آپ سے؟ ایک ہزار موبائل ہیں اور کتنے میں فروخت کیے؟ دس لاکھ میں۔ میں نے کیا چیز ذکر کی؟ کل مقدار، ہر موبائل کی قیمت ذکر کی؟ نہیں، لیکن ذکر نہ بھی کریں ہر موبائل کی خود بخود قیمت کتنی نکل آئی؟ ایک ہزار نکل آئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لہٰذا اسی لیے میں نے کہا جب کل مقدار معدودات متقاربہ، مکیلات، موزونات میں جب کل مقدار ذکر کر دیں تو پھر ہر پیمانے کی قیمت یا ہر فرد کی قیمت ذکر کرنا ضروری نہیں، وہ خود بخود نکل آتی ہے۔

اچھا اب اس صورت میں ہم دونوں کے درمیان بیع ہو گئی، اب آپ نے موبائل اٹھانا شروع کیے گن رہے ہیں، دیکھا تو پورے نکل آئے بھئی، بیع کیا ہو گئی؟ صحیح ہو گئی، جتنے ذکر تھے موبائل بھی اتنے ہی۔ اسی لیے میں نے پہلی صورت لکھوائی اگر مبیع مذکورہ مقدار کے برابر ہوا، مذکورہ تعداد کے برابر ہوا تو بیع کیا ہو گئی؟ صحیح ہو گئی، میں نے بھی بیچے تھے ہزار موبائل نکلے بھی کتنے؟ ہزار۔ دوسری صورت: کم نکل آتے ہیں بھئی۔ اب اس نے گننا شروع کیے تو موبائل کتنے میں نے کہے تھے؟ ہزار، اس نے گنے تو ساڑھے نو سو موبائل نکلے بھئی۔ کیا حکم لگائیں گے؟ بھئی اب یہاں جتنی تعداد کم ہوئی اتنے ہی پیسے بھی کم ہو جائیں گے۔ تو میں نے کہا تھا ہزار موبائل ہیں اور سارے دس لاکھ روپے کے، تو اب ایک موبائل ایک ہزار کا بن گیا۔ تو اب ساڑھے نو سو موبائل نکلے ہیں، کتنے موبائل کم؟ پچاس موبائل کم۔ تو ساڑھے نو سو موبائل کی کتنی قیمت ہو گئی؟ نو لاکھ پچاس ہزار، کیونکہ ہر موبائل کتنے کا ہے؟ ایک ہزار کا۔ معلوم ہوا جتنی مقدار نکلے گی اسی کے بقدر کیا ہوں گے؟ ثمن بھی دینے پڑیں گے، یہ تو نہیں کہ ثمن اب پورے ہی دینے پڑیں گے بلکہ جتنی مقدار ہو گی اسی کے بقدر ثمن دینے پڑیں گے۔ لیکن ساتھ ساتھ خریدنے والے کو اختیار بھی ہے لینا چاہے لے اور چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے۔ کیوں؟ خیار کیوں؟ وجہ یہ بھئی ہو سکتا ہے اسے خریدنے والے کو ضرورت ہی ہزار موبائل کی تھی، اب میرے سے وہ ساڑھے نو سو موبائل لے گا پچاس کہیں اور سے جا کر لے گا بھئی، تو اس کے لیے مسئلہ بن گیا بھئی، سارے موبائل اکٹھے لے رہا تھا تو اسے سستے پڑتے تھے اب پچاس الگ لے گا تو اسے لازمی بات ہے کیا ہوں گے؟ مہنگے پڑیں گے۔ تو اس پر عقد تقسیم ہو گیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا شریعت پھر اس کو اختیار دے دیتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت اس سے پوری نہ ہو رہی ہو بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کیا حکم لکھوایا تھا؟ اگر مقدار برابر ہوئی تو بیع صحیح ہو جائے گی، اگر کم ہوئی تو جتنی مقدار یا افراد کم قیمت بھی اتنی ہی کم ہو جائے گی اور ساتھ ساتھ کیا ہو گا اسے؟ اختیار بھی ہو گا بیع کو فسخ کرنا چاہے، چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکتا ہے۔ اور اگر زیادہ نکلے تو؟ موبائل گننا شروع کیے دیکھا تو وہ گیارہ سو نکل آئے، اب کیا کریں گے؟ میں نے کیا لکھوایا تھا؟ زائد بائع کے بھئی! میں نے آپ کو کتنے بیچے ہیں؟ ہزار، ہزار لے لو اس میں سے سو چھوڑ دو۔ بیع کتنے کی ہوئی ہے؟ ایک ہزار کی بیع ہوئی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ میں نے آپ کو کہا تھا اگر کم نکلے تو پیسے کم ہو جائیں گے لیکن ساتھ اختیار ہو گا، لیکن اگر زائد نکلے تو زائد کس کے ہوں گے؟ بائع کے ہوں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جی یہ مکیلات کا بھی حکم ہے، موزونات کا بھی اور معدودات متقاربہ کا بھی۔

اگلی صورت پہ آجائیں مولانا: معدودات متفاوتہ کا حکم بھئی، یعنی غیر متقاربہ۔ کیا مثال بنائیں اس کی بھئی؟ گننے والی چیز ہو اور افراد الگ الگ ہوں: بکریاں بنالو، اور بھئی استعمال شدہ موبائل کی بناؤ مثال بھئی۔ استعمال شدہ موبائل مولانا ایک جیسے ہوتے ہیں سارے یا الگ الگ ہوتے ہیں؟ الگ الگ۔ وہی موبائل جب ڈبہ پیک تھے سارے نئے تھے ایک جیسے تھے، لیکن وہی موبائل جب ڈبے کھل گئے استعمال ہو گئے اب سارے کیا ہو گئے؟ الگ الگ۔ بھئی استعمال شدہ موبائل لے جائیں تو کیا دکاندار جتنے بھی آپ لے جائیں ایک ہی ریٹ ہوتا ہے؟ نہیں، وہ باقاعدہ اس کو دیکھے گا اس کی حالت دیکھے گا اور پھر اس کے مطابق ریٹ لگائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا استعمال شدہ موبائل ہزار آپ کے ہاں پڑے ہوئے ہیں مولانا۔

اچھا ہاں اس کی مثال بناتے ہیں: کیا پہلی صورت کیا تھی بھئی نقشے میں؟ ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر کی جائے۔ اب دیکھو میرے پاس استعمال شدہ موبائل کافی سارے پڑے ہوئے ہیں میں نے آپ کو بیچے، کیا کہا؟ یہ موبائل میں نے آپ کو بیچے ہر موبائل پانچ سو روپے کا۔ جی کیا حکم لگائیں گے؟ بیع فاسد۔ یہ تو میں نے نقشے میں لکھوا دیا تھا، ورنہ وہ ضابطہ لگاؤ مولانا ضابطہ لگاؤ: جب کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جائے جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو بیع کتنے میں ہو گی؟ اقل اور ادنیٰ میں اور وہ کتنا ہے؟ ایک۔ تو یہاں پر بھی موبائلوں کا ڈھیر پڑا ہوا ہے وہ میں نے آپ کو بیچا اور ہر موبائل کُلُّ جَوَّالٍ بِخَمْسِ مِائَةٍ بھئی، تو کُلُّ کا لفظ لایا اور کُلّ کی اضافت میں نے ایسی چیز کی طرف کی جس کا منتہیٰ معلوم ہے؟ کل تعداد کا پتہ ہے؟ نہیں۔ اور ایسے موقع پر کیا ضابطہ لگتا ہے؟ اقل اور ادنیٰ میں بیع

صحیح ہوتی ہے، تو لہٰذا کتنے میں بیع صحیح ہونی چاہیے؟ ایک میں، لہٰذا ایک موبائل میں بیع صحیح ہونی چاہیے۔ لیکن مولانا میں نے کیا لکھوایا، صاحب قدوری آپ کو کیا بتلائیں گے؟ بیع فاسد۔ بھئی کیوں؟ آپ نے ضابطہ تو ہے ایک میں تو ہونی چاہیے۔ وجہ یہ مولانا اگر ہم یہ کہہ دیں ایک میں بیع صحیح ہو گئی تو اب وہ کیا کرے گا مشتری؟ ان میں سے چن کے اچھا سا موبائل نکالنے کی کوشش کرے گا، اور بیچنے والا میں چاہوں گا جو سب سے گندا موبائل ہے خراب ہے جو ٹوٹا ہوا ہے وہ اس کو کسی طرح دے دوں۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ یعنی وہ سب سے اعلیٰ نکالنے کی کوشش کرے گا میں سب سے ادنیٰ قسم دینے کی کوشش کروں گا تو جھگڑا آئے گا، اور جو بیع بھی جھگڑے کی طرف لے جائے وہ کیا ہوتی ہے؟ فاسد، لہٰذا بیع کیا ہو گئی؟ فاسد ہو گئی۔

اچھا بھئی ایک آدمی کو میں نے بکریاں بیچیں، میرے پاس بکریوں کا ریوڑ ہے بھئی بہت ساری بکریاں ہیں، میں نے کہا یہ ساری بکریاں میں نے آپ کو فروخت کر دیں فی بکری ایک ہزار روپے کی۔ کیا حکم لگائیں گے آپ؟ کتنے میں ہونی چاہیے بیع؟ ادنیٰ میں ہونی چاہیے یعنی ایک بکری میں، لیکن بیع کیا قرار دیں گے ہم؟ فاسد۔ کیوں فاسد قرار دیں گے؟ جھگڑا ہو گا، خریدار اب چاہے گا میں خوب زبردست قسم کی بکری نکالوں موٹی تازی، اور بیچنے والا کیا چاہے گا؟ وہ اسے مریل سی کوئی بکری نکال کے دے دے بھئی، تو جھگڑا آئے گا اور جو بیع بھی جھگڑے تک لے جانے والی ہو وہ کیا ہوتی ہے؟ فاسد ہوتی ہے۔ یہ تو وہ صورت تھی جب ہر فرد کی یا ہر پیمانے کی قیمت ذکر کی جائے۔

اگلی صورت کیا ہے؟ کل مقدار صرف ذکر کی ہے، ہر پیمانے کی قیمت ذکر نہیں کی۔ میرے پاس پرانے موبائل پڑے ہیں کافی سارے، میں نے کہا یہ سو موبائل ہیں آپ کو میں نے پچاس ہزار میں فروخت کیے۔ کیا ذکر کیا میں نے؟ کل مقدار، ہر فرد کی قیمت ذکر کی؟ نہیں۔ میں نے کتنے کہا کتنے ہیں یہ؟ سو موبائل ہیں، تو اب ہو سکتا ہے یہ سو نکلیں، ہو سکتا ہے یہ سو سے کم ہوں، ہو سکتا ہے یہ سو سے زیادہ۔ تینوں کا حکم میں نے بتلایا تھا: اگر پورے سو نکلے تو بیع کیا ہو گئی؟ صحیح ہو گئی۔ اگر کم نکلے، سو میں نے کہے تھے کتنے نکلے؟ نوے نکلے۔ اب پیسے کم ہوں گے یا نہیں کم ہوں گے بھئی؟ پیسے تو کم ہونے چاہئیں لیکن کتنے کم ہوں گے؟ میں نے کوئی ہر فرد کی قیمت ذکر کی ہے؟ نہیں، اور موبائل تو مختلف قسم کے ہیں مولانا ہر ایک کی قیمت الگ الگ ہے، تو لہٰذا کتنے پیسے کم ہوں ان کا پتہ ہی نہیں چلے گا بھئی۔ تو یہاں پر ثمن مجہول ہو گئے بھئی۔ کیا ہو گئے؟ ثمن مجہول۔ ان نوے موبائلوں کی اب کیا قیمت ہو؟ بھئی ان نوے کی قیمت تب نکلے گی جب وہ جو دس کم ہیں ان کی قیمت کا پتہ لگے۔ وہ دس جو کم ہیں اگر ان کی قیمت دس ہزار ہے فرض کرو تو کل پیسوں میں سے دس ہزار کم کر دیں گے، لیکن ان کی قیمت کا پتہ ہے؟ نہیں۔ جب ان کی قیمت کا پتہ نہیں تو کمی کیسے کٹوتی کیسے کریں گے اس میں سے؟ تو ثمن مجہول ہو گئے کیونکہ افراد مختلف ہیں مولانا ہر ایک کی کوئی اس نے قیمت ذکر کی؟ نہیں کی، لہٰذا کتنے پیسے کم ہوں گے یہ پتہ ہی نہیں چل سکتا۔ تو ثمن مجہول ہو گئے اور بیع کے اندر ثمن یا مبیع مجہول ہو جائے تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فاسد، تو ثمن مجہول ہوئے۔

اب اگلی صورت بناؤ: موبائل زیادہ نکل آئے مولانا۔ میں نے سو کہے تھے کتنے نکلے؟ ایک سو دس نکل آئے بھئی۔ اب کیا کریں؟ اب مولانا مبیع مجہول ہوا اس لیے بیع فاسد۔ پہلے ثمن مجہول، کمی کی صورت میں کیا مجہول تھے؟ ثمن، اب کیا ہوئے؟ مبیع مجہول ہوا لہٰذا بیع فاسد۔ بھئی مبیع کیسے مجہول ہوا؟ کون سے موبائل؟ ہاں شاباش! دیکھو بیع کتنے موبائلوں کی ہوئی ہے؟ سو کی۔ اب آپ اس میں سے سو نکالیں گے اور دس چھوڑیں گے، تو آپ کی کوشش کیا ہو گی؟ جو ردی ترین ہیں وہ چھوڑ دیں اور اعلیٰ ترین لے لیں، اور میری کیا کوشش ہو گی؟ کہ ردی والے آپ کے حوالے کروں اور اچھے اچھے اب دس نکال کے اپنے پاس رکھ لوں، تو جھگڑا آئے گا بھئی۔ تو لہٰذا بیع تو ہوئی ہے سو کی لیکن کون سے والے سو کی وہ سو مجہول ہوئے، مبیع کیا ہو گیا؟ مجہول، جھگڑا آئے گا لہٰذا بیع کیا ہوئی؟ فاسد ہو گئی۔

باقی نقشہ جو باقی ہے ان شاء اللہ کل کر لیں گے بھئی۔ اس کا اچھی طرح تکرار کریں بھئی اچھی طرح بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چلیے بس مولانا، ہٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۴: کتاب البیوع (۷): نقشۂ درس ۵۲ کی عملی تطبیق (حصہ دوم)—کل مقدار اور فی اکائی قیمت کے اجتماع وانفراد کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۶۵—بتاریخ: ۲۷ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا مولانا کہ چیزیں کتنی قسم پر ہیں؟ چار قسم پر ہیں، یا کس قبیل سے ہوں گی؟ سب کی آواز آئے، مجھے کوئی لڑکا خاموش بیٹھا ہوا ہرگز نہ دکھائی دے بھئی۔ یہ میں تکرار کرواتا ہوں مجھے پتہ ہے آپ کو یاد ہو گیا ہو گا لیکن میں بار بار تکرار کرواتا ہوں بھئی، تکرار سے چیز یاد ہو جاتی ہے اچھی طرح۔ آپ بھی جب سبق یاد کرنے بیٹھیں خاموشی سے منہ بند کر کے بیٹھے ہوں بس صرف نظر ڈال رہے ہیں ایسا کبھی نہ کریں، سبق اونچا اونچا زبان سے پڑھیں، زبان سے پڑھنے سے چیز جلدی یاد ہوتی ہے اور دیر تک یاد رہتی ہے۔

میں نے بتلایا تھا آپ کو چیزیں چار قسم پر ہیں بھئی: اول مکیلات، ثانی موزونات، ثالث معدودات، رابع مذروعات۔ پھر میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ ان میں سے جو معدودات اور مذروعات ہیں کتنی قسم پر ہیں؟ دو دو قسم پر ہیں: اول متقاربہ اور غیر متقاربہ۔ تو کل کتنی قسمیں ہوئیں؟ چھ قسمیں ہو گئیں مولانا۔ ایک ایک مثال بتلاتے جاؤ: مکیلات کی کیا مثال ہے؟ دودھ ہے اور گندم ہے۔ اچھا موزونات کی کیا مثال ہے؟ چینی۔ کوئی اور مثال؟ چاول ہو گئے چلیے جی ٹھیک ہے آج کل بیچے جاتے ہیں وزن کر کے۔ معدودات کی کوئی مثال بتاؤ بھئی؟ انڈے ہیں اور بکری ہے اور کیلے اور مالٹے ہیں۔ سیب گن کے بیچے جاتے ہیں بھئی؟ تول کے، پھر آپ کیسے کہہ رہے ہیں؟ اچھا جی مذروعات کی کوئی مثال ذکر کرو؟ کپڑا ہے اور زمین ہے بھئی، زمین۔ تو متقارب کس کو کہتے ہیں؟ جس کے افراد کیا ہیں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں ایک جیسے۔

پھر میں نے آپ کو دو مقدمے لکھوائے تھے۔ مقدمہ اولیٰ کیا تھا؟ کہ اگر لفظ کُلّ کی اضافت کی جائے کسی ایسی چیز کی طرف جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو وہ کس کو شامل ہو گا؟ ادنیٰ اور اقل کو، اور وہ کتنا ہے؟ ایک ہے، کیونکہ ایک معلوم ہے اور کل تو مجہول ہے پتہ ہی نہیں کتنے ہیں بھئی۔ اچھا اور مقدمہ ثانیہ میں نے کیا لکھوایا تھا؟ کہ دو چیزیں ہیں یہاں پر: ایک کیا ہے؟ اصل اور عین، اصل کہتے ہیں یا عین کہتے ہیں، دوسری کیا چیز ہے؟ وصف بھئی۔ پھر آپ نے پڑھا تھا ثمن کس کے مقابلے میں آتے ہیں؟ اصل اور عین کے مقابلے میں آتے ہیں جبکہ وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتے مولانا، ثمن نہیں ہوتے۔

پھر آپ نے یہ پڑھا تھا مولانا کہ قلت اور کثرت جو ہے مکیلات اور موزونات میں کیا ہے؟ اصل ہے، اور ذراع مذروعات کے اندر کیا ہے؟ وصف ہے۔ بھئی کیسے پتہ چلا کہ یہ وصف ہے؟ فقہا نے ضابطہ بیان فرمادیا۔ کیا ضابطہ بیان ہوا؟ مَا يَتَعَيَّبُ بِالتَّبْعِيْضِ وَالتَّشْقِيْصِ فَالزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِيْهِ وَصْفٌ وَمَا لَيْسَ كَذٰلِكَ فَالزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِيْهِ أَصْلٌ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جو چیز حصے کرنے سے، ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے جس میں عیب آجائے اس میں کمی بیشی وصف ہے، اور جو چیز ایسی نہ ہو اس میں کمی بیشی اصل ہے۔ پھر آپ کو یہ بتلایا تھا کہ بھئی ذراع ہے تو وصف لیکن اس میں اصل بننے کی صلاحیت بھی ہے، کیوں؟ اس لیے کہ اصل وہ ہوتا ہے کہ اصل کے بڑھنے سے چیز بڑھتی ہے، تو یہاں پر بھی ذراع کے بڑھنے سے کپڑا کیا ہے؟ بڑھ رہا ہے، ذراع کے بڑھنے سے زمین بڑھ رہی ہے بھئی۔ تو معلوم ہوا اس میں اصل بننے کی بھی صلاحیت ہے اور یہ کبھی اصل بن جاتا ہے، اصل کے قائم مقام ہو جاتا ہے کس وقت؟ جب کہ ہر ذراع کی قیمت ذکر کر دی جائے، جب ہر ذراع کی قیمت الگ سے ذکر کر دی جائے۔

تو یہ تھے دو مقدمات۔ اس کے بعد مسائل شروع ہو رہے تھے تو میں نے بتلایا تھا یہاں دو چیزیں ہیں: ایک کیا؟ کل مقدار کا ذکر کرنا، اور دوسری چیز ہے ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت ذکر کرنا۔ تو کبھی یہ دونوں ذکر ہوں گے، کبھی دونوں میں سے ایک ذکر ہو گا، کبھی کوئی ایک بھی نہیں ذکر ہو گا، تو کل کتنی صورتیں ہوئی تھیں؟ چار۔ پہلی صورت کیا تھی کہ دونوں میں سے ایک بھی ذکر نہ ہو۔ اس کا حکم متن میں گزر گیا تھا وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا کے تحت بھئی، اس میں بتلا دیا تھا کہ جب نہ کل مقدار ذکر ہو اور نہ ہر پیمانے کی قیمت ذکر ہو تو اس صورت میں بیع کیا ہو جائے گی؟ صحیح ہو جائے گی۔ دوسری صورت کیا تھی کہ صرف کس کو ذکر کیا جائے؟ ہر فرد کی قیمت ذکر کی جائے۔ تیسری صورت کیا تھی کہ صرف کسے ذکر کیا جائے؟ صرف کل مقدار ذکر کی جائے، ہر فرد کی قیمت ذکر نہ کی جائے۔ چوتھی صورت کیا تھی؟ دونوں کو ذکر کیا جائے یعنی کل مقدار بھی ذکر ہو اور ہر فرد کی قیمت بھی ذکر ہو بھئی۔

تو ان تین کے لیے بھئی میں نے نقشہ بنوایا تھا۔ جی توشے کی نوع، سب سے پہلے کن تین کا اکٹھا حکم بیان ہوا؟ ہاں مکیلات، موزونات اور معدودات متقاربہ۔ ان کو بیچتے ہوئے ہر پیمانے یا ہر فرد کی قیمت تو کسی نے ذکر کر دی لیکن کل مقدار ذکر نہیں کی، تو اس صورت کے اندر کتنے کے اندر بیع ہو گی؟ صرف ایک فرد کے اندر، ایک پیمانے کے اندر مولانا۔ کیوں؟ کیونکہ وہ مقدمہ اولیٰ میں جو میں نے ضابطہ لکھوایا تھا بھئی وہ ضابطہ لگے گا کہ جب کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو وہ کتنے کو شامل ہو گا؟ ادنیٰ اور اقل کو شامل ہو گا بھئی، تو صرف ایک پیمانے میں بیع صحیح ہوئی۔

دوسرا مسئلہ تھا، تیسری صورت کیا تھی؟ کل مقدار ذکر کی جائے، اور چوتھی صورت کیا تھی؟ کل مقدار بھی اور ہر پیمانے کی قیمت بھی ذکر کی جائے، دونوں کا ایک ہی حکم ہے اکٹھا میں نے لکھوا دیا تھا بھئی۔ کہ مثلاً بھئی ایک آدمی نے مکیلات، موزونات یا معدودات متقاربہ میں سے کوئی چیز بیچی اور کل مقدار ذکر کر دی اس نے، یا کل مقدار کے ساتھ ہر پیمانے کی قیمت بھی ذکر کر دی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دونوں صورتوں میں مبیع اس مقدار کے برابر نکلے گا یا کم نکلے گا یا زیادہ، تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر برابر نکلا پھر تو جھگڑا ہی نہیں بیع کیا ہو گئی؟ صحیح ہو گئی۔ لیکن اگر مبیع کم نکلا، مثلاً گندم کا ڈھیر تھا اس کو بیچا یہ سو قفیز گندم ہے، گندم کم نکل آئی نوے قفیز نکل آئی، کیا حکم لگائیں گے؟ جتنے قفیز کم اتنے ہی ثمن میں بھی کمی ہو جائے گی لیکن ساتھ ساتھ مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے تو چیز کو کیا کر دے؟ واپس کر دے، بیع کو چھوڑ دے، بیع کو فسخ کر دے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو نوے قفیز نکلے ہیں تو یہ سو قفیز سو درہم کے تھے تو نوے قفیز کتنے کے بن جائیں گے؟ نوے درہم کے بن جائیں گے، تو چاہے تو ان کو نوے درہم کے بدلے لے لے اور چاہے تو کیا کر دے؟ چھوڑ دے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس کو پورے سو کی ضرورت ہو تو اب اس کو علیحدہ کہیں اور سے لینے پڑیں گے۔ اسی طرح اگر وہ مبیع کیا ہوتا ہے زائد نکل آتا ہے، اس نے کہے تھے سو قفیز اور نکلے کتنے؟ ایک سو دس نکل آئے تو کیا حکم لگائیں گے؟ اَلزَّائِدُ لِلْبَائِعِ، زائد کس کا ہے؟ بائع کا، کیونکہ بیع کتنے کی ہوئی ہے؟ بیع سو کی ہوئی ہے بس، باقی کی تو بیع ہی نہیں ہوئی تو وہ سو لے لے دس بائع کے رہ گئے چھوڑ دے۔ یہ تینوں کا حکم ہے مکیلات کا بھی، موزونات کا بھی اور معدودات متقاربہ کا بھی۔

اچھا اس کے بعد حکم پڑھا تھا ہم نے معدودات غیر متقاربہ۔ اس میں بھئی پہلی صورت کے اندر، معدودات غیر متقاربہ کی کوئی مثال بیان کرو بھئی؟ موبائل، کون سا موبائل؟ نیا یا استعمال شدہ؟ استعمال شدہ۔ نیا ہو تو وہ کون سا ہے؟ متقاربہ ہے، اور پرانا استعمال شدہ ہو تو وہ غیر متقاربہ۔ اسی طرح موٹر سائیکلیں ہیں نئی ہوں تو پھر یہ کیا ہیں؟ متقاربہ، اور استعمال ہو جائے ایک دفعہ چاہے تھوڑی ہو چاہے زیادہ ہو تو یہ کیا بن گئیں؟ غیر متقاربہ، کیونکہ اب ہر ایک میں فرق ہے ہر ایک کی الگ قیمت لگے گی اور نئی ہو تو ساروں کی ایک ہی قیمت ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اب بھئی تو یہ موبائل جو استعمال شدہ ہیں ان کو کوئی بیچتا ہے ڈھیر پڑا ہوا ہے، کہتا ہے یہ سارے موبائل میں نے آپ کو کتنے میں بیچے؟ مثلاً ایک لاکھ میں بیچ دیے، نہیں کیا بتلایا تھا؟ ہر فرد کی قیمت بھی ساتھ ذکر کرتا ہے، یہی صورت تھی پہلی صورت؟ ہاں ہر فرد کی قیمت ٹھیک ہے یہی صورت ہے: كُلُّ جَوَّالٍ بِخَمْسِ مِائَةٍ، ہر موبائل کتنے کا ہے؟ پانچ سو کا مولانا۔ اب کیا حکم لگائیں گے؟ وہ كُلُّ والا ضابطہ لگاؤ: كُلُّ جَوَّالٍ، كُلّ کی اضافت کس کی طرف ہوئی؟ ایسی چیز کی طرف جس کی انتہا کا پتہ نہیں ہے، کتنے موبائل ہیں کوئی پتہ ہے کل؟ پتہ ہی نہیں ہے۔ تو لہٰذا کتنے میں بیع ہونی چاہیے؟ ادنیٰ میں ہو گی، ایک میں بیع جائز ہو جانی چاہیے لیکن یہاں فقہا فرماتے ہیں ایک کے اندر بھی جائز نہیں، بیع فاسد ہو جائے گی۔ کیوں نہیں ہو گی ایک میں بھی؟ جھگڑا آئے گا کیونکہ موبائل مختلف قسم کے ہیں، اگر ہم کہیں ایک کے اندر بیع ہو گئی تو اب مشتری کیا چاہے گا؟ سب سے اچھا والا نکال لے، اور بائع کیا چاہے گا؟ سب سے ردی والا اس کے حوالے کر دے۔ تو جھگڑا آئے گا لہٰذا بیع کیا ہوئی؟ فاسد ہو گئی۔

دوسری صورت تھی مولانا کہ کل مقدار ذکر کرتا ہے ہر فرد کی قیمت ذکر نہیں کرتا۔ مثلاً کیا کہتا ہے یہ کتنے موبائل ہیں؟ سو موبائل ہیں ایک لاکھ روپے کے، استعمال شدہ ہیں۔ اچھا اب موبائل گنے تو یا تو برابر نکلیں گے یا کم نکلیں گے یا زیادہ، تینوں کا حکم میں بتلا دیتا ہوں: برابر نکلے پھر تو جھگڑا ہی نہیں بیع صحیح ہو گئی۔

اگر کم نکلے پھر بیع فاسد، زیادہ نکلے تو بھی بیع فاسد۔ بھئی کم نکلے تو بیع کیوں فاسد ہوئی؟ کیونکہ ثمن مجہول ہو جائیں گے۔ ثمن مجہول کس طرح ہوں گے بھئی؟ بھئی دیکھو انہوں نے کل مقدار ذکر کی تھی کتنے موبائل ہیں؟ سو، اور کتنے کے بدلے؟ ایک لاکھ کے بدلے۔ تو سو موبائل ہیں ایک لاکھ کے بدلے تو ہر موبائل کتنے کا ہے؟ ہر ایک موبائل ایک ہزار کا تو نہیں ہے، کوئی اچھا ہے کوئی ادنیٰ ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا اب موبائل نکلے نوے، تو ہم نے نوے کے پیسے دینے ہیں لیکن نوے کے کتنے پیسے بنیں گے؟ نوے کے پیسوں کا تبھی پتہ چل سکتا تھا جب وہ جو دس کم ہیں وہ بھی ہوتے تو پھر بھئی۔ وہ دس ہوتے تو پتہ لگتا ان دس کی یہ قیمت بنتی ہے تو کل میں سے یہ منفی کر دو تو ان نوے کی قیمت نکل آئے گی، لیکن وہ دس تو ہیں ہی نہیں تو ان کی قیمت کہاں سے ہم نکالیں؟ جب ان کی قیمت نہیں نکال سکتے تو ان نوے کی قیمت کا بھی پتہ نہیں چلے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معدودات غیر متقاربہ کا حکم چل رہا ہے۔ اور اگر موبائل کیا ہوئے؟ زیادہ نکلے تو پھر کیا ہو گا؟ بیع فاسد۔ کیوں فاسد ہو گی؟ کیونکہ موبائل مختلف قسم کے ہیں جھگڑا ہو گا۔ اب ہم کہتے ہیں بیع ہوئی ہے سو کی اور موبائل نکلے ایک سو دس، تو مشتری کیا چاہے گا؟ اچھے والے نکال لے اور جو دس ردی ہیں وہ چھوڑ دے، جبکہ بائع کیا چاہے گا؟ اچھے والے روک لے اور ردی والے دے دے۔ تو لہٰذا جھگڑا آئے گا، تو ان ایک سو دس میں سے کن سو کی بیع ہوئی ہے وہ مجہول ہو گئے لہٰذا بیع کیا ہوئی؟ فاسد ہوئی۔

چوتھی صورت کا حکم مولانا: جب کل تعداد بھی ذکر کر دے اور ہر فرد کی قیمت بھی ذکر کر دے۔ اب یہی موبائل ہیں اس نے کہا یہ سو موبائل ہیں ایک لاکھ روپے میں، ہر موبائل کتنے کا ہے؟ ایک ہزار کا۔ اب اس نے قیمت بتلا دی کہ ہر موبائل کتنے کا ہے؟ ایک ہزار۔ تھا نہیں ہر ایک درحقیقت کوئی کم ہے کوئی زیادہ لیکن اس نے کہہ دیا کہ ہر ایک کتنے کا ہے؟ ایک ہزار کا اس نے کہہ دیا بھئی۔ اب مولانا وہی تین صورتیں: یا برابر نکلیں گے یا کم نکلیں گے یا زیادہ۔ اگر برابر نکلے تو بیع صحیح جھگڑا ہی کوئی نہیں۔ اور اگر کم نکلے تو؟ وہ تو پچھلی صورت میں تھا قیمت کا پتہ ہی نہیں چل رہا تھا اب تو اس نے ہر ایک کی کیا بتلا دی ہے؟ قیمت بتلا دی ہے، تو لہٰذا موبائل نوے نکلے تو کتنے کے ہو جائیں گے؟ ہر ایک ہزار کا ہے تو یہ نوے کتنے کے ہوئے؟ نوے ہزار کے ہو گئے، تو یہ بیع صحیح ہو جائے گی۔ نوے موبائل نوے ہزار دے کر چاہے تو لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے، رد کر دے۔ چھوڑ کیوں دے بھئی؟ اس لیے کہ اس کو ہو سکتا ہے کتنے چاہئیں ہوں پورے سو۔ اور اگر زیادہ نکلے تو؟ بیع فاسد، کیونکہ پھر وہی جھگڑا آئے گا وہ سو اچھے والے نکالے گا ردی والے چھوڑے گا اور جبکہ بائع کیا چاہے گا؟ اچھے والے روک لوں اور ردی دے دوں۔ چلیے مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۵: کتاب البیوع (۸): نقشۂ درس ۵۲ کی عملی تطبیق (حصہ سوم)—مذروعاتِ متفاوتہ (زمین) اور مذروعاتِ متقاربہ (کپڑا) کا مفصل حل

مختصر القدوری صفحہ: ۶۵—بتاریخ: ۲۸ نومبر ۲۰۰۷ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

توہم نقشہ حل کررہے تھے بھئی۔ دوصورتیں گزر گئیں بھئی: مکیلات، موزونات اور معدودات متقاربہ کی ساری صورتیں گزر گئیں، معدودات غیر متقاربہ کی بھی ساری صورتیں گزر گئیں بھئی۔ اب ہم مذروعات متفاوتہ، وہ جو مذروعات غیر متقاربہ ہیں بھئی اس کا حل کرتے ہیں بھئی۔ یہ مذروعات غیر متقاربہ ہیں مولانا، مثلاً قدیم زمانے میں کپڑا ہوتا تھا میں نے بتایا ہاتھ سے بنا جاتا تھا تو لہٰذا اس کے سارے گز ایک جیسے نہیں ہوتے تھے، کہیں اچھا بن گیا کہیں ذرا ہاتھ ہل گیا تو زیادہ اچھا نہیں ہے بھئی۔ اسی طرح زمین ہے مولانا، زمین بھی اگر سڑک کے کنارے ہے تو اس کا ہر گز ایک دوسرے کے برابر نہیں، جو سڑک کے قریب جو ہوں گے ٹکڑے وہ زیادہ مہنگے، جو پیچھے ہوں گے وہ ذرا سستے ہوں گے بھئی۔ تو یہ مذروعات غیر متقاربہ میں سے ہوا بھئی۔

اب بھئی پہلی صورت یہ نقشے میں جو ذکر ہو رہی ہے، پہلی صورت کون سی ہے؟ جب ہر فرد یا ہر پیمانے کی قیمت تو ذکر ہے لیکن کل مقدار ذکر نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص تھا بھئی اس کے پاس وہ قدیم کپڑا ہے وہ اس کو بیچ رہا ہے اور بیچتے ہوئے کیا کہتا ہے؟ یہ کپڑا میں نے آپ کو کتنے میں بیچا؟ سو روپے میں یہ کپڑا میں نے آپ کو بیچا ہر گز کتنے کا؟ بیس روپے کا۔ کل مقدار ذکر کی کتنے گز ہیں؟ نہیں، کل مقدار اس نے ذکر نہیں کی بھئی، کپڑے کی بات کر رہا ہوں پیسوں کی بات نہیں کر رہا بھئی، کپڑے کی اس نے کل مقدار ذکر نہیں کی کہ کتنے گز ہے البتہ ہر گز کی قیمت ذکر کر دی۔ تو پھر وہی ضابطہ لگنا چاہیے کہ جب کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو وہ کتنے کو شامل ہو گا؟ ادنیٰ اور اقل کو، کیونکہ ادنیٰ اور اقل ایک وہ معلوم ہے اور کل کتنے ہیں وہ مجہول ہیں تو لہٰذا معلوم اس سے لے لیں گے بھئی مراد، تو ایک میں بیع یہاں صحیح ہونی چاہیے۔ لیکن فقہائے کرام فرماتے ہیں ایک میں بھی بیع صحیح نہیں، ایک گز میں بھی بیع صحیح نہیں۔ کیوں نہیں صحیح؟ وجہ یہ کہ یہ مذروعات غیر متقاربہ ہیں یعنی اس کے سارے افراد ایک جیسے نہیں ہیں مختلف ہیں، تو اگر ایک میں بھی بیع کو جائز قرار دے دیں تو اس صورت میں مشتری کہے گا مجھے اچھی والی جگہ سے کاٹ کر دو اور بائع کیا چاہے گا؟ خراب والی جگہ سے اس کو کاٹ کر حوالے کرے۔ تو جھگڑا آئے گا یا نہیں آئے گا بھئی؟ لہٰذا اس وجہ سے بیع ہی فاسد ہو گی، بیع کو کیا قرار دے دیا؟ فاسد۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اچھا اگلی بھئی کیا صورت ذکر ہوئی ہے نقشے کے اندر؟ جب کل مقدار ذکر کر دی لیکن ہر ذراع کی قیمت ذکر نہیں کی۔ مثلاً ایک شخص کے پاس وہی کپڑا ہے وہ اسے بیچ رہا ہے، اس نے کہا یہ پانچ گز کپڑا میں نے آپ کو سو روپے میں بیچ دیا۔ کتنے گز؟ یہ پانچ گز کپڑا میں نے آپ کو سو روپے میں بیچ دیا۔ تو کل مقدار کتنی ہوئی کپڑے کی؟ پانچ گز، وہ ذکر کر دی لیکن ہر گز کتنے کا ہے وہ اس نے ذکر کیا؟ نہیں، وہ ذکر نہیں کیا۔ تو لہٰذا اب یہاں تین صورتیں بن سکتی ہیں: ہو سکتا ہے کپڑا برابر نکلے پورے پانچ گز، پھر تو بیع صحیح ہو گئی۔ لیکن اگر کپڑا کم یا زیادہ نکلتا ہے پھر؟ کہتے ہیں اگر کپڑا کم نکل آئے، اس نے پانچ گز کہے تھے کتنے نکل آئے؟ چار گز نکل آئے بھئی، کپڑا کم نکلا تو اس صورت میں کتنے پیسے دینے پڑیں گے؟ پورے دینے پڑیں گے مشتری کو بھئی، چاہے چار گز نکل آیا چاہے تین گز نکلا چاہے دو گز نکلا چاہے ایک گز نکلا مولانا، اس کو کتنے دینے پڑیں گے؟ پورے پیسے دینے پڑیں گے۔ البتہ اس کو اختیار ہو گا لینا چاہتے ہو تو لے لو، نہیں لینا چاہتے تو نہ لو بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ لینا چاہتے ہو تو لے لو، نہیں لینا چاہتے تو نہ لو بھئی۔

بھئی کیوں؟ کپڑا تو کم نکل آیا ہے پیسے کیوں نہیں کم ہو رہے؟ وجہ یہ مولانا آپ کو ضابطہ لکھوایا تھا با قاعدہ کہ پیسے، ثمن کس کے مقابلے میں آتے ہیں؟ اصل اور عین کے مقابلے میں آتے ہیں وصف کے مقابلے میں نہیں آتے، اور یہ ذراع کپڑے کے اندر کیا ہے؟ وصف ہے، تو وصف میں کمی آئی تو پیسوں میں کمی آئے گی؟ نہیں، وصف کم ہونے سے پیسے کم نہیں ہوتے، ضابطہ لکھوایا تھا آپ کو بھئی: مَا يَتَعَيَّبُ بِالتَّبْعِيْضِ وَالتَّشْقِيْصِ فَالزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ فِيْهِ وَصْفٌ بھئی۔ ہاں آپ نے کہا ذراع میں اصل بننے کی بھی صلاحیت ہے لیکن وہ تب اصل بنے گا نا جب ہر ذراع کی قیمت ذکر کرے گا۔ بتلایا تھا یا نہیں لکھوایا تھا یا نہیں بھئی میں نے؟ اس میں اصل بننے کی صلاحیت ہے اور وہ اصل کا قائم مقام بن جاتا ہے کس وقت بنتا ہے؟ جب ہر ذراع کی قیمت ذکر کرے، اور یہاں اس نے ہر ذراع کی قیمت ذکر کی ہے؟ نہیں، اس نے صرف کل مقدار ذکر کی ہے اور کل پیسے ذکر کر دیے ہیں بس مولانا، اب یہ وصف ہے تو وصف ہی شمار ہے بھئی اور اصل یہاں نہیں بن سکتا۔ تو لہٰذا کپڑا کم نکلا تو کیا کرنا پڑے گا مشتری کو؟ ثمن پورے ہی دینے پڑیں گے، ثمن کے اندر کسی قسم کی کمی نہیں ہو گی، لیکن ساتھ اختیار بھی ہو گا بھئی اس کا ارادہ تو پانچ گز لینے کا تھا اور کپڑا تو کیا ہوا؟ چار نکل آیا یا ایک گز نکل آیا یا دو گز نکل آیا، تو لہٰذا اب اختیار ہے لینا چاہتے ہو تو پورے سو روپے دے کر یہ لے لو اور اگر نہیں لینا چاہتے تو چھوڑ دو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اور اگر کپڑا زیادہ نکل آیا، پانچ کے بجائے چھ گز نکلا یا سات نکلا یا آٹھ نکلا یا دس نکلا مولانا، اب کیا کریں گے بھئی؟ کپڑا زیادہ ہوا تو کیا ثمن بڑھیں گے؟ نہیں، کیونکہ یہ ذراع بڑھ رہے ہیں اور ذراع تو وصف ہے اور وصف کے بڑھنے سے ثمن نہیں بڑھتے۔ لہٰذا جتنا بھی زیادہ نکل آئے مشتری کو وہی پیسے دے کر اس کو لے لے گا اور بائع کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ روک لے کپڑے کو، سارا کا سارا کپڑا اس کا ہو جائے گا؟ مشتری کا انہیں پیسوں میں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو بائع کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ روک لے اب بیع کو۔

یہ تو وہ صورت تھی جب کل مقدار ذکر کی لیکن ہر ذراع کی قیمت ذکر نہیں کی۔ اگلی صورت جو آ رہی ہے نقشے کے اندر: کل مقدار بھی ذکر کرتا ہے اور ہر ذراع کی قیمت بھی۔ اب مولانا اب کیا ہو گا؟ ذراع اصل بن جائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ ذراع کے اندر اصل بننے کی بھی صلاحیت ہے، اور جب ہر ذراع کی قیمت اس نے باقاعدہ ذکر کر دی کل مقدار کے ساتھ ساتھ تو اب یہ کیا بن جائے گا؟ اصل، اور اصل کے بڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟ ثمن بڑھتے ہیں اور اصل کم ہو تو ثمن بھی کم ہوتے ہیں۔ اب آسان ہے مسئلہ آپ کے لیے نکالنا بھئی۔ ایک آدمی نے دوسرے کے ہاتھ وہ کپڑا بیچا، کیا کہتا ہے؟ یہ پانچ گز کپڑا ہے میں نے آپ کو سو روپے میں بیچا، آپ کے ہاتھ پر سو روپے میں بیچا، ہر گز کتنے کا ہے؟ بیس روپے کا ہے۔ اب کپڑے کو ماپا تو برابر نکل آیا تو بیع صحیح جھگڑا ہی کوئی نہیں۔ اچھا اگر کم نکل آیا بھئی چار گز یا تین گز نکل آیا، تین گز نکل آیا تو کیا کریں گے اب کتنے میں لے گا مشتری؟ تین گز کے پیسے شمار کر لیں گے ساٹھ روپے میں مشتری لے گا، لیکن ساتھ ساتھ اس کو اختیار بھی ہے چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے۔ کیوں بھئی یہ اختیار ہم نے کیوں دیا اسے؟ کیونکہ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت ہی اس سے پوری نہیں ہو رہی بھئی تو لہٰذا اس کو اختیار ہے چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے۔ یہ تو تھی کمی والی صورت۔ اور اگر زیادہ نکل آئے تو؟ مثلاً چھ گز نکل آیا کپڑا، اب کتنے میں لینا پڑے گا؟ ایک سو بیس۔ اب اصل بن چکا ہے مولانا گز لہٰذا اب گز بڑھے تو پیسے بھی بڑھ گئے، تو یہ ایک سو بیس روپے میں لینا چاہے تو لے لے لیکن ساتھ ہی اس کو اختیار بھی ہے کہ چھوڑنا چاہو تو چھوڑ دو۔ کیوں؟ بھئی اسے کپڑا تو زیادہ مل رہا ہے اس کا فائدہ تو ہو رہا ہے لیکن ساتھ نقصان بھی ہو رہا ہے بیس روپے بھی زیادہ دینے پڑ رہے ہیں لہٰذا اس کو کیا دے دیں گے؟ اختیار دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اب نقشے میں اگلی ہے کیا بھئی؟ مذروعات متقاربہ۔ آج کل کے کپڑے کا مسئلہ آ گیا مولانا، آج کل کپڑا مشین پہ جو بنتا ہے سارا ایک جیسا ہوتا ہے۔ لہٰذا اب کسی نے آج کل کے کپڑے میں سے دوسرے کو کیا کہا؟ یہ کپڑا میں نے آپ کو سو روپے میں بیچا، پہلی صورت بناؤ بھئی جب ہر ذراع کی قیمت ذکر ہو رہی ہے بس، ہر گز کتنے کا؟ بیس روپے کا۔ کل مقدار نہیں ذکر کی کتنے گز کپڑا ہے پانچ ہے چھ ہے سات نہیں، صرف کیا ذکر کیا اس کا؟ صرف اس کا ریٹ ذکر کر رہا ہے اس کی قیمت ذکر کر رہا ہے ہر فرد کی مولانا، کہتا ہے یہ کپڑا میں نے آپ کے ہاتھ سو روپے کا بیچا ہر ذراع کتنے کا؟ بیس روپے کا۔ تو وہی ضابطہ لگے گا مولانا کہ جب کُلّ کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جائے جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو وہ ادنیٰ اور اقل کو شامل ہو گا اور وہ کتنا ہے؟ ایک ہے، لہٰذا یہاں بھی بیع کتنے میں جائز ہو گی؟ ایک ذراع میں جائز ہو گی مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اب جھگڑا نہیں وہ کہیں سے بھی کاٹ کر دے دے ایک جیسا کپڑا ہے۔ بشرطیکہ، ایک شرط بڑھاؤ، بشرطیکہ وہ ایک گز کاٹنے سے کپڑے کا نقصان نہ ہوتا ہو۔ اگر ایک گز کاٹ لیتے ہیں تو بائع کے کسی کام کا ہی نہیں رہتا پھر، اب اس سے کسی کا سوٹ ہی نہیں بن سکتا اب کون اس سے لے گا بھئی؟ تو اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر اس صورت میں ایک گز میں بھی نہیں ہو گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو مذروعات متقاربہ میں جب صرف ہر ذراع کی قیمت ذکر کی جائے تو پھر ایک ذراع میں کیا ہو جائے گی بیع؟ صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ وہ ایک گز کاٹنے سے باقی کپڑے کو نقصان نہ ہوتا ہو۔ صورت سمجھ میں آ

گئی؟

دوسری صورت نقشے میں کیا ہے؟ جب کل مقدار ذکر کرتا ہے لیکن ہر ذراع کی قیمت ذکر نہیں کرتا، یہ وہی حکم ہے جو اوپر والے میں بیان ہوا: اگر برابر نکلے تو بیع صحیح، اگر کم نکلے تو ثمن پورے ہی دینا پڑیں گے لیکن ساتھ ساتھ کیا ہو گا؟ خیار ہو گا، وصف میں کمی آئی ہے تو اس سے ثمن نہیں کم ہوں گے تو پورے پیسے دے کر لے اور ساتھ خیار، اور اگر زیادہ نکل آیا تو کس کا؟ مشتری کا ہو ابائع کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ چوتھی صورت کیا تھی نقشے کے اندر آخری صورت جو آ رہی ہے؟ کل مقدار بھی ذکر کرتا ہے ان کے اندر اور ہر فرد کی قیمت بھی ذکر کرتا ہے ہر ذراع کی قیمت بھی ذکر کرتا ہے۔ تو اس صورت کے اندر بھی اگر برابر نکلے تو بیع صحیح، مثلاً کیا کہہ کر کپڑا بیچا: یہ کپڑا میں نے آپ کے ہاتھ بیچا پانچ گز کپڑا ہے سو روپے میں ہر گز کتنے کا؟ بیس، تو کل مقدار بھی ذکر کی پانچ گز اور ہر گز کی قیمت بھی ذکر کی بیس روپے۔ اب برابر نکلا تو بیع صحیح، اگر کم نکلا تو ثمن بھی کم ہوں گے لیکن ساتھ ساتھ مشتری کو اختیار بھی ہو گا، اور اگر زیادہ نکلا تو ثمن بھی زیادہ ہوں گے اور ساتھ ساتھ مشتری کو اختیار بھی ہو گا۔ اچھی طرح سب کو یہ مسائل سمجھ میں آ گئے بھئی؟ جی۔

اچھا چلیے اب ذرا قدوری میں دیکھیے بھئی صاحب قدوری یہی مسائل بیان کریں گے۔ آپ نے مجھے بتلانا ہے بھئی اب کہ یہ کس قبیل کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے، مذروعات کا ہے، مکیلات کا ہے، موزونات کا ہے، معدودات متقاربہ کا ہے، غیر متقاربہ کا ہے، اب آپ بتاتے جائیے۔ کہتے ہیں: وَمَنْ بَاعَ، مل گئی عبارت بھئی؟ جی۔ وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلُّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيْ قَفِيْزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَبَطَلَ فِي الْبَاقِيْ إِلَّا أَنْ يُسَمِّيَ جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا۔ اور جس نے بیچا، صُبْرَة کہتے ہیں ڈھیر کو مولانا، ڈھیر بھئی۔ طَعَام بھئی غلہ بھئی، گندم کو میں نے بتلایا مراد غلہ ہے ہر قسم کا۔ وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ، اور جس نے گندم کا ڈھیر بیچا کس ریٹ پر بھئی؟ كُلُّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ۔ یہ کون سی صورت ہے؟ اچھا گندم کا ڈھیر بیچا یہ کس قبیل سے ہے بھئی؟ مکیلات کے قبیل سے، اور اس کی کون سی صورت ذکر ہو رہی ہے؟ جب صرف کس چیز کو ذکر کیا جا رہا ہے؟ ہر فرد کی قیمت کو، لہٰذا کتنے میں ہونی چاہیے؟ ایک میں۔ یہی فرما رہے ہیں: جَازَ الْبَيْعُ فِيْ قَفِيْزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، بیع جائز ہے ایک قفیز میں، قفیز پیمانہ ہے بھئی وہ برتن خاص جس میں ماپتے ہیں بھئی گندم، ایک قفیز میں امام صاحب کے نزدیک، وَبَطَلَ فِي الْبَاقِيْ، اور باقی کے اندر بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔ إِلَّا أَنْ يُسَمِّيَ جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا، مگر یہ کہ وہ ذکر کر دے جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا سارے کے سارے قفیز، تمام قفیز کی مقدار وہ کیا کر دے؟ ذکر کر دے کہ یہ کتنے قفیز ہے یہ ڈھیر کتنے قفیز ہے پچاس ہے ساٹھ قفیز ہے، یہ بھی ساتھ ذکر کیا ہو۔ جی۔

وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَصِحُّ فِي الْوَجْهَيْنِ۔ اور صاحبین رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فرماتے ہیں کہ صحیح ہو جائے گی فِي الْوَجْهَيْنِ بیع دونوں صورتوں میں۔ کون سی دو صورتیں؟ ہاں تمام قفیزوں کی مقدار ذکر کرے یا ذکر نہ کرے، دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔ وہ فرماتے ہیں ٹھیک ہے کل مقدار مجہول ہو جاتی ہے اگر ذکر نہ کرے لیکن کوئی حرج نہیں دونوں وہیں پر ہیں ماپ کر کیا کر لیں گے اس جہالت کو دور کر لیں گے، اس لاعلمی کو دور کر لیں گے۔

وَمَنْ بَاعَ قَطِيْعَ غَنَمٍ، اور جس نے بیچا بھیڑ بکریوں کا ریوڑ۔ غَنَم اور شَاة ان کا ایک معنی ہے۔ آگے شَاة کا لفظ بھی آ رہا ہے مولانا كُلُّ شَاةٍ۔ غَنَم اور شَاة ایک معنی ہے، بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے مذکر مؤنث ہر قسم پر۔ اور قَطِيْع کہتے ہیں ریوڑ کو، ریوڑ، گلہ۔ اور جس نے بیچا بھیڑ بکریوں کا ریوڑ بھئی كُلُّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ، کس طریقے پر بیچا؟ ہر بھیڑ بکری کتنے کی ہے؟ ایک درہم کے بدلے ہے۔ جی مولانا بھیڑ بکریاں بیچیں یہ کون سی قسم ہوئی؟ معدودات غیر متقاربہ، اور صرف قیمت ذکر کر رہا ہے ہر بھیڑ بکری کی کل مقدار ذکر نہیں کر رہا۔ اب کیا حکم لگائیں گے؟ ایک میں بیع صحیح ہونی چاہیے تھی لیکن اس میں بھی کیا ہے؟ فاسد۔ کیا جھگڑا کیا آئے گا؟ اگر ہم کہیں ایک میں بیع صحیح ہو گئی تو پھر مشتری چاہے گا میں اچھی سی بکری نکالوں اور بائع چاہے گا میں اسے ردی سی دوں، جھگڑا آئے گا۔ وَمَنْ بَاعَ قَطِيْعَ غَنَمٍ كُلُّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ، اور جس نے بیچا بکریوں کا ریوڑ ہر بکری جو ہے ایک درہم کے عوض میں، ایک درہم کے بدلے میں، فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ فِيْ جَمِيْعِهَا، تو بیع فاسد ہے ان سب کے اندر یعنی کسی ایک میں بھی نہیں ہو گی۔[1]

وَكَذٰلِكَ مَنْ بَاعَ ثَوْبًا مُذَارَعَةً، اور اسی طرح جس شخص نے بیچا کپڑے کو، مُذَارَعَةً مولانا ذَارَعَ يُذَارِعُ مُذَارَعَةً بھئی باب مُفَاعَلَة ہے،

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ قَطِيْعَ غَنَمٍ كُلُّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع قطيع غنم كل شاة بدرهم» منقول ہے۔

ذَارَعَ کا معنی ہے گزوں کے حساب سے بیچنا۔ کس حساب سے بیچنا؟ گزوں کے حساب سے، یعنی کپڑے کو بیچا ہے گن کر نہیں بیچ رہا، تھان یا اس کے ٹکڑے نہیں بیچ رہا بلکہ اس کو کس اعتبار سے بیچ رہا ہے؟ گزوں کے حساب سے۔ اور اسی طرح ہے یعنی بیع فاسد ہے جس شخص نے بیچا کسی کپڑے کو گزوں کے حساب سے کُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْہَمٍ ہر ذراع کو ایک درہم کے بدلے وَلَمْ یُسَمِّ جُمْلَۃَ الذُّرْعَانِ اور اس نے ذکر نہیں کیا تمام ذراعوں کو، پورے ذراع کتنے ہیں اس کو اس نے ذکر نہیں کیا۔ بھئی کس کو بیچ رہا ہے؟ کپڑے کو، تو کس قبیل سے ہوا؟ مذروعات، کون سے مذروعات؟ غیر متقاربہ، کیونکہ قدیم زمانے میں ایک جیسا کپڑا سارا ایک جیسا ایسا تو بہت مشکل تھا ہاتھ سے بنتا تھا بھئی۔ تو یہ مذروعات غیر متقاربہ کی بات ہو رہی ہے اور کون سی صورت ذکر ہو رہی ہے؟ نقشے کے اندر پہلی یعنی دوسری صورت جو بنتی تھی کہ ہر ذراع کی قیمت تو ذکر کر رہا ہے لیکن کل ذراع ذکر نہیں کر رہا۔ تو کیا حکم بتلایا تھا وہاں؟ بیع فاسد۔ وہی بتلا رہے ہیں کہ وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح ہے یعنی جیسے پیچھے بیع فاسد ہم نے بتلائی تھی یہاں بھی بیع فاسد ہے جو کپڑے کو گزوں کے حساب سے بیچتا ہے کُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْہَمٍ ہر ذراع ایک درہم کے بدلے وَلَمْ یُسَمِّ جُمْلَۃَ الذُّرْعَانِ اور تمام ذراع کو یعنی کل مقدار کو ذکر نہیں کرتا۔

وَمَنِ ابْتَاعَ صُبْرَۃَ طَعَامٍ عَلٰی أَنَّہَا مِائَۃُ قَفِیْزٍ بِمِائَۃِ دِرْہَمٍ فَوَجَدَہَا أَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ۔ جی وَمَنِ ابْتَاعَ، اِبْتَاعَ یَبْتَاعُ کے معنی ہیں خریدنے کے مولانا۔ بَاعَ کا لفظ آتا ہے اس سے مراد ہوتا ہے بیچنا یہاں، لیکن اِبْتَاعَ کا لفظ آئے تو اس کا کیا ترجمہ کرنا ہے آپ نے؟ خریدنا۔ وَمَنِ ابْتَاعَ صُبْرَۃَ طَعَامٍ، اور جس شخص نے خریدا غلے کا ڈھیر عَلٰی أَنَّہَا، عَلٰی شرط کے لیے آیا، اس شرط پر کہ أَنَّہَا مِائَۃُ قَفِیْزٍ بِمِائَۃِ دِرْہَمٍ کہ ایک سو قفیز ہیں کتنے کے بدلے میں؟ سو درہم کے عوض میں۔ اچھا غلے کا ڈھیر کون سی قسم ہے مولانا کس قبیل سے ہے؟ مکیلات، اور کون سی صورت ذکر ہو رہی ہے؟ مِائَۃُ قَفِیْزٍ بِمِائَۃِ دِرْہَمٍ کون سی صورت ہے؟ بھئی نقشے کے اندر جو تیسری اور چوتھی دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم میں نے بتلایا تھا، کل مقدار ذکر کر دے تو اس کے بعد اب ہر فرد کی قیمت ذکر کرے یا ذکر نہ کرے، کیونکہ جب کل مقدار ذکر کر دی اور کل پیسے ذکر کر دیے تو ہر قفیز کی قیمت خود بخود نکل آئی بھئی تقسیم کر دیں گے۔ تو جس نے غلے کا ڈھیر خریدا اس شرط پر کہ أَنَّہَا مِائَۃُ قَفِیْزٍ بِمِائَۃِ دِرْہَمٍ کہ یہ ایک سو قفیز ہیں ایک سو درہم کے بدلے میں، فَوَجَدَہَا أَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ تو اس نے اس کو کم پایا اس مقدار سے، کَانَ الْمُشْتَرِیْ بِالْخِیَارِ تو مشتری کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْمَوْجُوْدَ بِحِصَّتِہٖ مِنَ الثَّمَنِ اگر چاہے تو لے لے اس موجود کو اس کے حصے کے بقدر ثمن میں سے، یعنی اس کے جتنے پیسے بنتے ہیں اتنے میں چاہے تو لے لے، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَیْعَ اور چاہے تو بیع کو کیا کر دے؟ فسخ کر دے۔ کم نکلے، اس نے کیا کہا تھا؟ سو قفیز کتنے کے بدلے؟ سو درہم کے بدلے۔ کتنے نکلے؟ نوے قفیز نکلے، تو اتنے ہی پیسے ان کے کتنے بنتے ہیں؟ نوے درہم دے کر لے لے اور چاہے تو فسخ کر دے۔ بھئی یہ اختیار کیوں دیا گیا اسے؟ کیونکہ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت اس سے پوری نہ ہو بھئی، تو اس پہ صفقہ عقد تقسیم ہو گیا، اسے چاہئیں تھے سو بھئی اور اب اسے دس آگے جا کر لینے پڑیں گے۔

وَإِنْ وَجَدَہَا أَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ، اور اگر اس نے اس سے زیادہ پایا ان کو بھئی، یعنی سو کے بجائے کتنے نکل آئے؟ ایک سو دس، پھر کیا حکم تھا؟ بھئی بیع سو کی ہوئی ہے تو سو قفیز لے لے گا باقی کس کے ہو گئے؟ بائع کے پاس رہ جائیں گے۔ تو کہتے ہیں: وَإِنْ وَجَدَہَا أَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ اور اگر اس سے زیادہ پایا فَالزِّیَادَۃُ لِلْبَائِعِ تو وہ زائد جو ہے کس کے لیے ہے؟ بائع کے لیے ہے۔ چلیے مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۶: کتاب البیوع (۹): زمین اور کپڑے کی ذراع کے اعتبار سے بیع، مکان و بکریوں کی بیع اور توابعِ مبیع (بنا، اشجار، قفل وغیرہ)

مختصر القدوری صفحہ: ۶۶—بتاریخ: ۲۹ نومبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى أَنَّهُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، أَوْ أَرْضًا عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ، فَوَجَدَهَا أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهَا۔[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا، اچھا بھئی! صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے کپڑا بیچا دوسرے کے ہاتھ پر۔ اچھا بھئی! اردو میں بھی تعبیر سے بڑا اثر پڑتا ہے۔ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، یہ میرے پاس کپڑا پڑا ہے، میں یہ آپ کو دینا چاہتا ہوں، بیچنا چاہتا ہوں۔ فرض کریں آپ کے سامنے ایک آدمی ہے، آپ اسے کپڑا بیچنا چاہتے ہیں، کیا کہیں گے آپ بھئی؟ اس کو کیا جملہ کہیں گے اردو میں؟ جی؟ میں نے آپ کو یہ کپڑا سو روپے میں بیچا۔ میں نے آپ کو بیچا یہ کپڑا؟ کپڑے کو بیچا یا اس آدمی کو بیچ رہا ہے بھئی؟ میں نے یہ کپڑا آپ کو سو روپے میں بیچا۔ ہاں تو آپ کو نہ کہیں بھئی، آپ پر بیچا کہیں۔ ہمیشہ تعبیر کس سے کریں؟ آپ پر بیچا۔ یہ کپڑا میں نے آپ پر بیچا، یا یوں کہہ لو آپ کے ہاتھ بیچا۔ سمجھ میں آیا؟ تعبیر کیا کیا کرو ہمیشہ؟ آپ کے ہاتھ۔ یہ کپڑا میں نے آپ کے ہاتھ پر بیچا، یا آپ پر بیچا۔ اب مولانا کہیں بھی اشتباہ نہیں آئے گا، ورنہ بعض جگہ پھر مسئلہ میں اشتباہ آجاتا ہے اردو میں بھئی۔ آپ کو بیچا؟ آدمی کو بیچ رہا ہے بھئی؟ تو وہاں کیا کہو ہمیشہ؟ آپ پر بیچا، آپ کے ہاتھ بیچا۔ عادت بنالو اس کو اپنی۔ یا اس سے بھی کوئی بہتر تعبیر ملتی ہے تو اور اچھی بات ہے بھئی۔

جی، اور ایک اور بات یاد رکھیں، عبارت کی بات، قیمتی بات ہے بھئی۔ عبارت کے اندر بَیْع کی بات آئے گی تو ساتھ بَا بھی آئے گی مولانا، بَا۔ اور یہ بَا ہمیشہ ثَمَن پر داخل ہوتی ہے۔ یہ بَا عربی کے اندر ہمیشہ کس پر داخل ہوتی ہے؟ ثَمَن پر داخل ہوتی ہے بھئی۔ یہ عام، چند عام باتیں ذکر کر رہا ہوں جو ہر جگہ آپ کو کام آئیں گی بَیْع کے اندر بھئی۔ بَا آتی ہے، اور یہ بَا عربی میں کس پر داخل ہوتی ہے؟ ثَمَن پر۔ مثلاً میں آپ کو کہتا ہوں بھئی، یہ کپڑا میں نے آپ پر پانچ روپے میں بیچا۔ یہ کپڑا میں نے آپ پر پانچ روپے میں بیچا۔ عربی میں کیا کہیں گے؟ بِعْتُ هَذَا الثَّوْبَ مِنْكَ بِخَمْسِ رُبِيَّاتٍ۔ بِعْتُ هَذَا الثَّوْبَ مِنْكَ بِخَمْسِ رُبِيَّاتٍ۔ اب دیکھیے مولانا، عبارت کے اندر بَا آئی ہے یا نہیں آئی بھئی؟ بِخَمْسِ، یہ خَمْسَة پر جو بَا داخل ہو رہی ہے، بَیْع کے اندر یہ ہمیشہ آئے گی بھئی۔ اور یہ بَا ہمیشہ ثَمَن پر داخل ہوتی ہے۔ آپ سے اب عبارت میں کوئی پوچھ لے بھئی، ثَمَن کیا چیز ہے؟ کپڑا ثَمَن ہے یا یہ پانچ روپے ثَمَن ہیں؟ آپ فوراً کیا کہیں گے؟ پانچ روپے۔ پانچ روپے، کیسے پتہ چلا آپ کو؟ بَا سے بھئی۔ بعض چیزیں تو ہیں ہی ثَمَن، وہاں تو پتہ لگ جائے گا یہ روپے تو ہیں ہی

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَوَجَدَهَا أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فوجدها أقل فالمشتري بالخيار:» منقول ہے۔

ثَمَن، سوناچاندی تو ہے ہی ثَمَن۔ بعض اوقات دونوں طرف سے سامان ہوتا ہے۔ ایک آدمی نے دوسرے کو کپڑا دیا ہے اور دوسرے سے موبائل لے لیا ہے، خرید لیا ہے، تو اب ایک طرف کپڑا ہے، ایک طرف موبائل ہے، بھئی کس چیز کو ہم ثَمَن بنائیں؟ ثَمَن کے حکم الگ۔ کس چیز کو مَبِیْع بنائیں؟ مَبِیْع کے احکام الگ ہیں بھئی۔ تو اس کا ضابطہ میں نے آپ کو بتلادیا، جس پر بَا داخل ہو رہی ہے اس کو کیا بنالیں گے؟ ثَمَن بھئی، اور دوسرے کو مَبِیْع بنالیں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ بَا ہمیں بتلائے گی بھئی کہ یہ ثَمَن ہے اور پھر ثَمَن والے احکام وہاں آجائیں گے بھئی۔

تو لہٰذا اب آپ مجھے بتایئے مولانا، میں آپ سے کہتا ہوں: بِعْتُ هَذَا الْكِتَابَ مِنْكَ بِالْقَلَمِ۔ بِعْتُ هَذَا الْكِتَابَ مِنْكَ بِالْقَلَمِ۔ کیا ترجمہ کریں گے؟ بِعْتُ هَذَا الْكِتَابَ، کیا؟ میں نے یہ کتاب بیچی، مِنْكَ، آپ پر بھئی، آپ کے ہاتھ، بِالْقَلَمِ، قلم کے بدلے۔ اس بَا کا ترجمہ بھی اردو میں کیا کرنا ہے؟ کے بدلے میں، کے عوض میں۔ کس کے عوض میں؟ قلم کے عوض میں، قلم کے بدلے میں بھئی۔ ترجمہ سمجھ میں آرہا ہے بھئی؟ تو یہ بَا بھی جب آئے گی بَاعَ وغیرہ کے ساتھ بھئی تو بدلے میں، عوض میں، یہ لفظ ساتھ لانا ہے آپ نے۔ ترجمے میں غور کرنا، میں بھی لے کر آؤں گا بھئی، آپ وہاں نوٹ کرتے جائیں بھئی، آہستہ آہستہ آپ کو عادت ہو جائے گی، خود بھی کوشش کریں ہمیشہ اسی طرح ترجمہ کریں۔ یہ بَا عوض کے لیے آتی ہے بھئی۔ اچھا، تو کیا جملہ تھا بھئی؟ بِعْتُ هَذَا الْكِتَابَ مِنْكَ بِالْقَلَمِ۔ اچھا بھئی، مَبِیْع کیا چیز ہے؟ کتاب۔ اور ثَمَن کیا ہے؟ قلم۔ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ بَا کس پر داخل ہوئی؟ قلم پر، اور بَا تو داخل ہوتی ہے ثَمَن پر، معلوم ہوا یہ قلم کیا ہے؟ ثَمَن ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔

اچھا، اسی طرح عَلَى کا لفظ آئے گا۔ دیکھو یہ جو ابھی عبارت میں نے پڑھی تھی: وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى، یہ شرط کے لیے آتا ہے۔ کس لیے؟ شرط کے لیے۔ اس کا ترجمہ کریں گے: اس شرط پر۔ اس شرط پر۔ جگہ جگہ آئے گا یہ مولانا، یہ یاد رکھو بھئی یہ ترجمے میں یہ چیزیں آپ کو کام آئیں گی بھئی۔ اس شرط پر۔ عَلَى شرط کے لیے آئے گا۔ بات سمجھ میں آئی؟ اسی طرح یاد رکھو، بَاعَ اور اِشْتَرَى کا صلہ مِنْ آئے گا۔ میں کہتا ہوں میں نے آپ سے چیز خریدی، میں کیا کہوں گا؟ اِشْتَرَيْتُ مِنْكَ۔ میں نے آپ سے چیز خریدی، اِشْتَرَيْتُ مِنْكَ۔ اچھا، یہ مِنْ کس پہ داخل ہوا؟ جس سے چیز خریدی گئی، شِرَاء میں آیا تو مِنْ کس پہ داخل ہوا؟ جس سے چیز خریدی گئی ہے، یعنی بَائِع پر داخل ہوا۔ کس پر داخل ہوا؟ بَائِع پر داخل ہوا۔ اور بَاعَ کے اندر یہ مِنْ جو ہے مُشْتَرِی پر داخل ہوتا ہے۔ مثلاً میں کہتا ہوں: بِعْتُ مِنْكَ۔ بِعْتُ مِنْكَ، کیا ترجمہ کریں گے؟ میں نے آپ کو بیچا؟ پھر وہی ترجمہ! میں نے آپ پر بیچا، یا یوں کہو میں نے آپ کے ہاتھ بیچا۔ میں نے آپ کے ہاتھ بیچا۔ معلوم ہوا بیچنے والا میں ہوں، اور مِنْ جس پر داخل ہوا، مِنْكَ کاكَ، وہ کون ہے بھئی؟ وہ مخاطب وہ مُشْتَرِی ہے۔ وہ کون ہے؟ مُشْتَرِی۔ تو یہ مِنْ عبارتوں میں بَاعَ کے ساتھ اکثر آئے گا، آپ نے وہاں ترجمے میں پریشان نہیں ہونا۔ بِعْتُ مِنْكَ کا اب آرام سے ترجمہ کرلیں، کیا ترجمہ کریں گے؟ میں نے آپ کے ہاتھ پر بیچا، ترجمہ یہ کرلیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ قیمتی باتیں ہر جگہ کام آئیں گی۔ اب ایک اور عبارت بناؤ بھئی، اس کا ترجمہ ذرا کریں: بَاعَ زَيْدٌ مِنْ عَمْرٍو كِتَابًا۔ بَاعَ زَيْدٌ مِنْ عَمْرٍو كِتَابًا۔ بیچنے والا کون؟ زید۔ اور مِنْ عَمْرٍو، بھئی مُشْتَرِی کون؟ کس پر بیچا؟ عمرو پر۔ کس نے بتلایا آپ کو؟ مِنْ نے۔ کس چیز نے بتلایا؟ مِنْ نے۔ کس نے بتلایا؟ مِنْ نے۔ کس کے ہاتھ پر بیچا وہ کون ہے؟ جس پر مِنْ داخل ہوا، اور وہ عمرو ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اچھا، اب دیکھیے مولانا ترجمہ۔ ترجمہ ان قوانین کے مطابق: وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا، اور جس شخص نے خریدا کسی کپڑے کو، عَلَى، اس شرط پر کہ أَنَّهُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، کہ یہ دس گز ہے دس درہم کے عوض میں۔ دس گز ہے دس درہم کے عوض میں۔ یہ عوض میں کس کا ترجمہ کر رہا ہوں؟ بَا کا۔ اور یہ اس شرط پر یہ کس کا ترجمہ میں نے کیا؟ عَلَى کا۔ تو کہتے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا، اور جس شخص نے کوئی کپڑا خریدا، عَلَى، اس شرط پر کہ أَنَّهُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ، کہ یہ دس گز ہے، بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، دس درہم کے عوض میں، أَوْ أَرْضًا، یا کسی نے زمین خریدی، عَلَى، اس شرط پر أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ، کہ یہ سو ذِرَاع زمین ہے سو درہم کے بدلے میں، فَوَجَدَهَا أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ، جی تو اس نے اس زمین یا کپڑے کو کم پایا اس مقدار سے جو اس نے ذکر کی تھی۔ کیا مسئلہ ہو گا بھئی؟ ادھر دیکھو بھئی سارے۔ کسی نے کسی کو کپڑا بیچا، کیا کہا؟ یہ دس گز کپڑا ہے، کتنے درہم کے عوض؟ دس درہم کے عوض میں۔ یا یہ زمین دس گز زمین ہے دس درہم کے عوض میں۔ اب وہ زمین برابر نکلی پھر تو مسئلہ ٹھیک۔ اگر کم نکلی وہ زمین یا کپڑا، کیا حکم لگائیں گے آپ؟ جی، بھئی یہ کس میں سے ہے؟ پہلے تو مسئلہ ادھر بات وہ نقشے کی طرف جایا کرو۔ یہ کپڑا یا یہ زمین کس قبیل سے ہے؟ مَذْرُوْعَاتِ غَيْرِ مُتَقَارِبَة میں سے ہے، اور مَذْرُوْعَاتِ غَيْرِ مُتَقَارِبَة کے اندر صرف کیا بیان ہو رہا ہے؟ ہر فرد کی قیمت یا کل مقدار بیان ہوئی؟ جی؟ کل مقدار۔ صرف کل مقدار بیان ہوئی ہے، اس نے کہا ہے دس گز ہے کتنے کے بدلے میں؟ دس درہم کے بدلے میں۔ تو دس گز اس نے بیان کیے، ہر گز کتنے کا ہے یہ اس نے بیان کیا؟ نہیں کیا۔ اب اگر کپڑا کم نکلتا ہے تو پورے ثَمَن دے کر لینے پڑیں گے۔ کیونکہ یہ ذِرَاع ہے اور ذِرَاع مَذْرُوْعَات کے اندر کیا ہوتا ہے؟ وَصْف، اور وَصْف میں کمی سے

ثَمَن کے اندر کمی نہیں ہوتی۔ تو لہٰذا وَصْف میں کمی آگئی لیکن ثَمَن میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ مُشْتَرِی لینا چاہے تو کتنے میں لینا پڑے گا؟ پورے پیسے دے کر لینے پڑیں گے۔ اور ساتھ ساتھ اختیار بھی ہے، چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے بھئی۔ اور اگر زیادہ نکلا تو؟ جی؟ تو وہ مُشْتَرِی کا ہو گیا اور بَائِع کو کوئی اختیار ہے؟ نہیں، کوئی اختیار نہیں۔ وَصْف زیادہ نکل آیا بھئی اس سے کیا ہوا بھئی، چیز تو وہی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ وہی صورتیں ہیں جو نقشے میں میں نے آپ کو ساری لکھوا دی تھیں۔

فَوَجَدَهَا أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ، تو اس نے اسے کم پایا اس مقدار سے، فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ، تو مُشْتَرِی کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ، کم نکلے ہیں لیکن اگر چاہے تو اس کو لے لے پورے ثَمَن کے بدلے میں، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهَا، اور چاہے تو اسے چھوڑ دے۔ وَصْف میں کمی آئی لیکن وَصْف میں کمی سے ثَمَن کے اندر کمی نہیں ہوتی۔ وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ مِنَ الذِّرَاعِ الَّذِي سَمَّاهُ، اور اگر اس نے اس کو پایا زیادہ ان ذِرَاعوں سے جو اس نے ذکر کیے تھے، فَهِيَ لِلْمُشْتَرِي وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ، تو یہ مُشْتَرِی کے لیے ہے اور بَائِع کو کوئی اختیار نہیں بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَإِنْ قَالَ بِعْتُكَهَا عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔ وَإِنْ قَالَ، اور اگر یوں کہا: بِعْتُكَهَا، میں نے تیرے ہاتھ بیچا یہ کپڑا یا یہ زمین، عَلَى، اس شرط پر أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ، کہ یہ کتنا ہے؟ سو ذِرَاع ہے، بِمِائَةِ دِرْهَمٍ، سو درہم کے بدلے میں، كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ، ہر ذِرَاع کتنے کے بدلے میں ہے؟ ایک درہم کے بدلے ہے۔ دیکھا، اب کل مقدار بھی ذکر کر دی اس نے اور ہر ذِرَاع کی قیمت بھی ذکر کر دی۔ برابر نکلے تو پھر تو مسئلہ ہی کوئی نہیں، اس کو ذکر نہیں کیا۔ فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً، کم یا زیادہ نکلے وہ بیان کر رہے ہیں۔ فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً، تو کیا کیا اس صورت کو؟ بھئی جن صورتوں میں برابر نکلتا تھا صاحبِ کتاب اس کو ذکر نہیں کریں گے کیونکہ بات ظاہر ہے، بَیْع تو اس صورت میں کیا ہو جائے گی؟ صحیح ہو جائے گی۔ کم یا زیادہ نکلے گا تو مسئلہ پھر بدلے گا، تو وہ اب ذکر کر رہے ہیں: فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً، اس نے اس کو کم پایا۔ کیا مسئلہ ہو گا؟ ادھر دیکھو بھئی۔ اس نے کل مقدار بھی ذکر کی ہے اور ہر ذِرَاع کی قیمت بھی ذکر کی ہے۔ اب کم نکل آیا، کیا حکم لگائیں گے؟ جتنے ذِرَاع کم اتنے ہی ثَمَن بھی کم ہو جائیں گے، اور ساتھ ساتھ اختیار بھی۔ اور اگر کپڑا زیادہ نکلا؟ جتنے گز زیادہ اتنے ہی ثَمَن بھی زیادہ، لیکن ساتھ ساتھ اختیار بھی ہے۔ یہی بات کر رہے ہیں: فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً، تو اس کو کم پایا، فَهُوَ بِالْخِيَارِ، تو اسے اختیار ہے، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا، اگر چاہے تو اس کو لے لے بِحِصَّتِهَا مِنَ الثَّمَنِ، اس کے حصے کے عوض میں ثَمَن میں سے۔ یعنی ثَمَن میں سے اس کے حصے میں جو بنتے ہیں وہ دے دے۔ یعنی نوے گز نکلا ہے تو کتنے دے دے؟ سو گز کی مثلاً بات ہوئی تھی، نوے نکل آیا تو نوے دے دے، ستر نکلا ہے تو ستر درہم دے دے بھئی، ساٹھ گز نکلا ہے تو ساٹھ درہم۔ تو اس کے حصے کے بقدر جو ہے ثَمَن میں سے وہ اس کے ساتھ لے لے، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهَا، اور چاہے تو اسے چھوڑ دے۔ وَإِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً، اور اگر اس کپڑے یا زمین کو زائد پایا، كَانَ الْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ، تو مُشْتَرِی کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْجَمِيعَ، چاہے تو کیا کرے؟ سارے کو لے لے كُلَّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ، کس طریقے پر لے لے؟ ہر ذِرَاع ایک درہم کے بدلے میں لے لے۔ یعنی ایک سو دس نکلا ہے تو ایک سو دس دے دے، ایک سو بیس ہے تو ایک سو بیس۔ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ، اور اگر چاہے تو بَیْع کو فَسْخ کر دے۔

اب بتائیے مولانا، اب وہ نقشہ اچھی طرح ذہن میں ہے؟ جی؟ ادھر دیکھو سارے بھئی۔ کتاب پہ کوئی نہ دیکھے، مجھے مسئلہ بتاؤ بھئی، پتہ لگتا ہے بَیْع میں آپ کتنے ماہر ہوئے ہیں بھئی۔ ایک آدمی کے پاس ایک گٹھڑی ہے۔ یہ تھان اس نے دوسرے آدمی کے ہاتھ بیچے اور یہ کہا بھئی، اس نے کہا دوسرے آدمی کو: یہ گٹھڑی میں نے آپ کو بیچی، اس کے اندر دس تھان ہیں سو درہم کے بدلے میں، اور ہر تھان کتنے درہم کا ہے؟ دس درہم کا ہے۔ تو اب دیکھیے آپ مولانا، کل مقدار بھی ذکر کر دی اس نے اور ہر فرد کی قیمت بھی ذکر کر دی۔ سب سے پہلے تو آپ مجھے یہ بتائیں یہ کس قبیل سے ہے؟ جی؟ مَذْرُوْعَات میں سے نہ بناؤ بھئی، اب یہ مَعْدُوْدَات کے قبیل سے ہے، تھان بیچ رہا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تھان بیچ رہا ہے، تھان کے اندر تو کپڑا پتہ ہوتا ہے اتنا کپڑا ہے، تو اب وہ اس کو تعداد کے اعتبار سے بیچ رہا ہے کہ اتنے تھان پڑے ہیں اور کتنے میں دے رہا ہوں آپ کو؟ سو درہم میں، اور ہر تھان کتنے کا ہے؟ دس درہم کا۔ اچھا، معلوم ہوا یہ کس میں سے ہے؟ مَعْدُوْدَات میں سے۔ اور مَعْدُوْدَات بھی کون سے؟ مُتَقَارِبَة یا غَیْرِ مُتَقَارِبَة؟ جی؟ کون سے؟ قدیم زمانے کا مسئلہ چل رہا ہے بھئی ابھی۔ غَیْرِ مُتَقَارِبَة ہیں مولانا، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ ہاں، غَیْرِ مُتَقَارِبَة۔ اور تو ضروری بھی نہیں ہے مولانا، اس زمانے کے اندر بھی ہو، کپڑے ہزار قسم کے ہیں، دس تھان ہیں، دس کے دس تھان الگ قسم کا کپڑا ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ ہاں، اگر ایک ہی قسم کا سارے تھان ہوں، پھر مسئلہ بدل جائے گا۔ آج کے زمانے میں ہوں اور ایک ہی قسم کے ہوں، پھر تو ایک جیسا ہو جائے گا، پھر یہ مَعْدُوْدَاتِ مُتَقَارِبَة میں ہو جائے گا۔ لیکن اگر آج کے زمانے میں ہے اور تھان الگ الگ کپڑوں کے ہیں، یا قدیم زمانے کے اندر وہ ہاتھ سے

بنتے تھے کپڑے میں ہی کچھ نہ کچھ فرق ہوتا تھا، تو یہ مَعْدُوْدَات کس قبیل سے ہوا؟ غَيْرِ مُتَقَارِبَة میں سے۔ اب حکم آپ مجھے بتادیں۔ اس نے کل قیمت بھی ذکر کر دی، اس نے ہر فرد کی قیمت بھی اس نے ذکر کر دی، تو کیا مسئلہ ہو گا؟ یا تو برابر نکلیں گے، تو بَيْع کیا ہو گئی؟ اس کو یہ ذکر نہیں کریں گے کیونکہ یہ تو بات ظاہر ہے۔ دس کپڑے ہی نکلے تو ٹھیک ہے بھئی۔ کپڑے، تھان نکل آتے ہیں آٹھ یا سات، تو یہ تو کم ہو گئے۔ یا زیادہ نکل آتے ہیں مولانا، کتنے؟ گیارہ یا بارہ۔ اب کیا کریں گے؟ اگر کم نکل آئے تو کیا حکم ہے؟ ثَمَن بھی کم ہو گئے۔ مثلاً کتنے تھان نکلے؟ آٹھ تھان نکل آئے بھئی، تو کتنے درہم دے دے گا؟ اسی درہم۔ اور ساتھ ساتھ اختیار بھی ہو گا اسے، لینا چاہے تو لے لے، چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے۔ اور اگر تھان زیادہ نکل آئے مولانا، گیارہ یا بارہ تھان نکل آئے، اب کیا حکم لگائیں گے؟ جی؟ کیا کریں گے؟ نقشہ یاد ہے؟ کیا مسئلہ تھا اگر بکریاں بیچیں کسی نے، ایک سو دس بکریاں نکل آئیں بھئی؟ ہاں، اس نے کہا تھا یہ سو بکریاں ہیں سو درہم کے اندر ہیں، ہر بکری ایک درہم کی ہے۔ بکریاں کتنی نکل آئیں؟ ایک سو دس نکل آئیں۔ کیا حکم پڑھا تھا آپ نے؟ جی؟ پیسے زیادہ دینے پڑیں گے؟ بَيْع فَاسِد ہو جائے گی بھئی۔ کیوں فَاسِد ہو گی؟ ہاں، دیکھا، شاباش! تو یہ بَيْع فَاسِد ہو گئی۔ کیوں فَاسِد ہوئی؟ کیونکہ مَبِيْع مَجْهُوْل ہو گیا۔ بَيْع ہوئی ہے کتنے تھانوں کی؟ دس کی، اور نکلے ہیں گیارہ یا بارہ یا تیرہ۔ معلوم ہوا مَبِيْع ہے دس تھان، ایک تھان زائد ہے۔ اب کون سا تھان زائد ہے مولانا؟ ایک تھان تو نکالنا پڑے گا بھئی۔ تو مُشْتَرِی چاہے گا کہ جو سب سے ردی ہے وہ میں بَائِع کے پاس رہنے دوں، اچھے والے سارے لے لوں۔ اور بَائِع چاہے گا کہ میں ان میں سے جو اچھا والا ہے اس کو اپنے پاس روک لوں اور باقی دس اس کے حوالے کر دوں۔ تو مَبِيْع مَجْهُوْل ہوا، جھگڑا آئے گا مولانا، لہٰذا بَيْع کیا ہو گئی؟ فَاسِد۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو آپ نے اس طرح غور کرنا ہے ہر چیز کے اندر بھئی۔

جی دیکھیے بھئی: وَلَوْ قَالَ، اور اگر یوں کہا کسی نے: بِعْتُ مِنْكَ، دیکھا وہ مِنْ آگیا مولانا، بِعْتُ مِنْكَ، میں نے بیچا آپ کے ہاتھ هَذِهِ الرِّزْمَة، رِزْمَة کہتے ہیں گٹھڑی کو مولانا۔ میں نے بیچا آپ کے ہاتھ هَذِهِ الرِّزْمَة، اس گٹھڑی کو، عَلَى، اس شرط پر أَنَّهَا عَشَرَةُ أَثْوَابٍ، کہ یہ کتنے کپڑے ہیں؟ دس کپڑے ہیں، بِمِائَةِ دِرْهَمٍ، کتنے کے بدلے میں؟ سو درہم کے بدلے میں، كُلُّ ثَوْبٍ بِعَشَرَةٍ، ہر کپڑا کتنے کے عوض میں ہے؟ دس درہم کے عوض میں ہے، فَإِنْ وَجَدَهَا نَاقِصَةً، اگر اس نے انہیں کم پایا، جَازَ الْبَيْعُ بِحِصَّتِهِ، تو جائز ہے بَيْع اس کے حصے کے بقدر۔ کپڑے تھان کم ہیں تو ثَمَن بھی اسی کے حصے کے بقدر کم ہو جائیں گے اور اس میں بَيْع جائز ہو گئی۔ لیکن ساتھ بتایا مُشْتَرِی کو کیا ہو گا؟ اختیار بھی ہو گا۔ بین السطور نیچے لکھا ہوا ہے: وَلِلْمُشْتَرِي الْخِيَارُ، مُشْتَرِی کو خِيَار ہے۔ وَإِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً، اور اگر اس نے انہیں زیادہ پایا، فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ، تو بَيْع کیا ہو گی؟ فَاسِد۔ نیچے کیا لکھا ہے؟ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ، مَبِيْع مَجْهُوْل ہونے کی وجہ سے بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ بِنَاؤُهَا فِي الْبَيْعِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ۔ جی، یہاں تک وہ ختم ہوئے مسئلے بھئی جن کا میں نے نقشہ بنوایا تھا بھئی۔ اب آپ کو کچھ اور ضابطوں کے تحت مسائل بتلا رہے ہیں بھئی۔ وَمَنْ بَاعَ دَارًا، اور جس نے دار بیچا، گھر بیچا، دَخَلَ بِنَاؤُهَا، تو داخل ہو جائے گی اس گھر کی عمارت فِي الْبَيْعِ، کس کے اندر؟ بَيْع کے اندر۔ بِنَاء کس کو کہتے ہیں عربی میں بھئی؟ عمارت کو کہتے ہیں، بلڈنگ کو کہتے ہیں بھئی۔ دَخَلَ بِنَاؤُهَا، داخل ہو جائے گی اس گھر کی عمارت، اس گھر کی بلڈنگ فِي الْبَيْعِ، کس کے اندر؟ بَيْع کے اندر، وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ، اگرچہ وہ اس کو ذکر نہ کرے۔ اگرچہ وہ اس کو ذکر نہ کرے۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کو اپنی کوٹھی بیچی مولانا۔ اب وہ کوٹھی جب اس نے بیچ دی، اب وہ آیا کوٹھی پر قبضے کے لیے، کہتا ہے بھئی دیکھو، جس نے بیچی ہے وہ اسے کہتا ہے: یہ کوٹھی میں نے آپ کو بیچی ہے لیکن صحن آپ کا نہیں ہے، صحن میرا ہی ہے، وہ نہیں میں نے آپ کے ہاتھ بیچا۔ وہ نہیں بیچا۔ تو ہم اس کو کہیں گے بھئی کوٹھی کے اندر عمارت بھی داخل ہوتی ہے، جب آپ نے لفظِ کوٹھی کہہ دیا تو کوٹھی کے اندر عمارت کے ساتھ صحن ہوتا ہے یا نہیں ہوتا بھئی؟ جی؟ ہوتا ہے۔ صحن ساتھ ہوتا ہے بھئی۔ تو عُرْف کے، ضابطہ یہ ہے کہ ایک چیز کے اندر عُرْفاً جو چیزیں شامل ہوتی ہیں عام لوگوں کے عُرْف کے اعتبار سے، عام لوگ اس کو اس میں شامل سمجھتے ہیں، تو اس کو ذکر نہ بھی کریں وہ پھر بھی کیا ہوتی ہے؟ بَيْع کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کوٹھی صرف عمارت کا نام ہے یا صرف صحن کا نام ہے یا دونوں کا نام ہے؟ دونوں کا۔ یہ دونوں کا نام ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں اگر یوں کہتا ہے، کوٹھی ہے، لیکن وہ یہ نہیں کہتا یہ کوٹھی میں نے آپ کے ہاتھ بیچی، کہتا ہے یہ عمارت میں نے آپ کے ہاتھ بیچی۔ یا صرف یوں کہتا ہے یہ بلڈنگ بیچی۔ یا صرف یوں کہتا ہے بھئی یہ صحن میں نے آپ کے ہاتھ بیچا۔ تو اب صحن کی بات ہوئی ہے، بلڈنگ کی بات نہیں ہوئی۔ صحن کے اندر بلڈنگ داخل ہو جاتی ہے؟ نہیں بھئی، تو اس صورت میں وہ داخل نہیں۔ لیکن جب وہ کوٹھی کہہ رہا ہے یا وہ گھر کہہ رہا ہے، تو گھر کے اندر عُرْف کے اندر بھئی گھر کے اندر جو جو چیزیں شامل ہوتی ہیں وہ خود بخود اس میں کیا ہو جائیں گی؟ داخل ہو جائیں گی۔ یا کسی نے کسی کے ہاتھ گھر بیچا۔ اب گھر بیچنے کے بعد کہتا ہے، بَيْع ہو گئی، کہتا ہے بھئی یہ گھر میں نے بیچا آپ کو لیکن یہ جو دروازے کے پاس غسل خانہ اور بیت الخلا ہیں، یہ میں نے نہیں بیچے بھئی۔ میں نے باقی گھر آپ کو بیچا ہے بھئی۔ وہ کہے گا آپ نے گھر کی بات کی تھی اور گھر

کے اندر بیت الخلا اور غسل خانہ داخل ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے بھئی؟ داخل ہوتے ہیں بھئی۔ تو ان کو ذکر کرنے کی ضرورت، وہ کہے گا بھئی میں نے کب ذکر، میں نے کوئی بَیْع میں کہا تھا غسل خانہ اور بیت الخلا بھی بیچ رہا ہوں؟ کہتے ہیں بھئی آپ کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں تھی، یہ خود بخود اس میں کیا ہو جاتے ہیں؟ داخل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کوٹھی بیچی، کہتا ہے بھئی صرف یہ بلڈنگ آپ کی ہے، صحن نہیں آپ کا۔ کیوں بھئی صحن کیوں نہیں میرا؟ میں نے صحن کا کوئی نام لیا تھا بَیْع کے اندر؟ تو ہم اسے کیا کہیں گے بھئی؟ صحن کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو ویسے ہی اس کے اندر داخل ہوتا ہے، اس کو ذکر نہ بھی کرو یہ پھر بھی داخل ہو جاتا ہے بھئی۔ ضابطہ سب کو سمجھ میں آیا؟ جو چیز عُرْف کے اندر ایک چیز کے ساتھ سمجھی جاتی ہے، اس میں داخل ہوتی ہے، اس کو علیحدہ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ خود بخود اس میں داخل ہو جائے گی۔ یا مثلاً بھئی، ایک آدمی نے دوسرے کو سائیکل بیچی۔ سائیکل، یا یوں کہیں موٹر سائیکل بیچی بھئی۔ موٹر سائیکل بیچنے کے بعد اب وہ کہتا ہے لاؤ دو۔ وہ کہتا ہے ٹھہرو ذرا میں ذرا پلاس وغیرہ لے آؤں، یہ میں نے اس کے دونوں ٹائر مجھے، یہ میں نے نہیں بیچے آپ کو۔ دونوں ٹائر نہیں بیچے بھئی، باقی موٹر سائیکل بیچی ہے۔ کہتا ہے کیوں نہیں بیچے آپ نے؟ کہتا ہے میں نے کوئی ٹائروں کا نام لیا تھا؟ جی؟ تو وہ جواب میں کہے گا بھئی موٹر سائیکل کے اندر یہ چیزیں داخل ہوتی ہیں، ان کو کبھی علیحدہ سے ذکر کیا ہی نہیں۔ تو جب یہ عُرْف میں اس کے اندر داخل ہیں اور شامل سمجھی جاتی ہیں تو ان کو علیحدہ سے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں۔ ہاں اگر عُرْف میں داخل نہیں سمجھی جاتیں تو پھر اس صورت میں وہ بَیْع کے اندر بھی داخل نہیں۔ لہٰذا اس نے موٹر سائیکل پر ایک عمدہ قسم کا ایک تالا لگایا ہوا ہے بھئی۔ وہ الگ تالا نہیں ملتا بھئی؟ وہ تار والا۔ وہ بڑا قیمتی قسم کا اس نے لگایا تھا۔ موٹر سائیکل بیچ دی، اب دینے لگا تو کہتا ہے بھئی میں ذرا اپنا تالا اتار لوں۔ وہ کہتا ہے بھئی تالا کہاں سے اتارتے ہو؟ تالا تو ساتھ ہی آئے گا۔ کہتا ہے نہیں بھئی نہیں، تالا ساتھ نہیں آئے گا بھئی۔ آپ کیا کہیں گے مولانا؟ جی؟ آپ مجھے بتائیں، عُرْف میں موٹر سائیکل کہیں تو وہ تالا ساتھ داخل ہوتا ہے؟ نہیں۔ ہاں دیکھا، فوراً خود فیصلہ کر لیا آپ نے۔ تالا کبھی ساتھ شامل نہیں ہوتا۔ موٹر سائیکل کا اپنا تالا لاک وغیرہ ہوتا ہے، لیکن یہ جو آپ نے علیحدہ سے خرید کر ساتھ لگایا ہے یہ اس کے اندر کبھی داخل نہیں سمجھا جاتا۔ ضابطہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟ جی۔ تو کہتے ہیں بھئی: وَمَنْ بَاعَ دَارًا، اور جس نے گھر بیچا، دَخَلَ بِنَاؤُهَا فِي الْبَيْعِ، تو داخل ہو جائے گی اس کی عمارت بھی بَیْع کے اندر، وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ، اگرچہ وہ اس کو ذکر نہ کرے۔

وَمَنْ بَاعَ أَرْضًا دَخَلَ مَا فِيهَا مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ۔ یہاں سے ایک اور ضابطہ سمجھ لو بھئی۔ وہ چیز جس کا اِتِّصَال اِتِّصَالِ قَرَار والا ہو، زمین کی بَیْع کے ساتھ وہ بھی بَیْع میں داخل شمار ہو گی۔ ایک چیز ہے وہ لگی ہی رہنے کے لیے ہے مولانا، اس کو کہیں گے اِتِّصَالِ قَرَار۔ کیا کہیں گے؟ اِتِّصَالِ قَرَار۔ دیکھو درخت زمین میں اگایا جاتا ہے، کس لیے ہوتا ہے؟ لگا ہی رہتا ہے بھئی۔ کیا ہے؟ لگا ہی رہتا ہے۔ اور ایک چیز وہ ہے جو ساتھ لگے رہنے کے لیے نہیں ہوتی، اس کو پھر الگ کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً فصل ہے۔ فصل کاشت کی جاتی ہے، ہر سال کئی فصلیں کاشت ہوتی ہیں، لیکن کیا وہ لگی ہی رہتی ہے یا پکتے ساتھ ہی اس کو اتار دیتے ہیں؟ اتار دیتے ہیں۔ تو وہ لگے رہنے کے لیے ہوتی ہے یا اتارنے کے لیے ہوتی ہے؟ اتارنے کے لیے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو درخت ہوتے ہی لگے رہنے کے لیے ہیں اور فصل ہوتی ہی اتارنے کے لیے ہے۔ لہٰذا اب ایک آدمی نے اپنی زمین بیچی۔ جب زمین بیچی تو اس کے اندر جو درخت ہیں، کھجور کے ہیں یا کوئی اور ہیں، پھل دار ہیں، غیر پھل دار ہیں، وہ سارے بھی کیا ہو جائیں گے؟ بَیْع کے اندر داخل ہو جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیونکہ ان کا اِتِّصَال کون سا ہے؟ اِتِّصَالِ قَرَار ہے بھئی۔ کیا ہے؟ اِتِّصَالِ قَرَار ہے، یہ لگے رہنے کے لیے ہوتے ہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور اگر کسی نے زمین بیچی اور اس کے اندر فصل لگی ہوئی تھی، اب آپ مجھے بتائیے، فصل بَیْع میں داخل ہو جائے گی یا داخل نہیں ہو گی؟ نہیں ہو گی۔ یہ داخل نہیں ہو گی۔ یہ الگ ہے مولانا، اس نے تو اتر جانا ہے، تو یہ بَیْع کے اندر شمار نہیں ہو گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ہاں بھئی۔ اب آپ مجھے مسئلہ بتلائیے۔ میرے پاس ایک باغ ہے مولانا۔ وہ باغ میں نے کسی پر بیچ دیا، اور پھل پک کر اوپر درختوں پر تیار لگا ہے بھئی۔ اب آپ کیا فیصلہ کریں گے بھئی؟ باغ میں نے بیچا، تو درخت بیچے، یوں کہو درخت بیچے، تو کیا پھل داخل ہوں گے بَیْع کے اندر یا داخل نہیں ہوں گے؟ نہیں ہوں گے۔ جی؟ نہیں ہوں گے۔ کیوں نہیں ہوں گے؟ بھئی پھل لگے رہنے کے لیے ہوتے ہیں یا اتارنے کے لیے ہوتے ہیں؟ اتارنے کے لیے۔ ابھی ضابطہ میں نے بتایا جو چیز اِتِّصَالِ قَرَار ہے وہ داخل ہو جائے گی، جس میں اِتِّصَالِ قَرَار نہیں ہے وہ داخل نہیں ہو گی بھئی۔ دیکھیے بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ أَرْضًا، اور جس نے کوئی زمین بیچی، دَخَلَ، تو داخل ہو جائیں گے مَا فِيهَا، وہ جو اس کے اندر ہیں، تو داخل ہو جائے گی بَیْع کے اندر وہ چیز جو اس زمین میں ہے۔ بھئی کیا چیز ہے؟ کہتے ہیں: مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ، یعنی کہ نَخْل کہتے ہیں کھجور کے درخت کو، شَجَر عام ہے بھئی، عام درختوں کو کہتے ہیں۔ تو داخل ہو جائیں گے اس میں کھجور اور درخت وغیرہ دوسرے فِي الْبَيْعِ، کس کے اندر داخل ہوں گے؟ بَیْع میں داخل ہو جائیں گے، وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ، اگرچہ وہ اس کو ذکر نہ کرے۔ وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ إِلَّا بِالتَّسْمِيَةِ، اور داخل نہیں ہو گی، زَرْع کھیتی کو کہتے ہیں، فصل۔ اور

داخل نہیں ہو گی فصل فِي بَيْعِ الْأَرْضِ، زمین کی بَیْع میں، إِلَّا بِالتَّسْمِيَةِ، مگر ذکر کر دینے سے۔ ذکر کر دے گا تو داخل ہو گی، کہ زمین فصل سمیت بیچ رہا ہے، صورت سمجھ میں آئی؟ تو پھر داخل ہو گی ورنہ نہیں۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۷: کتاب البیوع (۱۰): درخت پر لگے پھل، کھیت کی زراعت، بیع میں استثناء اور حقوق و مرافق کے دخول و عدمِ دخول کا ضابطہ

مختصر القدوری صفحہ: ۶۶—بتاریخ: ۱۱ دسمبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا أَوْ شَجَرًا فِيهِ ثَمَرَةٌ فَثَمَرَتُهُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهَا الْمُبْتَاعُ، وَيُقَالُ لِلْبَائِعِ اقْطَعْهَا وَسَلِّمِ الْمَبِيعَ. وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا أَوْ قَدْ بَدَا جَازَ الْبَيْعُ، وَوَجَبَ عَلَى الْمُشْتَرِي قَطْعُهَا فِي الْحَالِ، فَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى النَّخْلِ فَسَدَ الْبَيْعُ۔[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، گزشتہ سبق میں آپ نے کچھ ضابطے پڑھے تھے نئے بھئی۔ ایک ضابطہ یہ پڑھا تھا کہ جو چیزیں عُرْفاً کسی چیز کے اندر ساتھ شمار کی جاتی ہیں، عُرْف سے کیا مراد ہے بھئی؟ عام لوگ بھئی۔ کیا مراد ہے؟ عام لوگ۔ عام لوگوں کے اندر اسے بھی شامل سمجھا جاتا ہے ایک چیز کو، اس کو علیحدہ سے ذکر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے؟ نہیں۔ لہٰذا جب کسی نے کہا میں نے آپ کے ہاتھ گھر بیچا اپنا، تو عمارت بھی داخل ہوئی یا نہیں ہوئی؟ ہوئی۔ صحن بھی داخل ہوا یا نہیں ہوا؟ ہوا۔ کیونکہ یہ چیزیں گھر کے اندر داخل شمار ہوتی ہیں عُرْف میں۔ لہٰذا جو چیز داخل شمار ہوتی ہے اس کو علیحدہ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ دوسرا ضابطہ آپ نے یہ پڑھا تھا کہ وہ چیز جو لگی رہنے کے لیے ہو، وہ بھی خود بخود داخل ہو جائے گی، اس کو بھی علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور جو چیز لگی رہنے کے لیے نہیں ہے بلکہ علیحدہ کرنے کے لیے ہے یا علیحدہ ہے وہ اس کے اندر بَیْع کے اندر داخل نہیں ہو گی۔ جیسے ایک آدمی نے ایک زمین بیچی، تو اس کے اندر اگر درخت لگے ہوئے ہیں تو درخت لگے رہنے کے لیے ہوتے ہیں یا یہ ان کو ہٹاتے رہتے ہیں بھئی؟ لگے رہنے کے لیے ہوتے ہیں۔ تو ان کا اِتِّصَال کون سا ہے؟ اِتِّصَالِ قَرَار ہے، لہٰذا یہ بھی بَیْع میں داخل ہو گئے۔ لیکن اس کے برعکس اگر کسی نے زمین بیچی اس میں فصل ہے، اب آپ مجھے بتائیے فصل لگے رہنے کے لیے ہوتی ہے یا اتارنے کے لیے؟ اتارنے کے لیے۔ لہٰذا وہ بَیْع میں داخل ہو گی؟ نہیں، وہ بَیْع میں داخل نہیں ہو گی اِلَّا یہ کہ اس کو بھی ذکر کرے ساتھ بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ذکر کرے بھئی۔

اچھا، اسی طرح ایک آدمی نے ایک درخت، درخت بیچے بھئی، ان پر کیا لگے ہوئے تھے؟ پھل۔ اب پھل لگے رہنے کے لیے ہوتے ہیں یا اتارنے کے لیے؟ اتارنے کے لیے ہیں۔ لہٰذا وہ پھل بَیْع میں داخل ہوں گے؟ نہیں بھئی، بلکہ اگر ذکر کرے گا تو پھر داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہاں پھلوں کا جو اِتِّصَال ہے درخت کے ساتھ وہ اِتِّصَالِ قَرَار نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ خود بخود کب داخل ہو گا جب کون سا اِتِّصَال پایا جائے؟ اِتِّصَالِ قَرَار ہو یعنی ساتھ ہی رہے۔ اب اسی پر ایک اور مسئلہ بتائیں۔ ایک آدمی نے اپنا گھر بیچا کسی پر بھئی۔ اب وہ آیا بھئی اور کہتا ہے بھئی یہ جو گھر کے اندر جتنا سامان پڑا ہے یہ

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا أَوْ شَجَرًا فِيهِ ثَمَرَةٌ فَثَمَرَتُهُ لِلْبَائِعِ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع نخلا أو شجرا فيه ثمر فثمرته للبائع إلا» منقول ہے۔

بھی میرا ہو گیا۔ بھئی یہ کیوں آپ کا ہوا؟ کہتا ہے آپ نے مجھے گھر بیچا ہے اور یہ ساری چیزیں گھر کے اندر پڑی ہیں لہٰذا یہ بھی کیا ہوئیں؟ میری ہوئیں۔ آپ کیا کہیں گے مولانا؟ سامان جو پڑا ہوتا ہے وہ ساتھ ہی لگا رہنے کے لیے ہوتا ہے یا اس کو ہٹاتے ہیں ادھر ادھر کرتے ہیں؟ ہٹاتے ہیں۔ اِتِّصَال ہے؟ وہاں تو سرے سے اِتِّصَال ہی نہیں ہے مولانا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو وہ تو ویسے رکھا ہوا تھا۔ بیچا ہم نے گھر ہے، سامان نہیں بیچا، وہ داخل نہیں ہوا بَیْع کے اندر۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں وہ الگ ہے اگر ساتھ ذکر کر دے کہ اس سامان سمیت بیچتا ہوں۔

اچھا بھئی، تو کہتے ہیں: وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا، نَخْل کہتے ہیں کھجور کے درخت کو اور شَجَر عام ہے، ہر درخت کو کہتے ہیں۔ وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا أَوْ شَجَرًا، اور جس نے بیچا ایسا کھجور کا درخت أَوْ شَجَرًا یا کوئی اور درخت فِيهِ ثَمَرَةٌ، جس کے اندر کیا ہے؟ پھل ہے، فَثَمَرَتُهُ لِلْبَائِعِ، تو اس کا پھل کس کے لیے ہے؟ بَائِع کے لیے ہے، یعنی پھل بَیْع کے اندر داخل نہیں ورنہ تو مُشْتَرِی کا ہو جاتا۔ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهَا الْمُبْتَاعُ، مگر یہ کہ اس کی شرط ٹھہرا دے، شرط لگا دے، کون شرط لگا دے؟ مُبْتَاع، خریدنے والا۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا اِبْتَاعَ یَبْتَاعُ کا کیا ترجمہ کرنا؟ خریدنا۔ تو مُبْتَاع خریدنے والا۔ مگر یہ کہ خریدنے والا اس کی شرط لگا دے۔ مثلاً وہ کہتا ہے، کیسے شرط لگاتا ہے بھئی؟ کہ میں ان درختوں کو پھلوں سمیت خریدتا ہوں آپ سے، تو اب تو مولانا داخل ہو جائیں گے۔ تو پھل داخل نہیں ہوئے مولانا۔ ایک آدمی نے کیا کیا؟ درخت بیچے ہیں تو پھل داخل ہوئے بَیْع کے اندر؟ نہیں، پھل بَیْع میں داخل نہیں ہوئے۔ وہ کس کے ہیں ابھی بھی؟ بَائِع کے، اور درخت کس کے ہو گئے؟ مُشْتَرِی کے۔ لہٰذا بَائِع کو کہا جائے گا چلو بھئی اب اپنے پھل اتارو اور لے جاؤ اور درختوں کو فارغ کرو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وَيُقَالُ لِلْبَائِعِ، اور بَائِع سے کہا جائے گا: اقْطَعْهَا، ان پھلوں کو کیا کرو؟ کاٹ لو، وَسَلِّمِ الْمَبِيعَ، اور مَبِیْع کو کیا کرو؟ سپرد کرو بھئی مُشْتَرِی کے۔ اپنا پھل اتارو اور مَبِیْع کس کے سپرد کر دو؟ مُشْتَرِی کے سپرد کر دو بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا أَوْ قَدْ بَدَا جَازَ الْبَيْعُ، اور جس نے بیچا ایسا پھل کہ جو لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا، کہ جو کارآمد نہ ہوئے ہوں، جی، یا ہو گئے ہوں، جَازَ الْبَيْعُ، تو بَیْع کیا ہے؟ جائز ہے بھئی۔ بھئی بُدُوِّ صَلَاح، لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا، بُدُوِّ صَلَاح، صَلَاح کا ظاہر ہونا۔ بُدُوّ کا کیا معنی؟ ظاہر ہونا۔ اور صَلَاح۔ بُدُوِّ صَلَاح کا لفظ ہے مولانا، یہ اصطلاح یاد رکھنا۔ بُدُوِّ صَلَاح کا کیا معنی؟ ہمارا اور شَوَافِع کا اختلاف ہے۔ اَحْنَاف اور معنی کرتے ہیں بُدُوِّ صَلَاح کا، شَوَافِع اور معنی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح کا معنی یہ ہے کہ پھل فساد سے محفوظ ہو جائے۔ تھوڑا سا پھل بن گیا، فساد سے محفوظ ہو گیا مولانا، ہم کہیں گے بُدُوِّ صَلَاح ہو گیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی آپ جانتے ہیں یا نہیں بھئی، پھل، سب سے پہلے کیا آتا ہے درختوں کے اوپر؟ پھول آتے ہیں مولانا۔ تو کیا پھول آتے ہی اب پکا ہو گیا، یہ پکی ہو گئی بات کہ زبردست پھل آئیں گے؟ نہیں بھئی، بلکہ بیماری آجاتی ہے، سارے ہی پھول کیا ہو جاتے ہیں؟ ختم بھئی۔ اچھا، پھر ان پھولوں سے کیا بنتے ہیں؟ وہ پھل بنے گا ننھا منا چھوٹا، چھوٹے چھوٹے لگے ہوں گے بھئی، لیکن ابھی بھی وہ محفوظ نہیں۔ ہاں تھوڑے سے معمولی سے جب ذرا بن جائیں گے، تھوڑے سے بڑے ہو گئے، اب کیا کہیں گے؟ کیا ہو گیا؟ بُدُوِّ صَلَاح بھئی۔ اب جب کچھ بن جائے تو پھر عموماً بیماری وغیرہ، کوئی آفت آجائے وہ تو الگ بات ہے بھئی، تو عموماً پھر بیماری نہیں آتی۔ تو یہ پھل والے جو جن کا کام یہ ہے ان کو اندازہ ہوتا ہے بھئی کہ یہ پھل اب کیا ہے؟ اب جو بن چکا ہے یہ ضرور بڑا ہو گا۔ حالانکہ جب شروع میں پھول آئے تھے اس وقت کوئی پتہ نہیں تھا، لیکن اب جب کچھ تھوڑے تھوڑے پھل بن گئے ہیں اب کیا ہو جاتا ہے؟ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ اب خراب ہونے والے نہیں بلکہ یہ کیا ہوں گے؟ یہ بڑے ہوں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو جن کا یہ کام ہو، کاشتکار وغیرہ اور جو باغ والے ہیں ان کو اندازہ ہوتا ہے۔ تو بس ہمارے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح کا کیا معنی؟ کہ پھل فساد سے محفوظ ہو جائے، تھوڑا سا پھل بن جائے یعنی۔ جبکہ شَوَافِع کے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح کا معنی ہے پھل کا پک جانا اور اس میں مٹھاس کا آجانا۔ پھل کا پک جانا اور اس میں مٹھاس کا آجانا۔ یہ معنی یاد رہے گا؟ جی۔ یہ آگے آنے والی کتابوں میں بھی آپ کے کام آئے گا، یہ معنی ہمیشہ یاد رکھنا۔ ہمارے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح کا کیا معنی؟ کہ پھل فساد سے محفوظ ہو جائے۔ اور شَوَافِع کے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح کا کیا معنی؟ کہ پھل پک جائے اور اس میں مٹھاس آجائے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً، اور جس نے بیچا ایسا پھل لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا، کہ جس کی صَلَاح ظاہر نہ ہوئی ہو، أَوْ قَدْ بَدَا، یا ظاہر ہو گئی ہو، جَازَ الْبَيْعُ، بَیْع کیا ہے؟ جائز۔ بھئی ہمارے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح ہو یا بُدُوِّ صَلَاح نہ ہو، پھل کا بیچنا جائز ہے۔ کیا بات ہوئی؟ ہمارے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح ہو یا بُدُوِّ صَلَاح نہ ہو، پھل کا بیچنا جائز ہے۔ ہاں کچھ پھل ضرور بنا ہو، یہ نہیں صرف پھول ہی پھول بیچ رہا ہے بھئی۔ پھول بیچ رہا ہے پھر تو پھل کا ایک وجود ہی نہیں ہے، ایک چیز کا وجود ہی نہیں ہے آپ اسے بیچ کہاں سے رہے ہیں بھئی؟ تھوڑا بہت پھل کیا ہو؟ بن گیا ہو، تو اس کو بیچنا جائز ہے، باقی بُدُوِّ صَلَاح ہو یا بُدُوِّ صَلَاح نہ ہو۔ تو یہ بَیْع جائز ہوئی، وَوَجَبَ عَلَى الْمُشْتَرِي قَطْعُهَا فِي الْحَالِ، اور واجب ہے مُشْتَرِی پر ان پھلوں کا کاٹنا فی الحال۔ بھئی مسئلہ کیا بتلایا؟ ہمارے نزدیک بُدُوِّ صَلَاح ہو یا بُدُوِّ صَلَاح نہ ہو، دونوں صورتوں میں پھل کو بیچنا جائز ہے، اور بیچنا تو جائز ہو گیا لیکن بیچتے ساتھ ہی مُشْتَرِی پر کیا

واجب ہو جائے گا؟ کہ ان کو فوراً کیا کرلے؟ کاٹ لے، اتار لے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا کہا: وَوَجَبَ عَلَى الْمُشْتَرِي قَطْعُهَا فِي الْحَالِ، واجب ہے مُشْتَرِی پر ان کا کاٹنا فی الحال۔ فَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى النَّخْلِ فَسَدَ الْبَيْعُ، اگر اس نے شرط لگادی ان پھلوں کے چھوڑنے کی درختوں پر، فَسَدَ الْبَيْعُ، تو بَیع کیا ہو جائے گی؟ فَاسِد ہو جائے گی۔ بھئی مُشْتَرِی نے کہا یہ پھل میں نے آپ سے، سارے باغ کے جو پھل ہیں میں نے آپ سے ایک لاکھ روپے میں خرید لیے مگر شرط یہ ہے کہ یہ پھل پکنے تک ان درختوں پر لگا رہے گا۔ شرط سمجھ میں آرہی ہے؟ جی۔ بھئی بَیع کا تقاضا کیا ہے؟ تو یہ شرط جو اس نے لگائی یہ مُقْتَضَائے عَقْد کے خلاف ہے۔ عَقْد اس کا تقاضا نہیں کرتا۔ عَقْد تو تقاضا کرتا ہے بھئی درخت تو کس کے ہیں؟ بَائِع کے، اس نے صرف کیا بیچا ہے؟ پھل۔ تو اب پھلوں کا مالک کون بن گیا؟ مُشْتَرِی۔ تو درخت ہیں بَائِع کے اور پھل ہیں مُشْتَرِی کے، تو اب مُشْتَرِی کو چاہیے فوراً پھل اتارے، بَائِع کے درختوں کو فارغ کر دے اپنی چیز سے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ورنہ تو اگر پھل لگا رہے گا تو پھر تو بَائِع بیچارے کے درخت مشغول ہو گئے مُشْتَرِی کی چیز کے ساتھ۔ تو لہٰذا مُشْتَرِی پر کیا واجب ہے؟ کہ خریدتے ہی فوراً کیا کرے؟ ان کو اتارے بھئی، ان کے اتارنے کا انتظام کرے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ لیکن اگر وہ شرط لگا دیتا ہے کہ پکنے تک لگے رہیں گے، تو بَیع کیا ہو جائے گی؟ فَاسِد ہو جائے گی، اس لیے کہ بَائِع کی مِلْک کیا ہو گئی؟ مشغول ہو گئی کس چیز کے ساتھ؟ مُشْتَرِی کی چیز کے ساتھ، مُشْتَرِی کی مِلْک کے ساتھ بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اپنی چیز ہے تو کاٹ کر اب لے جاؤ بھئی، بَائِع بیچارے کے درختوں کو اپنے مشغول کیا ہے یہ درست نہیں بھئی۔ تو لہٰذا جب بھی پھل کی بَیع ہو گی مُشْتَرِی پر کیا واجب ہو گا؟ پھل کاٹنا اور اس کو لے جانا۔ اگر وہ شرط لگا دے کہ لگا رہے پھل، آپ کیا حکم لگا دیں گے فوراً؟ بَیع فَاسِد ہو جائے گی۔ لیکن میں اور طریقہ بتلا دیتا ہوں، پھر ٹھیک ہو جائے گا مسئلہ۔ کیسے؟ عَقْد کے اندر شرط نہ لگائے، بلکہ کیا کرے؟ عَقْد مُطْلَق کرے۔ وہ کہتا ہے یہ سارے باغ کا پھل میں نے آپ کو ایک لاکھ میں بیچا۔ وہ کیا کہے؟ میں نے یہ سارا پھل ایک لاکھ میں خریدا۔ اب عَقْد کے اندر شرط تھی؟ نہیں تھی، بَیع صحیح ہو گئی۔ اب اس کو کہے بھئی آپ اجازت دے دیں تو پھل لگے رہیں پکنے تک۔ تو وہ کیا کرے گا؟ بڑی خوشی سے اجازت دے دیتا ہے۔ اب اگر وہ اجازت دے دیتا ہے تو اب جائز ہو گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بَیع کے اندر شرط تھی؟ نہیں بھئی، بعد میں اجازت لے لی، اس نے اجازت دے دی تو اب معاملہ صحیح ہو گیا۔ لیکن اگر اس نے اجازت نہ دی تو پھر فوراً کاٹنا پڑے گا بھئی۔ فَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى النَّخْلِ، اگر شرط لگائی ان پھلوں کو چھوڑنے کی ان درختوں پر، فَسَدَ الْبَيْعُ، تو بَیع فَاسِد ہو جائے گی۔

وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَةً وَيَسْتَثْنِيَ مِنْهَا أَرْطَالًا مَعْلُومَةً۔ جائز نہیں ہے کہ پھل بیچے اور اِسْتِثْنَاء کرے اس میں سے کچھ معلوم رِطْلوں کا۔ أَرْطَال جمع ہے رِطْل کی، رِطْل، طا کے ساتھ۔ رِطْل، یاد رکھو مولانا، ایک رِطْل تقریباً چونتیس تولے کا ہوتا ہے۔ کتنے کا؟ چونتیس تولے، یعنی تقریباً قریب قریب نصف سیر کے قریب یہ بن جاتا ہے آج کل۔ آج کل کا جو سیر رائج ہے تقریباً نصف۔ بھئی ایک سیر میں یاد رکھنا ہوتے ہیں اسی تولے۔ ایک سیر میں کتنے تولے ہیں؟ اسی تولے ہیں۔ اور تو نصف سیر میں کتنے ہوئے؟ چالیس تولے ہوئے، اور یہ رِطْل کتنے کا ہے؟ تقریباً میں نے کہا، پورا نہیں بتا رہا، تقریباً کتنا ہے؟ چونتیس تولے بھئی، پونے چونتیس تولے۔ تو یہ رِطْل۔ بھئی ایک آدمی نے پھل بیچے اور کچھ معلوم رِطْلوں کا اپنے لیے اِسْتِثْنَاء کر لیا۔ مثلاً میرے پاس ایک درخت تھا، اس پر پھل آیا، اچھا، پھل ابھی چھوٹا چھوٹا تھا، بُدُوِّ صَلَاح تو نہیں ہوا، اور میں اس کو بیچ دیتا ہوں۔ کس طرح بیچتا ہوں؟ خریدنے والے سے کہتا ہوں: اس درخت کا سارا پھل میں آپ کے ہاتھ بیچتا ہوں مگر دس کلو پھل میرا ہو گا اس میں سے۔ سارا پھل بیچا مگر کچھ معلوم مقدار کا کیا کر لیا؟ اِسْتِثْنَاء کر لیا، اس کو نکال لیا بھئی کہ اس میں سے کتنا میرا ہو گا؟ دس کلو۔ تو یہ سارا پھل میں نے آپ کو بیچا، یا اس سارے باغ کا پھل میں نے آپ کو بیچا مگر اس میں سے اتنی مقدار میری ہو گی۔ سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ یہ جائز نہیں ہے۔ کیوں نہیں جائز بھئی؟ کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں ہو سکتا ہے سارا پھل ہی اتنا بنے۔ بیماری آگئی، آفت آگئی، سمجھ میں آیا، آندھی آگئی مولانا، اولے پڑ گئے، کچھ ہوا، سارا پھل چلا گیا، اب جب سارا اکٹھا کیا تو بنا ہی دس کلو۔ اور وہ دس کلو آپ لے گئے، اس بیچارے کے لیے کچھ بچا؟ نہیں بھئی۔ لہٰذا معلوم مقدار کا اِسْتِثْنَاء صحیح نہیں۔ بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں یوں بیچ سکتے ہو: اس سارے باغ کا پچھتر فیصد پھل میں آپ کو اتنے میں بیچتا ہوں، پچیس فیصد میرا ہو گا اور پچھتر فیصد آپ کا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب تو جتنا بھی نکلے گا اس میں سے پچیس فیصد آپ کا ہو جائے گا اور پچھتر فیصد اس کا۔ سارا پھل تباہ ہوا، دس کلو صرف آیا، تو بھی وہ خالی ہاتھ رہے گا؟ نہیں۔ پچھلی صورت میں تو وہ خالی ہاتھ رہ گیا تھا، سارا آپ لے گئے تھے۔ اب کیا صورت ہو گی؟ پچھتر فیصد اس کا اور پچیس فیصد آپ کا، یعنی ڈھائی کلو آپ کا ہو جائے گا اور ساڑھے سات کلو اس کا ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَةً وَيَسْتَثْنِيَ مِنْهَا أَرْطَالًا مَعْلُومَةً، اور جائز نہیں ہے کہ بیچے پھل کو اور اِسْتِثْنَاء کر لے، یعنی نکال لے اس میں سے کچھ معلوم رِطْلوں کو۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِي سُنْبُلِهَا وَالْبَاقِلَّاءِ فِي قِشْرِهَا، اور جائز ہے گندم کی بَیع، حِنْطَة کس کو کہتے ہیں؟ گندم۔ جائز ہے گندم کی بَیع

فِي سُنْبُلِهَا، اس کے خوشوں کے اندر۔ گندم کی بَیْع اس کے خوشوں میں جائز ہے۔ وَالْبَاقِلَّاءِ، اور لوبیے کی بَیْع فِي قِشْرِهَا، اس کے چھلکے میں۔ لوبیے کی بَیْع کس کے اندر؟ بھئی لوبیہ کس کے اندر ہوتا ہے پہلے بھئی؟ چھلکے میں ہوتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا اس کی پھلیاں وغیرہ ہوتی ہیں، تو اس کے اندر بھئی اس کو بیچتا ہے، جائز ہے۔ اسی طرح گندم کی بَیْع بھی، گندم بھئی یہ تو جو آپ دیکھتے ہیں یہ تو صاف گندم ہے، پہلے گندم کس کے اندر ہوتی ہے؟ آپ نے فصل دیکھی ہو گی، خوشوں میں ہوتی ہے۔ ان خوشوں سمیت گندم کو بیچتا ہے، خوشوں میں ہے بھئی خشک، تو جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک جائز ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جائز ہے۔ اچھا، بَاقِلَّاء کس کو کہتے ہیں؟ لوبیے کو۔ بھئی آپ نے کتاب کے شروع میں پڑھا تھا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی، یہ كِتَابُ الطَّهَارَةِ کے اندر مسئلہ آیا تھا کہ وضو جائز نہیں ایسے پانی کے ساتھ جس پر کوئی غیر غالب آجائے تو اس کو اس کی طبیعت سے نکال دے جیسے شربت ہیں، سرکہ ہے، شوربہ ہے، وَمَاءِ الْبَاقِلَّا، اور کس کا پانی؟ لوبیے کا پانی۔ وہاں لفظ آیا تھا بَاقِلَّا، اور یہ ہے بَاقِلَّاء بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ دونوں طرح آیا ہے، یہ لوبیے کو کہتے ہیں بھئی، بَاقِلَّاء لفظ بھی ہے اور بَاقِلَّا بھی ہے بھئی۔ تو لوبیے کی بَیْع فِي قِشْرِهَا اس کے چھلکے میں۔[۲]

وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَفَاتِيحُ أَغْلَاقِهَا، اور جس نے گھر بیچا تو داخل ہو جائیں گی بَیْع کے اندر، کیا داخل ہو جائیں گی بَیْع میں؟ مَفَاتِيحُ أَغْلَاقِهَا۔ أَغْلَاق جمع ہے غَلَق کی مولانا، تالے کو کہتے ہیں۔ مَفَاتِيح جمع ہے مِفْتَاح کی بھئی۔ مَفَاتِيح کس کی جمع؟ مِفْتَاح، چابی کو کہتے ہیں۔ أَغْلَاق جمع ہے غَلَق کی، تالے کو کہتے ہیں۔ تو داخل ہو جائیں گی بَیْع کے اندر اس کے تالوں کی چابیاں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ایک آدمی نے گھر بیچا۔ اب آپ مجھے بتائیے مولانا، تالے جو تھے، گھر کے تالے وہ بھی بَیْع کے اندر داخل ہوئے یا داخل نہیں ہوئے؟ جی؟ بھئی یاد رکھو تالے کبھی بھی بَیْع میں داخل نہیں ہوں گے بھئی۔ کیسے آپ کہتے ہو؟ تالے تک وہ اپنے اتار کر لے جاتے ہیں۔ لیکن عام تالوں کی بات کر رہا ہوں یہ جو الگ چائنہ کے تالے آپ دیکھتے ہیں بھئی، یہ داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ الگ چیز ہے مولانا۔ ہاں بعض تالے وہ ہیں جو انہی کے دروازوں کے اندر لگے ہوئے ہوتے ہیں مولانا۔ وہ کس میں داخل ہیں؟ وہ بَیْع میں داخل ہو جاتے ہیں بھئی۔ جب وہ تالے داخل ہو گئے تو ان کی چابیاں بھی داخل ہوں گی کیونکہ چابیوں کے بغیر ان کا کوئی فائدہ ہے؟ نہیں بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ تو جو الگ تالے ہیں وہ نہیں داخل ہوں گے بھئی۔ جب کوئی گھر بیچتا ہے یہ نہیں آپ کو سارے گھر میں کمروں پہ تالے لگا کر دے گا نئے بہترین، نہیں بھئی نہیں، وہ تالے لے جائے گا اپنے۔ ہاں جو دروازوں کے اندر لگے ہیں، وہ اتارنا چاہتا ہے بھئی؟ نہیں بھئی، یہ کیا ہیں؟ داخل ہوتے ہیں بھئی یہ اس کے اندر بَیْع کے اندر، اور ان کی چابیاں بھی دینی پڑیں گی، چابیاں بھی بَیْع میں داخل ہیں۔ جو چیز، بس میں نے بتا دیا، ضابطہ بتلا دیا کہ عُرْف میں جو چیزیں داخل سمجھی جاتی ہیں وہ داخل ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ضابطہ بتلا دیا اب آپ خود ہر ایک کا حکم نکال سکتے ہیں بھئی۔ پنکھے کہاں داخل ہوتے ہیں بھئی؟ پنکھے داخل ہوتے ہیں گھروں کی بَیْع میں؟ نہیں، پنکھے کہاں داخل ہوتے ہیں بھئی۔ ہاں ذکر کر دے الگ سے ساتھ تو پھر وہ الگ بات ہے، بغیر ذکر کے داخل نہیں، وہ جاتے ہوئے اپنے پنکھے، اے سی وغیرہ سارا کچھ لے کر جائیں گے بھئی۔ وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَفَاتِيحُ أَغْلَاقِهَا، جس نے گھر بیچا داخل ہو جائیں گی بَیْع کے اندر اس کے تالوں کی چابیاں۔[۳]

وَأُجْرَةُ الْكَيَّالِ وَنَاقِدِ الثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ وَأُجْرَةُ وَزَّانِ الثَّمَنِ عَلَى الْمُشْتَرِي۔ اچھا بھئی، بھئی میں نے آپ کو یہ گندم کا ڈھیر بیچا سو قَفِيْز کا بھئی۔ یہ ڈھیر نظر آرہا ہے بھئی آپ کو؟ جی۔ یہ گندم کا ڈھیر میں نے آپ کو سو درہم کے بدلے، سو قَفِيْز گندم ہے کتنے کے بدلے میں بیچی؟ سو درہم کے بدلے میں بیچ دی بھئی۔ اچھا، اب یہ گندم میں نے آپ کے حوالے کرنی ہے۔ تو آپ کے حوالے میں گندم ویسے ہی کر دوں گا یا ماپ کر آپ کے حوالے کروں گا؟ ماپ کر۔ ماپ کر حوالے کروں گا بھئی۔ کیا کروں گا؟ ماپ کر۔ بھئی آپ نے میرے ساتھ سو قَفِيْز کی بات کی ہے تو میرا کام ہے یا نہیں سو قَفِيْز دوں آپ کو؟ جی۔ تو لہٰذا یہ ماپنا کس کی ذمہ داری؟ بَائِع کی یا مُشْتَرِی کی؟ بَائِع کی۔ بَائِع کی ذمہ داری ہے کہ مَبِيْع حوالے کر رہا ہے تو پورا پورا مَبِيْع حوالے کرے، اس میں کسی قسم کی کمی نہ ہو۔ تو پورا مَبِيْع حوالے کرنا ذمہ داری ہے بَائِع کی، لہٰذا اور پورے کا پتہ کس سے چلے گا؟ ماپنے سے۔ کس سے پتہ چلے گا؟ ماپنے سے۔ لہٰذا اس ماپنے والا اب کوئی بلانا پڑے گا بھئی۔ میں تو مثلاً سو قَفِيْز کو چھوڑیں چلو ہو سکتا ہے کوئی ماپ لے خود ہی، پانچ سو قَفِيْز پڑے ہیں بھئی، اب اس کو کون ماپے؟ تو اس کے لیے مزدور چاہیے یا نہیں چاہیے؟ مزدور بلوائیں گے وہ ماپے گا اس کو بھئی۔ تو لہٰذا اب اس مزدور کی مزدوری کون دے گا؟ بَائِع۔ بھئی

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِي سُنْبُلِهَا وَالْبَاقِلَّاءِ فِي قِشْرِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويجوز بيع الحنطة في سنبلها والباقلاء في قشرها» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۷۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَفَاتِيحُ أَغْلَاقِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع دارا دخل في المبيع مفاتيح أغلاقها» منقول ہے۔

ذمہ داری کس کی تھی کہ پورا مَبِیْع دے؟ بَائِع کی۔ لہٰذا اس مزدور کی مزدوری بھی کس کے ذمے؟ بَائِع کے۔ تو کَیَّال کہتے ہیں ماپنے والا، کَیْل سے ہے کَیَّال، ماپنے والا۔ تو ماپنے والے کی مزدوری کس کے سر پر؟ بَائِع پر۔

اچھا، اسی طرح ثَمَن پرکھنے کی اجرت بھی بَائِع پر ہے۔ ثَمَن پرکھنے کی اجرت بھی بَائِع پر ہے۔ دیکھو، میں نے آپ کے حوالے سو قَفِیْز کرنے ہیں اور آپ بدلے میں مجھے دیں گے سو درہم بھئی۔ اب یہ درہم جو ہے یہ ہوتا ہے چاندی کا۔ اب اس کو پرکھنے کے لیے کسی کو بلوانا پڑے گا بھئی، وہ تولے گا کہ درہم پورے ہیں، پورے وزن والے ہیں یا پورے وزن والے نہیں ہیں، اور درہم صحیح چاندی کے ہیں یا صحیح چاندی کے نہیں ہیں۔ تو اس کے پرکھنے کے لیے کسی کو بلوانا پڑے گا بھئی جو ماہر ہو گا۔ تو اس کے پیسے کس پر ہیں؟ صاحبِ کتاب بتلا رہے ہیں بھئی دیکھیے بھئی: وَأُجْرَةُ الْكَيَّالِ، اور ماپنے والے کی اجرت، وَنَاقِدِ الثَّمَنِ، اور ثَمَن کو پرکھنے والے کی، نَاقِد کا معنی پرکھنے والا، سمجھ میں آیا کہ وزن پورا ہے یا وزن پورا نہیں، چاندی کس قسم کی ہے اس میں۔ وَنَاقِدِ الثَّمَنِ، اور ثَمَن کو پرکھنے والے کی اجرت جو ہے عَلَى الْبَائِعِ، کس پر ہے؟ بَائِع پر ہے مولانا، بَائِع پر ہے بھئی۔ اچھا، بھئی دیکھو، آپ کے ذمے تھا مجھے سو درہم دیں۔ اب آپ نے مجھے سو درہم دے دیے۔ اب میں درہموں کو کسی آدمی کے ذریعے پرکھوا رہا ہوں، دیکھو بھئی کوئی عیب دار درہم تو اس نے مجھے نہیں دیے، وزن ان کا کم تو نہیں، یا ان کے اندر کم تو نہیں ہے چاندی۔ تو یہ اب میں درہموں میں کیا چیز دیکھ رہا ہوں؟ عیب کو۔ کس کو دیکھ رہا ہوں؟ عیب کو کہ کوئی عیب تو نہیں ہے کہیں۔ تو اب یہ ذمہ داری مُشْتَرِی کی نہیں ہے بلکہ کس کی ذمہ داری ہے؟ بَائِع کی۔ سمجھ میں آیا؟ وہ عیب دیکھ رہا ہے، تو مُشْتَرِی کا کام ہے اس میں عیب تلاش کر کے دے بھئی؟ جی؟ نہیں، وہ خود اس کو چیز ملی ہے تو وہ دیکھ رہا ہے، تو لہٰذا اب کیا کرنا پڑے گا؟ وہ بَائِع کے ذمے ہے۔ ہاں البتہ جب درہم یہ دے رہا تھا مجھے، درہم کا خاص وزن ہوتا ہے۔ خاص وزن ہوتا ہے۔ تو اس کے وزن کے لیے ایک آدمی کو بلانا پڑے گا جو ان کو وزن کر کے دیکھے گا یہ درہم صحیح ہیں یا نہیں بھئی، سمجھ میں آیا یہ درہم پورے وزن والا ہے یا نہیں۔ وہ بھئی، وہ مُشْتَرِی کی ذمہ داری ہے۔ کس کی ذمہ داری ہے؟ مُشْتَرِی کی۔ بھئی مجھے پورے پورے وزن والے درہم دینا یہ مُشْتَرِی کی ذمہ داری ہے یا نہیں؟ جیسے میری ذمہ داری تھی کہ پورے سو قَفِیْز اس کے حوالے کروں، اسی طرح اس کی بھی ذمہ داری ہے کہ سو درہم پورے وزن والے میرے حوالے کرے۔ تو جو جس کی ذمہ داری اس کے پیسے اور مزدوری بھی اس پر آئے گی۔ تو لہٰذا درہموں کو وزن کرنے والے کے پیسے کس پر آئیں گے؟ مُشْتَرِی پر بھئی۔ دیکھیے، کہتے ہیں: وَأُجْرَةُ الْكَيَّالِ وَنَاقِدِ الثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ، اور ماپنے والے اور ثَمَن کو پرکھنے والے کی اجرت جو ہے بَائِع پر ہے، وَأُجْرَةُ وَزَّانِ الثَّمَنِ عَلَى الْمُشْتَرِي، اور ثَمَن کو، وَزَّان کہتے ہیں وزن کرنے والا، اور ثَمَن کے وزن کرنے والے کی اجرت عَلَى الْمُشْتَرِي، کس پر ہے؟ مُشْتَرِی پر ہے، مُشْتَرِی پر۔

بھئی ہدایہ وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ثَمَن کو پرکھنے والے کی اجرت مُشْتَرِی پر ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں کیا لکھا ہے مولانا؟ ثَمَن کو پرکھنے والے کی اجرت کس پر؟ مُشْتَرِی پر۔ اور یہ کیا فرما رہے ہیں صاحبِ قدوری؟ کس پر ہے؟ بَائِع پر ہے۔ تو بظاہر تعارض لگتا ہے، دو قولوں میں مقابلہ لگ رہا ہے، یہاں کچھ اور ہے وہاں کچھ اور۔ تو علماء فرماتے ہیں نہیں بھئی کوئی تعارض نہیں ہے ان دونوں میں، دونوں کا محل الگ ہے، سمجھ میں آیا؟ صاحبِ ہدایہ جو فرما رہے ہیں کہ کس پر ہے مزدوری؟ مُشْتَرِی پر، ثَمَن کو پرکھنے کے پیسے مُشْتَرِی پر ہیں، وہ ہے حوالے کرنے سے پہلے، حوالے کرنے سے پہلے۔ اور صاحبِ قدوری فرما رہے ہیں کہ کس پر ہیں پیسے؟ بَائِع پر، یہ حوالے کرنے کے بعد۔ حوالے کرنے کے بعد۔ دیکھو بھئی، آپ ہیں مُشْتَرِی، آپ کا کام ہے مجھے پورے وزن والے دیں درہم، اور عیب دار دیں یا صحیح دیں؟ صحیح دیں۔ تو وزن کے لیے وزن کرنے والے کو بلانا پڑے گا اور پرکھنے کے لیے پرکھنے والے کو بلوانا پڑے گا، کیونکہ آپ کا کام ہے کہ آپ مجھے، میں نے مَبِیْع ٹھیک طرح آپ کو دے دیا تو اب ثَمَن بھی کیا کریں؟ ٹھیک طرح میرے حوالے کریں، اس میں عیب نہ ہو۔ تو لہٰذا ثَمَن کے ٹھیک ہونے یا عیب دار ہونے کا پتہ کون بتلائے گا؟ پرکھنے والا۔ تو اس کی مزدوری، اس کے پیسے کس کے ذمے؟ مُشْتَرِی کے ذمے۔ اس کا فرض بنتا ہے کہ مجھے ٹھیک چیز دے، خراب چیز نہ دے۔ ہاں جب اس نے بَائِع کو ثَمَن دے دیے، اب بَائِع اس کو پھر پرکھوا رہا ہے، تو اب کس پر ہے ذمہ داری؟ بَائِع پر ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو دونوں قولوں کا محل الگ۔ صاحبِ ہدایہ کا قول کب ہے؟ جبکہ ابھی حوالے نہیں کیا، حوالے سے پہلے جو پرکھنا ہے۔ اور صاحبِ قدوری کے قول کا محل کب ہے؟ جب حوالے کر دے بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي ادْفَعِ الثَّمَنَ أَوَّلًا فَإِذَا دَفَعَ قِيلَ لِلْبَائِعِ سَلِّمِ الْمَبِيعَ۔ چلیے بس کریں مولانا، بس بھئی، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۸: کتاب البیوع (۱۱): تسلیمِ ثمن اور تسلیمِ مبیع میں تقدم کس کا؟ قبضہ سے قبل مبیع میں تصرف (عقار اور منقول کا فرق)

مختصر القدوری صفحہ: ۶۷—بتاریخ: ۲ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي ادْفَعِ الثَّمَنَ أَوَّلًا، فَإِذَا دَفَعَ قِيلَ لِلْبَائِعِ سَلِّمِ الْمَبِيعَ. وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِسِلْعَةٍ أَوْ ثَمَنًا بِثَمَنٍ قِيلَ لَهُمَا سَلِّمَا مَعًا.

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی بَیْع کے مسائل چل رہے ہیں بھئی۔ بَیْع کے اندر بھئی آپ نے پڑھا اِیْجَاب اور قَبُوْل ہو جائے تو بَیْع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ لَازِم۔ اب کسی کو فَسْخ کرنے کا اختیار ہے؟ نہیں بھئی، اِلَّا یہ کہ خِیَارِ شَرْط ہو، یا اس چیز میں کوئی عیب نکل آئے، یا مولانا اس چیز کو بَیْع سے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ اچھا، تو اِیْجَاب اور قَبُوْل ہو گیا مولانا۔ میں نے آپ سے آپ کی سائیکل ہزار روپے میں مثلاً خرید لی۔ میں نے اِیْجَاب کیا اور آپ نے کیا کر لیا؟ قَبُوْل کر لیا۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں لاؤ بھئی سائیکل۔ اِیْجَاب وقَبُوْل ہوتے ہی آپ نے پڑھا ہے بھئی کیا ہوتا ہے؟ بَیْع لَازِم ہوئی، مُشْتَرِی کیا ہوا؟ فوراً مالک بن گیا مَبِیْع کا۔ اب وہ سائیکل آپ کی نہیں رہی بلکہ اس سائیکل کا مالک کون بن چکا؟ میں بن چکا، مُشْتَرِی بن چکا۔ اب میں نے آپ سے کیا کہا؟ وہ سائیکل میرے حوالے کرو، میں مالک ہوں اس کا۔ اور آپ کہتے ہیں نہیں، پہلے پیسے میرے حوالے کرو۔ تو کیا کیا جائے گا؟ تو فقہائے کرام لکھتے ہیں مولانا کہ پہلے پیسے دیے جائیں، اس کے بعد وہ کیا کر دے؟ مَبِیْع حوالے کر دے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وجہ اس کی کیا ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ مَبِیْع تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن ہو جاتا ہے لیکن ثَمَن تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن نہیں ہوتے بھئی۔ مَبِیْع کیا ہوتا ہے؟ تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن، بھئی وہ تو مَبِیْع ہے وہ تو مُعَیَّن ہی ہو گا، البتہ ثَمَن جو ہیں وہ تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن نہیں ہوتے۔ یہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتلایا تھا بھئی کہ ثَمَن جو ہیں تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن نہیں ہوتے۔ لہٰذا میں نے آپ سے سائیکل خریدی ہے اور ہزار روپیہ یہاں سامنے رکھا تھا، میں نے کہا اس ہزار کے بدلے میں نے کیا کیا تم سے سائیکل خرید لی۔ اچھا، ابھی سائیکل انہوں نے میرے حوالے نہیں کی کہ وہ سائیکل ان کے پاس ختم ہو گئی، جل گئی یا ٹوٹ گئی، آپ کیا حکم لگائیں گے فوراً؟ بَیْع ختم ہو گئی۔ کیونکہ بَیْع کس چیز کی ہوئی تھی؟ سائیکل کی، اور اس کا وجود ہے؟ نہیں۔ جب مَبِیْع ہی ختم ہو گیا تو جس چیز کی بَیْع ہوئی تھی وہی نہ رہا تو اب بَیْع کہاں سے باقی رہی؟ لہٰذا کیا حکم لگائیں گے فوراً؟ بَیْع کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی۔ لیکن ثَمَن ختم ہو جائیں تو بَیْع ختم نہیں ہوتی بھئی، بلکہ وہ مُشْتَرِی کے ذمہ میں باقی رہتے ہیں۔ لہٰذا میں نے پیسے ہزار سامنے رکھے تھے اور آپ سے بَیْع ہو گئی، میں نے کہا یہ ہزار لے لو، اس ہزار کے بدلے میں نے آپ سے سائیکل خریدی، آپ نے قَبُوْل کر لیا بھئی۔ اب بھئی سائیکل کا مالک میں بن گیا۔ سائیکل کا مالک میں بن گیا لیکن اس ہزار کے مالک ابھی آپ نہیں۔ یہ تَعْیِیْن سے بھی مُتَعَیَّن نہیں ہوئے۔ لہٰذا میں کیا کرتا ہوں؟ وہ والا ہزار کا نوٹ اٹھاتا ہوں جیب میں ڈالتا ہوں، دوسرا ہزار نکال کر آپ کے حوالے کر دیتا

ہوں۔ آپ کیا حکم لگائیں گے؟ ٹھیک ہے یا غلط ہے بھئی؟ ٹھیک ہے بھئی۔ کیونکہ ثَمَن جو ہیں وہ بَیْع کے اندر مُتَعَیَّن نہیں ہوتے۔ اگرچہ مُشَارٌ إِلَیْہِ کیوں نہ ہوں۔ اب دیکھو یہاں مُشَارٌ إِلَیْہِ تھے، پیسے میں نے سامنے رکھے تھے کہ ان ہزار کے بدلے، لیکن پھر بھی یہ تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن نہیں۔ لہٰذا اگر یہ جو ہزار روپے پڑے ہوئے تھے جن کی طرف میں نے باقاعدہ اشارہ بھی کر دیا، اگر یہ جل گئے آپ کے حوالے کرنے سے پہلے، آپ کیا حکم لگائیں گے؟ بَیْع ختم ہو گئی یا میرے ذمہ ہزار باقی ہیں؟ میرے ذمہ ہزار باقی ہیں۔ معلوم ہوا یہ تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن نہیں ہوئے۔ سمجھ میں آیا؟ ورنہ تو بَیْع کو کیا ہونا چاہیے تھا؟ ختم ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ ایک عوض ہی نہ رہا بھئی، وہ چیز جو دینی تھی وہی نہ رہی تو بَیْع کہاں سے باقی رہتی بھئی۔ تو مَبِیْع مُتَعَیَّن ہوتا ہے لیکن ثَمَن تَعْیِیْن کریں تو بھی مُتَعَیَّن نہیں۔

اچھا، یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی تو اب یہ بھی یاد رکھیں بھئی جیسے ہی اِیْجَاب وقَبُوْل ہوتا ہے مُشْتَرِی مَبِیْع کا مالک بن گیا لیکن بَائِع ثَمَن کا مالک بنا ہے؟ نہیں۔ بَائِع ثَمَن کا مالک نہیں۔ تو یہ ہمارے درمیان عَقْدِ مُعَاوَضَة ہو رہا ہے بھئی۔ کس قسم کا عَقْد ہے مولانا؟ عَقْدِ مُعَاوَضَة بھئی، عوض ہے دونوں دے رہے ہیں یا نہیں؟ وہ مجھے کیا دیں گے؟ سائیکل۔ اور میں کتنے پیسے دوں گا؟ ہزار۔ تو دونوں طرف سے عوض آ رہا ہے، اس کو کیا کہتے ہیں؟ عَقْدِ مُعَاوَضَة۔ اور عَقْدِ مُعَاوَضَة کی بنیاد مُسَاوَات پر ہوتی ہے بھئی، برابری ہونی چاہیے۔ عَقْدِ مُعَاوَضَة کی بنیاد کس پر ہوتی ہے؟ مُسَاوَات اور برابری پر ہوتی ہے۔ لہٰذا جیسے ہی بَیْع ہوئی تھی مُشْتَرِی کیا بن گیا تھا؟ مَبِیْع کا مالک بن گیا تھا، تو مَبِیْع کے اندر مُشْتَرِی کا حق مُتَعَیَّن ہو گیا۔ مَبِیْع کے اندر مُشْتَرِی کا حق مُتَعَیَّن ہو گیا لیکن بَائِع کا کوئی حق یہ جو ثَمَن ہیں ان کے اندر مُتَعَیَّن ہوا؟ نہیں۔ ان کے اندر مُتَعَیَّن نہیں۔ تو لہٰذا مُسَاوَات کا تقاضا یہ ہے کہ ثَمَن اب اس کے حوالے کیے جائیں اور حوالے کرنے کے بعد وہ مالک بن جائے گا تو اب مولانا مُسَاوَات آ گئی بھئی۔ کیا آ گئی؟ مُسَاوَات۔ مُشْتَرِی کس کا مالک بنا تھا؟ مَبِیْع کا۔ اور بَائِع ثَمَن کا مالک نہیں۔ لہٰذا مُشْتَرِی کا حق تو مُتَعَیَّن ہوا، لہٰذا اب مُسَاوَات کا تقاضا یہ ہے کہ بَائِع کا حق بھی کیا ہونا چاہیے؟ مُتَعَیَّن، اور وہ مُتَعَیَّن کس صورت میں ہوتا ہے؟ اشارہ کرنے سے ہو جاتا ہے؟ نہیں بھئی، بلکہ جب تک اس کے حوالے نہ کریں اس وقت تک مُتَعَیَّن نہیں۔ تو ثَمَن جب اس کے حوالے کر دیں گے اب وہ ان کا مالک ہوا تو ان میں اس کا حق مُتَعَیَّن ہو گیا، اب برابری آ گئی۔ سمجھ میں آئی صورت؟ تو لہٰذا پہلے مَبِیْع وصول کرے مُشْتَرِی یا بَائِع کو پہلے ثَمَن حوالے کرے؟ ثَمَن حوالے کرے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ مُسَاوَات کا تقاضا یہ ہے، مُشْتَرِی کا حق مَبِیْع میں مُتَعَیَّن ہو چکا ہے تو اب بَائِع کا بھی حق مُتَعَیَّن ہونا چاہیے اور بَائِع کا حق کیسے مُتَعَیَّن ہو گا کہ مُشْتَرِی ثَمَن اس کے حوالے کر دے۔ تو پہلے یہ ثَمَن اس کے حوالے کر دے پھر وہ مَبِیْع اس کے حوالے کر دے۔

یہی بات بتلا رہے ہیں: وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ، اور جس نے بیچا سامان کو، سِلْعَة کس کو کہتے ہیں؟ سامان بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ جس نے بیچا کوئی سامان بِثَمَنٍ کسی ثَمَن کے بدلے میں، قِیلَ لِلْمُشْتَرِي، تو کہا جائے گا مُشْتَرِی سے: ادْفَعِ الثَّمَنَ أَوَّلًا، پہلے ثَمَن حوالے کر دو۔ فَإِذَا دَفَعَ، پس جب وہ حوالے کر دے، قِیلَ لِلْبَائِعِ، تو اب بَائِع سے کہا جائے گا: سَلِّمِ الْمَبِیعَ، کیا کرو؟ مَبِیْع سپرد کر دو۔ یہ ضروری نہیں ہے مولانا، دو آدمی آپس میں بَیْع کر رہے ہیں وہ چاہے بَیْع کے بعد پہلے مَبِیْع حوالے کر دے یہ بعد میں کیا کرے ثَمَن دے دے۔ لیکن اگر دونوں میں اختلاف آتا ہے تو حق کیا ہے؟ کیا ہونا چاہیے پہلے؟ ثَمَن۔ پھر اب ضروری ہے اب ثَمَن حوالے کرے۔ یہ اختلاف کی صورت میں ہے ورنہ عام حالات میں اپنی مرضی سے چاہے مَبِیْع پہلے دے دے ثَمَن بعد میں لے۔

وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِسِلْعَةٍ أَوْ ثَمَنًا بِثَمَنٍ قِیلَ لَهُمَا سَلِّمَا مَعًا۔ اچھا، تو سِلْعَة ہے سامان۔ سِلْعَة کا کیا ترجمہ کیا؟ سامان۔ اچھا، سامان۔ اور ثَمَن، یاد رکھو ثَمَن تین چیزیں ہیں: سونا، چاندی اور یہ کرنسی نوٹ۔ سونا، چاندی اور کرنسی نوٹ مولانا، یہ ثَمَن ہیں۔ ان کو بنایا ہی ثَمَن کے طور پر گیا ہے، ثَمَن کے طور پر بنایا گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو سونے چاندی کی تخلیق ہی ثَمَن کے طور پر ہوئی۔ جبکہ ان کے علاوہ باقی چیزیں جو ہیں وہ کس میں آ گئیں؟ سِلْعَة میں آ گئیں، سامان کے اندر۔ تو یہ تو وہ صورت تھی مولانا، پہلی صورت جو میں نے بتائی، ایک طرف سے تھا سامان یعنی سونے، چاندی اور کرنسی کے علاوہ کوئی چیز تھی یعنی سائیکل تھی، وہ نہ سونا ہے نہ چاندی ہے اور نہ کرنسی۔ جبکہ میری طرف سے کیا تھے؟ ہزار روپے تھے تو وہ ثَمَن تھے بھئی۔ تو ایک طرف سامان تھا اور ایک طرف ثَمَن۔ اگر دونوں طرف سامان ہو، مثلاً میں آپ سے آپ کی کتاب خریدتا ہوں اور بدلے میں قلم دیتا ہوں، تو دونوں طرف سے کیا آیا؟ اس طرف سے بھی سِلْعَة اور اس طرف سے بھی سِلْعَة، دونوں طرف سامان آیا۔ یا تیسری صورت یہ ہے، آپ مجھے ریال دیتے ہیں اور میں آپ کو روپے دیتا ہوں بھئی۔ تو اس طرف سے بھی ثَمَن، اس طرف سے بھی ثَمَن۔ تو کل کتنی صورتیں ہوئیں؟ تین۔ پہلی صورت کیا؟ ایک طرف سِلْعَة ہو دوسری طرف ثَمَن۔ دوسری صورت دونوں طرف کیا ہوں؟ سِلْعَة۔ تیسری صورت دونوں طرف کیا ہوں؟ ثَمَن ہوں۔ تو پہلی صورت بھئی جس کے اندر ایک طرف سِلْعَة تھا

دوسری طرف ثَمَن، وہاں پر کیا حکم بتلایا تھا؟ پہلے ثَمَن حوالے کرے اس کے بعد کیا کیا جائے گا؟ مَبِیْع حوالے کیا جائے گا۔ اور اگر دونوں طرف سامان ہے، تو اب دونوں کو کہا جائے گا اکٹھے ایک دوسرے کے حوالے کرو۔ مثلاً میں نے آپ سے کتاب لی اور آپ کو کیا دیا؟ قلم۔ تو بَیْع ہوتے ہی کتاب کا مالک کون بن گیا؟ مُشْتَرِی۔ اور قلم کا مالک بَیْع ہوتے ہی کون بن گیا؟ بَائِع بھئی۔ مثلاً دیکھو میں نے آپ سے کہا، اس قلم کے بدلے مجھے اپنی کتاب دے دیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو آپ راضی ہوئے ہم دونوں نے اِیْجَاب وقَبُوْل کیا بھئی۔ اب میں ہوں مُشْتَرِی اور آپ کون ہیں؟ بَائِع۔ آپ نے کیا دی ہے مجھے؟ کتاب۔ اور میں نے کیا دیا ہے؟ قلم۔ اب دونوں طرف سِلْعَة آگیا، سامان آگیا بھئی۔ دونوں طرف کہیں ثَمَن ہیں؟ نہیں۔ ثَمَن ہو تو وہ تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن نہیں ہے، لیکن یہاں تو دونوں طرف سِلْعَة ہے اور وہ تو کیا ہے؟ تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بَیْع ہوتے ہی مُشْتَرِی اس کتاب کا مالک بن گیا اور بَیْع ہوتے ہی بَائِع اس قلم کا مالک بن گیا۔ تو دونوں کا حق مُتَعَیَّن ہو گیا۔ اور عَقْد یہ ہے عَقْدِ مُعَاوَضَة، اور اس کی بنیاد بھی کس پر ہے؟ عَقْدِ مُعَاوَضَة کی بنیاد کس پر ہے؟ مُسَاوَات پہ ہے، برابری ہونی چاہیے دونوں طرف سے۔ اب آپ بتایئے برابری آچکی ہے یا نہیں آئی؟ برابری آچکی ہے۔ میں کتاب کا مالک بنا ہوں تو آپ کس چیز کے؟ قلم کے مالک۔ تو برابری تو آگئی۔ پچھلی صورت میں کیا تھا؟ مُشْتَرِی سائیکل کا مالک تو بنا تھا لیکن بَائِع وہ ہزار روپے کا مالک جب تک حوالے نہ کریں وہ مالک نہیں بنا تھا، تو وہاں صورت تقاضا کر رہی تھی کہ اب ثَمَن پہلے دے دیے جائیں۔ لیکن یہاں پر ایک طرف ہے کتاب ایک طرف قلم ہے اور دونوں کا حق مُتَعَیَّن ہو گیا تو مُسَاوَات ہے مولانا۔ لہٰذا اب اگرچہ میں مُشْتَرِی ہوں لیکن مجھے یہ نہیں کہا جائے گا یہ قلم پہلے حوالے کرو۔ کیونکہ مُسَاوَات تو پہلے سے ہی ہے۔ میں کتاب کا مالک بنا ہوں تو آپ کس کے مالک بن چکے ہیں؟ قلم کے مالک بن چکے ہیں۔ لہٰذا اب دونوں کو کہا جائے گا اکٹھے ایک دوسرے کے حوالے کرو بھئی۔ ایک کتاب حوالے کرے تو دوسرا قلم حوالے کرے۔ اسی طرح اگر تیسری صورت تھی، دونوں طرف ثَمَن ہیں۔ آپ مجھے دے رہے ہیں ریال، ہزار ریال دیں گے، مثلاً میں آپ کو سولہ ہزار روپے دوں گا۔ اب بھئی دونوں طرف ثَمَن ہیں اور آپ بتایئے ثَمَن تَعْیِیْن سے مُتَعَیَّن ہوتے ہیں؟ نہیں۔ معلوم ہوا کسی کا بھی حق دوسرے کی چیز کے اندر مُتَعَیَّن نہیں۔ تو مُسَاوَات اب بھی ہے مولانا۔ جب مُسَاوَات ہے تو اب بھی کیا کہا جائے گا؟ اکٹھا حوالے کریں، پھر مُسَاوَات برقرار رہے گی۔ اگر ایک کو کہہ دیں یہ پہلے دے تو مُسَاوَات رہے گی برقرار؟ نہیں رہے گی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِسِلْعَةٍ، اور جس نے بیچا کوئی سامان کسی سامان کے بدلے میں، أَوْ ثَمَنًا بِثَمَنٍ، یا ثَمَن کس کے بدلے میں؟ ثَمَن کے بدلے میں، قِیلَ لَهُمَا، تو ان دونوں سے کہا جائے گا: سَلِّمَا مَعًا بھئی، کہ تم دونوں کیا کرو؟ اکٹھے ایک دوسرے کے حوالے کرو بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۵۹: باب خیار الشرط (۱): خیارِ شرط کی مشروعیت، مدتِ خیار (امام اعظم کے نزدیک ۳ دن، صاحبین کے نزدیک معلوم مدت) اور فسخ واجازت

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۳ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ خِيَارِ الشَّرْطِ۔ خِيَارُ الشَّرْطِ جَائِزٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي، وَلَهُمَا الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَمَا دُونَهَا، وَلَا يَجُوزُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يَجُوزُ إِذَا سَمَّى مُدَّةً مَعْلُومَةً۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، آج ہم خِیَارِ شَرْط کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، خِیَارِ شَرْط بھئی۔ بھئی اس سے پہلے آپ خِیَارِ اِیْجَاب اور خِیَارِ قَبُوْل کے بارے میں پڑھ چکے ہیں بھئی۔ خِیَارِ اِیْجَاب کس کو کہتے ہیں مولانا؟ بھئی خِیَارِ اِیْجَاب، اگر ذہن میں نہ ہو پھر سن لیں بھئی۔ آپ نے پڑھا بَیْع کے لیے اِیْجَاب اور قَبُوْل ضروری ہے بھئی۔ اب ایک شخص نے اِیْجَاب کیا، مثلاً میری یہ کتاب ہے میں آپ کو بیچنا چاہتا ہوں، میں نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کے ہاتھ دس روپے میں بیچی، دس روپے میں۔ ابھی آپ نے قَبُوْل نہیں کیا بھئی، اب اپنے ساتھی سے آپ مشورہ کر رہے ہیں کہ میں لے لوں یا نہ لوں، تو مجھے اس دوران شریعت نے اختیار دیا ہے، میں چاہوں تو اپنے اِیْجَاب کو کیا کروں؟ واپس لے لوں۔ یہ نہیں کہ ایک دفعہ کہہ دیا ہے تو بس اب گیا یا مسئلہ ہاتھ سے نکل

[1] جدول—بیع کے تین بڑے خیارات (خیارِ شرط، خیارِ رؤیت، خیارِ عیب) کا تقابلی جدول:

وجہِ تقابل	خیارِ شرط (خِيَارُ الشَّرْطِ)	خیارِ رؤیت (خِيَارُ الرُّؤْيَةِ)	خیارِ عیب (خِيَارُ الْعَيْبِ)
ثبوت کا سبب	متعاقدین کے شرط لگانے سے ثابت ہوتا ہے (بائع، مشتری یا دونوں کے لیے)	بغیر شرط کے شرعاً ثابت ہوتا ہے (صرف مشتری کے لیے؛ بائع کے لیے خیارِ رؤیت نہیں)	بغیر شرط کے شرعاً ثابت ہوتا ہے جب مبیع میں قدیم عیب ظاہر ہو
مدتِ خیار	امام اعظم: ۳ دن یا کم؛ صاحبین: کوئی بھی معلوم مدت	مؤقت نہیں (جب دیکھے اس وقت اختیار ہے)	مؤقت نہیں (اطلاع کے بعد رضا تک باقی رہتا ہے)
ملک پر اثر	بائع کا خیار مبیع کو ملک سے نکلنے نہیں دیتا؛ مشتری کا خیار امام اعظم کے نزدیک ملک میں داخل نہیں ہونے دیتا	ملک تو ثابت ہو جاتی ہے، لیکن دیکھنے سے پہلے لزوم ثابت نہیں ہوتا	ملک ثابت ہو چکی ہوتی ہے، صرف لزومِ عقد منفی رہتا ہے
وراثت میں انتقال	صاحبِ خیار کی موت سے باطل ہو جاتا ہے (وارث کو منتقل نہیں ہوتا)	مشتری کی موت سے باطل ہو جاتا ہے (وارث کو منتقل نہیں ہوتا)	موت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وارث کی طرف منتقل ہوتا ہے

گیا، نہیں بھئی۔ آپ کے قَبُوْل سے پہلے پہلے مجھے پورا اختیار ہے، میں کیا کہہ دیتا ہوں؟ نہیں بھئی نہیں، میں کتاب نہیں بیچنا چاہتا۔ میں کتاب نہیں بیچتا۔ بس مولانا خِیَار ختم ہوا۔ تو یہ خِیَارِ اِیْجَاب تھا جس کو میں نے استعمال کیا اور اپنے اِیْجَاب کو کیا کر دیا؟ ختم کر دیا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور آپ کو شریعت نے خِیَارِ قَبُوْل دیا ہے بھئی مُشْتَرِی کو۔ کیا جب میں نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کے ہاتھ بیچی تو آپ پر قَبُوْل کرنا ضروری ہوا تھا؟ نہیں۔ آپ کی مرضی ہے قَبُوْل کریں یا قَبُوْل نہ کریں، تو یہ خِیَارِ قَبُوْل ہے مولانا، آپ کو حاصل ہے۔ آپ چاہیں تو قَبُوْل کر لیں، آپ چاہیں تو کیا کر دیں؟ رد کر دیں بھئی۔ تو یہ خِیَارِ قَبُوْل۔ سمجھ میں آیا؟ اسی طرح خِیَارِ شَرْط ہے مولانا، خِیَارِ رُؤْیَت ہے، خِیَارِ عَیْب ہے بھئی۔ تو علماء نے لکھا ہے بھئی کہ یہ خِیَارَات کی تعداد سترہ تک پہنچتی ہے بھئی۔ کتنے قسم کے خِیَارَات ہوتے ہیں بَیْع کے اندر؟ سترہ۔ مختلف قسم کے خِیَارَات ہیں جو سترہ تک ہیں مولانا، سترہ۔

ان میں سے یہ تین جو ہیں: خِیَارِ شَرْط اس کا بھی باب آپ پڑھیں گے، اس کے بعد اگلا باب آپ پڑھیں گے خِیَارِ رُؤْیَت کا، اس سے اگلا باب پڑھیں گے خِیَارِ عَیْب کا۔ تو ان سترہ میں سے ان تین کو فقہاء اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں بھئی۔ وجہ یہ کہ ان کے مسائل زیادہ ہیں، بحثیں زیادہ ہیں، یہ اہم ہیں تو ان کی بحث کو، ان کو مستقل بابوں کی صورت میں ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ خِیَارِ اِیْجَاب وہ تو مختصر سی چیز تھی بھئی، خِیَارِ قَبُوْل کیا تھا؟ ان کی اتنی زیادہ بحثیں وغیرہ نہیں، جبکہ ان کی بحثیں ہیں زیادہ، یہ اہم ہیں تو ان تین کو ذکر کرتے ہیں بھئی۔ پھر ان تین میں سے بھی سب سے پہلے کس کو ذکر کرتے ہیں؟ خِیَارِ شَرْط کو، اس کے بعد کس کو ذکر کرتے ہیں؟ خِیَارِ رُؤْیَت کو، اس کے بعد ذکر کرتے ہیں خِیَارِ عَیْب کو ذکر کرتے ہیں بھئی۔ خِیَارِ عَیْب۔ بھئی یہ ترتیب بھی ان کے اندر اس کی بھی وجہ ہے۔ وجہ یہ کہ خِیَارِ شَرْط جو ہے وہ اِبْتِدَائے حُکْم سے مَانِع ہے مولانا، اِبْتِدَائے حُکْم سے۔ اور خِیَارِ رُؤْیَت جو ہے وہ تَمَامِ حُکْم سے مَانِع ہے۔ اور خِیَارِ عَیْب جو ہے وہ لُزُوْمِ حُکْم سے مَانِع ہے۔ کیا بات لکھوائی میں نے بھئی؟ یہ اہم بات ہے بھئی، یاد رکھنا ہمیشہ بھئی۔ چلو جلدی جلدی سب لکھ لو بھئی یہ بات، اہم بات ہے۔ اچھا: خِیَارِ شَرْط کو پہلے ذکر کریں گے کیونکہ وہ مَانِع ہے اِبْتِدَائے حُکْم سے۔ پھر خِیَارِ رُؤْیَت کو ذکر کریں گے کیونکہ وہ مَانِع ہے تَمَامِ حُکْم سے۔ اور اس کے بعد خِیَارِ عَیْب کو ذکر کریں گے کیونکہ وہ مَانِع ہے لُزُوْمِ حُکْم سے۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ سب سے پہلے کس کو ذکر کریں گے؟ خِیَارِ شَرْط کو، کیونکہ وہ مَانِع ہے کس چیز سے؟ اِبْتِدَائے حُکْم سے۔ اس کے بعد کس کو ذکر کریں گے؟ خِیَارِ رُؤْیَت کو، کیونکہ وہ مَانِع ہے تَمَامِ حُکْم سے۔ اور تیسرے نمبر پر خِیَارِ عَیْب کو ذکر کریں گے کیونکہ وہ مَانِع ہے لُزُوْمِ حُکْم سے بھئی۔

بھئی بَیْع کا حُکْم کیا ہے؟ بَیْع کا حُکْم بھئی مِلْکِیَّت حاصل ہونا، تَصَرُّف کا حق ملنا، یہ بَیْع کا حُکْم ہے۔ مِلْکِیَّت کا حاصل ہونا، تَصَرُّف کا حق ملنا، یہ بَیْع کا حُکْم ہے بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟ جی۔ اچھا، اب ان باتوں کو ذرا سمجھو بھئی۔ بھئی بَیْع کا حُکْم کیا ذکر ہوا بھئی؟ مِلْکِیَّت۔ بھئی میں نے آپ سے کتاب خریدی، میں نے کہا یہ کتاب آپ سے میں نے سو روپے میں خریدی، آپ نے کہا یہ کتاب میں نے آپ کے ہاتھ سو روپے میں بیچی۔ اِیْجَاب بھی ہوا قَبُوْل بھی ہوا، فوراً کیا حُکْم آگیا؟ مِلْکِیَّت آگئی، میں اس کتاب کا کیا بن گیا؟ مالک بن گیا۔ مجھے اس کتاب میں اب تَصَرُّف کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں بھئی؟ ان کو پیسے دے کر کتاب لی، اب اس کتاب کو میں چاہے کسی کو ہدیہ کروں، چاہے میں اس کتاب کو آگے بیچوں، جو بھی کروں، اب مجھے اس کتاب میں تَصَرُّف کرنے کا اختیار مل گیا۔ تو بَیْع کا حُکْم کیا ہے؟ اس سے کیا حاصل ہوتی ہے؟ مِلْکِیَّت حاصل ہوتی ہے، تَصَرُّف کرنے کا حق۔ بھئی یہ بَیْع کرنے سے پہلے میں اس کتاب کو بیچنا چاہتا یا کسی کو تحفے میں دینا چاہتا تو دے سکتا تھا؟ نہیں۔ پہلے مجھے اس میں تَصَرُّف کرنے کا حق نہیں تھا، لیکن بَیْع کرنے کے بعد اب مجھے کیا ہوا؟ تَصَرُّف کرنے کا حق مل گیا، میں اس کا مالک بن گیا۔ تو بَیْع کا کیا حُکْم ہے؟ مِلْکِیَّت کا آنا اور تَصَرُّف کا حق حاصل ہونا، یہ بَیْع کا حُکْم ہے بھئی۔

تو یاد رکھیے جو خِیَارِ شَرْط ہے یہ اِبْتِدَائے حُکْم سے مَانِع ہے۔ حُکْم کیا تھا؟ مِلْکِیَّت، تَصَرُّف کا حق ملنا۔ تو خِیَارِ شَرْط اس حُکْم کو آنے ہی نہیں دیتا، ابتدا سے ہی اس کو روک لیتا ہے۔ بھئی دیکھو، یاد رکھو یہ بات مولانا کہ خِیَارِ شَرْط وَضْع ہے فَسْخ کے لیے ہمارے نزدیک۔ اہم بات ہے اس باب کی مولانا۔ ہاں یہ کچھ مشکل باتیں آرہی ہیں لیکن بس یہ نوٹ کروا بھی ساری حل ہو جائیں گی اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بھئی۔ خِیَارِ شَرْط ہمارے نزدیک فَسْخ کے لیے وَضْع کیا گیا ہے۔ بھئی دیکھو خِیَارِ شَرْط کہتے کس کو ہیں؟ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں، میں پہلے بتلا چکا ہوں لیکن پھر سن لو۔ مثلاً میں ایک چیز آپ کے ہاتھ بیچتا ہوں یا آپ سے کوئی چیز خریدتا ہوں، لیکن ساتھ ہی کیا کہتا ہوں کہ بھئی یہ چیز میں نے آپ کے ہاتھ بیچی لیکن مجھے تین دن تک اختیار ہے، اگر میں چاہوں تو بَیْع کو کیا کر سکتا ہوں؟ فَسْخ کر سکتا ہوں۔ بَیْع کو میں فَسْخ کر سکتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آئی؟ آپ میرے پاس آئے تھے، آپ نے مجھ سے کہا یہ میں آپ کی کتاب خریدنا چاہتا ہوں، آپ نے بڑا زور لگایا بھئی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے بھئی یہ کتاب میں نے آپ کے ہاتھ بیچی لیکن اس شرط پر بیچتا ہوں

کہ مجھے اختیار ہے میں سوچوں گا اس بارے میں بھئی، تین دن تک مجھے اختیار ہے، تین دن میں چاہوں تو میں بَیْع کو کیا کر سکتا ہوں؟ فَسْخ کر سکتا ہوں۔ یا آپ کو میں نے مجبور کیا بھئی یہ چیز خرید لو۔ آپ نے کیا کہا کہ یہ چیز تو میں خرید تا ہوں لیکن مجھے تین دن تک اختیار ہے، تین دن میں میں کیا کر سکتا ہوں بَیْع کو؟ فَسْخ کر سکتا ہوں۔ تو یہ جو خِیَارِ شَرْط ہے اس کو وَضْع کیا گیا ہے فَسْخ کے لیے، یعنی جس کو یہ خِیَار ہو گا وہ بَیْع کو فَسْخ کرنا چاہے تو فَسْخ کر سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ فَسْخ کر سکتا ہے۔ اور یہ آگے پڑھیں گے آپ زیادہ سے زیادہ تین دن تک جائز ہے، تین دن سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ آپ نے خِیَار رکھا ہے، تین دن کے اندر آپ چاہیں تو بَیْع کی اجازت دے دیں، بَیْع کو جائز رکھیں، اور آپ چاہیں تو بَیْع کو فَسْخ کر دیں۔ جس کو خِیَار ہے اس کو اجازت دینے کا بھی حق ہے بَیْع کی اور اس کو بَیْع کو فَسْخ کرنے کا بھی حق ہے۔ یہ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو معلوم ہوا خِیَارِ شَرْط کو کس کے لیے وَضْع کیا گیا ہے؟ بَیْع کو فَسْخ کرنے کے لیے۔ لہٰذا آپ مجھ سے یہ کتاب لے گئے اور اس شرط پر آپ نے خریدی کہ آپ کو کتنے دن کا اختیار ہے؟ تین دن کا اختیار ہے، اب ان تین دن کے اندر آپ کو کیا اختیار کہ بَیْع کو فَسْخ کرنا چاہیں تو فَسْخ کر سکتے ہیں۔ لیکن تین دن تک بھئی آپ نے مجھے کوئی اطلاع نہیں دی، کیا حکم لگائیں گے؟ بَیْع لَازِم ہو گئی۔ بَیْع کیا ہو گئی؟ لَازِم۔ بھئی یہ تھا فَسْخ کا اختیار، آپ نے اس اختیار کو استعمال کیا؟ نہیں۔ جی؟ نہیں کیا۔ آپ نے اس خِیَار کو استعمال نہیں کیا، تین دن تک آپ کو فَسْخ کرنے کا اختیار تھا لیکن آپ نے بَیْع فَسْخ نہیں کی، اب بَیْع کیا ہو گئی؟ لَازِم۔ اب آپ واپس کرنا چاہیں بھی تو واپس نہیں کر سکتے۔ ہاں بَائِع کی مرضی ہے بعد میں بھی واپس لے لے وہ الگ بات ہے، لیکن اگر بَائِع کہتا ہے نہیں بھئی میں تو واپس نہیں لوں گا اب، تو اب آپ واپس نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کو خِیَار کتنے دن کا تھا؟ تین دن تک کا، فَسْخ کرنا چاہتے تو فَسْخ کر سکتے تھے، آپ نے تین دن تک اس اختیار کو استعمال نہیں کیا تو بَیْع کیا ہو گئی؟ لَازِم ہو گئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یہ معنی ہے بھئی کہ اس خِیَار کو کس لیے وَضْع کیا گیا ہے؟ فَسْخ کے لیے، تو آپ کو جب تک یہ خِیَار ہے آپ کیا کر سکتے ہیں؟ فَسْخ، اور جب مدت گزر گئی تو اب وہ اختیار باقی رہا؟ اب آپ فَسْخ کر سکتے ہیں؟ اب نہیں کر سکتے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو یہ ہے خِیَارِ شَرْط مولانا، یہ مُشْتَرِی بھی رکھ سکتا ہے، بَائِع بھی رکھ سکتا ہے۔ اب بات چل رہی تھی کہ پہلے خِیَارِ شَرْط کو ذکر کریں گے بھئی۔ تو خِیَارِ شَرْط کو کیوں ذکر کریں گے؟ اس لیے کہ یہ اِبْتِدَائے حُکْم کو روکتا ہے۔ آپ مجھ سے کتاب لے گئے، میں نے کتاب آپ کے ہاتھ بیچی، آپ لے گئے اور آپ نے کیا کہا کہ تین دن کا مجھے اختیار ہے، تو خِیَارِ شَرْط کے ساتھ آپ نے کتاب خرید لی کہ تین دن میں اگر میرا ارادہ نہ ہوا لینے کا تو میں کیا کروں گا؟ کتاب واپس کر دوں گا آپ کو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے بھئی لے جاؤ۔ تو اب کتاب تو آپ لے گئے لیکن خِیَارِ شَرْط ہے مولانا بیچ میں، اور خِیَارِ شَرْط اِبْتِدَائے حُکْم سے مَانِع ہے، یعنی حُکْم کو آنے ہی نہیں دیتا، اس کی ابتدا ہی نہیں ہونے دیتا۔ حُکْم کیا تھا بَیْع کا؟ مِلْکِیَّت کا حاصل ہونا۔ تو کیا اب آپ مالک بن گئے اس کتاب کے؟ جی؟ نہیں بھئی۔ دیکھو بَیْع ہوئی تھی، بَیْع کے بعد یہ مِلْکِیَّت آ رہی تھی لیکن خِیَارِ شَرْط نے اس مِلْکِیَّت کو ابتدا سے ہی کیا کر دیا؟ روک دیا، آنے ہی نہیں دیا، اس کی ابتدا ہی نہیں ہونے دی اس نے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ بَیْع کے بعد کیا آنی چاہیے تھی؟ مِلْکِیَّت آنی چاہیے تھی، آپ کو تَصَرُّف کا حق ملنا چاہیے تھا، لیکن خِیَارِ شَرْط نے اس حُکْم کو ابتدا سے ہی روک دیا، اس کی ابتدا ہی نہیں ہونے دی، یعنی مِلْکِیَّت آپ کی آئی ہی نہیں بھئی، آپ کو اس میں تَصَرُّف کا حق حاصل ہی نہیں۔ مثلاً اب اگر آپ مجھ سے سائیکل خرید کر لے کر گئے تھے بھئی، اور کہا تین دن تک میں سوچوں گا، اور خِیَارِ شَرْط آپ نے اپنے لیے گویا رکھ لیا، تو خِیَارِ شَرْط کی وجہ سے کیا اب آپ سائیکل کے مالک بنے؟ نہیں۔ حالانکہ اِیْجَاب بھی ہو چکا ہے، قَبُوْل بھی ہو چکا ہے لیکن حُکْم نہیں آیا، آپ مالک نہیں بنے، لہٰذا آپ کو اس میں تَصَرُّف کا حق بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ نے کیا کام شروع کیا؟ سائیکل لے گئے، اب اس کو چلاتے پھر رہے ہیں۔ تو آپ کا یہ چلانا، معلوم ہوا آپ سائیکل لینے پر راضی ہو چکے ہیں، اب خِیَار کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ آپ کو تَصَرُّف کا حق نہیں تھا کہ آپ استعمال کرنا شروع کر دیں بھئی اس کو، لیکن آپ نے اس چیز کو کیا کیا؟ استعمال کرنا شروع کر دیا، معلوم ہوا آپ بَیْع پر کیا ہو چکے؟ راضی ہو چکے ہیں، آپ نے گویا اجازت دے دی ہے جبھی تو وہ چیز استعمال کرنا شروع کر دی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو خِیَارِ شَرْط مَانِع ہے کس چیز سے؟ اِبْتِدَائے حُکْم سے، یعنی ابتدا سے مِلْکِیَّت کو آنے ہی نہیں دیتا، تَصَرُّف کے حق کو آنے ہی نہیں دیتا، اس سے مَانِع ہے، اس کو روکنے والا ہے۔ جبکہ خِیَارِ رُؤْیَت وہ تَمَامِ حُکْم سے مَانِع ہے۔ کیا لکھوایا تھا میں نے آپ کو؟ تَمَامِ حُکْم سے مَانِع، یعنی حُکْم آ بھی جاتا ہے لیکن پورا نہیں ہوتا۔ بھئی میں نے آپ سے ایک سائیکل خریدی ہے جسے میں نے ابھی دیکھا نہیں، تو مجھے شریعت نے خِیَارِ رُؤْیَت دے دیا۔ دیکھنے کے بعد اگر مجھے پسند نہ آئے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ عیب وغیرہ کی بات نہیں ہو رہی بھئی، بغیر عیب کے بس مجھے پسند نہیں آئی دیکھتے ہی تو میں کیا کر

سکتا ہوں؟ واپس کر سکتا ہوں۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ خِیَارِ رُؤْیَت۔ تو یاد رکھو بھئی بغیر دیکھے کوئی چیز لے تو خِیَارِ رُؤْیَت حاصل ہوتا ہے اور خِیَارِ رُؤْیَت تَمَامِ حُکْم سے مَانِع ہے، یعنی جب میں نے بغیر دیکھے چیز خرید لی، اِیْجَاب بھی ہوا، قَبُوْل بھی ہوا تو بَیْع ہو گئی مولانا اور حُکْم آ گیا۔ کون سا حُکْم آیا؟ مِلْکِیَّت آ گئی اور تَصَرُّف کا حق آ گیا لیکن ابھی پورا نہیں ہوا۔ پوری طرح نہیں آیا یوں کہو، مِلْکِیَّت آ رہی ہے لیکن پوری طرح نہیں، تَصَرُّف کا حق آ رہا ہے لیکن پوری طرح نہیں، وہ حُکْم پورا نہیں آیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور خِیَارِ عَیْب جو ہے وہ لُزُوْمِ حُکْم سے مَانِع ہوتا ہے۔ مثلاً میں نے آپ سے ایک چیز خریدی، اِیْجَاب بھی ہوا، قَبُوْل بھی ہوا، وہ چیز میں لے گیا بھئی۔ چند دن بعد مجھے پتہ چلا او ہو اس کے اندر تو یہ عیب ہے، معلوم ہوا اس نے مجھے عیب دار چیز فروخت کی تھی، شریعت نے مجھے حق دیا کہ میں اس عیب کی وجہ سے اس چیز کو واپس کر دوں۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ خِیَارِ عَیْب کہلاتا ہے مولانا، خِیَارِ عَیْب کہلاتا ہے بھئی۔ اور اب دیکھو مولانا، تو یہ خِیَارِ عَیْب کی وجہ سے میں چیز واپس کر سکتا ہوں، تو بھئی بَیْع میں جب اِیْجَاب ہو گیا، قَبُوْل ہو گیا تو بَیْع کو تو لَازِم ہو جانا چاہیے تھا، اب ٹوٹنا نہیں چاہیے تھا، لیکن عیب کی وجہ سے میں کیا کر سکتا ہوں وہ چیز آپ کو واپس کر سکتا ہوں۔ تو گویا کہ خِیَارِ عَیْب مَانِع ہے لُزُوْمِ حُکْم سے۔ کس سے؟ لُزُوْمِ حُکْم سے۔ یعنی مِلْکِیَّت کی ابتدا بھی ہوئی، تَصَرُّف کی ابتدا بھی ہوئی اور وہ پورے بھی ہو گئے، پوری مِلْکِیَّت آ گئی، پورا تَصَرُّف کا حق آ گیا لیکن لَازِم نہ رہا، جب عیب کا پتہ چلے آپ کیا کر سکتے ہیں؟ واپس۔ بھئی جب آپ مالک بن گئے، تَصَرُّف کا حق آپ کو مل گیا ہے تو وہ تو کیا ہونا چاہیے؟ لَازِم ہونی چاہیے بَیْع، اب آپ کو واپس کرنے کا اختیار ہونا چاہیے؟ نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو آپ اس کو ختم کر سکتے ہیں خِیَارِ عَیْب کی وجہ سے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو خِیَارِ شَرْط کو وَضْع کس کے لیے کیا گیا ہے؟ بَیْع کو فَسْخ کرنے کے لیے۔ تو اس کو اختیار کرے گا تو بَیْع فَسْخ کر سکتا ہے، اس کو استعمال نہیں کیا اور مدت گزر گئی تو بَیْع خود بخود فَسْخ نہیں ہو گی بلکہ کیا ہو جائے گی؟ لَازِم ہو جائے گی بھئی۔ اور سب سے پہلے خِیَارِ شَرْط کو ذکر کریں گے، کیوں؟ پہلے خِیَارِ شَرْط کو کیوں ذکر کریں گے؟ کیونکہ وہ اِبْتِدَائے حُکْم سے مَانِع ہے، دوسرا اس کا مالک نہیں بنے گا۔ پھر اس کے بعد خِیَارِ رُؤْیَت کو ذکر کریں گے، کیوں بھئی؟ کیونکہ وہ تَمَامِ حُکْم سے مَانِع ہے، حُکْم آ جاتا ہے اس کی ابتدا تو ہو جاتی ہے لیکن پورا نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد خِیَارِ عَیْب کو ذکر کریں گے، حُکْم کی ابتدا بھی ہو جاتی ہے، پورا بھی ہو جاتا ہے لیکن لَازِم نہیں رہتا، عیب کی وجہ سے بَیْع کو توڑ دیا جاتا ہے اور وہ چیز واپس کر دی جاتی ہے۔ تو یہ اس طرح اختیار ہوتا ہے۔

دیکھیے مولانا: خِيَارُ الشَّرْطِ جَائِزٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي، خِیَارِ شَرْط جائز ہے بَیْع کے اندر بَائِع کے لیے بھی اور مُشْتَرِی کے لیے بھی۔ وَلَهُمَا الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَمَا دُونَهَا، اور ان دونوں کو بھئی خِیَار ہو گا تین دن کا فَمَا دُونَهَا یا اس سے کم کا۔ تین دن یا تین سے کم۔ مثلاً آپ نے کہا ایک گھنٹے تک مجھے اختیار ہے میں اپنے ایک ساتھی سے مشورہ کر لوں بھئی، یا دو گھنٹے کا، جتنے کا بھی رکھنا چاہیں لیکن تین دن کا ہونا چاہیے یا تین دن سے کم کا بھئی، تین دن سے زیادہ نہیں۔ وَلَا يَجُوزُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، اور اس سے زیادہ کا جائز نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يَجُوزُ، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ بھی جائز ہے، کب جائز ہے؟ إِذَا سَمَّى مُدَّةً مَعْلُومَةً، جبکہ وہ ذکر کر دیں، مقرر کر لیں کوئی معلوم مدت بھئی، مہینے تک ہے، دو مہینے تک ہے، تین مہینے تک ہے، مدت مقرر ہونی چاہیے بھئی۔ یہ نہیں کہ چند دنوں تک مجھے اختیار ہے بھئی، چند دنوں یہ کوئی مقررہ ہوئی بات؟ نہیں بھئی، مقررہ مدت ہونا چاہیے بھئی۔ تو صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے اس سے زیادہ بھی جبکہ کوئی معلوم مدت جو ہے ذکر کر دیں، مقرر کر لیں۔

وَخِيَارُ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ مِنْ مِلْكِهِ فَإِنْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِي فَهَلَكَ بِيَدِهِ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ ضَمِنَهُ بِالْقِيمَةِ۔ بھئی آپ نے یہاں تک پڑھا بھئی یہ خِیَار کون رکھ سکتا ہے بھئی خِیَارِ شَرْط؟ دونوں، بَائِع بھی رکھ سکتا ہے اور مُشْتَرِی بھی۔ اچھا، صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو سائیکل بیچی۔ میں نے کیا کہا؟ یہ سائیکل میں نے آپ کے ہاتھ بیس روپے میں فروخت کی۔ آپ نے سائیکل خرید لی لیکن میں نے ساتھ خِیَار بھی اپنے لیے رکھ لیا کہ مجھے اختیار ہے اگر دو دن تک میں چاہوں تو بَیْع کو کیا کر سکتا ہوں؟ فَسْخ کر سکتا ہوں بھئی، یہ سائیکل واپس آپ سے لے سکتا ہوں۔ تو خِیَار کس نے رکھا؟ بَائِع نے۔ تو جب بَائِع خِیَار رکھے تو یاد رکھیے مَبِیْع اس کی مِلْک سے نہیں نکلا۔ مَبِیْع اس کی مِلْک سے نہیں نکلا۔ لہٰذا سائیکل آپ لے گئے تھے، آپ نے اپنے پاس گھر میں سائیکل کھڑی کی اور رات کو کوئی چور آیا سائیکل اٹھا کر لے گیا، یا مولانا آگ لگی وہ سائیکل جل گئی۔ تو اب آپ پر ضَمَان آئے گا مولانا۔ کیا آئے گا؟ ضَمَان آئے گا۔ کتنا ضَمَان آئے گا؟ بھئی آپ کی اور میری بَیْع ہوئی تھی ہزار روپے میں مثلاً۔ آپ کی میری بَیْع کتنے میں ہوئی تھی؟ ہزار روپے میں بَیْع ہوئی تھی۔ اب آپ بتائیے ضَمَان کتنا آئے گا ان پر بھئی، مُشْتَرِی پر کتنا ضَمَان آئے گا جبکہ خِیَار بَائِع نے رکھا تھا اور بَائِع جب خِیَار رکھے تو چیز اس کی مِلْکِیَّت سے نہیں نکلتی، ابھی بھی مالک کون؟ بَائِع ہے، اور وہ چیز ہلاک کس کے پاس ہو گئی؟ مُشْتَرِی نے اس کی اجازت سے

قبضہ کیا تھا لیکن چیز اس کے پاس ہلاک ہوگئی، اب اس پر لازمی بات ہے ضَمَان آئے گا۔ اب وہ ضَمَان کتنا ہوگا بھئی؟ جی؟ یہ جو آپ کے اور میرے درمیان پیسے طے ہوئے تھے ہزار، اس کو کہتے ہیں ثَمَن۔ ایک ہے ثَمَن، ایک ہے قِیْمَت، دونوں میں فرق کا پتہ ہے؟ ثَمَن کس کو کہتے ہیں؟ جو بَائِع اور مُشْتَرِی کے درمیان طے ہو جائیں وہ ثَمَن کہلاتے ہیں، اور جو بازار کے اندر اس کا نرخ ہے، بازار کے اندر اس کا ریٹ ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ قِیْمَت کہلاتا ہے مولانا۔ ہم دونوں نے تو اس کے ثَمَن کتنے مقرر کیے ہیں؟ ہزار۔ لیکن بازار میں ہو سکتا ہے اس جیسی سائیکل چھ سو کی ہو، یا ہو سکتا ہے اس جیسی سائیکل پندرہ سو کی ہو، تو کم بھی ہو سکتا ہے بازار والا نرخ، زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور برابر بھی ہو سکتا ہے۔ تو ثَمَن اپنی مرضی سے مقرر کرتے ہیں۔ مثلاً سائیکل تو ہے چھ سو والی لیکن آپ کو چونکہ پسند بہت تھی تو آپ اسے ہزار میں بھی خرید لیتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یا سائیکل تو ہے پندرہ سو کی لیکن مجھے پیسوں کی شدید ضرورت ہے میں کتنے میں آپ کو دے رہا ہوں؟ ہزار میں۔ سمجھ میں آیا؟ تو ثَمَن کم بھی ہو سکتے ہیں اور زیادہ بھی اور برابر بھی ہو سکتے ہیں۔ تو اب وہ سائیکل آپ کے پاس ہلاک ہوگئی تو یاد رکھیے فقہائے کرام فرماتے ہیں اس صورت میں مُشْتَرِی پر ضَمَان آئے گا لیکن ضَمَان ثَمَن کا نہیں آئے گا بلکہ قِیْمَت کا آئے گا۔ کس کا ضَمَان آئے گا؟ قِیْمَت کا ضَمَان آئے گا بھئی۔ بھئی کیوں قِیْمَت والا ضَمَان کیوں آئے گا؟ وجہ؟ بھئی دیکھو جب خِیَار بَائِع نے رکھا تھا تو مَبِیْع اس کی مِلْک سے نکلا؟ نہیں۔ تو مُشْتَرِی اس کا مالک نہیں بنا۔ ابھی مُشْتَرِی مالک نہیں بنا کہ وہ سائیکل ختم ہوگئی، مَبِیْع ختم ہوا۔ جب مَبِیْع ختم ہوا تو بَیْع کیا ہوگئی؟ ختم ہوگئی۔ بھئی میں نے کیا بتلایا تھا مَبِیْع ختم ہو جائے تو بَیْع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ختم۔ تو بَیْع ختم ہوگئی۔ جب بَیْع ختم ہوگئی تو اب اس پر ثَمَن آئے؟ بھئی ثَمَن تو تھے بَیْع کی وجہ سے اور بَیْع ہی ختم ہوگئی تو ثَمَن بھی نہیں آئیں گے بلکہ اب کیا دینا پڑے گی؟ قِیْمَت۔ اگر بَیْع ہوئی ہوتی پوری پھر تو ثَمَن آتے لیکن بَیْع پوری ہوئی تھی؟ مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکلا تھا؟ نہیں۔ تو بَیْع پوری نہیں ہوئی اور اس سے پہلے ہی کیا ہو گیا؟ مَبِیْع ختم، جب مَبِیْع ختم تو بَیْع بھی ختم، اور بَیْع کی وجہ سے کیا آنے تھے؟ ثَمَن آنے تھے تو وہ ثَمَن بھی چلے گئے، اب کیا دینا پڑیں گی؟ قِیْمَت دینا پڑے گی بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا بھئی؟[۲]

تو کہتے ہیں: وَخِيَارُ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ مِنْ مِلْكِهِ، اور بَائِع کا اختیار بھئی یہ روک دیتا ہے مَبِیْع کو نکلنے سے مِنْ مِلْکِهِ اس کی مِلْکِیَّت سے، یعنی مَبِیْع بَائِع کی مِلْکِیَّت سے نہیں نکلتا۔ فَإِنْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِي، پس اگر مُشْتَرِی نے کیا کر لیا؟ اس پر قبضہ کر لیا یعنی بَائِع کی اجازت سے، فَهَلَكَ بِيَدِهِ، پس ہلاک ہوا بِيَدِهِ اس کے قبضے میں، اس کے قبضے کے اندر ہی وہ چیز کیا ہوگئی؟ ہلاک ہوگئی فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ، کس کے اندر؟ مدتِ خِیَار کے اندر اندر، ضَمِنَهُ بِالْقِيمَةِ، تو وہ ضَامِن ہوگا کتنے کے ساتھ؟ قِیْمَت کے ساتھ۔ مدتِ خِیَار کے اندر اندر بھئی! اگر مدتِ خِیَار گزر چکی ہے پھر کیا حکم لگائیں گے؟ بھئی مدتِ خِیَار تھے دو دن۔ دو دن کے اندر اس نے مجھے کہا کہ میں بَیْع فَسْخ کرتا ہوں؟ نہیں کہا۔ بھئی چوتھے دن جا کے سائیکل مثلاً جلی ہے، اس نے دو دن کے اندر مجھے بتلایا؟ دو دن کا خِیَار تھا، بَائِع نے خِیَار رکھا تھا، کس نے رکھا تھا؟ بَائِع نے کیا کہا تھا؟ مجھے دو دن کا اختیار ہے بَیْع کو فَسْخ کرنے کا۔ میں نے دو دن میں آپ کو اطلاع نہیں دی کہ میں بَیْع فَسْخ کرتا ہوں، میں نے فَسْخ کا حق استعمال نہیں کیا، فوراً گیا حکم لگا دیں گے؟ بَیْع لَازِم ہوگئی۔ بَیْع کیا ہوگئی؟ لَازِم ہوگئی، معلوم ہوا بَیْع ہو چکی ہے، اب آپ اس کے کیا بن چکے؟ مالک بن چکے ہیں مولانا، اور اب آپ کے پاس سائیکل ہلاک ہوئی ہے تو اب آپ کو ثَمَن دینے پڑیں گے بھئی۔ کیا دینے پڑیں گے؟ ثَمَن، بَیْع ہو چکی ہے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟

وَخِيَارُ الْمُشْتَرِي لَا يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ مِنْ مِلْكِ الْبَائِعِ إِلَّا أَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَمْلِكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يَمْلِكُهُ، فَإِنْ هَلَكَ بِيَدِهِ هَلَكَ بِالثَّمَنِ۔ اچھا، یہ تو وہ صورت تھی جب خِیَار بَائِع نے رکھا تھا۔ اگر خِیَار مُشْتَرِی نے رکھا تو اب یاد رکھیے مولانا مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکل جائے گا۔ آپ نے مجھ سے سائیکل خریدی اور خِیَار آپ نے رکھا، آپ نے کہا مجھے اختیار ہے دو دن تک میں کیا کر سکتا ہوں؟ بَیْع کو فَسْخ کرنا چاہوں تو فَسْخ کر سکتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ لے جائیں یہ سائیکل بھئی۔ آپ سائیکل لے گئے مولانا۔ تو خِیَار کس نے رکھا؟ بَائِع نے یا مُشْتَرِی نے؟ مُشْتَرِی نے۔ بَائِع خِیَار رکھتا تھا تو مَبِیْع اس کی مِلْک سے نکلتا تھا؟ نہیں نکلتا تھا، لیکن مُشْتَرِی جب خِیَار رکھے تو مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکل جاتا ہے، اب بَائِع اس کا مالک نہیں رہا بھئی۔ اچھا، بَائِع تو مالک نہیں رہا، کیا مُشْتَرِی اس کا مالک بن گیا یا نہیں بنا؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی وہ مالک نہیں بنا بھئی۔ امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ وہ مالک نہیں بنا، مُشْتَرِی مالک نہیں بنا بھئی۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ مَبِیْع جب بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا تو ضروری ہے کہ اب مُشْتَرِی کے بارے میں ہم کیا کہیں کہ

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَخِيَارُ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ مِنْ مِلْكِهِ فَإِنْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِي فَهَلَكَ بِيَدِهِ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ ضَمِنَهُ بِالْقِيمَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وخيار البائع يمنع خروج المبيع من ملكه فإن قبضه المشتري فهلك في يده صمنه بالقيمة» منقول ہے۔

وہ اس کا مالک بن گیا۔ خِیَار کس نے رکھا؟ مُشْتَرِی نے۔ مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکلا یا نہیں نکلا؟ بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا۔ اس بات میں تو اتفاق ہے کہ مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا۔ اب آگے مُشْتَرِی اس کا مالک بنا یا مالک نہیں بنا؟ صاحبین فرماتے ہیں مالک بن گیا، امام صاحب فرماتے ہیں مالک نہیں بنا بھئی۔ دلیل بھی یاد رکھو۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ بھئی ابھی بَیْع کا حُکْم تَصَرُّف نہیں آیا۔ ثَمَن کس کے پاس ہے مولانا؟ ابھی تو مُشْتَرِی کے پاس ہی ہیں بھئی۔ اس نے کیا کہا تھا؟ دو دن تک مجھے اختیار ہے بھئی، بَیْع ہو گئی ہے بھئی، میں لے لوں گا نہیں تو کیا کر لوں گا؟ دو دن تک آپ کو اطلاع دے دوں گا اگر میں نے بَیْع فَسْخ کرنی ہوئی، تو چیز میں لے لوں گا نہیں تو دو دن کے اندر واپس کر دوں گا بھئی۔ اب دیکھو ثَمَن ہے مُشْتَرِی کے پاس، اور مَبِیْع کے بارے میں بھی ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ صاحبین کیا فرما رہے ہیں؟ کہ مُشْتَرِی اس کا مالک بن گیا۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی یہ بات درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ عَقْدِ مُعَاوَضَة ہے۔ بَیْع کیا ہے؟ عَقْدِ مُعَاوَضَة ہے جس کے اندر دونوں طرف سے عوض دیا جاتا ہے چیز کا، اور عَقْدِ مُعَاوَضَة کی بنیاد کس پر ہوتی ہے؟ مُسَاوَات، برابری ہونی چاہیے، لیکن یہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ دونوں عِوَضَیْن، دونوں بَدَلَیْن ایک ہی شخص کی مِلْک میں داخل ہو گئے۔ ثَمَن کا مالک بھی کون ہے ابھی؟ مُشْتَرِی۔ اور مَبِیْع کا مالک بھی آپ کس کو قرار دے رہے ہیں؟ مُشْتَرِی کو۔ تو بَدَلَیْن ایک ہی آدمی کی مِلْک میں جمع ہو گئے حالانکہ مُسَاوَات ہونی چاہیے تھی، ایک چیز کا مالک ایک بنتا ہے تو دوسری چیز کا مالک دوسرے کو۔ تو بَدَلَیْن ایک ہی آدمی کی مِلْک میں جمع ہو جائیں گے عَقْدِ مُعَاوَضَة میں جو کہ جائز نہیں بھئی، شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ خِیَار کس نے رکھا تھا؟ مُشْتَرِی نے۔ تو مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے تو نکل گیا۔ صاحبین فرماتے ہیں مُشْتَرِی اس کا مالک بھی بن گیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں مالک نہیں بنا۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اگر مالک قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں کیا خرابی لَازِم آئے گی؟ کہ عَقْدِ مُعَاوَضَة میں بَدَلَیْن کیا ہو جائیں گے؟ ایک ہی آدمی کی مِلْک میں جمع ہو جائیں گے جو کہ درست نہیں ہے بھئی کہ دونوں چیزیں ایک ہی، دونوں کا ہی مالک بن جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

جبکہ امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ مالک نہیں بنے گا۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں، مالک بن جائے گا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مَبِیْع ہم یہ کہیں بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا، تو لازماً کیا کہنا پڑے گا؟ کس کی مِلْک میں داخل ہو گیا؟ مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل ہو گیا۔ اگر مُشْتَرِی کی مِلْک میں بھی اس کو داخل نہ مانیں جیسے کہ آپ فرماتے ہیں، تو اس صورت کے اندر تو زَوَالِ شَیْء لَا اِلٰی مَالِک لَازِم آئے گا۔ کیا لَازِم آئے گا؟ جی کیا لَازِم آئے گا بھئی؟ زبان سے دہرایا کرو بھئی: زَوَالِ شَیْء لَا اِلٰی مَالِک لَازِم آئے گا۔ اس بات پر تو اتفاق تھا، خِیَار مُشْتَرِی نے رکھا تو مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا، معلوم ہوا بَائِع اس کا مالک نہیں۔ جب بَائِع مالک نہیں تو لازماً کس کو مالک قرار دینا پڑے گا؟ مُشْتَرِی کو مالک قرار دینا پڑے گا۔ اور اگر مُشْتَرِی کو مالک قرار نہ دیا جائے تو اس صورت میں کیا خرابی لَازِم آتی ہے؟ زَوَالِ شَیْء لَا اِلٰی مَالِک لَازِم آتا ہے، اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر کوئی مثال نہیں ہے کہ ایک چیز مَمْلُوْک بھی ہو اور اس کا کوئی مالک بھی نہ ہو۔ مَمْلُوْک بھی ہے، اب آپ کہہ رہے ہیں بَائِع کی مِلْک سے بھی نکل گئی، مُشْتَرِی بھی اس کا مالک نہیں بنا، تو ایک چیز مَمْلُوْک ہے اور کوئی اس کا مالک نہیں ہے بھئی۔ دلیلیں سمجھ میں آئیں بھئی؟

دوبارہ سن لو مسئلہ بھئی۔ یاد رکھو خِیَارِ شَرْط بَائِع بھی رکھ سکتا ہے، خِیَارِ شَرْط مُشْتَرِی بھی رکھ سکتا ہے۔ خِیَارِ شَرْط اگر بَائِع رکھے گا تو مَبِیْع اس کی مِلْک سے نہیں نکلتا مولانا، مَبِیْع اس کی مِلْک سے نہیں نکلتا۔ لیکن اس دوران اگر مدت کے اندر مُشْتَرِی نے اس پر قبضہ کیا اور وہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو اس پر ضَمَان آئے گا، لیکن ضَمَان کیا آئے گا؟ قِیْمَت آئے گی۔ ثَمَن کیوں نہیں آئیں گے؟ کیونکہ ابھی بَیْع پوری نہیں ہوئی تھی اور مَبِیْع ہلاک ہو گیا اور مَبِیْع ہلاک ہو جائے تو بَیْع کیا ہو جاتی ہے؟ ختم ہو جاتی ہے۔ جب بَیْع ختم ہو گئی تو اب ثَمَن کہاں سے آئیں؟ ثَمَن تو تب آتے جب کہ بَیْع کیا ہو جاتی؟ پوری ہو جاتی۔ تو بَیْع ختم ہوئی تو ثَمَن بھی نہیں آئیں گے، اب کیا آئے گی ضَمَان بھئی؟ قِیْمَت آئے گی۔ جبکہ دوسری صورت خِیَار کون رکھتا ہے بھئی؟ مُشْتَرِی خِیَار رکھتا ہے بھئی۔ تو اس صورت میں بھئی مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکل جاتا ہے۔ امام صاحب بھی فرماتے ہیں مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا، صاحبین بھی کیا فرماتے ہیں مَبِیْع بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا۔ لیکن کیا یہ مَبِیْع مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل ہوا یا داخل نہیں ہوا؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں یہ مُشْتَرِی کی مِلْک میں بھی داخل نہیں، کیونکہ اگر یہ مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل ہو جائے تو اس صورت میں کیا خرابی لَازِم آتی ہے؟ کہ عَقْدِ مُعَاوَضَة کے اندر دونوں بَدَلَیْن ایک ہی شخص کی مِلْک میں جمع ہو جائیں گے، اور شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے بھئی کہ عَقْدِ مُعَاوَضَة ہو اور اس میں دونوں بَدَلَیْن کیا ہیں؟ ایک ہی آدمی کی مِلْک میں جمع ہو جائیں بھئی۔ عَقْدِ مُعَاوَضَة کی بنیاد تو مُسَاوَات پر ہے، ایک اس چیز کا مالک بن رہا ہے تو دوسرے کو دوسری چیز کا مالک بننا چاہیے۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں، مُشْتَرِی اس کا مالک بن جائے گا، اگر مُشْتَرِی کو

مالک قرار نہ دیا جائے تو اس صورت میں دیکھو بَائِع کی مِلْک سے بھی نکل گئی اور مُشْتَرِی بھی اس کا مالک نہیں تو زَوَالِ شَیْء لَا اِلٰی مَالِک لَازِم آئے گا، یعنی کوئی چیز مَمْلُوْک بھی ہو اور اس کا کوئی مالک بھی نہ ہو، اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر کوئی مثال نہیں ہے بھئی کہ ایک شے مَمْلُوْک بھی ہے اور اس کا کوئی مالک نہیں، آپ کہہ رہے ہیں بَائِع کی مِلْک سے بھی نکل گئی وہ بھی مالک نہیں اور مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل نہیں ہوئی تو وہ بھی مالک نہیں، تو چیز تو ہے مَمْلُوْک اور مالک اس کا کوئی بھی نہیں بھئی۔

دیکھیے مولانا: وَخِيَارُ الْمُشْتَرِي لَا يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ مِنْ مِلْكِ الْبَائِعِ، اور مُشْتَرِی کا خِیَار وہ منع نہیں کرتا، روکتا نہیں ہے مَبِیْع کو نکلنے سے بَائِع کی مِلْک سے، إِلَّا أَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَمْلِكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، مگر یہ کہ مُشْتَرِی جو ہے اس کا مالک نہیں بنتا امام صاحب کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، اور صاحبین فرماتے ہیں: يَمْلِكُهُ، مُشْتَرِی کیا ہے اس کا؟ مالک بن جاتا ہے۔ فَإِنْ هَلَكَ بِيَدِهِ، پس اگر ہلاک ہو جائے وہ چیز اس کے قبضے میں، هَلَكَ بِالثَّمَنِ، تو ہلاک ہو گی بھئی کس کے بدلے میں؟ ثَمَن کے بدلے میں ہلاک ہو گی مولانا، کیونکہ چیز اس کی مِلْک میں ختم ہوئی ہے تو اب اس کو کیا دینا پڑے گا ضَمَان کے طور پر؟ ثَمَن دینے پڑیں گے بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟ چلیے مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۰: باب خیار الشرط (۲) وباب خیار الرؤیۃ: مدتِ خیار میں ہلاکت یا عیب کا حکم، خیار کا وراثت میں منتقل نہ ہونا اور خیارِ رؤیت کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۶۷—بتاریخ: ۵ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَكَذَلِكَ إِنْ دَخَلَهُ عَيْبٌ. وَمَنْ شُرِطَ لَهُ الْخِيَارُ فَلَهُ أَنْ يَفْسَخَ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ وَلَهُ أَنْ يُجِيزَهُ، فَإِنْ أَجَازَهُ بِغَيْرِ حَضْرَةِ صَاحِبِهِ جَازَ، وَإِنْ فَسَخَ لَمْ يَجُزْ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْآخَرُ حَاضِرًا. وَإِذَا مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ بَطَلَ خِيَارُهُ وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلَى وَرَثَتِهِ.

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ خِيَارِ الشَّرْطِ ہم نے شروع کیا تھا بھئی، خِيَارِ شَرْط کے مسائل چل رہے تھے۔ میں نے بتلایا تھا کہ یہاں تین قسم کے باب ہیں جو فقہاء ذکر کرتے ہیں، جن سے بحث کرتے ہیں: ایک خِيَارِ شَرْط ہے، ایک خِيَارِ رُؤْيَت ہے اور ایک خِيَارِ عَيْب ہے مولانا۔ میں نے بتلایا تھا بھئی خِيَارَات کل سترہ تک علماء نے ذکر کیے ہیں بھئی جن میں سے خِيَارِ اِيْجَاب، خِيَارِ قَبُوْل آپ پڑھ چکے ہیں، خِيَارِ شَرْط آج پڑھ رہے ہیں، آگے خِيَارِ رُؤْيَت آئے گا اور پھر خِيَارِ عَيْب۔ فقہاء ان تین ہی کو ذکر کرتے ہیں کیونکہ ان کی مباحث زیادہ ہیں تو ان کے علیحدہ باب کی صورت میں ان کو باقاعدہ ذکر کرتے ہیں، ان کے مسائل زیادہ ہیں بھئی۔ اور ان میں سے پھر بھئی خِيَارِ شَرْط کو مقدم کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر خِيَارِ رُؤْيَت کو لاتے ہیں اور آخر میں کس کو لاتے ہیں؟ خِيَارِ عَيْب کو بھئی۔ وجہ اس کی میں نے بتلائی تھی آپ کو اس لیے کہ خِيَارِ شَرْط جو ہے یہ اِبْتِدَائے حُکْم کو روکتا ہے، خِيَارِ رُؤْيَت جو ہے وہ تَمَامِ حُکْم کو روکتا ہے اور خِيَارِ عَيْب جو ہے وہ لُزُوْمِ حُکْم کو روکتا ہے۔ خِيَارِ شَرْط کے ہوتے ہوئے حُکْم آتا ہی نہیں، خِيَارِ رُؤْيَت کے ہوتے ہوئے حُکْم آتو جاتا ہے لیکن پورا نہیں ہوتا، اور خِيَارِ عَيْب کے ہوتے ہوئے حُکْم آبھی جاتا ہے، پورا بھی ہو جاتا ہے لیکن لَازِم نہیں ہوتا۔ تو ان میں ترتیب ہے بھئی، تو وہ جو مَانِع ہے ابتداء سے اس کو پہلے لے آئے، پھر جو مَانِع ہے پورا ہونے سے اس کو بعد میں لے آئے بھئی، اور جو مَانِع ہے لُزُوْم سے اس کو سب سے آخر میں لائے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو بَيْع کا حُکْم کیا بتلایا تھا؟ تَصَرُّف کا حق حاصل ہونا۔ تو جب تک خِيَارِ شَرْط ہے تَصَرُّف کا حق حاصل ہی نہیں ہوگا، اور جب تک خِيَارِ رُؤْيَت ہے تَصَرُّف کا حق آگیا، ابتداء تو ہو گئی لیکن پورا نہیں ہوا، اور پھر خِيَارِ عَيْب میں بھئی تَصَرُّف کا حق آیا بھی، پورا بھی ہو گیا لیکن لَازِم نہیں ہے بھئی۔

جی، اور میں نے بتلایا تھا بھئی خِيَارِ شَرْط کس چیز کے لیے وَضع ہے؟ فَسْخ کے لیے۔ یہ سب سے اہم بات یاد رکھنا، خِيَارِ شَرْط کس کے لیے وَضع ہے؟ فَسْخ کے لیے، اور زیادہ سے زیادہ کتنے دن تک ہو سکتا ہے؟ تین دن تک ہو سکتا ہے۔ تو جب یہ وَضع ہے فَسْخ کے لیے، معلوم ہوا جس کے

پاس خِیَارِ شَرْط ہو گا وہ بَیْع کو فَسْخ کرنا چاہے تو مدت کے اندر فَسْخ کر سکتا ہے۔ تو اگر وہ اس حق کو استعمال کر لیتا ہے تو بَیْع فَسْخ ہو جائے گی، لیکن اگر وہ تین دن مثلاً مدت ہے، اس کے اندر اس نے اس اختیار کو استعمال ہی نہ کیا بھئی، اب آپ کیا حکم لگائیں گے؟ بَیْع لَازِم۔ کیونکہ بَیْع تو ہوئی تھی اس کو فَسْخ کا اختیار تھا، لیکن اس نے فَسْخ کیا ہی نہیں بھئی جب تک اس کو اختیار تھا، تو بَیْع اب لَازِم ہو گئی، مدت کے بعد اب نہیں کر سکتا بھئی۔

اچھا، اس کے بعد ایک اہم مسئلہ ذکر ہوا تھا بھئی۔ آپ نے یہ بھی پڑھا کہ خِیَارِ شَرْط جو ہے مُشْتَرِی بھی رکھ سکتا ہے، بَائِع بھی رکھ سکتا ہے۔ بَائِع جب خِیَارِ شَرْط رکھے گا تو مَبِیْع اس کی مِلْک سے نہیں نکلتا۔ اچھا، لہٰذا جب مَبِیْع اس کی مِلْک سے نہیں نکلا اور اس دوران مُشْتَرِی مَبِیْع کو اس کی اجازت سے لے گیا تھا اور مَبِیْع اس مُشْتَرِی کے پاس ہلاک ہو گیا تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ ضَمَان تو دینا پڑے گا لیکن ضَمَان کیا دے گا؟ قِیْمَت۔ قِیْمَت کیوں دے گا، ثَمَن کیوں نہیں دے گا؟ کیونکہ وجہ یہ ہے مولانا خِیَارِ شَرْط کس نے رکھا ہے؟ بَائِع نے۔ جب بَائِع نے رکھا ہے معلوم ہوا ابھی وہ بَیْع پر پوری طرح راضی نہیں، اس نے کہا ہے میں مشورہ کروں گا، سوچوں گا بھئی تین دن کے اندر بھئی جواب دوں گا۔ معلوم ہوا وہ بَیْع پر ابھی پوری طرح راضی نہیں، جب بَیْع پر پوری طرح راضی نہیں تو بَیْع پوری ہو گئی؟ نہیں، ابھی بَیْع پوری ہی نہیں ہوئی، اس سے پہلے ہی وہ چیز ختم ہو گئی۔ جب وہ چیز ختم ہو گئی تو بَیْع بھی کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ مَبِیْع ہی ختم تو بَیْع بھی ختم۔ بھئی اب وہ اجازت دے تو کس چیز کی اجازت دے گا بھئی؟ مَبِیْع تو ختم ہو چکا، بَیْع کس کی ہونی تھی؟ مَبِیْع کی۔ مَبِیْع ختم ہو گیا، بَیْع کا سارا دارومدار مَبِیْع پر تھا، اب مَبِیْع ہی نہیں رہا تو بَیْع بھی کیا ہو گئی؟ ختم۔ جب بَیْع ختم ہو گئی تو ثَمَن تو آتے تھے بَیْع کی وجہ سے، تو اب ثَمَن نہیں آئیں گے بلکہ کیا آئے گی؟ قِیْمَت آئے گی بھئی۔

لیکن اگر خِیَارِ شَرْط کس نے رکھا؟ مُشْتَرِی نے رکھا، تو بَائِع کی مِلْک سے کیا ہو گا مَبِیْع؟ نکل جائے گا۔ اب پھر آگے اختلاف تھا کہ مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل ہو گا یا داخل نہیں؟ امام صاحب فرماتے ہیں مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل نہیں ہو گا بھئی۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ بھئی جب بَائِع کی مِلْک سے نکل گیا ہے تو لازماً اب کیا کہیں گے ہم کہ یہ مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل ہو گیا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے وہ فرماتے ہیں بھئی کہ بَائِع کی مِلْک سے تو مَبِیْع نکل گیا، اب اگر ہم یہ نہ کہیں کہ مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل ہوا تو زَوَالِ شَیْء لَا اِلٰی مَالِک لَازِم آئے گا بھئی، کہ ایک چیز مَمْلُوْک بھی ہے اور اس کا کوئی مالک بھی نہیں۔ مُشْتَرِی کی مِلْک میں وہ داخل نہیں اور بَائِع کی مِلْک سے وہ نکل چکی ہے، تو ایک چیز مَمْلُوْک ہے لیکن اس کا کوئی بھی مالک نہیں۔ بَائِع بھی نہیں کیونکہ اس کی مِلْک سے تو نکل گئی، اور مُشْتَرِی بھی مالک نہیں کیونکہ اس کی مِلْک میں تو داخل ہی نہیں، تو کیا خرابی لَازِم آئے گی؟ زَوَالِ شَیْء لَا اِلٰی مَالِک لَازِم آئے گا اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کہ ایک چیز مَمْلُوْک بھی ہو اور اس کا کوئی مالک بھی نہ ہو بھئی۔ جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی اگر اس چیز کا مُشْتَرِی کو مالک قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں یہ خرابی لَازِم آئے گی کہ یہ عَقْدِ مُعَاوَضَة ہے بھئی۔ بَیْع کیا ہے؟ عَقْدِ مُعَاوَضَة ہے اور اس عَقْدِ مُعَاوَضَة کے اندر ایک ہی شخص دونوں بَدَلَیْن کا مالک بن جائے گا، اور عَقْدِ مُعَاوَضَة کی بنیاد مُسَاوَات پر ہوتی ہے، ایک شخص ایک چیز کا مالک بن رہا ہے تو دوسرا شخص دوسری چیز کا، جبکہ یہاں پر یہ کہنا لَازِم آئے گا کہ ایک ہی شخص دونوں چیزوں کا مالک بن گیا، دونوں بَدَلَیْن کا مالک بن گیا اور یہ درست نہیں، شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے بھئی۔ ثَمَن کا بھی وہ مالک ہے اور مَبِیْع بھی آپ کہتے ہیں بَائِع کی مِلْک سے نکل کر مُشْتَرِی کی مِلْک میں داخل ہو گیا تو ثَمَن کا بھی یہی مالک، مَبِیْع کا بھی یہی مالک، دونوں بَدَلَیْن ایک ہی آدمی کی مِلْک میں جمع ہو گئے اور یہ درست نہیں ہے بھئی۔ تو صاحبین کیا فرماتے ہیں بھئی؟ مُشْتَرِی کیا ہو گا اس کا؟ مالک بن جائے گا بھئی۔

اچھا، اگر اب یہ چیز ہلاک ہو جائے بھئی کس کے پاس؟ مُشْتَرِی کے، مُشْتَرِی اس کو لے گیا تھا، تو اب اس پر ضَمَان آئے گا اور ضَمَان کیا دینے پڑیں گے؟ اب ثَمَن دینے پڑیں گے۔ کیا دینے پڑیں گے؟ ثَمَن دینے پڑیں گے۔ وَكَذَلِكَ إِنْ دَخَلَهُ عَيْبٌ، اور اسی طرح بھئی ثَمَن کے بدلے میں ہلاک ہو گا بھئی إِنْ دَخَلَهُ عَيْبٌ اگر اس میں عیب داخل ہو گیا۔ بھئی ایک آدمی ہے اس نے مجھ سے سائیکل خریدی بھئی اور اس نے خِیَارِ شَرْط رکھ لیا مُشْتَرِی نے بھئی۔ مُشْتَرِی نے کیا کیا؟ خِیَارِ شَرْط رکھا۔ اب وہ اس سائیکل کو مجھ سے لے گیا بھئی۔ اس سائیکل میں اس نے کوئی عیب پیدا کر دیا۔ جب عیب پیدا کر دیا تو اب وہ سائیکل واپس نہیں کر سکتا۔ وہ کہتا ہے نہیں بھئی میں نے تین دن کا خِیَار رکھا تھا، اس مدت کے اندر ہی کہتا ہے نہیں بھئی میں سائیکل نہیں لینا چاہتا یہ اپنی سائیکل واپس لے لیں۔ سائیکل واپس لایا تو میں نے دیکھا بھئی اس میں عیب آ چکا ہے، دیکھا اس کا ہینڈل ہی نہیں ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ یا اس کا ایک ٹائر ہی نہیں ہے بھئی، کہتا ہے لو سائیکل اپنی واپس لو۔ بھئی اب یہ تو عیب دار ہو گیا میں نے اس کو کیا کرنا ہے، مجھ سے کون اس قیمت میں خریدے گا؟ تو اس صورت میں بھی مولانا جب عیب پیدا کر دے مُشْتَرِی اس کے اندر تو اب وہ بَیْع کو فَسْخ بھی نہیں کر سکتا بلکہ اب کیا کرنا پڑیں گے اسے؟ ضَمَان اس پر آئے گا اور کیا دینے پڑیں گے؟ ثَمَن دینے پڑیں گے۔ وَكَذَلِكَ، اور اسی طرح بھئی یعنی ثَمَن کا ضَمَان آئے گا إِنْ دَخَلَهُ عَيْبٌ اگر مُشْتَرِی نے اس

میں کوئی عیب پیدا کر دیا۔

وَمَنْ شُرِطَ لَهُ الْخِيَارُ فَلَهُ أَنْ يَفْسَخَ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ وَلَهُ أَنْ يُجِيزَهُ۔ اور وہ شخص جس کے لیے شرط لگائی گئی تھی خِیَار کی، یعنی جس نے خِيَارِ شَرْط رکھا تھا، فَلَهُ، تو اس کے لیے جائز ہے أَنْ يَفْسَخَ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ، کہ وہ بَیْع کو کیا کر دے؟ فَسْخ کر دے کس کے اندر؟ مدتِ خِیَار کے اندر اندر بھئی۔ تین دن کا زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے تو تین دن کے اندر چاہے تو بَیْع کو فَسْخ کرے۔ اگر دو دن کا خِیَار رکھا تھا تو دو دن میں فَسْخ کرے گا وہ ورنہ ٹھیک نہیں۔ اگر ایک دن کا خِیَار رکھا تھا تو ایک دن کے اندر اندر کیا کرے گا؟ فَسْخ کرے گا۔ بس وہ مدتِ خِیَار جتنی طے ہوئی تھی، تین دن سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے، اس کے اندر اندر بھئی۔ وَلَهُ أَنْ يُجِيزَهُ، اور اس کے لیے جائز ہے کہ اس کی اجازت دے دے۔ بھئی وہ مجھ سے سائیکل لے گیا تھا مُشْتَرِی اور اس نے کیا کہا تھا میں دو دن کے اندر آپ کو بتا دوں گا کہ میں نے یہ سائیکل لینی ہے یا نہیں لینی، بَیْع کر لی اس نے، خِيَارِ شَرْط اپنے لیے رکھ لیا کہ چاہوں گا تو فَسْخ کر دوں گا بَیْع۔ اب دو دن کے اندر اندر وہ بَیْع کو فَسْخ کرنا چاہے تو فَسْخ کر سکتا ہے، اور اجازت دینا چاہے تو اجازت بھی دے دے۔ بھئی اس کے پاس مدت کتنی ہے کل بھئی؟ دو دن۔ وہ ایک ہی دن بعد آیا میرے پاس، کہتا ہے بس ٹھیک ہے سائیکل میں نے لے لی، اجازت دے دی۔ اس نے بَیْع کی کیا کر دی؟ اجازت دے دی۔ تو جب ایک دفعہ اس نے اجازت دے دی مولانا بس اس کا خِیَار ختم ہو گیا۔ اب بعد میں بھئی تھوڑی دیر بعد پھر آتا ہے نہیں بھئی نہیں میں بَیْع کو فَسْخ کرتا ہوں۔ تو اب فَسْخ نہیں کر سکتا۔ بھئی آپ کے پاس اختیار تھا آپ فَسْخ کرنا چاہتے تو فَسْخ کر سکتے تھے لیکن آپ نے اپنے اس اختیار کو خود ہی کیا کر دیا؟ ختم۔ جب ایک دفعہ اجازت دے دی تو خِیَار ختم ہوا بھئی۔ ایک مرتبہ اگر اجازت دے دی تو پھر اس کے بعد فَسْخ کرنے کا اختیار کیا ہو جائے گا؟ ختم۔ سمجھ میں آیا؟ آپ مجھ سے سائیکل لے کر گئے تھے بھئی، گھر میں ہی آپ نے کسی کے سامنے کہہ دیا میں اس بَیْع کی کیا کرتا ہوں؟ اجازت دیتا ہوں، یہ بَیْع ٹھیک ہے بس سائیکل میں لے لیتا ہوں اب میں واپس نہیں کروں گا۔ بس مولانا شرعاً آپ کا اختیار ختم ہو گیا۔ اب آپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ سائیکل کیا کریں اس خِيَارِ شَرْط کی وجہ سے مجھے واپس کریں۔ مجھے پتہ تو نہیں ہے آپ لا کر مجھے واپس بھی کر دیتے ہیں سائیکل میں لے بھی لوں گا بھئی اب مجھے کیا پتہ آپ نے گھر میں اجازت دی تھی، لیکن شرعاً یہ آپ جائز کام نہیں کر رہے بلکہ ناجائز کام کر رہے ہیں، آپ کا خِیَار جب آپ نے اپنی زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں سائیکل اب واپس نہیں کروں گا آپ کا خِیَار اسی وقت ختم ہو گیا تھا بھئی۔

یہ معنی ہے بھئی: وَمَنْ شُرِطَ لَهُ الْخِيَارُ فَلَهُ أَنْ يَفْسَخَ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ وَلَهُ أَنْ يُجِيزَهُ، اور جس کے لیے شرط لگائی گئی تھی خِیَار کی چاہے وہ مُشْتَرِی ہو چاہے بَائِع ہو، فَلَهُ، تو اس کے لیے جائز ہے أَنْ يَفْسَخَ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ، کہ وہ فَسْخ کر دے بَیْع کو مدتِ خِیَار کے اندر اندر، وَلَهُ أَنْ يُجِيزَهُ، اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی اجازت دے دے۔ فَإِنْ أَجَازَهُ بِغَيْرِ حَضْرَةِ صَاحِبِهِ جَازَ، اگر اس نے اجازت دے دی اپنے ساتھی کی موجودگی کے بغیر ہی، بِغَيْرِ حَضْرَةِ صَاحِبِهِ اپنے ساتھی کی غیر موجودگی میں ہی، جَازَ، تو یہ جائز ہے بھئی۔ دیکھا میں نے بتلایا بھئی گھر کے اندر ہی اس نے کیا کہا تھا؟ میں اجازت دیتا ہوں اس بَیْع کی یا یہ چیز میں اب دوبارہ واپس نہیں کروں گا، تو غیر موجودگی میں بھی کہہ دیتا ہے تو یہ جائز ہے مولانا، کر سکتا ہے اس طرح۔ وَإِنْ فَسَخَ لَمْ يَجُزْ بھئی! لیکن غیر موجودگی میں اگر فَسْخ کرنا چاہے تو فَسْخ نہیں کر سکتا بھئی، بلکہ اگر یہ فَسْخ کرنا چاہتا ہے تو مجھے اطلاع دینا ضروری یا میرے سامنے فَسْخ کرنا ضروری۔ یہ گھر جا کر کہہ دیتا ہے نہیں بھئی یہ سائیکل تو میں واپس کروں گا میں بَیْع فَسْخ کرتا ہوں بھئی۔ اب مجھے تین دن بعد ملا، خِیَار کتنے کا تھا؟ دو دن کا۔ دو دن کے بعد یہ آ کر مجھے ملا بھئی یہ لو اپنی سائیکل۔ میں کہوں گا بھئی مدت گزر چکی، مدت میں آپ نے مجھے چیز نہیں لوٹائی نہ مجھے اطلاع دی، اب خِيَار آپ کا ختم ہو چکا۔ یہ کہے گا نہیں میں نے خِيَار استعمال کیا تھا اور بَیْع فَسْخ، نہیں بھئی آپ نے مجھے اطلاع دینا ضروری تھی یا میرے سامنے فَسْخ کرنا ضروری تھا ورنہ تو میرا نقصان ہے، میں تو مطمئن ہو گیا تھا کہ میری چیز بک گئی ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو مجھے اطلاع دیتے پھر میں اس کو کہیں اور بیچنے کا انتظام کرتا۔ تو یہ معنی ہے: وَإِنْ فَسَخَ لَمْ يَجُزْ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْآخَرُ حَاضِرًا، اور اگر فَسْخ کیا بَیْع کو دوسرے کی غیر موجودگی میں تو جائز نہیں ہے إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْآخَرُ حَاضِرًا مگر یہ کہ دوسرا کیا ہو؟ حاضر ہو۔ میں نے بتلایا نفس سے حاضر ہونا ضروری نہیں، اطلاع دینا ضروری ہے۔ آپ کسی آدمی کے ہاتھ مجھے پیغام بھجوا دیں بھئی، سمجھ میں آیا، کہ میں یہ سائیکل نہیں لینا چاہتا۔ اطلاع بھجوانا ضروری بھئی، مطلع کرنا ضروری کسی بھی طرح سے ہو۔ بھئی دو آدمیوں کی بَیْع ہوئی، ایک نے خِيَارِ شَرْط اپنے لیے رکھا، اب وہ بَیْع کو فَسْخ کرنا چاہتا ہے مدت کے اندر، اب دوسرے کو ڈھونڈ رہا ہے تو وہ مل ہی نہیں رہا۔ اس نے سوچا یہ ایک دن میں یا دو دن کا خِيَار ہے اس نے چیز مجھے واپس کرنی ہے تو جب تک وہ مجھے اطلاع نہیں دے گا فَسْخ تو یہ کر نہیں سکتا، وہ چھپ گیا دو تین دن کے لیے، اب کیا کریں؟ جی؟ اب بھئی اس کو تلاش کریں اگر نہیں ملتا تو پھر فَسْخِ بَیْع پر دو گواہ بنا لیں بھئی۔ کیا کریں؟ دو گواہ بنا لو بھئی کہ آپ کو میں نے بڑا تلاش کیا تھا آپ نہیں ملے تو میں نے یہ بَیْع مدت کے اندر اندر فَسْخ کر دی تھی اور یہ دو عادل گواہ ہیں بھئی

ان کے سامنے میں نے فَسْخ کی۔

وَإِذَا مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ بَطَلَ خِيَارُهُ وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلَى وَرَثَتِهِ۔ بھئی ایک آدمی نے خِیَارِ شَرْط رکھا تھا دو دن کے لیے، ایک دن بعد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ تو کیا اس کے وارثوں کو یہ خِیَار منتقل ہو گا؟ کیا اس کے وارث بھی ابھی ایک دن باقی ہے تو مدت کے اندر اندر اس بَیْع کو فَسْخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہ اختیار صرف مرنے والے کو تھا، یہ وارثوں کی طرف منتقل نہیں ہو گا۔ یہ تو صرف ایک ارادے کا نام ہے بھئی، ارادہ، اس آدمی کا ارادہ ہوتا تو لیتا، ارادہ نہ ہوتا تو نہ لیتا۔ تو ارادہ منتقل نہیں ہوتا ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی طرف بھئی۔ تو لہٰذا یہ خِیَار بھی ارادے ہی کا نام ہے تو یہ بھی مرنے والے سے اس کے وارثوں کی طرف منتقل نہیں ہو گا۔ یہ معنی ہے: وَإِذَا مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ، اور جب مر گیا وہ شخص جس کو خِیَار تھا، بَطَلَ خِيَارُهُ، تو اس کا خِیَار باطل ہو گیا، ختم ہو گیا، وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلَى وَرَثَتِهِ، اور منتقل نہیں ہوا اس کے وارثوں کی طرف۔

وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنَّهُ خَبَّازٌ أَوْ كَاتِبٌ، اور جس نے بیچا ایک غلام عَلَى اس شرط پر أَنَّهُ خَبَّازٌ أَوْ كَاتِبٌ، کہ یہ کیا ہے؟ خَبَّاز، نان بائی ہے بھئی، روٹی بنانے والا ہے، أَوْ كَاتِبٌ، یا یہ کیا ہے؟ کاتب ہے، فَوَجَدَهُ بِخِلَافِ ذَلِكَ، تو مُشْتَرِی نے اس کو اس کے خلاف پایا۔ بھئی بیچنے والے نے تو کیا کہا تھا؟ یہ روٹی پکانا جانتا ہے، روٹی پکانے کا بڑا ماہر ہے، لیکن خریدنے کے بعد پتہ چلا یہ صرف کھانے والا ہے بھئی، روٹی پکانا اس کو نہیں آتی۔ یا اس نے کہا تھا بھئی یہ کاتب ہے زبردست قسم کا، بعد میں پتہ چلا یہ کاتب نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں: فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ، تو مُشْتَرِی کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ، اگر چاہے تو لے لے اس کو سارے ثَمَن کے بدلے میں، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ، اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے۔ صورتِ مسئلہ پھر سنو بھئی۔ میں آپ سے ایک غلام خرید رہا ہوں، میں نے کہا میں اس شرط پہ یہ غلام خریدوں گا کہ یہ نان بائی ہو بھئی، یا میں نے کہا بھئی اس شرط پر خرید تا ہوں کہ یہ کاتب ہو۔ تو میں نے شرط لگائی یا آپ نے شرط لگا دی بھئی۔ تو اب میں جب اس کو لے کر آیا تو پتہ چلا بھئی وہ وَصْف اس کے اندر نہیں پایا جاتا۔ تو اب کیا کریں گے؟ کیا اس وَصْف کے نہ ہونے کی وجہ سے، اس وَصْف کی کمی کی وجہ سے ثَمَن میں بھی کمی آئے گی یا ثَمَن میں کمی نہیں؟ کہتے ہیں بھئی ضابطہ ہم پہلے آپ کو بتا چکے ہیں کہ ثَمَن اَصْل اور عَیْن کے مقابلے میں آتے ہیں، وَصْف کے مقابلے میں نہیں آتے۔ تو لہٰذا یہاں پر بھی وَصْف کی کمی سے ثَمَن میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ لینا ہے تو پورے پیسوں کے بدلے لے لو، نہیں لینا تو آپ کو اختیار ہے کیونکہ آپ کو تو چاہیے تھا نان بائی یا کاتب بھئی اور وہ وَصْف اس کے اندر نہیں۔ تو لینا ہے تو پورے پیسوں کا لو لیکن چونکہ وہ وَصْف جو آپ کو چاہیے تھا یا جو مرغوب تھا، پسندیدہ تھا وہ اب اس کے اندر نہیں ہے تو شریعت نے آپ کو اختیار دے دیا کہ واپس کرنا چاہو تو واپس بھی کر سکتے ہو۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ واپس بھی کر سکتے ہو بھئی۔ ہاں لیکن اگر لینا ہے تو پورے پیسوں کے بدلے لیں گے بھئی، کٹوتی نہیں ہو گی بھئی اس کی وجہ سے پیسوں میں بھئی۔

اچھا، بھئی آپ نے پڑھا ہو گا کہ بَیْع کے اندر شرط لگانا درست نہیں، اگر بَیْع میں شرط لگاؤ تو بَیْع کیا ہو جاتی ہے؟ فَاسِد ہو جاتی ہے۔ بَیْع کیا ہوتی ہے؟ فَاسِد ہو جاتی ہے۔ مثلاً بھئی آپ سے میں نے سائیکل خریدی، آپ نے کیا کہا؟ شرط لگا دی، سائیکل تو میں نے خرید لی، اِیْجَاب وقَبُوْل ہوا ہے لیکن آپ نے ساتھ شرط لگا دی تھی بھئی کہ ایک مہینے بعد سائیکل دوں گا بھئی۔ تو یہ شرط جب لگائی تو بَیْع کیا ہوئی؟ فَاسِد ہو گئی۔ تو شرط لگائیں گے تو بَیْع فَاسِد ہو جائے گی بھئی۔ اب یہ جو مسئلہ آپ نے پڑھا ذرا عبارت پر نظر کیجیے بھئی: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا، اور جس نے بیچا غلام کو عَلَى اس شرط پر کہ أَنَّهُ خَبَّازٌ أَوْ كَاتِبٌ کہ یہ خَبَّاز ہے یا کاتب ہے، فَوَجَدَهُ بِخِلَافِ ذَلِكَ تو اس نے اس کے خلاف پایا اس کو۔ تو یہاں بھی تو شرط آ رہی ہے بھئی، اس شرط پر بیچا یا خریدنے والے نے اس شرط پر خریدا۔ تو بَیْع کو تو فَاسِد ہونا چاہیے تھا، اور حالانکہ صاحبِ کتاب یہ نہیں کہہ رہے یہ بَیْع فَاسِد ہے بلکہ کیا کہہ رہے ہیں؟ بَیْع صحیح ہے، لینا چاہے تو پورے پیسوں میں لے لے، چھوڑنا چاہتا ہے تو اسے چھوڑ دے۔ تو جواب یہ مولانا کہ یہ بظاہر شرط ہے لیکن درحقیقت یہ اس مَبِیْع کا وَصْف بیان ہو رہا ہے۔ لفظوں کے اعتبار سے یہ شرط ہے لیکن درحقیقت یہ شرط ہے ہی نہیں بھئی۔ گویا وہ یوں کہہ رہا ہے بھئی یہ ایک نان بائی غلام ہے اگر آپ خریدنا چاہیں بھئی۔ تو دیکھا، پہلے کیا تھی؟ میں یہ غلام بیچتا ہوں بھئی اس شرط پر کہ یہ کیا ہے؟ نان بائی، یا اس نے کہا میں خرید تا ہوں اس شرط پر کہ یہ کیا ہے؟ نان بائی ہے۔ تو اس وقت تو شرط کے لفظ بولے، لیکن ذرا آپ اسی کو بناؤ، وَصْف بن جائے گا بھئی کہ مجھے ایک نان بائی غلام چاہیے بھئی، یا مجھے ایک کاتب غلام چاہیے۔ تو دیکھا، یہ وَصْف ہے۔ تو لفظوں میں اگرچہ اسے شرط بنا دیا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ کیا بیان ہو رہا ہے؟ وَصْف ہے۔ مطلب ہے آپ کو کیسا غلام چاہیے جو کاتب ہو بھئی یا نان بائی ہو بھئی۔ تو یہ دراصل شرط ہے ہی نہیں، اگر شرط ہوتی تو شرط کی وجہ سے تو بَیْع کیا ہو جاتی؟ فَاسِد ہو جاتی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟ لفظوں کے اعتبار سے یہ شرط ہے لیکن حقیقت میں دیکھو تو یہ دراصل مَبِیْع کا وَصْف بیان ہو رہا ہے۔

جی، بَابُ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ، یہ باب ہے خِيَارِ رُؤْيَت کے بیان میں بھئی۔ بھئی خِيَارِ رُؤْيَت میں نے بتلایا تھا کوئی چیز بغیر دیکھے اگر کوئی خریدلے تو شریعت نے اسے حق دیا ہے جب وہ چیز کو دیکھے اور پسند نہ آئے تو اسے کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے بھئی۔ بھئی عیب کی بات نہیں ہو رہی، عیب کوئی نہیں نکلا اس کے اندر، بس دیکھی اور پسند نہیں آئی تو کیا کر سکتا ہے اسے؟ واپس کر سکتا ہے۔ لیکن اسی وقت دیکھتے ساتھ ہی بھئی، اسی وقت کہے گا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں یہ واپس۔ یہ نہیں بھئی دیکھنے کے بعد ایک مہینے بعد جا کر کہتا ہے کہ بھئی یہ چیز میں کیا کرنا چاہتا ہوں، مجھے پسند نہیں واپس کرنا۔ بھئی خِيَارِ رُؤْيَت آپ کو جب پہلی نظر پڑی تھی اس وقت حاصل ہوا تھا اور اس وقت آپ نے اس خِيَار کو استعمال نہیں کیا۔ اگر آپ رد کرنا چاہتے تو کیا کرتے؟ اسی وقت رد کرنا چاہیے تھا لیکن آپ نے اس وقت رد نہیں کیا، آپ خاموش رہے اور خاموشی کس چیز کی علامت ہوتی ہے؟ رضامندی کی علامت ہوتی ہے۔ معلوم ہوا آپ کیا ہو گئے تھے اس چیز کے خریدنے پر؟ راضی ہو گئے تھے۔ جب راضی ہو گئے تھے تو خِيَارِ رُؤْيَت آپ کا ختم ہو گیا تھا اسی وقت بھئی۔ اگر آپ کو چیز واپس کرنی تھی تو اسی وقت کیا کرتے؟ واپس کرتے، بعد میں نہیں بھئی۔

اور یہ یاد رکھنا مولانا یہ خِيَار بھئی خریدنے والے کو حاصل ہوتا ہے، چیز بیچنے والے کو حاصل نہیں ہوتا۔ دیکھیے مسائل آرہے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى مَا لَمْ يَرَهُ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ۔ اور جس نے خریدا مَا ایسی چیز کو لَمْ يَرَهُ جسے اس نے دیکھا نہیں ہے، فَالْبَيْعُ جَائِزٌ، تو بَيْع جائز ہے، وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ، اور اس کو اختیار ہے جب اس کو دیکھ لے۔ لینے والے کو اختیار ہے جب اس چیز کو دیکھے، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، چاہے تو اسے لے لے اور چاہے تو اسے لوٹا دے، رد کر دے۔ وَمَنْ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ، اور جس نے بیچی ایسی چیز جس کو اس نے دیکھا نہیں تھا، فَلَا خِيَارَ لَهُ، تو اس کو کوئی خِيَار نہیں ہے۔ بھئی دیکھو خریدار کو یہ اختیار ہوتا ہے، بیچنے والے کو یہ اختیار نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ نے کسی سے سائیکل خریدی بغیر دیکھے، بعد میں وہ سائیکل لے کر آیا، آپ نے دیکھی تو آپ کو پسند نہیں آئی تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں کیونکہ آپ خریدنے والے ہیں اور شریعت نے یہ خِيَارِ رُؤْيَت کس کو دیا ہے؟ خریدنے والے کو دیا ہے۔ اچھا، اور اب صورت یہ تھی، آپ نے ایک شخص سے سائیکل خریدی بھئی، وہ سائیکل لے آیا اس نے لا کر کھڑی کر دی آپ کے، جگہ پر لا کر کھڑی کر دی بھئی، مکان پر پہنچا دی سائیکل بھئی۔ وہ چلا گیا، ابھی آپ نے سائیکل، یا یوں کہو گاڑی کہو بھئی۔ آپ نے ایک آدمی سے گاڑی خریدی، اس نے بڑی تعریفیں کی تھیں گاڑی کی بھئی۔ آپ نے گاڑی خرید لی، وہ لے آیا آپ کی جگہ پر لا کر گاڑی کھڑی کر دی، چابیاں آپ کے حوالے کیں اور چلا گیا۔ آپ نے یوں کیا اسی وقت بھئی اپنے کسی ساتھی کے ساتھ رابطہ کیا کہ بھئی اس طرح کی ایک گاڑی میرے پاس آئی ہے بھئی، میرے پاس پہنچ گئی ہے گاڑی، میرے قبضے میں آگئی ہے، اب میں وہ آپ کو بیچنا چاہتا ہوں بھئی۔ تو مثلاً آپ نے خریدی تھی بھئی پانچ لاکھ کی، اب آپ اس کو مثلاً سوا پانچ، ساڑھے پانچ لاکھ میں بیچ دیتے ہیں۔ بیچنے کے بعد جب آپ گئے اور آپ نے گاڑی کا مشاہدہ کیا تو آپ نے کہا او ہو یہ تو بڑی مہنگی اور قیمتی گاڑی ہے، یہ تو اگر میں آٹھ لاکھ میں بھی بیچنا چاہتا تو آرام سے بک جاتی بھئی، یہ میں نے کیا کیا؟ ہاں، تو کیا اب آپ کو کوئی خِيَار ہے؟ آپ بَيْع کو فَسْخ کر سکتے ہیں؟ نہیں۔ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیونکہ آپ بَائِع ہیں اور بَائِع کو خِيَارِ رُؤْيَت حاصل نہیں ہوتا۔ اب آپ نے گاڑی دیکھی ہے لیکن خِيَارِ رُؤْيَت اب آپ کو حاصل نہیں بلکہ خِيَارِ رُؤْيَت صرف کس کو حاصل ہے؟ مُشْتَرِی کو حاصل ہوتا ہے۔ وَمَنْ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ، اور جس نے بیچا ایسی چیز کو جسے اس نے دیکھا نہیں ہے تو اسے کوئی خِيَار نہیں ہے۔[1]

جی، آگے بتلا رہے ہیں بھئی کہ جب چیز کے اندر مقصود کو دیکھ لیا جائے یا اس کے نمونے کو دیکھ لیا جائے تو پھر خِيَارِ رُؤْيَت ختم ہو جاتا ہے۔ بھئی ساری چیز کو دیکھنا ضروری نہیں ہوتا بھئی، بلکہ اس کے اندر کیا دیکھ لیا جائے؟ مقصود جو ہوتا ہے اس کو دیکھ لیا جائے، یا چیز ایک جیسی ہے بھئی تو اس کے نمونے کو دیکھ لیا جائے تو یہ کافی ہے۔ مثلاً بھئی دیکھو بھئی، گندم کا ڈھیر پڑا ہے۔ گندم کا ڈھیر بھئی، وہ آپ نے خرید لیا۔ خریدنے کے بعد کیا اب گندم کے ایک ایک دانے کو دیکھیں گے تب خِيَارِ رُؤْيَت ختم ہو گا یا نمونہ دیکھ لیں گے تو ختم ہو جائے گا؟ نمونہ دیکھ لیں گے کیونکہ اس کے سارے اجزاء ایک جیسے ہیں تو یہاں نمونہ کافی ہو گا۔ اور بعض اوقات اجزاء ایک جیسے نہیں ہوتے وہاں مقصود کو دیکھ لیا جاتا ہے بھئی۔ مثلاً آپ نے گائے، بیل خریدنا ہے مثلاً بھئی۔ تو بیل کے اندر صرف اس کے چہرے کی طرف دیکھ لیا اور اس کا پچھلا حصہ جو ہے اس کو دیکھ لیا، بس بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بیل کا پچھلا حصہ دیکھا بھئی اندازہ ہو گیا موٹا بیل ہے یا پتلا بیل، دبلا

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنِ اشْتَرَى مَا لَمْ يَرَهُ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَآهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن اشتر شيئا لم يره فالبيع جائز وله الخيار إذا رآه:» منقول ہے۔

[2] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «شَاءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده» منقول ہے۔

ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ کافی ہے مولانا، یہ کافی ہے اس سے جانور کا اسی سے اندازہ ہو جاتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ نَظَرَ إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ، اور اگر نظر کی بھئی إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ ڈھیر کے اوپر والے حصے کی طرف بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وَإِنْ نَظَرَ، اور اگر دیکھا إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ ڈھیر کے اوپر والے حصے کو، أَوْ إِلَى ظَاهِرِ الثَّوْبِ مَطْوِيًّا، یا دیکھا کپڑے کے ظاہر کو مَطْوِيًّا اس حال میں کہ لپٹا ہوا ہے۔ بھئی کپڑا ایک لپٹا ہوا ہے تھان کی صورت میں بھئی، تو اس کے تھوڑے سے حصے کو دیکھ لیں کافی ہے یا سارا کپڑا کھول کے دیکھیں گے بھئی؟ تھوڑا سا دیکھ لیں نمونے سے پتہ چل گیا یہ کپڑا ہے۔ ہاں اگر اندر سے مثلاً یہ آپ نے ڈھیر کو صرف اوپر سے دیکھا اندر دانے خراب نکل آئے، یا آپ نے کپڑا اوپر سے دیکھا اندر کپڑا خراب نکل آیا، تو بھئی وہ خِيَارِ رُؤْيَت میں نہیں وہ پھر خِيَارِ عَيْب میں بات چلی جائے گی، یہ تو عیب نکل آیا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ ہاں۔ تو لہٰذا دیکھ لیا إِلَى ظَاهِرِ الثَّوْبِ کپڑے کے ظاہر کی طرف مَطْوِيًّا اس حال میں کہ وہ کیا ہو؟ لپٹا ہوا، یا یوں کہو لپٹے ہوئے کپڑے کے ظاہر کو دیکھ لیا۔ أَوْ إِلَى وَجْهِ الْجَارِيَةِ، یا باندی کے چہرے کی طرف دیکھ لیا۔ بھئی باندی خریدنے گئے بھئی اس کے صرف چہرے کو دیکھ لیا تو خِيَارِ رُؤْيَت کیا ہو گیا؟ ختم، کیونکہ باندی کے اندر مقصود کیا ہے اصل اس کا چہرہ بھئی۔ أَوْ إِلَى وَجْهِ الدَّابَّةِ، یا دیکھ لیا مولانا کسی جانور کے چہرے کی طرف وَكَفَلِهَا، كَفَل کہتے ہیں پچھلا حصہ، سرین بھئی، اور اس کے سرین کی طرف دیکھ لیا بھئی، فَلَا خِيَارَ لَهُ، تو اس دیکھنے والے کو اب کوئی خِيَار نہیں بھئی، خِيَارِ رُؤْيَت ختم بھئی۔ یہ چیزیں دیکھ کر اس نے خریدا ہے بھئی چیز کو تو اب خِيَارِ رُؤْيَت ختم بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بَيْع سے پہلے ان میں سے کوئی چیز دیکھ لی ہے تو اب بَيْع کے بعد کہتا ہے نہیں بھئی میں نے تو ساری چیز نہیں دیکھی بھئی اب مجھے خِيَار ہونا چاہیے، ہم کیا کہیں گے بھئی؟ آپ نے نمونہ دیکھ لیا تھا یا مقصود دیکھ لیا تھا لہٰذا اب آپ کو خِيَار نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ بَيْع سے پہلے دیکھی ہیں یہ چیزیں۔ بَيْع کے بعد تو پھر ان کے دیکھتے ہوئے خِيَار ہو گا، چاہے تو رد کرنا چاہے تو ان چیزوں پر رد کر سکتا ہے۔

وَإِنْ رَأَى صَحْنَ الدَّارِ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَإِنْ لَمْ يُشَاهِدْ بُيُوتَهَا۔ اچھا، ایک آدمی ہے بھئی وہ ایک مکان خرید رہا ہے۔ تو کیا مکان کا صرف صحن دیکھ لے گا یہ کافی ہے یا پورے مکان کو دیکھے گا تو پھر خِيَارِ رُؤْيَت ختم ہو گا؟ جی؟ پورے مکان کو دیکھا ہے بھئی اس نے بھئی بَيْع سے پہلے پورے مکان کا ایک چکر لگایا اور اب بَيْع کر لی تو اب خِيَارِ رُؤْيَت کیا ہے اس کا؟ ختم ہے کیونکہ وہ دیکھ کر لے رہا ہے چیز کو۔ اور اگر صرف صحن دیکھ کر لیا تھا مکان اس نے، اب بھئی مکان کے کمرے دیکھتا ہے تو خِيَارِ رُؤْيَت آئے گا یا نہیں آئے گا؟ صحن پہلے دیکھا تھا بَيْع سے، بَيْع کرنے کے بعد اب کیا کر رہا ہے؟ کمرے دیکھ رہا ہے پورے گھر کے، تو اب آپ بتائیے خِيَارِ رُؤْيَت اسے حاصل ہو گا یا نہیں؟ پسند نہ آئے تو واپس کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ جی؟ کر سکتا ہے مولانا۔ کیا ہے؟ کر سکتا ہے۔ ہاں ذرا پہلے کتاب میں آجاؤ۔ وَإِنْ رَأَى صَحْنَ الدَّارِ، اور جب دیکھا خریدنے والے نے گھر کے صحن کو، فَلَا خِيَارَ لَهُ، تو اس کو کوئی خِيَار نہیں۔ یعنی بَيْع سے پہلے ہی گھر کا صحن دیکھ لیا تھا تو اب خریدنے کے بعد اسے کسی قسم کا کوئی خِيَار نہیں ہے بھئی۔ کیونکہ جب صحن دیکھ لیا تو کمروں کا خود بخود پتہ چل گیا۔ جب صحن کو دیکھ لیا تو کمروں کا خود بخود پتہ چل گیا۔ بھئی یہ آج کے زمانے میں یہ مسئلہ اس طرح نہیں بھئی۔ یہ قدیم زمانے میں جس علاقے میں تھے بھئی، کوفہ وغیرہ جس علاقے میں تھے ہمارے ائمہ، وہاں سارے مکانات ایک جیسے ہوتے تھے۔ صحن چھوٹا بڑا ہو گیا باقی سارے مکان کیا ہوتے تھے؟ بالکل ایک جیسے ہوتے تھے۔ تو کمروں کو تو دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں، کمرے تو ہر گھر کے اسی طرح ہوتے تھے، صحن چھوٹا ہے یا بڑا ہے اس کو دیکھ لیا بھئی۔ تو صحن کو دیکھ لیا تو اب کمروں کو دیکھنے کی کوئی ضرورت ہے؟ نہیں۔ باقی گھر دیکھے ہوئے ہیں یا نہیں دیکھے ہوئے؟ گھر دیکھے ہوئے ہیں باقی، تو جب صحن کو دیکھ لیا تو اب کمروں کو دیکھنے کی حاجت نہیں، پتہ لگ گیا کمرے بھی اس طرح کے ہوں گے۔ تو سارے مکان ایک جیسے ہوتے تھے۔ لہٰذا جب بَيْع سے پہلے اس نے صحن کو دیکھ لیا تو گویا پورے مکان کو دیکھ لیا، لہٰذا اب اس کو خریدنے کے بعد خِيَارِ رُؤْيَت حاصل نہیں ہو گا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ لیکن آج کل نہیں بھئی! آج کل تو مکانات قسم قسم کے ہیں بھئی، اچھا، تو آج کل تو مکانات بھئی مختلف ہوتے ہیں بھئی۔ مکانات کیا ہوتے ہیں؟ مختلف ہوتے ہیں بھئی۔ ہر مکان کا ڈیزائن الگ ہوتا ہے، کمروں کی تعداد الگ ہوتی ہے، کمروں کی بناوٹ الگ ہوتی ہے، تو لہٰذا آج کل صرف صحن کا دیکھ لینا یہ کافی نہیں، اس سے خِيَارِ رُؤْيَت ساقط نہیں ہو گا۔ ہاں پورا گھر بَيْع سے پہلے دیکھ لیا اب بَيْع کرتا ہے تو اب اسے خِيَارِ رُؤْيَت ختم اس کا، اس کو خِيَارِ رُؤْيَت حاصل نہیں ہو گا۔

وَإِنْ رَأَى صَحْنَ الدَّارِ فَلَا خِيَارَ لَهُ، اور اگر کسی نے دیکھا گھر کے صحن کو تو اسے کوئی خِيَار نہیں ہے، وَإِنْ لَمْ يُشَاهِدْ بُيُوتَهَا، اگرچہ وہ مشاہدہ نہ کرے۔ وَإِنْ لَمْ بھئی، إِنْ سے پہلے وَاوْ آجائے تو یہ إِنْ وَصْلِيَّة کہلاتا ہے۔ إِنْ سے پہلے کیا آجائے؟ وَاوْ، تو یہ إِنْ وَصْلِيَّة کہلاتا ہے اور اس کا ترجمہ اگرچہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تو یہ جہاں بھی عبارتوں میں اس طرح آجائے وہاں اگر کے ساتھ ترجمہ نہ کرنا بلکہ اگرچہ، جبکہ إِنْ سے پہلے وَاوْ ہو۔ تو اسے کوئی اختیار نہیں ہے وَإِنْ لَمْ يُشَاهِدْ بُيُوتَهَا اگرچہ وہ مشاہدہ نہ کرے اس کے کمروں کا۔ بُيُوت کمرے، اگرچہ اس کے کمروں کا مشاہدہ نہ کرے بھئی۔

بَیْت کمرے کو کہتے ہیں مولانا، بَاتَ یَبِیتُ سے ہے، بَاتَ یَبِیتُ کے معنی آتے ہیں رات گزارنا، تو جہاں رات گزاری جائے کمرے کو کہتے ہیں بھئی بَیْت۔

وَبَیْعُ الْأَعْمَی وَشِرَاؤُهُ جَائِزٌ بھئی۔ اچھا، یہاں سے مسئلہ بتلا رہے ہیں بھئی اندھا خرید و فروخت کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں بھئی اندھا خرید وفروخت کر سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں: وَبَیْعُ الْأَعْمَی وَشِرَاؤُهُ جَائِزٌ، اور اندھے کا بیچنا اور اس کا خریدنا جائز ہے۔ چلیے مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِیقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۱: باب خیار الرؤیۃ (تکمیل): نابینا کی خرید و فروخت، سقوطِ خیارِ رؤیت کے اسباب، ایک نمونہ دیکھ کر باقی مبیع کا حکم

مختصر القدوری صفحہ: ۶۸—بتاریخ: ۸ دسمبر ۲۰۰۷ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَبَيْعُ الْأَعْمَى وَشِرَاؤُهُ جَائِزٌ، وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا اشْتَرَى، وَيَسْقُطُ خِيَارُهُ بِأَنْ يَجُسَّ الْمَبِيعَ إِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالْجَسِّ، أَوْ يَشُمَّهُ إِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالشَّمِّ، أَوْ يَذُوقَهُ إِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالذَّوْقِ، وَلَا يَسْقُطُ خِيَارُهُ فِي الْعَقَارِ حَتَّى يُوصَفَ لَهُ.

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی خِیَارِ رُؤیَت کے مَسَائِل چل رہے تھے بھئی، خِیَارِ رُؤیَت کے۔ آپ نے مَسْئَلَہ پڑھا تھا کہ اگر کوئی شَخْص کوئی چیز خرید تا ہے بغیر دیکھے ہوئے تو اسے شَرِیْعَت نے اِخْتِیَار دیا ہے، چیز دیکھنے کے بعد اسے پسند نہ آئے تو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے۔ چیز میں کوئی عَیْب نہیں ہے مولانا، لیکن بس دیکھا پسند نہیں آئی تو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے بھئی۔ دیکھنے کے بعد پسند نہیں آئی تو واپس کر سکتا ہے۔ اچھا جی، آج بتلا رہے ہیں بھئی اندھے کی خرید و فروخت، یہ جَائِز ہے یا نہیں بھئی؟ اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا، تو اندھے کی خرید و فروخت کیسی ہے؟ کہتے ہیں بھئی اندھے کی خرید و فروخت کیا ہے؟ جَائِز ہے۔ کہتے ہیں وَبَيْعُ الْأَعْمَى وَشِرَاؤُهُ جَائِزٌ، اور اندھے کی بَیْع اور اس کا خریدنا جَائِزٌ یہ جَائِز ہے بھئی۔ اندھے کا بیچنا اور خریدنا جَائِز ہے۔

بھئی اسے اِخْتِیَار ہو گا، خِیَارِ رُؤیَت حَاصِل ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اس کو بھی خِیَارِ رُؤیَت حَاصِل ہو گا۔ بھئی اس کو خِیَارِ رُؤیَت حَاصِل ہے، وہ تو دیکھ ہی نہیں سکتا بھئی! جب وہ دیکھ ہی نہیں سکتا تو اس کو خِیَارِ رُؤیَت کیسے حَاصِل ہو گا اور اس کا خِیَارِ رُؤیَت کیسے سَاقِط ہو گا؟ کہتے ہیں بھئی جس چیز کے ذریعے، جس عَمَل کے ذریعے اس کو اس چیز کا پتہ لگ جائے، اس عَمَل کے کرنے تک اسے خِیَار حَاصِل ہے۔ جس عَمَل کے ذریعے اس کو اس مَبِیْع کی حَالَت اور کَیْفِیَّت کا پتہ چل جائے، اس عَمَل کے پائے جانے سے اس کا خِیَار سَاقِط ہو جائے گا۔ مَثَلاً اس نے کوئی کھانے والی چیز خریدی ہے، اس چیز کا پتہ چکھنے سے چلتا ہے، تو جب تک چکھ نہ لے اسے خِیَارِ رُؤیَت حَاصِل ہے۔ چکھنے کے بعد اسے پسند نہیں آئی تو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے۔ اور اگر چکھ لیا اور چکھنے کے بعد پسند آ گئی، رَدّ نہیں کیا تو اس کا خِیَار کیا ہو جائے گا؟ سَاقِط ہو جائے گا بھئی۔ ایک چیز اس کا پتہ سونگھنے سے چلتا ہے، کوئی خوشبو وَغَیْرَہ اس نے خریدی ہے بغیر سونگھے، تو وہ کیا کرے؟ اس کو سونگھے بھئی۔ تو سونگھنے سے اس کا خِیَارِ رُؤیَت ختم ہو گا۔ تو سونگھے، پسند نہ آئے تو واپس کر سکتا ہے بھئی، اور اگر سونگھنے کے بعد خاموش رہا اور پسند آ گئی تو اس کا خِیَار ختم ہو جائے گا۔

اور ایک چیز ہے مولانا جس کا پتہ ٹٹولنے سے چلتا ہے، ہاتھ لگانے سے پتہ چلتا ہے، اس کو ہاتھ وَغَیْرَہ لگایا، ٹٹول کر دیکھا تو اب اس کا خِیَارِ رُؤیَت کیا ہو جائے گا؟ سَاقِط بھئی، سَاقِط ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کوئی جانور وَغَیْرَہ مَثَلاً بکری خریدی ہے، اس کو ٹٹول کر دیکھ لے بھئی، ہاتھ پھیرا اس

کی کمر پر، اس کے پہلو پر کہ موٹی تازی بکری ہے یا موٹی تازی نہیں ہے بھئی، دبلی پتلی ہے۔ تو ٹٹولنے سے اس کو پتہ چل جائے گا کہ بکری موٹی تازی ہے یا کمزور ہے۔ تو اگر اب بھی وہ رَدّ نہیں کرتا تو مَعْلُوْم ہوا وہ رَاضِی ہو چکا، اس کا خِیَارِ رُؤْیَت کیا ہوا؟ سَاقِط ہو گیا۔ اور اگر ٹٹولنے کے بعد پسند نہ آئے تو فَوْراً واپس کر سکتا ہے۔ مَسَائِل سمجھ میں آ رہے ہیں بھئی؟

کہتے ہیں وَبَيْعُ الْأَعْمَى وَشِرَاؤُهُ جَائِزٌ، اندھے کا خریدنا اور بیچنا جَائِز ہے، وَلَهُ الْخِيَارُ اور اس کو خِیَار ہو گا إِذَا اشْتَرَى جب وہ کوئی چیز خریدے۔ جب وہ کوئی چیز خریدے گا تو اس کو خِیَار حَاصِل ہو گا۔ وَيَسْقُطُ خِيَارُهُ بِأَنْ يَجُسَّ الْمَبِيعَ، اور اس کا خِیَار سَاقِط ہو جائے گا بِأَنْ يَجُسَّ الْمَبِيعَ کس کے ذریعے؟ مَبِیْع کو ٹٹول کر دیکھنے سے، ہاتھ لگا کر اسے دیکھنے سے بھئی۔ جَسَّ يَجُسُّ جَسًّا کا مَعْنٰی ہوتا ہے ہاتھ سے ٹٹولنا، چھونا۔ کب یہ خِیَار سَاقِط ہو گا ہاتھ لگانے سے، کن چیزوں میں؟ کہتے ہیں اس کا یہ خِیَار، خِيَارِ رُؤْيَت کیا ہو جائے گا؟ سَاقِط ہو جائے گا جب وہ چیز کو ہاتھ لگا کر دیکھ لے، إِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالْجَسِّ جب کہ اس چیز کو پہچانا جاتا ہو ہاتھ لگا کر دیکھنے سے بھئی، ٹٹولنے سے۔ جن چیزوں کی پہچان ٹٹولنے سے ہوتی ہے ان میں ٹٹولنے سے خِیَار سَاقِط ہو جائے گا۔ أَوْ يَشُمَّهُ، یا کیا کر لے اس چیز کو؟ سونگھ لے تو اس کا خِیَار سَاقِط ہو گا، إِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالشَّمِّ جب کہ اس چیز کو جانا کس کے ذریعے جاتا ہو؟ سونگھنے سے جانا جاتا ہو، سونگھنے سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ شَمَّ يَشُمُّ شَمًّا کے مَعْنٰی سونگھنا۔

أَوْ يَذُوقَهُ، يَذُوقَهُ ہے آپ کی کتابوں میں بھئی؟ جی؟ وَاوْ ہے؟ وَاوْ ہونا چاہیے بھئی، بَعْض نُسَخوں میں أَوْ يَذُوقَهُ ہے اور بَعْض میں وَيَذُوقَهُ ہے۔ أَوْ يَذُوقَهُ، یا اس کو چکھ لے، اور اسی طرح اس کا خِیَار سَاقِط ہو گا۔ اس کا عَطْف دیکھو بھئی پیچھے آیا تھا بِأَنْ يَجُسَّ، اس يَجُسَّ پر آگے عَطْف ہے أَوْ يَشُمَّ، بِأَنْ يَشُمَّهُ۔ اسی طرح يَذُوقَ کا عَطْف بھی کس پر ہے؟ اسی يَجُسَّ پر ہے یَعْنِی وَيَسْقُطُ خِيَارُهُ بِأَنْ يَذُوقَ، بِأَنْ يَذُوقَ الْمَبِيعَ۔ دیکھو تَرْكِيب میں يَجُسَّ پر أَنْ نَاصِبَہ دَاخِل تھا تو يَجُسَّ مَنْصُوْب ہوا، آگے أَوْ يَشُمَّهُ کا عَطْف اسی يَجُسَّ پر ہے اس لیے يَشُمَّ بھی مَنْصُوْب ہے، اور أَوْ يَذُوقَهُ کا عَطْف بھی اسی يَجُسَّ پر ہے اس لیے يَذُوقَ پر بھی نَصْب آیا ہے۔ اور اس کا خِیَار سَاقِط ہو گا اس چیز کو چکھ لینے سے، إِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِالذَّوْقِ جب کہ، جب کہ اس چیز کو جانا جاتا ہو بِالذَّوْقِ چکھنے کے ذریعے۔ چکھنے سے جس چیز کا پتہ چلتا ہے تو اس کے چکھنے سے اس کا خِیَار سَاقِط ہو گا۔ وَلَا يَسْقُطُ خِيَارُهُ فِي الْعَقَارِ حَتَّى يُوصَفَ لَهُ۔

عَقَار بھئی، عَقَار۔ عَقَار کہتے ہیں مولانا جائیداد کو بھئی، غَيْرِ مَنْقُوْلِی چیز، غَيْرِ مَنْقُوْلِی چیز۔ عَقَار کسے کہتے ہیں؟ جائیداد بھئی، غَيْرِ مَنْقُوْلِی چیز۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی چیزیں دو قِسم پر ہیں: کچھ مَنْقُوْلِی ہیں، کچھ غَيْرِ مَنْقُوْلِی۔ مَنْقُوْلِی کون سی چیزیں ہیں؟ جی؟ ایک جگہ سے دوسری جگہ ان کو مُنْتَقِل کیا جا سکتا ہو، وہ چیزیں کیا کہلاتی ہیں؟ مَنْقُوْلِی۔ اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ مُنْتَقِل نہیں کیا جا سکتا، وہ کیا کہلاتی ہیں؟ غَيْرِ مَنْقُوْلِی۔ مَثَلاً مولانا گھر ہے، یہ کس میں سے ہے؟ غَيْرِ مَنْقُوْلِی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کوٹھی ہے، یہ کس میں سے ہے؟ غَيْرِ مَنْقُوْلِی۔ اسی طرح مولانا کھیت ہے، یہ بھی کس میں سے ہے؟ غَيْرِ مَنْقُوْلِی۔ زمین بھی ہے کیا؟ غَيْرِ مَنْقُوْلِی۔ باغ ہے مولانا، یہ بھی کیا ہے؟ غَيْرِ مَنْقُوْلِی، یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نَقْل نہیں کیے جا سکتے۔ ان کے عِلَاوَہ جتنی بھی چیزیں ہیں وہ ساری مَنْقُوْلِی ہیں مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ گاڑی ہے، یہ آپ کی کتابیں ہیں، یہ بستر ہے مولانا، قَلَم ہے، گھڑی ہے، گاڑی ہے، بس ہے، ٹرک ہے، جتنی بھی بڑی سے بڑی چیزیں ہوں مولانا، یہ ساری کس کے اندر دَاخِل ہیں؟ مَنْقُوْلِی کے اندر دَاخِل ہیں، کیونکہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کیا کیا جاتا ہے؟ مُنْتَقِل کیا جا سکتا ہے بھئی، مُنْتَقِل کیا جاتا ہے۔ تو عَقَار کا کیا مَعْنٰی ہوا؟ جائیداد، یا کیا کہہ لیں؟ غَيْرِ مَنْقُوْلِی چیز۔

بھئی ایک اندھا ہے، اس نے زمین خریدی، زمین خریدی۔ تو کیا اب اسے خِيَارِ رُؤْيَت حَاصِل ہو گا یا خِيَارِ رُؤْيَت حَاصِل نہیں ہو گا بھئی؟ بھئی آپ نے مَثَلاً، آپ ہیں بھئی، اندھے کا مَسْئَلَہ فِي الْحَال چھوڑو۔ آپ آنکھوں والے ہیں، آپ نے ایک زمین خریدی ہے بغیر دیکھے۔ زَيْد نے آپ کے سامنے تَعْرِيْف کی کہ بہت اچھی زمین ہے، سونا ہے سونا بھئی! سمجھ میں آیا؟ اللہ نے آپ کو خوب مَال دیا تھا بھئی، اللہ آپ سب کو خوب وَسِيْع حَلَال رِزْق دے بھئی، آمِیْن۔ تو خوب مَال تھا آپ کے پاس، آپ کو تو پرواہ ہی نہیں ہے بھئی پیسوں کی، آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے کیا کیا؟ اس زمین کو خرید لیا بغیر دیکھے ہوئے۔ تو اب آپ بتائیے، آپ کو خِيَارِ رُؤْيَت ہے یا نہیں مولانا؟ خِيَارِ رُؤْيَت حَاصِل ہے۔ آپ گئے بھئی اس زمین کا دورہ کرنے بھئی، جائزہ لیا، پہنچتے ہی دیکھا اوہو، یہ تو بڑی ردی قِسم کی زمین میں نے خرید لی، کلر والی زمین ہے یا بنجر زمین ہے۔ فَوْراً کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں، پسند نہیں آئی تو واپس کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر دیکھنے کے بعد خاموش رہتے ہیں تو آپ کا خِيَار کیا ہو جائے گا؟ سَاقِط ہو جائے گا۔ خاموشی مَعْلُوْم ہوا آپ رَاضِی ہیں، اگر پسند نہ ہوتی تو آپ فَوْراً کیا کرتے اس کو؟ رَدّ کرتے بھئی۔

اسی طرح اندھا ہے بھئی، اس نے ایک زمین خرید لی، تو جیسے عَام خریدنے والے کو خِیَارِ رُؤْیَت حَاصِل ہوتا ہے اندھے کو بھی کیا حَاصِل ہو گا؟ خِیَارِ رُؤْیَت حَاصِل ہو گا۔ سمجھ میں آیا؟ بَشَرْطِیکہ، عَام آدمی کو خِیَارِ رُؤْیَت کب حَاصِل ہوتا ہے؟ جب کہ اس نے خریدنے سے پہلے اس چیز کو دیکھا نہ ہو۔ تو اندھے نے بھی زمین کو خریدا ہے، اس سے پہلے کسی نے اس کے لیے زمین کے اَوْصَاف بَیَان نہیں کیے تھے۔ مَثَلاً اس کو اگر خریدنے سے پہلے ہی یہ بتا دیا تھا بھئی یہ اس اس طرح کی زمین ہے، اس کے دائیں طَرَف نہر بہہ رہی ہے، بائیں طَرَف یہ ہے، فُلَاں طَرَف یہ ہے، سارا کچھ اور اس اس قِسْم کی زمین ہے، اتنی لمبائی چوڑائی ہے، یہ ساری چیزیں جب بَیَان کر دی گئیں تو اب مولانا یہ خِیَارِ رُؤْیَت اس کو حَاصِل نہیں ہو گا، کیونکہ ان ساری باتوں کا تو اس کو خریدنے سے پہلے ہی پتہ تھا۔ اندھے کا دیکھنا تو یہی ہے کہ اس کے سامنے وَصْف بَیَان کر دیا جائے۔ لیکن اگر ان چیزوں کا اسے پہلے سے پتہ نہیں ہے اور اس نے زمین خریدی ہے، تو اب اسے بھی شَرِیْعَت نے خِیَارِ رُؤْیَت دیا ہے۔ یَعْنِی اس کے سامنے جب یہ زمین کے اَوْصَاف ذِکْر کر دیے جائیں گے کہ اس اس طرح کی زمین ہے، اس طرح کی زمین ہے اور دائیں طَرَف یہ چیز ہے، بائیں طَرَف یہ ہے، چاروں اَطْرَاف وَغَیْرَہ اس کی ذِکْر کر دیں، صِفَت ذِکْر کر دی، اب مولانا اس کا خِیَارِ رُؤْیَت کیا ہو جائے گا؟ سَاقِط ہو جائے گا، جب اس کو سن کر بھی وہ خاموش رہا تو مَعْلُوْم ہوا وہ رَاضِی ہو چکا ہے۔ اور اگر وَصْف سننے کے بعد اسے پسند نہیں آتی تو وہ بَیْع کو فَسْخ کر سکتا ہے، زمین واپس کر سکتا ہے۔ صُوْرَت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو یہی بات کر رہے ہیں وَلَا یَسْقُطُ خِیَارُهُ فِي الْعَقَارِ، اور اندھے کا خِیَار سَاقِط نہیں ہو گا جائیداد کے اندر حَتّٰی یُوصَفَ لَهُ یہاں تک کہ اس کے لیے اس زمین کا وَصْف بَیَان کر دیا جائے، اس جائیداد کا وَصْف بَیَان کر دیا جائے یَعْنِی اس کی حَالَت بَیَان کر دی جائے۔ حَتّٰی یُوصَفَ لَهُ یہاں تک کہ اس کی حَالَت بَیَان کر دی جائے اس کے لیے۔

وَمَنْ بَاعَ مِلْكَ غَیْرِهِ بِغَیْرِ أَمْرِهِ فَالْمَالِكُ بِالْخِیَارِ، إِنْ شَاءَ أَجَازَ الْبَیْعَ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ۔ بھئی یہ ذِکْر آیا بَیْعِ فُضُوْلِی کا، فُضُوْلِی۔ بَیْعِ فُضُوْلِی۔ فُضُوْلِی کہتے ہیں غَیْرِ مُتَعَلِّقَہ آدمی کو بھئی۔ غَیْرِ مُتَعَلِّقَہ شَخْص کیا کہلاتا ہے؟ فُضُوْلِی۔ فَضْل سے ہے، زَائِد، زَائِد مولانا، ضَاد کے ساتھ۔ فَضْل ضَاد کے ساتھ، فُضُوْلِی۔ زَائِد مولانا، غَیْرِ مُتَعَلِّقَہ شَخْص۔ بھئی ایک آدمی کی چیز نہیں ہے، نہ وہ مَالِک ہے، نہ وَکِیْل ہے، نہ وَلِی ہے، وہ اٹھا کر دوسرے کی چیز بیچ دیتا ہے، یہ کیا کہلاتی ہے؟ بَیْعِ فُضُوْلِی کہلاتی ہے۔[1]

سمجھ میں آیا بھئی؟ آپ اپنا موبائل یہاں رکھ کر پانی پینے کے لیے گئے تھے بھئی، آپ کے ساتھی نے دوسرے کے ساتھ بَیْع کر لی: لو بھئی یہ موبائل میں نے تمہیں پانچ ہزار میں بیچ دیا۔ اس نے فَوْراً کہا: یہ میں نے پانچ ہزار میں آپ سے موبائل خرید لیا۔ یہ کون سی بَیْع کہلائے گی بھئی؟ بَیْعِ فُضُوْلِی بھئی۔ آپ اس چیز کے مَالِک ہیں؟ نہیں بھئی، تو آپ غَیْرِ مُتَعَلِّقَہ شَخْص ہیں، آپ نے ویسے ہی بیچ دیا، آپ کون ہوتے ہیں بھئی اس موبائل کو بیچنے والے آپ کا جب ہے ہی نہیں؟ تو یہ بَیْعِ فُضُوْلِی ہے مولانا۔ لیکن یہ نہیں کہ یہ بالکل ردی اور بَاطِل ہے، یہ بَیْع ٹھیک ہے مولانا، مُنْعَقِد ہو جاتی ہے، ہاں مَالِک کی اِجَازَت پر مَوْقُوْف ہے۔ مَالِک آئے گا، اس کو آ کر بَیْع کا پتہ چلا، اب وہ اِجَازَت دے دے تو بَیْع ہو گئی، نَافِذ ہو گئی، اور اگر اِجَازَت نہ دے تو بَیْع کیا ہوئی؟ ختم ہو گئی، فَسْخ ہو گئی۔

صُوْرَت سمجھ میں آ گئی؟ تو آپ پانی پی کر واپس آئے، آپ کو آ کر آپ کے ساتھی نے بتایا: بھئی تم یہ موبائل بیچنا چاہ رہے تھے بڑے عَرْصے سے، آج میں نے بِالْآخِر یہ موبائل تمہارے لیے بیچ دیا ہے اس آدمی کو پانچ ہزار میں۔ آپ نے کہا: بھئی ٹھیک ہے بھئی، اچھا کیا آپ نے بھئی، میں تو خود گاہک ڈھونڈ رہا تھا۔ بَیْع ہو گئی مولانا، آپ نے اِجَازَت دے دی۔ اور اگر آپ اِجَازَت نہ دیتے، کہتے کہ نہیں بھئی میں نے نہیں بیچنا، تو بَیْع نہ ہوتی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ بَاعَ مِلْكَ غَیْرِهِ اور جس شَخْص نے بیچا کسی غَیْر کی مِلْکِیَّت کو بِغَیْرِ أَمْرِهِ اس کے حُکْم کے بغیر ہی، جس نے کسی دوسرے کی چیز کو بیچا اس کے کہے بغیر ہی، اس کی اِجَازَت کے بغیر ہی، فَالْمَالِكُ بِالْخِیَارِ تو مَالِک کو اِخْتِیَار ہے، إِنْ شَاءَ أَجَازَ الْبَیْعَ چاہے تو اِجَازَت دے دے بَیْع کی، بَیْع کو نَافِذ کر دے، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ اور چاہے تو کیا کرے؟ فَسْخ کر دے، بَیْع کو توڑ دے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو بھئی آپ کا تو فائدہ ہو گیا، آپ کس کو ڈھونڈ رہے تھے؟ گاہک کو ڈھونڈ رہے تھے، آپ کو مل نہیں رہا تھا بھئی، اس نے آپ کا فائدہ کر دیا۔ سمجھ میں آیا؟

وَلَهُ الْإِجَازَةُ إِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَیْهِ بَاقِیًا وَالْمُتَعَاقِدَانِ بِحَالِهِمَا۔ بھئی یہ اِجَازَت کب دے سکتا ہے؟ کہتے ہیں یاد رکھنا بھئی، مَالِک

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ مِلْكَ غَیْرِهِ بِغَیْرِ أَمْرِهِ فَالْمَالِكُ بِالْخِیَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع ملك غیره أمره فالمالك بالخیار:» منقول ہے۔

اِجَازَت بَیْع کی دینا چاہتا ہے بھئی۔ اس نے کیا کیا تھا؟ اس کے ساتھی نے اس کا موبائل اٹھا کر بیچ دیا تھا۔ اب یہ مَالِک آ کر کیا کرنا چاہتا ہے؟ بَیْع کی اِجَازَت دینا چاہتا ہے، تو بَیْع کی اِجَازَت صِرف اسی صُوْرَت میں دے سکتا ہے جب کہ وہ مَبِیْع بَاقِی ہو۔ کیونکہ آپ نے پڑھا ہے مولانا بَیْع کا دار و مَدار کس پر ہوتا ہے؟ مَبِیْع پر۔ مَبِیْع ہے تو بَیْع ہے، مَبِیْع نہیں تو بَیْع بھی نہیں بھئی۔ کس چیز کی پھر بَیْع جب مَبِیْع ہی نہیں ہے، ختم ہو چکا ہے؟ تو مَبِیْع کا بَاقِی ہونا ضَرُوْرِی ہے۔ یَعْنِی جب یہ مَالِک اِجَازَت دے اس وَقْت وہ موبائل کیا ہونا چاہیے؟ مَوْجُوْد ہو۔ یَعْنِی اس کا وُجُوْد ہونا چاہیے۔ یہ نہ ہو مولانا کہ اِجَازَت دینے سے پہلے ہی موبائل اس کے ہاتھ سے گرا تھا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، یا آگ میں گر پڑا جل گیا بھئی۔ اب کس بَیْع کی اِجَازَت دیتے ہو؟ مَبِیْع کوئی مَوْجُوْد ہے؟ نہیں بھئی۔ تو جب اِجَازَت دے اس وَقْت مَبِیْع کا مَوْجُوْد ہونا ضَرُوْرِی ہے بھئی۔

اور اسی طرح مولانا بَائِع اور مُشْتَرِی، وہ جو فُضُوْلِی تھا جس نے بیچا تھا اور جس شَخْص کے ساتھ اس نے بَیْع کی تھی یَعْنِی مُشْتَرِی، ان دونوں کا مَوْجُوْد ہونا بھی ضَرُوْرِی ہے بھئی، زندہ ہونا ضَرُوْرِی ہے بھئی۔ کیونکہ اِیْجَاب وقَبُوْل کرنے والے کون ہیں؟ وہ دو آدمی، عَقْد کرنے والے، انہوں نے اِیْجَاب وقَبُوْل کیا تھا بھئی۔ تو اب آپ بَیْع کی اِجَازَت دے رہے ہیں اور بَیْع تو نام تھا اِیْجَاب وقَبُوْل کا، ان میں سے اگر کوئی ایک زندہ ہی نہیں ہے مَثَلاً مر چکا ہے، تو اب کس بَیْع کی اِجَازَت دیتے ہو؟ اِیْجَاب کرنے والا ہے یا قَبُوْل کرنے والا ہے؟ نہیں۔ تو اِیْجَاب وقَبُوْل والا ہی نہیں ہے، جنہوں نے عَقْد کیا تھا ان کا ہی وُجُوْد نہیں ہے تو کس بَیْع کی اِجَازَت دے رہے ہو بھئی؟

لِہٰذَا جب فُضُوْلِی کی بَیْع پائی جائے اور مَالِک آ کر اِجَازَت دینا چاہتا ہے تو کتنی شَرْطیں ہیں؟ دو شَرْطیں ہیں: ایک تو مَبِیْع بھی مَوْجُوْد ہونا چاہیے، ہَلَاک نہ ہوا ہو، اور دوسری کیا شَرْط ہے؟ کہ عَقْد کرنے والے بھی مَوْجُوْد ہوں یَعْنِی زندہ ہوں، یا یوں کہو ان میں اَہْلِیَّت ہو، اپنے حَال پر ہوں۔ مَثَلاً بھئی عَقْد کرنے والوں میں سے ایک دیوانہ ہو گیا بھئی، پاگل ہو گیا بھئی، اب کس بات کی اِجَازَت بھئی؟ دیوانہ اِیْجَاب وقَبُوْل کر سکتا ہے؟ نہیں کر سکتا۔ تو اِیْجَاب وقَبُوْل کرنے والا جب دیوانہ ہو چکا ہے تو آپ کس بَیْع کی اِجَازَت دینا چاہتے ہیں؟ لِہٰذَا اب اِجَازَت دینے سے بھی بَیْع نہیں ہو گی مولانا۔ صُوْرَت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَلَهُ الْإِجَازَةُ اور مَالِک کو اِجَازَت دینے کا حَقّ ہے إِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ بَاقِيًا جب مَعْقُوْد عَلَیْہ بَاقِی ہو۔ مَعْقُوْد عَلَیْہ بھئی وہ چیز جس پر عَقْد ہوا ہے یَعْنِی مَبِیْع، مَبِیْع۔ إِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ بَاقِيًا جب کہ کیا ہو مولانا؟ مَعْقُوْد عَلَیْہ بَاقِی ہو۔ مَعْقُوْد عَلَیْہ وہ چیز جس پر عَقْد ہوا ہے یَعْنِی مَبِیْع مُرَاد ہے۔ وَالْمُتَعَاقِدَانِ بِحَالِهِمَا، اور دونوں عَقْد کرنے والے جو ہیں وہ بھی اپنے حَال پر ہوں یَعْنِی زندہ ہوں، ساتھ ان میں اَہْلِیَّت بھی ہو بھئی۔ کوئی ان میں سے مر نہ گیا ہو، کوئی ان میں سے دیوانہ وَغَیْرَہ نہ ہو گیا ہو کہ اس کی اَہْلِیَّت ہی نہیں رہی بَیْع کرنے کی بھئی۔

وَمَنْ رَأَى أَحَدَ الثَّوْبَيْنِ فَاشْتَرَاهُمَا ثُمَّ رَأَى الْآخَرَ جَازَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُمَا۔ صُوْرَتِ مَسْئَلَہ یہ بھئی: ایک آدمی ہے، اس نے دوسرے آدمی سے دو کپڑے خریدے بھئی، دو تھان خریدے بھئی۔ ایک تھان وہ دیکھ چکا ہے اور دوسرا تھان ابھی اس نے نہیں دیکھا۔ تو مَعْلُوْم ہوا بھئی، پتہ لگ گیا بھئی ایک تھان ہے مَعْلُوْم اور دوسرا تھان ہے مَجْہُوْل بھئی۔ کتنے تھان خریدے؟ دو تھان خریدے۔ ایک کو وہ پہلے دیکھ چکا ہے، دوسرے کو ابھی نہیں دیکھا۔ اچھا، خریدنے کے بعد کیا اسے خِیَارِ رُؤْیَت حَاصِل ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی خِیَارِ رُؤْیَت اسے حَاصِل ہو گا بھئی۔[۲]

دو تھانوں میں سے ایک کو دیکھ چکا ہے اور ایک کو نہیں دیکھا، خریدنے کے بعد اسے کیا حَاصِل ہو گا بھئی؟ خِیَارِ رُؤْیَت حَاصِل ہو گا۔ بھئی خِیَارِ رُؤْیَت کیسے حَاصِل ہو گا بھئی؟ ایک کو تو وہ دیکھ چکا ہے، دیکھ چکا ہے بھئی! تو بھئی ایک کو اس نے دیکھا ہے، دوسرے کو تو نہیں دیکھا۔ اور ضَابِطَہ ہے کہ مَعْلُوْم کے ساتھ جب مَجْہُوْل مل جائے تو جو مَجْمُوْعَہ ہو گا وہ مَجْہُوْل ہو گا بھئی۔ مَجْمُوْعَہ کیا ہو گا؟ مَجْہُوْل ہو گا۔ بھئی ایک چیز تھی مَعْلُوْم، اس کو دیکھ چکا ہے، دوسری چیز کیا ہے؟ مَجْہُوْل۔ اس مَعْلُوْم کے ساتھ کیا مل چکی ہے؟ مَجْہُوْل چیز مل چکی ہے، تو سارے پر کس کا حُکْم لگے گا؟ مَجْہُوْل کا یَعْنِی کُلّ کو تو نہیں دیکھا، کُلّ کو نہیں دیکھا۔ تو کہتے ہیں الْمَجْهُولُ إِذَا ضُمَّ إِلَى الْمَعْلُومِ يَصِيرُ الْكُلُّ مَجْهُولًا بھئی، جب مَجْہُوْل کو مَعْلُوْم کے ساتھ ملا دیا جائے تو سارا مَجْمُوْعَہ کیا بن جائے گا؟ مَجْہُوْل بن جائے گا بھئی۔

تو لِہٰذَا اب اسے خِیَارِ رُؤْیَت ہے مولانا، دوسرا تھان دیکھا اسے پسند نہیں آیا تو اب کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھو مولانا واپس کرنا

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ رَأَى أَحَدَ الثَّوْبَيْنِ فَاشْتَرَاهُمَا ثُمَّ رَأَى الْآخَرَ جَازَ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن رأى أحد ثوبين فاشتراهما ثم رأى الآخر جاز له» منقول ہے۔

چاہتا ہے تو دونوں کو واپس کرے گا، یہ نہیں کر سکتا ایک کو تو رکھ لے اور دوسرے کو واپس کر دے۔ اس لیے کہ ایک اِیْجَاب کے ساتھ یہ دونوں چیزیں بیچی گئی ہیں۔ اِیْجَاب ایک ہوا تھا یا الگ الگ اِیْجَاب ہوئے تھے؟ ایک اِیْجَاب ہوا تھا۔ بھئی اگر الگ الگ اِیْجَاب ہوئے کہ ایک تھان الگ اس سے خریدا ہے، دوسرا تھان الگ اس سے خریدا ہے، تو پھر تو مَسْئَلَہ ہی نہیں مولانا، جو تھان دیکھا ہے اس کو واپس نہیں کر سکتا، اور جس تھان کو نہیں دیکھا تھا اس کو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے، کیونکہ دونوں بَیْع ہی الگ ہیں تو دونوں میں الگ الگ خِیَارِ رُؤْیَت آنے تھے: ایک کو پہلے دیکھ چکا تھا اس میں خِیَارِ رُؤْیَت آیا ہی نہیں، دوسرے کو اس نے نہیں دیکھا تھا اس میں کیا آگیا؟ خِیَارِ رُؤْیَت آگیا، اس کو واپس کر دے۔ لیکن صُوْرَت وہ ذِکْر ہو رہی ہے کہ دو یا کئی چیزیں کیا کیا؟ ایک ہی اِیْجَاب کے ساتھ خریدی ہیں، اور ان میں سے بَعْض کو دیکھا ہے اور بَعْض کو نہیں دیکھا، تو کیا حُکْم بتلایا اس کے اندر؟ کیا حَاصِل ہو جائے گا؟ خِیَارِ رُؤْیَت حَاصِل ہو گا، کیونکہ مَعْلُوْم چیزوں کے ساتھ کس قِسْم کی چیزیں مل گئی ہیں؟ مَجْہُوْل مل گئی ہیں، اور مَجْہُوْل جب مَعْلُوْم کے ساتھ مل جائے تو کُلّ جو ہو گا، جو مَجْمُوْعَہ ہو گا وہ کس کے حُکْم میں ہو گا؟ مَجْہُوْل کے حُکْم میں ہو گا، وہ سارا مَجْہُوْل کے حُکْم میں ہے اور مَجْہُوْل چیز کے اندر تو خِیَارِ رُؤْیَت حَاصِل ہوتا ہے، لِہٰذَا یہاں پر بھی کیا ہو گا؟ خِیَارِ رُؤْیَت حَاصِل ہو جائے گا۔ اور چاہے تو ساری چیزوں کو رکھ لے، چاہے تو ساری چیزوں کو واپس کر دے۔ یہ نہیں کر سکتا کہ کچھ کو رکھ لے، جن کو دیکھا تھا ان کو رکھ لے اور جن کو نہیں دیکھا تھا انہیں واپس کر دے۔

سمجھ میں آیا؟ بھئی یہ کیوں نہیں کر سکتا؟ یاد رکھو ایک بَیْع کا ضَابِطَہ لکھ لیجیے مولانا۔ ایک بَیْع کا قیمتی ضَابِطَہ لکھ لیجیے: تَفْرِیقُ الصَّفْقَةِ، تَفْرِیقُ الصَّفْقَةِ، صَاد، فَا، قَاف دو نقطوں والا اور ہَا۔ لکھ لیا بھئی؟ تَفْرِیقُ الصَّفْقَةِ، صَاد، فَا، قَاف دو نقطوں والا اور ہَا، قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز نہیں۔ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز نہیں، البتہ تَفْرِیقُ الصَّفْقَةِ بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز ہے۔ جَائِز ہے۔

ضَابِطَہ لکھ لیا بھئی؟ تَفْرِیقُ الصَّفْقَةِ کیا ہے؟ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز نہیں، لیکن بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز ہے۔ اب سب سے پہلے یہ سمجھ لو صَفْقَة کس کو کہتے ہیں بھئی۔ صَفْقَة کا ایک مَعْنٰی ہے عَقْد، عَقْد۔ عَقْد۔ بھئی یہ جو اِیْجَاب وقَبُوْل ہوا یہ عَقْد ہے یا نہیں بھئی؟ یہ عَقْد ہے، بَیْع ہے۔ تو یہ عَقْد، اس کا ایک نام کیا ہوا؟ عَقْد۔ دوسرا میں نے ابھی کیا لکھوایا؟ صَفْقَة بھئی۔ کیا لکھوایا؟ صَفْقَة۔ یہ عَقْد کا نام ہے۔ اس کا دوسرا مَعْنٰی: وہ ساری چیز، وہ سارا مَجْمُوْعَہ جس کا اِیْجَاب ہوا ہے وہ صَفْقَة کہلاتا ہے۔ وہ سارا مَجْمُوْعَہ جس کا اِیْجَاب ہوا ہے صَفْقَة کہلاتا ہے۔ وہ سارا مَجْمُوْعَہ جس کا اِیْجَاب ہوا ہے صَفْقَة کہلاتا ہے۔

سمجھ میں آئی صُوْرَت بھئی؟ مَثَلاً بھئی آپ نے ایک ہی اِیْجَاب کے ساتھ بھئی، ایک ہی اِیْجَاب کے ساتھ بیس موبائل خرید لیے، بیس موبائل۔ تو یہاں صَفْقَة کیا ہے بھئی؟ یہ سارا مَجْمُوْعَہ موبائل یہ کیا ہے؟ صَفْقَة ہے۔ اور اس صَفْقَے کے اندر تَقْسِیم کرنا، تَفْرِیق کرنا قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ، عَقْد کے تَامّ ہونے سے پہلے ان میں تَقْسِیم، تَفْرِیق کرنا جَائِز نہیں ہے بھئی۔ کیا مَسْئَلَہ ذِکْر ہوا؟ صَفْقَے کے اندر، تَوَجُّہ سے بیٹھنا بھئی، صَفْقَے کے اندر، بھئی یہ صَفْقَة یہ جو بیس موبائل آپ نے خریدے یہ کیا ہے؟ صَفْقَة، اور اس کے اندر عَقْد کے تَامّ ہونے سے پہلے تَقْسِیم کرنا جَائِز نہیں۔ ہاں عَقْد تَامّ ہو جائے پھر تَقْسِیم جَائِز ہے۔

تَقْسِیم کا یہ کیسے بھئی تَفْرِیق کریں گے؟ مَثَلاً بھئی آپ نے ان موبائلوں میں سے دس کو پہلے سے دیکھا ہوا تھا اور دس کو نہیں دیکھا تھا۔ اب آپ نے خرید بیس ہی کو لیا، دس دیکھے ہوئے ہیں دس نہیں دیکھے۔ اب خریدنے کے بعد بَقِیَّہ دس دیکھے تو وہ آپ کو پسند نہیں آئے، عَیْب نہیں ہے کوئی ان میں، لیکن پسند نہیں آئے۔ اب آپ ان دس کو کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ساروں کو واپس نہیں کرنا چاہتے، کس کو واپس کرنا چاہتے ہیں؟ ان دس کو واپس کرنا چاہتے ہیں، تو دیکھو اگر آپ اب ان کو واپس کریں تو کس خِیَار کی وَجْہ سے واپس کریں گے؟ کون سے خِیَار کی وَجْہ سے؟ خِیَارِ رُؤْیَت کی وَجْہ سے۔ خِیَارِ شَرْط کی وَجْہ سے تو نہیں، خِیَارِ عَیْب کی وَجْہ سے نہیں، کس خِیَار کی وَجْہ سے کر رہے ہیں؟ خِیَارِ رُؤْیَت کی وَجْہ سے کر رہے ہیں۔ اور خِیَارِ رُؤْیَت کے بارے میں میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ یہ مَانِع ہے کس چیز سے؟ تَمَامِ عَقْد سے۔ کس چیز سے؟ تَمَامِ عَقْد سے یَعْنِی خِیَارِ رُؤْیَت کے ہوتے ہوئے عَقْد تَامّ نہیں ہوتا، پورا نہیں ہوتا۔ تو ابھی آپ کو خِیَارِ رُؤْیَت ہے بھئی، آپ خِیَارِ رُؤْیَت اِسْتِعْمَال کر رہے ہیں، مَعْلُوْم ہوا عَقْد تَامّ ہو چکا ہے یا تَامّ ابھی نہیں ہوا؟ نہیں ہوا۔ پورا ہو چکا ہے عَقْد یا پورا نہیں ہوا؟ نہیں ہوا بھئی۔ خِیَارِ رُؤْیَت مَانِع ہے کس چیز سے؟ تَمَامِ عَقْد سے۔ جب تک خِیَارِ رُؤْیَت رہے گا عَقْد پورا نہیں ہوا۔ تو یہاں بھی آپ چیز کس چیز کی وَجْہ سے واپس کرنا چاہتے ہیں؟ خِیَارِ رُؤْیَت کی وَجْہ سے واپس کر رہے ہیں، آپ کو پسند نہیں آئے بس دیکھتے ساتھ ہی، تو یہ لَازِمِی بات ہے مَعْلُوْم ہوا جب تک خِیَارِ رُؤْیَت ہے عَقْد تَامّ نہیں، مَعْلُوْم ہوا یہ ابھی عَقْد پورا نہیں ہوا۔ پورا ہو گیا یا نہیں ہوا؟ نہیں ہوا۔

بات سمجھ میں آرہی ہے کہ نہیں بھئی؟ جب تک خِیَارِ رُؤیَت رہتا ہے اس وَقْت تک عَقْد پورا نہیں ہوتا۔ تو ابھی آپ کو خِیَارِ رُؤیَت تھا یا نہیں تھا؟ تھا۔ خِیَارِ رُؤیَت ہے، اسی کو تو اِسْتِعْمَال کر رہے ہیں، تو مَعْلُوْم ہوا عَقْد پورا ہو چکا ہے یا پورا نہیں ہوا؟ نہیں ہوا، عَقْد پورا نہیں ہوا۔ تو یہ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ والی صُوْرَت ہے، کون سی؟ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ۔ اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ خریدے ہیں اکٹھے بیس موبائل، تو یہ سارا مَجْمُوْعَہ بیس موبائل یہ کیا ہوا؟ صَفْقَة۔ اور اس صَفْقے میں آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ تَفْرِیْق کرنا چاہتے ہیں، تَقْسِیْم کرنا چاہتے ہیں یَعْنِی دس رکھنا چاہتے ہیں اور دس واپس کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بیس موبائل آپ نے ایک اِیْجَاب سے خریدے ہیں یا ہر ایک کے لیے الگ الگ اِیْجَاب کیا تھا؟ ایک اِیْجَاب سے، تو یہ سارا مَجْمُوْعَہ کیا ہوا؟ صَفْقَة۔ اور اس صَفْقے میں آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ تَفْرِیْق کرنا چاہتے ہیں، تَقْسِیْم، یَعْنِی دس رکھ رہے ہیں دس واپس کر رہے ہیں، تو تَقْسِیْم آرہی ہے یا نہیں بھئی؟ آرہی ہے۔ تو یہ تَفْرِیْق آئی، تو یہ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ ہے، اور یہ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ ہے یا بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ ہے؟ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ، لِہٰذَا یہ جَائِز نہیں ہے۔ صُوْرَت سمجھ میں آگئی؟ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز نہیں ہے۔ سب کو اچھی طرح صُوْرَت سمجھ میں آگئی؟

ہاں، تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز ہے بھئی جی، آگے آجائیں گے مَسَائِل بھئی۔ تو خِیَارِ رُؤیَت کی وَجْہ سے آپ واپس کر رہے ہیں اور خِیَارِ رُؤیَت آپ نے پڑھا ہے مَانِع ہے کس چیز سے؟ تَمَامِ عَقْد سے۔ تو خِیَارِ رُؤیَت جب تک ہے مَعْلُوْم ہوا ابھی بَیْع پوری نہیں ہوئی بھئی، پوری رضامندی نہیں آئی۔ ایک چیز دیکھ لے گا، پھر اِنْکَار نہیں کرتا، تو اب پوری رضامندی آگئی۔ لیکن جب تک ایک چیز دیکھی ہی نہیں ہے، بَیْع کے اندر آپ نے پڑھا تھا رضامندی ضَرُوْرِی ہے یا نہیں دونوں آدمیوں کی؟ ضَرُوْرِی ہے۔ تو بغیر دیکھے رضامندی پوری ہو جائے گی؟ نہیں بھئی۔ تو جب رضامندی ابھی پوری طرح نہیں پائی گئی تو بَیْع پوری نہیں ہوئی، جب بَیْع پوری نہیں ہوئی مَعْلُوْم ہوا تَمَامِ عَقْد نہیں ہوا، اور تَمَامِ عَقْد سے پہلے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ، اور تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ تو جَائِز نہیں ہے۔

سب کو صُوْرَت سمجھ میں آئی کہ دہرا دوں بھئی؟ جی؟ دہرا دوں؟ دوبارہ سنو بھئی: ضَابِطَہ میں نے آپ کو یہ لکھوایا کہ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز نہیں ہے اور تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز ہے۔ عَقْد پورا ہو جائے پھر تَقْسِیْم کرنا چاہیں آپ کرتے رہیں، لیکن ابھی عَقْد ہی پورا نہیں ہوا، ابھی تو ہم عَقْد کے بیچ میں ہی چل رہے ہیں بھئی، پورا نہیں ہوا ابھی۔ عَقْد کے پورا ہونے کے لیے رضامندی ضَرُوْرِی تھی، اور رضامندی کسی چیز کو دیکھ کر ہوتی ہے، بغیر دیکھے رضامندی نہیں ہوتی۔ اگر زبان سے کہہ بھی دے مولانا کہ میں رَاضِی ہوں، بغیر دیکھے ہی رَاضِی ہوں مولانا، پھر بھی خِیَارِ رُؤیَت سَاقِط نہیں ہوتا، یہ شَرِیْعَت نے حَقّ دیا ہے، تم کون ہوتے ہو بھئی شَرِیْعَت کے حَقّ کو ختم کرنے والے؟ کہتا ہے میں بغیر دیکھے ہی رَاضِی ہوں، نہیں بھئی، پھر بھی اسے خِیَارِ رُؤیَت حَاصِل ہو گا مولانا۔ چیز دیکھنے کے بعد اسے پسند نہیں آتی تو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے۔ ہاں تو ایک چیز جب تک دیکھی نہیں رضامندی پوری نہیں۔ شَرِیْعَت نے کتنا حُقُوْق کا خَیَال رکھا بھئی دیکھا! جب تک نہیں دیکھی پوری طرح رضامندی نہیں، اور جب تک پوری طرح رضامندی نہیں بَیْع بھی پوری نہیں ہوئی، کیونکہ بَیْع کے اندر تو رضامندی کا پوری طرح ہونا ضَرُوْرِی تھا۔

تو اب بھئی ایک آدمی ایک اِیْجَاب کے ذریعے جتنی چیزیں اکٹھی خرید تا ہے ان کو کیا کہتے ہیں؟ صَفْقَة۔ ان کے اندر تَفْرِیْق کرنا، تَقْسِیْم کرنا، حِصّے کرنا یہ عَقْد پورا ہونے کے بعد تو کر سکتے ہیں آپ، عَقْد پورا ہونے سے پہلے نہیں کر سکتے۔ اب مَثَلاً آپ دیکھتے ہیں بھئی، کرتے کیا ہیں؟ بیس موبائل لیے تھے، آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ دس واپس کرنا چاہتے ہیں اور دس رکھنا چاہتے ہیں۔ بھئی یہ دس آپ رکھ رہے ہو دس واپس، یہ کس قِسم کا، یہ کیا طَرِیْقَہ ہے؟ میں نے تو بیس کا اکٹھا اِیْجَاب کیا تھا، قَبُوْل کرنا ہے تو سارے کے سارے کو قَبُوْل کرو، اور قَبُوْل نہیں کرنا تو سارے کے ساروں کو کیا کر دو؟ واپس کر دو۔ اِیْجَاب جب اکٹھا ہوا ہے تو قَبُوْل بھی ساروں کا اکٹھا ہی ہو گا، یوں نہیں ہو سکتا کچھ کو قَبُوْل کر لے اور کچھ کو قَبُوْل نہ کرے۔ صُوْرَت سمجھ میں آئی؟

تو لِہٰذَا جب اس نے بیس موبائل خریدے ایک آدمی نے، دس وہ پہلے دیکھ چکا تھا اور دس ابھی اس نے نہیں دیکھے تھے، تو ان دس کو نہ دیکھنے کی وَجْہ سے ابھی بھی اس کو خِیَارِ رُؤیَت حَاصِل ہے اس سارے مَجْمُوْعے کے اندر بھئی۔ اب وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ دیکھنے کے بعد اسے دس پسند نہیں آئے، اب وہ دس واپس کرنا چاہتا ہے دس رکھنا چاہتا ہے، تو ہم اسے کیا کہیں گے؟ کیا ضَابِطَہ سنا دیں گے؟ کہ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَةِ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ جَائِز نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ان بیس کے بیس موبائل کا ایک ہی اِیْجَاب ہوا تھا، رکھنا ہے تو ساروں کو رکھو، نہیں رکھنا تو ساروں کو کیا کر دو؟ واپس کر دو۔ اب سمجھ میں آیا اچھی طرح بھئی؟

یہ مَعْنٰی ہے مولانا وَمَنْ رَأَی أَحَدَ الثَّوْبَیْنِ اور جس شَخْص نے دیکھا دو کپڑوں میں سے کسی ایک کو فَاشْتَرَاهُمَا پھر اس نے دونوں کو خرید

لیا، دیکھا ایک کپڑے کو اور خرید دونوں کو لیا، ثُمَّ رَأَى الْآخَرَ پھر اس نے دوسرے کپڑے کو دیکھا جَازَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُمَا تو جائز ہے اس کے لیے کہ دونوں کو کیا کر دے؟ واپس کر دے۔ کیا کر دے؟ واپس کر دے بھئی۔ تو یہ خِيَارِ رُؤْيَت کی وَجْہ سے واپس کرے گا بھئی۔

وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ بَطَلَ خِيَارُهُ۔ بھئی خِيَارِ رُؤْيَت کس چیز کا نام ہے؟ ارادے کا نام ہے۔ کس چیز کا نام ہے؟ ارادے کا نام ہے۔ بھئی دیکھنے کے بعد ایک چیز پسند آگئی، سمجھ میں آیا؟ تو رکھ لے گا، پسند نہ آئی تو کیا کرے گا؟ واپس کرے گا۔ لِہٰذَا یاد رکھو یہ وَارِثوں کی طَرَف مُنْتَقِل نہیں ہوتا۔ ایک آدمی نے ایک چیز بغیر دیکھے خریدی تھی بھئی، بغیر دیکھے زمین ایک آدمی نے خرید لی مولانا، اور زمین کو دیکھنے سے پہلے ہی اس کا اِنْتِقَال ہو گیا۔ اب وَارِث، ان کو خِيَارِ رُؤْيَت ہو گا یا خِيَارِ رُؤْيَت نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، وَارِثوں کو کسی قِسْم کا خِيَارِ رُؤْيَت یہاں پر حَاصِل نہیں۔ یہ اسی آدمی کو حَاصِل تھا اور وہ اس دنیا سے جا چکا بھئی، تو خِيَارِ رُؤْيَت اس کا ختم ہو گیا۔ یہ مَعْنٰی ہے وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ جو شَخْص مر گیا اور اسے خِيَارِ رُؤْيَت حَاصِل تھا بَطَلَ خِيَارُهُ تو اس کا خِيَار کیا ہو جائے گا؟ بَاطِل ہو جائے گا۔

وَمَنْ رَأَى شَيْئًا ثُمَّ اشْتَرَاهُ بَعْدَ مُدَّةٍ فَإِنْ كَانَ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي رَآهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَإِنْ وَجَدَهُ مُتَغَيِّرًا فَلَهُ الْخِيَارُ۔ ایک آدمی ہے، اس نے ایک گاڑی خریدی۔ کیا کیا؟ گاڑی خریدی۔ اس گاڑی کو وہ ایک ماہ پہلے دیکھ چکا تھا، یا چھ ماہ پہلے اس نے دیکھی تھی یہ گاڑی۔ آج اس نے یہ گاڑی خرید لی۔ آپ کیا حُکْم لگائیں گے؟ کیا اسے خِيَارِ رُؤْيَت حَاصِل ہو گا یا حَاصِل نہیں؟ جی؟ نہیں، فَوْراً یہ حُکْم نہ لگائیں۔ صَاحِبِ قُدُوْرِی آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ اس چیز کو دیکھا جائے گا: اگر جس وَقْت اس نے پہلے دیکھی تھی اور آج دیکھ رہا ہے، اگر اسی حَالَت پر ہے جیسی اس وَقْت تھی، تو مَعْلُوْم ہوا اس حَالَت کو تو وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا، لِہٰذَا اب اسے کسی قِسْم کا خِيَارِ رُؤْيَت حَاصِل نہیں۔ اور اگر وہ چیز بدل چکی ہے مولانا، پہلے تو وہ بڑی زبردست تھی، اب ایک مہینے کے اندر ہی اس کا حلیہ بالکل بدل چکا ہے، تو اب اسے کیا حَاصِل ہو جائے گا؟ خِيَارِ رُؤْيَت بھئی۔ صُوْرَت سمجھ میں آگئی؟

وَمَنْ رَأَى شَيْئًا اور جس نے کوئی چیز دیکھی ثُمَّ اشْتَرَاهُ بَعْدَ مُدَّةٍ پھر اس کو خرید لیا کچھ مُدَّت کے بعد، فَإِنْ كَانَ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي رَآهُ پس اگر وہ چیز اسی حَالَت پر تھی، صِفَت کا کیا تَرْجَمَہ یہاں کر لیں؟ حَالَت۔ اگر یہ اسی حَالَت پر تھی الَّتِي رَآهُ جو اس نے دیکھی تھی، فَلَا خِيَارَ لَهُ تو اسے کسی قِسْم کا کوئی خِيَار حَاصِل نہیں۔ وَإِنْ وَجَدَهُ مُتَغَيِّرًا اور اگر اس نے اسے مُتَغَيِّر پایا، بدلا ہوا پایا، فَلَهُ الْخِيَارُ تو اس شَخْص کو کیا حَاصِل ہو گا؟ خِيَار حَاصِل ہو گا مولانا۔ چلیے بس بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۲: باب خیار العیب (۱): عیب کی تعریف، مشتری کا اختیار (ردِ مبیع یا امساک بکل الثمن)، حدوثِ عیبِ جدید اور رجوع بنقصان

مختصر القدوری صفحہ: ۶۸—بتاریخ: ۹ دسمبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ. إِذَا اطَّلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى عَيْبٍ فِي الْمَبِيعِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُمْسِكَهُ وَيَأْخُذَ النُّقْصَانَ. وَكُلُّ مَا أَوْجَبَ نُقْصَانَ الثَّمَنِ فِي عَادَةِ التُّجَّارِ فَهُوَ عَيْبٌ.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، آج ہم خِیَارِ عَیْب کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، خِیَارِ عَیْب بھئی۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ بھئی اگر آپ کوئی چیز خرید لیتے ہیں اور خریدنے کے بعد آپ کو اس میں کسی عَیْب کا پتہ چلتا ہے کہ بھئی یہ تو اس بیچنے والے نے مجھے عَیْب دار چیز بیچی ہے، تو شَرِیْعَت نے آپ کو کیا حَقّ دیا ہے؟ کہ آپ اس چیز کو کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں اس عَیْب کی وَجْہ سے۔ تو یہ اِخْتِیَار کیا کہلاتا ہے؟ یہ خِیَارِ عَیْب کہلاتا ہے، خِیَارِ عَیْب۔

لیکن یاد رکھیے مولانا، خِیَارِ عَیْب کے اندر ضَرُوْرِی ہے کہ آپ کو پہلے اس عَیْب کا پتہ نہ ہو۔ اگر آپ کو پہلے، بَیْع سے پہلے اس عَیْب کا پتہ تھا، پھر کیا کر لیا اس چیز کو؟ خرید لیا، تو مولانا اب خِیَارِ عَیْب آپ کو حَاصِل نہیں، اس عَیْب کی وَجْہ سے آپ اس چیز کو واپس نہیں کر سکتے، کیونکہ آپ کو عَیْب کا پتہ تھا، پھر بھی آپ خرید رہے ہیں، مَعْلُوْم ہوا آپ اسی عَیْب پر رضامند ہو چکے ہیں بھئی۔ تو عَیْب پر مُطَّلِع ہونے کے بعد اس کو خریدنا رضامندی کی عَلَامَت ہے، اب خِیَارِ عَیْب نہیں ہو گا یَعْنِی اس عَیْب کی وَجْہ سے واپس نہیں کر سکتے۔ ہاں کوئی اور عَیْب مل جاتا ہے بھئی، نیا عَیْب پتہ لگ جاتا ہے جو پہلے سے مَوْجُوْد تھا اور آپ کو مَعْلُوْم نہیں تھا، اس کی وَجْہ سے کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں۔

اچھا، تو کیا مَسْئَلَہ پڑھا آپ نے بھئی؟ آپ کو چیز میں عَیْب کا پتہ چلے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ بَیْع کو فَسْخ کر سکتے ہیں بھئی۔ اچھا، اور آپ نے پڑھا تھا خِیَارِ عَیْب مَانِع ہے کس چیز سے؟ لُزُوْمِ بَیْع سے۔ کیا مَعْنٰی لُزُوْمِ بَیْع کا؟ یَعْنِی بَیْع لَازِم نہیں ہے، دَائِم نہیں ہے۔ آپ نے چیز خرید لی، آپ نے اس کو اِسْتِعْمَال کرنا بھی شُرُوْع کر دیا، لیکن ایک آدھ دن ہی اِسْتِعْمَال کیا تھا مَثَلاً، آپ کو عَیْب کا پتہ چلا بھئی اس میں تو یہ خرابی ہے، اس نے مجھے خراب چیز فروخت کی ہے۔ تو اب آپ کیا کر سکتے ہیں؟ وہ چیز واپس کر سکتے ہیں، بَیْع کو فَسْخ کر سکتے ہیں۔ تو دیکھو بَیْع کی اِبْتِدَاء بھی ہوئی تھی، وہ تَامّ بھی ہو گئی تھی بَیْع پوری، لیکن لَازِم نہیں، اب دَائِم نہیں، آپ چاہیں تو فَسْخ کر سکتے ہیں بھئی۔ مَعْنٰی سمجھ میں آیا بھئی کہ خِیَارِ عَیْب کیا ہے؟ مَانِع ہے

کس چیز سے؟لُزُوْمِ بَیْع سے۔اب آپ کو عَیْب پتہ چلا تو یہ بَیْع لَازِم نہیں ہے، آپ اس کو فَسْخ کرنا چاہیں تو فَسْخ کر سکتے ہیں، اگرچہ بَیْع کی اِبْتِدَاء بھی ہوئی تھی، وہ تَامّ بھی ہو گئی تھی، لیکن لَازِم نہیں ہے بھئی۔

اور یہ بھی یاد رکھیں، اَہَمّ بات یاد رکھنا اس بَاب میں کہ خِیَارِ عَیْب میں جب آپ چیز واپس کرنا چاہتے ہیں عَیْب کی وَجْہ سے تو بَائِع کی رضامندی ضَرُوْرِی ہے بھئی۔بَائِع کی رضامندی ضَرُوْرِی ہے۔ بھئی بَائِع رضامند ہو گا تو چیز آپ سے واپس لے لے گا۔اگر بَائِع رضامند نہیں بھئی، کہتا ہے نہیں بھئی میرے پاس سے یہ عَیْب نہیں آیا، تو اب آپ کو قَاضِی کے پاس جانا پڑے گا۔تو خِیَارِ عَیْب کی صُوْرَت میں چیز واپس کرتے وَقْت یا تو بَائِع کی رضامندی ضَرُوْرِی ہے یا قَاضِی کا فَیْصَلَہ ضَرُوْرِی ہے۔اگر وہ رضامند ہے واپس لینے پر تو ٹھیک ہے، اگر نہیں لیتا پھر کس کے پاس جانا پڑے گا؟ قَاضِی کے پاس، اور قَاضِی کے فَیْصلے سے واپسی ہو گی اس چیز کی بھئی۔صُوْرَت سمجھ میں آ گئی؟مَعْلُوْم ہوا اگر وہ رَاضِی نہیں تو آپ خود بَیْع کو فَسْخ نہیں کر سکتے، بلکہ کس کی ضَرُوْرَت پڑے گی آپ کو؟ قَضَائے قَاضِی کی، قَاضِی کے فَیْصلے کی ضَرُوْرَت پڑے گی۔

یہ وہ صُوْرَت ہے جب کہ آپ چیز پر قَبْضَہ کر چکے تھے، لے جا چکے تھے۔مَثَلاً میں نے آپ سے ایک سائیکل خریدی اور سائیکل خریدنے کے بعد میں نے آپ سے وُصُوْل بھی کر لی، اس پر قَبْضَہ بھی کر لیا سائیکل پر۔اب مجھے اس سائیکل کے اندر ایک عَیْب کا پتہ چلا اور یہ سائیکل میں آپ کو واپس کرنا چاہتا ہوں، بَیْع کو فَسْخ کرنا چاہتا ہوں، تو کیا میں اکیلا ایسا کر سکتا ہوں؟ نہیں، بلکہ بَائِع کی رضامندی بھی ضَرُوْرِی ہے۔آپ رضامند ہوں گے تو بَیْع فَسْخ ہو گی ورنہ بَیْع فَسْخ نہیں ہو گی۔دوسری صُوْرَت پھر کیا ہے اگر آپ نہیں رضامند تو مجھے کس کے پاس جانا پڑے گا؟ قَاضِی کے پاس، اور پھر قَاضِی اس بَیْع کو کیا کر دے گا؟ فَسْخ کر دے گا بھئی، فَسْخ کر دے گا۔

یہ تو وہ صُوْرَت ہے جب کہ وہ چیز، وہ مَبِیْع مُشْتَرِی نے اس پر قَبْضَہ کر لیا تھا، لے گیا تھا اس کو۔اگر قَبْضے سے پہلے عَیْب کا پتہ چل گیا، مَثَلاً میں نے آپ سے سائیکل خریدی، ابھی آپ سے لی نہیں ہے، وُصُوْل نہیں کی، اس پر ابھی میں نے قَبْضَہ نہیں کیا کہ قَبْضے سے پہلے ہی مجھے پتہ لگ گیا۔اِیْجَاب وقَبُوْل تو ہو چکا ہے مولانا، لیکن ابھی صِرْف قَبْضَہ نہیں کیا، مجھے پتہ لگا اس کے اندر کیا ہے؟ عَیْب ہے۔اب مولانا قَبْلَ الْقَبْضِ بَائِع کی رضامندی بھی ضَرُوْرِی نہیں ہے، میں اکیلا ہی کیا کر سکتا ہوں؟ بَیْع کو فَسْخ کر سکتا ہوں۔مَسْئَلَہ سمجھ میں آیا؟ قَبْلَ الْقَبْضِ مُشْتَرِی اکیلا ہی کیا کر سکتا ہے بَیْع کو؟ فَسْخ کر سکتا ہے، بَائِع کی رضامندی ضَرُوْرِی نہیں۔لیکن بَعْدَ الْقَبْضِ بَائِع کی رضامندی یا قَاضِی کا فَیْصَلَہ ضَرُوْرِی ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں بَابُ خِیَارِ الْعَیْبِ یہ بَاب ہے خِیَارِ عَیْب کا۔إِذَا اطَّلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى عَيْبٍ جب مُطَّلِع ہو جائے مُشْتَرِی عَیْب پر فِي الْمَبِيعِ کس کے اندر؟ مَبِیْع کے اندر۔جب مُشْتَرِی مُطَّلِع ہو عَیْب پر مَبِیْع کے اندر فَهُوَ بِالْخِيَارِ تو اس کو خِیَار ہے، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ چاہے تو اس کو لے لے سارے ثَمَن کے بدلے میں اور چاہے تو اسے واپس کر دے۔[1]

بھئی میں نے آپ سے سائیکل ہزار روپے میں مَثَلاً خریدی تھی۔اب خریدنے کے بعد میں لایا اس کو تو اس میں مجھے عَیْب کا پتہ چلا۔اب میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟ آپ کو کہتا ہوں بھئی اس سائیکل کے اندر یہ خرابی ہے، اس کا یہ وَصْف کم ہے، لِہٰذَا اب یوں کرو بھئی مجھے تین سو روپے مجھے دے دو واپس بھئی، یہ سائیکل سات سو کی ہونی چاہیے بھئی۔میں عَیْب، جو نُقْصَان آیا ہے، کمی آئی ہے اس کے اندر وہ آپ سے وُصُوْل کرنا چاہتا ہوں بھئی۔ایسا کر سکتا ہوں یا نہیں کر سکتا بھئی؟ نہیں کر سکتا۔جی؟ نہیں کر سکتا، بھئی ایسا میں نہیں کر سکتا۔ابھی تو مَسْئَلَہ بتلایا مَتْن کے اندر: چاہے تو سارے ثَمَن کے بدلے لے۔میں اب سائیکل رکھنا چاہتا ہوں تو کیا کرنا پڑے گا؟ سارے ثَمَن کے بدلے لینا پڑے گا۔اور نہیں تو کیا کر دوں؟ واپس کر دوں۔یہ نہیں کر سکتا کہ وہ عَیْب آیا ہے اس عَیْب کی وَجْہ سے جو وَصْف میں کمی آئی ہے تو میں کیا کر لوں؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر لوں، جو نُقْصَان آیا ہے جو کمی آئی ہے وہ میں وُصُوْل کر لوں بھئی، ایسا نہیں کر سکتا۔

کیوں نہیں کر سکتا ایسا؟ جی؟ شاباش! بھئی ضَابِطَہ میں نے لکھوایا تھا: ثَمَن کس کے مُقَابِلے میں آتے ہیں؟ اَصْل کے مُقَابِلے میں آتے ہیں، وَصْف کے مُقَابِلے میں نہیں آتے۔تو یہاں وَصْف میں کمی آئی ہے، تو اس کے مُقَابِلے میں ثَمَن نہیں، اب ثَمَن میں کمی نہیں آئے گی بلکہ ثَمَن پورے ہی رہیں گے۔صُوْرَت سمجھ میں آ گئی، ضَابِطَہ کہ ثَمَن صِرْف کس کے مُقَابِلے میں آتے ہیں؟ اَصْل کے مُقَابِلے میں، وَصْف کے مُقَابِلے میں ثَمَن نہیں آتے۔تو

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا اطَّلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى عَيْبٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا طلع المشتري على عيب» منقول ہے۔

اَصْل کے مُقابَلے میں ثَمَن آتے ہیں، وَصْف کے مُقابَلے میں نہیں آتے، اور یہاں وَصْف میں کمی آئی ہے تو ثَمَن پر کوئی اَثَر نہیں پڑے گا۔ لینا چاہے تو انہی پیسوں میں لے، واپس کرنا چاہے تو واپس کر دے۔

وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُمْسِكَهُ وَيَأْخُذَ النُّقْصَانَ، اور یہ جَائِز نہیں اس کے لیے کہ اس چیز کو روک لے، أَمْسَكَ يُمْسِكُ کے مَعْنٰی روکنا، کہ مُشْتَرِی کیا کرلے؟ مَبِیْع کو اپنے پاس روک لے وَيَأْخُذَ النُّقْصَانَ اور نُقْصَان لے لے بھئی، جو کمی آئی ہے اس کو وُصُوْل کرلے۔ میں نے ابھی بتلایا ایسا نہیں کر سکتا بھئی۔ صُوْرَت سمجھ میں آ بھی رہی ہے کہ نہیں سمجھ میں آ رہی بھئی؟ سمجھ میں آ رہی ہے۔

اچھا بھئی، اب عَیْب کہتے کس کو ہیں؟ صَاحِبِ کِتَاب بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں وَكُلُّ مَا أَوْجَبَ نُقْصَانَ الثَّمَنِ فِي عَادَةِ التُّجَّارِ فَهُوَ عَيْبٌ۔ ہر وہ چیز، أَوْجَبَ بَمَعْنٰی أَثْبَتَ کے ہے، ہر وہ چیز جو ثَابِت کرے ثَمَن کے نُقْصَان کو فِي عَادَةِ التُّجَّارِ تَاجِروں کی عَادَت میں فَهُوَ عَيْبٌ وہ کیا ہے؟ عَیْب ہے۔ بھئی عَیْب کی کیا تَعْرِیْف انہوں نے ذِکْر کی بھئی؟ وہ چیز جس سے تَاجِروں کے ہاں چیز کی قِیْمَت کم ہو جاتی ہے وہ کیا کہلاتی ہے؟ عَیْب کہلاتی ہے۔ ہر وہ چیز جس کی وَجْہ سے تَاجِروں کے ہاں مَبِیْع کی قِیْمَت کم ہو جایا کرتی ہے وہ کیا کہلاتی ہے؟ عَیْب کہلاتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اور جس چیز سے مَبِیْع کی قِیْمَت پر کوئی اَثَر نہ پڑتا ہو وہ مَعْلُوْم ہوا عَیْب نہیں ہے بھئی۔ وہ عَیْب نہیں ہے بھئی۔ صُوْرَت سمجھ میں آ گئی؟ اب آپ کے سامنے کوئی چیز ذِکْر ہو مولانا کہ یہ عَیْب ہے یا عَیْب نہیں، آپ کے لیے پرکھنا بڑا آسان ہو گیا۔ آپ غَوْر کریں، دیکھیں گے، پوچھیں گے، پتہ کر لیں گے بھئی اس سے تَاجِروں کے ہاں قِیْمَت پر اَثَر پڑتا ہے یا نہیں، قِیْمَت کم ہوتی ہے یا قِیْمَت کم نہیں ہوتی۔ جس سے قِیْمَت کم ہو جایا کرتی ہے مَعْلُوْم ہوا وہ کیا ہے؟ عَیْب، اور جس سے قِیْمَت پر کوئی اَثَر نہیں پڑتا مَعْلُوْم ہوا وہ عَیْب بھی نہیں ہے۔

وَالْإِبَاقُ وَالْبَوْلُ فِي الْفِرَاشِ وَالسَّرِقَةُ عَيْبٌ فِي الصَّغِيرِ مَا لَمْ يَبْلُغْ، فَإِذَا بَلَغَ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِعَيْبٍ حَتَّى يُعَاوِدَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ۔ إِبَاق، إِبَاق کا مَعْنٰی ہے بھاگ جانا، بھاگ جانا۔ بھئی قَدِیْم زمانے میں غُلَام ہوا کرتے تھے بھئی، غُلَام۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جنگیں ہوتی تھیں یا ویسے کوئی زور آور قبیلے ہوتے تھے، کمزوروں پر حَمْلَہ کرتے اور ان ساروں کو پکڑ کر اپنا غُلَام بنا لیا کرتے، ان کی خرید و فروخت ہوتی بھئی، جیسے چیزیں بیچی جاتی ہیں اس طرح غُلَاموں کو، انسانوں کو بیچا جاتا تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس کے بعد اِسْلَام کی بَرَکَت تھی کہ یہ غُلَامِی ختم ہو گئی۔ اِسْلَام نے کیا کیا بھئی؟ ہر جگہ غُلَاموں کے ساتھ، غُلَاموں کو تو انسان سمجھا ہی نہیں جاتا تھا بھئی، اتنا ظُلْم ہوتا تھا کہ بَیَان نہیں کیا جا سکتا بھئی۔ اِسْلَام نے آ کر بھئی بتلایا بھئی غُلَاموں کے ساتھ نِیْک سُلُوْک کرو، خَیَال رکھو بھئی، ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، ان کو وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، اور پھر ان کے لیے بھئی مُخْتَلِف طَرِیْقوں سے بھئی بتلایا گیا بھئی اس کَفَّارَے کے اندر بھی غُلَام آزاد کرنا ہے، اس کَفَّارَے کے اندر بھی کیا کرنا ہے؟ غُلَام آزاد کرنا ہے۔ تو طَرِیْقہ، راستہ اِسْلَام نے بنا دیا بھئی، غُلَام آزاد کرنا بڑا ثَوَاب ہے، اس کی بڑی فَضِیْلَت ہے۔ تو اس طرح مولانا آہستہ آہستہ کیا ہوا؟ وہ غُلَاموں کو آزاد کرنے کا سِلْسِلَہ شُرُوْع ہوا اور رفتہ رفتہ کیا ہوا؟ آہستہ آہستہ یہ دنیا سے بالکل ہی ختم ہو گیا بھئی۔[۲]

تو غُلَام بھئی، تو وہ غُلَام جو تھے، خریدا جاتا غُلَاموں کو اور وہ خِدْمَت وَغَیْرَہ کا کام سرانجام دیتے تھے۔ تو کبھی کوئی غُلَام کیا کرتا؟ آقا سے بھاگ گیا بھئی۔ اس کو کہتے تھے إِبَاق، بھاگ جانا۔ کیا کہتے تھے؟ إِبَاق، بھاگ جانا، أَبَقَ يَأْبِقُ سے۔ تو بھاگ جانا، بھئی ایک غُلَام ہے وہ بھاگ جایا کرتا ہے بھئی خِدْمَت سے، تو کیا یہ عَیْب ہے یا عَیْب نہیں؟ کہتے ہیں یہ عَیْب ہے۔ بھئی آقا کو تَکْلِیْف ہوئی یا نہیں ہوئی بھئی؟ اب اسے تَلَاش کرنا پڑے گا یا نہیں تَلَاش کرنا پڑے گا؟ سمجھ میں آیا؟ اور تاجروں کے ہاں بھی یہ عَیْب ہے مولانا۔ اگر غُلَام خرید رہا ہے کوئی اور اسے پتہ لگتا ہے یہ تو کس قِسْم کا غُلَام ہے؟ جو اَکْثَر بھاگ جایا کرتا ہے، تو اس کے وہ اتنے پیسے نہیں دے گا جتنے دوسرے غُلَام کے دے گا، مَعْلُوْم ہوا اس سے کیا ہو جاتی ہے؟ قِیْمَت بھی کم ہو جاتی ہے۔

تو کہتے ہیں وَالْإِبَاقُ بھاگ جانا، وَالْبَوْلُ فِي الْفِرَاشِ اور بستر میں پیشاب کر دینا بھئی۔ اچھا بھئی، بستر میں پیشاب کر دینا۔ وَالسَّرِقَةُ اور چوری کرنا عَيْبٌ فِي الصَّغِيرِ یہ صَغِیْر کے اندر عَیْب ہیں۔ یہ صَغِیْر کے اندر کیا ہیں؟ عَیْب ہیں۔ بھئی دیکھو آپ نے غُلَام خریدا جو چھوٹا ہے، صَغِیْر ہے۔ لیکن اس غُلَام کی عَادَت کیا ہے؟ یہ اَکْثَر کیا کرتا ہے؟ بھاگ جاتا ہے، دس بارہ سال کا مَثَلاً خریدا وہ بھاگ جاتا ہے، یا کیا کرتا ہے؟ بستر پر پیشاب کر دیتا

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا بَلَغَ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِعَيْبٍ حَتَّى يُعَاوِدَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا بلغ فليس ذلك بعيب حتى يعاوده بعد البلوغ» منقول ہے۔

ہے، تو آپ کتنے بستر بدلو گے روزانہ بھئی؟ تو اب کیا یہ عَیْب شُمَار ہو گا یا نہیں؟ اس کی وَجْہ سے اب اس غُلَام کو واپس کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو کہتے ہیں یہ کیا شُمَار ہو گا؟ عَیْب شُمَار ہو گا۔ اسی طرح چوری کر لیتا ہے بھئی، تو یہ عَیْب ہے یا عَیْب نہیں مولانا؟ تو کہتے ہیں یہ کیا ہے؟ عَیْب ہے۔

تو یہی بات کر رہے ہیں وَالْإِبَاقُ وَالْبَوْلُ فِي الْفِرَاشِ وَالسَّرِقَةُ عَيْبٌ فِي الصَّغِيرِ، بھاگ جانا اور بستر میں پیشاب کرنا اور چوری کرنا یہ عَیْب ہے فِي الصَّغِيرِ کس کے اندر؟ چھوٹے بھئی، صَغِیْر کے اندر یَعْنِی جو ابھی بَالِغ نہیں ہے، مَا لَمْ يَبْلُغْ جب تک کہ وہ بَالِغ نہ ہو جائے۔ فَإِذَا بَلَغَ پس جب وہ بَالِغ ہو جائے فَلَيْسَ ذَلِكَ بِعَيْبٍ تو پھر یہ چیزیں عَیْب نہیں حَتَّى يُعَاوِدَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ یہاں تک کہ انہیں پھر دہرا لے وہ بَالِغ ہو جانے کے بعد۔ کیا کر لے؟ دہرا لے۔

دیکھو یہاں ایک ضَابِطَہ یاد رکھنا بھئی: سَبَب کے بدلنے سے مُسَبَّب بدل جاتا ہے بھئی۔ قیمتی ضَابِطَہ ہے مولانا اس مَسْئَلے کے سمجھنے کے لیے بھئی: سَبَب کے بدلنے سے مُسَبَّب بدل جاتا ہے۔ سَبَب کے بدلنے سے مُسَبَّب بدل جاتا ہے۔ دیکھو آپ نے ایک غُلَام بچہ خریدا بھئی، بارہ تیرہ سال کا ہے مَثَلاً ابھی بَالِغ نہیں ہوا، اور اس بچے کے بھاگ جانے کی عَادَت ہے بھئی۔ جس سے خریدا اس کے پاس بھی بھاگ جاتا تھا، اب آپ کے پاس آیا تو اب یہاں بھی یہ بھاگ گیا، بھاگ گیا بھئی۔ تو اب بھاگا ہے تو یہ وہی عَیْب شُمَار ہو گا، کیونکہ جس سے خریدا اس کے پاس بھی یہ کیا کرتا تھا؟ بھاگتا تھا، مَعْلُوْم ہوا یہ عَیْب وہیں پر پایا جا رہا تھا، وہیں سے یہ عَیْب آیا ہے، یہاں آ کر نیا عَیْب پیدا نہیں ہوا۔ بھئی اگر وہاں کبھی بھی نہیں بھاگا، یہاں آ کر آپ کے پاس اس نے بھاگنا شُرُوْع کیا، پھر تو ہم یہ نہیں کہیں گے اس نے عَیْب دَار چیز فروخت کی، عَیْب دَار غُلَام فروخت کیا بھئی، کیونکہ پہلے کبھی بھاگا تھا؟ نہیں، یہ عَیْب وہاں پر پایا جا رہا تھا؟ نہیں، یہ عَیْب تو اب اس میں پیدا ہوا ہے، پہلے تو کبھی وہ بھاگا ہی نہیں۔ تو صُوْرَت یہ ہے کہ اس کے پاس بھی بھاگا تھا، اب آپ کے پاس بھی بھاگا ہے، مَعْلُوْم ہوا یہ پہلے سے ہی اس میں عَیْب تھا، تو اس نے عَیْب والا غُلَام آپ کو فروخت کیا، لِہٰذَا اب وہی عَیْب ہے تو آپ چیز واپس کر سکتے ہیں، غُلَام کو کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں۔

اسی طرح اس کے پاس بھی بھئی، بَائِع کے پاس بھی اس نے بستر پر پیشاب کیا تھا، یہاں بھی کیا کرتا ہے؟ بستر پر پیشاب، مَعْلُوْم ہوا یہ وہی عَیْب ہے، تو اس نے کس قِسْم کا غُلَام فروخت کیا ہے آپ کو؟ عَیْب والا، لِہٰذَا آپ واپس کر سکتے ہیں۔ تیسری صُوْرَت مولانا: اس کے پاس بھی چوری کی تھی، یہاں پر بھی چوری کی ہے، مَعْلُوْم ہوا یہ عَیْب وہیں سے آیا ہے، تو اس نے کس قِسْم کا غُلَام فروخت کیا ہے؟ عَیْب والا فروخت کیا ہے، اور اب آپ اس عَیْب کی وَجْہ سے کیا کر سکتے ہیں؟ اسے واپس کر سکتے ہیں۔

دوسری صُوْرَت: یہ تو صَغِیْر کی مِثَال تھی مولانا۔ دوسری صُوْرَت کہ آپ نے بڑے غُلَام کو خریدا، بَالِغ کو۔ وہ بَالِغ غُلَام جو تھا وہ اس کے پاس بھی بھاگتا تھا، آپ کے پاس بھی بھاگا، مَعْلُوْم ہوا یہ وہی عَیْب ہے، واپس کر سکتے ہیں۔ وہی بَالِغ غُلَام وہاں پر بھی بستر پر پیشاب کیا تھا اس نے، یہاں بھی کر دیا، مَعْلُوْم ہوا یہ وہی عَیْب ہے وہیں سے آیا ہے، کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں۔ بھئی وہاں بَالِغ غُلَام، اس کے پاس بھی چوری کی تھی یہاں بھی چوری کی، مَعْلُوْم ہوا یہ وہی عَیْب ہے، آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اسے واپس کر سکتے ہیں۔

تیسری صُوْرَت یہ کہ غُلَام آپ نے جو اس سے خریدا، بَالِغ غُلَام خریدا یا آپ کے پاس آ کر بَالِغ ہوا مولانا، یا مَثَلاً بَالِغ غُلَام خریدا۔ اس کے پاس بھی اس نے چوری کی تھی لیکن وہ چوری بَالِغ ہونے سے پہلے کی تھی، اب آپ کے پاس بھی اس نے چوری کی ہے لیکن یہ چوری اس نے بَالِغ ہونے کے بعد کی ہے۔ تو کیا یوں سمجھا جائے گا یہ وہی عَیْب ہے یا نیا عَیْب ہے؟ کہتے ہیں بھئی یہ وہ عَیْب شُمَار نہیں ہو گا۔ بَالِغ ہونے سے پہلے جو چوری کی تھی اس کا سَبَب اور تھا، بَالِغ ہو جانے کے بعد جو چوری کی ہے اس کا سَبَب اور ہے، یوں سمجھیں گے یہ وہ والا عَیْب نہیں ہے بلکہ نیا عَیْب اس کے اندر آ گیا، نیا عَیْب آ گیا۔

بھئی نیا عَیْب کیسے؟ وہاں بھی چوری کی تھی یہاں بھی چوری کی ہے، چیز تو ایک ہی ہے! کہتے ہیں نہیں بھئی، چیز ایک نہیں ہے۔ اَصْل میں سَبَب بدلا تو مُسَبَّب بھی بدل گیا۔ جب وہاں اس نے چوری کی تھی اس وَقْت وہ چھوٹا تھا مولانا، چھوٹا۔ اور چھوٹا جو چوری کرتا ہے اس کا سَبَب ہوتا ہے بے پروائی۔ کیا سَبَب ہوتا ہے؟ بے پروائی، چھوٹا ہے پرواہ نہیں کرتا کسی کی چیز اٹھا لے گیا بھئی۔ لیکن بڑا ہونے کے بعد اب تو اسے سمجھ آ گئی ہے ہر چیز کی، اب وہ چوری کرتا ہے مَعْلُوْم ہوا اس کے اندر بَاطِنِی خَبَاثَت ہے، اس کے اندر کیا ہے اس میں؟ یہ خَبَاثَتِ بَاطِنِی اس کے اندر مَوْجُوْد ہے مولانا۔ تو بَائِع کے پاس جو اس نے چوری کی تھی حَالَتِ صِغَر میں اس کا سَبَب کیا تھا؟ لاپروائی، وہ صِغَر میں تھی۔ اور یہاں آ کر چوری کی ہے بَالِغ ہو جانے کے بعد، اور اس

کا سَبَب کیا ہے؟ خَبَاثَتِ بَاطِنِی ہے۔ تو دونوں کا سَبَب ایک ہے یا الگ الگ ہیں؟ الگ الگ، اور سَبَب کے بدلنے سے مُسَبَّب بھی کیا ہو جاتا ہے؟ بدل جاتا ہے۔ تو وہاں سَبَب تھا لاپروائی تو اس کی وَجْہ سے جو مُسَبَّب یَعْنِی چوری آئی وہ اور تھی، اور یہاں پر سَبَب کیا ہے؟ خُبْثِ بَاطِنِی، اور اس خُبْثِ بَاطِنِی کی وَجْہ سے آگے مُسَبَّب کیا آیا؟ چوری جو کی، کیا آیا؟ چوری۔ تو خُبْثِ بَاطِن ہے سَبَب اور چوری ہے مُسَبَّب۔ لاپروائی ہے سَبَب اور چوری ہے مُسَبَّب۔ تو یہاں پر سَبَب کیا ہے؟ خُبْثِ بَاطِنِی، اور اس کی وَجْہ سے مُسَبَّب کیا آیا؟ چوری۔ تو مُسَبَّب بَظَاہِر دیکھنے میں تو ایک ہیں، لیکن میں نے ضَابِطَہ لکھوا دیا: سَبَب بدلے گا تو مُسَبَّب بھی بدل جائے گا، مَعْلُوْم ہوا وہ اور چوری ہے، یہ اور چوری ہے۔ صُوْرَت سمجھ میں آ گئی؟

اسی طرح بستر کے اندر پیشاب کرنا: صَغِیْر جو پیشاب کرتا ہے بستر میں اس کا سَبَب ہوتا ہے مثانے کی کمزوری۔ چھوٹا ہے، مثانہ کمزور ہے تو نیند میں پیشاب نکل گیا بھئی۔ تو صَغِیْر کے اندر بستر پر پیشاب کا سَبَب کیا ہے؟ مثانے کی کمزوری، جب کہ کَبِیْر کے اندر یہ بیماری ہے کوئی، یہاں مثانے کی کمزوری نہیں ہے بلکہ کیا ہے؟ کوئی بیماری ہے۔ تو وہاں بستر پر پیشاب کا سَبَب کیا تھا؟ مثانے کی کمزوری، وہاں سَبَب اور تھا، یہاں کیا ہے کَبِیْر کے اندر؟ سَبَب کیا ہے؟ بیماری ہے، تو اس کا سَبَب بیماری، اس کا سَبَب مثانے کی کمزوری، تو دونوں میں سَبَب الگ الگ۔ جب سَبَب الگ ہے تو مُسَبَّب بھی الگ۔ تو وہاں بستر پر پیشاب کیا تھا صِغَر میں وہ اور تھا، اور یہاں بستر پر پیشاب کیا کِبَر میں یہ اور ہے، یہ دونوں ایک چیز نہیں، مَعْلُوْم ہوا یہ عَیْب وہاں سے نہیں آیا مولانا، وہ اور چیز تھی یہ اور چیز ہے۔

اچھا، تیسری بات بھاگ جانا: بھاگ جانا بھی اسی طرح ہے مولانا۔ صَغِیْر کے اندر بھاگنا کیوں ہے؟ بھئی بے پروائی ہے، کھیل کود کی مَحَبَّت ہے، اس لیے وہ کیا کر دیتا ہے؟ اَکْثَر بھاگ جاتا ہے، بھاگ جاتا ہے۔ اور کَبِیْر، بڑا غُلَام ہے پھر بھاگتا ہے، یہ بھی مولانا خُبْثِ بَاطِن کی وَجْہ سے ہے، کس کی وَجْہ سے؟ خُبْثِ بَاطِن۔ تو بتلائیے مولانا صَغِیْر میں بھاگ جانے کا سَبَب کیا؟ لاپروائی اور کھیل کود کی مَحَبَّت ہے۔ اور کَبِیْر کے اندر بھاگ جانے کا سَبَب کیا؟ خُبْثِ بَاطِنِی۔ مَعْلُوْم ہوا اس کا نَفْس شَرِیْر ہے مولانا، شَرِیْر آدمی ہے یہ۔ تو وہاں إِبَاق اور ہے کیونکہ اس کا سَبَب اور تھا، یہاں إِبَاق اور ہے کیونکہ اس کا سَبَب اور ہے۔ صَغِیْر کے اندر إِبَاق اور ہے، کَبِیْر کے اندر إِبَاق کچھ اور کیونکہ دونوں کا سَبَب الگ ہے۔ لِہٰذَا اگر بَائِع کے پاس وہ بھاگا تھا چھوٹا تھا، اور آپ کے پاس بھاگا ہے بڑا ہے، تو کیا کہیں گے وہی عَیْب آیا ہے یا یہ نیا عَیْب ہے بھئی؟ نیا عَیْب ہے بھئی، یہ عَیْب وہاں سے نہیں آیا۔ وہاں إِبَاق تو تھا لیکن وہ اور إِبَاق تھا، وہ صِغَر میں تھا، یہاں کِبَر میں ہے تو یہ اور إِبَاق ہے، وہاں سے نہیں آیا۔ ضَابِطَہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَالْإِبَاقُ وَالْبَوْلُ فِي الْفِرَاشِ، اب مَسْئَلَہ دیکھنا، عِبَارَت پہ تَوَجُّہ رکھنا، تو میں نے بتلایا یہاں تین صُوَرتیں ہیں: بھئی آپ نے غُلَام صَغِیْر خریدا ہے، اس کے پاس اس نے سَرِقَہ کیا تھا یا بھاگا تھا یا بَوْل فِي الْفِرَاشِ کیا تھا صِغَر میں، اور آپ کے پاس بھی بھئی اس نے کیا کیا ہے؟ سَرِقَہ کیا ہے یا بھاگا ہے یا بَوْل فِي الْفِرَاشِ کیا ہے، آپ کیا کہیں گے وہی عَیْب ہے یا الگ عَیْب ہے؟ اس کے پاس صِغَر میں کیا تھا، آپ کے پاس بھی صِغَر میں کیا ہے: وہی عَیْب ہے، شاباش! اس کے پاس بھی کِبَر میں کیے تھے ان میں سے کوئی کام اور آپ کے پاس بھی کِبَر میں کیا بھئی: وہی عَیْب ہے۔ اس کے پاس صِغَر میں کیا تھا، آپ کے پاس کِبَر میں کیا بھئی: جی؟ نیا عَیْب ہے، شاباش بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْإِبَاقُ وَالْبَوْلُ فِي الْفِرَاشِ وَالسَّرِقَةُ عَیْبٌ فِي الصَّغِیرِ، بھاگ جانا اور بستر میں پیشاب کرنا وَالسَّرِقَةُ اور چوری کرنا عَیْبٌ فِي الصَّغِیرِ یہ عَیْب ہے صَغِیْر کے اندر یَعْنِی نابالغ کے اندر مَا لَمْ یَبْلُغْ جب تک وہ بَالِغ نہ ہو جائے۔ فَإِذَا بَلَغَ جب وہ بَالِغ ہو جائے فَلَیْسَ ذَلِكَ بِعَیْبٍ تو پھر یہ عَیْب نہیں ہے حَتَّى یُعَاوِدَہُ بَعْدَ الْبُلُوغِ یہاں تک کہ کیا کر لے؟ اس کو پھر کر لے کس کے بعد؟ بَالِغ ہو جانے کے بعد۔

کیا مَطْلَب بَالِغ ہو جانے کے بعد پھر کر لے؟ دیکھو: میں نے زَیْد سے ایک غُلَام خریدا ہے اور بَالِغ غُلَام خریدا ہے، کس قِسْم کا؟ بَالِغ غُلَام خریدا ہے۔ تو یہ غُلَام بَالِغ زَیْد ہی کے پاس ہوا ہے، لیکن زَیْد کے پاس اب اس نے چوری کی تھی یا یہ بھاگا تھا یا اس نے بستر میں پیشاب کیا تھا، تو اب وہی عَیْب یہاں ہم شُمَار کریں گے یا نہیں کریں گے؟ کہتے ہیں آپ دیکھ لو، زَیْد کے پاس اس کی دو حَالَتیں ہیں: پہلے صَغِیْر تھا پھر کیا ہو گیا تھا؟ بَالِغ ہو گیا تھا۔ اگر صِغَر میں وہاں اس نے کیا کیا تھا؟ چوری کی تھی یا بھاگا تھا یا بستر میں پیشاب کیا تھا اور پھر بَالِغ ہو گیا، تو وہ عَیْب ختم ہو گئے۔ عَیْب کیا ہو گئے؟ ختم ہو گئے۔ اب آپ کے پاس کرتا ہے تو وہ شُمَار نہیں ہوں گے، کیونکہ وہاں تو صِغَر میں یہ کام کیے تھے اور یہاں پر کس میں کر رہا ہے؟ کِبَر میں۔ لیکن اگر زَیْد کے پاس بَالِغ ہونے کے بعد اس نے پھر یہ کام کیے، بَالِغ ہو جانے کے بعد پھر إِبَاق بھاگنا پایا گیا یا بستر میں پیشاب پایا گیا یا چوری کرنا پایا گیا، تو اب مولانا اس نے وہی دوبارہ کیے ہیں وہاں پر، تو اب آپ کے پاس بھی کرتا ہے تو گویا وہیں سے کس قِسْم کی چیز آئی ہے؟ عَیْب والی۔ مَسْئَلَہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ صُوْرَت ہے

مولانا کہ حَتَّى يُعَاوِدَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ یہاں تک کہ وہ ان کو پھر کرلے بَالِغ ہو جانے کے بعد۔ وَالْبَخَرُ وَالذَّفَرُ، چلیے بس کرتے ہیں مولانا، بس بھئی، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۳: باب خیار العیب (۲): غلام و باندی کے مخصوص عیوب (اباق، بول فی الفراش، سرقہ، بخر، ذفر) اور زیادتیِ مبیع مانعِ رد کب ہے؟

مختصر القدوری صفحہ: ۶۹—بتاریخ: ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْبَخَرُ وَالذَّفَرُ عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِي الْغُلَامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ دَاءٍ. وَالزِّنَا وَوَلَدُ الزِّنَا عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ دُونَ الْغُلَامِ. وَإِذَا حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي عَيْبٌ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيعَ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْبِهِ. وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيعَ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْبِهِ.[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی ہم نے خِیَارِ عَیب کا بَاب شُرُوع کیا تھا۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی خِیَارِ عَیب کی صُوْرَت میں بھئی کہ خِیَارِ عَیب جو ہے مَانِع ہے کس چیز سے؟ لُزُوْمِ عَقد سے، یہ عَقد لَازِم نہیں رہتا بھئی۔ آپ کو عَیب کا پتہ چل گیا تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ چیز کو واپس کر سکتے ہیں، عَقد کو فَسخ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس میں پھر میں نے بتلایا تھا دو صُوْرَتیں تھیں: آپ کو عَیب کا پتہ بَعْدَ الْقَبْضِ چلا یا آپ کو عَیب کا پتہ قَبْلَ الْقَبْضِ چلے گا۔ آپ نے بَیع کر لی بھئی، پہلے سے عَیب کا پتہ نہیں تھا۔ اگر پہلے سے عَیب کا پتہ تھا پھر تو آپ کو سرے سے اس عَیب کی وَجہ سے کوئی خِیَار حَاصِل ہی نہیں۔ عَیب کا پتہ ہے پھر آپ بَیع کر رہے ہیں، مَعْلُوم ہوا آپ رَاضِی ہیں اس عَیب پر بھئی، تو اب شَرْعاً نہیں کر سکتے واپس بھئی۔

ہاں، لیکن عَیب کا پتہ نہیں تھا، آپ کو بعد میں پتہ چلا، بَیع کر لی، اِیْجَاب بھی کر لیا، قَبُوْل بھی کر لیا، ابھی چیز پر قَبْضَہ نہیں کیا، چیز ابھی کس کے پاس ہے؟ بَائِع ہی کے پاس ہے۔ اب آپ کو پہلے سے ہی پتہ لگ گیا عَیب کا، تو اب مولانا آپ بَیع فَسخ کر سکتے ہیں، بَائِع کی رضامندی کی بھی کوئی ضَرُوْرَت نہیں ہے بھئی، خود ہی کیا کر سکتے ہیں آپ بَیع کو؟ فَسخ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ چیز پر قَبْضَہ کر چکے ہیں، وُصُوْل کر چکے ہیں، لے جا چکے ہیں بھئی، اب آپ چیز کے واپس کرنے کے لیے ضَرُوْرِی ہے مولانا کہ بَائِع رَاضِی ہو اس کے لینے پر بھئی۔ کیا ہو؟ بَائِع رَاضِی ہو، یا مولانا کس کے ذریعے کریں گے؟ قَاضِی کے فَیْصلے کے ذریعے۔ تو قَضَائے قَاضِی یا رِضَائے بَائِع ضَرُوْرِی ہے مولانا۔

اور یہ نہیں کر سکتے مولانا، اب وہ چیز واپس کریں گے، یہ نہیں کہ چیز کو آپ روک لیں اور نُقْصَان کی وَجہ سے نُقْصَان وُصُوْل کر لیں مولانا جو قِیْمَت میں کمی آئی ہے، اس لیے کیونکہ یہ وَصْف میں کمی آئی، اور آپ نے ضَابِطَہ پڑھا ہے کہ ثَمَن اَصْل کے مُقَابِلے میں آتے ہیں، وَصْف کے مُقَابِلے میں نہیں آتے۔ بھئی وَصْف کے بڑھنے سے چیز کی قِیْمَت ضَرُوْر بڑھتی ہے، لیکن اس کے مُقَابِلے میں ثَمَن نہیں ہوتے۔ مَثَلاً دیکھو: آپ ایک

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْبَخَرُ وَالذَّفَرُ عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِي الْغُلَامِ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والبخر والدفر عيب في الجارية وليس بعيب في الغلام إلا» منقول ہے۔

گاڑی خریدنا چاہتے ہیں، اس میں جتنی خوبیاں زِیَادَہ ہوں گی اتنی اس کی قِیْمَت زِیَادَہ ہو گی یا نہیں بھئی؟ ہو گی۔ تو دیکھو وَصْف کے بڑھنے سے قِیْمَت بڑھتی ہے، لیکن ہم یہ نہیں کہیں گے یہ قیمتیں وَصْف کے مُقابلے میں ہیں، ہم کیا کہیں گے؟ یہ قِیْمَت پھر بھی، پیسے کس کے بدلے میں ہیں؟ گاڑی کے، اَصْل کے بدلے میں ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اَوْصَاف کے بڑھنے سے قِیْمَت پر اَثَر پڑتا ہے، قِیْمَت زِیَادَہ ہوتی ہے، لیکن جب بھی قِیْمَت آئے گی تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ مَثَلاً دو لاکھ کی گاڑی خریدی تو آپ یہ نہیں کہیں گے بھئی کہ اس میں سے ڈیڑھ لاکھ کی تو گاڑی ہے اور پچیس ہزار اس کی چمک دمک کے ہیں اور پچیس ہزار جو ہے اس کا رنگ بڑا خوبصورت ہے اس کے ہیں بھئی، نہیں بھئی نہیں، ہم کیا کہیں گے؟ پورے کے پورے پیسے کس کے عِوَض میں ہیں؟ گاڑی کے بدلے میں ہیں۔

پھر اس کے بعد عَیْب کی تَعْرِیْف انہوں نے بتلائی تھی کہ عَیْب کہتے کس کو ہیں؟ کہتے ہیں بھئی ہر وہ چیز جس کی وَجْہ سے تاجروں کے ہاں چیز کی قِیْمَت کم ہو جایا کرتی ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ وہ عَیْب ہے مولانا، عَیْب ہے۔ جی آگے دیکھیے بھئی۔ اس کے بعد کچھ مَسَائِل پڑھے تھے آپ نے بھئی کہ غُلَام کے اندر جو ہے بھاگ جانا، بستر میں پیشاب کرنا اور چوری کرنا یہ عَیْب ہے مولانا۔ کیا ہے؟ عَیْب ہے۔ اور اس عَیْب کو اگر آپ بھئی کہنا چاہتے ہیں یہ میرے پاس بَائِع کے پاس سے ہی آیا ہے تو حالتیں دیکھنا پڑیں گی مولانا: اگر بَائِع کے پاس بھی اس نے صِغَر میں چوری کی تھی یا بستر میں پیشاب کیا تھا یا بھاگا تھا، اور آپ کے پاس بھی صِغَر ہی میں اس نے ان میں سے کوئی کام کیا تو ہم کیا کہیں گے؟ کہ یہ وہی عَیْب ہے، کیونکہ سَبَب ایک ہے تو مُسَبَّب بھی ایک۔ لیکن اگر بَائِع کے پاس اس نے یہ کام کیے تھے صِغَر میں اور آپ کے پاس اس نے کیے ہیں کِبَر میں، تو اب سَبَب بدل گیا مولانا، اور سَبَب کے بدلنے سے مُسَبَّب بھی بدل گیا۔ تو وہاں بھی إِبَاق تھا، یہاں بھی إِبَاق ہے، لیکن کیا کہیں گے؟ وہ إِبَاق اور تھا، یہ إِبَاق اور ہے، یہ وہی عَیْب نہیں آیا بھئی، یہ نیا عَیْب آ گیا اس میں۔ وہ بَوْل فِي الْفِرَاشِ تھا، یہ بھی بَوْل فِي الْفِرَاشِ ہے، لیکن وہ صِغَر میں تھا تو وہ اور تھا، یہ کِبَر میں ہے تو یہ اور ہے کیونکہ سَبَب الگ الگ ہیں دونوں کے۔ وہ بھی سَرِقَہ تھا، یہ بھی سَرِقَہ ہے، لیکن وہ سَرِقَہ اور تھا کیونکہ صِغَر میں تھا اور یہ سَرِقَہ اور ہے کیونکہ کِبَر میں ہے۔ تو سَبَب کے بدلنے سے مُسَبَّب بدل جاتا ہے۔

وَالْبَخَرُ وَالذَّفَرُ عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِي الْغُلَامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ دَاءٍ۔ بَخَر بھئی، بَخَر۔ خَا پر فَتْحَہ ہے، حَرَکَت ہے۔ اور ذَفَر، یہ فَا سَاکِن ہے مولانا۔ بَخَر کہتے ہیں مولانا منہ کی بدبو کو بھئی، منہ کی بدبو بھئی، نَتْنُ الْفَمِ۔ اور ذَفَر کہتے ہیں مولانا بغلوں کی بدبو کو بھئی، بغلوں کی بدبو۔ اب بتلا رہے ہیں مولانا: کسی نے غُلَام کو خریدا یا باندی کو خریدا اور اس کے منہ سے بڑی زبردست قِسْم کی بدبو آتی ہے یا بغلوں سے سخت بو آتی ہے، تو یہ عَیْب شُمَار ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اگر باندی میں ہے ان میں سے کوئی چیز تو یہ عَیْب ہے، اگر غُلَام میں ہے تو پھر یہ عَیْب نہیں۔

بھئی کیا وَجْہ ہے باندی کے اندر تو یہ عَیْب ہے، غُلَام کے اندر یہ عَیْب نہیں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ باندی کو عُمُوْماً خریدا جاتا ہے صُحْبَت کے لیے یا اَوْلَاد پیدا کرنے کے لیے بھئی۔ تو صُحْبَت کے لیے خریدا جاتا ہے بھئی یوں کہو۔ باندی کو کبھی کبھار کس لیے، عُمُوْماً کس لیے خریدا جاتا ہے؟ صُحْبَت کرنے کے لیے، صُحْبَت کے لیے بھئی، اور اس کے منہ سے بڑی زبردست بدبو آ رہی ہے یا بغلوں سے بڑی زبردست بو آ رہی ہے تو آدمی تو اس کے قَرِیْب ہی نہیں جا سکتا بھئی، تو لِہٰذَا اب یہ چیزیں کیا شُمَار ہوں گی؟ عَیْب شُمَار ہوں گی۔ جب کہ غُلَام کے اندر بھئی، بھئی غُلَام کو خریدا ہے اس کو تو صِرْف خِدْمَت کے لیے خریدا ہے اور ان چیزوں سے خِدْمَت پر کوئی اَثَر نہیں پڑتا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو غُلَام میں یہ چیزیں عَیْب شُمَار نہیں ہوں گی بھئی، کیونکہ وہاں مَقْصُوْد کے اندر خَلَل نہیں آ رہا، مَقْصُوْد کیا تھا؟ خِدْمَت لینا، اس میں کوئی خرابی نہیں آ رہی۔ جب کہ باندی کے اندر مَقْصُوْد کیا ہو سکتا ہے بھئی؟ صُحْبَت بھی ہو سکتی ہے، وہاں خَلَل آئے گا بھئی، تو لِہٰذَا اب ہم کیا حُکْم لگا دیں گے؟ عَیْب ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْبَخَرُ وَالذَّفَرُ عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ، منہ کی بدبو اور بغلوں کی بدبو یہ عَیْب ہے فِي الْجَارِيَةِ باندی کے اندر، وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِي الْغُلَامِ اور یہ عَیْب نہیں ہے غُلَام کے اندر إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ دَاءٍ مگر یہ کہ ہو یہ مِنْ دَاءٍ کسی مَرَض کی وَجْہ سے بھئی، کسی بیماری کی وَجْہ سے بھئی۔ ایک ہے دَاء، ایک ہے دَوَاء مولانا۔ دَاء مَرَض، اور دَوَاء جو جانتے ہیں آپ بھئی، اردو میں بھی دو الفاظ اِسْتِعْمَال ہوتا ہے۔ إِلَّا مگر یہ کہ کسی بیماری کی وَجْہ سے ہو مولانا، تو غُلَام کے اندر بھی یہ بَخَر اور ذَفَر عَیْب بن جائیں گے جب یہ کسی بیماری کی وَجْہ سے ہوں بھئی۔ اب یہ مَعْنٰی نہیں کہ یہ بَخَر اور ذَفَر خود عَیْب ہیں، بلکہ اَصْل عَیْب وہ بیماری ہے۔ بیماری کیا شُمَار ہوتی ہے بھئی؟ عَیْب شُمَار ہوتی ہے، تو بیماری کی وَجْہ سے اب یہ عَیْب شُمَار ہوں گے۔

وَالزِّنَا وَوَلَدُ الزِّنَا عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ دُونَ الْغُلَامِ۔ اسی طرح مولانا زِنَا باندی کے اندر، باندی کا زِنَا کار ہونا یا مولانا اس کا وَلَدُ الزِّنَا ہونا، یَعْنِی وہ زِنَا سے پیدا ہوئی ہے، یہ باندی کے اندر تو عَیْب ہے، غُلَام کے اندر عَیْب نہیں بھئی، غُلَام میں نہیں۔ وَجْہ یہ ہے کہ غُلَام سے مَقْصُوْد ہے خِدْمَت لینا، اور اس کے اندر اب اگر اس نے زِنَا کیا تو اس سے کوئی خِدْمَت پر اَثَر نہیں بھئی۔ ہاں گناہ کی بات نہیں کر رہا، گناہ وَغَیْرَہ وہ الگ مَسْئَلَہ ہے، بات ہو رہی ہے کہ یہ عَیْب ہے یا عَیْب نہیں بھئی۔ گناہ تو بہت بڑا ہے، بات صِرْف ہو رہی ہے عَیْب کی کہ یہ عَیْب نہیں مولانا۔ اسی طرح اگر یہ غُلَام زِنَا سے پیدا ہوا ہے تو بھی یہ عَیْب نہیں اس لیے کہ اس سے مَقْصُوْد کیا ہے؟ خِدْمَت لینا، اس پہ کسی قِسْم کا کوئی اَثَر نہیں پڑتا۔

جب کہ باندی کے اندر زِنَا والا ہونا یا مولانا کیا؟ زِنَا سے پیدا ہوئی ہو، یہ عَیْب ہیں، اس لیے کہ باندی کو خریدا جاتا ہے عُمُوْماً صُحْبَت کے لیے، اس سے اَوْلَاد کیا کی جاتی ہے؟ پیدا کی جاتی ہے، اَوْلَاد کے لیے خریدا جاتا ہے بھئی۔ تو اب مولانا اگر یہ باندی زِنَا والی ہے یا زِنَا سے پیدا ہوئی ہے تو کل جو بچے ہوں گے ان کے لیے یہ بات طَعْنے کا سَبَب بنے گی یا نہیں بنے گی بھئی؟ لوگ طَعْنَہ دیں گے اس کو بھئی تمہاری ماں تو زِنَا کار تھی، یا کہیں گے کہ تمہاری ماں تو زِنَا سے پیدا ہوئی تھی، تو یہ بات طَعْنے کا سَبَب بنے گی مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ تو خَلَل آگیا یا نہیں آیا خَلَل بھئی؟ تو ایسی باندی سے کوئی اَوْلَاد پیدا کرنا پسند نہیں کرے گا بھئی۔ تو اس لیے یہ باندی کے اندر تو عَیْب ہے لیکن غُلَام کے اندر عَیْب نہیں۔ تو کہتے ہیں وَالزِّنَا وَوَلَدُ الزِّنَا عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ دُونَ الْغُلَامِ، اور زِنَا اور اسی طرح وَلَدُ الزِّنَا ہونا یہ عَیْب ہے باندی کے اندر نہ کہ غُلَام کے اندر۔

وَإِذَا حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي، صُوْرَتِ مَسْئَلَہ یہ دیکھو بھئی: بھئی ایک شَخْص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور چیز خریدنے کے بعد وہ لے گیا اور وہاں پر اس نے اس میں ایک عَیْب پیدا کر دیا۔ چیز میں کیا کر دیا؟ عَیْب پیدا کر دیا مولانا۔ مَثَلاً اس نے سائیکل خریدی تھی ایک سے، سائیکل لے گیا اور اس کی کوئی چیز توڑ دی وَغَیْرَہ بھئی، چیز توڑ دی۔ یا کوئی کپڑا تھا مولانا، خرید کر لے گیا اور اس کے ہاں اس میں عَیْب پیدا ہوا، مَثَلاً اس کے بچے تھے چھوٹے، ان میں کسی نے قینچی سے تھوڑا سا ایک سائیڈ سے کاٹ دیا بھئی، تو اب اس کپڑے میں دیکھو ایک عَیْب پیدا ہوا، اور یہ کس کے پاس پیدا ہوا ہے؟ مُشْتَرِی کے پاس۔ اس عَیْب کے پیدا ہونے کے بعد جا کے مُشْتَرِی نے جب کپڑا کھول کر سارا دیکھا تو دیکھا اس میں دو تین داغ بھی لگے ہوئے ہیں بھئی، یہ عَیْب کہاں سے آیا ہے؟ بَائِع کے پاس سے۔ تو مُشْتَرِی کے پاس ایک نیا عَیْب پیدا ہو چکا ہے اور پھر اس کو ایک پرانے عَیْب کا پتہ چلا جو کہاں سے آیا تھا؟ بَائِع کے پاس سے۔ اب کیا کریں؟ کہتے ہیں مولانا اب یہ چیز واپس نہیں کر سکتا۔ اس چیز کو واپس نہیں کر سکتا۔ کیوں نہیں کر سکتا؟ کیونکہ اس نے خود اس کے اندر کیا پیدا کر دیا ہے؟ ایک عَیْب پیدا کر دیا ہے۔ جب بَائِع نے بیچی تھی تو یہ جو نیا عَیْب تھا یہ تھا اس وَقْت بھئی؟ نہیں، اس نے تو اس عَیْب سے سَالِم چیز فروخت کی تھی اور اب اس نے اس کے اندر عَیْب پیدا کر دیا ہے، تو اب لِہٰذَا مَجْبُوْرِی ہے، اب رُجُوْع بِالنُّقْصَان کیا جائے گا۔ کیا کیا جائے گا؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کیا جائے گا مولانا۔

کیسے رُجُوْع بِالنُّقْصَان کریں گے بھئی؟ اَوَّل تو یہ یاد رکھیں، ہاں مَسْئَلَہ آگے بھی آ رہا ہے، یہ پہلے سے یاد رکھیں: اگر بَائِع رَاضِی ہے پھر تو واپس کر لے۔ بَائِع کیا کہتا ہے بھئی ٹھیک ہے آپ کے ہاں بھی یہ کپڑا تھوڑا کٹ گیا ہے پھٹ گیا ہے، لیکن کوئی پرواہ نہیں، میں اسی طرح واپس لیتا ہوں، لاؤ بھئی میں لے لیتا ہوں، پیسے آپ اپنے واپس لے لیں۔ پھر تو ٹھیک ہے بَائِع رَاضِی ہے، لیکن اگر بَائِع رَاضِی نہیں ہے تو پھر واپس نہیں کر سکتا بھئی۔ اب کیا کرنا پڑے گا؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرنا پڑے گا بھئی۔

رُجُوْع بِالنُّقْصَان کے کیا مَعْنٰی؟ مَعْنٰی یہ بھئی: بَائِع کے پاس سے کیا عَیْب آیا کپڑے کے اندر؟ داغ لگے ہوئے تھے۔ اب اس کپڑے کی قِیْمَت لگائی جائے گی۔ بازار کے اندر لے جائیں اور پوچھیں یہ کپڑا بغیر داغ کے ہو تو کتنے کا ہو گا؟ وہ کہتے ہیں بھئی یہ کپڑا سو روپے کا ہو گا، تاجروں سے پوچھا آپ نے۔ پھر آپ نے کہا اچھا یہ دیکھو اب اس پہ داغ لگے ہوئے ہیں، اب اس کپڑے کی داغوں کے ساتھ کیا قِیْمَت لگے گی؟ وہ کہتے ہیں بھئی اب اس کی قِیْمَت صِرْف ساٹھ روپے لگے گی۔ کتنی لگے گی؟ ساٹھ روپے۔ کتنا فَرْق آیا؟ چالیس فِیْصَد کا فَرْق آگیا۔ کتنا آگیا؟ چالیس فِیْصَد فَرْق آگیا، سو میں سے چالیس حِصّے دیکھو۔ اب وہ جو ثَمَن جس پر اس نے خریدا تھا اس میں چالیس فِیْصَد کم کر دیے جائیں گے، چالیس فِیْصَد بَائِع سے واپس وُصُوْل کر لے گا۔

مَثَلاً بَائِع سے اس نے یہ کپڑا صِرْف پچاس روپے میں خریدا تھا۔ کتنے میں خریدا تھا؟ پچاس روپے میں۔ بھئی وہ تو ثَمَن ہے نا، آپس میں جو طے ہو گئے، بَائِع چاہتا تھا مجھے کچھ پیسے مل جائیں اس نے جلدی سے کپڑا سستا ہی بیچ دیا بھئی، تو پچاس روپے میں اس نے خرید لیا تھا۔ لیکن اب جب دیکھا تو داغ نکل آئے، اب کیا کریں؟ کہتے ہیں مارکیٹ میں جاؤ قِیْمَت لگواؤ۔ بغیر داغ کے قِیْمَت لگوائی تو کتنا بھئی؟ سو، اور داغ کے ساتھ لگائی تو کتنی؟ ساٹھ۔ مَعْلُوْم ہوا کتنی

ثَمَن میں کمی ہونی چاہیے؟ چالیس فِیْصَد، یَعْنِی ہر سو میں سے کتنے حِصّے کم کرو؟ چالیس۔ ہزار روپے کا مَثَلاً اگر کپڑا خریدا تھا اس نے اب کتنے حِصّے کم کریں گے؟ چار سو، چالیس حِصّے سو میں سے تو چار سو بن جائیں گے۔ لیکن اس نے خریدا کتنے کا ہے؟ پچاس کا۔ تو پچاس ہے سو کا نِصْف، تو اس میں سے سو کا نِصْف کم کریں گے۔ سو میں سے کتنا کم کرتے تھے؟ چالیس، تو پچاس میں سے کتنا کم کریں گے؟ بیس کم کر دیں گے۔ تو بیس روپے جا کر اس سے وُصُوْل کر لیں گے اور یہ کپڑا تیس روپے میں مُشْتَرِی کا ہو گیا بھئی۔ صُوْرَت سمجھ میں آ گئی؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کا طَرِیْقَہ آیا؟ کیونکہ آپ جب کسی سے کوئی چیز خریدتے ہیں، مارکیٹ ریٹ پہ خرید رہے ہیں وہ تو الگ بات ہے پھر بھی مَسْئَلَہ اس طرح آسانی سے حَلّ ہو جائے گا، کسی بھی قِیْمَت پر خرید لیں، کسی بھی ثَمَن پر خرید لیں، پھر اس میں جب رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرنا ہو تو کیا کیا جائے گا؟ مارکیٹ کی قیمتیں لگوائی جائیں گی، پھر وہاں فِیْصَد نکال لیں گے اتنے فِیْصَد کمی بنتی ہے اور یہاں کر دیں گے کمی۔ صُوْرَت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي عَيْبٌ جب پیدا ہوا مُشْتَرِی کے پاس کوئی عَیْب، مُشْتَرِی کے پاس ایک نیا عَیْب پیدا ہو گیا، ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ پھر مُشْتَرِی مُطَّلِع ہوا ایسے عَیْب پر جو کس کے پاس تھا؟ جو کہ بَائِع کے پاس تھا وہیں سے آیا ہے، فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ تو مُشْتَرِی کے لیے جَائِز ہے کہ وہ کیا کر لے؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر لے بھئی، کہ وہ رُجُوْع کرے عَیْب کے نُقْصَان کے ساتھ، وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيعَ اور مَبِیْع واپس نہیں کر سکتا مولانا کیونکہ اس نے خود اس میں کیا پیدا کر دیا ہے؟ ایک نیا عَیْب، إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ مگر یہ کہ بَائِع کیا ہو جائے؟ رَاضِی ہو جائے کس بات پر؟ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْبِهِ کہ وہ لے لے گا اس مَبِیْع کو اس کے عَیْب کے ساتھ۔ وہ کہتا ہے بھئی ٹھیک ہے آپ کے پاس بھی عَیْب آ گیا لیکن کوئی بات نہیں بھئی، لے آؤ واپس لے آؤ کپڑا بھئی، پیسے لے لو۔

وَإِنْ قَطَعَ الْمُشْتَرِي الثَّوْبَ وَخَاطَهُ۔ اب مولانا یہ تو وہ صُوْرَت تھی جب کہ مُشْتَرِی نے اس میں عَیْب پیدا کر دیا تھا اور پھر بھی اگر بَائِع رَاضِی ہے تو چیز واپس کر سکتا ہے۔ اب کچھ وہ صُوَر تیں ذِکْر ہو رہی ہیں مولانا جس میں بَائِع رَاضِی ہو بھی پھر بھی وہ چیز کو واپس نہیں لے سکتا، شَرْعاً اس کے لیے جَائِز نہیں ہے مولانا۔ مَثَلاً کیا کر دیتا ہے؟ کہتے ہیں بھئی چیز کے اندر زِیَادَتِی کر دیتا ہے، ایسی زِیَادَتِی جو اس سے اب جُدَا نہیں ہو سکتی۔ مَثَلاً بھئی ایک آدمی نے ستو خریدے کسی سے، پھر ان ستوؤں میں اس نے گھی ملا دیا۔ اب جب ستوؤں کے اندر گھی مل گیا، بعد میں پتہ چلا بھئی ان ستوؤں میں تو یہ عَیْب ہے، اب مولانا واپس کرنا چاہے بھی تو واپس نہیں کر سکتا، صِرْف رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرے گا۔ پچھلے مَسْئَلے میں تو کیا اِخْتِیَار تھا؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان بھی کر سکتا ہے اور بَائِع اگر واپس لینے پر رَاضِی ہے تو واپس بھی کر سکتا ہے، لیکن یہاں پر بَائِع اگر رَاضِی بھی ہو پھر بھی وہ واپس لینا چاہے تو نہیں لے سکتا بھئی، بلکہ صِرْف کیا صُوْرَت ہے یہاں پر؟ صِرْف رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے بھئی۔ یَعْنِی اس ستو کی قِیْمَت لگائی جائے گی جب ان میں وہ عَیْب نہ ہو، مَثَلاً وہ بنتی ہے سو روپے، اور پھر اس ستو کی قِیْمَت لگائی جائے گی جس میں عَیْب ہے، وہ لگتی ہے مَثَلاً ستر روپے۔ کتنا فَرْق نکلا؟ تیس فِیْصَد، یَعْنِی ہر سو میں سے تیس روپے، تیس حِصّے بھئی۔ تو اب جس قِیْمَت پر ستو خریدا تھا اس میں سے تیس فِیْصَد کیا کر دیں گے؟ کم کریں گے اور وہ جا کر بَائِع سے وُصُوْل کر لیے جائیں گے بھئی۔

لیکن اگر بَائِع کہتا ہے نہیں بھئی ستو واپس کرو میں پیسے نہیں دوں گا بھئی، نہیں، وہ واپس لینے پر رَاضِی بھی ہو آپ اسے واپس نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیونکہ سُوْد لَازِم آئے گا۔ کیا لَازِم آئے گا؟ سُوْد لَازِم آئے گا بھئی۔ بھئی بَائِع نے آپ کو کیا دیا تھا؟ ستو۔ آپ نے کیا دیے تھے؟ پیسے۔ ٹھیک ہے، اب آپ ستو میں کیا ملا چکے ہیں؟ گھی، اور گھی ستو سے الگ ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ تو یہ زِیَادَت ہے، زِیَادَتِی ہوئی ہے چیز کے اندر اور مُتَّصِل ہے جو اس سے اب جُدَا نہیں ہو سکتی۔ اور اب آپ جُدَا ایک چیز کو نہیں کر سکتے، تو وہ رَاضِی ہے بھئی اسی طرح لے آؤ، آپ جا کر دے دیتے ہیں، تو آپ کو تو واپس ستو کرنا چاہیے تھے لیکن آپ کتنی چیزیں گویا واپس کر رہے ہیں؟ دو، ستو بھی ہے اور ساتھ کیا ملا ہوا ہے؟ گھی بھی ملا ہوا ہے۔ اب بَائِع آپ کو آپ کے پیسے واپس دے رہا ہے، بھئی یہ پیسے تو ستو کے بدلے ہو گئے اور یہ گھی زَائِد ہو گیا۔ گھی کیا ہوا؟ زَائِد، گھی کا کوئی عِوَض آیا بھئی؟ نہیں آیا، تو لِہٰذَا یہ سُوْد آیا مولانا۔ کیا آ گیا؟ سُوْد، وہ زِیَادَتِی جو عِوَض سے خَالِی ہو وہ سُوْد ہوتی ہے مولانا۔

جیسے قَرْض میں کیا ہوتا ہے مولانا؟ بَعْض لوگ سُوْد پر دیتے ہیں بھئی، کیا کرتے ہیں؟ بھئی سو روپے دیتا ہوں، مہینے بعد آپ مجھے ایک سو دس دیں گے۔ ٹھیک ہے، اب اس نے سو دیا تھا، مہینے بعد اس کو واپس کتنے لینے چاہئیں؟ سو ہی واپس لینے چاہئیں، یہ اس سو کے بدلے میں آ گیا، لیکن یہ جو دس دے رہا ہے یہ زَائِد ہیں مولانا۔ زَائِد ہے یا نہیں؟ تو یہ ایسی زِیَادَتِی ہے جو عِوَض سے خَالِی ہے مولانا۔ اس دس روپے کے بدلے میں دوسری طَرَف سے بھی

دس روپے ہیں؟ نہیں ہیں بھئی۔ تو ایسی زِیَادَتِی جو عِوَض سے خَالِی ہے وہ سُوْد ہے، اور یہاں پر بھی کیا آ گیا؟ سُوْد آتا ہے لَازِم، لِہٰذَا واپس کرنا بھی چاہے تو واپس نہیں کر سکتا۔ دیکھیے اب یہ مَسْئَلے کچھ بتلائیں گے۔

تو کہتے ہیں وَإِنْ قَطَعَ الْمُشْتَرِي الثَّوْبَ وَخَاطَهُ اور اگر مُشْتَرِی نے کپڑے کو کاٹ لیا وَخَاطَهُ اور اسے سی لیا، خَاطَ یَخِیطُ کے مَعْنٰی ہوتے ہیں سی لینے کے، أَوْ صَبَغَهُ یا اسے کیا کیا کپڑے کو؟ رنگ دیا بھئی، صَبَغَ کا مَعْنٰی رنگ لینا کپڑے کو کوئی رنگ دیتے ہیں جیسے، تو اس نے کپڑے کو سی لیا یا اسے رنگ دے دیا، أَوْ لَتَّ السَّوِيقَ بِسَمْنٍ یا ملا دیا ستو کو، سَوِیْق کہتے ہیں ستو، لَتَّ کا مَعْنٰی ملایا، السَّوِیْق ستو، سَمْن گھی کو کہتے ہیں مولانا، أَوْ لَتَّ السَّوِيقَ بِسَمْنٍ یا ملا دیا ستو کو گھی کے ساتھ، ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ پھر اس کے بعد کس پر مُطَّلِع ہوا؟ عَیْب پر۔ اب بھئی کپڑے کو رنگ چکا ہے پھر اس میں عَیْب کا پتہ چلا، یا سی لیا تھا اس نے پھر عَیْب کا پتہ چلا، یا گھی ملانے کے بعد اب کس کا پتہ چلا؟ عَیْب کا پتہ چلا، تو کہتے ہیں رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ تو وہ اپنے نُقْصَان کے ساتھ کیا کرے گا؟ جی، رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرے گا، عَیْب سے جو نُقْصَان آیا ہے اس کے ساتھ رُجُوْع کرے گا، وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْنِهِ اور بَائِع کے لیے جَائِز نہیں ہے کہ بِعَیْنِہٖ اس کو واپس لے لے بھئی۔ بَائِع کے لیے جَائِز نہیں ہے کہ بِعَیْنِہٖ اسی چیز کو لے لے بھئی۔

بھئی کیوں نہیں لے سکتا؟ کیا خرابی لَازِم آتی ہے؟ سُوْد، کیونکہ ان سب صُوْرَتوں میں دیکھو کپڑے کے اندر زِیَادَتِی آئی مولانا، ستو کے اندر گھی کی زِیَادَتِی آئی، کپڑے کو اگر سیا ہے تو سلائی والا دھاگہ آپ کا لگایا نہیں لگا بھئی؟ یہ زِیَادَتِی آ گئی کپڑے کے اندر، یا رنگا ہے تو وہ رنگ آپ کی طَرَف سے زَائِد ہو گیا، تو لِہٰذَا واپس نہیں کر سکتا، صِرْف رُجُوْع بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ کرے گا بھئی۔ تو یہ مَعْنٰی ہے رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ یہ رُجُوْع کرے گا عَیْب کے نُقْصَان کے ساتھ وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْنِهِ اور بَائِع کے لیے جَائِز نہیں ہے کہ بِعَیْنِہٖ اس کو لے لے۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۴: باب خیار العیب (۳): مبیع کے ہلاک ہونے یا آزاد کرنے کے بعد عیب پر اطلاع، اور عدمِ رجوع کی شرط (براءت عن کل عیب) کا حکم

مختصر القدوری صفحہ: ۶۹—بتاریخ: ۱۱ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ أَوْ مَاتَ عِنْدَهُ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ، فَإِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ أَوْ كَانَ طَعَامًا فَأَكَلَهُ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبِهِ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَا يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

صُوْرَتِ مَسْئَلَہ یہ مولانا: بھئی دیکھو آپ نے پڑھا ہے اگر کوئی شَخْص کوئی چیز خریدے اور اس میں اسے کسی عَیْب کا پتہ چلے جو بَائِع کے پاس سے آیا ہے، تو شَرِیْعَت نے اسے اِخْتِیَار دیا ہے کہ وہ اس چیز کو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے، واپس کر سکتا ہے۔ تو اب بھئی ایک آدمی ہے، اس نے دوسرے سے کوئی غُلَام خریدا اور غُلَام اس کے پاس آ کر مر گیا۔ غُلَام کیا ہوا؟ اس کے پاس آیا، چند دن بعد وہ غُلَام مر گیا، فَوْت ہو گیا۔ مرنے کے بعد اس کو عَیْب کا پتہ چلا۔ یا مولانا عَیْب کا پہلے ہی پتہ لگ گیا، لیکن اب واپس کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ میں لے کر جاؤں اس کو واپس کروں، اتنے میں وہ غُلَام مر گیا۔ تو غُلَام میں عَیْب کا پتہ چلا اور عَیْب کے بعد وہ فَوْراً مر گیا، یا مرنے کے بعد کیا ہوا؟ کسی عَیْب کا پتہ چلا بھئی۔

اب کیا کریں گے بھئی؟ کیا رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے یا نہیں بھئی؟ غُلَام تو واپس ہو نہیں سکتا، غُلَام تو ختم ہوا مولانا، حالانکہ مَسْئَلَہ تو یہ تھا کہ مَبِیْع واپس کرے اور اپنے پیسے لے لے، لیکن اب تو غُلَام مر گیا، تو کیا اب رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے یا نہیں؟ فُقَہَائے کِرَام فرماتے ہیں بھئی کہ وہ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے، رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرے گا، جائے گا بھئی کہ تم نے مجھے عَیْب والا غُلَام فروخت کیا تھا بھئی۔

تو اب پھر بھئی رُجُوْع بِالنُّقْصَان کیسے کرے گا بھئی؟ کیا طَرِیْقَہ میں نے بتلایا تھا؟ مَثَلاً اس نے یہ غُلَام اس کو بیچا تھا ایک لاکھ میں بھئی، ایک لاکھ میں۔ اور اس غُلَام کے اندر عَیْب کا پتہ لگ گیا، اب کیا کریں گے مرنے کے بعد؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کیسے کیا جائے گا؟ میں نے صُوْرَت بتلائی تھی: بھئی یہ جو ایک لاکھ روپے میں خریدا ہے یہ ایک لاکھ قِیْمَت ہے یا ثَمَن ہے؟ یہ ثَمَن ہے۔ اب جا کر تاجِروں کے ہاں پتہ کریں گے اس طرح کا غُلَام ہو تو اس کی کیا قِیْمَت ہوتی ہے؟ تاجِروں نے بتایا بھئی اس طرح کا غُلَام تو پچاس ہزار کا ہوتا ہے۔ کتنے کا ہوتا ہے؟ پچاس ہزار۔ پھر اس عَیْب کا بتلایا بھئی اگر یہ پچاس ہزار والے غُلَام میں یہ والا عَیْب آ جائے تو وہ کتنے کا ہوتا ہے؟ انہوں نے بتایا پھر تو یہ کتنے کا ہو جاتا ہے؟ چالیس ہزار کا ہو جاتا ہے بھئی۔ تو کتنا فَرْق پڑا مولانا؟

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ أَوْ مَاتَ عِنْدَهُ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن اشترى عبدا فأعتقه أو مات ثم اطلع على عيب رجع بنقصانه» منقول ہے۔

بھئی بیس فِیْصَد فَرْق پڑ گیا یعنی پچاس میں سے دس حِصّے ہیں تو سو میں سے کتنے ہوں گے؟ بیس ہو جائیں گے بھئی۔ تو بیس فِیْصَد فَرْق پڑ گیا، مَعْلُوْم ہوا بیس فِیْصَد اب وہ اس سے واپس لے لے گا۔ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کتنے کے ساتھ کرے گا؟ بیس فِیْصَد، تو ایک لاکھ میں سے کتنے واپس لے لے گا اس سے بھئی؟ بیس ہزار واپس لے لے گا۔ صُوْرَت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

اچھا سمجھ میں آیا؟ تو رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرے گا اگرچہ غُلَام مر چکا ہے پھر بھی رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر رہا ہے، کیوں؟ کیونکہ غُلَام کے مرنے میں کوئی اس کا دَخْل تھا؟ اس کا کوئی دَخْل نہیں، بھئی خریدنے والے کا کوئی دَخْل نہیں تھا بھئی۔ اگر اس کا دَخْل ہوتا تو پھر تو رُجُوْع بِالنُّقْصَان کی ہم اِجَازَت بھی نہ دیتے۔ مَثَلاً دیکھو: ایک آدمی ہے وہ غُلَام خرید کر لایا اور غُلَام کو اس نے خود ہی قَتْل کر دیا۔ اب وہ بھی غُلَام مرا ہے مولانا، لیکن اب بتاؤ بھئی مُشْتَرِی کے فِعْل کا دَخْل ہے یا نہیں اس کے مرنے میں؟ دَخْل ہے، مُشْتَرِی نے ہی تو مارا ہے اس کو، لِہٰذَا اب رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا۔ لیکن پہلی صُوْرَت میں وہ خود مرا تھا تو مُشْتَرِی کے فِعْل کا کوئی دَخْل تھا؟ نہیں تھا، تو وہاں ہم نے کیا حُکْم لگایا؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے۔

مَسْئَلَہ سمجھ میں آیا کہ نہیں آیا بھئی؟ خاموش نہ بیٹھا کریں، جَوَاب دیا کریں مجھے پتہ چلے مَسْئَلَہ سمجھ میں آیا یا نہیں بھئی۔ اب مجھے بتایئے مولانا اگر کسی شَخْص کا غُلَام اس کے پاس آ کر مر گیا تو اب اس غُلَام کے مرنے میں کوئی اس کا دَخْل ہے؟ نہیں ہے۔ جب دَخْل نہیں ہے، بعد میں عَیْب کا پتہ چلا تو رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے۔ اور اگر اس نے اس کو خود قَتْل کیا مُشْتَرِی نے تو اب اس کے فِعْل کا کیا آ گیا؟ دَخْل آ گیا، لِہٰذَا اب رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا۔

تیسری صُوْرَت مولانا: ایک آدمی غُلَام کو خرید کر لایا اور خریدنے کے بعد اس نے اسے آزاد کر دیا۔ کیا کیا؟ آزاد کر دیا غُلَام کو، جاؤ میری طَرَف سے تم آزاد ہو۔ آزاد کرنے کے بعد اس میں کسی عَیْب کا اس کو پتہ چلا بھئی، اب آپ بتایئے رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ جی؟ نہیں کر سکتا؟ کیوں؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان آپ نے کہا نہیں کر سکتا، کیوں نہیں کر سکتا؟ جی، اس کے فِعْل کا دَخْل آ رہا ہے مولانا، کیا آ رہا ہے؟ فِعْل کا دَخْل۔ لیکن یاد رکھو، ابھی مَسْئَلَہ آپ پڑھیں گے کہ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے، بلکہ یہاں دو صُوْرَتیں بنتی ہیں مولانا: اس نے آزاد ویسے ہی کر دیا، یا اس کو کہا بھئی بَدَل لے کر آؤ، میں تجھے آزاد کرتا ہوں لیکن جاؤ ایک لاکھ روپیہ لا کر مجھے دو، تم آزاد ہو جاؤ۔ تو ایک صُوْرَت ہے مُفْت میں آزاد کرتا ہے، ایک کیا کرتا ہے اس سے؟ بدلے میں پیسے لیتا ہے بھئی، پیسے لے کر آؤ اتنے بھئی۔ تو دونوں مَسْئَلوں میں فَرْق ہو جائے گا مولانا: اگر مُفْت آزاد کیا تو اس صُوْرَت کے اندر وہ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے، اگر پیسوں کے بدلے آزاد کیا ہے تو پھر رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا۔

بھئی کیوں؟ ابھی آپ نے ہمیں ضَابِطَہ بتایا تھا کہ اگر مُشْتَرِی کے اپنے فِعْل کا دَخْل ہو تو پھر وہ رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا، جیسے قَتْل کرتا تھا تو اس کا اپنا فِعْل تھا لِہٰذَا رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا تھا، اور یہاں پر بھی جب آزاد کیا تو مُشْتَرِی کے فِعْل کا دَخْل ہے یا نہیں؟ خود بخود آزاد ہو گیا یا مُشْتَرِی نے آزاد کیا ہے؟ مُشْتَرِی نے آزاد کیا ہے، تو اس کے فِعْل کا دَخْل آ گیا، پھر رُجُوْع بِالنُّقْصَان کیسے کر سکتا ہے؟ تو جَوَاب یہ مولانا کہ یہ جو اِعْتَاق ہے ہم یہاں یوں کہیں گے کہ یہ مَوْت کی طرح ہے۔ کس کی طرح ہے؟ مَوْت کی طرح ہے، بغیر پیسوں کے آزاد کیا یہ مَوْت ہی کی طرح ہے۔ بھئی مَوْت کی طرح کیسے ہے؟ اس میں تو بندہ ختم ہو جاتا تھا، اس میں آزاد ہے! کہتے ہیں بھئی جیسے مَوْت سے مِلْکِیَّت ختم ہو جاتی تھی، غُلَام مرا تو اب مِلْکِیَّت آپ کی ہے یا ختم ہو گئی مولانا؟ مِلْکِیَّت ختم ہو گئی۔ غُلَام کے مرتے ہی مِلْکِیَّت کیا ہو گئی؟ ختم بھئی، اب تو انسان ہی نہیں رہا، غُلَام ہی نہیں رہا، مِلْکِیَّت کون سی؟ تو جیسے مَوْت سے مِلْکِیَّت ختم ہو جاتی ہے کسی چیز میں، اسی طرح جب اس کو آزاد کر دیا تو اس میں بھی مِلْکِیَّت کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی۔ تو بغیر مَال کے یہ جو مُفْت آزاد کرنا ہے یہ مَوْت کی طرح ہے یعنی جیسے مَوْت سے مِلْکِیَّت ختم ہو جاتی ہے اس سے بھی مِلْکِیَّت کیا ہو جاتی ہے؟ ختم۔ جب غُلَام کو آزاد کر دیا اب آپ کی مِلْکِیَّت اس میں ہے؟ نہیں، اب آپ کی مِلْکِیَّت نہیں، آزاد ہو گیا مولانا۔ ایک دَفْعَہ آزاد کر دو پھر کبھی وہ آزادی واپس نہیں ہو سکتی مولانا، کوئی صُوْرَت نہیں، ایک دَفْعَہ آزادی اس کو مل گئی اب وہ آزادی آپ فَسْخ کرنا چاہتے ہیں؟ نہیں بھئی نہیں، آزادی میں کبھی بھی فَسْخ نہیں آ سکتا۔ تو یہ بھی یوں ہی سمجھیں گے مولانا کہ گویا یہ مَوْت کی طرح ہے، اور مَوْت کی طرح کس لِحَاظ سے ہے میں نے کیا بتلایا؟ کہ مِلْکِیَّت ختم ہو گئی، جیسے مَوْت مرتے ہی کیا ہو جاتی ہے؟ مِلْکِیَّت ختم، یہاں بھی مِلْکِیَّت ختم ہو گئی، لِہٰذَا یہ مَوْت کی طرح ہوا، اور مَوْت کے اندر تو کیا کرتا تھا؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرتا تھا تو یہاں بھی کیا کرے گا؟ رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرے گا۔

اسی طرح ایک آدمی ہے، وہ کوئی کھانے کی چیز لے کر آیا۔ کھانے کی چیز لانے کے بعد اس نے اسے کھا لیا، چاہے سارا کھایا چاہے تھوڑا کھایا، کھا لیا۔ کھانے

کے بعد اس کو اس میں عَیْب کا پتہ چلا مولانا، تو کیا رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے یا رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا؟ جی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا، رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کر سکتا۔ کیوں نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ کھانے سے اس کا مَقْصُوْد اس نے حَاصِل کر لیا۔ اس نے بھی کس لیے خریدا تھا؟ کھانے کے لیے، مَقْصُوْد ہی اس میں کھانا تھا اس کا اور مَقْصُوْد اس نے حَاصِل کر لیا ہے، اس کو کھا لیا ہے، لِہٰذَا اب رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں کرے گا۔ بھئی جس چیز کو جس مَقْصَد کے لیے خریدا تھا جب وہ مَقْصَد ہی اس سے پورا کر لیا، اب کس چیز کا رُجُوْع بِالنُّقْصَان کرتے ہو؟ صُوْرَت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا اور جس نے کسی غُلَام کو خریدا فَأَعْتَقَهُ پس اس کو کیا کر دیا؟ آزاد کر دیا، أَوْ مَاتَ یا مر گیا عِنْدَهُ اس کے پاس بھئی، مُشْتَرِی کے پاس وہ مر گیا۔ دیکھا دونوں کو اکٹھا ایک ہی حُکْم میں، آزاد کرنے کا بھی وہی حُکْم ہے جو مَوْت کا ہے۔ تو کہتے ہیں اس نے اسے آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ پھر یہ مُشْتَرِی مُطَّلِع ہوا کسی عَیْب پر رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ تو یہ کیا کرے گا؟ نُقْصَان کے ساتھ رُجُوْع کرے گا، عَیْب کے نُقْصَان کے ساتھ۔ فَإِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ اور اگر، یہ دوسری صُوْرَت آ گئی، پس اگر قَتْل کر دیا مُشْتَرِی نے غُلَام کو أَوْ كَانَ طَعَامًا یا وہ خریدی ہوئی چیز کیا تھی؟ کھانا تھا، طَعَام تھا فَأَكَلَهُ بھئی تو مُشْتَرِی نے کیا کیا اسے؟ کھا لیا۔ میں نے بتلایا چاہے کُلّ کھائے یا تھوڑا کھائے، سارا کھائے یا تھوڑا کھائے، اس لیے کہ طَعَام شَيْءٍ وَاحِد شُمَار ہوتی ہے ساری بھئی، تھوڑی بھی کھالی تو بس کھالی گویا۔ تو اس نے اسے سارا کھا لیا یا تھوڑا ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبِهِ پھر اس کے عَیْب پر مُطَّلِع ہوا لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ بھئی تو وہ رُجُوْع نہیں کرے گا بَائِع پر بِشَيْءٍ کسی چیز کے ساتھ بھی فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اِمَام اَبُوْ حَنِيْفَه رَحِمَهُ اللّٰه کے قَوْل میں، ان کے نزدیک کسی چیز کے ساتھ بھی رُجُوْع نہیں کرے گا بھئی۔

وَقَالَا، یہ تَثْنِیَہ کا صِیْغَہ ہے، اور صَاحِبَیْن فرماتے ہیں يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ کہ رُجُوْع کرے گا عَیْب کے نُقْصَان کے ساتھ بھئی۔ عَیْب کے نُقْصَان کے ساتھ کیا کرے گا؟ رُجُوْع کرے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نیچے لکھا ہوا ہے مولانا: الْخِلَافُ إِنَّمَا هُوَ فِي الْأَكْلِ لَا غَيْرُ. اِخْتِلَاف کس کے اندر ہے مولانا؟ صِرْف کھانے کے مَسْئَلے میں اِخْتِلَاف ہے، قَتْلِ عَبْد کے اندر تو دونوں کا یہ اِتِّفَاق ہے مولانا، صَاحِبَیْن کا بھی اور اِمَام صَاحِب کا بھی۔ جیسے غُلَام کو قَتْل کرے تو رُجُوْع بِالنُّقْصَان کر سکتا ہے؟ نہیں کر سکتا، صَاحِبَیْن بھی فرماتے ہیں غُلَام کو قَتْل کیا ہے تو اپنے فِعْل کا دَخْل آ گیا لِہٰذَا رُجُوْع بِالنُّقْصَان نہیں، ہاں کھانے کے مَسْئَلے میں اِمَام صَاحِب نے فرمایا تھا رُجُوْع نہیں کر سکتا، صَاحِبَیْن فرماتے ہیں رُجُوْع کر سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جی، اور صَاحِبَیْن کے قَوْل پر ہی فَتْوٰی ہے مولانا۔

وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ۔ دیکھو بھئی یہ تَفْصِیْلِی مَسْئَلَہ ذرا غَوْر سے سمجھ لو اسے بھئی: بھئی میں نے آپ کو ایک موبائل فروخت کیا، آپ نے اس موبائل کو پھر آگے فروخت کر دیا، تو وہ جو مُشْتَرِي ثَانِی تھا، بھئی میں ہوا بَائِع اَوَّل، پہلے میں نے بیچا، پھر کس نے بیچا آگے؟ آپ نے آگے بیچا تو آپ کون ہوئے؟ بَائِع ثَانِی ہوئے۔ اور وہ جو آگے خریدار ہے وہ مُشْتَرِی ہے مولانا۔ لیکن دیکھا جائے تو مُشْتَرِی آپ بھی ہیں کیونکہ آپ نے بھی مجھ سے خریدا تھا، تو آپ مُشْتَرِي اَوَّل ہیں اور وہ مُشْتَرِي ثَانِی۔ تو میں صِرْف بَائِع اَوَّل ہوں، میں کیا ہوں؟ بَائِع اَوَّل۔ اور وہ جو تیسرا ہے وہ صِرْف مُشْتَرِي ثَانِی ہے، جب کہ آپ بھئی جنہوں نے مجھ سے خریدا ہے اور آگے بیچا ہے، آپ مُشْتَرِي اَوَّل بھی ہیں اور بَائِع ثَانِی بھی ہیں۔ صُوْرَت سمجھ میں آ رہی ہے؟[۲]

اب اس شَخْص کے پاس جو مُشْتَرِي ثَانِی تھا اس کو اس موبائل میں کسی عَیْب کا پتہ چلا کہ یہ خرابی ہے اس کے اندر بھئی، اس نے وہ موبائل آپ کو واپس کر دیا یَعْنِی بَائِع ثَانِی کو کیا کر دیا وہ؟ واپس کر دیا۔ تو کیا اب یہ بَائِع ثَانِی اس کو بَائِع اَوَّل کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ کیونکہ یہ عَیْب تو کہاں سے آیا دَرَاصْل؟ بَائِع اَوَّل سے ہی چلا ہے، تو کیا وہ اس عَیْب کی وَجْہ سے اب بَائِع اَوَّل کو واپس کر سکتا ہے یا واپس نہیں کر سکتا؟

اس سے پہلے ایک اور چیز سمجھ لو بھئی: یاد رکھو آپ کو شَرِیْعَت نے خِیَار دیا ہے کہ آپ کوئی چیز خریدتے ہیں اور پتہ چلتا ہے اس میں کوئی عَیْب ہے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ واپس کر سکتے ہیں۔ لیکن اس واپس کرنے کے اندر میں نے بتایا بَائِع کی رضامندی یا قَاضِی کا فَیْصَلَہ ضَرُوْرِی ہے۔ لیکن اگر آپ نے ایک چیز کو آگے بیچ دیا مولانا، بیچ دیا، تو اب آپ اس کو واپس نہیں کر سکتے۔ کیا کیا؟ آگے بیچ دیا تو اب آپ واپس نہیں کر سکتے، کیونکہ اب اس چیز کے ساتھ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باعا عبدا فباعه المشتري ثم رد عليه بعيب» منقول ہے۔

غَیْر کاحَقّ وَابَسْتَہ ہوگیا، اب اس کامَالِک کون بن چکاہے؟ وہ مُشْتَرِي ثَانِی بن چکاہے، توغَیْر کاحَقّ کیاہوچکاہے اس کے ساتھ؟ وَابَسْتَہ ہوگیا، توگویا آپ مَبِیْع کوروکنے والے بن گئے بھئی۔ شَرِیْعَت نے توآپ کواِخْتِیَار دیاتھاکہ عَیْب کی وَجْہ سے کیاکردو؟ واپس کردو، لیکن جب آپ نے آگے اس کو بیچ دیاتوغَیْر کاحَقّ کیاہوااس چیز کے ساتھ؟ وَابَسْتَہ ہوگیا، غَیْر اس کامَالِک بن گیا، توگویا آپ خود اس چیز کوروکنے والے ہیں اپنے پاس، آپ حَابِس بن گئے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ واپس اب نہیں کرسکتے، تورکاوٹ کس نے ڈالی واپسی کے اندر بھئی، اس بَائِع اَوَّل نے ڈالی ہے یاآپ نے ڈالی ہے بھئی مُشْتَرِی نے؟ مُشْتَرِي اَوَّل نے ڈالی ہے بھئی۔ صُوْرَت سمجھ میں آگئی؟ توجب چیز کو آگے بیچ دے توپھر اس کوواپس نہیں کرسکتا، واپس نہیں کرسکتا۔

اسی طرح میں نے ابھی جوصُوْرَت بنائی تھی: میں نے موبائل آپ کوبیچا، آپ نے موبائل آگے بیچ دیا، تومیں ہوا بَائِع اَوَّل، وہ جو آخری آدمی ہے وہ ہوامُشْتَرِي ثَانِی، اور درمیان والاشَخْص جوہے وہ بَائِع ثَانِی بھی ہے اورمُشْتَرِي اَوَّل بھی ہے۔ اب وہ جومُشْتَرِي ثَانِی تھااس نے وہ چیز آپ کوواپس کردی، توکیا آپ مجھے واپس کرسکتے ہیں یامجھے واپس نہیں کرسکتے؟ یَعْنِی بَائِع اَوَّل کوواپس کرسکتے ہیں یاواپس نہیں کرسکتے؟ تواس میں یادرکھو وہ جو مُشْتَرِي ثَانِی مُشْتَرِي اَوَّل کوچیز واپس کررہاہے اس میں دوصُوْرَتیں ہیں: یاتواس مُشْتَرِي اَوَّل نے، آپ ہیں بھئی، آپ نے اپنی مرضی سے کیاکیا؟ اس چیز کوواپس لے لیا، تواب آپ مجھے واپس نہیں کرسکتے۔ اوراگر قَاضِی کے فَیْصَلے کے ذریعے واپس ہوئی ہے چیز آپ کو، تواب آپ مجھے بھی کیاکرسکتے ہیں؟ واپس کرسکتے ہیں۔

صُوْرَت سمجھ میں آئی؟ میں نے چیز بیچی عَمْرَو کو، عَمْرَو نے چیز آگے بیچی کس کو؟ بَکْر کو۔ اب بَکْر کے پاس چیز میں عَیْب کاپتہ چلااور یہ عَیْب چلاہے بَائِع اَوَّل سے، توبَکْر وہ چیز کس کوواپس کرتاہے؟ عَمْرَو کو۔ اگرعَمْرَو کوواپس کرتاہے عَمْرَو کی رضامندی سے: بَکْر نے آکرعَمْرَو سے کہا بھئی اس موبائل میں عَیْب ہے اس کوواپس لو، عَمْرَو نے کہالاؤ بھئی دے دو، اپنی رضامندی سے چیز واپس کرلی۔ بھئی جب رضامندی سے واپس چیز لی ہے تو اب مجھے واپس نہیں کرسکتا یَعْنِی بَائِع اَوَّل کوواپس نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر قَاضِی نے فَیْصَلَہ کیاتھا بھئی: بَکْر چیز لایا، عَمْرَو سے کہا بھئی یہ اپنا موبائل لو اس کے اندر عَیْب ہے، عَمْرَو کہتاہے نہیں بھئی یہ عَیْب میرے پاس سے نہیں آیا میں واپس نہیں لوں گا۔ وہ فَوْراً قَاضِی کے پاس چلاگیا، دوگواہ پیش کردیے بھئی، قَاضِی نے فَیْصَلَہ کردیا، بَیْع فَسْخ کردی۔ تولِہٰذَا اب چیز واپس ہوئی ہے عَمْرَو کو، لیکن اس کی رِضَا سے یاقَاضِی کے فَیْصَلے سے؟ قَاضِی کے فَیْصَلے سے۔ جب قَاضِی کے فَیْصَلے سے واپس ہوئی ہے تواب یہ کیاکرسکتاہے؟ مجھے بھی وہ چیز واپس کرسکتاہے۔ صُوْرَت سمجھ میں آگئی؟

بھئی یہ کیاوَجْہ ہے؟ اپنی رضامندی سے لیتاہے تو واپس نہیں کرسکتا، قَاضِی کے فَیْصَلے سے واپس ہوئی ہے تواب کیاکرسکتاہے؟ واپس کرسکتاہے! وَجْہ یہ ہے مولانا کہ قَاضِی جب کوئی فَیْصَلَہ کرتاہے تووہ سب کے حَقّ میں اسی طرح شُمَار ہوتاہے، کیونکہ قَاضِی کوولَایَتِ عَامَّہ، سارے لوگوں پرولَایَت حَاصِل ہے مولانا، بادشاہ کی طَرَف سے وہ مُقَرَّر ہے، اللہ کاحُکْم ہے بھئی قَاضِی مُقَرَّر ہوناچاہیے۔ تولِہٰذَا وہ سب کے فَیْصَلے کر رہاہے، بھئی سب پر اگر اس کافَیْصَلَہ نَافِذ نہیں توقَاضِی بننے کاکوئی فائدہ ہوا؟ نہیں، توسب پر اس کوولَایَت حَاصِل ہوتی ہے بھئی، سب پر اس کا فَیْصَلَہ نَافِذ ہوتاہے۔

اب مجھ سے موبائل کس نے خریداتھا؟ عَمْرَو نے، عَمْرَو سے آگے کس نے خریداتھا؟ بَکْر نے۔ اب بَکْر پہلے گیاعَمْرَو کے پاس، عَمْرَو نے کہا میں نے کوئی عَیْب والی چیز نہیں فروخت کی، میں نے تمہیں ٹھیک موبائل فروخت کیاتھا۔ وہ قَاضِی کے پاس چلاگیا، قَاضِی نے بلوالیادوسرے کو بھی بھئی، اور بَکْر سے کہا بھئی تمہارادَعْوٰی یہ ہے کہ یہ عَیْب کہاں سے آیاہے؟ عَمْرَو کے پاس سے، بھئی میری بات تووہ نہیں کرے گابَکْر، بَکْر توصِرْف اپنے بَائِع کی بات کرے گا۔ بَکْر کوکہتاہے بھئی تم کہتے ہوتمہارے پاس یہ عَیْب کس کے پاس سے آیاہے؟ عَمْرَو کے پاس سے، لاؤ بھئی دوگواہ پیش کرو۔ اس نے دوگواہ پیش کردیے۔ قَاضِی کہے گا بھئی میں عَمْرَو اور بَکْر کے درمیان جوبَیْع ہے اس کوفَسْخ کرتاہوں، چیز واپس کس کودے دو؟ عَمْرَو کو دے دواورعَمْرَو اس کے ثَمَن اس کوکیاکردے؟ واپس کردے۔ توقَاضِی نے اس بَیْع ثَانِی کوفَسْخ کردیا۔ کیاکردیا؟ بَیْع ثَانِی کوفَسْخ کردیا، تو یہ مَسْئَلَہ یوں ہوگیاجیسے اگلی بَیْع ہوئی ہی نہیں۔

جب اگلی بَیْع آپ نے کی ہی نہیں، چیز اب کس کے پاس ہے؟ مُشْتَرِي اَوَّل کے پاس ہے، عَمْرَو کے پاس ہے، اورعَمْرَو نے اس چیز کو آگے بیچا ہے؟ اب آپ بتایئے مجھے: بھئی وہ بَیْع جو تھی اس بَیْع کوتوقَاضِی نے کیاکردیا؟ فَسْخ کردیا، وہ گویاہوئی ہی نہیں، تواب اس نے آگے چیز کوبیچاہے؟ نہیں، یوں سمجھیں گے گویا آگے چیز کوبیچاہی نہیں۔ اور جب چیز کو آگے نہیں بیچا، اس کوعَیْب کاپتہ لگے یہ چیز واپس کرسکتاہے یانہیں کرسکتا بَائِع کو؟ کرسکتاہے

مولانا۔ اس نے یوں سمجھیں گے میرے سے موبائل لیا ہے، اب اس نے آگے نہیں بیچا، اس کو خود ہی اس کے اندر عَیْب کا پتہ لگ گیا اور اس عَیْب کی وَجْہ سے اب مجھے واپس کرنا چاہتا ہے تو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے۔ صُوْرَت سمجھ میں آگئی؟ تو اگلی بَیْع گویا ہے ہی نہیں، فَسْخ ہو گئی، ختم ہو گئی مولانا۔ ہاں اگر اگلی بَیْع مَوْجُوْد ہوتی تو یہ مجھے چیز واپس کر سکتا تھا؟ ابھی میں نے مَسْئَلَہ بتلایا تھا تھوڑی دیر پہلے آپ کو کہ جب مُشْتَرِی چیز آگے فروخت کر دے تو اس کا خِیَارِ عَیْب کیا ہو جاتا ہے؟ ختم ہو جاتا ہے مولانا، وہ خود رکاوٹ بن گیا مَبِیْع کی واپسی میں، اب تو اس نے آگے کسی کو بیچ دیا ہے واپس کہاں سے کرے گا بھئی؟ لِہٰذَا جب مُشْتَرِی چیز کو آگے بیچ دے تو چیز واپس نہیں کر سکتا۔ اور ابھی جب قَاضِی نے فَیْصَلَہ کر دیا، اگلی بَیْع ختم ہوئی تو اس نے آگے چیز کو بیچا ہے؟ نہیں بیچا، جب چیز کو بیچا ہی نہیں ہے تو کیا کر سکتا ہے؟ مجھے واپس کر سکتا ہے۔

لیکن اگر اس نے اپنی رضامندی سے وہ چیز واپس لی مُشْتَرِیِ ثَانِی سے: اس عَمْرَو نے مجھ سے موبائل خرید کر کس کو بیچا تھا؟ بَکْر کو، بَکْر لایا لو بھئی عَمْرَو اس کے اندر عَیْب ہے واپس لو بھئی، عَمْرَو نے کہا لاؤ بھئی دے دو یہ لو اپنے پیسے لے جاؤ بھئی۔ اب اس نے کیا کیا مولانا؟ اپنی رضامندی سے اس سے چیز واپس لی ہے۔ تو مولانا یاد رکھو اس کا جو فَیْصَلَہ ہے عَمْرَو کا اور بَکْر کا، کیا ان کی اپنی ذَات تک ہے یا ان کو بھی ساروں پر فَیْصَلَہ کرنے کا اِخْتِیَار ہے؟ ان کو صِرْف اپنی ذَات پر وِلَایَت ہے، ہر ایک پر وِلَایَت حَاصِل نہیں ہے۔ تو یہ اپنے درمیان جو کر رہے ہیں مولانا، اپنے طور پر تو یہ اس کو فَسْخ کر رہے ہیں، لیکن بَاقِی لوگوں کے حَقّ میں یوں شُمَار ہو گا جیسے گویا ایک نئی بَیْع ہو رہی ہے۔ بَاقِی لوگوں کے حَقّ میں کیا شُمَار ہو گا؟ ایک نئی بَیْع ہو رہی ہے بھئی۔

صُوْرَت سمجھ میں آ رہی ہے؟ بَکْر نے کیا کیا تھا؟ موبائل خریدا تھا، اب اس کو کیا کر رہا ہے؟ واپس کر رہا ہے، وہ اس کو دے گا موبائل اور یہ اس کو اس کے پیسے دے دے گا۔ یہ دونوں تو آپس میں کہتے ہیں یہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ بَیْع کر رہے ہیں یا فَسْخ کر رہے ہیں؟ فَسْخ کر رہے ہیں، ان کو اپنی ذَات پہ وِلَایَت ہے، ان کے حَقّ میں تو یہ فَسْخ ہی ہے، لیکن بَاقِی لوگوں کے اِعْتِبَار سے جتنے بھی ہیں ان پر تو ان کا فَیْصَلَہ نَافِذ نہیں، ان کو وِلَایَت ان پر حَاصِل نہیں۔ تو اب میں دیکھ رہا ہوں میں تیسرا ہوں، اور جتنے بھی لوگ ہیں ان کے حَقّ میں یہ ایک بَیْعِ جَدِیْد ہو رہی ہے، کیونکہ دیکھو بَکْر کیا دے گا؟ موبائل، اور یہ عَمْرَو اس کو کیا دے گا؟ ثَمَن دے گا، پیسے دے گا۔ تو دیکھو دونوں طَرَف سے عِوَض آ گیا، ایک طَرَف سے ثَمَن آ گئے ایک طَرَف سے مَبِیْع آ گیا، تو جب بھی ایسی صُوْرَت پائی جائے اس کو کیا سمجھا جاتا ہے؟ بَیْع، تو ہم یوں سمجھیں گے یہ ایک بَیْع ہو رہی ہے۔ ایک بَیْع وہ ہوئی تھی جب عَمْرَو نے کس کو بیچا تھا؟ بَکْر کو وہ چیز بیچ دی تھی، اور اب یہ دوسری بَیْع ہے بَکْر واپس کس کو بیچ رہا ہے؟ عَمْرَو کو، ہم یوں سمجھیں گے۔ وہ دونوں کہہ رہے ہیں یہ فَسْخ ہے، لیکن ہم کہتے ہیں یہ فَسْخ نہیں۔ ہاں قَاضِی نے جب فَسْخ کیا تھا قَاضِی کو سب پہ وِلَایَت ہے تو سب کے لیے گویا یہ بَیْع کیا ہو گئی؟ فَسْخ، لیکن جب یہ خود آپس میں اپنی رضامندی سے چیز واپس کر رہا ہے تو اب اس کو فَسْخ شُمَار نہیں کیا جائے گا بلکہ کیا سمجھا جائے گا؟ ایک نئی بَیْع ہو رہی ہے مولانا۔

تو یہ ایک نئی بَیْع ہو گئی، لِہٰذَا اب یہ عَمْرَو اس موبائل کو، اس چیز کو مجھے واپس نہیں کر سکتا۔ کیوں نہیں کر سکتا واپس؟ کیونکہ آپ نے پڑھا تھا ضَابِطَہ، کیا پڑھا تھا؟ بھئی مُشْتَرِی جب ایک چیز کو آگے بیچ دیتا تھا اس کو واپسی کا اِخْتِیَار ہوتا تھا؟ نہیں، جب ایک دَفْعَہ بیچنے پر اِخْتِیَار نہیں ہوتا تھا، یہاں تو چیز آگے دو دَفْعَہ بک چکی ہے: ایک دَفْعَہ عَمْرَو نے کس کو بیچی؟ بَکْر کو، اور دوبارہ بَکْر نے پھر کس کو بیچ دی؟ عَمْرَو کو۔ تو یہاں تو دو بَیْع آ گئیں، یہاں تو بَطَرِیْقِ اَوْلٰی کیا ہے؟ چیز واپس نہیں کر سکتا۔ ایک دَفْعَہ چیز آگے بکتی تھی تو اس کا خِیَارِ عَیْب کیا ہو جاتا تھا؟ ختم ہو جاتا تھا، تو یہاں پر تو کتنی دَفْعَہ چیز بکی؟ دو دَفْعَہ۔ مَسْئَلَہ سمجھ میں آیا؟ اچھی طرح؟

دوبارہ سن لو بھئی اب مُخْتَصَر لَفْظوں میں: ایک شَخْص نے دوسرے سے ایک چیز خریدی اور پھر اسے کیا کر دیا؟ آگے بیچ دیا، پھر اس مُشْتَرِیِ ثَانِی نے وہ چیز مُشْتَرِیِ اَوَّل کو عَیْب کی وَجْہ سے واپس کی۔ اب اس واپسی کی دو صُوْرَتیں ہیں: یا تو مُشْتَرِیِ اَوَّل کی رضامندی سے واپس کر دی ہو گی یا قَاضِی کے فَیْصَلے سے۔ اگر قَاضِی کے فَیْصَلے سے چیز واپس ہوئی ہے تو گویا یہ بَیْع ثَانِی ہوئی ہی نہیں، اسی کو قَاضِی نے فَسْخ کر دیا ہے مولانا، تو لِہٰذَا اب اس کو اِخْتِیَار ہے کہ یہ اس مَبِیْع کو واپس کر سکتا ہے کسے؟ بَائِعِ اَوَّل کو۔ لیکن اگر بھئی وہ چیز مُشْتَرِیِ اَوَّل نے اپنی رضامندی سے واپس لی ہے تو پھر اس کو ہم کیا سمجھیں گے کہ یہ فَسْخ نہیں ہوا بلکہ بَیْعِ ثَانِی ہوئی ہے، تو دو بَیْع آ گئیں، لِہٰذَا اب یہ اس کو واپس نہیں کر سکتا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۵: باب خیار العیب (۴): مشتریِ ثانی سے عیب کی وجہ سے واپسی (قضائے قاضی اور غیر قضا کا فرق) اور قبضہ سے قبل فسخ

مختصر القدوری صفحہ: ۶۹—بتاریخ: ۱۲ دسمبر ۲۰۰۷ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ فَإِنْ قَبِلَهُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ الْأَوَّلِ وَإِنْ قَبِلَهُ بِغَيْرِ قَضَاءِ الْقَاضِي فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ الْأَوَّلِ. وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا وَشَرَطَ الْبَائِعُ الْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ بِعَيْبٍ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الْعُيُوبِ وَلَمْ يَعُدَّهَا۔[۴۳۲۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

گزشتہ سَبَق میں بھئی مَسْئَلَہ ہم پڑھ رہے تھے، میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی شَرِیْعَت نے آپ کو اِخْتِیَار دیا ہے آپ کوئی چیز خریدتے ہیں، اس کے اندر کوئی عَیْب پاتے ہیں جو بَائِع کے پاس سے آیا ہے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اس چیز کو واپس کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس چیز کو آگے بیچ دیتے ہیں اب وہ آپ کا واپسی کا اِخْتِیَار ختم ہو گیا۔ کیوں، اِخْتِیَار کیوں ختم ہوا؟ کیونکہ اس مَبِیْع کی واپسی میں آپ خود رکاوٹ بن گئے۔ کیا بن گئے؟ خود رکاوٹ بنے، شَرِیْعَت نے تو آپ کو اِخْتِیَار دے دیا تھا کہ بھئی عَیْب آئے تو کیا کر دو اسے؟ واپس کر دو، لیکن آپ نے جب آگے اس کو، آپ اسے بیچ چکے ہیں تو اب رکاوٹ آپ بنے ہیں، لِہٰذَا اب واپس نہیں کر سکتے۔

اچھا، اب ایک خَاص صُوْرَتِ مَسْئَلَہ آپ کو بتلائی تھی بھئی کہ ایک آدمی نے دوسرے کو ایک چیز بیچی اور دوسرے نے آگے تیسرے کو وہ چیز بیچ دی، پھر تیسرے نے اس کے اندر کوئی عَیْب پایا، اس نے دوسرے کو وہ چیز واپس کر دی، تو کیا یہ دوسرا اب پہلے کو واپس کر سکتا ہے یا واپس نہیں کر سکتا؟

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ فَإِنْ قَبِلَهُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي فَلَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باعا عبدا فباعه المشتري ثم رد عليه بعيب فإن قبله بقضاء القاضي فله» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ الْأَوَّلِ وَإِنْ قَبِلَهُ بِغَيْرِ قَضَاءِ الْقَاضِي فَلَيْسَ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يرده على بائعه وإن قبله بغير قضاء القاضي فليس له» منقول ہے۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا وَشَرَطَ الْبَائِعُ الْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ فَلَيْسَ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن اشترى عبدا وشرط البراءة من كل عيب فليس له» منقول ہے۔

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَرُدَّهُ بِعَيْبٍ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الْعُيُوبِ وَلَمْ يَعُدَّهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يرده بعيب وإن لم يسم العيوب ولم يعدها» منقول ہے۔

صُوْرَت سمجھ میں آئی بھئی؟ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ تیسرے نے جو دوسرے کو واپس کی ہے یہ دوسرے کی رضامندی سے کی ہے یا قَاضِی کے فَیْصلے کے ذریعے کی ہے؟ اگر اس کی رضامندی سے واپس کی ہے تو مَسْئَلَہ اور ہے، اگر قَاضِی کے فَیْصلے سے واپس کی ہے تو مَسْئَلَہ اور ہے۔

بھئی دیکھو مَسْئَلَہ تو یہ ہونا چاہیے کہ اس نے ایک دَفْعَہ چیز آگے بیچ دی ہے، چیز واپس ہی نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن یہاں اگر وہ چیز اس نے قَاضِی کے ذریعے واپس کروائی ہے، مَثَلاً تیسرا دوسرے کے پاس لے آیا کہ بھئی یہ چیز تم نے جو مجھے بیچی ہے عَیْب والی ہے واپس لو، وہ کہتا ہے نہیں بھئی میں نے کوئی عَیْب والی چیز نہیں بیچی، وہ قَاضِی کے پاس چلا جاتا ہے، گواہ پیش کر دیتا ہے کہ اس نے مجھے کس قِسْم کی چیز بیچی ہے؟ عَیْب والی چیز۔ قَاضِی ان دونوں کے درمیان بَیْع کو فَسْخ کر دے گا، گویا بَیْع ہوئی ہی نہیں، اس دوسرے نے چیز کو آگے بیچا ہی نہیں۔ اور جب چیز کو بیچا ہی نہیں ہے تو گویا یوں ہے کہ اس نے پہلے سے خریدی ہے اور اب اس کو واپس کرنا چاہتا ہے، تو لِہٰذَا یہ کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے، کیونکہ اس دوسرے نے تو گویا کہ آگے بیچی ہی نہیں۔

جب کہ وہ دوسری صُوْرَت جس کے اندر اس نے اپنی رضامندی سے چیز واپس لے لی، دوسرے نے کیا کیا؟ اپنی رضامندی سے چیز واپس لے لی، اب مولانا دوسرے نے تو تیسرے کے ساتھ جو ہے بَیْع فَسْخ کی ہے۔ کیا کی ہے؟ فَسْخ کی ہے، لیکن یہ ان دونوں کے حَقّ میں تو فَسْخِ بَیْع ہے لیکن بَاقِی سب لوگوں کے حَقّ میں یہ کیا ہے؟ جَدِیْد بَیْع ہے۔ ان کو اپنے نَفْس پر وِلَایَت ہے، دوسرے کسی اور پر ان کو وِلَایَت حَاصِل نہیں۔ تو یہ آپس میں جو مُعَامَلَہ کر رہے ہیں یہ کہہ رہے ہیں ہم فَسْخ کر رہے ہیں، ٹھیک ہے بھئی ایک بَیْع ہوئی تھی تم دونوں کیا کر رہے ہو اسے؟ فَسْخ کر رہے ہو، لیکن بَاقِی سب کے اِعْتِبَار سے دیکھا جائے تو یہ دوسرا کیا کرے گا؟ دوسرا اس سے چیز لے لے گا واپس اور اس کے ثَمَن اسے دے دے گا، تو دیکھو مولانا ایک طَرَف سے چیز آئی ایک طَرَف سے ثَمَن آئے، بَیْع بن گئی یا نہیں بن گئی؟ بن گئی، تو ہر بَاقِی فَرْد کے اِعْتِبَار سے یہ کیا بن گئی؟ بَیْع بن گئی، بَیْعِ جَدِیْد مولانا۔ تو گویا صُوْرَت یوں ہوئی کہ پہلے نے بیچی تھی دوسرے کو، دوسرے نے کس کو بیچ دی؟ تیسرے کو، اور تیسرے نے پھر واپس کس کو بیچ دی؟ دوسرے کو۔ تو بھئی جب دوسرا آگے بَیْع کر دیتا تھا تو چیز واپس ہو سکتی تھی؟ نہیں، جب ایک بَیْع سے چیز واپس نہیں ہو سکتی تھی اب تو دو بَیْع پائی جا رہی ہیں تو اب بَطَرِیْقِ اَوْلٰی واپس نہیں کر سکتا۔ صُوْرَت بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ نہیں سمجھ میں آئی بھئی؟ سب کو سمجھ میں آ گئی؟ تو ضَابِطَہ کیا ہوا کہ اگر ایک شَخْص چیز کو بیچے اور خریدنے والا پھر آگے چیز کو بیچ دے، پھر وہ چیز اس کے پاس واپس آ جائے: اگر قَضَائے قَاضِی سے واپس آئی ہے تو یہ پہلے کو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے، لیکن اگر اس کی اپنی رضامندی سے واپس آئی ہے تو واپس نہیں کر سکتا۔

یہی صُوْرَت بتلا رہے ہیں وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا اور جس نے کسی غُلَام کو بیچا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي پھر مُشْتَرِی نے اسے بیچ دیا، اس نے بیچا تھا مُشْتَرِی کو اور مُشْتَرِی نے اسے آگے بیچ دیا، ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ پھر وہ چیز واپس لوٹائی گئی بھئی مُشْتَرِی پر کسی عَیْب کی وَجْہ سے، فَإِنْ قَبِلَهُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي پس اگر اس نے اسے قَاضِی کے فَیْصلے کی وَجْہ سے قَبُوْل کیا ہے بھئی فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ الْأَوَّلِ تو اس کے لیے جَائِز ہے کہ یہ اس کو لوٹا دے بھئی کس پر؟ بَائِعِ اَوَّل پر۔ وَإِنْ قَبِلَهُ بِغَيْرِ قَضَاءِ الْقَاضِي اور اگر اس نے اسے قَبُوْل کیا ہے قَاضِی کے فَیْصلے کے بغیر ہی یَعْنِی اپنی رضامندی سے فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ الْأَوَّلِ تو اس کے لیے جَائِز نہیں ہے کہ اس کو کس پر لوٹا دے؟ بَائِعِ اَوَّل پر، کیونکہ دَرْحَقِیْقَت یہاں کتنی بَیْع ہو چکیں؟ دو بھئی، وہ جو دوسری بَیْع تھی یہ تو اس کو فَسْخ کہتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک وہ کیا شُمَار ہو گی؟ تیسری بَیْع شُمَار ہو گی۔

وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا، صُوْرَت یہ ہے بھئی: میں نے آپ کو پہلے بھی بتلایا تھا کہ آپ کوئی چیز خریدیں اور اس میں کوئی عَیْب پائیں تو شَرِیْعَت نے کیا اِخْتِیَار دیا؟ کہ آپ وہ چیز واپس کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر بیچنے والے نے آپ سے کہہ دیا بھئی یہ چیز آپ کے سامنے ہے، اچھی طرح دیکھ لو، میں کسی عَیْب کا ذِمَّہ دَار بعد میں نہیں ہوں گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو بعد میں کسی چیز کا ذِمَّہ دَار نہیں ہوں گا بھئی، تو بَرَاءَت کی شَرْط پر اس نے بَیْع کر لی مولانا تو یہ دُرُسْت ہے مولانا۔ اب بعد میں کوئی عَیْب آپ کو پتہ بھی لگے آپ واپس نہیں کر سکتے، کیونکہ اس نے اسی وَقْت کیا کہا تھا کہ میں کس شَرْط پر بیچتا ہوں؟ کسی عَیْب کا میں بعد میں ذِمَّہ دَار نہیں ہوں گا بھئی۔

یہ مَعْنٰی ہے وَمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا اور جس نے کوئی غُلَام خریدا وَشَرَطَ الْبَائِعُ الْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ اور شَرْط لگائی بَائِع نے بَرَاءَت کی ہر عَیْب سے کہ میں ہر عَیْب سے بَرِی ہوں یَعْنِی میں کسی عَیْب کا ذِمَّہ دَار نہیں ہوں، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ بِعَيْبٍ تو مُشْتَرِی کے لیے جَائِز نہیں ہے کہ اس کو واپس کرے کس کی وَجْہ سے؟ عَیْب کی وَجْہ سے یَعْنِی مُشْتَرِی کو حَقّ نہیں ہے کہ اس کو کسی عَیْب کی وَجْہ سے واپس کرے وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الْعُيُوبِ اگرچہ اس نے ذِکْر نہیں کیے سارے عُیُوْب۔ بَائِع نے صِرْف یہ کہا تھا میں کسی عَیْب کا ذِمَّہ دَار نہیں، تو کوئی اس

نے عُیُوب شُمَار کروائے تھے کہ اس اس عَیْب کا میں ذِمَّہ دَار نہیں؟ نہیں۔ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الْعُيُوبِ اگرچہ اس نے سارے عُیُوب نہ ذِکْر کیے ہوں وَلَمْ يَعُدَّهَا اور ان کو شُمَار بھی نہ کیا ہو، پھر بھی واپس نہیں کر سکتا بھئی۔ یہاں تک بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ۔ یہاں مولانا کچھ باتیں ہیں لکھ لیجیے بھئی۔ جلدی جلدی لکھیے بھئی، جلدی لکھیے۔ اللّٰہ، اللّٰہ۔ بَیْع چار قِسْم پر ہے، بَیْع چار قِسْم پر ہے: بَیْعِ صَحِیْح، بَیْعِ صَحِیْح، بَیْعِ بَاطِل طَا کے ساتھ بھئی، بَیْعِ بَاطِل، بَیْعِ فَاسِد، اور بَیْعِ مَوْقُوْف، اور بَیْعِ مَوْقُوْف۔

بَیْعِ صَحِیْح وہ ہے جو اَصْل کے اِعْتِبَار سے بھی صَحِیْح ہو اور وَصْف کے اِعْتِبَار سے بھی صَحِیْح ہو۔ بَیْعِ صَحِیْح وہ ہے جو اَصْل کے اِعْتِبَار سے بھی دُرُسْت ہو اور وَصْف کے اِعْتِبَار سے بھی دُرُسْت ہو یَعْنِی جَائِز ہو بھئی یَعْنِی جَائِز۔

اور بَیْعِ بَاطِل وہ ہے، بَیْعِ بَاطِل وہ ہے جو اَصْل یَعْنِی ذَات کے اِعْتِبَار سے ہی دُرُسْت نہ ہو، جو اَصْل یَعْنِی ذَات کے اِعْتِبَار سے ہی دُرُسْت نہ ہو، کیونکہ مَبِیْع مَال ہی نہیں، کیونکہ مَبِیْع مَال ہی نہیں، یا مَال تو ہے مگر مَالِ غَیْرِ مُتَقَوِّم ہے، یا مَال تو ہے مگر مَالِ غَیْرِ مُتَقَوِّم ہے۔ غَیْرِ مُتَقَوِّم لکھنا آتا ہے بھئی مُتَقَوِّم؟ مِیْم دو نقطوں والی تَا قَاف دو نقطوں والا وَاؤ مِیْم، مِیْم تَا قَاف وَاؤ مِیْم اور وَاؤ پر شَدّ ڈال دیں بھئی، مُتَقَوِّم۔ یا مَال تو ہے مگر غَیْرِ مُتَقَوِّم ہے، اس لیے یہ مِلْکِیَّت کا فائدہ نہیں دیتی، اس لیے یہ مِلْکِیَّت کا فائدہ نہیں دیتی، تو مُشْتَرِی کو تَصَرُّف کا حَقّ بھی حَاصِل نہیں ہوتا، تو مُشْتَرِی کو تَصَرُّف کا حَقّ بھی حَاصِل نہیں ہوتا۔

اب الگ سَطْر لکھیے بھئی: بَیْعِ فَاسِد وہ ہے، بَیْعِ فَاسِد وہ ہے، یاد رکھو جب بھی لکھیں مولانا دونوں کناروں سے کچھ جگہ چھوڑ کر لکھا کریں بھئی، کاغذ کے دونوں طَرَف بھئی، صَفْحے کے دونوں جَانِب تھوڑی سی جگہ چھوڑ دیا کریں ایک ایک انچ کے لگ بھگ یا پونا انچ۔ جب کہ بَیْعِ فَاسِد وہ ہے جو ذَات اور اَصْل کے اِعْتِبَار سے تو جَائِز ہے، جو ذَات اور اَصْل کے اِعْتِبَار سے تو جَائِز ہو لیکن وَصْف کے اِعْتِبَار سے جَائِز نہ ہو بھئی، لیکن وَصْف کے اِعْتِبَار سے جَائِز نہ ہو، مَثَلاً بَیْع کے اندر کوئی ایسی شَرْط لگا دینا، مَثَلاً بَیْع کے اندر کوئی ایسی شَرْط لگا دینا جو مُقْتَضَائے عَقْد کے خِلَاف ہو، جو مُقْتَضَائے عَقْد کے خِلَاف ہو، مُقْتَضٰی میں قَاف دو نقطوں والا آئے گا اور ضَاد آئے گا بھئی، جو مُقْتَضَائے عَقْد کے خِلَاف ہو۔ تو بَیْعِ فَاسِد کے اندر جب مَبِیْع پر قَبْضَہ کر لے، قَبْضَہ کر لے تو مُشْتَرِی کو مِلْکِیَّت تو حَاصِل ہو جاتی ہے، مِلْکِیَّت تو حَاصِل ہو جاتی ہے لیکن مُشْتَرِی کے لیے اس چیز میں تَصَرُّف کرنا جَائِز نہیں، لیکن مُشْتَرِی کے لیے اس چیز میں تَصَرُّف کرنا جَائِز نہیں یَعْنِی اسے اِسْتِعْمَال وَغَیْرَہ کرنا دُرُسْت نہیں، یَعْنِی اسے اِسْتِعْمَال وَغَیْرَہ کرنا دُرُسْت نہیں بھئی، اور اس بَیْع کو ختم کرنا وَاجِب ہے، اور اس بَیْع کو ختم کرنا وَاجِب ہے، اور اس بَیْع میں ثَمَن نہیں آتے بلکہ قِیْمَت آتی ہے، ثَمَن نہیں آتے بلکہ قِیْمَت آتی ہے کیونکہ شَرْعاً یہ بَیْع فَاسِد ہے، کیونکہ شَرْعاً یہ بَیْع فَاسِد ہے۔

بَیْعِ مَوْقُوْف: بَیْعِ مَوْقُوْف جو ہے مَثَلاً بَیْعِ فُضُوْلِی، بَیْعِ فُضُوْلِی ضَاد کے ساتھ ہے بھئی۔ بھئی بَیْعِ فُضُوْلِی یاد ہے یا نہیں یاد آپ لوگوں کو بھئی؟ کسے کہتے تھے بَیْعِ فُضُوْلِی؟ ہاں، کسی غَیْر کی چیز کو کوئی شَخْص اٹھا کر فروخت کر دے مولانا، یہ کیا کہلاتی ہے؟ بَیْعِ فُضُوْلِی مولانا۔ تو یہ آپ کو بتلایا تھا یہ بَیْع مَوْقُوْف رہے گی مولانا کیونکہ چیز غَیْر کی ہے، تو یہاں بَیْع مَالِک کی اِجَازَت پر مَوْقُوْف ہو گی، تو یہاں بَیْع مَالِک کی اِجَازَت پر مَوْقُوْف ہو گی: اگر وہ اِجَازَت دے دے تو بَیْع ہو جائے گی اور اگر رَدّ کر دے تو بَیْع ختم ہوئی، تو بَیْع ختم ہوئی۔ لکھ لیا بھئی؟

اب الگ سَطْر میں لکھیے: بَیْعِ صَحِیْح کے اندر، بَیْعِ صَحِیْح کے اندر عَقْد ہوتے ہی مُشْتَرِی مَبِیْع کا مَالِک بن جاتا ہے، عَقْد ہوتے ہی مُشْتَرِی کیا بن جاتا ہے؟ مَبِیْع کا مَالِک بن جاتا ہے اگرچہ ابھی قَبْضَہ نہ کیا ہو، اگرچہ ابھی قَبْضَہ نہ کیا ہو۔ اور بَیْعِ بَاطِل کے اندر مُشْتَرِی سرے سے اس چیز کا مَالِک ہی نہیں بنتا، اور بَیْعِ بَاطِل میں مُشْتَرِی سرے سے اس چیز کا مَالِک ہی نہیں بنتا اگرچہ اس پر قَبْضَہ بھی کر لے، اگرچہ اس پر قَبْضَہ بھی کر لے۔ اور بَیْعِ فَاسِد کے اندر، اور بَیْعِ فَاسِد کے اندر جب بَائِع کی اِجَازَت سے مَبِیْع پر قَبْضَہ کر لے گا، جب بَائِع کی اِجَازَت سے مَبِیْع پر قَبْضَہ کر لے گا تو اس کا مَالِک بن جائے گا، تو اس کا مَالِک بن جائے گا۔ جب کہ بَیْعِ مَوْقُوْف میں، جب کہ بَیْعِ مَوْقُوْف میں مُشْتَرِی مَبِیْع کا مَالِک نہیں بنتا جب تک مَالِک اِجَازَت نہ دے، جب تک مَالِک اِجَازَت نہ دے اگرچہ چیز پر قَبْضَہ بھی کر لے، اگرچہ چیز پر قَبْضَہ بھی کر لے۔

یہاں تک بات سمجھ میں آئی بھئی؟ جی اب اس کو ذرا سمجھ بھی لو جو میں نے لکھوایا ہے بھئی، پھر تھوڑا سا اور بھی لکھنا ہے ابھی آپ نے بھئی۔ پہلے اس کو سمجھ لیں بھئی: میں نے بتلایا بَیْع کتنی قِسْم پر ہے؟ چار قِسْم پر ہے: ایک بَیْعِ صَحِیْح ہے، ایک بَیْعِ بَاطِل ہے، ایک بَیْعِ فَاسِد ہے اور ایک بَیْعِ مَوْقُوْف ہے۔ بَیْعِ صَحِیْح کس کو کہتے ہیں؟ جو اَصْل کے اِعْتِبَار سے بھی صَحِیْح ہو اور وَصْف کے اِعْتِبَار سے بھی صَحِیْح ہو۔ اَصْل کے

اِعْتِبَار سے صَحِیْح ہونے کا مَعْنٰی یہ ہے کہ مَبِیْع مَال ہو مولانا۔ مَبِیْع کیا ہونا چاہیے؟ مَال ہونا چاہیے بھئی، مَال ہونا چاہیے۔ اور وَصْف کے اِعْتِبَار سے صَحِیْح ہونے کا یہ مَعْنٰی کہ اس کے اندر کوئی فَسَاد والا وَصْف بھی نہ آیا ہو مولانا، کسی صُوْرَت میں اس میں فَسَاد نہ آئے۔

بَعْض اَوْقَات بَیْع میں فَسَاد آجاتا ہے، مَثَلاً مولانا آپ کی ایک سائیکل ہے، آپ اپنے ساتھی کو بیچتے ہیں تو عَقْد کرتے ہی وہ شَخْص کیا ہوا؟ اس سائیکل کا مَالِک بن گیا بھئی۔ لیکن آپ نے بَیْع میں شَرْط لگادی تھی میں سائیکل تو آپ کو بیچتا ہوں لیکن ایک ہفتے تک میرے پاس ہی رہے گی، عَقْد فَاسِد ہو گیا مولانا۔ کیونکہ عَقْد کا تَقَاضَا کیا تھا؟ کہ بھئی عَقْد ہو گیا ہے، مُشْتَرِی مَالِک بن گیا ہے، چیز فَوْراً اس کے حَوَالے کرو، اب چیز اس کی ہے، ایک ہفتے تک آپ اس سے نَفْع اٹھانا چاہتے ہیں ایسی شَرْط لگائی، لِہٰذَا عَقْد کیا ہو گیا؟ فَاسِد۔ تو یہ شَرْط مُقْتَضَائے عَقْد کے خِلَاف ہے۔ عَقْد تو کیا تَقَاضَا کرتا تھا کہ یہ چیز کس کی ہو چکی؟ مُشْتَرِی کی، فَوْراً اس کے حَوَالے کی جائے، لیکن آپ نے ایک شَرْط بیچ میں لگادی، اور یہ شَرْط مُقْتَضَائے عَقْد کے مُطَابِق ہے یا اس کے خِلَاف ہے؟ اس کے خِلَاف ہے، عَقْد تو کیا تَقَاضَا کر رہا تھا کہ فَوْراً دے دی جائے بھئی، تو یہ مُقْتَضَائے عَقْد کے خِلَاف ہوئی لِہٰذَا عَقْد فَاسِد ہوا۔ تو لِہٰذَا اگر اس قِسْم کی کوئی شَرْط وَغَیْرَہ بھی نہیں ہے، کہیں سے بَیْع میں فَسَاد نہیں آرہا تو بَیْع اَصْلاً بھی صَحِیْح، وَصْفاً بھی صَحِیْح، تو یہ کیا کہلاتی ہے؟ بَیْعِ صَحِیْح کہلاتی ہے، یہ جَائِز ہے شَرْعاً بھئی۔

اور دوسری میں نے بتلایا بَیْعِ بَاطِل ہے۔ بَیْعِ بَاطِل وہ ہے جو اَصْلاً ہی صَحِیْح نہ ہو مولانا یَعْنِی مَبِیْع سرے سے مَال ہی نہ ہو۔ مَال ہی نہ ہو، مَثَلاً مُرْدَار ہے۔ مُرْدَار ہے، مُرْدَہ بکری ایک جگہ پڑی ہے مولانا، ایک شَخْص اسے اٹھا کر بیچتا ہے، بھئی یہ تو مُرْدَار ہے یہ تو مَال ہی نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مُرْدَہ بکری ہے، مَال ہی نہیں، کوئی اسے مَال سمجھتا ہے بھئی؟ نہیں، اسے کوئی بھی مَال نہیں سمجھتا بھئی۔ مَال مَالَ یَمِیلُ سے ہے مولانا جس کی طَرَف طَبِیْعَت مَائِل ہوتی ہے مولانا، اس میں نَفْع ہوتا ہے۔ تو یہ مَال نہیں مولانا، اس کو تو لوگ اٹھا کر پھینک دیتے ہیں بھئی۔ تو اب یہ مُرْدَہ بکری جو ہے مَال نہیں ہے، ایک آدمی اس کو اٹھا کر بیچتا ہے تو آپ کیا حُکْم لگائیں گے یہ کون سی بَیْع ہے؟ بَیْعِ بَاطِل ہے کیونکہ مَبِیْع سرے سے مَال ہی نہیں ہے۔ یا مولانا آگے دیکھیے: مَال تو ہے لیکن مَالِ غَیْرِ مُتَقَوِّم ہے۔ مَال تو ہے لیکن مَالِ غَیْرِ مُتَقَوِّم ہے بھئی۔

یہ لکھ لیجیے مولانا: مَالِ غَیْرِ مُتَقَوِّم۔ مَالِ غَیْرِ مُتَقَوِّم وہ چیز ہے جو دوسرے مَذَاہِب والوں کے نزدیک تو مَال ہے، جو دوسرے مَذَاہِب والوں کے نزدیک تو مَال ہے لیکن ہماری شَرِیْعَت نے، لیکن ہماری شَرِیْعَت نے اس سے نَفْع اٹھانے کو حَرَام قَرَار دے دیا ہے، اس سے نَفْع اٹھانے کو حَرَام قَرَار دے دیا ہے، جیسے شَرَاب اور خِنْزِیْر، جیسے شَرَاب اور خِنْزِیْر۔

چلیے بس بھئی، لکھ لیا بھئی؟ تو دیکھو یہ مَالِ غَیْرِ مُتَقَوِّم ہیں: دیکھو شَرَاب اور خِنْزِیْر دوسرے مَذَاہِب والے مولانا ان چیزوں کو بیچتے ہیں یا نہیں بیچتے بھئی؟ بیچتے ہیں، ان کے نزدیک یہ مَال ہے، خرید و فروخت ان کی ہوتی ہے، لیکن شَرَاب اور خِنْزِیْر ہماری شَرِیْعَت نے ان کو حَرَام قَرَار دے دیا بھئی، حَرَام قَرَار دے دیا، یہ نَجَس ہیں مولانا اور ان سے نَفْع اٹھانا جَائِز نہیں، تو ان کا نہ بیچنا جَائِز اور نہ خریدنا جَائِز بھئی۔

خِنْزِیْر اور خَمْر میں یاد رکھو مولانا نہ تَمْلِیْک جَائِز ہے نہ تَمَلُّک جَائِز ہے، نہ خود انسان ان کا مَالِک بن سکتا ہے نہ دوسرے کو اس کا مَالِک بنا سکتا ہے بھئی۔ یہ بھی ضَابِطَہ یاد رکھنا مولانا، یہ ضَابِطَہ بھی: خَمْر اور خِنْزِیْر میں نہ تَمْلِیْک جَائِز ہے، تَمْلِیْک کا مَعْنٰی دوسرے کو مَالِک بنانا مَلَّكَ یُمَلِّكُ تَمْلِیکًا، اور تَمَلُّک کا مَعْنٰی ہے خود مَالِک بننا۔ لکھ لو بھئی یہ لَفْظ لکھ لو بھئی جلدی جلدی: خَمْر اور خِنْزِیْر میں نہ تَمْلِیْک جَائِز ہے اور نہ تَمَلُّک جَائِز ہے، چھوٹے کَاف ہیں دونوں میں بھئی، مِلْکِیَّت والا کَاف۔ خَمْر اور خِنْزِیْر میں نہ تَمْلِیْک جَائِز ہے نہ تَمَلُّک جَائِز ہے۔ تَمْلِیْک کا کیا مَعْنٰی بتلایا میں نے؟ دوسرے کو مَالِک بنانا، اور تَمَلُّک کا کیا مَعْنٰی ہے؟ خود مَالِک بننا۔

تو مُسَلْمَان کے لیے نہ تَمْلِیْکِ خَمْر جَائِز ہے نہ تَمَلُّکِ خَمْر جَائِز ہے بھئی۔ دیکھو ایک آدمی ہے بھئی، مُسَلْمَان ہے، اس کے پاس انگور کا رس پڑا تھا، وہ رس پڑے پڑے شَرَاب میں تَبْدِیْل ہو گیا۔ بھئی اس انگور کے رس کا مَالِک کون تھا؟ مُسَلْمَان۔ تو اب اس شَرَاب کا مَالِک بھی کون ہے؟ مُسَلْمَان۔ لیکن یہ مُسَلْمَان کہتا ہے بھئی یہ تو اب شَرَاب بن گئی، چلو میں کسی کو دے دیتا ہوں بھئی کسی دوسرے شَخْص کو، غَیْرِ مُسْلِم کو دے دیتا ہوں۔ نہیں مولانا، نہیں دے سکتا، کیونکہ مُسَلْمَان کے لیے تَمْلِیْکِ خَمْر جَائِز نہیں، کسی دوسرے کو اس کا مَالِک بنادے یہ جَائِز نہیں۔ تو جب دوسرے کو دے گا چاہے پیسوں کے ساتھ دے چاہے مُفْت کے اندر دے، دوسرے کو مَالِک بنا رہا ہے یا نہیں؟ مُسَلْمَان کے لیے یہ تَمْلِیْکِ خَمْر جَائِز نہیں۔ ایک صُوْرَت یہ۔

دوسری صُوْرَت مولانا مَثَلاً کوئی غَیْرِ مُسْلِم سے مُسَلْمَان کوئی شَرَاب خرید تا ہے، شَرَاب کیا کرتا ہے؟ خرید تا ہے کہ میں اس سے چلو آگے پھر سرکہ بنالوں گا بھئی، نمک وَغَیْرَہ چیزیں ڈالوں گا، کچھ عَرْصَہ رکھوں گا تو شَرَاب سرکے میں بدل جاتی ہے کچھ عَرْصَہ پڑی رہے، تو میں اس سے سرکہ بنالوں گا۔ تو اب وہ ذِمّی سے شَرَاب خرید تا ہے کسی غَیْرِ مُسْلِم سے، تو آپ فَوْراً کیا فَتْوٰی لگائیں گے؟ نہیں خرید سکتا۔ کیوں نہیں خرید سکتا؟ تَمَلُّک جَائِز نہیں ہے مُسَلْمَان کے لیے کہ خود مَالِک بن جائے۔ جب اس سے خریدے گا تو مُسَلْمَان کیا بنے گا؟ مَالِک، تو خود مَالِک بن بھی نہیں سکتا، کسی کو بنا بھی نہیں سکتا۔ ہاں وہ جو صُوْرَت تھی اس کے پاس پہلے تھا انگور کا رس، پھر انگور کے رس سے کیا بن گیا؟ شَرَاب، وہاں پہلے سے مِلْکِیَّت ہے، شَرَاب بننے کے بعد مِلْکِیَّت نہیں آرہی، وہ تو جب انگور کا رس تھا اس وَقْت سے ہی مُسَلْمَان کیا ہے اس کا؟ مَالِک ہے، تو اب جب شَرَاب بن گئی وہ تو اب بھی کیا ہے مُسَلْمَان اس کا؟ مَالِک، تو یہ شَرَاب کا مَالِک اب بنا ہے یا پہلے سے مَالِک بنا ہوا تھا؟ پہلے سے تھا، وہاں نہ تَمْلِیْک ہے اور نہ تَمَلُّک ہے بھئی، ورنہ ویسے نہ تَمْلِیْکِ خَمْر جَائِز نہ تَمَلُّکِ خَمْر۔

تو یہ جو خِنْزِیْر اور شَرَاب ہیں یہ نَجَس ہیں مولانا، اور ضَابِطَہ ہے کہ جو چیز نَجِسُ الْعَیْنِ اور حَرَام ہو، لکھ لیں یہ ضَابِطَہ بھی مولانا: جو چیز نَجِسُ الْعَیْنِ اور حَرَام ہو اس کی بَیْع جَائِز نہیں۔ جو چیز حَرَام اور نَجِسُ الْعَیْنِ ہو، جو چیز نَجِسُ الْعَیْنِ اور حَرَام ہو اس کی بَیْع جَائِز نہیں، اس کی بَیْع جَائِز نہیں سِوَائے سَرْقِیْن کے یَعْنِی گوبر کے۔ سِوَائے سَرْقِیْن بھئی، سِیْن رَا، عربی لَفْظ بھی لکھ لیں بھئی کام آجائے گا کبھی یاد رہ جائے گا آپ کو، سِیْن رَا قَاف دو نقطوں والا یَا نُوْن، اور سِیْن پر فَتْحَہ بھی ڈالو مولانا، سَرْقِیْن، سَرْقِیْن یَعْنِی کہ گوبر بھئی، ضَرُوْرَت کی وَجْہ سے، ضَرُوْرَت کی وَجْہ سے۔

ضَابِطَہ لکھ لیا بھئی؟ کیا ضَابِطَہ ہوا؟ کہ جو چیز حَرَام ہے نَجَس ہے اس کی بَیْع جَائِز نہیں ہے مولانا سِوَائے کس کے؟ سِوَائے سَرْقِیْن یَعْنِی گوبر کے۔ ہاں گوبر وہ نَجَس ہے مولانا، لیکن پھر بھی فُقَہَائے کِرَام فرماتے ہیں اس کی بَیْع جَائِز ہے بھئی، کیونکہ اس کی ضَرُوْرَت پڑتی ہے بھئی، اس کے ذریعے آگ جلائی جاتی ہے، اس سے لوگ کھاد وَغَیْرَہ بناتے ہیں، تو اس کی حَاجَت ضَرُوْرَت زِیَادَہ پیش آتی ہے تو اس کی اِجَازَت ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کھاد وَغَیْرَہ مٹی میں ملا کر کھاد بنالی جاتی ہے۔

جی تو بات چل رہی تھی غَیْرِ مُتَقَوِّم کی بھئی۔ میں نے بتلایا غَیْرِ مُتَقَوِّم کس کو کہتے ہیں؟ وہ چیز جو دوسرے مَذَاہِب والوں کے نزدیک تو مَال ہے لیکن ہماری شَرِیْعَت میں مَال نہیں شُمَار، اس کی کوئی قِیْمَت نہیں۔ تو مَال تو ہے لیکن غَیْرِ مُتَقَوِّم ہے یَعْنِی کوئی اس کی قِیْمَت نہیں، ہماری شَرِیْعَت نے اس کی کوئی قِیْمَت نہیں رکھی بھئی۔ تو یہ شَرَاب وَغَیْرَہ اور خِنْزِیْر مَال ہیں لیکن کون سا مَال ہیں؟ غَیْرِ مُتَقَوِّم ہیں مولانا، غَیْرِ مُتَقَوِّم ہیں۔ تو لِہٰذَا ان کی بَیْع بھی کیا ہے؟ بَاطِل ہے، بَاطِل بَیْع ہے، کیونکہ میں نے کیا لکھوایا تھا ضَابِطَہ کہ بَیْعِ بَاطِل کس کو کہتے ہیں؟ جو ذَات کے اِعْتِبَار سے صَحِیْح نہیں ہے یَعْنِی مَبِیْع سرے سے مَال ہی نہ ہو یا مَال تو ہو لیکن کون سا مَال ہو؟ غَیْرِ مُتَقَوِّم۔ سرے سے مَال ہی نہیں ہے جیسے مُرْدَہ بکری بچی، بھئی مُرْدَہ بکری مَال ہی نہیں ہے اس کو بیچتے کیسے ہو؟ اس سے سرے سے بَیْع ہی نہیں ہوئی، لِہٰذَا مُشْتَرِی اس کا مَالِک بھی نہیں۔ اسی طرح بھئی مَال تو ہے لیکن غَیْرِ مُتَقَوِّم ہے، شَرَاب یا خِنْزِیْر ہے اس کو بیچ دیتا ہے، اب مولانا یہ بَیْع کون سی ہوئی؟ بَیْعِ بَاطِل ہوئی، اور بَیْعِ بَاطِل کے اندر مَالِک بنتا ہے دوسرا؟ نہیں، تو مُشْتَرِی سرے سے اس کا مَالِک ہی نہیں، یوں سمجھیں گے گویا بَیْع ہوئی ہی نہیں ان کی مولانا۔ صُوْرَت سمجھ میں آگئی؟ یہ بَیْعِ بَاطِل ہے جو اَصْلاً ہی صَحِیْح نہیں ہوتی، ذَات کے اِعْتِبَار سے بالکل کسی بھی لِحَاظ سے ٹھیک نہیں ہے، تو اس کے اندر مُشْتَرِی مَالِک بھی نہیں بنتا بھئی۔ مَبِیْع مَال ہی نہیں ہو تو بَیْع کہاں سے ہوتی ہے؟ بَیْع تو نام ہی کس چیز کا تھا؟ مُبَادَلَۃُ الْمَالِ بِالْمَالِ، مَال کے بدلے مَال کا مُبَادَلَہ ہو مولانا تو یہ کیا کہلاتی تھی؟ بَیْع۔ اور مُرْدَہ بکری مَال ہے؟ نہیں۔ شَرَاب اور خِنْزِیْر ہماری شَرِیْعَت میں مَال ہے؟ نہیں، تو مَال ہی نہیں ہے سرے سے، تو بَیْع میں تو ضَرُوْرِی تھا دونوں طَرَف سے مَال ہونا چاہیے۔

دوسری بَیْعِ فَاسِد ہے مولانا، جو اَصْلاً تو صَحِیْح ہو یَعْنِی مَبِیْع مَال تو ہے، لیکن اس کے وَصْف میں کیا آگیا؟ کوئی فَسَاد آگیا، کوئی خرابی آگئی مولانا تو یہ بَیْع فَاسِد ہو گئی بھئی۔ میں نے ایک صُوْرَت ذِکْر کر دی بھئی: ایک چیز بیچتا ہے اور شَرْط لگا دیتا ہے ایک ہفتے تک یا ایک مہینے تک میں اِسْتِعْمَال کروں گا، بَائِع شَرْط لگا دیتا ہے بیچنے والا۔ بھئی یہ کیسی شَرْط تم نے لگائی؟ بَیْع کیا تَقَاضَا کرتی ہے؟ بَیْع ہوتے ہی کون مَالِک بن جاتا ہے؟ مُشْتَرِی، لِہٰذَا مُشْتَرِی کے حَوَالے کرنی چاہیے فَوْراً چیز، یہ اپنے نَفْع کے لیے تم شرطیں لگاتے ہو بھئی، بَیْع فَاسِد ہو گئی، بَیْع فَاسِد ہو گئی۔

تو بَیْع جب فَاسِد ہو گئی تو اب مولانا اگر مُشْتَرِی بَائِع کی اِجَازَت سے چیز پر قَبْضَہ کر لیتا ہے، بھئی یہ شَرْط لگائی ایک آدمی نے دوسرے کو

سائیکل بیچی اور اس کو کیا کہا؟ یہ سائیکل میں تمہیں بیچتا ہوں ایک ہزار روپے میں لیکن اس شَرْط پر کہ ایک ہفتے تک میں اِسْتِعْمَال کروں گا، دوسرے نے کہا مجھے قَبُوْل ہے۔ آپ کیا حُکْم لگائیں گے یہ کون سی بَیْع ہوئی؟ بَیْعِ فَاسِد ہو گئی بھئی، بَیْعِ فَاسِد۔ اب بھئی بَیْعِ فَاسِد ہوئی اور اب اس نے ایک ہفتے بعد سائیکل اس کے حَوَالے کر دی مولانا، مُشْتَرِی نے کیا کر لیا؟ مَبِیْع پر قَبْضَہ کر لیا، کس کی اِجَازَت سے کیا ہے؟ بَائِع کی اِجَازَت سے، تو اب یہ اس کا مَالِک بن گیا مولانا۔ کیا بن گیا؟ مَالِک، لیکن اس کے لیے اس چیز کو اِسْتِعْمَال کرنا، اس میں تَصَرُّف کرنا کسی قِسْم کا جَائِز نہیں کیونکہ کون سی بَیْع کے ذریعے یہ چیز اس نے حَاصِل کی ہے؟ بَیْعِ فَاسِد کے ذریعے، اور اس بَیْع کو توڑنا وَاجِب ہے، ضَرُوْرِی ہے دونوں کے لیے کہ کیا کریں اس بَیْع کو؟ ختم کریں، توڑ دیں مولانا۔ صُوْرَت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ کیونکہ شَرْعاً بَیْع جَائِز نہیں بھئی، تو تَصَرُّف کرنا اس کے لیے جَائِز نہیں ہے، اِسْتِعْمَال کرنا، اس کو واپس کرنا چاہیے، توڑ دینا چاہیے بَیْع کو بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

تَتِمَّةُ كِتَابِ الْبُيُوعِ (اَلْبَيْعُ الْفَاسِدُ، الْإِقَالَةُ، الْمُرَابَحَةُ، الرِّبَا، الصَّرْفُ وَالسَّلَمُ)

بیع کی چار اقسام، بیعِ فاسد و باطل، اقالہ، مرابحہ و تولیہ، ربا، صرف اور بیعِ سلم کے احکام و شرائط (اسباق ۶۶ تا ۷۸)

سبق نمبر ٦٦: باب البیع الفاسد (١): بیع کی چار اقسام (صحیح، باطل، فاسد، موقوف) کی تعریفات وضوابط، بیعِ معدوم اور بیعِ مالِ غیر متقوم

مختصر القدوری صفحہ: ٧٠—بتاریخ: ١٣ دسمبر ٢٠٠٧ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

اچھا بھئی کل میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ بیع چار قسم پر ہے۔ ایک بیع صحیح ہے، وہ جو اصلا بھی صحیح ہے، ذات کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اور وصف کے اعتبار سے بھی صحیح ہے، یعنی اس میں کسی لحاظ سے بھی خرابی نہیں، فساد نہیں۔ دوسری بیع باطل ہے، بیع باطل وہ ہے جو اصلا ہی صحیح نہ ہو مولانا۔ اصلا صحیح نہ ہونے کا کیا معنی؟ یعنی کہ مبیعہ مال ہی نہ ہو، یا مال تو ہو لیکن کون سا مال ہو؟ مال غیر متقوم ہو۔[1]

پہلی صورت کیا تھی؟ مبیعہ سرے سے مال ہی نہ ہو جیسے مردار ہے۔ اب یہ مردار مال نہیں مولانا، کوئی بھی اس کو مال نہیں سمجھتا۔ اور جیسے آزاد آدمی بھئی، کوئی ایک آدمی دوسرے آزاد کو پکڑ کر فروخت کر دیتا ہے کہ لو بھئی یہ غلام ہے۔ تو بھئی یہ تو آزاد آدمی ہے اور آزاد آدمی مال ہے؟ نہیں، آزاد آدمی مال نہیں مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہاں مبیعہ سرے سے مال ہی نہیں ہے تو بیع کو کیا کہیں گے ہم؟ بیع باطل۔ اور بیع باطل آپ نے پڑھا ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی، مشتری اس میں مالک نہیں بنتا، جب مالک نہیں بنا تو اسے کسی بھی لحاظ سے اس میں تصرف کرنے کا حق بھی حاصل نہیں۔

تو یہ تو وہ صورت تھی کہ مبیعہ مال ہی نہ ہو۔ دوسری صورت بیع باطل کی کہ مبیعہ مال تو ہے لیکن کون سا مال ہے؟ مال غیر متقوم ہے۔ میں نے بتلایا تھا بھئی مال غیر متقوم کس کو کہتے ہیں؟ وہ مال، وہ چیز جو دوسرے مذاہب والوں کے نزدیک تو مال شمار ہوتی ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ مال شمار نہیں ہوتی، شریعت نے

[1] جدول—بیع کی چار اقسام (صحیح، باطل، فاسد، موقوف) کی تعریفات اور احکام کا جدول:

قسمِ بیع	اصطلاحی تعریف	مثال	شرعی حکم
١۔ بیعِ صحیح	جو ذاتاً (اصلاً) بھی مشروع ہو اور وصفاً بھی مشروع ہو	پاک معلوم مال کو معلوم ثمن کے بدلے بلا شرطِ فاسد بیچنا	ایجاب وقبول کے فوراً بعد ملکِ طیب ثابت ہو جاتی ہے۔
٢۔ بیعِ باطل	جو اصلاً (ذاتاً) ہی مشروع نہ ہو (محلِ بیع یا فاعل مفقود ہو)	مردار، خون، آزاد آدمی، شراب، خنزیر، یا معدوم شے (حمل فی البطن) کی بیع	سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی؛ قبضہ کرنے سے بھی ملک ثابت نہیں ہوتی۔
٣۔ بیعِ فاسد	جو اصلاً (ذاتاً) تو مشروع ہو مگر وصفاً غیر مشروع ہو	مجہول ثمن، مجہول اجل، یا شرطِ فاسد کے ساتھ بیع، یا درہم کو درہم کے بدلے متفاضلاً بیچنا	قبضہ کرنے سے ملکِ خبیث ثابت ہو جاتی ہے، مگر فسخ کرنا دونوں پر واجب ہے۔
٤۔ بیعِ موقوف	جو اصلاً ووصفاً مشروع ہو مگر غیر کا حق متعلق ہو	فضولی کی بیع، یا صبیِ عاقل کی بیع	مالک یا ولی کی اجازت پر موقوف رہتی ہے؛ اجازت دے تو نافذ ورنہ باطل۔

اس سے نفع اٹھانے کو منع کر دیا، حرام قرار دے دیا، جیسے شراب ہے اور خنزیر ہے۔ ہمارے ہاں یہ دونوں حرام ہیں ہماری شریعت میں بھئی، لیکن کفار کیا کرتے ہیں؟ ان کے نزدیک یہ مال ہے، اس کو خریدتے بھی ہیں، بیچتے بھی ہیں، جمع بھی کرتے ہیں، تو ان کے نزدیک یہ مال ہے۔ تو یہ ہے تو مال مولانا، لیکن یہ کون سا مال ہے؟ مال غیر متقوم ہے مولانا۔

اور اس پر میں نے آپ کو ایک ضابطہ بھی لکھوایا تھا کہ ہر وہ چیز جو نجس العین ہو اور حرام ہو اس کی بیع جائز نہیں سوائے کس کے؟ سرقین یعنی گوبر کے بھئی، اور وہاں بھی اجازت کس وجہ سے دی گئی؟ ضرورت۔ وہ نجس العین ہے مولانا، حرام ہے، لیکن وہاں ضرورت کی بنا پر کہ لوگوں کو اس کی حاجت بہت زیادہ ہے بھئی، دیہات وغیرہ میں اسی کے ذریعے آگ جلاتے ہیں بھئی اور کھاد کے طور پر بھی مٹی کے ساتھ ملاتے ہیں بھئی، تو ضرورت کی بنا پر بھئی۔

تو بیع باطل کا یہ مسئلہ ہوا۔ تو یہ جو مال غیر متقوم ہے، اس کی تو شریعت نے اسے نجس قرار دے دیا ہے، حرام قرار دے دیا ہے بھئی۔ تو اگر اس کا بیچنا جائز ہو جائے پھر تو مبیعہ تو مقصود ہوتا ہے مولانا۔ کیا ہوتا ہے؟ مقصود۔ بھئی جب میں پیسے دے کر ایک چیز لے رہا ہوں تو معلوم ہوا وہ چیز میری مقصود ہے، مجھے اس کی ضرورت ہے، تو میں نے اس کو عزت دی۔ چیز کو عزت دی یا نہیں دی بھئی؟ جی۔ جب کوئی چیز خریدی جا رہی ہے وہ مبیعہ بن گئی تو مقصود بن گئی، اور مقصود کیا ہوتا ہے؟ عزت والی چیز ہے معلوم ہوا بھئی۔ اسے میں نے قیمت دے دی بھئی، دیکھو مال کے بدلے میں اس کو خرید رہا ہوں، اہمیت دے دی اس کو میں نے۔ اور شریعت نے تو یہ شراب، خنزیر وغیرہ کی اہانت کا حکم دیا ہے، ان کی عزت کا حکم نہیں دیا بھئی۔ لہذا کوئی شراب، خنزیر مسلمان بیچتا ہے یا خریدتا ہے تو بیع باطل ہے۔

اور ان کے اندر مولانا یاد رکھو میں نے ایک ضابطہ بھی لکھوایا تھا کہ ان کے اندر مثلاً شراب ہے، نہ تملیک خمر جائز ہے اور نہ تملک خمر جائز ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اسی طرح خنزیر۔ تملیک کا کیا معنی؟ دوسرے کو مالک بنانا۔ تملک کا کیا معنی؟ خود مالک بننا۔ تو خود مالک بن بھی نہیں سکتا اور دوسرے کو مالک بنا بھی نہیں سکتا۔ ہاں مسلمان کی ملک میں شراب ہو سکتی ہے، کیسے مثال میں نے ذکر کی تھی؟ اس کے پاس کیا پڑا تھا؟ انگور کا رس پڑا تھا، پڑے پڑے وہ شراب میں تبدیل ہو گیا۔ تو اس انگور کے رس کا مالک کون تھا؟ مسلمان۔ تو یہ چیز پہلے سے ہی اس کی ملک میں ہے، اور اب شراب جو بن گیا تو یہ بھی کس کی ملک ہے؟ مسلمان کی۔ تو مسلمان کی ملک میں شراب ہو تو سکتی ہے لیکن وہ اس کا مالک بنے، اس پر اس کی نئی ملک آئے، مثلاً کسی سے خرید رہا ہے تو وہ کسی اور کی ملک سے کس کی ملک میں داخل ہو رہی ہے؟ مسلمان کی، یہ نہیں جائز مولانا۔ یا مسلمان کی ملک میں یہ جو رس شراب بن گیا تھا اس کو اب وہ بیچنا چاہتا ہے تو یہ دوسرے کو مالک بنانا چاہتا ہے تو تملیک آئی مولانا، اور تملیک خمر بھی جائز نہیں۔ تو مسلمان کی ملک میں خمر آ تو گئی تھی لیکن کیا خمر پر اس کی ملک آئی یا اس سے پہلے رس پر ہی اس کی ملک آ گئی تھی؟ اس سے پہلے رس پر ہی ملک آ گئی تھی، شراب پہ نہیں آئی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ویسے نہ تملیک خمر جائز اور نہ تملک خمر جائز ہے۔

اس کے بعد بیع فاسد کے بارے میں میں نے آپ کو بتلایا تھا۔ بیع فاسد وہ جو اصل کے اعتبار سے تو صحیح ہے، ذات کے اعتبار سے صحیح ہے یعنی مبیعہ مال تو ہے، لیکن اس کے وصف میں کیا آ گئی؟ وصف میں فساد آ گیا مولانا، مثلاً کوئی ایسی شرط لگا دی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے، تو یہ مولانا، مثلاً دیکھو میں آپ کو سائیکل بیچ رہا ہوں اور کہتا ہوں بھئی یہ سائیکل آپ کے ساتھ بیع کر لی لیکن میں نے شرط لگا دی ایک ہفتے تک میں استعمال کروں گا، بائع نے اپنے لیے شرط لگا دی۔ تو یہ شرط فاسد ہے مولانا۔ اب دیکھو وہ سائیکل مال ہے، اصل کے اعتبار سے بیع صحیح، لیکن وصف کے اعتبار سے کیا آ گئی اس میں؟ خرابی آ گئی، فساد آ گیا کہ بائع نے کیا کہہ دیا؟ ایک ہفتے تک میں استعمال کروں گا۔ بھئی آپ کیسے یہ شرط لگا رہے ہیں بھئی؟ بیع ہوتے ہی مالک مشتری بن چکا ہے، لہذا اب چیز کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کے حوالے کرنا چاہیے۔

تو بیع فاسد کے اندر میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی یہ اصلاً تو صحیح ہے لیکن وصفاً صحیح نہیں۔ تو جب یہ اصلاً صحیح ہے تو جب مشتری مبیعے پر قبضہ کر لے گا، کیا کرے گا؟ قبضہ کرے گا، کس کی اجازت سے؟ بائع کی۔ جب بائع کی اجازت سے مبیعے پر قبضہ کر لے گا تو مالک بن جائے گا۔ کیا بن جائے گا؟ مالک بن جائے گا۔ لیکن یاد رکھو مالک تو بن گیا لیکن اس چیز میں چونکہ اس نے بیع فاسد کی ہے اور بیع فاسد کو توڑنا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہیں دونوں بھئی، توڑنا ضروری ہے۔ لہذا اب مالک تو بن گیا لیکن اس چیز کو استعمال میں لانا یا اس سے نفع اٹھانا یہ اس کے لیے جائز نہیں۔ حتی کہ اگر اس سائیکل کو مشتری اب آگے بیچتا ہے، یہ سائیکل جو اس نے بیع فاسد کے ذریعے خریدی ہے اس کو کیا کرنا چاہتا ہے؟ آگے بیچتا ہے اور نفع کماتا ہے، مثلاً آٹھ سو کی خریدی تھی مجھ سے، آگے کتنے کی بیچی؟ ہزار کی بیچی، تو کتنا نفع کمایا؟ دو سو۔ یہ نفع بھی اس کے لیے جائز نہیں مولانا، اس کو صدقہ کرنا چاہیے۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ سائیکل اس کو کون سی بیع کے ذریعے حاصل ہوئی ہے؟ بیع فاسد کے ذریعے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو شرعاً یہ بیع میں خرابی آ گئی تو اب اس کو توڑنا، ختم کرنا ضروری ہے اور اس چیز کو استعمال میں لانا یا نفع اٹھانا اس کے لیے جائز

نہیں، حتی کہ اگر اس چیز کو آگے بیچ کر نفع کماتا ہے تو وہ نفع بھی اس کے لیے حلال نہیں ہے بھئی۔ ہاں آگے جس نے خریدی ہے اس کے لیے جائز ہے اس سے نفع اٹھانا کیونکہ اس نے تو بیع فاسد سے نہیں خریدی، اس نے تو صحیح بیع کے ذریعے خریدی ہے۔ یہاں تک مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

اچھا، اور یاد رکھو بیع فاسد کے اندر قیمت آیا کرتی ہے، ثمن نہیں آتے۔ بیع فاسد میں کیا آیا کرتی ہے؟ قیمت۔ میں نے اس کو سائیکل بیچی تھی اور شرط لگائی تھی کہ ایک ہفتہ میں استعمال کروں گا، یہ بیع کون سی ہوئی؟ بیع فاسد۔ اور ثمن اس کے اور میرے بیچ طے ہوئے تھے پانچ سو روپے۔ تو یہ بیع فاسد ہوئی، جب یہ سائیکل پر قبضہ کرلے گا تو یہ اس کا مالک تو بن جائے گا اور اب مجھے پیسے دینے پڑیں گے تو کیا اب وہ مجھے ثمن دے گا یا قیمت دے گا؟ قیمت دینی پڑے گی، ثمن نہیں۔ ثمن اور قیمت کا فرق جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ ثمن وہ جو بائع اور مشتری میں طے ہو جائیں اور قیمت وہ جو بازار میں اس کا ریٹ ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ قیمت کہلاتی ہے وہ۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو اب میرے اور اس کے درمیان تو سائیکل کے ثمن پانچ سو طے ہوئے تھے، تو ثمن نہیں آئیں گے قیمت آئے گی، تو بازار جاکر ذرا تاجروں سے ریٹ پوچھیں گے بھئی اس سائیکل کا کیا ریٹ ہے بھئی؟ وہ ہمیں بتائیں گے بھئی یہ سائیکل تو سات سو کی ہے بھئی، اس کا ریٹ کتنا بنتا ہے؟ سات سو۔ کوئی سات سو بتائے گا، کوئی چھ سو نوے بتائے گا، کوئی چھ سو اسی، تاجروں کے ریٹ قریب قریب ہی ہوں گے تقریبا بھئی۔ تو وہ قیمت آجائے گی مولانا، معلوم ہوا اتنی قیمت ہے بھئی۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے؟ قیمت کیوں آتی ہے بیع فاسد میں؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ یہ بیع شرعا فاسد ہے، شرعا جائز ہی نہیں ہے۔ بیع جائز ہوتی تو ثمن آتے، بیع جائز ہی نہیں تو ثمن کہاں سے آئیں بھئی؟ دیکھو ایک مثال سے بات سمجھ میں آجائے گی۔ سائیکل کے مسئلے کو ایک طرف رکھو، نکال دو ذہن سے۔ میں یہاں بیٹھا ہوں، سائیکل پر آیا، سائیکل میں نے ایک طرف کھڑی کی، اب آپ کے ساتھ بیٹھا ہوں گفتگو کر رہا ہوں۔ اچانک ایک آدمی آیا، آدمی نے میری سائیکل اٹھائی اور دریا میں پھینک دی۔ تو اس کو ضمان دینا پڑے گا یا نہیں دینا پڑے گا؟ ضمان دینا پڑے گا، اس نے میری چیز خراب کی ہے۔ اب میں اس کو کہتا ہوں لاؤ بھئی ثمن نکالو۔ کیا کہوں گا اس کو میں؟ ثمن نکالو یا قیمت نکالو کہوں گا؟ قیمت کہوں گا۔ ثمن کیوں نہیں کہتا؟ ثمن تو طے ہی نہیں ہوئے ہمارے درمیان، کوئی بات ہوئی ہے خرید و فروخت والی؟ نہیں۔ تو ثمن تو یہاں ہیں ہی نہیں، یہاں تو قیمت کی بات ہی چل سکتی ہے، ثمن کی تو یہاں بات ہو ہی نہیں سکتی، لہذا مجھے اب کیا کہنا پڑے گا اسے؟ قیمت دو۔ تو بیع فاسد بھی اسی طرح ہے، شرعا جائز ہی نہیں، گویا کہ ہوئی ہی نہیں۔ جب ایک بیع ہوئی ہی نہیں ہے تو وہاں ثمن آتے ہیں یا قیمت آتی ہے؟ قیمت۔ جہاں بیع ہوئی ہو وہاں ثمن آتے ہیں، جہاں بیع ہی نہیں ہوئی وہاں کیا آیا کرتے ہیں؟ قیمت۔ تو گویا کہ یوں ہوا شرعا جائز نہیں، یہ بیع ہوئی ہی نہیں، تو یہاں ثمن کہاں سے آئیں؟ لہذا کیا دینی پڑے گی؟ قیمت۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

اور بھئی اس کے اندر کیا بتلایا آپ کو؟ ثمن آیا کرتے ہیں یا قیمت آتی ہے؟ قیمت آتی ہے۔ تو بھئی ایک طرف آرہا ہے اس میں قیمت آئے گی، دوسری طرف کہہ رہے ہیں بھئی اس کو توڑنا واجب ہے، ہر حال میں کیا کیا جائے گا؟ مبیعہ واپس کیا جائے گا اور ثمن لے لیے جائیں گے بائع سے۔ تو مطلب یہ ہے قیمت کے آنے کا بھئی ویسے تو اس بیع کو توڑنا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ مبیعے پر جیسے ہی قبضہ کیا مشتری کیا بن گیا اس کا؟ مالک، اب اس کو کیا دینی پڑے گی؟ قیمت، یہ مطلب نہیں ہے اس عبارت کا۔ مطلب یہ ہے کہ قیمت اس وقت، اول تو یہ ہے کہ اسی مبیعے کو کیا کیا جائے؟ واپس کیا جائے، لیکن اگر وہ مبیعہ واپس اب نہیں ہو سکتا، کوئی ایسی صورت پیش آجائے تو پھر اس صورت میں عوض تو دینا ہی ہے، تو پھر ثمن نہیں عوض دیں گے بلکہ کیا دیں گے؟ قیمت۔ سمجھ میں آیا؟ مثلا میں نے آپ سے ایک چیز خریدی بیع فاسد کے ساتھ، تو اب اولا تو یہ ضروری ہے کہ ہم دونوں کیا کر دیں؟ اس بیع کو فسخ کریں۔ اور اگر میں فسخ نہیں کرتا اس سے پہلے ہی کوئی ایسا مسئلہ پیش آیا کہ اب چیز واپس ہی نہیں ہو سکتی، مثلا وہ چیز میرے پاس ختم ہو گئی، ضائع ہو گئی، اب واپسی ممکن ہے؟ واپسی تو ممکن نہ رہی بھئی۔ چیز جل گئی، دریا میں ڈوب گئی میرے پاس، تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ عوض دینا ہے یا نہیں دینا بھئی؟ اس نے مجھے مفت تو نہیں دی تھی، لیکن اب ثمن نہیں دوں گا عوض بلکہ کیا دوں گا؟ قیمت۔ یا مولانا میں نے اس چیز کو آگے بیچ دیا۔ جب آگے بیچ دیا تو اگلا مشتری اس کا مالک بن گیا، اب میں اس کو واپس کر سکتا ہوں؟ نہیں۔ تو جب کوئی ایسی بات ہو جائے کہ چیز واپس نہ کی جا سکے تو پھر اس صورت میں کیا دینی پڑتی ہے؟ قیمت دینی پڑتی ہے، ورنہ پہلی صورت تو کیا ہے؟ بیع کو ختم کر کے اسی مبیعے کو واپس کیا جائے۔

اچھا، چوتھی قسم تھی بھئی بیع موقوف۔ بیع موقوف بھئی میں نے بتلایا تھا بیع فضولی کو کہتے ہیں، فضولی، کہ ایک آدمی دوسرے کی چیز اجازت کے بغیر فروخت کر دے تو یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہے مولانا۔ اگرچہ خریدنے والا چیز پر قبضہ بھی کیوں نہ کرلے پھر بھی مالک نہیں بنتا، بلکہ کیا کرنا پڑے گا؟ مالک سے اجازت لینی پڑے گی، اور مالک اجازت دے دے گا تو بیع صحیح، مالک نے اجازت نہیں دی تو بیع ختم۔ اور یہ بھی میں نے آپ کو بتلایا تھا مالک کے اجازت دینے کے لیے ضروری ہے کہ مبیعہ بھی قائم ہو اور دونوں عقد کرنے والے بھی اپنی حالت پر ہوں یعنی زندہ ہوں، اہلیت ہو ان میں بھئی۔ یہ مسئلہ پڑھا تھا یاد ہے کہ نہیں

بھئی؟ تو یہ بیع موقوف کہلاتی ہے۔ یہ چار قسمیں ہیں بھئی۔

پھر ایک اور قیمتی بات یاد رکھنا۔ بیع صحیح کے اندر بیع ہوتے ہی مشتری کیا بن جاتا ہے؟ مالک بن جاتا ہے، ایجاب و قبول ہوتے ہی مالک بن گیا۔ میں نے آپ کو ایک موبائل فروخت کیا اور ایجاب اور قبول ہو گیا، موبائل ابھی میرے پاس ہے ہاتھ میں، لیکن ایجاب و قبول ہوتے ہی آپ کیا بن گئے اس موبائل کے؟ مالک بن گئے۔ تو بیع صحیح میں عقد ہوتے ہی مشتری اس بیعے کا کیا بن جاتا ہے؟ مالک، بشرطیکہ وہ خیار شرط وغیرہ نہ ہو بھئی، کسی نے خیار اپنے لیے نہ رکھا ہو، عام بیع ہو رہی ہو۔ خیار شرط رکھا ہے پھر تو اتنے دن کا اختیار ہوتا ہے دو دن یا تین دن تک کا بھئی۔ تو عام بیع کے اندر عقد ہوتے ہی مشتری بیعے کا مالک بن جاتا ہے۔ اور بیع باطل کے اندر کب مالک بنے گا بھئی؟ بیع باطل تو بالکل اصلاً ہی نہیں صحیح، وہاں تو کبھی بھی مالک نہیں بنتا، چاہے قبضہ بھی کر لے چیز پر، مالک نہیں بنتا بھئی۔ اور بیع فاسد میں کب مالک بنتا ہے؟ جب بائع کی اجازت سے اس پر کیا کر لے؟ قبضہ کر لے، تب مالک بنتا ہے، قبضے سے پہلے مالک نہیں بنتا بھئی۔ یہ ضرور یاد رکھنا ہمیشہ۔ اور بیع موقوف کے اندر کب مالک بنے گا؟ جب مالک اجازت دے گا۔ چیز پر قبضہ کر لے پھر بھی مالک نہیں۔ بیع باطل کے اندر بھی چیز پر قبضہ کر لے پھر بھی مالک نہیں۔ تو بیع باطل میں تو مالک بن ہی نہیں سکتا جبکہ بیع موقوف میں قبضہ کر لے تو بھی مالک نہیں لیکن اگر مالک اجازت دے دے تو پھر کیا بن جائے گا؟ پھر مالک بن جائے گا۔ یہاں تک ضابطے سمجھ میں آ گئے بھئی؟

جی، اب دیکھیے ذرا کتاب پر بھئی۔ بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، یہ باب ہے بیع فاسد کا، یعنی بیع فاسد کے بیان میں ہے بھئی۔ مصنف رحمہ اللہ صاحب قدوری جو ہیں انہوں نے عنوان دیا بیع فاسد کا، لیکن اس باب کے اندر وہ بیع فاسد کے ساتھ ساتھ بیع باطل کو بھی ذکر کریں گے۔ تو اشکال ہوتا ہے بھئی عنوان تو آپ نے اے صاحب قدوری فاسد کا دیا تو اس میں تو صرف کس کو ذکر کرنا چاہیے؟ بیع فاسد کو، لیکن آپ ساتھ ساتھ کس کو ذکر کرتے ہیں؟ بیع باطل کو بھی ذکر کر رہے ہیں۔ تو جواب یاد رکھنا مولانا، یہ جو اوپر فاسد آیا اس سے وہ اصطلاحی بیع فاسد نہیں مراد جو ابھی میں نے تعریف بتائی بھئی کہ جو اصلاً تو صحیح ہو لیکن وصفاً صحیح نہ ہو، یہاں فاسد کا لغوی معنی مراد ہے یعنی خرابی، وہ بیع جس کے اندر کیا ہو؟ خرابی ہو۔ تو یہ عام ہوا مولانا، بیع باطل کو بھی شامل ہے اور بیع فاسد کو بھی، کیونکہ دونوں کے اندر کیا ہوتی ہے؟ خرابی ہوتی ہے۔ بیع باطل میں اصل کے اعتبار سے خرابی ہوتی ہے جبکہ بیع فاسد کے اندر وصف کے اعتبار سے کیا ہوتی ہے؟ خرابی۔ تو یہاں جو عنوان آیا بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، اس بیع فاسد سے کیا وہ اصطلاحی بیع فاسد مراد ہے یا لغوی معنی کے اعتبار سے ہے بھئی؟ لغوی معنی، فاسد کا عربی میں معنی خراب بھئی، تو خراب بیع جس میں خرابی ہو بھئی۔ تو لہٰذا ہر بیع باطل وہ بیع فاسد ہے یعنی اس میں خرابی ہے، لیکن ہر بیع فاسد بیع باطل نہیں ہے بھئی۔ اعتراض اور اس کا جواب سمجھ میں آیا بھئی؟ تو فساد مولانا دونوں میں ہے، بیع باطل میں بھی فساد ہے، بیع فاسد میں بھی فساد ہے۔ البتہ فرق یہ کہ بیع باطل میں فساد کس کے اندر ہے؟ اصل میں، ذات کے اندر ہی بھئی کیا ہے؟ فساد ہے، اور بیع فاسد کے اندر وصف میں فساد ہے۔

تو کہتے ہیں: إِذَا كَانَ أَحَدُ الْعِوَضَيْنِ أَوْ كِلَاهُمَا مُحَرَّمًا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ۔ جب ہو دونوں عوضوں میں سے کوئی ایک أَوْ كِلَاهُمَا یا دونوں عوض۔ بھئی ایک طرف سے کیا آتا ہے؟ ایک طرف سے ثمن آئیں گے، دوسری طرف سے مبیعہ، تو یہ دونوں کیا ہیں ایک دوسرے کا؟ عوض۔ جب دونوں عوضین میں سے کوئی ایک یا دونوں عوضین مُحَرَّمًا حرام ہوں فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ تو بیع کیا ہے؟ فاسد ہے۔ كَالْبَيْعِ بِالْمَيْتَةِ أَوْ بِالدَّمِ أَوْ بِالْخَمْرِ أَوْ بِالْخِنْزِيرِ، جیسے مردار کی بیع اور خون کی بیع اور شراب کی بیع اور خنزیر کی بیع۔

مردار کی بیع، یہ کون سی ہے مولانا؟ یہ بیع باطل ہے مولانا، کیونکہ یہ مال ہی نہیں ہے اور بیع تو کہتے ہی کس کو تھے؟ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ، تو یہ تو مال ہی نہیں ہے، اس پہ تو بیع کی تعریف ہی نہیں صادق آ رہی، تو یہ بیع باطل ہے، اصل کے اعتبار، ذات کے اعتبار سے ہی نہیں صحیح۔ أَوْ بِالدَّمِ یا خون کی بیع مولانا، یہ کون سی بیع ہے؟ یہ بھی بیع باطل ہے مولانا، کیا ہے؟ بیع باطل۔ تو یہ دونوں مولانا مال ہی نہیں ہیں، خون یہ سرے سے مال ہی نہیں ہے، مردار یہ مال ہی نہیں ہے۔ أَوْ بِالْخَمْرِ أَوْ بِالْخِنْزِيرِ، یا کس کی بیع بھئی؟ شراب کی یا خنزیر کی۔ یہ بتائیے مال ہیں یا مال نہیں؟ مال ہیں لیکن کون سا مال ہے؟ مال غیر متقوم ہیں، اور میں نے ضابطہ لکھوایا تھا جو چیز نجس العین اور حرام ہو اس کی بیع کیا ہے؟ فاسد۔ تو یہ مال غیر متقوم ہیں۔

اب اس میں یاد رکھنا دو صورتیں بنتی ہیں۔ شراب اور خنزیر کی بیع میں دو صورتیں بنیں گی۔ ایک صورت یہ کہ اس کو مبیعہ بنایا جائے، ایک صورت یہ کہ اس کو ثمن بنایا جائے۔ جب یہ مبیعہ بنے گا تو بیع باطل ہو جائے گی، اور جب اس کو ثمن بنائیں گے تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ سمجھ میں آ رہا ہے مسئلہ کہ نہیں بھئی؟ بھئی بیع کے اندر ایک مبیعہ ہوتا ہے اور ایک کیا ہوتے ہیں؟ ایک ثمن ہے۔ یاد رکھو یہ جو سونا، چاندی، درہم، دینار، کرنسی، یہ ثمن ہی ہیں، یہ ہمیشہ کیا ہیں؟ ثمن، ان کو بنایا ہی ثمن کے طور پر گیا ہے، ان کی تخلیق ہی کس طور پر ہوئی ہے؟ ثمن کے طور پر ہوئی ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو مولانا بیع کے اندر مبیعہ مقصود ہوتا ہے اور ثمن وسیلہ اور ذریعہ ہوتے ہیں۔ بیع کے اندر مبیعہ کیا ہوتا ہے؟ مقصود۔ بھئی ذرا مشکل بات ہے میں دہرا رہا ہوں آپ بھی ساتھ ساتھ دہرایا کریں بھئی۔ بیع کے اندر مبیعہ کیا ہوتا ہے؟ مقصود ہوتا ہے، اور وسیلہ وہ چیز جس کے ذریعے مقصود تک پہنچا جائے۔ مثلاً کنویں کے اندر پانی ہے، میں رسی کے ذریعے ڈول لٹکاتا ہوں اور پانی نکالتا ہوں، تو مقصود کیا ہے؟ پانی مقصود، اور یہ رسی اور ڈول کیا ہے؟ وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ وسیلہ اور ذریعہ ہیں، ان کے ذریعے مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔ تو یہ جو ثمن ہیں یہ وسیلہ ہیں، ان کے ذریعے کس تک پہنچا جاتا ہے؟ مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔ میں دکان پر جاتا ہوں، اسے سو روپیہ دیتا ہوں اور اس کی چینی خریدتا ہوں، تو دیکھو یہ سو روپے ذریعہ ہوئے اور مقصود کیا ہوا؟ چینی بھئی۔ تو یہ ثمن ذریعہ ہوتے ہیں ان کے ذریعے بیعے تک پہنچا جاتا ہے اور مبیعہ ہوتا ہے مقصود بھئی۔ کیا ہوتا ہے؟ مقصود ہوتا ہے، اور مقصود جو ہے وہ معلوم ہوا اس کی اہمیت ہے، اس کی عزت ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ اہمیت ہے تو میں خرید رہا ہوں ورنہ خرید تا بھئی؟ نہیں بھئی۔

تو جب ہم کسی چیز کو مبیعہ بناتے ہیں تو گویا ہم نے اس کو عزت دے دی کیونکہ اس کو ہم نے مقصود بنالیا۔ جب بھی ہم کسی چیز کو کیا بناتے ہیں؟ مبیعہ بناتے ہیں تو گویا ہم نے اس کو کیا دے دی؟ عزت دے دی۔ کیسے عزت دی؟ کہ ہم نے اسے کیا بنالیا؟ مقصود بنالیا، اور مقصود تو کیا ہوتا ہے؟ معزز ہوتا ہے، محترم ہوتا ہے بھئی۔ تو جب بھی کسی چیز کو مبیعہ بنالیا وہ کیا بن گیا؟ مقصود، گویا آپ نے اسے کیا دے دی؟ عزت دے دی۔ اور شراب اور خنزیر ان کو عزت نہیں دینی کیونکہ شریعت نے ان کی اہانت کا حکم دیا ہے، ان کو عزت دینے کا حکم نہیں دیا۔ لہٰذا شراب اور خنزیر کے اندر دو صورتیں بنتی ہیں بھئی۔

ایک صورت یہ کہ اس کو مبیعہ بنایا جائے، ایک صورت یہ کہ اس کو ثمن بنالیں۔ بھئی اگر اس کو مبیعہ بنایا تو مبیعہ تو کیا ہوتا ہے؟ مقصود، اور اس کو کیا دی جاتی ہے؟ عزت۔ اور شراب اور خنزیر کو تو شریعت نے نجس العین اور حرام قرار دیا ہے، تو لہٰذا جب بھی ان کو مبیعہ بنائیں گے بیع باطل ہو جائے گی۔ بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔ ہاں اگر اس کو ثمن بنائیں گے تو بیع صرف فاسد ہو گی، باطل نہیں ہو گی۔ یہاں تک بات سب کو سمجھ میں آ گئی؟ خلاصہ کلام یہ ہوا مولانا کہ بیع کے اندر مبیعہ مقصود ہوتا ہے اور ثمن جو ہوتے ہیں وسیلہ ہوتے ہیں، اور مقصود کیا ہوا کرتا ہے؟ معزز ہے، اس کو عزت دی ہے ہم نے، لیکن شراب اور خنزیر جو ہیں شریعت نے ان کو عزت دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کی اہانت کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا جب یہ مبیعہ بنیں گے تو یہ بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی، کیونکہ شریعت نے اجازت نہیں دی ان کو عزت دینے کی تو بیع سرے سے کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔ ہاں ان کو اگر ہم ثمن بنائیں تو ثمن تو ذریعہ ہے، مقصود نہیں ہے اصل، تو پھر اس صورت میں بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد۔

اب دیکھو بناتے ہیں اس کو مبیعہ یا اس کو ثمن، کون سی صورت ہے؟ بھئی دیکھو ایک شخص دوسرے سے شراب پیسوں کے بدلے خریدتا ہے، یا سونے کے بدلے، یا چاندی کے بدلے، یا درہم کے بدلے، یا دینار کے بدلے۔ تو اب یہ پیسے یا سونا یا چاندی یا درہم یا دینار جو بھی دے رہا ہے، اس کو ہم کہیں گے ثمن، کیونکہ ان کو بنایا ہی کس لیے گیا ہے؟ ثمن کے لیے، وہ بنے ہی ثمن کے طور پر ہیں، اور شراب کو کیا قرار دینا پڑے گا؟ جی؟ شراب کو کیا قرار دینا پڑے گا؟ مبیعہ قرار دینا پڑے گا۔ تو شراب مبیعہ بن گئی اور مقصود بن گئی، اور مقصود کیا ہوتا ہے؟ معزز ہے، عزت ہے اس کی، اور شریعت نے تو ہمیں کیا کیا ہے اس سے؟ منع کیا ہے، ان کو عزت نہیں دینی، تو ہم کیا حکم لگا دیں گے؟ بیع ہی کیا ہو گئی؟ باطل ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟

تو یہ وہ صورت تھی مولانا جس کے اندر شراب کو مبیعہ ہی بنا سکتے ہیں، ثمن بنانے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ دوسری طرف کرنسی ہے یا سونا ہے یا چاندی ہے یا درہم ہے یا دینار ہے، ان کو تو ہم مبیعہ بنا ہی نہیں سکتے۔ لیکن بعض اوقات ایسی صورت ہو جاتی ہے کہ جہاں شراب کو ثمن بنایا جا سکتا ہے۔ وہ کیسے؟ کہ ایک شخص دوسرے سے شراب خریدتا ہے اور بدلے میں سونا، چاندی یا پیسے نہیں دیتا، کوئی اور چیز دے دیتا ہے، گندم دے دی، چاول دے دیے، کوئی چیز موبائل دے دیا، سائیکل دے دی، کوئی بھی چیز دے دیتا ہے۔ اب مولانا ایک طرف ہے شراب، دوسری طرف کیا چیز ہے؟ کوئی چیز ہے۔ تو دونوں طرف چیز آ گئی اور چیز کے اندر کیا ہوتی ہے مبیعہ بننے کی؟ صلاحیت۔ بھئی وہ کرنسی وغیرہ ان میں تو وہ تو مبیعہ بن ہی نہیں سکتے لیکن یہ چیز کیا بن سکتی ہے؟ یہ تو مبیعہ بن سکتی ہے مولانا۔ تو اب اس صورت میں جب ایک طرف شراب ہو اور دوسری طرف کیا ہو؟ کوئی اور چیز ہے، کوئی سامان وغیرہ ہے، تو ہم یوں کہیں گے کہ گویا یہ سامان مبیعہ ہے اور شراب ثمن ہے۔ شراب کیا ہے؟ ثمن ہے۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس صورت میں تو پیسوں کو مبیعہ بنانا ممکن ہی نہیں تھا کیونکہ وہ تو ہوتے ہی کیا ہیں؟ ثمن۔ لیکن اب دوسری طرف سے سامان آ رہا ہے اور سامان تو کیا بن سکتا ہے؟ مبیعہ بن سکتا ہے۔ تو فقہائے کرام کی کوشش ہوتی ہے کسی بھی معاملے کو جس حد تک ٹھیک کیا جا سکتا ہو وہ اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سمجھ میں آیا؟ تو یہاں پر بھی بھئی اب اگر شراب کو کیا بنائیں؟ ایک طرف شراب ہے ایک طرف سامان، اگر شراب کو کیا بنا دیں؟ مبیعہ بنائیں

تو بیع کیا بن جاتی ہے؟ باطل ہو جاتی ہے، اور شراب کو اگر ثمن بنا دیں تو بیع کیا رہتی ہے؟ فاسد۔ تو فقہاء کی کوشش ہوتی ہے معاملے کو جتنا بہتری کی طرف لے جایا جاسکے لے جائیں بھئی۔ تو یہاں زیادہ سے زیادہ بہتری یہ ممکن تھی کہ بیع کو باطل سے نکال کر کس میں لے آؤ؟ فاسد میں، اس سے زیادہ بہتری ممکن ہی نہیں تھی۔ لہذا ہم یوں کہیں گے کہ گویا کہ یہ بیع فاسد ہوئی ہے۔ کیا ہوئی ہے؟ بیع فاسد ہوئی ہے، اور اس سامان کو ہم قرار دے دیں گے مبیعہ اور شراب کو کیا قرار دے دیں گے؟ ثمن قرار دے دیں گے۔

تو اس سامان کے اندر تو بیع فاسد ہوئی اور شراب کے اندر بیع باطل ہو گئی۔ سامان میں کیا ہو گئی بیع؟ فاسد ہو گئی، اور شراب میں کیا ہو گئی بیع؟ باطل ہو گئی مولانا۔ یعنی ہم یوں سمجھیں گے کہ وہ شخص اس سے یہ سامان خریدنا چاہتا تھا لیکن بدلے میں شراب ذکر کر دی، اور شراب میں تو مسلمان کے لیے نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک جائز ہے، تو لہذا شراب کے بدلے اب جو ہے اس سامان کی قیمت اس کو دے دے گا بھئی، شراب تو نہیں دے سکتا۔ تو شراب کے اندر بیع کو کیا قرار دے دیا؟ باطل قرار دے دیا، یعنی یہ شخص اس شراب کا مالک نہیں ہوا۔ یہ ثمن کے طور پر گویا اس نے ذکر کیا تھا کس کو؟ شراب کو۔ بھئی اس نے ثمن کے طور پر نہیں ذکر کیا، جس طرح مرضی ذکر کر دے لیکن ہم کیا سمجھیں گے؟ گویا سامان کیا ہے؟ مبیعہ، اور شراب کیا ہے؟ ثمن، کیونکہ اسی صورت میں بیع تھوڑی ٹھیک ہو جاتی ہے ورنہ تو پھر بیع باطل ہو جاتی ہے۔ تو سامان کو ہم قرار دے دیں گے مبیعہ اور شراب کو کیا قرار دے دیں گے؟ ثمن۔ یوں سمجھیں گے وہ شخص جو شراب دے رہا ہے وہ گویا اس سامان کو خریدنا چاہتا تھا، سامان کو خریدنے کے لیے اس نے ثمن کیا ذکر کیے ہیں؟ شراب، اور شراب میں تو نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک جائز، تو گویا ایک چیز وہ خرید رہا ہے لیکن ثمن اس نے ذکر ہی نہیں کیے۔ شراب کالعدم ہو گئی، تو سامان خرید رہا ہے اور ثمن ذکر نہیں کیے، اور جب ثمن ذکر نہ کریں وہاں کیا آیا کرتی ہے؟ قیمت، تو اس چیز کی قیمت دے دے گا بھئی۔ کیا کرے گا؟ قیمت دے گا۔ اور نفس شراب کے اندر وہ بیع باطل ہے لہذا خریدنے والا اس کا مالک نہیں بنا۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟

میں نے آپ کو ایک ضابطہ بتایا تھا کہ عبارتوں کے اندر بیع کے ساتھ با کا لفظ آتا ہے، اور یہ کس پر داخل ہوتی ہے؟ ثمن پر یا مبیع پر؟ جی؟ ثمن پر۔ بھول گئے ضابطہ، اتنا قیمتی ضابطہ بھی آپ لوگ بھول گئے، عجیب بات ہے بھئی۔ سارا باب ہی بیع کا چل رہا ہے آپ کو یہ بھی نہیں پتا۔ باہمیشہ کس پر داخل ہوتی ہے؟ ثمن پر داخل ہوتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ عبارت میں جہاں کہیں با آجائے بیع کے ساتھ آپ فورا سمجھ جاؤ یہ کس پہ داخل ہو رہی ہے؟ ثمن پر، جس پر داخل ہوئی ہے وہ ثمن ہے۔ مثلا میں نے کہا، کیا صورت بنائیں؟ بِعْتُ الْكِتَابَ بِخَمْسِ رُبِّيَّاتٍ۔ آپ سے کوئی پوچھے ثمن کیا چیز ہے؟ آپ فورا کیا کہیں گے؟ پانچ روپے۔ کیوں بھئی؟ کیونکہ وہ تو بنے ہی ثمن کے طور پر ہیں، نیز عبارت میں بھی اس پر کیا داخل ہوئی ہے؟ با۔ تو یہاں تو پتا لگ رہا تھا، بعض جگہ پتا نہیں چلتا، مثلا میں کہتا ہوں، کیا صورت بنائیں؟ بِعْتُ الْكِتَابَ بِجَوَّالٍ، بِالْجَوَّالِ، بِعْتُ الْكِتَابَ بِالْجَوَّالِ، جوال موبائل بھئی، میں نے کتاب کو موبائل کے بدلے بیچا۔ اب آپ سے پوچھے بھئی دونوں طرف سامان ہے، کون سی چیز مبیعہ ہے اور کون سی ثمن بھئی؟ آپ فورا کیا کہیں گے؟ کتاب مبیعہ ہے اور موبائل ثمن۔ بھئی آپ کو کیسے پتا چلا، اس کا عکس کیوں نہیں کیا، کتاب کو کیوں نہیں ثمن بنایا؟ آپ کہیں گے بھئی ضابطہ ہے کہ با کس پر داخل ہوتی ہے؟ ثمن پر داخل ہوتی ہے، اور یہاں باجوال پر داخل ہو رہی ہے معلوم ہوا جوال کیا ہے؟ ثمن ہے۔

اچھا، کیا بات چل رہی تھی بھئی؟ ہاں، تو شراب کی بات چل رہی ہے بھئی۔ تو یہاں پر بھی عبارت کے اندر یاد رکھنا جب ایک طرف سامان ہے ایک طرف شراب ہے، چاہے با شراب پر داخل ہو چاہے دوسری چیز پر، کوئی حرج نہیں، ہم دونوں صورتوں میں کیا کریں گے؟ ایک طرف سامان ہے ایک طرف شراب ہے تو ہم دونوں صورتوں میں کیا کہیں گے؟ شراب کو ثمن بنانا ہے اور دوسری چیز کو مبیعہ۔ تو دوسری چیز کے اندر بیع ہوئی فاسد اور شراب کے اندر بیع ہوئی باطل بھئی۔ تو گویا وہ دوسری چیز اس نے بیع فاسد سے خریدی ہے اور ثمن ذکر ہی نہیں کیے تو قیمت دینی پڑے گی، اور نفس شراب کے اندر تو بیع باطل ہے کیونکہ اس میں نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک جائز ہے لہذا دوسرا اس کا مالک نہیں بنے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں، تو شراب اور خنزیر کے اندر کل کتنی صورتیں ہوئیں؟ دو صورتیں بھئی۔ پہلی صورت وہ جو میں نے ذکر کی تھی ایک طرف ہو شراب اور ایک طرف ہو کر نسی، وہاں تو طے ہے کہ بیع باطل ہی ہے۔ جبکہ دوسری صورت یہ ہوئی کہ ایک طرف شراب ہے اور ایک طرف سامان، تو اس صورت میں بیع فاسد ہے، یعنی اس چیز کے اندر بیع فاسد اور شراب کے اندر بیع باطل ہی ہے۔

أَوْ بِالْخَمْرِ أَوْ بِالْخِنْزِيرِ، اور اسی طرح خمر اور خنزیر کی بیع۔ وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ الْمَبِيعُ غَيْرَ مَمْلُوكٍ، اور اسی طرح جب مبیعہ غیر مملوک ہو یعنی کوئی اس کا مالک نہ ہو كَالْحُرِّ جیسے آزاد آدمی ہے، تو آزاد آدمی کی بیع بھی باطل ہے کیونکہ یہ مال ہی نہیں اور بیع تو کہتے ہی کس کو تھے؟ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ

بھئی۔[۲]

وَبَيْعُ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ وَالْمُكَاتَبِ فَاسِدٌ، اور اسی طرح مولانا ام ولد، مدبر اور مکاتب ان کی بیع فاسد ہے یعنی باطل ہے مولانا۔ ان کی بیع میں فساد ہے، کون سا فساد ہے؟ اصل کے اندر ہی خراب ہے ان کی بیع، باطل ہے بھئی۔ اچھا بھئی ام ولد جانتے ہو؟ مدبر جانتے ہو؟ مکاتب؟ یاد رکھو یہ تین لفظ بھئی، ام ولد، مدبر، مکاتب بار بار آئیں گے بھئی۔ دیکھو ام ولد وہ باندی جس سے آقا کی اولاد ہو اور آقا کہے بھی یہ میری اولاد ہے، یہ کیا کہلاتی ہے؟ ام ولد۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ بس بھئی سمجھ لو لکھنے کا وقت نہیں ہے بس، میں بار بار تکرار کروادوں گا یاد ہو جائے گا پھر خود بھی تکرار کر لینا بھئی۔

بھئی ایک آدمی نے ایک باندی خریدی، باندی خریدنے کے بعد اس مالک کا اس باندی سے بچہ ہوا، اولاد ہوئی، اور اولاد ہونے کے بعد آقا نے یہ بھی کہہ دیا، مالک نے یہ بھی کہہ دیا یہ میرا بیٹا ہے، یہ میری اولاد ہے، بس مولانا اب یہ عورت، یہ باندی ام ولد بن گئی، یعنی آقا کے بچے کی ماں۔ ام ولد کا کیا معنی ہے؟ بچے کی ماں یعنی آقا کے بچے کی ماں۔ اور یاد رکھو یہ جو ام ولد ہے اس کو آقا آگے نہیں بیچ سکتا۔ آقا کے مرنے، مالک کے مرنے کے بعد یہ عورت آزاد ہو جائے گی۔ کیا ہو جائے گی؟ آزاد ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اگر اس کو آگے بیچ دے گا پھر تو اس بیچاری کا حق آزادی ضائع ہو جاتا ہے بھئی، لہذا اس کو آگے بیچنا جائز نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی ام ولد کس کو کہتے ہیں؟ بھئی دیکھو اب مجھے صورت بتاؤ، ایک آدمی ہے اس نے ایک باندی خریدی، اس باندی سے اس کا ایک بیٹا ہوا تو یہ مالک کے لیے کیا بن گئی؟ جی؟ بیٹا ہوا فوراً ہی ام ولد بن گئی اس کی؟ نہیں، آقا کہے بھی یہ میری اولاد ہے، جب تک یہ نہیں کہتا وہ ام ولد نہیں بنے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو آقا یہ دعوی بھی کر دے یہ میری اولاد ہے اس سے، اب مولانا ام ولد بن جائے گی۔ بھئی عام عورت کے ساتھ انسان نکاح کرتا ہے تو اس کے بعد اس سے جو بھی اولاد پیدا ہوتی ہے وہ اسی شخص کی شمار ہوتی ہے، وہاں انسان کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی یہ میری اولاد، لیکن باندی کے اندر یاد رکھو وہاں کیا کرنا پڑتا ہے؟ کہنا پڑتا ہے کہ یہ میری اولاد ہے، کسی کے سامنے ذکر کر دے، کہہ دے، بول دے ایک دفعہ بس مولانا، کیا بن جائے گی فوراً؟ ام ولد۔ کہنے سے پہلے ام ولد نہیں بھئی۔

تو یہ ام ولد بن گئی، اور ام ولد کا کیا حکم ہے بھئی؟ یہ ہے تو عام باندیوں کی طرح اس سے خدمت وغیرہ لے سکتا ہے لیکن ایک بات کہ اس نے آقا کے مرنے کے بعد ہر حال میں آزاد ہونا ہے، اب کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جا سکتی اس میں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہذا اس کی بیع جائز نہیں مولانا ورنہ تو اس کا حق آزادی کیا ہوتا ہے؟ ضائع۔ بھئی کسی اور کے ہاتھ بیچے گا تو اس کی تو ام ولد نہیں تو آزاد ہو گی؟ نہیں۔ تو لہذا اس کا بیچنا ہی منع ہے، اس نے مرنے کے بعد ہر حال میں آزاد ہونا ہے، اب آزادی اس کا حق بن گیا بھئی۔ اچھا تو یہ ام ولد ہے۔

ایک ہے مدبر۔ مدبر وہ غلام ہے جسے آقا کہہ دے میرے مرنے کے بعد تو آزاد۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ مدبر بھئی، یہ مدبر کہلاتا ہے۔ جب ایک غلام کو ایک دفعہ مدبر بنا دیا اب آپ کسی صورت میں اس کی تدبیر کو ختم نہیں کر سکتے، آقا کے مرنے کے بعد اس نے ہر حال میں کیا ہونا ہے؟ آزاد ہونا ہے۔ تو یہ ہے تو عام غلام کی طرح اس سے خدمت وغیرہ لے سکتے ہیں لیکن اس کی تدبیر کو ہم ختم نہیں کر سکتے۔ آقا جب بھی مرے گا، چاہے ابھی مر جائے چاہے بیس سال بعد مرے، مرنے کے بعد یہ غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ تو مدبر کی بھی بیع جائز نہیں، کیوں نہیں جائز مولانا؟ وہی وجہ ہے، کیا ہو گا؟ اس کا حق آزادی ختم ہو گا، حق آزادی ضائع ہو گا، لہذا اس کی بیع بھی جائز نہیں۔

ایک ہے مکاتب۔ مکاتب وہ غلام ہے جسے آقا مثلاً کہہ دیتا ہے کہ بھئی دو سال کے اندر تم پانچ لاکھ روپے کما کر لے آؤ تو تم آزاد ہو۔ کیا کہہ دیتا ہے؟ تم میرے پاس بھئی پانچ لاکھ روپے لے آؤ تو تم آزاد ہو بھئی۔ یہ مکاتب بن گیا، اب غلام بھی راضی ہو گیا ٹھیک ہے۔ تو یہ جو پیسے طے ہوئے اس کو کہتے ہیں بدل کتابت۔ کیا کہتے ہیں؟ بدل کتابت۔ اب آقا اس کو، یہ جو عقد ہوا ہے ان دونوں کے درمیان غلام اور آقا میں، آقا اس کو ختم نہیں کر سکتا۔ اس مدت کے اندر اگر وہ پیسے لے آتا ہے تو کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا، اور اگر وہ نہ لا سکا تو یہ عقد ختم ہو جائے گا اور پھر وہ پہلے کی طرح غلام بن جائے گا۔

مسئلہ سمجھ میں آیا مکاتب کس کو کہتے ہیں؟ جسے آقا کہہ دے مثلاً کہ پانچ لاکھ روپے لے آؤ تو تم کیا ہو؟ آزاد ہو۔ یہ جو ان دونوں میں عقد ہوا یہ کون سا عقد ہے؟ عقد کتابت ہے، اور یہ جو پیسے طے ہوئے یہ کیا کہلاتے ہیں؟ بدل کتابت کہلاتے ہیں، اور آقا اس عقد کو ختم کر سکتا ہے، فسخ کر سکتا ہے؟ نہیں کر سکتا۔ ہاں غلام چاہے تو ختم کر سکتا ہے، کیسے؟ آ کر کہہ دیتا ہے بھئی میرے بس میں نہیں ہے میں اتنے پیسے نہیں کما سکتا، اپنے عجز کا اظہار کر دے، عقد کتابت کیا ہوا؟ ختم،

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ الْمَبِيعُ غَيْرَ مَمْلُوكٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وكذلك إذا كان غير مملوك» منقول ہے۔

وہ عام غلام بن گیا اب پھر بھئی۔ ام ولد اور مدبر میں وہ پھر عام غلام نہیں بن سکتا لیکن یہاں کیا ہے؟ پھر عام غلام بن سکتا ہے۔ تو یہ ہے عقد کتابت مولانا۔ اور یاد رکھیے آقا نے کیا کہا تھا، کیا عقد کیا ہے اس مکاتب کے ساتھ؟ مثلاً اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو۔ اب آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا۔ ام ولد اور مدبر سے تو خدمت لیتا تھا لیکن اس سے خدمت نہیں لے سکتا، یہ اب آزاد آدمی کی طرح اس کو اپنی ذات کا قبضہ حاصل ہو گیا۔ ان دونوں کو تو اپنی ذات کا قبضہ حاصل نہیں لیکن اسے اپنی ذات کا قبضہ حاصل ہے، لہٰذا آقا اس سے اب خدمت نہیں لے سکتا۔ اسے اپنی ذات کا قبضہ ہے، یہ جائے گا کام شام شروع کرے گا، کوئی کاروبار کرتا ہے یا کوئی ملازمت کرتا ہے یا جو بھی کرتا ہے اور پیسے اکٹھے کرنا شروع کر دے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا اس مکاتب کی بیع بھی باطل ہے، کیوں بھئی؟ اس کا حق آزادی ضائع ہو گا۔ بھئی اس نے پیسے کما کر لا کر دینے ہیں اور پھر آزاد ہونا ہے، اگر ہم اس کو بیچ دیں تو اگلا آقا اس کی اجازت دے گا؟ نہیں بھئی، تو اس کا حق آزادی ختم ہوتا ہے لہٰذا اس کا بھی بیچنا صحیح نہیں بھئی۔

وَبَيْعُ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ وَالْمُكَاتَبِ فَاسِدٌ، اور ام ولد اور مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے۔ ام ولد کس کو کہتے ہیں ذرا دہرا لو مولانا۔ وہ باندی جس نے آقا کے بچے کو جنم دیا اور آقا نے بھی کہہ دیا، تسلیم کر لیا کہ یہ میری اولاد ہے، یہ ام ولد بن گئی۔ اور اس کا کیا حکم ہے؟ آگے نہیں بیچ سکتا، ہاں اور اس نے آقا کے مرنے کے بعد ہر حال میں آزاد ہونا ہے، اور اس سے خدمت لے سکتا ہے یا نہیں؟ لے سکتا ہے۔ اچھا دوسرا ہے مدبر، کسے کہتے ہیں؟ وہ غلام جسے آقا نے کیا کہا میرے مرنے کے بعد تو آزاد، اس نے ہر حال میں آزاد ہونا ہے۔ اور اس سے خدمت لے سکتا ہے یا نہیں؟ خدمت لے سکتا ہے۔ تیسرا مکاتب جسے آقا نے کیا کہا اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو، اس سے خدمت لے سکتا ہے؟ نہیں، اسے اپنی ذات کا قبضہ حاصل ہو جاتا ہے، یہ جائے گا اور پیسے کما کر لائے گا بھئی۔ اور آقا اس عقد کو فسخ کر سکتا ہے؟ نہیں۔ اچھا، مدبر جس کو کہا تھا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے، کیا اس تدبیر کو آقا ختم کر سکتا ہے؟ ختم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح عقد کتابت کو بھی ختم نہیں کر سکتا آقا، ہاں غلام کر سکتا ہے کہ آ کر کہہ دے میں عاجز آ گیا میں نہیں اتنے پیسے لا سکتا، تو اس سے خدمت بھی آقا نہیں لے سکتا۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ السَّمَكِ فِي الْمَاءِ قَبْلَ أَنْ يَصْطَادَهُ، اور جائز نہیں ہے مچھلی کی بیع، سمک کہتے ہیں مچھلی کو، اور جائز نہیں ہے مچھلی کی بیع فِي الْمَاءِ کس کے اندر؟ پانی میں، قَبْلَ أَنْ يَصْطَادَهُ قبل اسے شکار کرنے کے۔ اسے شکار کرنے سے پہلے پانی کے اندر اس مچھلی کی بیع جائز نہیں۔ بھئی آپ دریا کے کنارے کھڑے ہیں، آپ کا ساتھی آپ کے پاس آیا بھئی، پانی صاف اور شفاف ہے اور بڑی بڑی مچھلیاں نظر آ رہی ہیں، آپ نے ساتھی سے کہا لو بھئی یہ دیکھو بھئی یہ سو مچھلیوں کے قریب دیکھ رہے ہو، یہ ساری میں نے آپ کو صرف سو روپے میں بیچ دیں، نکالو بھئی سو روپے دے دو فوراً۔ بھئی یہ کیا بات ہے بھئی؟ آپ کہاں سے ان مچھلیوں کے مالک بن گئے جو ان کو بیچتے ہیں بھئی؟ تو آپ تو مالک ہی نہیں ہیں لہٰذا ان کا بیچنا بھی جائز نہیں۔

ہاں اگر آپ کا اپنا تالاب ہے اس میں مچھلیاں رکھی ہوئی ہیں ان کو بیچنا چاہتے ہیں تو پھر بھی یاد رکھو جب تک ان کو باہر نہ نکال لیں ان کا بیچنا جائز نہیں ہے بھئی۔ وہ جو مچھلیاں تھیں دریا میں اس کے تو آپ مالک ہی نہیں ہیں سرے سے لہٰذا وہاں تو بیع باطل ہو گئی۔ البتہ اگر آپ کے اپنے تالاب میں مچھلیاں ہیں تو ان کو بیچے گا بغیر پکڑے تو پھر بیع فاسد ہو گی، باطل نہیں ہو گی، فاسد ہو گی۔ وجہ یہ کہ آپ کے لیے بھی ان مچھلیوں کو پکڑنا آسان کام نہیں، اور ضابطہ ہے مولانا ہمیشہ یاد رکھنا انسان جس چیز کے سپرد کرنے پر آسانی سے قادر نہ ہو اس میں بیع فاسد ہے۔ انسان جس چیز کو، ضابطہ لکھ لو بھئی: جس چیز کو آسانی سے سپرد کرنے پر انسان قادر نہ ہو اس میں بیع فاسد ہے۔

اب آپ بتائیے مولانا آپ کا اپنا تالاب ہے اس کے اندر مچھلیاں ہیں آپ ان کو بیچ دیتے ہیں ایجاب و قبول ہو جاتا ہے یہ بیع کون سی ہے؟ بیع فاسد۔ کیوں فاسد ہے؟ کیونکہ آپ ان مچھلیوں کو آسانی سے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہیں بھئی، آسانی سے سپرد نہیں کر سکتے، پکڑنے کے لیے آپ کو لنگوٹ باندھنا پڑے گا بھئی، پانی میں اترنا پڑے گا، جال سے اس کو پکڑیں گے اور پھر حوالے کریں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آسانی سے حوالے کی یا مشکل سے بھئی؟ مشکل سے بھئی۔ تو بس یہ یاد رکھو یہ تو کوئی جال منگوائیں گے، جال لے کر کسی کو بلوائیں گے، وہ جال کے ذریعے پکڑیں گے، نکالیں گے تو آسانی سے نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر اتنا تھوڑا پانی ہے، تھوڑا سا پانی ہے بھئی وہیں پہ ہاتھ ڈال کے پکڑ لیتے ہیں بھئی، پھر تو ٹھیک ہے مولانا اب کیا ہے؟ آپ اس کے سپرد کرنے پر قادر ہیں، تو دیکھو ضابطہ یاد رکھو مسئلہ خود نکال لو بھئی۔

تو یہی بات بتلا رہے ہیں: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ السَّمَكِ فِي الْمَاءِ قَبْلَ أَنْ يَصْطَادَهُ، اور جائز نہیں ہے مچھلی کی بیع پانی کے اندر قبل اس کے کہ اسے شکار کرے۔ وَلَا بَيْعُ الطَّائِرِ فِي الْهَوَاءِ، اور جائز نہیں ہے بھئی پرندے کی بیع ہوا کے اندر۔ پرندے کی بیع ہوا کے اندر جائز نہیں۔ بھئی اوپر پرندے اڑ رہے تھے آپ نے اپنے ساتھی کو کہا یہ جو بیس پرندے دیکھ رہے ہو اڑ رہے ہیں سارے میں نے آپ کو صرف سو روپے میں بیچ دیے، لاؤ بھئی نکالو سو روپے۔

بھئی آپ مالک ہی نہیں ہیں کہاں سے چیز بیچ رہے ہو بھئی؟ تو یہ بیع کیا ہوئی؟ باطل ہوئی، سمجھ میں آیا؟ بعض علماء نے لکھا ہے بھئی اگر وہ آپ کے پرندے ہیں اور واپس آنے والے ہیں تو پھر بیع صحیح ہے مولانا، جیسے کبوتر ہیں آپ کے اپنے پالے ہوئے ہیں اور واپس آجاتے ہیں پھر سے۔[۳]

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحَمْلِ فِي الْبَطْنِ، چلیے بس کریں مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا بَيْعُ الطَّائِرِ فِي الْهَوَاءِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا بيع الطير في الهواء» منقول ہے۔

سبق نمبر ۶۷: باب البیع الفاسد (۲): حمل فی البطن، صوف علی الظہر، لبن فی الضرع، سمک فی الماء، اور نھی عن بیع وشرط (صفقہ در صفقہ)

مختصر القدوری صفحہ: ۷۰—بتاریخ: ۵ جنوری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحَمْلِ فِي الْبَطْنِ وَلَا النِّتَاجِ وَلَا الصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ وَلَا بَيْعُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ وَلَا بَيْعُ جِذْعٍ مِنْ سَقْفٍ وَضَرْبَةِ الْقَانِصِ وَلَا بَيْعُ الْمُزَابَنَةِ وَهُوَ بَيْعُ الثَّمَرِ عَلَى النَّخْلِ بِخَرْصِهِ تَمْرًا وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِإِلْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا، بھئی ہم نے چھٹیوں سے پہلے بھئی بیع فاسد کا باب شروع کیا تھا بھئی۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کہ بیع چار قسم پر ہے: ایک بیع صحیح ہے، ایک بیع باطل ہے، ایک بیع فاسد ہے، اور ایک بیع موقوف ہے۔ بیع صحیح کسے کہتے تھے؟ اصلا بھی جو صحیح ہو اور وصفا بھی صحیح ہو۔ اصلا صحیح ہونے کا کیا معنی؟ یعنی ذات کے اعتبار سے بھی صحیح ہو، یعنی مبیعہ مال ہو۔ مبیعہ کیا ہو؟ مال ہو۔ جبکہ بیع باطل وہ ہے جو اصلا ہی صحیح نہ ہو یعنی ذات کے اعتبار سے ہی صحیح نہ ہو، کیونکہ اس کے اندر مبیعہ مال ہی نہیں ہوتا، یا مبیعہ کیا ہے؟ مال غیر متقوم ہے مولانا، یعنی شراب اور خنزیر ہے بھئی۔ اور شراب اور خنزیر کے اندر میں نے آپ کو بتلایا تھا مولانا نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک جائز ہے بھئی۔ یعنی دوسرے کو مالک بھی نہیں بنا سکتا کوئی مسلمان اور خود بھی اس کا مالک نہیں بن سکتا کہ اس کی ملک میں داخل ہو جائے۔ یہ تو تھی بیع باطل بھئی۔

اور اس کے بعد تھی بیع فاسد۔ بیع فاسد کس کو کہتے تھے؟ جو اصلا تو صحیح ہو لیکن وصفا صحیح نہ ہو۔ یعنی ذات کے اعتبار سے وہ صحیح ہے یعنی مبیعہ مال ہے، لیکن وصف کے اعتبار سے صحیح نہیں، مثلا کوئی شرط وغیرہ لگا دی۔ ایک آدمی نے دوسرے کو کوئی چیز بیچی لیکن ساتھ ہی شرط لگا دی اس شرط پہ بیچتا ہوں ایک ہفتہ میں ہی استعمال کرتا رہوں گا اس کے بعد آپ کے حوالے کروں گا۔ بھئی یہ کیسی شرط لگاتے ہو؟ یہ شرط تو مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔ میں نے بتلایا تھا ایجاب و قبول ہوتے ہی مشتری کیا بن جاتا ہے؟ مبیعے کا مالک بن جاتا ہے بیع صحیح کے اندر، بشرطیکہ خیار شرط وغیرہ نہ ہو بھئی۔

اور بیع باطل کے اندر کب مالک بنے گا بھئی؟ بیع باطل میں کبھی بھی مالک نہیں بنتا بھئی، وہ تو اصلا ہی بیع نہیں صحیح بھئی، ذات کے اعتبار سے ہی نہیں صحیح تو مالک بنتا ہی نہیں مشتری بھئی۔ اور بیع فاسد کے اندر کب مالک بنتا ہے بھئی مشتری مبیعے کا؟ جب بائع کی اجازت سے اس پر کیا کر لے؟ قبضہ کر لے۔ اور بیع فاسد میں میں نے بتلایا تھا کہ ثمن نہیں آیا کرتے بلکہ قیمت آیا کرتی ہے بھئی۔ جبکہ بیع موقوف بھئی کس کو کہتے تھے؟ جو کس پر؟ مالک کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے۔

بیع فضولی بھی اس کو کہتے ہیں بھئی کہ کوئی ایک غیر متعلقہ شخص کیا کر دے؟ دوسرے کی چیز اٹھا کر بغیر اجازت کے بیچ دیتا ہے مولانا۔ تو غیر متعلقہ شخص کسی کی چیز بیچتا ہے بھئی تو یہ بیع فضولی ہے، یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے، اجازت دے دی تو ہو جائے گی، اجازت نہیں دی تو نہیں ہو گی بھئی۔

اسی طرح بیع کے باب کے اندر ایک دو قیمتی باتیں میں نے آپ کو بتلائی تھیں جو ہر جگہ چلیں گی بھئی۔ ایک یہ کہ عبارت کے اندر جس پر باداخل ہو جائے سمجھ جائیں وہ کیا ہے؟ ثمن ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ بھئی اگر عبارت کے اندر درہم، دینار، کرنسی یا سونا چاندی ایک طرف ذکر ہیں، ایک طرف سامان، پھر تو متعین ہے مولانا۔ یہ سونا چاندی وغیرہ کرنسی نے، درہم اور دینار نے کیا بننا ہے؟ انہوں نے تو بننا ہی ثمن ہے، اور سامان نے کیا بننا ہے؟ مبیعہ۔ لیکن اگر دونوں طرف سامان ہو تو پھر اب کس کو مبیعہ بنائیں؟ مبیعے کے احکامات الگ ہیں، کس کو ثمن بنائیں؟ ثمن کے احکامات الگ ہیں، تو اب کیا کرنا پڑے گا بھئی؟ جس پر باداخل ہو گی۔ ایک طرف تھا مثلاً موبائل، ایک طرف ہے ایک کتاب بھئی، تو اب جس پر باداخل ہو رہی ہے اس کو ہم کیا کہیں گے؟ ثمن ہے، اور دوسری چیز مبیعہ ہے بھئی۔ اسی طرح عبارت کے اندر میں نے آپ کو بتلایا تھا عَلَی کا لفظ آئے گا جگہ جگہ، یہ کس لیے آئے گا؟ شرط کے معنی کا فائدہ دے گا، سمجھ میں آیا؟ تو وہاں شرط کے ساتھ ترجمہ کرنا بھئی۔

تو مسئلہ بتلایا تھا بھئی گزشتہ سبق میں: إِذَا كَانَ أَحَدُ الْعِوَضَيْنِ أَوْ كِلَاهُمَا، کہ اگر دونوں میں سے ایک چیز حرام ہے مولانا تو پھر بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد، جیسے مردار کی بیع ہے یا خون کی یا خنزیر کی یا شراب وغیرہ کی بھئی۔ اچھا، اسی طرح بھئی ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع بھی فاسد ہے، یعنی باطل ہے بھئی۔ ام ولد کس کو کہتے تھے بھئی؟ وہ باندی جس سے آقا کی اولاد ہوئی اور آقا نے کیا کہہ دیا؟ یہ میری اولاد ہے، یہ کہنا ضروری بھئی۔ ایک منکوحہ عام عورت ہے، اس سے جب اولاد ہوتی ہے تو وہاں کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ اولاد خود بخود کس کی شمار ہوتی ہے؟ اسی آدمی کی جس سے اس عورت کا نکاح ہوا، اسی کی شمار ہوتی ہے۔ لیکن باندی ہو تو وہاں آقا کا باقاعدہ یہ کہنا کہ یہ میری اولاد ہے ضروری ہے۔ یہ جب کہہ دے گا ایک دفعہ، تائید کر دیتا ہے، اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے، اب یہ عورت، یہ جو باندی ہے کیا بن جائے گی؟ اس کی ام ولد بن گئی مولانا۔ اور اب ام ولد کا کیا حکم ہے؟ اس آدمی کے مرنے کے بعد اس نے آزاد ہو جانا ہے ہر حال میں۔ فی الحال تو یہ باندی کی طرح خدمت وغیرہ لے سکتے ہیں لیکن مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ اس کا بچہ جو ہے وہ اس کی آزادی کا سبب بن گیا مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ اس آدمی کا بچہ ہو۔

دوسرا بھئی مدبر۔ مدبر کون سے غلام کو کہتے ہیں؟ جس کو آقا نے کیا کہہ دیا؟ میرے مرنے کے بعد تو آزاد۔ بس مولانا، اب یہ مدبر بن گیا۔ اب کسی صورت میں یہ تدبیر ختم نہیں ہو سکتی، اس غلام نے آقا کے مرتے ہی کیا ہو جانا ہے؟ آزاد ہو جانا ہے۔ اس کے بعد ایک غلام مکاتب بتلایا تھا۔ مکاتب کس کو کہتے تھے؟ جسے آقا مثلاً کہہ دیتا ہے بھئی جاؤ بھئی تین سال کے اندر مثلاً کتنے پیسے لے آؤ؟ ایک لاکھ روپے کما کر لے آؤ تو تم آزاد ہو، اور غلام اس کو منظور کر لیتا ہے۔ یہ عقد کتابت ہے، آقا اور غلام میں عقد ہو گیا۔ کیا کہلاتا ہے یہ عقد؟ عقد کتابت، اور یہ غلام کیا بن گیا؟ مکاتب، اور یہ جو پیسے کما کر لائے گا اسے کہتے ہیں بدل کتابت۔ کیا کہتے ہیں؟ بدل کتابت۔ تو یہ مکاتب، اور اس کا کیا حکم بتلایا تھا میں نے آپ کو؟ کیا آقا اس سے خدمت لے سکتا ہے؟ نہیں، یہ بالکل آزاد آدمی کی طرح ہو گیا بھئی۔ یہ جائے گا پیسے کما کر آقا کو لا کر دے گا، اگر آقا خدمت لے گا تو یہ پیسے کہاں سے کما سکتا ہے بھئی؟ تو لہٰذا اس سے خدمت نہیں لے سکتے، یہ آزاد آدمی کی طرح ہوا، یہ جائے گا پیسے کما کر لائے گا آقا کو دے گا اور اپنے آپ کو آزاد کروائے گا بھئی۔ تو یہ مکاتب ہے۔

یہ جو ام ولد، مدبر اور مکاتب ہیں ان کی بیع باطل ہے، کیوں بھئی؟ کیونکہ ان کا حق آزادی کیا ہوتا ہے؟ ضائع ہوتا ہے بھئی۔ بھئی ام ولد نے تو آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہونا تھا، اگر آپ کسی کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں تو اس کا آزادی کا حق مارا گیا یا نہیں مارا گیا؟ اسی طرح بھئی مدبر نے بھی آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہونا تھا لیکن آقا نے جب آگے بیچ دیا تو اس کا حق آزادی کیا ہو جائے گا؟ ضائع ہو جائے گا بھئی۔ اور اسی طرح مکاتب بھی بھئی، سمجھ میں آیا؟ لہٰذا ان کی بیع جائز نہیں۔

اسی طرح مسئلہ آپ کو بتلایا تھا کہ بھئی مچھلی کی بیع پانی کے اندر شکار سے پہلے یہ جائز نہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مچھلیاں ہیں کسی جگہ پانی کے اندر آپ نے دیکھیں اور اپنے ساتھی کو کیا کہا؟ یہ جو سامنے جتنی مچھلیاں نظر آ رہی ہیں یہ دیکھو کتنی موٹی تازی مچھلیاں ہیں اور کتنی تعداد ہے ان کی، صرف سو روپے میں میں نے آپ کو بیچ دیں، چلو بھئی سو روپیہ نکالو بھئی۔ بھئی تم مالک ہی نہیں ہو کہاں سے بیچتے ہو بھئی؟ سمجھ میں آیا؟ تو احراز نہیں ہے، محفوظ نہیں اس نے کیں۔ ہاں اگر اپنا تالاب ہے تو پھر مسئلہ مختلف۔ وہ عام پانی میں مچھلیاں تھیں وہ تو بیع سرے سے باطل بھئی کیونکہ یہ اس کا مالک ہی نہیں ہے۔ اپنے تالاب کے اندر خود مچھلیاں رکھی ہوئی ہیں باقاعدہ، تو اس میں بھی میں نے آپ کو مسئلہ بتلایا تھا کہ اگر آسانی سے ہاتھ ڈال کر پکڑتا جاتا ہے اور حوالے کر سکتا ہے تو پھر تو بیع صحیح ہے، اور اگر آسانی سے حوالے نہیں کر سکتا، مثلاً ذرا بڑا تالاب ہے بھئی اور اب کیا کرنا پڑے گا؟ جال وغیرہ منگوانا پڑے گا اور پھر اس کے ذریعے مچھلیاں پکڑے گا

اور حوالے کرے گا، تو پھر اس صورت کے اندر بھئی بیع فاسد ہے، کیونکہ ضابطہ تھا جو بھی چیز غیر مقدور التسلیم ہو، یعنی انسان اس کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو، یا سپرد کرنے پر قادر تو ہے لیکن مشکل کے ساتھ، کوئی تدبیر کرنا پڑتی ہے، تو اس صورت میں بیع فاسد ہے۔ جس چیز کے سپرد کرنے پر قادر ہی نہیں وہاں بھی بیع صحیح نہیں، جس چیز کے سپرد کرنے پر قادر تو ہے لیکن آسانی سے نہیں بلکہ کیا کرنا پڑتی ہے؟ کوئی تدبیر کرنا پڑے گی ویسے نہیں ہو سکتا، تو اس صورت میں بھی بیع کیا ہے؟ فاسد ہے۔ اب چاہے مچھلیاں اس کی اپنی ہیں تالاب کے اندر ہیں تو اس طرح بیع فاسد ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اسی طرح پرندے کی بیع ہوا کے اندر بھئی، تو یہ بھی اسی طرح مسئلہ ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں آگے دیکھیے بھئی: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحَمْلِ فِي الْبَطْنِ وَلَا النِّتَاجِ وَلَا الصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ۔ اور جائز نہیں ہے اس حمل کی بیع فِي الْبَطْنِ جو کس میں ہے؟ پیٹ میں۔ پیٹ میں جو حمل ہے اس کی بیع جائز نہیں مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ پیٹ۔ بھئی کیوں؟ بھئی ایک جانور ہے اس کا پیٹ پھولا ہوا ہے، دوسرا آدمی کہتا ہے بھئی مثلاً گائے ہے اس کا حمل بیچ دیتا ہے کسی کے ہاتھ، کہتے ہیں نہیں بھئی یہ حمل کی بیع جائز نہیں ہے مولانا۔ کیوں نہیں جائز؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اس حمل کے اپنے وجود میں شک ہے، پتا نہیں یہ گائے کے پیٹ میں کوئی بچہ ہے بھی یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ویسے ہی اس کا پیٹ پھولا ہوا ہے۔ کوئی یقینی طور پر علم ہے؟ نہیں۔ تو یہ حمل مشکوک الوجود ہوا مولانا لہٰذا اس کی بیع جائز نہیں۔

وَلَا النِّتَاجِ بھئی۔ نتاج کہتے ہیں حمل کے حمل کو بھئی۔ نتاج نون کے کسرے کے ساتھ مولانا۔ نتاج کسے کہتے ہیں؟ حمل کا حمل بھئی۔ بھئی عربوں کے ہاں گھوڑے بڑے کم ہوا کرتے تھے، تو وہ کیا کر لیا کرتے تھے؟ اس کے حمل ہی کو خرید لیا کرتے تھے۔ ایک شخص کے پاس مثلاً گھوڑے ہیں بھئی تو کوئی حاملہ ہے، اس میں سے اس نے کیا کیا؟ دوسرا گیا، گھوڑے کی ضرورت ہے ملتے نہیں ہیں بھئی، تو کہتا ہے بھئی یہ جو مادہ ہے آپ کی یہ حاملہ، یہ مجھے بیچ دو۔ وہ کہتا ہے نہیں بھئی یہ تو میں نہیں بیچتا۔ کہتا ہے اچھا چلو یہ نہیں بیچتے تو اس کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ کیا کرو؟ مجھے بیچ دو بھئی۔ تو اس کا حمل ہی خرید لیا کرتے تھے، لیکن اسلام نے اس سے منع کر دیا کہ نہیں بھئی، ایک چیز کا وجود ابھی یقینی نہیں ہے، پتا ہی نہیں ہے تو اس کی بیع کیسے کرتے ہو بھئی؟ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہٰذا یہ بیع درست نہیں بھئی۔

پھر مولانا بعض اوقات مالک حمل کے بیچنے سے بھی انکار کر دیتا تھا کہ نہیں بھئی اس مادہ کے حمل کو بھی میں نہیں بیچتا۔ تو خریدار کہتا اچھا چلو حمل کو نہیں بیچتے، اس حمل کے حمل کو مجھے بیچ دو، اگر یہ جو بچہ پیدا ہوا یہ مادہ ہوئی پھر آگے اس کا جو حمل ہو گا وہ کیا کر دو؟ مجھے بیچ دو۔ دو چار چھ سال گزر جائیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اس مادہ کے حمل کے حمل کو کیا کر لیتے تھے وہ؟ خرید لیا کرتے تھے بھئی، لیکن یہ درست نہیں مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی حمل جس کے وجود میں شک تھا اس کے تو وجود میں چلو شک ہے شاید ہو شاید نہ ہو، جبکہ حمل کا حمل تو بالکل ہی معدوم ہے، اس کا تو وجود ہی نہیں ہے، اور جو بھی چیز معدوم ہو مولانا اس کی بیع جائز نہیں۔ ایک چیز ہے ہی نہیں، وجود ہی نہیں ہے تو بیع کس چیز کی کرتے ہو؟ مبیعہ کدھر ہے بھئی؟ بیع کے لیے تو کیا چاہیے؟ مبیعہ، اور ایک چیز کا ابھی وجود ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اسی طرح یہ تو میں نے گھوڑوں میں مثال ذکر کی، اسی طرح عمدہ نسل کے جو جانور ہوتے تھے مثلاً اونٹ بھئی ان کی سب سے بڑی دولت تھی، وہ کیا کرتے تھے؟ اونٹنی کے حمل ہی کو خرید لیا کرتے تھے۔ کبھی حمل بھی مالک انکار کر دیتا بھئی لیکن نسل بڑی اعلیٰ ہے تو وہ کیا کہتا بھئی چلو حمل نہیں بیچتے تو آگے اگر یہ حمل مادہ ہوئی تو اس کا جو حمل ہو گا وہ کیا کرو؟ مجھے بیچ دو، وہی خرید لیا کرتے تھے بھئی۔ درست نہیں مولانا، نہ حمل کی بیع صحیح اور نہ حمل کے حمل کی بیع صحیح، اس لیے کہ حمل مشکوک الوجود ہے اور حمل کا حمل وہ تو بالکل ہی معدوم ہے لہٰذا بیع صحیح نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحَمْلِ فِي الْبَطْنِ، جائز نہیں ہے بھئی پیٹ میں جو حمل ہے اس کی بیع بھئی۔ وَلَا النِّتَاجِ، اور نہ حمل کے حمل کی بیع بھئی۔ وَلَا الصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ بھئی۔ صوف کہتے ہیں اون کو مولانا، اون بھئی، وہ بال جو لگے ہیں جانور پر۔ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ، غنم کہتے ہیں بھیڑ بکری کو بھئی۔ یاد رکھیے ایک لفظ آتا ہے کتابوں میں شَاةٌ۔ یاد رکھنا شَاةٌ صرف بکری کو نہیں کہتے بھئی، بھیڑ بکری دونوں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے عربی کے اندر۔ اسی طرح غنم کا لفظ ہے بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے، تو شَاةٌ اور غنم کا ایک معنی ہے بھئی۔ تو شَاةٌ کا ترجمہ صرف بکری سے کرنا صحیح نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے بس۔

تو کہتے ہیں: وَلَا الصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ، اور جائز نہیں ہے اون کی بیع عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ، وہ اون جو کس پر ہے؟ بھیڑ بکری کی پشت پر ہے۔ سمجھ میں آیا؟ وہ جو بال ہیں اس کے بھئی بھیڑ کے مثلاً وہ بیچتے ہیں۔ یاد رکھو یہ ان بالوں کی بات ہو رہی ہے، اس اون کی جو ابھی جانور کے اوپر لگے ہوئے ہیں۔ جو

اتار لیے ہیں، اتار کر رکھے ہوئے ہیں ایک طرف مولانا ان کی بیع تو صحیح ہے، لیکن ابھی جو جانور کے اوپر لگے ہوئے ہیں ان کی بیع صحیح نہیں۔ کیوں نہیں صحیح؟ وجہ یہ کہ اس بیع کے اندر جھگڑا آئے گا اور ضابطہ میں نے آپ کو بتلایا تھا جس بیع کے اندر بھی جھگڑے کا امکان ہو وہ کیا ہے؟ فاسد ہے۔ جھگڑا کیسے آئے گا؟ مثلاً بھئی آٹھ دس بھیڑیں کھڑی ہیں، دوسرے آدمی کو اس مالک نے اون بیچ دی کہ یہ ساری اون میں آپ کو دس درہم میں بیچتا ہوں، اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اب وہ شخص کیا چاہے گا کہ میں بالکل یہ جو بھیڑ کے بال ہیں استرے کے ذریعے اتاروں بھئی، اور مالک کہے گا نہیں نہیں اتنی گہرائی سے بال نہ کاٹو، تھوڑے اونچے کر کے کاٹو تاکہ پھر جلدی بال آجائیں بھیڑ پر بھئی۔ تو جھگڑا آئے گا یا نہیں آئے گا؟ خریدار چاہے گا میں خوب گہرائی سے بال کاٹوں تاکہ زیادہ اون مجھے ملے اور مالک کیا چاہے گا کہ ذرا اوپر اوپر سے کاٹے، بالکل گہرائی سے جڑوں سے نہ کاٹے بھئی۔ دیکھو جھگڑا آگیا، اور جس بیع کے اندر بھی جھگڑا ہو وہ کیا ہے؟ فاسد ہے۔

تو کہتے ہیں: وَلَا الصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ، اور وہ اون جو جانور کی پشت پر، بھیڑ بکری کی پشت پر ہے اس کی بیع بھی جائز نہیں۔ وَلَا بَيْعُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ، اور اس دودھ کی بیع جو تھنوں میں ہے، وہ دودھ جو تھنوں میں ہے اس کی بیع بھی جائز نہیں بھئی۔ بھئی دودھ تھنوں سے نکال لیا پھر تو ٹھیک ہے بیچ رہا ہے، لیکن جانور کھڑے ہیں، ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں، مالک کیا کرتا ہے کسی آدمی کو دودھ اسی طرح بیچتا ہے بھئی کہ اس بھینس کے تھنوں میں جو دودھ ہے میں نے آپ کو دو درہم میں فروخت کر دیا، نہیں مولانا یہ بیع صحیح نہیں ہے بھئی۔

کیا وجہ ہے بھئی؟ فقہائے کرام دو علتیں ذکر کرتے ہیں بھئی۔ پہلی علت، وجہ یہ کہ اس دودھ کا وجود خود مشکوک ہے مولانا، پتا نہیں تھنوں میں دودھ ہے یا یہ تھن کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے پھولے ہوئے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو ایک علت یہ ہے مولانا کہ دودھ کا وجود کیا ہے؟ یقینی نہیں ہے، شک ہے۔ دوسری وجہ مولانا یہ ذکر کرتے ہیں، آپ جانتے ہیں مولانا جانور بھینس میں دودھ ایک دم بنتا ہے یا تھوڑا تھوڑا قطرہ قطرہ بنتا چلا جاتا ہے؟ تھوڑا تھوڑا ہی بنے گا نا اس کے اندر یا ایک دم بن جاتا ہے؟ تھوڑا تھوڑا آہستہ آہستہ بنتا چلا جاتا ہے۔ اب بائع نے جس وقت ان دونوں مالک اور مشتری کے درمیان جب بیع ہوئی تو تھنوں میں کچھ دودھ موجود تھا، اور خریدنے کے بعد اب وہ مشتری نے برتن اٹھایا، برتن اٹھا کر آیا، اب دودھ نکالنے لگا۔ تھوڑا سا وقت گزرا یا نہیں گزرا؟ اس وقت کے اندر اور دودھ بنا یا نہیں بنا؟ اور دودھ بن گیا۔ اور یہ جو نیا دودھ بنا ہے کیا یہ مشتری کا ہے یا مالک کا ہے؟ مالک کا۔ مشتری کا تو وہ دودھ تھا جو اس وقت تھا جب بیع ہوئی تھی، اور یہ جو نیا دودھ بنا یہ کس کا ہے؟ مالک کا، اور اب مالک کا دودھ اندر کس کے دودھ کے ساتھ مل چکا ہے؟ مشتری کے دودھ کے ساتھ مل گیا۔ اور ضابطہ یاد رکھو جہاں پر بھی بائع کی ملک مبیعے کے ساتھ اس طرح مل جائے کہ دونوں کو الگ کرنا ممکن نہ ہو تو وہ بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

ضابطہ کیا ہوا؟ کہ جب بھی بائع کی ملک مبیعے کے ساتھ اس طرح مل جائے کہ اس کا جدا کرنا ممکن نہ ہو تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔ اب وہ دودھ اور یہ دودھ آپ الگ کر سکتے ہیں کسی صورت میں؟ نہیں کر سکتے۔ تو جب بھی بائع کی ملک مبیعے کے ساتھ اس طریقے پر مل جائے کہ دونوں کو الگ کرنا ممکن ہی نہ رہے تو بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ فاسد۔ مسائل بھی سمجھ میں آرہے ہیں کہ مشکل ہیں بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَلَا بَيْعُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ، اور جائز نہیں ہے اس دودھ کی بیع فِي الضَّرْعِ جو تھنوں میں ہے۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ وَلَا بَيْعُ جِذْعٍ مِنْ سَقْفٍ. اور جائز نہیں ہے ایک ذراع کی بیع مِنْ ثَوْبٍ کپڑے میں سے، کپڑے میں سے ایک ذراع کی بیع جائز نہیں۔ وَلَا بَيْعُ جِذْعٍ مِنْ سَقْفٍ. جذع کہتے ہیں شہتیر کو مولانا، سقف کہتے ہیں چھت کو۔ اور وہ شہتیر جو کس میں ہے؟ چھت میں ہے بھئی اس کی بیع جائز نہیں مولانا، چھت میں لگا ہوا ہے۔ کیا مسائل ذکر ہوئے بھئی؟ کپڑے میں سے ایک گز کپڑے کی بیع جائز نہیں، اسی طرح چھت کے اندر جو شہتیر لگا ہوا ہے اس کی بھی بیع جائز نہیں مولانا۔

یاد رکھیے کپڑے سے مراد ایسا کپڑا ہے جس سے ایک گز نکال لیں تو باقی کپڑا ردی ہو جاتا ہے کسی کام کا نہیں رہتا، یا یوں کہیں نقصان ہوتا ہے، کام کا تو رہتا ہے لیکن نقصان ہوتا ہے، اب وہ قیمت اس کی نہیں رہتی۔ مثلاً چھ گز تھا تو اس میں تو سوٹ بن سکتا تھا، تو اب اس میں سے اگر ایک گز نکال لیں گے تو اب اس کا سوٹ نہیں بن سکتا، اب قیمت وہ نہیں رہتی کم ہو جاتی ہے بڑی۔ تو لہٰذا ایسا کپڑا جس سے ایک گز کاٹیں تو اس میں نقصان ہوتا ہے اس میں سے ایک گز کی بیع جائز نہیں ہے بھئی، کیونکہ اس میں بیچنے والے کا نقصان ہے باقی کپڑا اس کے کام کا نہیں رہتا۔ اسی طرح چھت میں لگا ہوا شہتیر ایک شخص بیچتا ہے تو یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی اس کا نقصان ہے بھئی، شہتیر اتارے گا تو چھت گر پڑے گی بھئی یا کمزور ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ شہتیر نہیں جانتے بھئی؟ اوہو، بھئی یہ تو آج کل آپ دیکھ رہے ہیں لینٹر ڈلے ہوئے ہیں، چھت کے اندر پہلے درمیان میں ایک بڑی لکڑی لگائی جاتی تھی بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ یا آج کل بعض جگہ پھر وہ استعمال کرتے ہیں لوہے کی بھئی، گارڈر بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ گارڈر جو ہیں اس کو وہ کہہ لیں بھئی۔ تو یہ شہتیر اس طرح لکڑی کے

ہوتے ہیں، بھئی کہیں دیہات وغیرہ میں جائیں تو ابھی بھی آپ کو اتفاق ہو گا دیکھنے کا بھئی، کمروں کے اندر شہتیر لگے ہوتے ہیں، پھر اس شہتیر پر چھوٹی لکڑیاں لگتی ہیں اطراف میں، پھر اس کے اوپر کیا ہے وہ کانے وغیرہ یا اس طرح کی چیزیں ڈال کر چھت کو پھر اوپر مٹی ڈالی جاتی تھی۔

تو شہتیر بیچے گا تو چھت کیا ہو گی؟ گر جائے گی یا کم از کم کمزور ضرور ہو جائے گی اگر کوئی اور شہتیر بھی سہارے کے لیے ہوا۔ تو لہذا یہ بیع بھی جائز نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے بائع کو کیا لازم آتا ہے؟ نقصان، اور جس بیع کی وجہ سے بھی بائع کو نقصان لازم آتا ہو وہ بیع جائز نہیں۔ آپ کہیں گے بائع خود بھی راضی ہے تو پھر کیوں کہتے ہو بھئی، نقصان ہو رہا ہے تو ہونے دو بھئی، بائع جب خود راضی ہے اپنے نقصان کے اوپر تو پھر کیوں بیع جائز نہیں ہے؟ بھئی وجہ یہ ہے یہ نقصان اس کو کس کی وجہ سے لازم آ رہا ہے؟ بیع کی وجہ سے، بیع کے بغیر یہ نقصان تھا؟ نہیں، یہ نقصان لازم آیا بیع کی وجہ سے، اور جب نقصان لازم آ رہا ہے اس میں جھگڑے کا بھی امکان ہے۔ ہو سکتا ہے بیع ابھی کی ہے مولانا اور پھر سوچا بھئی میں اب شہتیر اتاروں گا تو میری تو ساری یہ چھت کیا ہو جائے گی؟ گر جائے گی، وہ رجوع کر لیتا ہے نہیں بھئی میں نہیں دوں گا یہ۔ جھگڑا آ گیا یا نہیں؟ مشتری کہے گا تم نے میرے ساتھ بات کی تھی بھئی بیع ہو چکی ہے، وہ کہتا ہے نہیں میں نہیں دیتا بھئی میری ساری چھت گر جائے گی۔ تو جھگڑے کی صورت آ گئی یا نہیں آ گئی بھئی؟ اور جس بیع کے اندر بھی جھگڑے کا امکان آ جائے وہ فاسد ہوتی ہے، تو یہاں رجوع کا امکان تو آ گیا مولانا۔

تو لہذا ایسا کپڑا جس میں سے ایک گز کاٹنا نقصان دیتا ہو اس میں سے ایک گز کی بیع جائز نہیں، اور شہتیر جبکہ چھت میں لگا ہوا ہو اس کی بیع بھی جائز نہیں۔ لیکن یاد رکھو اگر فسخ کرنے سے پہلے، بیع کو فسخ کرنے سے پہلے پہلے اس نے کپڑے سے وہ ایک گز کاٹ لیا یا شہتیر چھت سے اتار لیا تو بیع صحیح ہو جائے گی۔ بیع کیا ہو جائے گی؟ صحیح ہو جائے گی۔ کیونکہ مولانا اب وہ نقصان جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا مولانا، اب آگے کوئی مزید ضرر کا امکان ہے؟ نہیں۔ یا اب آگے مزید کسی جھگڑے کا امکان ہے؟ نہیں۔ لہذا اب بیع صحیح ہو گئی کیونکہ وہ چیز جو اس عقد کے اندر فساد پیدا کر رہی تھی وہ ختم ہو گئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ، اور جائز نہیں ایک ذراع کی بیع کپڑے میں سے، وَلَا بَيْعُ جِذْعٍ مِنْ سَقْفٍ، اور شہتیر کی بیع چھت میں سے۔ وَضَرْبَةِ الْقَانِصِ. قانص شکاری کو کہتے ہیں، قانص۔ ضَرْبَةٌ بھئی، آپ نے پڑھا ہے یا نہیں بھئی؟ فَعْلَةٌ، ضَرْبَةٌ، یہ فَعْلَةٌ کا وزن مصدر میں کس لیے آیا کرتا ہے؟ ایک مرتبہ بیان کرنے کے لیے۔ پڑھا ہے یا نہیں ابھی پہنچے؟ جَلَسْتُ جَلْسَةً، جَلَسْتُ جَلْسَتَيْنِ، جَلَسْتُ جَلَسَاتٍ. چلیں اگر ابھی نہیں پڑھا آگے آ جائے گا۔ یاد رکھنا یہ فَعْلَةٌ وزن پر مصدر آتے ہیں، یہ کسی چیز کے عدد کو بیان کرتے ہیں۔ جَلَسْتُ جَلْسَةً، کیا معنی؟ میں ایک دفعہ بیٹھا۔ جَلَسْتُ جَلْسَتَيْنِ، میں دو دفعہ بیٹھا۔ جَلَسْتُ جَلَسَاتٍ، میں کئی مرتبہ بیٹھا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہاں بھی فَعْلَةٌ، ضَرْبَةٌ لے کر آئے بھئی۔ تو ضَرْبَةٌ کا معنی ہے جال کا ایک مرتبہ پھینکنا بھئی، جال کا ایک مرتبہ مارنا پانی میں۔

دیکھو شکاری کیا کرتا ہے جال پھینکتا ہے اور پھر اسے کھینچ لیتا ہے اور مچھلیاں اس میں آ جاتی ہیں بھئی۔ تو ضَرْبَةِ الْقَانِصِ سے مراد ہے شکاری اپنے ایک مرتبہ جال کے پھینکنے میں جتنی مچھلیاں آئیں گی ان کو بیچ دیتا ہے۔ مثلاً شکاری نے آپ سے کہا بھئی میں جال پھینکوں گا جتنی مچھلیاں آ گئیں سو روپے میں آپ کی ہو گئیں، آپ نے کہا مجھے منظور ہے، یہ درست نہیں مولانا۔ یا شکاری کہے، ایک کی تو مثال دی ہے، میں دو دفعہ یا تین دفعہ جال لگاؤں گا بھئی جتنی مچھلیاں آ گئیں سو روپے میں آپ کی ہو گئیں، یہ درست نہیں بھئی۔ کیوں نہیں درست مولانا؟ جی؟ بھئی ابھی وہ مچھلیوں کا یہ مالک ہی نہیں ہے سرے سے تو بیچتا کہاں سے ہے بھئی؟ مالک بنے گا تو کیا کرے گا؟ جب پکڑ لے تو پھر بیچ دے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور ہو سکتا ہے کہتا ہے بھئی ایک دفعہ میں جتنی مچھلیاں آئیں سو روپے میں آپ کی، اس نے جال پھینکا مولانا ایک بھی مچھلی نہیں آتی سارے کچھوے آ جاتے ہیں، اب کیا کریں گے آپ؟ سمجھ میں آیا؟ تو یہ جوئے کی طرح ہوا پتا نہیں فائدہ ہوتا ہے یا پتا نہیں نقصان ہوتا ہے بھئی، لہذا یہ صحیح نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَضَرْبَةِ الْقَانِصِ، أَيْ لَا يَجُوزُ بَيْعُ ضَرْبَةِ الْقَانِصِ، اور جائز نہیں ہے شکاری کے ایک مرتبہ جال مارنے کی بیع بھئی۔

وَلَا بَيْعُ الْمُزَابَنَةِ وَهُوَ بَيْعُ الثَّمَرِ عَلَى النَّخْلِ بِخَرْصِهِ تَمْرًا. اچھا بھئی، اب مولانا جاہلیت کی کچھ بیوع ذکر کر رہے ہیں خاص بھئی۔ بیع مزابنہ۔ یاد رکھو یہاں دو قسم کی بیوع میں بتلا دیتا ہوں: ایک کا نام بیع مزابنہ کتاب میں آ گیا، اسی طرح ایک بیع محاقلہ، نام لکھ لیں مولانا، میم، حا ہے حقے والی، قاف دو نقطوں والا، محاقلہ۔ یہ بالکل بیع مزابنہ کی طرح ہوتی تھی، البتہ بیع مزابنہ پھل میں ہوتی ہے، بیع محاقلہ غلے میں ہوتی ہے۔

اچھا پہلے بیع مزابنہ کو سمجھ لو۔ بھئی بیع مزابنہ اس کو کہتے تھے کہ مثلاً بھئی عرب کے اندر کسی آدمی کو کسی وقت کھجوروں کی ضرورت پڑ گئی بھئی، مثلاً مہمان آ گئے یا کسی کو دینی ہے یا کچھ کھجوروں کی ضرورت پڑ گئی بھئی، اب اس کے پاس کھجوریں نہیں ہیں، وہ ساتھ والے کے جس کے پاس کھجوریں موجود ہوتیں چلا

جاتا، کہتا بھئی دیکھو مجھے دس من کھجور کی ضرورت ہے مجھے دے دو، اور وہ سامنے دیکھ رہے ہو بھئی میرا باغ بھئی اس کے اندر بھی درختوں پر تقریبا دس من ہی کھجور لگے گی بھئی، وہ جب پک جائے گی، وہ تیار ہونے والی ہے چند دن بعد تیار ہو جائے گی بھئی تو وہ آپ لے لینا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ اس کو کہتے تھے بیع مزابنہ۔ کون سی کھجوریں لی ہیں؟ جو اس کے پاس تیار موجود ہیں، اور اس کو کون سی کھجوریں دے دیں؟ جو ابھی درخت پہ لگی ہوئی ہے چند دن کے بعد پکنے والی ہے، تیار ہونے والی ہے۔ تو یہ بیع کیا کہلاتی ہے؟ بیع مزابنہ۔ اور یہی صورت اگر غلے میں بنالو، ایک آدمی کو گندم کی ضرورت ہوئی دوسرے کے پاس گیا کہ یوں کرو بھئی مجھے دس بوری گندم دے دو اور میرا وہ سامنے جو کھیت دیکھ رہے ہو اس کے اندر بھی فصل دیکھو لگی ہوئی ہے تیار ہونے والی ہے یہ بھی تقریبا کتنی ہو گی؟ دس بوری ہو گی، وہ آپ لے لینا بھئی۔ تو یہ بیع محاقلہ کہلاتی ہے۔ غلے میں ہو تو بیع محاقلہ، اور پھل میں ہو تو بیع مزابنہ مولانا، یہ درست نہیں۔

وجہ یہ کہ اس صورت میں سود آئے گا، ربا۔ ربا کا آگے تفصیلی باب آئے گا مولانا وہاں تفصیل آجائے گی، بس اتنا یاد رکھیں یہاں سود لازم آتا ہے بھئی۔ کیونکہ جنس دونوں طرف ایک ہے، دونوں طرف مثلا گندم ہے یا دونوں طرف کھجور ہے، اور چیز مکیلات یا موزونات میں سے ہو، سمجھ میں آیا؟ تو یہاں پر بھی دیکھ لیں گندم کس میں سے ہے مولانا؟ مکیلات، ماپی جاتی ہے برتن کے اندر بھئی، اور اسی طرح کھجور بھی کیا ہے؟ مکیلات یا موزونات میں سے ہے بھئی وزن کی جاتی ہے مثلا۔ تو دیکھو اب کیلی یا وزنی چیز ہو اور دونوں طرف وہی چیز ہو مولانا تو اس صورت میں یاد رکھنا کمی زیادتی کی اجازت نہیں اور ادھار کی بھی اجازت نہیں ورنہ سود لازم آئے گا۔

مثلا گندم کے بدلے ایک آدمی گندم دوسرے کو بیچنا چاہتا ہے، بالکل برابر ہونا ضروری۔ ایک کی طرف سے سو قفیز گندم ہے تو دوسرے کی طرف سے بھی کتنی ہونی چاہیے؟ سو قفیز۔ اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوئی تو کیا لازم آئے گا؟ سود۔ اور نیز نقد ہونا چاہیے مولانا، ادھار کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ ابھی دے رہے ہیں سو قفیز گندم تو ابھی اس سے کتنا وصول کریں؟ سو قفیز گندم۔ یہ نہیں آپ ابھی دے رہے ہیں اور وہ کہتا ہے اچھا بھئی میں گھر جاتا ہوں گھر سے اپنی گندم لے کر آتا ہوں، نہیں بھئی اتنی مہلت بھی نہیں ہے، نقد وہیں پر ہونا چاہیے بھئی ورنہ کیا لازم آئے گا؟ سود۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو جب دو چیزیں پائی جائیں مولانا: جنس کیا ہو؟ ایک ہو، اور کیل اور وزن میں سے بھی کوئی چیز پائی جائے، مکیلات میں سے ہو چیز یا موزونات میں سے، تو دو چیزیں جائز نہیں، کیا؟ کمی بیشی کرنا بھی جائز نہیں اور ادھار بھی جائز نہیں۔ کتنی چیزیں پائی جائیں؟ دو۔ پہلی کیا تھا؟ کیل یا وزن ہو، دوسرا جنس ایک ہو، تو کتنی چیزیں حرام؟ دو چیزیں حرام، کون کون سی؟ کمی بیشی بھی جائز نہیں اور ادھار بھی جائز نہیں، بالکل برابر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک کہتا ہے میری گندم اعلی ہے لہذا میں تھوڑی گندم دوں گا بھئی تم سو قفیز دو گے میں پچاس قفیز دوں گا، نہیں مولانا اعلی ادنی کو ہم نہیں جانتے، ضابطہ ہمارا ہے کیا کہ جب کیل اور وزن میں سے ایک چیز پائی جائے اور یہاں پر کیا آگیا؟ کیل، گندم کو کیا کیا جاتا ہے؟ ماپا جاتا ہے بھئی، اور جنس بھی ایک ہے تو اس صورت میں کیا ضروری؟ بالکل برابری بھی ضروری اور نقد ہونا بھی ضروری، کمی بیشی کی بھی گنجائش نہیں اور ادھار کی گنجائش بھی نہیں ہے بھئی۔

تو یہاں دیکھو بیع مزابنہ کے اندر دیکھو ایک طرف سے ایک آدمی لے کیا رہا ہے؟ کھجوریں، اور بدلے میں بھی کیا دے گا؟ کھجور۔ تو کیل یا وزن آیا یا نہیں؟ مثلا وزن کی جاتی ہیں کھجوریں تو ادھر بھی وزن ہے ادھر بھی وزن ہے، یا اگر کیلی چیزوں میں سے ہے تو ادھر بھی کیل آگیا ادھر بھی کیل آگیا۔ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو یہ شخص کیا لے رہا ہے؟ کھجوریں لے رہا ہے اور بدلے میں کیا دے گا؟ کھجوریں۔ تو کیل یا وزن بھی آگیا اور ساتھ جنس بھی ایک ہے، اور اس صورت میں کیا ضابطہ پڑھا تھا آپ نے کہ کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ اب آپ مجھے بتائیے یہ جو کھجوریں لے کر جا رہا ہے وہ جو درختوں پر لگی ہوئی ہیں وہ اس کے بالکل برابر ہیں یا صرف اندازہ ہی لگا رہا ہے؟ اندازہ، اور اندازہ یہاں نہیں چلے گا، بالکل کیا ہونی چاہیے؟ برابری ہونی چاہیے۔ دوسری کیا خرابی لازم آرہی ہے؟ ایک نقد ہے اور وہ ادھار ہے، وہ تو ابھی تیار ہو گی پھر اتارے گا، تو لہذا ربا لازم آیا، درست نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا بَيْعُ الْمُزَابَنَةِ، اور جائز نہیں ہے بیع مزابنہ۔ وَهُوَ بَيْعُ الثَّمَرِ عَلَى النَّخْلِ بِخَرْصِهِ تَمْرًا۔ اور وہ اس پھل کی بیع ہے عَلَى النَّخْلِ جو کس پر لگا ہوا ہے؟ نخل کھجور کو کہتے ہیں بھئی، اس پھل کی بیع ہے جو کھجور پر لگا ہوا ہے بِخَرْصِهِ کس کے ساتھ؟ خرص را کے سکون کے ساتھ مولانا اندازے کو کہتے ہیں، اس کے اندازے کے ساتھ مولانا تَمْرًا کس کے ساتھ؟ کھجور کے ساتھ بھئی باعتبار اندازے کے۔ تو یہ دیکھو اندازے سے بیچ رہا ہے۔[1]

دیکھو صاحب قدوری نے پہلے ثمر کا لفظ بولا پھر اس کے بعد تمر کا لفظ کہا، کیا وجہ ہے دونوں جگہ تمر کیوں نہیں کہا؟ درخت پر بھی کیا لگی ہے؟ کھجور، نیچے

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَهُوَ بَيْعُ الثَّمَرِ عَلَى النَّخْلِ بِخَرْصِهِ تَمْرًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وهو بيع الثمر على رؤوس النخل بخرصه تمرا» منقول ہے۔

بھی کیا پڑی ہے؟ کھجور، تو دونوں تمر ہیں یا نہیں؟ یاد رکھو مولانا یہ جو عام کھجور آپ کھاتے ہیں اس کو تمر کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ تمر۔ اور یاد رکھو یہ درخت سے اترتے ہی سیدھی آپ کے پاس نہیں آ گئی، اس کو کچھ دن دھوپ لگوائی جاتی ہے تاکہ تھوڑی سی خشک ہو جائے کیونکہ جب درخت سے اتارتے ہیں اس میں رس زیادہ ہوتا ہے، پانی زیادہ ہے، اب اگر ایک دم اسی طرح اٹھا کر ڈبوں وغیرہ میں بند کریں گے تو وہ خراب ہو جائے گی۔ چنانچہ اسے تھوڑی کیا کرتے ہیں؟ تھوڑی دھوپ لگواتے ہیں بھئی۔ تو پھر بھی آپ خریدتے ہیں تو پانی تو ہوتا ہے گیلی، سمجھ میں آیا بھئی؟ نرم تو ہے وہ، لیکن جب درخت سے اتاری تھی اس وقت کافی زیادہ ہوتا ہے بھئی، اس کے بعد لہذا کیا کیا جاتا ہے؟ تھوڑی اس کو دھوپ لگوائی جاتی ہے۔ تو تمر وہ جو دھوپ لگی ہوئی کھجور ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ تمر بھئی۔ بعض لوگ اس کا معنی چھوارے کے کرتے ہیں، نہیں بھئی چھوارے نہیں، چھوارے اور چیز ہیں بھئی۔ ہاں لیکن چونکہ اس کھجور کو بھی کیا کیا جاتا ہے؟ دھوپ لگوائی جاتی ہے تو بعض سمجھے شاید اس سے کیا مراد ہے؟ چھوارے مراد ہیں بھئی۔ تو چھواروں کو بھی تمر کہتے ہوں گے لیکن بہر حال اس عام کھجور کو بھی کیا کہتے ہیں؟ تمر، اور دھوپ لگا کر اس کو خشک کیا ہوتا ہے۔

لیکن یہی کھجور جب درخت پر لگی ہوا بھی، پک بھی گئی ہے، نرم بھی ہو گئی ہے، اس وقت اس کو رُطَبٌ کہتے ہیں۔ را، طا، با، رُطَبٌ، لفظ لکھ لیجیے مولانا۔ را پر ضمہ ڈالو، طا پر زبر ڈالو بھئی، رُطَبٌ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ وہ کھجور جو درخت پر لگی ہوئی ہے، پک چکی ہے، نرم ہو چکی ہے، رس دار ہے، یہ کیا کہلاتی ہے؟ رُطَبٌ کہلاتی ہے۔ اور ایک تیسری حالت ہے کھجور کی اسے بُسْرٌ کہتے ہیں، با، سین، را۔ با پہ ضمہ ڈالو، سین پہ جزم لکھو مولانا، بُسْرٌ۔ بُسْرٌ بھئی ڈوکے کو کہتے ہیں۔ ڈوکہ جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ جی؟ یاد رکھو بھئی جب یہ آم درختوں پر لگتے ہیں تو نرم ہوتے ہیں یا سخت ہوتے ہیں؟ کچے آم سخت ہوتے ہیں نرم ہوتے ہیں؟ سخت ہیں، پھر اس کے بعد جا کے پکے گا پھر نرم ہو جائے گا۔ اسی طرح کھجور بھی شروع میں سخت ہوتی ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو اس کو بُسْرٌ کہتے ہیں بھئی۔ پک جاتی ہے مولانا، مٹھاس آ جاتی ہے پھر بھی سخت ہوتی ہے، وہ بھی بُسْرٌ ہے۔ ہاں جب وہ نرم ہو گئی، سمجھ میں آیا؟ تو وہ جو کھجور ہے چاہے اس میں مٹھاس آ چکی ہے لیکن ابھی سخت ہے نرم نہیں ہوئی اس کو کیا کہتے ہیں؟ بُسْرٌ، اور جب نرم ہو جائے اب کیا کہلاتی ہے؟ رُطَبٌ، اور جب اس کو درخت سے اتار لیا اور دھوپ لگوا دی اب کیا کہلاتی ہے؟ تمر کہلاتی ہے۔

تو لہذا صاحب قدوری نے پہلے ثمر کا لفظ ذکر کیا کیونکہ کس پھل کا ذکر ہو رہا ہے جو کس پر لگا ہوا ہے ابھی؟ درخت پر، اور جب درخت پر کھجور لگی ہو تو اسے تمر نہیں کہتے بلکہ کیا کہتے ہیں؟ بُسْرٌ یا رُطَبٌ، پک جائے تو وہ رُطَبٌ کہلاتا ہے۔ تو لہذا یہاں تمر پہلے نہیں کہا بلکہ کیا لفظ بولا؟ ثمر، اور ثمر تو کس کو کہتے ہیں؟ پھل کو، وہ تو ہر حالت کو شامل ہوا، کھجور پھل ہے یا نہیں بھئی؟ پھل ہے، تو عام لفظ بول دیا اور بعد میں تمر کا لفظ بول دیا۔ چلیے مولانا بس کرتے ہیں بھئی، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۸: باب البیع الفاسد (۳): بیع بقاذف الحجر، ملامسہ، منابذہ، مزابنہ، محاقلہ، بیعِ ثوب من ثوبین اور شرطِ فاسد کا ضابطہ

مختصر القدوری صفحہ: ۷۰—بتاریخ: ۶ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِإِلْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يُعْتِقَهُ الْمُشْتَرِي أَوْ يُدَبِّرَهُ أَوْ يُكَاتِبَهُ أَوْ بَاعَ أَمَةً عَلَى أَنْ يَسْتَوْلِدَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی کل ہم نے بیع مزابنہ وغیرہ کو شروع کیا تھا بھئی۔ یاد رکھیے یہ چند وہ بیوع ذکر کر رہے ہیں صاحب قدوری جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے عرب میں یہ بیوع رائج تھیں، لیکن شریعت میں کیا کر دیا گیا ان سے؟ منع کر دیا گیا بھئی۔

تو سب سے پہلے بیع مزابنہ کے بارے میں ہم نے پڑھا تھا بھئی۔ بیع مزابنہ کس کو کہتے تھے؟ کہ ایک شخص کو کھجور وغیرہ کی فوری ضرورت ہوئی تو وہ کسی دوسرے کے پاس جاتا جس کے پاس کھجوریں موجود ہوتیں اور اس سے کھجوریں لے لیتا اور کیا کہتا بدلے میں کہ میرے درختوں پر تقریباً اتنی ہی تیار کھجور ہے وہ جب پک جائے گی تو تم لے لینا بھئی۔ تو میں نے بتلایا تھا یہ بیع مزابنہ کہلاتی ہے اور یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس میں سود لازم آتا ہے۔ سود کس طرح بھئی؟ بتلایا تھا بھئی کہ جب جنس اور کیل پایا جائے بھئی، کیا پایا جائے؟ جنس اور کیل یا وزن پایا جائے، تو یہاں پر بھی جنس ایک ہے، ایک طرف بھی کھجور ہے دوسری طرف بھی کھجور ہے، اور کیل یا وزن بھی پایا جائے، تو یہاں ایک طرف بھی مثلاً کیل ہے اور دوسری طرف بھی کیل ہے۔ تو اس صورت کے اندر برابری ضروری ہے، زیادتی کی اجازت نہیں، بالکل دونوں طرف سے کھجوریں کیا ہونی چاہئیں؟ برابر۔ اور اب آپ بتائیے یہ جو اس نے کہا کہ یہ جو آپ دس من مجھے کھجور دے رہے ہیں میرے بھی درختوں پر اتنی ہی کھجور تقریباً لگی ہوئی ہے، تو کیا یہ درختوں پر جو لگی ہے بالکل اتنی ہی ہے یا محض اندازے سے کہہ رہا ہے بھئی؟ اندازے سے۔ تو اندازے کی بات یہاں نہیں چلے گی مولانا، اس کی اجازت نہیں ہے بلکہ بالکل برابری ضروری ہے ماپ کر۔ نیز دوسرے اس صورت میں ادھار بھی جائز نہیں ہوتا بھئی، اور یہاں پر کیا خرابی ہے؟ ادھار کی بھی۔ تو کمی بیشی بھی آگئی اور ادھار بھی آگیا، تو یہ درست نہیں مولانا، سود آیا بھئی۔ اور اسی طرح میں نے آپ کو بیع محاقلہ کے بارے میں بھی بتلایا تھا بھئی، یہی مزابنہ اگر غلے میں ہو تو کیا کہلاتی ہے؟ محاقلہ۔ تو مزابنہ ہے پھلوں کے اندر اور محاقلہ ہے غلے کے اندر بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِإِلْقَاءِ الْحَجَرِ، اور جائز نہیں ہے بیع بھئی القاء حجر کے ساتھ بھئی۔ بیع القاء حجر بھئی، یاد رکھیے یہ بھی جاہلیت کی ایک بیع تھی بھئی، زمانہ جاہلیت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے عرب کے اندر رائج تھی۔ وہ کس طرح ہوتی کہ مثلاً بائع اور مشتری کے درمیان

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِإِلْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز البيع بإلقاء الحجر والملامسة ولا يجوز بيع ثوب من ثوبين ومن باع عبدا على» منقول ہے۔

بھئی بھاؤ تاؤ ہو رہا ہے، بات چیت چل رہی ہے بھئی اتنے کی دے دو چیز، اتنے کی دے دو مثلا، سمجھ میں آیا بھئی؟ اس دوران اگر مشتری مبیع پر مثلا کپڑا وغیرہ یا کوئی چیز ہے اس پر پتھر رکھ دیا بس، تو بیع لازم سمجھی جاتی تھی۔ بیع کیا ہو گئی؟ لازم، چاہے دوسرا بائع جو ہے وہ اب راضی ہو یا راضی نہ ہو، بیع کیا سمجھی جائے گی؟ لازم۔ تو بیع کا لازم ہونا معلق ہو جاتا القاء حجر کے ساتھ، پتھر رکھنے کے ساتھ بھئی۔ جیسے ہی پتھر رکھا فورا کیا سمجھا جاتا؟ بیع لازم ہو گئی، بس ہو گئی بھئی، بائع چاہے راضی ہو راضی نہ ہو بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ تھی بیع بالقاء الحجر، پتھر رکھ دیتا یا کوئی کنکری وغیرہ۔

اور ایک اسی طرح بیع ملامسہ تھی بھئی۔ بیع ملامسہ اس کو کہتے تھے کہ بائع اور مشتری کے درمیان مثلا کپڑے کے سلسلے میں خرید و فروخت کی بات چیت چل رہی ہے، تو بائع کہتا تھا مشتری سے بھئی کہ کپڑا آپ کے سامنے ہے، دیکھ سکتے ہو، بات چیت کر سکتے ہو لیکن اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے، اگر ہاتھ لگایا تو بیع کیا ہو جائے گی؟ لازم ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اس کو کیا کہتے تھے؟ بیع ملامسہ بھئی۔ تو یہ بھی درست نہیں ہے مولانا۔ پتا نہیں کس قسم کا کپڑا ہے بعد میں پسند آتا ہے یا پسند نہیں آتا، ہاتھ لگا تو بس بیع لازم ہو گئی بھئی۔

یا بعض علماء نے اس کی یہ صورت لکھی ہے کہ بائع مثلا اندھیرے میں کپڑا لے آتا، رات کے وقت کپڑا لے آیا اور مشتری سے کہتا کہ بھئی اس کپڑے کو آپ ہاتھ سے چھو سکتے ہیں، ہاتھ سے چھو کر دیکھ لو پسند آتا ہے تو خرید لو پسند نہیں آتا تو نہ خریدو، دیکھنے کی اجازت نہیں، آپ کو بعد میں خیار رویت حاصل نہیں ہو گا، بس ہاتھ لگا لیا تو یہ آپ کا ہاتھ لگانا ہی کس کے قائم مقام ہے؟ رویت، دیکھنے کے قائم مقام ہے بس۔ تو اس کو کیا کہتے تھے؟ بیع ملامسہ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اندھیرے میں کپڑا خریدا، اب دیکھا نہیں ہے پتا نہیں کس قسم کا کپڑا ہے صرف ہاتھ لگایا ہے، دیکھنے کے بعد پتا نہیں پسند آتا ہے یا پسند نہیں آتا۔

اور ایک بیع منابذہ بھئی۔ بیع منابذہ یہ بھی کپڑے وغیرہ میں ہوتی کہ مثلا کپڑے میں یا اور سامان میں، تو بھاؤ تاؤ ابھی چل رہا ہے، بات چیت ہو رہی ہے بھئی کہ بائع کیا کر دیتا؟ کپڑے کو مشتری کی طرف اچھال دیتا، پھینک دیتا۔ نَبَذَ کا کیا معنی آتا ہے؟ پھینکنا۔ تو مشتری کی طرف اچھال دیتا، پھینک دیتا، بس مولانا بیع لازم ہو گئی، بیع ہو گئی بس۔ سمجھ میں آیا؟ مشتری کو چاہے پسند ہو یا پسند نہ ہو۔ یا بعض اوقات مشتری کے پاس بھی کپڑا ہے مولانا، بائع نے اپنا کپڑا مشتری کی طرف پھینک دیا، مشتری نے اپنا کپڑا بائع کی طرف پھینک دیا، بیع کیا ہو گئی؟ لازم ہو گئی۔ تو یہ درست نہیں، اسلام میں منع کیا گیا، پتا نہیں بھئی بعد میں کپڑا پسند آتا ہے یا پسند نہیں آتا بھئی۔

اسی طرح مولانا ایک بیع حصاۃ تھی، حا، صاد، الف، گول تا، لکھ لیجیے نام مولانا۔ حا، صاد، الف، گول تا، بیع حصاۃ۔ اسی طرح ایک کیا تھی؟ بیع حصاۃ۔ حصاۃ کنکری کو کہتے ہیں۔ کنکری جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ چھوٹا پتھر کا ٹکڑا بھئی۔ بیع حصاۃ بھی یہ کہ مشتری جو ہے، بائع کے کپڑے پڑے ہوتے کافی سارے سامنے بھئی، مشتری کہتا بھئی میں یہ کنکری پھینکوں گا جس کپڑے پر پڑ گئی وہ دس درہم میں میرا، بائع کہتا ٹھیک ہے بھئی۔ اب وہ کنکری پھینکتا جس کپڑے پر بھی وہ کنکری لگ جاتی وہ دس درہم میں کیا ہوتا؟ يَرْحَمُكَ اللَّهُ، وہ دس درہم میں لے لیتا بھئی۔ یہ بھی درست نہیں مولانا، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ تو لاٹری کے مثل ہوا، پتا نہیں کس قسم کے کپڑے پر کنکری لگتی ہے، اعلی کپڑے پر لگ گئی پھر تو نفع ہوا، اگر گھٹیا سے کپڑے پر لگ گئی پھر تو نقصان ہوا بھئی، دس درہم دے رہا ہے ہو سکتا ہے وہ صرف دو درہم والا کپڑا ہو، تو یہ لاٹری کی طرح ہوا، جوا ہوا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو یہ تھی بیع حصاۃ۔ بعض علماء نے لکھا ہے بھئی کہ یہ بیع القاء حجر اسی کو بیع حصاۃ کہتے تھے بھئی۔ اسی کو کیا کہتے تھے؟ بیع حصاۃ۔ اور بیع القاء حجر میں نے بیان کیا کس کو کہتے تھے؟ اگر مشتری کیا کر دیتا اس چیز کے اوپر؟ پتھر رکھ دیتا تو بیع لازم سمجھی جاتی، اسی کو کہتے ہیں بیع حصاۃ کہتے تھے، یعنی اگر اس نے پتھر رکھ دیا یا کوئی کنکری وغیرہ رکھ دی تو بیع کیا سمجھی جاتی تھی؟ لازم سمجھی جاتی تھی۔ بعضوں نے بیع منابذہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہی بیع حصاۃ ہے۔ منابذہ میں نبذ پھینکنا ہوتا ہے نا، تو اس کے اندر بھی مشتری کیا کرتا تھا؟ کنکری پھینکتا تھا۔ میں نے اور صورت بھی بتلا دی کہ کپڑے کو یا اس سامان کو ایک دوسرے کی طرف پھینک دیتے تو بیع لازم سمجھی جاتی تھی بھئی۔

تو دیکھیے یہ ساری بیوع مولانا، تو دیکھو بیع القاء حجر کی ایک تعریف میں نے کر دی کہ پتھر رکھ دیتا تھا اوپر، ملامسہ کیا کرتا تھا؟ چھو لیا تو بیع کیا ہو گئی؟ لازم ہو گئی۔ دوسری صورت میں نے کیا بتلائی؟ کہ رات کو کپڑا لے آتا اور کہتا تھا کہ لمس کر سکتے ہو دیکھنے کی اجازت نہیں، یہ دیکھنے کے قائم مقام ہو گا بعد میں پسند آئے یا نہ آئے بھئی، بعد میں کچھ نہیں کر سکتے بیع لازم ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد بیع منابذہ کی کیا صورت تھی؟ کہ بائع اور مشتری دونوں کے پاس کپڑا ہوتا یا کوئی اور سامان ہوتا دونوں ایک دوسرے کی طرف اچھال دیتے تو بیع کیا سمجھی جاتی؟ لازم، یا صرف بائع کے پاس مثلا سامان ہے وہ بیچ رہا ہے درہموں کے بدلے وہ مشتری کی طرف سامان کو اچھال دیتا، پھینک دیتا اس کی طرف تو کیا سمجھا جاتا بیع کو؟ لازم۔ اور اس کے بعد بیع حصاۃ بتلائی میں نے آپ کو کہ جس میں کنکری پھینکتا تھا

بھئی، جس کپڑے پر لگ جاتی مثلاوہ دس درہم کی بات ہوئی ہے تو دس درہم میں اس کا ہو جاتا۔ پھر اس کے بعد میں نے یہ بھی بتایا بعض علماء کیا فرماتے ہیں کہ یہی بیع بالقاء الحجر اسی کو کیا کہتے تھے؟ بیع حصاۃ، بعض نے کہا بیع منابذہ ہی کو کیا کہتے تھے؟ بیع حصاۃ کہتے تھے۔ تو کئی تفسیریں میں نے آپ کو بتلادیں اس کی بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ تو یہ جاہلیت کی بیوع تھیں مولانا۔ تو ان سب سے روکا گیا مولانا، کیونکہ یہ سب جوئے کی طرح ہیں۔ کس کی طرح ہیں؟ جوئے کی طرح، کیونکہ بیع کو معلق کر دیا ان افعال میں سے کسی فعل پر۔ بھئی جیسے جوئے کے اندر ایک فعل پر ہار جیت کو معلق کیا جاتا ہے، آج کل آپ دیکھتے ہیں بھئی جوا بے انتہا پھیل گیا ہے بھئی، اللہ تعالی سب کی حفاظت فرمائے حرام سے بھئی۔ حرام سے مولانا اپنے آپ کو بچاؤ، ایک لقمہ حرام کو بھی اپنے پیٹ میں نہ جانے دو بھئی۔ آپ حرام سے اپنے آپ کو بچائیں گے اللہ وہیں پر آپ کے لیے حلال کا بندوبست فرمادیں گے بھئی۔ حرام سے اپنے آپ کو بچاؤ بھئی۔

تو آج کل جو آپ دیکھتے ہی ہیں بھئی کرکٹ میں کتنا جوا لگتا ہے، باؤلر گیند کرانے لگا ہے بھئی اس گیند پر چوکا لگے گا یا نہیں لگے گا، چلو بھئی اسی پہ شرط لگ گئی۔ چوکا لگ گیا تو مثلا اتنے پیسے میں دوں گا، نہ لگا تو تم اتنے پیسے دینا، لگتا ہے یا نہیں جوا بھئی؟ تو دیکھو ہار جیت کو معلق کر دیا کس پر؟ چوکے پر، تو ایک فعل پر ایک کام کو معلق کر دینا یہ جوا ہے مولانا۔ تو ان بیوع کے اندر بھی آپ دیکھ لیں مولانا بیع کو معلق کر دیا کس چیز پر؟ القاء حجر پر، یا چھونے پر، یا پھینکنے پر، یا کنکری مارنے پر بھئی، تو یہ سارے کیا ہیں؟ کس کی طرح ہیں؟ جوئے کی طرح ہیں بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ، اور جائز نہیں ہے ایک کپڑے کی بیع دو میں سے۔ دو کپڑوں میں سے ایک کی بیع جائز نہیں ہے مولانا۔ صورت سنو بھئی: بائع کے پاس دو کپڑے پڑے ہوئے ہیں، اس نے مشتری سے کہا میں نے ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا آپ کو دس درہم میں بیچ دیا، مشتری نے کہا میں نے منظور کیا بھئی۔ تو دیکھو کتنے کپڑے بیچے؟ دو میں سے ایک کپڑا بیچا مولانا، اور یہ بیع جائز نہیں۔ وجہ یہ کہ کپڑے دو ہیں مولانا تو مبیعہ متعین ہوا یا مبیعہ ابھی مجہول ہے؟ مجہول ہے، پتا نہیں کون سا کپڑا ہے، حالانکہ بیع کے باب میں آپ کو میں نے ضابطہ بتلایا تھا کہ تعیین مبیعہ ضروری ہے، مبیع کی تعیین ہونی چاہیے مبیعہ مجہول نہیں ہونا چاہیے بھئی۔ تو یہاں اس نے کہا دو میں سے ایک بیچا، کون سا بیچا بھئی؟ کوئی متعین کیا؟ نہیں کیا، لہذا یہ بیع صحیح نہیں کیونکہ مبیعہ مجہول ہے مولانا۔

ہاں اگر مشتری کو تعیین کا اختیار دے دیا پھر صحیح ہو جائے گا: ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا میں نے آپ کو دس درہم میں بیچا جو نسا آپ چاہیں پسند کر لیں۔ اب تو یہ اس کو کیا دے دیا؟ خیار تعیین دے دیا کہ جس کو تم تعیین کرنا چاہو کر سکتے ہو، تو پھر صحیح ہو جائے گا مولانا، اب وہ ان میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ خیار تعیین کے ساتھ صحیح ہے، بغیر خیار تعیین کے صحیح نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ، اور جائز نہیں ہے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع۔

وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يُعْتِقَهُ الْمُشْتَرِي. بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ بیع کے اندر اگر شرط لگا دی جائے تو بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ فاسد ہو جاتی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ لیکن مسئلے کے اندر تھوڑی تفصیل ہے آج وہ تفصیل آگئی بھئی۔ لکھ لیجیے مولانا، جلدی لکھیے بھئی: بیع کے اندر شرط لگائی جائے تو تین صورتیں بنتی ہیں۔ پہلی صورت بھئی کہ بیع بھی صحیح ہو گی اور شرط بھی صحیح۔ دوسری صورت بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد۔ تیسری صورت بیع صحیح اور شرط فاسد۔ تین صورتیں لکھ لیں بھئی؟ سمجھ میں آیا بھئی؟ بیع کے اندر شرط لگائی جائے تو کتنی صورتیں بنتی ہیں؟ تین صورتیں بنتی ہیں: پہلی صورت کیا ہے کہ بیع بھی صحیح ہو گی اور شرط بھی صحیح، دوسری صورت کیا ہو گی کہ بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد، اور تیسری صورت کہ بیع صحیح ہو گی اور شرط فاسد ہو جائے گی مولانا۔ اب یہ کون کون سی جگہیں ہیں بھئی؟

پہلی صورت میں مثلا کوئی ایسی شرط لگائی کہ جس کا عقد تقاضا کر رہا ہو، مثلا مشتری کے مالک بننے کی شرط، یا ایسی شرط لگائی کہ بظاہر تو شرط ہے مگر در حقیقت مبیعے کا وصف بیان ہو رہا ہے، مثلا غلام کو خریدا اس شرط پر کہ یہ باورچی ہو۔ دوسری صورت کیا تھی مولانا؟ بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد، کہ مثلا کوئی ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور اس میں بائع یا مشتری یا مبیعے کا نفع ہو جبکہ مبیعہ غلام یا باندی ہو۔ تیسری صورت بھئی کون سی تھی؟ بیع صحیح اور شرط فاسد، مثلا کوئی ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور اس میں کسی کا بھی نفع نہ ہو، مثلا اس شرط پر مبیعہ بیچا کہ مشتری اسے آگے فروخت نہیں کرے گا۔

بس بھئی اب سمجھ لو بھئی۔ میں نے آپ کو بتلایا بھئی بیع کے اندر جب شرط لگائی جائے تو یہ تین صورتیں بنتی ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ بیع بھی صحیح ہو گی اور شرط بھی صحیح ہو گی، مثلا کوئی ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے خلاف نہ ہو، مقتضائے عقد کے مطابق ہو۔ مثلا میں نے آپ کو ایک کتاب بیچی اور شرط لگائی

بھئی میں یہ کتاب آپ کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ آپ اس کے مالک بن جائیں گے بھئی۔ کیا بن جائیں گے؟ مالک۔ تو بھئی ہوتا ہی یہ ہے جب کوئی چیز خریدتا ہے تو اس کا کیا بن جایا کرتا ہے؟ مالک ہی تو بنتا ہے، تو یہ شرط کیا ہے؟ مقتضائے عقد کے مطابق ہے، یہ جو بیع ہو رہی ہے یہ بھی یہی تقاضا کر رہی ہے کہ اس شخص کو کیا ہونا چاہیے؟ مالک بننا چاہیے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو ایسی شرط لگانا جو مقتضائے عقد کے مطابق ہو تو شرط بھی صحیح اور بیع بھی صحیح، ٹھیک ہے وہ شرط صحیح ہے یہ خریدے گا تو کیا بن جائے گا؟ مالک بن جائے گا۔

یا مولانا دوسری صورت کہ شرط بھی فاسد اور بیع بھی فاسد، یعنی کوئی ایسی شرط لگانا جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور اس کے اندر بائع یا مشتری یا مبیع کا فائدہ ہو جبکہ مبیعہ کس میں سے ہو؟ غلام یا باندی۔ دیکھو اب تینوں کی مثالیں میں ذکر کرتا ہوں۔ بائع کے فائدے کی مثال: بائع نے بھئی ایک سائیکل دوسرے شخص کو فروخت کی اس شرط پر کہ ایک ہفتے تک میں استعمال کروں گا پھر دوں گا تمہیں، بیچ آج رہا ہے اور دے گا کب؟ ایک ہفتے بعد۔ تو اب آپ بتائیے اس شرط میں کس کا فائدہ ہے؟ بائع کا فائدہ ہے بھئی ایک ہفتے تک سائیکل اس کے پاس رہے گی اس سے نفع اٹھائے گا۔ یا کسی کو گھر بیچا یہ گھر میں آپ کو بیچتا ہوں اس شرط پر کہ ایک سال تک اس میں میں رہوں گا، تو اس میں بھی کس کا فائدہ ہے؟ بائع کا فائدہ ہے بھئی، بیع ہوتے ہی مالک کون بن گیا؟ مشتری، تو گھر مشتری کے حوالے ہونا چاہیے اور بائع اس کے اندر کیا کہتا ہے؟ ایک سال تک رہوں گا، تو اس شرط کے اندر بائع کا فائدہ ہوا۔ تو دیکھو یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے، عقد تو یہ تقاضا کرتا ہے مبیعہ فوراً کس کے حوالے ہونا چاہیے؟ مشتری کے حوالے ہونا چاہیے، اور نیز اس کے اندر کس کا فائدہ؟ بائع کا۔

دوسری مثال اب سنو جس میں مشتری کا فائدہ ہے: مشتری نے کپڑا خریدا بائع سے اور شرط لگائی اس شرط پر کپڑا خریدتا ہوں کہ اس کا مجھے سوٹ بنا کر دو گے۔ بھئی خرید کیا رہا ہے؟ کپڑا، اور شرط کیا لگا رہا ہے اس کا کیا بنا کر دو گے؟ سوٹ۔ اب آپ بتائیے مولانا اس شرط میں کس کا فائدہ ہے؟ مشتری کا فائدہ ہے، تو لہٰذا اس صورت میں آپ کیا حکم لگائیں گے؟ بیع فاسد، شرط بھی فاسد، تو یہ بیع فاسد ہو گئی۔

تیسری مولانا جبکہ مبیع کا فائدہ ہو اسی کے اندر بھئی، دوسری صورت کے اندر میں نے کہا تھا یا بائع کا فائدہ ہو گا یا مشتری کا فائدہ ہو یا مبیع کا۔ دیکھو یہ مبیع کا فائدہ صرف غلام یا باندی کی صورت میں آئے گا۔ ایک آدمی دوسرے کو کوئی غلام بیچتا ہے اور شرط لگاتا ہے اس شرط پہ بیچتا ہوں یہ غلام تمہیں کہ تم اس کو آزاد کر دو گے۔ کیا کرو گے؟ آزاد کر دو گے۔ اب آپ بتائیے مولانا اس شرط کے اندر کس کا فائدہ ہے؟ غلام کا، مبیع کا فائدہ ہے۔ یا اس شرط پر غلام بیچتا ہوں کہ تم اسے مدبر بناؤ گے یا مکاتب بناؤ گے، اس میں بھی کس کا فائدہ ہے؟ غلام کا، مبیع کا فائدہ ہے۔ یا اس شرط پر باندی بیچی کہ تم اسے ام ولد بناؤ گے، اس میں کس کا فائدہ ہے؟ باندی کا فائدہ ہے، ام ولد نے کیا ہونا ہوتا ہے آقا کے مرنے کے بعد؟ آزاد، تو باندی کا فائدہ اس کی آزادی کا امکان پیدا ہو گیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا جب کوئی ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو، یہ جتنی شرطیں ذکر ہوئیں یہ کیا ہیں؟ مقتضائے عقد کے خلاف، اور اس میں بائع کا یا مشتری کا یا مبیع کا فائدہ ہے۔

تیسری صورت کیا تھی؟ کہ شرط تو فاسد اور بیع صحیح مولانا۔ مثلاً کوئی ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے تو خلاف ہے لیکن اس میں کسی کا فائدہ نہیں ہے۔ بائع کا فائدہ بھی نہیں، مشتری کا بھی فائدہ نہیں، اور مبیعہ بھی غلام یا باندی نہیں ہے بھئی، اس کا بھی نہیں فائدہ۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو ایک گاڑی بیچتا ہے اور شرط لگاتا ہے میں گاڑی اس شرط پر آپ کو بیچتا ہوں کہ اس گاڑی کو آپ نے اپنے پاس رکھنا ہے آگے کسی کو بیچنا نہیں، یہ بڑی اعلیٰ گاڑی ہے یہ آپ ہی کے لائق میں سمجھتا ہوں کسی اور کو اس کے لائق نہیں سمجھتا بھئی۔ تو دیکھو اب شرط لگا دی، اور بتلائیے مولانا اس شرط میں بائع کا فائدہ ہے؟ نہیں۔ مشتری کا کوئی فائدہ ہے؟ نہیں۔ مبیعے کا فائدہ ہو سکتا تھا لیکن مبیعہ تو غلام یا باندی نہیں ہے بھئی۔ لہٰذا یہ ایسی شرط ہے جو مقتضائے عقد کے تو خلاف ہے اور اس میں کسی کا فائدہ بھی نہیں، تو ایسی صورت میں آپ کیا حکم لگائیں گے؟ بیع صحیح ہے اور شرط فاسد، بس گاڑی خرید لو اب آپ کی مرضی آگے بیچنا چاہتے ہو بیچو بھئی، شرط فاسد۔

یا مولانا ایک آدمی دوسرے کو کچھ کھانے کی چیز فروخت کرتا ہے، بڑا زبردست قسم کا کھانا تیار کیا، یہ لو بھئی یہ میں سو روپے میں آپ کو بیچتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ نے خود کھانا ہے کسی اور کو کھانے نہیں دینا، یہ آپ کے لیے میں اسپیشل بنوا کر لایا ہوں۔ تو آپ فوراً کیا حکم لگائیں گے؟ بیع صحیح، شرط فاسد، کیونکہ اس شرط کے اندر کسی کا فائدہ نہیں ہے۔ مشتری کا تو کوئی فائدہ ہے نہیں بھئی وہ خود بھی کھالے جب وہ مالک بن جائے گا اس کی مرضی ہے، کوئی اس کو زیادہ فائدہ ہو رہا ہے، کوئی نیا فائدہ؟ نہیں بھئی، اس کی تو مرضی ہے وہ خود بھی کھا سکتا ہے کسی اور کو بھی کھلا سکتا ہے۔ تو لہٰذا اب آپ یہ حکم نہ لگائیں کہ کوئی اور نہیں کھا سکتا یا یہ نہ کہیں بیع فاسد ہو گئی بلکہ بیع صحیح ہے اور شرط فاسد، چاہے تو خود کھالے چاہے تو کسی اور کو کھلا دے۔

دیکھیے بھئی اب کتاب پر بھئی: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا، اور جس نے بیچا کسی غلام کو عَلَى، عَلَى کس لیے آیا کرتا ہے؟ شرط کے لیے، اس شرط پر کہ أَنْ يُعْتِقَهُ

الْمُشْتَرِي کہ اس کو آزاد کر دے گا مشتری أَوْ يُدَبِّرَهُ یا اسے مدبر بنائے گا أَوْ يُكَاتِبَهُ یا اسے مکاتب بنائے گا، أَوْ بَاعَ أَمَةً یا کسی نے کوئی باندی بیچی عَلَى اس شرط پر أَنْ يَسْتَوْلِدَهَا کہ وہ مشتری اسے کیا بنائے گا؟ ام ولد بنائے گا، فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ تو بیع ان صورتوں میں فاسد ہے، کیونکہ کس کا نفع آیا؟ بیعے کا۔

وَكَذَلِكَ لَوْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا، اور اسی طرح بھئی اگر بیچا کسی نے کوئی غلام عَلَى اس شرط پر أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا کہ خدمت لے گا اس سے بائع ایک مہینے تک۔ کون خدمت لے گا؟ بائع، تو کس کا فائدہ ہوا؟ بائع کا۔ أَوْ دَارًا، اس کا عطف یہ جو پیچھے عَبْدًا گزرا لَوْ بَاعَ عَبْدًا اس کی جگہ دَارًا لگا دیں مولانا، لَوْ بَاعَ دَارًا، اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی گھر بیچا عَلَى اس شرط پر أَنْ يَسْكُنَهَا الْبَائِعُ مُدَّةً مَعْلُومَةً کہ رہائش رکھے گا اس کے اندر بائع ایک معلوم مدت تک بھئی، مثلاً چھ مہینے یا سال جتنی بھی مدت متعین کی، کہ اس کے اندر ایک معلوم مدت تک بائع رہے گا، تو اس میں کس کا فائدہ بھئی؟ بائع کا۔

أَوْ عَلَى یا مولانا اس شرط پر چیز بیچی کہ أَنْ يُقْرِضَهُ الْمُشْتَرِي دِرْهَمًا کہ قرضہ دے گا مشتری اس بائع کو دِرْهَمًا کتنا؟ ایک درہم مثلاً۔ ایک چیز آدمی دوسرے کو بیچتا ہے بھئی یہ گاڑی میں آپ کو بیچ رہا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ مجھے ایک لاکھ روپیہ قرض کے طور پر دیں گے مولانا۔ اب آپ بتائیے کس کا نفع ہے اس میں؟ بائع کا، اور لہٰذا جب بھی ایسی شرط لگائی جائے جس میں کسی ایک کا نفع ہو تو بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد۔ أَوْ عَلَى أَنْ يُقْرِضَهُ الْمُشْتَرِي دِرْهَمًا، یا اس شرط پر کہ قرضہ دے گا اسے مشتری ایک درہم، أَوْ عَلَى أَنْ يُهْدِيَ لَهُ یا اس شرط پر کہ مشتری اسے کوئی ہدیہ دے گا۔ بائع نے کہا بھئی میں آپ کو اپنی یہ گاڑی بیچتا ہوں اس شرط پر کہ یہ اپنا موبائل آپ مجھے ہدیے کے طور پر دے دیں گے، تو کس کا نفع آیا؟ بائع کا، لہٰذا آپ فوراً کیا حکم لگا دیں؟ بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد۔

وَمَنْ بَاعَ عَيْنًا عَلَى أَنْ لَا يُسَلِّمَهَا إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ۔ اور جس نے کوئی معین چیز بیچی بھئی عَلَى اس شرط پر أَنْ لَا يُسَلِّمَهَا کہ وہ سپرد نہیں کرے گا، حوالے نہیں کرے گا وہ چیز إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ مہینے کے پہلے دن تک بھئی، فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ تو بیع کیا ہے؟ فاسد۔ یاد رکھیے عربی میں رَأْسُ الشَّهْرِ، رَأْسُ الْعَامِ، عام سال کو کہتے ہیں، رَأْسُ الشَّهْرِ یا رَأْسُ الْعَامِ کا لفظ آئے مولانا اس کا معنی ہوتا ہے: رَأْسُ الشَّهْرِ آئے تو مہینے کا پہلا دن، رَأْسُ الْعَامِ آئے تو سال کا پہلا دن بھئی، مہینے کا سر یعنی پہلا دن بھئی۔

کسی نے کوئی معین چیز بیچی اس شرط پر کہ بھئی اسے مہینے کے پہلے دن تک حوالے نہیں کرے گا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ تو بیع فاسد ہے۔ بھئی یعنی مدت متعین کر دی۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی ذہن میں ہو یا نہ ہو بہر حال یاد رکھیے گا آئندہ بھی، بھئی ثمن کے اندر تو مدت متعین کرنا ٹھیک ہے، میں آج دے دوں گا پیسے شام کو یا میں کل دے دوں گا یا پرسوں دے دوں گا، مدت متعین کرنا ٹھیک۔ لیکن مبیعہ معین کے اندر مدت کا متعین کرنا صحیح نہیں۔ بھئی ایک چیز متعین ہے، موجود ہے، کس چیز کی مدت متعین کرتے ہو؟ فوراً کیا کرو؟ حوالے کر دو، سمجھ میں آیا؟ تو اس میں مدت نہیں متعین کر سکتے، فوراً دے دو۔ ہاں یہ ہے آپ کی چیز دوسری جگہ پڑی ہوئی ہے آپ کہتے ہیں بھئی میں منگوا رہا ہوں آپ کو مل جائے گی بھئی، وہ الگ چیز ہے مولانا۔ ایک ہے چیز ویسے موجود ہے پھر کیا متعین کر رہا ہے؟ مدت کہ فلاں دن کو آپ کو ملے گی بھئی، نہیں یہ بیعے کے اندر مدت متعین کرنا صحیح نہیں بھئی۔ وَمَنْ بَاعَ عَيْنًا، اور جس نے کوئی معین چیز بیچی اس شرط پر کہ وہ اسے حوالے نہیں کرے گا مہینے کے پہلے دن تک تو بیع فاسد ہے، اور مہینے کا پہلا دن بطور مثال کے کہا بھئی کوئی بھی مدت متعین کر لی جائے صحیح نہیں۔

وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً أَوْ دَابَّةً إِلَّا حَمْلَهَا فَسَدَ الْبَيْعُ۔ اور جس نے کوئی باندی بیچی یا دَابَّةً یا کوئی جانور بیچا بھئی إِلَّا حَمْلَهَا علاوہ اس کے حمل کے فَسَدَ الْبَيْعُ تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد۔ بھئی آپ نے گزشتہ سبق میں پڑھا تھا کہ حمل کی بیع کیا ہے؟ فاسد، حمل کی بیع صحیح نہیں، جائز نہیں۔ کیوں؟ کیونکہ حمل مشکوک الوجود تھا بھئی۔ اور ضابطہ یاد رکھیے مولانا جس چیز کی علیحدہ بیع صحیح نہیں اس کا استثناء کرنا بھی صحیح نہیں۔[۲]

اب ایک شخص باندی بیچ رہا ہے یا جانور بیچ رہا ہے اور وہ جانور کا پیٹ پھولا ہوا ہے، وہ کہتا ہے بھئی اس کا حمل ہے تو میں یہ جانور آپ کو بیچتا ہوں اس کا حمل نہیں، یہ حمل جب بچہ پیدا ہو جائے کیا کرنا پڑے گا مجھے؟ واپس کرنا پڑے گا، مجھے دینا پڑے گا۔ تو آپ کیا حکم لگا دیں گے فوراً؟ بیع فاسد۔ کیوں؟ کیونکہ ضابطہ بتلایا جس چیز کی اکیلی بیع صحیح نہیں، اکیلے حمل کی بیع صحیح تھی؟ نہیں، کیونکہ حمل تو کیا تھا؟ مشکوک الوجود۔ تو جب اکیلے حمل کی بیع صحیح نہیں تو بیع میں سے اس کو

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً أَوْ دَابَّةً إِلَّا حَمْلَهَا فَسَدَ الْبَيْعُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع جارية إلا حملها فسد البيع» منقول ہے۔

نکالنا اور اس کا استثناء کرنا بھی صحیح نہیں۔ یہ تو اس چیز کے اندر تبعاً داخل ہو گیا، جب جانور بیچ رہے ہیں تو حمل بھی تبعاً داخل ہو گیا وہ بھی ساتھ ہی بک گیا مولانا، اس کا استثناء کرنا صحیح نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہ ایسی شرط لگا رہا ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے بھئی، عقد تو یہ تقاضا کر رہا ہے جانور بیچ رہا ہے تو کیا ہونا چاہیے؟ ساتھ حمل کو بھی شامل ہونا چاہیے۔

تو یہ معنی ہے: وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً، اور جس نے بیچا کسی باندی کو أَوْ دَابَّةً یا کسی جانور کو إِلَّا حَمْلَهَا علاوہ اس کے حمل کے فَسَدَ الْبَيْعُ تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۶۹: باب البیع الفاسد (۴): بیعِ فاسد میں قبضہ سے ملکِ خبیث کا ثبوت، وجوبِ فسخ، قیمت و مثل کا ضمان اور زیادتی کا حکم

مختصر القدوری صفحہ: ۷۱—بتاریخ: ۷ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى أَنْ يَقْطَعَهُ الْبَائِعُ وَيَخِيطَهُ قَمِيصًا أَوْ قَبَاءً أَوْ نَعْلًا عَلَى أَنْ يَحْذُوَهَا أَوْ يُشْرِكَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ وَالْبَيْعُ إِلَى النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ وَصَوْمِ النَّصَارَى وَفِطْرِ الْيَهُودِ إِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايِعَانِ ذَلِكَ فَاسِدٌ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

جی، بھئی کل ہم نے تفصیل پڑھی تھی بھئی بیع اور شرط کے بارے میں۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا بیع کے اندر جو شرط لگائی جائے وہ تین قسم پر ہے: بعض صورتوں کے اندر بیع بھی صحیح اور شرط بھی صحیح، بعض صورتوں کے اندر بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد، اور بعض صورتوں کے اندر شرط تو فاسد ہوتی ہے البتہ بیع صحیح رہتی ہے۔

پہلی صورت جب بیع بھی صحیح، شرط بھی صحیح، یہ اس وقت ہے جب کوئی ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضائے عقد کے مطابق ہو، یعنی یہ عقد بیع بھی اسی کا تقاضا کر رہا ہو بھئی۔ مثلاً کسی نے شرط لگائی کہ میں اس شرط پر یہ چیز آپ کو بیچتا ہوں کہ آپ اس کے مالک بن جائیں گے، تو یہ تو عقد کے مطابق ہے بھئی، عقد بھی یہی چاہتا ہے کہ مشتری کیا بن جاتا ہے مبیع کا؟ مالک بن جاتا ہے۔ یا ایسی شرط لگائی جو بظاہر تو شرط ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے یہ شرط نہیں ہے یہ تو دراصل مبیع کا وصف بیان ہو رہا ہے۔ مثلاً کسی نے شرط لگائی خریدار نے کہ میں یہ غلام آپ سے اس شرط پر خریدتا ہوں کہ یہ باورچی ہو بھئی۔ تو اب لفظوں کے اعتبار سے تو یہ شرط کہہ رہا ہے لیکن جب آپ غور کرتے ہیں تو آپ کو پتا چلتا ہے کہ بھئی یہ شرط نہیں ہے یہ تو مبیع کا وصف بیان کر رہا ہے، معلوم ہوا اس کو کوئی عام غلام نہیں چاہیے بلکہ کس قسم کا غلام چاہیے؟ باورچی، تو یہ باورچی غلام خریدنا چاہتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اس صورت میں بیع بھی صحیح ہے اور شرط بھی صحیح ہے۔

دوسری صورت کہ بیع بھی فاسد ہو اور شرط بھی فاسد، یہ اس وقت ہے جب کوئی ایسی شرط لگائی جائے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو، یعنی عقد اس کا تقاضا نہیں کر رہا، اور اس میں بائع کا نفع ہو، یا مشتری کا نفع ہو، یا مبیع کا نفع ہو کب؟ جب مبیعہ کیا ہو؟ غلام یا باندی ہو بھئی۔ تو مبیع کا نفع صرف اس صورت میں ہو گا جب وہ غلام یا باندی ہو بھئی۔ تو اس صورت کے اندر بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَحْذُوَهَا أَوْ يُشْرِكَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ وَالْبَيْعُ إِلَى النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ وَصَوْمِ النَّصَارَى وَفِطْرِ الْيَهُودِ إِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايِعَانِ ذَلِكَ فَاسِدٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يحذوها أو يشركها فالبيع فاسد والبيع إلى النيروز والمهرجان وصوم النصارى وفطر اليهود إذا لم يعرف المتبايعان ذلك فالبيع فاسد» منقول ہے۔

تیسری صورت یہ تھی کہ کوئی ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے تو خلاف ہے لیکن اس میں کسی کا نفع نہیں۔ مثلاً ایک شخص کو کوئی چیز بیچی اور کہا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ آپ آگے کسی کو نہیں بیچیں گے، یہ چیز آپ ہی کے لائق ہے آپ ہی اپنے پاس رکھیں۔ تو یہ شرط مقتضائے عقد کے مطابق نہیں ہے بھئی، عقد تو یہ چاہتا ہے جب اس نے خرید لی، مالک بن گیا تو جو چاہے مرضی کرے آگے بیچے یا نہ بیچے اس کی مرضی ہے۔ تو یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے لیکن اس شرط میں کسی کا فائدہ نہیں، نہ بائع کا فائدہ ہے نہ مشتری کا فائدہ ہے، اور مبیعہ بھی غلام یا باندی نہیں ہے بھئی۔ تو اس صورت میں شرط فاسد ہو جائے گی اور بیع صحیح ہو جائے گی۔

جی، تو پھر کچھ مثالیں ذکر کی تھیں بھئی۔ پہلی مثالیں وہ ذکر کیں جس میں مبیعے کا فائدہ تھا، مثلاً کسی نے غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسے کیا کرے گا؟ آزاد کرے گا یا اسے مدبر بنائے گا یا مکاتب بنائے گا، تو اس میں تو غلام کا فائدہ ہے بھئی۔ اور یا باندی اس شرط پر بیچی کہ اسے ام ولد بنائے گا، تو اس میں باندی کا فائدہ ہے بھئی اس کے لیے آزادی کا امکان آ گیا بھئی، آزادی کا موقع آ گیا۔ یا ایسی شرط لگاتے ہیں مثلاً جس میں بائع کا فائدہ ہے، اس کی مثالیں ذکر کیں، مثلاً بائع نے کوئی چیز بیچی اس شرط پر کہ ایک ماہ تک اس سے میں نفع اٹھاؤں گا، یا اس شرط پر تمہیں یہ چیز بیچتا ہوں کہ تم مجھے قرضہ دو گے اتنا، یا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تم مجھے ہدیہ دو گے بھئی اتنا، تو ان صورتوں میں دیکھو بائع کا فائدہ ہے۔

آج ہم کچھ وہ صورتیں پڑھیں گے جس کے اندر بھئی مشتری کا فائدہ ہے۔ تو کہتے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى أَنْ يَقْطَعَهُ الْبَائِعُ۔ بھئی کسی شخص نے دوسرے سے کپڑا خریدا لیکن شرط لگا دی اس شرط پر میں یہ کپڑا آپ سے خریدتا ہوں کہ اس کو کاٹ کر اور سی کر دو گے، یعنی اس کا مجھے سوٹ بنا کر دیں گے آپ بھئی۔ تو اب کس کا فائدہ آیا؟ مشتری کا، لہٰذا یہ شرط بھی فاسد اور بیع بھی فاسد۔ یا کسی نے چمڑا خریدا اس شرط پر کہ اس کو کاٹ کر سی کر جوتا بنا کر مجھے دو گے، تو اس میں بھی کس کا فائدہ؟ مشتری کا۔ یا جوتے کے اندر تسمے نہیں لگے اس پہ وہ کہہ رہا ہے مجھے اس پر تسمے لگا کر دو گے، تو اس میں بھی کس کا فائدہ ہے؟ مشتری کا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا، اور جس نے کوئی کپڑا خریدا عَلَى اس شرط پر أَنْ يَقْطَعَهُ الْبَائِعُ کہ بائع اس کو کاٹے گا وَيَخِيطَهُ اور اسے سیے گا قَمِيصًا أَوْ قَبَاءً قمیص سیے گا یا قبا۔ قبا قاف کے فتحے کے ساتھ بھئی۔ بھئی یہ بھی ایک لباس تھا جیسے بھئی آج کل قمیص کے اوپر بھئی شیروانی پہن لیتے ہیں بھئی۔ اسی طرح یہ قدیم ایک لباس تھا قمیص کے اوپر پہننے کے لیے بھئی، اور اس کو درمیان میں کمر پر سے باندھ لیا جاتا تھا بھئی، آج کل بھی جیسے بعض کوٹوں پر آپ نے دیکھا ہو گا بھئی کیا کر لیتے ہیں اس کو؟ کمر پر باندھ لیتے ہیں بھئی درمیان سے باندھ لیتے ہیں۔ تو یہ قبا کہتے تھے اس کو۔ تو کوئی یہ شرط لگاتا ہے کہ قمیص سی کر دو گے اس کپڑے کی مجھے یا قبا سی کر دو گے۔

أَوْ نَعْلًا، اس کا عطف ہے ثَوْبًا پر، مَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا، مَنِ اشْتَرَى نَعْلًا، اور جس نے کوئی جوتا خریدا۔ نعل بھئی جوتا خریدا، لفظ جوتے کا ذکر کیا مراد چمڑا ہے۔ کیا مراد ہے؟ چمڑا مراد ہے کیونکہ اس سے جوتا بنانا ہے آگے۔ یا کس نے کوئی جوتا خریدا عَلَى اس شرط پر أَنْ يَخْذُوَهَا کہ وہ اسے بنا کر دے گا بھئی۔ حَذَا يَحْذُو کے کیا معنی ہیں؟ بنانا، یعنی چمڑا خریدا اس شرط پر کہ اسے جوتا بنا کر دے گا۔ أَوْ يُشْرِكَهَا، أَشْرَكَ يُشْرِكُ کے معنی ہوتے ہیں تسمہ لگانا بھئی، شِرَاكٌ تسمے کو کہتے ہیں۔ أَوْ يُشْرِكَهَا یا بائع کیا کرے گا؟ جوتا خریدا ہے بھئی بنا ہوا لیکن اس جوتے پر تسمہ نہیں لگا ہوا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تسمہ نہیں لگا ہوا تو وہ کیا کہتا ہے اس شرط پر خریدتا ہوں کہ اس پر کیا لگا کر دو گے؟ تسمہ لگا کر دو گے، فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔

تو بھئی یہاں پر دو صورتیں ذکر کیں بھئی: ایک کپڑے والی صورت ذکر کی، ایک جوتے والی۔ لیکن یاد رکھیے دیگر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ جوتا یا چمڑا خریدتا ہے، چمڑا اس شرط پر خریدا کہ اس کا جوتا بنا کر دے گا یا جوتا اس شرط پر خریدا کہ اس میں تسمہ لگا کر دے گا، تو کہتے ہیں پھر بیع صحیح ہے مولانا۔ پھر بیع کیا ہے؟ صحیح ہے۔ صاحب قدوری نے تو کیا ذکر فرمایا بھئی بعض روایات میں کیا آیا تھا کہ بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد۔ لیکن دیگر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ بھئی جوتے کے مسئلے کے اندر بیع صحیح ہو جائے گی بھئی۔

بھئی بیع کیسے صحیح ہو جائے گی؟ ابھی تو ضابطہ گزرا ہے کہ جس شرط کے اندر مشتری کا فائدہ ہو اس صورت کے اندر بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ فاسد، تو یہاں بھی فاسد ہونا چاہیے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ تعامل کی وجہ سے۔ کس کی وجہ سے؟ تعامل بھئی، یعنی لوگوں کا باہم اس پر عمل ہے، لوگ اس پر عمل کرتے ہیں، سارے لوگ اسی طرح کرتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس زمانے میں جو بھی جوتا خریدتا ہو گا عموماً وہ کیا کہتا ہو گا؟ کس شرط پر خریدتا ہوں؟ تسمہ لگا کر دو گے، یا چمڑا اس شرط پر خریدتا ہوں کہ کیا کرو گے اس سے؟ جوتا بنا کر دو گے بھئی۔ تو یہ لوگوں کا اس پر عمل ہے، عادت جاری تھی، سارے لوگ اسی طرح کیا کرتے

تھے، تو تعامل کی وجہ سے اس کی اجازت دے دی گئی۔ اس کی کیا دے دی گئی؟ اجازت۔ ورنہ تو ہونا تو یہی چاہیے تھا، قیاس تو یہی تقاضا کرتا ہے کہ اس بیع کو بھی فاسد ہونا چاہیے۔

تو اس سے ایک ضابطے کا پتا چل گیا مولانا۔ بظاہر دیکھا جائے تو اس شرط کے اندر مشتری کا فائدہ ہے اور جس شرط کے اندر بھی مشتری کا فائدہ ہو وہ بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ فاسد۔ لیکن اس بیع کے اندر دیگر فقہائے کرام بھئی، بڑی بڑی کتابوں کے اندر تصریح ہے کہ اس کی اجازت ہے، جوتے کے اندر ایسی شرط لگائی اب اگرچہ مشتری کا فائدہ بھی ہے لیکن بیع کیا ہے؟ صحیح ہے۔ وجہ کیا ذکر کرتے ہیں؟ تعامل ہے، لوگوں کا اس پر عمل ہے، لوگ اس طرح کرتے ہی اس طرح ہیں بھئی، یہ جو چمڑا جو تا خریدنے والے اکثر کیا کرتے ہیں؟ عام لوگ تمام اسی طرح کرتے ہیں، عمل اس پر ہے۔ تو اس سے ایک ضابطہ پتا چل گیا کہ جب بھی بیع کے اندر کوئی شرط لگائی جائے اور اس شرط کے اندر مشتری کا فائدہ ہو اور اس کے بارے میں قرآن اور حدیث میں منع نہ آئی ہو بھئی صراحتاً، سمجھ میں آیا بھئی؟ قرآن یا حدیث میں اس سے خاص طور پر روکا نہ گیا ہو اور فقہائے کرام نے بھی اس کی منع پر تصریح نہ کی ہو، صراحتاً نہ کہا ہو کہ اس طرح نہ کرو، تو پھر اس صورت میں وہ بیع بھی صحیح ہو جائے گی اور شرط بھی صحیح ہو جائے گی۔

ضابطہ سمجھ میں آیا؟ بھئی اصل تو ہے قرآن اور حدیث مولانا۔ جب قرآن اور حدیث میں صراحتاً ایک چیز کا ذکر نہیں ہے بھئی کہ اس طرح نہ کرنا، جوتے پر تسمہ لگانے کی شرط نہ لگانا، کسی حدیث میں نہیں آیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو قرآن اور حدیث کے لیے نص کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ نص کا لفظ آجائے بھئی نص کے اندر آیا ہے، نصوص کے اندر یہ بات آئی ہے، آپ سمجھ جائیں بھئی اس سے کیا مراد ہے؟ قرآن یا حدیث۔ تو دیکھو کسی نص کے اندر جب ان کی منع نہ آئی ہو ایک مسئلے کی، یعنی کوئی ایسی شرط لگا رہا ہے جس میں مشتری کا فائدہ ہے اور اس کی منع نص کے اندر بھی نہیں آئی اور فقہائے کرام نے بھی اس سے خاص طور پر منع نہیں فرمایا، تو اس صورت میں جب لوگوں کی عادت اس پر جاری ہو جائے تو وہ کیا ہو جائے گی؟ صحیح ہو گی، جائز، اس قسم کی شرط صحیح ہو جائے گی۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ تو آج بھی اگر آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی چیز خریدتے ہوئے لوگ شرط لگا لیا کرتے ہیں اور سب لگاتے ہیں مطلب، عام لوگوں کا اس پر عمل ہے اور اس شرط میں مشتری کا فائدہ ہے، تو آپ فوراً یہ فتویٰ نہ لگا دیں کہ بیع بھی فاسد اور شرط بھی فاسد، بلکہ اس کے بارے میں غور کریں گے، قرآن اور حدیث میں اس سے منع تو نہیں آئی بھئی؟ فقہائے کرام نے تو منع نہیں کیا بھئی اس سے؟ تو جب ایسا نہ ہو تو کیا کہیں گے کہ تعامل کی وجہ سے یہ بیع بھی صحیح اور شرط بھی صحیح ہے۔ جی، تو یہ یاد رکھیے جوتے میں جائز ہے مولانا تعامل کی وجہ سے۔

وَالْبَيْعُ إِلَى النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ وَصَوْمِ النَّصَارَى وَفِطْرِ الْيَهُودِ إِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايِعَانِ ذَلِكَ فَاسِدٌ۔ بھئی اوپر مسئلہ گزرا تھا دو سطریں اوپر: وَمَنْ بَاعَ عَيْنًا عَلَى أَنْ لَا يُسَلِّمَهَا إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ۔ کسی نے کوئی معین چیز بیچی اور اس شرط پر کہ میں مہینے کے شروع تک یا اتنے دنوں تک میں آپ کے حوالے نہیں کروں گا، اس کے بعد اتنے دنوں کے بعد حوالے کروں گا، تو یہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ میں نے بتلایا تھا مبیعہ معین کے اندر مدت مقرر کرنا صحیح نہیں۔ لیکن یاد رکھو ثمن کے اندر مدت مقرر کرنا صحیح ہے۔ آج وہی مسائل اب آپ کو بتائیں گے بھئی کہ ادائے ثمن کے لیے کوئی مدت مقرر کرنا، آپ نے کوئی چیز خریدی اور بائع کو کہتے ہیں بھئی میں مثلاً اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو پیسے دے دوں گا، تو پھر صحیح ہے مولانا۔ ادائے ثمن میں کیا ہو سکتی ہے؟ مدت مقرر ہو سکتی ہے۔

جی، لیکن یاد رکھو وہ مدت مجہول نہیں ہونی چاہیے، متعین ہونی چاہیے۔ مثلاً اگلا مہینہ ہے اس کی پہلی تاریخ کو دے دوں گا یا اس کی دس تاریخ کو دے دوں گا یا پندرہ کو دے دوں گا، سمجھ میں آیا؟ یا وہ چھٹا مہینہ جو آرہا ہے بھئی مثلاً جون بھئی، جون کی یکم کو میں آپ کو دے دوں گا یا پہلی رمضان کو دے دوں گا، تاریخ کیا ہونی چاہیے؟ متعین، مدت متعین ہونی چاہیے مجہول نہیں بھئی۔ اگر یہ کہا کہ چند دنوں بعد دے دوں گا پیسے، یا یہ کہا میرے پاس ابھی پیسے نہیں میرے پیسے آ رہے ہیں اور جب آئیں گے تو میں آپ کو دے دوں گا، تو یہ کوئی متعین مدت ہوئی یا مجہول ہو گئی بھئی؟ مجہول مولانا، اور یہ درست نہیں ہے، اس صورت میں بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ جھگڑا آئے گا مولانا، بعد میں وہ پیسے دینے والا اور تاخیر کرے گا اور بائع چاہے گا کہ مجھے جلدی مل جائیں تو جھگڑا آئے گا، اور جس بیع کے اندر بھی جھگڑا آئے وہ کیا ہوتی ہے؟ فاسد۔

جی، اب ذکر کر رہے ہیں بھئی: دو آدمیوں نے بیع کی بھئی اور ثمن کی ادائیگی کا وقت نیروز کو ٹھہرایا بھئی، یا مہرجان کو، یا صوم نصاریٰ کو، یا فطر یہود کو، تو یہ درست نہیں ہے مولانا۔ نیروز بھئی آج بھی ایران والے مناتے ہیں، نوروز کہتے ہیں اسے۔ کیا کہتے ہیں؟ نوروز کہتے ہیں، آپ اخبارات میں پڑھتے ہوں گے، سنتے ہوں گے بھئی۔ یہ مجوسی لوگ منایا کرتے تھے بھئی، مجوسی لوگ جو آتش پرست تھے، آگ کی عبادت کرتے تھے، آگ کو سجدے کرتے تھے بھئی۔ سمجھ میں

آیا؟ جو آگ کو سجدے کرتے تھے، آگ کی عبادت کرتے ہیں ان کو کیا کہتے ہیں؟ مجوسی بھئی، آج کل انہیں پارسی کہتے ہیں، پارسی۔

تو یہ پارسی لوگ بھئی یہ عبادت کرتے تھے آگ کی، تو یہ بہار کے دنوں میں جب دن اور رات برابر ہو جاتے تو ان دنوں میں یہ نوروز منایا کرتے تھے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آج کل تو سردیاں ہیں مولانا، دن چھوٹا ہے اور رات لمبی ہے بھئی۔ گرمیاں آتی ہیں تو دن لمبے ہو جاتے ہیں اور راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ لیکن بہار کے اندر بھئی اس وقت دیکھو دن چھوٹا رات لمبی، اب آہستہ آہستہ رات چھوٹی ہو گی دن لمبا ہو گا اور بہار کے اندر ایک وقت آئے گا جب دن اور رات کیا ہو جائیں گے؟ برابر ہو جائیں گے بھئی، پھر اس کے بعد دن بڑھتا چلا جائے گا رات چھوٹی ہوتی چلی جائے گی۔ اسی طرح گرمیوں کے اندر کیا ہوتا ہے؟ دن لمبا ہوتا ہے اور رات چھوٹی، لیکن پھر ایک وقت آتا ہے آہستہ آہستہ رات بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور دن چھوٹا ہونا شروع ہوتا ہے حتی کہ خزاں کے اندر جا کر بھئی، خزاں کے اندر ستمبر میں جا کر ایک وقت آتا ہے کہ دن اور رات کیا ہو جاتے ہیں؟ برابر ہو جاتے ہیں، پھر اس کے بعد رات کیا ہوتی ہے؟ لمبی ہونی شروع ہوتی ہے اور دن چھوٹا ہونا شروع ہوتا ہے سردیوں کی طرف جیسے آج کل ہے بھئی۔

تو یہ بھئی دو عیدیں مناتے تھے بھئی یہ پارسی لوگ: بہار کے اندر جب دن اور رات برابر ہوتے تو نوروز کی عید ہوتی تھی ان کی بھئی، اور جب خزاں کے اندر دن اور رات برابر ہو جاتے تو اس وقت مہرجان کی عید منایا کرتے تھے بھئی۔ تو کہتے ہیں بیچنا کسی چیز کو إِلَى النَّيْرُوزِ نوروز تک بھئی وَالْمِهْرَجَانِ اور مہرجان کے دن تک، وَصَوْمِ النَّصَارَى، نصاری عیسائیوں کو کہتے ہیں بھئی، نصرانی عیسائی کو کہتے ہیں بھئی، وَصَوْمِ النَّصَارَى اور عیسائیوں کے روزوں تک بھئی، کہ پیسے کب ادا کرو گے بھئی؟ اس شرط پر خریدتا ہوں چیز کہ پیسے کب ادا کروں گا؟ عیسائیوں کے روزوں کے وقت ادا کروں گا۔ وَفِطْرِ الْيَهُودِ، یا کس کو مدت ٹھہراتا ہے؟ اس شرط پر خریدتا ہوں کہ پیسے کب ادا کروں گا؟ یہودیوں کی فطر تک، یعنی جب ان کے روزے گزر جائیں اور روزوں کے بعد پھر فطر کا زمانہ آجائے یعنی عید کا ان کا زمانہ آجائے تو اس وقت میں کیا کروں گا؟ پیسے ادا کروں گا بھئی۔

جی، تو یاد رکھیے مولانا ان سب صورتوں کے اندر بیع فاسد ہو جائے گی۔ بھئی بیع فاسد کیوں ہو گی؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہ مسلمانوں کی مدتیں نہیں ہیں بھئی، اور عموماً مسلمانوں کو اس کا پتا نہیں ہوتا بھئی، تو مدت مجہول ہو گئی یا نہیں ہو گئی؟ مدت مجہول ہو گئی، اور جب بھی مدت مجہول ہو گی تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد۔ تو یہ مسلمانوں کے ایام نہیں ہیں مولانا، مسلمانوں کو عموماً اس کا پتا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر پتا تھا دونوں کو پھر صحیح ہے مولانا، پھر کوئی فساد نہیں آئے گا کیونکہ مدت کیا ہو گئی؟ متعین ہو گئی بھئی۔ اسی لیے کہا: إِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايِعَانِ ذَلِكَ، یہ اس وقت ہے کہ جب نہ جانتے ہوں دونوں بیع کرنے والے اس چیز کو، عقد کرنے والے دونوں اس چیز کو نہ جانتے ہوں۔ تو اس صورت میں مولانا یہ بیع نیروز، مہرجان، صوم نصاری اور فطر الیہود تک جو ہے فَاسِدٌ، یہ بیع کیا ہے؟ فاسد ہے۔

وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ إِلَى الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَالْقِطَافِ وَقُدُومِ الْحَاجِّ۔ حصاد مولانا، حصاد کہتے ہیں کھیتی کا کاٹنا بھئی۔ کھیتی کا کاٹنا کیا کہلاتا ہے؟ حصاد بھئی۔ کھیتی آپ جانتے ہیں فصل تیار ہوتی ہے، پکتی ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ اسے کاٹا جاتا ہے، تو وہ حصاد کہلاتا ہے کھیتی کا کاٹنا۔ دِيَاسٌ مولانا، دِيَاسٌ کا معنی ہے فصل کا گاہنا، وہ جو دانوں کو بھس سے علیحدہ کرنے کا عمل ہے بھئی اس کو کیا کہتے ہیں؟ دِيَاسٌ۔ بھئی کھیتی کٹ گئی تو اس میں دانے بھی ہیں اور بھس بھی ہے سارا اکٹھا ہے، اب ان دانوں کو یہ جو بھس سے علیحدہ کرنے کا عمل ہے یہ کیا کہلاتا ہے؟ دِيَاسٌ کہلاتا ہے بھئی۔

بھئی آج کل تو مشینیں آ گئیں مولانا ایک ہی دن کے اندر کھیت کٹتا بھی ہے، دانے علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں بھس سے، بوریوں میں بھی بند ہو جاتے ہیں اور منڈی میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ قدیم زمانے میں، آج کل بھی بعض دور دراز کے دیہات میں یہی پرانا طریقہ رائج ہے، بڑا مشکل کام ہوتا تھا، بڑا لمبا دن رات لگے رہتے تھے اس پر بھئی۔ فصل جب پک کر تیار ہو جاتی تو سارے لگ جاتے کئی دن کے اندر جا کے بھئی ساری فصل کاٹی بڑی مشکل سے، پھر اس کے بعد اب فصل کٹ گئی ہے مولانا لیکن وہ دانے کس کے اندر ہیں؟ خوشوں کے اندر ہیں بھئی ابھی بھی، سمجھ میں آیا؟ تو ان کے گٹھ کے گٹھ باندھ کر رکھے ہوئے ہیں، اب دانوں کو علیحدہ بھی تو کرنا ہے بھئی۔ تو پھر کیا کرتے تھے؟ اس کو ایک ذرا سخت سی جگہ پر پھیلا دیتے بھئی جو ذرا سخت جگہ ہوتی زمین کی، پھیلا دیتے اور پھر اس کے اوپر بیلوں کو چلاتے تھے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بیلوں کو اس کے اوپر خوب چلا رہے ہیں بھئی مثلاً چالیس پچاس ساٹھ فٹ کے اندر اس ساری فصل کو پھیلایا ہوا ہے اور اوپر بیلوں کو چلا رہے ہیں، لوگ ساتھ لگے ہوئے ہیں ایک طرف دوسری طرف سے گول گول چکر گھما رہے ہیں، سارا دن اس کے اوپر چلاتے رہتے بیلوں کو بھئی۔ تو وہ قدموں تلے روندے جاتے اور آہستہ آہستہ دانے کیا ہوتے؟ بھس سے علیحدہ ہوتے چلے جاتے۔ تو یہ بھی بڑا مشقت والا عمل ہوتا تھا۔ لیکن اب خوب چلانے کے بعد دانے بھس سے نکل تو آئے لیکن اب بھی بھس اور دانے اکٹھے پڑے ہیں اب ان کو علیحدہ کرنا ہے۔ پھر کیا کرتے تھے کہ وہ دانے جو ہیں اٹھاتے اور کچھ فاصلے پر زور سے پھینکتے جاتے مولانا خاص جگہ پر بھئی، تو ہوا کے اندر اچھال کر پھینکتے تھے تو وہ جو بھس ہوتا تھا ہوا اس کو اپنے ساتھ تھوڑا سا دور

لے جاتی اور دانے وہیں پر گر جاتے۔ تو اس طرح مولانا آہستہ آہستہ دانے صاف ہوتے، پھر بھی ابھی کچھ بھس ہوتا تو پھر اس کو دوبارہ دوسری طرف ہوا میں اچھال رہے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو بڑا لمبا اور مشکل کام ہوتا تھا بھئی، تو دانے اس طرح پھر علیحدہ ہو جاتے۔ تو یہ جو مولانا اوپر بیلوں وغیرہ کو چلاتے ہیں دانے الگ کرتے ہیں اس کو کیا کہتے ہیں؟ دِیَاسٌ کہتے ہیں، گاہنا۔

قِطَافٌ بھئی یا قَطَافٌ بھئی، یہ پھل چننے کو کہتے ہیں بھئی۔ درخت پر جب پھل پک جاتا ہے اس کو اتارا جاتا ہے، یہ جو پکے ہوئے پھل کا اتارنا ہے یہ کیا کہلاتا ہے؟ قِطَافٌ کہلاتا ہے۔ قُدُومِ الْحَاجِّ، حاجیوں کا آنا بھئی۔ دیکھو صورت مسئلہ یہ: دو آدمیوں نے بیع کی مولانا لیکن اس بیع کے اندر مشتری نے شرط ٹھہرا دی کہ میں پیسے اور ثمن کب ادا کروں گا؟ حصاد کے وقت ادا کروں گا جب کھیتیاں کٹیں گی تو اس وقت کیا کروں گا میں؟ ادا کروں گا۔ تو مولانا یہ کوئی معلوم مدت نہیں ہے بھئی، یہ مجہول ہے۔ کھیتی کی کوئی خاص تاریخ متعین ہوتی ہے اس کو کاٹتے ہیں؟ جی؟ نہیں بھئی، وہ تو جس وقت پک کر تیار ہو گی تو اس میں تو کمی بیشی ہو سکتی ہے مولانا، اگر دھوپ سخت ہوئی تو جلدی پک جائے گی اگر دھوپ سخت نہ ہوئی تو پھر کیا ہو گا؟ دیر سے، تو مدت کوئی متعین نہیں ہے لہذا یہ درست نہیں ہے، ہم نے کہا تھا مدت متعین ہونی چاہیے۔ اسی طرح بھئی دو آدمی بیع کر رہے ہیں لیکن مشتری کہتا ہے اس شرط پر یہ چیز خرید تا ہوں کہ میں پیسے کھیتی کے گاہنے کے وقت ادا کروں گا یعنی جب دانوں کو بھس سے علیحدہ کیا جاتا ہے، تو یہ بھی کوئی متعین تاریخ نہیں ہے، جب کھیتی کٹے گی تو اس کے بعد ہی کیا کیا جائے گا؟ اس کے بعد ہی مولانا دانے علیحدہ کیے جائیں گے تو کوئی متعین تاریخ نہیں ہے مولانا، کھیتی کے پکنے کی متعین تاریخ نہیں ہے تو گاہنے کی کہاں سے متعین ہو گئی؟

اسی طرح پھل کے چننے کی مولانا، یہ دو آدمی بیع کر رہے ہیں لیکن مشتری کہتا ہے میں اس شرط پر یہ چیز خرید تا ہوں کہ جب درختوں سے پھل اتارنے کا وقت آئے گا تو اس وقت میں کیا کروں گا؟ ثمن ادا کروں گا۔ تو یہ تو مجہول وقت ہے مولانا، اس کی کوئی معین تاریخ ہوتی ہے؟ نہیں، جب پھل پک جائے گا، اور پھلوں کا پکنا بھی مختلف ہے، ایک باغ ہے اس کا پھل آج پک گیا، ایک باغ وہ ہے جس کا پھل تقریباً بیس دن بعد پچیس دن بعد یا مہینے بعد جا کر کیا ہو گا؟ پکے گا، تو یہ کوئی متعین مدت نہیں ہے اس میں بھی جھگڑے کا امکان ہے لہذا یہ درست نہیں۔

اسی طرح حاجیوں کا آنا: دو آدمی بیع کر رہے ہیں لیکن مشتری کہتا ہے بھئی میں اس شرط پر یہ چیز خرید تا ہوں کہ پیسے کب ادا کروں گا؟ جب حاجی حج سے واپس آئیں گے اس وقت پیسے ادا کروں گا۔ اب آپ مجھے بتائیے حاجیوں کی واپسی کی کوئی متعین تاریخ ہوتی ہے؟ نہیں بھئی، پہلے تو پیدل سفر ہوتے تھے کوئی پتا نہیں ہے مولانا کب حاجی واپس پہنچتے ہیں، اور آج کل اگرچہ جہاز آ گئے لیکن پھر بھی آپ دیکھ لیں کیا حاجی سارے اکٹھے آ جاتے ہیں یا ایک حاجی آج آ رہا ہے ایک جا کر تقریباً مہینے بعد واپس پہنچے گا بھئی؟ اسی طرح ہوتا ہے کہ نہیں بھئی؟ پورے مہینے یا مہینے سے بھی زیادہ کا فرق پڑ جاتا ہے، تو مدت متعین ہوئی یا مجہول ہو گئی؟ مجہول ہو گئی۔ بائع چاہے گا کہ پہلا حاجی پہنچتے ہی یہ مجھے پیسے ادا کر دے اور مشتری چاہے گا کہ بالکل آخری حاجی جس دن پہنچے گا میں اس دن پیسے دوں گا، تو جھگڑا آیا یا نہیں آیا بھئی؟ تو مدت مجہول ہے تو جھگڑا آئے گا مولانا لہذا درست نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ إِلَى الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَالْقِطَافِ وَقُدُومِ الْحَاجِّ، اور جائز نہیں ہے بیع بھئی حصاد، کھیتی کے کاٹنے کے وقت تک، وَالدِّيَاسِ اور کھیتی کے گاہنے کے وقت تک، وَالْقِطَافِ اور پھلوں کے اتارنے کے وقت تک، وَقُدُومِ الْحَاجِّ اور حاجیوں کے آنے کے وقت تک۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن ابھی وہ وقت، یہ مدت کسی نے متعین کر لی، دو آدمیوں نے بیع کی لیکن وقت کیا مقرر کیا ثمن کی ادائیگی کے لیے؟ دیاس، حصاد، قطاف یا قدوم حاج۔ تو کوئی اس قسم کی مجہول مدت متعین کر لی دو آدمیوں نے بیع کے اندر، تو بیع پر آپ کیا حکم لگا دیں گے؟ بیع کیا ہوئی؟ فاسد۔ لیکن ابھی وہ مدت آئی نہیں تھی کہ اس سے پہلے ہی کیا کر دیا؟ دونوں نے اس مدت کو ختم کر دیا۔ کیا کیا؟ اس مدت کو ختم کر دیا، کوئی تاریخ طے کر لی یا پیسے ہی ادا کر دیے ابھی اس وقت کے آنے سے پہلے ہی پہلے، تو بیع صحیح ہو جائے گی مولانا۔ بیع کیا ہو جائے گی؟ صحیح، کیونکہ جس چیز کی وجہ سے فساد آ رہا تھا وہ فساد ختم ہوا مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ فساد کس کی وجہ سے آ رہا تھا کہ وہ وقت کیا تھا؟ مجہول، لیکن ابھی وہ وقت آیا ہی نہیں پہلے ہی اس کو کیا کر دیا؟ ختم کر دیا، ساقط کر دیا مولانا، پیسوں کی مثلاً ادائیگی کر دی یا کوئی متعین مدت، مقررہ تاریخ طے کر لی تو اب وہ مفسد ختم ہوا تو بیع بھی کیا ہو جائے گی؟ صحیح ہو جائے گی۔

اسی لیے کہتے ہیں: فَإِنْ تَرَاضَيَا بِإِسْقَاطِ الْأَجَلِ، اگر دونوں راضی ہو گئے کس چیز پر؟ مدت کے ساقط کرنے پر، یہ جو مجہول مدت مقرر کی تھی اس کو ساقط کرنے پر، اس کو ختم کرنے پر اگر دونوں راضی ہو گئے قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّاسُ فِي الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ قبل اس کے کہ لوگ شروع ہوں، يَأْخُذَ کا یہاں کیا معنی کریں گے؟ شروع کرنا، قبل اس کے کہ شروع ہو جائیں لوگ فِي الْحَصَادِ کھیتیوں کے کاٹنے میں وَالدِّيَاسِ اور کھیتیوں کے گاہنے میں وَقَبْلَ قُدُومِ الْحَاجِّ اور حاجیوں کے آنے سے پہلے۔ تو ان کے آنے سے پہلے ہی دونوں مدت کو ختم کرنے پر راضی ہو گئے تو جَازَ الْبَيْعُ، بیع کیا ہو جائے

گی؟ جائز۔

وَإِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ بِأَمْرِ الْبَائِعِ وَفِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ مَلَكَ الْمَبِيعَ وَلَزِمَتْهُ قِيمَتُهُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فَسْخُهُ۔ بھئی یہ وہی بات بتلا رہے ہیں جو میں آپ کو پہلے بتلا چکا ہوں بھئی۔ بیع فاسد کا حکم میں نے آپ کو بتلایا تھا، بیع فاسد کے اندر مشتری مبیعے کا مالک کب بنتا ہے؟ جب بائع کی اجازت سے اس مبیعے پر قبضہ کر لے۔ جی، یہی بات بتلا رہے ہیں جب اجازت سے اس پر قبضہ کر لے گا تو مالک بن جائے گا، اور پھر مولانا بتلایا تھا کہ اس کے اندر قیمت آئے گی یا ثمن آئیں گے؟ کیا آئے گی؟ قیمت آئے گی۔ دیکھیے بھئی: وَإِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، اور جب قبضہ کر لے مشتری مبیعے پر بیع فاسد کے اندر بِأَمْرِ الْبَائِعِ بائع کے حکم سے یعنی بائع کی اجازت سے، وَفِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ اور عقد کے اندر ایسے دو عوض ہیں، دونوں عوض ایسے ہیں کہ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ کہ ان میں سے ہر ایک مال ہے۔ ہر ایک کیا ہے؟ مال، یعنی کسی طرف بھی کوئی مردار نہیں ہے بھئی۔

بھئی دیکھو مبیعہ بھی عوض ہے اور اس کا عوض مشتری کیا دے گا؟ ثمن بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو مبیعہ بھی کیا ہے؟ مال، اور ثمن بھی کیا ہیں؟ مال، تو یہ دونوں ایک دوسرے کے عوض ہیں بھئی۔ تو عِوَضَانِ سے کیا مراد ہیں؟ مبیعہ اور ثمن مراد ہیں، یہ دونوں کیا ہونے چاہئیں؟ مال ہونے چاہئیں بھئی۔ اگر مال نہیں ہیں تو پھر تو درست ہی نہیں بھئی، پھر تو بیع باطل ہو جائے گی۔ آپ نے پڑھا تھا بھئی مردار کی بیع کیا ہے؟ باطل ہے کیونکہ مردار مال ہی نہیں۔ اسی طرح شراب کی بیع کیا ہے؟ باطل ہے کیونکہ شراب مال متقوم نہیں۔ تو انہوں نے کیا کہا کہ عِوَضَانِ جو ہیں وہ دونوں عوض جو ہیں، کون سے دونوں عوض؟ مبیعہ اور ثمن، كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ ان میں سے ہر ایک کیا ہونا چاہیے؟ ان میں سے ہر ایک مال ہو۔ تو جب مشتری مبیعے پر قبضہ کر لیتا ہے بائع کی اجازت سے وَفِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ اور عقد کے اندر ایسے دو عوض ہیں، ترجمہ یوں کرنا بھئی: وَفِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ، ایسے کا لفظ لانا، اور عقد کے اندر ایسے دو عوض ہیں كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ کہ ان میں سے ہر ایک کیا ہے؟ مال ہے، مَلَكَ الْمَبِيعَ تو مشتری کیا بن جائے گا مبیعے کا؟ مالک، جب اس پر قبضہ کرتا ہے اجازت سے تو مالک بن جائے گا۔ وَلَزِمَتْهُ قِيمَتُهُ، اور اس پہ کیا لازم ہو گی اس کی؟ قیمت، مبیعے کی قیمت لازم ہو گی ثمن نہیں آئیں گے مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فَسْخُهُ، اور دونوں عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے فَسْخُهُ اس کو فسخ کرنا۔ بھئی بیع فاسد کا کیا حکم پڑھا تھا؟ اس کو کیا کرنا چاہیے؟ ختم کرنا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوں گے بھئی۔ تو ختم کرنا ضروری ہے، اور ختم کون کرے گا؟ بائع کرے گا یا مشتری کرے گا؟ صاحب کتاب نے بتلا دیا مولانا کہ دونوں کے لیے جائز ہے وہ کیا کر سکتے ہیں اس عقد کو؟ فسخ۔ بائع چاہے وہ بھی فسخ کر سکتا ہے، مشتری چاہے وہ بھی کیا کر سکتا ہے بیع کو؟ فسخ کر سکتا ہے مولانا۔

اور بھئی اس کے اندر کیا بتلایا آپ کو؟ ثمن آیا کرتے ہیں یا قیمت آتی ہے؟ قیمت آتی ہے۔ تو بھئی ایک طرف آ رہا ہے اس میں قیمت آئے گی، دوسری طرف کہہ رہے ہیں بھئی اس کو توڑنا واجب ہے ہر حال میں کیا کیا جائے گا؟ مبیعہ واپس کیا جائے گا اور ثمن لے لیے جائیں گے بائع سے۔ تو مطلب یہ ہے قیمت کے آنے کا بھئی ویسے تو اس بیع کو توڑنا ضروری ہے، یہ نہیں کہ مبیعے پر جیسے ہی قبضہ کیا مشتری کیا بن گیا اس کا؟ مالک، اب اس کو کیا دینی پڑے گی؟ قیمت، یہ مطلب نہیں ہے اس عبارت کا۔ مطلب یہ ہے کہ اول تو یہ ہے کہ اسی مبیعے کو کیا کیا جائے؟ واپس کیا جائے، لیکن اگر وہ مبیعہ واپس اب نہیں ہو سکتا، کوئی ایسی صورت پیش آ جائے تو پھر اس صورت میں عوض تو دینا ہی ہے، تو پھر ثمن نہیں عوض دیں گے بلکہ کیا دیں گے؟ قیمت۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً میں نے آپ سے ایک چیز خریدی بیع فاسد کے ساتھ، تو اب اولاً تو یہ ضروری ہے کہ ہم دونوں کیا کر دیں؟ اس بیع کو فسخ کریں۔ اور اگر میں فسخ نہیں کرتا اس سے پہلے ہی کوئی ایسا مسئلہ پیش آیا کہ اب چیز واپس ہی نہیں ہو سکتی، مثلاً وہ چیز میرے پاس ختم ہو گئی، ضائع ہو گئی، اب واپسی ممکن ہے؟ واپسی تو ممکن نہ رہی بھئی۔ چیز جل گئی، دریا میں ڈوب گئی میرے پاس، تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ عوض دینا ہے یا نہیں دینا بھئی؟ اس نے مجھے مفت تو نہیں دی تھی، لیکن اب ثمن نہیں دوں گا عوض بلکہ کیا دوں گا؟ قیمت۔ یا مولانا میں نے اس چیز کو آگے بیچ دیا۔ جب آگے بیچ دیا تو اگلا مشتری اس کا مالک بن گیا، اب میں اس کو واپس کر سکتا ہوں؟ نہیں۔ تو جب کوئی ایسی بات ہو جائے کہ چیز واپس نہ کی جا سکے تو پھر اس صورت میں کیا دینی پڑتی ہے؟ قیمت دینی پڑتی ہے، ورنہ پہلی صورت تو کیا ہے؟ بیع کو ختم کر کے اسی مبیعے کو واپس کیا جائے۔

تو کہتے ہیں: وَلَزِمَتْهُ قِيمَتُهُ، تو مشتری پر اس کی قیمت لازم ہو گی۔ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فَسْخُهُ، اور دونوں عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے فَسْخُهُ اس بیع کو فسخ کرنا۔ فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِي نَفَذَ بَيْعُهُ، پس اگر بیچ دیتا ہے اس مبیعے کو مشتری نَفَذَ بَيْعُهُ تو اس کی بیع کیا ہو جائے گی؟ نافذ ہو گی۔ بھئی ایک چیز خریدی ہے بیع فاسد کے ساتھ، تو اولاً کیا ضروری ہے؟ بیع کو ختم کیا جائے اس چیز کو واپس کیا جائے۔ لیکن اگر مشتری کیا کرتا

ہے؟ چیز آگے بیچ دیتا ہے، تو سوال پیدا ہوا کیا یہ آگے بیچنا صحیح ہوا، بیع نافذ ہو گئی کہ نہیں ہوئی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی بیع کیا ہو جائے گی؟ نافذ ہو جائے گی، بیع ہو گئی مولانا، اگلا مشتری اس کا مالک بن گیا۔

اور میں نے آپ کو بتلایا تھا چونکہ یہ پہلے مشتری نے کس طریقے پر خریدی تھی؟ بیع فاسد کے ذریعے، لہذا اگر آگے بیچتے ہوئے کوئی نفع کما لیا تو یہ نفع اس کے لیے حلال نہیں۔ بھئی جو چیز یاد رکھو بیع فاسد سے خریدی جائے اس سے نفع اٹھانا یا اس میں کوئی تصرف کرنا یہ جائز نہیں ہوتا بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس بیع کو ختم کرو پھر نئے سرے سے بیع کرو صحیح طریقے پر، اب اس کے بعد نفع اٹھا سکتے ہو۔ حتی کہ مسئلہ بتلایا میں نے ابھی کہ اگر مشتری آگے اس چیز کو بیچتا ہے اور اس کو کوئی نفع حاصل ہوتا ہے، منافع اس پر کما لیتا ہے تو یہ منافع بھی اس کے لیے حلال نہیں ہے، اس کو صدقہ کرے گا اب، اس کے لیے جائز نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ البتہ آگے جس مشتری نے خریدی بھئی اس کے لیے جائز ہے بھئی اس کو استعمال کرنا کیونکہ اس نے تو بیع فاسد سے نہیں خریدی، پہلے مشتری نے کس سے خریدی تھی؟ بیع فاسد کے ذریعے۔

وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَعَبْدٍ أَوْ شَاةٍ ذَكِيَّةٍ وَمَيْتَةٍ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيهِمَا۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی بیعے کے ساتھ غیر بیعے کو ملا دیتا ہے تو دونوں میں بیع باطل ہو جائے گی۔ دونوں میں بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ مثلاً مولانا ایک آدمی نے غلام کے ساتھ ایک آزاد کو بھی ملا کر بیچ دیا تو دونوں میں بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ ایک آدمی نے ذبح شدہ بکری کے ساتھ ایک مردار بکری بھی ملا کر بیچ دی تو دونوں میں بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔

مثلاً دیکھو ایک آدمی کے پاس ایک غلام ہے، وہ غلام آگے کسی کو فروخت کرتا ہے لیکن یہ غلام ہی نہیں صرف فروخت کرتا بلکہ پاس ہی اس کا ایک ساتھی بھی کھڑا ہوا تھا اس کو بھی ساتھ ملا لیا بھئی۔ اس ساتھی کو تو نہیں پتا کہ یہ مجھے بیچ رہا ہے، یہ آگے کسی کے ساتھ ایجاب و قبول کر رہا ہے بھئی یہ دیکھو وہ سامنے تمہیں نظر آ رہے ہیں بھئی یہ دونوں میرے غلام ہیں، یہ دونوں تمہیں میں نے کتنے میں بیچ دیے؟ ایک ہزار درہم کے اندر یہ دونوں میں نے آپ کو بیچ دیے۔ حالانکہ ان میں سے ایک غلام ہے اس کا اور دوسرا تو کیا ہے؟ آزاد آدمی، اور آزاد آدمی مال ہے یا مال نہیں مولانا؟ وہ تو مال نہیں ہے بھئی اس کی تو بیع ہی جائز نہیں ہے، بیع باطل ہے۔ تو لہذا اب اس صورت کے اندر جب آزاد آدمی کے اندر بیع باطل ہے تو اس کی وجہ سے غلام میں بھی بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آزاد آدمی میں بیع باطل ہے اور غلام کے اندر بیع صحیح ہے، باطل ہو گی تو دونوں کے اندر کیا ہو جائے گی؟ باطل۔

سمجھ میں آیا؟ یہ وہ صورت بیان ہو رہی ہے جب دونوں کو ایک ہی ایجاب کے ساتھ بیچا: یہ دونوں غلام میں آپ کو کیا کرتا ہوں؟ ایک ہزار درہم میں بیچتا ہوں۔ تو دیکھو اکٹھے بیچ رہا ہے، جب اکٹھے بیچ رہا ہو دونوں کے لیے الگ الگ ایجاب نہیں ہے، چاہے الگ الگ پیسے بھی بتلا دے: دیکھو میرے وہ سامنے دو غلام کھڑے ہیں یہ میں نے آپ کو بیچے، ایک بھی پانچ سو کا ہے دوسرا بھی پانچ سو کا ہے، تو یہ دونوں غلام میں نے آپ کو ایک ہزار درہم میں بیچ دیے۔ اب اگرچہ دونوں کے الگ الگ پیسے بھی بتلا دیے لیکن ایجاب تو ایک ہی ہوا نا، اس نے کہا دونوں بیچے، اس نے کہا میں نے خرید لیے، اس کی طرف سے ایک ایجاب آیا دوسرے کی طرف سے ایک قبول۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں اگر ایجاب الگ الگ ہیں پھر تو مسئلہ ہی الگ ہے، کہتا ہے اس طرف والا غلام ہے یہ میں نے آپ کو پانچ سو میں بیچ دیا، اس نے کہا میں نے قبول کیا، پھر کہا وہ جو ساتھ والا غلام ہے میں نے آپ کو پانچ سو میں بیچ دیا، اس نے کہا میں نے قبول کیا، اب تو کتنے ایجاب ہوئے؟ دو، اب الگ الگ ایجاب ہیں مولانا تو آزاد میں نہیں ہو گی اور غلام میں ہو جائے گی، اس کی بات نہیں ہو رہی۔ ایک ہی ایجاب کے ساتھ جب بیچ رہا ہے، تو ایک ہی ایجاب کے اندر ایک چیز مال ہے ایک چیز مال نہیں، جب ایک چیز مال نہیں ہے اس کے اندر بیع باطل ہو جائے گی، اور جب اس میں باطل ہو گی تو دوسری چیز کے اندر بھی کیا آ جائے گا؟ بطلان آ جائے گا مولانا، اس کی بیع بھی جائز نہیں۔ تو یوں سمجھیں گے بیع سرے سے ہوئی ہی نہیں۔ کیونکہ آزاد کو بیچا جائے تو بیع کیا ہے؟ باطل، اور بیع باطل کس کو کہتے تھے؟ جو ذات کے اعتبار سے ہی نہیں ہوتی، جہاں ایجاب و قبول منعقد ہی نہیں ہوتا۔ کیا ہوتا ہے؟ منعقد ہی نہیں ہوتا، بیع ہوئی ہی نہیں بھئی وہ مال ہی نہیں ہے بیچتے کس طرح ہو آپ اس کو بھئی؟ گویا ابتداءً ایجاب اور قبول منعقد ہی نہیں ہوئے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے سب کو بھئی؟

یہ ایک صورت تھی۔ اسی میں ایک اور مثال بھی ذکر کریں گے: ایک آدمی نے ایک ذبح شدہ بکری ہے ایک مردار بکری ہے، دونوں ایک ہی ایجاب کے ساتھ بیچیں۔ اب ذبح شدہ بکری تو مال ہے لیکن مردار بکری مال نہیں، دونوں کو بیچ دیا ایک ہی ایجاب کے ساتھ تو آپ کیا حکم لگا دیں گے؟ بیع باطل، دونوں میں یا ایک میں؟ دونوں میں۔ اگر دونوں کے الگ الگ پیسے بتلا دیے پھر؟ پھر بھی باطل۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَعَبْدٍ، اور جس نے جمع کیا حر اور غلام میں، ان دونوں کو یعنی جمع کر دیا ایک ایجاب میں ایک بیع میں، أَوْ شَاةٍ ذَكِيَّةٍ وَمَيْتَةٍ، شَاةٌ کا لفظ میں نے بتلایا تھا شَاةٌ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ بھیڑ بکری

دونوں کو کہتے ہیں بھئی، یا بھیڑ بکری ذکیہ ذبح شدہ بھئی وَمَيْتَةٍ اور مردار بھئی، ذبح شدہ بکری اور مردار بکری کو جمع کر دیا بیع کے اندر بَطَلَ الْبَيْعُ فِيهِمَا تو بیع باطل ہو جائے گی ان دونوں کے اندر۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَمُدَبَّرٍ أَوْ بَيْنَ عَبْدِهِ وَعَبْدِ غَيْرِهِ صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ۔ دیکھو بھئی یہی صورت ہے لیکن تھوڑا سا فرق ڈالو بھئی: دو چیزیں بیچتے ہیں، ایک اپنا غلام بیچ رہا ہے ایک ساتھ کسی اور کا غلام کھڑا تھا بھئی اس کو بھی پکڑ کر بیچ دیا، یا غلام کے ساتھ ایک مدبر کھڑا تھا اور مدبر کی بیع تو آپ نے پڑھا ہے جائز نہیں کیونکہ اس کا حق آزادی کیا ہوتا ہے؟ وہ مارا جاتا ہے تو لہذا اس کی بیع صحیح نہیں۔ تو بھئی ایک آدمی کا ایک عام غلام تھا ایک مدبر تھا، ان دونوں غلاموں کو اس نے ایک ہی ایجاب کے ساتھ بیچ دیا بھئی، اور مشتری کو کہتا ہے یہ دو میرے غلام ہیں یہ میں نے آپ کو کیا کیے؟ مثلاً ہزار درہم میں بیچ دیے، یہ والا بھی پانچ سو کا ہے یہ والا بھی پانچ سو کا ہے۔ تو یاد رکھیے مدبر کی تو بیع جائز نہیں لیکن اس صورت کے اندر غلام کے اندر بیع ہو جائے گی اور مدبر کے اندر بیع نہیں ہو گی۔[۲]

بھئی یہ کیا بات ہوئی؟ ابھی پچھلے مسئلے میں آپ نے ہمیں بتلایا تھا کہ مبیع کے ساتھ غیر مبیع کو ملا دیا جائے تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ باطل ہو جاتی ہے، اور یہاں پر بھی ایک غلام ہے اور دوسرا مدبر ہے اور مدبر کی بیع بھی باطل ہوا کرتی ہے تو یہاں پر بھی ساری بیع کو کیا قرار دے دینا چاہیے؟ باطل۔ کہتے ہیں نہیں بھئی اس مسئلے میں اور اس مسئلے میں فرق ہے: وہاں پر ہم نے ذکر کیا تھا آزاد کو اور مردار کو، اور آزاد اور مردار کسی کے نزدیک بھی مال شمار نہیں ہوتے، جبکہ یہاں آ گیا مدبر، اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ بعض فقہاء کیا فرماتے ہیں؟ مدبر کی بیع جائز ہے، معلوم ہوا یہ مال تو ہے، بعض کے نزدیک مال آ گیا یا نہیں بھئی؟ تو اب معلوم ہوا وہاں تو دوسری چیز سرے سے مال ہی نہیں تھی اور بیع کے لیے تو مال کا ہونا ضروری تھا، یہاں پر دونوں چیزیں مال ہیں البتہ ایک ہمارے نزدیک مال نہیں صرف بعض کے نزدیک کیا ہے؟ مال ہے یعنی اس کا بیچنا جائز ہے۔ تو لہذا اب جب دونوں چیزیں مال ہوئیں تو بیع یوں سمجھیں گے صحیح ہو گئی دونوں کے اندر لیکن پھر ایک کے اندر مانع آ گیا، رکاوٹ آ گئی لہذا اس کے اندر بیع نہ ہو سکی، دوسرے کے اندر بیع منعقد ہو گئی۔ تو بیع تو دونوں کی ہو رہی تھی کیونکہ دونوں مال ہیں لیکن پھر ایک کے اندر کیا آ گئی؟ رکاوٹ آ گئی، مانع آ گیا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو یہ اس صورت سے مختلف ہے بھئی۔

لیکن اس میں یاد رکھو یہ اس وقت صحیح ہو گی بیع جب دونوں کے پیسے الگ الگ ذکر کیے ہوں۔ اگر دونوں کے پیسے الگ ذکر نہیں کیے، یوں کہا یہ جو دو غلام ہیں میں نے آپ کو ہزار درہم میں بیچ دیے، ان میں سے ایک مدبر تھا اور ایک کیا تھا؟ غلام تھا۔ بھئی مدبر کے اندر تو مانع آ گیا، مدبر میں تو بیع نہ ہوئی لیکن غلام میں کیا ہوئی؟ بیع ہو گئی۔ لیکن بھئی ثمن کا پتا ہے کتنے ہیں؟ وہ تو دونوں کے ہزار بتلائے تھے دونوں کے الگ الگ پیسے نہیں بتلائے۔ تو دو غلام ہوں تو یہ ضروری ہے کہ ایک بھی پانچ سو کا ہوتا ہے دوسرا بھی پانچ سو کا ہوتا ہے؟ نہیں بھئی، غلام ایک کمزور ہے ایک طاقتور ہے، کمزور غلام سستا بکے گا لازمی بات ہے وہ صحیح کام نہیں کر سکتا، مضبوط جو ہے وہ کیا ہو گا؟ مہنگا بھئی، تو قیمتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں غلام کی بھئی مختلف قیمتیں ہوتی ہیں، تو اب آپ یہ نہ کہیں ایک بھی پانچ سو کا شمار کر لو دوسرا بھی پانچ سو کا، نہیں۔ تو لہذا اب بھی وہی مسئلہ ہے، مدبر میں بیع نہیں ہونی چاہیے اور غلام میں کیا ہو جانی چاہیے؟ بیع ہو جانی چاہیے، لیکن اس کے ثمن مجہول ہو گئے یا نہیں ہو گئے؟ اور جب ثمن مجہول ہو جائیں تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فاسد، تو اس میں بھی بیع فاسد ہو جائے گی۔ لہذا متن میں جو صورت کتاب میں ذکر ہو گی وہ صورت ہے جب دونوں کے کیا کر دے؟ الگ الگ پیسے ذکر کر دے کہ یہ بھی پانچ سو کا ہے یہ بھی پانچ سو کا۔ تو مدبر میں مانع آ گیا رکاوٹ آ گئی، بیع نے ہونا تھا لیکن پھر اس میں نہیں ہوئی، جبکہ دوسرے غلام میں کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے کتنے پیسے بتلائے تھے؟ پانچ سو، تو پانچ سو میں اس کی بیع ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اسی طرح ایک آدمی نے، یہ تو تھا مدبر، ایک آدمی نے دو غلام بیچے لیکن ایک اپنا ہے ایک کسی اور کا ہے، بغیر اس کی اجازت کے بیچ رہا ہے بھئی۔ اجازت کے ساتھ بیچے پھر تو ٹھیک ہے، بغیر اجازت کے ایک غلام اس کا کھڑا تھا ساتھ کسی اور کا غلام بھی ویسے کھڑا ہوا تھا وہ مشتری سے کہتا ہے یہ دونوں میرے غلام ہیں بھئی یہ میں نے آپ کو کتنے میں بیچ دیے مثلاً؟ ہزار میں بیچ دیے مولانا۔ تو اب وہی صورت ہو گی مولانا کہ آپ بتائیے کسی غیر کے غلام کو پکڑ کر انسان بیچے تو کیا حکم لگائیں گے؟ جی؟ شاباش، بیع فضولی بن گئی نا، کسی اور کی چیز بیچنا کیا کہلاتا ہے؟ بیع فضولی ہے مولانا، تو یہ بیع فضولی بن گئی اور بیع فضولی کا کیا حکم ہے؟ مالک کی

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَمُدَبَّرٍ أَوْ بَيْنَ عَبْدِهِ وَعَبْدِ غَيْرِهِ صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن جمع بين عبد ومدبر أو عبده وعبد غيره صح العقد في العبد بحصته من الثمن» منقول ہے۔

اجازت پر موقوف ہوتی ہے۔ لہذا کسی غیر کے غلام کو اپنے غلام کے ساتھ بیچ رہا ہے تو اپنے غلام میں تو بیع صحیح ہو گئی اور دوسرے کے غلام میں مالک کی اجازت پر موقوف ہو گئی، اگر وہ اجازت دے دے گا تو ہو جائے گی اجازت نہیں دے گا تو نہیں ہو گی۔ لیکن یہاں بھی یہ ضروری ہے مولانا کہ دونوں کے کیا کرے؟ الگ الگ ثمن ذکر کرے مولانا تاکہ پتا تو چلے بھئی اس کا حصہ کتنا ہے دوسرے کا حصہ کتنا ہے۔

تو دیکھیے کہتے ہیں: وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَمُدَبَّرٍ، اور جس نے جمع کیا بھئی ایک عام غلام کو اور مدبر کو أَوْ بَيْنَ عَبْدِهِ وَعَبْدِ غَيْرِهِ یا جمع کیا اپنے غلام کو اور اپنے علاوہ کے غلام کو بیع کے اندر، صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ تو اس کے غلام کے اندر بیع صحیح ہو جائے گی بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ اس کے حصے کے بقدر ثمن میں سے، یعنی جتنا ثمن میں اس کا حصہ بنتا ہے اس کے بقدر بیع کیا ہو جائے گی؟ صحیح، یعنی جب اس نے دونوں کے ثمن کیا کیے ہوں؟ الگ الگ، تو یہ بھی پانچ سو کا ہے یہ بھی پانچ سو کا ہے تو پانچ سو میں بیع صحیح ہو گئی بھئی۔ یہاں تک صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۷۰: باب البیع الفاسد (۵) وباب الا قالۃ: امِ ولد و مدبر و حر کی بیع، بیع عند اذان الجمعہ، نجش، تلقی الجلب اور اقالہ کی حقیقت

مختصر القدوری صفحہ: ۷۱—بتاریخ: ۹ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجَشِ وَعَنِ السَّوْمِ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ وَعَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ وَعَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي وَالْبَيْعِ عِنْدَ أَذَانِ الْجُمُعَةِ وَكُلُّ ذَلِكَ يُكْرَهُ وَلَا يَفْسُدُ بِهِ الْبَيْعُ.

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجَشِ، حضور علیہ السلام نے نجش سے منع فرمایا ہے بھئی۔ بھئی یہاں تک بیوع فاسدہ کا ذکر چل رہا تھا بھئی، اب کچھ وہ بیوع ذکر کر رہے ہیں جو مکروہ ہیں بھئی، فاسد تو نہیں ہیں البتہ کیا ہیں؟ مکروہ ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو چنانچہ آگے بتلائیں گے: وَكُلُّ ذَلِكَ يُكْرَهُ، یہ ساری بیوع کیا ہیں؟ مکروہ بھئی۔ یاد رکھیے فقہ کی کتابوں میں مکروہ کا لفظ آجائے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے بھئی۔ کیا مراد ہوتا ہے؟ مکروہ تحریمی۔ میں نے بتلایا تھا مکروہ دو قسم پر ہے: ایک مکروہ تنزیہی ہے، ایک مکروہ تحریمی ہے۔ مکروہ تنزیہی وہ ہے جو حلال کے زیادہ قریب ہے، اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو حرام کے قریب ہے بھئی۔

اچھا بھئی تو ایک بیع مکروہ ہوئی، ایک بیع فاسد ہوئی بھئی، دونوں میں کیا فرق ہوا؟ یاد رکھنا بیع فاسد وہ ہے جو شرعاً جائز ہی نہیں بھئی، چنانچہ اس میں آپ نے پڑھا تھا کیا کہ مبیعے کو واپس کرنا، بیع کو ختم کرنا ضروری ہے بھئی کہ دونوں بیع ختم کریں، مبیعہ واپس کیا جائے بھئی۔ اور بیع مکروہ مولانا اس کا حکم وہی ہے جو بیع صحیح کا تھا بھئی۔ بیع صحیح میں کیا ہوتا تھا؟ مشتری مالک بن جاتا تھا اور ثمن آیا کرتے تھے اس پر بھئی۔ تو بیع مکروہ کے اندر بھی اسی طرح ہے، بیع منعقد ہو گئی اور مشتری مبیعے کا مالک بن گیا اور اسے اب کیا دینا پڑیں گے؟ ثمن دینے پڑیں گے بھئی۔ البتہ چونکہ یہ بیع مکروہ ہے تو گنہگار ہو گا مولانا۔ کیا ہو گا؟ گنہگار۔ بیع تو ہو گئی لیکن گنہگار ہو گا بھئی، اس سے تو روکا گیا تھا لیکن پھر اس نے یہ بیع کر لی بھئی۔

تو بیع فاسد وہ ہے یاد رکھنا جہاں خرابی بیع کے اندر آتی ہے مولانا۔ خرابی کس میں ہوتی ہے؟ بیع کے اندر ہی خرابی ہوتی ہے۔ جبکہ بیع مکروہ وہ ہے جس میں بیع کے اندر خرابی نہیں ہوتی بلکہ کسی امر خارجی کی وجہ سے اس میں کیا آجاتی ہے؟ خرابی آجاتی ہے۔ بیع خود ٹھیک ہے، بیع کی اپنی ذات کے اندر وہاں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن کسی امر خارجی کی وجہ سے کیا آگئی؟ خرابی آگئی۔ فرق سمجھ میں آیا؟ بیع فاسد کسے کہیں گے؟ جہاں بیع کی ذات ہی میں کیا ہو؟ خرابی ہو۔ مثلاً بھئی بیع کرتے ہوئے شرط لگادی تھی کوئی مقتضائے عقد کے خلاف بھئی، تو دیکھو اب اس بیع کے اندر ہی کیا آگئی؟ خرابی، کیونکہ وہ بیع کر ہی کس چیز پر رہے ہیں؟ شرط پر

کر رہے ہیں، تو بیع کے اندر ہی خرابی آگئی بھئی۔ جبکہ بیع مکروہ وہ ہے جس میں بیع کی ذات میں کوئی خرابی نہیں ہوتی بھئی، کوئی شرط وغیرہ نہیں بھئی کچھ نہیں لگایا، ہاں کسی امر خارجی کی وجہ سے اس میں کیا آگئی؟ خرابی آگئی۔ دیکھنا آگے مثالوں سے بات واضح ہو گی۔

تو کہتے ہیں: وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجَشِ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا ہے۔ تو بیع نجش جو ہے یہ مولانا مکروہ ہے بھئی۔ نجش اس کو کہتے ہیں بھئی کہ بائع اپنے کسی ساتھی کو پہلے سے مقرر کر لیتا ہے بھئی کہ جب خریدار آئے گا، گاہک آئے گا اور اس کے ساتھ میں بات چیت کرنے لگوں اس چیز کے بارے میں تو تم نے بھی درمیان میں بولنا ہے تاکہ قیمت بڑھ جائے بھئی۔ تاکہ قیمت کیا ہو چیز کی؟ بڑھ جائے، زیادہ لگے بھئی۔ تو وہ جو ساتھی کو تیار کیا اس کا مقصد خریدنا نہیں ہے بلکہ کیا مقصد ہے؟ قیمت بڑھانا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو مثلاً اب گاہک آیا مولانا، اب وہ اس چیز کے بارے میں پوچھ رہا ہے یہ چیز کتنے کی ہے، کس طرح آپ دیں گے؟ دکاندار کہتا ہے بھئی یہ میں آپ کو ساڑھے آٹھ سو کی دے دوں گا، بڑی عمدہ چیز ہے ساڑھے آٹھ سو میں آپ کو دے دوں گا۔ ابھی یہ بات چیت چل رہی ہے درمیان میں وہ اس کا ساتھی آگیا، وہ دکاندار کے پاس آیا اس چیز کو دیکھا اور کہتا ہے او ہو میں تو خود اس چیز کی تلاش میں ہوں بھئی آپ کے پاس تو بڑی زبردست چیز ہے، یوں کریں بھئی یہ مجھے دے دیں بھئی۔ تو وہ کہتا ہے نہیں بھئی یہ تو میری اس کے ساتھ بات چیت چل رہی ہے۔ کہتا ہے نہیں کتنے میں چل رہی ہے؟ ساڑھے آٹھ سو میں، لو بھئی ہزار میرے سے لے لو لیکن یہ چیز مجھے دے دو۔ اب وہ دوسرا گاہک کہتا ہے او ہو معلوم ہوا بڑی خاص چیز ہے یہ تو بھئی، وہ کہتا ہے نہیں نہیں ہزار میرے سے لے لو لیکن اس کو نہیں دینی، اور ہزار میں چیز اس سے خرید لیتا ہے۔ تو دیکھو وہ جو ساتھی اس کا آیا تھا اس کی وجہ سے چیز کیا ہوئی؟ گاہک نے مہنگی لے لی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ نجش ہے مولانا، دوسرے کو ابھارتا ہے ایک تو تاکہ وہ چیز خرید لے اور پھر خریدے بھی کس طرح؟ مہنگی خرید لے گا بھئی۔ یا ہو سکتا ہے وہ نہ خریدتا لیکن اب جب دوسرے کو دیکھے گا تو ضرور خریدے گا مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو دونوں صورتیں، قیمت بھی زیادہ ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے پہلے وہ پوری طرح تیار بھی نہ تھا اب کیا ہوا؟ پوری طرح لینے کے لیے تیار ہوا اور چیز لے لی اس نے۔ تو اس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے مولانا۔ تو اس میں دیکھو دوسرے کو ضرر پہنچانا آیا، تو بیع کے اندر خرابی نہیں ایک امر خارجی آیا کہ دوسرے کو کیا کیا؟ جی؟ ضرر آیا دوسرے کو بھئی۔ لہذا یہ مکروہ ہے مولانا، فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے: عَنِ السَّوْمِ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ بھئی۔ سوم کہتے ہیں بھاؤ تاؤ کرنا بھئی، نرخ آپس میں طے کرنا۔ دکاندار اور گاہک کیا کرتے ہیں نرخ پر بحث کرتے ہیں، گاہک کہتا ہے مجھے اتنے کی دے دو دکاندار کہتا ہے نہیں میں اتنے کی دوں گا، یہ جو نرخ طے کرنا، یہ بھاؤ تاؤ کرنا یہ کیا کہلاتا ہے؟ سوم کہلاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے غیر کے بھاؤ تاؤ پر بھاؤ تاؤ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ السَّوْمِ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ، غیر کے بھاؤ تاؤ پر بھاؤ تاؤ کرنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

صورت اس کی یہ ہے مولانا کہ دیکھو ایک گاہک ہے وہ دکاندار کے ساتھ یا تاجر کے ساتھ ایک چیز کے بارے میں بات چیت اس کی چل رہی ہے، بھاؤ تاؤ طے ہو رہے ہیں، اور پھر نرخ طے ہو گئے دونوں کے درمیان۔ مثلاً دکاندار کہتا ہے یہ چیز میں آپ کو ہزار کی دوں گا، مشتری کہتا ہے نہیں بھئی نو سو کی مجھے دے دو بھئی نو سو میں یہ چیز مل جاتی ہے، دکاندار کہتا ہے نہیں بھئی ہزار کی دوں گا، بالآخر بات ہوتی ہے جی ساڑھے نو سو پر مسئلہ طے ہو گیا۔ ساڑھے نو سو پر نرخ طے ہو گیا لیکن ابھی عقد نہیں ہوا، دونوں راضی ہو گئے ہیں۔ اب عقد کریں گے، ایک کی طرف سے ایجاب آئے گا دوسرے کی طرف سے قبول آئے گا تو بیع قولی ہو جائے گی مولانا، یا پھر کیا کرے گا مشتری اس سے چیز لے لے گا اور پیسے حوالے کر دے گا تو کون سی بیع ہو جائے گی؟ بیع تعاطی ہو جائے گی، میں نے بتلایا تھا بھئی آپ کو، سمجھ میں آیا بھئی؟ بیع تعاطی جس کے اندر ایجاب اور قبول لفظوں میں نہیں ہوتا بھئی مشتری کیا کرتا ہے؟ چیز لے لیتا ہے اور پیسے دے دیتا ہے۔ تو دونوں نرخ پر راضی ہو چکے ہیں اب صرف عقد باقی ہے چاہے وہ قولاً آجائے عقد چاہے وہ تعاطی کی صورت میں۔

تو جب نرخ طے ہو چکا عین اس وقت ایک آدمی آیا اور اس نے نرخ لگانا شروع کر دیے کہ یہ چیز مجھے بیچ دو۔ تو دیکھا ایک شخص کے نرخ پر یہ شخص کیا کرنے لگا اب؟ نرخ لگانے لگا۔ اس سے منع آیا ہے مولانا۔ بھئی وہ تو طے کر چکا ہے وہ تو لینے کے لیے بالکل تیار ہے اب صرف کیا رہ گیا ہے باقی؟ عقد رہ گیا ہے، اب آپ درمیان میں آگئے بھئی۔ تو اس سے دوسرے مسلمان بھائی کی دل شکنی ہو گی مولانا، اس کو تکلیف ہو گی بھئی کہ میں ایک چیز بالکل لینے کو تیار ہو چکا تھا یہ درمیان میں آگیا بھئی۔ ہاں اگر ابھی نرخ طے نہیں ہوئے ویسے بات چیت چل رہی ہے تو پھر تو دوسرا آدمی بھی لے سکتا ہے درمیان میں آسکتا ہے، لیکن یہ کون

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «عَنِ السَّوْمِ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «عن النجش وعن السوم على سوم غيره» منقول ہے۔

سی صورت کی بات ہو رہی ہے؟ جب نرخ وغیرہ سارے طے کر چکے ہیں اب صرف کیا باقی ہے؟ عقد باقی ہے۔ ہاں اگر وہ ویسے ایک ابھی پوچھ ہی رہا تھا یہ کتنے کی ہے اتنے میں دوسرا بھی آ گیا اس نے بھی پوچھنا شروع کر دیا، تو نہیں بھئی یہ پھر مکروہ نہیں ہے۔

صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ تو دیکھو یہاں پر اس کو مکروہ قرار دیا گیا اور خرابی کس میں ہے، عقد کے اندر ہے یا ایک امر خارجی ہے؟ ایک امر خارجی، ایک الگ بات ہے اور وہ کیا بات کہ دوسرے مسلمان بھائی کی کیا ہو گی؟ دل شکنی ہو گی، اس کا دل ٹوٹے گا کہ بھئی دیکھو میں تو چیز لینے کو نرخ بھی طے کر لیے تھے لینے بھی لگا تھا یہ شخص درمیان میں آ گیا۔ تو کہتے ہیں منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے: عَنِ السَّوْمِ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ، غیر کے نرخوں پر نرخ لگانے سے یا غیر کے بھاؤ تاؤ کرنے پر بھاؤ تاؤ کرنے سے۔

وَعَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ، اور حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے تلقی الجلب سے۔ کس سے؟ تلقی الجلب سے۔ تلقی کا معنی ہے ملاقات کرنا مولانا۔ تلقی کا کیا معنی ہے؟ ملاقات کرنا۔ اور جلب کا معنی ہے کھینچنا، اور یہ بمعنی جالبہ کے ہے، جالبہ۔ جلب کس معنی میں ہے؟ جالبہ کے معنی میں ہے۔ تو جلب کا معنی کھینچنا، جالبہ کا کیا معنی ہوا؟ کھینچنے والا یا کھینچنے والی بھئی، اور مراد اس سے قافلہ ہے مولانا۔ کیا مراد ہے؟ قافلہ۔ بھئی قدیم زمانے میں بھئی ایک شہر سے دوسرے شہر تک سفر عموماً قافلوں کی صورت میں کیا جاتا تھا، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ راستے میں خطرات ہوتے تھے اور جنگل اور ویرانے، کسی ایک شخص کے لیے سفر بڑا مشکل ہوتا تو قافلوں کی صورت میں سفر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاجر بھی قافلوں کی صورت میں سفر کرتے، ایک شہر سے دوسرے شہر جا رہے ہیں کوئی سامان ادھر سے ادھر لے کر جانا ہے وہاں بیچنے کے لیے تو کس صورت میں جائیں گے؟ قافلے، مال وغیرہ جو بھی ادھر ادھر لے کر جائیں گے قافلے کی صورت میں تاکہ مال بھی محفوظ رہے ڈاکوؤں وغیرہ کا بھی خطرہ ہوتا تھا اور ویسے بھی سفر طویل ہوتا ایک آدمی کے لیے مشکل ہوتا تھا بھئی۔

تو جالبہ سے مراد کیا ہے؟ قافلہ۔ تو تلقی الجلب کا کیا معنی ہوا؟ قافلے والوں سے ملاقات۔ تلقی کا معنی تھا ملاقات، جلب بمعنی جالبہ، قافلے کی ملاقات۔ تو اس سے حدیث میں منع آیا ہے۔ بھئی جلب کا کیا معنی کیا؟ کھینچنا، جالبہ بمعنی کھینچنے والی، مراد کیا ہے؟ قافلہ۔ قافلہ بھی کیا کرتا تھا؟ ایک جگہ سے سامان دوسری جگہ پہنچاتا تھا یا نہیں پہنچاتا تھا؟ تو وہی سامان کھینچنے والا ہے، اسی لیے جالبہ کہا کہ وہ سامان کو کھینچ کھینچ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔

تو اس تلقی جلب سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔ صورت اس کی یہ ہے مولانا کہ ایک شہر ہے وہاں پر ایک چیز کی ضرورت ہے بھئی، اور جب ضرورت بڑھتی ہے چیز مہنگی ہو جاتی ہے، تو لوگوں کو اب وہ چیز مہنگی مل رہی ہے بھئی۔ اب لوگ ضرر میں ہیں یا نہیں بھئی، تکلیف میں ہیں یا نہیں اس چیز کی وجہ سے جب چیز مہنگی مل رہی ہے؟ تکلیف میں ہیں بھئی، شہر میں مہنگی مل رہی ہے۔ اس دوران ایک قافلہ شہر کے پاس پہنچا، باہر سے وہی سامان لے کر آیا جس کی شہر میں کمی تھی۔ اب قافلے والے کیا کرتے؟ بھئی ان کا تو کوئی ٹھکانہ تو ہوتا نہیں تھا، آئیں گے شہر کے اندر وہ چیزیں بیچیں گے اور عام نرخ پر بیچیں گے کیونکہ انہیں تو شہر کے نرخ کا پتا ہی نہیں، باہر سے آئے ہیں نا انہیں کیا پتا یہاں قیمت اس کی زیادہ ہو چکی ہے، تو وہ تو عام جو اس کا نرخ ہوتا تھا اس نرخ پر بیچیں گے اور عام لوگ اس طریقے پر خرید لیں گے اور ان کو فائدہ ہو گا بھئی۔

لیکن کوئی تاجر کیا کرتا ہے؟ اسے پتا لگا قافلہ آ رہا ہے یا پہنچ گیا ہے اور وہی سامان لے کر آیا ہے جس کی شہر میں ضرورت ہے، تو وہ شہر سے باہر نکل کر ہی قافلے والوں سے ملاقات کرتا اور ان سے وہ سارا مال خرید لیتا۔ کیا کر لیتا؟ سارا مال ان سے خرید لیتا، اور اب وہ شہر میں لائے گا اسے تو پتا ہے شہر میں یہ چیز مہنگی ہے تو کیا کرے گا وہ بھی اپنی منہ مانگی قیمت پر وہ چیز بیچے گا، مہنگی بیچے گا جس سے لوگوں کو کیا ہو گی؟ تکلیف ہو گی، لوگوں کو ضرر پہنچے گا، اس لیے اس سے حدیث میں منع آیا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی کہ شہر سے باہر نکل کر قافلے والوں سے ملاقات کرنا اور اس طرح ان سے سارا مال خرید لینا جس کی شہر میں ضرورت ہے اس سے حضور علیہ السلام نے کیا کیا ہے؟ منع، کیونکہ اس سے لوگوں کو کیا ہو گی؟ تکلیف ہو گی، ضرر ہو گا مولانا۔ تو اب آپ بتائیے اس بیع کی ذات میں خرابی آئی یا کسی ایک اور امر خارجی کی وجہ سے آئی بھئی؟ امر خارجی، عقد کے اپنے اندر کوئی خرابی نہیں ہے لیکن اس کی وجہ سے چونکہ دوسروں کو تکلیف ہوتی تھی اس لیے اس سے کیا کر دیا گیا؟ منع کر دیا گیا بھئی۔ تو اس لیے یہ بیع مکروہ ہے مولانا۔ اور یاد رکھنا جب قحط وغیرہ کی صورت نہ ہو، تکلیف کی صورت نہ ہو تو پھر اس وقت اس میں کوئی حرج نہیں۔ قافلہ ایک چیز لے کر آ رہا ہے، شہر میں وہ چیز ویسے بھی وافر ہے اور قافلہ لے کر آیا اب کوئی تاجر آگے جا کر وہ سارا مال خرید لیتا ہے، شہر والوں کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَعَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي۔ حاضر کہتے ہیں شہری کو مولانا۔ حاضر کس کو کہتے ہیں؟ شہری، حضارت شہری ہونا، تو حاضر کہتے ہیں شہری کو۔ بادی کہتے ہیں مولانا دیہاتی کو بھئی، بادیہ سے ہے، دیہاتی کو بھئی۔ تو اس کے دو ترجمے ہو سکتے ہیں مولانا۔ منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے: عَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ

لِلْبَادِي، شہری کا بیچنا لِلْبَادِي کس کے لیے؟ دیہاتی کے لیے، ایک ترجمہ یہ۔ دوسرا ترجمہ: شہری کا بیچنا دیہاتی کے ہاتھ، شہری کا دیہاتی کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا۔ دونوں ترجمے ہوسکتے ہیں مولانا، دونوں صورتیں اس میں آجائیں گی۔

صورت یہ بھئی: دیکھو دیہات سے ایک آدمی کوئی چیز لے کر آتا ہے شہر میں بیچتا ہے مثلاً غلہ وغیرہ یا کوئی چیز لے کر آتا ہے، تو وہ کیا کرے گا؟ اس کا شہر میں کوئی ٹھکانہ تو ہوتا نہیں، اس کی کوشش ہوتی ہے جلد سے جلد مال بیچوں اور واپس چلا جاؤں۔ چونکہ اس کا اپنا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے وہ جلد سے جلد مال بیچنا چاہتا ہے تو اونے پونے داموں جس طرح چیز بک جائے تھوڑے بہت نفع کے ساتھ وہ چیز بیچتا ہے اور واپس چلا جاتا ہے۔ اب ایک دیہاتی کوئی سامان لے کر آیا، کوئی غلہ لے کر آیا اور شہر میں غلے کی کمی تھی بھئی، مہنگا بک رہا ہے۔ اب دیہاتی آئے گا میں نے تو بتلایا وہ اونے پونے داموں اس کو بیچ کر جلد سے جلد واپس جانے کی کوشش کرے گا، اور شہر میں اس کا ایک ساتھی تھا شہری بھئی، اس نے دیہاتی سے کہا کہ بھئی یہ چیز آپ جلدی نہ کرو، جلدی نہ بیچو، آپ میرے حوالے کر جاؤ آپ واپس چلے جاؤ میں یہاں اطمینان سے آپ کے لیے بیچوں گا۔ تو اب شہری کو تو نرخوں کا پتا ہے قیمت مہنگی ہوئی ہے اس وقت لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تو وہ کیا کرے گا؟ لوگوں کو مہنگی چیز وہ بیچے گا بھئی۔ تو اس سے منع کیا گیا ہے مولانا۔ اس سے کیا کیا گیا ہے؟ منع کیا گیا ہے۔ تو اب اس صورت کے مطابق ترجمہ کیا کریں گے: وَعَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي، شہری کا بیچنا کس کے لیے؟ دیہاتی کے لیے، بھئی مال ہے دیہاتی کا لیکن اس دیہاتی کے لیے بیچ کون رہا ہے؟ شہری بیچ رہا ہے۔ یہ ایک صورت مولانا۔ تو ضرورت ہو جب شہر میں ایک چیز کی تو پھر منع ہے ویسے منع نہیں۔

دوسری صورت میں نے کیا ترجمہ کیا تھا؟ شہری کا دیہاتی کے ہاتھ پر بیچنا یعنی دیہاتی کو کوئی چیز بیچنا بھئی۔ صورت اس کی یہ بھئی: شہر میں ایک چیز کی کمی ہے اور لوگوں کو تکلیف ہے اس کی وجہ سے مہنگے داموں خرید رہے ہیں لوگ۔ تو جب شہر میں ایک چیز کی کمی ہے تو یقیناً پاس والے دیہات میں بھی کیا ہوگی اس کی؟ کمی ہوگی، وہاں تو اور زیادہ کمی ہوگی بھئی، قافلے تو لے کر آتے ہیں سیدھے شہر کے اندر۔ تو اب شہر کے اندر چیز مہنگی ہے دیہات میں اس سے بھی مہنگی ہے، اب ایک شہری دکاندار تاجر کیا کرتا ہے؟ وہ چیز یہاں نہیں بیچتا، ساتھ والے دیہات والوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تاکہ اور مہنگی چیز بکے مجھے اور زیادہ نفع ہو۔ تو دیکھو اب ترجمہ کیا ہوا: بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي، شہری دیہاتی کے لیے بیچ رہا ہے یا دیہاتی کے ہاتھ بیچ رہا ہے؟ دیہاتی کے ہاتھ بیچ رہا ہے، دیہاتی پر بیچ رہا ہے کسی چیز کو۔ تو اس سے بھی مولانا منع کیا گیا ہے کب؟ جبکہ شہر میں اس چیز کی ضرورت ہو۔ اگر ضرورت نہیں، تنگی کا زمانہ نہیں تو پھر تو جائز ہے جہاں مرضی انسان بیچے اپنی چیز شہر میں بیچے یا دیہات میں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اسی طرح مولانا اذان جمعہ کے وقت بیع جو ہے اس سے بھی منع کیا گیا ہے، اذان جمعہ کے وقت بھئی۔ جب جمعے کی اذان ہو جائے مولانا اس کے بعد کوئی بیع کی جائے تو مکروہ ہے، سمجھ میں آیا؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ بھئی۔ بیع کو چھوڑ دو، جب جمعے کی اذان دے دی جائے تو کوشش کرو اللہ کے ذکر کی طرف یعنی نماز کی طرف اور بیع کو چھوڑ دو، بیع کو چھوڑنے کا حکم دیا۔

تو لہٰذا پہلی اذان جب ہو جائے اس کے بعد سعی الی الجمعہ ضروری ہے کہ انسان کیا کرے اب جمعے کی تیاری کرے، جمعے کے لیے چلے نکلے بھئی پہنچے مسجد میں۔ تو اب اس وقت میں کوئی شخص بیع کرتا ہے تو یہ بیع کیا ہے؟ مکروہ ہے مولانا۔ اور مکروہ کیوں ہے؟ کیونکہ اس کی وجہ سے سعی الی الجمعہ میں خلل آتا ہے۔ کیا آتا ہے؟ بھئی پہلی اذان ہوتے ہی اب تو کیا ضروری تھا؟ جمعے کے لیے سعی کرنا، کوشش کرنا، جمعے کے لیے پہنچنا، لیکن جب بیع کرے گا تو خلل آئے گا یا نہیں آئے گا؟ خلل آئے گا مولانا، تو لہٰذا یہ مکروہ ہے بھئی۔

ہاں اگر کوئی ایسی صورت ہے کہ سعی الی الجمعہ میں خلل نہیں آتا پھر بیع صحیح ہو جائے گی۔ مثلاً آپ اپنے ساتھی کے ساتھ مسجد کی طرف جا رہے ہیں اور راستے میں چلتے چلتے بیع کر رہے ہیں، اب سعی میں کوئی خلل آرہا ہے؟ نہیں۔ یا مولانا کشتی میں جا رہے ہیں، کشتی تو اب چل رہی ہے آپ اس میں بیٹھے ہوئے جمعے کی نماز کے لیے جا رہے ہیں بھئی دریا کے اس پار کوئی بڑی مسجد ہے وہاں پر، اور اس سفر کے اندر چلتے چلتے آپ نے اپنے ساتھی سے یا کسی کشتی والے سے بیع کی، تو خلل آیا کوئی؟ نہیں بھئی، کشتی تو اسی طرح چل رہی ہے۔ یا مولانا آپ کسی گاڑی وغیرہ بس میں بیٹھے آرہے ہیں جمعے کے لیے اور اس کے اندر ہی کسی شخص سے بیٹھے بیٹھے کیا کرلی؟ بیع کرلی، تو اب یہ اذان جمعہ کے بعد ہے لیکن اس بیع کی وجہ سے سعی الی الجمعہ میں کوئی خلل نہیں آیا لہٰذا اب یہ مکروہ بھی نہیں۔ وَكُلُّ ذَلِكَ يُكْرَهُ، اور یہ سب کیا ہیں مولانا؟ مکروہ ہیں۔ وَلَا يَفْسُدُ بِهِ الْبَيْعُ، اور اس سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔

وَمَنْ مَلَكَ مَمْلُوكَيْنِ صَغِيرَيْنِ أَحَدُهُمَا ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْآخَرِ لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا كَبِيرًا وَالْآخَرُ

صَغِيرًا فَإِنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا كُرِهَ ذَلِكَ وَجَازَ الْبَيْعُ وَإِنْ كَانَا كَبِيرَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا۔ دیکھو بھئی اسلام میں ہر چیز کے حقوق ہیں، ہر چیز کا خیال رکھا گیا، جانوروں کے بھی خیال رکھنے کا حکم دیا گیا، اسی طرح غلام ہیں مولانا، غلاموں پر بھی بے انتہا شفقت کرنے کا حکم دیا گیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور جگہ جگہ غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا گیا بھئی، قتل کے کفارے میں بھی کیا کہا گیا؟ غلام آزاد کرو، فلاں کفارے میں بھی، مثلاً کئی کفارات جس میں کس چیز کا حکم دیا گیا؟ غلام کا، تاکہ غلامی کو ختم کیا جائے بھئی۔[۲]

اچھا، اب بھئی صورت مسئلہ یہ: ایک شخص ہے اس کے پاس دو غلام ہیں جو چھوٹے ہیں نابالغ ہیں، بھائی ہیں آپس میں مثلاً، تو اسلام نے منع فرمایا کہ بیچتے ہو تو ایک کو نہ بیچنا ورنہ دونوں بھائیوں میں کیا آجائے گی؟ جدائی آجائے گی مولانا، لہذا بیچنا ہے تو کیا کرو؟ دونوں کو اکٹھا بیچو تاکہ اکٹھے ہی رہیں دونوں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو دو ایسے صغیر غلام جو آپس میں ذو رحم بھی ہوں محرم بھی ہوں، ان میں جدائی ڈالنا بیع کے ذریعے مکروہ ہے۔ بیع کے ذریعے ان میں جدائی ڈالنا کیا ہے؟ مکروہ ہے۔

دیکھیے کتاب پر: وَمَنْ مَلَكَ مَمْلُوكَيْنِ صَغِيرَيْنِ، اور جو شخص مالک ہو دو چھوٹے غلاموں کا یعنی نابالغ ہیں بھئی، أَحَدُهُمَا ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْآخَرِ، بھئی ایسے دو چھوٹے غلام ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک ذو رحم، ذو رحم کا معنی ہے قریبی رشتہ دار۔ ذو رحم کا کیا معنی؟ قریبی رشتہ دار۔ مَحْرَمٍ مِنَ الْآخَرِ، اور محرم ہو دوسرے کا بھئی۔ محرم جانتے ہو کہ نہیں جانتے بھئی؟ محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شریعت نے نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا، اسے کیا کہتے ہیں؟ محرم کہتے ہیں۔ مثلاً ماں ہے، ماں کے ساتھ شریعت نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح کو کیا قرار دیا ہے؟ حرام، تو یہ محرم ہے۔ بہن ہے مولانا، اسی طرح خالہ ہے، نانی ہے، دادی ہے وغیرہ بھئی، تو یہ سارے کیا ہیں؟ محرم ہیں بھئی۔

تو دو ایسے غلام جو قریبی رشتہ دار بھی ہوں، بھئی قریبی رشتہ دار ہر ایک محرم ہوتا ہے؟ جی؟ نہیں۔ اچھا بھئی چچازاد بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز ہے، تو یہ قریبی رشتہ دار تو ہے لیکن محرم نہیں۔ تو دو شرطیں لگائیں بھئی: قریبی رشتہ دار بھی ہوں اور آپس میں محرم بھی ہوں، تو پھر اب ان دونوں میں جدائی ڈالنا، ایک کو بیچنا اور ایک کو نہ بیچنا یہ کیا ہے؟ مکروہ ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ دونوں شرطیں پوری ہونی چاہئیں بھئی۔

اچھا دو بھائی ہیں مولانا، ایک شخص کے پاس دو غلام ہیں دونوں نابالغ ہیں اور دونوں آپس میں بھائی ہیں، اب آپ بتائیے یہ قریبی رشتہ دار ہیں یا نہیں بھئی؟ قریبی رشتہ دار، اور محرم بھی ہیں ایک دوسرے کے یاد رکھنا۔ وہ کیسے؟ بھئی دیکھو ان میں سے اگر ایک کو عورت فرض کر لیا جائے، مونث فرض کر لیا جائے، فرض کرو ایک کیا ہے؟ مونث۔ اب ان دونوں کا کیا رشتہ ہوا آپس میں؟ اب بہن بھائی والا، اب بتاؤ مولانا نکاح حلال ہے یا حرام بھئی؟ حرام ہمیشہ، معلوم ہوا یہ آپس میں کیا ہیں؟ محرم ہیں۔ اسی طرح دو بہنیں ہیں مولانا اکٹھی، نابالغ ہیں، اب یہ آپس میں قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور آپس میں محرم بھی ہیں، کس طرح؟ کہ ان دونوں میں سے ایک کو کیا فرض کر لو؟ اگر مرد فرض کر لو اب کون سا رشتہ ہوا دونوں میں؟ بہن بھائی والا، اور نکاح حلال ہے یا حرام؟ حرام ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اگر دونوں میں سے ایک مذکر ہے ایک مونث ہے پھر تو آسانی سے بات سمجھ میں آجاتی ہے، لیکن اگر دونوں مذکر ہوں یعنی لڑکے ہوں یا دونوں لڑکیاں ہوں تو پھر بھی آپ صورت بنا سکتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو کیا فرض کریں؟ ایک کو مذکر یا مونث فرض کر لیں اور اب دیکھیں مولانا تو آپ کو فوراً پتا چل جائے گا کہ محرم ہیں یا محرم نہیں۔

تو کہتے ہیں جو شخص مالک ہو دو ایسے چھوٹے غلاموں کا کہ أَحَدُهُمَا ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْآخَرِ کہ ان دونوں میں سے ایک کیا ہو؟ قریبی محرم ہو دوسرے کا، لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا تو وہ ان دونوں کے درمیان جدائی نہ ڈالے بھئی۔ وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا كَبِيرًا وَالْآخَرُ صَغِيرًا۔ بھئی جدائی ڈالنے سے منع کیا گیا کیونکہ چھوٹے ہیں مولانا ایک دوسرے سے انس حاصل کرتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مانوس ہیں اکٹھے رہتے ہیں چھوٹے بھئی۔ اسی طرح حکم ہے مولانا اگر ایک بڑا ہو اور ایک کیا ہو؟ چھوٹا، اور دونوں میں یہی رشتہ ہو مولانا قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور محرم بھی ہیں۔ مثلاً بھئی آپ کے پاس ایک باندی ہے اور ایک اس کا بچہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ام ولد کی بات نہیں کر رہا مولانا، ام ولد کی تو بیع ہی جائز نہیں ہے، ایک باندی ہے اور اس کا بچہ ہے بھئی۔ تو اب اس

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ مَلَكَ مَمْلُوكَيْنِ صَغِيرَيْنِ أَحَدُهُمَا ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْآخَرِ لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا كَبِيرًا وَالْآخَرُ صَغِيرًا فَإِنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا كُرِهَ ذَلِكَ وَجَازَ الْبَيْعُ وَإِنْ كَانَا كَبِيرَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن ملك مملوكين صغيرين أحدهما ذو رحم محرم من الآخر لم يفرق بينهما وكذلك إن كان أحدهما كبيرا والآخر صغيرا فإن فرق بينهما كره له ذلك وجاز البيع وإن كانا كبيرين فلا بأس بالتفريق بينهما» منقول ہے۔

باندی کے بھی آپ مالک اس کے بچے کے بھی آپ مالک، اب آپ ان میں سے ایک کو بیچنا چاہیں اور ایک کو نہ بیچیں یہ کیا ہے؟ مکروہ ہے، کیونکہ یہ کیا ہیں آپس میں؟ ذو رحم محرم ہیں، تو ایک اگرچہ بڑا ہے لیکن دوسرا کیا ہے؟ صغیر ہے مولانا، اور یہ صغیر ہے یہ تو اپنی ماں سے کیا حاصل کرے گا؟ ماں سے انس حاصل کرتا ہے، ماں کے ساتھ مانوس ہے مولانا تو اس کو جدا کر دیں گے تکلیف پہنچے گی بہت زیادہ بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا كَبِيرًا وَالْآخَرُ صَغِيرًا، اور اسی طرح جب دونوں میں سے ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا ہو، فَإِنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا كُرِهَ ذَلِكَ اگر جدائی ڈال دی ان دونوں کے درمیان تو یہ مکروہ ہے وَجَازَ الْبَيْعُ اور بیع جائز ہے۔ دونوں میں جدائی ڈالی تو یہ مکروہ ہے البتہ بیع کیا ہے؟ جائز، یعنی بیع صحیح ہو جائے گی البتہ مکروہ ہے گنہگار ہو گا مولانا، مکروہ تحریمی۔ وَإِنْ كَانَا كَبِيرَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا، اور اگر وہ دونوں غلام بڑے ہیں بھئی پھر فَلَا بَأْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا پھر کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں میں جدائی ڈالنے کا۔ جدائی ڈالنے سے پھر کوئی حرج نہیں ہے، جدائی پھر ڈال سکتے ہیں ایک کو اپنے پاس رکھا ایک کو بیچ دیا بھئی جب دونوں بڑے ہیں، اب دونوں بالغ ہیں مولانا۔

بَابُ الْإِقَالَةِ۔ اچھا بھئی، اقالہ یاد رکھو اقالہ فسخ بیع کو کہتے ہیں۔ اقالہ کسے کہتے ہیں؟ فسخ بیع کو کہتے ہیں بھئی۔ بھئی صورت یہ دیکھو: ایک بیع کی آپ نے کسی شخص کے ساتھ اور مثلاً اس سے آپ نے پانچ ہزار روپے میں ایک گھڑی خرید لی۔ گھڑی خریدنے کے بعد بھئی ایک دو دن گزرے ہیں تو اب آپ کو پیسوں کی ضرورت پڑ گئی، پیسے تو آپ نے سارے گھڑی پر خرچ کر دیے بھئی، اب بڑی ضرورت پیش آئی آخر آپ اسی بائع کے پاس چلے گئے بھئی کہ بھئی یہ گھڑی میں نے آپ سے پرسوں کیا کیا تھا؟ پانچ ہزار میں خریدی تھی، اب بھئی مجھے پیسوں کی ضرورت ہے آپ کی مہربانی ہو گی یہ چیز اپنی لے لیں اور میرے پیسے مجھے واپس کر دیں۔ وہ کیا کرتا ہے نیک آدمی ہے بھئی، وہ آپ سے چیز لے لیتا ہے اور آپ کے پیسے آپ کو واپس کر دیتا ہے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ اقالہ۔ تو دیکھو بیع فسخ کر دی۔ آپ نے کسی عیب کی وجہ سے چیز واپس نہیں کی بھئی، کسی اور خرابی وغیرہ کی وجہ سے چیز واپس نہیں کی بلکہ کیا کیا؟ ویسے ہی اس کے پاس چلے گئے کہ بیع کو کیا کر دو؟ فسخ کر دو اور اپنی چیز لے لو مجھے پیسے دے دو مجھے پیسوں کی ضرورت ہے بھئی۔

تو یہ اقالہ ہے مولانا اور یہ بڑا ثواب کا کام ہے بھئی کہ ایک مسلمان کو ضرورت پڑ گئی ہے بھئی چلو بھئی آپ نے ایک چیز بیچی تھی تو اب کیا کر لو اس سے؟ واپس لے لو بھئی۔ اور یاد رکھو اقالہ انہیں پیسوں کے اندر ہو گا جس میں بیع ہوئی تھی بھئی۔ آپ نے گھڑی کتنے کی خریدی تھی؟ پانچ ہزار کی مولانا، تو اب آپ گھڑی واپس دینے گئے اس نے کہا نہیں بھئی اقالہ میں ایک صورت میں کروں گا کہ پانچ ہزار اب پورے نہیں دوں گا میں اب آپ کو چار ہزار دوں گا مولانا۔ تو یاد رکھنا شرط فاسد ہوئی اقالہ صحیح۔ بھئی بیع کے اندر تو کوئی شرط فاسد لگاتے تھے بیع ہی کیا ہو جایا کرتی تھی؟ فاسد، لیکن اقالہ نہیں ہے اس طرح بھئی، اقالہ میں اگر کوئی شرط فاسد لگائی تو شرط باطل ہے اور اقالہ صحیح ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو اب اس نے کیا شرط لگائی تھی میں کس شرط پر اقالہ کرتا ہوں؟ کہ پیسے کم دوں گا بھئی، سمجھ میں آیا؟ پیسے کم دوں گا، تو یہ درست نہیں ہے مولانا۔ بیع کو فسخ کر رہے ہیں مولانا، اور فسخ کر رہے ہیں تو جتنے میں ہوئی تھی اتنے میں ہی فسخ ہو گی یا اس سے کم میں فسخ ہو گی؟ اتنے میں ہی، فسخ کا مطلب ہے عقد ختم کر رہے ہیں، جب عقد ختم کرو گے تو اس کو اس کی گھڑی مل گئی تو اس کو کتنے پیسے ملنے چاہئیں مشتری کو؟ پانچ ہزار ہی پورے ملیں پھر ہی ہم کہیں گے فسخ ہوا بھئی۔

یا مولانا تیسری صورت بھئی: آپ نے گھڑی کتنے کی خریدی تھی؟ پانچ ہزار کی۔ بائع آپ کے پاس چل کر آگیا بھئی اس گھڑی کی مجھے بڑی سخت ضرورت پڑ گئی میری عنقریب شادی ہونے والی ہے اور کوئی گھڑی نہیں میرے پاس بھئی، تو یہ گھڑی آپ یوں کریں مجھے دے دیں اور اپنے پیسے لے لیں بھئی۔ آپ نے کیا کہا؟ بھئی میں نے پانچ ہزار دیے تھے لیکن اب میں چھ ہزار لوں گا آپ سے پھر گھڑی واپس دوں گا آپ کو۔ تو یہ مولانا شرط فاسد بھئی، یہ باطل ہو جائے گی شرط اور اقالہ کیا ہو جائے گا؟ صحیح ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

بَابُ الْإِقَالَةِ بھئی۔ میں نے بتلایا اقالہ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ فسخ بیع کو، عقد کو ختم کرنا۔ الْإِقَالَةُ جَائِزَةٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي، اقالہ جائز ہے بیع کے اندر بائع کے لیے بھی جائز ہے وہ بھی کیا کر سکتا ہے؟ واپس، اور مشتری کے لیے بھی جائز ہے، جیسے میں نے دونوں صورتیں بنائیں بھئی کہ ایک صورت یہ تھی کہ آپ گھڑی دینے گئے دوسری صورت یہ تھی کہ وہ آپ کے پاس آیا گھڑی لینے۔ تو بائع اور مشتری دونوں کے لیے جائز ہے بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ، کس کے ساتھ بھئی اقالہ ہو گا؟ ثمن اول کے مثل کے بدلے مولانا، یعنی ثمن اول جیسی ہی چیز واپس کرنا پڑے گی۔

بھئی دیکھو میں نے آپ سے گھڑی خریدی تھی کتنے کی خریدی تھی؟ پانچ ہزار کی خریدی تھی۔ میں آپ کے پاس واپس آیا اقالے کے لیے، میں نے کہا یہ

اپنی گھڑی لے لیں اور میرے پیسے مجھے واپس کر دیں آپ کی بڑی مہربانی ہو گی مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔ آپ نے کہا لاؤ بھئی یہ کوئی مشکل بات ہے بھئی دو، گھڑی لے لی اور مجھے پیسے پانچ ہزار دے دیے۔ اب آپ بتائیے مجھے آپ نے مجھے وہی پیسے واپس کیے ہیں یا ان جیسے پیسے واپس کیے ہیں؟ ان جیسے بھئی، وہی نوٹ تو نہیں سنبھال کے رکھے ہوتے کہ وہی نوٹ سنبھال کے رکھے ہوتے ہیں؟ نہیں، ان کے مثل دے دیے۔ تو دیکھو آپ نے مجھے وہی ثمن اول دیے یا ثمن اول کے مثل دے دیے؟ مثل دے دیے ان جیسے دے دیے بھئی، اسی لیے کہا: بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ، ثمن اول کے مثل کے بدلے۔

دوسری صورت بنالو مولانا: میں نے آپ سے گھڑی خریدی تھی اور بدلے میں آپ کو دو بوری گندم دی تھی مولانا۔ اب میں آپ کے پاس آیا کہ بھئی اپنی گھڑی لے لیں مجھے گندم کی سخت ضرورت ہے تو آپ مجھ سے اقالہ کر لیں بھئی۔ آپ نے گھڑی لے لی اور مجھے دو بوری گندم دے دی بھئی۔ تو یہ ضروری تو نہیں وہی بوریاں آپ نے سنبھال کے رکھی ہوں، ہو سکتا ہے وہ تو اگلے ہی دن آپ نے بیچ دی ہوں، ہاں اس جیسی کیا کر دیں گے؟ مثلاً اس میں سو قفیز تھا آپ اس کے مثل مجھے بھی کتنی گندم دے دیں گے؟ سو قفیز۔ تو یہ آپ نے وہی گندم دی یا اس کے مثل اس جیسی گندم دے دی؟ اس جیسی دے دی، اسی لیے مثل کا لفظ لائے: بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ، ثمن اول کے مثل کے بدلے میں۔

دوبارہ سنو: الْإِقَالَةُ جَائِزَةٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ، اقالہ جائز ہے بیع کے اندر بائع کے لیے بھی اور مشتری کے لیے بھی ثمن اول کے مثل کے بدلے میں۔ فَإِنْ شَرَطَ أَكْثَرَ مِنْهُ أَوْ أَقَلَّ مِنْهُ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَيُرَدُّ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ۔ اور اگر شرط لگادی کسی ایک نے أَكْثَرَ مِنْهُ ثمن اول سے زیادہ کی شرط لگادی، وہ آپ کے پاس آیا تھا آپ نے کیا کہا پانچ ہزار اب واپس نہیں لوں گا بلکہ کتنے لوں گا؟ چھ ہزار، زیادہ کی شرط لگادی، أَوْ أَقَلَّ مِنْهُ یا دونوں میں سے ایک نے کم کی شرط لگادی ثمن اول سے، آپ گئے تھے تو اس نے کیا کہا تھا پانچ ہزار نہیں دوں گا بلکہ چار ہزار، تو کہتے ہیں فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ تو شرط باطل ہے، کمی زیادتی کی شرط نہیں لگا سکتے بلکہ اقالہ کتنے میں ہو گا؟ ثمن اول کے مثل کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔ وَيُرَدُّ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ، اور چیز کو واپس کیا جائے گا ثمن اول کے مثل کے بدلے میں۔[۳]

لیکن یہ یاد رکھیے مولانا اگر اقالہ کر رہا ہے مشتری اور مبیعہ واپس کر رہا ہے اور اس مبیعے میں اگر وہ کوئی عیب پیدا کر چکا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ چیز سالم لے کر گیا تھا لیکن اب کس قسم کی چیز آئی ہے واپس؟ عیب دار آئی ہے، تو اب مولانا اقل ثمن کے ساتھ بھی اقالہ صحیح ہے مولانا، کیونکہ لازمی بات ہے جب اس نے عیب پیدا کر دیا تو چیز کی قیمت کیا ہو گئی؟ کم ہو گئی۔ تو اس نے مثلاً گھڑی کتنے کی خریدی تھی؟ پانچ ہزار روپے کی، لیکن اب جب اقالہ کرنا چاہتا ہے گھڑی واپس لے کر آیا تو اس میں کچھ عیب پیدا کر دیا، اس پر ایک آدھی خراش آگئی ہے یا کوئی اور چیز اس طرح بھئی، تو اب بائع کہتا ہے بھئی میں اقالہ کرنے کے لیے تو تیار ہوں لیکن اب پانچ ہزار میں آپ کو واپس نہیں کروں گا بلکہ چار ہزار واپس کروں گا بھئی۔ تو یہ اقالہ اسی مثل ثمن اول پر ہو رہا ہے یا اس سے اقل پر بھئی؟ اقل پر، لیکن یہ صحیح ہے مولانا کیونکہ عیب کی وجہ سے کیا ہو چکی اس چیز کی قیمت؟ کم ہو چکی بھئی۔ تو چیز میں جب عیب پیدا کر دیا ہو تو اس صورت میں اقالے کے اندر ثمن میں کمی جائز ہے بھئی۔

وَهِيَ فَسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ غَيْرِهِمَا فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔ یاد رکھنا مولانا اقالہ عقد کرنے والوں کے حق میں تو فسخ ہے لیکن ان کے علاوہ کے حق میں وہ بیع جدید ہے۔ کیا ہے؟ بیع جدید۔ دیکھو مولانا میں نے آپ سے گھڑی لی تھی اور پانچ ہزار میں لی تھی، اب میں آپ کے پاس واپس لے کر گھڑی پہنچا اور میں نے کہا اپنی گھڑی واپس لے لیں اور میرے پیسے مجھے لوٹا دیں مجھے ضرورت ہے مولانا۔ چنانچہ ہم نے آپس میں عقد فسخ کیا، آپ نے مجھے میرے پیسے دے دیے پانچ ہزار، میں نے آپ کو آپ کی گھڑی دے دی۔ اب یہ ہم دونوں کے لیے تو فسخ ہے کیونکہ ہمیں اپنے اپنے نفس کی ولایت حاصل ہے، سمجھ میں آیا؟ لیکن باقی لوگوں کے اعتبار سے، کوئی تیسرا ہو اس کے اعتبار سے یہ فسخ نہیں ہے۔ وہ تو یہ دیکھ رہا ہے تیسرے کے اعتبار سے کہ آپ نے مجھے کیا کیے؟ پیسے دے دیے، اور میں نے آپ کو کیا دی؟ گھڑی۔ تو ایک طرف سے بھی مال دوسری طرف سے بھی مال، تو مال کا مال سے تبادلہ ہوا، یہ کیا کہلاتا ہے؟ بیع کہلاتا ہے۔ تو وہ تو کہے گا یہ تو ان دونوں کے درمیان بیع ہو رہی ہے، ہم کہیں گے نہیں ہم فسخ کر رہے ہیں، کہتے ہیں بھئی تمہارے لیے فسخ ہو گی ہم تو کیا دیکھ رہے ہیں اس وقت؟ بیع دیکھ رہے ہیں بھئی۔ تو لہٰذا دونوں عقد کرنے والوں کے اعتبار سے یہ کیا ہے؟ فسخ، لیکن غیر کے

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الْإِقَالَةُ جَائِزَةٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الإقالة: جائزة في البيع بمثل الثمن الأول» منقول ہے۔

اعتبار سے کوئی بھی تیسرا ہو یعنی باقی تمام افراد کے اعتبار سے یہ کیا ہے؟ بیع جدید۔ ان دونوں کے اعتبار سے اس کو فسخ سمجھا جائے گا باقیوں کے اعتبار سے اس کو کیا سمجھا جائے گا؟ بیع جدید سمجھا جائے گا۔

ہاں اگر قاضی کوئی بیع فسخ کرتا ہے تو پھر سب کے حق میں کیا شمار ہوتی ہے؟ فسخ شمار ہوتی ہے۔ دیکھو ابھی قاضی نے نہیں فسخ کیا ہم آپس میں اقالہ کر رہے ہیں تو اب کوئی بھی تیسرا شخص کہے گا یہاں دیکھو یہ فسخ نہیں ہے یہ ایک اور بیع ہے: ایک بیع پہلے ہوئی تھی آپ نے گھڑی مجھے دی تھی اور میں نے آپ کو کتنے پیسے دیے تھے؟ پانچ ہزار، ایک وہ بیع ہوئی تھی، اب دوسری بیع ہوئی ہے آپ پانچ ہزار دے رہے ہیں اور وہ آپ کو کیا کر رہا ہے؟ گھڑی دے رہا ہے۔ جبکہ قاضی اگر فیصلہ کر دے، آپ کے اور میرے درمیان بیع ہوئی پھر کسی وجہ سے جھگڑا آیا کوئی عیب وغیرہ کا پتا چلا اور قاضی نے کیا کیا فیصلہ کر دیا میں تم دونوں کے درمیان بیع کو کیا کرتا ہوں؟ فسخ کرتا ہوں، آپ کی گھڑی آپ کو واپس دلوا دی میرے پیسے مجھے واپس دلوا دیے۔ اب چونکہ یہ فیصلہ قاضی نے کیا ہے تو قاضی کو یاد رکھو ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے، اس کو تمام لوگوں پر کیا حاصل ہوتی ہے؟ ولایت حاصل ہے لہذا سب پر اس کا فیصلہ نافذ ہے، جبکہ بائع اور مشتری کا فیصلہ تو دوسروں پر نافذ نہیں ہوتا۔ تو قاضی کا فیصلہ سب پر نافذ ہوا لہذا سب کے حق میں یوں سمجھا جائے گا کہ بیع کیا ہو گئی؟ فسخ، یوں سمجھیں گے بیع سرے سے ہوئی ہی نہیں کیونکہ جو تھی اس کو بھی قاضی نے کیا کر دیا؟ ختم۔ لیکن ہم دونوں نے جو آپس میں بیع فسخ کی بھئی ہمیں تو دوسروں پر ولایت حاصل نہیں، ہمارا فیصلہ دوسروں پر نافذ نہیں، ہمارا صرف اپنی ذات تک فیصلہ محدود ہے، اور ہم دونوں کے درمیان تو بیع فسخ ہو گئی دوسروں کے حق میں یہ کیا شمار ہو گی؟ بیع جدید شمار ہو گی۔

اس کا فائدہ آگے چل کر شفعے کے مسائل میں آئے گا بھئی۔ دیکھو شفعہ جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ شفعہ اسے کہتے ہیں کہ دیکھیے یہ مثلاً آپ کی زمین ہے، آپ کی زمین کے ساتھ ہی زید کی زمین ہے۔ کس کی زمین ہے؟ زید کی زمین ہے۔ اب یہ زید اپنی زمین بیچتا ہے۔ جب بھی کوئی پڑوسی اپنی زمین، اپنا مکان، اپنی کوٹھی بیچے تو اب آگے آنے والا شخص پتا نہیں کس قسم کا ہو گا۔ یاد رکھو پڑوسی اچھا ہے تو زندگی راحت سے ہوتی ہے، پڑوسی برا ہے تو زندگی عذاب بن جایا کرتی ہے کیونکہ ہر وقت وہ سر پر مسلط ہے اس سے جان چھوٹ بھی نہیں سکتی بھئی۔ تو لہذا اب جب آپ کے ساتھ والا پڑوسی وہ زمین بیچ کر جا رہا ہے، کون تھا وہ؟ زید، زید تو نیک آدمی تھا، اب جب وہ بیچ کر جا رہا ہے آگے پتا نہیں کون آئے گا، پتا نہیں وہ کس قسم کا آدمی ہے، تو لہذا خطرہ ہے ہو سکتا ہے آنے والا پڑوسی تکلیف پہنچائے، تو شریعت نے ساتھ والے پڑوسی کو حق دیا ہے کہ اگر اس نے کسی کو زمین بیچ بھی دی آپ وہی پیسے اس آدمی کو دے کر زبردستی زمین لے سکتے ہیں، اس کو شفعہ کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ شفعہ۔

صورت سمجھ میں آگئی کہ نہیں آئی صورت؟ دیکھو یوں سمجھو: میرے ساتھ زید کی زمین ہے، میری اور زید کی زمین آپس میں جڑی ہوئی ہے بھئی، یا میرے گھر کے ساتھ زید کا گھر جڑا ہوا ہے مولانا۔ زید نے اپنا گھر بیچ دیا کسی آدمی کے ہاتھ دس لاکھ روپے میں۔ مجھے جیسے ہی پتا چلا کہ زید نے کیا کیا ہے اپنا گھر دس لاکھ میں بیچ دیا، تو وہ میرا پڑوسی ہے اس کا گھر میرے گھر کے ساتھ ہے تو شریعت نے مجھے کس چیز کا حق دیا ہے؟ شفعے کا۔ میں فوراً کہوں گا میں اس گھر پر شفعہ کرتا ہوں۔ کیا کرتا ہوں؟ شفعہ کرتا ہوں۔ چنانچہ مولانا میں قاضی کے پاس چلا جاؤں گا: قاضی صاحب زید نے یہ گھر بیچا ہے اور میں اس کا پڑوسی ہوں مجھے شریعت نے کیا حق دیا ہے؟ شفعے کا، میں اس گھر پہ شفعہ کرتا ہوں یہ گھر مجھے دلوائیں بھئی۔ قاضی تحقیق کرے گا کہ واقعی آپ اس کے پڑوسی ہیں یا پڑوسی نہیں، پھر اس کے بعد قاضی تحقیق کرے گا کہ واقعی زید نے بیچا بھی ہے یا بیچا نہیں۔ جب پتا چل جائے آپ اس کے پڑوسی بھی ہیں اور زید نے واقعی گھر بیچا بھی ہے تو قاضی اس نئے خریدار کو بلا کر کیا فیصلہ کر دے گا کہ گھر اس کے حوالے کر دو، تم نے کتنے میں خریدا تھا؟ دس لاکھ، گھر اس کے حوالے کرو اور اس سے دس لاکھ روپے وصول کر لو بھئی۔ تو اگر میں پڑوسی تھا گھر مجھے مل جائے گا اور اس کو میں اس کے پیسے دے دوں گا، کہیں اور گھر خریدو بھئی میں نے اس کو کس کے ذریعے لے لیا؟ شفعہ۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ ہر جگہ جہاں بھی ایک شخص کی زمین دوسرے کی زمین کے ساتھ مل رہی ہو وہاں کیا آجایا کرتا ہے؟ حق شفعہ شریعت دے دیتی ہے بھئی پڑوسی کو بھئی، اور یہ کس لیے ہوتا ہے؟ پڑوسی کے ضرر سے بچنے کے لیے کہ پتا نہیں کیسا آدمی آئے گا بھئی۔

سب کو صورت سمجھ میں آگئی؟ اور یاد رکھو شفعہ اس وقت ہے جیسے ہی آپ کو پتا لگا، اب میں یہاں بیٹھا ہوا تھا مجھے کسی نے آکر بتلایا زید نے بھئی وہ تو گھر بیچ دیا ہے، تو جس مجلس میں پتا لگے اسی مجلس میں میں فوراً کیا کہوں گا؟ میں شفعہ کرتا ہوں۔ اگر میں خاموش رہا معلوم ہوا مجھے اس گھر پر شفعہ کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں، پھر مولانا شفعے کا حق ختم ہوا۔ بعد میں اگر میں شفعہ کرتا بھی ہوں یہ دھوکہ ہو گا مولانا، شفعہ اب نہیں ہے مولانا، کیونکہ اس شفعے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ جس مجلس میں بھی اس بیع کا علم ہو جائے کہ آپ کے پڑوسی نے زمین بیچی ہے یا کوٹھی بیچی ہے آپ کے پڑوس میں تو اسی مجلس میں فوراً کیا کہنا ضروری کہ میں

شفعہ کرتا ہوں اس گھر پر بھئی۔

اچھا، اب صورت مسئلہ یہ والی بناؤ مولانا اقالے والی: میرے گھر کے ساتھ والا گھر زید نے بیچ دیا کسی کے ہاتھ۔ جب بیچا مجھے اطلاع ملی میں جس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ بھئی زید نے جو آپ کا پڑوسی ہے اس نے آپ کے ساتھ والا گھر بیچ دیا ہے، میں نے پرواہ ہی نہیں کی بھئی مجھے شفعے سے کوئی دلچسپی نہیں بھئی، میں نے کہا میں نہیں شفعہ کرتا بیچنے دو بھئی۔ بس مولانا میرا شفعہ کا حق ختم ہو گیا۔ اچھا جس شخص نے زید سے مکان خریدا تھا مثلاً دس لاکھ میں اس کو بعد میں پیسوں کی ضرورت پڑ گئی، اب وہ پھر زید کے پاس اقالے کے لیے آیا، بھئی اقالے کا باب چل رہا ہے نا، تو وہ اقالے کے لیے آیا کہ زید صاحب دیکھیں مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے آپ کا مکان بھی بڑا اچھا کوئی اس میں خرابی وغیرہ نہیں لیکن مجھے پیسوں کی ضرورت ہے آپ کی مہربانی ہو گی یہ اپنی زمین واپس لے لیں اپنا گھر واپس لے لیں اور میرے پیسے مجھے دے دیں۔ زید نیک آدمی تھا بھئی اس نے کیا کیا؟ مکان لے لیا اور اس کے پیسے اسے واپس کر دیے۔ مولانا اب ان دونوں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ کیا ہے؟ فسخ، لیکن باقی ہر شخص کے اعتبار سے یہ کیا ہے؟ بیع جدید، اور جب بھی پڑوس والے مکان میں بیع جدید آئے گی فوراً دوسرے کو کیا حق حاصل ہو جائے گا؟ شفعے کا۔ تو میں نے جو شفعے کا حق پہلے چھوڑ دیا تھا لیکن اب ایک اور بیع پائی گئی مولانا، اب پھر مجھے کیا مل جائے گا؟ شفعے کا حق مل جائے گا بھئی۔ فائدہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دیکھا یہ معنی ہے دوسروں کے حق میں بیع جدید شمار ہو گا، اگر اس کو فسخ شمار کریں پھر تو مجھے شفعے کا حق دوبارہ نہیں ملتا بھئی، تو لہٰذا یہ بیع جدید ہے پھر شفعے کا حق مل جائے گا۔

تو کہتے ہیں: وَهِيَ فَسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ غَيْرِهِمَا فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، یہ فسخ ہے دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں، بیع جدید ہے، نئی بیع ہے مولانا ان دونوں کے علاوہ کے حق میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں۔

وَهَلَاكُ الثَّمَنِ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقَالَةِ وَهَلَاكُ الْمَبِيعِ يَمْنَعُ صِحَّتَهَا. بھئی بیع جانتے ہیں مولانا آپ، بتلایئے بیع کا دارومدار کس چیز پر ہوتا ہے، ثمن پر ہوتا ہے یا مبیع پر ہوتا ہے؟ مبیع پر۔ یاد رکھو میں نے بتلایا تھا آپ کو بیع کا دارومدار مبیع پر ہوتا ہے، مبیعہ ہے تو بیع ہے، مبیعہ نہیں تو بیع بھی نہیں۔ دیکھو میں نے آپ سے ایک گھڑی خریدی دس ہزار روپے کی بھئی، ابھی میں نے گھڑی پر قبضہ نہیں کیا گھڑی آپ کے پاس ہی ہے گھر کے اندر پڑی ہے بھئی، آپ گھڑی لینے کے لیے اندر گئے بھئی، گھڑی اٹھا کر لا رہے تھے اچانک وہ گھڑی گری ٹوٹ گئی یا آگ میں گری جل گئی، تو مبیعہ ختم ہوا۔ مبیعہ ختم ہوتے ہی آپ نے پڑھا تھا مبیعہ ختم ہو جائے تو بیع ہی کیا ہو جاتی ہے؟ ختم ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا بیع کا دارومدار کس پر ہے؟ مبیع پر ہے، ثمن پر نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ دیکھو میں لایا تھا جیب میں دس ہزار روپے بھئی، میں نے آپ سے گھڑی خریدلی، خریدنے کے بعد، یہ بیع سے پہلے میں نے نکال کر سامنے رکھے تھے دس ہزار روپے، میں نے کہا بھئی ان دس ہزار کے بدلے کیا کرو مجھے اپنی گھڑی فروخت کر دو، آپ نے قبول کر لیا بیع ہو گئی۔ تو یہ دس ہزار ثمن ہیں مولانا۔ کیا ہیں؟ ثمن۔ اب یہ ثمن میں نے ابھی آپ کو دیے نہیں تھے کہ اچانک ایک دم تیز ہوا آئی ان پیسوں کو اڑایا اور قریب آگ میں گرے جل گئے، یا دریا میں گرے بھئی چلے گئے۔ اب آپ کیا حکم لگائیں گے بیع ختم ہو گئی؟ نہیں مولانا، ثمن کے ختم ہونے سے بیع ختم نہیں ہوتی، ہاں اب مجھے اس جیسے اور دس ہزار دینے پڑیں گے۔

تو دیکھو مبیعہ ختم ہو تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ ختم، ثمن ختم ہو تو بیع ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کا مثل دینا پڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا بیع کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ مبیع پر ہے۔ لہٰذا یاد رکھو اقالے کے اندر مبیعے کا ہونا ضروری۔ اقالہ کر رہے ہیں تو مبیعہ واپس کرو گے تو ثمن واپس لو گے، اگر مبیعہ ہی ختم ہے تو پھر کس چیز کا اقالہ کرتے ہو؟ مبیعہ ہی نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو لہٰذا اگر بیع ہوئی، میں نے آپ سے گھڑی دس ہزار میں خریدی آپ نے گھڑی مجھے دی دس ہزار لے لیے، وہ گھڑی میرے پاس ضائع ہو گئی اب اقالہ ہو سکتا ہے؟ نہیں بھئی، کیونکہ مبیعہ ہی ختم۔ لیکن وہ گھڑی میرے پاس ہے وہ والے دس ہزار روپے آپ کے پاس سے ختم ہو گئے اب اقالہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے، میں آپ کو گھڑی دے دوں گا آپ وہ والے دس ہزار نہیں ہیں تو اس جیسے کیا کرنا؟ دس ہزار مجھے اور دے دینا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

تو یہی بات کر رہے ہیں: وَهَلَاكُ الثَّمَنِ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقَالَةِ، ثمن کا ہلاک ہو جانا یہ روکتا نہیں ہے اقالے کے صحیح ہونے کو، وَهَلَاكُ الْمَبِيعِ يَمْنَعُ صِحَّتَهَا اور مبیعے کا ہلاک ہو جانا یہ روک دیتا ہے اقالے کے صحیح ہونے کو۔

وَإِنْ هَلَكَ بَعْضُ الْمَبِيعِ جَازَتِ الْإِقَالَةُ فِي بَاقِيهِ. بھئی صورت مسئلہ یہ کہ میں نے آپ سے مثلاً سو قفیز گندم خریدی تھی، سو قفیز گندم میں نے آپ سے سو درہم میں خرید لی۔ اب اقالہ میں کرنا چاہتا ہوں، تو یہاں پر مبیعہ کیا ہے مولانا؟ سو قفیز گندم، اور ثمن کیا ہیں؟ سو درہم۔ تو لہٰذا اقالے کے لیے کس چیز کا ہونا ضروری؟ مبیعہ یعنی سو قفیز کا ہونا ضروری۔ لیکن اگر سارا مبیعہ نہ ہو کچھ ہو تو بھی اقالہ صحیح ہے، جتنا ہو گا اتنے میں ہی کیا کر لیں گے؟ اقالہ کر لیں

گے۔ بیعہ ہونا ضروری ہے چاہے تھوڑا باقی ہو چاہے زیادہ۔ اب یہاں سو قفیز تھے اس سو قفیز میں سے پچاس قفیز آپ کھا چکے ہیں یا پچاس قفیز آپ سے ضائع ہو گئے اب اقالہ کرنا چاہتے ہیں، تو اقالہ کتنے میں ہو گا؟ کچھ بیعہ تو باقی ہے تو پچاس قفیز دے دیں گے اور پچاس قفیز کے کتنے پیسے بنتے ہیں؟ پچاس درہم، اس سے پچاس درہم لے لیں گے مولانا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو کہتے ہیں: وَإِنْ هَلَكَ بَعْضُ الْمَبِيعِ، اور اگر ہلاک ہو جائے کچھ مبیعہ جَازَتِ الْإِقَالَةُ فِي بَاقِيهِ تو اقالہ جائز ہے باقی بیعے کے اندر۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۷: باب المرابحۃ والتولیۃ (۱): مرابحہ اور تولیہ کی تعریف، شرائطِ صحت، ثمنِ اول میں مصارف (رنگائی، سلائی، حمل) کے ضم کا ضابطہ

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۰ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ۔ الْمُرَابَحَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ وَالتَّوْلِيَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ وَلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالتَّوْلِيَةُ حَتَّى يَكُونَ الْعِوَضُ مِمَّا لَهُ مِثْلٌ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

آج ہم بیع مرابحہ اور بیع تولیہ کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔ بیع مرابحہ اور بیع تولیہ۔ بیع مرابحہ یاد رکھو بھئی سمجھ لیں اس کو پہلے آپ۔ بیع مرابحہ اس چیز کا نام ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز خریدی تھی اور اس چیز کو وہ آگے بیچ رہا ہے تو مشتری کو گزشتہ قیمت بھی بتلاتا ہے بھئی یا اس کو نفع بتلاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ مثلاً ایک آدمی ہے اس نے گھڑی ایک ہزار روپے کی خریدی، اب اس کو آگے بیچنا چاہتا ہے تو مشتری کو بتلاتا ہے کہ میں نے ایک ہزار کی خریدی تھی آپ کو گیارہ سو میں دے دوں گا، تو یہ کیا کہلائے گی؟ بیع مرابحہ کہلائے گی۔ یا یوں کہتا ہے گیارہ سو کی گھڑی بیچتے ہوئے کہتا ہے بھئی یہ گھڑی میں آپ کو گیارہ سو کی دوں گا اور میرا نفع اس میں صرف سو روپیہ ہے۔ کتنا ہے نفع؟ سو روپیہ۔ جب نفع بتادیا تو گزشتہ قیمت گویا بتلادی یا نہیں بتلادی بھئی؟ بتلادی، معلوم ہوا جب سو نفع ہے تو اس نے کتنے کی خریدی ہوگی یہ چیز؟ ایک ہزار کی۔ تو بیع مرابحہ میں اسی گزشتہ قیمت اور ساتھ نفع کے چیز کو بیچا جاتا ہے۔ گزشتہ قیمت کتنی تھی؟ ہزار، اور ساتھ نفع ملاؤ ایک سو، تو اس پر چیز کو بیچ دیا۔ اور بیع تولیہ وہ ہے جس میں مشتری کو بتلاتا ہے کہ جس قیمت پر میں نے خریدی تھی اسی قیمت پر آپ کو بھی دے رہا ہوں، تو یہ کیا کہلاتی ہے؟ بیع تولیہ کہلاتی ہے۔

صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ اب آپ مجھے بتایئے مولانا ایک آدمی ہے وہ ایک موبائل پانچ ہزار کا خرید کر لایا، آگے اب وہ پانچ ہزار پانچ سو میں بیچتا ہے، یہ کون سی بیع ہے؟ مرابحہ؟ نہیں بھئی یہ مرابحہ نہیں ہے، یہ تو مطلق بیع ہے۔ میں نے ابھی بتلایا کہ صرف بیچنا نہیں ہے بلکہ مشتری کو کیا کرنا ہے؟ گزشتہ قیمت، قیمت خرید یا پھر نفع بتلانا ضروری ہے: یہ موبائل میں آپ کو پانچ ہزار پانچ سو میں فروخت کرتا ہوں اور میں نے کتنے میں خریدا تھا؟ پانچ ہزار میں خریدا تھا۔ یا یوں کہتا ہے: یہ موبائل میں آپ کو پانچ ہزار پانچ سو میں فروخت کرتا ہوں اور میرا نفع صرف کتنا ہے؟ پانچ سو روپے۔ تو یہ بیع مرابحہ ہے، گزشتہ قیمت کا بتلانا ضروری یا یوں کہو نفع کا بتلانا ضروری ہے بھئی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۸۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الْمُرَابَحَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ وَالتَّوْلِيَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ وَلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالتَّوْلِيَةُ حَتَّى يَكُونَ الْعِوَضُ مِمَّا لَهُ مِثْلٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «المرابحة: نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح والتولية: نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول من غير زيادة ربح ولا تصح المرابحة ولا التولية حتى يكون العوض مما له مثل» منقول ہے۔

جبکہ بیع تولیہ بھئی: اسی طرح ایک آدمی ایک موبائل پانچ ہزار کا لایا اور آگے پانچ ہزار ہی کا فروخت کرتا ہے، یہ کون سی بیع ہے؟ تولیہ؟ نہیں بھئی یہ نہیں ہے تولیہ، ابھی تو میں نے بتلایا بھئی یہ تو مطلق بیع ہے، بلکہ کیا کرے؟ مشتری کو بھی بتلائے میں نے کتنے کی خریدی؟ پانچ ہزار ہی کا یہ موبائل خریدا بھئی۔ یا یوں کہے: یہ موبائل میں آپ کو پانچ ہزار میں بیچ رہا ہوں اور میں نے اس میں کچھ بھی نفع نہیں کمایا بھئی، کوئی نفع اس میں میرا نہیں ہے۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو بیع مرابحہ اور بیع تولیہ کے اندر اس سے پہلے ایک بیع کا ہونا ضروری ہے۔ بھئی پہلے بیع ہو گی تو پھر ہی کہیں گے نا کہ گزشتہ قیمت پر ہی بیچ رہا ہوں یا ساتھ نفع کے بیچ رہا ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کیونکہ بیع مرابحہ نام ہی کس چیز کا ہے کہ جس قیمت پر خریدی ہے اس کے ساتھ نفع کو ملا کر آگے بیچ رہا ہے، تو پہلے خرید ناضروری ہے یا نہیں بھئی چیز کا؟ ضروری ہے، تو اس سے پہلے بھی ایک بیع کا ہونا ضروری۔ اسی طرح بیع تولیہ کے اندر بھی پہلے ایک بیع کا ہونا ضروری، کیونکہ آگے کس قیمت پر بیچ رہا ہے؟ اسی قیمت پر جس قیمت پر خریدی تھی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں دیکھیے اب تعریف سمجھ میں آگئی بھئی آپ کو، اب دیکھیے صاحب کتاب کے لفظوں میں اسے بھئی۔ کہتے ہیں: اَلْمُرَابَحَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ، مرابحہ وہ نقل کرنا ہے، منتقل کرنا ہے مَا اس بیعے کو مَلَكَهُ، مَا سے کیا مراد ہے مولانا؟ مبیعہ مراد ہے، وہ نقل کرنا ہے اس بیعے کو مَلَكَهُ جس کا یہ بیچنے والا کیا بنا تھا؟ مالک بنا تھا۔ کیسے مالک بنا تھا؟ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ کس کے ذریعے؟ عقد اول، ایک دفعہ پہلے عقد وہ کرے، خریدا بھی تو تھا اس نے بھئی، وہ خرید بھی ہے، تو عقد اول کے ذریعے اس کا مالک بنا ہے۔ تو اس کو نقل کرتا ہے، منتقل کرتا ہے یعنی آگے عقد کر رہا ہے بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، کس کے عوض میں؟ ثمن اول مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، ربح کہتے ہیں نفع کو، ثمن اول ساتھ نفع کی زیادتی کے بھئی۔

بھئی وہ موبائل کتنے کا خرید کر لایا تھا؟ پانچ ہزار کا۔ تو دیکھو اب اسی چیز کو آگے بیچ رہا ہے، منتقل کر رہا ہے، تو وہ چیز جس کا وہ مالک بنا تھا عقد اول کی وجہ سے اس کو منتقل کر رہا ہے، کس کے عوض میں منتقل کر رہا ہے آگے؟ ثمن اول مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، ثمن اول ہے اور ساتھ نفع کی زیادتی ہے، پانچ ہزار پانچ سو میں دے رہا ہے تو پانچ ہزار وہی اور ساتھ پانچ سو نفع کی زیادتی ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ تو مرابحہ نقل کرنا ہے اس چیز کا جس کا وہ مالک بنا تھا عقد اول کی وجہ سے، کس کے عوض میں؟ ثمن اول کے ساتھ نفع کی زیادتی کے عوض میں بھئی۔

وَالتَّوْلِيَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ۔ اور تولیہ وہ نقل کرنا ہے مَا اس بیعے کو جس کا وہ مالک بنا ہے، کس وجہ سے مالک بنا ہے؟ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ عقد اول کی وجہ سے اس کا مالک بنا ہے، اب اس کو منتقل کرنا بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ کس کے عوض میں آگے منتقل کرنا؟ ثمن اول کے عوض میں ہی مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ نفع کی زیادتی کے بغیر بھئی۔

وَلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالتَّوْلِيَةُ حَتَّى يَكُونَ الْعِوَضُ مِمَّا لَهُ مِثْلٌ۔ اور صحیح نہیں ہے بیع مرابحہ اور بیع تولیہ یہاں تک کہ عوض جو ہے مِمَّا ان چیزوں میں سے ہو لَهُ مِثْلٌ جس کا کیا ہو؟ مثل ہو بھئی۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی چیزیں دو قسم پر ہیں بھئی: کچھ ذوات الامثال ہیں اور کچھ ذوات القیم ہیں، سمجھ میں آیا؟ یا یوں کہو کچھ چیزیں وہ ہیں جو مثلیات ہیں، کچھ ذوات القیم ہیں۔ مثلیات کون سی چیزیں ہیں جن کا مثل مل جاتا ہو۔ ذوات القیم یعنی قیمت والی کون سی ہیں جن کا مثل نہ ملتا ہو۔

بھئی آپ بازار سے ایک سیر چینی لے کر آئے، اب آپ بتائیے اس چینی کا مثل ملتا ہے یا نہیں ملتا؟ ملتا ہے بھئی، کسی بھی دکان پہ آپ چلے جائیں ویسی ایک سیر چینی آپ لے لیں گے۔ تو وزنی جتنی چیزیں ہیں یہ مثلیات میں سے ہیں، جن کو تول کر بیچا جاتا ہے یہ سب کس میں سے ہیں؟ مثلیات میں سے۔ اچھا، اسی طرح جو چیزیں ماپ کر بیچی جاتی ہیں وہ بھی مثلیات میں سے ہیں۔ مثلاً مولانا آپ دودھ لیتے ہیں ماپ کر بھئی، وہ برتن میں ماپ کر آپ کو دیتا ہے، تو یہ دودھ کس میں سے ہے؟ مثلیات میں سے ہے۔ مثلاً آپ نے ایک جگہ سے پانچ لیٹر دودھ خریدا، اچھا بھئی اس کا مثل آپ کو ملے گا یا نہیں اور جگہوں سے بھئی؟ مل جائے گا، اس جیسا دودھ دوسری دکان پہ بھی چلے گئے وہاں سے بھی کیا ہے پانچ لیٹر آپ دودھ خریدتے ہیں یہ بھی اسی کی طرح ہے بھئی۔

اسی طرح گندم ہے، میں نے بتلایا کہ اس کو ماپ کر بھئی دیہات میں اب بھی بیچا جاتا ہے اگرچہ شہروں وغیرہ میں تول کر بیچا جاتا ہے، لیکن قدیم زمانے میں اس کو ماپا جاتا تھا، اس کا ایک برتن ہوتا تھا جیسے دودھ ایک ایک برتن بھرتے ہیں بھئی کہتے ہیں ایک لیٹر اتنے کا، اسی طرح ان کا ایک پیمانہ تھا جسے قفیز کہتے تھے بھئی۔ تو گندم بھی ماپی جانے والی چیزوں میں سے ہے بھئی۔ اور جو چیز ماپی جاتی ہے میں نے بتلایا وہ کس میں سے ہے، ذوات القیم میں سے یا مثلیات میں سے؟ مثلیات میں سے۔ تو جو چیزیں تولی جاتی ہیں یا جو چیزیں ماپی جاتی ہیں وہ کس میں سے ہیں؟ مثلیات۔ اسی طرح جس چیز کا بھی مثل ملتا ہو، اس جیسی چیز ملتی ہو وہ مثلیات میں سے ہے۔

مثلا مولانا نئی گاڑی آپ نے خریدی، نئی گاڑی، اب آپ بتایئے یہ مثلیات میں سے ہے یا ذوات القیم میں سے؟ مثلیات میں سے ہے، آپ اس دکان سے نئی گاڑی خریدیں وہی گاڑی ویسی ہی ملے گی آپ کو، دوسری دکان سے خریدیں تو بھی ویسی ہی ملے گی۔ ہاں گاڑی جب استعمال ہو گئی تھوڑی سی اب یہ ذوات القیم میں سے بن گئی۔ کس میں سے بن گئی؟ ذوات القیم میں سے۔ اب آپ کے پاس ایک گاڑی ہے ایک سال استعمال شدہ ہے، اب کوئی آپ سے کہے اس جیسی ایک اور گاڑی لا دو مجھے، آپ کہیں سے لا سکتے ہیں بھئی؟ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ ایسی گاڑی ڈھونڈ سکتے ہیں جو ایک سال چلی ہو اور یہی ماڈل ہو، ایسا ہی ہو سکتا ہے، لیکن کیا وہ اس جیسی ہو گی؟ آپ نے تو بڑی احتیاط سے استعمال کی تھی دوسرے نے پتا نہیں کیسی استعمال کی ہو، تو لہذا پھر وہ مثلیات میں نہیں رہے گی بلکہ کس میں داخل ہو جائے گی؟ ذوات القیم میں۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو لہذا اب گاڑیاں جو ہیں یہ گن کر بیچی جانے والی چیزیں ہیں، تو جو چیزیں گن کر بیچی جاتی ہیں ان کے اندر بھی اگر مثل ملتا ہو تو مثلیات میں سے، مثل نہ ملتا ہو تو مثلیات میں سے نہیں۔ جیسے انڈے ہیں مولانا، یہ گن کر بیچے جاتے ہیں، تو اب ان کا مثل ملتا ہے یا نہیں ملتا مولانا؟ ملتا ہے، تو یہ بھی کس میں سے ہیں؟ مثلیات۔ بکریاں ہیں مولانا، گن کر بیچی جاتی ہیں بھئی، اب آپ بتایئے یہ مثلیات میں سے ہیں یا ذوات القیم میں سے؟ جی؟ ذوات القیم۔ بھئی بکریاں ساری ایک جیسی ہوتی ہیں؟ نہیں۔ بھئی انڈے تو سارے ایک جیسے شمار ہوتے ہیں بھئی، لیکن بکریاں ایک جیسی ہوتی ہیں، سب کی ایک ہی قیمت ہوتی ہے؟ نہیں بھئی، ہر بکری کی الگ قیمت ہے۔ تو آپ نے ایک بکری مثلا خریدی چھ ہزار کی، اب اسی جیسی کوئی دوسری بکری لا سکتے ہیں آپ؟ نہیں بھئی۔ زیادہ سے زیادہ آپ تلاش کر لیں گے بڑا زور لگا کر بھئی اس جیسے قد کاٹھ والی اس جیسی موٹی تازی ایک بکری آپ کو مل گئی، لیکن پھر بھی یہ دونوں ایک جیسی نہیں مولانا کیونکہ باطنی صفات الگ الگ ہوتی ہیں: یہ والی جو بکری خریدی تھی اس کا دودھ نکالو آرام سے نکالنے دیتی ہے اور وہ دوسری بکری تو آرام سے دودھ ہی نہیں نکالنے دیتی، تو صفات الگ ہو گئیں یا نہیں ہو گئیں؟ تو لہذا یہ مثلیات میں سے نہیں ہیں، یہ کس میں سے ہیں؟ ذوات القیم۔

تو یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی، جس چیز کا مثل ممکن ہو وہ مثلیات میں سے، جس کا مثل ممکن نہیں وہ کس میں سے؟ ذوات القیم۔ اور میں نے بتلایا کون کون سی چیزیں مثلیات میں سے ہیں: جو تولی جاتی ہیں، جو ماپی جاتی ہیں، اور جن کو گن کر بیچا جاتا ہے اور اس میں فرق کو شمار نہیں کیا جاتا، کوئی معمولی فرق ہو بھی، انڈے گن کر بیچے جاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ سارے انڈے بالکل ایک جیسے ہوتے ہیں تھوڑا تھوڑا تو فرق تو ہو گا لیکن اس فرق کو کوئی شمار نہیں کرتا بھئی۔

اب آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی: آپ بیع مرابحہ یا بیع تولیہ کرنے لگے ہیں کسی چیز کی، تو بیع تولیہ اور بیع مرابحہ اسی صورت میں ممکن ہے، بھئی بیع مرابحہ یا تولیہ سے پہلے ایک بیع کا ہونا ضروری تھا یا نہیں؟ ضروری تھا۔ تو یہ بیع تولیہ یا مرابحہ اسی صورت میں صحیح ہو گا جب آپ نے یہ چیز مثلی کے بدلے خریدی ہو۔ جب جس چیز کی آپ بیع مرابحہ یا تولیہ کرنے لگے ہیں اس کو آپ نے کس کے بدلے میں خریدا ہو؟ مثلی کے بدلے خریدا ہو، ورنہ بیع تولیہ یا مرابحہ صحیح نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

دیکھو کیسے: میں نے مثلا ایک گاڑی ہے میں نے تین لاکھ میں خریدی بھئی۔ اب میں آگے اس کی بیع مرابحہ کرنا چاہتا ہوں تو آپ سے کہتا ہوں کہ میں نے یہ گاڑی تین لاکھ میں خریدی ہے آپ کو تین لاکھ پچیس ہزار میں دے دوں گا۔ اب آپ بتایئے آپ کے لیے تین لاکھ پچیس ہزار دینا آسان ہو گا یا نہیں بھئی؟ جی؟ کیوں بھئی؟ بھئی تین لاکھ پچیس ہزار، یہ مل جاتے ہیں یا نہیں مل جاتے یہ مثل اس کا بھئی؟ بھئی پیسے مثلیات میں سے ہیں، مثلی چیز مل جایا کرتی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ آپ کے پاس ہیں ہی نہیں وہ تو الگ مسئلہ ہے اس کی بات نہیں ہو رہی، لیکن اگر ہوتے ہیں تو اس جیسے سوا تین لاکھ، اس کا مثل مل گیا یا نہیں آپ کو آسانی سے بھئی؟ مل گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ مل گیا بھئی۔

تو دیکھو مثلیات کے ذریعے میں نے ایک چیز کو خریدا تھا۔ آپ جانتے ہیں مولانا یہ سونا، چاندی، درہم، دینار، کرنسی، یہ کس میں سے ہیں؟ ہیں ثمن لیکن یہ مثلیات میں سے ہیں، کیونکہ سونے اور چاندی کو کیا کیا جاتا ہے؟ وزن کیا جاتا ہے، اسی طرح درہم اور دینار ہیں مولانا ان کو بھی گنا بھی جاتا ہے اور وزن بھی کیا جاتا ہے، اسی طرح کرنسی ہے مولانا کرنسی کو کیا کیا جاتا ہے؟ گنا جاتا ہے، تو کیا نوٹوں کے اندر جو فرق ہوتا ہے اس کو کوئی شمار کرتا ہے؟ نہیں بھئی شمار نہیں کرتا، تو یہ مثلیات میں سے ہیں۔ اب یہ جو میں نے گاڑی خریدی تھی کس کے بدلے میں خریدی تھی، کسی مثلی چیز کے بدلے میں خریدی تھی یا ذوات القیم کے بدلے خریدی تھی؟ مثلی چیز، کیونکہ میں نے پیسے دیے تھے اور پیسے کس میں سے ہیں؟ مثلیات میں سے ہیں۔ اب میرے لیے بیع مرابحہ کرنا ممکن ہے کہ میں آپ سے وہی ثمن بھی وصول کروں اور ساتھ نفع بھی وصول کروں۔ وہی ثمن کتنے ہیں؟ تین لاکھ، اور تین لاکھ جس کے پاس بھی مال ہے وہ تین لاکھ روپے ادا

کرنے پر قادر ہے اور ساتھ نفع دینے پر بھی قادر ہے۔

لیکن اگر یہی گاڑی میں نے ذوات القیم کے بدلے خریدی ہوتی، مثلا یہی گاڑی میں نے خریدی کسی سے اور بدلے میں میں نے اس کو پیسے نہیں دیے تھے بلکہ سو بکریاں دی تھیں بھئی۔ کیا کیا تھا؟ سو بکریاں دی تھیں گاڑی کے بدلے میں مولانا۔ اب اس گاڑی کی میں آگے بیع مرابحہ کرنا چاہتا ہوں، اور بیع مرابحہ تو کس کے ذریعے ہوتی ہے؟ وہ ثمن اول بھی ساتھ وصول ہوتے ہیں اور ساتھ نفع بھی وصول ہوتا ہے۔ اب میں آپ کو کہوں گا بھئی یہ گاڑی میں نے سو بکریوں کے بدلے خریدی تھی آپ کے ساتھ میں بیع مرابحہ کرتا ہوں، آپ یوں کریں سو بکریاں بھی دے دیں اور کچھ نفع مجھے دے دیں، دس بکریاں اوپر دے دیں بھئی، یا یوں سمجھیں دس ہزار مجھے اوپر دے دیں۔ سو بکریاں یہ تو وہی کیا ہے؟ ثمن اول، اور ساتھ کیا آگیا؟ نفع۔ تو اب اس پر کوئی بھی قادر نہیں، کوئی انہیں جیسی سو بکریاں لا سکتا ہے بھئی؟ نہیں، کیونکہ بکریاں کس میں سے ہیں؟ ذوات القیم، جن کا تو مثل ممکن ہی نہیں بھئی۔ بکریاں لے بھی آئے وہ اس جیسی سو بکریاں نہیں ہوں گی، وہ الگ قسم کی تھیں یہ الگ قسم کی ہیں۔ تو لہذا بیع مرابحہ دیکھا اگر ذوات القیم کے بدلے پہلی بیع کی تھی تو آگے مرابحہ ممکن ہے؟ مرابحہ ممکن ہی نہیں ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے کہ نہیں آرہی بھئی؟

ہاں اگر یہ گاڑی میں نے مثلا مثلی کے بدلے خریدی تھی مثلا گندم: میں نے یہ گاڑی خریدی ہزار قفیز گندم کے بدلے میں۔ کتنے قفیز؟ ہزار قفیز۔ اب میں اس کی بیع مرابحہ کرنا چاہتا ہوں تو اب ممکن ہے، آرام سے ہو جائے گی بھئی۔ مثلا میں آپ سے کیا کہتا ہوں؟ میں نے تو ہزار قفیز کے بدلے یہ گاڑی خریدی ہے، میں آپ کے ساتھ بیع مرابحہ کرتا ہوں آپ یوں کریں مجھے گیارہ سو قفیز گندم دے دیں۔ تو گیارہ سو قفیز گندم آپ کو ملنا آسان ہے یا مشکل ہے بھئی؟ آسان ہے بھئی، کہیں سے بھی وہ گندم خریدے گا گیارہ سو قفیز اور میرے حوالے کر دے گا۔ تو مثلی چیز دوسرا آرام سے لا کر دے دے گا، لیکن ذوات القیم کے بدلے خریدی تھی پھر تو وہ اس جیسی چیز لا ہی نہیں سکتا۔ جب نہیں لا سکتا تو بیع مرابحہ کے اندر تو تھا ہی کیا، کس کے بدلے بیچنا ہے؟ مثل ثمن اول مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ بھئی۔ فرق سمجھ میں آیا بھئی؟

اور اسی طرح اگر بیع تولیہ کریں، اسی کو مثال بنالیں: میں نے ہزار قفیز کے بدلے یہ گاڑی خریدی تھی اب آپ کے ساتھ بیع تولیہ کرتا ہوں، تو آپ کو کیا کہوں گا مجھے کتنے لا دو؟ میں نے ہزار قفیز کے بدلے خریدی ہے آپ بھی مجھے کتنے قفیز گندم دے دیں؟ ہزار قفیز۔ آپ آرام سے ہزار قفیز کا بندوبست کر لیں گے، کہیں سے بھی بندوبست ہو سکتا ہے اس کا بھئی۔ لیکن اگر اس کو میں نے کس کے بدلے خریدا تھا؟ کسی ذوات القیم کے بدلے، مثلا یہ گاڑی میں نے خریدی تھی بدلے میں اپنی ایک اور پرانی گاڑی دی تھی۔ یہ گاڑی خریدی اور بدلے میں کیا دی تھی؟ پرانی گاڑی دی تھی، اور پرانی گاڑی کس میں سے ہے؟ ذوات القیم میں سے، تو میں نے پہلی بیع ذوات الامثال کے بدلے نہیں کی بلکہ کس کے بدلے کی ہے؟ ذوات القیم۔ اب اس کی بیع مرابحہ آگے ممکن نہیں۔ بیع مرابحہ تو کس کو کہتے تھے؟ ثمن اول مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ۔ اب میں آپ کے ساتھ بیع مرابحہ کرتا ہوں تو کیسے کروں گا؟ کہ بھئی میں نے اس کے بدلے وہ گاڑی دی تھی اپنی، آپ بھی اس جیسی ایک گاڑی لا دو اور ساتھ تھوڑا مثلا ہزار روپے نفع دے دو۔ اب اگلا شخص اس جیسی چیز لا سکتا ہے؟ نہیں، کیونکہ ذوات القیم تو اس جیسی ملتی ہی نہیں ہے، ذوات الامثال ہوتے تو پھر وہ آرام سے ڈھونڈ لیتا لے آتا بھئی دے دیتا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی سب کو؟

اسی لیے کہا: وَلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالتَّوْلِيَةُ حَتَّى يَكُونَ الْعِوَضُ مِمَّا لَهُ مِثْلٌ، اور صحیح نہیں ہے مرابحہ بھی اور تولیہ بھی حَتَّى يَكُونَ الْعِوَضُ یہاں تک کہ عوض ہو مِمَّا ان چیزوں میں سے لَهُ مِثْلٌ کہ جس کا کیا ہو؟ مثل بھی ہوتا ہو۔

وَيَجُوزُ أَنْ يُضِيفَ إِلَى رَأْسِ الْمَالِ أُجْرَةَ الْقَصَّارِ وَالصَّبَّاغِ وَالطَّرَّازِ وَالْفَتْلِ وَأُجْرَةَ حَمْلِ الطَّعَامِ وَيَقُولُ قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا۔ اچھا، بھئی تاجروں کے ہاں جب وہ کوئی چیز خریدتے ہیں تو جو باربرداری کا خرچہ ہوتا ہے وہ بھی ساتھ ملاتے ہیں۔ گاؤں کا ایک آدمی آتا ہے شہر سے بہت سا سامان خرید کر لے جاتا ہے، تو یہ جو سامان لے جانے پر خرچہ آیا یہ بھی خرچہ وہ ساتھ ملائے گا یا اپنی جیب سے دے گا؟ ملائے گا بھئی، مثلا یہاں ایک چیز دس کی ہے تو اب وہ اسی حساب سے وہاں دس کی نہیں بیچے گا بلکہ گیارہ کی بیچے گا، ساری چیزوں میں تھوڑا تھوڑا نفع لگا کر اس خرچے کو پورا کرے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ مثلا ایک چیز ہے آپ جاپان سے منگواتے ہیں، تو وہاں سے آپ نے پانچ لاکھ کی خریدی لیکن لاتے لاتے تین لاکھ اور لگ گئے اس پر، تو اب آپ پانچ لاکھ کی بیچیں گے؟ نہیں۔ یا چھ لاکھ کی بیچ کر کہیں گے میں نے نفع کے ساتھ بیچی؟ نہیں، بلکہ آپ کیا کریں گے؟ وہ خرچہ بھی ساتھ ملائیں گے پھر اس کے اوپر کیا کریں گے؟

نفع کمائیں گے۔ آپ یوں کہیں گے یہ گاڑی مجھے آٹھ لاکھ کی پڑی ہے اب نفع بھی کمانا ہے تو میں نو لاکھ کی بیچوں گا بھئی۔[۲]

تو کچھ ایسے خرچے ہیں جو تاجر ملاتے ہیں کچھ وہ خرچے ہیں جو تاجر نہیں ملاتے بھئی۔ تو ضابطہ یاد رکھیں: جو خرچے عموماً تاجروں کے ہاں ملائے جاتے ہیں آپ بھی بیع مرابحہ اور تولیہ کے اندر وہ خرچے ملاسکتے ہیں۔ مثلاً مولانا دیکھو آپ نے چین سے کپڑا منگوایا پانچ لاکھ روپے کا کپڑا۔ کپڑا پانچ لاکھ کا چلا وہاں سے اور یہاں پہنچتے پہنچتے اس پر پچاس ہزار اور خرچہ آگیا، یہ باربرداری کا خرچہ ہوا۔ پھر آپ نے کیا کیا بھئی؟ اس کو کچھ کپڑے میلے ہوگئے تھے بھئی راستے میں، اب آپ نے سارے اس کپڑے کو بھئی ڈرائی کلین کروایا بھئی، دھلوایا بھئی کہیں سے بھئی۔ تو یہ جو خرچہ آیا یہ مثلاً یہ بھی پچاس ہزار خرچہ ہوا، یہ بھی کیا کریں گے آپ ساتھ ملاسکتے ہیں، باربرداری کا بھی اور یہ دھوبی وغیرہ کا خرچہ بھی۔

اب کپڑے صاف ستھرے ہوگئے مولانا۔ پھر آپ نے کیا کیا؟ ان پر رنگ چڑھایا بھئی نیا رنگ، سفید مثلاً کپڑا تھا اب آپ نے رنگ کروایا، رنگریز کے پاس لے گئے۔ ایک ہوتا ہے رنگساز ایک ہوتا ہے رنگریز، فرق جانتے ہو؟ رنگساز وہ ہے جو رنگ بناتا ہے، رنگریز وہ ہے جو رنگ لگائے گا بھئی کپڑے وغیرہ پر۔ تو اب آپ اس کپڑے کو کس کے پاس لے گئے؟ رنگریز کے پاس، اس نے سارے کپڑوں کو بھئی سرخ رنگ دیا مثلاً، تو اس پر بھی آپ کا پچاس ہزار خرچہ آگیا تو اس کو بھی کیا کرسکتے ہیں آپ ساتھ؟ اس کو ساتھ ملائیں گے بھئی۔ اچھا اس کے بعد بھئی اب اس کپڑے پر آپ نے کشیدہ کاری بھی کروالی بھئی، بیل بوٹے بھی بنوائے بھئی کسی کارخانے سے بھئی، تو اب یہ خرچہ بھی کیا کیا جائے گا؟ یہ بھی مثلاً پچاس ہزار اور خرچہ ہوگیا اس پر۔ اس کے بعد بھئی آپ نے کیا کیا؟ اس کے کناروں پر بھئی وہ جو عورتیں لگاتی ہیں بھئی وہ لیس کہتے ہیں، لیس بھئی وہ کپڑوں کے دوپٹے وغیرہ کے کنارے پر جو جھالر سی لگواتی ہیں لیس اس کو کہتے ہیں بھئی، وہ لگوائی بھئی، اس کا بھی پچاس ہزار خرچہ آیا مولانا، تو اس کو بھی کیا کیا جائے گا؟ ملایا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

دیکھیے بھئی، تو کہتے ہیں: وَيَجُوزُ، اور جائز ہے أَنْ يُضِيفَ إِلَى رَأْسِ الْمَالِ۔ بھئی راس المال کہتے ہیں وہ مال جس پر وہ چیز خریدی تھی۔ چین سے کپڑا کتنے کا خریدا تھا آپ نے؟ پانچ لاکھ، تو یہ راس المال ہے۔ پانچ لاکھ کیا ہے؟ راس المال۔ اور جائز ہے کہ اضافہ کیا جائے، ملایا جائے إِلَى رَأْسِ الْمَالِ کس کے ساتھ؟ راس المال کے ساتھ۔ کس چیز کو ملایا جائے؟ أُجْرَةَ الْقَصَّارِ، قصار کہتے ہیں دھوبی کو بھئی۔ صَبَّاغٍ رنگریز بھئی وہ رنگ دینے والا کپڑوں کو۔ طَرَّازٍ کشیدہ کاری کرنے والا۔ فَتْلٍ وہ لیس بھئی جو جھالر وغیرہ لگاتے ہیں بھئی، عورتیں کپڑوں کے کناروں پر لگاتی ہیں لیس۔ وَأُجْرَةَ حَمْلِ الطَّعَامِ، اور اسی طرح غلے کے باربرداری کی اجرت یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کی جو اجرت ہے، حمل کا معنی اٹھانا، اس کے اٹھانے کی اجرت یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر جو لے جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو دیکھیے ترجمہ: اور جائز ہے کہ ملایا جائے راس المال کے ساتھ دھوبی کی اجرت کو اور رنگریز کی اجرت کو اور کشیدہ کاری کرنے والے کی اجرت کو وَالْفَتْلِ اور لیس کی اجرت کو وَأُجْرَةَ حَمْلِ الطَّعَامِ اور غلے کی باربرداری کی اجرت کو۔

تو دیکھو مولانا کتنے خرچے ہوگئے؟ کپڑا کتنے کا خریدا تھا آپ نے؟ پانچ لاکھ کا۔ باربرداری پہ کتنا خرچہ ہوا؟ پچاس ہزار، پانچ لاکھ پچاس ہزار ہوگئے۔ پھر دھوبی پر کتنا خرچہ ہوا؟ پچاس ہزار، چھ لاکھ ہوگئے بھئی۔ اس کے بعد بھئی رنگریز کے پاس گئے پچاس ہزار، کتنا ہوا؟ ساڑھے چھ لاکھ۔ اس کے بعد بھئی کشیدہ کاری کرنے والا اس نے خوبصورت پھول وغیرہ کپڑے پر بنائے اس پر بھی کتنا خرچہ؟ پچاس ہزار، کتنے ہوئے؟ سات لاکھ۔ پھر اس کے بعد لیس کا بھی خرچہ ہوا پچاس ہزار، کتنے ہوگئے؟ ساڑھے سات لاکھ خرچہ ہوا۔ اب آپ اس کی بیع مرابحہ کرنا چاہتے ہیں سارے کپڑے کی، تو کیسے بیع مرابحہ کریں گے، کتنے میں کریں گے؟ پانچ لاکھ میں کریں گے مع نفع یا کتنا خرچہ بنا؟ ساڑھے سات لاکھ مع نفع کے کریں گے؟ ہاں ساڑھے سات لاکھ مع نفع کے آپ بیع مرابحہ کریں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہیں گے یہ ساڑھے سات لاکھ کا مجھے کپڑا پڑا ہے آپ کو میں آٹھ لاکھ کا دے دوں گا، یہ بیع مرابحہ ہوگئی۔ یا کہے گا یہ کپڑا مجھے ساڑھے سات لاکھ کا پڑا ہے آپ کو بھی میں ساڑھے سات لاکھ میں دے دوں گا، تو یہ کون سی بیع ہوگئی؟ بیع تولیہ ہوگئی، تو قیمت خرید بھی ذکر کرے۔

وَيَقُولُ قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا وَلَا يَقُولُ اشْتَرَيْتُهُ بِكَذَا۔ اچھا، لیکن بھئی اب بیع مرابحہ کرتے ہوئے مثلاً یہ نہ کہے یہ کپڑا میں نے ساڑھے سات لاکھ کا خریدا ہے آپ کو میں کتنے کا دوں گا؟ آٹھ لاکھ کا دوں گا۔ کیونکہ پھر یہ تو جھوٹ ہوگیا، آپ نے ساڑھے سات لاکھ کا خریدا ہے یا پانچ لاکھ کا خریدا ہے؟ پانچ لاکھ کا۔ تو یوں نہ کہے میں نے اتنے کا خریدا ہے، یوں کہے مجھے اتنے میں پڑا ہے، یہ کپڑا مجھے اتنے میں پڑا ہے، ساڑھے سات لاکھ میں پڑا ہے آپ کو میں آٹھ

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُضِيفَ إِلَى رَأْسِ الْمَالِ أُجْرَةَ الْقَصَّارِ وَالصَّبَّاغِ وَالطَّرَّازِ وَالْفَتْلِ وَأُجْرَةَ حَمْلِ الطَّعَامِ وَيَقُولُ قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يضيف إلى رأس المال أجرة القصار والصباغ والطراز والفتل وأجرة حمل الطعام ولكن يقول:قام علي بكذا» منقول ہے۔

لاکھ میں دے دوں گا۔ صورت سمجھ میں آگئی تاکہ جھوٹ سے بچ جائے بھئی۔ وَيَقُولُ اور یوں کہے: قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا، یہ مجھے اتنے میں پڑا ہے، وَلَا يَقُولُ اشْتَرَيْتُهُ بِكَذَا اور یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدا ہے ورنہ جھوٹ ہو جائے گا۔

فَإِنِ اطَّلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى خِيَانَةٍ فِي الْمُرَابَحَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ وَإِنِ اطَّلَعَ عَلَى خِيَانَةٍ فِي التَّوْلِيَةِ أَسْقَطَهَا مِنَ الثَّمَنِ۔ صورت مسئلہ یہ کہ ایک شخص نے آپ کے ساتھ بیع مرابحہ کی لیکن بعد میں پتا چلا اس نے خیانت کی ہے۔ کیا کی ہے؟ خیانت کی ہے۔ بھئی اس نے ایک چیز آپ کو بیچی اس نے کہا یہ چیز میں نے ایک ہزار روپے کی خریدی ہے آپ کو میں پندرہ سو کی دوں گا۔ کتنے کی دوں گا؟ پندرہ سو کی۔ تو یہ کون سی بیع ہوئی؟ بیع مرابحہ۔ آپ نے خرید لی، بعد میں پتا چلا کہ اس نے ہزار کی نہیں خریدی تھی اس نے تو آٹھ سو میں یہ چیز خریدی تھی۔ تو خیانت ہوئی یا نہ ہوئی بھئی؟ ہو گئی بھئی، خیانت کی۔ یا اسی طرح بیع تولیہ تھی مولانا، اس نے ایک چیز آپ کو بیچی کہ یہ میں نے ہزار روپے میں خریدی ہے آپ کو بھی کتنے کی دے دوں گا؟ ایک ہزار روپے کی دے دوں گا۔ آپ نے خرید لی بیع تولیہ کر لی، بعد میں پتا چلا اس نے ہزار کی نہیں خریدی کتنے کی خریدی ہے؟ آٹھ سو کی خریدی ہے، تو بیع تولیہ میں خیانت ہوئی۔[۳]

اب کیا کریں گے مولانا؟ یاد رکھو دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیع تولیہ کے اندر جب خیانت کا پتا لگ جائے تو ثمن میں کمی کی جائے گی۔ کیا کیا جائے گا؟ ثمن میں کمی۔ بھئی اس نے بتلایا کہ میں نے کتنے کی خریدی ہے؟ ہزار کی، اور آپ کو بھی کتنے کی دے رہا ہوں؟ ہزار کی، لیکن بعد میں پتا چلا اس نے کتنے کی خریدی تھی؟ آٹھ سو کی، اور اس نے آپ کے ساتھ کی ہے بیع تولیہ، اور بیع تولیہ کس چیز کا نام ہے کہ جتنے کی خریدی ہو اتنے کی ہی بیچی جائے۔ لہٰذا اب اس سے دو سو روپیہ واپس لے لیا جائے گا، اس چیز کے ثمن میں کیا کر دی جائے گی؟ کمی، کیونکہ بیع تولیہ اسی صورت میں بنتی ہے نا کہ اس نے آٹھ سو کی خریدی ہے آپ کو بھی کتنے میں دے؟ آٹھ سو میں۔ تو لہٰذا اب کتنے اس سے واپس لے لیے جائیں گے؟ دو سو، تو ثمن میں کمی کی جائے گی مطلب اسی کے برابر کر دیے جائیں گے جتنے میں اس نے خریدی تھی بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ یہ تو تھا بیع تولیہ میں، امام صاحب کیا فرماتے ہیں ثمن میں کیا کی جائے گی؟ کمی، جو اس نے خیانت کی ہے، جو جھوٹ بولا ہے اور زیادہ بتلایا ہے وہ زیادتی وصول کر لی جائے گی اس سے۔

جبکہ بیع مرابحہ کا حکم یہ نہیں ہے۔ بھئی بیع مرابحہ اس نے آپ کے ساتھ کی پندرہ سو میں اور کیا کہا مجھے یہ چیز کتنے کی پڑی تھی؟ ہزار کی پڑی ہے آپ کو میں پندرہ سو کی دیتا ہوں، لیکن بعد میں پتا چلا اس نے کتنے کی خریدی تھی؟ آٹھ سو کی بھئی۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ بیع مرابحہ کے اندر جو اس نے خیانت کی ہے وہ ہم اس سے وصول نہیں کریں گے، ہاں مشتری کو اختیار دے دیں گے: لینا ہے تو پندرہ سو میں اس چیز کو رکھو اور نہیں لینا تو اس کو واپس کر دو۔ یہ نہیں کہ بھئی اب وہ جو پیسے زیادہ بتلائے تھے وہ اس سے جا کر وصول کر لیں جیسے کہ بیع تولیہ میں تھا، اس طرح نہیں کریں گے بلکہ کیا کریں گے بیع مرابحہ میں؟ اختیار دے دیں گے بھئی، اس کے ساتھ دھوکہ تو ہوا ہے لہٰذا اس کو اختیار ہے بھئی لینا ہے تو پورے پیسوں میں لو، نہیں لینا تو پھر واپس کر دو، یہ نہیں کر سکتے کہ جو اس نے خیانت کی ہے جو زیادہ بتلائے ہیں وہ اس سے جا کر وصول کر لو۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے؟

بھئی یہ کیا وجہ ہے کہ امام صاحب بیع تولیہ میں تو فرما رہے ہیں جو خیانت کی ہے تو اسی کے بقدر کیا کر لیں گے؟ ثمن میں کم کر دیں گے اور اس سے جا کر وصول کر لیں گے، اور بیع مرابحہ میں یہ نہیں فرما رہے کہ اتنے کم کر لیں گے بلکہ وہاں کیا فرما رہے ہیں؟ اختیار ہے، لینی ہے تو انہیں پیسوں میں لو نہیں لینی تو واپس کر دو، اختیار ہے تمہارا۔ فرق کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ مولانا کہ پہلی بیع تھی تولیہ، تو وہاں اس نے ایک چیز آپ کو بیع تولیہ کے ساتھ بیچی ہے، کتنے کی خریدی ہے؟ آٹھ سو کی، اور آپ کو اب کتنے بتلا رہا ہے میں نے کتنے میں خریدی ہے؟ ہزار میں۔ تو اب بیع تولیہ اسی صورت میں آگے بن سکتی ہے اگر جتنے کی خریدی ہو اتنے ہی پیسوں میں آپ کو بیچے، اور اس نے خریدی کتنے کی ہے؟ آٹھ سو، اور آپ کو بیع تولیہ کرنا چاہے تو کتنے میں بیچنی چاہیے؟ آٹھ سو میں ہی بیچے، لہٰذا وہ دو سو ہم وصول کر لیں گے۔ اگر وہ دو سو وصول نہیں کرتے پھر تو یہ بیع تولیہ نہ رہی، پھر تو یہ کون سی بیع بن گئی؟ اگر یہاں پر بھئی ہزار ہی میں آپ کو لینے پر مجبور کیا جائے تو پھر یہ کون سی بیع بن گئی؟ تولیہ بنی؟ نہیں، تولیہ تو کس کو کہتے تھے جتنے میں خریدی ہے اتنے کی بیچی، اور یہاں وہ اتنے کی بیچ رہا ہے یا نفع کے ساتھ بیچ رہا ہے؟ نفع کے ساتھ، تو یہ بیع تولیہ نہیں رہے گی بلکہ کون سی بیع بن جائے گی؟ مرابحہ بن جائے گی، تولیہ رہے گی ہی نہیں، تولیہ کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا بات تو ہوئی ہی بیع تولیہ پہ تھی، لہٰذا بیع تولیہ ہم نے بنانی ہے کسی طرح اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ جو اس نے زیادتی کی تھی وہ اس سے واپس وصول کر لی جائے۔ اب جب دو

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ وَإِنِ اطَّلَعَ عَلَى خِيَانَةٍ فِي التَّوْلِيَةِ أَسْقَطَهَا مِنَ الثَّمَنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده وإن اطلع على خيانة في التولية أسقطها المشتري من الثمن» منقول ہے۔

سو وصول کرلیں گے اب کون سی بیع بن گئی؟ بیع تولیہ بن گئی یا نہیں بن گئی؟ اگر وہ دو سو وصول نہ کریں تو بیع تولیہ رہے گی؟ نہیں بھئی۔ لہذا بات تو چل ہی بیع تولیہ کی رہی ہے، اس نے آپ کے ساتھ بات ہی بیع تولیہ کی کی تھی تو بیع تولیہ ہی کو ہم نے بنانا ہے اور اس کی یہی صورت ہے کہ اس سے نفع واپس وصول کرلیا جائے۔ صورت سمجھ میں آئی؟

جبکہ دوسری صورت میں جب اس نے چیز خریدی ہے آٹھ سو کی لیکن آپ کو کیا کہتا ہے میں نے کتنے میں خریدی ہے؟ ہزار میں خریدی ہے اور آپ کو میں کتنے میں دے رہا ہوں؟ پندرہ سو میں، بیع مرابحہ کر رہا ہے آپ سے۔ وہاں امام صاحب نے کیا فرمایا تھا؟ کہ اختیار دیں گے، لینی ہے تو پورے پیسوں کے بدلے لو اور نہیں لینی تو چیز ہی واپس کر دو۔ بھئی وہاں کیا بات ہے امام صاحب وہاں آپ نے پیسوں میں کمی کیوں نہیں کی، خیانت اس نے کی ہے؟ تو کہتے ہیں جواب یہ مولانا کہ اب صرف یہ ہوا کہ مرابحہ کی بیع اب بھی موجود ہے یہاں پر، البتہ اس کا نفع بڑھ گیا۔ اس نے ہزار بتلایا تھا قیمت خرید اور پانچ سو اپنا کیا بتلایا؟ نفع۔ تو نفع کتنا تھا؟ پانچ سو، تو بیع کون سی تھی یہ؟ مرابحہ۔ اب پتا چلا اس نے چیز خریدی ہے آٹھ سو کی، معلوم ہوا کہ نفع وہ پانچ سو نہیں کما رہا بلکہ کتنے کما رہا ہے؟ سات سو۔ تو چلو نفع بڑھ گیا لیکن کیا مرابحہ اب بھی ہے یا مرابحہ ختم ہو گئی؟ مرابحہ تو اب بھی ہے، مثل ثمن اول مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ ہے یا نہیں بھئی؟ ہے، ہاں صرف دھوکہ ہوا، پہلے نفع اس نے ہمیں تو کہا تھا پانچ سو روپیہ ہے لیکن نفع دراصل کتنا ہے؟ سات سو۔ تو اس نے بھی کس کے عوض چیز خریدی تھی؟ پیسوں کے بدلے، اور آپ سے بھی کیا وصول کر رہا ہے؟ پیسے۔ تو دیکھو مرابحہ ابھی بھی یہاں موجود ہے اگرچہ دھوکہ دے رہا ہے: ثمن اول مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، ثمن اول کتنا ہے؟ آٹھ سو، مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ نفع کتنا ہے؟ سات سو، تو مرابحہ ابھی بھی ہے۔ پچھلی صورت میں تولیہ رہتا ہی نہیں تھا اگر ہم وہاں اس سے وصول نہ کرتے واپس، لیکن یہاں اگر اب بھی اس نفع کو باقی رکھا جائے تو پھر بھی کیا ہوتا ہے؟ مرابحہ ختم نہیں ہوتا، مرابحہ تو پھر بھی ہے۔ ہاں اس نے خیانت کی ہے، نفع اس نے ہمیں بتایا پانچ سو تھا لیکن دراصل کتنا نفع وہ کما رہا ہے؟ سات سو۔ تو مرابحہ کی حقیقت وہاں ختم نہیں ہوتی لہذا وہاں ہم اختیار دے دیتے ہیں: لینا ہے تو انہیں پیسوں میں لے لو، جب انہیں پیسوں میں آپ لے لیں گے تو اب بھی کون سی بیع ہے؟ مرابحہ ہی ہے۔ اور اگر پچھلی بیع تولیہ میں ہم آپ کو کہہ دیتے انہیں پیسوں میں لے لو تو تولیہ رہتی؟ نہیں، وہاں تولیہ رہتی ہی نہیں تھی، تو وہاں ضروری تھا پیسے واپس لیے جائیں، اور یہاں کہا بھی اس نے مرابحہ تھا اب بھی کیا ہے؟ مرابحہ، ہاں نفع بڑھ گیا، تو چونکہ نفع بڑھ رہا ہے اور خیانت کی ہے اب آپ کو اختیار ہے واپس کرنا چاہو تو واپس کر دو۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

فَإِنِ اطَّلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى خِيَانَةٍ فِي الْمُرَابَحَةِ، اگر مطلع ہوا مشتری خیانت پر کس کے اندر بھئی؟ بیع مرابحہ میں، فَهُوَ بِالْخِيَارِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تو اسے اختیار ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ کے نزدیک، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ چاہے تو اس کو لے لے سارے ثمن کے بدلے وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ اور چاہے تو واپس کر دے، کیونکہ مرابحہ اب بھی صورتاً باقی ہے مولانا، صورت مرابحہ ہی کی بن رہی ہے۔ وَإِنِ اطَّلَعَ عَلَى خِيَانَةٍ فِي التَّوْلِيَةِ، اور اگر مشتری مطلع ہوا خیانت پر بیع تولیہ کے اندر أَسْقَطَهَا مِنَ الثَّمَنِ تو اس خیانت کو ساقط کر دے گا ثمن میں سے یعنی ثمن میں اتنی کمی کر دے گا، اس کے اتنے ہی کم ادا کرے گا بھئی جتنی خیانت ہے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَحُطُّ فِيهِمَا۔ یہ تو امام صاحب فرما رہے تھے، امام صاحب کا کیا فتوی آیا مولانا؟ بیع مرابحہ میں کیا دیا جائے گا؟ اختیار، اور بیع تولیہ کے اندر ثمن میں کمی کی جائے گی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَحُطُّ فِيهِمَا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں میں کمی کی جائے گی۔ دونوں صورتوں میں کیا کی جائے گی؟ کمی کی جائے گی بھئی۔ کیسے کمی کی جائے گی؟ بیع تولیہ اس نے بھئی آپ کے ساتھ ہزار پر کی ہے بعد میں پتا چلا دراصل اس نے کتنے کی خریدی تھی؟ آٹھ سو کی، تو کیسے کمی کر دیں گے، کتنے لے لیں گے اس سے؟ دو سو روپیہ اس سے لے لیں گے یا دو سو کم دیں گے اب آٹھ سو ہی اسے ادا کریں گے۔ تو دیکھا بیع تولیہ میں بھی کمی، اور امام صاحب بھی یہی فرما رہے تھے بیع تولیہ میں کیا کی جائے گی؟ کمی۔ ہاں بیع مرابحہ میں اختلاف آگیا: بیع مرابحہ میں امام صاحب نے کیا دیا تھا؟ اختیار دیا تھا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں بھی کمی کی جائے گی۔ کیا کی جائے گی؟ کمی، جتنی خیانت کی ہے۔

کیسے بھئی؟ ایک چیز وہ لایا تھا آٹھ سو کی لیکن آپ کو اس نے کیا کہا میں کتنے کی لایا ہوں؟ ہزار کی، اور کتنا نفع مجھے دو اس پر اوپر؟ پانچ سو، پندرہ سو کی چیز بیچی۔ اب مولانا کیا کیا جائے گا؟ دو سو؟ کیسے، دو سو نہیں، نفع میں بھی کمی کریں گے۔ دیکھو بھئی اس نے قیمت خرید کتنی کہی آپ سے؟ ہزار کہی، اور دراصل قیمت خرید کتنی تھی؟ آٹھ سو۔ معلوم ہوا اس نے خیانت پانچواں حصہ کی ہے۔ کتنی خیانت کی ہے؟ پانچواں حصہ۔ بھئی ہزار کے دو دو سو بناؤ کتنے حصے بنے؟ پانچ حصے بنے، اور آٹھ سو کے دو دو سو والے حصے بناؤ کتنے بنے؟ چار۔ تو دیکھو آٹھ سو چار حصے بن رہے ہیں اور ہزار کتنے بنے؟ پانچ۔ معلوم ہوا اس نے پانچواں ایک حصہ

دو سو روپے خیانت کی۔ کتنی خیانت کی تھی؟ پانچواں حصہ خیانت کی تھی، تو وہ دو سو کم ہو گئے۔ دو سو کیا ہو گئے؟ کم ہو گئے۔ اچھا وہ کہہ رہا تھا میں ہزار کی لایا ہوں اور دوں گا کتنے کی آپ کو چیز؟ پندرہ سو کی چیز آپ کو دوں گا، معلوم ہوا وہ ہر سو پر کتنا نفع کمار ہا ہے؟ بھئی ہزار کی چیز کہہ رہا ہے میں لایا ہوں اور آپ کو کتنے کی دوں گا؟ پندرہ سو کی، معلوم ہوا وہ ہر سو روپے پر کتنا نفع کمار ہا ہے؟ پچاس روپے۔ کتنا نفع کمار ہا ہے؟ پچاس روپے نفع کمار ہا ہے ہر سو پر۔ تو اصل ثمن جو تھے اس میں کتنے کی کمی ہوئی؟ دو سو کی، اور ان دو سو پر نفع کتنا بن رہا تھا اس کا؟ ہر سو پہ پچاس ہے تو دو سو پر کتنا ہو گیا؟ سو، تو وہ سو روپے نفع کا بھی کم کریں گے ہم بھئی۔ لہٰذا دو سو وہ جو اس نے غلط بیانی کی اور اس دو سو کے ساتھ نفع کتنا بنتا ہے؟ ان دو سو کا سو روپیہ نفع بھی بنتا ہے، تو کل کتنی کمی کر دیں گے؟ تین سو۔ لہٰذا اب اس سے وہ چیز کتنے میں لے لی جائے گی؟ بارہ سو میں۔

صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی کہ مشکل ہے، دوبارہ سمجھا دوں کہ آگے چلیں بھئی؟ دیکھو بھئی بیع مرابحہ کے اندر کمی کریں گے تو کمی اصل کے اندر جیسے ہو گی اس اصل کے ساتھ ساتھ اسی کے بقدر نفع میں بھی کیا کمی کی جائے گی؟ کمی کی جائے گی۔ اصل کے اندر اس نے کتنا حصہ خیانت کی تھی؟ دو سو، اور یہ دو سو ہزار کا کتنا بنتا ہے؟ یہ دو سو ہزار کا پانچواں حصہ، معلوم ہوا اس نے پانچواں حصہ خیانت کی ہے۔ تو پانچواں حصہ بھی کم کر دیں گے اور اس پانچویں حصے پر جو اس کا نفع بنتا ہے وہ بھی کیا کر دیا جائے گا؟ کم کر دیا جائے گا۔ تو پانچواں حصہ دو سو وہ بھی کم کیا اور دو سو پر نفع کتنا بن رہا تھا؟ سو روپیہ وہ بھی کم کر دیں گے، تو کل کتنی کمی ہوئی؟ تین سو روپے کی، تو وہ چیز اس سے بارہ سو میں لی جائے گی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ چنانچہ یہ معنی ہے: وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَحُطُّ فِيهِمَا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں کے اندر بھئی یعنی مرابحہ اور تولیہ دونوں کے اندر کمی کی جائے گی۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَحُطُّ فِيهِمَا لَكِنْ يُخَيَّرُ فِيهِمَا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں کمی نہیں کی جائے گی لَكِنْ يُخَيَّرُ فِيهِمَا بلکہ دونوں صورتوں میں کیا کیا جائے گا؟ اختیار دیا جائے گا بھئی۔ بیع تولیہ اس نے چیز آٹھ سو کی لی ہے لیکن آپ کو کیا کہتا ہے میں نے ہزار کی لی ہے اور آپ کو بھی کتنے کی دے رہا ہوں؟ ہزار کی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھئی لینے ہیں تو پورے پیسوں میں چیز لو اور نہیں لینی تو چیز کیا کر دو؟ واپس، ثمن میں کمی نہیں ہو گی۔ اسی طرح بیع مرابحہ کے اندر بھی وہ فرماتے ہیں کمی نہیں ہو گی اختیار ہے، چیز لینی ہے تو پورے پیسوں میں لو یا کیا کر دو چیز؟ واپس کر دو۔

وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا مِمَّا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ لَمْ يَجُزْ لَهُ بَيْعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا چیزیں دو قسم پر ہیں: کچھ منقولی ہیں کچھ غیر منقولی بھئی۔ منقولی وہ چیزیں ہیں جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جاتا ہے، ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جا سکتا ہو، اور غیر منقولی وہ ہیں جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا نہیں جا سکتا۔ غیر منقولی سمجھ لیں باقی ساری منقولی ہیں: غیر منقولی جائیداد مولانا، مثلاً کوٹھی ہے، گھر ہے، باغ ہے، کھیت ہے، زمین ہے، کیا ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جا سکتا ہے؟ نہیں، تو یہ غیر منقولی۔ ان کے علاوہ باقی جتنی بھی چیزیں ہیں وہ ساری کس میں داخل ہیں؟ منقولی ہیں وہ ساری منقولی چیزیں ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بڑی سے بڑی مشین بھی ہو کیا اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جاتا ہے یا نہیں کیا جاتا؟ کیا جاتا ہے، تو باقی ساری چیزیں منقولی ہیں صرف یہ زمین، باغ، کوٹھی، گھر وغیرہ یہ غیر منقولی ہیں بھئی۔

اور میں نے آپ کو ضابطہ بتلایا تھا کہ جب کوئی چیز انسان خریدے اور وہ منقولی چیز ہو تو جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے آگے اس کا بیچنا اسے جائز نہیں۔ میں نے آپ سے ایک گاڑی خریدی مولانا اور مثلاً پانچ لاکھ میں آپ سے میں نے گاڑی خریدی اور ابھی میں نے وہ گاڑی آپ سے وصول نہیں کی، میں نے اس پر ابھی قبضہ نہیں کیا، میں آگے جا کر اس کو بیچنا چاہتا ہوں، مجھے گاہک ملا میں اسے کہتا ہوں بھئی میرے پاس ایک گاڑی ہے ایسی ایسی گاڑی ہے میں آپ کو چھ لاکھ میں دے دوں گا، کیا میں بیچ سکتا ہوں اسے؟ نہیں، کیونکہ گاڑی منقولی چیزوں میں سے ہے اور منقولی کے لیے کیا ضروری ہے؟ کہ اس کو آگے بیچنے سے پہلے اس پر قبضہ کیا جائے، تو پہلے میرے قبضے میں آئے مجھے چیز مل جائے پھر میں اسے بیچ سکتا ہوں اس سے پہلے اسے بیچ نہیں سکتا۔

کیا وجہ ہے اس کی؟ وجہ یہ مولانا کہ منقولی چیز ہلاک ہو جایا کرتی ہے بعض اوقات، تو گاڑی ابھی مجھے ملی نہیں ہے اور میں آگے اس کو بیچ رہا ہوں ہو سکتا ہے وہ گاڑی ابھی آپ نے میرے حوالے نہ کی ہو آپ کے پاس وہ گاڑی تباہ ہو جائے۔ تو اب مولانا اگلی بیع کے اندر اس کے فسخ کا دھوکہ آ گیا یا نہیں آ گیا بھئی، اگلی بیع اب ختم ہو گی یا نہیں؟ بھئی جب گاڑی مجھے نہیں ملی تو آگے میں کیسے دوں گا دوسرے آدمی کو؟ چیز تو ہلاک ہو گئی تو اس کی ہلاکت کا دھوکہ آ گیا یا نہیں آ گیا بھئی؟ بیع اب لازمی بات ہے ختم کرنا پڑے گی۔ اس لیے حدیث میں منع آیا ہے مولانا کہ کوئی چیز بغیر قبضے کے آگے بیچنا درست نہیں، حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے ایسی چیز کو بیچنے سے جس پر انسان نے ابھی قبضہ نہ کیا ہو مولانا۔ اور میں نے بتلایا اس کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ منقولی چیزیں کیا ہو جاتی ہیں عموماً؟ ہلاک ہو

جاتی ہیں، بڑی سے بڑی مشینری بھی ہے تباہ ہو گئی خراب ہو گئی بھئی، تو چیز ابھی جب تک میرے پاس نہیں پہنچی میں اس چیز کو آگے بیچ رہا ہوں تو بھئی ہو سکتا ہے وہ چیز مجھ تک پہنچے ہی نہ، پہلے ہی کیا ہو جائے؟ ہلاک ہو جائے۔ تو اگلے مشتری کے ساتھ بیع کے فسخ ہونے کا دھوکہ ہو گیا یا نہیں بھئی؟ بیع کے فسخ ہونے کا دھوکہ ہو گیا بھئی، لہذا پہلے قبضہ کریں چیز پر پھر آگے اس کو بیچیں بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا، اور جس نے کوئی چیز خریدی مِمَّا ایسی چیزوں میں سے يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ، يُنْقَلُ اور يُحَوَّلُ کا ایک معنی ہے یہ عطف تفسیری ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ کہ معطوف اور معطوف علیہ کا ایک معنی ہو آگے معطوف معطوف علیہ کا معنی بیان کرتا ہے، يُنْقَلُ کیا معنی؟ يُحَوَّلُ، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہو۔ اور جس نے کوئی ایسی چیز خریدی مِمَّا جو ایسی چیزوں میں سے ہے يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہو لَمْ يَجُزْ لَهُ بَيْعُهُ تو اس کے لیے اسے بیچنا جائز نہیں ہے حَتَّى يَقْبِضَهُ یہاں تک کہ اس پر کیا کر لے؟ قبضہ کر لے۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَجُوزُ۔ عقار کہتے ہیں غیر منقولی چیز کو مولانا، جائیداد زمین وغیرہ کو بھئی۔ عقار کسے کہتے ہیں؟ ہاں غیر منقولی چیز بھئی، زمین، جائیداد، گھر وغیرہ یہ سب عقار میں آجاتے ہیں۔ اچھا یاد رکھیے یہ تو تھا منقولی چیزوں کے بارے میں، اور غیر منقولی کے اندر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ یعنی حضرت شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ غیر منقولی میں بغیر قبضے کے بھی اسے آگے بیچنا صحیح ہے۔ کیوں بیچنا صحیح؟ کہتے ہیں اس لیے کہ منقولی میں بیچنا اس لیے نہیں جائز تھا کہ وہاں اس کی ہلاکت کا خطرہ تھا لیکن غیر منقولی کے اندر تو اس کی ہلاکت کا خطرہ نہیں۔ بھئی میں نے آپ سے ایک گاڑی خریدی ہے آگے قبضے سے پہلے ہی میں بیچتا ہوں تو ہو سکتا ہے وہ گاڑی مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی کیا ہو جائے؟ ہلاک ہو جائے، ختم ہو جائے، امکان ہے یا امکان نہیں ہے؟ امکان ہے۔ لیکن میں ایک زمین آپ سے خرید تا ہوں اور ابھی قبضہ نہیں کیا آگے میں کسی اور کو بیچتا ہوں تو اب آپ بتائیے زمین کے اندر ہلاک ہونے کا، تباہ ہونے کا خطرہ ہے؟ نہیں بھئی، تو وہاں نہیں۔ اگر ہے بھی تو نہایت نادر ہے قلیل ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ مثلاً دریا ہے دریا نے کاٹتے کاٹتے، دریا آپ جانتے ہیں مولانا وہ زمین کو کاٹتا رہتا ہے آہستہ آہستہ بھئی خصوصاً جہاں مڑتا ہو وہاں تو زمین کاٹتا ہے، تو پانی کا بہاؤ تیز ہو تو آہستہ آہستہ بعض اوقات کئی کئی کلومیٹر تک زمین کاٹتا چلا جاتا ہے اور راستہ بھی پھر اس کا بدل جاتا ہے دوسری طرف دریا کا بھئی۔ تو عقار میں بھی تباہ ہونے کا امکان تو ہوتا ہے لیکن وہ نہایت نادر ہے جیسے میں نے ایک مثال ذکر کر دی کہ دریا کر سکتا ہے اس طرح زمین ختم کر دے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَيَجُوزُ بَيْعُ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ، اور عقار، غیر منقولی یعنی جائیداد کی بیع جائز ہے قَبْلَ الْقَبْضِ قبضے سے پہلے بھی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں بھئی عقار کے اندر بھی قبل القبض بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں حدیث میں مطلق آیا، حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے ایسی چیز کے بیچنے سے جس پر انسان نے قبضہ نہ کیا ہو، اور اس کے اندر یہ نہیں حضور نے فرمایا کہ چیز منقولی ہونی چاہیے یا غیر منقولی بھئی۔ جبکہ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی حدیث میں آیا تو مطلق ہے لیکن اس کی وجہ کیا ہے، اس کی علت کیا ہے، کیوں منع فرمایا گیا ہے؟ کیونکہ اس چیز کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو منقولی چیز میں ہلاکت کا خطرہ تھا اس لیے وہاں پر قبضے سے پہلے بیع جائز نہیں ہو گی، اور غیر منقولی میں اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ نہایت قلیل ہے نہ ہونے کے برابر ہے لہذا وہاں قبل القبض بھی اس کو بیچنا جائز ہے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۷۲: باب المرابحۃ والتولیۃ (۲): مرابحہ اور تولیہ میں خیانت ظاہر ہونے کا حکم (امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف)

مختصر القدوری صفحہ: ۷۳— بتاریخ: ۱۲ جنوری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنِ اشْتَرَى مَكِيلًا مُكَايَلَةً أَوْ مَوْزُونًا مُوَازَنَةً فَاكْتَالَهُ أَوِ اتَّزَنَهُ ثُمَّ بَاعَهُ مُكَايَلَةً أَوْ مُوَازَنَةً لَمْ يَجُزْ لِلْمُشْتَرِي مِنْهُ أَنْ يَبِيعَهُ وَلَا أَنْ يَأْكُلَهُ حَتَّى يُعِيدَ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ. وَالتَّصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی گزشتہ سبق میں ہم نے بیع مرابحہ اور تولیہ کے بارے میں پڑھنا شروع کیا تھا بھئی۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا بیع مرابحہ کسے کہتے ہیں؟ جس کے اندر گزشتہ قیمت بتلا کر چیز کو بیچا جائے بھئی، یا نفع بتلا کر چیز کو بیچا جائے۔ جب نفع بتلا دیا تو بھی کیا معلوم ہو جائے گا؟ گزشتہ قیمت کا پتہ چل جائے گا کہ میں اتنا نفع کما رہا ہوں بھئی اس میں۔ اور بیع تولیہ وہ ہے جس کے اندر جس قیمت پر چیز خریدی تھی اسی قیمت پر اسے فروخت کیا جائے اور ساتھ اسے بتلایا بھی جائے بھئی مشتری کو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اسے بتلانا ضروری کہ میں اس میں کوئی نفع نہیں کما رہا۔ جب یہ کہہ دیا تو معلوم ہوا جتنے کی خریدی تھی اتنے ہی کی دے رہا ہے۔ یا بتلا دیتا ہے بھئی میں نے بھی پانچ سو کی خریدی تھی اور آپ کو بھی کتنے کی دے رہا ہوں؟ پانچ سو کی۔ تو اب دیکھو پتہ معلوم ہوا نفع نہیں کما رہا، اسے بیع تولیہ کہتے ہیں بھئی۔

اور میں نے بتلایا تھا اس کے اندر جو عوض جو ہے اس کا مثلی ہونا ضروری ہے بھئی۔ اس لیے کہ مثلی وہ چیزیں ہیں جن کا مثل ملتا ہے، تو ایک چیز آپ نے مثلی کے عوض میں خریدی ہے، اس کو آگے بھی اب اسی کے برابر میں یا اس کے نفع کے ساتھ بیچنا چاہیں تو دوسرا بھی کیا کرے گا؟ کہیں سے مثلی حاصل کر کے آپ کو دے دے گا اور آپ سے خرید لے گا۔ اور اگر آپ نے کس کے عوض میں وہ چیز خریدی ہے؟ ذوات القیم کے بدلے، تو پھر ذوات القیم میں تو مثل نہیں ملتا مولانا، تو پھر آگے کیسے بیچیں گے اسی کے مثل کے ساتھ؟ تو آگے بیچنا پھر ممکن ہی نہ رہے گا اسی کے مثل کے ساتھ۔

اور کچھ چیزیں بتلائی تھیں جن کو راس المال کے اندر شامل کیا جا سکتا ہے بھئی۔ یعنی تاجروں کے عرف میں جن چیزوں کو خرچے میں ملایا جاتا ہے ان خرچوں کو بھی ساتھ ملا سکتا ہے۔ لیکن پھر یوں نہ کہے بیع تولیہ کرتے ہوئے کہ یہ چیز میں نے اتنے میں خریدی ہے اور اتنے ہی میں آپ کو دے رہا ہوں، بلکہ یوں کہو اتنے میں مجھے پڑی ہے اور اتنے ہی میں آپ کو دے رہا ہوں۔ یا بیع مرابحہ میں کہے گا اتنے میں مجھے پڑی ہے اور میں اتنے نفع کے ساتھ آپ کو بیچ رہا ہوں بھئی۔

پھر اس کے بعد اگر بیع مرابحہ اور تولیہ میں خیانت کا پتہ چل جائے بھئی، تو یہاں تین مذاہب بیان ہوئے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر بیع مرابحہ میں خیانت کا پتہ چلے تو مشتری کو خیار ہے، چاہے تو پورے پیسوں میں ہی رکھے چیز اور چاہے تو کیا کر دے اسے؟ لوٹا دے۔ اس لیے کہ مرابحہ کہتے تھے نفع کے ساتھ چیز کو بیچنا اور یہاں بھی نفع ہی کے ساتھ اب بھی مرابحہ صورتاً باقی ہے اگرچہ نفع بڑھ گیا بھئی۔ اس نے کہا تو یہ تھا کہ میں ہزار کی لایا ہوں اور آپ کو پندرہ سو کی دے رہا ہوں، لیکن بعد میں پتہ چلا وہ کتنے کی لایا تھا؟ آٹھ سو کی لایا تھا۔ تو مرابحہ تو اب بھی ہے مولانا۔ مرابحہ کس کو کہتے تھے؟ مثل کے ساتھ ساتھ نفع کی زیادتی بھی ہو۔ تو یہاں بھی اسی طرح ہے بھئی، وہ آٹھ سو وہی مثل البتہ نفع بڑھ گیا، بتایا اس نے پانچ سو تھا اور ہوا کتنا ہے؟ سات سو بھئی۔

تو مشتری کو اختیار ہے، چیز لینی ہے تو پندرہ سو ہی میں لو، نہیں لینی تو واپس کر دو۔ اور اگر بیع تولیہ کے اندر خیانت کا پتہ چل جائے، مثلاً اس نے کہا میں ہزار کی لایا ہوں اور آپ کو ہزار کی دے رہا ہوں اور پتہ لگا اس نے آٹھ سو کی خریدی تھی، تو اب اس نے جو خیانت کی ہے جو زیادتی کی ہے اس زیادتی کو ختم کر دیا جائے گا بھئی اور وہ اسے نہیں دی جائے گی، یا اس کو دے چکا ہے تو واپس لے لی جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس لیے کہ یہاں پر بھئی وہاں تو اختیار دیا تھا، پورے پیسوں میں لینی پڑے گی یا چھوڑ دو۔ یہاں پورے پیسوں میں اگر لینے کا ہم اسے خیار دیتے ہیں یا لینی ہے تو پورے پیسوں میں لو یا چھوڑنی ہے تو چھوڑ دو۔ تو اگر پورے پیسوں میں لو تو اب آپ بتائیے مولانا، بیع تولیہ رہی؟ بیع تولیہ تو رہی ہی نہیں۔ بیع تولیہ تو یہ ہوتی ہے کہ جتنے میں لایا ہوا تنے ہی میں آگے دے بھئی، اور یہاں تو نفع بھی ساتھ مل گیا ہے۔ تو لہذا بیع تولیہ کی صورت ہی باقی نہیں رہتی بھئی۔ لہذا یہاں اب اختیار نہیں دیا بلکہ کیا حکم لگا دیا گیا؟ ثمن میں کمی کی جائے گی بھئی۔

جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بیع مرابحہ اور تولیہ دونوں کے اندر کمی کی جائے گی بھئی، وہ خیار نہیں دیتے بھئی، کمی کی جائے گی جو خیانت کی ہے۔ اور میں نے بتلایا تھا کہ مرابحہ کے اندر کیا کیا جائے گا؟ راس المال کے اندر بھی کمی کی جائے گی اور اس پر جو نفع کما رہا ہے اس میں بھی اسی کے بقدر کمی کی جائے گی۔ مثلاً دیکھو اس نے ہزار کی چیز آپ کو، کہتا ہے میں ہزار کی لایا تھا اور آپ کو پندرہ سو کی بیچ رہا ہوں، بعد میں پتہ چلا وہ کتنے کی لایا ہے؟ آٹھ سو کی۔ تو یہ اصل کے اندر دو سو روپے کی کمی کی جائے گی بھئی، کیونکہ لایا وہ آٹھ سو کی ہے اور آپ کو تو اس میں دو سو کی کمی اس میں ہو جائے گی۔ اور دیکھو تو ہزار، اس نے بتلایا کیا تھا؟ ہزار کی لایا ہوں اور کتنے کی دے رہا ہوں آپ کو؟ پندرہ سو کی۔ معلوم ہوا ہر سو روپے پر وہ کتنا نفع کما رہا ہے؟ پچاس روپے۔ تو اصل میں ہم نے کتنی کمی کی؟ دو سو روپے کی، تو ساتھ ان دو سو، تو اس دو سو پر جو نفع وہ کما رہا ہے اس کی بھی کمی کر دی جائے گی۔ تو ایک سو پر پچاس ہے تو دو سو پر کتنا نفع ہوا؟ سو روپیہ، تو یہ بھی کم کر دیا جائے گا۔ تو گویا تین سو روپے کل کم ہو جائیں گے، دو سو راس المال کے اور سو روپیہ نفع کا۔ تو تین سو کم ہوئے تو کتنے میں وہ چیز لے لی جائے گی اس سے؟ بارہ سو میں۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں اختیار دیا جائے گا، بیع مرابحہ میں بھی اور تولیہ میں بھی۔

اس کے بعد ایک ضابطہ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کہ کوئی شخص جب منقولی چیز خریدے تو قبل القبض اس کو آگے بیچنا جائز نہیں بھئی، بیچنا جائز نہیں۔ ہاں منقولی کوئی بھی چیز ہو جب خرید لے گا تو جب تک قبضہ نہ کرے آگے اس کو بیچنا صحیح نہیں۔ صورت میں نے بتلائی تھی مثلاً ایک گاڑی میں نے آپ سے خریدی، ابھی آپ نے میرے حوالے نہیں کی بھئی، چونکہ لیکن بیع ہوتے ہی میں مالک بن گیا ہوں تو میں آگے اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہوں کہ بھئی اس طرح کی ایک گاڑی میرے پاس ہے وہ میں آپ کو اتنے میں بیچتا ہوں۔ تو درست نہیں مولانا، بلکہ کیا ضروری ہے؟ کہ پہلے میں اس پر قبضہ کروں اور پھر اس کے بعد اسے آگے بیچوں بھئی۔

بھئی کیا وجہ ہے قبضے سے پہلے اس کو بیچنا کیوں نہیں صحیح؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ ہو سکتا ہے وہ چیز آپ تک پہنچے ہی نہ اور پہلے ہی کیا ہو جائے؟ ہلاک۔ اور منقولی چیزیں ہلاک ہوتی رہتی ہیں مولانا، سمجھ میں آیا؟ کسی بھی آفت سے کسی بھی وجہ سے وہ خراب ہو جایا کرتی ہیں، ضائع ہو جاتی ہیں۔ تو ہو سکتا ہے وہ گاڑی میں نے تو آگے اس کو بیچ دیا مولانا، ابھی قبضہ نہیں کیا تھا اور آگے بیچ دیا، اور ہو سکتا ہے ابھی وہ گاڑی آپ میرے حوالے آپ نے نہ کی ہو آپ ہی کے پاس وہ گاڑی کیا ہو جائے؟ ہلاک ہو جائے، ختم ہو گئی کسی سبب سے مثلاً ایکسیڈنٹ ہوا کچھ ہو گیا، گاڑی ختم ہو گئی بھئی۔ اب دیکھو اگلے جس شخص کو میں نے فروخت کی تھی اس کے ساتھ بیع کے فسخ کا دھوکہ ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ وہ بے چارہ تو مطمئن ہو گیا تھا کہ میں چیز خرید چکا ہوں، لیکن اب اس کو پتہ لگا کہ چیز تو کیا ہوا؟ بائع کے پاس تھی ہی نہیں اس نے مجھے بیچ دی تھی اور اس کو ملنے سے پہلے ہی وہ چیز ہلاک ہو گئی۔ تو اس بے چارے کو کیا ہوا؟ نقصان ہوا۔ تو چونکہ اس بیع کے اندر بیع کے فسخ ہونے کا دھوکہ ہو سکتا ہے لہذا اس کی اجازت نہیں۔ ہاں جب چیز پر قبضہ کر لے اب آپ آگے اس کو بیچ سکتے ہیں مولانا۔

لیکن زمین جائیداد غیر منقولی چیز جو ہے، کھیت ہے، زمین ہے، اور کوٹھی ہے، گھر ہے، باغ ہے، یہ غیر منقولی چیزیں ہیں۔ ان میں قبل القبض بھی کیا کیا جا سکتا ہے؟ بیچا جا سکتا ہے بھئی۔ بیع ہوتے ہی آپ مالک بن گئے، ابھی قبضہ آپ کو نہیں ملا آپ اس کو آگے فروخت کرنا چاہتے ہیں مولانا، فروخت کر سکتے ہیں۔ وجہ یہ اس لیے کہ غیر منقولی چیز کے اندر ہلاک نہایت نادر ہے، نہایت کیا ہے؟ نادر ہے، بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ زمین وغیرہ ہلاک ہو جائے۔

تو کہتے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى مَكِيلًا مُكَايَلَةً أَوْ مَوْزُونًا مُوَازَنَةً فَاكْتَالَهُ أَوِ اتَّزَنَهُ ثُمَّ بَاعَهُ مُكَايَلَةً أَوْ مُوَازَنَةً لَمْ يَجُزْ لِلْمُشْتَرِي مِنْهُ أَنْ يَبِيعَهُ وَلَا أَنْ يَأْكُلَهُ حَتَّى يُعِيدَ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ۔ صورت مسئلہ یہ۔ یہ مسئلہ خصوصاً متعلق ہے وہ چیزیں جن کو ماپ کر خریدا جاتا ہے یا جنہیں وزن کر کے خریدا جاتا ہے۔ ماپ کر جیسے مولانا آپ دودھ ہے وہ ماپ کر خریدتے ہیں، وہ ایک مخصوص برتن کے اندر آپ کو ماپ کر دیتا ہے ایک پیمانہ اتنے میں مثلاً۔ یا مولانا میں نے بتلایا بھئی گندم ہے بھئی، اب تو آپ کے ہاں وزن کی جاتی ہے لیکن دیہات وغیرہ میں آج بھی اس کو کیا کیا جاتا ہے؟ ایک مخصوص برتن کے اندر ماپ کر بھر کر وہ برتن، اس برتن کی قیمت لگائی جاتی ہے ایک برتن اتنے کا بھئی۔ تو عرب میں یہ طریقہ رائج تھا اور اس کو قفیز کہتے تھے۔ کیا کہتے ہیں؟ قفیز بھئی۔ تو یہ ہے کیل کے اعتبار سے۔

سمجھ میں آیا؟ تو ایک چیز ہے وہ آپ کیل کے ذریعے خریدتے ہیں، مکیلی چیز ہے کیل کے ذریعے خریدتے ہیں یا موزونی چیز ہے وزن کے ذریعے خریدتے ہیں۔ یاد رکھو جب کیلی چیز کو کیل کے ذریعے خریدا جائے یا وزنی چیز کو وزن کے ذریعے خریدا جائے تو یہ ضروری ہے کہ بیچنے والا بیچنے کے بعد مشتری کے سامنے اس کو ماپے یا اس کو وزن کرے بھئی۔ کیا ضروری ہے؟ جب کیا چیز خریدی جائے؟ کوئی کیلی یا وزنی چیز خریدی جائے وزن کے حساب سے، اور خریدی بھی کس شرط پر ہے؟ کیل کی شرط پر یا وزن کی شرط پر۔ تو کیا ضروری؟ کہ بائع کیا کرے؟ مشتری کے سامنے بیع کے بعد اس کے سامنے اس کو ماپ لے یا اس کو تول لے بھئی، ورنہ درست نہیں مولانا، اس چیز کا استعمال درست نہیں ہے اس شخص کے لیے۔

سمجھ میں آیا؟ تو کیلی چیز ہو یا وزنی ہو اور کس شرط پر بیچی ہے؟ کیل یا وزن کی۔ بھئی کبھی کیل یا وزن کے بغیر بھی تو بیع ہو جاتی ہے، گندم مثلاً کیلی ہے لیکن میرے پاس ایک ڈھیر پڑا ہے میں نے آپ کو کہا یہ ساری گندم سو روپے میں لے لو۔ تو ہے تو کیلی چیز لیکن کیا کیل کی شرط پر خریدی ہے یا ویسے ہی خرید لی؟ ویسے ہی۔ وزنی چیز ہے میرے پاس چینی کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے، ہے تو وزنی چیز لیکن میں آپ کو کہتا ہوں یہ ساری چینی سو روپے میں لے لو۔ تو ہے تو وزنی چیز لیکن کیا تول کی شرط پر خریدی ہے یا ویسے ہی خرید لی؟ اس کی بات نہیں ہو رہی مولانا، اس میں تو کیل کی بات ہی نہیں چلی لہذا یہاں تولنا ضروری نہیں۔ لیکن جب کیل کی بات ہو، مثلاً آپ گئے آپ نے دکاندار سے کیا کہا؟ سو قفیز گندم دے دو۔ اب بتائیے ویسے بیع ہو رہی ہے یا کیل کی شرط پر ہو رہی ہے؟ کیل کی۔ یا دکاندار کے پاس گئے بھئی سو کلو چینی دے دو، اب بتائیے وزنی چیز ہے اور کس شرط پر بیع ہو رہی ہے؟ وزن کی شرط پر بیع ہو رہی ہے مولانا۔ تو اس صورت میں کیا ضابطہ میں نے بتلایا؟ کہ بیع کے بعد مشتری کے سامنے اس کو ماپنا یا اس کو تولنا ضروری ہے۔

سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو اب دیکھو مولانا، میں ایک شخص کے پاس گندم لینے گیا۔ ابھی میں نے اس سے بات نہیں کی، ایک طرف گندم پڑی ہے اس نے میرے سامنے ہی ماپ رہا ہے ویسے ہی خود ہی ماپنا شروع کی بھئی، ماپتے ماپتے بھئی سو قفیز اس نے ایک طرف الگ کیے۔ تو میں نے اس کو کہا بھئی مجھے سو قفیز گندم دے دو۔ سمجھ میں آیا؟ پیسے طے ہو گئے۔ تو سو قفیز اب دیکھو میں گندم خرید رہا ہوں جو کیلی چیز ہے اور کس شرط پر خرید رہا ہوں؟ کیل کے، سو قفیز دے دو۔ اس نے کہا بھئی یہ ابھی آپ کے سامنے ہی تو میں نے ماپی ہے، یہ اٹھا کر لے جاؤ۔ آپ کیا کہیں گے یہ بیع صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے؟ صحیح نہیں ہے مولانا۔ ابھی میں نے بتایا تھا بھئی کیا ضروری ہے؟ بیع کے بعد اس کو ماپنا یا تولنا ضروری ہے۔ پہلے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہذا اب کیا کیا جائے گا؟ اس گندم کو دوبارہ ماپے گا اور پھر حوالے کرے گا، ورنہ صحیح نہیں۔

اور نیز مشتری کا سامنے ہونا بھی ضروری ہے، یا مشتری ہو یا اس کا کوئی جس کو اس نے بھیجا ہے وکیل وغیرہ اس کا، سمجھ میں آیا بھئی؟ اس کا ہونا ضروری ہے بھئی۔ اگر یہ موجود نہ ہو تو پھر اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ مثلاً آپ گئے بھئی آپ نے کہا بھئی مجھے سو قفیز گندم دے دو۔ اس نے ماپنا شروع کیا اب سو قفیز ماپ رہا ہے آپ چلے گئے بھئی کہ ماپ کر بھجوا دینا میری طرف، آپ چلے گئے۔ اب آپ بتائیے مولانا، اس نے ماپا اور پھر آپ کی طرف بھجوایا، تو یہ بیع صحیح ہوئی یا صحیح نہیں مولانا؟ استعمال کر سکتے ہیں اس چیز کو؟ نہیں، اس کو استعمال کرنا بیچنا آپ کے لیے جائز نہیں۔ کیوں؟ کیونکہ دوسری شرط نہیں پوری ہو رہی۔ پہلی شرط تو پوری ہے، ماپا اس نے کس کے بعد ہے؟ بیع کے بعد ماپا ہے، لیکن دوسری شرط کہ مشتری یا اس کے نمائندے یا اس کے وکیل کے سامنے نہیں ماپا بھئی، آپ تو

وہاں سے چلے گئے تھے آپ نے اپنا کوئی وکیل بھی وہاں مقرر نہیں کیا کہ تم کھڑے ہو کر نگرانی کرو بھئی۔ تو اگر کسی کو وکیل بنا دیا کہ تم دیکھو میری طرف سے تو پھر بھی ہو جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا اب ذرا ایک حدیث دیکھ لیجئے مولانا اس سلسلے میں۔ یہ آپ کی کتاب میں، میری کتاب میں حاشیہ نمبر چھ ہے، معلوم نہیں آپ کی کتاب میں کون سا حاشیہ ہو گا: قَوْلُهُ لَمْ يَجُزْ۔ چھ نمبر حاشیے میں ہے یہ بھئی؟ آپ کی کتاب میں کون سا حاشیہ ہے؟ قَوْلُهُ لَمْ يَجُزْ۔ چلیے بس پانچ یا چھ، بعض کتابوں میں پانچ ہے بعض میں سات ہے، دیکھ لیجئے: قَوْلُهُ لَمْ يَجُزْ، لِقَوْلِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ، صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے نَهَى منع فرمایا ہے عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ غلے کی بیع سے حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ یہاں تک کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں۔ کتنے صاع جاری ہو جائیں؟ دو صاع۔ صَاعُ الْبَائِعِ ایک تو بائع کا صاع ہے وَصَاعُ الْمُشْتَرِي اور دوسرا مشتری کا صاع۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صرف بائع کا ماپنا ضروری نہیں ہے، آپ چیز کو خرید لیا آپ نے اور کیل کی شرط پر خریدا اور بائع نے آپ کے سامنے وہ سو قفیز گندم ماپ کر آپ کے حوالے کر دی، آپ اس کو اٹھا کر لے گئے، اب بھی آپ کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔ کیونکہ حدیث سے کیا پتہ چلا کتنے صاع جاری ہونے چاہئیں؟ دو صاع۔ ایک بائع کا صاع، صاع وہ پیمانہ بھئی وہی برتن جس میں ماپا ہے، ایک بائع کا صاع جاری ہونا چاہیے ایک مشتری کا۔ اور آپ بتائیے مولانا کتنے صاع ابھی جاری ہوئے ہیں؟ ایک۔ صرف بائع کا صاع جاری ہوا ہے، صرف اس نے ماپا ہے۔ لہذا اب آپ کے لیے پھر اس کو ماپنا ضروری ہے۔ آپ لے کر جائیں گے اس کو ساری گندم کو دوبارہ اب ماپیں گے، یا یوں کریں پہلے بائع نے ماپ کر دے دی پھر وہیں پر آپ نے خود بھی اس کو ماپ لیا۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ تو دوبارہ آپ پھر اس کو ماپیں گے کہ بھئی کہیں کوئی کمی بیشی نہ ہو، تو اب مولانا اب آپ کے لیے جائز۔ تو دیکھو دو صاع جاری ہوئے، ایک دفعہ کس نے ماپا؟ بائع نے بیع کے بعد۔ دوسری مرتبہ آپ نے خود ماپا۔ اب آپ اس کو بیچ بھی سکتے ہیں اور اس کو استعمال بھی کر سکتے ہیں۔

لیکن مولانا یہ تو ایک قول ہے، صحیح قول یہ ہے جس پر فتویٰ ہے کہ صرف بائع کا ماپنا کافی ہے بھئی۔ صرف بائع کا ماپنا کافی ہے۔ آپ بتائیے مولانا آپ اس طرح کوئی چیز خرید کر لاتے ہیں تو کبھی آپ نے دوبارہ آ کر خود ماپی؟ کبھی چیز تلوا کر لائے ہیں کبھی دوبارہ خود تولی؟ نہیں۔ ہم تو ایک ہی مرتبہ کرتے ہیں تو بھئی معلوم ہوا ہماری بیع غلط ہے اس چیز کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہمارے لیے؟ نہیں بھئی، میں نے بتلایا صحیح قول کیا ہے؟ صرف بائع کا ماپنا یا اس کا وزن کرنا کافی ہے، دوبارہ ماپنے کی ضرورت نہیں بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا؟

اشکال ہوتا ہے بھئی حدیث میں تو آیا دونوں کے صاع جاری ہونے چاہئیں، تو فقہائے کرام یہ کیسے فرما رہے ہیں؟ حدیث کی مخالفت کیسے کر رہے ہیں؟ جواب: نہیں مولانا فقہائے کرام حدیث کی مخالفت نہیں کر رہے بھئی۔ حدیث محمول ہے ایک خاص صورت پر، یہ ایک خاص صورت کے بارے میں حدیث آئی ہے ہر بیع وغیرہ کے بارے میں نہیں آئی بھئی۔ وہ کون سی صورت؟ کہتے ہیں حدیث اس صورت سے متعلق ہے جس کے اندر دو عقد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ تو چونکہ ہر عقد کے بعد اس کا چیز کا ماپنا ضروری ہوتا ہے، تو وہ صورت جس میں دو عقد اکٹھے آ گئے تو عقد دو آئے اور ہر عقد کے بعد کیا ضروری تھا؟ ماپنا۔ ہر بیع کے بعد کیا ضروری تھا؟ ماپنا۔ تو وہاں چونکہ بیع دو اکٹھی ہو گئیں تو وہاں ماپنا بھی کتنی دفعہ ہو گا؟ دو دفعہ ہو گا۔

صورت اس کی میں بتلاتا ہوں بھئی دیکھو۔ میں آپ کے پاس آیا اور آپ سے میں نے کہا مجھے بھئی ہزار قفیز گندم چاہیے۔ آپ نے کہا بھئی ہزار قفیز گندم آپ کو چھ مہینے بعد ملے گی۔ میں نے آپ کو پیسے دے دیے کہ ٹھیک ہے مجھے چھ مہینے بعد کیا کرنا؟ ہزار قفیز گندم کے دے دینا۔ یاد رکھو اس کو بیع سلم کہتے ہیں، آگے اس کا باقاعدہ باب آنے والا ہے وہاں تفصیل بیان ہو گی۔ تو پیسے آج دے دیے جائیں ثمن آج دے دیے جائیں اور چیز کچھ مدت کے بعد ملے اس کو کیا کہتے ہیں؟ بیع سلم۔ تو اب آپ نے مجھے ہزار قفیز گندم دینی ہے اور پیسے پہلے وصول کر چکے آپ۔ جب مدت پوری ہوئی چھ ماہ گزر گئے وہ تاریخ آ گئی میں آپ کے پاس پہنچا بھئی لاؤ بھئی وہ میری گندم میرے حوالے کرو۔ آپ نے اسی وقت کسی شخص سے گندم خریدی بھئی، اس وقت آپ کے پاس نہیں تھی آپ نے کیا کیا؟ اسی وقت میرے لیے گندم کسی سے خریدی۔ زید اس کے پاس کھڑا تھا دکاندار کے پاس جس سے میں نے گندم خریدی تھی، دکاندار نے فوراً زید سے بیع کی کہ بھئی آپ کے پاس گندم پڑی ہوئی ہے ہزار قفیز مجھے بیچ دو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ چنانچہ اس نے زید سے بیع کر لی اور ہزار قفیز گندم خرید لی بھئی۔

اب زید نے کہا بھئی گندم تو جیب میں تولے کر میں نہیں پھر رہا بھئی، میرے گودام میں پڑی ہے وہاں سے اب نکلوا لیں۔ دکاندار نے آپ سے کہا بھئی آپ کی چیز فلاں جگہ گودام میں پڑی ہے وہاں جائیں اور وہاں سے ہزار قفیز گندم وصول کر لیں بھئی۔ اب میں گیا وہاں اس گودام میں پہنچا بھئی۔ زید نے بتلا دیا تھا وہاں

ملازموں کو اپنے کہ بھئی ایک آدمی آئے گا اس کو ایک ہزار قفیز گندم دے دینی ہے۔ چنانچہ اس کے ملازموں نے ہزار قفیز گندم میرے سامنے ماپی اور میرے حوالے کر دی۔

اب آپ بتلایئے مولانا، میرا عقد کوئی زید کے ساتھ ہوا تھا یا دکاندار کے ساتھ؟ دکاندار کے ساتھ ہوا تھا۔ اور آگے دکاندار کا عقد کس کے ساتھ ہوا ہے؟ زید۔ تو زید کا عقد دکاندار سے ہوا ہے لہذا زید میرے حوالے چیز نہیں کرے گا بلکہ کس کے حوالے کرے گا؟ دکاندار کے۔ لیکن دکاندار نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا ہے، اپنا وکیل بنا کر بھیج دیا ہے کہ میری طرف سے جا کر تم کیا کر لو وہ چیز وصول کر لو۔ تو اب جب اس کے ملازموں نے وہ گندم ماپ کر میرے حوالے کی تو یاد رکھو یہ جو میں نے قبضہ کیا یہ اپنے لیے نہیں کیا، پہلے قبضہ کس کے لیے کروں گا؟ دکاندار کے لیے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اب یہ میں وکیل تھا اور میں نے دکاندار کے لیے اس چیز پر قبضہ کر لیا۔ یہاں ایک عقد آیا مولانا پورا ہو گیا اور اس عقد کے بعد گندم کو ماپا گیا یا نہیں ماپا گیا؟ ماپا گیا۔ اب پہلے میں نے دکاندار کے لیے قبضہ کر لیا اب میں اپنے لیے خود قبضہ کروں گا۔ اپنے لیے کیا کروں گا؟ خود قبضہ کر لوں گا۔ چنانچہ اب اپنے قبضے کے لیے ضروری ہے کہ میں دوبارہ اس چیز کو ماپوں بھئی، کیونکہ اب کون سا عقد شمار ہو رہا ہے جو میرا کس کے ساتھ ہوا تھا؟ دکاندار کے۔ تو پہلے اس عقد کے لیے گندم ماپی گئی جو کس کے ساتھ ہوا تھا؟ زید کے ساتھ۔ اب اس عقد کی وجہ سے ماپی جائے گی جو کس کے درمیان ہوا تھا؟ دکاندار اور میرے درمیان۔ تو اب دیکھیے مولانا ایک صاع کس کا جاری ہوا پہلے؟ بائع کا۔ پھر دوسرا صاع کس کا جاری ہوا؟ مشتری کا۔ تو دو صاع جاری ہو گئے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو حدیث اس صورت پر محمول ہے، اس کے بارے میں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

معلوم ہوا بھئی پہلا ضابطہ جو میں نے ابھی آپ کو بتایا، کوئی بھی چیز کیل کی شرط پر خریدی جائے تو عقد کے بعد اس کو ماپنا ضروری۔ کوئی بھی چیز وزن کی شرط پر خریدی جائے تو عقد کے بعد اس کو وزن کرنا ضروری، ابھی بتلایا آپ کو۔ لیکن آپ کیا کرتے ہیں بھئی؟ آپ جاتے ہیں آج کل دکاندار کے پاس جاتے ہیں بھئی ایک کلو چینی دے دو۔ چلو یہی مثال بنا لو۔ آپ نے جا کر پوچھا ایک کلو چینی کس طرح؟ مثلاً اس نے کہا بھئی پینتیس روپے کلو ہے۔ آپ نے کہا ایک کلو چینی دے دو۔ اس نے ایک پیکٹ اٹھایا اور آپ کے حوالے کر دیا جس میں پہلے سے ایک کلو چینی تول کر بند کی گئی ہے۔ آپ اٹھاتے ہیں پیسے دیتے ہیں اور لے کر آ جاتے ہیں۔ اب آپ بتایئے مولانا یہ کون سی چیز کی بیع کر رہے ہیں؟ وزنی۔ اور کس شرط پر کر رہے ہیں؟ وزن کی شرط پر کہ ایک کلو چاہیے۔ اور عقد کے بعد آپ نے وزن کیا؟ کوئی کرتا ہے؟ کوئی بھی نہیں کرتا۔ تو آپ کے ذہن میں شبہ آئے گا کہ معلوم ہوا یہ ہمارے لیے اب اس چینی کو استعمال کرنا درست نہیں؟ نہیں مولانا درست ہے بھئی۔

وجہ یہ کہ یہ جو دکاندار کے ساتھ ہم بیع کرتے ہیں یہ بیع تعاطی ہے۔ کیا ہے؟ بیع تعاطی۔ بیع تعاطی کس کو کہتے تھے؟ جس میں ایجاب اور قبول نہیں ہوتا بھئی، مشتری پیسے دیتا ہے اور چیز اٹھا کر لے جاتا ہے، اس کو بیع تعاطی کہتے ہیں بھئی۔ اور اس میں ایجاب و قبول نہیں ہوتا۔ تو یہ جو ہم بیوع کرتے ہیں یہ تقریباً اکثر ساری ہی بیع تعاطی ہی ہوتی ہیں تقریباً۔ کیسے؟ آپ گئے تھے آپ نے جا کر دکاندار سے پوچھا بھئی یہ چینی کلو کس طرح ہے؟ اس نے کہا پینتیس روپے۔ ایجاب ہوا ہے ابھی؟ ابھی نہیں ہوا۔ آپ نے کہا بھئی مجھے ایک کلو چینی دے دو۔ اب بتایئے ایجاب ہوا یا نہیں ہوا؟ ایجاب کیوں نہیں ہوا؟ نہیں نہیں نہیں۔ کیا وجہ ہے بھئی؟ بھئی قبول الگ چیز ہے میں صرف ایجاب کی بات کر رہا ہوں، ایجاب ہوا یا نہیں ہوا؟ نہیں۔ کیوں نہیں ہوا؟

اچھا دیکھو بھئی ایجاب ابھی نہیں ہوا بھئی۔ اس لیے کیونکہ ایجاب کے اندر ضروری تھا کہ ماضی کا صیغہ ہو یا حال کا صیغہ ہو مولانا۔ کون سا صیغہ؟ ماضی یا حال کا۔ کتاب میں صرف ماضی کا صیغہ ذکر ہوا تھا لیکن میں نے بتایا حال کے صیغے کے ساتھ بھی بیع ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ عربی کے اندر حال کا کوئی الگ صیغہ نہیں ہے، وہی مضارع مستقبل کے لیے بھی آتا ہے وہی مضارع حال کے لیے بھی آتا ہے، لہذا وہاں صرف لفظ ماضی ذکر ہوا تھا کہ بیع کے اندر ماضی کا صیغہ ہونا چاہیے۔ اور میں نے بتلایا تھا اگر حال یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہو اور اس میں حال کی نیت کر لی جائے، مضارع میں کتنے معنی تھے؟ حال اور استقبال۔ لیکن کون سا ارادہ کر لیا مضارع کہتے ہوئے؟ حال کا ارادہ کر لیا جائے پھر بھی کیا ہو جائے گی؟ بیع منعقد ہو جائے گی۔ اب آپ نے ابھی آ کر دکاندار سے کہا بھئی ایک کلو چینی دے دو۔ تو آپ بتایئے یہ حال ہے یا مستقبل ہے؟ امر ہے بھئی امر۔ امر کس زمانے کے لیے ہوتا ہے؟ کون سا زمانہ ہوتا ہے؟ مستقبل کا زمانہ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ امر ہے مولانا۔

تو لہذا ایجاب ابھی بھی نہیں آیا۔ ایجاب ابھی بھی نہیں آیا۔ اس نے ایک پیکٹ اٹھایا آپ کے حوالے کیا، آپ نے پیسے نکالے اس کے حوالے کیے۔ تو دیکھو نہ ایجاب ہوا نہ قبول ہوا، اور تعاطی ہوئی بھئی، اس نے چینی دی آپ نے پیسے دیے آپ اٹھا کر چلے گئے۔ دیکھا ہم جتنی بیوع کرتے ہیں اسی طرح ہوتی ہیں یا نہیں ہوتیں بھئی؟ تقریباً اسی طرح ہوتی ہیں بھئی۔ تو یہ بیع تعاطی ہے، اور بیع تعاطی کے اندر کیل یا وزن ضروری نہیں بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

توکہتے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى مَكِيلًا مُكَايَلَةً أَوْ مَوْزُونًا مُوَازَنَةً اور جس شخص نے خریدا مکیلی چیز کو مُكَايَلَةً کیل کی شرط پر، أَوْ مَوْزُونًا یا وزنی چیز کو موزونی چیز کو مُوَازَنَةً کس شرط پر بھئی؟ وزن کی شرط پر۔ فَاكْتَالَهُ أَوِ اتَّزَنَهُ پس اس نے اسے ماپ لیا بھئی۔ دیکھو وَمَنِ اشْتَرَى مَكِيلًا مُكَايَلَةً اور جس نے کسی مکیلی چیز کو کیل کی شرط پر خریدا، بھئی جب کیل کی شرط پر خریدا ہے تو بائع اس کے لیے ماپے گا یا نہیں ماپے گا؟ ماپے گا۔ أَوْ مَوْزُونًا مُوَازَنَةً یا وزنی چیز کو کس شرط پر خریدا؟ تولنے کی شرط پر خریدا وزن کی شرط پر خریدا، تو بائع اس کے لیے وزن کرے گا یا نہیں کرے گا؟ کرے گا۔ تو کون سا صاع جاری ہو گیا؟ بائع کا۔ کس کا؟ بائع کا صاع جاری ہو گیا۔ فَاكْتَالَهُ أَوِ اتَّزَنَهُ پس پھر اسے ماپ لیا اگر ماپی جانے والی چیز تھی، أَوِ اتَّزَنَهُ یا اس کو کیا کر لیا؟ وزن کر لیا اگر وزنی چیز تھی۔ یہ کس کی بات چل رہی ہے اب؟ خریدنے والے کی۔ کس کی بات چل رہی ہے؟ خریدنے والے کی۔ بھئی کتنے صاع جاری ہونے چاہئیں؟ دو صاع۔ بھئی دو صاع اب جاری ہوں گے، ایک شخص خریدے گا اور دو صاع جاری ہو جائیں گے تو اس شخص کے لیے اس کو استعمال کرنا بھی جائز ہو گا اور بیچنا بھی جائز ہو گا۔ لیکن آگے جس کو بیچے گا وہاں آپ کو بتلائیں گے صورت۔

دیکھو ابھی پہلا خریدا رہے: وَمَنِ اشْتَرَى جس نے کوئی چیز خریدی ہے مَكِيلًا مُكَايَلَةً کون سی چیز خریدی ہے؟ کیلی۔ اور کس شرط پر؟ کیل کی شرط پر۔ تو بائع نے معلوم ہوا کس طرح حوالے کی ہو گی؟ ماپ کر، کیل کر کے۔ أَوْ مَوْزُونًا مُوَازَنَةً یا وزنی چیز خریدی ہے کس شرط پر؟ وزن کی شرط پر، تولنے کی شرط پر۔ تو اس نے وزن کر کے حوالے کی۔ تو دیکھو مولانا بائع کا صاع جاری ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ اب آگے دیکھو دوسرا صاع بھی جاری کر رہے ہیں: فَاكْتَالَهُ پھر اس خریدنے والے نے اس کو کیا کر لیا؟ ماپ لیا جب کہ چیز ماپی جانے والی تھی، أَوِ اتَّزَنَهُ یا اس کو کیا کر لیا؟ وزن، جب کہ چیز کون سی تھی؟ وزنی تھی موزونی چیز تھی بھئی۔ تو اب دیکھیے یہ کون سا صاع جاری ہوا پہلا یا دوسرا؟ دوسرا بھئی۔ ابھی تو میں بتا رہا ہوں مَكِيلًا مُكَايَلَةً کے اندر پہلا صاع آ گیا، ماپی جانے والی چیز کس شرط پر خریدی؟ ماپ کی شرط پر، تو معلوم ہوا بائع نے کس طرح حوالے کی ہے؟ ماپ کر حوالے کی ہے۔ یا وزنی چیز وزن کی شرط پر خریدی تو معلوم ہوا اس نے کس طرح حوالے کی ہے؟ وزن کر کے، تو ایک صاع جاری ہو گیا۔ اب فَاكْتَالَهُ أَوِ اتَّزَنَهُ یہ کون سا صاع بیان ہو رہا ہے پہلا یا دوسرا؟ یہ اب دوسرا صاع بیان ہو رہا ہے جو مشتری کر رہا ہے گھر لے جا کر یا وہیں پر۔ فَاكْتَالَهُ أَوِ اتَّزَنَهُ پھر اس کو ماپ لیا یا وزن کر لیا مشتری نے۔

اب بتائیے اس مشتری کے لیے آگے بیچنا جائز ہے یا جائز نہیں مولانا؟ اب اس کے لیے جائز، خود کھانا جائز ہے یا جائز نہیں بھئی؟ جائز ہو گیا۔ چنانچہ اب بیچنا اس کے لیے جائز ہے: ثُمَّ بَاعَهُ پھر اس نے کیا کیا اسے؟ بیچ دیا آگے۔ ثُمَّ بَاعَهُ پھر اس مشتری نے اس چیز کو بیچ دیا مُكَايَلَةً أَوْ مُوَازَنَةً کس شرط پر بھئی؟ کیل کی شرط پر یا وزن کرنے کی شرط پر۔ لَمْ يَجُزْ لِلْمُشْتَرِي مِنْهُ تو جائز نہیں ہے اس شخص کے لیے جو خریدنے والا ہے مِنْهُ اس سے، اس شخص کے لیے جائز نہیں ہے جو اس سے خریدنے والا ہے أَنْ يَبِيعَهُ کہ وہ اس کو بیچے وَلَا أَنْ يَأْكُلَهُ اور نہ یہ کہ وہ اسے کھائے حَتَّى يُعِيدَ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ یہاں تک کہ وہ لوٹا لے پھر کیل اور وزن۔

صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ دیکھو ادھر دوبارہ سنو بھئی۔ میں نے زید سے سو قفیز گندم خریدی کس شرط پر؟ کیل کی شرط پر۔ تو اس نے ماپ کر حوالے کر دی۔ پھر میں نے اس کو کیا کیا؟ اپنے لیے دوبارہ ماپ لیا۔ تو کتنے صاع جاری ہو گئے؟ دو۔ لہٰذا میرے لیے کھانا بھی صحیح اور اس کو بیچنا بھی صحیح۔ چنانچہ جب بیچنا میرے لیے صحیح ہوا اب میں نے اس کو آگے بیچ دیا۔ آگے جو مجھ سے خریدنے والا ہے اس کو بھی تو میں نے کیا کر کے دی؟ ماپ کر بیچی ہے، کیل کی شرط پر بیچی ہے۔ اس کے سامنے میں نے گندم ماپی، اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ابھی کتنے صاع جاری ہوئے ہیں؟ صرف بائع کا صاع جاری ہوا ہے یعنی مشتری اول کا صاع جاری ہوا ہے، مشتری ثانی جس نے دوبارہ خریدی ہے اس کا اپنا صاع جاری نہیں ہوا۔ لہٰذا اس کے لیے اسے کھانا بھی صحیح نہیں اور اسے بیچنا بھی صحیح نہیں۔ صورت سمجھ میں آئی؟ یہ صورت بیان ہوئی۔ اسی لیے فَاكْتَالَهُ أَوِ اتَّزَنَهُ ذکر کیا کہ مشتری اول پھر دوبارہ اپنے لیے ماپتا ہے اور وزن کرتا ہے تو اب اس کے لیے جائز ہوا، پھر آگے وہ بیچتا ہے کیل یا وزن کی شرط پر تو آگے خریدنے والا جو مشتری ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اسے کھائے یا بیچے یہاں تک کہ اس میں پھر لوٹا لے کس کو؟ کیل یا وزن کو۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ میں نے بتلایا کتاب میں یہ صورت ذکر ہے یہ ایک قول ہے بعض فقہاء کا، لیکن صحیح قول کیا ہے؟ صرف بائع کا صاع کافی ہے اور مشتری کے صاع کی ضرورت نہیں۔ باقی حدیث میں جو ذکر آیا اس کے مطابق بعض فقہاء نے یہ صورت ذکر کی لیکن دیگر عام فقہاء فرماتے ہیں وہ حدیث ہر مسئلے سے متعلق نہیں ہے، وہ ایک خاص صورت سے متعلق ہے جہاں کتنے عقد جمع ہو جاتے ہیں؟ دو عقد۔ تو وہاں عقد دو ہیں لہٰذا وہاں صاع بھی کتنے ہونے چاہئیں؟ دو جاری ہونے چاہئیں۔ سب کو مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟

وَالتَّصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ اور تصرف کرنا ثمن کے اندر قَبْلَ الْقَبْضِ قبضے سے پہلے جَائِزٌ جائز ہے بھئی۔ بھئی اوپر مسئلہ گزرا تھا کہ منقولی چیز میں قبضے سے پہلے تصرف جائز نہیں، اسے آگے بیچنا بھی جائز نہیں جب تک قبضہ نہ کرلے۔ لیکن یاد رکھو ثمن کے اندر قبل القبض بھی تصرف جائز ہے۔ دوبارہ دونوں کی مثالیں سمجھ لو۔ میں نے آپ سے ایک قلم خریدا سو روپے کا۔ بیع ہم دونوں کے درمیان ہوگئی۔ اب ابھی آپ سے میں نے قلم لیا نہیں کہ میں اس کو آگے کسی اور کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہوں۔ میں مثلاً زید کو کہتا ہوں بھئی یہ قلم میں نے خریدا ہے سو روپے کا آپ کو ایک سو دس میں دے دوں گا۔ آپ بتائیے یہ بیع درست ہے یا درست نہیں؟ درست نہیں ہے۔ کیوں نہیں درست؟ کیونکہ منقولی چیز ہے اور میں نے ابھی اس پر قبضہ نہیں کیا۔ جب قبضہ کرلوں گا پھر میرے لیے آگے بیچنا جائز ہو جائے گا بھئی۔

تو معلوم ہوا مبیع میں قبل القبض تصرف جائز نہیں، یہ میں تصرف ہی کر رہا ہوں نا ایک چیز کو آگے بیچ رہا ہوں۔ یا میں آپ کو ہی کہتا ہوں بھئی آپ سے میں نے وہ سو روپے کا قلم خریدا تھا آپ یوں کریں اس قلم کے بدلے مجھے کتاب دے دیں۔ تو اب آپ بتائیے یہ جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز نہیں ہے مولانا۔ کیوں؟ کیونکہ میں تصرف کس میں کر رہا ہوں؟ مبیع میں۔ اور قبل القبض کر رہا ہوں یا بعد القبض؟ قبل القبض۔ اور مبیع میں قبل القبض تصرف جائز نہیں ہے بھئی۔ ہاں ثمن میں قبل القبض تصرف جائز ہے۔ مثلاً آپ سے میں نے قلم خریدا ہے سو روپے کا، ابھی میں نے آپ کو سو روپیہ ادا نہیں کیا، آپ نے کہا بھئی یوں کرو اس سو روپے کے بدلے مجھے کتاب دے دو۔ تو آپ کس چیز میں تصرف کر رہے ہیں ثمن میں یا مبیع میں؟ ثمن میں۔ اور قبل القبض ہے یا بعد القبض؟ قبل القبض ہے مولانا۔ تو آپ ثمن میں تصرف کر رہے ہیں اور قبل القبض کر رہے ہیں، اور ابھی صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا کہ ثمن میں قبل القبض بھی تصرف جائز ہے۔ معلوم ہوا اب آپ کتاب لے سکتے ہیں اس کے بدلے میں۔ لیکن مبیع کے بدلے میں کوئی اور چیز لے لیں قبضے سے پہلے یہ درست نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَالتَّصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ اور تصرف کرنا ثمن کے اندر قبضے سے پہلے جائز ہے۔

وَيَجُوزُ لِلْمُشْتَرِي أَنْ يَزِيدَ لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ۔ بھئی دیکھو مشتری کے لیے جائز ہے کہ ثمن بڑھا دے۔ عقد مثلاً آپ کے میرے درمیان میں نے آپ سے قلم کتنے کا خریدا؟ سو روپے کا۔ آپ نے قلم میرے حوالے کیا، قلم سے میں نے تھوڑا سا لکھا بھئی دیکھا بھئی مجھے بڑا پسند آیا، میں نے آپ کو سو روپیہ دینے کے بجائے ایک سو پچاس دے دیے۔ تو دیکھو میں نے کس چیز میں زیادتی کی؟ ثمن میں۔ تو یہ میری مرضی بھئی میرا مال ہے میں اس ثمن میں کمی تو نہیں کر رہا تو میں کیا کر رہا ہوں؟ زیادتی کر رہا ہوں۔ تو معلوم ہوا صاحب قدوری کیا کہتے ہیں؟ ثمن کے اندر مشتری زیادتی کر سکتا ہے، زائد دے دے بھئی اپنی طرف سے۔

اور اسی طرح بائع بھی مبیع کے اندر زیادتی کر سکتا ہے بھئی۔ بلکہ آپ گئے مولانا دکاندار کے پاس بھئی مجھے سو قفیز گندم دے دو، اس نے سو قفیز ماپ کر دی۔ پھر آپ کی طرف دیکھا غور سے، اچھا بھئی آپ تو طالب علم ہیں بھئی لو بھئی دس قفیز اس نے مزید اپنی طرف سے ملا کر دے دیے۔ تو دیکھو اس نے کس چیز میں زیادتی کی ہے؟ مبیع کے اندر بھئی۔ تو مبیع کے اندر بھی زیادتی جائز ہے اور ثمن کے اندر بھی زیادتی جائز ہے۔ یا مولانا وہ ثمن میں کمی کر دیتا ہے دکاندار آپ کے لیے بھئی۔ بھئی سو قفیز کے مثلاً پیسے بنتے تھے ایک ہزار، اس نے آپ کو دیکھا بھئی طالب علم ہے، اچھا چلو بھئی آپ صرف نو سو مجھے دے دیں۔ تو اس نے کیا کیا؟ ثمن کے اندر کمی کر دی، تو یہ بھی جائز۔ تو مشتری کے لیے ثمن میں زیادتی کرنا بھی جائز، اسی طرح بائع کے لیے مبیع کے اندر زیادتی کرنا بھی جائز اور ثمن کے اندر کمی کرنا بھی جائز۔

تو کہتے ہیں: وَيَجُوزُ لِلْمُشْتَرِي اور جائز ہے مشتری کے لیے أَنْ يَزِيدَ لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ کہ وہ بڑھا دے بائع کے لیے ثمن کے اندر یعنی زیادہ ثمن دے دے۔ وَيَجُوزُ لِلْبَائِعِ أَنْ يَزِيدَ لِلْمُشْتَرِي فِي الْمَبِيعِ اور جائز ہے بائع کے لیے کہ وہ بڑھا دے مشتری کے لیے مبیع میں یعنی زیادتی کر دے مبیع میں یعنی زیادہ دے دے۔ وَيَجُوزُ اور یہ بھی جائز ہے بائع کے لیے أَنْ يَحُطَّ مِنَ الثَّمَنِ کہ کمی کر دے ثمن میں سے۔ ثمن میں کیا کر دے؟ کمی کر دے۔[1]

وَيَتَعَلَّقُ الِاسْتِحْقَاقُ بِجَمِيعِ ذَلِكَ اور استحقاق متعلق ہو گا سارے کے ساتھ بھئی۔ استحقاق کس سے متعلق ہو گا؟ سارے کے ساتھ متعلق ہو گا۔ یعنی جو ثمن میں زیادتی ہوئی ہے یا مبیع میں زیادتی ہوئی ہے سارے کے ساتھ استحقاق کا تعلق ہو گا۔ کیسے بھئی؟ بایں معنی مولانا دیکھو، بھئی آپ سے میں نے قلم خریدا کتنے روپے میں؟ سو میں۔ لیکن میں نے پھر خوش ہو کر سو کے بجائے کتنے دے دیے تھے؟ ایک سو پچاس دے دیے تھے۔ وہ قلم میں لے آیا لیکن پھر ایک

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَزِيدَ لِلْمُشْتَرِي فِي الْمَبِيعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يزيد في المبيع» منقول ہے۔

دن بعد مجھے اس میں ایک عیب کا پتہ چلا جو آپ ہی کے پاس سے آیا تھا۔ میں نے کہا اوہو اس قلم میں تو عیب ہے، میں واپس لے آیا آپ کو قلم واپس کر دیا عیب کی وجہ سے۔ آپ نے قلم جیب میں رکھا اور سو روپیہ نکال کر مجھے دے دیا۔ کیا کیا؟ سو روپیہ۔ میں نے کہا بھئی سو کس چیز کا دیتے ہو؟ میں نے تو ڈیڑھ سو آپ کو دیا تھا۔ آپ نے کہا بھئی دیکھو قلم سو روپے کا تھا پچاس روپے آپ نے مجھے ویسے دیے تھے۔ میں کہتا ہوں نہیں نہیں مجھے پورا ڈیڑھ سو واپس کرو۔

تو یاد رکھو مولانا یہ جو ثمن میں زیادتی کی جاتی ہے یہ کوئی الگ نیکی نہیں شمار ہوتی، یہ یوں ہی سمجھا جاتا ہے جیسے ثمن ہی ہے مولانا۔ کیا ہے؟ ثمن ہی میں داخل ہوتے ہیں۔ تو یہ جو پچاس روپے میں نے زائد دیے تھے یہ کوئی الگ احسان نہیں تھا، احسان تو تھا نیکی تو تھی میری میں نے ثمن زیادہ کر دیے لیکن اب یہ کس کے اندر داخل ہو گئے؟ ثمن میں۔ لہٰذا اب میرا استحقاق اس سارے سے متعلق ہے، جب چیز میں واپس کر رہا ہوں تو پیسے بھی کیا کروں گا؟ پورے واپس لوں گا۔ تو اب کتنے واپس آئیں گے؟ ڈیڑھ سو ہی واپس اسے دینا پڑیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

یا مولانا دوسری صورت بھئی۔ گندم آپ لینے گئے تھے سو قفیز بھئی اور دکاندار نے کتنے قفیز زیادہ دے دیے تھے؟ دس قفیز۔ تو آپ گندم لائے اس میں کسی عیب کا پتہ لگ گیا بھئی، یہ تو عیب دار گندم دے دی ہے اس نے مجھے۔ آپ گندم واپس لے کر چلے گئے، مثلاً ہزار روپے میں لائے تھے۔ آپ نے دکاندار کو کہا یہ لو بھئی اپنی سو قفیز گندم لو اور میرے ہزار روپے واپس کرو، یہ عیب دار گندم ہے۔ دکاندار نے کہا لاؤ بھئی لے آؤ۔ لیکن کہتا ہے بھئی آپ تو سو قفیز لائے میں نے تو ایک سو دس قفیز آپ کو دیے تھے۔ آپ نے کہا بھئی وہ دس تو آپ نے مجھے ویسے ہی دیے تھے، بیع تو کتنے کی ہوئی تھی؟ سو کی۔ تو یاد رکھو مولانا نہیں، ایسا نہیں ہو گا، بلکہ وہ ساری چیز جو زائد اس نے دی تھی وہ بھی کس کے اندر داخل ہو جائے گی؟ مبیع ہی کے اندر داخل ہو گئی، وہ ساری مبیع بن گئی۔ لہٰذا اب اگر آپ پیسے لینا چاہتے ہیں واپس چیز کو رد کرنا چاہتے ہیں تو کیا کرنا پڑے گا؟ اس سارے کے ساتھ اس دکاندار کا استحقاق متعلق ہے، لہٰذا ساری گندم واپس کرو گے تو آپ کو ایک ہزار روپیہ ملے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ معنی ہے استحقاق کا تعلق اس زیادتی کے ساتھ بھی ہو گا یعنی سارے کے ساتھ، جو اصل تھا اس کے ساتھ بھی اور جو زائد کیا گیا اس کے ساتھ بھی استحقاق کا تعلق ہو گا۔ صورت سمجھ میں آگئی سب کو؟

یا مولانا ایک صورت یہ ہے اسی میں، اسی طرح ایک اور صورت بنالو۔ بھئی ایک شخص سے میں نے مثلاً قلم خریدا سو روپے کا اور پھر میں نے اسے خوش ہو کر کتنے دے دیے تھے زیادہ؟ پچاس زیادہ، تو میں نے اسے ڈیڑھ سو روپیہ ادا کر دیا۔ بعد میں مولانا پتہ لگا زید نے میرے پاس قلم دیکھا اس نے کہا بھئی یہ تو میرا قلم ہے۔ پتہ لگا یہ زید کا قلم تھا بھئی، اس شخص نے ویسے ہی میرے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چیز کسی اور کی نکل آئی۔ جب کسی اور کی چیز نکل آئی تو چیز اس کو واپس دینا پڑی۔ قلم وہ اس کو دینا پڑا بھئی وہ قلم لے گیا۔ اب میں مولانا بائع کے پاس پہنچا کہ لاؤ بھئی وہ میرے ثمن واپس کرو بھئی وہ چیز تو کسی اور کی نکل آئی بھئی۔ چنانچہ وہ کیا کرے گا؟ اس نے کیا کیا؟ اس نے سو روپیہ نکال کر مجھے دے دیا۔ میں نے کہا بھئی سو کیسے بھئی ڈیڑھ سو روپیہ دو۔ اس نے کہا بھئی دیکھو سو روپے میں بیع ہوئی تھی پچاس روپے تو آپ نے مجھے ویسے ہی دیے تھے۔ میں نے کہا نہیں بھئی آپ نے قدوری میں شاید مسئلہ نہیں پڑھا بھئی کہ استحقاق کا تعلق کس سے ہوتا ہے؟ سارے کے ساتھ استحقاق کا تعلق ہوتا ہے، لہٰذا اب یہ سارے ثمن مجھے کیا کرو؟ واپس کرو۔ تو وہ پچاس روپے کوئی ثمن سے الگ نہیں شمار ہوتے، یوں ہی سمجھا جاتا ہے گویا ثمن ہی بڑھا دیے۔ یہ معنی ہے: وَيَتَعَلَّقُ الِاسْتِحْقَاقُ بِجَمِيعِ ذَلِكَ اور استحقاق کا تعلق ہو گا اس سارے کے ساتھ بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍّ ثُمَّ أَجَّلَهُ أَجَلًا مَعْلُومًا صَارَ مُؤَجَّلًا۔ بھئی آپ جانتے ہیں مولانا بیع کرتے ہیں بعض اوقات پیسے نقد دیے جاتے ہیں اور بعض اوقات ادھار کر لیا جاتا ہے۔ کیا کیا جاتا ہے؟ ادھار کر لیا جاتا ہے۔ لیکن میں نے آپ کو بتلایا تھا ہمیشہ جب بھی ادھار کرو مدت کی تعیین ضرور کرو ورنہ بیع فاسد ہو جائے گی، کہ میں فلاں تاریخ کو پیسے دوں گا۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں بھئی پیسے بعد میں لے لینا۔ نہیں مولانا یہ درست نہیں ہے پیسے بعد میں لے لینا، بلکہ کیا ہونا چاہیے؟ مدت کی تعیین ہونی چاہیے مثلاً فلاں تاریخ کو دوں گا یا دس دن کے بعد دوں گا یا بیس دن کے بعد دے دوں گا، مدت متعین ہونی چاہیے۔ اگر آپ مدت متعین نہیں کرتے تو پھر یہ بیع فاسد ہو گئی چاہے دکاندار ہی کیوں نہ کہہ دے بھئی لے جاؤ لے جاؤ بس آپ پر اعتماد ہے بھئی بعد میں پھر جب دل چاہے پیسے دے دینا۔ یہ درست نہیں، بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد۔ بیوع کرو تو اب خیال رکھو مولانا آپ مسائل پڑھتے جا رہے ہیں بھئی ان کے مطابق بیع کیا کرو۔[۲]

تو لہٰذا مدت کا معلوم ہونا ضروری۔ تو چیز کبھی ادھار بھی خریدی جاتی ہے کبھی نقد، کبھی آپ اسی وقت پیسے دے دیتے ہیں کبھی مدت متعین کر لیتے ہیں کہ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍّ ثُمَّ أَجَّلَهُ أَجَلًا مَعْلُومًا صَارَ مُؤَجَّلًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع بثمن حال ثم أجله أجلا معلوما مؤجلا» منقول ہے۔

ایک مہینے بعد پیسے دوں گا۔ اب ایک شخص سے آپ نے ایک چیز خریدی، دکاندار سے مثلاً کوئی چیز خرید لی سو روپے کی۔ اور خریدتے ہوئے کوئی مدت کی بات نہیں ہوئی لیکن خریدنے کے بعد آپ نے کہا بھئی پیسے میں ایک مہینے کے بعد دے دوں گا یکم تاریخ کو دے دوں گا۔ اس نے قبول کر لیا، ٹھیک ہے بھئی کیا کرنا؟ ایک مہینے بعد۔ بھئی اگر وہ قبول نہیں کرتا پھر تو پیسے اسی وقت دینے پڑیں گے، لیکن اگر وہ قبول کر لیتا ہے تو پہلے تو یہ پیسے کی ادائیگی فوراً ضروری تھی لیکن اب جب جس کا حق ہے اس نے خود ہی آپ کو وقت دے دیا تو یہ دین جو تھا آپ پر یہ کیا بن گیا؟ پہلے فوری تھا اب مدت والا ہو گیا بھئی، خاص مدت کے بعد دینا پڑے گا۔ تو یہ دین مؤجل ہو گیا۔ کیا ہو گیا؟ دین مؤجل۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ پیسے لینا کس کا حق تھا؟ دکاندار کا، تو مدت بھی وہ خود ہی مجھے دے رہا ہے، دے سکتا ہے یا نہیں دے سکتا؟ دے سکتا ہے۔ تو لہٰذا ہر وہ دین جس کی فوری ادائیگی ضروری تھی اگر اس میں صاحب حق خود کیا کر دے؟ کوئی مدت دے دے تو وہ کیا بن جائے گا؟ دین مؤجل بن جائے گا بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ تو یہ مؤجل بن جائے گا اور پھر جب ایک دفعہ دین مؤجل بن گیا تو اب وہ اس کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا بھئی مدت سے پہلے۔ مدت سے پہلے اس کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا۔ بھئی وہ پندرہ دن بعد ہی آپ کے پاس پہنچ گیا، لاؤ بھئی پیسے نکالو بھئی۔ آپ کہیں گے بھئی آپ نے مجھے ایک مہینے کا پورا وقت دیا تھا ابھی نصف وقت ہوا ہے۔ اس نے کہا بھئی وہ تو میں نے ویسے دیا تھا، وہ تو آپ کو فوراً دینا تھا اسی وقت لیکن میں نے آپ پر احسان کیا آپ کو ایک مہینے کا ٹائم دے دیا لیکن اب مجھے فوراً چاہئیں بھئی۔ آپ کہیں گے نہیں بھئی یا تو وقت دیتے ہی نہ اسی وقت، اب ایک دفعہ دے دیا ہے تو اب آپ کا حق بن گیا کہ مدت کے پورا ہونے تک وہ آپ سے مطالبہ بھی نہیں کر سکتا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں آپ دینا چاہیں تو پہلے بے شک دے دیں لیکن وہ زبردستی آ کر مطالبہ کرے آپ کو قاضی کے پاس لے کر جاتا ہے پیسے نکلوائے، نہیں بھئی اب وہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کیا کر چکا ہے؟ خود ہی اپنے حق کو ایک مہینے کے لیے مؤخر کر چکا ہے۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍّ اور جس نے بیچا کس کے بدلے میں؟ ثمن حالی کے بدلے میں، یعنی فوری ثمن کے بدلے میں یعنی نقد کے بدلے میں، فوری ثمن جس کی ادائیگی تھی۔ ثُمَّ أَجَّلَهُ پھر کیا کیا مشتری کو کچھ مدت دے دی، لیکن کیسی مدت؟ أَجَلًا مَعْلُومًا ایسی مدت جو معلوم تھی متعین تھی، صَارَ مُؤَجَّلًا تو یہ کیا بن جائیں گے؟ ثمن کیا بن جائیں گے؟ مؤجل بن جائیں گے، مدت والے ہو جائیں گے۔

وَكُلُّ دَيْنٍ حَالٍّ إِذَا أَجَّلَهُ صَاحِبُهُ صَارَ مُؤَجَّلًا إِلَّا الْقَرْضَ فَإِنَّ تَأْجِيلَهُ لَا يَصِحُّ۔ اور ہر دین حالی یعنی ہر فوری دین إِذَا أَجَّلَهُ صَاحِبُهُ جب اس کی کوئی مدت مقرر کر دے اس کا مالک صَارَ مُؤَجَّلًا تو وہ کیا بن جائے گا؟ مؤجل بن جائے گا، إِلَّا الْقَرْضَ مگر قرض فَإِنَّ تَأْجِيلَهُ لَا يَصِحُّ اس لیے کہ اس کی تاجیل صحیح نہیں بھئی، یعنی اس میں مدت کی شرط لگانا صحیح نہیں۔[۳]

بھئی دیکھو ایک ہے دین ایک ہے قرض۔ ایک کیا ہے؟ ایک ہے دین ایک ہے قرض۔ یاد رکھو جب کسی شخص پر کسی کی کوئی چیز آ جائے کہ یہ اس نے ادا کرنی ہے، اس پر ادائیگی آ جائے تو اس کو دین کہا جاتا ہے۔ کیا کہا جاتا ہے؟ دین کہا جاتا ہے۔ مثلاً آپ نے ایک چیز خریدی اب آپ کو پیسے دینے ہیں یا نہیں دینے؟ تو یہ جو پیسے ہیں آپ پر ثمن آپ کے ذمے آئے یہ کیا کہلائیں گے اب؟ دین کہلائیں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ مثلاً آپ نے کہا تھا میں ایک مہینے بعد دوں گا، تو یہ ثمن اب کیا کہلائیں گے؟ دین کہلائیں گے۔

اسی طرح قرض بھی ہے مولانا، آپ کسی کو ہزار روپیہ دیتے ہیں مہینے بعد وہ آپ کو ہزار دے گا مثلاً، تو یہاں پر بھی دیکھیے مولانا اب اس کے ذمے ایک ہزار کی ادائیگی آ گئی یا نہیں آ گئی؟ تو یہ بھی دین ہے، یہ بھی دین ہے۔ لیکن اس دین کو قرض کہا جاتا ہے کہ ایک طرف سے مثلی چیز لی، قرض میں کیا چیز لی جاتی ہے؟ مثلی چیز لی جاتی ہے یاد رکھو، اور پھر وہی مثلی چیز واپس کی جاتی ہے۔ روپیہ، پیسہ، سونا، چاندی، درہم، دینار، تولی جانے والی چیزیں، ماپی جانے والی چیزیں، یہ ساری مثلی ہیں بھئی۔ یہ ساری کیا ہیں؟ بھئی مثلی جن کا مثل ملتا ہو۔ آپ کے پاس سو روپے کا نوٹ ہے مولانا اس کا مثل ملتا ہے یا نہیں ملتا؟ ملتا ہے۔ آپ کے پاس ایک تولہ سونا ہے اس کا مثل ملتا ہے یا نہیں ملتا؟ ملتا ہے۔ آپ کے پاس ایک دینار ہے یا ایک درہم ہے یا ایک تولہ چاندی ہے ان کا مثل ملے گا یا نہیں ملے گا؟ ملے گا۔ اسی طرح آپ کے پاس ایک سیر چینی ہے اس کا مثل ملے گا یا نہیں؟ ملے گا۔ اسی طرح آپ کے پاس ایک قفیز گندم ہے اس کا مثل ملتا ہے یا نہیں ملتا؟ ملتا ہے۔ تو یہ ساری مثلی چیزیں ہیں یعنی روپیہ، پیسہ، سونا، چاندی، درہم، دینار، تولی جانے والی چیزیں اور ماپی جانے والی چیزیں۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «دين إِذَا أَجَّلَهُ صَاحِبُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «دين حال إذا أجله صاحبه» منقول ہے۔

ان میں یہ ایک عقد قرض کہلاتا ہے۔ کیا کیا جاتا ہے؟ ایک چیز دی جاتی ہے مثلی اور کچھ مدت کے بعد وہ شخص وہی مثلی چیز اتنی ہی مقدار میں واپس کر دیتا ہے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ قرض کہلاتا ہے۔ تو یاد رکھو یہ دین بھی ہے لیکن اس کا اپنا الگ نام کیا ہے؟ قرض ہے۔ دین تو ہر وہ چیز جو دوسرے کے ذمے، ہر مثلی چیز جو دوسرے کے ذمے واجب ہو وہ کیا کہلاتی ہے؟ دین۔ آپ نے کسی کے پیسے کسی بھی وجہ سے دینے ہیں، چیز خریدی ہے یا اس کا کرایہ کسی مکان کا دینا ہے یا کچھ بھی دینا ہے، آپ نے یہ جو چیز دینی ہے یہ کون سی ہو گی مثلی ہوتی ہے یا ذوات القیم ہوتی ہے؟ مثلی ہے مولانا، مثلی چیز دوسرے کے ذمے باقی رہ سکتی ہے ذوات القیم باقی نہیں۔

اچھا تو یہ مثلی چیز جو دوسرے کے ذمے باقی ہوتی ہے یہ کیا کہلاتی ہے؟ دین کہلاتی ہے۔ اور اس کی ایک خاص صورت جس میں ایک مثلی چیز ایک شخص دیتا ہے اور پھر کچھ عرصے کے بعد وہی مثلی چیز اتنی ہی مقدار میں اس سے واپس لیتا ہے یہ کیا کہلاتی ہے؟ قرض کہلاتی ہے۔ تو قرض میں بھی مثلی چیز ہوتی ہے اور دین میں بھی کیا چیز دینی پڑتی ہے؟ مثلی چیز۔ لیکن دین کے اندر یاد رکھو جب کوئی فوری دین تھا یعنی فوری ادائیگی جس کی ضروری تھی، اس میں جب مالک کوئی خاص مدت متعین کر دے تو وہ مدت متعین ہو جاتی ہے۔ مثلاً مکان کا مالک آپ کے پاس آیا لاؤ بھئی مکان کا اس مہینے کا کرایہ دے دو، آپ نے کہا بھئی اگلے مہینے کی یکم کو دے دوں گا۔ تو یہ دین تو حالی تھا فوری آپ کو ادا کرنا تھا، لیکن اب آپ کیا طلب کر رہے ہیں اس سے؟ مدت طلب کر رہے ہیں اور وہ راضی ہو گیا۔ تو جیسے ہی وہ راضی ہوا فوراً اب یہ دین حالی نہ رہا، کیا بن گیا؟ دین مؤجل۔ اب اس میں مدت متعین ہو گئی لہٰذا اس یکم تاریخ سے پہلے وہ مطالبہ بھی نہیں کر سکتا بھئی، مطالبہ بھی اس کے لیے درست نہیں ہے۔

لیکن قرض بھئی، قرض بھی دین ہے لیکن اس کے اندر مدت کا مقرر کرنا صحیح نہیں بھئی۔ اس میں مدت کا مقرر کرنا صحیح نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً بھئی ایک آدمی آپ سے پیسے لے کر گیا کہ مجھے ایک ہزار روپے چاہئیں اگلے مہینے کی یکم کو دے دوں گا۔ آپ نے اس کو ہزار روپے دے دیے۔ آپ کو پانچ دن بعد ہی پھر پیسوں کی ضرورت پڑ گئی، آپ چلے گئے اس سے مطالبہ کرنے، تو یہ مطالبہ آپ کر سکتے ہیں۔ اس لیے کیونکہ قرض کے اندر مدت متعین نہیں ہوتی۔ باقی دیون میں تو مدت متعین ہو جاتی ہے اس سے پہلے آپ مطالبہ ہی نہیں کر سکتے لیکن قرض کے اندر مدت متعین نہیں ہوتی بھئی۔ مدت متعین کی بھی جائے تو وہ فاسد ہے لغو ہے مولانا اس کا کوئی فائدہ نہیں بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَكُلُّ دَيْنٍ حَالٍّ إِذَا أَجَّلَهُ صَاحِبُهُ صَارَ مُؤَجَّلًا اور ہر وہ دین حالی جب اس کی مدت متعین کر دے اس کا مالک تو وہ مؤجل بن جاتا ہے، إِلَّا الْقَرْضَ مگر قرض فَإِنَّ تَأْجِيلَهُ لَا يَصِحُّ اس لیے کہ اس کے اندر مدت کا متعین کرنا صحیح نہیں، آپ اس سے پہلے بھی مطالبہ کر سکتے ہیں۔ چلیے مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۷۳: باب الربا: ربا کی تعریف، علتِ ربا (قدر مع الجنس: کیل یا وزن)، اموالِ ربویہ کے احکام، جید و ردی کا تساوی اور آٹا و گندم کی بیع

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۳ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الرِّبَا۔ الرِّبَا مُحَرَّمٌ فِي كُلِّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ إِذَا بِيعَ بِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا، فَالْعِلَّةُ فِيهِ الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ أَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ، فَإِذَا بِيعَ الْمَكِيلُ بِجِنْسِهِ أَوِ الْمَوْزُونُ بِجِنْسِهِ مِثْلًا بِمِثْلٍ جَازَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَاضَلَا لَمْ يَجُزْ۔[۱][۲][۳][۴]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

آج ہم ربا کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔ يَرْحَمُكَ اللَّهُ۔ ربا بھئی، جسے آپ اردو میں سود کہتے ہیں، سود بھئی۔ عربی میں اسے کیا کہتے ہیں؟ ربا کہتے ہیں

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الرِّبَا مُحَرَّمٌ فِي كُلِّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ إِذَا بِيعَ بِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الربا محرم كل مكيل أو موزون إذا بيع بجنسه متفاضلا» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَالْعِلَّةُ فِيهِ الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ أَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فالعلة فيه الكيل مع الجنس مع الجنس أو الوزن مع الجنس» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا بِيعَ الْمَكِيلُ بِجِنْسِهِ أَوِ الْمَوْزُونُ بِجِنْسِهِ مِثْلًا بِمِثْلٍ جَازَ الْبَيْعُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا بيع المكيل أو الموزون بجنسه مثلا بمثل جاز البيع» منقول ہے۔

[۴]

جدول—علتِ ربا (قدر مع الجنس) کے تحت بیع کی چار صورتوں کا فقہی جدول:

عوضین میں علتِ ربا کی کیفیت	مثال	تفاضل (کمی بیشی) اور نسیئہ (ادھار) کا حکم
۱۔ قدر اور جنس دونوں پائے جائیں	گندم کو گندم کے بدلے، یا سونے کو سونے کے بدلے بیچنا	**تفاضل (کمی بیشی) اور نسیئہ (ادھار) دونوں حرام ہیں؛** برابری اور مجلس میں قبضہ شرط ہے۔
۲۔ نہ قدر پائی جائے نہ جنس	ایک کپڑے کو دو کپڑوں کے بدلے، یا ایک بکری کو دو بکریوں کے بدلے بیچنا	**تفاضل اور نسیئہ دونوں جائز ہیں** (بشرطیکہ تعیین ہو جائے تاکہ منازعت نہ ہو)۔
۳۔ صرف قدر پائی جائے یا صرف جنس (ایک وصف پایا جائے)	ایک قفیز گندم کو دو قفیز جَو کے بدلے بیچنا، یا ایک قفیز گندم کو ایک کپڑے کے بدلے بیچنا	**تفاضل (کمی بیشی) تو جائز ہے، مگر نسیئہ (ادھار) حرام ہے،** لہٰذا مجلسِ عقد میں تقابض واجب ہے۔
۴۔ بیع صرف (سونا یا چاندی باہم)	سونے کو سونے، چاندی کو چاندی، یا سونے کو چاندی کے بدلے بیچنا	ہم جنس میں برابری اور مجلس میں دونوں عوضوں پر قبضہ فرض ہے؛ مختلف الجنس میں کمی بیشی جائز مگر مجلس میں دونوں عوضوں پر قبضہ فرض ہے۔

بھئی۔ یاد رکھو سود لینا اور دینا بڑے گناہ کی بات ہے بھئی، بہت بڑا گناہ ہے بہت بڑا گناہ۔ حدیث شریف میں آیا ہے بھئی، سود لینے والے، سود دینے والے، اس کو لکھنے والے اور گواہ وغیرہ جتنے لوگ اس میں ملوث ہیں ان سب پر لعنت آئی ہے حدیث کے اندر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو سود سے اپنے آپ کو ہر صورت بچانا چاہیے بھئی، ہر صورت۔

حتیٰ کہ یہ سود کھانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ سود کا ایک درہم کھانا چھتیس مرتبہ زنا سے بڑھ کر ہے بھئی۔ اتنا بڑا گناہ ہے اور آج پورے ہمارے معاشرے کے اندر یہ سود پھیلا ہوا ہے بھئی۔ بینکوں کی صورت میں بھئی، اور عوام کے اندر بھی یہ سود پھیلا ہوا ہے مولانا، سود پر قرض دیتے ہیں ایک دوسرے کو بھئی اور اس پر پھر نفع لیتے ہیں۔ عام لوگ سب میں یہ رائج ہو چکا ہے، بہت بڑا گناہ ہے بھئی۔ میں نے بتلا دیا ایک سود کا درہم چھتیس مرتبہ زنا سے بڑھ کر ہے بھئی۔ تو یہ بیوع کے مسائل اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ نادانستگی میں بھی اگر کبھی سود میں پڑنے کا امکان ہو تو اس سے آپ بچ جائیں بھئی، اچھی طرح مسائل کو سمجھ لیں۔

ابھی تک بیوع کی کئی قسمیں آپ نے پڑھیں بھئی۔ بیع صحیح بھی پڑھ لی، بیع فاسد بھی پڑھی، بیع باطل بھی پڑھی، بیع مکروہ بھی پڑھی۔ آج یہ بیع محرمہ کا بیان ہو رہا ہے مولانا، وہ بیع جو حرام ہے، اور وہ بیع ربا ہے مولانا، ربا۔

یاد رکھیے عربی زبان میں ربا کے معنی زیادتی کے ہیں بس۔ مطلق زیادتی کوئی بھی زیادتی ہو وہ کیا کہلائے گی؟ ربا۔ جبکہ اصطلاح شریعت میں ربا کی بھئی تعریف لکھ لیجئے بھئی۔ الرِّبَا هُوَ فَضْلٌ ضاد کے ساتھ بھئی، خَالٍ خا الف اور لام، لام کے نیچے تنوین لگا دیں بھئی، عَنْ عِوَضٍ شُرِطَ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ یا شُرِطَ لِأَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ فِي الْمُعَاوَضَةِ، معاوضہ ضاد کے ساتھ لکھنا بھئی۔ تعریف لکھ لی بھئی؟ بس بھئی تعریف پوری ہوئی ربا کی۔ اصطلاح شریعت میں رباکسے کہتے ہیں؟ هُوَ فَضْلٌ خَالٍ عَنْ عِوَضٍ شُرِطَ لِأَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ فِي الْمُعَاوَضَةِ۔

تو بھئی لغت میں تو کہتے تھے مطلق زیادتی کو، لیکن شریعت میں مطلق زیادتی نہیں ہے، خاص زیادتی کو ربا کہتے ہیں مولانا، خاص زیادتی کو۔ سمجھ میں آیا؟ ورنہ تو ہر بیع میں ربا ہے مولانا، ہر بیع میں زیادتی آتی ہے یا نہیں بھئی؟ آپ ایک چیز خریدتے ہیں تجارت کرتے ہیں اسی قیمت پر بیچتے ہیں یا کچھ زائد قیمت پر بیچتے ہیں؟ زائد، نفع کماتا ہے ہر شخص اس کے اندر بھئی۔ تو ہر بیع نہیں مراد مولانا، ہر زیادتی مراد نہیں ہے بلکہ خاص زیادتی ہے۔ کون سی زیادتی؟ یہ تعریف میں ذکر ہو گئی: هُوَ فَضْلٌ خَالٍ عَنْ عِوَضٍ۔ فضل کہتے ہیں زیادتی کو، وہ زیادتی ہے خَالٍ عَنْ عِوَضٍ جو خالی ہو عوض سے بھئی۔ وہ زیادتی شُرِطَ لِأَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ جس کی شرط لگائی گئی تھی عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے فِي الْمُعَاوَضَةِ کس کے اندر؟ أَيْ فِي الْعَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ عقد معاوضہ کے اندر بھئی۔

صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تعریف سمجھ میں آئی؟ اصطلاح شریعت میں ربا کس کو کہتے ہیں؟ وہ زیادتی جو خالی ہو عوض سے، جس کی شرط لگائی گئی ہو عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے فِي الْمُعَاوَضَةِ کس کے اندر؟ عقد معاوضہ کے اندر بھئی۔

دیکھو صورت مسئلہ یہ۔ ایک آدمی دوسرے کے ہاتھ گندم فروخت کرتا ہے اور بدلے میں اس سے بھی گندم لیتا ہے۔ لیکن اس کی گندم ہے اعلیٰ، اس کی گندم ہے ردی، تو اعلیٰ تھوڑی ملے گی اور ردی زیادہ۔ تو اس نے مثلاً سو صاع، سو قفیز وہ پیمانہ بھئی گندم ماپنے کا، اس نے سو قفیز گندم اعلیٰ والی دی اور ایک سو پچاس وہ ادنیٰ درجے والی گندم اس سے لے لی۔ تو یہ بیع ہوئی مولانا۔ کیا ہوئی؟ بیع۔ اب آپ دیکھیے یہ اعلیٰ گندم کتنی دے رہا ہے؟ سو قفیز۔ اور ادنیٰ والی کتنی اس سے لے رہا ہے؟ ایک سو پچاس۔ تو سو قفیز تو سو کے مقابلے میں ہو گئے اور یہ پچاس قفیز زائد ہو گئے۔ تو یہ پچاس قفیز ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے۔ آپ بتائیے اس پچاس کے مقابلے میں دوسری طرف سے کچھ آ رہا ہے؟ نہیں۔ بھئی وہ سو تھے تو ادھر سے بھی سو کے مقابلے میں آ گئے، تو یہ والے جو پچاس آ رہے ہیں زائد اس کے مقابلے میں دوسری طرف سے کوئی چیز نہیں ہے عوض کے اندر بھئی۔

اور اس کی شرط لگائی گئی ہے اس زیادتی کی بھئی، زیادتی کی صفت بنائیں شُرِطَ کو بھئی، اس زیادتی کی شرط لگائی گئی ہے کس کے لیے؟ عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے۔ یہاں مثلاً دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک کیا کر رہا ہے؟ اس زیادتی کو لے رہا ہے کہ میں یہ زائد لوں گا۔ تو شرط لگا دی یا نہیں لگا دی بھئی؟ تو ایک نے زائد کی شرط لگا دی بھئی۔ اور فِي الْمُعَاوَضَةِ یہ کس کے اندر ہے؟ عقد معاوضہ میں بھئی۔ یہ عقد معاوضہ ہے نا، دونوں طرف سے کیا آ رہا ہے؟ عوض آ رہا ہے، ایک سو قفیز گندم دے رہا ہے تو دوسرا ایک سو پچاس دے رہا ہے بھئی۔ تو یہ مولانا عقد معاوضہ۔ تو وہ زیادتی جو عوض سے خالی ہو اور اس زیادتی کی شرط لگائی گئی ہے کس کے لیے؟ عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے لگائی گئی ہے، اور کس عقد کے اندر ہے؟ عقد معاوضہ کے اندر بھئی۔ یہ

سود ہے مولانا، یہ ہے ربا۔

اچھا بھئی تو میں نے کیا بیان کیا؟ ربا بھئی لغت میں کس کو کہتے ہیں؟ عربی زبان میں ربا کسے کہتے ہیں؟ مطلق زیادتی کو بھئی۔ لیکن اصطلاح شریعت میں کسے کہتے ہیں؟ وہ زیادتی جو عوض سے خالی ہو اور جس کی شرط لگائی گئی تھی عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے اور کس عقد کے اندر ہو یہ؟ عقد معاوضہ کے اندر ہو بھئی۔ اب آپ دیکھیے مولانا ایک آدمی دوسرے کو تحفہ دیتا ہے، مثلاً بھئی اس کو ایک کتاب دے دی۔ تو اب دیکھیے آپ بتائیے یہ ربا ہے یا ربا نہیں ہے مولانا؟ بھئی یہ زیادتی ہے، عوض سے خالی ہے، بدلے میں وہ کوئی چیز دے رہا ہے؟ نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ پھر بھئی آپ ربا کیوں نہیں کہتے اس کو؟ کیونکہ یہ عقد معاوضہ ہے ہی نہیں مولانا۔ تحفہ ایک طرف سے دے رہا ہے بھئی، تحفہ ہوتا ہے بھئی جس میں عوض نہیں لیا جاتا تحفے کے اندر۔ تو یہ عقد معاوضہ ہی نہیں ہے اور ہم نے تعریف میں کیا قید لگائی تھی؟ کیا ہونا چاہیے؟ عقد معاوضہ ہونا چاہیے بھئی۔

اچھا بھئی ایک آدمی دوسرے کو قرض دے رہا ہے، قرض۔ تو کہا بھئی ہزار روپے دوں گا لیکن مہینے کے بعد جب واپس کروگے مجھے پندرہ سو واپس کروگے۔ آپ بتائیے یہ ربا ہے یا ربا نہیں ہے بھئی؟ یہ ربا ہے مولانا۔ بھئی ہزار دیا ہے تو ہزار ہی واپس لینے چاہئیں، یہ پانچ سو جو زائد ہیں یہ کیا ہے؟ وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے اور عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے اس کی شرط لگائی گئی ہے، اور عقد بھی کون سا بن گیا شرط کی وجہ سے؟ یہ عقد معاوضہ ہے مولانا کہ پیسے دے رہا ہے تو بعد میں پیسے ہی اس سے لے گا بھئی۔

تیسری صورت بتائیے مولانا۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی چیز فروخت کی لیکن شرط لگادی کہ میں تمہیں اس شرط پر یہ چیز فروخت کروں گا کہ سو روپے زید کو دوگے۔ کس کو دوگے؟ زید کو دوگے سو روپے بھئی۔ تو دیکھو یہ سو روپے یہ زائد ہیں، یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے۔ تو اب آپ اسے کیا کہیں گے؟ ربا کہیں گے؟ نہیں بھئی اس کو ربا نہیں کہیں گے۔ کیوں نہیں کہیں گے بھئی؟ ابھی تو تعریف میں تو بتلایا شُرِطَ لِأَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ اس زیادتی کی شرط کس کے لیے ہو؟ عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے ہو۔ اور زید عقد کرنے والا ہے یہاں؟ وہ تو تیسرا آدمی ہے، اس کے لیے شرط لگادی ہے، لہذا یہ ربا کے باب سے نہیں ہے بھئی۔

اچھا ربا کے باب سے تو نہیں ہے، میں نے آپ کو بتلایا تھا بیع کے اندر شرط لگائی جائے تو تین صورتیں ہیں: ایک صورت یہ بیع بھی صحیح شرط بھی صحیح، دوسری صورت بیع بھی فاسد شرط بھی فاسد، تیسری صورت شرط فاسد اور بیع صحیح۔ آپ بتائیے جب یہ ربا نہیں ہے تو پھر یہ کون سی صورت بنے گی؟ ہاں شاباش، یہ وہ صورت ہے بیع صحیح اور شرط فاسد۔ کوئی ضروری نہیں پیسے دینا آپ پر اب زید کو بھئی، بیع کرلیں آرام سے خاموشی سے بھئی، ٹھیک ہے بھئی؟ یہ وہ صورت بن جائے گی۔

سمجھ میں آیا؟ کیونکہ وہ کیا تعریف کی تھی وہ کون سی صورت تھی جس کے اندر شرط فاسد ہو جاتی تھی اور بیع صحیح رہتی تھی؟ بھئی وہ ایسی شرط لگانا جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔ تو یہ بھی کیسی شرط لگائی اس نے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔ لیکن ہے تو مقتضائے عقد کے خلاف لیکن اس میں کسی ایک کا بھی فائدہ نہیں ہے، یعنی بائع کا بھی فائدہ نہیں، مشتری کا فائدہ بھی نہیں اور مبیع کا فائدہ بھی نہیں، کسی اور کا فائدہ ہے۔ لیکن ہم نے تو ان تین کی بات کی تھی ان تین کا فائدہ نہ ہو۔ شرط بھی مقتضائے عقد کے خلاف ہو اور ان تین میں سے کسی کا فائدہ بھی نہ ہو، تو ان تین میں سے کسی کا بھی نہیں فائدہ لہذا ایک چوتھے شخص کا فائدہ ہو رہا ہے، لہذا اب کیا حکم لگادیں گے؟ بیع صحیح اور شرط فاسد، لہذا لازم نہیں آپ پر پیسے۔

ربا کے لیے بھئی ایک حدیث لکھ لیجئے بھئی ربا کے سلسلے میں۔ حدیث لکھ لیجئے بھئی: اَلْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ، طا کے ساتھ ہے آخر میں گول تا ہے مولانا، حا نون طا اور گول تا حنطہ، وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ وَالذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، ذال کے ساتھ بھئی، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ، ضاد کے ساتھ ہے فضہ، مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبًا۔ لکھ لی حدیث بھئی؟ دوبارہ سنو حدیث مولانا: اَلْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ وَالذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبًا۔ حدیث لکھ لی بھئی آپ نے؟

بھئی دیکھو اَلْحِنْطَةَ پڑھا میں نے منسوب پڑھا، یہ دراصل مفعول واقع ہو رہا ہے فعل محذوف ہے مولانا، فعل یہاں نکالیں گے بِيعُوا۔ امر کا صیغہ جمع کا بھئی، امر کا جمع مذکر حاضر کا صیغہ بِيعُوا۔ اور واو جمع کے بعد الف لکھتے ہیں آپ جانتے ہیں مولانا، واو جمع کے بعد ایک الف لکھا جاتا ہے وہ الف بتلا دیتا ہے یہ واو کون سا آیا ہے؟ واو جمع ہے بھئی۔ تو عبارت کیا ہو گئی بھئی؟ بِيعُوا الْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں بھئی: بیچو تم لوگ اَلْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ گندم کو گندم کے بدلے میں، وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ اور جو کو جو کے بدلے میں، وَالتَّمْرَ بِالتَّمْرِ اور کھجور کو کھجور کے بدلے میں،

وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ اور نمک کو نمک کے بدلے میں، وَالذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اور سونے کو سونے کے بدلے میں، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں، مِثْلًا بِمِثْلٍ بھئی مثل کے بدلے مثل ہو بھئی، یعنی دونوں طرف سے برابر ہونے چاہئیں مولانا۔ گندم کو گندم کے بدلے بیچو، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، نمک کو نمک کے بدلے، سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے تو کس طرح بیچو؟ مِثْلًا بِمِثْلٍ مثل کے بدلے مثل یعنی جتنا ایک طرف سے ہے اتنا ہی دوسری طرف، یعنی برابر ہونا چاہیے آسان لفظوں میں کہیں برابر برابر۔ يَدًا بِيَدٍ ہاتھوں ہاتھ ہو یعنی نقد ہونا چاہیے ادھار نہیں ہونا چاہیے۔ نقد بھئی، يَدًا بِيَدٍ ہاتھوں ہاتھ بھئی یعنی نقد ہونا چاہیے۔ وَالْفَضْلُ رِبًا اور زیادتی ربا ہے۔ زیادتی کیا ہے؟ ربا ہے۔

ترجمہ حدیث کا سب کو سمجھ میں آ گیا؟ دیکھو بھئی قرآن میں تو صرف ربا کی حرمت کا ذکر ہے: أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا، اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور ربا کو حرام قرار دیا ہے بھئی۔ لیکن ربا کس کو کہتے ہیں؟ ربا کے معنی تو زیادتی ہیں بھئی زائد ہونا بھئی۔ اب اس حدیث سے مولانا، یہ حدیث ہے مولانا اس میں تھوڑی سی تفصیل آ گئی بھئی۔ حضور علیہ السلام کیا فرما رہے ہیں کہ مثلاً گندم کو گندم کے بدلے بیچو، یا جو کو جو کے بدلے بیچو، یا کھجور کو کھجور کے بدلے، یا نمک کو نمک کے بدلے، یا سونے کو سونے کے بدلے، یا چاندی کو چاندی کے بدلے، تو کس طرح بیچو؟ مِثْلًا بِمِثْلٍ یعنی برابر برابر ہوں دونوں طرف سے۔ وَيَدًا بِيَدٍ بھئی اور کیا ہے؟ نقد ہو ادھار نہیں ہونا چاہیے۔ وَالْفَضْلُ رِبًا اور جو زیادتی ہے وہ ربا ہے۔ معلوم ہوا برابر ہوں، اگر زیادہ کی ایک طرف سے ایک چیز زیادہ ہے دوسری طرف کم ہے تو یہ زیادتی ربا ہے۔ اسی طرح اگر ایک طرف نقد ہے دوسری طرف ادھار ہے تو یہ بھی کیا ہے؟ ربا ہے، زیادتی ہے مولانا کیونکہ نقد ادھار سے بہتر ہوتا ہے بھئی۔ تاجر نقد پیسے پسند کرتے ہیں یا ادھار بھئی؟ نقد۔ معلوم ہوا نقد کو فضیلت ہے مولانا، تو زیادتی آ گئی یا نہیں آ گئی مولانا نقد کے اندر؟ سمجھ میں آیا؟

تو یہ حدیث آئی مولانا اس کے اندر یہ تفصیل آ گئی بھئی۔ تو اب ربا کیا انہی چیزوں میں جاری ہوتا ہے؟ یہ چھ چیزیں حدیث میں آ گئیں: گندم، جو، کھجور، نمک، سونا اور چاندی۔ کیا انہی چھ چیزوں میں ربا ہے یا ان کے علاوہ میں بھی ہے؟ فقہائے کرام نے اس حدیث میں غور کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے علت نکالی ربا کی۔ وہ فرماتے ہیں دیکھو یہ جو پہلی چار چیزیں ذکر ہوئیں یہ ماپی جانے والی ہیں مولانا۔ گندم کو بھی ایک خاص پیمانے میں ماپ کر بیچا جاتا تھا، آج کل اگرچہ وزن بھی کرتے ہیں لیکن دیہات وغیرہ میں اب بھی کیا کیا جاتا ہے بعض جگہ اس کو؟ ماپ کر بیچتے ہیں بھئی۔ تو یہ ساری ماپی جانے والی چیزیں ہیں۔ گندم ہے اس کو بھی ماپ کر بیچا جاتا، جو کو بھی ماپ کر، کھجور کو بھی اسی طرح ایک برتن میں ماپ کر بھئی اور نمک کو بھی اسی طرح ماپ کر بیچا جاتا۔ تو یہ پہلی چار چیزیں ہیں ماپی جانے والی اور اگلی دو چیزیں جو سونا اور چاندی ہیں یہ وزن کر کے بیچی جاتی ہیں۔ کیا کی جاتی ہیں؟ وزن کر کے بیچی جاتی ہیں۔ معلوم ہوا ربا ان چیزوں میں آئے گا جن کو ماپا جاتا ہو یا تولا جاتا ہو۔ حدیث سے کیا پتہ چلا بھئی؟ ربا کن چیزوں میں آئے گا؟ جن کو ماپا جاتا ہو یا تولا جاتا ہو۔ دیکھو یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اخذ کر رہے ہیں علت کو حدیث سے بھئی۔

اور نیز جنس کے بدلے جنس ذکر ہوئی بھئی۔ جنس کے بدلے جنس۔ گندم کے بدلے کیا ذکر ہو رہی ہے؟ گندم۔ جو کے بدلے؟ جو۔ کھجور کے بدلے؟ کھجور۔ نمک کے بدلے؟ نمک۔ سونے کے بدلے؟ سونا۔ چاندی کے بدلے؟ چاندی۔ تو جنس کے بدلے وہی جنس آ رہی ہے۔ معلوم ہوا ربا کی علت ایک تو کیل یا وزن ہے اور دوسری جنس مولانا۔ کیل یا وزن۔ کیلی ہونی چاہیے چیز یا وزنی ہونی چاہیے اور دونوں طرف جنس بھی ایک ہو مولانا۔ تو اس صورت کے اندر جب کیل یا وزن بھی پایا جائے اور جنس بھی ایک ہو تو اس صورت میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں، دونوں طرف سے چیز بالکل برابر ہونی چاہیے مولانا، بالکل برابر۔ اور نیز نقد ہونی چاہیے ادھار بھی جائز نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی سب کو؟

دیکھیے مولانا کتاب پر بھئی۔ کہتے ہیں: الرِّبَا مُحَرَّمٌ فِي كُلِّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ ربا حرام ہے ہر ماپی جانے والی چیز میں أَوْ مَوْزُونٍ یا وزن کی جانے والی چیز میں۔ دیکھا دو چیزیں آئیں مولانا حدیث میں، کچھ مکیلات تھیں اور کچھ موزونات تھیں، دونوں کو ذکر کر دیا۔ تو انہی میں آئے گا، معلوم ہوا عدد کی چیزوں میں ربا نہیں آئے گا۔ تو ربا حرام ہے ہر ماپی جانے والی اور وزن کی جانے والی چیزوں میں إِذَا بِيعَ بِجِنْسِهِ کب مولانا؟ جب اس کو بیچا جائے اسی کی جنس کے بدلے مُتَفَاضِلًا زیادتی کے ساتھ بھئی۔ گندم کو گندم ہی کے بدلے بیچا ہے اور زیادتی کی، ایک طرف ذرا کم ہے گندم دوسری طرف زیادہ ہے وہاں۔

تو فَالْعِلَّةُ فِيهِ الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ أَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ۔ تو علت مولانا اس ربا کے اندر کیا آ گئی؟ کیل مع الجنس کے۔ کیل ہو اور ساتھ کیا ہو؟ جنس بھی ایک ہو۔ بھئی چیز یا کیل والی ہو گی یا وزن والی ہو گی، دونوں تو نہیں ہو سکتی ایک ہی چیز کیلی بھی ہو اور وزنی۔ تو یا تو کیلی چیز آئے گی تو وہاں دیکھو کیل آ گیا اور ساتھ پھر یہ دیکھو دوسری طرف بھی وہی جنس ہے یا جنس نہیں۔ تو علت کیا ہوئی ربا کی؟ کیل مع الجنس بھئی۔ دیکھو گندم کو گندم کے بدلے بیچا، کیل آیا یا

نہیں؟ دونوں طرف کس قسم کی چیز ہے؟ ماپی جانے والی ہے۔ ادھر بھی گندم یہ بھی ماپی جاتی ہے ادھر بھی گندم وہ بھی ماپی جاتی ہے، اور جنس بھی آ گئی، تو ربا کی علت آ گئی مولانا۔ اب کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں بلکہ بالکل برابری کے ساتھ بیچا جائے گا بھئی۔ اندازے کے ساتھ بھی بیع صحیح نہیں کیونکہ ربا کی علت آ چکی مولانا، اور ربا کی کیا علت ہے؟ کیل مع الجنس یا وزن مع الجنس۔ مثلاً مولانا چینی کے بدلے چینی بیچتے ہیں آپ بھئی، چینی کس میں سے ہے؟ موزونات میں سے ہے وزنی ہے مولانا۔ تو دیکھو جنس بھی ایک ہے اس طرف بھی چینی دوسری طرف سے بھی عوض میں چینی مل رہی ہے، اور یہ کس میں سے ہے؟ موزونی۔ تو دیکھو وزن مع الجنس کے ربا کی علت آ گئی۔ تو ربا کی علت کیا ہے؟ کیل مع الجنس یا وزن مع الجنس بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَالْعِلَّةُ فِيهِ الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ أَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ تو علت اس کے اندر مولانا ربا میں کیل مع الجنس ہے یا وزن جنس کے ساتھ ہے۔ فَإِذَا بِيعَ الْمَكِيلُ بِجِنْسِهِ أَوِ الْمَوْزُونُ بِجِنْسِهِ جب بیچا جائے کسی مکیلی چیز کو اسی کی جنس کے بدلے یا موزونی چیز کو اسی کی جنس کے بدلے مِثْلًا بِمِثْلٍ بھئی برابر کے بدلے برابر، مثل کے بدلے مثل یعنی برابری ہو دونوں طرف جَازَ الْبَيْعُ تو بیع جائز ہے۔ وَإِنْ تَفَاضَلَا لَمْ يَجُزْ اور اگر تفاضل ہو مولانا زیادتی ہو مولانا پھر جائز نہیں بھئی۔ زیادتی ہو تو جائز نہیں بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْجَيِّدِ بِالرَّدِيِّ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ اچھا بھئی پہلے کچھ مثالیں کر لیں مولانا تاکہ ربا کی بات آپ کے لیے اور واضح ہو جائے۔ آپ مسئلے بتلاتے جائیں مولانا میں صورتیں پوچھوں گا کہاں ربا آتا ہے کہاں ربا نہیں آتا۔ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو ایک من لوہا دیا اور اس سے دو من لوہا لے لیا۔ اب آپ بتائیے ربا یہاں آئے گا یا نہیں بھئی؟ ربا کی علت کیا چیز ہے؟ کیل مع الجنس یا وزن مع الجنس۔ اور لوہا کس طرح بیچا جاتا ہے؟ وزن کر کے۔ تو وزن بھی آ گیا اور دونوں طرف جنس بھی ایک ہے، تو ربا کی علت آ گئی۔ لہٰذا اب ایک من لوہے کو ایک ہی من لوہے کے بدلے بیچنا تو صحیح ہے لیکن اگر زیادتی کی جیسے اس صورت میں نے ذکر کی ایک طرف ایک من لوہا ہے اور دوسری طرف دو من لوہا ہے تو کیا آ گئی؟ زیادتی۔ حالانکہ ربا کی علت پائی جا رہی ہے وزن مع الجنس دونوں چیزیں ہیں، تو اب زیادتی جائز نہیں۔ اور اسی طرح ادھار بھی جائز نہیں ہے بھئی، نقد ہو اور برابر ہوں بالکل برابر ہوں وزن کے اندر بھئی۔[۵]

اندازے سے بیچنا بھی نہیں صحیح۔ آپ کے پاس لوہا پڑا ہے ادھر بھئی سامنے، دوسرے کا لوہا وہ سامنے پڑا ہے، آپ نے کہا یہ لوہا لے لو وہ لوہا مجھے دے دو بدلے میں۔ اب فوراً بھئی درمیان میں حکم آ جائے گا۔ کیا حکم لگا دیں گے؟ کہ ربا کی علت پائی جا رہی ہے، دونوں طرف جنس بھی ایک ہے اور کیل یا وزن بھی پایا جا رہا ہے، لہٰذا اب اندازے کے ساتھ بیچنا صحیح نہیں بلکہ کس طرح بیچنا ضروری ہے؟ برابری کے ساتھ۔ تو اندازے میں برابری ہوئی؟ نہیں بھئی، اندازے کی برابری کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ حقیقتاً برابری ہونی چاہیے۔ اس کو بھی تولو اس کو بھی تولو، بالکل برابر ہوں تو ٹھیک ہے، زیادتی ہے تو اس زیادتی کو ہٹا دو بیع صحیح ہو جائے گی۔ اگر زیادتی بیچ میں رہتی ہے ایک طرف سے تو پھر کیا لازم آئے گا؟ ربا لازم آئے گا، سود لازم آئے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

اور یاد رکھنا آگے تفصیل کتاب میں بھی بیان کریں گے۔ ربا کی علت دو چیزیں ہو گئیں مولانا، دو چیزیں: ایک کیل ساتھ اس کے جنس، یا مولانا وزن ساتھ اس کے جنس بھئی۔ تو یہ دو چیزیں ہیں۔ جب یہ دونوں چیزیں پائی جائیں یعنی اس طرف بھی کیل ہے اس طرف بھی کیل ہے اور جنس بھی ایک ہے تو اس صورت میں آپ نے پڑھا ادھار بھی جائز نہیں اور زیادتی بھی جائز نہیں۔ اور جب دونوں نہ ہوں، کیل یا وزن بھی نہیں ہے اور جنس بھی نہیں ہے، تو اس صورت میں دونوں چیزیں جائز: زیادتی بھی جائز اور ادھار بھی جائز بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کتنی چیزیں علت ذکر ہوئی ربا کی بھئی؟ دو چیزیں مولانا۔

اچھا ان دو چیزوں کو اور ذرا مختصر کر لیں مولانا، بات لمبی کرنا پڑتی ہے۔ فقہائے کرام پھر کیل یا وزن یہ نہیں کہتے بھئی یہ تو لمبی بات ہو گئی کہ ربا کی علت کیا ہے کیل مع الجنس کے یا وزن مع الجنس۔ کیل اور وزن کے لیے وہ ایک ہی لفظ بول دیتے ہیں قدر بھئی۔ کیا بول دیتے ہیں؟ قدر۔ قدر کا معنی کیا ہے اس میں کیا کیا داخل ہے؟ کیل بھی اور وزن بھی۔ تو قدر مع الجنس کے یہ علت ہو گئی کس کی؟ ربا کی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ پہلے مجھے دو مرتبہ کہنا پڑتا تھا بھئی ربا کی علت ہے کیل مع الجنس یا وزن مع الجنس، اب میں مختصر بول رہا ہوں مولانا: ربا کی علت ہے قدر مع الجنس کے بھئی۔ قدر کے اندر کون دونوں چیزیں آ گئیں؟

---

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْجَيِّدِ بِالرَّدِيِّ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز:بيع الجيد بالرديء مما فيه إلا مثلا بمثل» منقول ہے۔

کیل بھی آ گیا اور وزن بھی آ گیا مولانا۔ تو اب یہ لفظ استعمال کریں گے ذرا آسانی رہے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور یہ یاد رکھنا ایک طرف کیلی ہو تو دوسری طرف بھی کیلی ہی ہونی چاہیے، ایک طرف وزنی ہے تو دوسری طرف بھی وزنی ہی ہونی چاہیے بھئی۔

اچھا اب آپ صورت مجھے بتلائیے مولانا۔ ایک آدمی نے بیع کی دوسرے کے ساتھ، اسے ایک درجن انڈے دیے اور بدلے میں اس سے دو درجن انڈے لیے بھئی۔ درست ہے یا ربا لازم آئے گا؟ دیکھو قدر ہے؟ انڈوں کو ماپا جاتا ہے یا وزن کیا جاتا ہے؟ نہیں، قدر نہیں۔ اور جنس ہے البتہ۔ کیا ہے؟ جنس ایک ہے مولانا۔ تو یاد رکھو جب دونوں پائے جائیں قدر بھی اور جنس بھی تو زیادتی بھی جائز نہیں اور ادھار بھی جائز نہیں۔ لیکن دونوں میں سے اگر ایک پایا جائے تو پھر زیادتی تو جائز ہو جاتی ہے اور ادھار جائز نہیں رہتا مولانا۔ ادھار جائز نہیں۔ اگر دونوں ہی نہیں پائے جاتے قدر بھی نہیں ہے جنس بھی نہیں ہے تو پھر اس صورت کے اندر ادھار بھی جائز اور زیادتی بھی جائز۔

تو علت کتنی چیزیں تھیں؟ دو چیزیں: قدر اور جنس۔ اور منع بھی دو چیزیں تھیں، کون سی؟ زیادتی اور ادھار۔ دوبارہ دہراؤ بھئی، میں تکرار اس لیے کرواتا ہوں بار بار تاکہ آپ کو یہیں یاد ہو جائے۔ علت کی کتنی چیزیں ہیں؟ دو چیزیں۔ کیا کیا؟ قدر اور جنس۔ اور منع کتنی چیزیں ہیں؟ دو چیزیں۔ اول کیا؟ زیادتی اور ادھار بھئی۔ تو جب یہ دونوں چیزیں علت میں جو ہیں دونوں چیزیں یہ دونوں پائی جائیں گی تو دونوں چیزیں منع ہوں گی، جب قدر بھی ہو اور جنس بھی ہو تو اس صورت میں زیادتی بھی جائز نہیں اور ادھار بھی جائز نہیں۔ اور جب دونوں نہ پائی جائیں تو پھر دونوں جائز ہو جائیں گی، جب قدر بھی نہ ہو اور جنس بھی نہ ہو تو زیادتی بھی جائز اور ادھار بھی جائز۔ اور جب دونوں میں سے ایک چیز پائی جائے، مثلاً صرف قدر پائی جا رہی ہے جنس نہیں پائی جا رہی تو اس صورت میں ادھر بھی ایک چیز آئے گی: زیادتی تو جائز ہو جائے گی لیکن ادھار پھر بھی جائز نہیں ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ قدر اور جنس میں سے جب ایک آ جائے تو ادھر بھی صرف ایک رہ جائے گی ایک منع ہو گی، کون سی؟ ادھار منع ہو گا اور زیادتی جائز ہو جائے گی۔

اب آپ بتلائیے وہی صورت مولانا، ایک آدمی کیا کر رہا ہے؟ ایک درجن انڈے بیچ رہا ہے کتنے درجن انڈوں کے بدلے؟ دو درجن انڈوں کے بدلے بھئی۔ آپ بتلائیے جنس ہے کہ جنس نہیں ہے؟ جنس ہے، ایک سبب آ گیا مولانا۔ اچھا دوسرا، قدر ہے؟ کیل بھی نہیں ہے اور وزن بھی نہیں ہے۔ تو جب ایک چیز پائی جائے تو پھر اس صورت میں کیا کیا جاتا ہے؟ زیادتی جائز ہے، اور یہاں زیادتی ہے ایک طرف ایک درجن انڈے ہیں تو دوسری طرف دو درجن انڈے ہیں، یہ زیادتی جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں۔ لہٰذا نقد یہ معاملہ کرتے ہیں تو ٹھیک، ادھار کرتے ہیں تو درست نہیں۔ حتیٰ کہ اتنا ادھار بھی نہیں جائز کہ اس نے کہا بھئی تم یہیں ٹھہرو میں اپنی دکان سے نکال کے لے آؤں دو درجن انڈے۔ نہیں بھئی، اتنی مہلت بھی نہیں مولانا۔ فوراً اسی وقت وہیں پہ نقد ہونا چاہیے۔ وہ جائے گا دکان کے اندر سے نکال کر لائے گا، کچھ دیر گزری یا نہیں؟ مدت آ گئی یا نہیں آ گئی؟ ہم نے تو کہا تھا نقد ہونا چاہیے فوری بھئی۔ تو تمام اموال ربویہ میں اسی طرح ہے بھئی، اتنی مہلت کی بھی اجازت نہیں بھئی۔ کرنا ہے تو وہیں پر ورنہ درست نہیں ربا لازم آئے گا، تو بیع کو ختم کریں دوبارہ کر لیں نئے سرے سے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اب آپ بتائیے بھئی، میں نے ایک شخص کو ایک قفیز گندم کا دیا اور اس سے دو قفیز جو کے لے لیے۔ اب آپ بتائیے جنس ہے؟ جنس نہیں ہے۔ اور قدر؟ قدر ہے کیونکہ یہ بھی ماپی جانے والی چیز اور وہ بھی ماپی جانے والی چیز۔ میں نے بتایا دونوں طرف ماپی جانے والی ہو پھر بات ہے، ایک طرف ماپی جانے والی ہو ایک طرف وزنی ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔ تو ادھر بھی ماپی جانے والی چیز گندم کو بھی ماپا جاتا ہے دوسری طرف جو ہے اس کو بھی ماپا جاتا ہے۔ تو اب میں ایک قفیز گندم کا دے رہا ہوں اور دو قفیز کس کے لے رہا ہوں؟ جو کے۔ تو اب دو میں سے ایک چیز آ گئی۔ جب ایک آ گئی تو زیادتی جائز ہے، لہٰذا میں نے ایک قفیز گندم کا دیا اور دو قفیز جو کے لیے، زیادتی آ گئی لیکن یہ زیادتی جائز ہے، اور ادھار جائز نہیں ہے بھئی۔

دوسری صورت مولانا۔ میں نے ایک شخص کو بھئی مثلاً کپڑا دیا، کون سا کپڑا اچھا ہوتا ہے بھئی؟ اچھا کرنڈی کا؟ اور کوئی خاص نوع ہے اس کے اندر خاص قسم اسی کے اندر بھئی؟ کرنڈی میں بھی تو قسمیں ہوں گی بہت زیادہ بھئی۔ تو مثلاً بھئی ایک خاص قسم کی کرنڈی کا کپڑا وہ میں نے ایک شخص کو دس گز دیا اور اس سے کرنڈی ہی کا کپڑا پندرہ گز لے لیا۔ آپ بتائیے مولانا جنس ہے یا جنس نہیں ہے؟ جنس ہے، لیکن قدر ہے؟ نہیں، اس کو ماپا بھی نہیں جاتا اس کو تولا بھی نہیں جاتا اور تولا بھی نہیں جاتا۔ تو لہٰذا اس صورت میں زیادتی تو جائز، لہٰذا دس گز دے کر پندرہ گز لینا صحیح، لیکن ادھار جائز نہیں نقد ہونا چاہیے۔

اچھا بھئی ایک آدمی نے ایک شخص کو ایک پیمانہ خیر جو بھی ہے اس کا یہ جو چونا ہے بھئی، یہ چونا بھی کیسے بیچا جاتا تھا؟ آج کل تو پتہ نہیں کیسے بیچتے ہیں پہلے اس کو ماپتے تھے بھئی۔ اب تول کر بیچتے ہیں؟ اچھا چلو تول کر۔ تو ایک شخص نے دوسرے کو مثلاً ایک من چونا دیا اور اس سے دو من چونا لے لیا۔ آپ کیا کہیں گے یہ

درست ہے یا درست نہیں بھئی؟ درست نہیں۔ کیا لازم آئے گا؟ ربا۔ کیسے؟ کیونکہ جنس بھی ہے دونوں طرف چونا ہے اور قدر بھی ہے یعنی ایک چیز بھی وزنی ہے دوسری بھی وزنی ہے۔ تو دونوں طرف وزنی چیز آگئی مولانا اور جنس بھی ہے مولانا۔ تو اب زیادتی بھی جائز نہیں، ایک من چونا دیا ہے تو ایک ہی من چونا لے سکتا ہے زیادہ نہیں لے سکتا، اور ادھار بھی جائز نہیں بھئی۔

اب ایک مسئلہ آپ مجھے بتائیے۔ میں نے ایک شخص کو ایک قفیز گندم اور ایک قفیز جو کا دیا۔ کیا دیا؟ ایک قفیز گندم اور ایک قفیز جو، اور اس سے دو قفیز گندم اور دو قفیز جو کے لے لیے مولانا۔ آپ کیا حکم لگائیں گے؟ ہاں بظاہر آپ دیکھیں گے آپ کو لگے گا یہاں ربا آرہا ہے، لیکن مولانا فقہائے کرام کی نظر بڑی گہری ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے، ایک قفیز گندم اور ایک قفیز جو دے کر دو قفیز گندم اور دو قفیز جو کے لے لینا۔ فقہائے کرام کی کوشش ہوتی ہے کہ ہر عقد کی تصحیح کی جائے، اس کو صحیح قرار دیا جائے کسی طرح جتنی اصلاح ہو سکے اس کی اصلاح کر دی جائے جس حد تک بھئی۔ جس حد تک کیا ہو سکے کسی عقد کی اصلاح ہو سکے وہ اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ تو لہذا یہاں بھی اصلاح کی کوشش کی اور مسئلہ ٹھیک ہو گیا۔

کیسے؟ بھئی دیکھو میں نے کیا دیا اس طرف سے ایک قفیز گندم اور ایک قفیز جو، اور ادھر کیا ملا مجھے دوسری طرف سے دو قفیز گندم اور دو قفیز جو۔ تو اب اگر گندم کو گندم کے بدلے قرار دے دیں، ادھر ہے ایک قفیز گندم میں دے رہا ہوں اور دو قفیز گندم کے لے رہا ہوں، تو جنس بھی ہے اور قدر بھی ہے تو زیادتی جائز نہیں ہونی چاہیے ربا لازم آئے گا۔ اور جو کو اسی طرح جو کے بدلے قرار دے دیں تو اس طرف سے ہے ایک قفیز جو اس طرف سے ہے دو قفیز جو، تو قدر بھی ہے اور جنس بھی ہے لہذا کیا لازم آتا ہے؟ ربا۔ لیکن میں نے کیا بتلایا فقہائے کرام کی کیا کوشش ہوتی ہے؟ کہ بقدر الامکان کسی بھی معاملے کی اصلاح کی جائے۔ تو چنانچہ یہاں یوں سمجھیں گے ہم کہ جنس کو خلاف جنس کے بدلے بیچا ہے اور عقد صحیح ہے بھئی۔ کیا سمجھا جائے گا؟ یہ جو ایک قفیز گندم دے رہا ہے اس کے بدلے میں گندم نہیں لے رہا بلکہ اس کے بدلے میں دو قفیز جو کے لے رہا ہے، اور ادھر سے جو ایک قفیز جو کا دے رہا ہے اس کے بدلے میں کیا لے رہا ہے؟ دو قفیز گندم کے لے رہا ہے۔ تو دیکھو جنس کو جنس کے مقابلے میں رکھیں تو پھر تو ربا لازم آتا ہے اور اگر جنس کو خلاف الجنس کے مقابلے میں لے جائیں تو پھر ربا لازم نہیں آتا۔ لہذا یہ عقد صحیح ہے اور ہم یوں سمجھیں گے گندم کو جو کے بدلے میں بیچا گیا ہے اور جو کو گندم کے بدلے بیچا گیا ہے، تو لہذا یہ درست ہے مولانا، زیادتی اس صورت میں جائز ہے البتہ ادھار اس صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی سب کو بھئی؟

کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْجَيِّدِ بِالرَّدِيِّ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ۔ آپ کے پاس سو قفیز گندم ہے بڑی اعلیٰ قسم کی اور آپ کے ساتھی کے پاس گندم پڑی ہوئی ہے بڑی ردی قسم کی۔ اب آپ دونوں آپس میں بیع کرنا چاہتے ہیں گندم کے بدلے گندم دینا چاہتے ہیں۔ تو آپ کہتے ہیں بھئی میری گندم تو سب سے اعلیٰ کوالٹی کی ہے لہذا میں سو قفیز دوں گا تو بدلے میں آپ سے ہزار قفیز لوں گا بھئی۔ سو قفیز کے بدلے کتنی قفیز گندم؟ ہزار، کیونکہ میری والی گندم عمدہ ہے آپ کی والی گندم بڑی ہی ردی ہے۔ نہیں بھئی مولانا یہ جائز نہیں، عمدہ اور ردی کا کوئی فرق نہیں بھئی۔ جب اموال ربویہ آ جائیں عمدہ ہو یا ردی ہو کیا ضروری ہے؟ برابری ضروری ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ برابری ضروری لہذا آپ سو قفیز گندم دے کر کتنی گندم لے سکتے ہیں؟ سو قفیز ہی لے سکتے ہیں۔

ہاں اور طریقہ اختیار کر لیں پھر درست ہو جائے گا بھئی۔ براہ راست نہ بیچیں گندم کو گندم کے بدلے ورنہ تو کیا لازم آئے گا؟ ربا لازم آئے گا۔ آپ یوں کریں یہیں پر دو بیع کر لیں بھئی۔ کیا کر لیں؟ دو بیع۔ یوں کرو بس صورت تھوڑی سی بدل لو مولانا۔ کیسے؟ آپ اس کو کہیں یہ جو میرے پاس سو قفیز گندم ہیں یہ میں نے آپ کو بیس ہزار روپے میں فروخت کر دیے۔ کیا کیے؟ بیس ہزار روپے میں فروخت کر دیے۔ اور وہ کہتا ہے میں نے قبول کیا۔ تو اب آپ کے پاس جو گندم پڑی ہے اس کا مالک وہ بن گیا اور اب اس نے آپ کے کتنے پیسے دینے ہیں؟ بیس ہزار روپے دینے ہیں۔ اور آپ نے ضابطہ پڑھا ہے ثمن میں قبل القبض بھی تصرف جائز ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟ ابھی پیسے آپ نے اس سے وصول نہیں کیے ان پیسوں کے بدلے کوئی اور چیز لے سکتے ہو یا نہیں لے سکتے؟ لے سکتے ہیں۔ تو اب آپ اس کو کہتے ہیں بھئی میرے وہ بیس ہزار روپے کے بدلے مجھے کیا دے دو؟ ایک ہزار قفیز یہ والی اپنی گندم دے دو۔ وہ کہتا ہے مجھے قبول ہے۔ تو دیکھو آپ نے ثمن میں تصرف کیا قبل القبض۔ تو اب آپ اس کو وہ سو قفیز گندم دے دیں گے آپ کو وہ ہزار قفیز گندم دے دے گا۔ تو کتنے عقد آگئے مولانا؟ دو عقد آگئے۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ یا صراحتاً یوں کر لو بھئی، آپ کہیں کہ میں نے اپنی یہ سو قفیز گندم آپ کو بیس ہزار روپے میں فروخت کر دی، اور وہ کہتا ہے میں نے اپنی والی ایک ہزار قفیز آپ کو بیس ہزار میں فروخت کر دی۔ تو دونوں طرف سے قبول آیا، کتنی بیع آگئیں مولانا؟ دو بیع مولانا۔ اور اب مسئلہ بھی صحیح ہوا ربا

بھی لازم نہیں آیا کیونکہ آپ نے گندم کو گندم کے بدلے نہیں خریدا بلکہ کس کے بدلے خریدا ہے؟ پیسوں کے بدلے خریدا ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو دو بیچ کر لو وہیں پر بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْجَيِّدِ بِالرَّدِيِّ جائز نہیں ہے عمدہ کی بیع ردی کے بدلے مِمَّا فِيهِ الرِّبَا ان چیزوں کے اندر جن میں ربا ہوتا ہے إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ مگر برابر کے بدلے برابر۔ وَإِذَا عُدِمَ الْوَصْفَانِ اور جب دونوں وصف معدوم ہو جائیں دونوں وصف نہ پائے جائیں، بھئی کون سے دو وصف؟ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُومُ إِلَيْهِ ایک تو جنس ہے اور وہ سبب، معنی کا ترجمہ یہاں کریں علت اور سبب کا ترجمہ کریں۔ بھئی اکیلی جنس تھی ربا کی علت یا کوئی اور چیز بھی ساتھ تھی؟ قدر تھی؟ کیا تھی؟ قدر۔ اور قدر میں کیا کیا چیزیں تھیں؟ کیل اور وزن تھا۔ اسی کو بیان کر رہے ہیں: الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُومُ إِلَيْهِ جنس اور وہ سبب الْمَضْمُومُ إِلَيْهِ جو اس کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ جنس کے ساتھ کیا سبب ملایا گیا تھا؟ کیل ایک صورت میں، یا وزن دوسری صورت میں۔ جب دونوں وصف معدوم ہو جائیں یعنی جنس اور وہ سبب الْمَضْمُومُ إِلَيْهِ جو اس کے ساتھ ملایا گیا ہے جس سے مراد وزن یا کیل ہے، حَلَّ التَّفَاضُلُ تو زیادتی جائز ہے۔ دیکھا دونوں وصف نہیں ہیں جنس بھی نہیں ہے اور قدر بھی نہیں: حَلَّ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ زیادتی بھی جائز ہے مولانا وَالنَّسَاءُ ادھار بھی جائز ہے بھئی۔ وَإِذَا وُجِدَا یہ تثنیہ کا صیغہ ہے وُجِدَا اور جب وہ دونوں پائے جائیں یعنی جنس بھی ہو اور قدر بھی ہو، تو حَرُمَ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ تو زیادتی بھی حرام ہے اور ادھار بھی حرام ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ كَيْلًا فَهُوَ مَكِيلٌ أَبَدًا۔ یہاں سے ایک اور ضابطہ بیان کر رہے ہیں بھئی۔ ضابطہ یاد رکھنا مولانا، جس چیز کے بارے میں حضور علیہ السلام نے تصریح فرما دی کہ یہ کیلی ہے، وہ ہمیشہ کیلی ہی شمار ہو گی اگرچہ لوگ اس کے اندر کیل کرنا چھوڑ دیں اور وزن کرنا شروع کر دیں۔ مثلاً گندم ہے بھئی، حدیث میں وہ کیلی شمار ہوئی ہے ماپ کر برتن کے اندر ماپ کر بیچی جانے والی۔ اب اگرچہ شہروں کے اندر لوگوں نے کیل کرنا اسے چھوڑ دیا ہے وزن کیا جاتا ہے، لیکن مولانا جب اس کی تصریح ایک مرتبہ حدیث میں آچکی ہے تو اب وہ ہمیشہ کیا شمار ہو گی؟ کیلی ہی شمار ہو گی اگرچہ لوگ اس میں کیل کرنا چھوڑ دیں۔ اور جو چیز حدیث میں وزنی شمار ہوئی ہے وہ ہمیشہ وزنی ہی شمار ہو گی اگرچہ لوگ اس کے اندر وزن کرنا چھوڑ دیں اور اسے ماپنا شروع کر دیں بھئی، پیمانہ ہی بدل دیں اس کا۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟

تو کہتے ہیں: وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ كَيْلًا فَهُوَ مَكِيلٌ أَبَدًا اور ہر وہ چیز نَصَّ، نَصَّ کا معنی ہے تصریح کرنا صراحتاً کہنا واضح طور پر کہنا۔ وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ہر وہ چیز جس کی تصریح کی ہو حضور علیہ السلام نے عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ كَيْلًا کہ کس چیز پر تصریح کی ہو؟ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ اس میں تفاضل کے حرام ہونے پر۔ حضور علیہ السلام نے تصریح کی ہو عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ اس میں تفاضل کے حرام ہونے کی كَيْلًا باعتبار کیل کے کہ کیل کے اعتبار سے اس میں تفاضل حرام ہے حضور علیہ السلام نے تصریح کی ہو، فَهُوَ مَكِيلٌ أَبَدًا تو وہ کیا ہے؟ مکیلی ہی ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ فِيهِ الْكَيْلَ اگرچہ لوگ اس کے اندر کیل کو چھوڑ دیں۔ بھئی وہ کون کون سی ہیں کیلی حدیث میں؟ کہتے ہیں: مِثْلُ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ۔ مثال کے طور پر گندم ہے، جو ہے، کھجور ہے اور نمک ہے مولانا۔ یہ کیلی ہیں حدیث میں کیلی آئی ہیں تو ہمیشہ کیا شمار ہوں گی؟ کیلی ہی شمار ہوں گی۔

وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ وَزْنًا فَهُوَ مَوْزُونٌ أَبَدًا۔ اور ہر وہ چیز جس میں تصریح کی ہو حضور علیہ السلام نے عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ اس میں زیادتی کے حرام ہونے پر حضور علیہ السلام نے تصریح کی ہو وَزْنًا باعتبار وزن کے کہ وزن کے اعتبار سے اس میں زیادتی حرام ہے، فَهُوَ مَوْزُونٌ أَبَدًا تو وہ ہمیشہ موزون شمار ہو گی، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْوَزْنَ فِيهِ اگرچہ لوگ اس میں وزن کرنا چھوڑ دیں اور کوئی نیا پیمانہ اختیار کر لیں یعنی ماپنا شروع کر دیں۔ بھئی وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں حدیث میں تصریح آئی ہے وزن کی بھئی؟ کہتے ہیں: مِثْلُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ مثلاً سونا اور چاندی ہیں۔

وَمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ اور وہ چیز جس کی تصریح نہیں کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ مکیلی ہے یا موزونی ہے فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى عَادَاتِ النَّاسِ۔ اور وہ چیز جس کی تصریح نہیں کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ مکیلی ہے یا موزونی ہے اس کا کیا کریں بھئی؟ یہاں تو صرف چھ چیزیں ہیں چیزیں تو بہت زیادہ ہیں، تو کہتے ہیں بھئی اس میں لوگوں کی عادتوں کا اعتبار ہے۔ اگر لوگ اس میں وزن کرتے ہیں تو وہ کیا شمار ہو گی؟ وزن والی۔ اگر لوگ اس کو ماپتے ہیں تو کیا شمار ہو گی؟ کیلی شمار ہو گی۔ اور اگر کوئی اور پیمانہ ہے تو اس کے مطابق۔ کہتے ہیں: وَمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ اور جس پر تصریح نہیں کی

حضور علیہ السلام نے فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى عَادَاتِ النَّاسِ تو وہ محمول ہے کس پر؟ لوگوں کی عادتوں پر، وہاں لوگوں کی عادتوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ وزنی شمار کرتے ہیں تو اس کو بھی وزنی سمجھا جائے گا اور ماپتے ہیں تو ماپی جانے والی چیز شمار ہو گی۔

اچھا کیا ضابطہ سمجھ میں آیا یہاں سے بھئی؟ خلاصہ کلام کیا ہوا؟ جس کے بارے میں حضور علیہ السلام کی تصریح آئی ہے کہ وہ ماپی جانے والی چیز ہے یعنی اس میں برابری ماپ کے اعتبار سے ضروری ہے تو اسے کیا شمار کریں گے ہم ہمیشہ؟ کیلی۔ اور جس کے بارے میں تصریح آئی ہے کہ اس میں زیادتی وزن کے اعتبار سے حرام ہے اس کو ہمیشہ کیا سمجھا جائے گا؟ وزنی ہی سمجھا جائے گا اگرچہ لوگ اس میں وزن کرنا چھوڑ دیں۔ کیا معنی؟ اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ گندم کو اب وزن کے اعتبار سے بیچ ہی نہیں سکتے۔ حضور حدیث میں چونکہ کیلی ہونے کا ذکر آ گیا اس کا لہٰذا اب گندم کو کیل کے ذریعے ہی بیچا جائے گا وزن کر کے نہیں بیچ سکتے؟ نہیں بھئی یہ معنی نہیں ہے۔ معنی یہ ہے دیکھو بیع تو ہم کرتے ہیں، گندم وزن کر کے خریدتے ہیں یا نہیں خریدتے بھئی؟ آپ آٹا بھی خریدتے ہیں گندم بھی خریدتے ہیں، دونوں کیلی چیزیں ہیں لیکن کیا کرتے ہیں ہم آج کل ان کو؟ وزن کر کے خریدتے ہیں۔ تو کیا یہ درست نہیں ہے؟ نہیں بھئی نہیں یہ معنی نہیں ہے فقہاء کی اس عبارت کا۔

معنی یہ ہے کہ جب ان کو انہی کی جنس کے بدلے بیچا جائے، گندم کو جب کس کے بدلے بیچا جائے؟ گندم کے بدلے بیچا جائے، تو برابری ضروری ہے یا نہیں؟ برابری ضروری ہے۔ لیکن اب جب برابری کرو گے تو برابری وزن کے ذریعے کبھی بھی نہیں کرو گے، کس کے ذریعے ضروری ہے؟ کیل کے ذریعے ضروری ہے۔ ایک طرف سے بھی گندم ہے دوسری طرف سے بھی گندم ہے تو برابری ضروری ہے زیادتی حرام ہے مولانا۔ لیکن اب برابری آج کل تو لوگ وزن کر رہے ہیں، نہیں وزن کے ذریعے برابری کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ کس کے ذریعے کیا جائے گا برابری کو؟ کیل کے۔ اس گندم کو بھی ماپو اس گندم کو بھی ماپو۔ اب برابر ادھر سے بھی سو قفیز جائیں گے اور ادھر سے بھی کتنے آئیں گے؟ سو قفیز آ جائیں گے۔

وزن کا اعتبار نہیں اس لیے کہ وزن کے اندر کمی بیشی ممکن ہے۔ کیسے؟ دیکھو آپ نے سو من گندم دی اور ادھر سے بھی کتنی لی؟ سو من گندم لی۔ لیکن اگر ان کو ماپنا شروع کرو تو بالکل برابر نکلیں گی؟ ہو سکتا ہے ایک کی گندم تھوڑی سی وزنی ہو بھئی، وزنی دانے ہوں۔ تو لازمی بات ہے جب وزنی تھے تو سو من میں تھوڑے دانے آئے، تو ادھر ماپو گے تو یہ اسی قفیز بنے اور دوسرے کے ماپے تو وہ سو قفیز بنے۔ تو برابری ہوئی؟ نہیں۔ حالانکہ ان میں تو برابری کس اعتبار سے ضروری تھی؟ کیل کے اعتبار سے ضروری تھی۔ لہٰذا جب ان چھ چیزوں کو انہی کی جنس کے بدلے بیچا جائے تو اگر حدیث میں ان کے کیلی ہونے کا ذکر ہے تو ان میں برابری کیسے کی جائے گی؟ کیل کے اعتبار سے۔ اور جن کے وزنی ہونے کا ذکر ہے وہاں برابری بھی کس طریقے پر کی جائے گی؟ وزن کے۔ ہاں اپنی جنس کے بدلے نہیں بیچتے کسی اور چیز کے بدلے بیچتے ہیں پھر جیسے مرضی بیچو۔ پھر کیل کر کے بھی بیچ سکتے ہو اور وزن کر کے بھی بیچ سکتے ہو، کیونکہ جب جنس وہ نہیں ہے پھر تو زیادتی جائز ہو گئی مولانا، برابری کی تو ضرورت ہی نہیں۔ تو کیل تو ہم کس لیے قرار دیتے تھے ضروری؟ تاکہ کیا ہو جائے؟ برابری ہو جائے ربا سے ہم بچ جائیں بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۷۴: باب الصرف: بیعِ صرف کی تعریف، مجلس میں تقابضِ عوضین کی فرضیت، سوناچاندی کی بیع کے ضوابط اور غلبہ کا معیار

مختصر القدوری صفحہ: ۷۴—بتاریخ: ۱۴ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلَى جِنْسِ الْأَثْمَانِ يُعْتَبَرُ فِيهِ قَبْضُ عِوَضَيْهِ فِي الْمَجْلِسِ، وَمَا سِوَاهُ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّعْيِينُ وَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّقَابُضُ. وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ بِالدَّقِيقِ وَلَا بِالسَّوِيقِ، وَكَذَلِكَ الدَّقِيقُ بِالسَّوِيقِ.

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

تو مولانا کل ہم نے باب الربا شروع کیا تھا۔ میں نے بتلایا کہ اب یہ بیوع محرمہ کا بیان ہونے لگا ہے بھئی۔ بیع صحیح کا بیان بھی گزر گیا، بیع فاسد کا بھی گزر گیا، بیع باطل کا بیان بھی گزر گیا، بیع مکروہ کا بیان بھی گزرا، اب بیع حرام کا ذکر شروع ہو رہا ہے بھئی۔ اور میں نے بتلایا تھا کہ لغت کے اندر عربی زبان کے اندر ربا کس کو کہتے ہیں؟ زیادتی کو کہتے ہیں بھئی، جو بھی زیادتی کی جائے وہ ربا کہلائے گی۔ لیکن اس سے میں نے بتلایا ہر زیادتی مراد نہیں ہے اصطلاح کے اندر۔ تو اصطلاحی تعریف میں نے آپ کو لکھوائی تھی: هُوَ فَضْلٌ خَالٍ عَنْ عِوَضٍ شُرِطَ لِأَحَدِ الْعَاقِدَيْنِ فِي الْمُعَاوَضَةِ۔ وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اور جس کی شرط لگائی جائے عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے اور کس کے اندر ہو؟ عقد معاوضہ کے اندر ہو یہ زیادتی بھئی، عقد معاوضہ کے اندر۔

تو لہٰذا ایک شخص دوسرے کو دس من گندم دیتا ہے اور اس سے بیس من گندم لیتا ہے، تو دس من تو دس من کے مقابلے میں ہو گئے اور یہ جو زیادہ ہوئے دس من یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کے لیے اس کی شرط لگائی گئی ہے کہ ایک میں سے وصول کر رہا ہے اس زیادتی کو بھئی، اور کس کے اندر ہے؟ عقد معاوضہ کے اندر ہے، تو یہ ربا ہے مولانا، ربا۔

میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی ربا کے بارے میں قرآن میں صرف حرمت کا ذکر آتا ہے بھئی۔ حرمت کا ذکر آیا بھئی، تفصیل نہیں آئی رہا ہے کیا چیز، بس اتنا آیا کہ اللہ نے ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ تفصیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم حدیث جو ہے کل میں نے آپ کو لکھوائی بھئی: الْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ وَالذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبًا۔ اور بتلایا تھا حدیث میں نے کیسے پڑھی؟ الْحِنْطَةَ مفعول پڑھا اس کو منسوب بھئی۔ یہ دراصل اس کے لیے فعل محذوف ہے أَيْ بِيعُوا تم لوگ بیچو، کس کو بیچو؟ الْحِنْطَةَ گندم کو۔ تو یہ مفعول بن رہی ہے یہ منسوب ہے بھئی۔

تو حدیث میں کیا ذکر آیا کہ گندم کو گندم کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، نمک کو نمک کے بدلے، سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے جب بیچا جائے تو کیا ہونا چاہیے؟ برابر ہونے چاہئیں دونوں طرف سے عوض، اور نقد ہونے چاہئیں، اور جو زیادتی ہے وہ ربا ہے بھئی، سود ہے۔

چنانچہ اس حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے غور کیا بھئی۔ اور پہلی چار چیزیں جو ہیں ان سے کیل اخذ کیا، پہلی چاروں چیزیں کیا ہیں؟ کیلی۔ اور آخری دو چیزیں ذہب اور فضہ وزنی ہیں۔ معلوم ہوا سود کن چیزوں میں آئے گا جو کیلی ہوں یا وزنی ہوں۔ اور نیز جنس کے مقابلے میں جنس ذکر ہوئی، گندم کو کس کے بدلے بیچو جب؟ گندم کے بدلے۔ تو معلوم ہوا جنس بھی۔ تو کیل مع الجنس یہ علت ہے سود کی، یا وزن مع الجنس یہ علت ہے سود کی۔ تو کیل مع الجنس یا وزن مع الجنس، تو اب فقہائے کرام اس میں آسانی کے لیے کیا کرتے ہیں؟ کیل اور وزن پر ایک ہی لفظ بول دیتے ہیں قدر۔ تو گویا کہ سود کی علت کیا ہوئی؟ قدر مع الجنس بھئی، یہ سود کی علت ہوئی۔

تو جہاں پر قدر مع الجنس، یہ دو چیزیں ہیں ایک قدر ایک جنس بھئی۔ تو جب دونوں طرف قدر ہو یعنی دونوں طرف کیلی ہو یا دونوں طرف وزنی ہو اور جنس بھی ایک ہو تو پھر اس صورت میں زیادتی بھی حرام ہے اور ادھار بھی حرام۔ اور جب دونوں نہ ہوں تو پھر دونوں چیزیں جائز، جب دونوں طرف کیلی نہیں ہے اور جنس بھی ایک نہیں ہے تو اس صورت میں زیادتی بھی جائز اور ادھار بھی جائز۔ اور دونوں میں سے جب ایک چیز پائی جائے، صرف قدر ہو یا صرف جنس ہو، تو اس صورت میں زیادتی تو جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں۔

دیکھو صرف جنس پائی جائے اور قدر نہ ہو، مثلاً ایک درجن انڈوں کے بدلے دو درجن انڈے بیچے۔ اب جنس تو ہے دونوں طرف انڈے ہیں لیکن قدر نہیں، کیل یا وزن نہیں۔ انڈوں کو تو کیل نہیں کیا جاتا ان کا وزن نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو تو گن کر بیچا جاتا ہے۔ تو جنس تو ہے لیکن قدر نہیں، لہذا اس صورت میں زیادتی جائز اور ادھار حرام۔ اور اگر صرف قدر ہو جنس نہ ہو، مثلاً بھئی آپ سونا دیتے ہیں اور بدلے میں چاندی لیتے ہیں۔ سونا بھی وزنی چاندی بھی وزنی، تو دیکھو دونوں طرف وزن آ گیا قدر آ گئی مولانا، لیکن جنس نہیں ایک طرف سونا ہے تو دوسری طرف چاندی ہے جنس الگ الگ ہے۔ تو اس صورت میں بھی زیادتی تو جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں۔ معلوم ہوا آپ ایک تولہ سونا دے کر سو تولے چاندی لے سکتے ہیں جتنی بھی زیادتی کریں بھئی، وہ جائز ہے البتہ ادھار نہیں ہو نقد ہو بھئی۔

اس کے بعد بتلایا تھا مولانا کہ جید اور ردی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جہاں ربوی چیزیں ہیں ان میں جید اور ردی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر صورت میں کیا ضروری ہے؟ برابری ضروری ہے۔ لہذا ایک شخص دوسرے کو سو قفیز اعلیٰ گندم دے کر ہزار قفیز ردی گندم اس سے لینا چاہتا ہے، میں نے بتلایا یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ اس لیے کہ جنس بھی ہے اور قدر بھی ہے اور اس صورت میں تفاضل جائز نہیں، زیادتی نہیں جائز بالکل برابر ہونے چاہئیں۔ ایک طرف سے سو قفیز ہے تو دوسری طرف سے بھی سو قفیز ہونے چاہئیں۔ ایسی صورت اگر پیش آ جائے تو پھر وہاں پر میں نے طریقہ بتلایا تھا دو بیع کر لیں بھئی۔ کیا کر لیں؟ دو بیوع کر لیں۔ کیسے؟ کہ پہلے ایک شخص دوسرے سے اس کی گندم پیسوں کے بدلے خرید لے۔

مثلاً آپ نے سو قفیز گندم کے دینے ہیں اور کتنے لینے ہیں اس سے ہزار قفیز، تو دو بیوع یوں کریں بھئی۔ پہلے وہ آپ سے خرید لے آپ کی گندم مثلاً، وہ کہتا ہے بھئی آپ کے سو قفیز گندم میں نے آپ سے ایک ہزار درہم کے بدلے خرید لیے۔ کتنے کے بدلے؟ ایک ہزار درہم کے بدلے بھئی، گندم سامنے موجود بھئی۔ تو آپ نے اس کو دے دیے۔ پھر اب اس نے آپ کو کتنے پیسے دینے ہیں؟ ایک ہزار درہم، ابھی دیے نہیں لیکن یہ ثمن ہے اور آپ نے پڑھا ہے ثمن میں قبل القبض بھی تصرف جائز ہے۔ تو لینے سے پہلے ہی آپ تصرف کرتے ہیں اور آپ کہتے ہیں بھئی اچھا وہ جو آپ نے میرے ہزار درہم دینے ہیں ان کے بدلے میں نے آپ کے یہ ہزار قفیز گندم آپ سے خرید لی۔ اس نے کہا مجھے قبول ہے۔ لو بھئی یہ دوسری بیع ہو گئی، دیکھا؟ تو لہذا اب صورت ٹھیک ہو گئی۔ اب آپ سو قفیز گندم دے دیں گے اور اس سے ہزار قفیز گندم لے لیں گے بھئی۔ اب گندم کے بدلے گندم کی بیع نہیں ہوئی مولانا بلکہ کیا ہوئی ہے؟ ایک طرف گندم تھی تو دوسری طرف درہم تھے اور دو بیوع ہوئیں مولانا، یہ درست ہے۔

اور پھر یہ ضابطہ بھی بیان ہوا تھا کہ جس چیز کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمادی کیلی ہونے کی وہ ہمیشہ کیلی ہی شمار ہو گی، اور جس کے بارے میں وزنی ہونے کی تصریح فرمادی وہ ہمیشہ وزنی ہی شمار ہو گی بھئی۔ بھئی کیلی شمار ہونے کا کیا معنی کہ اب آپ اس کو وزن کر کے بیچ ہی نہیں

سکتے؟ نہیں یہ معنی نہیں ہے۔ گندم کیلی شمار ہوئی ہے لیکن آپ تول کر بھی بیچ سکتے ہیں۔ لیکن جس وقت گندم کو گندم کے مقابلے میں بیچیں گے اب مولانا وزن کر کے بیچنا صحیح نہیں۔ اسی کی جنس کے بدلے جب بیچیں گے تو تب برابری ضروری ہے یا برابری نہیں؟ ضروری ہے، اور برابری پھر وزن کے ذریعے جائز نہیں کیونکہ حدیث میں تو کیلی ہونے کا ذکر آیا تھا لہذا برابری کس کے ذریعے ہو گی؟ کیل کے ذریعے ہو گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اسی طرح سونا اور چاندی وزنی ہیں۔ تو آپ ان کو مثلاً کوئی ایسی صورت بن جاتی ہے کہ ان کو ماپ کر بیچا جاتا ہے، فرض کرو تو اب ماپ کر بیچنا بھی صحیح ہو گا۔ لیکن اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے بیچیں تو پھر تو برابری ضروری تھی، تو پھر برابری اب ماپ میں برابری کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ حدیث میں کس اعتبار سے برابری کا ذکر آیا تھا؟ وزن کے۔ لہذا جب اس کو اسی جنس کے بدلے بیچا جائے تو پھر برابری جس پیمانے کا ذکر حدیث میں آیا تھا اسی کے ذریعے برابری کی جائے گی، دوسرے پیمانے کے ذریعے برابری کر بھی لیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے مولانا۔

ہاں اور جن چیزوں کا ذکر نہیں مولانا، تصریح نہیں ہے کہ یہ کیلی ہیں یا وزنی ہیں، ان کے بارے میں لوگوں کی عادت کو دیکھا جائے گا۔ لوگ جس زمانے میں اسے کیلی شمار کرتے ہیں اسے کیلی شمار کیا جائے گا۔ اگر زمانہ بدلتا ہے اور لوگوں کی عادت بدلتی ہے پھر لوگ اسی چیز کو اب وزن کے ذریعے بیچنے لگے تو اب اس کو کیا شمار کیا جائے گا؟ وزنی شمار کیا جائے گا۔ تو وہاں جنس کے بدلے جب جنس بیچی جائے تو پھر وہاں پر برابری اسی پیمانے کے ذریعے ہو گی جو رائج ہو گا لوگوں کے اندر بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اچھا آگے دیکھیے آج کا سبق مولانا۔ وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلَى جِنْسِ الْأَثْمَانِ يُعْتَبَرُ فِيهِ قَبْضُ عِوَضَيْهِ فِي الْمَجْلِسِ۔ اچھا مولانا یاد رکھنا، آگے بیع صرف پڑھیں گے ہم بھئی ایک باب آئے گا۔ بیع صرف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں دونوں طرف ثمن ہوں۔ جس میں کیا ہوں؟ دونوں طرف ثمن ہوں۔ مثلاً مولانا ایک طرف سونا ہے، اچھا پہلے یہ تو بتایئے ثمن کیا کیا چیزیں ہیں؟ سونا ہے، چاندی، درہم، دینار اور کرنسیاں اور پیسے وغیرہ بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ سارے ثمن ہیں مولانا، ان کو بنایا ہی ثمن کے طور پر گیا ہے بھئی۔ سونا چاندی کو اللہ نے پیدا ہی ثمن کے طور پر فرمایا ہے۔ یہ نوٹوں کو بنایا ہی کس لیے گیا ہے؟ ثمن کے طور پر بنایا گیا ہے بھئی۔

تو اب جب دونوں طرف سے عوض ثمن ہوں تو یہ عقد صرف، بیع صرف کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ بیع صرف۔ مثلاً بھئی میں نے آپ کو سونا دیا اور آپ سے چاندی لی، دیکھو دونوں طرف ثمن ہے یہ کیا کہلائے گا؟ بیع صرف۔ میں نے آپ کو مثلاً مولانا روپے دیے اور آپ سے ریال لے لیے، یہ کیا کہلائے گا؟ صرف۔ میں نے آپ کو روپے دیے اور آپ سے ڈالر لے لیے، یہ کیا کہلائے گا؟ صرف۔ میں نے آپ کو سونا دیا اور آپ سے پیسے لیے، یہ بھی کیا کہلائے گا؟ صرف کہلائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ بیع صرف ہے مولانا۔

اب یاد رکھنا اس کا باقاعدہ آگے باب آئے گا تفصیلات آجائیں گی مولانا، لیکن اتنا یاد رکھیں کہ بیع صرف کے اندر عوضین پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری ہے بھئی۔ بیع صرف کے اندر کیا ضروری ہے؟ دونوں عوضوں پر دونوں جانب سے اس چیز پر ثمن پر وہیں پر قبضہ ضروری ہے۔ میں آپ کو مثلاً ساٹھ ہزار روپے دیتا ہوں اور آپ سے ایک ہزار ڈالر لیتا ہوں، یہ ضروری ہے کہ جس مجلس میں عقد ہو رہا ہے اسی مجلس کے اندر میں پیسے آپ کے حوالے کروں اور آپ ڈالر میرے حوالے کریں، یعنی قبضہ شرط ہے مولانا قبضہ ضروری ہے بھئی۔

تو یہ جو چیزیں تھیں ان میں بھی ربا جاری ہوتا تھا بھئی۔ ان کے علاوہ جو چیزیں ہیں جن میں ربا جاری ہوتا ہے مثلاً جو اوپر گزریں مولانا کیلی چیز ہے یا وزنی چیز ہے، ان کے اندر مجلس کے اندر قبضہ نہیں ضروری، ہاں ان کی تعیین ضروری ہے۔ مثلاً میں نے آپ کو سو قفیز گندم دی اور آپ سے سو قفیز گندم خرید لی، تو یہ اب مولانا عقد صرف ہے یا عقد صرف کے علاوہ ہے؟ عقد صرف نہیں ہے۔ عقد صرف ہوتا تو مجلس میں قبضہ ضروری تھا، یہ اس کے علاوہ دوسری صورت ہے تو یہاں پر اور کون سی چیز بیچی گئی ہے مولانا خریدی گئی ہے جن میں کیا جاری ہوتا ہے؟ ربا جاری ہوتا ہے، تو یہاں پر تعیین ضروری ہے۔ مثلاً آپ کے سو قفیز میں نے الگ کر کے سامنے رکھ دیے، یہ ہیں بھئی سو قفیز آپ کے متعین ہو گئے۔ آپ نے میرے لیے سامنے گندم ماپی سو قفیز الگ کر دیے، یہ ہے آپ کی سو قفیز گندم بھئی۔ تو اب یہ ضروری نہیں کہ ہم دونوں کیا کریں؟ ایک دوسرے سے جو گندم خریدی ہے اس پر وہیں پر قبضہ کر لیں۔ قبضہ نہیں ضروری ہاں تعیین ضروری ہے، اور جب میں نے الگ کر دیے آپ نے الگ کر دیے تو تعیین ہو گئی یا نہیں ہو گئی تعیین؟ میں نے الگ کر کے رکھ دی یہ گندم پڑی ہے جس وقت چاہیں آپ اٹھا کر لے جائیں بھئی، تو تعیین کر دی مولانا۔

تو لہذا عقد صرف کے اندر قبضہ ضروری عوضین پر، جبکہ باقی چیزوں میں جن میں ربا جاری ہوتا ہے ان میں قبضہ نہیں ضروری بلکہ کیا ضروری ہے؟ تعیین

ضروری ہے کہ متعین ہو جائے۔ وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلَى جِنْسِ الْأَثْمَانِ اور عقد صرف جو واقع ہوتا ہے جنس اثمان پر ثمنوں کی جنس پر یعنی دونوں طرف سے ثمن ہوتے ہیں، يُعْتَبَرُ فِيهِ قَبْضُ عِوَضَيْهِ فِي الْمَجْلِسِ اعتبار کیا جائے گا اس کے اندر دونوں عوضین پر قبضے کا فِي الْمَجْلِسِ کس کے اندر؟ مجلس میں۔ وَمَا سِوَاهُ اور اس کے علاوہ جو چیزیں ہیں مِمَّا فِيهِ الرِّبَا جن کے اندر ربا ہوتا ہے يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّعْيِينُ تو اس کے اندر اعتبار کس کا کیا جائے گا؟ تعیین کا اعتبار کیا جائے گا، وَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّقَابُضُ اور اس میں مولانا باہم قبضے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ دونوں کے لیے قبضہ کرنا ضروری ہو۔[1]

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ بِالدَّقِيقِ وَلَا بِالسَّوِيقِ۔ دقیق کہتے ہیں مولانا آٹے کو۔ دقیق کسے کہتے ہیں؟ آٹا۔ اور سویق کہتے ہیں ستو کو۔ بھئی دیکھو آپ گندم دے کر آٹا لینا چاہتے ہیں، تو یہ بیع جائز نہیں مولانا۔ یہ برابری کر کے بھی جائز نہیں ہے اور زیادتی کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے، بالکل یہ جائز نہیں ہے کہ گندم دی جائے اور کیا لیا جائے بدلے میں؟ آٹا۔ برابری کے ساتھ بھی جائز نہیں اور زیادتی کے ساتھ بھی جائز نہیں۔

بھئی کیا وجہ ہے زیادتی کے ساتھ کیوں نہیں جائز برابری کے ساتھ کیوں نہیں جائز؟ زیادتی کے ساتھ تو اس لیے نہیں جائز مولانا کہ یہ آٹا وہی گندم تو ہے صرف کیا کیا ہے اسے؟ پیسا ہے بھئی۔ گندم سے بھی کیا بنایا جاتا ہے؟ آٹا ہی بنایا جاتا ہے بھئی، اس کا نفع ہی سب سے بڑا یہ ہے تو اس سے آٹا ہی بنایا جاتا ہے۔ تو یوں سمجھیں گے گویا ایک ہی چیز ہے دونوں طرف، اور جب ایک ہی چیز ہو اور یہ کیلی چیز ہے تو قدر بھی آگئی جنس بھی آگئی، زیادتی جائز ہے یا جائز نہیں مولانا؟ زیادتی جائز نہیں، کمی بیشی نہیں جائز صرف برابری کی صورت میں اجازت ہے۔

اور یہاں برابری ممکن ہی نہیں ہے ورنہ برابری کے ساتھ جائز ہو جاتی۔ برابری کیسے نہیں ممکن بھئی؟ آپ دس قفیز آٹا مجھے ماپ کر دیتے ہیں اور میں آپ کو دس قفیز گندم کے ماپ کر دیتا ہوں، کیا یہ آپس میں برابر ہیں؟ یاد رکھنا یہ برابر نہیں مولانا۔ کیوں نہیں برابر؟ وجہ یہ مولانا کہ آٹے کے ذرے ہیں چھوٹے چھوٹے، گندم کے دانے ہیں موٹے بھئی۔ تو جب آٹے کو قفیز میں بھرا بھئی قفیز کے اندر ڈالا تو آٹے کے اجزاء ایک دوسرے کے بالکل قریب قریب ہیں، درمیان میں کوئی خلا ہے؟ خلا نہیں ہے مولانا اور اگر ہو بھی انسانی آنکھ سے نظر نہ آتا ہو اتنا معمولی خلا ہو گا، بہت تھوڑا ہو گا بھئی۔ جبکہ اس کے مقابلے میں گندم کے دانے ہیں موٹے موٹے، تو درمیان میں خلا آئے گا یا نہیں دانوں کے بیچ بھئی؟ سارے بیچ میں بھئی تھوڑا تھوڑا خلا ہر جگہ، چاہے تھوڑا تھوڑا ہی ہے ہے تو خلا بھئی۔ تو اب ایک طرف خلا زیادہ ہے ایک طرف بالکل سرے سے ہے ہی نہیں یا ہے بھی تو ایسا ہے جو انسانی آنکھ سے بھی نہیں نظر آتا، تو اب کیا کہا جائے گا کہ برابری ہوئی یا برابری نہیں ہوئی؟ برابری ہو ہی نہیں سکتی مولانا، ایک طرف خلا زیادہ آرہا ہے ایک طرف خلا ہے ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو لہذا برابری ممکن ہی نہیں ہے اور حالانکہ اس میں تو کیا ضروری تھی؟ برابری ضروری تھی۔ تو جب برابری ممکن ہی نہیں ہے آپ برابری کر بھی لیں یہ کوئی برابری نہیں ہے مولانا برابری ہو ہی نہیں سکتی، لہذا یہ جائز نہیں۔ اسی لیے کہا: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ بِالدَّقِيقِ اور جائز نہیں ہے گندم کی بیع کس کے بدلے میں؟ آٹے کے بدلے میں۔

وَلَا بِالسَّوِيقِ اور نہ ہی ستو کے بدلے میں۔ ستو کسے کہتے ہیں جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ گندم کو بھون لیا جاتا ہے اور پھر اس کو جب پیسا جاتا ہے تو اس کے جو اجزاء ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟ ستو کہلاتے ہیں بھئی۔ بھئی یہاں بھی وہی مسئلہ، ستو کے اجزاء چلو آٹے سے موٹے ہیں لیکن گندم کے دانوں سے تو بہت ہی زیادہ باریک ہیں، تو دانوں میں تو خلا آیا زیادہ اور ستو کے اجزاء میں خلا آیا بہت معمولی جس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ تو لہذا برابری ممکن ہے؟ آپ ایک قفیز ستو دیں اور ایک قفیز گندم لے لیں تو کیا یہ آپس میں بالکل برابر ہیں؟ نہیں بھئی، اس کے بیچ میں تو بڑا خلا آرہا ہے دانوں کے بیچ میں۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے؟

وَكَذَلِكَ الدَّقِيقُ بِالسَّوِيقِ اور اسی طرح ہے آٹا ستو کے بدلے میں۔ آٹے کی بیع ستو کے بدلے بھئی، ایک طرف ایک شخص آٹا دے رہا ہے اور بدلے میں ستو لے رہا ہے یہ بھی جائز نہیں، نہ برابری کے ساتھ جائز ہے اور نہ زیادتی کے ساتھ جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ یہاں بھی وہی مولانا آٹے کے اجزاء ہیں باریک اور ستو کے اجزاء ہیں موٹے بھئی لہذا یہ جائز نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ برابری نہیں ہو سکتی۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى۔ اور جائز ہے گوشت کی بیع بِالْحَيَوَانِ حیوان کے بدلے شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک بھئی۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ حَتَّى يَكُونَ اللَّحْمُ أَكْثَرَ مِمَّا فِي الْحَيَوَانِ۔ صورت مسئلہ یہ۔

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلَى جِنْسِ الْأَثْمَانِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وعقد الصرف: بما وقع على جنس الأثمان» منقول ہے۔

میں آپ کو گوشت بیچتا ہوں اور بدلے میں آپ سے بکری لیتا ہوں۔ گوشت بھی بکری ہی کا دے رہا ہوں اور بدلے میں آپ سے زندہ بکری لے رہا ہوں۔ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا جائز نہیں؟ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے۔ یہ کیا ہے؟ جائز ہے۔ جائز کیوں کیا دلیل ہے؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو یہاں قدر نہیں ہے۔ قدر کس طرح نہیں ہے؟ کہ گوشت جو ہے اس کو تول کر بیچا جاتا ہے اور جانور کو کوئی تول کر بیچتا ہے؟ نہیں۔ تو ایک طرف موزون ہے دوسری طرف غیر موزون ہے لہذا بیع کیا ہو گئی؟ جائز ہے مولانا۔ کمی بیشی ہو گی ہو سکتا ہے میں بیس کلو گوشت دے رہا ہوں اور بکری کے اندر صرف پندرہ کلو گوشت ہو یا ہو سکتا ہے پچیس کلو گوشت ہو، تو کمی بیشی تو ہو گی۔ دونوں طرف برابری آئی گوشت کی؟ برابری نہیں آئی مولانا لیکن پھر بھی جائز۔ کیوں جائز؟ قدر ہی نہیں ہے، ایک چیز موزون ہے دوسری غیر موزون ہے، لہذا اگر قدر ہوتی اور جنس ہوتی تو پھر ہم کہتے برابری ضروری ہے بھئی۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں بھئی، بکری کو بھی ذبح کر کے اس سے گوشت ہی حاصل کیا جاتا ہے چونکہ، تو یوں سمجھا جائے گا ایک ہی جنس ہے دونوں طرف بھئی۔ آپ گوشت دے رہے ہیں اور بدلے میں زندہ بکری لے رہے ہیں تو کیا سمجھا جائے گا؟ گویا جنس کے بدلے جنس ہی ہے۔ لہذا اس صورت کے اندر ربا لازم آئے گا کمی بیشی کی صورت میں۔ لہذا اندازہ لگاؤ بھئی کہتے ہیں کہ اس بکری کے اندر کتنا گوشت ہو گا۔ مثلاً فرض کرو بھئی اس بکری کے اندر تیس کلو گوشت نکلے گا بھئی۔ کتنا نکلے گا؟ فرض کرو۔ تیس کلو گوشت یا بیس کلو چلو کر لو۔ تیس کلو نکل آئے گا بکری میں سے بھئی؟ کتنا گوشت ہو گا؟ چلو بیس کلو بھئی۔ بیس کلو گوشت بھئی مثلاً بکری میں بیس کلو گوشت نکلے گا اتنا اندازہ ہے، تو جو آپ بکری لے رہے ہیں اور بدلے میں گوشت دے رہے ہیں اب آپ بیس کلو گوشت نہ دیں بیس سے تھوڑا زیادہ دیں، اکیس بائیس کلو کر دیں بھئی۔

کیوں یہ زیادہ کیوں؟ امام محمد رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ بکری میں جتنا گوشت ہے اس سے زیادہ گوشت بدلے میں دو ورنہ ربا لازم آئے گا بھئی۔ ربا کیسے اگر اتنا ہی دے دیں؟ کہتے ہیں دیکھو گوشت کے بدلے ہو گیا گوشت، آپ بھی بیس کلو دے رہے ہیں اور بکری میں سے بھی کتنا نکلا؟ بیس کلو بھئی، تو گوشت تو گوشت کے بدلے ہو گیا۔ اور ساتھ جانور میں سے سارا گوشت ہی نکلتا ہے یا ردی چیزیں بھی ہوتی ہیں پیٹ میں بھئی؟ ردی چیزیں بھی ہیں تو ان کے عوض میں کوئی چیز آئی؟ نہیں۔ تو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے اور دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک نے اس کو کیا کیا ہے؟ وصول کیا ہے، تو اس کی شرط لگائی گئی تھی دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے۔ بھئی وہ تعریف صادق کر رہا ہوں۔ یہ جو ردی چیزیں زائد، گوشت تو گوشت کے بدلے برابری آ گئی اور ایک طرف سے یہ ردی چیزیں زائد آ رہی ہیں یا نہیں بھئی؟ آ رہی ہیں۔ تو دیکھو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے اور اس کی شرط لگائی گئی تھی عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے، بھئی پورا جانور لے رہا ہے یا نہیں؟ شرط تھی یا نہیں پورے جانور کے لینے کی؟ پورا جانور جب لے لیا تو ان کی بھی بیچ میں شرط آ گئی یا نہیں بھئی؟ وہ بھی آ گئی۔ تو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے اور عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے اس کی شرط لگائی گئی ہے اور کس کے اندر ہے؟ عقد معاوضہ میں ہے۔ تو لہذا سود لازم آئے گا۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جتنا گوشت بکری میں ہے اس سے کچھ زیادہ گوشت دے۔ اب مولانا مثلاً اکیس کلو گوشت دے دیا، بکری میں سے بیس کلو نکلتا ہے، تو بیس کلو گوشت تو بیس کلو گوشت کے بدلے ہو گیا اور یہ جو ایک کلو زیادہ گوشت دیا یہ اس ردی کے عوض میں ہو گیا۔ کیا ہو گیا؟ ردی کے عوض میں ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو گوشت اور گوشت کی تو جنس ایک تھی جبکہ وہ ردی الگ جنس ہے مولانا، تو اب وہ چاہے زیادہ بھی کیوں نہ ہو لیکن اس کا عوض تو آ گیا تو اب عوض سے خالی نہ رہا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى اور جائز ہے گوشت کی بیع حیوان کے بدلے امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بھئی۔ میں نے دلیل کیا ذکر کی بھئی؟ کیونکہ یہ بیع ہے موزون کی کس کے بدلے میں؟ غیر موزون کے بدلے، تو یہاں برابری نہیں ضروری۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا يَجُوزُ جائز نہیں ہے حَتَّى يَكُونَ اللَّحْمُ أَكْثَرَ مِمَّا فِي الْحَيَوَانِ یہاں تک کہ ہو گوشت زیادہ اس گوشت سے جو حیوان کے اندر ہے، فَيَكُونُ اللَّحْمُ بِمِثْلِهِ تو گوشت اپنے مثل کے بدلے ہو جائے گا یعنی بیس کلو کس کے بدلے ہو جائیں گے؟ بیس کلو گوشت کے بدلے، وَالزِّيَادَةُ بِالسَّقَطِ۔ سقط کہتے ہیں ردی چیز کو، سقط بھئی قاف پر بھی فتحہ پڑھنا قاف متحرک ہے۔ سقط کس کو کہتے ہیں؟ ردی چیز کو کہتے ہیں۔ وَالزِّيَادَةُ بِالسَّقَطِ اور زیادتی وہ ردی چیزوں کے بدلے ہو جائے گی بھئی۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کھجور کی کتنی حالتیں ہیں؟ تین حالتیں ہو گئیں مولانا۔ پہلے جب کھجور پکتی ہے ابھی سخت ہوتی ہے میٹھی ہو جاتی ہے البتہ بھئی، مٹھاس آ گئی پکی نہیں ہے ابھی بھئی، اس کو کیا کہتے ہیں؟ بُسْرٌ، ڈوکا۔ اردو میں کیا کہتے ہیں اسے؟ ڈوکا بھئی۔ اچھا پھر اس کے بعد یہ کھجور نرم ہونا شروع ہو گی، جب پوری نرم ہو جائے اب یہ کیا کہلاتی ہے؟ رُطَبٌ۔ کیا کہلاتی

ہے؟ رطب بھئی۔ پھر اس کھجور کو درخت سے اتارا جاتا ہے لیکن اس کے اندر رس کچھ زیادہ ہوتا ہے، پھر تھوڑا سا اس کو دھوپ میں خشک کیا جاتا ہے کچھ دھوپ لگوائی جاتی ہے جس سے کچھ زائد پانی خشک ہو جاتا ہے۔ اب جب زائد پانی خشک کر دیا یہ کیا کہلاتی ہے؟ تَمْرٌ کہلاتی ہے۔ تو بسر کس کو کہتے ہیں؟ ڈوکا، مٹھاس آ گئی ہے لیکن ہے ابھی سخت بھئی۔ پھر اس کے بعد نرم ہو جائے تو کیا کہلاتی ہے؟ رطب۔ اور پھر جب دھوپ لگوا کر کچھ خشک کر لیا اتار کر تو یہ کیا کہلاتی ہے؟ تمر کہلاتی ہے، تمر بھئی۔

اب بھئی ایک آدمی رطب دے کر تمر لینا چاہتا ہے۔ کیا لینا چاہتا ہے؟ رطب دے کر تمر لینا چاہتا ہے۔ تو کیا ان کی بیع آپس میں جائز ہے؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز ہے۔ وہ فرماتے ہیں رطب پر بھی تمر کا لفظ بولا جاتا ہے، عرب رطب کو بھی کیا کہہ دیتے ہیں؟ تمر۔ حدیث میں بھی آتا ہے بھئی حضور علیہ السلام کے سامنے رطب پیش کی گئیں تو آپ نے ان کے لیے تمر کا لفظ استعمال فرمایا۔ معلوم ہوا رطب کو بھی عربی میں کیا کہہ دیتے ہیں کبھی؟ تمر کہہ دیتے ہیں۔ تو ادھر بھی تمر ہے ادھر بھی تمر ہے، معلوم ہوا یہ ایک ہی جنس ہے۔ ہاں صرف اتنا ہے ایک کو تازہ اتارا گیا ہے دوسرے کو کچھ دھوپ لگوائی گئی ہے۔ تو جب یہ ایک ہی جنس ہے تو اس صورت میں برابری کے ساتھ بیع جائز۔ لہذا آپ ایک قفیز رطب دیتے ہیں اور ایک قفیز تمر لے لیتے ہیں فرماتے ہیں یہ جائز ہے یعنی برابری کے ساتھ۔ تو کہتے ہیں: وَيَجُوزُ بَيْعُ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ جائز ہے رطب کی بیع تمر کے بدلے مِثْلًا بِمِثْلٍ برابر کے بدلے برابر یعنی برابری کے ساتھ امام صاحب کے نزدیک۔

وَكَذَلِكَ الْعِنَبُ بِالزَّبِيبِ اور اسی طرح بھئی انگور، عنب کہتے ہیں انگور کو بھئی، زبیب کہتے ہیں کشمش کو بھئی۔ کشمش جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ تو انگور کی بیع مولانا کشمش کے بدلے یہ بھی جائز ہے، یعنی برابری کے ساتھ جائز ہے بھئی۔ بھئی آپ کیا کرتے ہیں ایک کلو انگور تول کر دیتے ہیں اور دوسرے شخص سے ایک کلو کشمش لے لیتے ہیں، یہ جائز ہے مولانا، برابری ہے دونوں طرف کتنا ہے وزن؟ برابر ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ جنس ایک ہے مولانا، انگور اور کشمش ایک جنس شمار کریں گے۔ جب ایک جنس شمار کی تو پھر اب برابری کے ساتھ ان کی بیع جائز ہے۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الزَّيْتُونِ بِالزَّيْتِ وَالسِّمْسِمِ بِالشِّيرَجِ۔ اور جائز نہیں ہے بھئی زیتون کی بیع۔ صورت سمجھو بھئی ادھر دیکھو۔ بھئی زیتون جانتے ہو بھئی؟ زیتون یہ ایک چھوٹا سا پھل ہے بیر کی طرح اور اس سے تیل نکالا جاتا ہے، زیتون کا تیل نہایت مفید ہے۔ تو ایک شخص دوسرے کو زیتون دیتا ہے اور بدلے میں کیا لیتا ہے؟ زیتون کا تیل لیتا ہے۔ تو کہتے ہیں بھئی یہ بیع ویسے تو جائز نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر ایسا کر لیں، بھئی دیکھو زیتون دے گا تو زیتون کے اندر بھی کیا بیچ میں ہے بھئی؟ تیل ہے۔ تو ایک طرف زیتون دے رہا ہے اس میں بھی تیل ہے اور دوسری طرف سے اس کا خالص تیل لے رہا ہے۔ اس کے جائز ہونے کی یہ صورت ہے کہ جو تیل لے رہا ہے بدلے میں وہ تیل اس تیل سے زیادہ ہونا چاہیے جو زیتون کے اندر ہے۔

مثلاً بھئی میں نے آپ کو ایک من زیتون دیے، ایک من زیتون کی بیع کی آپ سے اور بدلے میں آپ سے دو کلو زیتون کا تیل لے رہا ہوں۔ تو یاد رکھو یہ بیع جائز نہیں صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ جب کہ اس زیتون کے اندر جو تیل ہے جو ایک من ہے، اس زیتون کے اندر جو تیل ہے اس تیل سے کم ہو، یعنی وہ تیل زیادہ ہو جو آپ سے لے رہا ہوں اس تیل سے جو کس کے اندر ہے؟ اس زیتون کے اندر ہے۔ سمجھ میں آیا؟ وہ تیل کیا ہونا چاہیے؟ زیادہ ہو اس تیل سے جو کس کے اندر ہے؟ زیتون کے اندر ہے۔ مثلاً بھئی اس ایک من زیتون سے اگر تیل نکالیں تو کتنا نکلتا ہے؟ ڈیڑھ کلو نکلتا ہے۔ کتنا نکلتا ہے؟ ڈیڑھ کلو۔ اور میں آپ سے کتنا لے رہا ہوں تیل؟ دو کلو۔ تو دیکھیے بھئی آپ کی طرف سے میں لے رہا ہوں دو کلو تیل اور اس زیتون کے اندر بھی اتنا ہی تیل ہے یا اس سے کم ہے؟ کم ہے۔ اب بیع صحیح ہو گئی کہ تیل اس زیتون کے اندر تیل سے کچھ زیادہ ہونا چاہیے بدلے میں بھئی۔

وجہ کیا ہے اس کی؟ وجہ یہ اگر یہ اتنا ہی تیل ہوا تو پھر سود لازم آئے گا مولانا۔ کیسے؟ مثلاً بھئی زیتون جو میں آپ کو دے رہا ہوں اس میں سے کتنا تیل نکلے گا؟ ڈیڑھ کلو۔ اور آپ سے بھی میں کتنا لے لیتا ہوں تیل؟ ڈیڑھ کلو۔ تو تیل تو تیل کے بدلے ہو گیا اور زیتون سے جب تیل نکالیں گے تو وہ ردی چیز باقی بچے گی یا نہیں بچے گی؟ بچے گی، وہ تو زائد ہو گئی۔ بھئی گنے کا رس پیا ہے آپ لوگوں نے؟ گنے کا رس جب نکال لیتے ہیں تو وہ جو باقی بچتا ہے گنا رس نکل آیا اس میں سے، اسے کیا کہتے ہیں بھئی؟ پھوک کہتے ہیں، پھوک بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

تو اب دیکھو ایک آدمی دوسرے سے مثلاً یہاں کیا لے رہا ہے؟ زیتون بھئی۔ تو وہ جو زیتون دے رہا ہے اس میں سے بھی کتنا تیل نکلے گا؟ ڈیڑھ کلو۔ اور بدلے میں جو تیل لے رہا ہے اس سے وہ بھی کتنا ہے؟ ڈیڑھ کلو۔ تو ڈیڑھ کلو تیل تو ڈیڑھ کلو تیل کے بدلے ہو گیا، اور زیتون سے جب تیل وہ نکالے گا تو پھوک بچے گا یا نہیں بچے گا؟ وہ زائد ہو گیا۔ تو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے، لہذا کیا لازم آیا؟ ربا۔ تو لہذا ایوں کرو، بدلے میں ایک من زیتون دے رہے ہو

اور اس میں سے ڈیڑھ کلو تیل نکلے گا تو آپ بدلے میں ڈیڑھ کلو تیل نہیں لے سکتے بلکہ کیا ہونا چاہیے؟ ڈیڑھ کلو سے کچھ زیادہ ہونا چاہیے تاکہ وہ زیادتی کس کے بدلے آجائے؟ اس پھوک کے بدلے، اس ردی کے بدلے ہو جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الزَّيْتُونِ بِالزَّيْتِ جائز نہیں ہے زیتون کی بیع، زیت کہتے ہیں زیتون کا تیل مولانا، اور جائز نہیں ہے زیتون کی بیع زیتون کے تیل کے بدلے، وَالسِّمْسِمِ بِالشِّيرَجِ۔ سمسم کہتے ہیں تل مولانا، تل۔ تل جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ یہ نان وغیرہ پر لگاتے ہیں بھئی، ہاں یہ تل بھئی۔ تو یہ سمسم جو ہے یہ تل مولانا۔ شیرج را پر کسرہ ہے مولانا، شیرج کہتے ہیں تلوں کا تیل مولانا۔ تو پیچھے کیا ذکر ہوا؟ جائز نہیں ہے زیتون کی بیع زیتون کے تیل کے بدلے وَالسِّمْسِمِ بِالشِّيرَجِ اور جائز نہیں ہے تلوں کی بیع تلوں کے تیل کے بدلے حَتَّى يَكُونَ الزَّيْتُ وَالشِّيرَجُ أَكْثَرَ مِمَّا فِي الزَّيْتُونِ وَالسِّمْسِمِ یہاں تک کہ وہ زیتون کا تیل اور وہ تلوں کا تیل وہ زیادہ ہو مِمَّا، مَا سے کیا مراد ہے؟ اس سے بھی تیل مراد ہے، تاکہ یہ زیادہ ہو اس تیل سے فِي الزَّيْتُونِ وَالسِّمْسِمِ جو کس کے اندر ہے؟ زیتون اور سمسم یعنی تلوں کے اندر ہے، فَيَكُونُ الدُّهْنُ بِمِثْلِهِ وَالزِّيَادَةُ بِالتُّجِيرَةِ۔ تو تیل جو ہے اپنے مثل کے بدلے ہو جائے گا یعنی تیل تو تیل کے بدلے ہو جائے گا وَالزِّيَادَةُ بِالتُّجِيرَةِ اور جو زیادتی تھی وہ تجیرہ کس کے بدلے ہو جائے گی؟ پھوک کے بدلے بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً مولانا ایک من زیتون میں سے میں نے بتلایا کتنا تیل فرض کرو نکلتا ہے؟ ڈیڑھ کلو۔ تو بدلے میں اب ڈیڑھ کلو تیل لیں تو یہ جائز نہیں بلکہ ڈیڑھ کلو سے کچھ زائد لے لیں مولانا۔ ڈیڑھ کلو سے زائد مثلاً وہ تھوڑا سا ایک پیالہ یا آدھا پیالہ اور تیل ڈال دیتا ہے اس میں بھئی، یہ زیادتی کر دی اس نے۔ تو ڈیڑھ کلو تیل تو ڈیڑھ کلو تیل کے بدلے ہوا اور یہ زیادہ جو ڈالا اس نے یہ کس کے بدلے ہو گیا؟ اس ردی کے بدلے، اس پھوک کے بدلے۔ تو کہتے ہیں: وَالزِّيَادَةُ بِالتُّجِيرَةِ اور زیادتی جو ہے وہ پھوک کے بدلے ہو جائے گی۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ اللُّحْمَانِ، اس کو لحمان نہ پڑھنا بھئی یہ تثنیہ نہیں ہے یہ جمع ہے بَيْعُ اللُّحْمَانِ لام پر ضمہ پڑھیں بھئی، یہ لحم کی جمع ہے۔ وَيَجُوزُ بَيْعُ اللُّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا۔ صورت مسئلہ یہ۔ میں آپ کو بکری کا گوشت دیتا ہوں اور آپ سے بدلے میں بکری ہی کا گوشت لینا چاہتا ہوں۔ اب آپ بتائیے مولانا جنس ایک ہے یا الگ ہے؟ بھئی میں بکری کا گوشت دے رہا ہوں آپ کو اور آپ سے بکری ہی کا گوشت لیتا ہوں، جنس ایک ہے یا الگ ہے؟ جنس ایک ہے مولانا۔ اور بتلائیے قدر ہے یا نہیں بھئی دونوں طرف؟ وزنی ہے یا نہیں مولانا؟ ہے، تو جنس بھی ہے قدر بھی ہے لہذا اس صورت میں برابری ضروری ہے۔

یہ تو وہ صورت تھی جس کے اندر گوشت دونوں طرف ایک ہی جانور ایک ہی قسم کا تھا۔ اگر گوشت مختلف جانوروں کا ہو، مثلاً میں آپ کو دیتا ہوں بکری کا گوشت اور بدلے میں آپ سے کیا لینا چاہتا ہوں؟ گائے کا گوشت مولانا۔ تو یاد رکھو اب یہ ایک جنس شمار نہیں ہوں گے یہ الگ الگ جنس شمار ہوں گے۔ آپ یہ نہ کہیں ادھر بھی گوشت ہے ادھر بھی گوشت ہے ایک جنس۔ نہیں بھئی، گائے کا گوشت الگ جنس بکری کا گوشت الگ، اس لیے کہ دونوں کے فائدے الگ الگ ہیں۔ جب فائدے الگ ہیں تو گوشت سے مقصود ہی کیا ہوتا ہے؟ فائدہ، تو لہذا جب فائدے الگ ہیں تو الگ جنس شمار ہوں گے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ تو لہذا جب میں بکری کا گوشت دے کر آپ سے گائے کا گوشت لینا چاہتا ہوں اب آپ بتائیے جنس ہے یہاں دونوں طرف ایک؟ جنس ایک نہیں لیکن قدر ہے، یعنی وہ بھی وزنی اس کو بھی وزن کیا جاتا ہے اور یہ بھی وزنی۔ اور اس صورت میں آپ نے کیا پڑھا تھا؟ زیادتی تو جائز لیکن ادھار جائز نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَيَجُوزُ بَيْعُ اللُّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا اور جائز ہے اللُّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ مختلف قسم کے گوشت کی بیع بَعْضِهَا بِبَعْضٍ بھئی کچھ کے بدلے کچھ یعنی ایک کے بدلے دوسرے کی مُتَفَاضِلًا کس طرح؟ زیادتی کے ساتھ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور جائز ہے مختلف قسم کے گوشت کی بیع بَعْضِهَا بِبَعْضٍ بھئی ان میں سے بعض کی بیع بعض کے بدلے یعنی کسی کی بیع کسی کے بدلے مُتَفَاضِلًا کس طرح جائز ہے؟ زیادتی کے ساتھ بھی جائز۔ میں نے بتایا زیادتی جائز ہے کیونکہ جنس الگ ہے البتہ ادھار جائز نہیں۔

وَكَذَلِكَ أَلْبَانُ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا۔ اور اسی طرح ہے، البان جمع ہے لبن کی، لبن کہتے ہیں دودھ کو مولانا۔ ابل کہتے ہیں اونٹ کو مولانا، بقر کہتے ہیں گائے بیل وغیرہ کو مولانا، غنم کہتے ہیں بھیڑ بکری کو بھئی۔ اور کس کا دودھ بھئی؟ اونٹنی کا دودھ ہے، گائے کا دودھ ہے، بھیڑ بکری کا دودھ ہے، وہ بھی اسی طرح ہے ان کی بیع بَعْضُهَا بِبَعْضٍ ان میں سے کچھ کی بیع کچھ کے بدلے یعنی کسی کی بیع کسی کے بدلے مُتَفَاضِلًا زیادتی کے ساتھ جائز ہے۔

بکری کا دودھ ہو دوسری طرف بھی بکری کا دودھ ہو پھر تو ایک جنس ہے مولانا، اور قدر بھی ہے کہ دونوں ماپی جانے والی چیزیں ہیں بھئی، تو لہذا اس صورت میں زیادتی بھی جائز نہیں اور ادھار بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر الگ جانور کا دودھ ہے ایک طرف اونٹنی کا دودھ ہے ایک طرف بکری کا دودھ ہے، اونٹنی کے دودھ کے الگ فائدے بکری کے دودھ کے الگ فائدے، تو یہ الگ جنس شمار ہوں گے۔ لہذا اس صورت کے اندر زیادتی جائز البتہ ادھار جائز نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَكَذَلِكَ أَلْبَانُ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا اور اسی طرح ہے مولانا اونٹنی کا اور گائے کا اور بھیڑ بکری وغیرہ کے دودھ بعض کی بعض کے بدلے زیادتی کے ساتھ یعنی ان کی بھی بیع جائز ہے۔

وَخَلُّ الدَّقَلِ بِخَلِّ الْعِنَبِ مُتَفَاضِلًا۔ خل کس کو کہتے ہیں مولانا؟ سرکے کو۔ کس کو کہتے ہیں؟ سرکہ۔ اور دقل کہتے ہیں ردی کھجور کو مولانا، ردی کھجور بھئی۔ بھئی ایک طرف ہے ردی کھجور کا سرکہ دوسری طرف ہے انگور کا سرکہ مولانا۔ اب یہ یا تو وزنی ہے یا ماپی جانے والی چیز ہے، تو دیکھو قدر آ گئی مولانا دونوں طرف لیکن جنس اب چونکہ الگ شمار ہو گی کیونکہ کھجور کے سرکے کے فائدے الگ اور انگور کے سرکے کے فائدے الگ، تو جنس الگ ہے لہذا ان میں زیادتی کے ساتھ تو بیع جائز ہے لیکن ادھار بیع جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَخَلُّ الدَّقَلِ بِخَلِّ الْعِنَبِ مُتَفَاضِلًا اور اسی طرح ہے ردی کھجور کا سرکہ انگور کے سرکے کے بدلے مُتَفَاضِلًا زیادتی کے ساتھ بھئی۔ بھئی دقل ردی کھجور کی قید لگائی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ اس لیے کہ عموماً ردی کھجور ہی سے سرکہ بنایا جاتا ہے عمدہ کھجور سے نہیں بھئی، تو یہ ویسے قید ایک بڑھا دی۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ الْخُبْزِ بِالْحِنْطَةِ وَالدَّقِيقِ مُتَفَاضِلًا اور جائز ہے روٹی کی بیع گندم کے بدلے اور آٹے کے بدلے زیادتی کے ساتھ بھئی۔ بھئی گندم اور آٹے کی بیع تو جائز ہی نہیں تھی سرے سے، برابری کے ساتھ بھی جائز نہیں تھی زیادتی کے ساتھ بھی جائز نہیں تھی۔ لیکن جب اس سے روٹی بنا دی تو اب مولانا جنس ہی بدل گئی بھئی یوں سمجھیں گے بھئی چیز پک گئی ہے اس کا آٹا بنایا اسے پکا لیا، تو جنس بدل گئی اور نیز اب روٹی جو ہے اس کو آپ بتائیے کس طرح بیچتے ہیں؟ گن کر۔ کیسے؟ گن کر۔ تو ایک طرف ہے گنی جانے والی چیز دوسری طرف ہے تولی جانے والی چیز مولانا، تو لہذا قدر نہ پائی گئی۔ سمجھ میں آیا؟ قدر نہیں بھئی، تو لہذا زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہے۔ تو کہتے ہیں جائز ہے روٹی کی بیع گندم کے بدلے اور آٹے کے بدلے زیادتی کے ساتھ۔[۲]

وَلَا رِبًا بَيْنَ الْمَوْلَى وَعَبْدِهِ اور ربا نہیں ہے مولا آقا کے درمیان اور اس کے غلام کے درمیان۔ کوئی ربا نہیں ہے۔ آقا کیا کرتا ہے اپنے غلام کو ایک من گندم دیتا ہے اور اس سے دو من گندم لے لیتا ہے، تو آپ فتویٰ نہ لگا دیں کہ یہ جائز نہیں، جائز ہے مولانا۔ کیوں؟ اس لیے کہ آقا اور غلام کے درمیان ربا ہے ہی نہیں۔ غلام کے پاس جو کچھ ہے، غلام خود بھی آقا کا اور اس کے پاس جو مال ہے وہ بھی کس کا ہے؟ آقا کا۔ تو گویا صورتاً بیع ہے در حقیقت تو یہاں کوئی بیع ہوئی ہی نہیں ہے بھئی۔

وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ اور اسی طرح ربا نہیں ہے مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں۔ دار الحرب مولانا کفار کا وطن جہاں مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے نہ دیا جاتا ہو اور اس ملک میں اور آپ کے ملک کے درمیان کوئی معاہدہ وغیرہ بھی نہیں ہے، یہ دار الحرب کہلاتا ہے مولانا۔ تو یاد رکھیے دار الحرب کے اندر اگر مسلمان ان کافروں کے ساتھ سودی لین دین کرتا ہے یہ جائز ہے مولانا۔ سودی لین دین اس کے لیے جائز ہے، لیکن سودی لین دین اس طریقے پر ہو کہ نفع مسلمان کو مل رہا ہو۔ اگر نفع اس کو دے رہا ہے پھر درست نہیں ہے۔ مثلاً مسلمان کیا کرتا ہے ایک من گندم دے کر دو من گندم اس سے لے رہا ہے، تو نفع کس کو مل رہا ہے؟ مسلمان کو، لہذا یہ جائز۔ لیکن اگر مسلمان اس کا عکس کرتا ہے اس سے ایک من گندم لے رہا ہے اور دو من دے رہا ہے تو پھر درست نہیں ہے بھئی۔

وجہ یہ مولانا کہ حربی کا مال لے لینا اس پر قبضہ کر لینا جائز ہے۔ وہ تو حربی ہے دار الحرب سے اس کا تعلق ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو حربی کا مال لے لینا جس طریقے سے بھی مسلمان اس پر قبضہ کر لے جائز ہے لے لینا۔ تو جب اس کو ویسے لے لینا جائز ہے تو اس طرح بیع کے ذریعے زیادہ لے لینا بطریق اولیٰ جائز ہے، تو یہ درست ہے۔ تو لہذا مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں ربا نہیں ہے مولانا۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں بھئی، دار الحرب میں بھی مسلمان اور حربی کے درمیان اس طرح کا معاملہ صحیح نہیں ہے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَجُوزُ بَيْعُ الْخُبْزِ بِالْحِنْطَةِ وَالدَّقِيقِ مُتَفَاضِلًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويجوز بيع الخبز بالحنطة والدهن متفاضلا» منقول ہے۔

سبق نمبر ۷۵: باب السلم (۱): بیعِ سلم کی لغوی و شرعی تعریف، جواز کی شرائط، راس المال پر مجلس میں قبضہ اور مسلم فیہ کی شرائطِ صحت

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۷ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ السَّلَمِ۔ السَّلَمُ جَائِزٌ فِي الْمَكِيلَاتِ وَالْمَوْزُونَاتِ وَالْمَعْدُودَاتِ الَّتِي لَا تَتَفَاوَتُ كَالْجَوْزِ وَالْبَيْضِ وَالْمَذْرُوعَاتِ۔ وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ وَلَا فِي أَطْرَافِهِ وَلَا فِي الْجُلُودِ عَدَدًا وَلَا فِي الْحَطَبِ حُزَمًا وَلَا فِي الرَّطْبَةِ جُرَزًا۔ وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ حَتَّى يَكُونَ الْمُسْلَمُ فِيهِ مَوْجُودًا مِنْ حِينِ الْعَقْدِ إِلَى حِينِ الْمَحِلِّ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔ آج مولانا ہم بیعِ سلم کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، بیعِ سلم۔ یاد رکھیے بیعِ سلم وہ بیع ہے جس کے اندر ثمن تو آج حوالے کیے جاتے ہیں، جس وقت عقد ہو ثمن اسی وقت حوالے کیے جاتے ہیں، جبکہ مبیع کچھ معلوم مدت کے بعد ملے گا بھئی۔ کچھ معلوم مدت کے بعد ملے گا، اسے بیعِ سلم کہتے ہیں۔ مثلاً مولانا آپ دکاندار کے پاس پہنچے بیعِ سلم کرتے ہیں اس سے بھئی، تو آپ نے عقد کیا اس کے ساتھ کہ مجھے سو من گندم چاہیے دو ماہ کے بعد فلاں تاریخ کو

[1] جدول—بیعِ سلم کی صحت کے لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سات شرائط کا جدول:

شمار	شرطِ سلم	فقہی ضابطہ	مثال و توضیح
۱	جنس کا معلوم ہونا	مسلم فیہ کی جنس کی صراحت ضروری ہے	مثلاً گندم، جَو، کھجور یا کپڑا۔
۲	نوع کا معلوم ہونا	جنس کی ذیلی قسم کی تعیین ضروری ہے	مثلاً بارانی گندم یا نہری گندم۔
۳	صفت کا معلوم ہونا	درجۂ جودت کی تعیین ضروری ہے	مثلاً اعلیٰ (جید)، ادنیٰ (ردی) یا اوسط۔
۴	مقدار کا معلوم ہونا	کیل، وزن، ذرع یا عدد سے مقدار متعین ہو	مثلاً سو قفیز گندم یا دس من چاول۔
۵	اجل (مدت) کا معلوم ہونا	حوالگی کی مدت متعین ہو (کم از کم ایک ماہ)	مثلاً یکم رمضان یا دو ماہ بعد۔
۶	مقدارِ راس المال کا معلوم ہونا	اگر راس المال مکیل، موزون یا معدود سے متعلق ہو	تاکہ مجلس سے اٹھنے سے پہلے راس المال کی مکمل ادائیگی یقینی ہو۔
۷	مکانِ ایفاء (ادائیگی کی جگہ) کا معلوم ہونا	اگر اس شے کے لانے میں حمل اور مؤنت (کرایہ) لگتا ہو	امام اعظم کے نزدیک جگہ کی تعیین شرط ہے؛ صاحبین کے نزدیک مجلسِ عقد متعین ہو جاتی ہے۔

تنبیہ: ان سات شرائط کے علاوہ مجلسِ عقد سے جدا ہونے سے پہلے راس المال (قیمت) پر بائع کا قبضہ ہونا بالاتفاق شرطِ بقاءِ سلم ہے۔

بھئی، پیسے آج ہی آپ سارے دے دیتے ہیں وہیں پر عقد کے بعد بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ عقد کر لیا اس پر، تو اب دیکھو پیسے اسی وقت مجلس عقد میں دے رہے ہیں اور مبیع آپ کو دو ماہ کے بعد ملے گا، یہ کیا کہلاتی ہے؟ بیع سلم کہلاتی ہے بھئی۔

اور یہ یاد رکھنا مولانا بیع سلم کے اندر جو عوض آپ دے رہے ہیں ثمن، اس پر اسی مجلس میں بائع کا قبضہ کرنا ضروری ہے بھئی۔ جس مجلس میں عقد ہوا ہے اسی مجلس میں ضروری ہے کہ آپ ثمن حوالے کر دیں اور وہ ان پر کیا کر لے؟ قبضہ کر لے۔ اگر عقد تو کر لیا لیکن ثمن ادا کیے بغیر آپ اس سے جدا ہو جائیں تو عقد سلم باطل ہو جائے گا بھئی۔ کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی مولانا۔ شرط کیا تھی بقا کے لیے؟ عقد سلم تو ہو گیا لیکن اس کے باقی رہنے کے لیے کیا شرط ضروری تھی کہ اسی مجلس عقد میں ثمن پر کیا کر لیا جائے؟ بائع اس پر قبضہ کر لے۔ اور چونکہ یہاں اب عقد تو کر لیا ہے لیکن بائع نے اس ثمن پر قبضہ اسی مجلس میں نہیں کیا، تو لہٰذا عقد سلم کیا ہو گا؟ باطل ہو جائے گا بھئی۔

تو اس کے اندر دیکھا بھئی ایک چیز فوری دی اور ایک چیز بعد میں ملے گی بھئی۔ تو اس کی آسان تعریف لکھ لیجئے مولانا: اَلسَّلَمُ هُوَ بَيْعُ آجِلٍ بِعَاجِلٍ۔ آجل الف مد آ بھئی، هُوَ بَيْعُ آجِلٍ بِعَاجِلٍ۔ بس بھئی تعریف ختم ہوئی۔ بیع سلم کسے کہتے ہیں؟ هُوَ بَيْعُ آجِلٍ بِعَاجِلٍ بھئی۔ آجل اجل سے ہے اجل والی، عاجل عجلت سے ہے جلدی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو بیچنا اجل والی چیز کو کس کے بدلے میں؟ عجلت والی چیز کے بدلے جو جلدی دی جائے مولانا۔

اب آپ بتائیے مولانا جلدی کیا چیز دی جاتی ہے ثمن یا مبیع؟ ثمن جلدی دیے جاتے ہیں فوری دیے جاتے ہیں وہیں مجلس میں، اور مدت کے ساتھ کیا چیز دی جاتی ہے؟ مبیع۔ معلوم ہوا ثمن ہیں عاجل اور مبیع کیا ہے؟ آجل بھئی۔ دو لفظ ہیں نا ایک آجل اور ایک عاجل بھئی۔ عاجل کیا چیز ہے؟ جلدی کیا چیز دے رہے ہیں آپ؟ ثمن، تو ثمن ہیں عاجل۔ اور آجل کیا ہے مدت والی کیا چیز ہے؟ مبیع۔ تو مبیع ہوا آجل اور ثمن ہوئے عاجل۔ اور دیکھیے ترکیب پر بھی غور کرنا بھئی: هُوَ بَيْعُ آجِلٍ بِعَاجِلٍ باکس پر داخل ہو رہی ہے؟ عاجل پر۔ اور عاجل کیا ہیں؟ ثمن۔ اور میں نے آپ کو ضابطہ بتلایا تھا کہ باکس پر داخل ہوا کرتی ہے؟ ثمن پر۔ تو اسی لیے عاجل ثمن ہے تو عاجل پر کیا داخل کی؟ با داخل کی مولانا۔ تو کہتے ہیں: هُوَ بَيْعُ آجِلٍ بِعَاجِلٍ وہ اجل والی چیز کو بیچنا ہے عجلت والی چیز کے بدلے یعنی جو فوری دی جائے۔

یہاں چار لفظ یاد رکھنا مولانا، چار لفظ۔ یاد رکھیے بیع سلم کے باب میں مبیع کو مُسْلَمٌ فِيهِ کہا جاتا ہے۔ یہ نام لکھ لیجئے بھئی جلدی جلدی لکھیں بھئی۔ بیع سلم میں مبیع مُسْلَمٌ فِيهِ کہلاتا ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ اچھا اور ثمن رَأْسُ الْمَالِ کہلاتے ہیں۔ ثمن راس المال بھئی۔ اور بائع مُسْلَمٌ إِلَيْهِ کہلاتا ہے۔ اور مشتری رَبُّ السَّلَمِ کہلاتا ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ تو مبیع کیا کہلاتا ہے بھئی بیع سلم کے اندر؟ مسلم فیہ کہلاتا ہے۔ اور ثمن کیا کہلاتے ہیں؟ راس المال کہلاتے ہیں۔ اور بائع کیا کہلاتا ہے؟ مسلم الیہ کہلاتا ہے۔ اور مشتری کیا کہلاتا ہے؟ رب السلم۔

آپ نے ایک آدمی کے ساتھ بیع سلم کی، آپ نے اس کو دس ہزار روپے دیے نقد اور وہ آپ کو چار مہینے کے بعد سو من گندم دے گا۔ اب آپ بتائیے مولانا آپ کون ہوئے؟ مشتری، تو کیا کہلائیں گے؟ رب السلم۔ اور وہ دوسرا شخص کیا کہلائے گا؟ وہ بائع ہے وہ مسلم الیہ کہلائے گا۔ اور جو دس ہزار روپے آپ نے دیے یہ کیا کہلائے گا؟ راس المال۔ اور وہ جو گندم سو من لیں گے وہ کیا کہلائے گی؟ وہ مسلم فیہ کہلائے گی بھئی۔ تو یہ لفظ آئیں گے اس باب کے اندر تو آپ کو ابھی سے معلوم ہونا چاہیے بھئی۔

تو کہتے ہیں: اَلسَّلَمُ جَائِزٌ فِي الْمَكِيلَاتِ وَالْمَوْزُونَاتِ وَالْمَعْدُودَاتِ الَّتِي لَا تَتَفَاوَتُ بیع سلم جائز ہے مکیلات کے اندر بھئی جو چیزیں ماپی جاتی ہیں بھئی جن کو ماپ کر بیچا جاتا ہے، وَالْمَوْزُونَاتِ اور جن کو وزن کر کے بیچا جاتا ہے بھئی وزنی چیزیں۔ لیکن یاد رکھنا اس سے سونا، چاندی، درہم و دینار مراد نہیں ہیں مولانا، سمجھ میں آیا؟ اگر مبیع آپ درہم و دینار، سونا، چاندی بنانا چاہیں، نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے بھئی۔ تو سونے چاندی کے علاوہ اور چیزیں جو موزونات ہیں وہ ساری مراد ہیں۔

تو جائز ہے سلم مولانا ماپی جانے والی چیزوں میں بھی اور وزن کی جانے والی چیزوں میں بھی، وَالْمَعْدُودَاتِ اور گنی جانے والی چیزیں بھی الَّتِي لَا تَتَفَاوَتُ وہ گنی جانے والی چیزیں جو مختلف نہیں ہوتیں، جن میں فرق نہیں ہوتا یعنی ان کے افراد ایک جیسے ہوتے ہیں، كَالْجَوْزِ جیسے کہ اخروٹ ہے وَالْبَيْضِ اور انڈے ہیں بھئی، اخروٹ اور انڈے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ آپ کے یہاں تو اخروٹ تول کر بیچے جاتے ہیں بھئی، بعض علاقوں میں اب بھی گن کر بیچے جاتے ہیں، تو قدیم زمانے میں بھی اسی طرح تھا معلوم ہوا گن کر ان کو بیچا جاتا تھا۔ اب دیکھو انڈے اور اخروٹ ان کے سارے افراد ایک جیسے نہیں ہوتے، سارے

انڈے ایک جیسے نہیں سارے اخروٹ بالکل ایک جیسے نہیں، ان میں تھوڑا بہت فرق تو ہوتا ہے لیکن اس فرق کو کوئی شمار نہیں کرتا، یوں سمجھا جاتا ہے جیسے یہ ایک ہی جیسے ہیں بھئی۔

تو لہذا بیع سلم جائز ہے مکیلات میں بھی موزونات میں بھی اور ان معدودات میں بھی جن میں فرق نہیں ہوتا بھئی جو آپس میں مختلف نہیں ہوتے۔ درمیان میں كَالْجَوْزِ وَالْبَيْضِ جو آیا یہ مثال ذکر کر دی ان معدودات کی جو آپس میں مختلف نہیں ہوتے۔ وَالْمَذْرُوعَاتِ اور اسی طرح بیع سلم جائز ہے کس کے اندر؟ مذروعات وہ چیزیں جن کی پیمائش کی جاتی ہے یعنی کپڑا بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ وَلَا فِي أَطْرَافِهِ۔ یاد رکھنا بھئی آگے چل کر صاحب قدوری بھی یہ ضابطہ ذکر کریں گے کہ بیع سلم میں مبیع چونکہ ملنا ہے ایک مدت کے بعد تو ابھی سے اس کی صفات وغیرہ اور اس کے بارے میں جو باتیں ہیں واضح ہونی چاہئیں، کسی قسم کا شبہ نہ رہے تاکہ بعد میں جھگڑا نہ پڑے بھئی۔ پوری اس چیز کی صفات بیان ہونی چاہئیں اس کی مقدار بیان ہونی چاہیے بھئی۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ مبیع نے کب ملنا ہے؟ مثلاً دو مہینے کے بعد ملنا ہے، تو ابھی سے کیا معلوم ہونا چاہیے؟ اس کی صفات وغیرہ، اس کی قسم، اس کی نوع، اس کی جنس، یہ ساری چیزیں معلوم ہونی چاہئیں آپس میں طے کر لینی چاہئیں۔ اگر یہ طے نہیں کیں تو بعد میں تو جھگڑا آئے گا، بائع ایک چیز دے گا آپ کہیں گے میں نے یہ والی نہیں مانگی تھی میں تو اس سے اعلیٰ چاہتا تھا، وہ کہے گا نہیں نہیں آپ نے کوئی اعلیٰ کی بات نہیں کی بھئی۔ تو لہذا جھگڑے سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ساری صفات ابھی سے طے ہونی چاہئیں اور مقدار بھی معلوم ہونی چاہیے۔

آپ دس ہزار روپے دیتے ہیں مقدار ذکر ہی نہیں کرتے کہ بھئی دو ماہ بعد کچھ گندم مجھے دے دینا۔ تو بھئی دو ماہ کے بعد وہ آپ کو پچاس من گندم دینا چاہتا ہے آپ کہتے ہیں نہیں میں تو سو من لوں گا، تو جھگڑا آیا کیونکہ مقدار طے نہیں کی تھی بھئی۔ تو مقدار بھی طے ہونی چاہیے اور جنس وغیرہ صفت وغیرہ بھی طے ہونی چاہیے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو ہر وہ چیز جس کی صفت معلوم ہو سکے، صفت کے ذریعے ابھی سے اس کو متعین کیا جا سکے یا اس کی مقدار معلوم ہو سکے اس میں تو بیع سلم جائز ہو گی۔ جس کی صفت سے جس کی تعیین نہیں ہو سکتی پتہ نہیں چل سکتا ابھی سے بیان نہیں کی جا سکتی، تو اس کے اندر بیع سلم بھی جائز نہیں ہے۔

جیسے مولانا حیوانات ہیں، اب آگے وہ مسئلہ آپ کو بتلا رہے ہیں: وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ بیع سلم جائز نہیں ہے حیوان کے اندر بھئی۔ حیوانات میں بیع سلم نہیں جائز۔ آپ بیل لیتے ہیں بھئی یا بکری لیتے ہیں بیع سلم کرتے ہیں کہ مجھے دو ماہ بعد بکری دینا، تو یہ جائز نہیں مولانا۔ اس لیے کہ اس کے افراد آپس میں مختلف ہوتے ہیں مولانا۔ وہ ایک بکری دے گا دو مہینے بعد آپ کہیں گے نہیں نہیں میں نے اس قسم کی نہیں کہا تھا اس قسم کی کہا تھا۔ جتنی بھی کر لی جائے تعیین مولانا پھر بھی ہر ہر جانور کے اندر بڑا فرق ہوتا ہے، پھر بھی تعیین صحیح طریقے سے اس کی صفات کا پتہ نہیں چل سکتا۔ تو جھگڑے کا امکان ہے بھئی مولانا بعد میں، لہذا اس کے اندر بیع سلم جائز ہی نہیں۔ تو جہاں بھی جھگڑے کا امکان ہو وہاں بیع سلم جائز نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ اور جائز نہیں ہے سلم حیوان کے اندر، وَلَا فِي أَطْرَافِهِ، أَطْرَافِهِ أَيْ أَعْضَائِهِ حیوان کے اعضاء کے اندر بھی بیع سلم جائز نہیں بھئی۔ مثلاً بھئی آپ بیع سلم کرتے ہیں اس شخص کو دس ہزار دیے کہ اس کے بدلے مجھے دو ماہ کے بعد بکرے کی سو سریاں دینی ہیں یا سو بکروں کے پائے دینے ہیں، تو یہ آپ بیع سلم کس کے اندر کر رہے ہیں؟ جانور کے اعضاء کے اندر مولانا، یہ بھی جائز نہیں ہے بھئی کیونکہ ان میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے بھئی ایک جیسے نہیں ہوتے۔

وَلَا فِي الْجُلُودِ اور نہ ہی کھالوں کے اندر عَدَدًا عدد کے اعتبار سے بھئی باعتبار تعداد کے۔ آپ پیسے دیتے ہیں دکاندار کو کہ مجھے دو ماہ کے بعد پچاس بکرے کی کھالیں چاہئیں بھئی۔ تو بھئی بکرے کی کھالیں ایک جیسی ہوتی ہیں یا مختلف ہوتی ہیں؟ مختلف ہوتی ہیں لہذا ان کے اندر بھی جائز نہیں ہے۔

وَلَا فِي الْحَطَبِ حُزَمًا۔ حطب کہتے ہیں لکڑی کو بھئی لکڑیوں کو۔ حُزَمٌ جمع ہے حُزْمَةٌ کی بھئی، یہ گٹھے کو کہتے ہیں گٹھے کو۔ بہت سی لکڑیوں کو جب رسی میں باندھ دیا جائے تو یہ جو گٹھا ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ حُزْمَةٌ بھئی، اس کی جمع حُزَمٌ آئی بھئی۔ اور نہ ہی بیع سلم جائز ہے فِي الْحَطَبِ لکڑیوں کے اندر حُزَمًا گٹھوں کے اعتبار سے۔ بھئی آپ دکاندار کے پاس گئے آپ نے کہا یہ لو دس ہزار روپے مجھے دو ماہ کے بعد فلاں تاریخ کو اتنے گٹھے لکڑی کے چاہئیں بھئی۔ کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے مولانا۔ کیوں؟ اس لیے کہ لکڑیاں مختلف قسم کی ایک تو ہوتی ہیں نیز گٹھے بھی چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، کوئی گٹھا چھوٹا ہو گا اور کوئی گٹھا بڑا، اور کسی گٹھے میں لکڑیاں باریک ہوں گی کسی میں موٹی ہوں گی بھئی۔ تو لہذا جھگڑا آئے گا۔ ہاں اگر یہ چیزیں پہلے سے طے کر لو پھر جائز ہو جائے گا مولانا۔ سمجھ

میں آیا بھئی؟ مثلاً بتادیا اتنی اتنی موٹی لکڑی ہونی چاہیے کم از کم اور ہر لکڑی کم از کم ڈیڑھ ڈیڑھ گز لمبی ہو بھئی اور جس رسی سے باندھو وہ رسی کم از کم دو گز کی ہونی چاہیے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اب تعیین جب ہوگئی اب آگے جھگڑے کا امکان نہیں ہوگا بھئی۔ ویسے نہیں جائز بھئی، ہاں صفات ذکر کردیں پوری تفصیل کے ساتھ پھر جائز ہے۔

تو کہتے ہیں: وَلَا فِي الْحَطَبِ حُزَمًا اور نہ ہی لکڑیوں میں گٹھوں کے اعتبار سے، وَلَا فِي الرَّطْبَةِ رطبہ کہتے ہیں سبزی کو بھئی، سبزی۔ اور نہ ہی سبزی کے اندر جُرَزًا باعتبار گٹھیوں کے یا گڈیوں کے۔ بھئی سبزی کی آپ جانتے ہیں سبزی بیچنے والے کیا کرتے ہیں انہوں نے سبزیوں کی گٹھی بنائی ہوتی ہے، گٹھی بھی کہتے ہیں اس کو گڈی بھی کہتے ہیں بھئی، سبزی کی گڈیاں بنائی ہوتی ہیں انہوں نے۔ اچھا تو اس سبزی کی گٹھیوں کے اندر بھی بیع سلم جائز نہیں، مثلاً ایک شخص سے آپ بیع سلم کرتے ہیں پیسے دیتے ہیں کہ مجھے ایک مہینے کے بعد اس سبزی کی سو گٹھیاں چاہئیں بھئی۔ تو مولانا اب گٹھیاں چھوٹی بھی ہوتی ہیں بڑی بھی ہوتی ہیں، تو کیا آئے گا بعد میں؟ جھگڑا آئے گا، لہذا جائز نہیں بھئی۔ ہاں اگر ابھی سے پوری تفصیل بیان کردی جاتی ہے تو پھر ٹھیک ہو جائے گی۔

وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ حَتَّى يَكُونَ الْمُسْلَمُ فِيهِ مَوْجُودًا مِنْ حِينِ الْعَقْدِ إِلَى حِينِ الْمَحِلِّ۔ اور یاد رکھیے بھئی بیع سلم جس چیز کی بھی کی جائے جس وقت عقد ہوا اس وقت بھی اس چیز کا موجود ہونا ضروری، اور جس وقت اس نے ادائیگی کرنی ہے اس وقت بھی اس چیز کا موجود ہونا ضروری، اور درمیانی عرصے میں بھی اس چیز کا موجود ہونا ضروری۔ کس کس وقت چیز کا موجود ہونا ضروری؟ عقد کے وقت سے لے کر مدت ادائیگی تک اس سارے وقت کے اندر مولانا اس چیز کا موجود ہونا ضروری۔

مثلاً میں نے ایک شخص سے بیع سلم کی کہ مجھے دو ماہ کے بعد اتنی گندم چاہیے فلاں قسم کی بھئی۔ تو میں نے عقد کیا ہے آج اور مجھے گندم ملے گی مثلاً دو مہینے کے بعد بھئی۔ تو آج سے لے کر وہ مقررہ تاریخ تک یہ سارے عرصے کے اندر مولانا اس گندم کو مارکیٹ میں دستیاب ہونا چاہیے بھئی۔ اس کا وجود ہونا چاہیے مارکیٹ میں دستیاب ہونی چاہیے۔ اگر کسی بھی وقت وہ گندم ختم ہوگئی اب ملتی نہیں ہے کہیں سے تو عقد سلم باطل ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ کب سے کب تک چیز کا موجود ہونا ضروری؟ عقد کے وقت سے لے کر کب تک؟ ادائیگی کے وقت تک سارے وقت میں اس چیز کا دستیاب ہونا اور موجود ہونا ضروری۔ اگر کسی بھی وقت درمیان میں وہ چیز ختم ہوگئی اب ملتی نہیں کہیں سے تو عقد سلم فوراً گیا ہو جائے گا؟ فوراً باطل ہو جائے گا۔

سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ آپ نے اسے پیسے دے دیے ہیں اب وہ یہ گندم کہیں سے حاصل کرے گا اور پھر مقررہ وقت پر آپ کے سپرد کرے گا۔ تو اگر درمیان میں کسی وقت گندم وہ والی قسم ختم ہوگئی تو اب وہ اس گندم کے حاصل کرنے پر قادر رہا؟ نہیں۔ وہ اب گندم کی اس قسم کی تحصیل پر قادر ہی نہیں رہا۔ جب تحصیل پر ہی قادر نہیں رہا تو فوراً گیا سمجھیں گے کہ عقد سلم ہی کیا ہو گیا؟ باطل ہو گیا بھئی۔ تاکہ وہ قادر رہے ہر وقت بھئی جس وقت وہ لینا چاہے اس کو لے سکے مولانا، اور اگر درمیان میں ختم ہوتی ہے تو اب وہ تحصیل پر قادر نہ رہا مولانا لہذا عقد سلم باطل۔

تو کہتے ہیں مولانا: وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ اور بیع سلم جائز نہیں ہے حَتَّى يَكُونَ الْمُسْلَمُ فِيهِ یہ مسلم فیہ آیا کیا مراد ہے مولانا؟ مبیع، یہاں تک کہ وہ مبیع جو ہے وہ موجود ہو مِنْ حِينِ الْعَقْدِ عقد کے وقت سے لے کر إِلَى حِينِ الْمَحِلِّ اس مدت کے پورا ہونے کے وقت تک بھئی، یا یوں کہو بھئی ادائیگی کے وقت تک بھئی۔ عقد کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک موجود ہوگا تو جائز ورنہ نہیں۔

وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ إِلَّا مُؤَجَّلًا اور صحیح نہیں ہے عقد سلم مگر مؤجل۔ بھئی عقد سلم کا اجل والا ہونا ضروری، مدت کا اس میں ہونا ضروری ہے مولانا۔ اور مدت بھی آگے آپ کو بتلائیں گے معلوم مدت ہونی چاہیے مجہول مدت نہیں۔ کچھ عرصے بعد دے دوں گا یہ نہیں صحیح مولانا، معلوم مدت تاریخ دن طے ہونا چاہیے بھئی۔ اور کم از کم مدت فقہائے کرام فرماتے ہیں ایک ماہ ہے، ایک ماہ سے کم بھی ہو تو جائز نہیں بھئی، ایک ماہ کم از کم مدت ہے اس کی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ إِلَّا مُؤَجَّلًا اور صحیح نہیں ہے عقد سلم مگر یہ کہ وہ مدت والا ہو۔ بھئی یہ دراصل امام شافعی رحمہ اللہ جو ہیں ان کے نزدیک بیع سلم فوری بھی جائز ہے۔ ان کے نزدیک مؤجل ہونا ضروری نہیں۔ تو صاحب قدوری نے بتلا دیا نہیں بھئی ہمارے نزدیک کیا ہے؟ بیع سلم کا مؤجل یعنی اجل والا ہونا ضروری ہے، مدت متعین ہونی چاہیے۔ تو کہتے ہیں صحیح نہیں ہے عقد سلم مگر یہ کہ وہ مدت والا ہو، وَلَا يَجُوزُ إِلَّا بِأَجَلٍ مَعْلُومٍ اور جائز نہیں ہے عقد سلم مگر یہ کہ معلوم مدت کے ساتھ ہو یعنی مدت بھی معلوم ہونی چاہیے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو مبیع ملے گا۔ اور میں نے بتلایا کم از کم ایک ماہ ہے اس کی مدت بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ بِمِكْيَالِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ وَلَا بِذِرَاعِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ۔ یادرکھو کسی معین شخص کے پیمانے یا کسی معین شخص کے گز کے ساتھ عقد سلم درست نہیں ہے بھئی جب کہ اس کی مقدار کا پتہ نہ ہو۔ مثلاً مولانا میں آپ کے پاس گندم خریدنے کے لیے پہنچا، میں نے آپ کو دس ہزار روپے دیے عقد سلم کیا کہ یہ لو بھئی اس کے عوض میں مجھے آپ نے دو مہینے کے بعد سو پیمانے گندم کے دینے ہیں۔ آپ نے پوچھا مجھ سے بھئی کون سے پیمانے؟ میرے پاس ایک برتن تھا بھئی خاص، میں نے کہا یہ والا برتن جو ہے کتنے بھر کر دو گے؟ سو دفعہ بھر کر دو گے بھئی۔

تو دیکھیے یہ عقد سلم ہوا اور ایک معین شخص کے پیمانے پر ہوا، چاہے وہ پیمانہ میرا ہو یا میں زید کا اٹھا کر لے گیا تھا یا زید کے بارے میں میں نے کہا بھئی وہ جو زید کے پاس پیمانہ ہے وہ کتنے بھر کر دو گے مجھے؟ سو۔ اور پتہ نہیں ہے اس پیمانے میں کتنی گندم آتی ہے، لیکن سامنے لا کر رکھ دیا یہ پیمانہ ہے بھئی۔ اس نے دیکھ لیا مولانا یہ والا پیمانہ ہے اور یہ میں نے کتنے بھر کر دینے ہیں؟ سو۔ تو اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہ میں آپ کو سو دوں گا۔ یاد رکھو یہ درست نہیں ہے عقد سلم بھئی۔

عام بیع اس طرح جائز تھی مولانا، عام بیع کے اندر آپ نے پڑھا تھا کہ کسی ایسے برتن کے ذریعے بھی کوئی چیز خریدتا ہے انسان جس کی مقدار کا پتہ نہ ہو تو بیع کیا ہو جاتی ہے اس میں؟ جائز۔ آپ سے میں نقد گندم لینے آیا مولانا میں نے آپ کو کہا یہ جو بالٹی ہے میرے پاس، پتہ نہیں بالٹی میں کتنی گندم آتی ہے لیکن یہ بالٹی مجھے بیس دفعہ بھر کر دو گے ہزار روپے میں۔ وہ راضی ہو گیا مولانا تو یہ درست ہے بھئی کوئی جھگڑے کا خطرہ ہی نہیں بھئی۔ لیکن عقد سلم کے اندر کوئی پیمانہ مقرر کر لینا جس کی مقدار پتہ نہ ہو یہ صحیح نہیں۔

وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ عام بیع میں اسی وقت ادائیگی ہوتی تھی وہ اسی وقت بالٹی اٹھائے گا اور سو دفعہ بھر کر آپ کے حوالے کرے گا۔ لیکن عقد سلم میں ادائیگی ہونی ہے دو ماہ، چار ماہ، چھ ماہ کے بعد، ہو سکتا ہے اس دوران وہ پیمانہ گم ہو جائے ٹوٹ جائے مولانا ضائع ہو جائے۔ تو اس کی مقدار کا پتہ تھا؟ مقدار کا پتہ نہیں تھا وہ چیز گم ہو چکی ہے تو بعد میں جھگڑا آئے گا یا نہیں آئے گا بھئی؟ بعد میں جھگڑا آئے گا بائع کہے گا تھوڑی تھی مقدار اس کی اور مشتری کہے گا اس کی مقدار زیادہ تھی بھئی۔ اسی طرح ایک معین آدمی کے گز کے ساتھ بھی عقد سلم صحیح نہیں مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ اس میں ادائیگی کس وقت ہو گی مولانا؟ مدت کے بعد ہو گی، تو ہو سکتا ہے اس مدت کے دوران اس کا وہ گز ٹوٹ جائے ضائع ہو جائے گم ہو جائے، تو بعد میں کیا ہو گا؟ جھگڑا ہو گا۔

سمجھ میں آیا؟ یہ اس وقت ہے جب کہ مقدار کا پتہ نہ ہو۔ اگر مقدار کا پتہ ہے بھئی کہ کتنا گز تھا عام گز کے برابر تھا، کتنا پیمانہ تھا عام پیمانے کے برابر یا اس سے دگنا تھا پورا دگنا، یا گز کتنا تھا عام گز سے پورا دگنا تھا مولانا یا ڈیڑھ گنا تھا جتنا بھی تھا بھئی۔ تو اب مقدار پتہ لگ گئی یا نہیں بھئی؟ اب وہ والا گز گم بھی ہو جائے لیکن پتہ تو ہے، وہ والا پیمانہ گم بھی ہو جائے تو عام پیمانے اس میں دو آتے تھے تو دگنے پیمانے وہ دوسرے ماپ کر دے دے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اسی لیے کہا: وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ بِمِكْيَالِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ اور جائز نہیں ہے بیع سلم، مکیال کہتے ہیں ماپنے کا آلہ۔ سمجھ میں آیا؟ گردانوں میں آپ نے پڑھا ہو گا مِضْرَابٌ، مضراب کی طرح یہ وزن ہے۔ جائز نہیں ہے عقد سلم بِمِكْيَالِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ کسی معین آدمی کے پیمانے کے ساتھ بھئی، ترجمہ آخر سے کر رہا ہوں کسی معین آدمی کے پیمانے کے ساتھ، وَلَا بِذِرَاعِ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ اور نہ کسی معین آدمی کے ذراع، معین آدمی کے گز کے ساتھ بھئی۔

وَلَا فِي طَعَامِ قَرْيَةٍ بِعَيْنِهَا اور نہ کسی معین بستی کے غلے میں۔ بھئی میں آپ کے پاس پہنچا بھئی میں آپ سے بیع سلم کرنا چاہتا ہوں اور میں نے آپ سے گندم لینی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو میں عقد سلم کیسے کرتا ہوں؟ میں کہتا ہوں بھئی یہ دس ہزار روپے ہے اس کے بدلے آپ نے مجھے دو ماہ بعد سو قفیز گندم دینی ہے اور فلاں بستی کی گندم ہو بھئی۔ مثلاً کسی بستی کا نام لیتا ہوں اس بستی کی گندم مجھے آپ نے سو قفیز دینی ہے اور یہ پیسے لو بھئی، عقد ہم نے آپس میں کر لیا بھئی۔ یا میں نے آپ سے کہا بھئی کھجور لینے آیا یا کوئی پھل لینے آیا کہ بھئی میں آپ سے فلاں پھل اتنا خریدتا ہوں اتنے پیسوں کے بدلے دو ماہ بعد آپ نے مجھے ادائیگی کرنی ہے یا ایک ماہ کے بعد اور فلاں باغ کا پھل ہونا چاہیے بھئی، ایک مشہور باغ تھا مثلاً بھئی اس کے پھل بڑے مشہور تھے فلاں باغ کا اتنا پھل ہونا چاہیے۔

تو یاد رکھو معین بستی کی قید لگانا یا معین باغ کی قید لگائی تو عقد سلم جائز نہیں۔ کیوں نہیں جائز؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ ہو سکتا ہے اس بستی میں اس سال گندم ہی نہ ہو۔ مثلاً گندم تو پیدا ہو گئی ہے لیکن ہو سکتا ہے کوئی آفت آ جائے مولانا بارش ہو گئی طوفانی بارش ہوئی طوفان آیا کچھ آیا اس علاقے میں گندم ساری خراب ہو گئی، اب وہ کہاں سے لا کر دے گا گندم آپ کو بھئی وہ والی؟ یا مولانا وہ باغ کے پھل میں نے کہا تھا ہو سکتا ہے ادھر طوفان آیا سارے پھل اس کے ضائع ہو گئے پکنے سے پہلے ہی، اب وہ کہاں سے لا کر وہ پھل دے گا؟ لہٰذا کسی معین بستی کے غلے کے اندر بیع بھی صحیح نہیں، کسی معین باغ کے پھل کے اندر بھی بیع سلم جائز نہیں۔

توکہتے ہیں: وَلَا فِي طَعَامِ قَرْيَةٍ بِعَيْنِهَا، طعام غلہ بھئی، اور نہ ہی کسی معین بستی کے غلے میں، وَلَا فِي ثَمَرَةِ نَخْلَةٍ بِعَيْنِهَا اور نہ ہی کسی معین، نخلہ کہتے ہیں کھجور کا درخت مولانا، کھجور کے درخت بھئی، اور نہ ہی کسی معین کھجور کے درخت کے پھل میں کہ فلاں درخت کا پھل مجھے دو گے اتنا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ میں نے باغ کی مثال ذکر کر دی بھئی۔ تو کھجور کی یہ نہیں معنی کہ کھجور میں بیع نہیں جائز، ہر پھل کا یہی حکم ہے بطور مثال کے کھجور کو ذکر کر دیا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا فِي ثَمَرَةِ نَخْلَةٍ بِعَيْنِهَا اور نہ کسی معین کھجور کے پھل میں۔[۲]

وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِلَّا بِسَبْعِ شَرَائِطَ تُذْكَرُ فِي الْعَقْدِ. اور عقد سلم صحیح نہیں ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مگر سات شرطوں کے ساتھ، سات ایسی شرطوں کے ساتھ تُذْكَرُ فِي الْعَقْدِ جن کو ذکر کیا جائے گا عقد کے اندر۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھئی عقد سلم کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کتنی چیزوں کو عقد میں ذکر کیا جائے؟ سات چیزیں ہیں بھئی سات شرائط ہیں ان کو ذکر کیا جائے گا پھر عقد سلم صحیح ہو گا بھئی۔

پہلی بات کیا بھئی؟ جِنْسٌ مَعْلُومٌ بھئی۔ کیا ہو؟ جنس معلوم ہونی چاہیے بھئی۔ میں آپ کے پاس بیع سلم کے لیے پہنچا اور آپ کو کہتا ہوں یہ لو دس ہزار روپے اور ایک مہینے کے بعد مجھے سو قفیز غلے کے دے دینا، یہ درست نہیں ہے بھئی۔ یہ جنس معلوم ہوئی؟ نہیں بھئی، جنس معلوم ہونی چاہیے کہ گندم چاہیے، جو چاہیے، چاول چاہیے، تو جنس معلوم ہو مولانا۔ تو پہلی شرط یہ کہ جِنْسٌ مَعْلُومٌ جنس معلوم ہو مولانا۔

وَنَوْعٌ مَعْلُومٌ اور نوع بھی معلوم ہو، قسم بھی معلوم ہونی چاہیے۔ جنس تو میں نے بیان کر دی مثلاً میں نے کہا گندم چاہیے بھئی، نوع بھی معلوم ہو مولانا کس قسم کی گندم چاہیے؟ بارانی علاقے کی چاہیے مثلاً یا پھر نہری علاقے کی گندم چاہیے؟ بارانی علاقے کی گندم اور قسم کی، نہری علاقے کی گندم اور قسم کی بھئی۔ بعض علاقے وہ ہیں جہاں فصلوں کو نہری پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، بعض علاقے وہ ہیں جہاں نہریں وغیرہ نہیں ہیں بس بارش کے پانی پر دارومدار ہوتا ہے تو بارش ہوتی ہے تو فصل کو پانی ملتا ہے بھئی، تو دونوں علاقوں کی گندم میں فرق ہے بھئی۔ تو نوع بھی معلوم ہونی چاہیے کہ بارانی علاقے کی مثلاً گندم ہے یا نہری علاقے کی۔

وَصِفَةٌ مَعْلُومَةٌ اور صفت بھی معلوم ہونی چاہیے بھئی۔ عمدہ گندم چاہیے، ادنیٰ گندم چاہیے یا متوسط گندم چاہیے؟ کس درجے کی گندم چاہیے بھئی؟ اعلیٰ، ادنیٰ یا درمیانی بھئی۔ وَمِقْدَارٌ مَعْلُومٌ اور مقدار بھی کیا ہونی چاہیے؟ معلوم ہونی چاہیے بھئی۔ یعنی کتنی چاہیے گندم؟ مثلاً سو قفیز گندم دو گے مجھے۔ وَأَجَلٌ مَعْلُومٌ اور کیا شرط ہے پانچویں؟ مدت بھی معلوم ہو۔ میں نے بتلایا یا باقاعدہ کیا ہونا چاہیے؟ معلوم مدت ہو مثلاً اگلے مہینے کی بیس تاریخ مثلاً بھئی۔

وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِ رَأْسِ الْمَالِ اور راس المال کی مقدار کو جاننا یہ بھی شرط ہے مولانا۔ میں جو آپ کو پیسے دے رہا ہوں اس کی مقدار بھی کیا ہونی چاہیے؟ معلوم۔ یہ نہیں کہ میں نے پیسے آپ کے سامنے رکھے بہت سے، میں نے کہا ان کے بدلے مجھے چھ مہینے بعد کیا دے دینا؟ سو قفیز گندم کے دے دینا، سو من گندم دے دینا۔ تو یہ درست نہیں مولانا، میں تو اشارے سے کام لے رہا ہوں حالانکہ اشارہ کافی نہیں ہے بلکہ کیا ضروری ہے؟ مقدار ذکر کی جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے مولانا کل کو عقد باطل ہو جائے، وہ چیز مارکیٹ سے ختم ہو گئی تو عقد سلم کیا ہوا؟ باطل۔ تو اب اس سے راس المال واپس لینا ہے یا نہیں لینا؟ راس المال واپس لینا پڑے گا، اور جب راس المال واپس لیں گے تو مقدار معلوم نہ ہو تو پھر واپس لے سکتے ہیں؟ پھر تو جھگڑا آئے گا بھئی، تو لہٰذا ابھی سے مقدار معلوم ہو ذکر کی جائے بھئی۔

توکہتے ہیں: وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِ رَأْسِ الْمَالِ اور راس المال کی مقدار کا جاننا إِذَا كَانَ مِمَّا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى مِقْدَارِهِ جب کہ وہ ان چیزوں میں سے ہو کہ عقد کا تعلق ہو اس کی مقدار کے ساتھ كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ وَالْمَعْدُودِ جیسے مکیلی چیز ہے، وزنی چیز ہے اور گنی جانے والی چیز ہے ایک جیسی بھئی۔

بھئی یاد رکھو مقدار معلوم ہونی چاہیے۔ مکیلی، وزنی اور معدود چیز ان میں عقد کا تعلق ان کی مقدار سے ہوا کرتا ہے۔ مثلاً میں پیسے نہیں دیتا آپ کو عقد سلم کرتا ہوں، آپ نے مجھے دو مہینے کے بعد سو قفیز گندم کے دینے ہیں لیکن ادھر جو ثمن ادا کر رہا ہوں وہ پیسے نہیں ہیں بلکہ میں آپ کو ایک بیل لا کر دے دیتا ہوں۔ کیا کرتا ہوں؟ بیل لا کر دے دیا، یہ بیل لے لو اور مجھے ایک مہینے بعد آپ نے کیا کرنا ہے؟ سو قفیز گندم کے دینے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ وہ راضی ہوا۔

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا فِي ثَمَرَةِ نَخْلَةٍ بِعَيْنِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا ثمرة نخلة بعينها» منقول ہے۔

اور دوسری صورت ہے ایسی چیز عقد میں ذکر کرتا ہوں کہ عقد کا تعلق اس کی مقدار سے ہوتا ہے۔ مثلاً میں آپ کو چاول دیتا ہوں، مثلاً چاول کیا ہے ان کو وزن کیا جاتا ہے، تو اب بتایئے سو من چاول کے بدلے فرض کرو کتنی گندم آئے گی؟ سو قفیز۔ کتنے کے بدلے؟ سو من چاول کے بدلے سو قفیز۔ اب بتاؤ اگر چاول ایک سو پچاس ہوں تو گندم بھی کتنی آئے گی؟ ایک سو پچاس قفیز۔ اگر چاول دو سو من میں دوں گا تو بدلے میں گندم بھی وہ کتنی دے گا؟ دو سو قفیز۔ معلوم ہوا یہاں عقد کا تعلق مقدار سے ہے۔ مقدار زیادہ ہوگی تو مبیع بھی زیادہ ملے گا، مقدار تھوڑی ہوگی ادھر سے ثمن کی چاول کی تو مبیع بھی تھوڑا ملے گا کم ملے گا۔ تو عقد کا یہاں تعلق کس چیز سے آیا مولانا؟ ثمن کی مقدار سے تعلق ہے، ثمن تھوڑے تو ادھر سے مبیع بھی تھوڑا، ثمن زیادہ تو مبیع بھی زیادہ۔

تو جب اس قسم کا ثمن آپ حوالے کریں جہاں عقد کا تعلق کس سے ہو؟ اس ثمن کی مقدار سے، چاہے وہ روپے ہوں، پیسے ہوں، سونا ہو، چاندی ہو، کوئی ماپی جانے والی چیز ہو، کوئی وزنی چیز ہو یا کوئی گنی جانے والی چیز ہو، یہ ساری چیزیں مولانا عقد کا تعلق ان کی مقدار سے ہوتا ہے۔ یہ چیزیں زیادہ دو گے تو مبیع بھی زیادہ ملتا ہے، یہ چیزیں تھوڑی ہیں تو مبیع بھی تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ تو جب اس قسم کی چیزیں ہوں تو پھر اب اس راس المال کی مقدار یعنی اس ثمن کی مقدار کا ذکر کرنا اس کا جاننا ضروری۔ میں آپ کے پاس چاول لے آیا لو بھئی یہ سارے چاول لے لو مجھے دو مہینے بعد سو قفیز گندم دے دینا، تو مولانا یہ درست نہیں ہے، یہ جو چاول میں دے رہا ہوں کیا ہونا چاہیے؟ اس کی مقدار معلوم ہونی چاہیے۔

چنانچہ کہتے ہیں: وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِ رَأْسِ الْمَالِ راس المال کی مقدار کا جاننا إِذَا كَانَ مِمَّا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى مِقْدَارِهِ جب کہ وہ راس المال ان چیزوں میں سے ہو کہ جب عقد کا تعلق کس سے ہو؟ اس کی مقدار کے ساتھ ہو كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ وَالْمَعْدُودِ جیسے کہ ماپی جانے والی چیز ہے اور وزن کی جانے والی چیز ہے اور گنی جانے والی چیز ہے۔ کتنی شرطیں ذکر ہو گئیں مولانا؟ چھ شرطیں ذکر ہوئیں۔ پہلی کیا؟ جنس معلوم ہو۔ دوسری نوع معلوم ہو۔ تیسری صفت معلوم ہو۔ چوتھی شرط مقدار معلوم ہو۔ پانچویں مدت بھی معلوم ہو۔ اور چھٹی شرط کہ راس المال کی مقدار بھی معلوم ہو مولانا۔

ساتویں شرط ہے: وَتَسْمِيَةُ الْمَكَانِ الَّذِي يُوفِيهِ فِيهِ اور ذکر کرنا اس جگہ کا الَّذِي کہ جہاں پر يُوفِيهِ وہ مبیع کو ادا کرے گا فِيهِ اس جگہ کے اندر بھئی۔ جس جگہ کے اندر وہ کیا کرے گا؟ مبیع کو ادا کرے گا اس جگہ کا ذکر بھی ضروری۔ تو کہتے ہیں: وَتَسْمِيَةُ الْمَكَانِ الَّذِي يُوفِيهِ فِيهِ اور ذکر کرنا اس جگہ کو جس کے اندر ادائیگی کرے گا مسلم فیہ کی جس جگہ میں، إِذَا كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ جب کہ مسلم فیہ جو ہے یعنی مبیع ایسی چیزوں میں سے ہو کہ اس کا بوجھ ہو وَمُؤْنَةٌ بھئی اور مشقت ہو اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں۔ جب کیا ہو مولانا اس کا بوجھ ہو، مبیع کا بوجھ وزنی چیز ہے اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں کیا ہو؟ مشقت ہو مولانا، تو اب ادائیگی کی جگہ کا تعین بھی ضروری ہے مولانا۔[۳]

مثلاً دیکھو میں نے آپ سے کہا تھا بھئی یہ لو پیسے لو دس ہزار روپے اور مجھے ایک مہینے بعد آپ نے سو قفیز گندم دینی ہے۔ عقد ہو گیا عقد سلم آپ میں اور میرے درمیان، اور وہ جگہ ہم نے متعین نہیں کی تھی کہ آپ ادائیگی کہاں پر کریں گے۔ تو اب کیا خرابی لازم آئے گی؟ مثلاً آپ نے منڈی میں وہ گندم خریدی مہینے کے بعد اور مجھے اطلاع کر دی بھئی میں نے گندم خرید لی ہے آ کر اٹھا کر لے جاؤ۔ میں کہوں گا بھئی میرے گھر پہنچاؤ گندم۔ اب آپ بتایئے منڈی سے گھر تک پہنچانے پر خرچہ آئے گا یا نہیں؟ آئے گا۔ تو یہ ایسی چیز ہے جس کا وزن ہے مولانا بوجھ ہے اور جس کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں کیا ہے؟ مشقت ہے۔ تو لہٰذا اس میں جھگڑا آئے گا مولانا، بائع چاہے گا میں ایسی جگہ حوالے کر دوں کہ خرچے سے بچ جاؤں اور مشتری چاہے گا کہ میرے اوپر ایک پیسہ نہ آئے میری جگہ پر پہنچا دے۔ لہٰذا پہلے سے جگہ کی تعیین کر لو کہ فلاں جگہ پر ادائیگی ہو گی، مثلاً یہیں پر آ جانا آپ یہیں پر میں آپ کو کیا کر دوں گا؟ ادا کر دوں گا، یا آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ورنہ کیا ہو گا؟ جھگڑا بھئی۔

ہاں اگر ایسی چیز ہے جس کا وزن نہیں، جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مشقت نہیں، کوئی ہلکی پھلکی چیز ہے جیب میں بھی رکھی جا سکتی ہے آرام سے اٹھا کر لے جا سکتا ہے آدمی، اب وہ جہاں پر بھی آپ کو ادائیگی کر دے صحیح ہے۔ مثلاً اس نے خریدی چیز آپ کے لیے اور عقد ہوا تھا آپ کا لاہور میں اور وہ آپ کو کراچی میں مل گیا، وہیں آپ کے حوالے کرتا ہے تو بھئی جس چیز کا بوجھ ہی نہیں ہے آپ آرام سے کیا کر لیں گے اس سے؟ وصول کر لیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن اگر وہ گندم ہوتی وہ کراچی میں آپ کے حوالے کرتا تو آپ قبول کرتے؟ نہیں بھئی، اب کراچی سے لاہور تک کا خرچہ کون اٹھائے گا بھئی؟ تو لہٰذا جس چیز کا بوجھ اور وزن ہے اس میں جگہ کی تعیین ضروری۔

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَتَسْمِيَةُ الْمَكَانِ الَّذِي يُوفِيهِ فِيهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وتسمية المكان الذي يوافيه فيه» منقول ہے۔

توکہتے ہیں: وَتَسْمِيَةُ الْمَكَانِ الَّذِي يُوفِيهِ فِيهِ اور ذکر کرنا اس جگہ کا کہ جہاں مسلم فیہ کی ادائیگی کرے گا فِيهِ اس جگہ میں اس کا ذکر بھی ضروری، إِذَا كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ بھئی ہمزہ پر جزم لکھو بھئی، جب کہ مسلم فیہ جو ہے اس کا بوجھ ہو وَمُؤْنَةٌ اور مشقت ہو مولانا یعنی اس کے منتقل کرنے میں۔ یہ امام صاحب کا مذہب بھئی، کتنی شرائط ضروری ہیں ان کے نزدیک بھئی؟ سات، ذکر ہو گئیں۔

اب صاحبین ایک دو کے اندر اختلاف کرتے ہیں بھئی۔ توکہتے ہیں: وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَسْمِيَةِ رَأْسِ الْمَالِ إِذَا كَانَ مُعَيَّنًا۔ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ضرورت نہیں ہے محتاج نہیں ہے وہ کس چیز کا محتاج؟ إِلَى تَسْمِيَةِ رَأْسِ الْمَالِ راس المال کے ذکر کرنے کا یعنی اس کی مقدار کے ذکر کرنے کا محتاج نہیں إِذَا كَانَ مُعَيَّنًا جب وہ کیا ہو؟ معین ہو۔

بھئی امام صاحب نے کیا فرمایا تھا؟ راس المال کی مقدار بھی ضروری ہے ذکر کرنا۔ صاحبین فرماتے ہیں راس المال جب معین ہو تو پھر مقدار ذکر کرنا ضروری نہیں۔ کیسے معین ہے؟ میں نے مثال ذکر کر دی، میں نے پیسے سامنے رکھ دیے مقدار نہیں ذکر کرتا: یہ پیسے ہیں ان کے بدلے آپ مجھے دو مہینے بعد سو قفیز گندم دے دینا۔ یا پیسے نہیں دے رہا میں آپ کو چاول دے رہا ہوں، چاول بھئی کافی سارے میں لے آیا میں نے کہا یہ چاول لے لو اور ایک مہینے بعد مجھے سو قفیز گندم کے دے دینا۔ تو صاحبین فرماتے ہیں وہ چیز سامنے موجود ہے، پیسے سامنے موجود ہیں ان کی طرف اشارہ کر دیا، چاول یا کوئی چیز سامنے موجود ہے اس کی طرف کیا کر دیا؟ اشارہ۔ تو اب جب وہ چیز متعین ہے تو مقدار کو ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں ضرورت ہے، کیونکہ کل کو ہو سکتا ہے عقد سلم کیا ہو جائے؟ باطل ہو جائے، تو راس المال لوٹانا پڑے گا یا نہیں واپس بھئی؟ جب واپس لوٹائے گا تو مقدار کا ہی نہیں پتہ تو لوٹائے گا کہاں سے؟ جھگڑا پھر تو آئے گا۔ لہذا صرف اس راس المال کی تعیین ہی ضروری نہیں بلکہ اس کی مقدار کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں بھئی: وَلَا إِلَى مَكَانِ التَّسْلِيمِ اسی طرح صاحبین فرماتے ہیں، تسلیم کا معنی سپرد کرنا حوالے کرنا، حوالے کرنے کی جگہ کے بھی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وَيُسَلِّمُهُ فِي مَوْضِعِ الْعَقْدِ اور سپرد کرے گا اس کو عقد ہی کی جگہ میں بھئی۔ جہاں پر عقد کیا جہاں بیع ہوئی ہے وہیں پر کیا کرے گا؟ حوالے کرے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو صاحبین کے نزدیک معلوم ہوا کتنی شرائط ہیں؟ پانچ شرائط ہیں مولانا۔ راس المال کی مقدار ان کے نزدیک جب وہ متعین ہو تو پھر اس کی مقدار کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر متعین نہ ہو تو پھر ذکر کرے۔ اور نیز مولانا سپرد کرنے کی جگہ کو ذکر کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے بھئی، جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں یہ دونوں بھی ضروری ہیں۔

وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ حَتَّى يَقْبِضَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ۔ میں نے اب کیا بتلایا تھا بھئی؟ کہ عقد سلم کے اندر کیا ضروری ہے کہ کس چیز پر اسی مجلس میں قبضہ کیا جائے؟ ثمن پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری ہے مولانا۔ لہذا دو آدمیوں نے آپس میں عقد سلم کیا اور مشتری جو تھا یعنی رب السلم وہ کہتا ہے، مثلاً اس نے کس چیز کا عقد کیا تھا؟ کہ میں آپ کو ایک لاکھ روپیہ دوں گا آپ مجھے ایک مہینے کے بعد ایک ہزار قفیز گندم دیں گے۔ عقد ہو گیا، عقد ہونے کے بعد اب رب السلم یعنی مشتری کہتا ہے آپ یہیں پر ٹھہریں بھئی میں پانچ منٹ میں پیسے لے کر آیا۔ آپ فوراً گیا فتویٰ لگائیں گے بھئی؟ باطل۔ جیسے ہی جدا ہو گا مجلس سے نکلے گا فوراً عقد سلم کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔ لہذا جب واپس آئے تو پھر مولانا نئے سرے سے عقد کر لیں تو بات ٹھیک ہو جائے گی ورنہ اسی عقد سلم پہ چلتے ہیں تو یہ درست نہیں ہے بھئی۔

تو یہ مولانا یہ جو قبضہ مجلس کے اندر یہ عقد سلم کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ یہ بقا کی شرط ہے۔ کس چیز کی شرط ہے؟ بقا کی۔ ایک تو عقد سلم کے صحیح ہونے کی شرط ہے ایک اس کے باقی رہنے کی شرط ہے۔ صحیح ہونے کے لیے سات شرطیں تھیں امام صاحب کے نزدیک، سات چیزوں کو ذکر کیا جائے گا تو عقد سلم کیا ہو جائے گا؟ صحیح ہو جائے گا۔ عقد سلم تو صحیح ہو گیا لیکن اب صحیح رہے بھی باقی اس کے لیے ضروری ہے کہ ثمن پر اسی مجلس میں بائع کیا کر لے؟ قبضہ کر لے۔ ورنہ وہ عقد سلم جو صحیح ہوا تھا وہ کیا ہو گا؟ باقی نہیں رہے گا بلکہ باطل ہو جائے گا۔ تو یہ کس چیز کی شرط ہے؟ عقد سلم کی بقا کی شرط ہے مولانا۔

توکہتے ہیں: وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ اور صحیح نہیں ہے عقد سلم حَتَّى يَقْبِضَ رَأْسَ الْمَالِ یہاں تک کہ مسلم الیہ قبضہ کر لے راس المال پر قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ قبل اس سے جدا ہونے کے یعنی رب السلم سے جدا ہونے سے پہلے۔

وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي رَأْسِ الْمَالِ وَلَا فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ قَبْلَ الْقَبْضِ اور جائز نہیں ہے تصرف کرنا راس المال کے اندر بھی یعنی ثمن میں وَلَا فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ اور نہ ہی مسلم فیہ کے اندر یعنی کہ مبیع میں قَبْلَ الْقَبْضِ قبضے سے پہلے۔ بھئی عام بیع کے اندر میں نے آپ کو ضابطہ لکھوایا تھا کہ

مبیع میں قبل القبض تصرف جائز نہیں البتہ ثمن میں قبل القبض تصرف جائز ہے۔ دیکھو میں نے آپ سے ایک کتاب خریدی سو روپے کے اندر عام بیع ہو رہی ہے بھئی، اب ابھی کتاب آپ نے میرے حوالے نہیں کی میں نے قبضہ نہیں کیا میں اس کتاب میں تصرف کرتا ہوں اور آگے کسی اور کو بیچنا چاہتا ہوں، یہ جائز ہے یا جائز نہیں بھئی؟ جائز نہیں، کیونکہ مبیع منقولی میں تصرف سے پہلے قبضہ ضروری ہے مولانا، تصرف جائز نہیں مولانا قبضے سے پہلے۔ یا مولانا مثلاً میں دوسرا تصرف کرتا ہوں بائع کو کہتا ہوں کہ بھئی اس کتاب کا تو آپ کے ساتھ عقد ہو چکا میں اس کا مالک بن چکا ہوں لیکن یوں کریں یہ کتاب کے بجائے مجھے قلم دے دیں، ابھی کتاب پر قبضہ نہیں کیا میں پہلے سے اس میں تصرف کر کے اس کے بدلے میں کیا لینا چاہتا ہوں؟ قلم، یہ درست نہیں کیونکہ ضابطہ کیا ہے؟ مبیع منقولی میں قبل القبض تصرف جائز نہیں۔

لیکن میں نے بتلایا تھا ثمن کے اندر قبل القبض بھی تصرف جائز ہے۔ میں نے آپ سے کتاب خرید لی عقد کرتے ہی میں کتاب کا مالک بن گیا اور اب میں نے آپ کے مثلاً سو روپے دینے ہیں۔ تو آپ مجھے کہتے ہیں کہ یہ جو آپ نے مجھے سو روپے دینے ہیں اس کے بجائے مجھے قلم دے دو۔ تو دیکھو سو روپے پر ابھی آپ نے قبضہ کیا ہے؟ نہیں۔ تو قبل القبض آپ اس ثمن میں کیا کر رہے ہیں؟ تصرف، تو یہ تصرف جائز ہے۔ تو ضابطہ کیا ہوا تھا کہ مبیع منقولی کے اندر قبل القبض تصرف جائز نہیں لیکن ثمن کے اندر قبل القبض تصرف جائز ہے۔ لیکن عقد سلم میں یاد رکھنا نہ تو مبیع کے اندر قبل القبض تصرف جائز ہے اور نہ ہی ثمن کے اندر قبل القبض تصرف جائز ہے، کسی میں بھی جائز نہیں۔

بھئی مبیع کے اندر تو قبل القبض تصرف جائز نہیں یہ تو ٹھیک ہے، عام بیع میں بھی قبل القبض تصرف جائز نہیں تھا تو عقد سلم کے اندر بھی قبل القبض تصرف جائز نہیں۔ لیکن یہ ثمن میں کیا وجہ ہے؟ عام بیع میں اجازت ہے تصرف کی قبل القبض اور عقد سلم کے اندر قبل القبض تصرف کی اجازت نہیں۔ بھئی یاد رکھو وجہ یہ کہ عقد سلم کس چیز کا نام تھا؟ هُوَ بَيْعُ آجِلٍ بِعَاجِلٍ۔ اور اس کے اندر کیا ضروری تھی اس کی بقا کی شرط کیا تھی؟ ثمن پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری تھا، اگر یہ قبضہ نہ کیا جائے تو عقد سلم کیا ہو جاتا؟ باطل۔

تو لہٰذا اب مثلاً میں نے آپ کے ساتھ عقد سلم کیا مولانا اسی مجلس کے اندر بھئی اور آپ کو کہا میں دس ہزار روپے دوں گا آپ مجھے دو مہینے کے بعد سو قفیز گندم دے دینا۔ عقد ہم دونوں کے درمیان ہو گیا مولانا، اب آپ کو میں نے دس ہزار روپے دینے ہیں۔ میں نے دس ہزار روپے دینے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو آپ نے مجھے کہا یوں کرو بھئی یہ دس ہزار نہ دو اس کے بجائے اپنا موبائل مجھے دے دو۔ تو آپ کس چیز میں تصرف کرنا چاہتے ہیں؟ ثمن میں۔ اور قبل القبض یا بعد القبض؟ قبل القبض، قبضے سے پہلے۔ لہٰذا یہ درست نہیں مولانا۔

کیوں نہیں درست؟ دیکھو میں نے موبائل آپ کے حوالے کر دیا ٹھیک ہے، موبائل آپ کے حوالے کر کے میں چلا گیا، فوراً عقد سلم باطل کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی بھئی۔ بقا کی کیا شرط تھی؟ ثمن پر اسی مجلس میں قبضہ کیا جائے، اور آپ نے مجھ سے وہ جو ثمن تھے دس ہزار روپے وہ لے کر ان پر قبضہ کیا؟ نہیں۔ تو مجلس سے ہم دونوں جدا ہو گئے قبل القبض۔ آپ نے تو موبائل پہ قبضہ کیا ثمن تو کیا تھے؟ دس ہزار۔ معلوم ہوا جب ثمن میں تصرف کرے گا تو مجلس کے اندر قبضہ نہیں کرے گا، لہٰذا عقد سلم کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ اس کے لیے تو ضروری تھا کہ اسی مجلس میں کیا کیا جائے؟ قبضہ۔ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ نہیں بھئی؟ جب تصرف کر لے گا تو ثمن لے گا یا ثمن کے بدلے کوئی اور چیز لے لے گا؟ ثمن کے بدلے کوئی اور چیز لے لے گا۔ جب ثمن کے بدلے کوئی اور چیز لے لی تو ثمن پر قبضہ پایا گیا اس مجلس میں؟ نہیں بھئی، یہ تو کسی اور چیز پہ قبضہ ہوا ثمن پہ تو قبضہ نہیں ہوا۔ ثمن موبائل تو نہیں ہم نے ٹھہرایا تھا ثمن تو کتنے پیسے تھے؟ دس ہزار۔ اور میں جب موبائل آپ کے حوالے کر کے اٹھ کے چلا گیا تو مجلس ختم ہو گئی مولانا لیکن اس مجلس کے اندر آپ نے راس المال پر قبضہ کیا؟ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تو عقد سلم کی بقا کی شرط تھی اس کے باقی رہنے کے لیے شرط تھی کہ راس المال پر اسی مجلس میں قبضہ کیا جائے، اور آپ نے نہیں کیا تو عقد سلم کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي رَأْسِ الْمَالِ جائز نہیں ہے تصرف کرنا راس المال کے اندر وَلَا فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ اور نہ مسلم فیہ کے اندر قَبْلَ الْقَبْضِ قبضے سے پہلے بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَلَا التَّوْلِيَةُ فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ۔ صورت مسئلہ یہ مولانا، فتویٰ اب آپ دیں مولانا کہ کیا حکم ہے بیع کا بھئی۔ میں نے آپ سے عقد سلم کیا دس ہزار روپے میں کہ آپ مجھے دو ماہ کے بعد سو قفیز گندم دیں گے۔ پیسے کتنے دیے؟ دس ہزار۔ اور دو مہینے بعد گندم کتنی دیں گے؟ سو قفیز۔ عقد ہو گیا ہم دونوں چلے گئے بھئی۔ دو چار دن بعد ابھی مدت پوری نہیں ہوئی میں نے آپ سے چیز وصول نہیں کی، درمیان میں مجھے ایک دن زید سے

ملاقات ہوئی۔ میں نے زید سے کہا بھئی میں نے فلاں آدمی سے دس ہزار روپے میں سو قفیز گندم خریدی ہے جو مجھے فلاں تاریخ کو ملے گی، دس ہزار روپے میں نے اس کو دیے ہیں، تم اگر چاہو تو تم بھی میرے ساتھ اس میں شریک ہو سکتے ہو، پانچ ہزار مجھے آپ دے دو۔ میں نے دیے ہیں دس ہزار آپ کتنے دے دو؟ پانچ ہزار دے دو آپ، تو جتنی گندم آئے گی آدھی آپ لے لینا آدھی میں لے لوں گا۔[۴]

یا جتنا بھی حصہ مثلاً میں نے اس کو کہا کہ آپ مجھے ڈھائی ہزار دے دو تو چوتھا حصہ گندم آپ کی ہو جائے گی، وہ جو گندم آئے گی اس کا چوتھا حصہ آپ کا ہو جائے گا اور باقی تین حصے میرے ہو جائیں گے۔ تو دیکھو میں اس شخص کو گندم میں اپنے ساتھ شریک کر رہا ہوں۔ کیا کر رہا ہوں؟ شریک کر رہا ہوں، وہ جو گندم آئی اب میری اور زید کی مشترکہ ہے اس میں سے ایک حصہ زید کا ہو گا اور تین حصے میرے ہوں گے۔ یہ شرکت آگئی مولانا۔ اب آپ بتائیے یہ درست ہے یا درست نہیں؟ درست نہیں۔ کیوں بھئی؟ شاباش یہ تو مبیع میں قبل القبض کیا کر رہا ہے؟ تصرف کر رہا ہے، زید کو بھی اپنے ساتھ شریک کر رہا ہے اس میں یہ جائز نہیں۔

یہ تو تھی شرکت والی صورت، بیع تولیہ کی بھی اسی طرح صورت بنالو۔ میں نے آپ کو دس ہزار دیے ہوئے ہیں اور عقد سلم کیا ہے آپ نے دو مہینے بعد مجھے کتنے قفیز گندم دینی ہے؟ سو قفیز۔ ایک دن اسی طرح مجھے زید ملا دو چار دن بعد بھئی، میں نے زید سے کہا بھئی مجھے دو مہینے بعد سو قفیز گندم ملنے والی ہے دس ہزار میں نے دیے ہیں، آپ چاہیں تو میرے ساتھ بیع تولیہ کر لیں مجھے دس ہزار دے دیں وہ ساری گندم آپ کی ہو گئی۔ تو بیع تولیہ کر لیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آپ کیا حکم لگائیں گے مولانا؟ جائز نہیں۔ کیوں نہیں جائز؟ قبل القبض تصرف ہے، شاباش بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَلَا التَّوْلِيَةُ فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ اور جائز نہیں ہے شرکت مولانا اور نہ بیع تولیہ مسلم فیہ یعنی مبیع کے اندر قَبْلَ قَبْضِهِ اس کے قبضے سے پہلے۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَلَا التَّوْلِيَةُ فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا تجوز الشركة ولا التولية في المسلم فيه قبل قبضه» منقول ہے۔

سبق نمبر ۷۶: باب السلم (۲): کپڑے، اینٹ اور جواہر میں سلم کا حکم، اجل کی تعیین اور سلم کی صحت کے لیے امام اعظم کی سات شرائط

مختصر القدوری صفحہ: ۷۶—بتاریخ: ۲۱ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَيَصِحُّ السَّلَمُ فِي الثِّيَابِ إِذَا سَمَّى طُولًا وَعَرْضًا وَرُقْعَةً وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْجَوَاهِرِ وَلَا فِي الْخَرَزِ وَلَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِي اللَّبِنِ وَالْآجُرِّ إِذَا سَمَّى مِلْبَنًا مَعْلُومًا وَكُلُّ مَا أَمْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ جَازَ السَّلَمُ فِيهِ وَمَا لَا يُمْكِنُ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ لَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

گزشتہ سبق میں ہم نے بیع سلم کے بارے میں پڑھنا شروع کیا تھا بھئی۔ میں نے بتلایا تھا آپ کو بھئی کہ بیع سلم کسے کہتے ہیں؟ کہ ثمن اسی مجلس میں حوالے، ثمن آج دیے جائیں اور مبیعہ کچھ عرصے کے بعد ملے گا بھئی۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ بیع سلم کہتے ہیں بھئی۔ بیع سلم کہتے ہیں۔ اور آپ نے پڑھا تھا کہ اس کے لیے مجلس کے اندر ہی ثمن پر قبضہ ضروری ہے۔ مجلس کے اندر ثمن پر قبضہ کیا جائے۔ اور امام صاحب کے نزدیک آپ نے پڑھا تھا کہ سلم کے صحیح ہونے کے لیے سات شرائط ہیں مولانا، سات شرائط۔

عام بیع کے اندر تو آپ نے پڑھا کہ ثمن میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔ مبیعے میں تو تصرف قَبْلَ الْقَبْضِ جائز نہیں ہے، لیکن ثمن کے اندر عام بیع کے اندر تصرف کرنا قَبْلَ الْقَبْضِ یہ جائز ہے۔ لیکن بیع سلم کے باب میں آپ نے پڑھا کہ یہاں پر ثمن کے اندر بھی تصرف جائز نہیں۔ مبیعے میں بھی قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں اور ثمن کے اندر بھی قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں ہے مولانا، جائز نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ثمن میں کیوں نہیں جائز، باقی بیوع میں تو جائز تھا؟ وجہ یہ آپ نے پڑھ لی کہ یہاں ثمن پر مجلس ہی میں قبضہ ضروری ہے۔ تو اگر وہ ثمن میں تصرف کر لیتا ہے، اس کی جگہ کوئی اور چیز لے لیتا ہے، تو ثمن پر مجلس میں قبضہ پایا گیا؟ نہیں بھئی، اس کی جگہ تو ایک اور چیز پر اس نے قبضہ کیا ہے، دوسری چیز وصول کر لی۔ حالانکہ ثمن پر قبضہ اسی مجلس کے اندر ضروری تھا بھئی۔

اور یاد رکھیے بیع سلم کے اندر آپ بائع سے یعنی مُسْلَمٌ إِلَيْهِ سے صرف مبیعہ ہی آپ وصول کر سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسی صورت ہو گئی کہ وہ مبیعہ دینے پر قادر نہ رہا، یعنی مُسْلَمٌ فِيهِ آپ کے حوالے نہیں کر سکتا، تو اس صورت میں پھر ثمن ہی اس سے واپس لے سکتے ہیں، ثمن کے بدلے کوئی اور چیز لینا بھی جائز نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ مُسْلَمٌ إِلَيْهِ سے بھئی آپ اگر وقت آ گیا اس سے وہ مُسْلَمٌ فِيهِ یعنی مبیعہ لے لیں، ایک صورت یہ۔ اور اگر مبیعہ یعنی مُسْلَمٌ فِيهِ وہ حوالے نہیں کر سکتا کسی وجہ سے، مثلاً وہ اب دستیاب ہی نہیں ہے، بازاروں کے اندر ختم ہے، کہیں بھی نہیں مل رہا، تو اب وہ مجبور

ہے کیا کرے بھئی؟ اس صورت میں بیع سلم ہی باطل ہو جاتی ہے۔ اب اس سے ثمن واپس وصول کرنے ہیں۔ وہ کہتا ہے بھئی میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں اس وقت، آپ یہ چیز مجھ سے اس کے بدلے لے جائیں۔ نہیں، یہ جائز نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ بیع سلم کے اندر واپس کیا چیز لے سکتے ہیں؟ یا تو مُسْلَمٌ فِيهِ یعنی مبیعہ لیں، یا پھر کیا کریں؟ ثمن یعنی رَأْسُ الْمَالِ لے سکتے ہیں، کوئی اور چیز نہیں لے سکتے، جائز نہیں۔

تو کہتے ہیں وَيَصِحُّ السَّلَمُ فِي الثِّيَابِ إِذَا۔ جی کپڑوں کے اندر اب بتلا رہے ہیں آپ کو کہ بیع سلم صحیح ہے یا نہیں مولانا۔ کہتے ہیں بھئی کپڑوں کے اندر بھی بیع سلم صحیح ہے، لیکن اس کے اندر آپ نے کچھ شرائط پڑھی تھیں کہ ہر چیز بیان ہونی چاہیے تاکہ بعد میں جھگڑے کا خطرہ نہ رہے۔ لہٰذا ابھی سے اس کپڑے کی لمبائی، چوڑائی اور اس کی موٹائی یا باریکی بیان ہونی چاہیے بھئی۔ کہ اتنا موٹا یا اتنا باریک کپڑا ہو، اتنے گز اس کی چوڑائی ہو اور اتنے گز اس کی لمبائی ہو، سارا بیان ہو بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَصِحُّ السَّلَمُ فِي الثِّيَابِ إِذَا سَمَّى طُولًا وَعَرْضًا وَرُقْعَةً اور صحیح ہے سلم کپڑوں کے اندر جب وہ ذکر کر دے طُولًا وَعَرْضًا لمبائی کو اور چوڑائی کو، وَرُقْعَةً اور بنائی کو، بنائی۔ رُقْعَةٌ کہتے ہیں بنائی مولانا۔ لیکن مراد یہاں کیا ہے؟ موٹا ہونا یا باریک ہونا، موٹائی یا باریکی بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْجَوَاهِرِ وَلَا فِي الْخَرَزِ۔ جواہر قیمتی پتھر آپ جانتے ہیں مختلف قسم کے ہوتے ہیں بھئی۔ قیمتی پتھر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یاقوت ہے، زمرد وغیرہ یہ قیمتی پتھر ہوتے ہیں۔ خَرَزٌ، خَرَزٌ کہتے ہیں موتیوں کو، موتی جو ہیں موتی۔ کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْجَوَاهِرِ جواہرات کے اندر بھئی، قیمتی پتھر جو ہیں ان میں، وَلَا فِي الْخَرَزِ اور اسی طرح موتی جو ہیں ان میں بیع سلم جائز نہیں بھئی۔ جواہرات میں بھی نہیں جائز اور موتیوں کے اندر بھی جائز نہیں ہے بیع سلم بھئی۔ کیوں نہیں جائز بھئی؟ وجہ یہ کہ ان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ پتھر کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا ہے، قیمتی پتھر جواہرات، اور اسی طرح موتی کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا ہے، ان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اگر چھوٹے بڑے نہ بھی ہوں مولانا، بالکل برابر بھی ہوں، پھر بھی ایک قیمت نہیں ہوتی۔ ایک موتی زیادہ اعلیٰ ہوتا ہے اور ایک موتی ذرا کم درجے کا ہے بھئی۔ تو معمولی سی، معمولی فرق کہ عام آدمی کو پتہ بھی نہیں چلے گا، لیکن دیکھنے والے جو ماہرین ہیں وہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ اعلیٰ قسم کا ہے۔ تو لہٰذا بہت فرق ہے تو بعد میں جھگڑا آئے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْجَوَاهِرِ وَلَا فِي الْخَرَزِ اور جائز نہیں ہے بیع سلم جواہرات کے اندر وَلَا فِي الْخَرَزِ اور نہ موتیوں میں۔

وَلَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِي اللَّبِنِ وَالْآجُرِّ إِذَا سَمَّى مِلْبَنًا مَعْلُومًا۔ بھئی اینٹیں ہیں اینٹیں۔ اینٹوں کے اندر کہتے ہیں بیع سلم جائز ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی بیع سلم اینٹوں میں جائز ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور یاد رکھیے آگے ایک لفظ آ رہا ہے لَبِنٌ، لَبِنٌ یہ کچی اینٹ کو کہتے ہیں بھئی۔ آپ جانتے ہیں اینٹ مٹی سے بنائی جاتی ہے بھئی سانچے کے اندر، پھر اس کو بھٹے کے اندر اس کو پکایا جاتا ہے بھئی جس سے یہ سرخ ہو جاتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو لَبِنٌ کہتے ہیں وہ کچی اینٹ بھئی ابھی بھٹے میں جسے نہ پکایا گیا ہو۔ اور آجُرٌّ مولانا، آجُرٌّ جیم پر ضمہ ہے اور راپر شد ہے۔ آجُرٌّ کہتے ہیں پکی اینٹ کو بھئی، پکی جسے بھٹے میں پکایا گیا ہو۔

تو کہتے ہیں بھئی کچی اینٹ میں بھی بیع سلم جائز ہے اور پکی اینٹ میں بھی بیع سلم جائز ہے، لیکن ضروری یہ ہے کہ وہ سانچہ معلوم ہونا چاہیے جس کے اندر اینٹ بنے گی بھئی۔ ورنہ تو کوئی اینٹ بڑی ہوتی ہے کوئی ذرا چھوٹی ہوتی ہے، بعد میں جھگڑا آئے گا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ رَبُّ السَّلَمِ کیا کہے گا کہ میں نے تو بڑی اینٹ کا کہا تھا بھئی، میں بڑی اینٹ چاہتا تھا، اور مُسْلَمٌ إِلَيْهِ کہے گا کہ میں کون سی اینٹ حوالے کروں؟ چھوٹی اینٹ۔ تو سانچہ ابھی سے متعین ہونا چاہیے کہ فلاں سائز کی ہو وہاں۔ وَلَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِي اللَّبِنِ وَالْآجُرِّ إِذَا سَمَّى مِلْبَنًا مَعْلُومًا اور کوئی حرج نہیں ہے بیع سلم کرنے کا فِي اللَّبِنِ کچی اینٹ میں وَالْآجُرِّ اور پکی اینٹ میں إِذَا سَمَّى جب ذکر کر دے مِلْبَنٌ، مِلْبَنٌ سانچہ مولانا وہ اینٹ بنانے کا سانچہ۔ سمجھ میں آیا؟ آپ نے گردان میں پڑھا ہو گا بھئی مِضْرَبٌ اسم آلہ کا وزن بھئی۔ تو إِذَا سَمَّى مِلْبَنًا مَعْلُومًا جب ذکر کر دے اینٹوں کا معلوم سانچہ بھئی۔

وَكُلُّ مَا أَمْكَنَ۔ جی اب یہاں سے آپ کو ضابطہ بتلا رہے ہیں بھئی۔ کچھ چیزیں تو صاحب قدوری نے بیان کر دیں کہ ان کے اندر بیع سلم جائز ہے، ان کے اندر بیع سلم جائز نہیں۔ اب پورا باقاعدہ ضابطہ ذکر کرنے لگے ہیں کہ جن سے آپ ہر چیز میں خود جان سکتے ہیں کہ اس میں بیع سلم جائز ہے یا بیع سلم جائز نہیں۔ تو ضابطہ یہ ذکر کریں گے آگے کہ ہر وہ چیز جس کے اندر اس کی صفت کا جاننا اور مقدار کا جاننا ممکن ہو تو وہاں پر اس میں بیع سلم جائز ہے۔ اور جہاں کسی چیز کی صفت کا متعین کرنا اور مقدار کا جاننا جہاں ممکن نہیں وہاں بیع سلم بھی جائز نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی جھگڑا آگے تاکہ نہ آئے، تو ابھی سے اس چیز کی صفت بھی معلوم ہو سکے، اس اس قسم کی چیز چاہیے اور اتنی اتنی مقدار میں مجھے چاہیے۔ تو اگر یہ چیزیں طے ہو سکتی ہیں، آگے جھگڑے کا امکان نہیں ہے تو اس کے اندر بیع سلم جائز۔ اور اگر یہ چیزیں ابھی طے نہیں ہو سکتیں، ممکن ہی نہیں ہے، وہ چیز ہر فرد اس کا ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، تو پھر اس کے اندر بیع سلم جائز نہیں ہے بھئی۔

توکہتے ہیں وَكُلُّ مَا أَمْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ جَازَ السَّلَمُ فِيهِ اور ہر ایسی چیز أَمْكَنَ کہ ممکن ہو ضَبْطُ صِفَتِهِ اس کی صفت کا ضبط کرنا، اس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہو یعنی اس کو جانا جاسکتا ہو، معلوم کیا جاسکتا ہو، وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ اسی طرح اس کی مقدار کا جاننا بھی ممکن ہو، تو جَازَ السَّلَمُ فِيهِ اس میں بیع سلم جائز ہے۔ وَمَا لَا يُمْكِنُ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ لَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ اور وہ چیز جس کے اندر ممکن نہ ہو صفت کا ضبط کر لینا، صفت کو معلوم کر لینا یا متعین کر لینا، وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ اور اس کی مقدار کا معلوم کرنا یہ ممکن نہ ہو، تو لَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ اس کے اندر بیع سلم جائز نہیں۔[۲۱]

وَيَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسِّبَاعِ۔ بیع سلم کے مسائل ختم ہوئے۔ اب بیع سے متعلقہ چند اور باتیں آپ کو بتلائیں گے بھئی کہ کن چیزوں میں بیع جائز ہے کن میں نہیں۔ کہتے ہیں وَيَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسِّبَاعِ اور جائز ہے کتے کی بیع وَالْفَهْدِ۔ فَهْدٌ مولانا یہ بعض علماء نے لکھا ہے چیتے کو کہتے ہیں، چیتے کو۔ اور بعض کہتے ہیں یہ تیندوے کو کہتے ہیں۔ کس کو؟ تیندوا۔ تیندوا جانتے ہیں یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی یہ بھی چیتے ہی کی نسل کا ایک جانور ہے، لیکن چیتا جو ہے اس کا بدن بڑا چست بدن، پتلا بدن ہوتا ہے۔ جیسے آپ نے شکاری کتا دیکھا ہے یا نہیں دیکھا بھئی؟ جی؟ شکاری کتا اگر آپ نے دیکھا ہو اس کا پیٹ بالکل نہیں ہوتا، اندر کی طرف ہوتا ہے بھئی۔ سینہ اس کا بڑا ہوگا، پیٹ اندر کی طرف اور پتلی ٹانگیں، اونچا قد۔ چیتا بھی اسی طرح ہوتا ہے بھئی، پتلی ٹانگیں اور پیٹ بہت چھوٹا۔ جبکہ تیندوا، تیندوا ذرا قد میں اس سے چھوٹا ہوتا ہے معمولی سا اور بھاری جسم ہوتا ہے اس کا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اگر آپ نے نہیں دیکھا تو چڑیا گھر میں تو آج بھی دیکھ سکتے ہیں آپ جا کر، وہاں باقاعدہ اس کا نام تیندوا لکھا ہوتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں دیکھنے والے اس کو بھی چیتا ہی سمجھتے ہیں لیکن فرق ہے دونوں کے اندر بھئی۔ تو بعضوں نے فَهْدٌ کس کے بارے میں لکھا ہے کس کو کہتے ہیں؟ چیتے کو، اور بعضوں نے کہا تیندوے کو بھئی۔ اچھا بھئی تو ایک ہی بات ہے جو بھی مراد لے لیں۔

توکہتے ہیں وَيَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسِّبَاعِ جائز ہے کتے کی بیع اور چیتے کی بیع اور درندوں کی بیع بھئی۔ یاد رکھیے ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز سے نفع اٹھانا ممکن ہو اس کی بیع جائز، جس سے نفع اٹھانا ممکن نہیں اس کی بیع بھی جائز نہیں۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ کیا ضابطہ ہے مولانا؟ جو چیز قابل انتفاع ہو، اس سے نفع اٹھایا جاسکے اس کی بیع بھی جائز، اور جو قابل انتفاع نہیں، نفع نہیں اٹھایا جاسکتا اس کی بیع بھی جائز نہیں۔ تو دیکھو کتا ہے مولانا، کتے سے نفع اٹھایا جاتا ہے یا نہیں اٹھایا جاتا بھئی؟ بھئی گھر کی بھی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے، کھیتوں وغیرہ کھیتیوں کی حفاظت کا بھی کام لیا جاتا ہے، شکار وغیرہ بھی اس کے ذریعے کھیلا جاتا ہے بھئی، تو لہٰذا اس کی بیع جائز ہے۔ چیتا ہے، وَالسِّبَاعِ اور اسی طرح دوسرے درندے ہیں، بھئی ان کے بھی نفعے ہیں۔ آپ جانتے ہوں گے مختلف جانوروں کو شکار کر کے ان کی کھال کام میں لاتے ہیں یا ان کی چربی وغیرہ نکال کر اسے دواؤں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے، تو لہٰذا ان سب کی بیع جائز ہے بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ اور خمر شراب اور خنزیر بھئی، خنزیر کی بیع جائز نہیں ہے بھئی۔ بھئی آپ کو میں نے ضابطہ بتلایا تھا کہ یہ خمر اور خنزیر نَجَسُ الْعَيْنِ ہیں، اور جو چیز نَجَسُ الْعَيْنِ ہو اس کی بیع وشراء جائز نہیں إِلَّا السِّرْقِينَ سوائے کس کے؟ گوبر کے، اس میں ضرورت کی بنا پر اجازت دی گئی ہے کہ لوگوں کو اس کی بہت زیادہ حاجت پیش آتی ہے۔ تو خمر اور خنزیر چونکہ نجس ہیں لہٰذا ان کی بیع جائز نہیں۔ نہ ان میں تملک جائز ہے نہ تملیک جائز ہے۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ دُودِ الْقَزِّ۔ قَزٌّ کہتے ہیں ریشم کو، دُودٌ کا معنی کیڑا۔ وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ دُودِ الْقَزِّ ریشم کے کیڑے کی بیع جائز نہیں ہے إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَ الْقَزِّ مگر یہ کہ وہ ریشم کے ساتھ ہو۔ بھئی ریشم کا کیڑا اس کی بیع جائز نہیں کیونکہ کیڑا ہے، اس کا کوئی نفع نہیں۔ آپ کہیں گے نفع تو اٹھاتے ہیں اس سے ریشم ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ بھئی نفع آپ ریشم سے اٹھاتے ہیں، نفس کیڑے کی ذات سے کوئی نفع اٹھاتے ہیں؟ کیڑے کی اس اپنی ذات سے کوئی نفع نہیں۔ ہاں اس سے جو وہ ریشم بناتا ہے وہ ریشم سے ہم نفع اٹھاتے ہیں، تو لہٰذا اکیلے کیڑے کی بیع کرنا یہ صحیح نہیں۔ ہاں ریشم ساتھ ہو اس کے ساتھ یہ بیع جائز، تو پھر اصلاً بیع ہوگی ریشم کی اور کیڑا تبعاً آجائے گا بیع کے اندر۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اسی طرح شہد کی مکھی کے بارے میں بھی آگے بتلائیں گے آپ کو۔ شہد کی مکھی بھی ایک حشرہ ہے تو اس کی بیع بھی جائز نہیں ہوگی کیونکہ اس کی ذات سے ہم کوئی نفع نہیں اٹھاتے۔ وہ شہد بناتی ہے، شہد سے تو نفع اٹھاتے ہیں لیکن اس شہد کی مکھی کی ذات

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَكُلُّ مَا أَمْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ جَازَ السَّلَمُ فِيهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وكل ما أمكن ضبط صفته ومعرفة مقداره جاز السلم فيه» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۸۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَا لَا يُمْكِنُ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ لَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وما لا يمكن ضبط صفته ولا يعرف مقداره لا يجوز السلم فيه» منقول ہے۔

سے کوئی نفع اٹھاتے ہیں بھئی؟ وہ کسی کام میں نہیں۔ ہاں اس نے جو شہد بنایا ہوتا ہے تو ہم نفع شہد سے اٹھاتے ہیں اس کے بنائے ہوئے، اس کی اپنی ذات سے نفع الگ نفع کوئی نہیں بھئی۔ تو لہذا وہاں پر بھی شہد کی مکھی کی الگ بیع جائز نہیں۔

تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ دُودِ الْقَزِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَ الْقَزِّ اور جائز نہیں ہے ریشم کے کیڑے کی بیع مگر یہ کہ ریشم کے ساتھ ہو، وَلَا النَّحْلِ اور نہ ہی شہد کی مکھی کی بیع بھئی۔ نَحْلٌ کہتے ہیں شہد کی مکھی۔ إِلَّا مَعَ الْكُوَّارَاتِ بھئی كُوَّارَاتٌ واؤ مشدد ہے۔ اچھا یاد رکھو یہ كُوَّارَاتٌ جو ہے یہ وہ شہد کی مکھی کا چھتہ جسے مٹی وغیرہ سے لیپا گیا ہو، اسے کہتے ہیں كُوَّارَةٌ۔ کیا کہتے ہیں؟ كُوَّارَةٌ کہتے ہیں، كُوَّارَةٌ۔ یا جو آپ نے دیکھا ہو شہد جو مکھیاں جنہوں نے پالی ہوتی ہیں رکھی ہوتی ہیں وہ لکڑی کے ڈبے وغیرہ کے اندر شہد کا چھتہ ہوتا ہے اور اس میں رکھتے ہیں۔ دیکھی ہیں آپ نے یا نہیں دیکھیں کبھی بھئی؟ تو یوں سمجھو وہ ڈبے سمیت یہ شہد کا چھتہ یہ كُوَّارَةٌ کہلائے گا۔ اکیلا چھتہ نہیں كُوَّارَةٌ کہلاتا بلکہ جب اس کو مٹی سے لیپا گیا ہو یا وہ بنایا گیا ہو وہ لکڑی وغیرہ کے ڈبے میں پھر وہ كُوَّارَةٌ کہلاتا ہے۔ دیکھا اکیلی شہد کی مکھی کی بیع جائز نہیں کیونکہ وہ قابل انتفاع نہیں، وہ تو ایک حشرہ ہے۔ اور ہاں اب یہاں اصلاً بیع ہو جائے گی كُوَّارَةٌ کے اندر اور شہد کی مکھی میں تبعاً ہو جائے گی بھئی، وہ خود بخود اس میں داخل ہو جائے گی بیع کے اندر۔

وَأَهْلُ الذِّمَّةِ فِي الْبِيَاعَاتِ كَالْمُسْلِمِينَ إِلَّا فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ خَاصَّةً۔ بھئی اہل ذمہ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ ذمی کس کو کہتے ہیں؟ وہ کافر جو مسلمانوں کے وطن میں جزیہ دے کر رہتے ہیں مولانا، یعنی سالانہ ٹیکس دیتے ہیں اور ان کو ذمی کیوں کہتے ہیں؟ کیونکہ ہم نے ان سے ٹیکس لیا ہے، کس چیز پر لیا ہے ٹیکس کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے، ہماری مملکت میں آپ اسلامی مملکت میں رہتے ہیں، اس لیے ان کو ذمی کہتے ہیں بھئی۔ تو ذمیوں کے مسائل بھئی ان کا کیا حکم ہے؟ وہ بھی بیع و شراء کرتے ہیں۔ یہ ابھی تک جتنے احکام بیان ہو رہے تھے یہ تو مسلمانوں کی بیوع کے ہیں، تو جواب دے رہے ہیں مولانا کہ ذمی بھی تمام مسائل میں مسلمانوں کی طرح ہے۔ جو بیوع مسلمانوں کے لیے جائز وہ ذمیوں کے لیے بھی جائز، جو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں وہ ذمی کے لیے بھی جائز نہیں۔ مثلاً ایک ذمی ہے وہ دوسرے کو سو قفیز گندم دے کر اس سے دو سو قفیز گندم لینا چاہتا ہے، تو یہ مسلمان کے لیے جائز نہیں تھا کیونکہ اس کے اندر کیا آ رہا ہے؟ رِبًا، سود ہے، تو لہذا یہ ذمی کے لیے بھی جائز نہیں ہو گا۔

تو کہتے ہیں وَأَهْلُ الذِّمَّةِ فِي الْبِيَاعَاتِ كَالْمُسْلِمِينَ اور ذمی لوگ جو ہیں وہ بیع کے معاملات کے اندر كَالْمُسْلِمِينَ کس کی طرح ہیں؟ مسلمانوں کی طرح ہی ہیں یعنی ان پر بھی وہی احکام ہوں گے، إِلَّا فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ خَاصَّةً مگر شراب اور خنزیر کے اندر خاص طور پر، اس میں یہ مسلمانوں کی طرح نہیں۔ فَإِنَّ عَقْدَهُمْ عَلَى الْخَمْرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْعَصِيرِ۔ بھئی ذمی لوگ تو شراب اور خنزیر بیچتے بھی ہیں اور خریدتے بھی ہیں، تو بتلایا بھئی ان دونوں میں یہ مسلمانوں کی طرح نہیں ہیں۔ فَإِنَّ عَقْدَهُمْ عَلَى الْخَمْرِ اس لیے کہ ان کا عقد جو خمر پر ہے كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْعَصِيرِ جیسے کہ مسلمان کا عقد ہوتا ہے کسی رس پر مولانا۔ کسی چیز سے جو رس نکالا جاتا ہے، جیسے مسلمان کے لیے اس رس کی بیع و شراء جائز ہے، کسی چیز کا نچوڑا ہوا پانی بھئی اس کی بیع جیسے مسلمانوں کے لیے جائز ہے، اسی طرح ان کے لیے شراب بھی اسی طرح ہے، اس کی بیع ان کے لیے صحیح۔ وَعَقْدُهُمْ عَلَى الْخِنْزِيرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الشَّاةِ اور ان کا عقد خنزیر پر یہ اسی طرح ہے جیسے ایک مسلمان کا عقد ہوتا ہے عَلَى الشَّاةِ کس پر؟ کس پر؟ ہاں بھیڑ بکری پر بھئی۔ شَاةٌ کا لفظ صرف بکری کے لیے نہیں بولا جاتا، بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے بھئی اور مذکر ہو چاہے مؤنث ہو دونوں کے لیے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو خمر ان کے لیے اسی طرح ہے جیسے عَصِيرٌ ہوتا ہے اور خنزیر ان کے لیے اسی طرح ہے جیسے مسلمان کے لیے شَاةٌ ہے، کوئی بھیڑ بکری ہے۔ تو لہذا خمر ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں سے ہو گی اور خنزیر کس میں سے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ عَصِيرٌ جو ہے یہ ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں سے ہے اور خنزیر کس میں سے ہے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ، کیونکہ شَاةٌ کی طرح ہے نا، شَاةٌ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے ہے۔

بَابُ الصَّرْفِ۔ الصَّرْفُ هُوَ الْبَيْعُ إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ عِوَضَيْهِ مِنْ جِنْسِ الْأَثْمَانِ۔ اچھا اگلا باب مولانا بیع صرف کے بارے میں ہے، بیع صرف۔ ابھی تک بیوع کی جو اقسام ہم پڑھ رہے تھے اس میں ایک طرف سے ثمن آتے تھے، دوسری طرف سے سامان کوئی چیز وغیرہ ہوتی تھی یا دونوں طرف سے کوئی سامان۔ ایک طرف سے ثمن دیے مثلاً روپے آپ دیتے تھے اور اس کے بدلے مثلاً کوئی چیز گندم وغیرہ خرید لی۔ دوسری صورت یہ تھی دونوں طرف سے سامان ہو، مثلاً آپ نے جو دیے تھے اور گندم خرید لی تھی۔ اب یہ خاص قسم کی بیع کا ذکر ہو رہا ہے جس میں دونوں طرف جنس ثمن ہوں گے۔ جنس ثمن کتنی چیزیں ہیں میں نے کیا بتلایا آپ کو؟ روپے ہیں، سونا ہے، چاندی ہے، درہم ہیں اور دینار ہیں۔ تو دونوں طرف اسی کی جنس میں سے ہوں، یعنی دونوں طرف سونا ہو یا دونوں طرف چاندی ہو یا ایک طرف روپے ہیں ایک طرف سونا ہے یا ایک طرف سونا ہے ایک طرف چاندی۔ تو یعنی دونوں طرف ثمن کی جنس

میں سے ہوں تو یہ بیع صرف کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ بیع صرف کہلاتی ہے مولانا۔[۳]

اور یاد رکھیے بیع صرف کے اندر دونوں عوضین پر مجلس میں قبضہ شرط ہے۔ بیع صرف کے اندر کیا شرط ہے بھئی؟ دونوں عوضین پر مجلس میں قبضہ شرط ہے۔ مثلاً میں آپ سے کہتا ہوں بھئی میں آپ کو سترہ ہزار روپے دے دوں گا، آپ مجھے ایک ہزار ریال دے دیں بھئی۔ ایک ہزار ریال دے دیں مولانا، تو یہ کون سی بیع ہوئی؟ بیع صرف، کیونکہ اس طرف بھی ثمن دوسری طرف بھی ثمن۔ تو اس کے اندر کیا ضروری ہے؟ مجلس کے اندر قبضہ ضروری ہے۔ تو وہ راضی ہوا، ہم نے عقد کر لیا، تو اب ضروری ہے کہ اسی مجلس کے اندر میں وہ پیسے اس کے حوالے کروں اور وہ ریال میرے حوالے کرے۔ اگر کسی ایک نے بھی عوض پر قبضہ نہ کیا اور دونوں مجلس سے اٹھ گئے، مجلس برخاست ہوئی مولانا، تو بیع صرف کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی بھئی۔ حتیٰ کہ عقد کرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ بھئی یہ سامنے میں دکان سے اٹھا کر لاتا ہوں ایک ہزار ریال آپ کو دیتا ہوں، نہیں مولانا اس سے بھی عقد صرف کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔

تو اس کے اندر کیا شرط ہے کہ عوضین پر اسی مجلس کے اندر قبضہ کیا جائے۔ نیز یاد رکھنا اس میں خیار شرط بھی صحیح نہیں، اس میں خیار شرط لگایا تو یہ درست نہیں، خیار شرط۔ خیار شرط کے بارے میں آپ نے کیا پڑھا تھا؟ یہ تو ابتدائے حکم سے ہی مانع ہے۔ پڑھا تھا یا نہیں پڑھا تھا بھئی؟ جی؟ کہ یہ ابتدائے حکم سے مانع ہے، حکم کو آنے ہی نہیں دیتا بھئی۔ تو اس سے تو بیع تام ہی نہیں ہو رہی، حالانکہ یہاں تو بیع بھی وہیں پر پوری ہو، قبضہ پوری طرح نہیں آیا۔

تو کہتے ہیں الصَّرْفُ هُوَ الْبَيْعُ إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ عِوَضَيْهِ مِنْ جِنْسِ الْأَثْمَانِ بیع صرف جو ہے وہ بیع ہے جبکہ إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ عِوَضَيْهِ مِنْ جِنْسِ الْأَثْمَانِ جب ہو ہر ایک عوضین میں سے، دونوں عوضین میں سے ہر ایک جو ہے مِنْ جِنْسِ الْأَثْمَانِ کس کی جنس میں سے ہو؟ ثمن کی جنس میں سے ہو۔ فَإِنْ بَاعَ فِضَّةً بِفِضَّةٍ أَوْ ذَهَبًا بِذَهَبٍ لَمْ يَجُزْ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ پس اگر بیچا چاندی کو چاندی کے بدلے میں أَوْ ذَهَبًا بِذَهَبٍ یا سونے کو سونے کے بدلے میں لَمْ يَجُزْ تو جائز نہیں ہے إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ مگر یہ کہ برابر کے بدلے برابر ہو، یعنی دونوں طرف سے برابر بھئی۔ کیوں نہیں جائز، برابری کیوں ضروری ہے؟ ورنہ کیا خرابی لازم آئے گی؟ رِبًا، رِبًا کی خرابی۔ آپ نے پڑھا نہیں تھا رِبًا کی علت کیا ہے؟ قَدْرٌ مَعَ الْجِنْسِ۔ تو دونوں طرف چاندی ہے یا دونوں طرف سونا ہے، تو جنس ایک ہوئی اور نیز قدر بھی ہے، وزنی ہیں، قدر کا لفظ کس کس چیز پر بولا جاتا ہے؟ وزن اور کیل، تو دونوں۔

دونوں طرف وزن بھی آ گیا اور جنس بھی ایک ہے، لہٰذا اب ضروری ہے کہ دونوں طرف چیز برابر ہو، زیادتی بھی جائز نہیں اور ادھار بھی جائز نہیں۔

وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ اور اگرچہ مختلف ہوں کھرے پن کے اندر وَالصِّيَاغَةِ اور ڈھلائی کے اندر بھئی۔ کھرے پن میں اگرچہ کیا ہوں؟ مختلف ہوں۔ بھئی ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے یہ میرے پاس بھی چاندی ہے، آپ کے پاس بھی چاندی ہے، لیکن میری چاندی ہے اعلیٰ، آپ کی چاندی اتنی اعلیٰ نہیں ہے، اس کے اندر کھوٹ بھی کچھ ملا ہوا ہے۔ آپ یوں کریں میں آپ کو ایک من چاندی دیتا ہوں، آپ بدلے میں اپنی والی دو من چاندی دے دیں۔ آپ فوراً کیا حکم لگا دیں گے؟ کہ رِبًا ہے، جائز نہیں ہے، بلکہ کیا ہونا چاہیے دونوں طرف سے؟ برابری ہونی چاہیے کیونکہ کھرے پن کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک اعلیٰ ہے ایک ادنیٰ نہیں، یہ آپ نے پڑھا تھا کہ جن چیزوں میں رِبًا آتا ہے ان کا اعلیٰ اور ردی دونوں ایک برابر ہیں بھئی، ایک ہی حکم دونوں۔

صِيَاغَةٌ، صِيَاغَةٌ کہتے ہیں ڈھلائی کو بھئی۔ بھئی سنار کیا کرتا ہے؟ سونے یا چاندی کو پگھلاتا ہے اور پگھلا کر ان سے پھر زیور وغیرہ اور چیزیں بناتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اب یہ جو پگھلانا ہے اور اس سے کوئی چیز بنانا ہے اس کو کہتے ہیں صیاغت، ڈھلائی مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ اس کو مختلف صورتوں میں وہ ڈھالتا ہے اس سونے یا چاندی کو۔ تو اب بعض زیوروں کی ڈھلائی بڑی عمدہ ہو گی، بڑا باریک کام ہوا ہو گا اس پر، بعض کی ڈھلائی عمدہ نہیں مولانا، باریک نفاست نہیں ہے بھئی، جیسے ردی سا بنایا جلدی میں بھئی۔ تو اب ایک کہتا ہے بھئی میرے پاس جو زیور ہے یا چاندی ہے اس کی ڈھلائی عمدہ ہے، تمہارے والے کی ڈھلائی عمدہ نہیں، لہٰذا میں تھوڑی چاندی دوں گا آپ سے زیادہ لوں گا، یہ بھی درست نہیں، اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں بھئی۔ ہاں وزن میں برابری ضروری ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ اگرچہ، وَإِنْ کا ترجمہ یہ إِنْ وصلیہ ہے اس کا ترجمہ اگرچہ سے کرتے ہیں، اگرچہ دونوں مختلف ہوں فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ کھرے پن کے اندر اور ڈھلائی کے اندر۔

وَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ قَبْلَ الِافْتِرَاقِ اور ضروری ہے، کیا ضروری ہے؟ مِنْ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ دونوں عوضین پر قبضہ کرنا قَبْلَ الِافْتِرَاقِ آپس میں جدا ہونے سے پہلے بھئی۔ جدا ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے بھئی کیونکہ آپ کو میں نے بتلایا مجلس کے اندر ضروری ہے قبضہ بھئی۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الصَّرْفُ هُوَ الْبَيْعُ إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ عِوَضَيْهِ مِنْ جِنْسِ الْأَثْمَانِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الصرف هو:البيع إذا كان كل واحد من العوضين من جنس الأثمان» منقول ہے۔

تو جدا ہو گئے تو قبضہ نہ پایا گیا، بغیر قبضے کے جدا ہوئے تو بیع باطل ہو جائے گی۔

وَإِذَا بَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ جَازَ التَّفَاضُلُ اور جب بیچا سونے کو چاندی کے بدلے میں تو تفاضل جائز ہے یعنی زیادتی جائز ہے۔ بھئی دیکھو میں آپ کو سونا دے رہا ہوں اور آپ سے بدلے میں چاندی لے رہا ہوں۔ اب قدر تو ہے، سونا بھی وزن کیا جاتا ہے، چاندی بھی وزن کی جاتی ہے، تو دونوں طرف وزن آ گیا تو قدر تو آ گئی، لیکن جنس ایک ہے؟ نہیں۔ تو لہذا اس صورت میں آپ نے کیا پڑھا تھا؟ کہ زیادتی جائز ہوتی ہے، ادھار جائز نہیں۔ تو یہاں بھی لہذا اب زیادتی جائز ہے کہ آپ سونا ایک من دیں اور اس سے سو من چاندی لے لیں، یہ جائز ہے مولانا۔ لیکن ادھار تو یہاں جائز ہی نہیں کیونکہ یہ کون سا عقد ہو رہا ہے؟ عقد صرف ہے جس میں مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔ اور ادھار عام چیز ہوتی تو اس میں بھی جائز نہ ہوتا تو یہاں تو بطریق اولیٰ۔

وَوَجَبَ التَّقَابُضُ تو تفاضل جائز ہے وَوَجَبَ التَّقَابُضُ اور تقابض باب تفاعل ہے جو جانبین سے فعل کو چاہتا ہے۔ دیکھو میں کہتا ہوں تفاعل باب استعمال کرتا ہوں: تَضَارَبَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو۔ تَضَارَبَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو کیا معنی؟ زید اور عمرو نے باہم ایک دوسرے کی پٹائی کی، یعنی زید نے عمرو کی پٹائی کی اور عمرو نے زید کی۔ ویسے میں کہتا ہوں ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا، اس کا کیا معنی ہے؟ زید نے کس کی پٹائی کی؟ عمرو کی۔ لیکن جب میں تَضَارَبَ لاتا ہوں، تَضَارَبَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو یعنی دونوں طرف سے وہ فعل پایا جاتا ہے۔ زید نے کس کی پٹائی کی ہے؟ عمرو کی، اور عمرو نے کس کی پٹائی کی ہے؟ زید کی، تو دونوں نے باہم ایک دوسرے کی۔ تو یہاں بھی تفاعل باب آیا: وَوَجَبَ التَّقَابُضُ اور باہم دونوں طرف کا قبضہ واجب ہے کہ دونوں عوض پر قبضہ کریں۔

وَإِنِ افْتَرَقَا فِي الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا بَطَلَ الْعَقْدُ۔ وَإِنِ افْتَرَقَا فِي الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ اور اگر دونوں عقد کرنے والے جدا ہو گئے عقد صرف کے اندر قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ دونوں عوضین پر قبضے سے پہلے أَوْ أَحَدِهِمَا یا دونوں میں سے ایک پر قبضے سے پہلے۔ یا تو دونوں، بھئی میں نے آپ کو کہا تھا میں آپ کو سترہ ہزار روپے دوں گا اور آپ سے ایک ہزار ریال لوں گا، اس پر ہم نے عقد کر لیا۔ تو ایک صورت یہ کہ میں نے کہا اچھا بھئی میں گھر سے سترہ ہزار لے کر آتا ہوں، آپ نے کہا اچھا بھئی میں بھی ہزار ریال لے کر آتا ہوں، تو دونوں میں سے کسی ایک نے بھی عوض پر قبضہ نہیں کیا مولانا، تو دونوں عوضین پر قبضہ نہیں پایا گیا۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک تو حوالے کر دیتا ہے اور دوسرا کہتا ہے میں ابھی لا کر دیتا ہوں یا کل لا کر دوں گا بھئی، تو اب ایک طرف سے قبضہ نہیں پایا گیا بھئی، ایک عوض پر قبضہ پایا گیا ایک پر نہیں۔ دونوں صورتوں میں عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ یہ معنی ہے وَإِنِ افْتَرَقَا فِي الصَّرْفِ اور اگر وہ دونوں جدا ہو گئے عقد صرف کے اندر قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ دونوں عوضین پر قبضہ کرنے سے پہلے أَوْ أَحَدِهِمَا یا کسی ایک عوض پر قبضے سے پہلے جدا ہو گئے بَطَلَ الْعَقْدُ تو عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ أَحَدِهِمَا سے کیا مراد ہے؟ عوضین میں سے کوئی ایک۔ عوضین میں سے کسی ایک پر قبضے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بَطَلَ الْعَقْدُ عقد باطل ہو جائے گا۔

وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي ثَمَنِ الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِهِ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ ہے: عقد صرف ہوا آپ کے اور میرے درمیان۔ میں نے کہا میں آپ کو سترہ ہزار روپے دوں گا اور آپ مجھے کتنا دیں گے؟ ایک ہزار ریال دیں گے بھئی۔ میں نے آپ کو سترہ ہزار روپے حوالے کر دیے اسی مجلس عقد میں۔ آپ نے ابھی ایک ہزار ریال میرے حوالے نہیں کیے، میں آپ سے کہتا ہوں بھئی یوں کرو اس ایک ہزار ریال کے بجائے آپ یوں کریں مجھے ڈالر دے دیں، یا یوں کریں اس کے بجائے مجھے کپڑا دے دیں۔ تو آپ بتائیے مولانا یہ جائز ہو گا یا جائز نہیں؟ جی؟ کیوں نہیں جائز؟ شاباش، یہاں پر یہ جائز نہیں ہے۔ کیوں نہیں جائز؟ اس لیے کہ عوض پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری تھا۔ تو اب میرے لیے ضروری ہے کہ میں اس ہزار ریال پر اسی مجلس میں قبضہ کروں۔ اب اگر میں ریال کے بجائے کپڑا لے لیتا ہوں یا ڈالر لے لیتا ہوں تو کیا اسی ہزار پر میں نے اس مجلس میں قبضہ کیا؟ نہیں، قبضہ نہیں کیا۔ اور حالانکہ عقد صرف کے لیے تو کیا ضروری تھا کہ عوضین پر اسی مجلس میں قبضہ کیا جائے۔ تو جب آپ اس میں تصرف کر لیتے ہیں تو اس کے بجائے اب تو اگر میں کروں گا بھی قبضہ تو ڈالر پہ کروں گا یا میں قبضہ کس پر کروں گا؟ اس کپڑے پر کروں گا، حالانکہ کیا ضروری تھا کہ اسی عوض پر کیا کیا جائے؟ قبضہ کیا جائے۔ لہذا تصرف جائز نہیں۔ یہ معنی ہے وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي ثَمَنِ الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِهِ اور جائز نہیں ہے تصرف کرنا صرف کے ثمن کے اندر قَبْلَ قَبْضِهِ اس پر قبضے سے پہلے۔ قبضے سے پہلے۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً اور جائز ہے سونے کی بیع چاندی کے بدلے مُجَازَفَةً اندازے کے ساتھ بھئی۔ کس کے ساتھ؟ اندازے سے مولانا، اندازے سے۔ بھئی کیوں اندازے سے کیوں جائز ہے؟ جی؟ بھئی کمی بیشی نہیں ہو جائے گی؟ تو پھر؟ جنس ایک نہیں ہے شاباش، تو لہذا جب جنس ایک نہیں ہے تو برابری ضروری نہیں ہے، تو اب چاہے اندازے سے بیچو چاہے کمی بیشی کر کے باقاعدہ بیچو۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً اور جائز ہے سونے کی بیع چاندی کے بدلے اندازے سے۔

وَمَنْ بَاعَ سَيْفًا مُحَلًّى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَحِلْيَتُهُ خَمْسُونَ دِرْهَمًا فَدَفَعَ مِنْ ثَمَنِهِ خَمْسِينَ دِرْهَمًا جَازَ الْبَيْعُ۔ اچھا ایک تو یہ بات یاد رکھیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ عقد کرنے والا باقاعدہ عقد میں ذکر کرے کہ میں تمہارے ساتھ بیع صرف کرتا ہوں، نہیں۔ بس ایک طرف سے بھی ثمن ہیں اور دوسری طرف سے بھی ثمن آرہے ہیں تو خود بخود آپ سمجھ جائیں گے یہ کون سی بیع ہو رہی ہے؟ بیع صرف ہو رہی ہے۔ لہذا آپ سنار کے پاس جاتے ہیں اور اس کو پیسے روپے دیتے ہیں اور اس سے زیور لیتے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ زیور لیتے ہیں، تو یہ کون سی بیع ہو گئی؟ یہ بیع صرف ہو گئی۔ کوئی بیان منہ سے کسی نے کہا یہ عقد صرف ہے؟ نہیں، لیکن آپ خود دیکھ رہے ہیں ایک طرف سے نوٹ ہیں اور دوسری طرف سے کیا آرہا ہے؟ سونا۔ دونوں ثمن ہیں مولانا ثمن کی جنس میں سے، لہذا یہ کون سا عقد ہو گیا؟ عقد صرف ہو گیا۔[۴]

اسی طرح یاد رکھو مثلاً ایک طرف بھی ثمن ہیں یا کچھ ثمن ہیں، اور دوسری طرف بھی سارے ثمن ہیں یا کچھ ثمن کی جنس میں سے ہے، تو خود بخود اس عقد کے اندر عقد صرف بھی آجائے گا۔ عقد صرف کیسے؟ دیکھو آپ نوٹوں والا ہار لینے جاتے ہیں۔ نوٹوں والے ہار دیکھے ہیں یا نہیں دیکھے بھئی؟ نوٹوں والا ہار لینے گئے، اب آپ اس کو پیسے دے کر وہ ہار خریدتے ہیں۔ اب آپ ادھر سے دے رہے ہیں پیسے، تو ادھر سے تو سارا ہی جنس ثمن ہے، اور دوسری طرف سے کیا چیز آرہی ہے آپ کے پاس؟ ایک ایسا ہار ہے جس پر کیا لگے ہوئے ہیں؟ نوٹ۔ دو چیزیں گویا ادھر سے آرہی ہیں: ایک وہ ہار ہے اور ایک اس کے ساتھ کچھ ثمن لگے ہوئے ہیں۔ تو ادھر سے بھی ثمن ہیں، ادھر سے بھی کچھ ثمن آرہے ہیں، تو یہ بیچ میں کیا آگیا مولانا؟ عقد صرف آگیا۔ آگیا یا نہیں مولانا عقد صرف بیچ میں؟ کیونکہ دونوں طرف سے کیا ہیں؟ ثمن کی جنس میں سے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ تو لہذا یہاں وہی احکام جاری ہوں گے جو عقد صرف کے اندر جاری ہوتے تھے۔

تو دیکھو مثلاً اب میں وہ نوٹوں والا ہار لینے گیا بھئی، اور وہ نوٹوں والا ہار اس پر کتنے پیسے لگے ہیں؟ فرض کرو ایک ہزار روپے کے نوٹ لگے ہوئے ہیں اور اس کو میں خریدنا چاہتا ہوں۔ تو یاد رکھو یہ اسی صورت میں جائز ہے جب میں جو عوض دے رہا ہوں، ادھر بھی ہیں روپے، ادھر سے بھی میں کیا دوں گا؟ روپے، تو میں جو پیسے ادا کروں وہ اس ثمن سے وہ جو اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اس سے کچھ زائد ہونے چاہئیں۔ اگر زائد نہ ہوئے پھر تو رِبًا آجائے گا۔ بھئی اس پر مثلاً نوٹ کتنے لگے ہیں؟ ہزار لگے ہوئے ہیں، تو اب میرے لیے ضروری ہے کہ میں ہزار سے زائد دوں، ایک ہزار ایک روپیہ یا مثلاً گیارہ سو دیتا ہوں یا بارہ سو دیتا ہوں، اتنے میں اگر میں وہ ہار خرید تا ہوں تو جائز۔ اگر میں ہزار کا خرید تا ہوں یا ہزار سے کم کا خرید تا ہوں تو یہ جائز نہیں۔

کیوں نہیں جائز؟ بھئی دیکھو اس پر کتنے کے نوٹ لگے ہوئے ہیں؟ ایک ہزار۔ تو اگر میں ہزار کے بدلے پورا خرید تا ہوں تو نوٹوں کے بدلے تو نوٹ ہو گئے، ادھر سے ہزار گئے ادھر سے کتنے آئے؟ ہزار۔ اور وہ جو ہار ہے وہ زائد ہو گیا یا نہیں مولانا؟ زائد۔ تو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے، لہذا رِبًا آگیا بھئی۔ یا میں کیا کرتا ہوں؟ اگر اس سے بھی کم دیتا ہوں، مثلاً میں نے کہا کتنے کا ہے؟ اس نے کہا بھئی نو سو کا لے جاؤ، نو سو کا فرض کرو۔ تو اب پھر وہی رِبًا۔ میں ادھر سے دے رہا ہوں نو سو اور ادھر سے کیا لے رہا ہوں؟ وہ ہزار روپے ہیں، تو نو سو تو نو سو کے بدلے ہو گئے، وہ سو روپے اور وہ ہار کیا ہوئے؟ زائد ہو گئے۔ تو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے اور عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے اس کی شرط لگائی گئی ہے یعنی اس کو ملنا ہے اس نے، اور کس عقد کے اندر ہے؟ عقد معاوضہ کے اندر ہے، لہذا رِبًا آیا تو جائز نہیں۔ تو لہذا صرف کون سی صورت میں جائز ہو گا؟ جب وہ عوض جو پیسے دیے جا رہے ہیں وہ اس دوسری طرف ان پیسوں سے زیادہ ہوں جو ہار پر لگے ہیں۔

اب دیکھیے یہی مثال بنا رہے ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے نوٹوں والے ہار کی مثال ذکر کی، صاحب قدوری آپ کے سامنے ایک ایسی تلوار ذکر کریں گے جس پر چاندی یا سونا لگا ہوا ہے۔ دستے پر کیا لگا ہے مثلاً سونا یا چاندی فرض کرو لگی ہوئی ہے۔ مثلاً بھئی صورت مسئلہ آپ مجھے بتائیں: آپ کے پاس ایک تلوار ہے اور اس کے دستے پر مثلاً پچاس درہم کی چاندی لگی ہوئی ہے۔ کتنے کی چاندی ہے؟ پچاس درہم کی۔ اور میں آپ کو سو درہم میں آپ سے یہ تلوار خرید تا ہوں، سو درہم میں۔ تو میں اب آپ سے میں نے کوئی چاندی کی بات نہیں کی، بس تلوار میں نے دیکھی مجھے پسند آئی، میں نے کہا یہ تلوار مجھے سو درہم میں دے دو، آپ راضی ہو گئے، ہم نے وہاں عقد کر لیا۔ تو آپ دیکھیے عقد صرف بیچ میں آگیا یا نہیں آگیا بھئی؟ عقد صرف بیچ میں آگیا۔ کیسے آیا؟ ادھر سے درہم ہیں اور ادھر

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ سَيْفًا مُحَلًّى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَحِلْيَتُهُ خَمْسُونَ دِرْهَمًا فَدَفَعَ مِنْ ثَمَنِهِ خَمْسِينَ دِرْهَمًا جَازَ الْبَيْعُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع سيفا محلى بمائة درهم وحليته خمسون درهما فدفع من ثمنه خمسين جاز البيع» منقول ہے۔

تلوار کے ساتھ کیا لگی ہوئی ہے؟ چاندی لگی ہوئی ہے، تو دونوں طرف سے کیا آ گئے؟ جنس ثمن آ گئے، تو یہ عقد صرف آ گیا۔ ذکر کرے یا نہ کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اب یاد رکھنا میں اس کو جب خرید رہا ہوں، اس پر چاندی کتنی لگی ہے؟ پچاس درہم۔ تو کم از کم میں کتنے میں خریدوں گا اس کو؟ کب جائز ہو گا عقد؟ جب پچاس درہم سے زیادہ، تاکہ وہ پچاس درہم کی چاندی کے بدلے بن جائیں اور وہ جو زائد ہے وہ کس کے بدلے بن جائے؟ تلوار کے بدلے۔ مثلاً اکاون درہم میں، باون میں، ترپن میں میں بیع کرتا ہوں تو صحیح ہو جائے گی، اس لیے کہ پچاس درہم کس کے بدلے بن گئے؟ چاندی کے، اور وہ ایک درہم یا دو یا تین جو درہم ہیں وہ کس کے بدلے بن گئے؟ تلوار کے بدلے بن گئے، لہٰذا رِبًا سے ہم بچ گئے۔ رِبًا سے بچ گئے بھئی۔ لیکن اگر پچاس درہم کی خرید تا ہوں یا اس سے کم کی خرید تا ہوں وہ تلوار، تو پھر رِبًا لازم آئے گا، جائز نہیں۔

اب یہی صورت ہے، مثلاً میں نے آپ سے ایک تلوار خریدی اور تلوار پر چاندی کتنے کی لگی ہوئی ہے؟ پچاس درہم کی۔ مجلس عقد میں میں نے صرف پچاس درہم آپ کے حوالے کیے۔ کتنے حوالے کیے؟ پچاس درہم حوالے کیے، باقی میں نے کہا بھئی میں آپ کو کل دے دوں گا۔ آپ کیا حکم لگائیں گے؟ بھئی دیکھو سارا عقد صرف ہے یا کتنے میں عقد صرف ہو رہا ہے؟ عقد صرف کتنے میں ہو رہا ہے؟ بھئی یہ پوری بیع تو سو کے عوض میں ہے، سو پر ہو رہی ہے، لیکن سو میں سے عقد صرف کتنے میں ہے؟ بھئی پچاس درہم میں عقد صرف ہے نا، تلوار میں جو عقد ہو رہا ہے وہ تو عقد صرف نہیں۔ ہاں وہ اس کی جو چاندی لگی ہوئی ہے اس میں عقد صرف آ رہا ہے، اور اسی کے بقدر عوض پر قبضہ مجلس کے اندر ضروری ہے۔ تو چاندی کتنے درہم کی تھی؟ پچاس درہم کی، اور میں بھی ادھر کتنے دے رہا ہوں؟ پچاس درہم۔ تو یوں سمجھیں گے یہ جو میں نے پچاس درہم دیے یہ کس کا عوض ہیں؟ چاندی کا عوض ہیں، اور جو باقی پچاس ہیں وہ کس کے باقی ہیں؟ تلوار کے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو یاد رکھو جب کسی ایک بیع کے اندر دو جہتیں ہوں، ایک جہت اس کے صحیح ہونے کی ہو، ایک جہت اس کے فاسد ہونے کی ہو، تو اس کو تصحیح والی جہت ہے اس پر محمول کیا جاتا ہے۔ یہاں اگر میں نے جو پچاس درہم ادا کیے، اس کو اگر کس کا عوض بنا دیں؟ چاندی کا عوض بنا دیں تو عقد صحیح رہتا ہے، کیونکہ یہ چاندی کے بدلے چاندی آئی تو یہ عقد صرف ہے اور عقد صرف کے اندر عوضین پر قبضہ اسی مجلس کے اندر ضروری۔ جبکہ تلوار کے پیسے میں کل دوں گا، کوئی حرج نہیں، چیزوں کے پیسے فوراً نہیں دیے جاتے، بعض اوقات کیا کیا جاتا ہے؟ کچھ مدت کے بعد دیے جاتے ہیں، تو عقد صحیح ہو گیا۔ تو یہ صورت تھی اس کی تصحیح کی عقد کی۔ اور ایک صورت یہ تھی کہ یہ جو میں نے پچاس درہم دیے اس کو کس کا عوض آپ قرار دے دیں؟ اس کو تلوار کا عوض، اور چاندی کے پیسے بعد میں دیں گے، تو پھر تو عقد ہی کیا ہو جاتا ہے؟ فاسد ہو جاتا ہے مولانا، باطل ہو جاتا ہے کیونکہ عقد صرف آ رہا تھا اور اس میں عوضین پر قبضہ نہیں۔ تو یہ صورت تھی فساد والی۔ تو جب ایک ہی عقد کے اندر دو جہتیں بن رہی ہوں، ایک جہت اس کی تصحیح کی ہے، ایک اس کے فساد کی ہے، تو کس صورت پر محمول کیا جاتا ہے؟ تصحیح والی صورت پر۔ لہٰذا ہم یہ سمجھیں گے کہ یہ جو پچاس درہم میں نے آپ کو دیے یہ کس کے ہیں؟ چاندی کے ہیں تاکہ عقد صحیح ہو جائے۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور اس تلوار پر میرا قبضہ اسی مجلس میں ضروری ہے۔ کیونکہ میں نے آپ کو پچاس درہم دیے تو آپ نے ایک عوض پر تو قبضہ کر لیا، اب میرے لیے بھی ضروری ہے یا نہیں کہ عوض پر قبضہ کروں؟ جی؟ میرے لیے بھی تو ضروری تھا، اور چاندی تو مثلاً فرض کرو اس دستے کے ساتھ لگی ہوئی ہے الگ سے اتر نہیں سکتی، تو اب اس پر قبضہ تو ضروری ہے تو تلوار سمیت پھر کیا کیا جائے گا اس پر؟ قبضہ، ورنہ عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ بَاعَ سَيْفًا مُحَلًّى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ اور جس نے بیچا ایسی تلوار کو مُحَلًّى جو مزین کی گئی ہے یعنی جس پر زیور لگایا گیا ہے بِمِائَةِ جی۔ مُحَلًّى جس پر زیور لگایا گیا ہو بھئی۔ حِلْيَةٌ، حِلْيَةٌ زیور کو کہتے ہیں، حِلْيَةٌ۔ تو یہ مُحَلًّى جس پر زیور لگایا گیا ہو یعنی سونا یا چاندی۔ وَمَنْ بَاعَ سَيْفًا مُحَلًّى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ اور جس نے بیچا ایسی تلوار کو جس پر زیور لگایا گیا تھا بِمِائَةِ دِرْهَمٍ کتنے کے بدلے میں؟ سو درہم کے بدلے بیچا، وَحِلْيَتُهُ خَمْسُونَ دِرْهَمًا یہ واؤ حالیہ ہے، اس حال میں کہ اس تلوار کا جو زیور ہے خَمْسُونَ دِرْهَمًا بھئی کتنا ہے؟ پچاس درہم ہے یہ زیور یعنی پچاس درہم کے برابر چاندی اس پر لگی ہے، فَدَفَعَ مِنْ ثَمَنِهِ خَمْسِينَ دِرْهَمًا پس اس نے حوالے کر دیے بھئی، خریدار نے حوالے کر دیے اس کے ثمن میں سے خَمْسِينَ دِرْهَمًا کتنے درہم؟ پچاس درہم ادا کر دیے مجلس کے اندر، جَازَ الْبَيْعُ تو بیع کیا ہو جائے گی؟ جائز ہو جائے گی۔

وَكَانَ الْمَقْبُوضُ مِنْ حِصَّةِ الْفِضَّةِ اور وہ جس پر قبضہ کیا گیا ہے وہ کس میں سے ہو گا؟ چاندی کے حصے میں سے شمار کیا جائے گا۔ اگر تلوار کا حصہ

شمار کریں پھر تو عقد ہی کیا ہو جاتا ہے؟ باطل ہو جاتا ہے۔ تو یہ مقبوض جو ہے جس پر قبضہ کیا گیا ہے یہ چاندی کے حصے میں سے ہو گا۔ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ ذَلِكَ اگرچہ اس کو بیان نہ کیا جائے۔ بھئی میں نے پچاس درہم دیتے ہوئے کوئی یہ کہا تھا یہ چاندی کے بدلے رکھو؟ نہیں۔ ہاں خود ہی دو صورتیں بن رہی تھیں: ایک صورت تھی عقد کے صحیح ہونے کی، ایک صورت تھی عقد کے فاسد ہونے کی، تو ہم کس پر محمول کریں گے اس کو؟ عقد کے صحیح ہونے کی صورت پر بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ ذَلِكَ اگرچہ اس کو بیان نہ کیا جائے کہ یہ حصہ کس کا ہے؟ چاندی کا ہے۔

وَكَذَلِكَ اور اسی طرح ہے بیع جائز ہو گی، وَكَذَلِكَ اور اسی طرح ہے یعنی بیع جائز ہو گی إِنْ قَالَ اگر یوں کہا کہنے والے نے خُذْ هَذِهِ الْخَمْسِينَ مِنْ ثَمَنِهِمَا۔ مِنْ ثَمَنِهِمَا ہونا چاہیے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ مِنْ ثَمَنِهِمَا۔ آپ کی کتاب میں کیا ہے؟ ثَمَنِهِمَا ہے؟ ثَمَنِهَا ہے؟ ثَمَنِهِمَا ہونا چاہیے۔ مِنْ ثَمَنِهِمَا، دیگر متون میں ہدایہ وغیرہ میں مِنْ ثَمَنِهِمَا کا لفظ ہے بھئی۔ وَكَذَلِكَ اور اسی طرح بیع جائز ہو گی اگر اس نے کہا خُذْ هَذِهِ الْخَمْسِينَ لے لو یہ پچاس مِنْ ثَمَنِهِمَا ان دونوں کے ثمن میں سے، یعنی اس چاندی اور تلوار۔ بھئی میں نے آپ کو پچاس درہم دیے تھے۔ ایک صورت تو یہ میں خاموش رہا، بس خاموشی سے پچاس درہم دیے اور آپ سے تلوار لے لی اور پچاس درہم میں کل دوں گا۔ تو ایک صورت فساد والی تھی، ایک صورت صحیح ہونے والی تھی، ہم نے کس پر محمول کر لیا؟ صحیح پر، کہ یہ جو پچاس درہم دیے ہیں یہ چاندی کے بدلے دیے ہیں اور تلوار کے جو پچاس درہم ہیں وہ کل۔ یہ وہ صورت تھی جب میں خاموش رہا تھا، میں نے کوئی بات ذکر نہیں کی تھی۔

لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کہتا ہے کہ بھئی یہ جو پچاس درہم ہیں یہ ان دونوں کے پیسے رکھ لو، یہ چاندی کے بھی اور تلوار کے بھی، اور باقی پچاس میں کب دوں گا؟ کل۔ تو اب کہنے والا مشتری کہہ رہا ہے یہ کس کے پیسے ہیں؟ دونوں کے پیسے ہیں یعنی چاندی کے بھی اور تلوار کے بھی۔ لیکن اس سے بھی کوئی حرج نہیں۔ تو یہ نہیں اب آپ سمجھیں گے پچیس تلوار کے شمار کر لو اور پچیس کس کے شمار کر لو؟ چاندی کے، بلکہ یہاں بھی کس صورت پر محمول کیا جائے گا؟ چاندی کے عوض ہے یہ، چاندی کا عوض ہے اور تلوار کا عوض پھر ملے گا بھئی۔ یہ معنی ہے وَكَذَلِكَ إِنْ قَالَ اور اسی طرح ہے یعنی بیع جائز ہے إِنْ قَالَ اگر مشتری نے کہا خُذْ هَذِهِ الْخَمْسِينَ مِنْ ثَمَنِهِمَا کہ یہ پچاس لے لو ان دونوں کے ثمن میں سے۔

فَإِنْ لَمْ يَتَقَابَضَا پس اگر دونوں نے قبضہ نہ کیا حَتَّى افْتَرَقَا یہاں تک کہ دونوں کیا ہو گئے؟ جدا ہو گئے۔ بھئی ہم دونوں کے درمیان یہ عقد ہوا تھا لیکن نہ آپ نے تلوار میرے حوالے کی نہ میں نے درہم آپ کے حوالے کیے، دونوں جدا ہو گئے عقد کر کے، تو کہتے ہیں بَطَلَ الْعَقْدُ فِي الْحِلْيَةِ تو عقد باطل ہو جائے گا فِي الْحِلْيَةِ کس کے اندر؟ زیور کے اندر، اس چاندی کے اندر باطل ہو جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ، تو چاندی میں تو باطل ہو گیا، تلوار میں باطل ہوا یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو اگر یہ ایسی چاندی ہے جو آرام سے تلوار سے اتر آتی ہے، تو پھر صرف چاندی میں عقد باطل ہے، تلوار میں باطل نہیں، کیونکہ چاندی الگ ہو جاتی ہے اس کو الگ کر دو، تلوار میں عقد صحیح ہے۔ اور اگر ایسی چاندی ہے جو اترتی نہیں، اس کے ساتھ ہی پختہ لگی ہوئی ہے، تو پھر اس صورت میں اب چاندی کے ساتھ ساتھ تلوار میں بھی کیا ہو گیا؟ باطل، کیونکہ تلوار اس سے الگ ہو سکتی ہے کہ ہم یہ کہیں چاندی میں صحیح نہیں ہے اور تلوار میں عقد صحیح ہے؟ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ چاندی اگر الگ ہوتی ہے تو کیا حکم لگائیں گے؟ چاندی میں باطل اور تلوار میں صحیح۔ اور اگر جدا نہیں ہوتی تو پھر کیا حکم لگائیں گے؟ دونوں میں باطل ہو گیا۔

وَإِنْ كَانَ يَتَخَلَّصُ بِغَيْرِ ضَرَرٍ جَازَ الْبَيْعُ فِي السَّيْفِ وَبَطَلَ فِي الْحِلْيَةِ اور اگر جدا ہو جاتا ہے بغیر کسی نقصان کے، وہ زیور جدا ہو جاتا ہے بغیر کسی ضرر کے، جَازَ الْبَيْعُ فِي السَّيْفِ تو بیع جائز ہو جائے گی تلوار کے اندر وَبَطَلَ فِي الْحِلْيَةِ اور زیور میں باطل ہو گی مولانا، باطل۔

چلیے بس کرو بھئی بس۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۷۷: متفرقاتِ بیوع و صرف (۱): چاندی کے برتن کی بیع میں بعض ثمن پر قبضہ، سونے چاندی سے مزین تلوار کی بیع اور تقابض کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۷۷—بتاریخ: ۲۲ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ بَاعَ إِنَاءَ فِضَّةٍ ثُمَّ افْتَرَقَا وَقَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهِ بَطَلَ الْعَقْدُ فِيمَا لَمْ يَقْبِضْ وَصَحَّ فِيمَا قَبَضَ وَكَانَ الْإِنَاءُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا وَإِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الْإِنَاءِ كَانَ الْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْبَاقِيَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

کل ہم نے بیع صرف کے بارے میں پڑھنا شروع کیا تھا۔ بیع صرف میں نے بتلایا تھا کس کو کہتے ہیں؟ کہ جب جہاں عوضین دونوں طرف سے جو ہیں وہ کس قبیل سے ہوں؟ ثمن کے قبیل سے ہوں مولانا، ثمن کے قبیل سے۔ جی تو اب اگر جنس کے بدلے جنس آئے تو اس صورت کے اندر برابری ضروری ہے، اور جنس کے بدلے خِلَافُ الْجِنْسِ آئے تو وہاں زیادتی جائز ہے بھئی، زیادتی جائز ہے۔ اور بتلایا تھا کہ اس عقد کے اندر عوضین پر اسی مجلس کے اندر قبضہ ضروری ہے۔ اگر قبضہ دونوں نے نہ کیا عوضین پر یا کسی ایک نے قبضہ نہیں کیا تو پھر عقد صرف باطل ہو جائے گا بھئی۔

اور نیز عام بیع کے اندر تو ثمن کے اندر قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز تھا، لیکن یہاں پر ثمن کے اندر قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز نہیں۔ کیوں نہیں جائز؟ کیا وجہ تھی؟ کیونکہ اسی مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔ اگر آپ تصرف کر کے اس کی جگہ کوئی اور چیز لے لیتے ہیں تو آپ نے ثمن پر تو اسی مجلس میں قبضہ نہیں کیا، کسی اور چیز پہ اس کے عوض پہ قبضہ کر رہے ہیں حالانکہ اسی ثمن پر قبضہ ضروری تھا۔ قبضہ ضروری تھا۔

اس کے بعد ایک اور مسئلہ ذکر ہوا تھا بھئی وہ تلوار جس پر زیور لگا ہو۔ میں نے بتلایا تھا ایسی کوئی بھی بیع جب آپ کریں جس میں ایک طرف سے مثلاً ثمن دے رہے ہوں یا دونوں طرف سے سامان کے ساتھ ساتھ کچھ ثمن بھی ہوں یا ثمن کی جنس میں سے کوئی چیز ہو، تو خود بخود وہاں کون سی بیع آجائے گی؟ بیع صرف بیچ میں آجائے گی، تو بیع صرف کی شرائط کا لحاظ رکھنا ہو گا۔ مثلاً آپ درہم دے کر کیا لینا چاہتے ہیں؟ ایک ایسی تلوار لینا چاہتے ہیں جس پر کیا لگی ہوئی ہے؟ چاندی لگی ہوئی ہے۔ تو اب ادھر سے آپ دے رہے ہیں درہم، یہ جنس ثمن ہے، ادھر سے تلوار لے لیں لیکن تلوار کے ساتھ چاندی بھی ہے، تو چاندی دوسری طرف سے بھی آگئی جنس ثمن میں سے، تو یہ بیچ میں خود بخود کیا آگیا؟ عقد صرف۔ تو اب جنس ثمن کے بدلے جتنا عوض بن رہا ہے کم از کم اتنے پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری ہے بھئی۔ مثلاً وہ تلوار آپ نے سو درہم کی خریدی اور اس پر چاندی کتنے کی لگی ہوئی ہے؟ پچاس درہم کی، تو یوں سمجھیں گے یہ پچاس درہم سو میں سے پچاس درہم کس کا عوض ہیں؟ چاندی کا، لہٰذا اس پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔ اسی مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔

نیز جتنے کی آپ وہ چیز لے رہے ہیں وہ اس ثمن سے زیادہ ہونے چاہئیں جو اس کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ مثلاً تلوار کے ساتھ چاندی کتنے کی جڑی ہوئی ہے؟ پچاس درہم کی، تو اس تلوار کو پچاس درہم سے زائد میں لینا پڑے گا ورنہ رِبًا لازم آئے گا۔ پورے پچاس میں لینا بھی درست نہیں، پھر بھی رِبًا۔ کیسے؟ پچاس درہم تو پچاس درہم کے بدلے ہو گئے اور یہ تلوار ایک طرف سے زائد چیز آ گئی تو یہ کیا بن گیا؟ رِبًا مولانا۔ تو پچاس سے زیادہ ہوں مثلاً اکاون درہم ہو گئے بھئی، اب پچاس درہم تو پچاس درہم کی چاندی کے بدلے میں ہو گئے اور باقی یہ ایک درہم کس کا بدلہ بن گیا؟ تلوار کا، تو اب رِبًا نہیں ہے بھئی۔ رِبًا نہیں ہے۔ تو یہاں پر اب تلوار پر بھی وہ اسی مجلس میں قبضہ کرے اور وہ جو اس کے برابر ثمن کم از کم جو ہیں ان پر بھی اسی مجلس میں قبضہ ضرور کرے۔ مثلاً تلوار اس سے اسی مجلس میں وصول کر لے اور اس کو کم از کم کتنے دے دے؟ پچاس درہم اسی مجلس میں دے دے کیونکہ جتنے میں عقد صرف آ رہی ہے کم از کم اس کے صحیح ہونے کے لیے عوضین پر مجلس ہی کے اندر قبضہ ضروری تھا، قبضہ ضروری تھا۔

پھر اس کے اندر دو صورتیں بنتی تھیں: ایک صورت یہ تھی کہ وہ جو چیز کے ساتھ زیور ہے یا جنس ثمن ہے وہ اس سے علیحدہ آرام سے ہو سکتی ہے یا علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ اگر آرام سے علیحدہ ہو جاتی ہے تو پھر مسئلے کی صورت بدل جائے گی، اگر جدا نہیں ہو سکتی تو پھر مسئلے کی صورت بدل جائے گی۔ کیسے؟ دیکھو بھئی مثلاً بھئی تلوار سے وہ چاندی علیحدہ نہیں ہو سکتی، تو اس صورت کے اندر دونوں میں سے ایک نے یا دونوں نے عوض پر قبضہ نہیں کیا اور جدا ہو گئے، عقد کر لیا لیکن عوض پر قبضہ نہیں کیا۔ جب عوض پر قبضہ نہیں کیا تو جو تلوار کے ساتھ چاندی لگی ہوئی ہے اس کے اندر عقد کون سا ہو رہا تھا؟ عقد صرف، تو وہ کیا ہو گیا؟ باطل۔ جب وہ باطل ہوا تو وہ تو تلوار سے جدا ہو نہیں سکتا لہٰذا تلوار میں بھی بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ تلوار سے جدا ہو سکتا ہے تو پھر اس پر تو قبضہ ضروری ہے لیکن تلوار پر قبضہ اسی مجلس میں ضروری نہیں، تو صرف اس کے اندر عقد باطل ہو گا تلوار کے اندر عقد باطل نہیں ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اب آگے دیکھیے بھئی: وَمَنْ بَاعَ إِنَاءَ فِضَّةٍ ثُمَّ افْتَرَقَا وَقَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهِ بَطَلَ الْعَقْدُ فِيمَا لَمْ يَقْبِضْ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: آپ نے ایک شخص سے چاندی کا برتن خریدا مولانا، چاندی کا پیالہ خریدا۔ تو یہ پیالہ کس چیز کا بنا ہے؟ چاندی کا، اور چاندی کس قبیل سے ہے؟ ثمن کی قبیل سے ہے بھئی، ثمن کی قبیل سے۔ اب یہ ضروری ہے کہ اسی مجلس کے اندر کیا کیا جائے؟ عوضین پر قبضہ کیا جائے، عوضین پر قبضہ کیا جائے۔ لیکن عوضین پر قبضہ نہیں ہوا پوری طرح، یعنی ثمن اس نے صرف نصف وصول کر لیا، نصف ادا کیا اور نصف کا کیا کہا؟ میں بعد میں ادا کروں گا۔ نصف بعد میں ادا کروں گا۔ تو جتنے کی اس نے ادائیگی کی اور دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اتنے میں تو عقد صرف صحیح ہوا اور باقی پیالے کے اندر عقد صرف کیا ہو گیا؟ باطل۔

مثلاً وہ پیالہ تھا سو درہم کا، اس نے سو درہم کا خریدا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس کا وزن بھی اتنا ہے، اتنی اس پر چاندی لگی ہوئی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وزن چونکہ ادھر بھی چاندی ہے ادھر سے بھی آپ درہم دے رہے ہیں، درہم بھی کس چیز کے ہوتے ہیں؟ چاندی کے، تو دیکھو مولانا جنس بھی آ گئی اور قدر بھی ہے بھئی۔ کیا ہے؟ وہ بھی چاندی ہے نا، تو لہٰذا اس صورت میں وزن کے اندر بھی مساوات ضروری ہے بھئی۔ ہاں اگر دینار دے رہے ہیں پھر تو جنس بدل گئی پھر مساوات ضروری نہیں۔ اب وہ پیالہ آپ نے خریدا، عقد کر لیا اور اس مجلس عقد میں اس نے پیالہ آپ کے حوالے کر دیا، لیکن آپ نے پورے سو درہم دینے کے بجائے اس مجلس میں کتنے ادا کیے؟ پچاس درہم، نصف ادا کر دیے۔ تو نصف پیالے میں عقد صرف صحیح ہوا اور نصف میں جیسے ہی آپ نے مجلس ختم کی جدا ہوئے اس نصف کے اندر عقد صرف کیا ہو گیا؟ باطل ہو گیا۔ تو اب کیا کیا جائے بھئی؟ یہ تو نصف میں عقد صرف آپ کہہ رہے ہیں صحیح ہے، نصف کے اندر عقد صرف صحیح نہیں۔ کہتے ہیں بھئی اب وہ پیالہ آپ دونوں کے درمیان مشترک ہو گیا۔ آدھا کس کا ہوا؟ بائع کا، اور آدھا کس کا؟ مشتری کا ہو گیا بھئی، پیالہ دونوں کے اندر مشترک ہو گیا۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ بَاعَ إِنَاءَ فِضَّةٍ ثُمَّ افْتَرَقَا اور جس نے بیچا چاندی کا برتن ثُمَّ افْتَرَقَا پھر دونوں جدا ہو گئے وَقَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهِ اور تحقیق قبضہ کر لیا تھا اس نے بعض ثمن پر، کچھ ثمن پر قبضہ کر لیا تھا، بَطَلَ الْعَقْدُ فِيمَا لَمْ يَقْبِضْ تو باطل ہو جائے گا عقد اس حصے کے اندر جس پر قبضہ نہیں کیا، وَصَحَّ فِيمَا قَبَضَ اور صحیح ہو جائے گا جس کے اندر اس نے قبضہ کیا ہے، وَكَانَ الْإِنَاءُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا اور وہ برتن مشترک ہو جائے گا ان دونوں عقد کرنے والوں کے درمیان۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کہ چاندی کا برتن خریدا اور اسی مجلس میں صرف نصف ثمن ادا کیے تو پھر برتن کیا ہو جائے گا دونوں کے درمیان؟ مشترک ہو جائے گا بھئی۔ تو بس جتنا حصہ ادا کرے گا اتنے کا یہ مالک بن جائے گا اور باقی کا مالک بائع ہی رہے گا۔ اور پیالہ مشترک ہو جائے گا۔

یہ ایک صورت تھی جب شرکت آئی کس کی وجہ سے؟ ثمن پورے ادا نہ کرنے کی وجہ سے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے ایک شخص سے پیالہ خریدا

بھئی، برتن خرید اچاندی کا، اور ثمن پورے ادا کر دیے اسی مجلس میں اور اس نے بھی پیالہ آپ کے حوالے کر دیا، تو سارے پیالے میں عقد کیا ہو گیا؟ صحیح ہو گیا۔ آپ وہ پیالہ لے کر آ گئے۔ بعد میں بھئی ایک تیسرا آدمی تھا، اس نے آپ کے پاس پیالہ دیکھا تو فوراً دعویٰ کر دیا بھئی یہ پیالہ تو میرا اور اس بائع کا مشترکہ تھا، اس اکیلے نے کیسے آپ کو بیچ دیا؟ آدھا اس کا تھا اور آدھا میرا تھا۔ اس نے دعویٰ کیا مولانا، قاضی کے پاس چلا گیا اور اس کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ اب یہ پیالہ معلوم ہوا آدھے کا مالک کون ہے؟ وہ مستحق ہے جو نیا آدمی آیا بھئی۔ آدھے کا مالک وہ بن رہا ہے، آدھے کا مالک کون ہے؟ بھئی خریدنے والا باقی خرید چکا ہے نا، بائع کا تعلق ختم ہو گیا جتنا اس کا حصہ تھا۔ تو اصل میں تو یہ پیالہ بائع مثلاً بائع اور زید کے درمیان مشترک تھا، تو اس نے اکیلے نے یہ کہہ کر آپ کو بیچ دیا کہ یہ سارا پیالہ میرا ہے اور آپ نے بھی خرید لیا۔ بعد میں زید کو پتہ چل گیا اور اس نے دعویٰ کر دیا کہ یہ پیالہ تو میرا ہے، تو کوئی مستحق نکل آیا۔

تو اس صورت میں یاد رکھو یہ حکم نہ لگا دینا کہ یہ پیالہ اب مشتری اور زید کے درمیان مشترک ہے، بلکہ مشتری کو اختیار ہو گا۔ مشتری کو کیا ہو گا؟ اختیار ہو گا۔ چاہے تو پیالہ واپس کر دے اور چاہے تو بائع کا حصہ کتنا تھا؟ مثلاً نصف تھا تو نصف ثمن کے بدلے اس کو لے لے۔ کیا کر لے؟ اور پیالہ اس زید اور مشتری کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔ کیا ہو جائے گا؟ کیا صورت ہوئی؟ دوبارہ بناؤ بھئی صورت۔ میں نے ایک شخص سے پیالہ خریدا، اسی مجلس کے اندر اس نے پیالہ میرے حوالے کیا، میں نے ثمن مثلاً سو درہم اس کے حوالے کر دیے، میں پیالہ لے کر آ گیا۔ چند دن بعد زید نے دعویٰ کر دیا پیالے پر کہ یہ پیالہ تو آدھا میرا ہے۔ چنانچہ آدھا پیالہ اس کا ہے، اب کیا کریں؟ اب زید کے ساتھ میری کیا آ رہی ہے؟ شرکت آ رہی ہے۔ تو یہاں پر مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے تو پیالہ کیا کر دے؟ بھئی بائع کا کتنا حصہ ہے؟ آدھا، آدھا تو کس کا نکل آیا؟ زید کا، تو وہ آدھا واپس کر دے اور اپنے ثمن واپس لے لے سارے۔ اور چاہے تو کیا کرے؟ پورا پیالہ کتنے کا تھا؟ سو درہم کا، تو نصف کے کتنے بن رہے ہیں؟ پچاس درہم، تو پچاس درہم کے بدلے اس نصف کو لے لے۔ پچاس درہم کے بدلے کیا کرے؟ بائع کو کتنے ادا کیے تھے؟ سو۔ اس سے تو پچاس ہم واپس لے لیں گے، تو پچاس کے بدلے کیا کر لے؟ وہ بائع کے نصف کو لے لے۔

اب کیا صورت بن جائے گی؟ واپس کرنا چاہتا ہے تو واپس کر دے گا، پیالہ اسی طرح زید اور بائع کے درمیان کیا تھا؟ مشترک رہے گا، یہ اپنے پیسے واپس لے لے۔ یا کیا کر لے؟ بائع کا کتنا حصہ بن رہا تھا؟ نصف، اس نصف کے پیسے چھوڑ دے اور باقی نصف کے واپس لے لے، تو اس کو اس کے حصے کے بقدر پیسوں سے لے لے۔ تو جب لے لے گا تو اب آدھے پیالے کا مالک کون؟ مشتری، اور آدھے پیالے کا مالک کون؟ زید، تو اب پیالہ مشتری اور زید کے درمیان کیا ہو گیا؟ مشترک ہو گیا۔ تو دونوں صورتوں کا اسے اختیار ہے، چاہے تو واپس کر دے چاہے تو شرکت پر راضی ہو جائے۔

بھئی یہ کیا مسئلہ بتلایا آپ نے؟ پچھلے مسئلے میں آپ بتلا رہے تھے کہ خیار نہیں ہے مشتری کو مولانا۔ جب آدھے پیسے ادا کیے تھے تو اس صورت میں بائع اور مشتری کیا ہو گئے تھے پیالے میں؟ دونوں شریک ہو گئے تھے، اور اس صورت میں بھی استحقاق جب کسی کا نکل آئے، کسی اور کی چیز نکل آئے تو اس میں بھی شرکت آ رہی ہے، تو یہ بھی وہی صورت بن رہی ہے لیکن یہاں آپ مشتری کو اختیار دیتے ہیں چاہے تو چیز کیا کر دے؟ واپس کر دے، اور چاہے تو شرکت پر راضی ہو جائے۔ اور وہاں کہتے تھے نہیں، وہاں شرکت ہی ہے مشتری کو کوئی خیار نہیں۔ وجہ یہ ہے مولانا کہ دونوں مسئلوں میں فرق ہے۔ وہاں پر جو شرکت آئی مشتری کی، وہاں خود سبب بنا تھا، اس کو چاہیے تھا اسی مجلس کے اندر پورے پیسے ادا کرتا، تو غلطی کس کی تھی؟ مشتری کی تھی۔ اس نے خود آدھے پیسے ادا کیے اور آدھے پیسے ادا نہیں کیے، تو وہاں شرکت جو آئی وہ مشتری کے فعل کی وجہ سے آئی مولانا، تو یوں سمجھا جائے گا جیسے وہاں مشتری شرکت پر راضی تھا۔ کیا تھا؟ بھئی اس کی اپنی غلطی ہے یہ آدھے پیسے دے رہا ہے، معلوم ہوا کہ یہ شرکت پر راضی ہے، یوں سمجھا جائے گا کہ یہ شرکت پر راضی ہے لہٰذا اس صورت میں اسے کوئی اختیار نہیں تھا، بس آدھے پیسے دیے تھے تو آدھا پیالہ اس کا ہو گیا اور آدھا کس کا رہا؟ بائع کا رہا، تو شرکت آ گئی کوئی خیار نہیں کیونکہ یہ خود گویا کہ شرکت پر راضی ہے۔

اور اس صورت کے اندر تو اس نے پورا پیالہ لیا ہے اور یہاں پر شرکت اس کے فعل کی وجہ سے نہیں آئی بھئی۔ اس کے فعل کی وجہ سے نہیں آئی۔ اور شرکت چیزوں کے اندر عیب شمار ہوتی ہے، کیا شمار ہوتی ہے؟ دیکھو آپ کی اپنی چیز ہے آپ اس کو آزادی سے استعمال کر سکتے ہیں، لیکن کوئی دوسرا شریک ہو تو اتنی آزادی کے ساتھ استعمال نہیں کر سکتے۔ مثلاً ایک گاڑی ہے آپ کے اور زید کے درمیان مشترکہ ہے۔ بھئی اگر آپ کی اپنی گاڑی ہے پھر تو آپ جیسے چاہیں اس کو استعمال کریں، جس وقت چاہیں اس کو چلائیں، لیکن ایک گاڑی آپ کے اور زید کے درمیان مشترکہ ہے تو اب آپ اس طرح استعمال نہیں کر سکتے۔ اب ایک دن آپ کریں گے تو ایک دن وہ استعمال کرے گا، یا ایک ہفتہ آپ استعمال کریں گے تو ایک ہفتہ وہ زید استعمال کرے گا۔ تو دیکھا اب اس طرح آزادی سے چیز استعمال ہو سکتی ہے؟ اب نہیں ہو سکتی۔ تو معلوم ہوا چیزوں کے اندر شرکت عیب ہے، کیا ہے؟ شرکت عیب ہے۔ اور پہلے مسئلے کے اندر جب بائع کو اس نے آدھے پیسے ادا کیے تھے تو شرکت کا عیب آیا تھا لیکن وہ کس کی طرف سے آیا تھا؟ مشتری کی طرف سے، تو گویا کہ مشتری وہاں شرکت پر راضی تھا، یوں سمجھا

جائے گا۔ اور یہاں پر جو شرکت آئی یہاں پر مشتری کے کسی فعل کی وجہ سے نہیں آئی، تو یہاں اب مشتری کو خیار دے دیں گے مولانا۔ چاہے تو کیا کر دے؟ چیز واپس کر دے، پورے پیسے واپس لے لے، اور چاہے تو جتنا نصف یعنی بائع کا حصہ بنتا ہے وہ پیسے بائع کے پاس رہنے دے اور باقی اس سے وصول کر کے اس نصف کا یہ مالک مشتری مالک بن جائے گا اور نصف کا مالک کون بن جائے گا؟ وہ مستحق جو ہے زید بن جائے گا اور پیالے میں شریک ہو جائیں گے۔ فرق سمجھ میں آیا دونوں مسئلوں میں؟

تو کہتے ہیں وَإِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الْإِنَاءِ اور اگر استحقاق نکل آیا کچھ پیالے کا یعنی کوئی اور مالک نکل آیا تو كَانَ الْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ تو مشتری کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْبَاقِيَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ چاہے تو باقی کو لے لے، بھئی کچھ کا تو کوئی ایک مستحق نکل آیا، جو باقی بچا ہے اس کو لے لے بائع سے بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ اسی کے حصے کے بقدر ثمن میں سے، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ اور چاہے تو رد کر دے، واپس کر دے، لوٹا دے۔

وَمَنْ بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ۔ یہ ایک اور صورت ہے بھئی۔ ایک شخص نے دوسرے سے سونے یا چاندی کی ڈلی خریدی بھئی۔ سونے یا چاندی کی ڈلی خریدی بھئی۔ اب مثلاً کچھ حصے کا کوئی اور مستحق نکل آیا اور اس نے کیا دعویٰ کر دیا؟ کہ یہ آدھی ڈلی تو میری ہے، مستحق نکل آیا۔ تو اب کیا کریں گے بھئی؟ وہی پیالے والی صورت بن رہی ہے، جیسے پیالے کے اندر کوئی مستحق نکل آیا تھا تو کیا حکم آیا تھا؟ مشتری کو خیار تھا چاہے تو واپس کرے اور چاہے اس نصف کے بقدر پیسے دے کر اسے لے لے بھئی۔ اور یہاں پر؟ یہاں پر اسے خیار ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں یہاں نہیں خیار ہو گا۔ چاندی کی ڈلی میں اگر کوئی مستحق یا سونے کی ڈلی میں کوئی مستحق نکل آیا تو یہاں خیار نہیں ہے، بلکہ یہ ڈلی ان دونوں کے درمیان مشترک ہو جائے گی، یعنی مشتری اور مستحق کے درمیان یہ ڈلی کیا ہو جائے گی؟ مشترک ہو جائے گی بھئی، دونوں شریک ہیں بھئی۔ آدھی مشتری کی ہو گئی تو آدھی کس کی ہے؟ مستحق کی آدھی ہے۔ تو آدھی جب مستحق کی ہے تو اس کے پیسے واپس لے لے گا بائع سے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

بھئی یہ کیا وجہ ہے پیالے کے مسئلے کے اندر کوئی مستحق نکلا تھا تو وہاں خیار دیا تھا اور یہاں پر خیار نہیں؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ پیالے کے اندر شرکت عیب تھی۔ پیالے کے اندر شرکت عیب تھی، وہ ایک استعمال کی چیز تھی۔ وہاں دیکھو توڑا جائے تو پیالہ ضائع ہو گا یا نہیں ہو گا ضائع؟ وہاں تو پیالہ ضائع ہوتا تھا تو وہاں شرکت عیب تھی، لیکن یہاں کوئی شرکت کوئی عیب نہیں ہے اس لیے کہ ڈلی کو توڑا جائے الگ الگ دونوں کا حصہ کر دیا جائے تو کوئی نقصان اور کوئی خرابی لازم نہیں آتی بھئی۔ تو دونوں اپنا حصہ الگ کر لیں اس میں سے۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ۔ نُقْرَةٌ کہتے ہیں سونے یا چاندی کی ڈلی، سونے یا چاندی کا ٹکڑا بھئی۔ وَمَنْ بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ اور جس نے بیچا سونے یا چاندی کے ٹکڑے کو فَاسْتُحِقَّ بَعْضُهَا تو اس کے بعض کا کوئی مستحق نکل آیا، أَخَذَ مَا بَقِيَ بِحِصَّتِهِ تو لے لے گا مشتری بھئی مَا بَقِيَ باقی کو بِحِصَّتِهِ اس کے حصے کے بقدر ثمن کے بدلے لے لے گا، وَلَا خِيَارَ لَهُ اور اسے کوئی خیار نہیں ہو گا۔ فرق سمجھ میں آیا بھئی مسئلوں میں؟ وہاں پر اگر پیالے کے حصے کرتے تھے ٹکڑے کرتے تھے تو نقصان ہوتا تھا، یہاں اگر اس ڈلی کے کیا کریں؟ ٹکڑے کریں تو کوئی نقصان نہیں، خرابی نہیں آتی بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَدِينَارًا۔ جی صورت مسئلہ یہ ہے بھئی اب آپ بتائیے بھئی: میں نے زید کو دو درہم دیے اور ایک دینار دیا۔ دو درہم اور ایک دینار۔ اور اس سے بدلے میں دو دینار اور ایک درہم لے لیا۔ میں نے کیا دیے تھے؟ دو درہم اور ایک دینار، اور اس سے بدلے میں کیا لیا؟ دو دینار اور ایک درہم۔ آپ کیا حکم لگائیں گے مولانا؟ جی؟ شاباش یہ صورت جائز ہو جائے گی، اس لیے کہ ہم جنس کو کس کی طرف پھیر دیں گے؟ خِلَافُ الْجِنْسِ کی طرف بھئی۔

بھئی یہاں پر دو صورتیں بنتی ہیں: ایک صورت میں عقد فاسد ہوتا ہے، ایک صورت میں عقد صحیح ہوتا ہے۔ تو جب بھی کسی عقد کے اندر دو صورتیں بن رہی ہوں، ایک صورت ہو فساد والی ایک صورت ہو صحت والی، تو فقہاء کرام اس کو کس صورت پر محمول کرتے ہیں؟ صحیح ہونے کی صورت پر کہ تاکہ عقد کو خرابی سے بچایا جا سکے۔ تو لہذا میں نے کیا کیا ہے؟ دو درہم دیے ہیں اور ایک دینار، اور آپ سے میں نے لیے ہیں دو دینار اور ایک درہم۔ تو اب اگر جنس کو جنس کے مقابلے میں رکھیں تو میں تو دے رہا ہوں دو درہم اور آپ سے لے رہا ہوں ایک درہم تو یہ رِبًا، اور میں دے رہا ہوں ایک دینار اور آپ سے لے رہا ہوں دو دینار تو اس میں بھی کیا آیا؟ رِبًا، تو یہ پھر فساد والی صورت ہے۔ دوسری صورت یہ ہے اس عقد کو صحیح کرنے کے لیے کہ جنس کو خِلَافُ الْجِنْسِ کی طرف پھیر دیں۔ یوں سمجھا جائے گا یہ جو میں دو درہم دے رہا ہوں یہ کس کے بدلے ہیں؟ آپ سے جو دو دینار لے رہا ہوں اس کے بدلے ہیں، اور میں جو ایک دینار دے رہا ہوں وہ اس ایک درہم کے بدلے ہے جو آپ سے لے رہا ہوں۔ تو جنس کو کس کی طرف پھیر دیا؟ خِلَافُ الْجِنْسِ کی طرف۔ اب دیکھو دینار کا وزن ہوتا ہے زیادہ، ساڑھے چار ماشے کا بھئی۔ ساڑھے چار ماشے۔ اور درہم کا وزن ہوتا ہے تھوڑا۔ درہم کا وزن کتنا ہے؟ تین ماشے ایک رتی اور خمس رتی بھئی درہم

کا وزن ہے۔ تو اب وزن میں فرق ہے لیکن جب جنس ایک نہ رہی تو آپ نے پڑھا ہے کہ تفاضل جائز، زیادتی جائز ہے۔ کوئی بات نہیں جب جنس کو خِلَافُ الْجِنْسِ کی طرف پھیر دیا تو اب زیادتی جائز ہو گئی مولانا۔ لیکن یہ ضرور یاد رکھنا کہ عوضین پر اسی مجلس کے اندر قبضہ ضروری ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَمَنْ بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَدِينَارًا بِدِينَارَيْنِ وَدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ اور جس نے بیچا دو درہم اور ایک دینار کو کس کے بدلے؟ بِدِينَارَيْنِ وَدِرْهَمٍ دو دیناروں اور ایک درہم کے بدلے جَازَ الْبَيْعُ تو بیع جائز ہے، وَجُعِلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْجِنْسَيْنِ بَدَلًا مِنَ الْجِنْسِ الْآخَرِ اور بنایا جائے گا ہر ایک کو دونوں جنسوں میں سے، دونوں جنسوں میں سے ہر ایک کو بنایا جائے گا بَدَلًا مِنَ الْجِنْسِ الْآخَرِ کیا بنایا جائے گا؟ دوسری جنس سے بدل بھئی۔ کیا بنایا جائے گا؟ تو ہر ایک جنس کو دوسری جنس سے بدل بنایا جائے گا۔

وَمَنْ بَاعَ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے آپ کو گیارہ درہم دیے اور بدلے میں آپ سے دس درہم اور ایک دینار لے لیا۔ کیا دیے میں نے؟ گیارہ درہم، اور آپ سے کیا لیا؟ دس درہم اور ایک دینار۔ اب آپ بتائیے یہ عقد جائز ہے یا جائز نہیں؟ جی؟ یہ عقد جائز ہے۔ یہ عقد کیا ہے؟ جائز ہے۔ دیکھو میں کتنے دراہم دے رہا ہوں؟ گیارہ، اور آپ سے کیا لے رہا ہوں؟ دس درہم اور ایک دینار۔ تو گیارہ میں سے دس درہم دس درہم کے بدلے ہم بنالیں گے اور ایک درہم کو کس کے بدلے بنالیں گے؟ دینار کے بدلے بنالیں گے۔ تو جہاں جنس کے بدلے جنس آئی وہاں برابری آ گئی، اور جہاں جنس کے بدلے خِلَافُ الْجِنْسِ ہے وہاں تو زیادتی جائز ہے۔ تو درہم کا وزن تھوڑا ہے دینار کا وزن زیادہ ہے لیکن اس تفاضل سے کوئی حرج نہیں کیونکہ جنس ایک نہیں ہے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

وَمَنْ بَاعَ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَدِينَارٍ جَازَ الْبَيْعُ اور جس نے بیچا گیارہ درہم کو بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَدِينَارٍ دس درہم اور ایک دینار کے بدلے میں جَازَ الْبَيْعُ تو بیع جائز ہے، وَكَانَتِ الْعَشَرَةُ بِمِثْلِهَا اور دس درہم جو ہیں وہ بِمِثْلِهَا کس کے بدلے ہو جائیں گے؟ اسی کے مثل کے بدلے یعنی دس درہم کے بدلے، وَالدِّينَارُ بِدِرْهَمٍ اور دینار کس کے بدلے ہو جائے گا؟ درہم کے بدلے ہو جائے گا۔

وَيَجُوزُ بَيْعُ دِرْهَمَيْنِ صَحِيحَيْنِ وَدِرْهَمٍ غَلَّةٍ بِدِرْهَمٍ صَحِيحٍ وَدِرْهَمَيْنِ غَلَّةٍ۔ اچھا بھئی تو یہ اب نیا مسئلہ آیا مولانا درہم غلہ کا، درہم غلہ۔ یاد رکھیے درہم غلہ ٹوٹے ہوئے درہم کو کہتے ہیں بھئی۔ کس کو کہتے ہیں؟ ٹوٹے ہوئے درہم کو کہتے ہیں، یعنی عیب دار قسم کے یہ کچھ دراہم ہوتے تھے جو تاجروں کے ہاں تو چل جاتے تھے، تاجر آپس میں کوئی اس کا لین دین کر لیتے تھے بھئی، لیکن بیت المال ان کو نہیں لیا کرتا تھا بھئی۔ بیت المال صرف اعلیٰ قسم کے درہم لیتا تھا اور ان میں تو کیا آ جاتا تھا؟ عیب آ جاتا تھا، ٹوٹ گئے ہیں بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ دراہم غلہ کن کو کہتے ہیں؟ ٹوٹے ہوئے یعنی عیب دار درہم ہوتے تھے یہ بھئی۔ تاجر ان کو لے لیتے تھے، اس کے ذریعے بیع و شراء کر لیا کرتے تھے، لیکن بیت المال ان کو نہیں لیتا تھا۔ بیت المال صرف کس قسم کے درہم لیتا تھا؟ اعلیٰ اور عمدہ درہم لیتا تھا، تو یہ تو عیب دار درہم تھے بھئی۔

اب صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: میرے پاس دو صحیح درہم ہیں اور ایک درہم غلہ ہے۔ وہ میں نے آپ کو دیے دو صحیح درہم اور ایک درہم غلہ، اور آپ سے بدلے میں دو درہم غلہ اور ایک درہم صحیح لیا۔ بھئی میں نے کیا دیے تھے؟ دو صحیح درہم تھے اور ایک کیا تھا؟ غلہ۔ اور آپ سے جو لے رہا ہوں دو غلہ ہیں اور ایک صحیح ہے۔ تو اب عقد صحیح ہو گا کیونکہ دے رہا ہوں میں تین درہم اور لے بھی کتنے رہا ہوں؟ تین درہم، تو اب برابری آ گئی لہٰذا عقد صحیح ہوا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ بَيْعُ دِرْهَمَيْنِ صَحِيحَيْنِ وَدِرْهَمٍ غَلَّةٍ اور صحیح ہے بیع دو صحیح درہموں کی اور ایک درہم غلہ کی بِدِرْهَمٍ صَحِيحٍ وَدِرْهَمَيْنِ غَلَّةٍ ایک صحیح اور دو غلہ درہموں کے بدلے۔

وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّرَاهِمِ الْفِضَّةَ فَهِيَ فِي حُكْمِ الْفِضَّةِ وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّنَانِيرِ۔ اچھا بھئی صورت مسئلہ یہ ہے: یاد رکھیے یہ جب سونے اور چاندی سے کوئی چیز بنائی جاتی ہے تو اس میں تھوڑا بہت کھوٹ ملایا جاتا ہے بھئی، ورنہ سونا اور چاندی نرم ہے تو یہ عموماً اپنی صورت پر پھر ٹھہرتے نہیں، ذرا دباؤ آیا تو ٹیڑھے ہو گئے۔ تو لہٰذا جب ان سے درہم اور دینار بناتے ہیں تو اس میں بھی کیا کرتے ہیں؟ کچھ نہ کچھ اس میں کھوٹ ضرور ملاتے ہیں، پیتل وغیرہ کچھ تھوڑا سا ملا دیتے ہیں تاکہ مضبوط رہے، سخت رہے بھئی۔ اب بھئی یاد رکھو یہ پہلے تو عام درہموں کی بات آ رہی تھی جس کے اندر کھوٹ بہت معمولی ہوتا ہے، لیکن اب وہ درہم جن کے اندر کھوٹ زیادہ ہے ان کا کیا حکم ہے؟ ایک درہم ہے اس میں بہت کھوٹ ملایا ہوا ہے، بہت زیادہ۔

ڈالا ہے بھئی۔ کہتے ہیں ضابطہ یاد رکھیں۔ درہم کے اندر اگر چاندی غالب ہے، کھوٹ تھوڑا ہے اور چاندی زیادہ ہے، تو یہ سارا چاندی کے حکم میں شمار ہو گا۔

اور اگر کھوٹ زیادہ ہے اور چاندی تھوڑی ہے تو پھر یہ سامان کے حکم میں ہو گا۔ کس کے حکم میں ہو گا؟ سامان۔ عام سامان نہیں، وہ سامان جس کے ساتھ چاندی ہو، جیسے وہ تلوار جس کے ساتھ کیا تھی؟ چاندی تھی، تو وہ احکام لاگو ہوں گے۔ اور اگر کھوٹ تھوڑا ہے چاندی زیادہ ہے تو پھر اس کھوٹ کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ سارے کو ہی کیا سمجھا جائے گا؟ چاندی سمجھی جائے گی ساری۔

سمجھ میں آیا؟ مثلاً پچھتر فیصد چاندی ہے اور پچیس فیصد کھوٹ ہے، آپ کیا حکم لگائیں گے؟ یہ ساری ہی کیا ہے گویا؟ چاندی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ساری چاندی شمار ہو گی۔ لہٰذا جب یہ ساری چاندی شمار ہو رہی ہے تو اب آپ اس کی بیع کرنا چاہتے ہیں عام اعلیٰ درہم کے ساتھ بھئی، تو اب اسی طرح مساوات ضروری ہے۔ آپ یہ والے دس درہم دیں تو وہ اعلیٰ والے کتنے لیں گے بدلے میں؟ دس ہی لیں گے۔ اگر کمی بیشی کی تو پھر کیا لازم آئے گا؟ رِبًا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ کیونکہ اس کے اندر کھوٹ زیادہ ہے لیکن چونکہ چاندی غالب ہے اس لیے سارے کا کیا حکم آ گیا؟ چاندی والا حکم آیا۔ تو اب آپ ایک کو دس درہم دے رہے ہیں یہ والے اور اس سے اعلیٰ والے دس درہم لے رہے ہیں تو بھی کیا شمار کریں گے؟ دونوں طرف کیا ہیں؟ چاندی کے درہم ہیں، اور جب چاندی کے درہم دونوں طرف ہیں تو اس صورت میں کیا ضروری ہے؟ مساوات ضروری ہے، برابری ضروری ہے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی جی؟

تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّرَاهِمِ الْفِضَّةَ اور اگر غالب دراہم پر چاندی تھی یعنی چاندی زیادہ تھی فَهِيَ فِي حُكْمِ الْفِضَّةِ تو یہ کس کے حکم میں ہیں؟ چاندی کے حکم میں ہیں، وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّنَانِيرِ الذَّهَبَ اور اگر دیناروں پر غالب جو ہے وہ سونا تھا فَهِيَ فِي حُكْمِ الذَّهَبِ تو یہ کس کے حکم میں ہیں؟ یہ سارے کے سارے سونے کے حکم میں ہیں، فَيُعْتَبَرُ فِيهِمَا مِنْ تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْجِيَادِ تو ملحوظ رکھا جائے گا ان کے اندر مِنْ تَحْرِيمِ، تحریم حَرَّمَ يُحَرِّمُ تَحْرِيمٌ کا معنی ہوتا ہے حرام قرار دینا۔ تحریم کا کیا معنی ہے؟ حرام قرار دینا۔ تو ملحوظ رکھا جائے گا ان کے اندر زیادتی کو حرام قرار دینے کے سلسلے میں مَا وہ يُعْتَبَرُ فِي الْجِيَادِ جس کا لحاظ رکھا جاتا تھا کس کے اندر بھئی؟ فِي الْجِيَادِ کھروں کے اندر بھئی۔ کھروں کے اندر بھئی جیسے زیادتی کو حرام قرار دینے کا لحاظ رکھتے تھے یہاں بھی کیا کیا جائے گا؟ زیادتی کو حرام قرار دینے کا لحاظ رکھا جائے گا۔

بھئی عام درہم تھے عام دینار تھے، اس کی دینار کی بیع دینار کے بدلے کرتے تھے کھرے جو ہوتے تھے تو آپ کیا حکم لگاتے تھے؟ برابری ضروری ہے، زیادتی حرام ہے، زیادتی کو حرام قرار دیا جاتا ہے وہاں پر۔ یا مولانا دینار دے کر آپ سونا خریدتے ہیں تو وہاں بھی کیا حکم لگاتے تھے کہ وزن کے اندر برابری ضروری ہے، زیادتی کیا ہے؟ حرام، کیونکہ دونوں طرف ایک جنس ہے۔ آپ دینار دے رہے ہیں تو بدلے میں بھی دینار لے رہے ہیں یا دینار دے رہے ہیں تو بدلے میں کیا لے رہے ہیں؟ سونا لے رہے ہیں، دونوں طرف کیا ہوئی؟ ایک جنس۔ جب ایک جنس ہو تو کیا ضروری؟ برابری ضروری۔ یا دینار کی صورت بناؤ مولانا، عمدہ دینار دے رہے ہیں تو جب دس دینار دیے تو بدلے میں کتنے دینار لینا ضروری؟ دس ہی لینا ضروری۔ اور اگر درہم کے بدلے درہم دیتے ہیں کھرے والے تو دس درہم دیں تو بدلے میں کتنے درہم لینا ضروری؟ دس درہم ہی لینا ضروری، تو وہاں بھی تفاضل حرام تھا۔ اور اگر عمدہ درہم دے کر چاندی لینا چاہتے تھے تو وہاں بھی وزن کے اندر برابری ضروری تھی اور زیادتی آتی تو آپ اسے کیا قرار دیتے تھے؟ رِبًا قرار دیتے تھے۔

تو یہ جو دراہم ہیں اور یہ والے جو دینار ہیں جن کے اندر کافی کھوٹ ملایا گیا ہے لیکن سونا یا چاندی غالب ہیں تو ان کا بھی وہی حکم ہے۔ یہ والے اگر دس دینار دیں گے تو بدلے میں کتنے دینار لینا ضروری؟ دس دینار ہی لینا ضروری۔ آپ یہ نہ کہیں ان دیناروں میں کھوٹ زیادہ ہے، میرے دیناروں میں کھوٹ تھوڑا ہے لہٰذا تم زیادہ دینار دو گے اور میں تھوڑے دوں گا، نہیں بھئی۔ اس میں کھوٹ چاہے زیادہ ہے لیکن چونکہ غالب سونا ہے تو لہٰذا یہ سارا کس کے حکم میں؟ سونے کے۔ اور درہم کے اندر کھوٹ اگرچہ زیادہ ہے لیکن غالب کیا چیز ہے؟ چاندی غالب ہے، تو یہ سارا کس کے حکم میں ہے؟ چاندی کے حکم میں ہے۔ تو لہٰذا زیادتی کو حرام قرار دینے کے سلسلے میں اسی طرح اس کا لحاظ کیا جائے گا جیسا کس کے اندر لحاظ کرتے تھے؟ کھروں کے اندر، کس کے اندر؟ کھروں کے اندر بھئی، جو عمدہ تھے ان کے اندر بھئی۔ فَيُعْتَبَرُ فِيهِمَا مِنْ تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ پس اعتبار کیا جائے گا ان دونوں میں تفاضل کو حرام قرار دینے کے اندر مَا وہ جس کا يُعْتَبَرُ فِي الْجِيَادِ جس کا اعتبار کیا جاتا تھا فِي الْجِيَادِ عمدہ کے اندر، کھروں کے اندر۔

وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِمَا الْغِشَّ فَلَيْسَا فِي حُكْمِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ۔ یہ دوسری صورت بن گئی بھئی۔ پہلی صورت تھی کہ چاندی اور سونا غالب تھے اور کھوٹ تھوڑا تھا۔ اب دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹ غالب ہے اور سونا اور چاندی درہم اور دینار میں تھوڑے ہیں، کم ہیں۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو پھر بھئی؟ تو کہتے ہیں اب یہ درہم اور دنانیر کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ یہ سامان کے حکم میں ہیں۔ کس کے حکم میں ہیں؟ سامان۔ لیکن میں نے بتلایا عام سامان کے حکم میں نہیں ہیں، کس سامان کے حکم میں ہیں؟ اس سامان کے حکم میں ہیں جس کے ساتھ کیا ہو؟ جنس ثمن بھی ہو، جس کے ساتھ جنس ثمن، جیسے وہ

تلوار تھی جس کے ساتھ کیا لگا ہوا تھا؟ جس کے ساتھ چاندی لگی ہوئی تھی۔ وہاں کیا حکم لگایا تھا ہم نے؟ کہ جتنے میں عقد صرف ہو رہا ہے اتنے کے اندر عوضین پر مجلس کے اندر قبضہ ضروری ہے۔ تو یہاں بھی اسی طرح ہو گا مولانا، مجلس کے اندر قبضہ ضروری ہو گا۔

بھئی جب تلوار سے چاندی علیحدہ ہو سکتی تھی تو پھر تو چاندی پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری تھا، اور اگر علیحدہ نہیں ہو سکتی تو پھر پوری تلوار پر ہی وہیں پر قبضہ ضروری، ثمن پر بھی وہ قبضہ دوسرا کرے اور یہ تلوار پر قبضہ کرے۔ اور یہاں پر درہم اور دینار ہیں لیکن اس میں مثلاً کھوٹ زیادہ ہے، پچھتر فیصد کھوٹ ہے اور پچیس فیصد سونا یا چاندی ہیں، تو یہ ایسا سامان ہوا جس کے ساتھ کیا ہے؟ چاندی ہے یا جس کے ساتھ سونا ہے۔ تو لہٰذا اب یہ سونا اور چاندی اس سامان سے الگ ہو سکتے ہیں؟ یہ تو اس سے الگ نہیں ہو سکتے، لہٰذا تو اب سارے پر اسی مجلس کے اندر قبضہ ضروری ہے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِمَا الْغِشَّ اور اگر غالب جو تھا ان دونوں پر کھوٹ تھا، غِشّ کھوٹ کو کہتے ہیں بھئی، ان پر کھوٹ غالب تھا فَلَيْسَا فِي حُكْمِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ تو یہ دونوں دراہم اور دنانیر کے حکم میں نہیں ہیں، فَهُمَا فِي حُكْمِ الْعُرُوضِ تو پھر یہ سامان کے حکم میں ہیں۔ عُرُوضٌ عَرْضٌ کی جمع ہے، درہم اور دینار کے علاوہ باقی چیزیں اس میں داخل ہو گئیں بھئی، سامان، سامان۔ تو جب ان یعنی اس درہم اور دینار پر کھوٹ غالب ہو تو یہ دراہم اور دنانیر کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ یہ درہم اور یہ دینار جن پر کھوٹ غالب ہے فِي حُكْمِ الْعُرُوضِ کس کے حکم میں ہیں؟ سامان، اور میں نے بتلایا عام سامان کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ کس سامان کے حکم میں ہیں؟ جس کے ساتھ سونا یا چاندی ہے۔

فَإِذَا بِيعَتْ بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلًا جَازَ الْبَيْعُ پس جب بیچا جائے ان کو انہی کی جنس کے بدلے مُتَفَاضِلًا زیادتی کے ساتھ جَازَ الْبَيْعُ تو بیع جائز ہو جائے گی۔ دیکھو صورت مسئلہ یہ ہے: درہم ہیں اس کے اندر کھوٹ زیادہ ہے، مثلاً پچھتر فیصد کھوٹ ہے اور پچیس فیصد صرف چاندی ہے۔ تو یہ دراہم مغشوشہ، یہ دراہم مغشوشہ میں نے آپ کو دس دیے اور آپ سے بدلے میں بیس دراہم مغشوشہ لے لیے، کھوٹ والے دراہم لے لیے۔ آپ کیا حکم لگائیں گے، بیع جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ جی؟ بیع جائز ہو جائے گی۔ دس دراہم مغشوشہ دے کر کتنے دراہم مغشوشہ لے رہا ہوں؟ بیس لے رہا ہوں، تو یہ بیع جائز ہے۔

آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا بھئی یہ کیسے جائز ہے؟ ایک طرف تو کیا ہے؟ ایک طرف دس ہیں دوسری طرف بیس ہیں بھئی۔ جواب یہ مولانا کہ اس کے اندر کھوٹ غالب ہے تو یہ کس کے حکم میں ہو گیا؟ سامان کے حکم میں۔ تو یوں سمجھیں گے میں جو دس درہم دے رہا ہوں یہ کیا دے رہا ہوں؟ کھوٹ ہے مثلاً پیتل، پیتل اور چاندی دو چیزیں دے رہا ہوں، اور اس سے بھی دراہم مغشوشہ لے رہا ہوں تو گویا کیا لے رہا ہوں؟ پیتل اور چاندی۔ اور دو جنسیں دے کر جب دو جنسیں لی جائیں تو وہاں ایک صورت ہے بیع کے فساد کی، ایک صورت ہے بیع کے صحیح ہونے کی۔ بیع کے فساد کی کیا صورت ہے؟ کہ جنس کے بدلے جنس کو رکھو، تو ادھر دس دراہم کا پیتل ادھر بیس دراہم کا پیتل تو دیکھو زیادتی آ گئی تو یہ تفاضل جائز نہیں، اور ایک طرف دس دراہم کی چاندی دوسری طرف بیس دراہم کی چاندی تو تفاضل آیا تو رِبًا آیا، یہ جائز نہیں۔ لیکن دوسری صورت صحیح ہونے کی بھی ہے، کیا کریں ہم؟ جنس کو کس کی طرف پھیر دیں؟ جنس کو خِلَافُ الْجِنْسِ کی طرف پھیر دیں۔ تو ہم یوں سمجھیں گے یہ جو پیتل ہے یہ کس کے بدلے؟ چاندی کے بدلے ہے، اور یہ والی جو چاندی ہے کس کے بدلے ہے؟ پیتل کے بدلے ہے۔ تو جنس بدل گئی، جب جنس بدل گئی تو تفاضل جائز ہوا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ اسی لیے کہا فَإِذَا بِيعَتْ بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلًا جَازَ الْبَيْعُ جب ان کو بیچا جائے انہی کی جنس کے بدلے میں زیادتی کے ساتھ تو بیع جائز ہو جائے گی۔

وَإِنِ اشْتَرَى بِهَا سِلْعَةً۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نے دراہم مغشوشہ کے بدلے سامان خریدا۔ کیا خریدا؟ سامان خریدا، وہ کھوٹ والے دراہم کے بدلے سامان۔ اب اس نے ادائیگی نہیں کی تھی کہ ان کا رواج ختم ہو گیا، چلنا بند ہو گئے۔ چیز خرید لی، عام بیع ہوئی ہے مولانا، اس نے کیا ادا کرنے ہیں؟ دس دراہم مغشوشہ ادا کرنے ہیں اور اس سے کوئی چیز سامان خرید لیا ہے وہ لینا ہے اس سے۔ اب اس نے کہا بھئی میں ایک مہینے بعد ادا کروں گا بھئی، بائع راضی ہے اس بات پر۔ لیکن ابھی مہینہ گزرا نہیں تھا کہ یہ جو دراہم تھے ان کا رواج ختم ہو گیا، لوگوں نے اس پر بیع و شراء کرنا چھوڑ دیا۔ اب کیا کریں مولانا، اب تو یہ چلتے ہی نہیں۔

تو کہتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس صورت کے اندر بیع فاسد ہو جائے گی۔ بیع باطل ہوئی یعنی کیا ہو جائے گی بیع؟ فاسد ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اس نے ایک چیز خریدی ہے اور بدلے میں اس نے دس دراہم مغشوشہ دینے ہیں، اور یہ دراہم مغشوشہ تو دراصل دراہم نہیں ہیں، یہ تو تاجروں نے اس کو کیا بنایا ہوا ہے؟ دراہم۔ کیا بنایا ہے؟ دراہم بنایا ہے یعنی خود چلاتے ہیں اس کو آپس میں، ورنہ اصل میں تو یہ دراہم ہیں ہی نہیں، یہ تو سامان ہے جس کے ساتھ چاندی ملی ہوئی ہے۔ تو تاجروں نے اس کو ثمن بنایا ہوا ہے، اصل میں یہ ثمن نہیں ہے۔ اب جب ان کی ثمنیت ختم ہو گئی، یہ چل ہی نہیں رہے، تاجروں نے لین

دین ہی اس سے ختم کر دیا، تو اب مبیعہ بغیر ثمن کے رہ گیا۔ گویا بیع ہوئی اور ثمن ذکر ہی نہیں، ثمن کے بغیر ہی بیع کر لی، اور ثمن کے ذکر کے بغیر بیع ہو تو بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ فاسد ہو جاتی ہے، لہذا یہ بیع بھی کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔

صاحبین فرماتے ہیں نہیں، اب ان کی قیمت دینا پڑے گی بھئی۔ کیا کرنا پڑے گی؟ قیمت دینا۔ وہ کہتے ہیں بیع باطل نہیں ہو گی بلکہ ان دس دراہم مغشوشہ کی جو قیمت بنتی تھی وہ قیمت دے دے گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ اور کون سی قیمت دے گا؟ تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس دن عقد کیا تھا اس دن جو ان کی قیمت تھی وہ دینا پڑے گی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس دن لوگوں نے اس سے معاملہ آخری دن میں جو معاملہ کر رہے تھے جو ان کی قیمت تھی وہ قیمت دینا پڑے گی۔ آپ جانتے ہیں یعنی کرنسی کے ریٹ بڑھتے ہیں اور کم ہوتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اسی طرح وہ درہم و دینار کی قیمت بھی کیا ہے؟ کبھی کم ہو رہی ہے اور کبھی زیادہ ہو رہی ہے۔ اس بات پر تو صاحبین کا اتفاق ہے کہ قیمت دینا پڑے گی، بیع باطل نہیں ہو گی، جبکہ امام صاحب تو کیا فرما رہے ہیں؟ بیع ہی باطل ہو جائے گی یعنی فاسد ہو جائے گی۔ تو صاحبین فرماتے ہیں نہیں فاسد نہیں ہو گی قیمت دینا پڑے گی، لیکن قیمت کون سی دینا پڑے گی؟ اس میں پھر صاحبین میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کون سی قیمت دینا پڑے گی؟ جس دن عقد ہوا تھا اس دن جو ان کی قیمت تھی ان کا جو ریٹ تھا وہ دینا پڑے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں، آخری دن جس دن لوگ اس سے معاملہ کر رہے تھے جس کے بعد یہ ختم ہو گئے تھے اس آخری دن کی قیمت اور اس دن کے ریٹ کا اعتبار کیا جائے گا بھئی، وہ قیمت دی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

بھئی کیا وجہ ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کیوں اس دن والی قیمت کا حکم دیتے ہیں جس دن عقد ہوا تھا اور امام محمد رحمہ اللہ آخری دن کا؟ وجہ یہ ہے مولانا: اس بات پر تو اتفاق ہو گیا نا کہ عقد باطل نہیں ہو گا بلکہ کیا دینی پڑے گی؟ قیمت۔ اور یہ جو قیمت آئی کس کی وجہ سے آئی؟ دراہم کس کے بدلے میں آئی؟ دراہم مغشوشہ کے بدلے میں۔ اور دراہم مغشوشہ اس پر کیوں آئے تھے، اس کا سبب کیا تھا؟ عقد تھا، کیا تھا؟ وہ عقد نہ کرتا تو اس پہ پیسے آنے تھے؟ نہیں۔ عقد کیا تو اس پر کیا آ گئے؟ پیسے آ گئے۔ تو ان دراہم مغشوشہ کا سبب، یہ جو اس پر قیمت آئی ہے یہ دراہم مغشوشہ کی وجہ سے آئی ہے اور دراہم مغشوشہ اس پر عقد کی وجہ سے آئے ہیں، تو گویا یوں سمجھا جائے گا اس پر جو قیمت آئی ہے وہ بھی کس کی وجہ سے آئی ہے؟ عقد کی وجہ سے، کس کی وجہ سے؟ عقد کی وجہ سے۔ تو جب عقد کی وجہ سے قیمت آئی ہے تو عقد والے دن کا اعتبار ہو گا، اس دن جو ریٹ تھا وہ دینا پڑے گا۔

جبکہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی یہاں پر وہ آخری دن جو اس کا ریٹ تھا وہ دینا پڑے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دیکھو بھئی اصل میں تو اس مشتری پر قیمت نہیں تھی بلکہ کیا تھی؟ کیا اس نے دینے تھے؟ اصل میں تو اس نے دراہم مغشوشہ دینے تھے، قیمت نہیں دینی تھی، لیکن دراہم مغشوشہ سے انتقال ہوا کس کی طرف؟ قیمت کی طرف، کس کی طرف؟ قیمت۔ اور یہ قیمت کی طرف انتقال کس دن ہوا ہے؟ جس دن لوگوں نے اس پر معاملہ کرنا چھوڑ دیا۔ تو اس دن دراہم مغشوشہ سے کس کی طرف انتقال ہوا؟ قیمت کی طرف، لہذا اسی دن کا اعتبار کیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اچھا مسئلہ دوبارہ سمجھیں بھئی۔ مسئلہ یہ ذکر ہوا کہ ایک شخص نے دراہم مغشوشہ کے بدلے کوئی سامان خریدا اور ابھی اس نے وہ دراہم مغشوشہ ادا نہیں کیے، اس دوران ان کا رواج ختم ہو گیا یہ چلنا بند ہو گئے تو اب کیا حکم ہو گا؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس صورت کے اندر عقد باطل ہو جائے گا، جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ اس صورت کے اندر عقد باطل نہیں ہو گا بلکہ ان دراہم مغشوشہ کی قیمت دینا پڑے گی۔ تو صاحبین کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ عقد باطل نہیں ہو ا بلکہ کیا دینا پڑیں گے؟ ان کی قیمت دینا پڑے گی، البتہ قیمت کون سی دی جائے گی اس میں پھر صاحبین میں بھی اختلاف۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس دن عقد ہوا تھا اس دن والی قیمت دینا پڑے گی، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آخری دن جس دن ان سے لوگ معاملہ کر رہے تھے اس دن والی قیمت دینا پڑے گی بھئی۔

دلیلیں کیا ہیں ان سب کی؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی یہ جو دراہم مغشوشہ تھے یہ ثمن تھے مولانا، لیکن یہ اصلاً ثمن ہیں یا صرف تاجروں نے ثمن ان کو بنایا ہوا ہے؟ تاجروں نے ثمن بنایا ہوا ہے، دراصل تو یہ درہم و دینار ہیں ہی نہیں۔ تو یہ تاجروں کی اصطلاح کی وجہ سے ثمن شمار ہو رہے تھے۔ اب تاجروں نے اس پر کیا کر دیا؟ اس کو ثمن سمجھنا چھوڑ دیا، اس پر معاملہ کرنا ترک کر دیا، تو اب مبیعہ بغیر ثمن کے رہ گیا۔ مبیعہ کس کے بغیر رہ گیا؟ بغیر ثمن کے، اور مبیعہ تو بغیر ثمن کے نہیں ہو سکتا، تو گویا عقد کے اندر مبیعے کا ذکر ہے ثمن کا ذکر ہے ہی نہیں، تو اس صورت میں کیا ہو جاتا ہے؟ عقد ہی فاسد ہو جاتا ہے، تو یہ عقد بھی فاسد ہو جائے گا۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرما رہے تھے کہ بھئی جس دن عقد ہوا تھا اس دن والی قیمت دینا پڑے گی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بھئی اس مشتری پر تو دراصل

قیمت نہیں آرہی تھی بلکہ کیا آرہے تھے؟ دراہم مغشوشہ۔ تو قیمت آئی کس کی وجہ سے؟ دراہم مغشوشہ کی وجہ سے، اور دراہم مغشوشہ کس کی وجہ سے آئے؟ عقد کی وجہ سے۔ تو گویا قیمت بھی کس کی وجہ سے آئی؟ عقد، یوں سمجھا جائے گا کہ قیمت بھی کس کی وجہ سے آئی؟ عقد۔ بھئی عقد نہ کرتا تو دراہم مغشوشہ نہ آتے، دراہم مغشوشہ نہ آتے تو قیمت بھی نہ آتی۔ تو جب عقد کیا تو دراہم مغشوشہ آئے، جب دراہم مغشوشہ آئے تو پھر کیا آگئی؟ قیمت آگئی۔ تو گویا عقد کی وجہ سے ہی کیا آگئی؟ قیمت آگئی، یوں سمجھا جائے گا۔ تو لہٰذا جب عقد کی وجہ سے قیمت آرہی ہے تو اس عقد والے دن ہی کے ریٹ کا اسی دن کی قیمت کا اعتبار ہو گا۔

جبکہ امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں بھئی کہ بھئی یہاں پر اصل میں تو اس مشتری پر قیمت نہیں آرہی تھی بلکہ کیا آرہے تھے؟ دراہم مغشوشہ۔ عقد کی وجہ سے اس پر دراہم مغشوشہ آئے قیمت نہیں آئی ان کی، لیکن پھر اس دراہم مغشوشہ سے ہم نے انتقال کیا ہے کس کی طرف؟ قیمت کی طرف۔ اور یہ قیمت کی طرف انتقال کس دن ہوا؟ جس دن لوگوں نے اس پر معاملہ کرنا چھوڑ دیا۔ تو اب جب معاملہ کرنا چھوڑ دیا اب ہم نے حکم لگا دیا دراہم مغشوشہ نہیں دینے بلکہ کیا دینے ہیں؟ قیمت۔ تو دراہم مغشوشہ سے انتقال ہوا قیمت کی طرف کس دن؟ جس دن لوگوں نے آخری دن اس پر معاملہ کیا، جس دن معاملہ ختم کیا بھئی اس پر عقد کرنا ختم کر دیے۔ تو لہٰذا جس دن قیمت کی طرف انتقال ہوا ہے اسی دن والی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا؟

تو کہتے ہیں وَإِنِ اشْتَرَى بِهَا سِلْعَةً اور اگر خریدا ان کے بدلے میں، ہا ضمیر راجع ہے مولانا دراہم مغشوشہ اور دنانیر مغشوشہ کو بھئی، اور اگر خریدا ان دراہم یا دنانیر مغشوشہ کے بدلے سِلْعَةً کسی سامان کو ثُمَّ كَسَدَتْ پھر یہ ردی ہو گئے۔ كَسَدَتْ کا معنی ردی ہونا، رواج نہ رہنا۔ ردی ہو جانا، رواج نہ رہنا۔ ثُمَّ كَسَدَتْ پھر ان کا رواج نہ رہا فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُعَامَلَةَ بِهَا پس چھوڑ دیا لوگوں نے ان کے ساتھ عقد کرنا، ان کے بدلے میں عقد کرنا چھوڑ دیا، اس کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا قَبْلَ الْقَبْضِ کب مولانا؟ قبضے سے پہلے ہی، بَطَلَ الْبَيْعُ تو بیع کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ تو ثُمَّ كَسَدَتْ پھر یہ ردی ہو گئے ان کا رواج نہ رہا فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُعَامَلَةَ بِهَا تو لوگوں نے اس کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا قَبْلَ الْقَبْضِ اس کے قبضہ کرنے سے پہلے ہی بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تو بیع باطل ہو جائے گی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ الْبَيْعِ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر ان کی قیمت آئے گی بیع والے دن کی۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ قِيمَتُهَا آخِرَ مَا يَتَعَامَلُ النَّاسُ بِهَا اور امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں اس پر ان کی قیمت آئے گی آخِرَ مَا وہ آخری قیمت يَتَعَامَلُ النَّاسُ بِهَا جس کے ساتھ لوگ کیا کرتے تھے؟ معاملات کرتے تھے، وہ آخری دن کی قیمت آئے گی بھئی۔

وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ وَإِنْ لَمْ تُعَيَّنْ۔ بھئی فُلُوسٌ نَافِقَةٌ کی بات آئی۔ نَافِقَةٌ رائجہ، رائج جن کا رواج ہو۔ فُلُوسٌ یہ پیسے مولانا، پیسے۔ بھئی درہم اور دینار تو چاندی اور سونے کے ہوتے تھے۔ آج کل آپ سکے چلاتے ہیں یا نہیں بھئی؟ تو قدیم زمانے میں بھی اس طرح سکے ہوتے تھے، اب وہ سونے چاندی کے نہیں تھے۔ وہ دراصل ثمن نہیں ہیں لیکن تاجر اس کو کیا سمجھتے تھے، کیا سمجھ کر چلاتے؟ ثمن کے طور پر ان کو استعمال کرتے تھے۔ تو بتلایئے وہ اصلاً ثمن ہیں یا صرف تاجروں اور عوام کی اصطلاح میں ثمن ہیں؟ عوام کی اصطلاح میں تاجروں کی اصطلاح میں ثمن ہیں، ورنہ اصل میں تو وہ ثمن نہیں، لیکن بہر حال عوام کی اصطلاح میں تو ثمن ہیں تو لہٰذا ان پر بھی وہ ثمن والے احکام جاری ہوں گے مولانا، ثمن والے۔

یا جیسے آج کل نوٹ ہیں مولانا، اب یہ نوٹ کوئی سونا یا چاندی ہے بھئی؟ یہ تو کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے، لیکن ان کو کیا سمجھا جاتا ہے؟ ثمن سمجھا جاتا ہے، تو ان پر کون سے احکام جاری ہوں گے؟ ثمن کے احکام جاری ہوں گے۔ سمجھ میں آیا؟ لہٰذا آپ سو روپے دے کر ایک سو پانچ روپے لینا چاہتے ہیں، فوراً کیا حکم لگا دیں گے؟ رِبًا ہے۔ بینک جاتے ہیں آپ نئے نوٹوں کی گڈی لیتے ہیں، پانچ سو روپے کے نوٹوں کی گڈی لی اور وہ بینک والے مثلاً آپ سے پانچ سو روپے لیتے ہیں پھر تو عقد صحیح دونوں طرف سے برابری ہے، لیکن کبھی کبھار ایسا عموماً باہر اس طرح ہوتا ہے کہ زیادہ پیسے دے کر نوٹوں کی گڈی لی جاتی ہے، مثلاً پانچ سو بیس روپے یا پانچ سو پچاس روپے دیے اور پانچ سو روپے والی نوٹوں کی گڈی لے لی، یہ جائز نہیں مولانا رِبًا آگیا بھئی۔ کیونکہ یہ کیا ہے؟ ثمن ہے، اور ثمن جب دونوں طرف سے جنس ایک ہو، دے بھی روپے رہے ہیں لے بھی روپے رہے ہیں، تو جنس ایک ہے لہٰذا مساوات ضروری ہے۔

تو فُلُوسٌ یہ پیسے، لیکن یہاں فُلُوسٌ بھئی پرانے زمانے میں تو نوٹ نہیں ہوتے تھے وہ سکے چلتے تھے بھئی تو وہ سکے مراد ہیں بھئی۔ وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ اور جائز ہے بیع ان فلوس کے ساتھ النَّافِقَةِ جو رائج ہوں جن کا رواج ہو، ان کے بدلے میں بھی بیع جائز ہے وَإِنْ لَمْ تُعَيَّنْ اگرچہ ان کو متعین نہ کیا جائے۔ اگرچہ ان کو متعین نہ کیا جائے۔ بھئی فُلُوسٌ وہ سونا یا چاندی ہے یا لوہے پیتل کا کوئی ٹکڑا ہوتا ہے بھئی؟ لوہے یا پیتل وغیرہ سے بنا ہے، تو دراصل تو یہ ثمن نہیں ہے۔ جب ثمن نہیں ہے تو یہ عام سامان ہوا۔ جب عام سامان ہوا تو اس کے اندر آپ نے پڑھا ہے مولانا بیع کے اندر اس کی تعیین ضروری

ہے۔ کیا ضروری ہے؟ بھئی ثمن تو تعیین سے بھی متعین نہیں ہوتے۔ آپ نے مسئلہ پڑھا تھا یا نہیں؟ میں نے سامنے درہم رکھ دیے، سامنے درہم رکھ کر کہا یہ جو درہم ہیں ان کے بدلے میں آپ سے یہ سائیکل خرید تا ہوں۔ پھر یہ والے درہم ضائع ہو گئے، میں ابھی اٹھا کر دینے لگا تھا میرے ہاتھ سے چھوٹے مولانا دریا میں گر گئے۔ بھئی جن درہموں کے بدلے میں نے عقد کیا تھا وہ درہم تو ضائع ہو گئے، تو آپ کیا حکم لگائیں گے، عقد فاسد ہو گیا یا میرے ذمے ان جیسے اور درہم دینا ضروری ہیں؟ ان جیسے اور درہم۔ معلوم ہوا یہ تعیین سے متعین نہیں ہوتے کیونکہ یہ ثمن ہیں، ثمن ہیں۔

تو لہٰذا اب فلوس کی بات آئی۔ فلوس تو بھئی وہ پیتل سے بنا ہے یا لوہے سے بنا ہے، وہ تو سونا یا چاندی نہیں ہے، لہٰذا وہاں کیا کرنا چاہیے تھا ان کو؟ تعین ہونا چاہیے تھا۔ عام چیز جب بھی کوئی خریدی جائے سونے چاندی کے علاوہ، کیا ضروری ہے وہاں پر؟ مبیع کی تعیین ضروری ہے بھئی۔ بیع کا باب شروع کرتے ہوئے غالباً میں نے ذکر کیا تھا آپ کے سامنے کہ بیع کے باب میں تعیین مبیع اور ذکر ثمن ضروری ہے بھئی۔ تو لہٰذا یہ ثمن کی جنس میں سے جب نہیں تو ان کی تعیین ضروری ہے۔ لیکن کہتے ہیں چونکہ تاجر اور لوگ ان کو کیا سمجھتے ہیں؟ ثمن سمجھتے ہیں، لہٰذا بغیر تعین کے بھی ان کے ذریعے بیع صحیح۔ اور تعین کر بھی لے تو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس کو کیا سمجھا جاتا ہے؟ ثمن سمجھا جاتا ہے، لہٰذا یہ بھی اگر تعین کر بھی دیا جائے اور پھر یہ ضائع بھی ہو جائیں تو بھی وہی حکم لگے گا، عقد فاسد نہیں ہو گا بلکہ ان جیسے اور فلوس دینے پڑیں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ اور بیع جائز ہے رائج فلوس کے بدلے وَإِنْ لَمْ تُعَيَّنْ اگرچہ ان کو متعین نہ کیا جائے کیونکہ یہ ثمن ہیں مولانا، تو تعیین کر بھی دیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وَإِنْ كَانَتْ كَاسِدَةً لَمْ يَجُزِ الْبَيْعُ بِهَا حَتَّى يُعَيِّنَهَا اور اگر یہ کاسد تھے، كَسَدَتْ کا کیا معنی گزرا اوپر؟ ردی ہونا، رواج نہ رہنا۔ اور اگر یہ ایسے تھے جن کا رواج نہ تھا لَمْ يَجُزِ الْبَيْعُ بِهَا تو پھر ان کے بدلے بیع جائز نہیں ہے حَتَّى يُعَيِّنَهَا یہاں تک کہ ان کو کیا کر دے؟ متعین۔ بھئی اب جب ان کا رواج ہی نہیں ہے تو اب یہ ثمن تھے بھی نہیں اور اب شمار بھی نہیں ہو رہے۔ جب ثمن شمار ہی نہیں ہو رہے تو عام سامان کے حکم میں ہے، اور عام سامان کی جب بیع و شراء کی جائے تو اس کی تعیین ضروری، لہٰذا ان کی بھی تعیین ضروری ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ اس لیے کہا جب ان کا رواج نہ رہے تو اب یہ عام سامان کی طرح بن گئے، تو ان کے بدلے بیع جائز نہیں ہو گی جب تک ان کو متعین نہ کر دے کہ ان کے بدلے میں چیز خرید تا ہوں آپ سے۔

چلیے بس مولانا۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۷۸: متفرقاتِ بیوع و صرف (۲) و کتاب الرہن (۱): فلوسِ نافقہ و کاسدہ کی بیع، استقراض کے احکام اور رہن کا آغاز و انعقاد

مختصر القدوری صفحہ: ۷۸—بتاریخ: ۲۳ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا بَاعَ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ ثُمَّ كَسَدَتْ قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوسٍ جَازَ الْبَيْعُ وَعَلَيْهِ مَا يُبَاعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِنْ فُلُوسٍ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بیع صرف کے بارے میں ہم پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ بیع صرف کس کو کہتے ہیں؟ جس کے اندر دونوں طرف سے جو عوض ہے وہ جنس ثمن کے قبیل سے ہو بھئی۔ درہم ہوں، دینار ہوں، سونا، چاندی، کرنسی وغیرہ دونوں طرف سے ہو بھئی، تو یہ بیع صرف کہلاتی ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ مجلس کے اندر ہی دونوں عوضین پر قبضہ کیا جائے۔ اگر دونوں میں سے کسی نے بھی اپنے عوض پر قبضہ نہیں کیا مجلس میں یا کسی ایک نے قبضہ نہیں کیا مجلس میں اس عوض پر، تو اس صورت میں یہ عقد باطل ہو جائے گا۔

اور یہ بھی بتلایا تھا کہ اگر کسی نے کسی سے ایسی چیز خریدی، ثمن کے بدلے ایسی چیز خریدی جس کے ساتھ بھئی جنس ثمن میں سے بھی کوئی چیز ملی ہوئی تھی، تو خود بخود وہاں کیا آجائے گی؟ بیع صرف آجائے گی، تو بیع صرف کی شرائط کا لحاظ رکھنا ہو گا۔ اور بیع صرف کے اندر شرط تھی کہ عوضین پر اسی مجلس کے اندر قبضہ کیا جائے۔ نیز یہ بھی بتلایا تھا کہ اس قسم کی بیع میں ضروری ہے کہ وہ چیز جسے آپ خرید رہے ہیں اور اس کے ساتھ جنس ثمن میں سے کوئی چیز ملی ہوئی ہے، تو جو آپ اس ثمن دے رہے ہیں اگر وہ اسی کی جنس میں سے ہیں تو اس ثمن سے زائد ہونے چاہئیں جو اس چیز کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ مثلاً وہ تلوار آپ خرید رہے تھے اس کے ساتھ پچاس درہم کی چاندی ملی ہوئی تھی، اور خرید بھی اس کو اسی چاندی کے عوض میں رہے ہیں، درہم دے رہے ہیں، تو آپ کے درہم اس چاندی سے زیادہ ہونے چاہئیں جو کس کے ساتھ ملی ہوئی ہے؟ تلوار کے ساتھ۔ اگر اس کے برابر ہوئے آپ کے ثمن یا اس سے کم ہوئے تو پھر بیع جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں کیا خرابی لازم آئے گی؟ رِبًا لازم آئے گا بھئی، رِبًا۔

اس کے بعد ایک مسئلہ آپ نے پڑھا تھا کہ اگر کسی نے کسی سے سونے یا چاندی کا مثلاً چاندی کا کسی سے پیالہ خریدا اور پھر اس نے پورے ثمن اسی مجلس میں ادا نہ کیے بھئی، پورے ثمن مجلس میں ادا نہ کیے، تو اس صورت کے اندر جتنے ثمن ادا نہیں کیے اتنے کے اندر بیع صرف باطل ہو جائے گی کیونکہ مجلس کے اندر عوضین پر قبضہ نہیں پایا گیا۔ چنانچہ کچھ بیع صرف صحیح ہوئی کچھ پہ قبضہ نہیں پایا گیا وہ باطل ہو گئی، تو گویا کچھ پیالے میں بیع ہوئی کچھ میں نہیں ہوئی، تو پیالہ بائع اور مشتری کے درمیان مشترک ہو گیا۔ مشترک ہو گیا۔

اور اسی میں پھر ایک اور مسئلہ پڑھا تھا کہ کسی نے مثلاً کسی سے یہ پیالہ خریدا اور پورے ثمن ادا کر دیے، اب یہ مالک بن چکا ہے پیالے کا، لیکن پھر کوئی اور مستحق نکل آیا، اس نے کہا بھئی یہ نصف پیالہ تو میرا ہے بھئی، زید نے کیسے آپ کو فروخت کر دیا؟ تو اب لینے والے کو اختیار ہے چاہے تو کیا کر لے؟ چاہے تو اس کے حصے کے جو ثمن بنتے ہیں وہ بائع سے واپس لے لے۔ جو مستحق کے حصے کے پیسے بنتے ہیں وہ کیا کر لے؟ بائع سے واپس لے لے۔ تو اس حصے کو اس نے آدھے حصے کو گویا آدھے کے ثمن دے کر خرید لیا اور آدھا مستحق کا ہوا، تو دونوں اس میں کیا ہو گئے؟ شریک۔ تو شریک کرنے کا بھی اس کو اختیار اور واپس کرنے کا بھی اختیار ہے بھئی، کیونکہ ان میں شرکت عیب ہے بھئی۔ اور دونوں مسئلوں میں فرق یہ تھا کہ پہلے کے اندر شرکت کا سبب مشتری خود بنا تھا لہذا وہاں اس کو اختیار نہیں تھا، اس نے خود پورے ثمن نہیں دیے تو شرکت آ گئی۔ اور یہاں پر شرکت کا سبب مشتری نہیں بنا لہذا اب یہاں پر اس کو کیا کیا جائے گا؟ تو وہاں پر عیب اس کی اپنی وجہ سے آ رہا تھا تو گویا کہ وہ اس عیب پر راضی تھا، وہ خود اس کا سبب بنا، اور یہاں پر وہ عیب آیا تو اب اختیار دے دیں گے۔

اس کے بعد کچھ وہ صورتیں بیع کی پڑھی تھیں جہاں پر مولانا دو صورتیں دو وجہیں بنتی تھیں عقد کے اندر: ایک صورت پر محمول کریں تو عقد فاسد ہوتا تھا، دوسری صورت پر عقد کو محمول کریں تو عقد صحیح ہو جاتا تھا۔ اور میں نے بتلایا فقہاء کرام رحمہم اللہ کی کوشش ہوتی ہے کہ عقد کو جس قدر اس کو صحیح کیا جا سکے اس کو صحیح کرتے ہیں بھئی۔ تو لہذا اب اگر ایک بیع کے اندر دو وجہیں ہیں، ایک وجہ ہے فساد کی ایک وجہ ہے صحیح ہونے کی، تو کس پر محمول کیا جائے گا؟ صحیح ہونے کی وجہ پر، صحت کی صورت پر محمول کیا جائے گا اس کو بھئی۔

اس کے بعد فُلُوسٌ نَافِقَةٌ بھئی یہ جو رائج پیسے ہیں ان کے بارے میں مسئلہ پڑھا تھا کہ ان کے ذریعے کسی چیز کو خریدنا جائز ہے اگرچہ ان کو متعین نہ کیا جائے۔ متعین نہ کیا جائے پھر بھی بیع صحیح ہے بھئی، بیع صحیح ہے۔ بھئی متعین کیوں نہیں کرتے؟ یہ تو اصل کے اندر ثمن نہیں ہیں، ان کو تو تاجروں نے قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں بھئی تاجروں نے لوگوں نے جب اس کو ثمن قرار دے دیا تو اس کو ہم نے حکم بھی کون سا دے دیا؟ ثمن والا ہی حکم اس کا آ جائے گا۔ اور ثمن عقد کے اندر آپ نے پڑھا تھا متعین نہیں ہوتے، تو یہاں اگر ان کو متعین کر بھی دے تو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

سمجھ میں آیا؟ مثلاً بھئی میرے پاس پیسے پڑے ہوئے ہیں، روپے پڑے ہوئے ہیں، ایک ہزار روپیہ میں نے سامنے رکھا اور آپ سے کیا کہا؟ اس ہزار روپے کے بدلے میں آپ سے آپ کی یہ گھڑی خریدتا ہوں۔ ہم دونوں نے آپس میں عقد کر لیا۔ اب دیکھو پیسے سامنے پڑے ہیں، میں نے اشارہ بھی کر دیا، لیکن پھر بھی تعیین کے اندر کوئی فائدہ نہیں۔ تعیین کے اندر فائدہ تب تھا کہ یہ ہزار اگر ضائع ہو جاتے تو عقد بھی کیا ہونا چاہیے تھا؟ عقد کو بھی ختم ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ ایک عوض کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا بھئی۔ لیکن تعیین کا کہتے ہیں کوئی فائدہ نہیں، یہ پیسے ختم بھی ہو گئے کوئی حرج نہیں، اس جیسے اور ہزار دے دو بھئی۔ اور یہی حکم درہم و دنانیر میں بھی تھا، وہ بھی تعیین سے متعین نہیں ہوتے تھے۔ مبیعہ ختم ہو تو بیع ختم ہو جاتی ہے لیکن ثمن ختم ہوں تو پھر بیع ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کا مثل دینا پڑتا ہے۔ تو یہ فلوس کے اندر بھی اسی طرح ہے، متعین کر بھی دو پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ متعین کیے ہوئے بھی اگر ختم ہو جائیں گے، یہ بھی ضائع ہو جائیں پھر بھی عقد ختم نہیں ہو گا بلکہ ہم کیا کہیں گے؟ ان کے مثل اور دینے پڑیں گے۔ تو تعیین کا کوئی فائدہ ہوا؟ نہیں۔

مبیعہ تو متعین ہوتا ہے، میں آپ سے آپ کی گھڑی خرید رہا ہوں، اگر وہ گھڑی متعین ہے وہ ختم ہو گی تو عقد ہی کیا ہو گا؟ ختم، عقد تو ہو ہی اسی پر رہا تھا وہ ختم تو عقد بھی ختم۔ تو دیکھو وہ چیز متعین تھی اس میں فائدہ تھا تعین کے اندر۔ یہاں پر تعین میں کوئی فائدہ نہیں ظاہر ہو رہا کہ اس کی وجہ سے عقد پر کوئی اثر نہیں پڑ رہا، عقد اسی طرح ٹھیک ہے۔ تو لہذا جب یہ ثمن قرار دیے تاجروں نے تو ان کو حکم بھی ثمن والا دے دیا، اب تعیین سے کوئی فائدہ نہیں لہذا بغیر متعین کیے ہی اگر عقد کر لو تو عقد صحیح ہے بھئی۔

لیکن اگر یہ پیسے چلنا بند ہو گئے، وہ جو مثلاً فلوس سکے وغیرہ ہیں وہ چلنا بند ہو گئے، ان کا رواج نہیں رہا، اب یہ سامان کے حکم میں ہو گئے بھئی۔ کس کے حکم میں ہو گئے؟ سامان کے حکم میں۔ بھئی مثلاً لوہے کے بہت سارے سکے آپ کے پاس ہیں، ایک ہزار روپے کے سکے ہیں، لیکن ان کا جب رواج نہ رہا اب ان کو پیسے نہیں سمجھیں گے، اب ان کو سامان سمجھیں گے، گویا لوہا ہے صرف کیا ہے؟ لوہا ہے۔ تو اب تعیین ضروری ہے مولانا کیونکہ ثمن ہوتے تو تعیین نہیں تھی ضروری، لیکن اب یہ ثمن نہیں ہیں کس کے حکم میں ہیں؟ سامان کے حکم میں ہیں، لہذا اب تعیین ضروری ہے مولانا۔

کہتے ہیں وَإِذَا بَاعَ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنی کوئی چیز فُلُوسٌ نَافِقَةٌ کے بدلے میں بیچ دی۔ مثلاً میرے پاس گھڑی تھی وہ میں نے آپ کو ہزار فلوس کے بدلے فروخت کر دی۔ آپ نے کہا بھئی فلوس تو میں ایک مہینے بعد دوں گا، میں اس پر راضی تھا، اسی پر عقد ہو گیا کہ فلوس آپ مجھے کب دیں گے؟ ایک ماہ بعد دیں گے بھئی ایک ہزار یہ سکے دیں گے۔ لیکن ابھی مہینہ گزرا نہیں تھا کہ ان کا رواج ہی ختم ہو گیا، تاجروں نے

اس سے لین دین ختم کر دیا بھئی، ردی ہو گئے بھئی۔ ردی ہو گئے بھئی۔ جیسے آپ جانتے ہیں مولانا کہ پہلے روپے کا نوٹ تھا وہ ختم ہوا، دو روپے کا نوٹ تھا وہ بھی ختم ہو گیا، پانچ روپے کا نوٹ تھا وہ بھی ختم، تو وہ سب ردی ہو گئے۔ تو یہ بھی ردی ہو گئے، لیکن بہر حال یہ لوہا تو ہے ابھی بھی۔ کیا ہے؟ لوہا ہے، تو گزشتہ صورت میں ان کو ہم نے سامان کا حکم دیا تھا۔ اور اس وقت جو ہم نے عقد کیا ہے اس وقت کیا جبکہ یہ فلوس تھے، بعد میں ادائیگی سے پہلے ہی قبضے سے پہلے ہی یہ کیا ہو گئے؟ ردی ہو گئے، ان کا رواج ختم ہو گیا۔ اب کیا کریں گے؟

تو بھئی میں نے کل آپ کو بتایا تھا دراہم مغشوشہ کے اندر جو صورتیں بنتی تھیں وہی صورتیں یہاں بنیں گی۔ وہاں بھی ہمارے امام صاحب کا اور صاحبین کا اختلاف تھا۔ امام صاحب وہاں کیا فرماتے تھے؟ دراہم مغشوشہ کے ذریعے کسی نے کوئی چیز خریدی اور ادائیگی سے پہلے ہی ان کا رواج ختم ہو گیا تو کیا حکم تھا، امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ عقد ہی باطل ہو گیا یعنی فاسد ہو گیا، کیونکہ مبیعہ تو موجود ہے لیکن ثمن کیا ہو گئے؟ ان کا رواج ختم ہوا تو مبیعہ بغیر ثمن کے ہو گیا، اور بیع کے اندر ذکر ثمن ضروری ہے ورنہ بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فاسد ہو جائے گی۔ تو یہاں بھی امام صاحب فرماتے ہیں جب فُلُوسٌ نَافِقَةٌ کے ذریعے کوئی چیز خریدی اور ابھی ادائیگی نہیں کی کہ ان کا رواج ختم ہو گیا تو بیع ہی کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی بھئی۔

اور جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں بیع باطل نہیں ہو گی بلکہ ان فلوس کی قیمت دینا پڑے گی بھئی، ان کی قیمت۔ لیکن پھر قیمت کے اندر اختلاف تھا: امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کون سے دن کی قیمت دینا پڑے گی؟ عقد والے دن کی قیمت دینا پڑے گی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری دن جب لوگ اس سے عقد کیا کرتے تھے لین دین کیا کرتے تھے اس دن والی قیمت کا اعتبار ہو گا، وہ قیمت دینا پڑے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا بَاعَ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ جب بیچا کسی نے کسی چیز کو بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ رائج پیسوں کے بدلے میں ثُمَّ كَسَدَتْ پھر وہ کاسد ہو گئے، ردی ہو گئے، ان کا رواج نہ رہا قَبْلَ الْقَبْضِ قبضے سے پہلے بَطَلَ الْبَيْعُ تو بیع باطل ہو جائے گی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى امام صاحب کے نزدیک۔

وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوسٍ جَازَ الْبَيْعُ وَعَلَيْهِ مَا يُبَاعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِنْ فُلُوسٍ۔ بھئی دیکھو یہ جو درہم اور دینار ہیں ان کا وزن کیا جاتا ہے۔ دینار کا بھی ایک مخصوص وزن ہے اور وہ کتنا ہے؟ ساڑھے چار ماشے۔ اور درہم کا بھی ایک مخصوص وزن ہے وہ کتنا ہے؟ تین ماشے ایک رتی اور خمس رتی، رتی کا پانچواں حصہ۔ جبکہ یہ جو فلوس ہیں یہ عددی ہیں، ان کو شمار کیا جاتا ہے گنا جاتا ہے بھئی۔ فلوس کو کیا کیا جاتا ہے؟ گنا جاتا ہے۔ اب ایک آدمی نے کوئی چیز خریدی اور کس کے بدلے خرید رہا ہے؟ فلوس کے بدلے، فلوس کے بدلے۔ اور فلوس کو کس طرح ان کی بیع کی جاتی ہے، گن کر یا وزن کر کے؟ گن کر۔ تو تعداد بتلانی چاہیے تھی، اس کو کہنا چاہیے تھا میں نے یہ چیز آپ سے بیس فلوس میں خریدی یا چالیس فلوس میں خریدی۔ لیکن وہاں پر وہ فلوس کو تعداد کے ساتھ ذکر نہیں کرتا بلکہ وزن کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ کیسے وزن کے ساتھ؟ مثلاً یوں کہتا ہے: یہ چیز میں نے آپ سے نصف درہم کے فلوس کے بدلے خرید لی۔ کتنے کے بدلے خرید لی؟ نصف درہم کے فلوس کا کیا معنی ہے؟ یعنی نصف درہم کے جتنے فلوس بنتے ہیں اتنے میں میں نے آپ سے چیز خرید لی۔

اور ایک درہم مثلاً پچاس فلوس کا ہے تو نصف درہم کے کتنے ہو گئے؟ پچیس۔ تو یہ بیع صحیح ہے اور اس کو کتنے پیسے ادا کرنے پڑیں گے؟ پچیس فلوس مولانا، پچیس فلوس۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ فلوس تو تھے عددی لیکن اس نے کس کے ساتھ ذکر کیا ان کو؟ وزن کے ساتھ، یعنی نصف درہم مثلاً ذکر کیا یا ثلث درہم ذکر کیا، تو جتنا حصہ ذکر کرے گا اتنے درہم کے بدلے جتنے فلوس آتے ہوں وہ فلوس اس کو دینے پڑیں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوسٍ جَازَ الْبَيْعُ اور جس نے خریدا کسی چیز کو نصف، بھئی دیکھو نِصْفِ دِرْهَمٍ یہ ہے موصوف اور فُلُوسٍ ہے اس کی صفت۔ یہ نصف کی صفت ہے فلوس، اور نصف ہے مجرور اس پر باجارہ داخل ہے، تو فُلُوسٍ اس کی صفت بھی کیا ہوئی؟ مجرور۔ تو ترجمہ کیسے کریں گے؟ یا تو اسی طرح کر لیں: ایک چیز خریدی کسی نے نصف درہم فلوس کے بدلے، یا یوں کرو: کسی نے کوئی چیز خریدی ایسے نصف درہم کے بدلے جو کہ فلوس ہیں، جو کہ فلوس ہیں۔ تو جس نے کوئی چیز خریدی نصف درہم فلوس کے بدلے جَازَ الْبَيْعُ تو بیع جائز ہے، وَعَلَيْهِ مَا يُبَاعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِنْ فُلُوسٍ اور اس پر واجب ہو جائیں گے وہ جو بیچے جاتے ہیں نصف درہم کے بدلے میں فلوس بھئی۔ نصف درہم کے بدلے میں جتنے فلوس دیے جاتے ہیں لیے جاتے ہیں اتنے اس پر واجب ہو گئے۔ اور ایک درہم کے بدلے کتنے دیے جاتے تھے مثلاً؟ پچاس، تو نصف درہم کے بدلے میں کتنے دیے جاتے ہیں؟ پچیس دیے

جاتے ہیں، تو اس پر کتنے واجب ہو گئے؟ پچیس فلوس واجب ہو گئے۔ بیع صحیح ہو گئی، یہ بیعے کا مالک بن گیا اور اب اس کو پچیس فلوس ادا کرنے پڑیں گے بھئی۔[1]

سمجھ میں آیا؟ یہ مسئلہ ذکر کیا۔ دراصل اس میں دیگر ائمہ امام زفر وغیرہ اختلاف کرتے ہیں بھئی۔ وہ فرماتے ہیں نہیں یہ عقد صحیح نہیں، اس لیے کہ فلوس کو گنا جاتا ہے وزن کے ساتھ ان کا ذکر نہیں ہوتا، جبکہ اس کہنے والے نے کیا ذکر کیا فلوس کو، کس کے ساتھ ذکر کر رہا ہے؟ وزن کے ساتھ ذکر کر رہا ہے۔ تو وہ چیز ہے عددی اور ذکر کر رہا ہے وزن کے ساتھ، لہٰذا عقد ہی درست نہیں بھئی۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ نہیں کوئی حرج نہیں، اگرچہ وزن سے ہی کیوں نہیں ذکر کر رہا لیکن کوئی ابہام نہیں۔ تاجروں کو پتہ ہوتا ہے ایک درہم کے بدلے کتنے فلوس ہوتے ہیں، نصف درہم کے بدلے کتنے فلوس ہوتے ہیں، تو کوئی جھگڑے کا امکان ہے؟ نہیں، کوئی امکان نہیں واضح بات ہے لہٰذا صحیح ہے بھئی۔

وَمَنْ أَعْطَى صَيْرَفِيًّا دِرْهَمًا اور جس نے جی، صَيْرَفِيٌّ کہتے ہیں صراف کو۔ صراف جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ وہ جو پیسے تبدیل کرتا ہے، آپ پیسے روپے لے کر جاتے ہیں اس کے بدلے آپ ریال لیتے ہیں یا اس کے بدلے ڈالر لیتے ہیں یا اس کے بدلے کوئی اور کرنسی لیتے ہیں، اسے کیا کہتے ہیں عربی میں؟ صراف کہتے ہیں بھئی، یہ منی چینجر بھئی، منی چینجر۔ تو صراف تھا بھئی۔ اچھا تو دیکھو بھئی جب آپ صراف کے پاس جاتے ہیں اس سے کرنسی تبدیل کرواتے ہیں تو وہ کچھ کٹوتی بھی کرتا ہے۔ پورے پورے پیسے تو نہیں دے گا، وہ تو کیا کرے گا؟ کچھ نہ کچھ کٹوتی کرے گا بھئی، وہ اپنے نفع کے لیے تو وہاں بیٹھا ہے بھئی، پورے پورے پیسے دے دیتا ہے تو اس کو کیا نفع؟ تو لہٰذا وہ کچھ نہ کچھ کٹوتی کرتا ہے۔

اب ایک آدمی ایک صراف کے پاس گیا اور اس کو ایک درہم دیا۔ یہ درہم اب وہ بدلوانا چاہتا ہے، کچھ پیسے چاہئیں فلوس چاہئیں اس کے بدلے اسے۔ تو صراف کو وہ کیا کہتا ہے؟ یہ ایک درہم لے لو اور اس کے بدلے مجھے نصف درہم کے جتنے فلوس بنتے ہیں وہ فلوس دے دو اور ایک رتی کم نصف درہم دے دو۔ کیا کرو؟ درہم دے رہا ہے اور کیا کہتا ہے؟ چلو آپ ذرا روپوں میں یہ صورت بنالو۔ آپ صراف کے پاس گئے، آپ نے اسے ہزار روپے دیے بھئی اور کہا کہ پانچ سو روپے کے جتنے ڈالر بنتے ہیں وہ ڈالر مجھے دے دو اور ساتھ ساڑھے چار سو روپے مجھے دے دو۔ تو پانچ سو روپے کے جو ڈالر بنتے ہیں وہ مجھے دے دو اور ساڑھے چار سو روپے مجھے دے دو۔ تو دیکھو پانچ سو روپے کے بدلے جتنے ڈالر بنتے ہیں وہ آپ لے لیں گے، اور ادھر پورے پانچ سو لینے چاہئیں لیکن اس کے بدلے آپ کتنے لے رہے ہیں؟ ساڑھے چار سو، تو یہ پچاس گویا اس کی کٹوتی ہو گئی۔ کیا ہو گئی؟ یہ اس کا نفع ہو گیا۔

تو اب یہ عقد جائز ہے یا جائز نہیں؟ کہتے ہیں بھئی دیکھ لیں یہاں عقد کی دو صورتیں بنتی ہیں: ایک صورت ہے فساد والی، ایک صورت ہے صحت والی، تو ہم اس کو محمول کر لیں گے صحت والی صورت پر بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔ آپ نے جا کر کیا کہا تھا؟ مجھے کتنے ڈالر دے دو؟ پانچ سو روپے کے جتنے ڈالر بنتے ہیں وہ ڈالر مجھے دے دو اور ساتھ اس کے مجھے ساڑھے چار سو روپے دے دو۔ ساڑھے چار سو۔ اب اس عقد کی ایک صورت ہے فساد کی۔ کس طرح؟ کہ پانچ سو کے بدلے تو ڈالر آ گئے، مثلاً پانچ سو روپے کے کتنے ڈالر آئیں گے؟ آٹھ نو ڈالر جتنے بھی بن گئے۔ تو اب دیکھو ڈالر ہیں صرف آٹھ اور روپے ہیں پانچ سو، لیکن جنس چونکہ ایک نہیں ہے لہٰذا زیادتی جائز۔ آٹھ ڈالر لے رہے ہیں اور کتنے دیے ہیں؟ پانچ سو، تو زیادتی جائز ہے جب جنس بدل گئی تو آپ نے پڑھا ہے مولانا۔

لیکن دوسری طرف اگر دیکھیں تو پانچ سو تو یہ ڈالر کے بدلے ہو گئے اور ادھر پانچ سو دے کر کتنے لے رہے ہیں روپے؟ ساڑھے چار سو۔ تو یہاں دیکھو ساڑھے چار سو تو ساڑھے چار سو کے بدلے ہو گئے اور پچاس زائد ہو گئے۔ تو دیکھو یہ ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے، تو کیا لازم آ رہا ہے؟ رِبًا۔ لہٰذا اس صورت پر اگر محمول کریں تو عقد ہی کیا ہو جاتا ہے؟ باطل ہو جاتا ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے؟

لیکن ایک صورت عقد کے صحیح کرنے کی بھی ہے وہ یوں کہ ساڑھے چار سو روپے کو ساڑھے چار سو روپے کا بدلہ ہم قرار دے دیں، تو دیے بھی ساڑھے چار سو اور لیے بھی کتنے؟ ساڑھے چار سو۔ جبکہ وہ پچاس ہم ڈالر والی طرف لے جاتے ہیں کہ یہ جو آپ ڈالر لے رہے ہیں یہ پانچ سو کے بدلے نہیں لے رہے بلکہ کتنے کے بدلے لے رہے ہیں؟ ساڑھے پانچ سو کے بدلے لے رہے ہیں۔ تو اب دیکھیے آٹھ ڈالر آپ کو ملے اور آپ نے کتنے گویا دے دیے؟ ساڑھے پانچ سو۔ تو آٹھ ڈالر لینا ساڑھے پانچ سو کے بدلے میں صحیح ہے جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز۔ اور دوسری طرف ساڑھے چار سو کے بدلے ساڑھے چار سو لے رہے ہیں، یہ بھی جائز ہے یا جائز نہیں؟ یہ بھی جائز، تو یہ عقد کی صحت کی صورت ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو ساڑھے چار سو کو اگر پانچ سو کے بدلے بنائیں تو عقد کیا ہو جاتا ہے؟

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوسٍ جَازَ الْبَيْعُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن اشترى شيئا بنصف درهم فلوسا جاز البيع» منقول ہے۔

فاسد، اور ساڑھے چار سو کو ساڑھے چار سو کے بدلے قرار دے دیں اور پچاس روپے ڈالروں والی طرف لے جائیں تو عقد کیا ہو جاتا ہے؟ صحیح۔ تو اس عقد کے اندر دو صورتیں آ گئیں: ایک صورت ہے فساد والی، ایک صورت ہے صحت والی، تو ہم اس کو کس صورت پر محمول کریں گے؟ صحت والی صورت پر محمول کریں گے اور کہیں گے کہ یہ عقد کیا ہو گیا؟ صحیح ہو گیا۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا تو دیکھو یہاں پر ہم نے اس کو صحت والی صورت پر محمول کر لیا کیونکہ مانع کوئی نہیں تھا، کوئی مانع نہیں تھا۔ لیکن اب میں ایک دوسری صورت ذکر کروں گا وہاں پر مانع آ جائے گا، ہم محمول نہیں کر سکتے صحت والی صورت پر۔ وہ کس طرح؟ وہ اس طرح، بھئی دیکھو ابھی جو ہم نے تقسیم کی کہ ساڑھے چار سو ساڑھے چار سو کے بدلے ہے اور ڈالر پانچ سو کے بدلے نہیں ہیں بلکہ کتنے کے بدلے ہیں؟ ساڑھے پانچ سو، یہ تقسیم ہم نے خود کی مولانا، فقہاء کرام نے گویا کہ خود تقسیم کر دی اور عقد کو صحیح قرار دے دیا۔ لیکن ایک صورت وہ ہے کہ کہنے والا خود ہی تقسیم کر دیتا ہے اپنے لفظوں کے اندر۔ آپ گئے تھے صراف کے پاس، اب تقسیم خود ہی کر رہے ہیں اور یوں کہتے ہیں: بھئی اس میں سے، ہزار کا نوٹ دیا، اس میں سے پانچ سو کے بدلے مجھے ڈالر دے دو اور پانچ سو کے بدلے میں مجھے ساڑھے چار سو دے دو۔ تو پانچ سو کے بدلے ڈالر یہ تو ٹھیک، لیکن پانچ سو کے بدلے ساڑھے چار سو لینا صحیح نہیں، صحیح نہیں۔

تو دیکھو اب یہاں ہم صحت پر محمول نہیں کر سکتے۔ کیوں؟ کیونکہ یہاں آپ دونوں کی تقسیم خود کر رہے ہیں، آپ نے اپنے منہ سے کہہ دیا کہ پانچ سو کے بدلے ڈالر دے دو اور پانچ سو کے بدلے کتنے دے دو؟ ساڑھے چار سو۔ پچھلے میں تو آپ نے بدلے کی بات نہیں کی تھی، آپ نے بس سیدھا ہزار کا نوٹ دیا تھا کہ پانچ سو کے جتنے ڈالر بنتے ہیں وہ ڈالر دے دو، یہ نہیں کہا پانچ سو کے بدلے میں دے دو، بھئی پانچ سو روپے میں جتنے ڈالر ہوا کرتے ہیں وہ بھی مجھے دے دو اور ساتھ مجھے کتنے روپے دے دو؟ ساڑھے چار سو۔ تقسیم پھر ہم نے کی تھی مولانا، کہ کیا کیا عقد کو صحیح کرنے کے لیے؟ ڈالر کی طرف پچاس روپے ہم نے بڑھا دیے، یہ جو پانچ سو روپے کے جتنے ڈالر بنتے ہیں یہ پانچ سو میں نہیں دے رہا بلکہ کتنے میں دے رہا ہے؟ ساڑھے پانچ سو میں، اور ساڑھے چار سو کے بدلے میں کتنے لے رہا ہے؟ ساڑھے چار سو لے رہا ہے، تو عقد صحیح۔

لیکن اب جب گئے ہیں تو اب آپ تقسیم اپنے منہ سے کر رہے ہیں۔ آپ نے کیا کہا؟ پانچ سو کے جتنے ڈالر بنتے ہیں اس پانچ سو کے بدلے میں وہ ڈالر دے دو اور پانچ سو کے بدلے میں مجھے کیا کرو؟ ساڑھے چار سو۔ تو اب آپ اپنے منہ سے بدلے کی بات کر رہے ہیں۔ اب ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ساڑھے چار سو کو کس کے بدلے میں بنا دیں؟ ساڑھے چار سو، ہم یہ کہیں یہ ساڑھے چار سو کتنے کے بدلے میں ہیں؟ ساڑھے چار سو کے۔ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیونکہ اب تو آپ نے خود کہہ دیا ساڑھے چار سو کتنے کے بدلے میں دے دو؟ پانچ سو۔ تو بدلے کی بات آپ نے خود کر دی یا نہیں؟ جب آپ نے خود کر دی کہ پانچ سو کے بدلے میں ساڑھے چار سو روپے مجھے دے دو، تو ساڑھے چار سو پانچ سو کے بدلے میں ہی ہو گئے۔ اور جب بدلے میں ہوئے تو ایک طرف ہیں ساڑھے چار سو دوسری طرف ہیں پانچ سو، جنس ایک ہے مولانا اور قدر بھی، تو اس صورت میں کیا خرابی لازم آئی؟ رِبًا لازم آیا۔ تو اس صورت میں رِبًا لازم آئے گا بھئی، اس صورت میں رِبًا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

اب صاحب کتاب یہی صورت ذکر کریں گے البتہ وہ درہم کی صورت بنائیں گے، درہم کی صورت بھئی۔ دیکھو: وَمَنْ أَعْطَى صَيْرَفِيًّا دِرْهَمًا۔ پہلی صورت وہ ذکر کریں گے جب کہنے والا تقسیم خود ہی کر رہا ہے، دیکھنا خرابی کہاں آتی ہے۔ وَمَنْ أَعْطَى صَيْرَفِيًّا دِرْهَمًا اور جس نے صراف کو ایک درہم دیا فَقَالَ پس اس سے کہا أَعْطِنِي بِنِصْفِهِ فُلُوسًا دے دو تم مجھے اس کے نصف کے بدلے فلوس۔ دیکھو بدلے کی بات کر رہا ہے، نصف کے بدلے کیا دے دو؟ فلوس۔ وَبِنِصْفِهِ نِصْفًا إِلَّا حَبَّةً۔ حَبَّةٌ یہ وزن کا نام ہے، رتی کو کہتے ہیں، کس کو؟ رتی۔ تو نصف درہم کے بدلے مجھے فلوس دے دو اور اس کے نصف یعنی نصف درہم کے بدلے نِصْفًا إِلَّا حَبَّةً نصف درہم ایک رتی کم۔ کٹوتی کروا رہا ہے بھئی، ایک رتی کیا کروا رہا ہے؟ کم۔ تو نصف درہم کے بدلے مجھے کیا دے دو؟ فلوس، اور نصف درہم کے بدلے نصف درہم دے دو ایک رتی کم کر کے، ایک رتی کم کر کے۔

تو اب دیکھو نصف درہم کے بدلے جتنے فلوس بنے یہ تو عقد صحیح ہو گیا کیونکہ جنس الگ الگ ہے۔ دوسری طرف کیا کہہ رہا ہے؟ نصف درہم کے بدلے کتنا درہم دو مجھے؟ ایک رتی کم نصف درہم دو، تو ایک طرف سے ایک رتی زیادہ ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ تو یہ سود آیا مولانا، اور اس کو ہم صحیح بھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اپنے منہ سے کہہ رہا ہے اس کے بدلے میں دے دو۔ اب ہم اس کے بدلے میں کوئی اور چیز نہیں بنا سکتے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک رتی کم ادھر سے شمار کریں گے ادھر سے بھی ایک رتی کم تاکہ عقد کیا ہو جائے؟ صحیح ہو جائے۔ سمجھ میں آ رہی ہے بات کہ نہیں بھئی؟ یہاں وہ اپنے منہ سے تقسیم کر رہا ہے، اب ہم اس

کے لفظوں کو تو نہیں بدل سکتے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس نے خود عقد کی ایک صورت بنادی اپنے منہ سے تو وہ عقد فاسد ہو گیا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتا ہے أَعْطِنِي بِنِصْفِهِ فُلُوسًا وَبِنِصْفِهِ نِصْفًا إِلَّا حَبَّةً فَسَدَ الْبَيْعُ فِي الْجَمِيعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تو کہتا ہے دے دو مجھے اس کے نصف درہم کے بدلے فلوس اور نصف درہم کے بدلے ایک رتی کم نصف درہم دے دو، فَسَدَ الْبَيْعُ تو بیع فاسد ہو جائے گی ساروں کے اندر بھئی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں جَازَ الْبَيْعُ فِي الْفُلُوسِ وَبَطَلَ فِيمَا بَقِيَ صاحبین فرماتے ہیں بیع جائز ہو جائے گی فلوس کے اندر اور مابقیہ کے اندر باقی کے اندر باطل ہو جائے گی کیونکہ اس میں رِبًا آ رہا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں یہ ایک ہی عقد ہے، کیا ہے؟ ایک ہی عقد ہے، تو یہ ہم نہیں کر سکتے نصف کو باطل قرار دیں اور نصف کو صحیح۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ بھئی ثمن دو چیزیں ذکر ہو رہی ہیں تو گویا دو عقد ہو گئے، جب دو عقد ہو گئے تو ایک عقد صحیح اور ایک عقد فاسد ہو گیا۔

وَلَوْ قَالَ أَعْطِنِي نِصْفَ دِرْهَمٍ فُلُوسًا وَنِصْفًا إِلَّا حَبَّةً جَازَ الْبَيْعُ۔ یہ وہ دوسری صورت جو میں نے پہلے ذکر کی تھی کہ تقسیم نہیں کرتا، مطلق جا کر کیا کہہ دیتا ہے؟ یہ لو، یہ ایک درہم لے لو اور اس درہم کے بدلے مجھے کیا کیا چیزیں دے دو؟ آدھے درہم کے جتنے فلوس ہوا کرتے ہیں وہ فلوس دے دو، آدھے درہم کے جتنے، یہ نہیں کہہ رہا آدھے درہم کے بدلے میں فلوس دے دو، آدھے درہم کے جتنے فلوس ہوا کرتے ہیں وہ فلوس مجھے دے دو اور نصف درہم ایک رتی کم وہ بھی مجھے ساتھ دے دو۔ اب ہم تقسیم خود کریں گے اور عقد صحیح ہو جائے گا۔ اب بھی وہی صورت اگر بنائیں۔

فلوس کو نصف درہم کے بدلے بنائیں اور نصف درہم کے بدلے میں ایک رتی کم نصف درہم بنائیں تو کیا خرابی لازم آتی ہے؟ سود۔ نصف درہم کے بدلے کیا بنائیں؟ ایک رتی کم نصف درہم بنا دیں تو ایک طرف ایک رتی کم ہو گئی نصف درہم میں، ایک طرف نصف درہم پورا ہے تو کیا خرابی لازم آئی؟ رِبًا۔ لیکن اس نے بدلے کی بات کی نہیں، اس نے تو صرف یہ کہا ہے نصف درہم کے جتنے فلوس ہوا کرتے ہیں بنا کرتے ہیں وہ مجھے دے دو اور ایک رتی کم نصف درہم دے دو۔ کون سی چیز کس کے بدلے میں ہے یہ بات اس نے نہیں کی۔ تو اب تقسیم یہاں دو صورتیں بنتی ہیں: ایک صورت یہ کہ رِبًا لازم آتا ہے، دوسری صورت یہ کہ یہ صحیح ہو جاتا ہے جبکہ تقسیم کیسے کی جائے؟ ایک رتی کم نصف درہم جو صراف دے رہا ہے اس کے بدلے میں کیا سمجھا جائے وہ بھی کتنا دے رہا ہے؟ ایک رتی کم نصف درہم۔ اور وہ جو ایک رتی، بھئی وہ تو پورا درہم دے رہا ہے، تو وہ جو ایک رتی ہم نے کم اس کے مقابلے میں شمار کی وہ کس کے مقابلے میں لے جاؤ؟ فلوس کے مقابلے میں لے جاؤ۔ تو نصف درہم ساتھ ایک رتی ان کے بدلے وہ کیا لے رہا ہے؟ فلوس بھئی، عقد صحیح ہو گیا۔ سب کو مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟

وَلَوْ قَالَ اور اگر اس نے یہ کہا أَعْطِنِي نِصْفَ دِرْهَمٍ فُلُوسًا وَنِصْفًا إِلَّا حَبَّةً جَازَ الْبَيْعُ اور اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے دے دو نصف درہم فلوس اور ایک رتی کم نصف درہم، جَازَ الْبَيْعُ تو بیع جائز ہو جائے گی۔

وَلَوْ قَالَ أَعْطِنِي دِرْهَمًا صَغِيرًا وَزْنُهُ نِصْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا حَبَّةً وَالْبَاقِي فُلُوسًا جَازَ الْبَيْعُ وَكَانَ النِّصْفُ إِلَّا حَبَّةً بِإِزَاءِ الدِّرْهَمِ الصَّغِيرِ وَالْبَاقِي بِإِزَاءِ الْفُلُوسِ۔ یہ بھی وہی صورت ہے بھئی۔ دیکھو ایک آدمی صراف کے پاس گیا اور اس کو ایک درہم دیا اور کیا کہا؟ اس درہم کے بدلے میں، سارا مجموعہ ذکر کرے گا، اس درہم کے بدلے میں مجھے ایک چھوٹا درہم دو جس کا وزن نصف درہم سے ایک رتی کم ہو۔ اس درہم کے بدلے مجھے کیا دو؟ پچھلے میں کہا تھا نصف درہم ایک رتی کم، اب اسی کو لفظ کو بدل رہا ہے چھوٹا درہم کہہ رہا ہے۔ اس درہم کے بدلے مجھے کیا دو؟ ایک چھوٹا درہم دو جس کا وزن کتنا ہوتا ہے؟ نصف درہم سے ایک رتی کم ہو جس کا وزن۔ اس کے بدلے مجھے ایک ایسا چھوٹا درہم دو جس کا وزن نصف درہم سے ایک رتی کم ہو اور باقی فلوس دے دو مجھے، باقی کیا دے دو؟ فلوس دے دو۔

تو کہتے ہیں بھئی پھر وہی صورت ہم بنالیں گے۔ اس سے کیا لے رہا ہے، صراف سے کیا لے رہا ہے؟ ایک چھوٹا درہم جس کا وزن کتنا ہے؟ نصف درہم سے ایک رتی کم ہے۔ تو ہم یہ سمجھیں گے اس کے مقابلے میں درہم میں سے کتنا آ گیا؟ نصف درہم سے ایک رتی کم ادھر سے۔ ادھر سے بھی نصف درہم سے ایک رتی کم اور ادھر سے بھی نصف درہم سے ایک رتی کم یہ ایک دوسرے کے مقابلے میں ہو گئے، اور باقی جو درہم ہے وہ کس کے مقابلے میں ہو گیا؟ فلوس کے بدلے میں، لہذا عقد کیا ہوا؟ صحیح ہوا، کیونکہ یہاں بھی اس نے تقسیم نہیں کی۔ اگر تقسیم کر دیتا اور یوں کہتا نصف درہم کے بدلے میں فلوس دو اور نصف درہم کے بدلے میں ایک چھوٹا درہم دے دو جس کا وزن نصف درہم سے ایک رتی کم ہو، تو پھر بھی کیا خرابی آتی؟ رِبًا۔ لیکن اس نے تقسیم خود نہیں کی لہذا ہم اس کو اس صورت پر محمول کریں گے جس میں عقد صحیح رہتا ہے۔

وَلَوْ قَالَ أَعْطِنِي دِرْهَمًا صَغِيرًا اور اگر اس نے یہ کہا کہ دے دو تم مجھے ایک ایسا چھوٹا درہم وَزْنُهُ نِصْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا حَبَّةً کہ جس کا وزن بھئی نصف درہم ہو مگر ایک رتی، یعنی ایک رتی کم نصف درہم ہو جس کا وزن، وَالْبَاقِي فُلُوسًا اور باقی کے فلوس دے دو، جَازَ الْبَيْعُ تو بیع جائز ہے، وَكَانَ النِّصْفُ إِلَّا حَبَّةً بِإِزَاءِ الدِّرْهَمِ الصَّغِيرِ اور ایک رتی کم نصف درہم وہ درہم صغیر کے مقابلے میں ہو جائے گا۔ بِإِزَاءِ، إِزَاءٌ کا معنی مقابلے میں۔ اور ایک رتی کم نصف درہم بِإِزَاءِ الدِّرْهَمِ الصَّغِيرِ وہ مقابلے میں ہو گا درہم صغیر کے وَالْبَاقِي بِإِزَاءِ الْفُلُوسِ اور باقی کس کے بدلے میں ہو گا؟ فلوس کے بدلے میں۔ یہاں تک بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

كِتَابُ الرَّهْنِ۔ رہن کہتے ہیں بھئی اردو میں جسے آپ کہتے ہیں گروی رکھوانا، گروی رکھوانا۔ رہن بھئی گروی رکھوانا۔ بھئی آپ کسی کے پاس قرض لینے جاتے ہیں، پیسے لینے جاتے ہیں کہ مجھے ایک لاکھ روپے کی سخت ضرورت ہے، آپ مجھے ایک لاکھ روپیہ دے دیں میں چند دن بعد آپ کو واپس کر دوں گا یا ایک مہینے بعد میں آپ کو واپس کر دوں گا۔ وہ آپ سے کہتا ہے کہ ٹھیک ہے میں پیسے آپ کو دے دیتا ہوں لیکن اپنی کوئی چیز بطور ضمانت کے میرے پاس رکھوا دیں بھئی۔ تو وہ چیز اپنی اس کے پاس گروی رکھوا دیتا ہے، یہ ہے مولانا رہن۔ یہ کیا ہے؟ رہن ہے بھئی۔ جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ یہ عام معاملات میں ہوتا رہتا ہے بھئی، رہن۔

اچھا رہن بھئی ساتھ کیا لکھا ہوا ہے؟ هُوَ فِي اللُّغَةِ الْحَبْسُ، لغت میں یہ کس کو کہتے ہیں؟ روکنے کو۔ لغوی معنی رہن کا کیا ہے؟ روکنا، روکنا۔ روکنا۔ اور اصطلاح شریعت میں اس کی تعریف جو ہے وہ لکھ لیجیے مولانا، اصطلاحی تعریف: حَبْسُ الشَّيْءِ بِحَقٍّ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْهُ۔ أَخْذُهُ ذال کے ساتھ ہے بھئی، يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْهُ۔ تعریف لکھ لی بھئی سب نے؟ بس بھئی تعریف اتنی ہے۔ کیا تعریف ہوئی اصطلاحی؟ حَبْسُ الشَّيْءِ بِحَقٍّ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْهُ۔ اچھا اب یوں کریں مولانا: الشَّيْءِ کے نیچے ایک نمبر لکھیں چھوٹا سا۔ لکھ لیا بھئی؟ حَقٍّ کے نیچے دو نمبر لکھیں بھئی۔ آگے دو ضمیریں آرہی ہیں وہ مرجع میں بتلانا چاہتا ہوں۔ أَخْذُهُ کی جو ہا ضمیر ہے اس کے نیچے دو لکھ دیں بھئی، اس کے نیچے بھی دو لکھیں۔ معلوم ہوا یہ ضمیر کس کو راجع ہے؟ حق کو راجع ہے۔ اور مِنْهُ کی ہا ضمیر کے نیچے ایک لکھ دیں بھئی۔ معلوم ہوا یہ ضمیر کس کو راجع ہے؟ الشَّيْءِ کو بھئی۔

اچھا یہ اصطلاحی تعریف۔ تو کہتے ہیں اصطلاح میں کسے کہتے ہیں؟ حَبْسُ الشَّيْءِ کسی چیز کو روکنا بِحَقٍّ کس کے بدلے میں؟ کسی حق کے بدلے میں۔ ایسا حق يُمْكِنُ أَخْذُهُ کہ ممکن ہو اس حق کو لینا، ترجمہ سمجھ میں آرہا ہے؟ کسی چیز کو روکنا ایسے حق کے بدلے میں کہ ممکن ہو اس حق کو لینا اس چیز سے۔ اس حق کو لینا اس چیز سے۔ جلدی لکھیے بھئی جلدی لکھیے۔ کسی چیز کو روکنا ایسے حق کے بدلے میں کہ ممکن ہو لینا اس حق کا اس چیز سے۔ لکھ لیا بھئی سب نے؟

دیکھو بھئی اب اس کو سمجھ بھی لو۔ بھئی اصطلاح میں کسے کہتے ہیں رہن؟ حَبْسُ الشَّيْءِ کسی چیز کو روکنا۔ کس چیز کے بدلے میں؟ کسی حق کے بدلے میں۔ بھئی میں آپ کے پاس آیا تھا مجھے ایک لاکھ روپیہ چاہیے، آپ نے کہا کوئی چیز میرے پاس بطور ضمانت کے رکھوایئے بھئی۔ میں نے اپنی نہایت قیمتی گھڑی آپ کے پاس بطور ضمانت کے رکھوا دی، تو یہ ہے رہن مولانا۔ تو دیکھو تعریف اس پر لگاؤ ذرا: حَبْسُ الشَّيْءِ آپ نے کیا کیا؟ میری گھڑی کو روکا یا نہیں روکا اپنے پاس؟ تو ایک چیز کو روکا بِحَقٍّ کس کے بدلے میں روکا ہے؟ آپ نے ایک حق کے بدلے میں روکا ہے، وہ کیا حق تھا؟ میں نے آپ سے کیا لیے ہیں؟ پیسے لیے ہیں، ان پیسوں کے بدلے میں آپ نے روکا ہے۔ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْهُ کہ ممکن ہو اس حق کو لے لینا اس چیز سے۔ اس حق کو، کیا حق تھا آپ کا؟ پیسے ایک لاکھ روپے، اس حق کو لے لینا مِنْهُ اس چیز سے یہ ممکن ہے مولانا کہ آپ یہ ایک لاکھ روپیہ اس گھڑی سے وصول کر لیں۔ کیا مطلب وصول کر لیں؟ یعنی اس کو بیچیں اور وصول کر لیں، اس میں سے ایک لاکھ روپیہ رکھ لیں باقی دے دیں بھئی۔

تو آپ نے کسی چیز کو روکا ہے کسی حق کے بدلے میں اور اس حق کا لینا اس چیز سے ممکن ہے یعنی کہ اس کو بیچ کر اس کو وصول کرنا ممکن ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ اس لیے رہن چیز رکھی جاتی ہے تاکہ کہیں بعد میں وہ انکار نہ کر دے۔ اگر انکار بھی کر دیتا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ میرے پاس اس کی چیز ضمانت کے طور پر رکھی ہوئی ہے، اب وہ انکار نہیں کر سکتا بھئی، میں اپنا حق کیا کر سکتا ہوں؟ اس چیز کے ذریعے وصول کر سکتا ہوں۔ سب کو تعریف سمجھ میں آگئی بھئی؟

اب یہاں یاد رکھنا، تین لفظ یاد رکھیں۔ بھئی دیکھو میں نے آپ کے پاس کیا چیز گروی رکھوائی ہے؟ گھڑی۔ تو یاد رکھو یہ جو آپ کے اور میرے درمیان عقد ہوا، میں نے آپ سے قرضہ لیا اور بطور ضمانت کے آپ کے پاس یہ چیز رکھوائی، یہ عقد رہن کہلاتا ہے۔ بطور ضمانت کے کسی کے پاس کوئی چیز رکھوانا یہ کیا کہلاتا ہے؟ عقد رہن کہلاتا ہے، تو رہن اس عقد کا نام ہے۔ رہن اس عقد کا نام ہے۔ اور رہن ساتھ اس چیز کا بھی نام ہے، اس کو بھی رہن کہتے ہیں جو آپ کے پاس

میں نے بطور ضمانت کے رکھوائی ہے۔ جو چیز بطور ضمانت کے رکھوائی جائے اس کو بھی کیا کہہ دیتے ہیں؟ رہن کہہ دیتے ہیں۔ اور اسے مرہون بھی کہہ دیتے ہیں بھئی، تو یہ گھڑی اس کو رہن بھی کہہ سکتے ہو، ایک نام اس کا رہن ہوا، دوسرا نام کیا ہوا؟ مرہون بھئی، وہ چیز جو رہن رکھوائی گئی ہے، مرہون بھئی۔ اور جو رہن رکھوانے والا ہے اس کو کہتے ہیں راہن، راہن۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ اس کو راہن کہتے ہیں بھئی۔ رہن رکھوانے والا راہن کہلاتا ہے۔ اور جس کے پاس رہن رکھوایا جائے وہ مرتہن کہلاتا ہے۔ جس کے پاس رہن رکھوایا جائے وہ مرتہن کہلاتا ہے۔

لکھ لیا سب نے بھئی؟ اچھا اب بتایئے مجھے بھئی یہ جو چیز میں نے آپ کے پاس بطور ضمانت کے رکھوائی ہے یہ عقد کیا کہلاتا ہے؟ رہن۔ اور یہ جو چیز میں نے آپ کے پاس رکھوائی ہے اس کو بھی کیا کہتے ہیں؟ اس کو رہن کہتے ہیں، اور دوسرا لفظ کیا استعمال ہوتا ہے اس کے لیے؟ مرہون بھی کہہ دیتے ہیں، تو رہن آجائے تو آپ سمجھ جائیں کیا مراد ہے؟ مرہون مراد ہے بھئی۔ اچھا اس کے بعد بھئی جو رہن رکھواتا ہے اس کو کیا کہا جاتا ہے؟ راہن، اور جس کے پاس رہن رکھوایا جائے وہ مرتہن۔ تو جو میں نے صورت بیان کی راہن تھا میں اور آپ کون تھے؟ مرتہن تھے بھئی۔

تو کہتے ہیں الرَّهْنُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ رہن منعقد ہو جاتا ہے ایجاب اور قبول کے ساتھ بھئی۔ یعنی عقد رہن، عقد مراد ہے یہاں، رہن سے کیا مراد ہے؟ عقد رہن یہ منعقد ہو جاتا ہے ایجاب اور قبول کے ساتھ، وَيَتِمُّ بِالْقَبْضِ اور تام ہو جاتا ہے پورا ہو جاتا ہے قبضے کے ساتھ۔ پورا کس کے ساتھ ہو گا؟ بھئی آپ میں اور میرے درمیان عقد ہوا، آپ نے کہا بھئی اپنی چیز میرے پاس گروی رکھواتے ہو، میں نے کہا میں قبول کرتا ہوں رکھواتا ہوں آپ کے پاس گروی بھئی، تو یہ دیکھو ایجاب و قبول ہو گیا۔ لیکن یاد رکھنا ایجاب و قبول ہوتے ہی بیع تو لازم ہو جاتی تھی، عقد رہن لازم نہیں، ابھی بھی آپ کو اختیار ہے۔ آپ چاہیں تو رجوع کر سکتے ہیں نہیں بھئی میں کوئی چیز آپ کے پاس گروی نہیں رکھواؤں گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے؟

تو رہن منعقد کس سے ہوتا ہے؟ ایجاب اور قبول سے بھئی، ایجاب و قبول سے۔ لیکن میں نے کیا بتلایا؟ لازم نہیں ہے، لازم نہیں۔ بھئی بیع تو کر لیتے ہیں ایک دفعہ ایجاب کر لیا ایک دفعہ قبول کر لیا تو کوئی اب ان میں سے بغیر کسی وجہ کے فسخ کر سکتا ہے عقد کو؟ نہیں بھئی، خیار عیب وغیرہ چیزوں کی صورت میں تو فسخ کر سکتا ہے، ویسے کسی کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ لیکن رہن کے اندر جو راہن ہے اس کو اختیار ہے، ابھی عقد لازم نہیں ہوا، رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر لے عقد سے رجوع کر لے۔ لیکن جب وہ چیز دوسرے کے حوالے کر دی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا اب عقد تام ہو گیا، اب لازم ہو گیا، اب رجوع کرنا چاہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ اب وہ چیز اس سے واپس نہیں لے سکتا جب تک اس کا قرضہ ادا نہیں کر دے گا بھئی۔ سب کو صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے وَيَتِمُّ بِالْقَبْضِ اور تام ہو گا قبضے کے ذریعے، یعنی جب وہ مرتہن اس رہن پر قبضہ کر لے۔

فَإِذَا قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ مَحُوزًا مُفَرَّغًا مُمَيَّزًا تَمَّ الْعَقْدُ فِيهِ پس جب قبضہ کر لے مرتہن رہن پر مَحُوزًا۔ محوز کا معنی ہے جو تقسیم شدہ ہو مولانا، یعنی شائع نہ ہو، شائع نہ ہو۔ تقسیم شدہ ہو بھئی، الگ ہو تقسیم شدہ ہو بھئی۔ یاد رکھو جو چیز رہن رکھوائی جائے اس کا محوز ہونا ضروری، یعنی تقسیم شدہ ہونا ضروری۔ ایسی چیز رہن نہیں رکھوا سکتے جس میں شیوع ہے، آپ کا حصہ الگ نہیں ہے مثلاً۔ دیکھو بھئی یہ زمین ہے بھئی، یہ زمین۔ یہ زمین میرے اور زید کے درمیان مشترک ہے۔ یہ زمین میرے اور زید کے درمیان مشترک، ہم دونوں نے آدھے آدھے پیسے ملا کر یہ زمین خریدلی بھئی تو یہ ہم دونوں میں کیا ہوئی؟ مشترک۔ مشترک کا کیا معنی؟ یہ نہیں کہ اب دیکھو اس میں سے اس طرف والا حصہ میرا ہے اس طرف والا زید کا ہے، یہ تو تقسیم ہو چکی ہے تقسیم کی بات نہیں کر رہا۔ پوری زمین میں میں اور زید آپس میں شریک ہیں۔ اگر ہم تقسیم کر دیتے ہیں بھئی اس طرف والا آدھا میرا اس طرف والا آدھا آپ کا، یہاں سے لے کر یہاں تک یہ آپ کی زمین ہو گئی یہاں سے لے کر یہاں تک میری، اب تو شرکت ختم ہو گئی میرا حصہ ادھر والا ہے آپ کا حصہ ادھر والا۔ لیکن تقسیم سے پہلے مولانا یہ ساری زمین میں ہم شریک ہیں۔ اس زمین کا کوئی ایک انچ کا ٹکڑا بھی پکڑ لو گے اس میں آدھا حصہ میرا ہے آدھا کس کا ہے؟ زید کا۔ جہاں سے بھی زمین کا ایک ٹکڑا پکڑ واس میں ہم دونوں شریک ہیں کیونکہ پوری زمین میں ہم دونوں شریک ہیں۔ تو اس طرف کا ایک فٹ اکیلا پکڑا زید نے کہا یہ حصہ میرا، نہیں بھئی میرا کیسے؟ ابھی ہم نے تقسیم کی ہے؟ نہیں۔ اور ہر ہر جز کے اندر جیسے آپ شریک ہیں اسی طرح میں بھی شریک ہوں، تو ہر جز میں دونوں کا حصہ ہے۔[۲]

تو یہ چیز جو ہے یہ غیر منقسم ہے۔ تو اب اس میں میرا حصہ ہے یا میرا حصہ نہیں ہے؟ میرا حصہ ہے، لیکن الگ ہے یا پھیلا ہوا ہے اس کے اندر؟ پوری زمین میں میرا حصہ بھی پھیلا ہوا ہے اور زید کا حصہ بھی پھیلا ہوا ہے، ہر ہر جز میں پھیلا ہوا ہے دونوں کا حصہ۔ تو رہن کے طور پر یہ زمین میں آپ کے پاس رکھوانا چاہتا

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ مَحُوزًا مُفَرَّغًا مُمَيَّزًا تَمَّ الْعَقْدُ فِيهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا قبض المرتهن الرهن محوزا مفرغا مميزا ثم العقد فيه» منقول ہے۔

ہوں، کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کا حصہ الگ نہیں ہے تقسیم شدہ نہیں ہے بلکہ آپ کا حصہ تو شائع ہے پھیلا ہوا ہے پوری زمین میں۔ تو اب مرتہن اس پر پوری طرح قبضہ کر سکتا ہے؟ نہیں، آپ کا حصہ الگ ہی نہیں ہے بھئی، کیسے وہ بیچارہ قبضہ کرے گا اس پر؟ حالانکہ رہن کے اندر تو کیا ضروری تھا کہ مرتہن اس چیز پر قبضہ کرلے، اب یہاں تو زید کا بھی حصہ ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ تو یہاں قبضہ نہیں ہو سکتا۔ جب چیز دو آدمیوں میں مشترک ہو اور اس کو ایک آدمی اس میں سے رہن رکھوانا چاہے تو اس کو رہن رکھوانا صحیح نہیں۔

یا اسی طرح دیکھو ایک غلام ہے میرے اور زید کے درمیان مشترک ہے، ہم دونوں نے پیسے ملا کر اس غلام کو خریدا ہے۔ آدھا غلام اس کا آدھا غلام میرا ہے۔ ایک ہفتہ وہ زید کے گھر پر کام کرتا ہے اور ایک ہفتہ میرے گھر کام کرتا ہے، تقسیم ہم نے باریاں مقرر کی ہیں بھئی۔ تو یہ غلام کس کے درمیان مشترک ہوا؟ میرے اور زید کے درمیان۔ تو اب میں رہن کے طور پر اس غلام کو رہن نہیں رکھوا سکتا بھئی۔ کیوں؟ کیونکہ آدھا تو کس کا ہے؟ زید کا۔ تو میں صرف اپنا حصہ رہن رکھوا رہا ہوں اور صرف میرے حصے پر آدھے غلام کے اوپر مرتہن قبضہ کر سکتا ہے؟ نہیں، کیونکہ نصف حصہ پورے غلام میں پھیلا ہوا ہے کوئی الگ تقسیم کیا ہوا نہیں کہ ادھر سے ادھر تک غلام آپ کا اور ادھر سے ادھر تک غلام میرا، ایسا نہیں بلکہ دونوں کا حصہ کیا ہے؟ پورے غلام کے اندر پھیلا ہوا ہے۔ تو لہٰذا رہن کا محوز ہونا ضروری، یعنی تقسیم شدہ ہونا ضروری، یعنی شائع نہ ہو پھیلا ہوا اس میں حصہ نہ ہو، الگ ہوا الگ ہو۔

مُفَرَّغٌ، مفرغ یعنی فارغ کیا گیا ہو۔ فارغ کیا گیا ہو۔ راہن کے حق کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ راہن کے حق کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ بھئی دیکھو دوسری زمین فرض کرو، یہ زمین آپ کو نظر آرہی ہے بھئی؟ یہ زمین میری ہے صرف، لیکن اس میں میں نے فصل کاشت کی ہوئی ہے، فصل کھڑی ہے اس میں تیار ہونے والی ہے۔ میں نے آپ سے کچھ قرضہ لیا، آپ نے مجھے کہا اپنی کوئی چیز میرے پاس گروی رکھواؤ، میں نے کہا بھئی یہ زمین میں آپ کے پاس گروی رکھواتا ہوں لیکن فصل نہیں ہے گروی، صرف کیا گروی رکھوا رہا ہوں؟ زمین گروی رکھوا رہا ہوں۔ کہتے ہیں نہیں مولانا یہ صحیح نہیں ہے بھئی۔ کیوں نہیں صحیح؟ وجہ یہ کہ جو چیز میں گروی رکھوا رہا ہوں وہ میرے حق کے ساتھ مشغول ہے، میری چیز اس کے اندر موجود ہے، فصل میری موجود ہے یا نہیں؟ یا تو فصل سمیت رکھواؤں، تو یہ کیسے بھئی جب فصل میری ہے اور زمین گروی رکھوا رہا ہوں تو وہ پوری طرح قبضہ کر سکتا ہے؟ نہیں بھئی، پورا قبضہ ہی نہیں ہے اس کا۔ تو دیکھو یہاں پر یہ جو مرہون ہے یہ کس کے حق کے ساتھ مشغول ہے؟ راہن کے حق کے ساتھ۔ کس کے حق کے ساتھ مشغول ہے؟ راہن کے، حالانکہ راہن کے حق کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہیے، چیز کو فارغ کر کے اس کو قبضہ پورا دینا ہے اور یہاں وہ پورا قبضہ نہیں ہو سکتا کیونکہ فصل میری ہے اس کے اندر۔

یا دوسری صورت بنائیے بھئی، دوسری صورت: میں آپ کے پاس اپنے درخت رہن رکھواتا ہوں بطور رہن کے بھئی۔ یہ درخت بطور رہن کے ہیں لیکن ان درختوں پر پھل لگے ہوئے ہیں اور میں کہتا ہوں پھل نہیں رہن، درخت صرف رہن ہیں آپ کے پاس بھئی۔ تو دیکھا یہ درخت مفرغ ہیں یا راہن کے حق کے ساتھ مشغول ہیں اس وقت؟ راہن کے حق کے ساتھ مشغول ہیں، مفرغ فارغ کیے ہوئے نہیں بھئی، تو لہٰذا یہ صحیح نہیں رہن رکھوانا۔

تیسری صورت، تیسری صورت: میں آپ کے پاس اپنا ایک گھر گروی رکھواتا ہوں ضمانت کے طور پر، لیکن اس گھر کے اندر میرا سارا سامان بھی پڑا ہوا ہے۔ تو اب آپ بتائیے مولانا میں نے سامان سمیت گھر گروی رکھوایا ہے یا صرف گھر گروی رکھوایا ہے؟ صرف گھر، اور یہ گھر مفرغ ہے یا میرے حق کے ساتھ میرے سامان کے ساتھ مشغول ہے؟ سامان کے ساتھ مشغول ہے، تو قبضہ وہ پورا کر سکتا ہے؟ نہیں بھئی پورا قبضہ اس کا نہیں آئے گا بھئی سامان تو میرا ہے، تو لہٰذا یہ مفرغ نہ ہوا تو اس کا رہن رکھوانا صحیح نہیں۔

مُمَیَّزٌ، ممیز کا معنی جدا ہو، جدا کیا ہوا۔ جدا کیا ہوا۔ جدا کیا ہوا ہو بھئی، وہ رہن جدا کیا ہوا ہو، یعنی راہن کے حق کے ساتھ متصل نہیں ہونا چاہیے پیدائشی۔ پیدائشی اتصال نہیں ہونا چاہیے راہن کی چیز کے ساتھ۔ وہی صورت بناؤ بھئی: میں زمین گروی رکھوانا چاہتا تھا لیکن فصل گروی نہیں رکھوانا چاہتا تھا، تو اس صورت میں کیا تھا؟ رہن رکھوانا صحیح نہیں۔ اس کا عکس کر دو: میں فصل گروی رکھواتا ہوں زمین گروی نہیں رکھواتا۔ فصل زمین میں تیار کھڑی ہے، بھئی وہ کہتا ہے کوئی چیز گروی رکھواؤ، میں کہتا ہوں یہ فصل کیا کرتا ہوں میں آپ کے پاس گروی رکھواتا ہوں لیکن زمین نہیں بھئی، صرف کیا گروی رکھوا رہا ہوں؟ فصل۔ اب آپ بتائیے اس فصل کا زمین سے جو تعلق ہے وہ پیدائشی ہے یا ویسے ہی ہے بھئی؟ پیدائشی ہے، فصل اسی میں پیدا ہوئی ہے اسی میں بڑھی ہے۔ تو لہٰذا یہ جدا کر کے دینا ضروری ہے، جدا کریں تو پھر رہن رکھوا سکتے ہیں۔ اگر جدا نہیں ہے تو پھر معلوم ہوا ممیز نہیں ہے۔ ممیز نہیں ہے، جب ممیز نہیں پیدائشی اتصال ہے دونوں کے درمیان تو پھر دونوں کو تو رہن رکھوا سکتے ہو دونوں میں سے ایک چیز کو رہن نہیں رکھوا سکتے۔

اسی طرح درختوں پر پھل لگے تھے، تو بھئی میں صرف درخت رکھواتا ہوں اور پھل نہیں رکھواتا، تو کیا صورت بنی تھی؟ ہاں وہ مفرغ نہیں تھا لہذا صرف درختوں کا رہن رکھوانا پھلوں کے بغیر یہ صحیح نہیں۔ اب اس کا عکس کرو: میں صرف پھل رکھوانا چاہتا ہوں درخت نہیں رکھوانا چاہتا گروی۔ اب آپ بتایئے پھلوں کا درخت سے تعلق پیدائشی ہے یا ویسے ہی ہے بھئی؟ پیدائشی ہے، پھل وہیں پر اگے ہیں بڑھے ہیں۔ تو اب بتایئے یہ پھل ممیز ہیں الگ کیے ہوئے ہیں؟ نہیں، اتصال پیدائشی موجود ہے، ان کا الگ کرنا ضروری پھر رہن صحیح ہے، الگ نہیں کروگے تو صرف پھلوں کو رہن رکھوانا صحیح نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو مَحُوزًا کہہ کر کس سے احتراز کیا؟ جی؟ اس چیز سے جس میں حصہ پھیلا ہوا ہو الگ نہ ہو۔ اچھا مفرغ کہہ کر کس سے احتراز کیا؟ جو راہن کے حق کے ساتھ مشغول ہو۔ اور ممیز کے ذریعے کس چیز سے احتراز کیا؟ جو راہن کی چیز کے ساتھ متصل ہو اور اتصال بھی کون سا ہو؟ پیدائشی ہو۔ معلوم ہوا میرے پاس گھر میں سامان پڑا ہے، میں نے آپ سے کہا بھئی وہ سامان جو میری جگہ کے اندر پڑا ہے میرے گھر میں یا میری زمین میں پڑا ہوا ہے وہ میں آپ کے پاس کیا کرتا ہوں؟ گروی رکھواتا ہوں۔ اب دیکھو اس سامان کا اس جگہ کے ساتھ اتصال ہے، سامان اس جگہ میں پڑا ہے یا نہیں پڑا؟ میری زمین میں پڑا ہے تو اتصال ہے، لیکن یہ اتصال پیدائشی ہے یا ویسے ہی بھئی ملے ہوئے ہیں بس؟ تو پیدائشی اتصال نہیں، لہذا اس سامان کو رہن رکھوانا صحیح ہے بھئی، صحیح ہے، اس پر وہ آرام سے قبضہ کرلے گا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی کہ نہیں آئی بھئی؟

تو کہتے ہیں فَإِذَا قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ جب قبضہ کرلے مرتہن رہن پر مَحُوزًا اس حال میں کہ وہ رہن کیا ہو؟ محوز ہو یعنی مشاع نہ ہو، مُفَرَّغًا اس حال میں کہ مفرغ ہو یعنی مشغول نہ ہو، مُمَيَّزًا اس حال میں کہ الگ کیا ہوا ہو متصل نہ ہو بھئی، تَمَّ الْعَقْدُ فِيهِ تو اس کے اندر عقد کیا ہو گا؟ تام ہو جائے گا، عقد پورا ہو جائے گا۔ میں نے کیا بتلایا تھا؟ صرف ایجاب و قبول سے یہ عقد لازم نہیں ہوتا بلکہ کس سے؟ قبضے سے لازم ہوتا ہے، تو لہذا قبضہ جب کرلے گا تو عقد پورا ہو جائے گا۔ وَمَا لَمْ يَقْبِضْهُ اور جب تک اس نے قبضہ نہیں کیا اس رہن پر فَالرَّاهِنُ بِالْخِيَارِ تو رہن رکھوانے والے کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ سَلَّمَهُ إِلَيْهِ چاہے تو وہ رہن حوالے کردے اس کے، وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَنِ الرَّهْنِ اور چاہے تو رہن سے کیا کرلے؟ رجوع کرلے۔

یہ جو عَنِ الرَّهْنِ، یہ رہن آیا نا یہ بمعنی عقد کے ہے، چاہے تو اس عقد سے کیا کرلے؟ رجوع۔ بھئی پہلے آیا جب تک اس نے رہن پر قبضہ نہیں کیا تو چاہے تو رہن اس کے حوالے کردے اور چاہے تو رہن سے کیا کرلے؟ رجوع کرلے۔ بھئی حوالے کرے رہن، یہاں رہن کا کون سا معنی ہے؟ رہن بمعنی مرہون، وہ عقد حوالے کرے گا یا وہ مرہون چیز حوالے کرے گا؟ مرہون چیز حوالے کرے گا۔ تو پہلے میں نے کہا حوالے کردے رہن کو، اس رہن سے کیا مراد ہے؟ مرہون۔ اور پھر کہا اگر چاہے تو رجوع کرلے رہن سے، یہ رہن سے کیا مراد ہے؟ عقد رہن، کہ عقد سے رجوع کرلے۔

چلیے بس مولانا۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كُتُبُ الرَّهْنِ وَالْحَجْرِ وَالْإِقْرَارِ وَالْإِجَارَةِ وَالشُّفْعَةِ

رہن، اسبابِ حجر (صغر، رق، جنون، سفہ)، اقرار و استثناء، اجارہ (اجیر مشترک و خاص) اور شفعہ کے مراتب و شرائط (اسباق ۷۹ تا ۹۳)

سبق نمبر ۷۹: کتاب الرہن (۲): رہن میں قبضہ کی شرط، مضمون بہ کا بیان (اقلِ قیمۃ الرہن والدین)، جنایتِ رہن اور مصارفِ رہن کس کے ذمہ ہیں؟

مختصر القدوری صفحہ: ۷۹—بتاریخ: ۲۴ جنوری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

فَإِذَا سَلَّمَهُ إِلَيْهِ فَقَبَضَهُ دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إِلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُونٍ وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ فَإِذَا هَلَكَ الرَّهْنُ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ وَقِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ حُكْمًا۔[۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الرَّهْنِ ہم نے شروع کی تھی۔ میں نے بتلایا تھا رہن اردو میں جسے آپ کیا کہتے ہیں؟ گروی رکھوانا۔ تو رہن کا لغوی معنی ہے عربی زبان میں یعنی اس کا معنی ہے روکنا، روکنا، حبس کو کہتے ہیں بھئی۔ تو عربی زبان میں حبس کو رہن کہا جاتا ہے، لیکن اصطلاح شریعت کے اندر بھئی رہن کسے کہتے ہیں یا اصطلاح میں رہن کس کو کہتے ہیں؟ حَبْسُ الشَّيْءِ بِحَقٍّ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْهُ کہ روکنا کسی چیز کو ایسے حق کے بدلے میں کہ ممکن ہو اس حق کو لے لینا اس چیز سے،

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا سَلَّمَهُ إِلَيْهِ فَقَبَضَهُ دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إِلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُونٍ وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ فَإِذَا هَلَكَ الرَّهْنُ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ وَقِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ حُكْمًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا سلمه إليه وقبضه دخل في ضمانه ولا يصح الرهن إلا بدين مضمون وهو مضمون بالأقل من قيمته ومن الدين فإذ هلك في يد المرتهن وقيمته والدين سواء صار المرتهن مستوفيا لدينه حكما» منقول ہے۔

جدول—کتاب الرہن: شے مرہون کے ہلاک ہونے اور مصارفِ رہن کا فقہی ضابطہ:

مسئلہ / صورت	فقہی حکم	علت و تفصیل
مرتہن کے قبضے میں رہن کا ہلاک ہونا	اقلّ قیمۃ الرہن والدین (رہن کی قیمت اور قرض دونوں میں سے جو کم ہو) کے بقدر مضمون ہوتا ہے	اگر رہن کی قیمت اور قرض برابر ہوں تو پورا قرض ادا ہو گیا؛ اگر رہن کی قیمت زیادہ ہو تو زیادتی امانت ہے؛ اگر رہن کی قیمت کم ہو تو بقدرِ قیمت قرض ساقط ہوا اور باقی قرض راہن کے ذمے رہا۔
رہن کی حفاظت کا خرچہ (مکان کا کرایہ، نگہبان کی اجرت)	**مرتہن (قرض خواہ) کے ذمے ہے**	کیونکہ رہن کا حبس و امساک مرتہن کا حق ہے۔
رہن کی بقا اور اصلاح کا خرچہ (جانور کا چارہ، چرواہے کی اجرت، باغ کو پانی دینا)	**راہن (مالک / مقروض) کے ذمے ہے**	کیونکہ رقبت اور عین کی ملک راہن کی ہے۔

یعنی اس کا وصول کرنا اس چیز سے ممکن ہو۔ اور میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ رہن جو ہے وہ ایجاب و قبول سے منعقد تو ہو گا لیکن لازم نہیں، یعنی راہن چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ رجوع کر سکتا ہے۔

یہاں میں نے تین چار لفظ آپ کو بتلائے تھے بھئی۔ راہن کس کو کہتے ہیں؟ جو رہن رکھوائے۔ مرتہن کسے کہتے ہیں؟ جس کے پاس رہن رکھا جائے۔ اور جو چیز رہن رکھی جائے اس کو کیا کہتے ہیں؟ اس کو رہن بھی کہتے ہیں اور مرہون بھی کہتے ہیں بھئی۔ تو رہن جب ایجاب و قبول سے منعقد ہو گیا تو ابھی لازم نہیں ہوا، تو راہن کو اختیار ہے چاہے تو وہ چیز اس کے حوالے کر دے اور چاہے تو عقد سے رجوع کر لے۔ لیکن جب چیز اس نے مرتہن کے حوالے کر دی اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا تو اب عقد رہن لازم ہو گیا بھئی۔ اب وہ چیز اس سے واپس لینا چاہے ویسے ہی تو واپس نہیں لے سکتا جب تک اس کا دین نہیں ادا کر دے گا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ عقد سے لازم ہوتا ہے یہ رہن یا قبضہ ضروری ہے پھر لازم ہو گا بھئی؟ قبضہ ضروری ہے، قبضے سے لازم ہو گا بھئی۔

نیز آپ نے یہ بھی پڑھا تھا کہ جو چیز رہن رکھوائی جا رہی ہے وہ محوز ہونی چاہیے، مفرغ ہونی چاہیے، ممیز ہونی چاہیے۔ محوز کا کیا معنی تھا؟ تقسیم شدہ ہو یعنی شائع نہ ہو بھئی، شائع نہ ہو، یعنی الگ ہو مولانا الگ ہو۔ مثال میں نے ذکر کی تھی زمین کی بھئی، میرے اور زید کے درمیان ایک زمین مشترکہ ہے۔ ہم نے تقسیم نہیں کی بھئی کہ میرا حصہ کون سا ہے تمہارا حصہ کون سا ہے، اگر تقسیم کر دی پھر تو یہ تقسیم شدہ ہو گئی دونوں کا حصہ الگ الگ ہو جائے گا۔ ابھی تقسیم نہیں کی تو اس ساری زمین کے اندر مثلاً آدھے میں میں شریک ہوں اور آدھے میں زید، تو زمین کے ہر ہر جز کے اندر ہم دونوں کی شرکت ہے ہر جز میں۔ تو لہٰذا اس کا رہن رکھوانا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں پر رہن کس چیز کے ساتھ ملا ہوا ہے؟ غیر رہن کے ساتھ۔ رہن کس کے ساتھ ملا ہے؟ غیر رہن کے ساتھ۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ جب بھی رہن غیر رہن کے ساتھ ملا ہوا ہو تو رہن رکھوانا صحیح نہیں بھئی اس چیز کا۔ وہ رہن جس کو رکھوا رہے ہیں اس کو الگ ہونا چاہیے۔ وجہ یہ کہ اس کے بغیر قبضہ پورا نہیں ہو سکتا بھئی۔ جب زید کا حصہ بھی میرے حصے کے ساتھ ملا ہوا ہے تو مرتہن اس زمین پر پورا قبضہ کر سکتا ہے؟ نہیں بھئی۔ میرے حصے میں وہ قبضہ اس کے لیے جائز تھا، زید کے حصے میں تو وہ قبضہ نہیں کر سکتا بھئی۔ تو قبضہ تام نہیں ہوتا بھئی۔

اور مفرغ بھی ہونا چاہیے رہن کو۔ مفرغ ہونے کا کیا معنی تھا؟ کہ راہن کے حق کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ لہٰذا اگر کوئی درخت رکھواتا ہے رہن لیکن اس کے پھل جو اس پر لگے ہوئے ہیں اس وقت وہ رہن نہیں رکھوا رہا تو یہ درخت کا رہن رکھوانا صحیح نہیں، صحیح نہیں کیونکہ یہ راہن کے حق کے ساتھ مشغول ہیں، راہن کے پھل اس پر لگے ہوئے ہیں۔ ہاں پھلوں سمیت رکھواتا ہے پھر تو صحیح۔ اسی طرح صرف کیا کرتا ہے؟ زمین رہن رکھواتا ہے اور اس میں جو اس وقت تیار فصل کھڑی ہے وہ رہن نہیں رکھواتا، تو یہ بھی درست نہیں ہے بھئی اس لیے کہ زمین مشغول ہے کس کے حق کے ساتھ؟ راہن کے حق کے ساتھ۔ راہن کے حق کے ساتھ، تو قبضہ پورا نہیں ہو سکتا بھئی۔ ہاں زمین فصل سمیت رکھواتا ہے پھر تو صحیح ہے بھئی۔ اسی طرح ایک مکان رہن رکھواتا ہے جس میں راہن کا سامان بھی پڑا ہوا ہے تو یہ بھی مولانا راہن کے حق کے ساتھ مشغول ہے۔ اپنا سامان پہلے نکالے پھر اس کے حوالے کر دے بھئی تاکہ قبضہ تام ہو سکے بھئی۔

وَمُمَيَّزًا اور اس رہن کو کیا ہونا چاہیے؟ ممیز ہونا چاہیے، جدا ہونا چاہیے، الگ ہونا چاہیے راہن کی چیز سے۔ مثلاً درخت پر لگے ہوئے صرف پھل رہن رکھوانا چاہتا ہے درخت نہیں رہن رکھوانا چاہتا، اب یہ پھل تو درخت پر لگے ہوئے ہیں ممیز نہیں الگ نہیں۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اور ملا ہوا پیدائشی ہو خِلْقَةً ہو بھئی پھر اس صورت میں رہن جائز نہیں، اگر اتصال جو ہے خِلْقَةً نہیں تو پھر رہن جائز ہو جائے گا۔ تو اب یہ پھلوں کا درخت کے ساتھ اتصال ہے اور کون سا اتصال ہے؟ پیدائشی ہے خِلْقَةً ہے۔ یا اسی طرح فصل صرف رہن رکھوانا چاہتا ہے زمین رہن نہیں رکھوانا چاہتا، تو فصل کا تو زمین کے ساتھ کون سا اتصال ہے؟ خِلْقَةً، تو یہ ممیز نہیں الگ نہیں، اس کو الگ کرے پھر رہن رکھوا سکتا ہے ویسے نہیں رہن رکھوا سکتا بھئی۔ ہاں اگر پیدائشی تعلق نہیں ہے پھر رہن رکھوا سکتا ہے اس چیز کو، مثلاً بھئی میرے ایک گھر کے اندر سامان کچھ پڑا ہے وہ سامان میں رہن رکھواتا ہوں، اب اس سامان کا اس گھر کے ساتھ تعلق ہے اس میں پڑا ہے لیکن یہ اتصال کون سا ہے؟ یہ اتصال ویسے عارضی ہے پیدائشی اتصال نہیں، لہٰذا یہاں رہن صحیح ہے بھئی۔ تو پیدائشی اتصال نہیں ہونا چاہیے بھئی۔

اب آگے دیکھیے بھئی: فَإِذَا سَلَّمَهُ إِلَيْهِ فَقَبَضَهُ دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ پس جب راہن نے حوالے کر دیا اس کے رہن فَقَبَضَهُ پس مرتہن نے اس پر کیا کر لیا؟ قبضہ کر لیا دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ تو یہ رہن جو ہے مرتہن کے ضمان میں داخل ہو جائے گا بھئی۔ کس کے ضمان میں داخل ہو جائے گا؟ مرتہن کے۔ بھئی میں نے اپنا گھر بطور رہن کے کسی کے حوالے کیا تو جیسے ہی مرتہن اس پر قبضہ کرے گا یہ گھر اس کے ضمان میں داخل ہو گیا، یعنی اس گھر کو نقصان پہنچا تو اس کا ضمان کس پر آئے گا؟ مرتہن پر آئے گا بھئی۔ میں نے اپنی گاڑی ایک شخص کے پاس گروی رکھوائی، جیسے ہی اس نے گاڑی پر قبضہ کیا فوراً یہ گاڑی اس کے ضمان میں داخل ہو گئی، یعنی اب اس پر ضمان آئے گا، اگر گاڑی کو کوئی نقصان پہنچا تو اسے کیا دینا پڑے گا؟ ضمان بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو رہن کے اندر

ضمان آتا ہے بھئی، ضمان۔ بات بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ نہیں بھئی سب کو؟ ہاں تو یہ اس کے ضمان میں، یہ معنی ہے بھئی کہ اب اس پر ضمان آئے گا۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا سَلَّمَهُ پس جب راہن سپرد کر دے رہن کو إِلَيْهِ مرتہن کی طرف فَقَبَضَهُ تو اس نے اس پر قبضہ کر لیا دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ تو یہ رہن داخل ہو جائے گا مرتہن کے ضمان میں۔

وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إِلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُونٍ اور رہن صحیح نہیں ہے مگر دین مضمون کے بدلے میں۔ کس کے بدلے میں؟ وہ دین جس میں ضمان آیا کرتا ہے اس کے بدلے میں رہن رکھوا سکتے ہیں، ہر دین کے بدلے رہن نہیں رکھوا سکتے۔ کس قسم کے دین کے بدلے میں بھئی رہن رکھوا سکتے ہیں؟ جس میں ضمان آتا ہے، ضمان آیا کرتا ہے بھئی، ضمان آتا ہے۔ بھئی دین مضمون کسے کہتے ہیں؟ کہتے ہیں دین مضمون وہ دین ہے جو بغیر ادائیگی کیے یا بغیر معاف کیے ساقط نہیں ہوتا۔ میں نے آپ سے گاڑی خریدی اور آپ کو کہا پیسے ایک مہینے بعد دوں گا، یا مہینے کی بات نہ بھی کرو میں نے آپ سے گاڑی خریدی تو ابھی پیسے نہیں دیے۔ تو وہ پیسے میرے اوپر دین ہیں یا دین نہیں بھئی؟ دین ہیں میرے اوپر، اور یہ دین مضمون ہے مولانا۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ پیسے میرے اوپر سے ساقط نہیں ہوں گے جب تک میں ادا نہیں کر دوں گا۔ ادا کروں گا تو کیا ہو جائیں گے؟ ساقط ہو جائیں گے ختم ہو جائیں گے۔ یا جب تک آپ اس کو معاف نہیں کرتے، آپ معاف بھی کر دیں گے تو پھر بھی پیسے ختم ہو جائیں گے بھئی۔ تو دین مضمون وہ ہے جو بغیر ادائیگی کے یا بغیر معاف کیے ختم نہ ہو۔

یہ احتراز ہے بھئی بدل کتابت سے۔ کس سے احتراز ہے؟ بدل کتابت سے۔ بدل کتابت جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ مکاتب میں نے بتلایا تھا، مکاتب کس غلام کو کہتے تھے؟ کہ آقا اور غلام کے درمیان عقد کتابت ہوا تھا بھئی۔ عقد کتابت کس کو کہتے تھے؟ آقا نے کہا تھا اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو، غلام نے اس کو قبول کر لیا، یہ ان دونوں کے درمیان جو عقد ہوا اس کو کیا کہتے ہیں؟ عقد کتابت، اور یہ غلام کیا کہلائے گا؟ مکاتب کہلائے گا، اور وہ جو پیسے اس نے لا کر دینے ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟ وہ بدل کتابت، وہ کیا کہلاتے ہیں؟ بدل کتابت کہلاتے ہیں۔ تو یہ بدل کتابت یاد رکھو یہ دین مضمون نہیں ہے بھئی۔ دین مضمون نہیں۔ کیوں نہیں ہے دین مضمون؟ کیونکہ دین مضمون تو اس کو کہتے تھے جو بغیر ادائیگی کے یا بغیر معاف کیے ختم نہیں ہوتا۔ تو اب یہ غلام نے مثلاً بھئی پانچ لاکھ پہ عقد ہوا تو یہ غلام نے پانچ لاکھ آقا کو لا کر دینے ہیں، یہ بدل کتابت ہے۔ لیکن کیا یہ بغیر ادائیگی کے اور بغیر معاف کیے ختم نہیں ہوتے؟ کیسے ختم ہو سکتے ہیں؟ آقا خود کہہ دے تو معاف کر دیا، آقا کی بات نہیں ہے۔ جی؟

بھئی آپ کو میں نے بتایا تھا کہ یہ اب غلام کو لا کر دینے پڑیں گے، ہاں اگر غلام آ کر کہہ دیتا ہے کوشش کی کی نہیں ہو سکے کچھ بھی پیسے، آجاتا ہے کہتا ہے بھئی میرے بس میں یہ پیسے میں نہیں لا سکتا، عجز کا اظہار کر۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ، يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ. غلام اگر آ کر خود کہہ دے کہ میں نہیں لا سکتا اتنے پیسے میں نے بڑی کوشش کی لیکن کچھ بھی نہیں بنتا بھئی، اپنے عجز کا اظہار کر دے تو یہ دین ختم ہوا، عقد کتابت ختم ہوا، یہ پھر عام غلام بن گیا۔ بھئی جب تک مکاتب تھا آقا تو اس سے خدمت نہیں لے سکتا تھا، اس کے ذمے تھا جائے پیسے کمائے اور لا کر دے۔ لیکن جیسے ہی اس نے آ کر کہا میں عاجز ہوں میں اتنے پیسے نہیں لا سکتا، فوراً عقد کتابت کیا ہوا؟ ختم، یہ کیا بن گیا؟ عام غلام بن گیا۔ اب آقا پھر اس سے خدمت وغیرہ لے گا بھئی، خدمت وغیرہ لے گا۔ تو اب بتائیے وہ دین ختم ہوا یا ختم نہیں ہوا؟ بدل کتابت اب بھی لائے گا یا وہ ختم ہو گیا؟ وہ عقد ختم ہوا تو بدل کتابت بھی ختم ہوا۔ اور اب بتائیے یہ جو دین اس پر تھا یہ جب ختم ہوا کس وجہ سے؟ کیا اس نے ادائیگی کر دی ہے؟ نہیں، ادائیگی بھی نہیں کی۔ کیا آقا نے معاف کر دیے ہیں؟ نہیں، اس نے بھی معاف نہیں کیے، بلکہ یہ کس وجہ سے ختم ہوا؟ اس نے عجز کا اظہار کر دیا تھا عجز کا کہ میں نہیں لا سکتا اتنے پیسے۔ تو یہ دین مضمون نہیں کیونکہ دین مضمون تو صرف دو ہی طریقوں سے ختم ہو سکتا ہے: یا تو ادائیگی ہو یا کیا جائے؟ معاف کرے، اور یہاں ایک تیسری صورت آ گئی۔

تو کہتے ہیں وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إِلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُونٍ اور صحیح نہیں ہے رہن مگر دین مضمون کے بدلے، وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو بھئی۔ آپ نے ابھی پڑھا کہ جب رہن کو مرتہن کے حوالے کر دیا جائے تو وہ چیز اس کے ضمان میں داخل ہو گئی، یعنی اگر اس چیز کو نقصان ہوا تو مرتہن پر کیا آئے گا؟ اس پر ضمان آئے گا بھئی۔ کیا آئے گا؟ ضمان۔ اب کتنا ضمان آئے گا بھئی؟ کہتے ہیں دین جو دین تھا اور یہ جو رہن رکھوایا ہے اس رہن کی قیمت لگاؤ۔ دین اور اس رہن کی قیمت میں سے جو کم ہے وہ ضمان آئے گا بھئی اس پر۔ کس میں سے؟ دین اور رہن کی قیمت میں سے جو کم ہے وہ ضمان اس مرتہن پر آئے گا۔ لہٰذا مرتہن کے پاس میں نے گاڑی رکھوائی تھی بطور رہن کے، یہ گاڑی اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو اب اس پر کیا آئے گا؟ ضمان۔ لیکن کتنا ضمان آئے گا؟ دین کو دیکھو دین کتنا ہے، پھر گاڑی کی قیمت کو دیکھو وہ کتنی ہے، پھر دیکھو ان میں سے کم کون سا ہے، دین کم ہے یا گاڑی کی قیمت، وہ ضمان اس پر آجائے گا بھئی۔ وہ ضمان اس پر آجائے گا۔

اب دیکھو صورت مسئلہ یہ ہے: میں نے ایک آدمی سے پانچ لاکھ روپے لیے اور اس کے پاس اپنی گاڑی بطور رہن کے رکھوادی۔ اب فرض کرو گاڑی کی قیمت بھی پانچ لاکھ روپے ہے، پانچ لاکھ روپے۔ دین بھی کتنا؟ پانچ لاکھ روپے۔ گاڑی کی قیمت بھی کتنی؟ پانچ لاکھ روپے۔ تو اب یہ گاڑی اس کے پاس ہلاک ہو گئی، تباہ ہو گئی، تو اس پر ضمان آئے گا۔ اور کتنا ضمان آنا تھا؟ جو دین اور گاڑی کی قیمت میں سے کم ہو، لیکن یہ تو دونوں برابر ہیں، تو لہذا اس صورت میں اس پر اتنا ہی ضمان آ گیا۔ تو مرتہن پر اب کتنے دینا ضروری ہو گئے مجھے؟ پانچ لاکھ، اور دین بھی کتنا تھا؟ پانچ لاکھ، تو دونوں برابر ہو گئے، گویا مرتہن نے اپنے پیسے میرے سے وصول کر لیے۔ مرتہن نے کیا کر لیے گویا میرے سے اپنے پیسے وصول کر لیے۔ بھئی اس پر ضمان آیا پانچ لاکھ، میں نے بھی قرض لیا تھا میں نے بھی پانچ لاکھ دینے تھے، اب اس نے بھی میرے کتنے دینے ہیں؟ پانچ لاکھ دینے ہیں، تو پانچ لاکھ پانچ لاکھ برابر ہیں مولانا، تو گویا اس نے اپنا دین کیا کر لیا؟ پیسے اس ضمان کے بدلے ختم ہو گئے، گویا اس نے اپنا دین مجھ سے وصول کر لیا۔ تو یہ رہن رکھوایا ہی اسی لیے جاتا ہے تاکہ کیا کر سکے وہ اپنے پیسے وصول کر سکے، تو جب چیز اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو گویا اس نے مجھ سے اپنے پورے پیسے وصول کر لیے۔

دوسری صورت بناؤ بھئی: میں نے قرض لیا ہے پانچ لاکھ روپے اور جو گاڑی رکھوائی ہے اس کی قیمت ہے چھ لاکھ روپے۔ بلکہ پہلے اقل والی صورت بناؤ: گاڑی کی قیمت ہے چار لاکھ روپے۔ وہ گاڑی اس کے پاس تباہ ہو گئی مرتہن کے پاس۔ اب اس پر ضمان آئے گا، اور کتنا ضمان آئے گا؟ جو اقل ہو کس میں سے؟ دین میں سے اور رہن کی قیمت میں سے۔ اب کون سی چیز اقل ہے، کم کون سی ہے؟ گاڑی کی قیمت، اور گاڑی کی قیمت کتنی ہے؟ چار لاکھ۔ معلوم ہوا اس پہ کتنا ضمان آئے گا؟ چار لاکھ اس پہ ضمان آیا، چار لاکھ ضمان۔ اور دین کتنا تھا؟ پانچ لاکھ۔ تو گویا پانچ لاکھ میں سے چار لاکھ اس نے وصول کر لیے مجھ سے، اور باقی کتنا رہ گیا؟ ایک لاکھ، اب وہ مجھے دینا پڑے گا بھئی۔ اب میرے اوپر صرف ایک لاکھ دین ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے؟

تیسری صورت کہ رہن کی قیمت زیادہ ہو اور دین تھوڑا ہو۔ مثلاً دین اتنا ہی تھا پانچ لاکھ روپے اور گاڑی کی قیمت تھی چھ لاکھ روپے۔ اب اس صورت کے اندر بھئی گاڑی اس کے پاس تباہ ہو گئی تو اس پر ضمان آئے گا، اور ضمان کیا ہوتا ہے؟ اقل ہوتا ہے کس میں سے؟ دین اور رہن کی قیمت میں سے۔ تو یہاں پر اقل کیا ہے؟ دین تھوڑا ہے اور وہ کتنا ہے؟ پانچ لاکھ، تو اس پر ضمان بھی کتنا آئے گا؟ پانچ لاکھ ضمان آئے گا۔ اور وہ جو ایک لاکھ زائد تھے گاڑی کے پیسے وہ اس کے پاس بطور امانت کے تھے۔ کس کے تھے؟ تو یوں سمجھیں گے یہ جو گاڑی اس کے پاس میں نے رکھوائی تو اس کا ضمان اس پر کتنا آئے گا؟ پانچ لاکھ، اور جو زائد ہے وہ امانت تھا، اور آپ جانتے ہیں امانت کے اندر دوسرے پر ضمان نہیں آیا کرتا۔ میں نے آپ کے پاس اپنی گاڑی بطور امانت کے رکھوائی، میں کہیں سفر پر جا رہا تھا میں نے کہا یہ گاڑی آپ اپنے گھر میں رکھ لیں کھڑی کر لیں بھئی، کھڑی کر لیں۔ تو یہ گاڑی آپ کے پاس میں نے بطور حفاظت کے امانت کے طور پر رکھوائی۔ اور یاد رکھو امانت کے اندر ضمان نہیں آیا کرتا۔ لہذا یہ گاڑی اس کے پاس اگر تباہ ہو گئی تو اب میں جا کر یہ نہیں کہہ سکتا لاؤ بھئی مجھے گاڑی کے پیسے دو۔ کیوں؟ کیونکہ گاڑی اس کے پاس امانت تھی اور امانت میں ضمان نہیں آیا کرتا۔

ہاں اگر اس نے کوئی زیادتی کی ہے گاڑی استعمال کرنا شروع کر دی ہے پھر الگ حکم ہے، اس کی بات میں نہیں کر رہا بھئی۔ ایک ویسے کسی کے پاس امانت رکھواؤ اور اس نے کوئی زیادتی بھی نہیں کی، آپ کی چیز اس نے حفاظت سے رکھی ہوئی ہے، پھر کسی قدرتی آفت یا کسی وجہ سے وہ چیز تباہ ہو جاتی ہے ضائع ہو جاتی ہے تو امانت کے اندر کبھی بھی ضمان نہیں آتا۔ بھئی اب وہ ضمان مجھے کس بات کا دے؟ ایک تو وہ بیچارہ میری چیز کی حفاظت کر رہا تھا، اب قدرتی کوئی آفت آئی وہ چیز کیا ہو گئی؟ تباہ ہو گئی، اس بیچارے کا تو کوئی دخل نہیں۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو امانت میں ضمان نہیں۔

میں نے ایک آدمی کے پاس دس لاکھ روپے بطور امانت کے رکھوا دیے، اس بیچارے نے مجھ سے لیے اپنے گھر کے اندر حفاظت کے ساتھ رکھ لیے بھئی۔ چند دن بعد اس کے گھر چوری ہوئی ڈاکہ پڑ گیا، وہ پیسے گئے بھئی۔ اب میں اس کو نہیں کہہ سکتا کہ لاؤ بھئی جہاں سے بھی ہو میرے دس لاکھ مجھے دو میں نے آپ کے پاس امانت رکھوائے تھے بھئی۔ نہیں بھئی اس بیچارے نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ یہ چیز تو اس کے پاس، اس میں تو میرا فائدہ تھا میں نے حفاظت کے لیے میں خود حفاظت چونکہ نہیں کر سکتا تھا لہذا میں نے کیا کیا تھا؟ اس کے پاس بطور حفاظت کے رکھوائے تھے، تو وہ تو میرے ساتھ نیکی کر رہا ہے میری چیز کو اس نے حفاظت کے ساتھ رکھا ہوا ہے، پھر خود وہ چیز کیا ہو گئی؟ اس کا اپنا کوئی دخل نہیں ہے وہ چیز چوری ہو گئی ہے، تو اب اس صورت میں اس پر کوئی ضمان نہیں آیا کرتا۔

تو یاد رکھیے یہ جب رہن کی قیمت دین سے زیادہ ہو تو جو زائد ہوتا ہے وہ امانت کے حکم میں ہوتا ہے، اور امانت میں ضمان نہیں آیا کرتا۔ تو دین تھا مولانا پانچ لاکھ روپے اور گاڑی تھی چھ لاکھ روپے کی، تو اس پر ضمان کتنا آئے گا؟ جو اقل ہو دین اور گاڑی کی قیمت میں سے، اور اقل کتنا ہے؟ پانچ لاکھ۔ تو پانچ لاکھ جو ہے اس پر ضمان آئے گا، جو گاڑی ہے اس کے پاس پانچ لاکھ کے ضمان میں ہے بھئی۔ اور ایک لاکھ جو ہے وہ اس کے پاس بطور امانت کے ہے، اس کا اس پر ضمان

نہیں۔ تو لہذا اب یہ چھ لاکھ والی گاڑی اگر اس کے پاس تباہ ہو گئی تو یوں سمجھا جائے گا تو اب اس پر ضمان کتنا آئے گا؟ پانچ لاکھ آیا، تو گویا دین بھی تھا پانچ لاکھ، گویا اس نے پانچ لاکھ روپے مجھ سے وصول کر لیے اب میرے اوپر کوئی دین اس کا نہیں ہے، اور وہ جو ایک لاکھ ضائع ہوا ہے وہ بطور امانت کے ضائع ہوا ہے اس کا تو ضمان ہی نہیں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟ تو خلاصہ کلام یہ مولانا کہ رہن مضمون بالاقل ہوتا ہے، یعنی کہ دین اور رہن کی قیمت میں سے جو کم ہو وہ ضمان آیا کرتا ہے، وہ ضمان۔

تو کہتے ہیں بھئی وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ اور رہن جو ہے وہ مضمون ہوتا ہے اقل کے بدلے میں، یعنی کہ اس کی قیمت اور دین میں سے ان میں سے جو اقل ہو اس کے بدلے مضمون ہوتا ہے۔ دیکھیے اب یہی تین صورتیں ذکر کر رہے ہیں: ایک صورت کیا تھی؟ رہن اور دین برابر ہوں، ایک صورت کیا تھی؟ رہن زیادہ ہے دین تھوڑا، تیسری صورت دین زیادہ ہے اور رہن کم ہے۔ فَإِذَا هَلَكَ الرَّهْنُ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ پس جب ہلاک ہو جائے رہن مرتہن کے قبضے میں وَقِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ اور اس رہن کی قیمت اور دین برابر تھے صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ حُكْمًا تو ہو گیا مرتہن وصول کرنے والا اپنے دین کو حُکْمًا۔ بھئی آپ مجھے بتائیے جب گاڑی اس کے پاس تباہ ہوئی، گاڑی بھی تھی پانچ لاکھ کی دین بھی تھا پانچ لاکھ بھئی، تو اب کیا حکم لگائیں گے؟ پانچ لاکھ ضمان آیا، تو گویا کہ اس نے مجھ سے پانچ لاکھ روپے وصول کر لیے۔ بھئی حقیقتاً تو اس نے پانچ لاکھ مجھ سے وصول نہیں کیے لیکن حُکْمًا کیا کر لیے؟ وصول، حکم لگا دیا جائے گا کہ گویا اس نے کیا کر لیے؟ وصول۔ تو یہی بات کر رہے ہیں صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ حُكْمًا ہو جائے گا مرتہن وصول کرنے والا اپنے دین کو حُکْمًا بھئی۔

وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ فَالْفَضْلُ أَمَانَةٌ اور اگر رہن کی قیمت زیادہ تھی دین سے فَالْفَضْلُ أَمَانَةٌ تو زائد امانت ہو گا۔ وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ اور اگر رہن کی قیمت بھئی اس سے کم تھی یعنی دین سے کم تھی سَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهَا تو ساقط ہو جائے گا دین میں سے اسی کے بقدر، یعنی گاڑی چار لاکھ کی تھی وہ اقل تھی تو دین میں سے اتنا ہی ساقط ہو جائے گا یعنی چار لاکھ ساقط ہو جائیں گے، وَرَجَعَ الْمُرْتَهِنُ بِالْفَضْلِ اور رجوع کرے گا مرتہن زائد کے ساتھ بھئی۔ مرتہن زائد کے ساتھ کیا کرے گا؟ رجوع۔ دیکھو میں نے گاڑی رکھوائی گاڑی تھی چار لاکھ کی اور دین تھا پانچ لاکھ کا، تو اقل کیا تھا؟ گاڑی کی قیمت، تو چار لاکھ گویا اس نے وصول کر لیے اور ایک لاکھ وہ جو زائد ہے دین کا اس کے سلسلے میں مرتہن میری طرف رجوع کرے گا کہ لاؤ بھئی اب وہ ایک لاکھ بھی دے دو بھئی۔ یہ معنی ہے وَرَجَعَ الْمُرْتَهِنُ بِالْفَضْلِ اور رجوع کرے گا مرتہن زائد کے ساتھ۔

وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ الْمُشَاعِ۔ جائز نہیں ہے رہن مشاع چیز کا۔ مشاع میں نے ابھی بتلایا بھئی جو شائع ہو، پھیلی ہوئی ہو الگ نہ ہو۔ وہ زمین کی مثال میں نے ذکر کی تھی میرے اور زید کے درمیان زمین مشترک ہے بھئی، اب میں یہ زمین کسی کے پاس بطور رہن کے رکھوانا چاہتا ہوں، یہ جائز نہیں ہے اس لیے کیونکہ میرا حصہ الگ نہیں ہے بلکہ مشاع ہے پھیلا ہوا ہے پوری زمین میں زید کے حصے کے ساتھ بھئی۔ وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ الْمُشَاعِ اور جائز نہیں ہے مشاع چیز کا رہن رکھوانا۔ وَلَا رَهْنُ ثَمَرَةٍ عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ دُونَ النَّخْلِ اور جائز نہیں ہے رہن رکھوانا پھل کا، وہ پھل ایسا پھل عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ جو کس پر ہے؟ کھجور کے سر پر یعنی کھجور پر جو پھل لگا ہوا ہے دُونَ النَّخْلِ بغیر کھجور کے۔ صرف پھل رکھوانا، کھجور پر پھل لگا ہوا ہے لیکن صرف پھل رکھواتا ہے رہن بغیر کھجور کے درخت کے تو یہ رہن رکھوانا جائز نہیں۔ وَلَا زَرْعٍ فِي الْأَرْضِ دُونَ الْأَرْضِ اور نہ ہی فصل کا رہن، وہ فصل فِي الْأَرْضِ جو کس کے اندر لگی ہے؟ زمین میں ہے اس کا رہن بھی صحیح نہیں ہے دُونَ الْأَرْضِ بغیر زمین کے، زمین کے ساتھ ہو پھر صحیح ہے۔[۳]

وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ النَّخْلِ وَالْأَرْضِ دُونَهُمَا۔ دُونَهُمَا، ہما ضمیر کو دیکھیے بھئی دو نیچے لکھا ہوا ہے، اور دو کس کے نیچے لکھا ہے اوپر؟ زَرْعٍ کے نیچے بھی لکھا ہوا ہے اور ثَمَرَةٍ کے نیچے بھی۔ ہما تثنیہ کی ضمیر ہے نا تو دو چیزوں کی طرف لوٹ رہی ہے، کون سی چیزیں ہیں؟ ایک فصل ہے اور ایک پھل۔ اچھا اب دیکھیے وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ النَّخْلِ اور جائز نہیں ہے کھجور کے درخت کا رہن رکھوانا، یہ بطور مثال کے کھجور کا درخت ذکر کر رہے ہیں ہر درخت کا ہر پھل دار درخت کا یہی حکم ہے۔ وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ النَّخْلِ وَالْأَرْضِ دُونَهُمَا اور جائز نہیں ہے کھجور کے درخت کا رہن رکھوانا اور زمین کا رہن رکھوانا دُونَهُمَا ان دونوں کے بغیر، یعنی پھل اور کھیتی کے بغیر۔ زمین میں کھیتی لگی ہوئی ہے فصل لگی ہوئی ہے اب صرف زمین کو رہن کے طور پر رکھواتا ہے کھیتی کو نہیں رکھواتا یہ صحیح نہیں۔ اسی طرح پھل درخت پر لگا ہوا ہے صرف درخت رہن رکھواتا ہے بغیر پھلوں کے تو یہ درست نہیں۔ ہاں پھل اتار لے پھر رکھوا دے یا دونوں

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا رَهْنُ ثَمَرَةٍ عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ دُونَ النَّخْلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخہ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا رهن ثمرة على رؤوس النخل دون النخل» منقول ہے۔

رکھوادے۔

وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ بِالْأَمَانَاتِ اور رہن صحیح نہیں ہے امانتوں کے بدلے۔ کس کے بدلے؟ بھئی وہ چیزیں جو امانتیں ہیں امانتوں کے حکم میں ہیں ان کے بدلے رہن نہیں رکھوا سکتے۔ کیوں نہیں رکھوا سکتے؟ وجہ یہ کہ آپ نے پڑھا تھا رہن ایسے دین کے بدلے صحیح ہوتا ہے جو مضمون ہو جس میں کیا آتا ہو؟ ضمان، اور امانت میں ضمان آتا ہے؟ نہیں، جب ان میں ضمان نہیں آتا تو ان کے بدلے رہن بھی صحیح نہیں ہے۔ وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ بِالْأَمَانَاتِ اور صحیح نہیں ہے رہن امانتوں کے بدلے۔

اب امانتیں کئی قسم کی ہیں تو اس میں سے وہ گنوا رہے ہیں بھئی: كَالْوَدَائِعِ جیسے امانتیں ہیں، ودیعت بھئی جس کو ہم اردو میں امانت کہتے ہیں، جس کو ہم کیا کہتے ہیں؟ امانت۔ ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے کے پاس رکھوا دیتا ہے اس کو کہتے ہیں ودیعت رکھوانا، امانت رکھوانا بھئی، جیسے امانتیں ہیں، وَالْعَوَارِي اور عَوَارِي جمع ہے عاریت کی، جیسے کسی کے پاس کیا کرنا؟ عاریتاً چیز دینا کسی کو۔ عاریتاً ہے کسی کو استعمال کے لیے، کسی نے کوئی چیز آپ سے مانگی بھئی آپ کی موٹر سائیکل ہے آپ کے ساتھی نے آپ سے استعمال کے لیے ایک دن کے لیے مانگ لی، آپ نے موٹر سائیکل دے دی، یہ عاریت کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ آپ نے کوئی پیسے لیے؟ نہیں، پیسے لے لیے کرایہ لے لیا تو حکم بدل جائے گا وہ عاریتاً نہیں ہے۔ یا جیسے گھروں میں ہوتا ہے ایک گھر میں مہمان آئے ساتھ والوں سے برتن منگوا لیے تو یہ کیا ہے؟ عاریت ہے بھئی، کسی کو استعمال کے لیے چیز دے دینا بغیر اجرت کے یہ عاریت کہلاتا ہے۔

اور یاد رکھو یہ جو عاریتاً چیز دی جاتی ہے یہ بھی امانت کے حکم میں ہے، یہ امانت ہے بھئی۔ لہٰذا آپ کا ساتھی آپ کی موٹر سائیکل لے گیا استعمال کے لیے آپ نے دے دی، وہ موٹر سائیکل اس سے گم ہو گئی تو اس پر ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ اس پر ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ ہاں البتہ اسے چاہیے جو عاریتاً لے کر گیا تھا اسے چاہیے کہ جس سے موٹر سائیکل یا چیز لے کر گیا تھا اس کی دلجوئی کے لیے کچھ نہ کچھ اسے پھر ضرور دے دے۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن ضروری نہیں ہے، دے دے اس کی دلجوئی کے لیے تو بہتر ہے ورنہ یہ امانت کے حکم میں ہے۔

وَالْمُضَارَبَاتِ اور اسی طرح مضاربات ہیں بھئی، مضاربات۔ مضاربت کا آگے باقاعدہ باب آئے گا بھئی۔ عقد مضاربت اس کو کہتے ہیں کہ میں ایک آدمی کو پیسے دیتا ہوں اور وہ ان پیسوں سے کام کرتا ہے تجارت کرتا ہے اور نفع ہم دونوں آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔ تو مال ایک کا ہو گا محنت دوسرے کی ہو گی اور نفع آپس میں کیا کریں گے؟ تقسیم کریں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ مثلاً میرے پاس مال تو تھا لیکن مجھے تجارت کا تجربہ نہیں، دوسرے کو تجارت کا تجربہ ہے لیکن اس کے پاس مال نہیں، تو مال میرے سے لے لیتا ہے محنت خود کرتا ہے اور نفع پھر ہم آپس میں کیا کر لیتے ہیں؟ تقسیم۔ یہ عقد مضاربت کہلاتا ہے۔ یاد رکھیے یہ جو مال مضاربت ہے یہ بھی امانت ہے، لہٰذا اس کے پاس اگر ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے بھئی۔

وَمَالِ الشَّرِكَةِ اور اسی طرح مال شرکت یہ بھی امانت ہے بھئی۔ مال شرکت یہ میں اور زید مل کر پیسے ملا کر کاروبار کرتے ہیں۔ مضاربت میں تو مال ایک کا تھا محنت دوسرے کی تھی، یہاں پر مال کیا ہوتا ہے؟ دونوں طرف سے آتا ہے، تو یہ مال شرکت ہوا بھئی جس کے ذریعے ہم کاروبار کر رہے ہیں۔ اس مال شرکت کے بدلے بھی رہن رکھوانا صحیح نہیں اس لیے کہ یہ بھی کس کے حکم میں ہے؟ امانت کے حکم میں ہے، اس میں ہلاک ہو جائے تو ضمان نہیں آیا کرتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ ساری وہ صورتیں ذکر ہو رہی ہیں جن میں تعدی نہ ہو دوسرے نے کوئی زیادتی نہیں کی، وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کے ساتھ اس چیز کو استعمال کر رہا تھا یا وہ مال خرچ کر رہا تھا۔ ہاں اگر اس نے خود زیادتی کی ہے کوئی، عاریتاً آپ سے موٹر سائیکل لے کر گیا تھا اور پھر جہاں پہنچا تالا بھی نہیں لگایا ویسے ہی کھڑی کر کے چلا گیا، بھئی اس طرح تو کوئی نہیں کرتا یہ تو اس نے زیادتی کی ہے جان بوجھ کر گمانے والی بات ہے، تو اس صورت میں پھر ضمان آئے گا۔ تو زیادتی والی صورتیں میں بیان نہیں کر رہا بلکہ عام صورتیں بیان کر رہا ہوں بھئی۔

وَيَصِحُّ الرَّهْنُ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَثَمَنِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلَمِ فِيهِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے آپ کے ساتھ عقد سلم کیا۔ مجلس کے اندر بیٹھے ہیں، میں نے آپ سے کہا بھئی آپ مجھے ایک لاکھ روپے کے بدلے سو من گندم دے دیجیے گا دو مہینے کے بعد بھئی۔ ہم دونوں نے آپس میں عقد کر لیا۔ کتنے پیسے تھے؟ ایک لاکھ میں۔ کتنی گندم ہے؟ سو من ہے۔ ابھی پیسے میں نے آپ کو نہیں دیے، اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے میں نے آپ کو اپنی گھڑی بطور رہن کے رکھوا دی کہ پیسوں کی ادائیگی تک کیا کر لو یہ گھڑی اپنے پاس رکھ لو۔ تو کہتے ہیں یہ رہن صحیح ہے بھئی۔ اس لیے کہ وہ پیسے میرے اوپر دین ہیں یا دین نہیں ہیں؟ دین ہیں، اور ہر دین مضمون کے بدلے رہن رکھوانا صحیح۔ تو لہٰذا یہاں پر ثمن جو ہیں بیع سلم کے یعنی جو رَأْسُ الْمَالِ ہے اس کے بدلے رہن رکھوانا بھی صحیح۔

لیکن یاد رکھنا میں نے گھڑی رہن رکھوادی، پیسے ادا نہیں کیے، میں اٹھ کر چلا گیا مجلس سے پیسے لینے کے لیے۔ جیسے ہی ہم دونوں جدا ہوئے مجلس سے فوراً عقد سلم باطل ہو گیا۔ فوراً گیا ہو گیا؟ عقد سلم باطل۔ کیوں باطل ہوا اب آپ مجھے بتایئے بھئی؟ کیونکہ عقد سلم میں کیا ضروری تھا؟ ثمن پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری تھا بھئی، اور وہاں اسی مجلس میں ثمن پر قبضہ پایا گیا؟ نہیں۔ میں نے اپنی چیز تو رہن رکھوادی ہے لیکن ثمن تو میں نے ابھی نہیں دیے اور میں مجلس سے اٹھ کر چلا گیا، حالانکہ ثمن پر اسی مجلس کے اندر قبضہ ضروری تھا۔ لہٰذا اٹھ کر جاتے ہی فوراً عقد سلم کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔

اور دوسری صورت یہ کہ اسی مجلس میں ابھی بیٹھے ہیں اور میں نے چیز اس کے پاس گروی رکھوادی اپنی گھڑی ثمن کے بدلے رَأْسُ الْمَالِ کے بدلے، اسی مجلس کے اندر وہ گھڑی اس سے ہلاک ہو گئی بھئی، اس کے ہاتھ سے گری ٹوٹ گئی بھئی ختم ہوئی بھئی۔ تو یوں سمجھا جائے گا گویا کہ مُسْلَمٌ إِلَيْهِ نے یعنی بائع نے اپنا حصہ اپنا حق وصول کر لیا، یعنی کہ ثمن یعنی کہ رَأْسُ الْمَالِ کو کیا کر لیا؟ وصول کر لیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اگر رہن اسی مجلس میں ہلاک ہو جائے تو پھر کیا حکم لگائیں گے؟ گویا کہ اس نے اپنا حصہ اپنا دین وصول کر لیا۔ تو اگر رہن اسی مجلس میں ہلاک ہوتا ہے تو عقد صحیح رہے گا، یوں سمجھا جائے گا اس نے اپنا حصہ وصول کر لیا۔ اور اگر رہن اس مجلس میں ہلاک نہیں ہوا اور اس نے پیسے بھی نہیں لا کر ادا کیے اور مجلس سے دونوں جدا ہو گئے تو عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔

دوسری صورت بناؤ عقد صرف کے اندر بھئی، یا پہلے مُسْلَمٌ فِيهِ میں بنالیں۔ مُسْلَمٌ فِيهِ کے اندر: میں نے آپ کے ساتھ عقد سلم کیا ہے کہ ایک لاکھ روپے کے بدلے مجھے آپ سو من گندم دینا دو مہینے کے بعد۔ اب آپ۔

عقد ہو گیا، میں نے پیسے آپ کے حوالے اسی مجلس میں کر دیے۔ رَأْسُ الْمَالِ تو حوالے ہو گیا، اس پر اسی مجلس میں قبضہ پایا گیا۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں بھئی آپ نے میری سو من گندم دینی ہے دو مہینے کے بعد، تو یہ آپ پر دین ہے، اور دین بھی کون سا ہے؟ دین مضمون ہے۔ تو لہٰذا اب آپ اس کے بدلے میرے پاس کوئی چیز رہن رکھواؤ، تو کہتے ہیں یہ رہن رکھوانا صحیح ہے۔ یہ رہن رکھوانا صحیح ہے کیونکہ وہ دین ہے اس پر اور دین مضمون ہے، اور دین مضمون کے بدلے رہن رکھوانا صحیح ہوتا ہے۔ تو اس نے مثلاً میرے پاس اپنی گھڑی رکھوادی بھئی۔ کس نے رکھوائی ہے یہ گھڑی؟ وہ بائع نے یا مُسْلَمٌ إِلَيْهِ نے رکھوائی ہے۔

اب اگر وہ گھڑی اسی مجلس میں میرے پاس ہلاک ہو گئی تو حُکْمًا گویا میں نے اس سے مبیعہ وصول کر لیا، اپنا حق وصول کر لیا۔ اور اگر اس مجلس میں گھڑی ہلاک نہیں ہوئی اور ہم دونوں اٹھ کر چل پڑے تو اب یہ حکم نہ لگانا عقد باطل ہو جائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ مُسْلَمٌ فِيهِ پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری تھا؟ عقد سلم کے اندر بھئی مُسْلَمٌ فِيهِ کب دیا جاتا ہے؟ کچھ مدت کے بعد دیا جاتا ہے، تو گندم تو اس نے مجھے کب دینی تھی؟ دو ماہ بعد، تو اسی مجلس میں گندم پہ کوئی قبضہ ضروری تھا؟ نہیں تھا ضروری، اور اب میں ثمن تو دے چکا ہوں اور اٹھ کر جا رہا ہوں تو عقد باطل نہیں ہوا بلکہ عقد صحیح ہے اور وہ عقد رہن بھی صحیح ہے، وہ چیز میرے پاس بطور رہن کے رہے گی بھئی۔ تو ثمن کے بدلے رَأْسُ الْمَالِ کے بدلے جب رہن رکھے گا تو اٹھ کر جاتے ہی فوراً عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ لیکن مُسْلَمٌ فِيهِ کے بدلے اگر رہن رکھا ہے تو پھر اس صورت میں عقد باطل نہیں ہو گا کیونکہ مُسْلَمٌ فِيهِ کی تو ادائیگی ضروری ہی نہیں تھی بھئی، وہ تو مدت کے بعد دے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی کہ مشکل ہو گئی؟

تو مسئلہ کیا ہوا بھئی؟ کہ اگر عقد سلم کے اندر ثمن کے بدلے رَأْسُ الْمَالِ کے بدلے کوئی چیز گروی رکھوائی اور وہ چیز اسی عقد میں ہلاک ہو گئی جو چیز گروی رکھوائی تھی، تو گویا کہ مُسْلَمٌ إِلَيْهِ نے کیا کیا؟ ثمن کو یعنی رَأْسُ الْمَالِ کو وصول کر لیا۔ اور اگر وہ چیز جو گروی رکھوائی ہے وہ اس مجلس میں ہلاک نہیں ہوئی اور دونوں آپس میں جدا ہو گئے بغیر ثمن کی ادائیگی کے بغیر رَأْسُ الْمَالِ کی ادائیگی کے، تو آپ فوراً کیا حکم لگا دیں گے؟ عقد باطل ہو گیا کیونکہ رَأْسُ الْمَالِ حوالے نہیں کیا حالانکہ اس پر قبضہ ضروری تھا۔ جبکہ مبیعے کے اندر اگر گروی کوئی چیز رکھوائی اور وہ چیز اسی مجلس میں ہلاک ہو گئی تو گویا کہ اس نے کیا کر لیا؟ مبیعے کو یعنی مُسْلَمٌ فِيهِ کو وصول کر لیا۔ اور اگر وہ چیز ہلاک نہیں ہوئی اسی مجلس کے اندر یہ اپنے ساتھ لے کر چلا گیا بھئی مجلس سے دونوں جدا ہو گئے، تو اب یہ نہ کہنا کہ عقد باطل ہو گیا کیونکہ مُسْلَمٌ فِيهِ پر تو اس مجلس میں قبضہ ضروری ہی نہیں تھا، اس نے تو دو مہینے یا تین مہینے یا چار مہینے کے بعد ملنا تھا بھئی۔ تو اب عقد سلم بھی صحیح اور وہ عقد رہن بھی صحیح ہے، وہ چیز اب اس کے پاس بطور گروی ہی رہے گی بھئی۔

اب یہ صورت بناؤ کس کے اندر؟ عقد صرف کے اندر۔ میں اور آپ مجلس کے اندر بیٹھے ہیں، میں نے آپ سے کہا یہ ایک لاکھ روپے مجھ سے لے لو اور اس کے بدلے ریال دے دو بھئی۔ ہم دونوں نے آپس میں عقد کر لیا۔ اب میری طرف سے روپے ہیں آپ کی طرف سے ریال ہیں، دونوں طرف جنس ثمن

ہیں تو یہ کون سا عقد ہوا؟ یہ عقد صرف ہوا، اور عقد صرف کے اندر آپ نے پڑھا ہے کہ عوضین پر اسی مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔ اب عقد ہو گیا، ایک لاکھ روپیہ میں نے آپ کے حوالے نہیں کیا بلکہ اس کے بدلے کوئی چیز آپ کے پاس رہن کے طور پر رکھوادی بھئی، رہن کے طور پر رکھوادی۔ تو کہتے ہیں یہ رہن رکھوانا صحیح۔ اس لیے میں نے آپ کے پاس اپنی گھڑی رکھوادی تو یہ رہن صحیح ہے۔ کیوں؟ کیونکہ میں نے آپ کے ایک لاکھ روپے دینے ہیں اور وہ دین مضمون ہے، اور دین مضمون کے بدلے رہن رکھوانا صحیح ہوتا ہے۔

لیکن اگر ہم دونوں مجلس سے جدا ہوئے اور ابھی میں نے وہ پیسے ادا نہیں کیے بلکہ وہی چیز آپ کے پاس گروی ہے، تو مجلس سے جدا ہوتے ہی فوراً کیا حکم لگا دیں گے؟ عقد صرف کیا ہو گیا؟ باطل۔ کیوں باطل ہوا؟ کیونکہ عوض پر قبضہ ضروری تھا وہ قبضہ تو نہیں پایا گیا بھئی۔ اور اگر مجلس کے اندر ہی بیٹھے ہیں اور وہ جو رہن میں نے چیز رکھوائی تھی وہ مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی، آپ فوراً کیا حکم لگا دیں گے؟ گویا کہ اس نے عوض کو وصول کر لیا۔ لیکن حقیقتاً یا حُکمًا؟ حُکمًا، یہ حکم ہم لگا دیں گے، حقیقتاً تو اس نے وصول نہیں کیا لیکن حکم لگا دیں گے کہ گویا اس نے وصول کر لیا۔ اب اس صورت میں جدا ہوئے بھی تو عقد باطل نہیں ہے بھئی کیونکہ اس نے بھی عوض پر قبضہ کر لیا اس نے بھی وصول کر لیا اپنا حق بھئی۔

تو کہتے ہیں وَيَصِحُّ الرَّهْنُ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَثَمَنِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلَمِ فِيهِ اور صحیح ہے رہن عقد سلم کے رَأْسُ الْمَالِ کے بدلے وَثَمَنِ الصَّرْفِ اور عقد صرف کے ثمن کے بدلے وَالْمُسْلَمِ فِيهِ اور کس کے بدلے؟ مُسْلَمٌ فِيهِ کے بدلے میں۔ فَإِنْ هَلَكَ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ پس اگر وہ رہن ہلاک ہو گیا مجلس عقد کے اندر ان تینوں صورتوں میں، تَمَّ الصَّرْفُ وَالسَّلَمُ تو تام ہو جائے گا عقد صرف اور عقد بیع سلم بھئی، وَصَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِحَقِّهِ حُكْمًا اور ہو جائے گا مرتہن وصول کرنے والا اپنے حق کو حُکمًا۔

وَإِذَا اتَّفَقَا عَلَى وَضْعِ الرَّهْنِ۔ بھئی یاد رکھو جو چیز گروی رکھوائی جاتی ہے وہ اسی شخص کے پاس رکھوانا ضروری نہیں جس کو دین کی ادائیگی کرنی ہے۔ مثلاً میں نے آپ سے گاڑی خریدی پانچ لاکھ روپے میں اور گاڑی میں نے لے لی، آپ نے ثمن مانگے میں نے کہا ثمن میں پانچ دن بعد دے دوں گا، جب تک آپ میری یہ گھڑی اپنے پاس بطور رہن کے رکھ لیں۔ قیمتی گھڑی تھی بڑی بھئی، میں نے کہا یہ آپ بطور رہن کے اپنے پاس رکھ لیں۔ تو یہ گھڑی اب میں نے کس کے پاس رکھوادی ہے؟ مرتہن کے پاس بھئی۔ تو یہ تو درست ہے آپ پڑھ چکے ہیں، لیکن اگر اس کے پاس رکھوانے کے بجائے ہم دونوں مل کر ایک تیسرے قابل اعتماد شخص کے پاس رکھوا دیں تو یہ بھی جائز ہے بھئی۔

اس نے کیا کہا کہ بھئی پیسے میرے دو، میں نے کہا بھئی پانچ دن بعد دے دوں گا آپ کو، اس نے کہا نہیں بھئی پھر کوئی چیز اپنی رہن رکھواؤ، تو چلو میرے پاس نہ رکھواؤ زید کے پاس رکھوا دو، زید قابل اعتماد آدمی ہے، میں بھی راضی ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اپنی گھڑی زید کے پاس بطور رہن کے دے دی تو یہ صحیح ہے مولانا۔ تو کسی تیسرے قابل اعتماد آدمی کے پاس رہن رکھوانا بھی صحیح ہے۔ لیکن پھر اس میں یاد رکھنا ان دونوں میں سے کوئی ایک جا کر اس چیز کو اس سے نہیں لے سکتا۔ اس کے پاس چیز رکھوا دی چلے گئے، بعد میں میں گیا زید کے پاس بھئی لاؤ میری گھڑی دے دو، بھئی وہ روکے گا وہ نہیں دے گا مجھے، نہیں بھئی گھڑی میں آپ کو کیسے دے دوں؟ جیسے گھڑی کے اندر آپ کا حق ہے اسی طرح مرتہن کا بھی حق ہے بھئی، یہ گھڑی کیوں روکی گئی ہے؟ تاکہ وہ اپنے دین کو وصول کر سکے بھئی۔

تو گھڑی کے ساتھ راہن کا بھی حق وابستہ ہے اور مرتہن کا بھی حق وابستہ ہے۔ راہن کا کیا حق ہے؟ گھڑی اس کی ہے چیز اس کی ہے بھئی، تو یہ اس کے پاس بطور حفاظت اور امانت کے طور پر وہ عادل آدمی کے پاس ہے۔ اور مرتہن کا بھی حق وابستہ ہے اس چیز کے ساتھ کہ اس نے اس چیز کے ذریعے اپنے دین کو وصول کرنا ہے۔ تو دونوں کا حق اس سے متعلق ہے، لہٰذا اب اگر کوئی ایک جا کر لے لیتا ہے تو دوسرے کا حق کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔ اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے کے حق کو کیا کر دے؟ باطل کر دے۔ تو لہٰذا کوئی ایک جاتا ہے اور اس سے چیز مانگتا ہے تو وہ نہیں دے گا اس کو بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی جی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا اتَّفَقَا اور جب دونوں متفق ہو جائیں یعنی راہن اور مرتہن، جب دونوں متفق ہو جائیں عَلَى وَضْعِ الرَّهْنِ عَلَى يَدَيْ عَدْلٍ جَازَ رہن رکھوانے پر عَلَى يَدَيْ عَدْلٍ ایک قابل اعتماد آدمی کے ہاتھوں میں اس کے قبضے میں رکھوانے پر دونوں راضی ہو جائیں جَازَ تو یہ جائز ہے۔ وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ وَلَا لِلرَّاهِنِ أَخْذُهُ مِنْ يَدِهِ اور جائز نہیں ہے مرتہن کے لیے اور نہ راہن کے لیے، یعنی اکیلے مرتہن اور اکیلے راہن کے لیے جائز نہیں ہے

أَخْذُهُ مِنْ يَدِهِ اس رہن کو لے لینا اس کے قبضے سے۔

فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ هَلَكَ مِنْ ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ۔ بھئی صورت یہ ہے: وہ گھڑی ہم نے زید کے پاس رکھوائی تھی، زید کے پاس وہ گھڑی ہلاک ہو گئی۔ کیا ہوئی؟ ہلاک ہو گئی ضائع ہو گئی، اس نے تو حفاظت سے رکھی تھی چیز ضائع ہو گئی اس کے پاس۔ تو اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی زید کے پاس رکھوائی تھی ہم نے کس لیے رکھوائی تھی، کیا مقصد تھا؟ تاکہ اس کے ذریعے مرتہن کیا کرے؟ اپنے حق کو وصول کرے، لہٰذا اب مرتہن پر ضمان آئے گا بھئی۔ مرتہن پر اس کا ضمان آئے گا، اسی طرح ضمان کتنا ہو گا؟ دین اور رہن میں سے جو اقل ہو وہی صورت بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ هَلَكَ مِنْ ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی اس قابل اعتماد آدمی کے قبضے میں تو ہلاک ہوئی مرتہن کے ضمان میں سے۔

وَيَجُوزُ رَهْنُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ۔ بھئی درہم اور دینار کو رہن رکھوانا جائز ہے یا جائز نہیں؟ تو کہتے ہیں بھئی دراہم اور دنانیر اور مکیلی یعنی ماپی جانے والی چیزیں اور وزن کی جانے والی چیزیں ان کا رہن جائز ہے، ان کا رہن جائز ہے۔ کیوں جائز ہے؟ وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے ایک چیز کو اپنے پاس روکنا ہے اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے، تو دراہم اور دنانیر اور مکیلی اور موزونی چیزوں کے ذریعے وہ اپنا حق وصول کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے بھئی۔

فَإِنْ رُهِنَتْ بِجِنْسِهَا وَهَلَكَتْ۔ اچھا اب صورت بتلا رہے ہیں بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کے پاس درہم یا دینار وغیرہ کیا کیا؟ رہن رکھوایا، یا کوئی مکیلی یا موزونی چیز اس کے پاس رہن رکھوائی بھئی۔ اور اسی کی جنس کے بدلے، یعنی دین بھی اسی کی جنس میں سے تھا۔ رکھوائے بھی دراہم اور دین بھی کیا تھے؟ دراہم۔ رکھوائے دینار اور دین بھی کیا تھا؟ دینار۔ رکھوائی گندم اور دین بھی کیا تھا؟ گندم بھئی۔ یعنی اسی کی جنس کے بدلے رہن رکھوایا۔ تو اب کیا کیا جائے گا؟ کیا اب بھی جو اقل ہو گا وہ ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں۔ اب چونکہ اسی کی جنس کے بدلے ہے تو لہٰذا وہاں پر برابری ضروری ہے، تو وہاں مقدار کے اعتبار سے برابری ضروری ہو گی قیمت کو نہیں دیکھا جائے گا۔

مثلاً دیکھو صورت یہ ہے: میرے پاس کچھ دراہم تھے لیکن وہ بڑے اعلیٰ قسم کے دراہم ہیں بھئی، بڑے اعلیٰ قسم کے، اب میں نہیں چاہتا ان کو خرچ کروں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ فرض کرو ایک صورت بنا رہے ہیں ہم، میں ان کو نہیں خرچ کرنا چاہتا بھئی۔ تو میں آپ کے پاس آیا کہ بھئی مجھے دس دراہم کی ضرورت ہے آپ مجھے دے دیں میں چند دن بعد آپ کو لوٹا دوں گا بھئی۔ آپ نے مجھے دس دراہم دیے عام دراہم ذرا ادنیٰ درجے کے بھئی، ادنیٰ درجے کے دس دراہم، لیکن آپ نے کہا بھئی کوئی چیز رہن رکھواؤ میرے پاس پھر دوں گا بھئی۔ تو میں نے وہ اعلیٰ قسم کے دراہم آپ کے پاس بطور رہن کے رکھوا دیے۔ اور لے کر بھی آپ سے کیا چیز گیا ہوں؟ دراہم ہی لے کر گیا ہوں لیکن یہ دراہم ہیں ذرا ادنیٰ وہ دراہم ہیں بہت اعلیٰ۔

تو اب اس صورت کے اندر آپ کے پاس وہ اعلیٰ دراہم ہلاک ہو گئے، تو اب آپ پر ضمان آئے گا بھئی۔ تو کتنا ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں اب قیمت کو نہیں دیکھنا۔ میرے دراہم کی اگرچہ قیمت تھی زیادہ اور آپ کے دراہم کی قیمت ہے کم، لیکن جنس کے بدلے جنس آ گئی بھئی، اب مساوات ضروری ہے اور مساوات بھی کس چیز کے اندر ہو گی؟ دراہم کن میں سے ہیں؟ وزن کی جانے والی چیز، تو دیکھو جنس بھی آ گئی اور قدر بھی آ گئی یعنی وزن بھی آ گیا، اور اس صورت میں آپ نے پڑھا ہے مساوات ضروری۔ لہٰذا آپ کے پاس جو میں نے دس دراہم رکھوائے تھے وہ دین کے دس دراہم کے بدلے ہلاک ہو گئے۔ تو ضمان بھی اتنا ہی آئے گا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

یا دوسری صورت بنا لو: میں آپ سے چاندی لے کر گیا تھا اور آپ کے پاس دراہم میں نے کیا کیا؟ دراہم رکھوائے تھے، تو اب جتنے درہم آپ کے پاس ہلاک ہوں گے چاندی جو دین ہے اس کے وزن میں سے اسی کے بقدر ضمان آئے گا بھئی، چاندی میں سے اتنا ہی وزن کیا ہو جائے گا؟ گویا آپ نے وصول کر لیا۔ کیا کیا؟ وصول کر لیا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہاں کس چیز کو دیکھا جائے گا؟ قیمت کو نہیں دیکھا جائے گا۔ ایک چاہے اعلیٰ ہو ایک ادنیٰ ہو، ایک کا کام نفیس ہو اس کی ڈھلائی بڑی نفیس ہے دوسرے کی ڈھلائی ادنیٰ درجے کی ہے، نہیں۔ نہ اعلیٰ ادنیٰ ہونے کو دیکھیں گے نہ ڈھلائی وغیرہ کو دیکھیں گے۔ ہم نے ضابطہ پڑھا تھا بَابُ الرِّبَا کے اندر کہ جب جنس اور قدر پائی جائے تو وہاں پر کس چیز کے اندر ضروری ہے مساوات؟ مقدار کے اندر مساوات ضروری ہے۔ تو اگر مکیلی چیز ہو تو کیل کے اندر مساوات ہو گی، اور اگر وزنی چیز ہے تو پھر وزن کے اندر مساوات ہو گی، اسی کے بقدر ضمان آ جائے گا بھئی۔ اسی کے بقدر ضمان آئے گا۔

یا دوسری ایک گندم کی بھی صورت ذرا بنا لو بھئی، گندم ماپی جانے والی چیز ہے: میں نے آپ کو گندم دینی ہے بھئی مثلاً، آپ سے بطور قرض کے میں نے بھئی

سو من گندم لے لی، سو قفیز گندم بطور قرض کے لی۔ آپ نے کہا بھئی کوئی چیز میرے پاس بطور رہن کے رکھواؤ۔ میرے پاس ذرا ادنیٰ درجے کی گندم پڑی ہوئی تھی، میں نے وہ سو قفیز آپ کے پاس بطور رہن کے رکھوا دیے۔ وہ سو قفیز جو رہن تھے ادنیٰ درجے کی گندم وہ آپ کے پاس ہلاک ہو گئے، تو رہن ہلاک ہوا اور اس صورت میں ضمان آیا کرتا ہے۔ تو کتنا ضمان آئے گا بھئی؟ جی؟ برابر سو قفیز۔ قیمت نہیں دیکھیں گے، میری جو گندم رہن تھی اس کی قیمت تو کم تھی اور جو میں لے کر گیا ہوں اس کی اعلیٰ ہے، لیکن قیمت نہیں دیکھیں گے بلکہ جنس بھی وہی ہے دونوں طرف اور قدر بھی آرہی ہے یعنی کیل آرہا ہے، تو اس صورت کے اندر مساوات مقدار کے اندر یعنی کیل کے اندر ضروری ہے۔ تو اس صورت میں سو قفیز آپ کے پاس گندم ہلاک ہوئی ہے چاہے ادنیٰ درجے کی لیکن گویا آپ نے مجھ سے کتنے قفیز وصول کر لیے؟ سو قفیز وصول کر لیے۔

یہ معنی ہے فَإِنْ رُهِنَتْ بِجِنْسِهَا پس اگر رہن رکھوایا گیا اسی کی جنس کے بدلے میں، یعنی دین بھی وہی تھا اسی جنس سے تھا رہن بھی اسی کی جنس میں، وَهَلَكَتْ اور پھر وہ ہلاک ہوا، هَلَكَتْ بِمِثْلِهَا مِنَ الدَّيْنِ تو وہ ہلاک ہو گا رہن اسی کے مثل کے بدلے میں مِنَ الدَّيْنِ کس میں سے؟ دین میں سے، یعنی دین میں سے اتنا ہی کم کر دیں گے بھئی مقدار کے اعتبار سے۔ وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ یہ إِنْ وصلیہ ہے، اگرچہ مختلف ہوں دونوں یعنی رہن اور دین فِي الْجَوْدَةِ کس کے اندر؟ جی؟ کھرے پن کے اندر، عمدگی کے اندر اگرچہ دونوں مختلف ہوں وَالصِّيَاغَةِ اور ڈھلائی کے اندر۔

وَمَنْ كَانَ لَهُ دَيْنٌ عَلَى غَيْرِهِ فَأَخَذَ مِنْهُ مِثْلَ دَيْنِهِ فَأَنْفَقَهُ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ كَانَ زُيُوفًا فَلَا شَيْءَ لَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔ ایک آدمی کا دوسرے پر دین تھا، مثلاً اس نے اس کے سو درہم دینے تھے۔ یہ گیا اس کے پاس کہ لاؤ بھئی میرے سو درہم دے دو، اس نے سو درہم اس کے حوالے کیے لیکن کھوٹے حوالے کیے۔ کون سے درہم؟ کھوٹے۔ اسے پتہ ہی نہیں چلا وہ کھوٹے درہم لے کر آیا اور اس نے بھی لا کر چلائے، کسی کو پتہ نہیں چلا وہ چل گئے بھئی۔ اس نے ان سے پورا نفع اٹھا لیا۔ اب بعد میں اس کو پتہ لگا او ہو بھئی وہ جو اس نے مجھے سو درہم دیے تھے وہ کس قسم کے تھے؟ کھوٹے دراہم دیے تھے اس نے تو مجھے۔

تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی اس نے اپنا حق وصول کر لیا ہے بھئی کیونکہ یہاں برابری آگئی، ادھر بھی سو درہم تھے ادھر بھی سو درہم تھے، لہٰذا اب رجوع نہیں کرے گا۔ رجوع نہیں کرے گا۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں رجوع کرے گا۔ بھئی کیسے رجوع کیا جائے، کیا کریں؟ کہتے ہیں اس جیسے کھوٹے درہم کہیں سے لے آئے وہ اس کو دے دے اور اپنے کھرے درہم اس سے لے لے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَمَنْ كَانَ لَهُ دَيْنٌ عَلَى غَيْرِهِ اور جس کا دین تھا دوسرے پر فَأَخَذَ مِنْهُ مِثْلَ دَيْنِهِ پس اس نے لے لیا اس سے اپنے دین کے مثل، یعنی جتنا دین تھا اتنا اس سے لے لیا، فَأَنْفَقَهُ تو اسے خرچ کر لیا، ثُمَّ عَلِمَ پھر پتہ چلا أَنَّهُ كَانَ زُيُوفًا کہ وہ تو کھوٹے تھے۔ زُيُوفٌ کن کو کہتے ہیں؟ کھوٹوں کو، کہ وہ تو کھوٹے تھے، فَلَا شَيْءَ لَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تو اب اس کی کوئی چیز نہیں ہے دوسرے پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يَرُدُّ مِثْلَ الزُّيُوفِ وَيَرْجِعُ بِمِثْلِ الْجِيَادِ صاحبین فرماتے ہیں کہ لوٹائے گا کھوٹوں کے مثل اور رجوع کرے گا عمدہ کے مثل، یعنی ان کھوٹوں جیسے واپس کر دے گا اور عمدہ جیسے رجوع کرے گا اس سے واپس لے لے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

بھئی یہ مسئلہ یہاں ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ہم تو کون سے مسئلے پڑھ رہے ہیں؟ رہن کے، یہاں کوئی رہن کا ذکر آیا؟ نہیں۔ لیکن اس کی مناسبت ہے مولانا، ماقبل کے مسئلے سے مناسبت تھی تو اس کو یہیں پر ذکر کر دیا کہ جیسے رہن کے اندر کیا ہوتا ہے؟ رہن کے ذریعے اپنے حق کو کیا کر لیا جاتا ہے؟ وصول کر لیا جاتا ہے، تو یہاں پر بھی جب کھوٹے اس نے لے کر خرچ کر لیے تو گویا اپنے حق کو وصول کر لیا تو اب اس پر کوئی چیز نہیں، تو یہ رہن کی طرح ہوا۔

وَمَنْ رَهَنَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ فَقَضَى۔ صورت مسئلہ، یہ یاد رکھنا بھئی ضابطہ کہ جب کوئی چیز کسی کے پاس رہن رکھوائی جائے تو وہ سارے دین کے بدلے رہن ہوتی ہے۔ سارے دین کے بدلے رہن۔ تو جب تک مرتہن پورے دین کی پائی پائی نہ وصول کر لے اسے حق ہے کہ وہ راہن کو وہ چیز وہ رہن واپس نہ دے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جب تک ایک روپیہ بھی راہن نے دینا ہے مرتہن کو حق ہے کہ وہ کیا کرے؟ رہن حوالے نہ کرے، کیونکہ یہ رہن پورے دین کے بدلے رکھوایا گیا تھا تو جب تک پورا دین وصول نہیں ہو جاتا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رہن حوالے نہ کرے۔

تو یہ نہیں، مثلاً میں نے آپ کے پاس کوئی چیز بطور رہن کے رکھوائی، دو چیزیں رکھوا دیں بطور رہن کے بھئی، دو گاڑیاں رہن رکھوائیں آپ سے میں نے دس لاکھ روپے لیے ہیں بھئی۔ اب میں نے آپ کو پانچ لاکھ روپے ادا کر دیے اور آپ سے کہا لاؤ بھئی اب ایک گاڑی تو دے دو میں نے آدھے پیسے دے دیے ہیں ایک گاڑی کے پیسے آپ کو دے دیے ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں نہیں بھئی ہم نے قدوری میں مسئلہ پڑھا ہے بھئی کہ رہن کیا ہوتا ہے؟ پورے دین کے بدلے

وہ مرہون ہے، تو لہذا جب تک دین کی ایک ایک پائی میرے حوالے آپ نہیں کریں گے ایک بھی گاڑی نہیں ملے گی بھئی آپ کو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَمَنْ رَهَنَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ اور جس نے رہن رکھوایا دو غلاموں کو ایک ہزار درہم کے بدلے فَقَضَى حِصَّةَ أَحَدِهِمَا پس اس نے ادا کر دیا، قَضَى کا کیا معنی؟ ادا کر دیا، پس اس نے ادا کر دیا ان دونوں میں سے ایک کا حصہ۔ دو غلام رکھوائے تھے اور کتنے درہم کے بدلے؟ ایک ہزار، مثلاً ایک غلام بھی پانچ سو کا تھا دوسرا بھی پانچ سو کے بدلے رہن تھا، اب اس نے ایک کا حصہ ادا کر دیا، لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَقْبِضَهُ حَتَّى يُؤَدِّيَ بَاقِيَ الدَّيْنِ تو جائز نہیں ہے اس کے لیے کہ وہ قبضہ کر لے جس کا حصہ ادا کیا ہے اس غلام پر حَتَّى يُؤَدِّيَ بَاقِيَ الدَّيْنِ یہاں تک کہ یہ ادا کر دے باقی دین۔ یہ یاد رکھنا یہ وہ صورت ہے جب ایک ہی عقد رہن میں میں نے رکھوائے تھے، دونوں گاڑیاں ایک ہی عقد میں رکھوائی تھیں یا دونوں غلام ایک ہی عقد میں رکھوائے تھے بھئی۔ اگر ایک غلام میں نے الگ رکھوایا آپ کے پاس پانچ سو کے بدلے، پھر بعد میں پانچ سو میں نے آپ سے اور لیے تھے اس کے بدلے میں نے دوسرا غلام رکھوایا، تو اب تو دو عقد رہن ہو گئے، لہذا اب کیا کیا جائے گا؟ اب پانچ سو دیتا ہے تو ایک غلام دینا پڑے گا اور دوسرا پھر پانچ سو کے بدلے۔

فَإِذَا وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ سے پانچ لاکھ روپے لیے ہیں اور اس کے بدلے آپ کے پاس اپنی گاڑی بطور رہن کے رکھوا دی ہے، رہن کے۔ اور مثلاً پیسوں کی ادائیگی کرنی تھی اس مہینے کی یکم تاریخ کو بھئی، آنے والے مہینے کی یکم تاریخ کو۔ اب وہ تاریخ آگئی میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں۔ پیسے ہی نہیں ہیں، تو میں نے آپ سے کہا چلو بھئی یوں کرو یہ گاڑی بیچ کر اس کے بدلے جو پیسے وصول ہوتے ہیں اس میں سے اپنا دین وصول کر لو بھئی۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کو وکیل بنا دیا: جاؤ بھئی جا کر یہ میری گاڑی بیچو اور جو پیسے وصول ہوں اس کا دین اس کو دے دینا اور جو باقی بچیں وہ میرے پاس لے آنا۔ تو یہ جس شخص کو گاڑی بیچنے کے لیے میں نے بھیجا ہے یہ وکیل ہے، یہ کیا ہے؟ یہ وکیل کہلائے گا بھئی۔ وکیل کہلائے گا۔ تو یہ وکیل بنانا جب وقت پورا ہو جائے تو یہ وکیل بنانا جائز ہے رہن کو بیچنے کے لیے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں فَإِذَا وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ، اور یاد رکھیے بھئی وکیل کس کو میں بنا سکتا ہوں؟ اسی مرتہن کو بھی بنا سکتا ہوں کہ تم ہی جا کر بیچ دو، جس کے پاس رہن رکھوایا تھا اسی قابل اعتماد آدمی کو بھی وکیل بنا سکتا ہوں کہ تم ہی اس کو بیچ دو، اور کسی اور آدمی کو بھی وکیل بنا سکتا ہوں۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ پس اگر وکیل بنایا راہن نے کس کو وکیل بنایا؟ مرتہن کو، أَوِ الْعَدْلَ یا اس عادل اس قابل اعتماد آدمی کو، أَوْ غَيْرَهُمَا یا ان دونوں کے علاوہ کسی تیسرے آدمی کو فِي بَيْعِ الرَّهْنِ کس میں؟ رہن کے بیچنے میں عِنْدَ حُلُولِ الدَّيْنِ جب دین کا وقت ہو جائے فَالْوَكَالَةُ جَائِزَةٌ تو وکالت جائز ہے۔

فَإِنْ شُرِطَتِ الْوَكَالَةُ فِي عَقْدِ الرَّهْنِ۔ یہ تو وکیل بھئی میں نے بنایا تھا، رہن رکھواتے ہوئے کوئی شرط نہیں لگی تھی، ویسے میں نے وقت ہو گیا پیسے نہیں ہو رہے تو میں نے مرتہن کو ہی وکیل بنا دیا اس کو وکیل بنانا بھی ٹھیک کہ جاؤ گاڑی بیچ دو، یا وہ تیسرے جس کے پاس ہم نے رہن رکھوایا تھا اسی کو وکیل بنا دیا کہ تم ہی بیچ دو، یا کسی اور آدمی کو میں نے وکیل بنا دیا کہ تم جا کر کیا کرو گاڑی کو بیچ دو، تو یہ توکیل صحیح ہے یہ وکیل بنانا صحیح۔ لیکن اس وکیل کو میں معزول بھی کر سکتا ہوں۔ یہ گاڑی بیچنے چلا گیا اور میں پھر اس کے پیچھے پہنچا بھئی تم نہ بیچو بھئی گاڑی کو، بس مولانا میں نے کیا کر دیا اس کو وکالت سے معزول کر دیا، ختم کر دی اس کی وکالت۔ تو یہ درست ہے مولانا، راہن کیا کر سکتا ہے؟ کسی کو وکیل بنا بھی سکتا ہے رہن کو بیچنے کے لیے اور اس کو معزول بھی کر سکتا ہے۔[۴]

لیکن اگر وکالت کی شرط عقد کے اندر لگائی تھی عقد رہن میں، پھر معزول نہیں کر سکتا۔ مثلاً دیکھو میں نے آپ سے گاڑی خریدی، دوسری صورت بناؤ: میں نے آپ سے کیا کیا؟ گاڑی خریدی اور پانچ لاکھ روپے میں، تو اب میں نے آپ کے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں یہ میرے اوپر دین ہے۔ آپ نے کہا لاؤ پیسے دو، میں نے کہا بھئی یوں کرو جب تک میری گھڑی رکھو میں ٹھیک ایک مہینے بعد آپ کے پیسے آپ کو دے دوں گا۔ اس نے کہا نہیں بھئی نہیں ایسے میں نہیں رکھوں گا رہن، بلکہ کسی کو وکیل بناؤ، اگر تم نے اس تاریخ کو پیسے ادا نہ کیے تو یہ وکیل کیا کرے گا؟ گھڑی کو بیچ کر میرے پیسے ادا کرے گا۔ تو عقد رہن کے اندر ہی شرط لگا دی کہ یہ آدمی وکیل ہے اگر میں نے یکم تاریخ کو پیسے ادا نہ کیے تو یہ کیا کر سکتا ہے؟ گاڑی کو بیچ سکتا ہے۔

تو اب دیکھو یہ توکیل کی شرط کس کے اندر لگا دی؟ عقد رہن میں۔ تو اب یاد رکھو وہ وکیل بن گیا اور چونکہ عقد کے اندر شرط لگی تھی اب راہن اس کو معزول کرنا بھی چاہے تو معزول نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ راہن اگر مر بھی جائے پھر بھی یہ وکیل معزول نہیں، ورنہ عام حالت میں تو مؤکل جب مر جاتا ہے تو وکیل

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ شُرِطَتِ الْوَكَالَةُ فِي عَقْدِ الرَّهْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن شرطت في عقد الرهن» منقول ہے۔

خود بخود اس کی وکالت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں چونکہ عقد کے اندر آ گیا تھا عقد کے اندر شرط لگا دی تھی تو اب یہ اس کے معزول کر دینے سے معزول نہیں ہو گا، یا بعد میں کہے بھی کہ تمہیں اجازت نہیں ہے گاڑی بیچنے کی، نہیں بھئی اب اسے اجازت ہے، وہ وقت پر آپ پیسے ادا نہیں کر سکے تو پھر وہ کیا کر سکتا ہے؟ آپ کی گاڑی بیچ کر ادائیگی کر سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ شُرِطَتِ الْوَكَالَةُ فِي عَقْدِ الرَّهْنِ پس اگر شرط لگائی گئی وکالت کی رہن کے عقد میں فَلَيْسَ لِلرَّاهِنِ عَزْلُهُ تو جائز نہیں ہے راہن کے لیے اس وکیل کو معزول کرنا عَنْهَا اس وکالت سے۔ اس وکالت سے وکیل کو معزول کرنا راہن کے لیے جائز نہیں۔ فَإِنْ عَزَلَهُ لَمْ يَنْعَزِلْ اگر یہ اس کو معزول کرتا ہے تو وہ معزول نہیں ہو گا، معزول کرے بھی تو معزول نہیں ہو گا۔ وَإِنْ مَاتَ الرَّاهِنُ لَمْ يَنْعَزِلْ أَيْضًا اور اگر راہن مر جائے پھر بھی معزول نہیں ہو گا۔

وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يُطَالِبَ۔ صورت یہ ہے: فرض کرو بھئی میرے اوپر آپ کا دین ہے، میں نے آپ کے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں۔ اس دین کے بدلے میں نے کیا کیا؟ آپ کے پاس اپنی گھڑی رہن کے طور پر رکھوا دی، بڑی قیمتی گھڑی بھئی جو تقریباً اس کے لگ بھگ ہے۔ تو جب کوئی چیز رہن رکھوا دی تو کیا مرتہن اب بھی راہن سے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا کہ لاؤ میرے پیسے مجھے دے دو؟ کہتے ہیں کر سکتا ہے مطالبہ۔ کوئی چیز کسی کے پاس بطور رہن کے رکھوا دی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرتہن اب اس سے مطالبہ ہی نہیں کر سکتا۔ بھئی مرتہن نے اپنے پاس وہ چیز کیوں رکھی ہے، گھڑی کیوں رکھی ہے؟ تاکہ اپنا دین وصول کرے۔ وہ تو اس نے اپنے دین کی اور زیادہ حفاظت کے لیے رکھوائی ہے تاکہ کہیں میرا دین چلا نہ جائے ضائع نہ ہو جائے بھئی۔ کس لیے رکھی ہے گھڑی اس نے؟ دین کی اور زیادہ حفاظت کے لیے۔ تو لہٰذا اب رہن رکھوانے سے اس کے مطالبے کا حق نہیں گیا، وہ آ سکتا ہے بھئی بار بار مجھے کہے گا لاؤ بھئی میرے پیسے میرے حوالے کرو جلدی کرو بھئی۔

تو اگر راہن کیا کرتا ہے؟ ٹال مٹول کرتا ہے، تو مرتہن قاضی کے پاس جا کر اسے جیل میں بھی ڈلوا سکتا ہے بھئی۔ کیا کر سکتا ہے؟ جیل میں بھی ڈال سکتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لوگ عموماً یوں ہی کرتے ہیں بھئی بلاوجہ ٹال مٹول کر کے دوسروں کو تنگ کرتے ہیں، تو قاضی کیا کر سکتا ہے؟ اس کو جیل میں ڈالے گا تاکہ یہ فوراً اس کی ادائیگی کرے ورنہ تو اس بیچارے کے ساتھ ظلم کر رہا ہے بھئی۔ وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يُطَالِبَ الرَّاهِنَ بِدَيْنِهِ اور جائز ہے مرتہن کے لیے کہ وہ مطالبہ کرے راہن سے اپنے دین کا وَيَحْبِسَهُ بِهِ اور یہ کہ اس کو قید کروا دے بِهِ أَيْ بِالدَّيْنِ اس دین کے بدلے میں، اس کے بدلے میں اسے کیا کروا سکتا ہے؟ قید بھی کروا سکتا ہے۔

وَإِنْ كَانَ الرَّهْنُ فِي يَدِهِ۔ صورت یہ ہے کہ میں نے آپ کا کتنا دین دینا ہے؟ پانچ لاکھ۔ میں نے آپ کے پاس کیا چیز رہن رکھوا دی؟ گھڑی، اپنی نہایت قیمتی گھڑی آپ کے پاس رہن رکھوا دی۔ اب میں وہ گھڑی بیچتا ہوں۔ میں نے وہ گھڑی زید کے ہاتھ فروخت کر دی اور آدمی بھیج دیا، زید آ گیا آپ کے پاس بھئی کہ لاؤ بھئی وہ گھڑی دے دو میں نے وہ خرید لی ہے۔ تو کہتے ہیں نہیں بھئی مرتہن کا حق اس چیز کے ساتھ وابستہ ہے، وہ راہن کو چاہے تو قدرت نہ دے بھئی، اس کو بیچنے ہی نہ دے، نہیں بھئی بیچنے کی تمہیں اجازت نہیں، پہلے میرے پیسے ادا کرو میرا دین ادا کرو پھر میں تمہیں بیچنے دوں گا۔ تو بیچنے ہی نہ دے اس کو، قدرت ہی نہ دے نہیں بھئی میں نہیں بیچنے دوں گا۔ اور اگر وہ عقد کر بھی لیتا ہے تو اب یہ مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے: وہ اجازت دے گا تو عقد ہو گا، وہ اجازت نہیں دے گا تو عقد بھی نہیں ہو گا کیونکہ اس مرتہن کا بھی حق اس چیز کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہے اس کے ذریعے اس نے اپنے پیسے وصول کرنے ہیں۔

وَإِنْ كَانَ الرَّهْنُ فِي يَدِهِ اور اگر رہن مرتہن کے قبضے میں تھا فَلَيْسَ عَلَيْهِ تو اس پر یہ ضروری نہیں ہے أَنْ يُمَكِّنَهُ مِنْ بَيْعِهِ کہ وہ قدرت دے، مَكَّنَ يُمَكِّنُ تَمْكِينٌ کا کیا معنی؟ قدرت دینا، کہ وہ قدرت دے دے راہن کو مِنْ بَيْعِهِ اس رہن کے بیچنے کی حَتَّى يَقْبِضَ الدَّيْنَ مِنْ ثَمَنِهِ یہاں تک کہ وہ دین پر قبضہ کر لے اس کے ثمن میں سے۔ کیا کر لے اس کے ثمن میں سے؟ بھئی دیکھو زید آپ کے پاس آیا اس نے کیا کہا کہ راہن نے یہ گھڑی مجھے فروخت کر دی ہے لاؤ یہ گھڑی مجھے دے دو، تو آپ کیا کر سکتے ہیں گھڑی کو؟ روکیں گے کہ نہیں بھئی اس کے ذریعے تو میں نے کیا کرنے ہیں؟ اپنے پیسے وصول کرنے ہیں، تو آپ روک سکتے ہیں۔ ہاں مجھے جو گھڑی کے ثمن زید نے ادا کیے تھے اس میں سے میں نے آپ کا حصہ آپ کو دے دیا آپ کا دین دے دیا، تو اب مانع ختم ہوا یا نہیں ہوا؟ آپ کیوں روک رہے تھے گھڑی کو؟ اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے، اور گھڑی کے ثمن میں سے میں نے آپ کو آپ کا حق دے دیا تو اب مانع ختم، لہٰذا اب آپ نہیں روک سکتے۔ اب جب آپ نے اپنا حصہ وصول کر لیا تو گھڑی کیا کریں گے؟ اس کے حوالے کر دیں گے۔[۵]

[۵] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «حَتَّى يَقْبِضَ الدَّيْنَ مِنْ ثَمَنِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار

یہ معنی ہے حَتَّى يَقْبِضَ الدَّيْنَ مِنْ ثَمَنِهِ یہاں تک کہ دین پر قبضہ کرلے اس چیز کے ثمن میں سے، اس رہن کے جو اس نے بیچا ہے اس کے ثمن میں سے۔ فَإِذَا قَضَاهُ الدَّيْنَ قِيلَ لَهُ سَلِّمِ الرَّهْنَ إِلَيْهِ پس جب راہن ادا کر دے دین کو، راہن نے کیا کیا؟ بھئی مجھے گھڑی کے پیسے ملے تھے میں نے کیا کیا؟ وہ ثمن میں سے اس کا دین اس کے حوالے کر دیا تو میں نے اپنا دین ادا کر دیا، اب قِيلَ لَهُ اب مرتہن سے کہا جائے گا سَلِّمِ الرَّهْنَ إِلَيْهِ کہ اب رہن کو کیا کر دو؟ راہن کے حوالے کر دو کیونکہ اس نے تمہارا دین ادا کر دیا ہے۔ اس سے پہلے اس کو مجبور نہیں کر سکتے۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا بَاعَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ اور جب بیچا راہن نے رہن کو مرتہن کی اجازت کے بغیر فَالْبَيْعُ مَوْقُوفٌ تو بیع کیا ہے؟ موقوف ہے۔ فَإِنْ أَجَازَهُ الْمُرْتَهِنُ جَازَ پس اگر اجازت دے دی مرتہن نے بیع کی جَازَ تو بیع جائز ہو جائے گی۔ وَإِنْ قَضَاهُ الرَّاهِنُ مِنْ دَيْنِهِ جَازَ اور اگر راہن نے ادا کر دیا اس کا دین جَازَ تو پھر بھی بیع کیا ہو جائے گی؟ جائز ہو جائے گی۔ راہن نے دین ہی دے دیا اب وہ روک ہی نہیں سکتا تو پھر بھی بیع جائز ہو جائے گی، یا اس نے اجازت دے دی پھر بھی جائز ہو جائے گی۔

چلیے بس مولانا۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

الکتب العلمیۃ) میں «حتى يقضه الدين من ثمنه» منقول ہے۔

سبق نمبر ۸۰: کتاب الرہن (۳): مشاع کا رہن، رہن میں زیادتی، راہن یا مرتہن کے تصرفات، ہلاکتِ رہن اور رہن بالدرک کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۸۰—بتاریخ: ۲۷ جنوری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ أَعْتَقَ الرَّاهِنُ عَبْدَ الرَّهْنِ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ نَفَذَ عِتْقُهُ فَإِنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوسِرًا وَالدَّيْنُ حَالًّا طُولِبَ بِأَدَاءِ الدَّيْنِ وَإِنْ كَانَ مُؤَجَّلًا أُخِذَ مِنْهُ قِيمَةُ الْعَبْدِ فَجُعِلَتْ رَهْنًا مَكَانَهُ حَتَّى يَحِلَّ الدَّيْنُ وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا اسْتَسْعَى الْعَبْدَ فِي قِيمَتِهِ فَقَضَى بِهِ الدَّيْنَ ثُمَّ يَرْجِعُ الْعَبْدُ عَلَى الْمَوْلَى۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

رہن کے مسائل چل رہے ہیں بھئی۔ گزشتہ سبق کے آخر میں آپ نے پڑھا تھا بھئی راہن اگر رہن کو بیچنا چاہے تو مرتہن کیا کر سکتا ہے؟ مانع بن سکتا ہے بھئی، کیونکہ اس کا حق وابستہ ہو چکا ہے اس رہن کے ساتھ، اس کے ذریعے وہ کیا کرے گا؟ اپنے دین کو وصول کرے گا بھئی۔ تو لہذا اب اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے نہ بیچنے دے۔ اور اگر اس نے بیچ دیا بغیر اجازت کے تو پھر بیع مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے بھئی۔ اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع ہو جائے گی، نیز اسی طرح اگر راہن نے اس کا دین ادا کر دیا تو پھر بھی بیع نافذ ہو جائے گی۔

آج آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی: وَإِنْ أَعْتَقَ الرَّاهِنُ عَبْدَ الرَّهْنِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ میرا ایک غلام تھا، وہ میں نے بطور رہن کے آپ کے پاس رکھوا دیا بھئی۔ میں نے آپ کا دین دینا ہے، آپ نے مجھ سے رہن طلب کیا کہ کوئی چیز گروی رکھواؤ، میں نے اپنا غلام آپ کے پاس رکھوا دیا بھئی۔ اب اس غلام کو میں آگے بیچنا چاہوں وہ تو آپ پڑھ چکے ہیں بغیر مرتہن کی اجازت کے نہیں بیچ سکتا بھئی۔ لیکن اگر راہن اپنے اس غلام کو آزاد کرتا ہے، یہ غلام جو کہ مرتہن کے پاس اس وقت رہن کے طور پر ہے، راہن اگر اس کو آزاد کرے گا تو کہتے ہیں یہ آزاد ہو جائے گا بھئی۔ کیا ہو گا؟ آزاد ہو جائے گا بھئی۔ اس لیے کہ یہ راہن کا غلام ہے بھئی اور وہ اپنے غلام کو آزاد کر رہا ہے، تو یہاں پر عتق نافذ ہو جائے گا وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

اور آپ یہ نہ کہیں کہ بیع تو نافذ نہیں ہوتی تھی بھئی، وہ تو مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوتی تھی۔ بھئی وجہ یہ کہ بیع کے اندر تو آپ نے پڑھا ہے کہ بیع کرنے کے بعد پھر وہ مبیعہ مشتری کے سپرد کرنا پڑتا ہے، اور چیز تھی مرتہن کے قبضے میں تو راہن اس بات پر قادر ہی نہیں ہے کہ چیز کیا کرے مشتری کے حوالے کرے بھئی۔ کس کے قبضے میں تھی بھئی چیز، رہن کس کے قبضے میں ہے؟ مرتہن کے پاس ہے، تو راہن اگر بیچتا بھی ہے تو حوالے کر سکتا ہے؟ نہیں بھئی وہ تو اس کے قبضے میں ہے بھئی۔ تو لہذا وہاں پر مرتہن مانع بن جاتا تھا، لیکن عتق کے اندر تو بھئی کسی کے حوالے تو نہیں کرنا ہوتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لہذا اس پر قیاس نہیں کریں گے کہ اس کو بھی نہیں ہونا چاہیے، یہ نافذ ہو جائے گا بھئی۔

توکہتے ہیں وَإِنْ أَعْتَقَ الرَّاهِنُ عَبْدَ الرَّهْنِ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ نَفَذَ عِتْقُهُ اگر آزاد کر دیا راہن نے رہن کے غلام کو بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ مرتہن کی اجازت کے بغیر نَفَذَ عِتْقُهُ تو اس کی آزادی نافذ ہو جائے گی۔ نافذ ہو جائے گی۔[1]

فَإِنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوسِرًا وَالدَّيْنُ حَالًّا۔ اب کیا کیا جائے بھئی؟ اس غلام کے ساتھ یہ جو رہن تھا اس کے ساتھ تو کس کا حق وابستہ تھا؟ مرتہن کا، اور راہن نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور یہ آزاد ہو گیا۔ تو اب صورت بتلا رہے ہیں کہتے ہیں دیکھیے اگر وہ دین حالی تھا، کیا تھا؟ دین حالی تھا یعنی فوری ادائیگی والا تھا تو اس صورت میں اب راہن سے فوراً دین کا مطالبہ کیا جائے گا کہ دین ادا کر دو۔ دین ادا کرو، فوراً اس سے مطالبہ ہو گا۔ اور اگر وہ دین کوئی مدت والا تھا، مثلاً مدت متعین ہوئی تھی کہ دو مہینے بعد ادائیگی ہو گی، تو ابھی تو مدت باقی ہے اور اس نے اس غلام کو آزاد کر دیا ہے، تو اس صورت میں اس غلام کی قیمت راہن سے وصول کی جائے گی اور اس قیمت کو پھر بطور رہن رکھ لیا جائے گا اس غلام کی جگہ۔ غلام تو کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا اور اس کے ساتھ اس مرتہن کا حق وابستہ تھا بھئی، تو لہٰذا اب کیا کیا جائے گا؟ راہن سے کیا لے لیں گے؟ اس غلام کی قیمت لے لیں گے اور اس کو کس کی جگہ پر رکھ لیں گے؟ رہن کے طور پر اسے رکھ لیں گے۔ جی یہاں تک کہ مدت دین آجائے بھئی، جب اس کا وقت آجائے تو پھر اس وقت بھئی وصولی ہو گی۔

توکہتے ہیں فَإِنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوسِرًا اگر راہن خوش حال تھا یعنی مال دار تھا بھئی مال والا تھا وَالدَّيْنُ حَالًّا اور دین کیسا تھا؟ حالی تھا، طُولِبَ بِأَدَاءِ الدَّيْنِ تو مطالبہ کیا جائے گا دین کی ادائیگی کا۔ وَإِنْ كَانَ مُؤَجَّلًا اور اگر دین جو تھا مؤجل تھا مدت والا تھا أُخِذَ مِنْهُ قِيمَةُ الْعَبْدِ تو لے لی جائے گی راہن سے غلام کی قیمت فَجُعِلَتْ رَهْنًا مَكَانَهُ پس اسے رہن بنا دیا جائے گا اس غلام کی جگہ پر حَتَّى يَحِلَّ الدَّيْنُ یہاں تک کہ دین کا وقت ہو جائے، دین کی ادائیگی کا وقت ہو جائے۔

وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا اور اگر راہن تنگ دست تھا بھئی، اور مال وغیرہ نہیں ہے اس کے پاس غریب آدمی ہے ہاں یہ غلام تھا اس کا بھئی باقی مال اس کا ہلاک ہو چکا ہے ختم ہو گیا ہے یہ غلام تھا، اب اس کے پاس پیسے ہی نہیں ہیں کہ اس سے غلام کے پیسے لے کر رہن کے طور پر رکھ لیے جائیں، تو کہتے ہیں اس صورت میں مرتہن اس غلام سے کوشش کروائے گا بھئی، غلام کما کر لائے گا پیسے۔ غلام کما کر لائے گا اور پھر اس کے ذریعے وہ غلام دین کو ادا کرے گا۔ دین کو کیا کرے گا؟ ادا کرے گا۔ تو یہاں بھی وہی مسئلہ، رہن میں کتنا ضمان آیا کرتا ہے بھئی؟ دین اور رہن کی قیمت میں سے جو چیز کم اقل ہو اتنا ضمان آتا ہے، تو لہٰذا یہاں پر بھی غلام کی قیمت اور دین کو دیکھا جائے گا، جو کم ہو گا اتنا کمانا ضروری ہو گا غلام کے لیے، وہ غلام کما کر لائے گا اور اتنی چیز اس کے حوالے کرے گا۔

پھر اس کے بعد غلام نے چونکہ یہ کما کر لا کر دیے ہیں پیسے اور یہ تو اس پر ضروری نہیں تھا بھئی، یہ تو کس کی طرف سے اس نے ادائیگی کی ہے، یہ دین غلام پر تھا یا اس کے مالک پر تھا گزشتہ؟ گزشتہ مالک پر تھا بھئی سابقہ مالک پر تھا، تو لہٰذا جب اس کے آقا کے پاس پیسے آجائیں تو غلام پھر رجوع کرے گا اور آقا سے اپنا وہ مال وصول کر لے گا وہ جو اس نے اس کی طرف سے دین ادا کیا تھا۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا اور اگر راہن تنگ دست تھا اسْتَسْعَى الْعَبْدَ تو مرتہن سعی کروائے گا غلام سے کوشش کروائے گا غلام سے فِي قِيمَتِهِ اس غلام کی قیمت میں فَقَضَى بِهِ الدَّيْنَ پس اس کے ذریعے غلام دین کو ادا کرے گا ثُمَّ يَرْجِعُ الْعَبْدُ عَلَى الْمَوْلَى پھر رجوع کرے گا غلام اپنے آقا پر جب وہ مال دار ہو جائے اس کے پاس مال آجائے بھئی۔

وَكَذَلِكَ إِنِ اسْتَهْلَكَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ اور اسی طرح ہے جب ہلاک کر دے راہن رہن کو۔ صورت مسئلہ یہ ہے: ایک شخص نے دوسرے کا دین دینا ہے تو لہٰذا اس کے پاس کوئی چیز رہن رکھوا دی بھئی، کوئی چیز رہن رکھوا دی۔ اب یہ جس نے رہن رکھوایا ہے راہن اسی نے بعد میں اس چیز کو ہلاک کر دیا۔ اس نے کیا کیا اس چیز کو؟ ہلاک کر دیا ختم کر دیا، اسی کے ہاتھوں وہ چیز ضائع ہوئی۔ تو اب اس صورت کے اندر اس پر ضمان آئے گا مولانا، جیسے گزشتہ مسئلے کے اندر اس نے غلام آزاد کیا تھا تو ہم نے کیا کہا تھا؟ کہ اس راہن سے غلام کی قیمت لے کر کیا کی جائے گی؟ بطور رہن کے رکھی جائے گی۔ تو یہاں پر بھی یہ رہن راہن کے ہاتھوں ہلاک ہوا ہے اور اس رہن کے ساتھ تو کس کا حق وابستہ تھا؟ مرتہن کا حق وابستہ تھا، لہٰذا اس صورت میں بھی راہن سے اب قیمت لے کر بطور رہن کے رکھ لی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

توکہتے ہیں وَكَذَلِكَ إِنِ اسْتَهْلَكَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ۔ بھئی یاد رکھو ایک ہے ہلاک ایک ہے استہلاک۔ ہلاک اور استہلاک، یہاں اسْتَهْلَكَ آیا۔ ہلاک کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کا ہلاک ہونا اور استہلاک کا معنی ہے ہلاک کرنا بھئی، راہن نے کیا کیا ہے اسے؟ ہلاک۔ ہلاک ہونا بھئی کسی قدرتی آفت وغیرہ سے خود جو

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَعْتَقَ الرَّاهِنُ عَبْدَ الرَّهْنِ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ نَفَذَ عِتْقُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن اعتق الراهن عبد الرهن نفذ عتقه» منقول ہے۔

چیز ہلاک ہوئی ہے، اور ایک ہے استہلاک کہ خود اسے ہلاک کرے بھئی۔ وَكَذَلِكَ اور اسی طرح یعنی قیمت اس کی آئے گی راہن پر إِنِ اسْتَهْلَكَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ اگر ہلاک کر دے راہن رہن کو۔

وَإِنِ اسْتَهْلَكَهُ أَجْنَبِيٌّ فَالْمُرْتَهِنُ هُوَ الْخَصْمُ فِي تَضْمِينِهِ۔ اگر کسی اور آدمی نے رہن کو ہلاک کر دیا بھئی۔ میں نے بطور رہن کے گاڑی آپ کے پاس رکھوائی تھی، ایک اجنبی شخص نے یا ایک تیسرے آدمی نے، راہن بھی نہیں ہے مرتہن بھی نہیں ہے ایک تیسرا آدمی ہے، اس نے اس گاڑی کو تباہ کر دیا۔ تو اب اس آدمی سے ضمان لیا جائے گا یا نہیں لیا جائے گا بھئی؟ ضمان تو لیا جائے گا اس نے دوسرے کی چیز ضائع کی ہے، لیکن یہ ضمان کون لے گا، اس کے ساتھ جھگڑا کون کرے گا مقدمہ کون چلائے گا بھئی، قاضی کے پاس کون لے کر جائے گا؟ کہتے ہیں راہن نہیں، یہ مقدمے میں فریق کون بنے گا اب؟ مرتہن بنے گا کیونکہ چیز مرتہن کے قبضے میں تھی، تو مرتہن اس کے ساتھ فریق مخالف ہو گا اس کو ضامن بنانے میں اور قاضی کے پاس لے جائے گا اور اس آدمی سے اس چیز کی قیمت وصول کر کے پھر اسی طرح مسئلہ آ گیا، قیمت وصول کر کے کیا کر لیا جائے گا اسے؟ بطور رہن کے رکھ لے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِنِ اسْتَهْلَكَهُ أَجْنَبِيٌّ اور اگر اس رہن کو ہلاک کر دیا کسی اجنبی نے فَالْمُرْتَهِنُ هُوَ الْخَصْمُ فِي تَضْمِينِهِ تو مرتہن وہ، خَصْمٌ کہتے ہیں مقابل کو بھئی۔ کسے کہتے ہیں؟ مقابل کو بھئی۔ قاضی کے پاس مقدمہ گیا بھئی تو زید اور عمرو کے درمیان ہے بھئی تو دونوں ایک دوسرے کے خصم ہیں یعنی دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں، یا یوں کہیں دونوں ایک دوسرے کے فریق مخالف ہیں، خصم کا کیا ترجمہ کر لیں؟ فریق مخالف، مقابل جو بھی کریں۔ تو مرتہن وہ ہو گا مقابل یا وہ فریق مخالف ہو گا فِي تَضْمِينِهِ اس کے ضامن بنانے میں، فَيَأْخُذُ الْقِيمَةَ پس اس سے قیمت لے لے گا فَيَكُونُ الْقِيمَةُ رَهْنًا فِي يَدِهِ پس وہ قیمت جو ہے وہ رہن ہو گی اس مرتہن کے قبضے میں۔

وَجِنَايَةُ الرَّاهِنِ عَلَى الرَّهْنِ مَضْمُونَةٌ اور راہن کی جنایت رہن پر یہ مضمون ہے یعنی اس کی وجہ سے ضمان آئے گا بھئی۔ جنایت یاد رکھو کسی انسان کو دوسرا انسان جو تکلیف پہنچاتا ہے اس کے نفس میں اس کی ذات میں مولانا نقصان، مثلاً اس کا ہاتھ کاٹ دیا یا اسے زخمی کر دیا یا کچھ، تو ان صورتوں میں آگے تفصیل آئے گی مولانا، بعض صورتوں میں قصاص آتا ہے بعض صورتوں میں مال دینا پڑتا ہے بھئی۔ ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ دیا بھئی تو اس صورت میں قصاص آئے گا، جس نے ہاتھ کاٹا ہے جان بوجھ کر اس کے ہاتھ کو بھی کیا کیا جائے گا؟ کاٹا جائے گا۔ اور ایک آدمی نے کیا کیا دوسرے کی جان بوجھ کر ہڈی توڑ دی بھئی، اب مولانا اس کی ہڈی تو ہم نہیں توڑ سکتے کیونکہ سزا کے اندر برابری ضروری ہے۔ جیسے اس کی ہڈی اس نے توڑی ہے یہ اسی کی طرح ہڈی توڑ سکتا ہے؟ نہیں بھئی۔ ہاں ہاتھ تو اگر مثلاً اس نے جوڑ سے کاٹا تھا تو اس کا بھی ہاتھ ہم کہاں سے کاٹ لیں گے؟ جوڑ سے کاٹ لیں گے برابری آ گئی۔ لیکن اب دوسری صورت ہے ہڈی توڑی ہے، اب ہڈی کے اندر یاد رکھیے قصاص نہیں ہوتا، آگے تفصیل آ جائے گی بھئی صرف دانتوں کے اندر قصاص ہے اور ہڈیوں میں قصاص نہیں ہے، وہاں پھر وہ مال وغیرہ دینا پڑتا ہے بھئی۔ کیا کرنا پڑتا ہے؟ مال دینا پڑتا ہے۔

یا کوئی شخص دوسرے کو قتل کرتا ہے بھئی، تو پھر یہ قتل بھی دو قسم پر ہے: یا جان بوجھ کر کرے گا یا غلطی سے قتل کر دے گا بھئی۔ قتل کا ارادہ نہیں تھا مثلاً شکار کھیل رہا تھا جانور پہ گولی چلائی غلطی سے ایک انسان پیچھے کھڑا تھا اس کو لگ گئی وہ مر گیا، تو یہ قتل تو جان بوجھ کر نہیں ہے۔ تو قتل اگر جان بوجھ کر کرتا ہے اور آلہ قتل کے ذریعے کرتا ہے تو اس صورت میں قصاص آتا ہے، قاتل کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا۔ اور اگر قتل غلطی سے ہو جائے تو اس صورت میں قصاص نہیں ہوتا، قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر دیت آتی ہے اس کو مال دینا پڑتا ہے سو اونٹ بھئی۔ کتنا دینا پڑتا ہے؟ سو اونٹ، تفصیل بھئی آگے تفصیل آ جائے گی۔

تو یہ جو نفس کے اندر کسی دوسرے پر کیا کیا؟ نقصان پہنچایا، نفس مار ہی دیا یا اسے کیا کیا؟ کوئی اور جانی نقصان پہنچایا مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹ دیا یا ہڈی توڑ دی، تو ان صورتوں میں اب راہن نے ایسا کیا: راہن نے اپنا غلام رکھوایا تھا اب راہن نے کیا کیا؟ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ تو کیا راہن پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں راہن پر بھی ضمان آئے گا بھئی۔ راہن پر بھی کیا ہو گا؟ ضمان آئے گا، جو مال آتا ہے وہ اب راہن سے لے لیا جائے گا اور اس کو بھی اس غلام کے ساتھ بطور رہن کے رکھ لیا جائے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ تو اس کو جنایت کہتے ہیں، یہ جو نفس کے اندر یا اعضاء کے اندر بھئی جو جرم کیا جائے وہ کیا کہلاتا ہے؟ جنایت۔ نفس کے اندر ہو یا اعضاء کے اندر جو نقصان پہنچایا وہ جنایت کہلاتا ہے۔ وَجِنَايَةُ الرَّاهِنِ عَلَى الرَّهْنِ مَضْمُونَةٌ اور راہن کی جنایت رہن پر یہ مضمون ہے یعنی اس صورت میں کیا واجب ہو گا؟ ضمان واجب ہو گا بھئی۔

وَجِنَايَةُ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ تُسْقِطُ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهَا۔ بھئی مرتہن اگر اس پر کوئی جنایت کرتا ہے، مرتہن نے کیا کیا؟ غلام کا ہاتھ توڑ دیا۔ تو کیا

اب مرتہن پر ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس نے تو سالم غلام لیا تھا اب کیا کر دیا اس کا ایک ہاتھ توڑ دیا ہے، تو لہذا اس پر ضمان آئے گا بھئی۔ اور کیا صورت ہو گی؟ کہتے ہیں دین میں سے اسی کے بقدر کمی کر دی جائے گی بھئی۔ کیا کیا جائے گا؟ ہاں جتنا مال وغیرہ آتا ہے اسی کے بقدر کیا کر لیا جائے گا؟ کمی کر لی جائے گی۔ وَجِنَايَةُ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ اور مرتہن کی جنایت اس رہن پر تُسْقِطُ مِنَ الدَّيْنِ یہ ساقط کر دیتی ہے دین میں سے بِقَدْرِهَا اسی کے بقدر بھئی، جتنی جنایت ہے اسی کے بقدر دین میں بھی کمی کر دی جائے گی۔[۲]

وَجِنَايَةُ الرَّهْنِ عَلَى الرَّاهِنِ وَعَلَى الْمُرْتَهِنِ وَعَلَى مَالِهِمَا هَدَرٌ اور رہن کی جنایت راہن پر اور مرتہن پر اور ان دونوں کے مال پر یہ رائیگاں ہے۔ بھئی اب تیسری صورت ہے: پہلے ہم نے صورت بنائی تھی جنایت کرنے والا کون تھا؟ راہن۔ اس کے بعد صورت تھی جنایت کرنے والا کون؟ مرتہن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جنایت جو ہے وہ رہن کرے وہ مرہون کرے، یعنی وہ غلام کرتا ہے۔ غلام کرتا ہے اور کس میں مثلاً کرتا ہے؟ جنایت راہن کی ذات میں کرتا ہے، اس غلام نے کیا کیا؟ راہن کی کوئی ہڈی توڑ دی۔ یا یہ جنایت کرتا ہے مرتہن کی جان میں یعنی اس کی کوئی ہڈی توڑ دی۔ یا ان دونوں میں سے کسی کے مال میں جنایت کرتا ہے، مثلاً غلام نے راہن کی ایک گاڑی جلا دی یا غلام نے مرتہن کی ایک گاڑی جلا دی۔ تو اب جنایت کرنے والا کون؟ رہن ہے، اور کس کی جنایت کر رہا ہے؟ یا راہن یا مرتہن۔ اور پھر یا تو جنایت کرے گا ان کی جان میں یا ان کے مال میں، تو کل کتنی صورتیں بن گئیں؟ چار صورتیں: جنایت کی راہن کی جان میں ایک، جنایت کی راہن کے مال میں دو، جنایت کی مرتہن کی جان میں تین، اور جنایت کی مرتہن کے مال میں۔ چاروں صورتوں کے اندر کیا ضمان آئے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس صورت میں کوئی ضمان نہیں آئے گا اور یہ جو بھی اس نے جنایت کی ہے یہ رائیگاں چلی گئی ضائع چلی گئی، کچھ مال وغیرہ نہیں آئے گا۔

بھئی کیوں نہیں آئے گا، ضمان وغیرہ کیوں نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی ضمان لانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے یہاں پر، کوئی فائدہ نہیں۔ کیسے بھئی؟ دیکھو پہلے وہ صورت بناؤ: غلام نے جنایت کی ہے کس کے اندر؟ راہن کی جان کے اندر یا اس کے مال کے اندر۔ تو اس صورت میں غلام اسی کا تھا راہن ہی کا تو غلام ہے، تو جب کسی کا کوئی غلام جنایت کر لیتا ہے یاد رکھو تو جنایت کی صورت میں اسی غلام کو حوالے کر دیا جاتا ہے۔ کیا کیا جاتا ہے؟ اسی غلام کو کیا کر دیتے ہیں؟ مالک چاہے تو اس غلام کو حوالے کر دے، چاہے وہ جنایت جتنی کی ہے اس کا مال اپنی طرف سے دے دے۔ میرے غلام نے آپ کو نقصان پہنچایا مولانا، اب کیا کریں گے؟ میری مرضی ہے میں چاہوں تو یہ اپنا غلام آپ ہی کے حوالے کر دوں لے جاؤ بھئی یہ غلام میرے پاس پیسے وغیرہ کوئی نہیں ہیں یہی تم لے جاؤ بس، تو اسی غلام کو دے دیا جاتا ہے یا کیا کرتے ہیں؟ مالک جتنی جنایت اس نے کی ہے مالک اپنی جیب سے وہ پیسے ادا کر دیتا ہے۔

تو یہاں پر بھی اسی طرح ہے: غلام کس کا ہے؟ راہن کا، اور جنایت بھی اس نے کس پر کی ہے؟ راہن کی کی ہے۔ تو اب اگر ہم اس کی وجہ سے کہیں ضمان آئے گا تو یہ ضمان کس کا حق بنتا ہے، کس کو ملنا چاہیے؟ راہن کو ملنا چاہیے کیونکہ نقصان اس کا ہوا ہے، اور یہ نقصان وصول بھی کس سے کیا جائے گا؟ راہن سے ہی وصول ہو گا۔ تو اپنے لیے اپنے ہی اوپر ضمان کو کوئی واجب کرتا ہے بھئی؟ نہیں، کوئی فائدہ ہی اس میں نہیں ہے بھئی۔ تو وصولی بھی مالک سے کرنا پڑے گی اور دینا بھی مالک کو ہی پڑے گا تو کوئی فائدہ نہیں ہوا، لہذا اس صورت میں رہن جب راہن کے مال میں یا جان میں جنایت کرے تو وہ کیا ہوئی؟ رائیگاں ہے۔

اسی طرح اگر وہ رہن جنایت کرتا ہے مرتہن کی جان یا مال کے اندر بھئی، اس غلام نے مرتہن کی کوئی ہڈی توڑ دی یا اس کی کوئی گاڑی وغیرہ جلا دی، تو کہتے ہیں اس صورت میں بھی کوئی ضمان نہیں آئے گا۔ بھئی کہتے ہیں ضمان کیوں نہیں آئے گا اس کا نقصان ہوا ہے ضمان آنا چاہیے؟ کہتے ہیں بھئی فائدہ کوئی نہیں۔ ضمان آئے گا تو وہ دینا خود مرتہن ہی کو دینا پڑے گا۔ کس کو دینا پڑے گا؟ مرتہن کو۔ بھئی کیوں مرتہن کو کیوں دینا پڑے گا؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ راہن نے مرتہن کو جو غلام دیا تھا وہ جنایت والا تھا یا جنایت کے بغیر تھا؟ جنایت کے بغیر تھا۔ تو اب غلام نے جب جنایت کی تو عیب آ گیا اس کے اندر۔ کیا آ گیا؟ عیب آ گیا۔ ایک جنایت والا غلام ہے ایک بغیر جنایت والا غلام ہے، تو جنایت جو ہے عیب ہے بھئی عیب گویا کہ۔

تو میں نے مثلاً آپ کے پاس غلام بطور رہن کے رکھوایا تھا، میں نے تو سالم غلام رکھوایا تھا اور اب اگر کیا کیا جائے، ضمان آئے اس صورت میں غلام نے کیا کیا؟ کس پہ کی ہے جنایت؟ مرتہن پر۔ اگر اس کو شمار کریں، کیا کریں؟ اگر اس کو شمار کریں تو پھر اب جب آپ مجھے غلام دیں گے، میں نے تو سالم غلام دیا تھا اب آپ مجھے کس قسم کا دیں گے؟ جنایت والا، حالانکہ آپ کو بھی اب کیا کرنا چاہیے؟ جیسی چیز دی تھی ویسی واپس کرنی چاہیے عیب والی واپس نہیں۔ یہ وہ دیکھو

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَجِنَايَةُ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ تُسْقِطُ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وجناية المرتهن عليه تسقط من دينه بقدرها» منقول ہے۔

صورت بنا رہا ہوں اگر ضمان ہم فرض کر لیں۔ کیا کر لیں؟ تو میں نے آپ کو غلام دیا تھا اس نے کوئی جرم کیا تھا، اس پہ کوئی پیسے پڑ رہے تھے؟ نہیں پڑ رہے تھے۔ لیکن اب جب آپ مجھے دے رہے ہیں تو اس غلام پر کیا پڑ چکے ہیں؟ پیسے۔ لہذا اگر ہم اس صورت میں ضمان مان لیں تو پھر یہ ضمان سے چھڑوانا اس جنایت سے چھڑوانا یہ بھی مرتہن کی ذمہ داری ہو گی۔ کیونکہ میں نے تو کس قسم کا غلام دیا تھا؟ میں نے تو سالم غلام دیا تھا بغیر جنایت کے، تو لہذا مرتہن کو بھی کیا چاہیے؟ بغیر جنایت والا غلام میرے حوالے کرے یعنی جنایت سے چھڑوا کر میرے حوالے کرے بھئی۔ جنایت سے چھڑوا کر میرے حوالے کرے۔

تو اب دیکھو اس جنایت کو آپ فرض کر رہے ہیں، اور جب اس جنایت کو فرض کر رہے ہیں کہ ضمان آنا چاہیے تو پھر اس صورت میں یہ ضمان آئے گا بھی کس پر؟ مرتہن پر، اور اس کو وصول بھی کس نے کرنا تھا، نقصان کس کا ہوا تھا؟ مرتہن کا۔ تو مرتہن کے اپنے لیے اپنے ہی اوپر مال آ رہا ہے تو کوئی فائدہ ہوا؟ نہیں، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لہذا اسی لیے ہم نے پہلے ہی کہہ دیا کہ رہن اگر یعنی وہ غلام اگر مرتہن کے مال یا اعضاء وغیرہ میں کیا کرے؟ کوئی جنایت کرے تو وہ کیا ہے؟ رائیگاں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں اگر ہم ضمان واجب کرتے ہیں تو وہ ضمان مرتہن ہی پر واجب ہوتا ہے اس لیے کہ غلام نے اس کے قبضے میں آنے کے بعد جنایت کی ہے اور اس کو سالم غلام ملا تھا جنایت والا نہیں ملا تھا، تو اس کو پھر یہ کہنا ضروری ہو گا کہ اب کس قسم کا غلام واپس کرو؟ بغیر جنایت۔ تو چھڑوانا بھی مرتہن کے لیے اس پر واجب ہوا لیکن چھڑوانا بھی مرتہن پر تو دینا بھی کس کو پڑے گا؟ مرتہن کو۔ تو مرتہن کو اپنے لیے اپنے ہی اوپر مال واجب کرنا پڑے گا اور اس قول کا کوئی فائدہ ہو گا؟ نہیں بھئی، لہذا اسی لیے ہم نے کہا رائیگاں گیا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَجِنَايَةُ الرَّهْنِ عَلَى الرَّاهِنِ وَعَلَى الْمُرْتَهِنِ وَعَلَى مَالِهِمَا هَدَرٌ اور رہن کی جنایت یعنی وہ جو مرہون غلام ہے اس کی جنایت عَلَى الرَّاهِنِ کس پر جنایت کی ہے؟ راہن پر جنایت کی ہے أَوْ عَلَى الْمُرْتَهِنِ یا کس پر کی ہے؟ مرتہن پر وَعَلَى مَالِهِمَا اور ان دونوں کے مال پر یعنی راہن کے مال پر یا مرتہن کے مال پر هَدَرٌ یہ رائیگاں ہے۔ رائیگاں بھئی ضائع ہے یعنی اس میں کوئی ضمان نہیں آئے گا۔

وَأُجْرَةُ الْبَيْتِ الَّذِي يُحْفَظُ فِيهِ الرَّهْنُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ۔ یہاں سے صاحب قدوری آپ کو یہ بتلا رہے ہیں کہ کون سا خرچہ راہن پر آئے گا رہن کا اور کون سا خرچہ مرتہن پر آئے گا۔ بھئی رہن پر کچھ خرچے آئیں گے یا نہیں آئیں گے؟ بعض صورتوں میں خرچے آتے ہیں، وہ خرچے کس پر آئیں گے، راہن پر یا مرتہن پر؟ تو صاحب قدوری آپ کو بتلائیں گے بھئی کہ وہ خرچے جن کا تعلق رہن کی حفاظت سے ہو یا اس کی واپس کرنے سے متعلق جو خرچے ہیں، یعنی مرتہن نے کیا کرنا ہے؟ راہن کو وہ چیز واپس کرنی ہے تو اس پہ اگر کوئی خرچہ ہوتا ہے، یا مرتہن نے اس رہن کی حفاظت پر جو خرچہ کرنا ہے وہ سارے مرتہن پر آئیں گے بھئی۔

بھئی رہن کی حفاظت یا اس کی واپسی پر جو خرچہ آئے گا وہ کس کے ذمے؟ مرتہن کے ذمے ہے، اس لیے کہ مرتہن نے یہ چیز راہن سے لی ہے اور اس پر قبضہ کیا ہے، اور یہ کس لیے قبضہ کیا ہے؟ اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے قبضہ کیا ہے، تو اب اس چیز کی حفاظت بھی اسی پر ضروری ہے۔ اس کی حفاظت بھی اسی پر ضروری ہے۔ لہذا میں نے ایک آدمی سے قرضہ لیا دس کروڑ روپے اور اس کے پاس ایک میں نے انتہائی قیمتی ہیروں کا ہار اس کے حوالے کیا بطور رہن کے۔ اس نے کیا کیا؟ اس ہار کے لیے پانچ چھ چوکیدار رکھنا پڑے، ایک بڑا سا گھر لینا پڑا تاکہ اس کی حفاظت ہو کوئی چرا کر نہ لے جائے کوئی ڈاکہ ڈال کے نہ لے جائے۔ تو یہ جو اس چیز کی حفاظت کا خرچہ ہے اس کے رکھنے کے لیے گھر جو اس نے کرائے پر لیا ہے یہ سارا خرچہ کس پر آئے گا؟ مرتہن پر آئے گا بھئی، کیونکہ اس نے میری چیز مجھ سے لے لی ہے اس پر قبضہ کیا ہے اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے، تو اب حفاظت بھی اسی کی ذمہ داری ہے بھئی۔ میرے پاس ہوتی تو میں حفاظت کرتا، تو اب اس کے پاس ہے تو اب حفاظت کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے بھئی، اسی پر ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں وہ خرچے جن سے رہن میں زیادتی ہوتی ہے وہ راہن پر ہوں گے، مالک پر ہوں گے۔ وہ خرچے جن کے ذریعے رہن میں کیا ہوتی ہے؟ زیادتی ہوتی ہے وہ خرچے کس پر ہوں گے؟ راہن پر ہوں گے بھئی۔ مثلاً کھانا پینا ہے رہن کا: بھئی میں نے آپ کے پاس غلام رکھوایا بطور رہن کے، یہ غلام اب کھاتا ہے پیتا ہے، یہ خرچہ کس پر آئے گا؟ مرتہن پر نہیں آئے گا بلکہ کس پر آئے گا؟ راہن پر بھئی، کیونکہ یہ کھانے پینے سے غلام کیا ہو گا؟ اس میں زیادتی ہو گی۔ یا اسی طرح بکریاں رکھوائیں کسی کے پاس بطور رہن کے، تو اب ان کے لیے ایک چرواہا اس نے رکھا تو یہ چرواہے کا خرچہ بھی کس پر آئے گا؟ راہن پر آئے گا، کیونکہ بکریاں جب چارہ کھائیں گی تو پھر کیا ہو گی ان میں؟ زیادتی ہو گی بڑی ہوں گی، تو لہذا اب یہ خرچہ راہن پر آئے گا بھئی، راہن پر۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَأُجْرَةُ الْبَيْتِ الَّذِي يُحْفَظُ فِيهِ الرَّهْنُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ اس گھر کی اجرت جس کے اندر محفوظ کیا گیا ہو رہن کو عَلَى الْمُرْتَهِنِ کس

پر ہے؟ مرتہن پر ہے، وَأُجْرَةُ الرَّاعِي عَلَى الرَّاهِنِ جبکہ چرواہے کی اجرت راہن پر ہے، چرواہا بھئی۔ رَاعٍ چرواہے کو کہتے ہیں۔ وَنَفَقَةُ الرَّهْنِ عَلَى الرَّاهِنِ اور رہن کا جو نفقہ ہے کھانے پینے کا خرچہ بھئی عَلَى الرَّاهِنِ وہ کس پر ہے؟ راہن پر ہے۔[۳]

وَنَمَاؤُهُ لِلرَّاهِنِ۔ نَمَاءٌ کہتے ہیں نون کے فتحے کے ساتھ بھئی بڑھوتری، زیادتی، افزائش کو بھئی، افزائش کو بھئی۔ اگر اس رہن میں کوئی زیادتی ہوئی تو وہ کس کی ہو گی، راہن کی یا مرتہن کی؟ تو بتلا رہے ہیں صاحب قدوری کہ وہ جو رہن جو ہے اس کا مالک راہن ہے تو اس میں جو زیادتی ہو گی اس کا مالک بھی کون ہے؟ راہن ہی ہو گا۔ زیادتی مثلاً بھئی ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی جانور بطور رہن کے رکھوایا اور اس جانور نے بچے کو جنم دیا تو اس رہن میں کیا ہو گئی؟ زیادتی ہو گئی بھئی، زیادتی ہوئی۔ یا اسی طرح بھئی کوئی جانور دیا اور وہ دودھ دینے والا جانور ہے تو دودھ بھی کیا ہے؟ وہ زیادتی ہے۔ یا اسی طرح اس جانور پر اون ہے بھئی وہ اتاری جاتی ہے اس سے، تو یہ بھی جو زیادتی ہے اس کا مالک کون ہے، کس کا حق ہے؟ راہن کا حق ہے۔ تو کہا وَنَمَاؤُهُ لِلرَّاهِنِ اور رہن کی جو زیادتی ہے رہن میں جو بڑھوتری ہے وہ راہن کے لیے ہے۔

فَيَكُونُ النَّمَاءُ رَهْنًا مَعَ الْأَصْلِ۔ اچھا اب کیا کریں گے بھئی، کیا وہ راہن اس زیادتی کو لے لے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی جو زیادتی اس میں ہوتی چلی جائے گی وہ بھی اس اصل شے کے ساتھ رہن بن جائے گی۔ کیا بن جائے گی؟ تو لہذا کسی نے کسی کے پاس ایک جانور رکھوایا مثلاً ایک بکری بطور رہن کے رکھوائی اور اس بکری نے ایک بچے کو جنم دیا تو یہ بچہ بھی بکری کے ساتھ کیا بن جائے گا؟ رہن بن جائے گا، رہن بن جائے گا۔ تو کہتے ہیں فَيَكُونُ النَّمَاءُ رَهْنًا مَعَ الْأَصْلِ پس وہ جو بڑھوتری ہے وہ بھی رہن ہو گی اصل کے ساتھ۔ دیکھا رہن کیا چیز رکھوائی تھی؟ بکری، تو بکری ہے اصل اور جو بچہ ہے وہ نَمَاءٌ ہے زیادتی ہے بڑھوتری ہے، تو وہ بھی رہن ہو گی اصل کے ساتھ۔[۴]

اب بھئی آگے بتلا رہے ہیں کہ اگر، پہلے تو آپ نے پڑھا ہے کہ رہن جو چیز رکھوائی ہے اگر وہ ہلاک ہو تو ضمان آیا کرتا ہے، اب یہاں وہ جو بڑھوتری ہوئی ہے جو زیادتی ہوئی ہے اگر وہ بڑھوتری ہلاک ہو جائے تو ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ بڑھوتری یہ جو زیادتی ہے یہ دراصل رہن نہیں تھی یہ تو تبعاً رہن بنی ہے۔ اصل میں تو رہن وہ دوسری چیز تھی بھئی، مثلاً اصل میں تو رہن وہ بکری تھی، اب یہ جو بچہ پیدا ہوا یہ اصل میں رہن نہیں ہے بلکہ تبعاً کیا بن گیا؟ بکری کے تابع ہوتے ہوئے اسے بھی ہم نے کیا بنا دیا؟ رہن، لیکن اصل کے اعتبار سے یہ رہن نہیں۔ لہذا اگر یہ اصل باقی رہتا ہے اور یہ جو زیادتی ہے یہ ہلاک ہو جائے ضائع ہو جائے تو اس کا ضمان مرتہن پر نہیں آئے گا بھئی، یہ بغیر کسی چیز کے عوض میں ضائع ہو گی ہلاک ہو گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں فَإِنْ هَلَكَ النَّمَاءُ هَلَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ اگر وہ بڑھوتری ہلاک ہو گئی تو وہ ہلاک ہو گی بغیر کسی چیز کے بدلے کے، بغیر کسی چیز کے بھئی۔

اس کا ذرا عکس کر لیں بھئی: بڑھوتری باقی رہتی ہے اور اصل ہلاک ہو جاتی ہے، تو کیا اس صورت میں ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس صورت میں تو ضمان آئے گا۔ تو اب کیا کیا جائے بھئی؟ اصل رہن ہلاک ہوا، بڑھوتری وہ جو زیادتی ہے یعنی مثلاً بکری ہلاک ہوئی اس کا بچہ باقی ہے، اب راہن اس بکری کے بچے کو چھڑوانا چاہتا ہے، لینا چاہتا ہے۔ تو کیا کیا جائے گا بھئی؟ کیا دین میں سے کچھ حصہ دیا جائے گا جو اس کے مقابلے میں آتا ہے یا نہیں دیا جائے گا؟ تو صاحب قدوری بتلائیں گے بھئی کہ بھئی یہ بچہ بھی بکری کے ساتھ تبعاً ہم نے کیا بنایا تھا؟ رہن بنا دیا تھا بھئی، تبعاً رہن بنایا تھا۔ اور اس کی ہلاکت کی صورت میں ضمان نہیں آتا تھا کیونکہ ہم نے بتایا تھا یہ تابع ہے اور تابع کے مر جانے سے ضمان نہیں آتا۔ لیکن اب جب راہن اس کو مرتہن سے چھڑوانا چاہتا ہے تو اس کے حصے کے بقدر جتنا دین بنتا ہے وہ ادا کرے اور اس کو چھڑوا کر لے جائے۔

بھئی یہ کیا بات ہے اس کے حصے کے بقدر دین دے کر آپ کہہ رہے ہیں چھڑوایا جائے گا حالانکہ پہلے کہہ رہے تھے کہ یہ اگر مر جائے تو اس صورت میں کوئی ضمان نہیں آتا، تو یہاں پر بھی کیا ہونا چاہیے ویسے ہی حوالے کرنا چاہیے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی پہلے تو یہ رہن تھا تبعاً بھئی وہاں ہم نے اور حکم لگایا تھا، لیکن اب یہ باقاعدہ مقصود بن گیا، راہن آیا اور آ کر کیا کرنا چاہتا ہے اس کو؟ چھڑوانا چاہتا ہے واپس لینا چاہتا ہے تو یہ مقصود بن گیا، جب مقصود بن گیا تو حکم بھی بدل گیا۔ اب کیا کریں گے؟ اس کے حصے کے بقدر دین دینا پڑے گا، اس کے حصے کے بقدر جو اس کا حصہ بنتا ہے وہ دین کا دینا پڑے گا۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَأُجْرَةُ الرَّاعِي عَلَى الرَّاهِنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وأجرة الراعي ونفقة الرهن على الراهن» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَيَكُونُ النَّمَاءُ رَهْنًا مَعَ الْأَصْلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فيكون رهنا مع الأصل» منقول ہے۔

تو لہذا کہتے ہیں اس صورت میں بھئی اس بکری کی بھی قیمت لگائیں گے اور اس بچے کی بھی قیمت لگائی جائے گی اور دیکھا جائے گا بکری کے مقابلے میں کتنا دین آتا ہے اور بچے کے مقابلے میں کتنا دین آتا ہے۔ بکری تو ہلاک ہو چکی ہے تو اس کے مقابلے میں جو دین آیا وہ ساقط ہو جائے گا ضمان کے طور پر، جبکہ بچے کے مقابلے میں جو دین آیا ہے وہ دین دے کر اس بچے کو چھڑوالے گا۔ اور اس میں پھر یاد رکھیے بکری کی اصل کی وہ قیمت معتبر ہو گی جس دن حوالے کیا تھا: بکری جس دن حوالے کی تھی اس کی وہ قیمت لگائیں گے اور بچے کی بڑھوتری کی وہ قیمت لگائیں گے جس دن چھڑوانے آیا ہے بھئی۔ کیا کرنے آیا ہے؟ چھڑوانے آیا ہے اس دن۔ تو بکری کی اصل کی کون سی قیمت لگوائیں گے؟ جس دن رہن رکھوائی تھی وہ چیز وہ قیمت لگائیں گے، اور بڑھوتری کی کون سی قیمت لگائیں گے؟ جس دن اس کو لینے آیا ہے واپس بھئی اس دن کی اس کی قیمت لگائی جائے گی اور پھر ان پر دین کو تقسیم۔

کیا جائے گا۔ تو جو حصہ بکری کے مقابلے میں آیا اتنا تو ساقط ہو جائے گا ضمان کے طور پر، اور جو حصہ بچے کے مقابلے میں آیا ہے دین کا وہ حصہ دے دے اور بچے کو لے جائے۔ مثلاً فرض کرو ایک شخص نو ہزار روپے کسی سے قرض لیے اس نے اور بطور رہن کے اس کے پاس بکری رکھوادی، بکری رکھوادی۔ اس بکری نے ایک بچے کو جنم دیا اور پھر چند دنوں بعد مر گئی بھئی، تو اصل ہلاک ہو گیا اور بچہ باقی ہے۔ بچہ باقی ہے۔

اب راہن اس کو چھڑوانے آیا واپس لینے آیا، تو ہم نے کیا بتلایا تھا؟ اس بچے کے مقابلے میں جتنا دین بنتا ہے وہ دے دے اور بچے کو چھڑوالے۔ تو اب قیمت لگائی جائے گی اس کے مقابلے میں دین میں سے کتنا حصہ بنتا ہے۔ تو بکری کی کس دن کی قیمت لگائیں گے؟ جس دن قبضہ کیا تھا بھئی، اس نے حوالے کی تھی بکری۔ اور فرض کرو اس دن بکری کی قیمت تھی دس ہزار روپے۔ کتنی تھی؟ دس ہزار۔ اور دین اس نے کتنا لیا ہے؟ نو ہزار روپے۔ اور آج جب بچے کو چھڑوانے آیا ہے تو بچے کی قیمت ہے پانچ ہزار روپے۔ آج کے بچے کی آج کی قیمت لگائیں گے، اب بچے کی کتنی قیمت ہو چکی ہے؟ پانچ ہزار روپے۔ تو بکری کی قیمت تھی دس ہزار اور بچے کی لگائی کتنی آج؟ پانچ ہزار۔ دس اور پانچ کل کتنے ہو گئے؟ پندرہ ہزار ہو گئے، پندرہ ہزار بھئی۔

اب اس پندرہ ہزار پہ اس دین کو تقسیم کیا جائے گا بکری کا کتنا بنتا ہے اور بچے کا۔ تو پندرہ ہزار کے اندر پانچ پانچ ہزار کتنی دفعہ ہے، کتنے پانچ ہزار ہیں؟ تین پانچ۔ اور ادھر دین کے بھی تین حصے ذرا کرو: تین تین ہزار۔ معلوم ہوا ہر پانچ ہزار کے بدلے کتنا دین بنتا ہے؟ تین ہزار۔ اور بکری میں کتنے پانچ ہیں؟ بکری کتنے کی تھی؟ دس ہزار کی، تو اس میں کتنے پانچ ہیں؟ دو۔ اور ہر پانچ ہزار کے بدلے میں کتنا دین بن رہا ہے؟ تین ہزار۔ تو تین کو دو سے ضرب دیں بھئی: چھ۔ معلوم ہوا بکری دس ہزار کی ہے تو اس کے بدلے میں دین بھی کتنا بنا؟ اس کے بدلے میں دین چھ ہزار بن گیا۔ اور بکری ہوئی ہلاک، تو کتنا دین ساقط کریں گے، اس کے مقابلے میں کتنا دین بنا تھا؟ چھ ہزار، تو چھ ہزار دین میں سے ساقط ہو جائیں گے اور تین ہزار دے کر جو اس بچے کے مقابلے میں دین آیا وہ تین ہزار دے اور بچے کو چھڑوا کر لے جائے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ تو کل قیمت لگا کر تقسیم کر دیں گے اس پر دین کو بھئی۔

دوسری صورت بھئی: بکری جس دن رکھوائی تھی اس دن بکری تھی دس ہزار کی، اور آج جب بکری کے بچے کو چھڑوانے آیا ہے تو یہ بھی دس ہزار کا ہو چکا ہے۔ معلوم ہوا کل رہن کتنا ہے؟ بیس ہزار، بیس ہزار۔ اور دین کتنا ہے؟ نو ہزار بھئی۔ اور بیس میں سے کتنا ہلاک ہوا ہے؟ نصف ہلاک ہو چکا، تو دین میں سے بھی گویا نصف ختم ہو گیا اور کتنا رہ گیا؟ ساڑھے چار، تو ساڑھے چار ہزار دے اور اس بکری کے بچے کو چھڑوا کر لے جائے۔

تیسری صورت بناؤ بھئی کہ بکری کی قیمت تو تھی دس ہزار لیکن بچے کو جس دن چھڑوانے آیا فرض کرو اس وقت اس کی قیمت بیس ہزار ہو چکی ہے بھئی، تو اب بچے کی قیمت بکری سے دگنی ہو گئی بھئی۔ اب پھر دین کے اندر تقسیم کرو بھئی۔ رہن کل کتنا ہو گیا؟ بیس ہزار بچے کے اور دس ہزار بکری کے، تیس ہزار۔ تو اب اس پر تقسیم کرو ذرا دین کو، معلوم ہوا ہر دس ہزار کے بدلے وہ نو ہزار میں سے کتنے آ رہے ہیں؟ تین ہزار۔ بھئی کل دین ہے نو ہزار اور بکری اور بچے کی کل قیمت بن رہی ہے تیس ہزار، تو تیس میں سے ہر دس ہزار کے بدلے دین کا کتنا حصہ بن رہا ہے؟ تین ہزار بن رہا ہے۔ تو اس میں سے بکری تو ہو چکی ہلاک، اور بکری تھی دس ہزار کی اور دس ہزار کے مقابلے میں کتنا دین آ رہا ہے؟ تین ہزار، تو اتنا ہی ضمان آیا وہ ساقط ہو گئے دین میں سے۔ تو باقی کتنا رہ گیا؟ چھ ہزار، تو چھ ہزار دے اور بچے کو چھڑوا کر لے جائے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی اچھی طرح؟

تو کہتے ہیں وَإِنْ هَلَكَ الْأَصْلُ وَبَقِيَ النَّمَاءُ اور اگر اصل ہلاک ہو جائے اور نَمَاءٌ یعنی وہ بڑھوتری باقی رہے افْتَكَّهُ الرَّاهِنُ بِحِصَّتِهِ تو چھڑوائے گا اس کو راہن اس کے حصے کے مقابلے میں، یعنی اس کے حصے کے مقابلے میں جو دین آتا تھا راہن وہ دے دے اور اس بچے کو چھڑوا کر لے جائے۔ وَيُقْسَمُ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ الرَّهْنِ يَوْمَ الْقَبْضِ وَعَلَى قِيمَةِ النَّمَاءِ يَوْمَ الْفِكَاكِ اور تقسیم کیا جائے گا دین کو رہن کی اس قیمت پر یَوْمَ الْقَبْضِ جو کس دن تھی؟ قبضے والے دن، رہن کی وہ قیمت لگائیں گے جو قبضے والے دن تھی، وَعَلَى قِيمَةِ النَّمَاءِ يَوْمَ الْفِكَاكِ اور بڑھوتری کی اس قیمت پر جو کس دن

تھی؟ فِكَاكٌ کا معنی چھڑوانا، چھڑوانے والے دن کی جو قیمت تھی اس پر تقسیم کر دیں گے بھئی۔ رہن کی قبضے والے دن کی قیمت اور بڑھوتری کی چھڑوانے والے دن کی قیمت اس پر دین کو تقسیم کریں گے۔

فَمَا أَصَابَ الْأَصْلَ سَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهِ پس جو حصہ دین کا کس کو پہنچے؟ اصل کو، یعنی جو حصہ اصل کے مقابلے میں آئے یعنی بکری کے مقابلے میں آئے سَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهِ تو دین میں سے ساقط ہو جائے گا اسی کے بقدر بھئی۔ کیونکہ اصل تو ہلاک ہو چکی ہے تو اسی کے بقدر ضمان آ گیا اور وہ دین میں سے ساقط ہوا۔ وَمَا أَصَابَ النَّمَاءَ اور وہ حصہ جو بڑھوتری کے مقابلے میں آیا بڑھوتری کو پہنچا فَتَكَّهُ الرَّاهِنُ بِهِ تو راہن اس بڑھوتری کو چھڑوالے گا اس حصے کے بدلے میں بھئی۔ اس کے بدلے میں چھڑوالے گا بھئی۔

وَيَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِي الرَّهْنِ وَلَا يَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِي الدَّيْنِ اور زیادتی کرنا رہن میں تو جائز ہے لیکن زیادتی کرنا دین کے اندر امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں بھئی۔ صورت مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ سے ایک لاکھ روپیہ بطور قرض کے لیا اور آپ کے پاس ایک گاڑی بطور رہن کے رکھوادی۔ اب کچھ دن کے بعد میں ایک اور گاڑی آپ کے پاس بطور رہن کے رکھواتا ہوں، لے آیا ایک اور گاڑی اور کہا چلو بھئی یہ گاڑی بھی اس گاڑی کے ساتھ کیا کر لو بطور رہن کے رکھ لو۔ تو اب دین ایک ہی ہے اور رہن میں میں نے زیادتی کر دی، تو یہ یاد رکھیے یہ جائز ہے۔ ایک دین کے بدلے دو، چار، دس جتنی بھی چیزیں رہن رکھوانا چاہیں آپ رہن رکھوا سکتے ہیں۔ تو رہن کے اندر زیادتی جائز ہے۔

لیکن اس کے مقابلے میں دین کے اندر زیادتی جائز نہیں ہے بھئی۔ مثلاً میں نے آپ کے پاس ایک گاڑی رکھوائی ہے اور آپ سے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا ہے۔ اب میں آپ کے پاس آتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں بھئی کہ یوں کریں مجھے ایک لاکھ روپیہ اور دین دے دیں۔ آپ کہتے ہیں لاؤ بھئی رہن دو۔ میں کہتا ہوں بھئی اس دین کے بدلے بھی وہی گاڑی آپ کے پاس رہن ہے۔ اس دین کے بدلے بھی وہی گاڑی آپ کے پاس رہن ہے۔ تو دیکھو اب میں کیا کر رہا ہوں؟ دین کے اندر زیادتی کر رہے ہیں اور رہن وہی چیز ہے، یہ جائز نہیں ہے مولانا۔ ایک چیز دو دینوں کے بدلے رہن نہیں ہو سکتی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِي الرَّهْنِ وَلَا يَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِي الدَّيْنِ تو رہن کے اندر زیادتی جائز ہے لیکن دین کے اندر زیادتی جائز نہیں ہے طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک، وَلَا يَصِيرُ الرَّهْنُ رَهْنًا بِهِمَا اور یہ رہن ان دونوں دینوں کے بدلے رہن نہیں بنے گا۔ یہ ان دونوں کے بدلے، ایک دین پہلے لیا تھا پھر اس پر زیادتی کر ڈالی تو دو دین ہو گئے، تو ان دونوں دینوں کے بدلے وہ ایک جو پہلے والا رہن تھا ان دونوں کے بدلے اب وہ رہن نہیں بنے گا، وہ پہلے دین کے بدلے میں ہی رہن ہے۔ تو یہ معنی ہے وَلَا يَصِيرُ الرَّهْنُ رَهْنًا بِهِمَا کہ وہ جو رہن ہے وہ ان دونوں کے مقابلے میں ان دونوں دینوں کے مقابلے میں رہن نہیں بنے گا۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ هُوَ جَائِزٌ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے بھئی، جیسے رہن کے اندر زیادتی جائز تھی اسی طرح دین کے اندر بھی زیادتی جائز ہے بھئی، جائز ہے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ جَائِزٌ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے، یعنی دین کے اندر بھی زیادتی جائز ہے بھئی وہ فرماتے ہیں۔ وہ اس کو قیاس کرتے ہیں ثمن اور مبیع پر بھئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ رہن کے اندر جو دین ہے وہ ثمن کی طرح ہے اور جو رہن ہے وہ کس کی طرح ہے؟ مبیع کی طرح ہے۔ دین کس کی طرح؟ ثمن کی طرح، اور رہن کس کی طرح ہے؟ مبیع کی طرح۔ اور بیع کے اندر ثمن میں بھی زیادتی جائز ہے اور مبیع کے اندر بھی زیادتی جائز ہے آپ پڑھ چکے ہیں، تو یہ بھی انہی کی طرح ہے لہٰذا یہاں بھی رہن کے اندر زیادتی جائز ہو گی اور اسی طرح دین کے اندر بھی زیادتی جائز ہے بھئی، جائز ہے۔ تو یہ فرمایا وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ جَائِزٌ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے۔

وَإِذَا رَهَنَ عَيْنًا وَاحِدَةً عِنْدَ رَجُلَيْنِ بِدَيْنٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جَازَ وَجَمِيعُهَا رَهْنٌ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے زید کا بھی ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، میں نے عمرو کا بھی ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، دونوں میرے پاس مطالبے کے لیے آ پہنچے۔ میں نے یوں کیا کہ اپنی گاڑی ان کے پاس بطور رہن کے رکھوادی، میں نے کہا یہ میری گاڑی لو یہ آپ دونوں کے دین کے بدلے میں رہن ہے آپ کے پاس، گاڑی حوالے کر دی۔ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا جائز نہیں؟ کہتے ہیں یہ جائز ہے بھئی کہ ایک ہی چیز دو دینوں کے بدلے رہن رکھوادی جائے، دو آدمیوں کے دینوں کے بدلے میں یہ گاڑی کسی کے پاس رہن رکھوادی جائے یہ جائز ہے۔ سمجھ میں آیا؟

اس پر آپ کے ذہن میں فوراً اشکال آئے گا بھئی کہ یہ کیا بات ہے، ابھی آپ نے اوپر بتلایا تھا کہ دو دینوں کے بدلے ایک چیز رہن نہیں ہو سکتی، اب یہاں پر بھی دو دین ہیں تو ان کے بدلے بھی ایک چیز کو رہن نہیں ہونا چاہیے۔ جواب یہ ہے مولانا کہ دونوں مسئلوں میں فرق ہے: وہاں ایک چیز پہلے سے ایک دین

کے بدلے رہن تھی پھر بعد میں ایک اور دین کے بدلے بھی اس کو رہن رکھوانا چاہتے ہیں، تو وہاں باری باری کر رہے ہیں، پہلے ایک دین کے بدلے رہن تھی بعد میں اب دوسرے کے بدلے بھی رہن رکھوانا چاہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ جبکہ یہاں پر جو دو آدمیوں والی صورت بنائی اس میں ایک ہی وقت کے اندر ایک ہی عقد کے اندر کیا کر رہا ہے؟ دونوں دینوں کے بدلے رہن رکھوا رہا ہے۔ مطلب دونوں اکٹھے آئے تھے دونوں کو میں نے اکٹھی ایک ہی عقد کے ساتھ وہ چیز بطور رہن کے دی ہے کہ یہ چیز آپ دونوں کے دینوں کے بدلے کیا ہے؟ رہن ہے۔

تو اس لیے یہ جائز ہو گئی کہ یہاں عقد ایک ہی ہے، عقد ایک ہی ہے، تو گویا یوں سمجھیں گے یہ مجموعہ دین کے بدلے کیا ہو گئی؟ رہن۔ مثلاً میرے پاس پانچ آدمی آئے تھے قرضے کا مطالبہ کرنے، میں نے ان پانچ کے پاس وہ گاڑی بطور رہن کے دے دی تو یہ جائز ہے اور یہ گاڑی ان پانچوں کے پاس کس طور پر رہے گی؟ بطور رہن کے۔ اور یوں کیا سمجھ لیں گے جیسے پانچوں کا ایک ہی ملا کر ایک مجموعہ دین بنا دیا: ایک کا بھی ایک لاکھ تھا دوسرے کا بھی تیسرے کا بھی چوتھے کا بھی پانچویں کا بھی دینا تھا ایک لاکھ، تو گویا یہ گاڑی پانچ لاکھ دین کے بدلے میں میں نے کیا کر دی ہے؟ رہن رکھوا دی ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ جبکہ اس سے پچھلے مسئلے میں ایسا نہیں تھا، وہاں چیز پہلے ایک دین کے بدلے میں پہلے سے ہی رہن تھی اب میں اسے ایک اور دین کے بدلے میں بھی کیا کرنا چاہتا تھا؟ رہن رکھوانا، یہ درست نہیں۔ یہ صورت اگر یہاں بنالو تو یہاں بھی جائز نہیں ہو گا: مثلاً ایک گاڑی میں نے ایک آدمی کے پاس پہلے سے بطور رہن کے رکھوائی ہے، دوسرا بھی آ گیا مطالبہ کرنے کے لیے کہ میرا دین مجھے دے دو، میں نے کہا وہ گاڑی میں نے اس کے پاس بطور رہن کے رکھوائی ہے وہ آپ کے پاس بھی کیا ہو گئی بطور رہن کے ہو گئی، یہ درست نہیں ہے مولانا اس لیے کہ یہاں عقد دو ہو گئے تو دو دینوں کے بدلے ایک ہی چیز رہن ہو گئی جو کہ صحیح نہیں ہے بھئی۔ صورت سب کو اچھی طرح سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا رَهَنَ عَيْنًا وَاحِدَةً عِنْدَ رَجُلَيْنِ بِدَيْنٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جَازَ اور جب رہن رکھوایا کسی ایک چیز کو دو آدمیوں کے پاس ایسے دین کے بدلے جو دونوں میں سے ہر ایک کا ہے جَازَ تو یہ جائز ہے، یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے دین کے بدلے دو آدمیوں کے پاس ایک چیز رہن رکھوائی یہ جائز ہے، وَجَمِيعُهَا رَهْنٌ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اور یہ ساری کی ساری چیز یہ رہن ہو گی ان دونوں میں سے ہر ایک کے پاس۔ ہر ایک کے پاس کیا ہو گی؟ رہن ہو گی۔ تو دونوں کے پاس رہن ہے، دونوں آپس میں فیصلہ کر کے ایک رکھ لے یا دوسرا رکھ لے۔

وَالْمَضْمُونُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حِصَّةُ دَيْنِهِ مِنْهَا۔ بھئی اگر یہ جو رہن ہے دونوں کے پاس دونوں کے دینوں کے بدلے رہن ہے، اگر یہ چیز ہلاک ہو گئی تو پھر کیا کریں گے بھئی، کیا دونوں سے پورا پورا ضمان لیا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی۔ دونوں کے دین جو ہیں اس کے مطابق دونوں پر ضمان آئے گا بھئی۔ دونوں کا جو حصہ دین میں بنتا ہے اسی کے مطابق کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔

مثلاً بھئی صورت بناؤ بھئی، صورت یہ ہے کہ زید کا بھی میں نے ایک لاکھ دینا تھا عمرو کا بھی ایک لاکھ دینا تھا اور ان کے پاس میں نے اپنی گاڑی بطور رہن کے رکھوائی ہے اور اس گاڑی کی قیمت ہے دو لاکھ روپے۔ کتنی قیمت ہے؟ دو لاکھ روپے قیمت ہے بھئی، دو لاکھ۔ تو صورت یہ بنے گی کہ دین میں سے ہر ایک کا جتنا حصہ ہے اسی کے بقدر اس پر ضمان آئے گا بھئی۔ تو کل دین کتنا ہے؟ ایک لاکھ زید کا ایک لاکھ عمرو کا، تو کل کتنا دین ہوا؟ دو لاکھ روپے۔ لہٰذا یہاں پر گاڑی بھی کتنے کی تھی؟ دو لاکھ کی بھئی۔ تو اقل کیا ہے بھئی؟ یہاں تو دونوں برابر ہیں، تو لہٰذا ضمان کتنا آیا؟ دو لاکھ۔ اب کس پر کتنا آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی ہر ایک پر اس کے حصے کے بقدر آئے گا۔ دین دو لاکھ تھا، دو لاکھ میں سے آدھا ایک کا تھا آدھا دوسرے کا، تو ضمان بھی دو لاکھ آیا تو آدھا ایک پر آیا اور آدھا دوسرے پر آیا۔ تو ہر ایک پر ایک لاکھ ضمان آیا اور اس کا دین بھی ایک لاکھ تھا تو وہ اس کے بدلے میں ختم ہو گئے گویا کہ اس نے اپنے دین کو وصول کر لیا۔ اب دین ساقط ہو جائے گا بھئی، دین کیا ہو گیا؟ ساقط، دونوں طرف مسئلہ برابر ہو گیا بھئی۔

دوسری صورت بناؤ بھئی کہ گاڑی کی قیمت ذرا اور بڑھا دو۔ بھئی دین تھا اسی طرح ایک ایک لاکھ روپیہ اور گاڑی جو میں نے رکھوائی وہ تھی تین لاکھ روپے کی۔ تو دین ہوا کل دو لاکھ اور گاڑی ہے تین لاکھ کی، اور گاڑی ہلاک ہو جائے تو کل کتنا ضمان آئے گا؟ اقل کا آئے گا بھئی، اور اقل دو لاکھ ہے یا وہ گاڑی کی قیمت اقل ہے؟ دو لاکھ اقل، تو دو لاکھ بھئی یہ ضمان آیا اور وہ ایک لاکھ وہ امانت تھی وہ ضائع ہوا ختم ہوا بھئی۔ تو لہٰذا اب پھر وہی صورت بن گئی بھئی: ضمان کتنا؟ دو لاکھ، دین بھی کتنا؟ دو لاکھ، اور ہر ایک کا حصہ برابر ہے، لہٰذا گویا کہ ہر ایک کا دین ساقط ہو گیا ہر ایک نے اپنے دین کو پورا پورا وصول کر لیا۔

تیسری صورت بنائیں بھئی: گاڑی کی قیمت ذرا کم کر دو۔ بھئی دین اسی طرح ایک ایک لاکھ روپیہ ہے اور گاڑی ہے مثلاً جو میں نے رکھوائی وہ ایک لاکھ روپے کی ہے۔ کتنے کی گاڑی ہے؟ ایک لاکھ روپے کی۔ وہ گاڑی ان دونوں کے پاس ہلاک ہو گئی بھئی، تو کتنا ضمان آئے گا؟ اب اقل کیا ہے؟ کل دین ہے دو لاکھ اور

گاڑی کی قیمت ہے ایک لاکھ، تو ضمان کیا آیا؟ ایک لاکھ ضمان آیا ان دونوں پر۔ اور یہ ایک لاکھ ان دونوں میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم ہو جائے گا۔ تو دونوں کا حصہ نصف نصف ہے، تو پچاس ہزار ایک پر ضمان پچاس ہزار دوسرے پر۔ تو دونوں کے دیون میں سے اسی کے بقدر کم کر دیں گے: پہلے کا حصہ تھا ایک لاکھ اس میں سے پچاس ہزار کم کر دو کتنا رہ گیا؟ پچاس ہزار، دوسرے کا بھی پچاس ہزار دین رہ گیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی اچھی طرح؟

تو یہ معنی ہے وَالْمَضْمُونُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حِصَّةُ دَيْنِهِ مِنْهَا اور مضمون ہو گا ان دونوں میں سے ہر ایک پر اس کے حصے کا جو دین ہے اس میں سے۔ تو کہتے ہیں وَالْمَضْمُونُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حِصَّةُ دَيْنِهِ مِنْهَا اور ضمان واجب ہو گا ان دونوں میں سے ہر ایک پر ان کے حصے کے بقدر مِنْهَا اس عین میں سے۔ کس میں سے؟ اس عین میں سے بھئی جو ضمان واجب ہو گا وہ ان دونوں پر کیا ہو گا؟ ان کے حصوں کے بقدر ہو گا۔

فَإِنْ قَضَى أَحَدَهُمَا دَيْنَهُ كَانَ كُلُّهَا رَهْنًا فِي يَدِ الْآخَرِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ دَيْنَهُ. اب بھئی صورت یہ ہے کہ ان دو میں سے ایک کو اس کا سارا دین میں نے ادا کر دیا: زید کا بھی ایک لاکھ تھا عمرو کا بھی ایک لاکھ، تو میں نے زید کا ایک لاکھ ادا کر دیا۔ تو کہتے ہیں اب جب ایک کا دین ادا کر دیا تو وہ ساری کی ساری چیز اب دوسرے کے پاس بطور رہن کے ہو گئی۔ اب یہ گاڑی پہلے دونوں کے پاس بطور رہن کی تھی اب کیا ہوئی؟ ایک کے پاس بھئی جس کا حصہ ابھی ادا نہیں کیا، اب یہ اس کے پاس بطور رہن کے رہے گی یہاں تک کہ وہ کیا کر لے؟ اپنا حصہ دین کا مجھ سے وصول کر لے پھر میں گاڑی چھڑوا سکتا ہوں۔

یہ معنی ہے فَإِنْ قَضَى أَحَدَهُمَا بھئی، پس اگر ادا کر دیا راہن نے أَحَدَهُمَا ان دونوں میں سے ایک کو دَيْنَهُ اس کا دین، كَانَ كُلُّهَا رَهْنًا فِي يَدِ الْآخَرِ تو وہ عین جو ہے ساری کی ساری وہ رہن ہو جائے گی دوسرے کے ہاتھ میں حَتَّى يَسْتَوْفِيَ دَيْنَهُ یہاں تک کہ وہ اپنے دین کو کیا کر لے؟ وصول کر لے۔ جب تک وہ وصول نہیں کرتا اسی کے پاس وہ چیز رہن رہے گی، جب وہ اپنا حصہ وصول کر لے گا تو پھر وہ چیز میرے حوالے کر دے گا بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يَرْهَنَهُ الْمُشْتَرِي بِالثَّمَنِ شَيْئًا بِعَيْنِهِ. صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کو کوئی چیز فروخت کی اور مشتری نے کہا کہ بھئی ٹھیک ایک مہینے کے بعد میں ثمن آپ کو دوں گا بھئی۔ بیع کا عقد کرتے وقت پہلے سے ہی مدت طے کر رہے ہیں بھئی۔ بائع نے کیا کہا کہ بھئی ٹھیک ہے میں آپ کو مدت دے دوں گا لیکن اس شرط پر کہ آپ اپنی یہ والی گاڑی میرے پاس کیا کریں گے؟ بطور رہن کے رکھوائیں گے۔ تو دیکھو اب بیع کرتے وقت بیع کے اندر شرط لگا دی کسی معین چیز کے رہن رکھوانے کی۔ بھئی رہن تو کوئی بھی چیز رکھوائی جا سکتی تھی لیکن بائع نے کیا شرط لگا دی؟ کوئی معین چیز کہ یہ چیز آپ کو میرے پاس رہن رکھوانا پڑے گی۔

تو کہتے ہیں اس صورت کے اندر بھئی مشتری پر وہ چیز حوالے کرنا ضروری نہیں۔ مشتری پر وہ چیز حوالے کرنا ضروری نہیں۔ عقد کر لیا انہوں نے آپس میں اور عقد کے اندر شرط لگا دی تھی کہ یہ چیز آپ کے پاس میں کیا کروں گا بطور رہن کے رکھواؤں گا، لیکن اب عقد ہو جانے کے بعد مشتری انکار کر دیتا ہے، تو کیا مشتری کو مجبور کیا جا سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں، مشتری کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں البتہ بائع کو اختیار ہو گا: چاہے تو رہن کو چھوڑ دینے پر ہی راضی ہو جائے اور چاہے تو کیا کر دے؟ بیع کو ہی فسخ کر دے، کیونکہ اس نے ایک شرط لگائی تھی یا نہیں بیع کے اندر بھئی؟

اس پر ایک اشکال آپ کے ذہن میں آئے گا بھئی کہ بیع کے باب میں تو ہم نے پڑھا تھا کہ اگر کوئی شرط لگا دی جائے تو بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ فاسد ہوتی ہے۔ جواب یہ ہونا تو یہی چاہیے تھا مولانا، قیاس کے اعتبار سے یہ بیع جائز نہیں ہونی چاہیے تھی، لیکن استحساناً اس کی اجازت دی گئی کیونکہ رہن کس لیے رکھا جاتا ہے؟ اپنا حق وصول کرنے کے لیے، عقد کو مزید یوں کہیں پختہ کرنے کے لیے، لہٰذا اس کی اجازت ہے ورنہ قیاس تو یہی چاہتا تھا کہ اس بیع کو کیا ہونا چاہیے؟ فاسد ہونا چاہیے بھئی، فاسد ہونا چاہیے۔

تو اب بائع کو کیا اختیار ہے؟ وہ چاہے تو رہن کو چھوڑ دے رہن نہ لے اس سے وہ چیز، یا اس بیع کو فسخ کرنا چاہے تو فسخ بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مشتری نے اسی وقت ثمن کی ادائیگی کر دی یا مشتری نے اس چیز کی قیمت بطور رہن کے حوالے کر دی تو اب بائع کو فسخ کا اختیار بھی نہیں ہے۔ بائع کو کیا اختیار دیا تھا کہ چاہے تو وہ اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے، لیکن مشتری کیا کر دیتا ہے؟ اسی وقت پیسے سارے ادا کر دیتا ہے بھئی جتنے کی چیز خریدی تھی، تو اب تو رہن کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لہٰذا جب سارے پیسوں کی ادائیگی ہو گئی تو اب بائع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ اسی طرح اگر مشتری نے اس گاڑی کے بجائے اس گاڑی کی قیمت کیا کی اس کو بطور رہن کے دے دی اب بھی بائع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے بھئی۔

وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا اور جس نے کسی غلام کو بیچا عَلَى، عَلَى کس لیے آتا ہے؟ شرط کے لیے، جس نے کسی غلام کو بیچا اس شرط پر أَنْ يَرْهَنَهُ الْمُشْتَرِي

بِالثَّمَنِ شَيْئًا بِعَيْنِهِ کہ رہن رکھوائے گا اس کے پاس مشتری ثمن کے بدلے میں کوئی معین چیز، شَيْئًا بِعَيْنِهِ کوئی معین چیز، فَامْتَنَعَ الْمُشْتَرِي مِنْ تَسْلِيمِ الرَّهْنِ پس رک گیا مشتری رہن کے سپرد کرنے سے، لَمْ يُجْبَرْ عَلَيْهِ تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا زبردستی نہیں کی جائے گی، وَكَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ اور بائع کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ رَضِيَ بِتَرْكِ الرَّهْنِ چاہے تو وہ راضی ہو جائے رہن کو چھوڑنے پر، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ اور اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، إِلَّا أَنْ يَدْفَعَ الْمُشْتَرِي الثَّمَنَ حَالًّا أَوْ يَدْفَعَ قِيمَةَ الرَّهْنِ فَيَكُونُ رَهْنًا مگر یہ کہ دے دے مشتری فوری ثمن بھئی، فوری ثمن دے دے، أَوْ يَدْفَعَ قِيمَةَ الرَّهْنِ یا رہن کی قیمت دے دے فَيَكُونُ رَهْنًا تو وہ رہن ہو جائے گا، اب بائع کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَحْفَظَ الرَّهْنَ بِنَفْسِهِ۔ اچھا یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں آپ کو کہ بھئی جب کوئی چیز کسی کے حوالے کی بطور رہن کے تو وہ کس کس کے ذریعے حفاظت کروا سکتا ہے اس کی بھئی؟ کس کس کے ذریعے؟ کہتے ہیں بھئی خود چاہے تو خود بھی حفاظت کے ساتھ رکھ سکتا ہے، اپنی بیوی یا اپنے اہل و عیال میں سے جن کا نفقہ اس پر ہے ان میں سے کسی کے حوالے کر دیتا ہے وہ اس کے لیے بطور حفاظت کے رکھتے ہیں تو یہ سب جائز ہے۔ خود بھی رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، اپنے گھر والوں میں سے بھی کسی کے ذریعے حفاظت کروانا چاہے تو حفاظت کروا سکتا ہے۔ البتہ کسی اور کے پاس رکھواتا ہے بطور امانت کے یہ جائز نہیں ہے۔ یہ تعدی شمار ہو گی، زیادتی شمار ہو گی، اس لیے کہ میں نے آپ کا دین دینا ہے اور میں نے اپنی موٹر سائیکل آپ کے حوالے کی ہے اور اب آپ وہ موٹر سائیکل کس کے پاس رکھواتے ہیں بطور امانت کے؟ زید کے پاس۔ نہیں بھئی میرا آپ پر تو اعتماد ہے ہو سکتا ہے میرا زید پر اعتماد نہ ہو بھئی۔ تو لہذا کسی اور کے پاس اگر وہ بطور امانت کے رکھواتا ہے تو یہ کیا شمار ہو گی؟ زیادتی شمار ہو گی بھئی، زیادتی۔

اور یاد رکھنا زیادتی جب آئے گی تو اس صورت میں مرتہن پر ضمان اقل کا نہیں آئے گا بلکہ پوری قیمت کا ضمان آئے گا، کیونکہ اس نے زیادتی کی ہے۔ پہلے تو اس کے لیے نرمی تھی مولانا ضمان آئے گا لیکن کتنا ضمان آئے گا؟ اقل کا، دین اور اس چیز کی قیمت میں سے جو اقل ہو وہ ضمان آئے گا۔ لیکن اب اس نے کیا کیا ہے؟ زیادتی کی ہے بھئی۔ یا مثلاً اور زیادتی کی جو بھی صورت بنالو: میں نے موٹر سائیکل دی تھی بطور رہن کے رکھوانے کے لیے، اس نے موٹر سائیکل کو چلانا شروع کر دیا، اپنا استعمال کر رہا ہے اس کو، تو یہ بھی زیادتی ہے مولانا، تو اب اس صورت میں اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا، لیکن وہ اقل والا ضمان نہیں آئے گا بلکہ پوری قیمت والا آئے گا، پوری قیمت دینا پڑے گی۔ جیسے غصب کے اندر ہوتا ہے۔ غصب جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ آگے آجائے گا باب اس کا، غصب کہتے ہیں کسی کی چیز چھین کر لے جانا بھئی، زبردستی لے لینا کسی کی چیز، یہ کیا کہلاتا ہے؟ غصب کہلاتا ہے۔ اور یاد رکھیے کوئی دوسرے کی چیز زبردستی لے لے اور وہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں پوری قیمت دینا پڑتی ہے بھئی۔ کیا کرنا پڑتی ہے؟ پوری قیمت، اس چیز جتنے کی بھی ہو گی وہ سارے پیسے دینا پڑیں گے۔ تو مرتہن نے بھی اگر تعدی کی زیادتی کر دی، اس چیز کو استعمال کرنا شروع کر دیا یا کسی اور کے پاس بطور امانت کے رکھوایا تو اس صورت میں یہ بھی تعدی ہے، اور رہن میں جب بھی تعدی کرتا ہے مرتہن تو پھر اقل کا ضمان نہیں آتا بلکہ پوری قیمت کا ضمان آیا کرتا ہے جتنی بھی ہو بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ تو لہذا کسی کے پاس بطور امانت کے نہیں رکھوا سکتا۔ ہاں اپنی بیوی کے ذریعے، اپنے خادم وغیرہ کے ذریعے کیا کر سکتا ہے اس کی حفاظت کروا سکتا ہے، اس لیے کہ انسان اپنی چیزوں کی حفاظت بھی انہی کے ذریعے تو کرواتا ہے، ہر وقت چیزوں کو اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے؟ نہیں بھئی، کچھ چیزیں خود رکھتا ہے تو کچھ ان کے حوالے کرتا ہے وہ ان کے لیے حفاظت کرتے ہیں، تو لہذا جب مرتہن اپنی چیزوں کی حفاظت ان کے ذریعے اپنے خادم کے ذریعے اپنی بیوی وغیرہ کے ذریعے کرواتا ہے تو دوسرے کی چیز کی بھی اسی طرح حفاظت کروا سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَحْفَظَ الرَّهْنَ بِنَفْسِهِ وَزَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ الَّذِي فِي عِيَالِهِ اور مرتہن کے لیے جائز ہے کہ حفاظت کرے وہ رہن کی خود وَزَوْجَتِهِ اور کس کے ذریعے حفاظت کروائے؟ اپنی بیوی کے ذریعے وَوَلَدِهِ اور اپنے بچے کے ذریعے وَخَادِمِهِ الَّذِي فِي عِيَالِهِ اور اپنے اس خادم کے ذریعے جو اس کے عیال میں ہے بھئی، جو اس کے عیال میں ہے بھئی۔ وَإِنْ حَفِظَهُ بِغَيْرِ مَنْ هُوَ فِي عِيَالِهِ أَوْ أَوْدَعَهُ ضَمِنَ اور اگر اس نے حفاظت کروائی بھئی جو اس کے اہل و عیال میں سے نہیں، جو اس کے اہل و عیال میں سے ہیں ان کے علاوہ سے حفاظت کروائی أَوْ أَوْدَعَهُ یا اس کو بطور امانت کے رکھوایا ضَمِنَ تو ضامن ہو گا، یعنی اس پر اب پورا ضمان آئے گا تعدی کی ہے۔

وَإِذَا تَعَدَّى الْمُرْتَهِنُ فِي الرَّهْنِ ضَمِنَهُ ضَمَانَ الْغَصْبِ بِجَمِيعِ قِيمَتِهِ اور جب زیادتی کرے مرتہن رہن کے اندر تو ضامن ہو گا اس کا، کتنا ضامن بھئی؟ ضَمَانَ الْغَصْبِ غصب والا ضمان بِجَمِيعِ قِيمَتِهِ اس کی ساری قیمت کے ساتھ بھئی، یعنی ساری قیمت کا ضمان اس پر اب آئے گا۔

وَإِذَا أَعَارَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ لِلرَّاهِنِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے آپ کے پاس موٹر سائیکل رکھوائی تھی بطور رہن کے، تو جیسے ہی میں نے

موٹر سائیکل آپ کے قبضے میں دی وہ فوراً آپ کے ضمان میں داخل ہو گئی، اور اب اگر اس موٹر سائیکل کو کچھ ہوا تو مرتہن پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔ لیکن درمیان میں راہن کو ضرورت پڑ گئی، میں آپ کے پاس آیا میں نے کہا بھئی مجھے موٹر سائیکل چاہیے ایک دو گھنٹے کے لیے یا ایک دن کے لیے چاہیے میں پھر لا کر آپ کے پاس بطور رہن کے حوالے کر دوں گا، مرتہن دے دیتا ہے فرض کرو۔ مرتہن کیا کرتا ہے؟ ہاں تو مرتہن نے موٹر سائیکل راہن کے حوالے کر دی۔ تو کہتے ہیں جیسے ہی وہ چیز راہن کے حوالے کی مرتہن کے ضمان سے وہ چیز نکل گئی۔ اب اگر وہ ہلاک ہوئی تو اس صورت میں مرتہن پر ضمان نہیں ہے کیونکہ اس نے چیز کس کے حوالے کر دی؟ راہن کے حوالے کر دی، اس راہن نے اس پر قبضہ کر لیا باقاعدہ۔ پھر راہن جب واپس لا کر دے گا اور مرتہن کے حوالے کرے گا پھر وہ چیز کس کے ضمان میں آجائے گی؟ مرتہن کے ضمان میں آجائے گی۔

یہ معنی ہے وَإِذَا أَعَارَ، أَعَارَ کا معنی عاریتاً دینا کہ یعنی کسی کو استعمال کے لیے چیز دینا بھئی۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں جب کسی کو کوئی چیز استعمال کے لیے دی جائے تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ عاریت کہلاتا ہے اور یہ امانت کے حکم میں ہے اس میں ضمان نہیں آتا۔ وَإِذَا أَعَارَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ لِلرَّاهِنِ اور جب عاریتاً دیا مرتہن نے رہن کسے؟ راہن کو، فَقَبَضَهُ پس راہن نے اس پر قبضہ کر لیا خَرَجَ مِنْ ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ تو وہ رہن مرتہن کے ضمان سے نکل گیا۔ فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِ الرَّاهِنِ هَلَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ پس اگر وہ ہلاک ہو گیا راہن کے قبضے میں تو وہ ہلاک ہوا بغیر کسی چیز کے بدلے۔ تو بغیر کسی چیز کے وہ ہلاک ہو گیا یعنی اس صورت میں اب ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَسْتَرْجِعَهُ إِلَى يَدِهِ اور مرتہن کے لیے جائز ہے کہ وہ لوٹا لے اس کو اپنے قبضے کی طرف یعنی اس سے واپس لے سکتا ہے۔ کیا کر سکتا ہے؟ واپس، کیونکہ اس نے عاریتاً دی ہے یہ تو اس کے ساتھ اس کا حق وابستہ ہے۔ فَإِذَا أَخَذَهُ پس اس سے جب لے لے گا عَادَ الضَّمَانُ عَلَيْهِ تو اس پر ضمان پھر لوٹ آئے گا۔

وَإِذَا مَاتَ الرَّاهِنُ بَاعَ وَصِيُّهُ الرَّهْنَ۔ ایک آدمی نے دوسرے کو بطور رہن کے کوئی چیز دی اور یہ رہن کس لیے دیا جاتا ہے تاکہ مرتہن کیا کرے اس کے ذریعے اپنے حق کو وصول کر سکے۔ اچھا راہن نے ابھی دین ادا نہیں کیا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا انتقال ہوا، اب کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی اس کا جو وصی ہے جس کو اس نے وصیت کی تھی نگران بنایا تھا سرپرست بنایا تھا اپنے مال وغیرہ کا بچوں کا، تو وہ وصی کیا کرے گا؟ اس رہن کو بیچے گا اور اس کو بیچ کر کیا کر دے گا؟ مرتہن کے دین کو ادا کرے گا۔ مرتہن خود نہیں بیچے گا مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ چیز تو کس کی تھی دراصل؟ راہن کی تھی، تو یہ نہیں کہ مرتہن خود ہی اٹھا کر اس چیز کو بیچ دے بھئی، خود بیچنے کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا اب اگر وہ مر جائے تو کیا کیا جائے گا؟ اس کا وصی اس کو بیچے گا۔

آپ نے مسئلہ پڑھا تھا یا نہیں پڑھا تھا پیچھے بھئی کہ مرتہن کیا کر سکتا ہے؟ راہن کو جیل میں بھی ڈلوا سکتا ہے، مطالبہ بھی کر سکتا ہے اور جیل میں بھی ڈلوا سکتا ہے، یہ نہیں کر سکتا کہ رہن کو خود ہی اٹھا کر بیچ دے بھئی کیونکہ یہ چیز کس کی ہے دراصل؟ یہ راہن کی چیز ہے اور وہ ٹال مٹول کر رہا ہے، تو اب اس کی ٹال مٹول سے ہم مرتہن کو یہ حق نہیں دے دیں گے کہ تم خود ہی کیا کرو چیز کو بیچو اور پیسے وصول کر لو، بلکہ وہ قاضی کے پاس جائے گا اور قاضی کیا کرے گا؟ اس راہن کو جیل میں ڈال دے گا بھئی، جیل میں ڈالے گا۔ تو یہاں بھی دیکھو اب وہ راہن مر گیا ہے لیکن ہم یہ حکم نہیں دے رہے کہ مرتہن کیا کر لے اس چیز کو بیچ دے اور اپنے پیسے وصول کر لے، بلکہ اس چیز کو کون اب بیچے گا؟ جو راہن کا وصی ہے جو اس کا نگران ہے اس کے بعد بھئی اس کے گھر کا اس کے مال کا۔

اچھا اس نے کوئی وصی چھوڑا ہی نہیں، کسی کو اس نے وصیت کی ہی نہیں کسی کو بنایا ہی نہیں نگران بھئی، اب کیا کریں؟ کہتے ہیں اس صورت میں پھر قاضی کسی کو وصی بنا دے گا اور وہ وصی اس رہن کو بیچ کر مرتہن کے دین کو ادا کر دے گا۔ وَإِذَا مَاتَ الرَّاهِنُ بَاعَ وَصِيُّهُ الرَّهْنَ جب راہن مر جائے تو بیچے گا اس کا وصی رہن کو وَقَضَى الدَّيْنَ اور دین ادا کر دے گا۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَصِيٌّ اور اگر اس کا کوئی وصی نہ تھا نَصَبَ الْقَاضِي لَهُ وَصِيًّا تو قاضی قائم کرے گا اس کے لیے کسی کو وصی وَأَمَرَهُ بِبَيْعِهِ اور اسے حکم دے گا اس رہن کے بیچنے کا کہ یہ رہن بیچو اور اس کے ذریعے اس مرتہن کے دین کو ادا کرو۔

چلیے بس مولانا۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۱: کتاب الحجر (۱): اسبابِ حجر (صغر، رق، جنون)، صبیِ عاقل و مجنون و عبد کے تصرفات، اور بلوغت کی علامات و عمر (امام اعظم و صاحبین)

مختصر القدوری صفحہ: ۸۲—بتاریخ: ۲۸ جنوری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْحَجْرِ۔ الْأَسْبَابُ الْمُوجِبَةُ لِلْحَجْرِ ثَلَاثَةٌ: الصِّغَرُ وَالرِّقُّ وَالْجُنُونُ۔ وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الصَّغِيرِ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيِّهِ، وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الْعَبْدِ إِلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ، وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ بِحَالٍ۔ وَمَنْ بَاعَ مِنْ هَؤُلَاءِ شَيْئًا أَوِ اشْتَرَاهُ وَهُوَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ: إِنْ شَاءَ أَجَازَهُ إِذَا كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ۔[۱][۲]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْحَجْرِ بھئی۔ حجر کے معنی ہیں پابندی اور ممانعت کے بھئی۔ پابندی اور ممانعت بھئی۔ یہ اس کے لغوی معنی ہیں، لغوی معنی بھئی۔ عربی میں حجر کا کیا معنی ہے؟ پابندی، پابندی بھئی، ممانعت، ممانعت۔ اور اصطلاحی تعریف یہ آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے بھئی، یہ دیکھ لیجیے آپ: الْمَنْعُ عَنِ التَّصَرُّفَاتِ بھئی۔ مل گیا بھئی؟ هُوَ فِي اللُّغَةِ الْمَنْعُ وَفِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنِ الْمَنْعِ عَنِ التَّصَرُّفَاتِ عَلَى وَجْهٍ يَقُومُ الْغَيْرُ فِيهِ مَقَامَ الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ۔ عبارت مل گئی سب کو بھئی؟

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الْعَبْدِ إِلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا تصرف العبد إلا بإذن سيده» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ بَاعَ مِنْ هَؤُلَاءِ شَيْئًا أَوِ اشْتَرَاهُ وَهُوَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن باع من هؤلاء شيئا أو اشتراه وهو يعقل البيع ويقصده فالوالي بالخيار:» منقول ہے۔

[۳]

جدول—کتاب الحجر: بلوغت کی علامات اور عمرِ بلوغ میں ائمہ کا مسلک:

قسم	بلوغت بالعلامات	بلوغت بالسن (جب علامات ظاہر نہ ہوں)
لڑکا (الْغُلَامُ)	احتلام ہونا، انزال ہونا، یا حمل ٹھہرانا (احبال)	امام اعظم کے نزدیک: **۱۸ سال**؛ امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک: **۱۵ سال** (اور اسی پر فتویٰ ہے)۔
لڑکی (الْجَارِيَةُ)	حیض آنا، احتلام ہونا، یا حمل ٹھہرنا	امام اعظم کے نزدیک: **۱۷ سال**؛ صاحبین کے نزدیک: **۱۵ سال** (اور اسی پر فتویٰ ہے)۔
مراہق (قریب البلوغ)	۱۲ سال سے کم عمر میں بلوغت کا دعویٰ مسموع نہیں	لڑکے کی اقل عمرِ بلوغ ۱۲ سال اور لڑکی کی اقل عمرِ بلوغ ۹ سال ہے۔

تو یہ تعریف ہے مولانا: اَلْمَنْعُ عَنِ التَّصَرُّفَاتِ عَلَى وَجْهٍ يَقُومُ الْغَيْرُ فِيهِ مَقَامَ الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ۔ وہ روکنا ہے عَنِ التَّصَرُّفَاتِ تصرفات سے عَلَى وَجْهٍ ایسے طریقے پر يَقُومُ الْغَيْرُ فِيهِ مَقَامَ الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ کہ غیر محجور علیہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

تو شریعت میں بھئی تصرفات سے بعض لوگوں کو روکا جاتا ہے، ان کے تصرفات لاتصرفات شمار ہوتے ہیں کہ بھئی جائز، اجازت ہی نہیں ہوتی ان کو تصرف کرنے کی۔ یہ جو پابندی آتی ہے شریعت کی طرف سے یہ حجر کہلاتی ہے، حجر کہلاتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ جس پہ پابندی ہے مثلاً وہ بیع و شراء کرتا ہے تو یہ بیع و شراء درست نہیں ہے بھئی، اجازت نہیں ہے اس کو بھئی شرعاً یہ عقد کرنے کی۔ یا وہ اپنے غلام کو آزاد کرتا ہے یہ نہیں کر سکتا کیونکہ شریعت کی طرف سے اس کو اجازت نہیں ہے بھئی۔ تو یہ جو پابندی شریعت کی طرف سے آئی، ممانعت آئی یہ کیا کہلاتی ہے؟ حجر کہلاتی ہے، حجر بھئی۔ تو یہاں پر غیر اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے مولانا: اس کا ولی ہوتا ہے مثلاً، یا اس کا آقا ہو گا غلام کے اندر، یا حاکم وقت جو ہو گا یا قاضی وغیرہ بھئی۔ یہ اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے تو یہ اجازت دے سکتے ہیں پھر بعض مواقع پر بھئی۔

اور یہ یاد رکھیے یہ لفظ حِجْرٌ حاء کے کسرے کے ساتھ بھی صحیح، حَجْرٌ حاء کے فتحے کے ساتھ بھی صحیح، اور حُجْرٌ حاء کے ضمے کے ساتھ بھی صحیح بھئی۔ مُثَلَّثُ الْحَاءِ ہے یہ لفظ، مُثَلَّثُ الْحَاءِ یعنی حاء پر تینوں حرکتیں جائز ہیں، جیم ساکن ہے اور حاء پر فتحہ، کسرہ، ضمہ تینوں حرکتیں جائز ہیں بھئی۔ حَجْرٌ، كِتَابُ الْحَجْرِ یہ بھی درست ہے بھئی، كِتَابُ الْحُجْرِ یہ بھی صحیح ہے بھئی، اور كِتَابُ الْحِجْرِ۔ تو لہٰذا کوئی آپ کے سامنے حُجْرٌ کہے تو یوں نہ کہیں یہ غلط ہے بھئی، یہ بھی درست ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ جی۔

تو میں نے بتلایا حجر لغت میں کس کو کہتے ہیں؟ پابندی کو بھئی، ممانعت کو بھئی۔ اور شریعت میں کس کو کہتے ہیں اصطلاح میں؟ کہ شریعت کی طرف سے بعض لوگوں پر تصرفات کی پابندی، قولی تصرفات کی پابندی لگا دی جاتی ہے یہ حجر کہلاتی ہے۔ اب کن کن پر لگائی جائے گی اور اس کا سبب کیا ہوتے ہیں کہ سبب پایا جائے تو پھر وہ پابندی آ جائے، وہ اب بتلانے لگے ہیں۔ کہتے ہیں اَلْأَسْبَابُ الْمُوجِبَةُ لِلْحَجْرِ ثَلَاثَةٌ۔ مُوجِبَةٌ أَيْ مُثْبِتَةٌ، وہ اسباب جو ثابت کرنے والے ہیں حجر کو ثَلَاثَةٌ کتنے ہیں؟ تین ہیں، تین بھئی۔ تین سبب ہیں جو حجر کو ثابت کر دیتے ہیں۔ یہ تین سبب جب پائے جائیں گے تو یہ کیا ثابت کر دیں گے؟ حجر، ان میں سے کوئی ایک پایا جائے تو حجر آ جائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں اَلْأَسْبَابُ الْمُوجِبَةُ لِلْحَجْرِ ثَلَاثَةٌ وہ اسباب جو ثابت کرنے والے ہیں اس پابندی کو ثَلَاثَةٌ وہ تین ہیں: اَلصِّغَرُ ایک تو چھوٹا ہونا بھئی، صغیر ہونا، نابالغ ہونا، وَالرِّقُّ اور غلام ہونا، غلامی، غلامی، وَالْجُنُونُ اور جنون ہے بھئی، پاگل پن ہے بھئی۔ یہ تین چیزیں ہیں بھئی۔ چھوٹا ہونا، غلامی اور جنون بھئی، پاگل پن۔ تو یہ جس کے اندر صغر ہے بھئی جو نابالغ ہے وہ بھی محجور ہے بھئی، اسی طرح غلام ہے وہ بھی کیا ہے؟ محجور ہے، اور اسی طرح مجنون وہ بھی محجور ہے۔

وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الصَّغِيرِ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيِّهِ۔ یاد رکھیے ان کے تصرفات تین قسم پر ہیں بھئی۔ تصرفات کتنی قسم پر ہیں؟ تین قسم۔ کچھ وہ تصرفات ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان نہیں۔ ان کا وہ تصرف صحیح ہے مولانا جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان کوئی نہیں، ان کا وہ تصرف صحیح ہے، وہ عقد ان کا صحیح ہے۔ مثلاً، مثلاً بھئی کوئی ان کو تحفہ دیتا ہے یہ اس سے تحفہ لے لیں تو ولی بھی، اب یہ ولی کی اجازت پر موقوف نہیں ہے بھئی کیونکہ اس عقد کے اندر کوئی نقصان نہیں ان کا نفع ہی نفع ہے۔ تو وہ عقد یا وہ تصرف جس کے اندر ان کا نفع ہی نفع ہو وہ جائز ہے اور ولی کی اجازت پر یا آقا کی اجازت پر موقوف نہیں ہے۔ مثال میں نے ذکر کر دی جیسے ہبہ ہے بھئی، کوئی ان کو ہبہ کرتا ہے تو یہ قبول کر سکتے ہیں بھئی۔ تو یہ وہ تصرف تھا جس کے اندر نفع ہی نفع تھا۔

بعض اوقات تصرف ایسا ہوتا ہے جس میں نقصان ہی نقصان ہے بھئی، تو وہ ولی اجازت دے پھر بھی نہیں صحیح۔ مثلاً غلام آزاد کرتا ہے بھئی۔ بچہ کیا کرتا ہے؟ غلام آزاد کر دیتا ہے بھئی۔ تو بچہ غلام کا مالک ہے بھئی، مال اس کو کہیں سے حاصل ہوا ہے کسی نے اس کو غلام دے دیا ہے مثلاً وہ غلام کا مالک بن گیا، اب وہ بچہ اس غلام کو آزاد کرتا ہے تو اس کا یہ اعتاق، یہ جو آزاد کرنا ہے یہ نافذ نہیں ہو گا کیونکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے بھئی کیونکہ مال اس کے ہاتھ سے جا رہا ہے اور بدلے میں کوئی نفع اسے حاصل نہیں۔ تو یہ، اسی طرح بچہ طلاق دیتا ہے بھئی اس کا نکاح کر دیا گیا تھا بچپن میں، اب وہ طلاق دیتا ہے اپنی بیوی کو تو یہ بھی نقصان ہے، نقصان ہی نقصان ہے اس میں نفع کوئی نہیں، لہٰذا اس کا یہ تصرف بھی نافذ نہیں ہو گا۔ اور اس کی ولی بھی اجازت نہیں دے سکتا۔ وہ تصرف جس میں نقصان ہی نقصان ہو بھئی اس کی اجازت ولی دینا بھی چاہے تو نہیں دے سکتا۔

تیسرا وہ عقد ہے جو دائر ہو نفع اور نقصان کے درمیان بھئی، بَيْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ بھئی۔ نفع کا بھی احتمال ہے وہاں، نقصان کا بھی احتمال ہے۔ مثلاً بیع و شراء

کرتا ہے، کوئی چیز خریدتا ہے یا کوئی چیز بیچتا ہے تو اس میں نفع کا بھی امکان ہے۔ نفع کا بھی امکان ہے، سمجھ میں آیا؟ کوئی چیز اچھی چیز اس نے خرید لی اور مناسب قیمت میں خرید لی یا کم قیمت میں خرید لی تو یہ دیکھو اس کا نفع ہے۔ اور نقصان کا بھی امکان ہے، ہو سکتا ہے کوئی ردی سی چیز بڑی مہنگی خرید لے بھئی تو نقصان کا بھی احتمال ہے۔ اسی طرح کوئی چیز بیچتا ہے، ہو سکتا ہے اچھی اور مناسب قیمت پر بیچ دے تو پھر تو نفع ہے، اور ہو سکتا ہے اعلیٰ چیز کو بہت تھوڑے سے پیسوں میں بیچ دے۔ کس کی بات کر رہا ہوں، خریدنے کی؟ بیچنے کی۔ اچھا پہلے میں نے کون سی ذکر کی؟ ہاں خریدنے کی۔ چلو بس دونوں صورتوں میں کیا ہے چاہے کوئی چیز خریدے یا کوئی چیز بیچے، دونوں صورتوں میں نفع کا بھی احتمال اور نقصان کا بھی احتمال۔

تو یہ وہ تصرف ہے جو دائر ہے بیچ نفع اور نقصان کے، یعنی اس میں نفع کا بھی احتمال نقصان کا بھی احتمال۔ تو اس قسم کا عقد جس میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہو یہ ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا، آقا کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ ولی اجازت دے دے گا تو یہ بیع یہ شراء نافذ ہو جائے گی، آقا اجازت دے دے گا تو یہ بیع و شراء نافذ ہو جائے گی، اور اگر ولی اور آقا اجازت نہیں دیں گے تو یہ نافذ بھی نہیں ہو گی۔

تو معلوم ہوا تصرفات کتنے ہیں بھئی؟ تین قسم پر ہیں بھئی: ایک وہ جن کے اندر نفع ہی نفع ہے، یہ ولی کی اجازت پر موقوف نہیں بھئی۔ اور دوسرا جس میں نقصان ہی نقصان ہے، یہ بھی ولی پر نہیں موقوف، ولی ان کی اجازت دینا بھی چاہے تو نہیں دے سکتا۔ وہ عقد جس میں نفع تھا ولی اس سے روکنا بھی چاہے تو نہیں روک سکتا بھئی، وہ اس کو اجازت ہے کرنے کی، تحفہ کسی سے لیتا ہے ہبہ لیتا ہے تو اس میں تو نفع ہی نفع ہے تو ولی پر موقوف نہیں۔ اور جس میں نقصان ہی نقصان ہے وہ بھی ولی پر نہیں موقوف بھئی، ولی اس کی اجازت دینا بھی چاہے تو نہیں دے سکتا، وہ نہیں نافذ، اس کا بچے کا اعتاق بھی نہیں نافذ ہو گا کسی کو آزاد کرتا ہے اور بچے کا طلاق دینا بھی، طلاق بھی اس کی نافذ نہیں ہو گی۔ اور تیسرا وہ عقد جس کے اندر نفع کا بھی احتمال اور نقصان کا بھی احتمال، وہ ولی کی اجازت اور آقا کی اجازت پر موقوف ہے، وہ اجازت دے دیں گے تو یہ عقد نافذ ہو جائے گا وہ اجازت نہیں دیں گے تو یہ عقد نافذ نہیں ہو گا۔

تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الصَّغِيرِ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيِّهِ اور جائز نہیں ہے بچے کا تصرف، چھوٹے کا تصرف بھئی یعنی نابالغ کا تصرف إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيِّهِ مگر اس کے ولی کی اجازت سے۔ ولی اجازت دے گا تو بچے کا تصرف نافذ ہو گا، ولی اجازت نہیں دے گا تو بچے کا تصرف بھی نافذ نہیں ہو گا۔ کون سا تصرف مراد ہے یہاں پر؟ جس میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہو، باقی دو مراد نہیں ہیں بھئی۔

اور یاد رکھیے صغیر سے مراد صبی عاقل ہے، سمجھدار بچہ، سمجھدار بچہ۔ سمجھدار، ناسمجھ نہیں بھئی جس کو بہت چھوٹا ہے ابھی پتا ہی نہیں بیع و شراء کا۔ بچہ اتنا سمجھدار ہو کم از کم کہ بیع و شراء کو سمجھتا ہو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بیع و شراء کو سمجھتا ہو۔ اسے پتا ہونا چاہیے کہ کوئی چیز خریدی جائے تو پیسے ہاتھ سے نکلتے ہیں اور مبیعہ ہاتھ میں آجاتا ہے، مبیعہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ اس کو پتا ہونا چاہیے۔ یا کوئی چیز کیا کی جائے؟ کوئی چیز بیچی جائے تو وہ چیز ہاتھ سے چلی جاتی ہے ہاں اس کے بدلے میں پیسے حاصل ہوتے ہیں بھئی۔ تو اسے بیع و شراء کا پتا ہونا چاہیے، یہ سمجھدار عاقل بچہ ہے۔ اگر اسے ابھی پتا ہی نہیں ہے تو پھر اس کا تصرف بھی صحیح نہیں ہے بھئی۔

اچھا بھئی بچے کا پتا کیسے چلے گا بھئی؟ فقہائے کرام نے اس کی بھی صورت لکھی۔ کہتے ہیں دیکھو بچہ اگر دکان پر جاتا ہے اور پیسے دیتا ہے اور چیز لے کر پھر آجاتا ہے تو سمجھ جاؤ اس کو پتا ہے، بیع کا اس کو پتا ہے۔ اور اگر بچے کو پیسے دیے وہ دکان پر گیا پیسے دیے اور چیز لے لی پھر وہیں کھڑے ہو کے رونا شروع کر دیا میرے پیسے بھی دو مجھے، دو واپس دو میرے پیسے مجھے، معلوم ہوا اس کو بیع و شراء کا پتا ہی نہیں ہے بھئی۔ تو صغیر سے مراد کون سا صغیر ہے؟ عاقل بھئی، عاقل۔

وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الْعَبْدِ إِلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ اور جائز نہیں ہے غلام کا تصرف مگر اس کے آقا کی اجازت سے۔ اور کون سا تصرف مراد ہے بھئی؟ نفع و نقصان۔

وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ بِحَالٍ اور جائز نہیں ہے تصرف اس مجنون کا جو مغلوب العقل ہو کسی بھی حال میں، بِحَالٍ کسی بھی حال میں۔ بھئی مجنون جسے جنون لاحق ہے پاگل پن ہے بھئی، یہ دو قسم پر ہیں بھئی، دو قسم پر ہے مجنون: ایک تو وہ مجنون ہے جو مغلوب العقل ہے، اور ایک وہ مجنون ہے جو غیر مغلوب العقل ہے۔ مغلوب العقل مجنون وہ ہے جو ہر وقت پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے بھئی۔ ٹھیک انسانوں جیسی حرکتیں اس سے کوئی ایک آدھی تو ہو ہی جاتی ہے بھئی، وہ بہت تھوڑی ہوتی ہیں، کچھ صحیح اور عقل والے لوگوں جیسا کام کوئی ایک آدھا ہی اس سے ہوتا ہے باقی سارے کام اس کے کس کی طرح ہیں؟ پاگلوں کی طرح ہیں، مجنونوں کی طرح ہیں، یہ مغلوب العقل مجنون ہے بھئی۔ اس کا تو تصرف کسی بھی حال میں جائز نہیں بھئی کیونکہ یہ ٹھیک تندرست لوگوں جیسا عقل والے لوگوں جیسا کوئی کام کرتا ہی نہیں ہے بھئی۔ تو یہ مغلوب العقل ہے۔

اور ایک وہ مجنون ہے جو مغلوب العقل نہیں ہے بھئی، یعنی ٹھیک کام کرتا ہے جیسے عقلمند کرتے ہیں لیکن کبھی کبھار کیا کرنے لگتا ہے؟ پاگلوں جیسے کام کرتا ہے، پاگلوں جیسی باتیں بھی شروع کر دیتا ہے کبھی۔ سمجھ میں آیا؟ اس کو یعنی ناسمجھ ہے، کیا ہے؟ ناسمجھ ہے، عقل میں کمی ہے، پورا پاگل تو نہیں ہے لیکن عقل میں کمی ہے۔ اس کو معتوہ بھی کہتے ہیں، معتوہ، مَعْتُوہٌ بھئی۔ مَعْتُوہٌ یہ لفظ لکھ لیجیے بھئی، ابھی سے آپ سمجھ جائیں آگے کتابوں میں ذکر ہو جاتا ہے۔ مَعْتُوہٌ بھئی: میم، عین، تاء دو نقطوں والی، واؤ اور گول ہاء۔ مَعْتُوہٌ ناسمجھ کو کہتے ہیں بھئی۔ تو یہ معتوہ وہ ہے جو دیوانہ تو نہیں ہے مجنون تو نہیں ہے لیکن مجنونوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے بھئی، بعض اوقات کیا کرنے لگتا ہے؟ ان جیسے کام کرنے لگتا ہے۔

تو یہ جو مجنون معتوہ ہے اس کا حکم وہی بچے والا ہے بھئی: اس کا ولی اجازت دے گا تو تصرف نافذ ہو جائے گا، ولی اجازت نہیں دے گا تو اس کا تصرف بھی نافذ نہیں ہو گا۔ جبکہ وہ مجنون جو مغلوب العقل ہے اس کا تصرف تو کسی بھی حال میں نافذ نہیں ہو گا۔ چنانچہ کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ بِحَالٍ اور جائز نہیں ہے تصرف اس مجنون کا جو مغلوب العقل ہو کسی بھی حال میں۔

وَمَنْ بَاعَ مِنْ هَؤُلَاءِ شَيْئًا أَوِ اشْتَرَاهُ وَهُوَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ: إِنْ شَاءَ أَجَازَهُ إِذَا كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ۔ ان تین میں سے بھئی کسی نے کوئی چیز بیچی یا خریدی اور وہ سمجھتا بھی ہے بیع کو کہ بیع کے ذریعے کیا ہوتا ہے مبیعہ حاصل ہوتا ہے اور پیسے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں پیسے دینے پڑتے ہیں، اور ارادہ بھی کرتا ہے، کیا کرتا ہے؟ اس کا ارادہ بھی ہے بیع کا بھئی، یعنی مذاق نہیں کر رہا۔ بطور مذاق کے کرے تو وہ تو نکل گئی وہ مراد نہیں، بلکہ اس کا ارادہ بھی ہے باقاعدہ خرید و فروخت کا۔ تو ان تین میں سے ایک نے کوئی چیز خریدی اور وہ بیع کو سمجھتا بھی ہے اور اس کا ارادہ بھی ہے بیع کا، تو اب ولی کو اور ان کے آقا کو اختیار ہے: اگر اس میں کوئی بھلائی ہے بہتری ہے تو اجازت دے دے، اجازت دے سکتا ہے، اور اگر چاہے تو کیا کر دے؟ فسخ بھی کر سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ بَاعَ مِنْ هَؤُلَاءِ شَيْئًا اور جس نے بیچا ان میں سے، هَؤُلَاءِ اشارہ ہے ان تینوں کی طرف: صغیر، صغیر عاقل، غلام اور کون سا مجنون بھئی؟ غیر مغلوب العقل بھئی، کون سا مجنون؟ ہاں غیر مجنون کیونکہ دوسرے کا تو تصرف کسی صورت میں جائز نہیں آپ نے پڑھ لیا۔ تو ان تین میں سے، یہ تین جو ہیں یعنی کہ صغیر عاقل، غلام اور وہ مجنون جو غیر مغلوب العقل ہے یعنی معتوہ، معتوہ، اس نے کسی چیز کو بیچا أَوِ اشْتَرَاهُ یا اسے خریدا وَهُوَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ، واؤ حالیہ ہے، اس حال میں کہ وہ بیع کو سمجھتا ہے، بیع کو سمجھتا ہے وَيَقْصِدُهُ اور اس کا ارادہ بھی کرتا ہے بھئی یعنی مذاق نہیں کر رہا۔ دیکھو اس کے ذریعے وہ بیع نکال دی جو بطور مذاق کے کی ہے، یہ تو ویسے ہی ہنسی مذاق میں کی ہے بیع کا اس کا ارادہ نہیں۔ تو وَيَقْصِدُهُ اور اس کا ارادہ بھی کرتا ہے فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ تو ولی کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَجَازَهُ چاہے تو اجازت دے دے إِذَا كَانَ فِيهِ مَصْلَحَةٌ جبکہ اس میں کوئی بہتری ہو بھلائی ہو کوئی مصلحت ہو، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ اور اگر چاہے تو اس کو فسخ کر دے۔

فَهَذِهِ الْمَعَانِي الثَّلَاثَةُ تُوجِبُ الْحَجْرَ فِي الْأَقْوَالِ دُونَ الْأَفْعَالِ۔ مَعَانِي بمعنی اسباب کے بھئی، اسباب اور علت کے کریں بھئی۔ فَهَذِهِ الْمَعَانِي الثَّلَاثَةُ یہ تین اسباب جو ہیں یہ تین علتیں جو ہیں تُوجِبُ الْحَجْرَ أَيْ تُثْبِتُ الْحَجْرَ یہ ثابت کرتی ہیں کس چیز کو؟ حجر کو ثابت کرتی ہیں فِي الْأَقْوَالِ، پابندی کو ثابت کرتی ہیں فِي الْأَقْوَالِ کس کے اندر؟ اقوال میں پابندی کو ثابت کرتی ہیں دُونَ الْأَفْعَالِ، افعال میں پابندی کو ثابت نہیں کرتیں۔

یاد رکھنا یہ جو پابندی لگی ہے یہ اقوال کے اندر لگی ہے۔ بیع و شراء کس کے ذریعے کی جاتی ہے؟ قول کے ذریعے، ایجاب اور قبول کا نام ہے بیع بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اسی طرح غلام آزاد کرتا ہے یہ بھی کس کے ذریعے کرے گا؟ قول کے ذریعے کہ جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ طلاق دیتا ہے بچہ وہ بھی کس کے ذریعے دے گا؟ قول کے ذریعے، زبان کے ذریعے۔ تو یہ اس کے جو قولی تصرفات ہیں ان پر پابندی لگی ہے، باقی وہ تصرفات جن کا تعلق فعل سے ہے ان پر پابندی نہیں لگ سکتی بھئی۔ ان پر کہاں سے پابندی لگے گی؟ مثلاً بچہ ہے اس نے دوسرے کی کوئی چیز توڑ دی، تو نقصان کیا یا نہیں دوسرے کا؟ لیکن ہم کہیں نہیں بھئی یہ بچہ تو مجبور ہے اس پر تو پابندی ہے یہ نقصان بھی لا نقصان شمار کرو۔ ایسا ہو سکتا ہے؟ نقصان کو لا نقصان شمار کیا جا سکتا ہے؟ نہیں، نقصان تو اس نے کر دیا، بالفعل ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہ دیکھو وہ چیز اس نے توڑ دی ہے۔

سمجھ میں آیا؟ تو قول جو تھا اس کا اعتبار تو شریعت نے کیا تھا، خارج میں کوئی چیز آئی تھی بھئی؟ میں نے آپ کے ساتھ ایجاب کیا آپ کے ساتھ قبول کیا کوئی چیز سامنے آئی ہے؟ کوئی ظاہر کے اندر کوئی الگ چیز نہیں ہے، تو یہ تو صرف شریعت اعتبار کرتی ہے اور شریعت نے ان تین صورتوں میں پابندی لگا دی اب

اعتبار نہیں ہو گا۔ لیکن فعل کا تو باقاعدہ مشاہدہ کر لیتے ہیں خارج میں اس نے کام کر دیا ہے، اب اس کیے ہوئے کام کو لاکام شمار نہیں کیا جا سکتا، نقصان کر دیا ہے اس کو عدم نقصان شمار نہیں کر سکتے بھئی۔ تو افعال میں حجر نہیں ہوتا، کس کے اندر حجر ہوتا ہے؟ اقوال۔ لہذا بچہ اگر کسی کی کوئی چیز توڑ دے تو اس پر ضمان آئے گا بھئی کیونکہ پابندی اقوال کے اندر تھی افعال کے اندر نہیں تھی۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی؟ تو یہی بات کر رہے ہیں فَهَذِهِ الْمَعَانِي الثَّلَاثَةُ یہ تین اسباب جو ہیں تُوجِبُ الْحَجْرَ یہ ثابت کرتے ہیں پابندی کو فِي الْأَقْوَالِ اقوال کے اندر دُونَ الْأَفْعَالِ نہ کہ افعال کے اندر۔

وَأَمَّا الصَّبِيُّ وَالْمَجْنُونُ لَا تَصِحُّ عُقُودُهُمَا وَلَا إِقْرَارُهُمَا وَلَا يَقَعُ طَلَاقُهُمَا وَلَا إِعْتَاقُهُمَا۔ اور باقی بچہ اور مجنون جو ہیں، مجنون بھئی کون سا مجنون؟ غیر مغلوب العقل بھئی، لَا تَصِحُّ عُقُودُهُمَا ان کے عقود بھی صحیح نہیں۔ عقود صحیح نہیں، وَلَا إِقْرَارُهُمَا اور ان دونوں کا اقرار بھی صحیح نہیں۔ بھئی اقرار کا آگے باقاعدہ باب آئے گا: ایک شخص دوسرے کے لیے اقرار کر لیتا ہے میں نے آپ کے ایک لاکھ روپیہ دینے ہیں، بس مولانا اقرار کر لیا اب یہ پیسے اس کو دینے پڑیں گے اس پر لازم ہو گئے بھئی۔ اس کا باقاعدہ باب آئے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو بچہ کسی کے لیے اقرار کرتا ہے میں نے آپ کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے میں اقرار کرتا ہوں، نہیں بھئی، یہ قولی تصرف ہے اور شریعت نے بچے پر کیا کیا ہے؟ پابندی لگائی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے بھئی۔

اور بتلایا عقود بھی ان کے صحیح نہیں ہیں، ابھی بتلایا بیع و شراء کرتے ہیں صحیح نہیں ہے، کس کی اجازت پر موقوف رہیں گے؟ ولی کی اجازت پر موقوف رہیں گے بشرطیکہ ان میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو۔ اور اگر نقصان ہی نقصان ہے پھر تو ولی کی اجازت پر بھی موقوف نہیں بلکہ ولی اجازت دے بھی تو نہیں ہو سکتے بھئی، پھر تو سرے سے صحیح ہی نہیں ہیں۔ تو یہ معنی ہے کہ ان دونوں کے لَا تَصِحُّ عُقُودُهُمَا ان دونوں کے عقود بھی صحیح نہیں وَلَا إِقْرَارُهُمَا ان دونوں کا اقرار بھی صحیح نہیں وَلَا يَقَعُ طَلَاقُهُمَا اور ان دونوں کی طلاق بھی واقع نہیں ہو گی بھئی وَلَا إِعْتَاقُهُمَا اور ان دونوں کا آزاد کرنا بھی واقع نہیں ہو گا۔

فَإِنْ أَتْلَفَا شَيْئًا لَزِمَهُمَا ضَمَانُهُ۔ اگر تلف کر دی ان دونوں نے، أَتْلَفَا تثنیہ کا صیغہ ہے، ان دونوں نے یعنی صبی نے یا مجنون مغلوب نے تلف کر دی شَيْئًا کوئی چیز لَزِمَهُمَا ضَمَانُهُ تو لازم ہو گا ان دونوں پر اس کا ضمان۔ کیوں؟ ضمان کیوں آئے گا کسی کی کوئی چیز تلف کی ہے کوئی چیز توڑ دی یا ہلاک کر دی ہے؟ کیونکہ یہ افعال کی قبیل سے ہے اور افعال میں حجر نہیں ہے بھئی۔

وَأَمَّا الْعَبْدُ فَأَقْوَالُهُ نَافِذَةٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ غَيْرُ نَافِذَةٍ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ۔ باقی غلام جو ہے اس کے اقوال وہ نافذ ہیں اس کی اپنی ذات کے حق میں، فِي حَقِّ نَفْسِهِ اس کی اپنی ذات کے حق میں تو اس کے اقوال نافذ ہیں، غَيْرُ نَافِذَةٍ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ غیر نافذ ہیں اس کے آقا کے حق میں۔ بھئی غلام کے اقوال جو ہیں اقوال، اس کی ذات سے متعلق ہوں پھر تو نافذ ہوں گے آقا سے متعلق ہوں تو پھر نافذ نہیں۔

مثلاً دیکھو ایک غلام ہے وہ اقرار کرتا ہے دوسرے کے لیے میں نے آپ کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، تو غلام پر دین آئے گا یا نہیں آئے گا بھئی؟ جب اقرار کرتا ہے تو اس پر کیا آیا کرتا ہے دوسرے اقرار کرنے والے پر؟ وہ مال آ جایا کرتا ہے وہ اس کو دینا پڑتا ہے، لیکن یہاں پر بھئی اب اگر ہم غلام پر مال کو لازم کر دیں اس کے اس قول کا اعتبار کر لیں تو غلام کا دین تو آقا کے ذمے ہو جاتا ہے آقا کو دینا پڑتا ہے۔ تو غلام کا اپنی ذات کے بارے میں کوئی قول ہو اس کا تو اعتبار کریں گے لیکن یہ قول کس کے بارے میں ہو رہا ہے؟ یہ کس پر لازم ہو رہا ہے؟ آقا پر، تو آقا کے بارے میں اس کے قول کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور اپنی ذات، لیکن اپنی ذات میں یہ قول اب قبول ہم کر لیں گے کس طرح؟ کہ یہ غلام جب آزاد ہو جائے گا تو اب اس پر وہ مال واجب ہو جائے گا۔ اب وہ مال کیا ہو جائے گا؟ تو دیکھو آزادی کے بعد بھئی تو اس قول کا اعتبار ہم نے کیا، اس اقرار کا اعتبار کیا لیکن کس کے حق میں اعتبار کیا؟ غلام کے حق میں اعتبار کیا ہے اس کے آقا کے حق میں اعتبار نہیں۔ اور اس کی کیا صورت بنتی ہے کہ فی الحال مال واجب نہیں کیونکہ فی الحال مال واجب ہوا وہ تو کس پر ہو جائے گا؟ آقا پر۔ ہاں کب مال واجب ہو گا؟ آزادی کے بعد بھئی۔ تو یہ اس کا یہ اقرار اس کی اپنی ذات کے لحاظ سے ذات کے اعتبار سے قبول ہے لیکن آقا کے اعتبار سے قابل قبول نہیں۔

یہ معنی ہے تو وَأَمَّا الْعَبْدُ فَأَقْوَالُهُ نَافِذَةٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ غَيْرُ نَافِذَةٍ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ باقی غلام جو ہے تو اس کے اقوال نافذ ہیں اس کے اپنے حق میں غَيْرُ نَافِذَةٍ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ غیر نافذ ہیں اس کے مولا کے حق میں۔ فَإِنْ أَقَرَّ بِمَالٍ لَزِمَهُ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ وَلَمْ يَلْزَمْهُ فِي الْحَالِ پس اگر اس نے اقرار کر لیا مال کا لَزِمَهُ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ، مال کا اقرار کیا ہے تو یہ مال اس پر لازم ہو گا آزادی کے بعد وَلَمْ يَلْزَمْهُ فِي الْحَالِ اور فی الحال لازم نہیں ہو

گا۔[۴]

وَإِنْ أَقَرَّ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ لَزِمَهُ فِي الْحَالِ اور اگر اس نے اقرار کیا حد کا یا قصاص کا تو لازم ہو جائیں گے فی الحال۔ یہ قصاص یا حد فی الحال لازم ہو جائیں گے بھئی۔ فی الحال لازم ہو جائیں گے بھئی۔ یاد رکھیے غلام اپنے خون کے سلسلے میں خود مختار ہے، شریعت نے اس کو اختیار دیا ہے کس چیز کے بارے میں؟ اپنے خون کے بارے میں، اپنے خون کے بارے میں۔ تو اب وہ کسی حد یا قصاص کا اقرار کرتا ہے تو اس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہے اس کے اپنے خون سے ہے لہذا یہ اقرار معتبر ہو گا۔ مثلاً غلام ہے اور وہ کیا کہتا ہے کہ میں نے فلاں جرم کیا ہے، فلاں جرم کیا ہے، اب اس جرم کو قبول کرنے کی وجہ سے اس پر حد لازم ہو جاتی ہے بھئی۔

حد بھئی، حد جانتے ہیں یا نہیں جانتے بھئی؟ یاد رکھیے یہ بھی آگے تفصیل آجائے گی بھئی: سزائیں دو قسم پر ہیں، ایک حد کہلاتی ہے ایک تعزیر۔ حد وہ ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے بھئی۔ اللہ کی طرف سے مقرر ہے بھئی، مثلاً شراب کی حد ہے، کسی پر تہمت لگادی بھئی اس کی حد ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ یا اسی طرح کیا کیا؟ چوری کی اس کی بھی حد ہے، ڈاکہ ڈالا اس کی بھی حد ہے۔ ان چیزوں کی سزائیں اللہ کی طرف سے مقرر ہیں ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ ایک دفعہ یہ چیزیں آجائیں ثابت ہو جائیں تو اب قاضی بھی معاف کرنا چاہے تو معاف نہیں کر سکتا کیونکہ یہ سزائیں کس کی طرف سے مقرر ہیں؟ اللہ کی طرف سے، یہ حد کہلاتی ہیں، حدود بھئی، حدود۔

اور دوسری تعزیر بھئی کہ وہ جرم جس کی کوئی مقررہ سزا نہیں ہے شریعت میں، قاضی جتنی سزا دینا چاہے دے سکتا ہے بھئی۔ جتنی سزا دینا چاہے دے سکتا ہے یہ تعزیر کہلاتی ہے بھئی۔ اور یہ تعزیر علماء فرماتے ہیں بھئی حد سے کم ہونی چاہیے۔ حد سے کیا ہونی چاہیے؟ کم۔ مثلاً شراب پینے کی حد ہے اسی کوڑے بھئی، اسی کوڑے۔ تو کسی جرم پر قاضی کسی کو سزا دیتا ہے تو یہ اسی کوڑوں سے کم ہونے چاہئیں یعنی کم از کم ایک کم اسی کوڑوں کی سزا دے بھئی۔ تعزیر کو کیا ہونا چاہیے؟ حد سے کم ہونا چاہیے۔ تو سزائیں کتنی قسم پر ہیں؟ دو۔ حد کسے کہتے ہیں؟ جو من جانب اللہ مقرر ہے اس میں کسی کو تبدیلی کا اختیار نہیں۔ اور تعزیر جو قاضی دیتا ہے اپنی طرف سے جتنا مناسب سمجھے بھئی۔ ایک ہی جرم کی سزا ایک آدمی کو تھوڑی دیتا ہے دوسرے کو زیادہ دیتا ہے تو یہ قاضی کے لیے اجازت ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات؟ کیونکہ ایک آدمی ایسا ہے اس کو تھوڑی بھی سزا ملی وہ ٹھیک ہو جائے گا اور ایک وہ ہے جسے زیادہ سزا بھی ملی وہ ٹھیک نہیں ہوتا تو قاضی اس کے مطابق سزا دیتا ہے بھئی۔

تو اب ایک غلام اقرار کرتا ہے کسی ایسی بات کا جس کی وجہ سے اس پر کیا لازم آرہی ہے؟ حد۔ تو اب آپ لوگ یہ نہ کہنا بھئی کہ غلام تو مجور ہے اس کے تو قول کا کوئی اعتبار نہیں، میں نے بتلا دیا بھئی اپنی ذات اور اپنے خون کے بارے میں وہ با اختیار ہے اسے شریعت نے اختیار دیا ہے اور یہ جو اقرار کر رہا ہے اس کا تعلق کس سے ہے؟ اس کی اپنی ذات اور اپنے خون سے ہے، لہذا یہ اقرار معتبر ہو گا اور اس پر حد لگائی جائے گی اسی وقت مولانا۔ اب آزادی کا انتظار نہیں کریں گے بھئی جب جرم ثابت ہو گیا اور اقرار وہ کر لیتا ہے تو اسی غلامی کی حالت میں اس پر حد جاری کر دی جائے گی بھئی۔

یا وہ کسی کے قتل کا اقرار کرتا ہے بھئی۔ مثلاً ایک آدمی ایک جگہ مرا ہوا پایا گیا کسی نے تلوار سے اس کو قتل کیا تھا بھئی، اب ایک غلام آیا اس نے کہا کہ اس کو میں نے قتل کیا تھا، اقرار کر لیا۔ تو اب یہ جان بوجھ کر قتل ہے تلوار کے ذریعے، اس صورت میں قصاص آیا کرتا ہے تو اب ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اس غلام کی آزادی کا انتظار کرو اس کے بعد قصاص لیا جائے گا اس سے، نہیں بلکہ اس اقرار کا تعلق کس سے ہے؟ غلام کے اپنے خون سے ہے؟ اپنے آپ سے ہے تو یہ نافذ کیا جائے گا اور غلامی کی حالت میں ہی، لہذا غلام کو کیا کیا جائے گا؟ اسی غلامی کی حالت میں قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

یہ معنی ہے وَإِنْ أَقَرَّ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ لَزِمَهُ فِي الْحَالِ اور اگر اقرار کیا غلام نے کسی حد کا یا قصاص کا تو یہ لازم ہو جائیں گے اس پر فی الحال یعنی اسی غلامی کی حالت میں۔

وَيَنْفُذُ طَلَاقُهُ اور نافذ ہو گی اس غلام کی طلاق بھئی۔ ہاں غلام طلاق کے مسئلے میں بچے سے مختلف ہے بھئی۔ بچے کی تو طلاق نافذ نہیں تھی، ولی اجازت دے دے پھر بھی نافذ نہیں تھی کیونکہ نقصان ہی نقصان تھا۔ لیکن غلام جو ہے یہ طلاق دے سکتا ہے اپنی بیوی کو بھئی، سمجھ میں آیا؟ جی کیونکہ حدیث میں آیا، حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام جو ہے وہ اپنی طلاق کا مالک ہے بھئی۔ دیکھا یہ حاشیے میں آپ کے حدیث دی ہوئی ہے بھئی یا بین

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «بعد وَلَمْ يَلْزَمْهُ فِي الْحَالِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «بعد الحرية ولم يلزمه في الحال» منقول ہے۔

السطور ہو گی: لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ وَالْمُكَاتَبُ شَيْئًا إِلَّا الطَّلَاقَ کہ مکاتب اور غلام کسی چیز کے مالک نہیں ہیں سوائے طلاق کے، یہ طلاق کے مالک ہیں بھئی۔ تو ان کا آقا نے کسی سے نکاح کروایا ہے، یہ اب اس کو تو وہ عورت انہی پر حلال ہے تو انہی کو اختیار ہے اس کو اپنے اوپر کیا کر سکتے ہیں؟ طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کر سکتے ہیں۔

تو کہتے ہیں وَيَنْفُذُ طَلَاقُهُ نافذ ہے غلام کی طلاق وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ مَوْلَاهُ عَلَى امْرَأَتِهِ اور واقع نہیں ہو گی اس کے آقا کی طلاق اس کی بیوی پر۔ بھئی غلام کا آقا نے کسی سے نکاح کروادیا تو یہ عورت کس کے لیے حلال ہوئی، آقا کے لیے یا غلام کے لیے؟ غلام کے لیے حلال ہوئی، تو نکاح غلام سے ہوا ہے تو طلاق دینے کا حق بھی کس کو ہے؟ غلام کو ہے، آقا کو کوئی حق نہیں۔ لہٰذا اب اگر آقا طلاق دے بھی تو بھی اس کی بیوی پر واقع نہیں ہو گی بھئی کیونکہ نکاح آقا سے نہیں ہوا بلکہ اس کے غلام سے ہوا ہے۔ تو یہ معنی ہے وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ مَوْلَاهُ عَلَى امْرَأَتِهِ اور واقع نہیں ہو گی اس کے آقا کی طلاق اس کی بیوی پر۔

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى رَحْمَةً وَاسِعَةً لَا يُحْجَرُ عَلَى السَّفِيهِ إِذَا كَانَ عَاقِلًا بَالِغًا حُرًّا۔ سَفِيهٌ، سفیہ کہتے ہیں ناسمجھ کو بھئی۔ رَجُلٌ سَفِيهٌ ناسمجھ آدمی، لیکن یہاں ناسمجھ مراد نہیں ہے بلکہ وہ فضول خرچ آدمی مراد ہے، فضول خرچ بھئی جو اپنا مال ویسے ہی اڑاتا ہے ضائع کرتا ہے برباد کرتا ہے۔ سفیہ سے یہاں کون مراد ہے؟ فضول خرچ جو اپنا مال ویسے ہی لایعنی کاموں میں اڑاتا ہے اور برباد کرتا ہے بھئی۔ تو یہ جو فضول خرچ ہے قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا يُحْجَرُ عَلَى السَّفِيهِ پابندی نہیں لگائی جائے گی اس فضول خرچ پر بھئی إِذَا كَانَ عَاقِلًا بَالِغًا حُرًّا جبکہ وہ عاقل ہو بالغ ہو آزاد ہو، وَتَصَرُّفُهُ فِي مَالِهِ جَائِزٌ اور اس کا تصرف اس کے مال میں جائز ہے۔ وہ اپنے مال میں کوئی تصرف کرتا ہے تو وہ اس کے لیے جائز ہے۔ جب پابندی ہی نہیں ہے، پابندی ہوتی تو اس کا اپنے مال میں تصرف جائز نہیں تھا لیکن یہ پابندی ہے ہی نہیں اس پہ تو اس کا تصرف اس کے مال میں جائز ہے وَإِنْ كَانَ مُبَذِّرًا مُفْسِدًا يُتْلِفُ مَالَهُ فِيمَا لَا غَرَضَ لَهُ فِيهِ وَلَا مَصْلَحَةَ، اگرچہ وہ، مُبَذِّرٌ کہتے ہیں فضول خرچ بھئی، فضول خرچ بھئی، وَإِنْ كَانَ مُبَذِّرًا اگرچہ یہ ایسا فضول خرچ ہے مُفْسِدًا فاسد کر دینے والا، یعنی فاسد کرنے والا ہے اپنے مال کو بھئی، فضول خرچی کرنے والا ہے فاسد کرنے والا ہے یعنی ضائع کرنے والا ہے يُتْلِفُ مَالَهُ برباد کرتا ہے اپنے مال کو فِيمَا لَا غَرَضَ لَهُ فِيهِ ایسے کاموں میں جس میں کوئی غرض نہیں ہوتی اس کی وَلَا مَصْلَحَةَ اور اس کی کوئی بھلائی بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا بھئی۔[5]

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں کہ سفیہ جو ہے جو فضول خرچ ہے جو لایعنی کاموں میں اپنا مال برباد کرتا ہے تباہ کرتا ہے اس پر حجر نہیں ہے اگرچہ یہ بڑا ہی فضول خرچ ہے اپنا مال برباد کر دیتا ہے ایسے کاموں کے اندر جس میں اس کا کوئی مقصد بھی نہیں ہوتا غرض نہیں ہوتی، کوئی اس کا مقصد نہیں ہوتا اور کوئی بھلائی بھی کوئی بہتری اس میں نہیں ہوتی اس کی۔ مثال کے طور پر مِثْلُ أَنْ يُتْلِفَهُ فِي الْبَحْرِ مثال کے طور پر اس کو تلف کرتا ہے برباد کرتا ہے فِي الْبَحْرِ کس کے اندر؟ سمندر میں، یعنی سمندر میں اپنا پیسہ ڈالتا ہے پھینک رہا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ دریا کے کنارے کھڑا ہوا ہے بھئی ویسے ہی دل میں آیا پیسے نکال کر ادھر دریا میں پھینکنا شروع کر دیے بھئی۔ أَوْ يُحْرِقَهُ فِي النَّارِ یا اسے آگ میں جلاتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ بڑی آگ جلائی ہے بھئی وہ کھڑا ہوا ہے دل میں آتا ہے چلو بھئی درہم و دینار نکال رہا ہے اور آگ میں پھینکتا جا رہا ہے بھئی۔ تو دیکھو یہ فضول خرچ ہے اپنا مال لایعنی کام میں جس میں نہ دنیاوی کوئی فائدہ نہ کوئی اخروی فائدہ، تو خلاف العقل اور خلاف الشرع اپنے مال کو ضائع کر رہا ہے لیکن پھر بھی کہتے ہیں جو مرضی یہ کرے اس پر پابندی نہیں ہے بھئی۔

إِلَّا أَنَّهُ قَالَ مگر یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں إِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ غَيْرَ رَشِيدٍ جب بالغ ہو کوئی لڑکا، غُلَامٌ سے یہاں مراد لڑکا ہے بھئی، عربی میں غلام لڑکے کو بھی کہتے ہیں بھئی، غلام کو بھی کہتے ہیں اور لڑکے کو بھی کہتے ہیں۔ وَإِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ جب لڑکا بالغ ہو جائے غَيْرَ رَشِيدٍ اس حال میں کہ ناسمجھ ہو، کیا ہو؟ ناسمجھ، غَيْرَ رَشِيدٍ بھئی۔ ایک بچہ بالغ ہوا لیکن ہے ناسمجھ عقل کم ہے اس کی، عقل کم ہے بھئی پوری طرح سمجھدار نہیں ہے، تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَمْ يُسَلَّمْ إِلَيْهِ مَالُهُ تو سپرد نہیں کیا جائے گا اس کے اس کا مال بھئی، اس کا مال اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً یہاں تک کہ وہ پچیس سال کا ہو جائے، یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے پچیس سال تک بھئی۔ جب اس کی عمر پچیس سال ہو جائے تو امام صاحب فرماتے ہیں اب اس کا مال اس کے حوالے کر دو۔

بھئی ایک بچہ تھا اس کا مال تھا، مثلاً اس کا باپ بڑا مالدار تھا یہ بچہ ہی تھا کہ باپ کا انتقال ہو گیا تو یہ وارث بن گیا بھئی۔ وارث بن گیا لیکن باپ نے چونکہ باپ

[5] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا كَانَ عَاقِلًا بَالِغًا حُرًّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا كان بالغا عاقلا حرا» منقول ہے۔

کا جلدی انتقال ہوا اور موت سے پہلے اسے موت کا اندازہ ہوا بڑا بیمار تھا اس نے ایک نگران مقرر کر دیا اس کا، سرپرست بھئی۔ تو اب وہ سرپرست کے پاس مال ہے، یہ غلام یہ لڑکا جب بالغ ہوا تو نا سمجھ تھا اسی طرح بھئی عقل پوری نہیں تھی اس کی، تو اس صورت میں یہ سرپرست کیا کرے گا؟ مال اس کے حوالے نہیں کرے گا بھئی، مال اس کے حوالے، ہاں اس پر خرچ کرتا رہے اس کی ضرورت کے مناسب لیکن مال اس کا اس کو نہیں دیں گے بھئی یہ تو نا سمجھ ہے سارا مال اڑا دے گا برباد کر دے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔

تو پچھلے مسئلے میں امام صاحب فرما رہے تھے نا سمجھ پر پابندی نہیں لگائیں گے، وہ اور صورت تھی یہ صورت ہے کہ بالغ ہوتے وقت ہی وہ کیا تھا؟ نا سمجھ، تو وہ تو پہلے سے اس پہ پابندی تھی اب وہ پابندی اٹھائی نہیں جائے گی، یہ معنی ہے، سمجھ میں آیا؟ پابندی اٹھائی نہیں جائے گی اس سے اور مال اس کے حوالے نہیں کریں گے۔ ہاں جب پچیس سال کا ہو جائے تو امام صاحب فرماتے ہیں اب اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے اگرچہ اب بھی اس سے سمجھداری ظاہر نہ ہوئی ہو، اب بھی وہ اسی طرح ہے نا سمجھ ہے کم عقل ہے لیکن اب اس کے مال حوالے کر دیا جائے۔ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ عمر تھی اس میں امید تھی کچھ یہاں تک سمجھدار ہو جائے گا لیکن اب پچیس سال کا ہو گیا ابھی تک نہیں سمجھدار ہوا تو اب اس سے زیادہ آگے سمجھدار ہونے کا امکان نہیں ہے، اب مال حوالے کر دو۔

بھئی یہ پچیس سال کی عمر کیوں انہوں نے مقرر فرمائی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ پچیس سال وہ عمر ہے جس کے اندر ایک انسان دادا بن سکتا ہے۔ تو دادا بننے کی عمر تک پہنچ گیا اور اس کی عقل نہیں ہوئی صحیح بھئی تو معلوم ہوا آگے بھی کوئی امکان نہیں۔ بھئی پچیس سال میں کیسے دادا بن جاتا ہے انسان؟ دیکھو یاد رکھو لڑکی کم سے کم کتنی عمر میں بالغ ہو سکتی ہے؟ میں نے بتلایا تھا آپ کو: نو سال۔ نو سال سے پہلے اگر وہ خون کو بھی دیکھ لے وہ حیض شمار نہیں ہو گا بلکہ کیا شمار ہو گا؟ استحاضہ، کیونکہ نو سال سے پہلے وہ بالغ ہو ہی نہیں سکتی۔ اچھا تو نو سال کم سے کم مدت ہے لڑکی کے بلوغ کی، اور لڑکے میں کم سے کم عمر بارہ سال ہے۔ کتنی عمر ہے؟ بارہ سال میں کم از کم وہ بالغ ہو سکتا ہے اس سے پہلے بالغ نہیں۔ تو لہذا بارہ سال ہے اقل مدت بلوغ کی۔

اب فرض کرو ایک لڑکا ٹھیک بارہ سال کا ہوتے ہی بالغ ہو گیا۔ ٹھیک ہے؟ اچھا اور پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ بالغ ہوتے ہی ہم نے اس کے نکاح کر دیا بھئی، یا نکاح پہلے سے کر دیا تھا بھئی۔ تو بالغ ہوا، اور حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے۔ کتنی ہے؟ چھ ماہ۔ شادی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو اسی خاوند کا شمار ہو گا بھئی، تو اقل مدت کتنی ہے حمل کی؟ چھ ماہ ہے، چھ ماہ۔ صورت سمجھ میں آئی؟ چھ ماہ سے قبل نہیں ہو سکتا بھئی، نہیں۔ اگر ہوتا بھی ہے تو وہ تو کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے وہ تو کیا ہو گا؟ کامل بچہ نہیں ہو گا بھئی وہ تو کامل نہیں ہو گا تو وہ تو بچے گا ہی نہیں۔ تو پورا بچہ پیدا ہوتا ہے اور کتنے میں ہو سکتا ہے کم از کم؟ چھ ماہ، اقل مدت حمل ہے بھئی۔ تو ایک لڑکا ٹھیک فرض کرو بارہ سال میں بالغ ہوتا ہے اور چھ ماہ میں اس کا پھر بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے تو ٹھیک ساڑھے بارہ سال میں یہ باپ بن گیا۔ اور یہ جو اس کا بچہ پیدا ہوا ہے یہ بھی فرض کریں ساڑھے بارہ سال میں کیا بن سکتا ہے؟ باپ۔ تو ساڑھے بارہ اور ساڑھے بارہ سال کتنے ہو گئے؟ پچیس سال۔ معلوم ہوا اس کے دادا بننے کا امکان ہے۔ تو لہذا اس عمر میں بھی یہ ٹھیک نہیں ہوا معلوم ہوا اب آگے سمجھدار ہونے کا کوئی امکان نہیں، اب مال اس کے حوالے کر دو۔

یہ معنی ہے حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے پچیس سال کو۔ وَإِنْ تَصَرَّفَ فِيهِ قَبْلَ ذَلِكَ نَفَذَ تَصَرُّفُهُ اور اگر اس نے تصرف کیا اپنے مال کے اندر اس سے پہلے تو اس کا تصرف نافذ ہو گا۔ بھئی مال تو ہم نے اس کے حوالے نہیں کیا، مال تو کس کے پاس ہے؟ اس کے سرپرست کے پاس ہے اس کے نگران کے پاس ہے، لیکن یہ نا سمجھ اس میں کوئی تصرفات کرتا ہے کسی سے بیع کر رہا ہے شراء کر رہا ہے، کہتے ہیں تصرفات نافذ ہوں گے بھئی وہ ولی اس کی طرف سے ادائیگی وغیرہ کرے گا لیکن مال اس کے اپنے ہاتھ میں ہم نہیں دیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ جو نا سمجھ ہو گا یہ اپنے مال کو عموماً دوسروں کو دے کر زیادہ ضائع کرتا ہے، عقد کے ذریعے اتنا ضائع نہیں کرتا بلکہ کس طرح ضائع کیا کرتا ہے؟ دوسروں کو دیتا ہے بھئی، ایک کو تھیلی اٹھائی اشرفیوں کی دوسرے کو دے دی لو بھئی یہ میری طرف سے تم رکھو، کچھ دوسرے کو دے دیں کچھ تیسرے کو دے دیں۔ تو یہ عموماً اپنا مال زیادہ ضائع کس طریقے پر کرتے ہیں؟ ہبہ کے ذریعے کرتے ہیں دوسروں کو دے کر۔ تو اب اس کے حوالے تو نہیں کریں گے، عقود جو عقد کرتا ہے وہ عقد نافذ ہوتے جائیں گے اور ولی اس کی طرف سے ادائیگی کرتا رہے کیونکہ عقد کے ذریعے وہ عموماً اتنا مال ضائع نہیں کرتا بھئی۔

تو یہ معنی ہے وَإِنْ تَصَرَّفَ فِيهِ قَبْلَ ذَلِكَ نَفَذَ تَصَرُّفُهُ اور اگر وہ تصرف کرتا ہے اپنے مال کے اندر اس سے پہلے یعنی پچیس سال سے پہلے، یعنی مال ابھی اس کے حوالے نہیں کیا تھا اس سے پہلے وہ تصرف کرتا ہے اپنے مال میں تو نَفَذَ تَصَرُّفُهُ اس کا تصرف نافذ ہے۔ فَإِذَا بَلَغَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ سَنَةً سُلِّمَ إِلَيْهِ مَالُهُ وَإِنْ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ اور جب وہ پہنچ جائے پچیس سال کو یعنی اس کی عمر پچیس سال ہو جائے سُلِّمَ إِلَيْهِ مَالُهُ تو سپرد کر دیا جائے گا اس کے اس کا مال، اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا وَإِنْ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ، یہ إِنْ وصلیہ ہے جس کا ترجمہ کس سے کیا جاتا ہے؟

اگرچہ، اگرچہ معلوم نہ ہو اس سے کوئی سمجھداری۔ آنَسَ یُؤْنِسُ کا معنی ہوتا ہے معلوم ہونا بھئی، معلوم ہونا۔ وَإِنْ لَمْ یُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ اگرچہ معلوم نہ ہو اس لڑکے سے کیا معلوم نہ ہو؟ الرُّشْدُ کوئی سمجھداری، یعنی کوئی سمجھداری اگرچہ اس میں معلوم نہ ہو دکھائی نہ دے اس کے اندر پھر بھی مال اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہ تو امام صاحب فرماتے تھے کہ پچیس سال پر کیا کرو مال اس کے حوالے کر دو اور بالغ ہو جانے کے بعد پچیس سال تک اس دوران جو تصرفات کرتا ہے وہ تصرفات بھی اس کے نافذ ہو جائیں گے۔

صاحبین کا قول آگے آرہا ہے: وَقَالَ أَبُو یُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى یُحْجَرُ عَلَى السَّفِیهِ۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ پابندی لگائی جائے گی فضول خرچ پر۔ امام صاحب نے تو فرمایا تھا پابندی نہیں لگائیں گے، صاحبین فرماتے ہیں اس پر پابندی لگائی جائے گی وَیُمْنَعُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِهِ اور اس کو روکا جائے گا اپنے مال میں تصرف کرنے سے۔ فَإِنْ بَاعَ لَمْ یَنْفُذْ بَیْعُهُ فِي مَالِهِ پس اس نے اگر بیچا تو نافذ نہیں ہو گی اس کی بیع اس کے مال کے اندر، وَإِنْ كَانَ فِیهِ مَصْلَحَةٌ اور اگر اس کے اندر کوئی بھلائی بہتری ہو أَجَازَهُ الْحَاكِمُ تو حاکم کیا کر سکتا ہے؟ اجازت دے سکتا ہے، حاکم اجازت دے سکتا ہے۔

وَإِنْ أَعْتَقَ عَبْدًا نَفَذَ عِتْقُهُ اور اگر یہ کوئی غلام آزاد کرتا ہے تو اس کا عتق نافذ ہو جائے گا۔ بھئی دیکھو ابھی بتایا صاحبین کی بات چل رہی ہے: امام صاحب تو فرماتے تھے فضول خرچ پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی جائے گی، عام فضول خرچ نہیں مراد بلکہ کون سا؟ جو اپنا مال کس طرح اڑاتا ہے؟ بالکل لایعنی کاموں میں جو نہ عقلاً صحیح ہے اور نہ شرعاً صحیح ہے جیسے مثال ذکر کر دی دریا میں ڈالتا ہے آگ میں جلاتا ہے وغیرہ۔ تو صاحبین البتہ فرماتے ہیں اس پر پابندی لگائی جائے گی بھئی، پابندی لگائی جائے گی اور اس کا تصرف بھی صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں کوئی بہتری ہو تو حاکم وقت کیا کر سکتا ہے اجازت دے سکتا ہے، یہاں سرپرست اور نگران بھی اجازت دے تو وہ درست نہیں ہے بلکہ کس کی اجازت ضروری ہے؟ حاکم کی اجازت ضروری ہے۔

ہاں البتہ اگر یہ اپنے کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو یاد رکھیے یہ آزادی ایسی چیز ہے کہ ایک دفعہ نافذ ہو جائے تو اسے دوبارہ فسخ نہیں کیا جا سکتا، اس پر پابندی دوبارہ نہیں لگا سکتے۔ تو لہٰذا غلام کو آزاد کرے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ لیکن پھر اس صورت میں کہتے ہیں اب غلام پر ضروری ہو گا وہ پیسے کما کر لائے گا اور جتنی اس کی قیمت ہے وہ ادا کرے گا۔ بھئی اب ہم پابندی لگاتے ہیں تو غلام کا حق آزادی بیچارے کا جاتا ہے یا نہیں جاتا؟ لہٰذا ہم کہیں گے بھئی غلام آزاد ہو گیا، لیکن اس ناسمجھ کا مال بھی تو ضائع ہوا ہے بھئی غلام اس کا چلا گیا، تو اب غلام کے ذمے ہو گا کیا کرو؟ جتنی تمہاری قیمت ہے اتنے پیسے لاؤ اور لا کر اس کے مال میں جمع کروا دو بھئی۔ تو دیکھا دونوں کی رعایت ہو گئی: اس غلام کی بھی رعایت ہو گئی اسے آزادی مل گئی، اور اس ناسمجھ کی بھی رعایت ہو گئی کہ جتنے کا غلام گیا تھا اتنے ہی پیسے اسے حاصل ہو گئے۔

تو یہ معنی ہے وَإِنْ أَعْتَقَ عَبْدًا نَفَذَ عِتْقُهُ اور اگر اس نے آزاد کر دیا کسی غلام کو تو اس کی آزادی نافذ ہو جائے گی وَكَانَ عَلَى الْعَبْدِ أَنْ یَسْعَى فِي قِیمَتِهِ اور واجب ہو گا غلام پر کہ وہ کوشش کرے اپنی قیمت میں کہ اپنی قیمت کمائے اور لا کر اس کے مال میں جمع کروائے۔

وَإِنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً جَازَ نِكَاحُهُ اور اگر اس ناسمجھ بھئی اس فضول خرچ نے جس پر پابندی لگائی گئی ہے اس نے نکاح کر لیا کسی عورت سے جَازَ نِكَاحُهُ تو اس کا نکاح جائز ہے، جائز ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ یہ ضروریات زندگی میں سے ہے۔ فَإِنْ سَمَّى لَهَا مَهْرًا جَازَ مِنْهُ مِقْدَارُ مَهْرِ مِثْلِهَا پس اگر اس نے مقرر کیا اس کے لیے کوئی مہر تو جائز ہے اس میں سے مہر مثل کی مقدار۔

مہر المثل کسے کہتے ہیں بھئی؟ مہر مثل۔ یاد رکھو مہر مثل وہ مہر جو کسی عورت کے خاندان میں اس جیسی عورتوں کا مہر ہوتا ہے وہ مہر مثل کہلاتا ہے۔ کسی خاندان میں، مثلاً ایک عورت نکاح کرتی ہے ایک مہر پر، مہر پر بھئی تو یہ مہر تو کچھ بھی ہو سکتا ہے کم بھی ہو سکتا ہے یا زیادہ بھی ہو سکتا ہے، تو یہ تو عام مہر ہے۔ اور مہر مثل کس کو کہتے ہیں؟ اس عورت کے خاندان میں اس جیسی عورتوں کا جو مہر ہوتا ہے عموماً وہ کیا کہلاتا ہے؟ مہر مثل بھئی اور وہ عموماً خاندان میں معلوم ہوتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس عورت کے خاندان کا اعتبار کرنا ہے بھئی، عورت کے خاندان کا جس کا نکاح ہے بھئی۔ اور خاندان آپ کو علم ہے کہ نسب کس کی طرف سے شمار ہوتا ہے؟ باپ کی طرف سے بھئی، تو باپ کی طرف سے جو خاندان ہے، ایک خاندان ماں کا ہے ایک خاندان باپ کا ہے بھئی، ماں کی طرف سے جو خاندان ہے اس میں نہیں دیکھیں گے بلکہ کس میں دیکھیں گے؟ باپ کی طرف سے خاندان جو ہے، یعنی مثلاً اس کی بہنیں ہیں ان کا کتنا مہر تھا، اس کی پھوپھیاں جو تھیں ان کا کتنا مہر تھا، تو ان کی طرف دیکھا جائے گا، سمجھ میں آیا؟ باپ کی طرف سے جو خاندان ہے بھئی۔ تو اس کے باپ کی طرف جو خاندان ہے اس میں دیکھا جائے گا اس جیسی عورتوں کا بھئی عموماً کتنا مہر ہوتا ہے وہ مہر مثل کہلاتا ہے اور وہ عموماً کیا ہوتا ہے؟ معلوم ہی ہوتا ہے خاندان والوں کو تقریباً اتنا مہر یہ مہر مثل بنے گا۔

تو اب اس فضول خرچ نے یہ جس پر پابندی لگائی گئی تھی کہتے ہیں اس نے نکاح کیا تو نکاح جائز ہے۔ اور اب نکاح کیا تو مہر دینا پڑے گا یا نہیں بھئی؟ مہر دینا ضروری ہوتا ہے بھئی نکاح کے اندر۔ تو کہتے ہیں اگر کوئی مہر اس نے مقرر کیا ہے تو دیکھو وہ مہر مثل سے زیادہ تو نہیں؟ اگر مہر مثل سے زیادہ ہے تو اس عورت کا مہر اس میں سے جو اس نے مہر مقرر کیا مہر مثل کے برابر تو جائز ہے اور زیادتی باطل ہے۔ مثلاً بھئی اس عورت کا مہر مثل ہے ایک لاکھ روپیہ۔ کتنا مہر مثل ہے؟ ایک لاکھ۔ اور اس نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے دس لاکھ مہر پر بھئی۔ بھئی یہ تو مال اڑاتا تھا اس کو تو پرواہ ہی کوئی نہیں ہے اس نے کیا کہا بھئی؟ دس لاکھ لکھو مہر کے اندر، دس لاکھ بھئی۔ تو اب یاد رکھو مہر مثل کے بقدر صحیح اور باقی سارا باطل، لہذا کتنا مہر ہو گا؟ ایک لاکھ مہر شمار ہو گا اور باقی نو لاکھ زائد جو ہیں وہ باطل ہیں۔

یہ معنی ہے فَإِنْ سَمَّى لَهَا مَهْرًا پس اگر اس نے ذکر کیا یا مقرر کیا اس کے لیے کوئی مہر تو جائز ہے اس میں سے مہر مثل کی مقدار، اس عورت کے مہر مثل کی مقدار وَبَطَلَ الْفَضْلُ اور زیادتی باطل ہے۔

وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ فِيمَنْ بَلَغَ غَيْرَ رَشِيدٍ لَا يُدْفَعُ إِلَيْهِ مَالُهُ۔ اچھا بھئی یہ تو سفیہ کی باتیں چل رہی تھیں: سفیہ میں امام صاحب نے فرمایا تھا پابندی نہیں ہے صاحبین کیا فرماتے ہیں پابندی ہے۔ دوسری بات ذکر ہوئی تھی کس کی؟ وہ بچہ جو بالغ ہوا اور کس حالت میں ہے؟ ناسمجھ ہی ہے۔ امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ پچیس سال تک مال اس کے حوالے نہ کرو، پچیس سال پر مال حوالے کر دو اگرچہ اس میں کوئی سمجھداری کے آثار دکھائی نہ بھی دیں، اور اس سے پہلے امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ بالغ ہونے سے لے کر پچیس سال تک جو یہ تصرفات کرتا ہے وہ تصرفات نافذ ہوں گے۔

اب صاحبین کیا فرماتے ہیں دیکھیے: قَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ فِيمَنْ بَلَغَ غَيْرَ رَشِيدٍ صاحبین فرماتے ہیں فِيمَنْ اس شخص کے بارے میں بَلَغَ غَيْرَ رَشِيدٍ جو بالغ ہوا ہے اس حال میں کہ ناسمجھ ہے لَا يُدْفَعُ إِلَيْهِ مَالُهُ أَبَدًا کہ حوالے نہیں کیا جائے گا اس کے اس کا مال أَبَدًا ہمیشہ، کبھی بھی۔ یعنی کبھی بھی اس کا مال اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ امام صاحب تو فرماتے تھے پچیس سال میں دے دیں گے، صاحبین فرماتے ہیں نہیں، أَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کا مال اس سے روکا جائے گا اسے نہیں دیا جائے گا حَتَّى يُؤْنَسَ مِنْهُ الرُّشْدُ یہاں تک کہ اس سے معلوم ہو جائے کوئی سمجھداری، پتا چلنے لگے کہ یہ اب کچھ سمجھدار ہو گیا ہے پھر دیں گے اس سے پہلے نہیں، چاہے ساری عمر اسی میں گزر جائے پھر بھی مال اس کو نہیں دیں گے۔ وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ فِيهِ امام صاحب فرماتے تھے بھئی بالغ ہونے سے لے کر پچیس سال تک اس کا تصرف جائز ہے، صاحبین فرماتے ہیں جائز نہیں ہے، وَلَا يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ فِيهِ اور اس ناسمجھ کا تصرف جائز نہیں ہے اس کے مال میں۔

وَتُخْرَجُ الزَّكَاةُ مِنْ مَالِ السَّفِيهِ۔ اچھا بھئی سفیہ وہ جو فضول خرچ تھا اس کے مال میں سے بھئی زکوۃ دیں گے یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی زکوۃ تو فرض ہے واجب ہے وہ تو دینی پڑے گی، پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی اس کے مال میں سے حساب لگا کر جتنی زکوۃ بنتی ہے وہ نکال لیں گے اور وہ نکال کر اس کے اپنے حوالے کریں گے یہ اپنے ہاتھ سے غریبوں کو دے دے۔ کیا کرے؟ اپنے ہاتھ سے۔ تو زکوۃ چونکہ واجب ہے تو دینا ضروری ہے لہذا نکال تو لیں گے لیکن پھر وہی سرپرست تقسیم نہیں کرے گا یا حاکم اس کو تقسیم نہیں کرے گا، کیوں؟ اس لیے کہ زکوۃ دیتے ہیں یہ تو عبادت ہے اور عبادت بغیر نیت کے درست نہیں ہے بھئی، بغیر نیت کے، تو اس کے اپنے ہاتھ میں دے دو تاکہ یہ دوسروں کو دے گا تو خود بخود نیت آجائے گی وہاں پر بھئی۔ تو کہتے ہیں وَتُخْرَجُ الزَّكَاةُ مِنْ مَالِ السَّفِيهِ بھئی، تو یہ نیت کر کے دے دے گا دوسروں کو پھر، تو نکالی جائے گی زکوۃ کس میں سے؟ سفیہ کے مال میں سے زکوۃ، تو وہ اس کو دے دی جائے گی اور پھر وہ نیت کر کے غریبوں میں تقسیم کر دے گا۔

وَيُنْفَقُ عَلَى أَوْلَادِهِ وَزَوْجَتِهِ وَمَنْ يَجِبُ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ۔ اچھا بھئی اس کی اولاد بھی ہے، اس پر ہم نے تو پابندی لگا دی اس کی اولاد بھی ہے بیوی بھی ہے قریبی بعض بڑے غریب رشتہ دار بھی ہیں، تو ان کا کھانے پینے کا خرچہ؟ کہتے ہیں ہاں بھئی یہ تو ان کی بقا کے لیے ضروری ہے ان کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے، لہذا اس کے بیوی بچوں پر بھی خرچ کیا جائے گا اس کے مال میں سے اور جو قریبی رشتہ دار ہیں کہ جن کا نفقہ اس پر بنتا ہے غربت کی وجہ سے وہ نہیں کر سکتے وہ بھی اسی کے مال میں سے دیا جائے گا۔ یہ معنی ہے وَيُنْفَقُ اور خرچ کیا جائے گا عَلَى أَوْلَادِهِ وَزَوْجَتِهِ اس کی اولاد پر اور اس کی بیوی پر وَمَنْ اور اس پر بھی يَجِبُ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ کہ واجب ہو جس کا نفقہ اس سفیہ پر مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ قریبی رشتہ داروں میں سے، ذَوِي الْأَرْحَامِ قریبی رشتہ دار، قریبی رشتہ داروں میں سے۔

فَإِنْ أَرَادَ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ لَمْ يُمْنَعْ مِنْهَا۔ اچھا بھئی سفیہ نے حج کا ارادہ کر لیا، حَجَّةَ الْإِسْلَامِ حج مراد ہے بھئی، اس نے کیا کیا؟ حج کا ارادہ کیا، تو کہتے ہیں لَمْ يُمْنَعْ مِنْهَا اس کو اس سے روکا نہیں جائے گا بھئی کیونکہ حج تو فرض ہے بھئی فرائض میں سے ہے، تو جانا چاہتا ہے تو جانے دیں گے۔ لیکن بھئی حج پر

جاتے ہوئے تو خرچہ لگتا ہے بڑا، کیا کریں اب مال اس کو دے دیں؟ کہتے ہیں نہیں مال اب بھی اس کو نہیں دینا بلکہ کیا کریں گے؟ اس کے ساتھ جو جا رہے ہیں جو ساتھی ان میں سے کسی قابل اعتماد آدمی کے حوالے کر دے گا قاضی بھئی خرچہ وغیرہ سارا اور وہ اس پر خرچ کرتا رہے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے وَلَا يُسَلِّمُ الْقَاضِي النَّفَقَةَ إِلَيْهِ اور سپرد نہیں کرے گا قاضی نفقے کو اس کی طرف اس کے حوالے نہیں کرے گا وَلَكِنْ يُسَلِّمُهَا إِلَى ثِقَةٍ مِنَ الْحَاجِّ لیکن سپرد کر دے گا نفقہ إِلَى ثِقَةٍ، ثِقَةٌ کہتے ہیں قابل اعتماد کو، معتمد مِنَ الْحَاجِّ حاجیوں میں سے، حاجیوں میں سے کسی معتمد شخص کے سپرد کر دے گا يُنْفِقُهَا عَلَيْهِ فِي طَرِيقِ الْحَجِّ جو اس پر خرچ کرے گا، يُنْفِقُهَا جو اس نفقے کو خرچ کرے گا عَلَيْهِ اس سفیہ پر فِي طَرِيقِ الْحَجِّ حج کے راستے میں بھئی۔

فَإِنْ مَرِضَ فَأَوْصَى بِوَصَايَا فِي الْقُرَبِ وَأَبْوَابِ الْخَيْرِ جَازَ ذَلِكَ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ۔ بھئی آپ کو میں نے بتلایا تھا کوئی شخص مرنے لگا ہے وہ وصیت کرتا ہے اپنے مال کے بارے میں بھئی، تو یاد رکھیے انسان زیادہ سے زیادہ اپنے ثلث مال کی وصیت کر سکتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ زید کو دے دینا۔ کس کو دے دینا؟ زید کو دے دینا۔ تیسرے سے زیادہ حصے کی وصیت نہیں کر سکتا۔ یا کہتا ہے بھئی میرے مرنے کے بعد سارا مال بھئی فلاں مدرسے پہ لگا دینا، نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ کتنے میں وصیت نافذ ہو گی؟ تیسرے حصے میں وصیت نافذ ہو گی اور باقی میں باطل ہو جائے گی بھئی۔ باقی دو ثلث جو ہیں، دو تہائی جو ہے وہ کس کا حق ہے؟ وارثوں کا حق ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور یہ بھی یاد رکھنا وارثوں کے لیے کوئی وصیت نہیں کر سکتا۔ وصیت کرتا ہے میرا یہ بیٹا بڑا اچھا ہے میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے تیسرا حصہ اس کو دے دینا، نہیں بھئی اس کے لیے تو اللہ نے حق مقرر فرما دیا ہے یہ وارث ہیں شرعاً سارے بھئی، تو ان کو تو مال ملنا ہی ملنا ہے لہذا ان کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ کسی اور کے لیے وصیت کر سکتا ہے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ کتنے مال میں؟ تیسرا حصہ۔

لہذا اب یہ جو تھا کیا نام ہے یہ جو سفیہ تھا یہ کیا ہوا؟ بیمار ہو گیا اور اس نے وصیت کی بھئی کہ میرا سارا مال کیا کر دینا نیکی کے کاموں میں فلاں فلاں کاموں میں ہسپتال میں لگا دینا فلاں مدرسے میں لگا دینا، سمجھ میں آیا؟ غریبوں میں تقسیم کر دینا، تو کیا کریں گے ہم بھئی کتنے میں وصیت نافذ کریں گے؟ تیسرے حصے میں نافذ ہو گی اس سے زیادہ میں نہیں بھئی۔

کہتے ہیں فَإِنْ مَرِضَ پس اگر وہ بیمار ہوا فَأَوْصَى بِوَصَايَا پس اس نے وصیت کی بِوَصَايَا فِي الْقُرَبِ بھئی، کس چیز میں وصیت؟ قُرَبٌ، قُرْبٌ جمع ہے قُرْبَةٌ کی بھئی۔ قُرَبٌ جمع ہے قُرْبَةٌ کی، نیکی اور اطاعت کے وہ کام جن سے قرب الٰہی حاصل ہو بھئی۔ کیا حاصل ہو؟ اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے بھئی نیکی کے وہ کام بھئی وہ قربت کہلاتے ہیں۔ وَأَبْوَابِ الْخَيْرِ اور خیر کے ابواب یعنی نیکی کے کام بھئی۔ فَإِنْ مَرِضَ پس اگر وہ بیمار ہوا فَأَوْصَى بِوَصَايَا فِي الْقُرَبِ وَأَبْوَابِ الْخَيْرِ پس اس نے وصیت کی قربت اور نیکی کے کاموں میں جَازَ ذَلِكَ تو یہ جائز ہے مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ اس کے مال میں سے تیسرے حصے میں۔

وَبُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْإِنْزَالِ وَالْإِحْبَالِ إِذَا وَطِئَ۔ اب بھئی بالغ ہونے کی علامتیں ذکر کر رہے ہیں: لڑکے کے بالغ ہونے کا پتا کیسے چلے گا، لڑکی کے بالغ ہونے کا پتا کیسے چلے گا؟ علامتیں ذکر کر رہے ہیں بھئی۔ بھئی یہ کیا بات ہوئی؟ باب چل رہا ہے حجر کا پابندی کا، یہاں لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہونے کے احکام کیوں ذکر کر رہے ہیں؟ وجہ ہے مولانا، ابھی تو بتایا آپ کو نابالغ ہے تو وہ محجور ہے، جب بالغ ہو جائے گا تو اس سے پابندی ہٹ جائے گی، تو مناسبت تو ہے اسی لیے ذکر کر رہے ہیں کیسے پتا لگے گا کہ اب یہ بالغ ہو گیا ہے اب اس پر بالغوں والے احکام لاگو ہوں گے اور پابندی اس سے ہٹ جائے گی۔

تو وہ بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَبُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْإِنْزَالِ وَالْإِحْبَالِ إِذَا وَطِئَ اور غلام کا بالغ ہونا احتلام کے ذریعے ہو گا، لڑکے کو اگر احتلام ہو جائے یہ کس چیز کی علامت ہے؟ اس کے بالغ ہونے کی۔ وَالْإِنْزَالِ اور اسی طرح انزال ہونا، انزال کہتے ہیں خروج منی کو، منی کا نکلنا یہ بھی کس چیز کی علامت ہے؟ بالغ ہونے کی۔ وَالْإِحْبَالِ، احبال کا معنی ہے حاملہ کرنا، حاملہ کرنا، اور حاملہ کر دینے سے إِذَا وَطِئَ جب وہ صحبت کر لے جب وہ وطی کر لے۔ بھئی مثلاً ایک لڑکا تھا صغر میں اس کا نکاح کر دیا گیا تھا۔ صغر میں کیا کر دیا گیا تھا اس کا؟ نکاح کر دیا گیا۔ اب وہ بالغ ہونے کے قریب ہے لیکن پتا نہیں بالغ ہوا ہے یا بالغ نہیں ہوا، اور اس دوران اس نے اپنی بیوی سے وطی کی اور وہ حاملہ ہو گئی، یہ کس چیز کی علامت ہے؟ معلوم ہوا یہ بالغ ہو چکا ہے اب اس پر بالغوں والے احکام لاگو ہو جائیں گے۔ یہ معنی ہے وَالْإِحْبَالِ إِذَا وَطِئَ اور حاملہ کر دینے سے جب وہ صحبت کر لے۔ تو یاد رکھیے ان میں اصل ہے انزال ہی، اصل انزال ہی ہے بھئی خروج منی ہی ہے اسی کے ذریعے وہ اصل ہے بھئی، جی سمجھ میں آیا؟ تو احتلام میں بھی وہ پائی جائے گی اور احبال کے اندر بھی وہ پائی جائے گی بھئی۔

فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ پس اگر نہ پایا جائے ان میں سے یعنی ان میں سے کوئی چیز نہ پائی گئی فَحَتَّى يَتِمَّ لَهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً پس یہاں تک کہ پورے ہو جائیں اس کے اٹھارہ سال عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ امام صاحب فرماتے ہیں یہ تین علامتیں ذکر ہو گئیں ان میں سے اگر کوئی بھی نہ پائی جائے پھر بھی جب لڑکا اٹھارہ سال کا ہو جائے گا تو وہ کیا شمار ہو گا؟ بالغ شمار ہو گا بھئی، بالغ بھئی اب اس پر بالغ کے احکام لاگو ہو جائیں گے۔

وَبُلُوغُ الْجَارِيَةِ بِالْحَيْضِ وَالِاحْتِلَامِ وَالْحَبَلِ۔ اور لڑکی، جَارِيَةٌ باندی کو بھی کہتے ہیں لڑکی کو بھی کہتے ہیں بھئی، اور لڑکی کا بالغ ہونا بِالْحَيْضِ کس کے ذریعے ہے؟ حیض کے ذریعے، اگر اسے حیض آیا یہ علامت ہے کس بات کی کہ وہ بالغہ ہو گئی۔ وَالِاحْتِلَامِ یا اسے کیا ہو؟ احتلام ہو بھئی تو یہ بھی علامت ہے۔ وَالْحَبَلِ اور حاملہ ہونا، وہ اگر حاملہ ہو گئی یہ بھی کس چیز کی علامت ہے؟ بالغ ہونے کی۔ سمجھ میں آیا؟ میں نے بتلایا مثلاً بھئی کسی کی نکاح ہوا تھا صغیرہ سے، صغیرہ سے، اب وہ قریب البلوغ ہے لیکن پتا نہیں چل رہا کہ بالغہ ہو گئی یا بالغہ نہیں ہوئی بھئی، تو اب اس حالت میں خاوند نے صحبت کی اور وہ حاملہ ہو گئی معلوم ہوا بالغہ ہے بھئی۔ تو حیض، احتلام اور حمل کے ذریعے ہے۔

فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ پس اگر ان میں سے نہ پائی گئی کوئی بھی چیز فَحَتَّى يَتِمَّ لَهَا سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً پس تو پھر یہاں تک کہ پورے ہو جائیں اس کے سترہ سال۔ ان میں سے کوئی بھی علامت نہیں پائی گئی لیکن سترہ سال کی ہو گئی تو اب کیا شمار ہو گی؟ بالغہ ہی شمار ہو گی اور بالغوں کے احکام اس پر لاگو ہوں گے بھئی۔ بھئی لڑکے میں اٹھارہ سال کہا امام صاحب نے اور لڑکی میں سترہ سال اس لیے کہ لڑکی عموماً جلد بالغ ہو جاتی ہے تو اس میں ایک سال کم مدت بیان کی بھئی۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ إِذَا تَمَّ لِلْغُلَامِ وَالْجَارِيَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَقَدْ بَلَغَا اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جب پورے ہو جائیں لڑکے اور لڑکی کے پندرہ سال تو تحقیق وہ بالغ ہو گئے۔ صاحبین فرماتے ہیں بس لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ سال سے پہلے اگر ان علامتوں میں سے کوئی علامت ہوئی تو اس وقت اس کو بالغ سمجھیں گے اور اگر پندرہ سال پورے ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہوئی تو اب اس پر کون سے احکام لاگو ہو جائیں گے؟ بالغ، یعنی بالغ ہی اب سمجھا جائے گا بھئی۔ اور صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے بھئی یاد رکھیے، پندرہ سال میں بالغ شمار ہو گا۔

وَإِذَا رَاهَقَ الْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ فَأَشْكَلَ، معروف کا صیغہ پڑھنا بھئی، فَأَشْكَلَ أَمْرُهُمَا فِي الْبُلُوغِ فَقَالَا قَدْ بَلَغْنَا فَالْقَوْلُ قَوْلُهُمَا وَأَحْكَامُهُمَا أَحْكَامُ الْبَالِغِينَ۔ رَاهَقَ يُرَاهِقُ کے معنی ہیں قریب البلوغ ہونا۔ کیا ہونا؟ قریب البلوغ، یعنی اتنی عمر ہو گئی ہے کہ قریب البلوغ ہیں بھئی، یعنی بلوغ کی عمر کے قریب ہو گئے ہیں۔ إِذَا رَاهَقَ الْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہونے کے قریب ہو جائیں فَأَشْكَلَ أَمْرُهُمَا پس مشکل ہو گیا ان کا معاملہ فِي الْبُلُوغِ بلوغ کے بارے میں، یعنی مشکل ہو گیا فیصلہ نہیں ہو رہا کہ یہ بالغ ہوئے ہیں یا بالغ نہیں ہوئے۔ مثلاً کوئی مسئلہ ہے بھئی بالغ کا حکم وہاں الگ ہے نابالغ کا حکم الگ ہے، اب اس پر کون سا حکم ہم لگائیں بالغ کا یا نابالغ کا بھئی؟ تو فَأَشْكَلَ، أَشْكَلَ الْأَمْرُ عربی میں کہتے ہیں أَشْكَلَ الْأَمْرُ جب کوئی کام مشکل ہو جائے اور دشوار ہو جائے۔ فَأَشْكَلَ أَمْرُهُمَا فِي الْبُلُوغِ تو بلوغ کے مسئلے میں ان کا حکم مشکل ہو گیا، ان کا حکم کیا ہوا؟ مشکل کون سا حکم، فَقَالَا پس ان دونوں نے کہا قَدْ بَلَغْنَا تحقیق ہم دونوں بالغ ہو چکے ہیں، ہم بالغ ہو چکے ہیں فَالْقَوْلُ قَوْلُهُمَا تو قول انہی دونوں کا معتبر ہے۔ قول کیا ہے؟ ان کا معتبر ہے وَأَحْكَامُهُمَا أَحْكَامُ الْبَالِغِينَ اور ان دونوں کے احکام اب وہ بالغوں کے احکام ہوں گے۔ کون سے احکام ان پر اب لگیں گے؟ بالغوں کے۔ ہاں تو معلوم ہوا بالغ ہونے میں ان کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، یہ جب کہہ دیں ہم بالغ ہو چکے ہیں تو اب ان کو کیا سمجھا جائے گا؟ بالغ ہی سمجھا جائے گا بھئی، بالغ ہی۔

چلیے بس مولانا۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۲: کتاب الحجر (۲): سفیہ (مبذر) پر حجر میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف و دلائل، اور مفلس قرض دار پر حجر و حبس کا حکم

مختصر القدوری صفحہ: ۸۴—بتاریخ: ۳۰ جنوری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ:لَا أَحْجُرُ فِي الدَّيْنِ عَلَى الْمُفْلِسِ. وَإِذَا وَجَبَتِ الدُّيُونُ عَلَى رَجُلٍ مُفْلِسٍ وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ وَالْحَجْرَ عَلَيْهِ لَمْ أَحْجُرْ عَلَيْهِ. وَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ فِيهِ الْحَاكِمُ وَلَكِنْ يَحْبِسُهُ أَبَدًا حَتَّى يَبِيعَهُ فِي دَيْنِهِ.[۲۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْحَجْرِ ہم نے شروع کی تھی بھئی۔ حجر کس کو کہتے ہیں؟ پابندی کو بھئی، ممانعت بھئی۔ اور اس کے اسباب کتنے بیان ہوئے تھے؟ تین اسباب تھے بھئی: سبب اول صغر ہے، ثانی رقیت بھئی، اور ثالث جنون بھئی، جنون۔ بچہ، غلام اور مجنون بھئی، یہ مجور ہیں ان پر پابندی ہے شرعاً یہ تصرفات بعض تصرفات نہیں کر سکتے بھئی۔

تو آج بتلا رہے ہیں آپ کو بھئی کہ ایک شخص ہے، ایسا شخص جس پر دیون واجب ہیں بھئی، اس نے لوگوں کے پیسے دینے ہیں اور پیسے دینے ہیں اور یہ مفلس ہو گیا بھئی، پیسے ختم اس کے پاس بالکل، اس کا مال سارا ختم۔ اب اس کے جو قرض خواہ ہیں وہ آتے ہیں اور اس سے مطالبہ کرتے ہیں پیسے دو، پیسے دو۔ اس کے پاس پیسے ہیں ہی نہیں بیچارہ کہاں سے دے، چنانچہ تنگ آ کر وہ قاضی کے پاس چلے گئے بھئی کہ قاضی صاحب یہ شخص ہمارے پیسے نہیں ادا کر رہا اتنا عرصہ گزر گیا ہے۔ تو اب قاضی صاحب اس کو جیل میں ڈالیں، یا قاضی صاحب اس پر پابندی لگا دیں اس پر حجر لگا دیں تاکہ یہ آگے تصرفات نہ کر سکے بھئی۔

صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ وہ قرض خواہ قاضی کے پاس گئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں کہ اس مفلس پر کیا لگا دی جائے؟ پابندی لگا دی جائے، پابندی لگا دی جائے بھئی تاکہ یہ آگے مزید تصرفات نہ کرے، اور آگے بیع و شراء کرے گا اس پہ اور مال واجب ہوتا جائے گا بھئی۔ تو ہمارا ہی نہیں ادا ہو رہا اور بھی اس پر مال بڑھتا گیا تو ہمارے مال کی ادائیگی تو اور مشکل ہو جائے گی۔ تو لہٰذا اس پر پابندی لگا دیں۔ تو کیا قاضی اس پر پابندی لگائے گا یا نہیں؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۹۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا وَجَبَتِ الدُّيُونُ عَلَى رَجُلٍ مُفْلِسٍ وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ وَالْحَجْرَ عَلَيْهِ لَمْ أَحْجُرْ عَلَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا وجبت الديون على رجل وطلب غرماؤه حبسه والحجر عليه لم أحجر عليه» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۹۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ فِيهِ الْحَاكِمُ وَلَكِنْ يَحْبِسُهُ أَبَدًا حَتَّى يَبِيعَهُ فِي دَيْنِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن كان له لم يتصرف فيه الحاكم ولكن يحبسه أبدا حتى يبيعه في دينه» منقول ہے۔

فرماتے ہیں نہیں بھئی میں یہ فتویٰ نہیں دے سکتا کہ قاضی اس پر کیا کر دے پابندی لگا دے۔ ہاں جیل میں ڈال دے قاضی اس کو، تو انہوں نے جیل میں ڈالنے کا مطالبہ کیا ہے قرض خواہوں نے تو اس کو جیل میں ڈالا جا سکتا ہے، لیکن اگر پابندی کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟

تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا أَحْجُرُ فِي الدَّيْنِ عَلَى الْمُفْلِسِ میں پابندی نہیں لگاتا مفلس پر دین کے اندر۔ مفلس آدمی پر میں دین میں پابندی نہیں لگاتا، یعنی اس کا میں فتویٰ نہیں دیتا بھئی۔ وَإِذَا وَجَبَتِ الدُّيُونُ عَلَى رَجُلٍ مُفْلِسٍ کہتے ہیں امام صاحب فرما رہے ہیں جب واجب ہو جائیں بہت سے قرضے عَلَى رَجُلٍ مُفْلِسٍ ایک مفلس آدمی پر وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ اور مطالبہ کرتے ہیں طلب کرتے ہیں اس کے جو قرض خواہ ہیں، یہ آدمی جو مقروض ہے اور مفلس ہے اس کے قرض خواہ جو ہیں یہ طلب کرتے ہیں حَبْسَهُ اس کی قید کو کہ اسے کیا کیا جائے؟ قید کیا جائے، وَالْحَجْرَ عَلَيْهِ اور کس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں؟ اس پر پابندی لگانے کا، تو امام صاحب فرماتے ہیں لَمْ أَحْجُرْ عَلَيْهِ میں اس پر پابندی نہیں لگا سکتا، پابندی نہیں لگا سکتا یعنی اس کا فتویٰ نہیں دے سکتا مراد یہ ہے بھئی۔

وَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ فِيهِ الْحَاكِمُ اور اگر اس کا کوئی مال ہے تو اس میں حاکم یا قاضی کوئی تصرف نہیں کر سکتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یہ آدمی آیا کہتا ہے میرے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں کچھ بھی نہیں ہے میں کہاں سے قرضہ ادا کروں بھئی، لیکن بھئی گھر کا سامان چیزیں وغیرہ تو ہیں۔ تو کیا قاضی ان چیزوں کو بیچ کر قرضے کی ادائیگی کر سکتا ہے؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں کہ اس کے گھر کے سامان کو بھی قاضی نہیں چھیڑ سکتا۔ ہاں جو اس کے اوپر قرضہ ہے اسی قرضے کی جنس میں سے جو چیز اس کے پاس ہے تو اس کے ذریعے قاضی ادائیگی کر دے گا۔ مثلاً اس کے اوپر قرضہ ہے روپے بھئی اور اس کے پاس مال نکل آیا کس قسم کا؟ وہ بھی روپے ہیں، تو قاضی کو اس سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، قاضی اس کی طرف سے کیا کر دے گا؟ قرض خواہوں کو ادائیگی کر دے گا کیونکہ اس پر قرضہ بھی روپے ہیں اور نکلے بھی اس کے پاس کیا ہیں؟ روپے۔ یا اس کے اوپر قرضہ بھی دراہم ہیں اور اس کے پاس نکلے بھی کیا؟ دراہم، تو قاضی کو اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں قاضی اس میں تصرف کرے گا اور ادا کر دے گا بھئی۔ یا اس کے اوپر قرضہ بھی دینار ہے اور اس کے پاس نکل کیا آئے؟ دینار نکل آئے، تو قاضی بغیر پوچھے لے گا اور قرض خواہوں کے حوالے کر دے گا بھئی۔

یا اگر اس کے اوپر قرضہ جو ہے مثلاً وہ جنس ثمن میں سے ہے اور اس کے پاس بھی جنس ثمن میں سے کوئی جنس موجود ہے جو قرضے کے مخالف ہے۔ مثلاً قرضہ ہیں اس پر روپے اور اس کے پاس نکل آئے ڈالر بھئی، تو وہ بھی ثمن ہیں یہ بھی ثمن ہے، قاضی کیا کرے گا؟ ان ڈالروں کو بیچ کر ان کے بدلے روپے لے لے گا اور پھر ان روپوں کے ذریعے کیا کر دے گا؟ قرض خواہوں کو پیسے دے دے گا، پیسے دے دے گا بھئی۔ تو دیکھو یہاں جنس الگ الگ ہے اور اوپر امام صاحب نے فرمایا تھا کہ قاضی اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا، یہ بھی مال ہے لیکن چونکہ یہ دونوں جنس ثمن سے ہیں بھئی۔ آپ جانتے ہیں کرنسی کس میں سے ہے؟ جنس ثمن میں سے ہے، اسی طرح سونا، چاندی، درہم، دینار یہ بھی کس میں سے ہیں؟ جنس ثمن میں سے ہیں۔ تو یہاں اگرچہ اس وقت بظاہر مخالفت ہے لیکن ثمنیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اتحاد بھی ہے تو لہٰذا اب تصرف کر سکتا ہے۔

یا اس کے اوپر مولانا قرضہ کیا تھا؟ دراہم تھے، اور نکلے کیا اس کے پاس؟ دینار نکل آئے بھئی، تو قاضی دینار لے گا اس کے اور دیناروں کو بیچ کر ان کو بدلوا لے گا کس سے؟ درہموں سے، اور قرضہ بھی درہم تھے تو اب ان درہموں کے ذریعے وہ قرضہ ادا کر دے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ ہاں اس کے علاوہ اس کے گھر کا سامان ہے، اس کی سواری کی گاڑی ہے، موٹر سائیکل ہے، گھوڑا ہے، جانور ہیں یا اس کی تجارت کا مال ہے بھئی دکان میں چیزیں وغیرہ پڑی ہیں، ان میں قاضی تصرف نہیں کر سکتا بھئی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہاں پر بھی جب قرضہ ہے دراہم اور نکلے کیا؟ دینار، تو یہاں بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے لیکن ہم نے کس چیز کا اعتبار کیا؟ ثمن کا اعتبار کیا، وہ بھی ثمن یہ بھی ثمن، لہٰذا یہاں گنجائش نکال دی بھئی۔ لیکن سامان قاضی اس کا اٹھا کر خود بیچے اور پھر اس کے ذریعے پیسے ملیں اور پھر ان سے کیا کر دے قرضے کو ادا کرے، نہیں قاضی کو یہ اجازت نہیں کہ کسی کے مال میں کیا کر لے تصرف کرے بھئی۔

یہ معنی ہے بھئی اس قول کا: وَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ فِيهِ الْحَاكِمُ اور اگر اس کے پاس کچھ مال ہے تو اس میں تصرف نہیں کرے گا حاکم۔ میں نے بتلایا کون سا مال مراد ہے؟ استعمال کا سامان ہے، گھر ہے، کوٹھی ہے، گاڑی ہے، موٹر سائیکل ہے اور مال تجارت ہے اس کے پاس تجارت کے لیے کچھ مال رکھا ہوا ہے ان میں تصرف نہیں کر سکتا بھئی۔ تو ان میں حاکم تصرف نہیں کر سکتا وَلَكِنْ يَحْبِسُهُ أَبَدًا لیکن اسے جیل میں ڈال دے گا ہمیشہ کے لیے حَتَّى يَبِيعَهُ فِي دَيْنِهِ یہاں تک کہ اس کو بیچے اپنے دین کے اندر۔

قاضی اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا اور اس پر پابندی بھی نہیں لگائی جاسکتی امام صاحب فرمارہے ہیں، قاضی بھی اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا، پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی اس کو جیل میں ڈال دے قاضی۔ اور چونکہ اس کا سامان ہے اس کے پاس، آپ کو پتا ہے اس کا گھر بھی ہے اس کی گاڑی وغیرہ بھی ہے، اس کی کیا ہے اور؟ مال تجارت بھی اس کے پاس ہے، تو مال اس کے پاس ہے ہاں اسی جنس کا نہیں ہے تو قاضی کہتے ہیں جیل میں ڈال دے گا اور اس وقت تک جیل میں رکھے گا بھئی چاہے سال تک نہیں دیتا چاہے دو سال تک جب تک کہ وہ اپنے اس مال کو بیچ کر کیا کرے قرضہ ادا نہ کرے بھئی، کیونکہ یہ ظلم کر رہا ہے بھئی یہ ظلم ہے کہ ٹال مٹول کر رہا ہے اور دوسروں کا مال دبا رکھا ہے ادا نہیں کرتا بھئی۔ تو لہٰذا جب تک یہ اپنی اس گاڑی کو بیچ کر اپنے گھر کو بیچ کر اپنی سواریوں کو بیچ کر یا اپنے سامان تجارت کو بیچ کر جب تک قرضہ ادا نہیں کرتا اس وقت تک قاضی اسے جیل سے نہیں نکالے گا، جیل میں ڈال دے۔ وَلَكِنْ يَحْبِسُهُ أَبَدًا لیکن اسے قید کر دے گا ہمیشہ کے لیے حَتَّى يَبِيعَهُ فِي دَيْنِهِ یہاں تک کہ وہ اس سامان کو بیچے اس مال کو بیچے اپنے دین کے اندر۔

وَإِنْ كَانَ لَهُ دَرَاهِمُ وَدَيْنُهُ دَرَاهِمُ قَضَاهُ الْقَاضِي بِغَيْرِ أَمْرِهِ اور اگر اس کے پاس دراہم تھے اور اس کا دین بھی دراہم تھے، دین بھی کیا ہے؟ دراہم، اور اس کے پاس مال بھی کون سا ہے؟ دراہم، قَضَاهُ الْقَاضِي تو ادا کر دے گا اس کو قاضی بِغَيْرِ أَمْرِهِ اس کے حکم کے بغیر ہی، اس کے کہے بغیر ہی کیا کر دے گا؟ ادا کرے گا بھئی۔ وَإِنْ كَانَ دَيْنُهُ دَرَاهِمَ وَلَهُ دَنَانِيرُ اور اگر اس کا دین تو دراہم ہیں لیکن اس کے پاس کیا ہیں؟ دینار ہیں أَوْ عَلَى ضِدِّ ذَلِكَ یا اس کے برعکس ہے بھئی دین دینار ہیں اور اس کے پاس کیا ہیں؟ دراہم، بَاعَهَا الْقَاضِي فِي دَيْنِهِ تو ان کو قاضی بیچ دے گا اس کے دین کے اندر بھئی۔

اس پر قرضہ کیا تھا مثلاً؟ پہلی صورت: قرضہ ہے دراہم اور اس کے پاس کیا ہیں؟ دینار، تو ان میں قاضی تصرف کر سکتا ہے کیونکہ یہ بھی جنس ثمن کے قبیل سے ہیں۔ دینار کو بیچے اس کے بدلے دراہم لے لے اور ان دراہم کے ذریعے پھر کیا کر دے؟ اس کے دین کو ادا کر دے۔ اور اس کا برعکس ہو کہ قرضہ دینار ہیں اور اس کے پاس دراہم ہیں تو قاضی وہ دراہم بیچ کر دینار لے لے اور ان دیناروں کے ذریعے کیا کر دے؟ اس کا دینار جو قرضے کے ہیں وہ ادا کر دے۔ یہ تو امام صاحب فرماتے ہیں۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ مقروض مفلس جو ہے، مقروض مفلس اس پر اگر وہ قرض خواہ مطالبہ کریں پابندی لگانے کا کہ یہ ٹال مٹول کر رہا ہے پیسے نہیں دے رہا مفلس ہے بھئی، تو قاضی اس پر پابندی لگا دے گا بھئی۔ اس کو اب بیع و شراء کی اجازت نہیں ہو گی۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِذَا طَلَبَ غُرَمَاءُ الْمُفْلِسِ الْحَجْرَ عَلَيْهِ حَجَرَ الْقَاضِي عَلَيْهِ۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب طلب کریں، غُرَمَاءُ یاد رکھیے جمع ہے غَرِيمٌ کی، غَرِيمٌ کی، قرض خواہ بھئی قرض خواہ، جب مطالبہ کریں قرض خواہ مفلس کے، کس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں؟ الْحَجْرَ عَلَيْهِ اس پر پابندی لگانے کا، حَجَرَ الْقَاضِي عَلَيْهِ تو قاضی کیا کرے گا اس پر؟ پابندی لگا دے گا وَمَنَعَهُ مِنَ الْبَيْعِ وَالتَّصَرُّفِ وَالْإِقْرَارِ اور اس کو بیع سے روک دے گا اور تصرف سے روک دے گا اور اقرار سے روک دے گا۔[۳]

بھئی اقرار جانتے ہیں یا نہیں؟ میں نے آپ کو بتلایا تھا ایک آدمی ہے آزاد عاقل بالغ کسی کے لیے کیا کر لیتا ہے؟ پیسوں کا اقرار کرتا ہے میں نے آپ کے ایک لاکھ روپے دینے ہیں، بس مولانا اب اس پر پیسے ضروری ہو گئے دینے پڑیں گے۔ پیسے کیا ہو گئے؟ دینے پڑیں گے۔ یعنی اب وہ دوسرا شخص اسے قاضی کے پاس لے جاسکتا ہے بھئی اور کہے گا قاضی صاحب اس نے خود لوگوں کے سامنے اقرار کیا تھا یہ گواہ ہیں، تو قاضی اب کہے گا لاؤ بھئی آپ نے خود اپنے منہ سے اقرار کیا تھا اب اس کے ایک لاکھ روپے ادا کرو بھئی۔

تو منع کرے گا اس کو قاضی کہ پابندی لگا دی، بیع سے بھی روک دیا اور تصرف سے بھی روک دیا اور اقرار سے بھی روک دیا اب کسی کے لیے اقرار کرے تو وہ صحیح نہیں۔ بھئی کیوں روکا؟ کہتے ہیں حَتَّى لَا يَضُرَّ بِالْغُرَمَاءِ تاکہ نقصان نہ ہو قرض خواہوں کو بھئی، قرض خواہوں کو نقصان نہ ہو، قرض خواہوں کو نقصان نہ ہو بھئی۔

بھئی بیع کے نیچے بین السطور کچھ لکھا ہوا ہے بھئی، آپ کی کتابوں میں ہے؟ جی۔ کہتے ہیں بیع سے روکے گا یعنی إِذَا كَانَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِثْلِ جبکہ

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا طَلَبَ غُرَمَاءُ الْمُفْلِسِ الْحَجْرَ عَلَيْهِ حَجَرَ الْقَاضِي عَلَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا طلب غرماء المفلس الحجرعليه حجر القاضي عليه» منقول ہے۔

وہ کسی چیز کو ثمن مثل سے کم میں بیچتا ہو۔ کیا کرے؟ یعنی اس جیسی چیزوں کی جو قیمت ہوتی ہے اس سے کم میں کوئی چیز بیچتا ہے اس سے روکے گا، اگر ثمن مثل میں بیچتا ہے پھر نہیں روکے گا۔ مثلاً وہ شخص جس پر قاضی نے پابندی لگائی ہے مفلس ہے وہ اپنی کوئی چیز اٹھا کر کسی کو بیچتا ہے بھئی، بیچتا ہے مثلاً سائیکل ہے وہ اپنی سائیکل کو بیچتا ہے، اور اس جیسی سائیکل مثلاً پندرہ سو میں آتی ہے اس کی قیمت پندرہ سو ہوتی ہے اور وہ بھی پندرہ سو میں بیچتا ہے تو اس سے قاضی نہیں روک سکتا۔ اس سے قاضی نہیں روک سکتا۔ لیکن اگر اس سے کم میں بیچتا ہے مثلاً یہ سائیکل اب وہ بیچ رہا ہے گیارہ سو یا ہزار روپے کی، تو اب قاضی اس پر پابندی لگائے گا اس طرح نہیں بیچ سکتا بھئی کیونکہ یہ دراصل کس کا نقصان ہو رہا ہے؟ قرض خواہوں کا نقصان ہو رہا ہے بھئی، اس کے پاس مال پورا پورا آئے گا ہم ان قرض خواہوں کے کیا کریں گے؟ قرضے کی ادائیگی کریں گے، لیکن یہ اگر سستا بیچ رہا ہے تو گویا انہی کا نقصان کر رہا ہے لہذا سستا بیچنے کی نقصان جس میں ہو اس صورت کی اسے اجازت نہیں ہو گی۔

اور اقرار بھی نہیں صحیح، کیوں نہیں؟ اس لیے کہ مثلاً اب اس پر پہلے سے ہی قرضے ہیں تو اب یہ زید کے لیے بھی اقرار کرتا ہے زید بھئی میں نے آپ کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، اب زید بھی اگر ہم اقرار کو صحیح قرار دیں تو زید بھی غرماء میں آگیا یا نہیں آگیا؟ تو بھئی ان بیچاروں کے پہلے ہی پانچ لاکھ روپے پھنسے ہوئے تھے اب ایک لاکھ اور بڑھ گیا کتنے ہو گئے؟ چھ لاکھ۔ تو اب ان کے حق کی وصولی اور مشکل ہو گئی بھئی، اب تو جو پیسے آنے تھے پہلے پانچ آدمیوں میں تقسیم ہونے تھے اب کتنوں میں تقسیم ہوں گے؟ چھ میں، تو تھوڑا تھوڑا حصہ ملے گا تو ان کا نقصان ہوتا ہے، لہذا کسی کے لیے اس دوران اقرار کرتا ہے تو اس کا بھی اعتبار نہیں بھئی۔

ہاں یہ معنی بھی نہیں کہ معتبر نہ ہو بھئی کہ بالکل یہ اقرار بالکل ہی لغو ہے، نہیں ہم اس کا اعتبار کریں گے لیکن کچھ عرصے کے بعد۔ کب؟ جب یہ باقیوں کا قرضہ ادا کر دے۔ جب یہ جو پانچ لاکھ روپے جن کے اس نے دینے تھے جب یہ سارے پیسے ادا ہو جائیں گے اب وہ اقرار آگیا: بھئی آپ نے خود کیا کہا تھا کہ زید میں نے آپ کے کتنے دینے ہیں؟ ایک لاکھ، اب وہ آپ کو دینے پڑیں گے بھئی۔ تو اب باقیوں کا نقصان نہیں ان کے پیسے تو ادا کر دیے پورے ہو گئے۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے؟

وَمَنَعَهُ مِنَ الْبَيْعِ وَالتَّصَرُّفِ وَالْإِقْرَارِ حَتَّى لَا يَضُرَّ بِالْغُرَمَاءِ اور منع کرے گا اس کو بیع سے اور تصرف سے اور اقرار سے تاکہ نقصان نہ ہو غرماء کا۔ وَبَاعَ مَالَهُ إِنِ امْتَنَعَ الْمُفْلِسُ مِنْ بَيْعِهِ صاحبین فرمارہے ہیں اور بیچے گا قاضی اس کے مال کو اگر مفلس باز رہتا ہے اس کے بیچنے سے، اگر مفلس رکتا ہے اس کے بیچنے سے نہیں بیچتا۔[۴]

بھئی ایک آدمی پر قرضے ہیں اور اس کے قرض خواہ قاضی کے پاس آگئے کہ یہ ٹال مٹول کر رہا ہے ہمارے پیسے ہی نہیں ادا کر رہا، تو امام صاحب نے فرمایا تھا پابندی نہیں لگائیں گے ہاں جیل میں ڈالیں گے۔ صاحبین فرماتے ہیں قاضی کیا کر دے پابندی بھی لگا سکتا ہے بھئی، تو پابندی لگا سکتا ہے اس پر۔ اور امام صاحب نے فرمایا تھا کہ قاضی اس کے مال کو نہیں چھیڑ سکتا کہ خود اٹھا کر قاضی بیچے اور کیا کرے اس کے دین کو ادا کرے، ہاں اگر دراہم ہیں اسی کی جنس میں سے ہے یا جنس ثمن میں سے کوئی چیز ہے ان کو قاضی بیچ کر کیا کر سکتا ہے اس کے قرضے کی ادائیگی کر سکتا ہے، باقی اس کا گھر گاڑی ہے کوٹھی ہے اور سواری کی چیزیں ہیں مال تجارت ہیں ان میں قاضی تصرف نہیں کر سکتا۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں اس میں بھی کیا کر سکتا ہے قاضی تصرف کر سکتا ہے۔

تو قاضی کیا کرے اس کے سامان وغیرہ کو بیچے بھئی اور اس کے ذریعے پیسے ہو جاتے ہیں پورے تو ٹھیک، اگر وہ بھی نہیں پورے ہوتے تو پھر اس کی زمین وغیرہ جائیداد ہے گھر ہے ان کو بھی بیچا جائے، تو بیچے گا قاضی اور دین کو ادا کرے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کے سارے مال کو بھئی پہلے غیر منقولی چیزیں بیچ دے قاضی، نہیں پہلے منقولی بیچے گا۔ کس کو بیچے گا؟ منقولی، اس کے بعد غیر منقولی جو کوٹھی ہے زمین ہے جائیداد ہے کھیت ہیں باغ ہیں ان کو بعد میں بیچے گا۔ پہلے کس کو بیچے گا؟ منقولی چیزوں کو پہلے بیچ دے گا اور غیر منقولی کو اس کے بعد بیچے گا جبکہ منقولی سے دین پوری طرح ادا نہ ہو، تو ساری چیزیں بیچ دے گا حتی کہ صرف اس کے جسم پر ایک جوڑا رہنے دے بس یا دو جوڑے رہنے دے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ تھوڑی سی چیز چھوڑے گا باقی ہر چیز بیچ کر دین ادا کیا جائے گا۔

تو یہ معنی ہے وَبَاعَ مَالَهُ إِنِ امْتَنَعَ الْمُفْلِسُ مِنْ بَيْعِهِ اور بیچے گا قاضی اس کے مال کو اگر رکا رہا مفلس اس کے بیچنے سے وَقَسَّمَهُ بَيْنَ غُرَمَائِهِ

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «امْتَنَعَ الْمُفْلِسُ مِنْ بَيْعِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «امتنع من بيعه» منقول ہے۔

بِالْحِصَصِ اور تقسیم کرے گا اس کو، وہ جو چیز بیچی ہے اس کے ثمن کو کیا کر دے گا؟ تقسیم کر دے گا بَيْنَ غُرَمَائِهِ اس کے قرض خواہوں کے درمیان بِالْحِصَصِ ان کے حصوں کے بقدر، یعنی جس کا جتنا دین ہے اس کے بقدر اس کو دے دے گا۔

یہ نہیں کہ مثلاً اس کی کوئی چیز ایک لاکھ روپے میں بیچی اور کتنے قرض خواہ ہیں؟ مثلاً چار قرض خواہ ہیں اس کے، چار قرض خواہ ہیں تو یہ نہیں کہ ایک لاکھ میں چیز بیچی پچیس ہزار ایک کو دے دے پچیس ہزار دوسرے کو پچیس تیسرے کو پچیس چوتھے کو، بلکہ نہیں ہر ایک کا جتنا دین ہے اس کے بقدر حصہ جتنا بنتا ہے وہ دیا جائے گا: جس کا دین زیادہ ہے اس کو حصہ بھی زیادہ ملے گا، جس کا دین تھوڑا ہے اس کو حصہ بھی تھوڑا ملے گا۔ مثلاً دیکھو قرض خواہوں میں سے ایک کا اس نے دینا تھا ایک لاکھ، ایک کا دینا تھا دو لاکھ، ایک کا دینا تھا تین لاکھ، ایک کا دینا تھا چار لاکھ۔ تو چار قرض خواہ ہیں: ایک کا کتنا دینا ہے؟ ایک لاکھ، دوسرے کا دو لاکھ، تیسرے کا تین لاکھ، چوتھے کا چار لاکھ۔ یہ کل کتنے ہوئے؟ کل دس لاکھ ہو گئے، کتنے؟ تو اس پر کل دس لاکھ قرضہ ہے۔ اب اس کی گاڑی قاضی نے بیچ دی وہ بکی مثلاً ایک لاکھ کی، ایک لاکھ کی۔ تو دس لاکھ ہیں تو ہر لاکھ کے بدلے میں اس میں سے کتنے بنیں گے؟ بھئی دس لاکھ قرضے کے ایک طرف ہے اور مال ہے صرف ایک لاکھ، تو یہ دس لاکھ پر تقسیم کریں بھئی ایک لاکھ کو، ہر لاکھ کے بدلے کتنے بن رہے ہیں؟ دس ہزار۔ تو دیکھا جس کا ایک لاکھ دین تھا اس کو دس ہزار دے دے گا، جس کا دو تھا اس کو بیس ہزار کیونکہ ہر لاکھ پہ دس ہزار دے رہے ہیں، جس کا تین ہے اس کو تیس ہزار، جس کا چار لاکھ ہے اس کو چالیس ہزار۔ تو ہر ایک کو اس کے حصے کے بقدر کیا کر دیا جائے گا؟ اس ثمن میں سے دے دیے جائیں گے۔

فَإِنْ أَقَرَّ فِي حَالِ الْحَجْرِ بِإِقْرَارِ مَالٍ لَزِمَهُ ذَلِكَ بَعْدَ قَضَاءِ الدُّيُونِ اگر اس نے اقرار کیا بھئی پابندی کی حالت میں کس چیز کا اقرار کیا؟ کہتے ہیں مال کا بھئی، کس کا؟ مال کا، اس نے اقرار کیا پابندی میں کسی مال کا لَزِمَهُ ذَلِكَ تو یہ مال بھی اس پر لازم ہو گا لیکن کب؟ بَعْدَ قَضَاءِ الدُّيُونِ ان قرضوں کو ادا کرنے کے بعد، فی الحال نہیں بھئی۔ فی الحال اس نے جو دس لاکھ دینے ہیں وہی ہوں گے اس پر اور اس نے زید کے لیے بھی ایک لاکھ کا اقرار کر لیا تو اب یہ نہیں کہیں گے اس پر گیارہ لاکھ دین ہو گیا، دین کتنا ہے؟ اتنا ہی دس لاکھ۔ ہاں اس ایک لاکھ کا اعتبار کب کریں گے یہ کب واجب ہو گا؟ جب یہ والے دس لاکھ ادا ہو جائیں گے پھر وہ ایک لاکھ اس پر واجب ہو جائے گا۔ یہ معنی ہے تو لَزِمَهُ ذَلِكَ تو یہ مال جس کا اقرار کیا ہے یہ اس پر لازم ہو گا بَعْدَ قَضَاءِ الدُّيُونِ ان قرضوں کو ادا کرنے کے بعد۔

وَيُنْفِقُ عَلَى الْمُفْلِسِ مِنْ مَالِهِ وَعَلَى زَوْجَتِهِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَذَوِي الْأَرْحَامِ اور خرچ کرے گا قاضی مفلس پر، کیا کرے گا؟ مفلس پر خرچ کرے گا مِنْ مَالِهِ اسی کے مال میں سے۔ بھئی قاضی نے تو پابندی لگا دی ہے اس پر، کیا کیا ہے؟ پابندی لگا دی ہے اور قرضوں کی ادائیگی کر رہا ہے اس کے مال کو بیچ کر، تو اسی کے مال میں سے اس پر بھی خرچ کیا جائے گا۔ اس کا کھانا پینا ہو گا یا نہیں بھئی؟ زندہ رہنے کے لیے کھانا پینا تو ضروری ہے تو کھانے پینے کا خرچہ جو ضروریات ہیں وہ اسی کے مال میں سے اس پر خرچ کرے گا وَعَلَى زَوْجَتِهِ اور اس کی بیوی پر بھی اسی کے مال میں سے وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ اور اس کے چھوٹے بچے جو ہیں نابالغ ان پر بھی خرچ کرے گا وَذَوِي الْأَرْحَامِ اور اس کے جو قریبی رشتہ دار ہیں ان پر بھی جو قریبی رشتہ دار ہیں غریب ہیں نہایت اور جن کا خرچہ ان پر تھا قاضی بھی کیا کرے گا ان پر اس کے مال میں سے خرچ کرتا رہے۔

وَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ لِلْمُفْلِسِ مَالٌ وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ وَهُوَ يَقُولُ لَا مَالَ لِي حَبَسَهُ الْحَاكِمُ. بھئی یہ تو وہ صورت تھی کہ جب جو مقروض تھا اس کے پاس اور سامان مال وغیرہ تھا ہاں روپے نہیں تھے یا دراہم نہیں تھے دینار نہیں تھے ٹال مٹول کر رہا تھا۔ ایک وہ شخص ہے جو تنگ دست ہے جس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں تقریباً اس کا کیا کیا جائے گا؟ اس کے قرض خواہ آ کر کہتے ہیں قاضی صاحب یہ ہمارے پیسے ادا نہیں کر رہا اس کو جیل میں ڈالا جائے۔ تو کیا قاضی اس کو جیل میں ڈالے گا اور کس کس صورت میں جیل میں ڈالے گا اور کن صورتوں میں جیل میں نہیں ڈالے گا بھئی؟ کس کے بارے میں یہ بات چل رہی ہے؟ مفلس ہے اور بظاہر اس کے پاس کوئی مال وغیرہ نہیں ہے۔

اچھا تو کہتے ہیں پھر یاد رکھو کہ اس صورت میں دو قسم کے دین ایسے ہیں وہ ہوں تو قاضی اس کو جیل میں ڈالے گا، ان کے علاوہ کوئی ہو تو پھر جیل میں نہیں ڈالے گا۔ مفلس ہے مال نہیں وہ بھی کہتا ہے قاضی صاحب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تو کیا قاضی اس کو جیل میں ڈالے گا کس کس دین میں اور کس دین میں جیل میں نہیں ڈالے گا؟ کہتے ہیں دو قسم کے دین ہیں ان میں تو جیل میں ڈالے گا، ان کے علاوہ کوئی دین ہے اس پر تو ان کے بدلے جیل میں نہیں ڈالے گا بھئی۔

کون کون سے ہیں بھئی؟ کہتے ہیں ایک تو وہ دین ہے جو اس پر ایسے مال کی وجہ سے واجب ہوا جس پر اس نے قبضہ کیا تھا جو اس کے ہاتھ میں آیا تھا۔ کون سا دین؟ ایک تو وہ دین ہے جو اس پر کسی مال کے بدلے میں آیا ہے، ایسا مال جو اس کے ہاتھ میں آیا، اس نے کوئی چیز لی ہے بدلے میں اس پر دین آیا۔ مثلاً کوئی چیز

خرید تا ہے۔ کیا کر تا ہے؟ کوئی چیز اس نے خریدی تو وہ چیز اس کو مل گئی، تو جب چیز خریدی ہے تو اس کو ثمن دینے پڑیں گے یا نہیں پڑیں گے؟ تو ثمن اس پر دین ہے، اور یہ دین کس وجہ سے آیا اس پر؟ وہ جو چیز خریدی تھی وہ مال تھا یا غیر مال تھا؟ مال تھا کیونکہ بیع کہتے ہی کس کو تھے؟ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بیع تھی بھئی۔

تو اس پر مثلاً اس نے گاڑی خریدی ہے اور گاڑی کی وجہ سے اس پر ایک لاکھ روپیہ دین آگیا، تو دیکھو یہ جو دین ہے یہ اس پر واجب ہوا ایسے مال کے بدلے میں جس پر اس نے کیا کیا تھا؟ قبضہ کیا تھا۔ کیا کیا ہے؟ قبضہ کیا۔ یہ ایک لاکھ اس پر کس کی وجہ سے واجب ہوا؟ گاڑی کی وجہ سے، تو گاڑی بھی مال ہے تو ایسے مال کی وجہ سے جس پر اس نے کیا کیا؟ قبضہ کیا ہے۔ تو جب بھی ایسا دین ہو قاضی اس کو جیل میں ڈال سکتا ہے۔ جب بھی ایسا دین ہو تو قاضی اس کو کیا کر سکتا ہے؟ جیل میں ڈال سکتا ہے کیونکہ اس پر ایک لاکھ روپیہ ہے اور وہ قرض خواہ آکر مطالبہ کر تا ہے قاضی صاحب اس کو جیل میں ڈالا جائے یہ میرے پیسے نہیں ادا کر رہا اس نے میرے سے گاڑی خریدی ہے گاڑی وصول کر لی ہے لیکن اب مجھے ثمن نہیں دے رہا۔

تو اس صورت میں دیکھو اب اس پر جو ایک لاکھ آئے یہ ویسے ہی آگئے یا اس کو بھی اتنا ہی مال حاصل ہوا ہے گاڑی بدلے میں حاصل ہوئی ہے؟ گاڑی اس کے پاس آئی ہے یا نہیں آئی؟ گاڑی آئی، تو اس کے پاس بھی گویا مال آگیا۔ کیا آگیا؟ مال آگیا۔ جب مال ہے اس کے پاس تو اب اس کو ہم تنگ دست نہیں سمجھیں گے، یہ دین اس پر ویسے نہیں آیا بلکہ اس کو بھی بدلے میں کیا ملا تھا؟ مال ملا تھا، تو جب اس کے پاس مال ملا ہے اس کو تو یہ تنگ دست ہے؟ تنگ دست نہیں، تنگ دست نہیں ہم اس کو شمار کریں گے بھئی، اس کے پاس گاڑی ہے بھئی، گاڑی۔ تو اس کے پاس مال ہے اور جب مال ہے تو یہ تنگ دست ہونے کی علامت نہیں بلکہ معلوم ہوا کیا ہے؟ فراخ مال والا ہے کشادگی کی علامت ہے یہ بھئی کہ اس کے حالات تنگ نہیں ہیں بھئی اس کے پاس مال ہے، وہ گاڑی جو اس نے خریدی ہے وہ مال ہے اس کے پاس۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اسی طرح اگر وہ کیا کر لیتا ہے؟ کسی عقد کی وجہ سے اس نے کوئی دین اپنے اوپر لازم کیا تھا تو اس دین کی وجہ سے بھی قاضی کیا کر سکتا ہے اسے جیل میں ڈال سکتا ہے۔ مثلاً بھئی اس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور نکاح میں آپ جانتے ہیں مہر دینا پڑتا ہے بیوی کا حق ہے تو یہ بھی اس پر دین رہتا ہے ادائیگی اس پر ضروری ہے۔ عورت جب مطالبہ کرے فوراً دینا ضروری، اول تو ویسے خود دے دے لیکن اگر وہ مطالبہ نہیں کرتی تو جب تک مطالبہ نہیں کرتی تاخیر تو جائز ہے لیکن جب وہ مطالبہ شروع کر دے میرا مہر مجھے دے دو تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ مہر دینا پڑے گا بھئی۔ تو دیکھو یہ مہر اس پر دین ہے، کیا ہے؟ اور یہ دین ویسے آیا کہ عقد کی وجہ سے آیا؟ عقد کی وجہ سے آیا بھئی تو لہٰذا اس دین میں بھی اس کو کیا کیا جائے گا؟ جیل میں ڈالا جا سکتا ہے۔ وجہ یہ کہ یہ باقاعدہ عقد کے ذریعے اپنے اوپر مال کو واجب کر رہا ہے معلوم ہوا یہ تنگ دست نہیں ہے۔ تنگ دست کبھی اپنے اوپر مال کو واجب کر تا ہے؟ نہیں۔ تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ تم اپنے اوپر مہر کو واجب کر رہے ہو عقد کے ذریعے باقاعدہ ایک دین کو اپنے اوپر واجب کر رہے ہو اور دین کو تو اپنے اوپر تنگ دست آدمی نہیں واجب کر تا تو یہ دلیل ہے اس بات کی بھئی۔ لہٰذا یہ بھی تنگ دست ہونے کی علامت نہیں لہٰذا اس میں بھی کیا کر سکتا ہے قاضی جیل میں اسے ڈال سکتا ہے۔

اسی طرح اس نے کسی کی ضمانت دی تھی، ضمانت دی تھی مثلاً زید نے میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، ایک لاکھ روپیہ بھئی، یاز ید کو مثلاً میں نے گاڑی فروخت کی، گاڑی فروخت کی اب زید کہتا ہے کہ بھئی پیسے میں ایک ماہ کے بعد دے دوں گا آپ گاڑی مجھے دے دیں۔ میں نے کہا نہیں بھئی پہلے کیا کرو ثمن حوالے کرو تو گاڑی میں تمہیں دے دوں گا۔ اس نے ایک تیسرے آدمی کو ضمانت کے طور پر پیش کر دیا کہ بھئی میں ایک مہینے بعد پیسے ادا کر دوں گا یہ شخص میری ضمانت دیتا ہے یہ آپ کا جاننے والا ہے قریبی۔ اس شخص نے کیا کیا کہ ہاں میں اس کی ضمانت دیتا ہوں یہ ٹھیک ایک ماہ بعد آپ کے پیسے ادا کر دے گا اگر اس نے ادا نہ کیے تو پیسے میرے ذمہ میں کیا کروں گا؟ میں ادا کر دوں گا۔ تو یہ ضمانت اس شخص نے دے دی بھئی چنانچہ میں نے گاڑی زید کے حوالے کر دی بھئی۔ مہینہ گزر گیا بھئی مہینے کے بعد اب زید ٹال مٹول کر رہا ہے پیسے ہی نہیں دے رہا چنانچہ میں اس ضامن کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے جاتا ہوں کہ قاضی صاحب اس نے ضمانت دی تھی۔

تو دیکھو اس ضمانت کی وجہ سے اس نے کہا تھا مہینے تک پیسے اس نے نہ دیے تو میں ادائیگی کروں گا، اب اس ضمانت کی وجہ سے اس پر دین آگیا۔ کیا آیا؟ دین۔ اور یہ دین اس پر ویسے آیا ہے یا اس نے عقد کیا باقاعدہ میرے ساتھ عقد ضمانت؟ باقاعدہ کیا کیا؟ عقد ضمانت، اور ضابطہ ہم نے پڑھا ہے کہ وہ دین جو کسی پر عقد کی وجہ سے واجب ہوا اس دین میں قاضی اسے جیل میں ڈال سکتا ہے تو اس صورت میں بھی قاضی کیا کر سکتا ہے اسے جیل میں ڈال سکتا ہے کیونکہ یہ شخص باقاعدہ عقد کے ذریعے اپنے اوپر مال کو واجب کر رہا ہے اور یہ خوشحالی کی علامت ہے معلوم ہوا یہ تنگ دست نہیں ہے، تنگ دست ہوتا تو اپنے اوپر مال کو کبھی واجب نہ کر تا۔

تو دیکھیے اب کتاب میں بھئی: وَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ لِلْمُفْلِسِ مَالٌ اور اگر جانا نہ جائے مفلس کے لیے کوئی مال، یعنی پتا نہیں ہے کہ مفلس کے پاس کوئی مال ہے بظاہر اس کے کسی مال کا کسی کو پتا نہیں بھئی بظاہر یہ ہے کہ اس کا کوئی مال نہیں، وَطَلَبَ غُرَمَاؤُهُ حَبْسَهُ اور اس کے قرض خواہ طلب کرتے ہیں اس کی قید کو کہ قاضی صاحب اس کو قید میں ڈالیں وَهُوَ يَقُولُ لَا مَالَ لِي اور وہ کہتا ہے قاضی صاحب لَا مَالَ لِي میرے پاس تو کوئی مال نہیں، میرے پاس تو مال ہی نہیں ہے، حَبَسَهُ الْحَاكِمُ فِي كُلِّ دَيْنٍ تو قاضی اس کو جیل میں ڈالے گا فِي كُلِّ دَيْنٍ ہر ایسے دین کے اندر لَزِمَهُ، دیکھو پہلی کیا صورت تھی میں نے کیا ذکر کیا تھا کون سے دین میں؟ جو اس پر واجب ہے کس کے بدلے میں؟ ایسے مال کے بدلے میں جس پر اس نے کیا کیا تھا؟ قبضہ کیا تھا۔ وہ دین جو اس پر واجب ہے کس کے بدلے میں؟ ایسے مال کے بدلے میں جس پر اس نے کیا کیا تھا؟ قبضہ کیا تھا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی اس نے گاڑی کے ثمن دینے ہیں گاڑی پر اس نے قبضہ کیا تھا یا نہیں قبضہ کیا تھا؟ تو یہ دین جو اس پر ثمن آرہے ہیں یہ کس کے بدلے میں ہیں؟ ایسے مال کے بدلے میں ہیں جس پر اس نے کیا کیا تھا؟ قبضہ کیا تھا۔ تو وہی بتلا رہے ہیں پہلی صورت: قاضی جیل میں ڈالے گا فِي كُلِّ دَيْنٍ لَزِمَهُ بَدَلًا عَنْ مَالٍ حَصَلَ فِي يَدِهِ ہر ایسے دین کے بدلے میں لَزِمَهُ جو اس پر کیا ہوا ہے؟ لازم ہوا ہے بَدَلًا بدلے کے طور پر، کس چیز سے بدلے کے طور پر؟ عَنْ مَالٍ حَصَلَ فِي يَدِهِ ایسے مال سے جو حاصل ہوا ہے اس کے قبضے میں، جو اس کے ہاتھ میں آیا ہے بھئی، جو اس کے ہاتھ میں آیا ہے ایسے مال کے بدلے میں دین لازم ہوا تھا تو اس دین کے اندر قاضی اسے جیل میں ڈالے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ كَثَمَنِ الْمَبِيعِ جیسے بیعے کے ثمن، وَبَدَلِ الْقَرْضِ اور قرض کا بدل۔ دیکھو ایک آدمی نے دوسرے سے قرض لیا کہ ایک لاکھ روپے مجھے دے دیں میں ایک ماہ بعد آپ کو آپ کا قرضہ لوٹا دوں گا۔ تو اب ایک لاکھ جب وصول کر لیے تو اب بعد میں اس کو واپس کتنے کرنا پڑیں گے؟ ایک لاکھ واپس کرنا پڑیں گے، تو یہ ایک لاکھ اس پر دین ہوا۔ کیا ہوا؟ دین۔ اور یہ دین کس وجہ سے اس پر آیا؟ مال اس کو حاصل ہو رہا ہے باقاعدہ، ایسے مال کی وجہ سے جس پر اس نے کیا کیا ہے؟ قبضہ کیا ہے۔ تو اس نے بھی تو ایک لاکھ پر باقاعدہ قبضہ کیا ہے، تو اس ایک لاکھ کی وجہ سے اس پر وہ دین والے اب ایک لاکھ آگے دینے پڑے۔ تو جیسے بدل قرض کے اندر۔

وَفِي كُلِّ دَيْنٍ الْتَزَمَهُ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ اور اسی طرح ہر ایسے دین کے اندر جس کا اس نے التزام کیا ہو، یعنی اس نے اپنے اوپر لازم کیا ہو۔ کیا کیا ہو؟ اپنے اوپر لازم کیا ہو بِعَقْدٍ کس کی وجہ سے؟ کسی عقد کی وجہ سے كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ جیسا کہ مہر ہے اور وَالْكَفَالَةِ اور کفالت ہے ضمانت وہی جو میں نے ابھی ذکر کر دی۔ ضمانت کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟ کفالت کہتے ہیں۔

وَلَمْ يَحْبِسْهُ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ اور قید میں نہیں ڈالے گا اس کو فِيمَا سِوَى ذَلِكَ ان کے علاوہ اور دیون میں، ان کے علاوہ اور جو قرضے ہیں ان میں جیل میں نہیں ڈالے گا بھئی۔ کیونکہ دراصل یہ دونوں قرضے خوشحالی اور مالی حالت کی فراخی پر دلالت کرتے ہیں۔ پہلے کے اندر کیا آیا تھا؟ اس کے پاس مال آیا تھا باقاعدہ ویسے ہی دین نہیں آگیا، تو جب مال آگیا تو اس نے کس پر دلالت کر دی؟ خوشحالی پر، یعنی مالی حالت اس کی ٹھیک ہے کیونکہ اس کو وہ مال ملا ہے باقاعدہ اس کو۔ اور نیز اس نے عقد کی وجہ سے بھی جب کیا کیا؟ اپنے اوپر مال کو لازم کیا ہے تو یہ بھی کس چیز کی علامت ہے؟ خوشحالی کی علامت ہے معلوم ہوا یہ تنگ دست نہیں۔ جبکہ اس کے علاوہ اور باقی کچھ دیون آگے ذکر کرنے لگے ہیں، آپ غور کرنا ان میں خوشحالی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کوئی خوشحالی پر دلیل نہیں جبکہ ان پہلے دو دیون کے اندر خوشحالی پر دلیل تھی۔

اور ان کے علاوہ اور قرضوں میں جیل میں نہیں ڈالے گا كَعِوَضِ الْمَغْصُوبِ جیسے کہ مغصوب چیز کا عوض۔ مغصوب چیز کا عوض۔ کسی نے کسی کی چیز غصب کر لی، غصب کر لی تو کسی کی چیز غصب کی تو اب وہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو گئی۔ تو جب تک وہ چیز ہے وہی چیز واپس کرنا پڑے گی، اور جب وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اب اسے کیا دینا پڑے گا؟ غصب کا معنی آتا ہے چھیننا، اس کا باقاعدہ آگے باب آجائے گا۔ کسی نے کسی کی چیز چھین لی تو واپس کرنی ہے یا نہیں کرنی بھئی؟ واپس تو چیز کرنی ہے لیکن وہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو گئی اب اس کا عوض دینا پڑے گا۔ تو وہ عوض اس پر دین ہے یا دین نہیں بھئی؟ دین ہے، تو دیکھو یہ اس پر دین آگیا۔ لیکن یہ دین جو اس پر آیا یہاں پر اس کی خوشحالی کی کوئی دلیل نہیں ہے بھئی۔ کسی کی چیز چھین کر لے گیا یہ خوشحالی کی کوئی دلیل ہے؟ نہیں، یہ تو اور زیادہ بتلاتا ہے اس کے پاس کچھ چیز نہیں تھی جب ہی تو یہ اٹھا کر لے گیا، تو اس میں خوشحالی کی دلیل نہیں ہے۔

اسی طرح أَرْشُ الْجِنَايَاتِ ہے بھئی۔ أَرْشُ کہتے ہیں ضمان کو تاوان کو۔ جنایتوں کا جو ارش ہے، أَرْشُ ہمزہ پر فتحہ پڑھنا الف پر فتحہ پڑھنا راء ساکن ہے، أَرْشُ الْجِنَايَاتِ۔ بھئی آپ جانتے ہیں آپ نے پڑھا کہ کوئی شخص کسی پر کوئی جنایت کرتا ہے، جنایت کس کو کہتے تھے پہلے تو مجھے یہ بتائیں؟ ذات کے اندر، جان کے اندر یا اعضاء کے اندر کسی کو جو نقصان پہنچایا جائے وہ کیا کہلاتا ہے؟ جنایت۔ اب کوئی شخص جب جنایت کرتا ہے تو اس پر مال آتا ہے یا نہیں آتا؟

بعض صورتوں میں تو قصاص آتا تھا بعض صورتوں میں کیا دینا پڑتا ہے؟ مال۔ قصاص اگر کسی کی گردن کاٹ دی کسی نے اس کو جان بوجھ کر آلہ قتل سے قتل کیا تو اس کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اگر کسی نے کسی کو غلطی سے قتل کیا تو پھر اب اس کو قتل نہیں کریں گے البتہ اس پر دیت آئے گی بھئی، یہ تاوان ضمان دینا پڑے گا اور دیت کتنی ہے؟ سو اونٹ ہے بھئی۔ اور اگر کسی نے کسی کی ہڈی وغیرہ توڑ دی تو اب بھی وہ ہڈی دیکھا جائے گا اس کے مطابق کیا ہو گا اس پر؟ ضمان آئے گا، آگے تفصیلی باب آجائیں گے اس بارے میں کہ کس ہڈی میں کتنا آئے گا۔

تو لہذا یہ جو پورے نفس میں جو مال آتا ہے وہ دیت کہلاتا ہے۔ ایک آدمی سے غلطی سے دوسرا آدمی قتل ہو گیا تو پورے نفس کے بدلے کیا آیا اس پر کتنے اونٹ آگئے؟ سو اونٹ، تو یہ دیت کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ دیت، جو نفس کے بدلے ضمان آیا۔ اور اگر نفس سے کم ہو ہاتھ توڑا ہے یا کچھ کیا ہے تو اس میں جو ضمان آتا ہے وہ ارش کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ ارش کہلاتا ہے۔ تو ارش کا لفظ آگے آرہا ہے میں نے تفصیل بتلادی آپ کو۔

تو جیسے مغصوب کا عوض ہے اور جنایتوں کا ارش ہے بھئی، وَأَرْشِ الْجِنَايَاتِ اور جیسے جنایتوں کا ارش ہے ان کا ضمان ہے ان کا تاوان ہے۔ تو بتایئے بھئی ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ توڑ دیا تو اس صورت میں اس پر وہ مالی ضمان آیا ارش آگیا جو اس کو دینا پڑے گا، تو یہ اس پر دین ہوا۔ کیا بن گیا؟ دین۔ اب آپ بتایئے یہ جو اس پر دین ہوا اس میں اس کے کوئی خوشحال ہونے کی دلیل ہے؟ نہیں بھئی اس میں تو کوئی خوشحال ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لہذا ان میں قاضی جیل میں نہیں ڈالے گا۔

إِلَّا أَنْ تَقُومَ الْبَيِّنَةُ بِأَنَّ لَهُ مَالًا مگر یہ کہ قائم ہو جائے کوئی ایسی بینہ کہ اس کے پاس مال ہے۔ بینہ قائم ہو جائے، بینہ جانتے ہیں یا نہیں بھئی؟ جی؟ گواہی بھئی گواہی۔ کیا ہو جائے؟ گواہی قائم ہو جائے دو گواہ آکر گواہی دے دیتے ہیں تو گواہی کے ذریعے دیکھو ایک چیز ثابت ہو گئی۔

تو بھئی آپ نے پڑھا کہ وہ دین جو کسی شخص پر لازم ہو کسی ایسے مال کے بدلے جس پر اس نے کیا کیا تھا قبضہ کیا تھا اس کے اندر قاضی اسے جیل میں ڈال سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی پر کوئی مال واجب ہوا ہے کسی عقد کی وجہ سے تو اس میں بھی قاضی کیا کرے گا اسے جیل میں ڈال سکتا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ اور کسی وجہ سے اس پر جو دین آیا ہے ان میں قاضی جیل میں نہیں ڈالے گا جیسے کہ عوض تھا مغصوب کا اور جیسے کہ ارش ہے جنایتوں کا۔ تو ان دونوں کے اندر قاضی اسے، ان دونوں میں یا یوں کہیں ان دونوں دینوں کے علاوہ باقی تمام قسموں کے اندر قاضی اس کو جیل میں نہیں ڈال سکتا، الا یہ کہ کوئی ایسی بینہ قائم ہو جائے جس سے ثابت ہو کہ اس کے پاس مال ہے۔

بھئی اس پر کیا واجب ہوا تھا؟ مغصوب کا عوض، یا اس پر کیا واجب ہوا ہے؟ جنایت کا ارش۔ اب قاضی اسے جیل میں تو نہیں ڈال سکتا لیکن دوسرے شخص نے دو گواہ پیش کر دیے کہ قاضی صاحب اس کے پاس مال ہے۔ اس کے پاس کیا ہے؟ مال۔ باقاعدہ گواہوں کے ذریعے ثابت کر دیا تو اب ان میں بھی قاضی کیا کر سکتا ہے جیل میں ڈال سکتا ہے۔ یہ معنی ہے إِلَّا أَنْ تَقُومَ الْبَيِّنَةُ بِأَنَّ لَهُ مَالًا مگر یہ کہ قائم ہو جائے کوئی بینہ کہ اس کے پاس مال ہے۔

وَيَحْبِسُهُ الْحَاكِمُ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَسَأَلَ عَنْ حَالِهِ فَإِنْ لَمْ يَنْكَشِفْ لَهُ مَالٌ خَلَّى سَبِيلَهُ. اچھا بھئی یہ آدمی تو مفلس تھا۔ کیا تھا؟ مفلس کی بات چل رہی ہے نا ساری، تو اس مفلس کو ان دو دینوں کے بدلے جیل میں ڈالے گا باقی دیون کے بدلے جیل میں نہیں ڈالے گا۔ اور یہ نہیں کہ جیل میں ڈال دیا تو اب ہمیشہ ہمیشہ جیل میں رہے گا۔ پچھلے مسئلے میں تھا کہ اس کو ہمیشہ جیل میں رکھنا ہے کیونکہ اس کا مال موجود تھا تو اس کو رکھیں گے ہم جیل میں جب تک اس مال کو بیچ کر کیا نہ کر دے ادائیگی نہ کر دے۔ اور یہ تو مفلس ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اس کو کتنا جیل میں رکھیں؟ کہتے ہیں بھئی اس کو نہیں ہمیشہ جیل میں رکھنا، بس قاضی جتنا مناسب سمجھے: مہینہ سمجھے، دو مہینے، تین مہینے، چھ مہینے جتنا مناسب سمجھے کیونکہ انسان مختلف قسم کے ہیں، بعض کو تھوڑی سی سزا مل جائے تو وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں بعض کو زیادہ سزا دی جائے تو پھر جا کر وہ ٹھیک ہوتے ہیں۔ تو لہذا قاضی جتنا مناسب سمجھے مہینہ، دو مہینے، تین مہینے، چھ مہینے اتنی دیر تک اس کو جیل میں رکھے اور اس دوران قاضی تحقیق کروائے بھئی کہ بظاہر تو یہ آدمی مفلس تھا تم پتا کرو اس کے پاس واقعی کچھ نہیں تھا؟ کوئی چیز نہیں ہے اس کے پاس؟ تحقیق کرواتا رہے۔

اگر پتا چلے کہ واقعی اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا تو قاضی چھوڑ دے اس کو کیونکہ معلوم ہوا واقعی اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو اب جیل میں ڈالیں گے تو کیا کریں گے بھئی ادائیگی کی کوئی صورت ہے؟ نہیں۔ تو لہذا جب بیچارے کے پاس مال ہی نہیں ہے تو اب واجب ہے کہ اس کو اتنی مہلت دے دی جائے کہ یہ پیسے کمائے اور کیا کرے قرضے کی ادائیگی کر دے۔ اچھا تو لہذا یہ یاد رکھنا کہ جب کچھ نہ ہو تو پھر مہلت دینا واجب ہو جاتا ہے مالی فراخی تک۔ جب تک مالی فراخی

حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک اسے کیا دے دی جائے گی؟ مہلت دی جاتی ہے اور یہ شخص بھی اس کا مستحق ہو چکا ہے کیونکہ ہم نے تحقیق کروالی واقعی اس کے پاس کوئی مال وغیرہ ظاہر نہیں ہوا۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

وَيَحْبِسُهُ الْحَاكِمُ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ اور قید کرے گا اس کو حاکم دو ماہ یا تین ماہ۔ میں نے بتلایا بھئی دو یا تین ماہ ضروری نہیں ہیں بلکہ یہ کیا ہے قاضی کی اپنی رائے کو دیکھا جائے گا جتنا وہ مناسب سمجھے۔ دو ماہ یا تین ماہ وَسَأَلَ عَنْ حَالِهِ پوچھتا رہے عَنْ حَالِهِ اس کی حالت کے بارے میں یعنی تحقیق کروائے، پوچھے گا اس کی حالت کے بارے میں یعنی اس کی تحقیق کروائے گا۔ فَإِنْ لَمْ يَنْكَشِفْ لَهُ مَالٌ پس اگر ظاہر نہ ہو اس کا کوئی مال خَلَّى سَبِيلَهُ تو اس کو چھوڑ دے گا۔ خَلَّى کا معنی خالی کرنا، سَبِيلٌ کہتے ہیں راستے کو، اس کے راستے کو خالی کر دے گا۔ کیا معنی؟ یعنی اسے چھوڑ دے گا، اسے جانے دے گا، اسے جانے دے گا۔ فَإِنْ لَمْ يَنْكَشِفْ لَهُ مَالٌ خَلَّى سَبِيلَهُ پس اگر اس کا مال ظاہر نہ ہو تو اسے چھوڑ دے گا کیونکہ اب یہ کیا ہے؟ کیونکہ مالی فراخی تک تو مہلت دینا واجب ہے اور یہ بھی اب اس مہلت کا مستحق ہو چکا ہے اس کا تحقیق سے بھی کوئی مال ظاہر نہیں ہوا بھئی۔

وَكَذَلِكَ إِذَا قَامَ الْبَيِّنَةُ عَلَى أَنَّهُ لَا مَالَ لَهُ اور اسی طرح اگر بینہ قائم ہو گئی اس بات پر کہ اس کے پاس مال نہیں ہے بھئی۔ بینہ قائم ہو گئی کہ اس کے پاس مال نہیں ہے۔ بھئی وہ مفلس آیا قاضی صاحب میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، قرض خواہ مطالبہ لے کر آئے قاضی صاحب یہ ٹال مٹول کر رہا ہے ہمارے پیسے نہیں دے رہا اس کو جیل میں ڈالا جائے، قرض دار آیا قاضی صاحب میرے پاس کوئی مال ہی نہیں ہے بھئی، مال ہی نہیں ہے اور گواہ بھی پیش کر دیتا ہے قاضی صاحب یہ میرے گواہ ہیں یہ گواہی دیں گے کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ تو جب بینہ قائم ہو جائے اس بات پر کہ اس کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو اس صورت میں بھی قاضی اسے چھوڑ دے گا اور اسے مہلت دی جائے گی بھئی کیونکہ گواہوں نے بتلا دیا کہ اس کے پاس واقعی کوئی مال نہیں۔ عدم مال پر گواہی قاضی اس کی وجہ سے جیل میں نہیں ڈالے گا اسے۔ اس نے کس چیز پر گواہی پیش کی ہے؟ گواہ کس پر پیش کیے ہیں؟ عدم مال پر، مال کے نہ ہونے پر یعنی اپنے افلاس پر۔ کس پر گواہی پیش کی ہے؟ اپنے افلاس پر گواہی پیش کی ہے تو لہٰذا اب بھی اس کو جیل میں نہیں ڈالیں گے چھوڑ دیں گے۔

بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص اگر مَعْرُوفٌ بِالْإِعْسَارِ ہو، یعنی سب کو پتا ہے یہ تنگ دست ہے۔ سب کو پتا ہے یہ تنگ دست آدمی ہے، تو پھر اس صورت میں اس کی گواہی اپنے افلاس پر قبول کر لی جائے گی کیونکہ ساروں کو ہی پتا ہے یہ تنگ دست ہے اور اس بات پر اس نے گواہی بھی پیش کر دی بینہ بھی قائم کر دی تو اس کی گواہی کو کیا کر لیا جائے گا؟ قبول کر لیا جائے گا۔ اور اگر یہ شخص مَعْرُوفٌ بِالْإِعْسَارِ نہ ہو یعنی تنگ دستی کا سب کو پتا نہ ہو، لوگ تو کہتے ہیں ظاہر تو یہ تنگ دست نہیں ہے بھئی لوگ دیکھتے ہیں، تو اس صورت میں اس کی گواہی اس کی بینہ اپنے افلاس پر قبول نہیں کی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کہ ایسا آدمی ہو کہ سب کو پتا ہے یہ تنگ دست ہے تو اس کی بینہ تو اپنے افلاس پر قبول کی جائے گی، لیکن اگر ایسا نہیں ہے معروف نہیں ہے تنگ دستی کے اندر بھئی لوگ تو اسے تنگ دست نہیں سمجھتے بھئی پھر اس کی گواہی اس کی بینہ اپنے افلاس پر قبول نہیں کی جائے گی، دو گواہ لے آیا کہ قاضی صاحب ان سے پوچھ لیں یہ گواہ ہیں یہ گواہی دیتے ہیں میرے پاس مال نہیں، نہیں اب قبول نہیں کیا جائے گا بھئی۔

وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ بَعْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْحَبْسِ۔ بھئی اب کیا کریں؟ مسئلہ تو چل رہا تھا کہ قرض خواہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ قاضی صاحب یہ ہمارے پیسے نہیں دے رہا اس کو جیل میں ڈالیں، قاضی نے جیل میں بھی رکھا، دو تین ماہ کیا کیا؟ جیل میں رکھا تحقیق کروائی مال کا پتا ہی نہیں چلا تو قاضی نے اس کو چھوڑ دیا۔ یا اس نے بینہ قائم کر دی اپنے افلاس پر اور قاضی نے اسے چھوڑ دیا۔ تو اب قرض خواہ بیچارے کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی قرض خواہ اس کا پیچھا کریں ہر وقت، اس کے ساتھ ساتھ چلیں بھئی اس کا پیچھا کرتے رہیں مطالبہ کرتے رہیں لاؤ بھئی ہمارے پیسے دو لاؤ بھئی ہمارے پیسے دو، تو اس کے ساتھ لازم ہو جائیں اس کے پیچھے پیچھے رہیں اور اپنا حق وصول کریں۔ جہاں کہیں یہ کوئی بیع و شراء کرتا ہے تو اس کی ضرورت سے جو زائد مال ہو گا اس پر یہ قرض خواہ کیا کر لیں گے؟ قبضہ کر لیں گے اور پھر ان کے درمیان ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو یہ جو اس کے پیچھے پڑ گئے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور اس سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں لاؤ بھئی لاؤ تاکہ وہ ذرا تنگ ہو بھئی اور جلدی سے جلد کوشش کرے ادائیگی کی، تو یہ جو لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں تو بھئی یہ آدمی تو مفلس ہوا پتا لگ گیا اس نے بینہ کے ذریعے ثابت کیا ہے یا قاضی نے کئی مہینے تحقیق کی ہے پتا لگ گیا یہ تو مفلس ہے، تو کیا قاضی اب قرض خواہوں کو روک سکتا ہے کہ نہیں بھئی کوئی اس کا پیچھا وغیرہ نہ کرے اسے تنگ نہ کرے اس کے پاس واقعی مال نہیں ہے؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، قاضی رکاوٹ نہیں بن سکتا وہ حائل نہیں ہو گا قرض خواہوں کے درمیان اور اس مقروض کے درمیان بلکہ ان کو اس کا پیچھا کرنے اور اس سے مطالبہ کرنے کا حق ہو گا۔

یہ معنی ہے وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ اور حائل نہیں ہو گا قاضی اس کے درمیان اور اس کے قرض خواہوں کے درمیان بَعْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْحَبْسِ جیل سے نکلنے کے بعد بَلْ يُلَازِمُونَهُ بلکہ وہ اس کے ساتھ لازم رہیں گے یعنی اس کا پیچھا کریں گے۔ پیچھا کریں گے بھئی لیکن تصرفات سے نہیں روک سکتے، یہ بیع وشراء کرنا چاہتا ہے وہ کہیں نہیں بھئی بیع وشراء نہیں کر سکتے تم، نہیں پابندی تو نہیں ہے بھئی اس پر۔ ہاں پیچھا کریں وَلَا يَمْنَعُونَهُ مِنَ التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرِ اور اس کو روک نہیں سکتے وہ تصرف سے جو عقد بھی کرنا چاہے کر سکتا ہے وَالسَّفَرِ سفر سے بھی اسے نہیں روک سکتے بھئی۔ یہ جانا چاہتا ہے بھئی لاہور میں ہے یہاں سے اب وہ کراچی جانا چاہتا ہے وہ کہتے ہیں نہیں بھئی سفر پر تم نہیں جاؤ گے، نہیں بھئی اسے نہیں روک سکتے۔

تو اس کے ساتھ لازم رہیں گے بھئی وَيَأْخُذُونَ فَضْلَ كَسْبِهِ اور لے لیں گے اس کی کمائی کا زائد بھئی۔ زائد کمائی کو کیا کر لیں گے؟ لے لیں گے۔ جی کچھ تو اس کے لیے بھی کھانے پینے کے لیے ضروری ہے اس کے بیوی بچوں کے لیے بھی، زائد جو ہو گی وہ لے لیں گے فَيُقَسَّمُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ پس اسے تقسیم کر دیا جائے گا قرض خواہوں کے درمیان ان کے حصوں کے بقدر۔ تو کہتے ہیں ہر وقت ان کا پیچھا کر سکتے ہیں جدھر جدھر وہ جاتا ہے اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں بھئی لاؤ بھئی پیسے دو ہمارے حوالے کرو لاؤ بھئی لاؤ، سمجھ میں آیا؟ ہاں جب گھر کے اندر جانے لگے تو گھر کے اندر نہیں جا سکتے، ہاں گھر کے دروازے پہ بیٹھ جائیں نکلے گا تو ہم پھر تیرے ساتھ ہوں گے بھئی۔

آج کل تو عجیب زمانہ آگیا ہے مولانا، عجیب زمانہ۔ اللہ، مسلمانوں کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے دل دیکھ کر خون کے آنسو روتا ہے بھئی: ہر شخص دوسرے کے پیسے دبا رہا ہے، مالدار ہے خوب مالدار ہے لیکن پیسے دباتا ہے ہر شخص بھئی۔ پہلے ہوتا تھا کوئی ایک آدھا دھوکہ دینے والا ملتا تھا، اب تو ہر شخص دھوکہ دینے والا کوئی اکا دکا چند ایک مل جاتے ہیں جن کے معاملات ٹھیک ہوتے ہیں ایسا شخص ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا بھئی۔ عجیب مسلمانوں پر بھئی عجیب اخلاقی زوال آگیا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا بھئی۔ جس کے مقابلے میں عیسائی یہودی اسی لیے دنیا پر چھائے ہوئے ہیں: ان کی سازشیں اپنی جگہ ان کا مکر وفریب اپنی جگہ ان کا کفر اپنی جگہ لیکن معاملات کے اعتبار سے ان کو دیکھ لیں آپ بھئی بڑے صاف معاملات کرتے ہیں بھئی بڑے صاف معاملات۔ ہاں شریر تو ہر جگہ ہوتے ہیں ان میں بھی شریر ہوں گے بہت زیادہ ہوں گے لیکن بہر حال مسلمانوں کی بنسبت ان میں شریر یعنی دھوکہ دینے والے بہت کم ہیں، بہت ہی کم ہیں بھئی۔

اللہ، اسی وجہ سے تو دنیا میں بھی تجارت میں وہ چھائے ہوئے ہیں بھئی کیونکہ معاملات جیسا کہتے ہیں ویسا ہی کرتے ہیں: چیز کے اوپر جو لکھا ہوتا ہے اندر بھی وہی چیز ہو گی اس میں کوئی فرق نہیں ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہاں اوپر کچھ لکھا ہو گا اندر کھولیں گے تو کوئی اور چیز نکل آئے گی۔ دکاندار سے چیز خرید لیں دکاندار بڑی میٹھی باتیں آپ سے کرے گا بڑے فائدے گنوائے گا، آپ چیز خرید لیں پیسے دینے کے بعد جیسے ہی آپ نے پیسے دے دیے بس بھئی اس کا انداز ہی بدل جائے گا۔ پیسے اس نے جیب میں ڈال لیے بھئی بند کر دیے اب کوئی اس سے نہیں لے سکتا اب اسے کوئی فکر نہیں ہے۔ آپ دکان سے نکلے پھر خیال آیا واپس چلے گئے بھئی یہ دیکھو اس چیز کے اندر تو یہ عیب ہے۔ بھئی نہیں بھئی کوئی عیب میں نہیں جانتا۔ چلو استعمال شدہ چیز میں تو ٹھیک ہے اس میں تو یہی ہوتا ہے کہ یہاں آپ دیکھ لیں عیب کوئی ہے اس کے ہم ذمہ دار ہیں بعد میں کسی عیب کے ذمہ دار نہیں، نئی چیز خرید و بالکل نئی، وہیں دکان سے نکلتے ہی عیب کا پتا لگا ابھی آپ دکان سے دس فٹ بھی دور نہیں گئے پھر اندر چلے گئے، دکاندار کی آنکھیں ہی بدلی ہوتی ہیں بھئی، آواز ہی بدلی ہوتی ہے۔

اللہ، اللہ، دعا کرو بھئی اخلاقی زوال ہی ہے بے انتہا اخلاقی زوال ہے مسلمان بھئی اسی وجہ سے دنیا کے اندر پستی سے پستی کی طرف جا رہے ہیں کفر ان پر چھاتا جا رہا ہے بھئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے بھئی، اللہ ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ سمجھ میں آیا؟ مقصد میرا یہ تنقید نہیں ہے مسلمانوں پر بس میں نے بتایا دل خون کے آنسو روتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے بھئی کیوں ہم کس طرف جا رہے ہیں ہم لوگ بھئی، کس طرف جا رہے ہیں بھئی۔ یہ مسلمان ہی تو تھے جن کو دیکھ کر بھی کافر مسلمان ہو جاتے تھے بھئی، دیکھ کر بھی۔ اور آج یہ زمانہ آگیا ہے کہ مسلمان مسلمان پہ اعتبار نہیں کرتا یہودی اور عیسائی پہ اعتبار کرتا ہے کیونکہ ان کے معاملات ٹھیک ہیں، تجارتی بات کر رہا ہوں تجارت کے اندر بھئی وہ دھوکہ نہیں دیں گے عموماً جیسا کہیں گے ویسا ہی کریں گے جو وقت بتایا ہے اسی وقت پر پیسوں کی ادائیگی کریں گے بھئی۔ اللہ، دعا کرو بھئی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی معراج پھر نصیب فرما دیں بھئی۔ آمین۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِذَا فَلَّسَهُ الْحَاكِمُ حَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں، بھئی امام صاحب نے تو فرمایا تھا کہ قرض خواہ مقروض کا پیچھا کریں گے اور قاضی بیچ میں حائل نہیں بنے گا، صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں قاضی کیا بن جائے گا؟ حائل بن جائے گا روکے گا کسی کو اس کا پیچھا کرنے یا اسے تنگ کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں إِذَا فَلَّسَهُ الْحَاكِمُ جب اسے مفلس قرار دے دیا حاکم نے، فَلَّسَ کا کیا معنی؟ مفلس قرار دیا، جب اسے مفلس قرار دے دیا حاکم نے حَالَ بَيْنَهُ

وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ تو حائل ہو جائے گا اس کے درمیان اور اس کے قرض خواہوں کے درمیان، اب ان کو اس کا پیچھا نہیں کرنے دے گا بھئی إِلَّا أَنْ يُقِيمُوا الْبَيِّنَةَ مگر یہ کہ وہ بینہ قائم کر دیں أَنَّهُ قَدْ حَصَلَ لَهُ مَالٌ کہ تحقیق اسے مال ملا ہے مال حاصل ہوا ہے۔ بھئی قاضی نے جب ایک دفعہ مفلس قرار دے دیا اب اجازت نہیں دے گا کسی کو اس کا پیچھا کرنے کی، لیکن اگر وہ آ کر کیا ثابت کر دیتے ہیں قاضی صاحب اس کو مال ملا ہے اور بینہ قائم کر دی اس بات پر تو اب قاضی رکاوٹ نہیں بنے گا اب کیا کر سکتے ہیں یہ اس کا پیچھا کر سکتے ہیں کیونکہ اب مال اسے ملا ہے بینہ سے ثابت ہو گیا۔

وَلَا يُحْجَرُ عَلَى الْفَاسِقِ إِذَا كَانَ مُصْلِحًا لِمَالِهِ وَالْفِسْقُ الْأَصْلِيُّ وَالطَّارِئُ سَوَاءٌ۔ فاسق پر بھئی حجر لگایا جائے گا یا نہیں بھئی؟ یاد رکھیے فاسق جانتے ہیں آپ بھئی جو کیا کرتا ہے؟ گناہ کرنے والا گنہگار بھئی، تو یہ فاسق ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ فاسق ہے بھئی دینی چیزوں دینی معاملات کی پرواہ ہی نہیں کرتا بھئی گناہ کے کام کرتا رہتا ہے بھئی تو یہ فاسق ہے۔ تو کیا فاسق پر پابندی لگائی جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اگر وہ اپنے مال کا مصلح ہے تو اس پر پابندی نہیں لگائی جائے گی۔

بھئی گناہ تو کرتا ہے، گناہ تو کرتا ہے فاسق ہے لیکن مال میں وہ اپنے مصلح ہے: مال اڑاتا نہیں ہے فضول خرچی اس طرح مال ضائع نہیں کرتا کہ دریا میں ڈال رہا ہو یا کچھ کر رہا ہو، مال تو وہ کوشش کرتا ہے زیادہ سے زیادہ کماؤں بھئی تاکہ اور کیا کروں؟ سمجھ میں آیا مالی اعتبار سے اور ترقی ہو بھئی اور زیادہ سے زیادہ میرے پاس مال آ جائے۔ تو مال کے اعتبار سے تو مصلح ہے لیکن دین کے اعتبار سے وہ مصلح نہیں ہے گناہ کرتا ہے۔ تو یہ بھی تو عقل کی کمی کی نشانی ہے، گناہ کرنا بھی کس کی نشانی ہے؟ یہ عقل کی کمی ہے بھئی عقل اگر کامل ہوتی تو وہ گناہ نہ کرتا بھئی۔ تو یہ بھی تو عقل کی جب کمی ہوئی تو کیا اس پر پابندی لگائیں گے یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس پر پابندی نہیں کیونکہ صرف دین کے معاملے میں تو یہ فسق کر رہا ہے لیکن مال کے معاملے میں تو یہ ناسمجھ نہیں ہے مال کا تو بڑا خیال رکھتا ہے لہذا اب اس پر پابندی نہیں لگائیں گے۔

تو کہتے ہیں وَلَا يُحْجَرُ عَلَى الْفَاسِقِ إِذَا كَانَ مُصْلِحًا لِمَالِهِ اور پابندی نہیں لگائی جائے گی فاسق پر جبکہ وہ مصلح ہو بھئی اصلاح کرنے والا ہو کس کی؟ اپنے مال کی، مال کے لیے مصلح ہو۔ وَالْفِسْقُ الْأَصْلِيُّ وَالطَّارِئُ سَوَاءٌ اور فسق اصلی اور فسق طاری برابر ہیں۔ بھئی فاسق ہے ایک فسق اصلی ہے ایک فسق طاری: فسق اصلی یہ ہے کہ اصلاً ہی فاسق ہے یعنی بالغ ہونے سے ہی فاسق ہے یہ بھئی، جب بالغ ہوا تھا اس وقت سے ہی کیسا ہے؟ فاسق آدمی ہے۔ اور ایک یہ کہ پہلے فاسق نہیں تھا لیکن اب کچھ غلط دوست مل گئے تو اب فاسق بن گیا اب گناہوں والے کام اس نے شروع کر دیے، اب گناہوں والے کام شروع کر دیے۔ تو بالغ ہونے سے ہی وہ فاسق تھا یہ تو فسق اصلی ہے بھئی، کیا ہے؟ فسق اصلی، اور ایک بعد میں آیا بعد میں طاری ہوا اس پر بھئی کہ اس کے ابھی کچھ دوست بن گئے برے دوست بھئی جنہوں نے اس کو غلط راستوں پر لگا دیا تو یہ فسق طاری ہے اب اس پر طاری ہوا ہے بعد میں اس پر آیا ہے۔ کہتے ہیں دونوں برابر ہیں چاہے فسق اصلی ہو چاہے فسق طاری ہو دونوں صورتوں میں فاسق پر حجر نہیں لگایا جائے گا بھئی۔

اسی لیے کہتے ہیں بھئی اچھوں کو دوست بناؤ بھئی۔ اچھے دوست بنانے چاہئیں برے دوستوں سے اپنے آپ کو دور رکھو بھئی۔ کبھی یہ سوچ کر بھی برے سے دوستی نہ کریں کہ میں تو جانتا ہوں یہ چیز ٹھیک نہیں ہے میں بچا رہوں گا اس چیز سے، نہیں بھئی آپ جتنا بھی بچیں جتنا بھی بچیں اس کی کوشش ہو گی کہ میں کسی طرح اس کو بھی میں اس کام پر لگا دوں بھئی، اسے بھی میں اس کام پر لگا دوں بھئی۔ اللہ، اور اقرار بھی کرتے ہیں جو غلط راستوں پر دوسروں کو لگا دیتے ہیں بعد میں بڑے فخر سے اظہار بھی بعض اوقات کرتے ہیں مولانا میں نے خود سنا ہے بہت سوں سے ایسوں سے کہ میں نے فلاں کو بھی اس کام پہ لگایا میں یہ کام کرتا تھا فلاں کو بھی میں نے مثلاً میں شراب پیتا تھا فلاں کو بھی میں نے اس پہ لگا دیا فلاں کو بھی فلاں کو بھی فلاں، میں جوا کھیلتا تھا فلاں کو بھی میں نے اس کام پہ لگا دیا فلاں کو بھی فلاں کو۔ تو ان کی طبیعت ایسی ہوتی ہے چاہتے ہیں جو گناہ میں مبتلا کہ دوسرے کو بھی میں اسی کام میں مبتلا کر دوں میں تو یہ کام کرتا ہوں اس کو بھی مبتلا کر دوں بھئی۔

اور انسان انسان ہے کبھی نہ کبھی تو پھسل ہی جاتا ہے بھئی اور ایک دفعہ جس گناہ کے راستے پر چل پڑے پھر وہاں سے واپسی بڑی مشکل ہوتی ہے بہت مشکل ہوتی ہے، جب تک بچے ہوئے ہیں بچے ہوئے ہیں جب ایک دفعہ اس راستے پر چل پڑے تو پھر واپسی بہت مشکل ہو جاتی ہے بھئی۔ تو برے دوستوں سے ہمیشہ اپنے آپ کو بچاؤ بھئی ان سے دور رہو۔ اور کچھ بھی نہیں اور کچھ بھی نہیں آپ کو اس کے ساتھ جو بھی دیکھے گا وہ کم از کم آپ کے بارے میں یہی تصور کرے گا وہ اس قسم کا ہے یہ اس کا ساتھی ہے یہ بھی اسی طرح کا ہو گا، ہر شخص یہی تصور کرے گا۔

وَمَنْ أَفْلَسَ وَعِنْدَهُ مَتَاعٌ لِرَجُلٍ بِعَيْنِهِ ابْتَاعَهُ مِنْهُ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِيهِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی ہے

وہ ایک مفلس آدمی ہے بھئی اس نے کئی آدمیوں کے قرضے دینے ہیں بھئی، کئی آدمیوں کے قرضے۔ اسی دوران اس نے ایک اور آدمی سے بھی ایک مال خرید لیا بھئی۔ اس نے یہ مال اس کے حوالے کر دیا بیع ہوئی تھی اس نے مال اس کے حوالے کر دیا مثلاً سو بکریاں خریدیں کسی سے، اس نے یہ بکریاں اس کے حوالے کر دیں اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اچھا جب قبضہ اس پر کر لیا اب اس بیچارے کو تو پتا نہیں تھا اسے پتا لگا او ہو یہ آدمی تو مفلس ہے اس کے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں اس نے تو پہلے ہی کئی آدمیوں کے کیا کرنے ہیں پیسے دینے ہیں۔ تو اب کیا یہ شخص قاضی کے پاس جا کر اپنی یہ بکریاں اس سے واپس لے سکتا ہے؟ یعنی کہ کیا یہ شخص جس نے بکریاں بیچی تھیں یہی بکریوں کا زیادہ حقدار ہے یا باقی قرض خواہوں کے برابر بن گیا یہ؟

تو کہتے ہیں بھئی یہ بھی باقی قرض خواہوں کے برابر ہو گیا اب بکریوں پر اس کا باقیوں سے بڑھ کر حق نہیں۔ یعنی دیکھو سارے چلے گئے قاضی کے پاس بھئی قاضی صاحب یہ ہمارے قرضے نہیں دے رہا ٹال مٹول کر رہا ہے، تو قاضی کہے گا بھئی درہم دنانیر اس کے پاس نہیں نکلے اب ضرورت پڑی وہ بکریاں بیچنے کی، تو وہ کہتا ہے قاضی صاحب یہ بکریاں تو میری ہیں میں نے اس کو بیچی ہیں یہ مجھے دلائی جائیں میں زیادہ حقدار ہوں ان کا۔ قاضی کہے گا نہیں بھئی نہیں آپ نے قدوری نہیں پڑھی بھئی، صاحب قدوری نے وہاں مسئلہ بیان کیا فقہاء نے باقاعدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اور ان سے نکالے جانے والے قواعد کی روشنی میں یہ مسئلہ وہاں درج ہے کہ جب وہ شخص جو مقروض ہے کسی کے مال پر قبضہ کر لیتا ہے بیع کے بعد تو اب وہ اس کا مالک بن گیا اور جو مال کا سابقہ مالک تھا وہ جو اب قرض خواہ بن چکا ہے اس کا حق باقیوں سے بڑھ کر نہیں ہے بلکہ باقیوں کے برابر ہے۔ لہذا اب یہ نہیں کہ یہ بکریاں بیچ کر اس کے پیسے کس کو دے دیے جائیں اس سابقہ مالک کو دے دیے جائیں بلکہ بکریوں کو بیچا جائے گا اور تمام قرض خواہوں میں اس شخص سمیت تمام قرض خواہوں میں ان کے حصوں کے بقدر پیسوں کو تقسیم کیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَمَنْ أَفْلَسَ وَعِنْدَهُ مَتَاعٌ لِرَجُلٍ بِعَيْنِهِ اور جو شخص مفلس ہو گیا اور اس کے پاس مَتَاعٌ لِرَجُلٍ بِعَيْنِهِ کسی شخص کا متعین سامان ہے، اس کے پاس کیا ہے؟ متعین سامان، وہ بکریاں متعین اس کے پاس موجود ہیں یا نہیں ابھی بھی؟ وہ متعین سامان اس شخص کا اس کے پاس موجود ہے ابْتَاعَهُ مِنْهُ جسے اس نے خریدا ہے، ابْتَاعَ کا معنی میں نے پہلے بھی بتلایا تھا ابْتَاعَ کا کیا معنی کریں گے؟ خریدا، ابْتَاعَهُ مِنْهُ جسے اس نے اس سے خریدا تھا، کوئی متعین سامان ہے کسی شخص کا جسے اس نے اس سے خریدا تھا فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِيهِ تو صاحب سامان جو ہے یہ سامان والا یہ برابر ہے اور قرض خواہوں کے فِيهِ اس سامان کے اندر، باقیوں کے برابر ہے اس کا حق ان سے بڑھ کر نہیں ہے بھئی۔

چلیے بس مولانا۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۸۳: کتاب الاقرار (۱): اقرار کی تعریف و شرائط، مجہول کا اقرار اور استثناء فی الاقرار (متصل و منقطع، استثناءِ کل و بعض)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْإِقْرَارِ۔ إِذَا أَقَرَّ الْحُرُّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ بِحَقٍّ لَزِمَهُ إِقْرَارُهُ مَجْهُولًا كَانَ مَا أَقَرَّ بِهِ أَوْ مَعْلُومًا۔ وَيُقَالُ لَهُ بَيِّنِ الْمَجْهُولَ، فَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى الْبَيَانِ۔ فَإِنْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ لَزِمَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا لَهُ قِيمَةٌ، وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ إِنِ ادَّعَى الْمُقَرُّ لَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ۔

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اقرار بھئی، اقرار کے بارے میں آج ہم پڑھیں گے بھئی۔ اقرار بھئی لفظ سے بات ظاہر ہے: کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کسی چیز کا اعتراف کرلیتا ہے یہ کیا کہلاتا ہے؟ اقرار کہلاتا ہے۔ مثلاً میں کہتا ہوں کہ مجھ پر زید کے ایک ہزار دینار ہیں۔ مجھ پر زید کے ایک ہزار دینار ہیں، تو میرا یہ قول اقرار کہلائے گا۔ کیا کہلائے گا؟ اقرار کہلائے گا۔

جی تو كِتَابُ الْإِقْرَارِ یہ کتاب ہے اقرار کے بیان میں۔ دیکھیے لکھا ہوا ہے ساتھ: وَفِي اللُّغَةِ الْإِثْبَاتُ بھئی۔ اقرار لغت میں کس کو کہتے ہیں عربی زبان میں اقرار کا کیا معنی ہے؟ اثبات بھئی، کسی چیز کو ثابت کرنا یہ کیا کہلاتا ہے؟ اقرار کہلاتا ہے۔ اور اصطلاح شریعت میں اس کی تعریف آپ لکھ لیجیے بھئی۔ اصطلاح شریعت میں اقرار کہتے ہیں: هُوَ إِخْبَارٌ بِحَقٍّ لِآخَرَ عَلَيْهِ۔ لکھ لیا بھئی؟ بس یہ تعریف ہے: هُوَ إِخْبَارٌ بِحَقٍّ لِآخَرَ عَلَيْهِ۔ سب نے لکھ لی تعریف بھئی؟ جی۔

تو اصطلاح شریعت میں اقرار کس چیز کا نام ہے؟ هُوَ إِخْبَارٌ وہ خبر دینا ہے بِحَقٍّ کسی حق کا، کسی حق کی خبر دینا ہے بھئی۔ ترجمہ سمجھ میں آرہا ہے بھئی؟ وہ خبر دینا ہے کسی ایسے حق کی لِآخَرَ عَلَيْهِ جو کسی دوسرے کا ہے عَلَيْهِ اس خبر دینے والے پر۔ جو کسی دوسرے کا ہے اس خبر دینے والے پر۔

تو دیکھو میں نے کہا زید کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں۔ تو دیکھو یہ میں خبر دے رہا ہوں، یہ اخبار ہے، یہ کیا ہے؟ اخبار ہے میں خبر دے رہا ہوں۔ اور کس چیز کی خبر دے رہا ہوں؟ کسی دوسرے شخص کا حق جو خبر دینے والے پر ہے جو مجھ پر ہے بھئی۔ میں خبر دینے والا تو مجھ پر یہ کسی دوسرے کا حق ہے۔ تو اپنے اوپر کسی دوسرے کے حق کے بارے میں خبر دینا یہ کیا کہلاتا ہے؟ اقرار کہلاتا ہے، اقرار۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ خبر ہے خبر مولانا، یہ معنی نہیں کہ مال اب میرے اوپر واجب ہو گیا۔ میں تو خبر دے رہا ہوں معلوم ہوا مال مجھ پر پہلے سے واجب ہے۔ مال مجھ پر پہلے سے، تو یہ خبر دے رہا ہوں، یہ خبر دے رہا ہوں بھئی۔

یہاں دو تین لفظ یاد رکھیے بھئی: اقرار کرنے والا مُقِرٌّ کہلاتا ہے۔ مُقِرٌّ کہلاتا ہے: میم، قاف دو نقطوں والا اور راء مشدد ہے، راء مشدد ہے، مُقِرٌّ، راء پر شد لکھیے بھئی۔ جس کے لیے اقرار کیا وہ مُقَرٌّ لَهُ ہے۔ وہ مُقَرٌّ لَهُ ہے، یہاں بھی راء مشدد ہے بھئی راء مشدد ہے، مُقَرٌّ لَهُ۔ اور جس چیز کا اقرار کیا وہ مُقَرٌّ بِهِ کہلاتی ہے۔ مُقَرٌّ بِهِ کہلاتی ہے، یہاں بھی راء مشدد ہے بھئی، مُقَرٌّ بِهِ، مُقَرٌّ بِهِ۔ لکھ لیے بھئی تینوں الفاظ؟ جی۔

تو اقرار کرنے والا کیا کہلاتا ہے؟ مُقِرٌّ، مُقِرٌّ قاف کے نیچے کسرہ ہے اسم فاعل ہے، مُقِرٌّ۔ اور جس کے لیے اقرار کیا جس شخص کے لیے وہ کیا کہلاتا ہے؟ مُقَرٌّ لَهُ، یہاں قاف پر فتحہ ہے اسم مفعول ہے۔ اور جس چیز کا اقرار کیا وہ کیا کہلاتی ہے؟ مُقَرٌّ بِهِ۔ تو دیکھو میں نے آپ حضرات کے سامنے مثلاً کہا میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں۔ تو میرا یہ کہنا یہ خبر دینا غیر کے حق کی اپنے اوپر یہ کیا کہلاتا ہے؟ اقرار۔ اور جو یہ خبر دے رہا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ مُقِرٌّ، تو میں ہوا مُقِرٌّ۔ اور میں نے کس کے لیے اقرار کیا؟ زید کے لیے، تو زید ہوا مُقَرٌّ لَهُ۔ اور کس چیز کا اقرار کیا؟ ایک ہزار درہم کا، یہ کیا کہلاتے ہیں؟ مُقَرٌّ بِهِ بھئی۔ تو یہ لفظ آئیں گے درمیان میں ابھی سے آپ کو معلوم ہونے چاہئیں بھئی۔

کہتے ہیں إِذَا أَقَرَّ الْحُرُّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ بِحَقٍّ لَزِمَهُ إِقْرَارُهُ مَجْهُولًا كَانَ مَا أَقَرَّ بِهِ أَوْ مَعْلُومًا۔ جب اقرار کرلے وہ شخص جو آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، کس چیز کا اقرار کرلے؟ بِحَقٍّ کسی حق کا لَزِمَهُ تو یہ حق اس پر لازم ہو جائے گا، لَزِمَهُ إِقْرَارُهُ تو اس پر اس کا اقرار لازم ہو جائے گا مَجْهُولًا كَانَ مَا أَقَرَّ بِهِ أَوْ مَعْلُومًا مجہول ہو وہ چیز جس کا اس نے اقرار کیا ہے یا معلوم بھئی، چاہے وہ چیز معلوم ہو چاہے وہ مجہول ہو۔

بھئی وہ چیز معلوم بھی ہو سکتی ہے مجہول بھی ہو سکتی ہے۔ ایک مثال میں نے ابھی ذکر کی میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں، یہاں دیکھو مُقَرٌّ بِهِ معلوم ہے: کتنے ہیں وہ؟ ایک ہزار درہم۔ کبھی وہ مجہول ہو گا مثلاً میں کہتا ہوں مجھ پر زید کا بڑا مال ہے۔ اب بڑا مال کتنا ہے کوئی میں نے بیان کیا؟ نہیں، تو یہ مجہول ہے۔ تو اقرار یاد رکھیے صحیح ہے: مُقَرٌّ بِهِ معلوم ہو پھر بھی اقرار صحیح، مُقَرٌّ بِهِ مجہول ہو پھر بھی اقرار صحیح۔

البتہ تو اس کے اندر معلوم ہو اکوئی شرط نہیں ہے، جبکہ مُقِرٌّ کے اندر تین شرطوں کا انہوں نے ذکر کر دیا: آزاد ہونا چاہیے معلوم ہو اغلام نہ ہو، غلام نہ ہو۔ عبد مجور کا اقرار صحیح نہیں جس پہ پابندی ہے، لیکن یاد رکھیے ایک عبد ماذون بھی ہوتا ہے جسے آقا تجارت کی اجازت دے دیتا ہے۔ کیا کرتا ہے؟ تجارت کی اجازت، تجارت کا بڑا ماہر ہے آقا اس کو کہتا ہے جاؤ بھئی تجارت کرو وہ پیسے کما کر لا کر دے دیتا ہے آقا کو بھئی، تو یہ عبد ماذون کہلاتا ہے۔ تو عبد ماذون کا اقرار معتبر ہے ہاں عبد مجور کا اقرار معتبر نہیں، تو حُرٌّ کی قید کے ذریعے عبد کو نکال دیا۔ بالغ کہا بھئی معلوم ہوا بچے کا اقرار معتبر نہیں، بالغ ہونا ضروری۔ عاقل کہا معلوم ہوا مجنون کا اقرار معتبر نہیں بھئی۔

تو مُقِرٌّ میں تین شرطیں ہیں اور مُقَرٌّ بِهِ میں کوئی شرط نہیں ہے۔ تو بھئی پھر کیا کریں گے؟ معلوم چیز کا اقرار کرتا ہے پھر تو میں نے مثلاً کہا تھا مجھ پر زید کے ایک ہزار درہم ہیں تو ایک ہزار درہم مجھ پر واجب ہو گئے، لیکن اگر میں مجہول بیان کرتا ہوں پھر کیا کریں گے؟ مثلاً میں نے کہا زید کا مجھ پر بڑا مال ہے، اب کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی اس صورت کے اندر مُقِرٌّ کو مجبور کیا جائے گا کہ بیان کرو، یہ مجہول چیز جس کا تم نے اقرار کیا ہے کیا کرو اس کو؟ بیان کرو بھئی، تو اس کو بیان پر قاضی مجبور کرے گا بھئی۔ دیکھا خود آگے بتلا رہے ہیں: وَيُقَالُ لَهُ بَيِّنِ الْمَجْهُولَ اور اس سے کہا جائے گا مجہول کو بیان کر، فَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ پس اگر وہ اسے بیان نہیں کرتا أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ تو جبر کرے گا اس پر حاکم یعنی زبردستی مجبور کرے گا، أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى الْبَيَانِ تو مجبور کرے گا حاکم اسے بیان پر بھئی۔

فَإِنْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ لَزِمَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا لَهُ قِيمَةٌ۔ ایک آدمی ہے بھئی اس نے کہا فلاں کی مجھ پر کوئی چیز ہے، مثلاً زید کو کہتا ہے زید کی مجھ پر کوئی چیز ہے۔ اب اس نے کوئی معلوم چیز کا اقرار کیا یا مجہول چیز کا؟ مجہول، چیز میں تو ہر چیز داخل ہو گئی بھئی۔ تو کہتے ہیں اس صورت میں اس کو کہا جائے گا بیان کرو بھئی کیا مراد ہے، اور ضروری ہے کوئی ایسی چیز بیان کرے جس کی قیمت ہو۔ جس کی قیمت ہی نہیں ہے اس کو بیان کرتا ہے تو یہ اس کا بیان تسلیم نہیں کیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً کہتا ہے میں نے اس کی یہ مٹی دینی ہے بھئی، یہ کیا اقرار ہوا یہ تو معلوم ہوا آپ رجوع کرنا چاہتے ہیں۔

یاد رکھنا اقرار سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ ایک دفعہ اقرار کر لیا بعد میں کہتا ہے نہیں نہیں میں نے کچھ نہیں دینا، رجوع کرنا چاہتا ہے اپنے قول سے، نہیں بھئی اقرار کے اندر رجوع نہیں ہے بھئی۔ حدود غیرہ میں رجوع ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی نے قاضی کے سامنے جا کر اقرار کیا کہ میں نے شراب پی ہے آپ مجھ پر حد جاری کر دیجیے بھئی، اقرار کر لیا بھئی قاضی کے سامنے تو اب اس پر حد آئے گی مولانا، قاضی اس کے بارے میں کیا فیصلہ کر دے گا کہ اس کو حد لگائی جائے اسی کوڑے لگائے جائیں بھئی۔ لیکن اس کو پہلا کوڑا ہی لگا تھا اس نے کہا قاضی صاحب میں نے تو ویسے ہی کہا تھا میں نے نہیں شراب پی بھئی، ایک کوڑا لگتے ہی دماغ

ٹھکانے آگیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اسلامی سزائیں بڑی مناسب سزائیں ہیں کوئی سزا سخت نہیں، کوئی سزا سخت نہیں ہے۔

تو اب یہ رجوع کر رہا ہے حد سے اور حد اس پر آئی بھی کس وجہ سے تھی؟ اپنے اقرار کی وجہ سے، گواہوں کی وجہ سے نہیں۔ اگر گواہوں کی وجہ سے حد ثابت ہوئی ہے گواہوں نے گواہی دی تھی پھر تو یہ رجوع کرتا بھی رہے اب کوئی اعتبار نہیں، لیکن یہاں حد کس کی وجہ سے آئی تھی؟ اس کے اپنے اقرار کی وجہ سے، اب رجوع کرتا ہے تو رجوع صحیح ہے۔ لیکن اقرار کے باب میں یاد رکھیے رجوع صحیح نہیں، رجوع کرنا صحیح نہیں۔ تو لہٰذا اب اگر وہ کوئی ایسی چیز بیان کرتا ہے جس کی قیمت ہی کوئی نہیں ہے، تنکا ایک اٹھایا کہتا ہے یہ مجھ پر تھا زید کا، بھئی اس کی تو کوئی قیمت ہی نہیں ہے، معلوم ہوا تم اپنے اقرار سے رجوع کرنا چاہتے ہو اور رجوع کی تو اجازت نہیں بھئی، لہٰذا اسے مجبور کیا جائے گا کوئی ایسی چیز بیان کرو جس کی قیمت ہو بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ اگر کسی نے کہا کہ فلاں کی مجھ پر کوئی چیز ہے لَزِمَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا لَهُ قِيمَةٌ لازم ہے اس پر کہ وہ بیان کرے مَا ایسی چیز کو لَهُ قِيمَةٌ جس کی کوئی قیمت ہو۔ تو مَا الگ لفظ ہے لَهُ الگ لفظ ہے یاد رکھنا اس کو مَالُهُ وغیرہ ایک لفظ نہ سمجھنا اس کا مال، یہ معنی نہیں ہے اس کا بھئی۔ أَنْ يُبَيِّنَ مَا کہ وہ بیان کرے ایسی چیز لَهُ قِيمَةٌ جس کی قیمت ہو۔

وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ۔ اچھا صورت اور ہے بھئی: اس نے کیا کہا تھا؟ زید کی مجھ پر کوئی چیز ہے میں نے زید کی کوئی چیز دینی ہے، اس سے پوچھا گیا بھئی کیا چیز ہے؟ اس نے کہا بھئی مثلاً ایک درہم میں نے دینا ہے زید کا۔ زید کا ایک درہم، اب ایک درہم یہ تو قیمت والی چیز ہے ٹھیک ہے بھئی یہ اقرار صحیح اور بیان بھی صحیح۔ لیکن جس کے لیے اقرار کیا تھا بھئی مُقَرٌّ لَهُ کہتا ہے بھئی ایک درہم اس نے نہیں دینا اس نے میرے دس درہم دینے ہیں، اب کیا کریں گے؟ اس نے اقرار کیا اور پھر اس کو بیان کس کے ذریعے کیا؟ مثلاً ایک چیز بیان کر دی یہ چیز میں نے اس کی دینی ہے، اور مُقَرٌّ لَهُ کیا کہہ رہا ہے؟ وہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کر رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ زیادہ کا دعویٰ کر رہا ہے۔

تو ایک ضابطہ یاد رکھیے بھئی، حدیث یاد رکھیے بھئی بڑی مشہور حدیث ہے اور جگہ جگہ ابواب میں اس کا ذکر آئے گا بھئی ایک قاعدہ کلیہ پر مشتمل ہے: الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ، کاف چھوٹا ہے بھئی، أَنْكَرَ: الف، نون، کاف چھوٹا اور راء۔ حدیث لکھ لی سب نے بھئی؟ مشہور حدیث ہے بھئی: الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔

بینہ یعنی گواہی۔ یاد رکھیے قاضی جب فیصلے کرتا ہے عند الاحناف اس کے دو طریقے ہیں بس۔ قاضی جب بھی کسی مقدمے کا فیصلہ کرے گا کتنی صورتیں ہیں؟ دو صورتیں۔ جو دعویٰ کرنے والا ہو جو شخص، مثلاً ایک آدمی نے کہا زید نے میرے ایک ہزار درہم دینے ہیں تو اس نے یہ زید پر دعویٰ کر دیا، تو یہ دعویٰ کرنے والا مدعی کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ مدعی کہلاتا ہے۔ اور کس پر دعویٰ کیا اس نے؟ زید پر، زید انکار کر رہا ہے بھئی میں نے کوئی پیسے نہیں دینے، تو زید منکر کہلائے گا۔ کیا کہلائے گا؟ منکر بھئی۔ اور دوسرے لفظوں میں اسے مدعیٰ علیہ بھی کہتے ہیں، مُدَّعًى عَلَيْهِ کہ اس پر دعویٰ کیا گیا ہے۔ تو دعویٰ کرنے والا کیا کہلاتا ہے؟ مدعی، اور دوسرا شخص کیا کہلاتا ہے؟ مدعیٰ علیہ بھی اور منکر بھی بھئی۔

یاد رکھیے مدعی کے ذمے بینہ ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص کسی چیز کا دوسرے پر دعویٰ کرتا ہے تو اس پر گواہی پیش کرنا ضروری ہوتا ہے، بینہ یعنی گواہی اس کے ذمہ ہوتی ہے بھئی۔ مثلاً ایک آدمی نے کہا زید نے میرے ایک ہزار درہم دینے ہیں قاضی کے پاس چلا گیا، تو اب یہ مدعی ہوا اور مدعی کے ذمے کیا ضروری ہے؟ گواہی، تو قاضی پہلے مدعی سے گواہ طلب کرے گا بھئی تم نے دعویٰ کیا ہے لاؤ اپنے گواہ پیش کرو، دو گواہ پیش کر دے گا بھئی، دو قابل اعتماد گواہ بھئی۔

اگر یہ کہتا ہے قاضی صاحب میرے پاس تو کوئی بینہ نہیں ہے گواہ تھے ہی نہیں جس وقت یہ مسئلہ پیش آیا تھا اس نے مجھ سے پیسے لیے تھے ہم نے گواہ بنائے ہی نہیں، تو اب بھئی مدعی کے پاس جب گواہ نہ ہوں تو پھر مدعیٰ علیہ پر یعنی منکر پر قسم آیا کرتی ہے۔ کیا آتی ہے؟ قسم۔ اب قاضی اس سے قسم دلائے گا کہ تم قسم کھاؤ کہ تم نے اس کے پیسے نہیں دینے۔ تو زید اگر قسم کھا لیتا ہے تو قاضی زید کے حق میں فیصلہ کر دے گا، مدعیٰ علیہ اور منکر کے حق میں فیصلہ کر دے گا کہ اس نے قسم کھالی ہے معلوم ہوا اس نے تمہارا کوئی پیسہ نہیں دینا اسے بری کر دے گا۔ اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دیتا ہے تو اس صورت میں بھی اس پر پیسے واجب ہو جائیں گے بھئی۔ پیسے کیا ہوں گے؟ واجب ہوں گے۔

تو فیصلے کا طریقہ سمجھ میں آیا آپ کو بھئی؟ جو دعویٰ کرے اس کے ذمے کیا ہوتے ہیں؟ گواہ۔ اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر دوسرے پر کیا آجاتی ہے؟ قسم آجاتی ہے۔ اگر وہ قسم کھالے تو اس کے حق میں فیصلہ، اگر وہ قسم سے انکار کر دے تو اس کے خلاف فیصلہ ہو جائے گا۔ تو بس عند الاحناف فیصلے کے دو طریقے ہیں: یا تو فیصلہ بینہ کے ذریعے ہوتا ہے یا قسم کے ذریعے۔ بینہ کس کی ہوتی ہے؟ مدعی کی، اور قسم کس کی معتبر ہے؟ مدعیٰ علیہ کی یعنی منکر کی۔

تو لہذا جہاں پر یہ آجائے بھئی اس مسئلے میں اس کا قول معتبر ہے، کیا آجائے؟ کسی مسئلے میں آجائے بھئی کہ اس شخص کا قول معتبر ہے معلوم ہوا یہ شخص منکر ہے۔ بھئی مدعی نے آکر کہا تھا زید نے میرے ایک ہزار روپے دینے ہیں کیا اس کے قول کا ہم نے اعتبار کیا؟ نہیں اس کے قول کا اعتبار نہیں کیا بلکہ اسے کیا کہا کیا لے کر آؤ؟ گواہ لے کر آؤ، اس کے قول کا اعتبار نہیں مدعی کے قول کا اعتبار نہیں۔ لیکن منکر کے قول کا ہم نے اعتبار کیا ساتھ قسم کے۔ قسم کے ساتھ کیا کیا اس کے قول کو؟ اعتبار کیا اس نے قسم کھالی۔

تو لہذا یاد رکھو جب کسی مسئلے میں آجائے کہ اس کے قول کا اعتبار ہے معلوم ہوا یہ منکر ہے۔ معلوم ہوا یہ کیا ہے؟ منکر، کیونکہ مدعی کے قول کا تو میں نے آپ کو بتلا دیا مدعی کے قول کا اعتبار نہیں بلکہ اس سے کیا طلب کریں گے؟ گواہی طلب کریں گے بینہ طلب کریں گے، جبکہ مدعیٰ علیہ کے قول کا اعتبار ہے لیکن ویسے ہی یا قسم کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ بھئی، کس کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ بھئی۔ ہاں چند مسائل ہوں گے وہ آجائیں گے جن میں بغیر قسم کے اس کا قول معتبر ہو گا لیکن تقریباً باقی تمام مسائل کے اندر جب بھی آجائے قول اس کا معتبر ہے تو آپ دو باتیں سمجھ جائیں گے: ایک کیا بات؟ کہ یہ قول اس کا معتبر ہے معلوم ہوا یہ کون ہے؟ مدعیٰ علیہ ہے یعنی یہ منکر ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ جانا کہ قول اس کا کس چیز کے ساتھ معتبر ہے؟ قسم کے ساتھ۔ بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں فَإِنْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ لَزِمَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا لَهُ قِيمَةٌ اگر کسی نے کہا کہ فلاں کی مجھ پر کوئی چیز ہے تو لازم ہے اس پر کہ وہ بیان کرے ایسی چیز کو جس کی کوئی قیمت ہو، وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ إِنِ ادَّعَى الْمُقَرُّ لَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ اور قول بھئی اس اقرار کے اندر قَوْلُهُ اسی مُقِرٌّ کا قول ہے یعنی اسی کا قول معتبر ہے مَعَ يَمِينِهِ ساتھ اس کی قسم کے إِنِ ادَّعَى الْمُقَرُّ لَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ اگر مُقَرٌّ لَهُ نے دعویٰ کیا اس سے زیادہ کا بھئی۔

بھئی صورت میں نے بتلائی ایک شخص نے کہا میں نے زید کی ایک چیز دینی ہے، زید قاضی کے پاس لے گیا قاضی نے کہا ہاں بتلاؤ بھئی آپ نے کیا چیز دینی ہے اس کی؟ اس نے کہا میں نے ایک درہم دینا ہے۔ زید کہتا ہے نہیں قاضی صاحب اس نے میرے دس درہم دینے ہیں۔ تو قول کس کا معتبر کیا بتلایا صاحب قدوری نے؟ مُقِرٌّ، مُقِرٌّ کا قول معتبر ہے کس چیز کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ۔ معلوم ہوا یہ منکر ہے، معلوم ہوا یہ منکر ہے اور زید مدعی ہے، کس طرح؟ کہ زید اس پر دعویٰ کر رہا ہے اس زائد مال کا۔ بھئی ایک درہم کا تو یہ اقرار خود ہی کر چکا ہے، زائد کتنے زید مانگ رہا ہے؟ نو اور یعنی نو اور ایک دس ہو گئے تو نو زائد کا دعویٰ کر رہا ہے، تو مدعی کون ہو گیا؟ زید، اور مدعی کے ذمے کیا ہوتی ہے؟ گواہی۔ تو وہ اگر گواہی پیش کر دے تو ٹھیک ہے اس کے اوپر فیصلہ ہو جائے گا، اگر وہ گواہی پیش نہ کر سکے تو قسم کس پر آئے گی؟ مُقِرٌّ پر، مُقِرٌّ ہے یہاں کیونکہ وہ منکر ہے مدعیٰ علیہ ہے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا؟ یہ معنی ہے وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ اور قول اس کے اندر بھئی مُقِرٌّ کا قول ہے ساتھ اس کی قسم کے اگر دعویٰ کیا مُقَرٌّ لَهُ نے اس سے زیادہ کا۔

وَإِذَا قَالَ لَهُ عَلَيَّ مَالٌ۔ ایک آدمی نے کہا لَهُ أَيْ لِزَيْدٍ، ہاء ضمیر مثلاً فرض کرو کس کے لیے ہے؟ زید۔ تو لَهُ أَيْ لِزَيْدٍ عَلَيَّ مَالٌ زید کا مجھ پر مال ہے میں نے زید کا مال دینا ہے۔ اب کہتے ہیں یہ اس نے مجہول چیز کا اقرار کیا کیونکہ مال تو تھوڑی چیز کو بھی مال کہیں گے قیمت والی اور زیادہ کو بھی کیا کہیں گے؟ مال۔ تو اب اس سے پوچھا جائے گا اور یہ جو بھی تفسیر بیان کر دے گا تو وہ تفسیر اس کی قبول کر لی جائے گی چاہے تفسیر تھوڑی چیز کے ساتھ کرے چاہے زیادہ۔ اس نے کہا تھا زید کا مجھ پر مال ہے، قاضی نے پوچھا ہاں بھئی کیا چیز دینی ہے آپ نے اس کی کیا مال دینا ہے؟ اس نے کہا ایک درہم دینا ہے، تو دیکھو قلیل میں اس نے تفسیر کی قلیل کے ساتھ۔ یا کہتا ہے میں نے سو درہم دینے ہیں، تو چاہے قلیل تفسیر کرے چاہے کثیر کے ساتھ اس کے قول کو قبول کیا جائے گا۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ اور جب کسی شخص نے یہ کہا لَهُ عَلَيَّ مَالٌ اس کے لیے مجھ پر مال ہے یعنی فلاں کا مجھ پر مال ہے فَالْمَرْجِعُ فِي بَيَانِهِ إِلَيْهِ تو مرجع جو رجوع ہو گا بیان میں اسی کی طرف، اس میں کیا کیا جائے گا؟ اسی کی طرف۔ تو قَالَ لَهُ، لَهُ ضمیر بھئی یاد رکھنا یہ فلاں کو راجع کریں بھئی، اوپر آیا تھا نا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ، یہ فُلَانٌ یاد رکھیے کنایہ ہوتا ہے نام سے۔ کیا ہوتا ہے؟ کنایہ ہوتا ہے نام سے بھئی، نام کے بجائے بعض اوقات فلاں ذکر کر دیا جاتا ہے جب انسان کسی کا نام ذکر نہ کرنا چاہے۔ آگے تفصیل آرہی ہے بھئی۔

وَإِذَا قَالَ لَهُ عَلَيَّ مَالٌ اگر کسی نے کہا کہ فلاں کا مجھ پر مال ہے فَالْمَرْجِعُ فِي بَيَانِهِ إِلَيْهِ تو پھر رجوع جو ہو گا اس کے اقرار کے بیان میں اسی کی طرف ہو گا یعنی اسی سے بیان لیں گے کہ کیا مراد ہے وَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ اور قبول کیا جائے گا اس کے قول کو قلیل کے اندر بھی اور کثیر میں بھی۔ قلیل بیان کرتا ہے مثلاً ایک درہم دینا ہے پھر بھی قول قبول کریں گے اور کثیر مثلاً سو یا ہزار درہم دینے ہیں پھر بھی کیا کیا جائے گا؟ اس کے بیان کو قبول کیا جائے گا۔

فَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مَالٌ عَظِيمٌ اگر کسی نے کہا کہ فلاں کا مجھ پر عظیم مال ہے۔ پہلے تو صرف کیا کہا تھا؟ فلاں کا مجھ پر مال ہے، دیکھو اب لفظوں کے بدلنے سے مسئلہ بدلتا جائے گا بھئی: کہتا ہے فلاں کا مجھ پر عظیم مال ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی اب کم از کم دو سو درہم میں اس کی تصدیق کی جائے گی، دو سو درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی بھئی۔ کم از کم کتنے میں تصدیق کی جائے گی؟ دو سو درہم، دو سو سے کم میں اس کی تصدیق نہیں۔

بھئی کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں بھئی اس نے جو لفظ استعمال کیا آپ نے اس پر غور نہیں کیا بھئی، اس نے کہا تھا میں نے زید کا کتنا مال دینا ہے؟ مال عظیم دینا ہے بھئی۔ اور مال عظیم جو ہے وہ ہم نے کتنا بیان کیا؟ دو سو درہم، اس لیے کہ دو سو درہم نصاب ہے چاندی کی زکوۃ کا۔ آپ نے پڑھا تھا دو سو درہم کتنے تولے بنتے ہیں؟ ساڑھے باون تولے بنتے ہیں، یعنی نصاب کے بقدر چاندی کا اقرار کے ساتھ اس کو بیان کرتا ہے تو اس کا اقرار صحیح۔ اس سے کم کہتا ہے میں نے سو درہم دینے ہیں تو اب اس کی یہ تفسیر قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کیونکہ اس نے مطلق مال کا اقرار نہیں کیا بلکہ کس قسم کے مال کا اقرار کیا ہے؟ مال عظیم کا اقرار کیا ہے اور نصاب مال عظیم شمار ہوتا ہے، یعنی کہ جس کے پاس نصاب ہوتا ہے اس کو مالدار سمجھا جاتا ہے جب ہی تو شریعت اس پر زکوۃ کا حکم لگا دیتی ہے۔ کیا حکم لگا دیتی ہے؟ زکوۃ کا۔ ہاں تو معلوم ہوا یہ مال عظیم ہے مالدار ہے یہ شخص اب اس کو زکوۃ دینی چاہیے۔ تو لہذا نصاب سے کم میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

فَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مَالٌ عَظِيمٌ اگر اس نے کہا کہ فلاں کا مجھ پر عظیم مال ہے لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ تو تصدیق نہیں کی جائے گی اس کی دو سو درہم سے کم میں۔ أَقَلَّ یہ غیر منصرف ہے اس پر کسرہ نہیں آئے گا بھئی، جر نہیں آئے گا یہ کسرہ فتحہ کی صورت میں آتا ہے بھئی اس پر جر نہیں آئے گا۔ تو اس میں دو اسباب منع صرف ہیں: ایک وصفیت ہے ایک وزن فعل ہے، تو فِي أَقَلَّ پڑھنا فِي أَقَلٍّ نہ پڑھنا۔ ہاں مضاف ہوا تو پھر جر بھی آجائے گا اس پر بھئی۔ تو تصدیق نہیں کی جائے گی اس کی دو سو درہم سے کم میں۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ دَرَاهِمُ كَثِيرَةٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ۔ ایک آدمی ہے لفظ دیکھو بدل رہے ہیں: کہتا ہے فلاں کے مجھ پر کثیر دراہم ہیں۔ فلاں کے مجھ پر کثیر دراہم ہیں، تو کہتے ہیں اب جو بھی وہ بیان کرے اس کو ہم قبول کر لیں گے بشرطیکہ وہ دس درہم سے کم نہ ہو۔ بشرطیکہ دس درہم سے کم نہ ہو۔ ہاں دس درہم کہتا ہے تو بھی قبول کر لیں گے، دس سے اوپر بھی جتنے کہتا ہے ہم قبول کر لیں گے، لیکن دس سے کم کہتا ہے سات کہتا ہے آٹھ کہتا ہے اس کو ہم قبول نہیں کریں گے۔ کیوں؟ کیونکہ اس نے کیا لفظ استعمال کیا؟ دَرَاهِمُ كَثِيرَةٌ۔ اور آپ نے پڑھا ہے جمع لایا اور ساتھ کثیر کا لفظ لایا اور آپ نے پڑھا ہے جمع دو قسم پر ہے: ایک جمع قلت ہے ایک جمع کثرت ہے۔ جمع قلت کا اطلاق کتنے سے کتنے تک ہوتا ہے؟ تین سے لے کر دس تک، تین سے لے کر دس تک یہ جمع قلت کا اطلاق ہوتا ہے اس پر بھئی۔ اور دس سے لے کر الیٰ مالانہایہ تک بھئی یہ جمع کثرت ہے بھئی۔ یعنی جمع کثرت کا اطلاق کم از کم کتنے پر ہوتا ہے؟ دس۔ پڑھا ہے یا نہیں بھئی جمع قلت اور کثرت؟ تو جمع کثرت کا دس پر اطلاق ہوتا ہے کم از کم، دس سے کم ہو تو وہ جمع کثرت نہیں ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے بھئی۔[1]

تو یہاں اس نے جمع کا لفظ ذکر کیا ساتھ کثیر صفت ذکر کی تو لہذا اب کم از کم کتنے درہم میں اس کا بیان قبول کیا جائے گا؟ دس درہم میں اس لیے کہ یہ جمع کثرت کا سب سے نچلا مرتبہ ہے اس سے نیچے جمع کثرت نہیں ہے۔ تو یہ معنی ہے وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ دَرَاهِمُ كَثِيرَةٌ اور اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر بہت سے دراہم ہیں لَمْ يُصَدَّقْ تو تصدیق نہیں کی جائے گی فِي أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ دس درہموں سے کم میں۔

فَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ دَرَاهِمُ۔ بھئی دَرَاهِمُ کا لفظ کہتا ہے کثرت کا لفظ ساتھ ذکر نہیں کرتا: فلاں کے مجھ پر دراہم ہیں، تو جمع کا لفظ لایا اور جمع کا اطلاق کم از کم کتنے پر ہوتا ہے؟ تین پر ہوتا ہے، تین سے کم ہو جائیں دو تو وہ جمع نہیں کہلاتے وہ تو تثنیہ ہے۔ تو لہذا کم از کم کتنے میں تفسیر قبول کریں گے؟ تین درہم کہتا ہے تین درہم ہیں ہم تسلیم کر لیں گے لیکن تین سے کم کہتا ہے تو قبول نہیں۔ ہاں زیادہ جتنا مرضی کہہ دے وہ تو ٹھیک ہے کیونکہ وہ زیادہ دس بھی ہوں بیس بھی ہوں تیس بھی ہوں وہ سارے جمع ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ دَرَاهِمُ اگر کہا کہ فلاں کے مجھ پر دراہم ہیں فَهِيَ ثَلَاثَةٌ تو یہ تین ہوں گے، یعنی کم از کم تین ہوں گے إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ أَكْثَرَ مِنْهَا مگر یہ کہ اس سے زیادہ بیان کر دے، زیادہ کر دیتا ہے تو وہ بھی جمع ہے ٹھیک ہے۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ كَذَا كَذَا دِرْهَمًا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا۔ ایک آدمی نے کہا فلاں کے مجھ پر اتنے درہم ہیں۔ دیکھو

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ دَرَاهِمُ كَثِيرَةٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قال: دراهم كثيرة لم يصدق في أقل من عشرة دراهم» منقول ہے۔

کبھی کنایہ کیا جاتا ہے عدد سے، کبھی کنایہ کیا جاتا ہے نام سے، کبھی کنایہ کیا جاتا ہے بات سے۔ کنایہ جیسے نام سے کیا جائے جیسے مثال گزر گئی فُلَانٌ بھئی۔ میں اور ایک شخص آپس میں باتیں کر رہے تھے اور باتیں کر رہے ہیں زید کے بارے میں۔ ہم باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک زید کا ایک دوست آ گیا۔ اب ہم دونوں کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں اس کو پتا نہ چلے کہ ہم کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں؟ زید۔ تو اب میں زید کا نام ذکر نہیں کروں گا، دوسرے کو تو پتا ہے میں زید کی بات کر رہا ہوں لیکن تیسرے کو تو ابھی پتا نہیں، تو اب میں یوں کہوں گا تو میں نے پھر فلاں کو یوں کہا فلاں نے مجھے یوں کہا اور یوں ہوا یوں ہوا۔ تو دیکھو میں نے نام سے کنایہ کیا کس لفظ کے ذریعے؟ فلاں۔ تو یاد رکھیے یہ فُلَانٌ لفظ کنایہ ہوتا ہے علم سے۔ علم زید نہیں میں نے ذکر کیا نام نہیں ذکر کیا بلکہ کیا لفظ ذکر کیا؟ فلاں، تاکہ دوسرے کو پتا نہ چلے، یا کسی اور وجہ سے بھی ذکر کریں مثلاً یہاں بھی ذکر کیا کتاب میں۔ اچھا یہ ایک صورت میں نے ذکر کر دی۔

اسی طرح کبھی کبھار بات سے بھی کنایہ کیا جاتا ہے۔ تو مثلاً میں ایک شخص کے ساتھ باتیں کر رہا تھا زید کے بارے میں باتیں کر رہا تھا، ایک تیسرا شخص آ گیا۔ اب میں اسے یہ نہیں بتانا چاہتا کہ میں نے زید کو کیا کہا۔ زید کا بے شک اس کو پتا چل جائے کہ یہ زید کے بارے میں بات کر رہے ہیں لیکن میں وہ بات نہیں بتانا چاہتا جو میں نے زید سے کہی۔ لیکن دوسرے کو کچھ پتا لگ چکا ہے بات کا اندازہ ہے تھوڑی میں سنا چکا ہوں تو میں جیسے ہی وہ تیسرا آیا میں کہتا ہوں تو پھر میں نے زید کو یوں یوں کہا، اور پھر آگے بات چل پڑتی ہے۔ یا میں نے زید کو ایسے ایسے کہا۔ تو دیکھو میں وہ بات ذکر کر رہا ہوں یا کنایہ کر رہا ہوں لفظ ایسے ویسے کے ذریعے؟ کنایہ، یا یوں یوں کہا یا ایسے ایسے کہا تو میں نے پوری بات سے کیا کر دیا؟ کنایہ کر دیا تاکہ دوسرے کو پتا نہ چلے۔

یا اسی طرح عدد میں بھی کبھی کنایہ کیا جاتا ہے، عدد میں۔ مثلاً میں نے کسی کو پیسے دیے ہیں اور دوسرے شخص سے اب بات کر رہا ہوں، پھر تیسرا شخص آیا اب میں اسے بتانا نہیں چاہتا کہ میں نے اسے کتنے پیسے دیے ہیں۔ تو جس سے بات کر رہا ہوں اس کو تو پتا ہے کچھ لیکن تیسرے کو تو پتا نہیں، تو اب میں اس کے سامنے کہوں گا تو میں نے زید کو اتنے اتنے پیسے دیے۔ کرتے ہیں یا نہیں کرتے اس طرح؟ ہاں بول چال میں ہوتا رہتا ہے اگر آپ نے کبھی غور نہ کیا ہو تو اب غور کرنا بھئی آپ خود بھی اس طرح کرتے ہیں جگہ جگہ۔ تو آپ کہتے ہیں زید کو پھر میں نے اتنے اتنے پیسے دے دیے اور آگے پھر بات چیت شروع ہو جاتی ہے۔ تو دیکھو آپ نے عدد سے کنایہ کیا کس کے ذریعے؟ اتنے اتنے۔ تو عربی میں عدد سے کنایہ کیا جاتا ہے كَذَا کے ذریعے، عدد بولنے کے بجائے کیا بول دیتے ہیں؟ كَذَا اتنے۔

اب ایک آدمی نے یہ کنایہ لفظ استعمال کیا اپنے اقرار میں۔ کیا کہتا ہے؟ مثلاً دیکھیے: وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ كَذَا كَذَا دِرْهَمًا۔ اگر تو اس نے صرف ایک دفعہ کہا ہے فلاں کے مجھ پر كَذَا دِرْهَمًا اتنے درہم ہیں، کتنے ہیں؟ كَذَا دِرْهَمًا، تو كَذَا تو ہے کنایہ عدد سے۔ تو کوئی ایک عدد بیان کر دے گا تو تفسیر قبول کر لی جائے گی: مثلاً وہ کہتا ہے ایک درہم ہے تو ایک درہم تو قبول کر لیں گے ایک سے کم میں اس کے بیان کو قبول نہیں کریں گے کیونکہ اس نے کنایہ کیا عدد سے اور عدد سب سے چھوٹا کون سا ہے؟ ایک۔ ہاں اصطلاح میں تو ایک کو عدد بھی نہیں کہتے بھئی، چلو تو اسی كَذَا کی آگے چونکہ دِرْهَمًا تفسیر آ رہی ہے تو ہم کیا کہیں گے كَذَا سے کیا مراد ہے؟ ایک درہم۔

اگر اس نے دو دفعہ کہا كَذَا كَذَا: لِفُلَانٍ عَلَيَّ كَذَا كَذَا دِرْهَمًا فلاں کے مجھ پر اتنے اتنے درہم ہیں۔ تو کیا لفظ استعمال کیا اس نے کنایہ میں کیا بولا؟ كَذَا كَذَا دِرْهَمًا۔ كَذَا كَذَا دو دفعہ لایا عدد کو اور بیچ میں حرف عطف ذکر کیا ہے؟ نہیں۔ لہٰذا عربی میں ڈھونڈو ایسے دو عدد جو آپس میں ملے ہوئے ہوں اور درمیان میں واؤ نہ ہو: وَاحِدٌ، اثْنَانِ، ثَلَاثَةٌ، أَرْبَعَةٌ، خَمْسَةٌ، سِتَّةٌ، سَبْعَةٌ، ثَمَانِيَةٌ، تِسْعَةٌ، عَشَرَةٌ، أَحَدَ عَشَرَ۔ دیکھو أَحَدَ عَشَرَ ایک أَحَدَ آ گیا واحد آ گیا اور کیا آ گیا؟ عَشَرَ، دو عدد آ گئے اور درمیان میں واؤ ہے؟ نہیں۔ اس سے پہلے کوئی ایسا لفظ آیا کہ دو عدد اکٹھے ہوں؟ معلوم ہوا سب سے کم یہی ہے، سب سے کم یہی ہے۔ تو اس نے كَذَا كَذَا کہا ہے تو دو ایسے عدد ڈھونڈو جن کے درمیان واؤ نہ ہو اور اس کا سب سے کم درجہ کون سا ہے؟ أَحَدَ عَشَرَ گیارہ درہم، لہٰذا گیارہ سے کم میں اب اس کے بیان کو قبول نہیں کریں گے گیارہ یا گیارہ سے زیادہ کے اندر کیا کر لیں گے؟ قبول کر لیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تیسری صورت: وہ واؤ بھی بیچ میں لے کر آتا ہے كَذَا وَكَذَا، اب کیا کریں؟ کہتے ہیں اب وہ سب سے چھوٹا عدد ڈھونڈو کہ دو عدد ہوں اور درمیان میں واؤ آتا ہو۔ أَحَدَ عَشَرَ میں واؤ آ رہا ہے؟ نہیں اس میں واؤ نہیں، واؤ والا ہمیں چاہیے۔ پہلے بھی اس سے کوئی واؤ والا نہیں گزرا: أَحَدَ عَشَرَ، اثْنَا عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ، أَرْبَعَةَ عَشَرَ، خَمْسَةَ عَشَرَ، آگے سِتَّةَ عَشَرَ، سَبْعَةَ عَشَرَ، ثَمَانِيَةَ عَشَرَ، تِسْعَةَ عَشَرَ، عِشْرُونَ، أَحَدٌ وَعِشْرُونَ۔ کتنا آیا سب سے کم؟ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ، أَحَدٌ بھی آ گیا واؤ بیچ میں اور پھر عِشْرُونَ۔ تو كَذَا وَكَذَا کے ساتھ کسی نے اقرار کیا ہے تو کم سے کم کتنے میں تصدیق کریں گے؟ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ یعنی اکیس میں، کیونکہ اس سے پہلے کوئی دو ایسے عدد نہیں آتے جن کے درمیان کیا آئے؟ واؤ آئے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

توکہتے ہیں وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ كَذَا كَذَا دِرْهَمًا اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر اتنے اتنے درہم ہیں لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا تو تصدیق نہیں کی جائے گی اس کی گیارہ سے کم درہموں میں۔ وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ، عَلَيَّ ہے آپ کے نسخوں میں؟ نہیں، عَلَيَّ ہونا چاہیے بھئی عَلَيَّ۔ وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا اور اگر کہا کہ فلاں کے مجھ پر كَذَا وَكَذَا درہم ہیں، فلاں کے مجھ پر كَذَا وَكَذَا درہم ہیں لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلَّ مِنْ أَحَدٍ وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا تو تصدیق نہیں کی جائے گی اس کی اکیس سے کم درہموں میں۔[۲]

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَوْ قِبَلِي فَقَدْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ۔ اچھا اب صاحب قدوری اب آپ کو کچھ لفظ بتلائیں گے: کچھ لفظ امانت کے ہیں کچھ لفظ دین کے ہیں بھئی۔ دین آپ جانتے ہیں کسی پر سے ختم نہیں ہو سکتا اس کو ادا کرنا پڑے گا، جب تک ادا نہیں کرے گا یا دوسرا معاف نہیں کرے گا ختم نہیں ہو گا۔ تو کچھ لفظ ہیں دین کے جن سے دین کا پتا چلتا ہے کہ دین ہے اس پر۔ اور کچھ لفظ ہیں امانت کے جن سے کیا پتا چلتا ہے کہ یہ چیز اس کے اوپر دین نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بطور امانت ہے۔ اور امانت میں آپ جانتے ہیں کہ چیز ہلاک ہو جائے لیکن جس کے پاس رکھوائی گئی تھی اس کی اپنی کوئی کوتاہی نہیں ہے تو اس پر ضمان نہیں آتا۔ اس پر ضمان نہیں ہے اس نے اپنی طرف سے پوری حفاظت کی تھی لیکن پھر بھی چیز ضائع ہو گئی تو امانت میں ضمان نہیں آتا۔[۳]

تو کون سے لفظ ہیں جن کے اندر جو اقرار ہے اس کو دین سمجھا جائے گا اور کون سے لفظ ہیں جس میں اقرار کو کیا سمجھا جائے گا؟ امانت۔ اب دیکھو بھئی آپ اردو میں مجھے بتائیں: میں نے کہا زید کے مجھ پر سو درہم ہیں، یہ دین کے بتلا رہا ہوں یا امانت کے بتلا رہا ہوں؟ زید کے مجھ پر ایک سو درہم ہیں؟ دین کے۔ ظاہری بات ہے دین کے ہیں بھئی، اگر امانت ہوتی تو میں یوں کہتا زید کے میرے پاس سو درہم ہیں یعنی میرے پاس پڑے ہوئے ہیں، لیکن میں کیا کہہ رہا ہوں؟ مجھ پر سو درہم ہیں، تو معلوم ہوا یہ کس چیز کا اقرار کر رہا ہوں؟ دین کا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں زید کے میری طرف سو درہم ہیں، یہ بھی کس چیز کا اقرار ہے؟ دین کا، میری طرف ہیں۔ لیکن اگر اس کے بجائے میں یوں کہوں زید کے میرے پاس سو درہم ہیں، یہ کس چیز کا اقرار ہے؟ یہ امانت کا ہے۔

تو یہی بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَوْ قِبَلِي اور اگر اس نے کہا لَهُ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ مثلاً کہا فلاں کے مجھ پر، لَهُ عَلَيَّ مثلاً آگے کتنی رقم کہتا ہے أَلْفُ دِرْهَمٍ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں، أَوْ قِبَلِي، عَلَيَّ کے بجائے کیا لفظ بولتا ہے؟ قِبَلِي، لِفُلَانٍ قِبَلِي أَلْفُ دِرْهَمٍ فلاں کے میری طرف سو درہم ہیں یا ہزار درہم ہیں فَقَدْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ تو تحقیق اس نے کس کا اقرار کیا ہے؟ دین کا، اور دین ختم نہیں ہوتا اس میں کیا آیا کرتا ہے؟ ضمان ہوتا ہے دینا پڑتا ہے یعنی۔ وَإِنْ قَالَ لَهُ عِنْدِي اور اگر اس نے یوں کہا کہ فلاں کے میرے پاس ہیں أَوْ مَعِي یا میرے ساتھ ہیں یعنی میرے پاس فَهُوَ إِقْرَارٌ بِأَمَانَةٍ فِي يَدِهِ تو یہ اقرار ہے ایسی امانت کا جو اس کے قبضے میں ہے۔ جو اس کے قبضے میں ہے تو اقرار امانت کا ہے۔[۴]

وَإِنْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ لِي عَلَيْكَ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَقَالَ اتَّزِنْهَا۔ دیکھیے ایک آدمی کہتا ہے ایک شخص سے یعنی یوں کہو مقرر سے کہتا ہے: وَإِنْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ ایک آدمی نے اس مقرر سے کہا لِي عَلَيْكَ أَلْفُ دِرْهَمٍ میرے تم پر ایک ہزار درہم ہیں۔ بھئی زید آپ کے پاس آیا اور زید نے آ کر آپ سے کہا میرے آپ پر ایک ہزار درہم ہیں، یعنی آپ نے میرے کتنے درہم دینے ہیں؟ ایک ہزار درہم دینے ہیں، اس نے آپ پر دعویٰ کر دیا۔ آپ نے جواب میں کہا اتَّزِنْهَا، یا جواب میں کہا انْتَقِدْهَا، یا جواب میں کہا أَجِّلْنِي بِهَا، یا آپ نے جواب میں کہا قَدْ قَضَيْتُكَهَا، تو یہ سارے لفظ کہتے ہیں اقرار کے ہیں۔ یہ سارے لفظ کس چیز کے ہیں؟ اقرار کے ہیں۔

بھئی اصل میں یہ ضمیریں ساتھ ذکر کر رہا ہے: دیکھو اتَّزِنْهَا ضمیر آ گئی، انْتَقِدْهَا کیا لے کر آیا؟ ضمیر، أَجِّلْنِي بِهَا کیا لے کر آیا؟ ضمیر بھئی، وَقَدْ قَضَيْتُكَهَا یہاں بھی کیا لایا؟ ضمیر لایا۔ تو معلوم ہوا یہ ضمیر انہی ہزار درہموں کو راجع ہے۔ کس کو راجع ہے یہ ضمیر؟ ہزار درہموں کو راجع ہے معلوم ہوا یہ اسی کی بات کا جواب دے رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ اسی کی بات کا جواب دے رہا ہے کیونکہ ہاء ضمیر، بھئی اس نے بھی کس کا دعویٰ کیا تھا درہموں کا اور یہ بھی اپنے کلام

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قال:له علي كذا كذا درهما» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَوْ قِبَلِي فَقَدْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قال:له علي أو قلبي فقد أقر بدين» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَالَ لَهُ عِنْدِي» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قال:عندي» منقول ہے۔

میں کس کا ذکر کر رہا ہے؟ بھئی ہاء ضمیر درہموں کو راجع کر رہا ہے تو یہ بھی معلوم ہوا اپنے کلام میں درہموں کو ذکر کر رہا ہے معلوم ہوا اسی کی بات کا جواب دے رہا ہے۔ لہذا ان جملوں کو یہ جو چاروں ذکر ہوئے ان کو اقرار شمار کیا جائے گا۔ کیا کیا جائے گا؟ اقرار۔

لیکن اگر وہ ہاء ضمیر ذکر نہیں کرتا: اتَّزِنْهَا نہیں کہتا بلکہ صرف یہ کہتا ہے اتَّزِنْ، اب اس کو جواب نہیں شمار کریں گے، اقرار شمار نہیں کریں گے بلکہ یہ الگ کلام کر رہا ہے یوں شمار کریں گے۔ یا یوں کہا انْتَقِدْهَا نہیں کہا بلکہ کیا کہا؟ انْتَقِدْ، تو اب اس نے کوئی ضمیر لوٹائی؟ نہیں، معلوم ہوا یہ الگ کلام کر رہا ہے یہ اس کو جواب نہیں دے رہا۔ أَجِّلْنِي بِهَا، أَجِّلْنِي کہا صرف بھئی تو یہ بھی الگ بھئی شمار ہو گا اقرار نہیں شمار ہو گا۔ یا قَدْ قَضَيْتُكَ تو یہ بھی اقرار شمار نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ ضمیر کے ساتھ ہو تو معلوم ہوا ضمیر سے کیا مراد ہیں؟ وہی ہزار، معلوم ہوا اسی کے دعوے کا جواب دے رہا ہے تو اس کو اقرار شمار کریں گے۔ اور اگر ضمیر ذکر نہیں کرتا تو اب اس کو جواب نہیں بنائیں گے بلکہ کیا سمجھیں گے؟ الگ بات کر رہا ہے یہ۔

دیکھو ضمیر ملاتا ہے: ایک شخص آیا آپ کے پاس اس نے کہا آپ نے میرے ایک ہزار درہم دینے ہیں، آپ نے کہا ان کو وزن کر لو۔ ان درہموں کو کیا کر لو؟ وزن کر لو۔ ضمیر آپ نے لوٹائی ان درہموں کو ان کو وزن کر لو، تو لہذا اب یہ اقرار سمجھا جائے گا اور کتنے لازم ہو جائیں گے؟ ہزار درہم لازم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ضمیر نہیں لوٹائی صرف یہ کہا اتَّزِنْ وزن کر لو، اب ہم اس کو الگ کلام شمار کریں گے۔ معلوم ہوا یہ درہموں کی بات نہیں کر رہا بلکہ یوں کہہ رہا ہے اتَّزِنْ وزن کر لے، کس چیز کو بھئی؟ اپنی بات کو، اپنی بات کو وزن کر لو۔ یعنی جو تم بات کر رہے ہو اس کو عقل کے ترازو میں تول لو، یعنی سوچ سمجھ کر بات کرو بھئی تم کیسے میرے اوپر ایک ہزار درہم کا دعویٰ کر رہے ہو؟ صورت سمجھ میں آگئی؟ اتَّزِنْ کا کیا معنی ہوا؟ اپنی بات کو عقل کے ترازو میں تول لو، یعنی دوسرے سادہ لفظوں میں یوں کہو اب سوچ سمجھ کر بات کرو بھئی تم کس لحاظ سے مجھ پر ایک ہزار درہم کا دعویٰ کر رہے ہو؟ گویا یہ کہا، تو یہ اقرار نہیں۔ لیکن اگر ہاء ضمیر ساتھ ذکر کر دی کہ ان درہموں کو کیا کر لو؟ تول لو، تو پھر تو یہ اقرار ہوا بھئی اسی کا جواب دے رہا ہے۔

یا یہ کہا انْتَقِدْهَا ان کو پرکھ لو، تو یہ بھی جواب شمار ہو گا اور اقرار سمجھا جائے گا بھئی۔ اس نے کہا ہزار دینے ہیں اس نے کہا ان کو پرکھ لو۔ تو ان کو وزن کر لو مطلب یہ ہو گا بھئی کہ ہاں ٹھیک ہے میں نے آپ کے ایک ہزار درہم دینے ہیں میں ادائیگی کر دوں گا آپ ان کو پرکھ لینا آپ ان کو وزن کر لینا بھئی، اتَّزِنْهَا کیا کر لو؟ ان کا وزن کر لینا، انْتَقِدْهَا ان کو پرکھ لینا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو میں ادا کر دوں گا آپ ان کو پرکھ لینا بھئی۔ تو کیا کہا انْتَقِدْهَا ان کو پرکھ لو، ہاء ضمیر ذکر کی تو اس کو اقرار شمار کریں گے۔ لیکن اگر ہاء ضمیر ذکر نہیں کی تو کیا شمار کیا جائے گا؟ علیحدہ کلام شمار کیا جائے گا، گویا وہ یوں کہنا چاہتا ہے دوسرے شخص سے انْتَقِدْ پرکھ لو، درہموں کا ذکر کیا؟ نہیں، معلوم ہوا اپنے کلام کو پرکھ لو بھئی کھوٹا کلام نہ کرو یعنی جھوٹا کلام نہ کرو میں نے کوئی آپ کے درہم نہیں دینے۔

یا کہا أَجِّلْنِي بِهَا، أَجِّلْنِي بِهَا تم مجھے ان درہموں میں مہلت دے دو، تو ہاء ضمیر ذکر کی تو یہ کیا سمجھا جائے گا؟ اقرار۔ اور اگر ہاء ضمیر ساتھ ذکر نہیں کی تو پھر الگ کلام، یوں کہا أَجِّلْنِي مجھے مہلت دے دو، کیا معنی ان درہموں میں مہلت دے دو؟ نہیں نہیں بھئی اس نے تو یہ نہیں کہا کہ ان درہموں میں مہلت دو اس نے تو صرف کتنا کہا ہے؟ أَجِّلْنِي مجھے مہلت دے دو، یعنی مجھے مہلت دو تاکہ میں تمہیں جواب دوں بھئی۔ کیا کروں؟ جواب دوں کہ تم کس لحاظ سے میرے اوپر دعویٰ کر رہے ہو۔

یا یوں کہتا ہے قَدْ قَضَيْتُكَهَا تحقیق میں تو وہ درہم تمہیں ادا کر چکا ہوں، تو ہاء ضمیر ساتھ ذکر کی تو جواب سمجھا جائے گا اور یہ اقرار ہو گا۔ لیکن اگر ہاء ضمیر ذکر نہیں کی قَدْ قَضَيْتُكَ یہ کہا صرف، قَدْ قَضَيْتُكَ تو قضاء کے ایک معنیٰ تو فیصلہ کرنے کے بھی آتے ہیں: تحقیق میں نے تیرے بارے میں قَضَيْتُكَ میں نے تیرے بارے میں فیصلہ کر لیا کہ تو بڑا جھوٹا اور مکار آدمی ہے جھوٹے دعوے کرتا ہے، میں نے تیرے بارے میں کیا فیصلہ کر لیا کہ تو جھوٹا آدمی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہذا ہاء ضمیر ساتھ ذکر کی صرف جواب بننے کی صلاحیت ہے اس میں الگ کلام ہم اس کو بنا ہی نہیں سکتے کیونکہ ہاء ضمیر اس کو ماقبل درہموں کے ساتھ جوڑ رہی ہے بھئی۔ اور اگر جواب نہیں بن سکتا تو پھر اس کو کیا کریں گے؟ الگ کلام شمار کریں گے۔

تو اس نے دیکھو یہ ساری صورتیں اس نے کہا اتَّزِنْهَا أَوِ انْتَقِدْهَا ان کو تول لے یا ان کو پرکھ لے یا ان میں مجھے مہلت دے دے أَوْ قَدْ قَضَيْتُكَهَا یا میں وہ تجھے درہم ادا کر چکا ہوں فَهُوَ إِقْرَارٌ تو یہ کیا ہے؟ اقرار ہے۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ مُؤَجَّلٍ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی دوسرے کے لیے ایک ہزار درہم دین کا اقرار کرتا ہے لیکن ساتھ وقت بھی بیان کرتا ہے اجل کو بھی بیان کرتا ہے۔ مثلاً میں نے کہا میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں چھ مہینے کے بعد۔ میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں چھ مہینے کے بعد۔ زید نے کہا نہیں نہیں ہزار درہم دینے تو ہیں لیکن ابھی دینے ہیں فوری حالی دین ہے مؤجل دین نہیں۔ اب کس کا قول معتبر، بینہ کس پر اور قول کس کا معتبر بھئی؟

تو کہتے ہیں دیکھو یہاں پر قول مُقَرٌّ لَهُ کا معتبر ہے۔ اور مُقَرٌّ لَهُ کون ہے یہاں پر؟ جس کے لیے اقرار کیا یعنی زید کے لیے، کس کے لیے؟ زید کا قول معتبر ہے، اور ساتھ قسم کے یا بغیر قسم کے؟ بھئی میں کہہ رہا ہوں قول معتبر ہے، دیکھو جب میں نے کہا میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں یہ دراصل میں کیا کر رہا ہوں؟ اقرار، لیکن ساتھ میں نے یہ بھی کہا ہے کب دینے ہیں؟ چھ ماہ بعد، تو یہ دراصل دو چیزیں ہو گئیں: ایک ہوا اقرار ایک ہوا دعویٰ۔ اقرار ہے کس چیز کا؟ ہزار درہموں کا، اور دعویٰ کس چیز کا ہے؟ چھ ماہ مدت کا بھی مہلت کا بھی دعویٰ کر دیا۔ تو یہ مہلت کے اندر کیا بن گیا؟ مدعی، اور زید اس مہلت کا کیا کر رہا ہے؟ انکار، تو وہ منکر ہوا۔ تو مدعی پر کیا آتی ہے؟ مدعی پر بینہ آتی ہے تو یہ مقر کے ذمے بینہ ہے، اور مُقَرٌّ لَهُ کے ذمے کیا ہے؟ قسم ہے۔ تو معلوم ہوا کس کا قول معتبر ہے؟ منکر کون ہے؟ مُقَرٌّ لَهُ ہے، تو مُقَرٌّ لَهُ کا قول معتبر لیکن کس چیز کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ مُؤَجَّلٍ اور جس نے اقرار کیا ایسے دین کا مُؤَجَّلٍ جو مؤجل تھا یعنی مدت والا تھا فَصَدَّقَهُ الْمُقَرُّ لَهُ فِي الدَّيْنِ وَكَذَّبَهُ فِي التَّأْجِيلِ پس تصدیق کی مُقَرٌّ لَهُ نے اس کی دین کے اندر، مُقَرٌّ لَهُ نے اس کی تصدیق کی دین میں وَكَذَّبَهُ فِي التَّأْجِيلِ اور تکذیب کی جھٹلایا اس کو تاجیل کے اندر یعنی مدت کے اندر لَزِمَهُ الدَّيْنُ حَالًّا تو اس پر دین لازم ہو گا حالی بھئی یعنی فوری، وَيُسْتَحْلَفُ الْمُقَرُّ لَهُ فِي الْأَجَلِ اور قسم لی جائے گی مُقَرٌّ لَهُ سے مدت کے اندر۔ قسم لی جائے گی مُقَرٌّ لَهُ سے مدت میں قسم لی جائے گی بھئی۔ میں نے کہا تھا چھ ماہ بعد دینے ہیں زید نے کیا کہا؟ فوری دینے ہیں، تو میں ہوا مدعی میرے ذمے بینہ، بینہ میرے پاس کوئی نہیں تو اب زید کی طرف قاضی جائے گا قاضی اس سے پوچھے گا بھئی قاضی اس سے کہے گا قسم کھاؤ بھئی۔ اگر وہ قسم کھا لیتا ہے تو اس کے حق میں فیصلہ، اگر وہ قسم نہیں کھاتا تو میرے حق میں فیصلہ ہو جائے گا اور چھ ماہ کی مدت مجھے دے دی جائے گی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ وَاسْتَثْنَى شَيْئًا مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ صَحَّ الِاسْتِثْنَاءُ وَلَزِمَهُ الْبَاقِي۔ استثناء، استثناء جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ استثناء کہتے ہیں کہ کچھ چیزوں کو ذکر کیا جائے پھر اس میں سے چند چیزوں کو نکال دیا جائے۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ استثناء۔ مثلاً میں آپ سے کہتا ہوں جَاءَنِي طُلَّابُ الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ إِلَّا زَيْدًا۔ پہلے میں نے کیا کہا؟ آئے میرے پاس درجہ ثانیہ کے طلباء۔ زید بھی مثلاً درجہ ثانیہ میں پڑھتا تھا بھئی، سمجھ میں آیا؟ یہ بیٹھا ہوا ہے بھئی نظر آ رہا ہے آپ کو بھئی یہ زید بھی بیٹھا ہوا ہے یہ درجہ ثانیہ میں پڑھتا ہے بھئی۔ تو جب میں نے کہا میرے پاس درجہ ثانیہ والے آئے تو زید بھی تو ان میں تھا معلوم ہوا وہ بھی میرے پاس آیا، لیکن میں نے پھر اس کو نکال دیا إِلَّا زَيْدًا مگر زید یعنی کہ وہ نہیں آیا۔ تو یہ استثناء کہلاتا ہے کہ ایک چیز پہلے داخل تھی پھر اس کو إِلَّا وغیرہ کے ذریعے کیا کر دیا جائے؟ نکال دیا جائے یہ استثناء کہلاتا ہے۔

تو کیا یہ استثناء اقرار میں کیا جا سکتا ہے یا نہیں کیا جا سکتا؟ کہتے ہیں اقرار میں بھی استثناء کیا جا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے متصل ہونا چاہیے۔ استثناء کیا ہونا چاہیے؟ متصل ہو ساتھ ملا ہوا ہو یعنی درمیان میں وقفہ نہ ہو۔ اگر درمیان میں وقفہ آ گیا تو پھر اس صورت میں یہ استثناء صحیح نہیں۔ مثلاً میں نے کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا ثَلَاثَمِائَةٍ۔ لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ فلاں کے مجھ پر کتنے ہیں؟ ہزار درہم ہیں إِلَّا ثَلَاثَمِائَةِ دِرْهَمٍ مگر تین سو درہم کم بھئی، تین سو درہم کم۔ تو دیکھو ہزار میں سے میں نے کتنے کم کیے؟ تین سو، باقی کتنے رہ گئے؟ سات سو۔ تو یہ استثناء صحیح ہے اب میرے اوپر پورے ہزار درہم نہیں آئیں گے بلکہ کتنے واجب ہو جائیں گے؟ مقر پر سات سو ہوں گے، لیکن شرط یہ ہے کہ استثناء متصل ہو ملا ہوا ہو درمیان میں وقفہ نہ ہو، یعنی پورا کلام میں ملا کر کہوں لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا ثَلَاثَمِائَةِ دِرْهَمٍ۔ لیکن اگر میں نے اس درمیان میں وقفہ کیا رک گیا تھا پھر استثناء صحیح نہیں: مثلاً پہلے میں نے یوں کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ پھر میں چپ کر گیا، ایک دو منٹ بعد پھر میں نے کہا إِلَّا ثَلَاثَمِائَةِ دِرْهَمٍ، یہ استثناء صحیح نہیں کیونکہ درمیان میں وقفہ آ گیا اور استثناء کے اندر تو کیا ضروری ہے؟ اتصال ضروری ہے ملا ہوا ہونا ضروری ہے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟

یہ معنی ہے بھئی: وَمَنْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ اور جس نے اقرار کیا کسی دین کا وَاسْتَثْنَى شَيْئًا مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ اور استثناء کیا کسی چیز کا، استثناء کیا کسی چیز کا مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ بھئی، اور یہ استثناء کس قسم کا تھا؟ یہ مُتَّصِلًا استثناء کی بھئی مفعول مطلق ہے بھئی وَاسْتَثْنَى شَيْئًا اسْتِثْنَاءً مُتَّصِلًا اور کسی چیز کا استثناء کیا ایسا استثناء مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ جو ملا ہوا تھا کس چیز کے ساتھ؟ اقرار کے ساتھ، صَحَّ الِاسْتِثْنَاءُ تو استثناء صحیح ہے وَلَزِمَهُ الْبَاقِي اور اس مقر پر باقی کیا ہو جائے گا؟ لازم ہو جائے گا، وہ چیز نکال دیں گے اور باقی لازم ہو جائے گا۔

وَسَوَاءٌ اسْتَثْنَى الْأَقَلَّ أَوِ الْأَكْثَرَ چاہے استثناء تھوڑے کا کرے چاہے زیادہ کا کرے استثناء صحیح ہے۔ مثلاً مولانا میں نے کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا تِسْعَمِائَةِ دِرْهَمٍ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں مگر نو سو کم، نو سو کم۔ تو دیکھو میں نے اکثر کا استثناء کر دیا، کتنے رہ گئے میرے اوپر؟ سو۔ کہتے ہیں صحیح ہے استثناء اقل کا بھی ہو سکتا ہے اکثر کا بھی ہو سکتا ہے۔ اقل کی مثال تو گزر گئی تھی تین سو والی تین سو تھوڑا ہے نو سو کیا ہے؟ زیادہ ہے، تو دونوں استثناء

صحیح ہیں بشرطیکہ متصل ہوں۔

لیکن سارے کا سارے سے استثناء یہ صحیح نہیں ہے یاد رکھنا۔ مثلاً میں نے کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا أَلْفَ دِرْهَمٍ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں مگر ایک ہزار درہم کم۔ تو یہ تو کیا ہوا؟ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار کم ایک ہزار درہم ہیں تو یہ کیا کیا بھئی؟ یہ تو ساروں کا استثناء کر دیا کچھ باقی بچا؟ نہیں، معلوم ہوا یہ رجوع کرنا چاہتا ہے۔ لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفٌ کے ذریعے ایک دفعہ اقرار ہو چکا ہے اب إِلَّا أَلْفَ دِرْهَمٍ کے ذریعے کیا کرنا چاہتا ہے؟ رجوع، اور آپ ضابطہ پڑھ چکے ہیں اقرار کے باب میں رجوع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس صورت میں سارے اس پر لازم ہو جائیں گے اور استثناء باطل ہو جائے گا بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا؟

اچھا بھئی، فَإِنِ اسْتَثْنَى الْجَمِيعَ اگر استثناء کر دیا سارے کا لَزِمَهُ الْإِقْرَارُ تو اس کا اقرار اس پر لازم ہو گا یعنی جس چیز کا اقرار کیا ساری چیز اس پر لازم ہو گی وَبَطَلَ الِاسْتِثْنَاءُ اور استثناء باطل ہو جائے گا۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا دِينَارًا أَوْ إِلَّا قَفِيزَ حِنْطَةٍ لَزِمَهُ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا قِيمَةَ الدِّينَارِ أَوِ الْقَفِيزِ۔ صورت مسئلہ یہ کہ اقرار مثلاً کرتا ہے ایک چیز کا اور استثناء کرتا ہے دوسری چیز کا، تو کیا یہ صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا شَاةً فلاں کے میں نے ایک ہزار درہم دینے ہیں مگر ایک بکری کم۔ کیا یہ استثناء صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ ماقبل میں مستثنیٰ منہ جو ذکر ہوا وہ کیا ہے؟ درہم، اور استثناء کس چیز کا کر رہا ہے؟ بکری کا، تو دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ یا مثلاً اقرار کرتا ہے درہم کا اور استثناء کس چیز کا کرتا ہے؟ دینار کا۔

تو کئی صورتیں بن جاتی ہیں، تو یاد رکھیے اس صورت میں شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراہم سے کیلی یا وزنی چیز کا استثناء کیا تو استثناء صحیح ہے، اگر ان کے علاوہ کسی چیز کا استثناء کیا تو استثناء صحیح نہیں۔ دراہم سے کس چیز کا استثناء کیا؟ کیلی یا وزنی چیز کا، اور اگر ان کے علاوہ کسی چیز کا استثناء کیا تو استثناء صحیح نہیں۔ لہٰذا ایک آدمی نے کہا فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں مگر ایک دینار کم، تو استثناء کس چیز کا کیا دراہم سے؟

دینار کا، اور دینار بھی کن میں سے ہے؟ وزنی ہے، وزن والی چیزوں میں سے تو لہٰذا یہ استثناء صحیح ہے۔

یا فلاں نے کہا کہ کسی نے کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا شَاةً فلاں کے مجھ پر کیا ہے؟ ایک ہزار درہم ہیں مگر ایک بکری کم۔ تو اب آپ بتائیے یہ بکری کیلی ہے یا وزنی ہے؟ یہ دونوں میں سے نہیں ہے یہ تو عددی ہے گنی جانے والی چیز ہے، تو لہٰذا یہ استثناء صحیح نہیں ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا قَفِيزَ حِنْطَةٍ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں مگر ایک قفیز گندم کم۔ تو اب آپ بتائیے یہ استثناء صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ صحیح ہے کیونکہ قفیز حنطہ گندم جو ہے کن چیزوں میں سے ہے؟ ماپی جانے والی کیلی ہے اور ہم نے بھی یہی ضابطہ ذکر کیا کہ مستثنیٰ جو ہے وہ کیلی یا وزنی چیزوں میں سے ہو تو استثناء صحیح ہے ورنہ استثناء صحیح نہیں۔

اچھا پھر اب آپ کے ذہن میں آئے گا بھئی استثناء پھر کیسے صحیح ہو گا، کیسے نکالیں اس کو؟ ماقبل میں تو دراہم ہیں اور استثناء جو ہے جس کا کیا وہ تو اور چیز ہے کیلی یا وزنی ہے کوئی۔ کہتے ہیں بھئی اس کی قیمت لگا لو اور اتنے نکال لو۔ کیا کرو؟ اس کی قیمت لگاؤ اور اتنے کم کر دو: مثلاً پہلے استثناء کس چیز کا کیا تھا؟ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں مگر ایک دینار کم۔ اب دینار تو درہموں میں سے نہیں نکالا جا سکتا، تو کیا کر لو؟ دینار کی قیمت لگاؤ۔ فرض کرو ایک دینار دس درہم کا ہے، تو کیا کرو کتنے کم کر دو؟ دس درہم۔ اس نے استثناء کیا تھا مثلاً ایک قفیز گندم کا، تو اس کی قیمت لگاؤ وہ کم کر دو: مثلاً ایک قفیز گندم تھی ایک درہم کی تو کیا کر دو؟ ہزار درہم میں سے ایک درہم کم کر دو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن اگر اس نے بکری کا استثناء کیا تھا یا کپڑے کا استثناء کیا تھا یہ تو کیلی یا وزنی نہیں لہٰذا استثناء صحیح نہیں اور سارے پیسے اس پر واجب ہو جائیں گے جو اس نے پہلے ذکر کیے۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا دِينَارًا اور اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک سو درہم ہیں، مِائَةُ دِرْهَمٍ بھئی مِائَةٌ کا لفظ نظر آ رہا ہے آپ کو؟ عربی میں مِائَةٌ یوں لکھتے ہیں: میم، الف، پھر دندانہ جس کے اوپر ہمزہ آتی ہے اور گول تاء۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا طلباء اکثر غلطی کرتے ہیں مِائَةٌ کے اندر الف نہیں لکھتے بھئی، میم کو کیا کرتے ہیں ہمزہ کے دندانے سے ملا دیتے ہیں، نہیں بھئی الف ضرور لکھنا ہے عربی میں مِائَةٌ الف کے ساتھ آتا ہے۔ اور وجہ کیا

ہے یہ الف کیوں لکھا جاتا ہے؟ بھئی تاکہ مِنْهُ سے فرق ہو جائے۔ کس سے فرق ہو جائے؟ مِنْهُ۔ بھئی اگر آپ الف نہیں لکھیں گے تو مِائَةٌ میں درمیان میں ایک دندانہ اور اوپر ہمزہ، اسی طرح مِنْهُ میں بھی درمیان میں ایک دندانہ اوپر ایک نقطہ۔ تو ہمزہ اور نقطہ، چھوٹا ہمزہ ڈالیں گے تو وہ نقطے کے قریب بن گیا۔ تو اگر کوئی جلدی میں لکھ رہا ہو گا تو ہمزہ کے بجائے جلدی میں اگر تھوڑا سا چھوٹا ہمزہ ڈالا تو پڑھنے والا اس کو غلطی سے کہیں مِائَةٌ کے بجائے کیا نہ پڑھ جائے؟ مِنْهُ۔ تو اس کے لیے پہلے سے ہی تدبیر کر لی گئی کہ مِائَةٌ کو کس کے ساتھ لکھنا ہے؟ الف کے ساتھ، اب اشتباہ کا خطرہ نہیں رہے گا بھئی۔ تو یہ الف ضرور لکھنا مِائَةٌ جب بھی لکھیں۔

تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا دِينَارًا کہ فلاں کے مجھ پر ایک سو درہم ہیں مگر ایک دینار کم أَوْ إِلَّا قَفِيزَ حِنْطَةٍ یا ایک قفیز حنطہ ایک قفیز گندم کے کم بھئی، فلاں کے مجھ پر ایک سو درہم ہیں مگر ایک قفیز گندم کم ہے، لَزِمَهُ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا قِيمَةَ الدِّينَارِ أَوِ الْقَفِيزِ تو اس پر ایک سو درہم واجب ہوں گے مگر ایک دینار کی قیمت یا ایک قفیز کی قیمت، یعنی ان کی قیمت لگا کر کیا کر دیں گے اس کو؟ کم کر دیں گے۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ فَالْمِائَةُ كُلُّهَا دَرَاهِمُ۔ بھئی دیکھیے یاد رکھیے مثلاً ایک شخص کہتا ہے لِزَيْدٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ۔ لِزَيْدٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ زید کے میرے اوپر ایک سو اور درہم ہیں، تو وہ لفظ لے کر آیا مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ، تو کیا یہ مِائَةٌ سے یہ سو سے کیا مراد لیں گے؟ تو یاد رکھنا کہ اس سو سے بھی دراہم ہی مراد لیے جائیں گے تو ایک سو ایک دراہم اس پر واجب ہو جائیں گے۔ کتنے دراہم واجب ہو جائیں گے؟ ایک سو ایک دراہم۔ لیکن اس کے مقابلے میں اگر اس نے یوں کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَوْبٌ فلاں کے مجھ پر ایک سو اور ایک کپڑا ہے، تو اس صورت کے اندر ایک کپڑا تو اس پر واجب ہو جائے گا البتہ سو سے کپڑے نہیں مراد ہوں گے، سو سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں اسی مقر کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا بتاؤ بھئی یہ سو سے تمہاری کیا مراد تھی بھئی؟ سو سے تمہاری کیا مراد تھی؟

یاد رکھیے یہ جو واؤ کے بعد ذکر ہوتا ہے یہ معطوف کہلاتا ہے۔ اور واؤ سے جو ماقبل ہے یہ معطوف علیہ کہلاتا ہے بھئی کہ اس پر عطف کیا گیا ہے۔ واؤ کا جو مابعد ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ معطوف، یعنی اس کا عطف کیا گیا ہے۔ اور واؤ سے جو ماقبل ہے وہ معطوف علیہ، یعنی اس پر کیا کیا گیا ہے؟ عطف کیا گیا۔ مابعد والے کا عطف کیا گیا ہے اور کس پر کیا گیا ہے؟ ماقبل والے پر عطف کیا گیا ہے۔ تو لہٰذا جب اس نے کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ تو دِرْهَمٌ کیا ہے؟ واؤ کے بعد ہے یہ کیا کہلائے گا؟ معطوف۔ اور مِائَةٌ واؤ سے پہلے ہے یہ کیا کہلاتا ہے؟ معطوف علیہ بھئی، معطوف علیہ۔

اب یاد رکھنا جب معطوف علیہ کے ساتھ ساتھ معطوف میں بھی عدد ذکر ہو اور آگے تمیز آئے، معطوف علیہ میں تو عدد ہے ہی یعنی کہ معطوف میں بھی کیا ذکر ہو؟ عدد ذکر ہو اور اس کے ساتھ پھر آگے تمیز آجائے تو پھر ساروں سے وہی چیز مراد ہوتی ہے جو آگے تفسیر آرہی ہے جو آگے تمیز آرہی ہے۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے لِزَيْدٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ۔ مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ تو دیکھو معطوف علیہ وہ تو ہے ہی عدد مِائَةٌ، آگے معطوف میں بھی کیا آرہا ہے؟ عدد آرہا ہے ثَلَاثَةُ اور ساتھ تمیز آرہی ہے أَثْوَابٍ بھئی۔ تو اس صورت میں یہ جو تمیز ہے دونوں کے لیے بیان بنتی ہے بالاتفاق بھئی۔ کیا بنتی ہے؟ بالاتفاق أَثْوَابٍ، معلوم ہوا ثَلَاثَةٌ سے بھی مراد اثواب ہیں کپڑے ہیں اور مِائَةٌ سے بھی کیا مراد ہے؟ کپڑے ہیں۔

تو ضابطہ کیا ہوا کہ جب معطوف علیہ کے ساتھ ساتھ معطوف میں بھی کیا ذکر ہو؟ عدد ذکر ہو اور آگے تمیز آجائے تو پھر بالاتفاق وہ جو تمیز ہے وہ بالاتفاق سارے کے لیے بیان بنتی ہے۔ یعنی معطوف علیہ سے بھی وہی چیز مراد ہے مِائَةٌ سے بھی وہی چیز مراد ہے اور آگے آنے والے معطوف ثَلَاثَةٌ سے بھی وہی مراد ہے۔ تو لہٰذا اس اقرار کرنے والے پر کتنے کپڑے لازم ہو جائیں گے؟ ایک سو تین، مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ ایک سو تین کپڑے واجب ہو جائیں گے۔

تو ضابطہ کیا ذکر ہو گیا کہ جب معطوف میں عدد ذکر ہو تو پھر آگے آنے والی تمیز سارے کے لیے بیان بنے گی، معطوف علیہ کے لیے بھی بیان بنے گی اور معطوف کے لیے بھی بیان بنے گی: مِائَةٌ سے بھی وہی مراد ہوں گے اثواب اور ثَلَاثَةٌ سے بھی وہی اثواب مراد ہوں گے چاہے یہ تمیز جو کچھ بھی ہو چاہے یہ مکیلی ہو موزونی ہو یا ان کے علاوہ ہو۔ مثلاً کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ، تو دراہم کس میں سے ہیں؟ موزونات میں سے۔ اسی طرح کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ، تو دنانیر دینار بھی کس میں سے ہیں؟ وزنی، تو یہ تمیز جو ہے دنانیر یہ بیان بنے گی معطوف کے لیے بھی اور معطوف علیہ کے لیے بھی یعنی دونوں سے یہی مراد ہوں گے، تو کتنے دینار اس پر واجب ہو جائیں گے؟ مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ ایک سو تین دینار۔ تو یہ تو تھی موزونات کی مثال بھئی۔

مکیلات کی مثال لے لیں: لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَقْفِزَةِ حِنْطَةٍ فلاں کے مجھ پر ایک سو اور تین قفیز گندم کے ہیں بھئی۔ ایک سو اور تین

قفیص، مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَقْفِزَةِ حِنْطَةٍ بھئی۔ بات سمجھ میں آرہی ہے سب کو؟ تو لہذا اس صورت میں اس پر ایک سو تین قفیص گندم کے واجب ہو جائیں گے، یہ تھی مکیلات کی مثال۔ اور ایک چیز جو نہ مکیلی ہو نہ موزونی ہو جو پہلی مثال میں نے ذکر کی تھی لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ۔ تو چاہے وہ جو تمیز ہے وہ مکیلات میں سے ہو چاہے موزونات میں سے ہو چاہے غیر مکیلی غیر موزونی ہو تینوں صورتوں کے اندر یہ تمیز بیان بنے گی معطوف علیہ کے لیے بھی اور معطوف کے لیے بھی دونوں سے یہی مراد ہوں گے۔

لیکن کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ معطوف علیہ تو عدد ہوتا ہے لیکن معطوف میں کوئی عدد نہیں ہوتا۔ کبھی کیا ہوتا ہے؟ معطوف علیہ میں تو عدد ہے معطوف میں کوئی عدد نہیں ہے: مثلاً جیسے ابھی کتاب کے اندر مثال ذکر ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ، تو معطوف علیہ تو ہے ہی عدد مِائَةٌ لیکن معطوف کے اندر کوئی عدد ذکر نہیں ہے بلکہ معطوف کیا ہے؟ کوئی چیز ہے مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ یا مِائَةٌ وَدِرْهَمَانِ۔ تو اس صورت میں بھی کیا یہ آگے آنے والا جو معطوف ہے یہ معطوف علیہ کے لیے بیان بنے گا یا بیان نہیں بنے گا؟ بیان بنے گا یا نہیں؟ تو یاد رکھیے اگر یہ مکیلات و موزونات کی قبیل سے ہوا تو یہ معطوف علیہ کا بیان بنے گا، اگر یہ مکیلات و موزونات کی قبیل سے نہیں تو معطوف علیہ کا بیان نہیں بنے گا۔

مثلاً ایک شخص کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ۔ اب آپ دیکھیے معطوف علیہ تو عدد ہے مِائَةٌ لیکن معطوف میں کوئی عدد ذکر نہیں ہے بلکہ کیا لفظ ذکر ہے؟ دِرْهَمٌ۔ تو اب یہ درہم کس قبیل سے ہے: مکیلات سے ہے، موزونات سے ہے یا ان کے علاوہ ہے؟ یہ موزونات سے ہے، اور جب موزونات یا مکیلات سے ہو تو وہ بیان بنتا ہے لہذا اس مِائَةٌ سے بھی کیا مراد لیں گے؟ درہم ہی مراد ہوں گے۔ تو اس شخص پر کتنے دراہم واجب ہو جائیں گے؟ مِائَةٌ ایک سو وَدِرْهَمٌ اور ایک درہم، تو ایک سو ایک درہم اس پر واجب ہو جائیں گے۔

اسی طرح ایک شخص کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَقَفِيزُ حِنْطَةٍ۔ اب دیکھو معطوف میں کوئی عدد نہیں ہے معطوف کیا ہے؟ قَفِيزُ حِنْطَةٍ، تو یہ مکیلات میں سے ہے لہذا یہ بیان بنے گا بھئی اور اس سو سے بھی کیا مراد لیں گے؟ قفیص حنطہ ہی مراد لیں گے، تو اس شخص پر کتنے واجب ہو جائیں گے؟ ایک سو ایک قفیص واجب ہو جائیں گے۔

لیکن اگر وہ چیز مکیلات و موزونات کی قبیل سے نہ ہو تو پھر یہ معطوف علیہ کا بیان نہیں بنے گی۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَوْبٌ، تو دیکھو معطوف کے اندر عدد نہیں ذکر بھئی ثَوْبٌ صرف آرہا ہے وَثَوْبٌ، وَثَوْبٌ۔ تو اب یہ بیان نہیں بنے گا بھئی معطوف علیہ کا کیونکہ ثوب نہ مکیلات میں سے ہے اور نہ موزونات میں سے، نہ اس کو ماپا جاتا ہے کسی برتن وغیرہ میں نہ اس کا وزن کیا جاتا ہے بلکہ اس کی تو گزوں کے ساتھ کیا کی جاتی ہے؟ پیمائش کی جاتی ہے۔ تو اب یہ بیان نہیں بنے گا لہذا اس آدمی پر ایک سو ایک کپڑے نہیں واجب ہوں گے بلکہ ایک کپڑا واجب ہو گا اور مِائَةٌ بھی تو اس نے کہا تھا بھئی، کہتے ہیں مِائَةٌ کے لفظ کے لیے اسی کی طرف رجوع کریں گے اور اس سے پوچھا جائے گا بتاؤ بھئی اس مِائَةٌ سے کیا مراد ہے؟ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا بھئی؟ اس سے پوچھا جائے گا۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے اس طرح کیوں کیا جاتا ہے بھئی؟ بھئی وجہ یہ کہ دراصل کہنا یوں چاہیے تھا، اس نے کہا لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ بھئی عدد کے ساتھ تمیز لانی چاہیے تھی یوں کہنا چاہیے تھا: لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ وَدِرْهَمٌ۔ تو عدد کے ساتھ اس نے تمیز ذکر نہیں کی۔ اسی طرح بھئی کپڑے کے مسئلے میں کہنا چاہیے تھا لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِائَةُ ثَوْبٍ وَثَوْبٌ، تو عدد کے ساتھ کیا ذکر کرنی چاہیے تھی؟ تمیز، لیکن اس نے کوئی تمیز ذکر نہیں کی۔

تو یاد رکھیے یہ عدد سے کیا مراد ہے آگے آنے والا معطوف مکیلات و موزونات کی قبیل سے ہو تو اس کا بیان بنتا ہے ورنہ اس کا بیان نہیں بنتا، وجہ اس کی یہ کہ یہ جو مکیلات و موزونات ہیں یہ ایک دوسرے پر اکثر دین رہتے ہیں بھئی، اکثر ان کے معاملات ہوتے ہیں اور یہ دین بن کر دوسرے پر رہتے ہیں تو ان کے معاملات بہت زیادہ ہیں کثیر الوقوع ہے۔ یعنی اس کا وقوع بڑی کثرت سے ہوتا ہے کہ کسی نے مثلاً کسی کے کیا دینے ہیں درہم دینے ہیں اس پر دین ہے، کسی نے کسی کے دینار دینے ہیں اس پر دین ہیں، کبھی اس کے اوپر مثلاً کسی کی کوئی وزن کی جانے والی چیز اس پر دین ہے مثلاً سو دراہم دینے ہیں یا اور کوئی وزن کرنے والی چیز دیکھ لیں آپ، یا اسی طرح کسی پر دین ہے اس کی ماپی جانے والی چیز بھئی مثلاً اس نے اس کی گندم دینی ہے سو قفیص بھئی۔

تو ان کے معاملات کثیر ہیں یہ دین بن کر رہتے ہیں بہت کثرت کے ساتھ، اور کثرت تقاضا کرتی ہے خفت کا کہ لفظوں میں کیا کی جائے؟ تخفیف کی جائے۔ کیا کی جائے؟ تخفیف کی جائے یعنی ان کو کم کر دیا جائے تاکہ ادائیگی میں آسانی ہو جائے۔ ادائیگی میں کیا ہو جائے؟ آسانی ہو جائے۔ تو اب اگر کسی نے مثلاً دراہم

وغیرہ بیان کرتے ہیں اور یوں کہے گا ہر جگہ پر وہ عدد کے ساتھ دراہم بھی ذکر کرتا ہے کہتا ہے مثلاً کہ مِائَةُ دِرْهَمٍ وَدِرْهَمٌ، دینار کا ذکر آتا ہے مِائَةُ دِينَارٍ وَدِينَارٌ، تو یہ بھئی بڑا مشکل ہو گیا بار بار دینار کے لفظ کو ذکر کرنا پڑ رہا ہے اور یہ چیز تو کثیر الوقوع ہے، تو عرب کیا کرتے ہیں جو چیز کثیر الوقوع ہو اس میں تخفیف کرتے ہیں تھوڑی اس میں کمی کر دیتے ہیں لفظ کم کر دیتے ہیں بھئی بار بار اس نے آنا ہے لوگوں کو تو پتا ہی ہے سمجھ جائیں گے خود بخود ہر ایک جان لیتا ہے اس کو بھئی۔ تو لوگ پھر کیا کرتے ہیں عدد سے تمیز کو حذف کر لیتے ہیں۔ کیا کر لیتے ہیں؟ عدد سے تمیز کو حذف کر لیتے ہیں اور آگے آنے والے لفظ پہ اکتفا کر لیتے ہیں بھئی: مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ آگے دِرْهَمٌ آرہا ہے یا نہیں آرہا بھئی؟ بس اکتفا کر لیتے ہیں آگے درہم آرہا ہے ہر ایک کو پتا ہے خود ہی سمجھ جائے گا کہ مِائَةٌ سے بھی کیا مراد ہے؟ درہم ہی مراد ہے۔ تو چونکہ مکیلات و موزونات کے معاملات کثیر الوقوع ہیں اور یہ اکثر معاملات میں دوسرے پر دین بن کر رہتے ہیں تو یہاں پر بھی اس ماقبل کے عدد سے بھی کیا مراد لے لیں گے؟ وہی معطوف مراد لے لیں گے اس سے کہ اس مِائَةٌ سے بھی کیا مراد ہیں؟ درہم ہی مراد ہیں بھئی۔

جبکہ اگر وہ معطوف مکیلات و موزونات کی قبیل سے نہ ہو تو اس قسم کی چیزیں بہت نادر بہت کم کسی پر دین بن کر رہتی ہیں بھئی: مثلاً کسی نے کسی کے سو کپڑے دینے ہیں یا دو سو کپڑے، تو ان کا وقوع قلیل ہے، جب قلیل ہے تو قلت جو ہے خفت کا تقاضا نہیں کرتی تو وہاں پر اس کو ذکر کرنا چاہیے تھا کیا کہنا چاہیے تھا؟ مِائَةُ ثَوْبٍ وَثَوْبٌ کہنا چاہیے تھا کیونکہ یہ قلیل الوقوع ہے اور قلیل الوقوع چیز جو چیز تھوڑی واقع ہو وہ خفت کا تقاضا نہیں کرتی اس میں خفت کی ضرورت ہی نہیں ہے، کبھی کبھار تو اس کا معاملہ پیش آتا ہے جب کبھی کبھار آتا ہے تو کبھی کبھار ذکر کرنے میں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن دوسری چیزوں کا معاملہ تو بہت کثرت سے پیش آتا ہے تو وہاں پر کیا ہے جب کثرت سے پیش آتا ہے بار بار ایک چیز ان کو ذکر کرنا پڑے گا لہذا وہاں پر تخفیف کی ضرورت تھی وہاں تخفیف کی گئی لہذا ہم اس کو اسی کا بیان مان لیتے ہیں، لیکن جہاں پر ضرورت نہیں وہاں پر اس معطوف کو معطوف علیہ کا بیان تسلیم نہیں کریں گے بلکہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو کہتا ہے وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ فَالْمِائَةُ كُلُّهَا دَرَاهِمُ اور اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک سو اور درہم ہیں تو سو جو ہیں سارے کے سارے دراہم ہوں گے، یعنی سو بھی دراہم ہیں آگے دِرْهَمٌ بھی آرہا ہے تو کل کتنے ہو گئے؟ ایک سو ایک اس پر واجب ہو جائیں گے۔ تو کہتے ہیں یہ سو بھی سارے دراہم ہیں تو یہ سو بھی دراہم ہوئے آگے آنے والا بھی ہوا تو ایک سو ایک واجب ہو گئے۔ وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةٌ وَثَوْبٌ لَزِمَهُ ثَوْبٌ وَاحِدٌ اور اگر اس نے یوں کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک سو اور کپڑا ہے، اب بھئی کپڑا مکیلات اور موزونات میں سے نہیں لہذا یہ مِائَةٌ کے لیے بیان نہیں بنے گا تو اب لَزِمَهُ ثَوْبٌ وَاحِدٌ تو اس شخص پر ایک ہی کپڑا واجب ہو گا لازم ہو گا وَالْمَرْجِعُ فِي تَفْسِيرِ الْمِائَةِ إِلَيْهِ اور رجوع کیا جائے گا مِائَةٌ کی تفسیر میں اسی کی طرف بھئی، اس سے پوچھا جائے گا کہ اس مِائَةٌ سے کیا مراد ہے تمہاری بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِحَقٍّ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ لَمْ يَلْزَمْهُ الْإِقْرَارُ. صورت مسئلہ یہ بھئی: زید سامنے بیٹھا ہوا ہے بھئی بڑا مجمع لگا ہوا ہے، ایک آدمی نے کہا بھئی میں نے زید کے دس کروڑ روپے دینے ہیں إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى۔ زید فوراً اٹھا بھئی قاضی کے پاس چلا گیا: قاضی صاحب اقرار کر لیا اس نے دس کروڑ اس نے میرا دینا ہے اور یہ پچیس آدمی گواہ میرے پاس موجود ہیں، پچیس آدمی بھئی۔ تو وہ مقر کہے گا بھئی لگتا ہے آپ نے قدوری نہیں پڑھی بھئی، یہ دیکھو قدوری کے اندر مسئلہ لکھا ہے جس نے إِنْ شَاءَ اللَّهُ ساتھ کہہ دیا، ملا کر ملا کر الگ نہیں، ساتھ ہی اقرار کے إِنْ شَاءَ اللَّهُ کہہ دیا سارا اقرار ختم ہوا کوئی چیز لازم نہیں۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ساتھ کہے الگ نہیں۔ اگر یہ کہا میں نے زید کے ایک کروڑ روپے دینے ہیں، پھر تھوڑی دیر خاموش رہا پھر کہتا ہے إِنْ شَاءَ اللَّهُ، نہیں اب اس کا کوئی اعتبار نہیں بھئی۔ ملا کر کہتا ہے میں نے زید کے ایک کروڑ روپے دینے ہیں إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، تو یاد رکھیے إِنْ شَاءَ اللَّهُ، إِنْ آیا، إِنْ کس لیے آتا ہے؟ شرط کے لیے، اور اس کے ذریعے ایک چیز کو کیا کرتے ہیں دوسری چیز کے ساتھ معلق کرتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں؟ معلق کرتے ہیں۔ مثلاً بھئی میں ایک آدمی سے کہتا ہوں إِنْ دَخَلْتَ الدَّارَ فَلَكَ أَلْفُ دِرْهَمٍ اگر تو اس گھر میں داخل ہوا تو تیرے لیے ایک ہزار درہم ہیں، یعنی تجھے کتنے پیسے ملیں گے؟ ایک ہزار۔ تو دیکھو ہزار درہم کو معلق کر دیا کس چیز کے ساتھ؟ دخول دار کے ساتھ: گھر میں داخل ہو گے تو ہزار درہم ملیں گے، داخل نہیں ہو گے تو ہزار درہم بھی نہیں ملیں گے۔ تو اس کو کہتے ہیں تعلیق، ایک کام کو دوسرے کام کے ساتھ معلق کر دینا۔ تو شرط کے ذریعے کیا کیا جاتا ہے ایک کام کو معلق کر دیا جاتا ہے۔

تو یہاں بھی إِنْ حرف شرط آیا إِنْ شَاءَ اللَّهُ اگر اللہ نے چاہا۔ تو یاد رکھو اقرار خبر ہے، اقرار کیا ہے؟ خبر ہے، اور خبر کے اندر تعلیق صحیح نہیں۔ خبر کے

اندر تعلیق صحیح نہیں۔ بھئی وہ میں نے کہا نا ایک آدمی سے اگر تو اس گھر میں داخل ہوا تو تیرے لیے کیا ہے؟ ایک ہزار درہم ہیں، ایک ہزار درہم ہیں۔ تو یہ زمانہ مستقبل میں ہو گا گھر میں داخل ہونا یا زمانہ ماضی میں؟ زمانہ مستقبل میں لازمی بات ہے بھئی۔ ماضی کے اندر تو ایک کام ہو چکا ہوتا ہے وہ معلق ہو سکتا ہے؟ نہیں، گزری ہوئی بات معلق نہیں ہو سکتی بھئی گزری ہوئی بات۔ لہذا یہاں اقرار خبر کی قبیل سے ہے آپ ایک گزشتہ حق کی خبر دے رہے ہیں لہذا یہاں تعلیق صحیح نہیں۔ اور نیز تعلیق بھی کس کے ساتھ کر رہا ہے؟ اللہ کی مشیت کے ساتھ اگر اللہ نے چاہا، اور اللہ کی مشیت کا کسی کو علم نہیں ہو سکتا کہ اللہ چاہتے ہیں یا اللہ نہیں چاہتے۔ تو لہذا جب مشیت کا علم نہیں اور مشیت پر ہی تو اس نے کیا کہا تھا اگر اللہ نے چاہا اور پتا لگ سکتا ہے؟ پتا ہی نہیں لگ سکتا لہذا اس صورت میں یہ اقرار کیا ہو جائے گا؟ باطل بھئی۔ تو لہذا یہ إِنْ شَاءَ اللَّهُ بہت بڑی بھاری تلوار ہے جس کے ذریعے اس نے اپنے سارے اقرار کو کیا کر دیا؟ ختم کر دیا۔

یہ معنی ہے وَمَنْ أَقَرَّ بِحَقٍّ اگر کسی نے کسی حق کا اقرار کیا وَقَالَ اور کہا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، اور إِنْ شَاءَ اللَّهُ اس نے کہا مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ کس وقت کہا اس نے بھئی؟ اپنے اقرار کے ساتھ متصل کہا لَمْ يَلْزَمْهُ الْإِقْرَارُ تو اس پر اس کا اقرار لازم نہیں ہو گا۔

وَمَنْ أَقَرَّ وَشَرَطَ الْخِيَارَ۔ صورت مسئلہ یہ: آپ کا ایک ساتھی قدوری اس نے پڑھی ہوئی ہے کچھ بھئی، كِتَابُ الْإِقْرَارِ بھی ابھی آدھی پڑھی تھی چلا گیا اور کسی آدمی کے سامنے اقرار کیا میں نے زید کے ایک ہزار روپے دینے ہیں اس شرط پر کہ مجھے تین دن کا خیار ہے۔ تو اپنے لیے وہ کیا ثابت کرنا چاہتا ہے؟ خیار شرط۔ میں نے زید کے کتنے روپے دینے ہیں؟ ایک ہزار مثلاً دینے ہیں اور کتنے دن کا خیار ہے مجھے؟ تین دن کا، یعنی مجھے اپنے اقرار میں تین دن تک خیار ہے میں اس دوران رجوع کرنا چاہوں تو کیا کر سکتا ہوں؟ رجوع۔

بھئی خیار شرط کا باب اس نے پڑھا ہوا تھا کہ بیع کے اندر کیا کیا جاتا ہے؟ تین دن کا خیار ملتا ہے جس کے اندر انسان بیع کو فسخ کرنا چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ فسخ کر سکتا ہے۔ تو اس نے بھی یہی کوشش کی بھئی کہ بھئی میں اقرار کرتا ہوں لیکن اس اقرار میں مجھے تین دن کا خیار ہے میں چاہوں تو اس سے کیا کر سکتا ہوں؟ اقرار میں رجوع ہوتا تو نہیں لیکن میں تو خود کیا کر رہا ہوں اس میں شرط لگا رہا ہوں باقاعدہ اقرار کے اندر کہ مجھے کس چیز کا خیار ہے؟ تین دن۔ بھئی بائع اور مشتری میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے بلا کسی وجہ کے؟ نہیں، عیب وغیرہ ہو پھر تو الگ بات ہے ویسے کسی کو اختیار نہیں۔ لیکن جب خیار شرط کسی ایک نے رکھ لیا تو اس کو اختیار ہو جاتا ہے وہ کیا کر سکتا ہے بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔ تو یہاں بھی وہ یہی کرنا چاہتا ہے کہتا ہے میں اقرار کرتا ہوں اس ایک ہزار روپے کا لیکن اپنے لیے کیا ثابت کر رہا ہے؟ خیار، کیونکہ وہ جانتا ہے اقرار سے رجوع نہیں ہو سکتا لیکن جب میں خیار شرط اپنے لیے ثابت کر لوں گا تو پھر کیا کر سکوں گا؟ رجوع کر سکوں گا۔

کہتے ہیں نہیں بھئی اقرار کے اندر خیار شرط صحیح نہیں ہے بھئی، اقرار تو خبر کا نام ہے۔ بیع تو انشاء تھی مولانا ایک عقد کو ہم وجود دے رہے تھے پہلے نہیں تھا ایجاب و قبول سے وہ عقد آ گیا، جبکہ اقرار کے اندر ہم کسی چیز کو وجود نہیں دے رہے صرف اس کی خبر دے رہے ہیں اور اس میں کسی قسم کا خیار شرط صحیح نہیں۔ تو لہذا اب خیار شرط اس کا باطل ہو جائے گا اور اقرار صحیح ہو گا اور اس پر ایک ہزار روپے واجب ہو جائیں گے۔

وَمَنْ أَقَرَّ وَشَرَطَ الْخِيَارَ لِنَفْسِهِ اور جس نے اقرار کیا اور شرط لگائی خیار کی اپنے لیے لَزِمَهُ الْإِقْرَارُ تو اس کا اقرار اس پر لازم ہو جائے گا وَبَطَلَ الْخِيَارُ اور خیار باطل ہو گا۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِدَارٍ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی نے دوسرے کے لیے کسی گھر کا اقرار کیا۔ کیا کہتا ہے؟ یہ گھر زید کا ہے مگر اس کی عمارت میری ہے۔ کیا کہا؟ یہ گھر زید کا ہے مگر اس کی عمارت میری ہے عمارت کا میں مالک ہوں۔ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ استثناء کر رہا ہے اور یہ استثناء صحیح نہیں، اس لیے کہ اس نے اقرار کس چیز کا کیا؟ گھر کا، اور گھر صرف صحن کا نام ہے یا صحن اور عمارت دونوں کا؟ صحن اور عمارت دونوں کا۔ جب اس نے گھر کا اقرار کر لیا تو گھر کے اندر تبعاً عمارت بھی خود بخود داخل ہو گئی لہذا اس کا استثناء کرنا صحیح نہیں کیونکہ گھر کہتے ہی اس کو ہیں کہ عمارت بھی ہو اور صحن بھی ہو۔

جیسے بھئی وہ آپ نے بیع کے اندر پڑھا تھا کہ کسی نے باندی کو بیچا اور اس کے حمل کا استثناء کیا: میں یہ باندی آپ کو بیچتا ہوں لیکن اس کا حمل نہیں بیچتا اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ مجھے واپس دینا پڑے گا وہ نہیں بیچ رہا میں آپ کو۔ آپ نے پڑھا تھا یہ استثناء صحیح نہیں ہے بھئی۔ یہ استثناء صحیح نہیں اس لیے کہ بچہ پیٹ میں ہے تو وہ تبعاً بیع کے اندر داخل ہو گیا اور جو چیز تبعاً بیع کے اندر داخل ہو جائے خود بخود داخل ہو جائے اس کو نکالنا اور اس کا استثناء کرنا صحیح نہیں۔ یہاں پر بھی عمارت جب اس نے گھر کا لفظ کہا تو عمارت تبعاً خود بخود کس میں داخل ہو گئی؟ گھر کے لفظ میں داخل ہو گئی لہذا اس کا استثناء کرنا صحیح نہیں۔ تو اب یہ ضابطہ یاد رکھنا:

جو بھی چیز تبعاً ایک چیز کے اندر داخل ہو جائے اس کا استثناء کرنا صحیح نہیں ہے، استثناء کرنا صحیح نہیں۔

لہذا اب آپ بتایئے ایک آدمی نے کہا کہ یہ جو انگوٹھی ہے یہ زید کی ہے، میرے پاس یہ جو انگوٹھی ہے یہ کس کی ہے؟ زید کی، یہ زید کی ہے مگر اس کا نگینہ میرا ہے اس کا جو نگ ہے وہ میرا ہے، آپ کیا حکم لگائیں گے استثناء صحیح ہے یا استثناء صحیح نہیں؟ استثناء صحیح نہیں کیونکہ انگوٹھی تو نام ہی کس چیز کا ہے؟ وہ چھلا اور نگ دونوں کا نام انگوٹھی ہے، تو جب اس نے انگوٹھی کہہ دیا تو نگ اس میں کیا ہوا تبعاً ہی شامل ہوا بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِدَارٍ اور جس نے کسی گھر کا اقرار کیا وَاسْتَثْنَى بِنَاءَهَا لِنَفْسِهِ، بِنَاءٌ کہتے ہیں عمارت کو، عمارت، اور جس نے اقرار کیا کسی گھر کا اور استثناء کیا اس گھر کی عمارت کا لِنَفْسِهِ اپنے لیے فَلِلْمُقَرِّ لَهُ الدَّارُ وَالْبِنَاءُ جَمِيعًا تو مُقَرٌّ لَهُ کے لیے ہو گا گھر بھی اور اس کی عمارت دونوں بھئی، گھر اور عمارت سارے اس کے ہوں گے۔

اب لفظ بدلتا ہے بھئی، اب آپ مجھے مسئلہ بتانا: ایک آدمی کہتا ہے اس گھر کی عمارت میری ہے اور اس کا صحن زید کا ہے، اب آپ کیا حکم لگائیں گے؟ اس گھر کی عمارت میری ہے اور صحن زید کا ہے، تو زید کو کیا دیں گے؟ بھئی اب صرف صحن زید کو ملے گا کیونکہ اس نے یہ نہیں کہا یہ گھر زید کا ہے، پہلے تو اس نے کیا کہا تھا؟ گھر زید کا ہے اور گھر میں عمارت اور صحن دونوں ہوتے ہیں۔ اب صرف اس نے کس کا اقرار کیا ہے؟ اقرار ہی صرف صحن کا کر رہا ہے کہ عمارت میری ہے اور صرف صحن اس کا ہے۔

وَإِنْ قَالَ اور اگر اس نے یوں کہا بِنَاءُ هَذِهِ الدَّارِ لِي اس گھر کی عمارت میری ہے وَالْعَرْصَةُ لِفُلَانٍ، عَرْصَةٌ کہتے ہیں صحن کو بھئی، صحن، وَالْعَرْصَةُ لِفُلَانٍ اور صحن فلاں کا ہے فَهُوَ كَمَا قَالَ تو یہ اسی طرح ہو گا جیسا اس نے کہا، یعنی عمارت اس کی رہے گی اور صحن اس کا ہو گا۔

چلیے بس مولانا۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۴: کتاب الاقرار (۲): ظرف اور مظروف کے اقرار کے دقائق (تمر فی قوصرہ، دابہ فی اصطبل، ثوب فی مندیل)، حمل ومہر کا اقرار

مختصر القدوری صفحہ: ۸۷—بتاریخ: ۳فروری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ أَقَرَّ بِتَمْرٍ فِي قَوْصَرَّةٍ لَزِمَهُ التَّمْرُ وَالْقَوْصَرَّةُ. وَمَنْ أَقَرَّ بِدَابَّةٍ فِي إِصْطَبْلٍ لَزِمَهُ الدَّابَّةُ خَاصَّةً. وَإِنْ قَالَ غَصَبْتُ ثَوْبًا فِي مِنْدِيلٍ لَزِمَاهُ جَمِيعًا. وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ ثَوْبٌ فِي ثَوْبٍ لَزِمَاهُ جَمِيعًا. وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ ثَوْبٌ فِي عَشَرَةِ أَثْوَابٍ لَمْ يَلْزَمْهُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَلْزَمُهُ أَحَدَ عَشَرَ ثَوْبًا.

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی اقرار کے مسائل ہم نے گزشتہ سبق میں شروع کیے تھے۔ میں نے بتلایا تھا آپ کو کہ اقرار لغت میں کس کو کہتے ہیں؟ اثبات کو، کسی چیز کو ثابت کرنا یہ کیا کہلاتا ہے؟ اقرار، تو یہ بمعنی ہے اثبات۔ اور البتہ اصطلاح شریعت میں کہتے ہیں: هِيَ إِخْبَارٌ بِحَقٍّ لِآخَرَ عَلَيْهِ۔ یہ خبر دینا ہے کسی ایسے حق کی جو دوسرے کا اس خبر دینے والے پر ہے بھئی۔ جو دوسرے کا اس خبر دینے والے پر ہے بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِتَمْرٍ فِي قَوْصَرَّةٍ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی، ایک ضابطہ یاد رکھنا: یہ عربی زبان کا قاعدہ ہے فِي کے ساتھ کوئی شخص اقرار کرتا ہے فِي کے لفظ کے ساتھ بھئی، فِي کا لفظ ذکر کرتا ہے اور فِي کا لفظ آتا ہے ظرفیت کے لیے۔ کس لیے آتا ہے؟ ظرفیت کے لیے، یعنی یہ بتلاتا ہے کہ ایک چیز دوسری چیز میں ہے، یعنی دوسری چیز اس کے لیے ظرف ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے کہا غَصَبْتُ ثَوْبَكَ فِي مِنْدِيلٍ میں نے آپ کا کپڑا غصب کیا رومال میں بھئی۔ کس میں؟ رومال میں، رومال میں۔ تو اس نے کیا لفظ ذکر کیا؟ غَصَبْتُ ثَوْبَكَ فِي مِنْدِيلٍ، فِي لے کر آیا اور فِي کس لیے آتا ہے؟ ظرفیت، ظرف کہتے ہیں برتن کو، برتن کو۔ جیسے برتن میں کسی چیز کو ڈالا جاتا ہے تو یہ جو برتن ہے یہ کہلاتا ہے ظرف اور جو چیز اس کے اندر ہے وہ کہلاتی ہے مظروف بھئی، جو ظرف میں ڈالی گئی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ مظروف۔

تو یہاں پر یہ فِي ظرفیت بتلانے کے لیے آتا ہے۔ یہ فِي بتلاتا ہے کہ جس لفظ پر میں داخل ہو رہا ہوں وہ لفظ ظرف ہے۔ وہ چیز کیا ہے؟ ظرف۔ جب اس نے کہا غَصَبْتُ ثَوْبَكَ فِي مِنْدِيلٍ اس فِي نے کیا بتلایا کہ آگے جو مِنْدِيلٍ کا لفظ آرہا ہے یہ کیا بن رہا ہے؟ ظرف، اور ما قبل میں کیا ہے؟ مظروف، مظروف ہے بھئی۔ یعنی جو مابعد میں ہے اس کے اندر ہے چیز، کون سی چیز اس کے اندر ہے؟ جو ما قبل میں ہے۔ مثلاً میں کہتا ہوں زَيْدٌ فِي الْبَيْتِ، فِي لے کر آیا کیا معنی؟ زید گھر میں ہے۔ تو گھر کیا ہے اس کے لیے؟ ظرف کی طرح اور زید کیا ہے؟ مظروف کی طرح کہ اس کے اندر ہے۔ تو فِي نے بتلایا کہ یہ بَيْتٌ

جو مابعد میں آرہا ہے وہ ظرف ہے اس کے اندر ہے کوئی چیز، اور کون سی چیز ہے اس کے اندر؟ جو فِي سے ماقبل ہے مثلاً یہاں زید ہے بھئی۔ تو فِي آتا ہے ظرفیت کے لیے یعنی کسی چیز کے ظرف ہونے کو ہمیں بتلا دیتا ہے۔

اب ایک آدمی اقرار میں یہ لفظ استعمال کرتا ہے تو یاد رکھیے اس مابعد پہ نظر کرنا کہ وہ مابعد ظرف بننے کی صلاحیت رکھتا بھی ہے یا صلاحیت نہیں رکھتا ماقبل کے لیے۔ ایک چیز ماقبل میں ذکر ہے فِي سے ایک فِي کے مابعد ہے، جب فِي آجائے تو آپ نے غور کرنا ہے کہ فِي کا مابعد ماقبل کے لیے ظرف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے یا صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر تو صلاحیت رکھتا ہے ظرف بننے کی اور منقولی چیز ہے، کس قسم کی ہے؟ منقولی، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جاسکتی ہے یعنی کہ گھر نہیں ہے کیونکہ گھر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جاسکتے، کوٹھی نہیں ہے، کھیت نہیں ہے، باغ نہیں ہے، ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ تو اگر وہ چیز ظرف بننے کی صلاحیت رکھتی ہو اور منقولی ہو تو اس صورت میں اس اقرار کرنے والے پر وہ چیز بھی لازم ہو گی اور وہ ظرف بھی لازم ہو جائے گا، دونوں چیزیں لازم ہو جائیں گی۔ چیز بھی لازم اور ظرف بھی، کس وقت؟ جبکہ فِي جس پر داخل ہو رہا ہے اس میں ظرف بننے کی صلاحیت بھی ہے اور وہ کس میں سے ہے؟ منقولی چیز۔

لہٰذا ایک آدمی نے کہا غَصَبْتُ ثَوْبَكَ فِي مِنْدِيلٍ، اب فِي کس پر داخل ہوا؟ مِنْدِيلٍ پر، اور مِنْدِيلٌ کس کو کہتے ہیں؟ رومال کو۔ اب آپ بتائیے رومال کپڑے کے لیے ظرف بن سکتا ہے یا ظرف نہیں بن سکتا؟ بن سکتا ہے، رومال میں کپڑے کو لپیٹا جاسکتا ہے تو رومال کے اندر آگیا کپڑا، تو رومال ہوا ظرف اور وہ کپڑا کیا ہوا؟ مظروف۔ تو اب اس صورت کے اندر اور رومال منقولی ہے یا غیر منقولی؟ منقولی ہے، تو اس صورت میں اس مقر پر کپڑا بھی لازم ہو گا اور رومال بھی لازم ہو گا، دونوں چیزیں اس کو دینا پڑیں گی۔

لیکن اگر اس کے بجائے وہ جو ظرف لایا وہ غیر منقولی لایا: مثلاً کہتا ہے غَصَبْتُ دَابَّتَكَ فِي إِصْطَبْلٍ۔ میں نے آپ کا جانور غصب کیا کس میں؟ فِي إِصْطَبْلٍ اصطبل میں بھئی۔ إِصْطَبْلٌ کہتے ہیں مویشیوں کا باڑہ بھئی جس میں جانور وغیرہ باندھتے ہیں اس کو إِصْطَبْلٌ کہتے ہیں بھئی، مویشیوں کا باڑہ بھئی۔ تو اب آپ دیکھیے فِي لفظ لے کر آیا اور فِي کس پر داخل ہو رہا ہے؟ إِصْطَبْلٍ پر، اور اصطبل ظرف ہے اور منقولی ہے یا غیر منقولی؟ یہ غیر منقولی ہے، تو لہٰذا اس صورت میں صرف وہ جو مظروف جس کو ذکر کیا اس نے وہ لازم ہو گا، پہلی چیز لازم ہو گی دوسری چیز لازم نہیں ہو گی۔ تو اب یہ مقر کو ایک دابہ دینا پڑے گا بھئی معلوم ہوا اس نے ایک دابہ غصب کیا ہے، اصطبل اس پر لازم نہیں ہو گا۔

اور اگر وہ کوئی ایسی چیز ذکر کرتا ہے فِي کے بعد جس میں ظرف بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے ماقبل کے لیے: مثلاً کہتا ہے غَصَبْتُ دِرْهَمَكَ فِي دِرْهَمٍ میں نے آپ کے درہم کو غصب کیا فِي دِرْهَمٍ کس کے اندر؟ ایک درہم میں۔ اب دیکھو فِي کس پر داخل ہو رہا ہے؟ درہم پر۔ تو درہم درہم کے لیے ظرف نہیں بن سکتا، کیا ایک درہم کے اندر آپ دوسرے درہم کو بند کر سکتے ہیں؟ نہیں بھئی وہ تو ظرف بن ہی نہیں سکتا ماقبل کے لیے، تو اس صورت میں یاد رکھو صرف پہلی چیز لازم ہو گی دوسری چیز لازم نہیں ہو گی جبکہ مابعد ماقبل کے لیے ظرف بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو پہلی چیز لازم ہو گی۔ سمجھ میں آیا؟ تو مثلاً یوں کہتا ہے غَصَبْتُ دِرْهَمًا فِي دِرْهَمٍ۔ غَصَبْتُ دِرْهَمًا فِي دِرْهَمٍ تو پہلی چیز لازم ہو گی۔

لیکن اگر اس سے پوچھا جائے گا بھئی فِي سے کیا معنی ہے آپ کا بھئی؟ کبھی فِي بمعنی مَعَ کے بھی آجاتا ہے تو معنی ہو گیا دِرْهَمًا مَعَ دِرْهَمٍ بھئی۔ تو اگر اس نے اس معنی کا ارادہ کیا ہے تو پھر اس پر دو درہم واجب ہو جائیں گے، اور اگر اس نے ظرفیت والے معنی کا ارادہ کیا ہے تو پھر ایک ہی ہو گا بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِتَمْرٍ فِي قَوْصَرَّةٍ۔ قَوْصَرَّةٌ یاد رکھیے قَوْصَرَّةٌ راء کے شد کے ساتھ بھی درست ہے اور راء کی تخفیف یعنی بغیر شد کے ساتھ بھی صحیح ہے: قَوْصَرَةٍ یا قَوْصَرَّةٍ دونوں طرح صحیح۔ یہ بھئی وہ کھجوروں کی ٹوکری ہوتی ہے ایک مخصوص ٹوکری بھئی جو کھجوروں کے لیے بنائی جاتی ہے اس میں کیا رکھی جاتی ہیں؟ کھجوریں بھئی اس کو قَوْصَرَّةٌ کہتے ہیں۔ اور جس نے اقرار کیا کھجور کا فِي قَوْصَرَّةٍ کس کے اندر بھئی؟ ٹوکری میں، تو لَزِمَهُ التَّمْرُ وَالْقَوْصَرَّةُ تو لازم ہو جائیں گی اس پر کھجور بھی اور ٹوکری بھی کیونکہ اس نے کیا لفظ استعمال کیا؟ فِي۔ مثلاً کہتا ہے غَصَبْتُ تَمْرًا فِي قَوْصَرَّةٍ یا غَصَبْتُ مِنْكَ تَمْرًا فِي قَوْصَرَّةٍ میں نے غصب کی تم سے کیا چیز غصب کی؟ کھجور ٹوکری میں، کھجور ٹوکری میں، تو وہ لفظ فِي لے کر آیا۔ معلوم ہوا مابعد ماقبل کے لیے کیا ہے؟ ظرف ہے، ظرف ہے اور ماقبل مظروف ہے، مابعد ظرف ہے اور ماقبل مظروف ہے۔ تو اب یہ دونوں چیزیں اس پر لازم کریں گے بھئی۔

کیوں، ایک چیز کو کیوں نہیں لازم کرتے؟ بھئی اس لیے کہ اس نے فِي ذکر کیا اور فِي کس لیے آتا ہے؟ ظرفیت۔ اس فِي نے بتلا دیا ماقبل والا ہے

مظروف مابعد والا ہے ظرف۔ اگر ہم صرف اس پر کھجوریں لازم کرتے ہیں تو یہ تو صرف کھجوریں ہیں تو یہ مظروف ہوئیں؟ اس نے تو کہا کھجوروں کو میں نے غصب کیا ہے جبکہ وہ کھجوریں مظروف تھیں اس ظرف میں، اور اگر صرف کھجوریں ہم اس پر لازم کریں گے تو معنی یہ ہو گا اس نے کھجوریں اس چیز میں سے نکال لیں، اور جب نکال لیں تو وہ چیز کھجور کے لیے ظرف نہیں۔ اس وقت جب نکال لی تو اب وہ چیز اس کے لیے ظرف ہے؟ نہیں، اور کھجور اس کے لیے مظروف نہیں۔ لیکن اس نے تو کیا ذکر کیا؟ فِي، اور فِي کیا بتلا رہا ہے؟ کھجور کیا تھی؟ مظروف، اور ٹوکری کیا تھی؟ ظرف۔ اور یہ اسی صورت میں پہلے کو مظروف اور ثانی کو ہم ظرف بنا سکتے ہیں کہ اس چیز سمیت اس نے اٹھایا ہو۔ اگر اس چیز سمیت نہیں اٹھایا تو کھجور مظروف نہیں وہ ظرف نہیں بھئی، لیکن وہ تو کہہ رہا ہے کہ کھجور مظروف تھی اور ٹوکری کیا تھی؟ ظرف تھی۔ تو وہ مظروف ہو نہیں سکتی اور یہ چیز ظرف ہو نہیں سکتی جب تک اس کے اندر ہی اس نے غصب نہ کیا ہو۔ اگر اس کے اندر اس نے غصب نہیں کیا تھا تو پھر اس صورت میں تو کھجور مظروف ہی نہیں تھی وہ چیز اس کے لیے ظرف ہی نہیں تھی، لیکن یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ فِي لایا، کیا بتلا دیا اس نے کہ کھجور مظروف تھی اور وہ چیز ظرف تھی۔ تو مظروف اور ظرف اسی صورت میں بنیں گے جب اس چیز سمیت اس کو اس نے اٹھایا ہو لہٰذا دونوں اس پر واجب ہوں گے۔

تو کہتے ہیں لَزِمَهُ التَّمْرُ وَالْقَوْصَرَّةُ تو لازم ہو جائے گی اس پر کھجور بھی اور ٹوکری بھی۔ وَمَنْ أَقَرَّ بِدَابَّةٍ فِي إِصْطَبْلٍ لَزِمَهُ الدَّابَّةُ خَاصَّةً اور جس نے اقرار کیا بھئی دابہ کا کسی مویشی کا کسی جانور کا فِي إِصْطَبْلٍ کس کے اندر بھئی؟ مویشیوں کا جو باڑہ ہے اس کے اندر لَزِمَهُ الدَّابَّةُ خَاصَّةً تو لازم ہو جائے گا اس پر جانور ہی خاص طور پر، صرف جانور ہی کیا ہو گا اس پر؟ لازم ہو گا اس لیے کہ اگرچہ وہ فِي لایا اور فِي ظرفیت کے لیے آتا ہے لیکن یہاں پر جو ظرف اس نے ذکر کیا وہ کس قبیل سے ہے؟ غیر منقولی ہے اس کو تو غصب نہیں کیا جا سکتا بھئی معلوم ہوا صرف کس کو غصب کیا ہے؟ جانور کو۔

وَإِنْ قَالَ غَصَبْتُ ثَوْبًا فِي مِنْدِيلٍ لَزِمَاهُ جَمِيعًا اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے غصب کیا ہے کپڑے کو فِي مِنْدِيلٍ رومال میں، مِنْدِيلٌ رومال کو کہتے ہیں، لَزِمَاهُ تو لَزِمَا تثنیہ کا صیغہ ہے یہ دونوں لازم ہو جائیں گے، ہاء ضمیر آ گئی اس آدمی پر، لَزِمَاهُ جَمِيعًا تو لازم ہو جائیں گے اس آدمی پر جَمِيعًا یہ سارے بھئی یعنی یہ دونوں۔ وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ ثَوْبٌ فِي ثَوْبٍ لَزِمَاهُ جَمِيعًا اور اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک کپڑا ہے کپڑے میں، تو فِي لے کر آیا تو لَزِمَاهُ جَمِيعًا تو اس پر یہ دونوں لازم ہو جائیں گے۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ ثَوْبٌ فِي عَشَرَةِ أَثْوَابٍ لَمْ يَلْزَمْهُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ۔ بھئی ایک آدمی یوں کہتا ہے لِفُلَانٍ عَلَيَّ ثَوْبٌ فِي عَشَرَةِ أَثْوَابٍ فلاں کا مجھ پر ایک کپڑا ہے دس کپڑوں میں، فلاں کا میں نے غصب کیا ایک کپڑا دس کپڑوں میں۔ اب بھئی اس پر کیا لازم ہو گا؟ ایک کپڑا یہ تو ہے مظروف اور دس کپڑے یہ کیا ہیں اس کے لیے؟ ظرف۔ تو کیا ظرف اور مظروف دونوں ہوں گے یا صرف مظروف آئے گا؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف مظروف آئے گا بھئی ایک کپڑا، دس کپڑے نہیں۔

بھئی کیوں؟ وہ فرماتے ہیں اس لیے کہ ایک کپڑے کو کبھی دس کپڑوں میں نہیں لپیٹ کر رکھا جاتا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ٹھیک ہے ظرف تو بن سکتے ہیں یہ اس کے لیے لیکن رکھا نہیں جاتا: ایک کپڑے کو ایک یا دو کپڑوں میں تو لپیٹ لیتے ہیں دس کپڑوں میں نہیں لپیٹ کر رکھتے، لہٰذا اب صرف ایک کپڑا آئے گا۔ تو یہ معنی ہے لَمْ يَلْزَمْهُ تو لازم نہیں ہوں گے اس پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ مگر ایک ہی کپڑا۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَلْزَمُهُ أَحَدَ عَشَرَ ثَوْبًا۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر گیارہ کپڑے لازم ہو جائیں گے: مظروف بھی اور ظرف بھی۔ ایک کپڑا تھا مظروف دس کپڑے تھے ظرف، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سارے اس پر لازم ہو جائیں گے۔ کیوں؟ بھئی عموماً تو ایسا نہیں کیا جاتا کہ ایک کپڑے کو دس کپڑوں میں لپیٹ کر رکھا جائے؟ کہتے ہیں نہیں بعض اوقات بڑا قیمتی اور نفیس کپڑا ہوتا ہے اس کو کیا کر لیتے ہیں؟ دس دس کپڑوں میں بھی لپیٹ کر رکھتے ہیں بھئی، بہت نفیس ہوتا ہے بہت اعلیٰ ہوتا ہے تو بے انتہا حفاظت کے لیے کیا کر لیتے ہیں اسے؟ زیادہ کپڑوں میں لپیٹ لیتے ہیں دس تک بھی لپیٹ لیتے ہیں اس کو، تو لہٰذا یہ ظرف ہے صحیح ہے اور گیارہ کپڑے لازم ہو گئے۔ تو یہ معنی ہے يَلْزَمُهُ تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر لازم ہو جائیں گے أَحَدَ عَشَرَ ثَوْبًا گیارہ کپڑے۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِغَصْبِ ثَوْبٍ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی نے اقرار کیا دوسرے کے لیے کہ میں نے اس کا کپڑا غصب کیا ہے۔ میں نے کیا کیا ہے اس کا؟ کپڑا غصب کیا بھئی۔ اچھا پھر وہ کپڑا لے کر آیا بھئی تو کپڑا عیبدار لے کر آیا: پھٹا ہوا تھا، پرانا تھا یا کچھ تھا بھئی، عیبدار کپڑا اٹھا کر لے آیا۔ تو وہ جو ہے دوسرا شخص وہ انکار کرتا ہے بھئی کہتا ہے نہیں بھئی یہ تو پرانا اور پھٹا ہوا کپڑا ہے میرا تو کپڑا اس قسم کا تھا؟ نیا تھا۔ تو اب کیا کیا جائے گا؟ کیا یہ وہ پرانا کپڑا لے آئے یہ صحیح ہے یا

صحیح نہیں؟

کہتے ہیں بھئی اس صورت میں اس نے اقرار کس چیز کا کیا تھا؟ غصب کا، غصب کا۔ تو غصب کے اندر تو بھئی یاد رکھیے جب ہم کوئی معاملہ کرتے ہیں دوسرے کے ساتھ بیع و شراء تو کھوٹے دراہم وغیرہ کے ذریعے نہیں کرتے بلکہ کس چیز کے ذریعے کرتے ہیں آپس میں معاملہ؟ اچھی چیز کے ذریعے کرتے ہیں، اچھے جو سکے ہوں گے وغیرہ دراہم دینار ان کے ذریعے کرتے ہیں، یا کسی سے کوئی چیز خریدتے ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ لیکن یہاں پر اس نے اقرار کیا تھا غصب کا اور غصب کے اندر اب وہ عبیدار کپڑا لے کر آیا تو یہ صحیح ہے عبیدار کپڑا وہ دے سکتا ہے بھئی، اس لیے کہ غصب کا کیا معنی تھا؟ بھئی کسی کی چیز چھین کر لے گیا اٹھا کر لے گیا زبردستی لے گیا یہ کیا ہے؟ غصب۔ تو غصب کے اندر تو جو چیز بھی ہاتھ آجائے آدمی اٹھا کر لے جاتا ہے، اس میں چیز کا عمدہ ہونا ضروری نہیں ہے بھئی، جو چیز ملی دوسرے کی اٹھا کر لے گیا تو یہ ضروری تو نہیں کہ وہ چیز بالکل صحیح ہے ہو سکتا ہے کس قسم کی ہو؟ عبیدار چیز اس کے سامنے آئی تھی وہی اٹھا کر لے گیا تھا، لہٰذا اس کی بات کو قبول کیا جائے گا لیکن ویسے نہیں بلکہ ساتھ کس چیز کے؟ قسم کے۔ کس چیز کے ساتھ اس کے قول کو قبول کریں گے؟ قسم کے۔

یہ کب؟ جبکہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میرا کپڑا بغیر عیب کے تھا اور یہ تو کس قسم کا لایا ہے؟ عیب والا۔ تو اب اس پر قسم آگئی، قسم کیوں آئی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ منکر ہے اور منکر پر کیا آیا کرتی ہے؟ قسم، اور دوسرا مدعی ہے۔ اس نے اقرار کر لیا اقرار کے بعد گھر گیا اور اس کے لیے پرانا سا کپڑا اٹھا کر لے آیا، اب دوسرے نے کہا نہیں پرانا نہیں تھا بلکہ کس قسم کا کپڑا تھا؟ نیا تھا۔ تو یہ جس نے نئے کی بات کی ہے جو مالک ہے وہ معلوم ہوا دعویٰ کر رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ دعویٰ کر رہا ہے، اور مدعی کے ذمے کیا ہوتی ہے؟ گواہی، بینہ اس کے ذمہ ہوتی ہے اور دوسرا منکر ہے منکر کے ذمے کیا ہوتی ہے؟ قسم۔ معلوم ہوا مدعی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں بھئی، اس کی بات نہیں سنی جائے گی اس سے کہا جائے گا گواہ لے کر آؤ، قسم وغیرہ ہم تم سے نہیں لے سکتے بھئی۔ ہمارا اصول ہے جو مدعی ہوتا ہے اس کے ذمے کیا ہوتے ہیں؟ گواہ ہوتے ہیں تم گواہ لے کر آؤ تمہارے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہاں البتہ دوسرا منکر ہے اس کے ذمے گواہ نہیں ہیں بلکہ اس کا قول معتبر ہے لیکن کس چیز کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

یہ معنی ہے وَمَنْ أَقَرَّ بِغَصْبِ ثَوْبٍ اور جس نے اقرار کیا کپڑے کے غصب کرنے کا وَجَاءَ بِثَوْبٍ مَعِيبٍ اور وہ لے آیا عبیدار کپڑا فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ فِيهِ تو قول اس کا معتبر ہے اس کے اندر مَعَ يَمِينِهِ کس کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ کیونکہ یہ منکر ہے۔

وَكَذَلِكَ لَوْ أَقَرَّ بِدَرَاهِمَ وَقَالَ هِيَ زُيُوفٌ اور اسی طرح اگر اس نے اقرار کیا دراہم کا، اقرار کیا کس کا؟ دراہم کا، وَقَالَ هِيَ زُيُوفٌ اور کہتا ہے یہ تو کھوٹے تھے۔ یہ دراہم کس قسم کے تھے؟ کھوٹے۔ یاد رکھیے یہ ویسے اقرار نہیں مراد یہاں پر، یہاں بھی وہی اوپر غصب والی صورت بنانا پڑے گی، غصب والی صورت بھئی: کہتا ہے میں نے اس کے سو دراہم غصب کیے تھے، کہا گیا لے کر آؤ دراہم بھئی، گیا جا کر سو کھوٹے درہم اٹھا کر لے آیا۔ کھوٹے درہم، اب یہ دوسرا کہتا ہے نہیں بھئی کھوٹے دراہم نہیں میرے تو کس قسم کے دراہم تھے؟ عمدہ تھے کھرے تھے۔ کہتے ہیں بھئی یہ جب کھروں کی بات چلاتا ہے تو یہ اب مدعی بن گیا، اور مدعی کے ذمہ کیا ہوتی ہے؟ بینہ، اور دوسرا کیا ہے؟ منکر، تو قول کس کا معتبر؟ منکر کا ساتھ اس کی قسم کے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟

لیکن یہ وہ صورت ہے جب وہ غصب کی بات کر رہا تھا میں نے یہ دراہم کیا کیے تھے؟ غصب کیے تھے، کیونکہ غصب کے اندر دراہم کا کھرا ہونا ضروری نہیں بھئی: ایک چیز یہ دوسرے کی اٹھا کر لے جا رہا ہے جو چیز سامنے پڑی ملے گی کیا کرے گا؟ اٹھا کر لے جائے گا، تو یہ ضروری تو نہیں کہ کھرے ہی لے کر جائے گا۔ ہاں بیع و شراء کا مسئلہ ہوتا پھر الگ بات تھی، بیع و شراء میں کھروں کے ساتھ ہی لوگ معاملات کرتے ہیں کھوٹوں کے ساتھ نہیں۔ تو اگر وہ کہتا کہ میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں میں نے اس کے ساتھ بیع و شراء کی تھی، تو اب ایک ہزار وہ کھوٹے لے آئے نہیں یہ ہم قبول نہیں کریں گے کیونکہ یہ دراہم جو اس پر ہیں کس کی وجہ سے ہیں؟ بیع کی وجہ سے اور بیع میں کس قسم کے دراہم آتے ہیں؟ کھرے کے ساتھ بیع کی جاتی ہے کھوٹوں کے ساتھ نہیں، لیکن غصب کے اندر تو جو چیز مل گئی اٹھا کر لے گیا چاہے ٹھیک ہے چاہے عبیدار ہے۔ تو لہٰذا غصب کی بات یہ ہو رہی ہے۔

وَكَذَلِكَ اور اسی طرح ہے مولانا یعنی اس کی تصدیق کی جائے گی لَوْ أَقَرَّ بِدَرَاهِمَ اگر اس نے اقرار کیا دراہم کا یعنی دراہم مغصوبہ کا وَقَالَ هِيَ زُيُوفٌ اور کہا کہ یہ کھوٹے ہیں۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ يُرِيدُ بِهِ الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ لَزِمَهُ خَمْسَةٌ وَاحِدَةٌ۔ ایک آدمی اقراریوں کرتا ہے بھئی، فقہائے کرام پر اللہ تعالیٰ کی کروڑہا رحمتیں نازل ہوں بھئی ایک ایک صورت جس جس انداز میں بھی ممکن تھا جو بھی ساری صورتیں مسئلہ بنا کر انہوں نے لکھ دیں یوں

کہا تو یوں ہو گا، قرآن اور حدیث میں غور کر کر کے قوانین اور ضابطے بنائے اور پھر اس سے مسائل بناتے چلے گئے بھئی۔ تو مثلاً ایک شخص دوسرے کے لیے اقرار کرتا ہے مثلاً لِفُلَانٍ عَلَيَّ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ۔ کس قسم کا لفظ لایا ہے وہ؟ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ جیسا لفظ لے کر آیا ہے مثلاً خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فِي خَمْسَةِ دَرَاهِمَ۔ تو فِي لے کر آیا بھئی اور ما قبل میں بھی اس نے ایک چیز ذکر کی مابعد میں بھی اور فِي لے کر آیا درمیان میں۔ عدد کے درمیان کیا لے کر آیا مثلاً؟ فِي، عدد کے درمیان میں وہ فِي لے کر آیا۔[1]

اب اس سے پوچھا جائے گا یہ فِي سے آپ کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ عدد کے درمیان فِي لے کر آئیں تو اس سے ضرب کا بھی ارادہ ہوتا ہے۔ بھئی جیسے ہم اردو میں کہتے ہیں پانچ ضرب پانچ برابر ہے پچیس کے، تو اسی طرح بھئی عربی میں اس کے لیے کیا لے آتے ہیں؟ فِي کا لفظ لے آتے ہیں: خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ کیا معنی؟ خَمْسَةٌ مَضْرُوبَةٌ فِي خَمْسَةٍ بھئی کہ ان کو ضرب دی گئی ہو کس کے ساتھ؟ پانچ کے ساتھ۔ تو لہٰذا اب یہاں ضرب کا بھی احتمال آیا، اور فِي کبھی بمعنی مَعَ کے بھی آتا ہے تو مَعَ کا معنی ہوتا ہے ساتھ، تو مَعَ کے معنی کا بھی احتمال ہوا۔ تو اب اس سے پوچھا جائے گا آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا یہاں ضرب و حساب دینے کا ارادہ کیا ہے یا آپ نے مَعَ کے معنی کا ارادہ کیا ہے؟

اگر وہ کہتا ہے میں نے مَعَ کے معنی کا ارادہ کیا تو خَمْسَةٌ مَعَ خَمْسَةٍ کل کتنے ہو گئے؟ پانچ کے ساتھ پانچ تو یہ دس ہو گئے تو دس اس پر لازم ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ کہتا ہے میں نے تو ضرب دینے کا ارادہ کیا تھا تو پھر اس صورت میں اس پر پانچ ہی لازم ہوں گے جو پہلے ذکر کیا۔ وہی اس پر کیا ہو جائیں گے؟ لازم، اس لیے کہ وہ ضرب دینے کا ارادہ کر رہا ہے اور یاد رکھیے ضرب دینے سے کوئی چیز بڑھتی نہیں ہے اس کے اجزاء بڑھ جاتے ہیں۔ کیا ہوتے ہیں؟ اجزاء بڑھتے ہیں چیز نہیں بڑھتی۔ پانچ درہم ضرب پانچ درہم اس کا یہ معنی نہیں اب یہ پچیس درہم ہو جائیں گے، نہیں۔ ہاں اس کے اجزاء ہم بنالیں گے یعنی ہر درہم کے پانچ جز ہو گئے۔ پانچ ضرب پانچ کا کیا مطلب ہو جائے گا؟ ہر درہم کے پانچ جز، تو پانچ کل دراہم ہیں تو کل کتنے اجزاء ہو گئے؟ پچیس۔ تو ہر جز درہم کا پانچواں حصہ ہوا کیونکہ ہر درہم کے ہم نے کتنے جز بنائے ہیں؟ پانچ، تو ایک جز درہم کا کتنا جز ہوا؟ پانچواں حصہ، پانچواں حصہ۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو اجزاء بڑھے چیز نہیں بڑھی، تو ضرب سے چیز کے اجزاء بڑھتے ہیں اس کی مقدار نہیں بڑھتی۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ اور اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں کے مجھ پر پانچ میں پانچ ہیں يُرِيدُ بِهِ الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ اگر وہ ارادہ کرتا ہے اس کے ذریعے ضرب و حساب کا لَزِمَهُ خَمْسَةٌ وَاحِدَةٌ تو اس پر صرف پانچ ہی لازم ہوں گے، یعنی ایک پانچ ہوں گے دوسرے والے نہیں۔ فَإِنْ قَالَ أَرَدْتُ خَمْسَةً مَعَ خَمْسَةٍ لَزِمَهُ عَشَرَةٌ اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے تو ارادہ کیا تھا پانچ مَعَ پانچ کا، مَعَ کا ارادہ کیا تھا فِي بمعنی مَعَ کے لیا تھا لَزِمَهُ عَشَرَةٌ تو اس پر کتنے لازم ہو جائیں گے؟ دس بھئی۔

یہ الگ صورت ہے مسئلہ بھئی: ایک شخص دوسرے کے لیے اقرار کرتا ہے اور ابتداء اور انتہاء کی صورت میں ذکر کرتا ہے: فلاں کے مجھ پر ایک سے لے کر دس تک درہم ہیں۔ اب کتنے درہم لازم ہوں گے بھئی؟ فلاں کے مجھ پر ایک سے لے کر دس تک بھئی، تو دو حدیں ذکر کر دیں: پہلی حد کیا ہے شروع کہاں سے ہو رہے ہیں؟ ایک سے، آخری حد کیا ہے؟ دس تک، تو دو حدود اس نے ذکر کر دیں۔ فلاں کے مجھ پر ایک سے لے کر دس تک، تو اب اس پر کتنے دراہم آئیں گے؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر نو لازم ہو جائیں گے۔ کتنے لازم ہوں گے؟ نو۔ بھئی وہ پہلی حد کو تو ملاتے ہیں جو پہلی حد تھی ایک، اور آخری حد دس جو ہے اس کو وہ نہیں ملاتے۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر دس درہم لازم ہو جائیں گے: پہلی حد کو بھی وہ ملاتے ہیں اور آخری حد کو بھی وہ ملاتے ہیں۔ تو پہلی حد کیا ہے؟ ایک، آخری حد کیا ہے؟ دس، تو لہٰذا اس پر دس درہم ہو گئے۔

جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں؟ نو۔ کیوں؟ کیونکہ پہلی حد کو ملائیں گے اور انتہاء کو نہیں ملائیں گے۔ بھئی کیا وجہ ہے آپ ابتداء کو ملاتے ہیں انتہاء کو کیوں نہیں ملاتے؟ فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ ہر اوپر والا عدد نچلے والے کے جب تک ساتھ نہیں ملے گا وہ حاصل نہیں ہو گا۔ بھئی دیکھو ایک ہے، ایک سے اوپر کون سا عدد ہے؟ دو، وہ کیسے آیا؟ اسی ایک میں ہم نے ایک جمع کر دیا تو کیا بن گیا؟ دو۔ اب اسی دو میں ایک جمع کریں گے کیا بن جائے گا؟ تین۔ پھر اسی تین میں ایک جمع کرو گے کیا بن جائے گا؟ چار۔ تو ہر اوپر والا عدد وہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک نیچے والے عدد کو ایک کے ساتھ ملایا نہ جائے۔ تو لہٰذا پہلی حد

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۹۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ خَمْسَةٌ فِي خَمْسَةٍ يُرِيدُ بِهِ الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ لَزِمَهُ خَمْسَةٌ وَاحِدَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قال: له علي خمسة في خمسة يريد الضرب والحساب لزمه خمسة واحدة» منقول ہے۔

کو شامل کرنا ضروری کیونکہ اگر اس کو نہیں ملاؤ گے تو اس سے اوپر والا عدد حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ تو پہلی حد کو ملانا ضروری لیکن آخری حد کو نہیں ملائیں گے بھئی کیونکہ اس کے بغیر بھی کام چل گیا بھئی۔ ادھر تو دو آہی نہیں سکتا تھا جب تک کہ اس ایک کو ایک کے ساتھ نہ ملائیں اور آخری دس کی کوئی ضرورت نہیں۔

بھئی اصل یہ ہے یاد رکھو حد محدود میں داخل نہیں ہوتی۔ ایک آدمی کہتا ہے میری یہ زمین ہے اس دیوار سے لے کر اس دیوار تک۔ تو کیا دیواروں پر بھی اس کا دعویٰ ہے یا دیواروں پر نہیں ہے؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو دیواروں کو صرف لفظوں کے اعتبار سے دیکھو لفظوں میں: لفظوں میں اس نے دیواروں کو حد بنایا میری زمین کہاں سے کہاں تک ہے اس دیوار سے لے کر اس دیوار تک، تو پہلی حد بھی دیوار دوسری حد بھی دیوار اور درمیان کی زمین، تو دیواریں ہوئیں حد اور زمین ہوئی محدود جس کی حد بیان کر رہا ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ حد محدود میں داخل نہیں ہوتی بھئی، حد ایک الگ چیز ہے محدود الگ چیز ہے۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو حد الگ ہے محدود الگ ہے: اگر محدود اس کے بغیر پایا جاتا ہے تو حد خارج، اگر محدود اس کے بغیر نہیں پایا جاتا تو پھر اس کو ملانا مجبوری ہے۔ اب آپ بتائیے ایک دیوار سے دوسری دیوار تک جو زمین ہے بیچ میں کیا اس زمین کا وجود ان دیواروں پر موقوف ہے؟ دیواریں ہوں گی تو یہ زمین ہے دیواریں نہیں تو یہ زمین بھی نہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے اس کے ساتھ صرف یہ حد بیان کر رہا ہے دیواروں پر زمین کا وجود موقوف نہیں ہے، ایسا نہیں ہے کہ دیواریں نہ ہوں تو زمین بھی نہیں دیواریں ہیں تو زمین بھی ہے۔ لیکن عدد میں ایسا ہے کہ اوپر والا عدد اس وقت تک نہیں ملے گا جب اس نچلے عدد کے ساتھ ایک نہیں ملاؤ گے۔ تو وہاں پر بھی اس نے جب کہا میرے اوپر فلاں کے ایک سے لے کر کتنے دراہم ہیں؟ دس، تو دو حدیں ذکر کر دیں، ہونا اصولاً یہ چاہیے تھا پہلی حد ہے ایک اس کو بھی شامل نہیں ہونا چاہیے آخری حد کیا ہے دس اس کو بھی شامل نہیں ہونا چاہیے لہذا آٹھ دراہم آنے چاہئیں۔ کتنے آنے چاہئیں؟ آٹھ، لیکن یہاں پہلی حد کو ملانا مجبوری بن گیا بھئی۔ مجبوری کیوں بنا؟ اس لیے کہ جب تک نچلے عدد کے ساتھ ایک نہ ملاؤ اوپر والا عدد حاصل ہی نہیں ہوتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

جیسے ایک آدمی اپنی عمر بتلاتا ہے کسی سے پوچھا گیا آپ کی کیا عمر ہے؟ اس نے کہا پچاس سے ساٹھ تک ہو گی۔ پچاس سے لے کر ساٹھ تک ہو گی۔ تو دیکھو پچاس سے ساٹھ کے اندر اس کے اندر تو کتنے عدد ہیں؟ نو عدد ہیں۔ نو عدد ہیں نا پچاس کے بعد ایک ملاؤ گے کتنا ہوا؟ اکیاون۔ تو اس کے اندر تو نو عدد ہیں اور اوپر والا عدد آئے گا نہیں جب تک پچاس ساتھ نہیں ملاؤ گے۔ پچاس کے ساتھ ایک ملاؤ گے تو وہ آیا اکیاون، پچاس کے ساتھ دو ملاؤ گے باون، ورنہ تو بیچ میں صرف نو عدد ہیں ایک دو تین چار پانچ چھ سات آٹھ نو۔ تو یہاں پر اس کا کیا بتلانا مقصد ہے یہ والے نو عدد ہیں یا وہ پچھلے پچاس کو بھی ساتھ ملانا پڑے گا؟ پچھلے پچاس کو بھی ملاؤ گے اور ایک ساتھ ملا دو گے کتنے ہو گئے؟ اکیاون، معلوم ہوا وہ اکیاون بتلانا چاہتا ہے یا مثلاً وہ پچپن بتلانا چاہتا تھا تو پانچوں اس عدد پکڑ لو گے اور وہ حاصل کس طرح ہو گا؟ وہ ماقبل والے کو بھی ساتھ ملانا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ایک جمع کر دیا جاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہاں بھی ابتداء کو ملانا ضروری کیونکہ جب تک ابتداء کو نہیں ملائیں گے اس سے اوپر والا عدد حاصل ہی نہیں ہوتا۔

وَإِذَا قَالَ جب کسی شخص نے کہا لَهُ عَلَيَّ مِنْ دِرْهَمٍ إِلَى عَشَرَةٍ لَزِمَهُ تِسْعَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى جب کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک درہم سے لے کر دس تک ہیں تو لَزِمَهُ تِسْعَةٌ تو لازم ہو جائیں گے اس پر نو درہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ يَلْزَمُهُ الِابْتِدَاءُ وَمَا بَعْدَهُ وَيَسْقُطُ الْغَايَةُ اس پر ابتداء لازم ہو گی اور اس کے مابعد بھی لازم ہوں گے وَيَسْقُطُ الْغَايَةُ اور جو انتہاء ہے وہ کیا ہو گی؟ ساقط ہو جائے گی، یعنی وہ دس جو ہے وہ ساقط ہوا تو نو ہو گئے۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں يَلْزَمُهُ الْعَشَرَةُ كُلُّهَا کہ لازم ہوں گے اس پر دس سارے، سارے کے سارے دس اس پر کیا ہو جائیں گے؟ لازم، یعنی وہ ابتداء کو بھی شامل کرتے ہیں اور انتہاء کو بھی۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی دوسرے کے لیے اقرار کرتا ہے لیکن اقرار ویسے مطلقاً نہیں کرتا کسی چیز کے عوض کے طور پر کرتا ہے، اور وہ چیز بھی متعین کر دیتا ہے اور وہ چیز مُقَرٌّ لَهُ کے پاس ہے جس کے لیے کیا کر رہا ہے وہ؟ اقرار۔ مثلاً ایک آدمی نے آیا اور اس نے کہا کہ میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں اس غلام کے بدلے میں اس غلام کے ثمن کے طور پر جو زید کے پاس ہے، زید کے پاس ہے کیونکہ یہ غلام میں نے اس سے خریدا تھا اور میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا۔[۲]

تو بتلائیے وہ زید کے لیے کیا کر رہا ہے، کتنے درہم کا اقرار؟ ایک ہزار درہم کا۔ اور یہ مطلقاً اقرار کر رہا ہے یا کسی چیز کے ثمن کے طور پر کر رہا ہے؟ کسی چیز

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قال:له علي مائة درهم» منقول ہے۔

کے ثمن کے طور پر کر رہا ہے۔ اور وہ چیز متعین ہے یا غیر متعین چیز ذکر کر رہا ہے؟ متعین کہ یہ والا جو غلام ہے آپ کا بھئی اس کے ثمن کے طور پر یہ میں نے آپ سے خریدا تھا، اور ساتھ ایک اور بات بھی وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ یہ خریدا تھا یہ والا غلام لیکن میں نے قبضہ نہیں کیا تھا تو اس غلام کے ثمن کے طور پر میرے اوپر کتنے لازم ہیں؟ ایک ہزار۔ تو یہ اقرار کیا لیکن یہ اقرار اس نے مطلقاً نہیں کیا بلکہ کسی چیز کے بدلے کے طور پر کیا اور وہ چیز بھی معین ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میں نے اس پر قبضہ بھی نہیں کیا۔ تو اس صورت میں بھئی اقرار تو صحیح ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اس مُقَرٌّ لَهُ سے کہا جائے گا کہ بھئی اگر آپ ہزار اس سے لینا چاہتے ہیں تو یہ اپنا غلام اس کو دے دو، کیونکہ اس نے مطلقاً اقرار نہیں کیا بلکہ اس غلام کے ثمن کے طور پر اقرار کیا ہے۔ تو اگر ہزار لینے ہیں تو یہ غلام اس کو دے دو اور ہزار لے لو۔ ویسے ہی وہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے ہزار اس سے دلوائے جائیں، نہیں بھئی اس نے تو ویسے تو اقرار کیا ہی نہیں اس نے تو اسی معین غلام کے بدلے میں کیا کیا ہے؟ اقرار کیا ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اشْتَرَيْتُهُ مِنْهُ وَلَمْ أَقْبِضْهُ اور اگر کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں ایسے غلام کے ثمن کے جو میں نے اس سے خریدا تھا وَلَمْ أَقْبِضْهُ اور میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا، فَإِنْ ذَكَرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ پس اگر اس نے ذکر کیا کوئی معین غلام قِيلَ لِلْمُقَرِّ لَهُ تو کہا جائے گا مُقَرٌّ لَهُ سے إِنْ شِئْتَ فَسَلِّمِ الْعَبْدَ وَخُذِ الْأَلْفَ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ لَكَ عَلَيْهِ، تو مُقَرٌّ لَهُ سے کہا جائے گا اگر تو چاہتا ہے تو سپرد کر دے غلام کو حوالے کر دے اس غلام کو اور لے لے ایک ہزار، ایک ہزار درہم لے لے، وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یا اگر ایسا نہیں کرے گا فَلَا شَيْءَ لَكَ عَلَيْهِ تو پھر کوئی چیز نہیں ہے تیرے لیے اس پر، یعنی پھر اس پر تیرا کوئی پیسہ نہیں ہے۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفٌ۔ اچھا بھئی صورت مسئلہ یہ: بعینہ یہی صورت ہے البتہ اس نے وہ مبیعہ متعین نہیں کیا۔ یوں کہتا ہے بھئی زید کے میں نے ایک ہزار درہم دینے ہیں ایک غلام کے ثمن کے طور پر جو اس سے میں نے خریدا تھا لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا۔ اب ساری وہی صورت ہے: مطلق اقرار نہیں کر رہا بلکہ کس کے طور پر؟ عوض کے طور پر ثمن کے طور پر اقرار کر رہا ہے ایک ہزار درہم کا، اور یہ ثمن کس کے ہیں کسی معین چیز کے ہیں یا غیر معین؟ یہ غیر معین والی صورت ذکر کر رہے ہیں تو غیر معین غلام کے ثمن ذکر کیے اور ساتھ ہی کیا کہا میں نے اس پر قبضہ بھی نہیں کیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس شخص پر ہزار درہم لازم ہو جائیں گے۔ کیا ہوں گے؟ ہزار درہم لازم ہوں گے کیونکہ اس نے مبیعہ متعین نہیں کیا، حالانکہ بیع کے اندر تو کیا ضروری ہوتا ہے؟ مبیعے کا متعین ہونا، تو یہ کہہ رہا ہے میں نے قبضہ بھی نہیں کیا اور تعیین بھی نہیں کر رہا۔ تو بغیر تعیین کے ہو سکتی ہے بیع؟ پھر تو بھئی مبیعہ مجہول ہوا تو بیع تو درست نہیں بھئی۔ تو لہٰذا اس صورت میں یہ جب مبیعہ مجہول ہوا تو مبیعے کا مجہول ہونا کہتے ہیں یہ اسی طرح ہے جیسے مبیعہ ہلاک ہو جائے۔ مبیعے کا مجہول ہونا کس کی طرح ہے؟ اس کے ہلاک ہونے کی طرح ہے اور جب مبیعہ ہلاک ہو جایا کرتا ہے آپ جانتے ہیں بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فسخ ہو جاتی ہے کیونکہ بیع کا دارومدار مبیعے پر تھا۔ تو یہاں پر بھی اس نے مبیعے کو مجہول رکھا اور مبیعہ جب مجہول ہو تو یہ کس کی طرح ہے؟ مبیعے کے ہلاک ہونے کی طرح، اور مبیعہ جب ہلاک ہو تو بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ فسخ، اور جب بیع فسخ ہو جائے تو دوسرے پر ثمن لازم ہوتے ہیں؟ ثمن لازم نہیں ہوتے۔ تو اس شخص نے بھی گویا مبیعے کو جب مجہول رکھا تو بیع کو کیا ماننا پڑے گا؟ فسخ، اور جب بیع فسخ ہو جائے گی تو اس شخص پر کوئی چیز واجب ہو رہے گی؟ ثمن اب آئیں گے؟ بھئی جب بیع ہی فسخ ہو گئی پھر تو ثمن ہی کوئی نہیں۔ تو کہتے ہیں دراصل مبیعے کو مجہول ذکر کر کے یہ شخص کیا کرنا چاہتا ہے اپنے اقرار سے رجوع کرنا چاہتا ہے، حالانکہ پہلے اس نے کیا کہا ہے زید کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں، پھر آگے بات چلاتا جا رہا ہے اور کہتا ہے بھئی یہ ثمن ہیں ایک غلام کے اور اس غلام کو متعین بھی نہیں کیا اور کہتا ہے کہ اس پر میں نے قبضہ بھی نہیں کیا تھا۔ تو لہٰذا یہ ایک دفعہ اقرار کر چکا ہے اور اب مبیعہ مجہول بتلا کر یہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس سے رجوع کرنا چاہتا ہے، اور اقرار کے اندر رجوع کی گنجائش نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اور اگر اس نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ کس میں سے؟ کسی غلام کے ثمن میں سے۔ آگے عبارت کیا ہے آپ کی کتابوں میں؟ جی؟ وَلَمْ يُعَيِّنْهُ۔ اچھا یہاں یاد رکھنا اوپر کیا تھا اوپر والے مسئلے میں؟ وَلَمْ أَقْبِضْهُ، اشْتَرَيْتُهُ مِنْهُ وَلَمْ أَقْبِضْهُ، یہ قید یہاں بھی ملحوظ ہے بھئی کہ مجھ پر غلام کے ثمن ہیں جو میں نے اس سے کیا کیا تھا خریدا تھا اور میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا۔ عدم قبضہ خود ذکر کرتا ہے بھئی ورنہ تو ہو سکتا ہے اس نے کیا کر لیا ہو قبضہ کر لیا ہو، لیکن یہ خود کہہ رہا ہے میں نے قبضہ نہیں کیا اور ساری بات ملا کر کر رہا ہے یہ نہیں کہ اقرار ابھی کیا باقی بات تھوڑی دیر بعد جا کر کر رہا ہے۔

اچھا تو وَلَمْ يُعَيِّنْهُ اور اس نے اس غلام کو متعین بھی نہیں کیا لَزِمَهُ الْأَلْفُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تو لازم ہو جائیں گے اس پر ایک

ہزار امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں، ایک ہزار لازم ہوں گے۔ کیا وجہ ذکر کی میں نے کہا کیوں لازم ہوں گے؟ اس لیے کہ غیر معین مبیع پر یہ قبضے سے انکاری ہے۔ غیر معین مبیع پر یہ قبضے سے انکاری ہے اور غیر معین مبیع پر قبضے سے انکار یہ کس کی طرح ہے؟ اس سے کوئی چیز کسی پر واجب نہیں ہوتی بھئی کیونکہ یہ اسی طرح ہے جیسے مبیعہ ہلاک ہو گیا ہو۔

جیسے دیکھو بھئی ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اس نے بکری وغیرہ خریدی، بکری خریدنے کے بعد ابھی اس نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ یہ بکری باقی بکریوں کے ساتھ مل گئی۔ جب مل گئی اس کو پہچان بھی نہیں تھی اچھی طرح بھئی، تو اب مبیعہ یوں سمجھیں گے کہ ہلاک ہو گیا۔ کیا ہو گیا؟ مجہول ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ ہو گیا، جب مجہول ہو گیا تو یوں سمجھیں گے مبیعہ ہلاک ہو گیا بھئی، تو لہذا اس صورت میں بیع کو کیا کر دیں گے؟ فسخ سمجھیں گے، فسخ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہذا جب یہاں پر بھی مبیعہ مجہول بھی ہے اور مبیعے کا مجہول ہو جانا قَبْلَ الْقَبْضِ ہی یہ کس کی طرح ہے؟ مبیعے کے ہلاک ہو جانے کی طرح، اور مبیعہ جب ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں کسی پر ثمن واجب نہیں۔ تو گویا پہلے اس نے کہا زید کے میں نے کتنے دینے ہیں؟ ایک ہزار، اور اب آگے کہہ رہا ہے میں نے بھئی اس پر قبضہ بھی نہیں کیا تھا۔ بھئی کہہ رہے ہو میں نے قبضہ نہیں کیا غیر معین چیز کے اندر یہ تو وجوب کے منافی ہے۔ کس کے منافی ہے؟ وجوب کے۔ معلوم ہوا پہلے تم نے کہا میرے اوپر ایک ہزار واجب ہیں اب کہہ رہے ہو میرے اوپر ایک ہزار واجب نہیں۔ دونوں باتوں میں منافات سمجھ میں آ رہی ہے؟ پہلے تم نے کیا کہا ہے؟ واجب، زید کے میں نے کتنے دینے ہیں؟ ایک ہزار، آگے کہہ رہے ہو غیر معین مبیعے پر میں نے قبضہ بھی نہیں کیا۔ جب غیر معین مبیعے پر قبضہ نہ ہو تو وجوب آتا ہے؟ نہیں بلکہ بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فسخ۔ تو یہ جو قبضہ تم کہہ رہے ہو کہ میں نے قبضہ نہیں کیا یہ تو عدم وجوب پر دلالت کر رہا ہے کہ تم پر ہزار واجب نہیں ہونے چاہئیں، اور پہلے تم کہہ رہے ہو کہ میرے اوپر ہزار واجب ہیں تو تمہاری دونوں باتوں میں کیا ہے آپس میں؟ تضاد ہے۔ معلوم ہوا پہلے ایک دفعہ تم نے وجوب کا اقرار کر لیا اور اب کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس وجوب سے رجوع کرنا چاہتے ہو، تو رجوع نہیں ہو سکتا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ جی۔

وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَلَمْ يُقْبَلْ تَفْسِيرُهُ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی کہتا ہے زید کے میں نے ایک ہزار درہم دینے ہیں خنزیر کے ثمن کے طور پر، یا کہتا ہے میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں شراب کے ثمن کے طور پر، اس نے مجھ سے شراب خریدی تھی اس کے، نہیں میں نے اس سے کیا کیا تھا شراب خریدی تھی اس کے ثمن کے طور پر دینے ہیں، یا میں نے اس سے خنزیر خریدے تھے اس کے ثمن کے طور پر دینے ہیں۔ اب کیا کیا جائے گا؟ ملا کر سارا کلام کر رہا ہے یہ یاد رکھنا کہ میں نے کیا کیا ہے زید کے کتنے درہم دینے ہیں؟ ایک ہزار، لیکن ساتھ ہی تفسیر کیا بیان کر رہا ہے یہ جو ہزار درہم ہیں میرے اوپر ویسے نہیں ہیں بلکہ بطور ثمن کے ہیں اور ثمن بھی کس چیز کے ہیں؟ خنزیر یا شراب کے۔[۳]

تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جو اس نے تفسیر بیان کی یہ تفسیر قابل قبول نہیں لہذا اس شخص پر ایک ہزار درہم واجب ہو جائیں گے۔ یہ تفسیر اس لیے قابل قبول نہیں کہ یہ دراصل رجوع کر رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ رجوع۔ جب اس نے کہا میں نے زید کے ایک ہزار دینے ہیں تو اس کلام نے کس چیز پر دلالت کی کہ اس پر کیا واجب ہونے چاہئیں؟ ایک ہزار، لیکن ساتھ ہی وہ کہتا چلا گیا یہ ایک ہزار کس چیز کے ہیں؟ شراب یا خنزیر کے۔ اور مسلمان شراب اور خنزیر کی بیع و شراء کر سکتا ہے؟ نہیں، اس کے لیے تو شراب اور خنزیر کی بیع جائز ہی نہیں ہے ان میں نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک جائز ہے۔ تو جب یہ اس نے تفسیر ذکر کی تو معلوم ہوا یہ رجوع کرنا چاہتا ہے کیونکہ ان کی تو بیع ہی نہیں کر سکتا مسلمان، جب بیع نہیں کر سکتا تو ان کی وجہ سے ان کے ثمن کے طور پر کسی پر پیسے بھی واجب نہیں ہوں گے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ رجوع کرنا چاہتا ہے اور اقرار ایک دفعہ جب کر دیا تو اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔

تو کہتا ہے وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَلَمْ يُقْبَلْ تَفْسِيرُهُ اور اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں شراب کے ثمن میں سے یا خنزیر کے ثمن میں سے لَزِمَهُ الْأَلْفُ تو اس پر ایک ہزار لازم ہو جائیں گے وَلَمْ يُقْبَلْ تَفْسِيرُهُ اور اس کی تفسیر کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیوں نہیں کیا جائے گا؟ کیونکہ یہ دراصل رجوع ہے۔ یہ کیا ہے؟ رجوع ہے۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ وَهِيَ زُيُوفٌ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی نے کہا کہ میں نے زید کے ایک ہزار درہم دینے ہیں اور یہ ایک ہزار درہم سامان کے ثمن کے طور پر ہیں جو میں نے اس سے خریدا تھا۔ سامان کے ثمن کے طور پر۔ بھئی پچھلی صورت میں تو غلام ذکر کیا تھا لیکن اس نے

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَلَمْ يُقْبَلْ تَفْسِيرُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولو قال:له علي ألف من ثمن خمر أو خنزير لزمه الألف ولم يقبل تفسيره» منقول ہے۔

کہا تھا میں نے قبضہ نہیں کیا، یہاں قبضے کی بات نہیں کر رہا بس صرف یہ کہہ رہا ہے میں نے ہزار دینے ہیں اور یہ ہزار کیوں ہیں مجھ پر کہ میں نے اس سے سامان خریدا تھا اس سامان کے ثمن کے طور پر ہیں بھئی۔ اب اس سے کہا گیا پیسے لاؤ یا خود ہی کہتا ہے بھئی کہ وہ اٹھا کر کھوٹے درہم لے آیا یا منہ سے کہتا ہے کہ وہ درہم کس قسم کے ہیں؟ کھوٹے ہیں، جبکہ دوسرا کہتا ہے مُقَرٌّ لَهُ کہتا ہے نہیں بھئی کھوٹے نہیں تھے کھرے درہم تھے عمدہ درہم تھے۔

تو اب کس کی بات تسلیم کی جائے؟ کہتے ہیں اب مُقَرٌّ لَهُ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟ مُقَرٌّ لَهُ کے۔ لہذا کس قسم کے درہم دینے پڑیں گے؟ اچھے بھئی کھرے درہم دینے پڑیں گے۔ کیوں؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ اس نے کہا ہے میرے اوپر یہ جو ہزار درہم ہیں یہ ویسے نہیں ہیں بلکہ بطور ثمن کے سامان کے ثمن کے طور پر ہیں معلوم ہوا بیع و شراء کی وجہ سے اس پر آئے ہیں اور ثمن میں اور بیع و شراء کے طور پر کھرے دراہم لوگ عام طور پر لیتے دیتے ہیں یا کھوٹے دیتے ہیں؟ کھرے دیتے ہیں۔ تو لہذا اب اس صورت میں اس پر کون سے آئیں گے؟ کھرے ہی آئیں گے۔ تو دیکھا وہ جو غصب کا مسئلہ تھا وہاں وہ کھوٹے بھی لے آیا تھا تو ہم نے بات کیا کر لی تھی اس کی؟ قبول کر لی تھی، لیکن یہاں کھوٹے لے کر آتا ہے تو اس کی بات قابل قبول نہیں کیونکہ وہ غصب تھا غصب میں جو چیز مل جائے انسان اٹھا کر لے جاتا ہے اچھی ہو یا بری، لیکن بیع و شراء کے اندر تو وہ عقد کر رہے ہیں باقاعدہ تو پھر کس پر کرتے ہیں؟ کھروں پر ہی کرتے ہیں بیع و شراء عموماً بھئی۔

تو کہتا ہے وَإِنْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں، مَتَاعٌ کہتے ہیں سامان کو، سامان کے ثمن میں سے وَهِيَ زُيُوفٌ اور یہ کیا ہیں؟ کھوٹے ہیں۔ تو کہتے ہیں فَقَالَ الْمُقَرُّ لَهُ جِيَادٌ، مُقَرٌّ لَهُ کہتا ہے کھرے تھے لَزِمَ الْجِيَادُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تو لازم ہوں گے اس پر کھرے ہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: إِنْ قَالَ ذَلِكَ مَوْصُولًا صُدِّقَ وَإِنْ قَالَهُ مَفْصُولًا لَا يُصَدَّقُ۔ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں اگر یہ جو اس نے باتیں کی ہیں ملا کر کہی ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور بات کو مان لیا جائے گا۔ إِنْ قَالَ ذَلِكَ مَوْصُولًا اگر یہ اس نے ملا کر کہا ہے صُدِّقَ تو اس کی تصدیق کی جائے گی، وَإِنْ قَالَهُ مَفْصُولًا اور اگر اس نے یہ کہا ہے مَفْصُولًا جدا کر کے لَا يُصَدَّقُ تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

دیکھیے اس کا تعلق تینوں مسائل سے ہے: ایک کون سی صورت تھی؟ جب غیر معین غلام کے ثمن کے طور پر ایک ہزار کا اقرار کیا تھا اور ساتھ ہی یہ کہا تھا کہ میں نے اس غیر معین پر قبضہ بھی نہیں کیا، تو امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ ہزار اس پر لازم اور دراصل یہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ رجوع۔ صاحبین فرماتے ہیں اگر اس نے ملا کر یہ کہا تھا سارا کہ میں نے غلام کے پیسے دینے ہیں وہ غلام غیر معین ہے، یعنی خود تعیین نہیں کرتا وہ غلام میں نے اس سے خریدا تھا اس کے ثمن کے طور پر میرے اوپر اس کے ایک ہزار درہم ہیں اور میں نے قبضہ بھی نہیں کیا تھا، یہ عدم قبضہ والی بات وہ ملا کر کہتا ہے تو اس کی تصدیق کر دی جائے گی بھئی۔ اگر علیحدہ بعد میں جا کر کہتا ہے ایک دو منٹ ٹھہر گیا وقفہ کیا پھر کہتا ہے بھئی اس غلام پر میں نے قبضہ نہیں کیا تھا، پھر تو صاحبین بھی یہی فرماتے ہیں امام صاحب کی طرح کہ ہزار دینے پڑیں گے اور یہ اب رجوع کرنا چاہتا ہے اب رجوع معتبر نہیں۔ لیکن اگر ملا کر کہا تو کہتے ہیں پھر اس صورت میں اس کی تصدیق کی جائے گی، تصدیق کی جائے گی۔ اور ملا کر کہہ رہا تھا امام صاحب تو کیا فرماتے تھے اگر مان لیں گے تو کیا لازم آئے گا؟ رجوع کرنا لازم آئے گا پھر تو اس پر پیسے ہی واجب نہیں، صاحبین فرماتے ہیں اگر ملا کر کہا تو ہاں ٹھیک ہے۔ ملا کر کہا تو ٹھیک ہے اور اس پر کوئی پیسہ واجب نہیں ہو گا کیونکہ یہ خود ذکر کر رہا ہے کہ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور الگ کوئی نہیں ذکر کر رہا ابھی بات چل رہی ہے ملاتے ہوئے ساتھ ہی اس نے آخر میں کیا کہہ رہا ہے میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا۔ جب قبضہ نہیں کیا مبیعہ غیر معین تھا تو اس صورت میں پیسے آتے ہی نہیں ہیں تو لہذا اس پر پیسے بھی نہیں آئیں گے گویا مبیعہ ہلاک ہوا بیع ختم ہو گئی بھئی، پیسے واجب نہیں۔

اسی طرح وہ خنزیر اور شراب کے ثمن کے طور پر اقرار کرتا ہے تو صاحبین یہاں بھی فرماتے ہیں کہ اگر اس نے مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ یا مِنْ ثَمَنِ خِنْزِيرٍ کا لفظ ملا کر کہا: لِزَيْدٍ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ ملا کر کہا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور ثمن خمر تو کسی مسلمان پر واجب نہیں ہو سکتے تو لہذا اس پر بھی کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

اور تیسری صورت جو ذکر کی کہ میرے اوپر زید کے ایک ہزار درہم ہیں ایسے سامان کے ثمن کے طور پر، کس کے طور پر؟ سامان کے ثمن کے طور پر اور وہ کس قسم کے درہم ہیں؟ کھوٹے درہم ہیں۔ کہتے ہیں اگر ملا کر اس نے کہا وَهِيَ زُيُوفٌ تو اس کی تصدیق کی جائے گی، اگر علیحدہ بعد میں تھوڑی دیر بعد جا کر کہا تو اب تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگر ملا کر کہا کہ کھوٹے تھے تو اب تسلیم کر لیا جائے گا اور اس سے کس قسم کے دراہم قبول کر لیے جائیں گے؟ کھوٹے ہی قبول

کر لیے جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جی۔

سمجھ میں آیا؟ صاحبین فرماتے ہیں یہ بیان تغییر ہے، بیان تغییر یعنی اپنے کلام کو بدل رہا ہے۔ بھئی دیکھو ایک کلام کی ابتداء ہے ایک کلام کی انتہاء: کلام کی ابتداء، ہے البتہ ایک ہی کلام، ایک ہی کلام ہے ابتداء کو وہ انتہاء کے ذریعے بدل رہا ہے۔ ابتدائے کلام سے پیسے واجب ہو رہے تھے انتہائے کلام سے پیسے واجب نہیں ہو رہے، تو یہ بیان تغییر ہے۔ یاد رکھیے یہ اگلے سال آپ پڑھیں گے گہری باتیں ہیں البتہ بس میں نے اشارہ دے دیا کہ یہ بیان تغییر کی قبیل سے ہے اور بیان تغییر جس میں ابتدائے کلام کو بدل دیا جاتا ہے انتہائے کلام میں آکر اس کو قبول کیا جاتا ہے اگر ملا کر کہا جائے، اور اگر الگ الگ کر کے کہا جائے تو پھر اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔ تو یہ چونکہ بیان تغییر ہیں یہ تینوں تو اگر وہ ملا کر کہتا ہے تو قبول کر لیا جائے گا اور مجہول غلام کا جو ذکر کیا تھا اس میں بھی اس پر پیسے نہیں آئیں گے، ثمن خمر و خنزیر والا جو ذکر کیا اس میں بھی پیسے نہیں آئیں گے، اور زیوف کی جو بات کی تو اس پر کون سے؟ زیوف ہی آجائیں گے بھئی۔ تو یہ بیان تغییر ہیں ملا کر جب کہے گا اس طرح ہے، اور اگر اس نے ملا کر نہیں کہا تو بیان تغییر کو اگر الگ کر کے کہا جائے تو پھر اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا تو پھر اس صورت میں وہی مسئلہ ہو گا جیسا کہ امام صاحب نے ذکر کیا بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ لِغَيْرِهِ بِخَاتَمٍ فَلَهُ الْحَلْقَةُ وَالْفَصُّ۔ ایک آدمی کہتا ہے میں نے دوسرے کی انگوٹھی دینی ہے مجھ پر زید کی ایک انگوٹھی ہے، تو اب صرف چھلا اٹھا کر دیتا ہے یا صرف نگ اٹھا کر دیتا ہے نگینہ صرف بھئی، تو کیا یہ درست ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس نے لفظ کیا ذکر کیا تھا؟ انگوٹھی، اور انگوٹھی صرف چھلے کا نام بھی نہیں صرف نگینے کا نام بھی نہیں بلکہ چھلے اور نگینے دونوں کا نام ہے تو دونوں چیزیں اس پر واجب ہو جائیں گی بھئی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ایک شخص نے کیا کہا تھا یہ گھر کس کا ہے؟ زید کا ہے لیکن بلڈنگ میری ہے، بلڈنگ میری۔ بھئی گھر تو کہتے ہی کس کو ہیں جس میں بلڈنگ عمارت بھی ہو اور صحن بھی ہو، تو وہاں وہ چیز تبعاً اس میں داخل ہو گئی تھی گھر کے لفظ کہنے سے ہی، تو یہاں بھی انگوٹھی کا لفظ کہنے سے ہی چھلا بھی داخل اور نگینہ بھی داخل۔

اسی طرح ایک آدمی کہتا ہے میں نے فلاں کی زید کی بھئی کیا کیا ہے؟ تلوار غصب کی ہے تلوار میں نے اس کی دینی ہے، تو اس صورت میں یاد رکھیے صرف تلوار نہیں آئے گی اس پر بلکہ تلوار بھی دینا پڑے گی، میان بھی دینا پڑے گی—میان جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ وہ جس میں تلوار رکھتے ہیں لوہے کا ظرف ہوتا ہے تو وہ بھی دینا پڑے گا—اور ساتھ یاد رکھو تلوار کو جیسے آج کل آپ دیکھتے ہیں بندوق کو چمڑے کے یا کپڑے کے ایک پٹے کے ذریعے کندھے سے لٹکا کر رکھتے ہیں اسی طرح تلوار کے لیے بھی چمڑے کا ایک پٹہ ہوتا ہے کندھے پر ڈال کر رکھتے ہیں جس سے تلوار کو لٹکایا جاتا ہے، سمجھ میں آیا جسے حمائل کہتے ہیں، تو وہ بھی اس کو دینا پڑے گا بھئی۔ تلوار بھی، میان بھی اور وہ حمائل بھی دینا پڑے گا کیونکہ جب یہ کہہ رہا ہے میں نے تلوار غصب کی تو تلوار کوئی ویسے تو نہیں لے کر پھرتا کیا کرتے ہیں لوگ اس کو؟ میان میں رکھتے ہیں اور میان کس میں لگی ہوتی ہے؟ اس حمائل میں لگی ہوتی ہے بھئی۔

یہ معنی ہے وَإِنْ أَقَرَّ لَهُ بِسَيْفٍ اور اگر کسی نے اقرار کیا کسی کے لیے تلوار کا فَلَهُ النَّصْلُ وَالْجَفْنُ وَالْحَمَائِلُ تو اس کے لیے نصل بھی ہے، جفن بھی ہے اور حمائل بھی ہے۔ نَصْلٌ کہتے ہیں یہ جو تلوار ہے تلوار کو یعنی وہ جو ننگی تلوار ہے دھار والی بھئی وہ حصہ نَصْلٌ کہلاتا ہے۔ جَفْنٌ کہتے ہیں نیام کو تلوار کی، جَفْنٌ۔ حَمَائِلُ میں نے بتلایا بھئی وہ جو پٹہ ہے چمڑے کا اس کو حمائل کہتے ہیں، یہ جمع ہے حِمَالَةٌ کی بھئی۔

وَإِنْ أَقَرَّ لَهُ بِحَجَلَةٍ۔ ایک آدمی نے دوسرے کے لیے مسہری کا اقرار کیا۔ کیا کیا؟ مسہری جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی وہ جو شادی کے موقع پر دلہن کے لیے تیار کیا جاتا ہے بھئی اس کے چھوٹا سا کمرہ بنایا جاتا ہے اور لکڑیوں کا اور اس پر پردے وغیرہ پھول وغیرہ لٹکا دیتے ہیں بھئی، ذہن میں آیا کہ نہیں آیا بھئی؟ ہاں اس کو مسہری۔ تو اب ایک آدمی نے دوسرے کے لیے مسہری کا اقرار کیا کہ میں نے اس کی مسہری غصب کی ہے تو کیا کیا چیز دینی پڑے گی؟ کہتے ہیں بھئی یاد رکھو مسہری کے اندر لکڑیاں بھی شامل ہوتی ہیں اس کے بغیر نہیں ہو سکتی اور پردے بھی ہوتے ہیں، تو مسہری جب کہہ دیا تو لکڑی اور پردہ خود بخود کیا ہوئے اس میں؟ داخل، تو دونوں چیزیں دینا پڑیں گی۔ یعنی مقصد بتلانے کا یہ ہے کہ جس چیز کا انسان اقرار کرے تو جو چیزیں اس میں شامل ہوتی ہیں وہ بھی ساتھ خود بخود داخل ہو جائیں گی۔[۴]

وَإِنْ أَقَرَّ لَهُ بِحَجَلَةٍ، حاء جیم دونوں مفتوح بھئی، اگر کسی نے اقرار کیا کسی کے لیے حَجَلَةٌ کا یعنی مسہری کا فَلَهُ الْعِيدَانُ، عِيدَانٌ یاد رکھنا یہ تثنیہ نہیں ہے یہ جمع ہے عُودٌ کی، عُودٌ کہتے ہیں لکڑی کو، فَلَهُ الْعِيدَانُ تو اس کے لیے لکڑیاں بھی ہوں گی وَالْكِسْوَةُ اور کپڑا بھی یعنی پردے بھی ہوں گے،

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَقَرَّ لَهُ بِحَجَلَةٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن أقر بحجلة» منقول ہے۔

پردہ بھی ہو گا بھئی۔

وَإِنْ قَالَ لِحَمْلِ فُلَانَةَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی کہتا ہے کہ یہ جو فلاں عورت ہے اس کے پیٹ میں جو حمل ہے اس کے میرے اوپر ایک ہزار درہم ہیں۔ تو کیا یہ صحیح ہے، کسی حمل کے لیے اقرار کیا جا سکتا ہے یا اقرار نہیں کیا جا سکتا؟ کہتے ہیں بھئی اس اقرار کو ہم تسلیم کر لیں گے یہ اقرار صحیح ہے بشرطیکہ وہ کوئی ٹھیک سبب بیان کر دے۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیسے اس حمل کے ایک ہزار درہم تمہارے ذمے واجب ہوئے بھئی؟ پوچھا جائے گا، اگر اس نے کوئی ایسا سبب بنایا جو صحیح ہے ایسا ہو سکتا ہے تو پھر بات قبول کر لی جائے گی اور اس کو دینا پڑیں گے۔ اور اگر اس نے کوئی ایسا سبب بتلایا جو ممکن ہی نہیں ہے تو پھر اس کا اقرار بھی لغو ہو جائے گا بھئی۔

ایسا سبب بتاتا ہے جو ممکن ہو تو پھر ٹھیک ہے بھئی۔ مثلاً کیا کہتا ہے؟ کہ بھئی اس کے لیے کسی نے وصیت کی تھی۔ کیا کی تھی؟ وصیت کی تھی۔ مثلاً بھئی اس نے کیا کہا تھا؟ اس عورت کے جو پیٹ میں حمل ہے اس کے مجھ پر کتنے ہیں؟ ایک ہزار درہم ہیں، پوچھا گیا کیسے؟ اس نے کہا اس کے والد کا ایک دوست تھا وہ جب مرنے لگا تھا اس نے مجھے ایک ہزار درہم دیے تھے اور کہا تھا کہ یہ جو اس عورت کے پیٹ میں حمل ہے اس کو دے دینا اس کے ہیں بھئی، یہ اس کے ہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو مثلاً اس نے وصیت ذکر کر دی۔ کیا کر دی؟ وصیت۔ تو زید تو مر چکا ہے لیکن مرنے سے پہلے اس نے کیا کیا تھا مجھے ایک ہزار درہم دیے تھے اس کے لیے تو اب وہ میرے ذمے دین ہیں اس کے۔ تو اس نے یہ ٹھیک وجہ بیان کی یا غلط وجہ بیان کی؟ ٹھیک وجہ۔ ہو سکتا ہے ایسا یا نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے یہ ممکن ہے لہذا اب اس صورت میں اس پر ایک ہزار درہم واجب ہو جائیں گے اس حمل کے لیے۔

یا مثلاً یوں بیان کرتا ہے کہ بھئی یہ جو بچہ اس وقت ماں کے پیٹ میں ہے اس کے والد کے میرے ذمے ایک ہزار درہم تھے، میں ان کا کتنا مقروض تھا؟ ایک ہزار درہم کا مقروض تھا اور اس کے والد کا انتقال ہو گیا ہے تو اب یہ چونکہ ان کا وارث ہے اب ان پیسوں کا یہ حقدار ہے تو میرے اوپر جو ہزار ہیں اب ان کا حقدار یہ حمل ہے تو یہ وارث ہونے کی وجہ سے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو اب آپ بتائیے یہ سبب اس نے صحیح بیان کیا یا صحیح بیان نہیں کیا؟ صحیح بیان کیا بھئی۔ تو دو ہی سبب یہاں ممکن ہیں: ایک وہ صورت کہ کسی نے اس حمل کے لیے وصیت کی تھی، دوسری صورت یہ کہ اس بچے کے باپ کے اس شخص کے ذمہ پیسے تھے وہ مر چکا تو اب وہ کس کے ہوئے؟ بچے کے ہوئے بھئی وہ اس کا وارث ہے۔ تو دونوں صورتوں میں سے جو ایک بیان کر دیتا ہے اس کی بات تسلیم کر لی جائے گی۔

لیکن اگر وہ اقرار کو مبہم رکھتا ہے بیان نہیں کرتا بھئی، بس یہ کہا اس کے کتنے پیسے ہیں میرے ذمے؟ ایک ہزار، مبہم رکھا تو اس صورت میں بھی اس کا اقرار کہتے ہیں لغو ہو جائے گا۔ کیوں لغو ہو جائے گا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں دو وجہ ممکن ہیں: ہو سکتا ہے کسی نے وصیت کی ہو، ہو سکتا ہے یہ بطور وراثت کے ان کا حقدار ہو۔ تو دو امکان آ گئے اور کسی ایک کو ہم خود بخود ترجیح نہیں دے سکتے، اس کہنے والے نے تو بیان نہیں کیا تو ہم بھی خود ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ دونوں امکان برابر کے ہیں ہو سکتا ہے کسی نے وصیت کی ہو ہو سکتا ہے اس کے باپ کے اس نے پیسے دینے ہوں بھئی، تو لہذا جب اس نے مبہم بات کی تو اب یہ اقرار کیا ہو جائے گا؟ لغو ہو جائے گا۔

جبکہ امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں نہیں لغو نہیں ہو گا صحیح ہو گا، ہم اس کو کسی بھی صحیح صورت پر کیا کر لیں گے؟ محمول کر لیں گے، کسی ایک صورت پر محمول کر لیں گے اس نے جب اپنے منہ سے اقرار کیا ہے تو اب اس پر جو صحیح صورت بنتی ہے۔ لیکن تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی صحیح سبب نہیں بیان کیا مبہم نہیں رکھا بلکہ غلط سبب بیان کر رہا ہے جو ممکن ہی نہیں ہے: مثلاً بھئی آپ نے اس کے ایک ہزار دینے ہیں کیوں دینے ہیں بتلائیں وجہ بتلائیں آپ؟ کہتا ہے قاضی صاحب پرسوں اس نے مجھ سے گاڑی خریدی تھی بھئی۔ اب بھئی وہ بچہ تو ماں کے پیٹ میں ہے یہ ممکن ہے وہ اس سے بیع و شراء کر لے؟ ممکن ہی نہیں ہے تو اس نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن ہی نہیں ہے لہذا اس صورت میں بھی اس کا اقرار کیا ہو جائے گا؟ لغو ہو جائے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ اور اگر کسی شخص نے کہا لِحَمْلِ فُلَانَةَ، یاد رکھو یہ فُلَانَةَ غیر منصرف ہے بھئی اس پر کسرہ نہیں پڑھ سکتے بھئی۔ قیمتی نحوی نکتہ بتلا رہا ہوں آپ کو بھئی: وجہ یہ کل کے سبق میں میں نے بتلایا تھا فلاں کے ذریعے کنایہ کیا جاتا ہے کسی علم سے، میں زید کی باتیں کر رہا تھا اس کا ایک دوست آ گیا اب میں اس سے بات چھپانا چاہتا ہوں تو اب مخاطب کے سامنے زید کا نام نہیں لیتا بلکہ کیسے کہتا ہوں فلاں نے یوں کہا فلاں نے پھر یوں کیا۔ تو دیکھو میں نے فلاں کے ذریعے کنایہ کیا کس سے کیا؟ کسی علم سے کنایہ کیا، علم کے بجائے اب میں کیا لفظ ذکر کرتا ہوں؟ فلاں۔ تو فلاں لفظ علم کی جگہ ذکر کیا جاتا ہے یہ کنایہ ہوتا ہے علم سے نام سے۔ تو جب یہ علم سے کنایہ ہے تو یہ علم کے درجے میں ہے یعنی معرفہ ہے۔ علم معرفہ، زید کا لفظ معرفہ ہے یا نکرہ ہے؟ معرفہ ہے، تو یہ فلاں کا لفظ بھی

معرفہ ہوا۔ اور پھر اس کے ساتھ تاء تانیث بھی آگئی یہاں پر مولانا تو دو سبب آگئے: ایک علمیت اور ایک تانیث۔ اور دو سبب آجائیں تو لفظ کیا بن جاتا ہے؟ غیر منصرف، تو اسی لیے لِحَمْلِ فُلَانَةَ پڑھا میں نے بھئی کسرہ نہیں پڑھیں گے اس پر۔

وَإِنْ قَالَ لِحَمْلِ فُلَانَةَ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ اگر کسی شخص نے کہا کہ فلانی عورت کے حمل کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں، فَإِنْ قَالَ اب دیکھو بھئی اس سے سبب پوچھا گیا یا اس نے خود ہی سبب بیان کر دیا، یہ سبب بیان کیا دیکھو کیا کہتا ہے: کہتا ہے فَإِنْ قَالَ پس اگر اس نے یہ کہا أَوْصَى لَهُ فُلَانٌ کہ اس حمل کے لیے وصیت کی تھی فلاں آدمی نے یعنی مرنے سے پہلے مجھے وصیت کی تھی پیسے دیے تھے، أَوْ مَاتَ أَبُوهُ یا یہ جو حمل ہے اس کا باپ مر گیا ہے فَوَرِثَهُ تو یہ حمل اس کا وارث ہے میرے اوپر جو پیسے تھے اس کے باپ کے اب یہ ان کا وارث ہے، فَالْإِقْرَارُ صَحِيحٌ تو اقرار صحیح ہے، حمل کے لیے بھی معلوم ہوا اقرار صحیح ہو سکتا ہے۔

وَإِنْ أَبْهَمَ الْإِقْرَارَ لَمْ يَصِحَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ اور اگر اس نے مبہم رکھا اقرار کو تو صحیح نہیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہاں اقرار کے صحیح ہونے کی دو صورتیں تھیں اور اس نے بیان نہیں کیا کون سی صورت ہے اور دونوں صورتوں کے برابر کے امکانات ہیں لہذا ہم کسی ایک کو خود ترجیح نہیں دے سکتے۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ يَصِحُّ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اقرار صحیح ہے اور ہم اس کو کسی بھی صحیح صورت پر کیا کر لیں گے؟ محمول کر لیں گے۔

وَإِنْ أَقَرَّ بِحَمْلِ جَارِيَةٍ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی ہے بھئی پہلے تھا حمل کے لیے کسی چیز کا اقرار کرتا ہے، اب ہے حمل کا کسی کے لیے اقرار کرتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے یہ جو—يَرْحَمُكَ اللَّهُ—یہ جو میری باندی کے پیٹ میں حمل ہے یہ زید کا ہے۔ یہ کس کا ہے؟ زید کا ہے۔ تو دیکھو حمل کا اقرار کر رہا ہے: پہلے تھا حمل کے لیے اقرار کر رہا تھا اب کیا کر رہا ہے؟ حمل کا اقرار کر رہا ہے کسی دوسرے کے لیے کہ میری باندی کے پیٹ میں جو حمل ہے یہ زید کا ہے، یا یہ جو میری بکری ہے اس کے پیٹ میں جو حمل ہے یہ زید کا ہے۔ تو کیا حمل کا کسی کے لیے اقرار کیا جا سکتا ہے، صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ کہتے ہیں اقرار صحیح ہے۔

اور یہاں پر اس سے وجہ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے وجہ یہ کہ یہاں پر صرف ایک ہی صورت ہے۔ ایک ہی صورت ہے کہ کسی نے وصیت کی ہو گی یہاں پر اور کوئی صورت ممکن نہیں۔ تو ایک ہی صورت ہے، وہاں تو دو صورتیں ممکن تھیں تو مبہم رکھتا تھا تو صحیح نہیں ہوتا تھا لیکن یہاں ایک ہی صورت ہے۔ کیسے؟ مثلاً بھئی جس شخص نے کہا ہے کہ میری باندی کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ کس کا ہے؟ زید کا ہے، ہوا یوں ہو گا کہ اس شخص کے باپ کی یہ باندی تھی۔ کیا تھی؟ اس شخص کے باپ کی یہ باندی تھی اور اس کا باپ مر گیا اور اس نے وصیت کی تھی، وصیت، اور وصیت بھی نافذ کی جاتی ہے یا نہیں مال وراثت میں؟ نافذ کی جاتی ہے کتنے کے اندر؟ ثلث مال تیسرے حصے میں وصیت بھی نافذ ہوتی ہے کہ اس باندی کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ زید کو دے دینا۔ کس کو دے دینا؟ زید کو۔ تو معلوم ہوا اس کو وصیت کی ایک ہی صورت ہے کہ اس مقر کے مورث نے وصیت کی ہو گی۔

یاد رکھو جو مرنے والا ہے اس کو مُورِثٌ کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ مُورِثٌ جس سے مال وراثت آیا ہے، اور جس کو مال وراثت ملتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ وَارِثٌ کہلاتا ہے بھئی۔ تو معلوم ہوا یہ شخص یہ مقر یہ دراصل ہے وارث اور اس کے مورث نے کیا کی تھی؟ وصیت کی تھی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ تو یہاں اور کوئی صورت ہی نہیں ممکن بھئی۔

وَإِنْ أَقَرَّ بِحَمْلِ جَارِيَةٍ أَوْ حَمْلِ شَاةٍ اگر کسی نے اقرار کیا کسی باندی کے حمل کا یا کسی بھیڑ بکری کے حمل کا لِرَجُلٍ کسی آدمی کے لیے صَحَّ الْإِقْرَارُ تو اقرار صحیح ہے وَلَزِمَهُ اور یہ اقرار کیا ہو گا اس پر؟ لازم ہو جائے گا۔

چلو بس بھئی۔ هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۵: کتاب الاقرار (۳): مرضِ موت کا اقرار، دیونِ صحت کو دیونِ مرض پر تقدیم، وارث کے لیے اقرار اور اقرار بالنسب کے شرائط

مختصر القدوری صفحہ: ۸۹—بتاریخ: ۴ فروری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ بِدُيُونٍ وَعَلَيْهِ دُيُونٌ فِي صِحَّتِهِ وَدُيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي مَرَضِهِ بِأَسْبَابٍ مَعْلُومَةٍ فَدَيْنُ الصِّحَّةِ وَالدَّيْنُ الْمَعْرُوفُ بِالْأَسْبَابِ مُقَدَّمٌ فَإِذَا قُضِيَتْ وَفَضَلَ شَيْءٌ مِنْهَا كَانَ فِيمَا أَقَرَّ بِهِ فِي حَالِ الْمَرَضِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دُيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي صِحَّتِهِ جَازَ إِقْرَارُهُ وَكَانَ الْمُقَرُّ لَهُ أَوْلَى مِنَ الْوَرَثَةِ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اقرار کے مسائل چل رہے ہیں بھئی اور اب کچھ وہ صورتیں ذکر کر رہے ہیں اقرار کی کہ جب کوئی شخص مرض الموت میں اقرار کرتا ہے۔ کس میں کرتا ہے؟ مرض الموت میں اقرار کرتا ہے بھئی۔ عام مرض کی بھی بات نہیں ہو رہی بلکہ مرض الموت، یعنی وہ اتنا بیمار ہو گیا ہے لاچار ہو گیا ہے چلنے پھرنے سے عاجز آ گیا ہے کہ اب بظاہر اس کے بچنے کا امکان نہیں لگ رہا ہے کہ بھئی اسی مرض میں کیا ہو جائے گا اس کا؟ انتقال ہو جائے گا، اس حالت مرض کے اندر بھئی وہ جو اقرار کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے بھئی؟

یاد رکھیے سب سے پہلے تو یہ تفصیل کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو اس کے مال میں سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کے مال میں سے سب سے پہلے کیا کیا جاتا ہے؟ کفن دفن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو مال بچتا ہے اب سب سے پہلے اس کے قرضوں کی ادائیگی کی جائے گی۔ یہ نہیں کہ وارثوں میں اٹھا کر تقسیم کر دیں، نہیں بھئی نہیں سب سے پہلے کیا کرنا ہے؟ اب قرضوں کی ادائیگی کرنی ہے، پہلے کفن دفن پھر قرضوں کی ادائیگی۔ حتیٰ کہ چاہے اس کا سارا مال ہی کیوں نہ ختم ہو جائے لیکن قرضوں کی ادائیگی پہلے کی جائے گی۔

جب سارے قرضے اس کے ادا کر دیے اور کچھ مال بچ گیا، پھر اس کے بعد اس مال میں اگر اس نے کوئی وصیت کی تھی تو یہ جو باقی مال بچا ہے اس کے ثلث میں تیسرے حصے میں اس کی وصیت نافذ کر دی جائے گی۔ تیسرے سے زیادہ کی وصیت کر کے گیا ہے تو وہ نافذ نہیں ہو گی بلکہ صرف کتنے تک نافذ کی جائے گی؟ تیسرے حصے تک بھئی، تیسرے حصے تک۔

مثلاً ایک آدمی بھئی ہزار درہم چھوڑ کر مرا، تو سب سے پہلے اس کے کفن دفن پر لگائیں گے، پھر اس کے بعد اس سے قرضے ادا کریں گے۔ قرضے ادا کرنے کے بعد اب مثلاً صرف تین سو درہم رہ گئے۔ اب اس کی وصیت نافذ کریں گے کہ اگر اس نے کسی کے بارے میں وصیت کی ہے کہ میرے مال میں سے اتنا حصہ

فلاں کو دے دینا، فلاں جماعت کے طلبہ کو دے دینا یا مدرسے میں دے دینا وغیرہ، تو وہ صرف ثلث میں، تو تین سو کا ثلث کیا ہوا؟ سو درہم۔ تو سو درہم تک ہم دے دیں گے اس سے زیادہ نہیں۔ اب باقی جو یہ دو سو بچا یہ وارثوں کا حق ہے، ان میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم ہو گا بھئی۔ تفصیل سمجھ میں آگئی؟ سب سے پہلے کیا کیا جائے گا مال میں سے؟ کفن دفن، اس کے بعد قرضے، اس کے بعد وصیت، اور اس کے بعد وارثوں کو دے دیا جائے گا بھئی۔

اچھا، اب معلوم ہوا کفن دفن کے بعد سب سے پہلے قرضے ادا کیے جائیں گے۔ قرضے ادا کیے جائیں گے۔ اور دیون جو ہیں وہ چار قسم پر ہیں بھئی، چار قسم پر۔ کچھ وہ دیون ہیں جو اس پر حالت صحت میں آئے، کچھ وہ دیون ہیں جو اس پر حالت مرض میں آئے، مرض الموت میں۔ پہلے اولاً کتنے ہیں دو قسم پر، دیون کتنے ہیں؟ اولاً دو قسم پر: کچھ دیون اس پر کس حالت میں آئے تھے؟ صحت میں، بیمار ہونے سے پہلے بھئی، اور کچھ وہ ہیں جو اس پر کب لازم ہوئے ہیں؟ حالت مرض الموت میں بھئی۔

اچھا، پھر ان میں یاد رکھو یہ دونوں دو دو قسم پر ہیں۔ جو قرضے صحت میں اس پر ہیں وہ یا تو اس کے اقرار کی وجہ سے اس پر آئے ہیں، اس نے اقرار کیا کسی کو پتہ نہیں تھا اس نے کیا کر لیا اس کا صحت کی حالت میں میں نے زید کے ایک سو درہم دینے ہیں، تو اب اس پر سو درہم دین ہو گیا لیکن یہ دین اس پر کس وجہ سے آیا؟ اس کے اپنے اقرار کی وجہ سے۔ اور کچھ حالت صحت کے دیون وہ ہوں گے جو کسی سبب معلوم کی وجہ سے اس پر آئے ہوں گے: مثلاً اس نے کسی کے ساتھ بیع و شراء کی تھی، کوئی چیز کسی سے خریدی تھی سب کو پتہ ہے علم ہے اور اب اس کو ثمن کے طور پر اس پر وہ پیسے لازم ہیں بھئی۔ تو حالت صحت کے دیون کتنی قسم پر ہوئے؟ دو قسم پر۔ کچھ وہ جن کا پتہ کس کے ذریعے چلا؟ اقرار کے ذریعے پتہ چلا ویسے پتہ نہیں تھا۔ کچھ وہ ہیں جن کا سبب پتہ ہے معلوم ہے سب کو بھئی کہ اس نے کیا کیا تھا مثلاً زید سے یہ گاڑی خریدی تھی اس کے پیسے دینے ہیں بھئی۔

اسی طرح حالت مرض کے اندر بھی جو دیون ہیں وہ بھی اسی طرح دو قسم پر ہیں: کچھ تو وہ ہوں گے جن کا سبب پتہ ہے، مثلاً اسی مرض الموت میں اس نے کسی کے ساتھ بیع و شراء کی بھئی کوئی چیز اس سے خرید لی چیز لے لی تو اب اس پر کیا دینے لازم ہو گئے؟ ثمن دینے لازم ہو گئے تو اس پر دین ہو گیا۔ اور کچھ دیون جو مرض الموت میں اس پر آئے ہیں وہ اس کے اپنے اقرار کی وجہ سے آئے ہیں۔ تو دیون کل کتنی قسم پر ہوئے؟ ابتداءً تو دو پھر آخر تک کتنی صورتیں بن گئیں؟ چار صورتیں بن گئیں۔

یاد رکھیے وہ صورت جس میں دین آیا ہے مرض الموت میں اور آیا ہے اس کے اقرار کی وجہ سے، یہ والا دین یہ مؤخر ہے اور باقی تینوں مقدم ہیں۔ باقی تینوں کیا ہیں؟ مقدم ہیں۔ یعنی پہلے ان کی ادائیگی ان دیون کی ادائیگی کریں گے، پھر اگر کچھ مال بچا تو پھر اس دین کی ادائیگی کریں گے جو اس پر لازم ہوا ہے مرض الموت میں اور کس کی وجہ سے ہوا ہے؟ اقرار کی وجہ سے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

لہٰذا ایک شخص مر گیا، مرنے کے بعد سب سے پہلے اس کے کفن دفن کا بندوبست کیا گیا، پھر اس کے بعد اب ہم اس کے قرضے ادا کریں گے تو سب سے پہلے کون سے قرضے ادا کریں گے؟ تین قرضے پہلے ادا کریں گے۔ کون سے؟ حالت صحت والا جا ہے اقرار سے آیا ہو یا سبب معلوم سے آیا ہو، اور تیسرا کون سا؟ مرض الموت میں جو اس پر آیا ہے اور سبب معلوم ہے، ان تین کی ادائیگی کریں گے سب سے پہلے۔ اگر مال بچا تو ٹھیک نہ بچا تو اسی میں ختم کر دیں گے، ادائیگی کریں گے۔ اگر مال بچ گیا اب کیا کریں گے؟ اب وہ جو چوتھا دین تھا بھئی اب اس میں لگائیں گے، مثلاً اس نے مرض الموت میں اقرار کیا تھا کہ میں نے زید کے اتنے پیسے دینے ہیں تو اب وہ ادا کریں گے۔ پھر اس کے بعد کچھ بچے گا تو قرضے سارے ختم ہو گئے دیون سارے ختم ہو گئے، اب اس کو لگائیں گے وصیت میں اور پھر اس میں سے جو باقی بچے گا وہ کس کا ہو جائے گا؟ ورثاء کا۔

ترتیب سمجھ میں آرہی ہے؟ ترتیب وہی جو میں نے شروع میں بتائی بس دیون میں تھوڑی تفصیل بڑھا دی کہ دیون کے اندر بھی یہ نہیں کہ سارے قرض خواہوں کو کیا کریں آپ برابر برابر کا حصہ دیں سب برابر ہیں، نہیں، بلکہ سب سے پہلے کن کو ادائیگی کریں گے؟ وہ پہلی تین قسم والوں کو ادائیگی پہلے کریں گے، مال بچا تو پھر ہم چوتھی قسم والے قرضے کی طرف جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو معلوم ہوا دیون صحت چاہے اقرار والے ہوں چاہے سبب معلوم والے ہوں، اور اسی طرح دیون مرض جو ہیں جبکہ وہ سبب معلوم والے ہوں یہ تینوں ہیں مقدم، اور وہ دیون جو مرض الموت میں آئے ہیں اقرار کی وجہ سے وہ ہے مؤخر۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

یہ وجہ کیا ہے بھئی کہ مرض الموت میں اس نے اقرار کیا تو یہ اقرار والا دین مؤخر ہے اس کی ادائیگی بعد میں کریں گے اگر مال بچا؟ وجہ یہ کہ انسان جب مرض الموت میں گرفتار ہو گیا آثار ظاہر ہو گئے کہ اب اس کے بچنے کے امکانات نہیں ہیں اتنا بیمار ہے چلنے پھرنے سے عاجز آگیا اور حالت بڑی خراب ہے، تو کہتے

ہیں اس وقت اس کی معلوم ہوا موت بڑی قریب آگئی۔ اور جب موت قریب آئی تو اب اس کے مال کے ساتھ وارثوں کا بھی حق وابستہ ہو گیا اور قرض خواہوں کا حق بھی وابستہ ہو گیا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کس کس کا حق وابستہ ہوا؟ قرض خواہوں کا حق بھی وابستہ ہو گیا انہوں نے بھی تو اپنی وصولی کرنی ہے، اور وارثوں کا حق بھی وابستہ ہو گیا وہ حق ان کا اس سے جڑ گیا۔ تو اب لہٰذا اب جب وہ اقرار کسی کے لیے کرتا ہے تو اگر اس کے اس مرض الموت کے اقرار کو بھی ہم مان لیں تسلیم کر لیں تو بیچارے دوسرے قرض خواہوں کا حق باطل ہوتا ہے۔ اور جب ان کا حق اس کے مال کے ساتھ جڑ چکا ہے تو اب یہ کسی دوسرے کا حق اقرار کے ذریعے باطل نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اس لیے بھئی پہلے ان کو دیں گے پھر اس کے بعد باقیوں کو کیونکہ ان کا حق پہلے سے وابستہ ہو چکا ہے بھئی۔

وَإِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ اور جب اقرار کرتا ہے کوئی شخص بھئی فِي مَرَضِ مَوْتِهِ اپنے مرض الموت کے اندر دُيُونٍ کس چیز کا اقرار کرتا ہے؟ دیون کا اقرار کرتا ہے، وَعَلَيْهِ دُيُونٌ فِي صِحَّتِهِ وَدُيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي مَرَضِهِ بِأَسْبَابٍ مَعْلُومَةٍ اور اس پر دیون ہیں اس کی صحت کے بھی اور ایسے دیون ہیں جو اس پر لازم ہوئے ہیں اس کے مرض میں بِأَسْبَابٍ مَعْلُومَةٍ کس کی وجہ سے؟ اسباب معلومہ کی وجہ سے، مثلاً اس نے کسی سے چیز خریدی تھی یا کسی کی چیز اس نے توڑ دی تھی تو وہ اس کو ضمان دینا پڑتا ہے تو وہ دین کا سبب معلوم ہے، فَدَيْنُ الصِّحَّةِ وَالدَّيْنُ الْمَعْرُوفُ بِالْأَسْبَابِ مُقَدَّمٌ تو صحت کا دین—تو دیکھا اس میں دونوں آگئے صحت کے دین، انہوں نے کہا صحت کا دین اور وہ دین جو معروف ہے بالاسباب جو معلوم ہے کس کی وجہ سے؟ سببوں کی وجہ سے مرض الموت میں مُقَدَّمٌ یہ کیا ہیں؟ مقدم ہیں۔ تو دَيْنُ الصِّحَّةِ کے اندر انہوں نے تفصیل نہیں بیان کی کہ دین صحت میں سبب معلوم ہو گا یا اس نے اقرار کیا ہو گا کیونکہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے، دونوں کا ایک ہی حکم ہے دونوں مقدم ہیں—اسی طرح وہ دین جو معلوم ہے بِالْأَسْبَابِ اسباب کی وجہ سے مُقَدَّمٌ یہ دونوں مقدم ہیں۔ فَإِذَا قُضِيَتْ پس جب یہ ادا کر دیے جائیں وَفَضَلَ شَيْءٌ مِنْهَا اور باقی بچ جائے کچھ ان میں سے، ان کی ادائیگی سے کچھ بچ جائے كَانَ فِيمَا أَقَرَّ بِهِ فِي حَالِ الْمَرَضِ تو لگایا جائے گا اس کے اندر اس قرضے کے اندر جس کا اقرار کیا تھا اس نے حالت مرض میں، یعنی اب اس کی ادائیگی کی جائے گی۔

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دُيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي صِحَّتِهِ جَازَ إِقْرَارُهُ۔ اچھا اب یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں بھئی حالت صحت وغیرہ کے کوئی اس پر قرضے نہیں ہیں تو پھر اس کا اقرار ٹھیک ہے، مقدم جنہوں نے ہونا تھا وہ والے قرضے ہیں ہی نہیں۔ مؤخر والا قرضہ ہے مرض الموت میں کسی کے لیے اقرار کر رہا ہے، تو اقرار بھی کیا تھا لیکن یہ ہے تو دین اور بتلایا تھا ورثاء سے پہلے کیا کیا جائے گا اس دین کو بھی ادا کیا جائے گا، یہی بات کر رہے ہیں۔[1]

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دُيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي صِحَّتِهِ اور اگر اس پر ایسے دیون نہیں ہیں جو اس پر لازم ہوں صحت کے اندر جَازَ إِقْرَارُهُ تو اب اس کا اقرار جائز ہے وَكَانَ الْمُقَرُّ لَهُ أَوْلَى مِنَ الْوَرَثَةِ اور مُقَرٌّ لَهُ یعنی جس کے لیے اس نے اقرار کیا ہے وہ اولیٰ ہے اس کے وارثوں سے، وہ زیادہ لائق ہے یعنی وارثوں کو ابھی بھی مال نہیں دیں گے بلکہ پہلے کس میں لگائیں گے؟ جو اس نے مرض الموت میں کسی کے لیے اقرار کیا ہے۔

وَإِقْرَارُ الْمَرِيضِ لِوَارِثِهِ بَاطِلٌ اور مریض کا اقرار کر لینا اپنے کسی وارث کے لیے یہ باطل ہے۔ بھئی دیکھو مرض الموت میں ہے ایک آدمی اقرار کرتا ہے اور اقرار بھی کرتا ہے اپنے کسی وارث کے لیے۔ یاد رکھیے کچھ لوگ ہیں کچھ رشتہ دار ہیں کہ جن کا حصہ وراثت میں اللہ کی طرف سے مقرر ہے، ان کو وارث کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ وارث کہتے ہیں۔ ان کے حصے مقرر ہیں اور یہ جو وارث ہیں ان کے حصے تو اللہ نے مقرر فرما دیے ہیں لہٰذا ان کے لیے کوئی وہ وصیت کرتا ہے وہ وصیت باطل ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ مثلاً اس کے چار بیٹے ہیں اب انہوں نے تو اس کا وارث بننا ہے، یہ کہتا ہے بھئی میرا وہ جو بیٹا ہے زید میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے ایک لاکھ اسے دے دینا۔ نہیں بھئی یہ وصیت درست نہیں ہے بھئی، یہ وصیت درست نہیں وارث کے لیے وصیت نہیں ہو سکتی، یہ تو ایک الگ ضابطہ میں نے بیان کیا۔

دوسری بات یہ کہ مرض الموت میں اپنے وارث کے لیے وصیت نہیں کر رہا اقرار کر رہا ہے کہ میں نے کیا کرنے ہیں اپنے فلاں بیٹے کے اتنے پیسے دینے تھے تو وہ پیسے اس کو دے دینا بھئی۔ تو اقرار کر رہا ہے وصیت نہیں کر رہا اور اقرار دین کا، اور اقرار بھی کس کے لیے کر رہا ہے؟ وارث کے لیے۔ تو کیا اس کو تسلیم کیا جائے گا تصدیق کی جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی۔ کیوں؟ کیونکہ مرض الموت میں سارے وارثوں کا حق وابستہ ہو چکا ہے مال کے ساتھ، لہٰذا اب یہ کسی ایک وارث کے لیے اقرار کر کے گویا کہ دوسروں کے حق کو ختم کرنا چاہتا ہے تو لہٰذا اس کی اجازت نہیں ہو گی۔ ہاں اگر باقی سارے ورثاء بھی کیا کرتے ہیں تصدیق

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۹۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دُيُونٌ لَزِمَتْهُ فِي صِحَّتِهِ جَازَ إِقْرَارُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن لم يكن عليه ديون في صحته جاز إقراره» منقول ہے۔

کر دیتے ہیں کہ ہاں ہاں واقعی اس نے کیا کرنے ہیں زید کے ایک لاکھ دینے ہیں مثلاً، تو پھر اس صورت میں اس کا یہ وارث کے لیے اقرار صحیح ہے اور اگر وہ رد کرتے ہیں تو پھر اقرار صحیح نہیں۔

یہ معنی ہے وَإِقْرَارُ الْمَرِيضِ لِوَارِثِهِ بَاطِلٌ اور اقرار کرنا مریض کا اپنے وارث کے لیے یہ باطل ہے إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ فِيهِ بَقِيَّةُ الْوَرَثَةِ ہاں مگر یہ کہ تصدیق کر دیں اس اقرار کے اندر اس کی باقی ورثاء بھی۔

وَمَنْ أَقَرَّ لِأَجْنَبِيٍّ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: ایک آدمی نے کسی شخص کے لیے اقرار کیا کہ وہ جو آدمی ہے اس کا میں نے ایک لاکھ روپیہ دین دینا ہے۔ کیا کیا؟ مرض الموت میں کسی کے لیے اس نے اقرار کر لیا کہ وہ جو آدمی ہے اس کا میں نے ایک لاکھ دین دینا ہے بھئی۔ پھر ایک آدھ دن بعد کہتا ہے یا اسی وقت کچھ دیر بعد کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ آگے شرائط آجائیں گی تو نسب ثابت ہو جائے گا وہ اسی کا بیٹا شمار ہو گا۔ وہ بھی تصدیق کر دیتا ہے مثلاً میں کیا ہوں اس کا بیٹا ہوں بھئی۔

تو اس میں بھئی تین شرائط آگے ذکر کر رہے ہیں صاحب قدوری آگے چل کر ذکر کرنے والے ہیں: کہ اس جیسے آدمی کا اس جیسا آدمی اس کا بیٹا ہو سکے، ممکن ہو۔ مثلاً یہ جو مرنے والا ہے اس کی عمر ہے مثلاً ساٹھ سال اور وہ جو ہے اس کی عمر ہے مثلاً تیس پینتیس سال یا چالیس سال، تو ساٹھ سال والے کا اتنا بیٹا ہو سکتا ہے تو اس جیسا بیٹا ہونا بھی ممکن ہو۔ دوسری شرط اس کے اندر اس بات کا لحاظ رکھنا کہ اس کا کوئی نسب معروف بھی نہ ہو کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے، مَجْهُولُ النَّسَبِ ہونا چاہیے وہ۔ اگر سب کو پتہ ہے یہ تو فلاں کا بیٹا ہے پھر تو معلوم ہوا اس کی بات درست نہیں بھئی، نسب بھی مجہول ہو کسی کو اس کے نسب کا پتہ نہ ہو کس کا بیٹا ہے یہ پتہ ہی نہیں۔ اور تیسری شرط یہ کہ وہ بھی تصدیق کرے کہ ہاں میں کیا ہوں اس کا بیٹا ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اچھا تو اس نے کچھ دیر بعد کیا کہہ دیا؟ پہلے اس شخص اجنبی کے لیے اقرار کیا میں نے کتنا دین دینا ہے اس کا؟ ایک لاکھ، پھر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے۔ تو کہتے ہیں نسب ثابت ہو جائے گا، اس آدمی کا نسب اس مرنے والے سے ثابت ہو جائے گا اور اس کا اس کے لیے جو اقرار تھا وہ باطل ہو جائے گا۔ کیا ہو جائے گا؟ اقرار باطل ہو جائے گا۔ اس نے تو اقرار کیا تھا اس کے لیے، بھئی کیوں باطل ہو گا ایک لاکھ؟ کہتے ہیں اس لیے کہ ثابت ہو گیا وہ اس کا بیٹا ہے اور جب بیٹا ہے تو وارث ہے اور وارث کے لیے تو اقرار کرنا صحیح نہیں الا یہ کہ باقی ورثاء بھی کیا کر دیں اس کی؟ تصدیق کر دیں، لہذا درست نہیں بھئی۔

یہ معنی ہے وَمَنْ أَقَرَّ لِأَجْنَبِيٍّ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ اور جس نے اقرار کیا کسی اجنبی کے لیے اپنے مرض الموت میں ثُمَّ قَالَ پھر یہ اقرار کرنے والا کہتا ہے هُوَ ابْنِي وہ کیا ہے؟ میرا بیٹا ہے ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ تو ثابت ہو جائے گا اس اجنبی کا نسب اس اقرار کرنے والے سے وَبَطَلَ إِقْرَارُهُ لَهُ اور باطل ہو جائے گا اس اقرار کرنے والے کا مقر کا اقرار باطل ہو جائے گا اس اجنبی کے لیے کیونکہ اب تو معلوم ہوا اس کا بیٹا ہے بھئی۔

وَلَوْ أَقَرَّ لِأَجْنَبِيَّةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَبْطُلْ إِقْرَارُهُ لَهَا۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی نے کسی اجنبیہ عورت کے لیے اقرار کیا کہ اس عورت کا میں نے ایک لاکھ روپیہ دین دینا ہے۔ پھر بعد میں اس عورت سے اس نے نکاح بھی کر لیا۔ اب یہ عورت اس کی بیوی بن گئی اور یہ شخص مرے گا تو یہ اس کے وارثوں میں سے ہے یہ بیوی بھی بھئی۔ اور آپ نے پڑھا ہے وارث کے لیے اقرار کرنا صحیح نہیں، تو کیا یہ جو اس شخص نے اس عورت کے لیے اقرار کیا وہ باطل ہو جائے گا یا وہ اقرار صحیح ہے؟ کہتے ہیں وہ اقرار صحیح ہے بھئی۔ وہ اقرار کیا ہے؟ اقرار صحیح ہے۔[۲]

صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی سوال پیدا ہوا کیوں اقرار صحیح ہے یہ تو اب اس کی وارث ہے اور وارث کے لیے تو اقرار کرنا صحیح نہیں؟ ابھی پچھلے مسئلے میں آپ نے ہمیں بتلایا کسی کے لیے پہلے اقرار کیا تھا پھر بعد میں کہا وہ میرا بیٹا ہے تو وہ اقرار آپ نے کیا قرار دے دیا تھا؟ باطل، یہاں بھی ایک اجنبیہ کے لیے پہلے اقرار کر رہا ہے بعد میں اس سے نکاح کر رہا ہے تو اب اس کی بیوی بن گئی لیکن یہاں کہتے ہیں اقرار باطل نہیں۔ کہتے ہیں وجہ یہ کہ دونوں مسئلوں میں بڑا فرق ہے بھئی۔ بیٹا ہونا— بھئی یہ بیوی کب سے بنی ہے یہ بیوی؟ اقرار کے بعد۔ پہلے تو وہ اجنبیہ تھی، اس نے جو اقرار کیا تھا کس کے لیے کیا تھا؟ اجنبیہ کے لیے اقرار کیا تھا، اب اس نے اس سے نکاح کیا ہے اب بیوی بنی ہے تو اقرار تھا اجنبیہ کے لیے اور یہ جو وارث بن رہی ہے اب یہ کیا ہے؟ بیوی۔ تو جب اقرار کیا تھا اس وقت تو وارث نہیں تھی یہ اس کی بھئی، صورت سمجھ میں آگئی لہذا اقرار صحیح۔

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَوْ أَقَرَّ لِأَجْنَبِيَّةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَبْطُلْ إِقْرَارُهُ لَهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولو أقر لأجنبي ' ثم تزوجها لم يبطل إقراره لها» منقول ہے۔

جبکہ اس شخص کے لیے جب اس نے اقرار کیا اور بعد میں کہا میرا یہ بیٹا ہے، تو اب آپ بتائیے وہ اقرار کرنے کے بعد بیٹا بنایا بیٹا تو پیدائش کے وقت سے ہی بیٹا ہوتا ہے؟ وہ تو پیدائش سے وہ تو حمل ٹھہرنے کے وقت سے اور پیدائش سے ہی وہ اس کا بیٹا ہے۔ تو یہاں اس عورت کے ساتھ جو تعلق آیا رشتہ آیا وہ نکاح کے وقت آیا، اور ادھر جو رشتہ ہے وہ پیدائش سے ہے بلکہ حمل ٹھہرنے کے وقت سے تعلق ہے، تو معلوم ہوا اس کے لیے جب اس نے وصیت کی تھی اور وہ تھا اجنبی لیکن چاہے اجنبی ہو بیٹا تو پھر بھی تھا اور جب بیٹا تھا تو وارث تھا اور وارث کے لیے تو وصیت صحیح نہیں، اور اس عورت کے لیے جب اس نے اقرار کیا تو اس وقت یہ کیا تھی؟ اجنبیہ تھی بالکل۔ فرق سمجھ میں آیا بھئی؟

یہ معنی ہے وَلَوْ أَقَرَّ لِأَجْنَبِيَّةٍ اور اگر کسی نے اقرار کیا کسی اجنبیہ عورت کے لیے ثُمَّ تَزَوَّجَهَا پھر اس سے شادی کر لی نکاح کر لیا لَمْ يَبْطُلْ إِقْرَارُهُ لَهَا تو باطل نہیں ہوگا اس مقر کا اقرار اس عورت کے لیے۔

وَمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ ثَلَاثًا۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: ایک آدمی مرض الموت میں گرفتار ہے بھئی۔ اس مرض الموت میں اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ کیا کیا؟ تین طلاقیں دے دیں۔ طلاقیں دینے کے بعد ابھی نکاح تو ٹوٹ گیا، اب اس کے لیے اقرار کرتا ہے کسی دین کا کہ میں نے اس کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے اور پھر وہ مر گیا بھئی۔ پھر وہ مر گیا بھئی۔ اب کیا کیا جائے گا بھئی؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو وہ عورت—جب کسی عورت کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت واجب ہوتی ہے، اس نے تین حیض گزارنا اس پر ضروری ہیں اس سے پہلے اس کے لیے کسی اور سے نکاح جائز نہیں ہوتا۔ یہ کیا کہلاتا ہے یہ زمانہ؟ عدت اس کی کہلاتا ہے بھئی، عدت ہے، اس کے اندر وہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی بھئی۔ یہ آگے تفصیلی ابواب آجائیں گے بھئی طلاق وغیرہ کے عدت کے، تو بس اتنا فی الحال سمجھ لیں تو یہ عدت گزارتی ہے پھر اس کے بعد کسی سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتی ہے۔

اب جب تک عورت عدت میں ہے تو معلوم ہوا نکاح کا اثر ابھی بھی ہے، اس آدمی کے ساتھ جو اس نے نکاح کیا تھا اس کا اثر ابھی بھی ہے مِنْ وَجْهٍ کسی لحاظ سے ابھی بھی نکاح ہے، جبھی تو کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی اس وقت کے دوران بھئی۔ تو لہذا اگر خاوند مر جائے اور عورت کو وہ طلاق دے چکا ہے، عدت کے اندر مر جائے تو وہ عورت پھر بھی وارثہ بنتی ہے۔ وہ عورت پھر بھی کیا بنتی ہے؟ وارثہ۔ ہاں عدت ختم ہوئی تو بس اب اجنبیہ بن گئی اب اس کو وراثت نہیں ملے گی۔

اب اس مسئلے کے اندر آپ دیکھیے اس نے مرض الموت میں عورت کو طلاق دی ہے تین طلاقیں دی ہیں، اور تین طلاقیں دینے کے بعد اس کے لیے اقرار بھی کر لیا اور پھر مر گیا اور یاد رکھیے مرا بھی عدت کے اندر ہے۔ اب کیا کریں؟ اس کو وہ اقرار والے پیسے دیں گے یا اس کو وراثت والے دیں گے؟ کہتے ہیں بھئی یہ وارثہ ہے بات واضح ہے، لیکن چونکہ اس مسئلے میں تہمت ہے تہمت کا امکان آگیا بھئی کہ معلوم ہوا کوئی کہہ سکتا ہے کوئی کہنے والا بدگمانی کر سکتا ہے الزام لگا سکتا ہے کہ اس نے اس عورت کو کیوں طلاق دی تھی تاکہ اس کے لیے اقرار کر سکے، کیونکہ جب تک وہ طلاق نہیں دے گا وہ تو وارثہ ہے اور جب وارثہ ہے تو وارث کے لیے تو اقرار صحیح نہیں۔ تو اس آدمی کا مقصد یہ تھا کہ انہوں نے آپس میں ساز باز کر لی تھی کہ میں تو ویسے بھی مرنے لگا ہوں میں یوں کرتا ہوں تجھے طلاق دے دیتا ہوں، طلاق تین طلاقیں دوں گا تو ہم دونوں کا نکاح ختم ہو جائے گا تو میری وارث نہیں رہے گی، جب وارث نہیں رہے گی تو میں کیا کر لوں گا تیرے لیے اقرار کر لوں گا، اور وراثت میں تجھے تھوڑے پیسے شاید ملیں اقرار سے میں کیا کروں گا تیرے لیے زیادہ کا اقرار کر لوں گا۔

تو الزام کوئی لگا سکتا ہے یا نہیں بھئی؟ بدگمانی کوئی کر سکتا ہے بھئی بعد میں۔ تو یہ الزام اور بدگمانی کا موقع ہے لہذا اس موقع پر اب دیکھیں گے وراثت میں سے اور دین میں سے جو مال تھوڑا ہو گا وہ عورت کو دے دیا جائے گا۔ وراثت میں سے اور دین میں سے جو مال کیا ہو گا؟ تھوڑا ہو گا وہ دے دیا جائے گا، اور تھوڑا مال جب ہم نے دیا تو اب بدگمانی اور الزام کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ ہم نے زیادہ مال دیتے تو پھر تو بدگمانی کا موقع تھا لیکن اب بدگمانی اس میں نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ ثَلَاثًا اور جس نے طلاق دی اپنی بیوی کو اپنے مرض الموت میں تین طلاقیں ثُمَّ أَقَرَّ لَهَا بِدَيْنٍ پھر اس کے لیے اقرار کیا کسی دین کا وَمَاتَ اور مر گیا—میں نے بتلایا کہ عدت کے اندر مرے وہ آدمی، ابھی عورت کی عدت چل رہی ہے کہ یہ مر گیا۔ اگر عدت کے بعد مرا پھر تو اقرار والا ہی ملے گا بھئی کیونکہ جب عدت گزر گئی تو اب وہ وارثہ نہیں لہذا وہ اقرار جو کیا وہ صحیح ہو جائے گا۔ تو لہذا عدت کے اندر مر گیا—فَلَهَا الْأَقَلُّ مِنَ الدَّيْنِ وَمِنْ مِيرَاثِهَا مِنْهُ تو اس عورت کے لیے جو تھوڑا ہے اقل ہے دین اور اس کی میراث میں سے جو اس عورت کی میراث ہے مِنْهُ أَيْ مِنَ الْمُقِرِّ اس اقرار کرنے والے سے جو اس کی میراث ہے اس میں سے اور اس کے دین میں سے جو تھوڑا ہے وہ اس کو دیا جائے گا۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِغُلَامٍ يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ۔ اب بھئی اقرار کرتا ہے کوئی شخص نسب کا۔ پہلے ابھی تک مسائل چل رہے تھے دیون کا اقرار کرتا ہے فلاں کے میں نے اتنے پیسے دینے ہیں، اب ذکر ہوں گے وہ مسائل جن میں اقرار کرتا ہے نسب کا کہ فلاں میرا بیٹا ہے یا فلاں میری بیٹی ہے یا فلاں میرے والدین ہیں یا فلاں میرا بھائی ہے۔ اب ان صورتوں میں کیا کیا جائے گا؟ تو اب تفصیل بتلانے لگے ہیں: کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو یہ اس کا بیٹا شمار ہو گا لیکن تین شرائط دیکھ لینا پہلے، وہ پوری ہو جائیں تو پھر اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا بھئی۔

آپ جانتے ہیں نسب کس سے چلتا ہے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے بھئی؟ باپ کی طرف سے۔ تو یہ شخص ہے یہ اقرار کر رہا ہے کسی کے لیے کہ وہ میرا بیٹا ہے، تو اس کا اقرار بھئی صحیح ہے کیونکہ یہ کس پر کر رہا ہے اس کے نسب کو کس پر ڈال رہا ہے؟ لڑکے کے نسب کو اپنے اوپر ڈال رہا ہے کسی اور پر نسب کو نہیں ڈال رہا بھئی۔ اور یہ یاد رکھیے کہ اپنے نفس کے بارے میں کسی کا اقرار تو صحیح ہو سکتا ہے کسی غیر کے لیے اس کا اقرار صحیح نہیں، اور یہاں پر وہ کیا کر رہا ہے اپنے اوپر نسب کو ڈال رہا ہے یا کسی اور پر؟ اپنے اوپر۔ اور اپنے بارے میں تو اقرار صحیح ہے لیکن کسی اور کے بارے میں اقرار صحیح نہیں۔ آگے صورتیں آئیں گی دیکھیے بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِغُلَامٍ اور جس نے اقرار کیا کسی لڑکے کا—غُلَامٌ لڑکے کو بھی کہتے ہیں بھئی عربی میں، غلام جو آپ پڑھتے ہیں اس کو بھی اور غُلَامٌ لڑکے کو بھی کہتے ہیں—اور جس نے اقرار کیا کسی لڑکے کا ایسے لڑکے کا، جی ترجمہ غور سے سننا: وَمَنْ أَقَرَّ بِغُلَامٍ يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ اور جس نے اقرار کیا کسی ایسے لڑکے کا کہ جنم دیا جاتا ہے اس جیسے لڑکے کو اس جیسے آدمی کے لیے، اس جیسے آدمی کے لیے۔ یعنی اس جیسا لڑکا اس جیسے آدمی کا بیٹا ہو سکتا ہے عمریں اتنی ہیں: اقرار کرنے والے کی عمر مثلاً پچاس سال ہے تو اس لڑکے کی عمر پچیس سال ہے، اور پچیس سال والا پچاس سال والے کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو مولانا کہ اقرار کرنے والے کی عمر ہے تیس سال اور اس کی عمر ہے چالیس سال بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ تو ہو نہیں سکتا بھئی، لہٰذا اتنی عمر ہو کہ بیٹا وہ اس کا بن سکے۔ پہلی شرط یہ ہے مولانا۔

ترجمہ سمجھ میں آیا کہ جس نے اقرار کیا کسی ایسے غلام کا کہ جنم دیا جاتا ہے اس جیسے لڑکے کو اس جیسے آدمی کے لیے، پہلی شرط۔ وَلَيْسَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ أَنَّهُ ابْنُهُ اور اس لڑکے کا کوئی معروف نسب بھی نہیں ہے کہ یہ اس شخص کا بیٹا ہے، یعنی اس کے باپ کا کسی کو پتہ ہی نہیں۔ تیسری شرط وَصَدَّقَهُ الْغُلَامُ اور وہ غلام یعنی وہ لڑکا بھی کیا کر دے اس کی؟ تصدیق کر دے کہ ہاں یہ صحیح کہہ رہا ہے میں واقعی اس کا بیٹا ہوں، ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ تو ثابت ہو جائے گا اس لڑکے کا نسب اس اقرار کرنے والے سے۔ لہٰذا اب وہ بھی وارث بن گیا بھئی باقیوں کے ساتھ۔

تو اس لڑکے کا نسب جو ہے اس اقرار کرنے والے سے ثابت ہو جائے گا وَإِنْ كَانَ مَرِيضًا اگرچہ یہ اقرار کرنے والا مریض ہی کیوں نہ ہو یعنی مرض الموت ہی میں کیوں نہ ہو پھر بھی نسب ثابت ہو جائے گا بھئی۔ وَيُشَارِكُ الْوَرَثَةَ فِي الْمِيرَاثِ اور یہ شریک ہو جائے گا اور وارثوں کے ساتھ کس کے اندر؟ میراث میں، جو مال وراثت آئے گا اس کے اندر یہ لڑکا بھی اب اور وارثوں کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔

وَيَجُوزُ إِقْرَارُ الرَّجُلِ بِالْوَالِدَيْنِ اور جائز ہے اقرار کرنا کسی آدمی کا والدین کے لیے۔ ایک آدمی کہتا ہے فلاں جو ہیں وہ میرے والدین ہیں، اقرار کہتے ہیں صحیح ہے لیکن ان کی تصدیق بھی ضروری ہے وہ تصدیق کریں کہ ہم واقعی اس کے والدین ہیں بھئی۔ تو یہ معنی ہے وَيَجُوزُ إِقْرَارُ الرَّجُلِ بِالْوَالِدَيْنِ اور جائز ہے کسی آدمی کا اقرار اپنے والدین کے لیے وَالزَّوْجَةِ اور بیوی کا۔ ایک آدمی اقرار کرتا ہے فلانی میری بیوی ہے تو یہ اقرار صحیح ہے لیکن اس عورت کی تصدیق بھی ضروری ہے اور کوئی مانع بھی نہیں ہونا چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آیا وہ کسی اور کی بیوی نہ ہو بھئی، اگر کسی اور کی بیوی ہے پھر تو مانع ہے بھئی اب اس کی بیوی تو نہیں ہو سکتی۔ سمجھ میں آیا کوئی مانع نہیں ہونا چاہیے وہاں بھئی۔ تو بیوی کا اقرار بھی صحیح ہے وَالْوَلَدِ اور وَلَدٌ شامل ہے مذکر مؤنث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، تو کسی کے لیے ولد کا اقرار کرتا ہے فلاں میرا ولد ہے یعنی بیٹا ہے یا بیٹی ہے یہ اقرار بھی صحیح بھئی۔

وَالْمَوْلَى، مَوْلًى یاد رکھیے بھئی جو شخص کسی اپنے غلام کو آزاد کر دے، جو شخص اپنے کسی غلام کو آزاد کر دے تو یہ اس آزاد کردہ غلام کا مولیٰ کہلائے گا۔ کیا کہلاتا ہے؟ مولیٰ۔ بھئی آپ کا ایک غلام تھا آپ نے اسے آزاد کر دیا تو آپ غلام کے مولیٰ ہیں، آپ کیا ہیں؟ غلام کے مولیٰ ہیں بھئی، یعنی وہ جو آزاد کرنے والا ہے وہ غلام کا مولیٰ ہے۔ اور یاد رکھیے یہ غلام جس کو آپ نے آزاد کیا ہے یہ جب مرے گا اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آپ اس کے وارث بن جائیں گے سارا مال آپ کو ملے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ مُعْتِقٌ کو ملے گا۔ اور اسی طرح کسی آدمی کا اقرار صحیح ہے مولیٰ کے لیے بھی بھئی کہ فلاں میرا مولیٰ

ہے فلاں نے مجھے کیا کیا تھا؟ آزاد کیا تھا۔ اور میں نے بتلایا ان کی تصدیق بھی ضروری ہے یہ لوگ کیا کریں؟ اس کی تصدیق بھی کریں کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔

اچھا یہ تو تھا آدمی مرد اقرار کر سکتا ہے، کوئی عورت کس کس کا اقرار کر سکتی ہے اب وہ بتلانے لگے ہیں: وَيُقْبَلُ إِقْرَارُ الْمَرْأَةِ بِالْوَالِدَيْنِ اور قبول کیا جائے گا عورت کا اقرار والدین کے بارے میں۔ عورت کہتی ہے فلاں میرے والدین ہیں تو اس عورت کا اقرار قبول کیا جائے گا بشرطیکہ وہ والدین بھی کیا کر دیں اس کی؟ تصدیق کر دیں۔ وَالزَّوْجِ، عورت کہتی ہے فلاں میرا خاوند ہے تو عورت کا اقرار قبول کیا جائے گا بشرطیکہ وہ مرد کیا کر دے؟ تصدیق کر دے۔ زَوْجٌ خاوند بھئی، اور خاوند کے لیے اقرار کرنا۔ وَالْمَوْلَى اور اسی طرح مولیٰ کا اقرار کرنا، عورت کہتی ہے فلاں شخص میرا مولیٰ ہے یعنی اس نے مجھے آزاد کیا ہے میں پہلے باندی تھی تو یہ اقرار صحیح ہے کہ وہ تصدیق کر دے۔

وَلَا يُقْبَلُ إِقْرَارُهَا بِالْوَلَدِ۔ اچھا بھئی لڑکے کے لیے کہتے ہیں بچے کے لیے بیٹے یا بیٹی کے لیے یہ اقرار کرتی ہے تو یہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ مرد کا تو تھا بھئی کہ وہ کیا صورت تھی اس میں کہ وہ کسی کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے یا وہ میری بیٹی ہے تو اس کا اقرار مقبول تھا اور ان سے تصدیق لی جاتی اور نسب ثابت ہو جاتا۔ اور عورت ایسا نہیں کر سکتی کہ کہے فلاں میرا بیٹا ہے یا فلاں میری بیٹی ہے۔ بھئی کیوں نہیں کر سکتی؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ ہم نے آپ کو قانون بتلا دیا کہ اپنے نفس کے لیے تو انسان کا اقرار صحیح ہے غیر کے لیے اس کا اقرار صحیح نہیں۔ تو جب اس عورت نے یہ اقرار کیا کہ فلاں میرا بیٹا ہے تو وہ دراصل اس کے نسب کو کس پر ڈالنا چاہتی ہے؟ اپنے خاوند پر ڈالنا چاہتی ہے، نسب تو خاوند سے مرد سے چلتا ہے تو خاوند پر اس کے نسب کو ڈالنا چاہتی ہے، تو یہ اقرار اس کا اپنے لیے ہوا یا اپنے غیر کے لیے ہوا بھئی؟ غیر کے لیے، اور غیر کے لیے اقرار صحیح نہیں۔[۳]

ہاں اگر وہ خاوند تصدیق کر دے کہ ہاں یہ واقعی میرا بیٹا ہے تو اب کیا ہو گا؟ بات قبول کر لی جائے گی۔ یا کوئی عورت گواہی دے دے کہ اس نے اس بچے کو جنم دیا تھا میں گواہ ہوں، اس عورت نے کیا کیا تھا اس بچے کو جنم دیا تھا وہ اسی کا بیٹا ہے تو پھر اس صورت کے اندر بھی عورت کا اقرار صحیح ہے۔ کیا ہے؟ صحیح ہے۔

تو یہ معنی ہے وَلَا يُقْبَلُ إِقْرَارُهَا بِالْوَلَدِ اور قبول نہیں کیا جائے گا اس عورت کے اقرار کو ولد کے لیے إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهَا الزَّوْجُ فِي ذَلِكَ مگر یہ کہ اس عورت کی تصدیق کر دے اس کا خاوند اس اقرار میں أَوْ تَشْهَدَ بِوِلَادَتِهَا قَابِلَةٌ یا گواہی دے دے اس کی ولادت کی، کون دے دے ولادت کی گواہی کون دے دے؟ قَابِلَةٌ، قَابِلَةٌ کہتے ہیں دایہ کو، دایہ۔ دائی جو ہے دائی اگر گواہی دے دے تو کیا کر لی جائے گی؟ قبول کہ اس عورت نے اس بچے کو جنم دیا۔ تو یہ دائی کی گواہی ضروری نہیں ہے کوئی عورت گواہی دے دے کہ میں جانتی ہوں بھئی اس نے اس کو جنم دیا تھا۔

بھئی اس مسئلے میں صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا کہ عورت اگر اقرار کرتی ہے کہ فلاں میرا بیٹا ہے تو اس کا اقرار مقبول نہ ہو گا جب تک کہ خاوند اس کی تصدیق نہ کر دے یا کوئی دائی اس کی ولادت کی گواہی نہ دے دے کہ اس عورت نے کیا کیا ہے اس بچے کو جنم دیا ہے۔ میں نے آپ کو بتلایا کہ دائی کی گواہی نہیں ضروری کوئی عورت گواہی دے دے تو کافی ہے، لیکن صاحب قدوری نے قَابِلَةٌ یعنی دائی کی قید اس لیے لگائی کیونکہ عموماً بچے کی پیدائش کے وقت دائی ہی وہاں موجود ہوتی ہے تو یہ قید عادت کے موافق لگائی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ورنہ کوئی اور عورت وہاں پر موجود ہے تو وہ بھی کیا کر سکتی ہے؟ گواہی دے سکتی ہے بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِنَسَبٍ مِنْ غَيْرِ الْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ مِثْلُ الْأَخِ وَالْعَمِّ لَمْ يُقْبَلْ إِقْرَارُهُ بِالنَّسَبِ۔ کہتے ہیں بھئی یہ جو ہم نے اوپر چند چیزیں ذکر کر دیں چند لوگ ذکر کر دیے کہ ایک آدمی ہے وہ اپنے والدین کے لیے بھی اقرار کر سکتا ہے کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا بیٹا بیٹی ہیں یا یہ میری بیوی ہے یا یہ میرا مولیٰ ہے، یہ تو صحیح۔ لیکن والدین اور اولاد کے علاوہ کسی اور کے لیے اقرار کرتا ہے رشتہ دار کا رشتہ داری کا کہ فلاں میرا بھائی ہے یا فلاں میرا چچا ہے، تو یہ اقرار صحیح نہیں بھئی۔

کیوں نہیں صحیح؟ اس لیے کہ ضابطہ ہے اپنے لیے تو اقرار صحیح ہوتا ہے غیر کے لیے اقرار صحیح نہیں۔ تو جب اس نے کہا فلاں میرا بھائی ہے تو وہ اس بھائی کے نسب کو اس شخص کے نسب کو دراصل کس پر ڈالنا چاہتا ہے؟ اپنے والد پر ڈالنا چاہتا ہے، تو یہ تو غیر پر نسب ڈال رہا ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ بھئی وہ اجنبی ہے اس کا نسب کس پر ڈالنا چاہتا ہے؟ اپنے والد پر بھئی، جب بھائی کہے گا تو معلوم ہوا اس کے والد کا بیٹا ہے تو نسب اس سے ثابت ہو گا تو یہ والد پر نسب ڈال رہا ہے

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُقْبَلُ إِقْرَارُهَا بِالْوَلَدِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يقبل بالولد» منقول ہے۔

اور اقرار اپنے حق میں تو مقبول ہے غیر کے حق میں مقبول نہیں۔ اسی طرح اگر کہتا ہے فلاں میرا چچا ہے یہ اقرار بھی مقبول نہیں، کیوں نہیں مقبول؟ اس لیے کیونکہ کیا کر رہا ہے غیر پر نسب کو ڈال رہا ہے۔ جب اس کا چچا ہے تو یہ کس پر نسب ڈالنا چاہتا ہے اس آدمی کا؟ اپنے دادا پر نسب ڈالنا چاہتا ہے، لہذا صحیح نہیں بھئی۔

وَمَنْ أَقَرَّ بِنَسَبٍ مِنْ غَيْرِ الْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ اور جس نے اقرار کیا نسب کا علاوہ والدین اور ولد کے مِثْلُ الْأَخِ وَالْعَمِّ جیسے کہ بھائی ہے اور چچا ہے لَمْ يُقْبَلْ إِقْرَارُهُ بِالنَّسَبِ تو قبول نہیں کیا جائے گا اس کا یہ اقرار نسب کا۔ فَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ مَعْرُوفٌ قَرِيبٌ أَوْ بَعِيدٌ فَهُوَ أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْمُقَرِّ لَهُ۔ چنانچہ ایک آدمی نے کہا بھئی یہ جو آدمی ہے یہ میرا بھائی ہے یا فلاں آدمی جو ہے وہ میرا چچا ہے، اب یہ مر گیا۔ مرنے کے بعد کہتے ہیں اس کا کوئی اور وارث ہو مُقَرٌّ لَهُ کے علاوہ کوئی اور وارث ہے تو مال کا زیادہ حقدار وہی ہے، لہذا اس وارث کے ہوتے ہوئے مُقَرٌّ لَهُ کو مال نہیں ملے گا کس کو ملے گا؟ وارث کو۔ اگر کوئی وارث نہیں ہے نہ قریب کا نہ دور کا، اب ہم کیا کریں گے؟ اب وہ مُقَرٌّ لَهُ جس کے لیے اس نے اقرار کیا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے اس کو کیا کر دیں گے؟ اب وہ مستحق بن جائے گا بھئی وہ وارث بن جائے گا۔ لیکن اگر کوئی اور وارث ہے چاہے قریب کا ہو چاہے دور کا ہو ان کے ہوتے ہوئے یہ وارث نہیں بنے گا مُقَرٌّ لَهُ نہیں بنے گا وارث بھئی۔

یہ معنی ہے فَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ مَعْرُوفٌ پس اگر اس کا کوئی ایسا وارث ہو اجو معروف ہے یعنی معلوم ہے قَرِيبٌ أَوْ بَعِيدٌ قریبی ہے یا دور کا ہے فَهُوَ أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ تو وہ زیادہ لائق ہے میراث کے مِنَ الْمُقَرِّ لَهُ کس سے زیادہ لائق ہے؟ مُقَرٌّ لَهُ سے زیادہ لائق ہے میراث کے اسے مال وراثت دیا جائے گا۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ پس اگر اس اقرار کرنے والے کا کوئی بھی وارث نہیں ہے نہ کوئی قریب کا ہے نہ کوئی بعید کا ہے اسْتَحَقَّ الْمُقَرُّ لَهُ مِيرَاثَهُ تو مستحق ہو جائے گا مُقَرٌّ لَهُ اس کی میراث کا بھئی۔

وَمَنْ مَاتَ أَبُوهُ فَأَقَرَّ بِأَخٍ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُ أَخِيهِ مِنْهُ۔ جس شخص کا باپ مر گیا بھئی پھر اس نے اقرار کیا کسی کے بھائی ہونے کا۔ ایک شخص کا باپ مر گیا اس کے بعد اس آدمی نے کیا کہا؟ اس کے بیٹے نے کیا کہا بعد میں؟ فلاں میرا بھائی ہے۔ اب آپ بتائیے نسب ثابت ہو گا اس کے باپ سے یا نہیں ہو گا؟ نہیں ہو گا، ابھی بتایا اقرار اپنے لیے تو صحیح ہے غیر کے لیے صحیح نہیں۔ لیکن اپنے لیے جب صحیح ہے باپ مر چکا ہے اور یہ کہہ رہا ہے وہ میرا بھائی ہے تو نسب تو نہیں ثابت ہو گا لیکن وراثت کے اندر اس کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔ کیونکہ اقرار اپنے حق میں تو معتبر ہے اور وارث تو یہی ہے، وارث تو جس نے اقرار کیا یہی تو وارث ہے اور اقرار اپنے حق میں تو معتبر ہے۔ باپ کے حق میں تو معتبر نہیں تھا لہذا نسب ثابت نہیں اس کا بیٹا شمار نہیں، لیکن اپنے حق میں تو اقرار کیا ہے؟ معتبر ہے اور یہی اکیلا وارث ہے سارے مال کا تو لہذا وہ بھی اس کے ساتھ کیا ہو جائے گا وراثت میں پورا پورا شریک ہو جائے گا۔ تو نسب نہیں ثابت ہو گا کیونکہ وہ اقرار غیر کے حق میں بن رہا ہے، اور مال میں شریک ہو جائے گا کیونکہ یہ اقرار کس کے حق میں بن رہا ہے؟ اپنے حق اپنی ذات میں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ مَاتَ أَبُوهُ پس مر گیا جس شخص کا والد فَأَقَرَّ بِأَخٍ پس اس نے اقرار کر لیا کسی کے لیے بھائی ہونے کا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُ أَخِيهِ مِنْهُ تو ثابت نہیں ہو گا اس کے بھائی کا نسب اس کے باپ سے وَيُشَارِكُهُ فِي الْمِيرَاثِ اور شریک ہو جائے گا وہ اس کے ساتھ میراث میں یعنی مال وراثت کے اندر شریک ہو جائے گا بھئی۔ اور یہ بھی یاد رکھنا یہ اس وقت ہے جب اور کوئی وارث نہ ہو بھئی، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ ہاں کیونکہ کوئی اور وارث ہے پھر تو وہ بھی مال وراثت میں شریک ہیں اور اس کا اقرار صرف اس کے حق میں ہے تو وہ پھر صرف اس کے حصے میں شریک ہو جائے گا۔ کیا ہو گا؟ اس کے حصے میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔

بھئی آپ کے ذہن میں آئے گا اوپر بھی آیا تھا کہ بھائی کے لیے اقرار کرتا ہے تو نسب ثابت نہیں ہو گا، یہاں بھی آیا کہ بھائی کے لیے اقرار کرتا ہے تو نسب ثابت نہیں ہو گا۔ بھئی اوپر جس نے اقرار کیا تھا کہ یہ فلاں میرا بھائی ہے وہ پھر مر گیا۔ کیا ہوا تھا؟ مر گیا تھا۔ اور اس مسئلے کے اندر جس نے اقرار کیا ہے—تو وہاں پر وہ بن گیا تھا مُورِثٌ، جو ورثہ چھوڑتا ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ مُورِثٌ اور جسے ورثہ ملتا ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ وَارِثٌ۔ تو اوپر والے مسئلے میں وہ تھا مُورِثٌ جس نے اقرار کیا تھا کسی کے لیے بھائی ہونے کا، اور اس مسئلے میں یہ کون ہے؟ وَارِثٌ ہے بھئی، وارث ہے۔ تو بایں لحاظ بھی فرق ہے، اور نیز اس لیے یہ نیا فائدہ بھی بتلا دیا کہ بھئی کہ نسب تو ثابت نہیں ہوتا لیکن اپنے حق میں یہ اقرار مقبول ہے تو لہذا اس کے ساتھ مال وراثت میں کیا ہو جائے گا؟ شریک، کیونکہ مال وراثت تو اس کا اپنا حق ہے اور اس نے کہا ہے وہ میرا بھائی ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ کیا ہو جائے گا شریک ہو جائے گا بھئی۔ چلیے بس مولانا هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۶: کتاب الاجارۃ (۱): اجارہ کی تعریف، منافع واجرت کی معلومیت، مکان وزمین اور جانور و کپڑے کے کرایہ پر لینے کے احکام

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۶ فروری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْإِجَارَةِ. اَلْإِجَارَةُ عَقْدٌ عَلَى الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ، وَلَا تَصِحُّ حَتَّى تَكُونَ الْمَنَافِعُ مَعْلُومَةً وَالْأُجْرَةُ مَعْلُومَةً، وَمَا جَازَ أَنْ يَكُونَ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ جَازَ أَنْ يَكُونَ أُجْرَةً فِي الْإِجَارَةِ.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

آج ہم اجارہ کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔ اجارہ بھئی یہ کرائے پر کسی کو کوئی چیز دینا، یہ کیا کہلاتا ہے؟ اجارہ کہلاتا ہے، کرائے پر کسی کو کوئی چیز دینا۔ یاد رکھیے عربی زبان میں اجارہ اجرت کو کہتے ہیں۔ کس کو کہتے ہیں؟ اجرت بھئی اجرت بھئی۔ لیکن اصطلاح میں اجارہ اس عقد کا نام ہے بھئی، یہ جو عقد کیا جاتا ہے کسی چیز کو کرائے پر دینے کا، یہ عقد کیا کہلاتا ہے؟ اجارہ۔ لیکن عربی زبان میں ویسے اجارہ اجرت کو کہتے ہیں بھئی۔ اصطلاحی تعریف آرہی ہے بھئی متن میں۔ کہتے ہیں اَلْإِجَارَةُ عَقْدٌ عَلَى الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ۔ اجارہ وہ عقد ہے عَلَى الْمَنَافِعِ کس چیز پر؟ ہاں منافع پر، کسی چیز کے منافع پر جو عقد ہے بِعِوَضٍ کس کے ساتھ؟ عوض کے ساتھ بھئی، عوض کے ساتھ ہے۔

تو اجارہ جو ہے بتلایا اصطلاح میں کس چیز کا نام ہے؟ عقد کا نام ہے اور یہ عقد کس چیز پر کیا جاتا ہے؟ عین پر نہیں ہوتا، اس چیز کا عقد نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کے منافع کا عقد ہوتا ہے، منافع پر عقد ہوتا ہے۔ اور بِعِوَضٍ کی بھی قید لگائی کہ کس کے ساتھ ہونا چاہیے؟ عوض کے ساتھ ہونا چاہیے بھئی۔ دیکھیے مثلاً میرا ایک گھر ہے، میں نے آپ کو کرایہ پر دیا ایک ماہ کی رہائش کے لیے۔ تو اب آپ بتائیے کہ میں نے آپ کو گھر کا مالک بنایا ہے یا ایک ماہ کے لیے اس کے منافع کا مالک بنایا ہے؟ ایک ماہ کے لیے اس کے منافع کا مالک، کیونکہ گھر کا نفع کیا ہے کہ اس میں رہائش رکھی جائے بھئی، رہائش رکھی جائے، رہائش کا نفع اس سے اٹھایا جاتا ہے۔ تو یہ منافع پر عقد ہوتا ہے بھئی۔

یا جیسے میں نے ایک گاڑی آپ کو کرایہ پر دی ایک دن کے لیے۔ تو میں نے آپ کو گاڑی کا مالک نہیں بنایا بلکہ ایک دن کے لیے اس کے منافع کا مالک بنایا کہ منافع آپ اس سے اٹھائیں ایک دن تک۔ تو یہاں پر عقد عین پر نہیں ہوتا بھئی، جبکہ بیع میں عقد عین پر ہوتا تھا۔ گاڑی میں نے آپ کو بیچی ہے تو آپ باقاعدہ گاڑی کے مالک بن جاتے ہیں، لیکن اجارے میں ایسا نہیں ہوتا بھئی، صرف منافع کا مالک بنایا جاتا ہے، منافع پر عقد ہوتا ہے بھئی۔ اور عوض کی قید لگائی اس لیے کیونکہ اگر بغیر عوض کے کسی کو کوئی چیز دی منافع کے لیے تو وہ عاریت کہلاتا ہے بھئی۔ جیسے آپ اپنے کسی ساتھی سے اس کی گاڑی مانگ کر لے گئے استعمال کے لیے بغیر عوض کے تو یہ اجارہ نہیں ہے بلکہ یہ کیا کہلاتا ہے؟ عاریت کہلاتا ہے، عاریت بھئی۔ تو اس میں عوض کا بھی ہونا ضروری ہے بھئی، عوض کا۔ تو کہتے ہیں اَلْإِجَارَةُ عَقْدٌ عَلَى الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ، اجارہ وہ عقد ہے منافع پر بِعِوَضٍ کس کے ساتھ؟ عوض کے ساتھ بھئی۔

اچھا بھئی یہاں دو چار لفظ ویسے یاد رکھیں بھئی۔ ایک ہے مُؤْجِرٌ، موجر۔ موجر اجرت پر کوئی چیز دینے والا بھئی، اجرت پر کوئی چیز دینے والا یا یوں کہیں کرائے پر چیز دینے والا، کرائے پر چیز دینے والا یہ موجر کہلاتا ہے بھئی، موجر۔ ایک ہے مُسْتَأْجِرٌ بھئی، مستاجر۔ کرائے پر چیز لینے والا یا اجرت پر چیز لینے والا بھئی، یہ مستاجر کہلاتا ہے، مستاجر۔ تو دیکھو میں نے آپ کو گھر دیا ایک ماہ کی رہائش کے لیے ایک ہزار روپے کے بدلے، تو میں ہوا موجر اور آپ کون ہوئے؟ مستاجر بھئی۔ تو اجرت پر چیز لینے والا مستاجر کہلاتا ہے۔ اسی طرح ایک لفظ ہے آجِرٌ، آجر۔ آجر کہتے ہیں اجرت دینے والے کو بھئی، اجرت دینے والا۔ تو جو اجرت دے گا وہ آجر کہلاتا ہے بھئی۔ اور ایک لفظ ہے أَجِيرٌ، اجیر۔ اجیر کہتے ہیں اجرت پر کام کرنے والے کو بھئی۔ اجرت پر جو شخص کام کرتا ہے وہ اجیر کہلاتا ہے، مثلاً مزدور ہے بھئی۔ آپ مزدور کو بلواتے ہیں، وہ آپ کا کام کرتا ہے سارا دن، آپ کیا کرتے ہیں آخر میں اسے؟ دن بھر کی اجرت دیتے ہیں۔ تو آپ ہوئے آجر اور وہ کیا ہوا؟ اجیر بھئی کہ اس نے اجرت پر کام کیا ہے۔ یا آپ کا کوئی ذاتی ملازم رکھا ہوا ہے آپ نے، تو مہینے بعد آپ اسے تنخواہ دیتے ہیں بھئی، تو یہ ملازم کون ہے؟ اجیر ہے، اور آپ کون ہوئے؟ آجر ہوئے بھئی۔ تو اجرت دینے والا آجر اور اجرت پر کام کرنے والا اجیر بھئی۔

جی اب کتاب پر دیکھیے بھئی۔ وَلَا تَصِحُّ حَتَّى تَكُونَ الْمَنَافِعُ مَعْلُومَةً وَالْأُجْرَةُ مَعْلُومَةً۔ ہاں یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ اجارہ آپ کو بتلا دیا کہ اجارہ کس چیز پر عقد ہوتا ہے، کس چیز کا عقد کیا جاتا ہے اس میں؟ منافع کا بھئی، اور کس کے بدلے؟ عوض کے بدلے میں بھئی۔ تو لہٰذا اب وہ منافع بھی معلوم ہونے چاہئیں اور وہ اجرت بھی معلوم ہونی چاہیے بھئی۔ منافع بھی معلوم ہوں، اجرت بھی معلوم ہو تاکہ بعد میں جھگڑے کا خطرہ نہ ہو بھئی۔ ہاں اگر منافع معلوم نہیں یا اجرت معلوم نہیں ہے، مجہول ہے تو اس صورت میں یہ اجارہ صحیح نہیں ہے بھئی، اجارہ فاسد ہو جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا تَصِحُّ حَتَّى تَكُونَ الْمَنَافِعُ مَعْلُومَةً وَالْأُجْرَةُ مَعْلُومَةً، اور صحیح نہیں ہو گا اجارہ یہاں تک کہ منافع جو ہیں وہ معلوم ہوں اور اجرت بھی معلوم ہو۔

وَمَا جَازَ، جی یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ بھئی کیا کیا چیز عوض بن سکتی ہے اجارہ کے اندر، اجارہ کے اندر۔ تو آسان سا ضابطہ بتلا دیا کہ جو چیز بیع کے اندر ثمن بن سکتی ہے وہ اجارہ کے اندر بھی عوض بن سکتی ہے بھئی، اجرت بن سکتی ہے۔ وَمَا جَازَ أَنْ يَكُونَ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ، اور وہ چیز کہ جائز ہو کہ وہ ثمن ہو بیع کے اندر، جَازَ أَنْ يَكُونَ أُجْرَةً جائز ہے کہ وہ اجرت ہو فِي الْإِجَارَةِ کس کے اندر؟ اجارہ کے اندر۔ تو جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہے اجارہ کے اندر وہ اجرت بن سکتی ہے۔ مثلاً میں آپ سے گاڑی خریدتا تھا بھئی، بیع کی صورت بنائیں، میں نے آپ سے گاڑی خریدی پانچ لاکھ روپے کے عوض بھئی، تو دیکھا یہ روپے، تو معلوم ہوا بیع روپے کے ساتھ صحیح ہے تو معلوم ہوا اجارے میں بھی روپے صحیح۔ یا میں نے آپ سے گاڑی خریدی لیکن پیسے نہیں دیے بلکہ میں نے کہا یہ گاڑی آپ سے میں نے پانچ سو من گندم کے بدلے خریدی۔ تو اب عوض جو میں دے رہا ہوں وہ کس قبیل سے ہے؟ عین کی قبیل سے ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ثمن کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ عین کی۔ تو لہٰذا یہ بھی صحیح تو اسی طرح اجارے میں بھی صحیح ہے بھئی۔

وَالْمَنَافِعُ تَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِالْمُدَّةِ۔ یہاں سے اب آپ کو بتلائیں گے بھئی۔ دیکھیے اجارے میں دو چیزیں آ گئیں، ایک طرف سے عوض ہوتا ہے نفع اور دوسری طرف سے عوض کیا ہے؟ وہ اجرت ہے بھئی۔ اجرت تو آسان ہے اس کا پتہ لگ جاتا ہے بھئی۔ بھئی منافع کا پتہ کیسے چلے گا بھئی؟ کیسے معلوم ہوں گے؟ کیسے طے ہوں گے؟ تو بتلا رہے ہیں آپ کو بھئی کہ بعض اوقات منافع کا پتہ مدت سے چلتا ہے۔ مثلاً گھر کے اندر رہائش ہے، آپ نے گھر کرائے پر دینا ہے تو پھر نفع کا پتہ کس سے چلے گا؟ مدت سے کہ آپ اس میں ایک ماہ رہنا چاہتے ہیں، دو ماہ، چار ماہ، چھ ماہ یا بارہ ماہ، کتنا رہنا چاہتے ہیں بھئی؟ تو منافع کا یہاں پتہ دیکھو کس چیز سے لگا؟ مدت سے پتہ لگا بھئی، مدت سے۔ اور کبھی کبھار منافع کا پتہ عمل سے چلے گا بھئی یا ذکر نام لینے سے اس کام کا۔ مثلاً آپ ایک مزدور کو بلوا کر لائے اور آپ نے کہا کہ یہ یہاں سے لے کر یہاں تک بھئی آپ نے یہ پانچ من گندم ہے، یہاں سے لے کر وہ وہاں تک آپ نے لے کر جانی ہے بھئی، جگہ بتلا دی اس کو۔ تو یہاں پر دیکھو عمل کو اس کو ذکر کر دیا تو اس سے منافع کا پتہ چل گیا بھئی، منافع کا پتہ چل گیا۔

تو کہتے ہیں وَالْمَنَافِعُ تَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِالْمُدَّةِ، اور منافع جو ہیں کبھی وہ معلوم ہو جاتے ہیں بِالْمُدَّةِ کس کے ذریعے؟ مدت کے ذریعے، كَاسْتِئْجَارِ الدُّورِ لِلسُّكْنَى۔ دُورٌ جمع ہے دَارٌ کی بھئی، گھر کو کہتے ہیں۔ سُكْنَى کا معنی ہے رہائش۔ كَاسْتِئْجَارِ الدُّورِ لِلسُّكْنَى، جیسے کرائے پر لینا، اِسْتِئْجَارٌ کا کیا معنی؟ کرائے پر لینا بھئی۔ كَاسْتِئْجَارِ الدُّورِ لِلسُّكْنَى، جیسے کرائے پر لینا گھروں کو لِلسُّكْنَى رہائش کے لیے، وَالْأَرَضِينَ لِلزِّرَاعَةِ اور کرائے پر زمینوں کو لینا لِلزِّرَاعَةِ کس لیے؟ زراعت کے لیے، کاشت کاری کے لیے۔ فَيَصِحُّ الْعَقْدُ عَلَى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ أَيَّ مُدَّةٍ كَانَتْ، تو صحیح ہے عقد کسی معلوم مدت پر أَيَّ مُدَّةٍ كَانَتْ جو بھی مدت ہو وہ، چاہے تھوڑی مدت ہو چاہے زیادہ مدت ہو۔ بھئی میں آپ سے گھر کرایہ پر لینا چاہتا ہوں تو جتنی بھی مدت پر میں چاہوں عقد کر سکتا ہوں لیکن مدت معلوم ہونی چاہیے۔ مثلاً میں ایک مہینے کے لیے آپ سے لے رہا ہوں یا میں آپ سے بیس سال کے لیے لے

رہا ہوں کرایہ پر، لیکن مدت ہونی معلوم چاہیے، جو بھی مدت ہو چاہے تھوڑی سی ہو چاہے زیادہ ہو۔ تو کہتے ہیں فَيَصِحُّ الْعَقْدُ عَلَى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ تو صحیح ہے عقد معلوم مدت پر أَيَّ مُدَّةٍ كَانَتْ جو بھی مدت ہو یعنی تھوڑی ہو یا زیادہ۔

وَتَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِالْعَمَلِ وَالتَّسْمِيَةِ، اور کبھی جو ہیں منافع معلوم ہو جاتے ہیں بِالْعَمَلِ وَالتَّسْمِيَةِ عمل کے ذریعے وَالتَّسْمِيَةِ اور ذکر کرنے سے، ذکر کر دینے سے یعنی بیان کر دینے سے کہ جب ان کو بیان کر دیا ان کو ذکر کر دیا تو وہ معلوم ہو جاتے ہیں۔ كَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا عَلَى صِبْغِ ثَوْبٍ أَوْ خِيَاطَةِ ثَوْبٍ أَوِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً، جیسے كَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا جیسے کسی نے اجرت پر رکھا رَجُلًا کسی آدمی کو، جیسے کسی نے اجرت پر رکھا کسی آدمی کو عَلَى صِبْغِ ثَوْبٍ، صِبْغٌ کا معنی ہوتا ہے رنگنا، کپڑوں کو رنگنا، رنگ دینا بھئی۔ کسی نے اجرت پر رکھا کسی آدمی کو عَلَى صِبْغِ ثَوْبٍ کس چیز کے لیے؟ ہاں کپڑوں کو رنگ دینے کی شرط پر یعنی کپڑوں کو وہ رنگ دے گا، أَوْ خِيَاطَةِ ثَوْبٍ یا کس لیے بھئی؟ کپڑوں کو، خِيَاطَةٌ کہتے ہیں سلائی کو بھئی، سلائی، کپڑوں کی سلائی کے لیے۔[1]

أَوِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مَعْلُومًا إِلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ، یا کسی نے کرائے پر لیا دَابَّةً کوئی جانور لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا تاکہ لادے اس کے اوپر مِقْدَارًا مَعْلُومًا ایک معلوم مقدار بھئی إِلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ ایک معلوم جگہ تک۔ مثلاً بھئی آپ ایک جانور کو آپ نے کرایہ پر لیا تاکہ آپ اس پر بوجھ لادیں، بوجھ رکھیں، بوجھ اس سے اٹھوائیں ایک معلوم مقدار کا بوجھ بھئی۔ مثلاً یہ پانچ سو من گندم پڑی ہے اسے میں نے لے کر جانا ہے بھئی، آپ ایک گدھا کرائے پر لے آئے، کہاں تک لے کر جانا ہے؟ مثلاً دو میل کے فاصلے پر فلاں جگہ جو ہے وہاں تک میں نے اس کو اس بوجھ کو اس پر لے کر جانا ہے۔ تو دیکھو مقدار بھی معلوم ہوئی کہ کتنا بوجھ لے کر جانا ہے اور کہاں تک لے کر جانا ہے؟ دو میل تک۔ اچھا پانچ سو من میں نے کہا اس میں تو اب کئی چکر اس کے لگیں گے، تھوڑی مقدار کر لو ایک چکر والی بنالو، مثلاً یہ پانچ قفیز یا سات قفیز گندم ہیں بھئی، یہ آپ نے یہاں سے لے کر جانے ہیں اور وہ جو دو میل کے فاصلے پر فلاں جگہ ہے وہاں آپ نے پہنچانے ہیں۔ تو مقدار بھی معلوم ہوئی، جگہ بھی معلوم ہوئی۔ تو یہ معنی أَوِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً یا کرائے پر لیا کوئی جانور لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا تاکہ اس پر بوجھ لادے مِقْدَارًا مَعْلُومًا ایک معلوم مقدار إِلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ ایک معلوم جگہ تک۔

أَوْ يَرْكَبَهَا مَسَافَةً مَعْلُومَةً، یا جانور کرائے پر لیا، اس کا حمل یہ يَرْكَبَهَا کا عطف ہے يَحْمِلَ پر بھئی، أَوْ يَرْكَبَهَا یا کسی نے جانور کرائے پر لیا کہ تاکہ اس پر سوار ہو ایک معلوم مسافت تک۔ آپ نے بھئی ایک گھوڑا کرایہ پر لیا کہ آپ اس پر سواری کرنا چاہتے ہیں کچھ مسافت تک اور کہاں سے کہاں تک؟ مثلاً یہاں سے لے کر تین میل کے فاصلے پر جو فلاں گاؤں ہے وہاں تک جانا ہے تو یہ۔ تو دیکھو عمل سے معلوم ہو گئے منافع کہ یہاں مقصد کیا ہے آپ کا؟ سواری کرنا ہے اور فلاں جگہ تک کرنا ہے تو ذکر کر دیا تو معلوم ہو گئے منافع۔

وَتَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِالتَّعْيِينِ وَالْإِشَارَةِ، اور کبھی کبھار منافع معلوم ہو جاتے ہیں تعیین اور اشارہ سے۔ کس کے ذریعے؟ تعیین اور اشارہ کرنے سے ہی معلوم ہو جاتے ہیں بھئی، ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بھئی پچھلے مسئلے میں تو تھا میں ایک جانور لایا تھا اور اس سے میں نے کیا کہا کہ مثلاً پانچ قفیز گندم لے کر جانے ہیں اور کہاں تک؟ دو میل دور جو گاؤں ہے فلاں بستی ہے وہاں تک لے کر جانے ہیں، تو وہاں میں نے ذکر کیا تھا اتنی مقدار ہے وہاں تک۔ بعض اوقات بھئی اشارے سے ہی بات کا، اشارے سے ہی ہو جاتی ہے تعیین، پتہ لگ جاتا ہے۔ مثلاً میں نے ایک شخص سے جانور کرایہ پر لیا اور میں نے کہا بھئی کچھ بوجھ لے کر جانا ہے اس پر میں نے وہ دو میل کے فاصلے پر جو بستی ہے وہاں تک۔ اس نے کہا بھئی کتنا بوجھ لے کر جاؤ گے؟ بات واضح کرو بھئی۔ میں نے کہا بھئی یہ سامنے آپ کے پڑا ہوا ہے بھئی۔ سامنے ہی گندم یا چیز پڑی ہوئی تھی میں نے اشارہ کر دیا یہ لے کر جانا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو دیکھو یہاں پر کیا ہوا؟ اشارے اور تعیین سے پتہ چل گیا یہ بوجھ لے کر جانا ہے۔ یا یوں کہا دو میل نہیں، یہ بوجھ لے کر جانا ہے وہ سامنے جو آپ کو گھر نظر آ رہا ہے وہاں تک لے کر جانا ہے، تو دیکھو اشارے کے ذریعے کیا ہو گئی؟ تعیین ہو گئی۔ یہ معنی وَتَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِالتَّعْيِينِ وَالْإِشَارَةِ، اور کبھی کبھار منافع معلوم ہو جاتے ہیں تعیین اور اشارہ کے ذریعے، كَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَنْقُلَ هَذَا الطَّعَامَ إِلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ، جیسے کسی نے اجرت پر رکھا کسی آدمی کو تاکہ وہ نقل کرے اس غلے کو اس معلوم جگہ تک، اشارہ کر کے بتلایا یہ غلہ ہے بھئی۔ صورت ساری سمجھ میں آ رہی ہے آپ کو بھئی؟ یہ تو دابہ ذکر کرتے جا رہے ہیں جانور

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «كَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا عَلَى صِبْغِ ثَوْبٍ أَوْ خِيَاطَةِ ثَوْبٍ أَوِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «كمن استأجر رجلا على صبغ ثوب أو خياطته أو استأجر دابة» منقول ہے۔

کرایہ پر لیا بوجھ لے جانے کے لیے، آج کل گاڑی کا بھی اسی طرح حکم ہو گا آپ کوئی گاڑی کرایہ پر لاتے ہیں تو اسی طرح۔[۲]

وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدُّورِ وَالْحَوَانِيتِ لِلسُّكْنَى۔ یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کوئی شخص دکان کرایہ پر لیتا ہے یا کوئی گھر کرایہ پر لیتا ہے لیکن یہ نہیں بیان کرتا کہ میں اس میں کیا کروں گا، تو پھر کیا اجارہ صحیح ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اجارہ صحیح ہے۔ اجارہ صحیح ہے کیونکہ ان چیزوں کے منافع معلوم ہیں۔ دکان اور گھر کا کیا نفع ہے؟ رہائش رکھے گا، دکان میں ساتھ سامان بھی رکھ سکتا ہے اس کو بیچنے کے لیے، تو لہذا ان کے منافع چونکہ معلوم ہیں لہذا اس کو ذکر نہ بھی کیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ سب کو پتہ ہے اس کے یہی منافع ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدُّورِ اور جائز ہے کرائے پر لینا گھروں کو وَالْحَوَانِيتِ، حَوَانِيتُ جمع ہے حَانُوتٌ کی، حانوت دکان کو کہتے ہیں بھئی، دکان۔ وَالْحَوَانِيتِ اور دکانوں کو بھی کرائے پر لینا جائز ہے لِلسُّكْنَى کس کے لیے؟ رہائش کے لیے بھئی، سمجھ میں آیا سامان بھی رکھے بیچتا بھی ہے رہائش بھی رکھتا ہے، وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ مَا يَعْمَلُ فِيهَا اگرچہ وہ بیان نہ کرے کہ کیا عمل کرے گا ان میں۔ گھر لے رہا ہے کرایہ پر یا دکان لیکن اس نے یہ نہیں ذکر کیا کہ کیا کام اس میں کروں گا، بھئی ان میں تو کیا کیا جاتا ہے رہائش ہی رکھی جاتی ہے بھئی۔

باقی رہائش رکھی جاتی ہے اور ذکر نہیں کیا، آگے فرما رہے ہیں وَلَهُ أَنْ يَعْمَلَ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الْحِدَادَةَ وَالْقِصَارَةَ وَالطَّحْنَ۔ اور اس شخص کے لیے جائز ہے ہر کام ان میں کر سکتا ہے بھئی، وَيَعْمَلُ كُلَّ شَيْءٍ بھئی اور ہر کام ان میں کر سکتا ہے إِلَّا الْحِدَادَةَ مگر لوہاروں والا جو کام ہے وہ نہیں کر سکتا۔ حَدَّادٌ کہتے ہیں لوہار کو، حِدَادَةٌ وہ لوہاروں والا کام بھئی، لوہاروں والا پیشہ۔ وَالْقِصَارَةَ، قَصَّارٌ کہتے ہیں دھوبی کو بھئی، دھوبی، قِصَارَةٌ دھوبیوں والا کام۔ طَحْنٌ کا معنی ہوتا ہے پیسنا، پیسنا، جو وہ جو چکی وغیرہ ہوتی ہے اس پر کیا کیا جاتا ہے؟ آٹے کو گندم کو پیسا جاتا ہے آٹا بنایا جاتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں ہر کام اس گھر میں یا اس دکان میں کر سکتا ہے لیکن لوہاروں والا کام، دھوبیوں والا کام اور پیسنے والا کام نہیں کر سکتا بھئی۔

بھئی کیوں؟ یہ کام کیوں نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ ان کاموں کی وجہ سے وہ عمارت کمزور ہوتی ہے۔ کیا ہوتی ہے؟ عمارت کو نقصان پہنچتا ہے تو اس لیے یہ جائز نہیں۔ اس کا یہ معنی نہیں صرف یہ تین کام نہیں جائز باقی سب جائز ہیں۔ بھئی ہر وہ کام کر سکتا ہے جس سے عمارت کا نقصان نہیں ہوتا۔ ہاں اگر عمارت کو نقصان پہنچتا ہے، عمارت کمزور ہوتی ہے تو ان تین کے علاوہ بھی کوئی کام ہو گا جس سے عمارت کمزور ہوتی ہے تو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ اجازت نہیں لی، ذکر نہیں کیا میں کیا کروں گا۔ اگر پہلے سے ہی بتلا دیا میں کیا کروں گا اس میں؟ لوہاروں والا کام کروں گا، عقد ہی اسی بات پر ہوا ہے پھر تو جائز ہے بھئی۔ یہ وہ صورت ذکر ہو رہی ہے جب کہ اس نے ذکر نہیں کیا تھا۔ تو ان کی وجہ سے عمارت کو نقصان پہنچتا ہے بھئی۔ لوہار، لوہار کے کام سے نقصان ہو گا عمارت کو، بھئی وہ ہر وقت ہتھوڑے برسائے گا یا نہیں؟ ہتھوڑے برسائے گا تو وہ آہستہ آہستہ دیواروں کو عمارت کو نقصان پہنچتا ہے اگرچہ عرصے کے بعد وہ نقصان ظاہر ہو گا لیکن تھوڑا تھوڑا پہنچتا ضرور ہے۔ اسی طرح دھوبی کا کام، بھئی دھوبی بھی پہلے کیا کرتے تھے؟ کپڑوں کو کوٹتے تھے بھئی، تو وہ بھی کوٹے گا تو اس سے بھی عمارت کو آہستہ آہستہ نقصان پہنچے گا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ قدیم زمانے میں تو دیواریں پکی نہیں ہوتی تھیں کچی دیواریں ہوتی تھیں تو اس طرح اتنی مضبوط تو نہیں ہوتی تھیں تو وہ آہستہ آہستہ نقصان پہنچتا تھا۔

پیسنے کا کام، بھئی پیسنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ ہاتھ والی چکی رکھی ہوئی ہے بھئی۔ ہاتھ والی چکی آپ نے دیکھی ہے یا نہیں بھئی؟ ہاں وہ ہاتھ کی دو، ایک پتھر نیچے ہوتا ہے اس کے اوپر ایک پتھر ہوتا ہے اس کو ہاتھ سے گھماتے جاتے ہیں گندم درمیان میں ڈالتے ہیں وہ سائیڈوں پر کناروں پر آٹا بن کر نکلتے جاتا ہے بھئی۔ تو وہ نہیں بھئی اس سے نہیں نقصان، مراد ہے وہ پن چکی بھئی۔ بعض علاقوں میں ہوتا ہے بھئی کہ پانی پر چکی بناتے ہیں بھئی۔ تیز پانی اوپر پہاڑ کی طرف سے آ رہا ہے اسی پر ایک پانی کے جو راستہ ہے اس کے اوپر چکی بنا دیتے ہیں کمرہ بنا دیتے ہیں اور وہ بڑا وزنی پتھر ہوتا ہے بھئی اور وہ پانی کے زور پر گھومتا ہے اور اس میں گندم پیستے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس قسم کی چکی جس سے نقصان ہوتا ہو بھئی، تو ان کی اجازت نہیں ہو گی۔ میں نے ضابطہ ذکر کر دیا بھئی جس عمل سے عمارت کو نقصان پہنچے گا وہ نہیں کر سکتا جس سے نقصان نہیں پہنچتا وہ کر سکتا ہے۔ اب اگر آج کے زمانے میں آپ دیکھیں دھوبیوں والا کام ہے اس سے نقصان نہیں پہنچتا تو کر سکتا ہے۔ پیسنے والا کام ہے نقصان نہیں پہنچتا تو کر سکتا ہے لیکن اگر نقصان اب بھی پہنچتا ہے تو نہیں کر سکتا بھئی۔

وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الْأَرَاضِي لِلزِّرَاعَةِ، اور جائز ہے کرائے پر لینا زمینوں کو لِلزِّرَاعَةِ کس کے لیے؟ زراعت کے لیے، کاشت کاری کے لیے بھئی فصل بونے کے لیے زمین کرائے پر لینا جائز ہے۔ وَلِلْمُسْتَأْجِرِ الشِّرْبُ وَالطَّرِيقُ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ بھئی۔ اور کرائے پر لینے والے کے لیے، شِرْبٌ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «كَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَنْقُلَ هَذَا الطَّعَامَ إِلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخہ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «كمن استأجر رجلا لينقل له هذا الطعام إلى موضع معلوم» منقول ہے۔

کہتے ہیں پانی کی باری، پانی کی باری، طَرِیقٌ راستہ۔ اور کرائے پر لینے والے کے لیے پانی کی باری بھی ہو گی اور راستہ بھی ہو گا وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ اگرچہ وہ اس کی شرط نہ لگائے بھئی۔ بھئی میں آپ کے پاس آیا بھئی زمین کرائے پر لی فصل کاشت کرنے کے لیے۔ تو اب بعد میں میں نے ہل چلانا شروع کیا ہل چلایا اس میں اب میں پانی لگانے لگا ہوں تو مالک آ گیا بھئی، اس نے کہا نہیں بھئی پانی کی بات تو نہیں ہوئی تھی پانی نہیں لگا سکتے آپ یہاں پر بھئی پانی ہم نہیں دیں گے آپ کو آپ کی کوئی باری نہیں ہے۔ نہیں بھئی پانی کی باری ذکر کرے یا نہ کرے خود بخود عقد میں کیا ہوئی؟ شامل، کیوں؟ کیونکہ اس کو تو ضروری ہے اس کے بغیر تو فصل صحیح طرح ہو گی ہی نہیں بھئی۔ اسی طرح راستے کا ذکر نہیں کیا، راستے کا، اب وہ جاتا ہے اس کو راستہ ہی کوئی نہیں بھئی۔ تو راستہ خود بخود ذکر کرے یا نہ کرے بھئی اگر راستہ نہیں ہے تو پہنچے گا کیسے زمین پر بھئی؟ تو راستہ خود بخود کیا ہو گا؟ داخل ہو جائے گا بھئی ملے گا اسے بھئی اسے راستہ دیا جائے گا۔ یہ معنیٰ وَلِلْمُسْتَأْجِرِ الشُّرْبُ وَالطَّرِيقُ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ، اور کرائے پر لینے والے کے لیے پانی کی باری بھی ہو گی اور راستہ بھی ہو گا اگرچہ وہ شرط نہ لگائے۔

وَلَا يَصِحُّ الْعَقْدُ حَتَّى يُسَمِّيَ مَا يَزْرَعُ فِيهَا أَوْ يَقُولَ عَلَى أَنْ يَزْرَعَ فِيهَا مَا شَاءَ۔ اور عقد صحیح نہیں ہو گا یہاں تک کہ وہ ذکر کر دے وہ چیز جو اس میں کاشت کرے گا أَوْ يَقُولَ یا یوں کہے عَلَى أَنْ يَزْرَعَ فِيهَا مَا شَاءَ کہ اس شرط پر کہ وہ اس میں کاشت کرے گا جو بھی وہ چاہے گا۔ بھئی یاد رکھو زمین جب آپ کرایہ پر لے رہے ہیں فصل کے لیے تو یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ میں اس میں کون سی فصل کاشت کروں گا۔ اس کے بغیر ہی آپ نے زمین کرایہ پر لے لی تو یہ عقد صحیح نہیں ہوا کیونکہ اب آگے جھگڑا ہو گا بھئی کیونکہ فصلیں بہت مختلف قسم کی ہیں، بعض فصلیں ایسی ہوتی ہیں جن سے زمین کو نقصان پہنچتا ہے بھئی، تو اب یہ اس قسم کی فصل کاشت کرنے لگے گا اور مالک کیا کہے گا اس کی تو اجازت نہیں تو جھگڑا ہو گا، لہٰذا پہلے سے یہ ذکر کیا جائے کہ کون سی فصل کاشت کرنی ہے۔ یا یہ کہہ دے کہ میں اس شرط پر زمین کرائے پر لیتا ہوں کہ میں جو چاہوں گا اس میں کاشت کروں گا، تو اب اس صورت میں عقد صحیح ہو گیا اور وہ جو چاہے کاشت کر سکتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ معنیٰ وَلَا يَصِحُّ الْعَقْدُ اور عقد صحیح نہیں ہو گا حَتَّى يُسَمِّيَ مَا يَزْرَعُ فِيهَا یہاں تک کہ بیان کر دے وہ چیز جو اس میں کاشت کرے گا أَوْ يَقُولَ یا یوں کہہ دے عَلَى اس شرط پر کہ أَنْ يَزْرَعَ فِيهَا مَا شَاءَ کہ وہ اس میں کاشت کرے گا جو وہ چاہے گا۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی دیکھو ایک آدمی نے دوسرے سے زمین لی فصل کاشت کرنے کے لیے اور آپ نے پڑھا ہے مدت معلوم ہونا یہاں ضروری ہے بھئی۔ تو اس نے کہا بھئی مثلاً میں پانچ ماہ کے لیے آپ سے یہ زمین کرایہ پر لیتا ہوں اتنے پیسوں کے بدلے میں اس شرط پر کہ میں اس میں جو چاہوں گا کاشت کروں گا۔ چنانچہ ان دونوں کے درمیان عقد ہوا، اس نے اس میں کھیت کو تیار کیا اس میں فصل کاشت کر دی۔ فصل کاشت کی فصل بڑھتے بڑھتے وقت پورا ہوا بھئی، مدت پوری ہو گئی وہ چار یا پانچ مہینے جو بیان ہوئے تھے لیکن فصل ابھی تیار نہیں ہوئی مثلاً دھوپ صحیح نہیں لگی اس کو بھئی ابھی کم از کم بیس دن یا مہینہ اور لگے گا بھئی۔ اب کیا کریں گے بھئی؟ تو یاد رکھیے اس صورت کے اندر مدت تو پوری ہو گئی لیکن ہم جس نے فصل کاشت کی تھی اس کو یہ نہیں کہیں گے بھئی بس اب فصل اکھاڑو یہاں سے لے جاؤ بھئی فوراً۔ وجہ یہ کہ اس طرح اس کی فصل ضائع ہوتی ہے بیچارے کی، تو اب فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کو تھوڑا وقت دے دیا جائے گا جب تک کہ فصل تیار نہیں ہو جاتی۔ فصل تیار ہونے تک اس کو کیا کیا جائے گا وقت دے دیا جائے گا۔ تو بھئی فصل کا وقت ہم اس کو دیتے ہیں تو ادھر بیچارے زمین والے کا بھی تو نقصان ہے ایک مہینے تک اس کی زمین مزید دوسرے کے ہاتھ میں رہے گی۔ کہتے ہیں بھئی مفت میں نہیں اس کے پاس رہے گی بلکہ اس سے اجر مثل لیا جائے گا یعنی اس جیسی زمین کا جتنی مدت مزید دی مثلاً ایک ماہ مزید دینی پڑی تو اس مدت کا اس جیسی زمین کا جو کرایہ بنتا ہے وہ اس سے لے لیا جائے گا۔ تو دیکھو زمین کے مالک کو جو زائد مدت تھی اس کا کرایہ مل گیا اور فصل والے کی فصل بچ گئی بھئی تو دونوں کی رعایت ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَيَجُوزُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ سَاحَةً لِيَبْنِيَ فِيهَا أَوْ يَغْرِسَ فِيهَا نَخْلًا أَوْ شَجَرًا۔ صورت مسئلہ یہ ایک آدمی دوسرے سے خالی زمین کرایہ پر لیتا ہے کہ میں اس کے اندر عمارت تعمیر کروں گا یا میں اس کے اندر درخت لگاؤں گا بھئی باغ بناؤں گا، تو کیا ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی کر سکتا ہے، خالی زمین کرائے پر لینا تاکہ اس میں وہ مستاجر کیا کرلے اپنی بلڈنگ بنالے اپنی عمارت بنالے یا درخت لگائے یہ جائز ہے لیکن مدت معلوم ہونی چاہیے بھئی۔ تو میں نے مثلاً آپ سے زمین لی کرایہ پر پانچ سال کے لیے بھئی عقد ہو گیا اور کس شرط پر لی ہے کہ میں اس میں کیا بناؤں گا عمارت بناؤں گا یا درخت لگاؤں گا وہ میں نے بیان کر دیا کہ کیا کروں گا اس میں، تو یہ درست ہے۔ لیکن جب مدت پوری ہو گئی پانچ سال پورے ہو گئے تو اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی اب جس نے درخت لگائے تھے یا جس نے بلڈنگ بنائی تھی عمارت بنائی تھی بھئی مدت پوری ہو گئی عقد پورا ہو گیا تو زمین کا مالک اس کو کہے گا لاؤ بھئی میری زمین میرے حوالے کرو اور اپنے درخت اور بلڈنگ یہاں سے لے جاؤ۔ اپنے درخت اور بلڈنگ کیا کرو یہاں سے لے جاؤ بھئی، درختوں کو اکھاڑو بلڈنگ کو گراؤ لے جاؤ اس

کو یہاں سے میری زمین میرے حوالے کرو۔ صورت ساروں کو سمجھ میں آ گئی بھئی کیونکہ پانچ سال کا عقد ہوا تھا عقد پورا ہو گیا۔[۳]

تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ سَاحَةً، سَاحَةٌ کہتے ہیں خالی زمین کو، خالی زمین بھئی۔ وَيَجُوزُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ سَاحَةً اور جائز ہے کہ کرائے پر لے کوئی کسی خالی زمین کو لِيَبْنِيَ فِيهَا تاکہ اس کے اندر کیا کرے؟ بَنَى يَبْنِي کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ عمارت بنانا، تاکہ اس میں کوئی عمارت بنائے أَوْ يَغْرِسَ فِيهَا یا اس کے اندر درخت لگائے، غَرَسَ يَغْرِسُ کے معنی ہوتے ہیں درخت لگانا، درخت بونا، یا اس میں بوئے گا نَخْلًا أَوْ شَجَرًا بھئی۔ کیا لگائے گا اس کے اندر؟ کھجور کا درخت أَوْ شَجَرًا، نَخْلٌ کھجور کے درخت کو کہتے ہیں شَجَرٌ عام ہے بھئی، کھجور کا درخت یا اور دوسرے درخت لگائے گا اس میں۔ تو یہ جائز ہے مولانا خالی زمین کرائے پر دینا بلڈنگ کے لیے یا باغ لگانے کے لیے۔

اچھا آگے بھئی کیا میں نے مسئلہ ذکر کیا آپ کو کہ جب مدت پوری ہو جائے تو مستاجر کو کیا کہا جائے گا؟ اپنے درخت لے جاؤ ادھر سے اپنی بلڈنگ لے جاؤ ادھر سے۔ بھئی کیا وجہ ہے آپ تھوڑا سا وقت اور اس کو کیوں نہیں دے دیتے؟ فصل کے مسئلے میں تو ہم نے کیا کیا تھا تھوڑا وقت اور دے دیا تھا، یہاں آپ تھوڑا وقت بھی نہیں دیتے بلکہ کیا کہتے ہیں وقت پورا ہو گیا ہے اب اسے کیا کہا جائے گا؟ اپنی چیز اکھاڑو یہاں سے لے جاؤ۔ کہتے ہیں وجہ یہ کہ فصل ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں لگائی جاتی اس نے تو کچھ نہ کچھ عرصے کے بعد کٹنا ہی ہے جبکہ بلڈنگ اور درخت تو کیا ہوتے ہیں ان کا کوئی وقت نہیں ہوتا وہ تو ہمیشہ کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ تو یہاں کوئی ہم مزید وقت بھی دے دیں تو کوئی انتہا ہے اس کی کسی وقت پر بھئی؟ نہیں، فصل کی تو انتہا تھی کہ ایک مہینے بعد اس نے ہر حال میں پک ہی جانا تھا اس نے کٹنا ہی تھا بھئی لیکن یہ تو سالہا سال تک لگے رہ سکتے ہیں بھئی، بلڈنگ بھی سالہا سال تک رہے گی تو وہاں مدت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تو اب اگر اس کو یہاں پر بھی وقت ہم دیں تو پھر تو زمین کے مالک کا نقصان ہو گا بھئی۔ تو لہٰذا اسے کہا جائے گا کہ یہ اکھاڑو اور لے جاؤ، اکھاڑو اور لے جاؤ۔

ہاں لیکن اگر اس بلڈنگ کے اکھاڑنے سے گرانے سے اور درختوں کے اکھاڑنے سے اس کی زمین کو نقصان ہوتا ہے تو اب زمین کے مالک کو اختیار ہے وہ کہہ سکتا ہے مستاجر کو نہیں بھئی بلڈنگ میں تمہیں نہیں اکھاڑنے دوں گا بھئی کیونکہ میری زمین کو نقصان پہنچے گا یا درخت نہیں اکھاڑو گے لے کے جاؤ گے اس سے کیا ہو گا میری زمین کو نقصان پہنچے گا، ہاں ان کے پیسے میرے سے لو اور چلے جاؤ، یہ تمہیں یہاں سے اکھاڑ کر لے جانے کی اجازت نہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا پھر پوری بلڈنگ کے پیسے وہ نہیں دے گا پوری عمارت کے بلکہ ملبے کے پیسے دے گا۔ کس کے پیسے دے گا؟ ملبے کے یا اکھڑے ہوئے درختوں کے پیسے دے گا۔ بھئی ملبے کے پیسے کیوں بلڈنگ تو تیار کھڑی ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ مدت اجارہ پوری ہو چکی تھی اور اگر زمین کو نقصان نہ ہوتا تو ہم اس کو کیا حکم دیتے؟ بلڈنگ اکھاڑ کر لے جاؤ درخت اکھاڑ کر لے جاؤ۔ تو کیا وہ سالم بلڈنگ یہاں سے لے کر جاتا یا ملبہ لے کر جاتا؟ ملبہ لے کر جاتا تو اب ہم ملبے ہی کی تو اس کو قیمت دیں گے بھئی۔ اگر وہ لے جانا بھی چاہتا تو کیا لے کر جاتا ملبہ، اور اس وقت زمین کو نقصان ہو رہا ہے ہم اس کو لے جانے نہیں دے رہے تو معلوم ہوا ہم نے صرف اس کا ملبہ روکا ہے، ملبہ، تو لہٰذا کس کے پیسے ملیں گے اسے؟ ملبے کے پیسے ملیں گے۔ اور یا پھر وہ کیا کرتا اگر درخت لے کر جاتا تو اسی طرح لے کر جاتا یا اکھاڑ کر لے کر جاتا بھئی؟ اکھاڑ کر، تو ہم بھی اکھڑے ہوئے درختوں کے پیسے لگائیں گے گری ہوئی بلڈنگ کے پیسے اس کو دیں گے تیار بلڈنگ کے نہیں دیں گے۔

تو لہٰذا بھئی معلوم ہوا کہ مدت جب پوری ہو جائے تو بلڈنگ والے کو کہا جائے گا بلڈنگ اور درخت اکھاڑ کر لے جاؤ، ایک صورت تو یہ ہو گئی۔ لیکن اگر زمین کو نقصان پہنچتا ہے تو اس صورت کے اندر اب اختیار زمین کے مالک کا ہو گا، وہ چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ ملبے کے پیسے دے کر یعنی اکھڑی ہوئی بلڈنگ کے پیسے دے کر اور اکھڑے ہوئے درختوں کے پیسے دے کر وہ بلڈنگ اور درخت اس سے لے لے، تو اختیار کس کا ہوا؟ زمین کے مالک کا۔ لیکن اگر زمین کو کوئی نقصان نہیں تو پھر اس مستاجر کو اختیار ہے وہ چاہے تو زمین پر بلڈنگ کو رہنے دے درختوں کو رہنے دے اور زمین کے مالک سے ان کے پیسے لے لے۔ مثلاً بھئی آپ نے میری زمین کے اندر کیا بنائی؟ بلڈنگ بنائی یا آپ نے اس میں کوئی درخت لگائے بھئی۔ اب وقت پورا ہو گیا اب ہونا یہ چاہیے کہ آپ کیا کریں اس بلڈنگ اور درختوں کو اکھاڑ کر لے جائیں۔ اور آپ کے اس اکھاڑنے کی وجہ سے اگر میری زمین کو نقصان ہوتا ہے پھر تو مالک کا اختیار ہے وہ اکھاڑنے نہیں دے گا، لیکن اگر نقصان نہیں ہوتا پھر بھی میں مثلاً آپ سے کہتا ہوں کہ بھئی اب بلڈنگ بنی ہوئی ہے کیوں گرا کر آپ لے کر جائیں گے آپ کے ہاتھ بھی ملبہ آئے گا آپ یوں کریں ملبے کی قیمت مجھ سے یہیں وصول کر لیں، اکھڑے ہوئے درخت آپ کے ہاتھ آئیں گے آپ اکھڑے ہوئے درختوں کی قیمت میرے سے وصول کر لیں اور یہ بلڈنگ اور درخت میری زمین میں ہی رہنے دیں میرے کام آ جائیں گے بھئی۔ میں نے کہا بھئی زمین کے مالک نے کہا تو کہتے ہیں اب اس مستاجر کو اختیار ہے

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَسْتَأْجِرَ سَاحَةً لِيَبْنِيَ فِيهَا أَوْ يَغْرِسَ فِيهَا نَخْلًا أَوْ شَجَرًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يستأجر الساحة ليبني فيها أو يغرس فيها نخلا أو شجرا» منقول ہے۔

وہ چاہے تو چھوڑ دے پیسے ان کے لے لے اکھڑے ہوؤں کے اور چاہے تو نہ چھوڑے لے جائے بھئی۔ یہ وہ صورت ہے جب زمین کو نقصان نہیں ہے۔ جب نقصان نہیں ہے تو کس کا اختیار ہے چھوڑنے یا نہ چھوڑنے میں؟ مستاجر کا، وہ کرائے پر لینے والے کا۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ اور ایک صورت یہ ہے کہ دونوں آپس میں باہمی طور پر رضامند ہوتے ہیں وہ زمین والا بلڈنگ کو رہنے دیتا ہے اور وہ بلڈنگ والا اپنی بلڈنگ کو اکھاڑ کر نہیں لے جاتا بھئی، کہتا ہے چلو بلڈنگ یہیں رہنے دو بلڈنگ میری رہے گی زمین تمہاری رہے گی دونوں اس سے نفع اٹھائیں گے تو یہ بھی جائز ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا عقد ختم ہو چکا بلڈنگ اور درخت نہیں اکھاڑ کرلے کر جاتا آپس کی رضامندی سے تو بلڈنگ کس کی ہے؟ اس مستاجر کی اور زمین کس کی ہے؟ زمین کے مالک کی اور دونوں مل کر کیا کرلیں اس سے نفع اٹھائیں یہ بھی جائز ہے۔ صورتیں سمجھ میں آگئیں؟

فَإِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْإِجَارَةِ جب گزر جائے مدت اجارہ کی لَزِمَهُ تو مستاجر پر لازم ہے أَنْ يَقْلَعَ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ کہ وہ اکھاڑ لے، قَلَعَ يَقْلَعُ کے معنی ہوتے ہیں اکھاڑنا، تو اس مستاجر پر لازم ہے أَنْ يَقْلَعَ الْبِنَاءَ اکھاڑ لے عمارت کو وَالْغَرْسَ، غَرْسٌ کہتے ہیں وہ جو درخت لگائے گئے تھے وہ درخت بھئی، اکھاڑ لے عمارت کو اور ان لگائے ہوئے درختوں کو وَيُسَلِّمَهَا فَارِغَةً اور اسے سپرد کر دے، ہا ضمیر راجع ہے زمین کو بھئی اَرْضٌ کو یا سَاحَةٌ کو، وَيُسَلِّمَهَا اور حوالے کر دے وہ زمین فَارِغَةً خالی کر کے۔ إِلَّا أَنْ يَخْتَارَ صَاحِبُ الْأَرْضِ أَنْ يَغْرَمَ لَهُ قِيمَةَ ذَلِكَ مَقْلُوعًا وَيَتَمَلَّكَهُ، مگر یہ کہ پسند کرے اختیار کرے زمین والا یعنی زمین کا مالک أَنْ يَغْرَمَ لَهُ، غَرِمَ يَغْرَمُ کے معنی ہوتے ہیں ضمان دینا بھئی ادا کرنا، مگر یہ کہ زمین والا اسے ضمان ادا کر دے اسے ضمان دے دے۔ کیا ضمان دے دے؟ قِيمَةَ ذَلِكَ اس کی قیمت بھئی ان درختوں کی یا اس بلڈنگ کی کیا کرے قیمت دے دے مَقْلُوعًا اس حال میں کہ وہ کیا ہوں؟ اکھڑے ہوئے۔ اکھڑی ہوئی بلڈنگ کی قیمت دے گا بھئی اکھڑے ہوئے درختوں کی قیمت دے گا بھئی، سمجھ میں آیا کیونکہ اس نے بھی تو اکھاڑ کر ہی لے کر جانے تھے سالم تو وہ بھی نہیں لے کر جا سکتا تھا۔ تو اس حال میں کہ وہ اکھڑے ہوئے ہوں تو وہ ان کی قیمت دے دے وَيَتَمَلَّكَهُ اور اس کا مالک بن جائے۔ ان کی قیمت دے دے گا اس اکھڑی ہوئی بلڈنگ کی قیمت دے دے گا اور اس بلڈنگ کا مالک بن جائے گا یا اکھڑے ہوئے درختوں کی قیمت دے دے گا اور ان لگے ہوئے درختوں کا مالک بن جائے گا۔ یہ کب ہے اگر زمین والا پسند کرے لیکن میں نے تفصیل بتلا دی یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ زمین کو نقصان پہنچتا ہو تو اب زمین والے کا اختیار ہے وہ چاہے تو کیا کرے پیسے دے کر ان چیزوں کا مالک ہو جائے لیکن اگر زمین کو نقصان نہیں پہنچتا پھر اختیار کس کا ہے؟ پھر اس مستاجر کا اختیار ہے پھر زمین والے کی مرضی نہیں چلے گی بھئی۔ أَوْ يَرْضَى بِتَرْكِهِ عَلَى حَالِهِ یا وہ زمین والا راضی ہو جاتا ہے بِتَرْكِهِ عَلَى حَالِهِ کہ اس کو کیا کر دیا جائے چھوڑ دیا جائے اس کی حالت پر یعنی یہ بلڈنگ یا یہ درخت لگے رہیں فَيَكُونُ الْبِنَاءُ لِهَذَا وَالْأَرْضُ لِهَذَا تو اس صورت میں بلڈنگ اس کی ہو گی اور زمین اس کی ہو جائے گی اور پھر دونوں اس سے نفع اٹھائیں بھئی۔

وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدَّوَابِّ لِلرُّكُوبِ وَالْحَمْلِ، اور جائز ہے کرائے پر لینا جانوروں کو لِلرُّكُوبِ سواری کے لیے وَالْحَمْلِ اور بوجھ لادنے کے لیے یعنی باربرداری جس کو کہتے ہیں باربرداری۔ تو جائز ہے کرائے پر لینا جانوروں کو لِلرُّكُوبِ وَالْحَمْلِ سواری کے لیے اور باربرداری کے لیے۔ فَإِنْ أَطْلَقَ الرُّكُوبَ، یہاں ایک بات یاد رکھیے ایک ضابطہ بھئی کہ یہ جو عین مستاجرہ ہوتی ہے یہ امانت ہوتی ہے مستاجر کے ہاتھ میں۔ آپ میرے سے گاڑی کرایہ پر لے کر گئے بھئی، گاڑی کرایہ پر لے گئے تو میں ہوا موجر آپ کون ہوئے؟ مستاجر اور یہ گاڑی کیا ہوئی؟ مُسْتَأْجَرٌ جس کو کرایہ پر لیا گیا ہے، یہ گاڑی کیا ہوئی؟ مستاجر۔ یاد رکھیے یہ جو مستاجر ہوتی ہے یہ امانت ہوتی ہے مستاجر کے ہاتھ میں۔ تو یہ گاڑی اب آپ کے قبضے میں میں نے دے دی ایک دن کے لیے تو یہ اب آپ کے پاس امانت ہے اور امانت کا کیا حکم ہے اگر وہ ہلاک ہو جائے تو ضمان آتا ہے یا ضمان نہیں آتا؟ ضمان نہیں آتا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو لہٰذا اب گاڑی آپ کے پاس ہلاک ہو گئی تو آپ پر ضمان نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ نے تعدی نہ کی ہو زیادتی نہ کی ہو، اگر آپ نے زیادتی کی ہے تو پھر آپ پر کیا آجائے گا؟ ضمان آ جائے گا بھئی۔ معلوم ہوا آج کل جو عقد کرتے ہیں کرائے پر گاڑیاں لیتے ہیں اور اس میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر گاڑی کا ایکسیڈنٹ یا نقصان ہوا تو کیا کرو گے؟ ضمان دو گے نقصان پورا کرو گے، یہ شرط باطل ہے اور شرط فاسد جب بیع میں شرط فاسد لگاؤ تو بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فاسد، تو اجارہ بھی بیع کی طرح ہے اس میں بھی شرط فاسد لگاؤ تو اجارہ کیا ہو جاتا ہے؟ فاسد ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ اجارہ معلوم ہوا آج کل اکثر اجارے جو ہو رہے ہیں فاسد ہیں بھئی۔

اچھا بھئی تو میں نے آپ کو بتلایا بھئی کہ یہ عین مستاجرہ جو ہے یہ امانت ہوتی ہے مستاجر کے پاس اور اگر یہ ہلاک ہو جائے بغیر تعدی کے تو اس صورت میں ضمان نہیں لیکن اگر تعدی کی اور ہلاک ہوئی تو پھر اس صورت میں ضمان آئے گا جیسے امانت کے اندر بھی پھر ضمان آجاتا ہے جب انسان کیا کرے اس میں تعدی کرے بھئی تعدی کرے۔ تو مثلاً ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی جانور سواری کے لیے لیا کہ گھوڑا آپ نے سواری کے لیے لیا کہ میں اس پر سواری کرنا چاہتا ہوں یہاں سے مثلاً دو میل دور بستی تک اس پر جانا ہے بھئی۔ تو یہ عقد ٹھیک ہے لیکن اب یاد رکھیے آپ ہی کو سوار ہونے کی اجازت ہے کیونکہ آپ نے اپنا ذکر

کیا تھا بھئی کسی اور کے لیے اس پر سوار ہونا جائز نہیں ہے بھئی۔ اور اگر آپ کسی اور کو سوار کرواتے ہیں تو یہ آپ نے تعدی کی لہذا اب اگر وہ جانور ہلاک ہوا تو اس صورت میں آپ پر ضمان بھی آئے گا بھئی کیونکہ آپ نے تعدی کی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کیونکہ سواری کرنے والے مختلف ہوتے ہیں۔ بعض کو سواری کا طریقہ آتا ہے جانور کو نقصان نہیں پہنچتا، بعض کو سواری کا طریقہ نہیں آتا تو اس سے جانور کو نقصان پہنچتا ہے۔

اسی طرح اب یاد رکھیے اب آپ حکم لگا دیں گے وہ چیزیں جو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہاں پر کوئی دوسرا بھی استعمال کرلے گا تو اس صورت میں ضمان نہیں آئے گا کیونکہ وہاں پر استعمال کرنے والے کے بدلنے سے اس چیز پر کوئی اثر ہی نہیں پڑتا۔ لیکن وہ چیزیں جہاں استعمال کرنے والا بدلتا ہے تو چیز پر بھی اثر پڑتا ہے وہاں پر جس کو ذکر کیا اسی کو استعمال کی اجازت ہوگی دوسرے کو استعمال کی اجازت نہیں ہوگی۔ تو دیکھو جیسے میں نے ایک مثال ذکر کر دی سواری بھئی، سواری کے اندر آپ سوار ہوتے ہیں آپ کا سوار ہونا مختلف ہے ایک دوسرا شخص سوار ہوتا ہے اس کا سوار ہونا مختلف۔ آپ کو ہو سکتا ہے سواری آتی ہے آپ جانور پر بیٹھیں گے بھی اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا بھئی لیکن اگر آپ دوسرے شخص کو بٹھاتے ہیں ہو سکتا ہے اس کو سواری نہ آتی ہو تو اس سے کیا ہو جانور کو نقصان ہو۔ تو لہذا یہاں پر دیکھو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے چیز مختلف ہوتی ہے اس پہ مختلف اثر پڑتا ہے تو یہاں اب جس کا ذکر کیا ہے وہی سوار ہو سکتا ہے وہی استعمال کر سکتا ہے کوئی اور استعمال نہیں کر سکتا۔ تو اب آپ نے اپنا ذکر کیا تھا تو اب آپ ہی اس گھوڑے پر سوار ہو سکتے ہیں اگر آپ کے علاوہ کوئی اور سوار ہوتا ہے اور گھوڑا ہلاک ہوا تو اس صورت میں آپ پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔

اب آپ مجھے مسئلہ بتلایئے بھئی ایک آدمی نے دوسرے سے کرائے پر کپڑے لیے بھئی کپڑے لیے پہننے کے لیے اجرت پر کہ میں ان کو پہنوں گا تو اب وہ خود پہنے تو اس صورت میں تو اس پر ضمان نہیں کیونکہ امانت ہے جب تک تعدی نہیں کرتا ضمان نہیں۔ لیکن اب آپ مجھے بتایئے اگر وہ کسی اور کو وہ کپڑے پہناتا ہے تو اس صورت میں ضمان آئے گا یا نہیں آئے گا؟ ضمان آئے گا اس لیے کہ کپڑے پہننے والے مختلف ہوتے ہیں کوئی کیا کرتا ہے احتیاط سے استعمال کرتا ہے کوئی احتیاط سے استعمال نہیں کرتا بھئی تو لہذا اس صورت میں بھی ضمان آئے گا۔ اسی طرح مثلاً بھئی آپ نے گھر کرائے پر لیا، گھر کرائے پر لیا اب اس میں آپ بھی رہائش رکھ سکتے ہیں اور آپ چاہیں تو کسی اور کی بھی رہائش رکھوا سکتے ہیں مطلب خود نہیں ٹھہرتے بلکہ کس کو ٹھہرا دیتے ہیں؟ کسی اور زید کو مثلاً ٹھہرا دیا تو یاد رکھیے اس صورت میں ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ کیوں نہیں ضمان آئے گا؟ کیونکہ یہاں استعمال والا بدل بھی جائے تو عمارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو جو چیز بدلتی ہے استعمال کرنے والے کے بدلنے سے وہاں پر جس کی اجازت دی ہے اس کے علاوہ کوئی اور استعمال نہیں کر سکتا اور جو چیز نہیں بدلتی وہاں پر استعمال کرنے والا بدل بھی جائے تو ضمان نہیں آئے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا بھئی؟

تو ایک تو یہ صورت تھی کہ مثلاً آپ نے اپنی اجازت لی کہ میں اس پر سواری کروں گا یا میں یہ کپڑے پہنوں گا تو آپ ہی پہن سکتے ہیں کوئی اور نہیں پہن سکتا۔ ایک یہ ہے کہ مطلق رکھا بھئی اس نے آپ کو گھوڑا دیا کہ جو بھی اس پر چاہے سواری کرلے یا کپڑے دیے کہ جو بھی ان کو چاہے پہن لے اس مدت کے اندر تو اب مطلق ہے مولانا اب ضمان نہیں آئے گا چاہے آپ پہن لیں چاہے زید پہن لے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ہاں لیکن ایک کر سکتا ہے اس نے ایک کی اجازت دی ہے اگر آپ نے پہننا شروع کر دیے تو اب آپ ہی پہن سکتے ہیں اب زید کو نہیں پہنا سکتے یا زید کو پہنا دیے تو اب آپ نہیں پہن سکتے کیونکہ اس نے ایک کی اجازت دی تھی بھئی۔ اسی طرح سواری کے لیے جانور دیا ہے اگر اس نے ایک کی اجازت دی ہے تو اب بس آپ سوار ہو گئے تو اب آپ ہی سوار ہو سکتے ہیں زید سوار نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اس نے تو یہ کہہ کر جانور دیا تھا کہ جو مرضی اس پر کیا کرلے سواری کرلے، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو اس صورت میں اب آپ نے زید کو پہلے سوار کروا دیا تو اب زید ہی سوار ہو سکتا ہے اس پر آپ سوار نہیں ہو سکتے۔

تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدَّوَابِّ لِلرُّكُوبِ وَالْحَمْلِ اور جائز ہے کرائے پر لینا جانوروں کو سواری کے لیے وَالْحَمْلِ اور بوجھ لادنے کے لیے۔ فَإِنْ أَطْلَقَ الرُّكُوبَ جَازَ لَهُ أَنْ يُرْكِبَهَا مَنْ شَاءَ پس اگر مطلق رکھا سواری کو، مطلق رکھنے کا کیا معنی ہے؟ یعنی یہ کہا کہ جو چاہے اس پر سوار ہو جائے یہ معنی ہے مطلق رکھا سواری کو، جَازَ لَهُ تو جائز ہے اس مستاجر کے لیے أَنْ يُرْكِبَهَا کہ وہ اس پر سوار کروائے مَنْ شَاءَ جسے چاہے۔ وَكَذَلِكَ إِنِ اسْتَأْجَرَ ثَوْبًا لِلُّبْسِ وَأَطْلَقَ اور اسی طرح ہے اگر اس نے کرائے پر لیا کوئی کپڑا پہننے کے لیے یعنی اگر اپنا ذکر کیا ہے تو خود ہی پہن سکتا ہے اگر مطلق رکھا ہے تو پھر اس صورت میں جسے بھی چاہے پہنا سکتا ہے لیکن جس نے ایک دفعہ پہن لیا پھر کوئی دوسرا اس کو پہن نہیں سکتا۔ اور اسی طرح ہے اگر کپڑا اس نے لیا کرائے پر پہننے کے لیے وَأَطْلَقَ اور مطلق رکھا تو پھر جس کو چاہے پہنا سکتا ہے۔

فَإِنْ قَالَ لَهُ اگر کہا مستاجر نے بھئی موجر سے کہ میں یہ گھوڑا تم سے کرائے پر لیتا ہوں عَلَى، عَلَى شرط کے لیے، اس شرط پر أَنْ يَرْكَبَهَا فُلَانٌ کہ

اس پر کون سوار ہو گا؟ فلاں سوار ہو گا، ذکر کر دیا اس کو، أَوْ يَلْبَسَ الثَّوْبَ فُلَانٌ یا اس کپڑے کو فلاں آدمی پہنے گا فَأَرْكَبَهَا غَيْرَهُ أَوْ أَلْبَسَهُ غَيْرَهُ كَانَ ضَامِنًا پس اس نے سوار کیا اس پر اس کے علاوہ کسی اور کو یا کسی اور کو وہ کپڑا پہنایا كَانَ ضَامِنًا تو یہ مستاجر کیا ہو گا؟ ضامن ہو گا إِنْ عَطِبَتِ الدَّابَّةُ أَوْ تَلِفَ الثَّوْبُ اگر ہلاک ہو اوہ جانور یا تلف ہو ابر باد ہو اوہ کپڑا بھئی۔ اگر وہ جانور یا وہ کپڑا ہلاک ہو ابر باد ہو اتو اس صورت میں اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا بھئی۔ یہ معنی نہیں ہے کہ وہ کسی اور کو سوار کرواتے ہی فوراً اس پر کیا آجائے گا ضمان، ہاں اگر نقصان ہو اتو ضمان آئے گا لیکن اگر خود ہی سوار ہے تو پھر نقصان بھی ہو جائے بشر طیکہ تعدی نہ کی ہو تو ضمان نہیں ہے۔

وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ اور اسی طرح ہے ہر وہ چیز جو بدلتی ہے مختلف ہوتی ہے استعمال کرنے والے کے بدلنے سے یعنی اس میں بھی یہی حکم لگا دیں گے ضمان آجائے گا اگر ذکر ایک کا کیا اور استعمال دوسرے نے کی اور پھر نقصان پہنچا اس چیز کو۔ فَأَمَّا الْعَقَارُ باقی زمین جو غیر منقولی چیز جو ہے یعنی جائیداد وغیرہ ہے زمین ہے باغ ہے تو اسی طرح اور باقی جو جائیداد ہے یا غیر منقولی چیزیں ہیں وَمَا لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ اور وہ چیزیں جو بدلتی نہیں ہیں استعمال کرنے والے کے بدلنے سے یہ جو ہیں فَإِنْ شَرَطَ سُكْنَى وَاحِدٍ بِعَيْنِهِ پس اگر شرط لگا دی کسی ایک معین کی رہائش کی کہ یہ اس مکان میں ٹھہرے گا فَلَهُ أَنْ يُسْكِنَ غَيْرَهُ تو اس مستاجر کے لیے جائز ہے کہ وہ ٹھہرائے اس میں کسی اور کو۔ اپنے لیے لی کہ میں اس گھر میں رہوں گا اپنے بجائے کسی اور کو وہاں ٹھہرا دیا تو اس صورت میں بھی ضمان اس پر نہیں آئے گا اگر کوئی نقصان ہوا بھئی بشر طیکہ جب تک تعدی نہ کرے۔

وَإِنْ سَمَّى نَوْعًا وَقَدْرًا يَحْمِلُهُ عَلَى الدَّابَّةِ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ ایک آدمی نے ایک جانور کرایہ پر لیا بھئی۔ یاد رکھنا جانور بیان ہو رہا ہے میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں آج کل گاڑی وغیرہ جو چیز بھی لے گا اس طرح اس سب کا یہی حکم ہے بھئی، ہر جگہ یہ مسئلے اپنے زمانے کے اعتبار سے جو صورت بنتی تھی وہ ذکر کرتے ہیں آپ ان پر خود قیاس کر سکتے ہیں اس زمانے کے اعتبار سے۔ ایک آدمی نے ایک جانور کرایہ پر لیا اور بتلایا کہ میں اس پر کیا لے کر جاؤں گا، نوع بھئی جنس بیان کر دی بھئی نوع کہ مثلاً میں گندم لے کر جاؤں گا اس پر اور مقدار بھی ذکر کر دی کتنے قفیز گندم لے کر جاؤں گا؟ مثلاً پانچ یا دس قفیز گندم میں اس پر لے کر جاؤں گا یہاں سے لے کر وہ جو دو میل کے فاصلے پر بستی ہے وہاں تک۔ تو اب اس صورت کے اندر کیا اس کے لیے گندم ہی لے جانا جائز ہے یا کچھ اور بھی لے جا سکتا ہے اس پر؟ کہتے ہیں نہیں اس نے بوجھ ذکر کر دیا تو اس جیسی کوئی بھی چیز اتنے وزن کی لے جا سکتا ہے۔ مثلاً گندم کے بجائے کیا لے جاتا ہے؟ چاول لے جاتا ہے، کوئی دال وغیرہ لے جاتا ہے بھئی یا جو لے جاتا ہے تو یہ سب اس کے لیے جائز ہے لیکن یہ ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو جانور کے لیے بیان کی ہوئی چیز سے زیادہ نقصان دہ ہو۔ مطلب جانور کو جتنی تکلیف گندم سے ہوتی تھی اس کو اتنی ہی تکلیف اس چیز سے ہو یا اس سے کم ہونی چاہیے اس سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔[۴]

لہٰذا اب ایک آدمی نے دوسرے سے جانور کرائے پر لیا کہ میں اس پر پانچ من روئی لے کر جاؤں گا بھئی دو میل کے فاصلے تک، پانچ من۔ اب پانچ من روئی تو لے جا سکتا ہے یا اس کے برابر جو ضرر دینے والی چیز ہے، اس سے زیادہ ضرر دینے والی اتنی ہی چیز نہیں لے جا سکتا مثلاً پانچ من لوہا اب نہیں لے جا سکتا اس پر کیونکہ لوہا نقصان دہ ہے۔ کیسے نقصان دہ ہے؟ بھئی دیکھو روئی تو پورے جانور پر پھیلی ہوئی ہے جبکہ لوہا تو کیا ہو گا دو چار پانچ بڑے بڑے ٹکڑے ہوں گے وہ تو ایک ہی جگہ پہ سارا وزن پڑے گا جانور پر تو اس کو زیادہ نقصان ہو گا زیادہ تکلیف ہو گی بھئی۔ لہٰذا جب بھی کوئی آپ نوع بیان کر دیں اور مقدار بیان کر دیں کہ یہ میں لے کر جانا چاہتا ہوں تو اس جیسی کوئی بھی چیز جو نقصان میں اس کے برابر یا اس سے کم ہو آپ لے جا سکتے ہیں لیکن اس سے جو زیادہ نقصان والی ہے وہ وزن میں چاہے اس کے برابر ہی کیوں نہ ہو وہ لے جانے کی اجازت نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِنْ سَمَّى نَوْعًا وَقَدْرًا يَحْمِلُهُ عَلَى الدَّابَّةِ اور اگر بیان کر دیا یا ذکر کر دیا نوع کو بھی اور ایسی مقدار کو بھی يَحْمِلُهُ عَلَى الدَّابَّةِ جو وہ لادے گا رکھے گا دابہ پر مِثْلُ مثال کے طور پر أَنْ يَقُولَ یوں کہتا ہے خَمْسَةَ أَقْفِزَةِ حِنْطَةٍ کہ گندم کے پانچ قفیز میں لے کر جاؤں گا فَلَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ مِثْلُ الْحِنْطَةِ فِي الضَّرَرِ أَوْ أَقَلُّ تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس پر بوجھ لادے وہ جو کہ گندم کے ہی مثل ہے گندم کے برابر ہے فِي الضَّرَرِ نقصان میں جانور کے لیے أَوْ أَقَلُّ یا اس سے کم ہو بھئی کیونکہ کم میں تو اس کا نفع ہے اس کی اجازت ہے كَالشَّعِيرِ وَالسِّمْسِمِ جیسے کہ جو ہے اور تل ہیں، تل بھئی سِمْسِمٌ تل کو کہتے ہیں بھئی۔ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنَ الْحِنْطَةِ اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس پر وہ لادے وہ چیز جو کہ زیادہ

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ سَمَّى نَوْعًا وَقَدْرًا يَحْمِلُهُ عَلَى الدَّابَّةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن سمى نوعا أو قدرا يحمله على الدابة» منقول ہے۔

نقصان دہ ہے گندم سے كَالْمِلْحِ جیسے کہ نمک ہے مولانا نمک بھئی، سمجھ میں آیا تو یہ بھی زیادہ وزن ہے اس کا ایک جگہ پر زیادہ پڑتا ہے بھئی، وَالْحَدِيدِ اسی طرح کیا ہے لوہا ہے بھئی، وَالرَّصَاصِ یا رِصَاصِ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، رصاص سیسہ یا اسی طرح رانگ ایک دھات ہے مولانا یہ لوہے پیتل کی طرح کی ایک دھات ہے رانگ اس کو کہتے ہیں وہ، وہ نہیں لاد سکتا۔ فَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا قُطْنًا سَمَّاهُ پس اگر کرائے پر لیا کوئی جانور تاکہ لادے اس کے اوپر قُطْنًا اتنی کپاس یا اتنی روئی سَمَّاهُ جو اس نے ذکر کر دی فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ مِثْلَ وَزْنِهِ حَدِيدًا تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کے اوپر بوجھ لادے اسی کے وزن کے برابر لوہے کا بھئی، اسی کے وزن کے برابر لوہا نہیں لے جا سکتا بھئی۔ وجہ سمجھ میں آ گئی کہ وہ چیز تو پھیلی ہوئی ہے اور لوہا تو ایک جگہ پر ہو گا وہ تو ایک دو بڑے ٹکڑے ہوں گے یا تین ہوں گے وہ جانور کے لیے زیادہ نقصان دہ ہیں۔

وَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا لِيَرْكَبَهَا فَأَرْدَفَ مَعَهُ رَجُلًا آخَرَ فَعَطِبَتْ ضَمِنَ نِصْفَ قِيمَتِهَا إِنْ كَانَتِ الدَّابَّةُ تُطِيقُهُمَا. صورت مسئلہ یہ آپ نے ایک آدمی سے کوئی جانور کرائے پر لیا بھئی، کیا کیا؟ جانور کرائے پر لیا کہ میں اس پر سوار ہو کر وہ دو میل کے فاصلے پر جو بستی ہے اس تک جانا چاہتا ہوں۔ اس نے جانور آپ کو کرایہ پر دے دیا، آپ خود بھی سوار ہوئے اپنے ساتھ ایک اور آدمی کو بھی سوار کر لیا۔ اب راستے میں وہ جانور ہلاک ہوا بھئی ٹانگ ٹوٹ گئی، تو ضمان آئے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی تعدی کی ہے آپ نے، آپ نے اپنی اجازت لی تھی ایک آدمی اور سوار کیا ہے اب آپ پہ ضمان آئے گا۔ کتنا ضمان آئے گا کیا پورے جانور کی قیمت دینا پڑے گی؟ کہتے ہیں نہیں پورے جانور کی نہیں، آپ کتنے آدمی سوار ہوئے؟ دو، ایک کی اجازت تھی ایک کی اجازت نہیں تھی تو معلوم ہوا تعدی نصف کے برابر ہے۔ تو اب گھوڑے کی قیمت لگائیں گے مثلاً گھوڑا ہے پچاس ہزار کا تو نصف کی تو اجازت تھی نصف میں کیا ہو گئی تعدی ہوئی تو لہٰذا کتنا ضمان آئے گا؟ پچیس ہزار، آدھا بھئی۔

دوسری صورت بناؤ بھئی گھوڑا ہے مثلاً ساٹھ ہزار کا بھئی، آپ نے اپنی اجازت لی خود بھی سوار ہوئے اپنے ساتھ دو ساتھیوں کو بھی سوار کر لیا اور گھوڑا بھی بڑا مضبوط قسم کا ہے تین آدمی بھی اس پر سوار ہو جائیں کوئی پتہ ہی اسے نہیں چلتا۔ اب آپ اس پر چل پڑے راستے میں گھوڑے کا پاؤں ٹوٹ گیا کسی وجہ سے تو اب آپ پر ضمان آئے گا کیونکہ آپ نے کیا کی ہے تعدی۔ لیکن کتنا ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں دیکھو آدمی کتنے ہیں کتنی تعدی ہوئی؟ تین آدمی ہیں اجازت کتنے کی تھی؟ ایک کی تھی اور دو کیا ہیں زائد۔ تو گھوڑے کی قیمت کے تین حصے کر دو ایک میں تو تعدی نہیں دو میں تعدی ہے تو دو کا ضمان آئے گا۔ گھوڑا ہے ساٹھ ہزار کا کتنے حصے کرو؟ تین حصے، ایک حصہ کتنے کا ہوا؟ بیس ہزار، تو ایک حصے کی تو اجازت تھی دو حصوں میں تعدی ہوئی اس کی اجازت نہیں تو کتنا ضمان آئے گا؟ چالیس ہزار۔ اور یہ بھی یاد رکھیے اس صورت میں اجرت یعنی کرایہ بھی دینا پڑے گا ورنہ یہ ضابطہ ہے کہ ضمان کے ساتھ اجرت کبھی نہیں آیا کرتی، جب ضمان آتا ہے تو کرایہ نہیں لیکن یہاں پر کرایہ بھی آئے گا اور ضمان بھی آئے گا دونوں چیزیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تیسری صورت بناؤ مولانا گھوڑا ساٹھ ہزار کا ہے آپ نے اپنی اجازت لی خود بھی سوار ہوئے اپنے ساتھ تین آدمی اور بھی سوار کر لیے بھئی اور گھوڑا بھی بڑا مضبوط قسم کا ہے بھئی چار آدمی بھی سوار ہو جائیں اس کو پتہ نہیں چلتا بھئی۔ اب گھوڑا راستے میں ٹانگ ٹوٹ گئی بھئی گھوڑا ضائع ہو گیا اب ضمان آئے گا بھئی۔ کتنا ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں آپ چار آدمی سوار ہوئے ایک کی اجازت تھی تین کی اجازت نہیں، تو کل چار آدمی ہیں تو گھوڑے کی قیمت کو چار سے تقسیم کریں بھئی چار حصے بنائیں اس کے۔ تو ساٹھ ہزار ہے ایک حصہ کتنے کا بنے گا؟ پندرہ ہزار کا، تو پندرہ پندرہ ہزار کے چار حصے ہو گئے ایک کی اجازت تھی اس کا ضمان نہیں اور باقی تین یعنی کتنے ہزار؟ پینتالیس ہزار ضمان آئے گا کیونکہ اتنی تعدی کی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ لیکن یہ یاد رکھنا یہ وہ صورتیں ذکر ہو رہی ہیں جب گھوڑے میں اتنی طاقت بھی تھی۔ اگر اس میں طاقت ہی نہیں تھی اتنی پھر آپ دو بیٹھ گئے اس پر یا تین بیٹھ گئے تو اب پوری قیمت دینا پڑے گی۔ پہلے میں نے جو صورتیں ذکر کیں وہ کب تھیں جب کہ گھوڑے کی طاقت تھی گھوڑے کو پتہ ہی نہیں بھئی تو تعدی ہوئی، لیکن اگر گھوڑے میں اتنی طاقت ہی نہیں تھی کمزور سا گھوڑا ہے آپ بھی سوار ہوئے اور اپنے ساتھ دو آدمی بھی سوار کر لیے بھئی اس میں تو پہلے ہی بیچارے میں جان نہیں تھی تو یہ تو گویا آپ نے خود اس کو، وہ ہلاک ہوا نہیں بلکہ آپ نے اس کو کیا کیا ہے ہلاک کیا ہے اور جب ہلاک کیا ہے تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ اب تقسیم وغیرہ نہیں کریں گے کہ اتنی تعدی ہوئی ہے پوری قیمت گھوڑے کی دینا پڑے گی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

یہ معنی ہے وَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا اور اگر کسی نے جانور کرائے پر لیا لِيَرْكَبَهَا تاکہ اس پر سواری کرے فَأَرْدَفَ، أَرْدَفَ يُرْدِفُ إِرْدَافٌ کے معنی ہوتے ہیں پیچھے سوار کروانا بھئی۔ بھئی دیکھو آپ گھوڑے پر سوار ہیں آپ آگے بیٹھے اور جو پچھلا سوار ہے یہ رَدِيفٌ کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ ردیف کہلاتا ہے۔ تو اپنے ساتھ ہی پیچھے کسی کو سوار کر لینا بھئی جانور پر یہ ارداف کہلاتا ہے۔ فَأَرْدَفَ مَعَهُ رَجُلًا آخَرَ تو اس نے اپنے پیچھے سوار کر لیا ایک اور آدمی کو فَعَطِبَتْ تو گھوڑا کیا ہوا؟ ہلاک ہوا، عَطِبَ يَعْطَبُ کے معنی ہلاک ہونا، تو وہ جانور ہلاک ہوا ضَمِنَ نِصْفَ قِيمَتِهَا تو اس صورت میں ضامن ہو گا نصف

قیمت کا کیونکہ دو آدمی سوار ہیں ایک کی اجازت تھی ایک کی اجازت نہیں بھئی تو قیمت کے دو حصے کر لیں گے ایک کا ضمان نہیں اور ایک کا ضمان آئے گا بھئی۔ إِنْ كَانَتِ الدَّابَّةُ تُطِيقُهُمَا یہ کس وقت ہے اگر وہ جانور تُطِيقُهُمَا ان دونوں کی طاقت رکھتا ہو ان دونوں کو اٹھانے کی۔

وَلَا يُعْتَبَرُ بِالثِّقَلِ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی آپ نے ایک جانور کرائے پر لیا اور خود اپنی سوار ہونے کی بات کی تھی۔ آپ بھی بیٹھے اور اپنے ساتھ ایک موٹے سے ساتھی کو بھی بٹھالیا۔ آپ کا وزن ہے مثلاً ساٹھ کلو اس کا وزن ہے ایک سو بیس کلو بھئی۔ اب آپ دونوں گھوڑے پر سوار تھے اور گھوڑے کو لے کر چلے راستے میں گھوڑے کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اب جب مالک نے دیکھا اچھا تم نے اپنے ساتھ اتنا موٹا آدمی بٹھایا تھا اس نے کہا لاؤ بھئی ضمان دو، ضمان دو۔ گھوڑے کی قیمت تھی ساٹھ ہزار آپ تھے دو آدمی تو گھوڑے کی قیمت کے دو حصے کیے ایک حصے کی اجازت تھی دوسرے کی اجازت نہیں آپ نے تیس ہزار روپے اسی وقت بھئی اس کے حوالے کیے۔ گھوڑے کا مالک کہتا ہے نہیں نہیں تیس ہزار کہاں سے ضمان دیتے ہو اتنا موٹا آدمی اپنے ساتھ بٹھایا تھا تم سے دگنا وزن ہے اس کا۔ کتنا ہے؟ دگنا وزن ہے تو یہ کتنوں کے برابر ہوا؟ دو کے برابر ہو الہذا قیمت کے تین حصے کرو ایک کی اجازت تھی دو کی اجازت نہیں لہذا دو کا ضمان آئے گا بھئی۔ تو ساٹھ کے تین حصے کرو کتنے بنے؟ بیس بیس ہزار کا ایک حصہ بیس کی اجازت ہے چالیس کی اجازت نہیں تیس اب ضمان نہ دو مجھے کتنا دو؟ چالیس ہزار دو بھئی چالیس ہزار۔ آپ کہتے ہیں نہیں بھئی آپ نے قدوری شاید نہیں پڑھی بھئی، قدوری میں صاحب قدوری نے ہمیں کیا بتلایا تھا؟ وزن کا کوئی اعتبار نہیں کرنا بلکہ کس چیز کا اعتبار کرنا ہے؟ افراد کا اعتبار کرنا ہے اور ہم دو افراد ہیں ایک کی اجازت تھی ایک کی اجازت نہیں تھی لہذا نصف ضمان آئے گا بھئی۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے وَلَا يُعْتَبَرُ بِالثِّقَلِ اور اعتبار نہیں کیا جائے گا وزن کے ساتھ، وزن کو نہیں دیکھا جائے گا۔ لیکن اس میں بھی یاد رکھنا وہ قید ملحوظ ہے کہ گھوڑے میں دونوں کو اٹھانے کی طاقت ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایسا نہ ہو آپ دونوں اس موٹے کو لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے گھوڑا وہیں پر لیٹ گیا اور روح پرواز کر گئی بھئی تو یہ تو اہلاک ہے مولانا اس صورت میں پورا ضمان آئے گا۔ بھئی کیا وجہ ہے وزن کا کیوں نہیں اعتبار کرتے؟ وجہ یہ بھئی کہتے ہیں اس لیے کہ جانور پر جو سواری ہے اس میں بعض اوقات ایک ہلکا پھلکا آدمی ہوتا ہے لیکن اسے سواری چونکہ نہیں آتی تو جانور کو بڑا نقصان ہوتا ہے اس کی وجہ سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ سے، اور بعض اوقات موٹا تازہ آدمی ہوتا ہے لیکن اس کو سواری آتی ہے وہ ایسے طریقے سے سوار ہوتا ہے جانور پر کہ جانور کو پتہ ہی نہیں چلتا بھئی تو لہذا وزن کو نہیں دیکھا جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مِنَ الْحِنْطَةِ۔ اچھا یہ تو صورت تھی سواری کے لیے ایک جانور کو لیا ہے اور پھر اپنے ساتھ اور آدمیوں کو سوار کر لیا۔ اب صورت ہے آپ نے بوجھ لادنے کے لیے بھئی باربرداری کے لیے کوئی جانور لیا اور ذکر کیا تھا کہ میں اس پر مثلاً پانچ قفیز گندم کے لے کر جاؤں گا دو میل کے فاصلے پر جو بستی ہے وہاں تک بھئی۔ اب آپ نے پانچ قفیز گندم کے بجائے اس پر دس قفیز لاد دیے، کتنے لاد دیے؟ دس قفیز۔ کہتے ہیں اگر بوجھ لادنے کے لیے لیا ہے تو اب جتنا وزن زیادہ ہو گا اسی کے بقدر ضمان آئے گا، جتنا بوجھ زیادہ ہے اب بوجھ دیکھا جائے گا لیکن جب سوار ہوں تو سواروں میں بوجھ کو نہیں دیکھا جائے گا لیکن اگر بوجھ لادنے کے لیے لیا ہے تو اب وزن دیکھا جائے گا جتنا زیادہ ہو گا اتنا ہی زیادہ ضمان ہوتا چلا جائے گا بھئی۔ تو اب کتنے کی اجازت تھی؟ پانچ کی اور کتنے کی اجازت نہیں تھی؟ پانچ کی اجازت نہیں تھی مثلاً آپ نے دس قفیز لادے ہیں تو پانچ پانچ برابر ہیں لہذا قیمت کے دو حصے کرو گھوڑے کی قیمت کے اور ایک کا ضمان آئے گا ایک کا ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اسی طرح بھئی آپ نے پانچ قفیز کی بات کی تھی لیکن آپ نے پندرہ قفیز لاد دیے اور گھوڑے میں بھی طاقت ہے اس کے اٹھانے کی، طاقت نہیں پھر تو پورے کا ضمان دینا پڑے گا۔ تو گھوڑے میں بھی طاقت ہے تو اب دیکھیے اب گھوڑا ہلاک ہوا تو اب کتنے کی اجازت؟ پانچ اور زائد کتنا ہے؟ دس۔ تو کل ہوا پندرہ تو تین حصے بنالو قیمت کے ایک کی اجازت تھی دو کی اجازت نہیں تو اسی کے بقدر ضمان آجائے گا بھئی۔ وَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا اور اگر کسی نے کوئی جانور کرائے پر لیا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مِنَ الْحِنْطَةِ تاکہ وہ اس پر بوجھ لادے گا ایک خاص مقدار کس میں سے؟ گندم میں سے فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْهُ پس اس نے اس پر لاد دیا اس سے زیادہ فَعَطِبَتْ پس وہ جانور ہلاک ہوا ضَمِنَ مَا زَادَ مِنَ الثِّقَلِ تو ضامن ہو گا اس کا وہ جو زائد ہے بوجھ میں سے، جتنا بوجھ زیادہ ہے اسی کے بقدر ضمان آئے گا۔

وَإِنْ كَبَحَ الدَّابَّةَ بِلِجَامِهَا۔ بھئی آپ نے جانور کو کرائے پر لیا اور اس پر سوار جا رہے ہیں آپ نے لگام کھینچی، لگام کھینچنے سے جانور کا منہ پھٹ گیا جانور بیکار ہو گیا جانور کیا ہوا؟ یوں سمجھو ہلاک ہو گیا۔ یا مولانا آپ ایک جانور کو لے کر گئے کرائے پر لیا ہے اور کیا کیا ایک چھڑی بھی سوٹی بھی آپ نے ہاتھ میں اٹھائی ہے اس سے اس کی پٹائی بھی کرتے ہیں جہاں پر وہ ذرا سستی کرتا ہے بھئی اور اس پٹائی کی وجہ سے وہ جانور ہلاک ہوا تو ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا بھئی؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ضمان آئے گا، کیا ہو گا ضمان آئے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ضمان نہیں آئے

گا بھئی بشرطیکہ اس نے جتنا عام لوگ پٹائی کرتے ہیں یا عام لوگ جس طرح لگام کھینچتے ہیں اس طرح لگام کھینچی بھئی۔ عام لوگ جس طرح لگام کھینچتے ہیں اتنے کی اجازت ہوتی ہے اتنے کی تو بھئی گھوڑے کو ادھر موڑنا ہے روکنا ہے یا کچھ کرنا ہے تو لگام کو تو کھینچنا پڑے گا تو اگر اس نے اسی طرح کھینچی تھی پھر نقصان ہوا ہے تو اب اس پر ضمان نہیں کیونکہ اس نے تعدی نہیں کی اور عام لوگ جس طرح تھوڑی بہت پٹائی کرتے ہیں جانور کی اسی طرح اس نے پٹائی کی اور جانور ہلاک ہوا تو اس نے چونکہ کوئی تعدی نہیں کی لہذا اس پر ضمان نہیں اتنے کی تو اجازت ہوتی ہے بھئی۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی اس صورت میں اس پر کیا ہو گا؟ ضمان آئے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور میں نے بتلایا صاحبین بھی فرماتے ہیں وہ اس صورت میں ضمان نہیں ہے جب اس نے تعدی نہ کی ہو۔ ہاں اگر اس نے ایک ڈنڈا موٹا سا اٹھایا ہوا تھا اور اس کے سر پر برساتا جا رہا ہے بھئی تیز چلو تیز چلو تو یہ تو کیا ہوا ہلاک نہیں ہے بلکہ اہلاک ہے جان کر ہلاک کر رہا ہے تو اب پورے کا ضمان آئے گا۔

وَإِنْ كَبَحَ الدَّابَّةَ بِلِجَامِهَا، لام پر کسرہ لِجَامٌ لگام کو کہتے ہیں بھئی لگام۔ وَإِنْ كَبَحَ الدَّابَّةَ بِلِجَامِهَا اور اگر کھینچا جانور کو اس کی لگام سے، سمجھ میں آیا؟ كَبَحَ يَكْبَحُ کے معنی ہوتے ہیں زور سے کھینچنے کے، زور سے کھینچا جانور کو بِلِجَامِهَا اس کی لگام سے أَوْ ضَرَبَهَا یا اس کی پٹائی کی فَعَطِبَتْ تو وہ جانور ہلاک ہوا ضَمِنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ضامن ہو گا بھئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لَا يَضْمَنُ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر ضمان نہیں آئے گا بھئی ضمان نہیں آئے گا۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۷: کتاب الاجارۃ (۲): اجیر مشترک اور اجیر خاص کا فرق اور دونوں کے ضمان کا ضابطہ (امام اعظم اور صاحبین کے مسالک)

مختصر القدوری صفحہ: ۹۲—بتاریخ: ۷ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْأُجَرَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ أَجِيرٌ مُشْتَرَكٌ وَأَجِيرٌ خَاصٌّ. فَالْمُشْتَرَكُ مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ الْأُجْرَةَ حَتَّى يَعْمَلَ كَالصَّبَّاغِ وَالْقَصَّارِ، وَالْمَتَاعُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ إِنْ هَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ شَيْئًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ يَضْمَنُهُ۔[۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اجارہ کا باب ہم نے شروع کیا تھا بھئی۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ اجارہ لغت کے اندر اجرت کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں یہ اجارہ کس چیز کا نام ہے؟ وہ عقد جو کسی چیز کے منافع پر کیا جائے کسی عوض پر، کسی عوض پر۔ اور میں نے آپ کو یہ بھی بتلایا تھا کہ جو عین مستاجرہ ہوتی ہے وہ امانت ہوتی ہے مستاجر کے قبضے میں بھئی۔ لہٰذا اب اگر وہ ہلاک ہوئی بلا تعدی کے تو پھر ضمان نہیں لیکن اگر تعدی کی تو اس صورت میں ضمان آئے گا بھئی۔

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْأُجَرَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ أَجِيرٌ مُشْتَرَكٌ وَأَجِيرٌ خَاصٌّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والأجراء على ضربين: وأجير مشترك وأجير خاص» منقول ہے۔ ۲

جدول—اجیر مشترک اور اجیر خاص کے درمیان فقہی فرق اور ضمان کا جدول:

وجہِ فرق	اجیر مشترک (الْأَجِيرُ الْمُشْتَرَكُ)	اجیر خاص (الْأَجِيرُ الْخَاصُّ / اجیر وحد)
تعریف	جو کسی ایک شخص کے لیے مخصوص نہ ہو بلکہ عام لوگوں کا کام کرے (جیسے درزی، رنگریز، دھوبی)	جو مخصوص مدت کے لیے صرف ایک ہی شخص کے کام کا پابند ہو (جیسے ماہانہ ملازم یا چرواہا)
استحقاقِ اجرت	جب تک عمل پورا نہ کرے اجرت کا مستحق نہیں ہوتا	مدت میں اپنے آپ کو کام کے لیے حاضر (تسلیمِ نفس) کر دینے ہی سے اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے اگرچہ مالک کام نہ لے
کپڑا/مال ہلاک ہونے کا ضمان	اپنے فعل (چنانچہ دھونے سے کپڑا پھٹ جائے، حمال کے پھسلنے سے گر جائے) سے ہلاک ہو تو ضامن ہے؛ اور بلا عمل چوری یا آگ سے ہلاک ہو تو امام اعظم کے نزدیک ضامن نہیں (صاحبین کے نزدیک ضامن ہے بشرطیکہ دفع پر قادر ہو)	اجیر خاص کے ہاتھ سے بلا تعدی مال ہلاک ہو یا اس کے اپنے عمل سے نقصان ہو تو اس پر کوئی ضمان نہیں (کیونکہ وہ امین ہے)

آج آپ کو اجیر کی قسمیں بتلا رہے ہیں بھئی۔ اجیر کس کو کہتے تھے؟ جو اجرت پر کام کرتا ہے بھئی اسے کیا کہتے ہیں؟ اجیر کہتے ہیں۔ تو یاد رکھیے یہ اجیر دو قسم پر ہیں، ایک اجیر مشترک ہے اور ایک اجیر خاص ہے۔ اجیر مشترک اور اجیر خاص بھئی۔ اجیر مشترک وہ ہے جو کسی ایک خاص آدمی کے لیے کام نہیں کرتا بھئی بلکہ جو بھی اس کے پاس کام لے جاتا ہے وہ اس کا کام کر دیتا ہے مثلاً دھوبی ہے بھئی۔ دھوبی ہے اب اس کے پاس جو شخص بھی کپڑے لے جاتا ہے وہ کیا کرتا ہے انہیں؟ دھو دیتا ہے بھئی۔ یا اسی طرح درزی ہے بھئی، درزی اب کسی ایک آدمی کے لیے کام نہیں کرتا بلکہ جو بھی اس کے پاس کپڑے لے جائے گا وہ اس کے کپڑوں کو سی دے گا بھئی۔ تو یہ بھی اجرت پر کام کر رہے ہیں لیکن کسی ایک آدمی کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے لیے۔ تو یہ اجیر مشترک کہلاتا ہے۔ اور اجیر خاص وہ ہے جو صرف ایک شخص کا کام کرتا ہے بھئی۔ مثلاً آپ نے اپنی خدمت کے لیے ایک ملازم رکھا ہوا ہے یہ اجیر خاص ہے بھئی۔ یہ کیا ہے؟ اجیر خاص ہے بھئی یہ صرف آپ کے کام کرے گا کسی اور کے کام نہیں بھئی۔ یہ اجیر خاص کہلاتا ہے۔

تو دیکھیے ان کے بارے میں بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَالْأُجَرَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ، اجیر جو ہیں وہ دو قسم پر ہیں أَجِيرٌ مُشْتَرَكٌ وَأَجِيرٌ خَاصٌّ، ایک اجیر مشترک ہے اور ایک اجیر خاص ہے۔ فَالْمُشْتَرَكُ مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ الْأُجْرَةَ حَتَّى يَعْمَلَ كَالصَّبَّاغِ، پس اجیر مشترک وہ ہے جو مستحق نہیں ہوتا اجرت کا یہاں تک کہ کام کر لے۔ یہاں تک کہ کیا کر لے؟ کام کر لے۔ بھئی دیکھو دھوبی کے پاس آپ کپڑے لے گئے یا درزی کے پاس آپ سلانے کے لیے سوٹ لے گئے تو وہ اس وقت تک اجرت کا مستحق نہیں ہو گا جب تک وہ کام پورا نہ کر لے بھئی۔ سوٹ کی جب تک سلائی نہیں کرے گا اس کو اجرت نہیں ملے گی بھئی، چاہے ایک مہینہ سوٹ پڑا رہے اس کے پاس چاہے دو مہینے پڑا رہے بھئی جب تک سیے گا نہیں وہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بھئی۔

جبکہ اس کے مقابلے میں آگے بتلائیں گے آپ کو کہ اجیر خاص جو ہے وہ عمل کی وجہ سے اجرت کا مستحق نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے آپ کو آجر کے سپرد کر دیا ہے بھئی، اس کی خدمت میں حاضر ہے اب وہ چاہے اس سے کام لے یا کام نہ لے مدت جب پوری ہو گی تو کیا دینا پڑے گی اسے؟ اجرت دینی پڑے گی۔ بس اب وہ خود اسے حاضر ہونا چاہیے اپنے نفس کو سپرد کرے اپنے آپ کو وہاں حاضر کرے۔ اب آجر اسے کوئی کام ہی نہیں کہتا یہ تو اس کی غلطی ہے بھئی اس نے تو کیا کیا تھا یہ تو وہاں حاضر رہا بھئی خدمت کے لیے۔ تو وہاں عمل کی بات نہیں ہو گی بلکہ وہاں اپنے نفس کو سپرد کر دینے پر ہی اجرت کا مستحق ہو جائے گا لیکن اجیر مشترک جب تک کام نہیں کرے گا اس وقت تک اجرت کا مستحق نہیں ہے بھئی۔ تو لہٰذا آپ نے ایک درزی کو بلوایا بھئی کہ آؤ میرے یہ تین سوٹ سی دو یہیں پر گھر پر بھئی۔ وہ پانچ چھ دن سے آ رہا ہے لیکن سارا دن بیٹھا رہتا ہے لیکن کپڑے ابھی نہیں سیے تو کیا وہ اجرت کا مستحق ہے؟ نہیں وہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بھئی اسے تو ہم نے کس لیے بلوایا تھا کہ یہ کام کرے گا یہ سلائی کرے گا۔ تو وہاں حاضری کو نہیں دیکھا جائے گا کہ موجود رہا ہوں بلکہ کس چیز کو دیکھا جائے گا؟ عمل کو دیکھا جائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں فَالْمُشْتَرَكُ مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ الْأُجْرَةَ حَتَّى يَعْمَلَ، اجیر مشترک وہ ہے جو مستحق نہیں ہوتا اجرت کا یہاں تک کہ عمل کر لے كَالصَّبَّاغِ۔ صَبَّاغٌ کہتے ہیں بھئی رنگریز کو، رنگریز، رنگ دینے والا کپڑوں وغیرہ کو جو رنگ دینے والا ہے وہ رنگریز بھئی۔ یاد رکھیے ایک لفظ ہے رنگ ساز، رنگ ساز اور ہے رنگریز اور ہے۔ رنگ ساز کا معنی ہے رنگ بنانے والا بھئی اور رنگریز کا معنی ہے رنگ دینے والا بھئی۔ تو یہاں صَبَّاغٌ کا کیا ترجمہ کریں گے؟ رنگریز، رنگ دینے والا۔ تو اس کے پاس آپ ایک کپڑا لے گئے کہ اس کو رنگ دے دو بھئی مثلاً سرخ رنگ دے دو تو جب تک وہ یہ عمل نہیں کرے گا اجرت کا مستحق نہیں۔ كَالصَّبَّاغِ جیسے رنگریز ہے وَالْقَصَّارِ اور دھوبی ہے۔

وَالْمَتَاعُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ۔ بھئی یہ جو اجیر مشترک کو ہم اپنی چیز دے کر آئے ہیں مثلاً دھوبی کو کپڑے دیے یا رنگریز کو کپڑا دیا یا پھر درزی کو کپڑا دے کر آئے سلائی کے لیے تو کیا یہ کپڑا اس کے پاس اگر ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ تو یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جو چیز آپ نے اجیر مشترک کے حوالے کی یہ اس کے پاس امانت ہے اور امانت کے اندر اگر چیز ہلاک ہو جائے بغیر تعدی کے تو اس صورت میں ضمان نہیں آتا تو یہاں بھی ضمان نہیں آئے گا بھئی، ضمان نہیں آئے گا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ضمان آئے گا بھئی۔ صاحبین رحمہما اللہ کیا فرماتے ہیں؟ ضمان آئے گا۔ اور اب فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے کیونکہ خیانت بے انتہا بڑھ گئی ہے لوگ دوسروں کی چیز کا خیال نہیں کرتے بھئی۔ دوسروں کی چیز کا خیال نہیں کرتے تو اب اگر اسے پتہ ہے میرے اوپر ضمان ہی نہیں ہے وہ تو پرواہ ہی نہیں کرے گا حفاظت وغیرہ نہیں کرے گا صحیح طرح تو لہٰذا اب ضمان آئے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا ہلاک کی بات ہو رہی ہے استہلاک نہیں، خود ہلاک کرتا ہے پھر تو امام صاحب کے نزدیک بھی اس پر ضمان آجائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْمَتَاعُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ اور سامان جو ہے امانت ہوتا ہے اس اجیر مشترک کے قبضے میں إِنْ هَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ شَيْئًا اگر ہلاک ہو گیا سامان تو وہ ضامن نہیں ہو گا کسی بھی چیز کا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ يَضْمَنُهُ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ضامن ہو گا اس سامان کا، وہ اس سامان کا ضامن ہو گا۔ دراصل صاحبین اور امام صاحب کے اختلاف کی وجہ یہ کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ یہاں دراصل دو چیزوں پر عقد کرتے ہیں ہم اس اجیر مشترک کے ساتھ۔ ایک تو اس نے وہ کام کرنا ہے دوسرا اس چیز کی حفاظت بھی کرنی ہے بھئی۔ کیا کرنی ہے؟ حفاظت بھی کرنی ہے اگرچہ اس کو ذکر نہیں کیا لیکن پھر بھی گویا وہ ایک چیز پر عقد نہیں کر رہا بلکہ کتنی چیزوں پر عقد کر رہا ہے؟ دو چیزوں پر۔ تو لہذا اب دو چیزوں کا گویا یہاں عقد ہوا، ایک اس نے وہ مثلاً سلائی کرنی ہے اور دوسرا اس کپڑے کی حفاظت بھی کرنی ہے۔ تو جب یہ کپڑا ہلاک ہوا مثلاً چوری ہو گیا اس کی دکان سے تو معلوم ہوا اس نے معقود علیہ، عقد تو اس بات پر ہوا تھا کہ حفاظت بھی کروں گا اور حفاظت معلوم ہوا اس نے نہیں کی تو اب اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا بھئی۔ جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی یہاں پر عقد جو ہے صرف اس عمل پر ہوا ہے حفاظت پر عقد نہیں ہے لہذا اب یہ چیز اس کے پاس امانت ہی کی طرح ہے اور ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں آئے گا بھئی۔

وَمَا تَلِفَ بِعَمَلِهِ كَتَخْرِيقِ الثَّوْبِ مِنْ دَقِّهِ وَزَلَقِ الْحَمَّالِ وَانْقِطَاعِ الْحَبْلِ الَّذِي يَشُدُّ بِهِ الْمُكَارِي الْحِمْلَ وَغَرَقِ السَّفِينَةِ مِنْ مَدِّهَا مَضْمُونٌ۔ اب آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ جو چیز اس کے عمل کی وجہ سے ہلاک ہو جائے ضائع ہو جائے اس کا اس پر ضمان آئے گا۔ اس کے عمل کی وجہ سے کیا ہو جائے چیز؟ ضائع ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان آئے گا۔ مثلاً بھئی دھوبی کیا کرتے تھے کپڑے کو کوٹتے ہیں دھونے صاف کرنے کے لیے تو دھوبی کے کوٹنے کی وجہ سے کپڑا پھٹ گیا تو دیکھو کپڑے کے ہلاک ہونے میں اس کے عمل کا دخل آیا لہذا اب اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔ یا اسی طرح آپ نے ایک شخص سے کہا تھا کہ یہ مٹکے اٹھاؤ اور وہ سامنے جو جگہ ہے وہاں تک پہنچانے ہیں اجرت طے ہوئی عقد ہو گیا۔ اس نے آپ کے مٹکے اٹھائے چل پڑا آدھے راستے میں پہنچا تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا وہ گرا آپ کا سارا سامان ٹوٹ گیا مٹکے سارے ٹوٹ گئے تو اب اس پر ضمان آئے گا بھئی کیونکہ مٹکوں کے ٹوٹنے میں اس کے عمل کا دخل ہے اور جہاں بھی اجیر مشترک کے عمل کا دخل آئے گا وہاں پر اس پر ضمان آئے گا بھئی۔ اجیر مشترک کے عمل کا دخل آئے گا چیز کے ہلاک ہونے میں تو ضمان آئے گا۔

اسی طرح بھئی ایک شخص سے آپ نے جانور کرایہ پر لیا بھئی کہ اس جانور پر یہ چیزیں یہ سامان لادنا ہے اور وہ دو میل دور بستی تک اس کو لے کر جانا ہے چنانچہ اس نے سامان اپنے اس جانور پر رکھا گدھے پر سامان لادا اور اس کو رسی سے باندھ دیا بھئی۔ اب چل پڑے راستے میں وہ رسی ٹوٹ گئی سامان گرا اور ہلاک ہوا تو کہتے ہیں اس صورت میں بھی ضمان آئے گا کیونکہ اس کے عمل کا دخل آیا سامان کے ہلاک ہونے میں، یہ رسی کس نے باندھی تھی؟ اس نے باندھی تھی بھئی تو اس کے عمل کا دخل آ گیا بھئی۔ اسی طرح بھئی کوئی شخص بھئی اس نے اپنا سامان کشتی میں رکھا بھئی کہ یہ دوسرے کنارے تک پہنچانا ہے سارا سامان چنانچہ کشتی چل پڑی یا وہیں پر اس نے پانی کی طرف کشتی کو کھینچا بھئی، آپ جانتے ہیں دریا کے کنارے کیا کرتے ہیں؟ کشتی کو کھینچ کر لے آتے ہیں تھوڑے پانی کے اندر بھئی تو چنانچہ سامان رکھ دیا اب اس نے کشتی کو کھینچا گہرے پانی کی طرف تو وہ کشتی کا توازن صحیح نہ رہا الٹ گئی سامان سارا ہلاک ہوا تو کہتے ہیں اس صورت میں بھی ضمان آئے گا کیونکہ اجیر مشترک کے عمل کا دخل آ گیا سامان کے ہلاک ہونے میں اور اس صورت میں کیا ہوتا ہے؟ ضمان آتا ہے۔ صورتیں سمجھ میں آ گئیں بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَا تَلِفَ بِعَمَلِهِ اور وہ جو ہلاک ہو جائے اس اجیر مشترک کے عمل کی وجہ سے، بھئی ڈیڑھ سطر کے بعد آ رہا ہے مَضْمُونٌ، وہ کیا ہو گا؟ مل گیا بھئی؟ مضمون ہو گا یعنی اس کا ضمان آئے گا یہ خبر ہے اس کی۔ درمیان میں مثالیں ذکر کر دیں کچھ بھئی کیسے اس کے عمل کا دخل ہو گا، كَتَخْرِيقِ الثَّوْبِ مِنْ دَقِّهِ جیسے کہ کپڑے کا پھاڑ دینا مِنْ دَقِّهِ اس کے کوٹنے کی وجہ سے، دَقٌّ کا معنی کوٹنا، اس کے کوٹنے کی وجہ سے۔ وَزَلَقِ الْحَمَّالِ اور اسی طرح حمال کا یعنی حَمَّالٌ کہتے ہیں بوجھ اٹھانے والا، بوجھ اٹھانے والے کے پھسلنے کی وجہ سے۔ وَانْقِطَاعِ الْحَبْلِ الَّذِي يَشُدُّ بِهِ الْمُكَارِي الْحِمْلَ اور، اِنْقِطَاعٌ کا معنی ٹوٹ جانا، اور اس رسی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے يَشُدُّ بِهِ الْمُكَارِي کہ باندھتا ہے جس کے ذریعے مکاری یعنی کرایہ پر دینے والا الْحِمْلَ کس کو؟ سامان کو، وہ رسی جس کے ذریعے جانور کرایہ پر دینے والا سامان کو باندھتا ہے اس رسی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے۔

یاد رکھیے مُكَارِي کرایہ پر چیز دینے والا۔ مکاری کس کو کہتے ہیں؟ کرایہ پر چیز دینے والا، لیکن پھر کہتے ہیں یہ غالب استعمال اب ہوتا ہے حَمَّارٌ اور بَغَّالٌ کے اندر، حمار اور بغال بھئی یعنی جو گدھے کرایہ پر دیتا ہے یا خچر کرایہ پر دیتا ہے بھئی اب اس میں استعمال ہوا۔ پہلے عام تھا ہر وہ شخص جو کوئی چیز کرایہ پر دے کیا

کہلاتا؟ مکاری، لیکن بعد میں کس کے ساتھ خاص ہو گیا؟ جو جانور کرایہ پر دیتا ہے گدھے اور خچر ان کے ساتھ خاص ہوا۔ وَغَرَقِ السَّفِينَةِ مِنْ مَدِّهَا اور جیسے کہ کشتی کا غرق ہو جانا مِنْ مَدِّهَا اس کے کھینچنے کی وجہ سے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مَدِّهَا کی ہا ضمیر راجع ہے سَفِينَةٌ کو، اس کشتی کے کھینچنے کی وجہ سے کشتی کا غرق ہو جانا تو اس کے اندر بھی وہ اجیر کا عمل آ گیا۔ تو یہ سارے جو ہیں مَضْمُونٌ یہ کیا ہیں؟ مضمون ہیں بھئی۔ یہ میں نے بتلایا کس کی خبر ہے؟ وَمَا تَلِفَ بِعَمَلِهِ کی خبر ہے اور وہ چیز جو ضائع ہوئی ہے اس کے عمل کی وجہ سے وہ مضمون ہے۔

إِلَّا أَنَّهُ لَا يَضْمَنُ بِهِ بَنِي آدَمَ مگر یہ کہ ضامن نہیں ہو گا اس کی وجہ سے بنی آدم کا یعنی انسانوں کا ضامن نہیں ہو گا۔ فَمَنْ غَرِقَ فِي السَّفِينَةِ پس جو شخص غرق ہو گیا ڈوب گیا اس کشتی میں أَوْ سَقَطَ مِنَ الدَّابَّةِ یا گرا اس جانور سے لَمْ يَضْمَنْهُ تو اس کا ضامن نہیں ہو گا بھئی۔ صورت مسئلہ یہ بھئی وہ کشتی کے اندر آپ نے سامان رکھا ایک دو آدمی بھی ساتھ آپ کا ملازم بھی سوار ہوا ساتھ بھئی اب اس نے کشتی گہرے پانی کی طرف کھینچنا شروع کی توازن برقرار نہ رہا اور کشتی الٹ گئی سامان تباہ ہوا اور وہ آدمی آپ کا ملازم بھی ڈوب گیا تو سامان کا ضمان تو اس پر آئے گا یہ ملازم کا ضمان نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو انسانوں کا جو ضمان ہے نفس وغیرہ کا وہ اس پر نہیں آئے گا۔

یا اسی طرح بھئی ایک آدمی تھا اس نے اپنا سامان بھئی جانور والے سے کہا کہ میرا یہ سامان فلاں جگہ پہنچانا ہے اس نے سامان اوپر باندھ دیا یہ بھی اوپر ساتھ سوار ہوا، راستے میں رسی ٹوٹی سامان بھی ہلاک ہوا اور یہ شخص بھی نیچے گرا بھئی اور یہ بھی ہلاک ہوا یا اس کا ہاتھ وغیرہ ٹوٹ گیا یا کچھ بھئی تو اس صورت میں سامان کا ضمان تو آئے گا لیکن اس انسان کا ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے کہ سامان کا ضمان تو آپ کہہ رہے ہیں آئے گا انسان کا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی اس پر جو سامان کا ضمان آیا وہ اس عقد کی وجہ سے آیا۔ کس کی وجہ سے آیا؟ عقد کی وجہ سے، اس نے عقد کیا تھا وہاں تک سامان پہنچائے گا بھئی اور اس نے معلوم ہوا حفاظت نہیں کی بھئی تو اس کے عمل کا دخل آ گیا۔ تو سامان کی حفاظت تو اس پر ضروری تھی عقد کی وجہ سے البتہ انسان جو ہے اس کا ضمان نہیں آیا کرتا کسی عقد کی وجہ سے۔ سامان کا ضمان تو عقد کی وجہ سے آتا ہے لیکن انسان کا ضمان عقد کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ انسان کا ضمان کسی جنایت کی صورت میں آیا کرتا ہے بھئی۔ وجہ سمجھ میں آئی بھئی؟ کیونکہ سامان کا ضمان کیوں آیا؟ کیونکہ عقد کیا ہے، تو عقد کی وجہ سے سامان کا ضمان تو آ سکتا ہے کسی انسان کا ضمان عقد کی وجہ سے نہیں آ سکتا بھئی۔ انسان میں ضمان تو جنایت کی وجہ سے آتا ہے کوئی جرم کرے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا یا کسی کو مار دیا وغیرہ۔

وَإِذَا فَصَدَ الْفَصَّادُ أَوْ بَزَغَ الْبَزَّاغُ وَلَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَوْضِعَ الْمُعْتَادَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا فِيمَا عَطِبَ مِنْ ذَلِكَ. فَصَّادٌ فصد لگانے والے کو کہتے ہیں بھئی، جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ یہ قدیم زمانے میں ایک خاص طریقہ علاج تھا بھئی جسم کے کسی مخصوص حصے پر ایک رگ کاٹتا تھا کوئی ماہر شخص ہوتا فصد لگانے والا فصاد جسے کہتے تھے ماہر، تو وہ جسم کے خاص حصے پر تیز آلے کے ذریعے رگ کاٹ دیتا مثلاً بلیڈ وغیرہ ہے بھئی رگ کاٹ دیتا اور اس سے جسم سے فاسد خون نکل جاتا تھا اور کئی بیماریوں سے اس کی وجہ سے شفا حاصل ہو جایا کرتی تھی بھئی، کئی بیماریوں سے۔ تو اس کو کیا کہتے تھے؟ فصد۔ جیسے آج بھی سنا ہے بھئی بعض اخبارات میں آیا تھا ہندوستان میں کوئی شخص ہے اس کا بڑا ماہر ہے اور دہلی وغیرہ کے علاقے میں کوئی مسلمان ہے کسی مسجد کے پاس بیٹھتا ہے اور اس کے پاس بڑی لمبی قطاریں لوگوں کی لگی ہوتی ہیں جو اس کے پاس آتے ہیں اس علاج کے لیے۔ وہ ایڑی کے قریب بھئی ایڑی کے قریب یہ جو پچھلا حصہ ہے ایڑی کی طرف یہ باریک ہو جاتا ہے یہ ٹخنے اور ایڑی کے درمیان جو حصہ ہے بھئی پچھلی جانب یہاں پر وہ کوئی رگ کاٹتا ہے اور خون نکالتا ہے بھئی اور بہت سے لوگوں کو اس سے کیا ہوتی ہے؟ شفا حاصل ہوتی ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں بڑا اس کے پاس بھئی بہت ہجوم ہوتا ہے بڑی لمبی لمبی قطاریں لگی ہوتی ہیں لوگ دور دور سے اس کے پاس آتے ہیں اتنا فائدہ ہوتا ہے لوگوں کو بھئی۔[۳]

تو یہ تھا فصاد، یہ انسانوں میں ہے فصد لگانا اسے فصاد کہتے ہیں۔ جانوروں میں یہی جو شخص جانوروں میں یہ خون اس طرح نکالنے کا ماہر ہے ان کے علاج وغیرہ کے لیے اس کو فصاد نہیں کہتے اس کو بَزَّاغٌ کہتے ہیں۔ یہ عمل یہی ہے البتہ جانوروں میں ہے تو کیا کہلاتا ہے؟ بزاغ بھئی۔ اب بھئی صورت مسئلہ یہ ایک آدمی نے فصد لگائی بھئی وہ اس فصد لگانے کا ماہر تھا بھئی فصد لگائی لیکن اس فصد لگانے کی وجہ سے اس شخص کی مثلاً ٹانگ ضائع ہو گئی بھئی یا وہ شخص ہلاک ہی ہو گیا تو کیا اس پر ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اگر اس نے اتنی فصد لگائی جتنی عام طور پر لگائی جاتی ہے تو پھر ضمان نہیں آئے گا، ہاں اگر اس سے بڑھ کر اس

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا فَصَدَ الْفَصَّادُ أَوْ بَزَغَ الْبَزَّاغُ وَلَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَوْضِعَ الْمُعْتَادَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا فِيمَا عَطِبَ مِنْ ذَلِكَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا قصد الفصاد أو بزغ البزاغ ولم يتجاوز الموضع المعتاد فلا ضمان عليه فيما عطب من ذلك» منقول ہے۔

نے فصد لگائی ہے تو اس صورت میں پھر اس پر ضمان آئے گا بھئی۔ اسی طرح بزاغ نے وہ نشتر سے کاٹا بھئی جانور کی مخصوص رگ وغیرہ کو خون نکالنے کے لیے اور اس کی وجہ سے جانور ہلاک ہوا تو کہتے ہیں اگر اس نے عادتاً جتنا کاٹا جاتا تھا اتنا ہی کاٹا پھر جانور ہلاک ہوا ہے تو اب ضمان نہیں کیونکہ اس نے کوئی تعدی نہیں کی تھی لیکن اگر زیادہ کاٹ دیا ہے تو پھر اس صورت میں اس پر ضمان آئے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا فَصَدَ الْفَصَّادُ أَوْ بَزَغَ الْبَزَّاغُ جب فصد لگائی فصاد نے یا بھئی نشتر سے کاٹا بزاغ نے وَلَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَوْضِعَ الْمُعْتَادَ اور تجاوز نہیں کیا اس نے معتاد جگہ سے یعنی جتنی عادتاً جگہ ہوتی ہے اتنا ہی کاٹا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا فِيمَا عَطِبَ مِنْ ذَلِكَ تو کوئی ضمان نہیں ان پر اس چیز کے اندر جو ہلاک ہوئی ہے اس فصد یا بزغ کی وجہ سے۔ وَإِنْ تَجَاوَزَهُ ضَمِنَ اور اگر اس نے تجاوز کیا ہے اس سے ضَمِنَ تو ضامن ہو گا۔

وَالْأَجِيرُ الْخَاصُّ اب اجیر خاص کی بات آئی۔ کہتے ہیں وَالْأَجِيرُ الْخَاصُّ هُوَ الَّذِي يَسْتَحِقُّ الْأُجْرَةَ بِتَسْلِيمِ نَفْسِهِ فِي الْمُدَّةِ، اجیر خاص وہ ہے جو اجرت کا مستحق ہوتا ہے بِتَسْلِيمِ نَفْسِهِ اپنے نفس کو سپرد کرنے کی وجہ سے فِي الْمُدَّةِ کس میں؟ مدت میں۔ مدت کے اندر اس نے اپنے نفس کو سپرد کر دیا وَإِنْ لَمْ يَعْمَلْ اگرچہ اس نے کوئی کام نہ کیا ہو۔ مثلاً دیکھو بھئی ایک شخص کو ایک آدمی نے اپنے پاس ملازم رکھا کہ تمہیں ماہانہ میں مثلاً پانچ ہزار روپے دوں گا تو خدمت وغیرہ آپ نے کرنی ہے گھر کے کام کرنے ہیں۔ اب وہ شخص چلا گیا سفر پر، سفر پر چلا گیا مہینے بعد آیا بھئی وہ آجر مہینے بعد آیا۔ اب مہینہ پورا ہو چکا تو وہ ملازم جو تھا اس کا وہ اجیر خاص وہ حاضر ہوا اور کہا کہ میری تنخواہ دے دیجیے۔ اب وہ آجر کہتا ہے بھئی اس مہینے تو ہم نے آپ سے کوئی خدمت ہی نہیں لی، خدمت ہی نہیں لی تو آپ کو اجرت بھی نہیں ملے گی۔ نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے اگر وہ حاضر ہوتا رہا ہے یہ تو اب آپ نے اس سے کوئی خدمت نہیں لی یہ آپ کا قصور ہے وہ تو حاضر ہوتا رہا ہے بیچارہ، نہ آپ نے اسے کہیں جانے دیا اسے روکا بھی یہیں پر اور اب اسے اجرت بھی نہیں دے رہے۔ اس کے ذمے تو عمل پر اجرت نہیں تھی بلکہ اپنے نفس کو سپرد کرنے پر اجرت تھی اور وہ آتا رہا ہے بھئی۔ ہاں اگر اس کو کہہ دیتا ہے بھئی ہم جا رہے ہیں ایک مہینے تک آپ جو مرضی کریں جہاں مرضی جائیں جو مرضی کام کریں پھر تو الگ بات ہے لیکن اگر اس کو روکا بھی ہوا ہے وہیں پر کہ یہیں پر رہنا ہے گھر پر ہی رہنا ہے آپ نے تو اس صورت میں دینا ہی پڑے گی تنخواہ بھئی۔

كَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا شَهْرًا لِلْخِدْمَةِ جیسے کسی نے اجرت پر رکھا کسی آدمی کو ایک مہینے کے لیے خدمت کے لیے أَوْ لِرَعْيِ الْغَنَمِ یا کس لیے رکھا؟ بھیڑ بکریوں کو چرانے کے لیے رکھا۔ وَلَا ضَمَانَ عَلَى الْأَجِيرِ الْخَاصِّ فِيمَا تَلِفَ فِي يَدِهِ اور کوئی ضمان نہیں ہے اجیر خاص پر اس چیز کے اندر جو ہلاک ہو گئی اس کے قبضے میں وَلَا فِيمَا تَلِفَ مِنْ عَمَلِهِ اور نہ اس چیز میں جو ہلاک ہوئی ہے اس کے عمل کی وجہ سے إِلَّا أَنْ يَتَعَدَّى مگر یہ کہ وہ زیادتی کرے تعدی کرے فَيَضْمَنُ تو اس صورت میں ضامن ہو گا بھئی۔ بھئی اجیر مشترک کے اندر تو ضمان امام صاحب کے نزدیک نہیں آتا صاحبین کے نزدیک آتا ہے لیکن یہاں پر بھئی بالاتفاق ضمان نہیں آئے گا۔ اور وہاں تھا کہ اس کے عمل کی وجہ سے کوئی چیز ہلاک ہوئی ہے تو ضمان آئے گا یہاں پر اس کے عمل کی وجہ سے بھی چیز ہلاک ہو جائے تو ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ ہاں اگر تعدی کی پھر ضامن ہو گا۔[۴]

وَالْإِجَارَةُ تُفْسِدُهَا الشُّرُوطُ كَمَا تُفْسِدُ الْبَيْعَ۔ یاد رکھیے بھئی جس طرح بیع شروط فاسدہ سے فاسد ہو جایا کرتی تھی، بیع کیا ہوتی تھی شروط فاسدہ کی وجہ سے؟ فاسد ہوتی تھی، اسی طرح اجارہ بھی ہے یہ بھی شروط فاسدہ کی وجہ سے کیا ہو جائے گا؟ فاسد ہو جائے گا۔ مثلاً بھئی ایک آدمی نے دوسرے کو ملازم رکھا اپنی خدمت وغیرہ کے لیے تو یہ اجیر خاص ہے اور آپ نے پڑھا ہے اجیر خاص پر ضمان نہیں آتا لیکن اس نے عقد میں شرط لگا دی کہ جو چیز خراب ہوئی نقصان ہوا تم اس کے ضامن ہو گے۔ تو دیکھو یہ اس نے شرط لگا دی اور شرط بھی کیسی لگائی؟ شرط فاسد لگائی مقتضائے عقد کے خلاف لگا دی شرط تو اس صورت میں یہ عقد کیا ہو جائے گا؟ فاسد، تو یہ اجارہ فاسدہ ہے۔ اور یاد رکھنا بھئی آگے صاحب قدوری بھی بتلا دیں گے لیکن ابھی سے یاد رکھنا اجارہ فاسدہ کے اندر اجر مثل آتا ہے۔ کیا آتا ہے؟ اجر مثل یعنی وہ جو طے ہوئے تھے وہ نہیں بلکہ جو اس جیسے کام کی جو عام اجرت لوگ دیتے ہیں وہ اجرت دینا پڑے گی جو ان دونوں کے درمیان طے ہوا وہ نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالْإِجَارَةُ تُفْسِدُهَا الشُّرُوطُ اور اجارہ جو ہے اسے فاسد کر دیتی ہیں شروط یعنی وہ شرطیں جو مقتضائے عقد کے

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا ضَمَانَ عَلَى الْأَجِيرِ الْخَاصِّ فِيمَا تَلِفَ فِي يَدِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا ضمان على الأجير الخاص فما تلف في يده» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا فِيمَا تَلِفَ مِنْ عَمَلِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا ما تلف من عمله» منقول ہے۔

خلاف ہوں كَمَا تُفْسِدُ الْبَيْعَ جیسے کہ وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہیں۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ عَلَيْهِ ذَلِكَ فِي الْعَقْدِ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی آپ نے ایک شخص کو خدمت کے لیے ملازم رکھا کہ آپ نے ایک ماہ تک میری خدمت کرنی ہے میں آپ کو پانچ ہزار روپے دوں گا ایک ماہ کے بعد۔ چنانچہ اس نے کام وغیرہ شروع کیا درمیان مہینہ میں آپ کو دس دن کے لیے شہر سے باہر جانا پڑا آپ اس کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں کہ بھئی میں نے آپ کو خدمت کے لیے رکھا ہے اب دس دن کے لیے میں باہر جارہا ہوں تو آپ میرے ساتھ چلو تاکہ سفر میں کیا کرو میری خدمت کرو۔ کہتے ہیں بھئی اگر عقد میں یہ بات طے نہیں ہوئی تھی تو اب آپ اس کو مجبور نہیں کر سکتے بھئی کہ میرے ساتھ چلو کیونکہ عقد جو ہوا تھا وہ تو شہر میں خدمت کا ہوا تھا سفر میں خدمت کا عقد نہیں ہوا بھئی۔ اگر ذکر کیا ہو پھر تو الگ بات ہے کہ سفر میں جاؤں گا تو وہاں بھی میری خدمت کرو گے لیکن اگر ویسے مطلق عقد ہوا ہے اور اب آپ اس کو لے جانا چاہتے ہیں کہ جیسے یہاں میری خدمت کر رہے تھے سفر کے اندر بھی میری خدمت کرو چلو میرے ساتھ تو مجبور نہیں کر سکتے بھئی، مجبور نہیں کر سکتے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ شہر میں تو خدمت کرے گا سفر میں خدمت کرنا اس کے ذمے نہیں ہے بھئی۔ وجہ یہ ہے کہ بھئی سفر میں مشقت زیادہ ہے سفر میں تو اچھا بھلا آدمی جتنی مرضی سہولتیں ہوں وہ تکلیف میں ہوتا ہے تو پھر اس کے ساتھ دوسرے کی خدمت بھی کرنی پڑے تو یہ تو بڑی مشقت والا کام ہو جائے گا بھئی۔ تو شہر میں تو ٹھیک ہے عقد ہوا ہے عقد کے مطابق خدمت کرے گا لیکن سفر میں اس کو ساتھ لے جانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ وَمَنِ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ اور جس نے اجرت پر رکھا کسی غلام کو خدمت کے لیے فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِهِ تو جائز نہیں ہے اس کے لیے کہ اسے لے کر سفر کرے إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ عَلَيْهِ ذَلِكَ فِي الْعَقْدِ مگر یہ کہ شرط لگادے اس پر یہ عقد میں ہی، عقد میں ہی شرط لگادے پھر تو لے جا سکتا ہے۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ جَمَلًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مَحْمِلًا وَرَاكِبَيْنِ إِلَى مَكَّةَ جَازَ۔ بھئی مَحْمِلٌ کا لفظ آیا محمل۔ محمل کہتے ہیں کجاوے کو اور ہودج کو۔ کجاوہ جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ بھئی اونٹ پر یہ خاص قسم کا بیٹھنے کے لیے یا سامان بوجھ لادنے کے لیے ایک جگہ اوپر بنائی جاتی ہے اس کو کجاوہ کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ کجاوہ کہتے ہیں۔ وہ سامان وغیرہ لادنے کے لیے اصل ہے مطلب اس کے پھر لکڑی وغیرہ کا بنا ہوتا ہے لکڑی اور کپڑے وغیرہ کا تو دونوں طرف اونٹ کے کوہان پر اس کو رکھا جاتا ہے اونٹ کے دونوں طرف دو خانے بن جاتے ہیں بھئی دو خانے، اس میں دونوں طرف ایک طرف بھی ایک دو بوریاں رکھ لیں دوسری طرف بھی ایک بوری رکھ دی بھئی تو یہ کجاوہ کہلاتا ہے بھئی۔ اسی طرح ایک ہودج ہوتا ہے بھئی عرب کا سب سے بڑا یہ مال اونٹ شمار ہوتا تھا بھئی۔ جتنا زیادہ مالدار ہوتا اتنے ہی زیادہ اس کے اونٹ ہوتے تھے بھئی، اونٹ سے ان کی تمام ضروریات پوری ہوتی تھیں بھئی گوشت اس سے حاصل کرتے دودھ اس سے حاصل کرتے سفر اس پر کرتے تھے بھئی۔ تو چنانچہ جب سفر کرتے تھے تو اس اونٹ پر ایک باقاعدہ چھوٹا سا کمرہ بنا لیتے تھے بھئی لکڑی اور پردوں کی مدد سے۔ لکڑیاں باندھیں بھئی چاروں کونوں وغیرہ پر اور اوپر پردے لٹکا دیے تو ایک باقاعدہ چھوٹا سا کمرہ بن جاتا تھا ہلکا پھلکا سا جس میں انسان آرام سے بیٹھ جاتا تو دھوپ سے محفوظ رہتا تھا عرب کی دھوپ تو بڑی سخت ہے بھئی۔ تو یہ جو چھوٹا سا کمرہ بنتا تھا یہ کیا کہلاتا ہے؟ ہودج کہلاتا ہے ہودج بھئی۔

تو یہ بھئی ہودج بھی اب مختلف قسم کے ہوتے کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا ہے کوئی ہلکا ہے کسی میں زیادہ آرائش وغیرہ کی گئی ہے اس کو مضبوط بنایا گیا ہے اس کا اتنا زیادہ وزن ہو گا۔ اب ایک آدمی نے ایک اونٹ والے سے اونٹ کرایہ پر لیا کہ میں اس پر ایک ہودج، ہودج ہی یہاں محمل سے مراد لے لیں، میں اس پر ایک ہودج اور دو سوار لے کر مکہ تک جانا چاہتا ہوں۔ کیا کیا بھئی آپ نے؟ اونٹ کرائے پر لیا اور کیا اس پر لادیں گے؟ ایک ہودج اور آپ دو آدمی بھی ساتھ ہوں گے آپ دونوں مکہ تک جانا چاہتے ہیں بھئی۔ تو ابھی آپ نے ہودج اس کو دکھایا نہیں بھئی، ہودج دکھایا نہیں اور میں نے بتایا ہودج کئی قسم کے ہوتے تھے کوئی ہلکا پھلکا بنا ہوا ہے کوئی ذرا زیادہ اچھا بنا ہوا ہے بھئی تو جتنا زیادہ اس کو مضبوط وغیرہ بنایا ہو گا اچھا بنایا ہو گا لازمی بات ہے اس کا وزن بھی اتنا زیادہ ہو گا بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی اس صورت میں چونکہ ہودج مجہول ہے تو ہونا تو یہ چاہیے کہ یہ اجارہ فاسد ہو مولانا۔ اجارہ کیا ہونا چاہیے؟ فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہودج مجہول ہے اس نے کوئی دکھایا کون سا ہودج رکھوں گا اس پر اتنا کہا ایک ہودج اور دو آدمی ہیں ہم سفر کریں گے اس پر تو ہودج تو مختلف قسم کے ہیں کوئی ہلکے ہیں کوئی وزنی ہیں کوئی بہت زیادہ وزنی ہیں۔ تو کہتے ہیں نہیں بھئی عقد صحیح ہے اور جو عموماً ہودج رکھا جاتا ہے ان علاقوں کے اندر وہ ہودج مراد لیا جائے گا بھئی۔ اس ہودج کی اجازت ہو گی اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہو گی۔

تو کہتے ہیں وَمَنِ اسْتَأْجَرَ جَمَلًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مَحْمِلًا اور جس نے اجرت پر لیا اونٹ کو تاکہ بوجھ لادے اس پر ایک ہودج کا یعنی ایک ہودج اس پر رکھے گا وَرَاكِبَيْنِ اور کیا لادے؟ دو سوار ہوں گے اس پر جو إِلَى مَكَّةَ مکہ تک جَازَ تو یہ جائز ہے۔ یہ جائز ہے دیکھو اگرچہ محمل جو ہے مجہول ہے لیکن پھر بھی یہ جائز ہے وَلَهُ الْمَحْمِلُ الْمُعْتَادُ اور اس کے لیے جائز ہے کیا رکھنا؟ وہ ہودج جو معتاد ہے جس کی عادت ہے۔ وَإِنْ شَاهَدَ الْجَمَّالُ الْمَحْمِلَ فَهُوَ

أَجْوَدُ اور اگر مشاہدہ کرلے اونٹ والا اس ہودج کا تو یہ بہتر ہے۔ یہ کیا ہے؟ بہتر ہے، اگر وہ دیکھ لے اس کو تو یہ زیادہ بہتر ہے تاکہ وہ جہالت ختم ہو جائے بھئی بعد میں کوئی جھگڑا وغیرہ نہ آئے بھئی ورنہ تو وہ کہے گا یہ آپ نے بڑا وزنی اس کے اوپر رکھا ہے۔

وَإِنِ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مِقْدَارًا مِنَ الزَّادِ۔ صورت مسئلہ یہ آپ نے ایک شخص سے اونٹ کرایہ پر لیا کہ میں اس پر تین من غلہ یہاں سے لے کر وہ فلاں شہر تک اس پر لے کر جانا چاہتا ہوں بھئی۔ کئی دن کا سفر ہے اونٹ والا تیار ہو گیا بھئی عقد ہو گیا۔ اب سفر شروع کیا بھئی اب راستے میں وہ جو غلہ آپ نے رکھا ہے آپ اسی میں سے کیا کرتے ہیں اپنے لیے کھانا وغیرہ بھی تیار کرتے ہیں تو وہ تو آہستہ آہستہ کم ہو رہا ہے تو کیا جتنا کم ہو رہا ہے اتنا ہی ہم اور ساتھ ملاتے جائیں یہ اجازت ہے یا اجازت نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس سے بات کیا ہوئی تھی کہ تین من لے کر جانے ہیں کہاں تک؟ فلاں شہر تک بھئی۔ تو جب آپ کھا رہے ہیں تو کم ہو گئے تو اب آپ اس کمی کو کیا کر سکتے ہیں؟ پورا کر سکتے ہیں اور اونٹ والا یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ نہیں بھئی جو کھاتے جا رہے ہیں کم ہوتا جا رہا ہے اب آپ مزید اس پر لاد نہیں سکتے۔ نہیں بھئی کیوں اعتراض کرتا ہے ہم نے کتنے کی بات کی تھی؟ تین من کی اور اس وقت بھی ہم جب وہ کمی پوری کریں گے تو تین من سے زیادہ نہیں وہ تین من ہی ہے بھئی، تین من کی تو بات ہو چکی ہے لہذا وہ منع نہیں کر سکتا بھئی۔ وَإِنِ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا اور جس نے اجرت پر لیا کسی، بَعِيرٌ بھی اونٹ بھئی، اونٹ کو لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مِقْدَارًا مِنَ الزَّادِ تاکہ لادے گا اس کے اوپر ایک مقدار کس میں سے؟ زاد میں سے زاد راہ توشے میں سے یعنی اس سفر میں جو کھانے پینے کا سامان ہے اس میں سے فَأَكَلَ مِنْهُ فِي الطَّرِيقِ پس اس نے کھالیا اس میں سے راستے کے اندر جَازَ لَهُ أَنْ يَرُدَّ عِوَضَ مَا أَكَلَ تو جائز ہے اس کے لیے کہ لوٹا لے اس کا عوض جو اس نے کھایا ہے، جو اس نے کھالیا اس کا عوض کیا کر لے اس پر لوٹا سکتا ہے۔

وَالْأُجْرَةُ لَا تَجِبُ بِالْعَقْدِ۔ یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں کہ اجرت کب واجب ہو جاتی ہے مستاجر پر، کب اجرت اس پر واجب ہوتی ہے؟ کیا عقد کرتے ہی؟ بیع ہم کرتے تھے بیع کرتے ہی مشتری پر کیا واجب ہو جاتے تھے؟ ثمن۔ تو یہ بھی بیع کی طرح ہے تو کیا عقد کرتے، البتہ یہ ہے وہاں عین ہوتی تھی یہاں نفع پر عقد ہو رہا ہے وہاں عین پر عقد ہوتا تھا۔ کہتے ہیں نہیں بھئی یہاں عقد ہوتے ہی فوراً اجرت واجب نہیں ہو گی بلکہ اجرت جو ہے وہ جب کام پورا کر لے گا تب اجرت واجب ہو جائے گی۔ یا شرط لگا دی عقد میں کہ اجرت مجھے پہلے دو گے تو اس صورت میں بھی عقد کرتے ہی کیا واجب ہو جائے گی؟ اجرت واجب ہو جائے گی۔ یا شرط بھی نہیں لگائی تھی اس مستاجر نے خود ہی عقد ہوتے ہی کیا کیا اجرت نکال کر حوالے کر دی، ابھی اس نے کام نہیں کیا اس نے پہلے ہی اجرت دے دی تو اب بھی اجرت کیا ہو گئی؟ واجب ہو گئی۔ کیا معنی اجرت واجب ہو گئی اس نے پہلے نکال کر دے دی؟ کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ اب اس سے واپس نہیں لے سکتا، بغیر کسی وجہ کے اس سے واپس نہیں لے سکتا جب اس نے خود ہی اس کو جلدی دے دی۔

صورتیں سمجھ میں آ رہی ہیں؟ ضابطہ یہ بتلایا کہ عقد اجارہ ہوتے ہی اجرت واجب نہیں ہوتی۔ آپ نے ایک آدمی سے کہا مجھے آپ کی گاڑی تین دن کرائے پر چاہیے اور اتنا کرایہ دوں گا عقد ہو گیا آپ دونوں کے درمیان بھئی۔ جیسے ہی عقد ہوا وہ فوراً کہتا ہے لاؤ بھئی لاؤ عقد ہو چکا پیسے حوالے کر دو۔ نہیں بھئی اجرت کا وہ مستحق نہیں ہے عقد ہوتے ہی بلکہ اجرت کا مستحق کب بنے گا؟ تین چیزوں میں سے کوئی ایک پائی جائے۔ پہلی کیا؟ کہ کام پورا کر لے تو پھر کام کے بعد اجرت کا مستحق ہو جائے گا، اجرت واجب ہو جائے گی یعنی آپ اس گاڑی سے تین دن آپ استعمال کر لیں گے اب آپ پر کیا ہوئی اجرت واجب ہوئی۔ دوسرے پہلے ہی عقد میں شرط لگا دی تھی کہ پیسے پہلے دو گے تو اب بھی عقد ہوتے ہی فوراً کیا واجب ہو جائے گی؟ اجرت واجب۔ تیسری کیا؟ کہ شرط بھی نہیں لگائی اس نے خود ہی کیا کیا عقد ہوتے ہی اس نے جیب سے پیسے نکالے پیسے اس کے حوالے کر دیے تو اب بھی اجرت واجب ہو گئی۔ بھئی اب کیا معنی اجرت واجب ہو گئی؟ یعنی اب اجرت واجب ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس نے جب ایک دفعہ دے دیے ہیں تو اب بغیر وجہ کے اس سے واپس نہیں لے سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَالْأُجْرَةُ لَا تَجِبُ بِالْعَقْدِ اور اجرت واجب نہیں ہوتی عقد کی وجہ سے وَتُسْتَحَقُّ بِأَحَدِ ثَلَاثَةِ مَعَانٍ اور مستحق ہو جاتا ہے وہ تین اسباب میں سے کسی ایک کی وجہ سے، تین سببوں میں سے کسی ایک سبب کی وجہ سے کیا ہو جاتا ہے وہ اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے یعنی ان تین سببوں میں سے کوئی ایک سبب پایا گیا تو وہ اجرت کا مستحق ہو جائے گا إِمَّا بِشَرْطِ التَّعْجِيلِ یا تو جلدی ادا کرنے کی شرط کی وجہ سے تو اس صورت میں بھی جلدی دینا پھر ضروری ہو جائے گا عقد کرتے ہی، أَوْ بِتَعْجِيلٍ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ یا کیا کرتا ہے جلدی دے دیتا ہے بغیر کسی شرط کے تو اس صورت میں بھی وہ اجرت کا مستحق ہو گیا۔ مستحق ہونے کا کیا معنی بھئی؟ اب بغیر وجہ کے واپس نہیں لے سکتا۔ أَوْ بِاسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، اِسْتِيفَاءٌ کا معنی وصول کر لینا، مَعْقُودٌ عَلَيْهِ وہ چیز جس پر عقد ہوا ہے یعنی وہ نفع جس کے لیے آپ نے چیز کرائے پر لی ہے، یا معقود علیہ کو وصول کر لینے سے۔ مثلاً بھئی آپ نے ایک گھر کرائے پر لیا ایک مہینے کی رہائش کے لیے تو معقود علیہ کیا ہے؟ اس گھر میں ایک مہینے کی رہائش۔ جب آپ یہ حاصل کر لیں گے ایک مہینہ گھر میں رہ لیں گے تو آپ نے معقود علیہ کو وصول کر لیا اب آپ پر کیا لازم ہو گئی؟ اجرت لازم ہو گئی وہ اجرت کا مستحق ہو گیا۔ یہ معنی ہے أَوْ بِاسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ یا معقود علیہ کو پا لینے سے اس کو

وصول کر لینے سے۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَارًا فَلِلْمُؤْجِرِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأُجْرَةِ كُلِّ يَوْمٍ إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ وَقْتَ الِاسْتِحْقَاقِ فِي الْعَقْدِ۔ بھئی دیکھو ایک آدمی نے دوسرے کو کوئی گھر کرایہ پر دیا کہ یہ گھر میں آپ کو ایک ماہ کے لیے کرایہ پر دیتا ہوں اور مثلاً پانچ ہزار روپے کرایہ بھئی۔ اور مطلق عقد ہوا یہ بات نہیں طے ہوئی کہ آپ پیسے پہلے دیں گے یا پیسے مہینے کے بعد دیں گے بھئی یہ بات طے نہیں ہوئی۔ تو اب جو کرایہ پر گھر دینے والا ہے یعنی موجر اس کو حق ہے کہ وہ ہر روز کا کرایہ جا کر اس سے طلب کر سکتا ہے۔ وجہ یہ کہ یہاں پر تبعیض ممکن ہے یعنی وہ جو نفع ہے اس کے ہم حصے کر سکتے ہیں۔ تو تیس دن کا مہینہ ہے ہر دن کی رہائش ایک پورا نفع ہے بھئی۔ آپ دیکھتے نہیں آپ ہوٹل میں جاتے ہیں وہ ایک رات کے آپ سے پیسے لیتے ہیں معلوم ہوا یہ ایک دن رات کیا ہے؟ یہ رہائش ایک پورا نفع ہے تو لہٰذا آپ بھی کیا کر سکتے ہیں جب مطلق ہوا تھا کوئی شرط طے نہیں ہوئی تھی کہ پیسے پہلے ہوں گے یا پیسے آخر میں ہوں گے تو مکان کے مالک کو حق ہے وہ ہر روز کا کرایہ جا کر وصول کر سکتا ہے۔ ہاں لیکن اگر یہ طے ہوا تھا کہ مہینے بعد پیسے ملیں گے پھر نہیں پہلے لے سکتا مہینے بعد ہی پھر۔

سمجھ میں آیا تو یہاں پر میں نے کیا ضابطہ ذکر کیا کیونکہ یہاں تبعیض ممکن ہے اس نفع میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ ہر دن کا نفع ایک مستقل نفع ہے تو مہینے کے اندر کتنے نفع ہو گئے گویا؟ تیس نفع ہو گئے ہر ہر نفع کے وہ الگ پیسے چاہے تو جا کر وصول کر سکتا ہے۔ لیکن بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ وہاں نفع کے اندر تقسیم اور تبعیض ممکن نہیں ہوتی وہاں پھر پہلے پیسے وصول نہیں کر سکتا۔ مثلاً دیکھو بھئی آپ دھوبی کو آپ نے بلوایا کہ یہ کپڑے دھو میرے بھئی۔ اس نے آپ کی قمیص دھو دی ابھی شلوار نہیں دھوئی اور پیسے مانگنے شروع کر دیے کہ لاؤ بھئی اب مجھے پیسے آدھا کام ہو گیا آدھے کے پیسے مجھے دے دو۔ بھئی آدھا کیا معنی یہاں تقسیم ہو ہی نہیں سکتی صرف قمیص دھلی ہے اس سے آپ نفع اٹھا سکتے ہیں بھئی؟ نہیں بھئی جب تک اس کے ساتھ پورا وہ سوٹ نہیں دھلے گا آپ اس کو پہنتے نہیں ہیں بھئی۔ اسی طرح بھئی درزی کے پاس کپڑے سلانے کے لیے آپ لے گئے بھئی سوٹ سلانے کے لیے اس نے کیا کیا آپ کی ایک آستین سی ہے صرف ایک آستین۔ سوٹ اس نے سینا ہے دو سو کا اس نے کہا لو بھئی کچھ حصہ تو میں نے پورا کر لیا اس کے بیس روپے بنتے ہیں دیکھو اس حساب سے، اس نے حساب بتایا بیس روپے مجھے دے دو بھئی۔ نہیں بھئی یہاں نفع میں تقسیم ہے ہی نہیں، صرف آستین سی ہے اس سے کوئی آپ نفع اٹھا سکتے ہیں؟ نہیں بھئی۔ سمجھ میں آئی بات؟ تو بعض جگہ نفع میں تقسیم ممکن ہوتی ہے بعض جگہ نفع میں تقسیم ممکن نہیں۔ جہاں تقسیم ممکن ہے اور کوئی شرط وغیرہ طے نہیں ہوئی تو ہر اس پورے نفع کے بعد کیا کیا جا سکتا ہے؟ اجرت کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور جہاں نفع میں تقسیم نہیں ہو سکتی وہاں اجرت کا مطالبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ معنی ہے وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَارًا اور جس نے اجرت پر لیا کوئی گھر فَلِلْمُؤْجِرِ تو کرایہ پر دینے والے کے لیے جائز ہے أَنْ يُطَالِبَهُ بِأُجْرَةِ كُلِّ يَوْمٍ کہ وہ مطالبہ کرے ہر دن کی اجرت کا إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ وَقْتَ الِاسْتِحْقَاقِ فِي الْعَقْدِ مگر یہ کہ بیان کر دے استحقاق کا وقت عقد میں۔ وقت استحقاق بیان کر دے تو پھر الگ بات ہے کہ آپ اجرت کے مستحق مہینے بعد ہوں گے تو پھر نہیں کر سکتا پہلے مطالبہ۔ وَمَنِ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا إِلَى مَكَّةَ فَلِلْجَمَّالِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأُجْرَةِ كُلِّ مَرْحَلَةٍ۔ اسی طرح بھئی دیکھو ایک اونٹ والے سے اونٹ لیا آپ نے بھئی کرایہ پر کہ میں یہاں سے فلاں شہر تک جانا چاہتا ہوں کئی دن کا سفر ہے تو اب اجارہ مطلق ہوا ہے بھئی یہ بات طے نہیں ہوئی کہ پیسے پہلے دینے ہیں یا پیسے بعد میں دینے ہیں تو وہ ہر منزل پر آپ سے ہر منزل کی اجرت وصول کر سکتا ہے۔ قدیم زمانے میں سفر کا یہ طریقہ تھا بھئی کہ صبح سویرے صبح صبح بھئی قافلے چل پڑتے تھے اور پھر جب تک دھوپ سخت نہیں ہوتی تھی تقریباً گیارہ بجے تک اس کے لگ بھگ وہ سفر کرتے یا بارہ بجے تک سفر کرتے اور پھر پڑاؤ ڈال دیتے۔ پھر وہیں پر قافلہ پڑاؤ کیے رکھتا یہاں تک کہ دن بھی گزر گیا ساری رات بھی گزر گئی اگلے دن صبح صبح پھر چل پڑتے بھئی۔ تو یہ طریقہ ہوتا تھا تو یہ جو ایک دن میں سفر کیا جاتا تھا یہ ایک منزل کہلاتی ہے۔ تو یہ ایک منزل یہ ایک مستقل نفع ہے جو آپ نے اس جانور سے اٹھایا ہے لہٰذا اب اونٹ والا کیا کر سکتا ہے آپ سے؟ ہر منزل پر اجرت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ وَمَنِ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا اور جس نے اجرت پر لیا کوئی اونٹ إِلَى مَكَّةَ مکہ کے لیے فَلِلْجَمَّالِ پس جمال جو ہے اونٹ والے کے لیے جائز ہے أَنْ يُطَالِبَهُ بِأُجْرَةِ كُلِّ مَرْحَلَةٍ کہ وہ اس سے مطالبہ کرے ہر منزل کی اجرت کا۔ مَرْحَلَةٌ وہ منزل بھئی جو ایک دن میں سفر کیا جاتا تھا۔

وَلَيْسَ لِلْقَصَّارِ وَالْخَيَّاطِ أَنْ يُطَالِبَا بِالْأُجْرَةِ اور جائز نہیں ہے دھوبی کے لیے اور درزی کے لیے کہ وہ مطالبہ کریں اجرت کا حَتَّى يَفْرُغَا مِنَ الْعَمَلِ یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائیں عمل سے۔ بھئی جب تک کام پورا نہیں کر دیتے وہ اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہاں نفع میں تبعیض نہیں ہو رہی نفع کے حصے نہیں ہو سکتے إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَا التَّعْجِيلَ مگر یہ کہ شرط لگا دیں جلدی دینے کی تو پھر تو مطالبہ کر سکتے ہیں بھئی۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ خَبَّازًا لِيَخْبِزَ لَهُ فِي بَيْتِهِ قَفِيزَ دَقِيقٍ بِدِرْهَمٍ۔ صورت مسئلہ یہ ایک آدمی نے ایک نانبائی کو بلایا بھئی یہ جو تنور پر روٹیاں

پکاتے ہیں بھئی کہ آپ نے میرے گھر پر میرے لیے سو روٹیاں پکانی ہیں مثلاً دعوت کی ہے آپ نے بھئی۔ تو یا مثلاً جیسے کتاب میں ذکر کیا بھئی ایک قفیز آٹے کی تم نے روٹیاں بنانی ہیں میرے گھر پر ایک درہم کے بدلے۔ تو کہتے ہیں یہ جو نانبائی ہے یہ اس وقت تک اجرت کا مستحق نہیں ہو گا جب تک کام پورا نہ کر لے اور کام اس کا کب پورا ہو گا؟ جب روٹیاں تنور سے نکال لے گا۔ صرف تنور پر لگا دیں یہ کام پورا نہیں بھئی بلکہ اس کے کام میں کیا شامل ہے؟ نکال کر بھی دینا اسی کا کام ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو لہٰذا یاد رکھو عرف کے اندر عام معاملات میں جو کام جس کے ذمے ہوتا ہے اس کام کے اندر شامل سمجھا جاتا ہے وہ شامل ہی ہو گا اس کو جب تک وہ کرے گا نہیں اس کا عمل بھی پورا نہیں ہو گا۔ مثلاً دیکھو بھئی آپ نے شادی کی بھئی شادی کے بعد اب ولیمے کا انتظام کیا آپ نے وہ باورچی وغیرہ کو بلوایا کہ کھانا وغیرہ تیار کر دیا پکا دیا اب وہ جانے لگا آپ نے کہا بھئی ابھی تو آپ کا کام پورا نہیں ہوا ڈونگوں میں بھی آپ نے ڈال کر دینا ہے پلیٹوں میں بھی آپ نے ڈال کر دینا ہے۔ تو یاد رکھیے عرف میں کیا ہے؟ وہ جو آتا ہے نائی وغیرہ یا باورچی جو آتا ہے شادی پر کھانا بنانے کے لیے اس کا کام صرف پکانا ہوتا ہے یا ڈونگوں میں بھی ڈال کر دینا سارا اس کے ذمے ہوتا ہے؟ جی ڈونگوں میں ڈال کر دینا بھی اس کی ذمہ داری ہوتی ہے بھئی صرف پکا کے وہ چلے نہیں جاتے بلکہ کیا کرتے ہیں؟ ڈونگوں میں ڈال کر دیتے ہیں عرف میں ایسا ہے۔ تو جب تک وہ ڈونگوں میں ڈال کر نہیں دے گا اس کا عمل پورا نہیں بھئی اور جب تک عمل پورا نہیں وہ اجرت کا مستحق بھی نہیں ہے بھئی۔ ہم نے ضابطہ ذکر کر دیا کہ اجرت کا مستحق تب ہو گا جب اپنے کام کو پورا کر دے گا۔

تو کہتے ہیں وَمَنِ اسْتَأْجَرَ خَبَّازًا جس نے اجرت پر رکھا اجرت پر بلایا کس کو بھئی؟ خَبَّازٌ وہ روٹی پکانے والا نانبائی کو لِيَخْبِزَ لَهُ فِي بَيْتِهِ تاکہ روٹی پکائے اس کے لیے اس کے گھر میں کتنی روٹی؟ قَفِيزَ دَقِيقٍ ایک قفیز آٹے کی ایک صاع آٹے کی بھئی بِدِرْهَمٍ کتنے کے بدلے؟ ایک درہم کے بدلے لَمْ يَسْتَحِقَّ الْأُجْرَةَ یہ اجرت کا مستحق نہیں ہو گا حَتَّى يُخْرِجَ الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ یہاں تک کہ وہ نکال دے روٹی کو تنور سے۔ وَمَنِ اسْتَأْجَرَ طَبَّاخًا لِيَطْبُخَ لَهُ طَعَامًا لِلْوَلِيمَةِ اور جس نے اجرت پر بلوایا اجرت پر رکھا کس کو بھئی؟ طَبَّاخًا بھئی وہ باورچی وہ جو کھانا پکانے والا ہے لِيَطْبُخَ لَهُ طَعَامًا لِلْوَلِيمَةِ تاکہ کھانا پکائے اس کے لیے ولیمے کا کھانا، تاکہ اس کے لیے ولیمے کا کھانا پکائے فَالْغَرْفُ عَلَيْهِ۔ غَرْفٌ کہتے ہیں بھئی نکالنا، تو برتنوں میں ڈونگوں میں نکالنا بھی اسی پر ہو گا، یہ بھی اسی پر لازم ہو گا بھئی۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَضْرِبَ لَهُ لَبِنًا۔ صورت مسئلہ یہ ایک آدمی نے ایک شخص کو اجرت پر رکھا کہ وہ اس کے لیے اینٹیں تیار کرے گا کچی اینٹیں، کچی اینٹیں۔ آپ جانتے ہو بھئی اینٹوں کو کیسے بنایا جاتا ہے؟ سب سے پہلے مٹی کو پانی میں گوندھا جاتا ہے پھر اس مٹی کو سانچے میں ڈالتے ہیں وہ اینٹ کی شکل بن جاتی ہے پھر اب یہ جو گیلی مٹی ہے سانچے میں اس کو ہوا وغیرہ میں رکھ دیا خشک ہونے کے لیے۔ تو کچی اینٹیں کس طرح بنائی جاتی ہیں بھئی؟ سب سے پہلے مٹی کو گوندھا جاتا ہے پانی ملایا جاتا ہے پھر اس کو ایک سانچے میں ڈالا جاتا ہے مخصوص اینٹ والی شکل ان کو دی جاتی ہے پھر اس سانچے سے نکال کر ان کو پھیلایا جاتا ہے تاکہ یہ خشک ہو جائیں بھئی پھر اس کے بعد ان کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ تو اب ایک آدمی نے دوسرے کو اجرت پر رکھا کہ وہ اس کے لیے کچی اینٹیں بنائے گا۔ تو کچی اینٹیں بناتے ہوئے اب وہ کس وقت اجرت کا مستحق ہو گا کب اس کا کام پورا ہو جائے گا بھئی؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس نے اینٹیں بنا دیں تو اب اجرت کا مستحق ہو گیا بھئی۔ کیا کر دیا؟ جب اینٹیں بنا دیں تو اجرت کا مستحق ہو جائے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں اینٹیں بنانے کے بعد ابھی اس کا کام ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد وہ ان کی ڈھیری بھی بنا دے بھئی تہہ بہ تہہ بھی لگا دے۔ آپ دیکھتے ہیں بھئی اینٹیں بنا رہا ہے تو اس نے لازمی بات ہے پھیلائی ہوں گی بھئی ہر طرف کہ وہ خشک ہو جائیں ہوا لگے ان کو، پھر اس کے بعد ان کو اکٹھا کرے گا اور ایک ڈھیری بنا دے گا بھئی ایک جگہ پر تہہ بہ تہہ ان کو لگا دے گا تو کیا یہ جو عمل ہے اس کو تَشْرِيجٌ کہتے ہیں بھئی تشریج، تو یہ تشریج بھی اس کے عمل میں ہے یا اس کے عمل میں داخل نہیں؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں یہ اس کے عمل میں داخل نہیں لہٰذا جب اس نے اینٹیں بنا دیں تو بس اس کا کام پورا ہو گیا بنا کر اس نے کھڑی کر دیں جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں بلکہ کیا کرے گا؟ ان کو اکٹھا کر کے پھر ان کی ڈھیری بھی بنا دے گا تو پھر اس کے بعد اس کا کام پورا ہو گا پھر وہ اجرت کا مستحق ہو گا۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَضْرِبَ لَهُ لَبِنًا اور جس نے اجرت پر رکھا کسی آدمی کو تاکہ وہ بنائے اس کے لیے کچی اینٹیں اِسْتَحَقَّ الْأُجْرَةَ تو وہ مستحق ہو گا اجرت کا إِذَا أَقَامَهُ جب وہ اس کو قائم کر دے یعنی بنا دے بھئی جب وہ کھڑی کر دے اینٹیں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى لَا يَسْتَحِقُّهَا حَتَّى يُشَرِّجَهُ کہ وہ مستحق نہیں ہو گا اجرت کا جب تک کہ وہ اس کی تشریج نہ کر دے یعنی وہ ڈھیری نہ بنا دے یا تہہ بہ تہہ نہ لگا دے۔

وَإِذَا قَالَ لِلْخَيَّاطِ اور جب کہا کسی نے درزی سے۔ صورت مسئلہ یہ بھئی مسئلہ سمجھ لو پہلے، میں درزی کے پاس گیا کپڑا لے کر میں نے کہا کہ اگر آپ

نے اس سے شلوار قمیص سی اس کپڑے سے تو میں آپ کو ایک سو پچاس روپے دوں گا اور اگر آپ نے اس کا شلوار کرتا سیا تو میں آپ کو دو سو روپے دوں گا۔ تو کیا یہ عقد اس طرح کرنا ٹھیک ہے؟ کہتے ہیں بھئی ہاں بھئی اس طرح عقد کرنا ٹھیک ہے اور جو وہ کام کرلے گا اسی اجرت کا مستحق ہو جائے گا۔ شلوار قمیص سی تو اس کو اس کے مطابق ڈیڑھ سو روپیہ ملے گا اور شلوار کرتا سیا تو اس کے مطابق اسے دو سو روپیہ ملے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ہونا تو یہ چاہیے تھا بھئی یہ جائز نہیں ہونا چاہیے، کیوں؟ اس لیے کہ بھئی آپ نے پڑھا تھا کتاب الاجارہ کے شروع میں کہ اجارے کے اندر نفع بھی معلوم ہونا چاہیے اور اجرت بھی معلوم ہونی چاہیے اور یہاں پر نفع بھی مجہول ہے اجرت بھی مجہول ہے۔ نفع میں نے دائر کر دیا دو چیزوں میں، عمل دائر کر دیا دو عملوں میں۔ کون سے دو عمل ذکر کیے؟ شلوار قمیص یا شلوار کرتا، تو دو عمل بھئی تعیین ہوئی کون سا کرے گا وہ؟ تعیین نہیں ہوئی تو نفع کیا ہوا عمل کیا ہوا؟ مجہول ہو گیا۔ اسی طرح اجرت بھی میں نے دو ذکر کر دیں ایک سو پچاس یا دو سو تو اجرت بھی مجہول ہے عمل بھی مجہول ہے لہذا اس کو جائز نہیں ہونا چاہیے لیکن فرماتے ہیں بھئی یہ جائز ہے۔

اس کے مقابلے میں پہلے ذرا بیع کو دیکھ لو پھر بتلاتا ہوں تفصیل بھئی۔ بیع کے اندر اس طرح کرتا ہے تو بیع جائز نہیں ہوتی۔ ایک آدمی نے کہا کہ یہ دیکھیے یہ کپڑا ہے دس کا اور یہ کپڑا ہے بیس کا تو دوسرے نے اس کے ساتھ عقد کر لیا کہ ان دونوں میں سے ایک کپڑا میں نے آپ سے خرید لیا، ان دونوں میں سے ایک کپڑا میں نے آپ سے خرید لیا۔ دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو عقد ہوا مولانا لیکن یہ بیع فاسد ہے اس لیے کہ مبیعہ مجہول ہے اور ثمن بھی مجہول ہو گئے۔ مبیعہ کتنی چیزیں ہیں یہاں پر؟ دو چیزیں اور ایک دس کی ہے ایک کتنے کی ہے؟ ایک بیس کی ہے تو کوئی تعیین کی کون سی چیز مبیعہ ہے؟ تعیین نہیں کی۔ اسی طرح ثمن بھی جب مبیعہ مجہول ہوا تو اس کے ثمن بھی کیا ہو گئے؟ مجہول ہو گئے۔ تو یہ بیع آپ نے پڑھا تھا یہ جائز نہیں کیونکہ بیع کے اندر مبیعہ کی تعیین ضروری ہے۔ لیکن ایک صورت میں یہ بیع صحیح ہو جاتی ہے کہ جب مشتری کو خیار تعیین دے دیا جائے۔ کیا دے دیا جائے؟ خیار تعیین یعنی تعیین کا اختیار اسے دے دیا جس کو لینا چاہو لے لو ایک کے اندر بیع ہو چکی ہے ہم دونوں کے درمیان بھئی جس کو چاہو کیا کر لو؟ لے لو۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ لیکن یہ زیادہ سے زیادہ تین کے اندر ہے مثلاً ایک آدمی دکاندار سے کپڑا لے جاتا ہے کہ میں یہ گھر لے جاتا ہوں گھر والوں کو جو پسند آیا وہ میں نے آپ سے خرید لیا اس کے پیسے دے دوں گا آپ کو بھئی۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ تین کے اندر ہو سکتا ہے یہ خیار تعیین تین سے زیادہ کے اندر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ تین قسم کے اندر اعلیٰ بھی آ گیا متوسط بھی آ گیا اور ادنیٰ بھی آ گیا تینوں قسم کی چیزیں آ گئیں بھئی اعلیٰ ادنیٰ متوسط، تو زیادہ سے زیادہ تین کی ضرورت ہے تو تین میں اس کی اجازت ہے ورنہ تو اجازت ہی نہیں۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو بیع کے اندر بھی جب مبیعہ اور ثمن مجہول ہوں تو بیع کیا ہو جایا کرتی تھی؟ فاسد۔ ہاں وہاں خیار تعیین ہم دے دیا کرتے تھے اس صورت میں جائز ہو جاتا تھا پھر جھگڑے کا امکان نہیں رہتا تھا ورنہ تو کیا لازم آئے گا؟ جھگڑا لازم آئے گا بعد میں لیکن جب خیار تعیین خود مشتری کو دے دیا تو اب اس میں جھگڑے کا امکان نہیں۔ تو وہاں پر بھئی وجہ یہ تھی کہ وہاں پر عقد کرتے ہی بیع کا عقد جیسے ہی کیا مشتری پر فوراً کیا واجب ہو جاتے تھے؟ ثمن۔ لیکن اجارے کے اندر ایسا نہیں ہے عقد کرتے ہی ثمن واجب نہیں ہوتے بلکہ اجرت کب دینا پڑے گی؟ جب وہ کام پورا کر لے گا مثلاً یہاں کوئی شرط نہیں ہے تو کام پورا کر لیتا ہے تو یہاں پر آخر میں اجرت کا مستحق ہو جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا جلدی کی شرط بھی نہیں لگائی تھی اس نے بھئی اور جلدی اس نے دیے بھی نہیں ہیں تو اجرت کا مستحق اب وہ کب ہو گا؟ کام کرنے کے بعد مستحق ہو گا اور بیع کے اندر کیا ہوتا تھا؟ عقد کرتے ہی ثمن کا مستحق ہو جاتا تھا اور یہاں عقد کرتے فوراً اجرت کا مستحق نہیں ہے بلکہ جب عمل کر لے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہذا اب جیسے جون سا عمل وہ شروع کرے گا تو گویا اسی پر عقد ہوا تھا جہالت ختم ہو گئی جیسے اس نے کرتا بنانا شروع کیا معلوم ہوا کہ یہی عمل کر رہا ہے اجرت کا بھی پتہ چل گیا عمل کا بھی پتہ چل گیا۔ سمجھ میں آیا؟ ورنہ تو ابتدا کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اجرت بھی مجہول عمل بھی مجہول اس کو کیا ہونا چاہیے؟ فاسد ہونا چاہیے لیکن یہاں پر چونکہ اجرت فوری نہیں آ رہی اجرت کہاں آئے گی؟ کام کے بعد آئے گی تو اس وقت کوئی جہالت نہیں ہو گی بھئی تو لہذا صحیح ہے بھئی۔

وَإِذَا قَالَ لِلْخَيَّاطِ اور جب کہا کسی نے درزی سے إِنْ خِطْتَ هَذَا الثَّوْبَ فَارِسِيًّا اگر تو نے یہ کپڑا فارسی انداز میں سیا فَبِدِرْهَمٍ تو ایک درہم کے بدلے وَإِنْ خِطْتَهُ رُومِيًّا فَبِدِرْهَمَيْنِ اور اگر اس کو تو نے رومی سیا فَبِدِرْهَمَيْنِ تو دو درہم کے بدلے ہے یعنی میں پھر تجھے دو درہم دوں گا جَازَ تو یہ جائز ہے وَأَيَّ الْعَمَلَيْنِ عَمِلَ اسْتَحَقَّ الْأُجْرَةَ اور جو بھی وہ عمل کر لے گا تو اسی اجرت کا مستحق ہو جائے گا، اسی اجرت کا مستحق ہو جائے گا۔

تو خلاصہ بحث یہ ہوا کہ یہاں پر مولانا اجرت بھی مجہول ہے اور عمل بھی مجہول ہے اس لیے کہ عمل جو ہے وہ دائر ہے دو قسموں کے اندر رومی قسم کا سیے گا یا فارسی قسم کا سیے گا تو عمل مجہول ہوا طے تو نہیں کیا کہ کون سا سینا ہے، اور اجرت بھی مجہول ہے کہ اگر رومی سیا مثلاً تو میں دو درہم دوں گا اور فارسی سیے گا تو میں ایک درہم دوں گا تو اجرت بھی یہاں ابھی مجہول ہے بھئی۔ عمل بھی مجہول اور اجرت بھی مجہول تو ضابطے کے مطابق تو یہ اجارہ فاسد ہونا چاہیے کیونکہ اجارے

کے باب کے شروع میں آپ نے پڑھا تھا کہ اجارے کے اندر عمل بھی معلوم ہونا چاہیے اور اجرت بھی معلوم ہونی چاہیے۔ لیکن یہاں پر کوئی حرج نہیں مولانا اس لیے کہ یہاں پر اجرت کا مستحق عقد کرتے ہی نہیں ہوتا، اجیر جو ہے اجرت کا مستحق عقد کرتے ہی نہیں ہوتا بلکہ عمل کرنے کے بعد اجرت کا مستحق ہو گا اور اس وقت کوئی جہالت نہیں ہو گی بھئی جس قسم کا عمل کیا وہ عمل بھی متعین ہے اور اس کی اجرت بھی متعین ہے بھئی۔

اور میں نے بتلایا یہ زیادہ سے زیادہ تین کے اندر جائز ہے قیاس کرتے ہوئے بیع پر بھئی۔ بیع کے اندر بھی جب انسان کسی سے مثلاً کوئی چیز خریدتا ہے اور دکاندار نے آپ کو بتلایا یہ کپڑا دس کا ہے یہ بیس کا ہے یہ تیس کا ہے آپ نے کہا ان میں سے ایک کپڑا میں نے آپ سے خرید لیا۔ دکاندار نے کہا مجھے قبول ہے بھئی۔ لیکن کون سا کپڑا خریدا؟ تو ابھی بھی جہالت ہے جھگڑا آئے گا تو پھر یہ جھگڑا ختم کرنے کی صورت کیا تھی کہ گاہک کو کیا دے دیا جائے؟ خیار تعیین دے دیا جائے بھئی، خیار تعیین دے دیا جائے تو اب جھگڑے کا امکان نہیں رہے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ بھئی تین چیزیں ہیں کہہ رہا ہے ان تین میں سے میں نے ایک کپڑا خرید لیا اور تینوں مختلف قسم کے ہیں تو مبیعہ بھی کیا ہوا؟ مجہول، اور ایک ہے دس کا ایک ہے بیس کا ایک ہے تیس کا تو ثمن بھی کیا ہو گئے؟ مبیعہ بھی مجہول کوئی طے نہیں ہوا تین میں سے کون سا ہے اور ثمن بھی اس کے کیا ہو گئے؟ مجہول ہو گئے تو لہٰذا اب تو بیع فاسد ہونی چاہیے جھگڑا آئے گا بھئی۔ لیکن ہم کیا کرتے ہیں اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے گاہک کو خیار تعیین دے دیتے ہیں کہ اس میں سے جو آپ کو پسند آئے وہ لے لیجیے گا بھئی۔ وہ گھر لے جاتا ہے اور ان میں سے ایک پسند کر لیتا ہے اور اس کے ثمن ادا کر دیتا ہے تو دیکھو خیار تعیین سے یہاں پر کیا ہوا؟ وہ جھگڑا ختم ہو گیا لیکن اور کوئی صورت نہیں جھگڑے کے ختم ہونے کی بھئی۔ سمجھ میں آیا کیونکہ بیع کے اندر کیا ہوتا ہے عقد کرتے ہی بائع ثمن کا مستحق ہو جاتا ہے اور عقد کرتے ہی کیا اسے معلوم تھا ثمن کون سے دے گا یہ؟ دس دے گا یا بیس دے گا یا تیس؟ تو مبیعہ بھی مجہول تھا اس وقت اور ثمن بھی مجہول تھے اور جس کی وجہ سے جھگڑا لازم آتا لیکن اس جھگڑے کو ختم کرنے کی کیا صورت تھی بیع کے اندر کہ گاہک کو کیا دے دیا جائے؟ خیار تعیین دے دو۔ جب تعیین کا اختیار اس کو دے دیا تو اب جھگڑے کا امکان نہیں وہ ان تین میں سے جس کو پسند کرے گا لے لے گا اور اس کے جو ثمن بنتے ہیں وہ دے دے گا بھئی۔

سمجھ میں آیا تو بیع کے اندر خیار تعیین ضروری تھا تاکہ جھگڑے کو ختم کیا جائے اور یہ زیادہ سے زیادہ تین چیزوں کے اندر جائز تھا اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ، تین قسم کی چیزیں ہیں تو تین میں جائز ہے تین سے زیادہ کے اندر یہ خیار تعیین جائز نہیں ہے بھئی۔ اسی طرح اجارہ ہے لیکن بیع کے اندر خیار تعیین ضروری تھا بھئی۔ یہاں پر بھئی بیع سے یہ بایں لحاظ مختلف ہے کہ بیع کے اندر عقد ہوتے ہی دوسرا ثمن کا مستحق ہوتا ہے اور اجارے میں عقد کرتے ہی جو اجیر ہے وہ اجرت کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ جب کام پورا کر لیتا ہے تب اجرت کا مستحق بنتا ہے تو یہاں پر اب دو عمل اس کے سامنے ذکر کر دیے تو اب وہ ان میں سے جو عمل کر لے گا اس وقت اجرت کا مستحق تو اس وقت عمل بھی معلوم اور اس کی اجرت بھی معلوم ہے بھئی۔ اور یہ بھی زیادہ سے زیادہ تین کے اندر جائز ہے مولانا تین سے زیادہ کے اندر نہیں جائز قیاس کرتے ہوئے بیع پر۔ بیع میں جیسے تین کے اندر اجازت تھی خیار تعیین کی زیادہ سے زیادہ کیونکہ اس کے اندر اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ تین قسم کی چیزیں آ جاتی تھیں تو یہاں پر بھی اسی پر قیاس کرتے ہوئے تین تک کی اجازت ہے تین عملوں میں۔ مثلاً ترزید کرتا ہے تین عملوں میں کپڑا لے گیا اگر اس طرح کا سیا تو سو روپے اس طرح کا سیا تو دو سو روپے اور اس طرح کا سیا تو تین سو روپے میں دوں گا تو بس تین، تین سے زیادہ کے اندر اجازت نہیں ہے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۸: کتاب الاجارۃ (۳): خیاط، صباغ اور حمال کے مسائل، دو شرطوں والی اجرت، استرضاع (دودھ پلانے کا اجارہ) اور اجرتِ طاعات کی ممانعت

مختصر القدوری صفحہ: ۹۳—بتاریخ: ۱۰ فروری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ قَالَ إِنْ خِطْتَهُ الْيَوْمَ فَبِدِرْهَمٍ وَإِنْ خِطْتَهُ غَدًا فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ، فَإِنْ خَاطَهُ الْيَوْمَ فَلَهُ دِرْهَمٌ وَإِنْ خَاطَهُ غَدًا فَلَهُ أُجْرَةُ مِثْلِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَلَا يُتَجَاوَزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهَمٍ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ الشَّرْطَانِ جَائِزَانِ وَأَيَّهُمَا عَمِلَ اسْتَحَقَّ الْأُجْرَةَ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

تردید کے مسائل چل رہے تھے مولانا۔ عمل ایک یا دو یا تین ذکر کر دے انسان اور ہر ایک کی الگ اجرت ذکر کرے۔ تو گزشتہ مسئلے میں آپ نے پڑھا مثلاً ایک شخص درزی کے پاس گیا کپڑا لے کر کہ یہ رومی انداز میں سیا تو میں دو درہم دوں گا اور اگر فارسی انداز میں سیا تو ایک درہم دوں گا۔ تو دیکھو یہاں پر اس آجر نے کیا کیا بھئی؟ عمل کو دائر کر دیا کتنے عملوں میں؟ دو بھئی دو۔ اور اجرت بھی دائر کر دی دو اجرتوں کے درمیان کہ ایک درہم دوں گا یا دو درہم دوں گا۔ آج ایک اور صورت بتلا رہے ہیں بھئی تردید کی کہ وہاں وقت کی قید ساتھ لگاتا ہے بھئی وقت کی قید۔

صورت مسئلہ یہ مثلاً میں درزی کے پاس کپڑا لے گیا اور میں نے اسے کہا کہ اس کپڑے کا سوٹ بنا دیں اگر آج آپ سی دیں گے تو میں آپ کو پانچ سو روپے دوں گا اور اگر کل سئیں گے تو میں آپ کو تین سو روپے دوں گا بھئی، تین سو روپے دوں گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ ایک ہی عمل ذکر کر رہا ہے لیکن وقت دو ذکر کر رہا ہے اگر اول وقت میں سیو گے تو کتنے دوں گا؟ مثلاً پانچ سو اور اگر کل سی کر دو گے تو پھر میں تین سو روپے مثلاً دوں گا۔ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھئی فرماتے ہیں کہ اگر اس نے آج ہی سی دیا تو اسے آج کی جو اجرت بیان ہوئی وہ دینا پڑے گی اور وہ کتنی تھی؟ پانچ سو۔ اور اگر اس نے کل سیا تو پھر یہ اجارہ فاسدہ ہے اور اجارہ فاسدہ کے اندر یاد رکھنا اجر مثل دیا جاتا ہے۔ کیا دیا جاتا ہے؟ اجر مثل یعنی اس جیسی چیزوں کی جو اجرت ہوتی ہے وہ دی جاتی ہے۔ لیکن یہ جو ذکر کیا اس سے یہ زائد نہیں ہونی چاہیے۔ اس نے کتنا ذکر کیا تھا کل میں کتنا دوں گا؟ تین سو، تو اجر مثل دیکھیں گے جو بھی اجر مثل نکل آئے وہ دے دیا جائے گا لیکن وہ اجر مثل تین سو سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر تین سو سے زیادہ بھی ہوا پھر بھی ہم کتنے دیں گے؟ تین سو یعنی جو ذکر ہوئی تھی اجرت جو مسمیٰ تھی وہی دی جائے گی۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ مسمیٰ اور اجر مثل میں سے جو کم ہو گا وہ دیا جائے گا بھئی، مسمیٰ اور اجر مثل میں سے۔ مثلاً بھئی کل اس نے سی کر دیا اور میں نے ذکر کتنے روپے کیے تھے؟ تین سو۔ اور کل میں تو اجارہ فاسدہ ہے تو مثلاً اجرت مثل دینی تھی اب اور اجرت مثل پتہ کیا تو وہ تھی دو سو روپے۔ تو اجرت مثل

آئی دو سو روپے اور مسمّیٰ کتنا تھا؟ تین سو، تو کم کون سا ہوا؟ دو سو، تو وہ دو سو دیے جائیں گے یعنی اجرت مثل۔ اور اگر مثلاً اجرت مثل ہے اس کی چار سو روپے اور میں نے ذکر کیا تھا تین سو اور وہ کل سیتا ہے تو اب ان میں سے کم کون سا ہے؟ مسمّیٰ جو ذکر کیا گیا وہ کم ہے لہٰذا وہ دے دیا جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

یاد رکھیے اس مسئلے کے اندر تین مذاہب ہیں بھئی، تین مذاہب۔ امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دونوں شرطیں فاسد ہیں بھئی۔ اگر آج سیا تو دو درہم کل سیا تو ایک درہم، تو دو شرطیں لگا دیں کہتے ہیں دونوں شرطیں فاسد ہیں لہٰذا عقد فاسد ہو جائے گا بھئی۔ عقد کیا ہو گا؟ فاسد ہو جائے گا یا عقد ہی نہیں صحیح۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں دونوں شرطیں جائز ہیں اور جو بھی وہ عمل کرے گا جس کے مطابق اس کے مطابق اسے اجرت دی جائے گی۔ اگر آج سیا تو آج والی اجرت دے گا اگر کل سیا تو کل والی اجرت دے دے گا بھئی۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسئلہ بیان ہو گیا وہ فرماتے ہیں اگر آج سی لے تو جو ذکر ہوئی وہ دینا پڑے گی اور اگر اگلے دن سیے تو پھر اجارہ فاسدہ ہے اور اس صورت میں اجر مثل اور مسمّیٰ میں سے جو کم ہو گا وہ اسے دے دیں گے بھئی۔ یہ تین مذاہب ہیں بھئی۔

تفصیل میں جانے سے پہلے بھئی یہ بات ذہن میں رکھیں جو گزشتہ سبق میں بیان ہو چکی۔ گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا اجیر دو قسم پر ہے بھئی ایک اجیر مشترک ہے اور ایک اجیر خاص ہے بھئی۔ اجیر مشترک اجرت کا مستحق کب بنتا ہے؟ جب وہ عمل کر لیا کرتا ہے۔ میں دھوبی کے پاس کپڑے دھلوانے کے لیے لے گیا تو وہ اجرت کا مستحق کب بنے گا؟ جب وہ کپڑے دھو لے گا تو اب اجرت دینا پڑے گی۔ معلوم ہوا یہاں پر عمل معقود علیہ ہے۔ کیا معقود علیہ ہے؟ عمل، کس چیز پر عقد ہوا ہے؟ اس کے عمل پر عقد ہوا ہے یہ عمل کر دو گے تو میں تمہیں اتنے پیسے دے دوں گا۔ معلوم ہوا کیا بھئی اجیر مشترک میں کیا معقود علیہ ہے؟ عمل معقود علیہ ہے بھئی وہ کام وہ کر دے گا۔ میں رنگریز کے پاس کپڑا لے گیا اگر اس کپڑے کو سرخ رنگ دو گے تو میں آپ کو ایک درہم دوں گا، تو دیکھو یہاں پر عقد کس چیز پر ہو رہا ہے؟ اس کے عمل پر ہو رہا ہے بھئی۔ تو یہاں پر عقد کس چیز پر ہو رہا ہے؟ اس کے عمل پر عقد ہو رہا ہے تو معقود علیہ عمل ہوتا ہے اجیر مشترک میں۔ اجیر مشترک تو جانتے ہو نا بھئی کہ جو کسی کا خاص ملازم نہیں ہے بلکہ سب لوگوں کا کام کرتا ہے جو بھی اس کے پاس کوئی چیز لے آئے وہ کیا کر دیتا ہے ان کا کام اجرت لے کر کرتا ہے بھئی تو یہ اجیر مشترک ہوتا ہے۔ اور ایک اجیر خاص ہوتا ہے بھئی جو صرف ایک شخص کی خدمت کرتا ہے مثلاً آپ نے اپنے لیے ملازم ایک رکھا کہ میری خدمت کرو گے میں ہر مہینے تمہیں پانچ ہزار روپے تنخواہ دوں گا تو یہ اجیر خاص کہلاتا ہے بھئی۔ تو اجیر مشترک کے اندر بھئی معقود علیہ کیا چیز ہے؟ عمل ہے۔

تو اجیر مشترک کے اندر معقود علیہ عمل ہوتا ہے اور ایک ہے اجیر خاص۔ یاد رکھیے اجیر خاص کے اندر معقود علیہ تسلیم نفس ہوتا ہے۔ یعنی آپ نے کیا کہا ایک مہینے کے میں آپ کو اتنے پیسے دوں گا تو اب ایک مہینے تک اس کو اپنا نفس آپ کے سپرد کرنا یعنی آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہنا ضروری ہے بھئی۔ یہاں پر دیکھو بھئی عمل معقود علیہ نہیں ہے بلکہ معقود علیہ کیا ہے؟ تسلیم نفس۔ اسی لیے تو اگر آپ کہیں چلے بھی جاتے ہیں مولانا اس سے خدمت نہیں لی لیکن وہ حاضر ہوتا رہا آپ نے اسے کچھ کہا ہی نہیں تھا بھئی تو وہ بیچارہ حاضر ہوتا رہا تو تسلیم نفس پایا گیا یا نہیں پایا گیا بھئی؟ پایا گیا لہٰذا اب آپ کو اجرت دینا پڑے گی۔ یا مولانا چلو سفر کی صورت ویسے ہی آپ وہیں پر رہتے تھے وہ روزانہ بیچارہ آتا لیکن آپ نے اسے کوئی کام ہی نہیں بتایا تو اب مہینے کے آخر میں یہ نہیں کہہ سکتے بھئی کہ آپ سے تو میں نے کوئی کام ہی نہیں لیا آپ کو کس چیز کی اجرت دوں بھئی۔ بھئی یہاں پر کام پر اجرت نہیں ہے بلکہ یہاں پر اجرت کس چیز پر ہے؟ تسلیم نفس کہ وہ حاضر رہے۔ وہ تو بیچارہ حاضر ہوتا رہا یہ تو اب آپ نے اس سے کام نہیں لیا آپ کا قصور ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو معلوم ہوا اجیر مشترک کے اندر معقود علیہ کیا ہوتا ہے؟ عمل، اور یہاں پر جو اجیر خاص ہے اس میں وقت ذکر کیا جاتا ہے وقت کی حد بندی ہوتی ہے مثلاً ایک مہینے کے دیکھو میں نے تمہیں ایک مہینے کے لیے ملازمت پر رکھا خدمت کے لیے تو یہاں توقیت یہ جو وقت مقرر کرنا ہے یہ کہلاتا ہے توقیت بھئی، تعیین وقت بھئی۔ کیا؟ تعیین وقت۔ تو اجیر خاص کے اندر تعیین وقت ہوتی ہے بھئی وقت مقرر ہوتا ہے کہ دیکھو ایک مہینہ میری خدمت کرو گے میں تمہیں اتنے پیسے دوں گا۔ اجیر مشترک میں تو توقیت نہیں لیکن اجیر خاص میں توقیت ہوتی ہے وقت ذکر ہوتا ہے اور یہاں پر اجرت کا مستحق کس کے ذریعے بنتا ہے عمل کے ذریعے یا تسلیم نفس کے ذریعے؟ تسلیم نفس کے ذریعے۔ معلوم ہوا معقود علیہ اجیر مشترک میں جو ہے وہ عمل ہے اور اجیر خاص میں وقت ذکر ہوتا ہے توقیت کے لیے اور وہاں پر معقود علیہ کیا ہے؟ تسلیم نفس۔ یہاں تک بات سمجھ میں آگئی؟

اچھا یہ تو تھی تمہید بھئی اب مسئلہ سمجھو یہ کتاب میں جو ہم پڑھ رہے ہیں بھئی۔ کہ ایک شخص درزی کے پاس چلا گیا کہ اگر یہ کپڑا تو نے آج سیا تو تیرے لیے دو درہم ہیں اور اگر کل سیا تو ایک درہم ہے بھئی۔ تو امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر بھئی جو آجر ہے وہ دو چیزیں ذکر کر رہا ہے بھئی عمل بھی ذکر کر رہا ہے اور ساتھ وقت بھی ذکر کر رہا ہے۔ اور اجارے میں دونوں چیزیں ذکر کی جائیں تو عقد فاسد ہو جاتا ہے۔ کیا کیا چیزیں ذکر کر رہا ہے وہ بھئی؟ عمل بھی ذکر کر رہا ہے

سینے کا اور ساتھ کیا بیان کر رہا ہے؟ وقت بھی بیان کر رہا ہے اور اس صورت میں اجارہ فاسد ہو جایا کرتا ہے، کیوں؟ کیونکہ عمل ذکر کیا تو اس سے پتہ چلتا ہے معقود علیہ کیا چیز ہے؟ عمل ہے معلوم ہوا یہ اجیر مشترک والا حساب ہوا۔ اور وقت ذکر کر رہا ہے حالانکہ وقت تو کس میں ذکر کیا جاتا ہے؟ اجیر خاص کے اندر توقیت کے لیے بھئی اور دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے بھئی۔ تو یہاں اب جب اس نے ذکر کیا اس نے عمل بھی ذکر کر دیا اور اس نے وقت بھی ذکر کر دیا اور مسئلہ آپ نے پڑھ لیا کہ دونوں کو ذکر کر دیا جائے تو اس صورت میں عقد کیا ہو جاتا ہے؟ فاسد۔ کیوں فاسد ہو جاتا ہے؟ کیونکہ عمل تقاضا کرتا ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ عمل، اور وقت یعنی توقیت جو وہ کر رہا ہے مقررہ وقت بیان کر رہا ہے یہ تقاضا کرتا ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ تسلیم نفس ہونا چاہیے بھئی۔ تو دیکھا اب پتہ ہی نہیں چلے گا کیا چیز ہے معقود علیہ بھئی، عمل معقود علیہ ہے یا تسلیم نفس معقود علیہ ہے۔

صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھئی یہاں پر اس نے دو چیزیں ذکر کر دیں ایک عمل اور دوسرا وقت ذکر کر دیا۔ عمل کا ذکر تقاضا کرتا ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ عمل ہونا چاہیے اور توقیت جو اس نے وقت کی حد بندی کی ہے وہ کیا تقاضا کرتی ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ تسلیم نفس۔ تو کہتے ہیں اس عقد کو خرابی سے بچانے کے لیے، بظاہر تو عقد فوراً فاسد ہو رہا ہے کیونکہ دو چیزیں ذکر ہوئیں عمل بھی اور توقیت بھی، توقیت بھی آ گئی ساتھ، کہتے ہیں ہم یوں کرتے ہیں یہ جو وقت ذکر کیا اس کو ہم تعجیل یا جلدی یا سہولت کے لیے بنا لیتے ہیں۔ وقت کو توقیت کے لیے نہیں بناتے تعیین کے لیے نہیں بناتے۔ اگر تعیین کے لیے وقت کو بنائیں پھر تو اجارہ ہی کیا ہو جاتا ہے؟ فاسد، پھر تو پتہ ہی نہیں چلے گا بھئی کہ معقود علیہ عمل ہے یا تسلیم نفس لہٰذا خرابی سے بچانے کے لیے ہم کیا کر لیتے ہیں اس وقت کو جلدی یا سہولت کے لیے بنا دیتے ہیں۔ مثلاً بھئی اس نے جو کہا نا آج سیو گے تو یہ جلدی کے لیے، جلدی کے لیے ذکر کیا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ توجہ سے سننا بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ وقت جو اس نے ذکر کیا جلدی کے لیے ذکر کیا یعنی میں تمہیں اس کی اجرت دوں گا لیکن ذرا مجھے جلدی سی دو۔ اور جو کل کا ذکر دوسرے دن کا ذکر کیا وہ سہولت کے لیے ذکر کر دیا کہ تمہارے لیے سہولت ہے کیا کرنا چاہو کل سینا چاہو تو کل بھی سی دو۔ تو یہاں معلوم ہوا وقت کو توقیت کے لیے ہم نے نہیں بنایا بلکہ کس لیے بنایا؟ جلدی یا سہولت۔ دو وقت ذکر ہیں پہلا وقت ذکر ہو گیا جلدی کے لیے دوسرا وقت کس لیے ذکر ہو گیا؟ سہولت۔ تو جلدی کا مطلب کیا ہے یعنی مجھے ذرا جلدی سی دو، یہ جلدی کے لیے۔ اور سہولت کا کیا معنیٰ؟ آرام سے بھئی تمہاری سہولت ہے اس کے اندر تم کل سینا چاہو تو کل بھی سی دو۔ تو لہٰذا ہم وقت کو توقیت کے لیے نہیں بناتے بلکہ وقت کو کس کے لیے بناتے ہیں؟ جلدی یا سہولت کے لیے۔ بھئی وقت کو توقیت کے لیے کیوں نہیں بناتے کیا خرابی لازم آئے گی؟ اجارہ ہی کیا ہو جائے گا؟ فاسد ہو جائے گا تو ہم نے وقت کو جلدی یا سہولت کے لیے بنا دیا۔

تو عقد کو فساد سے بچانے کے لیے کیا کرتے ہیں؟ وقت کو جلدی یا سہولت کے لیے بنا لیتے ہیں توقیت کے لیے نہیں۔ تو اب دیکھو عمل ذکر ہو رہا ہے وقت بیچ میں سے ختم ہو گیا ہم نے کیا کر دیا وقت کو جلدی یا سہولت کے لیے بنا دیا توقیت نہیں ہے۔ اب ایک ہی عمل ذکر ہو رہا ہے اور دیکھو آج اگر میرے لیے سی دو کون سا عمل ذکر ہوا؟ سینے کا، کل اگر سی دو کل بھی کون سا عمل ذکر ہوا؟ سینے کا۔ تو ایک ہی عمل ذکر ہو رہا ہے اور اس کے مقابلے میں دو اجرتیں آ گئیں دو درہم دوں گا یا ایک درہم۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ عمل ایک، دیکھو وقت بھی ساتھ تھا لیکن وقت کو ہم نے توقیت کے لیے بنایا ہی نہیں وقت کو کس کے لیے بنا دیا؟ جلدی یا سہولت کے لیے، وقت بیچ میں سے ختم ہو گیا۔ اب رہ گیا ایک عمل اور ساتھ اجرتیں اس نے کتنی ذکر کی تھیں؟ دو، دو درہم دوں گا یا ایک درہم۔ تو اب آج کے دن سیتا ہے ایک ہی عمل ہے اور اجرتیں دو ہیں ساتھ اس کے بھئی دو درہم دوں گا یا ایک درہم۔ کل سیتا ہے کل کے اندر بھی دیکھو بھئی عمل ایک ہے اور اجرتیں دو ہیں بھئی۔ تو اجرت مجہول ہو گئی۔ عمل تو معلوم ہے عمل کیا کرنا ہے؟ سینے کا، لیکن اس عمل کے مقابلے میں اجرتیں کتنی ذکر ہو رہی ہیں؟ دو، تو اجرت مجہول ہو گئی لہٰذا عقد فاسد ہوا۔ عقد کیا ہو گیا؟ فاسد۔

ہم نے تو فساد سے بچانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر بھی یہ عقد فساد سے نہیں بچتا بھئی۔ اول تو یہ شروع سے ہی عقد فاسد ہو رہا تھا کس طرح؟ کہ وقت بھی ذکر تھا اور عمل بھی ذکر تھا۔ عمل چاہتا تھا کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ عمل، اور ذکر وقت کیا چاہتا تھا کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ تسلیم نفس۔ ہم نے فساد سے بچانے کے لیے وقت کو توقیت کے لیے یعنی حد بندی کے لیے بنایا ہی نہیں بلکہ وقت کو کس لیے بنا دیا؟ جلدی یا سہولت کے لیے، وقت کا مسئلہ بیچ میں سے ختم ہو گیا۔ لیکن ابھی بھی مسئلہ باقی ہے کہ عمل ایک ہی ذکر ہو رہا ہے سینے ہی کا عمل ہے اور اس کے مقابلے میں اجرتیں کتنی رہ گئیں؟ دو، آج بھی سیتا ہے تو وہ دو اجرتیں اس کے مقابلے میں جو اس نے عبارت میں ذکر کی تھیں دونوں، بھئی اس نے کہا آج سیا تو کتنے دوں گا؟ دو درہم، کل سیا تو کتنے دوں گا؟ ایک درہم۔ تو اسی سلائی کے عوض میں دو اجرتیں ذکر کر رہا ہے دو درہم بھی ذکر کر رہا ہے اور ایک درہم بھی، آج اور کل کی قید تو نکل گئی بیچ میں سے اور اسی سلائی کے مقابلے میں دو درہم بھی آ گئے اور ایک درہم بھی آ گیا۔ یعنی عقد ابھی سے ہی شروع ہو گیا۔ کل والا عقد بھی ابھی سے شروع ہے آج والا عقد بھی ابھی سے ہی شروع ہے وہ

ایک ہی عقد کر رہا ہے مولانا سلائی ذکر کی اور اجرتیں کتنی ذکر کر دیں؟ دو ذکر کر دیں تو آج کے دن میں دو اجرتیں آ گئیں دو درہم دوں گا یا ایک درہم دوں گا، کل میں بھی کیا آ گئیں؟ دو درہم یا ایک درہم۔

بھئی دیکھو اس نے کہا نا اگر کل سی دو تو وہ کل والا عقد بھی آج سے ہی شروع ہو گیا، کل والا عقد بھی آج سے ہی شروع ہو گیا اور وہ جو اس نے کہا تھا کل سی کر دینا وہ کس لیے تھا؟ وہ سہولت کے لیے تھا عقد تو ابھی سے شروع ہو گیا بھئی کل دے دینا آرام سے مجھے ایک درہم میں دے دوں گا۔ تو کل والا عقد بھی ابھی سے شروع ہو گیا اور آج والا عقد بھی وہ تو ابھی سے شروع ہے ہی ہے اور عمل تو ایک ہی ہے سلائی والا۔ اور جب دونوں عقد ابھی سے شروع ہیں تو عمل ایک ہوا سلائی اور اجرتیں کتنی آ گئیں؟ دو، آج کے دن میں اگر سیو گے تو کیا ہے؟ جلدی سی دو گے تو دو درہم دوں گا یا ایک درہم، دیر سے سیو گے تو دو درہم دے دوں گا یا ایک درہم۔ آج والا عمل بھی کل بھی چلے گا مولانا اس لیے کہ بھئی یاد رکھو میں ایک شخص کے پاس گیا اس کو میں نے کہا بھئی میرے کپڑوں کو رنگ دے دو اور ذرا جلدی کرنا کل مجھے ضرور اس کو رنگ کر کے دے دینا بھئی جلدی ہے مجھے۔ تو یاد رکھو بھئی اگر وہ کل نہ بھی رنگ کرے پرسوں بھی رنگ کر دے تو وہ اجرت کا مستحق ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اجرت کا مستحق ہو گا بھئی۔ تو یہاں پر بھی اسی طرح ہے اس نے آج کے دن کو جلدی کے لیے ذکر کیا ہے اب اگر وہ آج نہیں سی سکا کل سیے گا تو وہی عقد چل رہا ہے یا وہی عقد نہیں چل رہا بھئی؟ وہی عقد چل رہا ہے، تو آج کے دن والا عقد بھی چل رہا ہے اور کل والا بھی عقد آج سے شروع ہو چکا تو دونوں عقد کیا ہوئے؟ دونوں عقد اکٹھے چل رہے ہیں اور دونوں میں عمل کیا ذکر ہے؟ سلائی ذکر ہے اور ایک عقد کے بدلے کتنا ذکر کیا ہے؟ دو درہم اور ایک عقد کے بدلے ایک درہم۔ تو بیک وقت ایک ہی عمل پر یعنی دو عقد چل رہے ہیں دو درہم والا بھی اور ایک درہم والا بھی تو اجرتیں دو آ گئیں جہالت آ گئی۔ ہم نے تو کوشش کی تھی عقد کو فساد سے بچا لیں وقت کو توقیت کے لیے نہیں بنایا تھا وقت کو جلدی یا سہولت کے لیے لیکن پھر بھی اجرت کیا رہتی ہے؟ ہماری پوری کوشش کے باوجود اجرت پھر بھی کیا رہتی ہے؟ مجہول رہتی ہے اور جب اجرت مجہول ہو گئی تو عقد کیا ہوا؟ فاسد ہوا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں شرطیں جائز ہیں آج سیے گا تو دو درہم ملیں گے اسے کل سیے گا تو ایک درہم ملے گا۔ صاحبین فرماتے ہیں یہ جو آج کے دن کو ذکر کیا یہ توقیت کے لیے ہے۔ کس کے لیے ہے؟ توقیت کے لیے، حد بتلانے کے لیے کہ یہ جو عقد اجارہ میں کر رہا ہوں یہ کب تک ہے؟ شام تک ہے شام تک اگر یہ عمل کر دو گے تو میں تمہیں اجرت دوں گا ورنہ عقد اجارہ ختم تمہارے میرے بیچ۔ صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ یہ آج کا دن جو ذکر ہوا یہ کس لیے ہوا؟ بھئی اس نے دو چیزیں ذکر کیں نا اگر آج سیا اور اگر کل سیا تو دو وقت ذکر کر رہا ہے یہ جو پہلا دن آج کا دن ذکر کر رہا ہے وہ کس لیے ہے؟ صاحبین فرماتے ہیں توقیت کے لیے ہے یعنی وقت کی حد بندی کے لیے ہے کہ اس وقت تک عقد اجارہ ہے اس کے بعد عقد اجارہ نہیں ہے۔ شام تک عقد اجارہ ہے شام تک یہ عمل کر دو گے تو اجرت ہے شام کے بعد یہ والا عقد اجارہ کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا تو وہ اس آج کے دن کو بناتے ہیں توقیت کے لیے۔

اور جو کل کا دن ہے اس کو تعلیق کے لیے بناتے ہیں۔ کس کے لیے؟ تعلیق۔ تعلیق کا معنی ہوتا ہے معلق کرنا لیکن یاد رکھیے یہاں تعلیق اضافت یعنی نسبت کے معنی میں ہے اس لیے کہ اجارہ کے اندر تعلیق صحیح نہیں بھئی۔ بھئی بعض اوقات آپ ایک چیز کو دوسری کے ساتھ معلق کر دیتے ہیں شرط جزا بنا لیتے ہیں آپ اپنے ساتھی کو کہتے ہیں إِنْ دَخَلْتَ هَذِهِ الدَّارَ فَلَكَ أَلْفُ دِرْهَمٍ، اگر تو اس گھر میں داخل ہوا تو تجھے کتنے درہم ملیں گے؟ ایک ہزار درہم۔ تو بھئی اس کو ایک ہزار درہم کے ملنے کو آپ نے کس چیز کے ساتھ معلق کر دیا؟ گھر میں داخل ہونے سے، تو بعض اوقات ایک چیز کو کیا کر دیا جاتا ہے دوسری چیز کے ساتھ معلق۔ تو کیا جب تک وہ گھر میں داخل نہ ہو گا وہ ہزار درہم کا مستحق ہے؟ نہیں لیکن جب گھر میں جائے گا تو اب وہ کیا ہوا ہزار درہم کا مستحق ہو گیا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو دیکھو یہاں عمل کو معلق کر دیا لیکن یاد رکھیے اجارے کو معلق نہیں کیا جا سکتا کہ اگر آپ نے یہ کام کر دیا تو آپ کے اور میرے بیچ عقد اجارہ ہے اور اگر آپ نے یہ کام نہیں کیا تو آپ کے اور میرے بیچ عقد اجارہ نہیں ہے۔ عقد اجارہ کو کسی ایک چیز پہ معلق کر دیتا ہے نہیں بھئی یہ درست نہیں ہے عقد اجارہ معلق نہیں ہو سکتا وہ تو اثبات کا نام ہے کرنا ہے تو کرو نہیں کرنا تو نہ کرو اس کو معلق نہیں کیا جا سکتا کسی چیز کے ساتھ۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے سب کو؟

تو یہاں پر بھئی صاحبین فرماتے ہیں کہ آج کا دن جو ذکر ہوا وہ ہے توقیت کے لیے یعنی حد بندی بیان کر رہا ہے کہ یہ عقد اجارہ کب سے کب تک ہے؟ آج دن شام تک ہے بھئی۔ اور جو کل کا دن ذکر ہوا وہ کس لیے ہے؟ تعلیق بھئی، فقہ کی کتابوں میں وہاں تعلیق کا لفظ آتا ہے اس لیے میں آپ کو سمجھا رہا ہوں تو وہ تعلیق کے لیے ہے لیکن تعلیق سے کیا مراد ہے؟ نسبت مراد ہے وہ تعلیق حقیقی مراد نہیں ہے بھئی اس لیے کہ اجارہ کے اندر تعلیق صحیح نہیں بھئی اجارہ معلق نہیں ہو سکتا یہ کام کرو گے تو عقد اجارہ ہے یہ نہیں کیا تو عقد اجارہ نہیں، یہ کہہ کر آپ معلق کرنا چاہتے ہیں یہ درست نہیں بھئی۔ یعنی یہ وقت جو کل والا ذکر کر رہا ہے یہ نسبت کے لیے ہے کہ کل عقد اجارہ شروع ہو گا۔ کیا ہو گا؟ کل عقد اجارہ شروع ہو گا۔ ہاں مستقبل کی طرف اجارہ کی نسبت کی جا سکتی ہے کہ اس وقت

تمہارے اور میرے درمیان عقد اجارہ شروع ہو جائے گا۔ مثلاً دیکھو میں نے آپ سے ایک مکان کرائے پر لیا میں نے کہا بھئی یہ مکان میں نے آپ سے کرایہ پر لیا مہینے کے میں پانچ ہزار روپے آپ کو دوں گا اور آپ کے اور میرے درمیان یہ عقد اجارہ کب سے شروع ہو گا؟ اگلے مہینے کی یکم تاریخ سے یعنی اگلے مہینے کی یکم سے تیس تک میں اس کے اندر رہوں گا۔ تو بتلایئے بھئی عقد ابھی کر رہے ہیں اور نسبت کس وقت کی طرف کر رہے ہیں؟ مستقبل کی طرف، تو کب شروع ہو جائے گا وہ وقت؟ اگلے مہینے کی یکم سے شروع ہو گا اور تیس تک رہے گا پورا ایک مہینہ ہوا بھئی۔ تو دیکھو اجارے میں مستقبل کی طرف نسبت کی جا سکتی ہے تو یہاں بھی غد کی طرف جو کل کے دن کا ذکر آیا یہ کس لیے ہے؟ نسبت کے لیے۔ کیا معنی؟ کہ اجارے کا وقت ابھی سے ہی شروع ہے یا کل سے شروع ہو گا؟ کل سے شروع ہو گا جیسے وہاں پر مہینے کی رہائش کی بات ہوئی تھی رہائش اسی وقت سے شروع ہو رہی تھی یا اگلے مہینے کی یکم سے شروع ہو گی؟ اگلے مہینے کی یکم سے، تو یہاں پر بھی اسی طرح ہے جو کل کا دن ذکر کر رہا ہے وہ تعلیق کے لیے یعنی اضافت کے لیے ہے یعنی مستقبل کی طرف نسبت کر رہا ہے کہ یہ والا جو عقد ہے ایک درہم والا یہ کب شروع ہو گا؟ کل سے شروع ہو گا مستقبل کی طرف نسبت کر دی۔

تو کہتے ہیں دیکھو آج کا دن آیا توقیت کے لیے۔ کس کے لیے؟ توقیت، حد بتلا دی اگر آج سیو گے تو دو درہم ملیں گے اور آخری وقت کب ہے؟ شام تک۔ کب تک ہے؟ شام تک ہے معلوم ہوا یہ عقد شام کو ختم ہو جائے گا۔ کیا ہو جائے گا؟ شام کو ختم ہو جائے گا۔ اور وہ جو کل والا عقد ہے ابھی شروع ہوا؟ نہیں وہ تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا۔ تو شام تک صرف ایک ہی عقد ہے اور جب ایک عقد ہے تو اس ایک عقد میں کتنی اجرتیں ذکر ہوئی تھیں ایک ہوئی تھیں یا دو؟ اس میں تو ایک ذکر ہوئی تھی آج کے دن کے لیے تو ایک اجرت لہٰذا اب دو اجرتیں اکٹھی نہ ہوئیں بھئی۔ امام زفر نے کیا فرمایا تھا؟ دو اجرتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں ایک ہی عمل کے لیے، اور صاحبین کیا فرما رہے ہیں؟ نہیں وہ جو دوسرا کل والا عقد ہے وہ تو کل شروع ہو گا وہ ابھی شروع ہی نہیں ہوا جس میں ایک درہم کی بات ہوئی تھی تو ابھی تو صرف دو درہم والی بات شروع ہوئی ہے لہٰذا ایک ہی اجرت ہے تو آج کے دن میں دو تسمیہ اکٹھے نہیں ہوئے، دو اجرتیں اکٹھی نہیں ہوئیں۔ اور شام کو یہ والا عقد ختم ہو جائے گا اگلے دن کل والا عقد شروع ہو گا تو اس وقت کتنے عقد ہیں باقی ایک یا دو؟ اس وقت ایک ہے پچھلا ختم ہو چکا اور اس ایک میں ایک ہی اجرت ذکر تھی کہ ایک درہم والا ہے دو درہم والا عقد تو ختم ہو چکا اب کون سا شروع ہو چکا؟ ایک درہم والا عقد بھئی۔ تو اب بتایئے مولانا ہر دن میں دو دو اجرتیں آ رہی ہیں یا ہر دن میں ایک ایک ہی اجرت آ رہی ہے؟ ایک ایک ہی اجرت آ رہی ہے جبکہ امام زفر کیا فرماتے تھے؟ ایک دن میں دو دو اجرتیں اکٹھی ہو گئیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اس پر صاحبین پر اشکال ہوتا ہے بھئی کہ بھئی عمل کے ساتھ آپ نے وقت کو توقیت کے لیے بنا دیا۔ آج اگر تو نے سیا تو دو درہم ملیں گے تو یہاں آج کے دن کا ذکر آیا بھئی اور آپ نے اس کو کس کے لیے بنا لیا؟ توقیت کے لیے۔ کس کے لیے؟ توقیت کے لیے بنا لیا اور عمل بھی ہے اور ساتھ توقیت بھی ہو تو آپ نے پڑھا تھا اجارہ کیا ہو جاتا ہے؟ فاسد کیونکہ عمل تقاضا کرتا ہے کہ معقود علیہ عمل ہونا چاہیے اور توقیت تقاضا کرتی ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ تسلیم نفس ہونا چاہیے تو اجارہ فاسد ہونا چاہیے لیکن آپ کیا کر رہے ہیں اجارے کو صحیح قرار دے رہے ہیں بھئی۔ تو صاحبین فرماتے ہیں بھئی اس عقد کو فساد سے بچانے کے لیے ہم نے کیا کیا ہے اس کو توقیت پر محمول کیا ہے۔ اگر ہم اس کو توقیت پر محمول نہ کرتے تو ایک ہی عمل کے بدلے کتنی اجرتیں اکٹھی ہو جاتیں؟ دو دو، لیکن ہم نے توقیت کے لیے بنایا تو جو خرابی دو اجرتوں والی آ رہی تھی وہ کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی۔

نیز کہتے ہیں اگر وقت کو آپ تعجیل یا تاخیر کے لیے بھی بنا لیں، کس کے لیے بنا لیں؟ تعجیل یا تاخیر کے لیے بھی بنا لیں جیسے آپ نے کیا تھا پھر بھی بعض اوقات جلدی مقصود ہوتی ہے کسی وجہ سے انسان کیا چاہتا ہے یہ کام جلدی سے جلدی ہو جائے اور بعض اوقات تاخیر مقصود ہوتی ہے انسان چاہتا ہے یہ کام کیا ہو؟ آرام سے ہو کوئی اسے جلدی نہیں ہوتی۔ تو تعجیل اور تاخیر یہ بھی کبھی کبھار مقصود ہو جایا کرتی ہیں تو یہ بھی دو نوع کی طرح ہو گئیں بھئی، سلائی کی اس عمل کی دو انواع کی طرح ہو گئیں۔ ایک وہی عمل ہے جلدی والا ایک وہی عمل ہے تاخیر والا تو عمل ایک ہی ہے البتہ یہ جو جلدی اور تاخیر ہے یہ چونکہ مقصود ہے تو اس کو ہم نوع کے درجے میں اتار لیتے ہیں۔ جیسے بھئی وہ گزشتہ مسئلے کے اندر اس نے درزی کے پاس جا کر کیا کہا تھا اگر فارسی انداز میں سیو گے تو ایک درہم دوں گا اگر رومی انداز میں سیو گے تو کتنے دوں گا؟ دو درہم۔ تو وہاں عمل دیکھو ایک ہی ذکر تھا سلائی لیکن اس کی دو انواع بیان کر دی تھیں یہ سلائی اگر فارسی انداز میں ہوئی تو کتنے دوں گا؟ ایک درہم، یہ سلائی اگر رومی انداز میں ہوئی تو دو درہم۔ تو دیکھو سلائی کا عمل ایک ہی تھا جنس ایک تھی لیکن انواع دو مختلف تھیں، ایک فارسی طرز کی سلائی ہے اور ایک رومی طرز کی سلائی۔ تو یہاں پر بھی یہاں تعجیل اور تاخیر کبھی کبھار مقصود ہو جاتے ہیں تو اس کو ہم کس کے درجے میں اتار لیتے ہیں؟ جیسے وہاں رومی اور فارسی نوع تھی اسی طرح یہاں تاخیر اور تعجیل کو کس کے درجے میں اتار لیا؟ نوع کے درجے میں۔ تو جیسے وہاں پر ترددید صحیح تھی عمل کو

بھی دو عملوں میں دائر کر دیا تھا اور اجرتوں کو بھی دو اجرتوں میں دائر، تو یہاں پر بھی وقت کو اگر آپ تعجیل یا تاخیر کے لیے بھی بنالیں توقیت کے لیے نہ بنائیں بلکہ کس لیے بنالیں؟ تعجیل یا تاخیر کے لیے بھی بنالیں تو تعجیل اور تاخیر کس کے درجے میں ہو جائیں گی؟ نوع کے درجے میں، اور گزشتہ مسئلے میں آپ نے پڑھا تھا بھئی دو نوعوں کے درمیان تردید کی اور دو اجرتوں کے درمیان تردید کی تو کیا تھا؟ جائز تھا، دونوں شرطیں جائز تھیں تو یہاں پر بھی کیا ہو جائے گا دونوں شرطیں جائز ہیں اور جو عمل وہ کرلے گا اس کی اجرت کا مستحق ہو جائے گا۔ جلدی کرلے گا تو اسے دو درہم دے دیں گے دیر سے سیے گا تو اسے ایک درہم دے دیں گے۔ صاحبین کی دلیل سمجھ میں آگئی بھئی؟

اس کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے بھئی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کیا فرمایا تھا؟ آج اگر وہ سی دیتا ہے تو اسے دو درہم دیں گے اور اگر کل وہ سیتا ہے تو اجارہ کیا ہو جائے گا؟ فاسد۔ وجہ یہ مولانا امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جو آج کا ذکر ہے اس کو ہم توقیت کے لیے نہیں بنا سکتے۔ کس کے لیے؟ توقیت کے لیے۔ کیوں نہیں بنا سکتے؟ کیونکہ پھر تو اجارہ ہی فاسد ہو جاتا ہے۔ ہاں فساد سے بچانے کے لیے جیسے امام زفر نے کیا تھا، کیا کیا تھا؟ آج کے دن کو توقیت کے لیے نہیں بنایا تھا بلکہ کس لیے بنایا تھا؟ جلدی کے لیے، ہم بھی یہ کہتے ہیں یہ جو آج کا دن اس نے ذکر کیا یہ ویسے ہی جلدی کے لیے ذکر کیا کہ مجھے کیا کر دو ذرا جلدی سی دو، ذرا جلدی سی دو۔ تو آج کا عقد ہے اور اس نے جو وقت کو ذکر کیا ہے جلدی کے لیے ذکر کیا ہے توقیت کے لیے نہیں۔ اگر توقیت کے لیے بناتے پھر تو ذکر عمل چاہتا تھا کہ عمل معقود علیہ ہو اور وقت کیا تقاضا کرتا کہ تسلیم نفس کیا ہونا چاہیے؟ معقود علیہ، لیکن ہم نے وقت کو توقیت کے لیے بنایا ہی نہیں بلکہ اس کو کس کے لیے بنا دیا؟ تعجیل کے لیے جلدی کے لیے بنا دیا۔ اور دوسرا جو کل کا ذکر ہے اسے ہم تعلیق کے لیے بنا لیتے ہیں۔ کس کے لیے؟ تعلیق کے لیے یعنی وہ دوسرا اجارہ کل شروع ہو گا، اس کو تعلیق اور اضافت کے لیے بنالیا۔ صورت سمجھ میں آئی؟

اور آج کے دن جب ہم نے عقد کر لیا یہ کپڑا اگر تو نے سیا تو کتنے میں سیے گا؟ دو درہم میں، اور ایک تمہارے اور میرے درمیان کل اجارہ شروع ہو گا وہ کتنے درہم کے بدلے ہے؟ ایک درہم کے بدلے۔ تو ابھی ایک درہم والا عقد تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا آج صرف کون سا عقد ہے؟ دو درہم والا، تو آج کے دن میں دو تسمیہ دو اجرتیں اکٹھی ہوئیں؟ نہیں بھئی وہ ایک درہم والا عقد تو کل شروع ہو گا تو آج صرف کون سا عقد ہے؟ دو درہم والا عقد ہے آج بھئی دو درہم والا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دو درہم والا عقد ہے آج اور ایک درہم والا ابھی عقد شروع ہی نہیں ہوا اس نے تو کل شروع ہونا ہے تو آج کے دن میں دو تسمیہ آئے دو اجرتیں آئیں یا ایک ہی اجرت ہے؟ ایک ہی اجرت ہے، البتہ آج کے دن اگر وہ سیے گا تو دو درہم دینے پڑیں گے۔ لیکن اگر وہ کل سیتا ہے تو کل دو اجرتیں اکٹھی ہو جائیں گی کیونکہ آج والا عقد جو ہے وہ بھی تو چل رہا ہے۔ وہ بھی کیا ہے؟ چل رہا ہے اور کل والا بھی شروع ہو جائے گا تو عمل ایک ہی رہے گا اور اجرتیں کتنی ہو جائیں گی؟ دو آگئیں تو اجرت مجہول ہو جائے گی لہذا اجارہ کیا ہو جائے گا؟ فاسد ہو جائے گا بھئی۔ بحث ساری سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟

تو امام صاحب فرماتے ہیں آج والے کی کوئی حد تو نہیں بیان کی بھئی ہم نے تو وہ وقت کو توقیت کے لیے بنایا ہی نہیں اس کو تو کس لیے بنا دیا؟ جلدی کے لیے، بھئی آپ کے اور میرے بیچ اجارہ ہے آپ نے یہ کپڑا مجھے سی کر دینا ہے دو درہم میں اور ذرا جلدی کر دینا آج ہی مجھے دے دینا تو عقد اجارہ ہو گیا۔ تو کیا یہ شام کو خود بخود ختم ہو جائے گا؟ نہیں یہ تو چلتا رہے گا جب تک ہم اسے ختم نہیں کریں گے۔ مثلاً آپ ایک آدمی کے پاس کپڑے لے گئے اور اسے کہا یہ کپڑے میرے سی دو آج ہی مجھے ذرا دے دینا مجھے ذرا جلدی ہے۔ وہ آج نہیں سی سکا کل سی کر دیے تو بھی دینے پڑیں گے پیسے یا نہیں بھئی؟ دینے پڑیں گے۔ پرسوں سی دیتا ہے دینے پڑیں گے یا نہیں؟ اس سے اگلے دن سی دیتا ہے دینے پڑیں گے پیسے یا نہیں بھئی؟ دینے پڑیں گے تو دیکھو عقد اجارہ تو چلتا رہتا ہے۔ تو یہاں پر بھی اسی طرح ہے آج کے دن والا تو آج شروع ہے اور کل والا کل شروع ہو گا لیکن کیا آج والا شام کو ختم ہو جائے گا یا وہ چلتا ہی رہے گا؟ وہ چلتا ہی رہے گا تو کل جب آیا تو آج والا بھی چل رہا ہے اور کل والا عقد بھی شروع ہو گیا تو لہذا عمل ایک ہی ہے اور اجرتیں کتنی آگئیں؟ دو اجرتیں آگئیں لہذا عقد کیا ہو جائے گا؟ فاسد۔ آج کے دن میں عقد کیا تو ٹھیک ہے آج وہ سی دیتا ہے تو دو درہم دے دو لیکن اگر کل وہ سیتا ہے تو اجارہ کیا ہو جائے گا؟ فاسد اور اجارہ فاسدہ میں کیا آیا کرتا ہے؟ اجر مثل آتا ہے لیکن یہاں پر ان دونوں میں سے جو کم ہو گا وہ ہم اسے دیں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جو کم ہو گا وہ دیں گے بھئی۔

اچھا خلاصہ بحث دوبارہ سن لو مولانا۔ آپ نے پڑھا اجیر دو قسم پر ہے ایک اجیر مشترک ایک اجیر خاص بھئی۔ اجیر مشترک کے اندر معقود علیہ کیا ہوتا ہے؟ عمل ہوتا ہے اور اجیر خاص کے اندر معقود علیہ کیا ہوتا ہے؟ تسلیم نفس یعنی اس میں توقیت ہوتی ہے کوئی مقررہ وقت ہوتا ہے اس وقت کے اندر اندر تسلیم نفس ضروری ہے بھئی۔ تو اب امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر دو شرطیں اس نے ذکر کر دیں اگر آج تو نے سیا تو دو درہم کے بدلے ہے اور اگر کل تو سیے گا تو ایک درہم کے بدلے ہے۔ تو یہاں پر اس نے وقت بھی ذکر کر دیا اور عمل بھی ذکر کر دیا اور آپ نے پڑھا ہے کہ وقت کو اگر توقیت کے لیے بنائیں تو عمل اور

توقیت اکٹھے نہیں ہوسکتے اجارہ ہی کیا ہو جائے گا؟ فاسد۔ تو اجارے کو فساد سے بچانے کے لیے اس وقت کو ہم کس پر محمول کر لیتے ہیں؟ جلدی یا سہولت پر کہ آج کا دن ذکر کر رہا ہے جلدی کے لیے اور کل کا دن ذکر کر رہا ہے درزی کی سہولت کے لیے ذکر کر رہا ہے۔ تو اب اس نے کیا کہا تھا إِنْ خِطْتَهُ الْيَوْمَ فَبِدِرْهَمَيْنِ آج کے دن تو نے سیا تو کتنے درہم کے بدلے؟ دو درہم، تو عمل ایک ہی ذکر ہوا سلائی اور اس کے بدلے میں کیا ذکر کیے؟ دو درہم اور آج کا ذکر صرف کس لیے ہے؟ جلدی کے لیے ہے تو عقد اجارہ شروع ہو گیا مولانا سلائی کے بدلے کتنے دوں گا؟ دو درہم۔ اور کل کا دن جو اس نے ذکر کیا وہ کل کا دن کس لیے ذکر کر رہا ہے؟ سہولت کے لیے، معلوم ہوا کہ اگر تو یہ سلائی کر دے گا آرام سے کل تک کر دینا میں تمہیں کتنے درہم دوں گا؟ ایک درہم، تو اسی سلائی کے بدلے کیا آ گیا؟ ایک درہم آ گیا تو دونوں عقد ابھی سے شروع ہو گئے مولانا۔ دونوں عقد کیا ہوئے؟ ابھی سے شروع ہو گئے اور عمل تو ایک ہی ہے سلائی اور دونوں عقدوں کے اندر ایک میں اس کی اجرت کتنی ہے دو درہم دوسرے عقد میں کتنی ہے؟ ایک درہم، تو عمل ایک ہی ہوا اور اجرتیں کتنی آ گئیں؟ دو، آج کے دن میں بھی دو اجرتیں آ گئیں کل کے دن میں بھی کتنی آ گئیں؟ دو اجرتیں آ گئیں لہٰذا اجرت مجہول ہوئی اور جب اجرت مجہول ہوئی تو اجارہ کیا ہو جائے گا؟ فاسد ہو جائے گا۔

صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر آج کے دن جو ذکر ہے اس کو ہم توقیت کے لیے بنا لیتے ہیں اور کل کا دن جو ذکر ہے اس کو تعلیق کے لیے بنا لیتے ہیں۔ آج کا ذکر توقیت کے لیے ہے یعنی اس اجارہ کی حد کیا ہے کب ختم ہو گا؟ آج سیو گے تو دو درہم کے بدلے ہے یہ اجارہ شام تک ختم ہو جائے گا۔ اور کل والا جو ذکر کیا وہ تعلیق کے لیے ہے وہ عقد اجارہ کب شروع ہو گا؟ کل ہی شروع ہو گا وہ ابھی شروع ہی نہیں ہوا تو آج کے دن صرف آج والا ہے اور جب کل آئے گی تو دو درہم والا عقد کی حد بیان ہوئی تھی وہ ختم ہو چکا ہے اور کل اگلے دن صرف کون سا شروع ہو گا؟ ایک درہم والا اجارہ شروع ہو گا۔ تو آج کے دن میں صرف دو درہم والا اجارہ ہے اور کل والا تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا تو ایک اجرت آئی آج کے دن میں یاد آئیں؟ ایک آئی اور جب کل آیا تو دو درہم والا اجارہ تو ختم ہو چکا تھا اب کون سا شروع ہوا؟ ایک درہم والا مولانا تو اب دیکھو دو اجرتیں آئیں یا ایک اجرت آئی؟ ایک اجرت آئی تو دو تسمیہ نہ آج میں اکٹھے ہوئے نہ کل میں اکٹھے ہوئے لہٰذا دونوں اجارے صحیح ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کے دن کو توقیت کے لیے نہیں بنا سکتے، کیوں توقیت کے لیے اگر بنائیں گے تو اجارہ ہی کیا ہو جائے گا؟ فاسد ہو جائے گا کیونکہ توقیت کیا تقاضا کرتی ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ تسلیم نفس، اور عمل کیا تقاضا کرتا ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ عمل۔ تو ذکر یوم کو ہم توقیت کے لیے نہیں بناتے بلکہ کس لیے بناتے ہیں؟ تعجیل جلدی کے لیے بنا دیتے ہیں کہ بھئی ذرا مجھے جلدی دے دینا، عقد اجارہ شروع ہو گیا ان دونوں کے درمیان۔ عقد اجارہ کیا ہوا؟ شروع ہو گیا اور جلدی کا اب کیا مطلب ہے حد تو ہے نہیں تو لہٰذا یہ اجارہ چلتا رہے گا کل سی دے پرسوں سی دے ترسوں سی دے پھر بھی اسے کیا کرنا پڑیں گے؟ دو درہم دینا پڑیں گے۔ اور کل کا جو ذکر ہوا وہ کس لیے ہے؟ تعلیق کے لیے ہے نسبت کے لیے یعنی وہ عقد کب شروع ہو گا؟ کل شروع ہو گا۔ تو آج کے دن میں صرف آج والا عقد شروع ہوا ہے کل والا ابھی آیا ہی نہیں آج صرف دو درہم والا ہے تو آج کے دن دو اجرتیں آئیں یا ایک اجرت آئی؟ ایک ہی اجرت ہے دو درہم والی ایک درہم والا عقد تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا لہٰذا آج کے دن میں اجارہ صحیح۔ لیکن کل کا دن جب آیا تو کل والا اجارہ بھی شروع ہو گیا، اگلے دن غد اوالا اجارہ بھی شروع ہو گیا اور گزشتہ دن والا اجارہ بھی تو چل رہا ہے کہ سلائی کے بدلے کتنے دوں گا؟ دو درہم۔ اب ایک نیا اجارہ بیچ میں شروع ہوا سلائی کے بدلے کتنے دوں گا؟ ایک درہم، تو اب اگلے دن کے اندر دو تسمیہ آ گئے مولانا دونوں عقد جمع ہو گئے تو اجرت کیا ہو گئی؟ مجہول، اسی سلائی کے بدلے دو درہم بھی آ رہے ہیں اسی سلائی کے بدلے میں ایک درہم بھی آ رہا ہے تو دوسرے دن کے اندر کتنی اجرتیں آ گئیں؟ دو، تو اس میں اجارہ فاسد ہوا اور جب اجارہ فاسد ہوا تو اجارہ فاسد کے اندر کیا دیا جاتا ہے؟ اجر مثل دیا جاتا ہے لیکن امام صاحب فرماتے ہیں اجر مثل اور مسمّٰی میں سے جو کم ہو گا وہ دے دیا جائے گا۔ وہ کیا کیا جائے گا؟ دے دیا جائے گا۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے کہ کم کیوں دیا جاتا ہے؟ چلو یہ بھی یہیں پر مسئلہ سمجھ لیں۔ بھئی دیکھو بیع کے اندر جب آپ نے پڑھا تھا کہ کوئی شخص بیع فاسد کر لے تو ثمن نہیں دینے پڑتے بلکہ قیمت دینا پڑتی ہے، جتنی بھی ہو قیمت بھئی وہ دینا پڑتی ہے ثمن کا تو ذکر ہی نہیں۔ تو یہاں پر بھی اے امام صاحب کیا ہونا چاہیے؟ اجارے میں بھی اجر مثل دینا چاہیے لیکن آپ کیا فرما رہے ہیں؟ اجر مثل اور مسمّٰی میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ مولانا کہ بیع کے اندر ہم کسی چیز کے پیسے دیتے ہیں ایسی چیز ہوتی ہے جس میں بقا ہوتی ہے باقی رہنے والی ہوتی ہے ختم نہیں ہوتی۔ مثلاً میں نے یہ کتاب آپ کو بیچی تو بتائیے بھئی کس چیز کی خرید و فروخت ہو رہی ہے؟ کتاب کی، اور کتاب باقی رہنے والی ہے اس وقت بھی میرے سامنے ہے کل بھی رہے گی پرسوں بھی رہے گی۔ ٹھیک ہے بھئی ایک چیز ہے باقی رہنے والی ہے اور جو چیز باقی رہنے والی ہو اس کی قیمت ٹھیک ہے ہونی چاہیے۔ کیا ہونا چاہیے اس کی؟ اس کی قیمت ہونی چاہیے باقی رہنے والی

ہے دوسرا شخص اس کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

جبکہ اجارہ کے اندر یاد رکھو عقد اس چیز پر ہوتا ہے یا منافع پر ہوتا ہے؟ منافع پر ہوتا ہے۔ آپ کسی کو گھر کرایہ پر دیتے ہیں تو کیا آپ نے گھر ہی اس کو دے دیا یا صرف گھر کے منافع اس کے حوالے کیے ہیں؟ گھر کے منافع، ایک مہینے کے لیے اسے گھر کے منافع یعنی رہائش کا مالک بنایا ہے گھر کا مالک نہیں بنایا۔ تو اجارہ کے اندر عقد منافع پر ہوتا ہے اور بیع کے اندر عقد اس عین شے پر ہوتا ہے بھئی۔ اور عین شے ہے باقی رہنے والی لیکن یہ جو منافع ہیں یہ باقی رہنے والے نہیں ہیں۔ یہ منافع کیا ہوتے ہیں باقی رہنے والے نہیں ہوتے۔ ہر ہر لمحے کے اندر نیا نفع آرہا ہے اور پچھلا ختم ہوتا جارہا ہے۔ بھئی گھر تو آج بھی وہی کل بھی وہی رہے گا پرسوں بھی وہی رہے گا لیکن منافع ہر ہر لمحے بدلتے جارہے ہیں۔ ابھی کا جو نفع تھا وہ ختم ہوا اگلا لمحہ آیا نیا نفع آگیا گھر میں نئی رہائش والا نفع وہ بھی ختم ہوا۔ سمجھ میں آیا وہ وقت کے ساتھ ساتھ منافع ختم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ منافع کیا ہوتے ہیں؟ ختم، منافع میں بقا نہیں ہے۔ آپ ایسا کر سکتے ہیں آپ کے پاس ایک گھر تھا آپ اس کو اس سال کرائے پر نہیں دے سکے اگلے سال اب آپ کرائے پر دیتے ہیں تو کیا ایسا کر سکتے ہیں اس سال والی اس کی ساری رہائش اکٹھی رکھتے جائیں رکھتے جائیں پھر اگلے سال وہ رہائش کسی کو دے دیں؟ بھئی یہ اس کے منافع ہیں نا گھر میں رہائش کیا ہے اس کا؟ منافع، تو کیا آپ اس سارے سال کی رہائشیں اکٹھی کر سکتے ہیں کہ پھر کیا کر دیں کسی سے سودا کر کے رہائشیں اس کو بیچ دیں؟ نہیں بھئی یہ رہائش نفع ہے یہ گزرتی جارہی ہے، جو ابھی آیا نہیں وقت اس نفع کا ابھی وجود ہی نہیں اور جو گزر گیا وہ ختم ہو چکا اب اس کا بھی کوئی وجود نہیں۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟

جیسے مثلاً کسی جانور پر سواری ہے آپ سواری کرتے ہیں ابھی ایک گھنٹے کے لیے تو یہ ایک گھنٹے کی سواری اس کا نفع ہے۔ آپ نے ایک جانور لیا ایک مہینے کی سواری کے لیے ایک مہینے تک میں اس پر سواری کروں گا اتنی اجرت دوں گا۔ اچھا بھئی آپ اس پر پانچ چھ دن سوار نہیں ہو سکے تو کیا اس کی وہ پانچ چھ دن کی جو سواری کا نفع تھا وہ جمع ہوا باقی رہا آپ کے لیے یا وہ ختم ہو گیا گزر گیا؟ کیا ہوا؟ ختم ہو گیا۔ بھئی دیکھو آپ نے جانور کو کرائے پر لیا کتنے مہینے کی سواری کے لیے؟ ایک مہینے۔ آپ پورا مہینہ اس پہ سوار نہیں ہو سکے آخری دن آپ سوار ہونا چاہتے ہیں تو یہ تو آخری دن کا نفع ہے باقی جو انتیس دن کا نفع ہے کیا وہ آپ کے لیے باقی رہا یا آپ سوار نہ ہوئے پھر بھی گزر گیا؟ وہ کیا ہوا؟ وہ گزر گیا بھئی اب جب سوار ہو رہے ہو وہ آج کا نفع ہے باقی انتیس دن والے اکٹھے نفع جو تھے وہ تو گزر چکے وہ باقی ہی نہیں رہے۔ آپ نے گھر کرائے پر لیا بھئی ایک پورے سال کے لیے ہر مہینے کا کرایہ دس ہزار روپے ہے آپ اس میں گیارہ مہینے تک نہیں رہ سکے آپ صرف ایک مہینہ جا کر اس میں رہے ہیں تو کیا وہ جو گیارہ مہینے کی رہائش تھی وہ باقی رہے گی یا وہ ختم ہو چکی؟ بھئی منافع میں کوئی بقا نہیں ہے بھئی منافع ہر آن بدل رہے ہیں، ہر آن بدل رہے ہیں۔ میں نے تو سمجھانے کے لیے دن کی مثال دی بھئی یا مہینے کی مثال دی پورے مہینے کا منافع بلکہ ہر ہر لمحے کی رہائش وہ الگ نفع ہے اور جو لمحہ ابھی آیا نہیں اس نفع کا وجود نہیں اور جو لمحہ گزر گیا اس کا نفع کیا ہو چکا؟ ختم، معلوم ہوا منافع میں بقا نہیں بھئی۔

اچھا بھئی بات یہ چل رہی تھی کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر اجر مثل اور مسمّٰی میں سے جو کم ہو گا وہ دیا جائے گا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ یاد رکھو اجارہ بھی بیع کی طرح ہے البتہ بیع میں عین شے بیچی جاتی ہے اور اجارہ کے اندر منافع بیچے جاتے ہیں، منافع بیچے جاتے ہیں۔ اور عین شے کے اندر تو بقا ہے وہ باقی رہنے والی ہے اس کی قیمت ہے بھئی۔ لیکن اجارہ کے اندر بھئی ہم منافع بیچتے ہیں اور میں نے آپ کو بتلایا کہ منافع کے اندر بقا نہیں، منافع کے اندر بقا نہیں ہر آن میں نئے منافع آرہے ہیں۔ جو ابھی مستقبل کے ہیں وہ منافع تو ابھی آئے ہی نہیں ان کا تو وجود ہی نہیں ہے اور جو آئے ہیں وہ ہر آن میں گزرتے جارہے ہیں نیا نیا نفع آتا جارہا ہے اور جو گزر گئے وہ ختم ہو گئے۔ جو ابھی آئے نہیں ان کا وجود نہیں جو گزر گئے وہ بھی ختم ہو چکے تو منافع آرہے ہیں ختم ہوتے جا رہے ہیں بقا نہیں، کوئی تھوڑی دیر کے لیے بھی باقی نہیں رہتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا عقل تو یہ کہتی ہے کہ ان کی بیع جائز ہی نہیں ہونی چاہیے ان کا عقد تو درست ہی نہیں ہے ان کا بیچنا تو جائز ہی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ بیچا تو ایسی چیز کو جاتا ہے جس میں کوئی بقا ہو جو باقی تو رہتی ہے یہ تو باقی ہی نہیں رہتے ادھر آئے ادھر گزر گئے ادھر آئے ادھر گزر گئے آتے جارہے ہیں گزرتے جارہے ہیں بھئی منافع۔ تو قیمت تو اس چیز کی ہوتی ہے جس کے اندر بقا ہو باقی بھی رہتی ہے آپ کے پاس تھی آپ نے زید کو دے دی زید کے پاس بھی باقی رہی ہے بھئی۔ تو ایسی چیز کی قیمت ہوتی ہے اور منافع کے اندر کوئی بقا ہے؟ نہیں، تو لہٰذا عقل تو یہ کہتی ہے منافع کی تو بیع جائز ہونی ہی نہیں چاہیے اس میں تو اجارہ جائز ہونا ہی نہیں چاہیے تو ان کی تو کوئی قیمت ہی نہیں ہونی چاہیے۔

لیکن چونکہ احادیث وغیرہ سے اس کا ثبوت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو بھئی احادیث وغیرہ سے ثبوت ہے بھئی اور بھی بہت سی احادیث ہیں بھئی۔ تو لہٰذا اس وجہ سے اس کی اجازت دے دی بھئی تو عقد اجارہ جائز ہے ہم نے کہا بھئی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھئی احادیث سے اس کا ثبوت ہے ورنہ عقل تو کیا کہتی ہے عقد اجارہ صحیح ہونا ہی نہیں چاہیے کیونکہ اس میں

کس چیز کو بیچا جاتا ہے منافع کو اور منافع کے اندر بقا نہیں اور جس میں بقا نہیں اس کی قیمت کہاں سے بھئی؟ قیمت تو اس چیز کی ہوتی ہے جس میں بقا ہو تو منافع کے اندر بقا نہیں تو ان کی قیمت بھی نہیں ہونی چاہیے ادھر آئے ادھر گزر گئے تو قیمت کس چیز کی بھئی؟ ضابطہ سمجھ میں آرہا ہے؟ تو منافع میں بقا نہیں تو عقل کیا کہتی ہے کہ ان کی تو کوئی قیمت ہونی ہی نہیں چاہیے یہ ٹھہرتے ہی نہیں ہیں قیمت کہاں سے تم کرتے ہو ادھر آیا ادھر گزر گیا اگلے لمحے نیا آیا وہ بھی گزر گیا بھئی۔ لیکن احادیث وغیرہ سے ثبوت ہے بھئی لہذا اس لیے اس کی فقہائے کرام نے اجازت دی کہ عقد اجارہ جائز ہے بھئی اور لوگوں کے اندر عمل بھی ہے لوگ آپس میں معاملات کرتے بھی ہیں اجارہ کے تو اجازت دی گئی بھئی۔

تو یہاں پر یاد رکھو اصل میں تو نفع کی کوئی قیمت نہیں ہونی چاہیے لیکن عقد کر لیتے ہیں اس لیے اب اس کی قیمت بن گئی۔ اجازت دے دی کس کی وجہ سے؟ حدیث کی وجہ سے لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ اب ہر نفع کی قیمت ہے بلکہ جس پر آپ عقد کریں گے اس نفع کی قیمت ہے جس پر عقد نہیں اس نفع کو اب بھی اسی طرح ہے اس کی کوئی قیمت نہیں۔ آپ نے ایک آدمی کو مکان دیا کرایہ پر بھئی کرایہ پر مکان دیا اور ایک ماہ کی اجرت دس ہزار روپے طے ہو گئی۔ اب بھئی یہ جو منافع تھے عقل تو کیا کہتی ہے ان کی قیمت ہونی ہی نہیں چاہیے لیکن ہم نے احادیث وغیرہ کی وجہ سے کیا کیا اجازت دے دی یعنی اب ان منافع کی قیمت ہو گئی لیکن قیمت صرف ان کی ہو گی جن پہ عقد آئے اور عقد یہاں پر کتنے عرصے میں ہوا کتنے عرصے کی رہائش کی بات ہوئی ہے؟ ایک ماہ کی، تو یہ جو ایک ماہ کے منافع ہیں ان کی قیمت آگئی اور قیمت خود آئی یا اس عقد کی وجہ سے اب آگئی؟ عقد کی وجہ سے، تو اس ایک ماہ کے منافع کو آپ نے بیچ دیا اور اس کے پیسے لے لیے بھئی۔

اب وہ آدمی یوں کرتا ہے کہ اس مکان پر قبضہ کر لیتا ہے مثلاً اور ایک اگلا مہینہ بھی پورا اس کے اندر رہائش رکھتا ہے۔ اجارہ تو کتنی مدت کا ہوا تھا؟ ایک ماہ کا لیکن وہ اس میں دو ماہ رہا قبضہ رہا اس کا اس گھر پر بھئی۔ تو ہمارے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ پہلے مہینے کی اجرت تو اس پر لازم ہے کیونکہ عقد ہوا تھا لیکن دوسرے مہینے کی اجرت اس پر نہیں ہے مولانا، کیوں؟ کیونکہ اس نے آپ کی کوئی عین شے فوت کی ہے یا صرف اس دن کے منافع فوت کیے ہیں؟ صرف منافع فوت کیے ہیں اور منافع کی تو کوئی قیمت نہیں ہے۔ ان منافع کی بھی جو ایک مہینے کی قیمت بھی آئی تھی وہ صرف کس وجہ سے آئی تھی کہ ہم نے آپس میں کیا کر لیا تھا؟ عقد کر لیا تھا بغیر عقد کے ان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ تو اس میں عقد ہوا تھا لہذا ان کی قیمت تھی لہذا اب اس کو ایک مہینے کی تو اجرت دینا پڑے گی لیکن اگلے مہینے کا جو اس نے قبضہ کیا ہے گھر پر رہا اب آپ قاضی کے پاس چلے جائیں اور قاضی کو کہیں میرے گھر میں یہ ایک مہینہ مزید رہا ہے اور ایک مہینے کے دس ہزار طے ہوئے تھے تو اب اگلے مہینے کے بھی مجھے اس سے دس ہزار دلوائیں بھئی۔ ہم کہیں گے نہیں بھئی قاضی کیا کہے گا منافع کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اس نے صرف منافع آپ کے فوت کیے ہیں اور منافع کے اندر تو بقا ہی نہیں اور جس چیز کے اندر بقا نہیں ہوتی اس کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی لہذا یہ جو منافع فوت ہوئے ہیں ان کی کوئی قیمت اس پر واجب نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو وہ اس اگلے مہینے کا کرایہ اس پر لازم نہیں ہو گا کیونکہ اس میں تو عقد ہی نہیں ہوا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ معنی ہے مولانا کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی البتہ عقد کی وجہ سے ان کی قیمت ہو جایا کرتی ہے اور اگلے مہینے میں تو عقد ہی نہیں تو ان کی قیمت بھی نہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے وہ شخص گنہگار ہے اس نے کیا کیا آپ کے مکان پر زبردستی قبضہ کیا اور ایک مہینہ رہا گناہ تو ہو گا اس کو بہت زیادہ لیکن ان منافع کی اب آپ قاضی کے پاس جا کر قیمت لینا چاہتے ہیں نہیں بھئی قیمت کوئی نہیں بھئی وہ شخص گنہگار ہے اور قیمت اس پر لازم نہیں ہو گی یعنی قاضی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ وہ شخص آپ کو ایک زائد مہینے کا کرایہ ادا کرے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو لہذا اب منافع کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن اجارہ کے اندر جب ہم عقد کر لیتے ہیں تو ان کی قیمت بن جایا کرتی ہے اور جیسے بیع کے اندر کوئی چیز ہم بیچتے ہیں قیمت ہوتی ہے اس کی اور بیع فاسد کے اندر کیا ہوتا تھا ثمن نہیں آتے تھے بلکہ کیا آجاتی تھی اس چیز کی قیمت آتی تھی تو اجارے کے اندر بھی یہی ہو گا مولانا وہ جو اجرت طے ہوئی ہے وہ نہیں دینی پڑے گی بلکہ کیا دیں گے؟ اجر مثل دیں گے وہی قیمت ہے جو عام اس قسم کے عمل کی جو اجرت ہوتی ہے وہی مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی بیع کے اندر قیمت دیتے ہیں وہ اجر مثل ہی تو ہے اس جیسی چیزوں کی یہ قیمت ہے بازار کے اندر تو وہ قیمت کہلاتی ہے اور یہاں پر بھی کیا دے گا؟ اجر مثل۔ لیکن وہاں تھا کہ قیمت دے گا جتنی بھی قیمت ہو مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کو ایک سائیکل بیچی اور شرط لگا دی کہ ایک ہفتے تک میں اسے استعمال کروں گا پھر تمہیں دوں گا تو یہ بیع کیا ہو گئی؟ فاسد ہو گئی اور بیع فاسد میں کیا آتی ہے؟ قیمت اور قیمت جتنی بھی ہو مثلاً اس نے تو بیچی تھی سائیکل پانچ سو کی لیکن بازار سے پوچھا تو اس جیسی سائیکل کی قیمت ہے آٹھ سو تو اس کو اب کیا دینے پڑیں گے؟ آٹھ سو دینے پڑیں گے جتنے بھی ہوں۔ لیکن اجارے کے اندر امام صاحب کیا ذکر فرما رہے ہیں؟ اجر مثل دینا پڑے گا اجارہ فاسدہ میں لیکن وہ اجر مثل اگر مسمّیٰ سے زیادہ ہو جو ذکر کیا تھا جو طے کیا تھا اس سے زیادہ ہو تو وہ زیادتی نہیں دی جائے گی بھئی۔ کیوں؟ فرق کیوں ہے؟ بیع کے اندر کہتے ہیں جہاں تک بھی قیمت پہنچ جائے دینی پڑے گی جو طے ہوا تھا اس سے بھی زیادہ کیوں نہ ہو

قیمت دینی پڑے گی اور اجارے میں آپ کہتے ہیں جو ذکر ہوا اس سے زیادہ نہیں دیں گے۔ وجہ یہ کہ دونوں میں فرق ہے بھئی وہاں پر آپ ایک عین بیچتے ہیں اور عین کی تو قیمت ہے کیونکہ اس کے اندر بقا ہے اور یہاں پر منافع بیچ رہے ہیں اور منافع کی تو کوئی قیمت نہیں۔

تو مثلاً بھئی میں نے درزی کو سوٹ دیا کہ اگر آپ نے آج سیا تو دو درہم دوں گا کل سیا تو ایک درہم دوں گا۔ اب کل کے اندر تو اجارہ فاسد ہوا، اب پتہ کیا اجر مثل کیا ہے؟ پتہ چلا اجر مثل اس کا تین درہم ہے بھئی۔ کیا ہے؟ تین درہم، تو امام صاحب کیا فرماتے ہیں کتنے دینے پڑیں گے؟ ایک ہی دینا پڑے گا جو مسمیٰ اور اجر مثل میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا اور مسمیٰ کتنا ہے ایک اور اجر مثل کتنا ہے؟ تین تو کم کیا ہوا؟ ایک، تو ایک دینا پڑے گا بھئی۔ بھئی کیا وجہ ہے بیع کے اندر آپ کہتے ہیں جتنی بھی قیمت ہو جائے وہ قیمت دینی پڑے گی یہاں آپ کہہ رہے ہیں جو اقل ہے وہ دینا پڑے گا؟ کہتے ہیں بھئی یہاں فرق ہے وہاں پر ایک عین چیز کو بیچ رہے ہیں اس کی قیمت ہوتی ہے اور یہاں پر منافع بیچ رہے ہیں اور منافع کی کوئی قیمت نہیں اور قیمت کس کی وجہ سے آئی ہے؟ عقد کی وجہ سے اور عقد کے اندر ہم نے کہا کہ کتنے دوں گا کل؟ ایک درہم دوں گا۔ معلوم ہوا وہ جو زائد پیسے تھے ان کو ہم دونوں نے خود ہی کیا کر دیا؟ ساقط کر دیا۔ خود ہی کیا کر دیا؟ ساقط کر دیا وہ تو ہم نے باہمی رضامندی سے خود ساقط کر دیا ہے۔ آنے تو وہی تھے تین درہم آنے تھے لیکن ہم نے خود ہی کیا کر دیا زائد کو؟ ساقط کر دیا ہوا ہے لہذا وہ زائد نہیں دیں گے اجر مثل دیں گے لیکن اگر وہ مسمیٰ سے زیادہ ہے تو اس زیادتی کو ہم دونوں نے خود کیا کر دیا ہے؟ ساقط کر دیا ہے لہذا وہ زائد نہیں آئیں گے وہ مسمیٰ ہی دینا پڑے گا اور اگر اجر مثل کم ہے پھر تو اجر مثل ہی دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ فرق ہے دونوں میں۔

وَإِنْ قَالَ إِنْ خِطْتَهُ الْيَوْمَ فَبِدِرْهَمٍ وَإِنْ خِطْتَهُ غَدًا فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ اور اگر درزی سے کسی شخص نے یہ جا کر کہا کہ اگر آج کے دن تو نے اس کی سلائی کی تو ایک درہم کے عوض میں ہے وَإِنْ خِطْتَهُ غَدًا فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ اور اگر تو نے اسے کل سیا تو یہ نصف درہم کے عوض میں ہے فَإِنْ خَاطَهُ الْيَوْمَ فَلَهُ دِرْهَمٌ پس اگر اس نے آج سیا تو اس کے لیے ایک درہم ہو گا وَإِنْ خَاطَهُ غَدًا فَلَهُ أُجْرَةُ مِثْلِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اور اگر اس نے کل سیا تو اس کے لیے اس کی اجرت مثل ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ میں نے بتایا آسان لفظوں میں کیا کہیں؟ آگے بھی کہہ رہے ہیں بھئی وَلَا يُتَجَاوَزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهَمٍ اور اس کے ذریعے نصف درہم پر تجاوز نہیں کیا جائے گا یعنی مسمیٰ اور اجر مثل میں سے جو کم ہو گا وہ دیا جائے گا بھئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ الشَّرْطَانِ جَائِزَانِ، صاحبین فرماتے ہیں بھئی کہ دونوں شرطیں جائز ہیں جیسے کرے گا وہی اجرت ملے گی آج سی لے گا تو پورا درہم دیں گے کل سیے گا تو آدھا درہم، دونوں شرطیں جائز ہیں صاحبین فرماتے ہیں وَأَيَّهُمَا عَمِلَ اسْتَحَقَّ الْأُجْرَةَ اور جو بھی وہ عمل کر لے گا تو اسی کی اجرت کا مستحق ہو گا۔

وَإِنْ قَالَ إِنْ سَكَنْتَ فِي هَذَا الدُّكَّانِ عَطَّارًا فَبِدِرْهَمٍ فِي الشَّهْرِ وَإِنْ سَكَنْتَهُ حَدَّادًا فَبِدِرْهَمَيْنِ جَازَ۔ تو یہ جائز ہے ایک آدمی نے دوسرے سے کہا یہ دکان میں آپ کو کرائے پر دیتا ہوں اس میں اگر آپ نے عطار کو ٹھہرایا یعنی عطر فروش کو خوشبو بیچنے والا اس کو ٹھہرایا تو ایک مہینے کی اجرت کتنی ہو گی؟ ایک درہم ہو گی اور اگر اس میں تو نے لوہار کو ٹھہرایا تو کتنی اجرت ہو گی؟ دو درہم ہو گی۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں یہ جائز ہے بھئی۔ یہ کیا ہے؟ جائز ہے اور وہ جو بھی عمل کر لے گا اسی کے بقدر اجرت کا مستحق ہو گا یعنی اگر اس میں کس کو ٹھہرایا؟ عطار کو ٹھہرایا تو کتنی اجرت ملے گی؟ ایک درہم اور اگر لوہار کو ٹھہرایا تو دو درہم بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ اور اگر یہ کہا إِنْ سَكَنْتَ فِي هَذَا الدُّكَّانِ عَطَّارًا اگر تو نے ٹھہرایا اس دکان کے اندر عطار کو فَبِدِرْهَمٍ فِي الشَّهْرِ تو ایک درہم کے عوض ہے مہینے میں وَإِنْ سَكَنْتَهُ حَدَّادًا اور اگر اس میں تو نے لوہار کو ٹھہرایا فَبِدِرْهَمَيْنِ تو یہ دو درہموں کے عوض میں ہے جَازَ تو یہ صورت جائز ہے وَأَيَّ الْأَمْرَيْنِ فَعَلَ اسْتَحَقَّ الْمُسَمَّى فِيهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اور جو بھی دو کاموں میں سے وہ کر لے گا تو مستحق ہو گا اسی کے مسمی کا امام صاحب کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ الْإِجَارَةُ فَاسِدَةٌ، صاحبین فرماتے ہیں کہ یہاں اجارہ فاسد ہے، یہاں اجارہ فاسد ہے بھئی۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ پچھلے مسئلوں سے مختلف ہے بھئی۔ پچھلے مسئلے کے اندر وہ عمل کر دیتا تھا تو عمل کی وجہ سے اجرت کا مستحق ہوتا تھا۔ مثلاً وہ اس کے پاس کپڑا لے گیا تھا کہ اس کو اگر آپ نے رومی انداز میں سیا تو دو درہم ہیں فارسی انداز میں سیا تو ایک درہم ہے بھئی۔ تو وہاں پر کوئی جہالت نہیں تھی اس لیے کہ جب وہ عمل کر لے گا تو عمل متعین ہو جائے گا اور اس وقت پھر وہ اجرت کا مستحق ہو گا اور اس وقت اجرت بھی معلوم ہو گی بھئی۔ وہ عمل بھی اس وقت معلوم ہو جائے گا اور اجرت بھی معلوم۔ جبکہ یہاں پر وہ مکان ہم اس کے حوالے کرتے ہیں تو مکان خالی کر کے اس کو دینے سے ہی مالک اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ بھئی میں نے ایک آدمی کو مکان دیا کہ اس مکان میں عطار ٹھہرایا تو ایک درہم ہے مہینے کا اور حداد کو ٹھہرایا تو دو درہم ہیں، یہاں تو عمل کی بات نہیں ہو رہی

ٹھہرانے کی بات ہو رہی ہے اور ٹھہرانے کے لیے اب میں کیا کروں گا یہ دکان خالی کر کے اس کے حوالے کروں گا کہ یہ لو یہ دکان ہے اس میں اب جس کو بھی ٹھہرانا چاہو ٹھہراؤ۔ تو یہاں پر دیکھو عمل کی بات نہیں ہوئی ٹھہرانے کی بات ہوئی ہے اور یہاں پر وہ دکان خالی کر کے اس کے حوالے کریں گے اور جب خالی کر کے اس کے حوالے کریں گے تو اسی وقت مالک کیا ہو گیا اجرت کا مستحق ہو گیا۔ اور اجرت کا مستحق خالی کر کے سپرد کرنے سے ہی ہو گیا اور سپرد کرتے وقت کیا اجرت طے ہو گئی؟ پتہ لگ گیا کہ ایک درہم ملے گا مہینے کا یا دو ملیں گے؟ نہیں بھئی جب وہ حوالے کر رہا ہے ابھی تو اس نے کسی کو ٹھہرایا ہی نہیں ہے ابھی حوالے کیا ہے اور حوالے کرنے سے ہی کیا ہو جاتا تھا مالک اجرت کا مستحق ہو جاتا تھا۔ تو اب حوالے بھی کر رہا ہے اور اجرت کوئی پتہ چل رہی ہے؟ اجرت پتہ نہیں چل رہی کہ ایک درہم اب ملے گا یا دو کیونکہ ابھی اس نے کسی کو ٹھہرایا ہی نہیں جب حوالے ابھی کر رہا ہے۔ اور ہو سکتا ہے وہ پورا مہینہ کسی کو بھی نہ ٹھہرائے اب کیا کریں گے بھئی ایک درہم ملنا چاہیے یا دو درہم ملنے چاہئیں؟ تو اجرت کیا ہے؟ مجہول ہے۔

صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو اس مسئلے کے اندر پہلے کے اندر عمل میں جہالت ہوتی تھی لیکن جب وہ عمل کر لیتا تھا تو عمل کا بھی پتہ لگ جاتا تھا اور اس کی اجرت کا پتہ بھی لگ جاتا تھا اور یہاں پر مالک جو ہے اجرت کا مستحق کس وجہ سے ہو جاتا ہے جب وہ مکان یا دکان کیا کر دے خالی کر کے حوالے کر دے اور جب وہ اس وقت خالی کر کے حوالے کر رہا ہے تو اس وقت بھی اجرت مجہول ہے ابھی بھی پتہ نہیں اور ہو سکتا ہے وہ اس کے اندر پورا مہینہ کسی کو نہ ٹھہرائے تو پھر مہینہ بھی گزر گیا اور اجرت پھر بھی کیا ہے؟ مجہول ہے اور حالانکہ اجارے میں اجرت مجہول ہو تو اجارہ کیا ہو جاتا ہے؟ فاسد تو لہذا یہاں بھی اجارہ فاسد ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں بھئی یہ بھی اسی طرح ہے جیسے وہ درزی کے پاس کپڑے لے گیا تھا کہ یہ کپڑا اگر رومی سیا تو دو درہم دوں گا فارسی سیا تو ایک درہم، تو وہاں اس کو دو عقدوں کے اندر اختیار تھا درزی کو جون سا عقد چاہے اختیار کر لے۔ یہاں پر بھی بھئی وہ جو مستاجر ہے اس کو اختیار ہے جس عقد کو چاہے کیا کر لے؟ اختیار کر لے، چاہے تو اس میں پہلے عقد کو اختیار کرے اور عطار کو ٹھہرائے ایک درہم دے دے مہینے کا اور چاہے تو دوسرے عقد کو اختیار کر لے اور حداد کو ٹھہرائے اور پھر اس صورت میں کتنے دے گا مہینے کے؟ دو درہم دے دے گا بھئی اختیار ہے۔ اور باقی اگر آپ کی یہ بات تسلیم کر بھی لیں کہ بھئی ہو سکتا ہے مہینے کے اندر وہ کسی کو بھی نہ ٹھہرائے اور پھر بھی اجرت مجہول ہے، کہتے ہیں بھئی جب دو اجرتیں ذکر کر دیں تو اس صورت میں اقل اجرت تو یقینی ہے۔ اقل تو کیا ہے؟ وہ تو یقینی ہے تو وہ طے ہو جائے گی وہ اسے دے دی جائے گی کیونکہ وہ زائد والا نفع جو تھا لوہار کو ٹھہرانے کی وجہ سے جو تھا زائد نفع اس نے حاصل نہیں کیا تو زائد اجرت بھی اس پر نہیں آئے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَارًا كُلَّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ فَالْعَقْدُ صَحِيحٌ فِي شَهْرٍ وَاحِدٍ وَفَاسِدٌ فِي بَقِيَّةِ الشُّهُورِ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی آپ نے پڑھا ہے کہ اجارے کے اندر نفع بھی معلوم ہونا چاہیے اور اجرت بھی معلوم ہونی چاہیے لہذا جب آپ کسی سے کوئی مکان مثلاً کرایہ پر لیتے ہیں عقد اجارہ میں یہاں نفع کا پتہ مدت سے چلے گا تو ضروری ہے کہ مدت معلوم ہونی چاہیے کہ میں اس مکان میں چھ مہینے رہوں گا یا میں اس مکان میں ایک سال رہوں گا یا میں اس کے اندر پانچ سال رہوں گا اور ہر مہینے کے اتنے پیسے دوں گا بھئی۔ تو مدت کیا ہونی چاہیے؟ معلوم ہونی چاہیے۔ لیکن ایک آدمی اجارے پر مکان لیتا ہے اور پوری مدت ذکر نہیں کرتا یوں کہتا ہے کہ میں یہ مکان آپ سے کرایہ پر لیتا ہوں ہر مہینے کے میں دس ہزار روپے آپ کو دیا کروں گا۔ تو بھئی کل کتنے مہینے رہے گا یہ اس نے ذکر کیا؟ نہیں، تو مدت کیا ہو گئی؟ مجہول ہو رہی ہے۔ تو یاد رکھیے یہاں پر وہ ضابطہ لگے گا بھئی جو بیع کے اندر تھا ایک آدمی نے گندم کا ڈھیر بیچا دوسرے کے ہاتھ پر اور کیا کہا کہ ہر قفیز کتنے کے بدلے ہے؟ ایک درہم کے بدلے، تو کُلٌّ کی اضافت جب ایسی چیز کی طرف ہو جائے جس کا منتہیٰ معلوم نہ ہو تو عقد کتنے میں ہو گا؟ ادنیٰ میں اور ادنیٰ کیا ہے؟ ایک میں۔ تو یہاں پر بھی اس نے کہا کُلُّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ ہر مہینہ کتنے کے بدلے میں ہے؟ ایک درہم، تو کُلٌّ کی اضافت ہوئی ہے شَهْرٌ مہینے کی طرف اور کل کتنے مہینے ہیں ان کی کوئی تعداد معلوم ہے؟ نہیں، تو کل کی اضافت ہو گئی ایسی چیز کی طرف جس کا منتہیٰ معلوم نہیں۔ جب منتہیٰ معلوم نہیں ہے تو کتنے میں عقد صحیح ہو گا؟ ادنیٰ میں اور وہ ادنیٰ کتنا ہے؟ ایک، تو ایک ماہ میں اجارہ صحیح اور باقی مہینوں میں اجارہ فاسد ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟[1]

لیکن پھر اس کے اندر تفصیل ہے مولانا۔ ایک مہینہ پورا ہو گیا بھئی ایک مہینہ پورا ہونے کے بعد جب اگلا مہینہ شروع ہو گا اور اگلے مہینے کے اندر ایک دن رات وہ اس میں رہا، وہ مستاجر جو ہے جس نے کرائے پر لیا تھا وہ اگلے مہینے کے ایک دن اور رات اس میں رہا، جب رہا تو اگلے مہینے میں بھی عقد صحیح ہو جائے گا۔

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَارًا كُلَّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ فَالْعَقْدُ صَحِيحٌ فِي شَهْرٍ وَاحِدٍ وَفَاسِدٌ فِي بَقِيَّةِ الشُّهُورِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن استأجر دارا كل شهر بدرهم فالعقد صحيح في شهر واحد فاسد في بقية الشهور» منقول ہے۔

اب مالک مکان اس کو نکال نہیں سکتا۔ پھر باقی مہینوں میں اجارہ فاسد ہے۔ اس سے اگلا مہینہ آیا پھر اس کے اندر ایک دن رات میں اس نے اجارے کو فسخ نہیں کیا، نہ مالک مکان نے فسخ کیا اور نہ اس نے فسخ کیا تو ایک دن رات جیسے ہی اس میں رہے گا اجارہ صحیح ہو جائے گا پورے مہینے کا اب اس کو اس مہینے کے اندر نہیں نکال سکتا، اب اس کی بھی اجرت دے دے مہینے کی۔ پھر اس کے بعد اس سے اگلا مہینہ آیا تو ایک دن رات کے اندر اختیار ہے دونوں کو اجارے کو فسخ کرنا چاہیں تو فسخ کر سکتے ہیں لیکن ایک دن رات میں اگر انہوں نے فسخ نہیں کیا اور یہ ایک دن رات اس میں مزید رہا تو اس مہینے میں بھی کیا ہو جائے گا اجارہ صحیح ہو جائے گا اور اب وہ مہینے میں اس کو نکال نہیں سکتا اور مہینے کے اختتام پر اسے اجرت دینا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَارًا اور جس نے کوئی گھر کرایہ پر لیا كُلُّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ ہر مہینہ ایک درہم کے بدلے میں فَالْعَقْدُ صَحِيحٌ فِي شَهْرٍ وَاحِدٍ تو عقد صحیح ہے ایک مہینے کے اندر وَفَاسِدٌ فِي بَقِيَّةِ الشُّهُورِ اور فاسد ہے باقی مہینوں کے اندر، باقی مہینوں میں فاسد ہے إِلَّا أَنْ يُسَمِّيَ جُمْلَةَ الشُّهُورِ مَعْلُومَةً مگر یہ کہ وہ ذکر کر دے سارے مہینے اس حال میں کہ وہ معلوم ہوں یعنی کوئی معلوم مہینے ذکر کر دے میں چھ مہینے رہوں گا یا آٹھ مہینے یا پندرہ مہینے۔ فَإِنْ سَكَنَ سَاعَةً مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي پس اگر یہ ٹھہرا رہا اس گھر کے اندر یہ مستاجر ایک گھڑی بھی مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي دوسرے مہینے میں سے صَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ تو اس میں بھی عقد کیا ہو جائے گا؟ صحیح۔

صاحب قدوری فرماتے ہیں بھئی اگلا مہینہ بھئی مہینہ کب شروع ہو گا؟ مثلاً چاند دیکھا جس وقت، جس وقت چاند دیکھا تو کہتے ہیں چاند دیکھتے ہی فوراً ان دونوں میں سے جو اجارے کو فسخ کرنا چاہے فسخ کر سکتا ہے لیکن اگر انہوں نے فسخ نہیں کیا چاند کے نظر آنے کے فوراً بعد اور کچھ دیر یہ اس گھر میں ٹھہرا رہا تو اس صورت میں اجارہ کیا ہو جائے گا اس مہینے میں بھی صحیح ہو جائے گا اب پھر اس کو نہیں نکال سکتا بھئی، فوراً اسی وقت کرنا ضروری ہے۔ لیکن دیگر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ نہیں یہ کام بڑا مشکل ہے کیونکہ جب اجارہ فسخ کیا جاتا ہے دوسرے کو اطلاع دینا ضروری ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں اجارے کو فسخ کر رہا ہوں تو عین چاند کے دیکھنے کے وقت کے اندر مستاجر اور موجر دونوں اکٹھے ہوں یہ بڑا مشکل کام ہو جائے گا مشکل میں دونوں پڑ جائیں گے لہٰذا کتنی مدت ہے کم از کم؟ ایک دن رات، مہینے کا پہلا دن اور پہلی رات اس کے اندر اختیار ہے دونوں کو دونوں چاہیں تو اس کو فسخ کر سکتے ہیں مالک مکان آ کر فسخ کرنا چاہے کر سکتا ہے یہ بھی فسخ کر سکتا ہے لیکن ایک دن رات اس میں اگر یہ رہا تو اب کسی کو بھی فسخ کا حق نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو صاحب قدوری کہہ رہے ہیں اسی وقت فسخ کرنا ضروری میں نے بتلایا فتویٰ اس قول پر ہے کہ ایک دن رات ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ سَكَنَ سَاعَةً مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي صَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ پس اگر یہ ٹھہرا رہا اس نے رہائش رکھی ایک گھڑی بھی دوسرے مہینے میں سے صَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ تو اس کے اندر بھی عقد صحیح ہو جائے گا وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُؤْجِرِ أَنْ يُخْرِجَهُ إِلَى أَنْ يَنْقَضِيَ الشَّهْرُ اور موجر یعنی کرایہ پر دینے والے کو یعنی مالک مکان کو یہ حق نہیں ہے کہ نکال دے اس کو یہاں تک کہ مہینہ پورا ہو جائے یعنی مہینے کے اختتام سے پہلے اسے نہیں نکال سکتا۔ وَكَذَلِكَ حُكْمُ كُلِّ شَهْرٍ يَسْكُنُ فِي أَوَّلِهِ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً اور اسی طرح حکم ہے ہر ایسے مہینے کا کہ ٹھہرتا ہے یہ اس کی ابتدا میں ایک دن یا ایک گھڑی، ایک دن یا ایک گھڑی اس میں ٹھہرا رہا تو اس میں عقد کیا ہو جایا کرے گا؟ صحیح ہو جائے گا۔

وَإِذَا اسْتَأْجَرَ دَارًا شَهْرًا بِدِرْهَمٍ فَسَكَنَ شَهْرَيْنِ فَعَلَيْهِ أُجْرَةُ الشَّهْرِ الْأَوَّلِ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي اور جس نے کرایہ پر لیا کوئی گھر ایک مہینے کے لیے بِدِرْهَمٍ ایک درہم کے بدلے فَسَكَنَ شَهْرَيْنِ لیا تو ایک مہینے کے لیے تھا لیکن رہا اس میں دو مہینے فَعَلَيْهِ أُجْرَةُ الشَّهْرِ الْأَوَّلِ تو اس پر صرف پہلے مہینے کی اجرت لازم ہے وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي اور کوئی چیز نہیں ہے اس پر دوسرے مہینے میں سے، دوسرے مہینے کی اجرت نہیں دینی۔ کیوں؟ اس لیے کہ کیا چیز ضائع کی ہے اس نے؟ صرف منافع ضائع کیے ہیں اور منافع کی کوئی قیمت نہیں ہاں جب عقد کر لے تو قیمت آ جاتی ہے اور عقد تو صرف کتنے میں ہوا تھا؟ ایک ماہ میں تو دوسرے مہینے میں عقد ہی نہیں ہوا تو وہ منافع کی کوئی قیمت نہیں ہاں گنہگار ہو گا مولانا گناہ ہے بھئی الا یہ کہ اس مالک کو کسی طرح راضی کر لے بھئی ورنہ آخرت میں ضرور مواخذہ ہو گا بھئی۔

وَإِذَا اسْتَأْجَرَ دَارًا سَنَةً بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ جَازَ اور کسی نے کوئی گھر کرایہ پر لیا ایک سال کے لیے کتنے درہم کے بدلے؟ دس درہم کے بدلے، اِسْتَأْجَرَ کا معنی کرائے پر لینا اور کسی نے کوئی گھر کرائے پر لیا ایک سال کے لیے دس درہم کے بدلے جَازَ تو یہ جائز ہے وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ قِسْطَ كُلِّ شَهْرٍ مِنَ الْأُجْرَةِ اگرچہ ذکر نہ کرے ہر مہینے کی قسط اجرت میں سے، ہر مہینے کا حصہ اگرچہ بیان نہ کرے۔ بھئی یہ گھر میں نے آپ سے ایک سال کے لیے کرایہ پر

لیا دس درہم کے بدلے میں اب ہر مہینے کی اجرت ذکر نہیں کی لیکن پھر بھی اجارہ صحیح اس لیے کہ جب پورے سال کی اجرت کا پتہ ہے تو ہر مہینے کی اجرت ہم آرام سے نکال سکتے ہیں۔ سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟ بارہ مہینے تو اس کو تقسیم کر دیں گے کل اجرت کو بارہ سے تو ہر مہینے کی اجرت نکل آئے گی۔

وَيَجُوزُ أَخْذُ أُجْرَةِ الْحَمَّامِ وَالْحَجَّامِ اور جائز ہے حمام کی اجرت اور حجام کی اجرت۔ حمام کی اجرت لینا جائز ہے مولانا اور حجام کی اجرت لینا بھی جائز ہے۔ حمام جانتے ہو آپ بھئی غسل وغیرہ کی جو جگہ۔ اور اسی طرح حجام بھئی حجام۔ بھئی یاد رکھیے حجام سے مراد یہ جو حجام آج کل ہیں وہ مراد نہیں ہے بھئی جس کو آپ نائی کہتے ہیں نہیں بھئی یہ مراد نہیں ہے۔ حجام کہتے ہیں جو حجامت کرتا تھا یعنی سینگی لگاتا تھا پچھنے لگاتا تھا، سینگی لگانا پچھنے لگانا۔ یہ خاص طریقہ تھا بھئی کہ وہ ایک شخص ہوتا اس کے پاس ایک خاص آلہ ہوتا تھا سینگ کی طرح کا بھئی تیز نوکدار اس کو وہ کیا کرتا تھا گردن وغیرہ میں یا بعض جگہ جسم کے حصوں پر لگا کر منہ کے ذریعے خون کھینچتا تھا بدن سے اور اس سے وہ بدن سے جو فاسد خون ہوتا تھا اس کو وہ نکال لیتا فاسد خون نکل آتا پھر تازہ خون بنتا جس سے بہت سی تکالیف بیماریوں سے شفا ملتی تھی بھئی۔ سمجھ میں آیا یہ پرانا طریقہ تھا بھئی جسم سے منہ کے ذریعے وہ خون کھینچ کر نکالتا تھا بھئی فاسد خون کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پچھنے لگوائے سینگی لگوائی اور اس کی اجرت ادا کی تھی مولانا معلوم ہوا اس کی اجرت دینا جائز ہے بھئی۔ اور یہ بڑا مفید طریقہ علاج تھا بھئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے بار بار فرشتے آکر کہتے ہیں کہ اپنی امت کو پچھنے لگانے کا حکم دیں سینگی لگوانے کا حکم دیں بھئی بار بار کہتے تھے بھئی تاکید کرتے تھے یعنی اتنا یہ مفید طریقہ ہے بھئی۔ تو ان کی اجرت جائز ہے حمام کی اجرت بھی اور حجام کی اجرت بھی مولانا اجرت جائز ہے بھئی۔ ان دونوں کو خاص طور پر اس لیے ذکر کیا بھئی کیونکہ حمام جو ہے وہ نجاست کا محل ہے کشف عورت ہے بھئی سمجھ میں آیا اس میں تو کشف عورت ہے لیکن یہ جائز ہے مولانا اور اسی طرح حجام جو ہے یہ بھی اجرت جائز ہے اس کی لینا۔

وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ أُجْرَةِ عَسْبِ التَّيْسِ اور جائز نہیں ہے بھئی۔ عَسْبٌ کہتے ہیں جفتی کروانا۔ بھئی دیہات میں ایسا ہوتا ہے لوگوں کے پاس گائے وغیرہ ہوتی ہیں کسی شخص کے پاس بیل ہوتا ہے تو اس گائے کے لیے اس بیل کو لے آتے ہیں جفتی کروانے کے لیے تاکہ اس سے گائے کے بچے حاصل ہوں بھئی اور اس جفتی کروانے کے اس مالک کو پیسے دیے جاتے ہیں یاد رکھیے یہ حرام ہے۔ یہ کیا ہے؟ حرام ہے یہ جفتی کروانے کی اجرت لینا۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ أُجْرَةِ عَسْبِ التَّيْسِ اور جائز نہیں ہے، عَسْبٌ کس کو کہتے ہیں؟ جفتی کروانا، تَيْسٌ کس کو کہتے ہیں؟ میں نے بتلایا تھا آپ کو بھئی تیس کسے کہتے ہیں؟ بکرے کو کہتے ہیں مراد یعنی نر ہے بھئی کوئی بھی نر۔ تو بکرے کی جفتی کروانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے مراد کوئی بھی نر ہے کسی بھی جانور میں جفتی کرواتا ہے اجرت لیتے ہیں یاد رکھنا یہ اجرت حرام ہے حرام بھئی۔[۲]

وَلَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْحَجِّ اور جائز نہیں ہے بھئی اجارہ کرنا عَلَى الْأَذَانِ کس پر؟ اذان پر بھئی، اذان دینے پر اقامت کہنے پر قرآن کی تعلیم دینے پر اور حج پر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ آپ کہتے ہیں بھئی اذان و اقامت کسی شخص کے ذمے لگا دی کہ اذان و اقامت تم نے دینی ہے مسجد میں اور تمہیں مہینے کے پندرہ سو روپے دیں گے یا تمہیں تین ہزار روپے دیں گے، کہتے ہیں یہ اجارہ صحیح نہیں ہے یہ اجارہ صحیح نہیں۔ اسی طرح بھئی کسی بچے کو آپ پڑھانے کے لیے جاتے ہیں اس کے گھر پر اور وہ گھر والے آپ کو کیا کرتے ہیں مہینے کے دو ہزار روپے دیتے ہیں تو کہتے ہیں یہ اجارہ صحیح نہیں بھئی۔ اسی طرح حج پر بھئی کوئی آدمی دوسرے کو حج پر بھیجتا ہے کہ میں تو بڑا بیمار ہوں حج کے لیے نہیں جا سکتا تم میری طرف سے کیا کر دو حج کے لیے چلے جاؤ، تو خرچہ بھی دیتا ہے اور وہ اجرت بھی لیتا ہے کہتا ہے پیسے بھی دو مجھے بھئی تو یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟[۳]

بھئی یاد رکھو ضابطہ اصل اس کے اندر یہ ہے کہ یہ ساری عبادتیں ہیں اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے انسان کیا کرتا ہے اخلاص نیت سے جب یہ کام کرتا ہے اللہ کے حج پر جاتا ہے قرآن پڑھتا ہے یا قرآن پڑھاتا ہے اور اذان و اقامت یہ تو ساری عبادتیں ہیں اور عبادتوں پر اجرت لینا جائز نہیں۔ عبادتوں پر اجرت لینا جائز نہیں۔ لیکن یاد رکھیے یہ قدیم فقہائے کرام کا فتویٰ تھا آج کے زمانے کے بلکہ آج سے سینکڑوں سال پہلے کے فقہائے کرام نے ہی فتویٰ دے دیا تھا کہ ان چیزوں پر اجرت لینا جائز ہے تعلیم قرآن ہے مثلاً اس پر اجرت لینا جائز ہے اذان و اقامت ہے اور اب تو امامت وغیرہ پر بھی اجرت

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ أُجْرَةِ عَسْبِ التَّيْسِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز أخذ عسب التيس» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْحَجِّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز الاستئجار على الأذان والإقامة والحج» منقول ہے۔

لینا جائز ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ وجہ یہ مولانا کہ اب زمانہ آہستہ آہستہ فتنہ و فساد بڑھتا جا رہا ہے امور دینیہ کے اندر سستی اور کوتاہی آتی جا رہی ہے آپ دیکھتے ہیں بھئی آپ کے اس ملک میں کتنے مسلمان ہیں لیکن امور دینیہ سے کتنے غافل ہیں دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا پتہ نہیں ہو گا اور دنیا کی باریک سے باریک بات سے بچہ بھی آج کا واقف ہو گا بھئی اور دین کی باتوں کا ذرا بھی نہیں پتہ ہوتا بھئی۔ یہ امور دینیہ میں سستی اور کوتاہی ہے کہ مسلمان ہیں اور مسلمان ہی دین سے کیا ہوتے جا رہے ہیں؟ غافل ہوتے جا رہے ہیں تو اب فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ان چیزوں پر اجرت لینا جائز ہے تاکہ کہیں یہ چیزیں آہستہ آہستہ مٹ ہی نہ جائیں بھئی جب اجرت ہی نہیں ملے گی تو کوئی کرے گا نہیں تیار نہیں ہو گا اور آہستہ آہستہ ختم ہوتے ہوتے بالکل ہی کہیں مٹ نہ جائیں تو لہذا اب ان پر اجرت لینا جائز ہے بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ اسی طرح بھئی غِنَاءٌ کہتے ہیں گانا بھئی گانا گانا بھئی۔ نَوْحٌ نوحہ کرنا رونا پیٹنا میت پر کیا کرتے ہیں؟ نوحہ کرتے ہیں روتے پیٹتے جو ہیں بھئی وہ نوحہ مراد ہے۔ گانے پر بھئی کسی کو اجرت پر بلایا بھئی آپ گانا گائیں بھئی آپ کو اتنے پیسے ملیں گے یا کوئی مر گیا تھا نوحے کے لیے بھئی قدیم عربوں میں تو باقاعدہ عورتیں وغیرہ ہوتی تھیں وہ آ کر چیختے چلاتے رہتے کئی کئی دن تک جتنا بڑا آدمی ہوتا اتنے ہی زیادہ دن تک نوحہ چلتا رہتا تھا بھئی۔ اس کے ذریعے بھی وہ تکبر وغیرہ فخر کا اظہار ہوتا دیکھو اتنے دن تک نوحہ ہوتا رہا کتنا بڑا آدمی مرا ہے۔ کہتے ہیں یاد رکھیے گانا گانے پر اور نوحے وغیرہ پر اجارہ کرنا صحیح نہیں یہ حرام ہیں جتنی بھی بیہودگیاں ہیں مولانا ان پر اجارہ کرنا حرام ہے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۸۹: کتاب الاجارۃ (۴): اجارۃ المشاع کا حکم، اجرت کب واجب ہوتی ہے؟ خباز و طباخ کا حکم اور عذر کی وجہ سے فسخِ اجارہ

مختصر القدوری صفحہ: ۹۴—بتاریخ: ۱۱ فروری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَلَا يَجُوزُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ جَائِزَةٌ، وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الظِّئْرِ بِأُجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ وَيَجُوزُ بِطَعَامِهَا وَكِسْوَتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی گزشتہ سبق میں تردید کے مسائل چل رہے تھے کہ اجارے کو دائر کر دینا دو عملوں میں یا دو وقتوں کے اندر وغیرہ بھئی۔ تو مثلاً ایک شخص اپنا کپڑا لے گیا درزی کے پاس اور درزی کو کہا اگر اس کپڑے کو آپ نے رومی انداز میں سیا تو میں آپ کو دو درہم دوں گا اور اگر آپ نے اس کو فارسی انداز میں سیا تو میں آپ کو ایک درہم دوں گا۔ اب یہاں پر اجرت بھی مجہول ہو گئی عمل بھی مجہول ہو گیا طے نہیں ہوا عمل کیا ہو گا اور جب عمل طے نہیں ہوا تو اجرت کا بھی پتہ نہیں ہے۔ تو یہ اس نے دائر کر دیا عمل کو بھی دو عملوں میں اور اجرت بھی دائر ہو گئی دو اجرتوں میں تو عمل بھی مجہول ہے اجرت بھی مجہول ہے لیکن صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا تھا کہ یہ جائز ہے۔ اس لیے کہ اجارے کے اندر جو عمل کرنے والا ہے وہ اجرت کا مستحق عقد کرتے ہی نہیں ہوتا بلکہ جب وہ عمل کر لے گا اس وقت کیا ہو گا اجرت کا مستحق ہو گا بھئی۔ اور جب عمل کر چکے گا تو اس وقت تو عمل بھی متعین ہو چکا اور اس عمل کی اجرت بھی متعین ہو چکی۔

دوسرا مسئلہ پڑھا تھا آپ نے گزشتہ سبق میں کہ ایک شخص کسی درزی کے پاس مثلاً کوئی کپڑا لے جاتا ہے اور دو وقتوں کے درمیان عمل کو دائر کر دیتا ہے کہ اگر یہ کپڑا تو نے آج سیا تو میں تمہیں دو درہم دوں گا اور اگر آپ نے یہ کپڑا کل سیا تو میں آپ کو ایک درہم دوں گا۔ میں نے تفصیل بتلائی تھی کہ یہاں تین مذاہب ہیں، امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں شرطیں فاسد ہیں اور یہ اجارہ فاسد ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں دونوں شرطیں جائز ہیں اور وہ جو بھی عمل کر لے گا اس کے مطابق اسے اجرت دی جائے گی۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس نے پہلے یوم کے اندر پہلی شرط کے مطابق اس نے کیا کیا کپڑا اسی دیا تو اسی دن والی اس کو اجرت دی جائے گی اور اگر دوسرے دن کے اندر اس نے کپڑا سیا تو پھر یہ اجارہ فاسدہ ہے اور یہاں پر اس کو اب جو مسمیٰ جو اس نے اجرت ذکر کی ہے اور اجرت مثل اس جیسے کام کی جو اجرت ہوتی ہے ان دونوں میں سے جو کم ہو گا وہ اس کو دے دیا جائے گا بھئی۔

امام زفر رحمہ اللہ کی دلیل بیان ہوئی تھی وہ فرماتے تھے کہ بھئی دیکھو یہاں دو چیزیں اس نے ذکر کر دیں ایک عمل ذکر کیا اور ایک وقت کو ذکر کر دیا۔ اور وقت کس لیے ذکر کیا جاتا ہے اجارے میں؟ توقیت کے لیے وقت کو متعین کرنے کے لیے۔ تو عمل کے ذکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ معقود علیہ عمل ہے اور وقت کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے بھئی۔ تو لہٰذا اب بظاہر یہ عقد فاسد ہونا چاہیے لیکن ہم اس کو فساد سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں ہم

یوں کرتے ہیں کہ وقت کو توقیت کے لیے نہیں بناتے بلکہ وہ جو اس نے وقت ذکر کیا وہ جلدی یا سہولت کے لیے ہے بھئی۔ کس کے لیے ہے؟ جلدی یا سہولت، تو وقت کا مسئلہ تو حل ہو گیا معلوم ہوا معقود علیہ کیا چیز ہے؟ عمل ہے۔ لیکن پھر بھی خرابی دور نہیں ہوتی معقود علیہ ہو گیا عمل اور اس نے کیا کہا تھا آج سیا تو دو درہم کل سیا تو ایک درہم، تو عمل تو ایک ہی ذکر ہو رہا ہے سلائی آج بھی سینے کا ذکر کل بھی سینے کا ذکر اور دنوں کا جو ذکر ہے کہ آج سیا تو دو درہم یہ آج کا ذکر کر رہا ہے جلدی کے لیے اور کل کا ذکر کر رہا ہے سہولت کے لیے۔ تو اسی سلائی کے بدلے میں اس نے کہا آج سیا تو دو درہم ایک عقد یہ ہو گیا دوسرا کہا کل سیا تو ایک درہم یہ ایک درہم اسی سلائی کے بدلے میں آ گیا تو ایک ہی عمل کے بدلے کتنی اجرتیں آ گئیں؟ دو اجرتیں آ گئیں۔ تو سلائی ایک ہے گویا وہ اس کو یوں کہہ رہا ہے کہ یہ کپڑا اگر آپ نے سیا تو میں آپ کو دو درہم یا ایک درہم دوں گا، جلدی کر دیں ذرا مجھے آج دے دیں سہولت چاہتے ہیں تو مجھے کل دے دیں۔ تو اجرت دیکھو اس نے کہا دو درہم دوں گا یا ایک درہم تو کیا ہوا؟ اجرت مجہول ہو گئی۔ یا یوں کہیں ہر دن کے اندر دو اجرتیں آ گئیں آج کے دن سیا تو کیا دوں گا؟ دو درہم دوں گا یا ایک درہم۔ بھئی وہ آج کے دن کا ذکر تو اس نے جلدی کے لیے کیا ہے اجرتیں تو کتنی ذکر ہو گئیں اسی سلائی کے مقابلے میں؟ دو اجرتیں ذکر ہوئیں تو لہٰذا آج کے دن میں بھی دو اجرتیں ذکر کل کے دن میں بھی دو اجرتیں ذکر لہٰذا یہ عقد درست نہیں اجرت مجہول ہوئی عقد فاسد ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جو آج کے دن کا ذکر کیا اس نے اس کو ہم توقیت کے لیے بنا لیتے ہیں اور جو کل کے دن کو اس نے ذکر کیا اسے تعلیق کے لیے بنا لیتے ہیں۔ توقیت کا کیا معنی؟ یعنی اس اجارے کی انتہا ہے آج کے دن بھئی۔ آج کا دن جیسے ہی گزرے گا، میں نے کہا یہ کپڑا اگر آج آپ نے سیا تو دو درہم دوں گا تو یہ آج کا ذکر ہے توقیت کے لیے معلوم ہوا یہ جو دو درہم والا اجارہ ہے اس کی حد کہاں تک ہے؟ آج کے دن تک ہے جیسے ہی آج کا دن گزرے گا یہ والا عقد بھی ختم ہو جائے گا۔ اور وہ کل کا جو دن ذکر کیا وہ عقد بھی کل سے ہی شروع ہو گا جیسے آپ کسی سے مکان کرایہ پر لیتے ہیں اس سے عقد تو کر لیا لیکن آپ نے کیا کہا اگلے مہینے کی پہلی تاریخ سے عقد شروع ہو گا یعنی میں رہنا شروع کروں گا تو مستقبل کی طرف آپ نے نسبت کر دی۔ تو یہاں پر بھی جو اس نے کل کا ذکر کیا وہ مستقبل کی طرف نسبت کر دی اور یوں کہا کہ یہ جو اگلا عقد ہے وہ کل شروع ہو گا۔ وہ کیا ہو گا؟ کل شروع ہو گا وہ آج عقد ہے ہی نہیں تو آج کے دن صرف آج والی اجرت ہے اور جب آج کا دن گزرے گا تو یہ دو درہم والا عقد ختم ہو جائے گا اور کل وہ دوسرا عقد شروع ہو جائے گا کتنے درہم والا؟ ایک درہم والا۔ تو آج کے دن میں بھی صرف ایک اجرت کل کے دن میں بھی صرف ایک اجرت لہٰذا عقد صحیح ہے بھئی کوئی جہالت نہیں ہے اجرت میں۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کے دن کو ہم توقیت کے لیے نہیں بنا سکتے اس لیے کہ اگر ہم اس کو توقیت کے لیے بنائیں گے تو اس صورت میں عقد فاسد ہو جائے گا کیونکہ وہ عمل بھی ذکر کر رہا ہے اور وقت بھی۔ عمل کا ذکر چاہتا ہے عمل معقود علیہ ہونا چاہیے اور توقیت سے پتہ چلتا ہے کہ معقود علیہ کیا ہونا چاہیے؟ تسلیم نفس، تو دونوں کے ذکر سے تو عقد ہی فاسد ہو جاتا ہے لہٰذا ہم آج کے دن کو کس کے لیے بنا لیتے ہیں؟ تعجیل جلدی کے لیے بنا لیتے ہیں تو وقت تو بیچ میں سے نکل گیا بھئی اس کا مسئلہ تو حل ہو گیا وہ توقیت کے لیے ہے ہی نہیں۔ لہٰذا صرف کیا رہ گیا؟ صرف عمل معلوم ہوا معقود علیہ کیا ہے؟ عمل ہے کہ اگر آپ نے سیا میرے لیے تو میں آپ کو کتنی اجرت دوں گا؟ دو درہم دوں گا تو عقد شروع ہو گیا۔ عقد شروع ہو گیا اور آج دے دینا بھئی ذرا جلدی کر دینا یہ جلدی کے لیے ساتھ آ گیا۔ تو یہ عقد جب شروع ہو گیا تو اس کی کوئی انتہا ہے؟ نہیں، یہ تو وہ جب بھی سی کر دے گا کیا دینے پڑیں گے؟ دو درہم۔ اب کل کا دن جب آیا تو وہ آج والا عقد بھی ابھی چل رہا ہے اور کل کے لیے اس نے ایک اور عقد بھی کیا تھا کہ کل آپ کے میرے بیچ ایک اور عقد شروع ہو جائے گا کون سا؟ ایک درہم والا، اس کو بھی تو معلق کیا تھا کل کے دن سے مستقبل کی طرف نسبت کی تھی تو جب کل کا دن آیا تو اس میں وہ نیا عقد بھی شروع ہو گیا اور وہ پچھلا عقد بھی ہے۔ پچھلے عقد کے مطابق سلائی کی اجرت کتنی تھی؟ دو درہم اور نیا عقد شروع ہوا اس میں سلائی کی اجرت کتنی ہے؟ ایک درہم تو ایک ہی عمل کے مقابلے میں کتنی اجرتیں آ گئیں؟ دو اجرتیں، تو اجرت مجہول ہوئی لہٰذا یہ عقد کیا ہو جائے گا؟ فاسد۔ تو پہلے دن میں جو عمل کرے گا اس کے مطابق اجرت دی جائے گی اور دوسرے میں عقد کیا ہوا؟ فاسد ہو گیا۔

پھر یاد رکھو جب عقد فاسد ہو گیا تو اجرت مثل دی جاتی ہے۔ کیا دی جاتی ہے؟ اجرت مثل یعنی اس جیسے کام کی جو اجرت ہے وہ دی جاتی ہے لیکن یہاں امام صاحب فرماتے ہیں اجرت مثل اور جو اس نے ذکر کیا ہے کہ کل اتنے دوں گا ان میں سے جو کم ہو وہ دینا پڑے گا۔ وجہ اس کی یہ کہ یہ عقد جو ہو رہا ہے منافع پر ہے اور منافع کی کوئی قیمت نہیں ہونی چاہیے عقلاً کیونکہ ان کے اندر بقا نہیں۔ قیمت تو اس چیز کی ہوتی ہے جس میں کچھ بقا ہو یہ تو ادھر آتا ہے اگلے ہی لمحے میں یہ گزر جاتا ہے یہ نفع۔ نفع گزر جاتا ہے تو لہٰذا ان کی جو قیمت آتی ہے وہ عقد کی وجہ سے آتی ہے بغیر عقد کے کسی نفع کی کوئی قیمت نہیں۔ اور انہوں نے خود عقد کرتے ہوئے کیا کہہ دیا تھا کہ کل میں کتنی اجرت دوں گا؟ ایک درہم دوں گا تو اگر اجر مثل دو درہم بھی ہوتا ہو یا چار درہم بھی ہوتا ہو تو اس زائد کو یہ دونوں خود

ہی کیا کر چکے ہیں؟ ساقط کر چکے ہیں زائد کو بھئی ایک پر راضی ہو چکے ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تیسری صورت تھی ایک شخص نے دوسرے سے کہا عقد اجارہ کرتے ہوئے اس دکان میں اگر آپ نے عطار کو ٹھہرایا تو ایک درہم کے بدلے ہے اور اگر اس دکان میں آپ نے لوہار کو ٹھہرایا تو دو درہم کے بدلے عقد کر لیا۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں یہ عقد جائز ہے صاحبین فرماتے ہیں یہ عقد جائز نہیں اس لیے کہ پچھلے عقد جو تھے ان میں جب وہ اجیر عمل کرتا تھا تو اجرت کا مستحق ہو جاتا تھا۔ سمجھ میں آیا بھئی وہاں عمل سے اجرت کا پتہ چل جاتا تھا اور یہاں پر عمل تو ہے ہی نہیں یہ مکان تو وہ کوئی عمل کرنا ہے یا یہ مکان رہائش کے لیے اس کو دے رہا ہے بھئی؟ یہ تو مکان اس کو رہائش کے لیے دے رہا ہے یہاں یہ جو کرائے پر گھر دینے والا ہے اس کو کوئی عمل نہیں کرنا پڑتا گھر اس نے سپرد کرنا ہے۔ تو جب گھر کو سپرد کر دے گا یہ اجرت کا مستحق ہو جائے گا اور جب گھر کو سپرد کیا تو کیا اس وقت اجرت پتہ چل چکی ہے؟ نہیں کہ دو درہم ملیں گے مہینے کے بعد یا ایک ملے گا۔ ابھی اس نے کسی کو ٹھہرایا ہی نہیں ہے ابھی اس کے ہم نے حوالے ہی کیا ہے لیکن حوالے کرتے ہی یہ شخص کیا ہو جاتا ہے مالک اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے تو کیا حوالے کرتے ہی پتہ لگ گیا کہ کون سی اجرت ہے؟ نہیں حوالے کرتے ہی اجرت کا پتہ نہیں چلایا ہو سکتا ہے پورا مہینہ گزر جائے اس میں وہ کسی کو ٹھہرائے ہی نہ تو اب کچھ پتہ لگے گا بھئی؟ کچھ بھی پتہ نہیں لگے گا بھئی گھر تو اس کے پاس رہا پورا مہینہ لیکن اجرت کیا ہو گئی؟ اجرت تو اس پہ آنی چاہیے لیکن اجرت مجہول ہے۔ کون سی اجرت آئی؟ اس نے تو کہا تھا اگر عطار ٹھہرایا تو ایک درہم دوں گا حداد ٹھہرایا تو دو درہم دوں گا یہاں اس نے کسی کو ٹھہرایا ہی نہیں تو اب پتہ ہی نہیں ہم کس کو اجرت طے کریں لہذا جہالت آئے گی تو اب یہ عقد جائز نہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی یہ جو گھر وغیرہ چیز کرائے پر دی ہے اسے لوگ لیتے ہی نفع اٹھانے کے لیے ہیں وہ ضرور اس سے نفع اٹھائے گا اور ہمیں پتہ چل جائے گا کہ کتنی اجرت ہے۔ کہتے ہیں یہ اسی طرح ہے جیسے درزی کے پاس کپڑے لے گیا تھا اور کہا تھا اگر رومی انداز میں سیے تو دو درہم ہیں اور اگر فارسی انداز میں سیا تو ایک درہم ہے یہ بھی اسی کی طرح ہے اس کو اختیار دے دیا۔ کرایہ دار کو اختیار دے دیا دو عقد ہیں بھئی اگر عطار کو ٹھہراؤ گے تو کتنے درہم ہیں مہینے کے؟ ایک درہم، اور اگر لوہار کو ٹھہراؤ گے تو مہینے کے دو درہم تو یہ دو عقد ہیں ان میں سے جس کو چاہو تم اختیار کر لو اس کے مطابق مجھے اجرت دے دینا۔ اور باقی آپ نے یہ کہا کہ یہاں پر اجرت تسلیم شے سے واجب ہو جاتی ہے کہ وہ گھر حوالے کرنے سے ہی کیا ہو جاتا ہے اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے یا بالفرض اس گھر میں وہ کسی کو ٹھہراتا ہی نہیں تو صرف دیکھو گھر حوالے کرنے کی وجہ سے وہ کس چیز کا مستحق ہو چکا ہے؟ اجرت کا مستحق لیکن اب پتہ نہیں چل رہا کہ کون سی اجرت ہے تھوڑی یا زیادہ، تو امام صاحب فرماتے ہیں اس صورت میں جو تھوڑی ہے وہ تو یقینی ہے۔ وہ کیا ہے؟ یقینی، ہاں زائد چونکہ وہ زائد والا اس نے نفع نہیں کمایا لہذا وہ زائد بھی نہیں آئے گی بلکہ کیا آ جائے گی؟ وہ کم والی اقل الاجرتین جو ہے اس پر واجب ہو جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیونکہ وہ یقینی ہے اس نے تو آنا ہی ہے۔

اور گزشتہ سبق میں بھئی آپ نے یہ بھی پڑھا تھا کہ اذان اقامت تعلیم قرآن اور حج وغیرہ پر اجرت لینا صحیح نہیں ان پر اجارہ صحیح نہیں ہے لیکن میں نے بتلایا تھا یہ متقدمین فقہاء کا فتویٰ ہے متاخرین فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اب اذان و اقامت اور تعلیم قرآن وغیرہ پر اجارہ صحیح ہے ان پر اجرت لینا صحیح ہے۔ وجہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ بھئی امور دینیہ میں بڑی سستی آ گئی لوگ دین سے غافل ہوتے چلے جا رہے ہیں اگر اب بھی اس پر اجرت لینے کی اجازت نہ دی جائے تو خطرہ ہے کہ کہیں آہستہ آہستہ یہ چیزیں مٹ ہی نہ جائیں بھئی لہذا اب جائز ہے۔

وَلَا يَجُوزُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ جَائِزَةٌ۔ مُشَاعٌ چیز بھئی مشترک چیز، مشترک۔ کیا اس کا اجارہ جائز ہے یا اجارہ جائز نہیں؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشاع چیز کا اجارہ جائز نہیں۔ مثلاً دیکھو بھئی یہ گھر ہے بھئی یہ گھر میرے اور زید کے درمیان مشترک ہے، میں نے اور اس نے آدھے آدھے پیسے ملائے اور یہ گھر خرید لیا۔ اب ہم دونوں اس کے مالک ہیں لیکن اس میں سے کون سا حصہ میرا ہے کون سا زید کا ہے بھئی؟ جی کوئی طے ہے؟ نہیں بلکہ گھر کے ہر ہر حصے میں ہم دونوں شریک ہیں ابھی ہم نے تقسیم ہی نہیں کیا۔ تقسیم کر لیں گے تو پھر اس کا حصہ الگ ہو جائے گا میرا حصہ الگ ہو جائے گا لیکن تقسیم سے پہلے گھر کے ہر ہر انچ کے اندر ہر ہر گز کے اندر ہم دونوں شریک ہیں بھئی۔ ہر گز میں آدھا گز اس کا ہو گا آدھا گز میرا، ہر انچ کے اندر آدھا انچ زمین اس کی ہے آدھا انچ میری، تو زمین کا جو بھی حصہ پکڑو گے وہ ہم دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ تو کیا اس مشترک گھر کو ایک شخص دوسرے کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے، صرف ایک دینا چاہتا ہے بھئی، دونوں مل کے دیتے ہیں وہ تو الگ بات ہے پھر تو وہ اکٹھا ہی جا رہا ہے سارا گھر، میں صرف اپنا حصہ کرایہ پر دینا چاہتا ہوں کسی آدمی کو تو کیا یہ میں کر سکتا ہوں؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی یہ درست نہیں اس لیے کہ گھر صرف آپ کا نہیں ہے آپ کے ساتھ ایک اور آدمی بھی شریک ہے اور آپ اکیلے گھر کے حوالے کرنے پر قادر نہیں تو گھر کرائے پر کیسے

دیتے ہو؟ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ قادر نہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ مشترک چیز کا اجارہ جائز نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام صاحب کے نزدیک وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں إِجَارَةُ الْمُشَاعِ جَائِزَةٌ مشاع چیز کا اجارہ جائز ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے بھئی۔

وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الظِّئْرِ بِأُجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ وَيَجُوزُ بِطَعَامِهَا وَكِسْوَتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. اَلظِّئْرُ، ظِئْرٌ کہتے ہیں دایا کو، دایا، انا، بھئی وہ جو بچوں کی پرورش وغیرہ کرتی ہے عورت اس کے لیے رکھ لیتے ہیں بچوں کو دودھ پلانے کے لیے یا پرورش وغیرہ کے لیے بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی اجرت پر اس دایا یا انا کو رکھنا جب کہ اجرت معلوم ہو یہ جائز ہے۔ مثلاً بھئی ایک آدمی نے بھئی ایک انا کو اپنے بچوں کے لیے رکھا کہ آپ نے بچوں کو دودھ بھی پلانا ہے اور ان کا خیال بھی رکھنا ہے بھئی ان کی دیکھ بھال کرنی ہے اور میں تمہیں مہینے کے دس ہزار روپے دیا کروں گا بھئی۔ تو اجرت کیا ہوئی دیکھو؟ معلوم ہوئی لہذا یہ اجارہ صحیح ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اجرت معلوم نہیں ہے بلکہ کہتا ہے میرے اس بچے کو دودھ بھی پلانا ہے اور ان کی پرورش بھی کرنی ہے خیال رکھنا ہے۔ اور اجرت کیا دیں گے آپ اس نے کہا، تو یہ شخص کہتا ہے بھئی آپ کا کھانا پینا اور کپڑے وغیرہ ہمارے ذمے ہیں وہ ہم آپ کو دیں گے بھئی۔ تو کیا یہ اجارہ صحیح ہے؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں ہاں یہ اجارہ صحیح ہے۔

بھئی ضابطے کے مطابق تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ اجرت مجہول ہے بھئی۔ ضابطے کے مطابق تو یہ اجارہ کیا ہونا چاہیے؟ جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اجرت مجہول ہے اس نے کیا کہا اجرت کیا طے ہوئی ہے؟ آپ کا کھانا پینا اور آپ کے کپڑے وغیرہ ہم دیا کریں گے ہمارے ذمے ہیں بھئی ان کے بدلے اجارہ ہے۔ تو اب بھئی کھانا پینا اور کپڑے یہ تو مجہول ہو گئے بھئی۔ کھانا پینا ادنیٰ درجے کا بھی ہو سکتا ہے متوسط بھی ہو سکتا ہے اعلیٰ درجے کا بھی ہو سکتا ہے۔ کپڑے بھی بھئی ادنیٰ درجے کے ہیں کوئی متوسط ہیں کوئی اعلیٰ ہیں تو بعد میں جھگڑا آنے کا امکان ہے بھئی وہ انا کہے گی مجھے اعلیٰ قسم کی چیزیں دو اعلیٰ کھانے دو اور اعلیٰ کپڑے دو اور یہ کیا کریں گے اس کو ادنیٰ سے ادنیٰ دینے کی کوشش کریں گے تو جھگڑا آئے گا لہذا اس اجارہ کو کیا ہونا چاہیے؟ فاسد ہونا چاہیے لیکن امام صاحب فرماتے ہیں جائز ہے۔ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں جھگڑے کا امکان نہیں بھئی اس لیے کہ عادت یہ ہے عموماً لوگوں کے اندر کہ جب اپنے بچے کو اس کے سپرد کر رہے ہیں تو وہ یقیناً اس کا بڑا خیال رکھیں گے انا کا بھی اور اس کو کھانا پینا بھی خوب اچھا دیں گے اور کپڑے وغیرہ بھی کیا کریں گے؟ اچھے ہی دیں گے تاکہ یہ ہمارے بچوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے بھئی۔ تو لہذا جھگڑے کا یہاں امکان نہیں بھئی کیونکہ عموماً انا وغیرہ جو دایا ہے اس پر ان چیزوں میں وسعت کی جاتی ہے بھئی اس لیے یہ جائز ہے۔ تو یہ معنی ہے وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الظِّئْرِ بِأُجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ اور جائز ہے بھئی اجرت پر رکھنا کسی انا کو معلوم اجرت کے بدلے میں مثلاً کہا تھا کتنے دوں گا مہینے کے؟ دس ہزار بھئی تو اجرت دیکھو معلوم ہوئی۔ وَيَجُوزُ بِطَعَامِهَا وَكِسْوَتِهَا اور جائز ہے اس کے کھانے اور اس کے کپڑوں کے بدلے میں بھی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ کس کے نزدیک؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔

وَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَمْنَعَ زَوْجَهَا مِنْ وَطْئِهَا فَإِنْ حَبِلَتْ كَانَ لَهُمْ أَنْ يَفْسَخُوا الْإِجَارَةَ. اچھا بھئی انا کو بچے کے دودھ پلانے کے لیے رکھا تو کیا یہ جس شخص نے اس کو اجرت پر رکھا ہے، تو جس عورت کو بچے کے دودھ پلانے کے لیے رکھا ہے اور بچے کی پرورش کے لیے رکھا ہوا ہے دیکھ بھال کے لیے رکھا ہوا ہے اس عورت کا خاوند اس عورت سے صحبت کرنا چاہتا ہے بھئی تو کیا وہ مستاجر جو ہے جس نے اسے اجرت پر رکھا ہے کیا اس کے خاوند کو اس سے روک سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ اس کے خاوند کا حق ہے اس کے ساتھ صحبت سے یہ اسے منع نہیں کر سکتا بھئی۔ کہتے ہیں وَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَمْنَعَ زَوْجَهَا مِنْ وَطْئِهَا اور مستاجر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ روک دے اس انا کے خاوند کو اس سے صحبت کرنے سے۔ فَإِنْ حَبِلَتْ ہاں اگر اس صحبت کی وجہ سے وہ انا حاملہ ہو گئی، حاملہ ہو گئی تو اس صورت کے اندر اس مستاجر کو اجارے کو فسخ کرنے کا حق ہو گا۔ اگر وہ کیا ہو گئی؟ حاملہ ہو گئی بھئی تو پھر اجارے کو فسخ کرنے کا حق ہو گا۔ بھئی کیوں حق ہو گا یہ؟ وجہ یہ کہ حاملہ کا دودھ بچے کو نقصان دیتا ہے۔ حاملہ کا دودھ کیا ہے بچے کو؟ نقصان دیتا ہے تو اگر ان کو خوف ہے کہ بچے کو نقصان ہو گا اب اس کا دودھ پینے کی وجہ سے تو یہ کیا کر سکتے ہیں؟ عقد اجارہ کو فسخ کر سکتے ہیں۔ یہ معنی ہے فَإِنْ حَبِلَتْ پس اگر وہ انا حاملہ ہو گئی كَانَ لَهُمْ تو جائز ہے ان لوگوں کے لیے أَنْ يَفْسَخُوا الْإِجَارَةَ کہ یہ کیا کریں اجارہ کو فسخ کر دیں۔ کب؟ إِذَا خَافُوا عَلَى الصَّبِيِّ مِنْ لَبَنِهَا جب خوف ہو انہیں اپنے بچے پر اس انا کے دودھ سے کہ اس سے کوئی نقصان ہو گا اس کو۔

وَعَلَيْهَا أَنْ تُصْلِحَ طَعَامَ الصَّبِيِّ اور اس انا پر واجب ہے أَنْ تُصْلِحَ طَعَامَ الصَّبِيِّ کہ وہ درست کرے بچے کے کھانے کو۔ کیا کرے؟ ہاں اس کے لیے کھانے وغیرہ کا انتظام کرے اور اچھے طریقے سے اس کے لیے اچھا خیال رکھے اس کے لیے بھئی۔ تو کھانا اس کے لیے درست کرے کھانا اس کے

لیے تیار کرے لیکن کھانا تیار تو وہ کر رہی ہے البتہ خرچہ کس کے ذمے ہے اس کھانے کا؟ وہ اس بچے کے گھر والوں پر ہی ہے بھئی اس کے باپ پر ہی ہے ہاں یہ اس کے لیے تیار کرے گی۔ سمجھ میں آیا تو یہ بھی بچے کی پرورش کا ہی حصہ ہے کہ کیا کیا جاتا ہے اس کے لیے کھانا وغیرہ جو اس نے کھانا ہے وہ اس کے لیے تیار کرے۔

وَإِنْ أَرْضَعَتْهُ فِي الْمُدَّةِ بِلَبَنِ شَاةٍ فَلَا أُجْرَةَ لَهَا۔ بھئی ایک آدمی نے ایک عورت کو رکھا اپنے بچے کے لیے دودھ پلانے کے لیے بھئی اپنے بچے کو۔ وہ عورت مدت رضاعت گزر گئی بعد میں پتہ چلا یہ سارا عرصہ اس نے اپنا دودھ نہیں پلایا بلکہ بکری یا گائے وغیرہ کا دودھ پلاتی رہی ہے بچے کو، تو کیا اب اس کو اجرت ملے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب اس کو کوئی اجرت نہیں ملے گی اس لیے کہ عقد کس چیز پر ہوا تھا کہ وہ بچے کو اپنا دودھ پلائے گی اور جس بات پر عقد ہوا تھا وہ عمل اس نے پورا ہی نہیں کیا لہذا اجرت بھی نہیں ملے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَرْضَعَتْهُ فِي الْمُدَّةِ بِلَبَنِ شَاةٍ فَلَا أُجْرَةَ لَهَا اور اگر اس نے پلایا اس مدت کے اندر بچے کو بھیڑ بکری کا دودھ فَلَا أُجْرَةَ لَهَا تو اس کے لیے کوئی اجرت نہیں ہے۔[1]

وَكُلُّ صَانِعٍ لِعَمَلِهِ۔ اچھا بھئی یہاں سے یہ مسئلہ آپ کو صاحب قدوری بتلا رہے ہیں کہ کس اجیر کو دوسرے کی چیز روکنے کا حق ہے اور کس اجیر کو دوسرے کی چیز اجرت کے لیے روکنے کا حق نہیں۔ مثلاً بھئی آپ درزی کے پاس اپنا سوٹ سلوانے کے لیے لے گئے اس درزی نے آپ کا سوٹ سی دیا۔ آپ سوٹ لینے کے لیے پہنچے آپ نے کہا لاؤ بھئی میرا سوٹ دے دو۔ درزی کہنے لگا نہیں بھئی سوٹ آپ کو بعد میں ملے گا پہلے کیا کرو میری اجرت میرے حوالے کرو، تو کیا درزی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آپ کی چیز کو روک لے اجرت وصول کرنے کے لیے؟ کہتے ہیں بھئی ضابطہ یاد رکھو جس اجیر کے مال میں سے کوئی چیز اس شے پر لگی ہو جو آپ کی چیز ہے، اجیر کے مال میں سے کوئی چیز اس کے ساتھ لگی ہے اس پر کوئی خرچہ ہوا ہے تو پھر تو اس کو روکنے کا حق ہے ورنہ اسے روکنے کا حق نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ جو چیز آپ نے دی ہے عمل کرنے کے لیے اگر اس چیز پر اجیر کا بھی مال لگا ہے مال خرچ ہوا ہے تو پھر تو اسے حق ہے وہ کیا کر سکتا ہے چیز کو روک سکتا ہے جب تک مجھے اجرت نہیں دو گے میں بھی آپ کی چیز آپ کے حوالے نہیں کروں گا۔ اور اگر اجیر کا مال جو ہے اس چیز پر نہیں لگا ہے اس کے ساتھ قائم نہیں ہے تو اس صورت میں اسے روکنے کا حق بھی نہیں۔

اب آپ مجھے بتلائیے بھئی درزی کے پاس جب آپ کپڑا لینے گئے اور اس نے روک لیا آپ کا سوٹ کیا اسے روکنے کا حق ہے یا روکنے کا حق نہیں ہے بھئی؟ حق ہے، کیوں حق ہے روکنے کا؟ بھئی اس کا مال اس پہ لگا ہے وہ دھاگہ اس نے سلائی کی ہے اس نے بٹن لگائے ہیں کاج وغیرہ جو کام ہے اس نے کیا ہے تو اس کا مال اس کے اندر لگا ہوا ہے لہذا اس کو روکنے کا حق ہے۔ بھئی آپ کپڑے کو لے گئے رنگ کروانے کے لیے رنگریز کے پاس بھئی اب جب آپ کپڑا لینے گئے رنگریز نے کہا ہاں بھئی میں نے اس پر رنگ تو کر دیا ہے لیکن میں آپ کا کپڑا آپ کو اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک میری اجرت میرے حوالے نہیں کرو گے، کیا اسے روکنے کا حق ہے یا روکنے کا حق نہیں ہے؟ روکنے کا حق ہے۔ کیوں حق ہے؟ کیونکہ اس کا مال لگا ہے اس نے وہ رنگ لگایا ہے کپڑے کے ساتھ وہ لگا ہوا ہے تو اسے روکنے کا حق ہے۔ بھئی ایک آدمی کو آپ نے کہا کہ میرا یہ سامان اٹھاؤ اور وہ سامنے میرے گھر تک پہنچا دو۔ اس نے آپ کا سامان اٹھایا اور گھر تک پہنچا دیا اب آپ بھی پہنچے سامان اٹھانے لگے اس نے کہا بھئی خبردار سامان کو ہاتھ نہیں لگانا پہلے کیا کرو میری اجرت میرے حوالے کرو، کیا وہ آپ کی چیز روک سکتا ہے یا نہیں روک سکتا؟ جی؟ نہیں روک سکتا، یہاں نہیں روک سکتا بھئی کوئی اس کا خرچہ ہوا ہے کپڑے پر اس نے کوئی مال لگایا ہے؟ نہیں بھئی کپڑے پر کوئی اس نے مال نہیں لگایا۔ دھوبی کے پاس آپ کپڑے لے گئے بھئی دھلوانے وغیرہ کے لیے بھئی اب بھئی کیا وہ دھوبی آپ کے کپڑے روک سکتا ہے اجرت کے لیے کہ نہیں روک سکتا؟ وہ روک سکتا ہے اس کا مال لگا ہے بھئی وہ صابن وغیرہ اس نے لگایا ہے اور اس نے چمک دمک کے لیے اس میں کوئی چیز نیل وغیرہ لگایا اور اسی طرح کلف وغیرہ اس نے اس پر لگائی ہے تو وہ روک سکتا ہے بھئی۔ ہاں اگر وہ ایسا دھوبی ہے جو سادے پانی سے دھوتا ہے بس ایک روپیہ اس کا خرچہ نہیں ہوتا صرف محنت ہے اس کی بس، تو سادے پانی سے جو دھونے والا ہے چونکہ اس کا مال اس پر خرچ نہیں ہوا لہذا اسے روکنے کا کوئی حق نہیں۔

تو کہتے ہیں وَكُلُّ صَانِعٍ لِعَمَلِهِ أَثَرٌ فِي الْعَيْنِ اور ہر وہ کاریگر کہ اس کے عمل کا کوئی اثر ہو فِي الْعَيْنِ کس کے اندر؟ اس چیز کے اندر كَالْقَصَّارِ جیسے کہ دھوبی ہے وَالصَّبَّاغِ اور رنگریز ہے۔ تو جس کے عمل کا اثر ہو اس چیز کے اندر میں نے بتلایا کیا معنی ہے اس کے عمل کے اثر کا؟ اس کا کوئی مال لگا ہو اس پر، اس کا مال لگا ہو فَلَهُ أَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ عَمَلِهِ تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ روک لے اس چیز کو بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ عَمَلِهِ اپنے عمل سے فارغ ہونے کے بعد۔ اپنے عمل سے فارغ ہونے کے بعد اسے اس چیز کو روکنے کا حق ہے حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الْأُجْرَةَ یہاں تک کہ وہ اجرت وصول کر لے

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَرْضَعَتْهُ فِي الْمُدَّةِ بِلَبَنِ شَاةٍ فَلَا أُجْرَةَ لَهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن أرضعته في المدة بلبن شاة فلا أجر لها» منقول ہے۔

بھئی۔ وَمَنْ لَيْسَ لِعَمَلِهِ أَثَرٌ فِي الْعَيْنِ اور وہ کاریگر کہ نہیں ہے اس کے عمل کا کوئی اثر چیز کے اندر یعنی اس کا کوئی مال نہیں لگا اس چیز میں فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ لِلْأُجْرَةِ تو اسے اس چیز کو روکنے کا حق نہیں ہے لِلْأُجْرَةِ کس چیز کے لیے؟ اجرت کے لیے اسے چیز روکنے کا حق نہیں ہے كَالْحَمَّالِ وَالْمَلَّاحِ جیسے حمال ہے بھئی بوجھ اٹھانے والا وَالْمَلَّاحِ اور کشتی چلانے والا بھئی۔ آپ دیکھو آپ کشتی میں سامان لے گئے بھئی ملاح کو دیا یہ سامان کشتی میں رکھو دوسرے کنارے پر پہنچاؤ وہاں جا کر وہ کہتا ہے نہیں بھئی سامان نہیں ملے گا پہلے کیا کرو میری اجرت میرے حوالے کرو، یہ حق اسے نہیں ہے اس لیے کہ اس کا کوئی مال اس چیز کے ساتھ قائم نہیں آپ کی چیز پر اس کا کوئی خرچہ نہیں ہوا۔[۲]

وَإِذَا اشْتَرَطَ عَلَى الصَّانِعِ بھئی۔ صورت مسئلہ یہ میں ایک شخص کے پاس کپڑا لے گیا سلوانے کے لیے اور میں نے جا کر کہا کہ اس کپڑے کا سوٹ مجھے تیار کر دیں۔ کپڑے سے کیا تیار کر دیں؟ سوٹ تیار کر دیں۔ اب کیا اس شخص کے لیے خود عمل کرنا ضروری ہے یا وہ کسی اور کے ذریعے بھی سلوا سکتا ہے؟ خود سینا ضروری ہے یا کسی اور کے ذریعے بھی سلوا سکتا ہے؟ کہتے ہیں بھئی اگر عقد کے اندر وہ مستاجر نے شرط لگائی تھی کہ تم نے خود سینا ہے تو پھر کسی اور کے ذریعے عمل کروانا جائز نہیں اور اگر اس نے شرط نہیں لگائی تھی تو پھر چاہے خود اس کام کو کر دے چاہے کسی اور آدمی کے ذریعے کروا دے۔ سمجھ میں آیا تو چاہے خود سی دے یا چاہے کیا کرے کسی اور سے سلوا دے ہاں لیکن اگر اس نے شرط لگائی تھی پھر کسی اور کے ذریعے سلوانا جائز نہیں خود ہی اس کو سینا پڑے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا اشْتَرَطَ عَلَى الصَّانِعِ اور جب شرط لگا دی کاریگر پر أَنْ يَعْمَلَ بِنَفْسِهِ کہ وہ خود عمل کرے گا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَعْمِلَ غَيْرَهُ تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور کو استعمال کرے یعنی اس کام کے لیے کسی اور سے یہ کام کروائے بھئی۔ وَإِنْ أَطْلَقَ لَهُ الْعَمَلَ اور اگر اس نے کیا کیا کوئی شرط نہیں لگائی مطلق چھوڑ دیا کہ بس یہ کپڑا مجھے سی دو، تو کہتے ہیں وَإِنْ أَطْلَقَ لَهُ الْعَمَلَ اور اگر اس کے لیے مطلق چھوڑ دیا عمل کو فَلَهُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ مَنْ يَعْمَلُهُ تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کیا کر دے کسی ایسے شخص کو اجرت پر رکھ لے جو کیا کرے اس کام کو کر لے۔ آپ ایک آدمی کے پاس لے گئے بھئی یہ سوٹ میرا سی دو بھئی اس نے کیا کیا آگے ایک اور آدمی کو اجرت پر رکھا اور اس کے ذریعے سلوا دیا تو یہ ٹھیک ہے کیونکہ آپ نے شرط نہیں لگائی تھی۔ اگر شرط لگائی ہوتی کہ تم نے ہی سینا ہے تو پھر اسی کو سینا پڑے گا کسی اور سے سلوانا درست نہیں۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ الْخَيَّاطُ وَالصَّبَّاغُ اور جب اختلاف آیا جی۔ صورت مسئلہ یہ بھئی مستاجر کے اندر اور اجیر میں اختلاف آ گیا عمل کے اندر۔ میں کپڑا لے گیا درزی کے پاس سلوانے کے لیے۔ اب جب اس نے سی دیا ہے میں لینے کے لیے پہنچا اس نے نکالا بھئی سلا ہوا کپڑا، میں نے دیکھا تو اس نے اس کی شلوار قمیص سی ہے۔ میں نے کہا بھئی میں نے تو آپ کو شلوار قمیص کا نہیں کہا تھا میں نے تو آپ کو شلوار کرتے کا کہا تھا بھئی آپ نے تو میرا سارا کپڑا خراب کر دیا۔ اب کیا کریں بھئی درزی کہتا ہے نہیں آپ نے مجھے شلوار قمیص ہی کا کہا تھا میں کہتا ہوں نہیں میں نے کیا کہا تھا؟ شلوار کرتے کا کہا تھا بھئی، اختلاف آیا اب کس کی بات معتبر ہے؟ قاضی کے پاس چلے جاتے ہیں کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو یہ چیز کس کی تھی؟ مستاجر کی چیز تھی تو اسی کو زیادہ پتہ ہو گا کہ میں نے کس چیز کی اجازت دی ہے اور کس چیز کی اجازت نہیں دی لہٰذا کپڑے والے کا قول معتبر ہے۔ کپڑے والے کے قول کے معتبر ہونے کا کیا معنی؟ بھئی میں نے آپ کو ایک ضابطہ بتلایا تھا اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔ تو قول کے معتبر ہونے کا کیا معنی؟ معلوم ہوا یہ منکر ہے۔ قول کس کا معتبر ہوتا ہے؟ منکر کا۔ بھئی ایک آدمی جب جاتا ہے قاضی کے پاس جا کر کہتا ہے قاضی صاحب اس نے میرا ایک ہزار روپیہ دینا ہے تو کیا قاضی اس سے فوراً قسم لے لیتا ہے دعویٰ کرنے والے سے یا کیا کرتا ہے؟ بھئی جو مدعی ہوتا ہے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہم فوراً اسے کہیں گے تم نے دعویٰ کیا ہے کس کو لے کر آؤ؟ گواہوں کو لے کر آؤ بھئی تمہاری اپنی بات کا کوئی اعتبار نہیں وہ گواہ آ کر گواہی دیں۔ اگر تمہارے پاس دو گواہ ہیں تو ٹھیک اگر دو گواہ نہیں ہیں تو قول کس کا معتبر ہے؟ منکر کا، اس کی طرف ہم جائیں گے اور اس سے قسم لے لیں گے کہ قسم کھاؤ معاملہ ایسا نہیں۔

صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو لہٰذا یہاں بھی امام صاحب کیا فرما رہے ہیں کس کا معتبر ہے قول؟ کپڑے کے مالک کا قول معتبر ہے کیونکہ اجازت تو اس نے دی تھی تو اسی کو زیادہ پتہ ہو گا کہ میں نے کس چیز کی اجازت دی ہے اور کس چیز کی اجازت نہیں دی۔ تو اب قول کے معتبر ہونے کا کیا معنی؟ یعنی اس سے قسم لی جائے گی قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے معلوم ہوا دراصل وہ کون ہے؟ منکر ہے، درزی معلوم ہوا مدعی ہے۔ جب یہ بات آ جائے نا کہ فلاں کا قول معتبر ہے فوراً سمجھ جایا کرو یہ کون ہے؟ منکر اور دوسرا کون ہے؟ مدعی، اور مدعی پر بینہ اور منکر کا قول معتبر ہوتا ہے کس چیز کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ، لہٰذا اس کپڑے

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اثر ہو فِي الْعَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أثر في العين» منقول ہے۔

والے کے قول کا ویسے ہی اعتبار کر لیں گے یا قسم کے ساتھ؟ قسم کے ساتھ لیکن اس سے پہلے درزی ہے چونکہ مدعی تو درزی سے پوچھا جائے گا کوئی گواہ پیش کر دو۔ اگر وہ گواہ پیش نہیں کر سکا تو پھر کیا کیا جائے گا؟ اس کپڑے کے مالک سے قسم لی جائے گی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ تو جہاں بھی یہ بات آجائے کہ قول اس کا معتبر ہے آپ فوراً سمجھ جانا کہ یہ دراصل کون ہے؟ منکر ہے اور قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے جبکہ دوسرا شخص مدعی ہے اور اس کے ذمے بینہ ہے۔ اگر وہ گواہ پیش کر دیتا ہے تو پھر ادھر قسم کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں۔

اور یہی صورت بنالو رنگنے کے اندر بھی بھئی۔ میں رنگریز کے پاس اپنا کپڑا واپس لینے پہنچا جو میں نے اسے رنگنے کے لیے دیا تھا اس نے کپڑا نکالا میں نے کہا بھئی یہ تو آپ نے زرد رنگ دیا ہے میں نے تو آپ کو کہا تھا سرخ رنگ لگانا اس پر بھئی، اختلاف آگیا۔ رنگریز کہتا ہے نہیں بھئی آپ نے مجھے کیا کہا تھا؟ آپ نے مجھے زرد رنگ ہی کا کہا تھا سرخ رنگ کا نہیں کہا، دونوں قاضی کے پاس چلے گئے تو کس کا قول معتبر؟ کپڑے کے مالک کا قول معتبر اور معلوم ہوا وہ جو کاریگر ہے رنگریز جو ہے وہ مدعی ہے اس کے ذمے کیا ضروری؟ بینہ ضروری۔ وہ بینہ نہ پیش کر سکے تو کپڑے کے مالک سے قسم لے لی جائے گی اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ وَإِذَا اخْتَلَفَ الْخَيَّاطُ وَالصَّبَّاغُ وَصَاحِبُ الثَّوْبِ اور جب اختلاف کیا درزی نے اور رنگریز نے اور کپڑے کے مالک نے فَقَالَ صَاحِبُ الثَّوْبِ لِلْخَيَّاطِ تو کپڑے کا مالک جو ہے وہ درزی سے کہتا ہے أَمَرْتُكَ أَنْ تَعْمَلَهُ قَبَاءً میں نے تو تجھے حکم دیا تھا کہ تو اس کو قبا بنا دے وَقَالَ الْخَيَّاطُ قَمِيصًا اور درزی کہتا ہے کہ تو نے مجھے قمیص کا کہا تھا أَوْ قَالَ صَاحِبُ الثَّوْبِ لِلصَّبَّاغِ یا کپڑے کا مالک رنگریز سے کہتا ہے أَمَرْتُكَ أَنْ تَصْبُغَهُ أَحْمَرَ میں نے تو تجھے کہا تھا کہ اسے سرخ رنگ دے، صَبَغَ يَصْبُغُ کے معنی ہوتے ہیں رنگنا، أَحْمَرُ سرخ رنگ کو کہتے ہیں، میں نے تجھے کہا تھا کہ اس کو سرخ رنگ دے دے فَصَبَغْتَهُ أَصْفَرَ تو تو نے اس کو زرد رنگ دے دیا ہے، أَصْفَرُ کسے کہتے ہیں؟ زرد رنگ کو۔ فَالْقَوْلُ قَوْلُ صَاحِبِ الثَّوْبِ مَعَ يَمِينِهِ پس قول جو معتبر ہے وہ کس کا ہے کپڑے کے مالک کا قول معتبر ہے مَعَ يَمِينِهِ ساتھ اس کی قسم کے فَإِنْ حَلَفَ پس اگر اس نے قسم اٹھالی فَالْخَيَّاطُ ضَامِنٌ تو درزی ضامن ہو گا اسے کپڑے کا ضمان دینا پڑے گا یا وہ رنگریز ضامن ہو گا اسے کپڑے کا ضمان دینا پڑے گا۔[۳]

وَإِنْ قَالَ صَاحِبُ الثَّوْبِ عَمِلْتَهُ لِي۔ بھئی اب اور اختلاف آیا۔ ایک آدمی نے دوسرے کو کپڑا دیا تھا سینے کے لیے یا رنگنے کے لیے اور جب وہ کپڑا لینے پہنچا کہ لاؤ بھئی وہ سوٹ تیار ہو گیا ہے مجھے دے دو، اس نے سوٹ دیا اب اٹھا کر سوٹ جانے لگا بھئی۔ درزی کہتا ہے بھئی پیسے تو دے دو آپ نے پیسے نہیں دیے۔ کہتا ہے بھئی پیسے کس چیز کے آپ نے تو کہا تھا میں مفت سی کر دوں گا۔ یا رنگریز سے کپڑا لے کر جانے لگا رنگریز نے کہا بھئی پیسے تو دو، اس نے کہا بھئی آپ نے تو کہا تھا میں مفت کر دوں گا۔ اب اختلاف آیا کپڑے کا مالک کہتا ہے اس نے مجھے مفت سینے کے لیے کہا تھا اور وہ کاریگر کیا کہتا ہے کہ میں نے مفت کی بات نہیں کی۔ اب کیا کیا جائے دونوں میں اختلاف آیا قاضی کے پاس چلے گئے بھئی۔ فقہائے کرام پر اللہ تعالیٰ کی کروڑہا رحمتیں نازل ہوں بھئی اتنے مسائل آسان کر دیے ایک ایک صورت بنا کر پیش کر دی۔ بجائے اس کے کہ ہم اگر اپنی عمریں بھی لگا دیتے چند مسائل کا بھی پتہ نہ چلتا جو ظاہری ظاہری ہیں ان کا تو پتہ لگ جاتا فقہائے کرام نے ساری زندگیاں لگا دیں اللہ نے ان کو پیدا ہی اس کام کے لیے کیا تھا گویا کہ قرآن اور حدیث سے ایک ایک مسئلہ نکالا اور ہمارے سامنے پلیٹ میں سجا کر ایک بہترین کھانے کی صورت میں رکھ دیا کہ لو اب مزے سے کھاؤ بھئی ہم نے تو راتیں گزار دیں جاگتے رہے دن گزار دیے جاگتے رہے اور آپ کے لیے یہ مسائل قرآن اور حدیث سے اخذ کیے۔

پھر بھی بعض جہلائے زمانہ فقہاء کے خلاف زبان کھولتے ہیں زبان درازی کرتے ہیں۔ ان کی حیثیت تو دیکھا کرو جو زبان درازی کرتا ہے کوئی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف بولتا ہے اس شخص کی حیثیت دیکھا کرو۔ گھٹیا ترین لوگوں میں سے ہو گا ادنیٰ ترین لوگوں میں سے ہو گا لیکن اپنے آپ کو بڑا فقیہ سمجھتا ہے دین کو سمجھنے والا ہے بس یہی آیا ہے اس سے پہلے تو کوئی تھا ہی نہیں۔ تعصب ایسی چیز ہے انسان اندھا ہو جاتا ہے بس، اندھا ہو جاتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف بات کرتا ہے بھئی امام صاحب کا مقام نہیں جانتا بھئی۔ تابعی ہیں تابعی مولانا جنہوں نے کئی صحابہ کی زیارت کی ہے۔ تابعی کا مقام جانتے ہو بھئی؟ تابعی وہ شخص ہے جس نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا بھئی۔ یہ شرف کوئی معمولی شرف ہے؟ علم کو ایک طرف رکھو بھئی ویسے ہی تابعی ہونے کو ہی دیکھ لو تو تمہیں اپنی زبانیں بند کر لینی چاہئیں بھئی۔ فضول باتیں کرتے ہیں امام صاحب کے خلاف بھئی حیا ختم ہو گئی مولانا۔ ریڑھی پر کھڑا ہو تا ہے امام صاحب کے خلاف بات کر رہا ہوتا ہے بھئی امام صاحب کو حدیثیں نہیں تھیں یاد بھئی فلاں نہیں تھا یاد بھئی۔ اچھا امام صاحب کو نہیں تھیں یاد تجھے یاد ہیں بھئی؟ کوئی ایک حدیث تو سناؤ ترجمے رٹے ہوتے ہیں۔ دو چار چھ حدیثوں کے ترجمے رٹے ہوتے ہیں اور وہ ترجمے بھی

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا اخْتَلَفَ الْخَيَّاطُ وَالصَّبَّاغُ وَصَاحِبُ الثَّوْبِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا اختلف الخياط وصاحب الثوب» منقول ہے۔

یاد رکھو ان پہ میرا خیال ہے ان کو شاید ایک ذرہ اجر نہیں ملے گا کیونکہ انہوں نے وہ جو ترجمے بھی رٹے ہوتے ہیں کسی دین کی خدمت کے لیے نہیں رٹے ہوتے صرف کس لیے رٹے ہوتے ہیں؟ کہ اعتراض کروں گا میں جا کر، اعتراض کروں گا بھئی۔

بھئی آپ نے حدیث کا ترجمہ یاد کر لیا یہ بھی بڑی سعادت کی بات تھی لیکن آپ نیت تو رکھتے کہ میں کس لیے کر رہا ہوں حضور صلی الله علیہ وسلم کی ایک بات کو یاد کر رہا ہوں دین کی ایک بات کو، نہیں نیت یہ نہیں ہوتی نیت ہوتی ہے میں کیا کروں گا جا کر؟ اعتراض کروں گا۔ بس آنکھوں پر بھئی ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے بھئی کامل ہدایت بھئی سمجھ میں آیا غلط راستہ ہے ان لوگوں کا غلط راستہ ہے بھئی۔ فقہائے کرام بڑے محترم لوگ ہیں ہم تو بھئی ہر فقیہ کا احترام کرتے ہیں چاہے وہ شافعی ہو چاہے حنبلی ہو چاہے مالکی ہو، سمجھ میں آیا سب یہ اللہ کے دین کے راستے ہیں بھئی سارے راستے اللہ تک پہنچانے والے ہیں حضور صلی الله علیہ وسلم تک پہنچانے والے ہیں۔ اور یہ نہیں کہ ان کو پتہ نہیں ہوتا ہم غلط کر رہے ہیں غلط ان کو بھی پتہ ہوتا ہے ہم غلط کر رہے ہیں بھئی۔ اس مسئلے کے اندر تو احناف کے پاس بھی حدیثیں موجود ہیں فلاں فلاں مسئلے کے اندر احناف کے پاس بھی یہ بڑی حدیث آ گئی مثلاً جو مسئلہ ان کی نظر میں آیا دو چار مسئلے تو ہوتے ہیں ان کو باقی تو کچھ پتہ نہیں ہوتا تو وہ دو چار مسائل کے یہ تو ہیں لیکن اس مسئلے میں تو میں جو ان کے خلاف بات کر رہا ہوں ان کے پاس بھی حدیثیں دلیل میں موجود ہیں۔ آنکھیں بند کر کے ان کے سامنے کوئی ہمارے مسئلے کی حدیث ذکر کر دو جاہل اجہل ہو گا سمجھ میں آیا بھئی جاہل اجہل ہو گا لیکن آنکھیں بند کر کے کہہ دے گا یہ حدیث ضعیف ہے۔ اتنی جرات ہو گئی بھئی حدیث کے بارے میں؟ علماء حدیث پر ضعیف کا حکم لگاتے ہوئے کانپتے ہیں مولانا عرصے کی تحقیقات کرنے کے بعد جا کر فقہاء علماء محدثین نے ایک ایک حدیث کی چھان بین کی زندگیاں گزار دیں پھر جا کر حکم لگاتے تھے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ ایک ریڑھی پر کھڑا ہوا ہے یا دکان پہ بیٹھا ہوا ہے آنکھیں بند کر کے کہہ دے گا حدیث ضعیف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت نصیب فرمائے بھئی بڑا غلط طریقہ ان لوگوں کا ہے بھئی۔ حسد بغض احناف کے خلاف دلوں میں بھرا ہوتا ہے عجیب بات ہے بھئی تمہیں حسد اور بغض کے لیے احناف ہی ملے ہیں کافر تھوڑے پڑ گئے دنیا کے اندر؟ تم کافروں کے مقابلے کی تیاری نہیں کرتے احناف کے مقابلے کی تیاری کرتے ہو بھئی۔

اچھا بھئی کیا بات ہو رہی تھی؟ ہاں تو دیکھو فقہائے کرام نے ایک ایک مسئلہ لکھ دیا سامنے واضح کر دیا بھئی۔ تو بھئی وہ شخص کہتا ہے کاریگر کہتا ہے میں نے اجرت پر کام کیا ہے اور وہ چیز کا مالک کیا کہتا ہے تم نے تو میرے لیے یہ کام مفت کیا ہے، اب کیا کیا جائے؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ کپڑے کے مالک کا قول معتبر ہے یعنی کپڑے کے مالک سے کیا لی جائے گی؟ قسم، معلوم ہوا وہ کون ہے؟ منکر ہے اور دوسرے پر کیا آ جائے گی؟ بینہ معلوم ہوا وہ مدعی ہے تو اس کے ذمے بینہ ہے۔ تو اگر وہ بینہ پیش کر دیتا ہے ٹھیک بینہ نہیں پیش کرتا تو کس کی بات مانی جائے گی؟ کپڑے کے مالک کی بات مان لی جائے گی جب کہ وہ قسم اٹھا لے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں اگر اس کام کرنے والے کا پیشہ یہ ہے یعنی وہ کپڑے سیتا ہے اور اس کے پیسے لیا کرتا ہے تو اس پر بھی اجرت ضروری ہو جائے گی کیونکہ جب وہ کرتا ہی اس طرح ہے تو معلوم ہوا یہ کپڑا ابھی اس نے کس طریقے پر عمل کیا ہو گا؟ اجرت پر کیا ہو گا۔ جبکہ امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں کہ یہاں شہرت کو دیکھا جائے گا بھئی کہ یہ شخص کاریگر اس کام میں مشہور ہے سب کو پتہ ہے یہ کیا کرتا ہے؟ یہی کام کرتا ہے اجرت پر کرتا ہے، تو اگر مشہور ہے سب کو پتہ ہے وہ یہ کام اجرت پر کرتا ہے تو اب کیا کیا جائے گا؟ تو اب اس کا قول معتبر ہے اور اب اس سے قسم لی جائے گی۔ معلوم ہوا اب کپڑے کا مالک کون بن گیا؟ مدعی بن جائے گا اور وہ کاریگر کیا بن جائے گا؟ منکر بن جائے گا۔

دیکھیے بھئی وَإِنْ قَالَ صَاحِبُ الثَّوْبِ عَمِلْتَهُ لِي بِغَيْرِ أُجْرَةٍ اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ تو نے اس کو عمل کیا ہے میرے لیے بغیر اجرت کے وَقَالَ الصَّانِعُ بِأُجْرَةٍ اور وہ جو کاریگر ہے وہ کہتا ہے اجرت کے عوض میں کیا ہے فَالْقَوْلُ قَوْلُ صَاحِبِ الثَّوْبِ مَعَ يَمِينِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تو قول جو ہے وہ کپڑے کے مالک کا معتبر ہے ساتھ اس کی قسم کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنْ كَانَ حَرِيفًا لَهُ فَلَهُ الْأُجْرَةُ، امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں اگر وہ کاریگر ہے اسی کام کا یا پیشہ کرنے والا ہے اسی کام کا، حَرِيفٌ کہتے ہیں کاریگر کو پیشے والا، اگر وہ کاریگر ہے پیشے والا ہے اسی چیز کا فَلَهُ الْأُجْرَةُ تو اس کے لیے اجرت ہے اسے اجرت دی جائے گی وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَرِيفًا لَهُ فَلَا أُجْرَةَ لَهُ اور اگر یہ اس چیز کا پیشہ کرنے والا نہیں ہے تو اس کے لیے کوئی اجرت نہیں ہے۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں إِنْ كَانَ الصَّانِعُ مُبْتَذِلًا لِهَذِهِ الصَّنْعَةِ بِالْأُجْرَةِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ أَنَّهُ عَمِلَهُ بِأُجْرَةٍ۔ امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں کہ اگر وہ کاریگر جو ہے مُبْتَذِلًا ای مَعْرُوفًا مشہور ہے لِهَذِهِ الصَّنْعَةِ اس کام میں مشہور ہے بھئی اس فن میں بِالْأُجْرَةِ کس کے بدلے میں؟ اجرت یعنی مشہور ہے کہ یہ کام کس کے بدلے میں کرتا ہے؟ اجرت کے فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ تو قول اسی کا معتبر ہے مَعَ يَمِينِهِ ساتھ اس کی اس قسم کے کہ أَنَّهُ عَمِلَهُ بِأُجْرَةٍ کہ اس نے یہ کام کیا ہے اجرت کے بدلے میں، اجرت کے بدلے میں۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ تو بھئی دیکھو امام صاحب کیا فرماتے تھے قول کس کا معتبر؟ کپڑے کے مالک کا قول معتبر معلوم ہوا وہ کاریگر کون ہے؟ مدعی اور یہ کون؟ منکر۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس کا پیشہ یہ ہے تو اجرت اس کو دلائی جائے گی ورنہ اجرت نہیں دلائی جائے گی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شہرت کو دیکھو اگر وہ اس کام میں مشہور ہے کہ وہ یہ کام پیسے لے کر کرتا ہے تو اب یہاں پر بھی اس کا قول معتبر ہو گا اس کی قسم کے ساتھ۔ تو دیکھیے صاحبین نے ظاہر حال کو دلیل بنایا۔ کس چیز کو دلیل بنایا؟ ظاہر حال کو بھئی۔ ظاہر حال کو دلیل بنایا وہ کام ہی یہ کرتا ہے مشہور ہے کہ پیسے لے کر وہ یہ کام کرتا ہے تو ظاہر حال یہی ہے کہ یقیناً اس کے ساتھ بھی جو اس نے اجارے کا عقد کیا یہ کس کے بدلے میں کیا ہو گا؟ اجرت کے بدلے میں کیا ہو گا۔ کس کے بدلے میں؟ اجرت کے بدلے میں، تو صاحبین نے ظاہر حال کو دلیل بنایا اجرت کے لازم کرنے کے لیے۔ کس کے لیے؟ اجرت کے لازم کرنے کے لیے ہاں کہ جب وہ باقی لوگوں کے ساتھ اس طرح کرتا ہے ان سے پیسے لے کر انہیں یہ کام کر کے دیتا ہے تو یقیناً ظاہر یہی ہے کہ اس کے ساتھ بھی اس نے اسی طرح عقد کیا ہو گا۔

اس کے مقابلے میں امام صاحب نے کیا فرمایا تھا کس کا قول معتبر ہے؟ کپڑے کے مالک کا۔ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی ظاہر حال دفع کی دلیل تو بن سکتا ہے الزام کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیسے بھئی دفع کی دلیل الزام کی دلیل؟ بھئی دیکھو ظاہر حال کے ذریعے کسی سے کسی حق کو دفع تو کیا جا سکتا ہے دور تو کیا جا سکتا ہے لیکن کسی پر کسی کا حق لازم نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں پر دیکھو ہم کیا کر رہے ہیں؟ صاحبین نے کیا کہا ظاہر حال کو دیکھو اگر وہ یہ کام کرتا ہے تو کپڑے کے مالک پر اجرت لازم ہے۔ تو ظاہر حال کو کس چیز کی دلیل بنالیا؟ حق لازم کرنے کی۔ کس چیز کی دلیل بنایا؟ حق لازم کرنے کی اور امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ ظاہر حال دفع کی دلیل تو بن سکتا ہے لیکن حق لازم کرنے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

کیسے؟ دیکھو مثال سے بات واضح ہو جائے گی۔ میں نے ایک آدمی سے پن چکی کرایہ پر لی بھئی۔ پن چکی آپ جانتے ہو اوپر سے بڑا تیز پانی آتا ہے اور ایک کمرہ بنایا جاتا ہے اس کمرے کے اندر ایک پتھر ہے بڑا سا وزنی سا اور وہ پانی اس کمرے میں سے گزرتا ہے اس پتھر کو گھماتا ہوا پریشر کی وجہ سے پتھر کو گھما رہا ہے تو وہ چکی پانی کے ذریعے چل رہی ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ پن چکی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ پن چکی بھئی دیکھی ہے کبھی آپ لوگوں نے بھئی؟ جی ہاں بڑا شور ہوتا ہے اس کا۔ تو یہ پن چکی اب میں نے ایک آدمی سے کرایہ پر لے لی ایک مہینے کے لیے، مہینے کے بعد بھئی وہ آیا بھئی لاؤ بھئی کرایہ دے دو۔ میں نے کہا بھئی پانی ایک مہینے سے بند ہے پانی نہیں آرہا چکی کا تو میں فائدہ ہی نہیں اٹھا سکا تو پیسے کس بات کے؟ اس نے کہا نہیں پانی تو کیسے نہیں آرہا؟ میں نے کہا آؤ دیکھو اس نے دیکھا تو پانی خشک ہے بالکل۔ اس نے کہا نہیں بھئی پانی آرہا تھا یہ آج کل میں پانی بند ہوا ہو گا بھئی، پانی تو آرہا تھا یہ آج کل میں بھئی مدت کے بعد پانی بند ہوا ہو گا مدت پوری ہونے کے بعد۔ جھگڑا آگیا میں کہتا ہوں نہیں شروع سے ہی پانی بند ہے وہ کہتا ہے نہیں پانی اب بند ہوا ہو گا شروع میں پانی بند نہیں تھا آپ نے نفع اٹھایا میں نے چیز آپ کے حوالے کی تھی اب مجھے کرایہ دو۔ اب جھگڑا ہوا ہمارے درمیان۔

تو ہم دونوں چلے گئے قاضی کے پاس بھئی قاضی صاحب یہ مسئلہ پیش آگیا اب کیا کیا جائے؟ تو دیکھو وہ پن چکی والا میرے اوپر مجھ پر اجرت لازم کرنا چاہتا ہے اور میں اپنے اوپر سے اس کی اجرت کو دفع کرنا چاہتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ وہ چاہتا ہے میری اجرت تمہارے اوپر لازم ہے اور میں کیا کر رہا ہوں؟ اجرت کو اپنے سے دفع کر رہا ہوں کہ نہیں مجھ پر تمہاری کوئی اجرت نہیں۔ اب کہتے ہیں یہاں ظاہر حال کو دیکھا جائے گا اور تو کوئی ہمارے پاس ذریعہ ہے نہیں کوئی گواہ وغیرہ کچھ نہیں ہے ظاہر حال کو دیکھیں گے۔ قاضی دیکھے گا کسی آدمی کو بھیجے گا یا خود جائے گا دیکھے گا بھئی پن چکی کا پانی اس وقت کیا ہے؟ وہ کہے گا اس وقت پانی بند ہے تو ظاہر حال یہ ہے کہ جب اس وقت پانی بند ہے معلوم ہوا یہ پہلے سے ہی بند تھا۔ یہ پانی کیا تھا؟ پہلے سے ہی بند تھا تو ظاہر حال کو دلیل بنایا یعنی جو آج صورت ہے معلوم ہوا پہلے بھی ایسی ہی تھی اور ظاہر حال کو دلیل بنا کر مجھ سے اس کی اجرت کو دفع کیا جائے گا۔ کیا کیا جائے گا؟ اس کی اجرت دفع ہو جائے گی مجھ سے یعنی اب مجھ پر لازم نہیں ہو گی تو ظاہر حال کس کی دلیل بن گیا؟ دفع کا۔ اب ظاہر حال کی وجہ سے کس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا؟ مستاجر کے حق میں جس نے چیز کرائے پر لی تھی اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا کہ اس وقت پانی نہیں آرہا معلوم ہوا ماضی کے اندر بھی پانی نہیں آرہا تھا۔ تو ظاہر حال کو کس کی دلیل بنایا؟ حق کو لازم کرنے کی دلیل بنایا یا حق کو دفع کرنے کی دلیل بنایا؟ حق کو دفع کرنے کی، تو اس کو دلیل بنایا اور مجھ سے اس کی اجرت کا جو حق تھا وہ دفع ہوا دور ہوا بھئی۔ تو دیکھا امام صاحب فرماتے ہیں ظاہر حال کے ذریعے کسی سے حق کو دفع تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے ذریعے حق کو کسی پر لازم نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس چکی والے مسئلے کے اندر بھئی وہ تو حق کو دفع کیا تھا وہ جائز ہے وہاں ایسا کرنا جائز لیکن یہاں پر آپ ظاہر حال کے ذریعے کیا کرنا چاہتے ہیں؟ کپڑے کے مالک پر اجرت کو لازم کرنا چاہتے ہیں اور ظاہر حال الزام کی دلیل نہیں بن سکتا ہاں البتہ دفع کی دلیل بن سکتا ہے۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۰: کتاب الاجارۃ (۵) و کتاب الشفعۃ (۱): اجارۂ فاسدہ میں اجرِ مثل، موت سے فسخِ اجارہ، شفعہ کی تعریف اور مراتبِ شفعاء (شریک، خلیط، جار)

مختصر القدوری صفحہ: ۹۵—بتاریخ: ۱۲ فروری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْوَاجِبُ فِي الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ أُجْرَةُ الْمِثْلِ لَا يُتَجَاوَزُ بِهِ الْمُسَمّٰى، وَإِذَا قَبَضَ الْمُسْتَأْجِرُ الدَّارَ فَعَلَيْهِ الْأُجْرَةُ وَإِنْ لَمْ يَسْكُنْهَا، فَإِنْ غَصَبَهَا غَاصِبٌ مِنْ يَدِهِ سَقَطَتِ الْأُجْرَةُ، وَإِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا يَضُرُّ بِالسُّكْنٰى فَلَهُ الْفَسْخُ۔[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَالْوَاجِبُ فِي الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ أُجْرَةُ الْمِثْلِ۔ اور واجب جو ہے اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل ہے بھئی۔ جیسے بیع فاسد کے اندر بھئی ثمن نہیں آتے تھے بلکہ اس چیز کی قیمت آیا کرتی تھی، سمجھ میں آیا؟ قیمت آتی تھی کہ اس جیسی چیزوں کی جو قیمت ہوتی ہے وہ آتی ہے۔ تو یہاں پر بھی اجارہ جب فاسد ہو جائے تو بیع کی طرح یہاں پر بھی کیا آجائے گا؟ اجرت مثل، یعنی اس جیسے کاموں کی جو اجرت ہوتی ہے وہ دی جائے گی۔ لیکن لَا يُتَجَاوَزُ بِهِ الْمُسَمّٰى اس کے ذریعے تجاوز نہیں کیا جائے گا مسمیٰ پر بھئی۔ اگر کوئی اجرت طے کی تھی آپس میں اور اجارہ ہے فاسد، تو اب اجرت مثل دیں گے لیکن وہ جو طے کی تھی اس سے زیادہ نہیں دیں گے، نہیں دیں گے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں: اجرت مثل اور مسمیٰ میں سے جو کم ہو گا وہ دیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً اجارہ کیا، اجارہ فاسد، کوئی شرط لگا دی جس سے اجارہ فاسد ہوا اور مسمیٰ طے ہوا تھا جی پانچ سو روپے۔ تو اجارہ فاسد جب ہوا تو اب اجرت مثل آئے گی اور اجرت مثل ہے اس کی سات سو۔ تو سات سو ہے اجرت مثل اور پانچ سو ہے مسمیٰ، تو اقل کیا ہوا؟ مسمیٰ اقل ہے جو طے ہوا تھا، تو وہ کم دے دیں گے یعنی پانچ سو دیں گے۔ اور اگر اجرت مثل ہے مثلاً تین سو روپے اور طے ہوئے ہیں پانچ سو، تو اب اجرت مثل کم ہے یا مسمیٰ کم ہے؟ اجرت مثل کم ہے تو اجرت مثل دے دی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور کیا وجہ ہے یہ مسمیٰ سے زائد کیوں نہیں دیں گے؟ وجہ یہ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ منافع کی کوئی قیمت نہیں کیونکہ ان میں بقا نہیں۔ قیمت اس چیز کی ہوا کرتی ہے جس میں بقا ہو، کچھ دیر ٹھہرے تو، رہے تو۔ یہ تو ایک آن میں آتے ہیں اگلے آن میں ختم ہو جاتے ہیں، تو ہر ہر آن میں نئے منافع آ رہے ہیں اور پچھلے گزرتے جا رہے ہیں، تو ان کے اندر بقا نہیں ہے۔ جب بقا نہیں تو ان کی قیمت نہیں ہے، قیمت نہیں ہے۔ البتہ ان کی جو قیمت آئی بھی وہ کس کی وجہ سے آگئی؟ عقد کیا تھا آپس میں، تو عقد کی وجہ سے اجازت دی گئی مولانا۔ اور مسمیٰ پر جب دونوں راضی ہیں تو معلوم ہوا اور اجر مثل ہے زیادہ، تو زیادتی کو تو یہ دونوں خود ہی کیا کر چکے ہیں؟ زیادتی کو تو یہ دونوں خود ہی ساقط کر چکے ہیں، تو لہٰذا اب وہ زیادتی نہیں آئے گی اور مسمیٰ کم ہے تو مسمیٰ ہی دے دیں گے۔ یہ معنی ہے وَالْوَاجِبُ فِي الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ أُجْرَةُ الْمِثْلِ اور واجب جو ہے اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل ہے لَا يُتَجَاوَزُ بِهِ الْمُسَمّٰى تجاوز نہیں کیا جائے گا اس کے ذریعے مسمیٰ پر۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْوَاجِبُ فِي الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ أُجْرَةُ الْمِثْلِ لَا يُتَجَاوَزُ بِهِ الْمُسَمّٰى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والواجب في الأجارة الفاسدة أجر المثل لا يتجاوز به المسمى» منقول ہے۔

وَإِذَا قَبَضَ الْمُسْتَأْجِرُ الدَّارَ۔ صورت مسئلہ یہ کہ آپ نے ایک شخص سے مکان کرایہ پر لیا تین ماہ کے لیے مثلاً، اور ہر ماہ کی اجرت طے ہوئی ہے پانچ ہزار روپے۔ اس نے مکان خالی کر کے آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ اس میں دو ماہ نہیں رہے، ایک ماہ رہے بھئی۔ اب آپ اس کو ایک ماہ کی اجرت دینا چاہتے ہیں بھئی، وہ کہتا ہے نہیں لاؤ بھئی تین ماہ کی اجرت مجھے دو۔ آپ کہتے ہیں بھئی میں تو اس میں رہا ایک ہی ماہ ہوں، دو ماہ تو میں اس میں رہا ہی نہیں۔ کہتے ہیں نہیں بھئی، مستاجر اگر اس گھر کے اندر رہے یا نہ رہے بھئی، جب موجر نے وہ چیز اس کے حوالے کر دی ہے، وہ گھر اس کے حوالے کر دیا ہے تو اب اس کو کیا دینا پڑے گا؟ اسے اجرت دینا پڑے گی۔ یہ تو مستاجر کا قصور ہے وہ اس میں نہیں رہا، موجر نے تو کیا کیا تھا؟ گھر اس کے حوالے کر دیا تھا۔ ہاں اگر مستاجر سے جس نے کرایہ پر وہ گھر لیا تھا، وہ اس میں ایک مہینہ رہا تھا کہ کسی قبضے والے نے آ کر اس گھر پر قبضہ کر لیا بھئی، دو مہینے تک گھر اس کے قبضے میں رہا بھئی، تو اس صورت میں کوئی غصب کسی نے کر لیا تو اس صورت میں یاد رکھو مستاجر صرف ایک ماہ رہا ہے تو ایک ماہ کی اجرت اس پر آئے گی، اور دو ماہ وہ اس میں رہا ہی نہیں، کسی نے اس سے غصب کر لیا تھا، چھین لیا تھا وہ گھر، تو دو ماہ کی اجرت اس پر نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور اگر کسی غصب والے نے شروع سے ہی چھین لیا، پہلے دن سے ہی چھین لیا، پھر تو سرے سے اس پر کوئی اجرت آئے گی ہی نہیں، بالکل نہیں آئے گی اس پر بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا قَبَضَ الْمُسْتَأْجِرُ الدَّارَ اور جب قبضہ کر لے مستاجر گھر پر فَعَلَيْهِ الْأُجْرَةُ تو اس پر اجرت ہے یعنی اسے اجرت دینا پڑے گی وَإِنْ لَمْ يَسْكُنْهَا اگرچہ وہ اس میں نہ رہے۔ فَإِنْ غَصَبَهَا غَاصِبٌ مِنْ يَدِهِ سَقَطَتِ الْأُجْرَةُ اور اگر غصب کر لیا اس گھر کو کسی غاصب نے اس مستاجر کے قبضے سے سَقَطَتِ الْأُجْرَةُ تو اجرت ساقط ہو جائے گی۔ اور میں نے بتلایا ہاں جتنی دیر وہ رہا ہے اگر کچھ رہا ہے اور کچھ عرصہ غصب ہوا تو پھر تو جتنا رہا ہے اس کی اجرت دینی پڑے گی، اور اگر بالکل نہیں رہا تو پھر سرے سے اس پر کوئی اجرت ہی نہیں آئے گی۔

وَإِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا يَضُرُّ بِالسُّكْنٰى فَلَهُ الْفَسْخُ۔ اور اگر اس نے پایا بھئی اس گھر میں کوئی ایسا عیب جو نقصان دیتا ہے، تکلیف دیتا ہے رہائش میں فَلَهُ الْفَسْخُ تو اسے فسخ کا حق ہے بھئی۔ آپ نے ایک مکان کرایہ پر لیا بھئی، لیکن اس مکان میں کوئی عیب آپ کو ملا جب آپ اس میں منتقل ہوئے، بھئی اس کی تو چھتیں ٹپکتی رہتی ہیں، چھتیں ٹپکتی رہتی ہیں۔ اب کیا کریں بھئی بارشیں ہو رہی ہیں اس دوران جب آپ نے لیا اور چھتیں ٹپک رہی ہیں، تو اب دیکھو یہ ایک ایسا عیب ہے جو کیا کرتا ہے؟ رہائش میں تکلیف دیتا ہے، تو اب مستاجر کو یعنی کرایہ پر لینے والے کو حق ہے کہ وہ اس عقد اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے۔ تو یہ معنی ہے وَإِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا يَضُرُّ بِالسُّكْنٰى اور اگر اس نے اس میں پایا کوئی ایسا عیب يَضُرُّ بِالسُّكْنٰى جو ضرر دیتا ہے رہائش میں فَلَهُ الْفَسْخُ تو مستاجر کو حق ہے فسخ کرنے کا۔ اجارہ خود بخود فسخ نہیں ہو گا بلکہ کیا کرنا پڑے گا؟ یہ فسخ کر سکتا ہے اس کو بھئی کرنا چاہے تو۔

وَإِذَا خَرِبَتِ الدَّارُ أَوِ انْقَطَعَ شِرْبُ الضَّيْعَةِ أَوِ انْقَطَعَ الْمَاءُ عَنِ الرَّحٰى انْفَسَخَتِ الْإِجَارَةُ۔ خَرِبَ يَخْرَبُ کے معنی برباد ہونا بھئی۔ اور اگر وہ گھر برباد ہو گیا، مثلاً مولانا آپ نے گھر کرایہ پر لیا اور اس کی چھت ہی گر گئی بھئی، ابتدا سے ہی کیا ہوا؟ چھت ہی گر گئی بھئی۔ أَوِ انْقَطَعَ شِرْبُ الضَّيْعَةِ، ضیعہ کہتے ہیں قابل کاشت زمین کو۔ ضیعہ کس کو کہتے ہیں؟ ہاں کاشت والی جو زمین ہے اسے ضیعہ کہتے ہیں۔ تو ایک آدمی نے کاشت والی زمین بھئی کرایہ پر لی، آپ نے ایک سال کے لیے زمین کاشت کے لیے اجارہ پر لی، زمین کو ایک طرف سے پانی آتا تھا، نہر تھی چھوٹی، لیکن وہ نہر ختم ہو گئی اس دوران بھئی۔ تو نہر جب ختم ہو گئی تو اب اجارہ کیا ہو جائے گا؟ گزشتہ صورت میں بھی بھئی گھر کی جب چھت گر گئی اب تو وہ قابل انتفاع ہی نہیں رہا سرے سے، تو لہٰذا اب اجارہ خود بخود فسخ ہو جائے گا، اب فسخ کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ بھئی گزشتہ صورت میں چھت ٹپکتی تھی لیکن اس میں پھر بھی کچھ نہ کچھ نفع اٹھایا جا سکتا تھا، اور اب تو بالکل سرے سے کوئی نفع ہی نہیں اٹھایا جا سکتا تو اب لہٰذا اجارہ خود بخود فسخ ہو گا۔ اسی طرح بھئی زمین آپ نے کاشت کے لیے کرایہ پر لی تھی لیکن اب اس کا پانی ہی ختم ہو گیا، اب پانی کے بغیر تو وہاں کچھ کاشت کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے، تو لہٰذا اجارہ خود بخود کیا ہو جائے گا؟ فسخ ہو جائے گا۔ اسی طرح بھئی آپ نے پن چکی کرایہ پر لی تھی، پن چکی وہ چکی جو پانی کے پریشر سے چلتی ہے، پانی آتا ہے اوپر کی طرف سے اور اسے گھماتا ہے۔ اب ایک آدمی نے کرایہ پر پن چکی لی اور اس کا پانی ختم ہوا، رک گیا، تو اجارہ خود بخود کیا ہو جائے گا؟ فسخ ہو جائے گا، اس لیے کہ اب اس سے کوئی نفع اٹھانے کی صورت ہی نہیں۔ وَإِذَا خَرِبَتِ الدَّارُ اور جب وہ گھر خراب ہو جائے جو اس نے کرایہ پر لیا تھا أَوِ انْقَطَعَ شِرْبُ الضَّيْعَةِ یا منقطع ہو جائے کاشت والی زمین کا پانی، وہ زمین جو اس نے کرایہ پر لی تھی أَوِ انْقَطَعَ الْمَاءُ عَنِ الرَّحٰى یا منقطع ہو جائے پانی پن چکی سے انْفَسَخَتِ الْإِجَارَةُ تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ خود بخود، دیکھا انْفَسَخَ کہا، اِنْفَعَلَ باب انفعال لے کر آئے بھئی، باب انفعال لازمی ہوتا ہے۔ پچھلے مسئلے میں تھا فَلَهُ الْفَسْخُ اسے فسخ کرنے کا حق ہے، فسخ کرنا چاہے تو فسخ کر سکتا ہے، اور یہاں آیا کہ خود بخود کیا ہو گا؟ فسخ ہو جائے گا۔

وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَقَدْ عَقَدَ الْإِجَارَةَ لِنَفْسِهِ انْفَسَخَتِ الْإِجَارَةُ۔ اور جب مر جائے، بھئی اگر عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک مر جائے جن کے درمیان عقد اجارہ ہوا تھا، چاہے موجر مر جائے یا چاہے مستاجر مر جائے، تو دونوں صورتوں میں کیا ہے؟ عقد اجارہ ختم ہو جائے گا، عقد اجارہ۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی کیوں ختم ہو گا؟ بھئی اس لیے میں نے بتایا کہ منافع جو ہیں ہر ہر آن نئے منافع آرہے ہیں۔ ہر ہر آن کیا آرہے ہیں؟ ہر ہر آن میں نئے منافع آرہے ہیں اور یوں سمجھو گویا عقد اجارہ تو ہم نے ایک دفعہ کیا لیکن ہر ہر آن میں جب نیا نفع آرہا ہے تو یوں سمجھو گویا ہر آن میں میرے اور موجر کے درمیان، موجر اور مستاجر کے درمیان نیا نیا عقد اجارہ ہوتا جارہا ہے۔ جب تک مدت طے کی تھی اس مدت تک جو جو نفع آتا جارہا ہے وہ تو نیا نفع آرہا ہے، تو گویا ہر نفع پر نیا نیا عقد ہوتا چلا جارہا ہے۔ اور جس وقت دونوں میں سے کوئی ایک مر گیا متعاقدین میں سے، تو اب بھئی وہ عقد کرنے والے ہی نہیں رہے تو اب آئے گا نیا نیا عقد بھئی؟ نہیں، بھئی عقد کے لیے تو ضروری تھا کہ عقد کرنے والے تو کم از کم ہونے چاہئیں پھر ہی نیا نیا عقد آسکتا ہے ناورنہ تو نہیں آسکتا۔ تو ان میں سے جب ایک مر گیا تو وہیں پر اجارہ کیا ہوا؟ رک گیا، اب عقد کرنے والے ہی نہیں ہیں بھئی، نیا نیا اجارہ اب آ ہی نہیں سکتا کیونکہ عقد کے لیے دو عقد کرنے والے چاہئیں یا نہیں چاہئیں بھئی؟ چاہئیں، وہ چاہئیں تھے بھئی۔ تو وہ جب ہوں گے تو نیا نیا اجارہ منعقد ہوتا چلا جائے گا اور جب وہ نہ رہے تو اجارہ خود بخود فسخ ہو جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ اور جب مر جائے عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک وَقَدْ عَقَدَ الْإِجَارَةَ لِنَفْسِهِ اور تحقیق اس نے عقد اجارہ کیا تھا اپنے لیے، وہ جو مرنے والا ہے اس نے اس حال میں کہ اس نے عقد اجارہ اپنے لیے کیا تھا انْفَسَخَتِ الْإِجَارَةُ تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ عَقَدَهَا لِغَيْرِهِ لَمْ تَنْفَسِخْ۔ اور اگر اس نے یہ عقد کیا تھا، یہ عقد اجارہ کسی اور کے لیے تو پھر یہ فسخ نہیں ہو گا۔ بھئی آپ نے ایک آدمی کو وکیل بنایا تھا کہ جاؤ میرے لیے ایک مکان کرایہ پر لو۔ اس نے جا کر آپ کے لیے مکان تلاش کیا، اس کا عقد اجارہ اس وکیل نے کیا اور مکان ان سے لے کر آپ کے حوالے کر دیا۔ اب عقد اجارہ دراصل کس نے کیا ہے؟ وکیل نے۔ تو کیا جب وہ وکیل مر جائے تو عقد اجارہ بھی فسخ ہو جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہاں پر مسئلہ مختلف ہے، وکیل نے عقد اجارہ اپنے لیے نہیں کیا تھا بلکہ دوسرے کے لیے کیا تھا، تو وکیل تو صرف درمیان میں واسطہ ہے، اصل عقد گویا کس کے درمیان ہوا؟ وہ جو موکل تھا اس کے ساتھ ہوا ہے مالک مکان کا، تو عقد مالک مکان اور موکل کے درمیان ہے گویا کہ، اب وکیل مر بھی جائے تو اس سے اجارے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ تو یہ معنی ہے وَإِنْ كَانَ عَقَدَهَا لِغَيْرِهِ لَمْ تَنْفَسِخْ اور اگر اس نے عقد اجارہ کیا تھا کسی اور کے لیے تو پھر اجارہ فسخ نہیں ہو گا۔[۲]

وَيَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْإِجَارَةِ كَمَا فِي الْبَيْعِ۔ اور صحیح ہے خیار شرط اجارہ کے اندر جیسے کہ بیع کے اندر تھا۔ بھئی آپ نے ایک شخص سے کوئی مکان کرایہ پر لیا اور اس سے عقد اجارہ کر لیا بھئی۔ کیا کیا؟ عقد اجارہ کر لیا۔ لیکن دونوں میں سے کوئی ایک خیار شرط اپنے لیے رکھ لیتا ہے کہ بھئی میں عقد تو کرتا ہوں لیکن تین دن تک مجھے خیار ہے بھئی، مجھے اختیار ہے میں سوچوں گا، میں سوچوں گا، اگر میرا دل مطمئن نہ ہوا تو میں اجارے کو کیا کر دوں گا؟ فسخ۔ تو یہ خیار شرط تو تھا ہی فسخ کے لیے کہ تین دن تک مجھے عقد کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، تو لہٰذا اجارے کے اندر بھی خیار شرط، سمجھ میں آیا؟ خیار شرط جائز ہے کیونکہ اجارے کو تو ہم بیع پر قیاس کرتے ہیں بھئی ان مسائل کے اندر۔ تو بیع کے اندر خیار شرط جائز تھا تو اجارے میں بھی خیار شرط جائز ہے بھئی۔ اور وہاں تین دن تک جائز تھا تو یہاں بھی تین دن تک۔ اور وہاں پر بھئی بائع اور مشتری دونوں خیار رکھ سکتے تھے، یہاں پر بھی موجر اور مستاجر دونوں خیار رکھ سکتے ہیں، ان دونوں میں سے جو خیار رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے۔ وَيَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْإِجَارَةِ كَمَا فِي الْبَيْعِ اور صحیح ہے خیار کی شرط اجارہ کے اندر كَمَا فِي الْبَيْعِ جیسے کہ بیع میں تھی۔

وَتَنْفَسِخُ الْإِجَارَةُ بِالْأَعْذَارِ۔ اور اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذروں کی وجہ سے۔ بھئی آپ نے ایک آدمی سے ایک جانور کرایہ پر لیا کہ آپ اس پر سفر کرنا چاہتے ہیں مثلاً پندرہ بیس میل دور تک آپ نے جانا ہے، لیکن اب کوئی عذر پیش آگیا تو کیا عذر کی وجہ سے اجارہ کو فسخ کیا جا سکتا ہے؟ عذر کی وجہ سے اجارے کو فسخ کیا جا سکتا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اگر کوئی عذر پیش آجائے ایسا کہ جس کی وجہ سے اب اس کا نفع نہیں ہے زیادہ اس میں بلکہ اس کو تکلیف ہوتی ہے، کوئی نقصان ہوتا ہے تو اس صورت میں یہ کیا کر سکتا ہے؟ عقد اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے بھئی۔ اب وہ صورتیں بتلانے لگے ہیں کیسے دیکھو عذر کیسے پیش آتے ہیں، کیا کیا صورتیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی صورت بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کو اپنی دکان کرایہ پر دی بھئی اور ایک سال کا عقد اجارہ ہو گیا کہ یہ دکان ایک سال کے لیے میں آپ کو کرایہ پر

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۵):** بڑا نسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَ عَقَدَهَا لِغَيْرِهِ لَمْ تَنْفَسِخْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن عقدها لغيره لم تنفسخ» منقول ہے۔

دیتا ہوں اور ہر مہینے کا کرایہ دس ہزار روپے ہو گا۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ مالک جو تھا دکان کا اس کا سارا مال ختم ہو گیا، وہ بھی کوئی کاروبار کر رہا تھا یا کچھ کر رہا تھا اس کا سارا مال ہلاک ہوا، ختم ہو گیا اور اس پر قرضے چڑھ گئے۔ اچھا وہ اگلی دوسری صورت ہے، چلو پہلے یہی بنالو: اور اس پر قرضے چڑھ گئے بھئی بہت زیادہ۔ اب یہ محتاج ہے بھئی، اپنے قرضوں کو اتار نہیں سکتا، اس کے قرضے اتارنے کی ایک ہی صورت ہے کہ یہ جو دکان اس نے کرایہ پر دی ہے اس کو بیچے اور اس سے حاصل ہونے والے پیسوں کے ذریعے کیا کر دے؟ قرضوں کو ادا کر دے۔ تو لہٰذا اب یہ عذر ہے، یہ کیا کر سکتا ہے؟ اجارہ فسخ کر سکتا ہے، لیکن خود نہیں کرے گا، قاضی کے پاس چلا جائے گا: قاضی صاحب میں نے تو اس کے ساتھ عقد اجارہ کیا تھا ایک سال کا لیکن ابھی تین چار ماہ ہوئے ہیں اور میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟ عقد اجارہ کو فسخ کرنا چاہتا ہوں، میرے قرضوں کی ادائیگی کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ تو قاضی اس عقد اجارہ کو کیا کر دے گا؟ فسخ کر دے گا۔ اس لیے کہ یہاں پر بھئی اگر وہ اجارے کو فسخ نہیں کر سکتا تو وہ دوسرے لوگ قاضی کے پاس پہنچ جاتے ہیں یا مثلاً وہ قاضی کے پاس پہنچ چکے ہیں پہلے سے ہی، تو اب قاضی کیا کرتا ہے؟ آپ نے پڑھا تھا بھئی کسی پر قرضے ہوں تو قاضی اس کو جیل میں ڈال سکتا ہے جب قرضوں والے مطالبہ کریں تو قاضی کیا کر سکتا ہے اسے؟ جیل میں ڈال سکتا ہے بھئی کہ معلوم ہوا تم ٹال مٹول کر رہے ہو ان کے پیسے ادا نہیں کر رہے، تو جیل میں ڈالے گا تاکہ اگر پیسے وغیرہ اس نے کہیں چھپا کر رکھے ہیں ان کو نکالے اور قرضے ادا کر دے بھئی۔ تو اب دیکھو جیل میں جانے کا ضرر اس کو لازم آ رہا ہے تو اب اس کو حق ہے کہ یہ کیا کرے؟ عقد اجارہ کو فسخ کر دے اور وہ دکان اس سے لے لے اور اسے بیچ کر اپنا قرضہ ادا کرے۔ یہ ایک صورت ہے بھئی۔

دوسری صورت ہے بھئی ایک آدمی نے آپ سے دکان کرایہ پر لی کہ اس میں تجارت کرے گا، خوب کام کرے گا بھئی، اور ایک سال کا عقد اجارہ کر لیا اس نے۔ لیکن درمیان میں بھئی اس کا سارا مال ختم ہو گیا، سارا مال ختم ہوا۔ جب سارا مال اس کا ختم ہو گیا، مال یا چوری ہو گئی یا کاروبار میں اتنا ایک دم نقصان ہوا سارا کچھ ختم ہو گیا، اب مال ہی نہیں، اب وہ کس چیز کے ذریعے بیچارہ تجارت کرے؟ تو اب یہ دکان اس کے پاس ویسے ہی پڑی ہے، تو جس مقصد کے لیے دکان لی تھی اب وہ مقصد ہی نہیں ہو سکتا یہاں پر، تجارت ہی نہیں وہ کر سکتا، کچھ بھی نہیں ہے اس کے پاس، تو اب اس کو حق ہے کیا کر سکتا ہے؟ عقد اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں وَتَنْفَسِخُ الْإِجَارَةُ بِالْأَعْذَارِ اور اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذروں کی وجہ سے، یعنی یہ معنی نہیں خود بخود فسخ ہو جاتا ہے، یعنی اسے فسخ کا حق مل جاتا ہے۔ كَمَنِ اسْتَأْجَرَ دُكَّانًا فِي السُّوقِ لِيَتَّجِرَ فِيهِ فَذَهَبَ مَالُهُ جیسے کسی نے کرایہ پر لی کوئی دکان فِي السُّوقِ بازار میں لِيَتَّجِرَ فِيهِ تاکہ اس میں کیا کرے؟ تجارت کرے فَذَهَبَ مَالُهُ تو اس کا مال ہی چلا گیا، مال ہی ختم ہو گیا، تو یہ عذر ہے۔ وَكَمَنْ آجَرَ دَارًا أَوْ دُكَّانًا اور جیسے کہ وہ شخص جس نے اجرت پر دیا بھئی کوئی گھر یا کوئی دکان دی، کرایہ پر کوئی گھر یا دکان دی ثُمَّ أَفْلَسَ پھر وہ مفلس ہو گیا فَلَزِمَتْهُ دُيُونٌ پس اس پر لازم ہو گئے دیون بھئی، بہت سے قرضے اس پر لازم ہوئے لَا يَقْدِرُ عَلَى قَضَائِهَا ایسے قرضے کہ یہ قادر نہیں ہے ان کے ادا کرنے پر بھئی، ایسے قرضے اس پر لازم ہو گئے کہ وہ قادر نہیں ہے اس کے ادا کرنے پر إِلَّا مِنْ ثَمَنِ مَا آجَرَ مگر اس چیز کے ثمن سے جو اس نے کرایہ پر دی ہے۔ قرضے وہ ادا نہیں کر سکتا مگر وہ گھر جو اس نے کرایہ پر دیا ہے اس کو بیچ کر اس کے ثمن کے ذریعے یا وہ دکان بیچ کر اس کے ثمن کے ذریعے صرف ادائیگی ہو سکتی ہے، تو کہتے ہیں فَسَخَ الْقَاضِي الْعَقْدَ تو قاضی کیا کرے گا اس عقد کو؟ فسخ کرے گا وَبَاعَهَا فِي الدَّيْنِ اور اس گھر کو بیچے گا فِي الدَّيْنِ کس کے اندر؟ دین کے اندر بھئی، تو دین کے اندر اس کو بیچ کر اس سے ادائیگی کی جائے گی۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِيُسَافِرَ عَلَيْهَا ثُمَّ بَدَا لَهُ مِنَ السَّفَرِ فَهُوَ عُذْرٌ، وَإِنْ بَدَا لِلْمُكَارِي مِنَ السَّفَرِ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِعُذْرٍ۔ صورت مسئلہ یہ کہ ایک شخص نے کوئی جانور لیا یا آپ نے مثلاً کوئی گاڑی کرایہ پر لی، عقد اجارہ کر لیا۔ اس گاڑی پر آپ سفر کرنا چاہتے تھے مثلاً یہاں سے ملتان تک جانا چاہتے تھے، ملتان تک بھئی۔ پھر آپ کی رائے بدل گئی، جس نے چیز یا جانور، گاڑی یا جانور کرایہ پر لیا تھا اس کی رائے بدل گئی، اس کا سفر کا ارادہ نہ رہا۔ تو کیا یہ عذر ہے یا عذر نہیں؟ کیا وہ عقد اجارہ فسخ کر سکتا ہے یا عقد اجارہ فسخ نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اگر رائے بدل گئی تو یہ عذر ہے، وہ کیا کر سکتا ہے؟ عقد اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے۔ وجہ یہ بھئی کہ یہ جو گاڑی اس نے کرایہ پر لی تھی کس مقصد کے لیے لی تھی؟ اپنے سفر کے لیے لی تھی، اور بعض اوقات انسان کو سفر میں فائدہ نظر آتا ہے تو وہ سفر کو اختیار کرتا ہے اور پھر دوسرے وقت اس کی رائے بدل جاتی ہے، مثلاً بھئی اب اس کو سفر پر جانے میں اپنا فائدہ کوئی نہیں نظر آتا۔ مثلاً آپ نے ملتان جانا تھا، آپ نے ایک آدمی سے اپنے پیسے وصول کرنے تھے، چنانچہ آپ گئے اور آپ نے گاڑی والے سے بات چیت کی اور اس سے عقد اجارہ کر لیا کہ کل میں صبح آپ سے گاڑی لے جاؤں گا اور تین دن کے بعد واپس کروں گا بھئی، تین دن کے بعد۔ تو عقد آج کر لیا اور صبح آپ نے گاڑی لے کر جانی ہے،

لیکن شام سے پہلے ہی جو ملتان والا شخص تھا وہ خود ہی آپ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے آپ کا قرضہ ادا کر دیا۔ اب آپ کو ملتان جانے کا کوئی فائدہ ہے؟ نہیں، آپ کی رائے بدل گئی ہے مولانا، اب تو جانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے، تو چنانچہ آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اس عقد اجارہ کو فسخ کر سکتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو عقد اجارہ وہ جو کرایہ پر لینے والا ہے چیز کو اس کے کوئی فائدہ ہوتا ہے جس کے لیے وہ عقد اجارہ کرتا ہے اور جب اسے اپنا فائدہ نظر نہیں آرہا تو اب اسے حق ہے، کیا کر سکتا ہے عقد اجارہ کو؟ فسخ کر سکتا ہے۔ ہاں اب ہم یہ نہیں کہیں گے نہیں تم ایک دفعہ عقد اجارہ کر چکے ہو اب تو تمہیں سفر کرنا ہی پڑے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو عقد اجارہ کی وجہ سے اس پر سفر کو ہم لازم نہیں کر سکتے بھئی، یہ تو اس کو ضرر ہے، تکلیف ہے بلا فائدہ کی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِيُسَافِرَ عَلَيْهَا اور جس نے کرایہ پر لیا کوئی جانور تاکہ اس پر سفر کرے ثُمَّ بَدَا لَهُ مِنَ السَّفَرِ۔ بھئی عربی میں کہتے ہیں بَدَا لَهُ فِي أَمْرٍ۔ بَدَا يَبْدُو کا معنی آتا ہے ظاہر ہونا۔ بَدَا لَهُ کا معنی ہے، لَهُ صلہ اس کے ساتھ جب آئے تو اس کا معنی ہوتا ہے رائے بننا، رائے قائم ہونا۔ ثُمَّ بَدَا لَهُ مِنَ السَّفَرِ تو پھر اس کی رائے قائم ہوئی مِنَ السَّفَرِ سفر سے، یا یوں کہو دوسرے لفظوں میں سفر سے اس کی رائے بدل گئی، سفر سے اس کی رائے بدل گئی فَهُوَ عُذْرٌ تو یہ کیا ہے؟ عذر ہے بھئی، کیونکہ اب اسے فائدہ نہیں نظر آرہا، اس کی رائے بدل گئی ہے۔ وَإِنْ بَدَا لِلْمُكَارِي، اچھا یہ تو اس شخص کی رائے بدلی ہے جس نے سفر پر جانا تھا جو مستاجر ہے، جو مکتری ہے جس نے کرایہ پر جانور کو لیا ہے۔ اور دوسرا ہے مکاری، وہ شخص جس نے جانور کرایہ پر دیا ہے، کیا اس کی رائے بدل جائے تو یہ بھی عذر ہے، وہ عقد اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، جس نے جانور کرایہ پر دیا ہے اس کی رائے کے بدلنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے بھئی۔ اس نے تو عقد اجارہ کس لیے کیا تھا؟ اجرت کو حاصل کرنے کے لیے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اب وہ کہتا ہے نہیں بھئی میری رائے بدل گئی ہے مجھے اس میں اب اپنا کوئی فائدہ نہیں۔ بھئی فائدہ تو تمہارا کیا تھا؟ اجرت تھی، اور اجرت ابھی بھی ہے یا نہیں بھئی؟ اجرت تو ابھی بھی ہے، لہٰذا اس کی رائے بدلنے کا کوئی اعتبار نہیں بھئی، معلوم ہوا اس کا فائدہ کوئی نہیں وہ ویسے بلاوجہ عقد کو فسخ کرنا چاہتا ہے تو اس کی اجازت ہم نہیں دیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ بَدَا لِلْمُكَارِي مِنَ السَّفَرِ اور اگر رائے بدلی مکاری یعنی کرایہ پر جانور دینے والے کی، کرایہ پر جانور دینے والے کی رائے بدل گئی مِنَ السَّفَرِ سفر سے فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِعُذْرٍ تو یہ عذر نہیں ہے، تو یہ عذر نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو کس کی رائے کے بدلنے کا اعتبار ہے؟ مکتری جو کرایہ پر چیز لینے والا ہے، جانور کو سفر کے لیے کرایہ پر لینے والا ہے، اور جو جانور کو کرایہ پر دینے والا ہے اس کی رائے کے بدلنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

یہاں پر ایک دو چھوٹی باتیں اور یاد رکھیں بھئی، اجارے کی بات چونکہ ہو رہی ہے اجارے سے متعلقہ ایک دو باتیں یاد رکھنا۔ ایک تو یہ یاد رکھنا بھئی کہ اجارے پر کسی کو کتاب دینا، کرایہ پر کتاب دینا کسی کو کہ وہ پڑھ کر واپس کر دے، یاد رکھیے یہ جائز نہیں ہے، حرام ہے حرام۔ یہ اجارہ باطل ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اکثر بہت سی جگہوں پر اس طرح ہوتا ہے، یہ اجارہ درست نہیں ہے بھئی۔ اسی طرح یاد رکھیے بیع اور اجارہ میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب عقد کیا جاتا ہے تو کچھ بیعانہ وغیرہ دے دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے یا نہیں بھئی، اس طرح ہوتا ہے کہ نہیں؟ ہاں بیعانہ کچھ دے دیا جاتا ہے کہ یہ عقد پکا سمجھو اسی موقع پر بھئی۔ اور اگر بعد میں کوئی اجارے یا عقد کو یا بیع کو فسخ کر دیتا ہے دوسرا شخص تو وہ بیعانہ اس کو واپس نہیں دیا جاتا، وہ کون اس کو رکھ لیتا ہے؟ وہ چیز بیچنے والا۔ مثلاً آپ کو ایک جگہ زمین پسند آئی، آپ نے اس کی بات کی، مالک کہتا ہے بھئی بیعانہ دے جاؤ تاکہ بات پکی ہو جائے آپ پھر واپس آئیں، یہ نہ ہو آپ پھر واپس ہی نہ آئیں۔ چنانچہ آپ کی جیب میں اس وقت صرف دس ہزار تھے، آپ نے دس ہزار بطور بیعانہ کے دے دیے کہ بھئی یہ میں زمین آپ سے خریدوں گا آکر بھئی۔ اب بھئی بعد میں آپ کی رائے بدل گئی، چیز نہیں لینا چاہتے، تو وہ بیعانہ واپس نہیں کیا جاتا بلکہ کون رکھ لیتا ہے؟ بیچنے والا ہی رکھ لیتا ہے۔ تو یاد رکھیے یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ یہ کس چیز کے اس نے پیسے رکھے بھئی؟ کوئی عوض دیا ہے اس کا اس نے؟ نہیں بھئی، تو یہ بلاوجہ پیسے روک رہا ہے اس کے اور یہ جائز نہیں ہے۔ تو جو بیعانہ وغیرہ لیا جاتا ہے بیع میں یا اجارہ میں اس طرح اگر کر لیا جائے تو وہ واپس کرنا واجب ہے بھئی، وہ مالک نہیں رکھ سکتا بھئی، جائز نہیں اس کے لیے۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا بھئی؟

تیسرا ایک مسئلہ یاد رکھیے اجارہ کے اندر جو عموماً آپ کے ہاں بھی پیش آتا ہوگا کہ کوئی شخص گندم پسوانے کے لیے چکی پر لے جاتا ہے، مثلاً ایک من گندم آپ لے گئے۔ چکی والا کیا کرتا ہے؟ آپ سے اس گندم کے پسوانے کے پیسے بھی لیتا ہے اور کتنا خود رکھ لیتا ہے؟ جی؟ وہ کچھ کاٹ رکھ لیتا ہے مثلاً بھئی من پر ایک سیر یا دو سیر وہ بھی آٹا نکال لیتا ہے۔ گندم پیس لیتا ہے، پیس کر جب آٹا تیار ہو گیا اب وہ آپ سے پیسے بھی لے گا اس ساری گندم کی پسوائی کے اور آپ سے ایک دو سیر آٹا بھی کاٹ لے گا۔ یاد رکھنا یہ حرام ہے، یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جائز نہیں۔ اس کو کہتے ہیں قَفِيزُ الطَّحَّانِ بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ قَفِيزُ الطَّحَّانِ۔ طحان پیسنے والا، قَفِيزُ الطَّحَّانِ پیسنے والے کا قفیز، یعنی ایک قفیز اس نے رکھ لیا مثلاً من میں سے ایک قفیز وہ رکھ لیتا ہے، یہ جائز نہیں۔ اس سے

حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے بھئی۔ ہاں اگر دینا ہی ہے تو پہلے سے ہی اس کو گندم میں سے اس کو دے دو، آپ گندم لے کر گئے تو کیا کرو؟ ایک سیر یا جتنا اس نے کاٹنا ہے اس کو گندم پہلے سے ہی دے دو، لو بھئی یہ گندم آپ رکھ لو یہ بھی اجرت میں شامل ہے، لیکن پیسنے کے بعد پھر وہ آٹا رکھتا ہے یہ درست نہیں ہے۔

یاد رکھو ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز اجیر کے عمل سے حاصل ہوئی ہے وہ بطور اجرت کے نہیں دی جاسکتی۔ جو چیز اجیر کے اپنے عمل سے حاصل ہوئی ہے وہ اسے بطور اجرت کے نہیں دی جاسکتی۔ دیکھو آپ کیا لے کر گئے تھے؟ گندم، اور وہ کاٹ کیا رہا ہے آپ سے؟ آٹا، اور یہ آٹا کس کے فعل سے آیا؟ اجیر کے فعل سے، آٹا اسی نے تو بنایا ہے، تو لہٰذا جو چیز اجیر کے فعل کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اسی کو بطور اجرت کے دینا صحیح نہیں۔ اسی لیے میں نے کہا دینی ہے تو پہلے وہ گندم میں سے دے دو جس میں اس کے عمل کا بھی کوئی دخل ہی نہیں ہے بھئی، پھر اس کے بعد۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ درست نہیں ہے بھئی۔ بس یہ ضابطہ ہے: جس چیز کے حصول میں اجیر کا دخل تھا، اجیر کی وجہ سے حاصل ہوئی اس کو بطور اجرت کے دینا صحیح نہیں ہے بھئی۔ اسی طرح بھئی ایک آدمی کو آپ نے کہا میری یہ گندم ہے دو من، یہ یہاں سے لے جاؤ وہ سامنے گھر تک پہنچانی ہے اور اجرت ہاں اسی میں سے ایک قفیز گندم میں آپ کو دے دوں گا، ایک قفیز کیا کروں گا؟ دے دوں گا۔ چنانچہ اس نے وہ جو دو من گندم تھی آپ کی ساری وہ آپ کے گھر پہنچائی، اب اس گندم کو آپ نے کھولا اور اس میں سے ایک قفیز اس کو دے رہے ہیں، یاد رکھیے یہ درست نہیں ہے، کیونکہ گندم وہاں تک پہنچی کس کے عمل سے؟ اجیر کے عمل کا دخل آگیا وہاں تک پہنچنے میں، اس مقام پر اس چیز کے حاصل ہونے میں کس کا عمل آگیا؟ اجیر کا عمل آگیا، لہٰذا اب اسی میں سے اس کو اجرت دینا صحیح نہیں۔ یہ چیز تو پہلے تھی ہی نہیں یہ تو خود اجیر کے عمل کی وجہ سے آئی ہے لہٰذا اسی کو بطور اجرت کے دینا صحیح نہیں۔ لہٰذا اگر دینی ہے یہی گندم اجرت کے طور پر تو وہیں پر علیحدہ کر کے اس کو دے دو جہاں سے گندم اٹھوا رہے تھے کہ یہاں سے سامنے گھر تک لے کر جانی ہے تو یہیں پہ اس کی گندم علیحدہ کر دو کہ یہ لو بھئی یہ تمہاری گندم ہو گئی۔ تو ابھی اس کے عمل کا کوئی دخل آیا؟ نہیں، آپ نے اجرت پہلے دے دی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بس یہ ضابطہ یاد رکھو جہاں یہ ضابطہ لگتا ہے فوراً حکم لگا دیں یہ جائز نہیں: جس چیز کے حاصل ہونے میں کس کا دخل ہو جائے؟ اجیر کا دخل ہو جائے اسی کو اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے بھئی۔ ضابطہ سمجھ میں آگیا؟ اور اس کو کیا کہتے ہیں؟ قَفِيزُ الطَّحَّانِ۔ کیا کہتے ہیں؟ قَفِيزُ الطَّحَّانِ، ہاں یا یوں کہہ لیں اردو میں قفیز طحان کہتے ہیں۔

كِتَابُ الشُّفْعَةِ۔ الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيطِ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ثُمَّ لِلْخَلِيطِ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ كَالشِّرْبِ وَالطَّرِيقِ ثُمَّ لِلْجَارِ، وَلَيْسَ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ وَالشِّرْبِ وَالْجَارِ شُفْعَةٌ مَعَ الْخَلِيطِ۔[۳]

آگے بھئی شفعہ کے مسائل شروع ہو رہے ہیں، كِتَابُ الشُّفْعَةِ بھئی۔ شفعہ کس کو کہتے ہیں؟ شفعہ یاد رکھیے عربی لغت میں، عربی زبان میں شفعہ کا معنی ہے ملانا۔ اور اصطلاح میں شفعہ کہتے ہیں، بھئی یہ حاشیے میں آپ کے تعریف دی ہوئی ہے بھئی یا دوسری تعریف لکھ لیجیے بھئی، دوسری تعریف لکھتے ہیں بھئی حاشیے میں بھی دی ہوئی ہے دوسری تعریف لکھ لیں: الشُّفْعَةُ هِيَ تَمَلُّكُ عَقَارٍ عَلٰى مُشْتَرِيهِ جَبْرًا بِمِثْلِ ثَمَنِهِ۔ تملک چھوٹا کاف ہے بھئی، تَمَلُّكُ عَقَارٍ، عقار عین قاف دو نقطوں والا، عَلَى الْمُشْتَرِي يا عَلٰى مُشْتَرِيهِ جَبْرًا بِمِثْلِ ثَمَنِهِ۔ بس بھئی تعریف پوری ہوئی۔ لکھ لیا بھئی؟ الشُّفْعَةُ هِيَ تَمَلُّكُ عَقَارٍ عَلٰى مُشْتَرِيهِ جَبْرًا بِمِثْلِ ثَمَنِهِ۔

اچھا بھئی تعریف بعد میں سمجھاتا ہوں پہلے شفعہ کو سمجھ لو۔ یاد رکھیے یہ دیکھیے بھئی: یہ آپ کا گھر ہے، یہ آپ کے ساتھ کسی اور کا گھر ہے بھئی، یا یہ آپ کی زمین ہے آپ کے ساتھ ہی کسی اور کی زمین ہے۔ اب یہ آپ کے ساتھ والی جو زمین ہے اس کا مالک اس زمین کو بیچ دیتا ہے مثلاً زید کے ہاتھ بھئی دس لاکھ روپے میں۔ کس کے ہاتھ بیچ دیا اس نے زمین کو؟ زید کے ہاتھ بیچ دیا دس لاکھ روپے میں بھئی۔ تو یاد رکھیے میں اس کا پڑوسی ہوں اور مجھے شریعت نے حق دیا ہے کہ میں اس زمین کو مشتری سے زبردستی لے سکتا ہوں اسی کے برابر پیسے دے کر۔ اس نے کتنے میں لی تھی؟ دس لاکھ میں، تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ مشتری نے خرید لی ہے، میں مشتری کو دس لاکھ روپے دے دوں گا اور اس سے وہ زمین کیا کر لوں گا؟ لے لوں گا۔ وہ انکار کرتا ہے نہیں بھئی میں زمین نہیں دینا چاہتا، نہیں بھئی وہ انکار نہیں کر سکتا، روک نہیں سکتا بھئی، زبردستی کیا کر لی جائے گی اس سے زمین؟ لے لی جائے گی بھئی، زبردستی زمین لے لی جائے گی۔ اور دیکھیے بھئی جتنے

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيطِ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ثُمَّ لِلْخَلِيطِ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ كَالشِّرْبِ وَالطَّرِيقِ ثُمَّ لِلْجَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الشفعة: واجبة للخيلط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار» منقول ہے۔

میں اس نے خریدی تھی مجھے بھی اتنے ہی پیسے دینے پڑے، اس نے دس لاکھ کی خریدی تھی تو میں بھی اسے کتنے پیسے دوں گا؟ دس لاکھ۔ تو دیکھو اس کو کہتے ہیں شفعہ۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ شفعہ کہتے ہیں بھئی شفعہ۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی وجہ اس کی کیا ہے؟ یاد رکھنا شفعہ کی وجہ ہے ضرر جوار سے بچنا بھئی، ضرر جوار سے بچنا، پڑوسی کے ضرر سے بچنا بھئی۔ بھئی دیکھو یہ زمین، مالک مکان آپ کے ساتھ رہتا تھا وہ تو بڑا اچھا آدمی تھا بھئی، خیال رکھتا تھا آپ کو کوئی تنگ نہیں کرتا تھا، لیکن اب ایک نیا آدمی آنے والا ہے پتہ نہیں وہ کس قسم کا آدمی ہو گا بھئی، کس قسم کا آدمی۔ اچھا آدمی ہوا پھر تو بڑی اچھی بات ہے لیکن اگر وہ کوئی تکلیف دینے والا آدمی ہوا تو پھر اس صورت میں تو آپ کے لیے بڑی پریشانی ہو جائے گی بھئی۔ پڑوسی اچھا ہو تو زندگی بڑی اچھی رہتی ہے بھئی، لیکن اگر پڑوسی کسی کا خراب کسی کو مل جائے بھئی اس کی زندگی بڑی تکلیف والی ہو جاتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جان بھی نہیں چھوٹتی، ہر وقت گھر کے ساتھ ہی تو اس کا گھر ہے تو سر پر سوار رہتا ہے بھئی، تو بڑی تکلیف کا باعث بنتا ہے، بہت زیادہ تکلیف کا۔ چنانچہ شریعت نے، اب دیکھو وہ نیا آدمی آنے والا ہے، نیا پڑوسی آنے والا ہے پتہ نہیں کس قسم کا ہو گا، تو شریعت نے اب یہاں پر اس کے ضرر سے بچنے کے لیے شفعہ کا حق دے دیا۔ ساتھ والی زمین کو، ساتھ والے گھر والوں کو کس چیز کا حق دے دیا؟ شفعہ کا حق دے دیا کہ آپ کیا کر سکتے ہو؟ اس نئے آدمی کو آنے ہی نہ دو، آپ زبردستی وہ زمین اسی کے برابر پیسے دے کر اس سے لے سکتے ہو، اس کو کہتے ہیں شفعہ۔ تو یہ دراصل کس لیے کیا جاتا ہے؟ ضرر جوار سے بچنے کے لیے بھئی۔

اب بھئی وہ ذرا تعریف پر نظر رکھو بھئی۔ کیا تعریف کی شفعہ کی؟ الشُّفْعَةُ هِيَ تَمَلُّكُ عَقَارٍ یہ مالک بننا ہے عقار کا۔ عقار کس کو کہتے تھے بھئی؟ کئی دفعہ گزر چکا ہے یہ لفظ، غیر منقولی چیز کو کیا کہتے ہیں؟ عقار یعنی جائیداد کو۔ کچھ چیزیں منقولی ہیں بھئی اور کچھ غیر منقولی۔ غیر منقولی کیا ہیں مثلاً؟ زمین ہے، کھیت ہے، گھر ہے، باغ ہے، یہ ساری کیا ہیں؟ غیر منقولی، یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتیں، اور باقی ساری چیزیں منقولی ہیں۔ اور یاد رکھیے شفعہ ان غیر منقولی چیزوں میں ہو گا، اسی لیے عقار کی قید لگائی۔ باقی چیزیں تو منتقل ہو سکتی ہیں وہاں تو پڑوس کا ضرر نہیں ہے، وہ چیز کیا ہو گی؟ منتقل ہو جائے گی دوسری جگہ چلی جائے گی، تو ان میں شفعہ نہیں ہو سکتا، شفعہ صرف کس میں ہو سکتا ہے؟ عقار میں ہو سکتا ہے۔ تو دیکھو شفعہ کسے کہتے ہیں؟ هِيَ تَمَلُّكُ عَقَارٍ یہ مالک بننا ہے کس چیز کا؟ جائیداد کا کہہ لیں یا پھر کہہ لیں غیر منقولی چیز کا یعنی زمین وغیرہ کا، عَلَى مُشْتَرِيهِ مالک ہونا ہے کس پر؟ اس عقار کے مشتری پر، خریدی تو کس نے تھی؟ مشتری نے، تو اب یہ مالک بن رہا ہے بھئی اس مشتری پر بھئی۔ اور آگے کیا قید آئی ہے بھئی؟ جَبْرًا۔ بھئی اس کی مرضی سے بن رہے ہیں یا جبراً بن رہے ہیں؟ جبراً، ہاں وہ انکار بھی کرے پھر بھی جبراً آپ کو شریعت نے حق دیا آپ لے سکتے ہیں۔ اور کتنے پیسے دیے؟ بِمِثْلِ ثَمَنِهِ اسی مشتری کے ثمن کے مثل دینا پڑیں گے بھئی، اسی کے ثمن کے مثل دینا پڑیں گے، یعنی جتنے پیسوں میں اس نے خریدی ہے اتنے ہی پیسے آپ کو بھی دینا پڑیں گے بھئی، آپ کو دینے پڑیں گے۔ تو اس کے ثمن کے مثل دینا پڑیں گے، یعنی اگر اس نے روپوں کے بدلے خریدی ہے تو آپ کو بھی کیا دینے پڑیں گے؟ روپے۔ سمجھ میں آیا؟ اس نے اگر ریال دے کر خریدی ہے تو آپ بھی کیا کریں گے؟ ریال دیں گے۔ اس نے گندم دے کر زمین خریدی ایک لاکھ قفیز دے کر مثلاً بھئی، آپ کو بھی اب کیا کرنا پڑے گا؟ اتنے ہی، اسی کے ثمن کا مثل دینا پڑے گا۔ تعریف سب کو سمجھ میں آگئی؟

پھر یاد رکھیے کبھی ایک آدمی دوسرے کے ساتھ شریک ہوتا ہے زمین میں۔ یہاں تین نام آئیں گے بھئی وہ سمجھانا چاہتا ہوں۔ دیکھو پہلے دیکھو بھئی، یہ زمین ہے بھئی یہ سامنے بھئی، یہ میری اور زید کی مشترکہ ہے۔ میں نے اور اس نے پیسے ملا کر، آدھے آدھے پیسے ملا کر یہ زمین خریدی، اب ہم دونوں اس زمین میں شریک ہیں۔ زمین کی ابھی ہم نے تقسیم نہیں کی بھئی، تقسیم کر دی پھر ہم شریک رہیں گے؟ نہیں، پھر تو اس کا حصہ الگ ہو جائے گا میرا حصہ الگ ہو جائے گا۔ ہاں ابھی ہم دونوں شریک ہیں، زمین کے ہر ہر جز میں ہم دونوں شریک ہیں۔ اب زید اپنا حصہ عمرو کو بیچتا ہے۔ زید نے اپنا حصہ کس کو بیچ دیا؟ عمرو کو بیچ دیا، تو مولانا میں اس کا شریک تھا مجھے شریعت نے شفعہ کا حق دیا ہے، میں کیا کر سکتا ہوں؟ عمرو کو اتنے ہی پیسے دے کر جبراً اس سے اس کا حصہ لے سکتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ پچھلی مثال میں میں نے کون سی صورت بنائی تھی؟ پڑوسی کی، اور یہاں کون سی صورت بنائی؟ شریک کی جو اس کے ساتھ اس مبیع کے اندر شریک ہو بھئی۔ اس نے زمین کو بیچا ہے زید نے بھئی اور اس زمین کے اندر میں بھی اس کے ساتھ شریک ہوں، تو آدھا حصہ تو اس کا تھا وہ اپنا حصہ بیچ رہا ہے بھئی، تو مثلاً پہلے زید شریک تھا اگر وہ بیچ دیتا ہے تو پھر اب میرے ساتھ کون شریک ہو جائے گا آدھی میں؟ عمرو شریک ہو جائے گا بھئی وہی صورت بن جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تقسیم ابھی نہیں کی بھئی۔ تو یہ شریک ہوا مولانا۔ تو دیکھو شریک بھی شفعہ کر سکتا ہے اور جار یعنی کہ پڑوسی بھی شفعہ کر سکتا ہے۔

اچھا اسی طرح کبھی کبھار کوئی شخص پڑوسی بھی نہیں ہے، بالکل یعنی ساتھ زمین ملی نہیں ہوئی، اس کی زمین اور آپ کی زمین آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لگ نہیں رہیں، لیکن راستہ دونوں کا ایک ہے۔ راستہ دونوں کا ایک ہے۔ مثلاً ایک گلی ہے چھوٹی سی اس میں صرف میرے گھر کا دروازہ کھلتا ہے اور زید کے

گھر کا دروازہ کھلتا ہے اور بند ہے آگے سے بھئی۔ اگر راستہ کھلا ہو پھر تو الگ مسئلہ ہو گا، سمجھ میں آیا؟ راستہ خاص ہے، ہم دونوں ہی استعمال کرتے ہیں اس راستے کو اور کوئی بھی استعمال نہیں کرتا۔ اب وہ زید اپنا گھر بیچتا ہے تو اس صورت کے اندر بھئی، بھئی اس کا گھر ہے سامنے، میرا گھر اس طرف ہے گلی کے اس طرف، اس کا گھر اس طرف، لیکن وہ راستہ ایک ہی ہے دونوں کا اسی میں دونوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ اب زید زمین بیچتا ہے، تو میری زمین کی حد اس کی زمین کی حد کے ساتھ ملی ہوئی نہیں ہے، لیکن ہم دونوں کس چیز میں شریک ہیں؟ راستے میں شریک ہیں، راستہ ہم دونوں کا ایک ہے، تو زید وہ زمین بیچتا ہے تو شریعت نے مجھے حق دیا ہے میں کیا کر سکتا ہوں؟ شفعہ کر سکتا ہوں۔ اب یہاں شفعہ میں کس لیے کر رہا ہوں؟ کیا میں اس کے مکان میں شریک ہوں؟ نہیں۔ کیا میری زمین کی حد اس کی زمین کی حد کے ساتھ ملی ہوئی ہے؟ نہیں، معلوم ہوا میں جار بھی نہیں بھئی یعنی وہ جس کی زمین ساتھ ملی ہوئی ہو۔ پھر یہاں میں شفعہ کس وجہ سے کر رہا ہوں؟ کیونکہ میں شریک ہوں حق مبیعہ کے اندر بھئی۔ زمین بیچی جاتی ہے تو اس کے لیے راستہ چاہیے یا نہیں چاہیے بھئی؟ راستہ چاہیے بھئی، تو حق مبیعہ کے اندر ہم دونوں شریک ہیں، راستہ ایک ہی ہے اسی راستے کو زید بھی استعمال کرتا ہے اسی راستے کو میں بھی، تو میں اب شفعہ کر سکتا ہوں مجھے شریعت نے حق دیا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ نیا پڑوسی آئے گا وہ بھی تو یہی راستہ استعمال کرے گا بھئی، تو اس کے ضرر سے بچنے کے لیے شریعت نے مجھے کس چیز کا حق دیا؟ شفعہ کا۔

تو معلوم ہوا یہاں تین قسم کے آدمی ہیں جو شفعہ کر سکتے ہیں: کون کون؟ اول ایک پڑوسی ہے جار جس کی زمین کی حد آپ کی زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہے، دوسرا جو نفس مبیعہ کے اندر شریک ہے، تیسرا جو حق مبیعہ کے اندر شریک ہے۔ یا اسی طرح ایک کھیت ہے، زید کا اور میرا کھیت اکٹھا ہے اور ایک ہی چھوٹی نہر آ رہی ہے جو ان دونوں کو اس سے کیا کرتے ہیں؟ سیر اب کرتے ہیں زمین کو، ہم دونوں اس سے سیر اب کرتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو اب وہ اپنی زمین بیچتا ہے تو مجھے شریعت نے حق دیا ہے میں کیا کر سکتا ہوں اس پر؟ شفعہ کر سکتا ہوں۔ کیوں؟ اس لیے کہ میں اس کے ساتھ شریک ہوں کس چیز کے اندر؟ حق مبیعہ میں، مبیع کا جو حق ہے پانی اس میں کیا ہوں؟ میں بھی اس کے ساتھ شریک ہوں۔ پچھلے مسئلے میں بھی کیا تھا؟ راستہ، یہ مبیع کا حق ہے بھئی زمین بیچ رہا ہے اس کے لیے راستہ چاہیے بھئی۔ تو ایک ہوا جار، ایک وہ شخص جو شریک ہے کس کے اندر؟ نفس مبیعہ میں، اور ایک وہ جو شریک ہے کس کے اندر؟ حق مبیعہ میں۔ کتنے آدمی ہوئے؟ سب دہرا لو بھئی، کتنی قسم کے آدمی شفعہ کر سکتے ہیں؟ تین قسم کے: اول کون؟ جو پڑوسی ہے جار، دوسرا جو شریک ہے نفس مبیعہ کے اندر، تیسرا جو شریک ہے حق مبیعہ کے اندر بھئی، تو یہ تین قسم کے شفعہ کر سکتے ہیں۔

اب یاد رکھنا نام ذرا تینوں کا ہم الگ الگ کر لیتے ہیں تاکہ پھر بار بار پورا نہ بتلانا پڑے۔ یاد رکھو جو نفس مبیعہ میں شریک ہے اس کو کہیں خلیط۔ خلیط بھئی پہلی سطر میں ہی آ رہا ہے بھئی، خلیط۔ خلیط کا معنی شریک ہوتا ہے بھئی شریک۔ جو نفس مبیعہ میں شریک ہو گا اسے ہم کیا کہیں گے؟ خلیط کہیں گے۔ جو حق مبیعہ میں شریک ہو گا اسے ہم شریک کہیں گے۔ اور تیسرا ہے جار بھئی جار، پڑوسی۔ بس یہ تین نام یاد رکھ لو بس: خلیط، شریک اور جار۔ خلیط کس کو کہیں گے؟ جو نفس مبیعہ میں شریک ہے۔ شریک کس کو کہیں گے؟ جو حق مبیعہ میں شریک ہے۔ اور جار جس کی زمین کی حد ساتھ ملی ہوئی ہے بھئی۔

یاد رکھیے سب سے زیادہ حق جو ہے شفعہ کا، اول اول حق بھئی، ایک آدمی نے اپنی زمین بیچی بھئی، تو یاد رکھو شفعہ کا حق سب سے پہلے خلیط کا ہے۔ کس کا حق ہے سب سے پہلے؟ خلیط کا۔ خلیط کس کو کہا تھا ہم نے، کس کا نام رکھا ہے؟ جو نفس مبیعہ میں شریک ہے۔ اس نے ایک مکان بیچا اسی مکان میں اس کے ساتھ میرا بھی حصہ تھا بھئی، نصف مکان میرا تھا اور نصف مکان اس کا، ابھی ہم نے حد بندی نہیں کی بس سارا مکان ہم دونوں کا مشترکہ ہے۔ اب وہ اپنا حصہ بیچتا ہے تو سب سے پہلے کس کو حق ہے شفعہ کرنے کا؟ خلیط کو جو خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ہے، اس کا سب سے زیادہ حق ہے۔ اگر وہ نہیں کرتا شفعہ، چھوڑ دیتا ہے، پھر دوسرے نمبر پر حق آتا ہے شریک کا، یعنی جو شریک ہو کس چیز کے اندر؟ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ، اس کا حق ہے مولانا۔ اگر وہ بھی شفعہ نہیں کرتا پھر تیسرے درجے پر حق کس کا ہے؟ جار کا ہے جس کی زمین ساتھ ملی ہوئی ہے اس کا حق ہے بھئی۔ ترتیب سمجھ میں آ گئی؟ سب سے پہلے شفعہ کا حق کس کا؟ خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ کا۔ اس کے بعد کس کا حق ہے؟ شَرِيكٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ کا، اور پھر تیسرے نمبر پر جار کا بھئی۔ تو اگر یہ تینوں ہوں، ایک شخص نے اپنی زمین بیچی اس کا کوئی خلیط بھی ہے نفس مبیعہ میں، اس کا کوئی شریک بھی ہے حق مبیعہ میں، اور اس کا جار بھی ہے، تو سب سے پہلے حق کس کا؟ خلیط کا۔ اگر وہ شفعہ کرتا ہے تو باقی دو میں سے کوئی شفعہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مقدم ہے۔ ہاں اس نے کہا میں شفعہ نہیں کرتا، اب کون کر سکتا ہے؟ اب شَرِيكٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ کر سکتا ہے، اور جب وہ کر رہا ہے تو جار کو شفعہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اس نے بھی شفعہ چھوڑ دیا اب کس کا حق ہے؟ جار کا حق ہے وہ شفعہ کر سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيطِ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ شفعہ وَاجِبَةٌ واجب ہے، یاد رکھیے وَاجِبَةٌ بمعنی ثَابِتَةٌ کے ہے یہاں بھئی، شفعہ واجب نہیں ہے۔ بھئی میرے ساتھ والی زمین بکی تو میرے اوپر واجب نہیں ہے کہ میں شفعہ کروں، ہاں ثابت ہے، میں کرنا چاہوں تو کیا کر سکتا ہوں؟ شفعہ کا حق میرے

لیے ثابت ہو گیا، میں کرنا چاہوں تو شفعہ کر سکتا ہوں، نہیں کرنا چاہتا تو میری مرضی ہے بھئی، تو واجب بمعنی ثابت کے ہے۔ تو الشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيطِ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ شفعہ جو ہے وہ ثابت ہے کس کے لیے ثابت ہے؟ خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ کے لیے بھئی، جو نفس مبیعہ میں شریک ہے۔ ثُمَّ لِلْخَلِيطِ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ پھر کس کے لیے؟ جو شریک ہے کس کے اندر؟ حق مبیعہ میں بھئی، میں نے بتلایا خلیط کا وہی معنی ہے جو شریک، شریک خلیط ایک معنی بھئی، جو شریک ہے حق مبیعہ کے اندر كَالشِّرْبِ جیسے کہ پانی ہے مولانا وَالطَّرِيقِ اور راستہ بھئی، اس میں جو شریک ہے۔ ثُمَّ لِلْجَارِ پھر کس کے لیے شفعہ ثابت ہے؟ جار یعنی پڑوسی کے لیے۔

وَلَيْسَ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ وَالشِّرْبِ وَالْجَارِ شُفْعَةٌ مَعَ الْخَلِيطِ۔ بھئی دیکھو میں نے بتایا ابھی ایک آدمی نے زمین بیچی اور اس کا خلیط بھی ہے، شریک بھی ہے اور جار بھی ہے، تو کیا شریک اور جار شفعہ کر سکتے ہیں؟ اس کا خلیط بھی ہے، شریک بھی ہے اور جار بھی ہے، تو کیا شریک اور جار شفعہ کر سکتے ہیں؟ نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیونکہ خلیط موجود ہے شفعہ کا حق اس کا ہے۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَلَيْسَ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ وَالشِّرْبِ وَالْجَارِ شُفْعَةٌ مَعَ الْخَلِيطِ، شَرِيكٌ فِي الطَّرِيقِ اور شَرِيكٌ فِي الشِّرْبِ وہ اور جار، ان کے لیے نہیں ہے، کیا نہیں ہے؟ شُفْعَةٌ شفعہ مَعَ الْخَلِيطِ کس کے ساتھ؟ خلیط کے ساتھ۔ جب خلیط موجود ہے تو ان دونوں کے لیے شفعہ درست نہیں، یہ نہیں کر سکتے۔ فَإِنْ سَلَّمَ الْخَلِيطُ پس اگر چھوڑ دیا، سَلَّمَ کا معنی سپرد کر دیا یعنی چھوڑ دیا، فَإِنْ سَلَّمَ الْخَلِيطُ پس اگر چھوڑ دیا خلیط نے شفعہ کو، پھر کس کا حق ہے بھئی خلیط کے بعد؟ شریک کا، فَالشُّفْعَةُ لِلشَّرِيكِ فِي الطَّرِيقِ پھر شفعہ ہے کس کے لیے؟ شَرِيكٌ فِي الطَّرِيقِ کے لیے جو راستے میں شریک ہے۔ فَإِنْ سَلَّمَ پس اگر وہ بھی چھوڑ دے أَخَذَهَا الْجَارُ تو شفعہ کو لے لے گا کون؟ جار بھئی۔

وَالشُّفْعَةُ تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ۔ تَجِبُ یہاں بھی تَثْبُتُ کے معنی میں ہے بھئی، تَثْبُتُ۔ میں نے بتایا یہ واجب نہیں ہے، ثابت ہوتا ہے۔ وَالشُّفْعَةُ تَجِبُ اور شفعہ ثابت ہو جاتا ہے بِعَقْدِ الْبَيْعِ کس کی وجہ سے؟ عقد بیع کی وجہ سے۔ بھئی میرے ساتھ والی زمین مالک نے بیچی تو عقد کرتے ہی مجھے کس چیز کا حق حاصل ہو جائے گا؟ شفعہ کا۔ عقد سے پہلے تھا؟ نہیں۔ اس کا صرف ارادہ بنا بیچنے کا تو کیا مجھے شفعہ کا حق ملے گا؟ نہیں، ارادے سے نہیں ملے گا بلکہ کب ملے گا؟ جب وہ عقد کر لے گا، تو شفعہ ثابت ہوتا ہے بیع کے عقد کی وجہ سے، عقد بیع کی وجہ سے۔

وَتَسْتَقِرُّ بِالْإِشْهَادِ۔ یاد رکھیے شفعہ کے اندر تین طلبیں ہوں گی بھئی۔ شفعہ کے اندر کتنی طلبیں ہوں گی؟ تین، تین قسم کی طلب کا ہونا ضروری پھر کہیں جا کر زمین ملے گی ورنہ نہیں ملے گی بھئی۔ اول ہے طلب مواثبت۔ نام لکھ لو ان کے بھئی: طلب مواثبت، میم واو الف ثا با اور گول تا، مواثبت۔ لکھ لیا بھئی؟ طلب مواثبت۔ دوسرا ہے طلب تقریر، قاف دو نقطوں والا ہے۔ تیسرا ہے طلب اخذ، الف خا ذال، طلب اخذ۔ تینوں نام لکھ لیے بھئی؟ پہلا کیا ہے؟ طلب مواثبت۔ دوسرا؟ طلب تقریر۔ تیسرا؟ طلب اخذ بھئی۔

یاد رکھیے طلب مواثبت: مواثبت وَثَبَ سے ہے، واو ثا با۔ وَثَبَ کا معنی اچھلنا، چھلانگ لگانا بھئی۔ بھئی دیکھو شفعہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو جس مجلس میں بھی ساتھ والی زمین کے بکنے کی خبر ملتی ہے اسی مجلس کے اندر اس کا ضروری ہے یہ کہنا کہ میں شفعہ کرتا ہوں یا اس جیسا کوئی لفظ کہنا۔ میں کیا کرتا ہوں؟ میں شفعہ طلب کرتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ مثلاً بھئی آپ بیٹھے ہوئے تھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گپ شپ لگا رہے تھے، اچانک کسی آدمی نے آپ کو ٹیلی فون پر اطلاع دی یا کوئی آدمی آیا آپ کے پاس اور اس نے کہا بھئی آپ کو پتہ ہے آپ کے گھر کے ساتھ والا جو گھر ہے وہ مالکوں نے بیچ دیا ہے؟ آپ کے لیے فوراً ضروری ہے کہ وہیں پر کیا کہیں؟ میں اس گھر پر شفعہ طلب کرتا ہوں۔ اگر آپ نے نہیں کہا اس مجلس کے اندر بھئی تو بس آپ کا حق شفعہ ختم بھئی، اب آپ شفعہ نہیں کر سکتے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اسی مجلس کے اندر کیا کہنا ضروری ہے؟ کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں، اسی مجلس میں۔ بلکہ بعض فقہاء کرام تو فرماتے ہیں کہ بات کے پتہ لگتے ہی فوراً کہنا ضروری ہے، مجلس تک کا بھی اختیار نہیں ہے بھئی۔ جیسے ہی اطلاع ملی فوراً کیا کہنا ضروری ہے؟ میں شفعہ طلب کرتا ہوں، فوراً کہنا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں اگر خط پڑھ رہے تھے، خط میں کسی نے آپ کو اطلاع بھیجی آپ کے ساتھ والی زمین بکی ہے اور وہ اطلاع تھی خط کے شروع میں، اور آپ خط آخر تک پڑھتے چلے گئے اور آپ نے وہ شروع میں خبر پڑھتے ہی یہ نہیں کہا میں شفعہ طلب کرتا ہوں، تو بھی آپ کا حق شفعہ ختم ہوا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ البتہ امام کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں مجلس تک کا اختیار ہے، مجلس میں کیا کر سکتا ہے؟ جس مجلس میں اطلاع ملی اسی میں طلب کرنا ضروری ہے۔ اب اگر اسی مجلس میں طلب نہیں کیا تو کیا حکم بتلایا میں نے؟ حق شفعہ کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا بھئی، اب یہ شفعہ نہیں کر سکتا بھئی۔ اسی لیے اس طلب کا نام طلب مواثبت ہے، طلب مواثبت، یعنی یہ جلدی کرنا پڑے گی، فوراً کرنا پڑے گی جیسے ایک انسان بھئی اچھلتا ہے فوراً کسی کام کے لیے، تو اسی لیے چونکہ اس میں بھی بڑی جلدی ہے تو اس طلب کا نام مواثبت رکھ دیا، یہ نہیں کہ سچ مچ اچھلنا پڑے گا آپ کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں فوراً کرنا پڑے گی

طلب بھئی اس لیے اس کا نام کیا رکھا؟ طلب مواثبت رکھا بھئی۔

یہ پہلی طلب ہے۔ پھر بھئی یہ جو طلب مواثبت ہے یہ یاد رکھنا اس کے اندر گواہ بنانا ضروری نہیں، لیکن اگر گواہ بنالیں تو اچھی بات ہے۔ آپ ان حاضرین مجلس کو کیا کرلیں؟ گواہ بنالیں، جب آپ کہیں گے تو وہ تو خود ہی گواہ ہوگئے، مثلاً آپ کے پاس کوئی نہیں تھا تو پھر کیا کرلیں؟ گواہ بنالیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ گواہ بنالیں تاکہ بعد میں کوئی انکار نہ کرسکے بھئی۔ ہاں ضروری نہیں ہے، اس طلب مواثبت میں گواہ بنانا ضروری ہے یا ضروری نہیں بھئی؟ ضروری نہیں، لیکن اگر بنالیں تو بہتر ہے تاکہ بعد میں کل کوئی انکار نہ کرسکے۔

پھر اس کے بعد اب طلب تقریر ہے بھئی۔ آپ یہاں سے اٹھیں گے اور اگر وہ زمین بائع کے پاس ہے تو بائع پر دو گواہ لے جاکر پیش کرسکتے ہیں۔ اگر بائع کے پاس زمین نہیں ہے، وہ کس کے حوالے کرچکا؟ مشتری کے، تو پھر اب بائع کے پاس نہیں جائیں گے کیونکہ زمین اس نے بیچ بھی دی ہے اور مشتری کے حوالے بھی کردی اب تو وہ بالکل اجنبی بن گیا۔ سمجھ میں آیا؟ بیع کرتے ہی مالک کون بن گیا تھا؟ مشتری، لیکن زمین ابھی بائع کے قبضے میں تھی، تو مالک ہے مشتری قبضہ ہے بائع کا تو آپ بائع کے پاس جاسکتے ہیں، اس کے اوپر دو گواہ پیش کرسکتے ہیں، وہاں دو گواہ بناسکتے ہیں آپ۔ اور اگر بائع حوالے کرچکا ہے اب تو بائع کی نہ ملک رہی نہ اس کا قبضہ رہا وہ اجنبی بن گیا، تو اب بائع کے پاس نہیں جائیں گے اگر وہ حوالے کرچکا ہے، پھر مشتری کے پاس صرف جاسکتے ہیں، مشتری کے پاس۔ تو مشتری کے پاس جائیں گے اور یا پھر کس کے پاس چلے گئے؟ اس زمین کے پاس بھئی، زمین کے پاس۔ دو گواہ ساتھ لے جانے ہیں بھئی، دو آدمیوں کو آپ نے گواہ بنانا ہے وہاں پر۔ کیا کہیں گے آپ وہاں؟ اس زمین پر کھڑے ہوکر کہیں گے گواہوں کے سامنے کہ یہ زمین یا یہ کوٹھی زید نے خریدی ہے اور میں اس کا کیا ہوں؟ پڑوسی ہوں، تو میں اس پر شفعہ کرنے والا ہوں، میں نے اس پر شفعہ کو طلب کیا تھا جس مجلس میں مجھے پتہ چلا تھا اس میں بھی اور اب بھی میں شفعہ کو طلب کرتا ہوں پس تم اس بات پر گواہ رہنا۔ تم اس بات پر گواہ رہنا۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟

یہ گواہ وہ کس پر پیش کرے گا؟ بائع پر بھی پیش کرسکتا ہے، مشتری پر بھی پیش کرسکتا ہے اور اس زمین پر بھی پیش کرسکتا ہے۔ مشتری کے پاس تو ہر حال میں کرسکتا ہے کیونکہ مشتری نے چاہے قبضہ کیا ہو یا قبضہ نہ کیا ہو، مالک تو بیع کرتے ہی وہ بن گیا کیونکہ بیع کرتے ہی مشتری کیا ہوتا ہے مبیعہ کا؟ مالک، وہ تو مالک ہے اس پہ تو آپ پیش کرہی سکتے ہیں۔ زمین پر بھی آپ پیش کرسکتے ہیں ہر حال میں، وہاں جاکر دو گواہ آپ نے بنادیے، مشتری کے پاس جاکر دو گواہ بنادیے۔ بائع کے پاس بھی آپ دو گواہ بناسکتے ہیں لیکن وہ صرف کس وقت؟ جب اس کا قبضہ ہو، اگر وہ حوالے کرچکا ہے پھر اس پر گواہ بناسکتے ہیں لے جاکر؟ نہیں بھئی وہ اجنبی بن چکا۔ صورتیں سمجھ میں آگئیں؟ تو یہ دو گواہ جب آپ نے لے جاکر بنادیے کہ یہ زمین زید نے بیچی ہے اور میں اس کا جار ہوں، میں اس پر شفعہ کرنے والا ہوں، جس مجلس میں مجھے پتہ چلا تھا میں نے اس میں بھی شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی میں شفعہ کو طلب کرتا ہوں تو تم اس بات پر گواہ رہنا، اب یہ مولانا طلب تقریر ہے۔ قَرَّرَ یُقَرِّرُ تَقْرِیرًا کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو پختہ کرنا، تو اب اس کا شفعہ پختہ ہوگیا۔ اب اس کا شفعہ کیا ہوگیا؟ پختہ ہوگیا، پکا ہوگیا، اب نہیں حق شفعہ کا ضائع ہوتا۔ طلب مواثبت بھی کرلی اور کیا کرلی؟ طلب تقریر بھی کرلی۔ طلب مواثبت میں تو میں نے کہا تھا جس مجلس میں پتہ لگا فوراً اس میں کہے میں کیا طلب کرتا ہوں؟ شفعہ طلب کرتا ہوں، اور اس میں گواہ بنانا ضروری نہیں تھے اگر بنالے تو اچھا ہے، لیکن طلب تقریر میں تو کیا ہی کیا جاتا ہے؟ دو گواہ بنائے جاتے ہیں، جی دو گواہ کم از کم۔

اس کے بعد تیسرا ہے طلب اخذ بھئی۔ اب مولانا وہ قاضی کے پاس جائے گا اور کہے گا قاضی صاحب فلاں فلاں جگہ جو مکان ہے زید کا اور میرا ابھی ساتھ زمین ہے، میں اس کا پڑوسی ہوں، اس نے زمین بیچی ہے اور میں اب اس کو کیا کرنا چاہتا ہوں؟ شفعہ کے ذریعے اس زمین کو لینا چاہتا ہوں، میں طلب مواثبت بھی کرچکا ہوں، میں طلب اشہاد یعنی طلب تقریر بھی کرچکا ہوں تو اب وہ زمین مجھے دلادی جائے بھئی۔ تو پھر قاضی کے پاس مقدمہ شروع ہوجائے گا جس کی تفصیل آگے آئے گی بھئی کیسے مقدمہ چلانا ہے اور اگر آپ قاضی بنے ان شاء اللہ تعالیٰ بھئی، ان شاء اللہ عنقریب ہمارا نظام آئے گا بڑی جلدی ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی برکتیں دیکھنا نصیب فرمائے اپنی زندگی میں ہی، تو پھر آپ کے پاس شفیع آتے ہیں تو آپ نے کیسے کرنا ہے فیصلہ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ شفعہ کے تو بڑے مسائل آتے ہیں، بار بار لوگ آپ کے پاس شفعہ کے لیے آئیں گے، آپ نے کیسے مقدمہ سننا ہے، کیا کیا باتیں پوچھنی ہیں اور پھر جاکر کیسے فیصلہ کرنا ہے، تفصیل سے آگے آئے گا۔

تینوں طلبوں کا پتہ لگ گیا؟ پہلی کیا طلب؟ طلب مواثبت، یہ کس کو کہتے تھے؟ جس مجلس میں علم ہوا ہے اسی مجلس میں فوراً شفعہ کو طلب کرنا۔ اور پھر دوسرا کیا تھا؟ طلب تقریر۔ طلب تقریر میں کیا کیا جاتا ہے؟ دو گواہ پیش کیے جاتے ہیں اس زمین پر یا مشتری پر یا بائع پر کس صورت میں؟ جب کہ بائع کا ابھی

قبضہ ہو بھئی۔ اور پھر اس کے بعد کیا کیا جائے گا؟ طلب اخذ بھئی، زمین لی جائے گی اس سے اب بھئی۔ تو مشتری کے پاس براہ راست بے شک چلے جاؤ اگر وہ راضی ہو جاتا ہے لیکن وہ عموماً کہاں راضی ہوتا ہے آپ کو کہاں جانا پڑے گا؟ قاضی کے پاس جانا پڑے گا۔

تو کہتے ہیں وَالشُّفْعَةُ تَجِبُ بِعَقْدِ الْبَيْعِ شفعہ ثابت ہو جاتا ہے عقد بیع کی وجہ سے وَتَسْتَقِرُّ بِالْإِشْهَادِ اور پختہ ہو جاتا ہے، پکا ہو جاتا ہے کس کی وجہ سے؟ اشہاد یعنی گواہ بنانے کی وجہ سے۔ یاد رکھو اس سے طلب ثانی مراد ہے، کون سی طلب؟ طلب تقریر مراد ہے یہ طلب اشہاد مولانا، اس سے پکا ہوتا ہے شفعہ۔

وَتُمْلَكُ بِالْأَخْذِ إِذَا سَلَّمَهَا الْمُشْتَرِي أَوْ حَكَمَ بِهَا حَاكِمٌ۔ اور مالک بنا جائے گا اس گھر کا بِالْأَخْذِ۔ بھئی اچھا شفیع کب مالک بنے گا اس زمین کا؟ جب مشتری، بھئی اس نے طلب مواثبت بھی کر لی، طلب تقریر بھی کر لی، اب مشتری کے پاس گیا کہ زید صاحب آپ نے یہ زمین خریدی تھی، میں طلب مواثبت بھی کر چکا ہوں، طلب تقریر بھی کر چکا ہوں، اب آپ نے یہ دس لاکھ میں خریدی تھی لائیے یہ زمین میں شفعہ کے ذریعے آپ سے لینا چاہتا ہوں، یہ زمین مجھے دے دیں اور جتنے پیسے آپ نے ادا کیے تھے وہ مجھ سے لے لیں۔ اور زید نیک آدمی ہے، تبلیغی آدمی ہے بھئی، اس نے بھئی قدوری میں مسئلہ پڑھا ہوا تھا اس نے زمین آپ کے حوالے کر دی کہ یہ لو بھئی زمین، لاؤ پیسے میرے دے دو۔ تو جب آپس کی رضامندی سے اس نے زمین پر قبضہ کر لیا تو شفیع کیا بن جائے گا اس زمین کا؟ مالک بن جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو مشتری جب اس کے حوالے کر دے۔ یہ تو ایک صورت تھی بھئی۔ دوسری صورت یہ کہ قاضی کے پاس گئے تھے، قاضی نے فیصلہ کر دیا۔ کیا فیصلہ کر دیا؟ شفعہ کا آپ کے حق میں فیصلہ کر دیا بھئی، تو فیصلہ کرتے ہی آپ مالک بن گئے، اب زمین پر قبضہ بھی ابھی آپ کا نہیں ہے لیکن فیصلہ کرتے ہی آپ کیا بن گئے زمین کے؟ مالک بن گئے۔ جب مشتری کے پاس گئے تھے اس وقت مالک کب بنے تھے؟ جب آپ نے زمین پر کیا کر لیا تھا؟ قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن جب قاضی کے پاس گئے ہیں تو اب زمین پر قبضہ بھی نہیں ضروری، قاضی جیسے ہی آپ کے حق میں فیصلہ کرے گا فوراً آپ کیا بن جائیں گے زمین کے؟ مالک بن جائیں گے۔ یہی بات بتلا رہے ہیں: وَتُمْلَكُ بِالْأَخْذِ اور مالک بنا جائے گا اس گھر کا بِالْأَخْذِ کس کی وجہ سے؟ اخذ یعنی لے لے اس پر قبضہ کر لے إِذَا سَلَّمَهَا الْمُشْتَرِي جب وہ گھر حوالے کر دے، کون حوالے کر دے؟ مشتری جب وہ گھر اس کے حوالے کر دے، أَوْ حَكَمَ بِهَا حَاكِمٌ یا فیصلہ کر دے اس گھر کا کون بھئی؟ حاکم، تو فیصلہ کرتے ہی یہ کیا بن جائے گا؟ مالک۔

وَإِذَا عَلِمَ الشَّفِيعُ بِالْبَيْعِ أَشْهَدَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ عَلَى الْمُطَالَبَةِ۔ اور جب علم ہوا، پتہ لگا شفیع کو، کس چیز کا پتہ لگا؟ بِالْبَيْعِ، کس کا علم ہوا؟ بیع کا۔ بھئی وہی طلب مواثبت بیان ہونے لگی ہے ترتیب سے دیکھتے جانا وہی باتیں ہوں گی: وَإِذَا عَلِمَ الشَّفِيعُ بِالْبَيْعِ اور جب علم ہوا شفیع کو بیع کا أَشْهَدَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ تو وہ گواہ بنا دے اپنی اسی مجلس میں عَلَى الْمُطَالَبَةِ کس چیز پر؟ مطالبے پر۔ بھئی اسی مجلس میں کیا کرنا ضروری ہے؟ وہ کون سی طلب ہے؟ طلب مواثبت، تو یہ طلب کرے گا یا نہیں؟ مطالبہ کرے گا شفعہ کا، اس مطالبے پر کیا کر لے اسی مجلس میں؟ گواہ بنا لے۔ اور میں نے بتلایا یہ گواہ بنانا ضروری نہیں، یہ طلب مواثبت بیان ہو رہی ہے، گواہ بنا لے تو بہتر ہے۔ ثُمَّ يَنْهَضُ مِنْهُ پھر وہ اس مجلس سے اٹھے بھئی فَيُشْهِدُ عَلَى الْبَائِعِ پھر گواہ بنا دے، آگے اب کون سی طلب چاہیے ہمیں؟ طلب تقریر، اور اس میں کس کس پر گواہ بنائے گا؟ زمین پر بھی بنا سکتا ہے یا مشتری پر بنا سکتا ہے یا بائع پر۔ ایک کے پاس جانا ہے بس کافی ہے یہ نہیں کہ تینوں کے پاس جانا ہے، ایک کے پاس جا کر کیا کر دیتا ہے؟ گواہ بنا دیتا ہے کافی ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں ثُمَّ يَنْهَضُ مِنْهُ پھر اس مجلس سے اٹھ جائے فَيُشْهِدُ عَلَى الْبَائِعِ إِنْ كَانَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ پس گواہ بنا دے بائع پر إِنْ كَانَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ اگر مبیعہ بائع کے قبضے میں ہو أَوْ عَلَى الْمُبْتَاعِ یا کس پر گواہ بنا دے؟ مُبْتَاع، اِبْتَاعَ کا کیا معنی بتلایا تھا میں نے؟ خریدنے کے، تو مُبْتَاع کون ہوا؟ مشتری، تو أَوْ عَلَى الْمُبْتَاعِ یا مشتری پر گواہ بنا دے أَوْ عِنْدَ الْعَقَارِ یا کس کے پاس؟ زمین پر گواہ بنا دے۔ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ پس جب اس نے یہ کر لیا اسْتَقَرَّتْ شُفْعَتُهُ تو پکا ہو گیا اس کا شفعہ، اس کا شفعہ کیا ہوا؟ پکا ہو گیا، پختہ ہو گیا۔

وَلَمْ تَسْقُطْ بِالتَّأْخِيرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ اور یہ شفعہ ساقط نہیں ہوتا تاخیر کی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بس بھئی اب شفعہ پکا ہو گیا، اب تاخیر بھی کر لے گا تو شفعہ جائے گا نہیں بھئی، شفعہ کا حق رہے گا۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِنْ تَرَكَهَا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ شَهْرًا بَعْدَ الْإِشْهَادِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر شفیع نے چھوڑ دیا، کس کو چھوڑا؟ طلب اخذ کو، بھئی اگلی طلب کون سی ہے؟ طلب اخذ۔ بھئی ابھی تو طلب تقریر ہوئی ہے، امام صاحب فرماتے ہیں طلب تقریر ہو گئی اب شفعہ نہیں ختم ہو گا شفعہ کا حق رہے گا، طلب اخذ جب مرضی جا کر کرو آج کرو چھ مہینے بعد جا کر کرو۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں بلکہ طلب تقریر کے بعد اب طلب اخذ بھی جلدی ضروری ہے بھئی، ایک مہینے تک اگر بغیر کسی عذر کے اس نے طلب اخذ نہ کی تو اس کا حق شفعہ کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو

جائے گا، ختم بھئی۔ تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے ترک کر دیا مطالبے کو بغیر کسی عذر کے ایک مہینے تک بَعْدَ الْإِشْهَادِ، کس کے بعد؟ اشہاد کے بعد، گواہ بنانے کے بعد یعنی طلب تقریر کے بعد بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا بھئی، شفعہ باطل ہو جائے گا۔[۴]

سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ تھا بھئی اپنے زمانے کے مطابق، نیک لوگ تھے تابعین کا زمانہ چل رہا تھا تو انہوں نے یہ فتویٰ دیا، اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے یاد رکھیے گا کہ ایک مہینے تک اگر طلب اخذ نہ کی تو حق شفعہ کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ وہ فرماتے ہیں بھئی اگر اس سے زیادہ ہم وقت دیں گے تو اب وہ مشتری بیچارہ جو ہے وہ کوئی کام اب اس میں شروع ہی نہیں کر سکتا کیونکہ اسے خطرہ ہے کہ یہ کسی بھی وقت آئے گا طلب اخذ کر کے زمین مجھ سے لے لے گا، میں اب اس میں عمارت بھی بناتا ہوں تو مجھے عمارت گرانا پڑے گی، میں اس میں باغ بھی لگاتا ہوں تو مجھے باغ اکھاڑنا پڑے گا تو میرا نقصان ہو گا، تو وہ بیچارہ پریشان رہتا ہے اس وقت تک کام ہی شروع نہیں کر سکتا کیونکہ دوسرا آدمی طلب تقریر کر چکا ہے پختہ ہو چکا ہے اس کا شفعہ۔ تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مہینہ ہے، ایک مہینے تک اس کو حق ہے یہ طلب اخذ کر لے۔ ہاں اگر عذر کوئی پیش آ جائے پھر تو الگ بات ہے پھر مدت زیادہ بھی ہو سکتی ہے، لیکن بغیر عذر کے کتنی مہلت ہے؟ ایک مہینے تک بھئی، ایک مہینے کے اندر طلب اخذ بھی کر لے قاضی کے پاس جا کر زمین لے لے۔ سمجھ میں آیا؟ تو امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے بھئی کیونکہ لوگوں کے احوال اب بدل گئے بھئی، اب کیا کرتے ہیں؟ زیادہ کوشش یہ ہوتی ہے کس طرح دوسرے کو نقصان پہنچائیں بھئی، نقصان پہنچانے والے زیادہ ہو گئے تو اب جان بوجھ کر کیا کرتا ہے؟ طلب اخذ کرتا ہی نہیں ہے بھئی، چھ چھ ماہ نہیں کرتا کہ بھئی وہ ذرا تھوڑی چیز بنا لے، بلڈنگ اپنی ذرا بنا لے پھر میں شفعہ کروں گا تاکہ اس کا اچھا نقصان ہو ساری بلڈنگ گرانی پڑے اس کو بھئی۔ بلڈنگ بھی بنا لے یاد رکھنا آگے مسائل آئیں گے شفعہ کا حق ساقط نہیں ہوتا، وہ جو مشتری تھا اس نے اس زمین میں بلڈنگ بنالی اور شفیع نے طلب اخذ بھی کر لیا اس عرصے میں تو اب اس مشتری کو کہا جائے گا بھئی لے جاؤ اپنی بلڈنگ اکھاڑ کر لے جاؤ یہ زمین حوالے کرو شفیع کے۔ تو اب امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے بھئی، جی میں نے بتایا لوگوں کے احوال بدلنے کی وجہ سے بھئی۔

وَالشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ فِي الْعَقَارِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ كَالْحَمَّامِ وَالرَّحٰى وَالْبِئْرِ وَالدُّورِ الصِّغَارِ۔ یہاں پھر وَاجِبَةٌ بمعنی ثَابِتَةٌ کے ہے کیونکہ میں نے بتایا شفعہ کرنا ضروری نہیں ہے، واجب نہیں۔ اور شفعہ ثابت ہے عقار کے اندر، جائیداد کے اندر وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ اگرچہ وہ ان چیزوں میں سے ہو جس کو تقسیم نہیں کیا جاتا، كَالْحَمَّامِ جیسے حمام ہے بھئی، وَالرَّحٰى اور پن چکی ہے، وَالْبِئْرِ اور کنواں ہے، وَالدُّورِ الصِّغَارِ اور چھوٹے گھر ہیں۔ بھئی حمام کو تقسیم نہیں کیا جاتا بھئی، چھوٹا حمام تو چھوٹی سی جگہ ہوتی ہے۔ اسی طرح پن چکی ہے وہ بھی چھوٹا سا ایک کمرہ ہے اس کو بھی لوگ آپس میں تقسیم نہیں کرتے۔ وَالْبِئْرِ اور کنواں ہے کنویں کو بھی تقسیم نہیں کرتے۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے گھر ہیں ان کو بھی کوئی تقسیم نہیں کرتا بھئی۔

یاد رکھیے یہ صاحب قدوری اس لیے فرما رہے ہیں کہ امام شافعی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةً وَاسِعَةً وہ فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں جن کو عموماً لوگ تقسیم نہیں کرتے بہت چھوٹی ہوتی ہیں ان کے اندر شفعہ کا حق نہیں ہے، باقی بڑی جگہوں میں ہے جن کو تقسیم کیا جاتا ہے شفعہ کا حق اور ان میں شفعہ کا حق نہیں۔ تو یہ امام شافعی رحمہ اللہ کو رد کرنے کے لیے ہے بھئی کہ ہمارے نزدیک عِنْدَ الْأَحْنَافِ کیا ثابت ہے؟ غیر منقولی جو بھی چیز ہو چاہے چھوٹی ہو چاہے بڑی اس کے اندر شفعہ کا حق ہے بھئی۔ اور وجہ کیا ہے اس کی، ان کے نزدیک کیوں نہیں جائز اور ہمارے نزدیک کیوں جائز ہے؟ وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک شفعہ کی وجہ کیا تھی، کیوں اجازت دی گئی ہے شریعت میں اس کی؟ ضرر جار سے بچنے کے لیے، ضرر جوار سے بچنے کے لیے بھئی۔ اور ان کے نزدیک بھئی تقسیم کی مشقت سے بچنے کے لیے ہے۔ کس سے بچنے کے لیے؟ تقسیم کی مشقت سے بچنے کے لیے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں جو جار ہے اس کو شفعہ کا حق ہی نہیں ہے کیونکہ اس کا تقسیم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، ہاں خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ اور خَلِيطٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ ان دونوں کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ کیا ثابت کرتے ہیں؟ حق شفعہ ثابت کرتے ہیں، جار کے لیے تو وہ مانتے ہی نہیں ہیں کہ جار کو شفعہ کا حق ہے ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں نہیں جار کو بھی شفعہ کا حق ہے۔

بھئی دیکھو امام شافعی رحمہ اللہ کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے یہ مثال دیکھو بھئی: یہ زمین ہے میری اور زید کی مشترکہ ہے، ہم دونوں نے آدھے آدھے پیسے ملائے اور یہ زمین خریدی اور ہم دونوں اس میں شریک ہیں، حد بندی نہیں کی، زمین کے ہر ہر جز میں ہم دونوں کا حصہ ہے۔ تو اب زید اپنا حصہ کسی کو بیچتا ہے۔ جب زید اپنا حصہ بیچے گا تو نیا شخص آئے گا، تو زمین میں پہلے ہی دو شریک تھے اب بھی کتنے شریک ہیں؟ دو ہی شریک ہیں، وہ مشتری بھی شریک ہے، تو اب اگر

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «تَرَكَهَا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ شَهْرًا بَعْدَ الْإِشْهَادِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «تركها شهرا بعد الإشهاد بطلت شفعته» منقول ہے۔

ہم اپنا حصہ الگ کرنا چاہیں تو تقسیم کرنا پڑے گی یا نہیں کرنا پڑے گی بھئی؟ زمین کے دو حصے کرنا پڑیں گے، تقسیم کرنا پڑے گی۔ تو اس تقسیم کی مشقت سے بچنے کے لیے شریعت نے کیا حق دے دیا شریک کو؟ شفعہ کا حق کہ زید اپنی زمین بیچ رہا ہے، شریک ہے وہ تمہارے ساتھ، ابھی بھی تقسیم کی مشقت ہے لیکن زید جب اپنا حصہ بیچ رہا ہے اب موقع ہے تم کیا کر لو؟ شفعہ کر کے اس نے جو زمین کا حصہ بیچ دیا تم شفعہ کر کے اس حصے کو بھی لے لو تو اب تقسیم کی ضرورت پیش آئے گی؟ نہیں، نصف تو پہلے ہی آپ کا تھا اور نصف دوسرا بھی آپ کا ہو گیا اب تقسیم کی مشقت ہی نہ رہی۔ تو امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شفعہ کس لیے ہے؟ تقسیم کی مشقت سے بچنے کے لیے، اور یہ چھوٹی چیزیں ہیں ان کے اندر تو لوگ تقسیم کرتے ہی نہیں لہٰذا ان کے اندر شفعہ بھی نہیں ہو گا۔ جی ہم کہتے ہیں نہیں شفعہ تھا ضرر جار سے بچنے کے لیے اور یہاں پر بھی یہ آ سکتا ہے تو اس میں بھی شفعہ جائز ہے۔ تو کہتے ہیں وَالشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ فِي الْعَقَارِ اور شفعہ ثابت ہے جائیداد کے اندر وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ اگرچہ وہ ان چیزوں میں سے ہو جن کو تقسیم نہیں کیا جاتا كَالْحَمَّامِ وَالرَّحٰى وَالْبِئْرِ وَالدُّورِ الصِّغَارِ جیسے حمام ہے اور پن چکی ہے اور کنواں ہے اور چھوٹے گھر ہیں۔

وَلَا شُفْعَةَ فِي الْبِنَاءِ وَالنَّخْلِ إِذَا بِيعَ بِدُونِ الْعَرْصَةِ۔ اور یاد رکھو بھئی صرف بلڈنگ کوئی بیچتا ہے زمین نہیں بیچتا، باغ کے اندر صرف درخت بیچتا ہے زمین نہیں بیچتا تو اب صرف اس بلڈنگ پر شفعہ نہیں ہو سکتا، صرف اس باغ کے درختوں پر شفعہ نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ شفعہ اصل میں ہے زمین کے اندر اور جب زمین میں شفعہ ہوتا ہے تو تبعاً جو اس کے اندر بلڈنگ کھڑی ہوتی ہے اس پر بھی کیا ہو جاتا ہے؟ شفعہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اب ایک شخص نے صرف بلڈنگ بیچی ہے زمین بیچی ہی نہیں، تو جب زمین بیچی ہی نہیں تو شفعہ تو آتا ہی کس میں تھا؟ زمین میں، اور بلڈنگ میں جو آتا تھا وہ کس وجہ سے آتا تھا؟ زمین کے تابع ہوتے ہوئے آ جاتا تھا، اور جب یہاں زمین بکی ہی نہیں تو سرے سے شفعہ ہی نہیں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟ اسی طرح باغ بیچا ہے بھئی تو اب باغ کی زمین چونکہ بکی ہے تو زمین میں شفعہ آیا اور زمین ہی کے اندر وہ درخت بھی لگے ہوئے ہیں تو درختوں میں بھی کیا آ جاتا ہے؟ شفعہ، لیکن اگر کوئی زمین بیچتا ہی نہیں صرف درخت بیچے تو لہٰذا اب شفعہ آئے گا ہی نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا شُفْعَةَ فِي الْبِنَاءِ اور شفعہ نہیں ہے عمارت کے اندر وَالنَّخْلِ اور کھجور کے درخت میں، مراد کوئی بھی درخت ہوں بھئی باغ کے إِذَا بِيعَ بِدُونِ الْعَرْصَةِ جب ان کو بیچا جائے بغیر زمین کے۔

وَلَا شُفْعَةَ فِي الْعُرُوضِ وَالسُّفُنِ۔ اور شفعہ نہیں ہے سامان کے اندر۔ بھئی سامان کے اندر شفعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ شفعہ صرف کس کے اندر ہے؟ عقار کے اندر، غیر منقولی چیزوں میں۔ سامان تو منقولی چیز ہے اس میں شفعہ نہیں۔ وَالسُّفُنِ، سفن جمع ہے سفینہ کی، کشتی کو کہتے ہیں، کشتیوں کے اندر بھی شفعہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ بھی کس میں سے ہے؟ منقولی چیزوں میں سے ہے۔ وَالْمُسْلِمُ وَالذِّمِّيُّ فِي الشُّفْعَةِ سَوَاءٌ اور مسلمان اور ذمی شفعہ کے اندر برابر ہیں، یعنی جیسے مسلمان کو حق شفعہ ملتا ہے اسی طرح جو ذمی ہے جو جزیہ دے کر آپ کے ملک میں رہتے ہیں ان کے پڑوس کی بھی زمین کوئی بیچی جائے تو انہیں بھی کیا حق حاصل ہو گا؟ شفعہ کا حق ہو گا۔ تو کہتے ہیں مسلمان اور ذمی شفعہ میں برابر ہیں۔

وَإِذَا مُلِكَ الْعَقَارُ بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ۔ دیکھیے ترجمہ غور سے سننا: وَإِذَا مُلِكَ الْعَقَارُ اور جب مالک بنا جائے الْعَقَارُ کس کا؟ کسی غیر منقولی چیز کا یا جائیداد کا بِعِوَضٍ کس کے بدلے میں؟ کسی عوض کے بدلے میں هُوَ مَالٌ ایسا عوض، یہ هُوَ مَالٌ جملہ صفت ہے عِوَضٍ کی، ایسا عوض کہ وہ مال ہو۔ جب مالک بنا جائے کسی جائیداد کا ایسے عوض کے بدلے میں جو مال ہو وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ تو ثابت ہو جائے گا اس میں شفعہ۔ ترجمہ سمجھ میں آیا؟ دوبارہ سنو: وَإِذَا مُلِكَ الْعَقَارُ اور جب مالک ہو اجائے کسی جائیداد کا بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ ایسے عوض کے بدلے میں کہ جو مال ہے تو وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ تو اس میں شفعہ واجب ہو گا۔

اچھا یاد رکھیے معلوم ہوا شفعہ کب آئے گا جب انتقال ملک ہو۔ کیا ہو؟ انتقال ملک ہو۔ بھئی آپ نے پڑھا تھا بیع کی وجہ سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے تو بیع کے اندر بھی کیا ہوتا ہے؟ بائع سے ملک منتقل ہوتی ہے کس کی طرف؟ مشتری کی طرف، تو شفعہ کہاں پر آئے گا جہاں کیا ہو؟ انتقال ملک ہو، یعنی زمین یا جائیداد ایک ملک سے منتقل ہو رہی ہو کس کی طرف؟ دوسری ملک کی طرف، پہلی شرط۔ بِعِوَضٍ دوسری قید لگا دی اور یہ انتقال ملک بھی کس کے بدلے میں ہو؟ عوض کے بدلے میں۔ معلوم ہوا بغیر عوض کے ہو تو اس کے اندر شفعہ نہیں، آپ کو کوئی آدمی ایک کوٹھی تحفے کے طور پر دے دیتا ہے تو اب انتقال ملک تو آیا وہ چیز اس کی ملک سے نکلی اور آپ کی ملک میں داخل ہوئی لیکن یہ انتقال ملک عوض کے بدلے ہے یا بغیر عوض کے ہے؟ بغیر عوض کے ہے لہٰذا اس کے اندر اب کوئی شفعہ نہیں کر سکتا بھئی، تو عوض کا ہونا ضروری ہے۔ اور بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ وہ عوض بھی کیا ہونا چاہیے؟ مال ہونا چاہیے، اگر وہ عوض مال نہیں پھر بھی شفعہ نہیں کیا جا سکتا بھئی۔ انہوں نے کہا وَإِذَا مُلِكَ الْعَقَارُ بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ جب مالک ہو اجائے کسی جائیداد کا ایسے عوض کے بدلے میں جو مال ہو۔ بھئی یہ مال ہونا کیوں

ضروری؟ وجہ یہ کہ آپ نے شفعہ کرنا ہے اور شفعہ کے ذریعے اب آپ اس زمین کو لیں گے یا نہیں لیں گے؟ لیں گے، اور وہاں پر آپ کو اس کا مثل ثمن دینا پڑتا ہے یا نہیں دینا پڑتا؟ دینا پڑتا ہے، تو وہ مال ہو گا تو آپ بھی مثل ثمن دے کر اس کے مالک بن سکتے ہیں۔ مشتری نے اگر مال کے بدلے خریدی ہے تو آپ بھی کیا کر سکتے ہیں؟ اس جیسا مال دے کر لے سکتے ہیں۔ اگر اس نے مال کے بدلے چیز خریدی ہی نہیں ہے تو پھر اب آپ اس کا مثل کہاں سے دیں گے، کیسے بھئی؟ تو آپ کے لیے لینا ممکن ہی نہ رہا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اسی لیے کہا کہ وہ عوض مال ہونا چاہیے۔

اگر وہ عوض مال نہیں پھر بھی شفعہ نہیں کیا جا سکتا بھئی۔ مثلاً دیکھو بھئی ایک آدمی نے دوسرے کو قتل کر دیا جان بوجھ کر، اور جب کوئی کسی کو جان بوجھ کر آلہ قتل سے قتل کرتا ہے تو قصاص میں اس قاتل کو بھی کیا کیا جاتا ہے؟ قتل کیا جاتا ہے۔ گواہوں کے ذریعے سارا کچھ ثابت ہو گیا کہ یہ قاتل ہے اس نے جان بوجھ کر قتل کیا اور آلہ قتل کے ذریعے قتل کیا ہے تو اب قاضی قصاص کا فیصلہ کر دے گا کہ اس شخص کی بھی گردن اڑا دی جائے بھئی۔ لیکن اس کے جو ورثاء تھے وہ مقتول کے گھر والوں کے پاس گئے کہ بھئی معاف کر دیں، ان کی خوب منت سماجت وغیرہ کی، آپ ہم سے مال لے لیں یہ کر لیں وہ کر لیں صلح کر لیں ہمارے ساتھ۔ تو شریعت نے مقتول کے ورثاء کو یہ حق دیا ہے کہ وہ مال پر صلح کرنا چاہیں تو صلح کر سکتے ہیں اور ویسے ہی معاف کرنا چاہیں تو بھی معاف کر سکتے ہیں۔ اب مقتول کے ورثاء نے کہا کہ بھئی آپ ہمیں مثلاً پانچ کنال کا پلاٹ دیں اس جگہ پر یا مثلاً انہیں پتہ تھا یہ ان کی کوٹھی ہے، یہ کوٹھی ہمیں دے دو پھر ہم آپ کو معاف کر دیں گے ویسے نہیں ہم معاف کرتے۔ سمجھ میں آیا؟ مال لیتے ہیں بھئی یہ تو ہوتا رہتا ہے، دس لاکھ ہمیں لا کر دو ہم معاف کر دیں گے۔ منت سماجت سے دل تو کچھ نرم ہو جاتا ہے لیکن کہتے ہیں نہیں کچھ نہ کچھ سزا تو آپ لوگوں کو ملنی چاہیے بھئی ہمارے ایک آدمی کی آپ نے جان لی ہے بھئی، ہاں ہمیں دس لاکھ دو یا ہمیں یہ اپنی کوٹھی دو ہم معاف کر دیتے ہیں جان بخش دیتے ہیں۔ تو یہ صلح ہے، اور یہ صلح کس پر ہوئی ہے؟ دم عمد پر ہوئی ہے، جان بوجھ کر جو قتل کیا تھا اس پر صلح ہوئی ہے۔ انہوں نے کوٹھی ان کے حوالے کر دی۔ تو کیا اس کوٹھی میں شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ دیکھو بھئی شرطیں لگاتے جاؤ ضابطہ بتلا دیا آپ کو: انتقال ملک آیا یا نہیں آیا؟ انتقال ملک پایا گیا، قاتل یا قاتل کے گھر والوں کی ملک سے وہ کوٹھی نکلی اور کس کی ملک میں داخل ہو گئی؟ مقتول کے ورثاء کی ملک میں، انتقال ملک آ گیا۔ اور عوض کے بدلے ہوئی ہے یا بغیر عوض کے؟ عوض کے بدلے ہوئی ہے بھئی، اس نے کیا کیا تھا؟ اس نے خون کیا تھا بھئی اور اس کا خون اب انہوں نے چھوڑ دیا، معاف کیا بھئی۔ لیکن یہ عوض کیا مال ہے؟ نہیں، بھئی کوٹھی لے کر اس کی گردن بچائی یا نہیں قاتل کی؟ قاتل کی گردن بچالی بھئی، تو اب عوض تو ہے یعنی وہ قاتل کا خون چھوڑ رہے ہیں کہ چلو قصاص ہم نہیں لیتے، لیکن کیا یہ عوض مال ہے؟ یہ عوض مال نہیں اور ہم نے کیا شرط لگائی تھی کہ عوض کیا ہونا چاہیے؟ مال ہو، لہٰذا اس کوٹھی میں اب شفعہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری صورت بنالو بھئی: آپ نکاح کرنے گئے بھئی کہیں پر بھئی، اب وہ عورت نے کہا ایک شرط پر میں آپ سے نکاح کروں گی کہ آپ کی وہ جو اسلام آباد میں بیس کنال کی کوٹھی ہے وہ میرے حوالے کرو، مہر کے طور پر دو مجھے۔ آپ نے کہا میں تیار ہوں بس کسی طرح تو نکاح ہو بھئی۔ چنانچہ آپ نے نکاح کر لیا اور وہ کوٹھی بطور مہر کے اپنی بیگم کو دے دی بھئی۔ اب بتائیے مولانا انتقال ملک آیا یا نہیں آیا؟ انتقال ملک آیا، کوٹھی آپ کی ملک سے نکلی اور آپ کی بیگم کی ملک میں داخل ہوئی۔ اور عوض کے بدلے ہے یا بغیر عوض کے؟ عوض کے بدلے، اس نے اپنے نفس کو آپ کے سپرد کر دیا بھئی، لیکن کیا یہ عوض مال ہے؟ نہیں، یہاں عوض مال نہیں تو اب اس میں شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟ شفعہ نہیں ہو سکتا۔ ضابطہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا مُلِكَ الْعَقَارُ بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ اور جب مالک ہوا جائے کس چیز کا؟ جائیداد کا بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ ایسے عوض کے بدلے کہ وہ مال ہو تو وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ تو اس میں شفعہ واجب ہو جائے گا۔

وَلَا شُفْعَةَ فِي الدَّارِ الَّتِي يَتَزَوَّجُ الرَّجُلُ عَلَيْهَا أَوْ يُخَالِعُ الْمَرْأَةَ بِهَا۔ اور شفعہ نہیں ہے اس گھر کے اندر الَّتِي يَتَزَوَّجُ الرَّجُلُ عَلَيْهَا جس پر آدمی کیا کرتا ہے؟ شادی کرتا ہے یعنی نکاح کرتا ہے آدمی عَلَيْهَا أَيْ عَلَى الدَّارِ اس گھر پر، أَوْ يُخَالِعُ الْمَرْأَةَ بِهَا یا خلع کرتا ہے آدمی عورت کے ساتھ اس کے بدلے میں۔ بھئی خلع جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ خلع یہ ہے کہ ایک عورت ہے وہ اپنے خاوند سے بہت تنگ ہے اب اس سے جان چھڑوانا چاہتی ہے، وہ اس کی جان نہیں چھوڑتا طلاق وغیرہ نہیں دیتا، تو عورت اس سے کہتی ہے میرے ساتھ خلع کر لو، وہ میری اسلام آباد والی کوٹھی آپ لے لیں اور مجھے چھوڑ دیں، خلع کر لیں میرے ساتھ۔ خاوند نے قبول کر لیا تو عورت جدا ہو گئی، اس کو طلاق بائن ہو گئی بھئی، خلع کس کے حکم میں ہے؟ طلاق بائن کے حکم میں ہے، تفصیل آگے آئے گی طلاق کے مسئلوں میں۔ تو عورت اس سے جدا ہو گئی اور اب وہ کوٹھی خاوند کو دینی ہے، خاوند کو دے دی بھئی وہ کوٹھی۔ تو اب اس کوٹھی کا مالک کون بنا؟ پہلے کون مالک تھا؟ عورت، اب کون مالک بن گیا؟ اس کا شوہر جو ہے وہ مالک بن گیا۔ تو کیا عوض کے بدلے مالک بنایا بغیر عوض کے؟

عوض کے بدلے مالک بنا ہے کہ اس عورت کو چھوڑ رہا ہے، اور کیا وہ عوض مال ہے؟ نہیں، وہ مال نہیں ہے لہٰذا اس گھر پر شفعہ نہیں ہو سکتا۔ أَوْ يُخَالِعُ الْمَرْأَةَ بِهَا یا وہ شخص خلع کر لیتا ہے اس عورت کے ساتھ اس گھر کے بدلے میں۔

أَوْ يَسْتَأْجِرُ بِهَا دَارًا۔ یا کرایہ پر لیتا ہے اس گھر کے بدلے میں کوئی گھر۔ صورت مسئلہ یہ: آپ کو اسلام آباد میں ایک مکان ہے وہ کرایہ پر چاہیے بھئی، لیکن اس کا کرایہ بہت زیادہ ہے بھئی اب کیا کریں؟ آپ نے ایک مہینے یا سال کا عقد اجارہ کر لیا اس مکان کا اور مالک مکان نے بڑے پیسے طلب کیے، آپ نے کہا بھئی یہ پیسے تو زیادہ ہیں پیسوں کے بجائے یوں کریں میرا یہ چھوٹا پلاٹ ہے لاہور کے اندر وہ پلاٹ ہی آپ لے لیں پورے سال کے کرائے کے بدلے میں، یا میرا گھر ہے بھئی چھوٹا سا وہ گھر آپ لے لیں کرائے کے بدلے میں۔ تو دیکھو آپ نے تو وہ گھر اس سے صرف کرائے پر لیا ہے اور وہ مالک مکان کیا ہوا؟ آپ کے مکان کا مالک بن گیا یا آپ کے پلاٹ کا یا آپ کی زمین کا مالک بن گیا۔ تو اس گھر میں اب آپ نے بتلانا ہے شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ جو آپ کا گھر تھا یا آپ کا پلاٹ تھا اس کا مالک کون بن گیا؟ وہ مالک مکان جس سے آپ نے اس کا مکان کرایہ پر لیا ہے۔ تو انتقال ملک آیا یا نہیں آیا؟ انتقال ملک آیا۔ اچھا عوض کے بدلے ہے یا بغیر عوض کے ہے؟ عوض کے بدلے ہے، اور وہ عوض مال ہے یا مال نہیں؟ منافع کے بدلے گھر لیا ہے اس نے اور آپ کو میں نے بتایا تھا منافع مال نہیں ہیں کیونکہ ان میں بقا ہی نہیں ہے، ان کی کوئی قیمت نہیں ہے، ان کی قیمت صرف کس کی وجہ سے آتی ہے؟ عقد کی وجہ سے ورنہ اصل میں عقل تو یہ کہتی ہے ان کی کوئی قیمت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ ٹھہرتے ہی نہیں بقا ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ معنی ہے أَوْ يَسْتَأْجِرُ بِهَا دَارًا یا کرایہ پر لیتا ہے بِهَا اس گھر کے بدلے کیا کرایہ پر لیتا ہے؟ دَارًا کوئی گھر بھئی، تو یہ گھر دے کر کوئی گھر کرایہ پر لیتا ہے۔

أَوْ يُصَالِحُ مِنْ دَمِ عَمْدٍ۔ یا کیا کرتا ہے؟ صلح کرتا ہے کس سے؟ دم عمد سے۔ ابھی صورت ذکر کر دی بھئی، صلح کی اور ان کو کوٹھی دے دی۔ أَوْ يُعْتِقُ عَلَيْهَا عَبْدًا یا آزاد کرتا ہے اس گھر پر کسی غلام کو۔ بھئی ایک آدمی کا ایک غلام تھا، اس غلام نے کہا آقا سے کہ آپ مجھے آزاد کر دیں۔ آقا نے کہا کیوں بھئی مفت میں تمہیں کیوں آزاد کر دوں میں نے بڑے پیسے خرچ کر کے تمہیں خریدا ہے، ہاں یہ سامنے والا گھر اگر مجھے دلا دیتے ہو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ غلام بھئی اس گھر کے مالک کے پاس چلا گیا ان کی منت سماجت کی کہ میری آزادی کا سوال ہے آپ بڑے مالدار آدمی ہیں سخی آدمی ہیں اور یہ چھوٹا سا مکان اگر آپ دے بھی دیں آپ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا میری آزادی کے لیے۔ وہ بھی نیک آدمی تھا کوئی تبلیغی آدمی تھا بھئی، اس نے کیا کیا؟ وہ گھر دے دیا غلام کو کہ لو بھئی اپنے مالک کو دو اور آزادی حاصل کرو بھئی۔ اس غلام نے چنانچہ وہ مکان کس کو دے دیا؟ اپنے مالک کو دیا اور آزادی حاصل کی۔ تو کیا اس مکان پر شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ دیکھو غور کرو: انتقال ملک آیا یا نہیں؟ انتقال ملک ہے۔ عوض کے بدلے ہے یا بغیر عوض کے ہے؟ عوض ہے کہ غلام آزاد کر رہا ہے، اور وہ عوض مال ہے یا مال نہیں؟ مال نہیں ہے، غلام کو آزاد کر رہا ہے آزادی کوئی مال ہے؟ آزادی مال نہیں۔ تو یہ معنی ہے أَوْ يُعْتِقُ عَلَيْهَا عَبْدًا یا آزاد کرتا ہے اس گھر پر کسی غلام کو۔

أَوْ يُصَالِحُ عَنْهَا بِإِنْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ۔ صلح، یہ ذرا تفصیل آگئی بھئی۔ دیکھو صورت مسئلہ یہ: آپ کا ایک گھر ہے مثلاً اسلام آباد میں آپ کی ایک بیس کنال کی کوٹھی ہے بھئی۔ زید آیا اس نے آ کر دعویٰ کر دیا بھئی کہ یہ کوٹھی تو میری ہے۔ آپ اس سے صلح کر لیتے ہیں کہ بھئی یہ اپنا دعویٰ چھوڑ دو، لاہور میں یہ میرا ایک کنال کا پلاٹ ہے یہ لو بھئی اپنا دعویٰ چھوڑ دو بھئی۔ زید نے وہ زمین وہ پلاٹ آپ سے لے لیا اور کوٹھی کے دعوے کو چھوڑ دیا۔ یہ ہے صلح بھئی، کیا کہلاتی ہے؟ صلح۔ آپ نے اس کے ساتھ صلح کر لی ہے تھوڑا مال دے کر، چاہے پیسے دے دیں چاہے پلاٹ دے دیں، یہاں ہم نے پلاٹ والی صورت بنانی ہے یا زمین والی صورت بنانی ہے کیونکہ مسئلے کس کے چل رہے ہیں؟ شفعہ کے، ورنہ پیسے دے کر بھی صلح کر سکتے ہیں۔ اچھا جب آپ نے یہ صلح کی اور زید کو آپ نے کیا دیا ہے؟ پلاٹ دیا ہے یا چلو پیسے بھی یہاں فرض کر لو، صلح کر لی ہے، تو یہاں تین صورتیں بنتی ہیں بھئی:

یا تو جب زید نے دعویٰ کیا کہ وہ اسلام آباد والی کوٹھی تو میری ہے، آپ اقرار کرتے ہیں ہاں بھئی میں مانتا ہوں وہ کوٹھی آپ کی ہے لیکن چلو اس کوٹھی کو چھوڑو یہ لو میرے سے دس لاکھ روپے لے لو یا ایک کروڑ روپے لے لو، جتنے پر بھی فرض کرو صلح ہو جاتی ہے۔ تو یہ ہوئی صلح باقرار بھئی، صلح ہوئی ہے کس کے ساتھ؟ اقرار کے ساتھ، آپ نے بھی اقرار کر لیا کہ وہ واقعی کوٹھی کس کی ہے؟ زید کی ہے، لیکن چلو اتنا مال لے لو اپنا دعویٰ چھوڑ دو۔ یہ صلح باقرار ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ آپ انکار کر دیتے ہیں: زید نے دعویٰ کیا وہ اسلام آباد والی کوٹھی میری ہے، آپ نے کہا نہیں بھئی وہ کوٹھی آپ کی نہیں ہے لیکن چلو یہ لو ایک کروڑ روپیہ لو اپنا دعویٰ چھوڑ دو بھئی۔ تو یہ صلح عن انکار ہوئی، انکار کے ساتھ آپ کیا کر رہے ہیں؟ صلح بھی کر رہے ہیں، انکار بھی کیا کہ اس گھر کے مالک تم نہیں ہو بھئی جس کا دعویٰ کیا ہے۔ تیسری صورت ہے صلح مع سکوت بھئی: زید نے دعویٰ کیا کہ وہ کوٹھی میری ہے، آپ نہ اقرار کرتے ہیں نہ انکار کرتے ہیں بس اس کو

ایک کروڑ روپیہ دیا کہ یہ لو بھئی ایک کروڑ رکھو دعویٰ چھوڑ دو اپنا۔ اس نے ایک کروڑ لیا اور دعویٰ چھوڑ دیا۔ تو آپ نے کوئی اقرار کیا کہ وہ گھر تمہارا ہے؟ نہیں، اور انکار کیا کہ وہ تمہارا گھر نہیں؟ نہیں۔ یہ صلح مع سکوت ہے۔ تو صلح کتنی صورت پر ہوئی؟ تین صورتوں پر: ایک صلح مع اقرار، ایک صلح مع انکار، ایک صلح مع سکوت ہوئی بھئی۔

یاد رکھیے صلح مع اقرار ہوئی یہ تو بیع کی طرح بن گئی بھئی۔ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے اقرار کر لیا کہ ہاں یہ گھر تیرا ہے لیکن چلو ایک کروڑ روپے لے لو اور گھر کا دعویٰ چھوڑ دو، تو اب گویا کہ آپ نے اس سے بیع کر لی، یہ گھر لے لیا اور ایک کروڑ کے بدلے لیا ہے، تو لہٰذا یاد رکھو اس گھر میں اب شفعہ ہو سکتا ہے کیونکہ صلح مع اقرار کس کے حکم میں ہے؟ بیع کی طرح ہے۔ اور صلح مع انکار یا صلح مع سکوت کی اس صورت میں یاد رکھو اگر آپ نے جو پیسے دیے ہیں اور گھر لیا ہے تو یہ بیع کے درجے میں نہیں ہے، تو پھر یہ کس کے درجے میں ہے؟ یاد رکھو یہ جو آپ نے پیسے دیے یہ صرف جھگڑے یا قسم سے بچنے کے لیے دیے ہیں۔ کیا شمار کیا جائے گا؟ جھگڑے یا قسم سے بچنے کے لیے۔ بھئی جھگڑا مقدمہ چلنا تھا یا نہیں چلنا تھا؟ چلنا تھا، تو آپ نے مقدمے سے بچنے کے لیے کیا کیا؟ اس کو پیسے دے دیے۔ اور پھر جب مقدمہ چلتا تو مقدمے میں وہ ہے مدعی اس کے ذمے آتی بینہ، وہ کہتا ہے یہ گھر میرا ہے اور آپ کیا کر رہے ہیں؟ انکار کر رہے ہیں یا آپ خاموش ہیں، تو قاضی کے پاس وہ آپ کو لے جائے گا اور قاضی کے پاس لے جا کر اب وہ ہے مدعی اس کے ذمے آتی بینہ، اگر بینہ پیش کرتا تو الگ بات تھی لیکن اگر وہ بینہ پیش نہ کرے تو آپ پر کیا آئے گی؟ قسم آئے گی، تو اب زمین تو اگرچہ اس کی نہیں ہے لیکن اب وہاں آپ کو کیا کرنا پڑے گی؟ قسم تو کھانا پڑے گی کہ یہ زید کی زمین نہیں ہے یہ زید کی کوٹھی نہیں ہے بلکہ میری ہی ہے، اس پر قسم کھانی پڑے گی۔ اور معزز آدمی تو سچی بات پر بھی قسم اٹھانے سے احتراز کرتا ہے، اس کی کوشش ہوتی ہے قسم سے میری جان بچ جائے قسم نہ کھاؤں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو وہ کیا کرتا ہے؟ قسم سے اپنی جان کو بچانے کے لیے اور مقدمے بازی سے اپنی جان کو بچانے کے لیے پیسے دے کر صلح کر لی اس نے۔ تو لہٰذا صلح مع اقرار وہ تو بیع کے درجے میں ہے، لیکن صلح مع سکوت یا صلح مع انکار یہ بیع کے درجے میں نہیں ہے بلکہ یہ کس طرح شمار کی جائے گی؟ کہ یہ پیسے اس نے اس کوٹھی کے بدلے دیے ہیں یا جھگڑے اور قسم سے بچنے کے لیے دیے ہیں؟ جھگڑے اور قسم سے بچنے کے لیے۔ تو لہٰذا بیع آئی؟ نہیں۔ انتقال ملک آیا؟ نہیں، آپ نے کوئی کہا کہ یہ کوٹھی ہاں زید کی تھی اور وہاں سے اب آپ نے پیسے دے کر خریدی ہو ایسا ہے؟ نہیں، بلکہ یہ جو پیسے آپ دے رہے ہیں یہ اس گھر کا عوض نہیں دے رہے بلکہ کس چیز کے طور پر دے رہے ہیں؟ جھگڑے یا قسم سے بچنے کے لیے دے رہے ہیں، تو انتقال ملک نہیں آیا اس گھر میں، جب انتقال ملک نہیں آیا تو لہٰذا اب اس کے اندر شفعہ کرنا بھی جائز نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

یہ معنی ہے أَوْ يُصَالِحُ عَنْهَا بِإِنْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ یا صلح کرتا ہے اس گھر پر بِإِنْكَارٍ کس کے ساتھ؟ انکار کے ساتھ أَوْ سُكُوتٍ یا سکوت یعنی خاموشی کے ساتھ، تو اس میں بھی، یہ وہ ساری صورتیں چل رہی ہیں جن میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔ فَإِنْ صَالَحَ عَنْهَا بِإِقْرَارٍ اگر صلح کی اس گھر پر اقرار کے ساتھ وَجَبَتْ فِيهِ الشُّفْعَةُ تو اس میں کیا واجب ہو جائے گا؟ یعنی شفعہ ثابت ہو جائے گا، اس لیے کہ صلح با قرار یہ کس کے درجے میں ہے؟ بیع کے درجے میں ہے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۱: کتاب الشفعۃ (۲): طلبِ شفعہ کے تین مراتب (طلبِ مواثبت، طلبِ تقریر و اشہاد، طلبِ خصومت) اور دعویٰ شفعہ کا طریقہ

مختصر القدوری صفحہ: ۹۷—بتاریخ: ۱۴ فروری ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا تَقَدَّمَ الشَّفِيعُ إِلَى الْقَاضِي فَادَّعَى الشِّرَاءَ وَطَلَبَ الشُّفْعَةَ سَأَلَ الْقَاضِي الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنْهَا، فَإِنِ اعْتَرَفَ بِمِلْكِهِ الَّذِي يَشْفَعُ بِهِ وَإِلَّا كَلَّفَهُ بِإِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ، فَإِنْ عَجَزَ عَنِ الْبَيِّنَةِ اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ بِاللهِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ مَالِكٌ لِلَّذِي ذَكَرَهُ مِمَّا يَشْفَعُ بِهِ، فَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ أَوْ قَامَتْ لِلشَّفِيعِ بَيِّنَةٌ سَأَلَهُ الْقَاضِي هَلِ ابْتَاعَ أَمْ لَا۔[۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی شفعہ کے مسائل ہم نے پڑھنا شروع کیے تھے۔ شفعہ کس کو کہتے تھے؟ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کہ یہ زمین جائیداد کا مالک بننا ہے مشتری پر جبراً اسی کے ثمن کے مثل کے بدلے میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک آدمی کی مثلاً زمین ہے دوسرے آدمی کی زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اس نے اپنی زمین بیچی کسی شخص کو، تو جو پڑوسی ہے اس کو حق ہے کہ وہ مشتری کو اسی کے مثل ثمن دے کر جبراً اس سے زمین کو لے لے بھئی۔ جبراً کیا کرے؟ زمین کو لے لے بھئی۔ تو

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ أَوْ قَامَتْ لِلشَّفِيعِ بَيِّنَةٌ سَأَلَهُ الْقَاضِي هَلِ ابْتَاعَ أَمْ لَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن نكل أو قامت بينه سأله القاضي: هل ابتاع أم لا؟» منقول ہے۔

جدول—شفعہ کے مستحقین کے تین درجات اور طلبِ شفعہ کے تین مراتب کا جدول:

عنوان	ترتیب و درجات	فقہی حکم و شرائط
مستحقینِ شفعہ کی ترتیب (۳)	(۱) **شریک فی نفس المبیع**، (۲) **شریک فی حق المبیع (خلیط: شرب و طریق خاص میں شریک)**، (۳) **جارِ ملاصق (پڑوسی)**	پہلے درجے والا موجود ہو تو دوسرے کو شفعہ نہیں ملتا؛ اور اگر ایک ہی درجے کے متعدد شفیع ہوں تو امام اعظم و صاحبین کے نزدیک ان کے سروں (عددِ رؤوس) کے اعتبار سے برابر تقسیم ہو گا، حصوں کی مقدار کے اعتبار سے نہیں۔
۱۔ طلبِ مواثبت	بیع کی خبر سنتے ہی اسی مجلس میں فوراً شفعہ طلب کرنے کا اعلان کرنا	اگر خبر سن کر بلا عذر خاموش رہا یا دوسری بات میں لگ گیا تو شفعہ باطل ہو گیا۔
۲۔ طلبِ تقریر و اشہاد	مبیع کے پاس، یا مشتری کے پاس، یا بائع کے پاس (جب تک مبیع اس کے قبضے میں ہو) جا کر گواہ مقرر کرنا	کہے کہ فلاں نے یہ مکان خریدا ہے، میں نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہوں، تم گواہ رہو۔
۳۔ طلبِ خصومت و تملک	قاضی کی عدالت میں جا کر دعویٰ دائر کرنا	قاضی پہلے مدعی کی ملکِ سببِ شفعہ دریافت کرے گا، پھر قبضہ اور ثمن کے بعد قضا کرے گا۔

شفعہ کا عربی زبان میں معنی ہے ملانا۔ تو دیکھو یہاں بھی کیا کرتا ہے؟ شفیع جبراً دوسرے کی زمین کو اپنی زمین کے ساتھ ملالیتا ہے، یعنی اس سے جبراً خرید کر اپنی زمین کے ساتھ ملالیتا ہے۔

اور میں نے بتلایا تھا یہاں تین قسم کے آدمی ہیں جن کو شفعہ کا حق ہوتا ہے بھئی۔ پہلا خلیط کہلائے گا، دوسرا شریک، تیسرا جار۔ خلیط کس کو کہتے تھے؟ جو نفس مبیعہ میں شریک ہو۔ ایک زمین ہے میرے اور زید کے درمیان مشترکہ ہے تو ہم دونوں ایک دوسرے کے خلیط ہوئے۔ اور دوسرا شریک تھا۔ شریک کس کو کہتے تھے؟ جو حق مبیعہ میں شریک ہو، یعنی راستہ دونوں کا ایک ہو مولانا۔ اور میں نے بتلایا تھا مثلاً گلی بند ہے آگے سے، دونوں کے گھر کی طرف آئی ہے گلی لیکن آگے سے بند ہے، اگر گلی آگے سے بند نہیں پھر تو یہ عام راستہ ہے، یہ اب حق مبیعہ میں شرکت یہاں نہیں ہے، اس میں تو سارے لوگوں کا حق ہے بھئی، سب لوگ گزر سکتے ہیں وہاں سے بھئی، کوئی روک نہیں سکتا کسی کو۔ اور تیسرا تھا جار بھئی کہ جس کی زمین کی حد دوسرے کی زمین کی حد کے ساتھ ملی ہوئی ہو بھئی۔

اور بتلایا تھا سب سے پہلے شفعہ کا حقدار کون ہے؟ خلیط ہے، خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ۔ اس کے بعد اگر وہ شفعہ نہ کرے، چھوڑ دے، پھر کسے شفعہ کا حق ہے؟ شَرِيكٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ کو بھئی۔ اگر وہ بھی شفعہ کو چھوڑ دے، نہیں کرتا تو پھر کس کا حق ہے؟ جار کا، پڑوسی کا پھر حق ہے بھئی۔ اور میں نے بتلایا تھا یہاں تین طلب ضروری ہیں، تین قسم کی طلب۔ پہلی طلب کیا کہلاتی ہے؟ طلب مواثبت بھئی، کہ جس مجلس میں علم ہو اسی مجلس کے اندر فوراً کیا کہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں۔ سمجھ میں آیا؟ کوئی ایسے لفظ ذکر کر دے جس سے طلب شفعہ کا پتہ چلے بھئی۔ یہ طلب مواثبت ہے۔ اس کے بعد پھر کیا ضروری ہے؟ طلب اشہاد ضروری ہے کہ دو گواہ لے جائے اور اگر زمین ابھی بائع کے قبضے میں ہے، بیع تو کر چکا ہے لیکن ہے کس کے قبضے میں؟ بائع کے قبضے میں ہے تو بائع پر دو گواہ پیش کر دے کہ اس نے زید کو زمین بیچی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اور میں نے اس کا شفعہ پہلے طلب کیا تھا اور اب بھی تمہیں گواہ بناتا ہوں اور اس کا شفعہ طلب کرتا ہوں بھئی۔ اور اگر بائع کیا کر چکا ہے؟ زمین مشتری کے حوالے کر چکا ہے بھئی، تو پھر بیع کرتے ہی مالک کون بن گیا تھا زمین کا؟ مشتری۔ صرف بائع کا قبضہ تھا، اور اب تو بائع کا قبضہ بھی نہیں ہے، مشتری کے حوالے وہ زمین کر چکا ہے تو بائع اجنبی ہو چکا۔ اب بائع پر گواہ پیش کرنا اب نہیں درست بھئی، اب نہیں گواہ بائع پر پیش کر سکتا بلکہ اب کس پر کر سکتا ہے؟ صرف مشتری یا اس زمین پر بھئی، تو ان پر بھی گواہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ طلب تقریر تھی، کیا کہلاتی ہے؟ طلب تقریر یا طلب اشہاد بھئی۔ اور تیسرا ہے طلب اخذ بھئی کہ پھر قاضی کے پاس جائے گا بھئی اور اب طلب کرے گا کہ زمین میرے حوالے کی جائے بھئی۔ تو یہ تین طلبیں ضروری ہیں بھئی۔

اور یاد رکھیے شفعہ کا ثبوت بیع کے بعد ہوتا ہے، بیع سے پہلے شفعہ کا ثبوت نہیں ہے۔ اگر ایک شخص کا ارادہ ہے زمین بیچنے کا، اس کا پڑوسی کہتا ہے آپ بیچ دو بے شک زمین، میں شفعہ نہیں کروں گا، میں شفعہ چھوڑتا ہوں۔ بھئی اس نے تو پہلے ہی کیا کہہ دیا؟ میں شفعہ چھوڑتا ہوں۔ تو کیا شفعہ چھوڑنے کا کہہ دے گا تو شفعہ باطل ہوا اس کا؟ کہتے ہیں نہیں، ابھی تو شفعہ ثابت ہی نہیں ہوا، شفعہ تو ثابت ہی کب ہو گا؟ بیع کے بعد ثابت ہو گا۔ تو اس بیع کے بعد اب وہ کہتا ہے میں شفعہ چھوڑتا ہوں تو اب حق شفعہ اس کا باطل ہو گیا۔ اور یہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ شفعہ صرف غیر منقولی جائیداد کے اندر جائز ہے، منقولی چیزوں کے اندر شفعہ نہیں ہو سکتا۔ اور نیز یہ بھی آپ نے پڑھا تھا کہ شفعہ کے اندر ضروری ہے کہ وہ جائیداد یا وہ زمین جو ہے کسی عوض کے بدلے ہو اور وہ عوض کیا ہونا چاہیے؟ مال ہونا چاہیے، اس لیے کہ آپ نے پھر شفعہ کر کے اس زمین کو لینا ہے تو مال ہو گا تو آپ کیا کر سکیں گے؟ اس کا مثل دے کر اس زمین کو لے سکیں گے۔

آج ہم طلب اخذ کے بارے میں پڑھیں گے۔ تفصیل پہلے سمجھ لو بھئی۔ بھئی آپ قاضی ہیں بھئی قاضی۔ آپ کے پاس ایک شفیع آیا اور اس نے آ کر کہا کہ قاضی صاحب، یہ فلاں جگہ پر زید نے فلاں مکان بیچا ہے اور زید نے فلاں مکان عمرو کے ہاتھ بیچا ہے، اور اس کے ساتھ والا مکان میرا ہے اور میں اس پر شفعہ کرتا ہوں، میں اس کا شفیع ہوں بھئی۔ میں نے طلب مواثبت بھی کی تھی اور طلب اشہاد یا طلب تقریر بھی میں کر چکا ہوں، اب میں طلب اخذ کے لیے آیا ہوں، وہ زمین میرے حوالے کر دی جائے بھئی۔ وہ زمین میرے حوالے کر دی جائے۔ تو آپ قاضی ہیں بھئی، آپ فوراً کیا کہیں گے کہ بھئی پہلے اس زمین کا حدود اربعہ بیان کرو، کس زمین کی تم بات کر رہے ہو بھئی؟ کس زمین کا دعویٰ کر رہے ہو، کس کو تم لینا چاہتے ہو؟ تو یاد رکھو پہلے حدود اربعہ پوچھا جائے گا۔ بھئی آپ قاضی ہیں، آپ کے پاس دن رات لوگ شفعہ کے مسائل لے کر آئیں گے تو آپ پورے شہر کو تو آپ نہیں جانتے نہ آپ نے سارے شہر کو دیکھا ہوا ہے ایک ایک جگہ کو، تو اب ضروری ہے کہ کیا کریں اس سے؟ حدود اربعہ پوچھی جائیں بھئی کہ کہاں کی زمین ہے، کس جگہ پر ہے بھئی، کون سا علاقہ ہے، کون سا محلہ ہے، اس زمین کے دائیں طرف کس کی زمین ہے، بائیں طرف کس کی زمین ہے، اگلی طرف کس کی زمین ہے وغیرہ، یہ ساری تفصیل پوچھیں گے تاکہ زمین متعین ہو جائے بھئی۔ متعین تو ہونا چاہیے یا نہیں ہونا چاہیے بھئی؟ ورنہ تو مجہول کا دعویٰ لازم آئے گا اور مجہول دعویٰ تو صحیح نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو اب آپ نے اس سے کیا کیا بھئی؟ حدود اربعہ پوچھی بھئی کہ کون سی جگہ پر ہے زمین، کس قسم کی ہے، زمین ہے، باغ ہے، کیا چیز ہے، اور اس کے دائیں طرف کس

کی زمین ہے یا کیا چیز ہے، اس کے بائیں طرف کیا چیز ہے، اس کے سامنے کی طرف کیا چیز ہے وغیرہ، یہ ساری تفصیل پوچھ لیں۔ اب زمین متعین ہو گئی۔ کیا ہو گئی؟ اب زمین متعین ہو گئی بھئی۔

تو شفیع بھئی آپ کے پاس آیا اور اس نے طلب اخذ کی تو اب آپ کیا کریں گے؟ اس زمین کا محل وقوع سب سے پہلے پوچھیں گے تاکہ دعویٰ مجہول لازم نہ آئے بھئی، پہلے وہ زمین تو معلوم ہو جائے بھئی، زمین معلوم ہو جائے۔ حدود اربعہ پوچھ لیا سارا، تفصیل ساری معلوم ہو گئی، پتہ چل گیا کون سی زمین ہے جس کو یہ لینا چاہتا ہے بھئی شفعہ کے ذریعے۔ اس کے بعد اب پوچھا جائے گا شفعہ کے سبب کے بارے میں۔ بھئی تم کیسے شفعہ کرتے ہو بھئی؟ پھر وہ بتلائے گا کہ میں کیا ہوں؟ پڑوسی ہوں، ساتھ والی زمین میری ہے، وہ سبب بیان کرے گا بھئی۔ جی، تو وہ اس زمین کے بارے میں پوچھا جائے گا جس کی وجہ سے وہ شفعہ کر رہا ہے، مثلاً وہ کہتا ہے میں کیا ہوں؟ پڑوسی ہوں بھئی۔ اب بھئی کیسے پڑوسی؟ کہتا ہے جی اس کے جو مثلاً دائیں طرف والی زمین ہے وہ میری ہے یا دائیں طرف والا جو گھر ہے وہ میرا ہے۔ تو بھئی اس کے لیے بھی اب ثبوت چاہیے یا نہیں ثبوت چاہیے کہ پتہ نہیں اس کا گھر ہے بھی یا اس کا گھر نہیں ہے؟ تو چنانچہ پھر اس کے بعد بھئی جب اس نے کہا میرا ساتھ والا گھر ہے، تو اب قاضی اس مدعیٰ علیہ سے پوچھے گا جس پر اس نے شفعہ کا دعویٰ کیا ہے، اس کو قاضی کے پاس لے کر آیا ہے بھئی۔ قاضی اب اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور پوچھے گا کہ بھئی یہ جو گھر ہے اس ساتھ والا، کیا یہ واقعی اسی کا ہے؟ اگر وہ کہہ دیتا ہے ہاں کہ وہ گھر واقعی اسی کا ہے تو پھر بات آگے چلے گی بھئی۔ اگر وہ انکار کرتا ہے، وہ کہتا ہے مجھے علم ہی نہیں ہے، تو پھر قاضی اس شفیع کی طرف متوجہ ہو گا اور اسے کہے گا کہ بھئی گواہ لے کر آؤ، ثابت کرو گواہی کے ذریعے کہ وہ ساتھ والا گھر تمہارا ہے۔ ساتھ والا گھر تمہارا ہے۔ تو اگر وہ گواہی لے آتا ہے، گواہ لے آتا ہے تو مسئلہ آگے چلے گا بھئی۔ اور اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو پھر قاضی اس مدعیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہو گا جس کو یہ لے کر آیا ہے اور جس پر شفعہ کا دعویٰ کیا ہے۔ بھئی اس کے پاس تو گواہی نہیں ہے تو دوسرے پر کیا آئے گی اب؟ قسم۔ اب اس سے قسم لی جائے گی، لیکن یہ قسم نہیں لی جائے گی کہ قسم اٹھاؤ یہ اس گھر کا مالک ہے یا گھر کا مالک نہیں ہے، بلکہ یہاں علم پر قسم لی جائے گی، تم قسم اٹھاؤ کہ تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے۔ علم پر قسم لی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیونکہ وہ ملک تو گھر دوسرے کی ہے تو وہ یقینی طور پر کوئی بات کر سکتا ہے؟ نہیں، وہ یقینی طور پر قسم اٹھا ہی نہیں سکتا کہ گھر یہ واقعی اس کا ہے یا نہیں، ہاں اپنے علم پر قسم اٹھا سکتا ہے کہ میرے علم میں یہ بات ہے یا میرے علم میں یہ بات نہیں ہے بھئی۔ اچھا، اگر وہ انکار کر دیتا ہے قسم سے تو اب بات آگے چلے گی بھئی۔

سب سے پہلے آیا بھئی کیا کیا اس نے؟ شفعہ کا دعویٰ کیا تو قاضی سب سے پہلے کیا کرے گا؟ حدود اربعہ پوچھے گا مکان کہاں پر ہے، کس جگہ پر زمین ہے، کس محلے میں ہے، کس علاقے میں ہے، اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے کس کی زمینیں ہیں، ساری تفصیل تاکہ متعین ہو جائے یہ والا ٹکڑا زمین کا ہے، اس کی یہ بات کر رہا ہے۔ اچھا جب حدود اربعہ کا پتہ چل گیا تو اس کے بعد ہم پوچھیں گے بھئی سبب کے بارے میں، تم کس طرح اس زمین پر شفعہ کر سکتے ہو، کیا وجہ ہے بھئی، کیسے تمہیں حق حاصل ہے شفعہ کا؟ تو وہ حق بتلائے گا کہ یہ ساتھ والی زمین مثلاً میری ہے، میں اس کا پڑوسی ہوں۔ اب ساتھ والی زمین کہہ رہا ہے میری ہے تو اس کے لیے بھی ثبوت چاہیے۔ چنانچہ سب سے پہلے قاضی کس کی طرف متوجہ ہو جائے گا؟ مدعیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور اس سے پوچھے گا کہ بھئی کیا یہ واقعی ساتھ والا گھر یہ شفیع کا گھر ہے؟ یہ اسی کی ملکیت میں ہے؟ اگر وہ اقرار کر لیتا ہے تو بات آگے چلے گی۔ اگر وہ اقرار نہیں کرتا تو پھر کیا کیا جائے گا؟ شفیع سے کیا طلب کی جائے گی؟ گواہی طلب کی جائے گی، بینہ قائم کرو کہ یہ ساتھ والا گھر تمہارا ہے، تم اس کے مالک ہو۔ اگر وہ بینہ قائم کر دیتا ہے پھر بات آگے چلے گی۔ اگر نہیں کر سکا، بینہ نہیں ہے اس کے پاس تو پھر قاضی اب قسم لے گا کس سے؟ مدعیٰ علیہ سے، اور کس بات پر قسم لی جائے گی؟ اس کے علم پر قسم لی جائے گی کہ تم قسم اٹھاؤ کہ تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ اس شخص کی زمین ہے، یہ اس کا مالک ہے۔ پس اگر وہ قسم سے انکار کر دیتا ہے پھر بات آگے چلے گی مولانا۔ معلوم ہوا ثابت ہو گیا، اس نے قسم سے انکار کر دیا بھئی، قسم نہیں کھا رہا تو معلوم ہوا ساتھ والا گھر کس کا ہے؟ شفیع کا ہے۔ تو تین صورتیں ہیں بھئی: اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کر لیا کہ یہ ساتھ والا گھر اسی کا ہے پھر تو بینہ کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر اقرار نہیں کرتا پھر بینہ کی طرف جائیں گے۔ اگر بینہ اس نے قائم کر دی پھر اب مدعیٰ علیہ کو قسم دینے کی ضرورت نہیں، بات آگے چل پڑے گی۔ لیکن اگر بینہ سے عاجز آیا تو پھر اب مدعیٰ علیہ سے کیا لی جائے گی؟ قسم لی جائے گی اور بات آگے چل پڑے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟

اس کے بعد اب قاضی ثبوت شفعہ کے بارے میں پوچھے گا بھئی۔ شفعہ کس کی وجہ سے آیا کرتا ہے؟ شفعہ کا سبب کیا ہے؟ بیع ہے، کیا ہے؟ بیع۔ چنانچہ اب اس مدعیٰ علیہ سے پوچھے گا کہ کیا تم نے یہ زمین، اگر وہ بائع ہے تو پوچھے گا کیا تم نے یہ زمین بیچی ہے؟ یا اگر مشتری کو لے کر آیا ہے، مشتری سے پوچھے گا کیا تم نے وہ زمین خریدی ہے؟ اگر وہ اقرار کر لیتا ہے تو قاضی اب اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا شفعہ کا۔ کیا کر دے گا؟ فیصلہ کر دے گا۔ اور اگر وہ انکار کرتا ہے میں نے بیچی ہی نہیں زمین یا میں نے خریدی ہی نہیں زمین، تو اب پھر دوسرے کو کہا جائے گا بینہ قائم کرو۔ کیا کرو؟ بینہ قائم کرو۔ یہ بینہ قائم کر دے گا تو پھر بھی

ثابت ہو گیا کہ زمین بیچی گئی ہے اور اب اس کے حق میں کیا کر دیا جائے گا؟ شفعہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ سب سے پہلے اب دوبارہ خلاصہ سن لو بھئی، کیا کریں گے سب سے پہلے؟ قاضی کس کے بارے میں پوچھے گا؟ حدود اربعہ کے بارے میں تاکہ مجہول کا دعویٰ لازم نہ آئے۔ اس کے بعد اب سبب کے بارے میں پوچھنا ہے کہ بھئی یہ کیوں شفعہ کرتے ہو؟ وہ کیا کہتا ہے مثلاً ساتھ والا گھر میرا ہے۔ تو اب اس کے لیے ثبوت چاہیے ساتھ والا گھر اس کا ہے یا نہیں، تو سب سے پہلے کس سے پوچھے گا قاضی؟ مدعیٰ علیہ سے پوچھے گا ہاں بھئی یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے یا اس کا نہیں؟ اگر وہ اقرار کر دیتا ہے تو بات ثابت ہو گئی۔ لیکن اگر وہ اقرار نہیں کرتا پھر کیا کریں گے؟ شفیع یعنی مدعی سے کیا کریں گے؟ گواہ طلب کریں گے۔ اگر وہ گواہ قائم کر دیتا ہے بس ثابت ہو گیا، آگے چلیں گے۔ لیکن اگر وہ گواہ بھی نہیں قائم کر سکا تو پھر کیا کریں گے؟ مدعیٰ علیہ سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی۔ وہ قسم سے انکار کر دیتا ہے تو پھر بات آگے چلے گی۔ اور انکار کر دیا یا اس نے بینہ قائم کر دی یا اس نے اقرار کر لیا تھا تو ثابت ہو گیا کہ یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے۔ اب پوچھا جائے گا بیع کے بارے میں کیونکہ بیع ہوئی ہو گی تو شفعہ بھی ثابت ہو گا اس کے لیے ورنہ شفعہ تو ثابت ہی نہیں ہوتا۔ تو اب بیع کے بارے میں پوچھا جائے گا مدعیٰ علیہ سے کہ تو نے کیا زمین بیچی ہے وہ والی یا زمین خریدی ہے یا نہیں خریدی بھئی؟ اگر وہ اقرار کر لیتا ہے تو پھر تو بات واضح ہو گئی بھئی، مکان کا حدود اربعہ بھی پتہ چل گیا، یہ بھی پتہ چل گیا یہ اس کا پڑوسی ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ مدعیٰ علیہ نے اس زمین کو بیچا یا خریدا ہے، تو اب شفعہ کا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہ بیع و شراء سے انکاری ہے تو پھر کیا کیا جائے گا؟ دوسرے سے گواہ طلب کیے جائیں گے شفیع سے بھئی کہ تم شفعہ کا دعویٰ کرنے آئے ہو اور شفعہ تو آیا کرتا ہے بیع کے بعد، تو پہلے بیع پر گواہ پیش کرو پتہ تو چلے چیز بکی بھی ہے یا نہیں۔ تو وہ گواہ پیش کر دیتا ہے، اب بھی سارا کچھ ثابت ہو گیا تو اب اس کے حق میں کس چیز کا فیصلہ کر دیا جائے گا؟ شفعہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

یہی بات اب صاحب قدوری بیان کر رہے ہیں، دیکھیے بھئی: وَإِذَا تَقَدَّمَ الشَّفِيعُ إِلَى الْقَاضِي پس جب آیا شفیع اور جب آیا شفیع قاضی کے پاس فَادَّعَى الشِّرَاءَ پس اس نے دعویٰ کیا شراء کا، یعنی شراء کا کہ یہ زمین اس شخص نے خریدی ہے مثلاً مشتری کو لے کر آیا ہے بھئی، کس کو؟ مشتری کو مثلاً لے کر آیا ہے کہ اس نے زمین خریدی ہے، وَطَلَبَ الشُّفْعَةَ اور کس کو طلب کیا؟ شفعہ طلب کیا، سَأَلَ الْقَاضِي الْمُدَّعَى عَلَيْهِ تو پوچھے گا قاضی مدعیٰ علیہ سے، اور وہ اس وقت کون ہے بھئی؟ اس وقت مثلاً مشتری کو لے کر آیا ہے تو قاضی اس سے پوچھے گا بھئی۔ ہاں بس یہاں پر مشتری بناؤ، آگے بائع کی الگ صورت آ رہی ہے بھئی۔ بائع میں بھی یہی چیزیں ہوں گی لیکن وہاں تھوڑا سا فرق ہے وہ آگے بیان ہو گا، تو یہاں مدعیٰ علیہ مشتری کو ہی رکھو بھئی۔ تو یہ جب، دوبارہ سنو: وَإِذَا تَقَدَّمَ الشَّفِيعُ إِلَى الْقَاضِي جب شفیع آیا قاضی کے پاس فَادَّعَى الشِّرَاءَ پس اس نے دعویٰ کیا اس مدعیٰ علیہ کی شراء کا کہ اس نے وہ زمین خریدی ہے یا وہ گھر خریدا ہے وَطَلَبَ الشُّفْعَةَ شفعہ طلب کیا، سَأَلَ الْقَاضِي تو قاضی پوچھے گا، کس سے پوچھے گا؟ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مدعیٰ علیہ سے، وہ کون ہے یہاں پر؟ مشتری ہے، اس سے پوچھے گا عَنْهَا أَيْ عَنِ الدَّارِ، ہا ضمیر کس کو راجع ہے؟ دار، اس گھر کے بارے میں پوچھے گا جس کی وجہ سے یہ شخص کیا کر رہا ہے؟ شفعہ کر رہا ہے۔ بھئی حدود اربعہ کی بات صاحب قدوری نے نہیں ذکر کی، میں نے بتلایا حدود اربعہ بھی پوچھے، اس کے بعد کی باتیں ذکر کر رہے ہیں بھئی۔ اب کس چیز کے بارے میں پوچھنا تھا؟ سب سے پہلے حدود اربعہ تھا، اس کے بعد سبب کے بارے میں پوچھنا تھا، پھر اس کے بعد سبب کے بارے میں کہ یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے بھی یا اس کا نہیں ہے، اس کے بعد کیا پوچھنا تھا؟ پھر اس سے پوچھا جائے گا تم نے زمین خریدی ہے یا نہیں خریدی۔ تو اب یہ وہ دوسرا جو تھا کہ اب پوچھ رہا ہے اس گھر کے بارے میں یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے یا اس کا گھر نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ شفعہ کر رہا ہے، تو پوچھے گا قاضی مدعیٰ علیہ سے عَنْهَا اس گھر کے بارے میں یعنی جس کی وجہ سے شفیع شفعہ کر رہا ہے کہ یہ گھر واقعی اس کا ہے؟ اگر اس کا ہو گا تو شفعہ کا حق ہو گا ورنہ شفعہ کا حق نہیں۔

فَإِنِ اعْتَرَفَ بِمِلْكِهِ الَّذِي يَشْفَعُ بِهِ پس اس نے اگر اعتراف کر لیا، کس نے اعتراف کیا؟ مشتری نے اعتراف کیا؟ مشتری نے اعتراف کر لیا یعنی مدعیٰ علیہ نے بِمِلْكِهِ اس شفیع کے مالک ہونے کا الَّذِي يَشْفَعُ بِهِ اس زمین کا جس کے ذریعے وہ کیا کر رہا ہے؟ شفعہ، اس زمین یا اس گھر کے بارے میں جس کے ذریعے وہ کیا کر رہا ہے؟ شفعہ۔ قاضی اس سے پوچھے گا ہاں بھئی یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے؟ اگر وہ کیا کہہ دیتا ہے ہاں واقعی یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے تو ٹھیک۔ وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو كَلَّفَهُ بِإِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ تو مکلف بنائے گا قاضی، کس کو مکلف بنائے گا بِإِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ بینہ کے قائم کرنے کا؟ شفیع کو۔ بینہ کس سے طلب کرنی تھی؟ شفیع سے۔ بھئی اس نے اعتراف کر لیا پھر تو بات ٹھیک ہے بینہ کی طرف نہیں جائیں گے، اگر اس نے اقرار نہیں کیا کہ یہ ساتھ والا گھر کس کا ہے؟ شفیع کا ہے، تو اب شفیع کو ثابت کرنا پڑے گا یہ ساتھ والا گھر میرا ہے تو اس سے کیا طلب کی جائے گی؟ گواہی۔ تو کہتے ہیں وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وہ اقرار نہ کرے مدعیٰ علیہ تو قاضی مکلف بنا دے گا مدعی کو یعنی شفیع کو بِإِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ بینہ کے قائم کرنے کا۔ فَإِنْ عَجَزَ عَنِ الْبَيِّنَةِ پس اگر وہ عاجز آ گیا بینہ سے اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ تو پھر قاضی قسم لے گا مشتری سے، یہ قسم لے گا: بِاللهِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ مَالِكٌ لِلَّذِي ذَكَرَهُ مِمَّا يَشْفَعُ بِهِ۔ تو قاضی قسم لے گا مشتری سے کہ بِاللهِ، یہ قسم اٹھائے

کہ بِاللّٰہِ وہ نہیں جانتا کہ أَنَّهُ مَالِكٌ کہ یہ شفیع جو ہے یہ مالک ہے لِلَّذِي اس عقار کا، اس جائیداد کا ذَكَرَهُ جس کو اس نے ذکر کیا۔ تم قسم اٹھاؤ کہ تم نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ یہ اس ساتھ والے گھر کا مالک ہے بھئی۔ کیا معنی وہ گھر جو اس نے ذکر کیا؟ کہتے ہیں مِمَّا يَشْفَعُ بِهِ یعنی وہ گھر جس کے ذریعے وہ کیا کر رہا ہے؟ شفعہ کر رہا ہے۔

فَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ پس اگر اس نے کیا کیا؟ قسم سے انکار کیا۔ نَكَلَ يَنْكُلُ نُكُولًا اس کا معنی ہوتا ہے قسم سے انکار کرنا۔ فَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ پس اگر اس نے انکار کیا قسم سے أَوْ قَامَتْ لِلشَّفِيعِ بَيِّنَةٌ یا قائم ہو گئی شفیع کے لیے کوئی بینہ یعنی اس نے بینہ قائم کر دی، یہ دونوں صورتوں میں بھئی اب بات آگے چل پڑے گی۔ تین صورتیں آ گئیں: وہ اعتراف کر لیتا ہے یہ ساتھ والا گھر اس کا ہے پھر بھی بات آگے؛ اعتراف نہیں کیا تو بینہ لے لی، بینہ سے ثابت ہو گیا بات آگے چل پڑی؛ اگر بینہ نہیں ہے تو پھر اس سے قسم لے لی جائے گی، اس نے قسم سے انکار کیا پھر بھی بات اگلے مرحلے میں آ گئی۔ اب سَأَلَهُ الْقَاضِي بھئی اب قاضی پوچھے گا، کس سے پوچھے گا؟ اس مدعیٰ علیہ سے، سَأَلَهُ الْقَاضِي مدعیٰ علیہ سے پوچھے گا قاضی هَلِ ابْتَاعَ أَمْ لَا کہ کیا اس نے خریدا ہے اسے یا نہیں؟ اس زمین کو اس نے خریدا ہے یا نہیں؟

فَإِنْ أَنْكَرَ الِابْتِيَاعَ اگر اس نے انکار کر دیا خریدنے کا۔ مدعیٰ علیہ کون ہے بھئی؟ مشتری، مشتری نے انکار کر دیا میں نے نہیں خریدی۔ اگر اقرار کر لیتا ہے پھر تو بات واضح ہے پھر بینہ کی طرف نہیں جائیں گے بھئی۔ اور اگر انکار کر دیا قِيلَ لِلشَّفِيعِ تو شفیع سے کہا جائے گا أَقِمِ الْبَيِّنَةَ کیا کرو؟ بینہ قائم کرو۔ فَإِنْ عَجَزَ عَنْهَا اگر وہ عاجز آ گیا بینہ سے یعنی اس کے پاس کوئی بینہ نہیں، کوئی گواہ نہیں لا سکا، اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ تو قاضی قسم لے گا مشتری سے۔ کیا قسم لے گا؟ بھئی دو مرحلے گزر چکے ہیں: پہلا مرحلہ تھا حدود اربعہ کے پوچھنے کا، وہ صاحب قدوری نے ذکر نہیں کیا بھئی۔ اب دوسرا مرحلہ کیا تھا کہ ساتھ والا گھر کس کا ہے؟ شفیع کا ہے، وہ ثابت ہو چکا۔ اب تیسرا مرحلہ آیا کہ یہ بیع ہوئی ہے یا بیع نہیں ہوئی، اس کے بعد پھر فیصلہ ہونا ہے۔ تو اب قاضی نے کیا کیا؟ مشتری سے پوچھا تم نے اس ساتھ والی زمین کو خریدا ہے یا نہیں خریدا؟ اگر وہ اقرار کر لے پھر تو بات واضح ہو گئی، فیصلہ ہو جائے گا اسی وقت شفعہ کا دوسرے کے حق میں۔ اور اگر وہ کیا کر دیتا ہے؟ انکار کر رہا ہے بھئی، تو اب اس صورت کے اندر مدعی سے کیا طلب کی جائے گی؟ مدعی کے ذمے کیا ہوتی ہے؟ مدعی کے ذمے بینہ اور مدعیٰ علیہ پر کیا آتی ہے؟ قسم بھئی۔ تو ہم تو پہلے ہی مسئلہ حل کر رہے تھے بینہ کی طرف بھی نہ جانا پڑے قسم کی طرف بھی نہ جانا پڑے، ویسے ہی قاضی نے اس سے پوچھ لیا بھئی تم تسلیم کرتے ہو کہ تم نے یہ زمین خریدی ہے؟ اس نے کیا کہا؟ میں تسلیم نہیں کرتا۔ اب مولانا اب ایک مدعی ہے دوسرا منکر ہے، اب وہ صورت آ گئی: مدعی پر کیا آئے گی؟ بینہ، اور منکر پر قسم آئے گی۔ تو چنانچہ اس سے کہے گا لاؤ بھئی گواہ پیش کرو۔ کس چیز پر گواہ اس نے پیش کرنے ہیں؟ کہ یہ اس نے زمین کیا کی ہے؟ خریدی ہے، بھئی مشتری کی بات چل رہی ہے، اس نے یہ زمین خریدی ہے۔ اور اگر بینہ نہ پیش کر سکے پھر کیا کیا جائے گا؟ پھر مشتری پر قسم آئے گی۔ سمجھ میں آیا؟

اب وہی ذکر کر رہے ہیں، مشتری سے قسم لے گا قاضی۔ کیا قسم لے گا؟ یاد رکھنا یہاں دو صورتیں ہیں، دو قسمیں ہیں دو صورتیں۔ ایک قسم تو یہ دی جائے اس کو: تم قسم اٹھاؤ کہ تم نے یہ زمین نہیں خریدی۔ یاد رکھنا یہ جو بینہ ہوتی ہے یہ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہے کہ قاضی صاحب ایسا ہے، اس کے لیے گواہ پیش کرتا ہے۔ اور قسم کسی چیز کے انکار پر لی جاتی ہے۔ کس پر؟ انکار پر لی جاتی ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو عدم کے لیے قسم لی جاتی ہے اور وجود کے لیے بینہ بھئی۔ تو اب یہاں دیکھو ایک دعویٰ کر رہا ہے دوسرا انکار کر رہا ہے، لہٰذا دعویٰ کرنے والے کی طرف سے کیا آئے گی؟ بینہ، اور بینہ کس پر آئے گی؟ کسی چیز کے ثابت کرنے پر، تو وہ یہ ثابت کر رہا ہے، کس چیز کو ثابت کر رہا ہے اس وقت؟ بیع کو۔ اور دوسرا انکار، تو اس سے قسم نفی پر لی جائے گی، نفی پر کہ تم قسم اٹھاؤ تم نے یہ زمین ساتھ والی نہیں خریدی۔ اگر وہ قسم اٹھا لیتا ہے میں نے نہیں خریدی، بس تو اس کے حق میں فیصلہ ہو گیا، بھئی اس نے خریدی نہیں ہے یہ تو مدعیٰ علیہ ہی نہیں، اس پر شفعہ تمہارا کہاں سے ہوا؟ ایک تو یہ صورت ہے۔ کیا قسم ہم نے لی اس سے بھئی؟ کہ اس نے یہ زمین نہیں خریدی۔

دوسری صورت: دوسری صورت اس سے یہ قسم لی جائے کہ تم قسم اٹھاؤ یہ تمہارے اوپر شفعہ کا مستحق نہیں ہے اس وجہ سے جو اس نے ذکر کی۔ کیا قسم لے گا؟ تم قسم اٹھاؤ کہ یہ تمہارے پر اس وجہ سے شفعہ کا مستحق نہیں ہے جو اس نے ذکر کی۔ اس نے کیا ذکر کیا تھا؟ پڑوسی ہوں، میں کیا ہوں اس کا؟ پڑوسی ہوں۔ تو اب قسم اٹھاؤ بھئی یہ جو وجہ ذکر کر رہا ہے یعنی میرا پڑوسی ہونا، اس کی وجہ سے یہ مجھ پر شفعہ کا حقدار نہیں ہے، شفعہ کا مستحق نہیں ہے۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے دو قسم کی قسمیں کیوں ذکر کیں؟ کہتے ہیں بھئی یہ قسمیں دو قسم پر ہیں، لیکن بعض جگہ پر خرید پر قسم لی جائے گی اور بعض جگہ یہ شفعہ کا اس وجہ سے مستحق ہے یا شفعہ کا مستحق نہیں ہے اس بات پر قسم لی جائے گی۔ وجہ یہ بھئی یاد رکھو میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا ہمارے نزدیک شفعہ کا حق کتنی قسم کے لوگوں کو ہے بھئی؟ اولاً خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ، دوسرا شَرِيكٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ، اور تیسرا اجار۔ تینوں کو شفعہ کا حق ہوتا ہے۔ اور میں نے آپ کو بتایا تھا امام شافعی

رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی پہلے دو کو شفعہ کا حق ہے، جار کو شفعہ کا حق ہی نہیں۔ تو ان کے نزدیک خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ وہ بھی شفعہ کر سکتا ہے، شَرِيكٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ وہ بھی کیا کر سکتا ہے؟ شفعہ، لیکن جار سرے سے شفعہ کر ہی نہیں سکتا۔ تو اب یہ دو قسم کی یہاں قسمیں ہیں: اگر وہ صورت ہوئی جو ہمارے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے درمیان مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ہے، جس میں ہم دونوں کا اتفاق ہے تو قسم لی جائے گی حاصل پر۔ اور اگر اختلافی صورت ہوئی تو پھر قسم لی جائے گی سبب پر۔

بھئی شفعہ کا سبب کیا ہے؟ شفعہ کس وجہ سے آیا کرتا ہے؟ بیع کی وجہ سے۔ کس کی وجہ سے؟ بیع کی وجہ سے، شفعہ کا سبب ہے بیع۔ اور حاصل کیا ہے؟ بیع ہو جائے گی تو کیا حاصل ہو گا؟ یہ ساتھ والا شفعہ کا مستحق ہو جائے گا۔ تو ایک قسم ہے سبب پر، ایک قسم ہے حاصل پر۔ سبب کیا ہے؟ شفعہ کا سبب کیا ہے؟ بیع، اور جب بیع ہو گی تو کیا حاصل ہو گا؟ شفعہ کا حق بھئی۔ تو دو قسم کی قسمیں ذکر کر دیں: پہلی قسم میں کیا ذکر کیا؟ تم قسم اٹھاؤ تم نے زمین کو نہیں خریدا، یہ کس چیز پر قسم ہے؟ بیع یعنی سبب پر۔ کس چیز پر قسم ہے؟ سبب پر۔ دوسری صورت میں کہہ رہا ہے کہ قاضی صاحب واللہ یہ اس وجہ سے جو اس نے ذکر کی اس وجہ سے یہ مجھ پر شفعہ کا مستحق نہیں ہے، تو یہ کس چیز پر قسم دے رہا ہے؟ یہ حاصل پر ہے کہ یہ شفعہ کا حقدار نہیں۔ تو قسم ہے ایک سبب پر، ایک قسم ہے حاصل پر۔ یاد رکھنا جب آپ قاضی بن جائیں تو یہ نہیں کہ آپ کیا ہیں ہر جگہ حاصل پر قسم دیتے رہیں، بلکہ بعض جگہ سبب پر قسم دی جائے گی اور بعض جگہ حاصل پر۔ اگر ایسا مسئلہ ہو جس میں ہمارا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اتفاق ہے، مثلاً شفعہ کرنے والا یا تو خلیط ہے یا شریک ہے، خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ہے یا شَرِيكٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ، تو یہ تو مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ہے، ہمارے نزدیک بھی اس کو کیا ہوتا ہے؟ شفعہ کا حق، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی کیا ہوتا ہے؟ شفعہ کا حق۔ تو اب اس کو حاصل پر قسم دی جا سکتی ہے بھئی۔ کیا قسم دی جا سکتی ہے؟ کہ تم قسم اٹھاؤ یہ جو وجہ اس نے ذکر کی اس وجہ سے تمہارے پر شفعہ کا حقدار نہیں ہے۔ اب اگر وہ شخص شافعی المسلک بھی ہو اپھر بھی یہ قسم نہیں اٹھا سکتا بھئی، کیونکہ ان کے مسلک کے مطابق بھی یہ شخص جو خلیط ہے یا شریک ہے یہ تو شفعہ کا حقدار ہے، کیونکہ خلیط اور شریک کو کیا ہوتا ہے؟ شفعہ کا حق ہوتا ہے، تو اب وہ قسم اٹھائے گا؟ نہیں۔ تو اگر خلیط یا شریک ہوا تو اب کس پر قسم دے سکتے ہیں؟ حاصل پر کہ تم قسم اٹھاؤ یہ تم پر شفعہ کا حقدار نہیں ہے۔ تو اگر شفیع کون تھا؟ خلیط، یا شفیع کون تھا؟ شریک، تو اب حاصل پر قسم دے دو۔ لیکن اگر یہ جار تھا اور جار تو مُخْتَلَفٌ فِيهِ ہے، جار میں ہمارے نزدیک شفعہ ہوتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں ہوتا، تو اب حاصل پر قسم نہ دینا بھئی، ورنہ ہو سکتا ہے یہ مدعیٰ علیہ کون ہو؟ شافعی المسلک ہو یا امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر کیا کر لے؟ قسم اٹھا لے بھئی۔ آپ تو شفعہ کرنے چلے، آپ تو جار تھے، آپ کیا ہیں؟ جار۔ اب قاضی اس کو کہتا ہے تم قسم اٹھاؤ یہ تم پر شفعہ کا حقدار نہیں ہے۔ وہ قسم اٹھاتا ہے قاضی صاحب واللہ یہ مجھ پر یہ جو اس نے وجہ ذکر کی اس کی وجہ سے شفعہ کا حقدار نہیں ہے۔ تو قاضی فیصلہ کر دیتا ہے، حالانکہ اس نے تو کس کے مذہب پر قسم اٹھالی؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے، ان کے نزدیک تو واقعی جار کو شفعہ کا حق نہیں ہے، تو اس بیچارے کا حق مارا گیا یا نہیں مارا گیا؟ مارا گیا۔ لہٰذا جو مُخْتَلَفٌ فِيهِ صورت ہو یعنی جار آئے تو قسم کس پر دے دو؟ سبب پر کہ تم قسم اٹھاؤ تم نے زمین خریدی ہے یا نہیں خریدی۔ اور اگر مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ہے تو پھر کس پر قسم دے سکتے ہو؟ حاصل پر کہ یہ تم پر شفعہ کا حقدار نہیں ہے، اب امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حقدار ہے ہمارے نزدیک بھی حقدار ہے تو اب حاصل پر دے سکتے ہو۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

کہتے ہیں تو اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيَ تو قاضی قسم لے گا مشتری سے بِاللّٰهِ مَا ابْتَاعَ کہ وہ قسم اٹھائے کہ اس نے نہیں خریدا، ابْتَاعَ کا معنی خریدا، کہ اس نے نہیں خریدا، أَوْ بِاللّٰهِ یا یہ قسم کہ بِاللّٰهِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ فِي هٰذِهِ الدَّارِ شُفْعَةً کہ یہ مستحق نہیں ہے اس پر اس گھر میں شفعہ کا مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرَهُ اس وجہ سے جو اس نے ذکر کی۔[۳]

وَتَجُوزُ الْمُنَازَعَةُ فِي الشُّفْعَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ الشَّفِيعُ الثَّمَنَ إِلَى مَجْلِسِ الْقَاضِي۔ بھئی دیکھو شفعہ کا مالک آپ نے پڑھا تھا، شفیع جس زمین پر اس نے شفعہ کیا ہے اس کا مالک کب بنے گا؟ شفیع کب مالک بنے گا؟ جب اس سے اس کی رضامندی سے، مشتری سے اس کی رضامندی سے کیا کر لے؟ زمین لے لے، یا قاضی کیا کر دے؟ فیصلہ کر دے۔ تو قاضی کے فیصلہ کرتے ہی یہ شفیع اس زمین کا کیا بن جائے گا؟ مالک۔ اور جب مالک بنا تو اس پر یہ جو زبردستی والی بیع تھی یہ ثابت ہو گئی مولانا، اب کیا کرنا پڑے گی؟ اس پر ثمن آئیں گے یا نہیں بھئی؟ اس کو ثمن دینا پڑیں گے۔ تو جب یہ طلب اخذ کرنے گیا تو کیا اس پر ضروری تھا کہ ثمن بھی لے کر آئے وہاں؟ کیونکہ اگر قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا تو فوراً اس پر کیا ضروری ہو جائیں گے؟ ثمن ادا کرنا۔ تو

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «بِاللّٰهِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ فِي هٰذِهِ الدَّارِ شُفْعَةً» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «بالله ما يستحق علي في هذه الدار شفعة» منقول ہے۔

کیا اب قاضی کے پاس جب یہ مقدمہ لڑنے گیا تو ثمن کا لانا ضروری ہے، حاضر کرنا ضروری ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، ثمن کا حاضر کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ قاضی کے فیصلے سے پہلے ابھی اس پر ثمن ضروری نہیں ہیں تو لہٰذا لانا بھی ضروری نہیں۔ ثمن اس پر ضروری کب ہو جائیں گے؟ جب قاضی فیصلہ کر دے گا، تو لہٰذا جب قاضی فیصلہ کرے گا تب پھر اس پر ثمن کا لانا ضروری ہوں گے، اس سے پہلے نہیں۔ تو لہٰذا پہلے سے ہی لانا ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی مقدمہ چل سکتا ہے۔ یہ بات کر رہے ہیں: وَتَجُوزُ الْمُنَازَعَةُ فِي الشُّفْعَةِ اور جائز ہے منازعہ کرنا، منازعہ سے مراد ہے جھگڑا یعنی یہ مقدمہ بھئی، مقدمہ مراد ہے یہ والا جھگڑا جو مقدمے کا چل رہا ہے، اور مقدمہ جائز ہے مولا نافِي الشُّفْعَةِ شفعہ کے اندر وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ الشَّفِيعُ الثَّمَنَ اگرچہ حاضر نہ کرے شفیع ثمن کو إِلَى مَجْلِسِ الْقَاضِي کہاں پر؟ قاضی کی مجلس میں۔ ہاں وَإِذَا قَضَى الْقَاضِي لَهُ بِالشُّفْعَةِ جب فیصلہ کر دے قاضی اس کے لیے شفعہ کا لَزِمَهُ إِحْضَارُ الثَّمَنِ تو لازم ہو گیا اس پر ثمن کو حاضر کرنا۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اب تو یہ مالک بن گیا بھئی، وہ زبردستی والی بیع ثابت ہو گئی بھئی اور اب اس پر کیا واجب ہیں؟ اس زمین کے عوض میں ثمن دے۔ سمجھ میں آیا؟ اب ثمن واجب ہیں، اور اگر پھر اس میں بھی ٹال مٹول کرتا ہے، تاخیر کرتا ہے تو اس کو جیل میں بھی ڈالا جا سکتا ہے بھئی۔

وَلِلشَّفِيعِ أَنْ يَرُدَّ الدَّارَ بِخِيَارِ الْعَيْبِ وَالرُّؤْيَةِ۔ بھئی شفیع نے گھر لے لیا، آپ نے شفعہ کیا اور آپ نے طلب مواثبت بھی کی، طلب تقریر بھی کی اور طلب اخذ بھی کی اور قاضی نے آپ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اب وہ ساتھ والا گھر، ساتھ والی کوٹھی تھی مثلاً، وہ کوٹھی اب آپ اس کے مالک بن گئے۔ اب وہ کوٹھی لینے کے بعد جب آپ گئے، آپ نے پہلے اندر سے دیکھی نہیں ہوئی تھی، آپ اندر گئے دیکھا اس کو اچھی طرح تو آپ کو پسند نہیں آئی۔ تو بیع کے اندر تو آپ نے پڑھا ہے خریدنے والے کو خیار رؤیت حاصل ہوتا ہے، اگر پہلے نہ دیکھی ہو چیز تو بیع کے بعد جب دیکھے اور پسند نہ آئے تو وہ کیا کر سکتا ہے؟ چیز واپس کر سکتا ہے۔ تو کیا یہاں شفیع کو بھی خیار رؤیت ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اس کو بھی کیا حاصل ہو گا؟ خیار رؤیت ہے، وہ واپس کر سکتا ہے۔ اسی طرح خیار عیب بھی تھا بھئی بیع کے اندر، وہ بھی اس کے لیے ہے۔ اس نے گھر دیکھا بھئی، اس گھر کے اندر کوئی عیب نکلتا ہے مثلاً اس کی تو چھتیں ٹپکتی ہیں، تو اب اس عیب کی وجہ سے یہ کیا کر سکتا ہے؟ اس گھر کو واپس کر سکتا ہے جیسے بیع کے اندر ہوتا تھا وہی یہاں پر بھی ہو گا بھئی، کیونکہ یہ بھی دراصل بیع ہی ہوئی ہے البتہ ہوئی جبراً ہے۔ وَلِلشَّفِيعِ أَنْ يَرُدَّ الدَّارَ بِخِيَارِ الْعَيْبِ وَالرُّؤْيَةِ اور شفیع کے لیے جائز ہے کہ لوٹا دے وہ گھر کو خیار عیب اور خیار رؤیت کی وجہ سے۔

لیکن بیع کے باب میں ایک بات آپ نے پڑھی تھی کہ بیع میں اگر آپ کسی سے کوئی چیز خریدنے لگے اور اس نے کہا بھئی میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں گا، چیز آپ کے سامنے ہے یہیں اچھی طرح دیکھ لیں، بعد میں میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں، تو اب خیار عیب آپ نے پڑھا تھا اس شخص کو نہیں رہتا بھئی، بعد میں وہ کسی عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا۔ تو کیا شفعہ میں اگر مشتری نے یوں کہا کہ بھئی یہ گھر تو آپ لے رہے ہو لیکن میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں، تو بیع میں تو وہ خیار عیب ختم ہو جاتا تھا کیا یہاں شفعہ میں بھی ختم ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہاں پر وہ خیار عیب ختم نہیں ہو گا، کیونکہ وہ بیع الگ قسم کی تھی یہ الگ قسم کی ہے، اس میں دونوں کی رضامندی تھی اور یہاں تو کیا کیا جا رہا ہے؟ مشتری پر جبراً یہ بیع کی جا رہی ہے بھئی۔

وَإِنْ أَحْضَرَ الشَّفِيعُ الْبَائِعَ وَالْمَبِيعُ فِي يَدِهِ فَلَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ فِي الشُّفْعَةِ۔ اب بھئی وہ صورت آ گئی: زمین کس کے پاس تھی ابھی؟ بائع کے پاس بھئی، بائع کے پاس۔ بھئی مشتری کے پاس تو زمین ہو یا زمین نہ ہو آپ اس کو عدالت میں لا سکتے ہیں، اس لیے کہ چاہے قبضہ نہ بھی ہو پھر بھی بیع کرتے ہی وہ مشتری کیا بن جاتا ہے مبیع کا؟ مالک، تو مالک تو زمین کا وہی تھا اس کو آپ لا سکتے ہیں ہر صورت میں۔ البتہ بائع کو صرف اس صورت میں لا سکتے ہیں جب کیا ہو؟ جب قبضہ ہو اس کا بھی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَحْضَرَ الشَّفِيعُ الْبَائِعَ وَالْمَبِيعُ فِي يَدِهِ اور اگر حاضر کیا شفیع نے بائع کو بھئی قاضی کے پاس اس حال میں کہ ابھی وہ مبیعہ یعنی وہ زمین جو ہے اسی بائع کے قبضے میں ہے، فَلَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ فِي الشُّفْعَةِ تو اس شفیع کے لیے جائز ہے کہ وہ خصومت کرے اس کے ساتھ شفعہ میں، یعنی شفعہ کا مقدمہ اسی کے ساتھ بھی چلا سکتا ہے، اسی کے ساتھ خصومت کر سکتا ہے بھئی جھگڑا۔

اچھا اب بھئی شفیع کس کو لایا ہے؟ بائع کو لے کر آیا ہے۔ اب آپ نے پڑھا بھئی کہ بیع کا ثبوت ضروری تھا اور بیع کے ثبوت کے لیے کیا چیز ضروری تھی؟ بھئی بائع اقرار کرے گا یا پھر کیا کرے گا؟ اقرار کرتا ہے میں نے واقعی زمین بیچی، باقی چیزیں ثابت ہو رہی ہیں مثلاً اقرار کر رہا ہے، تو اقرار کر لیتا ہے ہاں میں نے زمین بیچی ہے، تو قاضی ابھی فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ مشتری کو بھی لایا جائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ بائع کا صرف قبضہ ہے، بائع کا صرف قبضہ ہے اصل مالک تو اب کون ہے؟ مشتری ہے، اور یاد رکھنا ضابطہ: اب یہاں قاضی نے فیصلہ کرنا ہے کس کے حق میں؟ شفیع کے حق میں فیصلہ کرنا ہے اور غائب کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مشتری غائب ہو تو یہ جب فیصلہ کرے گا قاضی تو یہ فیصلہ بائع کے بھی خلاف ہوا کیونکہ بائع کے ساتھ تو مقدمہ چل رہا ہے، اور مشتری کے بھی خلاف

ہوا کیونکہ مشتری کیا ہے اس زمین کا؟ مالک۔ تو جس کے خلاف بھی قاضی فیصلہ کرتا ہے اس کی موجودگی ضروری ہے، اس کی غیر موجودگی میں قاضی کے لیے جائز نہیں ہے بھئی کہ کیا کرے؟ فیصلہ کرے۔ وہ خود موجود ہونا چاہیے یا اس کا کوئی وکیل وغیرہ موجود ہونا چاہیے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ ضابطہ ہمیشہ یاد رکھنا غائب کے خلاف قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا بھئی، اس کی موجودگی ضروری ہے۔

اب بھئی یہ کس کو لے کر آیا؟ خصومت کس کے ساتھ کر رہا ہے؟ بائع کے ساتھ۔ معلوم ہوا اس نے زمین کس سے لینی ہے؟ فیصلہ کس کے خلاف ہو گا دراصل؟ بائع اور مشتری دونوں کے خلاف تو ہے لیکن یہ خود جھگڑا کس سے کر رہا ہے اس وقت؟ اس وقت جو مدعیٰ علیہ اس نے بنایا ہے بائع کو اور اس کو کھینچ کر عدالت میں لے کر آیا ہے، تو اب ہم نے زمین بائع سے دلانی ہے۔ کس سے دلانی ہے؟ بائع سے۔ اور بائع سے تو ہم دلا بھی نہیں سکتے کیونکہ مالک کون ہے دراصل؟ مشتری، تو اس کا ہونا بھی ضروری۔ اس کو بھی لے کر آئے، پھر قاضی بائع سے پوچھے ہاں بھئی کیا یہ زمین آپ نے بیچی؟ بائع کہتا ہے جی ہاں میں نے بیچی۔ اب قاضی بائع اور مشتری کے درمیان بیع کو توڑ دے گا، فسخ کر دے گا بھئی۔ بھئی بائع سے زمین دلانی ہے یا نہیں شفیع کو؟ اور ویسے براہ راست بائع سے لے کر دے سکتے ہیں؟ نہیں، کیونکہ مالک کون ہے اس وقت؟ مشتری ہے، تو اب بیع کو پہلے توڑ دے قاضی، فسخ کر دے۔ جب بیع فسخ ہو گئی تو زمین کس کے پاس واپس آگئی؟ بائع اس کا مالک ہو گیا، اب بائع سے لے کر کس کے حوالے کر دی جائے؟ شفیع کے، اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے۔ لہٰذا مشتری کی موجودگی ضروری ہے۔ اسی طرح اگر بائع نے اقرار نہیں کیا کہ میں نے نہیں بیچی زمین، تو قاضی شفیع کو کیا کہے گا؟ بینہ لے کر آؤ، یہ انکار کر رہا ہے بھئی، یہ منکر ہے اور تم مدعی ہو تو بینہ لے کر آؤ بھئی۔ تو اس صورت میں بھی مشتری کی موجودگی ضروری ہے کیونکہ بالآخر ہم نے کیا کرنا ہے؟ بیع کو فسخ کرنا ہے، تو یہ کس کے خلاف فیصلہ ہو رہا ہے؟ مشتری اور بائع دونوں کے خلاف ہے بھئی، تو دونوں کی موجودگی ضروری ہے کیونکہ غائب کے خلاف قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ اس کے خلاف بینہ سن سکتا ہے بھئی۔ اس کے خلاف بینہ بھی نہیں سن سکتا، تو بینہ کے ہوتے ہوئے بھی اور فیصلہ کرتے ہوئے بھی لہٰذا ضروری ہے ان کی موجودگی۔

تو یہی ضابطہ بیان کر رہے ہیں: وَلَا يَسْمَعُ الْقَاضِي الْبَيِّنَةَ اور قاضی نہیں سن سکتا بینہ کو حَتّٰى يَحْضُرَ الْمُشْتَرِي یہاں تک کہ کون حاضر ہو جائے؟ مشتری حاضر ہو جائے۔ تو قاضی بینہ نہیں سنے گا یہاں تک کہ مشتری حاضر ہو جائے، فَيَفْسَخُ الْبَيْعَ بِمَشْهَدٍ مِنْهُ۔ مشہد کا معنی موجودگی۔ فَيَفْسَخُ الْبَيْعَ تو قاضی بیع کو فسخ کر دے گا بِمَشْهَدٍ مِنْهُ اس مشتری کی موجودگی میں، وَيَقْضِي بِالشُّفْعَةِ عَلَى الْبَائِعِ اور فیصلہ کر دے گا شفعہ کا عَلَى الْبَائِعِ کس کے خلاف؟ بائع کے خلاف بھئی، یعنی بائع پر فیصلہ کر دیا شفیع کے لیے، وَيَجْعَلُ الْعُهْدَةَ عَلَيْهِ اور عہدہ اس پر ڈال دے گا۔ عہدہ کہتے ہیں ثمن کا ضمان بھئی، تاوان۔ ثمن کا ضمان یا تاوان کہہ لیں بھئی، ثمن کا تاوان۔

بھئی اس وقت زمین کس سے لی گئی ہے؟ شفیع کو کس سے ملی زمین؟ بائع سے۔ جب بائع سے ملی ہے تو ثمن کا ضمان بھی اس پر آئے گا، یعنی فرض کرو مستقبل میں یہ زمین کسی اور کی نکلی، پتہ لگا یہ بائع تو اس کا مالک ہی نہیں تھا، یہ زمین تو کس کی تھی؟ زید کی تھی، تو وہ لے جائے گا یا نہیں اپنی زمین؟ لے جائے گا، اور یہ شفیع کے پیسے ڈوبے یا نہیں ڈوبے بھئی؟ ڈوب گئے پیسے، اور یہ کس کو دیے تھے اس نے؟ بائع کو دیے تھے، لہٰذا اب ثمن کا ضمان بھی کس پر آئے گا؟ بائع پر۔ تو اب قاضی کہہ دے گا بھئی اس ثمن کا ضمان تمہارے اوپر آئے گا، یعنی اگر کہیں مستقبل میں کوئی زمین کا کوئی اور مالک نکل آیا تو یہ ثمن کس سے وصول کیے جائیں گے؟ بائع سے، ہاں یہ شفیع کے جو پیسے ہیں ان کا ضمان تمہیں دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ وہ صورت ہے جب زمین کس سے لے کر دی جا رہی ہے؟ بائع سے۔ لیکن اگر زمین مشتری سے لے کر دی گئی تو پھر یہ عہدہ بھی کس پر آئے گا؟ ثمن کا ضمان بھی کس پر آئے گا؟ مشتری پر آئے گا۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً بھئی بائع زمین بیچ بھی چکا تھا اور مشتری کے حوالے بھی کر دی زمین، اب پورا مقدمہ چلا مشتری کے ساتھ، بائع نہیں ہے بھئی بائع اجنبی بن چکا ہے، پورا مقدمہ چلا اور قاضی نے کس کے حق میں فیصلہ کر دیا؟ شفیع کے حق میں فیصلہ کر دیا تو مشتری سے زمین لے لی جائے گی اور کس کو دے دی جائے گی؟ شفیع کو دے دی جائے گی اور شفیع کیا ادا کرے گا مشتری کو؟ ثمن ادا کرے گا، تو یہ ثمن اس نے مشتری کو دیے، لہٰذا اگر زمین کسی اور کی بعد میں نکلی تو اب ثمن کا ضمان کس سے وصول کریں گے؟ مشتری سے۔ آپ کہیں گے بھئی مشتری نے تو بائع سے خریدی تھی اس کے بھی تو پیسے گئے پھر؟ کہتے ہیں بھئی اب مشتری کیا کر لے؟ بائع پر رجوع کرے گا، جا کر بائع سے کہے گا بھئی تم نے وہ زمین مجھے بیچی تھی وہ تو کسی اور کی نکلی، لاؤ میرے پیسے دے دو، چنانچہ بائع سے وہ پیسے اس کو دلوا دیے جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِذَا تَرَكَ الشَّفِيعُ الْإِشْهَادَ حِينَ عَلِمَ بِالْبَيْعِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى ذٰلِكَ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ۔ آپ کی کتابوں میں کیا ہے؟ شُفْعَتُهُ ہونا چاہیے بھئی۔ یہی ہے آپ کی کتابوں میں؟ جی۔ میری کتاب میں شُفْعَةٌ ہے، ہا ضمیر بھی ساتھ ہونی چاہیے، شُفْعَتُهُ۔ وَإِذَا تَرَكَ الشَّفِيعُ الْإِشْهَادَ اور جب چھوڑ

دیا شفیع نے اشہاد، گواہ بنانے کو۔ یاد رکھیے اشہاد سے مراد طلب مواثبت ہے۔ بین السطور لکھا ہوا ہے یا نہیں لکھا ہوا؟ جی؟ لکھا ہوا ہے۔ بھئی سب سے پہلے کون سی طلب ضروری ہے؟ طلب مواثبت۔ طلب مواثبت کس وقت ضروری ہے؟ جیسے ہی بیع کا، جس مجلس میں بیع کا پتہ چلتا ہے اسی مجلس میں کیا ضروری ہے؟ طلب مواثبت، کہ اسے جیسے ہی پتہ لگے فوراً کیا کہے؟ میں اس زمین کا شفعہ طلب کرتا ہوں، یہ کہنا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر شفیع نے اس اشہاد کو یعنی اس طلب مواثبت کو ترک کر دیا حِينَ عَلِمَ بِالْبَيْعِ جب اس کو بیع کا علم ہوا تھا جس وقت، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ اس حال میں کہ وہ اس طلب مواثبت پر قادر بھی تھا، پھر بھی اس نے ترک کر دیا، بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ تو اس کا شفعہ کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔ تو اشہاد سے کیا مراد ہوا؟ طلب مواثبت۔ کیا مراد ہے؟ طلب مواثبت۔ سمجھ میں آیا؟ تو جیسے ہی اس کو پتہ چلے، اس کو علم ہو بیع کا، اسی وقت طلب مواثبت ضروری ہے اور اگر وہ ترک کر دیتا ہے تو پھر اس کا شفعہ کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔[۴]

لیکن صاحب قدوری نے ایک قید لگا دی کہ وہ قادر بھی ہو بھئی طلب مواثبت پر۔ کیا ہونا چاہیے؟ قادر بھی ہونا چاہیے۔ اگر قادر ہی نہیں ہے، مثلاً بائع اور مشتری نے قاضی کو کہا: قاضی صاحب اس نے تو طلب مواثبت کی ہی نہیں ہے، جس مجلس میں اس کو علم ہوا بیع کا اس نے فوراً طلب مواثبت نہیں کی۔ بھئی آپ کو کیسے پتہ ہے؟ وہ کہتے ہیں قاضی صاحب ہم نے جب بیع کر لی، میں نے اور مشتری نے بیع کی، ہم دونوں اس کے پاس گئے، ہمیں تھا کہ شاید یہ کہیں شفعہ نہ کر دے، ہم دونوں اس کے پاس گئے اور یہ جس مجلس میں تھا ہم نے اس کے سامنے کہا کہ بھئی ہم دونوں نے آپس میں بیع کی ہے، یہ ساتھ والی زمین میں نے بیچی ہے اس آدمی کے ہاتھ، تو شفعہ کرنا چاہتے ہو تو بتلا دو، یہ خاموش رہا اس نے جواب ہی نہیں دیا قاضی صاحب! وہ جواب میں کہتا ہے شفیع: قاضی صاحب میں قادر ہی نہیں تھا جواب دینے پر، میں تو اس وقت نماز میں مشغول تھا۔ تو اب قادر ہے؟ نہیں، میں قادر ہی نہیں تھا، ہاں میں نماز میں ہی تھا انہوں نے مجھے اطلاع بھی دی اور نکل گئے، نماز کے بعد تو میں نے فوراً طلب مواثبت کی تھی بھئی۔ ہاں تو یہ قادر ہی نہیں تھا۔ یا کہتا ہے قاضی صاحب میں کیسے جواب دیتا، میرے جواب دینے سے پہلے ہی زید اور بکر اٹھے اور انہوں نے میرا منہ پکڑ لیا بھئی، مجھے بولنے ہی نہیں دیا۔ تو دیکھو عدم قدرت آ گئی، اسی لیے صاحب قدوری نے کیا شرط لگا دی؟ کہ قادر بھی ہو بھئی۔ اور اشہاد کہا، طلب مواثبت کو کیا کہا صاحب قدوری نے؟ اشہاد، حالانکہ میں نے بتلایا تھا طلب مواثبت کے اندر گواہ بنانا ضروری نہیں ہے، لیکن پھر اس کو اشہاد کیوں کہا؟ بھئی اس لیے کہ اگر قاضی کے پاس اس کو ثابت کرے گا تو قاضی کو اس کا علم کس کے ذریعے ہو سکتا ہے؟ گواہ بنانے کے ذریعے ہو سکتا ہے ویسے علم نہیں ہو سکتا، اس لیے طلب مواثبت کو صاحب قدوری نے کیا کہہ دیا؟ اشہاد کہہ دیا۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا تَرَكَ الشَّفِيعُ الْإِشْهَادَ جب چھوڑ دیا شفیع نے طلب مواثبت کو، اشہاد سے مراد ہے طلب مواثبت بھئی، تو جب چھوڑ دیا شفیع نے گواہ بنانے کو یعنی اشہاد کو حِينَ عَلِمَ بِالْبَيْعِ جس وقت اسے بیع کا علم ہوا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ اس حال میں کہ وہ اس پر قادر بھی تھا بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ تو اس کا شفعہ کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا۔ وَكَذٰلِكَ إِنْ أَشْهَدَ فِي الْمَجْلِسِ اور اسی طرح ہے یعنی شفعہ باطل ہو جائے گا اگر اس نے گواہ تو بنا دیے مجلس کے اندر وَلَمْ يُشْهِدْ عَلٰى أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَلَا عِنْدَ الْعَقَارِ لیکن اس نے گواہ نہیں بنائے کسی ایک عقد کرنے والے پر بھی گواہ نہیں بنایا وَلَا عِنْدَ الْعَقَارِ اور عقار کے پاس بھی گواہ نہیں بنائے، یعنی طلب تقریر اس نے نہیں کی تو پھر اس صورت میں بھی کیا ہو جائے گا؟ اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔[۵]

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَرَكَ الشَّفِيعُ الْإِشْهَادَ حِينَ عَلِمَ بِالْبَيْعِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا ترك الشفيع الإشهاد حين علم وهو يقدر على ذلك بطلت شفعته» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَمْ يُشْهِدْ عَلٰى أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَلَا عِنْدَ الْعَقَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولم يشهد على أحد المتبايعين ولا عند العقار» منقول ہے۔

سبق نمبر ۹۲: کتاب الشفعۃ(۳): کن عقود میں شفعہ واجب ہوتا ہے اور کن میں نہیں؟ مبطلاتِ شفعہ، موتِ شفیع یا مشتری اور حیلۂ اسقاطِ شفعہ

مختصر القدوری صفحہ: ۹۸—بتاریخ: ۲۳ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ صَالَحَ مِنْ شُفْعَتِهِ عَلٰى عِوَضٍ أَخَذَهُ بَطَلَتِ الشُّفْعَةُ وَيَرُدُّ الْعِوَضَ، وَإِذَا مَاتَ الشَّفِيعُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ وَإِذَا مَاتَ الْمُشْتَرِي لَمْ تَسْقُطِ الشُّفْعَةُ، وَإِنْ بَاعَ الشَّفِيعُ مَا يَشْفَعُ بِهِ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى لَهُ بِالشُّفْعَةِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

شفعہ کے مسائل چل رہے ہیں بھئی۔ وَإِنْ صَالَحَ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ کہ ایک شخص نے زمین پر شفعہ کا دعویٰ کیا بھئی، بھئی اس کے ساتھ والی زمین بکی تھی اس نے کیا کہا؟ میں شفعہ کرتا ہوں۔ اچھا بھئی تو جو خریدار تھا اس نے کہا بھئی آپ یوں کریں شفعہ سے دستبردار ہو جائیں اور یہ ایک لاکھ روپیہ آپ میری طرف سے ویسے رکھ لیں، بس یہ لے لیں میرے ساتھ صلح کر لیں، شفعہ کو چھوڑ دیں بھئی۔ تو اس نے پیسے اس کو دے دیے بھئی، وہ شفعہ سے دستبردار ہوا۔ کہتے ہیں بس بھئی، جیسے ہی وہ یہ صلح کرتا ہے اس کا حق شفعہ ختم ہوا بھئی۔ کیا ہوا؟ حق شفعہ ختم ہوا، کیونکہ یہ عوض لینا اعراض پر دلالت کرتا ہے۔

بھئی یاد رکھنا آگے مسائل آجائیں گے: وہ امور جو اعراض پر دلالت کرتے ہیں ان سے شفعہ ختم ہو جائے گا، شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور وہ امور جو رغبت پر دلالت کرتے ہیں ان سے حق شفعہ ختم نہیں ہو گا بھئی۔ بھئی میں ایک چیز، مثلاً میں اپنی گاڑی آپ کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں، تو بیچنا کس چیز پر دلالت کرتا ہے؟ اس گاڑی میں مجھے رغبت ہے یا رغبت نہیں ہے بھئی؟ بھئی رغبت نہیں ہے، بیچنا کس چیز پر دلالت کرتا ہے؟ رغبت نہ ہونے پر، بھئی جب چیز بیچے گا تو دوسرے کے پاس چلی جائے گی تو معلوم ہوا یہ اس کے اندر کوئی رغبت نہیں رکھتا۔ تو بیچنا کس چیز پر دلالت کرتا ہے؟ رغبت نہ ہونے پر، یوں کہیں اعراض پر بھئی۔ کس پر؟ اعراض پر، یعنی یہ شخص اس چیز سے منہ موڑ رہا ہے بھئی۔ اور خریدنا یہ دلالت کرتا ہے رغبت پر، مثلاً میں آپ سے گاڑی خریدتا ہوں، معلوم ہوا میں اس گاڑی میں راغب ہوں بھئی، میں چاہتا ہوں یہ مجھے مل جائے بھئی۔ تو یاد رکھنا وہ امور جو کس پر دلالت کریں؟ اعراض پر، اس صورت میں حق شفعہ ختم ہو جائے گا۔ اور کوئی ایسا امر پیش آجائے جو اعراض پر دلالت نہیں کرتا بلکہ کس پر دلالت کرتا ہے؟ رغبت پر دلالت کرتا ہے تو حق شفعہ ختم نہیں ہو گا۔

اب دیکھو یہاں پر اس شخص نے کیا کیا؟ ایک لاکھ روپیہ لے کر کیا کر رہا ہے شفعہ کو؟ چھوڑ رہا ہے، تو معلوم ہوا یہ پیسے لینا یہ شفعہ سے اعراض پر دلالت کر رہا ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے وہ باقاعدہ منہ سے بھی کیا کہہ دے کہ میں تو شفعہ کو چھوڑتا ہوں بھئی، تو منہ سے کہہ دے گا پھر تو بطریق اولیٰ ہو جائے گا۔ اگر ویسے ہی لے لیتا ہے پیسے، اس نے کہا بھئی یہ پیسے لے لو شفعہ چھوڑ دو، اس نے وہ پیسے لے لیے، بس مولانا اس کا حق شفعہ ختم ہوا۔ اور پیسے اس نے کس چیز کے بدلے لیے

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ صَالَحَ مِنْ شُفْعَتِهِ عَلٰى عِوَضٍ أَخَذَهُ بَطَلَتِ الشُّفْعَةُ وَيَرُدُّ الْعِوَضَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن صالح من شفعته على عوض أخذه بطلت شفعته ويرد العوض» منقول ہے۔

ہیں بھئی؟ حق شفعہ کے بدلے، شفعہ تو ایک حق کا نام ہے کسی مال کا نام تو نہیں، لہٰذا معلوم ہوا یہ اس نے رشوت لی ہے بھئی۔ تو یہ اب اس کو واپس کرنا پڑے گی بھئی کیونکہ کسی چیز کے بدلے میں تو یہ پیسے نہیں لیے۔ وہ شفعہ تو صرف ایک حق کا نام ہے یا شفعہ مال کا نام ہے بھئی؟ حق کا نام ہے۔ شریعت نے ایک شخص کو ایک حق دیا ہوا ہے کہ آپ کے پڑوس والی زمین بکے یا آپ جس زمین میں شریک ہیں اس کو کوئی دوسرا شخص بیچے تو آپ کیا کر سکتے ہیں اس پر؟ شفعہ کر سکتے ہیں، تو یہ تو صرف ایک حق کا نام ہے مال کا نام نہیں ہے بھئی۔ تو لہٰذا اب یہ جو اس نے عوض لیا ہے یہ کسی مال کے بدلے نہیں لیا بلکہ صرف اپنے ایک حق کے بدلے لیا ہے اور حق شفعہ کے بدلے تو عوض لینا صحیح نہیں ہے، یہ رشوت ہوئی، واپس کرنا پڑے گی اور حق شفعہ بھی ختم ہوا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی سب کو؟

تو کہتے ہیں وَإِنْ صَالَحَ مِنْ شُفْعَتِهِ عَلٰى عِوَضٍ أَخَذَهُ۔ یاد رکھیے بھئی اب ایک قانون بھی آپ کو بتلادوں، آئندہ بھی ترجمے میں اس پر نظر رکھنا اور گزشتہ اسباق میں بھی جہاں ایسی جگہ آئی ہو وہاں آئندہ خود ترجمہ کرتے ہوئے، تکرار کرتے ہوئے اس کا خیال رکھتے جانا۔ یاد رکھو نکرہ کے بعد جب فعل آ جائے عموماً تو وہ اس کی صفت بنتا ہے۔ نکرہ کے بعد کیا آجائے؟ فعل آجائے تو عموماً وہ فعل اس نکرہ کے لیے صفت بنے گا، یعنی جملہ بن کر وہ اس نکرہ کی صفت بنے گا۔ اور موصوف صفت کا ترجمہ پھر ایسے مقام پر یوں کریں گے کہ موصوف سے پہلے «ایسا» کا لفظ لے آئیں گے۔ ایک ہے موصوف، ایک ہے صفت بھئی، کس سے پہلے «ایسا» کا لفظ لے آئیں گے؟ موصوف سے پہلے «ایسا» کا لفظ لے آئیں گے۔ اب دیکھیے یہاں پر عِوَضٍ نکرہ ہے۔ عِوَضٍ کیا ہے؟ نکرہ۔ بھئی معرفہ کی اقسام یاد ہیں یا نہیں یاد بھئی؟ جی یاد ہیں: ضمیریں ہیں، یہ ضمیروں میں سے بھی نہیں؛ اس کے بعد اسمائے اشارہ ہیں، یہ اسمائے اشارہ میں سے بھی نہیں ہے؛ اس کے بعد علم ہیں، علم بھی یہ نہیں؛ اسم موصول ہیں، وہ بھی یہ نہیں ہے بھئی؛ اور معرف باللام جس پر الف لام آئے، عِوَضٍ پر الف لام بھی نہیں؛ اور ان پانچ میں سے کسی ایک کی طرف جو مضاف ہو، یہ ان میں سے کسی کی طرف مضاف بھی نہیں؛ اور معرفہ بالندا بھی نہیں۔ تو یہ نکرہ ہے اور اس کے بعد أَخَذَهُ فعل آیا، تو یہ فعل اس کے لیے کیا بنے گا؟ صفت۔ ہمیشہ تو نہیں لیکن اکثر اسی طرح ہوتا ہے۔ تو لہٰذا عِوَضٍ ہوا موصوف، أَخَذَهُ ہوئی اس کی صفت، اور موصوف سے پہلے کیا لائیں گے لفظ؟ ایسا۔ بس یہ آپ دیکھتے جانا جہاں بھی ہو گا ترجمہ اسی طرح ہو گا۔

وَإِنْ صَالَحَ مِنْ شُفْعَتِهِ اور اگر شفیع نے اپنے شفعہ پر صلح کر لی عَلٰى عِوَضٍ ایسے عوض پر أَخَذَهُ جو اس نے لے لیا ہے تو بَطَلَتِ الشُّفْعَةُ تو شفعہ باطل ہو جائے گا وَيَرُدُّ الْعِوَضَ اور یہ عوض کو کیا کرے گا؟ واپس کرے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہٰذا اب جب اس نے صلح کی ہے، مال لیا ہے تو یہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ شفعہ سے دستبردار ہو رہا ہے، تو شفعہ تو ختم ہوا اور عوض بھی واپس کرے گا میں نے بتلایا کیونکہ کسی مال کا عوض اس نے نہیں لیا صرف ایک حق کے بدلے پیسے لیے ہیں اور حق کے بدلے پیسے نہیں لیے جا سکتے بھئی۔

یہ حیلہ ہے مولانا شفعہ کو ختم کرنے کا، حیلہ ہے، ایک طریقہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ آپ نے کوئی زمین بیچی یا آپ نے کوئی زمین خریدی اور وہاں زمین کا پڑوسی اس پر کیا کر دیتا ہے؟ شفعہ کر دیتا ہے، تو آپ اس کے پاس جاتے ہیں بھئی یہ لو بھئی دس لاکھ روپے مجھ سے لے لو اور آپ کیا کریں؟ شفعہ سے دستبردار ہو جائیں۔ وہ بھئی پیسے لیتا ہے اور شفعہ سے دستبردار ہو جاتا ہے، بس مولانا اس کا حق شفعہ بھی ختم اور اب وہ پیسے بھی اسے واپس کرنا پڑیں گے۔ اسی طرح اور بھی کئی حیلے ہیں، مثلاً مشتری جو ہے وہ شفیع کے پاس جاتا ہے اور اسے کہتا ہے بھئی شفعہ نہ کرو، شفعہ سے دستبردار ہو جاؤ میرے سے خرید لو زمین ویسے ہی۔ تم شفعہ کے ذریعے مجھ سے لو گے تم ویسے ہی کیا کرو؟ مجھ سے خرید لو، شفعہ سے دستبردار ہو جاؤ، میرے ساتھ اس میں خصومت نہ کرو شفعہ کے اندر، مقدمہ بازی نہ کرو بھئی۔ تو دوسرا شخص کیا کہتا ہے؟ ہاں ٹھیک ہے میں خریدتا ہوں تم سے۔ کہتے ہیں بس بھئی مولانا حق شفعہ کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح آپ نے ایک زمین خریدی، ساتھ والے نے کیا کیا؟ اس پر شفعہ کر دیا۔ آپ گئے بھئی کہ بھئی جھگڑا مقدمے بازی نہ کرو میرے ساتھ شفعہ کے مسئلے میں، یوں کرو یہ زمین میں آپ کو کرائے پر دیتا ہوں، آپ شفعہ چھوڑ دیں یہ زمین میں آپ کو سو سال کے لیے کرائے پر دیتا ہوں اور کرایہ صرف پانچ سو روپے ہو گا سو سال کا سارا۔ سمجھ میں آیا؟ وہ کہے گا واہ بھئی سو سال، پانچ سو روپے! یہ تو ایسا موقع پھر کہاں ملے گا، وہ کہتا ہے ٹھیک ہے مجھے قبول ہے۔ بس مولانا شفعہ کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔ ہاں بلکہ یوں نہ کہیں سو سال کے لیے میں دیتا ہوں، یوں کہیں سو سال کے لیے آپ کو دے دوں گا بھئی۔ کیا کروں گا؟ دے دوں گا، یہ زمین میں آپ کو سو سال کے لیے کرایہ پر دے دوں گا بھئی۔ ورنہ اگر «دیتا ہوں» کہتا ہے پھر تو عقد ہو جائے گا بھئی، آپ نے ایجاب کر دیا اور اس نے کیا کر دیا؟ قبول کر دیا پھر تو عقد ہو جائے گا۔ لہٰذا یوں کہیں میں آپ کو دے دوں گا بھئی، آپ شفعہ سے دستبردار ہو جائیں میں آپ کو یہ زمین سو سال کے لیے کرائے پر دے دوں گا اور کرایہ صرف کتنا ہو گا؟ پانچ سو روپے ہو گا سو سالوں کا بھئی۔ تو وہ کہتا ہے ٹھیک ہے بھئی چلو بھئی میرے ساتھ عقد کرو میں تم سے یہ زمین لیتا ہوں کرایہ پر۔ بس بھئی فوراً ہی حق شفعہ کیا ہو گیا؟ ختم۔

یا اسی طرح آپ نے زمین خریدی، ساتھ والے نے شفعہ کر دیا، آپ اس کے پاس چلے گئے کہ بھئی حق شفعہ چھوڑ دیں آپ اور یوں کریں یہ زمین میں آپ کو ساری عمر کے لیے ویسے ہی دے دوں گا بھئی، ساری عمر آپ کے پاس رہے آپ کا جب انتقال ہو گا پھر میں واپس لوں گا اور کوئی کرایہ نہیں ویسے ہی عاریتاً دے رہا ہوں میں آپ کو بھئی۔ وہ کہتا ہے ہاں بھئی یہ تو بڑی اچھی بات ہے مجھے قبول ہے منظور ہے بھئی، بس مولانا فوراً ہی اس کا حق شفعہ کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔

وَإِذَا مَاتَ الشَّفِيعُ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ وَإِذَا مَاتَ الْمُشْتَرِي لَمْ تَسْقُطِ الشُّفْعَةُ. بھئی یہ شفعہ کرنا کس کا حق ہے؟ مشتری کا حق ہے یا وہ جار اور شفیع کا حق ہے بھئی؟ شفیع کا حق ہے شفعہ بھئی، مشتری کا حق نہیں۔ لہٰذا اگر شفیع مر گیا اور ابھی قاضی نے اس کے لیے فیصلہ نہیں کیا تھا یا اس نے زمین ابھی لی نہیں تھی تو حق شفعہ ختم ہو جائے گا بھئی، کیونکہ جس کا حق تھا وہ ہی نہ رہا تو حق شفعہ بھی کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔ اور اگر مشتری مر جائے بھئی جس نے زمین خریدی تھی تو اب حق شفعہ ختم نہیں ہو گا بھئی کیونکہ شفعہ تو کس کا حق ہے؟ شفیع کا، اور حقدار ابھی زندہ ہے مولانا۔ تو لہٰذا شفیع مرے تو حق شفعہ ختم، لہٰذا اب اس کے وارثوں کی طرف بھی منتقل نہیں ہو گا بھئی کیونکہ یہ ایک حق کا نام ہے، وارثوں کی طرف مال منتقل ہوتا ہے حق منتقل نہیں ہوتا بھئی۔ وَإِذَا مَاتَ الشَّفِيعُ اور جس وقت مر جائے شفیع، میں نے بتلایا بھئی قاضی کے فیصلے سے پہلے مر جائے، اگر قاضی فیصلہ کر چکا ہے اس کے لیے شفعہ کا پھر تو قاضی کا فیصلہ کرتے ہی یہ کیا بن جاتا ہے زمین کا؟ مالک بن جاتا ہے بھئی، تو اس سے پہلے پہلے اگر شفیع مر گیا بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ وَإِذَا مَاتَ الْمُشْتَرِي لَمْ تَسْقُطِ الشُّفْعَةُ اور جب مشتری مر جائے تو شفعہ ساقط نہیں ہو گا اس لیے کہ مستحق تو ابھی بھی باقی ہے بھئی۔

وَإِنْ بَاعَ الشَّفِيعُ مَا يَشْفَعُ بِهِ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى لَهُ بِالشُّفْعَةِ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ. مَا يُشْفَعُ بِهِ یا مَا يَشْفَعُ بِهِ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں بھئی۔ بھئی میں نے ابھی آپ کو قانون بتلایا تھا: ایسے امور جو اعراض پر دلالت کرتے ہیں اگر ان میں سے کوئی پایا گیا تو حق شفعہ کیا ہو جائے گا؟ باطل، اور اگر ایسا امر پایا گیا کوئی جو رغبت پر دلالت کرتا ہے تو پھر حق شفعہ باطل نہیں ہو گا۔ تو وہ امور جو کس پر دلالت کریں؟ اعراض پر، ان کی وجہ سے حق شفعہ ساقط ہو جائے گا، اور وہ امور جو رغبت پر دلالت کرتے ہیں ان کی وجہ سے حق شفعہ ساقط نہیں ہو گا۔ اب آپ مجھے مسئلے بتلاتے جائیں بھئی:

بھئی میں نے زید کو وکیل بنایا کہ میرے لیے یہ بکر کی زمین خرید لو، بکر سے زمین کیا کرو؟ خرید لو۔ زید میرا وکیل ہے، زید نے میرے لیے یہ زمین خریدی لیکن زید کا گھر اس زمین کے پڑوس میں تھا، اس نے خود ہی پھر اس پر شفعہ کر دیا۔ تو زید نے کیا عمل کیا تھا پہلے؟ میرے لیے زمین کو خریدا۔ تو اب آپ بتائیے وہ شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا بھئی؟ خریدنا رغبت پر دلالت کرتا ہے یا اعراض پر؟ رغبت پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا اب اس وکیل کو بھی شفعہ کا حق حاصل ہو گا بھئی، حاصل ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ بھئی میں نے آپ کو کیا ضابطہ بتلایا؟ وہ امور جو اعراض پر دلالت کریں ان میں سے کوئی پایا جائے گا اس شخص کی طرف سے تو اس سے حق شفعہ ساقط ہو جائے گا اور وہ امور جو رغبت پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے کوئی پیش آ جائے تو حق شفعہ ساقط نہیں ہو گا۔ اب میں نے زید کو وکیل بنایا کہ میرے لیے یہ زمین خرید و بھئی، زید نے میرے لیے وہ زمین خریدی اور پھر خود ہی فوراً کیا کر دیا اس پر؟ شفعہ کر دیا۔ تو زید نے کیا کام سرانجام دیا ہے؟ خریدنے کا میری طرف سے وکیل ہو کر، اور خریدنا اعراض پر دلالت کرتا ہے یا رغبت پر؟ رغبت پر، خریدنا کسی چیز کا اس کی رغبت پر دلالت کرتا ہے۔ میں آپ سے گاڑی خریدتا ہوں اس کا مطلب ہے مجھے یہ گاڑی پسند ہے یہ مجھے چاہیے بھئی، تو خریدنا رغبت پر دلالت کرتا ہے اور بیچنا کس پر دلالت کرتا ہے؟ اعراض پر دلالت کرتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

دوسری صورت بناؤ بھئی: میں نے زید کو وکیل بنایا کہ میری یہ زمین بیچ دو۔ پہلے وکیل کس چیز پر تھا؟ خریدنے پر، اب وکیل ہے بیچنے پر۔ میں نے کہا میری یہ زمین بیچ دو، زید نے میری یہ زمین بیچی اور بیچنے کے فوراً بعد اس نے اس پر کیا کر دیا؟ شفعہ۔ اب آپ بتائیے اسے حق شفعہ ہو گا یا حق شفعہ نہیں ہو گا؟ حق شفعہ نہیں ہو گا۔ کیوں؟ کیونکہ زید نے کیا کام سرانجام دیا ہے؟ بیچا ہے، اور بیچنا کس چیز پر دلالت کرتا ہے؟ اعراض پر دلالت کرتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَإِنْ بَاعَ الشَّفِيعُ مَا يَشْفَعُ بِهِ، اچھا یہ تو ایک اور بیچ میں مسئلہ آ گیا بھئی: بھئی آپ کے گھر کے ساتھ والی زمین بکی، آپ نے اس پر فوراً شفعہ کر دیا، شفعہ کر دیا۔ ابھی آپ کے حق میں شفعہ کا فیصلہ نہیں ہوا کہ آپ کو وہ گھر اپنا بیچنا پڑ گیا جس کی وجہ سے آپ شفعہ کر رہے تھے۔ تو کہتے ہیں جیسے ہی آپ اس گھر کو بیچیں گے آپ کا حق شفعہ خود بخود کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ آپ کو شفعہ کا حق ملا ہی کس وجہ سے تھا؟ گھر کی وجہ سے ملا تھا، اور جب آپ نے اس گھر کو بیچ دیا تو اب وہ سبب ہی ختم ہو گیا، اب آپ اس کے پڑوسی ہی نہیں رہے، جب پڑوسی نہیں رہے تو آپ کا حق شفعہ بھی اب آپ کو حاصل نہیں ہو گا بھئی۔ یہ معنی ہے وَإِنْ بَاعَ الشَّفِيعُ مَا يَشْفَعُ بِهِ اور اگر بیچا شفیع نے اس گھر کو یا اس زمین کو يَشْفَعُ بِهِ جس کے ذریعے وہ شفعہ کر رہا ہے قَبْلَ أَنْ يُقْضَى لَهُ بِالشُّفْعَةِ قبل اس کے کہ اس کے لیے فیصلہ کر دیا جائے شفعہ کا بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔

وَوَكِيلُ الْبَائِعِ إِذَا بَاعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ۔ اور بائع کا وکیل جب اس نے بیچا وَهُوَ الشَّفِيعُ اس حال میں کہ وہی شفیع ہے فَلَا شُفْعَةَ لَهُ تو اسے شفعہ کا حق نہیں ہے۔ بائع کا وکیل بھئی ابھی مسئلہ میں نے آپ کو بتلایا: میں نے زید کو کیا بنایا؟ وکیل کہ میری یہ زمین کیا کرو؟ بیچ دو، تو میں بائع ہوں وہ میرا وکیل ہے۔ اس نے میرے لیے زمین بیچ دی اب یہ خود ہی اس پر شفعہ کرنا چاہتا ہے، لیکن اس نے کیا فعل سرانجام دیا ہے؟ بیچنے کا، اور بیچنا کس چیز پر دلالت کرتا ہے؟ اعراض پر، لہٰذا اب اس کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَوَكِيلُ الْبَائِعِ إِذَا بَاعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ اور بائع کا وکیل جب اس نے بیچا ہو اس حال میں کہ وہی شفیع ہو فَلَا شُفْعَةَ لَهُ تو اسے شفعہ کا حق نہیں ہے بھئی، اس لیے کہ یہ بیچنا اعراض پر دلالت کرتا ہے۔[۲]

وَكَذٰلِكَ إِنْ ضَمِنَ الشَّفِيعُ الدَّرَكَ عَنِ الْبَائِعِ۔ اور اسی طرح اگر شفیع ضامن ہو ادرک کا بائع کی طرف سے۔ درک کہتے ہیں بھئی تاوان، ثمن کا ضمان بھئی، ثمن کا ضمان۔ بھئی میں ایک گھر خریدنا چاہتا تھا، ایک علاقے میں ایک گھر تھا میں اس کو کیا کرنا چاہتا تھا؟ خریدنا چاہتا تھا۔ لیکن ادھر میں ڈرتا بھی ہوں پتہ نہیں یہ زمین میں کوئی مسئلہ نہ نکل آئے اور میرے پیسے نہ ڈوب جائیں بھئی۔ چنانچہ میں خریدنے پر تیار نہیں ہو رہا، ارادہ تو بن رہا ہے لیکن پوری طرح تیار نہیں ہو رہا۔ تو زید نے بھئی بائع کی طرف سے مجھے ضمان دے دیا، ضمانت دے دی کہ بھئی اس زمین کے اندر کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ کے پیسے نہیں ڈوبیں گے، اگر کوئی مسئلہ ہوا، یہ زمین کسی اور کی نکلی، کوئی مسئلہ کوئی بھی ہوا تو میں آپ کے ثمن کا ضامن ہوں بھئی۔ میں آپ کے ثمن کا ضامن ہوں، میں ضمانت دیتا ہوں بھئی، میں آپ کو آپ کے پیسے واپس دلواؤں گا اور اگر نہ ملے تو میں خود آپ کو دے دوں گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اب میں بیع پر تیار ہو گیا کہ معلوم ہوا اب پیسے ڈوبنے کا خطرہ نہیں ہے بھئی، اس نے ضمانت دے دی ہے بھئی۔ چنانچہ بیع ہو گئی۔ بیع ہو جانے کے بعد اب اسی شخص جس نے ضمانت دی تھی یہ اس پر شفعہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا شفعہ کر سکتا ہے یا شفعہ نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں یہ شفعہ نہیں کر سکتا بھئی۔ اس لیے کہ اس نے کس کی طرف سے ضمانت دی ہے؟ بائع کی طرف سے ضمانت دی ہے، سمجھ میں آیا؟ اور اس کی وجہ سے بیچنے کا عمل پورا ہوا۔ اگر یہ ضمانت نہ دیتا تو یہ عقد پورا ہوتا؟ نہیں۔ تو اس کی وجہ سے یہ عقد پورا ہوا ہے اور اب یہ شفعہ کر کے اسی عقد کو توڑنا چاہتا ہے جو اس کی وجہ سے ہی پورا ہوا تھا، لہٰذا اب اس کی اس کو اجازت نہیں ہے۔ اس عقد کے تام ہونے کا سبب کون بنا؟ یہ ضامن، اور اب اسی عقد کو وہ کیا کرنا چاہتا ہے شفعہ کے ذریعے؟ توڑنا چاہتا ہے، تو لہٰذا اب یہ اس کے لیے درست نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو جب اس نے ضمانت دے دی تو اس کی وجہ سے بیع پوری ہوئی اس کے بغیر بیع پوری نہیں ہو رہی تھی، تو اس کا ضمانت دینا بیع کے لیے یہ اعراض پر دلالت کرتا ہے اور جو امر بھی اعراض پر دلالت کرے وہ شفیع کی طرف سے پیش آجائے تو اسے شفعہ کا حق نہیں رہتا، تو یہاں بھی اب اسے شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟ وَكَذٰلِكَ إِنْ ضَمِنَ الشَّفِيعُ الدَّرَكَ عَنِ الْبَائِعِ اور اسی طرح ہے یعنی شفعہ کا حق نہیں ہوگا إِنْ ضَمِنَ الشَّفِيعُ اگر ضامن ہوا شفیع درک کا عَنِ الْبَائِعِ کس کی طرف سے؟ بائع کی طرف سے۔[۳]

وَوَكِيلُ الْمُشْتَرِي إِذَا ابْتَاعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ۔ اور یہ میں نے آپ کو مسئلہ بتلایا تھا: میں نے زید کو وکیل بنایا کہ میرے لیے فلاں گھر خرید لو، زید نے وہ گھر میرے لیے خریدا اور پھر خود ہی اس پر کیا کر دیا؟ شفعہ، شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے بھئی، کیونکہ اس نے کون سا کام سرانجام دیا ہے؟ خریدنے کا، اور خریدنا اعراض پر دلالت کرتا ہے یا رغبت پر؟ رغبت پر، تو وہ امور جو رغبت پر دلالت کریں تو پھر تو حق شفعہ باقی رہتا ہے۔ تو کہتے ہیں بھئی وَوَكِيلُ الْمُشْتَرِي اور مشتری کا وکیل جو ہے إِذَا ابْتَاعَ، اِبْتَاعَ کا کیا معنی ہے؟ خریدنا، جب اس نے خریدا وَهُوَ الشَّفِيعُ اور وہی شفیع تھا فَلَهُ الشُّفْعَةُ تو اسے شفعہ کا حق ہے۔[۴]

وَمَنْ بَاعَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ کہ میں نے آپ کو ایک زمین بیچی لیکن خیار شرط کے ساتھ، یعنی بیچنے والے نے خیار اپنے لیے رکھا کہ مجھے اختیار ہے بھئی تین دن تک، عقد میں نے کر لیا ہاں بھئی یہ زمین میں آپ کو بیچتا ہوں آپ نے کہا میں یہ زمین آپ سے خریدتا ہوں بھئی، ہم نے عقد آپس میں کر لیا لیکن میں نے کیا خیار رکھا اپنے لیے؟ خیار شرط کہ بھئی تین دن تک مجھے خیار ہے سوچنے کا مجھے موقع دو میں مشورہ وغیرہ کر

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَوَكِيلُ الْبَائِعِ إِذَا بَاعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ووكيل البائع إذا باع وكان هو الشفيع فلا شفعة له» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «ضَمِنَ الشَّفِيعُ الدَّرَكَ عَنِ الْبَائِعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ضمن الدرك عن البائع» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَوَكِيلُ الْمُشْتَرِي إِذَا ابْتَاعَ وَهُوَ الشَّفِيعُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ووكيل المشتري إذا ابتاع فله الشفعة» منقول ہے۔

لوں، اگر میرا ارادہ نہ بنا تو تین دن کے اندر اندر میں اس عقد کو کیا کر دوں گا؟ فسخ کر دوں گا بھئی۔ اس کو کیا کہتے تھے؟ خیار شرط۔ اور یہ کس نے رکھا؟ بائع نے۔ اور آپ نے مسئلہ پڑھا تھا بائع جب خیار شرط رکھتا ہے تو مبیعہ اس کی ملک سے نہیں نکلتا بھئی۔ مبیعہ اس کی ملک سے نہیں نکلتا، خیار شرط کے باب میں یہ بات تفصیلاً گزر چکی۔ اور مشتری جب خیار اپنے لیے رکھتا ہے تو پھر اس صورت میں مبیعہ بائع کی ملک سے نکل جاتا ہے۔ تو اب صورت یہ ہے کہ خیار بائع نے رکھا ہے، کس نے رکھا ہے؟ بائع نے، اور جب بائع نے خیار رکھا ہے تو مبیعہ اس کی ملک سے نہیں نکلا، جب مبیعہ اس کی ملک سے نہیں نکلا ابھی تو ساتھ والا ابھی شفعہ بھی نہیں کر سکتا۔ ہاں وہ شفعہ کب کر سکتا ہے؟ جب یہ اپنے خیار کو ساقط کر دے کہ بس بھئی ٹھیک ہے بیع تام ہو گئی بھئی میں بیع کو فسخ نہیں کرتا۔ تو جب بیع تام ہو جائے گی، یہ اپنے خیار کو ساقط کر دے گا اب مبیعہ اس کی ملک سے نکلا اور کس کی ملک میں داخل ہو گیا؟ مشتری کی ملک میں، تو اب کیا کر سکتا ہے کوئی شفیع؟ شفعہ کر سکتا ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ وَمَنْ بَاعَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ اور جس نے بیچا کسی زمین کو بھئی خیار شرط کے ساتھ یعنی بائع نے رکھا ہے فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ تو شفیع کے لیے شفعہ نہیں ہے۔ فَإِنْ أَسْقَطَ الْبَائِعُ الْخِيَارَ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ اور اگر ساقط کر دیا بائع نے اپنے خیار کو وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ أَيْ ثَبَتَتِ الشُّفْعَةُ شفعہ کیا ہو جائے گا؟ ثابت، واجب نہیں ہو گا کیونکہ میں نے بتلایا تھا شفعہ کرنا کوئی واجب نہیں ہے مرضی ہے انسان کرے یا نہ کرے، تو شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ وَإِنِ اشْتَرٰى بِشَرْطِ الْخِيَارِ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ اور اگر کسی نے خرید اخیار شرط کے ساتھ تو شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ خیار شرط کس نے رکھا؟ مشتری نے، اور مشتری جب خیار شرط رکھے تو مبیعہ بائع کی ملک سے نکل جاتا ہے تو لہٰذا اب شفعہ ثابت ہو جائے گا۔

وَمَنِ ابْتَاعَ دَارًا شِرَاءً فَاسِدًا فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا۔ بھئی بیع کے اندر کسی نے مثلاً کوئی ایسی شرط لگا دی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے، آپ نے پڑھا ہے ایسی صورت میں بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کو مکان بیچا کہ میں یہ مکان آپ کو بیچتا ہوں اتنے لاکھ میں مگر شرط یہ ہے کہ تین مہینے تک میں اس میں رہوں گا، جب تک مجھے اگلا مکان نہیں مل جاتا اس وقت تک میں اس کے اندر رہوں گا، تو دوسرا قبول کر لیتا ہے مولانا۔ تو یہ بیع کون سی بیع ہو گئی؟ بیع فاسد ہو گئی کیونکہ ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے بھئی، عقد تو چاہتا ہے کہ فوراً مکان کیا کرو؟ اس کے حوالے کرو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لہٰذا یہ عقد درست نہیں ہے۔ لوگ عموماً اس طرح بیع کرتے ہیں بھئی کہ جب تک ہمیں مکان نہیں ملتا ہم اس وقت تک اسی کے اندر رہیں گے۔ یہ شرط نہ لگاؤ عقد میں، ویسے بعد میں اجازت لے لو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ مکان میں آپ کے ہاتھ اتنے لاکھ میں بیچتا ہوں، وہ کہتا ہے میں قبول کرتا ہوں، بعد میں کہتا ہے بھئی اگر آپ اجازت دیں تو میں نیا مکان ملنے تک اس میں رہ لوں، وہ اجازت دے دیتا ہے پھر تو ٹھیک ہو گیا بھئی، لیکن اگر شرط لگا دی عقد کے اندر تو یہ عقد فاسد ہو جائے گا۔ اور آپ نے پڑھا ہے بھئی بیع فاسد کا کیا حکم ہے؟ مشتری مبیعہ کا مالک کب بنتا ہے؟ جب مشتری مبیعہ پر قبضہ کر لیتا ہے مالک کی اجازت سے تو اب کیا بن جاتا ہے؟ مالک۔ لیکن یہ ہے بیع فاسد، اور بیع فاسد کا کیا حکم بتلایا تھا میں نے؟ اس کو توڑنا ضروری ہے، دونوں پر واجب ہے اس کو فسخ کریں بھئی، شریعت نے اس قسم کی بیع سے منع کیا ہے تو لہٰذا دونوں پر ضروری ہے کہ اس عقد کو فسخ کریں بھئی۔ اور یہ بھی آپ نے پڑھا تھا بیع فاسد کے اندر ثمن نہیں آیا کرتے بلکہ کیا آتی ہے؟ قیمت آیا کرتی ہے بھئی۔ اگر واپسی ممکن نہ رہے تو پھر کیا کرنا پڑتی ہے؟ قیمت دینی پڑتی ہے۔ تو لہٰذا اولاً تو یہ ضروری ہے کہ اسی بیع کو توڑیں، فسخ کریں، چیز واپس کریں بھئی، اور اگر بیع کو توڑنا ممکن نہیں رہتا تو پھر اس صورت میں مشتری کو ثمن نہیں دینے پڑیں گے بلکہ قیمت دینا پڑے گی بھئی۔

اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کو مکان بیچا اور بیچا بھی بیع فاسد کے ساتھ بھئی، تو کیا شفیع شفعہ کر سکتا ہے یا شفعہ نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں بھئی شفیع شفعہ نہیں کر سکتا بھئی، اس لیے کہ اس بیع کو شرعاً کیا کرنا ضروری ہے؟ فسخ کرنا ضروری ہے بھئی، تو احتمال ہے ان دونوں کو پتہ لگ جائے کہ ہم نے اس میں یہ غلطی کی ہے جس کی وجہ سے بیع فاسد ہو چکی ہے اب ہمیں بیع کو کیا کر دینا چاہیے؟ فسخ، تو فسخ کا احتمال ہے لہٰذا شفعہ نہیں۔ اگر شفعہ ہم ثابت کر دیتے ہیں تو شفعہ کے ذریعے تو وہ عقد پختہ ہو جائے گا مولانا۔ کیا ہو جائے گا؟ پختہ، لہٰذا جائز نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس عقد کو تو پختہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ کیا کرنا چاہیے؟ توڑنا چاہیے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ وَمَنِ ابْتَاعَ دَارًا شِرَاءً فَاسِدًا اور جس نے کوئی گھر خریدا بیع فاسد کے ساتھ، شرائِ فاسد کے ساتھ فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا تو اس میں شفعہ جائز نہیں ہے۔ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْفَسْخُ اور دونوں عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لیے فسخ کا حق ہے۔ فَإِنْ سَقَطَ الْفَسْخُ وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ پس اگر فسخ ساقط ہو جائے تو شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ فسخ کیا ہو جائے؟ ساقط ہو جائے، مثلاً مشتری نے، بھئی اس مکان کو تو بیع کو فسخ کرنا اور مکان کو واپس کرنا ضروری تھا لیکن مشتری نے اس میں ایک عمارت تعمیر کر لی۔ جب عمارت تعمیر کر لی اب کیا ہوا؟ اب فسخ نہیں کر سکتا مولانا، فسخ کیا ہو گیا؟ ساقط ہو گیا جب عمارت تعمیر کر لی۔ اور جب فسخ ساقط ہوا تو اب کیا ہو جائے گا شفعہ کا حق؟ ثابت۔ بھئی پہلے تو شفعہ کا حق نہیں تھا، کیوں نہیں تھا شفعہ کا حق؟ کیونکہ فسخ کا احتمال تھا، اور اب فسخ کا احتمال ہے؟ نہیں، فسخ تو ساقط ہو گیا اس نے عمارت بنالی اس کے اندر تو اب کیا ثابت ہو جائے گا؟

شفعہ ثابت ہو جائے گا، اب شفعہ کر سکتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ سَقَطَ الْفَسْخُ پس اگر فسخ ساقط ہو جائے وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ تو شفعہ ثابت ہو جائے گا۔

وَإِذَا اشْتَرَى الذِّمِّيُّ دَارًا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ وَشَفِيعُهَا ذِمِّيٌّ أَخَذَهَا بِمِثْلِ الْخَمْرِ وَقِيمَةِ الْخِنْزِيرِ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: ایک ذمی نے یعنی ایسا کافر جو مسلمانوں کے وطن میں رہتا ہے بھئی، دارالاسلام میں رہتا ہے، اس نے دوسرے ذمی سے، دوسرے کافر سے کوئی زمین خریدی اور بدلے میں شراب عوض کے طور پر دی بھئی۔ عوض کے طور پر کیا دی؟ شراب، یا عوض کے طور پر کیا دیا؟ خنزیر دیا بھئی۔ اب اسی زمین پر ایک دوسرا ذمی وہ شفعہ کرتا ہے تو وہ شفعہ میں کیا چیز دے گا، کس طرح لے گا اس سے زمین؟ کہتے ہیں بھئی دیکھیے ہم آپ کو پہلے سے ضابطہ بتلا چکے ہیں کہ ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں کیا دینا پڑتا ہے؟ ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں مثل دینا پڑتا ہے، وہی چیز دینا پڑتی ہے، اور ذَوَاتُ الْقِيَمِ کے اندر قیمت۔ جن چیزوں کا مثل ممکن ہے ان میں مثل دینا پڑے گا۔ آپ نے تعریف نہیں پڑھی تھی بھئی؟ کیا تعریف کی تھی شفعہ کی؟ الشُّفْعَةُ هِيَ تَمَلُّكُ عَقَارٍ عَلَى مُشْتَرِيهِ جَبْرًا بِمِثْلِ ثَمَنِهِ، اس کے ثمن کا کیا دینا پڑے گا؟ مثل دینا پڑے گا۔ تو جہاں مثل ممکن ہو گا وہاں مثل دے کر زمین لی جائے گی شفعہ کے ذریعے اور جہاں مثل ممکن نہ ہو، مثل صوری، تو وہاں پر کیا دیا جائے گا؟ وہاں قیمت دی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اب شراب کس میں سے ہے؟ شراب کا مثل ممکن ہے یا ممکن نہیں؟ ایک آدمی کے پاس شراب ہے وہ کسی سے ضائع ہوئی کافر سے، دوسرے کافر کے لیے ممکن ہے یا ممکن نہیں ہے کہ ویسی شراب اس کو لا کر دے دے؟ ممکن ہے، تو شراب تو ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں سے ہے یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔ اور خنزیر کس میں سے ہے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے۔ بھئی آپ نے پڑھا تھا یا نہیں یہ خنزیر کافروں کے لیے اسی طرح ہے جیسے مسلمان کے لیے بھیڑ بکری وغیرہ بھئی، تو بھیڑ بکری کے بارے میں آپ نے کیا پڑھا تھا یہ ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں سے ہے یا ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے ہے بھئی کیونکہ ایک بکری ہے تو دوسری اس جیسی تو مشکل ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ظاہری صفات اگر مل بھی جائیں باطنی صفات تو اس جیسی نہیں ہوں گی بھئی۔ تو لہٰذا شراب کس میں سے ہے؟ ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں سے، اور خنزیر کس میں سے ہے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے۔ لہٰذا ایک کافر نے دوسرے سے زمین خریدی شراب کے بدلے میں، تو اب اس کے ساتھ والا پڑوسی اس کا وہ بھی کافر ہے ذمی ہے وہ اس پر شفعہ کرتا ہے، تو جیسے شفعہ کا حق مسلمان کو ہے اسی طرح کافر کو بھی ہے بھئی، اب وہ زمین کو لینا چاہتا ہے شفعہ کے ذریعے تو کیا چیز دینا پڑے گی عوض میں؟ وہی مثل دینا پڑے گا، شراب ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں سے ہے تو جتنی شراب دے کر اس نے زمین لی تھی یہ بھی اتنی شراب دے کر زمین اس سے لے لے گا۔ لیکن اگر دوسرے نے زمین کس کے بدلے لی تھی؟ خنزیر کے بدلے میں، تو خنزیر تو کس میں سے ہے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے، اور وہاں پر لہٰذا اب خنزیر نہیں دینے پڑیں گے بلکہ ان کے برابر قیمت دے کر زمین کو لے لے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

لیکن اگر اس زمین کا شفیع مسلمان ہوا پھر کیا کریں گے؟ مسلمان اس زمین کو لینا چاہتا ہے جو ایک کافر نے دوسرے کافر سے، دوسرے ذمی سے خریدی ہے شراب کے بدلے یا خنزیر کے بدلے۔ کہتے ہیں بھئی مسلمان دونوں صورتوں میں، چاہے اس نے شراب کے بدلے خریدی ہو چاہے اس نے خنزیر کے بدلے خریدی ہو، دونوں صورتوں میں قیمت دے گا بھئی۔ بھئی خنزیر کے مسئلے میں تو کافر بھی کیا دیتا تھا دوسرے کو؟ قیمت ہی دیتا تھا، یہ شراب کے بدلے میں شراب کیوں نہیں دے گا؟ کیونکہ مسلمان کے لیے نہ تملیک خمر جائز ہے اور نہ تملک خمر جائز ہے، نہ وہ شراب کو خرید سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے، تو لہٰذا مسلمان کے لیے ممکن ہی نہ رہا شراب کا دینا تو اب وہاں پر بھی وہ کیا دے دے گا اس کی؟ قیمت دے کر زمین اس سے جبراً لے لے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ وَإِذَا اشْتَرَى الذِّمِّيُّ دَارًا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ اور جب خریدا کسی ذمی نے دَارًا کسی گھر کو بِخَمْرٍ شراب کے بدلے میں أَوْ خِنْزِيرٍ یا خنزیر کے بدلے میں وَشَفِيعُهَا ذِمِّيٌّ اس حال میں کہ اس گھر کا شفیع وہ بھی کون ہے بھئی؟ ذمی ہے أَخَذَهَا بِمِثْلِ الْخَمْرِ وَقِيمَةِ الْخِنْزِيرِ تو وہ لے لے گا اس گھر کو خمر کے مثل کے بدلے میں یعنی اسی کے مثل خمر دے کر وَقِيمَةِ الْخِنْزِيرِ اور خنزیر کی قیمت کے بدلے میں یعنی اس کے بدلے اس کی قیمت دے دے گا۔ وَإِنْ كَانَ شَفِيعُهَا مُسْلِمًا اور اگر اس گھر کا شفیع کوئی مسلمان تھا أَخَذَهَا بِقِيمَةِ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ تو وہ لے لے گا اس گھر کو شراب اور خنزیر کی قیمت کے بدلے میں، یعنی دونوں صورتوں میں کیا دے گا؟ قیمت دے گا۔

وَلَا شُفْعَةَ فِي الْهِبَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ بِعِوَضٍ مَشْرُوطٍ۔ بھئی کسی نے دوسرے کو اپنی زمین تحفے کے طور پر دے دی بھئی، ہدیے کے طور پر کہ بھئی فلاں میری ایک کوٹھی ہے وہ میں آپ کو دیتا ہوں بطور تحفہ کے۔ کیا اب اس پر شفعہ ہو سکتا ہے یا شفعہ نہیں ہو سکتا بھئی؟ اس پر شفعہ نہیں ہو سکتا بھئی یاد رکھیے۔ لیکن اگر اس نے ہبہ کے اندر کوئی شرط لگا دی کہ مجھے اس کا عوض دو گے: بھئی میں وہ کوٹھی آپ کو دیتا ہوں لیکن شرط ہے کہ یہ اپنی موٹر سائیکل مجھے دے دیں۔ تو بھئی یاد رکھو یہ بظاہر تو ہبہ ہے، لفظ تو کیا استعمال کر رہا ہے وہ؟ ہبہ، لیکن دراصل یہ بیع ہے بھئی۔ دراصل کیا ہے؟ بیع ہے معنی کے اعتبار سے دیکھا جائے، کیونکہ یہ اس کو دے رہا ہے کوٹھی یہ بھی مال ہے اور اس سے لے رہا ہے موٹر سائیکل اور وہ بھی کیا ہے؟ مال ہے، تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا

اور یہ کس کو کہتے ہیں؟ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ یہی تو بیع ہے، اور جب بھی بیع پائی جاتی ہے زمین وغیرہ عقار میں تو وہاں پڑوسی کو کس چیز کا حق حاصل ہو جاتا ہے؟ شفعہ کا حق مل جایا کرتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَلَا شُفْعَةَ فِي الْهِبَةِ اور شفعہ نہیں ہے ہبہ کے اندر إِلَّا أَنْ تَكُونَ بِعِوَضٍ مَشْرُوطٍ مگر یہ کہ وہ ہبہ ہو ایسے عوض کے بدلے میں مَشْرُوطٍ جس کی شرط لگائی گئی تھی۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ الشَّفِيعُ وَالْمُشْتَرِي فِي الثَّمَنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي. صورت مسئلہ یہ بھئی: زید کے ساتھ والی زمین بکی، زید نے اس پر شفعہ کر دیا۔ اب اختلاف آیا مولانا زید کا اور مشتری کا، زید ہے شفیع۔ زید کہتا ہے کہ تم نے یہ زمین دس لاکھ میں خریدی ہے بھئی۔ مشتری کہتا ہے نہیں بھئی یہ زمین میں نے بارہ لاکھ کی خریدی ہے اور تم نے شفعہ کیا ہے تو لاؤ بارہ لاکھ دو بھئی۔ زید کہتا ہے نہیں تم نے کتنے میں خریدی؟ دس لاکھ میں۔ تو اختلاف کن دو کے درمیان آیا بھئی؟ شفیع اور مشتری کے درمیان آیا ثمن کے اندر بھئی۔ تو یاد رکھیے اس صورت میں مدعی جو ہے وہ شفیع ہو گا اور منکر کون ہو گا؟ مشتری منکر ہو گا بھئی۔ کیونکہ ضابطہ یاد ہے بھئی؟ کیا ضابطہ بتلایا تھا آپ کو؟ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ، حدیث ہے سمجھ میں آیا بھئی؟ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي مدعی کے ذمے بینہ ہے وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ اور منکر کے ذمے کیا ہے؟ قسم ہے بھئی۔ تو اب دیکھیے اس صورت میں کس کو میں نے بنایا مدعی؟ شفیع کو، اس لیے کہ شفیع دعویٰ کر رہا ہے کہ میں اس گھر کا مستحق ہوں اقل ثمن دے کر۔ شفیع نے کہا کتنے لاکھ میں لیا ہے آپ نے؟ دس لاکھ میں، اور مشتری کیا کہتا ہے میں نے کتنے میں لیا ہے؟ بارہ لاکھ میں۔ سمجھ میں آیا؟ تو شفیع کہنا یہ چاہتا ہے کہ یہ جو تھوڑے ثمن ہیں جو میں بیان کر رہا ہوں اس کے بدلے میں میں اس گھر کا مستحق ہوں اور مشتری کیا کر رہا ہے اس کا؟ انکار۔ تو مدعی کون ہوا؟ شفیع، اور منکر کون ہوا؟ مشتری۔ تو بینہ کس کا قبول کیا جاتا ہے؟ بھئی آپ قاضی ہیں آپ کے پاس دو آدمی آجائیں بھئی ان کا آپس میں جھگڑا ہے اور دونوں اپنے گواہ بھی بنا کر لے آتے ہیں بھئی، تو اب آپ کس کے گواہ قبول کریں گے؟ مدعی کے بھئی گواہ لیے جاتے ہیں اس سے قسم وغیرہ نہیں لی جاتی، اور قسم کس کی ہوتی ہے؟ مدعیٰ علیہ یعنی منکر کی قسم ہوتی ہے مدعی کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں۔ تو یہاں پر بھی اب مدعی کون ہوا؟ شفیع، لہٰذا اگر بینہ لے آئے تو کس کا بینہ قبول کیا جائے گا؟ شفیع کا، اور اگر قسم تک نوبت پہنچتی ہے بھئی کسی کے پاس بھی بینہ نہیں ہے اور دونوں قسم کھانے پر تیار ہیں تو کس کی قسم کا اعتبار ہو گا؟ منکر کا، منکر کون ہے یہاں پر؟ مشتری ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ شفیع کہتا ہے میں اس گھر کا حقدار ہوں کم پیسوں کے بدلے میں اور مشتری اس کا کیا کر رہا ہے؟ انکار کر رہا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا اخْتَلَفَ الشَّفِيعُ وَالْمُشْتَرِي فِي الثَّمَنِ اور اگر اختلاف کیا شفیع اور مشتری نے ثمن کے اندر فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي تو قول کس کا معتبر ہے؟ مشتری کا قول کیونکہ مشتری کون ہے؟ انکار کرنے والا۔ فَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ، دیکھو تثنیہ کا صیغہ ہے فَإِنْ أَقَامَا اگر دونوں نے قائم کر دیا، کیا چیز قائم کی؟ الْبَيِّنَةَ بینہ قائم کر دی، کس نے بھئی؟ شفیع نے بھی اور مشتری نے بھی، دونوں گواہ لے کر آگئے تو کہتے ہیں فَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الشَّفِيعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ تو بینہ جو ہے وہ شفیع کا معتبر ہے کس کے نزدیک؟ طرفین رَحِمَهُمَا اللهُ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ الْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُشْتَرِي جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشتری کا بینہ قبول کیا جائے گا بھئی۔ کس کا؟ مشتری کا۔ کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ شفیع کیا کہہ رہا ہے؟ مثلاً کتنے میں یہ مکان خریدا ہے آپ نے؟ دس لاکھ میں، اور مشتری کیا کہہ رہا ہے؟ بارہ لاکھ میں خریدا ہے۔ معلوم ہوا دس لاکھ تو مشتری بھی تسلیم کر رہا ہے، شفیع نے کتنے کا دعویٰ کیا؟ دس لاکھ، مشتری بھی کیا کر رہا ہے اس دس لاکھ کو؟ تسلیم کر رہا ہے کوئی اس کا انکار کر رہا ہے؟ نہیں، ہاں دو لاکھ اوپر زیادہ ثابت کر رہا ہے، دو لاکھ زیادہ کا وہ دعویٰ کر رہا ہے اور شفیع اس زائد کا انکار کر رہا ہے، تو لہٰذا یہ ہوا مدعی اور وہ ہوا منکر۔ مشتری کیا کر رہا ہے؟ دو لاکھ روپے زیادہ کا مدعی ہے اور شفیع کیا ہے اس زیادت کا؟ منکر ہے، اور بینہ کس کا قبول کیا جاتا ہے؟ مدعی کا، تو یہاں زیادت کا مدعی کون ہے؟ مشتری، لہٰذا اس کا بینہ قبول کیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ الْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُشْتَرِي کہ بینہ وہ مشتری کا قبول کیا جائے گا۔

وَإِذَا ادَّعَى الْمُشْتَرِي ثَمَنًا أَكْثَرَ وَادَّعَى الْبَائِعُ أَقَلَّ مِنْهُ وَلَمْ يَقْبِضِ الثَّمَنَ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِمَا قَالَ الْبَائِعُ. صورت مسئلہ یہ بھئی کہ ایک زمین بکی، پڑوسی نے اس پر شفعہ کر دیا اور قاضی کے پاس مسئلہ پہنچا۔ قاضی صاحب کے پاس اب کیا کرتا ہے؟ مشتری کہتا ہے، جو خریدار تھا وہ کہتا ہے قاضی صاحب یہ زمین میں نے پندرہ لاکھ میں خریدی ہے۔ بائع کہتا ہے نہیں قاضی صاحب اس نے دس لاکھ میں خریدی ہے۔ اختلاف کن دو کے درمیان آیا؟ شفیع کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بائع اور مشتری میں اختلاف آگیا۔ بائع کہتا ہے میں نے یہ زمین کتنے میں بیچی؟ تھوڑے پیسوں میں، اور مشتری کیا کہتا ہے میں نے زیادہ پیسوں میں خریدی ہے۔ تو اب کس کا قول معتبر ہے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اس صورت میں ہم یہ دیکھیں گے کہ بائع نے پیسے وصول کر لیے ہیں یا پیسے وصول نہیں کیے، دونوں صورتوں میں مسئلہ مختلف ہو گا۔ اگر بائع نے ابھی تک پیسے وصول نہیں کیے تو اس صورت میں بائع کا قول معتبر ہے بھئی۔ کس کا قول

معتبر ہے؟ بائع کا قول معتبر ہے۔ اور اگر بائع پیسے وصول کر چکا ہے، اب کہہ رہا ہے میں نے دس لاکھ میں بیچی ہے مشتری کہہ رہا ہے نہیں میں نے تو پندرہ لاکھ میں خریدی ہے، تو اب بائع کے قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسے درمیان میں بولنے کا حق ہی نہیں ہے، اب مقدمہ صرف کس کے درمیان ہے؟ شفیع اور مشتری کے درمیان، لہٰذا بائع کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

صورت سمجھ میں آئی؟ اختلاف کن دو کے درمیان آیا؟ بائع اور مشتری کے درمیان۔ بائع کیا کہتا ہے میں نے یہ زمین مثلاً تھوڑے پیسوں میں بیچی ہے اور مشتری کیا کہتا ہے نہیں میں نے تو زیادہ پیسوں میں خریدی ہے۔ اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھ لو کہ بائع پیسے وصول کر چکا ہے یا وصول نہیں کیے اس نے۔ اگر اس نے ابھی تک پیسے وصول نہیں کیے تو اب بائع کا قول معتبر ہو گا اور جتنے پیسے وہ کہہ رہا ہے اتنے کے بدلے اس سے زمین لے لی جائے گی۔ بھئی اس نے ابھی پیسے نہیں وصول کیے مشتری سے بھی نہیں لیے، مشتری کہہ رہا ہے تم نے یہ زمین مجھے پندرہ لاکھ کی بیچی ہے، بائع کہتا ہے نہیں میں نے تو کتنے میں بیچی ہے؟ دس لاکھ میں۔ اب معلوم ہوا ابھی اس نے پیسے وصول نہیں کیے، اس کا مطلب ہے یہ پانچ لاکھ اس کو معاف کر دیے اس نے۔ یا تو بائع کی بات صحیح ہے واقعی اس نے بیچی ہی کتنے میں ہے؟ دس لاکھ میں۔ اگر اس نے دس لاکھ میں نہیں بھی بیچی کتنے میں بیچی ہے؟ پندرہ میں، مشتری کی بات ہی ہم تسلیم کر لیں پھر بھی جب یہ کہہ رہا ہے میں نے دس لاکھ میں بیچی اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پانچ لاکھ کیا کر چکا ہے؟ کم کر دیے اس نے، پانچ لاکھ کیا کر دیے ہیں اس میں؟ خود ہی ثمن میں کمی کر دی ہے، اور بائع کا حق ہے وہ کیا کر سکتا ہے ثمن کے اندر کمی؟ اس کی اپنی چیز تھی وہ جتنے میں مرضی بیچے وہ کمی کر سکتا ہے بھئی۔ تو اس نے کمی کر دی ہے تو لہٰذا اب اس کمی کی وجہ سے شفیع کے حق میں بھی کیا ہو جائیں گے؟ ثمن کم ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ پیسے وصول کر چکا ہے بائع، جب پیسے اس نے وصول کر لیے تو اب تو مقدمہ کن دو کے درمیان رہ گیا؟ شفیع اور مشتری کے درمیان، بائع تو اپنا حصہ لے کر اجنبی ہو چکا ہے بھئی، وہ تو اب یہاں فریق مخالف ہے ہی نہیں تو اس کی بات کا کوئی اعتبار بھی نہیں۔ اب مقدمہ صرف کس کے درمیان ہے؟ مشتری اور شفیع کے درمیان، تو اب مشتری کی بات کو سنا جائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا ادَّعَى الْمُشْتَرِي ثَمَنًا أَكْثَرَ اور جب دعویٰ کیا مشتری نے زیادہ ثمن کا وَادَّعَى الْبَائِعُ أَقَلَّ مِنْهُ اور بائع نے اس سے کم ثمن کا دعویٰ کیا وَلَمْ يَقْبِضِ الثَّمَنَ اور حال یہ ہے کہ بائع نے ابھی ثمن پر قبضہ بھی نہیں کیا أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِمَا قَالَ الْبَائِعُ تو لے لے گا اسے شفیع وہ جو بائع کا قول ہے اس کے ساتھ لے لے گا یعنی جتنے بائع کہہ رہا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ وَكَانَ ذٰلِكَ حَطًّا عَنِ الْمُشْتَرِي اور یہ کمی ہو گی مشتری سے بھئی۔ حَطٌّ کا معنی مٹانا، کم کرنا۔ معلوم ہوا بھئی بائع نے کیا کر دیا؟ ابھی پیسوں پر قبضہ نہیں کیا اور کہہ رہا ہے کم پیسوں میں بیچی ہے، معلوم ہوا اس نے مشتری سے کیا کر دی؟ پیسوں میں، ثمن میں کمی کر دی بھئی۔ وَإِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ اور اگر وہ ثمن پر قبضہ کر چکا ہے یعنی بائع ثمن اگر وصول کر چکا ہے أَخَذَهَا بِمَا قَالَ الْمُشْتَرِي تو اس زمین کو، اس گھر کو کون لے لے گا بھئی؟ شفیع لے لے گا بِمَا قَالَ الْمُشْتَرِي مشتری کے قول کے ساتھ لے لے گا بھئی، وَلَمْ يُلْتَفَتْ إِلٰى قَوْلِ الْبَائِعِ اور توجہ نہیں کی جائے گی بائع کے قول کی طرف۔

وَإِذَا حَطَّ الْبَائِعُ عَنِ الْمُشْتَرِي بَعْضَ الثَّمَنِ يَسْقُطُ ذٰلِكَ عَنِ الشَّفِيعِ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی کہ بائع اگر ثمن میں کمی کرتا ہے تو شفیع بھی جتنی کمی کی ہے اس کم کے بدلے زمین کو لے لے گا۔ مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کو زمین بیچی بیس لاکھ میں۔ سمجھ میں آیا؟ تو کوئی شفیع اس پر شفعہ کرتا ہے تو وہ کتنے میں لے گا اس زمین کو؟ وہ بھی بیس لاکھ میں لے گا۔ لیکن بائع نے کیا کیا؟ بیچنے کے بعد مشتری سے کہا بھئی آپ نیک آدمی ہیں آپ یوں کریں بیس لاکھ کے بجائے مجھے کتنے دے دیں؟ دس لاکھ دے دیں، میں دس لاکھ کم کرتا ہوں آپ کے لیے۔ کہتے ہیں جتنے اس نے کم کیے ہیں شفیع کے لیے بھی ثمن میں اتنی کمی ہو جائے گی اور وہ بھی پھر کیا کرے گا؟ دس لاکھ میں ہی لے لے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا حَطَّ الْبَائِعُ عَنِ الْمُشْتَرِي بَعْضَ الثَّمَنِ يَسْقُطُ ذٰلِكَ عَنِ الشَّفِيعِ اور جب کمی کر دے بائع مشتری سے بعض ثمن کی يَسْقُطُ ذٰلِكَ عَنِ الشَّفِيعِ تو شفیع سے بھی کیا ہو جائے گا وہ؟ ساقط ہو جائے گا یعنی اس کے لیے بھی اتنی کمی ہو جائے گی۔

وَإِنْ حَطَّ عَنْهُ جَمِيعَ الثَّمَنِ لَمْ يَسْقُطْ عَنِ الشَّفِيعِ۔ اور اگر وہ کم کر دیتا ہے سارے ثمن تو پھر یہ شفیع سے ساقط نہیں ہوں گے۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی نے دوسرے کو اپنی زمین بیچی بیس لاکھ میں۔ عقد کتنے پر ہوا؟ بیس لاکھ پر۔ اب اس کو کہتا ہے چلو بھئی پیسے رہنے دو آپ ویسے ہی یہ ساری زمین لے جاؤ، میں نے سارے پیسے آپ کو کیا کر دیے؟ معاف کر دیے۔ تو کیا شفیع کے لیے بھی سارے پیسے معاف ہو جائیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اگر کچھ پیسے کم ہوں جتنے بھی کم ہو جائیں وہ شفیع کے لیے بھی کم ہوتے چلے جائیں گے، لیکن جب سارے پیسے معاف کر دیے جائیں تو اس صورت میں شفیع کے لیے سارے پیسے معاف نہیں ہوں گے بلکہ اس کو انہی پیسوں میں وہ زمین لینا پڑے گی جتنے کے اندر عقد ہوا تھا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ معنی ہے وَإِنْ حَطَّ عَنْهُ جَمِيعَ

الثَّمَنِ اور اگر اس سے کم کر دیے سارے پیسے تو لَمْ يَسْقُطْ عَنِ الشَّفِيعِ تو شفیع سے وہ ساقط نہیں ہوں گے۔ سمجھ میں آیا؟ شفیع سے ساقط نہیں ہوں گے بھئی۔

وَإِذَا زَادَ الْمُشْتَرِي لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ لَمْ تَلْزَمِ الزِّيَادَةُ لِلشَّفِيعِ۔ بھئی اوپر والے مسئلے میں آپ نے کیا پڑھا؟ شفیع سے سارے ثمن ساقط نہیں ہوں گے۔ کیوں نہیں ہوں گے؟ بھئی وجہ یہ کہ اس صورت میں تو اس کا حق شفعہ بھی ختم ہونے کا امکان ہے۔ کس طرح؟ کہ اس نے جب سارے پیسے معاف کر دیے تو وہ تو بیع کیا بن گئی؟ ہبہ بن گئی، اور ہبہ کے اندر آپ نے کیا پڑھا تھا شفعہ کا حق ہوتا ہے یا شفعہ کا حق نہیں ہوتا؟ شفعہ کا حق نہیں ہوتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو لہٰذا اس کو اتنے ہی پیسے دینے پڑیں گے جتنے میں عقد ہوا تھا۔ اور اگر اس کا عکس ہو مولانا: مشتری پیسے بڑھا دیتا ہے تو کیا شفیع کے لیے بھی پیسے بڑھ جائیں گے یا نہیں؟ مثلاً ایک آدمی نے دوسرے سے زمین خریدی بیس لاکھ روپے میں، لیکن پھر کہتا ہے کہ بھئی آپ کی زمین مجھے بڑی پسند آئی بھئی بڑی اعلیٰ زمین ہے، یہ لو بھئی بیس لاکھ کے بجائے آپ کتنے لے لو؟ میں تیس لاکھ دیتا ہوں آپ کو اس زمین کے۔ تو کیا شفیع بھی اب اس زمین کو تیس لاکھ میں لے گا؟ کہتے ہیں نہیں، شفیع اس کو جتنے میں عقد ہوا تھا اتنے ہی میں لے گا۔ کیوں بھئی اتنے میں کیوں لے گا؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ جب عقد ہوا تھوڑے پیسوں میں، تو عقد ہوتے ہی شفیع کو کیا مل گیا تھا؟ حق شفعہ، اور حق شفعہ کتنے میں ہے؟ بیس لاکھ میں مکان کو لینے کا حق اسے مل چکا ہے، اب کوئی اس کے اس حق کو باطل نہیں کر سکتا بھئی کہ یہ پیسے بڑھا کر اس کے اس حق کو باطل کرنا چاہتا ہے کہ بیس لاکھ کے عوض نہ لے بلکہ کتنے میں لینا پڑے اسے؟ تیس لاکھ میں، بھئی یہ درست نہیں۔ وَإِذَا زَادَ الْمُشْتَرِي لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ اور جب زیادہ کر دے مشتری بائع کے لیے ثمن میں لَمْ تَلْزَمِ الزِّيَادَةُ لِلشَّفِيعِ تو زیادتی لازم نہیں ہو گی شفیع کے لیے۔

معلوم ہوا ثمن میں کمی کی جائے یا ثمن میں زیادتی کی جائے: کمی کون کرتا ہے؟ بائع، زیادتی کون کرتا ہے ثمن میں؟ مشتری۔ تو ثمن میں چاہے کمی کی جائے چاہے ثمن میں زیادتی کی جائے دونوں صورتوں میں شفیع کو شفعہ کا حق ہوتا ہے تھوڑے پیسوں کے بدلے میں، جو تھوڑے ہوں گے ان کے بدلے لینے کا حق ہو گا بھئی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ کس کے بدلے لینے کا حق ہو گا؟ تھوڑے کے بدلے۔ مثلاً بائع نے بیچا تھا بیس لاکھ میں اور کم کتنے کر دیے اس نے؟ دس لاکھ کر دیے، تو بیس تھوڑے ہیں یا دس تھوڑے ہیں؟ دس، تو دس کے بدلے اس کو لینے کا حق مل گیا۔ اور دوسری صورت ہے ثمن کی زیادتی والی صورت: مشتری نے زمین خریدی کتنے کی؟ بیس لاکھ کی، لیکن بیس کے بجائے کتنے دے دیے؟ تیس لاکھ روپے دے دیے، تو تھوڑے کیا ہیں؟ بیس لاکھ، لہٰذا اس کو کتنے میں شفعہ کا حق ہے؟ بیس لاکھ میں یعنی اقل ثمن جو ہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِذَا اجْتَمَعَ الشُّفَعَاءُ فَالشُّفْعَةُ بَيْنَهُمْ عَلَى عَدَدِ رُؤُوسِهِمْ وَلَا يُعْتَبَرُ بِاخْتِلَافِ الْأَمْلَاكِ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: جب ایک زمین کے کئی شفیع اکٹھے ہو جائیں، بھئی جتنے پڑوسی ہوں گے سارے کو شفعہ کا حق ہو گا یا نہیں بھئی؟ ہو گا۔ ایک مکان بکا ہے اس کے دائیں طرف بھی ایک مکان ہے بائیں طرف بھی ایک مکان ہے پیچھے کی طرف بھی ایک مکان ہے تو تینوں پڑوسیوں کو شفعہ کا حق مل جاتا ہے۔ اسی طرح ایک زمین ہے اس کے اندر کئی شریک ہیں مولانا تو سارے شریکوں کو کس چیز کا حق مل جاتا ہے؟ شفعہ کا حق مل جاتا ہے۔ تو اب شفعہ کا حق کس طرح ملے گا؟ کیا اس میں تعداد کو دیکھا جائے گا یا ان کی ملکیت کو دیکھا جائے گا کہ جس کی ملکیت زیادہ ہے اس کا شفعہ کا حق بھی زیادہ ہے اور جس کی ملکیت تھوڑی ہے اسے تھوڑا حصہ ملے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ان کی تعداد کو دیکھا جائے گا بھئی۔ کس کو دیکھا جائے گا؟ تعداد کو دیکھا جائے گا ان کی ملکیت کا یہاں اعتبار نہیں ہے بھئی۔

دیکھو صورت مسئلہ یہ: میں نے، عمرو نے اور زید نے ہم تینوں نے پیسے ملا کر ایک زمین خریدی بھئی، مثلاً چھ کنال کا پلاٹ بھئی، تینوں نے پیسے ملائے اور کیا کیا؟ یہ چھ کنال زمین خرید لی بھئی۔ مثلاً یہ زمین ہمیں ملی چھتیس لاکھ میں اور پیسے ملائے تھے کتنے کتنے؟ مثلاً زید کے تھے چھ لاکھ، اور کون تھا میرے ساتھ شریک؟ عمرو، عمرو کے تھے بارہ لاکھ اور باقی پیسے تھے میرے بھئی۔ تو اب کتنے میں زمین خریدی؟ چھتیس لاکھ میں، اور کتنی جگہ ہے؟ چھ کنال۔ اب آپ بتائیے اس میں سے کون سے والا کنال میرا ہے اور کون کون سا ان کا ہے؟ کوئی تقسیم ہے؟ نہیں، بلکہ زمین کے ہر ہر حصے میں ہم سارے کیا ہیں؟ شریک ہیں، ابھی ہم نے تقسیم ہی نہیں کی بس پیسے ملائے اور زمین خرید لی۔ اب جب خرید لیا تو یہ زمین ہم تینوں کے درمیان مشترک ہوئی بھئی۔ اور کس کا کتنا حصہ ہے بھئی؟ زید کے کتنے پیسے تھے؟ چھ لاکھ، اور یہ زمین کتنی ہے؟ چھ کنال، تو ایک کنال کتنے کا بنتا ہے؟ چھ کے ساتھ چھتیس کو تقسیم کر دیں کتنا جواب آیا؟ چھ، معلوم ہوا ہر کنال چھ لاکھ کا ہے۔ تو معلوم ہوا زید کا اس ساری زمین میں کل کتنا حصہ نکلے گا؟ ایک کنال، ابھی ہم نے الگ نہیں کیا اکٹھا ہی ہے۔ اچھا عمرو کے کتنے پیسے تھے؟ بارہ لاکھ، اس کا کتنا حصہ بنے گا؟ دو کنال اس کے بنیں گے۔ اور باقی کتنا ہے؟ تین کنال، تو معلوم ہوا وہ میرا حصہ ہے لیکن ابھی ہم نے تقسیم نہیں کی۔ معلوم ہوا اس زمین کے

اندر میرا کتنے کنال حصہ بنے گا؟ تین کنال، اور کل زمین کتنی ہے؟ چھ کنال، معلوم ہوا نصف حصہ میرا۔ اچھا عمرو کا کتنا ہے؟ دو کنال، اور دو کنال چھ کنال کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ تیسرا حصہ، معلوم ہوا ثلث کس کا ہے؟ عمرو کا۔ اور زید کا کتنا بنتا ہے؟ ایک کنال، یہ چھ کنال کا کتنا حصہ بنے گا؟ چھٹا، سدس یعنی۔ معلوم ہوا میرا حصہ ہے نصف اور عمرو کا کتنا ہے؟ ثلث، اور زید کا کتنا ہے؟ سدس۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے؟

اب یہ زمین ہم نے خریدی ہے: نصف حصہ میرا، ثلث حصہ عمرو کا اور سدس کس کا؟ زید کا۔ اچھا اب جو عمرو تھا، عمرو کا کتنا حصہ تھا؟ ثلث۔ عمرو نے اپنا حصہ کسی کے ہاتھ بیچ دیا، کسی آدمی سے کہا بھئی اس زمین کے اندر میرا کتنا حصہ ہے؟ ثلث میرا حصہ ہے میں اپنا حصہ آپ کو فروخت کرتا ہوں بھئی، بارہ لاکھ مجھے دیں اب میرے بجائے آپ اس زمین میں شریک ہو جائیں۔ اس نے اپنا حصہ فروخت کر دیا۔ اب زمین میں کتنے شریک ہیں بھئی؟ ایک تو مشتری آگیا وہ بھی شریک ہو جائے گا، باقی ہم دو رہ گئے۔ تو ہم دونوں ہیں شریک اور شریک کو کس چیز کا حق ہوتا ہے؟ شفعہ کا حق ہوتا ہے، لہٰذا میں بھی شفعہ کرتا ہوں اور زید بھی کیا کر دیتا ہے؟ شفعہ کر دیتا ہے۔ تو اب کیا کیا جائے گا؟ دیکھا جائے تو میرا کتنا حصہ تھا زمین میں؟ نصف، اور زید کا کتنا تھا؟ سدس۔ اگر ہماری ملکیت کا اعتبار کیا جائے تو مجھے زیادہ حصہ ملنا چاہیے شفعہ میں اور زید کو کم بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دونوں کا حق برابر ہے لہٰذا دونوں میں زمین تقسیم ہو گی لیکن کتنی کتنی تقسیم ہو گی، کیا ملکیت کو دیکھا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ملکیت کو نہیں دیکھا جائے گا، احناف کے نزدیک ملکیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ شفعہ کا سبب یہاں کیا ہے کہ دونوں شریک ہیں، جب شریک ہیں شرکت میں دونوں برابر ہیں، جب برابر ہیں تو دونوں کو برابر برابر حصہ دے دیا جائے گا۔ میں نے بھی شفعہ کر دیا اور زید نے بھی شفعہ کر دیا تو اب مشتری کو اس کے پیسے بارہ لاکھ دے دیں گے ہم اور یہ زمین ہم دونوں میں برابر برابر تقسیم ہو گی۔ تو مشتری کو کل کتنے پیسے دینے ہیں؟ بارہ لاکھ، تو جب بارہ لاکھ دینے ہیں تو آدھے میں دے دوں گا اور آدھے وہ دے دے گا۔ اور مشتری کتنے حصے کا مالک بنا تھا، کتنا اس نے خریدا تھا؟ دو کنال خریدے تھے اس میں سے، تو دو کنال میں سے ایک کنال کس کا ہو جائے گا؟ میرا، اور ایک کنال کس کا ہو جائے گا؟ زید کا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ معلوم ہوا ملکیت کو نہیں دیکھا جائے گا شفعہ کے اندر بلکہ کس کو دیکھا جائے گا؟ تعداد کو دیکھا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں ملکیت کو دیکھا جائے گا، جس کی ملکیت زیادہ تھی اس کو زیادہ حصہ دیں گے اور جس کی ملکیت تھوڑی ہے اس کو تھوڑا۔ ہم کہتے ہیں نہیں ملکیت کو نہیں دیکھیں گے بلکہ کس کو دیکھیں گے؟ تعداد کو دیکھیں گے کیونکہ شفعہ کا حق دونوں کو برابر ہے بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا؟

وَإِذَا اجْتَمَعَ الشُّفَعَاءُ اور جب جمع ہو جائیں کئی شفیع یعنی ایک ہی زمین کے کئی شفیع جمع ہو جائیں، کئی لوگ اس پر شفعہ کر دیں فَالشُّفْعَةُ بَيْنَهُمْ عَلَى عَدَدِ رُؤُوسِهِمْ تو شفعہ ان کے بیچ ان کے سروں کی تعداد پر ہو گا یعنی ان کی تعداد کے بقدر ہو گا وَلَا يُعْتَبَرُ بِاخْتِلَافِ الْأَمْلَاكِ اور اعتبار نہیں کیا جائے گا ملکیتوں کے اختلاف کا۔

وَمَنِ اشْتَرَى دَارًا بِعَرْضٍ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِقِيمَتِهِ۔ بھئی شفعہ کی تعریف آپ نے کیا پڑھی تھی؟ کہ یہ مشتری سے لے لینا ہے زمین کو جبراً، کیا ادا کر کے؟ اس کے مثل ثمن۔ تو لہٰذا اگر مثل ممکن ہو گا تو مثل دے کر زمین لیں گے، اگر مثل ممکن نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے گا؟ قیمت دے دی جائے گی۔ بس یہی بات بتلانا چاہتے ہیں بھئی۔ اب لہٰذا ایک آدمی نے دوسرے کو زمین فروخت کی لیکن گندم کے بدلے فروخت کی، تو اگر کوئی شفیع اس پر شفعہ کرتا ہے تو اسے بھی بدلے میں کیا دینی پڑے گی؟ گندم، کیونکہ گندم کس میں سے ہے؟ مثلیات میں سے۔ مثلیات کتنی چیزیں ہیں، کیا بتلایا تھا میں نے؟ تین چیزیں ہیں مولانا: ایک مکیلات اور موزونات اور معدودات متقاربہ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ مثلیات یعنی اگر کسی نے گندم کے بدلے زمین لی ہے تو گندم کے بدلے ہی لے لے گا اس سے۔ یہ تو مکیلات کی مثال تھی، موزونات کی مثال بناؤ: چینی مثلاً وزن کی جاتی ہے، ایک آدمی نے دوسرے سے زمین خریدی اور بدلے میں کیا دی؟ چینی اور چینی موزونات میں سے ہے، یا بدلے میں دیا لوہا مثلاً بھئی لوہا بھی موزونات میں سے ہے، تو اب شفیع کو بھی کیا کرنا پڑے گا؟ وہی مثل دینا پڑے گا جب زمین کو لینا چاہے تو۔ اور اگر وہ زمین اس نے کس کے بدلے لی ہے؟ کسی سامان کے بدلے، مکیلات یا موزونات یا معدودات متقاربہ میں سے نہیں، کسی سامان کے بدلے لی ہے کوئی بھی سامان دے دیا جو مثلیات میں سے نہیں، تو پھر اس صورت میں اب کوئی شفیع اس زمین کو لینا چاہے تو کیا دینا پڑے گا بدلے میں؟ قیمت دینا پڑے گی۔ بس یہی بات بتلا رہے ہیں: وَمَنِ اشْتَرَى دَارًا بِعَرْضٍ اور جس نے خریدا کسی گھر کو سامان کے بدلے میں أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِقِيمَتِهِ تو لے لے گا شفیع اس کو اس کی قیمت کے بدلے میں، کیونکہ سامان کس میں سے ہے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے، مثلیات میں سے تو نہیں بھئی۔ وَإِنِ اشْتَرَاهَا بِمَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ أَخَذَهَا بِمِثْلِهِ اور اگر کسی نے خریدا اس گھر کو کسی مکیلی چیز کے بدلے میں یا وزنی چیز کے بدلے میں أَخَذَهَا بِمِثْلِهِ تو لے لے گا اس کو اس کے مثل کے بدلے میں، یعنی مکیلی کے بدلے ہے تو مکیلی دے دے گا موزون کے بدلے موزون۔

وَإِنْ بَاعَ عَقَارًا بِعَقَارٍ أَخَذَ الشَّفِيعُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقِيمَةِ الْآخَرِ۔ صورت مسئلہ یہ: میں نے زید سے ایک گھر خریدا، ایک کوٹھی خریدی

اور بدلے میں میں نے اسے پیسے نہیں دیے، کوئی سامان نہیں دیا، کوئی میلی یا موزونی چیز نہیں دی، بلکہ بدلے میں کیا کہا؟ بھئی کہ میری اسلام آباد میں ایک کوٹھی ہے وہ اس کے بدلے میں آپ لے لیں۔ تو میں نے اس سے لاہور والی کوٹھی خرید لی اور بدلے میں کیا دے دی؟ اسلام آباد والی کوٹھی بھئی، ہم دونوں کے درمیان عقد ہو گیا۔ اب کوئی شفیع شفعہ کر کے یہ لاہور والی کوٹھی لینا چاہتا ہے تو وہ کیا کرے گا؟ کہتے ہیں بھئی یہ کوٹھی میں نے خریدی ہے بھئی اور شفیع اس پر کیا کرنا چاہتا ہے؟ شفعہ، تو اب اس کا عوض دے گا یا عوض نہیں دے گا؟ عوض دے گا۔ اور میں نے اس کوٹھی کے بدلے کیا دیا تھا؟ اسلام آباد والا گھر، اسلام آباد کی کوٹھی دی تھی، تو وہ اس گھر کا عوض ہے اور اس کی قیمت لگالیں گے اور وہ مجھے دے دے گا اور یہ مجھ سے لے لے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اس لاہور والی کوٹھی کا عوض کیا تھا؟ اسلام آباد والی کوٹھی، اور اسلام آباد والی کوٹھی مثلیات میں سے ہے یا سامان کی طرح ایک چیز ہے جس کا مثل نہیں ملتا؟ مثل نہیں ہے مولانا، وہ ذَوَاتُ الْأَمْثَالِ میں سے ہے یا ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے ہے، جب ذَوَاتُ الْقِيَمِ کے بدلے کسی زمین کو خریدا جائے اور وہاں شفعہ کیا جاتا ہے تو پھر کیا دیا جاتا ہے؟ اس کی قیمت۔ تو لہٰذا یہ جو اس لاہور والی کوٹھی پر کوئی شفعہ کرتا ہے اور اس کو لینا چاہتا ہے تو اس کا عوض کیا چیز تھی؟ وہ کوٹھی تھی، تو اس کوٹھی کی قیمت لگالیں گے کتنے کی ہے وہ مجھے دے دے اور مجھ سے یہ کوٹھی شفعہ کے ذریعے لے لے۔

اچھا دوسری صورت: وہ اسلام آباد والی کوٹھی، کوئی شفعہ کرنا چاہتا ہے اس پر بھئی۔ وہ بھی تو مبیعہ ہے! یاد رکھو جب ایک طرف ہوں پیسے اور ایک طرف ہو سامان تو سامان ہر حال میں مبیعہ بنتا ہے اور پیسے ہر حال میں کیا بنتے ہیں؟ ثمن۔ اور جب دونوں طرف سامان ہو، میں نے آپ کو ایک موبائل دیا اور آپ سے ایک گھڑی لے لی، دونوں طرف سامان ہے تو دونوں چیزیں مِنْ وَجْهٍ مبیعہ ہیں اور مِنْ وَجْهٍ ثمن۔ یہ گھڑی بھی کیا ہے؟ مبیعہ، یہ موبائل بھی کیا ہے؟ مبیعہ۔ اور ثمن: یہ گھڑی بھی ثمن ہے اور وہ موبائل بھی کیا ہے؟ ثمن۔ تو بہر حال دونوں چیزیں مبیعہ بھی ہوتی ہیں ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو اور دوسرے لحاظ سے دیکھا جائے تو دونوں ثمن بھی ہوتی ہیں۔ تو اب بھئی وہ اسلام آباد والی کوٹھی پر کوئی کیا کرنا چاہتا ہے؟ شفعہ۔ تو وہ تو میں نے بطور ثمن کے دی تھی لیکن وہ مبیعہ ہے یا مبیعہ نہیں مِنْ وَجْهٍ بھئی؟ مِنْ وَجْهٍ وہ بھی مبیعہ ہے، تو معلوم ہوا اس کو بھی بیچا گیا ہے اور جب بیچا گیا ہے تو اس پر کیا کر سکتا ہے اس کا پڑوسی؟ شفعہ کر سکتا ہے۔ اب وہ شفعہ کر کے اس کو لینا چاہتا ہے تو کیا کرے گا؟ اس کو مبیعہ بناؤ تو اس کے ثمن کیا بنے؟ لاہور والی کوٹھی، تو وہ اگر کوئی لینا چاہتا ہے تو لاہور والی کوٹھی کی قیمت لگائی جائے گی اور وہ دے کر وہ کوٹھی لے لے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اتفاق کی بات ہے میں نے کسی سے یہ لاہور والی کوٹھی خریدی تھی اور اسے بدلے میں کون سی دی؟ اسلام آباد والی۔ اتفاق سے زید ایک شخص ہے اس کا اس کوٹھی کے ساتھ بھی پلاٹ تھا اس کوٹھی کے ساتھ بھی پلاٹ تھا، وہ دونوں پر شفعہ کر دیتا ہے۔ اب کیا کرے گا؟ لاہور والی کوٹھی کے بدلے کون سے پیسے دے گا؟ اسلام آباد والی کوٹھی کے، اور اسلام آباد والی کوٹھی کے بدلے کون سے پیسے دے دے گا؟ لاہور والی کوٹھی کے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو چاہے ایک میں شفعہ ہو یہ بھی ہو سکتا ہے، چاہے دونوں کے اندر شفعہ ہو جائے یہ بھی ہو سکتا ہے، ایک ہی آدمی دونوں میں کر دے جب کہ دونوں طرف اس کی زمین ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ بَاعَ عَقَارًا بِعَقَارٍ اور اگر کسی نے بیچا بھئی غیر منقولی چیز کے بدلے یعنی جائیداد کے بدلے جائیداد کو أَخَذَ الشَّفِيعُ تو لے لے گا شفعہ کرنے والا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ان میں سے ہر ایک کو بِقِيمَةِ الْآخَرِ دوسرے کی قیمت کے بدلے میں۔

وَإِذَا بَلَغَ الشَّفِيعَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَلْفٍ فَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ. صورت مسئلہ یہ بھئی: میرے گھر کے ساتھ والی کوٹھی بکی اور مجھے اطلاع ملی کہ آپ کے ساتھ والا گھر دس لاکھ میں فروخت ہو گیا ہے۔ میں نے شفعہ چھوڑ دیا کہ میں شفعہ نہیں کرتا یہ تو بڑے زیادہ پیسے ہیں دس لاکھ۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ گھر دس لاکھ میں نہیں بکا بلکہ بارہ لاکھ میں بکا ہے۔ تو کیا اب مجھے شفعہ کا حق ہو گا یا نہیں ہو گا بھئی؟ معلوم ہوا مجھے وہ جو پہلی خبر ملی تھی وہ غلط ملی تھی، تو اب مجھے شفعہ کا حق ہو گا یا شفعہ کا حق نہیں ہو گا بھئی؟ اب بھی نہیں ہو گا مولانا۔ کیوں؟ بھئی جب میں دس میں نہیں لے رہا تھا، شفعہ نہیں کر رہا تھا تو بارہ میں تو بطریق اولیٰ نہیں لوں گا۔ ہاں اگر مجھے یہ اطلاع ملی، مجھے تو اطلاع ملی تھی کتنے میں بکا ہے وہ؟ دس لاکھ میں، لیکن پتہ چلا وہ تو ساڑھے نو لاکھ میں بکا ہے، وہ گھر ساڑھے نو لاکھ میں بکا ہے تو اب فوراً مجھے کیا حق حاصل ہو جائے گا؟ شفعہ کا، کیونکہ میں نے تو دس لاکھ پر شفعہ چھوڑا ہے ہو سکتا ہے ساڑھے نو لاکھ پر میرا ارادہ بن جائے۔ تو اقل ثمن اگر پتہ لگے، پہلے خبر ملی تھی زیادہ ثمن کی اور اب کتنے کی ملی؟ کم کی، تو اس صورت میں کیا کر سکتا ہے؟ شفیع اگرچہ پہلے شفعہ چھوڑ چکا ہے لیکن اب دوبارہ اسے کیا مل جائے گا؟ شفعہ کا حق مل جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

دوسری صورت: مجھے پتہ چلا میرے ساتھ والا گھر دس لاکھ میں بکا ہے، میں نے شفعہ چھوڑ دیا۔ پھر مجھے پتہ چلا نہیں بھئی آپ کو خبر پوری نہیں ملی، آپ کے ساتھ والا گھر دس لاکھ روپے میں نہیں بکا بلکہ دس لاکھ روپے کی گندم کے بدلے بکا ہے، دس لاکھ کی جتنی گندم آتی ہے اس کے بدلے میں بکا ہے۔ اور جب مجھے پہلے خبر ملی تھی کہ دس لاکھ روپے میں بکا ہے میں نے شفعہ چھوڑ دیا تھا، اب مجھے پتہ چلا دس لاکھ روپے میں نہیں بکا بلکہ دس لاکھ روپے کی گندم کے بدلے میں بکا

ہے، کیا اب مجھے شفعہ کا حق حاصل ہو گا یا نہیں؟ معلوم ہوا پہلی خبر صحیح نہیں تھی، کہتے ہیں اب شفیع کو شفعہ کا حق مل جائے گا وہاں۔ معلوم ہوا پہلی خبر صحیح نہیں تھی۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے، دس لاکھ روپے پر تو یہ راضی نہیں تھا اور اب اتنے ہی کی گندم ہے تو بات تو وہی ہے تو اب پھر کیوں اسے شفعہ کا حق مل گیا؟ کہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ پہلے پتہ چلا تھا پیسوں کا، ہو سکتا ہے بھئی ایک آدمی کے پاس پیسے اتنے نہ ہوں اس وجہ سے وہ کیا کر دیتا ہے؟ شفعہ کرتا ہی نہیں، لیکن اب پتہ چلا کہ پیسے نہیں ہیں بلکہ اس کے بدلے تو گندم ہے تو ہو سکتا ہے اس کے پاس اتنی گندم موجود ہو۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اب اسے شفعہ کا حق مل جائے گا بھئی۔

بھئی مجھے پتہ چلا کہ میرے ساتھ والا گھر کتنے میں بکا ہے؟ دس لاکھ روپے میں بکا ہے، میں نے شفعہ چھوڑ دیا نہیں بھئی میں شفعہ نہیں کرتا۔ پھر مجھے اطلاع ملی بعد میں کہ نہیں بھئی آپ کو خبر صحیح نہیں ملی تھی، گھر تو واقعی بکا ہے لیکن دس لاکھ روپے میں نہیں بکا بارہ لاکھ روپے کی گندم کے بدلے بکا ہے۔ تو کیا اب پھر شفیع کو شفعہ کا حق حاصل ہو گا یا شفعہ کا حق حاصل نہیں ہو گا بھئی؟ اب ہو گا۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے اب تو زیادہ کی چیز کا پتہ لگا، پہلے کم پیسے تھے اور اب تو زیادہ کی چیز ہے؟ کہتے ہیں بھئی پہلے تو پتہ صرف پیسوں کا لگا تھا اور اب پتہ لگا کہ پیسے عوض نہیں ہیں بلکہ گندم یا کوئی اور چیز اس کے عوض ہے، وہ چاہے زیادہ کی ہی کیوں نہ ہو، ہو سکتا ہے اس شفیع کے پاس ہو وہ چیز۔ اس نے کس لیے چھوڑا ہو پہلے شفعہ کو؟ کہ دس لاکھ نہیں تھے، اور گندم ہو سکتا ہے اس کے پاس ہو تو لہٰذا اس وجہ سے اس نے چھوڑا تھا اسے پھر شفعہ کا حق مل جائے گا بھئی۔

وَإِذَا بَلَغَ الشَّفِيعَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَلْفٍ اور جب پہنچی شفیع کو یہ بات کہ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَلْفٍ کہ وہ گھر بیچا گیا ہے ایک ہزار کے عوض میں فَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، ثُمَّ عَلِمَ پھر اسے معلوم ہوا کہ أَنَّهَا بِيعَتْ بِأَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ کہ وہ گھر بیچا گیا ہے اس سے تھوڑے پیسوں میں أَوْ بِحِنْطَةٍ أَوْ شَعِيرٍ قِيمَتُهَا أَلْفٌ أَوْ أَكْثَرُ یا اسے پتہ چلا کہ وہ گھر تو بیچا گیا ہے گندم کے بدلے میں أَوْ شَعِيرٍ یا کس کے بدلے میں؟ جو کے بدلے میں، ایسی گندم یا ایسی جو قِيمَتُهَا أَلْفٌ أَوْ أَكْثَرُ کہ اس کی قیمت کتنی ہے؟ ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ ہے فَتَسْلِيمُهُ بَاطِلٌ تو اس کا شفعہ کو چھوڑنا باطل ہوا، اس کا شفعہ کا چھوڑنا باطل ہے وَلَهُ الشُّفْعَةُ اور اسے کیا حق ہو گا؟ شفعہ کا حق ہو گا بھئی۔

وَإِنْ بَانَ أَنَّهَا بِيعَتْ بِدَنَانِيرَ قِيمَتُهَا أَلْفٌ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ۔ اور اگر یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ گھر بیچا گیا ہے بِدَنَانِيرَ کس کے بدلے میں؟ درہم کے بدلے میں نہیں بلکہ دیناروں کے بدلے میں بیچا گیا ہے، اشرفیوں کے بدلے قِيمَتُهَا أَلْفٌ جن کی قیمت کتنی ہے؟ بھئی خبر تو مجھے ملی تھی ایک ہزار درہم کے بدلے بکا ہے لیکن پھر پتہ چلا ایک ہزار درہم کے بدلے نہیں بکا بلکہ دیناروں کے بدلے میں بکا ہے ان دیناروں کی قیمت کتنی ہے؟ ایک ہزار درہم ہے، یعنی درہم کے بدلے نہیں بکا بلکہ دیناروں کے بدلے بکا ہے، تو کیا اب اسے شفعہ کا حق ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں فَلَا شُفْعَةَ لَهُ اب اسے شفعہ کا حق نہیں۔ بھئی کیا وجہ ہے، پتہ تو چلا تھا دراہم کے بدلے بکا ہے اور اب کیا پتہ چلا ہے؟ دینار؟ کہتے ہیں بھئی یہ کوئی فرق نہیں ہے بھئی کیونکہ دونوں کیا ہیں؟ ثمن کے قبیل سے ہیں مولانا، ثمن کے قبیل سے۔ تو بات ایک ہی ہے: ہزار نقد درہموں کے بدلے بکے یا ہزار درہم کے برابر دیناروں کے بدلے بکے، بات تو ایک ہی ہے بھئی۔ تو لہٰذا اب اسے شفعہ کا حق نہیں ہو گا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ إِنَّ الْمُشْتَرِيَ فُلَانٌ فَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ غَيْرُهُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: میرے پڑوس میں ایک مکان بکا بھئی، مجھے اطلاع ملی بھئی کہ آپ کے ساتھ والا مکان جو ہے وہ زید نے خرید لیا ہے بھئی، زید نے خریدا ہے۔ تو میں نے شفعہ چھوڑ دیا کہ میں شفعہ نہیں کرتا۔ پھر مجھے اطلاع ملی بھئی کہ زید نے یہ مکان نہیں خریدا بلکہ عمرو نے خریدا ہے۔ پھر اطلاع کیا ملی؟ کہ عمرو نے خریدا ہے۔ تو کیا اب شفعہ کا حق حاصل ہو گا یا ایک دفعہ چھوڑ چکا ہے وہ ختم ہو چکا؟ کہتے ہیں نہیں اب پھر شفعہ کا حق حاصل ہو گا، اس لیے کہ شفعہ کا حق شریعت نے کیوں دیا ہے؟ ضرر جوار سے بچنے کے لیے، پڑوس کے ضرر سے بچنے کے لیے۔ تو اب جب میں نے شفعہ چھوڑا تھا مجھے پتہ چلا تھا کہ کس نے خریدی ہے؟ زید نے، تو میں نے شفعہ چھوڑ دیا تھا کیونکہ زید نیک آدمی ہے میں اس کے پڑوس پر راضی تھا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ زمین کس نے خریدی ہے؟ عمرو نے خریدی ہے، معلوم ہوا میرا پڑوسی کون آنے والا ہے؟ عمرو میرا پڑوسی بن رہا ہے، تو اب پھر اسے کیا مل جائے گا؟ شفعہ کا حق مل جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ لوگوں کے اخلاق مختلف ہوتے ہیں تو ہو سکتا ہے وہ جو شفیع ہے وہ زید کے پڑوس پر تو راضی تھا لیکن عمرو کے پڑوس پر راضی نہ ہو، لہٰذا زید کے لیے اس نے شفعہ چھوڑا تھا، لیکن پتہ چلا زید نہیں بلکہ خریدار تو کون ہے؟ عمرو ہے، تو ہو سکتا ہے وہ عمرو کے پڑوس پر راضی نہ ہو لہٰذا اسے کیا حاصل ہو گا؟ شفعہ۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اور جب اس سے یہ کہا گیا کہ إِنَّ الْمُشْتَرِيَ فُلَانٌ بھئی شفیع سے کہا گیا کہ إِنَّ الْمُشْتَرِيَ فُلَانٌ کہ مشتری فلاں شخص ہے فَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ غَيْرُهُ فَلَهُ الشُّفْعَةُ پھر اسے علم ہوا کہ وہ تو اس کے علاوہ کوئی اور ہے فَلَهُ الشُّفْعَةُ تو اسے شفعہ کا حق ہے۔

وَمَنِ اشْتَرٰى دَارًا لِغَيْرِهِ فَهُوَ الْخَصْمُ فِي الشُّفْعَةِ إِلَّا أَنْ يُسَلِّمَهَا إِلَى الْمُوَكِّلِ۔ بھئی میں نے آپ کو وکیل بنایا کہ جاؤ میرے لیے فلاں گھر خرید لو، آپ وکیل ہیں مشتری کے۔ آپ گئے آپ نے وہ مکان خرید لیا۔ مکان خریدنے کے بعد بھئی ساتھ والے پڑوسی کو پتہ چلا کہ مکان بکا ہے، اس نے فوراً شفعہ کر دیا۔ کیا کر دیا؟ شفعہ کر دیا۔ تو اب اس شفعہ کے اندر فریق مخالف کون ہو گا، کون اس کے ساتھ مقدمہ چلائے گا؟ کیا موکل چلائے گا یا وکیل چلائے گا؟ کہتے ہیں بھئی وکیل، وہ خصم ہو گا وہ فریق مخالف ہو گا بھئی۔ بھئی کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ عقد اس نے کیا ہے۔ کیا کیا ہے؟ وکیل نے عقد کیا ہے۔ ہاں اگر وکیل نے زمین موکل کے حوالے کر دی کہ لو بھئی میں نے زمین لے لی اب تم جانو جو شفعہ کر رہا ہے وہ جانے بھئی، ہاں اگر موکل کے وہ حوالے زمین کر دیتا ہے اب وہ فریق مخالف کون بن جائے گا شفیع کا؟ موکل بنے گا اب وکیل نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ وَمَنِ اشْتَرٰى دَارًا لِغَيْرِهِ اور جس نے خریدا کوئی گھر کسی اور کے لیے فَهُوَ الْخَصْمُ فِي الشُّفْعَةِ تو وہی فریق مخالف ہو گا شفعہ کے اندر إِلَّا أَنْ يُسَلِّمَهَا إِلَى الْمُوَكِّلِ مگر یہ کہ وہ سپرد کر دے وہ گھر موکل کے، پھر اب تو اس کا قبضہ بھی نہیں رہا وکیل کا تو اب وہ فریق مخالف نہیں بھئی۔

وَإِذَا بَاعَ دَارًا إِلَّا مِقْدَارَ ذِرَاعٍ فِي طُولِ الْحَدِّ الَّذِي يَلِي الشَّفِيعَ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ۔ جی یہاں سے اب آپ کو کچھ حیلے بتلا رہے ہیں، حیلے بھئی۔ ایک آدمی حیلہ کرتا ہے تاکہ دوسرا شفعہ کے ذریعے زمین نہ لے سکے۔ مثلاً دیکھو بھئی میری اور زید کی زمین ساتھ ساتھ ملی ہوئی ہے بھئی۔ میں وہ زمین آپ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہوں لیکن خطرہ ہے ادھر میں فروخت کروں گا ادھر زید کیا کر دے گا؟ شفعہ کر کے زمین لے لے گا بھئی کیونکہ وہ جار ہے۔ کیا ہے؟ جار ہے۔ تو اس کے لیے میں حیلہ کرتا ہوں۔ کیا کرتا ہوں؟ بھئی زید کیوں شفعہ کر سکتا ہے میری زمین پر؟ کیونکہ اس کی زمین میری زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ میں کیا کرتا ہوں؟ جو زید کے ساتھ میری زمین ملی ہوئی ہے، زید کی زمین کے ساتھ ایک فٹ کی پٹی پوری، شروع سے لے کر آخر تک جو زید کی زمین کے ساتھ میری زمین ملی ہوئی ہے اس میں سے ایک فٹ کی پٹی چھوڑ دیتا ہوں وہ نہیں بیچتا، باقی زمین میں آپ کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہوں۔ تو کیا اب زید کو شفعہ کا حق ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں اب زید کو شفعہ کا حق نہیں۔ کیوں؟ بھئی اس لیے کہ شفعہ کا حق تو اسے کس کی وجہ سے تھا کہ اس کی زمین اس زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھی جسے بیچا جا رہا ہے، لیکن اب تو جو زمین بیچی گئی ہے وہ اس کی زمین کے ساتھ ملی ہوئی ہے؟ نہیں، بلکہ درمیان میں ایک فٹ کا فاصلہ ہے، وہ ایک فٹ تو بیچا ہی نہیں ہے باقی بیچا ہے۔ تو اس صورت میں لہٰذا اب وہ اس بیچی جانے والی زمین کا جار نہیں، جب اس کا جار نہیں تو اس پر شفعہ بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یہ زمین میں نے آپ کو بیچ دی اب بیچ والی ایک فٹ کی پٹی باقی تھی وہ میں نے کہا آپ کو میں نے تحفے کے طور پر دے دی۔ تو دیکھا ساری زمین بھی کس کے پاس چلی گئی؟ مشتری کے پاس، اور جار کو شفعہ کا حق بھی حاصل نہیں ہوا۔ یہ حیلہ ہے، سمجھ میں آیا؟ شفعہ سے بچنے کا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا بَاعَ دَارًا اور جس نے کوئی گھر بیچا إِلَّا مِقْدَارَ ذِرَاعٍ مگر ایک ذراع کی مقدار، ایک ذراع یہ شرعی گز یعنی ڈیڑھ فٹ، مگر ڈیڑھ فٹ کی مقدار فِي طُولِ الْحَدِّ الَّذِي يَلِي الشَّفِيعَ اس حد کی لمبائی میں الَّذِي يَلِي الشَّفِيعَ جو کس کے ساتھ ملی ہوئی ہے؟ شفیع کے ساتھ جو حد ملی ہوئی ہے اس کی لمبائی میں ایک ذراع نہیں بیچی فَلَا شُفْعَةَ لَهُ تو اب اس شفیع کو شفعہ کا حق نہیں۔

وَإِنِ ابْتَاعَ مِنْهَا سَهْمًا بِثَمَنٍ ثُمَّ ابْتَاعَ بَقِيَّتَهَا فَالشُّفْعَةُ لِلْجَارِ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي۔ دوسرا حیلہ بتلا رہے ہیں مولانا شفعہ کا: میں اپنی زمین آپ کو بیچنا چاہتا ہوں لیکن میرے ساتھ ہی زید کی زمین ہے، اب مجھے خطرہ ہے جیسے ہی میں بیچوں گا زید فوراً کیا کرے گا؟ شفعہ کر کے لے لے گا بھئی۔ تو میں کیا کہتا ہوں آپ سے؟ میں کہتا ہوں بھئی دیکھو میری زمین ہے پانچ کنال۔ کتنے کنال ہے؟ پانچ کنال زمین ہے اور یہ کتنے کی بنتی ہے ساری؟ مثلاً پچاس لاکھ کی بنتی ہے۔ کتنے کی ہے؟ پچاس لاکھ کی۔ تو میں اب آپ کے ساتھ عقد کر رہا ہوں آپ کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہوں: بھئی یوں کریں اس زمین میں سے سوا حصہ زمین میں نے آپ کو چالیس لاکھ میں بیچ دی۔ کتنا حصہ؟ سوا حصہ، کتنے میں بیچی؟ چالیس لاکھ میں۔ چلو چالیس بھی نہ کرو اور اوپر لے جاؤ: انچاس لاکھ میں اس میں سے کتنی زمین میں نے آپ کو بیچ دی؟ سوا حصہ انچاس لاکھ میں بیچ دیا۔ آپ نے کہا میں نے قبول کیا۔ اب پوری زمین کے اندر کتنا حصہ آپ کا ہے؟ سوا حصہ آپ کا اور ننانوے حصے میرے ہیں، کوئی تقسیم کی ہے ہم نے؟ تقسیم نہیں کی، اب ہم دونوں شریک بن گئے۔ کیا بن گئے؟ شریک بن گئے۔ اچھا جب میں نے آپ کو زمین بیچی ہے تو زید تو ہے پڑوسی اس کو کیا حق حاصل ہو گیا؟ شفعہ کا، اب وہ بھی کیا کر سکتا ہے؟ شفعہ کر کے یہ سوا حصہ انچاس لاکھ میں لے سکتا ہے کیونکہ آپ نے کتنے میں خریدی؟ انچاس لاکھ میں، تو وہ بھی کتنے میں لے گا؟ انچاس لاکھ میں، لیکن کبھی بھی وہ نہیں لے گا بھئی۔ بھئی سوا حصہ تو کتنے کا ہونا چاہیے؟ ساری زمین ہے پچاس لاکھ کی تو سوا حصہ تو پچاس ہزار کا ہونا چاہیے۔ کتنے کا ہونا چاہیے؟ پچاس ہزار کا ہونا چاہیے بھئی، اور میں نے کتنے میں بیچا؟ انچاس لاکھ میں، وہ کبھی شفعہ کرے گا؟ نہیں، وہ کبھی بھی شفعہ نہیں کرے گا۔ اس کو شفعہ کا حق ہے لیکن وہ نہیں کرے گا بھئی کیونکہ اتنا مہنگا

بھئی! وہ نہیں کرے گا۔

اب اس زمین میں ایک حصہ آپ کا ہے اور ننانوے حصے میرے اور ہم نے کوئی تقسیم کی؟ نہیں۔ اب ہم دونوں اس زمین میں شریک، زمین کا جو ٹکڑا بھی پکڑیں اس میں ننانوے حصے میرے ایک حصہ آپ کا۔ اب میں نے آپ کو کہا بھئی باقی ننانوے حصے میں نے آپ کو ایک لاکھ میں بیچ دیے، آپ نے کہا میں نے قبول کیا۔ ساری زمین کتنے میں ہو گئی آپ کی؟ پچاس لاکھ میں۔ اب زید شفعہ کرنا چاہتا ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی اب شفعہ نہیں کر سکتا۔ پہلے حصے میں کر سکتا ہے، ہم نے بیٹھے ایک ہی جگہ دو عقد کر لیے تھے بھئی: میں نے آپ کو پہلے کیا کہا؟ میں نے کہا بھئی اس زمین کا سوا ں حصہ میں نے آپ کو انچاس لاکھ میں بیچا آپ نے کہا میں نے وہ حصہ آپ سے خرید لیا، پھر فوراً ہی میں نے کہا باقی ننانوے حصے بھی میں نے آپ کو کتنے میں بیچے؟ ایک لاکھ میں، آپ نے کہا میں نے قبول کیا، تو پوری زمین کتنے میں مل گئی آپ کو؟ پچاس لاکھ میں۔ اب زید کو اطلاع ملی بھئی اس طرح عقد ہوا تھا اور تم فوراً شفعہ کرو، تو یاد رکھیے وہ صرف پہلے حصے کے اندر شفعہ کر سکتا ہے وہ سوا ں حصہ جو ہے، دوسرے عقد کے اندر یعنی باقی حصوں کے اندر وہ شفعہ نہیں کر سکتا۔ پہلے میں کیوں کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ پہلے میں وہ جار ہے اور جار کو حق ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ والی زمین بکے تو وہ کیا کر سکتا ہے؟ شفعہ، لیکن دوسرے جو باقی ننانوے حصوں میں بیع ہوئی ہے اس میں شفعہ نہیں کر سکتا۔ کیوں نہیں کر سکتا؟ کیونکہ اس میں تو خریدار کیا بن چکا تھا پہلے سے ہی؟ شریک، اور آپ نے پڑھا تھا شفعہ کا حق کتنی قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے؟ تین قسم کے: ایک شَرِيكٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ، ایک شَرِيكٌ فِي حَقِّ الْمَبِيعِ، اور تیسرا جار۔ اور جب شَرِيكٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ہو تو باقی دو کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ تو یہاں بھی اب آپ شَرِيكٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ہو چکے ہیں یا یوں کہو خلیط کا لفظ آیا تھا تو خلیط کر لیں، جو خَلِيطٌ فِي نَفْسِ الْمَبِيعِ ہوتا ہے اس کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوتا، تو لہٰذا اب یہاں بھی آپ کیا بن چکے؟ خلیط، لہٰذا دوسرے کو حق نہیں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ بھی حیلہ ہے بھئی، تو اس کے ذریعے شفعہ جوار سے آدمی بچ سکتا ہے۔ وَإِنِ ابْتَاعَ مِنْهَا سَهْمًا بِثَمَنٍ اور اگر خریدا اس گھر میں سے ایک حصہ کسی ثمن کے بدلے میں ثُمَّ ابْتَاعَ بَقِيَّتَهَا پھر باقی کے حصوں کو خرید لیا فَالشُّفْعَةُ لِلْجَارِ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي تو شفعہ کا حق ہو گا پڑوسی کو سہم اول کے اندر نہ کہ سہم ثانی میں۔

وَإِذَا ابْتَاعَهَا بِثَمَنٍ ثُمَّ دَفَعَ إِلَيْهِ ثَوْبًا عِوَضًا عَنْهُ فَالشُّفْعَةُ بِالثَّمَنِ دُونَ الثَّوْبِ۔ یہ بھی ایک حیلہ ہے مولانا حیلہ۔ بھئی میری ایک زمین ہے میں آپ کو وہ پانچ لاکھ میں دینا چاہتا ہوں لیکن جیسے ہی میں پانچ لاکھ میں دوں گا زید جو ساتھ پڑوسی ہے یا چاہے شریک ہی کیوں نہ ہو، زید میرے ساتھ زمین میں شریک ہے یا میرا پڑوسی ہے وہ فوراً کیا کر دے گا؟ شفعہ کر دے گا۔ اب کیا کریں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اس کا ایک حیلہ یہ ہے کہ آپ مشتری سے عقد کر لیں خوب زیادہ پیسوں کے اندر۔ چنانچہ میں نے عقد کیا آپ سے کہ میں آپ کو یہ زمین پچاس لاکھ روپے میں بیچتا ہوں، آپ نے عقد قبول کیا کہ میں نے آپ سے یہ زمین خرید لی بھئی پچاس لاکھ میں۔ اور آپ ضابطہ پڑھ چکے ہیں مولانا کہ ثمن کے اندر قَبْلَ الْقَبْضِ بھی تصرف جائز ہے۔ میں نے آپ سے ابھی ثمن وصول نہیں کیے اس ثمن کے بدلے میں آپ سے کوئی اور چیز لینا چاہتا ہوں، لے سکتا ہوں یا نہیں لے سکتا؟ لے سکتا ہوں کیونکہ ثمن میں قَبْلَ الْقَبْضِ تصرف جائز ہے۔ تو اب آپ نے میرے کتنے پیسے دینے ہیں؟ پچاس لاکھ روپے۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں بھئی یوں کرو پچاس لاکھ روپے کے بدلے مجھے پانچ لاکھ کا کپڑا دے دو یا پانچ لاکھ کی مجھے فلاں چیز دے دو، کوئی بھی چیز کہہ دیتا ہوں مثلاً بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ چنانچہ آپ نے وہ چیز مجھے دے دی اور وہ زمین آپ کے پاس آ گئی اور کتنا عوض دینا پڑا کل آپ کو؟ وہ پانچ لاکھ کا سامان صرف دینا پڑا بھئی۔ اور اگر میں ویسے آپ کو پانچ لاکھ کے سامان کے بدلے دیتا تو زید فوراً کیا کر دیتا؟ شفعہ کر کے وہ زمین لے لیتا۔ تو اب زید شفعہ کرنا بھی چاہے تو یاد رکھنا وہ جو پہلے پیسے طے ہوئے تھے ان پیسوں میں وہ شفعہ کر سکتا ہے، یعنی اب اگر وہ شفعہ کر کے زمین لینا چاہے تو کتنے پیسے دینے پڑیں گے؟ پچاس لاکھ، یہ پانچ لاکھ کا سامان یا پانچ لاکھ کے کپڑے دے کر وہ زمین نہیں لے سکتا۔ بھئی کیوں نہیں لے سکتا؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہاں پر جو میں نے پیسوں کے بدلے کپڑا یا کوئی اور چیز لی ہے یہ میں نے ایک عقد ثانی کیا ہے۔ زمین پر تو میرا عقد پچاس لاکھ پر ہی ہوا ہے، باقی ان پیسوں کے بدلے میں نے آپ سے کیا لیا؟ کپڑا لیا یا سامان لیا وہ ایک اور عقد تھا۔ تو وہ تو زمین لینا چاہتا ہے اور زمین کے لیے کون سا عقد کیا گیا تھا؟ پچاس لاکھ والا، تو وہ زمین پچاس لاکھ میں ہی لے سکتا ہے اس دوسرے عقد سے تو اس کا تعلق ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ وَإِذَا ابْتَاعَهَا بِثَمَنٍ اور اگر خریدا کسی نے گھر کو بِثَمَنٍ کسی ثمن کے بدلے میں ثُمَّ دَفَعَ إِلَيْهِ ثَوْبًا عِوَضًا عَنْهُ پھر دے دیا اس کو کوئی کپڑا اس سے عوض کے طور پر فَالشُّفْعَةُ بِالثَّمَنِ دُونَ الثَّوْبِ تو شفعہ ثمن کے ساتھ ہو گا نہ کہ کپڑے کے ساتھ۔

وَلَا تُكْرَهُ الْحِيلَةُ فِي إِسْقَاطِ الشُّفْعَةِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تُكْرَهُ۔ اور مکروہ نہیں ہے حیلہ کرنا شفعہ کو ساقط کرنے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مکروہ ہے۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ

تُكْرَهُ۔ بھئی اب دیکھو یہ حیلے بتلادیے، پہلے بھی کچھ حیلے گزرے تھے اب بھی حیلے گزرے، تو کیا یہ حیلے کرنا درست ہے یا مکروہ ہے بھئی؟ تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شفعہ کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں؟ مکروہ ہے، پسندیدہ نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ چنانچہ علماء فرماتے ہیں بھئی یاد رکھو اگر وہ خریدار جو ہے ایسا آدمی ہے کہ لوگ اس کے پڑوسی ہونے پر خوش ہوتے ہیں وہ کسی کو تنگ نہیں کرتا، تکلیف نہیں دیتا تو پھر حیلہ کرنا صحیح ہے۔ کیا کرنا صحیح ہے؟ حیلہ کرنا صحیح ہے۔ بھئی میں نے ایک آدمی کے ہاتھ اپنی زمین بیچی اور حیلہ کیا تاکہ ساتھ والا کیا نہ کرسکے؟ شفعہ نہ کرسکے، اور جس کے ہاتھ میں نے بیچی ہے وہ نیک آدمی ہے مولانا تبلیغی آدمی ہے بھئی، تو اب میں حیلہ کروں تو یہ حیلہ درست ہے، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ وہ آنے کے بعد کسی کو تنگ نہیں کرے گا کوئی اس کے پڑوس سے تنگ نہیں ہوگا تو اب حیلہ درست ہے کرسکتے ہیں آپ۔ اور اگر وہ ایسا آدمی ہے کہ اس کے آنے سے کیا ہوں گے لوگ؟ تنگ ہوں گے، تو اس صورت میں شفعہ کو ساقط کرنے کا حیلہ کرنا یہ مکروہ ہے ناپسندیدہ ہے، اس کو ساقط نہیں کرنا چاہیے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۳: کتاب الشفعۃ(۴): مشتری کی تعمیر یا شجر کاری کے بعد ثبوتِ شفعہ، ہلاکتِ بعضِ دار اور ثمن کی مقدار میں اختلاف کا فیصلہ

مختصر القدوری صفحہ: ۱۰۰—بتاریخ: ۲۳ فروری ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا بَنَى الْمُشْتَرِي أَوْ غَرَسَ ثُمَّ قُضِيَ لِلشَّفِيعِ بِالشُّفْعَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِالثَّمَنِ وَقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ مَقْلُوعَيْنِ، وَإِنْ شَاءَ كَلَّفَ الْمُشْتَرِيَ بِقَلْعِهِ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

صورت مسئلہ یہ کہ میں نے اپنی زمین بیچی زید کے ہاتھ۔ تو زید ہوا مشتری، اس نے مجھ سے زمین خریدتے ہی اس کے اندر ایک عمارت تعمیر کر لی یا اس کے اندر ایک باغ لگا لیا۔ اس زمین کا جو پڑوسی تھا عمرو، اس کو پتہ چلا بھئی کہ زمین میرے پڑوس میں بکی ہے، کچھ عرصے بعد پتہ چلا پہلے تو اسے پتہ ہی نہیں تھا۔ اب اس نے شفعہ کر دیا۔ تو بھئی اب کیا کیا جائے؟ وہ تو کیا کر چکا ہے اس زمین کے اندر؟ عمارت بنا چکا ہے یا اس کے اندر باغ لگا چکا ہے۔ کہتے ہیں کوئی حرج نہیں بھئی، شفیع کو شریعت نے حق دیا ہے شفعہ کا، یہ کیا کرے گا؟ شفعہ کے ذریعے زمین کو لے لے گا۔ بھئی اس نے جو باغ لگایا ہے یا بلڈنگ بنائی ہے؟ کہتے ہیں بھئی شفیع کو اختیار ہے: چاہے تو کیا کرے؟ مشتری سے کہے کہ یہ اپنی بلڈنگ اکھاڑو یہاں سے لے جاؤ، یہ اپنا باغ اکھاڑو یہاں سے لے جاؤ۔ یا چاہے تو اس بلڈنگ یا باغ کے پیسے دے دے اور زمین سمیت یہ باغ بھی لے لے اور یہ بلڈنگ بھی لے لے۔ لیکن یاد رکھو پوری بلڈنگ کے پیسے نہیں دے گا بلکہ ملبے کے پیسے دے گا۔ کیونکہ پہلا اختیار کیا تھا بھئی؟ زمین لے لے اور مشتری کو کیا کہے؟ اپنی عمارت اکھاڑ کر لے جاؤ، یعنی عمارت گراؤ ملبہ لے جاؤ یہاں سے اٹھا کر یا باغ گراؤ اور لے جاؤ۔ تو اب جب وہ لے کر جائے گا تو اس کے پاس پوری بلڈنگ ہے یا ملبہ ہے؟ ملبہ ہے۔ تو لہٰذا اب یہ بھی اس سے لے گا تو کس قیمت پر لے لے گا؟ ملبے کی۔ مثلاً پوری عمارت اس نے بنائی ہے دس لاکھ کی، لیکن اب اس کا ملبہ صرف کتنے کا بنتا ہے؟ دو لاکھ کا، تو چاہے تو اس سے ساری بلڈنگ لے لے: زمین کے بھی پیسے دے دے اور اس بلڈنگ، کون سی؟ کھڑی ہوئی بلڈنگ یا ملبے کے؟ ملبے کے پیسوں میں اس سے یہ بلڈنگ بھی لے لے، یا وہ باغ لگے ہوئے باغ کے پیسے دے کر خرید لے یا اکھڑے ہوئے باغ کے؟ اکھڑے ہوئے باغ کے۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی یہ کیا وجہ ہے، مشتری بیچارے کا تو نقصان ہو جائے گا، اس کی بلڈنگ اس کو گرانا پڑے گی ملبہ صرف بیچارے کے پاس آیا یا باغ اکھاڑنا پڑے گا تو اس کا تو نقصان ہوا؟ کہتے ہیں بھئی بات دراصل یہ ہے کہ شفیع کو شریعت نے حق دیا ہے کس چیز کا؟ شفعہ کا حق دیا ہے، اور جب شفعہ کا حق دیا ہے تو مشتری نے جو عمارت بنائی اور جو درخت لگائے کوئی اس کی اجازت سے لگائے یا بغیر اجازت کے؟ بغیر اجازت کے، اس نے تو کوئی اجازت نہیں دی، اس کو تو حق تھا کہ وہ کیا کرے؟ شفعہ کر کے زمین لے لے۔ تو اس کی طرف سے کوئی اجازت نہیں لہٰذا اب یہ نقصان کیا کرنا پڑے گا مشتری کو؟ اٹھانا پڑے گا بھئی۔

وہ زمین کیا کرے؟ شفیع کا بڑا پکا حق ہے شریعت نے اسے دیا ہے بھئی، جب وہ طلب مواثبت کر چکا ہے، طلب اشہاد کر چکا ہے قاضی کے پاس جا کر کیا کر لے گا؟ زمین کو لے لے گا اور دو صورتیں بن گئیں: چاہے تو کیا کرے؟ چاہے تو مشتری کو کہے اپنا باغ اپنی بلڈنگ اکھاڑو اور یہاں سے لے جاؤ، یا چاہے تو ان اکھڑی ہوئی بلڈنگ یا اکھڑے ہوئے باغ کے پیسے دے کر اس سے یہ باغ خرید لے یا عمارت لے لے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اس کا حق وابستہ ہو چکا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا بَنَى الْمُشْتَرِي أَوْ غَرَسَ اور جب تعمیر کی مشتری نے أَوْ غَرَسَ یا کیا کیے؟ درخت گاڑے یعنی درخت اگائے، درخت لگا دیے ثُمَّ قُضِيَ لِلشَّفِيعِ بِالشُّفْعَةِ پھر فیصلہ کیا گیا شفیع کے لیے شفعہ کا فَهُوَ بِالْخِيَارِ تو شفیع کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِالثَّمَنِ چاہے تو لے لے اس زمین کو بھئی، زمین کو کیا کرے؟ لے لے بِالثَّمَنِ کس کے عوض میں؟ ایک تو ثمن دے دے گا، ثمن کے عوض میں وَقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ مَقْلُوعَيْنِ اور اس عمارت اور ان لگائے ہوئے درختوں کی قیمت کے بدلے میں مَقْلُوعَيْنِ اس حال میں کہ یہ دونوں کیا ہوں؟ اکھاڑے گئے ہوں، یعنی سالم عمارت کے پیسے نہیں دے گا، سالم باغ کے پیسے نہیں دے گا بلکہ اکھاڑی ہوئی بلڈنگ اور اکھاڑے ہوئے باغ کے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو ثمن بھی دے گا کیونکہ ثمن تو کس کے بدلے ہیں؟ زمین کے، اور ساتھ کیا کر دے؟ اکھڑی ہوئی یعنی ملبے کے پیسے دے دے یا اکھڑے ہوئے باغ کے، وہ بھی لے لے ساتھ، اس کو اختیار ہے چاہے یوں کر لے۔ اور چاہے تو کیا کرے؟ مجھے صرف زمین چاہیے، نہ مجھے آپ کی بلڈنگ کی ضرورت ہے اور نہ باغ کی، ان کو آپ اکھاڑ کر لے جاؤ۔ تو چنانچہ کہتے ہیں وَإِنْ شَاءَ اور اگر چاہے تو كَلَّفَ الْمُشْتَرِيَ بِقَلْعِهِ مکلف بنا دے گا مشتری کو ان کے اکھاڑنے کا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

سمجھ میں آیا؟ تو اس کا حق ہے مولانا زمین کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہے، اب اس کی عمارت تعمیر کرنے کی وجہ سے یا درخت لگانے کی وجہ سے اس کا یہ حق ہم ختم نہیں کر سکتے، شریعت نے اسے یہ حق دیا ہے۔ اور اس پر لازم بھی نہیں کر سکتے کہ اب تمہیں کیا کرنا پڑے گا؟ پوری بلڈنگ کے پیسے دینے پڑیں گے یا پورے باغ کے بھئی! بھئی وہ تو شریعت نے زمین لینے کا حق دیا ہے تو اب ہم اس پر لازم کر دیں کہ تمہیں کیا لینا پڑے گا؟ بلڈنگ بھی، تو اس کا نقصان ہے یا نقصان نہیں ہے اس میں بھئی؟ اس کو مزید پیسے دینے پڑیں گے۔ تو اس کی مرضی ہے: چاہے تو کیا کرے؟ مشتری کو کہے لے جاؤ اپنی چیز یہاں سے اکھاڑ کر لے جاؤ میں صرف زمین لوں گا۔ اور چاہے تو بلڈنگ بھی لے لے اور باغ بھی لے لے لیکن ان کے سالم کے پیسے نہیں دے گا بلکہ کس کے دے گا؟ اکھڑے ہوئے کے پیسے دے گا، اس لیے کیونکہ اگر مشتری وہاں سے لے کر جاتا تو اس کے پاس سالم باغ آتا، سالم بلڈنگ آتی یا اکھڑے ہوئے آتے؟ اکھڑے ہوئے آتے، تو وہی اس کے پاس آنا تھا وہی پیسے دے کر لے لے اس سے۔

وَإِنْ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ فَبَنَى أَوْ غَرَسَ ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ رَجَعَ بِالثَّمَنِ وَلَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ۔ صورت یہ بھئی، پہلے ایک بیع کا مسئلہ سمجھ لو اس سے پہلے: میں نے زید سے ایک زمین خریدی، عام بیع کی بات کر رہا ہوں شفعہ کے مسئلے کو ابھی چھوڑو، عام بیع میں میں نے زید سے ایک زمین خریدی، زمین خریدنے کے بعد میں نے اس میں ایک گھر بنا لیا یا میں نے اس میں ایک باغ لگا لیا، محنت کی بھئی پیسے وغیرہ لگائے ایک باغ تیار کر لیا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک شخص آیا اس نے دعویٰ کر دیا بھئی یہ جگہ تو میری تھی، زید نے کیسے آپ کو بیچ دی؟ قاضی کے پاس چلا گیا بھئی، گواہ وغیرہ پیش کیے بھئی پتہ چلا واقعی اس کی زمین تھی، چنانچہ قاضی کیا کرے گا؟ وہ زمین اس کو دلا دے گا۔ اب بھئی کیا کریں بھئی؟ معلوم ہوا زید نے زمین ویسے ہی بیچی تھی زمین اس کی نہیں تھی، لہٰذا زمین کے پیسے اس سے لیں گے اور کس کو دے دیں گے؟ جس نے زمین خریدی تھی اس کے حوالے کر دیں گے۔ لیکن بھئی مشتری کا تو اور بھی نقصان ہوا ہے، اس نے بلڈنگ بنائی تھی یا نہیں؟ درخت بھی لگائے تھے اگر باغ لگایا تھا، تو اس کا بھی نقصان وصول کرے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں اس کا بھی نقصان وصول کیا جائے گا بائع سے، کیونکہ یہ دھوکہ کس کی طرف سے ہوا؟ بائع کی طرف سے، بائع نے اس کو ایسی زمین حوالے کی جو دراصل اس کی تھی ہی نہیں۔ تو بائع کی طرف سے دھوکہ ہوا تو اب مشتری زمین کے پیسے بھی لے لے گا اور جو بلڈنگ اور باغ کی وجہ سے اس کا نقصان ہوا ہے وہ بھی کیا کرے گا؟ لے لے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اب یہی صورت شفعہ کے اندر بناؤ: بھئی میرے پڑوس والی زمین بکی بھئی، میں نے فوراً اس پر شفعہ کر دیا اور شفعہ کے ذریعے لے لی۔ لینے کے بعد اب میں نے اس کے اندر ایک عمارت بنا لی یا باغ لگا لیا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک آدمی نمودار ہوا اس نے کہا بھئی یہ زمین تو میری ہے، کیسے بائع نے بیچی اور کیسے تم نے شفعہ کر لیا؟ لاؤ بھئی میری زمین میرے حوالے کرو! قاضی کے پاس چلا گیا، گواہوں کے ذریعے ثابت کر دیا کہ یہ واقعی زمین اس کی ہے۔ چنانچہ زمین اس کو دلا دی جائے گی۔ جب زمین اس کو دلائی تو اب زمین کے ثمن جو ہیں میں واپس وصول کروں گا: اگر میں نے وہ بائع کے حوالے کیے تھے، بائع سے زمین لی تھی شفعہ کے ذریعے تو بائع سے لے لوں گا پیسے واپس؛ اگر میں نے زمین کس سے لی تھی؟ مشتری سے، تو مشتری سے میں اپنے پیسے لے لوں گا۔ لیکن بھئی میرا ایک اور نقصان

بھی تو ہوا، شفیع نے تو اس میں کیا کیا تھا؟ بلڈنگ بھی بنائی ہے باغ بھی بنایا ہے، کیا اس بلڈنگ اور باغ کا بھی نقصان وصول کرے گا؟ کہتے ہیں نہیں، ان کا نقصان وصول نہیں کر سکتا۔ بھئی کیوں؟ بیع کے باب میں آپ نے ہمیں مسئلہ بتلایا تھا کہ وہاں پر اگر اس طرح ہو جائے کسی اور کی چیز نکل آئے تو وہ اپنا نقصان بھی پھر وصول کرتا ہے مشتری، یہاں بھی تو شفیع دراصل کون ہے؟ شفیع مشتری ہی تو ہے ایک لحاظ سے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ بھی وہی صورت بن گئی لہٰذا یہاں بھی کیا ہونا چاہیے؟ نقصان وصول کرنا چاہیے۔ کہتے ہیں نہیں بھئی، بیع کے باب میں مسئلہ اور تھا یہاں مسئلہ اور ہے۔ بیع کے باب میں باہمی رضامندی سے زمین اس نے خریدی تھی، دونوں نے آپس میں باہمی رضامندی سے بیع کی تھی تو وہاں پر دھوکہ آیا۔ لیکن شفعہ کے اندر جب شفیع زمین لیتا ہے تو وہ اس کی مرضی سے لیتا ہے یا جبراً لے لیتا ہے؟ جبراً لے لیتا ہے، تو یہاں ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اس نے کیا کیا ہے؟ دھوکہ دیا۔ بھئی ٹھیک ہے، ہے تو دھوکہ ہی لیکن اس نے کہا تھا یہ زمین لے لو؟ اس نے تو کہا ہی نہیں بھئی یہ تو اس نے جبراً گیا کی ہے زمین؟ لی ہے، لہٰذا اس صورت میں اب وہ جو عمارت یا بلڈنگ کا نقصان ہوا ہے وہ وصول نہیں کر سکتا۔ کون نہیں کر سکتا وصول؟ شفیع بھئی۔ یہی بات کر رہے ہیں:

وَإِنْ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ اور اگر لے لیا اس گھر کو یا اس زمین کو شفیع نے فَبَنٰى أَوْ غَرَسَ پس اس کے اندر تعمیر کی یا کوئی درخت گاڑے، درخت لگائے ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ پھر اس زمین کا کوئی مستحق نکل آیا رَجَعَ بِالثَّمَنِ تو شفیع رجوع کرے گا کس کے ساتھ بھئی؟ ثمن کے ساتھ، یعنی ثمن تو واپس لے لے گا وَلَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ اور رجوع نہیں کرے گا اس عمارت کی قیمت کے ساتھ وَالْغَرْسِ اور وہ جو درخت ہیں بھئی گاڑے گئے ہیں لگائے گئے ہیں ان کی قیمت کے ساتھ رجوع نہیں کر سکتا۔[1]

وَإِذَا انْهَدَمَتِ الدَّارُ أَوِ احْتَرَقَ بِنَاؤُهَا أَوْ جَفَّ شَجَرُ الْبُسْتَانِ بِغَيْرِ عَمَلِ أَحَدٍ فَالشَّفِيعُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین بیچی اور اس زمین میں ایک عمارت بھی تھی، یا ایک شخص نے دوسرے کو زمین بیچی اس زمین کے اندر ایک باغ بھی تھا۔ وہ سارا باغ اس نے بیچ دیا یا ساری عمارت سمیت زمین بیچ دی۔ اب شفیع اس کو لینا چاہتا ہے، کسی نے شفعہ کر دیا اس کے پڑوسی نے۔ سمجھ میں آیا؟ تو لینے سے پہلے ہی بھئی کیا ہوا؟ زلزلہ آیا وہ عمارت گر گئی، یا آگ لگی وہ عمارت جل گئی، یا وہ باغ سوکھ گیا، ختم ہو گیا، خراب ہو گیا۔ تو اب بھئی وہ بلڈنگ گری ہے یا وہ بلڈنگ جل گئی یا وہ باغ خشک ہو گیا، تو کیا اس صورت میں جب شفیع زمین کو لے گا تو بلڈنگ کے پیسے کم کیے جائیں گے یا کم نہیں کیے جائیں گے؟ باغ کے پیسے کم کیے جائیں گے یا نہیں کیے جائیں گے؟ کیونکہ لیتے وقت مشتری نے جب لیا تھا بلڈنگ سمیت ہے یا بغیر بلڈنگ کے؟ بلڈنگ کے ساتھ، اور باغ سمیت تھا یا بغیر باغ کے؟ باغ سمیت تھا، اور اب شفیع کس طرح لے رہا ہے، بلڈنگ سمیت ہے یا بغیر بلڈنگ کے ہے؟ بغیر بلڈنگ اور بغیر باغ کے لے رہا ہے، تو اب تو وہ ایک چیز ختم ہو چکی، تو کیا اب پیسے بھی اسی کے بقدر کم ہوں گے یا کم نہیں ہوں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی پیسوں میں کمی کوئی نہیں ہو گی۔ شفیع لینا چاہتا ہے تو سارے ثمن دے کر یہ لے لے گا اور چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے۔ یہ نہیں کر سکتا کہ وہ کیا کر لے؟ بلڈنگ کے پیسے کم کرے اس میں یا باغ کے پیسے اس میں سے کم کرے۔[2]

بھئی کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہ جو بلڈنگ ہوتی ہے اور یہ جو باغ وغیرہ ہیں یہ تبعاً بیع میں داخل ہو جاتے ہیں۔ میں نے آپ کو اپنی ایک زمین بیچی اس زمین میں سو درخت بھی لگے ہوئے تھے، تو بتایئے بھئی یہ سو درخت خود بخود عقد میں شامل ہوں گے یا شامل نہیں ہو جائیں گے؟ خود بخود، یہ تو تابع ہیں مولانا، خود بخود عقد کے اندر داخل ہو گئے۔ اسی طرح ایک زمین میں نے آپ کو بیچی اس زمین کے اندر دو چار کمرے بھی بنے ہوئے تھے ایک بلڈنگ بھی کھڑی تھی تو وہ خود بخود اس میں داخل ہو جائے گا یا نہیں داخل ہو گا؟ داخل ہو گا۔ تو یہ چیزیں تبعاً ہیں، جب یہ تابع ہیں اور اس وقت جو ہلاک ہوئی ہیں ساوی آفت آئی ہے، کوئی مشتری کے اپنے عمل کا دخل تھا بلڈنگ کے گرانے میں؟ نہیں۔ تو لہٰذا جب مشتری کا کوئی عمل نہیں تو یوں سمجھا جائے گا کہ مشتری نے جو پیسے دیے تھے وہ صرف زمین کے دیے تھے اور یہ چیزیں تو تبعاً گیا ہو گئی تھیں بیع کے اندر؟ شامل، اور اب شفیع بھی کیا لینا چاہتا ہے؟ زمین لینا چاہتا ہے، تو مشتری نے جو سارے پیسے دیے تھے کس کے تھے؟ زمین کے، تو یہ بھی اب سارے پیسوں کے بدلے ہی لے گا کسی قسم کی کوئی کمی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يرجع بقمة البناء والغرس» منقول ہے۔

[2] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا انْهَدَمَتِ الدَّارُ أَوِ احْتَرَقَ بِنَاؤُهَا أَوْ جَفَّ شَجَرُ الْبُسْتَانِ بِغَيْرِ عَمَلِ أَحَدٍ فَالشَّفِيعُ بِالْخِيَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا انهدمت الدار أو احترق بناؤها أو جف شجر البستان بغير فعل أحد فالشفيع بالخيار:» منقول ہے۔

انْهَدَمَتِ الدَّارُ اور جب گر جائے گھر أَوِ احْتَرَقَ بِنَاؤُهَا یا جل جائے اس کی عمارت أَوْ جَفَّ شَجَرُ الْبُسْتَانِ یا خشک ہو جائیں باغ کے درخت بِغَيْرِ عَمَلِ أَحَدٍ بغیر کسی کے عمل کے، آسمانی آفت آئی بھئی، سمجھ میں آیا؟ فَالشَّفِيعُ بِالْخِيَارِ تو شفیع کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجَمِيعِ الثَّمَنِ چاہے تو اس کو لے لے سارے ثمن کے بدلے میں وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ اور چاہے تو چھوڑ دے، یعنی کٹوتی نہیں کر سکتا اس کے مطابق کہ میں کم پیسے دوں گا۔

وَإِنْ نَقَضَ الْمُشْتَرِي الْبِنَاءَ قِيلَ لِلشَّفِيعِ إِنْ شِئْتَ فَخُذِ الْعَرْصَةَ بِحِصَّتِهَا وَإِنْ شِئْتَ فَدَعْ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ النَّقْضَ۔ دوسری صورت: بھئی پہلے جو بلڈنگ گری ہے وہ مشتری کے عمل سے گری یا خود بخود؟ خود بخود، آسمانی آفت آئی بھئی۔ اب دوسری صورت ہے مشتری بلڈنگ گراتا ہے، اب بھی کمی ہو گی یا کمی نہیں ہو گی؟ کہتے ہیں اب کمی ہو جائے گی۔ ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی اس میں بلڈنگ کھڑی ہوئی تھی بھئی اور اس نے وہ بلڈنگ گرا دی خود، یا باغ لگا ہوا تھا اس نے خود کیا کیا؟ سارا باغ کٹوا دیا۔ اب شفیع نے شفعہ کیا اس کو بیع کا پتہ چلا اور اب جب اس کو زمین ملے گی تو بغیر بلڈنگ کے ہو گی، لہٰذا اسی کے بقدر پیسوں میں کیا کر دی جائے گی؟ کمی۔ اور بغیر باغ کے ہو گی تو اسی کے بقدر کیا کر دی جائے گی پیسوں میں؟ کمی کر دی جائے گی بھئی۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے؟ پچھلے مسئلے میں آپ نے کہا تھا کہ یہ بلڈنگ تابع ہے، یہ درخت تابع ہیں لہٰذا ان کے مقابلے میں گویا ثمن ہیں ہی نہیں، سارے ثمن مشتری نے کس کے بدلے میں دیے تھے؟ زمین کے بدلے میں۔ کہتے ہیں بھئی وہاں پر جو چیزیں گری تھیں ضائع ہوئی تھیں وہ آسمانی آفت تھی، اور یہاں پر مشتری خود کیا کر رہا ہے؟ گرا رہا ہے، تو یہ چیزیں مقصود بن گئیں۔ کیا بن گئیں؟ مقصود بن گئیں اب یہ تابع نہ رہیں، تو گویا مشتری نے جب وہ زمین خریدی تو بلڈنگ بھی مقصود ہوئی، باغ بھی کیا ہو گیا؟ مقصود ہوا۔ تو معلوم ہوا جو اس نے ثمن ادا کیے وہ سارے زمین کے بدلے میں نہیں تھے بلکہ کچھ زمین کے بدلے تھے اور کچھ بلڈنگ کے بدلے تھے، یا باغ خریدا تھا تو کچھ پیسے زمین کے بدلے تھے اور کچھ پیسے اس کے درختوں کے بدلے میں تھے۔ تو لہٰذا اب جب شفیع لے رہا ہے تو ان دو میں سے صرف ایک چیز اس کو مل رہی ہے یعنی زمین، اور دوسری چیز نہیں ہے تو دوسری چیز کے پیسے بھی اب اس پر ضروری نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں وہ چیز مقصود بن گئی بھئی، اب تابع والا حکم نہیں ہے اس کا۔

تو مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ پچھلے مسئلے میں وہ چیزیں ہلاک ہوئی تھیں آسمانی آفت کی وجہ سے تو وہ تابع تھیں تابع والا ہی حکم ہم نے رکھا اور اس کے مقابلے میں ثمن میں سے کچھ بھی نہیں ہم نے کہا۔ اور یہاں پر جب مشتری کے اپنے عمل دخل سے یہ چیزیں ختم ہوئی ہیں تو معلوم ہوا یہ مقصود تھیں۔ کیا تھیں؟ یہ مقصود بن گئیں اور تابع نہ رہیں، جب مقصود ہوئیں تو اس کے مقابلے میں بھی ہم نے کیا قرار دے دیے؟ ثمن قرار دے دیے، تو جب یہ چیز ختم کی تو اسی کے بقدر ثمن بھی ختم ہو گئے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ نَقَضَ الْمُشْتَرِي الْبِنَاءَ اور اگر توڑا مشتری نے عمارت کو قِيلَ لِلشَّفِيعِ تو کہا جائے گا شفیع سے: إِنْ شِئْتَ فَخُذِ الْعَرْصَةَ بِحِصَّتِهَا وَإِنْ شِئْتَ فَدَعْ اگر تو چاہتا ہے تو لے لے خالی زمین کو اس کے حصے کے بقدر، یعنی ثمن میں سے جتنا حصہ بنتا ہے اب صرف کیا لے لو؟ اس کے حصے کے بقدر بھئی۔ بھئی زمین عمارت سمیت پچاس لاکھ کی تھی، بغیر عمارت کے کتنے کی ہے؟ چالیس لاکھ کی، تو شفیع سے کہا جائے گا زمین کو اس کے حصے کے بقدر پیسوں کے بدلے لے لو یعنی چالیس لاکھ میں چاہتے ہو تو زمین لے لو وَإِنْ شِئْتَ فَدَعْ اور اگر آپ چاہتے ہیں تو چھوڑ دیں، اس کو چھوڑ دیں بھئی۔

وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ النَّقْضَ اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس ملبے کو لے لے۔ نَقْضٌ وہ اکھڑی ہوئی عمارت بھئی، یعنی ملبے کو کہتے ہیں۔ یعنی شفیع کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ملبے کو بھی لے لے۔ بھئی مشتری نے کیا کیا تھا؟ زمین کو خریدا تھا اس میں عمارت تھی، اس نے کیا کیا؟ ساری عمارت کو گرا دیا۔ شفیع نے شفعہ کیا اور شفعہ کے ذریعے اب اسے اختیار ہے چاہے تو زمین کے بدلے جتنے پیسے بنتے ہیں وہ دے کر صرف زمین لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے، وہ یہ نہیں کر سکتا کہ قاضی صاحب میں کیا کروں گا؟ زمین بھی اس نے خریدی اور بلڈنگ بھی خریدی تھی، بلڈنگ تو یہ گرا چکا لیکن ملبہ تو باقی ہے میں ملبہ بھی لوں گا بھئی! کیا کروں گا؟ ملبہ بھی لوں گا، ملبے کے بھی پیسے لگا لیں ساتھ بھئی وہ بھی میں لوں گا۔ کہتے ہیں نہیں ایسا نہیں کر سکتا، اس لیے کہ پہلے وہ چیز تابع تھی، کیا تھی؟ تابع، اور اب کیا بن چکی؟ مقصود بن گئی، اب وہ تابع کا حکم نہیں، گویا وہ ایک الگ چیز ہے اور شفعہ زمین میں ہوتا ہے یا بلڈنگ میں ہوا کرتا ہے؟ زمین میں، شفعہ تو صرف زمین میں ہوا کرتا ہے، بلڈنگ میں بھی کبھی ہو تو وہ تبعاً ہوتا ہے زمین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اب وہ تابع ہے؟ نہیں، اب وہ تابع رہی نہیں اسے ہم نے الگ چیز کا ایک حکم دے دیا، جب الگ چیز کا حکم دے دیا تو شفعہ اس پر نہیں ہو سکتا صرف کس پر ہو سکتا ہے؟ زمین پر ہو سکتا ہے۔ تو زمین تو شفعہ کے ذریعے جبراً لے سکتا ہے لیکن اس ملبے کو شفعہ کے ذریعے جبراً نہیں لے سکتا۔ جبراً کی بات ہو رہی ہے کہ اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس ملبے کو

لے لے یعنی جبراً نہیں لے سکتا، ہاں اس کی الگ بیع کرنا چاہے تو بیع کر لے، وہ دوسرا راضی ہے تو لے سکتا ہے بھئی اس سے، لیکن جبراً جیسے شفعہ میں جبراً زمین لے رہا ہے اس طرح جبراً وہ ملبے کو نہیں لے سکتا بھئی۔ یہ معنی ہے وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ النَّقْضَ کہ وہ نہیں لے سکتا اس ملبے کو یعنی جبراً نہیں لے سکتا۔

تو صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا بھئی کہ اگر وہ عمارت یا باغ جو ہے آسمانی آفت کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے تو اس صورت کے اندر ثمن میں کمی نہیں ہو گی اور جتنے میں اس نے وہ زمین خریدی تھی بلڈنگ سمیت وہ پورے ثمن دے کر وہ زمین لینا پڑے گی۔ اور اگر اس مشتری نے کیا کیا؟ اگر خود گرا دیا تو اس صورت کے اندر بھئی ثمن میں اسی کے بقدر کمی ہو جائے گی اور شفیع جو ہے اس کے ملبے کو جبراً نہیں لے سکتا بھئی۔ وجہ کیا؟ میں نے وجہ بتلائی بھئی آپ کو کہ بھئی اس صورت کے اندر جب پہلی مرتبہ وہ آسمانی آفت سے چیز ہلاک ہوئی ہے وہ بلڈنگ یا وہ باغ، تو اس صورت میں وہ چونکہ توابع میں سے ہے تو ہم نے اسے تابع والا ہی حکم دے دیا کہ ایک چیز تبعاً بیع میں داخل ہوئی تھی اور اس کے مقابلے میں ثمن کوئی نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کے مقابلے میں جب ثمن کوئی نہیں تو اگر وہ پہلے تھی اب نہیں ہے کوئی حرج ہی نہیں بھئی، اس کے مقابلے میں ثمن تھے ہی نہیں یہ سارے ثمن تو کس کے مقابلے میں تھے دراصل؟ زمین کے مقابلے میں۔ لیکن جب اس نے اس بلڈنگ کو خود گرایا ہے یا اس باغ کو اس نے خود اکھاڑا ہے گرایا ہے تو اس صورت کے اندر بھئی معلوم ہوا یہ بلڈنگ یا یہ باغ بھی اس کا مقصود تھا بھئی۔ کیا تھا؟ مقصود، جبھی تو اس میں تصرف کر رہا ہے بھئی، بلڈنگ کے اندر کیا کر رہا ہے؟ تصرف کر کے اس کو گرا رہا ہے، معلوم ہوا یہ بھی اس کی مقصود تھی بھئی۔ معلوم ہوا اس کو اب تابع والا حکم نہیں دے سکتے بھئی، معلوم ہوا اس نے ایک چیز نہیں خریدی کتنی خریدیں؟ دراصل دو چیزیں: ایک زمین خریدی ہے ان پیسوں میں اور ساتھ ساتھ اس کے بلڈنگ خریدی ہے، تو دونوں چیزیں مقصود ہوئیں اب تابع والا حکم نہیں لہٰذا بلڈنگ گرائی ہے تو اس کے مقابلے میں اب ثمن میں بھی اسی کے بقدر کمی ہو جائے گی، اب تابع والا حکم نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور نیز اس صورت میں اب ملبہ بھی شفیع نہیں لے سکتا اس لیے کہ جب وہ مقصود ہو گئی گویا اس نے وہ چیز الگ خریدی ہے زمین کے ساتھ، تو زمین کے اندر شفعہ ہو سکتا ہے اس کے ملبے کے اندر شفعہ نہیں ہو سکتا وہ جبراً نہیں لے سکتا۔ ہاں الگ بیع کر لیتا ہے اور دوسرا راضی ہو جاتا ہے تو پھر لے سکتا ہے بھئی، وہ پھر الگ بیع کرنا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَنِ ابْتَاعَ أَرْضًا وَعَلَى نَخْلِهَا ثَمَرٌ أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِثَمَرِهَا، وَإِنْ جَدَّهُ الْمُشْتَرِي سَقَطَ عَنِ الشَّفِيعِ حِصَّتُهُ۔ ایک آدمی نے زمین بیچی، زمین میں باغ تھا اور اس باغ کے درختوں پر پھل بھی لگے ہوئے تھے۔ اور آپ مسئلہ پڑھ چکے ہیں کہ جب زمین بیچے یا باغ بیچے تو پھل بیع کے اندر شامل نہیں ہوتے۔ درخت وغیرہ اور بلڈنگ تو شامل ہو جاتی ہیں کیونکہ درخت اور بلڈنگ وہ ہمیشہ لگی رہنے کے لیے ہوتے ہیں۔ بلڈنگ کیا ہوتی ہے، ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے یا کچھ دنوں کے لیے بنائی جاتی ہے؟ ہمیشہ کے لیے۔ اسی طرح درخت اگائے جاتے ہیں ہمیشہ کے لیے وہ ہوتے ہیں یا کچھ عرصے کے لیے؟ ہمیشہ کے لیے، وہ تو مستقل طور پر ایک چیز ہوتی ہے۔ اور جو پھل لگا ہے وہ پھل ہمیشہ کے لیے ہے یا وہ ہر سال اتارا جاتا ہے؟ ہر سال اتارا جاتا ہے۔ تو لہٰذا اب یہ جو پھل ہے یہ مستقل لگا رہنے کے لیے نہیں ہوتا یہ تو اتارنے کے لیے ہوتا ہے لہٰذا اس کا حکم تابع والا نہیں۔ اب کوئی شخص کسی کو زمین بیچتا ہے اس میں درخت ہیں درختوں پر پھل لگا ہوا ہے تو پھل بیع کے اندر داخل نہیں ہوں گے۔ ہاں البتہ اگر مشتری نے اس کی شرط لگا دی کہ میں یہ زمین خریدتا ہوں لیکن پھل بھی ساتھ ہوں گے بھئی، کیا ہوں گے؟ ہاں انہی پیسوں میں پھل بھی سارے ساتھ شامل ہوں گے، تو پھر تو ٹھیک ہے گویا ان کی بھی کیا ہو گئی؟ ساتھ میں بیع ہو گئی۔

اب یہی صورت بناؤ: ایک آدمی نے دوسرے کو باغ بیچا اور باغ کے درختوں پر کیا لگا تھا؟ پھل، اور اس نے شرط لگا دی کہ باغ خریدتا ہوں پھل سمیت۔ اب تو پھل بھی داخل ہو گئے بیع میں۔ اچھا اب شفیع نے شفعہ کیا۔ شفیع نے کیا کیا؟ شفعہ کیا، تو کیا شفعہ کے ذریعے اب وہ ان پھلوں کو بھی جبراً لے لے گا یا نہیں لے گا؟ کہتے ہیں بھئی یہ پھل بھی اب تابع بن جائیں گے اور اس نے مثلاً باغ پھلوں سمیت، زمین سارا کچھ دس لاکھ میں خریدا ہے تو یہ بھی کیا کرے گا؟ دس لاکھ میں سارا باغ پھلوں سمیت لے لے گا۔ لیکن بھئی پہلے یہ سمجھ لو: کیا وجہ ہے ابھی تو آپ نے بتایا مسئلہ کہ بیع کے اندر جب درخت بیچے جائیں تو پھل جو ہیں وہ بیع کے اندر داخل نہیں ہوتے، وہ تو اتارے جانے کے لیے ہوتے ہیں وہ تو مستقل لگے رہنے کے لیے ہوتے ہی نہیں، بلڈنگ تو تھی تابع، باغ بھی کیا تھا؟ تابع کیونکہ وہ مستقل لگا رہنے کے لیے ہوتا ہے تو وہ تبعاً داخل ہو جاتے ہیں، زمین کی بیع کرو گے اس میں جو کمرے ہوں گے وہ بھی خود بخود تبعاً داخل ہو جائیں گے، زمین کی بیع کرو گے اس کے اندر درخت ہوں گے وہ خود بخود کیا ہو جائیں گے تبعاً بیع کے اندر؟ داخل، شرط لگائیں یا شرط نہ لگائیں؛ لیکن اگر پھل لگے ہوں آپ نے مسئلہ پڑھا تھا وہ خود بخود بیع کے اندر داخل نہیں ہوتے معلوم ہوا وہ تابع نہیں ہیں، لیکن یہاں آپ کیا بنا رہے ہیں ان کو؟ تابع بنا رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں کہ شفیع کیا کرے گا؟ پھلوں سمیت لے لے گا! پہلے بتایا وہ تابع نہیں اب ان کو کیا بنا دیا آپ نے؟ تابع۔ سمجھ میں آیا؟ کہتے ہیں بھئی وجہ یہ کہ پھلوں کا اتصال چونکہ پیدائشی ہے اس لیے ہم نے اس کو تابع کا حکم دے دیا۔ کیا کیا؟ تابع کا حکم دے دیا اور مشتری نے خریدتے وقت پھلوں سمیت لیا تھا تو شفیع بھی کیا کرے گا؟ پھلوں سمیت لے لے گا کیونکہ یہ پیدائشی اتصال ہے تو اس کو ہم نے تابع والا حکم دے دیا۔

لیکن اگر مشتری نے کیا کیا؟ پھل اتار لیے! اب مولانا جب پھل اتارے تو وہ مقصود ہو گئے اور مقصود ہوئے تو اب ثمن میں اس کے مطابق کمی کی جائے گی بھئی۔ کیا کیا جائے گا؟ ثمن میں کمی۔ صورت ساری سمجھ میں آگئی بھئی؟ وَمَنِ ابْتَاعَ أَرْضًا وَعَلَى نَخْلِهَا ثَمَرٌ اور جس نے خریدی کوئی زمین وَعَلَى نَخْلِهَا ثَمَرٌ اور اس کے درختوں پر پھل تھا أَخَذَهَا الشَّفِيعُ بِثَمَرِهَا تو لے لے گا شفیع اس کو اس کے پھلوں سمیت۔ وَإِنْ جَدَّهُ الْمُشْتَرِي، جَدَّ کا معنی ہوتا ہے پھل توڑنا، پھل اتارنا۔ وَإِنْ جَدَّهُ الْمُشْتَرِي اور اگر مشتری نے کیا کیا؟ اس پھل کو اتار لیا سَقَطَ عَنِ الشَّفِيعِ حِصَّتُهُ تو شفیع سے کیا ہو جائے گا؟ اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ ثمن میں اسی کے بقدر کمی ہو جائے گی کیونکہ پہلے تو ہم نے تابع والا حکم دیا تھا لیکن اب کیا ہو گیا؟ مقصود بن گیا بھئی۔

وَإِذَا قَضَى لِلشَّفِيعِ بِالدَّارِ وَلَمْ يَكُنْ رَآهَا فَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ، فَإِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهَا بِهِ وَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي شَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنْهُ۔ اچھا بھئی مشتری جب کسی سے کوئی زمین وغیرہ خرید تا ہے، کوئی چیز خرید تا ہے تو مشتری کو شریعت نے خیار رؤیت دیا ہے۔ اور اسی طرح مشتری کو شریعت نے خیار عیب بھی دیا ہے، چیز میں کوئی عیب نکل آئے تو وہ کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے۔ اب شفیع نے شفعہ کیا اور کوئی گھر اس نے لے لیا شفعہ کے ذریعے، تو کیا اسے خیار رؤیت حاصل ہو گا؟ اس نے تو پہلے گھر اندر سے نہیں دیکھا ہوا تھا، اب یہ گیا اس نے اندر گھر دیکھا اور اسے پسند نہیں آیا، تو کیا وہ واپس کر سکتا ہے خیار رؤیت کی وجہ سے یا نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں ہاں یہ بھی کیا کر سکتا ہے؟ گھر کو واپس کر سکتا ہے، یہ شفیع بھی دراصل ایک مشتری ہی ہے جو پیسے دے کر ایک چیز لے رہا ہے، لہٰذا جیسے مشتری کو خیار رؤیت ہوتا ہے اسے بھی خیار رؤیت ہے، چیز دیکھی پسند نہیں آئی تو کیا کر سکتا ہے؟ واپس کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب مشتری کوئی چیز خرید تا تھا اور اس میں کوئی عیب کا پتہ چلتا تھا جو بائع کے پاس سے آیا ہو تو مشتری کو کیا حق دیا تھا شریعت نے؟ خیار عیب کا کہ وہ عیب کی وجہ سے چیز واپس کر سکتا ہے، تو یہاں شفیع کو بھی یہ حق حاصل ہو گا، وہ بھی کیا کر سکتا ہے؟ گھر اس نے لے لیا شفعہ کے ذریعے، پیسے بھی دے دیے سارا کچھ ہو چکا ہے لیکن گھر کے اندر گیا دیکھا تو اس کی تو چھتیں ٹپکتی ہیں، عیب نکل آیا، یہ کیا کر سکتا ہے اس عیب کی وجہ سے اس کو؟ واپس کر سکتا ہے۔

لیکن تھوڑا فرق ہے مولانا: بیع کے باب میں اگر بائع یہ کہہ دیتا تھا بھئی میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں، بیع کے وقت وہ کہہ دیتا تھا میں کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ابھی سے دیکھ لو جو کچھ عیب آپ نے دیکھنے ہیں بھئی بعد میں مجھے نہ کہنا، تو بعد میں کوئی عیب نکل بھی آتا تھا لیکن بائع چونکہ اپنی براءت کا اظہار کر چکا ہے لہٰذا اب بائع ان عیوب کا ذمہ دار نہیں ہو گا اور وہ چیز اب اس کو واپس نہیں کی جا سکتی۔ پڑھا تھا یا نہیں یہ آپ نے بھئی؟ لیکن شفعہ میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ شفعہ کے اندر بھئی شفیع نے شفعہ کیا اور مشتری سے اب وہ گھر لے رہا ہے، مشتری نے کہا بھئی میں کسی عیب کا ذمہ دار بعد میں نہیں ہوں گا بھئی، میں بری ہوں ہر عیب سے۔ کہتے ہیں وہ چاہے یہ کہہ بھی دے پھر بھی وہ عیب سے بری نہیں ہو سکتا، بلکہ اگر بعد میں کوئی عیب نکل آیا تو شفیع کیا کر سکتا ہے اس عیب کی وجہ سے اس گھر کو؟ واپس کر سکتا ہے۔ بھئی کیا وجہ ہے بیع کے باب میں وہاں براءت ہو جاتی تھی یہاں پر وہ بری نہیں ہوتا، وجہ کیا ہے؟ کہتے ہیں بھئی دونوں بیعوں میں فرق ہے: وہ بیع تھی باہمی رضامندی سے، اور یہ بیع کس قسم کی ہے؟ جبراً، یہ تو جبراً بیع ہو رہی ہے، جبراً مشتری سے ہم ایک مکان لے رہے ہیں تو اب اس کی براءت کا کوئی اعتبار نہیں۔

وَإِذَا قَضَى لِلشَّفِيعِ بِالدَّارِ اور جب فیصلہ کر دیا قاضی نے شفیع کے لیے گھر کا، یا وَإِذَا قُضِيَ لِلشَّفِيعِ بِالدَّارِ جب فیصلہ کر دیا گیا شفیع کے لیے گھر کا وَلَمْ يَكُنْ رَآهَا اور اس نے اس کو دیکھا نہیں تھا یعنی پہلے دیکھا نہیں تھا فَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ تو اب اسے بھی کیا حاصل ہے؟ خیار رؤیت۔ ہاں پہلے دیکھ چکا ہے پھر تو خیار رؤیت نہیں ہے بھئی۔ فَإِنْ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهَا بِهِ اور اگر اس میں اس نے کوئی عیب پایا تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اس گھر کو واپس کر دے اس عیب کی وجہ سے وَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي شَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنْهُ اگرچہ مشتری نے شرط لگائی تھی اپنے بری ہونے کی مِنْهُ أَيْ مِنَ الْعَيْبِ عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی تھی۔

وَإِذَا ابْتَاعَ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ فَالشَّفِيعُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِثَمَنٍ حَالٍّ وَإِنْ شَاءَ صَبَرَ حَتَّى يَنْقَضِيَ الْأَجَلُ ثُمَّ يَأْخُذُهَا۔ صورت مسئلہ یہ: بھئی بعض اوقات بیع میں پیسے نقد دیے جاتے ہیں اور بعض صورتوں میں بیع کے اندر مدت متعین کر دیتے ہیں۔ اب ایک آدمی نے دوسرے سے ایک مکان خریدا اور کہا کہ پیسے میں آپ کو ایک سال بعد ادا کروں گا۔ تو یہ بیع مؤجل ہوئی۔ کیا ہوئی؟ بیع مؤجل، ثمن اس میں مؤجل ہیں مولانا، مدت مقرر ہے وہ ثمن کب دے گا؟ ایک سال کے بعد۔ اب یہ مکان جس میں ثمن مؤجل ہیں اس میں شفیع نے شفعہ کیا اور اس مکان کو لے لیا۔ تو کیا اب شفیع بھی پیسے اسی سال کے بعد دے گا یا فوری دینا پڑیں گے؟ کہتے ہیں بھئی پیسے اس کو فوری دینا پڑیں گے۔ یا چاہے تو فی الحال مکان ہی نہ لے: شفعہ کر لیا، طلب وغیرہ ساری کر لی

قاضی کے پاس بھی چلا گیا، سمجھ میں آیا؟ لیکن مکان ابھی اس سے لے نہ، قبضہ نہ لے بلکہ مکان کب لے؟ جب مدت پوری ہو جائے۔ تو اگر فی الحال لینا چاہتے ہو تو شفیع کو کیا کرنا پڑے گا؟ فی الحال سارے پیسے دینے پڑیں گے۔ اور اگر وہ کیا چاہتا ہے کہ نہیں مجھے بھی پیسے کب دینا پڑیں؟ ایک سال کے بعد، تو اب اس کو اختیار ہے پھر ایک سال تک اس سے زمین لے ہی نہ، زمین ہی اس وقت لے جب کیا ہو جائے؟ مدت پوری ہو جائے، تو اس وقت زمین لے لے اور پیسے دے دے۔ لیکن یہ نہیں کر سکتا کہ زمین ابھی لے لے اور کہے بھئی مشتری کو ایک سال دیا تھا تو مجھے بھی کیا مل گیا؟ ایک سال۔ یہ درست نہیں۔ کیوں؟ کہتے ہیں وجہ یہ بھئی کہ وہ جو مشتری تھا وہ تو نیک آدمی ہے تبلیغی آدمی ہے بھئی، تو بائع تو راضی ہے اس پر اعتماد ہے اس کا کہ ایک سال بعد مجھے پیسے دے دے گا۔ لیکن اس پر اعتماد ہونے کا یہ معنی نہیں کہ ہر شخص پر اس کا اعتماد ہو، ہو سکتا ہے اس کا شفیع پر اعتماد نہ ہو، تو لہٰذا شفیع کے لیے مدت ہم ثابت نہیں کر سکتے بلکہ اس کو اختیار ہے: چاہے تو نقد ثمن دے کر ابھی لے لے اور چاہے تو مدت کے پورا ہونے کا انتظار کرے اور اس وقت زمین لے لے۔

وَإِذَا ابْتَاعَ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ اور جب خریدا کسی نے گھر کو ثمن مؤجل کے بدلے میں یعنی ایسے ثمن کے بدلے جن میں مدت مقرر کی گئی ہے فَالشَّفِيعُ بِالْخِيَارِ تو شفیع کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِثَمَنٍ حَالٍّ چاہے تو اس کو لے لے کس کے بدلے میں؟ ثمن حال کے بدلے میں یعنی فوری ثمن کے بدلے میں، نقد ثمن کے بدلے میں وَإِنْ شَاءَ صَبَرَ اور اگر چاہے تو صبر کرے حَتَّى يَنْقَضِيَ الْأَجَلُ یہاں تک کہ مدت گزر جائے، مدت پوری ہو جائے ثُمَّ يَأْخُذُهَا پھر اس کو لے لے۔ ہاں باقی ساری طلبیں ابھی کرنا پڑیں گی یہ نہیں کہ ان کو چھوڑ دیا، اگر ان کو چھوڑ دیا تو پھر تو شفعہ ہی کیا ہو جائے گا؟ باطل، ہاں زمین کو لے نہ ابھی فی الحال قبضہ نہ کرے اس پر۔

وَإِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الْعَقَارَ فَلَا شُفْعَةَ لِجَارِهِمْ بِالْقِسْمَةِ۔ بھئی دیکھو صورت مسئلہ یہ: یہ جو ایک کنال کا پلاٹ ہے یہ میرے اور زید کے درمیان مشترکہ ہے، میں نے اور زید نے پیسے ملا کر خریدا۔ اب اس میں سے کون سا حصہ میرا ہے اور کون سا زید کا؟ کوئی ہم نے تقسیم کی ہے؟ نہیں، تقسیم نہیں کی، تو اس ساری زمین کے ہر ہر حصے کے اندر جو حصہ بھی پکڑو آدھا میرا آدھا زید کا، جو حصہ بھی پکڑو آدھا میرا آدھا زید کا، تو ہم ہر ہر حصے میں شریک ہیں تقسیم سے پہلے۔ اب ہم دونوں نے آپس میں تقسیم کی: زید نے کہا آدھے پیسے آپ کے تھے آدھے میرے تھے آؤ بھئی زمین تقسیم کر لیتے ہیں، چنانچہ ہم نے زمین کی حد لگا دی آدھی۔ آدھی زمین تقسیم کر لی، آدھی اس نے لے لی آدھی میں نے لے لی۔ جب آدھی میں نے لی اور آدھی اس نے لی تو کیا ہمارے پڑوسی اب اس زمین پر شفعہ کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے یہ جو ہم نے تقسیم کی ہے اس وقت؟ کیونکہ یہاں بھی تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آ گیا! کیسے؟ بھئی دیکھو زمین کا یہ شمالی حصہ میں نے لیا ہے اور جنوبی حصہ کس نے لیا؟ زید نے۔ ٹھیک ہے، اب آپ بتائیے یہ جو جنوبی حصہ تھا زید کے پاس جو اب آیا ہے اس کے ہر ہر جز میں میرا حصہ تھا یا نہیں تھا؟ تھا۔ میں نے وہ حصہ کس کو دے دیا؟ زید کو۔ اور بدلے میں میرے والے حصے میں ہر ہر جز میں اس کا بھی حصہ تھا، بدلے میں یہ اس سے لے لیا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا یا نہیں آیا؟ آیا، تو مبادلہ آ گیا اور جب مبادلہ آ گیا تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ یہی تو کیا ہے؟ بیع ہے، اور جب بیع ہو زمین کی تو اس میں کیا آ جایا کرتا ہے؟ شفعہ کا حق مل جاتا ہے۔[۳]

کہتے ہیں ہاں ٹھیک ہے یہاں مبادلہ بھی بن رہا ہے مِنْ وَجْهٍ، لیکن یہاں پر اپنے اپنے حصے دراصل دونوں الگ کر رہے ہیں، مِنْ كُلِّ الْوَجْهِ یہ مبادلہ نہیں ہے۔ پورے اعتبار سے یہ مبادلہ نہیں ہے، مِنْ وَجْهٍ بعض اعتبار سے دیکھا جائے تو مبادلہ ہے، دوسرے اعتبار سے دیکھا جائے تو دونوں نے کیا کیا ہے؟ اپنا اپنا حصہ الگ کیا ہے، مبادلہ نہیں بلکہ کیا کیا ہے؟ اپنا اپنا حصہ الگ کیا ہے، تو یہ پوری طرح مبادلہ نہیں ہے: مِنْ وَجْهٍ مبادلہ ہے اور مِنْ وَجْهٍ اپنا حصہ لینا ہے لہٰذا اس کے اندر شفعہ نہیں کیا جا سکتا۔ شفعہ نہیں کیا جا سکتا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اسی لیے اس میں اپنا اپنا حصہ دونوں لے رہے ہیں اسی لیے اس میں جبر بھی جاری ہوتا ہے۔ میں نے اور زید نے مل کے خریدی تھی اب میں نے زید کو کہا آؤ بھئی تقسیم کریں، زید مانتا ہی نہیں ہے۔ اب میں پریشان ہوں بھئی میں نے تو گھر بنانا ہے اس کے اندر وہ مان ہی نہیں رہا تقسیم پر، تو میں قاضی کے پاس جا سکتا ہوں کہ قاضی صاحب یہ زمین ہم دونوں نے خریدی ہے آپ زید سے کہیں اور یہ ہم دونوں میں زمین تقسیم کروائیں۔ تو قاضی اس کو کیا کرے گا؟ مجبور کرے گا کہ زمین تقسیم کرو، حالانکہ بیع کے اندر قاضی کسی کو جبراً بیع کروا سکتا ہے؟ نہیں بھئی۔ معلوم ہوا اس میں اپنا اپنا حصہ بھی لینا ہے: مبادلہ بھی ہے اور اپنا اپنا حصہ بھی لینا ہے اسی لیے تو اس میں جبر جاری ہوتا ہے، لہٰذا یہ مِنْ كُلِّ الْوَجْهِ پورے طور پر چونکہ یہ مبادلہ نہیں ہے لہٰذا اس کے اندر شفعہ بھی نہیں۔ کہتے ہیں وَإِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الْعَقَارَ اور جب تقسیم کیا شریکوں نے زمین کو،

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۰۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الْعَقَارَ فَلَا شُفْعَةَ لِجَارِهِمْ بِالْقِسْمَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا قسم الشركاء العقار فلا شفعة لجارهم بالقسمة» منقول ہے۔

جائیداد کو فَلَا شُفْعَةَ لِجَارِهِمْ بِالْقِسْمَةِ تو شفعہ کا حق نہیں ہے ان کے پڑوسی کو بِالْقِسْمَةِ تقسیم کی وجہ سے۔

وَإِذَا اشْتَرٰى دَارًا فَسَلَّمَ الشَّفِيعُ الشُّفْعَةَ ثُمَّ رَدَّهَا الْمُشْتَرِي بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ أَوْ بِشَرْطٍ أَوْ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ، وَإِنْ رَدَّهَا بِغَيْرِ قَضَاءِ قَاضٍ أَوْ تَقَايَلَا فَلِلشَّفِيعِ الشُّفْعَةُ۔ صورت مسئلہ یہ: میں نے ایک زمین خریدی، زمین خریدنے کے بعد میں نے ابھی اس کو دیکھا نہیں تھا۔ اچھا جب میں نے زمین خریدی پڑوسی ساتھ والے کو پتہ چلا زمین بکی ہے لیکن اس نے شفعہ چھوڑ دیا کہ میں شفعہ نہیں کرتا۔ میں نے اب زمین کو دیکھا مجھے زمین پسند نہیں آئی، میں نے زمین واپس کر دی خیار رؤیت کی وجہ سے۔ تو کیا اب خیار رؤیت کی وجہ سے جب میں نے زمین واپس کی اور پیسے اپنے واپس لے لیے، تو کیا اب پھر دوبارہ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا یا نہیں آیا؟ آیا بھئی، تو اب پھر کیا پڑوسی کو شفعہ کا حق ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اس لیے کہ خیار رؤیت کی وجہ سے جب کوئی چیز واپس کی جائے تو پھر اس صورت میں شفیع کو شفعہ کا حق نہیں ملتا۔ اسی طرح خیار شرط میں بھی اسی طرح ہے: میں نے ایک زمین خریدی بھئی اور کس کے ساتھ خریدی؟ خیار شرط کے ساتھ، میں نے کہا مجھے اختیار ہے تین دن کا، تین دن میں میں چاہوں تو اس عقد کو کیا کر سکتا ہوں؟ فسخ کر سکتا ہوں۔ ساتھ والے پڑوسی کو پتہ چلا زمین بکی ہے اس کو شفعہ کا حق تھا لیکن اس نے کہا نہیں بھئی میں شفعہ نہیں کرتا۔ اب اس تین دن کے اندر پھر میں نے کیا کیا؟ وہ زمین واپس کر دی خیار شرط کی وجہ سے۔ کس کی وجہ سے؟ خیار شرط کی وجہ سے، تین دن کے اندر اپنا حق میں نے استعمال کیا اور اس عقد کو فسخ کر دیا۔ تو کیا اب اس خیار شرط کی وجہ سے جب زمین میں نے اس کو واپس کی اور اس سے پیسے واپس لے لیے تو پھر مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا، کیا اب پھر شفیع کو شفعہ کا حق ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، خیار شرط کی وجہ سے بھی چیز کو واپس کیا جائے تو شفیع کو شفعہ کا حق نہیں۔[۴]

یہ صورتیں سمجھ میں آ گئیں؟ بھئی کیوں نہیں حق بھئی، شفیع کو شفعہ کا حق کیوں نہیں ہے؟ یہاں بھی تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ ہے: خیار رؤیت کے اندر واپس کر رہا ہے تو بھی مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ ہے کہ میں زمین اس کو دوں گا اور اپنے ثمن اس سے واپس لے لوں گا؛ خیار شرط کے اندر بھی زمین میں اس کو دوں گا اور اپنے ثمن اس سے واپس لے لوں گا، تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آ گیا اور یہ تو بیع ہے لہٰذا اب کیا ہونا چاہیے شفیع کو شفعہ کا حق ہونا چاہیے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ جہاں خیار رؤیت اور خیار شرط کا باب پڑھا تھا وہاں میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ خیار شرط اور خیار رؤیت یہ مانع ہیں تمام بیع سے۔ تو یہ خیار شرط اور خیار رؤیت کیا ہیں؟ مانع ہیں تمام بیع سے، جب تک یہ ہیں گویا ابھی بیع پوری ہی نہیں ہوئی، اور بیع ابھی پوری نہیں ہوئی اسی بیع کو یہ واپس ختم کر رہے ہیں تو گویا بیع ہی فسخ ہو گئی، تام ہونے سے پہلے ہی انہوں نے بیع کو کیا کر دیا؟ ختم کر دیا۔ اور جب بیع فسخ ہوئی تو گویا بیع ہوئی ہی نہیں، سرے سے بالکل ہوئی ہی نہیں، اور جب بیع ہوئی ہی نہیں تو اس صورت میں کوئی شفیع کو شفعہ کا حق ہوتا ہے؟ نہیں، جب بیع بالکل ہوئی ہی نہیں سرے سے تو شفیع کو شفعہ کا حق بھی نہیں ہوتا بھئی۔

اچھا تیسری صورت بھئی: میں نے زمین خریدی، گھر خریدا لیکن گھر خریدنے کے بعد میں نے اس کو دیکھا تو اس میں عیب نکل آیا، اس کی تو چھتیں ٹپکتی ہیں بھئی۔ اب میں اس عیب کی وجہ سے وہ گھر واپس کرتا ہوں، تو یہ خیار عیب سے واپس کر رہا ہوں۔ تو کہتے ہیں خیار عیب میں اب دو صورتیں ہیں: یا تو قاضی کے فیصلے کے بغیر ہی واپس کر دے گا یا قاضی کے فیصلے سے واپس کرتا ہے۔ اگر قاضی کے فیصلے کے بغیر واپس کرتا ہے، خود ہی چلا گیا کہ بھئی آپ کے مکان میں یہ عیب تھا چھتیں ٹپک رہی ہیں اپنا مکان واپس لو اس میں عیب ہے اور مجھے میرے پیسے دو بھئی، مجھے شریعت نے حق دیا ہے میں عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہوں۔ اس نے آرام سے بھئی، نیک آدمی تھا اس نے مجھے پیسے دے دیے اور مجھ سے وہ مکان لے لیا۔ تو یاد رکھو ہم دونوں تو یہ دراصل بیع کو فسخ کر رہے ہیں لیکن تیسرے شخص کے حق میں یہ کیا ہے؟ بیع جدید۔ اس لیے کہ خیار عیب یہ تمام بیع سے مانع نہیں ہے: خیار عیب کے ہوتے ہوئے بیع تام ہو چکی ہے البتہ عیب کے آنے کی وجہ سے بیع کو کیا کیا جا سکتا ہے؟ فسخ۔ پچھلی خیار شرط اور خیار رؤیت میں تو بیع تام ہی نہیں ہوئی تھی، یہاں بیع کیا ہو چکی ہے؟ تام ہو چکی ہے، جب بیع پوری ہو گئی ثمن اس کے ہوئے زمین میری ہو گئی، اب پھر میں کیا کر رہا ہوں؟ زمین اسے دے رہا ہوں واپس اور اس سے پیسے لے رہا ہوں، تو پھر ایک اور بیع ہے، مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا مولانا تو یہ ایک اور بیع بن گئی۔ تو ہم دونوں تو آپس میں کہہ رہے ہیں یہ فسخ ہے، لیکن کسی تیسرے کے لیے یہ فسخ نہیں ہے، ہمیں اپنے نفس پر تو ولایت ہے ہم نے اپنے حق میں اس کو فسخ کیا لیکن تیسرے کے حق میں ہم اس کو فسخ قرار نہیں دے سکتے، اس کے حق میں یہ کیا ہو جائے گی؟ بیع جدید۔ اور جب بھی بیع جدید پائی جائے پڑوسی کو کس چیز کا حق ہو جاتا ہے؟ شفعہ کا، تو وہ پہلے شفعہ کو چھوڑ چکا تھا لیکن اب عیب کے ذریعے جب آپ واپس کر رہے ہیں اسے

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۰۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا اشْتَرٰى دَارًا فَسَلَّمَ الشَّفِيعُ الشُّفْعَةَ ثُمَّ رَدَّهَا الْمُشْتَرِي بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ أَوْ بِشَرْطٍ أَوْ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا اشترى دارا فسلم الشفيع الشفعة ثم ردها المشتري بخيار رؤية أو شرط إو عيب بقضاء قاض فلا شفعة للشفيع» منقول ہے۔

پھر کیا مل جائے گا؟ شفعہ کا حق مل جائے گا۔

لیکن اگر خیار عیب میں قاضی کا فیصلہ آیا: میں اس کے پاس گیا کہ اپنا مکان واپس لو اس میں عیب ہے، اس نے انکار کر دیا میں قاضی کے پاس چلا گیا۔ قاضی صاحب نے فیصلہ کیا جی کہ یہ مکان واقعی اس کے پاس سے عیب دار آیا تھا اور اس کو واپس کیا جائے بھئی، قاضی نے ہم دونوں کے درمیان بیع کو فسخ کر دیا۔ اب مولانا شفیع شفعہ نہیں کر سکتا، اس لیے کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے جب اس نے بیع کو فسخ کر دیا تو سب لوگوں کے حق میں بیع کیا ہو گئی؟ فسخ ہو گئی، نئی بیع آئی ہی نہیں۔ سب کے حق میں بیع فسخ، گویا بیع ہوئی ہی نہیں سرے سے۔ تو لہٰذا جب قاضی فیصلہ کرے تو اس صورت میں شفعہ کا حق نہیں ہو گا۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا اشْتَرٰى دَارًا اور جب خریدا کسی نے کوئی گھر فَسَلَّمَ الشَّفِيعُ الشُّفْعَةَ شفیع نے کیا کیا؟ شفعہ کو چھوڑ دیا ثُمَّ رَدَّهَا الْمُشْتَرِي پھر اس گھر کو واپس کیا مشتری نے بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ أَوْ بِشَرْطٍ کس کی وجہ سے؟ خیار رؤیت یا خیار شرط کی وجہ سے أَوْ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ یا کسی عیب کی وجہ سے، خیار عیب کی وجہ سے واپس کیا بِقَضَاءِ قَاضٍ کس وجہ سے؟ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ تو شفیع کو شفعہ کا حق نہیں۔ خیار رؤیت اور خیار شرط میں کیوں نہیں؟ کیونکہ وہاں تو بیع ہی تام نہیں ہوئی تھی پہلے سے ہی بیع کو ختم کر دیا، اور خیار عیب میں جب قاضی نے فیصلہ کر دیا تو گویا سب کے حق میں کیا ہو گئی؟ فسخ ہو گئی گویا کہ ہوئی ہی نہیں۔ تو بِقَضَاءِ قَاضٍ کا تعلق بِعَيْبٍ سے ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ فَلَا شُفْعَةَ لِلشَّفِيعِ تو اب شفیع کو شفعہ کا حق نہیں ہو گا۔

وَإِنْ رَدَّهَا بِغَيْرِ قَضَاءِ قَاضٍ اور اگر اس نے اس زمین کو واپس کیا بغیر قاضی کے فیصلے کے، یہ صرف کس صورت میں ہے؟ عیب، خیار عیب کی بات چل رہی ہے بس، اگر قاضی کے فیصلے کے بغیر خیار عیب کی وجہ سے زمین کو واپس کیا أَوْ تَقَايَلَا یا دونوں نے کیا کیا؟ اقالہ کر لیا فَلِلشَّفِيعِ الشُّفْعَةُ تو شفیع کو کس چیز کا حق ہو گا؟ شفعہ کا حق ہو گا۔ اقالہ یاد ہے یا بھول گئے بھئی؟ اقالہ کس کو کہتے تھے؟ عقد کو آپس میں فسخ کرنا۔ بھئی ایک شخص سے میں نے ایک مکان خریدا، مکان خریدنے کے بعد چند دن بعد پھر میں اس کے پاس چلا گیا کہ بھئی یہ مکان آپ مجھ سے واپس لے لیں، اقالہ کر لیں۔ بھئی کیوں واپس کرتے ہو اس نے کہا؟ نہ خیار رؤیت کی وجہ سے کیونکہ میں پہلے سے مکان دیکھ چکا تھا بیع سے پہلے ہی میں نے دیکھا تھا لہٰذا مجھے خیار رؤیت تو حاصل ہی نہیں، نیز میں نے کوئی خیار شرط بھی اپنے لیے نہیں رکھا تھا، نیز اس میں کسی قسم کا کوئی عیب بھی نہیں ہے، لیکن میں واپس کر رہا ہوں۔ بائع مجھے کہتا ہے بھئی کیوں واپس کرنا چاہتے ہو بھئی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا بھئی مجھے پیسوں کی ضرورت پڑ گئی ہے اور اشد ضرورت ہے آپ مہربانی فرمائیں اپنی چیز لے لیں کوئی عیب نہیں ہے کچھ نہیں ہے آپ کی مہربانی ہو گی۔ اب اس کی مرضی ہے لینا چاہے لے لے نہ لینا چاہے تو نہ لے، لیکن وہ نیک آدمی تھا، سمجھ میں آیا؟ اس نے کیا کیا؟ لاؤ بھئی مکان دے دو، اور پیسے میرے حوالے کر دیے بھئی۔ یہ ہے اقالہ۔ تو اب اقالہ ہم دونوں تو بیع کو فسخ کر رہے ہیں لیکن ہمیں دوسروں پر ولایت حاصل ہے؟ نہیں، ہمارا فسخ دوسروں کے حق میں بھی فسخ ہی کہلائے گا؟ نہیں، ہمارے حق میں تو فسخ ہے دوسروں کے حق میں یوں ہے کہ وہ مجھے اب ثمن دے رہا ہے اور میں اسے مکان دے رہا ہوں تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا تو یہ کیا ہوئی؟ بیع، تو باقی سب لوگوں کے حق میں یہ بیع ہو گئی لہٰذا جب بیع ہوئی تو شفیع کیا کر سکتا ہے؟ شفعہ کر سکتا ہے۔ اسی لیے کہا أَوْ تَقَايَلَا یا دونوں نے آپس میں کیا کیا؟ اقالہ کیا فَلِلشَّفِيعِ الشُّفْعَةُ تو اس صورت میں بھی شفیع کو شفعہ کا حق ہے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كُتُبُ الشَّرِكَةِ وَالْمُضَارَبَةِ وَالْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ وَالْحَوَالَةِ وَالصُّلْحِ

شرکتِ املاک وعقود، مضاربت، وکالت بالبیع والشراء والخصومۃ، کفالت بالنفس والمال، حوالہ اور صلح کے مسائل (اسباق ۹۴ تا ۱۰۱)

سبق نمبر ۹۴: کتاب الشرکۃ: شرکت کی اقسام (شرکۃ الاملاک اور شرکۃ العقود: مفاوضہ، عنان، صنائع / تقبل، وجوہ) اور ان کی شرائط واحکام

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۴ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الشَّرِكَةِ. الشَّرِكَةُ عَلَى ضَرْبَيْنِ شَرِكَةُ أَمْلَاكٍ وَشَرِكَةُ عُقُودٍ، فَشَرِكَةُ الْأَمْلَاكِ الْعَيْنُ يَرِثُهَا رَجُلَانِ أَوْ يَشْتَرِيَانِهَا، فَلَا يَجُوزُ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ كَالْأَجْنَبِيِّ، وَالضَّرْبُ الثَّانِي شَرِكَةُ الْعُقُودِ وَهِيَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ مُفَاوَضَةٌ وَعِنَانٌ وَشَرِكَةُ الصَّنَائِعِ وَشَرِكَةُ الْوُجُوهِ.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

شرکت کے بارے میں آج ہم پڑھیں گے بھئی۔ شرکت کے بارے میں۔ بھئی شرکت کا لفظی معنی تو ظاہر ہے، اردو میں بھی آپ استعمال کرتے ہیں کسی چیز میں کیا ہو جانا؟ شریک ہو جانا بھئی، شریک ہو جانا۔ اور اصطلاح میں شرکت کسے کہتے ہیں بھئی؟ دیکھیے آپ کے حاشیے میں اس کی تعریف دی ہوئی ہے: قَوْلُهُ

[1] جدول—شرکت کی اقسام (شرکۃ الاملاک اور شرکۃ العقود کی چار اقسام) کا جدول:

قسمِ شرکت	شرائط وماہیت	فقہی احکام (کفالت، وکالت اور تقسیمِ نفع)
۱۔ شرکۃ الاملاک	دو شخصوں کا کسی عین میں وراثت یا خریداری سے مشترک مالک ہونا	ایک شریک دوسرے کے نصیب میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔
۲۔ شرکۃ المفاوضہ (بالاموال)	دونوں آزاد، بالغ، عاقل اور دین میں متحد ہوں؛ راس المال، تصرف، دین اور نفع سب میں مساوات ہو	یہ وکالت اور کفالت دونوں پر مشتمل ہوتی ہے؛ ہر شریک کی خرید کردہ شے (بجز طعام و کسوۃِ اہل) دونوں کے درمیان مشترک ہوتی ہے۔
۳۔ شرکۃ العنان (بالاموال)	وکالت پر مشتمل ہوتی ہے کفالت پر نہیں؛ راس المال کا برابر ہونا ضروری نہیں	یہاں یہ جائز ہے کہ مال برابر ہو اور نفع میں کمی بیشی ہو، یا مال کم و بیش ہو اور نفع برابر ہو (البتہ نقصان ہمیشہ راس المال کے بقدر ہو گا)۔
۴۔ شرکۃ الصنائع (تقبل / ابدان)	دو کاریگروں (مثلاً دو درزیوں یا رنگریزوں) کا کام قبول کرنے میں شرکت کرنا	نفع شرط کے مطابق، اور کام کا ضمان دونوں پر مشترک۔
۵۔ شرکۃ الوجوہ (المفالیس)	بغیر راس المال کے اپنی وجاہت پر ادھار مال خرید کر بیچنے کی شرکت	مبیع میں جس کے جتنے حصے کی شرط ہو نفع بھی اسی حساب سے ہو گا، اس سے زائد نفع کی شرط جائز نہیں۔

الشَّرِكَةُ: الشَّرِكَةُ فِي اللُّغَةِ الْخُلْطَةُ وَفِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ عَقْدٍ بَيْنَ الْمُتَشَارِكَيْنِ فِي الْأَصْلِ وَالرِّبْحِ۔ اور شریعت میں شرکت، خلط بھئی وہی شرکت ایک معنی ہے خلط اور شرکت کا۔ وَفِي الشَّرْعِ اور شریعت کے اندر شرکت جو ہے عِبَارَةٌ عَنْ عَقْدٍ یہ کس چیز سے عبارت ہے، کس کو کہتے ہیں؟ عقد کو کہتے ہیں بَيْنَ الْمُتَشَارِكَيْنِ جو دو شریک ہونے والوں کے درمیان ہوتا ہے فِي الْأَصْلِ وَالرِّبْحِ کس چیز کے اندر؟ اصل اور نفع میں۔ اصل اور نفع کے اندر جو شرکت کا جو عقد ہوتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ شرکت بھئی۔

تو کہتے ہیں الشَّرِكَةُ عَلَى ضَرْبَيْنِ شَرِكَةُ أَمْلَاكٍ وَشَرِكَةُ عُقُودٍ۔ شرکت دو قسم پر ہے بھئی: ایک شرکت املاک ہے اور دوسرا شرکت عقود ہے۔ بھئی نام سے ہی پتا چل رہا ہے، شرکت املاک کسی چیز کی ملکیت میں شرکت کرنا۔ بھئی دیکھو میں نے اور زید نے مل کر پیسے ملا کر ایک زمین خریدی بھئی، آدھے پیسے اس نے ملائے، آدھے پیسے میں نے ملائے، ہم دونوں نے مل کر ایک پلاٹ خریدا تو اس پلاٹ میں ہم دونوں کیا ہیں؟ شریک۔ اور یہ شرکت کس چیز کے اندر ہے؟ ملکیت میں ہے اس پلاٹ کی شرکت، تو یہ کیا کہلائے گی؟ شرکت املاک۔ اسی طرح مولانا دو بھائی ہیں، ان کو ورثے کے اندر زمین ملی تو دونوں اس میں کیا ہیں؟ شریک ہیں۔ یہ کیا ہے؟ شرکت املاک ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں فَشَرِكَةُ الْأَمْلَاكِ الْعَيْنُ يَرِثُهَا رَجُلَانِ شرکت املاک وہ عین ہے مولانا، وہ چیز ہے يَرِثُهَا رَجُلَانِ جو بطور وراثت کے پائیں دو آدمی، أَوْ يَشْتَرِيَانِهَا یا اس کو کیا کر لیں؟ وہ دو آدمی اس چیز کو خرید لیں، تو دونوں اس میں شریک ہو گئے، ورثے میں ملی دونوں اس میں شریک ہو گئے۔ جی، تو میں نے زمین کی مثال دی، اور بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ورثے کے اندر بھئی گندم آئی ہے، تو گندم میں بھی دونوں کیا ہیں؟ شریک ہیں بھئی، ہر ہر جز کے اندر دونوں شریک ہیں۔ گندم کا ایک دانہ بھی اٹھاؤ گے اس میں سے، دونوں اس کے اندر کیا ہیں؟ شریک ہیں ہر ہر جز میں، کیونکہ ابھی تقسیم نہیں، الگ کیے ہی نہیں اپنے حصے۔

فَلَا يَجُوزُ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ إِلَّا بِإِذْنِهِ تو جائز نہیں ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی کہ وہ تصرف کرے دوسرے کے حصے میں مگر اس کی اجازت سے۔ بھئی دونوں کا اپنا اپنا حصہ ہے اس کے اندر، تو ایک شخص دوسرے کے حصے میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا إِلَّا بِإِذْنِهِ مگر دوسرے کی اجازت سے۔ ہاں بھئی وہ اس کا حصہ ہے بھئی، اس کی اجازت سے اس میں تصرف کر سکتا ہے، اس کو بیچنا چاہتا ہے یا کچھ کرنا چاہتا ہے، اور اگر اس کی اجازت نہیں تو پھر کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ كَالْأَجْنَبِيِّ اور ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے حصے میں اجنبی کی طرح ہے، کس کی طرح ہے؟ اجنبی کی طرح ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو دوسرے کے حصے میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا بھئی۔ تو سمجھ میں آیا بھئی، دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے حصے میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا یعنی اس کے حصے کو بیچتا ہے یا کسی کو دینا چاہتا ہے تو دوسرے کے حصے میں یہ تصرف نہیں کر سکتا بھئی۔ یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ آسان بات تھی، واضح بات تھی بھئی۔

وَالضَّرْبُ الثَّانِي شَرِكَةُ الْعُقُودِ اور دوسری قسم جو ہے وہ شرکت عقود ہے، وَهِيَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ اور یہ چار قسم پر ہے: مُفَاوَضَةٌ وَعِنَانٌ وَشَرِكَةُ الصَّنَائِعِ وَشَرِكَةُ الْوُجُوهِ۔ تو یہ چار قسم پر ہے۔ شرکت عقود نام سے ظاہر ہے، عقد کا نام ہے، کس چیز کا؟ آپس میں عقد کر کے شرکت کرتے ہیں بھئی۔ جی، اور اسی کی تعریف کی تھی حاشیے کے اندر کہ وَفِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ عَقْدٍ بَيْنَ الْمُتَشَارِكَيْنِ فِي الْأَصْلِ وَالرِّبْحِ۔ تو یہ چار قسم پر ہے: ایک مفاوضہ ہے، ایک عنان ہے، ایک شرکت صنائع ہے اور ایک شرکت وجوہ ہے بھئی، شرکت وجوہ۔

فَأَمَّا شَرِكَةُ الْمُفَاوَضَةِ فَهِيَ أَنْ يَشْتَرِكَ الرَّجُلَانِ فَيَتَسَاوَيَانِ فِي مَالِهِمَا وَتَصَرُّفِهِمَا وَدِينِهِمَا فَيَجُوزُ بَيْنَ الْحُرَّيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ الْبَالِغَيْنِ الْعَاقِلَيْنِ۔ اب شرکت مفاوضہ بیان کرنے لگے ہیں بھئی، شرکت مفاوضہ۔ کہتے ہیں فَهِيَ أَنْ يَشْتَرِكَ الرَّجُلَانِ وہ یہ ہے کہ شریک ہو جائیں دو آدمی فَيَتَسَاوَيَانِ فِي مَالِهِمَا پس برابر ہوں دونوں اپنے مالوں میں بھئی، یعنی دونوں کا مال کیا ہونا چاہیے شرکت مفاوضہ کے اندر؟ برابر ہونا چاہیے بھئی۔ یاد رکھیے مال سے مراد وہ مال ہے جس میں شرکت ہو سکے، اور آگے آپ کو صاحب قدوری چل کر بتلائیں گے کہ شرکت صرف دراہم، دنانیر اور فلوس نافقہ یعنی جو رائج پیسے ہیں ان میں ہو گی، اور چیزوں میں شرکت نہیں۔ اس میں دونوں کو برابر ہونا چاہیے مفاوضہ کے اندر۔ مثلاً ایک کے پاس اگر کتنے ہیں؟ سو دینار ہیں تو دوسرے کے پاس بھی کتنے ہونے چاہئیں؟ سو دینار ہونے چاہئیں بھئی، سو دینار ہونے چاہئیں۔ ہاں باقی سامان میں جن میں شرکت نہیں ہو سکتی، مثلاً بھئی زمین ہے، سامان وغیرہ ہے، اور چیزیں ہیں، وہ ایک کے پاس زیادہ ہیں ایک کے پاس تھوڑی ہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان میں تو شرکت نہیں ہو سکتی۔ ہاں جس مال میں شرکت ہو سکتی ہے اور وہ کیا کیا چیزیں ہیں؟ دراہم ہیں، دینار ہیں اور فلوس نافقہ یعنی وہ جو رائج پیسے ہیں، یہ جو خرچ

کیے جاتے ہیں یہ جو ثمن کے قبیل سے ہیں، اس میں دونوں کو برابر ہونا چاہیے۔ ایک کے پاس جتنا مال ہو دوسرے کے پاس بھی اتنا ہی مال ہو بھئی۔

تو کہتے ہیں فَيَتَسَاوَيَانِ فِي مَالِهِمَا پس برابر ہوں دونوں اپنے مال میں وَتَصَرُّفِهِمَا اور دونوں تصرف میں بھی برابر ہوں، یعنی ایک جتنا تصرف کر سکتا ہے دوسرا بھی اتنا ہی تصرف کر سکے۔ لہٰذا معلوم ہوا شرکت مفاوضہ جو ہے آزاد شخص اور غلام کے درمیان یہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ آزاد شخص ہر قسم کے تصرفات کر سکتا ہے لیکن غلام تصرفات نہیں کر سکتا بھئی، تصرفات نہیں کر سکتا۔ تو برابری آئی تصرف میں؟ نہیں، حالانکہ ہم نے کیا شرط لگادی بھئی کہ شرکت مفاوضہ میں کیا ہے؟ برابری ہونی چاہیے تصرف میں، جتنا تصرف کا حق ایک کو ہے اتنا ہی دوسرے کو بھی ہونا چاہیے، تو یہاں برابری ضروری۔ مال کے اندر بھی برابری ہونی چاہیے اور تصرف کے اندر بھی برابری ہونی چاہیے۔

اسی طرح یاد رکھیے بچے اور عاقل بالغ کے درمیان بھی یہ عقد مفاوضہ صحیح نہیں بھئی۔ کیوں؟ کیونکہ جو عاقل بالغ ہے بھئی، جو بالغ ہے وہ تو ہر طرح کے تصرف کا مالک ہے لیکن بچہ تو تصرف کا مالک نہیں، وہ تو ولی کی اجازت کا محتاج ہے بھئی۔ تو لہٰذا تصرف میں برابری نہ آئی، حالانکہ کیا شرط ضروری تھی مفاوضہ کے اندر بھئی؟ تصرف میں برابری ہونی چاہیے۔ اسی طرح یاد رکھیے مسلمان اور کافر، ایک مسلمان ہے ایک کافر یہ آپس میں عقد مفاوضہ کرنا چاہتے ہیں، درست نہیں مولانا، اس لیے کہ تصرف میں برابری نہیں۔ کافر شراب اور خنزیر میں تصرف کر سکتا ہے، وہ شراب بیچ بھی سکتا ہے خرید بھی سکتا ہے، جبکہ مسلمان کے لیے یہ تصرف جائز نہیں۔ تو تصرف میں برابری آئی؟ نہیں، حالانکہ کیا شرط لگائی تھی کہ تصرف میں کیا ہونی چاہیے؟ برابری ہونی چاہیے۔

تو کہتے ہیں بھئی فَيَتَسَاوَيَانِ فِي مَالِهِمَا وَتَصَرُّفِهِمَا پس برابر ہوں دونوں اپنے مالوں میں بھی اور اپنے تصرف میں بھی وَدِينِهِمَا اور دین کے اندر بھی برابری ہو، یعنی وہ دونوں یا کیا ہونے چاہئیں؟ مسلمان، یا دونوں کیا ہونے چاہئیں؟ کافر ہونے چاہئیں بھئی۔ ہاں کافروں کا چاہے آپس میں دین الگ الگ بھی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ الْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ سارا کفر کیا ہے؟ ایک ہی دین ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ایک ہی دین یعنی کافر ہیں اسلام کا انکار کرنے والے بھئی۔ تو یہاں پر بھئی دین کی قید لگائی، معلوم ہوا دونوں کا دین کیا ہونا چاہیے؟ دین میں برابری ہونی چاہیے، یعنی یا دونوں مسلمان ہونے چاہئیں یہ عقد کرنے والے یا دونوں کیا ہونے چاہئیں؟ کافر۔ معلوم ہوا ایک مسلمان ہو اور ایک کافر ہو تو یہ عقد صحیح نہیں ہے بھئی کیونکہ تصرف میں برابری نہیں۔ تو تصرف کی قید کے بعد دِينِهِمَا کی قید کی ضرورت نہیں تھی، لیکن صاحب قدوری نے وضاحت کے لیے لگادی بھئی، کیا کیا؟ وضاحت کے لیے لگادی، اگرچہ تصرف کی قید کے ذریعے ہی پتا لگ گیا تھا کہ دین میں کیا ہونا چاہیے؟ برابری ہونی چاہیے کیونکہ میں نے بتایا کافر کو تو شراب اور خنزیر میں تصرف کا حق ہے، مسلمان کو شراب اور خنزیر میں تصرف کا حق نہیں تو برابری نہیں رہتی تصرف کے اندر۔ تو اب یہ قید جو صاحب قدوری نے لگائی اگرچہ اس کا فائدہ پچھلی قید بھی دے رہی تھی لیکن وضاحت کے لیے کیا کر دیا؟ اس کو بھی ساتھ ذکر کر دیا بھئی۔ تو بعض شروحات وغیرہ میں آپ دیکھیں گے وہ یہ لفظ دَيْنِهِمَا لکھا ہو گا انہوں نے کہ دین (قرض) میں برابری ہو، یہ درست نہیں ہے مولانا، یہ کیا ہے؟ دِينِهِمَا یہ دین کا لفظ ہی ہے بھئی، شامی سے پتا چلتا ہے بھئی دین مراد ہے یہاں بھئی۔

فَيَجُوزُ بَيْنَ الْحُرَّيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ الْبَالِغَيْنِ الْعَاقِلَيْنِ پس جائز ہے یہ شرکت بھئی دو آزاد مسلمانوں میں الْبَالِغَيْنِ الْعَاقِلَيْنِ ایسے آزاد مسلمان جو دونوں کیا ہوں؟ دونوں بالغ ہوں بھئی اور دونوں کیا ہوں؟ عاقل ہوں۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اسی صورت میں تصرف میں برابری آئے گی بھئی اور دین میں۔ وَلَا يَجُوزُ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ اور یہ جائز نہیں ہے بھئی آزاد کے درمیان اور غلام کے درمیان، کیونکہ آزاد تو تصرفات کا مالک ہوتا ہے لیکن غلام تصرفات کا مالک نہیں ہوتا، اسے تو آقا کی اجازت کی ضرورت پڑتی ہے تو برابری نہ آئی۔ وَلَا بَيْنَ الصَّبِيِّ وَالْبَالِغِ اور نہ ہی بچے اور بالغ کے درمیان یہ عقد صحیح ہے، اس لیے کیونکہ تصرف کے اندر برابری نہیں ہے۔ وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ اسی طرح مسلمان اور کافر کے درمیان بھی یہ عقد صحیح نہیں ہے کیونکہ دین میں برابری نہیں ہے۔[۲]

وَتَنْعَقِدُ عَلَى الْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ اور یہ منعقد ہوتی ہے وکالت پر بھی اور کفالت پر بھی۔ یہ اہم بات ہے مولانا اس کی شرکت مفاوضہ کی بھئی۔ یاد رکھیے یہ جو عقد مفاوضہ کیا آپس میں انہوں نے شرکت کی، مال دونوں کا برابر ہے اور تصرف میں بھی دونوں برابر ہیں۔ عقد کر لیا آپس میں انہوں نے بھئی کہ اب ہم دونوں میں سے جو بھی کام کرے گا، جو بھی چیز خرید و فروخت کرے گا، جو بھی تجارت کرے گا، نفع ہم دونوں کے درمیان برابر برابر ہو گا۔ نفع کیا ہو گا؟ برابر برابر ہو گا، چاہے مل کے کام کرتے ہیں چاہے الگ الگ کام کریں، نفع میں کیا ہو جائیں گے دونوں؟ برابر شریک ہو جائیں گے بھئی۔ زید اور عمرو نے یہ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا تجوز بين الحر والمملوك» منقول ہے۔

عقد آپس میں کر لیا، زید پیسے کمارہا ہے، تجارت کر رہا ہے بھئی، اس سے نفع جتنا حاصل ہو گا آدھا زید کا اور آدھا عمرو کا جو اس کا شریک ہے۔ عمرو بھی جو کمارہا ہے اس نفع کے اندر آدھا عمرو کا نفع اور آدھا کس کا؟ زید کا ہو جائے گا بھئی۔

اور یاد رکھیے یہ عقد منعقد ہوتا ہے وکالت اور کفالت پر بھئی۔ یعنی دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل بھی ہوتا ہے، کفیل بھی ہوتا ہے۔ کیسے وکیل، کیسے کفیل؟ دیکھو، کس کے درمیان شرکت ہوئی ہے؟ زید اور عمرو۔ زید جب بھی کوئی چیز خریدے گا، معلوم ہوا یہ چیز وہ صرف اپنے لیے نہیں خرید رہا بلکہ اپنے اور عمرو کے لیے کیونکہ دونوں کے درمیان کیا عقد ہو چکا ہے؟ شرکت کا عقد ہو چکا ہے، تو جو بھی چیز خرید رہا ہے صرف اپنے لیے نہیں خرید رہا بلکہ اپنے اور عمرو دونوں کے لیے خرید رہا ہے۔ اپنے لیے تو خریدنا ٹھیک ہو گیا، عمرو کے لیے وہ خرید سکتا ہے بغیر اجازت کے، بغیر اس کی وکالت کے؟ جی؟ آپ ایسا کر سکتے ہیں میرے لیے میرے مال میں سے میرے لیے ایک گاڑی خرید لیں بغیر اجازت کے؟ نہیں، کوئی شخص دوسرے کے مال میں سے اس کے لیے کوئی چیز نہیں خرید سکتا، اس میں وکالت ضروری ہوتی ہے۔ میں آپ کو اگر وکیل بناتا ہوں کہ جاؤ میرے مال میں سے کیا کرو میرے لیے گاڑی خریدو۔ اپنے لیے تو آپ خریدتے رہیں لیکن میرے لیے میرے مال میں سے گاڑی یا کوئی چیز بغیر وکیل کیے ہوئے نہیں۔ تو لہٰذا یہاں پر دونوں ایک دوسرے کے کیا بن جاتے ہیں؟ وکیل بن جاتے ہیں، تو جو بھی چیز خریدتا ہے اپنے لیے بھی خرید رہا ہے اور دوسرے کے لیے بھی کس حیثیت سے؟ کہ یہ اس کا وکیل ہے، تو اب بار بار کہنا نہیں پڑے گا بھئی، اب عقد ہو چکا ہے، اب تجارت کے ہر معاملے کے اندر یہ کیا ہوں گے؟ دونوں ایک دوسرے کے وکیل ہوں گے۔

اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل بھی ہو گا۔ کفیل جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ کفالت کا آگے باقاعدہ باب آنے والا ہے۔ کفالت ضمانت بھئی، ضمانت۔ سمجھ میں آیا؟ ضمانت کو کہتے ہیں بھئی۔ میں نے زید سے ایک چیز خریدی بھئی، زید نے کہا لاؤ بھئی پیسے میرے حوالے کرو۔ میں نے کہا بھئی میں پیسے چھ مہینے بعد دے دوں گا آپ کو۔ زید نے کہا نہیں بھئی پیسے مجھے ابھی چاہئیں، پتا نہیں چھ مہینے بعد آپ ملتے ہیں مجھے یا نہیں ملتے۔ میرے ساتھ عمرو کھڑا تھا اس نے میری ضمانت دے دی کہ میں ضمانت دیتا ہوں یہ شخص کیا کرے گا؟ چھ مہینے بعد آپ کو آپ کے پیسے دے دے گا، اگر اس نے نہ دیے تو میں ادا کر دوں گا۔ تو عمرو نے کیا کیا؟ میری طرف سے ضمانت دے دی، یہ کیا کہلاتا ہے؟ یہ کفالت ہے بھئی، کفالت۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کفالت ہے یہ۔ تو اس میں دونوں ایک دوسرے کے کفیل بھی ہوتے ہیں۔ زید نے مثلاً جب بھی کوئی چیز خریدی، جب بھی کوئی چیز خریدے گا تو وہ عمرو کا وکیل بھی ہے، تو یہ چیز اپنے لیے بھی خرید رہا ہے اور عمرو کے لیے بھی خرید رہا ہے کیونکہ نفع دونوں کو ملے گا یا نہیں آدھا آدھا؟ دونوں کو ملے گا، تو اس کی طرف سے وکیل بھی ہے اور عمرو اس معاملے کے اندر اس کا کفیل بھی ہے۔ لہٰذا جس سے کوئی چیز خریدی ہے اب اس کو ثمن دینے ہیں یا نہیں دینے؟ وہ ثمن کا مطالبہ زید سے بھی کر سکتا ہے اور عمرو کے پاس جا کر بھی کہہ سکتا ہے لاؤ بھئی پیسے نکالو۔ عمرو یہ نہیں کہے گا بھئی کس چیز کے پیسے بھئی؟ بھئی عقد ہو چکا تھا، آپ کا اور زید کے درمیان کس چیز کا عقد ہوا ہے؟ عقد شرکت، شرکت مفاوضہ ہوئی ہے، اور شرکت مفاوضہ کے اندر جو بھی تجارت کی غرض سے جو کام کیا ہے اس کے اندر دوسرا کیا بن جاتا ہے؟ دوسرے کی طرف سے یہ شخص وکیل ہوتا ہے اور دوسرا اس کا کیا ہوتا ہے؟ کفیل یعنی ضامن ہوتا ہے، تو ضامن سے بھی تو جب اصل سے پیسے نہیں مل رہے تو کس سے وصول ہو سکتے ہیں؟ ضامن سے پیسے وصول ہوں گے۔ سمجھ میں آیا؟ تو دونوں میں سے جس سے چاہے وہ جا کر مطالبہ کر سکتا ہے۔ زید سے وہ مطالبہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ کیا ہے؟ اصیل ہے، عقد ہی اس نے کیا تھا، چیز ہی اس نے خریدی ہے، اس سے تو اصیل ہونے کی بنا پر مطالبہ ہو گا، اور دوسرا عمرو کیا تھا؟ کفیل تھا، ضامن تھا، اس سے بھی ضامن ہونے کی وجہ سے کیا کیا جا سکتا ہے؟ مطالبہ، کہ آپ ضامن تھے اس معاملے کے اندر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ نہیں اب ہر عقد میں وہ جائے گا اور اس کو وکیل بنائے گا اور یا ہر معاملے میں جائے گا جا کر اپنی ضمانت دے گا، نہیں، خود بخود کیا ہو جائے گا ہر معاملے کے اندر؟ عقد کرنے والا دوسرے کی طرف سے وکیل ہو جائے گا اور دوسرا اس کی طرف سے خود بخود کیا ہو جائے گا؟ کفیل ہو جائے گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟

تو کہتے ہیں وَتَنْعَقِدُ عَلَى الْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ اور یہ مفاوضہ جو ہے منعقد ہوتا ہے وکالت پر اور کفالت پر۔ وَمَا يَشْتَرِيهِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَكُونُ عَلَى الشَّرِكَةِ اور وہ چیز جس کو خریدے دونوں میں سے کوئی ایک بھی يَكُونُ عَلَى الشَّرِكَةِ تو وہ کس طریقے پر ہو گی؟ شرکت پر۔ جو بھی چیز ایک خریدے گا، بھئی آپس میں کون سا عقد کیا ہے؟ عقد شرکت مفاوضہ، کہ ہم جو بھی چیز خریدیں گے دونوں اس میں کیا ہوا کریں گے؟ شریک، جو نفع حاصل ہو گا اس میں بھی ہم دونوں کیا ہوں گے؟ شریک ہوں گے۔ تو لہٰذا جو بھی کوئی چیز خریدے گا وہ شرکت کے طور پر ہو گی یعنی دونوں اس میں شریک ہوں گے إِلَّا طَعَامَ أَهْلِهِ وَكِسْوَتَهُمْ مگر اس کے اپنے گھر والوں کا کھانا اور ان کا لباس بھئی۔ کیونکہ یہ ضروریات میں سے ہے مولانا، یہ کس میں سے ہے؟ ضروریات میں سے ہے، سمجھ میں آیا؟ تو گھر والوں کے لیے تو خرچہ خوراک وغیرہ تو چاہیے بھئی، اس کے بغیر تو گزارا نہیں، اسی طرح ان کے لیے لباس وغیرہ بھی چاہیے

اس کے بغیر گزارا نہیں۔ تو یہ جو خریدے گا اگر کوئی کھانا وغیرہ خرید تا ہے یا لباس وغیرہ گھر والوں کے لیے خرید تا ہے تو اس میں شرکت نہیں، یہ اسی کا ہے خاص اسی کے گھر والوں کے لیے، دوسرا اپنے گھر والوں کے لیے خرید تا ہے تو خاص اسی کا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا، عقد کا تقاضا تو یہی تھا کہ اس میں بھی کیا ہونی چاہیے؟ شرکت ہونی چاہیے کیونکہ کیا عقد کیا تھا؟ جو بھی چیز خریدیں گے اس میں دونوں کیا ہوں گے؟ شریک، لیکن یہ چونکہ ضروریات اصلیہ میں سے ہے، اس کے بغیر گزارا ہی نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اس میں شرکت نہیں ہو گی، جو خریدے گا اسی کے گھر والوں کا اور اس کے لیے ہو گا بھئی۔

وَمَا يَلْزَمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الدُّيُونِ اور وہ جو لازم ہو دونوں میں سے ہر ایک پر، بھئی کیا چیز لازم ہو؟ مِنَ الدُّيُونِ یہ مِنْ بیان کے لیے آیا، اس کا ترجمہ یعنی کے ساتھ کرتے ہیں: یعنی کہ دیون بھئی۔ وہ چیز جو لازم ہو دونوں میں سے ہر ایک پر یعنی کہ دیون بھئی، تو یہ دیون بیان ہے مَا کا۔ سمجھ میں آیا؟ پتا نہیں بھئی مَا سے کیا مراد ہے وہ چیز جو لازم ہو دونوں میں سے ہر ایک پر، کیا چیز بھئی؟ کہتے ہیں مِنَ الدُّيُونِ یعنی کہ دیون۔ تو آپ ترجمہ کرتے ہوئے یوں کر لیں بھئی، مَا کو جس کا یہ بیان ہے اس کو اٹھائیں اس کی جگہ دیون کو رکھیں بھئی، اب ترجمہ بہترین ہو جائے گا: اور وہ دیون جو دونوں میں سے کسی ایک پر کیا ہوں؟ لازم ہو جائیں بَدَلًا کس طور پر ہو یہ دین اس پر؟ بدلے کے طور پر ہو عَمَّا ایسی چیز سے يَصِحُّ فِيهِ الِاشْتِرَاكُ کہ اس میں اشتراک صحیح ہو یعنی اشتراک ہو سکے فَالْآخَرُ ضَامِنٌ لَهُ تو دوسرا کیا ہے اس کا؟ ضامن ہے۔[۳]

بھئی دیکھو بعض دیون ایسے ہیں جو ایسی چیز کے بدلے میں آتے ہیں جس میں شرکت ہو سکتی ہے، بعض دیون ایسے ہیں جو ایسی چیز کی وجہ سے آتے ہیں جس میں شرکت نہیں ہو سکتی۔ تو کہتے ہیں اگر دونوں میں سے مثلاً زید پر دین آیا، تو کیا اس دین میں دونوں شریک ہیں؟ زید نے اب کسی کو سو دینار دینے ہیں تو کیا دونوں اس دین میں شریک ہیں، دونوں کو ادا کرنے پڑیں گے؟ کہتے ہیں بھئی آپ دیکھ لیں یہ دین اس پر کس چیز کے بدلے میں آیا ہے، اگر ایسی چیز کے بدلے میں آیا ہے جس میں کیا ہو سکتی تھی؟ شرکت ہو سکتی ہے تو اس دین میں دونوں شریک ہیں مولانا، دونوں کو کیا کرنا پڑے گا؟ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر ایسی چیز کے بدلے میں نہیں ہے جس میں شرکت ہو سکے تو پھر اس صورت میں یہ دین اسی پر آئے گا جو عقد کرنے والا ہے، اسی شخص پر آئے گا دوسرے پر یہ دین نہیں آئے گا۔ مثلاً دیکھو بھئی ایک کیا کرتا ہے؟ گاڑی خرید تا ہے مال کے ذریعے، تو یہ گاڑی خریدنے کی وجہ سے اس پر کیا لازم ہو جائیں گے؟ ثمن آئے گا یا نہیں آئیں گے بھئی؟ ثمن، تو ثمن اس پر دین ہو گیا۔ تو یہ دین کس چیز کے بدلے میں آیا ہے بھئی؟ بیع کی وجہ سے آیا ہے، ایک چیز خریدی ہے اور اس چیز میں شرکت ہو سکتی ہے یا شرکت نہیں ہو سکتی بھئی؟ جی؟ ہو سکتی ہے، دو آدمی مل کر خرید سکتے ہیں گاڑی یا نہیں خرید سکتے بھئی؟ خرید سکتے ہیں، تو یہ دین اگر ایسی چیز کے بدلے میں آیا ہو جس میں شرکت ہو سکے تو اس صورت میں دونوں اس دین میں کیا ہو جائیں گے؟ شریک یعنی دونوں پر دین آ گیا بھئی۔ یا جیسے کیا کرتا ہے؟ ایک نے کام شروع کیا، اب ایک ملازم رکھنا پڑا کام کے لیے ایک کو تجارت کے سلسلے میں، چنانچہ اس نے ایک ملازم رکھا اب اس ملازم کی اجرت اس پر دین ہو گئی، کیا ہو گئی؟ دین ہو گئی، اور اس دین میں شرکت صحیح ہے لہٰذا اب دونوں اس دین میں شریک ہیں بھئی۔

ہاں اس کے بعد کچھ ایسی چیزیں ہیں جن میں شرکت صحیح نہیں بھئی۔ مثلاً بھئی ایک آدمی نے جنایت کر دی، کسی دوسرے کا ہاتھ کاٹ دیا، تو اب اس کی وجہ سے اس پر کیا آیا؟ دین بھئی، وہ اس نے ارش دے گا، دیت دے گا یا نہیں دے گا ہاتھ کی بھئی؟ اس نے ہاتھ کاٹا ہے دوسرے کا، تو یہ دیت اس پر دین ہو گئی مولانا، دین ہو گئی، اور اس میں شرکت صحیح نہیں ہے بھئی۔ اس میں شرکت نہیں، یہ تو جس نے جرم کیا اسی پر آئے گا بھئی، دوسرے سے تو اس کا تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا اب یہ اس پر دین تو آیا لیکن یہ ایسی چیز کے بدلے نہیں آیا جس میں کیا صحیح ہو، کیا جائز ہو؟ شرکت جائز ہو، لہٰذا یہ اسی پر رہے گا دوسرے سے اس کا تعلق نہیں ہو گا۔ اسی طرح ایک شخص دونوں میں سے نکاح کر لیتا ہے بھئی، نکاح کی وجہ سے اب بیوی کا مہر دینا پڑے گا یا نہیں دینا پڑے گا؟ دینا پڑے گا، اور مہر کے اندر شرکت ہو سکتی ہے؟ نہیں بھئی، مہر تو جس نے نکاح کیا ہے اسی پر آتا ہے، تو یہ جو اس پر دین آیا یہ دین ایسی چیز کے بدلے ہے جس کے اندر شرکت نہیں، جی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَا يَلْزَمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الدُّيُونِ اور وہ جو لازم ہو دونوں میں سے ہر ایک پر دیون میں سے بَدَلًا عَمَّا يَصِحُّ فِيهِ الِاشْتِرَاكُ ایسی چیز کے بدلے کے طور پر کہ اس میں اشتراک صحیح ہو جائز ہو فَالْآخَرُ ضَامِنٌ لَهُ تو دوسرا اس کا کیا ہو گا؟ ضامن ہو گا بھئی، کیا ہو گا؟ ضامن ہو گا، ضمان آئے گا یعنی اس سے بھی طلب کیا جا سکتا ہے، ضامن ہے کیونکہ کفالت پر یہ عقد منعقد ہوا تھا اور وکالت پر۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَا يَلْزَمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الدُّيُونِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وما يلزم كل واحد منهما من الديون» منقول ہے۔

فَإِنْ وَرِثَ أَحَدُهُمَا مَالًا تَصِحُّ فِيهِ الشَّرِكَةُ أَوْ وُهِبَ لَهُ وَوَصَلَ إِلَى يَدِهِ بَطَلَتِ الْمُفَاوَضَةُ وَصَارَتِ الشَّرِكَةُ عِنَانًا۔ بھئی دو آدمیوں نے آپس میں عقد مفاوضہ کیا بھئی، اور عقد مفاوضہ میں آپ نے پڑھا تھا دونوں کا مال برابر ہونا چاہیے بھئی، ایک کا جتنا مال ہے دراہم، دنانیر یا فلوس نافقہ دوسرے کے بھی اتنے ہی دراہم، دنانیر یا فلوس نافقہ ہونے چاہئیں۔ جی، اب دونوں میں سے جو بھی کوئی چیز خریدتے ہیں دونوں اس میں شریک ہوں گے، جو بھی چیز بیچتے ہیں اس سے جتنا نفع آئے گا اس نفع کے اندر بھی دونوں کیا ہوں گے؟ شریک ہوں گے، ایک پر جو دیون لازم ہوں گے دوسرا بھی ان میں کیا ہوتا جائے گا؟ شریک ہوتا جائے گا بھئی۔ اب ایک کو کچھ مال ملا بھئی، زید اور عمرو نے یہ شرکت کی تھی، زید کو کسی شخص نے تحفہ دے دیا بھئی سو دینار دے دیے بھئی، ہبہ کر دیے اس کو بھئی سو دینار، یا زید کو وراثت کے اندر کیا ہوا؟ سو دینار ملے، سو دینار۔ کہتے ہیں جب دونوں میں سے کسی کو ایسا مال ملے تو اب مال برابر رہا دونوں کا؟ بھئی زید کو کسی نے سو درہم ویسے ہی دے دیے تحفے کے طور پر ہبہ کے طور پر، تو اب یہ تو مولانا کسی تجارت وغیرہ سے حاصل نہیں ہوئے کہ اس میں دونوں شریک ہوتے، یہ تو صرف کس کا حق ہے اس میں؟ زید کا ہی حق ہے۔ تو لہٰذا ہم نے تو کہا تھا دونوں کو مال میں برابر ہونا چاہیے، اب دونوں کا مال برابر نہیں رہا لہٰذا اب عقد مفاوضہ بھی باقی نہیں، بلکہ یہ شرکت عنان بن جائے گی بھئی۔ آگے تفصیل آئے گی شرکت عنان کی، مفاوضہ میں تو ضروری تھا کہ دونوں کا مال کیا ہونا چاہیے؟ برابر ہونا چاہیے، لیکن شرکت عنان کے اندر دونوں کا مال برابر ہونا ضروری نہیں بھئی، برابر ہو تو بھی ٹھیک ہے برابر نہ ہو تو بھی ٹھیک۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ اب جب ایک کو ایک ایسا مال ملا ہے کہ دوسرا اس میں شریک نہیں ہو سکتا، شریک نہیں ہے تو پھر اس صورت کے اندر ایک کا مال بڑھ گیا تو برابری مال میں نہ رہی، اور جب مال میں برابری نہ رہی تو اب دونوں میں وہ عقد مفاوضہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے اندر ضروری تھا کہ مال شروع میں بھی برابر ہو اور آخر میں بھی برابر ہی رہے بھئی آخر تک۔

فَإِنْ وَرِثَ أَحَدُهُمَا مَالًا اگر وارث ہوا دونوں میں سے کوئی ایک ایسے مال کا، میں نے بتلایا تھا نکرہ کے بعد فعل آجائے بھئی وہ فعل عموماً نکرہ کے لیے کیا بنتا ہے؟ صفت بنتا ہے، اور موصوف صفت کا ترجمہ کیا کرتے ہیں موصوف سے پہلے کون سا لفظ لے آتے ہیں؟ ایسا۔ یہاں موصوف کون ہے؟ مَالًا یہ نکرہ ہے اس کے بعد تَصِحُّ فعل آیا، تو اگر وارث ہوا دونوں میں سے کوئی ایک ایسے مال کا تَصِحُّ فِيهِ الشَّرِكَةُ کہ اس کے اندر شرکت صحیح ہو، أَوْ وُهِبَ لَهُ، تو وارث ہوا ایک صورت اس طرح بھی مال آیا تو مال ایک کا بڑھ جائے گا، أَوْ وُهِبَ لَهُ یا اسے کیا کیا گیا؟ ہبہ کیا گیا وَوَصَلَ إِلَى يَدِهِ اور وہ اس کے قبضے تک پہنچ بھی گیا۔ کیا ہوا؟ بھئی ہبہ کے اندر قبضہ ضروری ہے، آگے ہبہ کا بھی باب آجائے گا کہ کسی کو کوئی چیز دی جائے تحفے کے طور پر تو صرف کہہ دینے سے وہ مالک نہیں بنتا بلکہ پورا مالک کب بنے گا؟ جب اس پر قبضہ بھی کر لے گا، تو ہبہ پورا ہوتا ہے قبضے سے۔ تو اسی لیے ہبہ کے ساتھ قید لگا دی وُهِبَ لَهُ وَوَصَلَ إِلَى يَدِهِ کسی نے اس کو ہبہ کیا اور وہ چیز اس کے قبضے تک پہنچ گئی، بَطَلَتِ الْمُفَاوَضَةُ تو عقد مفاوضہ کیا ہو گا؟ باطل ہو جائے گا وَصَارَتِ الشَّرِكَةُ عِنَانًا اور کیا ہو جائے گی یہ شرکت؟ شرکت عنان۔

وَلَا تَنْعَقِدُ الشَّرِكَةُ إِلَّا بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا یہ شرکت صرف کس چیز پر منعقد ہوتی ہے؟ دراہم، دنانیر اور فلوس نافقہ۔ ہاں یہ ان دونوں کے آپس میں برابر ہونے چاہئیں۔ ہاں باقی ایک کی زمین زیادہ ہے ایک کی تھوڑی ہے کوئی حرج نہیں، ایک کے پاس مال مویشی زیادہ ہیں دوسرے کے پاس تھوڑے ہیں کوئی حرج نہیں، ایک کے پاس سامان وغیرہ زیادہ ہے دوسرے کے پاس سامان تھوڑا ہے کوئی حرج نہیں، لیکن مال میں کیا ہونا چاہیے؟ برابر، اور مال سے کیا مراد ہے؟ درہم، دینار اور فلوس نافقہ۔ اسی لیے کہا کیونکہ یہ انہی پر منعقد ہوتی ہے: وَلَا تَنْعَقِدُ الشَّرِكَةُ إِلَّا بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ اور منعقد نہیں ہوتی یہ شرکت مگر دراہم پر، دنانیر پر اور فلوس نافقہ یعنی وہ جو رائج پیسے ہیں، وَلَا يَجُوزُ فِيمَا سِوَى ذَٰلِكَ اور ان کے علاوہ کے اندر یہ جائز نہیں ہے یعنی صرف دراہم، دنانیر اور فلوس نافقہ میں ہی ہو سکتا ہے اور چیزوں میں جائز نہیں، إِلَّا أَنْ يَتَعَامَلَ النَّاسُ بِهِ مگر یہ کہ لوگ اس کے ساتھ معاملات کرتے ہوں بھئی۔ ہاں اگر لوگوں میں اور کوئی ایسی چیز رائج ہے جیسے یہ درہم، دینار اور فلوس نافقہ سے کیا کرتے ہیں بھئی؟ آپس میں وہ سارے عقد وغیرہ کرتے ہیں، چیزیں خریدتے ہیں بیچتے ہیں وغیرہ، تو باقی اگر کوئی ایسی چیز ہے جس میں لوگ معاملات کرتے ہیں رائج ہے تو اس میں بھی یہ شرکت مفاوضہ صحیح ہو جائے گی۔[۴]

كَالتِّبْرِ وَالنُّقْرَةِ۔ تبر کہتے ہیں سونے کا ٹکڑا اور نقرہ کہتے ہیں چاندی کا ٹکڑا۔ سمجھ میں آیا؟ تبر سونے کا ٹکڑا لیکن جو ڈھلا ہوا نہ ہو یعنی اس سے اشرفی نہیں

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ فِيمَا سِوَى ذَٰلِكَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز بما سوى ذلك» منقول ہے۔

بنائی گئی، دینار ابھی نہیں بنایا گیا، یا نقرہ چاندی کا ٹکڑا، ہے تو چاندی لیکن ابھی اس کو ڈھالا نہیں گیا، اس کا درہم نہیں بنایا گیا، اس پر ابھی وہ مہر وغیرہ نہیں لگی بھئی۔ تو اب یہ تو بھئی ہم نے بتایا تھا یہ شرکت کس میں جائز ہے صرف بھئی؟ درہم، دینار اور فلوس نافقہ، لیکن اگر یہ سونے چاندی کے ٹکڑے ہیں یہ ڈھلے ہوئے نہیں ان پر مہر نہیں لگی ان سے درہم و دینار نہیں بنے لیکن لوگ ان کے ذریعے بھی کیا کر لیا کرتے ہیں؟ آپس میں معاملات کر لیتے ہیں، خرید و فروخت ان کے ذریعے بھی ہوتی ہے تو پھر ان کے ساتھ بھی شرکت صحیح ہے، ان پر بھی شرکت ہو گی ورنہ ان پر شرکت نہیں۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ إِلَّا أَنْ يَتَعَامَلَ النَّاسُ بِهِ مگر یہ کہ لوگ اس کے ساتھ معاملات کرتے ہوں كَالتِّبْرِ وَالنُّقْرَةِ جیسے کہ سونے کا غیر مضروب ٹکڑا ہے وَالنُّقْرَةِ اور چاندی کا غیر مضروب ٹکڑا یعنی جس پر مہر نہیں لگی ہوئی فَتَصِحُّ الشَّرِكَةُ بِهِمَا تو ان کے ساتھ بھی شرکت صحیح ہے، ان پر بھی شرکت صحیح کیونکہ لوگ اس پر معاملات کرتے ہیں۔

وَإِنْ أَرَادَا الشَّرِكَةَ بِالْعُرُوضِ بَاعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفَ مَالِهِ بِنِصْفِ مَالِ الْآخَرِ ثُمَّ عَقَدَا الشَّرِكَةَ۔ اچھا بھئی! بھئی بتلایا یہ شرکت صرف کس چیز میں ہو گی، کس پر منعقد ہو گی؟ درہم، دینار اور فلوس نافقہ۔ بھئی دونوں کے پاس مال ہے کچھ سامان ہے اس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، اس کے لیے کیا صورت اختیار کی جائے بھئی؟ سمجھ میں آیا؟ ایک کے پاس بھی کچھ مال مویشی ہیں دوسرے کے پاس بھی کچھ مال مویشی ہیں بھئی، اب دونوں اس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، یا کوئی اور چیز ہے ایک کے پاس بھی کچھ تجارت کا سامان ہے دوسرے کے پاس بھی کچھ تجارت کا سامان، لیکن ہم نے تو بتایا شرکت صرف کس میں ہو گی؟ درہم، دینار اور فلوس نافقہ۔ اب ان میں کیسے شرکت کی جائے بھئی؟ تو طریقہ بتلا رہے ہیں صاحب قدوری بھئی کہ یوں کرے ایک اپنے نصف سامان کو دوسرے کے نصف سامان کے بدلے بیچ دے۔ کیا کرے؟ الگ نہیں کرنا بھئی! ایک کے پاس بھئی دس بکریاں ہیں دوسرے کے پاس بھی دس بکریاں ہیں بھئی، اب ان پر کیا کرنا چاہتے ہیں؟ شرکت کرنا چاہتے ہیں، تو اب ایک اپنی نصف بکریوں کو دوسرے کی نصف بکریوں کے بدلے میں کیا کر دے؟ بیچ دے۔ لیکن یہ معنی نہیں کہ جو بیچ رہا ہے ان کو الگ کر دے، الگ کر دیا پھر تو الگ ہو گیا دونوں کا مال بھئی، وہ اپنی پانچ بکریاں نکال کے علیحدہ کرے یہ لو بھئی یہ میں نے تمہیں بیچ دیں اور وہ اپنی طرف سے بھی پانچ بکریاں علیحدہ کر کے دے دے لو یہ والی میں نے تمہیں اس کے بدلے بیچ دیں، نہیں بھئی یہ نہیں۔ مشاع طریقے پر ہو مولانا، سمجھ میں آیا؟ دس بکریاں کھڑی ہیں ان دس میں سے میں نے نصف حصہ یوں کہو، نصف حصہ ان کا میں نے کیا کیا؟ آپ کو بیچ دیا آپ کی بکریوں کے نصف حصے کے بدلے میں۔ اب مولانا دونوں طرف کی بکریوں میں دونوں آدمیوں کا حصہ آ گیا، ان دس بکریوں میں بھی نصف ایک کا ہے نصف دوسرے کا، ان دس بکریوں میں بھی نصف ایک کا ہے نصف دوسرے کا، لیکن کیا دونوں کا حصہ الگ الگ ہے یا پھیلا ہوا ہے سارے دس کے اندر؟ پھیلا ہوا ہے، معلوم ہوا ہر بکری میں بھئی نصف ایک کی ہے نصف دوسرے کی۔ یعنی اس کی پہلے کی جو دس بکریاں ہیں ان میں ہر ہر بکری میں نصف حصہ ایک کا نصف حصہ دوسرے کا، دوسرے کی دس بکریوں میں سے بھی ہر ایک کے اندر نصف حصہ ایک کا نصف حصہ دوسرے کا۔ اب یہ شرکت ملک آ گئی، کیا آ گئی؟ شرکت ملک۔ بھئی شرکت ملک کس کو کہتے تھے؟ ایسی چیز جس میں دو آدمی شریک ہوں، تو ان دس بکریوں میں یہ پہلے تو ایک کی تھیں لیکن جب اس نے بغیر الگ کیے اس کا نصف حصہ دوسرے کو بیچ دیا تو ان میں سے نصف کا مالک یہ خود ہے نصف کا مالک وہ مشتری بن گیا، تو یہاں پر دیکھو اب یہ ایک ایسی چیز آ گئی جس میں دو آدمی شریک ہیں تو شرکت املاک آ گئی، کیا آ گئی؟ شرکت املاک، ادھر والی بھی دس بکریوں میں اسی طرح بھئی کیا آ گئی؟ شرکت املاک آ گئی، اب اس کے بعد عقد کر لیں آپس میں شرکت والا عقد مفاوضہ بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

ہم نے تو بتایا تھا کہ عقد مفاوضہ صرف دراہم، دنانیر اور فلوس نافقہ پر ہو سکتا ہے اور مال وغیرہ پر نہیں، اب دوسرا مال وغیرہ ہے اس میں شرکت آپس میں کرنا چاہتے ہیں تو اس کی کیا صورت ہے بھئی؟ تو بتلایا صاحب قدوری نے کہ دونوں اپنے اپنے مال کے نصف کو دوسرے کے مال کے نصف کے بدلے کیا کر دیں؟ بیچ دیں، لیکن الگ الگ کر کے نہیں بیچنا بلکہ کس طریقے پر بیچنا ہے؟ شیوع کے طریقے پر کہ سارے مال میں دوسرا بھی کیا ہو جائے؟ شریک ہو جائے، اس طریقے پر بیچو الگ نہ کرو جو بیچ رہے ہو، بس یوں کہو میں نے اپنے مال کا نصف حصہ کیا کر دیا؟ آپ کو آپ کے مال کے نصف حصے کے بدلے میں بیچ دیا، تو اب کون سا نصف بیچا الگ تو کیا نہیں تو پورے مال میں دوسرا بھی شریک ہو گیا آدھے کے اندر، اور یہ بھی دوسرے کے پورے مال میں کیا ہو گیا آدھے کے اندر؟ شریک، تو یہ شرکت املاک آ گئی۔ اب دونوں کے پاس جو مال ہے دونوں اس کے اندر شریک ہیں مولانا، اب اس کے بعد کیا کر لیں؟ عقد مفاوضہ کر لیں آپس میں، اب جب عقد مفاوضہ کیا تو دونوں کے پاس جو مال موجود ہے اب وہ دونوں کے درمیان مشترکہ ہے، اب اس کے ذریعے ان کو بیچیں اور نفع کمائیں اور نفع کے اندر دونوں کیا ہوتے جائیں گے؟ شریک ہوتے جائیں گے، سمجھ میں آیا؟ دونوں نفع کے اندر شریک ہوتے جائیں گے۔ اور اب مثلاً بھئی ان میں سے ایک جو بھی بکری بیچے گا دوسرے کا بھی اس میں نصف حصہ ہے یا نہیں بھئی؟ نصف حصہ ہے، تو جو بھی نفع کمائے گا اب آدھا نفع اس بیچنے والے کا چونکہ آدھا حصہ اس کا تھا اور آدھا حصہ کس کا ہو جائے گا؟ دوسرے کا کیونکہ آدھا حصہ اس کا تھا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اب پہلے شرکت املاک لے آئیں پھر اس کے

بعد کیا کرلیں؟ شرکت عقود کرلیں، عقد کرلیں آپس میں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِنْ أَرَادَا الشَّرِكَةَ بِالْعُرُوضِ اور اگر ارادہ کریں سامان کے ذریعے شرکت کا تو بَاعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفَ مَالِهِ بِنِصْفِ مَالِ الْآخَرِ تو بیچ دے دونوں میں سے ہر ایک اپنے نصف مال کو دوسرے کے نصف مال کے بدلے میں ثُمَّ عَقَدَا الشَّرِكَةَ پھر کیا کرلیں؟ شرکت کا عقد کرلیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو پہلے شرکت املاک آگئی، اب جب شرکت املاک آگئی دونوں دونوں طرف کی بکریوں میں شریک ہوگئے، اب کسی ایک کے لیے بھی ان میں تصرف کرنا جائز نہ رہا، اب عقد بھی آپس میں کرلیں، جب عقد کرلیں گے تو دونوں ایک دوسرے کے کیا بن گئے؟ وکیل بھی بن گئے اور کفیل بھی بن گئے بھئی تو اب کرلیں۔

وَأَمَّا شَرِكَةُ الْعِنَانِ۔ اب شرکت عنان کی بات بتلائیں گے۔ وَأَمَّا شَرِكَةُ الْعِنَانِ باقی شرکت عنان جو ہے فَتَنْعَقِدُ عَلَى الْوَكَالَةِ دُونَ الْكَفَالَةِ یہ منعقد ہوتی ہے وکالت پر نہ کہ کفالت پر۔ شرکت مفاوضہ میں تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل بھی ہے اور دوسرے کا کفیل بھی ہے، لیکن یہ جو شرکت عنان ہے اس میں دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل تو ہے لیکن کفیل نہیں ہے۔ لہٰذا شرکت مفاوضہ میں جو ایک شخص عقد کرلیتا تھا تو اگر اس پر کوئی دین آتا تھا تو اس دین کا مطالبہ اس عقد کرنے والے سے بھی کیا جاسکتا تھا کیونکہ یہ اصیل تھا اور دوسرے سے بھی کیا جاسکتا تھا کیونکہ وہ کفیل تھا، لیکن یہاں پر ایسا نہیں ہوگا، یہاں وکیل تو ہے کفیل نہیں، لہٰذا جس نے عقد کیا ہے اسی سے مطالبہ کیا جاسکتا ہے، دوسرے کی طرف سے ضمانت ہی نہیں ہے تو اس سے طلب کس بات کی کرتے ہو بھئی؟ میں ایک آدمی کو بھیجتا ہوں بھئی جاؤ میرے لیے ایک گاڑی خریدو، وہ گیا اس نے گاڑی خرید لی، اب گاڑی کے اس کو پیسے دینے ہیں بھئی، تو جو بائع ہے وہ اسی سے مطالبہ کرسکتا ہے، آکر موکل سے مطالبہ نہیں کرسکتا، صرف جو عقد کرنے والا ہے وکیل اس سے مطالبہ ہوسکتا ہے۔ تو لہٰذا یہاں پر بھی جب یہ وکالت پر صرف منعقد ہو رہی ہے تو جو عقد کر رہا ہے اس سے دین کا مطالبہ ہوسکے گا دوسرے سے مطالبہ نہیں، یہ فرق ہے دونوں میں دیکھا۔

تو کہتے ہیں فَتَنْعَقِدُ عَلَى الْوَكَالَةِ دُونَ الْكَفَالَةِ یہ شرکت عنان منعقد ہوتی ہے وکالت پر نہ کہ کفالت پر، وَيَصِحُّ التَّفَاضُلُ فِي الْمَالِ اور یہاں مال میں زیادتی صحیح ہے یعنی کمی بیشی صحیح ہے۔ وہاں تو ہم نے کہا تھا دونوں کا مال کیا ہونا چاہیے؟ برابر، یہاں دونوں کا مال برابر ہونا ضروری نہیں، ایک کا مال زیادہ ہے ایک کا مال، ایک خوب مال والا آدمی ہے دوسرا کیا ہے؟ اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے، پھر بھی کوئی نہیں اس میں تو مال کی برابری ضروری ہی نہیں ہے۔ وَيَصِحُّ أَنْ يَتَسَاوَيَا فِي الْمَالِ وَيَتَفَاضَلَا فِي الرِّبْحِ اور یہ بھی صحیح ہے کہ دونوں مال کے اندر تو برابر ہوں اور تَفَاضُل زیادتی ہو نفع کے اندر بھئی، کس کے اندر؟ نفع کے اندر۔

بھئی دیکھو دونوں نے شرکت کی، زید کے پاس بھی دس لاکھ روپے ہیں عمرو کے پاس بھی دس لاکھ روپے ہیں، لیکن دونوں آپس میں شرکت عنان کرتے ہیں بھئی۔ زید نے کہا بھئی پانچ لاکھ میں ملاتا ہوں پانچ لاکھ تم ملاؤ کاروبار کرتے ہیں بھئی، تو یہ کون سا عقد ہوا؟ شرکت عنان، کون سا ہوگیا؟ شرکت عنان، دونوں نے پیسے ملائے کاروبار شروع کردیا۔ اب دونوں میں سے جو بھی شخص کوئی چیز خریدتا ہے تو دونوں نے برابر پیسے ملائے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے وکیل بھی ہیں، عمرو اس مال کے ذریعے جو بھی چیز خریدے گا نصف حصہ اس کا ہے اور نصف دراصل یہ کس کے لیے خرید رہا ہے؟ دوسرے شخص کے لیے کیونکہ یہ اس کا وکیل بھی ہے عقد کرچکا ہے اس کے ساتھ بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو نصف وہ اپنے لیے خریدتا ہے اور نصف دوسرے کے لیے اس کا وکیل ہونے کی وجہ سے بھئی۔ تو اب مال میں دونوں برابر ہیں، ایک کا بھی کتنا حصہ ہے؟ پانچ لاکھ، دوسرے کا بھی کتنا حصہ؟ پانچ لاکھ، اور نفع بھی کیا ہونا چاہیے؟ برابر، مثلاً ہزار روپے نفع ہوا تو پانچ سو کس کے؟ زید کے اور پانچ سو کس کے؟ عمرو کے، لیکن زید کہتا ہے نہیں بھئی اس طرح نہیں، پانچ لاکھ تم ملاؤ پانچ لاکھ میں ملاؤں گا لیکن نفع جو ہے نا نفع کے تین حصے کیا کریں گے، دو حصے میرے ہوا کریں گے ایک حصہ تمہارا۔ یعنی جب بھی مثلاً تین سو روپے آئے تو دو سو میرے ہوں گے اور سو تمہارا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا مال برابر ہے ڈیڑھ سو تمہارا نفع ڈیڑھ سو دوسرے کا نفع، لیکن یہ شرط کیا لگا رہا ہے؟ دو سو میرا ہوا کرے گا سو تمہارا۔ تو دیکھو اب نفع برابر ہے یا کمی بیشی ہے نفع میں؟ کمی بیشی ہے، تو جب مال برابر ہو تو نفع بھی برابر ہونا چاہیے لیکن کیا ایسا کرنا جائز ہے کہ مال دونوں کا برابر ہے اور نفع میں کیا کر رہے ہیں؟ کمی بیشی کر رہے ہیں؟ کہتے ہیں ہاں ایسا کرنا جائز ہے۔ بھئی اس کی کہتے ہیں ضرورت پیش آتی ہے، ایک آدمی تجارت میں زیادہ ماہر ہے، زید اور عمرو آپس میں عقد کر رہے ہیں، زید بڑا ماہر تاجر ہے عمرو کو تو ابھی کام ہی نہیں آتا بھئی تجارت کا، تو لازمی بات ہے زید کبھی بھی اس بات پر راضی نہیں ہوگا کہ آدھے پیسے تم لو اور آدھے پیسے میں لوں بلکہ میرا نفع کیا ہونا چاہیے؟ زیادہ ہونا چاہیے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا اگر دونوں کا مال برابر بھی ہو پھر بھی نفع کے اندر کمی بیشی جائز

ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ معنی ہے وَيَصِحُّ أَنْ يَتَسَاوَيَا فِي الْمَالِ وَيَتَفَاضَلَا فِي الرِّبْحِ اور یہ بھی جائز ہے کہ برابر ہوں دونوں مال کے اندر اور کمی بیشی ہو نفع کے اندر بھئی، زیادتی ہو یعنی نفع میں۔

وَيَجُوزُ أَنْ يَعْقِدَهَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِبَعْضِ مَالِهِ دُونَ بَعْضٍ۔ جی ابھی بتلایا بھئی زید کے پاس کل کتنے پیسے تھے؟ پانچ پانچ لاکھ تو ملائے ہیں ویسے کتنے تھے؟ دس لاکھ، اور دوسرے کے پاس فرض کرو دس نہیں تھے پندرہ تھے مولانا، کوئی حرج نہیں بھئی۔ اور سارے مال پر شرکت یہاں ہوتی ہے یا جتنے میں مرضی ہے؟ جتنے میں مرضی۔ بھئی عقد مفاوضہ میں تو سارے مال میں کیا ہو جاتی تھی؟ شرکت ہوتی تھی، وہاں تو آپ نے پڑھا اگر کسی کو کہیں سے تھوڑا بھی مال مل گیا جس میں دوسرا شریک نہیں ہو سکتا تو فوراً عقد مفاوضہ کیا ہو جایا کرتا تھا؟ باطل ہو جایا کرتا تھا جیسے کسی کو وراثت کے طور پر مال ملا یا تحفے کے طور پر تو عقد مفاوضہ باطل، لیکن شرکت عنان میں تو برابری ضروری نہیں، نہ مال میں برابری ضروری اور نہ نفع کے اندر برابری، اور اس میں یہ بھی نہیں ضروری کہ جتنا مال ہے سارا شرکت کے اندر کرنا پڑے گا بلکہ تھوڑا سا حصہ کر لیا۔ زید کے پاس تو سارے دس لاکھ ہیں لیکن وہ سارے میں شرکت نہیں کر رہا کتنے میں کر رہا ہے صرف؟ پانچ لاکھ، عمرو کے پاس تو پندرہ لاکھ ہیں لیکن وہ سارے میں شرکت نہیں کر رہا صرف کس میں کر رہا ہے؟ پانچ لاکھ، تو یہ صحیح ہے بھئی جائز ہے کہ سارے مال میں شرکت نہ کریں بلکہ کچھ مال میں کیا کر لیں آپس میں؟ شرکت، یہ شرکت عنان میں درست ہے۔ تو یہی بات بیان کر رہے ہیں وَيَجُوزُ أَنْ يَعْقِدَهَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِبَعْضِ مَالِهِ دُونَ بَعْضٍ اور جائز ہے کہ شرکت کا یہ عقد کر لیں دونوں میں سے ہر ایک اپنے بعض مال کے ساتھ دُونَ بَعْضٍ نہ کہ بعض کے ساتھ یعنی کچھ کے ساتھ کرے کچھ کے ساتھ نہ کرے یہ درست ہے بھئی۔

وَلَا تَصِحُّ إِلَّا بِمَا بَيَّنَّا أَنَّ الْمُفَاوَضَةَ تَصِحُّ بِهِ اور صحیح نہیں ہے یہ مگر ان چیزوں کے ساتھ جو ہم نے بیان کیا تھا کہ مفاوضہ ان کے ساتھ صحیح ہے۔ بھئی شرکت عنان بھی صرف انہی چیزوں میں صحیح ہے جن چیزوں میں شرکت مفاوضہ ہم نے بیان کیا تھا کہ وہ صحیح ہے، اور شرکت مفاوضہ کس کے اندر صحیح تھی بھئی؟ درہم، دینار اور فلوس نافقہ، تو شرکت عنان بھی کس کے اندر ہو گا صرف؟ درہم، دینار اور فلوس نافقہ۔ ہاں باقی اگر سامان میں شرکت کرنا چاہتے ہیں تو پھر وہی صورت اختیار کی جائے گی بھئی۔

وَيَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِكَا وَمِنْ جِهَةِ أَحَدِهِمَا دَنَانِيرُ وَمِنْ جِهَةِ الْآخَرِ دَرَاهِمُ اور یہ بھی جائز ہے اس کے اندر کہ دونوں شریک ہو جائیں اور ایک کی طرف سے دینار ہوں اور دوسرے کی طرف سے دراہم ہوں، جی سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ دونوں کس قبیل سے ہیں؟ ثمن کے قبیل سے ہیں بھئی۔

وَمَا اشْتَرَاهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِلشَّرِكَةِ طُولِبَ بِثَمَنِهِ دُونَ الْآخَرِ۔ بھئی کیا بتلایا تھا عقد مفاوضہ میں تو جس نے بھی کوئی چیز خریدی بائع کیا کر سکتا ہے؟ ثمن کا مطالبہ عقد کرنے والے سے بھی کر سکتا تھا اور دوسرے سے بھی کر سکتا تھا۔ عقد کرنے والے سے کیوں مطالبہ کر سکتا تھا؟ کیونکہ وہ اصیل ہے وہ تو اصل ہے عقد کے اندر اسی نے تو عقد کیا، اور دوسرے سے کیوں کر سکتا تھا؟ کیونکہ وہ کفیل تھا وہ ضامن تھا، لیکن یہاں پر ایسا نہیں، جو عقد کرتا ہے ثمن کا مطالبہ صرف اسی سے ہو گا۔ دیکھیے تو کہتے ہیں وَمَا اشْتَرَاهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اور وہ چیز جس کو خریدے دونوں میں سے کوئی ایک بھی لِلشَّرِكَةِ کس لیے خریدے بھئی؟ شرکت کے لیے خریدتا ہے طُولِبَ بِثَمَنِهِ تو مطالبہ کیا جائے گا اسی سے اس کے ثمن کا دُونَ الْآخَرِ نہ کہ دوسرے سے، اسی سے مطالبہ ہو گا دوسرے سے نہیں ہو گا بھئی۔ وَيَرْجِعُ عَلَى شَرِيكِهِ بِحِصَّتِهِ مِنْهُ اور رجوع کرے گا اپنے شریک پر اس کے حصے کے بقدر اس میں سے۔ بھئی میں نے اور زید نے شرکت کی بھئی شرکت عنان، اب میں نے کیا کیا بھئی؟ شرکت عنان کے اندر اب میں نے ایک گاڑی خرید لی، کیا کیا؟ گاڑی خریدی شرکت کے لیے کہ اس کو پھر آگے بیچیں گے نفع کمائیں گے، تو اس گاڑی میں مثلاً نصف حصہ میرا ہے تو نصف کس کا ہے؟ زید کا بھی تو ہے، لہٰذا اب میں کیا کروں گا؟ اس کے حصے کے بقدر زید پر رجوع کروں گا کہ میں نے دس لاکھ کی مثلاً گاڑی خریدی ہے پانچ لاکھ میرے ذمے آتے ہیں پانچ لاکھ آپ کے ذمے آتے ہیں، میں نے اپنی طرف سے دس لاکھ دے دیا ہے اب آپ مجھے کیا کریں؟ پانچ لاکھ دے دیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ معنی ہے وَيَرْجِعُ عَلَى شَرِيكِهِ بِحِصَّتِهِ مِنْهُ اور پھر وہ رجوع کرے گا اپنے شریک پر اس کا حصہ جو ہو گا اس چیز میں سے اس کے بقدر۔

وَإِذَا هَلَكَ مَالُ الشَّرِكَةِ أَوْ أَحَدُ الْمَالَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَشْتَرِيَا شَيْئًا بَطَلَتِ الشَّرِكَةُ اور اگر ہلاک ہو گیا شرکت کا مال۔ شرکت کا مال کیا ہوا؟ ہلاک ہو گیا۔ اچھا تو بتلائیں گے مولانا جب شرکت کا مال ہی ختم ہو گیا تو شرکت بھی کیا ہو جائے گی؟ ختم ہو جائے گی باطل ہو جائے گی۔ میں نے اور زید نے پیسے ملائے تھے دس لاکھ روپے اس سے کاروبار کرنا ہے، پیسے رکھے صبح آ کر دیکھا تو پیسے غائب مولانا، چوری ہو چکے تو عقد شرکت ہی کیا ہو گیا؟ باطل، پیسے ہی ختم ہو گئے جن پر شرکت ہوئی تھی۔ یا میں نے اور زید نے کیا کیا بھئی؟ عقد کر لیا، پانچ لاکھ زید نے ملانے ہیں اور پانچ لاکھ میں نے ملانے ہیں، زید نے بھی اپنے پیسے

یہاں لا کر رکھے میں نے بھی اپنے پیسے یہاں لا کر رکھے، ابھی ہم نے ملایا نہیں تھا پیسوں کو، کوئی چیز ابھی نہیں خریدی ان کے ذریعے کہ اچانک آگ ایک دم لگی اور وہ زید کے پیسے جل گئے صرف، تو ایک کا مال کیا ہوا؟ ہلاک ہو گیا شرکت سے پہلے ہی، تو شرکت ہی کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی بھئی، سمجھ میں آیا؟ دوسرے کا حصہ ہی نہیں رہا تو اب کس چیز میں شرکت۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا هَلَكَ مَالُ الشَّرِكَةِ اگر ہلاک ہو جائے شرکت کا مال أَوْ أَحَدُ الْمَالَيْنِ یا دونوں مالوں میں سے ایک مال قَبْلَ أَنْ يَشْتَرِيَا شَيْئًا قبل اس کے کہ دونوں خریدیں کوئی چیز بَطَلَتِ الشَّرِكَةُ تو شرکت باطل ہو جائے گی۔[۵]

اچھا کوئی ایک چیز خرید چکے ہیں مثلاً۔ میں نے اور زید نے کیا کیا؟ میں نے بھی پانچ لاکھ رکھے یہ لو بھئی پانچ لاکھ یہ ہیں میں ملاتا ہوں، زید نے بھی پانچ لاکھ نکالے یہ لو بھئی یہ پانچ لاکھ میں ملاتا ہوں۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک شخص سے عقد کر لیا شرکت کے طور پر اور اس سے ایک گاڑی خرید لی بھئی۔ کیا کیا؟ چھ لاکھ میں مثلاً میں نے اس سے کیا کی؟ گاڑی خرید لی، تو ایک چیز میں خرید چکا ہوں اس مال شرکت کے ذریعے۔ زید نے ابھی کچھ نہیں خریدا تھا کہ وہیں پہ مولانا آگ لگی اس کا مال کیا ہوا؟ یہ ویسے میں مثال دے رہا ہوں آگ لگی بھئی آپ کوئی صورت بنا لینا بس، سمجھانا مقصود یہ ہے کہ ایک مال شرکت کے ذریعے چیز خرید چکا ہے دوسرے نے ابھی خریدی نہیں تھی کہ اس کا سارا مال کیا ہو گیا؟ ہلاک ہو گیا۔ اچھا تو کہتے ہیں بھئی اب اگرچہ اس کا مال ہلاک ہوا لیکن اس مال کے ہلاک ہونے سے پہلے دونوں میں سے ایک شخص کیا کر چکا ہے؟ ایک چیز کو کس طریقے پر خرید چکا ہے؟ شرکت کے طریقے پر خرید چکا ہے، لہٰذا اس چیز کے اندر دونوں اب بھی کیا ہیں؟ شریک ہیں دونوں، لہٰذا اس میں سے مثلاً چھ لاکھ کی چیز خریدی تو تین لاکھ تو میرے اوپر آتے ہیں تین لاکھ کس پر آتے ہیں؟ زید پر، تو وہ تین لاکھ کے لیے اب میں زید کی طرف رجوع کروں گا کہ لاؤ بھئی پیسے دو تین لاکھ۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہی بات بیان کر رہے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِمَالِهِ شَيْئًا اپنے مال سے، بھئی دیکھو میں نے اپنے مال کے ذریعے کیا کیا؟ دس لاکھ مثلاً زید نے نکالے دس لاکھ میں نے نکال لیے شرکت کرنی ہے ان میں، ابھی ہم نے پیسوں کو ملایا نہیں آپس میں، میں نے پہلے ہی چھ لاکھ کی کیا کر لی؟ اپنے مال کے ذریعے گاڑی خرید لی اور زید نے ابھی اپنے مال کے ذریعے کچھ نہیں خریدا کہ اس کا مال ہلاک ہو گیا، تو یہ گاڑی میں نے کس کے ذریعے خریدی ہے؟ اپنے مال کے ذریعے لیکن نیت کیا تھی ارادہ کیا تھا؟ شرکت کے ارادے سے خریدی ہے، تو لہٰذا اب اس گاڑی کے اندر آدھا مثلاً حصہ میرا ہے تو آدھا کس کا ہے؟ زید کا، تو زید پر اب چھ لاکھ میں سے کتنے آتے ہیں؟ تین لاکھ، تو اس کا مال چاہے شرکت والا ہلاک ہو گیا لیکن یہ گاڑی تو ابھی شرکت والی باقی ہے یہ تو خریدی جا چکی ہے، اب میں تین لاکھ کے لیے اس کی طرف رجوع کروں گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو میں نے اپنے مال سے خریدی ہے تو پھر اس پر رجوع کروں گا بھئی۔

وَإِنِ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِمَالِهِ شَيْئًا اور اگر خریدا ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے مال کے بدلے میں کسی چیز کو وَهَلَكَ مَالُ الْآخَرِ اور دوسرے کا مال کیا ہوا؟ ہلاک ہوا قَبْلَ الشِّرَاءِ قبل اس کے خریدنے کے، یعنی اس نے کوئی دوسری شراء ابھی نہیں کی تھی بھئی۔ اس شراء سے وہ پہلی شراء نہیں مراد بھئی کہ ایک نے خریدا اور دوسرے کا مال خریدنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا، یہ نہیں بتلانا چاہتے۔ بھئی ادھر دیکھو، ترجمے سے یوں سمجھ میں آتا ہے وَهَلَكَ مَالُ الْآخَرِ قَبْلَ الشِّرَاءِ اور دوسرے کا مال کیا ہو گیا اس خریدنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا۔ تو دیکھو عبارت سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک نے اپنے مال کے ذریعے چیز خریدی اور اس کے خریدنے سے پہلے ہی دوسرے کا مال کیا ہو چکا؟ ہلاک ہو چکا۔ دیکھو وَهَلَكَ مَالُ الْآخَرِ قَبْلَ الشِّرَاءِ اور دوسرے کا مال کیا ہوا خریدنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا۔ بھئی خریدنے سے پہلے ہی چیز ہلاک ہو گیا پھر تو کیا ہوا شرکت ہی ختم ہو گئی! یہ مقصد نہیں ہے بتلانے کا، مقصد یہ ہے کہ اس دوسرے کے خود خریدنے سے پہلے، اس نے ابھی اپنے مال میں کوئی شراء نہیں کی لیکن ایک اپنے مال میں کیا کر چکا تھا؟ شراء کر چکا تھا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ جو آگے شراء آیا یہ شراء ثانی مراد ہے، اول سے غیر شراء مراد ہے اول نہیں مراد۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِمَالِهِ شَيْئًا اور اگر خریدا دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے مال کے بدلے میں کسی چیز کو وَهَلَكَ مَالُ الْآخَرِ قَبْلَ الشِّرَاءِ اور دوسرے کا مال ہلاک ہوا اس دوسرے کے خریدنے سے پہلے ہی فَالْمُشْتَرَى بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا تو مشتریٰ وہ جو خریدی ہوئی چیز ہے وہ ان دونوں کے درمیان ہو گی عَلَى مَا شَرَطَا اسی طرح جیسے انہوں نے شرط لگائی تھی بھئی۔ کیا معنی شرط لگائی تھی بھئی؟ یعنی اگر بھئی عقد اس بات پر ہوا تھا جو بھی چیز خریدیں گے اس میں آدھا حصہ میرا ہو گا آدھا حصہ تمہارا، نفع بھی آدھا تمہارا نفع آدھا میرا، تو اس کے مطابق۔ اگر یہ طے ہوا تھا مثلاً میرے ہیں دس لاکھ تو زید کے تھے بیس لاکھ، اب جو بھی چیز خریدیں گے اس کے تین حصے ہوں گے ایک حصہ میرا بنتا ہے دو حصے کس کے بنتے ہیں؟ زید کے بھئی، اور نفع بھی اسی طرح مثلاً ہم نے رکھا کہ میرا سو روپیہ ہو گا تو تمہارے کتنے؟ دو سو ہوا کریں گے، تو جو شرط تھی اسی کے مطابق مشتریٰ ان دونوں کے بیچ ہو گا، یعنی جتنا حصہ ایک کا تھا اور جتنا دوسرے کا اسی کے مطابق ہو

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۱۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «مال أَوْ أَحَدُ الْمَالَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «مال الشركة أو أحد المالين» منقول ہے۔

گا۔وَيَرْجِعُ عَلٰى شَرِيكِهِ بِحِصَّتِهِ مِنْ ثَمَنِهِ اور یہ جس نے چیز خریدی ہے بھئی اپنے مال سے اور کس لیے خریدی؟ شرکت کے طور پر اور دوسرے کا مال تو کچھ خریدنے سے پہلے ہی کیا ہو گیا؟ ہلاک ہو گیا، تو یہ خریدنے والا رجوع کرے گا اپنے شریک پر بِحِصَّتِهِ مِنْ ثَمَنِهِ اس کا جو حصہ ہے اس چیز کے ثمن میں سے اتنا اس سے لے لے گا۔

وَيَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَإِنْ لَمْ يَخْلِطَا الْمَالَ اور شرکت جائز ہے اگرچہ دونوں نے مال کو ملایا نہ ہو ابھی۔ ابھی میں نے صورتیں بیان کر دیں مولانا، پیسے ابھی ملائے نہیں پھر بھی کیا ہے؟ شرکت جائز ہے۔ سمجھ میں آیا؟ میرے اور زید میں عقد ہو گیا کہ آج کے بعد ہم جو بھی کام کریں گے اس میں ہم دونوں کیا ہوں گے؟ شریک ہوں گے، دس لاکھ تمہاری طرف سے دس لاکھ میری طرف سے، ابھی ہم نے پیسے نہیں ملائے تھے میں نے پہلے ہی ایک گاڑی خرید لی، کس مقصد سے خریدی؟ شرکت کے لیے خریدی مولانا، تو ابھی مال نہیں ملایا لیکن پھر بھی کیا ہے شرکت ہو گئی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مال ملانا تو یہ تھا وہ بھی دس لاکھ لائے میں بھی دس لاکھ لاؤں اکٹھے ملا دیے یہ لو بھئی اب یہ مال شرکت بن گیا آؤ اب اس سے کاروبار کرتے ہیں، ابھی مال نہیں ملایا میں نے پہلے ہی کیا کر دیا؟ چیز خرید لی تو پھر بھی شرکت صحیح ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَإِنْ لَمْ يَخْلِطَا الْمَالَ اور جائز ہے شرکت اگرچہ دونوں نے ملایا نہ ہو مال کو۔

وَلَا تَصِحُّ الشَّرِكَةُ إِذَا اشْتُرِطَ لِأَحَدِهِمَا دَرَاهِمُ مُسَمَّاةٌ مِنَ الرِّبْحِ اور شرکت صحیح نہیں اگر دونوں میں سے کسی ایک کے لیے معین دراہم کی شرط لگائی گئی نفع میں سے۔ بھئی میں نے اور زید نے شرکت کی کہ آؤ ہم مل کر کام کرتے ہیں، جو بھی نفع آئے گا جو بھی نفع حاصل ہو گا نصف تمہارا نصف میرا، یہ تو ٹھیک ہے مولانا۔ لیکن اس کے بجائے ایک شخص یہ شرط لگاتا ہے بھئی کہ بھئی جو بھی نفع آئے گا اس میں سے سو درہم پہلے میرے ہوا کریں گے پھر جو باقی بچے گا نفع اس کو ہم دونوں آدھا آدھا تقسیم کریں گے، کیا کریں گے؟ آدھا آدھا تقسیم۔ یہ والا کام ہم شروع کر رہے ہیں بھئی اس کے اندر ہمیں جتنا بھی نفع ہوا پہلے سو درہم کس کے ہوں گے؟ میرے ہوں گے باقی نفع کو ہم دونوں کیا کر لیں گے آپس میں؟ تقسیم کر لیں گے، یا یوں کہہ دیتا ہے اس میں سے سو درہم میرے ہوں گے باقی نفع تمہارا ہو گا۔ کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے مولانا، اس لیے کہ ہو سکتا ہے نفع ہی سارا سو درہم ہو، جب نفع ہی صرف سو درہم ہوا تو جس نے یہ شرط لگائی تھی اس کو تو نفع مل گیا دوسرے بیچارے کو تو کچھ بھی نہ ملا، تو شرکت رہی؟ نفع میں تو شرکت آئی ہی نہیں۔ تو یہ جو معین دراہم لگا دینا ہے یہ تو شرکت کو توڑنے والی چیز ہے لہٰذا اس شرط پر شرکت صحیح نہیں بلکہ شرکت فاسد ہو جائے گی، کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی۔ یہ معنی ہے وَلَا تَصِحُّ الشَّرِكَةُ اور شرکت صحیح نہیں ہے إِذَا اشْتُرِطَ لِأَحَدِهِمَا دَرَاهِمُ مُسَمَّاةٌ مِنَ الرِّبْحِ جب شرط لگائی جائے دونوں میں سے کسی ایک کے لیے مقررہ دراہم کی مِنَ الرِّبْحِ کس میں سے؟ نفع میں سے۔

وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفَاوِضَيْنِ وَشَرِيكَيِ الْعِنَانِ أَنْ يُبْضِعَ الْمَالَ وَيَدْفَعَهُ مُضَارَبَةً۔ اچھا اب یاد رکھنا یہ جو ان کے پاس اب مال شرکت ہے دونوں تجارت کر رہے ہیں کام کر رہے ہیں، یہ مال تجارت ان کے پاس بطور امانت کے ہے۔ کچھ مال میں استعمال کر رہا ہوں میرے پاس یہ مال کس طور پر ہے؟ امانت کے طور پر، لہٰذا اگر میں نے کوئی تعدی نہیں کی میرے پاس یہ مال ہلاک ہوا تو امانت کے اندر ضمان آتا ہے کہ نہیں آتا بھئی؟ نہیں آتا، امانت میں ضمان نہیں آتا لہٰذا جس کے پاس سے مال ہلاک ہوا اس پر ضمان نہیں آئے گا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اچھا اب دونوں کیا کیا کر سکتے ہیں بھئی؟ دونوں نے آپس میں شرکت کا عقد کر لیا ہے اب اس کاروبار کے پیسے کو کن کن چیزوں میں لگا سکتے ہیں؟ بھئی دیکھو بعض اوقات ایسا کیا جاتا ہے کاروبار میں کہ ایک آدمی کو پیسے دے دیے جاتے ہیں کہ یہ میرے پیسے آپ اپنے ساتھ کاروبار میں لگائیں، آپ کے کل پیسے کتنے ہیں؟ پانچ لاکھ کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، لیجیے یہ میرے بھی ایک لاکھ ساتھ ملا لیں اور میرے حصے کا جو نفع آیا کرے وہ مجھے دے دیا کریں۔ ایسا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ مثلاً کل مال کتنا بن گیا؟ چھ لاکھ، معلوم ہوا جتنا نفع آئے اس میں سے پانچ لاکھ آپ کا تھا ایک لاکھ میرا تھا تو اتنا ہی نفع کا بھی حساب ہو گا، ہر چھ روپے میں سے پانچ روپے آپ کے ہوا کریں گے ایک روپیہ میرا ہوا کرے گا۔ اس کو کہتے ہیں بضاعت، یعنی اپنا مال بطور پونجی کے کاروبار کے لیے کسی کو دینا بھئی اور اس پر نفع وصول کرنا۔ اب دیکھو میرا اصل مال بھی ہے اب مجھے اس سے پورا پورا نفع مل رہا ہے اور پھر جب میں چاہوں اپنا مال بھی اس سے کیا کر سکتا ہوں؟ واپس لے سکتا ہوں کہ لاؤ بھئی میرے پیسے واپس کر دو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس کو کیا کہتے ہیں؟ بضاعت، کیا کہتے ہیں؟ بضاعت۔ تو بضاعت میں نے بتلایا بھئی کس کو کہتے ہیں کسی دوسرے کو مال دینا تاکہ وہ اس کو تجارت میں لگائے اور اس کے مال پر جتنا نفع ہو اس مال والے کو دیتا رہے بھئی، اس کو کیا کہتے ہیں؟ بضاعت کہتے ہیں۔ تو کیا دو شریک جنہوں نے آپس میں عقد مفاوضہ کیا ہے یا شرکت عنان کی ہے یہ اس مال شرکت کو دوسرے کو بضاعت کے طور پر دے سکتا ہے کوئی ان میں سے؟ کہتے ہیں ہاں دے سکتا ہے بھئی، تجارت میں تو

ہوتا ہی ہے جس طریقے سے بھی ہو کیا کیا جائے نفع کمایا جائے تو تاجر تو اس طرح کرتے رہتے ہیں ایک دوسرے کو کیا کیا؟ پیسے دے دیے اور اس پر نفع وصول کرتے رہے بھئی جتنا نفع آرہا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ درست ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفَاوِضَيْنِ اور عقد مفاوضہ کرنے والے دونوں میں سے ہر ایک وَشَرِيكَيِ الْعِنَانِ، اصل میں تھا شَرِيكَيْنِ الْعِنَانِ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اور شرکت عنان کرنے والے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے أَنْ يُبْضِعَ الْمَالَ کہ وہ کیا کرے مال کو بطور بضاعت کے دوسرے کو دے، اس لیے کہ تاجروں میں یہ رائج ہے وہ اس طرح کیا کرتے ہیں تو اس کی اجازت ہے۔ وَيَدْفَعَهُ مُضَارَبَةً، مضاربت جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ اس کا بھی آگے باقاعدہ باب آرہا ہے۔ عقد مضاربت کس کو کہتے ہیں کہ پیسے ایک کے ہوں محنت دوسرے کی ہو اور نفع آپس میں تقسیم کریں بھئی۔ زید ہے مثلاً تجارت کا تو ماہر ہے لیکن اس کے پاس پیسے نہیں ہیں، میں نے اس کو پیسے دے دیے لو بھئی میرے پیسے لو ان سے کاروبار کرو اور جو نفع کماؤ گے وہ ہم آپس میں کیا کر لیں گے؟ برابر برابر تقسیم، اس کو کہتے ہیں عقد مضاربت۔ کیا کہتے ہیں؟ عقد مضاربت، پیسہ ایک کا محنت دوسرے کی اور نفع آپس میں کیا کرتے ہیں؟ تقسیم کر لیتے ہیں۔ تو کیا یہ دونوں جنہوں نے عقد مفاوضہ کیا یا عقد عنان کیا ہے ان میں سے کوئی ایک کسی کو مضاربت کے طور پر یہ مال شرکت دے سکتا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی یہ بھی دے سکتا ہے۔ وَيَدْفَعَهُ مُضَارَبَةً اور یہ بھی ان کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک مال کو دے دے مضاربت کے طور پر۔

وَيُوَكِّلَ مَنْ يَتَصَرَّفُ فِيهِ۔ اچھا بھئی یہ آگے کسی کو وکیل بنا سکتے ہیں مال شرکت کے اندر تصرف کے لیے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی کیا کر سکتے ہیں؟ وکیل بنا سکتے ہیں، اس لیے کہ ہر کام آدمی خود تو نہیں کر سکتا بھئی تاجر بھی کیا کرتے ہیں بعض معاملات میں دوسروں کو کیا کر دیتے ہیں؟ وکیل بنا دیتے ہیں تو اس کی بھی ان کو اجازت ہے۔ تو کہتے ہیں وَيُوَكِّلَ، ان سب کا عطف بھئی اسی يُبْضِعَ پر ہے: وَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفَاوِضَيْنِ وَشَرِيكَيِ الْعِنَانِ أَنْ يُوَكِّلَ مَنْ يَتَصَرَّفُ فِيهِ بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ يُبْضِعَ کو ہٹاتے جائیں اور معطوف کو اس کی جگہ رکھتے جائیں: اور عقد مفاوضہ کرنے والوں میں سے ہر ایک کو اور اسی طرح شرکت عنان کرنے والے ہر شریک کے لیے یہ جائز ہے أَنْ يُوَكِّلَ کہ وہ کیا کرے؟ وکیل بنائے مَنْ اس شخص کو يَتَصَرَّفُ فِيهِ جو اس مال میں کیا کرے؟ تصرف کرے، وکیل بنا سکتا ہے کیونکہ تجارت میں وکیل بنائے جاتے ہیں۔ وَيَرْهَنَ اور کیا کر سکتا ہے؟ یہ مال شرکت دوسرے کے پاس بطور رہن کے بھی رکھ سکتا ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان عقد کرتا ہے اور اس پر دین آیا تو پھر بطور رہن کے کوئی چیز رکھوانا چاہتے ہیں، تو کیا مال شرکت میں سے کوئی چیز کسی کے پاس رہن رکھوا سکتے ہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی تاجروں کو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، ہر وقت تو نقد پیسہ جیب میں نہیں ہوتا، بعض اوقات عقد کر لیا اور پیسے بعد میں دینے ہیں تو وہ جو بائع ہوتا ہے وہ کہتا ہے کوئی چیز جب تک میرے پاس رہن رکھواؤ، تو یہ کیا کر سکتا ہے؟ مال شرکت میں سے کوئی چیز اس کے پاس رہن رکھوا سکتا ہے۔ تو وَيَرْهَنَ وَيَسْتَرْهِنَ اور خود بھی رہن رکھ سکتا ہے، کوئی چیز دوسرے کے پاس بھی رہن رکھوا سکتا ہے اور خود بھی رہن رکھ سکتا ہے کوئی چیز بھئی۔ وَيَسْتَأْجِرَ الْأَجْنَبِيَّ عَلَيْهِ اور اجرت پر رکھ سکتا ہے کسی اجنبی کو بھی اس مال پر بھئی۔ بھئی کوئی ملازم وغیرہ بھی رکھ سکتے ہیں، تو تجارت کے اندر سارا کام خود کیا جاتا ہے یا بعض اوقات ملازم بھی رکھے جاتے ہیں؟ ملازم بھی، تو کیا مال شرکت پر کسی کو ملازم رکھ سکتا ہے کہ مال شرکت میں سے پھر اس کو ادائیگی کی جائے؟ کہتے ہیں ہاں یہ بھی کر سکتا ہے۔ وَيَبِيعَ بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ اور بیچ سکتا ہے نقد پر بھی اور ادھار پر بھی، نقد کے بدلے بھی بیچ سکتا ہے اور ادھار بھی چیز بیچ سکتا ہے کیونکہ تاجروں میں سارے معاملات نقد ہوتے ہیں یا ادھار اور نقد دونوں طرح کے ہوتے ہیں؟ دونوں طرح کے، ہاں تو لہٰذا انہوں نے عقد شرکت کیا ہے تو اب جو جو تاجروں کے اندر چیزیں رائج ہیں وہ ساری چیزیں یہ بھی کر سکتے ہیں: تاجر بطور بضاعت کے بھی مال دیا کرتے ہیں، تاجر کیا کیا کرتے ہیں مضاربت کے طور پر بھی مال کسی کو دے دیا کرتے ہیں، تاجر کسی تصرف کے لیے دوسرے کو وکیل بھی بنا دیا کرتے ہیں، تاجر رہن رکھتے بھی ہیں اور رکھوایا بھی کرتے ہیں، اسی طرح ملازم بھی رکھا کرتے ہیں ان پیسوں میں سے، اسی طرح ادھار اور نقد دونوں طرح بیچتے بھی ہیں، تو یہ سارے تصرفات ان دونوں کے لیے بھی جائز ہوں گے۔

وَيَدُهُ فِي الْمَالِ يَدُ أَمَانَةٍ اور ان میں سے ہر ایک کا جو قبضہ ہے مال کے اندر وہ يَدُ أَمَانَةٍ کون سا قبضہ ہے؟ امانت والا۔ بھئی مال شرکت میں دونوں تصرف کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے؟ تو کچھ مال ایک کے پاس ہے کچھ دوسرے کے پاس ہے، تو ان کے قبضے میں جو مال شرکت ہے وہ اگر ہلاک ہو جائے تو کیا ضمان ان پر آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں، یہ جو ان کا قبضہ ہے کون سا قبضہ ہے؟ امانت والا، اور امانت والے قبضے میں آپ جانتے ہیں کہ امانت اگر بغیر تعدی کے بغیر کسی زیادتی کے ہلاک ہو جائے تو اس میں ضمان نہیں آتا، ہاں اگر تعدی کرتا ہے کوئی جان بوجھ کے زیادتی کرتا ہے پھر تو ضمان امانت میں بھی آجاتا ہے تو یہاں پر بھی آجائے گا۔ تو کہتے ہیں وَيَدُهُ فِي الْمَالِ يَدُ أَمَانَةٍ اور ان میں سے ہر ایک کا جو قبضہ ہے مال کے اندر وہ امانت والا قبضہ ہے۔

وَأَمَّا شَرِكَةُ الصَّنَائِعِ۔ اب شرکت صنائع آگئی بھئی۔ کہتے ہیں وَأَمَّا شَرِكَةُ الصَّنَائِعِ شرکت صنائع جو ہے پس وہ یہ کہ فَالْخَيَّاطَانِ وَالصَّبَّاغَانِ يَشْتَرِكَانِ عَلَى أَنْ يَتَقَبَّلَا الْأَعْمَالَ وَيَكُونَ الْكَسْبُ بَيْنَهُمَا فَيَجُوزُ ذٰلِكَ۔ دوخیاط دودرزی وَالصَّبَّاغَانِ یادور نگریز، سمجھ میں آیا؟ يَشْتَرِكَانِ وہ شریک ہوتے ہیں عَلَى اس شرط پر أَنْ يَتَقَبَّلَا الْأَعْمَالَ کہ دونوں کیا کریں گے؟ يَتَقَبَّلَا تثنیہ کا صیغہ ہے دونوں قبول کریں گے الْأَعْمَالَ عملوں کو، جو بھی کام آئے گا دونوں میں سے جو بھی کام لینا چاہے دوسروں سے کام لے گا وَيَكُونَ الْكَسْبُ بَيْنَهُمَا اور وہ جو کمائی ہے وہ ان دونوں کے درمیان تقسیم ہو گی۔ بھئی دودرزی آپس میں مل گئے یادور نگریز تھے بھئی کپڑوں کو رنگ دینے والے، یا ایک درزی تھا ایک رنگریز تھا جو بھی صورت بنالیں بھئی، تو دو کاریگر آپس میں مل گئے چاہے ایک ہی کام کے ہوں چاہے مختلف کاموں کے، مثلاً فرض کرو دو درزی مل گئے کہ بھئی جو بھی کام آیا کرے گا تم بھی قبول کر سکتے ہو اور میں بھی قبول کر سکتا ہوں اور پھر ہم دونوں کیا کریں گے وہ کام، چاہے تم کر لو چاہے میں کر لوں جو بھی کر لے ہم دونوں میں جو نفع آئے گا وہ برابر برابر تقسیم ہو گا، اس کو کیا کہتے ہیں؟ شَرِكَةُ الصَّنَائِعِ، کیا کہتے ہیں؟ شَرِكَةُ الصَّنَائِعِ۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ معنی ہے کہ أَنْ يَتَقَبَّلَا الْأَعْمَالَ دونوں کیا کریں گے عمل کو قبول کریں گے، کام کہیں سے ملے گا دونوں اس کو لے لیا کریں گے وَيَكُونَ الْكَسْبُ بَيْنَهُمَا اور کمائی دونوں کے درمیان تقسیم ہو گی فَيَجُوزُ ذٰلِكَ تو یہ جائز ہے۔

وَمَا يَتَقَبَّلُهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنَ الْعَمَلِ يَلْزَمُهُ وَيَلْزَمُ شَرِيكَهُ۔ اچھا یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں بھئی ایک کام آیا، دو درزیوں نے آپس میں شرکت صنائع کی بھئی عقد کیا شرکت کا کہ کام دونوں کریں گے اور نفع آپس میں تقسیم، تو دونوں قبول کر سکتے ہیں کام۔ اب مثلاً بھئی زید اپنے کپڑے سلوانے کے لیے ان دونوں میں سے ایک درزی کے پاس لے گیا کہ یہ میرا سوٹ سی دو بھئی، اس نے کام اس سے لے لیا، تو کیا اسی پر ضروری ہے اس کام کو کرنا یا دوسرا بھی کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی دونوں پر ہے، اس پر بھی لازم ہے اور دوسرے پر بھی لازم ہے، ہاں کر جو مرضی دے چاہے دونوں مل کر کریں چاہے ایک کر دے لیکن دونوں پر کرنا ضروری۔ لہٰذا زید نے جب عقد کر لیا ایک کے ساتھ تو ایک سے بھی کہہ سکتا ہے تم سی کر دو، دوسرے پر بھی یہ کام لازم ہو چکا ہے اس سے بھی کہہ سکتا ہے تم کیا کرو مجھے یہ سی کر دو۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور پھر چاہے دونوں مل کر کریں یا کام صرف ایک ہی کر لے لیکن چونکہ عقد کر چکے ہیں لہٰذا چاہے ایک بھی کام کر لے پھر بھی نفع آپس میں کیا کریں گے؟ تقسیم کریں گے۔ وَمَا يَتَقَبَّلُهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اور وہ جس کو قبول کر لے دونوں میں سے کوئی ایک بھی، بھئی وہ کیا چیز؟ مِنَ الْعَمَلِ یعنی کہ عمل، یہ مِنْ بیانیہ آگیا، مَا سے کیا مراد ہے؟ عمل، تو مَا کو اٹھاؤ ذرا اس کی جگہ عمل رکھو اب ترجمہ کرو: اور وہ عمل جس کو قبول کر لے دونوں میں سے کوئی ایک بھی يَلْزَمُهُ وَيَلْزَمُ شَرِيكَهُ وہ عمل اس قبول کرنے والے پر بھی لازم ہو گا اور اس کے شریک پر بھی لازم، دونوں پر لازم ہو جائے گا۔ فَإِنْ عَمِلَ أَحَدُهُمَا دُونَ الْآخَرِ اگر ایک نے عمل کیا نہ کہ دوسرے نے، وہ کام ایک نے کیا دوسرے نے اس میں ابھی دخل ہی نہیں دیا تھا تو بھی فَالْكَسْبُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ کمائی کیا ہو گی ان دونوں کے درمیان؟ نصف نصف ہو گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو دونوں ضامن ہیں کام کر کے دینے کے۔ تو بھئی ایک نے تو محنت کی اس کو تو پیسے مل گئے، دوسرے کو نفع کیوں دیں گے؟ بھئی دونوں آپس میں عقد کر چکے ہیں یا نہیں کر چکے کہ نفع کیا ہو گا آپس میں برابر برابر؟ لیکن بھئی پھر بھی کام تو صرف ایک نے کیا؟ کہتے ہیں بھئی دوسرا بھی تو ضامن تھا، اگر یہ نہ کرتا تو دوسرے پر کیا تھا؟ ضروری تھا کہ وہ اس کام کو پورا کرے، تو وہ ضامن تو تھا اس کام کے کرنے کا لہٰذا اس ضمان کی وجہ سے اب اس کو بھی کیا دیا جائے گا؟ نفع دیں گے بھئی۔

وَأَمَّا شَرِكَةُ الْوُجُوهِ بھئی، یہ کون سی قسم آگئی بھئی؟ چوتھی قسم، أَمَّا شَرِكَةُ الْوُجُوهِ۔ چوتھی قسم شرکت وجوہ ہے۔ بھئی یاد رکھو شرکت وجوہ، وجوہ وجاہت سے ہے، وجاہت کہتے ہیں مرتبے اور مقام کو، کس کو؟ مرتبے اور مقام کو کہتے ہیں وجاہت بھئی۔ یہ شرکت یوں ہوتی ہے کہ دو آدمی ہیں اور دونوں کا مال نہیں ہے، کاریگر بھی نہیں ہیں مال بھی نہیں ہے، لیکن دونوں کی واقفیت ہے لوگوں میں کچھ مقام ہے رتبہ ہے یعنی جان پہچان ہے لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں، تو آپس میں عقد کر لیتے ہیں۔ کیا عقد کر لیتے ہیں؟ کہ بھئی مال تو تیرے پاس بھی نہیں مال میرے پاس بھی نہیں لیکن ہم دونوں کے تعلقات ہیں، تم بھی لوگوں سے ادھار مال پکڑنا اور اس کو بیچنا، جب اس کو بیچو گے تو جو نفع ہو گا وہ ہم آپس میں تقسیم کریں گے اور میں بھی اس طرح اگر کوئی چیز ادھار لوں گا اور بیچوں گا تو جو نفع ہو گا وہ ہم آپس میں کیا کر لیں گے؟ تقسیم کر لیں گے، تو اس کو کہتے ہیں شرکت وجوہ مولانا۔ تو دیکھو مال ہے دونوں کا؟ نہیں، بلکہ کس طریقے سے چیز حاصل کرتے ہیں؟ ادھار، اور ادھار تاجر ہر ایک کو دے دیتے ہیں یا جس پر اعتماد ہوتا ہے؟ جس پر اعتماد ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کو شرکت وجوہ کہتے ہیں کہ اس میں یہ اپنی وجاہت کی بنیاد پر اپنے مرتبے اور مقام اور اپنے اعتماد کی بنیاد پر چیز لیتے ہیں اور اس کو کیا کیا کرتے ہیں؟ بیچ کر نفع کماتے ہیں بھئی۔

وَأَمَّا شَرِكَةُ الْوُجُوهِ باقی شرکت وجوہ جو ہے فَالرَّجُلَانِ پس وہ دو آدمی يَشْتَرِكَانِ جو کیا کر لیتے ہیں؟ جو شرکت کر لیتے ہیں جو شریک ہو جاتے ہیں وَلَا مَالَ لَهُمَا اس حال میں کہ ان کا کوئی مال بھی نہیں ہوتا عَلَى اس شرط پر شریک ہوتے ہیں کہ أَنْ يَشْتَرِيَا بِوُجُوهِهِمَا وَيَبِيعَا کہ وہ دونوں

خریدیں گے اپنے اعتماد پر وَيَبِيعَا اور دونوں بیچیں گے، دونوں اپنے اعتماد پر اپنی وجاہت پر خریدیں گے اور پھر اس کو بیچیں گے، فَتَصِحُّ الشَّرِكَةُ عَلٰى هٰذَا پس شرکت صحیح ہے اس شرط پر، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَكِيلُ الْآخَرِ اور یہاں دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہے فِيمَا يَشْتَرِيهِ اس چیز کے اندر جو وہ خریدتا ہے۔ بھئی دیکھو دونوں نے عقد کیا، ایک بھی ادھار چیز لے گا دوسرا بھی کیا کرتا ہے؟ ادھار چیز لے گا، تو وہ جو چیز خریدی ہے اس میں شرکت ہو گی یا نہیں ہو گی بھئی؟ تو کس طریقے سے؟ وہ جتنا طے کر لیں۔ اگر یہ طے کر لیتے ہیں بھئی جو بھی چیز خریدوں گا ادھار جتنا مال لوں گا آدھا تمہارا ہوا کرے گا آدھا میرا، تو اس کو بیچ کر جو نفع کمائے گا تو نفع بھی اسی حساب سے تقسیم ہو گا، آدھا مال ایک کا شمار ہے آدھا دوسرے کا ہے تو نفع بھی آدھا آدھا آپس میں کر لیں گے۔ اگر اس شرط پر کیا کہ میں جو بھی مال لوں گا ایک حصہ میرا ہو گا دو حصے تمہارے ہوں گے، تو اب نفع بھی اسی اعتبار سے ہو گا، نفع میں بھی جو ایک حصہ آئے گا وہ کس کا ہو گا؟ ایک حصے والے کا اور دو حصے دو حصے والے کے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو لہٰذا جب ایک چیز خرید رہا ہے صرف اپنے لیے خرید رہا ہے یا دوسرے کے لیے بھی؟ دوسرے کے لیے بھی، جب دوسرے کے لیے خرید رہا ہے تو بغیر وکالت کے ہو سکتا ہے یہ؟ نہیں، تو لہٰذا معلوم ہوا دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہے۔ یہ بھی جو چیز خریدتا ہے اس میں اس کا اپنا حصہ اور دوسرے کا بھی حصہ کیونکہ یہ اس کا وکیل ہے، اور دوسرا بھی جو چیز خرید رہا ہے اس میں اس کا اپنا بھی حصہ اور پہلے کا بھی حصہ کیونکہ یہ دوسرا پہلے کا وکیل ہے، تو دونوں ایک دوسرے کے وکیل بھی ہیں۔

تو کہتے ہیں وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَكِيلُ الْآخَرِ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہے فِيمَا يَشْتَرِيهِ اس چیز کے اندر جو یہ خریدے۔ فَإِنْ شَرَطَا أَنَّ الْمُشْتَرٰى بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ پس اگر دونوں شریکوں نے یہ شرط ٹھہرالی کہ أَنَّ الْمُشْتَرٰى کہ وہ جو خریدی ہوئی چیز ہے، ایک ہے مُشْتَرِي وہ ہے خریدنے والا اور مُشْتَرٰى وہ چیز جس کو خریدا جائے اسم مفعول ہے، اور اگر دونوں شریکوں نے یہ شرط ٹھہرالی کہ أَنَّ الْمُشْتَرٰى بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ کہ خریدی ہوئی چیز ان دونوں کے درمیان نصف نصف یعنی جو بھی مال میں لوں گا آدھا میرا اور آدھا تمہارا اس شرط پر ہوئی تو فَالرِّبْحُ كَذٰلِكَ تو نفع بھی اسی طرح ہو گا۔ اور اگر ایک نے کہا میرا ایک حصہ ہو گا دوسرے کا دو حصے ہوں گے تو نفع بھی اس کے مطابق۔ یہ نہیں کر سکتے کہ جو چیز بھی خریدیں گے آدھی تمہاری ہو گی آدھا میرا آدھا تمہارا لیکن نفع کے اندر میرے دو حصے ہوں گے اور تمہارا ایک حصہ، نہیں بھئی جتنا حصہ ہو گا اسی کے بقدر کیا دیا جائے گا؟ نفع بھی دیا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو حصہ کم ہے تو نفع بھی کم، حصہ زیادہ تو نفع بھی زیادہ، لیکن فرق نہیں کر سکتے کہ حصہ تھوڑا ہو اور نفع زیادہ ہو جائے ایسا نہیں کر سکتے۔

تو کہتے ہیں پھر دیکھیے: فَإِنْ شَرَطَا أَنَّ الْمُشْتَرٰى بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ فَالرِّبْحُ كَذٰلِكَ پس اگر دونوں نے یہ شرط ٹھہرائی کہ خریدی ہوئی چیز ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہو گی فَالرِّبْحُ كَذٰلِكَ تو نفع بھی اسی طرح یعنی نصف نصف ہو گا وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتَفَاضَلَا فِيهِ اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس میں کمی بیشی کریں، جتنا حصہ اتنا نفع اس سے کمی بیشی درست نہیں۔ وَإِنْ شَرَطَا أَنَّ الْمُشْتَرٰى بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا فَالرِّبْحُ كَذٰلِكَ اور اگر ان دونوں نے یہ شرط ٹھہرائی کہ خریدی ہوئی چیز ان دونوں کے درمیان أَثْلَاثًا تین حصے ہو گی یعنی ایک حصہ ایک کا ہو گا دو حصے دوسرے کے فَالرِّبْحُ كَذٰلِكَ تو نفع بھی اسی طرح ہو گا، ایک حصے والے کو ایک حصہ نفع ملے گا اور دو حصے والے کو دو حصے بھئی، جتنا بھی ٹھہرالیں اسی کے مطابق نفع ہو گا بھئی، دو مثالیں ذکر کر دیں باقی کو اسی پر قیاس کر لیجیے۔

اچھا بھئی یہ اوپر والا مسئلہ ذرا پہلے پھر دیکھ لیجیے: وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتَفَاضَلَا فِيهِ یہ جائز نہیں ہے کہ حصہ تھوڑا ہو اور نفع میں کیا کر لیں؟ کمی بیشی کر لیں، جتنا حصہ اتنا نفع، کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے بھئی يَتَفَاضَلَا پر حاشیہ دیا ہوا ہے؟ ہاں یہ حاشیہ بڑا قیمتی حاشیہ ہے ذرا یہ بھی دیکھ لیں: قَوْلُهُ يَتَفَاضَلَا: لِأَنَّ الرِّبْحَ لَا يُسْتَحَقُّ إِلَّا بِالْعَمَلِ اس لیے کہ نفع کا مستحق نہیں ہوا جاتا مگر کس کی وجہ سے؟ عمل کی وجہ سے۔ یاد رکھو جب بھی کوئی شخص نفع کا مستحق ہوتا ہے صورتیں بتلا رہے ہیں صرف تین صورتوں میں نفع کا مستحق ہو سکتا ہے چوتھی کوئی صورت نفع کی نہیں۔ دیکھیے لِأَنَّ الرِّبْحَ لَا يُسْتَحَقُّ إِلَّا بِالْعَمَلِ اس لیے کہ نفع کا مستحق نہیں ہوا جاتا مگر کس کی وجہ سے؟ عمل کام کرنے کی وجہ سے كَالْمُضَارِبِ جیسے کہ مضارب۔ بھئی میں نے ایک آدمی کو پیسے دیے تھے یہ لو دس لاکھ روپے اس سے تجارت کرو، اس بیچارے کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، مال میرا محنت اس کی اور نفع ہم دونوں آپس میں کیا کر رہے ہیں؟ تقسیم، بھئی اس کو کس چیز کا نفع مل رہا ہے؟ مجھے تو مل رہا ہے کیونکہ میرا مال ہے، کہتے ہیں اس کو اس کے عمل کی وجہ سے وہ کیا کر رہا ہے؟ عمل کام وہ کر رہا ہے۔ تو کبھی کبھار انسان نفع کا مستحق ہوتا ہے کس وجہ سے؟ کام کی وجہ سے عمل کی وجہ سے كَالْمُضَارِبِ جیسے مضارب ہے، أَوْ بِالْمَالِ یا نفع کا مستحق انسان کس کی وجہ سے ہوتا ہے؟ مال کی وجہ سے كَرَبِّ الْمَالِ جیسے کہ رب المال ہے۔ بھئی دیکھو عقد مضاربت کیا، مال میرا محنت کس کی؟ زید کی، تو جس کا مال ہو وہ کہلاتا ہے رب المال اور جس کی محنت ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ مضارب، تو مضارب نفع کا مستحق ہے کس وجہ سے؟ عمل کی وجہ سے اور رب المال بھی نفع کا مستحق ہے کس وجہ سے؟ مال کی وجہ سے کیونکہ اس کا مال ہے، محنت تو اس کی نہیں لیکن مال اس کا ہے، تو لہٰذا کبھی مال کی وجہ سے نفع کا مستحق ہوا جاتا ہے كَرَبِّ الْمَالِ جیسے کہ رب المال ہے

وہ مال کی وجہ سے نفع کا مستحق ہے، أَوْ بِالضَّمَانِ یا کبھی نفع کا مستحق انسان کس وجہ سے ہوتا ہے؟ ضمان کی وجہ سے کہ اس پر ضمان آتا ہو تا ہے اگر وہ چیز خراب ہو گئی تو اس پر کیا آجائے گا؟ ضمان آجائے گا تو اب بھی نفع کا مستحق ہو سکتا ہے، اگر اس پر ضمان نہیں آتا تو پھر تو درست نہیں۔ أَوْ بِالضَّمَانِ یا کس کی وجہ سے نفع کا مستحق ہوتا ہے انسان؟ ضمان کی وجہ سے كَالْأُسْتَاذِ الَّذِي يَتَقَبَّلُ الْعَمَلَ مِنَ النَّاسِ وَيُلْقِيهِ عَلَى التَّلْمِيذِ بِأَقَلَّ مِمَّا أَخَذَ فَيَطِيبُ لَهُ الْفَضْلُ بِالضَّمَانِ۔ دیکھو استاذ سے مراد ہے بھئی وہ جو کوئی کام سکھانے والا پیشہ سکھانے والا۔ بھئی جو بھی کاریگر کسی کام کا ماہر ہوتا ہے اس کے پاس نئے لڑکے سیکھنے کے لیے آتے ہیں کام، وہ کیا کرتا ہے؟ لوگوں سے کام لیتا ہے کہ لاؤ بھئی یہ کام میں آپ کو کر کے دوں گا سو روپے میں، اور پھر اپنے اس شاگرد کو جس کو سکھا رہا ہے کہتا ہے لو بھئی یہ چیز سیو یہ کام کرو، وہ کرتا ہے اس کو پچاس روپے دے دیتا ہے پچاس اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے۔ ایسا کرتے ہیں یا نہیں کرتے لوگ؟ استاذ کیا کرتا ہے؟ نفع میں اس کا اپنا حصہ بھی ہوتا ہے اور شاگرد کو تھوڑے دیتا ہے۔ تو بھئی یہ کس چیز کا نفع لے رہا ہے؟ شاگرد نے تو محنت کی چلو، اب یہاں استاذ کی محنت بھی نہیں ہے اس کا مال بھی نہیں ہے پھر بھی نفع کا مستحق ہے، کہتے ہیں یہاں ضمان کی وجہ سے مستحق ہے، کس کی وجہ سے؟ ضمان کی وجہ سے، اس پر ضمان آئے گا اگر یہ چیز خراب ہو گئی تو اس پر ضمان، نیز اس نے جب عمل قبول کیا اس پر عمل لازم ہوا یا نہیں ہوا؟ یہ ضامن ہے اگر وہ شاگرد نہیں کر کے دیتا تو اسے خود کیا کرنا پڑے گا؟ کر کے دینا پڑے گا تو یہ ضامن ہے اس کام کا، تو یہاں پر یہ نفع کا مستحق ہے اور کس وجہ سے ہے؟ ضمان کی وجہ سے۔ تو لہٰذا نفع کا مستحق جو انسان بنتا ہے صرف تین وجہ سے بنتا ہے: یا عمل کی وجہ سے، یا مال کی وجہ سے، یا ضمان کی وجہ سے، ان کے علاوہ نہیں بھئی۔

تو دیکھیے أَوْ بِالضَّمَانِ یا ضمان کی وجہ سے نفع کا مستحق ہوتا ہے كَالْأُسْتَاذِ الَّذِي يَتَقَبَّلُ الْعَمَلَ مِنَ النَّاسِ جیسے وہ استاذ جو لوگوں سے کام لے لیتا ہے وَيُلْقِيهِ عَلَى التَّلْمِيذِ اور پھر وہ کام ڈال دیتا ہے اپنے شاگرد پر بِأَقَلَّ مِمَّا أَخَذَ اس سے کم پیسوں میں جتنے میں اس نے لیا تھا فَيَطِيبُ لَهُ الْفَضْلُ تو یہ جو زیادتی ہے یہ اس استاذ کے لیے حلال ہے، یہ نفع جو اس نے نکال لیا اپنا یہ اس کے لیے حلال ہے بِالضَّمَانِ کس وجہ سے؟ ضمان کیونکہ اس پر ضمان تھا، وَلَا يُسْتَحَقُّ بِغَيْرِهَا ان کے علاوہ کوئی نفع کا مستحق نہیں ہوتا۔

اب دیکھیے بھئی بات یہ چل رہی ہے کہ بھئی شرکت وجوہ کے اندر آپ نے پڑھا کہ مال میں جتنا حصہ ہو گا اتنا ہی نفع ہو سکتا ہے اس سے کم یا زیادہ نہیں، بات یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ بھئی شرکت عنان میں آپ نے پڑھا تھا جتنا مال ہو اتنا نفع ہونا ضروری نہیں، نفع تھوڑا یا زیادہ بھی ہو سکتا ہے، مال دونوں نے آدھا آدھا ملایا ہے لیکن زید کہتا ہے میں دو حصے لوں گا تمہیں ایک حصہ دوں گا، وہاں درست ہے کیونکہ زید تجارت میں مثلاً زیادہ ماہر ہے تو جو زیادہ ماہر ہے وہ لازمی بات ہے تھوڑے پیسوں میں راضی نہیں تو وہ وہاں جائز ہے، وہاں بھی محنت آ گئی۔ یہاں پر بھئی اب بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ یہاں جتنا حصہ ہو گا مال میں اتنا ہی نفع اسی کی طرح تقسیم ہو گا، نفع اس سے کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اگر مال دونوں نے نصف نصف پر خریدا ہے کہ آدھا میرا ہو گا آدھا تمہارا تو نفع بھی اسی طرح آدھا اس کا آدھا دوسرے کا، اگر مال اس طرح خریدا ایک حصہ میرا ہو گا نو حصے تمہارے ہوں گے تو نفع بھی اسی طرح ہو گا ایک حصہ اس کا اور نو حصے اس دوسرے کے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ یعنی جتنا ایک کا حصہ ہو گا اسی کے بقدر اس کو نفع ملے گا اس سے کمی بیشی نہیں، یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں آپ کو۔

تو کہتے ہیں وَاسْتِحْقَاقُ الرِّبْحِ فِي شَرِكَةِ الْوُجُوهِ بِالضَّمَانِ کہ نفع کا مستحق جو ہوتا ہے شرکت وجوہ میں وہ کس وجہ سے ہوتا ہے؟ ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے وَالضَّمَانُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ فِي الْمُشْتَرٰى اور ضمان تو کتنا آتا ہے؟ جتنی ملکیت تھی مشترٰی کے اندر اسی کے بقدر۔ بھئی دیکھو دونوں کے پاس مال تو ہے نہیں، اپنی وجاہت پر ادھار مال لیتے ہیں اور اس کو بیچ کر کیا کر رہے ہیں؟ نفع کما رہے ہیں۔ اب یہاں پر جتنا جس کا حصہ ہو گا اسی کے بقدر نفع لے سکتا ہے اس سے زیادہ نفع نہیں لے سکتا، کیوں نہیں لے سکتا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں نفع کے مستحق دونوں ضمان کی وجہ سے ہیں، کس کی وجہ سے ہیں؟ ضمان کی وجہ سے۔ مثلاً اس نے کہا تھا کہ میں جو بھی چیز لوں گا آدھی میری ہو گی اور آدھی آپ کی ہو گی اس میں ہم اس طرح شریک ہوا کریں گے، اب فرض کرو اس نے مال لیا وہ سارا مال اس کے پاس برباد ہو گیا تو نقصان ہوا یا نہیں ہوا؟ صرف ایک کا ہوا یا دونوں کا ہوا؟ دونوں کا ہوا، تو مال تھا مثلاً ایک لاکھ کا تو پہلے کا کتنا نقصان؟ پچاس ہزار، دوسرے کا بھی کتنا نقصان؟ پچاس ہزار۔ بھئی یہ پچاس پچاس ہزار آپ نے کیوں کہا؟ آپ یوں کیوں نہیں کہتے ایک کا نقصان ہوا پچھتر ہزار ایک کا ہوا پچیس ہزار؟ جی؟ کیونکہ انہوں نے کیا ٹھہرایا تھا آپس میں؟ کہ جو بھی مال لے گا آدھا ایک کا ہو گا آدھا دوسرے کا، تو جتنا حصہ ہے ضمان بھی اتنا ہی آئے گا دونوں پر۔ اگر انہوں نے یہ ٹھہرایا ہوتا کہ جو بھی مال لو گے تین حصے میرے ہوں گے اس میں ایک حصہ تمہارا، تو اب اگر یہ مال ہلاک ہوا تو جس کے تین حصے تھے اس کا نقصان بھی اتنا ہی زیادہ ہوا اور جس کا ایک حصہ تھا اس کا نقصان بھی کم، تو دیکھو اگر ایسی صورت ہوتی اور ایک لاکھ کا مال ضائع ہو جاتا تو جس کے تین حصے تھے اس کا کتنا نقصان ہوا؟ پچھتر ہزار اس پر ضمان آئے گا اور پچیس ہزار دوسرے پر۔ تو یہاں پر دیکھو ضمان آ رہا ہے یا نہیں آ رہا دونوں پر؟ تو لہٰذا یہاں نفع کے جو مستحق ہیں وہ ضمان کی وجہ سے ہیں، تو جتنے کے وہ ضامن ہیں اتنا ہی نفع لے سکتے ہیں، اس سے زیادہ یا کم نہیں، اسی لیے کہا جتنا جس کا حصہ ہو گا اتنا ہی اس پر

چونکہ ضمان ہے لہٰذا اب یہ ضمان کی وجہ سے نفع کا مستحق ہے اور اسی قدر کا مستحق ہوگا نفع میں بھی جتنا اس پر ضمان آنا تھا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

توکہتے ہیں وَاسْتِحْقَاقُ الرِّبْحِ فِي شَرِكَةِ الْوُجُوهِ بِالضَّمَانِ اور نفع کا استحقاق جو شرکت وجوہ میں ہوتا ہے وہ ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے وَالضَّمَانُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ فِي الْمُشْتَرٰى اور ضمان جو ہے وہ اس خریدی ہوئی چیز میں ملکیت کے بقدر آتا ہے فَكَانَ الرِّبْحُ الزَّائِدُ عَلَيْهِ رِبْحَ مَا لَمْ يُضْمَنْ تو اس سے زائد جو نفع ہوگا وہ نفع ہے ایسی چیز کا جس کا وہ ضامن نہیں تھا وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ اور یہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ بھئی انہوں نے کہا تھا جو بھی چیز خریدو گے آدھی تمہاری ہوگی آدھی میری لیکن نفع میں میرے دو حصے ہوں گے اور تمہارا ایک حصہ، اب بھئی اس پر ضمان کتنے کا آنا تھا اگر چیز ہلاک ہو جاتی؟ نصف کا، اور نفع کتنا لینا چاہتا ہے؟ زیادہ کا، تو نفع تو آتا ہے ضمان کی وجہ سے، تو ضامن نصف کا ہے اور نفع زیادہ کا لینا چاہتا ہے تو معلوم ہوا وہ ایسی چیز کا نفع لے رہا ہے جس کا یہ ضامن ہی نہیں بھئی۔ نصف کا تو ضامن ہے نصف نفع تو ٹھیک، نصف سے جو زائد نفع لے رہا ہے اس مال کا وہ ضامن تھا؟ نہیں، تو نفع لے رہا ہے ایسی چیز کا جس کا وہ ضامن ہی نہیں تو وہ زائد نفع اس کے لیے حلال بھی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اچھا اب دیکھیے کتاب پر: وَلَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ فِي الِاحْتِطَابِ وَالِاحْتِشَاشِ وَالِاصْطِيَادِ۔ احتطاب، حطب کہتے ہیں لکڑی کو بھئی، تو احتطاب کا معنی لکڑی اکٹھی کرنا بھئی جلانے وغیرہ کے لیے۔ احتشاش، حشیش کہتے ہیں گھاس کو بھئی، حشیش کس کو کہتے ہیں؟ گھاس کو، احتشاش کا معنی گھاس کاٹ کر اکٹھی کرنا۔ اصطیاد کہتے ہیں شکار کرنا۔ اچھا بھئی دو آدمی شرکت کرتے ہیں آپس میں کہ بھئی جو لکڑیاں ہم جنگل سے اکٹھی کر کے لائیں گے اس سے جو نفع کمائیں گے وہ ہم دونوں میں آدھا آدھا ہوگا، کہتے ہیں یہ عقد نہیں صحیح۔ یا دو آدمی عقد کرتے ہیں کہ جو ہم جنگل سے گھاس کاٹ کر لائیں گے جو نفع ہوگا بیچنے پر وہ ہم دونوں میں آدھا آدھا ہوگا، یہ بھی درست نہیں۔ یا دو آدمی عقد کرتے ہیں کہ ہم شکار کریں گے بھئی جو بھی شکار کر لیں گے اس سے جو نفع حاصل ہوگا ہم دونوں میں آدھا آدھا ہوگا یا وہ شکار آدھا آدھا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کہتے ہیں یہ درست نہیں۔ کیوں نہیں درست؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں پر یہ جو لکڑی ہے، گھاس ہے اور شکار بھئی یہ ہر ایک کے لیے جائز ہے بھئی، لکڑی کا لانا اور اکٹھا کرنا یہ تو مال مباح ہے، لکڑیاں جنگل میں ہوتی ہیں جب وہ عام جنگل ہے کوئی اس کا مالک نہیں ہے، سمجھ میں آیا؟ تو یہ لکڑیاں مباح ہیں تمام لوگوں کے لیے بھئی، جو بھی جا کر اکٹھی کر لے گا وہ ان کا مالک ہو جائے گا۔ گھاس جنگل میں ہے جو بھی اس گھاس کو کاٹ لے گا وہ کیا کرے گا اس کا؟ مالک ہو جائے گا۔ شکار سب کے لیے حلال ہے جو بھی جا کر جانور کو شکار کر لے گا وہ اس کا کیا بن جائے گا؟ مالک۔ تو یہ تو مباح چیزیں ہیں اور مباح چیزوں کے اندر عقد شرکت صحیح نہیں، کیونکہ عقد شرکت کی بنیاد ہے وکیل بنانے پر، کیا بنانے پر؟ وکیل بنانے پر کہ ایک آدمی دوسرے کو اپنے معاملے میں وکیل بنا دیتا ہے اور دوسرا پہلے آدمی کو کیا کر دیتا ہے ہر معاملے کے اندر؟ وکیل بنا دیتا ہے، اور یہاں وکیل بنانا ہی درست نہیں۔ کیونکہ وکیل تو ایسی چیز میں بنایا جاتا ہے ایسے تصرف میں جو انسان پہلے سے اس کا مالک نہیں تھا۔ میں نے آپ سے کہا جاؤ بھئی میرے پیسوں میں سے میرے لیے ایک گاڑی خریدو، تو میں نے آپ کو ایک تصرف کا حق دے دیا آپ کو وکیل بنا دیا، کیا آپ پہلے سے اس تصرف کے مالک تھے؟ کیا آپ میرے مال میں سے میرے لیے گاڑی خرید سکتے ہیں بغیر اجازت کے؟ نہیں۔ تو توکیل کے اندر دوسرے کو تصرف کا حق دیا جاتا ہے مالک بنایا جاتا ہے اور پہلے اس کو حق نہیں تھا اس تصرف کا، لیکن یہاں پر جب وکیل بنا رہا ہے گھاس کاٹنے میں یا لکڑیاں اکٹھی کرنے میں، اس تصرف کا تو ہر ایک پہلے سے ہی مالک ہے، لہٰذا یہاں توکیل ہی صحیح نہیں، لہٰذا جو لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے گا اسی کی ہوں گی دوسرے کی نہیں ہوں گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ وہ تو خود پہلے سے اس تصرف کا مالک ہے وہ خود اکٹھی کرنا چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ لکڑیاں اکٹھی کر سکتا ہے بھئی، تو لہٰذا یہ شرکت کے بغیر ہی صحیح ہے اس کے لیے۔

توکہتے ہیں وَلَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ فِي الِاحْتِطَابِ وَالِاحْتِشَاشِ وَالِاصْطِيَادِ اور شرکت جائز نہیں ہے لکڑی اکٹھی کرنے میں اور گھاس کاٹ کر اکٹھی کرنے میں اور شکار کرنے میں، وَمَا اصْطَادَهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَوِ احْتَطَبَهُ فَهُوَ لَهُ دُونَ صَاحِبِهِ اور وہ چیز جو شکار کی دونوں میں سے ہر ایک نے یعنی دونوں میں سے جو بھی کوئی چیز شکار کر لیتا ہے أَوِ احْتَطَبَهُ یا دونوں میں سے جو بھی کوئی لکڑیاں اکٹھی کر لیتا ہے فَهُوَ لَهُ تو وہ اسی کی ہوں گی دُونَ صَاحِبِهِ نہ کہ اس کے ساتھی کی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ چیزیں مباح ہیں جو کر لیتا ہے وہی ان کا مالک بن جاتا ہے لہٰذا اس میں وکیل نہیں بنا سکتا بھئی، وکیل تو ایسے تصرف کا مالک بنایا جاتا ہے جس کا وہ پہلے سے مالک نہیں تھا اور یہاں تو وہ پہلے سے اس تصرف کا مالک ہے بھئی۔

وَإِذَا اشْتَرَكَا وَلِأَحَدِهِمَا بَغْلٌ وَلِلْآخَرِ رَاوِيَةٌ يُسْتَقٰى، آپ کے نسخوں میں يُسْتَسْقٰى ہے یا يُسْتَقٰى ہے؟ يُسْتَسْقٰى؟ يُسْتَقٰى ہونا چاہیے بھئی يُسْتَقٰى۔ توکہتے ہیں صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: یاد رکھو لکڑی بھی مباح ہے جو اکٹھی کرے گا اس کی ہو جاتی ہے، گھاس بھی مباح ہے جو اکٹھی کرے اس کی ہو گئی، شکار بھی مباح چیز ہے جو کرے گا اسی کا ہو جائے گا، اسی طرح پانی بھی مباح ہے جو لے کر آئے گا اسی کا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب بھئی

دو آدمی آپس میں مل گئے، ایک کا خچر تھا دوسرے کا مشکیزہ ہے کہ چلو بھئی ہم مل کر کام کرتے ہیں خچر میرا لے لو مشکیزہ تمہارے پاس ہے، پانی لے کر آئیں گے جو نفع کمائیں گے وہ آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گے۔ کہتے ہیں یہ عقد شرکت درست نہیں ہے، اس لیے کہ یہ پانی پر عقد شرکت کر رہے ہیں پانی لانے کے ذریعے اس پر جو نفع ہوگا اور پانی تو مباح چیز ہے ہر ایک کو کیا ہے اس کو لانے کا حق ہے اس میں تصرف کا حق ہے، لہٰذا یہ عقد شرکت صحیح نہیں ہے بھئی۔ اور پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں اب جس نے کام کیا ہوگا سارے پیسے اسی کے، جو نفع کمایا سارا نفع اسی کا ہے، ہاں دوسرے کی چیز استعمال کی ہے، مثلاً ایک کا خچر تھا ایک کا مشکیزہ، اگر پانی کون لاتا رہا؟ خچر والا تو سارے پیسے کس کے؟ خچر والے کے، اور اگر سارا پانی کون لاتا رہا؟ مشکیزے والا تو سارے پیسے کس کے؟ مشکیزے والے کے، لیکن دونوں نے چونکہ دوسرے کی چیز بھی استعمال کی ہے تو اس چیز کی جو اجرت بنتی ہے استعمال کی وہ اجرت کرایہ اس کو دے دیا جائے گا، کیا کیا جائے گا؟ کرایہ دے دیا جائے گا۔ مثلاً اگر خچر والا لاتا رہا ہے تو مشکیزے کو اس نے استعمال کیا مشکیزے کا جتنا کرایہ بنتا ہے وہ دے دے گا باقی سارے پیسے اس کے بھئی، پیسوں میں شرکت نہیں نفع اب تقسیم نہیں کریں گے بلکہ سارے پیسے اسی کے۔ اسی طرح اگر کون لاتا رہا ہے پانی؟ مشکیزے والا تو دوسرے کا چونکہ اس نے خچر استعمال کیا ہے تو نفع سارا اسی کا ہے البتہ کتنے پیسے اس کو اس میں سے دے دے گا؟ جو خچر کا کرایہ بنتا ہے اس دن کا بھئی۔

وَإِذَا اشْتَرَكَا اور جب دو آدمی شریک ہوئے وَلِأَحَدِهِمَا بَغْلٌ اور ان میں سے ایک کا خچر ہے وَلِلْآخَرِ رَاوِيَةٌ اور دوسرے کا مشکیزہ ہے، راویہ مشکیزہ بھئی، يُسْتَقَى عَلَيْهَا الْمَاءُ، اِسْتَقٰى کا معنی ہوتا ہے پانی لینا بھئی، يُسْتَقَى عَلَيْهَا الْمَاءُ کہ اس پر کیا کیا جاتا ہے؟ پانی لیا جاتا ہے وَالْكَسْبُ بَيْنَهُمَا اور کمائی ان دونوں کے درمیان ہوگی یعنی تقسیم ہوگی، لَمْ تَصِحَّ الشَّرِكَةُ تو یہ شرکت صحیح نہیں کیونکہ یہ شرکت کس پر ہوئی ہے؟ پانی کے لانے پر اور پانی تو کیا ہے؟ مباح چیز ہے۔ وَالْكَسْبُ كُلُّهُ لِلَّذِي اسْتَقَى الْمَاءَ اور کمائی ساری کی ساری، بھئی اب کیا آیا؟ اِسْتَقٰى آیا یا اِسْتَسْقٰى آیا؟ اِسْتَقٰى، جی اسی لیے میں نے کہا اوپر بھی يُسْتَقٰى ہونا چاہیے۔ وَالْكَسْبُ كُلُّهُ لِلَّذِي اسْتَقَى الْمَاءَ اور کمائی ساری کی ساری اس شخص کے لیے ہوگی جو پانی لایا ہے وَعَلَيْهِ أَجْرُ مِثْلِ الرَّاوِيَةِ اور اس پر کیا واجب ہوگا؟ مشکیزے کی اجرت مثل یعنی اس جیسے مشکیزے کا جو کرایہ ہوا کرتا ہے وہ اس پر واجب ہے کہ دوسرے کو دے دے کیونکہ اس نے اس کا مشکیزہ استعمال کیا ہے۔ یہ کب ہے؟ إِنْ كَانَ الْعَامِلُ صَاحِبَ الْبَغْلِ اگر عمل کرنے والا کام کرنے والا کون تھا؟ خچر والا، وَإِنْ كَانَ صَاحِبَ الرَّاوِيَةِ اور اگر کام کرنے والا مشکیزے کا مالک ہے فَعَلَيْهِ أَجْرُ مِثْلِ الْبَغْلِ تو نفع تو سارا اسی کا ہے البتہ اس مشکیزے والے پر جس نے کام کیا ہے اس پر اجر مثل ہے، کس چیز کا اجر مثل؟ خچر کا یعنی اس کا جو کرایہ دیا جاتا ہے اتنے کام کا وہ دیا جائے گا۔

وَكُلُّ شَرِكَةٍ فَاسِدَةٍ فَالرِّبْحُ فِيهَا عَلٰى قَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ اور ہر وہ شرکت جو فاسد ہو تو نفع اس کے اندر بھئی راس المال کے بقدر ہوگا وَيَبْطُلُ شَرْطُ التَّفَاضُلِ اور زیادتی کی شرط باطل ہو جائے گی۔ بھئی ابھی بتلایا شرکت وجوہ کے اندر تو جتنا جس کا حصہ ہوگا اسی کے بقدر اس کو نفع ملے گا، لیکن شرکت عنان میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مال چاہے برابر ہو نفع میں پھر بھی کمی بیشی کر سکتے ہیں، میرا ابھی مال پچاس لاکھ زید کا بھی مال پچاس لاکھ لیکن میں نے کہا میں نفع دو حصے لوں گا تم ایک حصہ لو گے تو یہ بھی درست ہے، لیکن یاد رکھو یہ جائز تو ہے کمی بیشی لیکن اگر یہ شرکت فاسد ہو گئی یعنی درمیان میں کوئی ایسی شرط لگائی جس کی وجہ سے عقد شرکت کیا ہوا؟ فاسد، تو کہتے ہیں اس صورت میں وہ جو زیادتی کی شرط لگائی تھی وہ باطل ہو جائے گی اور جتنا جتنا مال ہوگا اسی کے بقدر نفع تقسیم کیا جائے گا، زیادتی کی شرط کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ مثلاً بھئی میں نے اور زید نے کتنے پیسے ملائے؟ پچاس لاکھ میرے پچاس لاکھ زید کے، اب ہم دونوں اس کے ذریعے کام کر رہے ہیں میں نے شرط لگائی تھی نفع کے اندر ایک حصہ تمہارا ہوگا اور دو حصے میرے، لیکن بیچ میں ایک شرط بھی لگا دی تھی میں نے، میں نے کہا تھا نفع جتنا آئے گا پہلے اس میں سے ایک لاکھ روپیہ الگ کریں گے وہ میرا ہوگا پھر جو بقایا نفع ہوگا اس کے تین حصے کریں گے ایک حصہ تمہارا اور دو حصے میرے، تو دیکھو یہ میں نے کیا کیا؟ مقررہ پیسوں کی یا مقررہ دراہم کی شرط لگا دی اور آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مقررہ دراہم کی شرط لگانے سے عقد کیا ہو جاتا ہے؟ فاسد، کیونکہ ہو سکتا ہے نفع ہی سارا ایک لاکھ ہو، جب نفع ہی ایک لاکھ ہوا تو دوسرے بیچارے کو کچھ ملا؟ نہیں، تو اس قسم کی شرط لگانے سے دوسرے کا حصہ ہی نہ رہا شرکت ہی نہ رہے گی اس میں، تو لہٰذا عقد فاسد۔ جب عقد فاسد ہو گیا اب وہ جو زیادتی کی شرط تھی وہ کیا ہوئی؟ باطل ہو جائے گی اور جس کا جتنا مال ہے اسی کے بقدر اسے نفع ملے گا، آدھا مال ایک کا ہے تو اسے آدھا نفع آدھا مال دوسرے کا ہے تو اسے بھی آدھا نفع اور وہ جو زیادتی کی شرط ہے وہ کیا ہو گئی؟ باطل ہو گئی۔ یہ معنی ہے وَكُلُّ شَرِكَةٍ فَاسِدَةٍ ہر ایسی شرکت جو فاسد ہے فَالرِّبْحُ فِيهَا عَلٰى قَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ تو اس میں نفع جو ہوگا کس کے بقدر ہوگا؟ راس المال، راس المال کہتے ہیں اصل سرمایہ، وہ جو پچاس پچاس لاکھ ہم نے ملا کر کاروبار کیا یہ پچاس پچاس لاکھ تو اصل سرمایہ ہے اور آگے جو اس سے زائد آئے گا وہ نفع کہلائے گا، تو نفع اس کے اندر راس المال کے بقدر ہوگا وَيَبْطُلُ شَرْطُ التَّفَاضُلِ اور زیادتی کی شرط کیا ہو جائے گی؟ باطل۔

وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ أَوِ ارْتَدَّ وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتِ الشَّرِكَةُ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: دو آدمیوں نے آپس میں عقد شرکت کیا تھا، کہتے ہیں دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو مرتے ساتھ ہی عقد کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا باطل ہو جائے گی شرکت۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی عقد ختم ہوا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مرتد ہوا اور مرتد ہو کر کدھر چلا گیا؟ دار الحرب کفار کے وطن بھاگ گیا، کیونکہ یہاں رہا تو یہاں تو ہم اس کو چھوڑیں گے نہیں، تین دن جیل میں ڈالیں گے مہلت دیں گے واپس مسلمان ہوتے ہو تو ٹھیک ہے نہیں تو قتل کر دیا جائے گا بھئی، تو یہاں سے بھاگ کر کہاں چلا گیا؟ دار الحرب چلا گیا بھئی۔ اب کہتے ہیں مرتد ہونا یہ بھی موت کی طرح ہے، قاضی نے فیصلہ کر دیا بھئی وہ شخص کہاں جا چکا؟ دار الحرب، بھئی وہ جو بھاگ کر مرتد ہو کر گیا ہے اس نے تو عقد شرکت کیا ہوا تھا زید کے ساتھ، کہتے ہیں یہ مرتد ہو کر دار الحرب چلے جانا یہ کس کی طرح ہے؟ موت کی طرح ہے اور موت کی صورت میں جیسے عقد شرکت ختم ہو جاتا تھا اب بھی کیا ہو جائے گا؟ عقد شرکت ختم ہو جائے گا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس میں دوسرے کو پتا لگنا بھی ضروری نہیں، چاہے اس کو پتا ہو یا پتا نہ ہو خود بخود عقد شرکت ختم ہو جائے گا۔ ورنہ یاد رکھو عام وکیل کے اندر، میں نے ایک آدمی کو وکیل بنایا کہ جا کر میرے لیے ایک گاڑی خرید و، اب وہ جا کر میرے لیے گاڑی خریدتا ہے، ابھی اس نے گاڑی خریدی نہیں ادھر میں نے لوگوں کے سامنے کہا بھئی میں نے اس کو وکالت سے معزول کر دیا اسے کہو میرے لیے گاڑی نہ خریدے، لیکن جب تک اس کو خبر پہنچی وہ گاڑی خرید چکا تھا، تو اب یہ گاڑی اسی کی شمار ہو گی یا موکل کی؟ کہتے ہیں بھئی اسے اطلاع ہی نہیں ملی تھی لہٰذا یہ گاڑی اب کس کے لیے شمار ہو گی؟ موکل کی جس نے گاڑی خریدنے کے لیے بھیجا تھا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو عام وکیل کے اندر اس کو اطلاع دینا ضروری ہوتی ہے، لیکن یہاں عزل حکماً آگیا، معزول کرنا حکماً آگیا اور اس میں اطلاع ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، اطلاع ہو یا نہ ہو خود بخود وکالت سے معزول ہو جائے گا۔ جب دونوں شریک ہوئے تھے دونوں ایک دوسرے کے وکیل تھے یا وکیل نہیں تھے بھئی؟ وکیل تھے، لیکن جب ایک مر گیا تو خود بخود دوسرا وکالت سے کیا ہو گیا؟ معزول کیونکہ موکل ہی نہ رہا تو وکیل کس کا؟ اور یہ معزول اس نے ارادے سے کیا ہے یا حکماً معزول ہو رہا ہے؟ حکماً، ارادے سے معزول کرے اس میں تو اطلاع دینا ہوتا ہے لیکن حکماً معزول ہو اس کے اندر اطلاع کا ہونا بھی ضروری نہیں لہٰذا خود بخود معزول ہو جائے گا۔ اسی لیے کہا وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ جب مر گیا دو شریکوں میں سے کوئی ایک أَوِ ارْتَدَّ یا کیا ہو گیا؟ مرتد ہوا وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ اور کہاں چلا گیا؟ دار الحرب چلا گیا بَطَلَتِ الشَّرِكَةُ تو شرکت کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔

وَلَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ أَنْ يُؤَدِّيَ زَكَاةَ مَالِ الْآخَرِ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ جی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں دونوں شریکوں میں سے کیا کوئی ایک آپس میں ایک دوسرے کی زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں دے سکتے؟ کہتے ہیں بھئی زکوٰۃ تجارت کے کاموں میں سے تو نہیں ہے لہٰذا کوئی بھی ایک دوسرے کی زکوٰۃ نہیں دے سکتا، ہاں اگر ہر ایک نے اجازت دے دی کہ تم کیا کر سکتے ہو میری طرف سے زکوٰۃ دے سکتے ہو اور اس نے دوسرے کو کہا تم بھی میری طرف سے کیا کر سکتے ہو؟ زکوٰۃ دے سکتے ہو، تو پھر دونوں میں سے جو بھی زکوٰۃ دے دے گا جب اس نے اس کو وکیل بنا دیا زکوٰۃ کے اندر تو دوسرے کی طرف سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر ایسی صورت پیش آئی، دونوں نے ایک دوسرے کو وکیل بنا دیا کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ دے سکتے ہو دوسرے نے کہا تم میری طرف سے زکوٰۃ کی ادائیگی کر سکتے ہو، اب ہوا یہ کہ سال گزرا ایک نے زکوٰۃ دے دی، دوسرے کو پتا ہی نہیں چلا اگلے دن اس نے بھی زکوٰۃ دے دی، تو اب کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو پہلے نے جو زکوٰۃ دی تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو گئی اور جو دوسرے نے دی ہے، اب فرض تو اتر چکا اس کے سر سے، فرض تو کیا ہو چکا سر سے؟ اتر چکا ہے لہٰذا دوسرے نے جو ادا کی ہے وہ زکوٰۃ نہیں لہٰذا اس دوسرے پر ضمان آئے گا، کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔

وَلَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ أَنْ يُؤَدِّيَ زَكَاةَ مَالِ الْآخَرِ اور جائز نہیں ہے دونوں شریکوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی کہ وہ دوسرے کے مال کی زکوٰۃ ادا کرے إِلَّا بِإِذْنِهِ مگر اس کی اجازت سے، اجازت سے کر سکتا ہے کیونکہ یہ تجارت کے کاموں میں سے نہیں ہے بھئی۔ فَإِنْ أَذِنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ پس اگر اجازت دے دی دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کو، کس بات کی اجازت دے دی؟ أَنْ يُؤَدِّيَ زَكَاتَهُ کہ وہ کیا کر سکتا ہے اس کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے فَأَدَّى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا پس ادا کر دی دونوں میں سے ہر ایک نے، پتا نہیں تھا ایک نے بھی ادا کیا اور پھر دوسرے نے بھی، تو کہتے ہیں فَالثَّانِي ضَامِنٌ سَوَاءٌ عَلِمَ بِأَدَاءِ الْأَوَّلِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى تو دوسرا ضامن ہو گا چاہے اس کو پہلے کے ادا کرنے کا پتا ہو یا پتا نہ ہو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے دوسرے پر ضمان کیوں آئے گا اس بیچارے کو تو پتا ہی نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اس لیے کہ یہ بات تو آپ کو پتا لگ گئی کہ پہلے نے جو ادا کی تھی وہ تھی زکوٰۃ، جب زکوٰۃ اب سر سے اتر گئی اب جو دوسرا دے رہا ہے وہ یقیناً زکوٰۃ نہیں ہے، تو جیسے ہی پہلے نے ادا کی، بھئی دونوں نے ایک دوسرے کو اجازت دی تھی زکوٰۃ کی ادائیگی کی لیکن جیسے ہی ایک زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے زکوٰۃ سر سے اتر گئی یا نہیں اتر گئی؟ اتر گئی تو دوسرا خود بخود معزول ہو گیا وکالت سے، یعنی یہاں بھی عزل حکمی آگیا، کیا آگیا؟ عزل حکمی، اور عزل حکمی کے اندر اطلاع دینا

ضروری تھا؟ اس میں اطلاع دینا ضروری نہیں، بغیر اطلاع کے بھی وہاں خود بخود کیا ہو جایا کرتا ہے؟ معزول، جیسے موت کے اندر خود بخود معزول ہو جاتا تھا یہاں بھی خود بخود کیا ہو گیا؟ معزول، اب چاہے علم ہو یا نہ علم ہو اس پر ضمان آئے گا۔ تو کہتے ہیں فَالثَّانِي ضَامِنٌ دوسرا جو ہے یعنی جس نے بعد میں ادا کی ہے وہ ضامن ہو گا سَوَاءٌ عَلِمَ بِأَدَاءِ الْأَوَّلِ برابر ہے کہ اس کو پہلے کی ادائیگی کا علم ہو أَوْ لَمْ يَعْلَمْ یا علم نہ ہو عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى إِنْ لَمْ يَعْلَمْ لَمْ يَضْمَنْ، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں اگر دوسرے کو پتا نہیں تھا تو وہ ضامن بھی نہیں ہو گا، اس پر ضمان نہیں آئے گا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۵: کتاب المضاربۃ: مضاربت کی تعریف، رب المال اور مضارب کے اختیارات، مطلق و مقید مضاربت، مصارفِ سفر اور تقسیمِ ربح ووضیعہ

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۵ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْمُضَارَبَةِ۔ الْمُضَارَبَةُ عَقْدٌ عَلَى الشَّرِكَةِ فِي الرِّبْحِ بِمَالٍ مِنْ أَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ وَعَمَلٍ مِنَ الْآخَرِ، وَلَا تَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ إِلَّا بِالْمَالِ الَّذِي بَيَّنَّا أَنَّ الشَّرِكَةَ تَصِحُّ بِهِ، وَمِنْ شَرْطِهَا أَنْ يَكُونَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا لَا يَسْتَحِقُّ أَحَدُهُمَا مِنْهُ دَرَاهِمَ مُسَمَّاةً، وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمَالُ مُسَلَّمًا إِلَى الْمُضَارِبِ وَلَا يَدَ لِرَبِّ الْمَالِ فِيهِ۔[۲۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْمُضَارَبَةِ بھئی۔ آج ہم مضاربت کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، مضاربت۔ یاد رکھیے مضاربت مشتق ہے ضرب سے بھئی، اور ضرب کا ایک معنی تو آپ جانتے ہیں پٹائی کرنا، اس کے کئی معانی آتے ہیں، ایک معنی اس کا آتا ہے زمین میں گھومنا، چکر لگانا، سفر کرنا۔ تو یہ مضاربت اس سے ماخوذ ہے مولانا، مضاربت۔ اس میں بھی یہ آپ کل بھی بیان ہوا بھئی، مضاربت کس کو کہتے ہیں؟ کہ مال ایک کا ہو، محنت دوسرے کی ہو اور نفع آپس میں کیا کر لیں؟ تقسیم کر لیں، یہ عقد مضاربت کہلاتا ہے۔ اور اس میں بھی دیکھو وہ جو عمل کر رہا ہے وہ تجارت کرتا ہے، زمین میں گھومتا ہے، کبھی ایک طرف تجارت کے لیے جا رہا ہے کبھی دوسری طرف تجارت کے لیے جا رہا ہے بھئی۔

جی تو دیکھیے اب اصطلاحی تعریف خود متن میں ہی کر رہے ہیں صاحب قدوری بھئی کتاب میں ہی: الْمُضَارَبَةُ عَقْدٌ عَلَى الشَّرِكَةِ فِي الرِّبْحِ بِمَالٍ مِنْ أَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ وَعَمَلٍ مِنَ الْآخَرِ۔ مضاربت عقد ہے شرکت پر فِي الرِّبْحِ کس کے اندر؟ نفع میں۔ نفع میں شرکت پر عقد کا نام کیا ہے؟ مضاربت ہے بھئی، نفع میں شرکت پر جو عقد ہوتا ہے بِمَالٍ مِنْ أَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ وَعَمَلٍ مِنَ الْآخَرِ دو شریکوں میں سے ایک کی طرف سے مال پر اور دوسرے کی طرف سے عمل پر بھئی۔ تو یہ عقد ہوتا ہے دو شریکوں میں سے ایک کی طرف سے مال پر اور دوسرے کی طرف سے عمل پر بھئی کہ نفع میں دونوں شریک ہوں گے بھئی۔ تو مال ایک کا محنت دوسرے کی اور نفع آپس میں کیا کرتے ہیں؟ تقسیم کرتے ہیں۔ پھر جتنی شرط ٹھہرالیں اس کے مطابق نفع کے مستحق ہوں گے۔ مثلاً ایک آدمی کو میں نے مال دیا کہ اس مال سے تجارت کرو، جو نفع کماؤ گے اس نفع میں دو حصے میرے ہوں گے ایک حصہ تمہارا، تو اسی طرح تقسیم

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الْمُضَارَبَةُ عَقْدٌ عَلَى الشَّرِكَةِ فِي الرِّبْحِ بِمَالٍ مِنْ أَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ وَعَمَلٍ مِنَ الْآخَرِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «المضاربة: عقد على الشركة بمال من أحد الشريكين وعمل من الآخر» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَكُونَ الْمَالُ مُسَلَّمًا إِلَى الْمُضَارِبِ وَلَا يَدَ لِرَبِّ الْمَالِ فِيهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يكون المال مسلما إلى المضارب ولا يد لرب المال فيه» منقول ہے۔

ہو گی۔ اگر ہم نے شرط ٹھہرائی آدھا آدھا نفع ہو گا، جو بھی نفع ہو گا آدھا تمہارا آدھا میرا تو اس کے مطابق تقسیم ہو گی۔ اگر یہ شرط ٹھہرائی جتنا بھی نفع ہو گا ایک حصہ تمہارا تین حصے میرے ہوں گے تو اسی کے مطابق کیا ہو گا؟ نفع تقسیم ہو گا، تو جو بھی شرط ٹھہرالیں بھئی۔

وَلَا تَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ إِلَّا بِالْمَالِ الَّذِي بَيَّنَّا أَنَّ الشَّرِكَةَ تَصِحُّ بِهِ اور صحیح نہیں ہے مضاربت مگر اس مال کے ساتھ الَّذِي بَيَّنَّا جو کہ ہم نے بیان کر دیا کہ أَنَّ الشَّرِكَةَ تَصِحُّ بِهِ کہ شرکت صحیح ہے اس کے ساتھ۔ بھئی وہ مال جس کے ساتھ ہم نے بتلایا تھا شرکت صحیح ہے اسی کے ساتھ مضاربت بھی صحیح ہے۔ اور شرکت کس میں صحیح تھی بھئی؟ درہم، دینار اور فلوس نافقہ، دراہم، دنانیر اور فلوس نافقہ ان میں بھئی، تو عقد مضاربت بھی انہی میں ہو گا بھئی۔

وَمِنْ شَرْطِهَا أَنْ يَكُونَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا لَا يَسْتَحِقُّ أَحَدُهُمَا مِنْهُ دَرَاهِمَ مُسَمَّاةً اور مضاربت کی شرائط میں سے ہے مولانا کہ نفع دونوں کے درمیان ہو گا مُشَاعًا بھئی، مشاع طریقے پر بھئی۔ کس طریقے پر؟ مشاع، یعنی پھیلا ہوا ہو دونوں کا حصہ، یعنی کسی کا حصہ متعین نہ ہو۔ مثلاً میں ایک آدمی کو بھئی مال دیتا ہوں کہ جاؤ اس سے تجارت کرو نفع کماؤ، جتنا نفع کماؤ گے آدھا میرا ہو گا آدھا تمہارا، اب ہم دونوں کا حصہ پھیلا ہوا ہے۔ ایک درہم بھی کمائے گا تو آدھا میرا آدھا اس کا، سو درہم کماتا ہے پچاس میرے پچاس اس کے، ہزار درہم کماتا ہے پانچ سو میرے پانچ سو اس کے، تو دونوں کا حصہ پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اس کے بجائے اگر میں نے یہ کہہ دیا جتنا نفع کماؤ گے دس درہم میرے باقی سارے تمہارے، یہ تو میں نے اپنے لیے دراہم مقرر کر لیے مولانا، اب یہ درست نہیں ہے بھئی، اب یہ عقد مضاربت فاسد ہو گیا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے بھئی نفع ہی کتنا ہو سارا؟ دس درہم، تو وہ دس کے دس درہم تو میرے ہو جائیں گے، تو دوسرے کام کرنے والے کی کوئی شرکت آئی؟ نہیں، حالانکہ یہ تو عقد تھا ہی شرکت پر کہ نفع میں کیا ہوں گے دونوں؟ شریک ہوں گے، لیکن اپنے لیے کوئی متعین دراہم مقرر کر لینا یہ تو شرکت کو توڑنے والی چیز ہے لہٰذا ایسا کرنا درست نہیں اور اس صورت میں مضاربت کیا ہو جائے گی؟ فاسد ہو جائے گی بھئی۔

اور یاد رکھیے بھئی ابھی سے آپ کو حکم بتلا دوں: مضاربت کے اندر مضاربت اگر فاسد ہو جائے تو جو کام کرنے والا ہے اس کو اس کی اجرت دی جائے گی بس، اب سارا مال سارا نفع مالک کا، اور جو محنت کرنے والا ہے کام کرنے والا ہے تجارت کرنے والا ہے اس کی جو اجرت بنتی ہے، وہ ایک اجیر کی طرح ہو جائے گا ملازم کی طرح، تو اب ہم دیکھیں گے اس جیسا جو ملازم ہو جو تجارت میں اتنا ماہر ہو اس کو اتنے عرصے کی کیا اجرت ملا کرتی ہے وہ اجرت اسے دے دی جائے گی، جتنی بھی بنے بھئی چاہے نفع سے بڑھ جائے۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں اختلاف ہے، اور بعض فقہاء فرماتے ہیں نہیں، جتنی اجرت بنے گی وہ اس کو دے دی جائے گی لیکن نفع سے زائد نہیں بھئی، یعنی نفع میں جو اس کا حصہ بنتا ہے اس سے زائد نہیں۔ مثلاً دیکھو میں نے زید کو پیسے دیے اور میں نے کہا بھئی کہ اس سے کاروبار کرو تجارت کرو اور جو بھی نفع کماؤ گے سو درہم میرے باقی سارے تمہارے، تو یہ میں نے کیسی شرط لگا دی؟ شرط فاسد، تو عقد مضاربت کیا ہو گیا؟ فاسد، اور عقد مضاربت جب فاسد ہو جائے تو جو کام کرنے والا ہے، یاد رکھیے جو کام کرنے والا ہے اس کو کہتے ہیں مضارب اور جس کا مال ہے وہ کہلاتا ہے رب المال۔ کام کرنے والا کیا کہلاتا ہے؟ مضارب، اور جس کا مال ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ رب المال۔

تو اب مضاربت فاسد ہو گئی، اب مثلاً نفع ہوا پانچ سو درہم نفع ہوا بھئی، وہ تین ماہ تک کام کرتا رہا اور پانچ سو درہم نفع ہوا۔ تو بھئی یہ تو مضاربت فاسد تھی اور مضاربت فاسدہ کا حکم میں نے بتلا دیا کہ سارا نفع کس کا ہوتا ہے؟ رب المال کا ہوتا ہے اور وہ جو مضارب ہے وہ کس کی طرح ہے؟ ایک ملازم کی طرح، تو اس ملازم کی جو اجرت بنتی ہے وہ اس کو دے دی جائے گی بھئی۔ مثلاً بھئی اس جیسا کاروباری ماہر ملازم جو ہے اس کو مہینے کے سو درہم دیے جاتے ہیں، تو لہٰذا اب اس کو کتنے؟ تین مہینے کام کے ہوئے لہٰذا اس کو کتنی اجرت دے دی جائے گی؟ تین سو درہم اس کو دے دیے جائیں گے اور دو سو درہم کس کے ہو گئے؟ رب المال کے نفع میں سے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور بعض فقہاء فرماتے ہیں بھئی کہ نہیں، جو اس کی اجرت بنتی ہے وہ دی جائے گی لیکن وہ نفع میں اس کے حصے سے زائد نہیں ہونی چاہیے، اور کل نفع اس وقت کتنا ہوا؟ پانچ سو ہوا۔ چلو دوسری صورت بنا لو، مثلاً بھئی کوئی اور ایسی شرط لگا دی تھی جس کی وجہ سے عقد مضاربت کیا ہو گیا؟ فاسد ہو گیا لیکن مضاربت ہوئی تھی نصف پر۔ پچھلے مسئلے میں تو کیا شرط ٹھہرائی تھی میں نے؟ سو درہم، بہر حال متعین دراہم تھے وہ صورت نہ بناؤ، دوسری صورت بنا لو کہ بھئی نفع آدھا آپ کا ہو گا آدھا میرا ہو گا، لیکن کوئی فساد آ گیا مولانا اس کے اندر کسی وجہ سے، تو اب فساد کی وجہ سے اب وہ ملازم کی طرح ہوا اجیر کی طرح ہوا، اور جب اجیر کی طرح ہوا تو اسے اس کی اجرت مثل دی جائے گی لیکن یہ اجرت مثل اس کے حصہ نفع سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے، بعض فقہاء کا یہ قول ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ائمہ ثلاثہ کا ہمارا آپس میں اختلاف ہے بھئی، بعض فرماتے ہیں کہ جتنی بھی اجرت ہو وہ دی جائے گی، بعض کیا فرماتے ہیں؟ نفع سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا بھئی اب اس جیسے ملازم کی تین مہینے کی اجرت کتنی بنتی ہے؟ تین سو، لیکن نفع میں اس کا حصہ کتنا ہے؟ ڈھائی سو، تو تین سو تو ڈھائی سو سے بڑھ رہے ہیں لہٰذا ڈھائی سو ہی دے دیے جائیں گے اس سے زائد نہیں دیے جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اور یاد رکھیے یہ جو مال مضاربت دیا جاتا ہے مضارب کو کہ لو بھئی جاؤ اس پیسے سے کاروبار کرو تجارت کرو، یہ مال اس کے پاس امانت کے طور پر ہے، لہٰذا اگر اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں آئے گا کیونکہ امانت بھی بغیر تعدی کے ہلاک ہو جائے تو اس میں ضمان نہیں آتا، ضمان نہیں آتا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا سب کو بھئی؟

تو لہٰذا کہتے ہیں بھئی وَمِنْ شَرْطِهَا أَنْ يَكُونَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا، وَمِنْ شَرْطِهَا أَيْ مِنْ شَرْطِ الْمُضَارَبَةِ اور مضاربت کی شرائط میں سے ہے کہ أَنْ يَكُونَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا کہ نفع ان دونوں کے درمیان مشاع ہونا چاہیے۔ سمجھ میں آیا؟ تاکہ شرکت رہے بھئی، یعنی نصف میرا ہو گا نصف تمہارا، یا ایک ثلث میرا ہو گا دو ثلث تمہارے، یا ربع میرا ہو گا اور تین ارباع تمہارے، اس طریقے پر ہونا چاہیے۔ لَا يَسْتَحِقُّ أَحَدُهُمَا مِنْهُ دَرَاهِمَ مُسَمَّاةً مستحق نہیں ہونا چاہیے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اس نفع میں سے دَرَاهِمَ مُسَمَّاةً مقررہ دراہم کا، متعین دراہم کا مستحق نہ ہو، یہ نہ طے کریں کہ جتنا نفع ہو گا سو درہم میرے ہوں گے اور باقی نفع تمہارا ہو گا، اس طرح نہ طے کرے۔

وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمَالُ مُسَلَّمًا إِلَى الْمُضَارِبِ وَلَا يَدَ لِرَبِّ الْمَالِ فِيهِ اور ضروری ہے کہ مال مضاربت مُسَلَّمًا إِلَى الْمُضَارِبِ وہ سپرد کر دیا جائے کس کے؟ مضارب کے۔ بھئی اس نے تجارت کرنی ہے یا نہیں کرنی؟ تو مال تو رب المال کا ہے تو رب المال کے لیے ضروری ہے کہ سارا مال کس کے حوالے کر دے؟ مضارب کے حوالے کر دے۔ جی تو کہتے ہیں وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمَالُ مُسَلَّمًا إِلَى الْمُضَارِبِ اور ضروری ہے کہ مال جو ہے وہ سپرد کر دیا جائے مضارب کے وَلَا يَدَ لِرَبِّ الْمَالِ فِيهِ اور کوئی قبضہ نہ ہو رب المال کا اس کے اندر، اس مال میں رب المال کا کوئی قبضہ نہ ہو۔ بھئی مضارب نے تجارت کرنی ہے اگر قبضہ کس کا ہے؟ رب المال کا ہے تو وہ عمل کر سکے گا تجارت کر سکے گا اس کے ذریعے؟ نہیں بھئی، تو پوری طرح اس کے حوالے کیا جائے تاکہ اس میں آرام سے تصرفات کر سکے تجارت والے۔

فَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ مُطْلَقَةً جَازَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَشْتَرِيَ۔ اچھا بھئی کیا کیا عمل وہ کر سکتا ہے مضارب بھئی؟ کہتے ہیں بھئی کاروبار سے متعلقہ جو چیزیں ہیں وہ کر سکتا ہے بھئی۔ فَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ مُطْلَقَةً اور جب صحیح ہو جائے مضاربت مُطْلَقَةً اس حال میں کہ یہ مضاربت کیا ہو؟ مطلق ہو، یعنی اس میں کسی قسم کی قید نہیں لگائی۔ بھئی میں نے اپنا مال آپ کو دیا تھا جاؤ اس کے ذریعے تجارت کرو لیکن میں نے یہ آپ کو نہیں کہا صرف کپڑے کی تجارت کرنا کسی اور چیز کی تجارت نہ کرنا۔ اگر میں نے کوئی قید ذکر کر دی تو اس صورت میں آپ اس قید کے پابند ہوں گے اس کے مطابق آپ کو چلنا پڑے گا، آپ کے لیے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔ میں نے مثلاً آپ کو کہا صرف کپڑے کی تجارت کرنی ہے اور کسی چیز کی تجارت نہیں کرنی بھئی، تو اب آپ صرف کپڑے ہی کی تجارت کر سکتے ہیں کسی اور چیز کی نہیں کر سکتے۔ یا مولانا میں نے آپ سے کہا صرف لاہور کے اندر تجارت کرنی ہے لاہور سے باہر نہیں جانا، تو پھر بھی اب آپ لاہور ہی کے پابند ہوں گے باہر تجارت نہیں کر سکتے۔ یا میں نے آپ سے کہا کہ کپڑے کی تجارت کرنی ہے اور صرف ایک ماہ تک کرنی ہے، عقد مضاربت ایک ماہ تک ہے میرے اور تمہارے درمیان، تو ایک ماہ تک ہی ہو گی اس کے بعد اس کے لیے تصرف کرنا اس میں صحیح نہیں، سمجھ میں آیا؟ یا میں اس کو کہتا ہوں کہ تجارت کرنی ہے لیکن سارا مال جو خریدنا ہے تم نے وہ زید سے لینا ہے کسی اور سے نہیں لینا، تو یہ ساری شرائط جو بھی طے کر دیں وہ مضارب ان کا پابند ہو گا۔

سمجھ میں آیا؟ یاد رکھیے اگر شرط ایسی لگائی جس میں رب المال کا فائدہ ہے تو پھر تو مضارب کے لیے اس کی پابندی ضروری ہے بھئی، اور اگر شرط ایسی لگائی جس میں رب المال کا فائدہ نہیں ہے اس نے شرط لگا دی ہے تو اس شرط کی پابندی ضروری نہیں ہے بھئی، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، اس شرط کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ بھئی رب المال نے کہا صرف کپڑے کی تجارت کرنا، اس میں اس کا فائدہ ہے اسے پتا ہے بھئی کپڑے کی تجارت میں اس وقت نفع ہے دوسرے کسی کام میں اس وقت نفع اتنا نہیں ہے، تو لہٰذا اب اس کا پابند ہو گا۔ اس نے کہا تھا لاہور میں صرف کام کرنا اسی شہر میں دوسرے شہر میں کام نہیں کرنا، کیونکہ اسے پتا ہے بھئی اگر ادھر گیا تو پتا نہیں کن لوگوں کے ساتھ لین دین کرے گا کہیں میرا مال ضائع ہی نہ ہو جائے ادھر کے تاجر تو میرے جاننے والے ہیں، سمجھ میں آیا؟ اس میں اس کا نفع ہے۔ یا کیا کرتا ہے زید کی شرط لگا دی کہ زید کے ساتھ معاملات کرنے ہیں تم نے اس سے مال وغیرہ لینا ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں زید جو مال لے کر آتا ہے وہ درست ہوتا ہے اس میں خراب مال نہیں ہوتا، تو اس قسم کی شرط لگا دی جس میں رب المال کا فائدہ ہو تو مضارب ان شرائط کا پابند ہو گا انہی کے مطابق اسے چلنا پڑے گا مخالفت کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ لیکن اگر کوئی اور ایسی شرط لگائی جس میں رب المال کا کوئی فائدہ نہیں تو پھر مضارب اس شرط کا پابند نہیں ہو گا بھئی۔

تو اب بتلا رہے ہیں بھئی مضارب کیا کیا عمل کر سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ مُطْلَقَةً جب صحیح ہو جائے مضاربت اس حال میں کہ

مطلق ہو، مطلق ہونے کا کیا معنی کیا میں نے؟ ہاں بین السطور بھی لکھا ہوا ہے کہ مقید نہ ہو زمانے کے ساتھ، کسی جگہ کے ساتھ اور کسی خاص سامان کے ساتھ۔ توجب صحیح ہو جائے مضاربت مطلق ہو کر جَازَ لِلْمُضَارِبِ تو جائز ہے مضارب کے لیے أَنْ يَشْتَرِيَ وَيَبِيعَ وَيُسَافِرَ وَيُبْضِعَ وَيُوَكِّلَ اس کے لیے جائز ہے خریدنا اور بیچنا اور سفر کرنا اور بضاعت کے طور پر دینا اور وکیل بنانا۔ بھئی وہ کیا کر سکتا ہے؟ خرید و فروخت دونوں کر سکتا ہے کیونکہ تجارت میں کیا کیا جاتا ہے؟ خرید و فروخت ہی تو کی جاتی ہے۔ وَيُسَافِرَ وہ سفر بھی کر سکتا ہے بھئی، میں نے اس کو مال دیا لاہور میں وہ کراچی جا کر تجارت شروع کر دیتا ہے اس کی بھی اس کو اجازت، کیونکہ میں نے کسی جگہ کی قید لگائی تھی؟ میں نے تو مطلق مضاربت کی ہے تو وہ سفر بھی کر سکتا ہے۔ وَيُبْضِعَ اور پونجی کے طور پر بھی بضاعت کے طور پر بھی کسی کو دے سکتا ہے۔ بضاعت کس کو کہتے تھے؟ کہ مال ایک کا ہو وہ دے کسی دوسرے کو اور سارا نفع خود ہی وصول کرے، مال والے ہی کو سارا نفع جائے بھئی، کام کرنے والے کا اس مال کے نفع میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو اس کو کیا کہتے ہیں؟ بضاعت بھئی۔ بضاعت کے طور پر بھی دے سکتا ہے اس لیے کہ یہ بھی تجارت کے امور میں سے ہے، اس میں تو دیکھو سارا کا سارا نفع مال والے کا ہے۔ اب میں نے کیا کیا؟ میں نے مال دیا آپ کو کہ جاؤ اس مال کے ذریعے کیا کرو؟ کاروبار کرو نفع ہم آپس میں آدھا آدھا تقسیم کریں گے، آپ نے کیا کیا وہ سارا مال اٹھایا اور عمرو کو بضاعت کے طور پر دے دیا، سمجھ میں آیا؟ کہ اے عمرو اپنے کاروبار میں میرا یہ ایک لاکھ بھی لگاؤ اور اس لاکھ پر جتنا نفع آیا کرے وہ مجھے دے دیا کرو۔ تو دیکھو اس لاکھ کے نفع میں عمرو شریک ہے؟ نہیں، سارا کا سارا کس کو ملے گا؟ مضارب کو ملے گا، تو یہ اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے بھئی۔ وَيُوَكِّلَ اور یہ بھی اس کے لیے جائز ہے کہ کسی کو وکیل بنائے۔ بھئی تاجر سارے کام خود نہیں کرتا ہر جگہ خود نہیں پہنچ سکتا تو کیا کرتا ہے؟ وکیل بھیج دیا کسی ایک طرف ایک کو بھیج دیا فلاں جگہ فلاں چیز خرید لو بھئی، دوسرے کو بھیج دیا فلاں جگہ فلاں چیز خرید لو، تو یہ تو تاجروں کے ہاں ہوتا ہی رہتا ہے تو لہٰذا وکیل بھی بنا سکتا ہے، تو جو امور تاجر کیا کرتے ہیں وہ امور یہ کر سکتا ہے۔

وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ فِي ذٰلِكَ۔ ہاں یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں تاجر تو بطور مضاربت کے بھی ایک دوسرے کو مال دیتے ہیں، تو اب یہ میرا مضارب آگے کسی اور کو بطور مضاربت کے مال دے سکتا ہے کہ نہیں؟ کہتے ہیں یہ اس کے لیے جائز نہیں۔ میں نے آپ کو دس لاکھ روپے دیے کہ جاؤ کام کرو اور نفع ہم دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گا، آپ نے میرے سے دس لاکھ لیے اور وہ پیسے آگے زید کو دے دیے کہ جاؤ زید اس کے ساتھ عقد مضاربت آپ نے کر لیا، تو آپ ہوئے مضارب اول، زید کون ہوا؟ مضارب ثانی۔ تو اب مضارب اول آگے مضاربت کرنا چاہتا ہے کسی اور کو مال دے دیتا ہے کہ جاؤ اس میں محنت کرو پیسے کماؤ اور نفع ہم دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گا، تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے بھئی، یہ اس کے لیے جائز نہیں۔ بھئی کیا وجہ ہے تاجر تو کرتے رہتے ہیں اس طرح تو مضارب کو اس کی اجازت کیوں نہیں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ خود مضارب ہے تو جب اس کے ساتھ عقد مضاربت ہوا ہے تو یہ اسی جیسا عقد آگے نہیں کر سکتا، اس سے کم درجے کے کام جو ہیں امور ہیں وہ کر سکتا ہے، اس کے برابر یا اس سے اعلیٰ درجے کے امر کی اس کو اجازت نہیں ہے بھئی۔ تو دیکھو ضابطہ یہ ہے کہ کوئی شے اپنے سے ادنیٰ کو تو متضمن ہو سکتی ہے اپنے مثل کو متضمن نہیں ہوتی بھئی، یعنی ادنیٰ چیزوں کی تو اس میں اجازت ہوتی ہے اپنے برابر کی چیز کی اس میں اجازت نہیں ہوتی۔ تو یہ خود مضارب ہے اس کے ساتھ عقد مضاربت ہوا ہے تو آگے یہ خود اسی کے مثل کیا کرنا چاہتا ہے؟ عقد کرنا چاہتا ہے اس کی اس کو اجازت نہیں ہے، ہاں اس سے کم درجے کے جو تصرفات ہیں ان کی اجازت ہے۔ تو یہ جو پیچھے ذکر ہوئے بیع، شراء کرنا بھئی، بضاعت کے طور پر دینا اور وکیل بنانا یہ اس سے کم درجے کے تصرفات ہیں ان کی اس کو اجازت ہے لیکن اس کے برابر کی اس کو اجازت نہیں ہے بھئی۔ تو یہ خود مضارب ہے تو آگے بطور مضاربت کے دینا اس کے لیے جائز نہیں۔ ہاں اگر جس کا مال تھا اس نے اجازت دے دی، میں نے ہی آپ کو مال دیا تھا اور کہا تھا جاؤ بھئی آگے اگر عقد مضاربت بھی کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اس کی اجازت ہے، اب کر سکتا ہے۔ یا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ آگے عقد مضاربت کر سکتے ہو، میں نے کہا کہ بھئی جو تمہیں مناسب لگے ویسا کر لینا، کیا کہا؟ جو مناسب لگے ویسا کر لینا، اب تو دیکھو میری طرف سے اجازت ہو گئی ہر چیز کی بھئی لہٰذا اب وہ عقد مضاربت بھی آگے کر سکتا ہے، تو مضارب ہو کر آپ آگے کسی اور کے ساتھ بھی عقد مضاربت کر سکتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً اور جائز نہیں ہے اس مضارب کے لیے کہ وہ دے وہ مال بطور مضاربت کے إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ فِي ذٰلِكَ مگر یہ کہ اجازت دے دے اس کو رب المال اس میں أَوْ يَقُولَ لَهُ اعْمَلْ بِرَأْيِكَ یا یہ کہے اس سے اعْمَلْ بِرَأْيِكَ اپنی رائے پر کام کرو، یعنی جو تمہیں مناسب لگے ویسا کر لو، تو اب معلوم ہوا اسے اجازت ہے ہر چیز کی تو اب یہ کیا کر سکتا ہے؟ آگے عقد مضاربت بھی کر سکتا ہے۔

وَإِنْ خَصَّ لَهُ رَبُّ الْمَالِ التَّصَرُّفَ فِي بَلَدٍ بِعَيْنِهِ أَوْ فِي سِلْعَةٍ بِعَيْنِهَا لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْ ذٰلِكَ اور اگر خاص کر دیا اس کے لیے رب المال نے تصرف کو فِي بَلَدٍ بِعَيْنِهِ کسی معین شہر کے اندر أَوْ فِي سِلْعَةٍ بِعَيْنِهَا یا کسی معین سامان میں لَمْ يَجُزْ لَهُ تو اس کے لیے جائز نہیں ہے أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْ ذٰلِكَ کہ وہ تجاوز کرے اس سے، اس سے آگے تجاوز کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ بھئی ابھی میں نے بتایا رب المال نے اس سے

کیا کہا؟ رب المال نے کہا اسی شہر میں کام کرنا ہے اس سے باہر کام نہیں کرنا تو شہر متعین کر دیا، یا سامان متعین کر دیا بھئی برتنوں کا ہی کام کرنا ہے کوئی اور کام نہیں کرنا تو وہی کر سکتا ہے اس سے تجاوز کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ ہاں اگر اس نے اس سے تجاوز کر لیا یاد رکھنا یہ غاصب بن جائے گا، کیا بن جائے گا؟ غاصب بن جائے گا، غاصب۔ اور پہلے تو یہ مال اس کے پاس بطور امانت کے تھا، سارا مال بھی ہلاک ہو جاتا لیکن اس کی طرف سے کوئی زیادتی نہیں ہے تو کیا اس پر ضمان آتا؟ نہیں آتا۔ میں نے آپ کو مال دیا بھئی جاؤ اس سے کاروبار کرو وہ سارا مال آپ کے پاس سے چوری ہو گیا، آپ پر کوئی ضمان نہیں مولانا کیونکہ یہ مال آپ کے پاس بطور امانت کے ہے، آپ اس میں امین ہیں امین۔ لیکن اگر آپ نے میری شرط کی مخالفت کر دی تو اب آپ غاصب بن گئے، اب آپ پر ضمان آئے گا، مال ہلاک ہو جو مرضی ہو آپ نے مجھے میرا مال دینا ہے، آپ کے ذمے ضروری ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ غاصب بن گیا، سمجھ میں آیا؟ اور اس صورت میں جب غاصب بن گیا تو نفع بھی سارا اسی کا، یہ مال کا مالک ہی بن گیا گویا کہ، کیا بن گیا؟ مضارب مال کا مالک بن گیا نفع بھی سارا اسی کا ہو جائے گا اور البتہ مالک کو اب ضمان کے طور پر سارا راس المال اس کو دینا پڑے گا۔

تو کہتے ہیں وَإِنْ خَصَّ لَهُ رَبُّ الْمَالِ التَّصَرُّفَ فِي بَلَدٍ بِعَيْنِهِ اور اگر خاص کر دیا اس مضارب کے لیے رب المال نے تصرف کو کسی معین شہر میں أَوْ فِي سِلْعَةٍ بِعَيْنِهَا یا کسی معین سامان کے اندر کہ اسی کی تجارت کرو لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْ ذٰلِكَ تو مضارب کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس سے تجاوز کرے۔ وَكَذٰلِكَ إِنْ وَقَّتَ الْمُضَارَبَةَ مُدَّةً بِعَيْنِهَا جَازَ اور اسی طرح اگر موقت کر دیا کوئی وقت مقرر کر دیا مضاربت کا مُدَّةً بِعَيْنِهَا کوئی متعین مدت مقرر کر دی جَازَ تو یہ بھی جائز ہے وَبَطَلَ الْعَقْدُ بِمُضِيِّهَا اور عقد باطل ہو جائے گا اس مدت کے گزرنے پر۔ میں نے کہا تھا میرے اور تمہارے درمیان عقد مضاربت ہے تین مہینے کے لیے تو تین مہینے گزرتے ہی خود بخود عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا، اب مضارب کے لیے مال میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں۔[۳]

وَلَيْسَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَشْتَرِيَ أَبَا رَبِّ الْمَالِ وَلَا ابْنَهُ وَلَا مَنْ يَعْتِقُ عَلَيْهِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: بھئی حدیث میں آتا ہے، شاید حدیث پہلے بھی گزری ہو ذکر کی ہو میں نے کہ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ۔ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ۔ لکھ لی حدیث بھئی؟ حدیث کا مفہوم سمجھ لو بھئی: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ جو شخص مالک ہوا کس کا مالک ہوا؟ ذو رحم کا بھئی، ذو رحم کہتے ہیں قریبی رشتہ دار، مَحْرَمٍ مِنْهُ جو اس کا محرم ہو بھئی یعنی ان دونوں کے درمیان نکاح کو شریعت نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جیسے بھئی ماں ہے، بہن ہے، پھوپھی ہے، خالہ ہے، نانی ہے، دادی ہے، ان سب سے شریعت نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح کو کیا قرار دیا ہے؟ حرام، تو یہ محرم ہیں سارے بھئی محرم۔ دو بہنیں ہیں یہ بھی آپس میں ایک دوسرے کی محرم ہیں یعنی ان میں سے اگر ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کی بہن ہے ان کا بھی آپس میں نکاح حرام۔ دو بھائی ہیں یہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے محرم ہیں کیونکہ ان میں سے اگر ایک کو کیا فرض کر لیا جائے؟ عورت فرض کر لیا جائے تو یہ کیا ہوئے ایک دوسرے کے؟ بھائی بہن اور بھائی بہن میں بھی نکاح کو شریعت نے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ تو وہ جن کے درمیان نکاح حرام ہو چاہے ایک ہی جنس کے کیوں نہ ہوں، ایک کو دوسری جنس فرض کر لیا جائے تو ان میں نکاح حرام ہوتا ہو تو یہ ایک دوسرے کے محرم کہلاتے ہیں بھئی۔

تو حدیث میں کیا آیا؟ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ جو شخص مالک ہوا ایسے قریبی رشتہ دار کا مَحْرَمٍ مِنْهُ جو اس کا محرم ہے فَهُوَ حُرٌّ تو وہ کیا ہو جائے گا؟ وہ آزاد ہو گا۔ بھئی ایک آدمی ہے بڑا مالدار ہے لیکن اتفاق سے اس کا بھائی جو ہے وہ غلام ہوا، جنگ ہوئی کفار کے ساتھ کفار نے اس کے بھائی کو قید کر لیا لے گئے غلام بنا لیا بھئی، اب وہ اس کا بھائی بکتے بکتے پہنچا، یہ شخص اس کو خرید تا ہے، جیسے ہی خریدے گا جیسے ہی مالک بنے گا خود بخود وہ اس کا بھائی آزاد ہو جائے گا کیونکہ حدیث میں کیا آیا؟ جو اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بنا تو وہ کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ تو قریبی رشتہ دار کا جیسے ہی مالک بنا جیسے ہی عقد کیا اس کی ملک میں داخل ہوتے ہی اگلے لمحے میں خود بخود کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ حدیث سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو جو بھی اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بنتا ہے وہ فوراً اس پر آزاد ہو جاتا ہے، اس کو آزاد کرنے کی ضرورت نہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں میں نے تجھے آزاد کیا، خود بخود کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔

اب دیکھو بھئی مثلاً زید اور عمرو کے درمیان عقد مضاربت ہوا، زید کا پیسہ ہے اور عمرو کی محنت ہے، مضاربت کے لیے مال دیا کہ جاؤ اس کے ذریعے تجارت کرو۔ یہ مال کس کا ہے؟ رب المال کا، اب مضارب کیا کرتا ہے اس مال کے ذریعے رب المال کے باپ کو خرید لیتا ہے، مثلاً وہ غلام بن گیا تھا، کیا ہوا تھا؟ غلام

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَقَّتَ الْمُضَارَبَةَ مُدَّةً بِعَيْنِهَا جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وقت للمضاربة مدة بعينها جاز» منقول ہے۔

بن گیا تھا، میں نے مثال ذکر کر دی جنگ ہوئی تھی کفار نے پکڑا اور لے گئے اور قیدی بنایا اور اس کو غلام بنا کر پھر بیچ دیا، تو بکتے بکتے یہاں تک پہنچا اب مضارب نے اسے خرید لیا، کہتے ہیں اس کے لیے یہ درست نہیں ہے بھئی اسے نہ خریدے۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ مال کس کا ہے؟ رب المال کا ہے اور رب المال تو جیسے ہی اس کا مالک بنے گا خود بخود وہ کیا ہو جائے گا؟ آزاد، یا اس کے بیٹے کو خرید تا ہے اس کا بیٹا بھی اسی طرح غلام بن گیا تھا تو اس کو بھی نہ خریدے کیونکہ جیسے ہی خریدے گا مال ہے رب المال کا تو وہ مالک بنے گا اور جیسے ہی مالک بنے گا یہ کیا ہو جائے گا؟ آزاد، لہٰذا ان کو نہ خریدے۔ یا اسی طرح مولانا رب المال نے قسم اٹھائی تھی، رب المال نے کہا تھا بھئی ایک غلام ہے اس کا نام زید ہے، رب المال نے کہا تھا کہ یہ جو زید غلام ہے اس کو اگر میں نے خریدا تو یہ میری طرف سے آزاد ہے، تو جیسے ہی اس غلام کو رب المال خریدے گا خود بخود وہ کیا ہو جائے گا؟ آزاد کیونکہ رب المال نے خود ہی اس کی آزادی کو معلق کیا ہے اپنے خریدنے کے ساتھ کہ میں نے جیسے ہی خریدا فوراً یہ آزاد تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ تو لہٰذا اس قسم کے غلام کو بھی نہ خریدے جو رب المال پر کیا ہو جاتا ہو؟ آزاد ہو جاتا ہو۔ مضارب کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ رب المال کے باپ کو یا اس کے بیٹے کو یا ایسے غلام کو خریدے جو اس پر کیا ہو جاتا ہو؟ آزاد ہو جاتا ہو۔ لیکن اگر خرید لیتا ہے تو کہتے ہیں پھر ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ مال مضاربت میں سے ہے بلکہ یوں سمجھا جائے گا یہ مضارب نے اپنا پیسہ خرچ کر کے غلام خریدا ہے، یہ غلام اب مضارب کا ہو گا رب المال کا نہیں ہو گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ رب المال کا اگر ہم فرض کرتے ہیں تو فوراً یہ کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد بھئی، تو اس کے لیے تو یہ جائز ہی نہیں تھا رب المال نے تو اس کو پیسے دیے ہیں کہ جاؤ اس سے نفع کما کر لے کر آؤ اور ان پیسوں کے ذریعے جیسے ہی وہ اس غلام کو خرید تا ہے وہ تو فوراً گیا ہو جاتا ہے؟ آزاد، تو اس میں کوئی مالی نفع ہوا اس کو؟ کوئی مالی نفع نہیں ہوتا اس کو لہٰذا اس کی مضارب کو اجازت نہیں، تو اس کے لیے خریدنا ہی جائز نہیں لیکن اگر خرید بھی لے تو ہم اس کو مال مضاربت میں سے نہیں سمجھیں گے بلکہ کیا سمجھا جائے گا؟ مضارب نے اپنی جیب سے پیسے خرچ کر کے اپنے لیے یہ غلام خریدا ہے۔

تو کہتے ہیں وَلَيْسَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَشْتَرِيَ أَبَا رَبِّ الْمَالِ وَلَا ابْنَهُ اور جائز نہیں ہے مضارب کے لیے کہ وہ خریدے رب المال کے باپ کو وَلَا ابْنَهُ اور نہ اس کے بیٹے کو وَلَا مَنْ يَعْتِقُ عَلَيْهِ اور نہ ایسے غلام کو جو اس پر آزاد ہو جائے گا بھئی، مثلاً میں نے مثال ذکر کر دی بھئی رب المال نے کہا تھا اگر یہ جو زید غلام ہے اس کو میں نے خریدا تو فوراً یہ آزاد، اس کو بھی نہ خریدے، فَإِنِ اشْتَرَاهُمْ اگر اس نے ان کو خرید لیا كَانَ مُشْتَرِيًا لِنَفْسِهِ دُونَ الْمُضَارَبَةِ تو یہ خریدنے والا ہے اپنے لیے دُونَ الْمُضَارَبَةِ نہ کہ مال مضاربت میں سے، یا مضاربت کے طور پر خریدنے والا شمار نہیں ہو گا یوں سمجھیں گے اس نے اپنے لیے خریدا ہے۔

وَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ رِبْحٌ فَلَيْسَ لَهُ۔ صورت یہ ہے کہ مضاربت کے اندر نفع ہوا، زید نے عمرو کو ایک لاکھ روپیہ دیا تھا کہ اس کے ذریعے کاروبار کرو جو بھی نفع آئے گا آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے۔ عمرو نے کام شروع کر دیا تو نفع ہوا کاروبار میں اور رقم ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی بھئی۔ اب بتائیے یہ جو اوپر کا پچاس ہزار ہے اس میں نصف رب المال کا ہے اور نصف کس کا؟ مضارب کا، تو معلوم ہوا اب اس ڈیڑھ لاکھ میں شرکت ہے، سوا لاکھ ہے زید کا اور پچیس ہزار کس کے ہو گئے؟ مضارب کے ہو گئے، کس کے ہو گئے؟ مضارب کے ہو گئے۔ اب کہتے ہیں جب مضارب کا بھی اس مال میں حصہ آ گیا شرکت آ گئی تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے کسی ایسے قریبی رشتہ دار کو خرید لے جو اس پر آزاد ہوتا ہو یا ایسے غلام کو خریدے جو اس پر کیا ہوتا ہو؟ آزاد ہوتا ہو۔ بھئی مضارب اپنے والد کو نہیں خرید سکتا، مضارب اپنے بیٹے کو نہیں خرید سکتا کیونکہ اب اس مال میں کس کا حصہ ہے؟ مضارب کا بھی حصہ ہے تو اب اس ڈیڑھ لاکھ کا وہ مثلاً اپنے والد کو خرید لیتا ہے تو ڈیڑھ لاکھ میں سے پچیس ہزار تو کس کا حصہ تھا؟ مضارب کا، تو مضارب اپنے والد کے کچھ حصے کا مالک بن گیا یا نہیں بن گیا؟ اپنے والد کے کچھ حصے کا مالک بن گیا تو وہ حصہ فوراً آزاد ہو جائے گا، وہ حصہ کیا ہو جائے گا؟ فوراً آزاد۔ اور جب وہ حصہ آزاد ہوا تو باقی کا غلام بھی خراب ہو گیا۔ باقی غلام رب المال کا ہے لیکن اب رب المال کا حصہ بھی خراب ہو گیا، اب وہ اس غلام کو بیچ نہیں سکتا اور اسے غلام بنا کر بھی نہیں رکھ سکتا، سمجھ میں آیا؟ اس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہے۔ تو پھر کیا کیا جاتا ہے؟ کہ وہ غلام کے باقی کو بھی چاہے تو ویسے ہی آزاد کر دے، چاہے تو کیا کرے؟ اس غلام سے سعی کروائے گا کہ جاؤ اتنے پیسے کما کر لاؤ اور میرا حصہ تم میں اتنا ہے، مثلاً تمہاری قیمت ڈیڑھ لاکھ تھی پچیس ہزار مضارب کا حصہ تھا وہ آزاد ہو چکا یعنی چھٹا حصہ اور سوا لاکھ اب مجھے کما کر لا کر دے دو تو تم پورے کیا ہو جاؤ گے؟ آزاد۔ تو چاہے تو اسے ویسے ہی آزاد کر دے چاہے تو اس سے سعی کروا لے اس سے کہے کہ پیسے کما کر لاؤ، سعی کا معنی کوشش کرے گا وہ غلام کوشش کرے گا اور پیسے کما کر لا کر دے گا، اور چاہے تو جو سبب بنا تھا جس کی وجہ سے یہ غلام خراب ہو گیا باقی کا اس سے ضمان لے لے۔ مضارب نے یہ غلام خریدا جس کی وجہ سے رب المال کا سوا لاکھ میں سے پچیس ہزار تو چلو نفع تھا، ایک لاکھ اس نے اس کو مضاربت کے طور پر جو عطا کیا تھا وہ مال اس کا کیا ہوا؟ خراب ہو گیا تو وہ اس کا ضمان لے لے گا مضارب سے، مضارب سے کیا کرے اس کا؟ ضمان لے لے۔

تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ رِبْحٌ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مَنْ يَعْتِقُ عَلَيْهِ اور اگر مال کے اندر نفع ہوا تو جائز نہیں ہے مضارب کے لیے

أَنْ يَشْتَرِيَ کہ وہ خریدے مَنْ ایسے غلام کو يَعْتِقُ عَلَيْهِ جو اس مضارب پر آزاد ہو جائے گا۔ وَإِنِ اشْتَرَاهُمْ اور اگر اس نے ان کو خرید لیا ایسے غلام کو خرید لیا جو اس پر کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد، مثلاً ابھی جیسے مثال ذکر کی اپنے والد کو خرید لیا ڈیڑھ لاکھ میں اور ڈیڑھ لاکھ کے اندر تو اس کا اپنا بھی کتنا حصہ ہے؟ پچیس ہزار تو اتنا حصہ والد کا کیا ہو گیا؟ آزاد، تو اب اگر اس نے خرید لیا تو ضَمِنَ مَالَ الْمُضَارَبَةِ تو اس صورت میں یہ کیا ہو گا؟ مال مضاربت کا ضامن ہو گا۔ مال مضاربت کتنا تھا؟ ایک لاکھ، نفع کا نہیں ہے اعتبار بھئی نفع تو کمائی ہے اوپر کی اس کا ضمان نہیں آئے گا، ہاں جو اصل مال دیا تھا وہ اصل مال امانت کے حکم میں ہے لیکن یہاں زیادتی کی ہے اس نے جس کی وجہ سے یہ مال سارا چلا گیا تو اس زیادتی کی صورت میں اس پر کیا آجاتا ہے؟ ضمان آتا ہے تو ضمان آئے گا۔

اب یہ مسئلہ بھی بیچ میں آگیا چلو یہ بھی سمجھ لو: یاد رکھو امام صاحب کا اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں اگر کسی غلام کا تھوڑا سا حصہ بھی آزاد ہو جائے تو باقی سارا بھی آزاد ہو جاتا ہے۔ اگر تھوڑا سا حصہ بھی آزاد ہو جائے تو باقی سارا بھی کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد ہو جاتا ہے۔ تو صاحبین کے قول کے مطابق بھئی یہاں مضارب کا حصہ کتنا ہے؟ چھٹا حصہ تو چھٹا حصہ آزاد ہو گا اور جیسے ہی چھٹا آزاد ہو گا باقی پانچ حصے بھی جو رب المال کے ہیں وہ بھی خود بخود کیا ہو جائیں گے؟ آزاد۔ جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی اس طرح نہیں، اگر غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو جائے تو پھر باقی حصہ فوراً آزاد نہیں ہو گا بلکہ دوسرے شخص کو تین باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہو گا۔ دوسرے شخص کو کیا ہو گا؟ تین باتوں میں سے ایک کا۔ ہاں تو یہاں کس کا حصہ آزاد ہوا؟ مضارب کا، تو دوسرا شخص کون ہے؟ رب المال، تو رب المال کو تین باتوں میں سے جو اختیار کرنا چاہے: چاہے تو باقی غلام کو بھی خود آزاد کر دے، چھٹا حصہ تو آزاد ہو چکا ہے پانچ حصے اس کے ہیں تو چاہے کیا کر دے باقی کو بھی ویسے ہی آزاد کر دے اس کی مرضی ہے بھئی جس کا حصہ ہے؛ چاہے تو وہ شخص جس نے اس کا حصہ خراب کیا ہے اس سے ضمان لے لے، بھئی اب اس غلام کو تو آگے نہیں بیچ سکتا کیونکہ اس کا کچھ حصہ کیا ہو چکا؟ آزاد، تو خراب ہو گیا یا نہیں اس کا حصہ؟ تصرف وغیرہ بھی اس میں نہیں کر سکتا تو اس کا حصہ خراب ہو گیا لہٰذا جس نے حصہ خراب کیا اس سے کیا کر سکتا ہے ضمان لے سکتا ہے، لہٰذا یہاں پر بھی رب المال کیا کر سکتا ہے؟ مضارب سے وہ ضمان لینا چاہے تو لے سکتا ہے یہ دوسری صورت، پہلی کیا صورت تھی کیا جائز ہے اس کے لیے؟ چاہے تو باقی کو آزاد کر دے اور چاہے تو ضمان کس سے لے لے؟ مضارب سے؛ اور تیسری صورت یہ ہے کہ غلام سے مطالبہ کرے کہ جاؤ بھئی سوا لاکھ میرا حصہ بنتا ہے وہ مجھے دے دو لا کر تم آزاد ہو سارے کے سارے۔ تینوں صورتیں سمجھ میں آگئیں؟ امام صاحب کے نزدیک اگر غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو جائے تو باقی غلام خود بخود آزاد نہیں ہو گا بلکہ اس کے باقی حصے کے مالک کو اختیار ہے چاہے تو باقی حصے کو بھی مفت ویسے ہی آزاد کر دے، چاہے تو جس نے اس کا حصہ خراب کیا ہے اس سے اپنے حصے کے بقدر ضمان لے لے، اور چاہے تو کیا کرے؟ غلام سے کہے کہ جاؤ جا کر پیسے کما کر لاؤ جتنا میرا حصہ بنتا ہے اور پھر تم کیا ہو؟ آزاد ہو پورے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو یہ کب ہو گا مال مضاربت کا ضامن کس صورت میں؟ جب کہ اس نے غلام کو نفع حاصل ہونے کے بعد خریدا ہو۔ اور اگر ابھی نفع ہی نہیں ہوا تھا پھر خریدنا چاہتا ہے ایسے غلام کو جو اس پر آزاد ہو جائے گا، کہتے ہیں بھئی اب خرید سکتا ہے، اس لیے کہ اب یہ مالک نہیں بنے گا کیونکہ سارا مال تو ابھی کس کا ہے؟ مال تو سارا رب المال کا ہے تو یہ مالک بنے گا مضارب؟ جب مالک ہی نہیں بنے گا تو غلام آزاد ہو گا؟ غلام بھی آزاد نہیں ہو گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْمَالِ رِبْحٌ جَازَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهُمْ اور اگر مال کے اندر نفع نہ ہو تو جائز ہے اس کے لیے کہ کیا کرے ان غلاموں کو خرید لے جو اس پر آزاد ہوتے ہیں۔

فَإِنْ زَادَتْ قِيمَتُهُمْ۔ اچھا بھئی مال میں ابھی نفع نہیں ہوا، جب نفع نہیں ہوا تو مضارب کا کوئی حصہ ہے؟ مضارب کا کوئی حصہ نہیں، تو کیا وہ ایسے غلام کو خرید سکتا ہے جو اس پر آزاد ہو جائے گا یا نہیں خرید سکتا؟ جی؟ ابھی تو بتلایا کہ جب نفع ہی نہیں ہوا تو ایسے غلام کو وہ کیا کر سکتا ہے؟ خرید سکتا ہے، چنانچہ اس نے غلام ایسا خرید لیا۔ اچھا اب دیکھو وہ غلام جو اس نے خرید امثلاً ایک لاکھ میں خرید لیا، ابھی نفع ہی کوئی نہیں ہوا اس المال کتنا تھا؟ ایک لاکھ، اب فرض کرو اتنے میں ہی خرید لیا یا اس سے کم میں خریدا ایک ہی بات ہے، اس نے ایک لاکھ میں غلام خرید لیا تو یہ خرید سکتا ہے اور یہ غلام اس پر آزاد بھی نہیں ہو گا کیونکہ ابھی اس کا حصہ ہی کوئی نہیں یہ تو سارا مال کس کا ہے دراصل؟ رب المال کا، تو مالک رب المال ہے یہ مالک ہی نہیں جب مالک نہیں تو یہ غلام بھی اس پر آزاد نہیں۔ لیکن پھر اتفاق ایسا ہوا کہ غلاموں کے ریٹ بڑھ گئے، سمجھ میں آیا؟ لاکھ والے غلام کا ریٹ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گیا تو یہ غلام بھی ایک لاکھ کا تھا اب اس کی قیمت کتنی ہو گئی؟ ڈیڑھ لاکھ ہو گئی۔ جب ڈیڑھ لاکھ ہوئی تو اس المال تو کتنا تھا؟ ایک لاکھ تھا، یہ اس سے بڑھ گیا یا نہیں بڑھ گیا؟ بڑھ گیا، اب نفع آگیا یا نہیں آیا؟ نفع آگیا اور نفع آدھا کس کا ہے؟ رب المال کا تو آدھا مضارب کا بھی ہے، تو اب اس غلام کے اندر بھی خود بخود مضارب کی شرکت آگئی وہ اس کے کچھ حصے کا مالک بن گیا اور جیسے ہی مالک بنا وہ حصہ فوراً گیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا۔ لیکن اب اس صورت میں مضارب پر ضمان نہیں آئے گا۔ پچھلی صورت میں تو ضمان آیا لیکن اس صورت کے اندر ضمان نہیں ہے۔ کہتے ہیں کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں پر نفع میں شرکت آئی اور غلام کا کچھ حصہ آزاد ہوا لیکن اس کی آزادی کے اندر مضارب کا

کوئی عمل دخل نہیں، اس نے تو غلام خرید اتھا ابھی اس کا کوئی حصہ ہی نہیں تھا اس میں نفع ہی کوئی نہیں تھا اس کا تو اس پر غلام آزاد بھی نہیں ہوتا تھا، اس نے تو یہ سوچ کر خرید لیا کہ میرا کوئی حصہ ہی نہیں ہے غلام بھی آزاد نہیں ہوتا بھئی، لیکن پھر وہ راتوں رات کیا ہوئے ریٹ بڑھ گئے اور غلام کیا ہوا؟ ڈیڑھ لاکھ کا، تو اب یہ ریٹ بڑھے اور نفع اس کے اندر آگیا، کیا اس میں مضارب کا کوئی عمل دخل ہے؟ نہیں، جب اس کا عمل دخل نہیں تو اس پر ضمان بھی نہیں آئے گا۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ زَادَتْ قِيمَتُهُمْ عَتَقَ نَصِيبُهُ مِنْهُمْ پس اگر ان کی قیمت بڑھ گئی تو آزاد ہو جائے گا اس مضارب کا حصہ ان غلاموں میں سے، مضارب کا جتنا حصہ ہے وہ آزاد ہو جائے گا وَلَمْ يَضْمَنْ لِرَبِّ الْمَالِ شَيْئًا اور وہ ضامن بھی نہیں ہو گا رب المال کے لیے کسی چیز کا۔ بھئی اب کیا کریں؟ غلام آزاد ہو گیا تو اب کیا کریں بھئی؟ رب المال کا بھی تو حصہ خراب ہوا۔ کہتے ہیں بھئی ہم نے تین صورتیں بتائی تھیں: کیا کرے گا؟ چاہے تو باقی حصے کو خود ہی آزاد کر دے، یا کیا کرے؟ جس کی وجہ سے حصہ خراب ہوا ہے اس سے ضمان لے لے لیکن یہاں ضمان نہیں لے سکتا کیونکہ مضارب کا عمل دخل ہی نہیں ہے قیمت تو خود بخود بڑھی ہے، اور پھر تیسری کیا صورت رہ گئی؟ غلام سے سعی کروائے گا کوشش کروائے گا جاؤ میرے حصے کے بقدر پیسے لاؤ تو تم آزاد ہو، لہٰذا یہ تیسری صورت ذکر کر دی: وَيَسْعَى الْمُعْتَقُ لِرَبِّ الْمَالِ فِي قِيمَةِ نَصِيبِهِ مِنْهُ اور سعی کرے گا کوشش کرے گا الْمُعْتَقُ وہ جو آزاد شدہ غلام ہے کس کے لیے کوشش کرے گا؟ رب المال کے لیے فِي قِيمَةِ نَصِيبِهِ جو اس کے حصے کی قیمت ہے مِنْهُ اس غلام میں سے۔ غلام میں رب المال کا جتنا حصہ بنتا تھا اس حصے میں غلام کیا کرے گا؟ کوشش کرے گا اور اس کو کما کر لا کر رب المال کو دے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ وَيَسْعَى الْمُعْتَقُ لِرَبِّ الْمَالِ فِي قِيمَةِ نَصِيبِهِ مِنْهُ اور معتق یعنی وہ آزاد شدہ غلام جو ہے وہ کوشش کرے گا سعی کرے گا، کس کے لیے سعی کرے گا؟ رب المال کے لیے، کس چیز میں؟ فِي قِيمَةِ نَصِيبِهِ جو اس رب المال کے حصے کی قیمت ہے مِنْهُ کس میں سے؟ اس معتق میں سے اس غلام میں سے۔

تو دیکھا خلاصہ کیا ہوا اس مسئلے کا؟ دیکھو انہوں نے ذکر کیا کہ مضارب کے لیے جائز نہیں ہے کہ رب المال کے لیے کسی ایسے غلام کو خریدے جو اس پر کیا ہو جاتا ہو؟ آزاد ہو جاتا ہو، اگر اس نے خرید لیا ایسے غلام کو تو وہ رب المال کا شمار نہیں ہو گا بلکہ کس کا شمار ہو گا؟ مضارب کا شمار ہو گا۔ اچھا اور اگر مضارب کسی ایسے غلام کو خریدنا چاہتا ہے جو اس مضارب پر آزاد ہو جائے گا اپنے باپ کو اپنے بھائی کو یا کسی اور غلام کو، تو پھر کیا خرید سکتا ہے یا نہیں خرید سکتا؟ کہتے ہیں اگر نفع ہو چکا ہے تو پھر نہیں خرید سکتا، اگر ابھی نفع نہیں ہوا تو پھر کیا کر سکتا ہے؟ خرید سکتا ہے۔ اگر نفع ہو چکا ہے اب خریدتا ہے تو اس صورت میں غلام کا کچھ حصہ کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا لہٰذا باقی حصے میں بھی خرابی آئی، تو اس صورت میں مضارب ضامن ہو گا رب المال کے لیے مال مضاربت کا، جتنا اس کا مال خراب ہوا ہے اس کے بقدر ضامن ہو گا بھئی مال مضاربت میں سے۔ اور اگر مال میں نفع نہیں ہوا ابھی تو اس صورت میں مضارب کے لیے ایسا غلام خریدنا جائز ہے، پھر اس غلام کی اگر خود بخود قیمت بڑھ گئی تو اس کے کچھ حصے میں شرکت آجائے گی مضارب کی بھی، مضارب بھی اس کے کچھ حصے کا مالک بنے گا اور وہ حصہ خود بخود کیا ہو جائے گا؟ آزاد، اور جب وہ حصہ آزاد ہو گا تو باقی حصہ بھی خراب ہوا لیکن اب اس کا ضمان مضارب سے نہیں لیا جا سکتا کیونکہ اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے قیمت کے بڑھنے میں، لہٰذا اب رب المال کس سے سعی کروائے گا؟ غلام سے سعی کروائے گا، غلام کے اندر رب المال کے حصے کی جو قیمت بنتی ہے وہ قیمت لا کر کس کو دے گا؟ رب المال کو دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔

وَإِذَا دَفَعَ الْمُضَارِبُ الْمَالَ مُضَارَبَةً عَلَى غَيْرِهِ۔ یاد رکھیے علماء نے لکھا ہے مضاربت کے پانچ درجے ہیں بھئی۔ مضاربت میں پانچ درجے بنتے ہیں مولانا پانچ درجے بھئی، بڑی قیمتی بات لکھی بڑی پیاری بات بھئی: ابتدا میں مضارب امین ہوتا ہے، امین ہوتا ہے؛ جب تصرف شروع کر دے تو وہ وکیل ہے، تو وہ وکیل ہے؛ جب نفع ہو جب نفع کما لے تو یہ شریک بن گیا، تو یہ شریک بن گیا؛ اگر مضاربت فاسد ہوئی تو یہ اجیر ہے، تو یہ اجیر ہے؛ اور اگر اس نے شرط کی مخالفت کی تو یہ غاصب ہے، تو یہ غاصب ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ کتنے درجے ہیں مضارب کے؟ پانچ۔ مضارب کے پانچ درجے بنتے ہیں مولانا: ابتدا میں وہ کیا ہے؟ امین، اور جب وہ تصرف شروع کر دے گا تو وہ کیا ہے؟ وکیل ہے، اور جب وہ نفع کما لے گا تو کیا بن جائے گا؟ شریک، اور اگر مضاربت فاسد ہوئی تو وہ کیا ہے؟ اجیر ہے، اور اگر اس نے مخالفت کی تو وہ کیا بن گیا؟ غاصب۔ تو دیکھو مضارب کو جب میں نے آپ کو اولاً مال دیا بھئی شروع میں یہ لو بھئی یہ دس لاکھ روپے لو اس کے ذریعے کام کرو، تو دس لاکھ روپے جب میں نے آپ کو دے دیے تو یہ مال آپ کے پاس بطور امانت کے ہے آپ کیا ہیں؟ امین ہیں، کیا ہیں؟ امین۔ اچھا امین ہیں ابھی تک بھئی، لیکن جیسے ہی آپ اس پیسے کو خرچ کرنا شروع کرتے ہیں کاروبار کے اندر تجارت کے اندر اب آپ وکیل بن گئے، کیا بن گئے؟ وکیل، مال کس کا ہے؟ میرا ہے اور خرچ کون کر رہے ہیں؟ آپ خرچ کر رہے ہیں تو لازمی بات ہے آپ میری طرف سے کیا ہیں؟ وکیل ہیں اسی لیے تو خرچ کر سکتے ہیں ورنہ تو اجازت ہی نہیں ہونی چاہیے۔ پھر جب نفع کما لیں گے تو نفع میں آپ کا بھی حصہ آجائے گا تو اس مال کے اندر آپ بھی میرے ساتھ کیا بن گئے؟ شریک بن گئے۔ لیکن اگر کوئی ایسی شرط لگائی جس کی وجہ سے مضاربت کیا ہے؟ فاسد ہوئی تو پھر اس صورت میں مضارب کیا ہوتا ہے؟ اجیر اس کو اجر مثل دیا جاتا ہے۔ اور اگر

آپ نے میری کسی شرط کی مخالفت کی، میں نے کہا تھا صرف لاہور میں کام کرنا آپ کراچی چلے گئے تو اب آپ نے مخالفت کی اب آپ کیا بن گئے؟ غاصب بن گئے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اب بھئی اگلا مسئلہ دیکھو: وَإِذَا دَفَعَ الْمُضَارِبُ الْمَالَ مُضَارَبَةً عَلٰى غَيْرِهِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو مال دیا میں نے کہا جاؤ اس کے ذریعے تجارت کرو نفع ہم دونوں آپس میں تقسیم کریں گے بھئی، اور میں نے آپ کو مضاربت کی اجازت نہیں دی، آگے کسی اور کو مضارب بنانے کی اجازت نہیں دی، لیکن آپ نے میری اجازت کے بغیر ہی خود ہی آگے کیا کر دیا؟ عقد مضاربت، تو آپ نے آگے پھر کسی شخص کو یہ مال دے دیا اس کے ساتھ عقد مضاربت کر لیا، تو آپ ہوئے مضارب اول اور آگے کون ہے؟ مضارب ثانی۔ تو اس صورت میں یاد رکھو آپ نے تعدی کی ہے اور آپ پر ضمان آئے گا، کیا آئے گا؟ ضمان۔ میری طرف سے آگے مضاربت کی اجازت تھی؟ نہیں، اور آپ نے مضاربت کی، ضمان آئے گا۔ لیکن کب آپ ضامن بنیں گے؟ کہتے ہیں، چلو بھئی یہ تو اختلافی مسئلہ ہے لیکن جو کتاب میں قدوری میں ذکر ہے قدوری میں اختلاف نہیں ذکر اسی کے مطابق آپ کو بتلا دیتا ہوں: بھئی دوسرے کو مال دینے سے آپ ضامن نہیں بنیں گے۔ میں نے آپ کو پیسے دیے آپ نے آگے کس کو دے دیے؟ مضارب ثانی کو، تو اب اس کو پیسے دینے سے آپ کیا نہیں بنیں گے؟ ضامن نہیں بنیں گے۔ اس نے اس مال کو آگے خرچ بھی کرنا شروع کر دیا تجارت میں لگا دیا، ابھی اس نے نفع نہیں کمایا تو بھی آپ پر ضمان نہیں۔ لیکن جیسے ہی وہ دوسرا مضارب نفع کماتا ہے فوراً اب آپ پر ضمان آجائے گا، کیا آجائے گا؟ ضمان، اب اگر پیسہ ہلاک ہوا تو آپ پر ضمان ہے، آپ کو میرا اصل راس المال واپس کرنا پڑے گا۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے کہ مضارب ثانی کو دے دو تو پھر بھی ضمان نہیں، وہ خرچ کرنا تصرف کرنا شروع کر دے پھر بھی ضمان نہیں، لیکن جیسے ہی نفع کماتا ہے اب آپ کیا بن گئے؟ ضامن، اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ آپ ہیں مضارب اور جب میں نے مال آپ کو دیا تو یہ مال ہے آپ کے پاس بطور امانت کے، آپ نے آگے کس کو دیا یہ مال؟ مضارب ثانی کو، تو مضارب ثانی نے بھی جب تک خرچ نہیں کیا اس کے پاس بھی یہ مال بطور امانت کے ہے۔ تو آپ ہیں مضارب اول، آپ کو کن تصرفات کی اجازت تھی صاحب قدوری نے کیا بتلایا تھا؟ جی کہ آپ بیع وشراء بھی کر سکتے ہیں سفر بھی کر سکتے ہیں پونجی کے طور پر بھی دے سکتے ہیں اور آگے کسی کو وکیل بھی بنا سکتے ہیں، اور اسی طرح یاد رکھو آپ بطور امانت کے بھی کسی کے پاس یہ مال رکھوا سکتے ہیں کیونکہ تاجر سارا مال جیب میں لیے پھرتا ہے یا بعض اوقات دوسروں کے پاس بطور امانت کے بھی رکھوا دیتا ہے؟ تو یہ تو ضرورت پڑتی رہتی ہے تجارت کے اندر کچھ مال کبھی ایک کے پاس رکھوایا پھر لے لیا پھر رکھوایا بھئی۔ تو لہٰذا اب جب مضارب اول نے یہاں پر مخالفت تو کی ہے لیکن مال جب آپ نے کس کو دے دیا؟ مضارب ثانی کو تو مضارب ثانی نے ابھی تصرف کرنا شروع ہی نہیں کیا تو ابھی اس کے پاس مال بطور امانت کے ہے، تو یوں سمجھا جائے گا یہ مال جو میں نے آپ کو دیا تھا مضارب اول نے یہ مال بطور امانت کے کسی اور کے پاس رکھوایا ہے، اور امانت کے طور پر مال رکھوانے کی اجازت تھی یا نہیں تھی اس کو؟ اجازت تھی لہٰذا ابھی تک تعدی ظاہر نہیں ہوئی، تعدی اور زیادتی ظاہر نہیں ہوئی۔

اچھا اب مضارب ثانی نے اس میں کام شروع کر دیا کاروبار شروع کر دیا، جب کاروبار شروع کرتا ہے، ابھی میں نے بتایا کتنے درجے گنوائے میں نے مضارب کے؟ پانچ درجے: پہلا درجہ کیا تھا؟ امانت، دوسرا درجہ کیا ہے؟ وکیل کب بنتا ہے؟ جب تصرف شروع کر دے۔ تو یہاں پر بھی مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا ہے، مضارب ثانی پہلے تھا امین پھر جب اس نے تصرف شروع کر دیا وہ کیا بن گیا؟ وکیل، اور آپ بتائیے مضارب کو وکیل بنانے کی اجازت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟ ہوتی ہے، وکیل بنانے کی اجازت ہے، تو میں نے تو آپ کو مال دیا تھا اور آپ نے آگے دے دیا لیکن ابھی اگلا مضارب یوں سمجھیں گے آپ کا وکیل ہے اور وکیل بنانے کی تو آپ کو اجازت تھی لہٰذا ابھی بھی تعدی ظاہر نہیں ہوئی۔ پھر جب وہ نفع کمائے گا اب وہ ان پیسوں میں شریک ہو گیا۔ مال میرا تھا میری طرف سے آپ کو تو شرکت کی اجازت تھی نفع میں کسی اور کو شرکت کی اجازت نہیں تھی، تو جیسے ہی وہ نفع کمائے گا وہ شریک بن گیا تو دوسرے کو آپ نے میرے مال میں شریک کر دیا، اب آپ ضامن ہو گئے اب تعدی ظاہر ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی کہ نہیں سمجھ میں آئی؟ مضارب اول نے کیا کیا؟ مضارب ثانی کو مال دے دیا، تو جب دیا اس وقت تعدی تو ہے لیکن تعدی ظاہر ہوئی ہے؟ نہیں، بلکہ یہ امانت کے طور پر ہے اس کے پاس لہٰذا ابھی تعدی ظاہر نہیں ہوئی اور مضارب اول کو امانت کے طور پر مال رکھوانے کا حق تھا یا نہیں تھا؟ حق تھا تو ابھی یوں سمجھیں گے بطور امانت کے ہے اس کے پاس۔ پھر جب وہ اس میں تصرف شروع کر دیتا ہے تو اب وہ کیا بن گیا؟ مضارب اول کا وہ وکیل بن گیا اور مضارب اول کو عقد مضاربت کے بعد وکیل بنانے کی اجازت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟ ہوتی ہے تو یہاں پر بھی دوسرا تصرف کر رہا ہے یوں سمجھیں گے وہ اس کا وکیل ہے، تو تعدی تو ابھی بھی ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔ پھر جب مضارب

ثانی نفع کمالے گا تو اس کا بھی تو حصہ آ گیا تو وہ بھی اس مال میں میرے ساتھ شریک ہو گیا حالانکہ میں نے مضارب اول کو یہ اجازت تو نہیں دی کہ وہ کیا کرے کسی کو میرے ساتھ شریک کرے، اب تعدی ظاہر ہو گئی کہ اس نے تعدی کی ہے زیادتی کی ہے اب اس پر کیا آ جائے گا؟ ضمان۔ لہٰذا صرف مضارب ثانی کو دینے سے بھی ضمان نہیں، اس کا کاروبار شروع کرنے سے بھی ضمان نہیں، ہاں جب وہ نفع کمالے گا تو پھر کیا آ جائے گا؟ ضمان آئے گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟

یہی بات کر رہے ہیں: وَإِذَا دَفَعَ الْمُضَارِبُ الْمَالَ مُضَارَبَةً عَلٰى غَيْرِهِ اور جب حوالے کر دیا مضارب نے، مضارب سے کون مراد ہے؟ مضارب اول، وہ مال مضاربت دے دیا مُضَارَبَةً بطور مضاربت کے دیا عَلٰى غَيْرِهِ اپنے علاوہ کو وَلَمْ يَأْذَنْ لَهُ رَبُّ الْمَالِ فِي ذٰلِكَ اور اجازت نہیں دی تھی اس کو رب المال نے اس بارے میں لَمْ يَضْمَنْ بِالدَّفْعِ تو وہ ضامن نہیں ہو گا حوالے کرنے سے، صرف حوالے کرنے کی وجہ سے ضامن نہیں ہو گا وَلَا بِتَصَرُّفِ الْمُضَارِبِ الثَّانِي اور نہ ہی مضارب ثانی کے تصرف کرنے کی وجہ سے بھی ضامن نہیں ہو گا حَتّٰى يَرْبَحَ یہاں تک کہ مضارب ثانی کیا کر لے؟ نفع کمالے، فَإِذَا رَبِحَ پس جب وہ مضارب ثانی نفع کمالے گا ضَمِنَ الْمُضَارِبُ الْأَوَّلُ تو اب ضامن ہو گا کون؟ مضارب اول ضامن ہو گا کس چیز کا؟ الْمَالَ مال مضاربت کا لِرَبِّ الْمَالِ کس کے لیے؟ رب المال کے لیے بھئی۔

وَإِذَا دَفَعَ إِلَيْهِ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ فَأَذِنَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَهَا مُضَارَبَةً فَدَفَعَهَا بِالثُّلُثِ جَازَ۔ یہ تو وہ صورت تھی جب رب المال نے اجازت نہیں دی تھی بطور مضاربت کے مال آگے دینے کی، اب وہ صورتیں ذکر کریں گے جس میں رب المال نے اجازت دے دی۔ میں نے آپ کو پیسے دیے بطور مضاربت کے اور آپ کو اجازت بھی دے دی کہ آگے بھی آپ عقد مضاربت کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ تو میرے ساتھ آپ کا عقد ہوا تھا نصف نصف کا کہ جو بھی نفع کمایا وہ میرے اور آپ کے درمیان نصف نصف ہو گا۔ آپ نے آگے عقد مضاربت کیا اور اس مضارب ثانی کے ساتھ شرط ٹھہرائی کہ اے مضارب ثانی تمہیں ثلث ملے گا تیسرا حصہ، سمجھ میں آیا؟ تو یہ درست ہے مولانا، لہٰذا اب جو بھی نفع آئے گا آدھا کس کا ہو جائے گا؟ رب المال کا، اور تیسرا حصہ کس کا ہو جائے گا؟ مضارب ثانی کا، اور جو باقی بچے گا وہ کس کا ہو جائے گا؟ مضارب اول کا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟[۴]

تو کہتے ہیں وَإِذَا دَفَعَ إِلَيْهِ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ جب دیا مولانا رب المال نے مضارب کو مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ مضاربت بالنصف پر مال دیا بھئی، مضاربت بالنصف کا کیا معنی؟ آدھا آدھا نفع ہو گا۔ جب رب المال نے مال کو حوالے کر دیا مضارب کے مضاربت بالنصف پر فَأَذِنَ لَهُ پس اسے اجازت دے دی أَنْ يَدْفَعَهَا مُضَارَبَةً کہ وہ بھی آگے مال دے سکتا ہے بطور مضاربت کے فَدَفَعَهَا بِالثُّلُثِ تو اس نے وہ مال دیا بِالثُّلُثِ مضارب ثانی کو دیا مضاربت بالثلث پر کہ تیسرا حصہ اس کا ہو گا جَازَ تو یہ جائز ہے۔

اب آگے مولانا کچھ صورتیں بتلائیں گے کہ لفظوں سے بھی مسئلہ بدلتا چلا جائے گا بھئی۔ عقد کرتے وقت جو لفظ استعمال کیے اسی کے مطابق نفع نکالیں گے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اب دیکھنا آگے کئی صورتیں ذکر کریں گے کس طرح لفظوں کے بدلنے سے سارا مسئلہ بدل جاتا ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے ادھر پہلے سمجھ لو بھئی: بھئی آپ ہیں مضارب اول میں نے آپ کو مال بطور مضاربت کے دیا اور ہمارے درمیان کیا ہوئی ہے؟ مضاربت بالنصف بھئی یعنی آدھا آدھا نفع، کتنے کی بات ہوئی ہے؟ آدھے نفع کی بات ہوئی ہے۔ اور مضارب اول نے آگے پھر بطور مضاربت کے مال دیا اور وہاں کتنے کی بات کی ہے؟ ثلث کی کہ نفع کا کتنا حصہ مضارب ثانی کو ملے گا؟ تیسرا حصہ۔ اور رب المال نے کیا کہا تھا؟ کہ نصف حصہ میرا ہو گا، لیکن لفظ سنو: رب المال نے کہا تھا اللہ نے جو بھی نفع نصیب فرمایا وہ میرے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا ہو گا۔ میرا مال ہے میں نے آپ کو دیا ہے میں نے یوں کہا تھا: اللہ نے جو بھی نفع نصیب فرمایا وہ آپ کے اور میرے درمیان آدھا آدھا ہو گا، اور آپ نے آگے مضارب ثانی کے ساتھ کیا عقد کیا؟ کہ نفع میں سے تیسرا حصہ آپ کا۔ اچھا مضارب ثانی نے کاروبار شروع کر دیا مولانا اور کل نفع ہوا مثلاً چھ دینار بھئی چھ اشرفیاں بھئی۔ اب بھئی سب سے پہلے کس کا حصہ دیا؟ مضارب ثانی کا، اس کا کتنا حصہ تھا؟ ثلث تیسرا حصہ اور چھ اشرفیوں کا تیسرا حصہ کتنا بنتا ہے؟ دو اشرفیاں تو دو دینار اس کو دے دیں گے۔ اور رب المال نے کیا کہا تھا؟ جو بھی اللہ نفع نصیب فرمائیں گے آدھا میرا اور آدھا تمہارا، تو آدھا کون لے لے گا؟ آدھا لے لے گا رب المال بھئی، اور کتنا بنتا ہے چھ کا آدھا؟ تین تو تین دینار لے لے گا رب المال اور دو کون لے چکا؟ مضارب ثانی، باقی کتنا بچا؟ ایک تو وہ ایک دینار کون لے لے گا؟ مضارب اول۔ اور یہ ایک دینار چھ دینار کل نفع کا کتنا حصہ ہے؟ چھٹا حصہ ہے، ایک دینار چھ دینار کا کتنا حصہ ہے؟ چھٹا حصہ ہے۔ تو معلوم ہوا جب رب المال نے یہ کہا کہ جو بھی اللہ نفع نصیب فرمائیں گے نفع تو ہم دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گا اور آگے پھر مضارب اول

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا دَفَعَ إِلَيْهِ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ فَأَذِنَ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا دفع إليه المال مضاربة بالنصف فأذن له» منقول ہے۔

نے مضارب ثانی کے ساتھ شرط ٹھہرائی کہ تمہیں نفع کا کتنا حصہ ملے گا؟ تیسرا حصہ ملے گا، تو اس صورت میں معلوم ہوا کہ جتنا بھی نفع کمائے گا آدھا کس کا ہو گا؟ رب المال کا، تیسرا حصہ کس کا ہو گا؟ مضارب ثانی کا، اور چھٹا حصہ کس کا ہو گا؟ مضارب اول کا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ دیکھیے یہی بیان کر رہے ہیں: فَإِنْ كَانَ رَبُّ الْمَالِ قَالَ لَهُ پس اگر رب المال نے اس سے یہ کہا تھا عَلٰی اس شرط پر، عَلٰی شرط کے لیے ہے کہ مضاربت کا عقد کرتے ہیں اس شرط پر أَنَّ مَا رَزَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی کہ جو بھی اللہ تعالیٰ رزق دیں گے یعنی اللہ جو بھی نصیب فرمائیں گے فَهُوَ بَيْنَنَا نِصْفَانِ تو وہ ہم دونوں کے درمیان نصف نصف ہو گا فَلِرَبِّ الْمَالِ نِصْفُ الرِّبْحِ تو رب المال کو آدھا نفع ملے گا وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي ثُلُثُ الرِّبْحِ اور مضارب ثانی کو ثلث نفع ملے گا وَلِلْأَوَّلِ السُّدُسُ اور مضارب اول کے لیے چھٹا حصہ ہے۔

وَإِنْ كَانَ قَالَ۔ ہاں لفظ بدلے مولانا! اب دیکھو رب المال نے یہ نہیں کہا تھا کہ اللہ جو بھی نصیب فرمائے بلکہ یہ کہا: اللہ جو بھی آپ کو نصیب فرمائے، آپ کا لفظ بیچ میں لے آیا خطاب کا۔ میں نے آپ کو مال دیا اور میں نے آپ سے کیا کہا؟ اللہ جو بھی نفع آپ کو دیں گے وہ آپ کے اور میرے بیچ آدھا آدھا ہو گا، اور آپ نے پھر آگے مضارب ثانی کے ساتھ عقد مضاربت کرتے ہوئے کتنے پر عقد کرتے ہیں؟ ثلث پر کہ تیسرا حصہ مضارب ثانی کا ہو گا۔ اب اس صورت میں دیکھو اس مضارب ثانی نے عمل کیا اور چھ اشرفیاں کما کر لایا، ان چھ میں سے ثانی کا حصہ کتنا ہے؟ تیسرا، وہ کتنی اشرفیاں بنیں؟ دو، تو دو حصہ اس کا ہوا۔ اب مضارب اول کو کتنا نفع ہوا سارا، کتنا باقی بچا؟ چار، اور میں نے اس سے کہا تھا جو نفع اللہ نے آپ کو نصیب فرمایا وہ آپ کے اور میرے بیچ آدھا آدھا، تو لہٰذا اب ان چار کو ہم دونوں آپس میں تقسیم کریں گے: دو اشرفیاں ہو جائیں گی رب المال کی اور دو ہو جائیں گی مضارب اول کی۔ پہلی صورت میں اس نے کیا کہا تھا؟ اللہ نے جو بھی نفع نصیب فرمایا وہ میرے اور تمہارے درمیان آدھا ہو گا یعنی کل نفع میں سے میرا آدھا، اب کیا کہا تھا اس نے؟ اللہ نے جو آپ کو نصیب فرمایا وہ آدھا آدھا ہو گا مضارب اول کو، اور مضارب اول کو یہاں کتنا نفع آرہا ہے کل؟ چار آرہا ہے تو وہ ہم دونوں میں پھر آدھا آدھا ہو جائے گا۔ تو دیکھو لفظوں کے بدلنے سے مسئلہ بدل گیا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو لہٰذا اب دونوں کے اندر بعد میں جھگڑتے ہیں قاضی کے پاس جائیں گے بھئی، قاضی کہے گا بھئی تم نے یہ لفظ استعمال کیے تھے کہ تمہیں اللہ جو نفع نصیب فرمائے، اور اس کے مطابق تمہیں بھی دو اشرفیاں ملیں گی مضارب اول کو بھی دو اشرفیاں ملیں گی مضارب ثانی کو بھی دو اشرفیاں ملیں گی، تو لہٰذا اگر آپ کا لفظ آپ بیچ میں نہ کہتے تو پھر رب المال کو کتنی ملتیں؟ تین اشرفیاں، مضارب ثانی کو دو اشرفیاں اور مضارب اول کو ایک اشرفی، تو دیکھا لفظوں کے بدلنے سے سارا مسئلہ بدل گیا۔

وَإِنْ كَانَ قَالَ اور اگر اس نے یہ کہا تھا مضارب اول سے رب المال نے یہ کہا تھا عَلٰی اس شرط پر أَنَّ مَا رَزَقَكَ اللّٰهُ کہ وہ جو اللہ آپ کو رزق دے جو اللہ آپ کو نصیب فرمائے فَهُوَ بَيْنَنَا نِصْفَانِ تو وہ ہم دونوں کے درمیان نصف نصف ہے فَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي الثُّلُثُ تو مضارب ثانی کو کیا ملے گا؟ اس کے ساتھ تو ثلث کی شرط ہوئی تھی اسے تو ثلث مل گیا وَمَا بَقِيَ بَيْنَ رَبِّ الْمَالِ وَالْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ نِصْفَانِ اور مابقیہ رب المال اور مضارب اول کے درمیان نصف نصف ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اچھا اب صورت دیکھو بھئی، صورت مسئلہ یہ ہے: بھئی ابھی تک جو مسئلہ بیان ہوا آپ ہیں مضارب اول آپ نے مضارب ثانی کو کتنے کی شرط پر مال دیا تھا؟ ثلث کی، اب ذرا اس کو بدلو ذرا نصف کی شرط بنا دو، کیا کرو؟ نصف کی شرط بھئی۔ آپ کو میں نے مال دیا آپ نے آگے مضارب ثانی سے مضاربت بالنصف کی بھئی کہ جتنا نفع ہو گا اس میں سے آدھا کس کا ہو گا؟ مضارب ثانی کا۔ اور میں نے آپ سے کیا کہا تھا رب المال نے؟ میں وہ آپ کا لفظ بیچ میں نہیں لایا تھا ویسے ہی میں نے کہا تھا، میں نے مضارب اول سے عقد کرتے وقت کہا تھا اللہ نے جو بھی رزق دیا جو بھی نصیب فرمایا جتنا نفع بھی نصیب اللہ نے فرمایا آدھا میرا ہو گا آدھا تمہارا، اور اس نے آگے پھر عقد مضاربت کیا اور مضارب ثانی کو یہی کہا کہ آدھا نفع تمہارا آدھا میرا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب بھئی نفع ہوا چھ اشرفیاں، تو مضارب ثانی کتنی لے لے گا؟ تین لے لے گا، اور رب المال بھی کتنی لے لے گا؟ تین لے لے گا اس نے بھی تو کہا تھا جو بھی اللہ نے نفع نصیب فرمایا آدھا میرا، تو تین لے لے گا رب المال اور مضارب اول کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ دیکھیے: فَإِنْ قَالَ اگر رب المال نے کہا عَلٰی أَنَّ مَا رَزَقَ اللّٰهُ فَلِي نِصْفُهُ کہ اس شرط پر کہ جو بھی اللہ نصیب فرما دیں جو بھی اللہ رزق دے دیں فَلِي نِصْفُهُ تو میرے لیے اس کا آدھا ہے، یہ مضارب اول سے کہا فَدَفَعَ الْمَالَ إِلٰى آخَرَ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ تو اس مضارب اول نے حوالے کیا مال دوسرے کے بطور مضاربت بالنصف کے فَلِلثَّانِي نِصْفُ الرِّبْحِ تو مضارب ثانی کے لیے کتنا ہوا؟ نصف نفع وَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ اور رب المال کے لیے بھی نصف ہوا وَلَا شَيْءَ لِلْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ اور مضارب اول کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اسی میں اب تیسری صورت بناؤ: میں نے آپ کو مال بطور مضاربت کے دیا میں نے کہا جو بھی اللہ نے نفع نصیب فرمایا وہ آپ کے اور میرے درمیان آدھا آدھا ہو گا، اس مضارب اول نے آپ نے پھر آگے عقد کیا اور مضارب ثانی سے کہا جتنا نفع آیا دو ثلث آپ کے۔ کتنے؟ دو ثلث، مضارب ثانی کے لیے اب نصف سے بھی بڑھ کر نفع قرار دے دیا دو ثلث، اب کیا کریں گے؟ کہتے ہیں دیکھو اب بھی اسی طرح آپ کر لیں، مضارب ثانی نے محنت کی اور چھ اشرفیاں کما لایا، اب چھ اشرفیوں میں سے بھئی دو ثلث کس کا حصہ ٹھہرا تھا؟ مضارب ثانی کا، تو چھ کا دو ثلث کتنا بنتا ہے؟ چار اشرفیاں تو چار اشرفیاں کس کو دے دی جائیں گی؟ مضارب ثانی کو، اور رب المال نے کہا تھا جو بھی نفع ہوا آدھا میرا تو نفع کل کتنا ہوا تھا؟ چھ، چھ کا آدھا کتنا؟ تین، تو لہٰذا تین اشرفیاں کس کو دی جائیں گی؟ رب المال کو۔ تو یہ کتنی ہو گئیں؟ سات! بھئی نفع تو ہوا ہے چھ کا اور چار دے دیں مضارب ثانی کو اور تین دے دیں رب المال کو یہ کتنے بن رہے ہیں؟ سات، تو یہ تو سات پورے ہی نہیں ہو رہے! کہتے ہیں نہیں سات پورے کریں گے۔ بھئی کیسے پورا کریں گے؟ کہتے ہیں جو کمی ہے وہ مضارب اول سے لے کر پوری کی جائے گی وہ اپنی جیب سے دے گا کیونکہ اس نے خود عقد ہی ایسے کیے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو رب المال کے لیے اس نے کتنا طے کیا تھا؟ نصف تو چھ کا نصف کتنا بنتا ہے؟ تین تو وہ نصف اسے دینا پڑے گا، اور مضارب ثانی سے کتنے کی بات طے ہوئی تھی؟ دو ثلث کی وہ کتنا بنتا ہے؟ چار وہ دینا پڑے گا، تو کمی کتنے کی آ رہی ہے؟ ایک، اور کل نفع کتنا ہوا ہے؟ چھ، تو یہ ایک اشرفی کم پڑ رہی ہے یہ چھ کا کتنا حصہ ہے؟ چھٹا حصہ، معلوم ہوا مضارب اول پر چھٹا حصہ ضمان آ جائے گا، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، مضارب اول پر کتنا ضمان آ جائے گا؟ چھٹا حصہ، تو وہ ایک اشرفی ساتھ ملائیں گے سات ہو گئیں اب چار کس کو دے دیں گے مضارب ثانی کو اور تین کس کو دے دیں گے رب المال کو۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

فَإِنْ شَرَطَ لِلْمُضَارِبِ الثَّانِي ثُلُثَيِ الرِّبْحِ، اصل میں تھا ثُلُثَيْنِ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اگر شرط لگائی مضارب ثانی کے لیے نفع کے دو ثلث کی فَلِرَبِّ الْمَالِ نِصْفُ الرِّبْحِ تو رب المال کے لیے نصف نفع ہو گا وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي نِصْفُ الرِّبْحِ، کیا ہے آپ کی عبارت کتاب میں بھئی؟ نِصْفُ الرِّبْحِ؟ اچھا ہاں ٹھیک ہے آگے خود بتلا رہے ہیں، اور آدھا نفع کس کو دے دے گا؟ رب المال کو تین، اور مضارب ثانی کو کتنے دے دے گا؟ سبق کی طرف توجہ ہے؟ رب المال کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ نصف کتنا ہوا چھ کا؟ تین اشرفیاں کس کو دے دیں؟ رب المال کو، باقی کتنی بچی ہیں؟ تین وہ نصف ہے وہ نصف کس کو دے دے گا؟ مضارب ثانی کو، اور مضارب ثانی کا تو کل حصہ کتنا بنتا ہے؟ چار تو ایک کا اس کے لیے ضامن ہو گا، نصف اس کو دے دے گا اور ساتھ ایک اشرفی کا اس کے لیے ضامن یعنی چھٹے حصے کا اس کے لیے کیا بن جائے گا؟ ضامن وہ بطور ضمان کے دے گا۔ دیکھو یہی بات کر رہے ہیں کہ نصف ربح تو کس کو دے دے گا رب المال کو وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي نِصْفُ الرِّبْحِ اور مضارب ثانی کو بھی کتنا دے دے گا؟ نصف ربح لیکن اس کے ساتھ تو بات ہوئی تھی دو ثلث کی تو کہتے ہیں وَيَضْمَنُ الْمُضَارِبُ الْأَوَّلُ لِلْمُضَارِبِ الثَّانِي مِقْدَارَ سُدُسِ الرِّبْحِ مِنْ مَالِهِ اور ضامن ہو گا مضارب اول کس کے لیے؟ مضارب ثانی کے لیے نفع کے چھٹے حصے کی مقدار کا مِنْ مَالِهِ اپنے مال میں سے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

وَإِذَا مَاتَ رَبُّ الْمَالِ أَوِ الْمُضَارِبُ بَطَلَتِ الْمُضَارَبَةُ اور جب مر جائے رب المال یا مضارب مر جائے بَطَلَتِ الْمُضَارَبَةُ تو مضاربت کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔ وَإِذَا ارْتَدَّ رَبُّ الْمَالِ عَنِ الْإِسْلَامِ وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتِ الْمُضَارَبَةُ اور جب مرتد ہو جائے، الْعِيَاذُ بِاللّٰهِ رب المال مثلاً کیا ہو گیا؟ مرتد ہو گیا اسلام سے اسلام کو اس نے چھوڑ دیا کفر کو اختیار کیا وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ اور کہاں چلا گیا؟ دار الحرب چلا گیا۔ دار الاسلام میں رہتا تو ہم اسے جیل میں ڈالتے تین دن کی مہلت دیتے اسلام کی طرف واپس آ جاتا تو ٹھیک نہیں تو اسے کیا کر دیا جاتا؟ قتل کر دیا جاتا، لیکن وہ بھاگ کر چلا گیا دار الحرب میں چلا گیا، قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ وہ شخص کہاں جا چکا؟ دار الحرب جا چکا، تو قاضی کا یہ فیصلہ کر دینا کہ وہ مرتد ہو کر دار الحرب جا چکا ہے یہ موت کے حکم میں ہے، کس کے حکم میں ہے؟ موت کے حکم میں یہ بھی موت کی طرح ہی ہے، لہٰذا جب موت کی طرح ہے تو اس کا مال اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، کیا ہوتا ہے؟ وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ تو قاضی نے جب اس کے بارے میں فیصلہ کر دیا اس کے لحاق بدار الحرب کا تو یہ فیصلہ کس کی طرح ہے؟ اس کی موت کی طرح، اور موت کی صورت میں کیا بتلایا تھا؟ کہ رب المال مر جائے تو عقد مضاربت کیا ہو جاتا ہے؟ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مضارب اس کی طرف سے وکیل ہے دراصل بھئی اور وکالت کیا ہوتی ہے موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا ارْتَدَّ رَبُّ الْمَالِ عَنِ الْإِسْلَامِ جب مرتد ہوا رب المال اسلام سے وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ اور مل گیا دار الحرب کے ساتھ یعنی دار الحرب چلا گیا بَطَلَتِ الْمُضَارَبَةُ مضاربت کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔

وَإِنْ عَزَلَ رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارِبَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِعَزْلِهِ حَتَّى اشْتَرَى أَوْ بَاعَ فَتَصَرُّفُهُ جَائِزٌ اور اگر معزول کر دیا رب المال نے مضارب کو بھئی۔ بھئی میں نے آپ کو مال دیا تھا کہ جاؤ اس کے ذریعے تجارت کرو نفع آدھا آدھا تقسیم کریں گے، پھر میں نے آپ کو معزول کر دیا۔ میں نے ابھی آپ کو

بتایا مضارب بھی دراصل کس کی طرح ہے؟ وکیل کی طرح ہے جو میرا مال خرچ کر رہا ہے اور نفع اس پر کما کر لا رہا ہے، تو اب جب میں نے اس کو معزول کر دیا تو کیا میرے معزول کر دینے سے وہ معزول ہو گا یا نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی وہ بھی وکیل کی طرح ہے اور جیسے وکیل کو معزول کیا جا سکتا ہے اسی طرح مضارب کو بھی کیا کیا جا سکتا ہے؟ معزول، لیکن جیسے وکالت میں ضروری ہے کہ وکیل کو اطلاع دی جائے، کیا کیا جائے؟ وکیل کو باقاعدہ اطلاع دی جائے کہ تمہاری وکالت ختم۔ میں نے ایک آدمی کو بھیجا جاؤ میرے لیے گاڑی خرید کر لاؤ تو یہ میرا وکیل ہے یہ جائے گا گاڑی خریدے گا میرے لیے، لیکن پھر میرا ارادہ بدل گیا میں نے پیچھے ایک آدمی بھیجا جاؤ بھئی اس کو جا کر منع کرو گاڑی نہ خریدے، لیکن آدمی کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ گاڑی خرید چکا ہے تو یہ گاڑی اب کس کی شمار ہو گی؟ وکیل کی شمار ہو گی یا موکل کی شمار ہو گی؟ موکل کی شمار ہو گی بھئی کیونکہ ابھی اس بیچارے کو اطلاع ہی نہیں، اگرچہ میں معزول کر چکا ہوں اجازت واپس لے چکا ہوں لیکن ابھی اس بیچارے کو علم ہی نہیں تھا۔ ہاں اگر اسے اطلاع مل گئی میری طرف سے کہ بھئی گاڑی نہ خریدو پھر بھی اس نے گاڑی خرید لی تو کہتے ہیں اب وہ گاڑی یوں سمجھیں گے وکیل نے اپنے لیے خریدی ہے اور موکل کے پیسوں کو واپس کرنا پڑے گا موکل کو بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہاں پر بھی مضارب کو جب معزول کر دیا جائے تو رب المال اسے معزول کر سکتا ہے لیکن اس کو خبر دینا ضروری۔ اگر خبر دینے سے پہلے اس نے جو بھی تصرف کر لیا، میں نے اسے آج معزول کر دیا مضارب کو اسے دو دن بعد اطلاع ملی، اس دو دن میں جو وہ خرید و فروخت کر چکا ہے ساری جائز ہیں اور وہ کس میں سے سمجھی جائیں گی؟ مال مضاربت میں سے ہی سمجھی جائیں گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن اگر اس کے بعد تصرفات کرتا ہے وہ اس کے اپنے شمار ہوں گے مال مضاربت میں ان کا شمار نہیں ہو گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ عَزَلَ رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارِبَ اگر معزول کر دیا رب المال نے مضارب کو وَلَمْ يَعْلَمْ بِعَزْلِهِ اور اس کو علم نہ ہوا اپنے معزول کیے جانے کا حَتَّى اشْتَرَى أَوْ بَاعَ یہاں تک کہ اس نے خریدا یا بیچا یعنی کوئی چیز خریدی بیچی فَتَصَرُّفُهُ جَائِزٌ تو اس کا یہ تصرف جائز ہے یعنی یہ کس میں سے شمار ہو گا؟ مال مضاربت میں سے۔

وَإِنْ عَلِمَ بِعَزْلِهِ وَالْمَالُ عُرُوضٌ فِي يَدِهِ فَلَهُ أَنْ يَبِيعَهَا۔ اچھا بھئی میں نے معزول کر دیا تھا مضارب کو، تو اب وہ کاروبار میں لگا ہوا تھا اس کے پاس اس وقت پانچ گاڑیاں موجود تھیں جو مال مضاربت کے ذریعے اس نے خریدی ہوئی ہیں، تو اس وقت جو اس کے پاس مال ہے، میں نے تو دی تھی اس کو کرنسی تو اس کے پاس اس وقت کرنسی نہیں ہے یا کچھ کرنسی ہے باقی سارا مال کس شکل میں ہے؟ سامان کی شکل میں ہے، کس شکل میں ہے؟ سامان کی شکل میں ہے۔ اب میں نے اسے اطلاع دے دی کہ تم معزول ہو مضاربت کا عقد ختم بھئی آج کے بعد اس میں کوئی بیع و شراء نہ کرنا، تو کہتے ہیں کیا اس کے لیے اب یہ گاڑیاں بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں اگرچہ معزول بھی کر دیں آپ اسے اور اسے علم بھی ہو گیا کہ مجھے معزول کر دیا گیا ہے پھر بھی یہ گاڑیاں بیچنا اس کے لیے جائز ہے۔ بھئی کیوں جائز ہے معزول جو کر دیا ہے؟ کہتے ہیں بھئی یہ کام کر رہا تھا نفع کے لیے، اور میں نے کیا چیز دی تھی رب المال نے اسے؟ کرنسی، تو اب گاڑیوں میں نفع کا پتا لگ سکتا ہے؟ نہیں، گاڑیوں میں تو نفع کا پتا نہیں لگ سکتا، گاڑیاں بیچے گا اور وہی جنس سے بدل لے گا اس کو یعنی کرنسی لے لے گا، کیا لے لے گا؟ کرنسی چاہیے تو پھر ہی طے ہو گا۔ مثلاً میں نے دس لاکھ دیے تھے گاڑیاں بیچ کر سارا مال آپس میں ملایا تو گیارہ لاکھ روپے ہوئے، معلوم ہوا میں نے کتنے دیے تھے؟ دس لاکھ اس میں سے نکال لیں گے تو نفع کتنا رہ گیا؟ ایک لاکھ، اب یہ ایک لاکھ نفع ہے یہ دونوں آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ اور گاڑیوں کو یعنی سامان کو بیچے بغیر اس کا پتا لگ رہا تھا کتنا نفع ہے؟ نہیں، تو لہٰذا یہ سامان کو بیچنا اس کے لیے جائز ہو گا اور وہ بھی اس وجہ سے کہ اس کے بیچے بغیر بات ہی نہیں چل سکتی آگے نفع کا تعین ہی نہیں ہو سکتا۔ تو لہٰذا اگر سامان ہو تو اس کو بیچ سکتا ہے، لیکن اگر اس کے پاس صرف کرنسی ہے گاڑی وغیرہ کوئی ہے ہی نہیں اب اس کرنسی سے وہ آگے گاڑی پھر لیتا ہے یہ تصرف اس کے لیے جائز نہیں کیونکہ اب تو پتا لگ سکتا ہے کس کا کتنا نفع ہے۔

وَإِنْ عَلِمَ بِعَزْلِهِ اور اگر اس کو علم ہوا اپنے معزول کیے جانے کا وَالْمَالُ عُرُوضٌ فِي يَدِهِ اس حال میں کہ وہ مال جو تھا وہ سامان تھا اس کے قبضے میں یعنی سامان کی شکل میں تھا فَلَهُ أَنْ يَبِيعَهَا تو اس کے لیے جائز ہے اس سامان کو بیچنا وَلَا يَمْنَعُهُ الْعَزْلُ مِنْ ذٰلِكَ اور روک نہیں سکتا معزول کرنا اس کو اس بات سے، معزول کرنا اس بات سے اسے نہیں روک سکتا بھئی کیونکہ اس کا بھی تو حصہ ہے اس کا پتا ہی تب چلے گا کہ جو جنس لی تھی سامان کو اسی جنس سے کیا کر دیا جائے؟ بدل لیا جائے بیچ کر۔ دراہم میں نے دیے تھے تو گاڑیاں بیچ کر کیا لے لے؟ دراہم کے بدلے بیچ دے گا تاکہ دراہم آ جائیں اب پتا لگ جائے گا نفع کتنا ہے راس المال کتنا دیا تھا۔ راس المال میں نے سو دیا تھا گاڑیاں بیچیں تو ایک سو تیس درہم حاصل ہوئے تو معلوم ہوا سو دراہم راس المال کے نکال کر مجھے دے دے گا اور یہ تیس درہم کیا ہیں نفع ہیں پندرہ مجھے دے دے گا اور پندرہ خود رکھ لے گا، تو اس نفع کا گاڑیوں کو بیچے بغیر پتا لگ رہا تھا کہ اس کے پندرہ درہم ہیں یا کتنے ہیں اور میرے کتنے ہیں؟ یہ پتا نہیں لگ رہا تھا۔ ثُمَّ لَا يَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِيَ بِثَمَنِهَا شَيْئًا آخَرَ پھر اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ خریدے اس سامان کے ثمن کے بدلے میں شَيْئًا آخَرَ کوئی اور چیز، کوئی اور چیز اس کے لیے خریدنا جائز نہیں ہے بھئی۔

وَإِنْ عَزَلَهُ وَرَأْسُ الْمَالِ دَرَاهِمُ أَوْ دَنَانِيرُ قَدْ نَضَّتْ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهَا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ بھئی میں نے معزول کر دیا مضارب کو اور جس وقت میں نے معزول کیا اس وقت سارا مال جو تھا درہم یا دینار کی شکل میں تھا، کس شکل میں تھا؟ درہم یا دینار کی شکل میں، سامان نہیں تھا کچھ بھی سامان سارا وہ بیچ چکا ہے اب پھر خریدنے کی تیاری کر رہا تھا کہ میں نے اس کو کیا کر دیا؟ معزول کر دیا۔ تو اب ان دراہم و دنانیر میں وہ تصرف کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں اب اسے تصرف کرنے کی اجازت نہیں، بشرطیکہ نفع کا پتا چل رہا ہو، کیا ہو؟ نفع کا پتا چل رہا ہو۔ مثلاً میں نے کیا دیے تھے اس کو؟ دراہم سو دراہم دیے تھے اور اب اس کے پاس بھی کتنے ہیں؟ سارے دراہم ہی ہیں ایک سو پچاس دراہم ہیں، تو میں نے بھی دراہم دیے تھے اس کے پاس بھی اس وقت صرف دراہم ہیں نفع کا پتا چل رہا ہے اور راس المال کا پتا چل رہا ہے یا نہیں چل رہا؟ چل رہا ہے، سو دراہم نکالے گا پچاس دراہم نفع ہے وہ آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ میں نے دراہم دیے تھے اور اس وقت اس کے پاس دراہم بھی ہیں دینار بھی ہیں، راس المال تھا سو دراہم اور اس وقت اس کے پاس ایک سو دس دراہم ہیں اور بیس دینار ہیں، اب بھی راس المال اور نفع کا پتا چل رہا ہے یا نہیں چل رہا بھئی؟ چل رہا ہے، ایک سو دس دراہم ابھی بھی اس کے پاس ہیں ان میں سے سو دے دے گا مجھے یہ راس المال، کتنے رہ گئے؟ دس دراہم اور بیس دینار، تو دراہم میں سے پانچ میرے اور دیناروں میں سے دس میرے باقی اس کے ہو جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تیسری صورت: اس کے پاس دینار ہیں اور میں نے دراہم دیے تھے، یعنی اگر دراہم ہیں بھی تو راس المال سے تھوڑے ہیں، مثلاً میں نے اسے دیے تھے راس المال سو درہم اور اس وقت اس کے پاس پچاس درہم ہیں اور پچاس ہی دینار ہیں، کیا ہیں پچاس ہی؟ دینار، تو اب اس کے لیے جائز ہے کہ ان دیناروں کو بیچ کر ان کے بدلے کیا لے لے؟ درہم لے لے کیونکہ راس المال اور نفع کو الگ الگ کرنا ہے اور نفع کا پتا پھر لگے گا تو ان کے بدلے جائز ہے اس کے لیے کہ درہم لے لے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

یہ معنی ہے وَإِنْ عَزَلَهُ وَرَأْسُ الْمَالِ دَرَاهِمُ أَوْ دَنَانِيرُ اور اگر اس نے اس کو معزول کر دیا اور راس المال دراہم یا دینار تھے قَدْ نَضَّتْ، نَضَّ کا معنی ہے نقد ہونا، نقدی ہو جانا، نقد ہونا۔ اور راس المال ایسے دراہم یا ایسے دینار ہیں قَدْ نَضَّتْ جو نقد ہو چکے ہیں یعنی سامان کی صورت میں نہیں ہیں بلکہ کس صورت میں ہیں؟ نقد کی صورت میں فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهَا تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس میں تصرف کرے۔

وَإِذَا افْتَرَقَا وَفِي الْمَالِ دُيُونٌ وَقَدْ رَبِحَ الْمُضَارِبُ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے بھئی آپ سے عقد مضاربت کیا تھا، اب آپ تجارت میں لگے ہوئے ہیں تجارت کرتے کرتے ایک دن کوئی بات ایسی ہوئی میں نے آپ کو معزول کر دیا کہ بس بھئی تمہارے اور میرے درمیان عقد مضاربت کیا ہوا؟ ختم بھئی، یا آپس میں اختلاف آیا عقد مضاربت ہم نے ختم کر دیا جدا ہو گئے ایک دوسرے سے بھئی۔ اب اتفاق سے کچھ مال ابھی دیون کی شکل میں ہے، کچھ مال تو نقد پڑا ہے اور کچھ مال کس صورت میں ہے؟ دیون کی شکل میں۔ بھئی میں نے تو آپ کو سو درہم دیے تھے لیکن اب آپ کاروبار میں لگے ہوئے ہیں سارے پیسے آپ کے پاس نہیں ہیں، کچھ پیسے آپ کے پاس موجود ہیں اور کچھ پیسے ابھی آپ نے زید سے وصول کرنے ہیں کچھ عمرو سے وصول کرنے ہیں کچھ بکر سے وصول کرنے ہیں کیونکہ تجارت میں تو ایسا ہوتا ہی ہے سارے نقد دیتے ہیں یا ادھار بھی چلتا ہے بیچ میں؟ ادھار بھی چلتا ہے، تو مضارب جو تھا اس نے ابھی کچھ دیون کسی سے وصول کرنے تھے جو اسی مال مضاربت میں سے ہیں اور ہم دونوں اب جدا ہو چکے۔ اب کیا کریں گے وہ دیون کون وصول کرے گا، کیا ہم مضارب کو بعد میں مجبور کر سکتے ہیں قاضی مجبور کر سکتا ہے کہ جاؤ بھئی دیون وصول کر کے لاؤ؟ کہتے ہیں یہاں دو صورتیں ہیں: مضارب نفع کما چکا ہے یا نفع اس نے نہیں کمایا۔ اگر اس نے نفع نہیں کمایا تو ابھی تو اس بیچارے کو کچھ بھی نہیں ملا، سمجھ میں آیا؟ معلوم ہوا اس نے ابھی تک جتنا بھی کام کیا بطور احسان کے کر تا رہا ہے اپنی طرف سے ایک زائد کام کر تا رہا ہے اسے ابھی کچھ حاصل ہی نہیں ہوا، اب اسے قاضی مجبور نہیں کر سکتا کہ جا کر کیا کرو قرضے وصول کرو۔ تو پھر کیا کریں گے؟ کہتے ہیں مالک جائے اور قرضے وصول کرے۔ بھئی مالک کو تو وہ جانتے ہی نہیں ہیں تجارت تو یہ کر تا رہا ہے مالک تو گھر بیٹھا ہوا تھا انہیں کیا پتا ہے؟ کہتے ہیں یہ جو مضارب ہے چونکہ عقد اس نے سارے کیے ہیں تو وہ تو اسی کو دین دیں گے تو یہ اس مالک کو اپنا وکیل بنا دے کہ جاؤ میری طرف سے جا کر ان سے کیا کر لو قرضے وصول کر لو، تو یہ مالک جائے گا لیکن اپنے مالک ہونے کی حیثیت سے نہیں جائے گا کس حیثیت سے جائے گا؟ اس کے وکیل ہونے کی حیثیت سے کیونکہ عقد اس نے کیے ہیں تو وہ اسی کو مال دیں گے۔

اور اگر یہ نفع کما چکا ہے اب قاضی اسے مجبور کرے گا بھئی، کیا کرے گا؟ قاضی مجبور کرے گا اس پر جبراً اسے بھیجے گا کہ جاؤ بھئی قرضے لوگوں سے وصول کر کے لاؤ۔ بھئی اب کیوں مجبور کریں گے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ مضارب کی مثال اجیر کی طرح ہوتی ہے ملازم کی طرح ہوتی ہے، اور ملازم کو جب اجرت دے دی جائے تو اسے کام پورا کرنا پڑتا ہے یا نہیں کرنا پڑتا؟ اسے کام پورا کرنا پڑتا ہے، تو یہاں پر بھی یہ مضارب اجیر کے درجے میں ہے اور یہ اپنا نفع حاصل کر چکا ہے تو یہ اس اجیر کی طرح ہوا جس کو اس کی اجرت دی جا چکی ہے، اور اجیر کے ذمے کیا ہوتا ہے کام کو پورا کرنا تو یہاں بھی دیون کا وصول کرنا یہ کام پورے کرنے

کے ضمن میں ہی آتا ہے اس کے بغیر تو کام پورا نہیں، تو لہٰذا یہ اس پر ضروری ہو جائے گا۔

وَإِذَا افْتَرَقَا اور جب دونوں جدا ہو گئے وَفِي الْمَالِ دُيُونٌ اس حال میں کہ مال کے اندر کیا تھے؟ دیون تھے یعنی دوسروں پر قرضہ باقی تھا وَقَدْ رَبِحَ الْمُضَارِبُ فِيهِ اور تحقیق نفع کما چکا ہے مضارب اس کے اندر أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ تو مجبور کرے گا حاکم اس کو عَلَى اقْتِضَاءِ الدُّيُونِ کس چیز پر؟ دیون کے مطالبہ کرنے پر ان کے تقاضا کرنے پر کہ جا کر تقاضا کرو اور وصول کر کے لاؤ۔ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْمَالِ رِبْحٌ اور اگر مال کے اندر کوئی نفع نہ تھا لَمْ يَلْزَمْهُ الِاقْتِضَاءُ تو اس پر تقاضا کرنا لازم نہیں ہے۔ وَيُقَالُ لَهُ پھر کیا کریں گے جب اس پر تقاضا لازم نہیں ہے بھئی؟ ہاں رب المال کو وکیل بنائے: وَيُقَالُ لَهُ وَكِّلْ رَبَّ الْمَالِ فِي الِاقْتِضَاءِ اور اسے کہا جائے گا کہ وکیل بنا دے تو رب المال کو تقاضے کے اندر۔

وَمَا هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ فَهُوَ مِنَ الرِّبْحِ دُونَ رَأْسِ الْمَالِ اور وہ جو ہلاک ہو مال مضاربت میں سے وہ نفع میں سے شمار کیا جائے گا نہ کہ راس المال میں سے۔ بھئی صورت مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو پیسے دیے اس سے تجارت کرو نفع آدھا آدھا ہو گا، آپ گئے آپ نے تجارت شروع کر دی اور ایک مہینے بعد ایک لاکھ تیس ہزار ہو گئے، لاکھ سے کتنے ہو گئے؟ ایک لاکھ تیس ہزار ہو گئے۔ پھر اس کے بعد تیس ہزار نفع ہوا پھر خسارہ ہوا ایک دم مولانا اور بیس ہزار کا نقصان ہو گیا۔ تو اب مضارب کہتا ہے بھئی پچھلے مہینے کتنا نفع ہوا تھا؟ تیس ہزار، رب المال کو کہتا ہے پندرہ ہزار میرے ہو گئے پندرہ ہزار آپ کے ہو گئے اور یہ جو نقصان ہوا ہے یہ آپ کے مال میں سے ہوا ہے، کس میں سے ہوا ہے؟ راس المال میں سے ہوا ہے نقصان! نہیں نہیں یاد رکھنا نقصان کو پہلے کس کی طرف پھیرا جائے گا؟ نفع کی طرف پھیرا جائے گا، اس لیے کہ راس المال ہے اصل اور نفع ہے تابع۔ راس المال کیا ہے؟ اصل اور نفع ہے تابع، لہٰذا اصل کو باقی رکھنا چاہیے یا تابع کو باقی رکھنا چاہیے؟ اصل کو باقی رکھنا چاہیے تو جو نقصان ہو وہ کس میں شمار کرنا چاہیے؟ نفع میں۔ لہٰذا ہم کہیں گے نہیں نہیں راس المال تو اصل ہے تو اس کو تو باقی رکھنا چاہیے تو لہٰذا یہ نقصان کس میں شمار کیا جائے گا؟ نفع میں سے، تو پچھلے مہینے تھے ایک لاکھ تیس ہزار اس مہینے بیس ہزار نقصان ہوا تو وہ تیس ہزار میں سے بیس ہزار چلے گئے نفع صرف کتنا رہ گیا؟ دس ہزار۔ یہ معنی ہے بھئی: وَمَا هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ فَهُوَ مِنَ الرِّبْحِ دُونَ رَأْسِ الْمَالِ اور وہ جو ہلاک ہو جائے مال مضاربت میں سے تو وہ نفع میں سے ہے نہ کہ راس المال میں سے۔

اچھا کتنا رہ گیا نفع؟ دس ہزار، اگلے مہینے بیس ہزار اور نقصان ہو گیا تو اب تو وہ دس ہزار نفع کے بھی گئے اب تو صرف راس المال ہی باقی ہے تو باقی کٹوتی کس میں سے شمار ہو گی؟ راس المال میں سے، کتنا رہ گیا راس المال؟ نوے ہزار۔ نوے ہزار رہ گیا تو دس ہزار تو ضائع ہو امیر امال تو کیا مضارب پر ضمان آئے گا؟ مضارب پر ضمان نہیں کیونکہ یہ مال اس کے پاس بطور امانت کے ہے۔ یہ معنی ہے فَإِنْ زَادَ الْهَالِكُ عَلَى الرِّبْحِ اگر وہ ہلاک شدہ مال بڑھ جائے نفع پر فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُضَارِبِ فِيهِ تو کوئی ضمان نہیں ہے مضارب پر اس میں۔

تیسری صورت مولانا: میں نے آپ کو مال دیا کہ جاؤ اس کے ساتھ تجارت کرو نفع ہم دونوں آدھا آدھا تقسیم کریں گے، آپ نے محنت کی بھئی محنت کرتے رہے ایک مہینے بعد مال شمار کیا، دیا میں نے ایک لاکھ تھا مہینے بعد ایک لاکھ تیس ہزار ہو چکا ہے، ہم دونوں نے وہ نفع تقسیم کر لیا پندرہ ہزار آپ نے اپنی جیب میں ڈالے پندرہ ہزار مجھے لا کر دیے، اب پھر آپ نے کام شروع کر دیا اب نقصان ہو گیا، بیس ہزار اگلے مہینے نقصان ہوا اور آپ نے پڑھا کہ نقصان کو کس کی طرف پھیرا جائے گا؟ نفع کی طرف، نفع تو ہم جیب میں ڈال چکے ہیں! کہتے ہیں کوئی حرج نہیں واپس نکالو، کیا کرو؟ واپس نکالو بھئی راس المال کو نہیں ختم کرنا، لہٰذا دس ہزار میں دے دوں گا اور دس ہزار آپ اپنی جیب سے واپس دے دیں یہ بیس ہزار نقصان ختم ہوا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یعنی کہ نفع تقسیم بھی کر چکے ہیں اس کو کیا کر دیا جائے گا؟ واپس کیا جائے گا۔

وَإِنْ كَانَا يَقْتَسِمَانِ الرِّبْحَ اور اگر وہ دونوں نفع کو تقسیم کر چکے ہیں وَالْمُضَارَبَةُ عَلَى حَالِهَا اور مضاربت اپنے حال پر ہے یعنی ابھی تک عقد مضاربت جاری ہے ثُمَّ هَلَكَ الْمَالُ كُلُّهُ أَوْ بَعْضُهُ پھر مال ہلاک ہوا سارا کا سارا یا بعض مال تَرَادَّا، تثنیہ کا صیغہ ہے بھئی واپس لوٹائیں گے دونوں الرِّبْحَ کس کو؟ نفع کو حَتَّى يَسْتَوْفِيَ رَبُّ الْمَالِ رَأْسَ الْمَالِ یہاں تک کہ پورا وصول کر لے گا رب المال کس کو؟ راس المال کو، ہاں اس کے راس المال کو یعنی پورا رکھنا ہے وہ پورا وصول کرے گا۔ فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ كَانَ بَيْنَهُمَا پس اگر کچھ باقی بچ گیا تو وہ ان دونوں کے بیچ ہو گا۔ بھئی دیکھو صورت مسئلہ وہی ہے: میں نے ایک لاکھ دیا تھا مہینے بعد کتنا ہو گیا؟ ایک لاکھ تیس ہزار، آپ نے پندرہ ہزار اپنی جیب میں ڈالے اور پندرہ ہزار مجھے دیے، اگلے مہینے کتنا نقصان ہوا؟ بیس ہزار ہوا۔ بیس ہزار جب نقصان ہو گیا تو اب عقد مضاربت مثلاً ہم دونوں ختم کرنا چاہتے ہیں تو اب کیا کریں بھئی؟ کہتے ہیں نفع واپس نکالو، چنانچہ پندرہ ہزار آپ نے اپنی جیب میں ڈالا پندرہ ہزار میں نے اپنی جیب میں ڈالا راس المال ہے ایک لاکھ اگلے مہینے بیس ہزار کا نقصان ہوا کتنے رہ گئے باقی؟ اسی ہزار، اب

ہم عقد مضاربت ختم کرنا چاہتے ہیں تو راس المال کو پورا کرنا ہے یا نہیں کرنا؟ کرنا ہے تو پندرہ ہزار آپ نے نکالے پندرہ ہزار میں نے نکالے اب اس میں سے کتنے چاہئیں؟ بیس ہزار راس المال میں ڈالے سارا رب المال نے ایک لاکھ پورا وصول کر لیا، اب کچھ بچا یا کچھ بھی نہیں بچا؟ کچھ بچ گیا اب اسے تقسیم کر لو جتنا جس کا حصہ بنتا ہے، یہ معنی ہے بھئی۔ تو تَزَادَّا الرِّبْحَ دونوں نفع کو واپس کریں گے حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ رَبُّ الْمَالِ رَأْسَ الْمَالِ یہاں تک کہ رب المال کیا کر لے راس المال کو پورا وصول کر لے فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ كَانَ بَيْنَهُمَا پس اگر کچھ باقی بچ گیا تو ان دونوں کے بیچ ہو گا تقسیم ہو گا۔

وَإِنْ نَقَصَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ۔ بھئی نقصان پچاس ہزار ہوا تھا، تو پندرہ پندرہ ہزار ہم نے جیب میں ڈال لیے ایک لاکھ باقی ہے اگلے مہینے پچاس ہزار کا نقصان ہو گیا کتنا رہ گیا مال؟ صرف پچاس ہزار، اب راس المال کو تو پورا کرنا ہے ہم نے کتنا جیب میں ڈالا تھا؟ پندرہ پندرہ ہزار وہ واپس ملا یا کتنا ہو گیا؟ اسی ہزار ہو گیا تو راس المال تو ابھی بھی پورا نہیں ہو رہا تو کیا اب ضمان آئے گا مضارب پر؟ ضمان نہیں آئے گا کیونکہ وہ تو امین ہے۔ وَإِنْ نَقَصَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ لَمْ يَضْمَنِ الْمُضَارِبُ اور اگر کم ہوا راس المال سے مال بھئی لَمْ يَضْمَنِ الْمُضَارِبُ تو مضارب ضامن نہیں ہو گا اس لیے کیونکہ وہ تو امین تھا مال اس کے پاس بطور امانت کے تھا۔

وَإِنْ كَانَا اقْتَسَمَا۔ تیسری صورت مولانا: آپ نے اور میں نے عقد مضاربت کیا میں نے ایک لاکھ روپے دیے ایک مہینے بعد ایک لاکھ تیس ہزار ہو گئے ہم دونوں نے آپس میں پندرہ پندرہ ہزار نفع تقسیم کر لیا اور عقد مضاربت ختم کر دیا۔ عقد مضاربت کیا کیا؟ ختم کر دیا۔ دو چار دن بعد پھر خیال آیا پھر میں نے آپ سے کہا لو بھئی یہ پیسے لو اور کیا کرو؟ کاروبار کرو، آپ نے اس سے کاروبار شروع کیا اگلے مہینے بیس ہزار نقصان ہو گیا، کتنا ہو گیا؟ بیس ہزار نقصان ہو گیا، اب میں نے عقد مضاربت ختم کرنا چاہا آپ نے مجھے اسی ہزار روپے دیے۔ میں نے کہا بھئی اسی ہزار کس چیز کے دیتے ہو وہ نفع جو جیب میں ڈال چکے ہو وہ نکالو بھئی وہ ملائیں گے راس المال کو پورا کرنا ضروری ہے تم نے قدوری میں پڑھا ہے یا نہیں پڑھا بھئی؟ ہاں تو آپ کہیں گے نہیں بھئی یہ صاحب قدوری بالکل آخری سطروں میں بتلا رہے تھے کہ ایک دفعہ عقد مضاربت ختم کر دیا تو اس کا نفع اگلے عقد مضاربت سے اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے اس کے اندر اس کو واپس نہیں کریں گے کیونکہ وہ تو پچھلے عقد کا نفع تھا وہ تو عقد ہی ختم ہو چکا یہ تو نیا عقد ہے اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ وَإِنْ كَانَا اقْتَسَمَا الرِّبْحَ اور اگر دونوں نے نفع کو تقسیم کر لیا وَفَسَخَا الْمُضَارَبَةَ اور دونوں نے فسخ کر دیا عقد مضاربت کو ثُمَّ عَقَدَاهَا پھر دونوں نے کیا کر لیا؟ پھر عقد کر لیا مضاربت کا فَهَلَكَ الْمَالُ أَوْ بَعْضُهُ پھر سارا مال ہلاک ہوا یا بعض مال لَمْ يَتَرَادَّا الرِّبْحَ الْأَوَّلَ تو دونوں وہ پہلے نفع کو واپس نہیں لوٹائیں گے۔

وَيَجُوزُ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَبِيعَ بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ۔ اچھا بھئی میں نے آپ کو مال دیا کہ جاؤ اس سے تجارت کرو نفع آدھا آدھا ہو گا، کیا آپ اس کے ذریعے ادھار بیچ سکتے ہیں یا نقد ہی بیچنا ضروری؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ادھار بھی بیچ سکتے ہیں تاجروں کے ہاں تو اکثر معاملات ہوتے ہی کس طرح ہیں؟ ادھار ہوتے ہیں تو ادھار بیچنا بھی جائز۔ لیکن ادھار یاد رکھو مولانا اگر میں نے منع کر دیا کہ ادھار نہیں بیچنا پھر آپ کے لیے ادھار بیچنا جائز نہیں، میں نے کہا نقد ہی بیچنا بس بھئی۔ اور اگر میں نے کوئی روک ٹوک نہیں کی تو ادھار تو معاملات چلتے ہی ہیں پھر آپ کو ادھار بیچنے کی بھی اجازت ہے لیکن ادھار بھی اتنا ہونا چاہیے جتنا عام طور پر تاجر کرتے ہیں بھئی، مثلاً تاجر ایک دوسرے کو پندرہ بیس دن یا مہینے کی مہلت دے دیا کرتے ہیں تو آپ بھی اتنی مہلت کسی کو دے سکتے ہیں اس سے زیادہ مدت کا ادھار کرنا آپ کے لیے درست نہیں۔ یہ معنی ہے وَيَجُوزُ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَبِيعَ بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ اور جائز ہے مضارب کے لیے کہ وہ بیچے نقد کے ساتھ اور ادھار کے ساتھ۔

وَلَا يُزَوِّجُ عَبْدًا وَلَا أَمَةً مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ اور نکاح نہیں کروا سکتا کسی غلام کا یا کسی باندی کا مال مضاربت میں سے۔ بھئی آپ کو میں نے مال مضاربت دیا بھئی یہ لو دس لاکھ روپے جاؤ اس سے کیا کرو؟ کاروبار کرو، آپ نے تجارت شروع کر دی بھئی غلام اور باندیاں خرید لیں بھئی اب آپ نے ان کے نکاح کروانا شروع کر دیے بھئی، کیا کر رہے ہیں؟ نکاح کروا رہے ہیں! نہیں بھئی میں نے آپ کو ان چیزوں کی اجازت دی ہے جو تجارت میں ہوا کرتی ہیں، یہ نکاح ہوتے ہیں تجارت میں بھئی؟ اس کی اجازت نہیں ہو گی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُزَوِّجُ عَبْدًا وَلَا أَمَةً نکاح نہیں کروا سکتا شادی نہیں کروا سکتا کسی غلام یا کسی باندی کی مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ کس میں سے؟ مال مضاربت میں سے، ہاں ویسے کرواتا ہے کرواتا رہے مال مضاربت میں سے کروانے کی اجازت نہیں۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۶: کتاب الوکالۃ (۱): وکالت کی مشروعیت، وکیل بالبیع اور وکیل بالشراء میں حقوقِ عقد کس کی طرف راجع ہوتے ہیں؟ (امام اعظم وصاحبین)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۶ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْوَكَالَةِ۔ كُلُّ عَقْدٍ جَازَ أَنْ يَعْقِدَهُ الْإِنْسَانُ بِنَفْسِهِ جَازَ أَنْ يُوَكِّلَ بِهِ غَيْرَهُ، وَيَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِالْخُصُومَةِ فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ وَإِثْبَاتِهَا، وَيَجُوزُ بِالِاسْتِيفَاءِ إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ فَإِنَّ الْوَكَالَةَ لَا تَصِحُّ بِاسْتِيفَائِهَا مَعَ غَيْبَةِ الْمُوَكَّلِ عَنِ الْمَجْلِسِ۔[۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

جی آج وکالت کے بارے میں ہم پڑھیں گے بھئی، وکالت۔ جی وکالت کے ساتھ بین السطور آپ کے لکھا ہو گا وَهِيَ الْحِفْظُ لُغَةً بھئی۔ لغت میں یعنی عربی زبان میں اس کا کیا معنی ہے؟ حفاظت کرنا بھئی۔ وَفِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ إِقَامَةِ الْغَيْرِ مَقَامَهُ فِي تَصَرُّفٍ مَعْلُومٍ۔ اور اصطلاحِ شریعت میں وکالت کس کو کہتے ہیں؟ إِقَامَةُ الْغَيْرِ غیر کو قائم کرنا مَقَامَهُ اپنی جگہ پر فِي تَصَرُّفٍ مَعْلُومٍ کس کے اندر؟ کسی معلوم تصرف کے اندر بھئی۔ میں نے ایک شخص کو بھیجا کہ جاؤ میرے لیے ایک گاڑی خرید کر لاؤ۔ تو دیکھو اپنے مال میں سے گاڑی خریدنا یہ میرا حق تھا لیکن میں نے غیر کو کیا کر دیا؟ اپنا قائم مقام کر دیا کہ وہ میرے مال میں سے کیا کر لے؟ میرے لیے ایک گاڑی خرید لے۔ تو یہ معنی ہے عَنْ إِقَامَةِ الْغَيْرِ مَقَامَهُ کہ شریعت میں یہ عبارت ہے غیر کو اپنا

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَجُوزُ بِالِاسْتِيفَاءِ إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ فَإِنَّ الْوَكَالَةَ لَا تَصِحُّ بِاسْتِيفَائِهَا مَعَ غَيْبَةِ الْمُوَكَّلِ عَنِ الْمَجْلِسِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويجوز التوكيل بالاستيفاء إلا في الحدود والقصاص فإن الوكالة لا تصح باستيفائهما مع غيبة الموكل عن المجلس» منقول ہے۔

جدول—کتاب الوکالۃ: کن عقود میں حقوقِ عقد وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور کن میں مؤکل کی طرف؟:

قسمِ وکیل / عقد	عقد کی نسبت	حقوقِ عقد (تسلیم، قبضہ، مطالبۂ ثمن، رد بعیب)
۱۔ وکیل فی النکاح، الخلع، والصلح عن دم العمد	سفیر و معبر محض ہوتا ہے؛ عقد کو مؤکل کی طرف منسوب کرنا ضروری ہے	حقوقِ عقد اصلاً **مؤکل** کی طرف راجع ہوتے ہیں، وکیل سے مہر وغیرہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا (الا یہ کہ ضامن بنے)۔
۲۔ وکیل بالبیع، الشراء، والاجارۃ (اموالِ معاوضہ)	اپنی طرف عقد کی نسبت کرتا ہے	تمام حقوقِ عقد **عاقد (وکیل)** کی طرف راجع ہوتے ہیں؛ بائع وکیل ثمن پر قبضہ کرے اور مشتری وکیل مبیع پر قبضہ کرے اور عیب کی وجہ سے رد کر سکے۔

قائم مقام کرنافِي تَصَرُّفٍ مَعْلُومٍ کسی معلوم تصرف میں۔ تو یہاں بھی ایک معلوم تصرف تھا، گاڑی کا خریدنا تھا، اس میں میں نے غیر کو کیا کر دیا؟ اپنا قائم مقام بنادیا۔

تَوَكُّلُ عَقْدٍ جَازَ أَنْ يَعْقِدَهُ الْإِنْسَانُ بِنَفْسِهِ جَازَ أَنْ يُوَكِّلَ بِهِ غَيْرَهُ۔ ہر ایسا عقد کہ جائز ہو کہ وہ معاملہ کرے انسان اپنے نفس سے، کہ وہ معاملہ کر سکے انسان خود، جَازَ تو جائز ہے أَنْ يُوَكِّلَ بِهِ غَيْرَهُ کہ وکیل بنادے اس پر اپنے علاوہ کو۔ اپنے علاوہ کو کیا کر دے اس میں؟ وکیل بنادے۔ ہر وہ عقد جو انسان خود کر سکتا ہے جائز ہے کہ اس میں کیا کرے؟ غیر کو وکیل بنادے بھئی۔ دیکھو اپنے مال میں سے گاڑی خریدنا، کیا یہ تصرف میں کر سکتا تھا یا نہیں کر سکتا تھا؟ کر سکتا تھا۔ تو اسی میں میں نے غیر کو کیا کیا؟ وکیل بنادیا، تو یہ جائز ہے مولانا۔ تو ہر ایسا عقد کہ انسان کے لیے خود وہ عقد کرنا جائز ہو، جائز ہے کہ اس میں وکیل بنادے اپنے علاوہ کو یعنی کسی اور کو۔ وَيَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِالْخُصُومَةِ فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ وَإِثْبَاتِهَا۔ اور توکیل یعنی توکیل کا معنی وکیل بنانا، وکیل بنانا جائز ہے، توکیل بالخصومت یعنی خصومت میں وکیل بنانا جائز ہے فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ تمام حقوق کے اندر وَإِثْبَاتِهَا اور ان کے اثبات میں، ان کو ثابت کرنے میں بھئی۔ وَيَجُوزُ بِالِاسْتِيفَاءِ اور استیفاء کا معنی وصول کرنا، اور جائز ہے وصول کرنے میں بھی بھئی۔

بھئی دیکھیے خصومت بھئی، خصومت۔ کسی کے ساتھ مقدمہ چلتا ہے، قاضی کے پاس خصومت ہوتی ہے مولانا، تو اس کے اندر یہ خصومت اب دو طرح کی ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کوئی آپ پر دعویٰ کرتا ہے کہ آپ نے میرے ایک لاکھ روپے دینے ہیں۔ اور دوسری صورت یہ کہ آپ کسی شخص پر دعویٰ کرتے ہیں کہ تم نے میرے کیا کرنے ہیں؟ ایک لاکھ دینے ہیں۔ تو دو قسم کے حقوق ہو گئے۔ کچھ وہ ہیں جو آپ پر ہیں، دوسرے نے آپ پر دعویٰ کیا کہ آپ نے کتنے پیسے اس کے دینے ہیں؟ ایک لاکھ روپیہ۔ اور دوسری صورت یہ آپ کسی پر دعویٰ کرتے ہیں تو اس صورت میں آپ نے اس سے کیا کرنے ہیں؟ ایک لاکھ وصول کرنے ہیں۔ تو دونوں طرح کی خصومتوں کے اندر چاہے وہ ادائے حقوق سے متعلق ہوں چاہے وہ وصولیِ حقوق سے متعلق ہوں، دونوں کے اندر وکیل بنانا جائز ہے۔ زید نے میرے اوپر مقدمہ کر دیا، قاضی کے پاس چلا گیا، خصومت تھی کہ اس نے میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، میں نے بکر کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دیا کہ جاؤ میری طرف سے جواب دو بھئی، میں نے تو اس کا کوئی پیسہ نہیں دینا بھئی، تو یہ درست ہے مولانا۔ یا میں نے زید پر دعویٰ کر دیا کہ زید نے کیا کرنے ہیں؟ میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، اس کے اور میرے درمیان عقد ہوا تھا۔ تو اس میں بھی میں کیا کر سکتا ہوں؟ کسی تیسرے کو وکیل بنا کر بھیج سکتا ہوں کہ جاؤ میری طرف سے یہ مقدمہ لڑو بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ دونوں طرح بھئی۔

تو یہ معنی ہے وَيَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِالْخُصُومَةِ فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ اور جائز ہے توکیل بالخصومت تمام حقوق کے اندر وَإِثْبَاتِهَا اور ان کے ثابت کرنے میں، وَيَجُوزُ بِالِاسْتِيفَاءِ اور جائز ہے اس کے حقوق کے وصول کرنے میں بھی، إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ مگر حدود اور قصاص کے اندر بھئی۔ حدود اور قصاص کے اندر بھئی، ان میں وصولی کے لیے کسی کو وکیل بنانا درست نہیں ہے بھئی۔ حد کسی سے وصول کرنے کے لیے یعنی اس پر لگوانے کے لیے یا مولانا قصاص کسی سے لینے کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنانا صحیح نہیں بھئی۔ اس لیے کہ حدود اور قصاص وہ چیزیں ہیں جو شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ کس کی وجہ سے؟ شبہ کی وجہ سے۔

بھئی قصاص تو آپ جانتے ہیں، مثلاً ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو جان بوجھ کر آلۂ قتل کے ذریعے قتل کر دیا تو قصاص میں اس آدمی کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا بھئی۔ تو اب ایک شخص دوسرے کو کیا بناتا ہے؟ وکیل بناتا ہے کہ جاؤ بھئی زید پہ مقدمہ کرو اور اس سے قصاص لو، اس نے میرے فلاں عزیز کو قتل کر دیا ہے۔ وکیل جاتا ہے اور جا کر مقدمہ لڑتا ہے مولانا، تو اب تو زید پر قصاص ثابت ہو رہا ہے، اس سے قصاص لیا جائے گا، تو یہاں پر وکیل بنانا صحیح نہیں قصاص کی وصولی کے لیے۔ اس لیے کہ قصاص ایسی چیز ہے جو شبہ کی وجہ سے کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جایا کرتی ہے۔ تو شبہ موجود ہے، یہاں مؤکل کا ہونا ضروری ہے، مؤکل کا ہونا، کیونکہ معاف کرنے کا شبہ موجود ہے بھئی۔ ہو سکتا ہے مؤکل کو کیا ہو؟ آخری لمحے میں رحم آ جائے اور وہ قصاص سے رک جائے اور اس مجرم کو کیا کر دے؟ معاف کر دے بھئی۔ وکیل کو تو معاف کرنے کا حق نہیں ہے، تو یہاں چونکہ معاف کرنے کا شبہ آ گیا لہٰذا یہاں پر اب کسی کو قصاص کی وصولی میں کسی کو وکیل بنانا درست نہیں۔

اسی طرح حدود بھی شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جایا کرتی ہیں بھئی، حدود بھئی۔ حدود میں نے بتایا تھا آپ کو سزائیں دو قسم پر ہیں۔ کچھ وہ سزائیں ہیں جو قاضی دیتا ہے، اللہ کی طرف سے مقرر نہیں ہیں، قاضی اپنی صوابدید پر جو مناسب سزا سمجھتا ہے اس کے مطابق سزا دے دیتا ہے۔ اور کچھ سزائیں وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر ہیں، اس کے اندر کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا بھئی۔ اور ایک دفعہ قاضی کے پاس چلا گیا مسئلہ تو اب وہ ثابت ہوتا ہے تو اب صاحبِ حق بھی معاف

کرنا چاہے تو معاف نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ کس کی طرف سے مقرر ہے؟ اللہ کی طرف سے یہ سزا مقرر ہے، تو جب جرم ثابت ہوا ہے تو اب یہ سزا اس کو بھگتنا ہی پڑے گی، اب اس میں معافی کی گنجائش نہیں۔ معاف کرنا تھا تو پہلے معاف کرنا تھا، قاضی کے پاس پہنچا کر اب معاف نہیں کر سکتا بھئی۔ ان کو حدود کہتے ہیں۔ جیسے ڈاکو پر حد ہے، اس کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کو کاٹا جاتا ہے۔ چور پر حد ہے، اس کے ایک ہاتھ کو کاٹا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی نے دوسرے پر تہمت لگائی تو اس کو کیا کیا جاتا ہے؟ حدِ قذف اسی کوڑے لگتے ہیں بھئی۔ اسی طرح کیا کیا کسی نے؟ شراب پی اور ثابت ہوتی ہے تو اس پر بھی حد جاری ہوتی ہے، کوڑے لگیں گے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ حدود ہیں بھئی۔

تو یہ حدود جو ہیں یہ ادنیٰ شبہ سے بھی کیا ہو جایا کرتی ہیں؟ ساقط ہو جایا کرتی ہیں، ساقط ہو جاتی ہیں۔ تو اب دیکھو ایک آدمی نے دوسرے کی چوری کی تھی اور یہ اس کو لے گیا قاضی کے پاس اور اس پر اب چوری کا مقدمہ چلاتا ہے تاکہ اس پر حد لگوائی جائے، تو اس میں اس مؤکل کا خود موجود ہونا ضروری ہے، یہ نہیں کر سکتا وہ کس کو بھیج دے؟ وکیل کو بھیج دے۔ اس لیے کہ وکیل تو جا کر وہی بات کرے گا جو اسے مؤکل نے کہی ہے کہ قاضی صاحب! یہ جو آدمی ہے اس نے میرے مؤکل کی چوری کی ہے اور یہ یہ گواہ موجود ہیں، لہٰذا اس پر کیا جاری کی جائے؟ حد جاری کی جائے۔ جبکہ مؤکل کی طرف سے شبہ ہے، شاید وہ جا کر یوں نہ کہے قاضی صاحب اس نے میری چوری کی ہے، کیونکہ چوری کا لفظ کہے گا تو پھر کیا آئے گی؟ حد۔ ہاں اگر لفظ بدل دیتا ہے پھر حد نہیں آئے گی، مثلاً یہ کہتا ہے قاضی صاحب اس نے میرا مال دینا ہے۔ وہ جو مال لے کر گیا ہے وہ چور نے دینا ہے یا نہیں دینا بھئی؟ دینا ہے۔ تو اب اگر لفظ کہتا ہے چوری کا، اس نے میری چوری کی ہے پھر تو حد آتی ہے، لیکن اگر کیا کہتا ہے؟ قاضی صاحب میرا مال اس کے ذمے ہے، اس نے مال دینا ہے، اب دیکھو وہ حد سے بچ گیا۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا مؤکل کا ہونا ضروری ہے کہ ہو سکتا ہے وہ کیا کرے؟ چوری کے بجائے کیا کہہ دے؟ ہاں آخر میں رحم آیا کہیں اس کا ہاتھ نہ کٹ جائے چلو میں چھوڑ دیتا ہوں، تو چوری کا نام ہی نہیں لیتا بلکہ کیا نام لیتا ہوں کہ اس نے میرا مال دینا ہے بھئی۔

یا اسی طرح ایک شخص نے دوسرے پر زنا کی تہمت لگائی بھئی، زنا کا الزام لگایا، وہ اسے اٹھا کر قاضی کے پاس لے گیا مولانا کہ قاضی صاحب اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے، تو اس مسئلے کے اندر بھی وہ وکیل نہیں بھیج سکتا بلکہ اس کا خود حاضر ہونا ضروری۔ کیوں؟ اس لیے کہ وکیل کو بھیجے گا تو وکیل کیا کرے گا؟ پورا مقدمہ اسی طرح چلائے گا اور سزا ثابت ہو جائے گی اور اس پر حد جاری ہو گی بھئی، اسے اسی کوڑے لگیں گے۔ لیکن مؤکل وہ ہو سکتا ہے بھئی وہ گیا، اب اس پر حد جاری ہونے لگی ہے کہ قاضی صاحب اس نے مجھ پر کیا الزام لگایا تھا؟ زنا کا۔ اب بھئی اس کو رحم آیا، قاضی صاحب! اس نے جو میرے اوپر الزام لگایا صحیح لگایا، واقعی میں نے یہ جرم کیا تھا، تو اس کو کیا کیا؟ حد سے بچا لیا۔ جب الزام صحیح لگا، حدِ قذف تو غلط الزام لگانے پر لگتی ہے، جب اس نے اقرار کر لیا اب اس پر حد لگے گی؟ نہیں، حد نہیں لگے گی۔ تو دیکھا یہاں پر کیا ہوا؟ معاف کرنے کا شبہ آ گیا لہٰذا مؤکل کا ہونا ضروری ہے۔

ہاں اگر وکیل بناتا ہے اور خود بھی وہاں پر موجود ہوتا ہے پھر ٹھیک ہے۔ کیا کرتا ہے؟ حدود اور قصاص کی وصولی کے لیے کسی کو وکیل بناتا ہے اور مؤکل خود بھی ساتھ وہاں موجود ہے تو پھر اس صورت میں صحیح ہے۔ اب وہاں قاضی کے سامنے بات تو وکیل کر رہا ہے لیکن چونکہ مؤکل خود بھی موجود ہے تو یوں سمجھا جائے گا کہ مؤکل خود ہی بات کر رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ خود ہی بات کر رہا ہے بھئی۔ کیونکہ مؤکل جب خود موجود ہو تو وکیل کا کلام کس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے؟ مؤکل کی طرف، گویا وہ خود یہ معاملہ سرانجام دے رہا ہے۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ بِالِاسْتِيفَاءِ اور وصول کرنے میں بھی جائز ہے بھئی توکیل إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ مگر حدود اور قصاص میں، فَإِنَّ الْوَكَالَةَ لَا تَصِحُّ بِاسْتِيفَائِهَا اس لیے کہ وکالت صحیح نہیں ہے ان کی وصولی میں مَعَ غَيْبَةِ الْمُوَكِّلِ عَنِ الْمَجْلِسِ ساتھ کس کے؟ مؤکل کی غیر موجودگی میں عَنِ الْمَجْلِسِ مجلس سے، کہ مؤکل مجلس سے غائب ہو اس حالت میں نہیں۔ ہاں موجود ہو تو پھر توکیل کیا ہے؟ صحیح ہے۔

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَا يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِالْخُصُومَةِ إِلَّا بِرِضَاءِ الْخَصْمِ۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خصومت کے اندر کسی کو جب وکیل بناؤ، یعنی کسی کے ساتھ جھگڑا ہے، مقدمہ ہے قاضی کے پاس، تو اس خصومت کے اندر آپ جس کو چاہیں وکیل بنا دیں لیکن فریقِ مخالف کی رضامندی ضروری ہے۔ زید نے میرے اوپر دعویٰ کر دیا کہ آپ نے میرے ایک لاکھ روپے دینے ہیں، میں نے عمرو کو اپنا وکیل بنایا کہ جاؤ میری طرف سے جا کر جواب دو، رد کرو میں نے تو اس کا کوئی پیسہ نہیں دینا۔ تو عمرو میری طرف سے گیا، زید نے کہا قاضی صاحب مجھے اس کا یہ وکیل منظور نہیں ہے، مؤکل خود کیا ہو؟ یہاں پر آئے، آنا چاہیے۔ تو اب اس کی بغیر رضامندی کے یہاں توکیل بالخصومت درست نہیں۔ یہ کون فرما رہے ہیں؟ امام اعظم

ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔[۳]

ہاں اگر مؤکل کو کوئی عذر ہے تو پھر اس صورت میں اب چاہے دوسرے کی رضامندی نہ ہو، فریقِ مخالف کی رضامندی نہ ہو پھر بھی کیا ہے؟ درست ہے، توکیل بالخصومت درست ہے۔ مثلاً بھئی زید نے میرے اوپر مقدمہ کیا ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے؟ میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، میں نے بکر کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دیا۔ تو اب زید کہتا ہے کہ نہیں قاضی صاحب مجھے تو یہ وکیل اس کا منظور نہیں، رد کرنا چاہے تو رد کر سکتا ہے لیکن میرا عذر ہے، عذر یہ کہ میں وہاں سے تین دن کی مسافت پر رہتا ہوں بھئی۔ تو اب تین دن کی مسافت پر رہنا یہ کیا ہے؟ عذر ہے بھئی کہ مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ اپنے سارے کام چھوڑ کر وہاں آنا پڑے گا، تو یہ تو بڑی تکلیف کا باعث بنے گا بھئی تین دن کا سفر ہے۔ تو لہٰذا اس صورت کے اندر اب فریقِ مخالف کی رضامندی نہ ہو پھر بھی مؤکل کیا کر سکتا ہے؟ اپنا وکیل بنا سکتا ہے خصومت میں بھئی۔ یا مولانا مؤکل مریض ہے، بیمار ہے بھئی، وہ قاضی کے پاس حاضر ہی نہیں ہو سکتا، تو اب بھی چاہے دوسرا راضی ہو یا نہ ہو توکیل بالخصومت جائز ہے۔ یا اسی طرح مؤکل جس پر دعویٰ کیا گیا ہے وہ پردہ نشین عورت ہے، وہ باہر نکلتی نہیں ہے بھئی، تو لہٰذا اب بھی کیا کر سکتی ہے؟ وہ توکیل بالخصومت کر سکتی ہے اور فریقِ مخالف رد کرنا چاہے بھی تو اس کو رد نہیں کر سکتا۔

تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِالْخُصُومَةِ إِلَّا بِرِضَاءِ الْخَصْمِ توکیل بالخصومت جائز نہیں ہے مگر خصم یعنی فریقِ مخالف کی رضامندی کے ساتھ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُوَكِّلُ مَرِيضًا مگر یہ کہ وہ مؤکل مریض ہو، پھر جائز ہے، أَوْ غَائِبًا مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا یا وہ غائب ہو تین دن کی مسافت پر یا اس سے زیادہ، تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت پر ہو۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِغَيْرِ رِضَاءِ الْخَصْمِ۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ توکیل بالخصومت بھئی فریقِ مخالف کی رضامندی کے بغیر بھی جائز ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے بھئی، اس کی رضامندی کی طرف نہیں دیکھا جائے گا بلکہ مطلقاً کیا ہے؟ آپ جس کو چاہیں آپ بنا سکتے ہیں وکیل بالخصومت بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟[۴]

تو امام صاحب کا کیا مذہب ذکر ہوا؟ کہ فریقِ مخالف کی رضامندی کے بغیر توکیل بالخصومت جائز ہی نہیں ہے الا یہ کہ مؤکل کو کیا ہو؟ عذر ہو۔ یہ تو ایک قول ہوا۔ مشائخ بھئی ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہاں بعض نے تو یہ اختلاف ذکر کیا کہ بغیر رضامندی کے جائز ہی نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں نہیں اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جائز ہی نہیں ہے بلکہ لازم نہیں ہے۔ کیا معنی کرتے ہیں وہ؟ لازم نہیں۔ ہاں وہ کہتے ہیں یہاں جائز کی مراد نہیں ہے کہ جائز ہی نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں لازم نہیں ہے۔ کیا معنی؟ یعنی اگر فریقِ مخالف، آپ بنا تو سکتے ہیں بھئی لیکن اگر وہ چاہے رد کرنا تو رد بھی کر سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو زید نے میرے اوپر مقدمہ کیا اور میں نے اب خصومت کے لیے اپنا وکیل بنا کر بھیج دیا تو اب یہ توکیل بالخصومت لازم نہیں ہے، یعنی زید اس کو رد کرنا چاہے تو رد کر سکتا ہے، ورنہ تو وکیل میرا ٹھیک ہے مقدمہ لڑے، لیکن اگر وہ کیا کرنا چاہے؟ رد کر سکتا ہے۔ پہلے قول میں تو تھا جب تک اس کی رضامندی نہیں ہے بنا ہی نہیں سکتے بھئی۔ دوسرے قول میں بنا تو سکتے ہیں، مقدمہ بھی چل سکتا ہے لیکن اس کو کیا اختیار ہے؟ رد کرنا چاہے تو رد کر دے۔ تو لہٰذا معلوم ہوا لازم نہیں ہے، بنا سکتے ہو۔ تو پہلے قول کے مطابق جائز ہی نہیں، اور دوسرے قول کے مطابق لازم نہیں، یعنی وہ رد کرنا چاہے تو اسے رد کر دے۔ جی تو بعض فقہاء نے یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ یہ معنی ہے اور یہی اختیار کیا ہے صاحبِ ہدایہ نے بھئی۔ صاحبِ ہدایہ نے بھی یہاں کیا کیا؟ اسی قول کو اختیار کیا اور فرمایا کہ معنی یہ ہے کہ لازم نہیں ہے، آپ بنا سکتے ہو لیکن دوسرے کو اختیار ہو گا وہ رد کرنا چاہے تو رد بھی کر سکتا ہے اور مقدمہ چلاتا ہے تو چلا سکتا ہے۔

وَمِنْ شَرْطِ الْوَكَالَةِ أَنْ يَكُونَ الْمُوَكِّلُ مِمَّنْ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ وَيَلْزَمُهُ الْأَحْكَامُ۔ اور وکالت کی شرط میں سے یہ ہے کہ مؤکل جو ہے مِمَّنْ ان لوگوں میں سے ہونا چاہیے يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ جو تصرف کا مالک ہو وَيَلْزَمُهُ الْأَحْكَامُ اور اس پر احکام لازم ہوتے ہوں۔ اور اس پر کیا لازم ہوتے ہوں؟ احکام۔ بھئی وہ تصرف کا مالک ہو، بھئی تصرف کا مالک ہو گا تو احکام اس پر لاگو ہوں گے، تصرف کا مالک ہی نہیں ہے تو اس پر احکام بھی لاگو نہیں۔ یہ قید لگا کر صبیِ مجور اور عبدِ مجور کو نکال دیا۔ بھئی آپ جانتے ہو عام غلام کو تجارت وغیرہ کی اجازت ہوتی ہے؟ نہیں۔ غلام دو قسم پر ہے: ایک وہ غلام جسے آپ نے

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَا يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِالْخُصُومَةِ إِلَّا بِرِضَاءِ الْخَصْمِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لا يجوز التوكيل بالخصومة إلا برضا الخصم» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِغَيْرِ رِضَاءِ الْخَصْمِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يجوز التوكيل بغير رضا الخصم» منقول ہے۔

تجارت کی اجازت دی، وہ عبدِ ماذون کہلاتا ہے یعنی جسے اجازت دی گئی ہے، اور ایک عام غلام ہے وہ عبدِ مجور کہلاتا ہے۔ اور غلام کسی قسم کے تصرف کا مالک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا آقا اسے اجازت نہ دے۔ وہ بیع و شراء نہیں کر سکتا، وہ کسی کی ضمانت نہیں دے سکتا وغیرہ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بلکہ کس کی اجازت ضروری؟ آقا کی۔[۵]

اور اسی طرح بچہ ہے بھئی، بچہ بھی تصرفات کا اہل نہیں ہے، وہ بھی تصرفات نہیں کر سکتا الا یہ کہ کون اجازت دے دے؟ اس کا ولی۔ تو یہ جس کو اجازت دی ہے وہ کہلائے گا صبیِ ماذون، اور جس غلام کو اجازت دی گئی ہے وہ کہلائے گا عبدِ ماذون۔ اور جن کو اجازت نہیں دی گئی، عام غلام ہے وہ عبدِ مجور کہلاتا ہے جس پر حجر ہے، پابندی ہے۔ اسی طرح عام بچہ ہے وہ بھی تصرف کا اہل نہیں ہے، وہ بھی صبیِ مجور کہلاتا ہے یعنی جس پر کیا لگائی گئی ہے؟ یعنی شرعاً اس پر پابندی لگائی گئی ہے، اب جب تک اس کا ولی اجازت نہیں دیتا اس کا تصرف صحیح نہیں۔ غلام پر بھی شرعاً پابندی ہے لہٰذا جب تک اس کا آقا اجازت نہیں دیتا وہ ماذون نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو بھئی یہ قید لگا کر عبدِ مجور اور صبیِ مجور کو نکال دیا کیونکہ کیا کہا؟ مؤکل وہ ہونا چاہیے جو تصرف کا مالک ہو وَيَلْزَمُهُ الْأَحْكَامُ اور اس پر کیا لاگو ہوں، کیا لازم ہوتے ہوں؟ احکام لازم ہوتے ہوں، لیکن عبدِ مجور اور صبیِ مجور یہ تو تصرف کے مالک ہی نہیں، اہل ہی نہیں ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو ان پر اس کے احکام بھی لازم نہیں ہوتے بھئی۔ تو دیکھو اب ایک عبدِ مجور ہے وہ کسی کی ضمانت دینا چاہتا ہے، زید کی ایک مسئلے میں ضمانت دیتا ہے کہ میں اس کا ضامن ہوں، اس نے اگر پیسے ادا نہ کیے تو میں کیا کروں گا؟ پیسے ادا کروں گا۔ بھئی تم تو عبدِ مجور ہو، تم ضمانت نہیں دے سکتے، تم اس تصرف کے مالک ہی نہیں ہو اور اس تصرف کے احکام تم پر لاگو ہی نہیں ہوتے بھئی۔ کسی بھی تصرف کے احکام تم پر تو لاگو نہیں ہوتے، بیع و شراء وغیرہ کرتے ہو تو احکام لگتے ہیں بھئی؟ شراء کرنے سے کسی چیز کا مالک نہیں بنتا، کوئی چیز بیچنے سے دوسرا اس کا مالک نہیں ہے بھئی۔ تو احکام بھی لاگو ہوں۔

وَالْوَكِيلُ مِمَّنْ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ۔ بھئی مؤکل کے بارے میں تو بتلا دیا وہ کیا ہونا چاہیے؟ تصرف کا مالک بھی ہونا چاہیے اور اس پر احکام بھی لازم ہوتے ہوں، اس کے ذریعے کس کو نکال دیا؟ عبدِ مجور اور صبیِ مجور، عام بچے عام غلام کو نکال دیا۔ اب وکیل میں کیا شرائط ہیں؟ کہتے ہیں وَالْوَكِيلُ مِمَّنْ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وکیل ان لوگوں میں سے ہونا چاہیے جو بیع کو سمجھتا ہو وَيَقْصِدُهُ اور اس کا ارادہ کرتا ہو۔ بھئی بیع کو سمجھتا ہو، وکیل ایسا آدمی ہو جسے پتہ ہونا چاہیے مثلاً آپ نے بیع کے لیے بھیجا اسے کیا ہو؟ اس کی تصرف کی سمجھ ہے کہ کوئی چیز بیچی جائے تو ہاتھ سے نکل جاتی ہے، کوئی چیز خریدی جائے تو اس چیز کا انسان مالک بن جاتا ہے اور بدلے میں کیا دینا پڑتے ہیں؟ ثمن دینا پڑتے ہیں۔ تو کہتے ہیں وکیل وہ ہے جو سمجھتا ہو بیع کو وَيَقْصِدُهُ اور کیا کرتا ہو؟ اس کا ارادہ بھی کرتا ہے۔ کوئی مذاق نہیں، مذاق کو نکال دیا۔ وکیل اپنے ایک ساتھی کے ساتھ کھڑا ہے، مذاق مذاق میں اس کو کہتا ہے یہ گاڑی میں نے کیا کی؟ آپ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ تو بتائیے بھئی یہاں اس کا بیع کا مقصد ہے یا ویسے ہی مذاق کر رہا ہے اس کے ساتھ؟ مذاق کر رہا ہے بھئی، تو وہاں قرینے وغیرہ بتلا دیں گے یہ مذاق کر رہا تھا بھئی، تو اس کو بھی نکال دیا۔

وَإِذَا وَكَّلَ الْحُرُّ الْبَالِغُ أَوِ الْمَأْذُونُ مِثْلَهُمَا جَازَ۔ اور جب وکیل بنا دے، بھئی یاد رکھیے آزاد آدمی دوسرے آزاد آدمی کو بھی کسی مسئلے میں اپنا وکیل بنا سکتا ہے اور عبدِ ماذون کو بھی کیا کر سکتا ہے؟ اپنا وکیل بنا سکتا ہے، وہ عبد جسے آقا نے اجازت دی ہے تجارت وغیرہ کر سکتے ہو بھئی، تجارت کا ماہر ہے۔ تو اب کیا کر سکتا ہے یہ شخص؟ کوئی بھی آزاد آدمی دوسرے آزاد آدمی کو کیا کر سکتا ہے؟ کسی بھی معاملے میں وکیل بنا سکتا ہے اور اسی طرح چاہے تو عبدِ ماذون کو وکیل بنا سکتا ہے۔ اسی طرح عبدِ ماذون جو ہے وہ بھی کسی اور آزاد آدمی کو اپنا وکیل کرنا چاہتا ہے کسی معاملے میں تو وہ بنا سکتا ہے، کسی عبدِ ماذون کو وکیل بنانا چاہتا ہے تو اسے بھی کیا کر سکتا ہے؟ بنا سکتا ہے۔ یہی بات کر رہے ہیں وَإِذَا وَكَّلَ الْحُرُّ الْبَالِغُ أَوِ الْمَأْذُونُ مِثْلَهُمَا جَازَ اور جب وکیل بنا دے کوئی آزاد بالغ شخص أَوِ الْمَأْذُونُ یا کون وکیل بنائے؟ کوئی ماذون۔ ماذون میں بھئی صبی بھی داخل ہو گیا اور عبدِ ماذون بھی، اسی لیے عبد نہیں کہا لفظ کیونکہ الْمَأْذُونُ کہا جس کو اجازت دی گئی ہے، وہ بچہ بھی ہو سکتا ہے اور غلام بھی ہو سکتا ہے۔ تو ان میں سے جو کیا کرے؟ وکیل بنا دے مِثْلَهُمَا اپنے ہی مثل، اپنے جیسے کو، جَازَ تو یہ جائز ہے۔ یعنی یہ معنی نہیں کہ آزاد آزاد کو ہی وکیل بنا سکتا ہے، ماذون ماذون کو وکیل بنا سکتا ہے، نہیں بھئی، یعنی دونوں ان دونوں کے مثل کو کیا کر سکتے ہیں؟ وکیل بنا سکتے ہیں۔ تو إِذَا وَكَّلَ الْحُرُّ الْبَالِغُ أَوِ الْمَأْذُونُ جب بنا دے آزاد بالغ یا ماذون وکیل بنا دے کس کو؟ مِثْلَهُمَا ان دونوں کے مثل کو یعنی کسی آزاد کو یا ماذون کو جس کو بھی بنا دیں جَازَ تو یہ جائز ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اسی طرح بھئی بچہ ہے وہ بھی، تو بلکہ تین آ گئے اس کے اندر تو بھئی۔ کون کون آئے؟ حر بالغ

---

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَكُونَ الْمُوَكِّلُ مِمَّنْ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ وَيَلْزَمُهُ الْأَحْكَامُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يكون الموكل ممن يملك التصرف وتلزمه الأحكام» منقول ہے۔

بھی آ گیا، عبدِ ماذون بھی آ گیا اور صبیِ ماذون بھی آ گیا۔ تو یہ سارے ایک دوسرے کو آپس میں کیا کر سکتے ہیں؟ وکیل، جو جس کو چاہے بھئی۔

وَإِنْ وَكَّلَ صَبِيًّا مَحْجُورًا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ أَوْ عَبْدًا مَحْجُورًا جَازَ۔ یاد رکھیے جو عقد کے حقوق ہوتے ہیں ان کا تعلق وکیل سے ہوتا ہے۔ جو عقد کے حقوق ہوتے ہیں کس سے تعلق ہوتا ہے؟ وکیل سے۔ تفصیل آگے آجائے گی، کچھ تفصیل ہے اس میں لیکن فی الحال یہ سمجھ لو۔ مثلاً آپ کو میں نے وکیل بنا کر بھیجا کہ جاؤ میرے لیے ایک گاڑی خرید کر لاؤ، یہ لو بھئی پانچ لاکھ روپے تک کی ہو بھئی۔ آپ گئے گاڑی خریدنے، آپ نے ایک شخص کے ساتھ ایجاب و قبول کیا، گاڑی خرید لی۔ تو اب اس گاڑی پر قبضہ کرنا اور اس کا مطالبہ کرنا یہ آپ کا حق ہے کیونکہ عقد آپ نے کیا ہے، میں تو گھر پر ہوں، بائع مجھے جانتا ہی نہیں۔ اسی طرح وہ ثمن کا مطالبہ کرتا ہے تو مجھ سے نہیں کرے گا بلکہ کس سے کرے گا؟ وکیل سے، کیونکہ عقد کس نے کیا ہے؟ وکیل نے کیا ہے، تو عقد کے حقوق کس سے متعلق ہوتے ہیں؟ وکیل سے۔

لیکن اب آگے بتا رہے ہیں کسی نے صبیِ مجور کو، وہ بچہ جس پر پابندی ہے اس کو اجازت کوئی نہیں یعنی عام بچہ، اس کو وکیل بنایا کسی معاملے میں یا عبدِ مجور کو کیا کیا؟ وکیل بنایا، عام غلام جس پر پابندی ہے یعنی اسے اجازت نہیں ہے بھئی، تو کیا ان کو وکیل بنا سکتے ہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی ان کو وکیل بنا سکتے ہیں لیکن بچہ جو ہے وہ کم از کم ایسا ہو جو بیع و شراء کو سمجھتا ہو۔ تو اب بیع و شراء میں ان کو وکیل بنا دیا تو صحیح، لیکن اب حقوق کا تعلق ان دونوں سے نہیں ہو گا بلکہ حقوقِ عقد کا تعلق مؤکل ہی سے ہو گا۔ عام حالات کے اندر تو حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہوا کرتا ہے؟ وکیل سے ہوتا ہے لیکن یہاں پر جو وکیل ہے وہ مجور ہے چاہے بچہ ہو چاہے غلام ہو، لہٰذا عقد کے حقوق کا تعلق مؤکل سے ہو گا ان سے نہیں ہو گا بھئی۔ بات ساری سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ وَكَّلَ صَبِيًّا مَحْجُورًا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ جب بنایا کسی نے وکیل ایسے مجور بچے کو يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ جو سمجھتا ہے بیع و شراء کو أَوْ عَبْدًا مَحْجُورًا یا وکیل بنایا عبدِ مجور کو جَازَ تو یہ جائز ہے وَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا الْحُقُوقُ وَيَتَعَلَّقُ بِمُوَكِّلَيْهِمَا اور ان دونوں کے ساتھ تعلق نہیں ہو گا حقوق کا اور وہ متعلق ہوں گے بِمُوَكِّلَيْهِمَا ان دونوں کے جو مؤکل ہیں۔

وَالْعُقُودُ الَّتِي يَعْقِدُهَا الْوُكَلَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ۔ جی یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ میں نے تو آپ کو ابھی بات سمجھانے کے لیے یہ بتلایا تھا کہ حقوق کا تعلق کس سے ہوتا ہے؟ وکیل سے۔ اب صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں کہ نہیں بھئی، عقود بھی دو قسم پر ہیں بھئی۔ کچھ وہ عقد ہیں جن کی نسبت وکیل مؤکل کی طرف نہیں کرتا بھئی، اور کچھ وہ عقد ہیں جن میں وکیل کو باقاعدہ مؤکل کا نام ذکر کرنا پڑتا ہے، اس کی طرف نسبت کرنا پڑتی ہے بھئی ورنہ درست ہی نہیں۔ مثلاً آپ خود دیکھنا ابھی، میں نے آپ کو پیسے دیے پانچ لاکھ روپے، جاؤ بھئی اس میں میرے لیے گاڑی خرید کر لاؤ۔ آپ گئے، آپ نے ایک گاڑی خریدی ایک آدمی سے، تو کیا وہاں آپ یہ کہیں گے کہ یہ گاڑی میرا وہ جو فلاں مؤکل ہے اس کے لیے میں نے آپ سے خریدی؟ کوئی ایسا کرتا ہے کسی کو بھیجو کوئی چیز لینے کے لیے وہاں جا کر بتلاتا ہے کہ میں فلاں کے لیے چیز خرید رہا ہوں؟ نہیں، وہ تو جا کر سیدھا کہتا ہے دیکھو بھئی گاڑی بیچنی ہے تو آپ دے دیں اتنے پیسوں میں، خریدتا ہے اور لا کر پھر کس کو دے دیتا ہے؟ مؤکل کو۔ ایسا ہوتا ہے یا اس طرح نہیں ہوتا بھئی؟ ہوتا ہے۔ بھئی جب بھی کسی کو چیز لینے بھیجیں وہ کبھی بھی جا کر یہ نہیں، کر دے تو الگ بات ہے لیکن کوئی کرتا نہیں ہے بھئی، سیدھا جا کر۔ تو اب اس نے عقد کی نسبت اپنی طرف کی یا مؤکل کی طرف کی؟ اپنی طرف، وکیل نے اپنی طرف کی کہ لاؤ بھئی یہ گاڑی مجھے بیچ دو آپ اتنے پیسوں میں، گاڑی خریدی اور پھر لا کر اب کس کو دے دے گا؟ مؤکل کو دے دے گا۔ دیکھو وکیل نے عقد کی نسبت اپنی طرف کی، مؤکل کا سرے سے وہاں کوئی نام ہی نہیں۔ تو یاد رکھو وہ عقد جس کی نسبت وکیل اپنی طرف کرتا ہے اس کے حقوق کا تعلق بھی کس سے ہوتا ہے؟ وکیل سے ہی ہوتا ہے، مؤکل سے ان کے حقوق کا تعلق نہیں ہوتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لہٰذا اب بائع کیا کرے گا؟ ثمن کا مطالبہ کس سے کرے گا؟ وکیل سے۔ اور وہ جو بائع ہے اس سے گاڑی بھی تو ہم نے لینی ہے، تو یہ جو گاڑی کا مطالبہ اس سے کون کرے گا؟ وکیل کرے گا کیونکہ حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہے؟ وکیل سے۔

جبکہ کچھ عقد وہ ہیں جن میں وکیل مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہے، باقاعدہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی کو وکیل بنا کر بھیجا جاؤ بھئی فلاں جگہ میرا نکاح کروا دو، تم میری طرف سے وکیل ہو۔ آپ کا ساتھی گیا اور وہاں جا کر کیا کہے گا؟ کہ میں کس کی طرف سے آیا ہوں کس کے نکاح کے لیے؟ مؤکل مثلاً زید نے مجھے بھیجا ہے تو زید جو ہے آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو اس کا باقاعدہ نام لے گا اور دوسری طرف سے قبول آئے گا تو زید کا نکاح ہو جائے گا۔ تو اب اس میں دیکھو وکیل کے لیے کیا ضروری ہے؟ کس کا نکاح کروا رہا ہے؟ زید کا، اس کا نام ذکر کرے گا۔ اگر نہ ذکر کیا پھر تو کس کا نکاح ہو جائے گا؟ وکیل کا اپنا نکاح ہو جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ ایسا عقد ہے جس میں وکیل کے لیے کیا ضروری ہے؟ کس کی طرف نسبت کرے؟ مؤکل کی طرف نسبت کرنا ضروری

ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جہاں پر جس کی نسبت وکیل مؤکل کی طرف کرتا ہے جس عقد کی، اس کے حقوق کا تعلق بھی کس سے ہوتا ہے؟ مؤکل سے ہوتا ہے وکیل سے نہیں۔ لہٰذا جب نکاح ہو گیا تو خاوند کے ذمے کیا لازم ہو جاتے ہیں؟ مہر لازم ہو جاتا ہے۔ اب اس مہر کا مطالبہ وکیل سے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ایسا عقد تھا جس کی نسبت کس کی طرف کی جاتی ہے؟ مؤکل کی طرف، لہٰذا حقوق کا تعلق بھی کس سے؟ مؤکل سے، لہٰذا جس کا نکاح کروایا ہے وہ جو مؤکل ہے اسی سے مہر کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، وکیل سے مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَالْعُقُودُ الَّتِي يَعْقِدُهَا الْوُكَلَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ اور وہ عقود جن کا معاملہ کرتے ہیں وکلاء عَلَى ضَرْبَيْنِ وہ دو قسم پر ہیں۔ پہلی قسم جو ہے كُلُّ عَقْدٍ يُضِيفُهُ الْوَكِيلُ إِلَى نَفْسِهِ ہر ایسا عقد کہ نسبت کرتا ہے اس کی وکیل اپنی طرف مِثْلُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْإِجَارَةِ جیسے بیع و شراء اور اجارہ ہے، فَحُقُوقُ ذٰلِكَ الْعَقْدِ تَتَعَلَّقُ بِالْوَكِيلِ دُونَ الْمُوَكِّلِ پس اس عقد کے جو حقوق ہیں ان کا تعلق وکیل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ مؤکل کے ساتھ۔ فَيُسَلِّمُ الْمَبِيعَ، اچھا بھئی میں نے آپ کو اپنی گاڑی دے کر بھیجا کہ جاؤ یہ گاڑی میری فروخت کر دو۔ آپ گئے، آپ میرے وکیل ہیں، آپ نے ایک شخص کے ہاتھ گاڑی فروخت کی، ایجاب و قبول کیا۔ تو اب وہ جو مشتری ہے گاڑی کا مطالبہ کس سے کرے گا؟ مؤکل سے آ کے کرے گا یا وکیل سے ہی کرے گا؟ وکیل سے، تو وہ گاڑی سپرد کرنا کس کی ذمہ داری؟ وکیل کی۔ اسی لیے کہا فَيُسَلِّمُ الْمَبِيعَ پس وہ وکیل کیا کرے گا؟ مبیع کو سپرد کرے گا، جبکہ یہ کس چیز کا وکیل ہو؟ وکیل بالبیع ہو، وکیل بالبیع چیز بیچنے کا وکیل ہے، تو مبیعہ سپرد کرنا یہ اس کے ساتھ تعلق ہو گا۔ وَيَقْبِضُ الثَّمَنَ اور ثمن پر قبضہ۔ بھئی جب گاڑی آپ نے بیچی، آپ وکیل ہیں میرے، تو گاڑی سپرد کرنا بھی آپ کا کام اور اس مشتری سے ثمن پر قبضہ کرنا بھی وہ آپ کا کام۔ تو یہ قبضہ کون کرے گا؟ وکیل بالبیع کرے گا۔ وَيَقْبِضُ الثَّمَنَ اور ثمن پر قبضہ کرے گا۔

وَيُطَالِبُ بِالثَّمَنِ، اچھا اب یہ وکیل بالشراء کی بھی بات آ گئی، مثلاً میں نے آپ کو کیا کیا تھا؟ آپ کو پیسے دیے کہ جا کر میرے لیے گاڑی خرید کر لاؤ، تو آپ وکیل بالبیع ہیں یا وکیل بالشراء ہیں؟ وکیل بالشراء ہیں۔ آپ گئے، آپ نے ایک شخص سے ایجاب و قبول کر کے گاڑی خرید لی، اب وہ بائع کیا کرتا ہے؟ ثمن کا مطالبہ کرتا ہے، تو وکیل سے کرے گا یا مؤکل سے کرے گا؟ وکیل سے، کیونکہ حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہے یہاں پر؟ وکیل سے ہے، اسی لیے کہا وَيُطَالِبُ بِالثَّمَنِ اور مطالبہ کیا جائے گا ثمن کا إِذَا اشْتَرَى جب اس وکیل نے کیا کیا ہو؟ کوئی چیز خریدی ہو۔ وَيَقْبِضُ الْمَبِيعَ، اچھا ثمن کا مطالبہ بھی آپ سے ہوا کیونکہ آپ وکیل بالشراء ہیں اور اس مبیع پر قبضہ کرنا بھی اس وکیل کا کام ہو گا بھئی، کیونکہ آپ نے گاڑی خریدی، عقد آپ نے کیا ہے تو اس پر اب قبضہ بھی آپ کریں گے، وصول کریں گے اور پھر مجھے لا کر دیں گے۔ تو یہ بات کر رہے ہیں وَيَقْبِضُ الْمَبِيعَ اور مبیع پر قبضہ کرے گا۔

وَيُخَاصِمُ وَيُخَاصَمُ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ دیکھو میں نے آپ کو بھیجا تھا کہ میری گاڑی بیچ کر آؤ، گاڑی کو کیا کرو؟ بیچ کر آؤ، تو آپ کون ہوئے؟ وکیل بالبیع ہوئے۔ آپ گئے آپ نے گاڑی بیچی۔ بھئی مشتری گاڑی لے گیا لیکن اسے پھر گاڑی میں کوئی عیب ملا اور عیب کی وجہ سے وہ کیا کر سکتا ہے؟ گاڑی واپس کر سکتا ہے۔ وہ آیا وکیل کے پاس کہ یہ گاڑی آپ مجھ سے لیں واپس بھئی، آپ نے مجھے گاڑی عیب والی فروخت کی ہے، وکیل کہتا ہے نہیں بھئی میں نے عیب والی فروخت نہیں کی تھی۔ وہ قاضی کے پاس چلا گیا، خصومت کرتا ہے تو خصومت وکیل کے ساتھ کرے گا یا مؤکل کے ساتھ کرے گا؟ وکیل کے ساتھ ہی کرے گا کیونکہ حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہے؟ وکیل سے۔ جی تو یہ معنی ہے وَيُخَاصَمُ فِي الْعَيْبِ اور خصومت کی جائے گی، مجہول پڑھ رہا ہوں، فِي الْعَيْبِ کس میں؟ عیب میں۔ کس کے ساتھ کی جائے گی خصومت؟ وکیل بالبیع کے ساتھ کی جائے گی۔ اور يُخَاصِمُ پڑھیں تو وہ شراء والی صورت بن جائے گی۔ میں نے آپ کو پانچ لاکھ روپے دیے کہ پانچ لاکھ روپے میں میرے لیے گاڑی خرید و بھئی۔ آپ گئے آپ نے گاڑی خریدی۔ گاڑی خریدنے کے بعد وکیل کو اس میں کوئی عیب نظر آیا، اب وہ بائع کے پاس گیا کہ آپ نے عیب والی گاڑی فروخت کی ہے، وہ انکار کر دیتا ہے، تو اب وکیل قاضی کے پاس جائے گا اور خصومت کرے گا۔ تو یہاں پر عیب کی وجہ سے خصومت کون کرے گا؟ وکیل بالشراء۔ تو يُخَاصِمُ خصومت کرے گا فِي الْعَيْبِ کس کے اندر؟ عیب میں۔ يُخَاصِمُ فِي الْعَيْبِ یہ کیا معنی؟ وکیل بالشراء خصومت کرے گا، وَيُخَاصَمُ فِي الْعَيْبِ خصومت کی جائے گی اس کے ساتھ، یہ کس میں ہے؟ وکیل بالبیع میں۔

وَكُلُّ عَقْدٍ یہ دوسری قسم آ گئی، ہر ایسا عقد يُضِيفُهُ الْوَكِيلُ، دیکھو عَقْدٍ نکرہ ہے اس کے بعد فعل آیا اور نکرہ کے بعد فعل آ جائے تو عموماً اس کے لیے کیا بنتا ہے؟ صفت، اور موصوف سے پہلے کیا لفظ لے آتے ہیں؟ ایسا۔ تو ہر ایسا عقد يُضِيفُهُ الْوَكِيلُ إِلَى مُوَكِّلِهِ کہ نسبت کرتا ہے وکیل اس کی اپنے مؤکل کی طرف كَالنِّكَاحِ جیسے نکاح ہے، تو نکاح میں مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہے، وَالْخُلْعِ اور خلع کے اندر۔ ایک عورت نے ایک آدمی کو کیا کیا؟ وکیل

بنا کر بھیجا کہ کیا کرو؟ میری طرف سے میرے خاوند کے ساتھ خلع کرو میرے لیے، مال کے بدلے میری جان چھڑواؤ اس سے بھئی۔ تو یہاں پر بھی اب جب خلع کرے گی عورت، وکیل گیا اس نے زید کے ساتھ بات کی جو خاوند تھا اس عورت کا، زید نے قبول کر لیا، تو یہ خلع ہوا مولانا اور اس کی وجہ سے عورت پر کیا واقع ہو گئی؟ ایک طلاقِ بائن، وہ خاوند سے جدا ہو گئی، لیکن خاوند نے جس مال کا مطالبہ کیا تھا یا عورت نے جو وعدہ کیا تھا اب اس پر لازم ہو گیا اسے دینا پڑے گا، لیکن یہ مال کس پر لازم ہوا؟ وکیل سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا یا عورت سے کیا جائے گا؟ عورت سے، کیونکہ وہاں یہ ایسا عقد ہے جس کے اندر مؤکل کی جانب نسبت کی گئی ہے تو حقوقِ عقد کا تعلق بھی کس سے ہو گا؟ مؤکل سے ہو گا۔

وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ اور اسی طرح کرنا صلح دمِ عمد سے۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کر دیا بھئی، گولی مار دی۔ اب بھئی اس پر قصاص آتا تھا، قاضی کے پاس مقدمہ چلا گیا، قصاص ثابت ہو گیا اب اس کی گردن اڑائی جائے گی بھئی۔ یہ ان کے گھر معافیاں مانگنے بار بار جا رہے ہیں اس کے گھر والے کہ بھئی آپ معاف کر دیں، تو بالآخر اس کے گھر والوں کو ترس آتا ہے کہتے ہیں ہاں بھئی جان ہم ایک صورت میں چھوڑ سکتے ہیں آپ ہمیں پانچ لاکھ روپے دیں بھئی۔ کیا کریں؟ پانچ لاکھ روپے دیں۔ تو یہ صلح، صلح جتنے بھی مال پر پھر ناچاہیں کر سکتے ہیں۔ تو صلح کر لی، ہم جان بخشتے ہیں اس کی لیکن ہمیں پانچ لاکھ دو بھئی۔ تو یہ صلح ہوئی عَنْ دَمِ الْعَمْدِ کس سے؟ دمِ عمد، عمد کا معنی جان بوجھ کر، جان بوجھ کر جو قتل کیا تھا۔ غلطی سے قتل ہو جائے اس میں تو قصاص آتا ہی نہیں ہے، اس میں تو دیت دینا پڑتی ہے بھئی، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اس میں دیت سو اونٹ دینا پڑتے ہیں بھئی۔ تو یہ دمِ عمد میں صلح کی، اب اس میں بھئی اس کے گھر والے خود نہیں گئے تھے، وکیل کو بھیجا تھا بات چیت کے لیے صلح کے لیے، تو اب صلح ہو گئی تو اب یہ بدلِ صلح جو ہے اس کا مطالبہ وکیل سے ہو گا یا مؤکل سے ہو گا؟ مؤکل سے ہو گا کیونکہ وکیل اپنی طرف سے صلح کر رہا تھا یا ان کی بات کر رہا تھا؟ وہ مؤکل کی بات کر رہا تھا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

فَإِنَّ حُقُوقَهُ تَتَعَلَّقُ بِالْمُوَكِّلِ اس لیے کہ اس عقد کے حقوق جو ہیں وہ متعلق ہوتے ہیں مؤکل کے ساتھ دُونَ الْوَكِيلِ نہ کہ وکیل کے ساتھ۔ فَلَا يُطَالَبُ وَكِيلُ الزَّوْجِ بِالْمَهْرِ پس مطالبہ نہیں کیا جائے گا خاوند کے وکیل سے بِالْمَهْرِ مہر کا۔ مہر کا مطالبہ بھئی آپ نے ایک ساتھی کو بھیجا تھا جا کر کیا کر کے آؤ؟ میرا نکاح کر کے آؤ بھئی، تو اب نکاح ہوتے ہی خاوند سے کیا مطالبہ کیا جاتا ہے؟ مہر کا مطالبہ، تو وہ خاوند سے کیا جائے گا یعنی مؤکل سے کیا جائے گا۔ وَلَا يَلْزَمُ وَكِيلَ الْمَرْأَةِ تَسْلِيمُهَا اور اسی طرح لازم نہیں ہے عورت کے وکیل پر اس کا سپرد کرنا۔ بھئی آپ گئے نکاح کرنے کے لیے، آپ نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا بھئی، اس نے اپنا وکیل بھیج دیا بھئی۔ اب آپ نے ایجاب کیا، وکیل نے اس کی طرف سے قبول کیا، ایجاب و قبول ہوا، نکاح ہو گیا۔ نکاح ہونے کے بعد اب آپ اس وکیل کے پیچھے پڑ گئے لاؤ بھئی اب وہ جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے میری بیگم اس کو میرے حوالے کرو۔ تو یہ وکیل سے مطالبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہے؟ مؤکل سے ہے وکیل سے نہیں ہے۔ یہ معنی ہے وَلَا يَلْزَمُ وَكِيلَ الْمَرْأَةِ تَسْلِيمُهَا اور لازم نہیں ہے عورت کے وکیل پر تَسْلِيمُهَا اس عورت کا سپرد کرنا۔

وَإِذَا طَالَبَ الْمُوَكِّلُ الْمُشْتَرِيَ بِالثَّمَنِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو اپنی گاڑی دی جاؤ میری یہ گاڑی فروخت کر دو۔ آپ گئے، آپ میرے وکیل ہیں، آپ نے میری گاڑی فروخت کی۔ جب گاڑی فروخت کی تو اب اس مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرنا کس کا حق ہے، کس کا کام ہے؟ وکیل کا کام ہے۔ ابھی وکیل نے مطالبہ نہیں کیا بھئی، میں پہنچ گیا اس کے پاس، میں نے کہا بھئی، وکیل ادھر ادھر تھا کہیں، کوئی صورت آپ بنا لیں بھئی وکیل نے عقد کیا تو اب شام کو وکیل نے اسے گاڑی دینی ہے اور اس سے پیسے لینے ہیں۔ تو لہٰذا ابھی اب وکیل کے بجائے مؤکل چلا گیا اس کے پاس بھئی اس دوران کہ لاؤ بھئی ثمن میرے حوالے کر دو۔ تو مشتری پر کیا ضروری ہے ثمن اس کو دینا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، عقد کس کے ساتھ ہوا ہے؟ وکیل کے ساتھ، لہٰذا اس کو وہ ثمن دینے سے انکار کر سکتا ہے، اس کو حق ہے کہ میں تمہیں ثمن نہیں دوں گا بلکہ میرا جس کے ساتھ عقد ہوا ہے میں اسی کو ثمن دوں گا۔ لیکن اگر دے دیتا ہے تو کہتے ہیں پھر بھی جائز ہے کیونکہ وکیل نے بھی تو لا کر ثمن کس کے حوالے کرنے تھے؟ مؤکل ہی کے حوالے کرنے تھے، تو لہٰذا اگر وہ مشتری خود ہی براہِ راست مؤکل کو دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔ جب مؤکل کو ایک دفعہ دے دیے اب وکیل جا کر مطالبہ اس سے نہیں کر سکتا کہ کیا کرو؟ ثمن مجھے دو، کیونکہ ثمن تو وہ کیا کر چکا؟ مؤکل کے

حوالے کر چکا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا طَالَبَ الْمُوَكِّلُ الْمُشْتَرِيَ بِالثَّمَنِ جب طلب کیا مؤکل نے مشتری سے ثمن کو فَلَهُ أَنْ يَمْنَعَهُ إِيَّاهُ تو اس مشتری کے لیے جائز ہے أَنْ يَمْنَعَهُ کہ وہ کیا کرے؟ اس ثمن کو روک لے إِيَّاهُ اس مؤکل سے۔ کیا کرے؟ اس مؤکل سے روک لے بھئی۔ فَإِنْ دَفَعَهُ إِلَيْهِ جَازَ اگر اس نے وہ ثمن دے دیے إِلَيْهِ اس مؤکل کو جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُطَالِبَهُ ثَانِيًا اب اس نے مؤکل کو جب

دے دیے ہیں تو جائز نہیں ہے وکیل کے لیے أَنْ يُطَالِبَهُ ثَانِيًا کہ اس سے دوبارہ کیا کرے؟ مطالبہ کرے۔

وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ فَلَا بُدَّ مِنْ تَسْمِيَةِ جِنْسِهِ وَصِفَتِهِ وَمَبْلَغِ ثَمَنِهِ إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُ وَكَالَةً عَامَّةً فَيَقُولَ ابْتَعْ لِي مَا رَأَيْتَ۔ یاد رکھیے جب کسی چیز کے لیے کسی کو وکیل بنائیں بھئی، کسی تصرف کے لیے، اگر تھوڑی بہت جہالت ہو تو ٹھیک ہے اس سے کام چل جائے گا کوئی حرج نہیں، لیکن اگر بہت زیادہ جہالت ہے، جہالتِ فاحشہ ہے تو پھر اس صورت میں یہ توکیل درست نہیں ہے۔ بھئی جس چیز کے لیے کسی کو وکیل بنائیں اس کے اندر بہت زیادہ جہالت نہیں ہونی چاہیے یعنی وہ تصرف مجہول نہیں ہونا چاہیے، اگر بہت زیادہ جہالت ہوئی، زیادہ ہی مجہول ہوا تو اس صورت میں توکیل صحیح نہیں۔ ہاں اگر تھوڑی بہت جہالت ہے تو خیر ہے اتنے سے کام چل جائے گا۔

مثلاً دیکھو بھئی، مثالوں پر نظر رکھنا، میں نے ایک آدمی کو کہا جاؤ بھئی میرے لیے ایک مکان خرید لو، تو یہ توکیل صحیح نہیں ہے مولانا۔ مکان تو کتنی قسم کے ہیں، ایک مرلے کے گھر سے لے کر بڑی سے بڑی کوٹھی بھی ہوتی ہے، علاقے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ایک جگہ خراب علاقہ ہے وہاں ہو سکتا ہے ایک لاکھ کے اندر مکان مل جائے اور ادھر دوسری طرف مہنگے علاقے میں جاؤ تو کروڑوں میں بھی نہیں ملتی جگہ۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو مکان تو بہت قسم کے ہیں تو جہالتِ فاحشہ آگئی، بہت زیادہ جہالت۔ جس تصرف کا میں نے اسے کہا ہے وہ معلوم ہے یا اس میں بہت زیادہ جہالت ہے؟ بہت زیادہ جہالت ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔ تو جس چیز کا وکیل بنایا جا رہا ہے جس چیز کے خریدنے کے لیے اس چیز کے اندر جہالتِ فاحشہ نہیں ہونی چاہیے یعنی بہت زیادہ جہالت ہو تو یہ درست نہیں۔ اب مکان کے خریدنے کا دوسرے کو کہا بھئی تو کچھ تو تعیین ہونی چاہیے کس قسم کا مکان چاہیے، کتنے پیسوں والا چاہیے، ورنہ تو مکان تو بہت سی قسموں کے ہیں، تو اگر صرف مکان خریدنے کے لیے کسی کو وکیل بناتا ہے، نہ پیسے بتلائے نہ کوئی اور چیز بتلائی تو یہ جہالتِ فاحشہ ہے لہٰذا یہ توکیل صحیح نہیں۔ ہاں اگر بتلا دیتا ہے بھئی بیس لاکھ روپے والا ہو اور فلاں علاقے میں مثلاً ہونا چاہیے یا اس طرح، تو پھر جب جہالت اب بھی مجہول ہے بھئی گھر قسم قسم کے ہیں لیکن تھوڑی بہت جہالت ہے اس کا کوئی حرج نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

یا اسی طرح کہتا ہے بھئی میرے لیے بھئی کیا کرو؟ میرے لیے کوئی جانور خرید لو سواری کے لیے۔ اب بھئی سواری کے جانور بھئی وہ تو گھوڑا بھی ہو سکتا ہے، گدھا بھی ہو سکتا ہے، خچر بھی ہو سکتا ہے، اونٹ بھی ہو سکتا ہے اور ہر ایک کی قیمتیں مختلف ہیں۔ گدھا خریدتا ہے تو وہ دو چار پانچ ہزار کا ہی مل جائے گا، اگر اونٹ خریدتا ہے تو وہ تو ملے گا تیس چالیس ہزار میں، تو لہٰذا جہالت بہت زیادہ ہے، جہالتِ فاحشہ ہے لہٰذا یہ توکیل صحیح نہیں۔ تو یہی بات کر رہے ہیں وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ فَلَا بُدَّ مِنْ تَسْمِيَةِ جِنْسِهِ وَصِفَتِهِ وَمَبْلَغِ ثَمَنِهِ اور جس نے وکیل بنایا کسی آدمی کو کسی چیز کے خریدنے کے لیے فَلَا بُدَّ مِنْ تَسْمِيَةِ جِنْسِهِ تو اس کی جنس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ جنس کا ذکر کرنا مثلاً سواری کے لیے جانور کا کہا ہے تو جنس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ گھوڑا خریدے یا اونٹ یا خچر خریدے بھئی۔ وَصِفَتِهِ اور اس کی صفت بھی ذکر کرے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ صفت بھئی مثلاً بھئی کیا صفت ذکر کرے؟ موٹا تازہ کہ بھئی بڑا قوی مضبوط قسم کا بہترین قسم کا خوبصورت اونٹ خریدنا بھئی، کمزور سا نہ خریدنا۔ وَمَبْلَغِ ثَمَنِهِ اور کیا ذکر کرے گا؟ ثمن کی حد یا ثمن کی مقدار، مبلغ کا معنی حد یا مقدار، ثمن کی حد یا مقدار بھی ذکر کرنا ضروری ہے۔ إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُ وَكَالَةً عَامَّةً مگر یہ کہ اسے وکیلِ عام بنا دے بھئی۔ کیا بنا دے؟ وکیلِ عام بنا دے فَيَقُولَ ابْتَعْ لِي مَا رَأَيْتَ پس اسے کہتا ہے ابْتَعْ لِي مَا رَأَيْتَ خرید لے میرے لیے مَا رَأَيْتَ جو تجھے مناسب لگے، جو تیری رائے ہو، یعنی جو مناسب ہو، میرے لیے سواری کے لیے جانور خرید لے جو تجھے مناسب لگے۔ اب یہ وکیلِ عام کر دیا اس کو، اب وہ جو بھی جانور خریدنا چاہے کیا کر سکتا ہے اس کے لیے؟ خرید سکتا ہے۔

وَإِذَا اشْتَرَى الْوَكِيلُ وَقَبَضَ الْمَبِيعَ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ۔ اگر وکیل نے خریدی کوئی چیز، وکیل بالشراء نے، وَقَبَضَ الْمَبِيعَ اور مبیع پر کیا کیا پھر اس وکیل نے؟ قبضہ کر لیا یعنی مبیعہ وصول کر لیا ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ پھر کیا ہوا؟ کسی عیب پر مطلع ہوا بھئی۔ آپ کو میں نے بھیجا تھا جاؤ میرے لیے گاڑی خریدو، آپ گئے اور آپ نے میرے لیے گاڑی خریدی اور گاڑی لے لی بائع سے، لیکن پھر آپ کو پتہ چلا اس گاڑی کے اندر تو یہ نقص ہے، تو اس عیب کی وجہ سے وکیل کو حق ہے کہ وہ کیا کر سکتا ہے اس چیز کو؟ واپس کر سکتا ہے۔ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ پھر وہ مطلع ہوا وکیل عیب پر فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ بِالْعَيْبِ تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو واپس کر دے عیب کی وجہ سے مَا دَامَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ جب تک کہ مبیعہ اس کے قبضے میں ہے۔ جب تک مبیعہ کس کے پاس ہے؟ وکیل کے پاس ہے وہ اس کو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے۔ لیکن وکیل نے اگر کیا کیا؟ مبیعہ لا کر کس کے حوالے کر دیا ہے؟ مؤکل کے حوالے کر دیا ہے تو اب مؤکل کی اجازت ضروری ہے، اس کی اجازت کے بغیر واپس نہیں کر سکتا۔ فَإِنْ سَلَّمَهُ إِلَى الْمُوَكِّلِ پس اگر اس نے سپرد کر دیا ہے وہ مبیعہ

مؤکل کے لَمْ يَرُدَّهُ تو اس کو واپس نہیں کر سکتا إِلَّا بِإِذْنِهِ مگر مؤکل کی اجازت سے۔

وَيَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِعَقْدِ الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ فَإِنْ فَارَقَ الْوَكِيلُ صَاحِبَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ الْعَقْدُ بھئی۔ بھئی عقدِ صرف میں اور عقدِ سلم کے اندر کیا وکیل بنا سکتے ہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی۔ عقدِ صرف کس کو کہتے تھے؟ جس میں دونوں طرف جنسِ ثمن ہوں۔ میں نے ایک شخص کو وکیل کیا، میں نے کہا بھئی یہ لو یہ سو درہم ہیں، یہ بیچو اس کے بدلے دینار لے لو، زید سے کیا کرو؟ دینار لے لو، تو اب وکیل بنانا صحیح۔ اسی طرح عقدِ سلم کے اندر میں نے ایک آدمی کو پیسے دیے یہ لو بھئی ایک لاکھ روپے، زید سے عقدِ سلم کرو چھ مہینے بعد مجھے وہ گندم دے دے ایک لاکھ روپے کی، تو عقدِ سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے، خریدنے کے لیے، کس کے لیے؟ خریدنے کے لیے۔ اگر عقدِ سلم میں جو بائع ہے یعنی کون؟ مسلم الیہ ہے، اس کی طرف سے وکیل بننا صحیح نہیں۔ کیونکہ عقدِ سلم میں آپ کیا کرتے ہیں دوسرے کو وکیل بناتے ہیں کہ فلاں سے کیا کرو؟ عقدِ سلم کرو یعنی اس سے پیسے لے لو میں اسے چھ مہینے بعد کیا کروں گا؟ گندم دوں گا، تو وکیل میں نے آپ کو بنا کر بھیج دیا اور میں ہوں بائع یعنی مسلم الیہ، تو یہ وکیل درست نہیں ہے، یہ توکیل درست نہیں۔ کیوں نہیں صحیح؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں پر وکیل گیا اور وہ عقد کر کے آ گیا، پیسے وصول کیے اور پیسے لا کر اس نے کس کے حوالے کر دیے؟ مؤکل کے حوالے کر دیے، اور عقد کون سا ہے؟ بیع و شراء والا اور بیع و شراء کے حقوق کس کی طرف راجع ہوتے ہیں؟ وکیل کی طرف، اور اس عقد کے حقوق بھی وکیل کی طرف راجع ہیں، لہٰذا اب وہ جو مال ہے جو چھ مہینے بعد ایک لاکھ روپے کی گندم دینی ہے اس کا مطالبہ کس سے ہو گا؟ وکیل سے، وکیل کے ذمے وہ چیز دینا ضروری ہو گی حالانکہ وہ پیسے جو اس نے وصول کیے تھے وہ کس کو دیے اس نے؟ مؤکل کے، اور سامان دینا اب کس کے ذمے پڑ گیا؟ وکیل کے ذمے پڑ گیا، اس سے مطالبہ کیا جائے گا بھئی، تو یہ درست نہیں۔ ہاں جو مشتری ہے وہ کیا کر سکتا ہے؟ وکیل بنا سکتا ہے۔ میں نے آپ کو وکیل بنایا لاکھ روپے دیے جاؤ کیا کرو؟ زید سے عقدِ سلم کرو اس ایک لاکھ کی گندم مجھے چھ مہینے بعد وہ دے دے، تو اب آپ مشتری کی طرف سے کیا ہیں؟ وکیل ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یہ درست ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ التَّوْكِيلُ بِعَقْدِ الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ اور وکیل بنانا عقدِ صرف پر اور عقدِ سلم میں یہ صحیح ہے، یہ جائز ہے۔ اور آپ جانتے ہیں مولانا عقدِ صرف میں مجلس کے اندر دونوں عوضین پر قبضہ ضروری ہے۔ عوضین پر کیا ہے؟ قبضہ ضروری ہے۔ اب میں نے آپ کو وکیل بنایا جاؤ جا کر عقدِ صرف کرو یہ سو درہم لو اس کے بدلے کیا لے لینا؟ دینار لے لینا۔ آپ عقد کر رہے ہیں، اس مجلس میں میں بھی آ گیا مولانا، میں بھی آ گیا۔ آپ نے عقدِ صرف کر لیا، اس کے ساتھ ایجاب و قبول ہو گیا، اور ایجاب و قبول کے ساتھ ساتھ اسی مجلس میں ایک اور چیز بھی ضروری تھی، وہ کیا؟ کہ عوضین پر قبضہ ہو، آپ درہم اس کو دیں اور وہ دینار آپ کے حوالے کرے آپ اس پر قبضہ کریں۔ ابھی آپ نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ مؤکل یعنی کہ میں مجلس سے اٹھا اور چلا گیا، کیا عقدِ صرف پر کوئی اثر پڑا؟ کوئی اثر نہیں پڑا اس لیے کہ عقد کرنے والا مؤکل نہیں ہے بلکہ عقد تو کون کر رہا ہے؟ وکیل کر رہا ہے تو اس کا قبضہ ضروری ہے۔ ہاں اگر وکیل قبضے سے پہلے مجلس سے اٹھ کر چلا جائے تو عقدِ صرف کیا ہو جائے گا؟ فاسد باطل ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ اسی طرح عقدِ سلم کے اندر بھی میں نے آپ کو وکیل بنایا یہ لو ایک لاکھ روپے اور اس کی گندم خرید و عقدِ سلم کرو زید کے ساتھ چھ مہینے بعد مجھے گندم دے دے۔ اب اسی مجلس کے اندر وکیل کے لیے ضروری ہے کہ یہ جو پیسے ہیں کس کے حوالے کرے؟ بائع یعنی مسلم الیہ کے حوالے کر دے، لیکن وکیل اس کے حوالے کرنے سے پہلے یعنی مسلم الیہ نے ابھی ثمن پر قبضہ نہیں کیا وکیل مجلس سے اٹھ گیا چلا گیا، عقدِ سلم کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ لیکن اگر مؤکل بھی وہاں موجود تھا وہ اٹھ کر چلا جائے تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ عقد کے حقوق کا تعلق اس مؤکل سے ہے ہی نہیں بلکہ کس سے ہے؟ وکیل سے۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ فَارَقَ الْوَكِيلُ صَاحِبَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ الْعَقْدُ پس اگر جدا ہوا وکیل اپنے ساتھی سے یعنی جس کے ساتھ وہ عقد کر رہا ہے وہ مراد ہے، وکیل اپنے دوسرے ساتھی سے یعنی جس سے عقد کر رہا ہے اس سے جدا ہوا قَبْلَ الْقَبْضِ قبضے سے پہلے بَطَلَ الْعَقْدُ تو یہ عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل، چاہے صرف ہو یا سلم ہو۔ وَلَا يُعْتَبَرُ مُفَارَقَةُ الْمُوَكِّلِ اور کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا مؤکل کے جدا ہونے کا بھئی کیونکہ وہ عقد نہیں کر رہا۔

وَإِذَا دَفَعَ الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ الثَّمَنَ مِنْ مَالِهِ وَقَبَضَ الْمَبِيعَ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِهِ عَلَى الْمُوَكِّلِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ سے کہا میرے لیے گاڑی خرید و پانچ لاکھ تک کی بھئی۔ آپ گئے آپ نے اپنے ہی پیسوں سے کیا کیا؟ میرے لیے ایک گاڑی خرید لی۔ اور گاڑی پر آپ نے کیا کر لیا؟ گاڑی پر آپ نے قبضہ بھی کر لیا بھئی، گاڑی پر قبضہ۔ تو اب آپ کیا کر سکتے ہیں؟ مؤکل پر رجوع کر سکتے ہیں کہ میں نے اپنی جیب سے پیسے دیے ہیں اب لائیے آپ مجھے کیا کریں؟ گاڑی کے پیسے پانچ لاکھ روپے حوالے کر دیں۔ اور آپ کو یہ بھی حق ہے جب تک میں آپ کو پیسے نہیں دیتا آپ گاڑی میرے حوالے نہ کریں، گاڑی اپنے پاس ہی روک لیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بلکہ یاد رکھیے مولانا وکیل نے جب عقد کر لیا تو چاہے اس نے ابھی پیسے ادا نہ کیے ہوں پھر بھی وہ کیا کر سکتا

ہے؟ مؤکل سے آکر مطالبہ کر سکتا ہے کہ لاؤ بھئی پیسے دے دو اب میں جا کر پھر اسے دے دوں۔ تو ابھی پیسے اس نے اپنی جیب سے نہیں دیے پھر بھی مطالبہ کر سکتا ہے اور دے دیے ہیں پھر تو بطریقِ اولیٰ کیا کرے گا؟ آکر مؤکل سے وہ پیسے لے لے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا دَفَعَ الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ الثَّمَنَ مِنْ مَالِهِ جب حوالے کر دیے وکیل بالشراء نے، یعنی وہ وکیل جس کو کس کے لیے بھیجا تھا؟ شراء کے لیے، وکیل بالشراء نے دے دیے الثَّمَنَ کیا دیے؟ ثمن دیے مِنْ مَالِهِ اپنے مال میں سے وَقَبَضَ الْمَبِيعَ اور مبیع پر قبضہ کر لیا فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِهِ عَلَى الْمُوَكِّلِ تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رجوع کرے اس ثمن کے ساتھ کس پر؟ مؤکل پر یعنی اس سے وہ لے لے۔

فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ۔ اچھا بھئی میں نے آپ کو وکیل بنایا تھا، آپ نے عقد کر لیا، پیسے اپنے مال سے دے دیے اور گاڑی پر آپ نے قبضہ کر لیا۔ گاڑی ابھی مجھے دی نہیں تھی کہ وہ گاڑی آپ کے پاس چوری ہو گئی یا جل گئی، تو کیا اب وکیل پر ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی وکیل پر کوئی ضمان نہیں ہے بھئی۔ اس کا تو احسان ہے آپ پر کہ وہ آپ کے لیے کیا کر رہا تھا؟ گاڑی خرید رہا تھا۔ آپ اس کو یہ گاڑی خریدنے کے کوئی پیسے دے رہے ہیں؟ نہیں۔ وہ ایجنٹ تو نہیں ہے بھئی وہ تو کیا ہے؟ وکیل ہے، تو وہ تو آپ کے لیے مفت کام کر رہا ہے تو اس کا تو احسان ہے، لہٰذا اس کے پاس یہ چیز امانت کے درجے میں ہے اور امانت کے اندر اب ضمان نہیں آیا کرتا۔ ہاں اگر یہ میرے پاس آیا اور مجھے کہتا ہے پیسے دو، مؤکل کے پاس آکر، مؤکل نے کہا لاؤ بھئی پہلے گاڑی میرے حوالے کرو، وکیل کہتا ہے نہیں نہیں گاڑی تو ایسے نہیں ملے گی آپ کا کیا پتہ ہے، آپ کیا کریں پہلے؟ میرے حوالے پیسے کریں۔ اب اس نے گاڑی کو روک لیا۔ کیا کیا؟ روک لیا۔ گاڑی کو اب اس نے روک لیا ہے ثمن کی وصولی کے لیے، اب اگر گاڑی ہلاک ہوئی وکیل کے پاس تو اب اس پر ضمان آئے گا۔ اب اس پر کیا ہو گا؟ ضمان آئے گا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ پس اگر مبیعہ ہلاک ہو جائے وکیل کے قبضے میں قَبْلَ حَبْسِهِ قبل اس کے روکنے کے، وکیل نے ابھی روکا نہیں ہے، میں نے مانگا ہو اور وہ انکار کر دے تو یہ ہے اس کا روکنا، لیکن ابھی اس نے روکا ہی نہیں اس سے پہلے ہی گاڑی اس کے پاس ہلاک ہو گئی، تو هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُوَكِّلِ تو یہ کس کے مال میں سے ہلاک ہوئی؟ مؤکل کے مال میں سے ہلاک ہوئی ہے وَلَمْ يَسْقُطِ الثَّمَنُ اور ثمن ساقط نہیں ہوں گے وہ مؤکل کو دینے پڑیں گے۔ وَلَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ اور وکیل کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس مبیع کو روک لے حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ یہاں تک کہ کیا کر لے؟ ثمن کو وصول کر لے۔ کس سے وصول کرے؟ مؤکل سے وصول کرے۔ فَإِنْ حَبَسَهُ پس وکیل نے اگر اس مبیع کو روک لیا فَهَلَكَ فِي يَدِهِ پس وہ مبیعہ اس کے قبضے میں ہلاک ہوا كَانَ مَضْمُونًا ضَمَانَ الرَّهْنِ اب وہ مضمون ہوا، اب کیا آئے گا وکیل پر؟ ضمان۔ بھئی وکیل نے گاڑی لے لی اب میں نے اسے کہا لاؤ گاڑی مجھے دو اس نے کہا نہیں بھئی پہلے پیسے میرے حوالے کرو، اس نے گاڑی نہیں دی مجھے اور گاڑی اس کے پاس اس کے بعد اب ہلاک ہو گئی، جل گئی چوری ہو گئی تو اب وکیل پر ضمان آئے گا کہ میرے طلب کرنے کے باوجود اس نے گاڑی نہیں دی بلکہ اس کو کیا کیا اپنے پاس؟ روک لیا۔

اب کتنا ضمان آئے گا؟ یاد رکھیے ائمہ کا اختلاف ہے بھئی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر رہن والا ضمان آئے گا۔ کس کا ضمان آئے گا؟ رہن والا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر بیع کا ضمان آئے گا۔ کس کا ضمان آئے گا؟ بیع کا۔ بھئی بیع میں کیا ضمان آتا ہے؟ ثمن آتے ہیں، بیع میں کیا آتے ہیں دوسرے پر؟ ثمن۔ آپ کا میرا ایجاب و قبول ہوا، آپ نے کیا کیا؟ گاڑی خرید لی پانچ لاکھ روپے میں، لیکن آپ نے کیا کہا مجھے تین دن تک اختیار ہے میں بیع کو فسخ کرنا چاہوں تو کیا کر سکتا ہوں؟ فسخ کر سکتا ہوں۔ گاڑی آپ لے گئے بھئی۔ وہ گاڑی آپ کے پاس ہلاک ہو گئی تو آپ پر ضمان آئے گا یا نہیں آئے گا؟ آئے گا۔ کتنا ضمان آئے گا؟ وہی ثمن کا ضمان، تو اب آپ کو ثمن دینے پڑیں گے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو بیع کا ضمان جو ہے وہ ثمن آتے ہیں، یہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لہٰذا وکیل پر کون سا ضمان آیا؟ ثمن کا ضمان آئے گا۔ بھئی وکیل آپ کو میں نے کیا کہا تھا جاؤ میرے لیے پانچ لاکھ تک کی گاڑی خرید کر لاؤ، آپ پانچ لاکھ میں گاڑی خرید لائے، میں نے آپ سے کہا گاڑی میرے حوالے کرو، آپ نے کہا نہیں پہلے پیسے میرے حوالے کرو، گاڑی آپ نے اپنے پاس روک لی، وہ گاڑی آپ کے پاس ہلاک ہوئی تو اب آپ پر کتنا ضمان آیا؟ امام محمد رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں؟ ثمن والا، معلوم ہوا وکیل پر گاڑی کتنے کی خریدی تھی؟ پانچ لاکھ، تو کتنا ضمان آیا؟ پانچ لاکھ ضمان آیا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ اور میرے سے بھی اس نے کتنے لینے تھے؟ پانچ لاکھ، وہی پانچ لاکھ میرے سے لینے تھے تو پانچ لاکھ پانچ لاکھ کے بدلے ہوئے حساب برابر ہو گیا ختم بھئی۔ میرے سے بھی کتنے لینے تھے؟ پانچ لاکھ، اور اب اس پر ضمان بھی آ گیا اس نے میرے لیے جو گاڑی خریدی تھی وہ اس نے ضائع کر دی ہے تو اس پر بھی اب کتنے پیسے آ گئے میرے؟ پانچ لاکھ، تو پانچ لاکھ پانچ لاکھ کے بدلے ہوئے برابر ہو گیا حساب، کسی کو کوئی مال دوسرے کو نہیں دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں رہن والا ضمان آئے گا، رہن والا۔ رہن کا کتنا ضمان ہوتا تھا؟ دین اور قیمت میں سے جو اقل ہوتا تھا۔

بھئی میں نے آپ سے ایک لاکھ روپیہ قرضہ لیا، آپ نے مجھے قرضہ تو دیا لیکن کہا بھئی ایسے نہیں دوں گا میرے پاس کوئی چیز رہن رکھواؤ تاکہ پیسے کی وصولی ہو سکے۔ میں نے آپ کے پاس اپنی ایک گاڑی رہن کے طور پر رکھوادی۔ وہ رہن مرتہن کے پاس ہلاک ہوا۔ کیا ہوا؟ ہلاک ہوا۔ اس پر ضمان آتا ہے یا ضمان نہیں آتا؟ آتا ہے۔ کتنا ضمان آتا تھا؟ اس رہن کی قیمت اور دین میں سے جو کم ہوتا تھا وہ ضمان آتا تھا۔ لہٰذا اب اگر گاڑی بھی ہے ایک لاکھ کی، دین بھی ہے ایک لاکھ کا، تو کیا اقل ہوا؟ دونوں برابر ہیں، تو ضمان بھی اس پر ایک لاکھ آیا۔ تو میں نے اس کا کتنا دین دینا تھا؟ ایک لاکھ، اس پر کتنا ضمان آیا میرا؟ ایک لاکھ، تو ایک لاکھ ایک لاکھ کے بدلے ہوئے برابر ہو گئے، یوں سمجھیں گے اس نے اپنا دین وصول کر لیا ختم اب میں نے کوئی چیز اس کی نہیں دینی۔ لیکن اگر گاڑی تھی مہنگی، گاڑی تھی دو لاکھ کی اور دین تھا ایک لاکھ مولانا، گاڑی اس کے پاس ہلاک ہوئی تو اس پر کتنا ضمان ہے؟ ایک لاکھ۔ اقل کیا ہے دونوں میں سے؟ دین، تو دین ایک لاکھ ہے اس پر ایک لاکھ کا ضمان ہے اور باقی گاڑی تو دو لاکھ کی ہے تو آپ نے پڑھا تھا باقی اس کے پاس امانت ہے اور امانت بغیر تعدی کے ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان نہیں۔ تو معلوم ہوا اس گاڑی کا ایک لاکھ کا جو حصہ ہے وہ دین کے بدلے ہلاک ہوا ہے اور ایک لاکھ بطورِ امانت کے ہلاک ہوا ہے اس کا ضمان نہیں، تو ایک لاکھ ایک لاکھ کے بدلے برابر ہو گئے۔ اور اگر وہ چیز جو میں نے رہن رکھوائی تھی اس کی قیمت کم ہے مثلاً جو گاڑی رکھوائی وہ صرف پچاس ہزار کی ہے بھئی، تو اب رہن کی قیمت ہے پچاس ہزار، وہ گاڑی مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی اور دین ہے ایک لاکھ، تو اقل کیا ہوا؟ پچاس ہزار، گاڑی کی قیمت اقل ہوئی، تو لہٰذا اس پر ضمان بھی کتنا آیا؟ پچاس ہزار۔ تو مرتہن پر پچاس ہزار کا ضمان آ گیا اور میرے سے اس نے کتنے لینے ہیں؟ ایک لاکھ، اور مجھے اب کتنے دینے ہیں؟ پچاس ہزار کا جو ضمان ہے، تو ایک لاکھ میں سے پچاس ہزار کٹ گئے وہ اس کے بدلے ہو گئے یہ ضمان اس پر آیا اور باقی پچاس ہزار کے لیے اب وہ مجھ پر رجوع کرے گا اور میرے سے لے لے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ تھا رہن میں۔

تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں پر بھی رہن والا ضمان آئے گا۔ کون سا ضمان آئے گا؟ رہن والا ضمان آئے گا بھئی۔ بھئی رہن والا ضمان یہاں کیسے آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو ایک یہاں ہے ثمن ایک ہے قیمت۔ وکیل کو میں نے کیا کہا تھا پانچ لاکھ کی ایک گاڑی لاؤ میرے لیے، وہ گاڑی اس نے لے لی میرے پاس لایا، میں نے کہا لاؤ گاڑی دے دو، اس نے کہا گاڑی تب ملے گی جب پیسے دو گے، اس نے گاڑی روک لی۔ اب روکنے کے بعد گاڑی اس کے پاس ہلاک ہوئی ہے تو اس پر ضمان آئے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں کون سا ضمان آئے گا؟ رہن والا۔ کس طرح؟ کہتے ہیں ایک تو ہے گاڑی کے ثمن، کتنے کی لی ہے اس نے؟ پانچ لاکھ، تو لہٰذا اب مؤکل سے اس نے کتنے پیسے وصول کرنے ہیں؟ پانچ لاکھ وصول کرنے ہیں۔ یہ تو تھے ثمن، اور ایک ہے قیمت، مارکیٹ ریٹ بھئی، اس جیسی گاڑی کی قیمت پتہ کروائی جائے گی اس طرح کی گاڑی بازار میں کتنے کی ملتی ہے؟ تو وہ ہو سکتا ہے ثمن کے برابر ہی ہو، ہو سکتا ہے اس سے کم ہو، ہو سکتا ہے اس سے زیادہ ہو۔ بھئی ہو سکتا ہے قیمت زیادہ ہو، ایک آدمی کو جلدی پیسوں کی ضرورت تھی اس نے گاڑی اونے پونے داموں اس کو بیچ دی پانچ لاکھ میں، حالانکہ بازار میں جا کر اس کی قیمت کا پتہ کروایا تو پتہ چلا اس جیسی گاڑی تو سات لاکھ کی ہوا کرتی ہے۔ کتنے کی ہوتی ہے؟ سات لاکھ کی۔ اب گاڑی کی قیمت ہے سات لاکھ اور ثمن کتنے ہیں؟ پانچ لاکھ، تو دونوں میں سے اقل کیا ہوا؟ پانچ لاکھ، تو وہ اس پر کیا ہو جائے گا؟ ضمان آ جائے گا۔ وکیل پر کتنا ضمان آیا؟ پانچ لاکھ، اور میرے سے بھی اس نے کتنے لینے ہیں؟ پانچ لاکھ، اور مجھے بھی کتنے دینے ہیں؟ پانچ لاکھ کہ جو ضمان اس پر آیا کیونکہ میری گاڑی تھی میرے لیے خریدی تھی، تو یہ پانچ لاکھ پانچ لاکھ کے بدلے ہو گئے حساب برابر، وکیل مجھ سے کچھ مال وصول نہیں کر سکتا میں اس سے کوئی مال وصول نہیں کر سکتا۔ اور اگر گاڑی کی قیمت تھی کم، مثلاً گاڑی کا جا کر بازار میں پتہ کروایا تو پتہ چلا اس نے لی ہے پانچ لاکھ میں، اس جیسی گاڑی تو ساڑھے چار لاکھ میں ملتی ہے۔ کیا ہوتی ہے؟ ساڑھے چار لاکھ میں ملتی ہے۔ اب اس میں سے ساڑھے چار لاکھ ہے قیمت اور پانچ لاکھ ہیں ثمن، اقل کیا ہوا؟ قیمت اقل ہوئی تو قیمت والا ضمان اس پر آیا۔ لہٰذا وکیل پر کتنا ضمان؟ ساڑھے چار لاکھ، اور مجھ سے کتنے لینے تھے؟ پانچ لاکھ، تو پانچ لاکھ میں سے ساڑھے چار لاکھ کٹ گئے باقی کتنے رہ گئے؟ پچاس ہزار، تو وکیل مجھ پر رجوع کرے گا اور مجھ سے کتنے پیسے لے لے گا؟ پچاس ہزار۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں فَإِنْ حَبَسَهُ اگر وکیل نے اس مبیع کو روک لیا فَهَلَكَ فِي يَدِهِ پس وہ چیز اس کے قبضے میں ہلاک ہو گئی كَانَ مَضْمُونًا ضَمَانَ الرَّهْنِ تو وہ مضمون ہو گی ضَمَانَ الرَّهْنِ رہن کے ضمان کے ساتھ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى کس کے نزدیک بھئی؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک، وَضَمَانَ الْبَيْعِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور بیع کے ضمان کے ساتھ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَإِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَجُلَيْنِ فَلَيْسَ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيمَا وُكِّلَا فِيهِ دُونَ الْآخَرِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: دو آدمیوں کو میں نے کسی مسئلے میں وکیل بنایا، ایک کو نہیں بنایا، کیا کیا؟ زید اور عمرو میرے پاس تھے میں نے کہا تم دونوں جاؤ اور میرے لیے کیا کرو؟ ایک گاڑی خرید کر لاؤ۔ کیا کرو؟ ایک پانچ لاکھ والی گاڑی خرید کر لاؤ۔ تو میں نے ایک کو وکیل بنایا ہے یا دو کو بنایا ہے؟ دو کو بنایا ہے، لہٰذا اب دونوں میں سے ایک جا کر گاڑی خرید تا ہے یہ جائز

نہیں ہے بلکہ دونوں کو کیا کرنا پڑے گا؟ اس تصرف میں دونوں کو شریک ہونا پڑے گا۔ سمجھ میں آئی بات؟ وجہ اس کی یہ ہے کیونکہ میں راضی نہیں ہوں ایک کی رائے پر۔ بھئی دونوں آپس میں جائیں گے تو ایک کی رائے بہتر ہوتی ہے یا دو رائے جب مل جائیں وہ بہتر ہوتی ہیں؟ دو رائے۔ دونوں آپس میں مشورہ کریں گے تو زیادہ اچھی چیز ملے گی، ایک کی رائے سے ویسی چیز نہیں ملے گی۔ تو میں نے دو کو بنایا ہی اسی لیے وکیل ہے کہ دونوں خریدیں گے تو بہتر چیز آئے گی بھئی، تو میں ایک کے وکیل بنانے پر راضی نہیں لہٰذا ایک کا وہ تصرف کرنا بھی جائز نہیں۔ لیکن کچھ تصرفات آگے ذکر کر رہے ہیں بھئی صاحبِ قدوری، ان میں میں نے بنایا دو کو وکیل تھا، دو آدمیوں کو وکیل بنایا لیکن ان میں سے ایک جا کر وہ تصرف کرتا ہے وہ کام سرانجام دیتا ہے تو وہ بھی کیا ہوگا؟ جائز ہوگا۔ دیکھو بھئی وَإِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَجُلَيْنِ جب وکیل بنایا ایک آدمی نے دو آدمیوں کو فَلَيْسَ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيمَا وُكِّلَا فِيهِ تو جائز نہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کہ وہ تصرف کرے فِيمَا وُكِّلَا فِيهِ اس چیز میں جس میں ان کو وکیل بنایا گیا تھا دُونَ الْآخَرِ بغیر دوسرے کے، دوسرے کے بغیر صرف ایک کے لیے وہ تصرف کرنا جائز نہیں۔

إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُمَا بِالْخُصُومَةِ مگر یہ کہ ان دونوں کو وکیل بنا دے خصومت کا۔ کیا بنائے؟ خصومت کا وکیل بنائے، مگر یہ کہ ان دونوں کو کس چیز کا وکیل بنائے؟ خصومت کا وکیل بنائے، اب ایک جا کر قاضی کے سامنے بات چیت کرتا ہے اور خصومت کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ بھئی یہ کیوں جائز؟ ابھی تو آپ نے بتایا جب دو کو وکیل بنائے تو دونوں کا تصرف ضروری ہے ایک کا تصرف نہیں۔ کہتے ہیں اس لیے کہ قاضی کے سامنے جا کر تو ایک ہی بات کر سکتا ہے، دونوں مل کر بات کریں گے تو کسی کی بات سمجھ میں آئے گی؟ نہیں، لہٰذا مشورے کی ضرورت ہے تو وہ پہلے کر لینا چاہیے اور قاضی کے سامنے تو پھر کیا کرتا ہے؟ دونوں میں سے ایک ہی بولتا ہے۔ یہ معنی ہے إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُمَا بِالْخُصُومَةِ۔ أَوْ بِطَلَاقِ زَوْجَتِهِ بِغَيْرِ عِوَضٍ یا ایک آدمی نے دو آدمیوں کو وکیل بنایا کہ وہ جا کر اس کی بیوی کو طلاق دے دیں بغیر عوض کے۔ کیا کریں؟ بغیر عوض کے۔ ایک آدمی دو آدمیوں سے کہتا ہے تم دونوں جاؤ اور جا کر میری طرف سے کیا کر دو؟ تم دونوں وکیل ہو جا کر کیا کر دو میری طرف سے میری بیوی کو طلاق دے دو۔ ایک جاتا ہے اس نے جا کر کیا کیا؟ طلاق دے دی، تو لہٰذا اب بھی یہ تصرف ٹھیک ہے۔ بھئی کیوں دونوں کا جانا ضروری نہیں؟ کہتے ہیں بھئی یہاں پر کوئی مشورے کی ضرورت ہے؟ نہیں، یہاں تو کسی مشورے کی ضرورت ہی نہیں ہے لہٰذا ایک بھی جا کر یہ تصرف کر لیتا ہے تو یہ تصرف صحیح ہے۔ یہ معنی ہے أَوْ بِطَلَاقِ زَوْجَتِهِ بِغَيْرِ عِوَضٍ یا مگر یہ کہ ان دونوں کو وکیل بنایا گیا ہو بِطَلَاقِ زَوْجَتِهِ اس مؤکل کی بیوی کو طلاق دینے پر بِغَيْرِ عِوَضٍ بغیر کسی عوض کے۔ ہاں عوض کی بات ہے کہ طلاق ویسے نہیں ملے گی تمہیں بھی کچھ عوض دینا پڑے گا پھر تمہاری جان چھوٹے گی، تو اب مولانا دونوں کا جانا ضروری کیونکہ دونوں جا کر مشورے سے کیا کریں گے؟ طے کریں گے۔

أَوْ بِعِتْقِ عَبْدِهِ بِغَيْرِ عِوَضٍ، ان سب کا عطف ہو بھئی بِالْخُصُومَةِ پر ہو رہا ہے، إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُمَا بِالْخُصُومَةِ، اس بِالْخُصُومَةِ بھئی معطوف علیہ ہے اس کو ہٹا کر کیا رکھ دیں؟ معطوف، إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُمَا بِعِتْقِ عَبْدِهِ بِغَيْرِ عِوَضٍ مگر یہ کہ ان دونوں کو وکیل بنایا گیا ہو کہ وہ اس مؤکل کے غلام کو آزاد کر دیں بغیر کسی عوض کے بھئی، بغیر کسی عوض کے۔ تو اب بھی ان دونوں میں سے ایک جا کر غلام کو کیا کر دیتا ہے؟ آزاد، تو اس کا یہ تصرف صحیح۔ کیوں بھئی یہ تصرف ایک کا صحیح کیوں؟ کہتے ہیں یہاں پر بھی کسی مشورے کی کوئی ضرورت نہیں بھئی اس لیے ایک کا تصرف صحیح۔ أَوْ بِرَدِّ وَدِيعَةٍ عِنْدَهُ، یا اس کا بھی اسی پر عطف ہے إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُمَا بِرَدِّ وَدِيعَةٍ عِنْدَهُ مگر یہ کہ ان دونوں کو وکیل بنایا ہے کس چیز کا وکیل؟ بِرَدِّ وَدِيعَةٍ ایسی امانت کے لوٹانے پر عِنْدَهُ جو کس کے پاس تھی؟ مؤکل کے پاس۔ میرے پاس بھئی زید کے ایک لاکھ روپے پڑے تھے امانت کے طور پر یا کوئی چیز پڑی ہوئی تھی امانت کے طور پر، میں نے دو آدمیوں کو وکیل بنایا کہ جا کر یہ کس کو دے دو؟ زید کو دے دو۔ ان میں سے ایک گیا اور اس نے زید کو دے دیا تو اس کا یہ تصرف صحیح۔ بھئی یہ تصرف کیوں صحیح؟ کہتے ہیں بھئی اس میں بھی کسی قسم کے مشورے کی ضرورت نہیں بھئی لہٰذا یہ درست ہے۔ أَوْ بِقَضَاءِ دَيْنٍ عَلَيْهِ، أَيْ إِلَّا أَنْ يُوَكِّلَهُمَا بِقَضَاءِ دَيْنٍ عَلَيْهِ، عبارت سمجھ میں آ رہی ہے سب کو؟ مگر یہ کہ ان دونوں کو مؤکل نے وکیل بنایا ہو کس چیز کا وکیل؟ بِقَضَاءِ دَيْنٍ ایسے دین کی ادائیگی کا عَلَيْهِ جو کس پر تھا؟ مؤکل پر تھا۔ تو اب دیکھو بھئی میں نے زید کا ایک لاکھ روپیہ دینا تھا، کوئی بیع و شراء کا معاملہ ہوا تھا میری طرف اس کے ایک لاکھ باقی تھے، میں نے دو آدمیوں کو وکیل بنایا یہ لو ایک لاکھ روپیہ جو مجھ پر دین ہے اور جا کر کس کو دے دو؟ زید کو۔ ایک گیا اور جا کر دے دیتا ہے، یہ تصرف بھی ٹھیک ہے کیونکہ یہاں بھی کسی قسم کے مشورے کی ضرورت نہیں۔

اچھا چلو پیچھے میں نے بھئی بِرَدِّ وَدِيعَةٍ عِنْدَهُ کہا اور بِقَضَاءِ دَيْنٍ عَلَيْهِ، یاد رکھو نکرہ کے بعد میں نے آپ کو بتلایا فعل آ جائے تو وہ عموماً اس کے لیے کیا بنتا ہے؟ صفت بنتا ہے اور موصوف صفت کا ترجمہ کرتے ہوئے موصوف سے پہلے کیا لاتے ہیں؟ ایسا۔ اسی طرح کبھی کبھار نکرہ کے بعد ظرف آ جاتا ہے، کیا آ جاتا ہے؟ ظرفِ مستقر آ جاتا ہے تو وہ بھی کیا بنتا ہے اس کے لیے؟ صفت بنتا ہے، وہاں بھی اسی طرح ترجمہ کریں گے موصوف سے پہلے کیا لفظ لے آئیں

گے؟ ایسا۔ تو یہاں بِرَدٍّ وَدِيعَةٍ عِنْدَهُ، وَدِيعَةٍ ہے نکرہ اور عِنْدَهُ اس کے بعد کیا آیا؟ ظرف آگیا، ظرفِ مستقر یہ اس کے لیے صفت بنے گا، اسی لیے میں نے ایسا کا لفظ ترجمے میں ذکر کیا أَوْ بِرَدٍّ وَدِيعَةٍ عِنْدَهُ یا ایسی ودیعت کے واپس کرنے پر عِنْدَهُ جو کس کے پاس تھی؟ اس کے مؤکل کے پاس۔ اسی طرح أَوْ بِقَضَاءِ دَيْنٍ عَلَيْهِ، دَيْنٍ نکرہ ہے عَلَيْهِ اس کے بعد جار مجرور آیا یہ بھی مجازاً ظرف کہلاتے ہیں تو ظرفِ مستقر ہے، یا ایسے دین کی ادائیگی پر عَلَيْهِ جو کس پر تھا؟ مؤکل پر تھا۔

وَلَيْسَ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُوَكِّلَ فِيمَا وُكِّلَ بِهِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو وکیل بنایا کہ جاؤ جا کر میرے لیے کیا کرو؟ یہ پانچ لاکھ روپے میں ایک گاڑی خرید لو۔ اب آپ میرے وکیل ہوئے، تو کیا وکیل آگے کسی اور کو وکیل بنا سکتا ہے؟ بھئی آپ تھے سست، آپ نے جانے کے بجائے پھر کیا کر دیا آگے؟ عمرو کو وکیل بنایا کہ جاؤ بھئی عمرو تم جا کر کیا کر دو؟ گاڑی پانچ لاکھ روپے میں خرید دو۔ تو کیا وکیل آگے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی وکیل آگے کسی اور کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ میں نے ضابطہ بتلایا تھا مضاربت کے اندر بھئی کہ کوئی چیز اپنے سے ادنیٰ کو تو متضمن ہوتی ہے، ادنیٰ کی تو اجازت ہے اس میں اپنے کے برابر کی اجازت نہیں۔ تو مضارب کو آگے مضاربت کی اجازت نہیں کیونکہ وہ اس کے برابر کی چیز ہے، ہاں اس سے ادنیٰ درجے کی چیزیں اس میں جائز تھیں، وکیل بنا سکتا تھا بضاعت کے طور پہ دے سکتا تھا وغیرہ۔ یہاں بھی توکیل جو ہے اپنے مثل کو شامل متضمن نہیں، وکیل آگے کسی اور کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ وَلَيْسَ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُوَكِّلَ فِيمَا وُكِّلَ بِهِ اور جائز نہیں ہے وکیل کے لیے کہ وہ وکیل بنائے فِيمَا اس چیز کے اندر وُكِّلَ بِهِ جس پر اسے وکیل بنایا گیا ہے إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْمُوَكِّلُ مگر یہ کہ مؤکل اس کو اجازت دے دے۔ ہاں اگر مؤکل نے اجازت دے دی ہے کہ آپ کیا کر سکتے ہو آگے بھی؟ وکیل بنا سکتے ہو تو پھر وہ وکیل کیا کر سکتا ہے؟ آگے کسی اور کو وکیل بنا سکتا ہے۔ یا اسے صراحتاً تو یہ نہیں کہا کہ جا کر تم بھی آگے کیا کر سکتے ہو کسی دوسرے کو وکیل، لیکن ایسے لفظ استعمال کر لیے کہ جیسے اس کو ہر چیز کی اجازت دے دی۔ کیسے؟ یوں کہا کہ جاؤ بھئی میرے لیے کیا کرو؟ پانچ لاکھ میں ایک گاڑی خریدنی ہے اور جیسے آپ کو مناسب لگے ویسے کر لینا، جیسے مناسب لگے اپنی رائے پر عمل کر لینا، تو اب بھی اس کو کیا ہو گئی؟ آگے وکیل بنانے کی اجازت ہو گئی۔ تو کہتے ہیں إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْمُوَكِّلُ مگر یہ کہ اجازت دے دے اس کو مؤکل أَوْ يَقُولَ لَهُ یا اسے یوں کہے اعْمَلْ بِرَأْيِكَ تو عمل کر اپنی رائے پر یعنی جیسا تجھے مناسب لگے ویسا کر لینا۔

فَإِنْ وَكَّلَ بِغَيْرِ إِذْنِ مُوَكِّلِهِ۔ اچھا بھئی آپ میرے وکیل ہیں میں نے آپ کو آگے وکیل بنانے کی اجازت نہیں دی لیکن آپ آگے وکیل بنا لیتے ہیں تو کیا اب وہ اگلا وکیل جو گاڑی خریدتا ہے وہ اس کا خریدنا صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ وہ مؤکل کے لیے شمار ہو گی یا شمار نہیں ہو گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی جب اجازت نہیں ہے تو اگلے کا خریدنا یہ چیز مؤکل کے لیے شمار نہیں ہو گی۔ ہاں اگر آپ کو میں نے وکیل بنایا آپ ہوئے وکیلِ اول، آگے آپ نے دوسرے کو وکیل بنایا وہ ہے وکیلِ ثانی، وکیلِ ثانی جب گاڑی خرید رہا تھا ساتھ ہی کون موجود تھا؟ وکیلِ اول بھی اس کے ساتھ موجود تھا، اب خریدی وکیلِ ثانی نے لیکن چونکہ وکیلِ اول بھی وہیں پر اسی مجلس میں موجود ہے تو یوں سمجھا جائے گا یہ دراصل خریدی ہی کس نے ہے؟ وکیلِ اول نے، تو اب یہ مؤکل کے لیے شمار ہو گی۔ یا وکیلِ اول تو وہاں موجود نہیں تھا لیکن وکیلِ ثانی نے آ کر اس کو اطلاع دی اور بتلایا یہ گاڑی میں نے اتنے میں خریدی ہے، وکیلِ اول کہتا ہے ٹھیک ہے بھئی درست کیا آپ نے صحیح عقد کیا ہے، اس نے اجازت دے دی عقد کی مولانا، تو اس صورت میں بھی کیا ہے؟ وہ کس کے لیے ہو جائے گی چیز؟ مؤکل کے لیے ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ فَإِنْ وَكَّلَ بِغَيْرِ إِذْنِ مُوَكِّلِهِ پس اگر وکیل نے آگے وکیل بنا دیا اپنے مؤکل کی اجازت کے بغیر فَعَقَدَ وَكِيلُهُ بِحَضْرَتِهِ جَازَ پس عقد کیا اس وکیل کے وکیل نے بِحَضْرَتِهِ اس وکیل کی موجودگی میں جَازَ تو یہ جائز ہے۔ وَإِنْ عَقَدَ بِغَيْرِ حَضْرَتِهِ اور اگر عقد کیا اس کی غیر حاضری میں فَأَجَازَهُ الْوَكِيلُ الْأَوَّلُ تو پھر اس کی اجازت دے دی وکیلِ اول نے جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔

وَلِلْمُوَكِّلِ أَنْ يَعْزِلَ الْوَكِيلَ عَنِ الْوَكَالَةِ۔ یاد رکھیے میں نے ایک آدمی کو وکیل بنایا کہ جاؤ میرے لیے پانچ لاکھ روپے میں گاڑی خریدو تو وہ میرا وکیل ہو گیا۔ اب میں اس کو معزول کر سکتا ہوں یا معزول نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی آپ نے اجازت دی ہے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں اسے معزول کرنا چاہیں تو معزول کر سکتے ہیں، آپ اسے کہہ دیتے ہیں نہیں بھئی آپ نہ خریدو میرے لیے گاڑی۔ لیکن ضروری ہے کہ اس کو علم ہو، اس کے سامنے اسے کہیں نہیں بھئی آپ کو اجازت نہیں، یا اس کو اطلاع پہنچانا ضروری ہے۔ جب تک اس کو اطلاع نہیں ہے تو اگر وہ گاڑی خرید لیتا ہے پھر وہ کس کے لیے شمار ہو گی؟ مؤکل کے لیے، تو پھر اس کا تصرف جائز ہو گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ وَلِلْمُوَكِّلِ أَنْ يَعْزِلَ الْوَكِيلَ اور مؤکل کے لیے جائز ہے کہ وہ معزول کر دے وکیل کو عَنِ الْوَكَالَةِ وکالت سے فَإِنْ لَمْ يَبْلُغْهُ الْعَزْلُ فَهُوَ عَلَى وَكَالَتِهِ پس اگر اس کو نہیں پہنچی خبر معزول کر دینے کی فَهُوَ عَلَى وَكَالَتِهِ تو وہ اپنی

وکالت پر باقی ہے وَتَصَرُّفُهُ جَائِزٌ اور اس کا وہ تصرف کیا ہے؟ جائز ہے حَتَّى يَعْلَمَ یہاں تک کہ اسے علم ہو جائے، جب علم ہو جائے گا اب اس کا تصرف کرنا جائز نہیں ہو گا۔

وَتَبْطُلُ الْوَكَالَةُ بِمَوْتِ الْمُوَكِّلِ وَجُنُونِهِ۔ اچھا بھئی مؤکل یا وکیل میں سے کوئی مر جاتا ہے، پہلے مؤکل کی صورت ذکر کر رہے ہیں، جب مؤکل مر گیا تو وکالت خود بخود کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی۔ کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی کیونکہ اس تصرف کی اجازت مؤکل کی طرف سے ملی تھی وکیل کو، اب مؤکل ہی نہ رہا تو تصرف کی اجازت بھی نہیں۔ اسی طرح مؤکل اگر مجنون ہو گیا مولانا اور مجنون بھی کیسا ہوا؟ جنونِ مطبق ہوا یعنی پوری طرح پاگل ہو گیا۔ جنونِ مطبق آگے آ رہا ہے کتاب کے اندر بھئی، جنونِ مطبق کہتے ہیں جو پورا مکمل جنون ہو اور یہ کم از کم کتنا ہے؟ ایک ماہ تک جو ہو۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کو ویسے پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں کبھی کبھار، سمجھ میں آیا؟ تو یہ جنونِ مطبق نہیں ہے۔ جنونِ مطبق وہ ہے جو جب طاری ہوا تو کم از کم کتنا عرصے تک رہا؟ ایک ماہ تک۔ اس میں اور بھی اقوال ہیں لیکن فتویٰ کتنے پر ہے؟ ایک ماہ پر بھئی، کیونکہ ایک ماہ کے اندر پورا رہے تو اس کی وجہ سے پورا ایک مہینہ بیچ میں آیا مثلاً رمضان کے روزوں میں یہ ہوا تو پورے روزے اس سے کیا ہو گئے؟ ساقط ہو گئے کیونکہ پورے روزے اس پر جنون رہا، تو اس کی وجہ سے دیکھو ایک عبادت کی ادائیگی ہی کیا ہو گئی انسان سے؟ ساقط ہو گئی، تو یہ جنونِ مطبق ہے مکمل جنون ہے۔ لہٰذا اب اگر مؤکل پر کیا طاری ہوا؟ جنونِ مطبق طاری ہوا تو اس کی وجہ سے بھی وہ وکیل کیا ہو جاتا ہے؟ معزول ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر مؤکل العیاذ باللہ مرتد ہوا اور مرتد ہو کر کہاں چلا گیا؟ دار الحرب بھاگ گیا۔ یہاں رہا تو ہم اسے جیل میں ڈالیں گے تین دن مہلت دیں گے، دوبارہ مسلمان نہ ہوا تو اسے کیا کر دیا جائے گا؟ قتل کر دیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ جی تو جو ایک دفعہ مسلمان ہے پھر مرتد ہو رہا ہے معلوم ہوا وہ اسلام کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے بھئی تو اس کی اسے اجازت نہیں ہو گی، تو تین دن مہلت دیں گے سوچے غور کرے دوبارہ اسلام لے آتا ہے ٹھیک نہیں تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اب اگر وہ بھاگ گیا کہاں چلا گیا؟ دار الحرب، اب تو وہ ہاتھ نہیں آ سکتا، قاضی نے حکم لگا دیا کہ وہ کہاں جا چکا؟ دار الحرب، تو یہ اب موت کے حکم میں ہوا اور اب اس کا مال کس کی طرف منتقل ہو جائے گا؟ وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ تو جب یہ موت کے حکم میں ہوا تو موت کی صورت میں وکالت کیا ہو جاتی تھی؟ ختم، تو اب بھی وکالت کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی۔ کہتے ہیں وَتَبْطُلُ الْوَكَالَةُ بِمَوْتِ الْمُوَكِّلِ اور وکالت باطل ہو جاتی ہے مؤکل کی موت کی وجہ سے وَجُنُونِهِ جُنُونًا مُطْبِقًا اور اس کے مجنون ہو جانے کی وجہ سے، کیسا جنون؟ جنونِ مطبق ہو یعنی کامل جنون ہو، وَلَحَاقِهِ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا اور اسی طرح وکالت باطل ہو جاتی ہے مؤکل کے مل جانے سے، کس چیز کے ساتھ مل جانے سے؟ بِدَارِ الْحَرْبِ دار الحرب کے ساتھ مل جانے سے مُرْتَدًّا اس حال میں کہ یہ کیا ہوا ہو؟ مرتد ہوا ہو یعنی دار الحرب بھاگ گیا ہو مرتد ہو کر۔

وَإِذَا وَكَّلَ الْمُكَاتَبُ ثُمَّ عَجَزَ۔ مکاتب بھئی مکاتب۔ مکاتب کس غلام کو کہتے ہیں؟ کہ آقا نے کہا اتنے پیسے لے آؤ تو تم کیا ہو؟ آزاد، اسے کہتے ہیں مکاتب۔ بھئی عام غلام تو مجور تھا، کیا وہ کسی کو وکیل بنا سکتا ہے؟ نہیں، وہ کسی کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ لیکن عبدِ مکاتب میں نے آپ کو بتایا تھا آزاد آدمی کی طرح ہے، آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا، یہ جائے گا محنت کرے گا پیسے کمائے گا اپنے آپ کو آزاد کروائے گا۔ اب اس مکاتب نے کیا کیا؟ ایک آدمی کو کسی مسئلے میں اپنا وکیل بنایا تھا، اور پھر یہ مکاتب بھئی یہ عاجز ہوا، اس نے آقا کے سامنے آ کر کیا کہہ دیا؟ کہ مجھ سے اتنے پیسے نہیں ہوتے، بس مولانا عقدِ کتابت ختم۔ جیسے ہی عجز کا اظہار کرے گا عقدِ کتابت ختم، یہ پھر کیا بن گیا؟ عبدِ مجور عام غلام بن گیا مولانا، اب پھر آقا اس سے خدمت لے سکتا ہے۔ تو لہٰذا جب مکاتب عجز کا اظہار کر دے تو اس نے جب کسی کو وکیل بنایا تھا وہ وکالت خود بخود کیا ہو جائے گی؟ ختم ہو جائے گی مولانا۔ اسی طرح ایک غلام تھا اس کو میں نے اجازت دی تھی تجارت کی، پھر میں نے اجازت واپس لے لی اور اس نے اجازت کے زمانے میں ایک آدمی کو ایک تصرف کے لیے وکیل بنایا، جیسے ہی میں نے اجازت ختم کی بھئی یہ پھر عبدِ مجور بن گیا اور عبدِ مجور کو تو وکیل بنانے کی اجازت نہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی وکالت کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا وَكَّلَ الْمُكَاتَبُ ثُمَّ عَجَزَ اور جب وکیل بنایا مکاتب نے پھر وہ عاجز ہوا أَوِ الْمَأْذُونُ لَهُ یا ماذون لہ نے کیا کیا؟ جس شخص کو اجازت دی گئی تھی اس نے وکیل بنایا فَحُجِرَ عَلَيْهِ پھر اس پر کیا لگا دی گئی؟ پابندی لگا دی گئی أَوِ الشَّرِيكَانِ یا دو شریک تھے مولانا، میں نے اور زید نے مل کر پیسے ملائے تھے ہم کاروبار کر رہے تھے، زید نے ایک آدمی کو وکیل بنایا کہ جاؤ جا کر یہ چیز بیچ دو، مالِ شرکت میں سے کوئی چیز کیا کی اس کے؟ حوالے، پھر میرے اور زید کے درمیان اختلاف آیا ہم دونوں آپس میں جدا ہو گئے شرکت ختم کر دی۔ جب شرکت ختم کر دی تو وکالت بھی خود بخود ختم ہو گئی اس لیے کہ وہ وکیل تھا کس چیز میں اس نے تصرف کرنا تھا؟ مالِ شرکت میں، اور جب شراکت ختم ہوئی تو مالِ شرکت بھی کیا ہوا؟ ختم ہو گیا، مالِ شرکت رہا ہی نہیں۔ تو یہ معنی ہے أَوِ

الشَّرِيكَانِ، پیچھے مکاتب پر عطف ہو رہا ہے وَإِذَا وَكَّلَ الشَّرِيكَانِ جب وکیل بنایا دو شریکوں نے فَافْتَرَقَا تو دونوں جدا ہو گئے فَهٰذِهِ الْوُجُوهُ كُلُّهَا تُبْطِلُ الْوَكَالَةَ تو یہ ساری وجوہات جو ہیں یہ سارے سبب جو ہیں یہ باطل کر دیتے ہیں وکالت کو عَلِمَ الْوَكِيلُ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ وکیل کو چاہے علم ہو یا علم نہ ہو۔

بھئی ویسے تو وکیل کو معزول کرتے ہیں بتلانا ضروری ہے لیکن یہ کچھ چیزیں ان میں ایسی ہیں کہ وہاں وکیل خود بخود معزول ہوتا ہے یعنی عزلِ حکمی آتا ہے۔ کیا آتا ہے؟ عزلِ حکمی۔ اور عزلِ حکمی کے اندر، بھئی عزل صراحتاً ہو وہاں تو وکیل کو بتلانا اور اس کا علم ضروری، لیکن عزلِ حکمی کے اندر وکیل کا علم بھی ہونا ضروری نہیں، وکیل کو علم ہو یا نہ ہو وہ خود بخود کیا ہو جائے گا؟ معزول۔ تو بھئی جب مؤکل مر گیا تو کون سا عزل آیا؟ عزلِ حکمی۔ اسی طرح بھئی ان سب کے اندر کیا آ جائے گا؟ عزلِ حکمی آئے گا۔ مکاتب کے اندر بھی مولانا مکاتب وکیل بنا سکتا ہے لیکن جب وہ عبدِ مجور ہوا تو اب تو اس کے لیے وکیل بنانا ہی جائز نہیں۔ مکاتب کیا کر سکتا ہے؟ وکیل بنا سکتا ہے یا نہیں بنا سکتا؟ بنا سکتا ہے، تو ابتداءً تو توکیل جائز تھی اس کے لیے لیکن انتہاءً جب مجور ہو گیا اب اس کے لیے جائز رہی؟ نہیں، حالانکہ یہاں ابتداءً کے ساتھ ساتھ انتہاءً بھی کیا ہونی چاہیے تھی توکیل؟ جائز ہونی چاہیے تھی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اسی طرح ماذون لہ ہے ابتداءً تو اس کے لیے توکیل جائز تھی لیکن انتہاءً وہ عبدِ مجور بن گیا اب اس کے لیے توکیل جائز نہیں لہٰذا وہ وکالت ختم ہوئی بھئی۔

وَإِذَا مَاتَ الْوَكِيلُ اور جب وکیل مر جائے أَوْ جُنَّ جُنُونًا مُطْبِقًا یا کیا ہو جائے وکیل؟ مجنون ہو جائے، کون سا جنون ہو؟ جنونِ مطبق ہو، بَطَلَتْ وَكَالَتُهُ تو اس کی وکالت کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی مولانا۔ وَإِنْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا اور اگر وہ دار الحرب بھاگ گیا مرتد ہو کر لَمْ يَجُزْ لَهُ التَّصَرُّفُ إِلَّا أَنْ يَعُودَ مُسْلِمًا تو اس کے لیے تصرف کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ واپس لوٹ آئے مسلمان ہو کر۔ معلوم ہوا مؤکل مرتد ہو کر جاتا ہے تو وکالت کیا ہو جاتی ہے؟ ختم، کیونکہ وہ موت کے حکم میں ہے۔ وکیل اگر مرتد ہو کر جاتا ہے تو اس صورت میں وکالت ختم نہیں ہوتی، ہاں اس کے لیے وہ تصرف کرنا اب جائز نہیں ہے، ہاں مسلمان ہو کر واپس آ جاتا ہے تو اب پھر کیا کر سکتا ہے؟ وہ تصرف کر سکتا ہے بشرطیکہ ابھی مؤکل نے اسے معزول نہ کیا ہو۔ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۷: کتاب الوکالۃ (۲): دو وکیلوں کا اجتماع، وکیل فی الخصومۃ والقبض، عزلِ وکیل کے احکام اور مبطلاتِ وکالت

مختصر القدوری صفحہ: ۱۰۹—بتاریخ: ۲۷ فروری ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِشَيْءٍ ثُمَّ تَصَرَّفَ الْمُوَكِّلُ بِنَفْسِهِ فِيمَا وُكِّلَ بِهِ بَطَلَتِ الْوَكَالَةُ، وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَعْقِدَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَعَ أَبِيهِ وَجَدِّهِ وَوَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ وَزَوْجَتِهِ وَعَبْدِهِ وَمُكَاتَبِهِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: يَجُوزُ بَيْعُهُ مِنْهُمْ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ إِلَّا فِي عَبْدِهِ وَمُكَاتَبِهِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وکالت کے مسائل چل رہے ہیں بھئی۔ جی، وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بھئی۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو اپنا وکیل بنایا کہ جاؤ زید کے پاس جو گاڑی ہے وہ گاڑی اس سے خرید لو۔ تو آپ میرے وکیل بن گئے، لیکن آپ نے ابھی وہ گاڑی نہیں خریدی تھی، وہ تصرف آپ نے نہیں کیا تھا کہ میں نے خود ہی وہ تصرف کر لیا، مؤکل نے خود ہی زید سے وہ گاڑی خرید لی۔ تو کہتے ہیں جب مؤکل نے خود وہ کام سرانجام دے دیا تو بس اب وکیل کی وکالت کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی۔ لہٰذا اب یہ نہیں ہو سکتا، یہ گاڑی میں نے اس سے خرید لی، پھر کچھ عرصے بعد پھر واپس اس کو بیچ دی، اب وکیل جا کر دوبارہ میرے لیے گاڑی خرید لے کہ یاد ہے آپ نے مجھے کیا کیا تھا؟ وکیل بنایا تھا اسی گاڑی کے خریدنے کے لیے۔ نہیں بھئی، جب پہلی مرتبہ ایک دفعہ فعل سرانجام دے دیا تو اس پہلی مرتبہ کے لیے میں نے وکیل آپ کو بنایا تھا، تو وکالت کیا ہوئی آپ کی؟ ختم ہو گئی بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا، وَمَنْ وَكَّلَ بھئی واؤ سے پہلے نون آیا ساکن اس کو بھی واؤ کر کے واؤ میں ادغام کریں گے، وَمَنْ وَكَّلَ۔ سمجھ میں آیا؟ یہ قانون ہے بھئی کہ حروفِ یَرْمَلُونَ، حروفِ یَرْمَلُونَ یعنی یا، را، میم، لام، واؤ، نون، ان سے پہلے اگر نونِ ساکن آ جائے تو اس نون کو بھی انہی حروف کی جنس سے بدل کر ان میں کیا کیا جائے گا؟ ادغام۔ تو انہی میں سے یَرْمَلُونَ میں ایک واؤ بھی ہے، تو دیکھو واؤ سے پہلے وَمَنْ نونِ ساکن آیا، تو اس نون کو بھی واؤ کر کے پھر واؤ میں اس کا کیا کر دیا؟ ادغام۔ تو جو حرف آئے گا اسی کے مطابق نون کو بدل کر اس میں ادغام کر دیں گے یَرْمَلُونَ کے حروف میں سے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِشَيْءٍ اور جس نے وکیل بنایا کسی آدمی کو بِشَيْءٍ کسی چیز کا ثُمَّ تَصَرَّفَ الْمُوَكِّلُ بِنَفْسِهِ فِيمَا وُكِّلَ بِهِ پھر تصرف کر لیا مؤکل نے خود اس چیز کے اندر جس میں اس کو وکیل بنایا تھا بَطَلَتِ الْوَكَالَةُ تو وکالت کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔

وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ۔ اچھا بھئی آپ کو میں نے وکیل بنایا کوئی چیز بیچنے کے لیے یا کوئی چیز خریدنے کے لیے، تو یاد رکھیے اب وکیل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ یہ چیز اپنے اصول یا فروع میں سے کسی کے ہاتھ بیچ دے۔ میں نے آپ کو گاڑی دی جاؤ میری یہ گاڑی بیچ دو، آپ نے وہ گاڑی اپنے والد کے ہاتھ

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِشَيْءٍ ثُمَّ تَصَرَّفَ الْمُوَكِّلُ بِنَفْسِهِ فِيمَا وُكِّلَ بِهِ بَطَلَتِ الْوَكَالَةُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن وكل آخر بشيء ثم تصرف فيما وكل به بطلت الوكالة» منقول ہے۔

فروخت کر دی تو وہ آپ کے اصول میں سے ہیں، آپ کا یہ بیچنا جائز نہیں۔ یا آپ نے اپنے دادا کے ہاتھ فروخت کر دی بھئی، یا نانا کے ہاتھ فروخت کر دی، یا فروع کے ہاتھ فروخت کی، اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کی یہ گاڑی یا اولاد کی اولاد کے ہاتھ کیا کی یہ گاڑی؟ فروخت کر دی، یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ وجہ یہ کہ یہ جو اصول و فروع ہوتے ہیں ان کی گواہی بھی کسی شخص کے حق میں قبول نہیں کی جاتی بھئی۔ کیوں نہیں قبول کی جاتی؟ کیونکہ تہمت کا خدشہ ہے یعنی دل میں بدگمانی آسکتی ہے بھئی۔ دل میں بدگمانی کسی کے آسکتی ہے بھئی، آپ ایک مقدمہ لڑ رہے ہیں اور اس میں اپنے بیٹے کو ہی بطورِ گواہ کے پیش کرتے ہیں یا اپنے والد یا دادا کو ہی بطورِ گواہ کے پیش کرتے ہیں تو بدگمانی آسکتی ہے کہ یہ جو مدعی ہے اسی کا فائدہ ہے تو اس کا جو اصول یا فروع ہو سکتا ہے اس کے لیے کیا کر رہے ہوں؟ جھوٹی گواہی دے رہے ہوں کیونکہ اس کا نفع سب کا نفع ہے، تو گویا اپنے ہی نفع کے لیے وہ گواہی دے رہے ہیں لہٰذا درست نہیں۔ تو یہاں بھی ان کے ہاتھ بیچنا صحیح نہیں کیونکہ کسی کے دل میں بدگمانی آسکتی ہے کہ اس نے اس کو صحیح قیمت پر نہیں بیچی ہو گی بلکہ کیا کیا ہو گا؟ سستی بیچ دی ہو گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کیونکہ ان کے نفع آپس میں مشترک ہوتے ہیں بھئی، آپس میں مل جل کر رہتے ہیں، نفع مشترک ہوتے ہیں، ایک چیز سے جو نفع اٹھاتا ہے دوسرے بھی اس سے نفع اٹھاتے ہیں، تو یہاں بدگمانی آسکتی ہے کہ اس نے کیا کیا ہو گا؟ صحیح قیمت پر ان کو نہیں بیچی ہو گی لازمی بات ہے سستی بیچی ہو گی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا بھئی؟

اور چاہے بیع کا مسئلہ ہو چاہے شراء کا، مثلاً میں نے آپ کو گاڑی دی یہ گاڑی فروخت کر دو، یہ گاڑی آپ نے اپنے غلام پر فروخت کر دی یا اپنے مکاتب پر فروخت کر دی، یہ جائز نہیں مولانا۔ اس لیے کہ غلام کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ دراصل کس کا ہوتا ہے؟ آقا کا، تو گویا خود ہی اپنے اوپر گاڑی کو بیچ رہا ہے بھئی۔ اپنے اوپر ہی کیا کر رہا ہے؟ گاڑی کو بیچ رہا ہے۔ اور مکاتب جو ہے، مکاتب اس کے ساتھ تو عقد ہوا تھا کہ مثلاً تم اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو، تو اس کی کمائی میں آقا کا حصہ ہوتا ہے۔ آقا کا حصہ ہے، وہ پیسے جمع کر رہا ہے یا نہیں کر رہا جو بھی کماتا ہے؟ ہاں، تو پیسے جمع کر رہا ہے تو اس میں آقا کا حصہ آگیا، بلکہ اگر وہ عاجزی کا اظہار کر دے، کچھ جمع کر لیے اور ہو ہی نہیں رہے، آخر آکر وہ کہتا ہے مجھ سے تو یہ پیسے جمع نہیں ہو سکتے، تو آپ نے پڑھا ہے کہ عقدِ کتابت فوراً کیا ہو جاتا ہے؟ ختم ہو جاتا ہے اور وہ عام غلام بن جاتا ہے۔ اب اس کے پاس جتنے پیسے تھے ان ساروں کا مالک کون بن گیا؟ آقا خود بخود بن گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو ان کے ساتھ بھی بیع جائز نہیں کیونکہ ان پر بیچنا گویا اپنے آپ ہی پر کیا کرنا ہے؟ بیچنا ہے، گویا وکیل نے خود ہی ایک چیز خرید لی ہے، تو یہ درست نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وکیل بالبیع اور وکیل بالشراء جو ہے لَا يَجُوزُ لَهُ اس کے لیے جائز نہیں ہے أَنْ يَعْقِدَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى کہ وہ عقد کرے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مَعَ أَبِيهِ اپنے والد کے ساتھ وَجَدِّهِ اور اپنے دادا کے ساتھ وَوَلَدِهِ اور اپنے ولد کے ساتھ۔ یاد رکھیے ولد کا لفظ بیٹے بیٹی دونوں پر بولا جاتا ہے، مذکر مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ نہ اپنی اولاد پر وَوَلَدِ وَلَدِهِ اور نہ اپنی اولاد کی اولاد پر وَزَوْجَتِهِ اور نہ ہی اپنی بیوی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے وَعَبْدِهِ وَمُكَاتَبِهِ اور نہ ہی اپنے غلام پر اور نہ اپنے مکاتب پر فروخت کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں اپنے غلام یا اپنے مکاتب پر تو نہیں فروخت کر سکتا لیکن باقی یہ جو ذکر ہوئے اصول و فروع، بیوی وغیرہ، ان کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مثلِ قیمت پر بیچے، یعنی اس جیسی چیز کی جو قیمت ہوا کرتی ہے اسی قیمت پر بیچے۔ مثلاً میں نے آپ کو گاڑی بیچنے کے لیے بھیجا تھا، اپنی گاڑی آپ کے حوالے کی، تو اس قسم کی گاڑی مثلاً بازار میں کتنے کی بکتی ہے؟ ایک لاکھ روپے کی، تو اگر آپ ایک لاکھ روپے ہی میں کیا کرتے ہیں ان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں تو اب کیا ہے؟ اب درست ہو گیا مولانا، کیونکہ آپ نے اسی قیمت پر بیچی ہے لہٰذا اب یہاں بدگمانی بھی نہیں ہے بھئی کہ اسی قیمت پر بیچی ہے جس قیمت پر یہ بکا کرتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں يَجُوزُ بَيْعُهُ مِنْهُمْ جائز ہے اس وکیل کا بیچنا مِنْهُمْ ان لوگوں کے ہاتھ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ کس کے بدلے میں؟ قیمت کے مثل کے بدلے میں إِلَّا فِي عَبْدِهِ وَمُكَاتَبِهِ مگر اپنے غلام میں اور اپنے مکاتب میں، یعنی ان کے ہاتھ بیچنا درست نہیں ہے بھئی۔ ان کے ہاتھ بیچنا درست نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر تھوڑا سا بھی نقصان ہے اس قیمت سے پھر بھی بیچنا صحیح نہیں، تھوڑا سا بھی۔ اور چیز خریدنے کے لیے میں نے آپ کو بھیجا تو آپ ان سے کوئی چیز خرید کر لے آتے ہیں، مثلِ قیمت پر اگر خریدی ہے پھر تو ٹھیک ہے مولانا صاحبین فرماتے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں جائز ہی نہیں سرے سے، صاحبین فرماتے ہیں اگر مثلِ قیمت پر اگر آپ ان سے خرید کر لائے ہیں چیز تو ٹھیک، لیکن اگر معمولی سا فرق بھی ہوا، غبنِ یسیر بھی ہوا تو درست نہیں۔ آگے آپ کو بتائیں گے کہ وکیل بالشراء اگر کوئی چیز بیچنے جاتا ہے یا کوئی چیز خریدنے جاتا ہے تو تھوڑا بہت فرق ہوا تو اس کی گنجائش ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو تھوڑا بہت غبن ہو، تھوڑا بہت دھوکہ کھائے، کمی ہو نقصان ہو تو یہ ٹھیک ہے برداشت ہے وکیل بالشراء میں بھی اور وکیل بالبیع میں بھی، لیکن ان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تو صاحبین کہتے ہیں یہاں غبنِ یسیر کی بھی گنجائش نہیں ہے بلکہ کس پر بیچنا ضروری؟ مثلِ قیمت پر

بیچنا ضروری ہے۔ ہاں البتہ اپنے غلام اور مکاتب کے اندر صاحبین بھی فرماتے ہیں ان کے ہاتھ تو بیچنا بالکل جائز ہی نہیں کیونکہ یہ گویا اپنے اوپر ہی بیچنا ہے بھئی یا اپنے سے ہی خریدنا ہے۔

وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ يَجُوزُ بَيْعُهُ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اچھا بھئی آپ وکیل بالبیع ہیں میرے، میں نے آپ کو گاڑی دی کہ جاؤ میری یہ گاڑی فروخت کر دو۔ تو اب کتنے میں فروخت کرنا آپ کے لیے جائز ہے، کتنے میں فروخت کرنا جائز نہیں بھئی؟ امام صاحب فرماتے ہیں اس کے تھوڑے پیسوں میں بیچنا بھی صحیح اور زیادہ پیسوں میں بیچنا بھی صحیح ہے، دونوں طرح اس کی بیع بِالْقَلِيلِ قلیل کے بدلے میں بھی بیع صحیح ہے اس کی اور کثیر کے بدلے میں بھی صحیح ہے۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں، نقصان کے ساتھ بیچنا صحیح نہیں۔ صرف اتنے نقصان کی گنجائش ہے جتنا عام طور پر لوگ دھوکہ کھالیا کرتے ہیں، اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے بھئی، اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ جتنا لوگ دھوکہ عموماً کھالیا کرتے ہیں تھوڑا بہت فرق ہو، تھوڑا بہت نقصان کے ساتھ اگر بیچ آتا ہے تو پھر تو ٹھیک ہے بھئی، اور اگر زیادہ نقصان ہے تو پھر یہ صحیح نہیں ہے بھئی، صحیح نہیں ہے۔ آگے آپ کو بتلائیں گے بھئی کیسے پتہ چلے گا کہ لوگ اتنا دھوکہ نہیں دیتے، اتنا دھوکہ نہیں کھاتے بھئی، کیسے پتہ چلے گا؟ کہتے ہیں بھئی بازار والوں سے اس کی قیمت لگوائی جائے، اگر کوئی بھی تاجر جو اسی کام کا ماہر ہے وہ اس کی وہ قیمت لگا دیتا ہے تو معلوم ہوا اتنا دھوکہ لوگ کھا ہی لیتے ہیں۔

اچھا چلیے تو آگے تفصیل آرہی ہے مولانا، تو کہتے ہیں وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ يَجُوزُ بَيْعُهُ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور بیع کا جو وکیل ہے جائز ہے اس کا بیچنا بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ قلیل کے بدلے میں یا کثیر کے بدلے میں، دونوں طرح جائز ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ کس کے نزدیک؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ لہٰذا میں نے آپ کو ایک گاڑی دی، گاڑی ہے ایک لاکھ روپے کی، تو آپ لے جا کر کیا کر دیتے ہیں؟ ایک لاکھ میں بیچ آتے ہیں یا ایک لاکھ دس ہزار میں بلکہ میرے لیے بیچ آتے ہیں یہ تو ہے ہی جائز، اگر آپ گئے اور گاڑی آپ نے بھئی ساٹھ ہزار کی فروخت کر دی یہ بھی جائز ہے امام صاحب فرماتے ہیں چاہے قلیل ہو چاہے کثیر ہو۔ وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ بِنُقْصَانٍ لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهِ۔ اچھا بھئی امام صاحب کے نزدیک یہ جائز ہے، قلیل کے بدلے بیچے پھر بھی جائز کثیر کے بدلے بیچے پھر بھی جائز، اس لیے کہ کہتے ہیں انہوں نے مطلق وکیل بالبیع بنایا ہے۔ مطلق بھئی بنایا ہے، کوئی قید لگائی تھی کہ تھوڑے پیسوں میں نہیں بیچنی؟ نہیں، اگر لگائی تھی وہ تو الگ بات ہے، اس نے تو کوئی قید ہی نہیں لگائی کہ تھوڑے پیسوں میں بیچنا یا نہ بیچنا۔ تو اب وہ تھوڑے پیسوں میں بھی بیچ آیا، تو جب اس نے کہا تھا بیچ آؤ تو وہ تھوڑے کو بھی شامل تھا اور زیادہ کو بھی، تو اس نے تو کوئی خلاف ورزی نہیں کی بھئی جیسی بات اس سے ہوئی تھی اس کے مطابق بیچ کر آیا۔

اور صاحبین فرماتے ہیں نہیں، لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ بِنُقْصَانٍ نقصان کے ساتھ اس کا بیچنا جائز نہیں، ایسا نقصان لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهِ کہ لوگ دھوکہ نہیں دیتے فِي مِثْلِهِ اس کے مثل میں، یعنی اتنا غبن نہیں کرتے لوگ بھئی اس جیسی چیزوں میں۔ اتنے کے ساتھ بیچ سکتا ہے، مثلاً دیکھو ایک گاڑی ہے ایک لاکھ کی قیمت ہے اس کی، آپ کو میں نے بھیجا بیچنے کے لیے، آپ گئے آپ گاڑی پچانوے ہزار میں فروخت کر آئے تو بھئی اتنا تو دھوکہ ہو ہی جاتا ہے مولانا، یا ایک ریٹ قیمت فکس ہوتی ہے مولانا؟ فکس ہوتی ہے یا مختلف لوگ مختلف قیمتیں لگاتے ہیں؟ مختلف قیمتیں لگاتے ہیں بھئی۔ نئی چیز تو الگ ہے، ویسے جو چیزیں عام بیچنے کے لیے ہیں ان کی قیمتیں کیا ہیں؟ مختلف ہوتی ہیں بھئی، مختلف۔ چنانچہ آپ دیکھتے نہیں آپ ایک ہی چیز لے جاتے ہیں ایک تاجر کے پاس وہ کہتا ہے بھئی میں یہ آپ سے دس ہزار میں لوں گا۔ دوسرے کے پاس لے جاتے ہیں وہ کہتا ہے بھئی میں آپ کو اس کے ساڑھے دس ہزار دے دوں گا۔ تیسرے کے پاس گئے اس نے کہا میں آپ کو ساڑھے گیارہ ہزار دے دوں گا اس کے بھئی۔ تو معلوم ہوا دیکھو قیمت کوئی ایک نہیں، تاجر لگا رہے ہیں اسی کام کے ماہر ہیں لیکن قیمت ایک جیسی نہیں ہوتی تھوڑا تھوڑا فرق ہوتا ہے بھئی۔ تو اب دیکھو گاڑی اس نے کتنے کی بیچ دی ایک لاکھ کے بجائے؟ پچانوے ہزار میں، لیکن اتنی رقم میں اتنا دھوکہ کہ تو لوگ کھا ہی لیتے ہیں، اتنا غبن تو کر ہی لیتے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَقَالَا صاحبین فرماتے ہیں لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ اس وکیل کا بیچنا جائز نہیں ہے بِنُقْصَانٍ، دیکھا نُقْصَانٍ نکرہ ہے آگے لَا يَتَغَابَنُ فعل آرہا ہے تو موصوف صفت والا ترجمہ ہوگا، موصوف سے پہلے ایسا کا لفظ لے آئیں کہ جائز نہیں ہے اس وکیل کا بیچنا بِنُقْصَانٍ ایسے نقصان کے ساتھ کہ لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهِ کہ لوگ غبن نہیں کرتے اس جیسی چیزوں میں، اتنا یعنی غبن نہیں کرتے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ لوگ اتنا غبن نہیں کرتے اس قسم کے نقصان کے مثل میں بھئی۔

وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ، اور وکیل بالشراء کی بات آئی مولانا۔ وکیل بالبیع میں امام صاحب نے بتلایا قلیل کے بدلے بیچنا بھی جائز کثیر کے بدلے بیچنا بھی جائز، صاحبین نے فرمایا نہیں اتنا غبن ہوا جتنا عام طور پر لوگ کر لیا کرتے ہیں تو گنجائش ہے ورنہ بہت قلیل کے بدلے بیچا تو درست نہیں ہے۔ وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ

يَجُوزُ عَقْدُهُ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ وَزِيَادَةٍ يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهَا وَلَا يَجُوزُ بِمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهِ۔ جبکہ وکیل بالشراء جو ہے جائز ہے عَقْدُهُ اس کا عقد کرنا بِمِثْلِ الْقِيمَةِ کس کے بدلے میں؟ مثلِ قیمت کے بدلے میں وَزِيَادَةٍ يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهَا اور ایسی زیادت کہ لوگ غبن کیا کرتے ہیں اس قسم کی زیادت میں یعنی اتنا کیا کر لیا کرتے ہیں لوگ بھئی؟ اتنا غبن کر لیتے ہیں۔ بھئی میں نے آپ سے کہا تھا جاؤ میرے لیے ایک گاڑی خرید کر لاؤ بھئی، آپ گئے گاڑی خرید کر لائے بھئی، ایک لاکھ کی گاڑی تھی آپ میرے لیے ایک لاکھ پانچ ہزار کی لے آئے، تو یہ تو اتنا دھوکہ تو لوگ کیا کرتے ہیں کھا ہی لیا کرتے ہیں، اتنا دھوکہ تو کھا ہی لیتے ہیں بھئی۔ تو اس کی گنجائش ہے جتنا لوگ دھوکہ کھا لیا کرتے ہیں۔ وَلَا يَجُوزُ بِمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِي مِثْلِهِ اور جائز نہیں ہے بھئی اتنی زیادتی کے ساتھ کہ لوگ اتنا زیادہ دھوکہ نہیں کھاتے۔ مثلاً گاڑی تھی ایک لاکھ کی آپ میرے لیے ایک لاکھ چالیس ہزار میں لے آئے، تو یہ تو بھئی اتنا دھوکہ تو کوئی نہیں کھاتا بھئی، یہ جائز نہیں ہے۔

اچھا بھئی اب آپ کو وہ بتلانے لگے ہیں کہ کیسے پتہ چلے گا کہ لوگ اتنا دھوکہ کھا لیتے ہیں اس چیز میں یا اتنا دھوکہ نہیں کھاتے، پتہ کیسے چلے گا؟ کہتے ہیں بھئی قیمت لگوانے والوں سے قیمت لگوالی جائے جو اس کام کے ماہر ہیں جو یہی کام کرتے ہیں ان سے کیا کر لیا جائے؟ اس کی قیمت۔ اگر کسی ایک کی قیمت بھی یہ والی آ گئی تو معلوم ہوا اتنا دھوکہ لوگ کھا لیتے ہیں، اگر کسی ایک کی قیمت بھی یہ والی نہ آئی تو معلوم ہوا اتنا دھوکہ لوگ نہیں کھاتے۔ اب گاڑی آپ بھئی میرے لیے میں نے بھیجا تھا گاڑی خرید کے لاؤ، آپ ایک لاکھ چالیس ہزار کی لے آئے، اب گئے مارکیٹ میں قیمت لگوا رہے ہیں بھئی کئی تاجروں سے پوچھا کہ یہ گاڑی اگر میں لوں آپ کا کیا خیال ہے یہ کتنے کی لے لینی چاہیے مجھے؟ ایک کہے گا بھئی یہ گاڑی پچانوے ہزار میں لے لو تو ٹھیک رہے گی۔ دوسرے کے پاس گئے اس نے کہا بھئی میرے خیال میں ایک لاکھ کی ٹھیک رہے گی ایک لاکھ تک لے لو۔ تیسرے کے پاس گئے اس نے کہا بھئی یہ میرے خیال میں ستانوے اٹھانوے ہزار تک ٹھیک رہے گی۔ چوتھے کے پاس چلے گئے اس نے کہا بھئی ایک لاکھ پانچ سات دس تک مل جائے تو لے لو بھئی۔ لیکن ایک لاکھ چالیس کوئی بھی نہیں بتا رہا بھئی، معلوم ہوا اتنا دھوکہ لوگ نہیں کھاتے، کسی قیمت لگانے والے کی قیمت وہ نہیں آ رہی۔ اور اگر کسی قیمت لگانے والے کی وہ قیمت آ جاتی ہے پھر اس کا مطلب ہے اتنا تو دھوکہ لوگ کھا ہی لیتے ہیں۔

مثلاً بھئی آپ کو میں نے وکیل بالبیع مثلاً بنا دیا کہ یہ گاڑی میری جا کر فروخت کر دو۔ گاڑی تھی ایک لاکھ کی، آپ نے مثلاً میرے لیے فروخت کی پچانوے ہزار میں۔ کتنے میں؟ پچانوے ہزار میں۔ آپ آئے تو میں نے کہا بھئی یہ کیا کیا آپ نے، ایک لاکھ کی گاڑی تھی پچانوے ہزار کی کیسے تم فروخت کر کے آ گئے؟ کہتے ہیں بھئی وہی ضابطہ لگاؤ، بازار میں جائیں گے قیمت لگوانے والوں سے قیمت لگوا کے دیکھو، اگر کوئی ایک بھی اس کی پچانوے ہزار قیمت لگا دیتا ہے تو معلوم ہوا یہ قیمت صحیح ہے، یہ تھوڑا بہت غبنِ یسیر ہے اور اس کی گنجائش ہے، اتنا دھوکہ تو ہر ایک کھا لیتا ہے، لاکھ کی گاڑی کتنے میں بیچ آیا؟ پچانوے ہزار میں، تو یہ جائز ہے۔ وَالَّذِي لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ مَا لَا يَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ۔ اور وہ کمی بیشی کہ لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ کہ لوگ غبن نہیں کرتے اس کے مثل میں مَا وہ ہے، وہ کمی زیادتی وہ ہے لَا يَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ جو داخل نہ ہو، مقوم کہتے ہیں قیمت لگانے والا، جو قیمت لگانے والوں کی قیمت لگانے کے تحت داخل نہ ہو یعنی کوئی بھی اس کی وہ قیمت نہ لگائے بھئی۔

وَإِذَا ضَمِنَ الْوَكِيلُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو اپنی گاڑی دی کہ جاؤ بھئی میری یہ گاڑی فروخت کر لاؤ، آپ گئے آپ گاڑی زید کے ہاتھ فروخت کر لائے۔ آپ نے گاڑی زید کے ہاتھ فروخت کر دی، آپ آئے میں نے آپ سے ثمن مانگے، آپ نے کہا زید کے ہاتھ میں نے گاڑی بیچ دی ہے اور وہ ایک ہفتے بعد پیسے دے دے گا، ایک ہفتے بعد، اور آپ فکر نہ کریں اگر اس نے پیسے نہ دیے تو میں ضامن ہوں میں آپ کو پیسے دے دوں گا۔ تو دیکھو بھئی میں نے گاڑی بیچنے کے لیے کس کو بھیجا تھا؟ اسی وکیل اسی شخص کو اور وہی کیا کر رہا ہے؟ ثمن کا ضمان دے رہا ہے مجھے، یہ درست نہیں ہے کہ وکیل بالبیع کیا بن جائے؟ ضامن بن جائے۔ اس لیے کہ حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہوتا ہے؟ وکیل سے، تو معلوم ہوا اب اس ثمن کا مطالبہ کرنے کا حق کس کو ہے؟ وکیل کو ہے، وکیل جا کر مطالبہ کرے گا، اور ضامن سے تو مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ضامن سے کیا کیا جاتا ہے؟ مطالبہ، تو مطالبہ کرنے والا بھی وکیل بن گیا اور جس سے مطالبہ کرے گا وہ بھی کون ہے؟ وکیل ہے، لہٰذا یہ ضمانت صحیح نہیں۔ تو یہاں دیکھو مطالب، مطالبہ کرنے والا، اور مطالب جس سے مطالبہ کیا جائے وہ ایک ہی شخص بن گیا اور یہ تو صحیح نہیں، مطالب تو اور ہوتا ہے مطالب اور ہوتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا ضَمِنَ الْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ الثَّمَنَ جب ضامن ہوا وکیل بالبیع بھئی، کس چیز کا ضامن ہوا؟ الثَّمَنَ ثمن کا عَنِ الْمُبْتَاعِ کس کی طرف سے؟ مشتری کی طرف سے خریدار کی طرف سے فَضَمَانُهُ بَاطِلٌ تو اس کا ضمان کیا ہے؟ باطل ہے۔

وَإِذَا وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدِهِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے آپ کو اپنی گاڑی دی کہ جاؤ میری یہ گاڑی فروخت کر دو۔ آپ گئے آپ نے نصف گاڑی

فروخت کر دی۔ گاڑی تھی چار لاکھ کی، آپ نے گاڑی کا آدھا حصہ زید کو فروخت کر دیا دو لاکھ میں۔ اب میرے ساتھ زید شریک ہو گیا، گاڑی میں آدھا حصہ اس کا ہے آدھا حصہ میرا ہے۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں جائز ہے یہ۔ یہ کیا ہے؟ جائز ہے بھئی۔ کہتے ہیں اس لیے کہ آپ نے وکیل بنایا تھا کل کے بیچنے کا اور کل میں جز بھی ہوتا ہے، کل میں کیا ہے؟ جز، تو جب کل کے بیچنے کی اجازت ہے تو جز کے بیچنے کی بھی اجازت ہے۔ تو جب کل کے بیچنے کی اجازت ہے تو جز کے بیچنے کی بھی اجازت ہو گئی اور اس نے ایک جز بیچ دیا یعنی نصف حصہ کیا کر دیا ہے؟ بیچ دیا ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پوری چیز کو اکٹھا بیچنا مشکل ہوتا ہے تو یہ تھوڑی کر کے بھی بیچ دیتا ہے تو اس کا بیچنا صحیح۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں یہ درست نہیں ہے اس کا بیچنا آدھی چیز کو، اس لیے کہ اب وہ مشتری جو ہے وہ مؤکل کے ساتھ اس چیز میں شریک ہو گیا اور اعیان کے اندر جو متعین چیزیں ہیں ان کے اندر شرکت عیب شمار ہوتی ہے بھئی۔ لوگوں میں کیا ہوتی ہے؟ شرکت عیب شمار ہوتی ہے لہٰذا اس کا ریٹ بھی کم ہو جاتا ہے اتنا ریٹ نہیں لگتا۔ کیوں شرکت عیب کیوں ہے؟ وجہ یہ کہ جب تک گاڑی میری تھی میں اس کو آزادی سے استعمال کر سکتا تھا جب چاہتا، لیکن اب میرے اور زید میں مشترکہ ہو گئی، ایک دن وہ استعمال کرے گا ایک دن میں استعمال کروں گا، تو تنگی آ گئی یا نہیں آ گئی چیز کے استعمال میں؟ اسی لیے شرکت کیا شمار ہوتی ہے؟ عیب شمار ہوتی ہے۔ تو امام صاحب البتہ فرماتے ہیں کہ جب اس نے کل کے بیچنے کی اجازت دی ہے تو جز کے بیچنے کی بھی اجازت ہو گئی بھئی۔ وَإِذَا وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدِهِ اور جب وکیل بنایا کسی شخص کو اپنے غلام کے بیچنے پر فَبَاعَ نِصْفَهُ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ پس اس نے اس کے نصف کو بیچ دیا تو جائز ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ وَاشْتَرَى نِصْفَهُ فَالشِّرَاءُ مَوْقُوفٌ۔ اچھا اب وکیل بالشراء کی بات آئی مولانا، وکیل بالشراء۔ میں نے آپ سے کہا جاؤ میرے لیے گاڑی خرید کر لاؤ بھئی دو لاکھ روپے تک کی ہونی چاہیے بھئی، دو لاکھ تک کی گاڑی۔ آپ نے نصف گاڑی خریدی۔ کیا کیا؟ نصف گاڑی خریدی۔ تو یہاں پر بالاتفاق مولانا یہ شراء موقوف ہے۔ یہ نصف اب مؤکل کی نہیں شمار ہو گی بلکہ کس کی شمار ہو گی؟ وکیل کی شمار ہو گی۔ یعنی اس کو اب نصف، بیچنے میں تو نصف یا کچھ حصہ بیچنے کا اسے اختیار تھا امام صاحب کے نزدیک وہ بھی جائز تھا، لیکن شراء کے اندر پوری چیز کا خریدنا ضروری ہے، کچھ حصے کا خریدنا درست نہیں۔ کیا وجہ؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہاں بدگمانی کا شبہ ہے، بدگمانی آسکتی ہے تہمت کا خدشہ ہے۔ کیسے بدگمانی؟ کیسے بدگمانی آسکتی ہے؟ کہتے ہیں ہو سکتا ہے یہ چیز اس نے اپنے لیے خریدی ہو۔ نصف خریدی ہے، ہو سکتا ہے یہ چیز جو اس نے خریدی نصف اپنے لیے خریدی ہو، بعد میں پچھتایا ہو کہ او ہو یہ میں نے کیا کی ہے نصف اپنے لیے خرید لی ہے، چنانچہ اب وہ کس پر ڈالنا چاہتا ہے اس کو؟ مؤکل پر ڈالنا چاہتا ہے۔ تو یہاں تہمت کا خدشہ ہے کہ ہو سکتا ہے اپنے لیے چیز خریدی ہو، لیکن بیچنے میں یہ شبہ نہیں ہے، بیچی تو اس نے کسی اور کے ہاتھ ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو چیز آپ کی تھی وہ دوسرے کے پاس پہنچ گئی اور پیسے آپ کے پاس آ گئے، جبکہ خرید کے اندر کیا آتا ہے؟ تہمت کا خدشہ ہے یعنی بدگمانی آسکتی ہے کسی کے دل میں کہ بھئی میں نے تو پورا غلام خریدنے کا کہا تھا آپ نصف خرید لائے، معلوم ہوا آپ نے یہ پہلے اپنے لیے خرید اتھا اب جب بعد میں آپ کو فائدہ نہیں نظر آیا تو اب کس پر ڈالنا چاہتے ہو؟ مؤکل پر ڈالنا چاہتے ہو۔ تو شراء میں اپنے لیے ہونے کا شبہ ہے لیکن بیع میں اپنے لیے ہونے کا شبہ ہے وہاں؟ نہیں، وہ تو کسی اور کے ہاتھ چیز بیچ رہا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟[۲]

وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ وَاشْتَرَى نِصْفَهُ اور جب وکیل بنایا اس شخص کو بِشِرَاءِ عَبْدٍ کسی غلام کے خریدنے کا وَاشْتَرَى نِصْفَهُ اور وکیل نے خرید لیا اس غلام کے نصف کو فَالشِّرَاءُ مَوْقُوفٌ تو اس کی شراء کیا ہے؟ اس کی شراء موقوف ہے، تو شراء موقوف رہے گی فَإِنِ اشْتَرَى بَاقِيَهُ لَزِمَ الْمُوَكِّلَ اگر اس نے وہ باقی کی چیز بھی خرید لی تو پھر کیا ہو جائے گی مؤکل پر؟ لازم ہو جائے گی بھئی۔ آپ نے آدھا غلام خرید لیا تھا اور مجھے کہہ رہے تھے کہ یہ آدھا میں نے آپ کے لیے خریدا ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی یہ مؤکل کے لیے نہیں شمار ہو گا کس کے لیے ہے؟ وکیل کا شمار ہو گا۔ ہاں اگر باقی کا نصف بھی غلام خرید لیتا ہے اور اب پورا لا کر حوالے کر دیتا ہے تو اب

کس پر لازم ہو جائے گا؟ مؤکل پر، کیونکہ مؤکل نے بھی اسے پورا غلام خریدنے کے لیے بھیجا تھا بھئی۔

وَإِذَا وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَشَرَةِ أَرْطَالِ لَحْمٍ بِدِرْهَمٍ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے آپ کو ایک ہزار روپے دیے کہ جاؤ اس کا چار کلو چھوٹا گوشت خرید لاؤ۔ چار کلو کیا کرو؟ چھوٹا گوشت، بکرے کا گوشت چار کلو خرید لاؤ۔ آپ گئے آپ اس ایک ہزار میں میرے لیے ویسا ہی آٹھ کلو گوشت خرید کے لے آئے۔ کہیں سے مل گیا اور ویسا ہی گوشت جو ہزار روپے میں چار کلو آتا ہے ویسا ہی آٹھ کلو کتنے میں مل گیا آپ کو؟ اسی ایک ہزار میں آپ خرید کر لے آئے، تو

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۱۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ وَاشْتَرَى نِصْفَهُ فَالشِّرَاءُ مَوْقُوفٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن وكله بشراء عبد فاشترى نصفه فالشراء موقوف» منقول ہے۔

کیا یہ سارا اب مؤکل پر ہی لازم ہو گا؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، آپ نے اس کو کتنا گوشت خریدنے کی اجازت دی تھی؟ چار کلو، تو چار کلو مؤکل پر لازم ہے وہ اس کو لینا پڑے گا اور باقی کے چار کلو وہ مؤکل کی مرضی ہے لے یا نہ لے، ورنہ وہ پھر وکیل کو لینا پڑے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو چار کلو مؤکل پر لازم ہو گیا اور وہ چار کلو تو کتنے کا ہے؟ پانچ سو کا، تو معلوم ہوا مؤکل یوں کر سکتا ہے چار کلو گوشت لے لے اور اس کے ساتھ ساتھ کتنے پیسے بھی لے لے اس سے؟ پانچ سو بھی لے لے بھئی۔

صاحبین فرماتے ہیں نہیں، سارا گوشت مؤکل کو لینا پڑے گا۔ کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ مؤکل نے اس کو ہزار روپے دیے تھے کہ یہ ہزار خرچ کرو اور گوشت لے کر آؤ، اور اس نے وہی ہزار سارے کے سارے خرچ کیے ہیں اور بلکہ اس کے لیے اس کا بھلا کر دیا، اتنے کے بجائے زیادہ چیز لے آیا۔ جتنی اس نے کہا تھا اس سے زیادہ لے آیا، اس کا تو بھلا کر دیا۔ تو صاحبین دیکھتے ہیں پیسوں کی جانب، اسے دلیل بناتے ہیں۔ امام صاحب دلیل بناتے ہیں مقدار کو جو مالک نے ذکر کی تھی۔ امام صاحب فرماتے ہیں مالک نے تو اسے کیا کہا تھا کتنا گوشت مجھے چاہیے؟ چار کلو۔ اگر سستا بھی مل رہا تھا یہ چار کلو خریدتا اور باقی پیسے بچا کر لے آتا، تو چار کلو سے زیادہ خریدنے کے لیے اسے بھیجا ہی نہیں، لہٰذا اگر زیادہ گوشت لایا ہے تو پیسے بھی تو زیادہ لگ گئے اتنے ہی، اور اس کو تو صرف چار کلو کی اجازت تھی لہٰذا اب زائد کس کو لینا پڑے گا؟ وکیل کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں مؤکل لے لے تو وہ اس کی مرضی ہے بھئی۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں اس نے جو ہزار روپے دیے تھے وہ سارے کس میں خرچ کرنے کا حکم دیا تھا؟ گوشت میں، اور اس نے وہ سارے ہی تو خرچ کیے ہیں اور بلکہ اس کا کیا کر دیا؟ چار کلو کے بجائے زیادہ گوشت لے آیا، اس کا بھلا ہی کر دیا۔ اور اس نے بھی پورے پیسوں کو خرچ کرنے کی اجازت دی تھی، اس نے بھی پورے پیسے خرچ کر دیے لہٰذا مخالفت نہیں ہوئی بھئی۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَشَرَةِ أَرْطَالِ لَحْمٍ، أَرْطَالٍ جمع ہے رِطْلٍ کی، رطل وزن کا نام ہے یاد رکھیے بھئی، رطل۔ رطل ہے پونے چونتیس تولے کا بھئی، پونے چونتیس تولے۔ سمجھ میں آیا؟ اور ایک سیر میں میں نے آپ کو بتایا تھا اسی تولے ہوتے ہیں بھئی، اسی تولے، تو یہ نصف سیر سے بھی کم ہے۔ رطل کیا ہے؟ بھئی ایک سیر اسی تولے کا ہے تو یہ پونے چونتیس، تو آدھا سیر کتنے کا ہوا؟ چالیس تولے کا، یہ اس سے بھی کم ہے آدھے سیر سے بھی۔ تو وَإِذَا وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَشَرَةِ أَرْطَالِ لَحْمٍ جب کسی نے دوسرے کو وکیل بنایا دس رطل گوشت خریدنے کا بِدِرْهَمٍ کتنے کے بدلے میں؟ ایک درہم کے بدلے میں فَاشْتَرَى عِشْرِينَ رِطْلًا بِدِرْهَمٍ پس اس نے خرید لیا بیس رطل ایک درہم کے بدلے میں، وکیل نے خرید لیا مِنْ لَحْمٍ يُبَاعُ مِثْلُهُ عَشَرَةُ أَرْطَالٍ بِدِرْهَمٍ ایسا گوشت کہ بیچا جاتا ہے اس جیسا گوشت عَشَرَةُ أَرْطَالٍ بِدِرْهَمٍ دس رطل ہی ایک درہم کے بدلے۔ بھئی اسی جیسا گوشت ہونا چاہیے، مثلاً میں نے آپ کو ہزار روپے دیے کہ چار کلو چھوٹا گوشت لے کر آؤ تو جو آپ آٹھ کلو لے کر آئے وہ کس قسم کا ہے؟ اسی قسم کا ہے جو ہزار میں چار کلو ملتا ہے آپ اسی قسم کا گوشت کتنا لے آئے؟ آٹھ کلو۔ اگر اس سے ادنیٰ درجے کا لائے، میں نے تو کہا تھا ہزار میں چار کلو لانا اور آپ وہ والا گوشت اٹھا کر لے آئے جو ہزار روپے میں چھ کلو مل جاتا ہے یعنی ذرا گھٹیا قسم کا ہے تو وہ سستا ہو گا لازمی بات ہے ادنیٰ ہے، تو وہ تو پھر بالاتفاق یاد رکھنا یہ وکیل کے ذمے ہو گا مؤکل کے لیے نہیں ہو گا اس لیے کہ مؤکل نے اس گوشت کے خریدنے کی تو بات نہیں کی تھی۔ تو اسی لیے کہا کہ فَاشْتَرَى عِشْرِينَ رِطْلًا بِدِرْهَمٍ پس اس نے خرید ا بیس رطل ایک درہم کے بدلے میں مِنْ لَحْمٍ ایسے گوشت میں سے يُبَاعُ مِثْلُهُ کہ اس جیسا گوشت بیچا جاتا ہے عَشَرَةُ أَرْطَالٍ بِدِرْهَمٍ دس رطل کتنے کے بدلے؟ ایک درہم کے بدلے۔ تو یہ بیس بھی لے آیا ہے لیکن ہے اسی طرح کا گوشت، تو لَزِمَ الْمُوَكِّلَ مِنْهُ عَشَرَةٌ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ تو مؤکل پر لازم ہوں گے اس میں سے دس رطل بِنِصْفِ دِرْهَمٍ کتنے کے بدلے میں؟ نصف درہم کے بدلے میں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں يَلْزَمُهُ الْعِشْرُونَ اس پر کتنے لازم ہو جائیں گے؟ مؤکل پر بیس کے بیس لازم ہو جائیں گے بھئی۔[۳]

وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو بھیجا کسی معین چیز کو خریدنے کے لیے، میں نے یہ نہیں کہا جاؤ میرے لیے ایک لاکھ کی کوئی گاڑی خرید لاؤ، میں نے کہا وہ زید کے پاس جو گاڑی ہے جاؤ وہ گاڑی میرے لیے خرید لو۔ آپ نے قبول کر لیا ٹھیک ہے میں جاتا ہوں میں آپ کے لیے گاڑی خریدتا ہوں، اب آپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ گاڑی اپنے لیے لے لیں۔ جب وکیل کو کسی معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنا دیا جائے تو اس کے

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَزِمَ الْمُوَكِّلَ مِنْهُ عَشَرَةٌ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لزم الموكل منه عشرة أرطال بنصف درهم» منقول ہے۔

لیے وہ چیز اب اپنے لیے خریدنا جائز نہیں۔ کیوں؟ ورنہ تو پھر مؤکل کو دھوکہ ہوا بھئی، مؤکل کے سامنے تو آپ نے کیا کیا ہے؟ قبول کر لیا کہ میں وکیل بنا ہوں آپ کا اور آپ کی طرف سے جا کر آپ کے لیے چیز خریدوں گا، اور پھر جا کر اپنے لیے خرید تا ہے تو یہ تو دھوکہ ہو جائے گا بھئی، دھوکہ۔ تو لہٰذا اگر وہ خرید لیتا ہے کہتا ہے میں نے تو اپنے لیے خریدی ہے، نہیں بھئی یہ وکیل کے لیے نہیں شمار ہو گی بلکہ کس کے لیے شمار ہو گی؟ مؤکل کے لیے شمار ہو گی بھئی۔ سمجھ میں آئی بات؟ اگر اپنے لیے خریدنا ہے تو مؤکل کو صاف بتاؤ یہیں پر کہ نہیں بھئی میں آپ کا وکیل نہیں بن سکتا میں خود کیا کرنا چاہتا ہوں وہ گاڑی اپنے لیے، وہ گاڑی تو خود میں اپنے لیے خریدنا چاہتا ہوں، تو پھر وکالت نہ قبول کرے بھئی اگر اپنے لیے خریدنی ہے۔ وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ اور اگر وکیل بنایا اس شخص کو بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ کسی معین چیز کے خریدنے کا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهُ لِنَفْسِهِ تو جائز نہیں ہے اس وکیل کے لیے کہ اس چیز کو خریدے اپنے لیے۔

وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ۔ اچھا بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے آپ کو ایک گاڑی خریدنے کے لیے بھیجا لیکن معین گاڑی نہیں ہے کہ وہ جو زید کے پاس ہے وہ خریدو، میں نے کہا جاؤ بھئی یہ دو لاکھ روپے لو اور دو لاکھ تک کی ایک گاڑی میرے لیے خرید لاؤ۔ تو اب آپ جو بھی گاڑی خریدیں وہ مؤکل کی طرف سے نہیں شمار ہو گی بلکہ وکیل کی طرف سے شمار ہو گی الا یہ کہ وکیل کہے میں نے خریدتے وقت مؤکل کی نیت کی تھی کہ میں کس کے لیے خرید رہا ہوں؟ مؤکل کے لیے۔ کیونکہ اب کوئی معین چیز ہے یا غیر معین؟ غیر معین ہے، اس میں تو احتمال ہے وکیل اپنے لیے خرید رہا ہے اور ہو سکتا ہے کس کے لیے خرید رہا ہے؟ مؤکل کے لیے، تو اب اس کا پتہ نیت سے چلے گا۔ اگر وہ کہتا ہے میری نیت تھی کس کے لیے خریدنے کی؟ مؤکل کے لیے، تو پھر یہ مؤکل کے لیے ہے ورنہ کس کے لیے ہے؟ وکیل کے لیے، معلوم ہوا وہ خود اپنے لیے خرید رہا ہے بھئی۔ یا وہ میرے دیے ہوئے پیسوں سے خرید تا ہے، یہ بھی علامت ہے کہ یہ کس کے لیے خرید رہا ہے؟ مؤکل کے لیے خرید رہا ہے۔ اب چاہے نیت ہو یا نہ ہو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، جب اس کے پیسوں سے خرید رہا ہے معلوم ہوا کس کے لیے خرید رہا ہے؟ مؤکل کے لیے۔ وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ اور اگر وکیل بنایا اس کو خریدنے کا عَبْدٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ غیر معین غلام کے، غیر معین غلام کے خریدنے کا وکیل بنایا فَاشْتَرَى عَبْدًا پس وکیل نے خرید لیا کوئی غلام فَهُوَ لِلْوَكِيلِ تو وہ کس کے لیے ہے؟ وکیل کے لیے ہے إِلَّا أَنْ يَقُولَ نَوَيْتُ الشِّرَاءَ لِلْمُوَكِّلِ مگر یہ کہ وہ یوں کہے میں نے نیت کی تھی خریدنے کی مؤکل کے لیے أَوْ يَشْتَرِيَهُ بِمَالِ الْمُوَكِّلِ یا اس کو کیا کرے خریدے کس کے بدلے میں؟ اس کو مؤکل کے مال کے بدلے میں خرید لے۔

وَالْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ وَكِيلٌ بِالْقَبْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں نے ایک آدمی کو وکیل بنایا کہ بھئی زید نے میرے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں جاؤ اس پر جا کر مقدمہ کرو میری طرف سے اور قاضی کے پاس جا کر مقدمہ لڑو بھئی۔ وکیل میرا گیا اور اس نے جا کر مقدمہ لڑا اور مقدمہ مثلاً جیت گیا۔ اب زید پر پانچ لاکھ روپے لازم ہو گئے، قاضی نے کہا بھئی چلو بھئی تمہارے اوپر پانچ لاکھ ثابت ہو گئے ہیں اب ادا کرو۔ تو کیا وہ جو وکیل بالخصومت تھا، کون تھا؟ وکیل بالخصومت، وہ جو مقدمے میں میں نے وکیل بنایا تھا، کیا وہ ان پیسوں پر قبضہ کر سکتا ہے؟ کیا وہ وکیل بالقبض بھی ہے یا نہیں؟ وہ قبضہ کر سکتا ہے وصولی کر سکتا ہے ان پیسوں کی؟ تو ہمارے ائمۂ ثلاثہ، تینوں ائمہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ تینوں فرماتے ہیں کہ وکیل بالخصومت وکیل بالقبض بھی ہے، لہٰذا وہ اس چیز پر کیا کر سکتا ہے اب؟ قبضہ بھی کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ کہے گا قاضی صاحب اس کو کہیں پیسے مجھے ادا کرے، قاضی اس سے دلوائے گا اور یہ اس سے لے کر آ جائے گا۔

امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس مسئلے کے اندر کہ نہیں، وکیل بالخصومت وکیل بالقبض نہیں ہے۔ کون فرماتے ہیں؟ امام زفر رحمہ اللہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ بھئی ایک آدمی کو دوسرا آدمی وکیل بناتا ہے مقدمے کے اندر کہ تم میری طرف سے جا کر کیا کرو؟ خصومت کرو۔ تو کیوں خصومت کرو؟ کیونکہ یہ جس کو وکیل بنا رہا ہے اس کو بات بڑے ذرا اچھے طریقے سے کرنا آتی ہے۔ بات کیا ہے؟ اچھے طریقے سے، مؤکل بیچارہ خود اتنے اچھے طریقے سے بات نہیں کر سکتا لیکن یہ وکیل جو ہے اچھے طریقے سے بات بھی کر سکتا ہے تو لہٰذا اس کو وہ وکیل بنا دیتا ہے۔ تو بات کرنے کے اندر تو اس پر اعتماد ہے، مؤکل کا وکیل پر اعتماد ہے کہ یہ کیا کرے گا میری طرف سے مقدمہ لڑے گا اور اچھے طریقے سے کیا کر لے گا؟ بات کرے گا دوسرے مخالف کو جواب دے گا، لیکن امانت میں ہو سکتا ہے اس کا اس پر اعتماد نہ ہو۔ بات چیت میں تو یہ اچھا ہے لیکن ہو سکتا ہے وہ اس پر پیسوں کا اعتماد کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہٰذا یہ وکیل بالخصومت تو ہے وکیل بالقبض نہیں، اتنا اعتماد نہیں ہے کہ میرے پیسے زید سے وصول کرے بھئی، بعد میں اس سے پھر کون نکلوائے گا بھئی؟ سمجھ میں آیا؟ امام زفر فرماتے ہیں وکیل بالخصومت وکیل بالقبض نہیں، لہٰذا وہ خصومت تو کر سکتا ہے لیکن بعد میں جب مدعیٰ علیہ سے پیسے وصول کرنے ہوں تو اس وکیل کو اس پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں۔ اور یاد رکھیے آج فتویٰ امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر ہے کیونکہ خیانت بے انتہا بڑھ گئی، لوگ کسی کے مال کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اب کوئی

شخص وکیل بالخصومت ہو تو اس کو اس بات کی اجازت نہیں ہو گی کہ وہ کیا کرے؟ اس حق پر قبضہ بھی کرے، قبضہ بھی کرے۔ تو یہ ان چند مسائل میں سے ہے جن میں فتویٰ امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر ہے بھئی۔ چند ایک مسائل ہیں پوری فقہ میں جن میں فتویٰ امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ دیکھو تینوں ائمہ ایک طرف ہیں اور امام زفر ایک طرف اور متاخرین نے فتویٰ کس پر دے دیا؟ امام زفر کے قول پر۔ اور حقیقت بھی ایسی ہے، آج کل کون بھئی پیسے چھوڑتا ہے کسی کے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں وَالْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ وَكِيلٌ بِالْقَبْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور وکیل بالخصومت ہی وکیل بالقبض ہے امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک۔

وَالْوَكِيلُ بِقَبْضِ الدَّيْنِ وَكِيلٌ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ وکیل بالقبض ہی وکیل بالخصومت ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ بھئی ایک آدمی کو میں نے بھیجا کہ جاؤ زید نے میرے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں جا کر اس سے وہ پانچ لاکھ وصول کر کے لے آؤ، تو یہ وکیل بالقبض ہوا کہ جا کر میرے اس دین پر کیا کرو؟ قبضہ کرو اور لا کر مجھے دو، تو یہ کون سا وکیل ہوا؟ وکیل بالقبض۔ تو یہ گیا وہاں پر زید نے انکار کر دیا کون سے پیسے بھئی میں نے تو آپ کے مؤکل کا کوئی پیسہ نہیں دینا، تو کیا یہ وکیل اس کے ساتھ خصومت کر سکتا ہے قاضی کے پاس لے جا سکتا ہے یا نہیں لے جا سکتا؟ کہتے ہیں ہاں وکیل بالقبض کیا کر سکتا ہے؟ خصومت کر سکتا ہے، لہٰذا اب یہ قاضی کے پاس لے جا سکتا ہے اس کو اور اس کو اگر سارے واقعے کا پتہ ہے گواہ وغیرہ وہاں پیش کر کے اس پر دعوے کو ثابت کر سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَالْوَكِيلُ بِقَبْضِ الدَّيْنِ اور وہ وکیل جو دین پر قبضے کا ہے وَكِيلٌ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ وہ اس میں خصومت کا بھی وکیل ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَإِذَا أَقَرَّ الْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ عَلَى مُوَكِّلِهِ عِنْدَ الْقَاضِي جَازَ إِقْرَارُهُ۔ بھئی میں نے ایک آدمی کو وکیل بالخصومت بنایا کہ زید نے میرے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں۔ کیا کرنا ہے؟ زید نے میرے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں تم میرے وکیل بالخصومت بنو اور جا کر قاضی کے پاس مقدمہ لڑو اور زید پر یہ پانچ لاکھ روپے ثابت کرو۔ یہ گیا قاضی کے پاس مقدمہ لڑ رہا تھا، مقدمہ لڑتے لڑتے درمیان میں کہتا ہے قاضی صاحب! میں جانتا ہوں میرا جو مؤکل ہے اس نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے، غلط دعویٰ کیا ہے میں جانتا ہوں۔ تو کیا اس کا یہ اقرار کرنا معتبر ہے یا نہیں وکیل بالخصومت کا؟ کہتے ہیں یہ اقرار معتبر ہے جبکہ وہ قاضی کے پاس کرے۔ کیا کرے؟ قاضی کے سامنے جب وہ اقرار کرتا ہے تو اس کا اقرار معتبر ہے۔ ہاں باہر کسی مجلس میں بیٹھ کر اس نے یہ بات کی اب کوئی قاضی کے پاس اس کو لے کر جاتا ہے کہ اس نے یوں کہا تھا تو باہر کا اقرار معتبر نہیں ہے مولانا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ قاضی کے پاس اقرار کرتا ہے تو وہ معتبر ہے، قاضی کی مجلس کے علاوہ اقرار کرے تو وہ معتبر نہیں۔

یہ تو وہ صورت تھی جس میں دعویٰ کیا تھا میں نے۔ اس کا عکس کر لو: میرے اوپر کسی نے دعویٰ کر دیا کہ آپ نے میرے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو وکیل بنایا کہ جاؤ بھئی میری طرف سے جا کر وکیل بنو اور جواب دو اس کو، میں نے اس کا کوئی پیسہ نہیں دینا۔ یہ گیا مقدمہ شروع ہوا، درمیان میں آ کر کہتا ہے قاضی صاحب! میں جانتا ہوں میرے مؤکل نے اس کے پیسے دینے ہیں۔ تو کیا یہ اقرار معتبر ہے یا نہیں؟ وہی بات مولانا کہ قاضی کی مجلس میں ہو تو وکیل بالخصومت کا اقرار معتبر ہے اور اگر قاضی کی مجلس کے علاوہ ہو تو معتبر نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا أَقَرَّ الْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ عَلَى مُوَكِّلِهِ اور جب اقرار کر لے وکیل بالخصومت اپنے مؤکل کے خلاف، عَلَى کس لیے آتا ہے؟ نقصان کے لیے ضرر کے لیے، لام آتا ہے فائدے کے لیے بھئی۔ تو عَلَى مُوَكِّلِهِ آیا، تو جب اقرار کر لے وکیل بالخصومت عَلَى مُوَكِّلِهِ اپنے مؤکل کے خلاف عِنْدَ الْقَاضِي قاضی کے پاس جَازَ إِقْرَارُهُ تو جائز ہے اس کا یہ اقرار کرنا۔ وَلَا يَجُوزُ إِقْرَارُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اور جائز نہیں ہے اس کا یہ اقرار کرنا عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْمُوَكِّلِ مؤکل کے خلاف عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي قاضی کے علاوہ کے پاس، یہ کس کے نزدیک ہے؟ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک، إِلَّا أَنَّهُ يَخْرُجُ مِنَ الْخُصُومَةِ مگر یہ کہ وہ نکل جائے گا خصومت سے، جب وہ اقرار کرے گا تو خصومت سے نکل جائے گا مولانا، اب وہ وکیل بالخصومت نہ رہا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ خصومت سے کیوں نکل جائے گا؟ کہتے ہیں اب اس کا وکیل بالخصومت بننا صحیح ہی نہیں ہے، کیوں نہیں صحیح؟ کیونکہ اس نے خود اقرار کر لیا کہ میرا جو مؤکل ہے معلوم ہوا وہ اس مسئلے میں ظالم ہے۔ کیا ہے؟ ظالم، تو لہٰذا جب ظالم ہے اس مسئلے میں حق پر نہیں ہے تو لہٰذا اب اس وکیل کے لیے اس کی طرف سے خصومت کرنا بھی صحیح نہیں ہے بھئی، کہ جب وہ ظالم ہے تو اس کی خصومت کی کیسے اجازت ہو گی اس کو بھئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَجُوزُ إِقْرَارُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وکیل کا اقرار جائز ہے عَلَيْهِ مؤکل کے خلاف عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي قاضی کے علاوہ کہیں اور اقرار کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَنِ ادَّعَى أَنَّهُ وَكِيلُ الْغَائِبِ فِي قَبْضِ دَيْنِهِ فَصَدَّقَهُ الْغَرِيمُ بھئی۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: زید نے میرے پانچ لاکھ روپے دین دینا ہے بھئی، میں مکہ مکرمہ چلا گیا حج کے لیے بھئی۔ پیچھے ایک آدمی اٹھا اور زید کے پاس گیا اور کیا کہا کہ وہ شخص جس کا آپ نے دین دینا ہے میں اس کا وکیل ہوں بھئی، لاؤ میرے حوالے کر دو اس کا دین بھئی۔ زید نے بھی کیا کر دی؟ تصدیق کر دی کہ یہ واقعی اس شخص کا وکیل ہے مولانا۔ تو جب زید نے خود تصدیق کر دی ہے تو اب زید کو کیا کیا جائے گا؟ مجبور کریں گے، قاضی اس کو حکم دے گا بھئی یہ اس کا وکیل ہے تم اعتراف کر چکے ہو تو اب کیا کرو دین اس کے حوالے کر دو، تو دین اس کے حوالے کر دے گا۔ پھر بھئی بعد میں وہ شخص جس کا دین تھا وہ آیا مولانا، آ کر اس سے پوچھا گیا بھئی کہ کیا یہ آپ کا وکیل تھا اس نے دین وصول کر لیا؟ اس نے کہا ہاں بھئی یہ واقعی کیا تھا میرا وکیل تھا، تو بس مولانا دین کی ادائیگی ہو گئی۔ لیکن اگر آنے والے نے کہا نہیں بھئی یہ میرا کہاں سے وکیل، میں نے کب اس کو وکیل بنایا ہے؟ تو کہتے ہیں اب وہ جو مقروض ہے اس کو دوبارہ کیا کرنا پڑے گا؟ دین دینا پڑے گا۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی اس نے تو پہلے بھی تو ایک دفعہ دے چکا ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ اس نے خود تصدیق کی تھی غلطی اس کی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس نے خود تصدیق کی تھی اور یہ قرض خواہ جب دوبارہ مطالبہ کر رہا ہے بھئی، وہ قرض دینے کا مقصد کیا تھا وکیل کو؟ کہ یہ جو مقروض ہے بری الذمہ ہو جائے بھئی، اس کے سر سے قرض اتر جائے، اور کوئی قرض اترا ہے؟ قرض تو نہیں اترا بھئی، وہ ابھی بھی جو دائن ہے جو قرض خواہ ہے وہ مطالبہ کر رہا ہے بھئی، لہٰذا اس کو دوبارہ دینے پڑیں گے بھئی اس کو۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ہاں بھئی اور یہ اس کی اپنی غلطی، اس نے خود اعتراف کیا تھا کہ یہ اس کا وکیل ہے۔ اگر اس نے اعتراف نہ کیا ہوتا صرف اس شخص نے کہا کہ میں فلاں شخص کا وکیل ہوں تو پھر قاضی اسے مجبور نہیں کر سکتا تھا لیکن جب اس نے اعتراف کر لیا اب قاضی بھی اسے حکم دے گا کہ دو بھئی اس کو دین حوالے کرو۔ سمجھ میں آیا؟ جی۔

اب یہ کیا کرے بھئی؟ اس کو تو دوبارہ قرضہ دینا پڑا، وہ جو پہلے کو دیا تھا؟ کہتے ہیں بھئی پہلے پر رجوع کرے گا اور اس کو جو مال دیا تھا اس سے واپس لے گا۔ لیکن اگر اس کے پاس وہ مال ہلاک ہو چکا تو پھر رجوع بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے پاس وہ مال کیا ہو چکا؟ ہلاک ہو چکا تو پھر رجوع بھی نہیں کر سکتا بھئی۔ ہاں اگر اس نے خود، وہ جو وکالت کا جس نے دعویٰ کیا تھا اس نے اگر خود خرچ کیا ہے تو پھر اس سے کیا لیا جا سکتا ہے؟ ضمان لیا جا سکتا ہے، لیکن اگر اس نے خود خرچ نہیں کیا ویسے ہی اس کے پاس مال ہلاک ہو گیا تو اب اس پر رجوع بھی نہیں۔ اور اگر کچھ ہلاک ہوا ہے کچھ باقی ہے تو وہ مابقیہ اس سے کیا کر لیا جائے گا؟ لے لیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَمَنِ ادَّعَى أَنَّهُ وَكِيلُ الْغَائِبِ اور جس شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ کسی غائب کا وکیل ہے فِي قَبْضِ دَيْنِهِ اس کے دین کے قبضے میں کہ میں فلاں شخص کا وکیل ہوں اس کے دین پر قبضے کے لیے فَصَدَّقَهُ الْغَرِيمُ تو تصدیق کر دی اس کی مقروض نے أُمِرَ بِتَسْلِيمِ الدَّيْنِ إِلَيْهِ حکم دیا جائے گا دین اس کے سپرد کرنے کا۔ فَإِنْ حَضَرَ الْغَائِبُ پس اگر وہ غائب حاضر ہوا فَصَدَّقَهُ تو اس نے کیا کی اس کی؟ تصدیق کی وکیل کی جَازَ تو یہ جائز ہے ادائیگی ہو گئی۔ وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وہ تصدیق نہ کرے دَفَعَ إِلَيْهِ الْغَرِيمُ الدَّيْنَ ثَانِيًا بھئی تو یہ جو مقروض ہے یہ جو مدیون ہے یہ حوالے کرے گا دین کو دوسری مرتبہ اس کے، اب کس کو دے دے گا؟ اب وہ جو مؤکل تھا اس کے حوالے کر دے گا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ یعنی جس کے بارے میں دعویٰ ہوا تھا مؤکل ہونے کا۔ وَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْوَكِيلِ اور رجوع کرے گا اس دین میں وکیل پر إِنْ كَانَ بَاقِيًا فِي يَدِهِ اگر وہ دین کیا ہوا وکیل کے پاس؟ باقی ہوا، اور اگر ہلاک ہو چکا تو پھر رجوع بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے خود تصدیق کی تھی بھئی۔

وَإِنْ قَالَ إِنِّي وَكِيلٌ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: یہ تو تھی دین کی بات، اب امانت کی بات آئی۔ میں جانے لگا حج پر، میں نے زید کے پاس اپنے پانچ لاکھ روپے امانت کے طور پر رکھوا دیے بھئی۔ تو اب پانچ لاکھ روپے زید نے اپنے پاس بطورِ امانت کے رکھ لیے میں حج پر چلا گیا۔ ادھر ایک شخص میرے جانے کے بعد اٹھا اور زید پر اس نے دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ جو غائب ہے میں اس کا وکیل ہوں، اب اس کی امانت میرے حوالے کر دو بھئی۔ کیا کرو؟ امانت میرے حوالے کر دو۔ زید نے بھی تصدیق کر دی کہ ہاں بھئی یہ کیا ہے اس شخص کا وکیل ہے، کہ یہ اس شخص کی امانت پر قبضے کا وکیل ہے۔ تو کہتے ہیں اب مولانا قاضی اس کو مجبور نہیں کرے گا کہ امانت کیا کرو؟ اس وکیل کے سپرد کر دو، نہیں کریں گے بھئی اب مجبور نہیں کریں گے۔ بھئی کیا وجہ ہے؟ دین بھی تھا وہی پانچ لاکھ روپے تو وہاں پر جب وہ تصدیق کر دیتا تھا تو آپ حکم دیتے تھے کیا کہ اس کے سپرد کیا جائے دین بھئی یہ اس کا وکیل ہے، اور امانت کے مسئلے میں آپ کیا حکم لگاتے ہیں کہ قاضی مجبور نہیں کرے گا؟ کہتے ہیں بھئی دونوں مسئلوں میں فرق ہے۔ پہلے مسئلے میں جو تھا اقرار بمالہ تھا، وہ اپنے مال کے بارے میں اقرار کر رہا تھا اور دوسرے مسئلے میں وہ غیر کے مال کے بارے میں اقرار کر رہا ہے۔ اپنے مال کے بارے میں کوئی شخص اقرار کرے تو وہ اقرار تو معتبر ہے، غیر کے مال کے بارے میں کوئی اقرار کرے تو وہ معتبر نہیں۔ بھئی میں خود کہتا ہوں میں نے زید کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، تو میں اپنے مال میں سے اقرار کر رہا ہوں یا کسی اور کے مال میں سے؟

اپنے مال میں سے، ہاں تو یہ اقرار ٹھیک ہے۔ لیکن میں یوں کہتا ہوں بکر نے زید کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، تو یہ اقرار میں کس کے بارے میں کر رہا ہوں؟ بکر کے بارے میں، تو یہ بکر کے مال کے بارے میں کہ اس نے اپنے مال میں سے ایک لاکھ زید کو دینا ہے، تو اس اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔ معلوم ہوا اقرار اپنے مال کے بارے میں تو صحیح ہے اپنے نفس کے بارے میں، غیر کے بارے میں یا غیر کے مال کے بارے میں اقرار صحیح نہیں۔

بھئی کیسے وہاں پر اقرار اپنے مال کے بارے میں تھا اور یہاں اقرار غیر کے مال کے بارے میں ہے؟ کہتے ہیں دیکھیے قرضہ جب آپ دیتے ہیں کسی کو، میں نے آپ کا مثلاً ایک لاکھ روپیہ دین دینا ہے میں نے آپ سے کوئی چیز خریدی تھی، اب جب میں آپ کو ایک لاکھ روپے دوں گا تو وہ ایک لاکھ روپیہ میں اپنے مال میں سے دے رہا ہوں یا وہ تھا ہی آپ کا میرے پاس، یہ جو نوٹ میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں؟ اپنے مال میں سے، یہ ادائیگی کرنے والا کیا کرتا ہے؟ اپنے مال میں سے دیتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا جو دین جو دیا جاتا ہے وہ اپنے مال میں سے دیا جاتا ہے لہٰذا وہاں اقرار بمالہ ہوا اور کسی شخص کا اقرار اپنے مال کے بارے میں معتبر۔ لہٰذا جب اس مدیون نے اس وکیل کی تصدیق کر دی، پہلی صورت بھئی وکیل نے کیا کہا تھا؟ کہ اس نے وہ جو غائب شخص کا دین دینا ہے میں اس پر قبضے کا وکیل ہوں، اس نے کیا کی تھی؟ تصدیق کی تھی کہ ہاں یہ واقعی کیا ہے اس کا وکیل، تو اب یہ اقرار کر رہا ہے مولانا کہ یہ وکیل ہے اور اقرار اپنے مال کے بارے میں کر رہا ہے یا غیر کے مال کے بارے میں؟ اپنے مال کے بارے میں، اس لیے کہ دین وغیرہ جو ہے وہ اپنے مال میں سے ادا کیے جاتے ہیں یعنی ان کا مثل دیا جاتا ہے، بعینہ اسی کے نوٹ تو نہیں ہیں میرے پاس بھئی۔ سمجھ میں آئی بات؟ تو یہ اقرار اپنے مال کے بارے میں ہوا لہٰذا یہ معتبر ہے اور جب یہ معتبر ہے تو وکیل قاضی کے پاس چلا جائے تو قاضی کیا کر سکتا ہے اسے مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن امانت کے بارے میں، امانت تو بعینہ وہی نوٹ ہیں جو میں نے دیے تھے وہ اس کے پاس پڑے ہوئے ہیں اور وہ نوٹ جو اس کے پاس پڑے ہوئے ہیں وہ اس غائب کے ہیں یا اس کے اپنے ہیں؟ وہ تو غائب کے ہیں، تو یہاں پر اگر وہ تصدیق کرتا ہے کہ ہاں یہ اس کا وکیل ہے اس پر قبضے کا، تو یہ اپنے مال کے بارے میں اقرار ہوا یا غیر کے مال پر قبضے میں دینے کا اقرار ہوا؟ غیر کے مال کے بارے میں اقرار ہوا اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو یہ معنی ہے وَإِنْ قَالَ إِنِّي وَكِيلٌ بِقَبْضِ الْوَدِيعَةِ اور اگر اس شخص نے کہا کہ میں وکیل ہوں امانت پر قبضے کا فَصَدَّقَهُ الْمُودَعُ پس تصدیق کر دی اس کی مودع نے۔ مودع کہتے ہیں وہ شخص جس کے پاس امانت رکھوائی جائے۔ ودیعت ہے امانت، مُودَعٌ جس کے پاس امانت رکھوائی گئی اور مُودِعٌ جس نے کیا کیا؟ امانت رکھوائی ہے۔ فَصَدَّقَهُ الْمُودَعُ تو اس مودع نے اس کی تصدیق کی یعنی جس کے پاس امانت رکھوائی گئی تھی اس نے تصدیق کر دی کہ ہاں یہ اس کا وکیل ہے لَمْ يُؤْمَرْ بِالتَّسْلِيمِ إِلَيْهِ تو اس کو حکم نہیں دیا جائے گا اس کے سپرد کرنے کا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آیا؟ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۸: کتاب الکفالۃ: کفالت بالنفس اور کفالت بالمال، اصیل اور کفیل سے مطالبہ، تنجیز و تعلیق اور کفالت سے براءت کی صورتیں

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۱ مارچ ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْكَفَالَةِ۔ الْكَفَالَةُ ضَرْبَانِ:كَفَالَةٌ بِالنَّفْسِ وَكَفَالَةٌ بِالْمَالِ۔ وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ جَائِزَةٌ، وَعَلَى الْمَضْمُونِ بِهَا إِحْضَارُ الْمَكْفُولِ بِهِ، وَتَنْعَقِدُ إِذَا قَالَ:تَكَفَّلْتُ بِنَفْسِ فُلَانٍ أَوْ بِرَقَبَتِهِ أَوْ بِرُوحِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ أَوْ بِرَأْسِهِ أَوْ بِنِصْفِهِ أَوْ بِثُلُثِهِ، وَكَذٰلِكَ إِنْ قَالَ:ضَمِنْتُهُ أَوْ هُوَ عَلَيَّ أَوْ إِلَيَّ أَوْ أَنَا بِهِ زَعِيمٌ أَوْ قَبِيلٌ بِهِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج کفالت کا باب ہم پڑھیں گے، کفالت جسے اردو میں آپ ضمانت کہتے ہیں بھئی، ضمانت۔ ضمانت کہتے ہیں بھئی، ضمانت دینا۔ جیسے مثلاً بھئی میں کسی شخص کے پاس گیا تجارت کا مال اس سے لینا ہے اور اسے میں کہتا ہوں کہ بھئی میں آپ کو پیسے ایک ماہ کے بعد ادا کروں گا، ایک ماہ کے بعد۔ تو وہ اب ایک ماہ کے بعد میں نے پیسے ادا کرنے ہیں لیکن وہ میرے پر اعتبار کرنے کے لیے تیار نہیں، تو پھر میں کسی ضامن کو لے آتا ہوں اس کے کسی جاننے والے معتبر آدمی کو، وہ اسے ضمانت دے دیتا ہے کہ بھئی یہ کیا کرے گا؟ ایک ماہ بعد آپ کے پیسے ادا کر دے گا، اگر اس نے ادا نہ کیے تو پھر میں پیسے ادا کر دوں گا۔ اس نے میری طرف سے ضمانت دے دی تو اب وہ دوسرا شخص راضی ہو گیا اور اس نے وہ مال کیا کر دیا؟ میرے حوالے کر دیا بھئی۔ تو دیکھو یہاں ضمانت دی اور کس چیز پر دی ہے؟ مال پر ضمانت دی ہے۔ کس پر؟ مال پر۔ تو یہ تو آپ جانتے ہی ہیں ہوتا رہتا ہے بھئی، تو اس کو کہتے ہیں کفالت بھئی، کفالت۔

تو کفالت عربی زبان میں کہتے ہیں ملانے کو۔ کفالت کا عربی زبان میں کیا معنی ہے؟ ملانا، الضَّمُّ یعنی ملانا، ملانا۔ اور اس کی اصطلاحی تعریف جو ہے آپ کے حاشیے میں دی ہو گی بھئی: هِيَ ضَمُّ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ فِي الْمُطَالَبَةِ۔ مل گئی تعریف بھئی؟ جی۔ هِيَ ضَمُّ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ فِي الْمُطَالَبَةِ یہ ملانا ہے ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ فِي الْمُطَالَبَةِ کس کے اندر؟ مطالبے کے اندر بھئی، مطالبے کے اندر۔ تو دیکھو میں اپنے ساتھ اس کا کوئی جاننے والا معتبر آدمی لے گیا اور اس نے میری ضمانت دے دی کہ اگر یہ ایک ماہ تک آپ کے پیسے ادا نہیں کرے گا تو میں ادا کر دوں گا۔ تو دیکھو اس نے اپنے ذمہ کو میرے ذمہ کے ساتھ کیا کر دیا؟ ملا دیا مطالبے کے اندر کہ ایک ماہ بعد آپ جیسے اس سے مطالبہ کر سکتے ہو مجھ سے بھی کیا کر سکتے ہو؟ دین کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ تو مطالبے کے اندر کیا کر دیا؟ اپنے ذمے کو اس کے ذمہ کے ساتھ ملا دیا کہ مجھ سے بھی اب آپ ایک مہینے بعد مطالبہ کر سکتے ہیں بھئی۔ تو یہ ذمے کو ذمے کے ساتھ ملانا کس کے اندر؟ مطالبے کے اندر، یہ کیا کہلاتا ہے؟ کفالت کہلاتا ہے اصطلاحِ شریعت میں بھئی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۱۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «تَكَفَّلْتُ بِنَفْسِ فُلَانٍ أَوْ بِرَقَبَتِهِ أَوْ بِرُوحِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ أَوْ بِرَأْسِهِ أَوْ بِنِصْفِهِ أَوْ بِثُلُثِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «تكفلت بنفس فلان أوبرقبته أو بروحه أو بجسده أو برأسه أو بنصفه أو بثلثه» منقول ہے۔

اب یہاں تین چار لفظ ہیں وہ یاد رکھنا بھئی کفالت کے باب میں۔ یاد رکھیے جو ضمانت دینے والا ہے اس کو کفیل کہتے ہیں۔ جو ضمانت دینے والا ہے اسے کفیل کہتے ہیں۔ جس شخص کو ضمانت دی ہے وہ مکفول لہ کہلاتا ہے، وہ مکفول لہ کہلاتا ہے یعنی مطالبہ کرنے والا، یعنی مطالبہ کرنے والا۔ اور جس شخص کی طرف سے ضمانت دی گئی ہے وہ مکفول عنہ کہلاتا ہے، اور جس شخص کی طرف سے ضمانت دی گئی ہے وہ مکفول عنہ کہلاتا ہے۔ اور وہ چیز جس کی ضمانت دی جائے وہ مکفول بہ کہلاتی ہے، اور جس چیز کی ضمانت دی جائے وہ مکفول بہ کہلاتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کفیل کسے کہتے ہیں؟ ضمانت دینے والا۔ اور جسے ضمانت دی جائے وہ کون ہے؟ مکفول لہ۔ اور جس کی طرف سے ضمانت دی ہے وہ؟ مکفول عنہ۔ اور جس چیز کی ضمانت دی ہے؟ مکفول بہ وہ کہلائے گی بھئی۔ مثلاً میں زید کے پاس پہنچا تھا اس سے مالِ تجارت لینا تھا ایک لاکھ روپے کا، آپ نے میری طرف سے ضمانت دے دی بھئی۔ آپ نے میری طرف سے ضمانت دے دی، تو آپ کون ہوئے؟ آپ ہوئے کفیل۔ اور زید کون ہوا؟ اسے ضمانت دی گئی ہے وہ ہے مکفول لہ۔ اور کس کی طرف سے دی ہے؟ میری طرف سے، تو میں کون ہوا؟ مکفول عنہ۔ اور کتنے مال کی دی ہے؟ ایک لاکھ، وہ جو دین ہوا اس دین کی ضمانت دی تو وہ کیا کہلائے گا؟ وہ مکفول بہ کہلائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں الْكَفَالَةُ ضَرْبَانِ کفالت دو قسم پر ہے: كَفَالَةٌ بِالنَّفْسِ وَكَفَالَةٌ بِالْمَالِ ایک نفس پر کفالت ہے اور ایک مال پر کفالت۔ كَفَالَةٌ بِالنَّفْسِ کا ترجمہ کرنا نفس پر کفالت، كَفَالَةٌ بِالْمَالِ کا ترجمہ کرنا مال پر کفالت بھئی، پر کا لفظ لے کر آنا بھئی ترجمے میں۔ بھئی یہ تو صورت جو میں نے بنائی مال پر کفالت کی تھی، کبھی کبھار کس چیز پر کفالت دی جاتی ہے؟ نفس پر۔ وہ تاجر اعتبار کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، اس نے کہا کہ یہ جو مدیون ہے اس کا کوئی پتہ نہیں یہ کہیں غائب نہ ہو جائے، دوسرے شخص نے ضمانت دے دی کہ یہ کہیں نہیں جائے گا اس کو حاضر کرنا میرا کام ہے۔ اس کو کیا کرنا؟ اس کو حاضر کرنا، آپ کے پاس حاضر کرنا اس کو یہ میرا کام ہے یہ کہیں بھی نہیں جائے گا میں ضمانت دیتا ہوں اس بات کی۔ تو اب اس وقت یہ مال پر کفالت نہیں دے رہا بلکہ کس چیز پر کفالت دے رہا ہے؟ نفس پر کہ میں اس کو کیا کروں گا؟ حاضر کروں گا یہ کہیں نہیں جاتا۔ تو کبھی مال پر کفالت دی جاتی ہے اور کبھی نفس پر بھئی۔

تو کہتے ہیں الْكَفَالَةُ ضَرْبَانِ کفالت دو قسم پر ہے: كَفَالَةٌ بِالنَّفْسِ وَكَفَالَةٌ بِالْمَالِ ایک نفس پر کفالت ہے اور دوسری مال پر کفالت۔ وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ جَائِزَةٌ اور کفالت بالنفس جائز ہے وَعَلَى الْمَضْمُونِ بِهَا إِحْضَارُ الْمَكْفُولِ بِهِ اور مضمون بہا پر یعنی وہ شخص جس نے کیا کیا ہے؟ کفالت دی ہے بھئی، جس نے ضمانت دی ہے اس پر کیا لازم ہے؟ إِحْضَارُ الْمَكْفُولِ بِهِ کہ وہ کیا کرے گا؟ مکفول بہ کو حاضر کرے گا۔ بھئی کفالت بالنفس کی بات ہو رہی ہے، کفالت بالنفس میں کیا تھا؟ مکفول بہ کیا چیز ہے؟ نفس ہے، تو اس نفس کو اس شخص کو حاضر کرنا یہ کس کے ذمے ہے؟ جس شخص نے کیا کیا تھا اس کی طرف سے ضمانت دی تھی۔ یہ معنی ہے وَعَلَى الْمَضْمُونِ بِهَا إِحْضَارُ الْمَكْفُولِ بِهِ تو مضمون بہا پر یعنی وہ شخص جس نے ضمانت دی ہے نفس کی اس پر لازم ہے إِحْضَارُ الْمَكْفُولِ بِهِ مکفول بہ کا حاضر کرنا۔

وَتَنْعَقِدُ إِذَا قَالَ: تَكَفَّلْتُ بِنَفْسِ فُلَانٍ۔ اب یہاں سے بتلا رہے ہیں کہ کفالت بالنفس جو ہے یہ کن الفاظ سے منعقد ہوتی ہے؟ یاد رکھیے کفالت کے اندر ضروری ہے کہ جس شخص کو ضمانت دی جا رہی ہے وہ اسی مجلس میں اس کو کیا کر لے؟ قبول کر لے بھئی۔ کیا کرے؟ قبول کر لے بھئی، اس کا قبول کرنا بھی ضروری ہے، صرف آپ اپنے کہنے سے ضامن نہیں ہو جائیں گے بھئی، ہو سکتا ہے وہ قبول کرے آپ کی ضمانت ہو سکتا ہے آپ کی ضمانت قبول نہ کرے۔ وہ قبول کرے گا تو آپ ضامن بن گئے، اب آپ سے بھی وہ مطالبہ کر سکتا ہے بھئی۔ تو وَتَنْعَقِدُ إِذَا قَالَ تَكَفَّلْتُ بِنَفْسِ فُلَانٍ، اب کفالت کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ عربی زبان میں کن کن لفظوں سے کفالت منعقد ہو جائے گی؟ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اردو میں بھی اسی پر آپ قیاس کر لیجیے گا بھئی۔

پہلے تو وہ لفظ ذکر کریں گے بھئی مثلاً کیا کہا؟ وَتَنْعَقِدُ إِذَا قَالَ اور کفالت منعقد ہو جائے گی إِذَا قَالَ جب اس کفیل نے کہا تَكَفَّلْتُ بِنَفْسِ فُلَانٍ میں کفیل ہوں فلاں کے نفس پر بھئی، فلاں کے نفس پر۔ أَوْ بِرَقَبَتِهِ یا اس کی گردن پر بھئی، عربی زبان میں یہ لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ذات ہوتی ہے نفس ہوتا ہے بھئی۔ تو جب یہ کہا تَكَفَّلْتُ بِرَقَبَةِ فُلَانٍ میں فلاں کے رقبہ کا کیا ہوں؟ ضامن ہوں، تو اس سے بھی مراد اس کا نفس ہوتا ہے۔ أَوْ بِرُوحِهِ یا کہا تَكَفَّلْتُ بِرُوحِهِ أَيْ بِرُوحِ فُلَانٍ میں فلاں کی روح کا کفیل ہوں، روح پر کفالت دیتا ہوں، تو یہ درست ہے۔ أَوْ بِجَسَدِهِ یا کیا کہا؟ تَكَفَّلْتُ بِجَسَدِ فُلَانٍ میں فلاں کے جسم پر کفیل ہوں۔ أَوْ بِرَأْسِهِ یا فلاں کے سر پر کیا ہوں میں؟ کفیل ہوں۔ أَوْ بِنِصْفِهِ، یہ تو تھا مولانا نفس، رقبہ، روح، جسد، راس، یہ بول کر پوری ذات مراد لی جاتی ہے عربی میں، راس کا لفظ بھی بولا جائے تو کیا مراد ہوتی ہے؟ پوری ذات مراد ہوتی ہے، روح سے بھی جسد رقبہ سے بھی۔ اسی طرح یا ایسا جز ذکر کر دیا جو شائع ہو بھئی۔ کیا کر دیا؟ جو شائع ہو۔ بھئی یہ کہتا ہے میں فلاں کے ہاتھ کا کفیل ہوں، اب ہاتھ تو پورے بدن میں

پھیلا ہوا نہیں ہے، ہاتھ تو ایک الگ عضو ہے، لیکن اگر ایسا حصہ ذکر کیا جو پورے بدن میں کیا ہے؟ پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً کہا میں فلاں کے نصف پر کفیل ہوں۔ اب نصف بھی یہ تو ہر ہر عضو کا نصف بنے گا تو یہ تو پورے جسم میں کیا ہے؟ پھیلا ہوا۔ یا کہا میں فلاں کے ثلث پر کفیل ہوں تو یہ بھی ایسا حصہ ہے جو پھیلا ہوا ہے ہر ہر عضو کا کیا بن جاتا ہے؟ ثلث تیسرا حصہ، تو یہ پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اگر یہ کہتا ہے میں فلاں کے ہاتھ کا کفیل ہوں، اب ہاتھ پھیلا ہوا ہے پورے جسم میں؟ نہیں بھئی، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو لہٰذا کوئی ایسا لفظ استعمال کیا ایسا جز جو پورے جسم میں پھیلا ہوا ہے پھر بھی کفالت صحیح ہو جائے گی۔ تو اگر یہ کہا تَكَفَّلْتُ بِنِصْفِهِ میں فلاں کے نصف پر کفیل ہوں أَوْ بِثُلُثِهِ یا فلاں کے ثلث پر کفیل ہوں تو ان سب سے کفالت منعقد ہو جائے گی۔

وَكَذٰلِكَ إِنْ قَالَ ضَمِنْتُهُ. اسی طرح اگر کفیل نے یہ نہیں کہا تَكَفَّلْتُ بلکہ کیا کہا؟ ضَمِنْتُ فُلَانًا میں فلاں کا کیا ہوں؟ ضامن ہوں، ضمانت کا لفظ استعمال کیا۔ یا یوں کہا هُوَ عَلَيَّ وہ مجھ پر ہے، تو اس سے بھی کیا منعقد ہو جائے گی؟ کفالت، کیونکہ عَلَى کے ذریعے بھی کیا کیا جاتا ہے کوئی چیز اپنے اوپر لازم کی جاتی ہے، عربی کے الفاظ ہیں۔ أَوْ إِلَيَّ یا وہ شخص میری طرف ہے یعنی مجھ پر ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو إِلَيَّ عطف ہے عَلَيَّ پر، پورا جملہ کیا بن گیا؟ پہلا ہوا هُوَ عَلَيَّ دوسرا ہوا هُوَ إِلَيَّ، یہ کہا۔ أَوْ أَنَا بِهِ زَعِيمٌ یا یہ کہا کہ میں اس کا کفیل ہوں، زَعِيمٌ بمعنے کفیل کے ہے بھئی۔ أَوْ قَبِيلٌ بِهِ، قَبِيلٌ بھی وہی کفیل کے معنی میں ہے، یہ کہا أَنَا قَبِيلٌ بِهِ میں اس کا کیا ہوں؟ کفیل ہوں، تو ان سب میں کفالت منعقد ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کفالت دو قسم پر ہوئی بھئی: کفالت بالنفس اور کفالت بالمال بھئی۔ صاحبِ کتاب اس وقت کفالت بالنفس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

فَإِنْ شُرِطَ فِي الْكَفَالَةِ تَسْلِيمُ الْمَكْفُولِ بِهِ فِي وَقْتٍ بِعَيْنِهِ. اگر شرط لگا دی گئی کفالت کے اندر مکفول بہ کو سپرد کرنے کی حوالے کرنے کی فِي وَقْتٍ بِعَيْنِهِ کسی معین وقت میں لَزِمَهُ إِحْضَارُهُ تو اس کفیل پر لازم ہو گا اس شخص کو حاضر کرنا إِذَا طَالَبَهُ بِهِ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ جبکہ مکفول لہ اس کا مطالبہ کرے اس وقت کے اندر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک شخص نے دوسرے کو ضمانت دی تھی کہ یہ جو مدیون ہے یہ کہیں نہیں جاتا میں اس کو فلاں تاریخ کو آپ کے سامنے کیا کر دوں گا؟ پیش کر دوں گا۔ تو جس شخص کو ضمانت دی ہے اس نے مطالبہ کیا اس دن کہ بھئی اس شخص کو لے کر آؤ بھئی، تو اس شخص پر اسے حاضر کرنا یعنی کفیل پر مکفول عنہ کو حاضر کرنا ضروری ہو جائے گا۔ یہ معنی ہے بھئی فَإِنْ شُرِطَ فِي الْكَفَالَةِ تَسْلِيمُ الْمَكْفُولِ بِهِ فِي وَقْتٍ بِعَيْنِهِ اگر شرط لگائی گئی کفالت کے اندر مکفول بہ کو سپرد کرنے کی فِي وَقْتٍ بِعَيْنِهِ کسی معین وقت کے اندر کہ مثلاً میں فلاں تاریخ کو یا فلاں وقت میں حاضر کروں گا لَزِمَهُ إِحْضَارُهُ تو اس کفیل پر لازم ہو جائے گا اس شخص کو حاضر کرنا إِذَا طَالَبَهُ بِهِ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ جبکہ یہ مکفول لہ مطالبہ کرے اس کا اس وقت کے اندر بھئی۔ فَإِنْ أَحْضَرَهُ وَإِلَّا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ. اگر اس نے اسے حاضر کر دیا، جزا محذوف ہے فَبِهَا تو اچھی بات ہے، اچھی بات ہے۔ وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یہ اسے حاضر نہ کر سکے حَبَسَهُ الْحَاكِمُ تو حاکم کیا کرے گا؟ قید کرے گا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ أَحْضَرَهُ وَإِلَّا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ اگر اس نے اسے حاضر کر دیا تو اچھی بات ہے وَإِلَّا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ ورنہ حاکم اسے کیا کر سکتا ہے؟ قید کرے گا جیل میں ڈالے گا۔

وَإِذَا أَحْضَرَهُ وَسَلَّمَهُ فِي مَكَانٍ يَقْدِرُ الْمَكْفُولُ لَهُ عَلَى مُحَاكَمَتِهِ اور جب اس کفیل نے اس مکفول عنہ کو حاضر کر دیا، مکفول بہ کو حاضر کر دیا وَسَلَّمَهُ فِي مَكَانٍ اور اس کو سپرد کر دیا ایسی جگہ میں، مَكَانٍ نکرہ ہے يَقْدِرُ فعل آیا یہ آپس میں کیا بنیں گے؟ موصوف صفت، اور موصوف سے پہلے کیا لفظ لاتے ہیں؟ ایسا۔ تو اگر اس نے اس کو سپرد کر دیا ایسی جگہ میں کہ يَقْدِرُ الْمَكْفُولُ لَهُ کہ قادر ہے مکفول لہ عَلَى مُحَاكَمَتِهِ اس کے محاکمے پر یعنی اس سے مقدمہ لڑنے پر، محاکمے کا کیا معنی ہے؟ مقدمہ لڑنا، کہ مکفول لہ اس سے مقدمہ لڑنے پر قادر ہے وہاں پر بَرِئَ الْكَفِيلُ مِنَ الْكَفَالَةِ تو کفیل بری ہو جائے گا کفالت سے۔ کفیل کیا ہو جائے گا؟ بری ہو جائے گا بھئی۔ کہیں پر بھی لا کر اس کے حوالے کر دے جہاں وہ اس کے ساتھ مقدمہ لڑنے پر قادر ہو یعنی اسے اب قاضی کے پاس وہ لے جا سکے بھئی۔ کیا کر سکے؟ قاضی کے پاس لے جانے پر قادر ہے تو وہ بری ہو جائے گا۔ اب آپ خود قیاس کر لینا جہاں جہاں وہ قادر ہو گا قاضی کے پاس لے جانے پر وہاں اس کو سپرد کرنے پر کفیل بری ہو جائے گا، اور اگر ایسی جگہ سپرد کیا کہ وہاں پر وہ اس سے قادر نہیں ہے تو پھر اس صورت میں وہ کفالت سے بری بھی نہیں۔ حوالے تو کر دیا اس نے لا کر لیکن وہ کوئی اس کو قاضی کے پاس لے جانے پر قادر ہے؟ نہیں۔ مثلاً جنگل میں دے دیتا ہے، جنگل میں ملا وہ اس نے کہا لو بھئی یہ ہے بھئی جس کی میں نے ضمانت دی تھی یہ لو میں نے آپ کے سامنے حاضر کر دیا، اب وہ جنگل میں اس کو قاضی کے پاس لے جا سکتا ہے بھئی؟ نہیں بھئی وہ قادر نہیں ہے اس کے محاکمے پر۔ تو یہ معنی ہے وَإِذَا أَحْضَرَهُ وَسَلَّمَهُ فِي مَكَانٍ يَقْدِرُ الْمَكْفُولُ لَهُ عَلَى مُحَاكَمَتِهِ بَرِئَ الْكَفِيلُ مِنَ الْكَفَالَةِ اور جب کفیل نے حاضر کر دیا اس شخص کو جس کی ضمانت دی تھی وَسَلَّمَهُ فِي مَكَانٍ اور اس کو سپرد کر دیا ایسی جگہ کے اندر

يَقْدِرُ الْمَكْفُولُ لَهُ عَلَى مُحَاكَمَتِهِ کہ مکفول لہ اس کے محاکے پر اس سے مقدمہ لڑنے پر قادر ہے بَرِئَ الْكَفِيلُ مِنَ الْكَفَالَةِ تو کفیل کیا ہو جائے گا؟ کفالت سے بری ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ چاہے اس نے براءت کا کہا ہو یا نہ کہا ہو، بس جب اس پر لازم ہی یہی تھا اس کو حاضر کرنا، حاضر کر دے گا تو خود بخود کیا ہو جائے گا کفالت سے؟ بری ہو جائے گا۔

وَإِذَا تَكَفَّلَ عَلَى أَنْ يُسَلِّمَهُ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک شخص نے دوسرے کے نفس پر کفالت کی تھی دوسرے کے نفس پر کفیل بنا تھا کہ میں اس کو قاضی کی مجلس میں حاضر کروں گا۔ تو کیا قاضی کی مجلس میں حاضر کرنے سے بری ہو گا یا بازار وغیرہ میں اس کے سپرد کر دیتا ہے پھر بھی بری ہو جائے گا بھئی؟ صاحبِ قدوری فرماتے ہیں کہ بازار میں بھی اس کے حوالے کر دے گا تو بری ہو جائے گا۔ قاضی کی مجلس میں خاص طور پر اس کے حوالے کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ کہاں پر حوالے کر دے؟ بازار میں حوالے کر دے۔ بھئی بازار میں کیسے وہ مقدمہ لڑنے؟ کہتے ہیں بھئی مقدمہ لڑنے پر قادر ہے اب یہ کیا کرے گا جب بازار میں اس کے حوالے کرے گا اسے پکڑ لے گا چلو بھئی میرے ساتھ قاضی کے پاس، اگر وہ چلا جائے گا خود تو ٹھیک اگر نہیں جائے گا تو لوگ اس کی مدد کریں گے اور کیا کریں گے اس کو قاضی کے پاس پہنچا دیں گے، کہے گا میرا اس پر دین ہے یہ میرا دین نہیں ادا کر رہا قاضی کے پاس میرے ساتھ اس کو لے کر چلو، تو لوگ کیا کریں گے؟ اس کے ساتھ معاونت کریں گے اور اسے قاضی کے پاس پہنچا دیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَكَفَّلَ عَلَى أَنْ يُسَلِّمَهُ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي اور جب کوئی شخص کفیل ہوا اس شرط پر کہ وہ اس کو حوالے کرے گا فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي کہاں پر؟ قاضی کی مجلس میں فَسَلَّمَهُ فِي السُّوقِ پس اس نے سپرد کر دیا بازار میں بَرِئَ تو یہ کفیل کیا ہو گیا؟ بری ہو گیا۔ وَإِنْ كَانَ فِي بَرِّيَّةٍ لَمْ يَبْرَأْ۔ بَرِّيَّةٌ مولانا اس میں رامشد د پڑھنا بھئی اس کا مادہ بَرٌّ ہے، بَرٌّ خشکی کو کہتے ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ بَرِيَّةٌ اگر را تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی مخلوق کے ہوتا ہے اور را مشدد ہو تو پھر اس کا معنی جنگل اور صحرا کے ہیں بھئی۔ وَإِنْ كَانَ فِي بَرِّيَّةٍ لَمْ يَبْرَأْ اور اگر وہ جنگل میں تھا لَمْ يَبْرَأْ تو پھر یہ بری نہیں، کیونکہ وہاں وہ اس کے محاکے پر قادر ہے؟ نہیں بھئی، قاضی کے پاس لے جانے پر قادر ہی نہیں ہے بھئی کیسے لے کر جائے گا۔[۲]

یہ تو تھا مولانا صاحبِ قدوری نے آپ کو مسئلہ بتلایا کہ قاضی کے پاس سپرد کرنے کی بات ہوئی اور بازار میں بھی سپرد کر دیا تو کفیل کیا ہو جائے گا؟ بری۔ لیکن امام زفر رحمہ اللہ اس مسئلے میں فرماتے ہیں کہ بری نہیں ہو گا بھئی۔ کیا فرماتے ہیں؟ بازار میں سپرد کرنے پر بری نہیں ہو گا بلکہ قاضی کی مجلس میں سپرد کرنا ضروری ہے۔ اور آج کل فتویٰ امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر ہے بھئی۔ بازار میں سپرد کرنے پر کفیل بری نہیں۔ وجہ یہ مولانا کہ زمانہ بڑا خراب ہو گیا، اب لوگ کیا کریں گے؟ کوئی بھی اس کے ساتھ نیکی کے کام میں تعاون اتنا نہیں کرتے، بلکہ لوگ الٹا اس مدیون کی مدد کریں گے۔ کیا کریں گے؟ مدیون کی مدد کریں گے بھئی کہ اس بیچارے پر دین ہے، تو جس پر دین ہے وہ لوگوں کو مظلوم نظر آتا ہے بھئی، یہ نہیں دیکھتے کہ وہ دوسرے شخص بیچارے کا حق مارا ہے اس نے، وہ تو اسی مدیون کو کیا سمجھیں گے؟ مظلوم۔ تو بلکہ اس سے اس کو چھڑانے میں زیادہ مدد کریں گے اس کو بھگا دیں گے اس سے بھئی چلو چھوڑو نہ کرو یہ جانے دو اس کو بھئی، چھڑوا دیں گے اور وہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ حالانکہ وہ مظلوم کہاں ہے بھئی اس نے تو کیا کیا ہے؟ اس کا حق دبایا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لہٰذا آج کل کس کے قول پر فتویٰ ہے؟ امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ اور یہ کوئی آج کا فتویٰ بھی نہیں ہے یہ بھی سینکڑوں سال پہلے مولانا علماء نے امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دینا شروع کر دیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور اب تو زمانہ بہت ہی خراب آ گیا ہے بھئی تو اب تو اور بطریقِ اولیٰ ہو گا ان کے قول پر فتویٰ بھئی۔

وَإِذَا مَاتَ الْمَكْفُولُ بِهِ بَرِئَ الْكَفِيلُ بِالنَّفْسِ مِنَ الْكَفَالَةِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک شخص نے ضمانت دی تھی نفس پر کہ میں کیا کروں گا؟ اس کو فلاں وقت پر کیا کر دوں گا؟ حاضر کروں گا۔ مثلاً کس کی ضمانت دی تھی؟ زید کی کہ میں زید کو آپ کے سامنے فلاں تاریخ کو کیا کروں گا؟ حاضر کروں گا پیش کروں گا، لیکن اس سے پہلے ہی زید کا انتقال ہو گیا۔ اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی اب تو سپرد کرنا حاضر کرنا اس کا ممکن ہی نہ رہا لہٰذا کفیل کیا ہو جائے گا؟ بری ہو جائے گا۔ یہ معنی ہے وَإِذَا مَاتَ الْمَكْفُولُ بِهِ اور جب مکفول بہ مر جائے بَرِئَ الْكَفِيلُ بِالنَّفْسِ مِنَ الْكَفَالَةِ تو کفیل بالنفس کیا ہو جائے گا؟ کفالت سے بری ہو جائے گا۔

وَإِنْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ فِي وَقْتِ كَذَا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ دائن جو تھا مدیون پر اعتماد نہیں کر رہا کہ یہ بھاگ جائے

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۱۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَ فِي بَرِّيَّةٍ لَمْ يَبْرَأْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن سلمه في برية لم يبرأ» منقول ہے۔

گا بھئی، یہ کیا کرے گا؟ وقت پر غائب ہو جائے گا حاضر نہیں ہو گا۔ آپ نے ضمانت دے دی کہ بھئی میں ضمانت دیتا ہوں اس وقت پر میں اسے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ تو یہ آپ نے کس چیز کی کفالت دے دی؟ نفس کی کفالت دے دی کہ میں کیا کروں گا اسے فلاں تاریخ کو آپ کے سامنے حاضر کروں گا، اگر میں اسے نہ لا سکا تو پھر میں ضامن ہوں جتنا مال اس پر ہے وہ میں آپ کو دے دوں گا۔ کیا کروں گا؟ اگر میں حاضر نہ کر سکا اس کو تو اس پر جتنا مال ہے میں اس کا ضامن ہوں وہ میں کیا کر دوں گا؟ آپ کو ادا کر دوں گا۔ کہتے ہیں یہ کفیل بالنفس بھی ہوا اور اگر اس شخص کو اس وقت پر حاضر نہ کر سکا تو کفیل بالمال بھی ہو جائے گا، تو اس پر مال کا ضمان آئے گا۔ کیا آ جائے گا؟ مال کا ضمان آ جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو دونوں کا ضامن پھر بن جائے گا۔

وَإِنْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ اور اگر وہ کفیل ہوا اس شخص کے نفس پر عَلَى أَنَّهُ اس شرط پر کہ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ فِي وَقْتِ كَذَا کہ اگر وہ اسے نہ لا سکا فلاں وقت کے اندر فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا عَلَيْهِ تو وہ ضامن ہے اس مال کا جو اس پر ہے وَهُوَ أَلْفٌ اس حال میں کہ اس پر کتنا ہے؟ ایک ہزار مثلاً درہم دین ہے فَلَمْ يُحْضِرْهُ پس اس نے اس کو حاضر نہیں کیا فِي الْوَقْتِ اس معین وقت کے اندر لَزِمَهُ ضَمَانُ الْمَالِ تو اس پر کیا لازم ہو جائے گا؟ مال کا ضمان لازم ہو جائے گا، اس سے اب مطالبہ کیا جائے گا کہ لاؤ بھئی مال دے دو، وَلَمْ يَبْرَأْ مِنَ الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ اور یہ کفالت بالنفس سے بھی کیا ہوا؟ بری نہیں ہوا۔ بھئی دونوں چیزوں کی ضمانت دی تھی یا نہیں دی تھی؟ دی تھی۔ مثلاً کفیل بالنفس ہوا تھا اور ساتھ شرط لگائی تھی اگر فلاں وقت حاضر نہ کیا تو پھر میں مال کا بھی ضامن ہوں، تو اب فلاں وقت پہ حاضر نہیں کیا تو کفیل بالنفس پہلے سے ہی تھا اب ساتھ ساتھ کیا بن جائے گا؟ کفیل بالمال بھی بن جائے گا، تو مال کا بھی ضمان اس پر آئے گا اور کفالت بالنفس سے بھی یہ بری نہیں، تو دونوں چیزوں کا کفیل ہو گیا۔ ہاں اگر یہ پیسے ادا کر دیتا ہے تو کفالت بالمال سے بھی بری ہوا اور کفالت بالنفس سے بھی کیا ہو گیا؟ بری ہو گیا، کیونکہ جب مال ادا کر دیا تو کفالت بالمال ختم ہوئی اور جب کفالت بالمال ختم ہو گئی تو ساتھ ہی کفالت بالنفس بھی ختم ہو گئی کیونکہ اب اس مدیون کا سارا دین تو اس نے کیا کیا ہے؟ ادا کر دیا ہے، اب اس کو حاضر کرنے کا کوئی فائدہ اور مقصد ہے؟ نہیں، اس کو تو حاضر کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس سے کیا کیا جائے گا؟ دین کو وصول کیا جائے گا، تو دین اگر ادا ہو جائے تو پھر کفالت بالنفس سے بھی بری اور کفالت بالمال سے بھی بری۔ یہ معنی ہے وَإِنْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ، دوبارہ دیکھیے ترجمہ: وَإِنْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ اگر کسی کے نفس پر کفیل ہوا عَلَى أَنَّهُ اس شرط پر کہ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ، وَافَى يُوَافِي کے معنی ہوتے ہیں پورا ادا کرنا، یہاں معنی ہے لانا، لانا، اس شرط پر کہ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُوَافِ بِهِ فِي وَقْتِ كَذَا کہ اگر وہ اس کو نہ لا سکا فلاں وقت کے اندر فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا عَلَيْهِ تو وہ ضامن ہو گا اس مال کا عَلَيْهِ جو اس مکفول عنہ پر ہے وَهُوَ أَلْفٌ اور اس حال میں کہ وہ کتنا ہے دین مثلاً؟ ہزار ہے فَلَمْ يُحْضِرْهُ فِي الْوَقْتِ پس اس نے اسے حاضر نہ کیا اس معین وقت کے اندر لَزِمَهُ ضَمَانُ الْمَالِ تو اس پر کیا ہے؟ مال کا ضمان لازم ہے وَلَمْ يَبْرَأْ مِنَ الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ اور یہ کفالت بالنفس سے بھی بری نہیں ہے۔

وَلَا تَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اور جائز نہیں ہے کفالت بالنفس حدود اور قصاص کے اندر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ بھئی ایک شخص ہے اس پر حد آ رہی ہے یا کیا آ رہا ہے؟ قصاص بھئی، قصاص بھئی۔ تو کیا اب اس جو مدعیٰ علیہ ہے بھئی اس سے کفیل بالنفس لیا جا سکتا ہے یا نہیں لیا جا سکتا بھئی؟ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ ایک شخص نے دوسرے پر مثلاً کیا دعویٰ کیا ہے؟ چوری کا دعویٰ کر دیا یا اس پر قصاص کا دعویٰ کر دیا کہ اس نے میرے بیٹے کو مثلاً اس نے کیا کیا ہے؟ قتل کیا ہے، اسے قاضی کے پاس لے جانا چاہتا ہے بھئی، اسے چھوڑ نہیں رہا کہ میرے ساتھ قاضی کے پاس چلو بھئی۔ اس نے کہا بھئی میں خود قاضی کے پاس کل حاضر ہو جاؤں گا۔ کیا ہو جاؤں گا؟ حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ اسے چھوڑ ہی نہیں رہا بھئی کہ نہیں بھئی تم تو بھاگ جاؤ گے تم پھر کہاں میرے ہاتھ آؤ گے بھئی۔ اب ایک شخص کیا کرتا ہے؟ اس کی طرف سے ضمانت دیتا ہے کہ میں ضمانت دیتا ہوں یہ کہیں نہیں بھاگے گا۔ تو مسئلہ ہے حدود اور قصاص کا، تو یاد رکھیے یہاں متن میں آیا لَا تَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ کفالت بالنفس بھئی یہ جائز نہیں ہے کس میں؟ حدود اور قصاص میں کس کے نزدیک؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ یہ معنی نہیں ہے اس کا کہ جائز ہی نہیں ہے، معنی یہ ہے اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا مکفول عنہ کو کہ تم کیا کرو؟ کوئی کفیل میرے حوالے کرو، جبراً اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا بھئی۔ ہاں اگر وہ کوئی ضامن خود دے دیتا ہے تو پھر ٹھیک ہے کفالت مولانا۔ پھر کفالت کیا ہے؟ ٹھیک ہے، ضامن کے ذمے ہے کہ اب اس کو حاضر کرے، اگر یہ حاضر نہیں کرتا تو قاضی اس کو کیا کرے گا؟ جیل میں ڈال دے گا۔ تو یعنی یہاں کیا مراد ہے؟ کفالت سرے سے جائز ہی نہیں ہے یا مجبور نہیں کیا جا سکتا؟ مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں وہ خود اپنا کوئی ضامن دے دیتا ہے کہ یہ ضامن ہے میرا بھئی میں نہیں بھاگتا میں خود کل حاضر ہو جاؤں گا قاضی کے پاس تو اس صورت میں کفالت صحیح ہے مولانا۔

اور کیوں نہیں جائز بھئی، امام صاحب کیوں فرماتے ہیں جائز نہیں ہے؟ وجہ یہ کہ حدود اور قصاص وہ چیزیں ہیں جو شبہے سے ساقط ہو جایا کرتی ہیں۔ حدود اور قصاص کیا ہیں؟ شبہے سے ساقط ہو جایا کرتے ہیں بھئی۔ ادنیٰ شبہ بھی آ جائے کیا ہو جاتی ہے حد؟ ساقط ہو جاتی ہے۔ اَلْحُدُودُ تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ حدود ساقط ہو جایا کرتی ہیں کس کی وجہ سے؟ شبہات کی وجہ سے، اسی طرح قصاص بھی کیا ہے شبہے کی وجہ سے؟ ساقط۔ تو شریعت چاہتی ہے یہ چیز ساقط ہو جائے۔ تو حدود اور قصاص کیا ہیں شبہے کی وجہ سے ساقط ہو جایا کرتے ہیں تو ان دونوں کی بنیاد ہے اسقاط پر۔ ان دونوں کی بنیاد کس پر ہے؟ اسقاط پر کہ ان کو ساقط کر دینا چاہیے کسی طرح۔ کیا کرنا چاہیے؟ ساقط کر دینا چاہیے بھئی، ساقط کر دینا چاہیے۔ اور کفالت سے ضمانت سے تو اس کو پکا کیا جا رہا ہے تو ضمانت اس کے مناسب ہی نہیں ہے بھئی۔ امام صاحب کیا فرماتے ہیں ان کی بنیاد تو کس پر ہے؟ اسقاط پر ہے، بھئی دیکھتے نہیں ہو قصاص میں شریعت ترغیب دیتی ہے یا نہیں دیتی کہ معاف کر دو معاف کر دو اتنا اجر و ثواب ہے بھئی، اور اسی طرح حد ہے معمولی شبہ آ جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپ آگے پڑھیں گے مولانا کہ حدود کے مسئلے کے اندر مردوں ہی کی گواہی قبول کی جائے گی عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بھئی۔ بھئی باقی مسائل کے اندر کسی کے ساتھ مالی کسی پر دعویٰ وغیرہ ہے تو وہاں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی قبول ہو جائے گی لیکن حد کے مسئلے میں عورتوں کی گواہی قبول ہی نہیں۔ ایک شخص نے دوسرے پر حد کا دعویٰ کیا اور گواہ کے طور پر ایک مرد اور دو عورتوں کو پیش کر دیا، نہیں بھئی اس سے حد ثابت نہیں ہو گی بلکہ ضروری ہے کہ دونوں گواہ کس قسم کے ہونے چاہئیں؟ مرد ہونے چاہئیں بھئی، مرد ہوں اور عادل ہوں۔ عورتیں اگر ہوئیں تو پھر تو شبہ آ گیا اور حد کیا ہے ادنیٰ شبہے سے بھی کیا ہو جاتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے۔ اَلْحُدُودُ تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ حدود کیا ہیں شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں بھئی، اِنْدَرَأَ يَنْدَرِئُ کے معنی ساقط ہونا، اَلْحُدُودُ تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ۔

اسی طرح قصاص ہے، قصاص بھی شبہے کی وجہ سے ساقط ہو جایا کرتا ہے مولانا۔ مثلاً باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے، باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے جان بوجھ کر پھر بھی اس پر قصاص نہیں آئے گا مولانا، شبہے کی وجہ سے قصاص ساقط ہوا اس لیے کہ حضور صلی الله علیه وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا تھا: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ تم اور تمہارا مال یہ دونوں تمہارے والد کے ہیں۔ دونوں کس کے ہیں؟ تمہارے والد کے۔ دیکھا تو وہاں حضور صلی الله علیه وسلم نے بیٹے کو بھی کہہ دیا کہ تم بھی والد کے ہو یعنی وہ تمہارے مالک ہیں اور تمہارا مال بھی کس کا ہے؟ تمہارے والد کا ہے، تو شبہ آ گیا اس شبہے کی وجہ سے حد کیا ہو گئی؟ ساقط ہو گئی۔ اسی طرح اگر آقا اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس صورت میں بھی اس پر قصاص نہیں آتا۔ معلوم ہوا جیسے حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہوتی ہیں قصاص بھی شبہے کی وجہ سے کیا ہو جاتا ہے؟ ساقط ہو جاتا ہے۔ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله فرماتے ہیں بھئی ان کی بنیاد تو اسقاط پر ہے بھئی شریعت کیا چاہتی ہے یہ کسی طرح کیا ہو جائیں؟ ساقط ہو جائیں چنانچہ ادنیٰ شبہے پر بھی اس کو ساقط کر دیتی ہے شریعت بھئی۔ تو ان کی بنیاد ہی اسقاط پر ہے اور کفالت سے تو کیا کیا جا رہا ہے اس کو؟ پختہ کیا جا رہا ہے لہٰذا یہ اس کے مناسب نہیں، تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله فرماتے ہیں کفالت بالنفس حدود اور قصاص میں جائز نہیں یعنی کہ اس میں اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں اپنا کوئی کفیل حوالے کرو۔ ہاں وہ اپنی مرضی سے کوئی کفیل دے دے تو درست ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اسی لیے کہا وَلَا تَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور کفالت بالنفس جائز نہیں ہے حدود اور قصاص میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک یعنی اس میں مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

وَأَمَّا الْكَفَالَةُ بِالْمَالِ۔ اب بھئی مولانا کفالت بالمال کے مسائل شروع ہوئے۔ اور باقی مال پر کفالت جو ہے فَجَائِزَةٌ یہ جائز ہے مَعْلُومًا كَانَ الْمَكْفُولُ بِهِ أَوْ مَجْهُولًا چاہے مکفول بہ معلوم ہو یا مجہول۔ بھئی ضمانت دے رہے ہیں تو وہ مکفول بہ وہ مال جس پر ضمانت آپ دے رہے ہیں وہ چاہے معلوم ہو چاہے مجہول ہو دونوں صورتوں میں کفالت کیا ہو جائے گی؟ صحیح ہو جائے گی۔ ایک تو یہ صورت تھی کہ مجھ پر ایک لاکھ دین تھا اس میں آپ میری طرف سے کفیل ہو گئے تو یہ دینِ معلوم ہے مولانا۔ اور ایک وہ کہ آپ کو پتہ ہی نہیں میرے اوپر کتنا دین ہے آپ دوسرے کو کہتے ہیں بھئی اس پر آپ کا جتنا بھی دین ہے میں اس کا ضامن ہوں یہ آپ کو ادا کر دے گا، تو یہ کفالت معلوم دین پر ہوئی یا مجہول دین پر؟ مجہول دین پر کہ جس کا پتہ ہی نہیں۔ تو یاد رکھو کفالت میں وسعت ہے بھئی، وسعت ہے، چاہے وہ دین معلوم ہو چاہے مجہول، تو کفیل کو معلوم ہو یا اس پر مجہول ہو دونوں صورتوں میں کفالت صحیح ہے۔ یہ معنی ہے مَعْلُومًا كَانَ الْمَكْفُولُ بِهِ أَوْ مَجْهُولًا مکفول بہ یعنی وہ مال جو ہے وہ معلوم ہو یا مجہول ہو إِذَا كَانَ دَيْنًا صَحِيحًا جبکہ وہ دینِ صحیح ہو۔[۳]

جبکہ وہ کیا ہو؟ وہ دین ہونا صحیح چاہیے، دینِ صحیح ہونا چاہیے۔ دینِ صحیح کس کو کہتے ہیں؟ یاد رکھو دینِ صحیح وہ ہے جو بغیر ادائیگی کے یا بغیر معاف کیے ختم نہ ہو

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۱۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «مَعْلُومًا كَانَ الْمَكْفُولُ بِهِ أَوْ مَجْهُولًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «معلوما كان المال المكفول به أو مجهولا» منقول ہے۔

مولانا۔ بغیر ادائیگی کے یا بغیر معاف کیے ختم نہ ہو اور کوئی صورت نہ ہو وہاں پر۔ مثلاً آپ نے میرا ایک لاکھ روپیہ دین دینا ہے تو جب تک آپ ادا نہیں کرتے یہ دین آپ پر سے ختم نہیں ہو سکتا، یا میں آپ کو کیا کر دیتا ہوں دین معاف کر دیتا ہوں پھر بھی آپ پر سے یہ دین ختم ہو جائے گا، ویسے ختم نہیں ہوتا، تو یہ دینِ صحیح ہے۔ یہ کیا ہے؟ دینِ صحیح ہے۔ اور ایک دینِ غیر صحیح ہے مولانا وہ بدلِ کتابت بھئی، بدلِ کتابت۔ کتابت جانتے ہیں یا نہیں جانتے؟ مثلاً اپنے غلام سے کہا بھئی تم دو سال کے اندر اگر پانچ لاکھ روپے لے آؤ تو تم کیا ہو؟ آزاد، اور غلام نے بھی یہ قبول کر لیا تو یہ عقدِ کتابت کہلاتا ہے اور یہ جو مال غلام لا کر دے گا یہ بدلِ کتابت کہلاتا ہے۔ یاد رکھیے یہ جو مال جس پر عقد ہوا بدلِ کتابت جو ہے یہ دینِ غیر صحیح ہے۔ یہ کیا ہے؟ دینِ غیر صحیح، اس لیے کہ دینِ صحیح تو وہ ہے جو بغیر معاف کیے یا بغیر ادائیگی کے ختم نہ ہو لیکن یہ دین ویسے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیسے؟ غلام لگا رہا لگا رہا کوشش کرتا رہا لیکن کافی عرصہ اس میں سے گزر گیا اس وقت میں سے اور غلام کچھ بھی مال اکٹھا نہ کر سکا تو وہ واپس آ گیا اپنے آقا کے پاس کہ مجھ سے تو یہ مال کبھی اکٹھا نہیں ہو گا جو آپ نے مجھے کہا تھا۔ تو دیکھو غلام نے اپنے عاجز ہونے کا اظہار کر دیا اور عاجز ہونے کا جیسے ہی اقرار کرے گا فوراً ہی عقدِ کتابت ختم، یہ پھر پہلے کی طرح عام غلام بن گیا۔ یاد رکھو جب مکاتب تھا تو یہ آزاد آدمی کی طرح ہو گیا تھا آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا تھا یہ جائے گا اور جا کر کیا کرے گا؟ اپنے لیے پیسے کمائے گا اپنے آپ کو آزاد کروائے گا، تو آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا تھا، لیکن جیسے ہی اس نے عجز کا اظہار کیا فوراً وہ عقدِ کتابت کیا ہوا؟ ختم، یہ پھر پہلے کی طرح عام غلام بن گیا بھئی، اب آقا اس سے خدمت وغیرہ لے سکتا ہے۔ وہ عقد ختم ہوا وہ دین جو بدلِ کتابت اس پر دین تھا وہ بھی کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔ تو اب یہ ادائیگی سے ختم ہوا؟ نہیں، ادائیگی سے نہیں ہوا۔ آقا نے کوئی معاف کیا ہے؟ نہیں، تو یہ ایک تیسری صورت آ گئی تو معلوم ہوا کہ اس کے عجز سے ختم ہوا ہے تو یہ معلوم ہوا دینِ صحیح نہیں ہے بھئی۔

تو کفالت کے اندر دینِ صحیح کا ہونا ضروری ہے چاہے وہ معلوم ہو یا مجہول ہو۔ إِذَا كَانَ دَيْنًا صَحِيحًا جبکہ وہ دینِ صحیح ہو مِثْلُ أَنْ يَقُولَ تَكَفَّلْتُ عَنْهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ یوں کہے بھئی کفیل بھئی تَكَفَّلْتُ عَنْهُ میں کفیل ہوں فلاں کی طرف سے بِأَلْفِ دِرْهَمٍ کتنے پر؟ ایک ہزار درہم پر، تو دیکھو یہ مکفول بہ یہاں پر معلوم ہے ایک ہزار درہم ہے۔ أَوْ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ یا اس چیز پر لَكَ جو آپ کے لیے ہے فلاں پر۔ کفیل کیا کہتا ہے؟ تَكَفَّلْتُ میں کفیل ہوا بِمَا اس چیز پر لَكَ جو آپ کے لیے ہے عَلَيْهِ فلاں پر، فلاں پر جو کچھ آپ کا ہے میں اس کا کیا ہوں؟ کفیل ہوں۔ اب کتنے پر کفیل ہے کوئی ذکر کیا؟ نہیں، جو کچھ آپ کا اس پر ہے میں اس کا کفیل ہوں۔ أَوْ بِمَا يُدْرِكُكَ فِي هٰذَا الْبَيْعِ، یا میں تَكَفَّلْتُ بِمَا يُدْرِكُكَ فِي هٰذَا الْبَيْعِ یا میں کفیل ہوا اس درک پر۔ درک کسے کہتے ہیں؟ درک کہتے ہیں تاوان کو، تاوان بھئی۔ میں ایک شخص سے زمین خرید رہا ہوں خریدنا چاہتا ہوں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ بھئی ایسا نہ ہو میں اس سے زمین خریدوں یا کوئی چیز خریدنا چاہتا ہوں میں ڈرتا ہوں یہ چیز اس سے میں خریدتا ہوں تو ہو سکتا ہے یہ چیز کل کسی اور کی نکل آئے کوئی اور اس کا مستحق نکل آئے تو پھر تو یہ چیز مجھے اس شخص کے حوالے کرنا پڑے گی اور میرے پیسے تو ڈوب جائیں گے بھئی پھر کون اس بائع سے پیسے نکلوائے گا بھئی؟ تو اس پر ایک شخص نے مجھے ضمانت دے دی کہ بھئی آپ یہ چیز خرید لیں میں ضمانت دیتا ہوں کہ کوئی اگر آپ کو نقصان آیا اس بیع کے اندر کوئی اور مستحق نکل آیا تو آپ کے ثمن واپس دلوانا میرا کام ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اس کو کہتے ہیں ضمانِ درک بھئی، ضمانِ درک بھئی۔ أَوْ بِمَا يُدْرِكُكَ فِي هٰذَا الْبَيْعِ یا وہ جو آپ پر تاوان آئے گا میں ضامن ہوں اس کا جو تاوان آئے آپ پر اس بیع کے اندر، میں اس کا ضامن ہوں، یہ صحیح ہے مولانا۔

وَالْمَكْفُولُ لَهُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ طَالَبَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَصْلُ وَإِنْ شَاءَ طَالَبَ الْكَفِيلَ۔ اور مکفول لہ کو اختیار ہے اگر چاہے تو وہ مطالبہ کرے اس شخص سے عَلَيْهِ الْأَصْلُ جس پر کیا ہے؟ اصل ہے یعنی جس پر دین ہے بھئی، وَإِنْ شَاءَ طَالَبَ الْكَفِيلَ اور چاہے تو کس سے مطالبہ کرے؟ کفیل سے مطالبہ کرے۔ سمجھ میں آیا؟ تو چاہے کفیل سے مطالبہ کرے چاہے اصیل سے مطالبہ کرے بھئی، اصیل سے یعنی جس پر دین ہے بھئی۔ کیوں؟ بھئی کفیل سے تو مطالبہ اس لیے کر رہا ہے کہ کفیل نے خود کیا کیا تھا؟ ضمانت دی تھی تو اب اس سے مطالبہ ہو گا، اور اصیل سے کیوں مطالبہ ہو گا؟ کیونکہ اصل میں تو دین اس پر ہے۔ اصل میں تو دین اس پر ہے تو اس سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے اس سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے۔

وَيَجُوزُ تَعْلِيقُ الْكَفَالَةِ بِالشُّرُوطِ۔ اور جائز ہے کفالہ کو معلق کرنا شرائط کے ساتھ۔ کفالت کو کیا کر دینا؟ شرطوں کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے مولانا، کوئی مناسب شرط ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مناسب شرط ہونی چاہیے، غیر مناسب شرط کے ساتھ کفالت کو معلق کرنا صحیح نہیں بھئی۔ مناسب کیا شرط ہو گی غیر مناسب کیا ہو گی؟ دیکھیے مثالیں کچھ ذکر کر رہے ہیں بھئی: مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مثال کے طور پر کفیل یوں کہتا ہے مَا بَايَعْتَ فُلَانًا فَعَلَيَّ۔ بَايَعَ کا معنی ہوتا ہے بھئی کسی سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا چاہے خرید کا معاملہ ہو چاہے فروخت کا، لیکن یاد رکھنا یہاں فروخت مراد ہے۔ کیا ہے؟ فروخت مراد

ہے۔ اور یہ مَا شرطیہ ہے، یوں کہتا ہے مَا بَايَعْتَ فُلَانًا فَعَلَيَّ، تو مَا بَايَعْتَ بمعنے ہے إِنْ بَايَعْتَ اگر تو نے کوئی چیز بیچی فُلَانًا فلاں پر فَعَلَيَّ تو وہ مجھ پر ہے یعنی اس کے ثمن مجھ پر ہیں یعنی میں اس کا ضامن ہوں، میں اس کا ضامن ہوں اس کے ثمن کا، تو یہ درست ہے مولانا۔ تو دیکھو کفالت کو معلق کر دیا اگر فلاں پر تو نے کوئی چیز بیچی تو میں کیا ہوں؟ ثمن کا ضامن ہوں۔

أَوْ مَا ذَابَ لَكَ عَلَيْهِ فَعَلَيَّ، ذَابَ کا معنی وَجَبَ اور ثَبَتَ کے، یا جو کچھ ثابت ہوا آپ کے لیے فلاں پر فَعَلَيَّ تو وہ مجھ پر ہے یعنی میں اس کا ضامن ہوں بھئی۔ میں کیا ہوں اس کا؟ ضامن ہوں، تو یہ بھی درست ہے مولانا۔ أَوْ مَا غَصَبَكَ فُلَانٌ فَعَلَيَّ اور جو کچھ تیرا غصب کیا فلاں نے فَعَلَيَّ تو وہ مجھ پر۔ فلاں نے اگر کوئی چیز آپ کی غصب کر لی اٹھا کر لے گیا یا چھین کر لے گیا تو وہ مجھ پر ہے میں ضامن ہوں میں کیا کروں گا آپ کو اس کی قیمت دے دوں گا۔ تو یہ دیکھو کفالت کو معلق کر دیا اگر فلاں نے آپ کی کوئی چیز غصب کی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ چیزیں جو ہیں ان کی وجہ سے دوسرے پر کیا لازم ہو جاتا ہے؟ مال واجب ہو جاتا ہے، جب کسی پر کوئی چیز بیچی جائے تو اس پر ثمن واجب ہو جاتے ہیں یا اسی طرح کوئی کسی کی چیز غصب کرتا ہے تو اس پر بھی کیا ضروری ہے؟ جب تک وہ چیز قائم ہے وہی واپس کرے اور اگر وہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں کیا دینا پڑتی ہے؟ اس کی قیمت دینا پڑتی ہے۔ لیکن یہ تھیں مناسب شرطیں بھئی۔ لیکن اگر کوئی نامناسب شرط کے ساتھ معلق کیا کفالت کو پھر صحیح نہیں، مثلاً یوں کہتا ہے مثلاً آندھی کے چلنے کی شرط لگا دی اگر آندھی چلی تو فلاں پر تمہارا جتنا دین ہے میں اس کا ضامن ہوں۔ بھئی اس کی کوئی مناسبت بن رہی ہے یہاں؟ نہیں، کوئی مناسبت نہیں بنتی اگر آندھی چلی تو میں ضامن ہوں، یا اگر بارش ہو گئی تو میں کیا ہوں؟ ضامن ہوں، یہ درست نہیں ہے مولانا۔ تو معلوم ہوا کفالت کو شرطوں سے معلق کرنا صحیح ہے لیکن شرط کیا ہونی چاہیے؟ مناسب شرط ہو بھئی۔[۴]

وَإِذَا قَالَ تَكَفَّلْتُ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: آپ نے زید کی طرف سے کسی شخص کو ضمانت دی بھئی۔ اس شخص نے زید کو پکڑا ہوا ہے اسے چھوڑ نہیں رہا کہ میرا دین میرے حوالے کرو، آپ نے کہا اس شخص سے آپ کا زید پر جو دین نکلا میں اس کا ضامن ہوں۔ کتنا دین ہے یہ آپ کو پتہ نہیں، بس آپ نے ضمانت دے دی کہ زید پر آپ کا جو کچھ نکل آیا اس سارے کا میں ضامن ہوں۔ اس نے زید کو چھوڑ دیا۔ تو آپ نے بھئی زید کی طرف سے اس شخص کو ضمانت دے دی کہ آپ کا جتنا دین زید پر ثابت ہوا میں اس کا کیا ہوں؟ کفیل ہوں بھئی، کفیل ہوں۔ اب بھئی وقت آ گیا لیکن زید نے دین کی ادائیگی نہیں کی، وہ جو دائن تھا وہ آپ کے پاس کفیل کے پاس آیا کہ لاؤ بھئی میرا دین کیا کرو؟ میرے حوالے کرو۔ آپ نے پوچھا کتنا دین ہے؟ اس نے کہا پانچ لاکھ روپے۔ آپ نے کہا نہیں بھئی پانچ لاکھ نہیں ہے دین تو صرف تین لاکھ روپے ہے۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو دین صرف تین لاکھ روپے ہے بھئی، قاضی کے پاس آپ کو وہ پکڑ کر لے گیا۔ کہتے ہیں وہ چونکہ ہے مدعی اور ضابطہ ہے الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ مدعی کے ذمے بینہ ہے گواہی پیش کرنا اور منکر کے ذمے قسم ہے۔ تو یہاں پر اب وہ ہے مدعی پانچ لاکھ کا اور آپ اس کے منکر ہیں تو لہٰذا اس کے ذمے ہے بینہ پیش کرنا۔ اگر اس نے پانچ لاکھ پر بینہ پیش کر دی تو آپ پر وہ پانچ لاکھ لازم ہو جائیں گے بھئی۔ کیا ہو جائیں گے؟ کفیل پر وہ پانچ لاکھ لازم ہو جائیں گے۔ اگر وہ بینہ پیش نہ کر سکا تو اب کفیل پر قسم آ جائے گی۔ اب کفیل قسم اٹھائے گا کہ قاضی صاحب! واللہ میرے علم میں زید پر تین لاکھ سے زیادہ دین نہیں ہے بھئی۔ تو اگر یہ قسم اٹھا لیتا ہے تو اب اس کا قول معتبر ہو جائے گا بھئی۔ اس کے ذمے تو بینہ تھی پانچ لاکھ پر وہ بینہ پیش نہیں کر سکا تو اب کس کا قول معتبر؟ منکر یعنی وہ کون ہے یہاں؟ کفیل ہے، اس کا قول معتبر ہو جائے گا جتنے کا وہ اعتراف کر رہا ہے لیکن ساتھ اس سے کیا لی جائے گی؟ قسم۔ اور یاد رکھنا قسم یہ نہیں لی جائے گی کہ تم قسم اٹھاؤ زید پر تین لاکھ روپے دین ہے، نہیں، دین تو زید پر ہے تو قطعی چیز پر آپ قسم نہیں اٹھا سکتے، ہاں اپنے علم پر یہاں قسم اٹھائیں گے۔ کیا قطعی طور پر زید پر تین لاکھ روپے ہی دین ہے؟ یہ تو زید کو ہی پتہ ہو سکتا ہے یا جس نے دیے تھے اس کو پتہ ہے، آپ تیسرے شخص ہیں ہاں آپ اپنے علم پر قسم اٹھا سکتے ہیں کہ کیا ہے قاضی صاحب میرے علم کے مطابق دین پانچ لاکھ روپے نہیں ہے تین لاکھ سے زیادہ نہیں ہے میرے علم کے مطابق۔ تو اگر آپ نے قسم اٹھا لی تو اب آپ کا قول معتبر ہے بھئی، قول معتبر ہے۔

تو کہتے ہیں مولانا وَإِذَا قَالَ تَكَفَّلْتُ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ اگر کسی کفیل نے کہا کہ میں کفیل ہوا بِمَا اس مال کے بدلے لَكَ عَلَيْهِ جو آپ کا ہے فلاں پر یعنی آپ کا فلاں پر جتنا مال ہے میں اس کا کفیل ہوا فَقَامَتِ الْبَيِّنَةُ بِأَلْفٍ عَلَيْهِ تو قائم ہو گئی بینہ اس پر ایک ہزار کی ضَمِنَهُ الْكَفِيلُ تو کفیل کیا ہو جائے گا؟

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَوْ مَا غَصَبَكَ فُلَانٌ فَعَلَيَّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أو ما غصبك فلانا فعلي» منقول ہے۔

اس ایک ہزار کا ضامن ہو جائے گا۔وَإِنْ لَمْ تَقُمِ الْبَيِّنَةُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْكَفِيلِ مَعَ يَمِينِهِ اور اگر بینہ قائم نہ ہوئی تو قول جو ہے وہ کفیل ہی کا معتبر ہے مَعَ يَمِينِهِ ساتھ اس کی قسم کے فِي مِقْدَارِ مَا يَعْتَرِفُ بِهِ اس مقدار کے اندر جس کا وہ اعتراف کر رہا ہے بھئی۔ تو کفیل کا قول کیوں معتبر؟ کیونکہ وہ اس زیادتی کا منکر ہے، تو یہاں پر وہ دعویٰ کر رہا ہے دو لاکھ زیادہ کا اور یہ کفیل اس دو لاکھ زیادہ کا کیا کر رہا ہے؟ انکار کر رہا ہے مولانا۔

فَإِنِ اعْتَرَفَ۔ اچھا بھئی دائن تو کیا کہہ رہا تھا مدعی کیا کہہ رہا ہے دین کتنا ہے؟ پانچ لاکھ، اور کفیل کیا کہہ رہا ہے میرے علم کے مطابق تین لاکھ سے زیادہ نہیں ہے۔ کفیل یہ کہہ رہا ہے اور آپ نے کس کی طرف سے ضمانت دی تھی؟ زید کی

طرف سے۔ زید بھی آ گیا موقع پر، اس نے کہا قاضی صاحب! دین پانچ لاکھ ہی ہے۔ لو بھئی یہ تو الٹا بیچارے کفیل کے گلے پڑ گیا بھئی۔ دین کتنا ہے؟ پانچ لاکھ ہی ہے۔ کہتے ہیں نہیں بھئی، زید کے یعنی مکفول عنہ کے قول کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی بھئی۔ مکفول عنہ کے قول کی طرف توجہ نہیں، کیونکہ اس وقت وہ خصومت کس کے ساتھ کر رہا ہے بھئی مدعی؟ کفیل کے ساتھ خصومت کر رہا ہے، اور جب خصومت کفیل کے ساتھ ہے تو کفیل کا قول معتبر ہو گا۔ تو جو مکفول عنہ نے اقرار کیا کہ دین کتنا ہے؟ پانچ لاکھ، تو یہ اس نے اقرار کیا ہے دین کا اور اقرار اپنے حق میں تو درست ہے کسی غیر کے حق میں اقرار درست نہیں۔ لہٰذا یہ اقرار زید کے اپنے حق میں تو درست ہو جائے گا کفیل کے حق میں درست نہیں ہو گا۔ لہٰذا کفیل کتنے دے گا؟ تین لاکھ ہی دے گا۔ البتہ معلوم ہوا زید پر دین کتنا ہے؟ اس کے اپنے حق میں تو اقرار ثابت ہو گیا، معلوم ہوا دین پانچ لاکھ ہی ہے بھئی، تو اب دو لاکھ زید کو مزید دینا پڑیں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ معلوم ہوا یہ ادائیگی کرنے سے بھی زید بری نہیں ہوا بھئی۔ یہ معنی ہے فَإِنِ اعْتَرَفَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اور اگر اعتراف کر لیا مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا لَمْ يُصَدَّقْ عَلَى كَفِيلِهِ تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کفیل پر، کفیل کے مقابلے میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

وَتَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِ الْمَكْفُولِ عَنْهُ وَبِغَيْرِ أَمْرِهِ۔ یاد رکھیے ضمانت مکفول عنہ کے کہنے پر بھی دی جا سکتی ہے، مدیون کے کہنے پر بھی دی جا سکتی ہے، اس کے کہے بغیر بھی دی جا سکتی ہے۔ ایک شخص نے زید کو پکڑا ہوا تھا کہ میرا دین ہے تمہارے اوپر وہ دین نکالو۔ آپ گزرے پاس سے، آپ سے کسی نے کہا نہیں ہے ضمانت دینے کا آپ خود ہی اپنی طرف سے ضمانت دے دیتے ہیں، یہ بھی صحیح۔ اور زید آپ سے کہتا ہے کہ آپ میری طرف سے ضمانت دے دیجیے اور آپ دے دیتے ہیں یہ بھی صحیح۔ تو بغیر مکفول عنہ کے کہے ہوئے بھی ضمانت صحیح اور مکفول عنہ کے کہنے پر بھی ضمانت صحیح۔ لیکن پھر فرق یہ ہے مولانا یاد رکھیے: اگر آپ نے ضمانت مکفول عنہ کے کہنے پر دی ہے اور پھر وقت آ گیا اور اس نے پھر بھی مال ادا نہ کیا آپ کو مال ادا کرنا پڑا، تو آپ جو مال ادا کر دیں گے تو آپ پھر اصیل پر رجوع کر سکتے ہیں کہ میں نے آپ کے کہنے پر ضمانت دی تھی آپ نے تو پیسے ادا نہیں کیے وہ میرے پاس آ گیا تھا میں نے آپ کی طرف سے کیا کر دیا مال ادا کر دیا ہے اب لاؤ میرا دین جو میں نے ادائیگی کی ہے وہ میرے حوالے کر دو، کیونکہ میں نے آپ کے کہنے پر ضمانت دی تھی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو اس صورت میں کفیل اصیل پر کیا کر سکتا ہے؟ رجوع، کب؟ جبکہ اس کے کہنے پر ضمانت دی ہو۔ لیکن اگر اس کے کہے بغیر آپ نے خود ہی اپنی طرف سے کیا دے دی تھی؟ ضمانت دے دی تھی تو اس صورت میں اب آپ اصیل پر رجوع نہیں کر سکتے اگر ادائیگی کر دیں بھئی۔ آپ نے خود ہی ضمانت دے دی تھی اور وقت بھی آ گیا اور اصیل نے پیسے ادا نہیں کیے اب پیسے آپ نے اپنی جیب سے ادا کر دیے، اب آپ زید کے پاس نہیں جا سکتے کہ میں نے کیا کیا ہے تمہاری طرف سے ادائیگی کی ہے لاؤ میرے پیسے نکالو بھئی۔ تو اب آپ اس پر کیا؟ رجوع نہیں کر سکتے، اسے مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کو پیسے دے مولانا۔ یہ آپ کی طرف سے احسان ہو گیا۔ آپ نے اپنی طرف سے ضمانت دی تھی اپنی طرف سے ادائیگی کی ہے یہ آپ کی طرف سے احسان شمار ہو گا، اس نے آپ کو نہیں کہا تھا ضمانت دینے کا ادائیگی کرنے کا تو اب آپ اس پر رجوع نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ دے دے تو اچھی بات ہے آپ کو بھئی، لیکن جبراً نہیں نکلوا سکتے کہ اب آپ اسے قاضی کے پاس لے جانا چاہتے ہیں، نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَتَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِ الْمَكْفُولِ عَنْهُ کفالت جائز ہے مکفول عنہ کے حکم سے بھی وَبِغَيْرِ أَمْرِهِ اور اس کے حکم کے بغیر بھی فَإِنْ كَفَلَ بِأَمْرِهِ رَجَعَ بِمَا يُؤَدِّي عَلَيْهِ پس اگر کفیل ہوا تھا اس کے کہنے پر اس کے حکم پر رَجَعَ بِمَا يُؤَدِّي تو رجوع کرے گا اس مال کے ساتھ جو اس نے ادا کیا ہے عَلَيْهِ کس پر؟ اس مکفول عنہ پر۔ وَإِنْ كَفَلَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ لَمْ يَرْجِعْ بِمَا يُؤَدِّي اور اگر کفیل ہوا ہے اس کے حکم کے بغیر ہی تو رجوع نہیں کر سکتا اس مال کے ساتھ جو اس نے ادا کیا ہے۔

وَلَيْسَ لِلْكَفِيلِ أَنْ يُطَالِبَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ۔ اچھا بھئی کون سی کفالت میں رجوع ہو سکتا ہے اصیل پر ادائیگی کی صورت میں اور کون سی میں رجوع

نہیں ہو سکتا؟ اس کے کہنے پر دی ہے ضمانت تو رجوع کر سکتا ہے، اس کے کہے بغیر دی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ اب صورت یہ آئی کہ وقت آ گیا، آپ نے ضمانت دی تھی کہ ایک مہینے تک یہ زید پیسے ادا کر دے گا اگر اس نے ادا نہ کیے تو پھر میں کیا کروں گا؟ ادا کروں گا۔ مہینہ گزر گیا زید نے پیسے ادا نہیں کیے، اب وہ جو دائن ہے جس کا قرضہ ہے وہ آ گیا کفیل سے مطالبہ کر رہا ہے کہ بھئی مہینہ پورا ہو گیا آپ نے ضمانت دی تھی اور ابھی تک اس نے پیسے ادا نہیں کیے لاؤ بھئی میرا دین میرے حوالے کرو۔ وہ اب بار بار آ کر آپ سے مطالبہ ہی کرتا ہے، آپ چلے گئے کس کے پاس؟ زید کے پاس کہ لاؤ بھئی پیسے دو میں اب کیا کروں گا آپ کی طرف سے ادائیگی کر دوں گا۔ تو ابھی آپ نے کوئی ادائیگی، کفیل نے کوئی ادائیگی کی ہے؟ نہیں، جب ادائیگی نہیں کی تو اس سے پہلے اصیل سے مطالبہ نہیں کر سکتا جا کر۔ جب تک کفیل اپنی طرف سے ادا نہ کر دے وہ اصیل سے مطالبہ نہیں کر سکتا بھئی۔ ہاں جب یہ ادا کر دے گا تو پھر کیا کر سکتا ہے؟ اصیل سے مطالبہ کر سکتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَيْسَ لِلْكَفِيلِ أَنْ يُطَالِبَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ بِالْمَالِ اور کفیل کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مطالبہ کرے مکفول عنہ سے بِالْمَالِ مال کا قَبْلَ أَنْ يُؤَدِّيَ عَنْهُ قبل اس کے کہ اس کی طرف سے کیا کر دے؟ ادا کر دے۔

فَإِنْ لُوزِمَ بِالْمَالِ كَانَ لَهُ أَنْ يُلَازِمَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ حَتَّى يُخَلِّصَهُ۔ آپ نے پڑھا ہے اگر مدیون دائن کو ادائیگی نہ کرے تو دائن کیا کر سکتا ہے؟ اس کے ساتھ ملازمت اختیار کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے پڑ جائے۔ کیا کرے؟ جہاں جہاں جاتا ہے اس کے پیچھے جا رہا ہے لاؤ بھئی میرا دین میرے حوالے کرو، لاؤ بھئی میرا دین کیا کرو؟ میرے حوالے کرو، اس کے پیچھے پڑ سکتا ہے بھئی۔ تو یہاں پر بھی کفیل نے بھی ضمانت دی ہے تو اب وہ جو دائن ہے وہ کفیل کے پیچھے پڑ گیا بھئی، وہ جدھر جا رہا ہے بھئی اس کے پیچھے پیچھے ہے لاؤ بھئی میرے پیسے نکالو پیسے کیوں نہیں دے رہے آپ بھئی؟ تو کفیل کے ساتھ لازم ہو گیا۔ اور کفیل کو یہ جو نقصان ہوا یہ کس کی وجہ سے ہوا ہے کہ آدمی اس کے پیچھے پڑ گیا؟ وہ جس کی طرف سے اس نے ضمانت دی تھی، تو کفیل اس کے پیچھے پڑ جائے۔ کیا کرے؟ کہ جلدی ادا کرو بھئی دیکھو میرے پیچھے پڑ گیا ہے دن رات میرے پیچھے پڑا رہتا ہے بالکل چھوڑ ہی نہیں رہا بھئی۔ تو کفیل کے ساتھ اگر دائن کیا ہو جاتا ہے؟ لازم ہو جاتا ہے تو پھر کفیل بھی کیا کر سکتا ہے؟ مدیون کے پیچھے پڑ جائے اس کے ساتھ لازم ہو سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ لُوزِمَ بِالْمَالِ اگر لازم ہو جائے مال کے ساتھ كَانَ لَهُ أَنْ يُلَازِمَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ تو کفیل کو حق ہے أَنْ يُلَازِمَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ کہ وہ کس کے ساتھ لازم ہو جائے؟ مکفول عنہ کے ساتھ یعنی اس کے پیچھے پڑ جائے۔ یہاں یوں ترجمہ کر لو: فَإِنْ لُوزِمَ بِالْمَالِ پس اگر اس کے پیچھے پڑا جائے مال پر كَانَ لَهُ أَنْ يُلَازِمَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ پیچھے پڑ جائے مکفول عنہ کے حَتَّى يُخَلِّصَهُ یہاں تک کہ اسے کیا کر دے؟ چھڑوا دے، یہاں تک کہ اسے چھڑوا دے۔

وَإِذَا أَبْرَأَ الطَّالِبُ الْمَكْفُولَ عَنْهُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: آپ نے کس کی طرف سے ضمانت دی تھی؟ زید کی طرف سے۔ تو وہ جو دائن تھا اس نے زید کو معاف کر دیا کہ میری طرف سے قرضہ آپ کو معاف ہے، یا زید نے اس کو ادائیگی کر دی۔ جب زید کو اس نے معاف کر دیا تو زید بری ہوا، جب زید بری ہو جائے گا تو کفیل بھی کیا ہو جائے گا؟ بری۔ یا زید نے ادائیگی کر دی تو بھی زید بری ہو گیا، جب زید بری ہوا تو کفیل بھی کیا ہو جائے گا؟ بری ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو معنی یہ ہے کہ جب دائن اصیل کو بری کرے گا تو کفیل بھی خود بخود کیا ہو جائے گا؟ بری۔ لیکن اس کا عکس کر لو: دائن کفیل کو بری کرتا ہے، تو کہتے ہیں اس صورت میں اصیل بری نہیں ہو گا بھئی۔ آپ نے ضمانت دی تھی زید کی طرف سے تو مکفول لہ آپ کو آ کر کہتا ہے بھئی آپ میری طرف سے بری ہیں کفالت سے میں آپ سے آ کر مطالبہ نہیں کروں گا، تو لہٰذا اب کفیل بری ہوا۔ لیکن کیا کفیل کے بری ہونے سے اصیل بھی بری ہو جائے گا؟ نہیں بھئی، کفیل کو تو صرف مطالبے سے بری کیا ہے اصلِ دین تو کس پر ہے؟ زید پر ہے، تو وہ بری نہیں ہے اس سے مطالبہ ہو گا بھئی۔ وَإِذَا أَبْرَأَ الطَّالِبُ الْمَكْفُولَ عَنْهُ جب بری کر دیا طالب نے یعنی مطالبہ کرنے والے نے کس کو بری کر دیا؟ الْمَكْفُولَ عَنْهُ مکفول عنہ کو یعنی جس کی طرف سے ضامن ہوا تھا کوئی أَوِ اسْتَوْفَى مِنْهُ یا اس سے کیا کر لیا؟ دین کو وصول کر لیا بَرِئَ الْكَفِيلُ کفیل کیا ہو جائے گا؟ بری ہو جائے گا۔ وَإِنْ أَبْرَأَ الْكَفِيلَ اور اگر مطالبہ کرنے والے نے کفیل کو بری کر دیا لَمْ يَبْرَإِ الْمَكْفُولُ عَنْهُ تو مکفول عنہ بری نہیں ہو گا۔

وَلَا يَجُوزُ تَعْلِيقُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكَفَالَةِ بِشَرْطٍ۔ اور کفالت سے براءت کو شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں ہے۔ کفالت سے براءت کو شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں۔ مثلاً بھئی شرط لگاتا ہے اگر کل عمرو آیا تو اے ضامن صاحب آپ ضمانت سے کیا ہیں؟ بری۔ یہ کون آ کر کہتا ہے؟ مطالبہ کرنے والا جس کا دین ہے مولانا، تو کہتے ہیں بھئی یہ جو کفالت سے براءت ہے اس کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسرا قول بھی ہے اس میں دو روایتیں ہیں، بعض علماء فرماتے ہیں کہ درست ہے مولانا۔ جیسے کفالت کے اندر مناسب شرط درست تھی، اوپر آپ نے پڑھا یا نہیں پڑھا؟ کفالت کو کیا کرنا؟ معلق کرنا کسی مناسب شرط کے ساتھ وہ درست ہے، اسی طرح کہتے ہیں یہ بھی کیا ہے؟ درست ہے لیکن شرط مناسب ہونی چاہیے، کوئی مناسب شرط بھئی۔ اگر مناسب

نہیں تو پھر وہ بھی فرماتے ہیں کہ درست نہیں ہے۔ مناسب شرط لگائی مثلاً بھئی اگر آپ نے ادائیگی کر دی تو آپ کفالت سے کیا ہیں؟ بری ہیں۔ یا یہ کہا کہ اگر آپ نے آدھے پیسے ادا کر دیے اے کفیل صاحب تو آپ کیا ہیں کفالت سے؟ بری۔ آپ نے تو پورے مال کی کفالت کی تھی لیکن اگر آپ آدھے بھی ادا کر دیں تو میں آپ کو کفالت سے کیا کر دوں گا؟ بری کر دوں گا، یہ مناسب شرط ہے پھر ٹھیک ہے بھئی۔

تو یہاں میں نے آپ کو بتلایا بھئی دو روایتیں ہیں بھئی، دو روایتیں۔ ایک روایت کے مطابق براءت کی تعلیق صحیح ہے۔ براءت من الکفالت جو ہے، کفالت سے بری کرنے کو معلق کرنا کسی شرط کے ساتھ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ یہ صحیح ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ صحیح ہی نہیں ہے بھئی۔ تو یہ جو متن آیا اس کو آپ دونوں صورتوں پر محمول کر سکتے ہیں۔ ایک روایت کیا تھی؟ کہ صحیح نہیں ہے، تو یہاں بھی یہی آیا وَلَا يَجُوزُ تَعْلِيقُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكَفَالَةِ بِشَرْطٍ اور جائز نہیں ہے کفالت سے براءت کو معلق کرنا کسی شرط سے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور دوسری روایت کیا تھی؟ کہ کفالت صحیح ہے، لیکن میں نے بتلایا کہ شرط کیسی ہونی چاہیے؟ کوئی مناسب شرط ہونی چاہیے غیر مناسب نہیں ہونی چاہیے، تو پھر اس کلام کا معنی یہ کہ کفالت سے براءت کو معلق کرنا جائز نہیں ہے بِشَرْطٍ کسی شرطِ غیر مناسب سے۔ یہاں شرط سے پھر کیا مراد لے لیں گے؟ غیر مناسب، ورنہ اگر مناسب ہو تو پھر اس صورت میں صحیح ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو دونوں قولوں پر یہ متن آپ محمول کر سکتے ہیں بھئی۔ وَلَا يَجُوزُ تَعْلِيقُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكَفَالَةِ بِشَرْطٍ اور جائز نہیں ہے کفالت سے براءت کو معلق کرنا بِشَرْطٍ کسی شرط کے ساتھ۔

وَكُلُّ حَقٍّ لَا يُمْكِنُ اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الْكَفِيلِ لَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهِ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ۔ اور ہر ایسا حق کہ ممکن نہ ہو اس کو وصول کرنا کفیل سے لَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهِ تو اس پر کفالت بھی صحیح نہیں جیسے کہ حدود اور قصاص ہیں بھئی۔ حدود اور قصاص، بھئی سوال پیدا ہوا حدود اور قصاص کی بات تو اوپر گزر چکی ہے؟ کہتے ہیں بھئی وہ اور بات تھی یہ اور بات ہے۔ وہ تھا حدود اور قصاص میں نفس پر کفالت تھی، یہاں حد پر کفالت کر رہا ہے یا قصاص پر کفالت کر رہا ہے۔ وہاں تو کیا تھا؟ نفس پر کفالت تھی کہ میں اس شخص کو کیا کروں گا قاضی کے پاس حاضر کروں گا، اس کے حاضر کرنے پر کفالت تھی نفس پر، اور یہاں پر حد پر کفالت ہے یا قصاص پر کہ یہ قاضی کی مجلس میں آ جائے گا بھئی میں ضامن ہوں اگر یہ حاضر نہ ہوا تو مجھ سے قصاص لے لینا یا مجھ پہ حد جاری کر دینا۔ تو درست نہیں ہے مولانا، اس لیے کہ حد تو آئے گی جب وہ جرم پایا جائے مولانا اور جرم جب پایا جائے گا تو جس نے جرم کیا ہے اسی پر حد جاری ہو سکتی ہے کسی اور پر حد جاری کرنا درست نہیں ہے۔ یا قصاص اگر ثابت ہوتا ہے تو اسی شخص سے قصاص لیا جائے گا جس نے قتل کیا ہے اس کے کفیل سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ تو لہٰذا جو چیزیں کفیل سے وصول کرنا ممکن نہیں وہاں پر کفالت بھی صحیح نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ معنی ہے وَكُلُّ حَقٍّ لَا يُمْكِنُ اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الْكَفِيلِ اور ہر ایسا حق کہ ممکن نہ ہو اس کو وصول کرنا کفیل سے لَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهِ تو اس پر کفالت بھی صحیح نہیں كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ جیسے کہ حدود اور قصاص ہیں۔

وَإِذَا تَكَفَّلَ عَنِ الْمُشْتَرِي بِالثَّمَنِ جَازَ وَإِنْ تَكَفَّلَ عَنِ الْبَائِعِ بِالْمَبِيعِ لَمْ تَصِحَّ۔ اور اگر کوئی شخص کفیل ہوا مشتری کی طرف سے ثمن پر تو کفالت صحیح ہے، اور اگر بائع کی طرف سے کفیل ہوا مبیع پر تو یہ کفالت صحیح نہیں۔ یہ کفالت صحیح نہیں۔ یاد رکھیے ثمن پر کفالت صحیح ہے کیونکہ یہ دینِ صحیح ہے مولانا۔ آپ نے میرے سے ایک چیز خریدی تو آپ نے اس کے ثمن مجھے ادا کرنے ہیں یا نہیں کرنے؟ کرنے ہیں، اور وہ ثمن کبھی آپ سے ختم ہو سکتے ہیں بغیر ادائیگی یا بغیر میرے معاف کیے؟ نہیں، تو یہ دینِ صحیح ہے لہٰذا اس میں کفالت صحیح۔ اور مبیع میں کفالت صحیح نہیں ہے مولانا اس لیے کہ مبیع کا ضمان تو بائع پر نہیں آتا تو کفیل پر کیسے آ سکتا ہے؟ آپ نے پڑھا یا نہیں پڑھا بیع کے باب میں؟ اگر ثمن ہلاک ہوں تو بیع ختم نہیں ہوتی لیکن اگر مبیع ہی قبل القبض ہلاک ہو جائے تو بیع کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ختم۔ میں نے آپ کو ایک گاڑی بیچی پانچ لاکھ روپے میں، ابھی آپ نے گاڑی پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ وہ گاڑی میرے پاس سے چوری ہو گئی یا ہلاک ہو گئی تو بیع کیا ہو جائے گی؟ ختم ہو جائے گی۔ مجھ پر کوئی مبیع کا ضمان آیا؟ نہیں۔ تو مبیع کا ضمان جب بائع پر نہیں آتا تو وہ کفیل پر تو پھر بطریقِ اولیٰ نہیں آئے گا لہٰذا اس میں ضمانت صحیح نہیں۔

اچھا تفصیلِ مسئلہ یہ ہے یاد رکھنا: مبیع پر ضمانت صحیح ہے، یعنی ایک آدمی دوسرے کو ضمانت دیتا ہے کہ بھئی یہ مبیعہ آپ کے حوالے کرے گا میں ضمانت دیتا ہوں، تو یہ کفالت صحیح ہے لیکن اس میں ضمانت نہیں آئے گی، ضمان نہیں آئے گا۔ مثلاً اگر مبیعہ کیا ہوا قبضے سے پہلے اس کے پاس ہلاک ہو گیا، جب مبیعہ ہلاک ہو جائے پھر تو بیع ختم ہو جاتی ہے تو پھر بائع پر بھی ضمان نہیں، جب بائع پر ضمان نہیں ہے تو پھر تو کفیل پر بھی ضمان نہیں۔ تو کفالت تو صحیح ہے لیکن پھر اس میں اگر وہ

مبیعہ ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں کفیل پر ضمان کوئی نہیں۔ تو صاحبِ کتاب دراصل یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مبیع کی مالیت پر قیمت پر ضمانت صحیح نہیں ہے، مثلاً یہ ضمانت دینا اگر مبیعہ ہلاک ہو گیا تو میں کیا کروں گا آپ کو اس کی قیمت دے دوں گا، یہ کفالت صحیح نہیں ہے۔ ویسے مبیع پر کفالت صحیح ہے لیکن اس میں ضمان آئے گا پھر؟ نہیں ضمان نہیں آئے گا۔ تو مراد صاحبِ قدوری کی کون سی کفالت ہے؟ مبیع کی قیمت پر، اگر مبیعہ کیا ہو گیا ہلاک ہو گیا تو میں تمہیں کیا کروں گا اس کی قیمت دے دوں گا، بھئی وہ قیمت تو بائع پر نہیں آتی تو اس پر کہاں سے آ جائے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَكَفَّلَ عَنِ الْمُشْتَرِي بِالثَّمَنِ جَازَ اور جب کفیل ہوا مشتری کی طرف سے ثمن پر جَازَ تو یہ جائز ہے اس لیے کیونکہ یہ دینِ صحیح ہے، وَإِنْ تَكَفَّلَ عَنِ الْبَائِعِ بِالْمَبِيعِ لَمْ تَصِحَّ اور اگر کفیل ہوا بائع کی طرف سے مبیع پر لَمْ تَصِحَّ تو یہ صحیح نہیں۔

مسئلہ آپ نے پڑھ لیا کہ ثمن پر کفالت تو صحیح ہے لیکن مبیع پر کفالت صحیح نہیں۔ میں نے بتلایا کہ مبیع پر بھی کفالت صحیح ہے کہ بھئی میں ضامن ہوں یہ مبیع آپ کے حوالے کرے گا، لیکن اگر مبیعہ کیا ہو گیا بائع کے پاس ہی ہلاک تو بائع پر ضمان نہیں آتا بلکہ بیع کیا ہو جاتی ہے؟ فسخ، تو کفیل پر بھی کوئی ضمان نہیں ہے۔ تو مراد کیا ہے متن میں؟ کہ مبیع کی قیمت کا ضامن ہونا کہ یہ مبیع آپ کے حوالے کرے گا اگر اس نے حوالے نہ کیا تو میں اس کی قیمت کا ضامن ہوں۔ بھئی مبیع کی قیمت کا ضامن تو بائع نہیں ہوتا تو کفیل بھی اس کی قیمت کا ضامن نہیں ہو گا۔

یاد رکھنا جو چیز مضمون بنفسہ ہو اس میں تو کفالت صحیح ہے اور جو چیز مضمون بغیرہ ہو اس کی کفالت صحیح نہیں۔ کیا ضابطہ یاد رکھنا ہے آپ نے؟ جو چیز مضمون بنفسہ ہو وہاں پر کفالت صحیح ہے اور جو چیز مضمون بنفسہ نہ ہو بلکہ مضمون بغیرہ ہو وہاں کفالت بھی صحیح نہیں۔ بھئی مضمون بنفسہ کا کیا معنی، مضمون بغیرہ کا کیا معنی؟ مضمون بنفسہ کا معنی یہ ہے کہ اس چیز کی ہلاکت کی صورت میں اسی کا ضمان آتا ہو۔ وہ چیز مضمون ہے بنفسہ اپنے ہی نفس کے ساتھ یعنی ضمان میں وہی چیز آتی ہے۔ کیا آتی ہے؟ وہی چیز ضمان کے طور پر آتی ہے۔ اور مضمون بغیرہا ہونے کا کیا معنی؟ کہ ضمان میں وہی چیز نہیں آتی۔ تو جو چیز مضمون بنفسہ ہو گی وہاں کفالت صحیح، جو چیز مضمون بنفسہ نہیں ہو گی وہاں کفالت بھی صحیح نہیں۔ بھئی ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہاں کس چیز کا اپنا ضمان آ رہا ہے؟ بھئی مضمون بنفسہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ ضمان کے طور پر اسی چیز کا مثل دینا پڑے یا اس کی قیمت دینا پڑے۔ کیا کرنی پڑے؟ وہ چیز ہلاک ہو جائے تو اس کی صورت میں وہی چیز دینی پڑے یا اس کی قیمت دینی پڑے، تو قیمت بھی تو اسی کے مثل ہے، صورتاً تو اس کے مثل نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے کیا ہے؟ اسی کے مثل ہے اس جیسی ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات؟ تو جہاں پر کسی چیز کی ہلاکت کی صورت میں اس کی قیمت یا اس کا مثل دینا پڑتا ہو وہ معلوم ہوا مضمون بنفسہ ہے، اور جہاں پر کسی چیز کی ہلاکت کی صورت میں اس کا مثل یا اس کی قیمت نہ دینا پڑتی ہو معلوم ہوا وہ مضمون بنفسہ نہیں۔

دیکھو اب مثالوں سے بات اور واضح ہو جائے گی۔ دیکھو بیعِ فاسد کی ایک آدمی نے دوسرے کے ساتھ اور بیعِ فاسد کے اندر آپ نے پڑھا ہے مشتری مبیع کا مالک بن جاتا ہے جب وہ اس پر کیا کر لے؟ قبضہ کر لے۔ اب مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور اس بیع کو توڑنا واجب ہے مشتری کو کیا کرنا چاہیے یہ مبیعہ واپس لوٹا دینا چاہیے، لیکن یہ مبیعہ اس کے پاس ہلاک ہو گیا اب اسے کیا دینے پڑیں گے؟ ثمن دے گا یا قیمت دے گا؟ قیمت۔ بیعِ فاسد میں کیا دیا کرتے ہیں؟ قیمت دیتے ہیں ثمن نہیں۔ تو قیمت دینا پڑی بیعِ فاسد میں مبیع کے ہلاک ہونے کی صورت میں، دیکھا ضمان آیا مولانا اور ضمان کیا آیا؟ اسی کا مثل یا قیمت آئی یا کوئی اور چیز آئی؟ قیمت آ گئی، تو قیمت بھی تو اس کا مثل ہے، صورتاً تو نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے اسی چیز جیسی ہی ہوتی ہے قیمت بھی۔ سمجھ میں آیا؟ تو معنوی اعتبار سے اس کا مثل آ گیا تو معلوم ہوا یہ جو مبیعہ تھا بیعِ فاسد کے ساتھ یہ مضمون بنفسہ ہے، یہ اپنا ہی کیا ہوتا ہے ضمان اسی چیز کا آتا ہے یعنی اس کی کیا دینا پڑتی ہے؟ اگر وہ قیمت والی چیزوں میں سے ہو تو قیمت دینا پڑتی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

آسان لفظوں میں یوں کہو بھئی جس چیز کا ضمان قیمت کے ساتھ آئے وہ کیا ہے؟ مضمون بنفسہ ہے، یعنی ضمان میں وہی چیز آ رہی ہے کیونکہ قیمت بھی دراصل کیا ہے؟ وہی چیز ہے اسی کا مثل ہے۔ اور اگر ضمان کے طور پر قیمت نہ آئے کوئی اور چیز آئے تو وہ چیز کیا ہے دراصل؟ مضمون بغیرہ ہے، مضمون بغیرہ ہے۔ مثلاً دیکھو آپ نے مجھ سے گاڑی خریدی ہم دونوں میں طے ہوا پانچ لاکھ روپے اس کے ثمن بھئی، پانچ لاکھ روپے۔ اب میں نے گاڑی آپ کے حوالے کر دی۔ آپ نے شرط لگائی تھی خیارِ شرط تین دن تک مجھے اختیار ہے میں بیع کو فسخ کرنا چاہوں تو کیا کر سکتا ہوں؟ بیع کو فسخ کر سکتا ہوں۔ گاڑی آپ کے پاس ہے مبیعہ آپ کے پاس ہے، گاڑی آپ کے پاس ہلاک ہو گئی تین دن میں، تو اب آپ پر ضمان آئے گا یا نہیں، آپ کو ضمان دینا پڑے گا یا نہیں دینا پڑے گا؟ دینا پڑے گا، اور کیا دیں گے مجھے آپ؟ ثمن دیں گے۔ کیا دیں گے؟ ثمن، کیونکہ میرے اور آپ کے درمیان کیا ہوا تھا؟ عقد ہوا تھا تو لہٰذا اب آپ کو ثمن دینے پڑیں گے۔ تو یہ مبیعہ مضمون ہوا اور مضمون بنفسہ ہوا یا مضمون بالغیر ہوا؟ بنفسہ نہیں، ثمن تو کچھ بھی طے ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے گاڑی دس لاکھ کی ہو مجھے جلدی بیچنے کی ضرورت

ہے مجھے جلدی پیسے چاہئیں میں پانچ لاکھ میں ہی آپ کو دے دیتا ہوں۔ تو ثمن ہمیشہ قیمت کے برابر ہوتے ہیں؟ نہیں وہ تو کم و زیادہ بھی ہو سکتے ہیں جو آپس میں طے ہو جائیں۔ لہٰذا معلوم ہوا مبیعہ جب ہلاک ہو جاتا ہے تو کیا ضمان آیا کرتا ہے؟ ثمن آتے ہیں، تو یہ معلوم ہوا مضمون بنفسہ ہے یا مضمون بالثمن ہے؟ مضمون بالثمن، تو مضمون بنفسہ ہوا یا مضمون بغیرہ ہوا؟ مضمون بغیرہ ہوا، لہٰذا اس پر کفالت صحیح نہیں۔

اسی طرح کسی کے پاس رہن رکھوایا، رہن بھئی میں نے آپ کا دین دینا ہے آپ نے مجھ سے رہن مانگا میں نے آپ کے پاس اپنی گاڑی بطورِ رہن کے رکھوا دی۔ گاڑی تو رہن کے طور پر رکھوائی لیکن میں نے آپ سے کہا مجھے کفیل حوالے کرو ضمانت دے کہ جب میں تمہارا دین ادا کر دوں گا تو تم میری گاڑی مجھے دے دو گے، میں نے آپ سے کفیل مانگا۔ نہیں مولانا یہاں کفالت صحیح نہیں اس لیے کہ رہن مضمون بنفسہ نہیں۔ رہن جب ہلاک ہو جائے تو کیا ضمان آتا ہے؟ دین اور قیمت میں سے جو اقل ہو۔ تو قیمت آئی یا دونوں میں سے جو اقل ہو وہ آیا؟ جو اقل ہو وہ آیا، تو معلوم ہوا یہ بھی مضمون بنفسہ نہیں ہے بلکہ مضمون بغیرہ ہے۔ بس یہ ضابطہ یاد رکھنا کہ جو چیز مضمون بنفسہ ہو وہاں کفالت صحیح ہے اور جو چیز مضمون بنفسہ نہ ہو وہاں کفالت صحیح نہیں۔

اب ایک مثال آپ بتائیے مولانا: میری ایک گاڑی ایک آدمی اٹھا کر لے گیا، چھین کر لے گیا غصب کر لی۔ اب بھئی کوئی شخص مجھے ضمانت دیتا ہے کہ میں ضامن ہوں اس سے گاڑی میں آپ کو لے کر دوں گا، تو یہ کفالت صحیح ہے یا کفالت صحیح نہیں؟ بھئی جو چیز غصب کی ہے اگر وہ چیز اس غاصب کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس پہ ضمان آتا ہے یا نہیں آتا؟ آتا ہے، اور کیا آتا ہے؟ اسی چیز کی قیمت آتی ہے، تو معلوم ہوا یہ چیز کیا ہے؟ یہ مضمون بنفسہ ہے لہٰذا اس پر کفالت درست ہو گی یا درست نہیں ہو گی؟ درست ہو گی۔ جو چیز بھی مضمون بنفسہ ہو وہاں کفالت صحیح، جو چیز بھی مضمون بنفسہ نہ ہو وہاں کفالت بھی صحیح نہیں۔ لہٰذا مبیعہ اور رہن اس کے اندر کفالت صحیح نہیں، لیکن وہ مبیعہ جو بیعِ فاسد کے ساتھ بیچا گیا ہو یا اسی طرح اگر کوئی چیز غصب کی گئی ہو یہاں پر کفالت صحیح ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں کیا ہیں؟ مضمون بنفسہ ہیں بھئی۔

تو آگے دیکھیے کہتے ہیں وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِلْحَمْلِ فَإِنْ كَانَتْ بِعَيْنِهَا لَمْ تَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِالْحَمْلِ وَإِنْ كَانَتْ بِغَيْرِ عَيْنِهَا جَازَتِ الْكَفَالَةُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے آپ سے آپ کا گدھا کرائے پر لیا ہم دونوں میں عقد ہوا بھئی۔ میں نے کہا میں نے اس گدھے پر یہ قریب ہی اسلام آباد تک جانا ہے تو آپ یہ مجھے کرائے پر دے دیں۔ آپ نے کہا ہاں بھئی کل صبح میں گدھا لے کر آجاؤں گا آپ سفر پر روانہ ہو جانا بھئی۔ میں نے کہا بھئی تمہارا کوئی پتہ نہیں ہے مجھے کوئی کفیل دو کوئی ضامن دو کہ تم کیا کرو گے کل اپنا گدھا لے کر آؤ گے بھئی۔ آپ نے مجھے زید میرے سامنے پیش کر دیا اور زید نے کہا میں ضمانت دیتا ہوں کس بات کی؟ کہ یہ کیا کرے گا کل اسی گدھے پر آپ کو کیا کرے گا؟ اسلام آباد پہنچائے گا بھئی۔ اسی گدھے پر، معین کر دیا گدھے کو، تو معین گدھے پر کفالت صحیح نہیں اس لیے کہ وہ گدھا تو کس کا ہے؟ مکفول عنہ کا ہے اور اگر وہ کل نہ لے کر آیا تو گدھا تو اس کا ہے تو کفیل اس کے حاضر کرنے پر قادر ہے؟ اس کے لانے اور سپرد کرنے پر قادر ہی نہیں۔ تو لہٰذا معین جانور پر باربرداری کے لیے کفالت صحیح نہیں۔ لیکن اگر غیر معین ہو پھر صحیح ہے، آپ سے میں نے کفیل طلب کیا تو زید نے آکر کفالت کی کہ اگر یہ اپنا گدھا نہ لے کر آیا تو پھر میں بندوبست کر دوں گا بھئی میں اپنا گدھا لے کر آپ کے سامنے حاضرِ خدمت ہو جاؤں گا آپ اس پر کیا کر لینا سفر کر لینا۔ تو اب یہ غیر معین کے اندر کفالت صحیح کیونکہ وہ قادر ہے کوئی بھی گدھا کہیں سے بندوبست کر کے پیش کر سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو کوئی جانور سواری کا ہو یا آج کل گاڑیاں وغیرہ ہیں وہ سب اسی طرح ہیں بھئی۔

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِلْحَمْلِ اور جس نے اجرت پر لیا کسی جانور کو لِلْحَمْلِ باربرداری کے لیے یعنی بوجھ ایک جگہ سے دوسری جگہ کوئی سامان لے کر جانا ہے فَإِنْ كَانَتْ بِعَيْنِهَا اگر وہ کوئی معین جانور تھا لَمْ تَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِالْحَمْلِ تو کفالت بالحمل صحیح نہیں کہ اسی جانور پر مثلاً اسی ٹرک پر آپ کا سامان ہم کہاں پہنچائیں گے کل صبح؟ اسلام آباد، میں ضمانت دیتا ہوں کفیل کہہ رہا ہے۔ بھئی یہ ٹرک تو ہے مکفول عنہ کا اگر وہ نہ آیا تو تم قادر ہو اس کو لانے پر؟ نہیں، لہٰذا یہ کفالت صحیح نہیں۔ وَإِنْ كَانَتْ بِغَيْرِ عَيْنِهَا جَازَتِ الْكَفَالَةُ اور اگر وہ جانور کیا تھا؟ غیر معین تھا پھر کفالت صحیح ہے۔ اب مولانا وہ مکفول عنہ اپنا ٹرک نہیں بھی لاتا تو کفیل سے میں مطالبہ کروں گا تو وہ کیا کر سکتا ہے کہیں سے کسی دوسرے ٹرک کا بندوبست کر سکتا ہے۔

وَلَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ إِلَّا بِقَبُولِ الْمَكْفُولِ لَهُ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ۔ اور کفالت صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ مکفول لہ قبول کرے کس کے اندر؟ مجلسِ عقد میں۔ میں نے بتایا کفالت کے لیے ضروری ہے کہ جس کو ضمانت دی جا رہی ہے وہ کیا کر لے اسے مجلسِ عقد میں؟ قبول کر لے، پھر اب آپ ضامن بن جائیں گے بھئی اب وہ آپ کے پیچھے بھی پڑ جائے گا بعد میں۔ آپ نے گھر بیٹھے ویسے ہی کسی سے کہہ دیا زید کے مال کی میں کیا دیتا ہوں ضمانت دیتا ہوں، تو اب مولانا

آپ ضامن نہیں بنے کیونکہ مکفول لہ وہاں تھا ہی نہیں تو قبول کہاں سے کرتا آپ کی ضمانت کو۔ سمجھ میں آیا؟ تو اب وہ آپ کے پیچھے پڑ جاتا ہے بھئی مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے گھر میں ضمانت دی تھی اس بات کی، نہیں بھئی نہیں، اسی مجلس میں اس کا قبول کرنا ضروری ہے۔ تو کہتے ہیں کفالت صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ مکفول لہ قبول کرلے اس کو مجلسِ عقد میں إِلَّا فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ مگر ایک مسئلے کے اندر وَهِيَ اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ أَنْ يَقُولَ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ: ایک شخص مرض الموت میں گرفتار ہو گیا مرنے والا ہے بہت بیمار ہو گیا، اس حالت میں وہ اپنے وارث سے مثلاً اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ میرے اوپر جتنے دیون ہیں تم ان ساروں کے ضامن ہو جاؤ ضمانت دے دو، تم کیا ہو جاؤ ان کے ضامن ہو جاؤ۔ بیٹا کہتا ہے ہاں میں ضامن ہو گیا۔ تو اب یہاں پر دیکھو بھئی جن لوگوں کا دین ہے ان کا ذکر ہی نہیں کیا کون کون ہیں اور وہ حاضر بھی نہیں ہیں پھر بھی کفالت صحیح ہو جائے گی۔ حالانکہ مکفول لہ کا اس مجلس میں قبول کرنا ضروری لیکن یہاں پر ضروری بھی نہیں کیونکہ کون کہہ رہا ہے؟ مریض ہے مرض الموت میں ہے بھئی، تو یہ صحیح۔ کہتے ہیں یہاں کیوں صحیح؟ کہتے ہیں دراصل دیکھا جائے یہ تو وصیت کر رہا ہے۔ یہ کیا کر رہا ہے؟ وصیت ہے لہٰذا اس لیے یہ صحیح ہو جائے گی بھئی۔

تو کہتے ہیں وَهِيَ اور وہ یہ صورت ہے مولانا کہ أَنْ يَقُولَ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ کہ کہے مریض اپنے وارث سے تَكَفَّلْ عَنِّي بِمَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ تو کفیل ہو جا میری طرف سے وہ جو مجھ پر ہے دین میں سے فَتَكَفَّلَ بِهِ پس وہ اس کا کفیل ہو گیا مَعَ غَيْبَةِ الْغُرَمَاءِ باوجود قرض خواہوں کی غیر موجودگی کے، مَعَ غَيْبَةِ الْغُرَمَاءِ باوجود قرض خواہوں کی غیر موجودگی کے ان کے غائب ہوتے ہوئے پھر بھی جَازَ یہ کیا ہے؟ یہ جائز ہے اگر وہ کفیل ہوا۔ صاحبِ قدوری نے آپ کو بتلایا کہ کفالت درست نہیں ہے مگر یہ کہ مکفول لہ بھی اس کو قبول کرے کس کے اندر؟ مجلسِ عقد ہی کے اندر قبول کرلے، مگر ایک مسئلے کے اندر بھئی مکفول لہ موجود نہ ہو پھر بھی کفالت صحیح ہو جائے گی اور وہ یہ کہ مریض اپنے وارث سے کہتا ہے مثلاً اپنے بیٹے سے کہتا ہے تَكَفَّلْ عَنِّي بِمَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ تو کفیل ہو جا میری طرف سے وہ جو مجھ پر ہے دین فَتَكَفَّلَ بِهِ تو وہ اس کا کفیل ہو گیا مَعَ غَيْبَةِ الْغُرَمَاءِ جَازَ باوجود قرض خواہوں کی غیر موجودگی کے ان کے غائب ہونے کے جَازَ تو یہ جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ دراصل یہ تو وصیت ہے مولانا۔ یہ کیا ہے؟ گویا وہ مریض اپنے وارث کو وصیت کر رہا ہے کہ میری طرف سے میرا دین ادا کر دینا، تو چونکہ یہ وصیت ہوئی لہٰذا یہ جائز ہے، قرض خواہ موجود نہیں پھر بھی یہاں پر یہ کفالت صحیح ہو جائے گی بھئی۔

وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ عَلَى اثْنَيْنِ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ ضَامِنٌ عَنِ الْآخَرِ فَمَا أَدَّى أَحَدُهُمَا لَمْ يَرْجِعْ بِهِ عَلَى شَرِيكِهِ حَتَّى يَزِيدَ مَا يُؤَدِّيهِ عَلَى النِّصْفِ فَيَرْجِعَ بِالزِّيَادَةِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں اور زید، ہم دونوں نے مل کر ایک چیز خریدی ہم دونوں اس میں شریک ہیں بھئی۔ ہم دونوں اس میں کیا ہوئے؟ شریک۔ ہم دونوں نے مل کر ایک غلام خریدا ہے مثلاً ہم دونوں نے مل کر ایک غلام ہزار درہم میں خرید لیا، ہزار درہم میں۔ اور ہم دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل بن گیا۔ کیا بن گیا؟ کفیل بن گیا بھئی، کفیل بن گیا کہ زید کیا کرے گا دین کو ادا کرے گا اگر اس نے ادا نہ کیا تو میں ادا کر دوں گا، اور زید میری طرف سے کفیل بن گیا کہ اگر اس نے دین کو ادا نہ کیا تو میں اس کی طرف سے کفیل ہوں ضامن ہوں مجھ سے دین وصول کر لینا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جب غلام خریدا تو ہم دونوں پر اس کے ثمن لازم ہوئے یا نہیں ہوئے؟ تو وہ ہم دونوں پر دین ہے، اور اس دین کے اندر ہم دونوں ایک دوسرے کے کفیل بھی بن گئے۔ زید میرا کفیل بن گیا اور میں زید کا کفیل بن گیا۔ تو یاد رکھنا اس صورت کے اندر بھئی دین کل کتنا ہے؟ ایک ہزار۔ اب یہاں پر دونوں سے ہزار ہزار کا پورے کا مطالبہ ہو سکتا ہے بھئی۔ دائن کیا کر سکتا ہے؟ میرے پاس بھی آ کر کہہ سکتا ہے بھئی غلام کے ہزار درہم ادا کرو، وہ زید کے پاس بھی جا کر کہہ سکتا ہے غلام کے کیا کرو ہزار درہم ادا کرو۔ لیکن یاد رکھنا یہ جو ہم ادائیگی کریں گے، ہم نے غلام کتنے کا خریدا؟ ہزار درہم کا، تو ہزار میں سے پانچ سو درہم کس پر آ گئے؟ زید پر، اور پانچ سو ہی میرے اوپر آ گئے۔ یہ پانچ سو ہیں اصالتاً۔ ہم دونوں پر اصیل ہونے کے اعتبار سے کتنا کتنا دین آ گیا؟ پانچ پانچ سو۔ اور پھر ہم نے ایک دوسرے کی ضمانت بھی دے دی، میں نے اس دین کی ضمانت دے دی جو زید پر تھا وہ بھی پانچ سو تھا تو پانچ سو ہے میرے اوپر اصالتاً اور پانچ سو ہے میرے اوپر بطورِ کفالت کے۔ اور زید نے جو میرے اوپر پانچ سو تھے ان کی کیا کر لی؟ کفالت کر لی، تو پانچ سو ہوئے زید پر اصالت کے اعتبار سے اور پانچ سو ہوئے اس پر کفالت کے اعتبار سے بھئی۔ تو لہٰذا دونوں سے پورے پورے ہزار کا مطالبہ ہو سکتا ہے، لیکن دونوں میں سے جو اگر ادائیگی کرتا ہے، جو بھی ادائیگی کرے گا، اب زید پر بھی کچھ مال بطورِ اصالت کے ہے کچھ مال بطورِ کفالت کے، میرے اوپر بھی پانچ سو بطورِ اصالت کے ہیں اور پانچ سو بطورِ کفالت کے، تو میں جو بھی ادائیگی کروں گا اس کا اصالت کے طور پر ہونا اولیٰ ہے بمقابلۂ کفالت کے۔

بھئی میں جو بھی پیسے ادا کر رہا ہوں جو بھی دراہم ادا کر رہا ہوں اس میں دو احتمال ہیں: ہو سکتا ہے یہ دراہم میں کس طور پر ادا کر رہا ہوں؟ اصالت کے طور پر، ہو سکتا ہے میں یہ درہم کس طریقے پر ادا کر رہا ہوں؟ کفالت کے۔ لیکن اصالت اولیٰ ہے کفالت سے، لہٰذا جب وہ ادائیگی کرے گا اور ابھی اس پر اصالتاً دین ہے

تووہ ساری کس میں شمار ہو گی؟ اصالت کے طریقے پر شمار ہو گی، اصالت کے طریقے پر شمار ہو گی۔ تو لہٰذا جب اصالت کے طریقے پر شمار ہے تو میں دوسرے شخص پر رجوع نہیں کر سکتا، وہ بھی جو ادائیگی کرے گا مجھ پر رجوع نہیں کر سکتا بھئی الا یہ کہ ہم نصف سے زائد ادا کر دیں۔ کیا کر دیں؟ نصف سے زائد ادا کر دیں۔ تو نصف تو تھا ہمارے اوپر بطورِ اصالت کے اس میں جو ادائیگی کریں گے اس میں کوئی بھی ایک دوسرے پر رجوع نہیں کر سکتا۔ میں مثلاً سو درہم ادا کر دوں تو میں یہ نہیں کر سکتا کہ زید کے پاس جاؤں کہ لاؤ بھئی سو میں نے ادا کر دیے پچاس تمہاری طرف سے اور پچاس میری طرف سے ہیں لاؤ مجھے وہ پچاس درہم دے دو۔ میں دو سو ادا کر دوں پھر بھی میں زید پر رجوع نہیں کر سکتا کہ یہ میں نے پیسے ادا کیے ہیں دو سو اور تم پہ بھی پیسے برابر آ رہے تھے تو سو میری طرف سے ہو گئے سو تمہاری طرف سے۔ نہیں کر سکتا میں رجوع اس لیے کہ میں جو بھی ادائیگی کر رہا ہوں اس میں دو احتمال آ رہے تھے: ایک احتمال کیا تھا یہ ادائیگی بطورِ اصالت کے یعنی بطورِ اصیل کے ہے اور ایک یہ احتمال آ رہا تھا کہ یہ باعتبارِ کفیل کے ہے، لیکن ان دونوں میں سے اولیٰ کیا ہے کہ ادائیگی کس طور پر ہو؟ اصیل کے طور پر ہونا اولیٰ تھا، لہٰذا میں جو بھی ادائیگی کروں گا وہ بطورِ اصیل کے ہو گی یہاں تک کہ وہ دین جو مجھ پر ہے یعنی نصف وہ پورا ہو جائے۔ جب پورا ہو جائے اب اس کے بعد جو میں ادائیگی کروں گا وہ کس طریقے پر ہے؟ کفالت کے طریقے پر ہے، اب اس میں میں زید پر رجوع کروں گا کہ اب میں پانچ سو سے اوپر جو میں نے مثلاً ایک سو درہم مزید دے دیا پانچ سو پر چھ سو ہو گئے تو اس سو درہم کے اندر میں زید پر رجوع کروں گا کیونکہ یہ جو میں نے سو درہم ادا کیے ہیں یہ کس طریقے پر ہیں؟ کفالت کے، کیونکہ اصالت کا حصہ تو میں ادا کر چکا ہوں بھئی اپنا پانچ سو، اب یہ جو ادا کر رہا ہوں یہ کس طریقے پر ادا کر رہا ہوں؟ کفالت کے طریقے پر ادا کر رہا ہوں اور کفالت کس کی طرف سے دی تھی میں نے؟ زید کی طرف سے اس کے کہنے پر میں کفیل بنا تھا، تو جب کفیل جو ہے وہ دوسرے کے کہنے پر بنا ہو تو کفیل جو بھی ادائیگی کرتا ہے اس میں اصیل پر کیا کر لیتا ہے؟ رجوع کر لیتا ہے۔ تو اب اگر میں پانچ سو سے زائد جو بھی درا ہم ادا کروں گا میں اس میں رجوع کروں گا زید پر کہ یہ تو میں نے بطورِ کفالت کے ادا کیے ہیں اب آپ مجھے اس کی کیا کر دیں؟ ادائیگی کر دیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو یہی بات کر رہے ہیں بھئی وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ عَلَى اثْنَيْنِ جب دین دو آدمیوں پر تھا وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ ضَامِنٌ عَنِ الْآخَرِ اور ان دونوں میں سے ہر ایک ایسا کفیل ہے جو ضامن ہے دوسرے کی طرف سے فَمَا أَدَّى أَحَدُهُمَا لَمْ يَرْجِعْ بِهِ عَلَى شَرِيكِهِ پس وہ جو ادا کر دیا دونوں میں سے کسی ایک نے لَمْ يَرْجِعْ بِهِ عَلَى شَرِيكِهِ تو اس میں رجوع نہیں کرے گا اپنے شریک پر حَتَّى يَزِيدَ مَا يُؤَدِّيهِ عَلَى النِّصْفِ یہاں تک کہ بڑھ جائے وہ جو اس نے ادائیگی کی ہے عَلَى النِّصْفِ کس پر؟ نصف پر بڑھ جائے کیونکہ نصف تو تھا بطورِ اصیل کے اور جب دین ہے ہی اسی پر تو وہ دوسرے پر کیسے رجوع کرے گا؟ ہاں نصف سے جو بڑھ گیا وہ بطورِ کفیل کے ہے اس میں دوسرے پر رجوع کرے گا کہ وہ اس کی طرف سے ادائیگی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جو ادا کر رہا ہے وہ بڑھ جائے نصف پر فَيَرْجِعَ بِالزِّيَادَةِ تو رجوع کرے گا اس زائد کے ساتھ بھئی، اس زائد میں رجوع کر لے گا۔

وَإِذَا تَكَفَّلَ اثْنَانِ عَنْ رَجُلٍ بِأَلْفٍ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: آپ پر ایک لاکھ روپیہ دین تھا، اس ایک لاکھ میں میں آپ کا کفیل ہو گیا بھئی۔ میں نے دائن کو ضمانت دے دی کہ یہ آپ کی ادائیگی کر دے گا اگر اس نے ادائیگی نہ کی تو میں کیا ہوں؟ ضامن ہوں میں ادائیگی کر دوں گا۔ میں آپ کے کہنے پر کیا ہو گیا آپ کا؟ کفیل ہو گیا۔ اسی طرح زید بھی آپ کے اسی ایک لاکھ کا کفیل ہو گیا، اس نے بھی دائن سے کہا کہ اگر اس شخص نے آپ کے ایک لاکھ روپے ادا نہ کیے تو پھر میں ضامن ہوں میں ادا کر دوں گا۔ پورے دین کا ضامن میں بھی بن گیا اور پورے دین کا ضامن زید بھی بن گیا۔ پھر زید اور میں آپس میں ایک دوسرے کے بھی کفیل بن گئے۔ ہم دونوں کیا بن گئے ایک دوسرے کے بھی؟ کفیل۔ میں نے دائن سے کہا کہ یہ جو اصیل ہے آپ کے پیسے ادا کر دے گا نہیں تو میں ضامن ہوں بھئی، اور اگر اس نے ادا نہ کیے تو پھر زید کفیل ہے وہ ادا کر دے گا، اگر اس نے بھی ادا نہ کیے تو میں زید کا بھی کفیل ہوں پھر میں کیا کر دوں گا اس کی طرف سے؟ ادا کر دوں گا۔ تو میں کفیل کا بھی کفیل بن گیا، اصیل کا بھی کفیل ہوا اور کفیل کا بھی کفیل۔ اسی طرح زید آپ کا بھی کفیل تھا وہ میری طرف سے بھی کفیل بن گیا، تو زید بھی کفیل بھی ہے اور کفیل الکفیل بھی، میں بھی کفیل بھی ہوں اور کفیل الکفیل بھی ہوں بھئی، ہم دونوں ایک دوسرے کے بھی کفیل بن گئے بھئی۔

اب اس صورت میں یاد رکھنا میں جو بھی ادائیگی کروں گا وہ ساری کفالت کے طریقے پر ہی ہو گی کیونکہ اصالتاً میرے اوپر تو دین سرے سے ہے ہی نہیں۔ زید جو بھی ادائیگی کرے گا وہ ساری کس طریقے پر ہے؟ کفالت کے طریقے پر ہو گی مولانا۔ تو جب کفالت کے طریقے پر ہے تو اس صورت میں بھئی یاد رکھنا اصیل پر بھی رجوع ہو سکتا ہے، میں جتنی بھی ادائیگی کر دوں اگر میں اصیل کے کہنے پر کفیل بنا تھا تو میں جتنی بھی ادائیگی کروں گا اس میں کس پر رجوع کر سکتا ہوں؟ اصیل سے جا کر وصول کر سکتا ہوں لو بھئی میں نے آپ کی طرف سے سو درہم ادا کر دیے اب دے دو۔ اسی طرح میں زید پر بھی رجوع کر سکتا ہوں بھئی

لیکن زید پر میں نصف میں رجوع کرلوں گا۔ کیا کروں گا؟ نصف میں، کیونکہ میں نے جو ادا کیے ہیں سو درہم اس سارے مال کا کفیل جیسے میں تھا اسی طرح کون تھا؟ زید بھی تھا بھئی، سمجھ میں آیا؟ میں اس کی طرف سے بھی کفیل ہوں بھئی اس کے حکم سے تو اس پر میں نصف میں رجوع کرلوں گا بھئی کہ یہ سو درہم میں نے ادا کیے اسی مال کے آپ بھی کفیل تھے اور میں بھی کفیل تھا تو یہ جو ادائیگی ہوئی یوں سمجھیں نصف میں نے کس کی طرف سے کر دی ہے؟ آپ کی طرف سے کر دی ہے تو لہٰذا اب مجھے کیا کیجیے؟ نصف دے دیجیے، میں آپ کا کفیل تھا یہ جو نصف گویا ادائیگی کر دی میں نے کس کی طرف سے کی؟ آپ کی طرف سے کی اور نصف اپنی طرف سے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کیا صورت تھی؟ کہ ایک ہی دین کے دو آدمی کفیل بن گئے اور آپس میں بھی ایک دوسرے کے کفیل بن گئے، تو اس صورت میں ان دونوں کفیلوں میں سے جو بھی ادائیگی کر دیتا ہے اس میں نصف کے اندر اپنے دوسرے کفیل پر بھی کیا کر سکتا ہے؟ رجوع کر سکتا ہے۔ سو درہم ادا کیے تو پچاس میں دوسرے پر رجوع کرلے گا، دو سو ادا کیے تو سو میں رجوع کرے گا یعنی نصف میں چاہے تھوڑی ادائیگی ہو یا زیادہ بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا تَكَفَّلَ اثْنَانِ عَنْ رَجُلٍ جب دو کفیل ہوئے ایک شخص کی طرف سے بِأَلْفٍ ہزار پر عَلَى أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ اس شرط پر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کفیل ہے اپنے ساتھی کی طرف سے فَمَا أَدَّى أَحَدُهُمَا یَرْجِعُ بِنِصْفِهِ عَلَى شَرِيكِهِ پس وہ جو ادا کر دے گا دونوں میں سے کوئی ایک بھی، دونوں کفیلوں میں سے کوئی ایک بھی جو ادائیگی کر دے گا یَرْجِعُ بِنِصْفِهِ عَلَى شَرِيكِهِ تو وہ رجوع کرے گا نصف میں اپنے شریک پر یعنی دوسرے کفیل پر قَلِيلًا كَانَ أَوْ كَثِيرًا چاہے تھوڑا مال ادا کیا ہو چاہے زیادہ بھئی۔ لیکن یہاں ہے سارا مال کفالت کے طریقے پر، پچھلے مسئلے کے اندر بھئی نصف سے پہلے رجوع نہیں کر سکتا تھا اس لیے کیونکہ وہاں نصف کس طریقے پر تھا؟ اصالت کے طریقے پر تھا اور نصف کفالت کے طریقے پر تھا اور وہاں اصالت اولیٰ تھی کس سے؟ کفالت سے، لہٰذا وہاں جب تک نصف سے بات نہیں بڑھتی تھی وہ ہم اسے اصالت پر ہی رکھتے تھے اس میں رجوع نہیں ہو سکتا تھا، لیکن یہاں پر سارا مال جو ادا کیا جا رہا ہے وہ کس طریقے پر ہے؟ یہاں کفالت ہی کے طریقے پر ہے لہٰذا یہاں پر نصف کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔

وَلَا تَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِمَالِ الْكِتَابَةِ سَوَاءٌ حُرٌّ تَكَفَّلَ بِهِ أَوْ عَبْدٌ۔ اور کفالت جائز نہیں ہے مالِ کتابت پر برابر ہے کہ چاہے آزاد آدمی کفیل بنے اس کا یا غلام بنے بھئی کفیل بھئی۔ بھئی مالِ کتابت میں کفالت جائز نہیں ہے۔ مالِ کتابت میں کفالت جائز نہیں ہے، کیوں نہیں کفالت جائز؟ اس لیے کہ یہ دینِ غیر صحیح ہے اور کفالت کے لیے ضروری تھا کہ دین کس قسم کا ہونا چاہیے؟ دینِ صحیح، اور دینِ صحیح کس کو کہتے تھے؟ جو بغیر معاف کیے یا بغیر ادا کیے ختم نہ ہوتا ہو، جبکہ بدلِ کتابت یہ تو اگر غلام اپنے عاجز ہونے کا اظہار کر دے تو یہ دین کیا ہو جایا کرتا ہے اس سے؟ ساقط، تو معلوم ہوا یہ دینِ صحیح نہیں بھئی۔ اس لیے صاحبِ قدوری فرماتے ہیں لَا تَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِمَالِ الْكِتَابَةِ جائز نہیں ہے کفالت مالِ کتابت پر سَوَاءٌ حُرٌّ تَكَفَّلَ بِهِ أَوْ عَبْدٌ چاہے آزاد اس کی کفالت قبول کرے یا غلام بھئی۔ بھئی یہ عبارت صاحبِ قدوری نے کیوں بڑھا دی؟ بس سیدھا یہ کہہ دیتے کہ مالِ کتابت پر کفالت جائز نہیں۔ وجہ یہ کہ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ آزاد تو اس لیے کفالت نہیں کر سکتا کہ یہ عام دین نہیں ہے یہ تو بدلِ کتابت ہے، اور بدلِ کتابت آزاد آدمی پر نہیں آیا کرتا یہ تو ہمیشہ کس پر آتا ہے؟ غلام پر۔ لہٰذا چونکہ اس قسم کا دین آزاد آدمی پر آ ہی نہیں سکتا یہ تو صرف کس پر آتا ہے؟ غلام پر، تو آزاد آدمی تو کفیل نہیں بن سکتا لیکن شبہ پیدا ہوا اگر کوئی غلام کفالت دے دے تو شاید وہ کفیل بن سکے کیونکہ یہ دین بھی کس قسم کا ہے جو کس پر آسکتا ہے؟ غلام پر، تو اگر کوئی غلام کفیل بنے تو ہو سکتا ہے اس کی کفالت صحیح ہو۔ صاحبِ قدوری فرما رہے ہیں نہیں بھئی، چاہے آزاد کفیل بنے چاہے غلام دونوں صورتوں میں کفالت صحیح نہیں۔ وجہ سمجھ میں آئی بھئی کہ نہیں سمجھ میں آئی؟ سمجھ آگئی۔

وَإِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَعَلَيْهِ دُيُونٌ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا فَتَكَفَّلَ رَجُلٌ عَنْهُ لِلْغُرَمَاءِ لَمْ تَصِحَّ الْكَفَالَةُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی مر گیا اور اس پر قرضے باقی ہیں دیون باقی ہیں اور اس نے کچھ بھی مال نہیں چھوڑا بھئی۔ اب ایک آدمی اس کی طرف سے کفیل بنتا ہے کفالت قبول کرتا ہے، تو کیا اس کی کفالت صحیح ہے یا کفالت صحیح نہیں؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے کفالت قبول کرنا کفیل بننا یہ صحیح نہیں ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ کفالت صحیح ہے بھئی۔ امام صاحب کیا فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے کفالت قبول کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بھئی وہ شخص مر چکا ہے اور میت پر دین واجب نہیں ہوتا بھئی، اس کا معاملہ آخرت کی طرف چلا گیا اب دنیاوی اعتبار سے یہ کہا جائے کہ اس پر دین واجب ہے یہ نہیں بھئی، یہ معاملہ کس طرف منتقل ہو گیا؟ آخرت کی طرف منتقل ہو گیا۔ تو میت کا ذمہ ضعیف ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہو سکتی بھئی، اب اس پر دین بھی نہیں ہے۔ بھئی دین تو تھا؟ بھئی وہ دین منتقل ہو گیا کس کی طرف؟ آخرت کی طرف منتقل ہو گیا بھئی، تو میت کا ذمہ ضعیف ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں

ہو سکتی، واجب نہیں ہو سکتی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو جب اس کا ذمہ ضعیف ہو گیا تو یہاں پر کفالت بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ کفالت میں کیا تھا؟ ضَمُّ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ فِي الْمُطَالَبَةِ ایک ذمے کو دوسرے ذمے کے ساتھ ملانا کس چیز کے اندر؟ مطالبے کے اندر بھئی، اور میت سے مطالبہ ہو سکتا ہے؟ نہیں بھئی، تو یہاں ضَمُّ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ فِي الْمُطَالَبَةِ پایا ہی نہیں جا رہا لہٰذا کفالت صحیح نہیں۔

ہاں البتہ دو صورتوں کے اندر میت کا ذمہ قوی ہو جاتا ہے وہاں کفالت صحیح ہو جائے گی۔ ایک تو یہ کہ میت نے کوئی مال چھوڑا ہو، اب کفالت صحیح ہو جائے گی مولانا کیونکہ وہ جو مال میت نے چھوڑا اس کی وجہ سے اس کا ذمہ کیا ہو گیا؟ قوی ہو گیا، اب اس پر دین کا وجوب ہو سکتا ہے اور جس کی ادائیگی پھر اس مال میں سے کر دی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ اس مال میں سے وہ ادائیگی کر دی جائے گی بھئی۔ یا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کی طرف سے زندگی میں کوئی شخص کیا بن گیا تھا؟ کفیل بن گیا تھا پھر بھی درست ہے مولانا، اس کے بغیر صحیح نہیں ہے بھئی، زندگی میں کفیل بن گیا تھا۔ سمجھ میں آیا؟ تو وہاں ضَمُّ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ زندگی ہی میں پایا گیا لہٰذا اب اس وجہ سے کیا ہوا؟ میت کا ذمہ قوی ہو گیا، اب وجوبِ دین ہو سکتا ہے کفالت صحیح رہے گی اور کفیل سے مطالبہ ہو گا اور وہ میت کی طرف سے کیا کرے گا؟ ادائیگی کرے گا بھئی۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ بھئی میت کی طرف سے کفالت صحیح ہے مولانا اس لیے کہ میت پر دین تھا اور دینِ صحیح ہے کوئی اس کو ساقط کرنے والی چیز نہیں پائی گئی تو اب کفالت صحیح ہو جائے گی اور کفیل کیا کرے گا؟ وہ دین ادا کرے گا اس پر لازم ہو جائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا مَاتَ الرَّجُلُ جب کوئی شخص مر جائے وَعَلَيْهِ دُيُونٌ اور اس پر دیون تھے وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا اور اس نے کوئی چیز نہیں چھوڑی فَتَكَفَّلَ رَجُلٌ عَنْهُ لِلْغُرَمَاءِ پس کفالت قبول کی ایک شخص نے عَنْهُ اس کی طرف سے لِلْغُرَمَاءِ کس کے لیے؟ قرض خواہوں کے لیے لَمْ تَصِحَّ الْكَفَالَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تو کفالت صحیح نہیں ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کیونکہ میت کا ذمہ کیا ہو چکا ہے؟ ضعیف ہو چکا ہے۔ وَعِنْدَهُمَا تَصِحُّ اور صاحبین کے نزدیک کفالت کیا ہے؟ صحیح، اس لیے کہ کفالت دینِ صحیح میں ہوتی ہے اور یہ بھی دینِ صحیح ہے اور ابھی تک اس کی ادائیگی بھی نہیں ہوئی معاف بھی نہیں کیا گیا تو کوئی اس کو ساقط کرنے والی چیز نہیں ہے تو یہاں پر کفالت کیا ہو جائے گی؟ صحیح ہو جائے گی بھئی، دینِ صحیح ہے بھئی۔ چلو بس کریں بھئی بس هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۹۹: کتاب الحوالۃ و کتاب الصلح (۱): حوالہ کی تعریف، شرائطِ صحت، براءتِ محیل، توے (ہلاکتِ مالِ محتال علیہ) اور صلح کی اقسام

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۳ مارچ ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْحَوَالَةِ۔ الْحَوَالَةُ جَائِزَةٌ بِالدُّيُونِ، وَتَصِحُّ بِرِضَاءِ الْمُحِيلِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ، وَإِذَا تَمَّتِ الْحَوَالَةُ بَرِئَ الْمُحِيلُ مِنَ الدُّيُونِ، وَلَمْ يَرْجِعِ الْمُحْتَالُ لَهُ عَلَى الْمُحِيلِ إِلَّا أَنْ يَتْوَى حَقُّهُ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج حوالہ کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔ بھئی دیکھیے میں نے زید کا دین دینا ہے بھئی، زید کا مجھ پر دین ہے۔ میں زید کے پاس عمرو کو لے گیا اور میں نے کہا کہ یہ جو عمرو ہے یہ میرا دین ادا کرے گا بھئی۔ کیا کرے گا؟ میرا دین یہ عمرو ادا کرے گا، آج کے بعد آپ مجھ سے مطالبہ نہیں کریں گے بلکہ کس سے مطالبہ کریں گے؟ عمرو سے مطالبہ کیا کریں گے۔ اور زید نے بھی یعنی وہ جو دائن تھا اس نے بھی اس بات کو قبول کر لیا مولانا، تو اب وہ مجھ سے مطالبہ نہیں کر سکتا یعنی جو اصلی مدیون تھا بلکہ کس سے مطالبہ کرے گا وہ؟ عمرو سے مطالبہ کرے گا بھئی، عمرو سے مطالبہ۔ تو یہ حوالہ کہلاتا ہے بھئی۔ کیا کہلاتا ہے؟ حوالہ کہلاتا ہے مولانا کہ دین نقل ہوا ایک شخص سے دوسرے شخص پر، اس کو کیا کہتے ہیں؟ حوالہ بھئی، حوالہ۔

تو کفالہ کے اندر جو تھا آپ نے دیکھا تھا کہ دوسرا شخص دین کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لیتا تھا لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہوتا تھا کہ اصل مدیون سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ کفالہ کے اندر اس ضامن سے بھی مطالبہ ہو سکتا تھا اور اصیل جو تھا یعنی جس پر اصل میں دین ہے اس سے بھی کیا ہو سکتا تھا؟ مطالبہ۔ لیکن حوالے میں فرق یہ ہے کہ یہاں پر اب وہ جو اصل ہے جو مدیون تھا اب اس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا بلکہ مطالبہ صرف کس سے ہو گا؟ جس شخص پر حوالہ کروایا گیا ہے اسی سے مطالبہ ہو گا، اصل جو اصیل ہے اس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ حوالہ کہلاتا ہے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یاد رکھیے لغت میں حوالہ کہتے ہیں نقل کرنے کو بھئی، منتقل کرنا بھئی، منتقل کرنا۔ اور اصطلاحی تعریف یہ آپ کے حاشیے میں درج ہے بھئی: قَوْلُهُ الْحَوَالَةُ وَهِيَ شَرْعًا نَقْلُ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ۔ شریعت میں حوالہ کسے کہتے ہیں؟ نَقْلُ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ بھئی دین کو منتقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف۔ سمجھ میں آیا؟ دین کو منتقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف۔ تو زید نے مجھ سے دین وصول کرنا تھا، میں نے وہ دین کس کی طرف منتقل کر دیا؟ عمرو کی طرف منتقل کر دیا، اب وہ مجھ سے مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ صرف کس سے مطالبہ کرے گا؟ عمرو سے مطالبہ کرے گا۔ تو یہ ہے نَقْلُ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّةٍ إِلَى ذِمَّةٍ دین کا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف۔

توکہتے ہیں اَلْحَوَالَةُ جَائِزَةٌ بِالدُّيُونِ حوالہ جائز ہے دیون پر۔ دیون پر کیا ہے حوالہ؟ جائز ہے جیسے یہاں پر میں نے دین پر حوالہ کروایا بھئی۔ وَتَصِحُّ بِرِضَاءِ الْمُحِيلِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ۔ یہاں یہ تین نام یاد رکھیں مولانا، تین نام: محیل وہ شخص ہے جس نے حوالہ کروایا ہے یعنی جس پر دین تھا، جس نے دین کو اپنے سے کس کی طرف منتقل کر دیا؟ دوسرے شخص کی طرف، تو یہ جس پر اصل میں دین تھا وہ کیا کہلاتا ہے؟ محیل کہ اس نے حوالہ کروایا بھئی۔ دوسرا لفظ ہے محتال بھئی، محتال۔ محتال دائن کو کہتے ہیں بھئی جو مطالبہ کرنے والا تھا، جو مطالبہ کرنے والا تھا بھئی تو اس کے لیے حوالہ کروایا گیا تو اسے محتال بھی کہتے ہیں اور محتال لہ بھی بھئی، محتال لہ، اس کے لیے کیا کیا گیا ہے؟ حوالہ ہوا ہے۔ اور جس پر حوالہ کیا گیا یعنی جس نے دین کو اپنے سر لے لیا وہ محتال علیہ کہلاتا ہے بھئی۔ کیا کہلاتا ہے؟ محتال علیہ کہلاتا ہے بھئی جس نے دین کو اپنے سر لے لیا۔ تو لہٰذا اب یہ جو میں نے مثال ذکر کی بھئی: زید کا مجھ پر دین تھا اور وہ دین کس کی طرف منتقل ہو گیا؟ عمرو کی طرف، اب عمرو ادائیگی کرے گا زید مجھ سے مطالبہ نہیں کر سکتا، تو میں محیل کہلاؤں گا بھئی میں نے حوالہ کروایا ہے اپنے دین کا۔ اور کس پر کروایا ہے؟ عمرو پر، تو وہ کیا کہلائے گا؟ وہ محتال علیہ ہے بھئی، عمرو محتال علیہ ہے۔ اور کس کے لیے حوالہ کروایا گیا؟ زید کے لیے، تو زید محتال ہے یا محتال لہ ہے مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

توکہتے ہیں صاحبِ قدوری وَتَصِحُّ بِرِضَاءِ الْمُحِيلِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ اور حوالہ صحیح ہے محیل، محتال اور محتال علیہ کی رضامندی سے۔ ان کی رضامندی کے ساتھ کیا ہے حوالہ؟ صحیح ہے بھئی۔ تو محیل کی رضامندی ضروری، حوالہ کروانے والا بھئی کیونکہ میرا دین منتقل ہو رہا ہے کس کی طرف؟ عمرو کی طرف، تو میری رضامندی بھی ہو گی۔ وَالْمُحْتَالُ لَهُ بھئی محتال لہ کون تھا، کس کا دین تھا؟ زید کا، تو اس کی رضامندی بھی ضروری بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ میں اسی کا تو دین نقل کر رہا ہوں اپنے سے کس کی طرف؟ عمرو کی طرف کر رہا ہوں تو اب اس کا قبول کرنا بھی ضروری بھئی، کیونکہ لوگ ادائیگی میں مختلف ہوتے ہیں اب پتہ نہیں اسے عمرو پر اعتماد ہے یا اعتماد نہیں تو اس کا قبول کرنا ضروری ہے بھئی تاکہ وہ بھی مطمئن ہو جائے اسے بھی پتہ لگے اسے اعتماد ہے کہ اب عمرو کیسا شخص ہے ادائیگی مجھے کر دے گا بھئی، تو اس کی رضامندی ضروری کیونکہ دین اسی کا ہے بھئی۔ اور محتال علیہ یعنی عمرو کی رضامندی بھی ضروری ہے بھئی کیونکہ عمرو کیا ہے؟ وہ دین کو اپنے سر لے رہا ہے تو اپنے سر جب دین لے رہا ہے تو اس کی رضامندی کیا ہے؟ ضروری ہے بھئی۔ تو صاحبِ قدوری فرماتے ہیں کہ حوالہ صحیح ہو جاتا ہے محیل، محتال اور محتال علیہ کی رضامندی سے۔

لیکن دیگر کتابوں میں بھئی زیادات میں امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں کہ حوالے کے اندر محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی ضروری ہے، محیل کی رضامندی ضروری نہیں ہے بھئی۔ بھئی محیل کا تو دین نقل ہو رہا ہے اس کا تو اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے کوئی نقصان نہیں ہے لہٰذا اس کی رضامندی ضروری نہیں۔ بھئی میں نے تو دین دینا تھا میرا تو فائدہ ہی فائدہ ہے کہ میری جگہ کون ادا کر رہا ہے دین؟ عمرو ادا کر رہا ہے تو لہٰذا محیل کی رضامندی ضروری نہیں۔ البتہ محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی ضروری، محتال لہ اس لیے کہ دین اس کا ہے اور محتال علیہ کی رضامندی اس لیے کہ وہ دین کو اپنے سر لے رہا ہے تو ان دونوں کی رضامندی ضروری ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ان دو کی رضامندی ضروری ہے محیل کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ بھئی محیل کو پتہ ہی نہیں ہے وہ اپنے گھر بیٹھا ہوا ہے، عمرو زید کے پاس چلا گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے وہ جو فلاں آدمی سے دین وصول کرنا ہے وہ دین میں اپنے سر لیتا ہوں میں اس کی ادائیگی کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اس شخص سے اب دین کا مطالبہ نہیں کریں گے، اور زید اس بات کو قبول کر لیتا ہے تو یہ حوالہ صحیح ہو جائے گا۔ دیکھو اس کے اندر صرف محتال لہ کی رضامندی ہے اور محتال علیہ کی رضامندی ہے، محیل کو تو ابھی بات کا پتہ ہی نہیں ہے مولانا تو یہ حوالہ صحیح ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ صورت صحیح ہے۔

وَإِذَا تَمَّتِ الْحَوَالَةُ بَرِئَ الْمُحِيلُ مِنَ الدُّيُونِ وَلَمْ يَرْجِعِ الْمُحْتَالُ لَهُ عَلَى الْمُحِيلِ۔ اور جب حوالہ تام ہو جائے، جب حوالہ کیا ہو جائے؟ تام ہو جائے یعنی محتال لہ اس کو قبول کر لیتا ہے تو حوالہ تام ہو گیا بھئی۔ محتال علیہ تو راضی ہے محتال لہ بھی اسے کیا کر لیتا ہے قبول کر لیتا ہے تو حوالہ تام ہو جائے گا، اور جب حوالہ تام ہو جائے گا بَرِئَ الْمُحِيلُ مِنَ الدُّيُونِ تو محیل کیا ہے دیون سے؟ بری ہو جائے گا بھئی، کیونکہ حوالہ نام ہی کس چیز کا تھا کہ یہ محیل دین سے بری ہو جائے گا تو لہٰذا حوالہ نام ہی دین کو نقل کرنے کا تھا تو اب وہ بری ہوا محیل۔ وَلَمْ يَرْجِعِ الْمُحْتَالُ لَهُ عَلَى الْمُحِيلِ اور اب محتال لہ رجوع نہیں کر سکتا محیل پر یعنی اب اس سے جا کر دین کا مطالبہ نہیں کر سکتا بھئی إِلَّا أَنْ يَتْوَى حَقُّهُ مگر ایک صورت ہے اس میں محتال لہ پھر محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ بھئی میں نے اپنا دین کس پر حوالے کروا دیا؟ عمرو پر حوالے کروا دیا، اب زید مجھ سے مطالبہ نہیں کر سکتا صرف کس سے مطالبہ کرے گا؟ عمرو سے مطالبہ کرے گا، لیکن ایک صورت کے اندر زید پھر مجھ پر رجوع کر سکتا ہے اور وہ کب؟ کہتے ہیں جب کہ اس کا حق ہلاک ہو جائے بھئی۔ جب اس کا حق ہلاک

ہو رہا ہو تو پھر اس صورت میں کیا کر سکتا ہے؟ پھر محیل پر رجوع کر سکتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں إِلَّا أَنْ يَتْوَى حَقُّهُ، تَوِيَ يَتْوَى کا معنی ہوتا ہے ہلاک ہونا، مگر یہ کہ ہلاک ہو اس کا حق مولانا، کس کا حق؟ محتال لہ کا حق ہلاک ہو تو پھر وہ محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔[1]

بھئی اس کا حق کیسے ہلاک ہو گا؟ تو یاد رکھیے بھئی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله فرماتے ہیں محتال لہ کے حق کے ہلاک ہونے کی دو صورتیں ہیں، دو صورتیں ہیں مولانا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ تین صورتیں ہیں بھئی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ محتال لہ کا حق ہلاک ہو گا دو صورتوں میں اور پھر وہ محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ وہ کیا دو صورتیں ہیں؟ پہلی صورت تو یہ ہے کہ وہ محتال علیہ جس پر حوالہ کروایا گیا تھا جس نے دین کو اپنے سر لے لیا تھا وہ حوالے کا انکار کر دیتا ہے اور اس پر قسم بھی اٹھاتا ہے کہ میں نے کوئی حوالہ اپنے اوپر نہیں کیا دین کا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ انکار کر دیتا ہے اور قسم بھی اٹھاتا ہے اس پر کہ کوئی حوالہ نہیں ہوا اور محتال لہ اور محیل کے پاس کوئی بینہ بھی نہیں ہے کہ جس کے ذریعے وہ کیا کر سکیں؟ حوالے کو ثابت کروا سکیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اب دین کس نے دینا تھا؟ محیل نے، لیکن محیل سے کس کی طرف نقل ہو چکا تھا؟ محتال علیہ کی طرف، لیکن محتال علیہ اب قسم کھا کر اس کا انکار کر رہا ہے اور ان دونوں کے پاس کوئی بینہ بھی نہیں کہ اسے ثابت کر دیں تو اب تو مولانا وصولی ممکن ہی نہ رہی اس سے۔ تو اب محتال لہ کا حق ہلاک ہو رہا ہے تو لہٰذا اب وہ پھر محیل پر کیا کر سکتا ہے؟ رجوع، کیونکہ اس نے حوالے کو تو قبول کس لیے کیا تھا کہ اس کا دین وصول ہو جائے اور یہاں پر تو دوسرا شخص سرے سے حوالے کا ہی منکر ہو گیا، اب دین کی وصولی کی کوئی صورت رہی اس سے؟ اس سے دین کی وصولی کی صورت ہی نہ رہی تو اب اس بیچارے کا تو دین ضائع ہو رہا ہے اس کا حق مارا جا رہا ہے تو یہ لہٰذا اب پھر کس پر رجوع کرے گا؟ محیل پر، کیونکہ حوالے کا مقصد ہی فوت ہو گیا دین وصول ہی نہیں ہو سکتا بھئی۔ تو ایک یہ صورت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ محتال علیہ جس نے میری طرف سے دین کی ادائیگی کرنی تھی وہ مفلس ہو کر مر جائے۔ بھئی پہلے یہ دین میرے اوپر تھا لیکن پھر یہ نقل ہوا کس پر چلا گیا؟ عمرو پر چلا گیا، اب عمرو مفلس ہو کر مر گیا۔ مر گیا اور اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا بالکل مفلس تھا۔ اب مال چھوڑ تا تو پھر اس میں سے بھی ادائیگی ہو سکتی تھی لیکن خود بھی مر گیا اور مال بھی نہیں چھوڑا، تو اب پھر مولانا حوالے کا مقصد ہی نہ رہا۔ حوالے کا مقصد تو کیا تھا کہ زید کیا کرلے اپنے دین کو وصول کرلے اور اب دین کی وصولی نہیں ہو سکتی کسی طور پر بھی محتال علیہ سے، تو اب اس کا حق چونکہ ہلاک ہو رہا ہے حق مارا جا رہا ہے دین اس بیچارے کا ضائع ہو رہا ہے تو اب وہ پھر کس پر رجوع کر سکتا ہے؟ محیل پر رجوع کر سکتا ہے کہ اس طرف سے تو وصولی کی کوئی صورت نہ رہی لہٰذا اب میں اپنا دین آپ سے وصول کروں گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ دو صورتیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک۔ تو کہتے ہیں رجوع نہیں کر سکتا محتال لہ محیل پر إِلَّا أَنْ يَتْوَى حَقُّهُ مگر یہ کہ اس کا حق ہلاک ہو رہا ہو۔ وَالتَّوَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِأَحَدِ الْأَمْرَيْنِ اور توی جو ہے یعنی ہلاک ہونا حق کا یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک دو کاموں میں سے کسی ایک کے ذریعے ہو گا: إِمَّا أَنْ يَجْحَدَ الْحَوَالَةَ ایک تو یہ کہ وہ حوالے کا انکار کر دے، کون بھئی؟ محتال علیہ جس پر حوالہ ہوا تھا جس نے اب ادائیگی کرنی تھی، وہ حوالے کا انکار کر دیتا ہے وَيَحْلِفَ اور کیا کرتا ہے؟ قسم بھی اٹھاتا ہے اس بات پر کہ کوئی حوالہ نہیں ہوا میں نے کسی کا دین اپنے سر نہیں لیا وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ عَلَيْهِ اور اس کے پاس بھی اس پر کوئی بینہ موجود نہیں، محیل کے پاس بھی کوئی بینہ موجود نہیں اس بات پر بھئی اور نہ محتال کے پاس ہے۔ یہ ایک صورت تھی، أَوْ يَمُوتَ مُفْلِسًا یا وہ محتال علیہ مر جائے مفلس ہو کر۔ تو یہ دو صورتیں ہیں کہ ایک تو وہ انکار کر دیتا ہے قسم کے ساتھ اور ان کے پاس بینہ بھی نہیں ہے، دوسری صورت یہ کہ وہ مفلس ہو کر مر جائے بھئی۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَانِ الْوَجْهَانِ وَوَجْهٌ ثَالِثٌ وَهُوَ أَنْ يَحْكُمَ الْحَاكِمُ بِإِفْلَاسِهِ فِي حَالِ حَيَاتِهِ۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ دو وجہیں بھی ہیں جس میں اس کا حق ہلاک ہوتا ہے اور وہ محیل پر رجوع کر سکتا ہے وَوَجْهٌ ثَالِثٌ اور ایک تیسری وجہ بھی ہے وَهُوَ أَنْ يَحْكُمَ الْحَاكِمُ بِإِفْلَاسِهِ اور وہ یہ کہ حاکم فیصلہ کر دے اس کے مفلس ہونے کا، کس کے؟ محتال علیہ کے، حاکم فیصلہ کر دیتا ہے محتال علیہ کے مفلس ہونے کا فِي حَالِ حَيَاتِهِ اس کی زندگی میں۔ ایک تو وہ صورت تھی کہ وہ مرا ہے مفلس ہو کر، تیسری صاحبین کیا صورت ذکر کر رہے ہیں؟ قاضی اس کو مفلس قرار دے دے، ابھی وہ زندہ ہی ہے لیکن قاضی اسے کیا قرار دے دیتا ہے؟ مفلس قرار دے دیتا ہے، تو جب قاضی نے اسے مفلس قرار دے دیا تو اب یوں سمجھا جائے گا کہ اب دین کی وصولی اس سے ممکن نہیں رہی۔ جب دین کی وصولی اس محتال علیہ سے ممکن نہ رہی تو اس محتال لہ کا تو حق مارا جا رہا ہے تو وہ اب پھر کیا کر سکتا ہے؟ محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَمَّتِ الْحَوَالَةُ بَرِئَ الْمُحِيلُ مِنَ الدُّيُونِ وَلَمْ يَرْجِعِ الْمُحْتَالُ لَهُ عَلَى الْمُحِيلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا تمت الحوالة برىء المحيل من الدين ولم يرجع المحتال على المحيل» منقول ہے۔

امام صاحب اس وجہ کو تسلیم نہیں کرتے بھئی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قاضی کا کسی شخص کو مفلس قرار دینا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ قاضی کسی شخص کو مفلس قرار دے دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے بھئی۔ اس لیے کہ مال آنے جانے والی چیز ہے بھئی، صبح ہے تو شام کو مال نہیں ہے یا شام کو مال ہے تو صبح کو مال نہیں ہے، تو مال تو آنے جانے والی چیز ہے کبھی حاصل ہوتا ہے کبھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو کسی شخص کو قاضی کا مفلس قرار دینا صحیح نہیں۔ قاضی مفلس قرار دے دیتا ہے شام کو پھر مال حاصل ہو جاتا ہے یا مال اس کے پاس ہے اس نے چھپا کر رکھا ہوا ہے بھئی قاضی کیسے اس کو مفلس قرار دے سکتا ہے؟ افلاس کا پتہ ہی نہیں چل سکتا یہاں پر کسی شخص کے ہو سکتا ہے اس نے خزانہ چھپا کر رکھا ہو بھئی۔ زیادہ سے زیادہ وہ فرماتے ہیں اس کا پتہ گواہی کے ذریعے چل سکتا ہے کہ وہ شخص کیا کر دیتا ہے؟ محتال علیہ دو گواہ پیش کر دیتا ہے قاضی صاحب! میرے پاس تو ذرہ برابر بھی مال نہیں ہے بالکل میں مفلس آدمی ہوں اور یہ دو گواہ گواہی دے دیتے ہیں کہ میرے پاس کوئی پیسہ نہیں۔ تو افلاس کس کے ذریعے ثابت ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ؟ بینہ کے ذریعے، اور امام صاحب فرماتے ہیں یہ تو بینہ ہوئی نفی پر۔ کیا گواہی دیں گے وہ دونوں آ کر؟ کہ ہم گواہی دیتے ہیں اس شخص کے پاس مال نہیں ہے، تو گواہی کس چیز پر ہو گئی؟ نفی پر۔ اور گواہی یاد رکھنا نفی پر نہیں قبول کی جاتی بلکہ گواہی اثبات کے لیے ہوا کرتی ہے ہمیشہ۔ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے گواہی ہوتی ہے کسی چیز کی نفی کے لیے گواہی نہیں۔ نفی کے لیے تو قسم اٹھائی جاتی ہے مولانا۔ قسم ہمیشہ کس پر اٹھائی جاتی ہے؟ نفی پر، اور اثبات کے لیے ہمیشہ کیا پیش کیا جاتا ہے؟ بینہ پیش کی جاتی ہے اثبات کے لیے۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں یہاں زیادہ سے زیادہ اس کا افلاس جو ثابت ہو سکتا ہے وہ بینہ کے ذریعے ثابت ہو سکتا ہے اور یہ بینہ اگر قبول کی جائے تو یہ بینہ علی النفی ہے اور بینہ علی النفی تو قبول ہی نہیں ہے، بینہ تو ہمیشہ کس کے لیے ہو گی؟ اثبات کے لیے ہو گی بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو خلاصۂ کلام کیا ہوا؟ امام صاحب کیا فرماتے ہیں کہ محیل پر رجوع نہیں کر سکتا محتال لہ مگر یہ کہ اس کا حق ہلاک ہو جائے، اور حق ہلاک ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟ دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ محتال علیہ کیا کر دے حوالے کا انکار کر دیتا ہے اور اس پر قسم بھی اٹھا لیتا ہے اور ان کے پاس کوئی بینہ بھی نہیں، اور دوسری صورت یہ کہ وہ مفلس ہو کر مر جائے تو اب بھی محتال لہ کا حق کیا ہو رہا ہے ضائع ہو رہا ہے بھئی تو لہٰذا اب وہ پھر محیل پر رجوع کرے گا اس سے اس کا دین وصول نہیں ہوا اور وصولی کی صورت بھی نہ رہی۔ صاحبین نے فرمایا ایک تیسری صورت یہ ہے کہ قاضی اس کو مفلس قرار دے دے، ہے زندہ لیکن قاضی نے مفلس قرار دے دیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں قاضی کے مفلس قرار دینے کا کوئی معنی نہیں ہے اس لیے کہ مال آنے جانے والی چیز ہے اس کا پتہ نہیں لگ سکتا بھئی، زیادہ سے زیادہ اس کا پتہ گواہی کے ذریعے چل سکتا ہے اور گواہی قبول کی جائے تو یہ تو گواہی علی النفی ہوئی اور گواہی تو نفی پر نہیں قبول کی جاتی بلکہ کس چیز پر قبول ہوتی ہے؟ اثبات پر ہوتی ہے، نفی کے لیے تو قسم ہوا کرتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ نفی کے لیے قسم ہوتی ہے لیکن یہاں قسم نہیں آئے گی اس پر مولانا اس لیے کہ وہ اپنے افلاس کا دعویٰ کر رہا ہے وہ مدعی ہے بھئی اس پر قسم نہیں ہے بھئی۔ تو یہ معنی ہے مولانا صاحبین فرماتے ہیں هٰذَانِ الْوَجْهَانِ یہ دو وجہیں بھی ہیں حق کے ہلاک ہونے کی وَوَجْهٌ ثَالِثٌ ایک تیسری وجہ بھی ہے وَهُوَ اور وہ یہ کہ أَنْ يَحْكُمَ الْحَاكِمُ بِإِفْلَاسِهِ کہ حاکم فیصلہ کر دے محتال علیہ کے مفلس ہونے كَافِي حَالِ حَيَاتِهِ اس کی زندگی میں ہی۔

وَإِذَا طَالَبَ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ بِمِثْلِ مَالِ الْحَوَالَةِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: بھئی یاد رکھو کفالت کے باب میں آپ نے پڑھا کہ ضامن اگر پیسوں کی ادائیگی کر دیتا ہے تو پھر وہ اصیل پر رجوع کر سکتا ہے بشرطیکہ یہ ضمانت اس نے اس کے کہنے پر دی ہو۔ سمجھ میں آیا؟ میرا زید کے ساتھ کوئی معاملہ تھا میں نے اس کا دین دینا ہے وہ مجھے قاضی کے پاس لے جانا چاہتا ہے بھئی تو عمرو آتا ہے بیچ میں اور وہ کہتا ہے بھئی میں اس کا ضامن ہوں اس کو آپ چند دن کی مہلت دے دیں یہ ایک ہفتے بعد آپ کے پیسے ادا کر دے گا اگر اس نے ادا نہ کیے تو میں اس کے پیسے ادا کر دوں گا بھئی۔ چنانچہ ہفتہ گزر گیا میں ادائیگی نہیں کر سکا پیسے عمرو نے ادا کر دیے وہ ضامن تھا کفیل تھا مولانا، کفالت کی بات سمجھا رہا ہوں، اس نے پیسے ادا کر دیے تو کیا اب وہ کفیل اصیل پر رجوع کر سکتا ہے جس کی طرف سے ضمانت دی تھی اس پر رجوع کر سکتا ہے؟ تو میں نے صورت بتلائی تھی اگر مکفول عنہ جو ہے یعنی اصیل کے کہنے پر ضمانت دی تھی، میں نے ہی اسے کہا تھا کہ میری طرف سے ضامن بن جاؤ بھئی آپ، تو اب وہ مجھ پر رجوع کر سکتا ہے، اور اگر میرے کہے بغیر ہی اس نے کیا کی ہے؟ ضمانت دی ہے تو اب مجھ پر وہ رجوع نہیں کر سکتا۔ ہاں میں ادائیگی کر دوں اس کو تو وہ اچھی بات ہے لیکن میرے کہے بغیر ہی اس نے ضمانت دی تھی اور اس نے پھر بعد میں ادائیگی بھی کر دی اب وہ مجھے مجبور نہیں کر سکتا کہ مجھے کیا کرو پیسے حوالے کرو۔ اسی طرح حوالے کے اندر بھی ہے یاد رکھنا: اگر محتال علیہ نے دین کو اپنے سر لیا محیل کے کہنے پر، محیل نے کہا تھا کہ میری طرف سے آپ یہ حوالہ قبول کر لیں اس دین پر آپ میری طرف سے ادائیگی کر دینا، تو اس صورت میں جب وہ ادائیگی کر دے گا تو وہ کیا کر سکتا ہے محیل پر؟ رجوع کر سکتا ہے کہ میں نے آپ کے کہنے پر حوالہ قبول کیا تھا اب میں نے آپ کے پیسے ادا کر دیے ہیں اب آپ مجھے وہ میرے پیسے

دے دیجیے۔ اور اگر اس نے محیل کے کہے بغیر ہی حوالہ خود کیا تھا دین اپنے سر لے لیا تھا تو اس صورت میں وہ محیل پر رجوع نہیں کر سکتا بھئی۔[۲]

تو کہتے ہیں وَإِذَا طَالَبَ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ، صورتِ مسئلہ یہ ہے مولانا: زید کا میں نے دین ادا کرنا ہے۔ زید کا مجھ پر دین ہے، زید نے مجھ سے مطالبہ کیا میرے پاس عمرو کھڑا تھا میں نے عمرو سے کہا کہ آپ میرے اس دین کا حوالہ قبول کر لیں بھئی، آپ میری طرف سے ادائیگی کر دینا مجھے یہ بری کر دے دین سے بھئی۔ عمرو نے کیا کیا اس حوالے کو؟ عمرو نے اس حوالے کو قبول کر لیا کہ ٹھیک ہے میں آپ کی طرف سے ادائیگی کر دیتا ہوں بھئی۔ چنانچہ عمرو نے وہ دین کس کو دے دیا؟ زید کو دے دیا ادائیگی کر دی مولانا۔ اب عمرو میرے پاس آیا کہ لاؤ بھئی آپ کے کہنے پر میں نے حوالہ قبول کیا تھا آپ کا دین اپنے سر لیا تھا میں نے وہ دین ادا کر دیا ہے اب لاؤ مجھے میرے پیسے دے دو بھئی جو میں نے دین ادا کیا ہے۔ میں نے کہا بھئی کس بات کے پیسے میں آپ کو دوں؟ وہ تو جتنا دین میں نے زید کا دینا تھا اتنا ہی دین آپ سے میں نے وصول کرنا تھا۔ کیا کرنا تھا؟ آپ پر میرا دین تھا میں نے تو اس دین پر حوالہ کروایا تھا کہ آپ سے فی الحال وصولی نہیں ہو رہی تھی تو میں نے کیا کروا دیا؟ حوالہ کروا دیا، تو جو آپ نے ادا کیے وہ دراصل میرے ہی پیسے تھے کیونکہ میرا دین تھا آپ پر، تو وہ برابر ہی ہو گئے بھئی یہ جو پیسے آپ نے ادا کیے میرے دین کے، حساب پورا ہو گیا۔ مثلاً زید نے مجھ سے کتنا لینا تھا؟ ایک لاکھ۔ اس ایک لاکھ کا حوالہ میں نے کس پر کروا دیا؟ عمرو پر کروا دیا بھئی۔ اور عمرو نے یہ ایک لاکھ روپیہ زید کو ادا کر دیا، اب عمرو میرے پاس آیا کہ لاؤ بھئی ایک لاکھ روپیہ مجھے دے دو میں نے آپ کی طرف سے دین کی ادائیگی کر دی ہے، میں نے عمرو سے کہا بھئی کس بات کے پیسے میں آپ کو دوں؟ آپ نے بھی تو میرا ایک لاکھ روپیہ دین دینا تھا میں نے تو اسی پر حوالہ کروایا تھا، تو آپ نے میرا کتنا دینا تھا؟ ایک لاکھ، اور آپ نے میری طرف سے ادا بھی کتنے کیے؟ ایک لاکھ، تو دونوں کے دین ایک دوسرے کے بدلے ہو گئے حساب پورا ہو گیا ہم دونوں کے درمیان۔

تو اب میں عمرو پر یعنی محتال علیہ پر دین کا مدعی ہوا اور محتال علیہ کیا کر رہا ہے اس دین کا؟ انکار کر رہا ہے، تو کس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی اس صورت میں محتال علیہ کا قول معتبر ہو گا اس لیے کہ محیل مدعیِ دین ہے اس پر اور محتال علیہ اس دین کا کیا کر رہا ہے؟ انکار کر رہا ہے اور آپ نے ضابطہ پڑھا ہے الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ کہ بینہ مدعی کے ذمے ہوتی ہے، تو یہاں مدعیِ دین کون ہے؟ محیل، تو اس کے ذمے بینہ ہے اس کے قول کا اعتبار نہیں ہو گا اور محتال علیہ کیا کر رہا ہے اس دین کا انکار کر رہا ہے تو قول منکر کا معتبر ہوتا ہے لہٰذا اب کس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟ محتال علیہ کا قول معتبر ہو گا قسم کے ساتھ، اور محیل اگر دین کا مدعی ہے تو اس کے ذمے بینہ ہو گی اس کی قسم کا اعتبار نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔

وَإِذَا طَالَبَ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ بِمِثْلِ مَالِ الْحَوَالَةِ اور جب مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے مالِ حوالہ کے مثل کا کہ مالِ حوالہ میں نے دے دیا اب تم بھی اتنا ہی مال مجھے کیا کرو؟ بھئی جتنا دین تم نے میرے سر ڈلوایا تھا وہ دین تو میں نے ادا کر دیا ہے ایک لاکھ روپیہ اب تم مجھے کیا کرو؟ اس جیسا مال یعنی اس جتنا مال ایک لاکھ میرے حوالے کرو فَقَالَ الْمُحِيلُ تو محیل کہتا ہے أَحَلْتُ بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ میں نے تو حوالہ کروایا تھا اس دین پر جو میرا تھا تم پر بھئی، جو میرا دین تھا تم پر میں نے اس پر کیا کروایا تھا؟ حوالہ کروایا تھا۔ تو کہتے ہیں لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ محیل کے اس قول کو قبول نہیں کیا جائے گا، میں نے کیا وجہ ذکر کی؟ کیونکہ وہ مدعی ہے دین کا اور مدعی کے قول کا اعتبار نہیں اس پر بینہ ہوتی ہے، وَكَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ الدَّيْنِ اور اس پر کیا لازم ہو گا؟ دین کا مثل ہو گا مولانا، دین کا مثل اسے دینا پڑے گا کیونکہ اس نے حوالے کا اقرار کر لیا کہ اس نے خود کہہ رہا ہے نا کہ میں نے تو حوالہ کروایا تھا کس پر؟ اپنے دین پر حوالہ کروایا تھا، تو حوالے کا اس نے اقرار کر لیا اور اس بات کا کہ میرے کہنے پر تم نے حوالہ کیا تھا، تو معلوم ہوا یہاں پر دوسرے پر قسم کی بھی نہیں ضرورت بھئی جب یہ خود کیا کر چکا ہے؟ جب یہ خود حوالے کا اقرار کر رہا ہے کہ اس کے کہنے پر دوسرے نے حوالہ قبول کیا تھا لیکن ساتھ ساتھ دین کا مدعی بھی ہے تو اس کا اقرار تو معتبر ہو گا، یہ خود کیا کہہ رہا ہے میرے کہنے پر واقعی کیا ہوا تھا حوالہ لیکن یہ حوالہ میں نے کروایا کیوں تھا کیونکہ میرا اس پر دین تھا، تو یہ دین کی بات قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کے لیے کیا چاہیے؟ گواہی چاہیے، البتہ حوالے میں وہ خود اقرار کر رہا ہے کہ اس کے کہنے پر ہوا تھا تو اب اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس کو دین کا مثل دو بھئی۔

وَإِنْ طَالَبَ الْمُحِيلُ الْمُحْتَالَ بِمَا أَحَالَهُ بِهِ فَقَالَ إِنَّمَا أَحَلْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي وَقَالَ الْمُحْتَالُ لَا بَلْ أَحَلْتَنِي بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُحِيلِ مَعَ يَمِينِهِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے عمرو سے کہا کہ بھئی زید کا میں نے ایک لاکھ روپیہ دین دینا ہے اور وہ مجھے بار بار تنگ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا طَالَبَ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ بِمِثْلِ مَالِ الْحَوَالَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا طالب المحال عليه المحيل بمثل مال الحواله» منقول ہے۔

کرتا ہے آپ میری طرف سے حوالہ قبول کر لیجیے بھئی میرے دین کی ادائیگی آپ کر دیجیے۔ یہ میں نے کس کو کہا؟ عمرو کو کہا، عمرو راضی ہو گیا اور زید بھی راضی ہو گیا مولانا۔ اب عمرو نے زید کو ادائیگی کر دی، عمرو نے ایک لاکھ روپیہ بھئی محتال علیہ نے کس کے حوالے کر دیا دین؟ محتال لہ کے حوالے دین کر دیا۔ جب اس کے حوالے دین ہو گیا اس کو ایک لاکھ روپے مل گئے تو محیل یعنی میں اس کے پاس پہنچا میں نے کہا لاؤ بھئی وہ ایک لاکھ روپیہ دے دو، شکر ہے عمرو سے وصولی ہو گئی بھئی۔ میں کس کے پاس پہنچا؟ محیل کس کے پاس؟ محتال لہ کے پاس پہنچا جس کے لیے حوالہ کروایا تھا کہ بھئی شکر ہے عمرو سے وصولی ہو گئی عمرو پر میرا ایک لاکھ دین تھا کسی طرح وصول ہی نہیں ہو رہا تھا تو میں نے آپ کے لیے حوالہ کروا دیا، آپ کا تو میں نے کوئی لاکھ روپیہ نہیں دینا تھا یہ تو میں نے ویسے ہی حوالہ کروایا بھئی۔ آپ کا میں نے کوئی ایک لاکھ نہیں دینا تھا بھئی یہ تو عمرو نے ایک لاکھ میرا دینا تھا وہ ویسے ادا ہی نہیں کر رہا تھا میں نے اس کو کہا کہ بھئی زید ایک لاکھ کا مجھ سے مطالبہ کر رہا ہے اور اب آپ کیا کر لیں اس پر حوالہ قبول کر لیں۔ تو محیل اب کیا کر رہا ہے؟ محیل محتال لہ کے پاس پہنچا ہے اور اس سے کیا مانگ رہا ہے؟ وہ حوالے کی رقم مانگ رہا ہے وہ جو دین اس کو عمرو نے حوالے کیا ہے۔ تو محیل کہتا ہے لاؤ بھئی اب وہ پیسے میرے حوالے کر دو۔ محتال لہ اسے کہتا ہے بھئی کس بات کے پیسے؟ آپ نے تو واقعی میرا دین دینا تھا ایک لاکھ روپیہ وہی میں نے وصول کیا ہے کوئی آپ کے لیے پیسے اس سے وصول نہیں کیے۔

اب اختلاف آیا محتال لہ اور محیل کے درمیان۔ محتال لہ کہتا ہے کہ آپ کے ذمے میرا دین تھا لہٰذا میں پیسے آپ کے حوالے نہیں کروں گا، اور محیل کہتا ہے کہ نہیں میں نے تو حوالہ صرف اس لیے کروایا تھا کہ آپ رقم پر قبضہ کریں عمرو سے وصول کریں اس پر قبضہ کریں اور مجھے لا کر دے دیں بھئی۔ تو اب اختلاف کس کس کے درمیان ہے؟ محتال لہ اور محیل کے درمیان۔ اور محتال لہ کہہ رہا ہے کہ تم پر میرا دین تھا اور محیل کہہ رہا ہے کہ نہیں مجھ پر تمہارا کوئی دین نہیں تھا میں نے ویسے ہی حوالہ کروایا تھا تاکہ تم قبضہ کر کے مال مجھے دلوا دو بھئی۔ تو اب کس کا قول معتبر؟ کہتے ہیں دیکھیے یہاں پر محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے۔ محتال لہ اس پر دین کا دعویٰ کر رہا ہے کہ تم پر میرا دین تھا اور محیل کیا کر رہا ہے اس کا؟ انکار کر رہا ہے، اور قول کس کا معتبر ہوتا ہے؟ انکار کرنے والے کا قول معتبر ہوتا ہے تو محیل کا قول معتبر ہو گا۔ اگر محتال لہ ثابت کرنا چاہتا ہے اپنے دین کو تو وہ مدعی ہے اور مدعی کے ذمے کیا ہوا کرتی ہے؟ بینہ ہوا کرتی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِنْ طَالَبَ الْمُحِيلُ الْمُحْتَالَ بِمَا أَحَالَهُ بِهِ اور اگر مطالبہ کیا محیل نے کس سے مطالبہ کیا تھا؟ محتال سے بِمَا أَحَالَهُ بِهِ اس مال کا جس کا اس نے اس پر حوالہ کروایا تھا فَقَالَ پس محیل جا کر اسے کہتا ہے إِنَّمَا أَحَلْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي میں نے تو اس لیے آپ پر حوالہ کروایا تھا تاکہ آپ کیا کر لیں؟ اس مال پر قبضہ کر لیں اس رقم پر جو عمرو سے وصول ہو اور پھر میرے حوالے کر دیں۔ وَقَالَ الْمُحْتَالُ اور محتال کہتا ہے لَا نہیں نہیں بَلْ أَحَلْتَنِي بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ بلکہ تم نے حوالہ کروایا تھا ایسے دین کا جو میرا تم پر تھا، میرا تم پر کیا تھا؟ دین تھا تو اس پر حوالہ کروایا تھا۔ تو کہتے ہیں فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُحِيلِ مَعَ يَمِينِهِ تو قول کس کا معتبر ہے؟ محیل کا معتبر ہے مَعَ يَمِينِهِ ساتھ اس کی قسم کے کیونکہ وہ منکر ہے اور محتال مدعی دین ہے تو قول منکر کا معتبر۔ تو معلوم ہوا محیل نے جو حوالہ کا لفظ استعمال کیا تھا، محیل نے تو کیا کہا تھا؟ میں نے حوالہ کروایا تھا، معلوم ہوا اس نے حوالے کو وکالت کے معنی میں لیا تھا۔ اس نے کہا نا فَقَالَ إِنَّمَا أَحَلْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي میں نے تو حوالہ کروایا تھا تاکہ آپ اس دین پر میرے لیے قبضہ کر لیں بھئی۔ کیا کر لیں؟ قبضہ کر لیں۔ معلوم ہوا اس نے حوالے کے لفظ کو وکالت کے معنی میں استعمال کیا تھا کہ آپ میری طرف سے وکیل بن جائیں اور عمرو سے دین وصول کر لیں اور پھر مجھے لا کر دے دیں۔ تو اس نے حوالے کو کس معنی میں استعمال کیا ہے؟ وکالت کے معنی میں استعمال کیا ہے اور کہتے ہیں بھئی یہ حوالہ وکالت کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے لہٰذا درست ہے بھئی۔

کہتے ہیں وَيُكْرَهُ السَّفَاتِجُ اور مکروہ ہے سفاتج وَهُوَ قَرْضٌ اسْتَفَادَ بِهِ الْمُقْرِضُ أَمْنَ خَطَرِ الطَّرِيقِ۔ کہتے ہیں سفاتج مکروہ ہے مولانا، وَيُكْرَهُ السَّفَاتِجُ سفاتج کیا ہے؟ مکروہ ہے۔ سفاتج بھئی جمع ہے سُفْتَجَةٌ کی، سُفْتَجَةٌ۔ سفتجہ اس کو کہتے ہیں کہ بھئی دیکھو ایک شخص ایک علاقے میں اس کے پاس مال ہے اب وہ اس مال کو دوسرے علاقے میں پہنچانا چاہتا ہے لیکن درمیان میں راستے میں خطرہ ہے کہیں مال لٹ نہ جائے، تو وہ یہاں کے ایک شخص کو وہ مال بطورِ قرض کے دے دیتا ہے۔ کیا کرتا ہے؟ بطورِ قرض کے دے دیتا ہے کہ یہ مال آپ لے لیں اور مجھے رسید بنا کر دے دیں میں فلاں شہر میں آپ کے جو ملازمین ہیں کاروباری میں ان سے جا کر کیا کر لوں گا؟ یہ دین وصول کر لوں گا۔ چنانچہ وہ اس سے وہ مال بطورِ قرض کے لے لیتا ہے اور اس کو رسید بنا کر دے دیتا ہے اور یہ جاتا ہے اس شہر کے اندر جہاں اس کو مال چاہیے تھا وہاں جا کر اپنے پورے پیسے وصول کر لیتا ہے۔ کیا کر لیتا ہے؟ پورے پیسے وصول کر لیتا ہے مولانا، تو یہ سفتجہ کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ سفتجہ کہلاتا ہے۔ تو اس نے دیکھو یہ جو مال دیا تھا بطورِ قرض کے دیا تھا اور قرض میں مال ضائع ہونے کا امکان نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ بطورِ قرض کے کسی کو چیز دی جائے تو کیا وہ اس پر سے ختم ہو جاتی ہے یا ہر صورت میں اسے ادائیگی کرنا پڑتی ہے؟ ہر صورت میں اسے ادائیگی کرنا پڑتی ہے۔

اس کے بجائے اگر وہ امانت کے طور پر دیتا ہے تو پھر امانت کے اندر تو اگر وہ ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان نہیں آیا کرتا، لیکن وہ امانت کے طور پر نہیں دے رہا بلکہ کس طریقے پر دے رہا ہے؟ قرض کے طریقے پر دے رہا ہے اور پھر وہاں جا کر پیسے وصول کر لیتا ہے۔ تو اس قرض کی وجہ سے دیکھو یہ راستے کے متوقع خطرے سے بچ گیا۔ اگر یہ خود چلتا یہاں سے وہاں لے کر جاتا تو راستے میں ہو سکتا ہے کہیں ڈاکو آ جاتے اور اس سے وہ مال چھین لیتے، تو اس نے اس قرضے کے ذریعے ایک فائدہ حاصل کر لیا اور وہ کیا؟ کہ راستے کے متوقع خطرے سے اپنے آپ کو بچا لیا، اس خطرے کو اس نے ساقط کر دیا بھئی۔ اس خطرے کو کیا کر دیا؟ ساقط کر دیا۔

دیکھو یہ قرض کے ذریعے نفع حاصل کر رہا ہے اور حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا۔ ہر وہ قرضہ جَرَّ مَنْفَعَةً جو کسی نفعے کو کھینچے فَهُوَ رِبًا تو وہ کیا ہے؟ ربا ہے، یعنی قرض کے ذریعے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا یہ ربا ہے۔ کیا ہے؟ ربا ہے۔ تو یہاں پر بھی اس شخص نے مال بطورِ قرضہ کے دیا اور اس قرض کے ذریعے ایک قسم کا اس نے نفع حاصل کر لیا کہ راستے کے خطرے کو اس نے ختم کر دیا اس قرض کے ذریعے بھئی، یہ نفع اس کو حاصل ہوا راستے کا خطرہ ختم ہو گیا تو لہٰذا اسے بھی فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ مکروہِ تحریمی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی سفاتج کی بھئی؟ تو آج کل جس کو ہنڈی کہتے ہیں بھئی، ہنڈی جس کے ذریعے کیا کیا جاتا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ اسی طرح رقم بھیجی جاتی ہے، بلکہ اس میں تو اور بھی خرابی ہے وہ بھی کچھ پیسے کاٹتے ہیں مولانا۔ باہر کے ممالک سے پاکستان میں پیسہ آتا ہے تو عموماً کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؟ وہاں دفاتر بنے ہوتے ہیں دفتر میں جاتے ہیں ایک لاکھ روپیہ مثلاً ڈالروں کی شکل میں ہے وہ انہوں نے دے دیا بھئی، ہاں بلکہ یہاں پر تو وہ اگر وہی نقدی وصول کرے گا تو اگر ادھر اس نے داخل کروائے تھے دس ہزار ڈالر تو ادھر اس کو کتنے ملیں گے؟ کچھ نہ کچھ کٹوتی کر کے ملیں گے، حالانکہ جنس ایک ہے ادھر جمع بھی کتنے کروائے ڈالر وصول بھی کتنے ہو رہے ہیں ڈالر بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو اتنے ہی وصول ہونے چاہئیں۔ کیا ہونے چاہئیں؟ اتنے ہی وصول ہونے چاہئیں، قرض کے طور پر اس نے دیے ناوہاں پر تو اتنے ہی وصول ہونے چاہئیں بھئی، لیکن یہاں پر تو وہ کچھ کٹوتی بھی کر لیتے ہیں تو اس میں تو مزید خرابی بڑھ گئی بھئی، مزید خرابی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَيُكْرَهُ السَّفَاتِجُ اور مکروہ ہے سفاتج وَهُوَ قَرْضٌ اسْتَفَادَ بِهِ الْمُقْرِضُ اور وہ ایسا قرض ہے کہ فائدہ حاصل کرتا ہے اس قرض کے ذریعے قرض دینے والا، کس چیز کا فائدہ حاصل کرتا ہے؟ کہتے ہیں أَمْنَ خَطَرِ الطَّرِيقِ راستے کے خطرے کے امن کو، راستے کے خطرے سے کیا ہو جاتا ہے مامون اور محفوظ ہو جاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی أَمْنَ یہ نسخوں میں أَمْنَ کا لفظ آیا، امن کا لفظ تو یہاں جڑتا نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ باقی دیگر کتابوں میں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے

بلکہ قدوری کے نسخے میں یہاں سُقُوط کا لفظ آیا بعض نسخوں میں۔ صاحبِ ہدایہ وغیرہ کی عبارت سے پتہ لگتا ہے، فقہ کی دوسری کتابوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے بھی وہ قدوری سے اکثر متن قدوری کا ہی لیتے ہیں وہاں انہوں نے أَمْنَ کی جگہ سُقُوطَ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سُقُوطَ بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو سُقُوطَ ہونا چاہیے۔ اس أَمْنَ پر نون لکھیں اس کو کاٹنا نہیں ہاں بھئی، نون لکھیں یعنی بعض نسخوں میں یہ ہے تو دوسرے نسخوں میں سُقُوطَ آیا ہے سُقُوطَ، اور وہ حاشیے پر سُقُوطَ کا لفظ لکھ لیجیے بھئی۔ سُقُوطَ: سین، قاف دو نقطوں والا، واو اور تاء۔ اس کے اوپر أَمْنَ کے اوپر نون لکھ دیا بھئی، اور حاشیے پر ایک طرف نون لکھ کر اس کے آگے سُقُوطَ لکھ لیں یعنی بعض نسخوں میں یہ سُقُوطَ کا لفظ ہے اور یہی ہونا بھی چاہیے۔ سُقُوطَ لکھ لیا بھئی؟ اب دیکھو عبارت کیا بن گئی: وَهُوَ قَرْضٌ اسْتَفَادَ بِهِ الْمُقْرِضُ سُقُوطَ خَطَرِ الطَّرِيقِ۔ وہ ایسا قرضہ ہے کہ جس کے ذریعے فائدہ حاصل کرتا ہے قرض دینے والا، کس چیز کا فائدہ؟ سُقُوطَ خَطَرِ الطَّرِيقِ راستے کے خطرے کو ساقط کرنے کا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اب معنی صحیح ہو گیا یا نہیں بھئی؟ اس قرض کے ذریعے کیا فائدہ اس نے حاصل کیا راستے کے خطرے کو؟ راستے کا خطرہ ساقط ہو گیا۔ أَمْنَ کا لفظ تو بنتا ہی نہیں بھئی دیکھو، أَمْنَ خَطَرِ جس کے ذریعے فائدہ حاصل کرتا ہے راستے کے خطرے کے امن کا۔ خطرے کا امن کیا معنی بھئی؟ یا تو صرف امن کا لفظ ہوتا بھئی۔ راستے کے خطرے کے امن کا فائدہ حاصل کرتا ہے، خطرے کا امن کوئی بات ہی نہیں بنتی بھئی یہاں درست نہیں بنتا تو تاویل کرنا ہی پڑے گی بھئی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفاتج کو یہاں کیوں ذکر کیا گیا بھئی؟ یہ تو حوالے کا باب چل رہا تھا سفاتج کو یہاں کیوں ذکر کیا گیا بھئی؟ سمجھ میں آیا؟ سفاتج کو یہاں کیوں ذکر کیا گیا بھئی؟ تو جواب یہ ہے مولانا کیونکہ اس سفاتج میں بھی وہ قرض دینے والا راستے کے متوقع خطرے کو دوسرے کے حوالے کر دیتا ہے۔ راستے کے متوقع خطرے کو کیا کر دیتا ہے؟ دوسرے کے حوالے کر دیتا ہے بھئی۔ خود مال لے کر جاتا تو اس پر تھا اب مال دوسرے کو بطورِ قرض کے دے دیا تو خطرے کو گویا کیا کیا ہے اس نے؟ دوسرے کے حوالے کر دیا اور اس کا مال کیا ہوا؟ پورا کا پورا وہاں اسے وصول ہو گیا بھئی۔

كِتَابُ الصُّلْحِ. الصُّلْحُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ: صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ، وَصُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ وَهُوَ أَنْ لَا يُقِرَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَلَا يُنْكِرَ، وَصُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ، وَكُلُّ ذٰلِكَ جَائِزٌ.

اچھا بھئی كِتَابُ الصُّلْحِ بھئی۔ صلح بھئی اردو میں بھی صلح استعمال ہوتا ہے یعنی جھگڑے کو ختم کرنا بھئی، صلح کرنا جھگڑے کو ختم کرنا۔ اور تعریف دی ہوئی ہے مولانا آپ کے كِتَابُ الصُّلْحِ کے ساتھ ہی: هُوَ عَقْدٌ يَرْفَعُ النِّزَاعَ۔ صلح کس چیز کا نام ہے؟ وہ ایسے عقد کا نام ہے يَرْفَعُ النِّزَاعَ جو دور کر دیتا ہے اٹھا دیتا ہے جھگڑے کو یعنی دور کر دیتا ہے اسے ختم کر دیتا ہے۔ جب صلح کریں گے تو کیا ہو جائے گا؟ جھگڑا ختم ہو جائے گا بھئی۔ صورت یہ ہے مثلاً بھئی زید نے میرے اوپر دعویٰ کر دیا کہ یہ جو آپ کا فلاں مکان ہے آپ کے قبضے میں ہے یہ میرا ہے بھئی۔ زید نے کیا دعویٰ کر دیا؟ یہ جو فلاں جگہ پر آپ کا مکان ہے یہ میرا ہے اس نے دعویٰ کر دیا بھئی۔ میں نے اس کو بلوایا اور اسے پچاس لاکھ روپے دیے بھئی کہ بھئی یہ لو یہ مال آپ رکھو اور اپنے دعوے سے دستبردار ہو جاؤ۔ وہ راضی ہو گیا مال لیا اور چلا گیا، دعویٰ چھوڑ دیا بھئی۔ یہ صلح کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ صلح کہلاتی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی صلح کی؟ مثلاً زید نے کیا کیا تھا میرے اوپر؟ مکان کا دعویٰ کیا تھا اور میں نے اسے کچھ مال دے کر مال دیا اور وہ راضی ہوا اور اپنے دعوے کو اس نے چھوڑ دیا، تو یہ صلح کہلاتی ہے۔

اب یاد رکھیے بھئی صلح تین قسم پر ہے بھئی۔ ایک صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ ہے، ایک صُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ ہے، ایک صُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ متن میں ہی آ رہی ہیں تینوں قسمیں: ایک صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ، ایک صُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ اور تیسرا صُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ بھئی۔ صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ اس چیز کا نام ہے کہ مدعیٰ علیہ مدعی کے دعوے کا اقرار کر لیتا ہے۔ مدعیٰ علیہ کیا کر لیتا ہے مدعی کے دعوے کا؟ اقرار کر لیتا ہے۔ بھئی وہ شخص اٹھا تھا اس نے مجھ پر دعویٰ کر دیا کہ وہ جو فلاں مکان ہے آپ کے قبضے میں وہ میرا ہے۔ میں نے کہا ہاں بھئی اس کو بلوایا، میں نے کہا آپ کی بات ٹھیک ہے وہ مکان آپ کا ہے لیکن یہ لو یہ پچاس لاکھ روپے لے لو اور اپنا دعویٰ چھوڑ دو۔ اس نے مال لیا اور چلا گیا اپنے دعوے کو چھوڑ دیا۔ تو یہ صلح ہوئی مَعَ إِقْرَارٍ بھئی جس میں مدعیٰ علیہ نے کیا کر لیا اس کے دعوے کا؟ اقرار کر لیا کہ وہ مکان آپ کا ہے واقعی۔

دوسرا صلح ہے مَعَ إِنْكَارٍ بھئی، انکار کر دیتا ہے۔ زید کو میں نے بلوایا میں نے کہا آپ کیا کہتے ہو بھئی؟ اس نے کہا جی وہ جو آپ کے پاس فلاں مکان آپ کے قبضے میں ہے وہ میرا ہے۔ میں نے کہا کوئی آپ کا مکان نہیں ہے وہ میرا اپنا مکان ہے لیکن چلو یہ لو پچاس لاکھ روپے لو اور مقدمے کو ختم کرو، سمجھ میں آیا؟ اپنے دعوے کو چھوڑ دو۔ اس نے مال لیا اور راضی ہو کر چلا گیا، صلح ہوئی مولانا۔ یہ کیا ہے؟ صُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ۔ دیکھو مدعیٰ علیہ نے کیا کیا ہے مدعی کے دعوے کا؟ انکار کیا ہے۔ تیسری ہے صُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ خاموشی کے ساتھ، یعنی نہ اقرار ہو اور نہ انکار ہو۔ میں نے اس شخص کو بلوایا مدعی کو، میں نے پوچھا ہاں بھئی آپ کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا بھئی وہ جو فلاں مکان ہے آپ کے قبضے میں وہ میرا ہے۔ اب میں نے نہ اقرار کیا کہ ہاں وہ واقعی آپ کا ہے اور نہ میں نے انکار کیا کہ نہیں وہ آپ کا نہیں ہے بلکہ خاموشی سے کیا کیا؟ اسے پچاس لاکھ روپے دیے کہ لو بھئی یہ مال رکھ لو اور اپنے دعوے کو چھوڑ دو اپنے دعوے سے دستبردار ہو جاؤ۔ تو یہ صُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ کے ہے جس کے اندر مدعیٰ علیہ نے نہ مدعی کے دعوے کا اقرار کیا نہ اس کا انکار کیا، یہ صُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ ہے۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں الصُّلْحُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ صلح تین قسم پر ہے: صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ ایک صلح اقرار کے ساتھ ہے، وَصُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ اور ایک صلح سکوت کے ساتھ ہے۔ بھئی صُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ کا کیا معنی؟ کہتے ہیں وَهُوَ أَنْ لَا يُقِرَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَلَا يُنْكِرَ اور وہ یہ ہے کہ نہ تو اقرار کرے مدعیٰ علیہ وَلَا يُنْكِرَ اور نہ انکار کرے۔ وَصُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ اور تیسری قسم کیا ہے؟ صُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ ہے۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ جَائِزٌ اور ان میں سے ہر ایک جائز ہے، صلح کی یہ تینوں قسمیں جائز ہیں۔

اب یہاں مولانا یاد رکھو دو لفظ یاد رکھنا بھئی۔ بھئی زید نے میرے اوپر دعویٰ کیا تھا کہ وہ جو فلاں مکان ہے آپ کے قبضے میں وہ میرا ہے۔ میں نے اس کے ساتھ صلح کی اور اسے پچاس لاکھ روپے دے دیے۔ تو یاد رکھیے وہ مکان جس کا اس نے دعویٰ چھوڑ دیا اسے کہتے ہیں مُصَالَحٌ عَنْهُ۔ وہ چیز جس کا دعویٰ وہ چھوڑ دیتا ہے مدعی وہ کیا کہلاتی ہے؟ مُصَالَحٌ عَنْهُ: میم، صاد، الف، لام، حاء، مُصَالَحٌ عَنْهُ اس سے صلح ہوئی ہے، اس گھر سے صلح ہو گئی۔ اور جس مال پر صلح ہوئی ہے اسے مُصَالَحٌ عَلَيْهِ یا بدلِ صلح کہتے ہیں۔ مثلاً میں نے اسے صلح کے طور پر کتنا مال دیا تھا؟ پچاس لاکھ روپے، تو یہ پچاس لاکھ روپے جو میں نے ادا کیے جس پر صلح ہوئی ہے یہ مُصَالَحٌ عَلَيْهِ یا بدلِ صلح کہلاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یہ دو لفظ یاد رکھنا بھئی یہ استعمال ہوں گے بھئی۔

کہتے ہیں فَإِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ اعْتُبِرَ فِيهِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْبِيَاعَاتِ إِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ، وَإِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَنَافِعَ فَيُعْتَبَرُ بِالْإِجَارَاتِ۔ ہاں یہاں سے صاحبِ قدوری آپ کو اہم ضابطہ بتلا رہے ہیں بھئی صلح کا۔ کہتے ہیں یاد رکھیے صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ کا حکم اور ہے اور صُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ اور صُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ ان کا حکم اور ہے بھئی۔ صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ کا حکم الگ اور باقی دونوں کا حکم الگ، باقی دونوں کا حکم ایک ہی ہے لیکن اقرار کا حکم الگ ہے بھئی۔ زید نے میرے اوپر دعویٰ کیا کہ فلاں مکان میرا ہے، میں نے اقرار کر لیا کہ ہاں بھئی وہ مکان آپ ہی کا ہے لیکن یہ لو پچاس لاکھ روپے لے لو اور اپنے دعوے کو چھوڑ دو۔ اس پر صلح ہو گئی مولانا، یہ صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ ہے۔ تو یاد رکھیے یہ صلح اگر مال کے بدلے مال ہو تو یہ بیع کے حکم میں ہے۔ کس کے درجے میں ہے؟ بیع کے درجے میں ہے۔ لہٰذا بیع کے احکام یہاں پر جاری ہو جائیں گے بھئی۔ کس کے احکام جاری ہو جائیں گے؟ بیع کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ صلح ہوئی ہے مال پر منافع کے بدلے میں، مال سے ہوئی ہے منافع پر بھئی تو یہ پھر اجارے کے حکم میں ہو گی۔ دیکھو مثال سے بات واضح ہو جائے گی۔ زید نے دعویٰ کس چیز کا کیا تھا؟ زید نے دعویٰ کیا تھا مکان کا، مکان مال ہے۔ اچھا اور میں نے اسے صلح کے طور پر بدلِ صلح کیا دیا؟ میں نے اسے بھی پچاس لاکھ دیے یہ بھی مال، تو دونوں طرف سے مال آیا تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا بھئی۔ میں نے تسلیم کر لیا وہ مکان آپ کا ہے لیکن یہ رقم لے لو اور اپنے دعوے کو چھوڑ دو۔ گویا میں نے اس سے مکان لے لیا اور اس کو پچاس لاکھ روپے دے دیے۔ تو جو میں نے وصول کیا جو میں نے لے لیا وہ کیا ہے؟ مال۔ جو اس کو دیا وہ بھی کیا ہے؟ مال۔ تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا، اور مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ کیا کہلاتی ہے؟ بیع کہلاتی ہے تو بیع کے احکام جاری ہوں گے۔

اور اگر میں نے اسے بدلِ صلح کے طور پر کوئی نفع دے دیا، مثلاً کیا نفع دیا؟ میری دکان ہے مال روڈ پر بھئی۔ مال روڈ پر میری دکان ہے، یہ آیا اس نے کہا بھئی وہ جو مکان آپ کے قبضے میں ہے وہ میرا ہے۔ میں نے کہا بھئی یوں کریں آپ کہ میری مال روڈ پر ایک دکان ہے بہت بڑی دکان ہے وہ دکان پانچ سال تک میں آپ کو دے دیتا ہوں آپ اس دکان کو استعمال کریں اور اپنے دعوے کو چھوڑ دیں۔ اب پانچ سال کے لیے جب میں نے دکان دے دی تو یہ پانچ سال میں اس کا کرایہ بھئی مال روڈ جیسی جگہ پر ہے تو کئی لاکھ کرایہ بنے گا یا نہیں بنے گا؟ بنے گا۔ تو میں نے کہا بھئی وہ دکان لے لو پانچ سال تک آپ اس سے نفع اٹھاؤ آپ اس میں رہائش رکھو اپنا سامان رکھو اور اپنے اس دعوے کو چھوڑ دو۔ تو اب آپ بتائیے مولانا، اور میں نے اقرار بھی کیا کہ ہاں گھر آپ ہی کا ہے لیکن کیا کرو اس کے بدلے میں یہ دکان پانچ سال کے لیے آپ اسے استعمال کریں۔ تو دیکھو دعویٰ کس چیز کا تھا؟ مکان کا، وہ تھا مال۔ لیکن بدلے میں میں کیا دے رہا ہوں؟ منافع دے رہا ہوں، مال نہیں دے رہا بلکہ صرف منافع، وہ دکان کے منافع اس کے حوالے کر رہا ہوں اسے دکان کا مالک نہیں بنا رہا۔ تو دیکھو یہاں پر اب ایک طرف سے مال ہے دوسری طرف سے منافع ہیں، اور یہ عقد جس میں ایک طرف سے منافع ہوں دوسری طرف سے مال ہو وہ کیا کہلاتا ہے؟ اجارہ کہلاتا ہے۔ آپ ایک مکان کرایہ پر لیتے ہیں اس میں ایک مہینہ رہتے ہیں مہینے بعد اس کا کرایہ ادا کرتے ہیں تو دیکھو ایک طرف سے ہیں منافع اور آپ اس کے بدلے کیا دے رہے ہیں؟ مال دے رہے ہیں۔ تو ایک طرف سے منافع ہوں دوسری طرف سے مال ہو یہ کیا ہوتا ہے؟ اجارہ۔ تو اگر صلح کے اندر ایسا ہوا تو یہ بھی اجارہ ہے لہٰذا یہاں کس کے احکام جاری ہوں گے؟ اجارے کے احکام جاری ہوں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ اگر صلح واقع ہوئی ہے اقرار سے یعنی اقرار پر صلح ہوئی ہے مدعیٰ علیہ نے کیا کر لیا تھا مدعی کے دعوے کا؟ اقرار کر لیا تھا، تو اعْتُبِرَ فِيهِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْبِيَاعَاتِ تو اعتبار کیا جائے گا اس کے اندر ان احکام کا جن کا اعتبار کیا جاتا ہے بیعات میں۔ بِيَاعَاتٌ جمع ہے بِيَاعَةٌ کی۔ بِيَاعَةٌ کہتے ہیں بیچی جانے والی چیزیں بھئی، بیچا جانے والا سامان وغیرہ اسے کیا کہتے ہیں؟ بِيَاعَةٌ کہتے ہیں۔ تو اس میں اعتبار کیا جائے گا بیچے جانے والے سامان کا یعنی بیع والے احکام اس میں آ جائیں گے۔ تو اس میں اعتبار کیا جائے گا مَا ان چیزوں کا يُعْتَبَرُ فِي الْبِيَاعَاتِ جن کا اعتبار کس میں کیا جاتا ہے؟ بِيَاعَاتٍ بیچی جانے والی چیزوں میں کیا جاتا ہے، کب؟ إِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ اگر یہ صلح واقع ہوئی ہے مال سے بِمَالٍ کس پر؟ مال پر۔ وَإِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَنَافِعَ فَيُعْتَبَرُ بِالْإِجَارَاتِ اور اگر یہ صلح واقع ہوئی ہے مال سے منافع پر فَيُعْتَبَرُ بِالْإِجَارَاتِ تو اعتبار کس کے ساتھ کیا جائے گا؟ اجارات کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا بھئی۔

وَالصُّلْحُ عَنِ السُّكُوتِ وَالْإِنْكَارِ فِي حَقِّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِافْتِدَاءِ الْيَمِينِ وَقَطْعِ الْخُصُومَةِ، وَفِي حَقِّ الْمُدَّعِي لِمَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ۔ اور صُلْحٌ عَنِ السُّكُوتِ اور إِنْكَارٍ ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے مولانا۔ یاد رکھو زید نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ جو مکان آپ کے قبضے میں ہے وہ میرا ہے۔ میں نے اس کو پچاس لاکھ روپے دیے اور اسے کہا کہ بھئی اپنے دعوے کو چھوڑ دو انکار کے ساتھ یا سکوت کے ساتھ۔ انکار کیا کہ کوئی مکان وہ آپ کا نہیں ہے بلکہ وہ تو میرا اپنا مکان ہے لیکن چلو یہ پچاس لاکھ روپے لو اپنے دعوے کو چھوڑ دو، ایک صورت۔ دوسری صورت: نہ میں نے اقرار کیا نہ انکار کیا سکوت

کے ساتھ کیا کیے اسے؟ پچاس لاکھ روپے دیے اور صلح کرلی، تو یہ صُلْحٌ مَعَ السُّكُوتِ ہے۔ دونوں کا حکم ایک ہے۔ اب وہ جو صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ تھی وہاں تو ایک طرف سے بھی مال دوسری طرف سے بھی مال ہوتا تو وہ کس حکم میں تھی؟ بیع کے، اور ایک طرف سے مال ہو دوسری طرف سے منافع ہوں تو وہ کس حکم میں تھی؟ اجارہ کے حکم میں۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہے بھئی، یہاں پر یاد رکھیے بھئی مدعیٰ علیہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا حکم اور ہے مدعی کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا حکم اور ہے بھئی۔ مدعی کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا حکم اور ہے۔[۳]

تو دیکھو مدعی جو ہے اس نے تو دعویٰ کیا تھا وہ مکان میرا ہے اور اب اس نے لے لیے پچاس لاکھ روپے تو اس کے گمان کے مطابق وہ اس مکان کا عوض لے رہا ہے۔ مدعی کا کیا گمان ہے؟ یہ پچاس لاکھ میں کس چیز کے لے رہا ہوں؟ مکان کے عوض کے طور پر لے رہا ہوں۔ تو لہٰذا یہ اس کے لیے عوض کے طور پر ہو گا مال بھئی۔ کس طور پر؟ عوض کے کہ یہ معاوضہ لے رہا ہے اس چیز کا مدعی کے حق میں۔ اور مدعیٰ علیہ کے حق میں یہ یوں شمار ہو گا جیسے وہ جھگڑے کو ختم کرنا چاہتا ہے اور قسم کا فدیہ دے رہا ہے۔ یہ مال وہ کس لیے دے رہا ہے؟ بھئی دیکھو وہ میرے پاس آیا تھا اس نے کہا تھا کہ یہ مکان میرا ہے۔ اب میں نے انکار کیا ہے یا سکوت کیا اور اسے پیسے دے رہا ہوں، میں نے کوئی اقرار کیا کہ وہ مکان اس کا تھا؟ میں نے تو اقرار نہیں کیا تو پھر یہ پیسے کس چیز کے ہیں؟ کہتے ہیں بھئی یہ اب یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ یہ مکان کے بدلے میں پیسے دے رہا ہے۔ ان پیسوں کو مکان کے بدلے میں نہیں شمار کیا جائے گا اس لیے کیونکہ اس نے کوئی اقرار نہیں کیا کہ یہ مکان دوسرے کا تھا، بلکہ یہاں یوں سمجھا جائے گا کہ یہ قسم سے بچنے کے لیے اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے پیسے دے رہا ہے۔ میں نے جواب اس کو پیسے دیے انکار کیا نہیں بھئی مکان تمہارا نہیں ہے پھر بھی میں اسے پیسے دے رہا ہوں، کیوں دے رہا ہوں؟ تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے مقدمہ ہم دونوں کے درمیان کیا ہو جائے؟ ختم ہو جائے، اور اس لیے کہ میں قسم سے بچ جاؤں تو میں ایک قسم کا فدیہ دے رہا ہوں۔ کہتے ہیں اس لیے کہ معزز آدمی سچی بات پر بھی قسم اٹھانا پسند نہیں کرتا بھئی۔ معزز آدمی سچی بات پر بھی قسم اٹھانا پسند نہیں کرتا، تو اب اگر یہ مکان اس کا بھی ہے پھر بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ میں قسم اٹھاؤں بھئی۔

دیکھو میں انکار کر رہا ہوں، اس نے کہا تھا یہ مکان جو آپ کے قبضے میں ہے میرا ہے، میں نے کہا مکان آپ کا نہیں ہے لیکن یہ لو یہ پچاس لاکھ روپے لے لو اور میرے ساتھ کیا کرلو؟ صلح کرلو۔ تو اب اس کا گمان تو یہ ہے کہ وہ اپنے مکان کے بدلے میں پیسے لے رہا ہے لیکن میں جو پیسے دے رہا ہوں کس چیز کے دے رہا ہوں کس چیز کے شمار ہوں گے؟ کہتے ہیں یوں سمجھا جائے گا کہ یہ قسم سے بچنے کے پیسے دے رہا ہے اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے پیسے دے رہا ہے۔ قسم سے کیسے بچنے کے لیے؟ کہتے ہیں اگر یہ پیسے نہ دیتا تو وہ دعویٰ کرتا قاضی کے پاس جاتا مسئلہ، قاضی کے پاس جب جاتے تو مدعی بھی آتا مدعیٰ علیہ بھی آتے بھئی۔ مدعی کے ذمے ہوتی بینہ، مدعی اگر بینہ پیش کرتا تو ٹھیک تھا، اگر مدعی کے پاس بینہ نہ ہوتی تو پھر وہ کیا کرنا پڑے گا مدعیٰ علیہ کو؟ قسم اٹھانا پڑے گی اور معزز آدمی تو سچی قسم اٹھانا بھی پسند نہیں کرتا تو یہ گویا کہ قسم کا فدیہ دے رہا ہے مال۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو صُلْحٌ مَعَ السُّكُوتِ اور صُلْحٌ مَعَ إِنْكَارٍ دونوں کا یہی حکم ہے: مدعی کی طرف سے یوں سمجھا جائے گا کہ یہ مال اس نے بطورِ معاوضہ کے لیا ہے اور مدعیٰ علیہ کی طرف سے یوں سمجھا جائے گا جیسے اس نے یہ قسم کا فدیہ دیا ہے اپنے آپ کو قسم سے بچایا ہے اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے یہ اس نے پیسے دیے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دیکھنا آگے مسائل پیش آئیں گے ان کے گمان کے مطابق جو ہے وہاں فیصلہ کیا جائے گا۔

کہتے ہیں وَالصُّلْحُ عَنِ السُّكُوتِ وَالْإِنْكَارِ فِي حَقِّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِافْتِدَاءِ الْيَمِينِ وَقَطْعِ الْخُصُومَةِ اور صُلْحٌ عَنِ السُّكُوتِ اور صُلْحٌ عَنِ الْإِنْكَارِ جو ہے فِي حَقِّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ یہ کس کے حق میں؟ مدعیٰ علیہ کے حق میں لِافْتِدَاءِ الْيَمِينِ کس لیے ہے؟ قسم کے فدیے کے لیے ہے وَقَطْعِ الْخُصُومَةِ اور خصومت یعنی جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ وَفِي حَقِّ الْمُدَّعِي اور یہ جو صُلْحٌ عَنْ سُكُوتٍ اور صُلْحٌ عَنْ إِنْكَارٍ ہے مدعی کے حق میں لِمَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ کس معنی میں ہے؟ معاوضے کے معنی میں ہے بھئی۔

وَإِذَا صَالَحَ عَنْ دَارٍ لَمْ يَجِبْ فِيهَا الشُّفْعَةُ، وَإِذَا صَالَحَ عَلَى دَارٍ وَجَبَتْ فِيهَا الشُّفْعَةُ۔ تو دیکھو اب اسی پر صُلْحٌ عَنِ السُّكُوتِ اور صُلْحٌ عَنْ إِنْكَارٍ کی صورت میں اگر ایک شخص نے صُلْحٌ عَنْ دَارٍ کی، کیا کیا؟ صَالَحَ عَنْ دَارٍ اگر صُلْحٌ عَنْ دَارٍ کی تو اس گھر میں شفعہ نہیں ہو گا، اور اگر صُلْحٌ عَلَى دَارٍ کی تو اس صورت میں اس گھر میں کیا ہو جائے گا؟ شفعہ واجب ہو جائے گا۔ صُلْحٌ عَنْ دَارٍ بھئی گھر سے یعنی گھر مُصَالَحٌ عَنْهُ ہے۔ کیا ہے؟ مُصَالَحٌ عَنْهُ، اور ایک ہے صُلْحٌ عَلَى دَارٍ صَالَحَ عَلَى دَارٍ بھئی معلوم ہوا گھر مُصَالَحٌ عَلَيْهِ ہے۔ مُصَالَحٌ عَنْهُ اور مُصَالَحٌ

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَفِي حَقِّ الْمُدَّعِي لِمَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وفي حق المدعي بمعنى المعاوضة» منقول ہے۔

عَلَيْهِ میں نے بتلایا تھا یا نہیں بتلایا تھا؟ دیکھو صورتِ مسئلہ بناؤ: گھر کو ہم بناتے ہیں مُصَالَحٌ عَنْهُ۔ زید اٹھا یہی جو ابھی صورت چل رہی ہے زید اٹھا اس نے دعویٰ کر دیا کہ آپ کے قبضے میں وہ جو مکان ہے وہ میرا ہے۔ میں نے انکار کر دیا یا سکوت کیا لیکن اس کو پچاس لاکھ روپے دے دیے کہ پچاس لاکھ روپے لو اپنا دعویٰ چھوڑ دو، اس نے اپنا دعویٰ چھوڑ دیا۔ اب آپ بتائیے بھئی وہ مکان پہلے کس کے پاس تھا؟ مدعیٰ علیہ کے پاس، اب بھی کس کے پاس ہے؟ مدعیٰ علیہ کے پاس۔ اور صلح کس کے ساتھ ہوئی ہے، اقرار کے ساتھ یا انکار و سکوت کے ساتھ؟ انکار یا سکوت کے ساتھ ہوئی ہے اقرار کے ساتھ نہیں۔ اور وہ صلح جو انکار یا سکوت کے ساتھ ہو مدعیٰ علیہ کی طرف سے کیا شمار ہوتا ہے؟ قسم سے بچنے اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے۔ تو یہ جو میں نے اس کو پیسے دیے ہیں کیا یہ میں نے بطورِ مکان کے معاوضے کے طور پر دیے ہیں یا قسم کا فدیہ اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے دیے ہیں؟ معلوم ہوا مکان کا عوض نہیں دیا میں نے۔ جب مکان کا عوض نہیں دیا تو مکان کا مالک پہلے بھی میں تھا اب بھی مالک میں ہوں، کوئی نئی ملک آئی؟ نہیں۔ جب نئی ملک نہیں آئی تو کوئی اس پر شفعہ کرنا چاہے ساتھ والا پڑوسی، وہ شفعہ کر سکتا ہے؟ نہیں، شفعہ تو کہاں آتا ہے؟ جہاں نئی ملک آتی ہے۔ ایک شخص زمین بیچتا ہے کسی اور کے ہاتھ تو اب پڑوسی کیا کر سکتا ہے اس پر شفعہ کیونکہ وہاں نئی ملک آ رہی ہے نیا پڑوسی آ رہا ہے، یہاں نئی ملک آئی؟ نہیں۔ مدعیٰ علیہ کے گمان کے مطابق یہ مکان اس کے پاس ہے تو اسی کے گمان کے مطابق مسئلہ ہو گا اور اس کا گمان تو یہ ہے کہ میں یہ پیسے کس لیے دے رہا ہوں؟ قسم کے فدیے کے طور پر اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے نہ کہ مکان کے معاوضے کے طور پر۔ مکان تو پہلے بھی میرا تھا اب بھی میرا ہے تو کوئی مکان میں نئی ملک نہیں آئی اور مکان میں جب نئی ملک نہیں آئی تو اس میں شفعہ بھی ثابت نہیں ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ ہوئی صُلْحٌ عَنْ دَارٍ یعنی مُصَالَحٌ عَنْهُ جس کا دعویٰ چھوڑا گیا وہ کیا تھا؟ مکان۔

اب مُصَالَحٌ عَلَيْهِ بناؤ مکان بھئی، مُصَالَحٌ عَلَيْهِ۔ اسی میں دوسری طرف سے بھی مکان بنا لو: زید نے میرے اوپر دعویٰ کر دیا کہ وہ جو مکان آپ کے قبضے میں ہے وہ میرا ہے۔ میں نے اس کو بلوایا اور اسے کہا کہ بھئی آپ یوں کریں میں نے انکار کر دیا کہ وہ مکان آپ کا نہیں، یا میں نے سکوت کیا لیکن کہا اچھا چلو بھئی میرے ساتھ صلح کر لو فلاں جگہ پر میرا ایک مکان ہے وہ مکان لے لو اور اپنے دعوے کو چھوڑ دو۔ فلاں جگہ پر میرا ایک مکان ہے میری زمین ہے وہ آپ لے لو اور اپنے اس دعوے کو کیا کر دو؟ چھوڑ دو۔ اور صلح میں کس کے ساتھ کر رہا ہوں؟ اقرار کے ساتھ یا انکار و سکوت کے ساتھ؟ انکار یا سکوت کے ساتھ میں صلح کر رہا ہوں وہ والے مسائل چل رہے ہیں بھئی۔ اب یہ جو میں نے گھر دیا یہ جو بدلِ صلح دیا مُصَالَحٌ عَلَيْهِ دیا کس کو دیا؟ مدعی کو دیا۔ تو یہ مُصَالَحٌ عَلَيْهِ ہوا، تو اس کے اندر ملکِ جدید آئی یا نہیں آئی بھئی؟ آئی۔ وہ کیا سمجھ رہا ہے یہ مکان مجھے اس نے کیا کیا ہے؟ میرے مکان کے بدلے میں دیا ہے معاوضے کے طور پر دیا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ اسی کے گمان کے مطابق اس کا معاخذہ ہو گا اور اس مکان میں اس کی نئی ملک آ گئی تو وہاں پر کیا ہو گا اس میں شفعہ بھی ثابت ہو جائے گا لہٰذا اس مکان کے پڑوسیوں میں سے کوئی شفعہ کرنا چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ شفعہ کر سکتا ہے کیونکہ نئی ملک آئی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا صَالَحَ عَنْ دَارٍ لَمْ يَجِبْ فِيهَا الشُّفْعَةُ اور جب صلح کی کسی گھر سے تو لَمْ يَجِبْ فِيهَا الشُّفْعَةُ تو اس میں شفعہ ثابت نہیں ہے، کیونکہ شفعہ واجب نہیں ہوتا بلکہ کیا ہوتا ہے؟ ثابت، تو شفعہ اس میں ثابت نہیں ہے تو يَجِبْ بمعنی يَثْبُتْ ہے، لَمْ يَجِبْ بمعنی لَمْ يَثْبُتْ کے ہے بھئی۔ وَإِذَا صَالَحَ عَلَى دَارٍ اور جب صلح کی کسی گھر پر وَجَبَتْ فِيهَا الشُّفْعَةُ تو اس میں شفعہ ثابت ہو جائے گا۔ معلوم ہوا گھر کیا ہے اس مثال میں؟ اوپر صَالَحَ عَنْ دَارٍ گھر کیا تھا؟ بھئی اسمِ مفعول پڑھنا، مُصَالِحٌ نہیں مُصَالِحٌ تو صلح کرنے والا آدمی ہے، تو پہلی مثال میں کیا ہے؟ مُصَالَحٌ عَنْهُ ہے اس کے اندر شفعہ نہیں، اور مُصَالَحٌ عَلَيْهِ دوسری میں ہے اس پر کیا ہو سکتا ہے شفعہ ہو سکتا ہے۔

وَإِذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ فَاسْتُحِقَّ بَعْضُ الْمُصَالَحِ عَنْهُ رَجَعَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِحِصَّةِ ذٰلِكَ مِنَ الْعِوَضِ۔ اب بھئی صُلْحٌ عَنْ إِقْرَارٍ کے کچھ مسئلے بتلا رہے ہیں بھئی۔ دیکھو زید نے دعویٰ کر دیا کہ یہ جو مکان آپ کے قبضے میں ہے یہ میرا ہے۔ میں نے اس کو بلوایا اور کہا ہاں ٹھیک ہے یہ مکان آپ ہی کا ہے لیکن یہ لو یہ پچاس لاکھ روپے لے لو اور اپنے دعوے کو چھوڑ دو۔ تو یہ صلح کس کے ساتھ ہوئی؟ اقرار کے ساتھ۔ اچھا اب صلح ہو چکی ہے تو اس گھر کا کوئی مستحق نکل آیا، کسی اور شخص نے دعویٰ کر دیا یہ مکان تو کیا ہے؟ میرا ہے بھئی، کوئی اور مستحق نکل آیا اس گھر کا۔ تو کہتے ہیں اس صورت کے اندر بھئی گھر کے جتنے حصے کا مستحق نکلے گا اتنے ہی بدلِ صلح میں یہ شخص رجوع کر لے گا اور اس سے واپس لے لے گا۔ مدعیٰ علیہ کیا کر لے گا؟ گھر کے جتنے حصے کا کوئی مستحق نکل آیا بدلِ صلح میں بھی اتنے ہی کے اندر مدعی پر رجوع کر لے گا۔ بھئی میں نے جو اس کو پچاس لاکھ روپے دیے تھے یہ صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ کی بات چل رہی ہے، تو یہ پچاس لاکھ روپے میں نے اس کے قسم کے فدیے کے طور پر دیے ہیں یا مکان کے عوض کے طور پر دیے ہیں؟ مکان کے عوض کے طور پر میں نے اس کو دیے ہیں بتلایا نہیں تھا یہ بیع کے درجے میں ہے، تو یہ جو اس کو میں نے پچاس لاکھ دیے کس لیے دیے ہیں؟ مکان کے بدلے کے طور پر دیے ہیں اور اس مکان کے آدھے کا کوئی اور مستحق نکل آیا۔ تو پچاس لاکھ تھے پورے گھر کا عوض، تو آدھے گھر کا کوئی اور مستحق نکل آیا تو آدھے گھر کے مقابلے میں کتنے پیسے

بنے؟ پچیس لاکھ۔ تو مدعیٰ علیہ یعنی میں جاؤں گا مدعی کے پاس اور اس سے اپنے پچیس لاکھ لے لوں گا کہ یہ دیکھو آدھے گھر کا تو کوئی اور مالک نکل آیا ہے سمجھ میں آیا؟ اور میں نے پورے گھر کے بدلے پچاس لاکھ دیے تھے تو اب آدھے کے بدلے کتنے ہو گئے؟ پچیس لاکھ۔ معلوم ہوا پچیس لاکھ آپ نے مجھ سے ویسے لیے تھے لاؤ بھئی مجھے وہ دے دو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر سارے مکان کا کوئی مستحق نکل آیا تو سارے میں رجوع کر لے گا۔ جتنے حصے کا کوئی مستحق نکلے گا اتنے حصے میں کیا کر لے گا؟ رجوع کر لے گا کیونکہ وہ پچاس لاکھ تو پورے گھر کا عوض تھے تو اس میں جتنا کوئی اور مالک نکل آیا معلوم ہوا اتنے پیسے اس نے زائد لے گیا ہے اس سے جا کر کیا کیے جائیں گے واپس لے لیے جائیں گے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ جب صلح اقرار کے ساتھ تھی فَاسْتُحِقَّ بَعْضُ الْمُصَالَحِ عَنْهُ پس مستحق نکل آیا مُصَالَحٌ عَنْهُ کے بعض کا کوئی، مُصَالَحٌ عَنْهُ کے کچھ حصے کا کوئی مستحق نکل آیا رَجَعَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِحِصَّةِ ذٰلِكَ مِنَ الْعِوَضِ تو رجوع کرے گا مدعیٰ علیہ بِحِصَّةِ ذٰلِكَ مِنَ الْعِوَضِ اس کے حصے کے بقدر عوض میں سے۔ جتنے مکان کا کوئی مستحق نکلا ہے اگر آدھے کا نکلا ہے تو عوض میں سے بھی کتنے میں رجوع کر لے گا؟ آدھے میں۔ ثلث کا کوئی مستحق نکل آیا ہے تو کتنے میں رجوع کر لے گا؟ عوض کے ثلث میں۔ ربع مکان کا کوئی مستحق نکل آیا ہے تو عوض کے ربع میں چوتھے حصے میں رجوع کر لے گا۔

وَإِذَا وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ فَاسْتُحِقَّ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ رَجَعَ الْمُدَّعِي بِالْخُصُومَةِ وَرَدَّ الْعِوَضَ، وَإِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ ذٰلِكَ رَدَّ حِصَّتَهُ وَرَجَعَ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ۔ اب مولانا بتلا رہے ہیں یہی صورت پیش آئی صُلْحٌ عَنْ سُكُوتٍ میں یا صُلْحٌ عَنْ إِنْكَارٍ میں تو پھر کیا کیا جائے گا بھئی؟ میں نے زید کو پچاس لاکھ روپے دیے ہیں لیکن اقرار نہیں کیا بلکہ انکار کیا تھا بھئی یا سکوت کیا تھا۔ اب جس گھر پر صلح ہوئی تھی اس گھر کا کوئی مستحق نکل آیا، کیا ہوا؟ مستحق نکل آیا مولانا، کچھ کا مستحق نکلا یا سارے کا مستحق نکل آیا۔ کہتے ہیں یہاں اس صورت میں مدعیٰ علیہ جو پیسے ادا کر رہا تھا تو مدعیٰ علیہ کی طرف سے کیا شمار ہوتا تھا؟ قسم کا فدیہ اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے، لیکن مدعی کی طرف سے کیا شمار ہوتا تھا؟ معاوضے کے طور پر وہ لے رہا ہے۔ تو یہاں اب مکان کے مثلاً نصف مکان کا کوئی اور مستحق نکل آیا تو اب مدعی پر واجب ہے کہ وہ آدھے پیسے واپس کرے کیونکہ اس نے یہ پچاس لاکھ کس کے لیے تھے؟ پورے مکان کے معاوضے کے طور پر لیے ہیں اس کا یہ گمان ہے اور آدھے مکان کا تو کوئی اور مستحق نکل آیا معلوم ہوا اس نے یہ جو آدھے پیسے لیے ہیں یہ اس کا حق نہیں ہے تو یہ پچیس لاکھ اس میں سے واپس کر دے گا اور پھر اس مستحق کے ساتھ خصومت کرے قاضی کے پاس لے جائے اسے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اس نے معاوضے کے طور پر لیے تھے مکان کے بدلے کے طور پر یہ پیسے لیے تھے تو معلوم ہوا یہ مکان اس نے بیچا تھا اور اس مکان کے اندر کوئی اور مستحق نکل آیا تو یہ اس کی چیز تھی تو اب خصومت کرنا بھی اسی کا کام ہے، کیا کرے گا؟ اس کے ساتھ جھگڑا اور مقدمہ کرتا ہے اسے قاضی کے پاس لے کر جاتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر پورے مکان کا کوئی مستحق نکل آیا تو مدعی کے ذمے کیا واجب ہے؟ وہ تو سمجھ رہا ہے میں نے یہ پچاس لاکھ کس کا عوض لیا ہے؟ مکان کا، اور پورے مکان کا ہی کوئی مستحق نکل آیا تو اس پر کیا واجب ہے؟ سارے پیسے واپس کرے اور کس کے ساتھ خصومت کرے؟ مستحق کے ساتھ خصومت کرے وہ جو مکان کا نیا مستحق نکل آیا بھئی اس کے ساتھ یہ مقدمہ کرے۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ جب صلح واقع ہوئی سکوت سے یا انکار سے فَاسْتُحِقَّ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ پس مستحق نکل آیا اس مُتَنَازَعٌ فِيهِ کا یعنی اس چیز کا کوئی مستحق نکل آیا جس کے اندر جھگڑا ہوا تھا رَجَعَ الْمُدَّعِي بِالْخُصُومَةِ تو رجوع کرے گا مدعی خصومت کے ساتھ یعنی خصومت کرے گا، کس کے ساتھ کرے گا میں نے کیا بتلایا؟ اس مستحق کے ساتھ بھئی، وَرَدَّ الْعِوَضَ اور کیا کرے گا؟ عوض واپس کر دے گا جتنا حصہ ہے اسی کے بقدر، جتنے کا مستحق نکلا ہے اسی کے بقدر: اگر نصف کا مستحق نکلا ہے تو نصف واپس کر دے، کل کا مستحق نکلا ہے تو کل واپس کرے گا، ثلث کا مستحق نکلا ہے تو ثلث واپس کر دے گا۔ دیکھا تو یہ جو اوپر مثال ذکر ہوئی متن میں یہ ہے کہ پورے گھر کا کوئی مستحق نکل آیا: فَاسْتُحِقَّ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ رَجَعَ الْمُدَّعِي بِالْخُصُومَةِ وَرَدَّ الْعِوَضَ، تو رجوع کرے گا مدعی خصومت میں اس کے ساتھ وَرَدَّ الْعِوَضَ اور کیا کرے گا عوض کو؟ سارا عوض واپس کر دے گا۔ وَإِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ ذٰلِكَ اور اگر اس چیز کے کچھ حصے کا کوئی مستحق نکل آیا جس میں جھگڑا تھا رَدَّ حِصَّتَهُ تو اسی کے بقدر حصہ کیا کر دے گا؟ واپس کر دے گا وَرَجَعَ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ اور اس حصے میں رجوع کرے گا خصومت کے ساتھ بھئی۔ نصف گھر کا کوئی مستحق نکل آیا تو نصف عوض واپس کر دے اور اس نصف کے اندر کیا کر لے گا؟ مستحق کے ساتھ خصومت کر لے گا بھئی۔

تو حاصلِ مسئلہ یہ ہوا کہ اگر صُلْحٌ عَنْ سُكُوتٍ یا صُلْحٌ عَنْ إِنْكَارٍ کی صورت میں مُتَنَازَعٌ فِيهِ کا کوئی مستحق نکل آیا تو اس صورت کے اندر اب مدعی کے ذمے لازم ہے کہ وہ خصومت کرے اور وہ عوض جتنا لیا تھا واپس کرے: اگر سارے مُتَنَازَعٌ فِيهِ کا کوئی مستحق نکل آیا ہے تو سارا عوض واپس کرے

گا اور اس میں پھر خصومت کرے گا مستحق کے ساتھ، اور اگر بعض مُتَنَازَعٌ فِيهِ کا کوئی مستحق نکل آیا ہے تو جتنا یعنی اگر نصف کا نکل آیا ہے تو نصف عوض واپس کر دے گا اور پھر خصومت کرے گا، اور اگر ثلث کا نکلا ہے تو ثلث عوض واپس کر دے گا اور پھر خصومت کرے گا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو یہ معنی یہ ہوا کہ اب مستحق کے ساتھ جو خصومت کرے گا اس مسئلے کے اندر وہ خصومت مدعیٰ علیہ پر نہیں ہے بلکہ کس پر ہے؟ مدعی پر ہے کیونکہ اس نے یہ چیز کا عوض لیا ہے اور اب خصومت کرنا بھی اسی کا کام ہے بھئی۔

وَإِنِ ادَّعَى حَقًّا فِي دَارٍ وَلَمْ يُبَيِّنْهُ فَصُولِحَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى شَيْءٍ ثُمَّ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الدَّارِ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنَ الْعِوَضِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نے میرے اوپر دعویٰ کیا کہ یہ جو آپ کا مکان ہے اس میں میرا بھی حصہ ہے۔ اس مکان میں کیا ہے؟ میرا بھی حصہ ہے، لیکن کتنا حصہ ہے یہ اس نے بیان نہیں کیا بھئی۔ پھر اس گھر کے کچھ حصے کا کوئی مستحق نکل آیا، مُصَالَحٌ عَنْهُ کے کچھ حصے کا کوئی مستحق نکل آیا۔ اچھا اس نے کیا دعویٰ کیا تھا؟ اس گھر میں کچھ میرا حصہ ہے، کتنا ہے یہ بیان کیا؟ نہیں۔ کون سی جانب گھر کی میری ہے شمالی جانب مشرقی جانب کچھ بیان کیا؟ نہیں۔ دعویٰ اس کا ہے مجہول بھئی، مجہول حصے کا اس نے دعویٰ کر دیا اور میں نے کیا کر لی اس کے ساتھ؟ صلح کر لی، مال اس کو کچھ دیا اور صلح کر لی۔ اب اس گھر کے کچھ حصے کا کوئی مستحق نکل آیا تو کیا اب اس مدعی جس کو عوض دیا گیا تھا کیا اس پر رجوع ہو گا یا اس کو کچھ پیسے واپس کرنا پڑیں گے؟ اس نے بھی کیا کہا تھا؟ اس گھر میں کچھ حصہ میرا ہے، اور پھر اسی گھر کا کوئی مستحق نکل آیا لیکن پورے گھر کا مستحق نہیں نکلا بلکہ کچھ گھر کا مستحق ہے تو کہتے ہیں اب یہ عوض واپس نہیں کرے گا بھئی۔ کیوں عوض نہیں واپس کرے گا؟ اس نے بھی کچھ کا دعویٰ کیا تھا اور گھر میں بھی کسی دوسرے کا کچھ حصہ نکل آیا، کہتے ہیں اس لیے کہ اس نے تو بیان نہیں کیا تھا میرا تیسرا حصہ ہے چوتھا حصہ ہے یا پانچواں حصہ ہے یا گھر کی فلاں جانب میری ہے، اور مستحق بھی جو نکلا ہے وہ پورے گھر کا نہیں نکلا وہ کچھ حصے کا مستحق نکل آیا ہے تو ہو سکتا ہے اس کا دعویٰ اس حصے میں نہ ہو جس کا مستحق نکلا ہے بلکہ اس کا دعویٰ اس حصے میں ہو جس کا کوئی مستحق نہیں نکلا جو ابھی بھی اسی کے پاس ہے۔ یوں سمجھا جائے گا اس نے جیسے وہ گھر کا حصہ جو ابھی بھی مدعیٰ علیہ کے پاس ہے اس میں اس کا دعویٰ تھا اور اس کے بدلے اس نے کیا کیے ہیں پیسے لیے ہیں، تو وہ تو ابھی بھی مدعیٰ علیہ ہی کے پاس ہے لہٰذا اب یہ پیسے واپس نہیں کرے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لیکن اگر سارے گھر کا کوئی مستحق نکل آیا پھر تو معلوم ہوا کہ اس کا عوض لینا صحیح نہیں پھر یہ پیسے واپس کرے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔[۴]

معلوم ہوا اس مسئلے سے ایک اور بات کا بھی پتہ چل گیا کہ مُصَالَحٌ عَنْهُ مجہول ہو پھر بھی صلح صحیح ہے لیکن بدلِ صلح معلوم ہونا چاہیے بھئی۔ بدلِ صلح کیا ہے؟ بھئی مُصَالَحٌ عَنْهُ مجہول ہے اس نے کہا تھا اس گھر میں کچھ حصہ ہے پھر بھی صلح صحیح ہے۔ کیوں صحیح ہے؟ وجہ یہ کہ مُصَالَحٌ عَنْهُ نے تو ساقط ہو جانا ہے۔ کیا ہو جانا ہے؟ وہ ساقط ہو گیا اس پر تو صلح ہو گئی اس کے اوپر تو بات ہی نہیں ہوئی آگے، ہاں بدلِ صلح کا معلوم ہونا ضروری ہے اس لیے کہ وہ تو ادائیگی کی جائے گی اور ادائیگی کے لیے اس کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

وَإِنِ ادَّعَى حَقًّا فِي دَارٍ اور اگر دعویٰ کیا کسی شخص نے کسی حق کا کسی گھر میں وَلَمْ يُبَيِّنْهُ اور اسے بیان نہیں کیا کہ کتنا حق ہے گھر میں ثلث ہے ربع ہے شمالی جانب ہے مغربی جانب ہے کچھ بیان نہیں کیا فَصُولِحَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى شَيْءٍ پھر اس کے ساتھ اس حق سے صلح کر لی گئی عَلَى شَيْءٍ کسی چیز پر ثُمَّ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الدَّارِ پھر استحقاق نکل آیا کچھ گھر کا لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنَ الْعِوَضِ تو عوض میں سے کوئی چیز واپس نہیں کرے گا بھئی اس لیے کہ ہو سکتا ہے اس کا دعویٰ کس حصے میں ہو؟ دوسرے حصے میں جس کا ابھی کوئی مستحق نہیں نکلا بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ ادَّعَى حَقًّا فِي دَارٍ وَلَمْ يُبَيِّنْهُ فَصُولِحَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى شَيْءٍ ثُمَّ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الدَّارِ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنَ الْعِوَضِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن ادعى حقا في دار لم يبينه فصولح من ذلك على شيء ثم استحق بعض الدار لم يرد شيئا من العوض» منقول ہے۔

سبق نمبر ۱۰۰: کتاب الصلح (۲): دعویٰ مع الاقرار، سکوت یا انکار پر صلح، خون (قصاص) اور جنایات سے صلح، اور دینِ مشترک میں صلح کا ضابطہ

مختصر القدوری صفحہ: ۱۱۵—بتاریخ: ۳ مارچ ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالصُّلْحُ جَائِزٌ مِنْ دَعْوَى الْأَمْوَالِ وَالْمَنَافِعِ وَجِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَإِ، وَلَا يَجُوزُ مِنْ دَعْوَى حَدٍّ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی اموال، منافع، جنایتِ عمد اور جنایتِ خطا بھئی، ان کے اندر ان سب کے اندر صلح جائز ہے بھئی۔ اموال کا دعویٰ کرتا ہے، مال کا کوئی کسی پر دعویٰ کرتا ہے ابھی تک جو میں نے صورتیں بتادیں۔ ایک آدمی نے کیا کیا؟ میرے پاس گاڑی تھی اس کا دعویٰ کر دیا کہ یہ گاڑی تو میری ہے بھئی۔ وہی مکان والی صورت پہلے بنائی تھی اب گاڑی والی بے شک بنالو، سمجھ میں آیا؟ مکان میں ہی نہیں دعویٰ گاڑی وغیرہ ہر چیز میں دعویٰ ہو سکتا ہے۔ دوسرے پر دعویٰ کر دیا کہ یہ گاڑی میری ہے بھئی، اب اس نے کیا کیا؟ اس کو پانچ لاکھ روپے دے دیے کہ گاڑی کا دعویٰ چھوڑو بھئی یہ پانچ لاکھ روپے لے لو۔ تو یہ صلح کس میں کی ہے؟ گاڑی، اور گاڑی کیا ہے؟ مال ہے، تو یہ صلح صحیح ہے جیسے پہلے مکان تھا وہ بھی مال ہے تو وہ صلح بھی صحیح۔ وَالْمَنَافِعِ منافع پر بھی صلح صحیح ہے۔ ایک آدمی نے اٹھ کر دعویٰ کر دیا بھئی، کہنے لگا یہ جو آپ کو مکان ورثے میں ملا ہے آپ کے والد نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ یہ مکان دس سال تک اس میں میری رہائش رہے گی۔ تو اس نے مال کا دعویٰ کیا ہے یا نفع کا دعویٰ کیا ہے؟ نفع کا۔ یہ نہیں کہا کہ گھر مجھے دینے کی وصیت کی تھی بلکہ اس گھر میں رہائش کی وصیت کی تھی۔ تو اب یہاں دعویٰ آیا نفع کا، تو اس کے اندر بھی صلح کرنا صحیح ہے کہ مدعیٰ علیہ کہتا ہے یہ لو بھئی چار پانچ لاکھ روپے لے لو اور اپنے دعوے کو چھوڑ دو، یہ صلح بھی صحیح۔

وَجِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَإِ بھئی، جان بوجھ کر کوئی جنایت ہو بھئی ارادے کے ساتھ یا غلطی سے ہو ان کے اندر بھی صلح کرنا جائز ہے، چاہے یہ نفس کے اندر ہو جنایت یا نفس سے کم کے اندر ہو بھئی۔ دعویٰ کیا ہو؟ جنایتِ عمد میں ہو یا خطا میں ہو، پورے نفس میں ہو یا نفس سے کم کے اندر۔ جان بوجھ کر جنایت کی ہے بھئی۔ ایک آدمی نے دوسرے پر کیا کر دیا دعویٰ؟ کہ اس نے مثلاً میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ یہ دعویٰ ہوا کس کے اندر؟ جنایتِ عمد کے اندر بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جنایتِ عمد میں کہ جان بوجھ کر اس نے کیا کیا ہے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، اب یہاں پر صلح کر لیتا ہے یہ صلح صحیح ہے۔ تو یہ تو تھا نفس کے اندر، کبھی نفس سے کم کے اندر بھی جنایتِ عمد میں صلح ہو سکتی ہے، مثلاً ایک آدمی کیا کہتا ہے اس نے میرے ہاتھ کو کاٹا ہے تو اب کیا کیا جائے اس کے بھی ہاتھ کو کاٹا جائے، وہ اس کے ساتھ صلح کر لیتا ہے یہ صلح صحیح ہے مولانا۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالصُّلْحُ جَائِزٌ مِنْ دَعْوَى الْأَمْوَالِ وَالْمَنَافِعِ وَجِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَإِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والصلح جائز من دعوى الأموال والمنافع وجناية العمد والخطإ» منقول ہے۔

یا غلطی سے، غلطی پورے نفس میں بھی ہو سکتی ہے جیسے عمد پورے نفس میں بھی ہو سکتا تھا نفس سے کم میں بھی۔ ایک آدمی دوسرے پر دعویٰ کر دیتا ہے کہ اس نے میرے بھائی کو مارا ہے غلطی سے مارا لیکن اس نے کیا کیا ہے میرے بھائی کو غلطی سے مار دیا ہے۔ یا مولانا پورے نفس میں نہیں کرتا دعویٰ بلکہ نفس سے کم میں کرتا ہے، مثلاً کیا کہتا ہے اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے، جان بوجھ کر نہیں کاٹا لیکن غلطی سے کٹ گیا یہ تلوار چلا رہا تھا میرے ہاتھ پر لگ گئی اس کا ارادہ نہیں تھا مجھے زخمی یا میرا ہاتھ کاٹنے کا۔ تو اب یہاں جنایت ہوئی لیکن عمداً ہوئی یا خطأً پائی گئی؟ خطأً، اور پورے نفس میں ہے یا نفس سے کم کے اندر؟ نفس سے کم کے اندر۔ تو جنایت چاہے عمداً ہو چاہے خطأً، پورے نفس میں ہو یا نفس سے کم کے اندر، اس کے اندر صلح کرنا درست ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو جنایتِ عمد میں تو جان بوجھ کر کسی کو آلۂ قتل کے ذریعے قتل کرتا ہے وہاں تو قصاص آیا کرتا ہے پورے نفس میں، اور اگر ہاتھ کاٹا ہے تو وہاں دوسرے کا کیا کیا جائے گا؟ ہاتھ کاٹا جاتا ہے، اور اگر خطأً ہو تو وہاں پر دیت یا ارش وغیرہ آتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو تفصیل آگے آجائے گی ان کا باقاعدہ باب آجائے گا بھئی۔

وَلَا يَجُوزُ مِنْ دَعْوَى حَدٍّ اور صلح جائز نہیں ہے دعوائے حد سے۔ کس سے؟ دعوائے حد سے۔ ایک آدمی نے دوسرے پر چوری کا دعویٰ کر دیا کہ اس نے چوری کی ہے میری، وہ چور کیا کہتا ہے اس کے ساتھ؟ میرے ساتھ صلح کر لو یہ لو بھئی چار پانچ لاکھ روپے رکھو اور قاضی کے پاس مجھے نہ لے کر جاؤ بھئی ورنہ تو کیا کرے گا وہ میرا ہاتھ کاٹ دے گا۔ یہ صلح جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ صلح کس پر کر رہا ہے؟ حد پر، اور حد اللہ کا حق ہے۔ وہ سزا کس کی طرف سے مقرر ہے؟ اللہ کی طرف سے، تو وہ اللہ کا حق ہے۔ تو یہ اپنے حق پر تو صلح کر سکتا ہے دوسرے کے حق پر صلح نہیں کر سکتا، یہ اللہ کا حق ہے اس کا حق نہیں ہے اس پر یہ صلح نہیں کر سکتا۔

وَإِذَا ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى امْرَأَةٍ نِكَاحًا وَهِيَ تَجْحَدُ فَصَالَحَتْهُ عَلَى مَالٍ بَذَلَتْهُ حَتَّى يَتْرُكَ الدَّعْوَى جَازَ وَكَانَ فِي مَعْنَى الْخُلْعِ. صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کر دیا کہ یہ میری بیوی ہے میرا اس سے نکاح ہو چکا ہے، عورت انکار کر رہی ہے بھئی۔ پھر وہ عورت اس مرد سے صلح کر لیتی ہے کچھ مال دیتی ہے کہ یہ لو بھئی دو لاکھ روپے رکھو اور اپنے اس دعوے کو چھوڑ دو۔ وہ قبول کر لیتا ہے، کہتے ہیں یہ صلح صحیح ہے۔ صلح کیا ہے؟ صحیح ہے، اور اس کو ہم خلع کہیں گے بھئی۔ خلع کے معنی میں ہے بھئی، کس کے معنی میں ہے؟ خلع کے معنی میں اس لیے کہ خلع میں بھی کیا ہوتا ہے؟ اس صلح کو ہم نے جدائی بنا دیا، دونوں کے درمیان کیا بنا دیا؟ جدائی بنا دیا کہ جیسے کہ خلع کے اندر عورت مال دے کر مرد سے کیا اختیار کر لیتی ہے؟ چھٹکارا پا لیتی ہے جدائی اختیار کر لیتی ہے تو یہ صلح صحیح ہے۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى امْرَأَةٍ نِكَاحًا جب دعویٰ کر دیا کسی آدمی نے کسی عورت پر نکاح کا وَهِيَ تَجْحَدُ اور حال یہ ہے کہ وہ اس کا انکار کر رہی ہے فَصَالَحَتْهُ عَلَى مَالٍ بَذَلَتْهُ پس صلح کر لی اس عورت نے اس مرد سے عَلَى مَالٍ ایسے مال پر بَذَلَتْهُ جو اس نے خرچ کیا یعنی اس مرد کو دے دیا حَتَّى يَتْرُكَ الدَّعْوَى یہاں تک کہ اس مرد نے کیا کیا؟ دعویٰ چھوڑ دیا جَازَ تو یہ صلح جائز ہے وَكَانَ فِي مَعْنَى الْخُلْعِ اور یہ صلح کس معنی میں ہو گی؟ خلع کے معنی میں یعنی اس عورت نے مال دے کر اس مرد سے جدائی اختیار کر لی ہے۔ سمجھ میں آیا؟

وَإِذَا ادَّعَتِ امْرَأَةٌ نِكَاحًا عَلَى رَجُلٍ فَصَالَحَهَا عَلَى مَالٍ بَذَلَهُ لَهَا لَمْ يَجُزْ. اس کا عکس کر و بھئی: عورت نے کسی آدمی پر دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا خاوند ہے میرا اس سے نکاح ہو چکا ہے۔ اب وہ آدمی کیا کرتا ہے؟ اس کو کہتا ہے بھئی یہ لو آٹھ دس لاکھ روپے لے لو اور اپنے دعوے کو چھوڑ دو صلح کر لو میرے ساتھ۔ عورت پیسے لے لیتی ہے اور صلح کر لیتی ہے، کہتے ہیں یہ صلح جائز نہیں۔ یہ صلح جائز نہیں۔ کون سی صورت ہے؟ دعویٰ کرنے والی کون؟ عورت مرد پر، اور مرد پیسے دے رہا ہے۔ کیوں بھئی یہ صلح کیوں نہیں جائز؟ کہتے ہیں اس لیے کہ گزشتہ مسئلے میں اس مال کو ہم نے کیا بنایا تھا؟ اس کو جدائی بنا دیا تھا جیسے خلع میں کیا ہوتا ہے عورت مال دیتی ہے اور مرد سے کیا اختیار کر لیتی ہے؟ جدائی اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن یہاں پر مال کو دو ہی صورتیں ہیں: یا جدائی بنائیں گے کہ اس مال کی وجہ سے جدائی آئی یا جدائی نہیں۔ اگر یہ جو مال مرد نے دیا ہے اس کو ہم کیا قرار دیتے ہیں کہ اس کی وجہ سے دونوں میں کیا آگئی جدائی آگئی، تو یہ درست نہیں ہے مولانا اس لیے کہ جدائی کی صورت میں عورت دیا کرتی ہے مال تو پھر جدائی آجایا کرتی ہے، مرد کے دینے سے جدائی نہیں آتی۔ تو لہٰذا اس کو ہم جدائی نہیں بنا سکتے۔ اور جب جدائی نہیں بنایا تو پھر یہ کس چیز کا عوض وہ اسے دے رہا ہے؟ مقابلے میں کوئی چیز ہے دوسری طرف؟ نہیں۔ بھئی پہلے خلع کے اندر تو عورت مال دیتی تھی اپنے آپ کو بدلے میں کیا کروا لیتی تھی؟ چھٹکارا لیتی تھی۔ یہاں پر اس صلح کو ہم جدائی بنا سکتے ہیں؟ نہیں۔ وہاں پر عورت مال دیتی تھی وہ صلح کس درجے میں تھی؟ خلع، خلع سے کیا ہو جاتی ہے جدائی گویا وہ صلح کس کے درجے میں تھی جدائی کے درجے میں، لیکن یہاں پر اس صلح کو جدائی بنا سکتے

ہیں؟ نہیں، جدائی تو نہیں بنا سکتے کیونکہ جدائی صرف اس صورت میں بناتے ہیں جب مال دینے والی کون ہو عورت ہو اور یہاں تو مال کون دے رہا ہے مرد۔ جب جدائی نہیں بنا سکتے تو پھر یہ کس چیز کا مال دے رہا ہے؟ بدلے میں دوسری طرف سے کوئی چیز ہے؟ نہیں، لہٰذا یہ صلح جائز ہی نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

وَإِذَا ادَّعَتِ امْرَأَةٌ نِكَاحًا اور جب دعویٰ کر دیا کسی عورت نے نکاح کا عَلَى رَجُلٍ کسی آدمی پر فَصَالَحَهَا عَلَى مَالٍ بَذَلَهُ لَهَا لَمْ يَجُزْ پس صلح کر لی اس آدمی نے ھَا اس عورت سے عَلَى مَالٍ ایسے مال پر بَذَلَهُ لَهَا جو اس آدمی نے خرچ کیا اس عورت کے لیے یعنی اسے دے دیا لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں۔

وَإِنِ ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ عَبْدُهُ فَصَالَحَهُ عَلَى مَالٍ أَعْطَاهُ جَازَ وَكَانَ فِي حَقِّ الْمُدَّعِي فِي مَعْنَى الْعِتْقِ عَلَى مَالٍ۔ اب صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کر دیا تم میرے غلام ہو، تم تو کیا ہو؟ میرے غلام ہو۔ اس نے کہا بھئی یہ لو کچھ مال لے لو اپنے دعوے کو چھوڑ دو، اور مال لے لیا۔ تو کہتے ہیں یہ صلح جائز ہے۔ بھئی کیسے صلح جائز ہے؟ ایک آزاد آدمی پر اس نے کیا دعویٰ کر دیا ہے؟ تم میرے غلام ہو۔ کہتے ہیں یہاں یوں سمجھا جائے گا کہ گویا یہ مال لے کر مال کے بدلے غلام کو آزاد کر رہا ہے۔ آقا کبھی کیا کرتا ہے؟ غلام کو کہتا ہے میرے لیے اتنا مال لے آ تو تُو آزاد ہے، تو یہاں بھی یوں ہی سمجھا جائے گا کہ یہ جس نے دعویٰ کیا تھا یہ مال کے بدلے کیا کر رہا ہے اس شخص کو؟ آزاد کر رہا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟[۲]

تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ اگر دعویٰ کر دیا کسی آدمی نے دوسرے آدمی پر أَنَّهُ عَبْدُهُ کہ وہ کیا ہے اس کا غلام ہے فَصَالَحَهُ عَلَى مَالٍ أَعْطَاهُ پس اس مدعیٰ علیہ نے صلح کر لی اس سے ایسے مال پر جو اس مدعیٰ علیہ نے اس مدعی کو دے دیا جَازَ تو یہ جائز ہے وَكَانَ فِي حَقِّ الْمُدَّعِي فِي مَعْنَى الْعِتْقِ عَلَى مَالٍ اور یہ صلح مدعی کے حق میں کس معنی میں ہو گی؟ الْعِتْقِ عَلَى مَالٍ کہ یہ آزاد ہونا کس پر؟ مال پر، مال کے بدلے یعنی آزاد ہونا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ الصُّلْحُ وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ لَمْ يُحْمَلْ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ وَإِنَّمَا يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ اسْتَوْفَى بَعْضَ حَقِّهِ وَأَسْقَطَ بَاقِيَهُ۔ اب مولانا کچھ مسائل بتلائیں گے۔ میں آپ کو ضابطہ بتلاؤں گا آپ نے پھر مجھے مسائل بتلانے ہیں۔ یاد رکھو جب صلح اس عوض پر ہو جس کا دعویٰ کیا تھا، یعنی دوسرے پر دعویٰ کیا کہ آپ نے میرے ایک ہزار درہم دینے ہیں۔ کتنے درہم دینے ہیں؟ ایک ہزار درہم۔ دوسرے نے کہا بھئی یہ لو پانچ سو روپے لے لو صلح کر لو دعویٰ چھوڑ دو جھگڑا ختم کرو۔ تو یہ صورت مولانا آگئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دیکھو دعویٰ کس چیز کا ہے؟ دراہم کا، اور صلح بھی کس پر کر رہا ہے؟ دراہم پر۔ تو یاد رکھنا اس صورت میں اس میں اگر اصل میں کمی آئے اور وصف میں کمی آئے تو وہ صورتیں جائز ہیں، اور اگر اصل یا وصف میں زیادتی ہو جائے تو پھر وہ صورتیں معاوضے کے حکم میں ہیں۔ کس کے حکم میں ہیں؟ معاوضے کے۔

تو دیکھو یہاں اس نے دعویٰ کتنے کا کیا تھا؟ ایک ہزار کا، اور صلح کتنے پر کر رہا ہے؟ پانچ سو پر۔ یوں سمجھیں گے اس نے پانچ سو معاف کر دیے، پانچ سو کا دین کیا کر دیا؟ معاف کر دیا۔ معاوضہ نہیں بنائیں گے، یہ نہیں سمجھیں گے یہ ان ہزار کا عوض لے رہا ہے اس لیے کہ اگر عوض بنائیں پھر تو مساوات ضروری تھی دونوں طرف ایک جنس ہے۔ دعویٰ بھی کس کا؟ درہموں کا، اور وصول بھی کیا کر رہا ہے؟ درہم کر رہا ہے، اور آپ نے پڑھا ہے کہ اگر دونوں طرف کیا ہو جنس اور قدر پائی جائے تو پھر وہاں پر مساوات ضروری ہے۔ تو ایک ہی جنس ہے ادھر بھی درہم ادھر بھی درہم تو کتنے لینا ضروری؟ ہزار درہم ہی لینا ضروری۔ لیکن یہ کب ہے؟ جب ہم اس کو کس پر محمول کریں؟ معاوضے پر کہ اس کا عوض لے رہا ہے۔ لہٰذا یہاں معاوضے پر محمول نہیں کریں گے ورنہ تو کیا لازم آئے گا؟ ربا لازم آئے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لہٰذا اس کو اسقاط پر محمول کریں گے اس نے گویا اپنا کچھ دین ساقط کر دیا اس کو معاف کر دیا۔ اب کہاں پر اس کو یوں بنائیں گے کہ معاف کیا ہے اور کہاں پر اس کو معاوضے پر محمول کریں گے؟ دیکھو پہلے متن دیکھ لو میں آپ کو بتلاتا ہوں مسائل شروع ہو رہے ہیں آگے۔

تو کہتے ہیں وَكُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ الصُّلْحُ وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ اور ہر وہ چیز جس پر صلح واقع ہو اس حال میں وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ وہی چیز مستحق تھی عقدِ مداینت کی وجہ سے۔ مداینت بھئی وہ عقد جس میں دوسرے پر دین آتا ہو۔ کیا آتا ہو؟ دین۔ مثلاً بیع کی کسی سے ادھار بیع کی تو دوسرے پر دین آئے گا یعنی ثمن دینے پڑیں گے یا نہیں دینے پڑیں گے؟ ثمن دینے پڑیں گے۔ یا کوئی کسی سے قرض لے لیتا ہے تو بعد میں واپس کرنا

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ عَبْدُهُ فَصَالَحَهُ عَلَى مَالٍ أَعْطَاهُ جَازَ وَكَانَ فِي حَقِّ الْمُدَّعِي فِي مَعْنَى الْعِتْقِ عَلَى مَالٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن ادعى على رجل أنه عبده فصالحته على مال أعطاه جاز وكان في حق المدعي في معنى العتق على مال» منقول ہے۔

پڑتا ہے تو یہ بھی عقدِ مداینت ہے بھئی۔ تو عقدِ مداینت کا کیا معنی؟ وہ عقد جس میں دوسرے پر دین آتا ہو۔ اسی طرح غصب بھی اس میں داخل ہے، غصب بھی مراد ہے اتلاف بھی۔ ایک آدمی دوسرے کی چیز غصب کر لیتا ہے، ایک ساتھی آپ کی موٹر سائیکل اٹھا کر لے گیا زبردستی اٹھا کر لے گیا آپ کی اجازت کے بغیر لے گیا اور وہ موٹر سائیکل اس کے پاس ہلاک ہوئی تو اب اسے کیا دینا پڑے گا؟ ضمان دینا پڑے گا بھئی، دین آیا یا نہیں آیا اس پر؟ وہ موٹر سائیکل کی قیمت اس پر دین ہو گئی۔ اسی طرح ایک آدمی نے دوسرے کی کوئی چیز تباہ کر ڈالی تو لہٰذا جب اس نے اس کی چیز تباہ کی ہے تو اسے اب اس چیز کی قیمت دینا پڑے گی۔ تو یہ ساری صورتیں مراد ہیں مولانا۔

تو دیکھو وَكُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ الصُّلْحُ ہر وہ چیز جس پر کیا واقع ہو؟ صلح وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ اس حال میں کہ وہی چیز مستحق تھی عقدِ مداینت کی وجہ سے، یعنی جس جنس پر صلح کر رہا ہے استحقاق بھی اسی جنس کا تھا، یعنی دعویٰ بھی اسی کا جس نے دعویٰ کیا کہ تم نے کیا کرنا ہے مجھے ایک ہزار درہم دینے ہیں۔ اچھا تو یہاں اور صلح بھی کس پر کر رہا ہے؟ درہم پر۔ تو استحقاق بھی انہی کا اور صلح بھی اسی پر، یہی بات کر رہے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَكُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ الصُّلْحُ ہر وہ ایسی چیز جس پر صلح واقع ہو وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ اور حال یہ ہے کہ وہی جنس کیا ہے مستحق ہے عقدِ مداینت کی وجہ سے لَمْ يُحْمَلْ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ تو اس کو کس پر محمول نہیں کریں گے؟ معاوضہ پر محمول نہیں کریں گے اس لیے کہ بعض شے کل شے کا عوض نہیں ہو سکتی۔ دعویٰ اس نے کتنے کا کیا ہے؟ ایک ہزار کا، اور لے کتنے رہا ہے؟ پانچ سو۔ تو ہزار پانچ سو کا عوض ہو سکتے ہیں؟ ہزار تو ہے کل اور پانچ سو تو ہے بعض، اور بعض کل کا عوض نہیں ہو سکتا، کل کا عوض کل ہی ہو سکتے ہیں بعض نہیں۔ تو لہٰذا اس کو معاوضے پر محمول نہیں کریں گے ورنہ تو یہ ربا لازم آئے گا، وَإِنَّمَا يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ اسْتَوْفَى بَعْضَ حَقِّهِ وَأَسْقَطَ بَاقِيَهُ اور اس کو محمول کیا جائے گا اس صورت پر کہ اس نے وصول کر لیا ہے اپنے کچھ حق کو وَأَسْقَطَ بَاقِيَهُ اور باقی کو کیا کر دیا ہے اس نے؟ ساقط کر دیا ہے۔

یاد رکھو ضابطہ یہاں یاد رکھنا: کہاں پر اس کو اسقاط پر محمول کریں گے اور کہاں پر اس کو معاوضے پر محمول کریں گے؟ تو یاد رکھنا اگر اصل میں کمی آئے، کس میں؟ اصل میں کمی آئے تو اس کو اسقاط پر محمول کریں گے۔ بات سمجھ لو بس بھئی لکھنا بعد میں وقت نہیں ہے بھئی ادھر دیکھو۔ اگر اصل میں کمی آئے تو اس کو کس پر محمول کریں گے؟ اسقاط پر۔ مثلاً دعویٰ تھا ہزار درہم کا اور صلح کتنے پر کر رہا ہے؟ پانچ سو، تو اصل میں کمی کی یا نہیں کی؟ اصل میں کمی کر دی۔ کبھی صرف وصف میں کمی کرے گا: ہزار درہم عمدہ کا دعویٰ ہے اور وصول کتنے کر رہا ہے؟ ہزار کھوٹے وصول کر رہا ہے۔ تو یہاں بھی اصل میں کمی ہے؟ نہیں۔ دعویٰ بھی ہزار کا تھا اور وصول بھی کتنے کر رہا ہے؟ ہزار ہی کر رہا ہے لیکن وصف میں کمی کر دی، وصف تو کیا تھا؟ وہ عمدہ تھے لیکن لیے کیسے؟ کھوٹے۔ تو اصل میں کمی ہو یا وصف میں یا دونوں میں کمی ہو جائے، ہزار عمدہ لینے تھے پانچ سو کھوٹے لے لیے تو اصل میں بھی کمی اور وصف میں بھی کمی، یہ صورت جائز ہے۔

یا اسی طرح نقد لینے تھے، لینے کیسے تھے؟ نقد کہ میرا دین ہے حوالے کرو میرے فوراً بھئی، لیکن صلح کر لیتا ہے مثلاً ہزار کا دعویٰ کیا کہ نقد دینے ہیں مجھے دو میرا دین فوراً دو میرا تم پر دین ہے، دوسرے نے کہا چلو صلح کر لو ہزار ہی دے دوں گا میں آپ کو لیکن چھ مہینے بعد دوں گا۔ کب دوں گا؟ چھ مہینے بعد۔ تو دعویٰ کس چیز کا ہے؟ دعویٰ ہے معجل کا فوری ادائیگی دینِ حالی کا، اور صلح کس پر ہوئی ہے؟ دینِ مؤجل پر۔ تو اصل میں تو کوئی کمی نہیں ہوئی، دعویٰ بھی کتنے کا تھا؟ ہزار، اور صلح بھی کتنے پر ہوئی ہے؟ ہزار، لیکن وصف میں کمی ہو گئی۔ دعویٰ تو تھا فوری ادائیگی، آپ بتایئے نقد بہتر ہے یا ادھار بہتر ہے؟ نقد بہتر ہے۔ معلوم ہوا نقد اعلیٰ ہے اس کو فضیلت ہے اور ادھار اس سے کم درجے کا ہے، تو دیکھو وصف میں کمی آ گئی نقد سے کس کی طرف چلا گیا؟ ادھار کی طرف، تو یہ جائز ہے۔ یہ کیا ہے؟ جائز۔

تو وہ صورتیں جن میں صرف اصل میں کمی آئے یا صرف کس میں کمی آئے؟ وصف میں یا دونوں میں کیا ہو جائے؟ کمی، یہ صورتیں جائز ہیں ان کو ہم اسقاط پر محمول کریں گے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی زیادتی آ گئی تو پھر یہ صورت معاوضے والی بن جائے گی۔ جس میں بھی زیادتی آ گئی چاہے اصل میں زیادتی آئی چاہے وصف میں زیادتی آئی یہ کیا ہے؟ یہ معاوضہ بن جائے گا اور اس پر پھر معاوضے کے احکام لاگو ہوں گے: اگر وہی جنس ہے اس طرف سے بھی اس طرف سے بھی تو معاوضے کے اندر مساوات بھی ضروری ہوتی ہے یہاں بھی کیا ضروری ہو گی پھر؟ مساوات۔ بھئی دعویٰ مثلاً کتنے درہموں کا ہے؟ ہزار کا، تو اب معاوضے کے طور پر کتنا لینا ضروری؟ ہزار ہی درہم لینا ضروری ہے ورنہ تو کیا خرابی لازم آئے گی؟ ربا، کیونکہ ہم نے اس کو معاوضہ بنایا اور جب معاوضہ بنایا تو اب اس صورت میں مساوات ضروری ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اچھا دیکھیے آگے اور بھی احکام معاوضے کے جاری ہوں گے تفصیل ساتھ ساتھ آتی جائے گی۔

اچھا اب آپ مجھے مسئلہ بتلاتے جایئے۔ دیکھیے ایک آدمی کے دعویٰ چھوڑو چاہے اصل میں اس پر دین ہے حقیقت میں ہی کیا ہے عقدِ مداینت کی وجہ سے ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کا پانچ لاکھ روپیہ دینا ہے، اور اس نے اس کے ساتھ ڈھائی لاکھ پر صلح کرلی۔ اب آپ بتایئے صلح جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز ہے۔ کیوں جائز کیوں ہے؟ کیونکہ صرف اسقاط آرہا ہے اصل میں اور زیادتی کسی چیز میں نہیں، اصل میں تو اسقاط ہوا وصف میں بھی زیادتی نہیں۔ اچھا دیکھیے چلیے بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے دوسرے سے کتنے لینے ہیں؟ ہزار عمدہ درہم لینے ہیں، لیکن اس نے اس کے ساتھ صلح کرلی پانچ سو کھوٹے پر۔ یہ جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز ہے۔ کیوں جائز ہے؟ کیونکہ اصل میں بھی کیا آگئی؟ کمی، اور وصف میں بھی کیا آگئی؟ کمی آگئی۔ كَمَنْ لَهُ عَلَى رَجُلٍ أَلْفُ دِرْهَمٍ جِيَادٍ جیسے کہ وہ شخص جس کے ایک دوسرے آدمی پر ایک ہزار درہم ہیں جِيَادٍ عمدہ قسم کے فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِ مِائَةٍ زُيُوفٍ تو اس نے صلح کر لی اس سے خَمْسِ مِائَةِ زُيُوفٍ پانچ سو کھوٹوں پر جَازَ تو یہ جائز ہے وَصَارَ اور یہ اسی طرح ہو گیا كَأَنَّهُ أَبْرَأَهُ عَنْ بَعْضِ حَقِّهِ گویا کہ اس نے اس کو بری کر دیا ہے اپنے کچھ حق سے۔[۳]

اچھا دوسری صورت: بھئی ایک آدمی نے دوسرے کا کتنا دین دینا ہے؟ ہزار درہم دینے ہیں بھئی کسی عقد کی وجہ سے اور فوری ادائیگی ہے۔ ادھر توجہ رکھو میری طرف، فوری ادائیگی ہے، اس نے اس کے ساتھ صلح کرلی کہ میں تمہیں چھ مہینے بعد دے دوں گا ہزار ہی دوں گا لیکن چھ ماہ بعد دے دوں گا، صلح کرلی۔ اب آپ بتایئے اصل میں کمی ہوئی؟ نہیں اصل میں کمی نہیں لیکن وصف میں کیا ہو گئی؟ کمی بھئی، کیونکہ نقد کو چھوڑ کر کیا اختیار کر رہا ہے؟ مؤجل اختیار کر رہا ہے اور مؤجل ادنیٰ ہے نقد افضل ہے، تو کمی والی صورت ہوئی اور یہ صورت جائز ہے۔ وَلَوْ صَالَحَهُ عَلَى أَلْفٍ مُؤَجَّلَةٍ جَازَ اور اگر صلح کرلی ایک ہزار مؤجل پر تو یہ جائز ہے وَكَأَنَّهُ أَجَّلَ نَفْسَ الْحَقِّ یہ اسی طرح ہو جائے گا گویا اس نے اپنے نفسِ حق کو ہی کیا کر دیا؟ مؤخر کر دیا۔[۴]

تیسری صورت ادھر دیکھو بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کے ایک ہزار درہم دینے ہیں بھئی۔ وہ اس کو کچھ دینار دے کر صلح کرلیتا ہے۔ کیا کرلیتا ہے؟ دینار دے کر صلح کرلیتا ہے۔ اب جب دینار اس کو دے گا تو یاد رکھو اس کو ہم معاوضے پر ہی محمول کریں گے کیونکہ بدلے میں وہی جنس نہیں آرہی بلکہ دوسری جنس۔ جب یہ معاوضہ بن گیا تو معاوضے والے احکام جاری ہوں گے۔ یہ دین کیا تھا؟ درہم، لے کیا رہا ہے؟ دینار لے رہا ہے۔ تو معلوم ہوا دونوں طرف جنسِ ثمن ہے اور دونوں طرف جنسِ ثمن ہو تو یہ کون سا عقد ہوتا ہے؟ عقدِ صرف۔ کیا ہے؟ عقدِ صرف، اور عقدِ صرف کی شرط کیا ہے؟ کہ عوضین پر مجلس میں ہی قبضہ۔ لہٰذا جس مجلس میں یہ صلح کی ہے اسی کے اندر اگر وہ دینار دے دیتا ہے تو صلح جائز ہو جائے گی، اور اگر اس مجلس میں نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے میں کب دوں گا؟ چھ ماہ بعد دوں گا یا مہینے بعد دوں گا تو پھر یہ جائز نہیں کیونکہ عقدِ صرف میں مدت درست نہیں۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَلَوْ صَالَحَهُ عَلَى دَنَانِيرَ إِلَى شَهْرٍ لَمْ يَجُزْ اور اگر اس سے صلح کرلی دیناروں پر ایک مہینے تک کے لیے یعنی نقد نہیں دیے بلکہ کب دے گا؟ ایک ماہ بعد دے گا لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں بھئی کیونکہ یہ معاوضہ ہوا اور معاوضہ ہوا تو بیعِ صرف بن گئی اور بیعِ صرف کے اندر مجلس میں قبضہ ضروری اور اس نے مہینے تک کی بات کی ہے، تو اگر وہیں دے دیتا ہے پھر ٹھیک ہے۔

وَلَوْ كَانَ لَهُ أَلْفٌ مُؤَجَّلَةٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِ مِائَةٍ حَالَّةٍ لَمْ يَجُزْ۔ ادھر دیکھو بھئی: ایک آدمی کے دوسرے پر ایک ہزار مؤجل ہیں، ایک ہزار کیا ہیں؟ مؤجل ہیں، ایک ہزار اس نے دینے تھے چھ مہینے بعد۔ یہ اس کے پاس گیا بھئی میرے ساتھ صلح کرلو چھ مہینے بڑی لمبی مدت ہے یوں کرو مجھے پانچ سو ہی دے دو لیکن فوراً دے دو۔ اب آپ بتایئے اصل کتنا ہے؟ ایک ہزار، اور صلح کتنے پر کر رہا ہے؟ پانچ سو۔ تو اصل میں کیا ہوئی؟ کمی، یہ تو درست ہے لیکن وصف کی طرف دیکھو: وہ جو اصل دین تھا وہ تو کیا ہے؟ مؤجل، اور یہ اب کیا لینا چاہتا ہے؟ صلح کرنا چاہتا ہے نقد پر۔ تو وصف میں کمی ہوئی یا وصف میں زیادتی ہو گئی؟ وصف میں زیادتی ہو گئی کیونکہ نقد ادھار سے افضل ہے تو یہ نقد لیا تو وصف میں زیادتی ہوئی، اور جب وصف میں زیادتی ہو گئی تو اب یہ معاوضہ بن گیا اور اس پر کیا احکام جاری ہوں گے؟ معاوضے والے احکام جاری ہوں گے۔ لہٰذا دین کیا تھا؟ ہزار درہم اور لے بھی کیا رہا ہے؟ درہم لے رہا ہے تو یہ عقدِ صرف بن گیا اور عقدِ صرف کے اندر اسی مجلس میں قبضہ تو ضروری لیکن ایک اور چیز بھی تو ضروری تھی کہ جنس ایک ہو تو مساوات بھی ہونی چاہیے، تو ہزار کے بدلے کتنے

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «كَمَنْ لَهُ عَلَى رَجُلٍ أَلْفُ دِرْهَمٍ جِيَادٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «كمن له على رجل ألف دلاهم جياد» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَوْ صَالَحَهُ عَلَى أَلْفٍ مُؤَجَّلَةٍ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولو صالحه على ألف مؤجل جاز» منقول ہے۔

لے سکتا ہے؟ ہزار ہی لے سکتا ہے اس سے کم نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے: وَلَوْ كَانَ لَهُ أَلْفٌ مُؤَجَّلَةٌ پس اگر کسی کے دوسرے پر ایک ہزار مؤجل تھے فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِ مِائَةٍ حَالَّةٍ پس اس نے اس سے صلح کرلی پانچ سو حالی پر لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ عقدِ معاوضہ بن گیا وصف میں زیادتی ہے اور جب عقدِ معاوضہ بنا تو معاوضے کے احکام جاری ہوئے اور یہاں مساوات ضروری ہے ورنہ ربا لازم آئے گا۔

وَلَوْ كَانَ لَهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ سُودٍ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِ مِائَةٍ بِيضٍ لَمْ يَجُزْ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی ادھر دیکھو: ایک آدمی کے دوسرے پر ایک ہزار سیاہ درہم ہیں۔ کچھ درہم سیاہ ہوتے تھے اور کچھ درہم سفید ہوتے تھے۔ سفید درہم وہ جس میں خالص چاندی کے ہوں گے۔ کس کے ہوں گے؟ خالص چاندی کے ہوں گے۔ اچھا تو یاد رکھو ایک درہم اسود ہے ایک درہم ابیض ہے۔ درہم اسود وہ ہے جس کے اندر کھوٹ تو ملا ہوا ہے لیکن چاندی غالب ہے، یہ درہم اسود ہے کیونکہ اس میں بہر حال کھوٹ موجود ہے۔ اور ایک درہم ابیض ہے جو کس کا ہے؟ خالص چاندی کا یا کھوٹ ہے بھی تو نہ ہونے کے برابر ہے، یہ کیا ہے؟ درہم ابیض بھئی۔ اب ایک آدمی کا دوسرے پر دین ہے ایک ہزار دراہم سُود ہیں، سُود جمع ہے أَسْوَدُ کی، اور آگے بِيضٌ کا لفظ آئے گا بِيضٌ جمع ہے أَبْيَضُ کی بھئی۔ تو ایک آدمی ہے اس کے دوسرے پر ایک ہزار سیاہ درہم ہیں، اس نے صلح کرلی اس کے ساتھ پانچ سو سفید پر۔ پانچ سو سفید پر۔ تو دین کیا تھا؟ ہزار سیاہ درہم، اور صلح کس پر کی؟ پانچ سو سفید پر۔ اب آپ بتائیے اصل میں کمی ہوئی یا زیادتی؟ اصل میں کمی ہوگئی تھے ہزار لے کتنے رہا ہے؟ پانچ سو۔ اور وصف میں کمی ہوئی یا زیادتی؟ وصف میں زیادتی ہوگئی مولانا، تھے سیاہ درہم لیکن لے کون سے رہا ہے؟ سفید۔ تو جب یہ وصف میں زیادتی ہوئی تو اب اس پر معاوضے والے احکام جاری ہوگئے۔ جب معاوضے والے احکام جاری ہوئے تو ہزار درہم کا عوض پانچ سو درہم نہیں ہوسکتے بلکہ اب جنس ایک ہے تو مساوات کیا ہوگی؟ ضروری، ہزار کے بدلے ہزار درہم ہی ہونے چاہئیں۔ باقی سیاہ سفید وصف کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، آپ نے پڑھا تھا یا نہیں بھئی ربا کے باب میں؟ وصف کا اعتبار نہیں ہے بھئی عمدہ یا ردی ہونے کا اعتبار نہیں ہے یہ بھی درہم وہ بھی درہم برابر ہونے چاہئیں۔ تو کہتے ہیں وَلَوْ كَانَ لَهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ سُودٍ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِ مِائَةٍ بِيضٍ لَمْ يَجُزْ اور اگر ایک شخص کا دین ہے دوسرے پر ایک ہزار سیاہ درہم، سُودٌ جمع ہے أَسْوَدُ کی، فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِ مِائَةٍ بِيضٍ پس صلح کرلی اس کے ساتھ پانچ سو سفید پر، بِيضٌ جمع ہے أَبْيَضُ کی، لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں۔

وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِالصُّلْحِ عَنْهُ فَصَالَحَهُ لَمْ يَلْزَمِ الْوَكِيلَ مَا صَالَحَهُ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ وَالْمَالُ لَازِمٌ لِلْمُوَكِّلِ۔ بھئی آپ نے صلح کے لیے ایک وکیل کو بھیجا، ایک آدمی کو بھیجتے ہیں جاؤ میری طرف سے کیا کرلو فلاں آدمی سے اس مسئلے میں صلح کرلو اسے کچھ مال پر راضی کرلو مسئلہ رفع دفع کرواؤ۔ وکیل چلا گیا صلح کرکے آگیا۔ تو یہ عقد تو کیا وکیل نے، تو کیا یہ حقوقِ عقد کا تعلق وکیل سے ہوگا یعنی یہ مال اب جو صلح والا ہے وکیل پر لازم ہوا کہ وکیل ادائیگی کرے اور پھر کس پر رجوع کرے؟ مؤکل پر، کیا ایسا ہوگا؟ کہتے ہیں بھئی آپ خود دیکھ لیجیے جہاں صورت بنے کون سی؟ بیع والی۔ کون سی صورت بنے؟ بیع والی۔ بھئی صُلْحٌ مَعَ إِقْرَارٍ کے اندر کیا بن جاتا تھا صلح کیا بن جاتی تھی؟ ایک طرف سے بھی مال ہو دوسری طرف سے بھی مال ہو تو کیا بن جاتی تھی صلح؟ بیع بن جاتی تھی۔ تو ایسی صلح جو اقرار کے ساتھ ہو وہ بیع بن جائے گی اور جب بیع بن گئی تو بیع کے حقوق اس کا تعلق کس سے ہوتا ہے؟ وکیل سے ہوا کرتا ہے آپ پڑھ چکے ہیں، تو اب حقوق کا تعلق کس سے ہوگا؟ وکیل سے ہوگا۔ لیکن اگر اس صلح کو بیع نہیں بنایا جاسکتا تو پھر اس صورت میں حقوق کا تعلق کس سے ہوگا؟ مؤکل سے ہوگا، تو مال بھی کس پر لازم ہوگا؟ مؤکل ہی پر لازم ہوگا وکیل پر لازم نہیں تو وہ وکیل سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر وکیل نے ضمانت بھی دے دی وہاں پر کہ میں ضامن ہوں یہ مال جس پر ہم صلح کررہے ہیں یہ آپ کو وہ مؤکل ضرور دے گا اگر اس نے نہ دیے تو میں دے دوں گا، تو اب تو اس نے ضمانت دے دی اب اس پر لازم ہوا لیکن وکالت کی وجہ سے نہیں لازم ہوا بلکہ کس کی وجہ سے؟ کفالت کی وجہ سے ضمانت کی وجہ سے اس پر لازم ہوا ہے۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِالصُّلْحِ عَنْهُ اور جس نے وکیل بنایا کسی آدمی کو اپنی طرف سے صلح کے لیے فَصَالَحَهُ پس اس نے کیا کیا وکیل نے اس مدعی سے صلح کرلی لَمْ يَلْزَمِ الْوَكِيلَ تو لازم نہیں ہوگا وکیل پر مَا وہ بدل صَالَحَهُ عَلَيْهِ جس پر اس نے کیا کی تھی؟ صلح کی تھی۔ یاد رکھیے صاحبِ قدوری یہ وہ صورت بتا رہے ہیں جس کے اندر صلح بیع نہیں بنتی بھئی۔ بیع والی صورتوں کے اندر میں نے آپ کو ویسے بتلا دیا جس صورت میں صلح کیا بنا کرے گی؟ بیع وہاں پر مال وکیل پر لازم ہوگا پھر وکیل بعد میں کس پر رجوع کرلے گا؟ مؤکل پر۔ لیکن یہ وہ صورت بیان کررہے ہیں جس میں صلح بیع نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں تو اس صورت میں لَمْ يَلْزَمِ الْوَكِيلَ مَا صَالَحَهُ عَلَيْهِ تو وکیل پر لازم نہیں ہوگا وہ مال جس پر اس نے صلح کی ہے وہ بدل جس پر اس نے صلح کی ہے إِلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ مگر یہ کہ وکیل اسے کیا کردے؟ ضمان دے دے وَالْمَالُ لَازِمٌ لِلْمُوَكِّلِ اور مال کس پر لازم ہوگا؟ مؤکل پر لازم ہوگا۔

فَإِنْ صَالَحَ عَنْهُ عَلَى شَيْءٍ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَهُوَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ۔ اچھا بھئی ایک آدمی ہے آپ نے اسے نہیں کہا کہ میری طرف سے جاکر

صلح کرلو وہ ویسے ہی جاتا ہے اور جا کر آپ کی طرف سے صلح کرلیتا ہے۔ تو اس کو کیا کہیں گے؟ یہ شخص کون ہے؟ فضولی ہے۔ کیا ہے؟ فضولی ہے۔ پڑھا تھا یا نہیں آپ نے بیع کے اندر ایک آدمی دوسرے کی چیز اس کے حکم کے بغیر بیچ دیتا ہے تو یہ بیعِ فضولی کہلاتی تھی بھئی۔ تو جسے آپ نے اجازت نہیں دی وکیل نہیں بنایا اور وہ آپ کی طرف سے کوئی تصرف کرتا ہے تو یہ شخص فضولی ہے۔ تو یہاں وہ صلح کر کے آیا، فضولی صلح کرتا ہے آپ کے کہے بغیر ہی کوئی آدمی آپ کی طرف سے کیا کرتا ہے؟ صلح کرتا ہے۔ کہتے ہیں بھئی یہاں پھر چار صورتیں بنیں گی۔ کتنی صورتیں بنیں گی؟ چار صورتیں بنیں گی۔ یہ آدمی گیا اور اس کے ساتھ صلح کی کہ صلح کرلو اس مسئلے میں ایک ہزار درہم پر اور اس ہزار درہم کی ضمانت بھی دے دیتا ہے۔ کیا کرتا ہے؟ ضمانت دے دیتا ہے کہ یہ وہ شخص دے دے گا اگر نہ دیے تو کون دے گا؟ میں آپ کو دے دوں گا۔ تو یہ صلح تام ہوگئی، یہ صلح کیا ہوئی؟ تام ہوئی صحیح ہوئی کیونکہ اس نے ضمانت دے دی کہ میں دے دوں گا۔

دوسری صورت: ضمانت نہیں دیتا بلکہ کیا کہتا ہے؟ مال کی اپنی طرف نسبت کرتا ہے کہ صلح کرلو یہ جو میرا غلام ہے اس پر صلح کرلو یہ لے لو، یہ جو میری گاڑی ہے اس پر صلح کرلو۔ تو مال کی اپنی طرف نسبت کر رہا ہے کہ صلح میں کس کی طرف سے کر رہا ہوں؟ زید کی طرف سے، اور کس پر کر رہا ہوں؟ اپنے مال پر کہ یہ جو میری گاڑی ہے اس پر کیا کرلو؟ صلح کرلو۔ یا اپنی طرف نسبت نہیں کرتا بس اشارہ کر دیتا ہے کہ اس گاڑی پر کیا کرلو؟ صلح کرلو، یہ نہیں کہتا یہ جو میری گاڑی ہے اپنی طرف نسبت نہیں کی۔ تو اپنی طرف چاہے نسبت کرے یا اشارہ کر دے وہ چیز وہیں موجود ہے، تو اس صورت میں بھی صلح تام ہو جائے گی اور یہ چیز اسے دینا پڑے گی۔ کیا کرنا پڑے گی؟ دینا پڑے گی، اس صورت میں بھی فضولی کی صلح تام ہوئی۔

تیسری صورت: مال کی نہ ضمانت دیتا ہے نہ اپنی طرف نسبت کرتا ہے نہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے، مطلقاً کہا میں کیا کرتا ہوں زید کی طرف سے تم کتنے مال پر صلح کرلو؟ ہزار درہم پر صلح کرلو۔ تو ہزار درہم کی اپنی طرف نسبت کی؟ نہیں۔ اشارہ کیا؟ نہیں۔ لیکن پھر ادا کر دیتا ہے، ہزار درہم ادا کر دیتا ہے۔ نہ نسبت کی اپنی طرف نہ اشارہ کیا لیکن ادائیگی کر دی تو بھی صلح تام ہوئی، کیا ہوگئی؟ صلح تام ہوگئی۔ یہ تین صورتیں۔

چوتھی صورت: صلح تو کرتا ہے لیکن ادائیگی نہیں، صلح مطلق کی اپنے مال کی طرف نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف مال کی نسبت کی اور مال مطلق رکھا اور ادائیگی بھی نہیں کی اور ضمانت بھی نہیں دی۔ تو اس صورت میں وہ مدعیٰ علیہ جو ہے اس کی اجازت پر صلح موقوف ہے۔ یہ مدعی جس کے ساتھ تو صلح کی جا رہی ہے اور مدعیٰ علیہ اگر اس کی اجازت دے دے گا، بھئی اس نے ضمانت دی کہ میں دے دوں گا فضولی نے؟ نہیں۔ اور اس نے اس کو بھیجا تھا؟ نہیں۔ اور اس نے مال کی کوئی ادائیگی کی؟ نہیں۔ مال کی اپنی طرف کوئی نسبت کی؟ نہیں۔ تو اب مال کس کے اوپر آئے گا لازمی بات ہے؟ مدعیٰ علیہ پر آتا ہے، تو مدعیٰ علیہ نے اس کو تو بھیجا ہی نہیں تھا لہٰذا اب اس کی اجازت پر موقوف ہے: اگر وہ اجازت دے دے گا تو صلح کیا ہو جائے گی؟ تام، اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو صلح کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ دیکھیے بھئی۔

فَإِنْ صَالَحَ عَنْهُ عَلَى شَيْءٍ بِغَيْرِ أَمْرِهِ پس اگر صلح کی اس مدعیٰ علیہ کی طرف سے کسی چیز پر اس کے حکم کے بغیر فَهُوَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ تو یہ کتنی صورت پر ہے؟ یہ چار قسم پر ہے: إِنْ صَالَحَ بِمَالٍ وَضَمِنَهُ تَمَّ الصُّلْحُ اگر صلح کرلی مال پر وَضَمِنَهُ اور اس مال کا ضامن بھی ہو گیا تَمَّ الصُّلْحُ تو صلح تام ہوئی بھئی یہ فضولی ہی ضامن بن گیا اس کا۔ وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ صَالَحْتُكَ عَلَى أَلْفِي هٰذِهِ أَوْ عَلَى عَبْدِي هٰذَا اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں تم سے صلح کرتا ہوں عَلَى أَلْفِي هٰذِهِ کس مال پر؟ یہ جو ایک ہزار میرا ہے أَوْ عَلَى عَبْدِي هٰذَا یا یہ جو میرا غلام ہے تَمَّ الصُّلْحُ تو اب بھی کیا ہوئی صلح؟ تام، کیونکہ صلح کی نسبت اپنے مال کی طرف کی ہے تو اب یہ دینا پڑے گا مدعیٰ علیہ پر کچھ بھی نہیں آیا وَلَزِمَهُ تَسْلِيمُهَا إِلَيْهِ اور اس پر لازم ہے اس کو سپرد کرنا۔ وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ صَالَحْتُكَ عَلَى أَلْفٍ وَسَلَّمَهَا إِلَيْهِ اور اسی طرح اگر اس نے یہ کہا کہ میں تجھ سے صلح کرتا ہوں ایک ہزار پر، مطلق رکھا یعنی اپنی طرف نسبت بھی نہیں کی اور اشارہ بھی نہیں کیا وَسَلَّمَهَا إِلَيْهِ اور وہ ہزار کیا کیے اس کے سپرد کر دیے تو یہ مسئلہ بھی وَكَذٰلِكَ کہا اسی طرح ہے یعنی اس میں بھی صلح درست ہوگئی تام ہوگئی۔ وَإِنْ قَالَ صَالَحْتُكَ عَلَى أَلْفٍ وَلَمْ يُسَلِّمْهَا إِلَيْهِ اور اگر اس نے کہا میں تجھ سے صلح کرتا ہوں ایک ہزار پر اور حال یہ ہے کہ اس نے وہ ایک ہزار اس کے حوالے نہیں کیے فَالْعَقْدُ مَوْقُوفٌ تو اب عقد موقوف ہے: فَإِنْ أَجَازَهُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ جَازَ اگر اس کی اجازت دے دی مدعیٰ علیہ نے تو جائز ہے وَلَزِمَهُ الْأَلْفُ اور پھر جب اجازت دے دے گا تو مدعیٰ علیہ پر کیا لازم ہو جائے گا؟ ایک ہزار لازم ہو جائے گا، وَإِنْ لَمْ يُجِزْهُ بَطَلَ اور اگر اس نے اس کی اجازت نہ دی بَطَلَ تو اس صورت میں عقد کیا ہو جائے گا؟ باطل۔ وَإِنْ لَمْ يُجِزْهُ بَطَلَ اور اگر اس نے اس کی اجازت نہ دی تو عقد باطل ہو جائے گا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۰۱: کتاب الصلح (۳): دینِ مشترک میں ایک شریک کی صلح یا قبضہ پر دوسرے شریک کے اختیارات اور ابراء عن الدعویٰ والحق

مختصر القدوری صفحہ: ۱۱۶—بتاریخ: ۴ مارچ ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالَحَ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيبِهِ عَلَى ثَوْبٍ فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ:إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ بِنِصْفِهِ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبْعَ الدَّيْنِ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

صورتِ مسئلہ یہ ہے: دو آدمیوں کا دینِ مشترک تھا بھئی، دینِ مشترک۔ مثلاً بھئی میں نے اور زید نے مل کر ایک مشترکہ چیز عمرو کے ہاتھ فروخت کر دی۔ مثلاً گاڑی تھی میری اور زید کی مشترکہ، وہ ہم نے عمرو کو چار لاکھ روپے میں مثلاً فروخت کر دی۔ اب وہ جو عمرو پر چار لاکھ روپے دین ہے وہ میرے اور زید کے درمیان مشترک ہے بھئی، نصف اس کا ہے اور نصف میرا ہے۔ اور اس میں یاد رکھنا دینِ مشترک کے اندر کہ وہ جو مدیون ہے جو بھی ادائیگی کرے گا وہ مشترکہ ہو گی، اس دین کی ایک ایک پائی بھی وصول ہو گی تو ہر ہر روپے کے اندر میں اور زید شریک ہوں گے۔ مثلاً چار لاکھ دین ہے اس نے سو روپیہ دے دیا، تو اب یہ سو وہ زید کو نہیں دے سکتا کہ تمہارے حصے کے دے رہا ہوں، بلکہ جو کچھ وصول ہو گا وہ کیسا ہو گا؟ مشترک ہو گا، تو جو سو روپیہ وصول ہوا وہ میرا اور زید کا مشترکہ ہو گا اس کو ہم آپس میں تقسیم کریں گے: پچاس زید لے لے گا اور پچاس میں لے لوں گا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو وہ یہ نہیں کر سکتا کہ زید کو سو روپیہ دے دے کہ یہ آپ کے حصے میں سے میں سو دے رہا ہوں، اس لیے کہ ضابطہ ہے کہ دین کی تقسیم قبل القبض جائز نہیں بھئی۔ دین کی تقسیم قبل القبض جائز نہیں، اہم ضابطہ ہے یاد رکھنا ہمیشہ بھئی۔

اگر وہ سو روپیہ زید کو دیتا ہے کہ یہ آپ کا حصہ ہے تو یہ تو مولانا وہ دین کی تقسیم کر دی اس نے پہلے سے ہی، اور ابھی اس ادائیگی سے پہلے ہی اس نے کیا کر دی دین کی؟ تقسیم کر دی۔ سمجھ میں آیا؟ اور دین کی تقسیم قبل القبض جائز نہیں۔ ہاں جب وصول ہو گیا، سو روپیہ وصول ہوا اس سو پر ایک شریک نے کیا کر لیا؟ قبضہ کر لیا، اب دین کی تقسیم کرو اور اب تو یہ مشترک ہے لہٰذا آدھا ایک کا ہو گا آدھا دوسرے کا ہو گا۔ تو قبل القبض دین کی تقسیم درست نہیں ہے بھئی۔ تو اسی لیے میں نے کہا اس دین کی ایک پائی بھی وصول ہوتی ہے تو زید نہیں کہہ سکتا یہ میرے حصے میں سے ہے یا میں نہیں کہہ سکتا یہ میرے حصے میں سے ہے، بلکہ وہ ہم دونوں کے درمیان کیا ہو گی؟ مشترک۔ جتنے حصے پر قبضہ کیا ہے اب قبضے کے بعد تقسیم کریں گے اور جب قبضے کے بعد تقسیم کر رہے ہیں تو اس میں تو زید بھی شریک ہے تو آدھا حصہ اس کو دینا پڑے گا اور آدھا میں رکھ لوں گا بھئی۔ ضابطہ سمجھ میں آ گیا؟

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «شَاءَ اتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ بِنِصْفِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «شاء اتبع عليه الدين بنصفه» منقول ہے۔

اب بھئی دو شریکوں کا دینِ مشترک تھا، مثال میں نے ذکر کر دی میں نے اور زید نے گاڑی بیچی چار لاکھ روپے میں۔ اب مدیون سے زید نے اپنے حصے پر صلح کر لی۔ کیا کر لی؟ اپنے حصے پر صلح کر لی۔ دین میں زید کا کتنا حصہ تھا؟ نصف یعنی دو لاکھ روپے۔ تو زید اس سے اپنے حصے کے بھئی دین میں نصف حصہ میرا ہے میرے حصے پر آپ میرے ساتھ صلح کر لیجیے کوئی چیز دے دیجیے بھئی، صلح کے طور پر کوئی چیز اس سے لے لیتا ہے مثلاً کتاب میں جیسے ذکر کریں گے کپڑا لے لیتا ہے صلح کی ہے۔ اب یہاں پر دوسرے شریک کو اختیار ہے۔ زید نے تو نصف میں کیا وصول کر لیا؟ کپڑا، لیکن جو بھی چیز وصول ہوئی ہے اس کے اندر تو دونوں کیا ہوتے ہیں؟ شریک۔ تو لہٰذا اب دوسرے شریک کو یعنی مجھے اختیار ہو گا: چاہے تو میں اس اصل مدیون کے پیچھے پڑ جاؤں کہ بھئی بقیہ دین بھی اب ادا کرو۔ بقیہ دین بھی کیا کرو؟ ادا کرو۔ تو مثلاً نصف میں تو صلح ہوئی ہے نصف باقی ہے وہ بقیہ دین دوسرا شریک پیچھے پڑ جائے گا وصول کر لے گا، یہ بھی وہ کر سکتا ہے۔ اور چاہے تو اپنے شریک پر رجوع کرے اور اس کے ساتھ نصف کپڑے میں شریک ہو جائے، کیونکہ یہ کپڑا کتنے حصے میں آیا ہے؟ نصف میں بھئی، اور اس نصف میں سے نصف کس کا حصہ تھا؟ دوسرے ساتھی کا حصہ تھا، تو وہ رجوع کر سکتا ہے اس کپڑے میں کیا ہو سکتا ہے اس کے ساتھ؟ شریک ہو سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ کپڑا دو لاکھ دین کے بدلے اس نے صلح کی ہے اور اس دو لاکھ میں سے تو ایک لاکھ میرا بھی حصہ ہے کیونکہ سارا دین کیا ہے مشترک ہے، تو لہٰذا میں چاہوں تو مجھے اختیار ہے: اصل مدیون کے پیچھے پڑ جاتا ہوں لاؤ بھئی بقیہ دین بھی اب ادا کرو آدھے پر تو آپ نے صلح کر لی ہے اب بقیہ آدھا بھی کیا کر دو ادا کر دو، اور میں چاہوں تو اپنے اس شریک پر رجوع کر لوں کہ لاؤ اب آدھا کپڑا مجھے دے دو۔

ہاں ایک صورت میں میں اس سے کپڑا اب نہیں لے سکتا وہ یہ کہ وہ مجھے ضمان دے دے دین کے چوتھے حصے کا۔ کتنے حصے کا؟ دین کے چوتھے حصے کا وہ مجھے ضمان دے دیتا ہے کہ میں ضامن ہوں۔ بھئی اس شریک پر کتنا دین رہ گیا؟ نصف، اس نصف کا نصف کا یعنی چوتھے حصے کا۔ وہ جو نصف رہا اس میں سے نصف کا یعنی چوتھے حصے کا یہ مجھے ضمان دے دیتا ہے کہ میں ضامن ہوں وہ ادائیگی کرے گا، اگر اس نے ادائیگی نہ کی تو کیا کر لینا مجھ سے آ کر وصول کر لینا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ایک شریک نے اپنے حصے پر صلح کی ہے دوسرے کو کیا اختیار ہے؟ چاہے تو اصل مدیون کے پیچھے پڑ جائے اور اس سے بقیہ دین وصول کر لے اور چاہے تو اس شریک پر رجوع کرے اور اس سے نصف کپڑا لے لے، مگر ایک صورت میں نصف کپڑا نہیں لے سکتا جب کہ وہ کیا کرے اسے ربعِ دین کا کیا کرے ضمان دے دے۔ بھئی یہ کپڑا جو اس نے وصول کیا یہ کتنے دین کے بدلے ہے؟ نصفِ دین کے بدلے، اور اس نصفِ دین کے اندر تو نصف میرا بھی تھا تو نصف کا نصف کتنا ہو گیا کل کا؟ ربع چوتھا حصہ ہو گیا، تو یہ چوتھا حصہ اس پر آنا چاہیے تھا اس نے مجھے اس کا ضمان دے دیا بھئی کہ میں ضامن ہوں تمہارا چوتھا حصہ وصول کروانے کا اگر نہ دیے تو میں ادا کروں گا۔ اب اس صورت میں چونکہ اس نے مجھے ضمان دے دیا ہے ربعِ دین کا تو اب میں اس سے کپڑا نہیں لے سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ اور جب دین دو شریکوں کے بیچ تھا فَصَالَحَ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيبِهِ عَلَى ثَوْبٍ پس صلح کر لی دونوں میں سے ایک نے اپنے حصے میں عَلَى ثَوْبٍ کپڑے پر فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ تو اس کے شریک کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ بِنِصْفِهِ چاہے تو وہ پیچھا کرے اس شخص کا جس پر دین ہے بِنِصْفِهِ کتنے کے ساتھ؟ اپنے نصف حصے کے ساتھ بھئی، اپنے نصف حصے کے ساتھ اس پر رجوع کرے کہ بقیہ دین دے دو وہ سارا کس کا حصہ ہو جائے گا پھر؟ اس کا حصہ ہو جائے گا بھئی۔ تو إِنْ شَاءَ اگر چاہے تو اتَّبَعَ الَّذِي تو یہ پیچھا کرے اس شخص کا عَلَيْهِ الدَّيْنُ جس پر دین تھا بِنِصْفِهِ اپنے نصف کے ساتھ۔ پہلے نے تو اپنے نصف کے بدلے کیا لے لیا؟ کپڑا، اور دوسرا اس کا پیچھا کر سکتا ہے اپنے نصف کے ساتھ۔ وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ اور چاہے تو یہ شریک کیا کر لے؟ نصف کپڑا لے لے اپنے شریک سے إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبْعَ الدَّيْنِ مگر یہ کہ ضامن ہو جائے اس کے لیے اس کا شریک ربعِ دین کا چوتھے حصے کا، تو اب اس کا کپڑے میں کوئی حق نہیں رہے گا۔

وَلَوِ اسْتَوْفَى نِصْفَ نَصِيبِهِ مِنَ الدَّيْنِ كَانَ لِشَرِيكِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِيمَا قَبَضَ ثُمَّ يَرْجِعَانِ عَلَى الْغَرِيمِ بِالْبَاقِي۔ یہ تو ایک صورت تھی مولانا اب یہی مسئلہ دو تین صورتیں ذکر کریں گے۔ ایک شریک نے کیا کیا پہلی صورت میں؟ اپنے نصف پر صلح کر لی۔ دوسری صورت: ایک شریک نے اپنا نصف وصول کر لیا۔ وہ جو مدیون تھا اس نے دو لاکھ روپے زید کو دیے کہ یہ لو یہ آپ کا حصہ ہو گیا آپ کا اور میرا حساب ختم ہوا اب صرف کس کا دوسرے شریک کا حصہ باقی ہے یہ آپ کے دو لاکھ ہو گئے۔ لیکن میں نے بتایا یہ تو تقسیمُ الدین ہے قبل القبض، اور تقسیمُ الدین قبل القبض درست نہیں۔ لہٰذا جو بھی پیسے وصول ہوں گے وہ جو مرضی کہتا رہے یہ مشترکہ ہوں گے، تو یہ جو دو لاکھ وصول ہوئے زید کو یہ کیا ہیں دونوں کے درمیان؟ مشترک ہیں۔ لہٰذا اس دوسرے شریک کو اختیار ہے وہ چاہے تو کیا کرے جا کر اس سے نصف حصہ لے سکتا ہے کہ لاؤ بھئی دو لاکھ وصول ہوئے ہیں اور یہ دین مشترک ہے ایک لاکھ اس میں سے میرا ایک لاکھ آپ کا۔ چنانچہ میں گیا اس کے پاس میں نے اس سے ایک لاکھ روپیہ لے لیا زید سے۔ اب زید سے جب ایک لاکھ لے لیا تو کل تھا دین

چار لاکھ، چار میں سے اب تک کتنا وصول ہو چکا؟ دو لاکھ، اور دو لاکھ میں سے ایک لاکھ کس نے لیا؟ زید نے اور ایک لاکھ میں نے، تو میرا ابھی ابھی ایک لاکھ باقی ہے زید کا بھی ایک لاکھ باقی ہے تو ہم دونوں جائیں گے اب پھر مدیون پر رجوع کریں گے کہ لاؤ بھئی ہمارا باقی حصہ بھی دے دو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اب وہ مدیون جو ہے وہ زید کو نہیں کہہ سکتا بھئی تمہیں تو تمہارا حصہ میں نے دے دیا تھا اب تمہیں میرے اوپر رجوع کرنے کا حق نہیں صرف اس کا اور میرا مسئلہ باقی ہے، نہیں وہ یہ نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ یہ جو دین وصول ہوا تھا یہ کس قسم کا تھا؟ مشترک تھا اور اس نے اگر صرف زید کا حصہ مانا جائے تو اس صورت میں یہ تقسیمُ الدین قبل القبض لازم آتی ہے اور دین کی تقسیم قبضے سے پہلے درست نہیں، جب وصول ہو جائے قبضہ ہو جائے اب تقسیم کریں گے اس سے پہلے نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَلَوِ اسْتَوْفَى نِصْفَ نَصِيبِهِ مِنَ الدَّيْنِ اور اگر ایک شریک نے وصول کر لیا اپنے حصے میں سے نصف حصہ مِنَ الدَّيْنِ دین میں سے كَانَ لِشَرِيكِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِيمَا قَبَضَ تو اس کے شریک کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے ساتھ شریک ہو جائے فِيمَا قَبَضَ اس حصے کے اندر جس پر اس نے قبضہ کیا ہے ثُمَّ يَرْجِعَانِ عَلَى الْغَرِيمِ بِالْبَاقِي پھر دونوں رجوع کریں گے مقروض پر باقی کے ساتھ۔ دونوں رجوع کس پر کریں گے؟ دیکھا دونوں رجوع کریں گے، اگرچہ وصول اس نے اپنا نصف کر لیا تھا لیکن وہ اس کا تھا ہی نہیں وہ تو کیا تھا؟ دینِ مشترک۔ لہٰذا اب مدیون یعنی غریم یہ نہیں کہہ سکتا کہ تمہارا حصہ تو میں ادا کر چکا ہوں بھئی۔ تو کہتے ہیں پھر دونوں رجوع کریں گے عَلَى الْغَرِيمِ مقروض پر بِالْبَاقِي باقی دین کے ساتھ۔

وَلَوِ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِنَصِيبِهِ مِنَ الدَّيْنِ سِلْعَةً كَانَ لِشَرِيكِهِ أَنْ يُضَمِّنَهُ رُبْعَ الدَّيْنِ۔ تیسری صورت بھئی: پہلی صورت کیا تھی؟ ایک شریک نے اپنے حصے پر صلح کر لی تھی۔ دوسری صورت کیا تھی؟ ایک شریک نے اپنا نصف کیا کیا تھا؟ وصول کیا تھا۔ تیسری صورت بھئی: ایک شریک اپنے نصف کے بدلے کوئی چیز اس سے خرید لیتا ہے۔ کیا کر لیتا ہے؟ کوئی چیز اس سے خرید لیتا ہے مثلاً کپڑا ہی خرید لیا اس سے۔ پہلے تھی صلح اور اب ہے اس کا عوض لے رہا ہے یعنی بیع کر رہا ہے باقاعدہ اس سے کہ اس کے بدلے مجھے کپڑا بیچ دو نصف دین میرا تھا اس کے بدلے مجھے کپڑا بیچ دو۔ تو اب یاد رکھیے دوسرا شریک اس کو کیا کرے گا؟ ربعِ دین کا ضامن بنا سکتا ہے۔ دوسرا شریک اسے کیا کر سکتا ہے؟ ربعِ دین کا ضامن بنا سکتا ہے۔ پہلی صورت یاد ہے وہ کپڑے والی؟ اس میں یہ نہیں تھا کہ ضامن بنا سکتا ہے، وہاں پر تھا کہ وہ نصف کپڑا لے سکتا ہے اس سے، اگر وہ خود ضمان دے دے تو پھر کیا ہے ضمان ٹھیک ہو جائے گا ربعِ دین کا ضمان دے دے گا پھر اس سے کپڑا نہیں لے سکتا، لیکن یہاں پر شریک کیا کر سکتا ہے؟ اسے خود ضامن بنا سکتا ہے۔ وہاں پہ خود ضامن نہیں بنا سکتا تھا وہ اپنی مرضی سے بننا چاہتا ہے تو بن جائے الگ بات ہے یہ اس کو ضامن نہیں بنا سکتا، اور یہاں اگر بیع کی ہے اس کے بدلے کوئی چیز خرید لی ہے تو اب شریک کیا کر سکتا ہے اسے ربعِ دین کا ضامن بنا سکتا ہے۔[۲]

بھئی یہ کیا وجہ ہے دونوں میں فرق کیوں ہے؟ صلح کے مسئلے میں آپ نے کہا تھا اگر وہ اپنی مرضی سے ضمان دے دے اور بیع کے مسئلے میں آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ دوسرا کیا کر سکتا ہے اس کو جبراً بھی ضامن بنا سکتا ہے، وجہ فرق کی کیا ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ وہاں صلح ہوئی تھی یہاں بیع ہے۔ صلح عموماً کمی پر ہی کی جاتی ہے بھئی اور بیع کے اندر عموماً برابری ہی ہوتی ہے، بیع کی بنیاد تنگی پر ہے بھئی بیع میں انسان تنگی بخل کرتا ہے اپنے ساتھی کے اوپر بھی کوئی چیز بیچتا ہے تو کوشش یہ ہوتی ہے میرا اگر فائدہ نہیں تو کم از کم نقصان بھی نہ ہو۔ اور صلح تو اس کی تو بنیاد ہی کس پر ہے؟ کچھ کیا کر رہا ہے؟ کمی کر رہا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہاں پر اس نے صلح کی تھی اور صلح کس پر ہوئی؟ کم پر ہی ہوئی ہو گی صلح کی تو بنیاد ہی کس پر ہے کمی پر، تو لازمی بات ہے دو لاکھ کے بدلے اس نے دو لاکھ کا کپڑا نہیں لیا ہو گا، کتنے کا لے لیا ہو گا؟ ڈیڑھ لاکھ کا مثلاً بس کچھ کم ہی ہو گا، تو ڈیڑھ لاکھ کا مثلاً اس نے کپڑا لے لیا اس سے۔ اب اگر ہم کپڑا اس نے جو وصول کیا اس کی کتنی قیمت ہے؟ ڈیڑھ لاکھ۔ تو دو لاکھ کے بدلے اس نے ڈیڑھ لاکھ والا کپڑا لے لیا تھا صلح کر لی تھی اب ہم اسے ضامن نہیں بنا سکتے چوتھائی دین کا، کیونکہ چوتھائی دین کتنا ہے؟ جو اس نے کپڑا جو چیز وصول کرتا ہے اس نے کیا وصول کیا یوں سمجھو؟ نصفِ دین گویا وصول کر لیا۔ جب نصفِ دین وصول کر لیا تو نصف میں نصف تو میرا ابھی ہے اور نصف کا نصف یہ کتنا بنا؟ ربع چوتھا حصہ، تو اب میں اسے چوتھے حصے کا ضامن نہیں بنا سکتا۔ کیوں نہیں بنا سکتا؟ کیونکہ چوتھا حصہ کیا بنتا ہے چار لاکھ میں سے؟ ایک لاکھ حصہ بن گیا، تو اب میں اس کو ضامن بنا دوں بھئی آپ ضامن بن جاؤ ایک لاکھ کے بھئی اگر اس نے نہ دیے تو آپ دیں گے، تو اس میں تو اس بیچارے کا ضرر ہے اس نے تو کپڑا کتنے کا لیا ہے؟ ڈیڑھ لاکھ کا، اور ڈیڑھ لاکھ میں سے اگر میں آدھا کپڑا لوں تو وہ کتنے کا بنتا ہے؟ پچھتر ہزار کا بنتا ہے، تو میرا حصہ تو اس میں پچھتر ہزار کا بنتا ہے اور میں اس کو ضامن کتنے کا بنا رہا ہوں؟ ایک لاکھ، تو اس کا نقصان ہو گا یا نہیں ہو گا بھئی؟ اس کا تو نقصان ہو گیا بھئی،

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۲):** بڑا نسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَوِ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِنَصِيبِهِ مِنَ الدَّيْنِ سِلْعَةً كَانَ لِشَرِيكِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولو اشترى أحدهما نصيبه من الدين سلعة كان لشريكه» منقول ہے۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہٰذا وہاں پر اس کو چونکہ ضرر لازم آتا تھا وہاں اس کو زبردستی اور جبراً ضامن نہیں بنایا جاسکتا، وہ کہہ سکتا ہے بھئی میں ضامن نہیں بنتا بھئی بلکہ کیا کرو یہ کپڑا میں نے وصول کیا لو نصف تم لے جاؤ اس میں سے، اور نصف جب میں لوں گا تو وہ تو کتنے ہزار کا ہے؟ وہ تو بچھتر ہزار کا ہے، تو نصف کپڑا میں لے سکتا ہوں ربعِ دین یعنی پورے لاکھ کا اسے ضامن نہیں بنا سکتا۔

جبکہ اب جو صورت ہم پڑھ رہے ہیں وہ بیع والی صورت ہے اور بیع کے اندر کیا ہوتی ہے؟ تنگی اور بخل ہوتا ہے انسان کیا کرتا ہے برابر ہی میں معاملہ کرتا ہے کمی کا معاملہ نہیں کرتا، تو لہٰذا اب بیع کی صورت میں اس نے میرے گویا کہ نصفِ دین پر قبضہ کر لیا۔ جب نصفِ دین پر قبضہ کیا میرا تو اس نے کل بیع کتنے پر کی ہے؟ چار لاکھ کل دین تھا اس نے کتنے میں بیع کر لی؟ اپنے حصے میں، تو اپنے حصے میں کتنا بنتا تھا اس کا؟ دو لاکھ، پھر دو لاکھ میں سے نصف وہ تو میرا ہے تو دو لاکھ میں سے نصف وہ کتنا بنا؟ ایک، تو ایک لاکھ کا اس کو ضامن بنا دیں گے۔ اس نے میرے دین پر قبضہ کیسے کیا؟ دیکھو قبضہ اس طرح کیا اس نے: اس نے اس سے دو لاکھ کا کپڑا خرید لیا۔ جب دو لاکھ کا کپڑا خرید اتو اس پر دو لاکھ دین ہو گیا، میرے شریک پر کیا ہو گیا؟ دو لاکھ دین۔ اور اس کے اوپر پہلے سے ہی کتنا دین ہے؟ چار لاکھ۔ مدیون پر کتنا دین ہے؟ چار لاکھ۔ اس نے کتنے کا کپڑا اس سے لیا ہے؟ دو لاکھ۔ جب دو لاکھ کا کپڑا لیا تو اس پر ثمن آ گئے یا نہیں آ گئے کپڑے کے؟ آ گئے، تو دو لاکھ اس پر ثمن آ گئے۔ تو مدیون نے اس کا دینا ہے دو لاکھ اور اس نے مدیون کا کتنا دینا ہے؟ دو لاکھ، تو اس نے کہا بھئی یہ دین اس دین کے بدلے ہو گیا۔ تو اپنا دین اس نے چکا دیا اس دو لاکھ کے ذریعے جو مالِ مشترک میں سے تھا، اور مالِ مشترک میں جب دو لاکھ کے ذریعے اس نے حساب چکایا تو دو لاکھ میں سے تو نصف کس کا حصہ تھا؟ میرا حصہ، اور وہ کتنا بنتا ہے نصف کا نصف؟ ایک لاکھ یعنی چوتھا حصہ۔ تو گویا اس نے میرے نصفِ دین پر کیا کر لیا ہے؟ قبضہ کر لیا ہے اور وہ کتنا بنتا ہے؟ ایک لاکھ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

یہ معنی ہے: وَلَوِ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِنَصِيبِهِ مِنَ الدَّيْنِ سِلْعَةً اور اگر خرید لیا دونوں میں سے کسی ایک نے دین میں سے اپنے حصے کے بدلے میں سِلْعَةً کیا خرید لیا؟ سامان خرید لیا كَانَ لِشَرِيكِهِ أَنْ يُضَمِّنَهُ رُبْعَ الدَّيْنِ تو اس کے شریک کے لیے جائز ہے کہ اس کو ضامن بنا دے چوتھائی دین کا۔ تو کپڑے کے حصے میں اگر ہم اسے چوتھائی حصے کا ضامن بناتے تھے تو اس بیچارے کا نقصان تھا کیونکہ اس نے تو صلح کم میں کی تھی، اور بیع کے مسئلے میں ہم اسے ضامن بناتے ہیں تو اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ اس نے برابر کے بدلے بیع کی ہو گی اور جب ایک دین کو دوسرے دین کا بدلہ دے کر اس نے حساب چکایا تو گویا کہ اس نے میرے نصفِ دین پر کیا کر لیا قبضہ کر لیا تو اب اس کو ضامن بھی اس کا بنا دیں گے۔

وَإِذَا كَانَ السَّلَمُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالَحَ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيبِهِ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى يَجُوزُ الصُّلْحُ. صورتِ مسئلہ یہ ہے: بھئی آپ نے بیعِ سلم پڑھی تھی۔ بیعِ سلم میں کیا ہوتا تھا؟ ثمن کی ادائیگی آج ہوتی ہے اور مبیعہ مثلاً ایک ماہ بعد دو ماہ بعد چھ ماہ بعد مبیعہ ملے گا بھئی۔ اور اس میں آپ نے پڑھا تھا کہ جو پیسے دیے جاتے ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟ راس المال۔ اور جو مبیعہ ملے گا اس کو کیا کہیں گے؟ مسلم فیہ۔ اور جو پیسے دے رہا ہے اس کو کیا کہیں گے؟ رب السلم۔ اور جس کو پیسے دیے گئے وہ ہے مسلم الیہ۔ جو پیسے دیے گئے وہ پیسے کیا کہلاتے ہیں؟ راس المال۔ جو مبیعہ ملے گا وہ کیا کہلاتا ہے؟ مسلم فیہ۔ اچھا اور جس نے پیسے دیے وہ کیا کہلاتا ہے؟ رب السلم۔ اور جس سے وصولی ہو گی اس مبیعے کی وہ کیا ہے؟ مسلم الیہ۔ اب یاد رکھنا بیعِ سلم کے اندر حدیث میں آتا ہے کہ بیعِ سلم کے اندر جو رب السلم ہے وہ صرف دو ہی چیزیں وصول کر سکتا ہے: یا تو اپنا راس المال واپس لے لے یا پھر اس مبیعے پر لے لے، تیسری صورت جائز نہیں ہے یہاں پر۔ کسی اور چیز پر صلح وغیرہ کرنا صحیح نہیں۔ یا تو وہی راس المال واپس لے سکتا ہے یا وہ جو مبیعہ تھا وہ لے لے گا جب وقت آ جائے گا، ان دو کے علاوہ کوئی تیسری صورت یہاں جائز نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی باقی بیوع میں تو دین کے بدلے کوئی اور چیز لے لی، اس نے ابھی دین کے بدلے کیا لیا تھا؟ کپڑا لیا تھا یا نہیں لیا تھا؟ لیکن یہاں پر ایسا نہیں کر سکتا، اس نے پیسے جب ادا کر دیے ہیں تو اب صلح کرنا چاہتا ہے تو صلح انہی پیسوں پر کر سکتا ہے کسی تیسری چیز پر نہیں کر سکتا۔

لہٰذا اب صورتِ مسئلہ یہ ہے: میں اور زید گئے اور ایک آدمی سے عقدِ سلم کیا کہ ہمیں سو درہم کی گندم دے دینا چھ مہینے کے بعد۔ میں نے اور زید نے کیا کیا؟ سو درہم پر عقد کر لیا عقدِ سلم، اور پھر وہیں مجلس کے اندر زید نے بھی اپنے حصے کی ادائیگی کر دی پچاس درہم نکالے اس نے حوالے کر دیے، میں نے بھی پچاس درہم نکالے اور اس مسلم الیہ کے حوالے کر دیے۔ تو اب سو درہم کی اس نے گندم دینی ہے اور یہ عقدِ سلم میرے اور زید کے درمیان مشترکہ ہے ایک ہی عقد ہوا ہے سو درہم کا اکٹھا، اور اس میں سے نصف حصہ اس کا ہے نصف حصہ میرا۔ اور یہاں اب آپ جانتے ہیں کہ وہی سو درہم ہم واپس لے سکتے ہیں یا وہ اس کے بدلے جو گندم ملے گی وہ لے سکتے ہیں تیسری کوئی صورت نہیں۔ اب ہم دونوں میں سے کیا کرتا ہے کوئی ایک شریک اپنے حصے پر صلح کر لیتا ہے اسی راس

المال پر۔ کیا کر لیتا ہے؟ زید اس کے پاس چلا گیا اور مسلم الیہ سے کہا کہ بھئی مجھے پیسوں کی ضرورت ہے آپ میرے ساتھ صلح کر لیں، اور صلح صرف یہاں کس پر ہو سکتی ہے؟ راس المال پر ہی ہو سکتی ہے تو اس سے اپنے حصے کا راس المال لے لیتا ہے پچاس درہم بھئی، وہ راضی ہو گیا اس کو پچاس درہم دے دیے۔ کہتے ہیں یہ صلح جائز نہیں ہے۔ یہ صلح جائز نہیں ہے طرفین رحمہا اللہ کے نزدیک۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ صلح جائز ہے کیونکہ اس نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے، یہ پچاس درہم کس کا حق تھا؟ زید ہی کا حق تھا اس نے اسی میں تصرف کیا اس پر صلح کر لی صلح جائز ہے۔ طرفین فرماتے ہیں یہ صلح جائز ہی نہیں۔

بھئی کیوں نہیں جائز؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ جو صلح کر رہا ہے کس کے اندر کر رہا ہے؟ دینِ مشترک میں۔ وہ گندم جو اس سے ملے گی وہ مشترک ہے یا نہیں ہم دونوں پر؟ مشترک ہے بھئی جو بھی ملے گی، تو یہاں دینِ مشترک پر صلح کر رہا ہے بیعِ سلم کے اندر۔ اب یہ جو اس نے پچاس درہم وصول کیے اس کو یا تو اسی کا حصہ قرار دیں گے یا دونوں کا، دو ہی صورتیں ہیں نا؟ صرف اس کا حصہ قرار نہیں دے سکتے کیونکہ اس صورت میں تو تقسیمِ دین قبل القبض کی خرابی لازم آتی ہے کہ اس نے پچاس درہم دین میں سے الگ کر کے اس کو دے دیے کہ یہ لو یہ تمہارا حصہ ہے، تو یہ تو قبضے سے پہلے اس نے کیا کر دی دین کی؟ تقسیم، اور قبضے سے پہلے دین کی تقسیم جائز ہے؟ وصولی سے پہلے جائز ہے؟ نہیں۔ اور وہ تو وصولی سے پہلے پچاس درہم الگ کر کے کہ یہ لو یہ تمہارا حصہ، بھئی پہلے سے کہاں سے ابھی قبضہ ہوا ہے؟ نہیں۔ ہاں جب ادائیگی ہو جاتی ہے پھر اس کے بعد کیا کی جاتی ہے تقسیم، تو دین میں قبل القبض تقسیم جائز نہیں۔ تو اب یہ جو اس نے پیسے وصول کیے اسے صرف اسی ایک کا حصہ اگر قرار دیں تو یہ جائز نہیں کیونکہ کیا خرابی لازم آتی ہے؟ تقسیمُ الدین قبل القبض۔ اور اگر دونوں کا حصہ قرار دیں کہ میرا بھی ہے یہ اور زید کا بھی ہے تو دوسرے نے تو اجازت ہی نہیں دی۔ تو اگر ایک کا حصہ قرار دیں تو کیا خرابی لازم آتی ہے؟ تقسیمُ الدین قبل القبض لہٰذا جائز نہیں۔ دونوں کا حصہ قرار دیں تو دوسرے نے تو اجازت ہی نہیں دی لہٰذا اس لیے یہ سرے سے جائز ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ السَّلَمُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ، سلم سے مراد یہاں مسلم فیہ ہے بھئی سمجھ میں آیا بھئی؟ جب مسلم فیہ یعنی وہ مبیع بَيْنَ شَرِيكَيْنِ مشترک تھا کس کے درمیان؟ دو شریکوں کے درمیان فَصَالَحَ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيبِهِ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ پس صلح کر لی دونوں میں سے ایک نے اپنے حصے سے عَلَى رَأْسِ الْمَالِ کس پر صلح کی؟ راس المال پر، کیونکہ راس المال کے علاوہ پر تو صلح جائز ہی نہیں، تو اپنے راس المال پر صلح کر لی لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى تو یہ جائز نہیں ہے طرفین رحمہا اللہ کے نزدیک وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى يَجُوزُ الصُّلْحُ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلح جائز ہے۔ بات سمجھ میں آ گئی سب کو بھئی؟

وَإِذَا كَانَتِ التَّرِكَةُ بَيْنَ وَرَثَةٍ فَأَخْرَجُوا أَحَدَهُمْ مِنْهَا بِمَالٍ أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ وَالتَّرِكَةُ عَقَارٌ أَوْ عُرُوضٌ جَازَ قَلِيلًا كَانَ مَا أَعْطَوْهُ أَوْ كَثِيرًا۔ یہاں سے تخارج کے مسائل شروع ہو رہے ہیں، تخارج۔ تخارج اس کو کہتے ہیں بھئی ورثے کے اندر کئی آدمی شریک ہیں وہ ایک سے صلح کر لیتے ہیں کچھ مال دے کر اس کو الگ کر دیتے ہیں باقی ترکے سے، اس کو کہتے ہیں تخارج بھئی۔ ایک کو کیا کر دیتے ہیں؟ صلح کے ذریعے اس کو کچھ مال دے کر راضی کر کے باقی ترکے سے الگ کر دیتے ہیں کہ اب باقی ترکے میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اس کو کیا کہتے ہیں؟ تخارج۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ دیکھو مثلاً بھئی ایک آدمی کے چار بیٹے تھے، باپ کا انتقال ہوا جو مال آیا اب وہ چاہے گھر ہوں گے زمین ہو گی پلاٹ ہوں گے اور سونا چاندی کا جو کچھ ہے سارا کیا ہے ان چاروں میں تقسیم ہونا ہے، لیکن یہ چاروں کیا کر لیتے ہیں اپنے ایک بھائی کو کہتے ہیں آپ اتنا مال لے لیں ہمارے ساتھ صلح کر لیں اور باقی ساری چیزوں میں جو حصہ ہے وہ چھوڑ دیں۔ باقی چیزوں میں اپنا حصہ کیا کر لیں؟ چھوڑ دیں۔ یا وہ ایک بھائی کہتا ہے بھئی مجھے اتنے پیسے دے دو میں اپنا باقی سارا کچھ کیا کرتا ہوں صلح کر لو چھوڑ دیتا ہوں بھئی، زمین بیچیں گے پلاٹ بیچیں گے پتہ نہیں کتنا عرصہ لگے گا مجھے اتنا نقد دے دو میں جاتا ہوں بھئی تم جانو باقی جائیداد جو مرضی کرو بھئی۔

تو یہ صلح کہتے ہیں درست ہے یا درست نہیں بھئی؟ تفصیل اب بتائیں گے آپ کو کہ صلح کے اندر اگر جائیداد جو تھی اس میں زمین بھی ہو سامان وغیرہ بھی ہو یا سونا چاندی وغیرہ بھی ہو یہ ایک وارث صلح کر لیتا ہے تو جتنے پر بھی صلح کر لے صلح صحیح ہے۔ جتنے پر بھی صلح کر لے صلح صحیح ہے۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً پہلی صورت بناؤ بھئی، صاحبِ کتاب ذکر کر رہے ہیں: ترکہ صرف سامان ہے اور زمین وغیرہ ہے غیر منقولی چیزیں ہیں باغ ہیں کھیت ہیں وغیرہ، سونا چاندی نہیں ہے۔ اب وہ اس کے ساتھ صلح کرتے ہیں تو اس کو کچھ دراہم دے دیتے ہیں مثلاً سو درہم دے دیے، یہ ساری چیزوں سے دستبردار ہو گیا: زمین میں بھی اس کا حصہ تھا باغات میں بھی اس کا حصہ تھا گھروں میں بھی اس کا حصہ تھا سامان بھی کچھ پڑا ہوا تھا، سمجھ میں آیا؟ سونا چاندی نہیں ہے ادھر درہم دینار ورثے میں نہیں ہیں لیکن باقی سامان ہے زمین ہے، تو اب وہ صلح مثلاً کسی بھی چیز پر صلح کر لیتا ہے تو یہ صلح جائز ہے۔ مثلاً میں نے مثال کیا ذکر کر دی سو درہم دے دیتے ہیں تو صلح جائز

ہے، چاہے تھوڑے پر صلح کریں چاہے زیادہ پر صلح کرلیں جائز ہے، اور یوں سمجھیں گے کہ گویا اس نے مبادلہ کرلیا اپنے حصے کے بدلے میں کیا کرلیا یہ مال لے لیا۔ سمجھ میں آئی بھئی؟ تو یہ مبادلہ ہو جائے گا اور مبادلے کے اندر آپ جانتے ہیں برابری کہیں پڑھا ہے آپ نے بھئی ضروری ہے؟ وہ تو سونا چاندی وغیرہ ہے دونوں طرف ایک چیز ہو پھر ہوتا ہے، تو یہاں پر تو ایک طرف سامان وغیرہ ہے یہ بھی چاہے کوئی سامان وغیرہ لے لے یہ چاہے درہم لے لے یہ چاہے دینار لے لے چاہے تھوڑے لے چاہے جتنے پر بھی صلح ہو جائے یہ صلح کیا ہے؟ جائز ہے۔ دیکھیے بھئی۔

وَإِذَا كَانَتِ التَّرِكَةُ بَيْنَ وَرَثَةٍ اور جب ترکہ مشترک تھا کئی ورثاء کے درمیان فَأَخْرَجُوا أَحَدَهُمْ مِنْهَا پس نکالا انہوں نے اپنوں میں سے ایک کو مِنْهَا کس سے نکالا؟ اس ترکے سے نکالا بِمَالٍ ایسے مال کے بدلے میں أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ کہ انہوں نے دیا اس کو وہ مال وَالتَّرِكَةُ عَقَارٌ أَوْ عُرُوضٌ اور وہ جو ترکہ تھا، عَقَارٌ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ جائیداد غیر منقولی چیز، اور وہ ترکہ غیر منقولی چیزیں تھیں أَوْ عُرُوضٌ یا سامان تھا جَازَ تو یہ جائز ہے قَلِيلًا كَانَ مَا أَعْطَوْهُ أَوْ كَثِيرًا تھوڑا ہو جو انہوں نے اسے دیا ہے یا زیادہ ہو۔

فَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ فِضَّةً فَأَعْطَوْهُ ذَهَبًا أَوْ ذَهَبًا فَأَعْطَوْهُ فِضَّةً فَهُوَ كَذٰلِكَ۔ دوسری صورت: ترکہ صرف چاندی تھی لیکن انہوں نے اس کو سونا دیا صلح کے اندر، یا ترکہ صرف سونا تھا انہوں نے اس کو کیا دی؟ چاندی دی، یعنی جنسِ مخالف دے دی۔ تو اب بھی تھوڑے پر صلح ہو یا زیادہ پر صلح ہو، صلح جائز ہے اس لیے کہ یہاں مساوات ضروری نہیں کیونکہ جنس الگ الگ ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ البتہ مجلس میں کیا ہوگا؟ قبضہ ضروری ہوگا کیونکہ یہ کیا بن جائے گا؟ مبادلہ ہے عقدِ صرف بن جائے گا تو وہاں مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔ فَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ فِضَّةً پس اگر ترکہ چاندی تھی فَأَعْطَوْهُ ذَهَبًا پس انہوں نے اسے سونا دے دیا أَوْ ذَهَبًا یا ترکہ کیا تھا؟ سونا تھا فَأَعْطَوْهُ فِضَّةً پس انہوں نے اس کو چاندی دے دی فَهُوَ كَذٰلِكَ تو وہ بھی اسی طرح ہے یعنی یہ بھی جائز ہے۔

وَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ ذَهَبًا وَفِضَّةً وَغَيْرَ ذٰلِكَ فَصَالَحُوهُ عَلَى ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَا أَعْطَوْهُ أَكْثَرَ مِنْ نَصِيبِهِ مِنْ ذٰلِكَ الْجِنْسِ حَتَّى يَكُونَ نَصِيبُهُ بِمِثْلِهِ وَالزِّيَادَةُ بِحَقِّهِ مِنْ بَقِيَّةِ الْمِيرَاثِ۔ تیسری صورت بھئی: ترکے کے اندر اور سامان بھی ہے سونا بھی ہے چاندی بھی ہے، اور یہ اس کے ساتھ صلح کرنا چاہتے ہیں سونے یا چاندی پر۔ کس پر؟ سونے یا چاندی پر درہم یا دینار پر، اور ترکے میں بھی کیا ہے؟ سونا یا چاندی۔ تو کہتے ہیں یاد رکھنا اس صورت میں یہ اتنے سونے پر صلح کرسکتا ہے یا اتنی چاندی پر صلح کرسکتا ہے کہ جو ترکے میں اس کے حصے میں وہ جنس آرہی ہے اس سے زیادہ ہو۔ اس سے کیا ہو؟ زیادہ ہو۔ مثلاً بھئی ترکے کے اندر دینار بھی ہیں درہم بھی ہیں، ترکے کی اگر تقسیم صحیح طریقے سے کریں گے تو دیناروں میں سے اس کے حصے میں سو دینار آتے ہیں۔ درہم جتنے آتے ہیں وہ بات چھوڑو صلح اس وقت ہم کس پر کر رہے ہیں؟ دینار پر، تو دیناروں کی بات کرو۔ دینار اگر ترکے کو صحیح طرح تقسیم کیا جائے تو کتنے دینار اس کو ملتے؟ سو دینار۔ اور اب یہ دیناروں پر ہی صلح کرنا چاہتا ہے تو کم از کم جو صلح جائز ہے وہ اس کے حصے میں جو دینار آتے تھے اس سے کچھ زیادہ ہونے چاہئیں یعنی کم از کم ایک سو ایک دینار ہونے چاہئیں، اس کا جو حصہ بنتا تھا اس سے کیا ہونے چاہئیں؟ زیادہ۔[۳]

کیوں، زیادہ کیوں؟ کہتے ہیں تاکہ سود لازم نہ آئے بھئی۔ سود لازم نہ آئے، سمجھ میں آیا بھئی؟ کیسے؟ مثلاً بھئی اس کے حصے میں کیا آتے تھے؟ سو دینار آتے تھے، اور یہ صلح کرنا چاہتا ہے سو ہی دینار پر۔ تو بھئی سو دینار تو سو دینار کے بدلے ہو گئے اور وہ چاندی ان کی طرف زائد چلی گئی یا نہیں چلی گئی؟ چلی گئی، تو دیکھو یہ تو ربا لازم آیا۔ سمجھ میں آیا؟ اور اگر سونا زیادہ ہے مثلاً اس کے حصے میں سو دینار آتے تھے اور اس نے صلح کی ہے ایک سو دس دینار پر، تو یوں سمجھیں گے سو دینار جو اس نے وصول کیے ایک سو دس کل وصول کیے ہیں ان میں سے سو دینار اس کے وہ جو سو دینار حصہ بنتے تھے اس کے مقابلے میں ہو گئے اور باقی دس دینار پورے ترکے کے مقابلے میں ہو گئے۔ لہٰذا اب ربا لازم نہیں کیونکہ اب تو جنس بدل گئی بھئی جو دس دینار ہیں دوسری طرف چاندی ہے یا اور چیزیں ہیں تو وہاں تو مساوات ضروری نہیں تھی، ہاں اسی جنس کے اندر کیا تھا مساوات ضروری تھی سو کے بدلے سو آگئے اور دوسری چیزوں کے بدلے بھی دس آگئے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

وَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ ذَهَبًا وَفِضَّةً وَغَيْرَ ذٰلِكَ اور اگر ترکہ سونا بھی تھا اور چاندی بھی اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی تھیں فَصَالَحُوهُ عَلَى

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَتِ التَّرِكَةُ ذَهَبًا وَفِضَّةً وَغَيْرَ ذٰلِكَ فَصَالَحُوهُ عَلَى ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَلَا بُدَّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن كانت التركة ذهبا وفضة وغير ذلك فصالحوه على فضة أو ذهب فلا بد» منقول ہے۔

ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ پس انہوں نے اس سے صلح کر لی سونے پر یا چاندی پر فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَا أَعْطَوْهُ أَكْثَرَ مِنْ نَصِيبِهِ مِنْ ذٰلِكَ الْجِنْسِ پس ضروری ہے کہ وہ جو دے دیں اس شخص کو وہ زیادہ ہونا چاہیے اس کے حصے سے مِنْ ذٰلِكَ الْجِنْسِ اس جنس میں جو اس کا حصہ بن رہا ہے، یعنی سونے میں جتنا اس کا حصہ بن رہا ہے اس سے زیادہ دینا چاہیے، چاندی پر اگر صلح کر رہے ہیں تو چاندی میں اس کا جتنا حصہ بنتا ہے اس سے زیادہ دے دیں حَتَّى يَكُونَ نَصِيبُهُ بِمِثْلِهِ تاکہ جو اس کا حصہ ہے وہ اس کے مثل کے بدلے ہو جائے وَالزِّيَادَةُ بِحَقِّهِ مِنْ بَقِيَّةِ الْمِيرَاثِ اور جو زائد ہے وہ جو اس کا حق ہے باقی میراث میں سے اس کے بدلے ہو جائے بھئی۔

وَإِذَا كَانَتِ التَّرِكَةُ دَيْنًا عَلَى النَّاسِ فَأَدْخَلُوهُ فِي الصُّلْحِ عَلَى أَنْ يُخْرِجُوا الْمُصَالِحَ عَنْهُ وَيَكُونَ الدَّيْنُ لَهُمْ فَالصُّلْحُ بَاطِلٌ۔ چوتھی صورت مولانا: بھئی یہ تو وہ صورتیں تھیں کہ سارا ترکہ موجود تھا۔ اب صورت ہے کہ ترکے میں کچھ دیون بھی ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ پانچ مثلاً بھائی ہیں ان کے والد کا انتقال ہوا اور والد نے جو جائیداد چھوڑی کچھ دیون بھی ہیں مثلاً عمرو سے ابھی پانچ سو درہم بھی وصول کرنے تھے۔ وہ وصول ہو کر کس میں شامل ہو جاتے ہیں؟ ترکے میں ہی شامل ہو جاتے ہیں عمرو نے دینے ہیں ان کے۔ تو لازمی بات ہے جب یہ چیزیں جو موجود ہیں ان میں ساروں کا جیسے حصہ ہے اسی طرح اس دین میں بھی سارے وارثوں کا حصہ ہے۔ اب یہ صلح کرتے ہیں اس طریقے پر کہتے ہیں جس سے صلح کر رہے ہیں جس کو الگ کر رہے ہیں کہ جتنا مال ہم نے آپ کو دے دیا یہ آپ کا حصہ ہو گیا، اب یہ جو جائیداد وغیرہ جو موجود ہے اس وقت حاضر ہے نقد ہے اس میں سے بھی اب آپ کا کوئی حق نہیں رہا اور وہ جو دیون ہیں ان میں بھی آپ کا کوئی حق نہیں، یعنی دین کو بھی صلح میں شامل کرتے ہیں اور اس دین سے بھی اس کو کیا کرنا چاہتے ہیں؟ نکالنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ صلح جائز نہیں۔ یہ صلح جائز نہیں۔ کیوں نہیں جائز؟ اس لیے کہ ضابطہ یاد رکھنا: دین کا مالک اسی شخص کو بنایا جا سکتا ہے جس پر دین ہے، کسی اور کو دین کا مالک نہیں بنایا جا سکتا۔ اہم ضابطہ ہے بھئی کہ دین کا مالک صرف کس کو بنایا جا سکتا ہے؟ دین کا مالک صرف اسی شخص کو بنایا جا سکتا ہے جس پر دین ہے۔ جس پر کیا ہے؟ دین ہے۔

مثلاً بھئی دیکھو زید نے میرا ایک لاکھ روپیہ دین دینا ہے، تو یہ جو زید پر میرا ایک لاکھ دین ہے اس دین کا مالک اس زید ہی کو میں بنا سکتا ہوں کہ میں اسے کہتا ہوں میں نے معاف کر دیا۔ تو اس دین کا میں نے مالک کس کو بنا دیا؟ زید ہی کو، جب میں معاف کروں گا تو مالک کون ہو گیا؟ زید۔ زید کے علاوہ میں کسی اور کو مالک بناؤں یہ جائز نہیں ہے۔ میں عمرو کو کہتا ہوں بھئی زید نے میرا ایک لاکھ دین دینا ہے وہ تمہارا ہو گیا جاؤ وصول کرو، نہیں مولانا یہ درست نہیں ہے۔ کیوں نہیں درست؟ کیونکہ اس میں کیا خرابی لازم آ رہی ہے کہ دین کا مالک کس کو بنایا جا رہا ہے؟ غیر شخص کو جس پر دین نہیں، جس پر دین ہے اس کے علاوہ کو مالک بنایا جا رہا ہے اور یہ صحیح نہیں۔ تو یہاں پر بھی ترکے میں آپ دیکھو صلح کے اندر انہوں نے کیا کیا تھا؟ دین کو بھی داخل کر دیا اور کیا کہا تھا دین میں تمہارا اب حصہ نہیں اب جتنا دین آئے گا وہ ہمارا ہو گا تمہارا نہیں حالانکہ دین میں اس کا بھی حصہ تھا۔ تو اس نے اپنے حصے کا مالک کس کو بنا دیا؟ باقی وارثوں کو بنا دیا۔ اسی مدیون کو تو بنایا جا سکتا تھا اس دین کا مالک کسی اور کو مالک نہیں بنایا جا سکتا۔ صورت میں خرابی سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا كَانَتِ التَّرِكَةُ دَيْنًا عَلَى النَّاسِ اور اگر ترکہ دین تھا لوگوں پر فَأَدْخَلُوهُ فِي الصُّلْحِ تو انہوں نے اس دین کو بھی داخل کر دیا صلح کے اندر عَلَى اس شرط پر کہ أَنْ يُخْرِجُوا الْمُصَالِحَ عَنْهُ کہ وہ نکال دیں کس کو نکال دیں؟ مصالح صلح کرنے والے کو نکال دیں عَنْهُ کس سے؟ اس دین سے نکال دیں بھئی وَيَكُونَ الدَّيْنُ لَهُمْ اور دین کن کا ہو جائے؟ باقی وارثوں کا ہو جائے فَالصُّلْحُ بَاطِلٌ تو صلح باطل ہے کیونکہ اس میں کیا خرابی لازم آ رہی ہے؟ دین کا مالک کسی اور کو بنانا لازم آ رہا ہے حالانکہ دین کا مالک صرف کس کو مدیون کو بنایا جا سکتا ہے جس پر دین ہے کسی اور کو نہیں۔

فَإِنْ شَرَطُوا أَنْ يُبْرِئَ الْغُرَمَاءَ مِنْهُ وَلَا يَرْجِعَ عَلَيْهِمْ بِنَصِيبِ الْمُصَالِحِ فَالصُّلْحُ جَائِزٌ۔ بھئی اب کیا کریں کوئی طریقہ ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی صلح اگر کرنی ہے تو پھر اس میں یوں کر لیں کہ یہ جو صلح کرنے والا ہے اپنا حصہ مدیون کو معاف کر دے۔ کیا کر دے؟ مدیون کو معاف کر دے۔ ورنہ تو ایک ایک پائی بھی جو وصول ہو گی ساروں کے درمیان کیا ہو گی برابر تقسیم ہو گی، اور یہ تو اس کو نکالنا چاہتے ہیں، کہتے ہیں نکالنے کی یہ صورت ہے کہ یہ اپنا حصہ معاف کر دے۔ مثلاً دین میں اس کا حصہ کتنا بنتا تھا؟ پانچ سو درہم کل ہیں اس کا حصہ بنتے ہیں فرض کرو سو درہم بنتے ہیں تو یہ اپنا حصہ معاف کر دے کہ میں نے اپنا حصہ کیا کیا مدیون کو؟ معاف کیا۔ بس مولانا اب وہ حصہ مدیون کا ہو گیا، باقی کتنا دین رہ گیا؟ چار سو رہ گیا، تو اب وہ چار سو ادا کرے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اس میں باقی وارثوں کا فائدہ ہے مولانا۔ اس کا تو نقصان ہوا اس کے تو سو درہم چلے گئے لیکن باقیوں کا کیا ہو گیا؟ فائدہ، کیونکہ اب جو بھی دین وصول ہو گا پہلے اس کے پانچ حصے ہوتے تھے اب کتنے ہوں گے؟ چار، تو ہر ایک کو ذرا زیادہ ملے گا۔

بھئی دیکھو باقی وارثوں کا فائدہ ہوا۔ کیا فائدہ ہوا؟ اس کے تو سو درہم دین میں سے حصہ تھا وہ چلا گیا لیکن باقیوں کا کیا فائدہ ہوا؟ باقیوں کا یہ فائدہ ہوا: پہلے اگر مثلاً مدیون سے کتنے ملتے؟ سو درہم ملتے تو کتنے حصے دار تھے؟ پانچ، تو ہر ایک کو کتنے کتنے ملتے؟ بیس بیس ہر ایک کو ملتے۔ اب یہ ایک تو نکل گیا اب سو درہم ملیں گے تو کتنے شریک ہیں اس میں؟ چار، اب ہر ایک کو کتنے ملیں گے؟ پچیس پچیس۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو فائدہ ہوا یا نہیں ہوا؟ اب ہر ایک کو زیادہ حصہ مل رہا ہے اور نیز یہ بھی فائدہ ہو گیا اس میں کہ اب مدیون بھی ذرا جلدی ادا کرے گا کہ پیسے تو تھوڑے ہو گئے ہیں بھئی اس کے لیے بھی کیا ہو جائے گی ادائیگی میں آسانی ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہاں جب اس نے مدیون کو بری کر دیا دین سے اپنے حصے میں سے تو دین کا مالک کس کو بنا دیا؟ اسی شخص کو جس پر کیا تھا؟ دین تھا، لہٰذا یہ صلح صحیح ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

فَإِنْ شَرَطُوا اگر انہوں نے شرط لگا دی أَنْ يُبْرِئَ الْغُرَمَاءَ مِنْهُ کہ یہ بری کر دے مقروضوں کو اس دین سے یعنی اپنے حصے دین سے کیا کر دے بری کر دے یعنی انہیں معاف کر دے وَلَا يَرْجِعَ عَلَيْهِمْ بِنَصِيبِ الْمُصَالِحِ اور رجوع نہیں کرے گا ان مقروضوں پر یہ مصالح کے حصے کے ساتھ یعنی یہ صلح کرنے والا اپنے حصے کے ساتھ ان پر رجوع نہیں کرے گا فَالصُّلْحُ جَائِزٌ تو صلح جائز ہے۔ یہ ایک طریقہ ہے، اگلی کتابوں میں آپ پڑھیں گے بھئی ایک دو اور بھی طریقے بتلائیں گے بھئی وہ ذرا مشکل بھی ہیں تو فی الحال جو صاحبِ قدوری نے ذکر کر دیا یہ ایک طریقہ بہر حال آپ یاد رکھیں بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كُتُبُ الْهِبَةِ وَالْوَقْفِ وَالْغَصْبِ وَالْوَدِيعَةِ وَاللَّقِيطِ وَالْمَفْقُودِ وَالْمُزَارَعَةِ

ہبہ وموانعِ رجوع، وقف، غصب، ودیعت، عاریت، لقیط، لقطہ، خنثیٰ، مفقود، اباق، احیاء الموات، ماذون اور مزارعت ومساقات (اسباق ۱۰۲ تا ۱۱۰)

سبق نمبر ۱۰۲: کتاب الہبۃ(۱): ہبہ کا انعقاد و اتمام بالقبض، مشاع کا ہبہ (ما یقسم ومالا یقسم)، اور ہبہ میں رجوع کے موانع (دع وزق م ہ)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۸ مارچ ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْهِبَةِ. الْهِبَةُ تَصِحُّ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ وَتَتِمُّ بِالْقَبْضِ، فَإِنْ قَبَضَ الْمَوْهُوبُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ بِغَيْرِ إِذْنِ الْوَاهِبِ جَازَ، وَإِنْ قَبَضَ بَعْدَ الِافْتِرَاقِ لَمْ تَصِحَّ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْوَاهِبُ فِي الْقَبْضِ.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج ہم ہبہ کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، ہبہ۔ ہبہ کے لغوی معنی ہیں کسی کے ساتھ احسان کرنا، نفع پہنچانا، کسی کو کوئی چیز دینا۔ اور اصطلاح میں ہبہ کہتے ہیں تَمْلِيكُ الْعَيْنِ بِلَا عِوَضٍ۔ یعنی کسی شخص کو کسی چیز کا مالک بنانا بغیر کسی عوض کے۔ یہ ہبہ کہلاتا ہے مولانا جسے اردو میں آپ تحفہ کہتے ہیں، تحفہ دینا کسی کو بھئی۔ تو دیکھا آپ تحفہ دیتے ہیں مولانا کسی عوض کے بدلے یا ویسے ہی دیتے ہیں بھئی؟ تحفہ ویسے ہی دیا جاتا ہے عوض نہیں ہوتا بھئی اس میں۔ تو

[1] جدول—ہبہ میں رجوع سے مانع ہونے والے سات اسباب (موانعِ رجوع فی الہبہ—حروفِ «دع وزق م ہ») کا جدول:

شمار	علامت	مانعِ رجوع	فقہی تفصیل و مثال
۱	د	**دم / قرابتِ محرمیت** (ذی رحم محرم ہونا)	ذی رحم محرم (باپ، بیٹا، بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ) کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے قطعِ رحمی لازم آتی ہے۔
۲	ع	**عوض** (ملا ہونا)	مُوہَب لہ نے ہبہ کے بدلے واہب کو کچھ عوض دیا اور واہب نے اس پر قبضہ کر لیا۔
۳	و	**ولادت / زیادتِ متصلہ**	موہوبہ چیز کے بدن میں ایسی متصل زیادتی پیدا ہو جس سے اس کی قیمت بڑھ جائے (جیسے بچہ موٹا یا بڑا ہو جائے، کپڑا رنگ دیا جائے، زمین پر عمارت بنا دی جائے)۔
۴	ز	**زوجیت** (میاں بیوی کا تعلق)	حالتِ نکاح میں شوہر نے بیوی کو یا بیوی نے شوہر کو ہبہ کیا تو رجوع نہیں ہو سکتا (اگرچہ بعد میں طلاق ہو جائے)۔
۵	ق	**قبضہ و ملک سے نکل جانا**	مُوہَب لہ نے موہوبہ شے کو بیچ دیا یا آگے کسی کو ہبہ کر کے قبضہ دے دیا۔
۶	م	**موت** (واہب یا موہب لہ کی)	واہب یا موہب لہ میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو رجوع کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔
۷	ہ	**ہلاکتِ موہوب**	موہوبہ چیز ہلاک یا ضائع ہو جائے تو رجوع باطل ہو جاتا ہے۔

یہ عربی میں ہبہ کہلاتا ہے بھئی۔ یہاں تین چار لفظ ہیں وہ یاد رکھیے بھئی: ہبہ دینے والا واہب کہلاتا ہے۔ جو چیز ہبہ کی جائے وہ موہوب کہلاتی ہے، نیز اسے ہبہ بھی کہتے ہیں موہوب کو ہبہ بھی کہتے ہیں۔ اور جس کو ہبہ دیا جائے وہ موہوب لہ کہلاتا ہے۔ بھئی میں نے آپ کو تحفے کے طور پر ایک کتاب دی تو میں کون ہوا؟ میں ہوا واہب۔ اور کیا چیز تحفے کے طور پر دی ہے؟ کتاب، یہ کتاب کیا کہلائے گی؟ موہوب، اور دوسرا نام کیا ہے اس کا؟ ہبہ، یہ کتاب ہبہ ہے موہوب ہے۔ اور جس کو دی گئی وہ کیا کہلائے گا؟ موہوب لہ، تو آپ ہوئے موہوب لہ بھئی۔

تو کہتے ہیں بھئی الْهِبَةُ تَصِحُّ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ ہبہ صحیح ہو جاتا ہے ایجاب اور قبول کے ساتھ۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ عقد ہے جیسے اور عقود میں ایجاب و قبول ہوتا ہے یہاں بھی کیا ہو گا؟ ایجاب و قبول۔ وَتَتِمُّ بِالْقَبْضِ اور تام ہوتا ہے پورا ہوتا ہے قبضے کے ذریعے بھئی۔ اور ہبہ تام کس کے ذریعے ہوتا ہے؟ قبضے کے ذریعے ہوتا ہے بھئی، اور یاد رکھیے قبضے سے مراد کامل قبضہ ہے بھئی۔ قبضے سے کیا مراد ہے؟ کامل قبضہ مراد ہے تفصیل آگے آجائے گی ابھی بھئی۔

فَإِنْ قَبَضَ الْمَوْهُوبُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ بِغَيْرِ إِذْنِ الْوَاهِبِ جَازَ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: بھئی آپ نے پڑھا ہے ہبہ کس سے منعقد ہو جاتا ہے؟ ایجاب اور قبول سے، اور تام کس کے ذریعے ہوتا ہے؟ قبضے سے تام ہو گا، اور قبضہ بھی کون سا ہونا چاہیے؟ کامل قبضہ ہونا چاہیے۔ سمجھ میں آیا؟ کامل قبضہ بھئی۔ تو اب مثلاً ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں میں نے آپ سے کہا کہ بھئی یہ جو کتاب پڑھی ہے یہ میں نے آپ کو ہبہ کر دی۔ آپ نے کہا میں نے لے لی، ایجاب و قبول ہو گیا مولانا۔ لیکن ابھی ہبہ تام نہیں، ابھی آپ اس کے مالک نہیں بنے کیونکہ ہبہ تو تام کس کے ذریعے ہو گا؟ قبضے کے ذریعے، تو ابھی بھی کتاب میری ہی ہے۔ ہاں اسی مجلس میں آپ کتاب اٹھا لیتے ہیں قبضہ کر لیتے ہیں یا وہ کتاب میں آپ کے پاس رکھ دیتا ہوں لو بھئی یہ کتاب آپ کی ہو گئی کہ آپ آرام سے اس کو اٹھا سکتے ہیں اس پہ قبضہ کر سکتے ہیں، تو اب مولانا یہ سمجھا جائے گا گویا کہ آپ کے پاس بھی رکھ دی تو گویا آپ کا قبضہ آ گیا تو اب آپ کیا بن گئے؟ مالک بن گئے۔ لیکن اگر صرف میں نے یہ کہا کہ یہ کتاب میں نے آپ کو دے دی اور آپ نے کہا میں نے لے لی بھئی اور ابھی آپ نے قبضہ نہیں کیا تو پھر اس صورت میں آپ مالک نہیں ہیں بلکہ ابھی بھی کون مالک ہے؟ واہب ہی اس چیز کا مالک ہے بھئی۔ تو قبضہ ضروری ہے مولانا۔

اب اسی مجلس میں آپ مجھ سے پوچھے بغیر قبضہ کر لیں تو بھی آپ مالک بن گئے۔ اور اگر مجلس ختم ہو گئی اور آپ نے قبضہ نہیں کیا تو اب آپ قبضہ بھی کر لیں پھر بھی آپ مالک نہیں بنیں گے بلکہ آپ کو مجھ سے اجازت لینا پڑے گی۔ اگر میں صاف لفظوں میں آپ کو اجازت دے دیتا ہوں کہ ہاں بھئی اس کتاب پر قبضہ کر لو وہ لے لو تو پھر اس صورت میں آپ قبضہ کرتے ہیں تو اب کیا بن جائیں گے؟ مالک۔ تو اسی مجلس کے اندر بغیر اجازت کے بھی آپ قبضہ کر سکتے ہیں اور مجلس کے بعد کیا ضروری ہے؟ اجازت ضروری ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں فَإِنْ قَبَضَ الْمَوْهُوبُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ بِغَيْرِ إِذْنِ الْوَاهِبِ جَازَ اگر قبضہ کر لیا کس نے قبضہ کیا؟ موہوب لہ نے قبضہ کیا بھئی جس کو وہ ہبہ دیا گیا تھا اس نے فِي الْمَجْلِسِ اسی مجلس میں بِغَيْرِ إِذْنِ الْوَاهِبِ واہب کی اجازت کے بغیر جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔ بھئی سوال پیدا ہوا بغیر اجازت کے قبضے کا کیا معنیٰ؟ بھئی اجازت تو آ ہی چکی ہے صراحۃً اب اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ نے یہ کتاب مجھے دے دی ہے کیا میں اس پر قبضہ کر لوں؟ یہ صراحۃً اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے جب میں نے آپ کو کہہ دیا اسی مجلس کے اندر کہ یہ کتاب میں نے آپ کو دے دی تو اجازت آ گئی یا نہیں آ گئی؟ آ گئی۔ لہٰذا اب صراحۃً اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ قبضہ کر لیں بھئی اجازت تو آ ہی چکی ہے۔ مطلب عبارت کا یہ ہے کہ صراحۃً صاف لفظوں میں اس سے یہ پوچھنا کہ اب میں قبضہ کر لوں یہ ضروری نہیں۔ یہ معنیٰ نہیں کہ اجازت ہو ہی نہ تو پھر قبضہ کرے، اجازت تو آ ہی چکی ہے مولانا جب اس نے کہا تھا یہ چیز میں نے آپ کو ہبہ کر دی تو کیا آ گئی اس میں؟ قبضے کی اجازت آ گئی۔

وَإِنْ قَبَضَ بَعْدَ الِافْتِرَاقِ لَمْ تَصِحَّ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْوَاهِبُ فِي الْقَبْضِ۔ اور اگر اس نے قبضہ کیا جدا ہو جانے کے بعد یعنی مجلس کے ختم ہو جانے کے بعد لَمْ تَصِحَّ تو ہبہ صحیح نہیں ہے إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْوَاهِبُ فِي الْقَبْضِ مگر یہ کہ اجازت دے دے اس کو واہب قبضے میں یعنی صراحۃً کہہ دے۔ مجلس ختم ہو چکی ہے اب مولانا اس نے ہبہ کیا تھا اس وقت اجازت تھی آپ مجلس میں قبضہ کر سکتے تھے لیکن آپ نے قبضہ نہیں کیا وہ اجازت کیا ہو گئی؟ گویا ختم ہو گئی، اب آپ کو دوبارہ کیا کرنا پڑے گی اس سے؟ صاف لفظوں میں اجازت لینا پڑے گی کہ وہ واضح کہے ہاں بھئی قبضہ کر لو۔

وَتَنْعَقِدُ الْهِبَةُ بِقَوْلِهِ وَهَبْتُ وَنَحَلْتُ وَأَعْطَيْتُ وَأَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ وَجَعَلْتُ هٰذَا الثَّوْبَ لَكَ وَأَعْمَرْتُكَ هٰذَا الشَّيْءَ وَحَمَلْتُكَ عَلَى هٰذِهِ الدَّابَّةِ إِذَا نَوَى بِالْحُمْلَانِ الْهِبَةَ۔ اب یہ عربی زبان کے کچھ الفاظ بتلا رہے ہیں بھئی کہ عربی زبان میں ہبہ کن کن الفاظ سے منعقد ہوتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ کن الفاظ سے۔ تو کہتے ہیں وَتَنْعَقِدُ الْهِبَةُ بِقَوْلِهِ وَهَبْتُ وَنَحَلْتُ وَأَعْطَيْتُ وَأَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ اور منعقد

ہو جاتا ہے ہبہ ہبہ کرنے والے کے اس قول سے: وَهَبْتُ میں نے یہ چیز کیا کر دی آپ کو؟ ہبہ، یہ تو واضح لفظ ہے یہ تو ہے ہی ہبہ کے اندر۔ وَنَحَلْتُ، نَحَلْتُ کا معنی بھی عربی میں ہوتا ہے عطیہ دینا کسی کو بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس سے بھی ہبہ ہو جائے گا۔ وَأَعْطَيْتُ کیا کہتا ہے میں نے یہ کتاب آپ کو عطا کر دی دے دی، اس سے بھی ہبہ ہو جائے گا۔ وَأَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ کھانا پڑا ہوا تھا میں نے کہا بھئی یہ غلہ پڑا ہے کھانا پڑا ہے یہ غلہ میں نے آپ کو کھلا دیا یہ کھانا میں نے آپ کو کھلا دیا، بس مولانا یہ ہبہ کا لفظ ہے آپ کیا بن جائیں گے اس کھانے کے؟ آپ اس پر قبضہ کر لیتے ہیں تو کیا بن جائیں گے؟ مالک بن جائیں گے۔ وَجَعَلْتُ هٰذَا الثَّوْبَ لَكَ میں نے یہ کپڑا آپ کے لیے کر دیا، یہ بھی ہبہ کا لفظ ہے عربی میں۔ وَأَعْمَرْتُكَ هٰذَا الشَّيْءَ اور میں نے عمر بھر کے لیے دے دی آپ کو یہ چیز۔ أَعْمَرْتُكَ بھئی میں نے عمر بھر کے لیے دے دی آپ کو یہ چیز، یاد رکھیے یہ عُمْرَى ہے، عُمْرَى اور رُقْبَى دو طریقے تھے جاہلیت میں جو جاری تھے ان کی تفصیل اسی باب میں آگے آجائے گی بھئی، بس آپ اس وقت صرف یہ یاد رکھیں یہ معنی ہے میں نے یہ چیز آپ کو عمر بھر کے لیے دے دی تو یہ ہبہ ہے مولانا وہ موہوب لہ اس پر قبضہ کر لے تو کیا بن جائے گا اس کا؟ مالک بن جائے گا۔

وَحَمَلْتُكَ عَلَى هٰذِهِ الدَّابَّةِ میں نے آپ کو سوار کر دیا اس سواری پر اس جانور پر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے آپ کو اس جانور پر سوار کر دیا، یہ ہبہ کا لفظ نہیں ہے ہو سکتا ہے آپ صرف کس لیے دے رہے ہو جانور؟ سواری کے لیے، لیکن امکان ہے ہو سکتا ہے آپ کیا کر رہے ہیں اس کو مالک ہی بنا رہے ہیں، دونوں امکان آ گئے لہٰذا اب نیت ضروری ہے۔ کیا ضروری؟ نیت۔ جب آپ کسی کو یوں کہیں میں نے آپ کو اس جانور پر سوار کر دیا تو اب کس چیز کی نیت ضروری؟ ہبہ کی نیت۔ اگر ہبہ کی نیت نہیں ہو گی تو پھر ہبہ ہو گا؟ نہیں۔ اب وہ قبضہ کر لیتا ہے اور کہتا ہے آپ نے تو مجھے ہبہ کیا تھا، آپ کہتے ہیں نہیں بھئی میری ہبہ کی نیت ہی نہیں تھی میں تو کیا کر رہا تھا آپ کو صرف سواری کے لیے دے رہا تھا، تو پھر تو ہبہ نہیں ہے وہ مالک نہیں بنے گا لیکن اگر آپ کی نیت بھی کیا تھی ہبہ کی تھی پھر وہ کیا بن چکا قبضہ کرتے ہی اس کا؟ مالک بن گیا۔ تو بادشاہ تو اس طرح کہا کرتے تھے، بادشاہ جب کسی کو سواری کا جانور وغیرہ دیتے انعام کے طور پر تو بادشاہ کہتے تھے لو بھئی اس جانور پر میں نے کیا کر دیا آپ کو سوار کر دیا یعنی یہ آپ کا ہو گیا۔ تو لہٰذا اب یہاں نیت کی تو درست ہو جائے گا ہبہ۔ دیکھیے صاحبِ قدوری خود بتلائیں گے آگے آپ کو کہ نیت ضروری ہے اس کے اندر ہبہ کی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَحَمَلْتُكَ عَلَى هٰذِهِ الدَّابَّةِ میں نے سوار کر دیا آپ کو اس جانور پر یا میں نے آپ کو لاد دیا اس سواری پر إِذَا نَوَى بِالْحُمْلَانِ الْهِبَةَ جب ارادہ کیا حملان لادنے سے کس چیز کا؟ ہبہ کا، جب لادنے سے کس چیز کا ارادہ کیا؟ ہبہ کی نیت کی پھر صحیح ہو گا۔

وَلَا تَجُوزُ الْهِبَةُ فِيمَا يُقْسَمُ إِلَّا مَحُوزَةً مَقْسُومَةً۔ بھئی ہبہ جائز نہیں ہے ان چیزوں کے اندر جو تقسیم کی جاتی ہیں مگر یہ کہ وہ محوز ہو مقسوم ہو بھئی۔ تفصیل یہیں سمجھ لیجیے آگے تین چار پانچ مسائل اکٹھے آ رہے ہیں۔ بھئی یاد رکھیے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو تقسیم کر دیا جائے تو بھی ان کا نفع باقی رہتا ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو تقسیم کر دیا جائے تو ان کا نفع باقی نہیں رہتا۔ سمجھ میں آیا؟ اچھا تو اس سے پہلے ایک بات یہ یاد رکھیں بھئی: جب کسی کو ہبہ کریں تو ہبہ غیر ہبہ کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہونا چاہیے اتصال نہیں ہونا چاہیے الگ ہو مولانا تاکہ وہ اس پر کیا کر سکے آرام سے قبضہ کر سکے۔ اگر دوسری چیز کے ساتھ وہ ملی ہوئی ہے تو قبضہ ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ مثلاً بھئی پھل درخت کے اوپر لگا ہوا ہے میں نے آپ سے کہا یہ جو پھل ہے یہ میں نے آپ کو ہبہ کر دیا، بھئی پھل صرف ہبہ کر رہا ہوں درخت ہبہ نہیں کر رہا، تو اب یہ پھل جو میں نے ہبہ کیے یہ میرے درخت کے ساتھ لگے ہوئے ہیں لہٰذا یہ درست نہیں ہے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ محوز نہیں ہے، محوز ہونا ضروری ہے یعنی ہبہ غیر ہبہ کے ساتھ اس کا اتصال نہ ہو اس کے ساتھ جڑا ہوا نہ ہو۔ اور یہاں دیکھو درخت تو ہبہ نہیں لیکن پھل ہبہ ہیں تو ہبہ کا اتصال ہے کس کے ساتھ؟ غیر ہبہ کے ساتھ جڑا ہوا ہے لہٰذا قبضہ نہیں ہو سکتا لہٰذا ہبہ صحیح نہیں۔

لیکن پھر میں نے سارے پھل اتارے آپ کے سامنے رکھے اور آپ نے اس پر قبضہ کر لیا، اب وہی ہبہ ٹھیک ہو گیا کیونکہ ہبہ پورا کس سے ہوتا تھا؟ قبضے سے، اور قبضے کے وقت محوز ہے چیز۔ کیا ہے؟ چیز محوز ہے غیر ہبہ کے ساتھ اس کا اتصال ہے جڑی ہوئی ہے؟ نہیں۔ بھئی جب میں نے ہبہ کیا تھا اس وقت تو پھل درخت کے ساتھ جڑا ہوا تھا لیکن ابھی ہبہ پورا ہوا ہے؟ نہیں، ہبہ تو پورا کس سے ہوتا ہے؟ قبضے سے، اور جس وقت قبضہ ہو رہا ہے اس وقت اتصال ہے؟ نہیں، اس وقت اتصال نہیں ہے لہٰذا وہی ہبہ کیا ہو جائے گا؟ صحیح ہو جائے گا۔ بات سمجھ میں آ گئی؟ معلوم ہوا ہبہ کے اندر کیا ضروری ہے کہ وہ چیز کیا ہونی چاہیے؟ کہ وہ چیز محوز ہونی چاہیے یعنی غیر ہبہ کے ساتھ وہ جڑی ہوئی نہ ہو۔ لہٰذا میں نے آپ کو زمین کے اندر کھڑی ہوئی فصل تیار فصل ہبہ کر دی میں نے کہا یہ جو میری زمین میں فصل لگی ہے یہ میں نے آپ کو دے دی، آپ بتائیے یہ ہبہ صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ صحیح نہیں کیونکہ ملا ہوا ہے ہبہ جڑا ہوا ہے کس چیز کے ساتھ؟ غیر ہبہ کے ساتھ یعنی زمین کے ساتھ جو میری ہے، تو زمین تو میں نے نہیں دی میں نے تو صرف فصل دی ہے تو ہبہ کا اتصال ہے کس کے ساتھ غیر ہبہ کے ساتھ، تو یہ

ہبہ صحیح نہیں۔ لیکن پھر میں نے فصل الگ کر تا ہوں آپ کے سامنے رکھ دی لو بھئی اب آپ اس پر کیا کر لو قبضہ کر لو، اب آپ کیا کرتے ہیں اس پر قبضہ کرتے ہیں تو وہی ہبہ صحیح ہو گیا کیونکہ قبضے کے وقت اتصال نہیں قبضے کے وقت یہ محوز ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟ یا اسی طرح اون لگی ہوئی ہے بھیڑ کے اوپر میں کہتا ہوں یہ جو میری بھیڑ ہے اس پر جو اون لگی ہوئی ہے میں نے آپ کو ہبہ کر دی، تو اب آپ بتایئے مولانا یہ ہبہ صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ صحیح نہیں کیونکہ ہبہ ملا ہوا ہے کس کے ساتھ؟ غیر ہبہ کے ساتھ یعنی جڑا ہوا ہے اس کے ساتھ۔ ہاں اب میں اس اون کو اتار تا ہوں آپ کے سامنے رکھتا ہوں لو بھئی قبضہ کر لو آپ نے قبضہ کر لیا اب کیا ہوا وہی ہبہ صحیح ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اب اس کے بعد یہ یاد رکھو مولانا کہ بعض اوقات کوئی حصۂ مشاع ہبہ کیا جاتا ہے، پھیلا ہوا حصہ ہبہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً میں آپ کو زمین دینا چاہتا ہوں بھئی: ایک صورت تو یہ ہے ایک الگ زمین کا ٹکڑا پڑا ہے وہ میں آپ سے کہتا ہوں یہ زمین میں نے آپ کو دے دی، تو اس میں شیوع ہے؟ نہیں، شیوع نہیں ہے یہ زمین مشترکہ نہیں بلکہ یہ پوری پہلے میری تھی اب پوری زمین کے مالک آپ بن گئے۔ لیکن اگر زمین میں شیوع ہو تو پھر ہبہ صحیح نہیں۔ مثلاً بھئی یہ زمین میرے اور زید کے درمیان مشترکہ تھی، نصف زید کی تھی نصف میری۔ ہم نے تقسیم نہیں کی ابھی بھئی بس یہ پلاٹ پڑا ہوا ہے آدھا میرا ہے آدھا زید کا ہے، کون سا آدھا میرا ہے کون سا آدھا زید کا ہے ابھی ہم نے کوئی حد بندی کی؟ نہیں۔ تو زمین کے ہر ہر جز میں ہم دونوں شریک ہیں تو یہاں میرا حصہ کیا ہے؟ الگ ہے مقسوم ہے یا شائع ہے؟ شائع ہے پھیلا ہوا ہے اس کا ہبہ صحیح نہیں۔ لہٰذا میں اپنا حصہ ہبہ کرتا ہوں آپ کو کہ بھئی اس زمین میں نصف حصہ میرا ہے اس حصے کا میں نے آپ کو مالک بنا دیا آپ کو یہ زمین ہبہ کر دی تو یاد رکھیے یہ ہبہ صحیح نہیں، اس لیے کہ یہاں ہبہ تام ہوتا ہے قبضے کے ساتھ اور یہاں آپ کامل قبضہ نہیں کر سکتے بھئی۔ کامل قبضہ یہاں ممکن ہی نہیں۔

زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ پوری زمین پر قبضہ کریں اور پوری کے ضمن میں تبعاً نصف بھی آ جائے۔ کیا آ جائے؟ نصف بھی آ جائے۔ بھئی میں نے آپ کو مثلاً نصف حصہ ہبہ کیا اور وہ نصف کیسا ہے؟ شائع ہے، تو اب صرف اس نصف پر قبضہ ممکن ہے؟ بھئی وہ تو الگ ہے ہی نہیں تو اس پر آپ قبضہ کیسے کریں گے وہ تو پھیلا ہوا ہے زید کے حصے کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ تو اب یہاں پر قبضۂ کامل نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ پوری زمین پر قبضہ کریں، تو کل پر جب قبضہ کریں گے تو جز پر بھی تبعاً کیا ہو جائے گا؟ قبضہ آ گیا۔ تو کل پر قبضہ کیا جائے تو تبعاً جز پر بھی کیا آ جاتا ہے قبضہ آ جاتا ہے۔ تو اب اگر آپ پوری زمین پر قبضہ کریں گے تو اپنے نصف پر بھی آپ کا قبضہ آ جائے گا مولانا لیکن یہ قبضہ اصلاً ہوا یا تبعاً ہوا؟ تبعاً ہوا، اصلاً تو قبضہ ہے کل پر اور تبعاً کس پر ہو گیا؟ جز پر یعنی اس نصف پر بھی قبضہ ہو گیا۔ تو معلوم ہوا یہ قبضہ کامل نہیں اور ہم نے تو کیا کہا تھا ہبہ میں کیا ہونا چاہیے؟ قبضۂ کامل۔ تو قبضۂ کامل کون سا ہے جو اصلاً قبضہ ہو یا تبعاً قبضہ ہو؟ جو اصلاً ہو، اور اصلاً تو یہاں قبضہ نہیں آ رہا بلکہ تبعاً آ رہا ہے۔ بات سب کو سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

یا دوسری صورت مولانا اسی کی بنا لو بھئی: میرے پاس زمین موجود ہے ایک پلاٹ موجود ہے لیکن وہ سارا پلاٹ آپ کو میں نہیں دیتا آپ کو کہتا ہوں بھئی اس پلاٹ میں سے نصف آپ کا ہو گیا، میں نے کوئی الگ نہیں کیا کہ یہاں سے یہاں تک الگ کر کے آپ کو دوں۔ اس طرح الگ کر کے دوں پھر تو ہبہ صحیح ہے آپ قبضہ کر سکتے ہیں اس حصے پر، میں نے ویسے ہی آپ کو کیا کہہ دیا؟ یہ پلاٹ ہے اس میں سے نصف حصہ کس کا ہو گیا؟ آپ کا ہو گیا مولانا۔ تو اب آپ بتایئے مولانا اب آپ اس پر قبضۂ کامل کر سکتے ہیں؟ نہیں۔ ہاں یہاں یہ ہو سکتا ہے آپ کل پر قبضہ کریں اور کل کے ضمن میں کیا آ جائے؟ جز یعنی نصف بھی آ جائے، تو کل پر قبضہ ہو گا اصلاً اور جز یعنی کہ نصف پر جو قبضہ ہو گا وہ تبعاً ہو گا۔ تو یہ قبضہ کامل ہے یا ناقص؟ ناقص، یہ قبضہ ناقص ہے مولانا اور ہم نے تو کہا تھا کہ قبضہ کیا ہونا چاہیے کامل ہونا چاہیے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ معلوم ہوا کہ وہ چیزیں جو تقسیم کی جاتی ہیں ان میں ہبہ جائز نہیں مگر یہ کہ وہ محوز ہوں یعنی غیر ہبہ کے ساتھ جڑی ہوئی نہ ہوں اور مقسوم ہوں تقسیم شدہ ہوں مولانا شائع نہ ہوں۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَلَا تَجُوزُ الْهِبَةُ فِيمَا يُقْسَمُ إِلَّا مَحُوزَةً مَقْسُومَةً اور ہبہ جائز نہیں ہے فِيمَا ان چیزوں کے اندر يُقْسَمُ جن کو کیا کیا جاتا ہے؟ تقسیم کیا جاتا ہے إِلَّا مَحُوزَةً مَقْسُومَةً مگر یہ کہ وہ کیا ہوں؟ محوز ہوں یعنی غیر ہبہ کے ساتھ جڑی ہوئی نہ ہوں مَقْسُومَةً اور کیا ہوں؟ مقسوم ہوں تقسیم شدہ ہوں لہٰذا ایک شائع حصے کا ہبہ صحیح نہیں۔

وَهِبَةُ الْمُشَاعِ فِيمَا لَا يُقْسَمُ جَائِزَةٌ۔ اب دیکھیے کچھ چیزیں ایسی ہیں، بھئی تقسیم تو ہر چیز میں ہو سکتی ہے میں آپ کو گاڑی دیتا ہوں بھئی نصف گاڑی کا میں نے آپ کو مالک بنا دیا، گاڑی کی تقسیم ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی؟ بھئی آپ لوہے کے اوزار لائیں گاڑی کو بیچ میں سے کاٹ سکتے ہیں یا نہیں کاٹ سکتے؟ تقسیم تو ہو سکتی ہے لیکن تقسیم کے بعد کسی فائدے کے قابل رہے گی؟ کسی کام کی رہے گی گاڑی؟ نہیں۔ تو چیزیں دو قسم پر ہیں تقسیم تو ہو سکتی ہیں لیکن کچھ وہ ہیں

جو تقسیم کے بعد ان کا کوئی نفع نہیں رہتا بے کار ہو جاتی ہیں ردی ہو جاتی ہیں جیسے میں نے کس کی مثال ذکر کر دی؟ گاڑی کی۔ اسی طرح برتن ہے کسی کو دے دیا مولانا یہ بھی ایسا ہے، تقسیم کرو کسی کام کا نہیں ہے تمام چیزیں اسی طرح ہیں۔ لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو تقسیم کر دو پھر بھی ان کا نفع باقی رہتا ہے۔

تو یہ جو متن میں آیا فِيمَا يُقْسَمُ جن کو کیا کیا جاتا ہو؟ تقسیم کیا جاتا ہو، بھئی چیزیں تو تمام تقسیم ہو جاتی ہیں معنی یہ ہے کہ تقسیم کے بعد بھی ان کا نفع باقی رہتا ہو۔ سمجھ میں آیا؟ اور اگر تقسیم کے بعد ان کا نفع باقی نہ رہتا ہو تو وہاں قبضۂ ناقص بھی کافی ہے۔ جو چیزیں تقسیم کے بعد ان کا نفع نہیں رہتا ان میں قبضۂ ناقص بھی کافی ہے، لیکن جو چیزیں تقسیم کے بعد بھی قابلِ نفع رہتی ہیں وہاں قبضۂ ناقص کافی نہیں بلکہ وہاں کیا کرنا پڑے گا؟ قبضۂ کامل۔ لہٰذا ابھی جو پلاٹ کی مثال گزری آپ بتایئے پلاٹ کو تقسیم کر دیں اس کے دو حصے کر دیں تو ہر حصے کا نفع اس سے اٹھایا جا سکتا ہے یا نہیں اٹھایا جا سکتا؟ اٹھایا جا سکتا ہے، لیکن اس کے مقابلے میں اگر گاڑی دی گاڑی کو آپ تقسیم کرتے ہیں اب اس سے کوئی نفع اٹھایا جا سکتا ہے؟ اب اس سے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو تقسیم یہ بھی ہوا لیکن اس میں نفع نہیں۔ تو جن چیزوں کا نفع تقسیم کے بعد بھی باقی رہتا ہے ان میں قبضۂ کامل ضروری ہے وہاں شیوع کے ساتھ ہبہ جائز نہیں، اور جن چیزوں کا نفع تقسیم کے بعد باقی نہیں رہتا وہاں حصۂ شائع کے اندر بھی مولانا ہبہ صحیح ہو جائے گا اور وہ ناقص قبضہ بھی وہاں پر کافی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو وہاں وہ ناقص قبضہ بھی کافی ہے اس لیے کہ تقسیم وہاں کرتے ہیں وہاں تو کیا ہو جاتی ہے وہ ساری چیز ہی بے کار ہو جاتی ہے ضائع ہو جاتی ہے۔

تو یہ معنی تھا وَلَا تَجُوزُ الْهِبَةُ فِيمَا يُقْسَمُ ہبہ جائز نہیں ہے ان چیزوں کے اندر جن کو تقسیم کیا جاتا ہے إِلَّا مَحُوزَةً مَقْسُومَةً مگر یہ کہ وہ کیا ہوں؟ محوز ہوں اور مقسوم ہوں۔ لہٰذا اب آپ مجھے بتایئے مولانا میرے پاس ایک برتن میں دودھ بھرا پڑا ہے، میں نے آپ سے کہا اس میں سے نصف حصہ میں نے آپ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے اس پورے برتن پر قبضہ کیا، کیا آپ نصفِ دودھ کے مالک بن گئے اور کیا یہ ہبہ صحیح ہے؟ کس سوچ میں پڑے ہیں بھئی؟ ضابطہ تو میں نے بتا دیا۔ تقسیم کے بعد اس دودھ کے دو حصے کر دو اس کا نفع باقی رہتا ہے یا نفع باقی نہیں رہتا؟ نفع باقی رہتا ہے، اور جن چیزوں کو تقسیم کیا جاتا ہے تقسیم کے بعد بھی ان کا نفع باقی رہتا ہے وہاں کس قسم کا قبضہ ضروری ہے؟ کامل قبضہ۔ اب آپ پورے برتن پر قبضہ کر رہے ہیں لیکن میں نے دیا تو کتنا ہے آپ کو؟ آدھا، اس آدھے پر آپ کا کامل قبضہ آیا؟ نہیں، کیونکہ قبضہ تو دراصل آپ نے کیا کل پر اور کل کے ضمن میں کتنا آگیا نصف بھی آگیا لیکن اس نصف پر قبضہ تبعاً ہوا اصل تو قبضہ ہوا کل پر اور تبعاً کس پر ہوا جزء پر، تو لہٰذا یہ قبضہ کامل نہیں لہٰذا آپ اس دودھ کے مالک ابھی بھی نہیں بنے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کو تقسیم کیا جائے پھر بھی اس کا نفع باقی رہتا ہے۔

ہاں اگر ایسی چیز ہوتی کہ جس میں تقسیم کے بعد اس کا کوئی نفع ہی باقی نہیں رہتا، مثلاً میں نے آپ کو ایک موبائل کیا کیا؟ میں نے کہا بھئی یہ موبائل میں نے نصف آپ کو ہبہ کر دیا۔ اب مولانا آپ اس پر قبضہ کر لیتے ہیں تو کیا ہوا؟ قبضہ صحیح اور اب آپ اس کے کیا بن گئے نصف حصے کے؟ مالک بن گئے، اب آپ کے اور میرے درمیان یہ موبائل مشترکہ ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اب آپ مالک بن گئے نصف کے، اب میں آپ سے واپس لینا چاہوں تو نہیں لے سکتا الا یہ کہ آپ راضی ہو جائیں یا قاضی کے پاس جا کر لے سکتا ہوں۔ جب ہبہ تام ہو جائے قبضے کے ساتھ تو دوسرا شخص اس کا مالک بن جاتا ہے اب یہ واہب کو اس چیز میں کسی قسم کا تصرف کرنے کا حق نہیں۔ آگے ذکر آئے گا ہبہ میں رجوع ہو سکتا ہے لیکن اس میں بھی دوسرے کی رضامندی ضروری ہے، میں آپ کو کہتا ہوں بھئی میرا حصہ مجھے واپس دے دو میں نے آپ کو ایک پلاٹ دیا تھا پورا پلاٹ دیا تھا میں نے آپ کو کہا میرا حصہ مجھے واپس دے دو آپ کہتے ہیں نہیں بھئی میں نہیں دیتا، تو آپ کو حق ہے مولانا اب آپ اس کے مالک ہو چکے ہیں آپ نہ دینا چاہیں تو پھر میں قاضی کے پاس چلا جاؤں گا قاضی مجھے وہ چیز واپس دلوا سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دیکھو میں نے آپ کو یہاں موبائل ہبہ کیا اور موبائل کو تقسیم کیا جائے تو اس کا کوئی نفع باقی رہتا ہے؟ نہیں اس کا نفع ہی باقی نہیں رہتا لہٰذا اس کے اندر قبضۂ ناقص بھی کافی ہے، اب آپ پورے موبائل پر قبضہ کریں گے تو اصلاً ہوا پورے موبائل پر قبضہ اور تبعاً کتنے پر ہو گیا اپنے نصف پر بھی قبضہ ہو گیا تو یہ قبضۂ ناقص ہوا لیکن یہ ایسی چیز ہے جو تقسیم کے بعد قابلِ انتفاع ہی نہیں رہتی لہٰذا اس میں قبضۂ ناقص بھی یہاں کافی ہے مولانا۔

تو کہتے ہیں وَهِبَةُ الْمُشَاعِ فِيمَا لَا يُقْسَمُ جَائِزَةٌ اور مشاع ہبہ یعنی کوئی پھیلے ہوئے حصے کا ہبہ کرنا پوری چیز ہبہ نہیں کر رہے مثلاً گاڑی میں سے میں نے آپ کو کتنے کا مالک بنایا نصف کا، تو کہتے ہیں وَهِبَةُ الْمُشَاعِ اور مشاع چیز کا ہبہ فِيمَا ان چیزوں کے اندر لَا يُقْسَمُ جن کو تقسیم نہیں کیا جاتا جَائِزَةٌ تو یہ جائز ہے۔ لہٰذا اب ایک آدمی کے پاس پنجگی ہے اس نے دوسرے سے کہا یہ نصف پنجگی میں نے آپ کو دے دی۔ اب بتایئے مولانا پنجگی تقسیم تو ہو سکتی ہے لیکن تقسیم کے بعد کیا اس کا نفع باقی رہے گا؟ نہیں رہے گا لہٰذا یہاں پر قبضۂ ناقص بھی کافی ہو جائے گا ہبہ قبضۂ ناقص سے بھی تام ہو جائے گا۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ وَهَبَ شِقْصًا مُشَاعًا فَالْهِبَةُ فَاسِدَةٌ، فَإِنْ قَسَمَهُ وَسَلَّمَهُ جَازَ۔ شِقْص کہتے ہیں حصے کو۔ اور جس نے ہبہ کیا شِقْصًا

مُشَاعًا کوئی پھیلا ہوا حصہ فَالْهِبَةُ فَاسِدَةٌ تو ہبہ کیا ہے؟ فاسد ہے۔ کیوں فاسد ہے مولانا؟ کیونکہ یہاں قبضۂ کامل نہیں ہو سکتا اس لیے بھئی۔ فَإِنْ قَسَمَهُ وَسَلَّمَهُ جَازَ ہاں پس اگر اس چیز کو تقسیم کر دیا وَسَلَّمَهُ اور پھر اس موہوب لہ کے سپرد کر دیا جَازَ تو یہ جائز ہے کیونکہ اب مولانا جب قبضہ کر رہا ہے اس وقت شیوع ہے؟ جب حصہ الگ کر دیا تقسیم کر کے اسے دے دیا تو ہبہ تو تام ہوتا ہے قبضے کے ساتھ اور جب وہ قبضہ کر رہا ہے اب شیوع ہے؟ نہیں، اس لیے ہبہ صحیح ہو جائے گا۔

وَلَوْ وَهَبَ دَقِيقًا فِي حِنْطَةٍ أَوْ دُهْنًا فِي سِمْسِمٍ فَالْهِبَةُ فَاسِدَةٌ، فَإِنْ طَحَنَ وَسَلَّمَ لَمْ يَجُزْ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: بھئی میرے پاس گندم پڑی ہے میں نے آپ سے کہا بھئی اس گندم کے اندر جو آٹا ہے وہ میں نے آپ کو ہبہ کر دیا اور بھوس میرا ہی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ میں نے کیا کہا اس گندم کے اندر جو آٹا ہے وہ میں نے آپ کو ہبہ کر دیا، تو یاد رکھیے یہ ہبہ جائز نہیں۔ اب میں اس گندم کو پسواتا ہوں اس سے آٹے کو الگ کرتا ہوں بھوس کو الگ کرتا ہوں تو آپ پھر اس آٹے پر قبضہ کر لیتے ہیں پھر بھی ہبہ صحیح نہیں، اس لیے کیونکہ ہبہ تو کسی موجود چیز کا کیا جاتا ہے اور جس وقت میں نے ہبہ کیا تھا کیا آٹا اس وقت موجود تھا؟ اس وقت تو آٹا موجود ہی نہیں تھا اس کا وجود ہی کوئی نہیں تھا اور معدوم کا ہبہ تو صحیح نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو لہٰذا اب میں وہ آٹا نکالتا ہوں اور آپ کے حوالے کر دیتا ہوں آپ اس پر قبضہ کر لیتے ہیں پھر بھی ہبہ صحیح نہیں ہو گا بلکہ از سرِ نو عقدِ ہبہ کرنا پڑے گا پھر تام ہو گا۔ از سرِ نو کیا کرنا پڑے گا؟ عقدِ ہبہ کیونکہ پہلے جس وقت ہبہ کیا تھا اس وقت آٹے کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور اب آٹے کا کیا آ چکا ہے وجود آ چکا ہے۔ تو پہلے والے ہی عقد کو ہم پورا کر لیں کہ چلو اس وقت آٹا تو نہیں تھا لیکن اب قبضے کے وقت تو آٹا ہے، کہتے ہیں بھئی ہبہ ہی جب صحیح نہیں ہے تو قبضے کا کیا معنی؟ قبضہ تو کس لیے ضروری تھا؟ ہبہ ہی کو تام کرنے کے لیے ضروری تھا اور ہبہ تو ہوا ہی نہیں کیونکہ وہ چیز ہی موجود نہیں تھی، لہٰذا اب از سرِ نو نیا عقد کر لے کہ یہ آٹا میں نے آپ کو دے دیا اور وہ پھر اس پر کیا کر لے قبضہ کر لے پھر ہبہ صحیح ہو جائے گا مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ وہی عقد جائز نہیں ہے بھئی۔

اسی طرح مولانا میرے پاس تل پڑے ہوئے تھے کافی سارے بھئی۔ تو میں نے آپ سے کہا کہ ان تلوں کے اندر جو تیل ہے وہ میں نے آپ کو ہبہ کر دیا۔ کیا کیا؟ میں نے صرف تیل ہبہ کیا ہے، تو یاد رکھیے یہ ہبہ بھی جائز نہیں کیونکہ جب میں ہبہ کر رہا ہوں اس وقت تیل کا وجود ہے؟ تیل کا الگ وجود نہیں ہے لہٰذا اب بعد میں اگر ان تلوں سے میں تیل نکالتا ہوں اور آپ اس پر قبضہ بھی کر لیتے ہیں پھر بھی ہبہ جائز نہیں۔ کیوں نہیں جائز؟ کیونکہ جس وقت ہبہ کیا تھا اس وقت وہ موہوب موجود ہی نہیں تھی۔ لہٰذا اب اگر کرنا ہے ہبہ تو دوبارہ نئے سرے سے عقد کر لے اور وہ اس پر قبضہ کر لے وہی پرانا عقد جائز نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں بھئی وَلَوْ وَهَبَ دَقِيقًا فِي حِنْطَةٍ أَوْ دُهْنًا فِي سِمْسِمٍ فَالْهِبَةُ فَاسِدَةٌ۔ یاد رکھنا بھئی میں نے آپ کو ضابطہ بتلایا تھا نکرہ کے بعد فعل آ جائے تو وہ اس کے لیے کیا بنا کرتا ہے؟ عموماً صفت بنتا ہے، وہ نکرہ موصوف ہوتا ہے اور وہ فعل اس کی صفت بنتا ہے اور موصوف صفت کا ترجمہ کرنے کا کیا طریقہ بتلایا تھا ایسی جگہ پر؟ کہ موصوف سے پہلے ایسا کا لفظ لے آؤ۔ اسی طرح یاد رکھو اگر نکرہ کے بعد جار مجرور آ جائے تو وہ بھی بعض اوقات اس کے لیے صفت بنتا ہے۔ نکرہ کے بعد کیا آ جائے؟ جار مجرور آ جائے تو وہ جار مجرور بھی اس کے لیے کیا بنتا ہے؟ صفت، تو لہٰذا وہاں پر بھی موصوف سے پہلے کیا لفظ لائیں گے؟ ایسا بھئی۔ اچھا بھئی میں نے آپ کو ضابطہ بتلایا بھئی کہ نکرہ کے بعد جار مجرور بھی آ جائے تو وہ کبھی کبھار اس کے لیے کیا بن جاتے ہیں صفت، تو یہاں دَقِيقًا نکرہ آیا اور فِي حِنْطَةٍ جار مجرور اس کے بعد آیا تو یہ اس کے لیے صفت بنے گی، اور موصوف صفت کا ترجمہ کیسے کرتے تھے موصوف سے پہلے کیا لفظ لاتے تھے؟ ایسا۔ تو کیسے ترجمہ کریں گے؟ وَلَوْ وَهَبَ دَقِيقًا فِي حِنْطَةٍ اور اگر ہبہ کیا ایسا آٹا فِي حِنْطَةٍ جو کس میں ہے؟ گندم میں ہے أَوْ دُهْنًا فِي سِمْسِمٍ یا ایسا تیل جو تلوں میں ہے فَالْهِبَةُ فَاسِدَةٌ تو ہبہ کیا ہے؟ فاسد ہے، یعنی ابھی وہ تیل نکالا نہیں ہے اسی طرح ہبہ کر رہا ہے وہ آٹا گندم کو پیسا نہیں ہے گندم ہی میں ہے اس کو ہبہ کر رہا ہے تو یہ ہبہ درست نہیں بھئی۔ فَإِنْ طَحَنَ وَسَلَّمَ لَمْ يَجُزْ پس اگر اس نے اس کو پیس لیا وَسَلَّمَ اور سپرد کر دیا گندم کو پیس لیا اور آٹا سپرد کر دیا لَمْ يَجُزْ پھر بھی جائز نہیں۔ اسی طرح اگر وہ تلوں میں سے تیل نکال لیا اور پھر حوالے کیا تب بھی یہ جائز نہیں یعنی یہ ہبہ درست نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

بھئی کیا وجہ ہے پچھلے مسئلے میں ہم نے پڑھا تھا بھئی اگر کسی نے کسی کو مشاع چیز ہبہ کی تو جائز نہیں لیکن اگر وہ اس کو الگ کر کے دے دیتا ہے اور وہ قبضہ کرتا ہے تو پھر ہبہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ میں نے آپ کو اپنے پلاٹ میں سے کہا نصف حصہ آپ کو میں نے ہبہ کر دیا نصفِ شائع تو یہ ہبہ صحیح نہیں لیکن پھر میں کیا کرتا ہوں پلاٹ کے دو حصے کر دیتا ہوں ایک حصہ اپنے پاس رکھتا ہوں دوسرا آپ کو دیتا ہوں آپ اس پر قبضہ کرتے ہیں تو ہبہ صحیح ہو جائے گا۔ تو وہاں آپ کہتے

تھے ہبہ کرتے وقت تو الگ نہیں تھا لیکن جب قبضہ کیا اس وقت الگ کر کے دے دیا تو ہبہ کیا ہو جائے گا؟ صحیح۔ اور یہاں آپ فرمارہے ہیں کہ تلوں کے اندر جو تیل ہے یا گندم کے اندر جو آٹا ہے وہ ہبہ کیا تو ہبہ صحیح نہیں، نکال کر دے دے الگ کر کے دے دے پھر بھی نہیں صحیح، کیا وجہ ہے وہاں تو صحیح ہو جاتا تھا یہاں صحیح نہیں؟ جواب یہ ہے مولانا کہ وہاں

وہ چیز ہبہ کے وقت موجود تو تھی الگ نہیں تھی، اور یہاں تو چیز سرے سے موجود ہی نہیں۔ میں نے آپ کو پلاٹ میں سے کہا تھا نصف حصہ آپ کا، تو نصف حصے کا وجود تھا یا نہیں تھا اس وقت؟ وجود تو تھا، لہٰذا وہ صورت مختلف ہوئی بھئی۔ صرف قبضہ ممکن نہ تھا کیونکہ شیوع تھا، اور قبضے کے وقت میں نے کیا کر دیا الگ کر کے دیا تو اس وقت شیوع بھی نہیں، تو مانع دور ہو گیا وہاں ہبہ صحیح ہو جائے گا۔ لیکن یہاں پر جب میں نے ہبہ کیا تو وہ چیز سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ آٹا میں نے ہبہ کیا وہ تو ابھی ہے ہی نہیں وہ تو گندم کے اندر ہے، اور میں نے وہ تیل جو ہبہ کیا وہ تلوں میں تھا تو ہبہ کے وقت اس کا وجود ہی نہیں تھا۔ تو مشاع میں وجود تو تھا لیکن مانع کیا تھا؟ کہ کامل قبضہ نہیں ہو سکتا تھا، اور یہاں تو سرے سے کوئی وجود ہی نہیں اس لیے دونوں میں فرق ہے۔ بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِذَا كَانَتِ الْعَيْنُ فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مَلَكَهَا بِالْهِبَةِ وَإِنْ لَمْ يُجَدِّدْ فِيهَا قَبْضًا۔ بھئی یاد رکھو قبضے دو قسم پر ہیں بھئی: ایک قبضۂ مضمون ہے ایک قبضۂ غیر مضمون ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لکھو نہ بھئی وقت تھوڑا ہے بھئی توجہ ادھر میری طرف رکھو میں بار بار تکرار کرواؤں گا ان شاء اللہ بھولتے نہیں ہیں بس تکرار آپ بھی بعد میں کر لینا۔ قبضے دو قسم کے ہیں: ایک قبضۂ مضمون ہے ایک قبضۂ غیر مضمون۔ ایک وہ قبضہ ہے جس میں ضمان آتا ہے اگر چیز ہلاک ہو جائے، ایک وہ قبضہ ہے چیز ہلاک بھی ہو جائے تو اس کا ضمان نہیں آتا۔ یاد رکھیے ہبہ کے اندر جو قبضہ ہوتا ہے وہ غیر مضمون ہے۔ اس میں کوئی ضمان آتا ہے بھئی؟ نہیں۔ اچھا اسی طرح میں نے آپ کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھوائی تھی وہ امانت آپ کے پاس ہلاک ہو گئی کوئی چوری کر کے لے گیا، آپ پہ کوئی ضمان آئے گا؟ نہیں، کیونکہ امانت میں بھی قبضہ مضمون نہیں۔[۲]

لیکن اس کے بجائے اگر کسی نے کسی کی چیز غصب کی، آپ میری کتاب اٹھا کر لے گئے بغیر اجازت کے بھئی غصب کر لی یا چھین کر لے گئے اب آپ نے اس پر قبضہ کیا۔ تو یہ کتاب اگر آپ کے پاس ہلاک ہو جائے تو کیا آپ پر ضمان آئے گا یا نہیں آئے گا؟ آئے گا آپ کو اس کی قیمت دینا پڑے گی، تو یہ قبضۂ مضمون ہے۔ یہ کیا ہے؟ قبضۂ مضمون ہے۔ اسی طرح بیع کے اندر مشتری جب مبیعے پر قبضہ کرتا ہے تو اس پر ضمان آتا ہے یا نہیں آتا؟ ثمن دینے پڑتے ہیں یا نہیں دینے پڑتے اسے؟ ثمن دینے پڑتے ہیں مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اگر کسی نے خیارِ شرط کے ساتھ کوئی چیز خریدی کہ مجھے تین دن میں اختیار ہے میں بیع کو فسخ کرنا چاہوں تو فسخ کر سکتا ہوں، تو اب تین دن کے اندر مبیعہ اس کے پاس ہلاک ہو گیا۔ اب فسخ ممکن ہے؟ اب فسخ ممکن نہیں لہٰذا اس پر ضمان آئے گا اور اس پر ثمن لازم ہو گئے اب ثمن اسے دینے پڑیں گے۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ اسی طرح کسی کے پاس کوئی چیز رہن رکھوائی جائے اور وہ رہن اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو ضمان آتا ہے یا ضمان نہیں آتا؟ آپ نے پڑھا تھا ضمان آیا کرتا ہے دین اور اس رہن کی قیمت میں سے جو اقل ہو وہ کیا آتا ہے؟ ضمان آتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اسی طرح کسی نے کسی کے ساتھ بیعِ فاسد کی اور مبیعے پر قبضہ کر لیا تو بیعِ فاسد میں تو ضروری ہے مبیعہ واپس کرے اور ثمن واپس لے لے لیکن اگر یہ مبیعہ اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو پھر کیا لازم آئے گا اس پر؟ قیمت لازم آجائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ بھی معلوم ہوا قبضۂ مضمون ہے۔

تو معلوم ہوا قبضے دو قسم پر ہیں: ایک وہ قبضے جن میں ضمان آتا ہے، ایک وہ قبضے جن میں ضمان نہیں آتا۔ تو ایک قبضۂ مضمون ہوا ایک قبضۂ غیر مضمون۔ تو اب یاد رکھنا مولانا اگر دو قبضے ہوں مولانا، کیا ہوں؟ دو قبضے: دونوں اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو پہلا قبضہ ثانی کا نائب بن سکتا ہے نئے قبضے کی ضرورت نہیں۔ اگر دونوں قبضے کیا ہوں؟ ایک ہی قسم کے، پہلا قبضہ بھی کس قسم کا تھا؟ مضمون، دوسرا بھی کس قسم کا ہے؟ مضمون، تو اول نائب بن جائے گا ثانی کا نئے قبضے کی ضرورت نہیں۔ اور اسی طرح اگر پہلا قبضہ غیر مضمون تھا اور ثانی قبضہ بھی غیر مضمون ہے تو اول قبضہ نائب بن جائے گا کس کا؟ ثانی کا، نئے قبضے کی ضرورت نہیں۔

دیکھو مثالوں سے بات واضح ہو گی جو میں مسئلہ سمجھانا چاہتا ہوں آپ کو: بھئی دیکھو ایک شخص ہے بھئی وہ میری چادر اٹھا کر لے گیا بھئی اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو یہ غصب ہوا مولانا، اور یہ قبضہ مضمون ہے یا غیر مضمون؟ یہ قبضہ مضمون ہے۔ اچھا بعد میں وہی چادر میں نے اس کو بیچ دی۔ کیا کیا؟ وہی چادر بیچ دی۔

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا كَانَتِ الْعَيْنُ فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مَلَكَهَا بِالْهِبَةِ وَإِنْ لَمْ يُجَدِّدْ فِيهَا قَبْضًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا كانت العين في يد الموهوب ملكها بالهبة وإن لم يجددفيها قبضا» منقول ہے۔

بیعے پر بیع میں قبضہ کیا جاتا ہے یا نہیں کیا جاتا؟ بیعے پر بیع میں قبضہ کیا جاتا ہے تو وہ چیز پہلے ہی اس کے قبضے میں ہے، تو کیا اس پر از سرِ نو نیا قبضہ کرے گا کہ لا کر کس کو دے دے؟ بائع کو دے دے اور پھر واپس اس سے لے کر قبضہ کر لے، کیا ایسا کرنا ضروری ہے کہ ایسا ضروری نہیں؟ کہتے ہیں بھئی میں نے بتلا دیا آپ کو ضابطہ بھئی: اگر دونوں قبضے کیا ہوں؟ ایک ہی قسم کے ہوں تو اول قبضہ ہی نائب بن جائے گا کس کا؟ ثانی قبضے کا، لہٰذا نئے قبضے کی ضرورت نہیں۔ تو لہٰذا جب اس نے چیز غصب کی تھی یہ قبضہ کون سا تھا؟ مضمون، اور جب اس نے چیز خرید لی تو اب ثانی قبضہ بھی کس قسم کا ہوتا؟ وہ بھی مضمون ہے، تو پہلا قبضہ بھی مضمون ثانی قبضہ بھی مضمون لہٰذا اب ثانی کے لیے نئے قبضے کی ضرورت نہیں وہ پہلا قبضہ ہی ثانی کا قائم مقام ہو جائے گا۔ پہلا قبضہ ہی کیا ہے ثانی کا؟ قائم مقام۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز لائے میرے حوالے کرے اور پھر دوبارہ اس پر بیعے کے طور پر قبضہ کرے بلکہ وہ پہلا قبضہ ہی کیا ہو جائے گا ثانی قبضے کا قائم مقام ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی مضمون قبضہ تھا یہ بھی مضمون قبضہ ہے۔

دوسری صورت مولانا کہ دونوں قبضے غیر مضمون ہوں: میں نے آپ کے پاس ایک چیز بطورِ امانت کے رکھوائی تو یہ قبضہ مضمون ہے یا غیر مضمون؟ غیر مضمون۔ پھر وہی امانت میں آپ کو تحفے کے طور پر دے دیتا ہوں کہ وہ چیز جو میں نے آپ کے ہاں امانت رکھوائی تھی وہ آپ ہی کی ہو گئی، اور ہبہ تو تام کس کے ذریعے ہوتا ہے؟ قبضے کے ذریعے، تو یہاں پر بھی قبضہ ضروری اور اس چیز پر آپ کا پہلے سے قبضہ ہے، تو کیا اب نیا قبضہ کرے کہ لا کر چیز مجھے دے اور پھر اس پر قبضہ کرے تاکہ ہبہ کیا ہو جائے تام، یا وہی قبضۂ اول ہی قبضۂ ثانی کا کیا بن جائے گا قائم مقام؟ تو آپ دیکھ لیں پہلا قبضہ امانت کے طور پر تھا وہ مضمون تھا یا غیر مضمون؟ غیر مضمون۔ اور ثانی قبضہ ہبہ کے طور پر ہے وہ بھی کیا ہے؟ قبضۂ غیر مضمون۔ تو لہٰذا اول قبضہ ہی ثانی کے لیے کیا بن جائے گا؟ قائم مقام، نئے قبضے کی ضرورت نہیں بس وہ چیز آپ کے پاس پہلے امانت کے طور پر تھی اب ہبہ کے طور پر ہو گئی کسی نئے قبضے کے کرنے کی ضرورت نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

لیکن اگر دونوں قبضے مختلف ہوں: ایک قبضہ مضمون ہے اور دوسرا کیا ہے غیر مضمون، تو پھر دو صورتیں ہیں: یا پہلا مضمون ہو گا اور ثانی کیا ہو گا غیر مضمون، یا پہلا غیر مضمون ہو گا اور ثانی مضمون۔ تو یاد رکھنا اگر پہلا مضمون ہو اور ثانی کیا ہو غیر مضمون، تو پہلا قبضہ ہی ثانی کا قائم مقام بن جائے گا۔ پہلا قبضہ کیا ہو؟ مضمون، ثانی کیا ہو؟ غیر مضمون، تو پہلا ہی ثانی کا کیا بن جائے گا؟ قائم مقام بن جائے گا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ مثلاً ایک آدمی میری چادر اٹھا کر لے گیا، اب چادر اس نے غصب کی ہے تو اس پر قبضہ کیا اور یہ قبضہ کون سا ہے؟ مضمون ہے۔ بعد میں وہی چادر اس نے ابھی مجھے دی نہیں میں نے اسے کہا بھئی وہ چادر میں نے آپ ہی کو دے دی۔ کیا کیا؟ ہبہ کر دیا۔ تو ہبہ کے لیے کیا ضروری؟ قبضہ، اور یہ قبضہ کون سا ہوتا ہے؟ غیر مضمون۔ تو پہلا قبضہ تھا مضمون ثانی قبضہ کس قسم کا ہے؟ غیر مضمون، تو کیا وہی پہلا قبضۂ مضمون ثانی قبضے کا یعنی قبضۂ غیر مضمون کا قائم مقام ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے، لہٰذا اب یہ ضروری نہیں کہ وہ لا کر وہ چیز مجھے دے اور پھر دوبارہ اس پر نئے سرے سے قبضہ کرے بلکہ وہی پہلا قبضۂ مضمون ثانی یعنی غیر مضمون کا کیا بن جائے گا؟ قائم مقام بن جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

لیکن اگر اس کا عکس ہو: پہلا تھا غیر مضمون اور ثانی ہو مضمون، اب قبضۂ جدید ضروری ہے۔ کیا ہے؟ قبضۂ جدید ضروری ہے یعنی قبضۂ غیر مضمون وہ قائم مقام نہیں بن سکتا کس کا؟ قبضۂ مضمون کا۔ صورت یہ ہے: بھئی میری آپ کے پاس امانت تھی۔ کیا تھی؟ امانت تھی، اور امانت کا قبضہ مضمون ہے یا غیر مضمون؟ غیر مضمون۔ پھر وہی چیز میں نے آپ کے پاس بطورِ رہن کے رکھوا دی، اور رہن میں قبضہ مضمون ہوتا ہے یا غیر مضمون؟ مضمون ہوتا ہے، تو اول قبضہ ہے غیر مضمون ثانی کیا ہے؟ مضمون ہے، پہلا ہے غیر مضمون اور ثانی ہے مضمون تو کیا وہی قبضۂ اول ہی ثانی کا قائم مقام ہو جائے گا یا نئے سرے سے قبضہ ضروری؟ کہتے ہیں نئے سرے سے قبضہ: وہ پہلے چیز کو لائے پہلے قبضہ تھا امانت کے طور پر اور وہ غیر مضمون ہے، لا کر کس کے حوالے کرے؟ اس شخص کے حوالے کرے اور پھر وہ اس کو قبضے میں دے دے بطورِ رہن کے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ ضابطہ ذکر ہو گیا مولانا۔

اب دیکھیے مولانا: وَإِذَا كَانَتِ الْعَيْنُ فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مَلَكَهَا بِالْهِبَةِ وَإِنْ لَمْ يُجَدِّدْ فِيهَا قَبْضًا اور اگر وہ عین جو ہبہ کی گئی ہے فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ کس کے قبضے میں تھی؟ وہ چیز پہلے سے ہی موہوب لہ کے قبضے میں تھی مَلَكَهَا بِالْهِبَةِ تو وہ اس چیز کا کیا بن جائے گا؟ مالک بن جائے گا بِالْهِبَةِ کس کے ذریعے؟ ہبہ کے ذریعے ہی بن جائے گا وَإِنْ لَمْ يُجَدِّدْ فِيهَا قَبْضًا اگرچہ اس میں نئے سرے سے قبضہ نہ کرے، کیونکہ ہبہ والا قبضہ کون سا ہے؟ غیر مضمون، اور پہلا چاہے مضمون ہو چاہے غیر مضمون ہو دونوں صورتوں میں یہ ہبہ کیا ہو جائے گا؟ صحیح ہو جائے گا کیونکہ پہلا قبضہ یا کون سا ہو گا مضمون ہو گا یا غیر مضمون: اگر پہلا غیر مضمون ہے یہ بھی غیر مضمون ہے تو پہلا کیا ہو سکتا ہے اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے، اور اگر پہلا مضمون ہوا اور یہ ہے غیر مضمون تو بھی قبضۂ مضمون قائم مقام ہو سکتا ہے کس کا؟ غیر مضمون کا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو نئے قبضے کی یہاں ضرورت نہیں۔

وَإِذَا وَهَبَ الْأَبُ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ هِبَةً مَلَكَهَا الِابْنُ بِالْعَقْدِ۔ اور جب باپ نے ہبہ کیا اپنے چھوٹے بیٹے کو هِبَةً، هِبَةً یہ بمعنی موہوب کے ہے، ہبہ کا لفظ آئے گا یہاں وہ بمعنی موہوب کے ہو گا یعنی کوئی چیز دی بھئی موہوب دی، اور جب ہبہ کی باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کوئی موہوب شے مَلَكَهَا الِابْنُ تو مالک بن جائے گا اس ہبہ کا الِابْنُ کون مالک بنے گا؟ بیٹا بِالْعَقْدِ کس کے ذریعے؟ عقد کے ذریعے ہی مالک بن جائے گا۔ تو یہاں نہ مولانا قبول کی ضرورت ہے نہ قبضے کی ضرورت ہے اس لیے کہ وہ کس کو دے رہا ہے باپ چیز؟ صغیر کو، اور صغیر پر باپ کو کیا ہوتی ہے؟ ولایت حاصل ہوتی ہے تو باپ کا قبضہ دراصل کس کی طرح ہے؟ صغیر کے قبضے کی طرح ہے تو کہتے ہی عقد پورا ہو گیا اور وہ صغیر کیا بن گیا اس چیز کا؟ مالک بن گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو بس یہ بات یاد رکھنا ولی کا قبضہ کس کی طرح ہے؟ اس شخص ہی کے قبضے کی طرح ہے بھئی جس کا وہ ولی ہے بھئی، تو یہاں باپ بیٹے کا ولی ہے صغیر کا تو باپ کا قبضہ بیٹے کے قبضے ہی کی طرح ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا وَهَبَ الْأَبُ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ هِبَةً اور اگر باپ نے ہبہ کیا اپنے چھوٹے بیٹے کو هِبَةً کوئی موہوب شے یعنی کوئی چیز ہبہ کی مَلَكَهَا الِابْنُ بِالْعَقْدِ تو مالک بن جائے گا اس کا بیٹا عقد کے ذریعے ہی، عقد ہوتے ہی مالک بن جائے گا۔

وَإِنْ وَهَبَ لَهُ أَجْنَبِيٌّ هِبَةً تَمَّتْ بِقَبْضِ الْأَبِ۔ بھئی صغیر کو کسی اجنبی نے کوئی ہبہ کیا، صغیر کو کیا کیا؟ اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی اور باپ نے قبضہ کیا اس موہوب چیز پر تو کہتے ہیں باپ ولی ہے باپ کا قبضہ کس کی طرح ہے؟ صغیر کے قبضے ہی کی طرح ہے تو ہبہ کیا ہو جائے گا؟ تام ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ وَهَبَ لَهُ أَجْنَبِيٌّ اور اگر ہبہ کیا اس صغیر کو کسی اجنبی نے هِبَةً کوئی چیز تَمَّتْ بِقَبْضِ الْأَبِ تو ہبہ تام ہو جائے گا باپ کے قبضے سے۔

وَإِذَا وُهِبَ لِلْيَتِيمِ هِبَةٌ فَقَبَضَهَا لَهُ وَلِيُّهُ جَازَ۔ اور اگر ہبہ کیا گیا کسی یتیم کو کوئی ہبہ کوئی چیز ہبہ کی گئی فَقَبَضَهَا لَهُ پس قبضہ کیا اس ہبہ پر لَهُ اس یتیم کے لیے وَلِيُّهُ اس کے ولی نے جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔

وَإِنْ كَانَ فِي حِجْرِ أُمِّهِ فَقَبْضُهَا لَهُ جَائِزٌ۔ حِجْرٌ اور حَجْرٌ گود کو کہتے ہیں مولانا، گود کو۔ وَإِنْ كَانَ فِي حِجْرِ أُمِّهِ اور اگر وہ صغیر اپنی ماں کی گود میں تھا یعنی اس کی پرورش میں تھا، مراد کیا ہے؟ ماں کی پرورش میں تھا فَقَبْضُهَا لَهُ جَائِزٌ تو ماں کا قبضہ کرنا اس ہبہ پر لَهُ اس صغیر کے لیے جَائِزٌ یہ جائز ہے۔ یاد رکھو ولی باپ ہے یا دادا ہے، ماں ولی نہیں ہے سمجھ میں آیا؟ لہٰذا باپ یا دادا اس کا کہیں نکاح کروا دیتے ہیں تو یہ نکاح درست ہے مولانا، صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن ماں کو ولایت حاصل نہیں، لیکن اگر صغیر اس کی پرورش میں ہے اس کی حفاظت میں ہی ہے اب کوئی اس صغیر کو کوئی چیز دیتا ہے اور ماں اس پر کیا کر لیتی ہے قبضہ کر لیتی ہے تو اب یہ ہبہ کیا ہو جائے گا تام اور ماں کا قبضہ جائز ہے۔

وَكَذٰلِكَ إِنْ كَانَ فِي حِجْرِ أَجْنَبِيٍّ يُرَبِّيهِ فَقَبْضُهُ لَهُ جَائِزٌ۔ اور اسی طرح مولانا اگر بچہ کسی اجنبی کی تربیت میں پرورش میں تھا، کسی اجنبی کی پرورش میں تھا تو اب اس صغیر کو کسی نے کوئی ہبہ دیا اور اس اجنبی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اب اس اجنبی کو اس پر ولایت تو نہیں ہے لیکن یہ بچہ کیا ہے اس کی پرورش میں ہے، سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اب اس اجنبی کا قبضہ اس بچے کے لیے یہ جائز ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کہتے ہیں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح ہے یعنی ہبہ جائز ہے إِنْ كَانَ فِي حِجْرِ أَجْنَبِيٍّ اگر وہ صغیر جو تھا کسی اجنبی کی پرورش میں ہو، ایسا اجنبی يُرَبِّيهِ جو کیا کر رہا ہے اس کی؟ پرورش کرتا ہے فَقَبْضُهُ لَهُ جَائِزٌ تو اس اجنبی کا قبضہ کرنا اس چیز پر اس صغیر کے لیے جَائِزٌ یہ جائز ہے۔

وَإِنْ قَبَضَ الصَّبِيُّ الْهِبَةَ بِنَفْسِهِ وَهُوَ يَعْقِلُ جَازَ۔ اور اگر قبضہ کر لے بچہ ہبہ پر خود وَهُوَ يَعْقِلُ اس حال میں کہ وہ سمجھ دار بھی ہے جَازَ تو یہ بھی جائز ہے ہبہ صحیح ہو جائے گا۔[۳]

وَإِذَا وَهَبَ اثْنَانِ مِنْ وَاحِدٍ دَارًا جَازَ، وَإِنْ وَهَبَ وَاحِدٌ مِنِ اثْنَيْنِ لَمْ تَصِحَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى تَصِحُّ۔ اور اگر ہبہ کیا دو آدمیوں نے ایک آدمی پر دارًا کوئی گھر جَازَ تو یہ جائز ہے۔ بھئی دیکھو آپ نے پڑھا کہ جس چیز میں شیوع ہو اس کا ہبہ جائز نہیں۔ میرے اور زید کے درمیان ایک زمین مشترکہ تھی۔ پلاٹ ہے نصف کا مالک زید نصف کا مالک میں، تو یہ پلاٹ مشترکہ ہے ابھی ہم نے حد بندی نہیں کی تو زمین کا ہر ہر جز ہم دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ ہم دونوں نے یہ پلاٹ کسی شخص کو دے دیا۔ پلاٹ کیا کیا؟ کسی شخص کو دے دیا، تو کیا یہ ہبہ صحیح ہوا یا صحیح نہیں ہوا؟ کہتے ہیں یہ ہبہ صحیح ہے۔ یہ ہبہ کیا ہے؟ صحیح ہے اس لیے کہ اگرچہ میرے حصے میں بھی شیوع زید کے حصے میں بھی شیوع لیکن اصل اثر

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَبَضَ الصَّبِيُّ الْهِبَةَ بِنَفْسِهِ وَهُوَ يَعْقِلُ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قبض الصبي الهبة بنفسه له جاز» منقول ہے۔

پڑتا ہے قبضے کے وقت شیوع کا۔ تو اصل چیز ہبہ کے اندر جو مؤثر ہوتی ہے وہ شیوع پایا جائے قبضے کے وقت: اگر قبضے کے وقت شیوع ہے تو ہبہ صحیح نہیں، اور اگر قبضے کے وقت شیوع نہیں تو ہبہ کیا ہو جائے گا؟ صحیح۔

بھئی وہ صورت میں نے نہیں ذکر کی تھی آپ کے سامنے؟ میں نے ایک آدمی کو پلاٹ کا نصف حصہ دے دیا تو یہ آپ نے پڑھا تھا ہبہ جائز نہیں، لیکن اگر میں پھر وہ حصہ علیحدہ کر کے دے دوں اس کو اور وہ اس پر قبضہ کرتا ہے تو جب قبضہ کیا اس وقت شیوع ہے؟ نہیں، اس وقت شیوع نہیں تو ہبہ کیا ہو جائے گا؟ صحیح ہو جائے گا۔ تو یہاں پر بھی میرے اور زید کے درمیان پلاٹ مشترکہ ہے لیکن ہم نے جب تیسرے شخص کو ہبہ کیا اب میرے حصے میں بھی شیوع ہے زید کے حصے میں بھی شیوع ہے، لیکن جب وہ قبضہ کرے گا اس وقت شیوع ہو گا؟ اب تو وہ پورے پلاٹ پہ قبضہ کر رہا ہے تو اس کے پاس جو چیز جا رہی ہے اس میں شیوع ہے؟ اس میں شیوع نہیں سارے کے سارے پر وہ قبضہ کر لے گا اور اس میں مقبوض میں کسی قسم کا شیوع نہیں لہٰذا ہبہ کیا ہے؟ جائز ہے۔ تو یہ معنی ہے وَإِذَا وَهَبَ اثْنَانِ اور جب ہبہ کیا دو آدمیوں نے مِنْ وَاحِدٍ کتنے پر؟ ایک آدمی پر ہبہ کیا دَارًا کوئی گھر جَازَ تو یہ جائز ہے اس لیے کہ سارا کا سارا اس کے قبضے میں چلا جائے گا بغیر کسی شیوع کے۔

وَإِنْ وَهَبَ وَاحِدٌ مِنِ اثْنَيْنِ لَمْ تَصِحَّ۔ اس کا عکس کریں: ایک آدمی ہے وہ دو آدمیوں کو چیز دیتا ہے۔ مثلاً بھئی میرے پاس پلاٹ ہے میں نے زید اور عمرو دونوں کو ہبہ کر دیا یہ پلاٹ، تو یہ جائز نہیں ہے مولانا۔ یہاں واہب ایک ہے اور موہوب لہ کتنے ہیں؟ دو ہیں۔ تو کیوں جائز نہیں؟ اس لیے کہ جب میں ایک چیز دو آدمیوں کو ہبہ کر رہا ہوں تو ہبہ کرتے وقت تو شیوع نہیں لیکن جب وہ قبضہ کریں گے اس وقت کیا آ جائے گا؟ شیوع آ جائے گا، کیونکہ ایک چیز کا دو آدمیوں کو ہبہ کرنے کا مطلب یہ ہے نصف ایک کی اور نصف دوسرے کی، اور یہاں پر کوئی حد بندی ہے؟ کوئی حد بندی تو کی نہیں ہوئی تو لہٰذا جو حصہ دوسرے کے پاس پہنچے گا اس میں شیوع ہو گا اور شیوع کے ساتھ تو ہبہ صحیح نہیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے؟ وَإِنْ وَهَبَ وَاحِدٌ مِنِ اثْنَيْنِ اور اگر ہبہ کیا ایک آدمی نے دو آدمیوں پر لَمْ تَصِحَّ تو صحیح نہیں ہے یہ ہبہ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى امام صاحب کے نزدیک کیونکہ دراصل یہ کیا ہے ہر ایک کو نصف نصف کا ہبہ ہے تو کیا ثابت ہو جائے گا قبضے کے وقت؟ شیوع ثابت ہو جائے گا۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى تَصِحُّ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہبہ صحیح ہے کیونکہ تملیک ایک ہی ہے ایک ہی وقت میں دونوں کو مالک بنا رہا ہے اور جس وقت مالک بنا رہا ہے اس وقت شیوع نہیں، ہاں وہ تو قبضے کے بعد شیوع آئے گا پہلے شیوع نہیں ہے بھئی۔

وَإِذَا وَهَبَ لِأَجْنَبِيٍّ هِبَةً فَلَهُ الرُّجُوعُ فِيهَا إِلَّا أَنْ يُعَوِّضَهُ عَنْهَا أَوْ يَزِيدَ زِيَادَةً مُتَّصِلَةً أَوْ يَمُوتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ أَوْ تَخْرُجَ الْهِبَةُ مِنْ مِلْكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ۔ اچھا بھئی یہاں سے ہبہ کے موانع بتلا رہے ہیں۔ یاد رکھنا آپ کو آگے صاحبِ قدوری بتلائیں گے کہ ہبہ کے اندر رجوع جائز ہے۔ آپ نے کسی کو کوئی چیز دی ہے آپ رجوع کر سکتے ہیں آپ وہ چیز واپس اس سے لے سکتے ہیں لیکن اس کی بھی رضامندی ضروری ہے، اور اگر اس کی رضامندی نہیں ہے تو پھر کم از کم کیا ہونا چاہیے؟ قاضی کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ قاضی صاحب یہ چیز میں نے اس کو ہبہ کی تھی میں واپس لینا چاہتا ہوں، اب وہ چاہے راضی ہو یا راضی نہ ہو قاضی کیا کرے گا؟ فیصلہ کر دے گا اور واپس چیز مل جائے گی واہب کو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں پھر رجوع جائز ہی نہیں رہتا۔ وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ دیکھیے اب وہ ذکر کرنے لگے ہیں بھئی۔[۴]

کہتے ہیں وَإِذَا وَهَبَ لِأَجْنَبِيٍّ هِبَةً اور جب ہبہ کیا کسی اجنبی کو کوئی چیز فَلَهُ الرُّجُوعُ فِيهَا تو اس واہب کو حق ہے اس ہبہ میں رجوع کرنے کا إِلَّا أَنْ يُعَوِّضَهُ عَنْهَا مگر یہ کہ وہ اجنبی اس کو عوض دے دے عَنْهَا أَيْ عَنِ الْهِبَةِ اس ہبہ سے۔ اس ہبہ کا کوئی عوض دے دے پھر درست نہیں۔ ہبہ کا کیا کرے؟ عوض دے دے۔ بھئی میں نے ایک آدمی کو ایک چیز ہبہ کی کہ یہ چیز آپ میری طرف سے تحفے کے طور پر رکھ لیجیے اور اس نے اس مجلس کے اندر ہی اس چیز پر کیا کر لیا قبضہ کر لیا تو وہ کیا بن جائے گا اس چیز کا مالک، لیکن واہب کو ابھی بھی رجوع کا حق ہے وہ رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ جو موہوب لہ ہے اس کا

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا وَهَبَ لِأَجْنَبِيٍّ هِبَةً فَلَهُ الرُّجُوعُ فِيهَا إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا وهب هبة لأجنبي فله الرجوع فيها إلا» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُعَوِّضَهُ عَنْهَا أَوْ يَزِيدَ زِيَادَةً مُتَّصِلَةً أَوْ يَمُوتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ أَوْ تَخْرُجَ الْهِبَةُ مِنْ مِلْكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يعوضه عنها أو تزيد زيادة متصلة أو يموت أحد المتعاقدين أو تخرج الهبة من ملك الموهوب له» منقول ہے۔

کوئی عوض دے دیتا ہے واہب کو تو پھر اس صورت میں واہب رجوع نہیں کر سکتا۔ مثلاً بھئی موہوب لہ نے بھی کوئی چیز واہب کو دے دی کہ بھئی آپ نے مجھے یہ چیز تحفے کے طور پر دی ہے تو بدلے کے طور پر آپ بھی یہ چیز کیا کیجیے میری طرف سے تحفے کے طور پر قبول کر لیجیے، اور واہب کیا کر لیتا ہے اس چیز پر قبضہ کر لیتا ہے تو اس صورت میں عوض لے لیا اور اب واہب موہوب کے اندر یعنی اس ہبہ کے اندر رجوع نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیونکہ اس نے کیا کر لیا اس کا عوض لے لیا تو گویا یہ بیع بن گئی کیونکہ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ پایا گیا، اور بیع کے اندر بائع یا مشتری میں سے کسی کو رجوع کا حق ہوتا ہے؟ نہیں، کوئی عیب وغیرہ نکلے وہ تو الگ ہے ویسے رجوع کا حق نہیں رہتا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟

لہٰذا اب آپ نے یہ مسئلہ پڑھ لیا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کو کوئی کوٹھی دے دی بھئی تحفے کے طور پر کہ یہ کوٹھی آپ میری طرف سے رکھیے چابیاں حوالے کر دیں۔ چابیاں حوالے کیں تو قبضہ آ گیا۔ کیا ہو گیا؟ قبضہ آ گیا مولانا۔ اب وہ جو شخص تھا موہوب لہ اسے پتہ تھا اس کے اندر تو یہ رجوع بھی کر سکتا ہے کل کو مجھ سے یہ واپس بھی لے سکتا ہے، لیکن اس نے قدوری کے اندر مسئلہ پڑھا ہوا تھا کہ اگر عوض دے دیا جائے تو پھر رجوع نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی جیب سے قلم نکالا بھئی پانچ روپے والا بال پوائنٹ تھا اس کی جیب میں وہ بال پوائنٹ اس نے نکالا اور واہب کو کہتا ہے کہ آپ نے مجھے گھر تحفے کے طور پر دیا ہے اس کے بدلے کے طور پر میری طرف سے بھی آپ یہ تحفہ کیا کر لیجیے قبول کر لیجیے۔ واہب نے اس سے لے لیا، جیسے ہی لیا بس مولانا ختم اب وہ ہبہ کے اندر رجوع نہیں کر سکتا۔ عوض کا تھوڑا یا زیادہ ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے جتنا بھی عوض دے دو بھئی ہبہ میں رجوع کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟ تو یہ معنی ہے کہ کسی اجنبی کو کوئی ہبہ کرے فَلَهُ الرُّجُوعُ فِيهَا تو واہب کو اس ہبہ میں رجوع کا حق ہوتا ہے إِلَّا أَنْ يُعَوِّضَهُ عَنْهَا مگر یہ کہ وہ اس واہب کو کیا کرے اجنبی عوض دے دے عَنْهَا کس سے؟ اس ہبہ سے۔ یہ ایک وجہ ہو گئی اس سے رجوع کیا ہو جاتا ہے؟ ساقط۔

أَوْ يَزِيدَ زِيَادَةً مُتَّصِلَةً یا زیادتی کر دے اس ہبہ کے اندر ایسی زیادتی جو متصل ہو۔ کیا ہو؟ متصل ہو۔ مثلاً بھئی ایک آدمی نے دوسرے کو پلاٹ دیا بھئی، اب پلاٹ کے اندر موہوب لہ کوئی عمارت تعمیر کر لیتا ہے تو پلاٹ میں کیا آ گئی زیادتی ہو گئی جس سے اس کی قیمت بڑھ گئی یا نہیں بڑھ گئی؟ قیمت بڑھ گئی۔ تو ایسی زیادتی کرنا جس سے قیمت بڑھ جائے مولانا اور یہ زیادتی بھی کس قسم کی ہے؟ زیادتی یاد رکھو دو قسم پر ہے: کچھ ہوتی ہیں متصل جو جدا نہیں ہو سکتیں، کچھ ہیں جو غیر متصل ہیں یعنی منفصل ہیں جدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً بھئی آپ کو کسی نے گائے تحفے کے طور پر دی، اس گائے نے آپ کے پاس آ کر ایک بچھڑے کو جنم دیا تو زیادتی آئی یا نہیں آئی؟ زیادتی تو آ گئی ہبہ کے اندر لیکن یہ زیادتی متصل ہے یا منفصل ہے؟ یہ منفصل ہے مولانا۔ تو بات منفصل زیادتی کی نہیں ہو رہی، منفصل زیادتی ہو پھر بھی رجوع ہو سکتا ہے، ہاں زیادتِ متصلہ ہو کیا ہو؟ زیادتِ متصلہ ہو تو پھر رجوع نہیں ہو سکتا۔ یا اسی طرح کسی نے آپ کو زمین دی تھی آپ نے اس میں باغ لگا دیا تو زیادتی ہوئی یا نہیں قیمت کے اندر؟ ہوئی، تو یہ ایسی زیادتی ہے جو متصل ہے یا منفصل ہے؟ متصل ہے۔ یا کسی نے بھئی آپ کو گائے کیا کی تھی؟ ہبہ کی تھی، آپ نے کیا کیا بھئی اس کو خوب کھلایا پلایا اور موٹا تازہ کر دیا، اب اس کے اندر رجوع نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں زیادتی آ گئی اور یہ زیادتی کون سی ہے متصل ہے یا منفصل ہے؟ متصل ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ معنی ہے أَوْ يَزِيدَ اس کا عطف ہے يُعَوِّضَ پر إِلَّا أَنْ يَزِيدَ یا یہ کہ اس میں زیادتی کر دے زِيَادَةً مُتَّصِلَةً کس قسم کی زیادتی؟ متصل زیادتی کر دے تو بھی ہبہ میں رجوع کا حق نہیں رہتا۔

أَوْ يَمُوتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ یا مر جائے دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک: واہب یا موہوب لہ میں سے کوئی ایک مر جائے تو اب بھی رجوع کا حق نہیں رہتا۔ أَوْ تَخْرُجَ الْهِبَةُ مِنْ مِلْكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ یا نکل جائے ہبہ موہوب لہ کی ملک سے۔ بھئی میں نے آپ کو ایک گاڑی تحفے کے طور پر دی تو میں کیا کر سکتا ہوں اس میں رجوع کر سکتا ہوں، لیکن وہ گاڑی آپ کے قبضے سے نکل گئی آپ نے آگے کسی اور کو تحفے کے طور پر دے دی یا آپ نے آگے کسی کو بیچ دی، تو جب آپ کی ملک سے نکل گئی وہ چیز تو اب اس ہبہ کے اندر رجوع نہیں ہو سکتا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ معنی ہے أَوْ تَخْرُجَ الْهِبَةُ مِنْ مِلْكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ یا نکل جائے ہبہ موہوب لہ کی ملکیت سے۔

وَإِنْ وَهَبَ هِبَةً لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَلَا رُجُوعَ فِيهَا، وَكَذٰلِكَ مَا وَهَبَهُ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ۔ اسی طرح یاد رکھو اپنے قریبی رشتے دار کو کیا کرتا ہے ہبہ کرے، یاد رکھو اس میں کوئی شرط نہیں ہے بس قریبی محرم رشتے دار ہو جیسے ہی اس کو کوئی چیز ہبہ کرو گے اس میں اب دوبارہ رجوع کا حق نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ لیکن دو شرطیں ہیں: قریبی رشتے دار بھی ہو اور محرم بھی ہو۔ کیا ہو؟ محرم۔ محرم کس کو کہتے ہیں؟ وہ جن کے ساتھ شریعت نے نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً ایک بھائی ہے ایک بہن ہے ان کا آپس میں نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے، اب بھائی بہن کو کوئی چیز ہبہ کے طور پر دیتا ہے تو اب اس کے اندر کبھی بھی رجوع نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یا دو بہنیں ہیں مولانا، ان دو بہنوں میں سے بھی ایک اگر دوسری کو ہبہ کرتی ہے تو پھر اس میں رجوع کا حق نہیں کیونکہ یہاں دونوں شرطیں پوری ہیں: کون کون سی شرطیں؟ قریبی رشتے دار بھی ہیں اور محرم بھی ہیں۔ بھئی محرم

کیسے یہ تو دونوں مؤنث ہیں؟ بھئی ان میں سے اگر فرض کرو ایک کو مذکر فرض کر لو تو یہ آپس میں بھائی بہن بن گئے اب نکاح جائز ہو گا؟ نہیں مولانا، معلوم ہوا ایک دوسرے کے محرم ہیں۔ یا ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو کوئی چیز دی تحفے کے طور پر تو یہ دونوں بھائی ہیں لیکن ان میں سے اگر ایک کو مؤنث فرض کریں تو کیا ان کا نکاح جائز ہوتا ہے؟ نہیں، معلوم ہوا یہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے محرم ہیں اور قریبی رشتے دار بھی ہیں۔ تو دونوں شرطیں پوری ہونی چاہئیں: قریبی رشتے دار بھی ہو اور محرم بھی ہو، پھر رجوع نہیں ورنہ رجوع ہو سکتا ہے۔

اگر پہلی شرط پائی گئی قریبی رشتے دار تو ہے لیکن محرم نہیں ہے، مثلاً اپنے چچازاد کو کوئی چیز ہبہ کی، اب قریبی رشتے دار تو ہے لیکن چچازاد سے کیا نکاح حرام ہوتا ہے یا جائز ہے؟ جائز ہے تو محرم نہیں دوسری شرط پوری نہیں ہوئی لہٰذا ہبہ میں رجوع جائز ہے۔ یا پہلی شرط پوری نہیں ہے دوسری پوری ہے: ایک لڑکے اور ایک لڑکی نے ایک عورت کا دودھ پی لیا یہ آپس میں رضاعی بھائی بہن بن گئے تو یہ ایک دوسرے کے محرم ہیں حقیقی بھائی بہن کی طرح کبھی بھی ان کا نکاح جائز نہیں ہے، لیکن پہلی شرط پوری نہیں قریبی رشتے دار ہیں؟ قریبی رشتے دار نہیں محرم ہیں قریبی رشتے دار نہیں تو لہٰذا یہاں بھی ہبہ کے اندر رجوع ہو سکتا ہے۔ یہ معنی ہے: وَإِنْ وَهَبَ هِبَةً لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَلَا رُجُوعَ فِيهَا اور اگر کوئی چیز ہبہ کی گئی لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ ایسے قریبی رشتے دار کو جو اس واہب کا محرم بھی ہے فَلَا رُجُوعَ فِيهَا تو اس ہبہ کے اندر رجوع نہیں ہو سکتا۔ وَكَذٰلِكَ مَا وَهَبَهُ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ اور اسی طرح وہ جو ہبہ کیا زوجین میں سے کسی ایک نے دوسرے کو، یعنی میاں بیوی میں سے کوئی ایک کیا کر دیتا ہے دوسرے کو ہبہ کر دیتا ہے تو یاد رکھیے اس صورت کے اندر بھی رجوع نہیں۔ خاوند نے بیوی کو کوئی چیز ہبہ کی یا بیوی نے خاوند کو کوئی چیز ہبہ کی تو اب رجوع نہیں ہو سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَإِذَا قَالَ الْمَوْهُوبُ لَهُ لِلْوَاهِبِ خُذْ هٰذَا عِوَضًا عَنْ هِبَتِكَ أَوْ بَدَلًا عَنْهَا أَوْ فِي مُقَابَلَتِهَا فَقَبَضَهُ الْوَاهِبُ سَقَطَ الرُّجُوعُ۔

بھئی میں نے کیا بتلایا تھا کہ اگر موہوب لہ واہب کو کوئی عوض دے دے تو وہ رجوع کر سکتا ہے؟ وہ رجوع نہیں کر سکتا لیکن ویسے ہی نہیں کہ ایک آدمی نے آپ کو کوٹھی دی آپ جیب سے قلم نکال کر اس کو دے دیتے ہیں، نہیں بھئی اس کو کہنا بھی ضروری ہے کہ یہ میں آپ کو عوض کے طور پر دے رہا ہوں یا اس کے بدلے کے طور پر دے رہا ہوں یا چونکہ آپ نے مجھے کوٹھی دی ہے تو اس کے مقابلے کے طور پر میں بھی کیا کر رہا ہوں آپ کو یہ دے رہا ہوں۔ یہ لفظ ساتھ کہو گے پھر وہ قبضہ کر لے گا اب معلوم ہوا یہ عوض پر اس نے قبضہ کیا اسے پتہ بھی لگ گیا یہ عوض دے رہا ہے اور اس نے قبضہ بھی کر لیا قدوری اس نے نہیں پڑھی ہوئی تھی تو اب کیا کر سکتا ہے ہبہ کے اندر رجوع نہیں کر سکتا بھئی۔ یہ معنی ہے: وَإِذَا قَالَ الْمَوْهُوبُ لَهُ لِلْوَاهِبِ اور جب موہوب لہ نے واہب سے کہا خُذْ هٰذَا عِوَضًا عَنْ هِبَتِكَ یہ چیز لے لیجیے بطورِ عوض کے اپنے ہبہ سے أَوْ بَدَلًا عَنْهَا یا اس ہبہ سے بدل کے طور پر أَوْ فِي مُقَابَلَتِهَا یا اس ہبہ کے مقابلے میں فَقَبَضَهُ الْوَاهِبُ تو اس پر واہب نے کیا کر لیا؟ قبضہ کر لیا سَقَطَ الرُّجُوعُ تو رجوع کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔

وَإِنْ عَوَّضَهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مُتَبَرِّعًا فَقَبَضَ الْوَاهِبُ الْعِوَضَ سَقَطَ الرُّجُوعُ۔ اسی طرح بھئی آپ کا ایک ساتھی تھا اس کو کسی آدمی نے کوٹھی ہبہ کے طور پر دے دی چابیاں اس کے حوالے کر دیں۔ جب چابیاں اس کے حوالے کر دیں آپ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے ساتھی کو تو اس مسئلے کا پتہ نہیں تھا اس نے قدوری نہیں پڑھی تھی لیکن آپ نے قدوری پڑھی تھی آپ کو پتہ تھا ابھی بھی رجوع ہو سکتا ہے لیکن اگر عوض دے دیا جائے تو رجوع نہیں ہو سکتا۔ اب یہاں آپ ساتھی کو تو سمجھا نہیں سکتے آپ خود ہی اٹھے جیب سے قلم نکالا اور واہب کو کہا کہ واہب صاحب آپ نے ان کو تحفہ دیا ہے تو یہ بدلے کے طور پر آپ بھی یہ قلم میری طرف سے لے لیجیے میں اس کا ساتھی ہوں تو آپ میری طرف سے بدلے کے طور پر لے لیجیے۔ اس نے قبضہ کر لیا بس مولانا پھر بھی رجوع کا حق کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا بھئی۔ تو دیکھیے آپ موہوب لہ نہیں ہیں بلکہ آپ تو ایک اجنبی ہیں، سمجھ میں آیا؟ ہبہ سے اجنبی ہیں۔ وَإِنْ عَوَّضَهُ أَجْنَبِيٌّ اور اگر اسے عوض دے دیا کسی اجنبی نے عَنِ الْمَوْهُوبِ لَهُ کس کی طرف سے؟ موہوب لہ کی طرف سے مُتَبَرِّعًا احسان کرتے ہوئے۔ تَبَرُّعًا کا معنی ہوتا ہے ایسا کام کرنا جو دوسرے پر واجب نہ ہو، سمجھ میں آیا؟ اپنی طرف سے کرنا۔ مُتَبَرِّعًا احسان کرتے ہوئے عوض دے دیا فَقَبَضَ الْوَاهِبُ الْعِوَضَ تو واہب نے کیا کر لیا عوض پر قبضہ کر لیا سَقَطَ الرُّجُوعُ تو رجوع کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔

بھئی دیکھا تو یہ کچھ وہ چیزیں آ گئیں جن میں ہبہ میں پھر رجوع کا حق نہیں رہتا واہب کو۔ ان کو یاد رکھنے کے لیے بھئی ایک لفظ لکھ لیجیے بھئی: دَمْعٌ خَزَقَهُ۔ لکھ لیا بھئی؟ دَمْعٌ: دال، میم، عین۔ اور خَزَقَهُ: خاء، زاء، قاف دو نقطوں والا اور ہاء۔ لکھ لیا بھئی؟ دَمْعٌ خَزَقَهُ یہ موانع ہیں ہبہ کے مولانا سات کے سات، اب آپ آسانی سے یاد رکھ سکتے ہیں۔ دَمْعٌ خَزَقَهُ آپ سے کوئی پوچھے ہبہ میں رجوع سے مانع کتنی چیزیں ہیں؟ آپ کہیں گے دَمْعٌ خَزَقَهُ یہ سات چیزیں کیا ہیں ہبہ سے مانع ہیں: دال ایک، میم دو، عین تین، خاء، زاء، قاف، ہاء، کتنے ہو گئے؟ سات۔ یہ سات موانع ہیں ان میں سے کوئی ایک پایا جائے تو ہبہ میں رجوع نہیں

ہو سکتا۔

کیا معنی ہے ان کا؟ یاد رکھنا دال ہے زیادت سے۔ دال کس سے ہے؟ زیادت سے ہے مولانا۔ بھئی زیادتِ متصلہ آ جائے تو ہبہ میں رجوع ہو سکتا ہے؟ زیادتِ متصلہ آئے تو ہبہ میں رجوع نہیں، تو یہ دال زیادت سے ہے۔ میم ہے مَوْتُ أَحَدِهِمَا دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو رجوع ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ عین عوض سے ہے: عوض دے دیا جائے ہبہ کا تو رجوع ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ اچھا آگے کیا ہے؟ خاء، خاء سے ہے خُرُوجٌ عَنْ مِلْكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ ملک سے نکل جائے: میں نے گاڑی آپ کو دی وہ گاڑی آپ کی ملک سے بھی نکل گئی تو اب بھی رجوع نہیں۔ اور زاء، زاء سے مراد ہے زوجیت یعنی زوجیت والا رشتہ ہو واہب اور موہوب لہ میں میاں بیوی ہوں آپس میں پھر بھی رجوع نہیں۔ اسی طرح قاف، قاف سے ہے قرابت رشتہ داری: محرمیت والی رشتہ داری ہو تو پھر بھی رجوع نہیں۔ اور ہاء سے ہے هَلَاكُ الْمَوْهُوبِ موہوب کیا ہو جائے؟ ہلاک ہو جائے۔

یاد رہیں گے یہ سات بھئی؟ موانعِ ہبہ کتنی چیزیں ہیں؟ سات، اس کا مجموعہ کیا ہے؟ دَمْعٌ خَزَقَهُ جیسے آپ مرضی پڑھ لیں یہ ویسے ہی لفظ جوڑے ہوئے ہیں دَمْعٌ خَزْقَهْ پڑھ لیں۔ تو دال سے کیا ہے؟ زیادت ہو جائے تو بھی رجوع نہیں، موت کسی ایک کی ہو جائے تو بھی رجوع نہیں، عوض دے دیا جائے تو بھی رجوع نہیں ہو سکتا، اس کے بعد اگر موہوب لہ کی ملک سے وہ ہبہ کا خروج پایا جائے خارج ہو جائے تو بھی رجوع نہیں، اگر زوجیت والا رشتہ ہو واہب موہوب لہ میں پھر بھی رجوع نہیں، اگر قرابتِ محرمیت والا رشتہ ہو تو پھر بھی رجوع نہیں، اور اسی طرح اگر ہلاک ہو جائے موہوب، موہوب شے ہی ہلاک ہو گئی تو اب اس میں رجوع ہو سکتا ہے؟ نہیں، اب بھی رجوع نہیں ہو سکتا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۰۳: کتاب الہبۃ (۲): ہبہ بشرطِ عوض، عمریٰ اور رقبیٰ کا حکم، اور صدقہ میں عدمِ رجوع کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۱۹—بتاریخ: ۱۱ مارچ ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْهِبَةِ رَجَعَ بِنِصْفِ الْعِوَضِ، وَإِنِ اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْعِوَضِ لَمْ يَرْجِعْ فِي الْهِبَةِ بِشَيْءٍ إِلَّا أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ مِنَ الْعِوَضِ ثُمَّ يَرْجِعُ فِي كُلِّ الْهِبَةِ. وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي الْهِبَةِ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا أَوْ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا کہ ہبہ میں رجوع سے مانع سات چیزیں ہیں۔ کتنی چیزیں ہیں؟ سات۔ اور ان کو یاد کرنے کے لیے میں نے لفظ بتلایا تھا کیا لفظ یاد رکھیں؟ دَمْعٌ خَزْقَهْ یادَمْعٌ خَزَقَهُ جس طرح بھی آپ پڑھ لیں بھئی۔ اچھا اور پھر اس میں بتلایا دال سے کیا مراد ہے؟ زیادتی یعنی زیادتِ متصلہ۔ اور پھر آگے میم سے کیا مراد ہے؟ واہب یا موہوب لہ دونوں میں سے کسی ایک کی موت بھئی۔ اور عین سے کیا مراد تھا؟ عوض لے لیا جائے۔ اور خاء سے کیا مراد تھا؟ خروج بھئی کہ موہوب شے نکل جائے موہوب لہ کی ملکیت سے بھئی کسی اور کو بیچ دی یا کسی کو ہبہ کر دی وغیرہ۔ اور اگلا لفظ کیا تھا؟ زاء، زاء سے کیا مراد تھا؟ زوجیت کہ میاں بیوی والا رشتہ ہو تو یہ بھی آپس میں رجوع نہیں کر سکتے۔ اور قاف سے کیا مراد ہے؟ قرابتِ محرمیت، محرمیت والی رشتہ داری اس میں بھی رجوع پھر نہیں ہو سکتا۔ اور ہاء سے کیا مراد تھا؟ هَلَاكُ الْمَوْهُوبِ اگر وہ چیز جو دی تھی وہی ہلاک ہو گئی تو پھر تو رجوع ممکن ہی نہ رہا لہٰذا رجوع نہیں ہو سکتا۔

اب بتلا رہے ہیں بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک شخص نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی دوسرے نے اسے عوض دے دیا، اب عوض کی وجہ سے اس واہب کا حقِ رجوع ساقط ہو جاتا ہے آپ پڑھ چکے ہیں بھئی۔ واہب کا حقِ رجوع کیا ہو جاتا ہے؟ ساقط ہو جاتا ہے۔ اب اگر نصفِ عوض کا کوئی مستحق نکل آئے: ایک تو وہ ہبہ دیا دوسرے نے کیا دیا؟ عوض دیا۔ اس عوض کا اگر کوئی مستحق نکل آتا ہے مثلاً نصفِ عوض کا بھئی، کتنے کا؟ نصفِ عوض کا، پتہ چلتا ہے یہ کسی اور کا ہے تو کیا واہب اب نصفِ ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے یعنی اسی کے بقدر ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے یا رجوع نہیں کر سکتا بھئی؟ صاحبِ قدوری آپ کو بتلائیں گے کہ اگر عوض میں کچھ کا کوئی مستحق نکل آئے تو ہبہ کے اندر اسی کے بقدر رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اگر ہبہ کے اندر کچھ کا کوئی مستحق نکل آئے تو اس کے عوض میں اسی کے بقدر رجوع کرنا جائز ہے بھئی۔ اس کے عوض میں کیا ہے اسی کے بقدر رجوع کرنا؟ جائز ہے۔

مثلاً دیکھو بھئی میں نے آپ کو ایک کوٹھی ہبہ کی بھئی، آپ نے اس کے بدلے میں آپ کے پاس گندم پڑی ہوئی تھی ایک من وہ آپ نے گندم اٹھائی اور مجھے دی اور کہا یہ آپ نے مجھے کوٹھی ہبہ کی ہے تو بدلے کے طور پر آپ بھی میری طرف سے یہ گندم رکھ لیجیے بھئی۔ میں نے گندم آپ سے لے لی بھئی قبضہ کیا،

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي الْهِبَةِ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا أَوْ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يصح الرجوع إلا بتراضيهما أو بحكم الحاكم» منقول ہے۔

جیسے ہی قبضہ کیا مولانا میرا حقِ رجوع ساقط ہو گیا اب میں اس کو ٹھی کے اندر رجوع نہیں کر سکتا بھئی۔ اب ہوا یہ کہ جو آپ نے مجھے گندم دی تھی اس میں سے کچھ کا کوئی اور مستحق نکل آیا بھئی۔ ادھر سے زید آیا اس نے کہا بھئی یہ جو انہوں نے گندم دی آپ کو یہ تو صرف اس کی نہیں ہے میری اور اس کی مشترکہ ہے بھئی آدھی گندم تو میری ہے زید نے کہا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو زید آدھی گندم کا یعنی آدھے عوض کا مستحق نکل آیا، تو کیا اب واہب کو بھی حق ہے کہ وہ اپنے ہبہ میں بھی اسی کے بقدر، یعنی یہاں پر کتنے عوض کا مستحق نکلا ہے؟ نصفِ عوض کا، تو کیا واہب نصفِ ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے؟ کیا میں بھی آپ سے نصفِ کو ٹھی واپس لے سکتا ہوں اس میں رجوع کر سکتا ہوں؟ بھئی پورا عوض تھا تو میں پورے ہبہ کے اندر رجوع نہیں کر سکتا تھا تو اب تو نصف عوض میرے پاس رہ گیا تو کیا اب میں نصفِ ہبہ میں رجوع کر سکتا ہوں؟ صاحبِ قدوری بتلائیں گے آپ کو کہ نہیں بھئی عوض کے اندر اگر کچھ کا کوئی مستحق نکل آئے تو پھر اس صورت میں ہبہ میں اسی کے بقدر رجوع کرنا درست نہیں، اس لیے کہ ہبہ میں عوض کا ہونا ضروری نہیں ہے بھئی۔ ہبہ میں عوض کا ہونا ضروری نہیں ہے تو یہ جو اس نے پہلے یوں سمجھیں ایک من گندم دی تھی اب آدھی کسی کی نکل آئی وہ آدھی لے گیا نصفِ من رہ گئی تو یوں سمجھیں گے کہ یہ نصفِ من ہی پورے ہبہ کا عوض ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہبہ کا عوض تو تھوڑا بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو اصل تو یہ ہے ہبہ میں عوض ہوتا ہی نہیں تحفہ کسی کو دیا ضروری نہیں کہ وہ اس کا عوض بھی دے، لیکن یہاں چونکہ عوض دے دیا ہے تو اب یوں سمجھیں گے کہ ایک من عوض نہیں تھی گویا کہ کتنی گندم عوض تھی؟ نصفِ من عوض تھی۔

ہاں ایک صورت میں رجوع کر سکتا ہے کہ عوض چونکہ سلامت نہیں رہا، عوض تو سارا اس واہب کے پاس رہنا چاہیے تھا لیکن اب اس کے پاس نصفِ عوض رہ گیا ہے، اب اس کے ہوتے ہوئے وہ رجوع نہیں کر سکتا لیکن اس کو اختیار دے دیتی ہے شریعت: اگر تم چاہو تو یہ بقیہ آدھا بھی واپس کر کے پھر پورے ہبہ میں کیا کر سکتے ہو؟ رجوع کر سکتے ہو۔ تو اب بھئی آپ نے مجھے گندم دی تھی میں نے آپ کو کو ٹھی دی بھئی، اب نصفِ گندم کا کوئی اور مستحق نکل آیا تو یہ نصفِ گندم میں اپنے پاس روک کر نصفِ کو ٹھی کے اندر رجوع کر لوں یہ تو جائز نہیں، لیکن یہ میں کر سکتا ہوں کہ باقی گندم بھی آپ کو واپس کر کے اب پوری کو ٹھی میں کیا کر لوں؟ رجوع کر لوں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اس کے مقابلے میں اگر ہبہ میں کچھ حصے کا کوئی مستحق نکل آیا تو پھر عوض میں اسی کے بقدر رجوع کرنا جائز ہے بھئی۔ میں نے آپ کو کو ٹھی دی تھی اس کو ٹھی میں نصف کا کوئی اور حصے دار نکل آیا، پتہ چلا یہ نصف کو ٹھی تو کسی اور کی ہے اس نے آپ سے لے لی بھئی۔ اب آپ کے پاس ہبہ سالم رہا؟ نہیں، تو آپ نے تو پورے ہبہ کے بدلے میں ایک من گندم مجھے دی تھی اب نصفِ ہبہ آپ کے ہاتھ سے نکل گیا، ایک من گندم تھی پوری کو ٹھی کا عوض تو نصف کا کتنا عوض ہو جائے گی؟ نصفِ من، تو اب آپ کو حق ہے کہ نصفِ من میں کیا کر لیں؟ رجوع کر لیں۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو ہبہ کے اندر جتنا مستحق کوئی نکل آئے عوض میں اسی کے بقدر رجوع جائز ہے کیونکہ اس نے پورے ہبہ کے مقابلے میں وہ عوض دیا ہے، لیکن اگر عوض میں کوئی مستحق نکل آئے تو وہاں پر اسی کے بقدر ہبہ میں رجوع جائز نہیں الا یہ کہ کیا کرے باقی کا عوض بھی واپس کر دے اور پھر پورے ہبہ میں کیا کر لے رجوع کر لے۔

تو یہی بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَإِذَا اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْهِبَةِ رَجَعَ بِنِصْفِ الْعِوَضِ اور اگر مستحق نکل آئے کوئی نصفِ ہبہ کا تو رجوع کر لے گا بھئی موہوب لہ بِنِصْفِ الْعِوَضِ کتنے کے ساتھ؟ نصفِ عوض کے ساتھ یعنی اس میں رجوع کر لے گا اور وہ واپس لے سکتا ہے اسے یہ حق ہے کیونکہ اس نے تو یہ پوری کو ٹھی کا عوض دیا تھا اور نصف کسی اور کی نکل آئی تو نصفِ عوض واپس لے سکتا ہے۔ وَإِنِ اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْعِوَضِ لَمْ يَرْجِعْ فِي الْهِبَةِ بِشَيْءٍ اور اگر نصفِ عوض کا کوئی مستحق نکل آیا لَمْ يَرْجِعْ فِي الْهِبَةِ بِشَيْءٍ تو وہ رجوع نہیں کر سکتا ہبہ میں بِشَيْءٍ کسی چیز کے ساتھ یعنی اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ مابقیہ جو ہے وہی پورے ہبہ کا عوض ہے إِلَّا مگر ایک صورت میں کہ أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ مِنَ الْعِوَضِ کہ واپس لوٹا دے مابقیہ عوض میں سے، عوض جو باقی رہ گیا تھا وہ بھی واپس کر دے ثُمَّ يَرْجِعُ فِي كُلِّ الْهِبَةِ پھر رجوع کر لے کس کے اندر؟ پورے ہبہ کے اندر۔ صورت اچھی طرح سمجھ میں آگئی بھئی؟ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں باقی بھی واپس کر دے تو پھر اب پورے ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے، دراصل اس عوض کی وجہ سے اس کا حقِ رجوع ساقط ہوا تھا اور یہ اس کے لیے سالم نہ رہا تو یہ بھی واپس کر دے جتنا ہے اور پھر کیا کر لے اب رجوع کا حق مل جائے گا اسے۔

وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي الْهِبَةِ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا أَوْ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ اور صحیح نہیں ہے رجوع کرنا ہبہ کے اندر مگر دونوں کی باہمی رضامندی سے أَوْ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ یا حاکم کے فیصلے سے یعنی قاضی فیصلہ کر دے۔ وجہ یہ کہ جب ایک آدمی کو دوسرے نے کوئی چیز ہبہ کی اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اب مالک بن گیا، جب مالک بن گیا اور آپ چیز واپس لینا چاہتے ہیں مالک سے تو اس کے لیے دو ہی صورتیں ہیں: یا تو وہ راضی ہو یا کیا کرے قاضی فیصلہ کرے، تو اس کی رضا یا قاضی کی قضا قاضی کا فیصلہ دونوں میں سے ایک چیز کا ہونا ضروری ہے۔

وَإِذَا تَلِفَتِ الْعَيْنُ الْمَوْهُوبَةُ ثُمَّ اسْتَحَقَّهَا مُسْتَحِقٌّ فَضَمَّنَ الْمَوْهُوبَ لَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الْوَاهِبِ بِشَيْءٍ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی کہ میں نے مثلاً آپ کو ایک گاڑی ہبہ کی بھئی، وہ گاڑی آپ کے پاس ہلاک ہو گئی مثلاً جل گئی یا ایکسیڈنٹ میں تباہ ہو گئی۔ بعد میں پتہ چلا وہ گاڑی تو زید کی تھی، زید آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے ضمان وصول کر لیا کہ آپ کے پاس میری گاڑی تھی اور وہ تباہ ہوئی ہے اس کا آپ مجھے عوض دیں اس کی قیمت دیں، تو آپ کو اس کی قیمت دینا پڑی بھئی۔ موہوب لہ کے پاس ہبہ کیا ہو گیا؟ ہلاک ہوا پھر اس کے بعد کوئی اس کا مستحق نکل آیا: اگر وہ چیز سالم رہتی تو وہی اس سے لے لیتا لیکن یہاں تو وہ چیز ہلاک ہو چکی ہے اب وہ کیا کرے گا؟ اس کا عوض لے لے گا اس کا ضمان لے لے گا اس کی قیمت لے لے گا۔ تو کیا اب موہوب لہ واہب پر رجوع کر سکتا ہے کہ آپ نے تو مجھے کسی اور کی گاڑی دی تھی اور اس کی وجہ سے اب مجھے اتنے پیسے دینے پڑے اب آپ مجھے اس کی قیمت دیجیے جو میں نے ادائیگی کی ہے اب میں آپ سے وصول کروں گا، کیا ایسا کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ہبہ عقدِ تبرع ہے مولانا۔ کیا ہے؟ عقدِ تبرع، احسان کرتے ہوئے ہوتا ہے مولانا ایک کو ایک چیز دی جاتی ہے تحفے کے طور پر مفت، تو اس میں اب اس چیز کا سالم رہنا ضروری نہیں اس کے لیے کہ اس کے پاس سلامت رہے۔ اس میں کسی اور کا حصہ وغیرہ نکل آیا تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ دینے والے پر اب اس کا ضمان آئے گا، دینے والے پر ضمان نہیں آئے گا بھئی اس نے تو چیز ویسے ہی دی تھی۔ ہاں اگر بیع و شراء کا مسئلہ ہوتا پھر ہم کہتے یہ تو اس نے دھوکہ دیا تم سے عوض لیا اور تمہیں صحیح چیز نہیں دی، تو یہاں نہیں مولانا یہاں وہ رجوع نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا تَلِفَتِ الْعَيْنُ الْمَوْهُوبَةُ اور جب تلف ہو جائے یعنی ہلاک ہو جائے الْعَيْنُ الْمَوْهُوبَةُ وہ چیز جو ہبہ کی گئی ہے ثُمَّ اسْتَحَقَّهَا مُسْتَحِقٌّ ہلاک ہو جانے کے بعد پھر استحقاق نکل آیا کسی مستحق کا فَضَمَّنَ الْمَوْهُوبَ لَهُ پس اس نے ضامن بنایا کس کو بھئی؟ موہوب لہ کو یعنی اس سے ضمان لے لیا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الْوَاهِبِ بِشَيْءٍ تو وہ موہوب لہ رجوع نہیں کر سکتا واہب پر کسی چیز کے ساتھ یعنی اس سے آ کر اب اپنا ضمان وصول نہیں کر سکتا، کیونکہ کیا وجہ ہے میں نے بتلایا؟ ہبہ کیا ہے؟ عقدِ تبرع ہے، احسان کرتے ہوئے اپنی طرف سے اس نے ایک چیز دی ہے تو یہاں اب اس چیز کی سلامتی ضروری نہیں ہے مولانا۔

وَإِذَا وَهَبَ بِشَرْطِ الْعِوَضِ اعْتُبِرَ التَّقَابُضُ فِي الْعِوَضَيْنِ جَمِيعًا، فَإِذَا تَقَابَضَا صَحَّ الْعَقْدُ وَكَانَ فِي حُكْمِ الْبَيْعِ يُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَتَجِبُ فِيهَا الشُّفْعَةُ۔ اب بھئی صورت یہ ہے: بھئی ہبہ میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عوض کی شرط لگا دی جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی دوسرے کو کہتا ہے بھئی یہ گاڑی میں آپ کو اپنی ہبہ کر دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ آپ بدلے کے طور پر اپنی یہ موٹر سائیکل مجھے دے دیں۔ تو دیکھو ہبہ کر رہا ہے اور ہبہ میں کس چیز کی شرط لگا رہا ہے؟ عوض کی شرط لگا رہا ہے۔ تو یاد رکھنا یہ گاڑی اس کے حوالے کرتا ہے وہ موٹر سائیکل اس کے حوالے کرتا ہے، ابتداءً ہے یہ ہبہ اور انتہاءً ہے بیع۔ لفظ ہبہ کے بول رہا ہے تو ابتداء کے اعتبار سے یہ کیا ہے؟ ہبہ۔ سمجھ میں آیا؟ ہبہ کا لفظ بول رہا ہے اور دیکھو عوض میں بھی بڑا فرق ہے: ایک طرف گاڑی ہے اور ایک طرف صرف موٹر سائیکل ہے، کوئی موٹر سائیکل گاڑی کی قیمت کی ہوتی ہے بھئی؟ ہاں تھوڑے سے عوض کا اس نے کہا، تو یہ ابتداءً ہبہ ہے مولانا تو لہٰذا ہبہ کی شرائط کا اعتبار ہو گا۔ اور جب یہ کام مکمل ہو جائے ایک نے گاڑی دے دی دوسرے نے موٹر سائیکل دے دی تو اب یہ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا لہٰذا یہ کیا بن جائے گی؟ بیع، تو پھر بیع کے اندر جو چیزیں آتی ہیں وہ چیزیں بھی ثابت ہو جائیں گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ابتداءً کیا ہبہ کیا اور کس شرط پر کیا؟ عوض کی شرط پر، تو یہ ابتداء کے اعتبار سے ہبہ اور انتہاء کے اعتبار سے بیع۔

اچھا تو ابتداء کے اعتبار سے ہبہ ہے تو ہبہ میں کیا ضروری ہوتا ہے؟ اسی مجلس میں کیا کیا جائے موہوب پر؟ قبضہ کیا جائے، لہٰذا دونوں کا قبضہ ضروری ہے۔ میں آپ کو گاڑی دے رہا ہوں وہ بھی ہبہ سمجھی جائے گی، آپ جو مجھے موٹر سائیکل دے رہے ہیں وہ بھی کیا سمجھی جائے گی؟ ہبہ سمجھی جائے گی، اور ہبہ تام کس کے ذریعے ہوتا ہے؟ قبضے کے ذریعے، تو لہٰذا اسی مجلس میں آپ کا بھی قبضہ ضروری اور میرا بھی قبضہ ضروری: آپ میری گاڑی پر قبضہ کریں اور میں آپ کی موٹر سائیکل پر قبضہ کر لوں یعنی وصول کر لیں ایک دوسرے سے۔ اور انتہاء کے اعتبار سے یہ ہے بیع مولانا، اور بیع کے اندر آپ جانتے ہیں بھئی کہ مبیع کے اندر کوئی عیب نکل آئے تو چیز کیا کی جا سکتی ہے؟ واپس کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک چیز کو پہلے دیکھا نہیں تھا بعد میں دیکھا اور پسند نہیں آئی تو خیارِ رؤیت بھی بیع کے اندر ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح اگر زمین ہے، یہاں تو میں نے صورت بنائی ایک طرف گاڑی ہے ایک طرف موٹر سائیکل، اگر کسی ایک طرف کیا ہے؟ زمین ہے یا دونوں طرف ہی زمین ہے: میں نے کہا آپ کو میں اپنی گلبرگ والی کوٹھی دوں گا بشرطیکہ آپ یہاں فلاں جگہ پر جو اپنی دکان ہے وہ مجھے دے دیں، سمجھ میں آیا؟ تو اب دیکھو دونوں طرف زمین آ گئی یا ایک طرف زمین بنا لو کوئی غیر منقولی چیز بنا لو، اور غیر منقولی چیزوں کے اندر آپ جانتے ہیں حقِ شفعہ پڑوسیوں کو مل جاتا ہے تو لہٰذا یہ چونکہ بیع ہے انتہاء کے اعتبار سے تو اگر ایک طرف سے زمین یا باغ یا دکان یا کوٹھی کوئی چیز ہے تو اس کے پڑوسیوں کو کس چیز کا

حق مل جائے گا؟ شفعے کا حق مل جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا وَهَبَ بِشَرْطِ الْعِوَضِ اور جب ہبہ کیا جائے عوض کی شرط پر اعْتُبِرَ التَّقَابُضُ فِي الْعِوَضَيْنِ تو اعتبار کیا جائے گا تقابض، تفاعل باب آیا مولانا تفاعل جانبین سے فعل کو چاہتا ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ میں کہتا ہوں تَضَارَبَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو کیا معنی؟ زید اور عمرو دونوں نے ایک دوسرے کی پٹائی کی بھئی۔ تو یہاں تفاعل باب آیا تو کیا معنی؟ دونوں طرف سے قبضے کا اعتبار کیا جائے گا فِي الْعِوَضَيْنِ جَمِيعًا دونوں عوضین میں بھئی۔ فَإِذَا تَقَابَضَا صَحَّ الْعَقْدُ اور جب دونوں کیا کر لیں؟ باہم قبضہ کر لیں صَحَّ الْعَقْدُ تو عقد کیا ہو جائے گا؟ صحیح ہو جائے گا مولانا کیونکہ ابتداءً کیا تھا ہبہ ہے اور ہبہ میں کیا ضروری ہوتا ہے قبضہ، تو قبضے سے تام ہوا عقد صحیح ہو گیا۔ وَكَانَ فِي حُكْمِ الْبَيْعِ اور یہ عقد اب کس کے حکم میں ہو گیا؟ بیع کے حکم میں ہے يُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ واپس کر سکتا ہے عیب کی وجہ سے وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ اور خیارِ رؤیت کی وجہ سے وَتَجِبُ فِيهَا الشُّفْعَةُ اور اس کے اندر کیا ثابت ہو جائے گا؟ شفعہ، تَجِبُ أَيْ تَثْبُتُ فِيهَا الشُّفْعَةُ شفعہ اس میں ثابت ہو جائے گا کیونکہ آپ جانتے ہیں شفعہ واجب نہیں ہوتا بلکہ ثابت ہوتا ہے۔

وَالْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِلْمُعْمَرِ لَهُ فِي حَالِ حَيَاتِهِ وَلِوَرَثَتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ۔ عُمْرَى، بھئی اس کا ذکر کچھ باب کے شروع میں بھی آیا تھا: أَعْمَرْتُكَ هٰذَا الشَّيْءَ میں نے یہ چیز تمہیں عمر بھر کے لیے دی۔ عُمْرَى اس کو کہتے تھے عرب میں زمانۂ جاہلیت میں یہ رائج تھا: کوئی کسی شخص کو کہتا یہ زمین میں نے آپ کو دے دی عمرہ کے طور پر، یا یہ چیز میں نے آپ کو دے دی عمرہ کے طور پر یعنی عمر بھر کے لیے۔ تو اس کا کیا معنی ہے؟ اس کا معنی یہ ہوتا تھا کہ بھئی جب تک تمہاری زندگی ہے تم اس کے مالک ہو لیکن جب تم مرو گے تو یہ چیز تمہارے وارثوں کے پاس نہیں جائے گی بلکہ واپس میرے پاس آجائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ عُمْرَى کس کو کہتے تھے؟ عمر بھر کے لیے کسی کو چیز دے دی جاتی تھی لیکن اس کے انتقال پر واپس وہ چیز واہب کے پاس آجاتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو چیز دی گئی ہے بطورِ عمرہ کے یہ اس شخص کی ہے جس کو دی گئی ہے زندگی بھر اسی کے پاس رہے گی اور مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی۔ کس نے فرمایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ معلوم ہوا وہ اب پکا مالک بن گیا مرنے کے بعد بھی وہ چیز اب واپس نہیں آئے گی بلکہ کس کے پاس چلی جائے گی اس کے؟ وارثوں کے پاس بھئی۔

یہی بات کر رہے ہیں کہتے ہیں وَالْعُمْرَى جَائِزَةٌ اور عُمْرَى کیا ہے؟ جائز ہے لِلْمُعْمَرِ لَهُ۔ بھئی عُمْرَى وہ چیز بطورِ عمرہ کے دینے والا وہ کہلاتا ہے مُعْمِرٌ، اور جس کو دی گئی ہے وہ ہے مُعْمَرٌ لَهُ بھئی۔ وہ کیا کہلاتا ہے؟ مُعْمَرٌ لَهُ۔ تو یہاں مُعْمَرٌ لَهُ ہے لفظ بھئی اسم مفعول ہے۔ تو کہتے ہیں وَالْعُمْرَى جَائِزَةٌ عُمْرَى جائز ہے لِلْمُعْمَرِ لَهُ فِي حَالِ حَيَاتِهِ وہ چیز جو ہو گی وہ عُمْرَى وہ معمرلہ کے لیے ہو گی اس کی زندگی میں وَلِوَرَثَتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ اور اس کے وارثوں کے لیے ہو گی اس کی موت کے بعد۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عمرہ کو جائز قرار دیا لیکن اس میں تبدیلی فرما دی بھئی کہ پہلے تو چیز واپس آجاتی تھی اب واپس نہیں وہ پکا مالک بن گیا اس کا بھئی۔ اسی لیے کہا وَلِوَرَثَتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ اس معمرلہ کے وارثوں کے لیے ہو گی وہ چیز اس کے مرنے کے بعد۔[۲]

وَالرُّقْبَى بَاطِلَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى جَائِزَةٌ۔ اسی طرح ایک رُقْبَى تھا بھئی، رُقْبَى۔ یہ بھی عربوں میں رائج تھا بھئی زمانۂ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے بھئی۔ رُقْبَى بھئی رقبہ کا معنی ہے انتظار کرنا بھئی۔ رقبہ کا کیا معنی؟ انتظار کرنا۔ رقبہ اس کو کہتے تھے: ایک آدمی دوسرے کو کوئی چیز دیتا کہ یہ چیز آپ کی ہوئی، اگر پہلے میں مر گیا، چیز دینے والا کیا کہتا تھا؟ اگر پہلے میں مر گیا تو آپ اس چیز کے مالک اور اگر پہلے آپ مر گئے تو پھر میں مالک میرے پاس واپس آجائے گی۔ اس کو کیا کہا جاتا تھا؟ رُقْبَى۔ کس طریقے پر ہوتا تھا؟ رقبہ کے طور پر چیز دینے والا کیا کہتا تھا ساتھ؟ اگر پہلے میں مر گیا تو جسے چیز دی ہے اسے کہتا تھا تم اس کے کیا بن جاؤ گے؟ مالک تمہاری ہو گئی، اور اگر تم پہلے مر گئے تو پھر یہ چیز میرے پاس واپس آجائے گی میں اس کا مالک ہو جاؤں گا۔ تو یہ یاد رکھیے جائز نہیں ہے مولانا۔ آگے ذکر آرہا ہے طرفین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے اس لیے کہ یہ ایک جوئے کی طرح ہے۔ کس کی طرح ہے؟ جوئے کی طرح کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔ رقبہ کا معنی انتظار کرنا بھئی، دونوں کیا کرتے ہیں ایک دوسرے کی موت کا؟ انتظار کرتے ہیں کہ اگر وہ پہلے مر گیا تو میری، اور دوسرا سوچتا ہے اگر دوسرا پہلے مر گیا تو پھر میری بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالرُّقْبَى بَاطِلَةٌ تو یہ دیکھا جوئے کی طرح ہو گیا ہار جیت کا امکان دونوں طرف بھئی۔ وَالرُّقْبَى بَاطِلَةٌ عِنْدَ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لِلْمُعْمَرِ لَهُ فِي حَالِ حَيَاتِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «للمعمر في حال حياته» منقول ہے۔

أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اور رقبہ باطل ہے طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَائِزَةٌ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز ہے۔ یہ کیا ہے؟ جائز ہے۔ وہ فرماتے ہیں یہ ہبہ ہے البتہ اس کے ساتھ شرط لگادی۔ وہ اس کو کیا کہتے ہیں؟ ہبہ ہے گویا کسی کو ہبہ کیا کہ یہ مکان آپ کا ہو گیا لیکن شرط یہ ہے، شرط لگادی اس میں کہ اگر آپ مجھ سے پہلے مر گئے تو یہ چیز میرے پاس واپس آجائے گی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ اور یاد رکھنا ایک قیمتی ضابطہ مولانا: ہر وہ عقد جس کے اندر قبضہ شرط ہو اس میں کوئی فاسد شرط لگادی جائے تو اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ شرط باطل ہو جاتی ہے عقد صحیح رہتا ہے۔ ہر وہ عقد جس کے اندر قبضہ شرط ہو وہ شرط لگانے سے فاسد نہیں ہوتا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کوئی فاسد شرط لگادیں تو شرط باطل ہو جائے گی لیکن عقد کیا ہو گا؟ صحیح۔ تو یہاں بھی دیکھو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی ہبہ کر رہا ہے گویا کہ اور ساتھ ایک شرطِ فاسد لگادی: کیا فاسد شرط لگائی؟ اگر تم پہلے مر گئے تو پھر کیا ہو گی یہ چیز میرے پاس واپس آجائے گی، تو یہ شرطِ فاسد لگائی۔ اور ہبہ ایسا عقد ہے جس میں قبضہ شرط ہے، اور ایسا عقد شرطِ فاسد سے باطل اور فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح رہتا ہے۔ تو لہٰذا یہاں بھی وہ شرط فاسد ہو جائے گی اور عقد صحیح رہے گا یعنی یہ دوسرا اس کا مالک بن جائے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں یہ دراصل ہبہ ہی ہے تو دوسرا کیا ہو گا اس کا؟ مالک بن جائے گا۔ تو یہ کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ جَائِزَةٌ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ ہبہ ہے اور ساتھ شرط ہے شرط باطل ہبہ صحیح۔

وَمَنْ وَهَبَ جَارِيَةً إِلَّا حَمْلَهَا صَحَّتِ الْهِبَةُ وَبَطَلَ الِاسْتِثْنَاءُ۔ اور کسی نے کسی کو باندی ہبہ کی مگر اس کا حمل ہبہ نہیں کیا اس کا استثناء کر لیا۔ کسی نے دوسرے کو اپنی باندی ہبہ کی وہ باندی حاملہ تھی اس نے کہا یہ باندی کے تو آپ مالک ہیں لیکن اس کے پیٹ میں جو حمل ہے اس کے آپ مالک نہیں وہ نہیں میں آپ کو دیتا، تو یہ استثناء درست نہیں ہے مولانا اس لیے کہ آپ جانتے ہیں کہ حمل جو ہے وہ تبعاً کیا ہو جاتا ہے چیز میں داخل، اور جو چیز تبعاً داخل ہو جائے اس کا استثناء صحیح نہیں ہوتا آپ بیع کے باب میں تفصیلاً پڑھ چکے ہیں بھئی۔ تو لہٰذا یہاں بھی گویا ایک شرط لگادی کہ باندی ہبہ کرتا ہوں اس شرط پہ کہ اس کا حمل کس کا ہو گا میرا ہی ہو گا، تو شرط فاسد شرط باطل اور ہبہ صحیح، لہٰذا اب باندی حمل سمیت دوسرے کی ہو جائے گی۔ وَمَنْ وَهَبَ جَارِيَةً اور جس نے ہبہ کی کوئی باندی إِلَّا حَمْلَهَا سوائے اس کے حمل کے صَحَّتِ الْهِبَةُ تو ہبہ صحیح ہے وَبَطَلَ الِاسْتِثْنَاءُ اور استثناء باطل ہے۔

وَالصَّدَقَةُ كَالْهِبَةِ لَا تَصِحُّ إِلَّا بِالْقَبْضِ، وَلَا تَجُوزُ فِي مُشَاعٍ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ۔ صدقہ بھئی انسان کرتا ہے بھئی کسی فقیر کو غریب کو کوئی مال دیتا ہے کوئی چیز دیتا ہے اللہ کی خوشنودی کے لیے اللہ کی رضا کے لیے یہ صدقہ کہلاتا ہے بھئی۔ کیا کہلاتا ہے؟ صدقہ کہلاتا ہے۔ تو صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں وَالصَّدَقَةُ كَالْهِبَةِ صدقہ بھی کس کی طرح ہے؟ ہبہ کی طرح یعنی ہبہ میں جو ہم نے ضابطے قاعدے بیان کر دیے وہی ضابطے اور قاعدے کس کے اندر ہیں؟ صدقہ کے اندر بھی بھئی۔ تو کہتے ہیں لَا تَصِحُّ إِلَّا بِالْقَبْضِ صدقہ صحیح نہیں ہے بغیر کس کے؟ قبضہ کے۔ بھئی ہبہ بغیر قبضے کے صحیح ہوتا تھا؟ نہیں ہبہ میں قبضہ ضروری ہوتا تھا تو صدقہ میں بھی کیا ضروری ہے؟ قبضہ پھر تام ہو گا۔ وَلَا تَجُوزُ فِي مُشَاعٍ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ اور آپ نے پڑھا تھا بھئی ہبہ کے اندر کسی مشاع چیز کا ہبہ جو تقسیم کی جائے تو بھی اس کا نفع باقی رہتا ہو، کیا ایسی مشاع چیز کا ہبہ صحیح ہے؟ آپ نے پڑھا تھا ایسی مشاع چیز کہ تقسیم کے بعد بھی کیا ہو اس کا نفع باقی رہتا ہے، پھر بھی آپ تقسیم کیے بغیر دے رہے ہیں تو لہٰذا اب یہاں ہبہ صحیح نہیں۔ اور صدقہ بھی کس کی طرح ہے؟ ہبہ کی طرح ہے لہٰذا ایسی چیز کا صدقہ کرنا کہ مشاع ہے اور تقسیم کے بعد بھی اس کا فائدہ باقی رہتا ہے تو ایسی چیز کا صدقہ بھی صحیح نہیں، ہاں الگ کر کے اس کو دے تاکہ وہ قبضہ کرے۔ تو کہتے ہیں وَلَا تَجُوزُ فِي مُشَاعٍ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ اور صدقہ جائز نہیں ہے ایسی مشاع چیز کے اندر يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ جو کس چیز کا احتمال رکھے؟ تقسیم کا احتمال رکھے یعنی تقسیم کے بعد بھی اس کا نفع باقی رہتا ہے۔

وَإِذَا تَصَدَّقَ عَلَى فَقِيرَيْنِ بِشَيْءٍ جَازَ۔ اگر صدقہ کیا دو فقیروں پر کوئی چیز تو یہ جائز ہے بھئی۔ بھئی آپ نے ہبہ کے باب میں کیا پڑھا تھا؟ ہبہ کے اندر آپ نے پڑھا تھا ایک آدمی ایک چیز دو آدمیوں کو دیتا ہے تو جب دونوں کو دی ہے تو نصف گویا ایک کو دے رہا ہے نصف دوسرے کو، تو دونوں کا حصہ مشاع ہو گیا کوئی الگ الگ کر کے دیا؟ الگ الگ کر کے نہیں دیا تو وہ ہبہ صحیح نہیں رہتا تھا۔ مثلاً بھئی آپ نے دس درہم دو آدمیوں کو ہبہ کیے تو گویا اب یہاں پر نصف آپ ایک کو دے رہے ہیں نصف دوسرے کو تو ہر درہم میں دونوں شریک ہو گئے مولانا، ہر درہم آدھا ایک کا ہے آدھا دوسرے کا تو یہ ہبہ صحیح نہیں تھا بلکہ کیا کرنا ضروری ہے؟ دونوں کا حصہ الگ الگ کر کے ان کے حوالے کرے تو پھر صحیح ہوتا تھا۔ صورت یاد آئی بھئی؟ لیکن صدقہ اگر اس طرح کیا دس درہم

دو فقیروں کو دے دیے تو صدقہ درست ہے۔ صدقہ کیا ہے؟ درست ہے، تو ایک ہی چیز دو آدمیوں کو صدقہ کی یہ درست ہے۔[۳]

بھئی یہ کیا وجہ ہے آپ نے خود بتایا صدقہ کس کی طرح ہے؟ ہبہ کی طرح ہے اور ہبہ تو ایک چیز دو آدمیوں کو کرنا صحیح نہیں تھا تو یہاں پر ایک چیز دو فقیروں کو صدقہ کرنا کیسے صحیح ہے؟ جواب یہ ہے مولانا حضور صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہیں بھئی: الصَّدَقَةُ تَقَعُ فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ فِي كَفِّ الْفَقِيرِ۔ حضور صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہیں جو صدقہ ہے تَقَعُ فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی ہتھیلی میں واقع ہوتا ہے یعنی اللہ کی ہتھیلی میں واقع ہوتا ہے قَبْلَ أَنْ تَقَعَ فِي كَفِّ الْفَقِيرِ فقیر کی ہتھیلی میں جانے سے پہلے اس میں واقع ہونے سے پہلے۔ بھئی آپ کوئی چیز جب صدقہ کرنے لگیں آپ دے تو فقیر کو رہے ہیں لیکن چونکہ یہ صدقہ کس لیے دیا جاتا ہے؟ اللہ کی رضا کے لیے، تو گویا یوں ہے یہاں پر کہ پہلے یہ چیز اللہ کی ہوئی پھر اللہ کی طرف سے کس کی ہو گئی؟ فقیر کی ہو گئی۔ تو پہلے مالک کون بنے؟ اللہ، اور اللہ ایک ہیں بھئی تو یہاں شیوع آیا؟ شیوع آیا ہی نہیں، تو صدقہ کے اندر شیوع آیا ہی نہیں پھر آگے اللہ کی طرف سے کس کی ہو گئی ان دو فقیروں کی، وہ تو آگے جا کر ہوئی ہے شیوع صدقہ جب تھا اس وقت تو شیوع نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی سب کو؟ اس لیے یہ فرق ہے یہاں پر یہ جائز ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَصَدَّقَ عَلَى فَقِيرَيْنِ بِشَيْءٍ جَازَ اور جب صدقہ کیا عَلَى فَقِيرَيْنِ دو فقیروں پر بِشَيْءٍ کسی چیز کا جَازَ تو یہ جائز ہے۔

وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي الصَّدَقَةِ بَعْدَ الْقَبْضِ۔ اور صحیح نہیں ہے رجوع کرنا صدقے میں بَعْدَ الْقَبْضِ قبضے کے بعد۔ آپ نے فقیر کو محتاج کو ضرورت مند اور غریب کو کوئی چیز دی اور اس نے اس چیز پر قبضہ کر لیا اب رجوع نہیں کر سکتے مولانا۔ اب رجوع نہیں کر سکتے۔ بھئی یہ کیا بات ہے آپ نے ابھی بتلایا صدقہ کس کی طرح ہے؟ ہبہ کی طرح اور ہبہ میں تو رجوع جائز ہوتا ہے آپ یہاں کہہ رہے ہیں صدقہ میں رجوع نہیں جائز؟ کہتے ہیں بھئی بات یہ ہے ہبہ میں ہم نے آپ کو یہ بھی تو بتلایا تھا کہ ہبہ میں جب عوض مل جائے تو رجوع ہو سکتا ہے؟ نہیں، جب ہبہ میں عوض آجائے تو رجوع نہیں ہو سکتا۔ یہاں بھی عوض آچکا: آپ نے جیسے ہی صدقہ دیا اللہ کی طرف سے آپ کو عوض میں ثواب مل گیا۔ کیا مل گیا؟ ثواب، تو عوض آگیا اور عوض آجائے پھر رجوع نہیں ہو سکتا۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي الصَّدَقَةِ بَعْدَ الْقَبْضِ اور صحیح نہیں ہے رجوع کرنا صدقے میں قبضے کے بعد۔[۴]

صورت سمجھ میں آگئی؟ اور یہاں یہ مسئلہ بھی یاد رکھیں مولانا: ایک غریب اور محتاج کو آپ پیسے دینے لگے آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا بیس روپے کا نوٹ نکالا بھئی، بیس روپے کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا اس نے قبضہ کر لیا۔ پھر بھئی کچھ آگے گئے جیب میں ہاتھ ڈالا دیکھا بیس روپے تو جیب میں ہیں غلطی سے آپ پانچ ہزار کا نوٹ دے بیٹھے ہیں اب بھئی۔ کون سا نوٹ دے بیٹھے؟ پانچ ہزار والا نوٹ دے بیٹھے ہیں، اب پھر آپ دوڑے دوڑے آتے ہیں اس غریب اور مسکین آدمی سے کہ نہیں بھئی میں تمہیں بیس روپے دینا چاہتا تھا یہ تو دھوکے سے تمہارے پاس پانچ ہزار کا نوٹ آگیا، نہیں مولانا اب رجوع نہیں ہو سکتا۔ اب رجوع نہیں ہو سکتا، اب آپ کے لیے جائز نہیں ہے اس سے وہ پیسے لینا، اگر آپ لیتے ہیں یہ آپ ظلم کرتے ہیں، ایک دفعہ آپ نے دے دیا قبضہ ہو گیا اب رجوع نہیں ہو سکتا بھئی۔

وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ لَزِمَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِجِنْسِ مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے منت مانی کہ اے اللہ میں آپ کے راستے میں اپنا سارا مال دے دوں گا، اے اللہ میں آپ کے راستے میں اپنا مال صدقہ کروں گا۔ بھئی یہ منت مان لی اللہ کے لیے ایک چیز کو اپنے اوپر واجب کر لیا اب یہ ضروری ہو گئی اس پر واجب ہو گئی مولانا فرض ہو گیا ضروری ہے بھئی یہ دے، واجب ہو گیا کہ وہ اپنا مال کیا کرے اللہ کے راستے میں اب فقیروں اور محتاجوں کو دے بھئی۔ اب اس نے کہا اپنا مال دوں گا، اس سے کیا مراد لیں بھئی؟ کیا سارا کچھ دے گا وہ جتنی چیزیں اس کے پاس ہیں گھر کا سامان ہے مکانات ہیں وغیرہ درہم ہیں دینار ہیں سامانِ تجارت ہے سارا، کیونکہ اس نے لفظ کیا بولا تھا؟ اپنا مال میں کیا کروں گا یا اپنا سارا مال میں کیا کروں گا اللہ کے راستے میں دوں گا۔ یا مولانا کسی کام پہ منت مانی تھی اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا، مثلاً کسی شخص کا بیٹا گم ہو گیا اس نے منت مانی اے اللہ اگر میرا بیٹا مل گیا تو میں اپنا سارا مال کیا کروں گا آپ کے راستے میں صدقہ کروں گا۔ اب اس کا بیٹا مل گیا تو اب بھی اس پر واجب ہے کہ اپنے مال کو صدقہ کرے۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۲۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَصَدَّقَ عَلَى فَقِيرَيْنِ بِشَيْءٍ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا تصدق على فقيرين بشي جاز» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۲۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي الصَّدَقَةِ بَعْدَ الْقَبْضِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز الرجوع في الصدقة بعد القبض» منقول ہے۔

لیکن کیا مراد لیں اس سے؟ کیا سارا گھر کا سامان ساری زمین ساری جائیداد سارے درہم دینار اشرفیاں تجارت کا سامان سارا دے گا؟ کہتے ہیں نہیں فقہائے کرام فرماتے ہیں مولانا کہ صرف وہ مال جس کے اندر زکوۃ آیا کرتی تھی وہ دے گا، وہ سارا دینا پڑے گا اس میں سے ایک پائی بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکتا کیونکہ اس نے خود کیا کہا تھا میں اپنا سارا مال دوں گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور زکوۃ کس کس مال میں آیا کرتی تھی؟ مالِ تجارت کے اندر جو مال تجارت کی نیت سے خریدا ہے، اشرفیوں کے اندر یعنی دینار اور دراہم سارے اور اسی طرح کرنسی وغیرہ ہے یہ سارے کیا کرنا پڑیں گے اب؟ دینے پڑیں گے، ایک روپیہ بھی اپنے پاس روکنا اس کے لیے جائز نہیں سارا اللہ کے راستے میں دے۔ ہاں باقی گھر کا سامان ہے گھر کی ضرورت کی چیزیں ہیں اور کئی کوٹھیاں ہیں لیکن وہ تو تجارت کا سامان نہیں ہے بھئی وہ صدقہ کرنا اس پر واجب نہیں ہے۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے فقہائے کرام اس طرح کیوں فرماتے ہیں بھئی اس نے تو کہا تھا میں اپنا سارا مال دوں گا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو یہاں بھی اس نے اپنے اوپر مال کو واجب کیا اور ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی انسان پر مال کو واجب کرتے ہیں بھئی: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر صاحبِ نصاب پر جب سال پورا ہو جائے تو کیا واجب ہوتی ہے؟ زکوۃ۔ تو ایک ہے اللہ کا واجب کرنا ایک ہے بندے کا اپنے اوپر واجب کرنا، تو اللہ صرف اس مال میں زکوۃ کو واجب کرتے ہیں تو یہاں بھی مال سے یہی والا مال مراد لیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اللہ اس میں زکوۃ کو واجب کرتے ہیں تو ہم بھی مال سے یہی مال مراد لیں گے جس میں اللہ زکوۃ واجب کرتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ اور جس نے منت مانی أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ کہ وہ صدقہ کرے گا اپنے مال کو لَزِمَهُ تو لازم ہے اس شخص پر کہ أَنْ يَتَصَدَّقَ کہ وہ صدقہ کرے بِجِنْسِ مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ، مَا سے ترجمہ شروع کریں: وہ چیز کہ جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اس کی جنس کا صدقہ کرے یعنی وہ ساری جنس کیا کر دے؟ صدقہ کر دے۔ سارا مالِ تجارت بھی اس کو صدقہ کرنا پڑے گا سارے دراہم سارے دینار ساری کرنسی بھئی، باقی گھر کا سامان نہیں بھئی۔

وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِلْكِهِ لَزِمَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالْجَمِيعِ، وَيُقَالُ لَهُ أَمْسِكْ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا تُنْفِقُهُ عَلَى نَفْسِكَ وَعِيَالِكَ إِلَى أَنْ تَكْتَسِبَ مَالًا فَإِذَا اكْتَسَبْتَ مَالًا تَصَدَّقْ بِمِثْلِ مَا أَمْسَكْتَ لِنَفْسِكَ۔ اور جس نے منت مانی أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِلْكِهِ کہ وہ کیا کرے گا؟ صدقہ کرے گا اپنی ملکیت کی۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے لفظ استعمال کیے: اے اللہ میں اپنی ملکیت کو کیا کروں گا؟ صدقہ کروں گا اگر میرا یہ کام ہو گیا، اس کا مثلاً وہ کام ہو گیا بھئی۔ تو اب کیا صدقہ کرنا پڑے گا؟ کیا ایک ایک چیز صدقہ کرنا پڑے گی یا صرف وہ مالِ زکوۃ جو ہے وہ صدقہ کرنا پڑے گا؟ صاحبِ قدوری آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ اب ایک ایک پائی جو اس کے پاس ہے گھر کا سامان تجارت کا سامان سارا کچھ کیا کرنا پڑے گا؟ صدقہ کرنا پڑے گا کیونکہ اس نے کیا لفظ استعمال کیا ہے؟ اپنی ملکیت کو، اور یہ ساری چیزیں اس کی ملکیت ہیں لہٰذا اس کو سارا کچھ کیا کرنا پڑے گا؟ صدقہ کرنا پڑے گا۔

لیکن ہاں یوں کر لے، بھئی سارا کچھ صدقہ کر دے گا تو اس کے پاس تو کچھ کھانے پینے کو نہیں بچے گا، کہتے ہیں بھئی یہ تھوڑا سا بقدرِ ضرورت اپنے پاس روک لے۔ جتنی اس کو حاجت ہے اتنی چیز روک لے باقی سارا کیا کر دے؟ صدقہ کر دے۔ کتنا روکے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی جب تک اس کو اگلے پیسے ملنے کا امکان ہے، اس کو پتہ ہے کہ مثلاً کاریگر ہے یا کوئی کام کرنے والا ہے اتنے دن تک مجھے پیسے مل جائیں گے بھئی، تو اتنے دن تک کا راشن یا ضرورت کی چیز روک لے۔ پھر جب وہ پیسے مل جائیں جتنا اس نے روکا تھا اتنے ہی پھر اس میں سے نکال کر صدقہ کرے کیونکہ اس نے تو کیا لفظ استعمال کیے تھے؟ میں اپنی ملکیت ساری کیا کروں گا صدقہ کروں گا، اس میں سے اس نے مثلاً دو چار ہزار روپے روک لیے تھے تو یہ بھی تو اس پر صدقہ ضروری تھا یہ اس نے روکے تھے ضرورت کی وجہ سے، اب اس کے پاس مال آگیا تو اب کیا کر دے جتنے روکے تھے اسی کے بقدر کیا کرے صدقہ کر دے تاکہ منت پوری ہو جائے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ نَذَرَ اور جس نے منت مانی أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِلْكِهِ کہ وہ صدقہ کرے گا اپنی ملکیت کو لَزِمَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالْجَمِيعِ تو لازم ہے اس پر کہ وہ صدقہ کرے سارے کو بھئی وَيُقَالُ لَهُ اور اس سے کہا جائے گا أَمْسِكْ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا تُنْفِقُهُ عَلَى نَفْسِكَ وَعِيَالِكَ کہ تو روک لے مِنْهُ اس میں سے کتنی مقدار؟ مِقْدَارَ مَا تُنْفِقُهُ اتنی مقدار جو تم خرچ کرتے ہو اپنے اوپر وَعِيَالِكَ اور اپنے اہل و عیال گھر والوں پر اتنی مقدار روک لے إِلَى أَنْ تَكْتَسِبَ مَالًا یہاں تک کہ تو مال کما لے بھئی، مال کمانے تک جتنی ضرورت ہے اتنا روک لے فَإِذَا اكْتَسَبْتَ مَالًا پس جب تو مال کما لے تَصَدَّقْ، هُ ضمیر ہے آپ کی کتابوں میں؟ هُ ضمیر نہیں ہونی چاہیے یہ کتابت کی غلطی ہے، تَصَدَّقْ بِمِثْلِ مَا أَمْسَكْتَ لِنَفْسِكَ تو تُو صدقہ پھر کر دے اسی کے مثل جو تُو نے اپنے لیے روکا تھا، جتنی مقدار روکی تھی اتنی اب جب نیا مال مل جائے تو اس میں سے کیا کر دو صدقہ کر دو۔

مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا بھئی؟ یہ صاحبِ قدوری نے ذکر فرمایا ہے بھئی یہ روایت انہوں نے نقل فرمائی، لیکن صاحبِ ہدایہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ چاہے وہ مال کا لفظ استعمال کرے چاہے وہ ملکیت کا لفظ استعمال کرے دونوں صورتوں کے اندر صرف وہ مالِ زکوٰۃ جس میں زکوٰۃ آتی ہے صرف وہ والا مال ہی اس کو صدقہ کرنا پڑے گا باقی مال صدقہ نہیں کرنا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ صاحبِ قدوری نے تو فرق کیا کہ مال کا لفظ بولا تو صرف وہ مال جس میں زکوٰۃ آتی ہے وہ صدقہ کرے، ملکیت کا لفظ بولا تو سارا کچھ صدقہ کرنا پڑے گا، لیکن صاحبِ ہدایہ وغیرہ اور دیگر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں صرف وہ جو مالِ زکوٰۃ ہے جس میں زکوٰۃ آتی ہے اس کو صدقہ کرنا پڑے گا اپنی ہر چیز کو صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۰۴: کتاب الوقف: وقف کی تعریف، لزوم وعدمِ لزوم میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف و مفتٰی بہ قول، شرائطِ واقف اور وقفِ مسجد

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۳۱ مارچ ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْوَقْفِ۔ لَا يَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنِ الْوَقْفِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَّا أَنْ يَحْكُمَ بِهِ الْحَاكِمُ أَوْ يُعَلِّقَهُ بِمَوْتِهِ فَيَقُولُ إِذَا مِتُّ فَقَدْ وَقَفْتُ دَارِي عَلَى كَذَا، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَزُولُ الْمِلْكُ بِمُجَرَّدِ الْقَوْلِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَزُولُ الْمِلْكُ حَتَّى يَجْعَلَ لِلْوَقْفِ وَلِيًّا وَيُسَلِّمَهُ إِلَيْهِ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج ہم وقف کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، وقف۔ وقف اسے کہتے ہیں کہ اپنی انسان کوئی جائیداد ہے باغ ہے مکان ہے زمین ہے وغیرہ اللہ کے راستے میں دے دے کہ اس مکان کی یا اس زمین کی یا اس باغ کی ساری آمدنی نیکی کے فلاں کام کے اندر خرچ کی جائے بھئی۔ تو یہ بڑا ثواب کا کام ہے مولانا اور صدقۂ جاریہ ہے، جب تک وہ چیز موجود ہے اور اس کا نفع نیکی کے کام میں لگتا رہے گا اس شخص کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، اگر قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہا تو قیامت تک اسے ثواب ملتا رہے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ مثلاً اس نے کہا اس زمین کی ساری آمدنی فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کی جائے، یا اس نے کہا بھئی اس زمین کی اس جائیداد کی ساری آمدنی طلباء اور علماء پر خرچ کی جائے بھئی۔ تو جب تک وہ جائیداد موجود ہے مولانا نامۂ اعمال میں برابر ثواب لکھا جاتا رہے گا اور قبر کے اندر بھی ثواب در ثواب اسے ملتا رہے گا بھئی۔ تو یہ عظیم نیکی کا کام ہے بھئی۔

اور یاد رکھنا یہ جو چیز وقف کر دی گئی یہ اب اللہ کی ہو گئی اسے اب بیچنا ہبہ کرنا وغیرہ درست نہیں ہے بھئی۔ یہ کس کی ہو گئی؟ اللہ تعالیٰ کی ہو گئی اسے بیچنا وغیرہ درست نہیں ہے۔ نیز اب اس میں کوئی شخص دخل نہیں دے سکتا، جس کام کے لیے وقف کی گئی ہے صرف اسی کام میں اس کی آمدنی کو خرچ کیا جائے گا کسی اور چیز میں بھی خرچ کرنا جائز نہیں، جس کام کے لیے وقف کی تھی بس اسی میں خرچ کی جائے گی۔

اور ایک اہم بات یاد رکھنا مولانا اس میں کوئی شرط لگا لینا بھی صحیح ہے۔ مثلاً وقف کرنے والا یہ شرط لگا دیتا ہے: میری یہ ساری زمین وقف ہے لیکن جب تک میں زندہ ہوں اس کا سارا نفع میں کھاؤں گا، میرے مرنے کے بعد پھر یہ فقراء یا طلباء وغیرہ پر کیا کی جائے خرچ کی جائے۔ یہ بھی صحیح ہے مولانا اور کتنا آسان طریقہ ہے بھئی: زندگی بھر خود بھی اس سے آرام سے نفع کھاتا رہے سارا اور مرنے کے بعد کیا ہوا صدقۂ جاریہ شروع ہو گیا بھئی۔ تو ساری آمدنی کی بھی اپنے

لیے شرط لگا سکتا ہے کچھ کی بھی لگا سکتا ہے مطلب جتنی آمدنی ہو گی نصف اس میں سے میرا ہو گا اور باقی کس پر خرچ کیا جائے فقراء اور مساکین وغیرہ پر بھئی، یہ شرط بھی درست ہے۔ یا اسی طرح مولانا یہ شرط بھی لگانا درست ہے کہ یہ زمین میں وقف کرتا ہوں اور اس کی مثلاً نصف آمدنی میری اولاد کو دی جائے اور باقی نصف نیکی کے فلاں کام میں خرچ کی جائے۔ جتنی بھی آمدنی آیا کرے اس میں سے نصف میری اولاد کو پھر میری اولاد کی اولاد پھر اولاد کی اولاد کی اولاد آخر تک بھئی اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے کہ اس میں سے نصف کس کو دیا جاتا رہے میری اولاد کو یا اولاد کی اولاد کو اور باقی حصہ نیکی کے فلاں کام میں خرچ کر دیا جائے بھئی۔ یا جتنی آمدنی حاصل ہو اس میں سے مثلاً ایک لاکھ روپے میری اولاد کو دیے جائیں پہلے اور پھر جو باقی بچے وہ نیکی کے فلاں کام میں خرچ کیا جائے، تو اس طرح کی شرط لگا لینا بھی صحیح ہے بھئی۔

تو دیکھیے بھئی سب سے پہلے وقف کے لغوی معنی اور اس کی تعریف بھئی، یہ آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے کتاب کے اندر، كِتَابُ الْوَقْفِ پر حاشیہ دیا ہے: قَوْلُهُ الْوَقْفُ هُوَ فِي اللُّغَةِ الْحَبْسُ۔ لغت کے اندر یعنی عربی زبان میں وقف کا معنی ہے روکنا۔ وَفِي الشَّرْعِ اور شریعت کے اندر عِبَارَةٌ عَنْ حَبْسِ الْعَيْنِ عَلَى حُكْمِ مِلْكِ الْوَاقِفِ وَالتَّصَدُّقِ بِالْمَنْفَعَةِ۔ اور شریعت کے اندر یہ عبارت ہے کہ کسی چیز کو روک لینا واقف یعنی وقف کرنے والے کی ملکیت کے حکم پر کہ مالک تو واقف ہے وَالتَّصَدُّقِ بِالْمَنْفَعَةِ اور نفع کے صدقہ کرنے کے حکم پر بھئی۔ مالک اس کا کون ہے؟ واقف ہے بھئی وہ جس نے وقف کیا ہے بھئی، اور اس کے نفع کو کیا کر دیا جائے گا؟ صدقہ کیا جائے گا۔ مثلاً کوئی زمین وقف کی تو مالک کون زمین کا؟ اب بھی وہی شخص ہے لیکن اس کا نفع کیا ہو گا؟ وہ صدقہ کیا جائے گا سارا بھئی، اور جو مصرف اس نے ذکر کیا ہے اسی پر لگایا جائے گا بھئی۔

یہ امام صاحب کے نزدیک: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں کہ وقف کس کو کہتے ہیں کہ چیز کا مالک کون رہتا ہے؟ واقف ہی رہتا ہے البتہ اس کا جو نفع ہوتا ہے وہ کیا کیا جائے گا؟ صدقہ کیا جائے گا اس نیکی کے کام میں لگایا جائے گا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں وقف جب ہو جائے تو چیز کا مالک اب وہ شخص نہیں رہا بلکہ اس کے مالک اللہ ہو گئے بھئی۔ یعنی اللہ کے سوا اب اس کا اور کوئی مالک نہیں: ویسے تو ہر چیز کے مالک اللہ ہی ہیں حقیقتاً لیکن پھر وہاں پر کیا کہہ دیا جاتا ہے مجازاً کہ فلاں مالک ہے زید ہے یا عمرو ہے یا بکر ہے، لیکن اس کے اندر اس قسم کا بھی کوئی حکم نہیں ہو گا صرف خالص اللہ کی ہو گئی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اختلاف سمجھ میں آیا؟ امام صاحب کیا فرماتے ہیں مالک کون رہے گا؟ وہی واقف رہے گا یعنی وقف کرنے والا، اور صاحبین کے نزدیک مالک کون بن جائے گا؟ اللہ تعالیٰ بن جائیں گے۔

کہتے ہیں لَا يَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنِ الْوَقْفِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اب امام صاحب کے نزدیک بھی واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے اور اللہ کے مالک ہونے کا حکم لگا دیا جاتا ہے لیکن کب؟ تفصیل بتلا رہے ہیں صاحب قدوری۔ کہتے ہیں لَا يَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنِ الْوَقْفِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى زائل نہیں ہوتی یعنی ختم نہیں ہوتی وقف کرنے والے کی ملکیت وقف سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ کے نزدیک إِلَّا أَنْ يَحْكُمَ بِهِ الْحَاكِمُ مگر یہ کہ فیصلہ کر دے اس کا حاکم بھئی۔ حاکم کیا کر دے؟ فیصلہ کر دے۔ اب جب حاکم فیصلہ کر دے گا اب واقف کی ملکیت کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی اور کس چیز کا حکم لگا دیا جائے گا؟ اللہ کے مالک ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔ ایک یہ صورت ہے کہ حاکم اس کا حکم لگا دے بھئی اس پر۔

أَوْ يُعَلِّقَهُ بِمَوْتِهِ یا وقف کرنے والا يُعَلِّقَهُ بِمَوْتِهِ اسے معلق کر دے اپنی موت کے ساتھ بھئی۔ کیا کر دے؟ اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے فَيَقُولُ پس یوں کہے مولانا: إِذَا مِتُّ فَقَدْ وَقَفْتُ دَارِي عَلَى كَذَا جب میں مر جاؤں تو تحقیق میں نے وقف کر دیا اپنا گھر عَلَى كَذَا فلاں پر بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ فلاں کام پر یا فلاں شخص پر۔ تو إِذَا مُتُّ، مَاتَ يَمُوتُ بھئی واوی ہے میم پہ ضمہ پھر پڑھیں گے بھئی جب واو گر گیا: إِذَا مُتُّ کہ جب میں مر جاؤں تو تحقیق میں نے وقف کر دیا دَارِي اپنے گھر کو عَلَى كَذَا فلاں پر یا فلاں نیکی کے کام پر۔ تو امام صاحب کیا فرماتے ہیں بھئی؟ واقف کی ملکیت ختم ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟ دو صورتیں ہیں: یا تو حاکم کیا کر دے اس کا فیصلہ کر دے اب واقف کی ملکیت ختم ہو جائے گی، یا وہ واقف کیا کر دے اسے اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَزُولُ الْمِلْكُ بِمُجَرَّدِ الْقَوْلِ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملکیت زائل ہو جائے گی یعنی ختم ہو جائے گی بِمُجَرَّدِ الْقَوْلِ محض کہنے سے ہی۔ صرف کہہ دے زبان سے کہ میں نے اپنی یہ زمین نیکی کے فلاں کام کے لیے وقف کر دی، بس فوراً ملکیت ختم ہوئی اور کون ہو گئے اس کے مالک بھئی؟ اللہ تعالیٰ بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اور یاد رکھیے یہاں وقف کے مسائل میں فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ

اللہ کے اقوال پر ہے اکثر بھئی، تو زبان سے کہتے ہی وہ زمین کیا ہو جائے گی؟ وقف ہو جائے گی۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَزُولُ الْمِلْكُ حَتّٰى يَجْعَلَ لِلْوَقْفِ وَلِيًّا وَيُسَلِّمَهُ إِلَيْهِ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملکیت زائل نہیں ہو گی ملکیت اس سے ختم نہیں ہو گی واقف کی حَتّٰى يَجْعَلَ لِلْوَقْفِ وَلِيًّا یہاں تک کہ بنادے وقف کے لیے کسی ولی کو یعنی وقف کا کوئی متولی کوئی نگران مقرر کر دے وَيُسَلِّمَهُ إِلَيْهِ اور اس کے سپرد کر دے وہ چیز۔ بھئی زید نے مثلاً اپنی زمین وقف کی بھئی اور کیا کہا کہ میری یہ جو زمین ہے اس کی ساری آمدنی فلاں مدرسے کے جو طلباء ہیں یا دین کے جو طلباء ہیں ان پر خرچ کی جائے بھئی۔ تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابھی بھی یہ واقف کی ملکیت ختم نہیں ہوئی جب تک یہ کیا نہ کر دے؟ اس کے لیے کسی نگران کو مقرر کر کے اس کے حوالے زمین کو نہ کر دے۔ جب کوئی نگران مقرر کر دے گا کہ بھئی مثلاً عمرو سے کہا آپ امانت دار آدمی ہیں میں نے اپنی یہ زمین وقف کی ہے آپ اس کے نگران ہیں آپ اس کی آمدنی کیا کیا کریں ان پر خرچ کیا کریں، اور پھر وہ زمین عمرو کے حوالے بھی کر دی اس کے قبضے میں بھی دے دی تو پھر اب کیا ہو جائے گی واقف کی ملکیت زمین سے ختم ہو جائے گی۔ معلوم ہوا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک متولی کا مقرر کرنا اور اس کے قبضے میں دینا ضروری ہے، جب تک اس کے قبضے میں نہیں دے دے گا اس وقت تک واقف کی ملکیت اس زمین سے اس جائیداد سے ختم نہیں ہو گی۔

تو تین مذاہب آپ کے سامنے بیان ہو گئے ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ملکیت کب ختم ہو گی؟ جب حاکم فیصلہ کر دے یا اس کو اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے، وقف کرنے والا اپنی موت سے معلق کر دیتا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں نہ حاکم کے فیصلے کی ضرورت نہ موت کے ساتھ معلق کرنے کی ضرورت نہ قبضے وغیرہ کی ضرورت، صرف کہنے سے ہی کیا ہو جائے گی اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں کہ کسی نگران کو مقرر کرے اور یہ زمین جائیداد اس کے قبضے میں دے دے پھر کیا ہو جائے گی ملکیت اس کی ختم ہو جائے گی۔ بات سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَإِذَا صَحَّ الْوَقْفُ عَلَى اخْتِلَافِهِمْ اور جب صحیح ہو جائے وقف ان ائمہ کے اختلاف پر: یعنی امام صاحب کے نزدیک حاکم فیصلہ کر دے یا موت سے معلق کر دے، امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کسی ولی کو مقرر کر دے اور اس کے سپرد کر دے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صرف کہہ ہی دے، تو ان صورتوں میں وقف صحیح ہو جائے گا خَرَجَ مِنْ مِلْكِ الْوَاقِفِ تو وقف کرنے والے کی ملکیت سے خارج ہو جائے گی نکل جائے گی وہ چیز وَلَمْ يَدْخُلْ فِي مِلْكِ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ اور موقوف علیہ کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہو گی۔ بھئی جس پر وقف کی ہے اس کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہو گی۔ مثلاً بھئی زید نے اپنی زمین وقف کی اور کیا کہا کہ اس وقت درجۂ ثانیہ میں جو طلباء پڑھ رہے ہیں میری یہ ساری زمین کی آمدنی ان کو کھلائی جائے۔ کیا کہا؟ اس وقت جو یہاں فلاں مدرسے میں درجۂ ثانیہ کے طلباء ہیں ان کے لیے میری یہ ساری زمین وقف ہے۔ تو اب مولانا جب ان ائمہ کے اختلاف کے مطابق وقف صحیح ہو جائے: امام صاحب کے نزدیک کب صحیح ہو گا آپ پڑھ چکے ہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صرف کہنے سے ہی صحیح ہو جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جب قبضے میں دے دے کسی متولی کے۔ تو جب وقف صحیح ہو گیا تو اب اس واقف کی ملکیت سے وہ زمین نکل گئی لیکن موقوف علیہ یعنی جن پر وقف کی گئی ہے ان کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہو گی یعنی درجۂ ثانیہ کے طلباء کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہو گی بھئی، میں نے بتلایا مالک اللہ تعالیٰ بن جائیں گے بھئی۔ چنانچہ اسی لیے اب جن پر وقف کی ہے ان کے لیے بھی اس کو بیچنا یا ہبہ کرنا وغیرہ جائز نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَمْ يَدْخُلْ فِي مِلْكِ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ اور موقوف علیہ کی ملکیت میں بھی داخل نہیں ہوئی۔

وَوَقْفُ الْمُشَاعِ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَجُوزُ۔ مشاع بھئی، مشاع وہ چیز جائیداد جس میں دوسرے کا بھی حصہ ہے تقسیم نہیں ہوئی مولانا حصہ پھیلا ہوا ہے۔ ایک زمین ہے قابلِ کاشت زمین مثلاً اور آدھی میری ہے آدھی زید کی لیکن ہم نے حد بندی نہیں کی، پوری زمین میں میرا بھی حصہ آدھا اور زید کا بھی آدھا حصہ ہے تقسیم نہیں کی کہ یہاں سے یہاں تک زید کی ہے اور یہاں سے یہاں تک میری ہے بھئی، تو زمین کے ہر ہر جز میں ہم دونوں شریک ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ ہے مشاع، تو کیا اس مشاع کو وقف کرنا جائز ہے تقسیم سے پہلے؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے مولانا، مشاع چیز کا وقف کرنا جائز ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشاع چیز کا وقف جائز نہیں۔ کیوں نہیں جائز؟ ابھی تو بتلایا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کسی نگران کو مقرر کرنا اور اس کے قبضے میں دینا ضروری ہے، اور جب مشاع ہے تو نگران کیا اس پر قبضہ کر سکتا ہے؟ وہاں تو حصہ ہی الگ نہیں ہے، حصہ الگ ہوتا تو اس پر قبضہ کرتا حصہ تو دونوں کا مشترک ہے ہر ہر جز میں۔ تو یہاں قبضہ نہیں ہو سکتا اس لیے

یہ وقف بھی جائز نہیں، لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں جائز ہے۔ تو یہ معنی ہے وَوَقْفُ الْمُشَاعِ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور مشاع چیز کا وقف جائز ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَجُوزُ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک قبضہ شرط ہے بھئی۔

وَلَا يَتِمُّ الْوَقْفُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى يَجْعَلَ آخِرَهُ بِجِهَةٍ لَا تَنْقَطِعُ أَبَدًا۔ اچھا بھئی یہ ایک اور شرط ہے مولانا آگئی۔ طرفین رحمہما اللہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وقف تام نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا آخر اس طور پر کر دے کہ کبھی بھی منقطع نہ ہو۔ یہ ضروری ہے۔ مثلاً بھئی ابھی میں نے ایک مثال ذکر کی: زید نے اپنی زمین وقف کی اور کیا کہا درجۂ ثانیہ میں جو اس وقت فلاں مدرسے میں طلباء پڑھ رہے ہیں میں نے ان کے لیے کیا کر دی اپنی یہ زمین وقف کر دی۔ تو یہ تو مؤبد نہ ہوئی ہمیشہ کے لیے نہ ہوئی، کیا درجۂ ثانیہ کے یہ طلباء ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یا یہ کچھ عرصہ رہیں گے؟ بھئی ان کی کتنی زندگی ہے؟ چالیس سال اور رہ لیں گے کوئی پچاس سال اور رہ لے گا کوئی ساٹھ کوئی ستر ٹھیک ہے، ختم ہو جائیں گے یا نہیں سارے بھئی؟ ختم ہو جائیں گے، تو یہ ہمیشہ کے لیے ہوئی جہت؟ نہیں، یہ تو کچھ عرصے کے لیے ہے۔ طرفین فرماتے ہیں کہ کیا ہونا چاہیے؟ وقف اس طریقے پر ہو کہ آخر اس کا کبھی بھی منقطع نہ ہو، تو یوں کہے کہ درجۂ ثانیہ کے جو طلباء جب تک ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہے انہی پر خرچ کی جاتی رہے ان کے بعد پھر فقراء اور مساکین پر خرچ کی جائے۔ اب مولانا جہت ہمیشہ کے لیے ہو گئی: جب تک یہ ہیں تو ان کو ملے گی ان کے بعد کس کو ملنا شروع ہو جائے گی؟ فقراء اور مساکین جو بھی ہوں مولانا ان پر خرچ۔ تو اب کیا ہوئی جہت بھئی؟ آخر کیا ہے منقطع نہیں وہ ہمیشہ رہے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ طرفین رحمہما اللہ فرماتے ہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں یہ اس کے آخر کو اس طور پر بنانا ضروری نہیں، وہ اس کو ذکر کرے وقف کرنے والا یا ذکر نہ کرے خود بخود بعد میں فقراء کے لیے ہو جائے گی۔ طرفین نے تو کیا فرمایا تھا؟ فقراء وغیرہ یا کسی جہتِ مؤبدہ کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں؟ ضروری نہیں ہے وقف کا لفظ ہی بتلا رہا ہے کہ یہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے، تو لہٰذا جب تک وہ مصارف ہیں موجود ہیں ان پر خرچ کریں گے جب وہ مصرف ختم ہو جائے گا تو اب کس پر خرچ کرنا شروع کر دیں گے؟ فقراء اور مساکین پر۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو معلوم ہوا مؤبد ہونا دونوں کے نزدیک ضروری ہے طرفین کے نزدیک بھی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھی، ہاں طرفین کہتے ہیں اس کا ذکر بھی ضروری ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذکر ضروری نہیں خود ہی مؤبد ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَلَا يَتِمُّ الْوَقْفُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اور تام نہیں ہوتا وقف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حَتّٰى يَجْعَلَ آخِرَهُ یہاں تک کہ قرار دے دے یا بنا دے اس کے آخر کو بِجِهَةٍ ایسی جہت پر ایسے طریقے پر لَا تَنْقَطِعُ أَبَدًا کہ کبھی بھی منقطع نہ ہوتا ہو۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں إِذَا سَمّٰى فِيهِ جِهَةً تَنْقَطِعُ جَازَ کہ جب اس میں اس نے ذکر کر دیا کسی ایسی جہت کو تَنْقَطِعُ کہ جو منقطع ہو جاتی ہے جَازَ پھر بھی وقف جائز ہے وَصَارَ بَعْدَهَا لِلْفُقَرَاءِ اور اس کے بعد کس کے لیے ہو جائے گی؟ فقراء کے لیے ہو جائے گی بھئی خود بخود بھئی وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِمْ اگرچہ وہ ان کا ذکر نہ کرے، ذکر کرنا ضروری نہیں۔[1]

وَيَصِحُّ وَقْفُ الْعَقَارِ وَلَا يَجُوزُ وَقْفُ مَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ اور صحیح ہے عقار کو وقف کرنا۔ عقار کس کو کہتے ہیں بھئی؟ جائیداد کو غیر منقولی چیز: مکان ہے باغ ہے زمین ہے کھیت ہیں وغیرہ بھئی۔ تو عقار یعنی جائیداد کا وقف تو صحیح ہے وَلَا يَجُوزُ وَقْفُ مَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ اور جائز نہیں ہے وقف کرنا ایسی چیز کو يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ کا ایک معنی ہے مولانا ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنا ایک جگہ سے دوسری طرف کو پھیر لینا لے جانا۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ اس میں ہمیشگی ضروری ہے اور ہمیشگی زمین اور جائیداد میں تو ہے وہ تو ہمیشہ رہے گی لیکن منقولی چیز تو کچھ عرصے کے بعد کیا ہو جاتی ہے؟ ختم ہو جاتی ہے، آپ کوئی بھی منقولی چیز دیکھ لیں گاڑی ہے موٹر سائیکل ہے اور اپنی چیزیں جو بھی دیکھ لیں کچھ عرصہ چلیں گی پھر آہستہ آہستہ گل کر بالکل ختم ہو جائیں گی بھئی۔ تو عقار کا وقف صحیح ہے اور منقولی چیزوں میں وقف صحیح نہیں ہے۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں إِذَا وَقَفَ ضَيْعَةً بِبَقَرِهَا وَأَكَرَتِهَا وَهُمْ عَبِيدُهُ جَازَ۔ ضَيْعَةً

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا سَمّٰى فِيهِ جِهَةً تَنْقَطِعُ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا سمو فيه جهة تنقطع جاز» منقول ہے۔

کہتے ہیں کاشت والی زمین مولانا، قابلِ کاشت زمین کیا کہلاتی ہے؟ ضَيْعَةٌ۔ تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں إِذَا وَقَفَ ضَيْعَةً جب وقف کی کسی نے کاشت والی زمین بِبَقَرِهَا اس کے بیلوں سمیت گائے بیل جوتھے وَأَكَرَتِهَا، أَكَرَةٌ جمع ہے أَكَّارٌ کی مولانا کاشت کار کو کہتے ہیں کسان کو، کہ جب کسی نے کوئی زمین وقف کی اس کے بیلوں اور اس کے کاشت کاروں سمیت وَهُمْ عَبِيدُهُ اس حال میں کہ وہ جو کاشت کار تھے وہ اس کے غلام تھے، کاشت کار کون ہیں اس کے؟ غلام، اب دیکھو مولانا زمین کا وقف تو صحیح ہے لیکن ساتھ ساتھ وہ منقولی چیزیں بھی کچھ وقف کر رہا ہے ساتھ اس کے بیل وغیرہ ہیں جو اس میں ہل وغیرہ چلاتے ہیں وَأَكَرَتِهَا اور اس کے کسان ہیں کاشت کار بھی ہیں لیکن وہ کاشت کار کون ہیں اسی کے غلام ہیں، تو وہ فرماتے ہیں جَازَ یہ جائز ہے۔ وہ فرماتے ہیں بھئی کہ یہاں وقف منقولی چیز میں صحیح ہو جائے گا تبعاً مولانا: اصلاً تو صحیح نہیں تھا لیکن تبعاً کیا ہے صحیح ہے، تو اصلاً وقف زمین میں اور تبعاً وقف ان کے اندر بھی آ گیا۔[۲]

اسی طرح وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ يَجُوزُ حَبْسُ الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ۔ كُرَاعٌ کہتے ہیں گھوڑوں کو بھئی۔ سِلَاحٌ اسلحہ۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں يَجُوزُ حَبْسُ الْكُرَاعِ، حَبْسٌ وہی وقف مولانا، وقف کا کیا معنی تھا؟ روکنا تھا وہی حبس وقف مراد ہے۔ جائز ہے حَبْسُ الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ گھوڑوں اور اسلحے کو روکنا یعنی اللہ کے راستے میں روکنا یعنی وقف کرنا، گھوڑوں اور اسلحے کو بھی وقف کرنا جائز ہے۔ احادیث سے کہتے ہیں ثابت ہے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ احادیث سے ثابت ہیں، تو قیاس تو یہی کہتا تھا یہ تو منقولی چیزیں ہیں گھوڑے اور اسلحہ لیکن چونکہ حدیث سے ان کے وقف کا ثبوت ملتا ہے لہٰذا خلاف القیاس فرماتے ہیں کہ اس میں بھی وقف کرنا جائز ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیے مولانا آپ نے پڑھا کہ منقولی چیزوں کے اندر وقف جائز نہیں لیکن امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ چیزیں جن میں تعامل جاری ہو، لوگ اس طرح کی چیز وقف کرتے ہوں ان میں وقف جائز ہے۔ ان میں کیا ہے؟ وقف جائز ہے، لوگوں کے اندر جس کا رواج عام ہے لوگ کرتے ہیں اس طرح کی چیزوں کو وقف تو جو لوگوں کے اندر تعامل ہے لوگ اس طرح کرتے ہیں ان چیزوں کے اندر بھی وقف جائز ہو جائے گا بھئی۔ چنانچہ جیسے مولانا قرآن ہے بھئی آپ دیکھتے ہیں مساجد میں لوگ قرآن لاتے ہیں مدارس کے اندر وقف کرتے ہیں تو یہ وقف درست ہے بھئی، اگرچہ منقولی چیز ہے لیکن وقف کیا ہے اس کے اندر؟ درست ہے تعامل ہے لوگ اس طرح کرتے ہیں بھئی۔ اسی طرح یہ دینی کتابیں ہیں مدارس کے اندر لوگ لے کر آتے ہیں بھئی وقف کر دیتے ہیں یاد رکھیے ان کا وقف بھی صحیح ہے: جب تک یہ کتاب یا یہ قرآن کا نسخہ موجود ہے اسے ہزاروں لاکھوں لوگ جو جو پڑھتے رہیں گے جب تک پڑھتے رہیں گے جس نے وقف کیا تھا اسے گھر بیٹھے یا قبر میں پڑے پڑے ثواب ملتا رہے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ان میں وقف صحیح ہے بھئی۔

وَإِذَا صَحَّ الْوَقْفُ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ وَلَا تَمْلِيكُهُ اور جب وقف صحیح ہو جائے تو جائز نہیں ہے اس کا بیچنا اور نہ اس کا کسی کو مالک بنانا۔ اس کا بیچنا صحیح نہیں ہے کسی کو اس کا مالک بھی نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ چیز اب کس کی ہو چکی ہے؟ اللہ کی ہو چکی ہے بھئی۔[۳]

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُشَاعًا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى فَيَطْلُبَ الشَّرِيكُ الْقِسْمَةَ فَتَصِحُّ مُقَاسَمَتُهُ۔ ہاں مگر یہ کہ مشاع ہو بھئی۔ کیا ہو؟ مشاع۔ دیکھو بھئی مشاع چیز پہلے مسئلہ سمجھ لو: مشاع زمین کس کو کہتے ہیں؟ جس میں ابھی تقسیم نہیں ہوئی۔ مثلاً دیکھیے بھئی یہ زمین ہے میری اور زید کے درمیان مشترکہ، آدھی میری ہے آدھی زید کی۔ ہم دونوں نے آدھے آدھے پیسے ملا کر یہ زمین خریدی تھی لیکن ابھی ہم نے حد بندی نہیں کی کہ کون سی آدھی زید کی ہے کون سی آدھی میری، تو اس وقت بھئی یہ زمین مشاع ہے بھئی یعنی زید اور میرے درمیان مشترکہ ہے اس زمین کے ہر ہر جز کے اندر میں بھی شریک ہوں اور زید بھی شریک ہے۔ زید کسی حصے کے بارے میں نہیں کہہ سکتا یہ میرا حصہ ہے چونکہ آدھی زمین میری ہے تو یہ حصہ اس میں میرا، نہیں بھئی ابھی تقسیم ہی نہیں کی تو زمین کا ایک انچ حصہ بھی پکڑو اس کے اندر میرا بھی حصہ اور زید کا بھی حصہ ہے۔

اچھا اب میں نے اپنا حصہ مثلاً وقف کر دیا۔ میں نے کہا یہ میرا جو نصف حصہ ہے یہ نیکی کے فلاں کام کے لیے وقف ہے بھئی۔ تو یہ میں نے کون سا حصہ بھئی، اپنا الگ حصہ وقف کیا یا مشاع حصہ وقف کیا؟ مشاع، اور یہ کس کے نزدیک جائز ہے؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک آپ نے پڑھا جائز، امام

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا وَقَفَ ضَيْعَةً بِبَقَرِهَا وَأَكَرَتِهَا وَهُمْ عَبِيدُهُ جَازَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا وقف ضيعة ببقرها وهم عبيده جاز» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا صَحَّ الْوَقْفُ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ وَلَا تَمْلِيكُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا صاح الوقف لم يجز بيعه ولا تمليكه» منقول ہے۔

محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تو جائز ہی نہیں۔ اب میں نے جب وقف کر دیا اب وقف کے لیے ضروری ہے اس حصے کو الگ کیا جائے یا نہ کیا جائے بھئی؟ الگ کیا جائے تاکہ اس کا نفع پھر کیا کیا جائے اس مصرف پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ میں اب زید کے ساتھ تقسیم کرتا ہوں کہ چلو بھئی اب ہم آپس میں کیا کر لیتے ہیں؟ تقسیم کر لیتے ہیں بھئی۔ اب زمین کے اندر آدھا حصہ زید نے لے لیا، دائیں طرف کی ہو گئی زید کی اور بائیں طرف کی زمین میری ہو گئی جو میں نے وقف کر دیا وقف ہو جائے گی بھئی۔

تو یہ جو ہم نے دونوں نے اپنا اپنا حصہ علیحدہ کیا، اب وہ جو حصہ زید کے پاس چلا گیا دائیں طرف والا آدھا اور بائیں طرف والا آدھا کس کی طرف آیا؟ میری طرف آیا، آپ بتائیے وہ جو دائیں طرف کا حصہ جو زید کے پاس گیا اس کے ہر ہر جز میں میرا ابھی حصہ تھا یا نہیں؟ تھا۔ اور یہ جو میرے پاس حصہ آیا اس کے ہر ہر جز میں زید کا بھی حصہ تھا یا نہیں تھا؟ تھا۔ تو ایک حصہ میرا ہوتا تھا ایک حصہ زید کا، تو اس میں سے یہ جو میرے پاس آیا کچھ حصہ تو تھا ہی میرا اور کچھ حصہ زید کا تھا، اور دوسری زمین کے اندر بھی جو زید کے پاس گئی اس میں کچھ حصہ زید کا تھا اور کچھ حصہ میرا۔ تو جب ہم نے حد بندی کی تو زید کے پاس جو زمین گئی کچھ حصہ پہلے سے اس کا تھا کچھ میرا تھا، وہ میرے حصے کا بھی کیسے مالک بن گیا؟ کہ اپنا حصہ جو میری زمین میں آیا وہ مجھے دے دیا اور جو میرا حصہ اس کی زمین میں تھا وہ اس نے لے لیا۔ تو مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ آیا یا نہیں آیا بھئی؟ آیا۔ تو دیکھو میں نے اس حصے کا مالک اسے بنا دیا اس میں میرا ابھی حصہ تھا لیکن میں نے اس حصے کا مالک اسے بنا دیا، اور اس زمین کے اندر زید کا بھی حصہ تھا لیکن اس نے اس کے اندر مجھے اس کا مالک بنا دیا۔ تو تملیک آ گئی یا نہیں آ گئی وقف کے اندر؟ یہ میرا حصہ تو وقف ہے مولانا، اس میں تملیک آئی یا نہیں آئی بھئی؟ تملیک آ گئی مولانا۔ اور دوسرا زید کا حصہ جو تھا اس کے اندر بھی تو میرا حصہ تھا اور وہ تو میں نے وقف کیا تھا یا نہیں کیا تھا؟ اس حصے کا مالک میں نے کسے بنا دیا؟ زید کو۔ تو تملیک آئی یا نہیں آئی وقف کے اندر؟ تملیک آ گئی، لیکن یہاں یہ جائز ہے۔

ہم یوں نہیں کہیں گے کہ تملیک آئی ہے، یوں کہیں گے اپنے حصے علیحدہ کیے ہیں بس۔ تو جہاں پر بھی جب مشترکہ زمین کو تقسیم کیا جاتا ہے وہاں دو چیزیں آتی ہیں: ایک تملیک اور ایک اپنا حصہ علیحدہ کرنا۔ دیکھو زید کے پاس جو نصف آئی اس میں سے نصف تو تھی ہی اس کی، تو اپنا حصہ علیحدہ کیا یا نہیں؟ آدھا وہ بھی علیحدہ کیا۔ اور اسی کے اندر نصف کس کی تھی؟ میری تھی، میں نے اس کا مالک کس کو بنا دیا؟ زید کو۔ تو اپنا حصہ بھی علیحدہ کرنا ہوا اور تملیک بھی آ گئی۔ تو یہاں جب بھی مقاسمہ ہوتا ہے کسی چیز میں وہاں تملیک بھی آتی ہے اور اپنا حصہ علیحدہ کرنا یعنی افراز: اپنا حصہ علیحدہ کرنے کو کیا کہتے ہیں؟ افراز۔ تو وہاں افراز بھی ہوتا ہے تملیک بھی ہوتی ہے، تو یہاں پر ہم اسے افراز بنائیں گے تملیک نہیں بنائیں گے کیونکہ اگر تملیک بنائیں پھر تو وقف کے اندر تملیک جائز ہی نہیں۔ پس یوں سمجھا جائے گا زید نے اپنا حصہ آدھا علیحدہ کر لیا اور باقی آدھا کون سا ہو گیا؟ وقف والا ہو گیا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا صَحَّ الْوَقْفُ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ وَلَا تَمْلِيكُهُ جب صحیح ہو جائے وقف تو جائز نہیں ہے اس کا بیچنا بھی اور نہ اس کا مالک بنانا إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُشَاعًا مگر یہ کہ وہ مشاع ہو عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک فَيَطْلُبَ الشَّرِيكُ الْقِسْمَةَ پس طلب کیا اس کے شریک نے تقسیم کو فَتَصِحُّ مُقَاسَمَتُهُ تو صحیح ہے اس کو تقسیم کرنا۔ اگرچہ یہاں تملیک والا معنی بھی آ رہا ہے اس مقاسمہ کے اندر بھئی لیکن تملیک کو نہیں ہم ترجیح دیں گے، کیا سمجھیں گے کیا ہوا ہے یہاں پر؟ حصہ علیحدہ یعنی افراز ہوا ہے۔

وَالْوَاجِبُ أَنْ يُبْتَدَأَ مِنْ ارْتِفَاعِ الْوَقْفِ بِعِمَارَتِهِ شَرَطَ ذٰلِكَ الْوَاقِفُ أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْ۔ اور واجب ہے کہ ابتدا کی جائے، ارْتِفَاعٌ کا معنی ہے یہاں منافع اور محاصل۔ عِمَارَةٌ کا معنی ہے تعمیر کرنا، مرمت کرنا، اصلاح کرنا، بنانا۔ اب دیکھو بھئی کہتے ہیں وقف جب کوئی شخص زمین کر دے یا کوئی جائیداد وقف کر دی تو اس سے جو آمدنی حاصل ہو سب سے پہلے اس چیز کی مرمت اور تعمیر پر خرچہ کیا جائے گا، اس لیے کہ اس نے وقف کی ہے تو اس کی بقا کے لیے کیا ضروری ہے؟ کہ اس کی مرمت تو ہو ورنہ تو وہ مکان ہے گھر ہے یا کوئی جگہ ہے وہ تو آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گی۔ تو سب سے پہلے آمدنی کس پر خرچ کی جائے؟ اسی کی مرمت وغیرہ پر خرچ کی جائے تاکہ باقی تو رہے۔ چاہے وقف کرنے والے نے یہ شرط لگائی تھی یا شرط نہیں لگائی، شرط لگائے یا نہ لگائے بھئی کیونکہ اس نے وقف کیا اور وقف ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے اور اس کے ہمیشہ برقرار رہنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ باقی تو رہے اور وہ مرمت کے ذریعے باقی رہ سکتا ہے اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا اس نے مثلاً ایک بڑی کوٹھی وقف کی مدرسے کے لیے بھئی تو سب سے پہلے آمدنی کس پر خرچ کی جائے اس کی؟ اسی کی مرمت پر، جب بھی ضرورت پڑے مرمت پر خرچ کی جائے مولانا اس کے بعد پھر جو مصرف اس نے بتایا تھا اس پر خرچ کی جائے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیونکہ یہ اس کی بقا کے لیے ضروری ہے ورنہ تو وہ ختم ہو جائے گی۔

یہ معنی ہے: وَالْوَاجِبُ اور واجب یہ ہے أَنْ يُبْتَدَأَ مِنْ ارْتِفَاعِ الْوَقْفِ کہ ابتدا کرے وقف کی آمدنی سے اور وقف کے منافع سے بِعِمَارَتِهِ اس

کی مرمت پر شَرَطَ ذٰلِكَ الْوَاقِفُ أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْ شرط لگائی تھی وقف کرنے والے نے اس کی أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْ یا اس نے اس کی شرط نہیں لگائی۔

وَإِذَا وَقَفَ دَارًا عَلَى سُكْنَى وَلَدِهِ فَالْعِمَارَةُ عَلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى، فَإِنِ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ كَانَ فَقِيرًا آجَرَهَا الْحَاكِمُ وَعَمَرَهَا بِأُجْرَتِهَا فَإِذَا عُمِرَتْ رَدَّهَا إِلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى۔ جب کسی شخص نے وقف کیا کسی گھر کو عَلَى سُكْنَى وَلَدِهِ اپنی اولاد کی رہائش کی شرط پر، عَلَى شرط کے لیے آتا ہے، سُكْنَى رہائش، اپنی اولاد کی رہائش کی شرط پر فَالْعِمَارَةُ عَلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى تو مرمت عَلَى مَنْ اس شخص پر ہے لَهُ السُّكْنَى جس کا حق رہائش ہے بھئی۔ اچھا بھئی ایک آدمی نے زمین وقف کی اس شرط پر کہ اس میں میری اولاد کی رہائش ہوگی۔ کیا ہوگی؟ اولاد کی رہائش ہوگی بھئی۔ مثلاً کہتا ہے جب تک میری یہ اولاد زندہ ہے یہ اس کے اندر رہائش رکھے اس کے بعد کیا ہے یہ گھر وقف ہے فقراء اور مساکین کے لیے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو شرط کیا لگائی کس کے لیے؟ اپنی اولاد کے لیے، یا مثلاً کسی اور کے لیے لگادی کہ فلاں کے لیے اس کی رہائش وقف ہے۔ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔[۴]

تو اب اس گھر کی تعمیر و مرمت یاد رکھیے جس کے لیے رہائش ہے اسی پر اس کی تعمیر و مرمت لازم ہے بھئی کہ وہ اس کی مرمت کروائے بھئی۔ بھئی رہائش کا نفع وہ اٹھا رہا ہے تو مرمت بھی کس کے ذمے ہے؟ اسی کے ذمے ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور یاد رکھو اگر وہ فقیر ہے محتاج ہے اس کے پاس تو اتنا مال ہی نہیں ہے جس کے ذریعے ہم کیا کر سکیں اس کی مرمت کروا سکیں، تو یاد رکھنا پہلے بتلا دیا کہ مرمت نہایت ضروری ہے بھئی تو اب مکان ابھی ہم اس کو دیں گے ہی نہیں بلکہ کیا کر لیں گے؟ کرائے پر دے دیں گے، اور پھر جو کرایہ حاصل ہوگا اس کے ذریعے پہلے مکان کی کیا کر لیں گے؟ مرمت کروالیں گے پھر اس کے حوالے کریں گے۔ وجہ یہ ہے بھئی کیونکہ اس گھر کی بقا کے لیے یہ چیز ضروری ہے کہ اس کی مرمت کروائی جائے بھئی، کیونکہ اس میں جس کی رہائش ہے اس کا بھی نفع ہے بھئی یہ گھر باقی رہے گا تو وہ اس میں اچھی طرح آرام سے رہائش رکھ سکے گا اگر باقی ہی نہیں رہتا تو رہائش بھی نہیں رہے گی۔ اسی لیے پہلے مرمت ضروری ہے تو جس شخص کے لیے اس نے وقف کیا اسی کے ذمے کیا ہوگی اس کی مرمت کا خرچہ اسی کے ذمے ہے، اور اگر وہ فقیر اور محتاج ہے تو پھر حاکم اس سے لے کر اس کو اجرت پر دے دے کرایہ پر دے دے پھر جو کرایہ وغیرہ حاصل ہوں اس سے مرمت کروالی جائے اور پھر کیا کر دیا جائے اس کو دے دیا جائے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا وَقَفَ دَارًا عَلَى سُكْنَى وَلَدِهِ اور جب وقف کیا کسی گھر کو اپنی اولاد کی رہائش کی شرط پر فَالْعِمَارَةُ عَلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى تو تعمیر یا مرمت جو ہے عَلَى اس شخص پر ہے مَنْ لَهُ السُّكْنَى کہ جس کے لیے رہائش ہے۔ فَإِنِ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ پس اگر وہ باز رہا اس سے یعنی رک گیا، فقیر نہیں ہے پیسے تو ہیں لیکن وہ اس پہ خرچ ہی نہیں کرتا رک گیا اس سے نہیں کروا رہا أَوْ كَانَ فَقِيرًا یا کیا تھا؟ فقیر تھا آجَرَهَا الْحَاكِمُ تو اب اجرت پر دے دے گا کرائے پر دے دے گا وہ گھر حاکم بھئی۔ یا تو وہ خرچ کرتا ہے ٹھیک، اگر وہ خود بھی نہیں خرچ کر رہا تو اس سے لے لیں گے بھئی اور کرائے پر دے دیں گے، یا وہ فقیر ہے پھر بھی اس سے لے لیں گے اور کرایہ پر دے دیں گے۔ تو آجَرَهَا الْحَاكِمُ کرائے پر دے دے گا وہ گھر حاکم وَعَمَرَهَا بِأُجْرَتِهَا، عَمَرَ يَعْمُرُ بابِ نَصَرَ ہے بھئی، وَعَمَرَهَا بِأُجْرَتِهَا اور مرمت کروائے اس گھر کی بنوائے اس گھر کو بِأُجْرَتِهَا اس گھر کی اجرت سے یعنی اس کے کرائے سے فَإِذَا عُمِرَتْ رَدَّهَا إِلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى پس جب تعمیر کر دیا جائے تو پھر لوٹا دے وہ گھر اس شخص کو لَهُ السُّكْنَى جس کے لیے رہائش ہے۔

وَمَا انْهَدَمَ مِنْ بِنَاءِ الْوَقْفِ وَآلَتِهِ صَرَفَهُ الْحَاكِمُ فِي عِمَارَةِ الْوَقْفِ إِنِ احْتَاجَ إِلَيْهِ، وَإِنِ اسْتَغْنَى عَنْهُ أَمْسَكَهُ حَتَّى يَحْتَاجَ إِلَى عِمَارَتِهِ فَيَصْرِفُهُ فِيهَا، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَقْسِمَهُ بَيْنَ مُسْتَحِقِّي الْوَقْفِ۔ اچھا بھئی وہ جو وقف گھر تھا یا عمارت تھی اس کا کچھ حصہ گر گیا یا اس کے اندر جو لکڑیوں وغیرہ سے کام ہوا تھا وہ کوئی چیز ٹوٹی گری اس میں سے، اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی کہ جو حصہ اس میں سے ٹوٹ کر گرتا ہے اس کو پھر اسی کے اندر لگایا جائے گا بھئی۔ کیا کیا جائے گا؟ اسی کے اندر، مرمت کروا رہے ہیں تو جو حصے گرے تھے ان کو کیا کیا جائے؟ وہ ملبے کو بھی اسی میں استعمال کیا جائے یا وہ لکڑی ہے دوبارہ چیز بنوا رہے ہیں تو جس طریقے سے بھی صحیح ہو سکتی ہے اس کو کیا کر لیا جائے گا؟ اسی کی یعنی مرمت میں استعمال کرنا ہے۔ اور اگر وہ اس میں کسی طور پر بھی کام نہیں آسکتی اگر لگاتے ہیں تو چیز تو خراب ہوگی صحیح نہیں ہوگی بھئی، تو پھر کیا کریں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اس صورت میں پھر کیا کرے گا؟ حاکم ان چیزوں کو بیچ دے اور پھر جو پیسے حاصل ہوں وہ اس کی تعمیر پر اور مرمت پر خرچ کر دے۔

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنِ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ كَانَ فَقِيرًا آجَرَهَا الْحَاكِمُ وَعَمَرَهَا بِأُجْرَتِهَا فَإِذَا عُمِرَتْ رَدَّهَا إِلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن امتنع من ذلك أو كان فقيرا أجرها الحاكم وعمرها بأجرتها فإذا عمرت رجعها إلى من له السكنى» منقول ہے۔

ہاں یہ نہیں کر سکتا کہ ان چیزوں کو یہ جو گری تھیں یا کوئی کمرہ گر گیا یا کچھ لکڑی وغیرہ اس کی گری اس کو بیچ دیا جائے اور جو پیسے ملیں وہ انہی لوگوں کو دے دیے جائیں جن کے لیے اس کا نفع تھا۔ جن کے لیے ان کا نفع تھا ان کو نہیں دے سکتے۔ کیوں؟ وجہ یہ ہے ان کے لیے منافع مالک نے دیے تھے عینِ شے کا اعلان ان کے لیے نہیں کیا تھا۔ یہ تو عینِ شے گری ہے مولانا اور مالک نے تو صرف کس چیز کا وقف کیا تھا ان کے لیے؟ صرف منافع ان کے لیے، تو یہ منافع میں سے نہیں ہے لہٰذا اس کو اسی عمارت کی تعمیر کے اندر خرچ کیا جائے گا جو مستحقینِ وقف ہیں ان کو عطا نہیں کیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو لہٰذا جو چیز ایسی ہو گر جائے ضائع ہو گئی ہے اسے حاکم کیا کر دے گا؟ بیچ دے گا۔ اگر فوری ضرورت نہیں ہے تعمیر و مرمت کی تو بھی اس چیز کو ضائع نہیں کرنا اس کو سنبھال کر رکھ لیں گے، جب ضرورت پڑے گی تعمیر و مرمت کی پھر اس چیز کو بیچ کر کیا کر لیے جائیں گے اس کے ذریعے تعمیر و مرمت۔ اور اگر فی الحال ضرورت ہے تو فی الحال بیچ دے گا، اگر فی الحال ضرورت نہیں تو پھر اسے محفوظ طریقے سے رکھ لیا جائے گا جب ضرورت پڑے تب اسے بیچ کر اس کے ذریعے مرمت کروالی جائے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَا انْهَدَمَ مِنْ بِنَاءِ الْوَقْفِ وَآلَتِهِ اور وہ جو گر جائے وقف کی عمارت میں سے، بِنَاءٌ عمارت کو کہتے ہیں بھئی بلڈنگ جو ہے، وقف کی عمارت میں سے وَآلَتِهِ اور اس کے آلات میں سے یعنی جو چیزیں وغیرہ لکڑی ہے یا اس طرح کی وہ گر جائیں صَرَفَهُ الْحَاكِمُ فِي عِمَارَةِ الْوَقْفِ تو خرچ کرے گا اسے حاکم اس وقف کی مرمت کے اندر إِنِ احْتَاجَ إِلَيْهِ اگر اس کی ضرورت ہو، وَإِنِ اسْتَغْنَى عَنْهُ اور اگر اس سے استغنا ہو یعنی اس کی ضرورت نہ ہو أَمْسَكَهُ تو اس چیز کو کیا کر لے؟ روک لے یعنی محفوظ کر لے حَتَّى يَحْتَاجَ إِلَى عِمَارَتِهِ یہاں تک کہ اس کی مرمت کی ضرورت پیش آ جائے فَيَصْرِفُهُ فِيهَا تو پھر اس کو اس کے اندر خرچ کرے۔ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَقْسِمَهُ بَيْنَ مُسْتَحِقِّي الْوَقْفِ اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو تقسیم کر دے وقف کے مستحقین کے درمیان کیونکہ ان کے لیے نفع کو وقف کیا گیا تھا عینِ شے کو نہیں، یہ تو عینِ شے ہے بھئی۔

وَإِذَا جَعَلَ الْوَاقِفُ غَلَّةَ الْوَقْفِ لِنَفْسِهِ أَوْ جَعَلَ الْوِلَايَةَ إِلَيْهِ جَازَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَجُوزُ۔ اچھا بھئی میں نے آپ کو کیا مسئلہ بتلایا تھا کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں وقف کا سارا نفع میں لوں گا، اس زمین کی جتنی آمدنی ہے میں کھاتا رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں میرے مرنے کے بعد پھر کیا ہے یہ فلاں نیکی کے کام میں لگا دی جائے، تو یہ جائز ہے مولانا۔ اب یہی مسئلہ بتلا رہے ہیں کہ ایک شخص کیا کرتا ہے آمدنی اپنے لیے اعلان کر دیتا ہے یا الولایت اپنے لیے کہ میں اس کا نگران ہوں جب تک زندہ ہوں میں اس کا نگران ہوں مولانا، یہ درست ہے بھئی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے بھئی، وہ فرماتے ہیں نہیں خود اس کی آمدنی میں سے نہیں کھا سکتا اس لیے کیونکہ یہ چیز اللہ کی ہو گئی اور اس کے منافع اب کیا کیے جائیں گے؟ فقراء اور محتاج یا جن کا اس نے ذکر کیا ان کو دیے جائیں گے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا جَعَلَ الْوَاقِفُ غَلَّةَ الْوَقْفِ، غَلَّةٌ کہتے ہیں بھئی محاصل اور آمدنی۔ وَإِذَا جَعَلَ الْوَاقِفُ غَلَّةَ الْوَقْفِ لِنَفْسِهِ اور جب کر دیا واقف نے وقف کی آمدنی کو لِنَفْسِهِ کس کے لیے قرار دے دیا؟ اپنے لیے أَوْ جَعَلَ الْوِلَايَةَ إِلَيْهِ یا اس کی ولایت اپنی طرف کر دی یعنی کہ میں اس کا متولی ہوں گا نگران ہوں گا جَازَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تو یہ جائز ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَجُوزُ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

وَإِذَا بَنَى مَسْجِدًا لَمْ يَزُلْ مِلْكُهُ عَنْهُ حَتَّى يُفْرِزَهُ عَنْ مِلْكِهِ بِطَرِيقِهِ وَيَأْذَنَ لِلنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِذَا صَلَّى فِيهِ وَاحِدٌ زَالَ مِلْكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَزُولُ مِلْكُهُ عَنْهُ بِقَوْلِهِ جَعَلْتُهُ مَسْجِدًا۔ اور جب کسی نے کوئی مسجد تعمیر کی تو زائل نہیں ہو گی اس کی ملکیت اس مسجد سے حَتَّى يُفْرِزَهُ یہاں تک کہ اس مسجد کو جدا کر دے عَنْ مِلْكِهِ کس سے؟ اپنی ملکیت سے بِطَرِيقِهِ ساتھ اس کے راستے کے وَيَأْذَنَ لِلنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فِيهِ اور اجازت دے دے لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی، فَإِذَا صَلَّى فِيهِ وَاحِدٌ زَالَ مِلْكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ جب پڑھ لے اس میں کوئی ایک شخص بھی نماز تو زائل ہو جائے گی اس واقف کی ملکیت اس سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک آدمی نے کیا کیا؟ مسجد تعمیر کی بھئی۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسجد سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہو گی جب تک کہ اس کو اپنی ملکیت سے جدا نہ کر دے ساتھ اس کے راستے کے، راستہ بھی کیا کر دے بنا کے دے دے اس کے لیے اور پھر لوگوں میں سے کوئی ایک شخص بھی کیا کر لے اس میں نماز پڑھ لے۔ پھر جب یہ دونوں شرطیں پوری ہو جائیں گی اب اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی اور اس کے مالک کون ہو گئے؟ اللہ تعالیٰ۔ بھئی

امام صاحب نے کیا فرمایا تھا شروع میں آیا کہ ملکیت زائل نہیں ہوتی مگر یہ کہ حاکم اس کا فیصلہ کر دے یا اپنی موت کے ساتھ معلق کر دے، سمجھ میں آیا؟ ہاں جب حاکم فیصلہ کر دے گا تب اس کی ملکیت سے نکل گیا مالک کون بن گئے؟ الله تعالیٰ، یا موت کے ساتھ معلق کر دیا تب بھی اس کی ملکیت سے نکلے گی اور کون مالک بن جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ۔

اسی طرح اب ایک شخص ہے وہ کیا کرتا ہے مسجد بناتا ہے تو بھئی اس کو اپنی ملکیت سے جدا کرے۔ اب اگر ایک آدمی نے اپنی زمینوں کے درمیان میں کیا کیا؟ مسجد بنائی، چاروں طرف اس کی زمین ہے بیچ میں کیا بنادی؟ مسجد بنادی، تو امام صاحب فرماتے ہیں اس کی ملکیت ابھی اس سے زائل نہیں یہی مالک ہے۔ یہی کیا ہے؟ مالک ہے، یہاں تک کہ کیا کرے؟ ملکیت سے الگ کر دے ساتھ راستے کے یعنی اس کے لیے الگ راستہ بھی دے دے ورنہ تو خالص اللہ کے لیے کیسے ہو گی جب یہ مالک ہے؟ الگ راستہ دے دے تا کہ لوگ آرام سے اس مسجد میں آسکیں۔ جب الگ راستہ دے دیا مسجد بنادی تو اب یہ خالص اللہ کے لیے ہو گئی۔ اگر راستہ نہ ہوتا کوئی جاسکتا ہے وہاں بھئی؟ چاروں طرف تو اس کی زمین ہے، تو راستہ بھی الگ کر دے تا کہ کسی قسم کی کوئی رکاوٹ باقی بعد میں بھی نہ رہے بھئی۔ تو اب راستہ بھی دے دیا اب یہ کہہ سکتے ہیں اب یہ خالص کس کے لیے ہو گئی؟ اللہ کے لیے۔ اور نیز قبضہ بھی ضروری تھا بھئی، امام محمد رحمہ الله کے نزدیک جیسے قبضہ ضروری تھا امام ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک بھی کیا ضروری؟ قبضہ، تو اب قبضہ تو یہاں ہو نہیں سکتا مسجد پر تو کسی کا قبضہ نہیں ہوتا پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی یہاں کوئی ایک شخص اس میں نماز پڑھ لے تو یہ قبضے کے قائم مقام ہو جائے گا۔ کس کے قائم مقام ہو جائے گا؟ قبضے کے، قبضہ تو ہو نہیں سکتا بھئی مسجد کے مالک تو کون ہیں اللہ تعالیٰ، تو پھر کہتے ہیں بس کوئی ایک آدمی اس کا راستہ علیحدہ کر دے اور پھر کوئی ایک آدمی جب نماز پڑھ لے گا بس مولانا اب یہ واقعی مسجد ہو گئی اللہ کے لیے اور اس شخص کی ملکیت سے کیا ہو گئی؟ نکل گئی اس سے پہلے نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو یہ معنی ہے بھئی کہ وَإِذَا بَنَى مَسْجِدًا کسی نے مسجد تعمیر کی لَمْ يَزُلْ مِلْكُهُ عَنْهُ تو اس شخص کی ملکیت اس مسجد سے زائل نہیں ہو گی حَتَّى يُفْرِزَهُ عَنْ مِلْكِهِ یہاں تک کہ جدا کر دے اس کو اپنی ملکیت سے بِطَرِيقِهِ ساتھ اس کے راستے کے وَيَأْذَنَ لِلنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فِيهِ اور لوگوں کو اجازت دے دے اس میں نماز پڑھنے کی، فَإِذَا صَلَّى فِيهِ وَاحِدٌ جب اس میں نماز پڑھ لے گا کوئی ایک شخص بھی زَالَ مِلْكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تو زائل ہو جائے گی اس کی ملکیت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک۔ سمجھ میں آیا؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں راستہ دے دے جب راستہ دے دیا تو ملکیت سے اب کیا ہو گئی جدا، اس سے پہلے جدا ہو سکتی ہے بغیر راستے کے؟ نہیں بھئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ يَزُولُ مِلْكُهُ عَنْهُ بِقَوْلِهِ جَعَلْتُهُ مَسْجِدًا اور امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں کہ اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی اس جگہ سے بِقَوْلِهِ جَعَلْتُهُ مَسْجِدًا اس کے یہ کہنے سے ہی کہ میں نے اسے مسجد بنادیا۔ امام ابو یوسف رحمہ الله کے نزدیک تو صرف قول کہنے سے ہی چیز کیا ہو جایا کرتی ہے وقف، وہ کہتے ہیں جب یہ کہہ دیا یہ جگہ مسجد ہے تو کیا بن جائے گی؟ مسجد بن جائے گی بس بھئی اور اس کی ملکیت اس سے ختم ہو گئی۔

وَمَنْ بَنَى سِقَايَةً لِلْمُسْلِمِينَ أَوْ خَانًا يَسْكُنُهُ بَنُو السَّبِيلِ أَوْ رِبَاطًا أَوْ جَعَلَ أَرْضَهُ مَقْبَرَةً لَمْ يَزُلْ مِلْكُهُ عَنْ ذٰلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ حَتَّى يَحْكُمَ بِهِ حَاكِمٌ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ يَزُولُ مِلْكُهُ بِالْقَوْلِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ إِذَا اسْتَقَى النَّاسُ مِنَ السِّقَايَةِ وَسَكَنُوا الْخَانَ وَالرِّبَاطَ وَدَفَنُوا فِي الْمَقْبَرَةِ زَالَ الْمِلْكُ۔ بھئی ایک آدمی نے سِقَايَةً، سقایہ کہتے ہیں پانی پینے کی جگہ، پانی پینے کی جگہ سیر اب وغیرہ کرنے کے لیے کوئی جگہ بنائی۔ اور جس نے سقایہ بنوایا بھئی مسلمانوں کے لیے أَوْ خَانًا، خَانٌ کہتے ہیں بھئی یہ سرائے کو کہتے ہیں ہوٹل کی طرح قدیم زمانے میں جہاں مسافر وغیرہ ٹھہرتے تھے سرائے بھئی جیسے آج کل ہوٹل ہیں بھئی۔ أَوْ خَانًا يَسْكُنُهُ بَنُو السَّبِيلِ یا کسی نے تعمیر کروائی ایسی سرائے يَسْكُنُهُ بَنُو السَّبِيلِ کہ جس میں کون سکونت اختیار کریں گے؟ مسافر اس میں رہیں گے۔ أَوْ رِبَاطًا، رِبَاطٌ بھی مسافر خانے کو کہتے ہیں مولانا، مسافر خانہ۔ أَوْ رِبَاطًا یا مسافر خانہ بنوایا أَوْ جَعَلَ أَرْضَهُ مَقْبَرَةً یا بنایا کسی نے اپنی زمین کو قبرستان کہ یہ میری زمین کس کے لیے ہے؟ قبرستان کے لیے ہے، تو لَمْ يَزُلْ مِلْكُهُ عَنْ ذٰلِكَ تو اس شخص کی ملکیت اس سے زائل نہیں ہو گی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک حَتَّى يَحْكُمَ بِهِ حَاكِمٌ یہاں تک کہ حاکم کیا کر دے اس کا؟ فیصلہ کر دے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ حاکم کا فیصلہ امام صاحب نے شروع میں بتلایا تھا بھئی کہ امام صاحب کے نزدیک یہ ضروری ہے۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ يَزُولُ مِلْكُهُ بِالْقَوْلِ امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں کہ اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی کہنے سے ہی۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ اور امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں، بھئی امام محمد رحمہ الله کے نزدیک تو قبضہ کیا تھا؟ ضروری تھا، تو وہ فرماتے ہیں إِذَا اسْتَقَى النَّاسُ مِنَ السِّقَايَةِ کہ جب پی لیں لوگ اس سقایہ میں سے اس پانی پینے کی جگہ میں سے وَسَكَنُوا الْخَانَ یا رہائش اختیار کر لیں اس سرائے

کے اندر وَالرِّبَاطَ اور مسافر خانے میں وَدَفَنُوا فِي الْمَقْبَرَةِ یا دفن کر دیں کسی کو اس قبرستان میں، تو زَالَ الْمِلْكُ تو ملکیت کیا ہو جائے گی؟ زائل، کیونکہ ان کے نزدیک قبضہ شرط تھا بھئی اور قبضہ ان چیزوں میں اسی طرح آسکتا ہے کہ کوئی اس سے کیا کرے آکر پانی پی لے تو گویا قبضے میں چلی گئی ان کے، یا اس میں رہائش اختیار کرے یا قبرستان میں کسی کو دفن کریں بھئی۔ تو امام محمد کے نزدیک قبضہ شرط تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ ان میں سے کوئی ایک کام جب شروع ہو جائے گا وہاں پر تو اب اس کی ملکیت کیا ہو جائے گی؟ زائل۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف کہنے سے ہی ملکیت زائل ہو گئی، اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں کہ حاکم کا فیصلہ ضروری ہے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۰۵: کتاب الغصب: غصب کی تعریف، مثلی اور قیمی کا ضمان، مغصوب شے میں تغیر وزیادتی، غصبِ عقار اور زوالِ بکارۃ وولادت کا ضمان

مختصر القدوری صفحہ: ۱۲۱—بتاریخ: ۱۱ اپریل ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْغَصْبِ۔ وَمَنْ غَصَبَ شَيْئًا مِمَّا لَهُ مِثْلٌ فَهَلَكَ فِي يَدِهِ فَعَلَيْهِ ضَمَانُ مِثْلِهِ، وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا مِثْلَ لَهُ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ، وَعَلَى الْغَاصِبِ رَدُّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوبَةِ، فَإِنِ ادَّعَى هَلَاكَهَا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهَا لَوْ كَانَتْ بَاقِيَةً لَأَظْهَرَهَا ثُمَّ قَضَى عَلَيْهِ بِبَدَلِهَا۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج ہم غصب کے بارے میں پڑھیں گے بھئی، غصب۔ غصب کہتے ہیں بھئی کسی کی چیز زبردستی لے لینا بھئی، اس پر زبردستی قبضہ کر لینا۔ دیکھیے یہ آپ کے حاشیے میں تعریف دی ہوئی ہے کہ عربی زبان میں غصب کسے کہتے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں غصب کسے کہتے ہیں۔ کہتے ہیں الْغَصْبُ فِي اللُّغَةِ أَخْذُ الشَّيْءِ مِنَ الْغَيْرِ عربی زبان میں غصب کہتے ہیں لے لینا کوئی چیز کسی سے عَلَى وَجْهِ الْقَهْرِ زبردستی بھئی، زبردستی کے طریقے پر، مَالًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَالٍ چاہے وہ مال ہو یا غیر مال ہو۔ زبردستی کسی سے کوئی چیز لے لی جائے اس کی اجازت کے بغیر تو یہ کیا کہلاتی ہے؟ یہ غصب کہلاتی ہے۔

وَفِي الشَّرْعِ اور شریعت کے اندر غصب کسے کہتے ہیں؟ کہتے ہیں هُوَ إِزَالَةُ الْيَدِ الْمُحِقَّةِ وہ دور کرنا ہے الْيَدِ اس قبضے کو الْمُحِقَّةِ جو حق والا ہو، یعنی حق قبضے کو ختم کرنا، دور کرنا۔ ازالہ کا کیا معنی ہے؟ ختم کرنا، دور کرنا۔ يَدِ مُحِقَّه کسے کہتے ہیں؟ حق قبضہ جو ہو۔ بِإِثْبَاتِ الْيَدِ الْمُبْطِلَةِ باطل قبضے کو ثابت کرتے ہوئے۔ فِي مَالٍ اور کس کے اندر ہو گا یہ إِزَالَةُ يَدٍ مُحِقَّةٍ اور إِثْبَاتُ يَدٍ مُبْطِلَةٍ؟ یہ کس کے اندر ہو گا؟ مال میں بھئی۔ مُتَقَوِّمٍ اور مال بھی کیسا ہو؟ قیمت والا، شریعت میں اس کی قیمت ہو، سمجھ میں آیا؟ مُحْتَرَمٍ محترم ہو، عزت والا ہو مولانا۔ معلوم ہوا حربی وغیرہ کا مال بھئی اس کی تو کوئی حرمت نہیں ہے وہ تو زبردستی بھی کوئی چھین لے اس کا، وہ نکل گیا اس سے۔ قَابِلٍ لِلنَّقْلِ اور وہ مال کس قسم کا ہونا چاہیے؟ منتقل کرنے کے قابل ہونا چاہیے یعنی یہ منقولات میں ہو گا غیر منقولات یعنی عقار وغیرہ میں نہیں ہو گا غصب۔ بِغَيْرِ إِذْنِ مَالِكِهِ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر بھئی۔ تعریف سمجھ میں آئی بھئی؟

دیکھو بھئی تعریف منطبق کرتے ہیں اس پر۔ میں نے میری ایک کتاب پڑی ہے یہاں سامنے موجود ہے بھئی۔ ایک شخص آیا، زبردستی میری یہ کتاب اٹھائی اور لے گیا۔ یہ اس کا فعل غصب کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ غصب۔ میری اجازت کے بغیر زبردستی میری کتاب اٹھائی اور لے گیا۔ تو دیکھو اس کتاب پر پہلے کس کا قبضہ تھا؟ میرا، اور وہ قبضہ حق تھا یا ناحق تھا؟ حق تھا۔ تو دیکھو اس نے میرے حق قبضے کو ختم کر دیا اور جب میرے قبضے سے لے گیا تو خود اس پر قبضہ کیا تو یہ اثباتِ قبضہ آیا۔ کیا آیا؟ اثباتِ قبضہ، اپنا قبضہ اس نے اس پر ثابت کیا۔ اور اس کا قبضہ جو ہے وہ حق ہے یا مبطل ہے؟ مبطل ہے، باطل قبضہ ہے۔ تو دیکھو

ناحق قبضہ ثابت کیا۔ حق قبضے کو ختم کر دیا مالک کا جو تھا اور ناحق قبضے کو غاصب نے یعنی اپنے قبضے کو اس پر کیا کر دیا؟ ثابت کر دیا۔ اور کس کے اندر تھا؟ یہ مالِ متقوم محترم میں تھا بھئی۔ یہ کتاب کیا ہے؟ مال ہے، پیسے دے کر آپ خریدتے ہیں یا نہیں خریدتے بھئی؟ معلوم ہوا جی، اور متقوم قیمت والی ہے بھئی اور حرمت بھی ہے اس کی بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور نقل کے قابل ہے بھئی ایک جگہ سے، منقولات میں سے ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے جبکہ جائیداد زمین کوٹھی وغیرہ وہ غیر منقولات میں سے ہے۔ تو یہ اور بغیر مالک کی اجازت کے لے گیا تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ غصب کہلاتا ہے۔

تو غصب کے اندر دو چیزیں آ گئیں مولانا: ایک إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ یعنی حق قبضے کو ختم کرنا، اور دوسرا کیا ہے؟ إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ باطل قبضے کو ثابت کرنا۔ یہ دو لفظ یاد رکھنا بھئی۔ غصب میں کیا چیزیں ہیں؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ اور إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ۔ تو یاد رکھیے ہمارے نزدیک غصب میں اصل جو ہے وہ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ ہوتا ہے۔ غصب میں کیا ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ یعنی حق قبضے کو ختم کرنا۔ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ کا کیا معنی؟ حق قبضے کو ختم کرنا۔ لیکن جیسے ہی وہ حق قبضے کو ختم کرتا ہے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بھی آ جاتی ہے وہ کیا ہے؟ إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ یعنی ناحق قبضے کو ثابت کرنا۔ تو غصب میں دو چیزیں آ گئیں مولانا: حق قبضے کو ختم کرنا اور ناحق قبضے کو ثابت کرنا۔ لیکن اصل اعتبار کس کا ہے؟ حق قبضے کو ختم کرنے کا اعتبار۔ تو جہاں إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ ہو گا وہاں غصب بھی ہے، جہاں إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ نہیں وہاں غصب بھی نہیں۔

تعریف یاد رکھنا ہمیشہ۔ غصب میں کتنی چیزیں ہیں؟ دو۔ اول کیا ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ اور دوسرا کیا ہے؟ إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ۔ اور اصل کیا ہے کس پر دارومدار ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ۔ غصب اسی کو کہیں گے جہاں إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ آئے کہ کوئی غصب کرنے والا حق قبضے کو دور کرے، حق قبضے کو ختم کرے۔ تو حق قبضہ ختم کرنا ہے اصل اور باطل قبضے کو ثابت کرنا یہ ہے تبعاً۔ اصل کیا ہے؟ حق قبضے کو ختم کرنا، اور تبعاً کیا آ جائے گا؟ باطل قبضے کو ثابت کرنا۔ تو ہمارے نزدیک سارا دارومدار کس پر ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ پر یعنی حق قبضے کو ختم کرنا۔ اگلی کتابوں میں آپ پڑھیں گے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دارومدار ہے إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ پر۔ ان کے نزدیک غصب کس کو کہتے ہیں؟ إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ یعنی ناحق قبضہ ثابت کرنا۔ ہم کہتے ہیں نہیں، غصب کس کو کہتے ہیں؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ ہاں حق قبضے کو، ہمارے نزدیک حق قبضہ ختم کرنا یہ غصب کہلاتا ہے، ان کے نزدیک باطل قبضہ ثابت کرنا یہ کیا کہلاتا ہے؟ غصب بھئی۔ تو اس پر بہت سے مسائل بھی آئیں گے جن میں اختلاف بھی واقع ہو گا ہمارا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا۔

چنانچہ ایک مثال میں ذکر کر دیتا ہوں بھئی۔ ایک شخص نے کسی کی گائے بھینس غصب کر لی، زبردستی لے گیا۔ اب آپ بتائیے جب وہ بھینس لے کر گیا بھینس پہلے کس کے قبضے میں تھی؟ مالک کے، تو مالک کا اس پر قبضہ تھا اور وہ قبضہ کس قسم کا تھا؟ حق قبضہ۔ اس نے جب اسے، یہ شخص جب اس بھینس کو لے گیا تو کیا کیا اس نے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ کیا، حق قبضے کو اس پر سے کیا کر دیا؟ ختم کر دیا۔ اور کیا کیا ساتھ تبعاً کیا آ گیا؟ إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ بھی باطل قبضے کو اپنا ثابت کر دیا، اپنے باطل قبضے کو اس پر ثابت کر دیا۔ لیکن اصل دارومدار کس پر ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ پر اور وہ یہاں پایا گیا یا نہیں پایا گیا؟ پایا گیا۔ لہٰذا ہم کہیں گے یہ بھینس اس نے غصب کی ہے اب اگر اس کے پاس بھینس ہلاک ہوتی ہے تو اسے اس کا ضمان دینا پڑے گا بھئی۔

اس بھینس نے اس غاصب کے پاس جا کر ایک بچے کو جنم دیا بھئی۔ اب آپ بتائیے مولانا یہ بچے کے اندر غصب ہے یا غصب نہیں؟ غصب کا دارومدار کس پر ہے اس پر نظر رکھو بھئی: إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ حق قبضے کو ختم کرنا، اور بچے میں حق قبضہ مالک کا کبھی تھا؟ نہیں۔ بچہ تو مالک کے پاس پیدا ہی نہیں ہوا تھا اس کا حق قبضہ کہاں سے تھا اس پر؟ بچہ تو یہاں آ کر پیدا ہوا ہے۔ جب یہاں پیدا ہوا ہے تو إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ پایا گیا؟ إِزَالَةُ يَدِ، حق قبضے کا ختم کرنا یہاں نہیں۔ ہاں اگرچہ إِثْبَاتُ يَدِ مُبْطِلَةٍ یہاں ہے۔ بچے پر قبضہ کس کا ہے؟ غاصب کا۔ تو باطل قبضہ آیا یا نہیں آیا اس کا؟ اس نے اپنے باطل قبضے کا اثبات کیا، لیکن ہمارے نزدیک دارومدار تو کس پر ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ اور إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ تو یہاں پر پایا نہیں گیا۔ جب نہیں پایا گیا تو بچے کے اندر غصب بھی نہیں آیا۔ جب بچے کے اندر غصب نہیں آیا تو یہ بچہ اگر غاصب کے پاس مر جائے تو ضمان بھی نہیں ہے، یہ امانت کے حکم میں ہے۔ کس کے حکم میں ہے؟ امانت۔ واپس کرنا پڑے گا لیکن اگر ہلاک ہو گیا تو ضمان نہیں۔ ہاں خود ہلاک کرتا ہے پھر الگ بات ہے مولانا، امانت بھی جب خود ہلاک کی جائے پھر ضمان آتا ہے ویسے ضمان نہیں آتا۔

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دارومدار کس پر تھا؟ إِثْبَاتُ يَدِ پر، اور إِثْبَاتُ يَدِ پایا گیا یا نہیں پایا گیا بھئی؟ إِزَالَةُ يَدِ تو نہیں تھا لیکن إِثْبَاتُ يَدِ تو ہے اور ان کے نزدیک دارومدار ہی اسی پر ہے لہٰذا ان کے نزدیک یہ بھی غصب میں آ گیا، اس کا بھی ضمان آئے گا اگر ہلاک ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو خلاصۂ کلام کیا؟ غصب میں اصل کیا ہے ہمارے نزدیک؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ بھئی۔ اسی پر آگے مسائل متفرع ہوں گے آپ دیکھتے جائیے جی۔

تو کہتے ہیں بھئی وَمَنْ غَصَبَ شَيْئًا مِمَّا لَهُ مِثْلٌ جی۔ یہاں سے آپ کو یہ بتلا رہے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کی چیز غصب کر لیتا ہے تو غاصب کے

ذمے اولاً واجب یہ ہے کہ جب تک وہ چیز موجود ہے وہی واپس کرے۔ کسی نے کسی کی موٹر سائیکل زبردستی چھین کر لے گیا تو اولاً کیا ضروری ہے؟ وہی چیز جب تک موجود ہے وہی واپس کی جائے۔ لیکن اگر وہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو اب اس پر ضمان آئے گا۔ اب چیزیں آپ جانتے ہیں دو قسم پر ہیں: کچھ مثلیات ہیں اور کچھ ذَوَاتُ الْقِيَمِ۔ مثلیات وہ ہیں جن کا مثل مل جاتا ہے مثلاً وہ اس کی گندم چھین کر لے گیا تھا، وہ گندم اس کے پاس ہلاک ہو گئی۔ تو مثلیات میں سے مغصوب شے کس میں سے تھی؟ مثلیات میں سے۔ تو جب تک وہ گندم موجود تھی اس شخص کے ذمے واجب تھا کہ وہی گندم واپس کرے لیکن گندم تو اس کے پاس کیا ہو گئی؟ ہلاک۔ تو اب اسے اس کا مثل دینا پڑے گا کیونکہ گندم کا مثل مل جاتا ہے تو بازار سے اسی جیسی گندم لے اور جس سے غصب کی تھی اس کے حوالے کرے۔ تو مثلیات میں اس کا مثل دینا پڑتا ہے۔

اور بعض چیزیں وہ ہیں جو ذَوَاتُ الْقِيَمِ ہیں جن کا مثل نہیں ملتا بھئی جیسے بھئی استعمال شدہ موٹر سائیکل ہے بھئی۔ نئی موٹر سائیکل ہے پھر تو بھئی نئی ساری ایک جیسی ہیں بھئی وہ تو مثلیات میں چلی گئی، جب استعمال تھوڑی سی ہو گئی اب اس کی قیمت میں فرق آ گیا یا نہیں آ گیا؟ اور بالکل بعینہ اس جیسی موٹر سائیکل تلاش کر سکتا ہے بھئی؟ بڑا مشکل کام ہے کہ اسی کے برابر چلی ہوئی ہو، اسی کی طرح استعمال کرنے والے نے استعمال کی ہو۔ ہر شخص کے استعمال میں فرق ہوتا ہے، اتنی چلی ہو گی ایک نے اچھے طریقے سے چلائی ہے ایک نے برے طریقے سے تو لازمی بات ہے بھئی نقصان ہو گا اس میں۔ تو لہٰذا استعمال شدہ موٹر سائیکل کسی نے کسی کی غصب کر لی اب یہ کس میں سے ہے؟ ذَوَاتُ الْقِيَمِ۔ تو جب تک یہ موٹر سائیکل موجود ہے تو یہ موٹر سائیکل اس پر واپس کرنا واجب ہے، لیکن اگر موٹر سائیکل اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو اس کا ضمان آئے گا اور ضمان میں کیا دے گا؟ قیمت دے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو معلوم ہوا غصب کے اندر اول کیا واجب ہوتا ہے غاصب پر؟ کہ وہی چیز جب تک موجود ہے وہ واپس کرے۔ اگر وہ چیز ہلاک ہو جائے پھر اس کا، اگر وہ مثلیات میں سے ہے تو اس کا مثل دے اور اگر ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے ہے تو اس کی قیمت دے دے۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَنْ غَصَبَ شَيْئًا مِمَّا لَهُ مِثْلٌ اور جس نے غصب کی کوئی چیز مِمَّا ان چیزوں میں سے لَهُ مِثْلٌ کہ اس کا مثل ہوتا ہے فَهَلَكَ فِي يَدِهِ پس وہ چیز ہلاک ہو گئی اس غاصب کے قبضے میں فَعَلَيْهِ ضَمَانُ مِثْلِهِ تو اس پر اس کے مثل کا ضمان ہے یعنی اسی جیسی چیز کہیں سے حاصل کرے اور جس سے غصب کی ہے اس کے حوالے کرے۔ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا مِثْلَ لَهُ اور اگر وہ چیز ان چیزوں میں سے تھی لَا مِثْلَ لَهُ کہ جن کا مثل نہیں ہوتا فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔

وَعَلَى الْغَاصِبِ رَدُّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوبَةِ اور واجب ہے غاصب پر کہ وہ واپس کرے وہ عینِ مغصوبہ، وہ چیز جو غصب کی ہے اسی کو کیا کرے؟ واپس کرے جب تک موجود ہے۔ فَإِنِ ادَّعَى هَلَاكَهَا اگر اس نے دعویٰ کر دیا غاصب نے هَلَاكَهَا اس عینِ مغصوبہ کے ہلاک ہونے کا۔ غاصب نے کیا کہا؟ ایک آدمی دوسرے کی بھینس غصب کر کے لے گیا تھا اور اس نے پھر کیا کہا کہ میرے پاس تو وہ بھینس ہلاک ہو چکی ہے، اس چیز کے ہلاک ہونے کا دعویٰ کیا کہ بھینس مر گئی میرے پاس تو۔ تو کیا اب فوراً اس سے قیمت لے لی جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی۔ حاکم دیکھے بھئی قاضی۔ قاضی کا خیال ہے اگر سچ بول رہا ہے پھر تو ٹھیک ہے ہم اسے کیا کہیں گے قیمت دے دو اس کی۔ نہیں تو قاضی اسے فوراً قیمت کا حکم نہیں لگائے گا، شک ہے بھئی ہو سکتا ہے جھوٹ بول رہا ہو تو قاضی اسے جیل میں ڈال دے اور اتنا عرصہ جیل میں رکھے کہ یقین ہو جائے کہ بھئی اگر بھینس زندہ ہوتی اس کے پاس تو اب تک ضرور ظاہر کر دیتا، جیل کی یہ سختی برداشت کر رہا ہے اور بھینس نہیں لاتا معلوم ہوا حقیقتاً بھینس کیا ہے؟ مر چکی ہے۔ اب پھر قاضی فیصلہ کر دے کہ اب چلو اس کا بدل دے دو یعنی اس کی قیمت دے دو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو مثلیات میں اس کے مثل کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں اس کی قیمت کا بطورِ بدل کے بھئی۔

تو کہتے ہیں فَإِنِ ادَّعَى هَلَاكَهَا اگر غاصب نے دعویٰ کر دیا اس عینِ مغصوبہ کے ہلاک ہونے کا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ تو حاکم اسے قید میں ڈال دے گا حَتَّى يَعْلَمَ یہاں تک کہ یہ جان لے یعنی اسے یقین ہو جائے أَنَّهَا لَوْ كَانَتْ بَاقِيَةً کہ اگر وہ چیز ابھی بھی باقی ہوتی لَأَظْهَرَهَا تو یہ اس کو کیا کر دیتا؟ ظاہر کر دیتا ثُمَّ قَضَى عَلَيْهِ بِبَدَلِهَا پھر فیصلہ کر دے اس پر اس کے بدل کا۔

وَالْغَصْبُ فِيمَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ اور غصب ان چیزوں میں ہوتا ہے يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ يُنْقَلُ اور يُحَوَّلُ کا ایک معنی ہے: ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف پھیر کر لے جانا۔ بھئی یہ تعریف میں گزر گیا، غصب کن میں ہو گا؟ منقولات میں ہو گا، غیر منقولات یعنی عقار وغیرہ میں نہیں۔ اچھا بھئی کیا وجہ ہے غصب فِيمَا يُنْقَلُ اور يُحَوَّلُ میں منقولات میں ہے غیر منقولات میں نہیں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ غیر منقولات جو ہیں یعنی باغ، کھیت، مکان وغیرہ یہاں پر إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ نہیں ہو سکتا۔ امام صاحب، امام ابو حنیفہ اور امام ابو

یوسف رحمہا اللہ کیا فرماتے ہیں کہ غصب تو کس چیز کا نام ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ حق قبضے کو ختم کرنا، ان میں حق قبضے کا ختم کرنا نہیں پایا جاتا۔

بھئی ایک آدمی نے دوسرے کے مکان پر قبضہ کیا۔ بھئی منقولی چیز ہوتی ہے اس میں تو مالک کا قبضہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ کیسے ختم کیا جاتا ہے؟ غاصب آیا وہ چیز اٹھا کر لے گیا، نقل کر دی ایک جگہ سے دوسری جگہ۔ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی تو مالک کا قبضہ ختم ہوا یا نہیں ہوا؟ ختم۔ وہ میری کتاب اٹھا کر لے گیا تھا تو میرا قبضہ ختم کیا یا نہیں کیا اس نے؟ کیا۔ کس چیز کے ذریعے ختم کیا؟ چیز اٹھا کر لے گیا، قبضہ ختم میرا، وہ اپنے قبضے میں لے گیا۔ اور زمین اور جائیداد مکان وغیرہ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے جا سکتے ہیں؟ نہیں، تو ان میں نقل ہی نہیں ہو سکتی تو ان میں مالک کا قبضہ کیسے ختم ہو گا؟ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے جس نے قبضہ کیا وہ آیا، اندر مالک بیٹھا ہوا تھا اس نے مالک کو پکڑا اور باہر نکال دیا۔ یہی صورت ہو سکتی ہے نا زیادہ سے زیادہ کہ مالک کو وہاں سے پکڑ کر باہر نکال دیا۔ تو یہ تو مالک کو نقل کر رہا ہے زمین کو تو اس نے کہیں نقل نہیں کیا۔ ہم نے تو کہا تھا اس عینِ چیز کو کیا کیا جائے؟ نقل کیا جائے، یہاں اس چیز کے اندر نقل نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا جائیداد کے اندر زمین باغ وغیرہ کے اندر غصب نہیں ہو سکتا کس کے نزدیک؟ یہ شیخین رحمہا اللہ کے نزدیک بھئی۔

اسی لیے کہتے ہیں وَالْغَصْبُ فِيمَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ غصب ان چیزوں میں ہو گا جو نقل کی جاتی ہیں اور جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیرا جاتا ہو۔ وَإِذَا غَصَبَ عَقَارًا اور جب غصب کیا کسی شخص نے کسی کی جائیداد کو فَهَلَكَ فِي يَدِهِ پس وہ چیز ہلاک ہو گئی اس کے قبضے میں لَمْ يَضْمَنْهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللهُ تو اس کا ضامن نہیں ہو گا بھئی شیخین رحمہا اللہ کے نزدیک کیونکہ اس میں غصب ہی نہیں پایا گیا بھئی۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ يَضْمَنُهُ امام محمد رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں؟ اس کا ضامن ہو گا، ان کے نزدیک اس میں بھی ہو جاتا ہے بھئی، عقار میں بھی غصب آ جاتا ہے بھئی۔[1]

وَمَا نَقَصَ مِنْهُ بِفِعْلِهِ أَوْ سُكْنَاهُ ضَمِنَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا۔ اور وہ جو مغصوب شے میں کیا ہوا؟ کمی آ گئی، نقصان آیا بِفِعْلِهِ کس کے فعل کی وجہ سے؟ غاصب کے فعل کی وجہ سے أَوْ سُكْنَاهُ یا اس کی رہائش کی وجہ سے ضَمِنَهُ تو یہ غاصب اس کا ضامن ہو گا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا ان سب کے قول میں، یعنی تینوں ائمہ کے نزدیک اس کا ضامن ہو گا۔[2]

بھئی اوپر مسئلہ تھا شیخین رحمہا اللہ کیا فرماتے ہیں کہ عقار کے اندر غصب نہیں۔ جب غصب نہیں ہے ایک آدمی نے دوسرے کی زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا تو یہاں إِثْبَاتُ يَدٍ مُبْطِلَةٍ تو پایا گیا لیکن إِزَالَةُ يَدٍ مُحِقَّةٍ نہیں پایا گیا لہٰذا غصب نہیں۔ جب غصب نہیں تو لہٰذا یہ چیز اب زمین اس کے پاس ہلاک ہو گئی۔ اس نے نہیں ہلاک کی، پہلے مسئلے میں تھا اس کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہے: بلڈنگ تھی زلزلہ آیا بلڈنگ گر گئی تو اس پر اس کا ضمان نہیں ہو گا مولانا۔ یا زمین تھی مولانا، اس نے زمین پر قبضہ تو کیا لیکن إِزَالَةُ يَدٍ مُحِقَّةٍ تو نہیں پایا گیا، دریا کے قریب تھی، دریا آپ جانتے ہیں کبھی کبھار دریا جہاں خصوصاً موڑ آئے دریا میں وہاں کٹاؤ آتا ہے دریا مڑتے مڑتے زمین کاٹتا چلا جاتا ہے اور بعض اوقات رفتار زیادہ ہو تو کئی کئی کلو میٹر تک وہ زمین کاٹتا چلا جاتا ہے پورے دریا کا رخ ہی پھر بدل جاتا ہے۔ پہلے آج یہاں بہہ رہا تھا سال بعد کہاں بہہ رہا ہو گا؟ ایک کلو میٹر آگے بہہ رہا ہو گا۔ وہ کاٹتا جاتا ہے زمین کو اور جگہ منتقل ہوتی چلی جاتی ہے اس کی بھئی۔ تو اب یہ بتائیے اس میں اس غاصب کا کوئی دخل ہے؟ نہیں، تو یہ تو آفتِ سماوی سمجھیے ہے، آفتِ سماوی کی طرح ہے بس۔

تو اب یہ چیز اس کے پاس وہ عقار ہلاک ہو گئی چونکہ اس کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہے اور غصب یہاں غصبِ شرعی پایا نہیں گیا لہٰذا اس پر ضمان بھی نہیں۔ اور آگے جو مسئلہ ذکر کیا کہ اس کے اپنے فعل یا اس کی اپنی رہائش سے جو نقصان آیا ہے اس کا ضمان لیا جائے گا بھئی اس میں تو اس کے فعل کا دخل آیا، اس نے دوسرے کی چیز کو کیا کیا؟ نقصان پہنچایا اس صورت میں تو کیا ہو گا؟ ضمان آتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو پہلے میں تھا ہلاک اور اس کا دخل نہیں تھا اور یہ دوسرا جو ذکر ہوا وَمَا نَقَصَ مِنْهُ بِفِعْلِهِ أَوْ سُكْنَاهُ یہاں تو اس کے اپنے فعل کی وجہ سے نقصان آ رہا ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَا نَقَصَ مِنْهُ اور جائیداد میں جو نقصان آ جائے بِفِعْلِهِ غاصب کے فعل کی وجہ سے أَوْ سُكْنَاهُ یا اس کی رہائش کی وجہ سے ضَمِنَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا تو ضامن ہو گا اس کا ان تمام ائمہ کے قول میں۔

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۲۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْغَصْبُ فِيمَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ غصب» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والغصب فيما ينقل ويحول وإذا غصب» منقول ہے۔

[2] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۲۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَا نَقَصَ مِنْهُ بِفِعْلِهِ أَوْ سُكْنَاهُ ضَمِنَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وما نقص منه بفعله وسكناه ضمنه في قولهم جميعا» منقول ہے۔

وَإِذَا هَلَكَ الْمَغْصُوبُ فِي يَدِ الْغَاصِبِ بِفِعْلِهِ أَوْ بِغَيْرِ فِعْلِهِ فَعَلَيْهِ ضَمَانُهُ۔ وَإِذَا هَلَكَ الْمَغْصُوبُ یہ مولانا منقولی کی بات آ گئی، غیر منقولی جائیداد کی بات ختم ہوئی۔ منقولی چیز کے اندر جب ایک آدمی دوسرے کی چیز پر اس نے زبردستی قبضہ کیا اٹھا کر لے گیا، اب یہ چیز اس کے پاس چاہے اس کے اپنے فعل سے ہلاک ہو چاہے خود بخود ہلاک ہو جائے جو بھی صورت ہو اسے ضمان دینا پڑے گا کیونکہ یہاں غصب پایا گیا، زمین کے اندر تو غصب پایا ہی نہیں گیا۔ تو یہاں وَإِذَا هَلَكَ الْمَغْصُوبُ جب ہلاک ہو جائے مغصوب شے، کون سی مغصوب شے؟ جو کس میں سے ہو؟ منقولات میں سے ہو۔ جب ہلاک ہو جائے وہ مغصوب شے جو منقولات میں سے ہو فِي يَدِ الْغَاصِبِ کس کے قبضے میں ہلاک ہو؟ غاصب کے قبضے میں ہلاک ہو بِفِعْلِهِ أَوْ بِغَيْرِ فِعْلِهِ چاہے اس کے فعل کی وجہ سے ہو یا اس کے فعل کے علاوہ ہو فَعَلَيْهِ ضَمَانُهُ تو اس پر کیا آئے گا اس کا؟ ضمان، یعنی مثلیات میں مثل دینا پڑے گا اور ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ وَإِنْ نَقَصَ فِي يَدِهِ فَعَلَيْهِ ضَمَانُ النُّقْصَانِ اور اگر نقصان آیا ہے اس کے قبضے میں تو اس پر نقصان کا ضمان ہو گا۔ اگر چیز پوری ہلاک ہوئی تو پوری قیمت دینا پڑے گی، اگر تھوڑی کمی آئی ہے قیمت میں تو جو کمی آئی ہے اس کو پورا کرنا پڑے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی سب کو؟

وَمَنْ ذَبَحَ شَاةَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَمَالِكُهَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهَا وَسَلَّمَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ نُقْصَانَهَا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کی بکری غصب کر لی اور بکری غصب کرنے کے بعد اس نے بکری کو ذبح کر دیا۔ تو ذبح کے بعد بھئی کوئی بکری کا نام بدلا؟ پہلے زندہ بکری تھی اب ہم اسے کیا کہیں گے؟ ذبح شدہ بکری۔ صرف ذبح کی ہے، سمجھ میں آیا؟ آگے اور کوئی عمل نہیں کیا۔ یا چلو کھال بھی اتار دو لیکن ہے تو پوری بکری اسی طرح پڑی ہوئی، گوشت وغیرہ نہیں بنایا بھئی۔ آگے مسئلہ آئے گا اگر بہت زیادہ تبدیلی کر دے تو اس کا حکم الگ ہے۔ تھوڑی تبدیلی کی ہے، بکری کو صرف کیا کر دیا؟ ذبح کر دیا یا زیادہ سے زیادہ اس کی پھر کیا کر دی؟ کھال اتار دی۔ تو ابھی بھی اس کو لوگ کیا کہیں گے؟ سامنے کوئی پوچھے یہ کیا چیز ہے آپ فوراً کیا کہیں گے؟ ذبح شدہ بکری ہے، تو دیکھا نام نہیں بدلا۔[۳]

تو جب تک نام نہیں بدلا تو یہ مالک ہی کی ہے مولانا۔ آگے تفصیل آئے گی کہ اگر نام بدل جائے تو اب غاصب ہی اس کا مالک بن جائے گا پھر اسے ضمان دینا پڑتا ہے بھئی۔ تو ابھی نام چونکہ نہیں بدلا تو اب مالک کو اختیار ہے۔ کیا اختیار ہے؟ چاہے تو یہ پوری جو ذبح شدہ بکری ہے یہ غاصب کو کہے یہ اب تم ہی رکھو مجھے نہیں چاہیے مجھے زندہ بکری کی قیمت دے دو۔ زندہ بکری کتنے کی تھی؟ بیس ہزار کی مثلاً بھئی۔ اور یہ ذبح شدہ اس وقت کتنے کی ہے؟ فرض کرو یہ پندرہ ہزار کی ہو چکی ہے بھئی، گوشت وغیرہ کھال وغیرہ اس کے کتنے کے ہیں؟ پندرہ ہزار کے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ فرض کرو۔ تو اب چاہے تو مالک کیا کر سکتا ہے؟ غاصب کو کہے یہ بکری تم رکھو مجھے یہ نہیں چاہیے میری بکری زندہ بکری تھی اس کی مجھے قیمت دے دو۔ اور چاہے تو یہ ذبح شدہ بکری ہی لے لے اور جو قیمت میں کمی آئی ہے وہ بھی ساتھ وصول کر لے جو نقصان ہوا ہے۔ تو یہ زندہ کتنے کی تھی؟ بیس ہزار کی، اور یہ کتنے کی ہے؟ پندرہ کی۔ کتنا نقصان آیا؟ پانچ ہزار۔ تو مالک چاہے تو یہ بکری لے لے اور ساتھ پانچ ہزار روپے بھی اس سے لے لے، اور چاہے تو یہ اسی کو دے دے اور پورے بیس ہزار ہی اس سے کیا کر لے؟ لے لے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ ذَبَحَ شَاةَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ اور جس نے ذبح کی کسی دوسرے کی بکری اس کے حکم کے بغیر ہی فَمَالِكُهَا بِالْخِيَارِ تو اس کے مالک کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهَا چاہے تو اس کو ضامن بنا دے اس بکری کی قیمت کا، بھیڑ بکری جو بھی ہے شَاةٌ کا معنی میں نے بتایا بھیڑ بکری دونوں کو کہتے ہیں، چاہے تو اسے اس بھیڑ بکری کی قیمت کا ضامن بنا دے وَسَلَّمَهَا إِلَيْهِ اور یہ بھیڑ بکری اسی کے سپرد کر دے، قیمت زندہ کی لے لے اور یہ اسی کو دے دے وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ نُقْصَانَهَا اور چاہے تو اسے اس کے نقصان کا ضامن بنا دے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهِ خَرْقًا يَسِيرًا ضَمِنَ نُقْصَانَهُ، وَإِنْ خَرَقَ خَرْقًا كَثِيرًا يُبْطِلُ عَامَّةَ مَنَافِعِهِ فَلِمَالِكِهِ أَنْ يُضَمِّنَهُ جَمِيعَ قِيمَتِهِ۔ بھئی آگے یہ مسئلہ بتائیں گے اگر کسی نے کسی کی چیز غصب کی اور اس میں تھوڑا بہت نقصان آ گیا تو اس سے نقصان پورا کر لیا جائے گا، چیز بھی اس سے لے لی جائے گی اور جو نقصان آیا ہے وہ نقصان بھی اس سے پورا کر لیا جائے گا۔ لیکن اگر اس نے اس چیز میں اتنا نقصان پیدا کیا کہ اس کے نفع ہی ختم ہو گئے تو اب مالک اس سے پوری قیمت کا ضمان لے سکتا ہے بھئی۔ کیا کر سکتا ہے؟ پوری قیمت کا ضمان لے سکتا ہے کیونکہ نفع ہی نہیں رہا چیز کا اب چیز لینے کا کوئی فائدہ

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۲۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ ذَبَحَ شَاةَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَمَالِكُهَا بِالْخِيَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن ذبح شاة غيره فمالكها بالخيار:» منقول ہے۔

ہو گا؟ نہیں۔ مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کا کپڑا غصب کیا، کپڑا تھوڑا سا کہیں سے پھٹ گیا۔ تو زیادہ نقصان آیا یا تھوڑا آیا؟ تھوڑا آیا۔ تو مالک کیا کرے گا؟ کپڑا لے لے گا اور جو نقصان آیا ہے قیمت میں کمی آئی ہے وہ بھی اس سے کیا کر لے گا؟ وصول۔ لیکن اگر کپڑا زیادہ پھٹ گیا کہ اب عام لوگ اس طرح کا اتنا پھٹے ہوئے کپڑے عام لوگ نہیں پہنتے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو معلوم ہوا اب یہ پہننے کے قابل ہی نہیں رہا اس کے منافع ختم ہو گئے تو اب مالک کیا کر سکتا ہے؟ کپڑا اسی کے پاس چھوڑے اور سارے کپڑے کی قیمت اس سے وصول کر لے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهِ خَرْقًا يَسِيرًا، خَرَقَ کا معنی پھاڑنا۔ وَمَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهِ اور جس نے کسی دوسرے کے کپڑے کو پھاڑ دیا خَرْقًا يَسِيرًا تھوڑا سا پھاڑنا یعنی تھوڑا سا کپڑا پھاڑ دیا ضَمِنَ نُقْصَانَهُ تو ضامن ہو گا اس کے نقصان کا۔ وَإِنْ خَرَقَ خَرْقًا كَثِيرًا اور اگر اس نے زیادہ پھاڑ دیا يُبْطِلُ عَامَّةَ مَنَافِعِهِ، يَبْطُلُ نہیں يُبْطِلُ پڑھو اس کو يُبْطِلُ، اگر اس نے اتنا زیادہ پھاڑا کہ يُبْطِلُ عَامَّةَ مَنَافِعِهِ کہ اس خرقِ کثیر نے باطل کر دیے اس کے اکثر منافع۔ کیا کر دیے؟ اکثر منافع یعنی اب وہ کوئی اور چھوٹے موٹے کسی کام میں تو کپڑا آ ہی سکتا ہے لیکن وہ جو اصل نفع تھے اس کے بڑے نفع یعنی پہننے وغیرہ کے قابل وہ نہیں رہا، تو فَلِمَالِكِهِ تو اس کے مالک کے لیے جائز ہے أَنْ يُضَمِّنَهُ جَمِيعَ قِيمَتِهِ کہ اس غاصب کو ضامن بنا دے اس کپڑے کی ساری قیمت کا۔

وَإِذَا تَغَيَّرَتِ الْعَيْنُ الْمَغْصُوبَةُ بِفِعْلِ الْغَاصِبِ حَتَّى زَالَ اسْمُهَا وَأَعْظَمُ مَنَافِعِهَا زَالَ مِلْكُ الْمَغْصُوبِ مِنْهُ عَنْهَا وَمَلَكَهَا الْغَاصِبُ وَضَمِنَهَا، وَلَا يَحِلُّ لَهُ الِانْتِفَاعُ بِهَا حَتَّى يُؤَدِّيَ بَدَلَهَا۔ اچھا اب یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی کہ ایک آدمی نے دوسرے کی چیز غصب کی اور غصب کرنے کے بعد اس میں بہت زیادہ تبدیلی پیدا کر دی، اتنی تبدیلی پیدا کی کہ اس کا نام ہی بدل گیا اور اس کے بڑے منافع بھی ختم ہو گئے۔ اس چیز کے جو بڑے منافع تھے وہ بھی کیا ہوئے؟ ختم ہو گئے، نئے منافع اس میں آ گئے۔ پہلے کچھ اور چیز تھی اب نام بدل گیا اب کچھ اور کہلائے گی، پہلے اور نفع تھے اب اور نفع ہیں یعنی بڑے نفع پچھلے والے ختم ہو گئے۔ کہتے ہیں جب اتنی تبدیلی پیدا کر دے کوئی شخص مغصوب چیز کے اندر کہ اس کا نام بھی بدل جائے اور اس کے بڑے منافع بھی ختم ہو گئے پہلے والے تو یہی غاصب اس چیز کا مالک بن جائے گا۔

مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کی بکری غصب کی، زندہ بکری، اور پھر لے جا کر اسے ذبح کیا، ذبح کرنے کے بعد کھال اتاری اور گوشت بنا دیا۔ اب گوشت پڑا ہے مولانا، اب آپ بتائیے آپ سے کوئی پوچھے یہ کیا ہے آپ کیا کہیں گے؟ گوشت۔ کوئی بکری کہے گا؟ نہیں، نام ہی بدل گیا مولانا، دیکھا؟ یا اس کو اس نے پکا بھی لیا ساتھ بھئی اور بھی تبدیلی کر دو، اب بتائیے اب کوئی آپ سے پوچھے یہ کیا ہے آپ کیا کہیں گے؟ سالن پڑا ہے، گوشت پکا ہوا ہے، کھانا پڑا ہوا ہے تیار بھئی، کوئی اس کو بکری نہیں کہے گا۔ تو دیکھو نام بدل گیا اور بڑے منافع بھی ختم، بکری کے تو اور منافع بھی تھے مولانا اس سے تو دودھ بھی حاصل کیا جاتا تھا وغیرہ، وہ بھی ختم۔ تو اب کہتے ہیں اب یہ غاصب اس کا مالک بن گیا۔ جس نے غصب کی تھی وہ کیا بن گیا؟ اس کا مالک بن گیا۔

لیکن یہ یاد رکھنا ابھی بھی اس سے نفع اٹھانا غاصب کے لیے جائز نہیں۔ مالک تو بن چکا ہے لیکن اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا، اسے کھانا استعمال کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ ہاں پہلے اس کا بدل دے دے پھر اس کے لیے اب نفع اٹھانا حلال ہو جائے گا۔ بکری کے پیسے پہلے کس کو دے دے؟ مالک کو دے دے پھر اب اس کے لیے یہ گوشت استعمال کرنا اور نفع اٹھانا جائز ہے۔ مالک تو یہ بن چکا مولانا اس لیے کہ اس میں اس نے اپنی نئی کاریگری پیدا کر دی، اپنا کام دکھا دیا ہے اس کے اندر اس نے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اپنی کاریگری اس میں شامل کر دی لہٰذا مالک کا حق جو ہے ایک لحاظ سے گویا کہ ختم ہی کر دیا اس چیز سے تو یہ اس کا مالک بن گیا اور مالک بننے کے بعد اب یہ نہیں ہے کہ یہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے بلکہ پہلے کیا دینا پڑے گا؟ اس کا بدل دینا پڑے گا، مثلیات میں سے ہے تو مثل دے دے ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے ہے تو اس کی قیمت دے دے پھر اس کے لیے اس سے نفع اٹھانا جائز ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا تَغَيَّرَتِ الْعَيْنُ الْمَغْصُوبَةُ بِفِعْلِ الْغَاصِبِ اور جب بدل گئی وہ چیز جسے غصب کیا گیا تھا بِفِعْلِ الْغَاصِبِ کس کے فعل کی وجہ سے؟ غاصب کے فعل کی وجہ سے حَتَّى زَالَ اسْمُهَا یہاں تک کہ اس کا نام ہی زائل ہو گیا، نام ہی اس کا ختم ہو گیا، پہلا نام ہی کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا وَأَعْظَمُ مَنَافِعِهَا اس کا عطف بھی اسم پر ہے یہاں تک کہ اس کا نام بھی زائل ہوا اور اس کا بڑا نفع جو ہے وہ بھی ختم ہو گیا زَالَ مِلْكُ الْمَغْصُوبِ مِنْهُ عَنْهَا تو مَغْصُوبٌ مِنْهُ، یاد رکھو مَغْصُوبٌ مِنْهُ وہ ہے جس کی چیز غصب کی گئی، جس سے چیز غصب کی گئی مَغْصُوبٌ مِنْهُ جس سے چیز کو کیا کیا گیا تھا غصب یعنی مالک، کون مراد ہے؟ مالک۔ تو زَالَ مِلْكُ الْمَغْصُوبِ مِنْهُ تو مَغْصُوبٌ مِنْهُ یعنی مالک کی ملکیت زائل ہو جائے گی عَنْهَا اس چیز سے وَمَلَكَهَا الْغَاصِبُ اور غاصب کیا بن جائے گا اس کا؟ مالک بن جائے گا وَضَمِنَهَا اور کیا ہو گا اس چیز کا وہ؟ ضامن ہو گا وَلَا يَحِلُّ لَهُ الِانْتِفَاعُ بِهَا حَتَّى يُؤَدِّيَ بَدَلَهَا اور

حلال نہیں ہے اس کے لیے نفع اٹھانا اس چیز سے یہاں تک کہ ادا کر دے اس کا بدل بھئی۔ جب اس کا بدل دے دے گا تو پھر اس کے لیے حلال ہو گا۔ مالک تو بن چکا لیکن نفع اٹھانا ابھی بھی حلال نہیں۔ لہٰذا اگر بدل دینے سے پہلے اس نے کیا کیا اس چیز کو بیچ دیا اور نفع کما لیا کہتے ہیں یہ نفع اس کے لیے جائز نہیں اس کو صدقہ کرنا پڑے گا کیونکہ یہ نفع اٹھا رہا ہے اور ابھی اس نے بدل دیا ہے؟ نہیں، بدل نہیں دیا تو نفع نہیں اٹھا سکتا۔

اب دیکھیے بہت سی مثالیں ذکر کر رہے ہیں: وَهٰذَا اور یہ اس طرح ہے كَمَنْ غَصَبَ شَاةً جیسے کسی نے کوئی بکری غصب کی، یہ اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی بکری غصب کی فَذَبَحَهَا وَشَوَاهَا پس اس نے اس کو ذبح کر دیا وَشَوَاهَا اور اسے بھون لیا بھئی۔ بھیڑ بکری کو غصب کیا، اسے ذبح کیا اور شَوَى يَشْوِي کے معنی بھونا آگ پر بھئی۔ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔

اسے بھون لیا أَوْ طَبَخَهَا یا اسے پکا لیا أَوْ غَصَبَ حِنْطَةً فَطَحَنَهَا۔ دوسری صورت: یا کسی شخص نے کیا کیا؟ گندم غصب کی فَطَحَنَهَا پس اسے پیس لیا۔ بھئی گندم غصب کی نام ہے کوئی پوچھے یہ کیا ہے آپ کیا کہیں گے گندم، لیکن جب اس نے اس کو پیس لیا اب کوئی آپ سے پوچھے یہ کیا ہے آپ کیا کہیں گے؟ آٹا۔ تو دیکھو نام بدل گیا اور منافع بھی بڑے بدل گئے مولانا، گندم کے اور نفع ہیں بھئی اور آٹے کے اور نفع، گندم سے تو اور بھی چیزیں بن جاتی ہیں بھئی۔ اچھا تو کہتے ہیں أَوْ غَصَبَ حِنْطَةً فَطَحَنَهَا یا اس شخص نے گندم غصب کی تھی پس اس کو پیس لیا أَوْ حَدِيدًا یا کیا غصب کیا؟ لوہا غصب کیا فَاتَّخَذَهُ سَيْفًا پس اس سے تلوار بنالی۔ تو پہلے نام تھا لوہا اب کیا نام ہے؟ تلوار، اور نفع بھی الگ ہیں اس کے بھئی۔ أَوْ صُفْرًا، صُفْرٌ کہتے ہیں پیتل کو۔ یا پیتل غصب کیا فَعَمِلَهُ آنِيَةً پس اس سے برتن بنالیا۔ برتن بنالیے مولانا، سمجھ میں آیا؟ آنِيَةٌ جمع إِنَاءٌ کی برتنوں کو کہتے ہیں۔ تو اس نے کیا بنالیے اس سے؟ برتن بھئی۔ تو دیکھو اس نے اپنی کاریگری اس میں دکھائی بھئی اپنا، تو اب یہ مالک بن گیا۔ یہاں تک بات سمجھ میں آئی بھئی؟ یہ وہ مثالیں تھیں جن میں غاصب شے مغصوب کا کیا بن جاتا ہے؟ مالک بن جاتا ہے لیکن نفع اٹھانا اس کے لیے حلال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا بدل اور عوض نہ دے دے۔

وَإِنْ غَصَبَ فِضَّةً أَوْ ذَهَبًا فَضَرَبَهَا دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ أَوْ آنِيَةً لَمْ يَزُلْ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ اور اگر اس نے غصب کیا چاندی کو أَوْ ذَهَبًا یا سونے کو فَضَرَبَهَا دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ پس اس نے اس کو ڈھال لیا دراہم یا دینار میں بھئی۔ پہلے تھا سونے کی ڈلی وغیرہ یا چاندی کی ڈلی لیکن پھر اس نے کس چیز میں ڈھال لی؟ چاندی تھی اس سے دراہم بنالیے بھئی اور سونے کی ڈلی تھی اس سے کیا بنالیے؟ دینار بنالیے أَوْ آنِيَةً یا اس سے برتن بنالیے سونے یا چاندی کے۔ اب بھئی کیا اب بھی یہ غاصب اس کا مالک بن گیا؟ امام صاحب دیکھیے فرما رہے ہیں، کہتے ہیں لَمْ يَزُلْ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا زائل نہیں ہو گی مالک کی ملکیت ان سے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ کس کے نزدیک؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ بھئی کیوں نہیں زائل ہو گی اس نے اپنی کاریگری دکھائی ہے؟ امام صاحب فرماتے ہیں اس لیے کہ اس کا نام ابھی بھی نہیں بدلا، ابھی بھی لوگ کیا کہیں گے؟ یہ سونا ہے، درہم اور دینار کو بھی لوگ کیا کہہ دیا کرتے ہیں یہ سونا ہے، سمجھ میں آیا؟ یا چاندی ہے۔ اور نیز پہلے بھی اس میں ثمنیت تھی اب بھی اس میں کیا ہے؟ ثمنیت، پہلے بھی وہ وزنی چیزوں میں شمار ہوتے تھے اب بھی کس میں شمار ہوں گے؟ وزنی چیزوں میں شمار ہوں گے، وزن کے ساتھ ہو گا ان کا حساب۔[۴]

وَمَنْ غَصَبَ سَاجَةً فَبَنَى عَلَيْهَا زَالَ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا وَلَزِمَ الْغَاصِبَ قِيمَتُهَا۔ اور جس نے غصب کیا شہتیر بھئی، سَاجَةٌ۔ ساجہ یاد رکھیے ساگوان کی لکڑی کو کہتے ہیں بھئی، ساگوان کی لکڑی۔ یہ بڑی قیمتی اور مضبوط لکڑی ہوتی ہے لیکن ساگوان کی ہر لکڑی نہیں، وہ لکڑی جسے تراشا گیا ہے اور تیار کیا گیا ہو شہتیر کے طور پر۔ شہتیر جانتے ہیں یا نہیں جانتے بھئی؟ چھت کے اندر لگائے جاتے ہیں، اب تو بھئی یہ کیا کہتے ہیں اس کو؟ ہاں گارڈر جس کو آپ گارڈر کہتے ہیں بھئی وہی شہتیر پرانا طریقہ تھا لکڑی کے دیہاتوں میں اب بھی اسی طرح ہوتا ہے، تو یہ شہتیر بھئی کسی نے غصب کیا فَبَنَى عَلَيْهَا پھر اس کے اوپر اس نے تعمیر کر لی، کمرہ وغیرہ بنالیا چھت میں لگا دیا۔ اب کہتے ہیں زَالَ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا تو مالک کی ملکیت اس شہتیر سے کیا ہو جائے گی؟ زائل۔ مالک کی ملکیت اس شہتیر سے زائل ہو جائے گی تو معلوم ہوا مالک کون بن گیا؟ غاصب بن گیا، تو وَلَزِمَ الْغَاصِبَ قِيمَتُهَا اور غاصب پر اس کی قیمت لازم ہو جائے گی بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ اس نے شہتیر کے اوپر چھت بنالی کمرہ بنالیا، اب اگر ہم اسے کہیں نہیں یہ اب بھی کیا کرو؟ واپس کرو، تو اسے چھت اپنی گرانا پڑے گی یا نہیں پڑے گی؟ تو اس کا بھی نقصان ہو گا۔ تو لہٰذا اب ہم یوں کرتے ہیں کہ ایسی صورت اختیار کرتے ہیں کسی کا بھی نقصان نہ ہو، یہ غاصب بھی نقصان سے بچ جائے گا ہم کہیں گے تم ہی مالک بن گئے ہو اور مالک کا بھی نقصان نہیں ہو گا کہ اسے پورے پورے پیسے دلا دیے جائیں گے۔ تو دیکھو دونوں کیا

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۲۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَضَرَبَهَا دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فضربها دنانير أو دراهم أو دنانير» منقول ہے۔

ہوئے نقصان سے بچ گئے۔ اور علماء لکھتے ہیں یہ اس صورت میں ہے جب کہ چھت کی یا وہ عمارت کی قیمت اس شہتیر سے زیادہ ہو۔ اور اگر شہتیر کی قیمت زیادہ ہے چھت ہلکی سی ہے سستی سی ہے کہتے ہیں پھر یہ مالک نہیں بنا ابھی بھی مالک کیا کر سکتا ہے؟ اکھڑوا کر لے سکتا ہے۔

وَمَنْ غَصَبَ أَرْضًا فَغَرَسَ فِيهَا أَوْ بَنَى قِيلَ لَهُ اقْلَعِ الْغَرْسَ وَالْبِنَاءَ وَرُدَّهَا إِلَى مَالِكِهَا فَارِغَةً، فَإِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ تَنْقُصُ بِقَلْعِ ذٰلِكَ فَلِلْمَالِكِ أَنْ يَضْمَنَ لَهُ قِيمَةَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ مَقْلُوعًا۔ اچھا صورت یہ ہے ایک آدمی نے دوسرے کی زمین غصب کی بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اب اس نے کیا کیا اس زمین کے اندر بھئی؟ مالک کو پتہ ہی نہیں چلا، تین مہینے بعد مالک اپنی زمین دیکھنے آیا تو دیکھا وہاں پر ایک بلڈنگ تیار کھڑی ہے، غاصب قبضہ کر کے اس میں کیا کر چکا ہے اپنی ایک بلڈنگ کھڑی کر چکا ہے۔ یا پانچ چھ مہینے بعد مالک بیچارہ اپنی زمین دیکھنے کے لیے آیا دیکھا وہاں تو ایک تیار باغ کھڑا ہے، غاصب نے اس میں کیا کیا؟ درخت بو دیے درخت لگا دیے اور اب ایک باغ تیار ہے تقریباً بھئی۔ اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی یہ زمین مالک کی ہے اور غاصب سے کہا جائے گا اپنی بلڈنگ اور اپنے درخت یہاں سے اکھاڑو اور لے جاؤ اور زمین خالی کر کے کس کے حوالے کرو؟ مالک کے حوالے کرو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

پھر اس میں یاد رکھنا اگر یہ بلڈنگ اکھاڑنے سے یا درخت نکالنے سے زمین کا نقصان ہوتا ہے تو اب مالک کو اختیار ہے کہ وہ یہ درخت اور بلڈنگ بھی اسے نہ لے جانے دے اس سے لے لے کیونکہ جب گرائے گا نکالے گا تو کیا ہو گا زمین کا؟ نقصان۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں یہ بھی مالک اس سے لے سکتا ہے لیکن اسے ان کے پیسے دینے پڑیں گے اور پیسے کون سے دے گا؟ تیار بلڈنگ کے یا ملبے کے دے گا؟ ملبے کے یا اکھڑے ہوئے درختوں کے دے گا اس لیے کہ وہ بھی اگر یہاں سے لے کر جاتا تو کس صورت میں لے کر جاتا؟ ملبے کی صورت میں۔ مثلاً تیار بلڈنگ کی قیمت تھی دو لاکھ روپے اور جب ملبہ بناتا ہے تو وہ پچاس ہزار کا رہ جاتا ہے صرف بھئی، تو ہم اسے کتنے پیسے دے دیں گے؟ وہی ملبے والے یعنی پچاس ہزار بھئی کیونکہ اگر وہ بھی لے کر جاتا تو ملبے کی صورت میں ہی لے کر جاتا اس کے لیے پچاس ہزار کا ہی ہونا تھا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ غَصَبَ أَرْضًا فَغَرَسَ فِيهَا اور جس نے غصب کی کوئی زمین پس اس کے اندر درخت لگا دیے، غَرَسَ يَغْرِسُ کے معنی درخت لگانا، درخت بو دینا، فَغَرَسَ فِيهَا اس کے اندر اس نے درخت بو دیے أَوْ بَنَى، بَنَى يَبْنِي کے معنی تعمیر کرنا، عمارت بنانا، أَوْ بَنَى یا کوئی عمارت تعمیر کی قِيلَ لَهُ تو اس غاصب سے کہا جائے گا اقْلَعِ الْغَرْسَ وَالْبِنَاءَ اکھاڑ لے تو اپنے درختوں کو وَالْبِنَاءَ اور عمارت کو وَرُدَّهَا إِلَى مَالِكِهَا فَارِغَةً اور واپس کر دے یہ زمین تو اس کے مالک کو فَارِغَةً خالی کر کے، اس حال میں کہ یہ کیا ہو؟ خالی ہو۔ فَإِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ تَنْقُصُ بِقَلْعِ ذٰلِكَ پس اگر وہ زمین جو ہے اس میں نقصان آتا ہے بِقَلْعِ ذٰلِكَ ان چیزوں کے نکالنے سے، اکھاڑنے سے فَلِلْمَالِكِ تو مالک کو اختیار ہے أَنْ يَضْمَنَ لَهُ کہ وہ ضامن ہو جائے اس غاصب کے لیے قِيمَةَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ مَقْلُوعًا عمارت کی قیمت کا اور درختوں کی قیمت کا مَقْلُوعًا اس حال میں کہ وہ اکھڑے ہوئے ہوں۔ یعنی اگر زمین کی قیمت کم ہوتی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ ضامن بن جائے اکھڑے ہوئے درختوں یا اکھڑی ہوئی بلڈنگ کی قیمت کا یعنی وہ ضمان دے دے اور یہ درخت لے لے پیسے دے کر۔ مسئلہ سمجھ میں آرہا ہے بھئی؟

وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا فَصَبَغَهُ أَحْمَرَ أَوْ سَوِيقًا فَلَتَّهُ بِسَمْنٍ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ ثَوْبٍ أَبْيَضَ وَمِثْلَ السَّوِيقِ وَسَلَّمَهُمَا لِلْغَاصِبِ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُمَا وَضَمِنَ مَا زَادَ الصِّبْغُ وَالسَّمْنُ فِيهِمَا۔ صورت یہ ہے ایک آدمی دوسرے کی چیز غصب کرتا ہے اور اس کے ساتھ اپنی چیز ملا دیتا ہے جس سے اس کی قیمت بڑھ گئی، اب کیا کیا جائے؟ ایک آدمی دوسرے کی چیز غصب کرتا ہے اور اس میں کیا ملا دیتا ہے؟ اپنی چیز بھی ساتھ ملا دی۔ پچھلے مسئلوں میں تھا اس نے صرف اپنی کاریگری شامل کی تھی کوئی چیز اپنی طرف سے ملائی نہیں۔ اب ہے کوئی چیز بھی اپنے ساتھ ملا دیتا ہے مثلاً کپڑا غصب کیا سفید رنگ کا تھا اس نے اس کو رنگ دے دیا۔ تو رنگ ساتھ شامل ہو گیا یا نہیں بھئی؟ سفید کپڑا تھا مثلاً سو روپے کا، رنگ کی وجہ سے اب وہ ایک سو بیس کا ہو چکا۔ یا کسی نے کسی کے ستو غصب کیے اور ساتھ اپنا دیسی گھی ملا دیا بھئی تو ستو تھے سو روپے کے اب اس کی وجہ سے کتنے کے ہو گئے؟ ایک سو پچاس کے ہو گئے، تو اپنی چیز ساتھ ملا دی اب کیا کریں گے بھئی؟

تو کہتے ہیں مالک کو اختیار ہے کہ یہ چیز چاہے تو اسی طرح واپس لے لے۔ کپڑا اس نے غصب کیا تھا کتنے کا؟ وہ سفید کپڑا سو کا تھا تو یہ اب سرخ ہو چکا ہے یہ اس سے لے لے لیکن اب کتنے کا ہے؟ ایک سو بیس کا، کتنے کی زیادتی ہو چکی ہے؟ بیس کی، وہ بیس اس کو واپس دے دے غاصب کو۔ یہ کپڑا لے لے جس میں زیادتی ہوئی ہے اور جو زیادتی ہوئی ہے وہ کیا کر دے اس کو؟ دے دے۔ یا وہ ستو کتنے کا تھا جو مالک کا تھا؟ سو، اور اب کتنے کا ہو چکا؟ ڈیڑھ سو کا۔ تو مالک کو اختیار ہے چاہے یہ ستو اسی طرح لے لے اور اس کا تو تھا سو روپے کا ستو اس میں زیادتی کتنی ہے؟ پچاس، تو پچاس کس کے ہیں؟ غاصب کے، وہ پچاس غاصب کو دے

دے۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ غاصب کو دے دے، ایک یہ صورت ہے۔ دوسری صورت بھئی: چاہے تو وہ اسی کے پاس رہنے دے وہ چیز اور اپنی چیز کے پیسے وصول کرلے۔ اس کا سفید کپڑا تھا اس نے سرخ رنگ دیا ہے چاہے تو اب یہ سرخ کپڑا غاصب ہی کے پاس رہنے دے اور کیا کہے اس سے؟ کہ مجھے میرے سو روپے دے دو، کپڑے کی قیمت دے دو۔ یا یہ ستو اب تم اپنے ہی پاس رکھو اور مجھے کیا کرو میرے ستو کے پیسے یعنی وہ سو روپے دے دو۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟

دیکھیے: وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا اور جس نے کوئی کپڑا غصب کیا فَصَبَغَهُ أَحْمَرَ پس اسے رنگ دے دیا سرخ بھئی۔ بھئی سرخ کی قید لگاتے ہیں بھئی سرخ، وجہ یہ ہے کہ یہ احتراز ہے سیاہ رنگ سے کیونکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ سیاہ رنگ دے دیا تو یہ زیادتی نہیں ہے بلکہ یہ نقصان ہے۔ تو امام صاحب کے زمانے میں سیاہ رنگ کو کیا سمجھا جاتا تھا؟ نقصان، کہ کپڑے میں کمی آگئی۔ اور اس کے علاوہ باقی رنگوں کو کیا سمجھا جاتا تھا؟ زیادتی کہ اس سے بڑھ گئی قیمت۔ جبکہ صاحبین رحمہا اللہ کے نزدیک سیاہ رنگ بھی اور رنگوں کی طرح ہے۔ تو بس یہ زمانے کا اختلاف ہے، آپ بھی اپنے زمانے میں دیکھ لیں گے کہ اس چیز میں یہ چیز شامل کی اس سے قیمت کم ہوئی ہے یا زیادہ، اسی کے مطابق حکم لگائیں۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا اور جس نے کوئی کپڑا غصب کیا فَصَبَغَهُ أَحْمَرَ پس اسے سرخ رنگ دے دیا أَوْ سَوِيقًا یا ستو غصب کیا فَلَتَّهُ بِسَمْنٍ پس ملا دیا اس کو گھی کے ساتھ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ تو اس چیز کے مالک کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ ثَوْبٍ أَبْيَضَ چاہے تو اس غاصب کو ضامن بنا دے سفید کپڑے کی قیمت کا کیونکہ اس کا کپڑا تو کیسا تھا؟ سفید، اسی کا ضمان اس سے لے لے وَمِثْلَ السَّوِيقِ یا اپنے ستو کے مثل کا ضامن بنا دے کہ مجھے کیا کرو؟ ستو تو ہاں مثلیات میں سے ہے ذَوَاتُ الْقِيَمِ میں سے نہیں، تو میرے لیے جتنا میرا ستو تھا اتنا ہی ستو اب مجھے کہیں سے لا کر دے دو، ستو اسے لا کر دے دے وَسَلَّمَهُمَا لِلْغَاصِبِ اور وہ جو ستو جس میں اس نے گھی ملایا ہے یا وہ کپڑا جس کو اس نے رنگا ہے وہ اسی غاصب کے کیا کر دے؟ اسی کے سپرد کر دے۔ وَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُمَا اور چاہے تو ان کو لے لے وَضَمِنَ مَا زَادَ الصِّبْغُ وَالسَّمْنُ فِيهِمَا اور ضامن ہو جائے وہ جو زیادہ کیا ہے رنگ نے یا گھی نے ان دونوں چیزوں میں، اس کا کیا ہو جائے؟ جو زیادتی آگئی وہ واپس کر دے غاصب کو۔

وَمَنْ غَصَبَ عَيْنًا فَغَيَّبَهَا فَضَمَّنَهُ الْمَالِكُ قِيمَتَهَا مَلَكَهَا الْغَاصِبُ بِالْقِيمَةِ، وَالْقَوْلُ فِي الْقِيمَةِ قَوْلُ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْمَالِكُ الْبَيِّنَةَ بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، فَإِذَا ظَهَرَتِ الْعَيْنُ وَقِيمَتُهَا أَكْثَرُ مِمَّا ضَمِنَ وَقَدْ ضَمِنَهَا بِقَوْلِ الْمَالِكِ أَوْ بِبَيِّنَةٍ أَقَامَهَا أَوْ بِنُكُولِ الْغَاصِبِ عَنِ الْيَمِينِ فَلَا خِيَارَ لِلْمَالِكِ وَهُوَ لِلْغَاصِبِ، وَإِنْ كَانَ ضَمِنَهَا بِقَوْلِ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ فَالْمَالِكُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَمْضَى الضَّمَانَ وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْعَيْنَ وَرَدَّ الْعِوَضَ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے دوسرے کی کوئی چیز غصب کر لی اور غصب کرنے کے بعد اسے غائب کر دیا، چھپا دیا۔ اب مالک نے اس سے ضمان وصول کیا۔ مالک نے کیا وصول کر لیا؟ ضمان وصول کر لیا۔ اب ضمان وصول کرنے کی کئی صورتیں ہیں: مالک نے کہا بھئی میری چیز ایک ہزار روپے کی تھی لاؤ ایک ہزار روپے مجھے دو، اس نے جیب سے ایک ہزار روپے نکالے اور مالک کو دے دیے۔ ایک صورت۔

مالک نے کہا میری چیز ہزار کی تھی اس نے کہا ہزار کی کہاں سے تھی آپ کی چیز صرف پانچ سو کی تھی۔ قاضی کے پاس چلے گئے بھئی۔ قاضی نے مالک سے کہا بھئی تمہارا کیا دعویٰ ہے؟ ہزار۔ تو دیکھو مالک کہہ رہا ہے ہزار کی تھی اور غاصب کتنے کی کہہ رہا ہے؟ پانچ سو کی۔ غاصب اقرار کر رہا ہے غصب کا لیکن کیا کہتا ہے وہ چیز کتنے کی تھی؟ پانچ سو۔ تو اب مالک مدعی ہوا زیادت کا۔ بھئی پانچ سو تو غاصب بھی تسلیم کر رہا ہے لیکن اوپر والے پانچ سو وہ غاصب تسلیم نہیں کر رہا۔ تو مالک ہوا مدعی اور غاصب کون ہوا؟ منکر، وہ انکار کر رہا ہے زیادتی کا وہ صرف پانچ سو تسلیم کر رہا ہے پانچ سو سے زائد کا منکر ہے۔ تو اب مدعی کے ذمے آپ جانتے ہیں بینہ ہوتی ہے تو جب مالک کہہ رہا ہے ہزار کی ہے تو اس کے ذمے بینہ ہے۔ قاضی نے کہا لاؤ بھئی بینہ، دو گواہ پیش کرو۔ مالک نے کہا میرے پاس گواہ نہیں ہیں۔ اگر گواہ پیش کر دیتا ہے پھر تو فیصلہ ہو جائے گا مولانا گواہوں پر ہی، ہزار روپے کس کو دے دیے جائیں گے؟ غاصب سے لے کر مالک کے حوالے کر دیے جائیں گے۔

اگر گواہ نہ ہوئے پھر کیا کریں گے آگے مقدمہ کیسے چلے گا؟ غاصب کو قسم دی جائے گی بھئی کیونکہ وہ منکر ہے منکر پر قسم آتی ہے۔ غاصب نے قسم اٹھالی کہ وہ کپڑا کتنے کا تھا وہ چیز کتنے کی تھی؟ پانچ سو، تو اب پانچ سو دینے پڑیں گے۔ اگر وہ قسم سے انکار کر دیتا ہے نہیں بھئی میں قسم نہیں اٹھاتا، تو اب پھر کس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا؟ مالک کے حق میں، اب اسے کتنے دینے پڑیں گے؟ ہزار روپے ہی پورے دینے پڑیں گے۔ صورتیں سمجھ میں آرہی ہیں؟ تو دیکھو بعض

صورتوں کے اندر جو قیمت مالک نے بتائی وہ وصول ہوئی، بعض صورتوں میں وہ قیمت وصول ہوئی جو کس نے کہی تھی؟ غاصب نے۔

اب بھئی کچھ عرصے کے بعد غاصب نے وہی چیز ظاہر کر دی، معلوم ہوا اسی کے پاس تھی۔ تو ضمان تو وہ دے چکا ہے تو کیا اب وہ اس چیز کا مالک بن گیا پکا اب اس سے واپس نہیں لی جا سکتی؟ کہتے ہیں بھئی یہاں اگر فیصلہ ان پیسوں پر ہوا تھا جو مالک نے مانگے تھے پھر تو اب مالک اس سے نہیں لے سکتا، مالک کون بن چکا ہے اس چیز کا؟ غاصب، اور مالک کو اس کی منہ مانگی قیمت جو تھی وہ مل چکی ہے جس کا اس نے دعویٰ کیا تھا وہی مل چکا ہے۔ اور اگر فیصلہ کس کے قول پر ہوا تھا؟ غاصب کے قول پر ہوا تھا تو مالک کو اختیار ہے چاہے تو اسی طرح چلنے دے بھئی تمہیں پانچ سو مل چکا ہے وہ اپنے پاس رکھو چیز اسی کے پاس چھوڑ دو، اور چاہے تو کیا کرو؟ وہ پانچ سو واپس کرو اور چیز واپس لے لو۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

یہ وہ صورت ہے کہ جب چیز ظاہر ہوئی اور جو ضمان ادا کیا تھا غاصب نے چیز کی قیمت اس سے زیادہ تھی بھئی۔ مثلاً بھئی غاصب کے قول پر اگر فیصلہ ہوا تھا اس نے کتنے کی کہا؟ پانچ سو، اور پتہ چلا چیز تو کتنے کی ہے؟ ہزار سے بھی بلکہ اوپر کر لو بارہ سو کی چیز ہے بھئی۔ یوں کہو جتنا ضمان آیا تھا اس سے زیادہ کی تھی۔ غاصب نے کیا کہا تھا کتنے کی ہے؟ پانچ سو کی، اور پتہ چلا چیز تو دراصل آٹھ سو کی ہے۔ تو اب مالک کو اختیار ہے مولانا چاہے تو اسی طرح چلنے دے معاملے کو پیسے تمہیں پانچ سو مل چکے ہیں اسی پر گزارا کرو چیز اسی کے پاس چھوڑ دو، اور چاہو تو پانچ سو واپس کرو اور اپنی چیز لے لو۔ یا دوسری کیا صورت تھی؟ کتنے پر فیصلہ ہوا تھا؟ ہزار پر، کس کے کہنے پر؟ مالک کے کہنے پر۔ تو اگر وہ چیز ظاہر ہوئی وہ چیز بھی ہزار کی تھی یا ہزار سے کم کی تھی پھر تو نہیں مولانا، ہاں پتہ چلا وہ چیز کتنے کی ہے؟ ہزار کی بھی نہیں ہے وہ چیز تو ہزار سے بھی زیادہ کی ہے، لیکن فیصلہ کس کے قول پر ہو چکا؟ مالک کے، اب مالک کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ غَصَبَ عَيْنًا اور جس نے کوئی چیز غصب کی فَغَيَّبَهَا پس پھر اسے غائب کر دیا فَضَمَّنَهُ الْمَالِكُ قِيمَتَهَا پس ضامن بنا دیا غاصب کو مالک نے اس چیز کی قیمت کا یعنی اس سے ضمان لے لیا مَلَكَهَا الْغَاصِبُ بِالْقِيمَةِ تو اس چیز کا مالک بن جائے گا غاصب قیمت کے بدلے میں، جب قیمت ادا کر دی تو کیا بن گیا اس کا؟ مالک بن گیا۔ وَالْقَوْلُ فِي الْقِيمَةِ قَوْلُ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ اور قول قیمت کے بارے میں غاصب کا قول معتبر ہے مَعَ يَمِينِهِ ساتھ اس کی قسم کے کیونکہ غاصب کون ہے؟ منکر، اور قول کس کا معتبر ہوتا ہے؟ منکر کا، مدعی کے ذمہ تو کیا ہوتی ہے؟ بینہ۔ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْمَالِكُ الْبَيِّنَةَ بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ مگر یہ کہ مالک بینہ قائم کر دے اس سے زیادہ پر، کہ وہ کہہ رہا تھا پانچ سو کی ہے مالک نے بینہ قائم کر دی نہیں پانچ سو کی نہیں ہے کتنے کی ہے؟ ہزار کی ہے، پھر مالک کے حق میں قاضی کا فیصلہ ہو گا۔

فَإِذَا ظَهَرَتِ الْعَيْنُ پس جب وہ چیز ظاہر ہوئی وَقِيمَتُهَا أَكْثَرُ مِمَّا ضَمِنَ اور اس کی قیمت اس سے زیادہ تھی جس کا وہ ضامن ہوا تھا، پانچ سو کا ضمان جس صورت میں دیا تھا چیز جب ظاہر ہوئی پتہ چلا پانچ سو کی نہیں ہے کتنے کی ہے؟ آٹھ سو کی، یا وہ مالک کے کہنے پر کتنے کا ضامن ہوا تھا؟ ہزار کا لیکن پتہ چلا قیمت اس کی ہزار سے بھی زیادہ ہے، تو کہتے ہیں اس صورت میں بھئی میں نے تفصیل بتا دی اگر یہ فیصلہ کس کے قول پر ہوا تھا؟ مالک کے قول پر تو پھر کوئی اختیار نہیں اور اگر غاصب کے قول پر فیصلہ ہوا تھا تو پھر مالک کو اختیار ہے۔ وَقَدْ ضَمِنَهَا بِقَوْلِ الْمَالِكِ اور تحقیق وہ ضامن ہوا تھا اس کی قیمت کا بِقَوْلِ الْمَالِكِ مالک کے قول کے ساتھ أَوْ بِبَيِّنَةٍ أَقَامَهَا یا ایسی بینہ کے ساتھ أَقَامَهَا جو کس نے قائم کی تھی؟ مالک نے قائم کی تھی، بھئی مالک کے قول پر ضامن ہوا تھا مالک نے کہا تھا ہزار کی ہے اس نے آرام سے ہزار نکال کر دے دیے یا مقدمہ پھر قاضی کے پاس چلا گیا وہاں اس نے کیا کیا مالک نے بینہ قائم کر دی أَوْ بِنُكُولِ الْغَاصِبِ عَنِ الْيَمِينِ، نُكُولٌ کا معنی انکار کرنا، أَوْ بِنُكُولِ الْغَاصِبِ عَنِ الْيَمِينِ یا غاصب کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے، غاصب نے جب قسم سے انکار کیا تو بھی کس کے قول پر فیصلہ ہوا؟ مالک کے۔ تو مالک کے قول پر فیصلہ بینہ کی صورت میں بھی ہو گا اور غاصب جب قسم سے انکار کر دے پھر بھی بھئی۔ فَلَا خِيَارَ لِلْمَالِكِ وَهُوَ لِلْغَاصِبِ تو اس صورت میں مالک کو کوئی اختیار نہیں ہے اور وہ چیز غاصب ہی کی رہے گی، وہ چیز غاصب کی ہے اس لیے کیونکہ مالک کو تو اپنی مرضی کے پیسے مل چکے ہیں وہ تو راضی ہو چکا ہے اس پر بھئی۔

وَإِنْ كَانَ ضَمِنَهَا بِقَوْلِ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِينِهِ اور اگر وہ ضامن ہوا تھا بھئی اس چیز کی قیمت کا کس کے قول کے ساتھ؟ غاصب یعنی اپنے ہی قول کے ساتھ غاصب اس کا ضامن ہوا تھا مَعَ يَمِينِهِ ساتھ قسم کے فَالْمَالِكُ بِالْخِيَارِ تو مالک کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ أَمْضَى الضَّمَانَ چاہے تو چلنے دے ضمان کو، أَمْضَى يُمْضِي کا معنی جاری رکھنا، چاہے تو ضمان کو جاری رکھے یعنی اسی کو چلنے دے وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْعَيْنَ وَرَدَّ الْعِوَضَ اور اگر چاہے تو عین شے کو لے لے وَرَدَّ الْعِوَضَ اور وہ جو پیسے عوض کے طور پر لیے تھے وہ کیا کر دے؟ واپس کر دے۔

وَوَلَدُ الْمَغْصُوبَةِ وَنَمَاؤُهَا وَثَمَرَةُ الْبُسْتَانِ الْمَغْصُوبِ أَمَانَةٌ فِي يَدِ الْغَاصِبِ إِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ

يَتَعَدَّى فِيهَا أَوْ يَطْلُبَهَا مَالِكُهَا فَيَمْنَعُهَا إِيَّاهُ۔ بھئی وہی مسئلہ آ گیا، میں نے کیا بتلایا تھا ہمارے نزدیک غصب کس چیز کا نام ہے؟ إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ کا نام ہے، حق قبضے کو ختم کرنا۔ لہٰذا ایک شخص نے دوسرے کی بھینس غصب کی اس بھینس نے وہاں جا کر ایک بچے کو جنم دیا ایک بچھڑے کو، تو بتایئے بھئی یہ جو بچہ ہے اس میں غصب ہے؟ نہیں۔ جب اس میں غصب نہیں تو یہ اس کے پاس بطورِ امانت کے رہے گا، اگر ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں اس پر ضمان بھی نہیں۔ ایک آدمی نے دوسرے کے باغ پر قبضہ کر لیا، اب اس باغ کے اندر پھل آئے تو کیا ان پھلوں کے اندر غصب ہے؟ نہیں، سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا یہ بھی اس کے پاس امانت کے درجے میں ہے۔ یا اسی طرح کسی نے کسی کی بھیڑیں غصب کر لیں ان بھیڑوں پر اون آئی مولانا، یہ پہلے اون نہیں تھی اب اون آئی ہے تو یہ بھی کس کے حکم میں ہے؟ امانت۔ معلوم ہوا شے مغصوبہ کے اندر غاصب کے پاس جا کر جو بھی زیادتی آ جائے، کیا آ جائے؟ جو بھی زیادتی، پھل آئے تو زیادتی آئی یا نہیں آئی؟ بچہ آیا وہ بھی زیادتی ہے، اون اوپر آئی یہ بھی کیا ہے؟ زیادتی ہے۔ تو یہ سارے کیا ہیں؟ امانت ہیں، ان کا ضمان نہیں۔ کیوں نہیں ضمان؟ کیونکہ ان میں إِزَالَةُ يَدِ مُحِقَّةٍ نہیں پایا گیا۔

لیکن اگر اس کے اندر غاصب نے تعدی کی تو پھر ضمان آئے گا۔ تعدی کیا کی؟ خود نقصان پہنچایا، خود کیا کیا ان کا استعمال وغیرہ ان کا شروع کر دیا، یا مالک آیا اس نے کہا بھئی کہ لاؤ بھئی وہ چیز مجھے دے دو یہ بچے بھی اس کے مجھے دے دو یا یہ پھل مجھے دے دو یا اون مجھے دے دو، اس نے انکار کر دیا۔ کیا کیا؟ انکار کر دیا۔ تو اب مولانا اب یہ انکار اس نے کیا تو اب ان میں بھی غصب آ گیا لہٰذا اب کیا ہو گا؟ ان کا بھی اس پر ضمان آئے گا ہلاکت کی صورت میں۔

تو کہتے ہیں وَوَلَدُ الْمَغْصُوبَةِ وَنَمَاؤُهَا اور مغصوبہ کا لڑکا یعنی کوئی باندی غصب کی تھی اس کا بچہ پیدا ہوا، مغصوبہ کا جو بچہ ہے وَنَمَاؤُهَا اور مغصوبہ شے کی جو زیادتی ہے اس میں افزائش ہوئی ہے، نَمَاءٌ کہتے ہیں زیادتی بڑھوتری، جو اس میں بڑھوتری ہوئی ہے یا افزائش ہوئی ہے وَثَمَرَةُ الْبُسْتَانِ الْمَغْصُوبِ اور بُسْتَانٌ کہتے ہیں باغ کو، اور مغصوب باغ کا پھل جو ہے أَمَانَةٌ یہ امانت ہے فِي يَدِ الْغَاصِبِ غاصب کے قبضے میں إِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ اگر یہ ہلاک ہو اس کے قبضے میں تو اس پر کوئی ضمان نہیں إِلَّا أَنْ يَتَعَدَّى فِيهَا مگر یہ کہ وہ ان میں تعدی کرے أَوْ يَطْلُبَهَا مَالِكُهَا فَيَمْنَعُهَا إِيَّاهُ یا طلب کرے اس کو اس کا مالک بھئی فَيَمْنَعُهَا تو یہ اس چیز کو روک لے مغصوب کو إِيَّاهُ کس سے؟ مالک سے، تو پھر اس صورت میں ضمان آئے گا۔

وَمَا نَقَصَتِ الْجَارِيَةُ بِالْوِلَادَةِ فَهُوَ فِي ضَمَانِ الْغَاصِبِ، فَإِنْ كَانَ فِي قِيمَةِ الْوَلَدِ وَفَاءٌ بِهِ جُبِرَ النُّقْصَانُ بِالْوَلَدِ وَسَقَطَ ضَمَانُهُ عَنِ الْغَاصِبِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کی باندی غصب کی اور یہ باندی حاملہ تھی غصب کے وقت بھئی۔ کیا کیا؟ ایک شخص نے دوسرے کی باندی غصب کر لی زبردستی اس پر قبضہ کیا اور یہ حاملہ تھی۔ اس باندی نے اب جا کر غاصب کے پاس ایک بچے کو جنم دیا اور یاد رکھیے باندی کے اندر ولادت عیب شمار ہوتی ہے جس سے اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ اب جب بچے کو جنم دیا تو کیا اب یہ جو نقصان آیا ہے اس کا ضمان غاصب پر آئے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں غاصب پر کیا آئے گا اس کا؟ ضمان۔ لیکن دیکھا جائے تو دوسری طرف غاصب کے پاس اس نے ایک بچے کو بھی جنم دیا جس سے اس میں زیادتی بھی آ گئی، بچے کی کچھ نہ کچھ قیمت ہو گی یا نہیں ہو گی؟ ہو گی۔ تو لہٰذا اب بچے کے ذریعے اس نقصان کی تلافی کی جائے گی۔ اگر بچے کے ذریعے پورا ہو جاتا ہے نقصان تو پھر غاصب پر ضمان نہیں آئے گا، اور اگر بچے کے ذریعے ضمان پورا نہیں ہوتا تو جتنا پورا ہوتا ہے وہ بچے کے ذریعے وہ پورا کر لیا جائے گا اور جو باقی بچے گا وہ پھر غاصب سے ساتھ وصول کر لیا جائے گا۔

مثلاً جب اس نے باندی غصب کی تھی یہ سو دینار کی تھی بھئی، لیکن جب اس نے بچے کو جنم دے دیا تو اب اس کی قیمت رہ گئی اسی دینار بھئی۔ اب کمی کتنی آئی؟ بیس دینار۔ لیکن ادھر ساتھ بچے کی پیدائش سے اس میں زیادتی بھی آ چکی ہے، اب بچے کے ذریعے اس نقصان کی تلافی ہو گی۔ بچے کی قیمت لگوائی تو پتہ چلا بچہ بھی بیس دینار کا ہے۔ تو کمی کتنی آئی تھی؟ بیس دینار، اور وہ زیادتی کتنی ہے بچے کی قیمت کتنی ہے؟ بیس دینار، تو اس کے ذریعے نقصان پورا ہو گیا اب غاصب پر کوئی ضمان نہیں۔ اور اگر بچے کی قیمت بیس سے کم تھی مثلاً پندرہ دینار تھی تو کتنا فرق رہ گیا بھئی؟ پانچ دینار، وہ پانچ دینار غاصب سے ضمان کے طور پر لے لیے جائیں گے: بچہ، باندی اور پانچ دینار۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ وجہ یہ ہے مولانا اس کی کہ دونوں کا سبب ایک ہے: وہی ولادت اسی کو دیکھا جائے تو باندی کی قیمت کیا ہو رہی ہے اس سے کم، اور دیکھا جائے تو جو زیادتی آ رہی ہے بچہ جو پیدا ہو رہا ہے اس کا سبب بھی کیا ہے وہی ولادت، لہٰذا بچے ہی کے ذریعے اس نقصان کو کیا کیا جائے گا؟ پورا کیا جائے گا۔

وَمَا نَقَصَتِ الْجَارِيَةُ بِالْوِلَادَةِ اور وہ جو کمی آ جائے باندی میں بِالْوِلَادَةِ ولادت کی وجہ سے فَهُوَ فِي ضَمَانِ الْغَاصِبِ تو وہ کس کے ضمان میں ہے؟ غاصب یعنی غاصب پر اس کا ضمان آئے گا فَإِنْ كَانَ فِي قِيمَةِ الْوَلَدِ وَفَاءٌ بِهِ پس اگر بچے کی قیمت کے اندر وَفَاءٌ بِهِ اس نقصان کا پورا کرنا

اس بچے کے ذریعے ہو سکے، وَفَاءً کا معنی پورا کرنا، بچے کے ذریعے وہ نقصان پورا ہو سکے جُبِرَ النُّقْصَانُ بِالْوَلَدِ تو تلافی کی جائے گی نقصان کی بچے کے ذریعے وَسَقَطَ ضَمَانُهُ عَنِ الْغَاصِبِ اور ضمان کیا ہو جائے گا غاصب سے ساقط ہو جائے گا۔

وَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ مَنَافِعَ مَا غَصَبَهُ إِلَّا أَنْ يَنْقُصَ بِاسْتِعْمَالِهِ فَيَغْرَمَ النُّقْصَانَ۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کے کسی مکان پر قبضہ کر لیا یا کسی چیز پر قبضہ کیا دوسرے کی، غصب کی اور اس کے منافع ختم کیے، تو کیا ان منافع کا ضمان آئے گا یا نہیں؟ مثلاً کسی نے کسی کے مکان پر قبضہ کر لیا اور چھ ماہ تک اس کے قبضے میں مکان رہا، تو یہ چھ مہینے کا مکان کا کرایہ مالک کا ضائع ہو گیا مولانا۔ کیا ہوا؟ ضائع ہو گیا۔ تو کیا اس کا ضمان غاصب پر آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی منافع کا ضمان نہیں۔ وجہ یہ کہ منافع کی کوئی قیمت نہیں ہے، آپ پہلے بھی پڑھ چکے ہیں کیونکہ قیمت اس چیز کی ہوتی ہے جس میں بقا ہو: آج ہو کل ہو پرسوں ہو۔ گاڑی ہے آپ کے پاس آج بھی ہے کل بھی ہے پرسوں بھی ہے، دس دن کے لیے ایک جگہ بند کر دیں پھر جا کر دیکھیں گے گاڑی ویسی کی ویسی کھڑی ہے۔ لیکن منافع میں بقا نہیں: آج کی رہائش اور ہے کل کی رہائش اور پرسوں کی رہائش اور۔ آپ جمع کر سکتے ہیں رہائش بھئی سارے سال کی؟ نہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے نئی نئی رہائش آ رہی ہے اور پرانی ختم ہوتی جا رہی ہے، ہر لمحے میں نئی رہائش، وہ ایک لمحے کی ہے آگے والی ابھی آئی نہیں اور پیچھے والی گزر چکی ہے۔ تو منافع میں بقا نہیں اور قیمت تو کس چیز کی ہوا کرتی ہے کہ بھئی کچھ باقی تو ہو آپ کسی کے حوالے کریں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہاں تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا، سمجھ میں آیا؟ تو ان میں چونکہ بقا نہیں لہٰذا ان کی قیمت بھی نہیں ہے۔

بھئی قیمت تو ہوتی ہے لوگ کرائے پر مکان دیتے ہیں یا نہیں دیتے؟ کہتے ہیں بھئی وہاں عقد ہوتا ہے باقاعدہ آپس میں کیا کرتے ہیں؟ عقد کرتے ہیں، اور یہاں تو غصب ہے کوئی عقد کیا؟ نہیں۔ تو وہاں قیمت جو آئی وہ عقد کی وجہ سے آ گئی ورنہ خود ان کی کوئی قیمت نہیں، اور یہاں کسی قسم کا کوئی عقد نہیں پایا گیا بلکہ یہاں تو اس نے چیز پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ہاں تو یہ معنی نہیں ہے کہ اب چھ مہینے بعد مکان واپس کرے گا تو ضمان اس پر نہیں یعنی دنیاوی اعتبار سے ہم اس پر کوئی ضمان لاگو نہیں کریں گے، یہ معنی بھی نہیں کہ آخرت میں سزا نہیں ہے اب اس کا معاملہ آخرت کی طرف منتقل ہوا بھئی، آخرت میں کیا ہو گا؟ پکڑ ہو گی، زبردست گناہ ہے بھئی دوسرے کی چیز پر اس طرح قبضہ کیا تھا بھئی۔

وَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ مَنَافِعَ مَا غَصَبَهُ اور ضامن نہیں ہو گا غاصب اس چیز کے منافع کا جس کو اس نے غصب کیا تھا إِلَّا أَنْ يَنْقُصَ بِاسْتِعْمَالِهِ مگر یہ کہ اس میں نقصان آ جائے اس کے استعمال کی وجہ سے فَيَغْرَمَ النُّقْصَانَ تو یہ ذمہ دار ہو گا نقصان کا یا ضمان دے گا نقصان کا، دونوں ترجمے صحیح ہیں: فَيَغْرَمَ النُّقْصَانَ تو ضمان دے گا کس کا؟ نقصان کا، یا ذمہ دار ہو گا کس کا؟ نقصان کا۔ مکان میں رہا بھئی مکان کو اس نے نقصان پہنچایا تو جو نقصان آیا ہے وہ کمی اس سے پوری کی جائے گی۔

وَإِذَا اسْتَهْلَكَ الْمُسْلِمُ خَمْرَ ذِمِّيٍّ أَوْ خِنْزِيرَهُ ضَمِنَ قِيمَتَهُمَا، وَإِنِ اسْتَهْلَكَهُمَا الْمُسْلِمُ لِمُسْلِمٍ لَمْ يَضْمَنْ۔ صورت یہ ہے بھئی آپ جانتے ہیں کہ خمر اور خنزیر ہماری شریعت میں مالِ متقوم نہیں ہیں بھئی، نہ ان میں تملک جائز ہے اور نہ تملیک جائز ہے۔ ہاں البتہ یہ ذمی جو ہیں جو کفار ہیں ان کے نزدیک یہ مالِ متقوم ہے وہ اس کو خریدتے بھی ہیں بیچتے بھی ہیں سارا کچھ۔ تو اب یاد رکھو مسلمان کے پاس خمر تھی اس کی ملک میں یا خنزیر بھئی، اور اس خمر یا خنزیر کو کسی نے ہلاک کر دیا تو اس پر ضمان نہیں آئے گا۔ اس پر ضمان نہیں آئے گا چاہے وہ ہلاک کرنے والا مسلمان ہو چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بھئی کیوں نہیں آئے گا اس پر ضمان؟ اس لیے کہ ہماری شریعت میں یہ مالِ متقوم ہی نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور ذمی کے پاس خمر اور خنزیر تھے اس کو کسی ذمی نے ہلاک کیا یا مسلمان نے ہلاک کیا جو بھی ہلاک کرے اس پر ضمان آئے گا کیونکہ ان کے نزدیک وہ کیا ہے مالِ متقوم ہے۔ تو ان کے ساتھ ان کے عقیدے کے مطابق ہو گا معاملہ اور ہمارے ساتھ ہمارے عقیدے کے مطابق۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا اسْتَهْلَكَ الْمُسْلِمُ اور جب ہلاک کر دے کسی مسلمان نے خَمْرَ ذِمِّيٍّ کسی ذمی کی شراب کو أَوْ خِنْزِيرَهُ یا اس کے خنزیر کو ضَمِنَ قِيمَتَهُمَا تو ضامن ہو گا ان کی قیمت کا۔ وَإِنِ اسْتَهْلَكَهُمَا الْمُسْلِمُ لِمُسْلِمٍ اور اگر ہلاک کیا ان دونوں چیزوں کو کسی مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کی لَمْ يَضْمَنْ تو اس صورت میں وہ ضامن نہیں ہو گا۔ چلیے مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۰۶: کتاب الودیعۃ وکتاب العاریۃ: ودیعت کی تعریف، امانت ہونے کا حکم، اسبابِ ضمانِ مودع، اور عاریت ومنافعِ بلاعوض کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۲۴—بتاریخ: ۱۲ اپریل ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْوَدِيْعَةِ. اَلْوَدِيْعَةُ أَمَانَةٌ فِيْ يَدِ الْمُوْدَعِ إِذَا هَلَكَتْ فِيْ يَدِهٖ لَمْ يَضْمَنْهَا، وَلِلْمُوْدَعِ أَنْ يَّحْفَظَهَا بِنَفْسِهٖ وَبِمَنْ فِيْ عِيَالِهٖ، فَإِنْ حَفِظَهَا بِغَيْرِهِمْ أَوْ أَوْدَعَهَا ضَمِنَ إِلَّا أَنْ يَّقَعَ فِيْ دَارِهٖ حَرِيْقٌ فَيُسَلِّمَهَا إِلٰى جَارِهٖ، أَوْ يَكُوْنَ فِيْ سَفِيْنَةٍ وَّهُوَ يَخَافُ الْغَرَقَ فَيُلْقِيَهَا إِلٰى سَفِيْنَةٍ أُخْرٰى.

ودیعت بھئی، آج ہم ودیعت کے بارے میں پڑھیں گے۔ ودیعت جسے اردو میں آپ امانت کہتے ہیں بھئی، امانت۔ دیکھیے آپ کے حاشیے میں اس کے بارے میں لکھا ہوا ہے: اَلْوَدِيْعَةُ فِي اللُّغَةِ مُشْتَقَّةٌ مِّنَ الْوَدْعِ وَهُوَ مُطْلَقُ التَّرْكِ، کہ لغت یعنی عربی زبان میں یہ وَدْعٌ لفظ سے مشتق ہے اور اس کا معنی چھوڑنے کے ہے، مطلق چھوڑنا۔ وَفِي الشَّرْعِ مَا يُتْرَكُ عِنْدَ الْأَمِيْنِ، اور اصطلاحِ شریعت میں وہ چیز یُتْرَکُ عِنْدَ الْأَمِيْنِ جس کو کسی امانت دار کے پاس چھوڑا جائے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ودیعت کس کو کہتے ہیں؟ وہ چیز جو بطورِ حفاظت کے کسی امین شخص کے پاس رکھوائی جائے، وہ کیا کہلاتی ہے؟ ودیعت کہلاتی ہے، جسے آپ امانت کہتے ہیں، امانت بھئی۔

تو یہاں دو تین لفظ یاد رکھنا۔ ایک تو ودیعت بھئی، ودیعت وہ چیز جو بطورِ امانت کے رکھوائی گئی ہے وہ ودیعت کہلاتی ہے۔ اور جس نے یہ چیز امانت کے طور پر رکھوائی تو وہ رکھوانے والا کہلاتا ہے مُوْدِعٌ، دال کے کسرہ کے ساتھ، مُوْدِعٌ۔ اور جس کے پاس یہ چیز رکھوائی گئی یعنی وہ امین جو ہے وہ مُوْدَعٌ کہلاتا ہے، دال کے فتحے کے ساتھ۔ تو مُوْدِعٌ ہے امانت رکھوانے والا، مُوْدَعٌ جس کے پاس امانت رکھوائی گئی۔ لکھ لیا بھئی؟

دیکھیے بھئی، آسان باتیں ہیں آج بھئی۔ کہتے ہیں: اَلْوَدِيْعَةُ أَمَانَةٌ فِيْ يَدِ الْمُوْدَعِ، ودیعت جو ہے امانت ہے مُوْدَعٌ کے قبضے میں۔ یعنی مُوْدَعٌ کے پاس یہ کیا ہے؟ امانت ہے۔ إِذَا هَلَكَتْ فِيْ يَدِهٖ لَمْ يَضْمَنْهَا، جب ہلاک ہو جائے اس کے قبضے میں تو وہ اس کا ضامن نہیں ہو گا۔ بھئی آپ جانتے ہیں امانت کا ضمان نہیں آیا کرتا۔ تو یہ چیز بھی مُوْدَعٌ کے پاس جو ودیعت ہے، امانت ہے، ہلاک ہو جائے اس کے قبضے میں تو اس پر ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ لیکن شرط یہ ہے مولانا کہ اس نے کوئی تعدی نہ کی ہو، کوئی زیادتی نہ کی ہو بھئی۔ اگر زیادتی کی کسی قسم کی تو پھر اس صورت میں اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا بھئی۔ آگے تفصیل آتی جائے گی۔ مثلاً کس طرح بعض اوقات وہ زیادتی کرتا ہے، اسے استعمال کر لیتا ہے یا جو کہنے والے نے کہا تھا اس کی خلاف ورزی کر لیتا ہے، تو اس صورت میں بعض صورتوں میں ضمان آتا ہے بھئی۔[1]

وَلِلْمُوْدَعِ أَنْ يَّحْفَظَهَا بِنَفْسِهٖ۔ اچھا بھئی، بھئی میں نے آپ کے پاس ایک چیز بطورِ امانت کے رکھوائی۔ تو کیا اب اس امانت کی حفاظت جس کے پاس رکھوائی گئی ہے اسی کے ذمے ہے، ضروری ہے کہ وہ خود کیا کرے اس کی حفاظت کرے یا اپنے گھر والوں کے ذریعے بھی حفاظت کروا سکتا ہے؟ تو صاحبِ

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا هَلَكَتْ فِيْ يَدِهٖ لَمْ يَضْمَنْهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا هلكت لم يضمنها» منقول ہے۔

قدوری آپ کو بتلائیں گے بھئی، خود بھی حفاظت کر سکتا ہے، اپنے گھر والوں کے ذریعے بھی کروا سکتا ہے۔ کیونکہ انسان ہر چیز کو ہر وقت اپنے ساتھ لے کر نہیں گھوم سکتا۔ اب اپنی چیزوں کی بھی حفاظت انسان کس کے ذریعے کرواتا ہے؟ اپنے گھر والوں کے ذریعے کرواتا ہے، ان کے پاس چیز چھوڑ کر چلا جاتا ہے بھئی۔ یہ تو نہیں کہ ہر وقت چیز ساتھ اٹھائے پھر رہا ہے اس کی حفاظت کے لیے۔ تو لہٰذا مُوْدَعٌ اس چیز کی خود بھی حفاظت کر سکتا ہے امانت کی، اور اپنے گھر والوں کے ذریعے بھی کروا سکتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلِلْمُوْدَعِ أَنْ يَّحْفَظَهَا بِنَفْسِهٖ، اور مُوْدَعٌ کے لیے جائز ہے کہ وہ حفاظت کرے اس چیز کی خود، وَبِمَنْ فِيْ عِيَالِهٖ، اور ان کے ذریعے جو اس کے اہل و عیال میں سے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اپنے بیوی بچوں کے ذریعے، اپنے ذاتی گھر کے جو خادم ہیں، غلام وغیرہ ان کے ذریعے کروا سکتا ہے۔

فَإِنْ حَفِظَهَا بِغَيْرِهِمْ، اگر اس نے اس امانت کی حفاظت کروائی ان کے علاوہ کے ذریعے، أَوْ أَوْدَعَهَا، یا اس نے اس امانت کو آگے امانت کسی کے پاس رکھوا دیا، ضَمِنَ، تو اس صورت میں ضامن ہو گا۔ صورت یہ ہے، میں نے آپ کو ایک چیز دی تھی بطورِ ودیعت کے۔ آپ نے اپنے گھر والوں کے ذریعے حفاظت نہیں کروائی بلکہ اپنے دوست سے کیا کروائی؟ حفاظت۔ تو اب وہ دوست آپ کا کوئی اہل و عیال میں ہے؟ نہیں۔ لہٰذا اب آپ پر ضمان آئے گا بھئی۔ آپ پر تو خود اس کی حفاظت ضروری تھی، آپ کرتے یا آپ کے اہل و عیال کر سکتے تھے بھئی۔ یا میں نے آپ کے پاس ایک چیز بطورِ امانت کے رکھوائی تھی، آپ نے وہ چیز آگے زید کے پاس بطورِ امانت کے رکھوا دی، تو اب بھی آپ پر ضمان آئے گا اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی۔ وجہ یہ کہ میں نے تو آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھوائی ہے، میرا اعتماد آپ پر تو ہے، زید پر ہو سکتا ہے میرا اعتماد نہ ہو۔ تو آپ نے امانت کو آگے پھر کسی اور کے پاس امانت رکھوایا تو یہ تعدی کی، لہٰذا اس صورت میں آپ پر کیا آئے گا؟ ضمان، اگر ہلاک ہو گئی تو ضمان آئے گا۔

یہ معنی ہے: فَإِنْ حَفِظَهَا بِغَيْرِهِمْ، اگر اس نے حفاظت کروائی امانت کی بِغَيْرِهِمْ ان کے علاوہ کے ذریعے، یعنی یہ جو اہل و عیال ہیں ان کے علاوہ کے ذریعے، أَوْ أَوْدَعَهَا، یا اس امانت کو آگے پھر امانت رکھوایا، ضَمِنَ، تو اس صورت میں ضامن ہو گا۔

إِلَّا أَنْ يَّقَعَ فِيْ دَارِهٖ حَرِيْقٌ۔ ہاں، آگے بتلا رہے ہیں اگر مجبوری ہو گئی تو پھر اس صورت میں دوسرے کے پاس بھی بطورِ امانت کے رکھوا سکتے ہیں بھئی، حفاظت کی نیت سے۔ کیسے؟ مثلاً بھئی گھر کے اندر آگ لگ گئی۔ اب اس گھر میں میں نے ایک شخص کے پاس اپنی کوئی چیز رکھوائی تھی، اس کے گھر میں آگ لگ گئی، اور اب اگر گھر کے اندر اس چیز کو چھوڑتا ہے تو وہ بھی جل جائے گی۔ تو اس نے اپنا سارا سامان جلدی جلدی کس کی طرف اٹھا کر پھینک دیا؟ پڑوسی کی طرف پھینک دیا، اس کے حوالے کر دیا۔ تو اب مولانا یہ جو اس نے پڑوسی کے حوالے کر دیا، یہ کس لیے کیا بھئی؟ حفاظت ہی کی نیت سے تو کیا، لہٰذا اس صورت میں اب اس پر ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ اب ہلاک بھی ہو جائے تو ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ یا کشتی میں سفر کر رہا تھا، امانت اس کے پاس تھی، کشتی ڈوبنے لگی، اس نے وہ سامان اٹھایا ساتھ والی کشتی میں پھینک دیا، کسی کے حوالے کر دیا، تو اس صورت میں بھی امانت اگرچہ دوسرے کے پاس اس نے رکھوا دی لیکن اس پر ضمان نہیں آئے گا کیونکہ اس کی یہ دوسرے کے حوالے کرنے کا مقصد کیا ہے؟ حفاظت ہی ہے، ورنہ تو وہ ضائع ہی ہو جائے گا بھئی۔

یہ معنی ہے: إِلَّا أَنْ يَّقَعَ فِيْ دَارِهٖ حَرِيْقٌ، حَرِيْقٌ کہتے ہیں آگ کو، مگر یہ کہ واقع ہو جائے اس کے گھر میں آگ یعنی اس کے گھر میں آگ لگ جائے، فَيُسَلِّمَهَا إِلٰى جَارِهٖ، تو وہ سپرد کر دیتا ہے اس کو اپنے پڑوسی کے، أَوْ يَكُوْنَ فِيْ سَفِيْنَةٍ، یا وہ امین جو تھا یعنی مُوْدَعٌ جو تھا کشتی میں تھا، وَّهُوَ يَخَافُ الْغَرَقَ، اس حال میں کہ اسے کس چیز کا خوف ہے؟ غرق ہونے کا خوف ہے، فَيُلْقِيَهَا إِلٰى سَفِيْنَةٍ أُخْرٰى، تو وہ اس امانت کو ڈال دیتا ہے دوسری کشتی کی طرف، دوسری کشتی میں ڈال دیتا ہے۔ تو ان صورتوں میں ضمان نہیں بھئی۔

وَإِنْ خَلَطَهَا الْمُوْدَعُ بِمَالِهٖ حَتّٰى لَا تَتَمَيَّزَ ضَمِنَهَا۔ بھئی یاد رکھیے امانت جو ہے، امانت بھئی، امانت کے اندر اگر مُوْدَعٌ نے اپنی کوئی چیز اس طرح ملا دی کہ اب اس سے اپنے مال اور امانت کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا، پتہ نہیں چلتا، یا پتہ تو چلتا ہے لیکن اب جدا کرنا بڑا مشکل کام ہے، تو اس صورت میں اس پر ضمان آئے گا مولانا۔ کیا آئے گا؟ ضمان، اپنے مال کے ساتھ ملا دیا۔

مثلاً دیکھو بھئی، میں نے آپ کے پاس گندم رکھوائی تھی بطورِ امانت کے کچھ بھئی۔ آپ نے اپنی گندم کے ساتھ اسے ملا دیا۔ تو اب آپ پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اب یعنی کہ وہ ہلاک ہوئی گندم تو آپ کو کیا دینا پڑے گا؟ اس کا مثل دینا پڑے گا بھئی، مثل دینا پڑے گا۔ ہاں اگر نہ ملاتے، الگ رکھی ہوتی اور پھر ہلاک ہو جاتی تو آپ پر ضمان نہیں آنا تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

وجہ یہ ضمان اس لیے کہ اب وہ جو مُوْدِعٌ تھا اس کو عین اس کی گندم واپس کرنا ممکن نہ رہا۔ اور کس وجہ سے ممکن نہ رہا؟ مُوْدَعٌ کے فعل کی وجہ سے، مُوْدَعٌ نے خود کیا کر دیا؟ اس میں اپنی گندم ملا دی۔ اب دونوں کے دانے مل گئے آپس میں۔ اب دانے علیحدہ ہو سکتے ہیں؟ نہیں۔ تو اب عین امانت اس کو مالک تک آپ واپس پہنچا سکتے ہیں؟ نہیں۔ تو یہ رکاوٹ کون بنا؟ کس کا فعل بنا رکاوٹ؟ مُوْدَعٌ کا فعل۔ لہٰذا اب اس صورت میں اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا کہ مالک اب عین حق کو نہیں پہنچ سکتا اپنے بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟

یہ معنی ہے: وَإِنْ خَلَطَهَا الْمُوْدَعُ بِمَالِهِ، اَیْ خَلَطَهَا ہا ضمیر راجع ہے ودیعت کو بھئی، یہ بار بار جگہ جگہ آ رہی ہے بھئی۔ وَإِنْ خَلَطَهَا، اور اگر ملا دیا امانت کو الْمُوْدَعُ کس نے ملایا؟ مُوْدَعٌ نے ملایا بِمَالِهِ اپنے مال کے ساتھ حَتّٰی لَا تَتَمَيَّزَ یہاں تک کہ وہ جدا نہیں ہوتی، ضَمِنَهَا تو اب اس امانت کا کیا ہو گا؟ ودیعت کا ضامن ہو گا۔ ضامن ہو گا۔ اسی طرح اور چیزیں بھی ہیں۔ دراہم میں نے دیے تھے بھئی کسی کو، اس نے اپنے دراہم کے ساتھ ملا دیے۔ دینار دیے تھے میں نے، اس نے اپنے دیناروں کے ساتھ ملا دیے کہ جدا نہیں ہو سکتے۔ تو سب صورتوں میں کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔ لیکن اگر آرام سے جدا ہو جاتے ہیں پھر نہیں ضمان بھئی۔ میں نے آپ کے پاس دراہم رکھوائے تھے، آپ نے اپنے دیناروں کے ساتھ ملا کر رکھ دیے، تو کوئی حرج نہیں۔ دینار اور درہم آرام سے کیا ہو جاتے ہیں؟ الگ ہو جاتے ہیں۔ تو اب ضمان نہیں۔

فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا۔ جی، یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں بھئی کہ امانت میں ضمان نہیں، لیکن اگر مالک نے امانت طلب کی کہ لاؤ بھئی میری امانت میرے حوالے کر دو، اور مُوْدَعٌ اس بات پر قادر بھی تھا کہ کیا کر سکتا ہے؟ امانت حوالے کر سکتا ہے۔ پھر اس نے اس کو روک لیا، نہیں دیا بھئی۔ کہتے ہیں اب یہ غاصب بن گیا مولانا۔ مالک نے اپنی چیز طلب کی اور یہ قادر بھی تھا حوالے کرنے پر، اس نے حوالے نہیں کی، تو یہ پہلے امین تھا اب کیا بن گیا؟ غاصب۔ لہٰذا اب اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا، پس اگر طلب کیا اس ودیعت کو صَاحِبُهَا اَیْ صَاحِبُ الْوَدِيْعَةِ ودیعت کے مالک نے، فَحَبَسَهَا عَنْهُ، تو اس مُوْدَعٌ نے روک لیا ودیعت کو اس کے مالک سے، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى تَسْلِيْمِهَا، اس حال میں کہ یہ قادر بھی تھا اس کے سپرد کرنے پر، ضَمِنَهَا، تو اس صورت میں بھی اس کا ضامن ہو گا۔

وَإِنِ اخْتَلَطَتْ بِمَالِهِ۔ جی، یہاں سے بتلا رہے ہیں بھئی کہ اگر خود امانت اس کے مال کے ساتھ مل گئی، اس کے اپنے فعل کا دخل نہیں۔ پچھلے مسئلے میں تو تھا کہ اس کے اپنے فعل کا دخل تھا، اس نے خود اپنی گندم کے ساتھ وہ جو امانت گندم تھی اس کو ملا دیا تھا، یا وہ جو امانت دراہم تھے اس کو خود اس نے اپنے دراہم کے ساتھ ملایا تھا، تو اس کے اپنے فعل کا دخل تھا اس صورت میں ضمان آتا تھا۔ لیکن اب کیا ہے؟ اس کے اپنے فعل کا دخل نہیں۔ میں نے اس کے پاس گندم امانت کے طور پر رکھوائی بھئی، اور وہ گندم اس نے اپنی گندم کے پاس رکھ دی۔ وہ الگ تھیلے میں ہے، میری گندم الگ تھیلے میں ہے، لیکن کسی وجہ سے وہ تھیلے پھٹ گئے اور وہ گندم آپس میں مل گئی۔ اب اس کے فعل کا اس کے اندر دخل نہیں۔ تو کیا اب ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی اس صورت میں یہ جو گندم مل گئی آپس میں مُوْدِعٌ اور مُوْدَعٌ کی، تو یہ دونوں اس گندم میں شریک بن جائیں گے۔ کیا بن جائیں گے؟ شریک بن جائیں گے۔ تو اب جتنی گندم ہلاک ہو گی، جس کا جتنا جتنا حصہ ہے اسی کے بقدر اس کا نقصان شمار ہو گا۔

مثلاً میں نے جو گندم رکھوائی تھی وہ بھی تھی پانچ من، اور اس کی جو گندم ساتھ مل گئی وہ بھی کتنی تھی؟ پانچ من۔ اب فرض کرو یہ دس من گندم ہو گئی، اس میں ہم مُوْدِعٌ اور مُوْدَعٌ ہم دونوں شریک ہو گئے۔ اس میں سے پانچ من گندم ہلاک ہو گئی، تو کیا سمجھا جائے گا؟ آدھی ایک کی ہے اور آدھی دوسرے کی۔ تو ڈھائی من ایک کی ہلاک، ڈھائی من دوسرے کی ہلاک، اور جو باقی پانچ من ہے وہ آدھی آدھی کر لیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو جتنا جس کا حصہ ہو گا اسی کے بقدر بھئی۔

کہتے ہیں: وَإِنِ اخْتَلَطَتْ بِمَالِهِ مِنْ غَيْرِ فِعْلِهِ، اور اگر وہ امانت مل گئی مُوْدَعٌ کے مال کے ساتھ اس کے فعل کے بغیر ہی، فَهُوَ شَرِيْكٌ لِّصَاحِبِهَا، تو یہ مُوْدَعٌ شریک ہو جائے گا صاحبِ ودیعت کے ساتھ۔[۲]

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ اخْتَلَطَتْ بِمَالِهِ مِنْ غَيْرِ فِعْلِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن اختلطت بماله من غيره فعله» منقول ہے۔

وَإِنْ أَنْفَقَ الْمُوْدَعُ بَعْضَهَا وَبَلَكَ الْبَاقِيْ ضَمِنَ ذٰلِكَ الْقَدْرَ۔ صورت یہ ہے، میں نے ایک آدمی کے پاس سو دراہم بطورِ امانت کے رکھوائے۔ اس کو ضرورت پیش آئی۔ کتنے امانت رکھوائے ہیں؟ سو دراہم۔ اس کو دس دراہم کی ضرورت پیش آئی۔ جلدی میں اس کے اپنے پاس نہیں تھے، اس نے امانت میں سے دس دراہم نکال لیے کہ بعد میں میں دس دراہم اپنی طرف سے دے دوں گا۔ تو یہ دس دراہم اس نے امانت والے لے کر خرچ کر دیے۔ باقی کتنے رہ گئے؟ نوے۔ اب یہ جو نوے تھے یہ ہلاک ہو گئے، کوئی آفت وغیرہ آئی یا چوری ہو گئے وغیرہ، تو یہ ہلاک ہوئے مولانا، چوری ہو گئے مثلاً۔ تو اب کیا اس پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں، کیا صورت ہو گی؟ کہتے ہیں بھئی وہ جو اس نے خرچ کیے تھے، اس کا تو ضمان اس پر آئے گا، اور یہ جو ہلاک ہوئے ہیں مابقیہ ان کا ضمان نہیں کیونکہ اس میں اس کا دخل نہیں اور وہ اس نے خرچ کیے تھے پہلے۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أَنْفَقَ الْمُوْدَعُ بَعْضَهَا، اور اگر خرچ کر دیا مُوْدَعٌ نے بعضِ ودیعت کو، وَبَلَكَ الْبَاقِيْ، اور باقی کی ودیعت ہلاک ہو گئی، ضَمِنَ ذٰلِكَ الْقَدْرَ، تو مُوْدَعٌ ضامن ہو گا اس مقدار کا جو اس نے کیا کی تھی؟ خرچ کی تھی۔

فَإِنْ أَنْفَقَ۔ جی، اگلی صورت بھئی۔ وہی مسئلہ بناؤ بھئی۔ میں نے امانت کے طور پر سو دراہم رکھوائے اور اس سو میں سے اس نے کتنے خرچ کر لیے؟ دس، کہ میں پھر اپنی جیب سے دس دراہم دے دوں گا۔ وہ دراہم اس نے خرچ کر دیے، اور پچھلے مسئلے میں تو کیا تھا؟ باقی نوے دراہم کیا ہوئے؟ ہلاک ہوئے۔ یہاں ہلاک نہیں ہوئے۔ اس نے پھر دس درہم اس کو جب اپنے مل گئے، یہ لایا اور وہ دس دراہم اس نے ان نوے دراہم کے ساتھ ملا دیے۔ کہتے ہیں بس بھئی، جیسے ہی ملائے گا اب سارے کا ضمان اس پر آئے گا۔ اب اگر یہ دراہم ہلاک ہوئے تو سو کے سو کا اس پر کیا آ جائے گا؟ ضمان۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے؟ پہلے تو پچھلے مسئلے میں کتنا ضمان آیا تھا؟ وہ جو دس خرچ کیے تھے۔ تو دس خرچ کیے تھے انہی کا ضمان آیا تھا، اب آپ کہہ رہے ہیں اگر ہلاک ہوئے ساروں کا ضمان آئے گا! وجہ یہ بھئی، ابھی پیچھے آپ ضابطہ پڑھ چکے ہیں کہ مُوْدَعٌ اگر اپنے مال کو امانت کے ساتھ خود ملائے اس طور پر کہ دونوں میں فرق نہ کیا جا سکے تو اس صورت میں وہ کیا بن جاتا ہے؟ ضامن بن جاتا ہے، کیونکہ عین حق کو اب مالک تک پہنچانا ممکن نہ رہا۔ تو اس نے بھی جب سو میں سے دس خرچ کیے، اب اپنے دس دراہم لا کر ملائے یا نہیں ملائے؟ تو یہ تو اس کے اپنے دراہم ہیں جو اس نے ساتھ ملائے ہیں۔ تو اب اپنے دراہم اس نے امانت کے ساتھ اس طرح ملا دیے کہ اب فرق کرنا ممکن ہی نہ رہا، پتہ ہی نہیں ہے کہ اب کون سے دراہم کس کے ہیں۔ تو اب اس صورت میں کیا ہو گا؟ ضامن ہو گا۔ ضابطہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ کہ اس نے اپنے مال کو امانت کے ساتھ ملا دیا اور اس صورت میں ضمان آتا تھا تو اب بھی ضمان آئے گا۔ تو اب اگر یہ دراہم ہلاک ہوئے سو کے سو، تو سو کے سو دراہم اس پر بطورِ ضمان کے آ جائیں گے۔

کہتے ہیں: فَإِنْ أَنْفَقَ الْمُوْدَعُ بَعْضَهَا، پس اگر خرچ کر دیا مُوْدَعٌ نے بعضِ ودیعت کو، ثُمَّ رَدَّ مِثْلَهُ، پھر اس نے لوٹا دیا اس کے مثل کو، فَخَلَطَهُ بِالْبَاقِيْ، پس اسے ملا دیا باقی کے ساتھ، ضَمِنَ الْجَمِيْعَ، تو سارے کے سارے کا ضامن ہو گا۔

وَإِذَا تَعَدَّى الْمُوْدَعُ فِي الْوَدِيْعَةِ، اور اگر تعدی کی یعنی زیادتی کی مُوْدَعٌ نے ودیعت کے اندر، بِأَنْ كَانَتْ دَابَّةً، بایں طور کہ وہ دابہ تھا۔ امانت کیا تھی؟ دابہ۔ میں نے کسی کے پاس بطورِ امانت کے اپنا گھوڑا رکھوایا، یا اپنا گدھا رکھوایا، یا اپنی گاڑی رکھوائی، سمجھ میں آیا؟ کوئی سواری رکھوائی۔ بِأَنْ كَانَتْ دَابَّةً، کہ وہ امانت جو تھی دابہ تھی کوئی جانور تھا، فَرَكِبَهَا، تو یہ مُوْدَعٌ کیا ہوا اس پر؟ سوار ہوا۔ بھئی سواری کی اجازت تو نہیں تھی، میں نے تو صرف بطورِ حفاظت کے چیز رکھوائی تھی۔ تو سواری کی تو یہ اس نے کیا کی؟ تعدی کی۔ أَوْ ثَوْبًا، یا وہ ودیعت کیا تھی؟ کپڑا تھا، فَلَبِسَهُ، مُوْدَعٌ نے اسے کیا کر لیا؟ پہن لیا۔ أَوْ عَبْدًا، یا غلام تھا وہ امانت، فَاسْتَخْدَمَهُ، تو مُوْدَعٌ نے اس سے خدمت لی۔ تو یہ ساری تعدی کی صورتیں چل رہی ہیں۔ أَوْ أَوْدَعَهَا عِنْدَ غَيْرِهِ، یا اس نے کیا کیا؟ اس امانت کو آگے امانت کے طور پر رکھوا دیا کسی اور کے پاس۔ أَوْدَعَ کا کیا معنی ہے؟ امانت رکھوانا۔ أَوْ أَوْدَعَهَا أَيِ الْوَدِيْعَةَ عِنْدَ غَيْرِهِ، یا اس نے امانت کو بطورِ امانت کے رکھوا دیا کسی اور کے پاس۔

تو ان ساری صورتوں میں کیا آتا ہے؟ یہ ساری تعدی ہیں اور ان سب صورتوں میں ضمان۔ لیکن پھر اس نے یہ تعدی ختم کر دی۔ سواری کی تھی لیکن پھر لا کر گھوڑا آرام سے اپنی جگہ پر باندھ دیا بھئی، سواری ختم کر دی، اب بس بطورِ امانت کے رکھ لیا۔ یا وہ غلام سے خدمت کچھ دن لی، پھر کیا کیا؟ خدمت لینا بند کر دی بھئی۔ یا کپڑا ایک آدھ دن پہنا، پھر واپس لا کر الماری میں رکھ دیا حفاظت سے۔ سمجھ میں آیا؟ تو گویا اس نے اس تعدی کو ختم کر دیا۔ تو کیا تعدی کو ختم کرنے سے ایک دفعہ ضمان آ چکا ہے، اب وہ ضمان ختم ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، تعدی ختم کرے گا تو ضمان بھی کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا۔ اب اگر اس کے پاس یہ چیز ہلاک ہوئی تو اس پر ضمان نہیں۔ لیکن اگر تعدی کے وقت میں وہ چیز ہلاک ہو جاتی تو اس وقت اس پر کیا آنا تھا؟ ضمان آنا تھا بھئی۔

توکہتے ہیں: ثُمَّ أَزَالَ التَّعَدِّيَ، پھر اس نے دور کر دیا، ختم کر دیا تعدی کو، وَرَدَّهَا إِلَى يَدِهِ، اور واپس کر دیا اس امانت کو إِلَى يَدِهِ اپنے قبضے کی طرف، زَالَ الضَّمَانُ، تو ضمان کیا ہو جائے گا؟ زائل ہو جائے گا۔

فَإِنْ طَلَبَهَا۔ صورت یہ بھئی کہ اگر مالک نے یعنی مُوْدِعٌ نے مُوْدَعٌ سے کہا لاؤ بھئی میری امانت میرے حوالے کر دو۔ مُوْدَعٌ نے انکار کر دیا حوالے کرنے سے۔ تو آپ نے پڑھا بھئی، فوراً کیا بن جائے گا؟ غاصب، اور اب اس پر کیا آئے گا؟ ضمان۔ اب اس کے پاس وہ چیز ہلاک ہو گئی، چوری ہو گئی، جل گئی، جو مرضی ہو اسے کیا کرنا پڑے گا اس کا؟ ضمان۔ لیکن بھئی بعد میں اس نے کیا کیا؟ اعتراف کیا بھئی۔ اس دن تو انکار کر دیا تھا، مالک سے کہا نہیں بھئی میں تمہیں تمہاری امانت نہیں دوں گا، یا سرے سے انکار کر دیا میرے پاس تمہاری کوئی امانت نہیں ہے۔ لیکن پھر مولانا تبلیغ میں جانے کا موقع ملا، کچھ وقت اس نے لگایا بھئی، اصلاح ہو گئی، پتہ لگا بھئی غیر کے مال پر تو اگر قبضہ کیا جائے تو کبھی بھی جان نہیں چھوٹے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ چنانچہ اب واپس آیا اور مالک کے سامنے آ کر اعتراف کیا کہ ہاں بھئی آپ کی امانت میرے پاس موجود ہے، میں کیا کروں گا آپ کو واپس کر دوں گا۔ تو کیا یہ اعتراف کر لینے سے اس پر سے ضمان ختم ہو گیا؟ کہتے ہیں نہیں، صرف اعتراف کرنے سے اب ضمان ختم نہیں ہو گا بلکہ جب تک مالک کے حوالے نہیں کر دے گا اس وقت تک یہ ضامن ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو گزشتہ صورتوں کے اندر تھا تعدی ختم کرتے ہی کیا ہو جاتا تھا؟ ضمان ختم، لیکن یہاں پر جب تک وہ چیز مالک کے حوالے نہیں کر دیتا اس وقت تک تعدی بھی ختم نہیں ہے یہاں پر۔

توکہتے ہیں: فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا، پس اگر اس امانت کو طلب کیا اس کے مالک نے، فَجَحَدَهُ إِيَّاهَا، پس انکار کر دیا مُوْدَعٌ نے۔ جَحَدَهُ کس سے انکار کیا؟ ہا ضمیر کس کو راجع ہے؟ صاحبِ ودیعت، صَاحِبُهَا کو۔ فَجَحَدَهُ، تو مُوْدَعٌ نے انکار کر دیا صاحبِ ودیعت سے۔ کس چیز کا انکار کیا؟ إِيَّاهَا، اس امانت کا۔ اس امانت کا انکار کر دیا، ضَمِنَهَا، تو یہ اس امانت کا ضامن ہو جائے گا۔ فَإِنْ عَادَ إِلَى الِاعْتِرَافِ لَمْ يَبْرَأْ مِنَ الضَّمَانِ، پھر اگر یہ لوٹ آیا اعتراف کی طرف یعنی پھر اعتراف کر لیتا ہے بعد میں کہ ہے میرے پاس آپ کی امانت، لَمْ يَبْرَأْ مِنَ الضَّمَانِ، تو اب بھی ضمان سے بری نہیں ہو گا جب تک حوالے نہ کر دے۔

وَلِلْمُوْدَعِ أَنْ يُسَافِرَ بِالْوَدِيْعَةِ وَإِنْ كَانَ لَهَا حَمْلٌ وَمَؤُوْنَةٌ۔ اور مُوْدَعٌ کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر کرے ودیعت کے ساتھ اگرچہ اس ودیعت کا بوجھ ہو وَمَؤُوْنَةٌ اور مشقت ہو، یعنی آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ اسے لے جانا ممکن نہ ہو بھئی۔

اچھا بھئی، بھئی مُوْدَعٌ سفر کر سکتا ہے ودیعت کے ساتھ یا نہیں کر سکتا؟ کیونکہ سفر میں تو آپ جانتے ہیں بھئی کیا ہوتا ہے؟ خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں بھئی اگر تو مُوْدِعٌ نے منع کیا تھا کہ میری چیز کے ساتھ آپ نے کہیں سفر نہیں کرنا، پھر تو یہ تعدی ہوئی، یہ سفر کر رہا ہے اس نے منع کیا تھا، اب اس پر ضمان آئے گا۔ لیکن اگر اس نے منع بھی نہیں کیا اور راستے میں کسی قسم کا خطرہ بھی نہیں ہے، چنانچہ اب مُوْدَعٌ کیا کرتا ہے؟ وہ چیز اپنے ساتھ ساتھ رکھتا ہے بطورِ حفاظت کے۔ سفر میں بھی رہتا ہے تو چیز کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ تو کہتے ہیں یہ اس کے لیے جائز ہے۔ کیا ہے؟ اس کے لیے جائز ہے، اب اس میں اس پر ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ ہاں اگر اس نے منع کیا تھا یا اس سفر میں خطرہ تھا، راستہ خطرناک تھا، پھر یہ لے کر گیا تو یہ تعدی ہے، اس صورت میں کیا آئے گا اس پر؟ ضمان آئے گا اگر چیز ہلاک ہو گئی۔

تو یہ معنی ہے: وَلِلْمُوْدَعِ أَنْ يُسَافِرَ بِالْوَدِيْعَةِ، اور مُوْدَعٌ کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر کرے ودیعت کے ساتھ، وَإِنْ كَانَ لَهَا حَمْلٌ وَمَؤُوْنَةٌ، اگرچہ اس کے بوجھ ہو اور مشقت ہو۔ سمجھ میں آیا؟ بوجھ اور مشقت کے ہونے کا معنی یہ ہے کہ بھئی ایک جگہ سے دوسری جگہ آرام سے منتقل نہ کی جا سکے، کمر پہ اٹھانا پڑتا ہے یا مزدور وغیرہ کے ذریعے باقاعدہ اٹھا کر لے جانا پڑتا ہے، ویسے نہیں لے جا سکتا۔

وَإِذَا أَوْدَعَ رَجُلَانِ عِنْدَ رَجُلٍ وَدِيْعَةً ثُمَّ حَضَرَ أَحَدُهُمَا۔ بھئی دو آدمیوں نے اپنی کوئی چیز بطورِ امانت کے ایک آدمی کے پاس رکھوائی۔ امانت رکھوانے والے یعنی مُوْدِعٌ وہ کتنے ہیں؟ دو، اور مُوْدَعٌ کتنا ہے؟ وہ ایک ہی ہے۔ تو دو آدمیوں نے مثلاً اپنی گندم ایک آدمی کے پاس رکھوائی، سو من گندم ایک آدمی کے پاس بطورِ امانت کے رکھوا دی۔ چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان دونوں میں سے ایک آیا اور آ کر وہ مُوْدَعٌ سے کہنے لگا کہ لاؤ بھئی میرا حصہ مجھے دے دو۔ تو کیا مُوْدَعٌ اس کا حصہ اسے دے سکتا ہے یا نہیں؟ تو یاد رکھیے بھئی امام صاحب فرماتے ہیں کہ مُوْدَعٌ اس کا حصہ اسے نہیں دے گا، بلکہ اسے کہا جائے گا اپنے دوسرے ساتھی کو بھی لے کر آؤ اور اپنی ساری گندم اٹھا کر لے جاؤ۔ ایک کے حوالے اس کا حصہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ یہاں تقسیم پھر کرنا

پڑے گا اور امین کے پاس چیز رکھوائی گئی ہے، اسے چیز کو تقسیم کرنے کی ولایت اور اس کا اختیار نہیں ہے بھئی۔[۳]

تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَوْدَعَ رَجُلَانِ عِنْدَ رَجُلٍ وَّدِيْعَةً، جب ودیعت رکھوایا دو آدمیوں نے ایک آدمی کے پاس کوئی چیز بطورِ ودیعت کے، ثُمَّ حَضَرَ أَحَدُهُمَا، پھر دونوں میں سے ایک حاضر ہوا، يَطْلُبُ نَصِيْبَهٗ مِنْهَا، کہ وہ طلب کر رہا ہے اپنے حصے کو اس امانت میں سے، لَمْ يَدْفَعْ إِلَيْهِ شَيْئًا، تو حوالے نہیں کرے گا اس کے کوئی بھی چیز عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، حَتّٰى يَحْضُرَ الْآخَرُ، یہاں تک کہ دوسرا بھی حاضر ہو جائے بھئی، پھر کر سکتا ہے بھئی۔ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَّحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى يَدْفَعُ إِلَيْهِ نَصِيْبَهٗ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حوالے کر دے اس کے اس کا حصہ بھئی۔ صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ اس کا حصہ اس کے حوالے کر سکتا ہے۔

وَإِنْ أَوْدَعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَيْنِ۔ اچھا بھئی، اب دوسری صورت بھئی۔ پہلے مُوْدِعٌ دو تھے، مُوْدَعٌ ایک تھا۔ اب مُوْدِعٌ ایک ہے اور مُوْدَعٌ دو ہیں۔ ایک آدمی نے اپنی چیز دو آدمیوں کے پاس لایا اور کہا یہ آپ دونوں کے پاس بطورِ امانت کے ہے۔ تو کیا وہ چیز دونوں آدھی آدھی تقسیم کر کے اپنے پاس رکھیں گے یا ایک بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟ کہتے ہیں بھئی اس چیز کو آپ دیکھ لیں۔ اگر وہ ایسی چیز ہے جو تقسیم ہو سکتی ہے، مثلاً گندم رکھوائی سو من کہ آپ یہ دونوں اپنے پاس بطورِ امانت کے رکھیں، اور اب گندم تو آرام سے تقسیم ہو سکتی ہے، تو آدھی گندم ایک بطورِ امانت کے رکھ لے گا اور آدھی گندم دوسرا بطورِ امانت کے رکھ لے گا۔ اور اگر ایسی چیز نہیں ہے جو تقسیم ہو سکے تو پھر تو مجبوری ہے، مثلاً گاڑی رکھوائی تھی دو آدمیوں کے پاس۔ اب گاڑی تو تقسیم نہیں ہو سکتی، تو لہٰذا دونوں میں سے کوئی ایک بھی اپنے پاس بطورِ امانت کے رکھ لے یہ صحیح ہے دوسرے کی اجازت سے۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أَوْدَعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَيْنِ شَيْئًا مِّمَّا يُقْسَمُ، اور اگر امانت رکھوائی کسی آدمی نے دو آدمیوں کے پاس کوئی چیز مِمَّا ان چیزوں میں سے يُقْسَمُ جو تقسیم ہو جاتی ہیں، لَمْ يَجُزْ أَنْ يَّدْفَعَهٗ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخَرِ، تو یہ جائز نہیں ہے کہ حوالے کر دے اس چیز کو دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے۔ یعنی بھئی میں نے گندم رکھوائی تھی دو آدمیوں کے پاس، تو یہ جائز نہیں ہے کہ ساری گندم دونوں میں سے ایک رکھ لے۔ کیونکہ میں تو ایک کی امانت پر راضی نہیں ہوں، میں نے تو دونوں کو امین بنایا ہے، لہٰذا آدھی ایک رکھے گا اور آدھی دوسرا۔ یہ درست نہیں ہے، چیز تقسیم ہو سکتی ہے پھر بھی ساری کی ساری ایک آدمی اپنے پاس بطورِ امانت کے رکھ لیتا ہے، یہ جائز نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَلٰكِنَّهُمَا يَقْتَسِمَانِهٖ، مگر یہ کہ وہ دونوں اس کو تقسیم کر لیں گے، فَيَحْفَظُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا نِصْفَهٗ، پس حفاظت کرے گا ان دونوں میں سے ہر ایک اس میں سے آدھی کی۔ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ، اور اگر وہ چیز ان چیزوں میں سے تھی جو تقسیم نہیں کی جاتیں، جَازَ أَنْ يَّحْفَظَهٗ أَحَدُهُمَا بِإِذْنِ الْآخَرِ، تو جائز ہے کہ حفاظت کرے ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی اجازت سے۔ گاڑی میں لایا تھا زید اور عمرو دونوں کے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی، تو زید یا عمرو جو بھی چاہے اس کو اپنے پاس بطورِ امانت کے رکھ لے دوسرے ساتھی سے اجازت لے کر بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَإِذَا قَالَ صَاحِبُ الْوَدِيْعَةِ لِلْمُوْدَعِ لَا تُسَلِّمْهَا إِلٰى زَوْجَتِكَ۔ صورت یہ ہے، میں نے اپنی ایک چیز زید کے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی۔ لیکن میں نے زید سے کہا بھئی اس چیز کی آپ نے خود حفاظت کرنی ہے، اپنی بیوی کے پاس بھی اس کو نہیں چھوڑنا بھئی۔ زید نے وہ چیز اپنی بیوی کے پاس چھوڑی اور وہ چیز ہلاک ہو گئی۔ تو کیا زید پر ضمان آئے گا یا نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، کوئی ضمان نہیں آئے گا۔ بھئی کیوں نہیں؟ میں نے تو منع کیا تھا کہ بیوی کے پاس نہیں چھوڑنا! کہتے ہیں بھئی انسان اپنی چیزوں کو ہر وقت ساتھ نہیں لیے رکھتا۔ اپنی بھی چیزوں کی حفاظت انسان کس کے ذریعے کرواتا ہے؟ اپنی بیوی کے ذریعے۔ تو دوسرے کی چیز بھی رکھوا دی تو یہ کسی قسم کی کوئی تعدی نہیں ہے، لہٰذا ضمان نہیں۔

یہ معنی ہے: وَإِذَا قَالَ صَاحِبُ الْوَدِيْعَةِ لِلْمُوْدَعِ، اور جب کہا صاحبِ ودیعت نے مُوْدَعٌ سے، لَا تُسَلِّمْهَا إِلٰى زَوْجَتِكَ، کہ تو یہ امانت حوالے نہ کر اپنی بیوی کے، فَسَلَّمَهَا إِلَيْهَا، تو اس نے حوالے کر دی وہ امانت اپنی بیوی کے، لَمْ يَضْمَنْ، تو اس صورت میں ضامن نہیں ہو گا۔

وَإِنْ قَالَ لَهٗ۔ جی، دوسری صورت۔ میں نے زید کے پاس ایک چیز بطورِ امانت کے رکھوائی بھئی۔ لیکن میں نے اسے کہا بھئی کہ یہ اپنے گھر کے فلاں کمرے کے اندر رکھنا ہے آپ نے۔ اس نے اس کمرے میں نہیں رکھی، دوسرے کمرے میں رکھی بھئی۔ تو کیا اس پر ضمان آئے گا یا نہیں اگر چیز ہلاک ہو گئی؟

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا أَوْدَعَ رَجُلَانِ عِنْدَ رَجُلٍ وَّدِيْعَةً ثُمَّ حَضَرَ أَحَدُهُمَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا أودع رجلان عند رجل وديعة ثم حضر أحدهما» منقول ہے۔

کہتے ہیں بھئی اگر وہ سارے کمرے برابر ہیں حفاظت میں، پھر تو ضمان نہیں۔ لیکن اگر جس کمرے میں میں نے کہا تھا اس میں حفاظت زیادہ تھی اور جس میں اس نے رکھی اس میں حفاظت زیادہ نہیں تھی، تو اس صورت میں کیا آئے گا اس پر؟ ضمان آئے گا۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً میں نے جس کمرے میں رکھنے کا کہا تھا اس کی کوئی کھڑکی باہر کی طرف نہیں کھلتی تھی، اس میں چیز زیادہ محفوظ تھی، اور اس کمرے کی کھڑکی باہر کی طرف بھی کھلتی ہے راستے میں، یہ اتنا محفوظ کمرہ نہیں۔ تو میرا مقصد تو حفاظت کی نیت سے تھا کہ اس کمرے میں رکھو بھئی تاکہ اس تک پہنچنے کا راستہ ہی کوئی نہ رہے، اور اس نے وہاں نہیں رکھی دوسرے کمرے میں رکھی جہاں کھڑکی باہر کی طرف کھلتی

ہے، کوئی بھی آسکتا ہے وہاں سے، تو اب اس پر کیا آجائے گا؟ ضمان آئے گا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو، سارے کمرے برابر ہوں، پھر کوئی تعدی نہیں ہے، گھر کے سارے کمرے حفاظت میں عموماً ایک جیسے ہوتے ہیں، پھر ضمان نہیں بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟

یہ تو تھا ایک ہی گھر کے مختلف کمروں کا حکم۔ لیکن اگر گھر ہی مختلف ہیں، مثلاً میں نے زید کے پاس ایک چیز بطورِ امانت کے رکھوائی اور میں نے کہا بھئی یہ اپنے مسلم ٹاؤن میں جو آپ کا گھر ہے اس گھر میں رکھنی ہے یہ چیز بھئی، گلبرگ میں جو آپ کا گھر ہے اس گھر کے اندر نہیں رکھنی۔ یا نہیں، اس کو میں نے ذکر ہی نہیں کیا چلو، منع کر دو پھر تو بالکل ہی بات واضح ہو جائے گی۔ میں نے اسے صرف اتنا کہا کہ بھئی جو مسلم ٹاؤن میں آپ کا گھر ہے اس گھر میں آپ نے یہ چیز رکھنی ہے۔ اس نے اس گھر کے بجائے اپنے گلبرگ والے گھر میں چیز رکھ دی۔ تو کیا اب یہ ضامن ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اب ضامن ہو گا۔ وجہ یہ کہ پچھلے مسئلے میں کمروں کا مسئلہ تھا اور ایک گھر کے سارے کمرے کیا ہوتے ہیں؟ عموماً برابر ہوتے ہیں بھئی۔ ہاں تھوڑا بہت فرق ہو وہ میں نے بیان کر دیا اس صورت میں ضمان آتا ہے۔ لیکن باقی پورے گھر کا فرق یہاں آرہا ہے۔ ایک گھر کا اس نے کہا، وہ دوسرے کسی اور علاقے کے گھر میں رکھ رہا ہے۔ تو بھئی علاقوں علاقوں کا فرق ہوتا ہے۔ بعض علاقوں میں کیا ہوتے ہیں؟ ڈاکے وغیرہ پڑتے ہیں، وہاں چیز اتنی محفوظ نہیں ہوتی۔ بعض جگہ کیا ہوتی ہے؟ محفوظ علاقے ہوتے ہیں، امن ہوتا ہے۔ تو لہٰذا اب گھر ہی اس نے ایک گھر بتایا تھا، اس نے کسی اور علاقے کے گھر میں رکھی، تو اس صورت میں یہ کیا ہو گا؟ ضامن ہو گا۔

وَإِنْ قَالَ لَهُ احْفَظْهَا فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ، اور اگر مُوْدِعٌ نے مُوْدَعٌ سے کہا احْفَظْهَا تو حفاظت کر اس امانت کی فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ، بَيْتٌ کمرے کو کہتے ہیں بھئی، فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ اس کمرے کے اندر، فَحَفِظَهَا فِيْ بَيْتٍ آخَرَ مِنَ الدَّارِ، پس اس نے اس کی حفاظت کی دوسرے کمرے میں اسی گھر کے، لَمْ يَضْمَنْ، تو اس صورت میں ضامن نہیں ہو گا۔ وَإِنْ حَفِظَهَا فِيْ دَارٍ أُخْرٰى ضَمِنَ، اور اگر اس نے امانت کی حفاظت کی کسی دوسرے گھر کے اندر، ضَمِنَ، تو ضامن ہو گا۔

كِتَابُ الْعَارِيَةِ۔ عاریت بھئی، کسی دوسرے کو کوئی چیز استعمال کے لیے دینا بلا عوض بھئی، بغیر کسی عوض کے۔ مثلاً بھئی آپ کا ساتھی آپ کے پاس آیا بھئی، اسے گاڑی کی ضرورت تھی، آپ نے اپنی گاڑی کچھ دیر کے لیے اسے دے دی۔ وہ گیا، کام وغیرہ جو ضرورت تھی پوری کی اور پھر گاڑی لا کر حوالے کر دی۔ تو یہ جو آپ نے بغیر کسی عوض کے گاڑی اسے دی ہے، بھئی آپ نے کوئی کرایہ وغیرہ وصول کیا؟ نہیں۔ تو یہ جو بغیر عوض کے کسی کو کوئی چیز استعمال کے لیے دی جاتی ہے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ عاریت کہلاتا ہے۔

تو کہتے ہیں: اَلْعَارِيَةُ جَائِزَةٌ، عاریت جائز ہے۔ وَهِيَ تَمْلِيْكُ الْمَنَافِعِ بِغَيْرِ عِوَضٍ، اور یہ مالک بنانا، دیکھا تعریف آگئی عاریت کسے کہتے ہیں؟ کہتے ہیں: هِيَ تَمْلِيْكُ الْمَنَافِعِ بِغَيْرِ عِوَضٍ، یہ مالک بنانا ہے منافع کا بغیر عوض کے۔ بھئی وہ گاڑی آپ نے جب اپنے ساتھی کو دی تو کچھ دیر کے لیے گاڑی کے منافع کا آپ نے کیا کیا؟ اپنے ساتھی کو مالک بنا دیا۔ تو عاریت جو ہے منافع کا مالک بنانا ہے بغیر کسی عوض کے۔

اچھا بھئی، یہاں دو چار لفظ یاد رکھیں عاریت کے اندر۔ ایک ہے لفظ مُعِيْرٌ۔ مُعِيْرٌ عاریتاً چیز دینے والا۔ مُسْتَعِيْرٌ کہتے ہیں عاریتاً چیز لینے والا۔ اور عاریت اور مُسْتَعَارٌ، یہ وہ جو عاریتاً چیز دی گئی اسے کہتے ہیں۔ اسے عاریت بھی کہتے ہیں اور مُسْتَعَارٌ بھی کہتے ہیں۔ وہ چیز جو عاریتاً دی گئی ہے اسے مُسْتَعَارٌ کہتے ہیں اور عاریت بھی۔ لکھ لیا بھئی؟ مُعِيْرٌ کسے کہتے ہیں؟ عاریتاً چیز دینے والا۔ مُسْتَعِيْرٌ عاریتاً چیز لینے والا۔ اور مُسْتَعَارٌ وہ چیز جو عاریتاً دی گئی۔

اور یہاں یہ بات بھی یاد رکھیے مولانا کہ عاریت میں بھی چیز امانت کی طرح ہوتی ہے، اس میں بھی ضمان نہیں آتا بھئی، ضمان نہیں آتا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ آپ اپنے ساتھی سے گاڑی لے گئے تھے استعمال کے لیے، گاڑی آپ کے پاس چوری ہو گئی، تو اب آپ پر ضمان نہیں بھئی، آپ پر ضمان نہیں آئے گا۔ سمجھ میں آیا؟ وہ یہ نہیں کہہ سکتا لاؤ بھئی میری گاڑی کی قیمت میرے حوالے کرو، کیونکہ یہ عاریت کیا ہے؟ امانت ہے مولانا، اور امانت کے اندر ضمان نہیں ہے۔ لیکن

بہر حال دلجوئی کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اگرچہ شرعاً ہے کچھ نہیں بھئی، لیکن پھر بھی اس نے آپ کے ساتھ احسان کیا تھا، آپ کو اپنی چیز استعمال کے لیے دی تھی، اب آپ کے پاس وہ چیز ضائع ہوئی تو دلجوئی کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

تو عاریت، ودیعت اور اسی طرح اجارے میں بھی آپ نے پڑھا ہے کوئی چیز کسی کو کرائے پر دو وہ بھی امانت کی طرح ہوتی ہے بھئی، وہ بھی ہلاک ہو جائے تو اس میں ضمان نہیں آتا۔ عاریت، ودیعت اور اجارے میں ضمان نہیں آیا کرتا، حتیٰ کہ اگر شرط بھی لگالے پھر بھی ضمان نہیں آئے گا۔ ایک آدمی دوسرے کے پاس اپنی کوئی چیز بطورِ امانت کے رکھواتا ہے، دوسرے نے کہا لاؤ بھئی اپنی چیز میرے پاس بطورِ امانت کے رکھوادو، اور اگر یہ چیز میرے پاس ہلاک ہو گئی تو میں ضمان بھی تمہیں دوں گا، بالکل بے فکر ہو جاؤ، محفوظ ہے تمہاری چیز۔ بھئی کہہ بھی دے، شرط بھی لگادے، پھر بھی ضمان نہیں آتا بھئی۔ اسی طرح عاریت میں بھی ہے بھئی۔ عاریت میں ساتھی نے کہا بھئی گاڑی میں آپ کی لے جارہا ہوں، اگر میرے پاس ہلاک بھی ہو گئی میں پھر بھی کیا کروں گا آپ کو اس کا ضمان دوں گا۔ شرط لگالے پھر بھی کوئی حرج نہیں بھئی، یہ امانت ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَتَصِحُّ بِقَوْلِہٖ أَعَرْتُکَ وَأَطْعَمْتُکَ ہٰذِہِ الْأَرْضَ۔ اچھا بھئی، اب عربی زبان کی چونکہ بات چل رہی ہے، ہر زبان کے اپنے قوانین ضابطے ہوتے ہیں، کن کن لفظوں سے عاریت ہو جاتی ہے بھئی، وہ بتلا رہے ہیں صاحبِ قدوری بھئی۔ کہتے ہیں: وَتَصِحُّ، اور عاریت صحیح ہو جاتی ہے بِقَوْلِہٖ مُعِیْرٌ کے یہ کہنے سے: أَعَرْتُکَ۔ أَعَرْتُکَ، یہ تو عاریت سے ہی لفظ ہے مولانا کہ یہ چیز میں نے تجھے بطورِ عاریت کے دے دی۔ وَأَطْعَمْتُکَ ہٰذِہِ الْأَرْضَ، میں نے یہ زمین تجھے کھلا دی۔ یہ زمین تجھے کھلا دی، یہ بھی عاریت کا لفظ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس لیے کیونکہ زمین نہیں کھائی جاتی، زمین سے حاصل ہونے والی فصل جو ہے، غلہ جو ہے وہ کھایا جاتا ہے، اور وہ کہہ رہا ہے میں نے یہ زمین تجھے کھلا دی۔ معلوم ہوا زمین کا مالک نہیں بنا رہا بلکہ اس کا نفع کیا کر رہا ہے اس کو؟ نفع کا مالک بنا رہا ہے۔

اور اسی طرح وَمَنَحْتُکَ ہٰذَا الثَّوْبَ، میں نے تجھے یہ کپڑا دے دیا بطورِ عاریت کے۔ یاد رکھیے، یہی لفظ ہبہ میں بھی صحیح ہے، عاریت میں بھی۔ اس سے اگر ہبہ کی نیت کرے گا مَنَحْتُکَ ہٰذَا الثَّوْبَ میں نے یہ کپڑا تجھے بخش دیا، ہبہ کی نیت کی تو دوسرا کپڑے کا ہی مالک بن گیا۔ اور اگر ویسے بطورِ عاریت کے دے رہا ہے اور کہتا ہے مَنَحْتُکَ ہٰذَا الثَّوْبَ یہ کپڑا میں نے تجھے بطورِ عاریت کے دیا، تو دونوں صحیح ہیں۔ جس کی نیت کرے گا وہی اس سے واقع ہو گا بھئی۔ تو یعنی بتلانا مقصد یہ ہے کہ یہ لفظ ہبہ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور یہی لفظ عاریت میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَحَمَلْتُکَ عَلٰی ہٰذِہِ الدَّابَّۃِ، میں نے تجھے اس جانور پر سوار کر دیا۔ یہ لفظ بھی اسی طرح ہے مولانا، عاریت میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ہبہ میں بھی۔ اب ہبہ کی نیت کرے گا تو دوسرا جانور کا مالک بن جائے گا، اور عاریت کی نیت کرے گا تو جانور کا انسان دوسرا مالک نہیں بنے گا صرف اس کے منافع کا کیا بن جائے گا؟ مالک۔

تو کہتے ہیں: وَحَمَلْتُکَ عَلٰی ہٰذِہِ الدَّابَّۃِ، میں نے تجھے سوار کر دیا اس سواری پر، اس جانور پر، إِذَا لَمْ یُرِدْ بِہِ الْہِبَۃَ، جب اس نے ارادہ نہ کیا ہو، کس نے ارادہ نہ کیا ہو؟ مُعِیْرٌ نے، جب مُعِیْرٌ نے ارادہ نہ کیا ہو ان میں سے ہر ایک کے ذریعے ہبہ کا۔ دو لفظ ہیں نا مَنَحْتُکَ اور حَمَلْتُکَ، ان دونوں سے جب اس نے ہبہ کا ارادہ نہ کیا ہو۔ تو اس جملے کا تعلق دونوں سے ہے، کیونکہ میں نے بتایا ان دونوں سے ہبہ بھی ہو سکتا ہے اور عاریت بھی ہو سکتی ہے۔ تو جب ان دونوں سے اس نے ہبہ کا ارادہ نہیں کیا ہو گا تو اس سے کیا واقع ہو گی؟ عاریت واقع ہو گی۔

وَأَخْدَمْتُکَ ہٰذَا الْعَبْدَ، اور میں نے بطورِ خدمت کے دے دیا تجھے یہ غلام، یہ بھی عاریت کا ہے۔ وَدَارِيْ لَکَ سُکْنٰی، دَارِيْ لَکَ میرا گھر آپ کے لیے ہے سُکْنٰی بطورِ رہائش۔ بھئی اگر صرف یہ کہتا دَارِيْ لَکَ میرا گھر آپ کا ہوا، تو یہ تو مالک بنا دیا۔ لیکن آگے اس نے کیا لفظ جوڑ دیا؟ سُکْنٰی۔ دَارِيْ لَکَ سُکْنٰی میرا گھر آپ کے لیے ہے بطورِ رہائش کے، معلوم ہوا صرف رہائش کا مالک بنا رہا ہے، گھر کا مالک نہیں بنا رہا۔ وَدَارِيْ لَکَ عُمْرٰی سُکْنٰی، اور میرا گھر آپ کے لیے ہے عمر بھر سُکْنٰی بطورِ رہائش۔ بھئی عُمْرٰی گزرا تھا بھئی پیچھے ابواب کے اندر بھئی۔ عُمْرٰی کس کو کہتے ہیں؟ کسی کو کوئی چیز عمر بھر کے لیے دینا۔ تو یہ بھی گھر اس کو عمر بھر کے لیے دے رہا ہے، لیکن کیا گھر کا مالک بنا رہا ہے یا سُکْنٰی صرف اس کی رہائش کا؟ رہائش کا مالک بنا رہا ہے۔

وَلِلْمُعِیْرِ أَنْ یَّرْجِعَ فِي الْعَارِیَۃِ مَتٰی شَاءَ۔ اچھا بھئی، آپ مجھ سے میری گاڑی مانگ کر لے گئے استعمال کے لیے، گاڑی مانگ کر لے گئے۔ تو اب مالک کے لیے یعنی مُعِیْرٌ کے لیے جائز ہے جب چاہے اپنی چیز کے اندر رجوع کر لے کہ لاؤ بھئی میری گاڑی اب مجھے دے دو، مجھے بھی ضرورت ہے۔ صورت

سمجھ میں آگئی؟[۴]

تو کہتے ہیں: وَلِلْمُعِيْرِ أَنْ يَّرْجِعَ فِي الْعَارِيَةِ مَتٰى شَاءَ، اور مُعِيْرٌ کے لیے جائز ہے کہ وہ رجوع کرے عاریت میں جب وہ چاہے۔ وَالْعَارِيَةُ أَمَانَةٌ فِيْ يَدِ الْمُسْتَعِيْرِ، اور عاریت امانت ہوتی ہے مُسْتَعِيْرٌ کے قبضے میں، إِنْ هَلَكَتْ مِنْ غَيْرِ تَعَدٍّ لَّمْ يَضْمَنْ، اگر ہلاک ہوئی بغیر کسی زیادتی کے تو وہ ضامن نہیں ہو گا، لَمْ يَضْمَنِ الْمُسْتَعِيْرُ، اگر بغیر زیادتی کے ہلاک ہوئی تو مُسْتَعِيْرٌ ضامن نہیں ہو گا۔

وَلَيْسَ لِلْمُسْتَعِيْرِ أَنْ يُّؤْجِرَ مَا اسْتَعَارَهٗ۔ اچھا بھئی، بھئی عاریت جو چیز بطورِ عاریت کے لی ہو آگے اسے کرائے پر دینا جائز نہیں۔ آپ میرے سے گاڑی لے گئے کہ مجھے چاہیے استعمال کے لیے بھئی، کوئی کام ہے، اور آگے جا کر آپ نے کرائے پر گاڑی دینا شروع کر دی، نہیں بھئی یہ آپ کے لیے جائز نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ کوئی بھی چیز اپنے برابر کو نہیں شامل ہوتی تو اپنے سے اعلیٰ کو بطریقِ اولیٰ شامل نہیں ہو گی۔ اپنے برابر کو شامل نہیں ہوتی تو اپنے سے اعلیٰ کو بطریقِ اولیٰ شامل نہیں ہو گی۔ میں نے آپ کے پاس ایک چیز امانت کے طور پر رکھوائی، آپ آگے کسی کے پاس بطورِ امانت کے رکھوا سکتے ہیں؟ نہیں۔ آپ نے ابھی پڑھا، اگر آپ نے آگے کسی اور کے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی تو آپ پر کیا آجائے گا؟ ضمان آجائے گا۔ امانت تو امانت کے مثل ہے۔ دیکھو میں نے آپ کو ایک کام کے لیے وکیل بنایا جاؤ میرے لیے گاڑی خرید کر لاؤ، آگے آپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی اور کو وکیل بنائیں کہ جاؤ تم کیا کرو گاڑی خرید کر لاؤ۔ حالانکہ وکالت وکالت کے مثل ہے۔ میں نے بھی وکیل بنایا، آگے آپ بھی کیا بنانا چاہتے ہیں؟ وکیل۔ تو یہاں ایک وکالت کے اندر آگے دوسری وکالت کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر اجازت دی ہو پھر الگ بات ہے۔ تو چیز اپنے مثل کو نہیں شامل ہوتی یعنی اپنے مثل کی اس میں اجازت نہیں ہوتی، تو اپنے سے اعلیٰ کی تو بطریقِ اولیٰ اجازت نہیں ہو گی۔

تو یہاں پر مولانا، یہاں پر جب آپ بتائیے عاریتاً کوئی چیز دینا یہ اوپر ہے زیادہ یا کرائے پر دینا اوپر ہے؟ کرائے پر دینا اوپر ہے، اس لیے کہ عاریت میں تو عوض نہیں ہوتا، کرائے میں تو باقاعدہ کیا ہے اس کا؟ عوض بھی ملتا ہے۔ نیز عاریت میں تو جب چاہے رجوع کر سکتا ہے، کرائے کے اندر تو ایک دفعہ جب عقد کر لیا تو عقد کیا ہو جاتا ہے؟ لازم ہو جاتا ہے، اسے بغیر کسی عذر کے توڑ بھی نہیں سکتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَلَيْسَ لِلْمُسْتَعِيْرِ أَنْ يُّؤْجِرَ مَا اسْتَعَارَهٗ، اور جائز نہیں ہے مُسْتَعِيْرٌ کے لیے کہ وہ کرائے پر دے دے مَا اس چیز کو اسْتَعَارَهٗ جو اس نے عاریتاً لی ہے۔ فَإِنْ آجَرَهٗ فَهَلَكَ ضَمِنَ، اگر اس نے کرائے پر وہ چیز دے دی فَهَلَكَ پس وہ چیز ہلاک ہوئی ضَمِنَ تو یہ ضامن ہو گا۔

وَلَهٗ أَنْ يُّعِيْرَهٗ إِذَا كَانَ۔ اچھا بھئی، یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں بھئی آپ میرے سے گاڑی لے کر گئے ہیں عاریت کے طور پر، کیا یہ گاڑی آگے آپ کسی اور کو بطورِ عاریت کے دے سکتے ہیں یا نہیں دے سکتے؟ تو یاد رکھو تفصیلِ مسئلہ یہ ہے: اگر تو مُعِيْرٌ نے متعین کیا تھا کہ میری چیز آپ ہی نے استعمال کرنی ہے کسی اور نے استعمال نہیں کرنی، یہ میری گاڑی ہے آپ ہی چلانا کسی اور کو اس کو چلانے کی اجازت نہیں، پھر تو اجازت نہیں ہے مولانا، کسی اور کو آگے عاریتاً آپ نہیں دے سکتے۔ لیکن اگر اس نے کسی قسم کی قید نہیں لگائی مُعِيْرٌ نے، تو پھر دیکھو اس کی چیز کس قسم کی ہے۔ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ استعمال کرنے والے کے بدلنے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ استعمال کرنے والے کے بدلنے سے اس چیز پر اثر پڑتا ہے۔ اس چیز پر کیا ہوتا ہے؟ اثر پڑتا ہے۔ تو اگر ایسی چیز ہے کہ جس میں استعمال کرنے والا بدلے بھی تو بھی کوئی اثر نہیں پڑتا، تو آگے آپ کے لیے بھی جائز ہے، آپ آگے کسی اور کو بطورِ عاریت کے دے سکتے ہیں۔ اور اگر ایسی چیز ہے کہ جہاں فرق پڑتا ہے، تو پھر آگے کسی اور کو بطورِ عاریت کے دینا جائز نہیں۔ تفصیل سمجھ میں آئی؟ اگر مالک نے کیا کیا؟ تخصیص کر دی کہ کسی اور کو نہیں دینی تو پھر تو سرے سے جائز ہی نہیں ہے۔ اور اگر مالک نے تخصیص نہیں کی تو پھر دیکھو کہ یہاں استعمال کرنے والا بدلے تو چیز پر اثر پڑتا ہے یا اثر نہیں پڑتا۔

دیکھو مثلاً، مثلاً بھئی آپ میرے سے گدھا لے گئے، آپ نے اس پر دس قفیز گندم لے کر جانے ہیں یہ کراچی تک بھئی۔ کہاں تک؟ کراچی۔ اب آپ اس پر اپنے دس قفیز لاد دیں یا زید کے حوالے کر دیں وہ اپنے دس قفیز لاد کر لے جائے، کوئی فرق پڑے گا؟ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تو یہ دیکھو ایسا فعل ہے چاہے ایک کرے چاہے دوسرا کرے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور ایک ہے آپ سواری کے لیے لے گئے گدھے کو بھئی، آپ نے کہا جی میں نے کراچی تک گدھے پر جانا

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَّرْجِعَ فِي الْعَارِيَةِ مَتٰى شَاءَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يرجع في العارية متى شاء» منقول ہے۔

ہے بھئی۔ میں نے گدھا آپ کے حوالے کر دیا۔ اب سواری تو مختلف ہے بھئی۔ آپ ایک ہفتہ بھی گدھے پر سواری کریں بھئی، گدھے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن زید ایک دن سواری کرے تو ایک ہفتے تک گدھا اٹھنے کے قابل نہیں رہتا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھا، تو یہاں دیکھو فرق پڑ رہا ہے بھئی۔

یا مثلاً کپڑے لے گئے تھے، آپ کپڑے پہنتے ہیں، مجھ سے ایک سوٹ لے گئے بھئی کہ میں نے فلاں جگہ شادی پہ جانا ہے سوٹ مجھے دے دیں، میں نے سوٹ دے دیا آپ کو۔ اب آپ سوٹ پہنتے ہیں بڑی نفاست سے، احتیاط سے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ہر شخص تو اس طرح نہیں کرتا بھئی، کوئی اور پہنے گا تو پتہ نہیں وہ کس طرح استعمال کرے گا بھئی، خیال ہی نہیں رکھے گا۔ تو بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ استعمال کرنے والے کے بدلنے سے اثر پڑتا ہے، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ استعمال کرنے والے کے بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو گاڑی بھی اسی طرح ہے بھئی، ایک چلانے والا کیسے چلاتا ہے؟ احتیاط سے چلاتا ہے اچھے طریقے سے، دوسرا شخص چلاتا ہے وہ احتیاط سے نہیں چلاتا تو انجن وغیرہ ہر چیز کو نقصان پہنچتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو جائز ہے مولانا جن چیزوں میں فرق نہیں پڑتا ان میں جائز ہے۔ اس لیے کہ عاریت کس کو کہتے تھے؟ منافع کا مالک بنا دیتے ہیں آپ دوسرے کو۔ جب مالک بنا دیا تو اسے اختیار ہے کہ نہیں اختیار آگے وہ کسی اور کو بھی کیا کر سکتا ہے اب ان کا مالک بنا سکتا ہے؟ لیکن بات وہی ہے کہ نقصان کسی قسم کا نہ ہوتا ہو چیز میں پھر بے شک بنائے مالک، اگر ہوتا ہے تو پھر مالک بنانے کی آگے اجازت یعنی بطورِ عاریت دینے کی اجازت نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ جی۔

تو کہتے ہیں: وَلَهُ أَنْ يُّعِيْرَهُ، اور مُسْتَعِيْرٌ کے لیے جائز ہے أَنْ يُّعِيْرَهُ کہ آگے وہ چیز بطورِ عاریت کے دے دے، إِذَا كَانَ الْمُسْتَعَارُ مِمَّا، اگر مُسْتَعَارٌ ان چیزوں میں سے ہو لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ کہ جو بدلتی نہ ہو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے۔

وَعَارِيَةُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ وَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ قَرْضٌ۔ مَوْزُوْنٌ ذال کے ساتھ لکھا ہوا ہے؟ زاء، ہاں زاء ہونی چاہیے بھئی، میری کتاب میں ذال کے ساتھ ہے۔ اچھا بھئی، دراہم، دنانیر، مکیل اور اسی طرح کوئی بھی مکیلی چیز ہو یا موزون ہو، یہ بطورِ عاریت کے کسی کو دیں تو یاد رکھیے یہ قرض ہے، یہ عاریت نہیں ہے۔ یہ کیا ہے؟ قرض ہے۔ آپ مجھ سے سو درہم لے گئے کہ بطورِ عاریت کے دے دو، یا سو دینار لے گئے، یہ تو تھے درہم و دینار۔ مکیلی چیز لے گئے، آپ سو من گندم لے گئے بطورِ عاریت کے۔ یا وزنی چیز، آپ سو من چینی لے گئے مجھ سے بطورِ عاریت کے۔ یاد رکھنا یہ عاریت نہیں ہے، یہ قرض ہے۔ یہ کیا ہے؟ قرض ہے۔

بھئی کیا معنی قرض ہے؟ بھئی عاریت کیوں نہیں قرار دیتے اسے؟ وجہ یہ بھئی، عاریت میں چیز کے منافع کا مالک بنایا جاتا ہے اور بعد میں وہی چیز اسی طرح واپس کر دی جاتی ہے۔ آپ بتائیے آپ میرے سے درہم لے کر گئے ہیں، آپ ان درہموں سے کوئی نفع اٹھا کر پھر یہی درہم مجھے واپس کر سکتے ہیں بھئی؟ نہیں۔ ان کا تو نفع ہی تب ہو گا جب آپ ان کو خرچ کریں گے، اور جب خرچ کریں گے تو آپ کے ہاتھ سے نکل گیا، واپس نہیں کر سکتے۔ گندم لے کر گئے ہیں بھئی کہ مکیل ہے، ماپی جانے والی چیز ہے، اس کا تو نفع ہی یہ ہے کہ آپ اس کو کیا کریں؟ کھالیں۔ جب کھائیں گے تو اب وہی گندم واپس ہو سکتی ہے؟ نہیں۔ تو یہاں تو نفع، اسی طرح چینی ہے وہ کھائیں گے تو پھر ہی کیا ہو گا؟ اس کا نفع ہو گا۔ تو یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کا نفع ہی اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی ذات ہی کیا ہو جاتی ہے؟ ختم ہو جاتی ہے۔ کیا ہو جاتی ہے؟ ذات ہی، ان کی عین کو ہی ختم کرنا پڑتا ہے، ان کے بغیر ان کا کوئی نفع ہی نہیں۔ لہٰذا، اور عاریت میں تو عین کو نہیں ختم کرنا ہوتا۔ گاڑی آپ مجھ سے لے کر گئے ہیں، عین گاڑی کو ختم نہیں کرنا، صرف اس کے منافع استعمال کریں پھر عین کو کیا کریں؟ واپس پہنچا دیں۔ اور ان چیزوں میں ایسا نہیں۔ لہٰذا ان کے اندر یہ چیزیں اگر عاریت کے طور پر بھی دی جائیں، یہ عاریت نہیں ہیں بلکہ کیا ہیں؟ قرض ہیں۔

اور فائدہ یہ بھئی کہ اب ہم نے اس کو عاریت نہیں قرار دیا، قرض قرار دیا، تو اب ان کا ضمان آئے گا۔ کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔ یعنی ان کو کھاؤ، استعمال کرو، جو مرضی کرو، ان کا مثل دینا پڑے گا، مثل دینا پڑے گا، اور عاریت میں تو ضمان نہیں آتا تھا وہ تو کیا ہوتی تھی؟ امانت ہوتی تھی۔ مسئلہ سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَعَارِيَةُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ وَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ قَرْضٌ، اور دراہم، دنانیر، مکیل اور موزون کی عاریت جو ہے یہ قرض ہے۔

وَإِذَا اسْتَعَارَ أَرْضًا لِّيَبْنِيَ فِيْهَا أَوْ يَغْرِسَ جَازَ۔ بھئی ایک آدمی دوسرے سے عاریتاً زمین لیتا ہے کہ مجھے اپنی زمین عاریتاً دے دو، میں اس میں بلڈنگ کھڑی کرنا چاہتا ہوں، تعمیر کرنا چاہتا ہوں کوئی چیز بھئی۔ یا مجھے اپنی یہ زمین دو عاریت کے طور پر، میں اس میں باغ لگانا چاہتا ہوں۔ تو کیا یہ دینا جائز ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، عاریت کے طور پر کسی کو زمین دینا کہ وہ اس میں تعمیر کر لے یا اس کے اندر کوئی باغ لگا لے، ایسا کرنا جائز ہے۔

اچھا، پھر بھئی اس میں رجوع کب کر سکتا ہے؟ اپنی زمین واپس ضرورت پڑ گئی تو لے سکتا ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس کی زمین ہے، جب چاہے اس سے واپس لے لے۔ جب چاہے واپس لے لے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی وقت متعین نہ کیا ہو۔ اس نے بلڈنگ بنانے کے لیے لی تھی اور کیا کہا تھا؟ ایک سال تک کے لیے مجھے دے دو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے لے لو ایک سال تک کے لیے بلڈنگ بناؤ یا باغ لگاؤ جو مرضی۔ تو اب سال سے پہلے میں اسے اگر کہتا ہوں کہ اپنی بلڈنگ اکھاڑو یا باغ اکھاڑو، تو اس صورت میں مجھے ضمان دینا پڑے گا۔ میری وجہ سے اس کو کیا کرنا پڑ رہی ہے؟ اپنی بلڈنگ گرانا پڑ رہی ہے۔ تو جو کمی آئے گی، مثلاً کھڑی بلڈنگ ہے، تیار کھڑی بلڈنگ پانچ لاکھ کی ہے، گرانے کے بعد ملبہ کتنے کا رہتا ہے؟ صرف دو لاکھ کا رہ جاتا ہے، تو کتنا نقصان ہوا؟ تین لاکھ کی کمی آئی، تو یہ مجھے ضمان دینا پڑے گا۔ یہ کب ہے جب کہ کیا کیا ہو؟ وقت متعین کیا ہو اور وہ اس سے پہلے ہی کیا کہے؟ میری زمین خالی کرو۔ اور اگر کوئی وقت متعین نہیں کیا پھر جب مرضی خالی کروالے، اس صورت میں کوئی ضمان نہیں آئے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا اسْتَعَارَ أَرْضًا لِيَبْنِيَ فِيهَا أَوْ يَغْرِسَ جَازَ، اور اگر کسی نے عاریتاً زمین لی تاکہ اس کے اندر تعمیر کرے یا درخت بو دے جَازَ تو یہ جائز ہے۔ وَلِلْمُعِيرِ أَنْ يَرْجِعَ عَنْهَا، اور مُعِيرٌ کے لیے یعنی عاریتاً دینے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ رجوع کر لے اس سے، وَيُكَلِّفُهُ قَلْعَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ، اور اسے یعنی مُسْتَعِيرٌ کو مکلف بنا دے کس چیز کا؟ قَلْعَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ اس عمارت اور درختوں کے اکھاڑنے کا مکلف بنائے کہ یہ چیزیں اپنی اکھاڑو اور لے جاؤ، میری زمین واپس کرو۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ وَقَّتَ الْعَارِيَةَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، پس اگر اس نے موقت نہیں کیا تھا یعنی وقت کی قید نہیں لگائی تھی عاریت کے اندر فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ تو اس پر ضمان بھی نہیں ہے۔ وَإِنْ كَانَ وَقَّتَ الْعَارِيَةَ، اور اگر اس نے کیا کیا تھا؟ وقت متعین کیا تھا عاریت کا، وَرَجَعَ قَبْلَ الْوَقْتِ، اور رجوع کر لیا اس نے وقت سے پہلے ہی، ضَمِنَ الْمُعِيرُ لِلْمُسْتَعِيرِ مَا نَقَصَ مِنَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ بِالْقَلْعِ، تو ضامن ہو گا مُعِيرٌ مُسْتَعِيرٌ کے لیے وہ جو کمی آئی ہے عمارت کے اندر اور درختوں کے اندر بِالْقَلْعِ اکھاڑنے کی وجہ سے، اس کا ضامن ہو گا۔ صورت ساروں کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی۔

وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَارِيَةِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ۔ عاریت واپس کرنے کی اجرت کس پر ہے بھئی؟ بھئی دیکھو آپ مجھ سے کوئی ایسی چیز لے گئے تھے جس کا کافی وزن تھا، بطورِ عاریت کے لے گئے تھے۔ اور وہ چیز جب استعمال کر لی، آپ کی ضرورت پوری ہوئی، اب وہ چیز آپ کے پاس گھر میں پڑی ہے، آپ مُعِيرٌ کو کہتے ہیں آؤ بھئی اپنی چیز اٹھا کر لے جاؤ۔ مُعِيرٌ کہتا ہے بھئی میرے پاس گھر سے آپ لے کر گئے تھے مجھے وہیں پہنچاؤ، یہ کیا معنی ہوا میں اس پہ خرچہ کر کے یہاں تک لاؤں؟ تو اس کے واپس پہنچانے پر خرچہ آتا ہے، یہ خرچہ کس پر ہو گا؟ مُعِيرٌ پر یا مُسْتَعِيرٌ پر؟ کہتے ہیں بھئی فائدہ کس کا تھا قبضے میں؟ مُسْتَعِيرٌ کا، تو واپس کرنے کا خرچہ بھی مُسْتَعِيرٌ پر۔ کیونکہ مُسْتَعِيرٌ کے ذمے واجب ہے وہ چیز لے کر گیا ہے تو واپس بھی لوٹائے، تو اب جو خرچہ آئے گا وہ بھی اسی پر آئے گا۔ کہتے ہیں یہ معنی ہے: وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَارِيَةِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ، اور عاریت کو لوٹانے کی اجرت جو ہے مُسْتَعِيرٌ پر ہے۔

وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمُسْتَأْجَرَةِ عَلَى الْمُؤْجِرِ۔ اچھا بھئی، ایک آدمی دوسرے سے کرائے پر کوئی گاڑی لے گیا بھئی۔ گاڑی نہیں، کوئی اور چیز لے لیں فرض کریں۔ کوئی برتن وغیرہ لے گیا بھئی کرائے پر، اور ضرورت پوری ہوئی، اب اس نے مُسْتَأْجِرٌ نے مُؤْجِرٌ سے کہا، یعنی جو کرائے پر لے کر گیا تھا اس نے کہا کس سے؟ مالک سے کہا کہ اپنے برتن اٹھا کر لے جاؤ۔ اب برتن واپس پہنچانے پر خرچہ آتا ہے بھئی، کوئی گاڑی وغیرہ کروانا پڑے گی یا کچھ زیادہ برتن ہیں، تو یہ خرچہ کس پر ہے؟ کہتے ہیں اس قبضے میں جس کا نفع تھا خرچہ بھی اسی پر ہے۔ اور کس کا نفع تھا؟ کرائے پر دینے والے کا نفع تھا بھئی، وہ کس لیے بیٹھا ہے؟ اپنے نفعے کے لیے تو بیٹھا ہے، چیز کرائے پر کس لیے دے رہا ہے؟ اپنے نفعے کے لیے بھئی۔ تو نفع کس کا تھا؟ مُؤْجِرٌ کا نفع تھا، لہٰذا واپس لے جانے کی اجرت کس پر ہے؟ مُؤْجِرٌ یعنی جو کرائے پر دینے والا ہے۔ آپ کہیں گے مُسْتَأْجِرٌ کا بھی تو فائدہ تھا، اس نے برتنوں سے فائدہ اٹھایا یا نہیں اٹھایا؟ اٹھایا۔ بھئی ٹھیک ہے، چلو یوں کر لو، فائدہ دونوں کا ہے، لیکن کس کا فائدہ قوی ہے؟ مُؤْجِرٌ کا، اس لیے کہ مُسْتَأْجِرٌ نے منافع اٹھائے اور منافع ختم ہو گئے یا نہیں ہو گئے؟ ختم ہو گئے، اور مُؤْجِرٌ نے کیا نفع اٹھایا؟ پیسے ملے، اور پیسے تو ابھی بھی باقی ہیں اس کے پاس۔ سمجھ میں آیا؟ تو کس کے منافع زیادہ قوی ہوئے؟ مُؤْجِرٌ کے، لہٰذا اس کے ذمے ہے۔

یہ معنی ہے: وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمُسْتَأْجَرَةِ عَلَى الْمُؤْجِرِ، اور عینِ مستاجرہ یعنی کرائے پر لی ہوئی چیز کے واپس کرنے کی اجرت جو ہے مُؤْجِرٌ پر ہے یعنی کرائے پر دینے والے پر ہے۔

وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوبَةِ عَلَى الْغَاصِبِ۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کی کوئی چیز غصب کی، زبردستی چھین کر اٹھا کر لے گیا۔ اب اس چیز

کو واپس لانے پر خرچہ ہوتا ہے، تو یہ واپس لوٹانے کا خرچہ کس پر ہو گا بھئی؟ غاصب پر، کیونکہ غاصب پر واجب ہے کہ مالک کی چیز کو اس تک پہنچائے بھئی، اور نیز فائدہ بھی کس کا تھا؟ غاصب کا، قبضہ کیا تھا فائدہ اٹھانے کے لیے۔ وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوْبَةِ عَلَى الْغَاصِبِ، اور عینِ مغصوبہ یعنی وہ چیز جو غصب کی گئی تھی اس کو واپس لوٹانے کی اجرت غاصب پر ہے۔

وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمُوْدَعَةِ عَلَى الْمُوْدِعِ۔ بھئی میں نے ایک آدمی کے پاس کوئی چیز بطورِ امانت کے رکھوائی تھی۔ اب وہ امانت بھی اس کا وزن ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں۔ اب اس امانت کو واپس مالک تک پہنچانے پر جو خرچہ ہے، یہ خرچہ کس پر آئے گا؟ مالک پر آئے گا یا وہ جو امین ہے اس پر آئے گا؟ مالک پر۔ قبضے میں نفع کس کا تھا؟ مالک کا کہ اس کی چیز کی حفاظت ہو رہی تھی امین کے پاس بھئی۔ تو لہٰذا جس کا نفع تھا اجرتِ رد بھی اسی پر ہے۔ یہ معنی ہے: وَأُجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمُوْدَعَةِ عَلَى الْمُوْدِعِ، اور وہ چیز جو بطورِ امانت کے رکھوائی گئی تھی اس کو واپس لوٹانے کی اجرت مُوْدِعْ پر ہے یعنی امانت رکھوانے والے پر ہے۔

وَإِذَا اسْتَعَارَ دَابَّةً۔ اچھا بھئی، صورت یہ ہے، میں ایک آدمی سے جانور لے گیا بھئی عاریتاً، اس کا گھوڑا میں عاریتاً لے گیا بھئی۔ اچھا بھئی، سواری کے بعد اب میں نے واپس گھوڑا لے کر پہنچا، مالک تو مجھے ملا نہیں، میں گیا گھوڑے کو اس کے اصطبل میں باندھ کر آ گیا۔ تو کیا اب گھوڑا ہلاک ہو جائے تو مُسْتَعِيْرٌ پر ضمان آئے گا یا نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی مُسْتَعِيْرٌ پر ضمان نہیں آئے گا، وہ بری ہے۔ بھئی اس نے مالک کے حوالے نہیں کیا بھئی، اس پر تو ضمان آنا چاہیے! کہتے ہیں بھئی یوں سمجھا جائے گا اس نے مالک کے حوالے کر دیا ہے، اس لیے کیونکہ اگر مالک کے حوالے میں کر دیتا تو مالک نے بھی لے جا کر کہاں باندھنا تھا؟ اپنے اصطبل میں ہی باندھنا تھا، تو میں نے بھی وہیں پر لے جا کر باندھ دیا تو گویا اس کے حوالے کر دیا، لہٰذا اب اس صورت میں ضمان نہیں آئے گا۔

یہ معنی ہے: وَإِذَا اسْتَعَارَ دَابَّةً، اور جب کسی نے عاریتاً کوئی جانور لیا، فَرَدَّهَا إِلٰى إِصْطَبْلِ مَالِكِهَا، پس اس کو واپس کر دیا اس کے مالک کے اصطبل کی طرف، فَهَلَكَتْ، پس وہ ہلاک ہوا جانور، لَمْ يَضْمَنْ، تو اس پر ضمان نہیں آئے گا۔

وَإِنِ اسْتَعَارَ عَيْنًا وَّرَدَّهَا إِلٰى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهَا۔ صورت یہ بھئی، ایک آدمی نے دوسرے سے کوئی چیز عاریتاً لی اور پھر واپس لایا تو مالک نہیں ملا، اس کے گھر وہیں دے دی۔ کیا کیا؟ گھر میں وہ چیز دے دی۔ تو کیا اب وہ چیز ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کیونکہ اس نے تو مالک کے سپرد نہیں کیا بلکہ کہاں دی ہے؟ اس کے گھر میں۔ کہتے ہیں بھئی عرف میں اسی طرح ہوتا ہے کہ کوئی چیز لی جائے تو مالک نہ بھی ہو تو کیا کر لیا جاتا ہے؟ اسی کے گھر چیز پہنچا دی، تو یہ گویا اس کے حوالے کر چکا ہے، لہٰذا کسی قسم کا کوئی ضمان نہیں آئے گا۔ عموماً اسی طرح چیز واپس کی جاتی ہے گھر پہنچا کر بھی بھئی۔

تو یہ معنی ہے: وَإِنِ اسْتَعَارَ عَيْنًا وَّرَدَّهَا إِلٰى دَارِ الْمَالِكِ، اور اگر کسی نے عاریتاً کوئی چیز لی اور واپس لوٹایا اس کو مالک کے گھر تک، وَلَمْ يُسَلِّمْهَا إِلَيْهِ، اور مالک کے حوالے نہیں کیا، لَمْ يَضْمَنْ، تو ضامن نہیں ہو گا۔

تیسری صورت بھئی۔ میں نے ایک آدمی کے پاس بطورِ امانت کے ایک چیز رکھوائی تھی بھئی۔ وہ امانت واپس لے کر آیا مجھے دینے کے لیے۔ میں گھر پہ نہیں ملا، وہ میرے گھر والوں کے حوالے کر کے چلا گیا۔ وہ چیز ہلاک ہو گئی۔ کیا اس پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں ضمان آئے گا۔ کیا ہے؟ ضمان آئے گا۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے؟ آپ نے عاریت میں کہا تھا ضمان نہیں آئے گا اور ودیعت میں کہہ رہے ہیں ضمان آئے گا! کہتے ہیں بھئی فرق ہے دونوں کے اندر بھئی۔ ودیعت تو امانت میں نے جب اس شخص کے پاس رکھوائی، معلوم ہوا میں اپنے گھر والوں پر بھی اس سلسلے میں اعتماد کرنے پر تیار نہیں تھا، اسی لیے میں نے اس کے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی ہے۔ لہٰذا اب وہ لا کر گھر والوں کے حوالے کرتا ہے تو یہ تو مالک کے حوالے کرنا نہ پایا گیا، لہٰذا اب کیا ہو جائے گا اگر ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان آئے گا۔ فرق سمجھ میں آیا؟

وَإِنْ رَدَّ الْوَدِيْعَةَ إِلٰى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهَا إِلَيْهِ ضَمِنَ، اور اگر کسی نے واپس کی ودیعت مالک کے گھر کو وَلَمْ يُسَلِّمْهَا إِلَيْهِ اور مالک کے وہ امانت سپرد نہ کی، ضَمِنَ، تو وہ کیا ہو گا؟ ضامن ہو گا۔ وَاللهُ أَعْلَمُ بھئی، چلیے بس، وَنَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۰۷: کتاب اللقیط، کتاب اللقطۃ و کتاب الخنثیٰ: لقیط (لاوارث بچے) کا نسب و نفقہ، لقطہ کی تعریف و مدت اور خنثیٰ مشکل کے احکام

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۳ اپریل ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ اللَّقِيطِ. اَللَّقِيطُ حُرٌّ وَّنَفَقَتُهٗ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، وَإِنِ الْتَقَطَهٗ رَجُلٌ لَّمْ يَكُنْ لِّغَيْرِهٖ أَنْ يَّأْخُذَهٗ مِنْ يَّدِهٖ. فَإِنِ ادَّعٰى مُدَّعٍ أَنَّهٗ ابْنُهٗ فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ مَعَ يَمِيْنِهٖ، وَإِنِ ادَّعَاهُ اثْنَانِ وَوَصَفَ أَحَدُهُمَا عَلَامَةً فِيْ جَسَدِهٖ فَهُوَ أَوْلٰى بِهٖ.[۲۱]

لقیط بھئی۔ لقیط وہ بچہ جو راستے میں پڑا ہوا ملے بھئی، جس کے ولی وغیرہ کا کوئی پتہ نہ ہو اسے لقیط کہتے ہیں لغت میں بھئی۔ اور اصطلاحِ فقہاء میں وہ چھوٹا بچہ جسے اس کے گھر والوں نے پھینک دیا ہو فقر و فاقے اور احتیاج کے خوف سے یا زنا کی تہمت کے خوف سے بھئی، اسے پھینک دیا ہو بھئی، کہیں ڈال دیا ہو، اس بچے کو کیا کہتے ہیں؟ لقیط کہتے ہیں، لقیط بھئی۔

تو اب ایسا بچہ کسی کو کہیں پڑا ہوا ملے اس کا کیا حکم ہے؟ ساری تفصیل اب صاحبِ قدوری بیان کریں گے بھئی۔ کہتے ہیں: اَللَّقِيطُ حُرٌّ، لقیط آزاد ہو گا بھئی، یعنی آزاد شمار کیا جائے گا۔ کوئی بچہ کہیں پڑا ہوا ملتا ہے کیا شمار ہو گا؟ آزاد شمار ہو گا، اس لیے کہ انسان میں اصل ہے آزاد ہونا بھئی، اور غلامی اسے عارض ہوتی ہے، اسے پیش آتی ہے کسی سبب کی وجہ سے۔ تو یہاں پر اسے کیا شمار کیا جائے گا؟ آزاد شمار ہو گا وہ بھئی۔

وَنَفَقَتُهٗ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ بھئی، اور اس کا نفقہ بیت المال سے ہو گا۔ یعنی اس پر جو خرچہ وغیرہ ہو گا اب پرورش وغیرہ پر وہ کہاں سے ادائیگی کی جائے گی؟ بیت المال سے، اس لیے کہ بیت المال میں مسلمانوں کا مال جمع ہے مسلمانوں کے نفع کے لیے، تو اسے اس پر اب خرچ کیا جائے گا بھئی۔

وَإِنِ الْتَقَطَهٗ رَجُلٌ لَّمْ يَكُنْ لِّغَيْرِهٖ أَنْ يَّأْخُذَهٗ مِنْ يَّدِهٖ۔ اور اگر اٹھایا ہو اسے کسی شخص نے تو نہیں ہے جائز کسی دوسرے کے لیے کہ أَنْ يَّأْخُذَهٗ مِنْ يَّدِهٖ کہ وہ لے لے اسے اس کے قبضے سے۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کو ایک بچہ ملا کہیں پر، تو اب یہ اس کی حفاظت کا زیادہ حقدار ہے۔ کوئی اور اس سے آ کر اس بچے کو نہیں لے سکتا بھئی، کوئی اور نہیں لے سکتا۔ تو یہ اس کی حفاظت کا زیادہ حقدار ہے۔ یہ معنی ہے: وَإِنِ الْتَقَطَهٗ رَجُلٌ، اور اگر اٹھایا ہو اسے کسی شخص نے، لَمْ يَكُنْ لِّغَيْرِهٖ أَنْ يَّأْخُذَهٗ مِنْ يَّدِهٖ، تو جائز نہیں کسی اور کے لیے کہ وہ اسے لے لے اس کے قبضے سے، یعنی زبردستی نہیں لے سکتا بھئی۔

فَإِنِ ادَّعٰى مُدَّعٍ أَنَّهٗ ابْنُهٗ فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ مَعَ يَمِيْنِهٖ۔ اگر دعویٰ کیا کسی دعویٰ کرنے والے نے کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اس کا قول معتبر ہو گا مَعَ يَمِيْنِهٖ ساتھ اس کی قسم کے۔ بھئی یعنی ایک آدمی کو ملا بچہ راستے میں پڑا ہوا، اس نے اس کو اٹھا لیا۔ اب یہ بچہ اس کے پاس ہے بھئی، کوئی اور اس کے ہاتھ سے

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اَللَّقِيطُ حُرٌّ وَّنَفَقَتُهٗ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «اللقيط: حر مسلم ونفقته من بيت المال» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ ادَّعَاهُ اثْنَانِ وَوَصَفَ أَحَدُهُمَا عَلَامَةً فِيْ جَسَدِهٖ فَهُوَ أَوْلٰى بِهٖ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن ادعاه اثنان ووصف أحدهما علامة في جسده فهو أولى به» منقول ہے۔

اسے نہیں لے سکتا بھئی زبردستی بھئی۔ لیکن کوئی اور شخص اس کے باپ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے۔ تو کہتے ہیں اب جس شخص نے نسب کا دعویٰ کیا اس کا دعویٰ قسم کے ساتھ ثابت ہو جائے گا بھئی۔ جب وہ قسم کھالے گا تو یہ بچے کا نسب اسی شخص سے کیا ہو جائے گا؟ ثابت ہو جائے گا۔ اور جب نسب ثابت ہو گیا تو اب وہ جو باپ ہے وہ اب بچے کو اس شخص سے لے سکتا ہے کہ میں اسے اپنی پرورش میں رکھوں گا۔ پہلے ویسے تو نہیں لے سکتا تھا لیکن جب کیا کر لیا؟ نسب ثابت ہو گیا۔ تو نسب کے سلسلے میں غیر کا قول معتبر ہو گا جب کہ اٹھانے والے نے خود نسب کا دعویٰ نہیں کیا بھئی۔ تو نسب تو ایک ضروری چیز ہے بھئی، اس میں بچے کا نفع ہے، ورنہ کل کو یہ بڑا ہو گا، نسب کا پتہ نہیں ہو گا تو لوگ اسے طعنہ دیں گے بھئی کہ تمہارے تو باپ کا بھی پتہ نہیں ہے۔ تو یہ جس میں اس کا نفع ہے اب کوئی اور اس کے نسب کا دعویٰ کرتا ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہو گا بھئی۔

وَإِنِ ادَّعَاهُ اثْنَانِ، اور اگر اس کا دعویٰ کر دیا دو آدمیوں نے۔ دو آدمیوں نے کہا، ایک نے کہا یہ میرا بیٹا ہے، دوسرے نے کہا میرا بیٹا ہے بھئی۔ تو یاد رکھیے جس نے پہلے دعویٰ کیا، قسم کے ساتھ قول کیا اس کا قول معتبر ہے۔ لیکن اگر دونے دعویٰ کیا بھئی، اور ان میں سے کوئی ایک کیا کر لیتا ہے؟ کوئی اس کے جسم میں کوئی علامت بھی بتلا دیتا ہے بھئی آپ اس بچے میں دیکھیں اس کے جسم میں فلاں علامت ہے، اور وہ علامت پائی گئی ہے اس بچے کے جسم میں، تو یہ زیادہ حقدار ہے اس کا بھئی۔ یہ کیا ہے؟ زیادہ حقدار ہے۔

وَإِنِ ادَّعَاهُ اثْنَانِ، اور اگر اس کا دعویٰ کر دیا دو آدمیوں نے، وَوَصَفَ أَحَدُهُمَا عَلَامَةً فِي جَسَدِهِ، اور بیان کیا ان دونوں میں سے کسی ایک نے کوئی علامت بھئی اس کے جسم کے اندر، فَهُوَ أَوْلَى بِهِ، تو وہ زیادہ اس کے لائق ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس لیے کہ جب وہ علامت بتلا رہا ہے تو معلوم ہوا یہ بچہ پہلے اس کے قبضے میں تھا بھئی، تو یہ ترجیح پا جائے گا۔

وَإِذَا وُجِدَ فِي مِصْرٍ مِّنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَاهُمْ فَادَّعٰى ذِمِّيٌّ أَنَّهُ ابْنُهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَكَانَ مُسْلِمًا۔ صورت یہ ہے بھئی ایک بچہ پایا گیا راستے میں پڑا ہوا، لیکن جہاں پایا گیا وہ مسلمانوں کی کوئی بستی تھی بھئی، اس بستی کے اندر پایا گیا یا اس کے قریب پایا گیا بھئی۔ اور دعویٰ نسب کا کر دیا کسی ذمی نے بھئی۔ دارالاسلام میں رہنے والے کسی بھئی کافر نے، یہودی یا عیسائی نے کیا دعویٰ کر دیا؟ یہ میرا بچہ ہے۔ تو کہتے ہیں بھئی دیکھو اب یہاں دو چیزیں ہیں۔ ایک تو ہے بچے کا نسب اور دوسرا اس کا دین بھئی۔ تو نسب تو ذمی سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ نسب کے اندر بچے کا فائدہ ہے بھئی، کل کو اسے کوئی طعنہ نہیں دے سکے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نسب میں فائدہ ہے۔ لیکن دین کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی بستی کے قریب یا مسلمانوں کی بستی کے اندر اس کا ملنا بتلاتا ہے کہ یہ بچہ کیا ہے؟ مسلمان ہے۔ اور اس ذمی کا دعویٰ کیا بتلاتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ ذمی ہے، مسلمان نہیں ہے۔ اب آپ بتائیے بچے کا نفع کس کے اندر ہے بھئی؟ مسلمان ہونے کے اندر۔ لہٰذا نسب کے سلسلے میں تو اس ذمی کا دعویٰ مقبول ہو گا، دین کے سلسلے میں اس کا دعویٰ مقبول نہیں۔ تو بچہ تو اسی کا شمار ہو گا لیکن شمار مسلمان ہو گا۔ کیا شمار ہو گا؟ مسلمان۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟[۳]

یہ معنی ہے: وَإِذَا وُجِدَ فِي مِصْرٍ مِّنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ، جب پایا جائے کوئی بچہ فِي مِصْرٍ مِّنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر کے اندر، أَوْ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَاهُمْ، قُرًی جمع ہے قَرْيَةٌ کی، أَوْ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَاهُمْ یا مسلمانوں کی بستیوں میں سے کسی بستی کے اندر، فَادَّعٰى ذِمِّيٌّ أَنَّهُ ابْنُهُ، پس دعویٰ کر دیا کسی ذمی نے کہ یہ اس کا بیٹا ہے، ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ، تو اس بچے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا، وَكَانَ مُسْلِمًا، اور شمار کیا ہو گا وہ بچہ؟ مسلمان شمار ہو گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو نسب میں بچے کا اس کے دعوے کا فائدہ تھا اسے قبول کر لیا جائے گا، دین میں اس کا دعویٰ صحیح نہیں وہ قبول نہیں ہو گا، وہ مسلمان ہی شمار ہو گا۔

وَإِنْ وُّجِدَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ قُرٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ أَوْ فِي بِيْعَةٍ أَوْ كَنِيْسَةٍ كَانَ ذِمِّيًّا۔ اور اگر وہ پایا گیا بھئی فِي قَرْيَةٍ مِّنْ قُرٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ ذمیوں کی بستیوں میں سے کسی بستی کے اندر، أَوْ فِي بِيْعَةٍ یا یہودیوں کے کسی عبادت خانے میں، أَوْ كَنِيْسَةٍ یا کسی گرجے میں یعنی عیسائیوں کے عبادت خانے میں۔ بِيْعَةٌ کہتے ہیں یہودیوں کا عبادت خانہ، كَنِيْسَةٌ کہتے ہیں عیسائیوں کا عبادت خانہ بھئی جسے گرجا کہتے ہیں۔ تو اگر ذمیوں کی کسی بستی میں بچہ ملا یا کسی یہودیوں یا عیسائیوں کے معبد کے اندر ان کے عبادت خانے کے اندر ملا، كَانَ ذِمِّيًّا، اب کیا ہو گا وہ؟ ذمی ہو گا۔ کیونکہ یہاں ظاہرِ حال بتلا رہا ہے کہ جب ان

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا وُجِدَ فِي مِصْرٍ مِّنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَاهُمْ فَادَّعٰى ذِمِّيٌّ أَنَّهُ ابْنُهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَكَانَ مُسْلِمًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا وجد في مصر من أمصار المسلمين أو في قرية من قراهم فادعى ذمي أنه ابنه ثبت نسبه منه وكان مسلما» منقول ہے۔

کے شہر میں ملا ہے تو ہو گا بھی کیا؟ ذمی ہی ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ جب ہے جب کہ یہ ملا بھی ذمی کو ہو مولانا، اور اگر مسلمان کو ملا ہو تو پھر اس میں دو روایتیں ہیں، بعض کہتے ہیں پھر بھی ذمی شمار ہو گا، بعض کیا کہتے ہیں؟ مسلمان شمار ہو گا۔

وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّ اللَّقِيْطَ عَبْدُهٗ أَوْ أَمَتُهٗ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ وَكَانَ حُرًّا۔ صورت یہ ہے بھئی ایک جگہ ایک بچہ ملا اور کسی شخص نے دعویٰ کر دیا کہ یہ جو بچہ ہے یہ میرا غلام ہے، یا یہ جو بچی ملی ہے صغیرہ یہ میری باندی ہے، تو کیا اس کے قول کو قبول کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی یہاں پر انسان کے اندر اصل ہے آزاد ہونا، لہٰذا صرف اس کے کہنے سے اس کو اس کا غلام یا باندی شمار نہیں کریں گے۔ باب کے شروع میں بتایا تھا اَللَّقِيْطُ حُرٌّ، لقیط کیا شمار ہو گا؟ آزاد۔ ہاں ایک صورت میں اس کا یہ دعویٰ ثابت ہو گا جب وہ بینہ پیش کر دے بھئی۔ کیا کر دے؟ بینہ، گواہ پیش کر دے بھئی، تو پھر اس صورت میں پھر غلام یا باندی شمار کیا جائے گا، اس کے بغیر نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّ اللَّقِيْطَ عَبْدُهٗ أَوْ أَمَتُهٗ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ، اور جس نے دعویٰ کر دیا کہ لقیط اس کا غلام ہے یا اس کی باندی ہے تو یہ اس کا دعویٰ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، وَكَانَ حُرًّا، اور وہ کیا شمار ہو گا؟ آزاد شمار ہو گا۔[۴]

وَإِنِ ادَّعٰى عَبْدٌ أَنَّهُ ابْنُهٗ ثَبَتَ نَسَبُهٗ مِنْهُ وَكَانَ حُرًّا۔ اچھا بھئی، لقیط کے بارے میں غلام نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ تو اب کیا یہ غلام کا بچہ شمار ہو گا یا نہیں؟ نسب ثابت ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی نسب کی تو اسے اشد ضرورت ہے بھئی، لہٰذا نسب کیا ہو جائے گا؟ ثابت ہو جائے گا۔ لیکن غلامی پھر بھی ثابت نہیں ہو گی، بچے کو آزاد ہی شمار کیا جائے گا۔ نسب میں ہے بچے کا نفع بھئی تو وہ ثابت ہو جائے گا، اور غلام ہونے میں اس کا نقصان ہے لہٰذا وہ ثابت نہیں ہو گا بھئی۔ بھئی پھر یہ کیسے ہو گا؟ باپ غلام ہے، بچہ آزاد ہے! کہتے ہیں بھئی ایسا ہو تا ہے، باپ غلام ہو تا ہے، ماں آزاد ہوتی ہے۔ غلام کسی آزاد عورت سے کیا کر لیتا ہے؟ نکاح کر لیتا ہے، تو بچہ والدین میں سے جو بہتر ہو تا ہے اس کے تابع ہوا کر تا ہے، اور غلام بہتر ہے یا وہ ماں آزاد بہتر ہے بھئی؟ وہ ماں جو کہ آزاد ہے وہ بہتر ہے، تو اس کے تابع ہو کر بچہ بھی پھر آزاد ہی شمار ہو تا ہے، غلام شمار نہیں ہو تا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنِ ادَّعٰى عَبْدٌ أَنَّهُ ابْنُهٗ ثَبَتَ نَسَبُهٗ مِنْهُ وَكَانَ حُرًّا، اور اگر دعویٰ کر دیا کسی غلام نے کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا وَكَانَ حُرًّا اور وہ آزاد ہو گا۔

وَإِنْ وُّجِدَ مَعَ اللَّقِيْطِ مَالٌ مَّشْدُوْدٌ عَلَيْهِ فَهُوَ لَهٗ۔ اچھا بھئی، ایک جگہ ایک بچہ پڑا ہوا ملا اور اس کے ساتھ کچھ مال بھی ملا بھئی۔ کہتے ہیں اگر وہ مال بچے کے ساتھ بندھا ہوا تھا تو پھر تو یہ بچے ہی کا مال شمار ہو گا۔ اب جس شخص کو یہ بچہ ملا ہے وہ اس مال میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا۔ یہ بچے کا مال ہے، اس کو محفوظ رکھے گا اور پھر اسی کے حوالے کیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ لیکن اگر مال تھوڑا سا الگ پڑا ہوا، بچہ یہاں پڑا ہے، مال اس سے تھوڑے سے فاصلے پر پڑا ہے ایک دو فٹ کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا، کہتے ہیں اب یہ بچے کا مال شمار نہیں، یعنی اس کے ساتھ بندھا نہیں ہوا الگ پڑا تھا مال، تو یہ اب بچے کا مال شمار نہیں ہو گا۔ یہ لقطہ شمار ہو گا، کسی کی کوئی چیز کسی کو راستے میں پڑی ہوئی جیسے مل جائے تو وہ شمار ہو گی۔ اگلا باب اسی کے بارے میں آ رہا ہے بھئی، کسی کی راستے میں پڑی ہوئی کوئی چیز مل جائے یا کہیں پر کوئی پڑی ہوئی کسی کی چیز مل جائے اسے لقطہ کہتے ہیں، اور جسے اس نیت سے اٹھا لینا کہ میں مالک تک پہنچاؤں گا یہ جائز ہے مولانا، سمجھ میں آیا؟ بلکہ ثواب کا کام ہے۔ تو یہاں بھی یہ جو مال الگ پڑا ملا یہ کیا شمار ہو گا؟ لقطہ شمار ہو گا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ وُّجِدَ مَعَ اللَّقِيْطِ مَالٌ مَّشْدُوْدٌ عَلَيْهِ، اور اگر پایا گیا لقیط کے ساتھ ایسا مال مَشْدُوْدٌ عَلَيْهِ جو اس پر بندھا ہوا تھا، فَهُوَ لَهٗ، تو وہ اسی کا ہو گا۔

وَلَا يَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْمُلْتَقِطِ وَلَا تَصَرُّفُهٗ فِيْ مَالِ اللَّقِيْطِ۔ اچھا بھئی، وہ شخص جسے بچہ ملا، مُلْتَقِطٌ، اسے کیا کہتے ہیں؟ مُلْتَقِطٌ، جس نے بچے کو اٹھایا بھئی پڑا ہوا ملا۔ کیا یہ مُلْتَقِطٌ اس بچے کا اب نکاح کروا سکتا ہے؟ کیا اس کے مال میں کوئی تصرف کر سکتا ہے جو مال اس کے ساتھ بندھا ہوا ملا یا کسی نے اس بچے کو بعد میں کچھ ہبہ کر دیا تو بچہ اس مال کا مالک بن جاتا ہے یا نہیں بن جاتا بھئی؟ مالک۔ تو کیا یہ مُلْتَقِطٌ اس کے مال میں تصرف کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہ مُلْتَقِطٌ صرف اس کی حفاظت پرورش کا تو ذمہ دار ہے، کسی قسم کی ولایت اسے حاصل نہیں ہے۔ باپ دادا وغیرہ ہوتے ہیں ان کی شفقت ہوتی ہے بھئی، وہ اپنی اولاد کا نکاح کروا سکتے ہیں، انہیں نکاح کی ولایت ہوتی ہے۔ لیکن یہ مُلْتَقِطٌ کو اس بچے پر کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں۔ نہ تو یہ بچے کا قریبی رشتہ

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اللَّقِيْطَ عَبْدُهٗ أَوْ أَمَتُهٗ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «اللقيط عبده أو أمته لم يقبل منه» منقول ہے۔

دار ہے، نہ بچہ اس کا مملوک ہے، نہ اس کی یہاں حکومت ہے بادشاہت ہے اس آدمی کے پاس، بادشاہت ہو یا حکومت ہو پھر بھی کیا ہوتی ہے؟ امیر کو ولایت حاصل ہوتی ہے۔ تو اس شخص کو نہ تو مالک ہونے کی ولایت حاصل ہے، نہ باپ دادا وغیرہ کے طور پر اس کو ولایت حاصل ہے، اور نہ اسے امارت کی وجہ سے کوئی ولایت حاصل ہے۔ تو گویا کسی بھی درجے میں اس کو اس بچے پر ولایت حاصل نہیں۔ جب ولایت حاصل نہیں تو اس کا نکاح بھی یہ نہیں کروا سکتا، اس کے مال میں تصرف بھی نہیں کر سکتا۔

یہ معنی ہے: وَلَا يَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْمُلْتَقِطِ، اور جائز نہیں ہے مُلْتَقِطْ کا نکاح کروانا یعنی اس بچے کا نکاح کروائے، وَلَا تَصَرُّفُهُ فِيْ مَالِ اللَّقِيْطِ، اور نہ ہی تصرف کرنا اس کا اس لقیط کے مال میں۔

وَيَجُوْزُ أَنْ يَّقْبِضَ لَهُ الْهِبَةَ وَيُسَلِّمَهُ فِيْ صِنَاعَةٍ وَّيُؤَاجِرَهُ. ہاں کوئی بچے کو ہبہ کرتا ہے، اب بچہ تو چھوٹا ہے بھئی، کوئی آدمی آیا اس نے کہا بھئی یہ مال لے لو اس بچے کے لیے میری طرف سے، تو کیا مُلْتَقِطْ اس کے لیے مال پر قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں ہاں مال پر قبضہ کر سکتا ہے۔ کیا کر سکتا ہے؟ مال پر اس کے لیے قبضہ کر سکتا ہے بھئی، کیونکہ اس میں صرف بچے کا فائدہ ہی فائدہ ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَيَجُوْزُ أَنْ يَّقْبِضَ لَهُ الْهِبَةَ، اور جائز ہے اس مُلْتَقِطْ کے لیے کہ وہ قبضہ کرے اس لقیط کے لیے اس کے ہبہ پر، وَيُسَلِّمَهُ فِيْ صِنَاعَةٍ، اور سپرد کر سکتا ہے، وَيُسَلِّمَهُ اس کو يَقْبِضَ پر عطف کریں، وَيُسَلِّمَهُ فِيْ صِنَاعَةٍ اور یہ بھی جائز ہے کہ سپرد کرے اس کو کسی پیشے کے اندر۔ بھئی لقیط تھوڑا سا بڑا ہوا، اب اس کے لیے یہ مُلْتَقِطْ جو تھا یہ اس کا نکاح بھی نہیں کروا سکتا، اس کے مال میں تصرف بھی نہیں کر سکتا، کیا بھئی یہ کسی کاریگر کے حوالے کر سکتا ہے کہ اسے فلاں کام سکھاؤ بھئی کسی پیشے وغیرہ کے لیے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، یہ کر سکتا ہے۔ یا اس کو مزدوری وغیرہ اجارے کے طور پر حوالے کر سکتا ہے کسی کے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، یہ بھی کر سکتا ہے۔

یہ معنی ہے: وَيُسَلِّمَهُ فِيْ صِنَاعَةٍ، اور سپرد کر سکتا ہے اسے کسی پیشے میں یا کاریگری میں، وَيُؤَاجِرَهُ، اور اسے اجرت کے طور پہ یعنی اجارے کے طور پر بھی دے سکتا ہے کسی کو خدمت وغیرہ کے لیے بھئی۔

كِتَابُ اللُّقَطَةِ. لُقَطَةٌ میں قاف کا سکون بھی جائز ہے، قاف پر فتحہ بھی جائز ہے، لُقْطَةٌ اور لُقَطَةٌ دونوں طرح درست ہے۔ اسی طرح ایک تیسرا طریقہ بھی ہے: كِتَابُ اللَّقَطَةِ، لام اور قاف دونوں پر کیا پڑھا جائے؟ فتحہ۔ تینوں طرح یہ لفظ صحیح ہے بھئی۔ تو راستے میں کوئی چیز پڑی ہوئی ملے بھئی اسے کیا کہتے ہیں؟ لقطہ کہتے ہیں بھئی، لقطہ۔

اَللُّقَطَةُ أَمَانَةٌ فِيْ يَدِ الْمُلْتَقِطِ. کہتے ہیں لقطہ جو چیز راستے میں پڑی ہوئی ملے وہ امانت ہے اٹھانے والے کے قبضے میں۔ إِذَا أَشْهَدَ. امانت ہونے کا یہ معنی کہ اگر اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو اس پر کوئی ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ بھئی آپ جا رہے تھے راستے میں، آپ کو کوئی چیز پڑی ہوئی ملی، آپ نے اٹھالی۔ تو یہ چیز اب آپ کے پاس کیا ہے؟ امانت ہے، ہلاک ہو گئی تو آپ پر ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ لیکن یاد رکھیے جب اٹھالیں تو اس پر گواہ ضرور قائم کر لیں بھئی۔ ورنہ کل کلاں کو مالک آجائے گا، چیز آپ کے پاس ہلاک ہو گئی، مالک کہے گا بھئی آپ نے تو قبضہ کرنے کے لیے میری چیز اٹھائی تھی بھئی! آپ کہتے ہیں نہیں، میرا تو مقصد تھا آپ کو تلاش کروں اور آپ تک چیز پہنچاؤں، وہ کہتا ہے نہیں بھئی۔ تو اس صورت میں یاد رکھو اگر آپ نے گواہ نہ بنائے ہوئے تو پھر آپ پر ضمان آئے گا، آپ کو ضمان کے طور پر وہ چیز دینا پڑے گی اگر مثلیات میں سے ہوئی، اور اگر ذوات القیم میں سے ہوئی تو کیا دینا پڑے گی؟ اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ تو گواہ بنالو بھئی کہ میں یہ چیز اپنے لیے نہیں اٹھا رہا بلکہ کس لیے اٹھا رہا ہوں؟ مالک تک پہنچانے کے لیے۔

دیکھیے خود آگے ذکر کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں: اَللُّقَطَةُ أَمَانَةٌ فِيْ يَدِ الْمُلْتَقِطِ، لقطہ امانت ہے مُلْتَقِطْ کے قبضے میں، إِذَا أَشْهَدَ الْمُلْتَقِطُ، جب گواہ بنادے مُلْتَقِطْ کہ أَنَّهُ يَأْخُذُهَا لِيَحْفَظَهَا کہ اس نے اٹھایا ہے اس چیز کو تاکہ اس کی حفاظت کرے وَيَرُدَّهَا عَلٰى صَاحِبِهَا اور تاکہ اس کو واپس کرے اس کے مالک پر بھئی۔ گواہ بنالے۔ گواہ کیسے بنائیں گے بھئی؟ بھئی لوگوں کو کہہ دے بھئی کہ بھئی یہ چیز مجھے ملی ہے فلاں جگہ پر، اگر تم کسی کو اس چیز کو تلاش کرتے ہوئے پاؤ تو اس کو میری طرف بھیج دینا بھئی، یہ چیز میرے پاس ہے میں اس کے مالک کے حوالے کر دوں گا بھئی۔ سمجھ میں آیا طریقہ بھئی؟ تو اس طریقے پر۔

فَإِنْ كَانَتْ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ عَرَّفَهَا أَيَّامًا، وَإِنْ كَانَتْ عَشَرَةً فَصَاعِدًا عَرَّفَهَا حَوْلًا كَامِلًا. یہاں سے بتلا رہے ہیں صاحبِ قدوری آپ کو کہ بھئی چیز جو ملی ہے وہ سستی بھی ہو سکتی ہے، مہنگی بھی ہو سکتی ہے۔ اب اس کا اعلان کروانا، اس کی تشہیر کروانا جس نے اٹھائی ہے اس کے ذمہ ضروری ہے بھئی۔ اعلان کروائے، تشہیر کروائے تاکہ مالک تک چیز پہنچ جائے بھئی۔ اب کتنا عرصہ تشہیر کروائی جائے گی بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اگر وہ چیز دس درہم

سے کم کی تھی تو چند دن تک تشہیر کروائے، جگہ جگہ اعلان کروائے، مسجد میں لوگ اکٹھے نظر آئے وہاں اعلان کروادیا، دوسری جگہ کوئی جگہ تھی وہاں لوگ اکٹھے تھے اعلان کروادیا بھئی، تو جہاں جہاں موقع ملے اعلانات کرواتا رہے تاکہ مالک تک بات پہنچے اور وہ آکر وصول کرلے۔ اور اگر وہ چیز مہنگی تھی، دس درہم کی تھی یا دس سے زیادہ کی تھی، تو پھر پورے ایک سال تک تشہیر کرواتا رہے گا بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ تو سستی چیز میں چند دن تک کرواتا رہے یہاں تک کہ یقین ہو جائے کہ اب مالک یقیناً اسے تلاش نہیں کر رہا ہو گا، اب نہیں آئے گا اسے لینے۔ جب یقین ہو جائے کہ اب نہیں لینے آئے گا، اب وہ اسے طلب نہیں کر رہا ہو گا، تو پھر اس کو صدقہ کر دے۔ کیا کر دے؟ صدقہ۔ مالک کی طرف سے صدقہ کر دے گا، ثواب صدقے کا کس کو ملے گا؟ مالک کو ملے گا بھئی۔ ہاں اس کو بھی ثواب ملے گا کہ اس نے کیا کیا؟ خیانت نہیں کی، وہ چیز خود استعمال نہیں کر لی بھئی۔ لیکن چیز تھی تو دراصل مالک کی، تو ثواب صدقہ کرنے کا اسی کو ملے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ كَانَتْ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ عَرَّفَهَا أَيَّامًا، اگر وہ چیز دس درہم سے کم کی تھی عَرَّفَهَا تو اس لقطہ کی تعریف کروائے، یعنی سمجھ میں آیا بھئی؟ تعریف یعنی تشہیر کروائے، اعلانات کروائے أَيَّامًا چند دنوں تک۔ وَإِنْ كَانَتْ عَشَرَةً فَصَاعِدًا، اور اگر وہ چیز دس درہم کی تھی یا زیادہ کی تھی، عَرَّفَهَا حَوْلًا كَامِلًا، تو اس کی تعریف کروائے گا پورا ایک سال۔ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، اگر اس کا مالک آگیا، تو جزا محذوف ہے مولانا فَبِهَا بڑی اچھی بات ہے، مالک کے حوالے کر دے۔ وَإِلَّا، اور اگر ایسا نہ ہو یعنی مالک نہ آئے، تَصَدَّقَ بِهَا، تو اسے صدقہ کر دے۔

اب صدقہ کرنے کے بعد پھر مالک آگیا مولانا! یہ صدقہ کر چکا تھا مالک جب پہنچا، اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی اب مالک کا اختیار ہے: چاہے تو صدقے کو برقرار رکھے، اسے ثواب مل گیا، اور چاہے تو مُلْتَقِطْ کو کہے بھئی میری چیز تھی تم نے کیوں صدقہ کی؟ لاؤ بھئی میری چیز میرے حوالے کرو، اس سے ضمان وصول کرلے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، اگر آگیا اس کا مالک، اس چیز کا مالک آگیا، وَهُوَ قَدْ تَصَدَّقَ بِهَا، اس حال میں کہ یہ مُلْتَقِطْ اس لقطے کو صدقہ کر چکا ہے، فَهُوَ بِالْخِيَارِ، تو مالک کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَمْضَى الصَّدَقَةَ، چاہے تو چلنے دے صدقے کو، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْمُلْتَقِطَ، اور اگر چاہے تو مُلْتَقِطْ کو ضامن بنادے۔

وَيَجُوْزُ الِالْتِقَاطُ فِي الشَّاةِ وَالْبَقَرِ وَالْبَعِيْرِ۔ اچھا بھئی، کہ کسی کو کوئی بھیڑ بکری یا گائے بیل یا اونٹ وغیرہ ملتے ہیں بھئی، پتہ ہی نہیں کس کے ہیں، کیا ان کا التقاط بھی، ان کو بھی پکڑ لینا حفاظت کی نیت سے صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ کہتے ہیں صحیح ہے بھئی، صحیح ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ معنی ہے: وَيَجُوْزُ الِالْتِقَاطُ فِي الشَّاةِ وَالْبَقَرِ وَالْبَعِيْرِ، اور التقاط جائز ہے شَاةٌ بھیڑ بکری میں بھی، وَالْبَقَرِ گائے بیل وغیرہ میں، بھینس میں، وَالْبَعِيْرِ اور اونٹ وغیرہ میں۔

فَإِنْ أَنْفَقَ الْمُلْتَقِطُ عَلَيْهَا۔ اچھا بھئی، اب یہ جانور تو پکڑ لیا، پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کس کا ہے، اگر وہ چھوڑ دیتا تو کوئی اس کو پکڑ کرلے جاتا، قبضہ کر لیتا۔ اس نیت سے پکڑ لیا کہ مالک کا پتہ لگے گا اسے پہنچادوں گا، اور گواہ بھی بنالیے، لوگوں کو کہہ دیا بھئی اگر کسی کو کوئی بھیڑ بکری تلاش کرتے ہوئے پاؤ تو میری طرف بھیج دینا بھئی، میرے پاس موجود ہے بھئی، مجھے ایک بھیڑ بکری ملی ہے۔ اب بھئی اس بھیڑ بکری، گائے بیل وغیرہ پر خرچہ بھی تو ہو گا بھئی، اس کو کھلانا پلانا پڑے گا، تو وہ خرچہ کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں کہ یہ مُلْتَقِطْ اگر اس پر حاکم کی اجازت کے بغیر خرچ کرتا ہے، قاضی وغیرہ کو یا حاکمِ شہر کو نہیں بتایا، خود اپنی طرف سے اپنے پاس رکھا ہے اور خرچ بھی کرتا جا رہا ہے اس پر، تو مالک کے آنے کے بعد اب اس سے وصول نہیں کر سکتا، یہ اس کی طرف سے احسان شمار ہو گا۔ مالک دے دے تو الگ بات ہے، زبردستی اس سے وصول نہیں کر سکتا۔

اور اگر حاکم کے پاس گیا اور حاکم نے کہا ہاں بھئی یہ چیز اپنے پاس رکھو، اس پہ خرچہ کرو، جو خرچہ تمہارا ہو گا مالک سے دلوائیں گے ہم بھئی، مالک پر وہ دین ہو جائے گا۔ تو اس صورت میں اب جو خرچہ کرے گا وہ کیا شمار ہو گا؟ مالک پر دین۔ اب مالک کے آنے تک مثلاً اس نے اس اونٹ کے اوپر بھئی ہزار روپیہ خرچ کر چکا ہے، تو یہ دین شمار ہو گا، تو یہ مالک کو جب اونٹ حوالے کرے گا تو کیا کرے گا اس سے؟ ایک ہزار روپیہ اپنا خرچہ وصول کرلے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

فَإِنْ أَنْفَقَ الْمُلْتَقِطُ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنِ الْحَاكِمِ، پس اگر خرچ کر دیا مُلْتَقِطْ نے اس لقطے پر یعنی وہ بھیڑ بکری وغیرہ پر بِغَيْرِ إِذْنِ الْحَاكِمِ حاکم کی اجازت کے بغیر، فَهُوَ مُتَبَرِّعٌ، تو وہ متبرع ہے بھئی یعنی احسان کرنے والا ہے۔ وَإِنْ أَنْفَقَ بِإِذْنِهِ، اور اگر اس نے خرچ کیا ہے حاکم کی اجازت سے، كَانَ ذٰلِكَ دَيْنًا عَلٰى صَاحِبِهَا، تو یہ جو خرچہ ہے یہ دین ہو گا اس لقطے کے مالک پر۔

وَإِذَا رُفِعَ ذٰلِکَ إِلَی الْحَاکِمِ نَظَرَ فِیْہِ۔ کہتے ہیں بھئی حاکم کے پاس جب ایسا مسئلہ پہنچے، کوئی آ کر بتائے مجھے یہ جانور ملا ہے، اب مالک کا پتہ نہیں چل رہا اب کیا کروں؟ تو کہتے ہیں حاکم اس میں غور و فکر کرے۔ اس کے بارے میں غور کر لے بھئی۔ یہ نہ کہہ دے سیدھا لے جاؤ بھئی اب تم اس کو کھلاؤ پلاؤ، جو خرچہ ہو گا ہم وصول کر لیں گے۔ ہو سکتا ہے بھئی خرچہ بڑھتے بڑھتے جانور کی اپنی قیمت سے بھی بڑھ جائے۔ تو لہٰذا پہلے دیکھے، اگر ایسا جانور ہے جس کا کوئی فائدہ ہے، کوئی کام اس سے لیا جا سکتا ہے، تو حاکم یوں کرے اس جانور کو لے لے اور کرائے پر دے دے کسی کو۔ اب جو جانور سے آمدنی ہو گی اسی آمدنی میں سے جانور پر خرچ کرتے جائیں گے۔ کیا کریں گے؟ خرچ۔ جو زائد ہو گا وہ رکھتے جائیں گے وہ مالک کا ہے، اور جو ضرورت ہے جانور کے لیے اتنا اس پر کیا کرتے رہیں گے؟ خرچ۔ تو دیکھا اب مالک بھی بوجھ سے بچ جائے گا، آئے گا تو اس پر کسی قسم کا دین نہیں ہو گا، خرچہ نہیں ہو گا۔

اور اگر جانور ایسا ہے کہ اس کا کوئی نفع نہیں ہے، اور اگر اس کو ہم رکھتے ہیں، حاکم اس کو رکھوا دیتا ہے، اس پر تو خرچہ ہوتا چلا جائے گا اور بہت جلدی اس کا خرچہ اس کی اپنی قیمت سے بھی بڑھ جائے گا۔ تو اب تو بھئی اب ہم اس سے کوئی کام بھی نہیں لے سکتے، اسے رکھتے ہیں تو بھی اس میں نقصان ہے مالک کا، تو حاکم اس کو بیچ دے۔ کیا کرے؟ بیچ دے۔ جانور بکوا دے اور اس کے پیسے محفوظ رکھوا دے کہ جب مالک آ جائے تو کیا کر دیا جائے؟ یہ پیسے اس کے حوالے کر دیے جائیں بھئی۔ اور اگر زیادہ بہتر یہ تھا کہ جانور اسی طرح رکھو تھوڑا بہت ہی خرچہ ہو گا، تو پھر وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ جانور کو اسی طرح رکھو، اس پر خرچ کرتے رہو، جتنا خرچہ ہو جائے گا کس سے وصول کر لیں گے؟ مالک سے۔ تو جو صورت مناسب لگے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا رُفِعَ ذٰلِکَ إِلَی الْحَاکِمِ، اور جب یہ معاملہ اٹھایا گیا حاکم تک یعنی حاکم تک پہنچایا گیا، نَظَرَ فِیْہِ، تو وہ اس میں غور و فکر کرے۔ فَإِنْ کَانَ لِلْبَہِیْمَۃِ مَنْفَعَۃٌ، اگر اس جانور کا کوئی نفع تھا، آجَرَہَا، تو اسے اجرت پر دے دے، وَأَنْفَقَ عَلَیْہَا مِنْ أُجْرَتِہَا، اور خرچ کرے اس جانور پر اسی کی اجرت میں سے۔ وَإِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہَا مَنْفَعَۃٌ، اور اگر اس جانور کا کوئی نفع نہیں ہے، وَخَافَ أَنْ تَسْتَغْرِقَ النَّفَقَۃُ قِیْمَتَہَا، اور یہ خوف ہے کہ اس کا جو نفقہ ہے وہ تو گھیر لے گا اس کی قیمت کو یعنی قیمت سے بھی بڑھ جائے گا، بَاعَہَا الْحَاکِمُ، تو حاکم اسے بیچ دے، وَأَمَرَ بِحِفْظِ ثَمَنِہَا، اور حکم دے دے گا بِحِفْظِ ثَمَنِہَا اس کی ثمن کے محفوظ کرنے کا۔

وَإِنْ کَانَ الْأَصْلَحُ الْإِنْفَاقَ عَلَیْہَا أَذِنَ فِیْ ذٰلِکَ، اور زیادہ اگر بہتر اس پر خرچ کرنا تھا تو اجازت دے دے گا اس کی بھئی، اگر خرچ کرنا زیادہ مناسب تھا تو اس کی اجازت دے دے گا، وَجَعَلَ النَّفَقَۃَ دَیْنًا عَلٰی مَالِکِہَا، اور بنا دے گا نفقے کو دین اس کے مالک پر۔ فَإِذَا حَضَرَ مَالِکُہَا فَلِلْمُلْتَقِطِ أَنْ یَّمْنَعَہٗ مِنْہَا حَتّٰی یَأْخُذَ النَّفَقَۃَ، پس جب مالک حاضر ہو جائے تو مُلْتَقِطْ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو روک دے اس جانور سے حَتّٰی یَأْخُذَ النَّفَقَۃَ یہاں تک کہ کیا وصول کر لے اس سے؟ نفقہ اس سے لے لے کہ میرا اس پر اتنا خرچہ ہوا ہے، پہلے میرا خرچہ دو پھر جانور دوں گا بھئی۔ تو یہ اس کے لیے جائز ہے۔

وَلُقَطَۃُ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ سَوَاءٌ، اور حل اور حرم کا لقطہ برابر ہے بھئی۔ حل اور حرم بھئی، میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ بیت اللہ کے ارد گرد کچھ خاص علاقہ ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ حرم بھئی، جہاں پر شکار بھی منع ہے، جہاں گھاس وغیرہ اور درختوں کو کاٹنا بھی منع ہے۔ تو اب ایک لقطہ ہے حرم کا اور ایک لقطہ ہے حرم سے باہر کا۔ حرم سے باہر کا علاقہ کیا ہے؟ حل کہلاتا ہے۔ تو کہتے ہیں دونوں برابر ہیں، دونوں میں اسی طرح ہے کہ کچھ دن کیا کیا جائے؟ ان کی تعریف کروائی جائے گی، مالک نہ ملے تو پھر کیا کیا جائے گا؟ صدقہ کر دیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حرم کا لقطہ جو ہے، حرم میں کوئی چیز پڑی ہوئی ملے تو اس کی ہمیشہ تعریف کرواتا رہے جب تک مالک نہیں آ جاتا، وہاں پر صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں، وہاں صدقہ نہیں کیا جائے گا بھئی۔

وَإِذَا حَضَرَ الرَّجُلُ فَادَّعٰی أَنَّ اللُّقَطَۃَ لَہٗ لَمْ تُدْفَعْ إِلَیْہِ۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ آ گیا اور اس نے آ کر کہا بھئی وہ جو آپ کو چیز ملی تھی وہ میری ہے، تو کیا وہ چیز فوراً اس کے حوالے کر دی جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بینہ قائم کرے کہ یہ چیز اس کی ہے۔ جب وہ بینہ قائم کر دے گا تو اب یہ چیز کیا کی جائے گی؟ مُلْتَقِطْ سے لے کر کس کے حوالے کر دی جائے گی؟ مالک کے حوالے کر دی جائے گی۔ جب وہ بینہ پیش کر دے تو اب ضرور دی جائے گی۔ اور اگر اس نے بینہ پیش نہ کی لیکن کوئی نشانی بتلا دی کہ یہ یہ نشانی ہے، تو اس صورت میں بھی مُلْتَقِطْ کے لیے جائز ہے کہ وہ چیز اس کے حوالے کر دے، لیکن مجبور اسے نہیں کیا جا سکتا پھر بھی بھئی۔ مُلْتَقِطْ کہتا ہے نہیں بھئی میں نشانی نہیں جانتا بلکہ کیا پیش کرو؟ بینہ پیش کرو۔ تو اب ہم مجبور نہیں، قضاءً یعنی قاضی بھی اسے مجبور نہیں کر سکتا کہ یہ چیز کیا کرو اس کے حوالے کرو۔ ہاں گواہی پیش کر دے، بینہ پیش کر دے پھر مجبور کیا جائے گا۔

وَإِذَا حَضَرَ الرَّجُلُ، جب حاضر ہوا کوئی آدمی، فَادَّعٰی أَنَّ اللُّقَطَۃَ لَہٗ، پس اس نے دعویٰ کر دیا کہ لقطہ اس کا ہے، لَمْ تُدْفَعْ إِلَیْہِ، تو یہ لقطہ اس

کے حوالے نہیں کیا جائے گا، حَتّٰى يُقِيْمَ الْبَيِّنَةَ، یہاں تک کہ وہ بینہ قائم کر دے۔ فَإِنْ أَعْطٰى عَلَامَتَهَا، اگر اس نے دے دی اس کی کوئی علامت یعنی کوئی علامت بیان کر دی، حَلَّ لِلْمُلْتَقِطِ أَنْ يَّدْفَعَهَا إِلَيْهِ، تو جائز ہے، حلال ہے مُلْتَقِطْ کے لیے أَنْ يَّدْفَعَهَا إِلَيْهِ کہ وہ لقطہ اس کو دے دے، وَلَا يُجْبَرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِي الْقَضَاءِ، اور مجبور نہیں کیا جائے گا اس بات پر قضا کے اندر۔ یعنی اگر نہیں دیتا تو قاضی بھی مجبور نہیں کر سکتا۔

وَلَا يَتَصَدَّقُ بِاللُّقَطَةِ عَلٰى غَنِيٍّ، وَإِنْ كَانَ الْمُلْتَقِطُ غَنِيًّا لَمْ يَجُزْ أَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا۔ اچھا بھئی، لقطے کو صدقہ کرنا ہے، تو کہتے ہیں بھئی کسی امیر پر صدقہ نہ کرے بھئی، بلکہ کیا کرنا پڑے گا؟ کسی غریب محتاج آدمی کو دے دے۔ مالک کا تو پتہ ہی نہیں چلا بڑے عرصے سے، اب صدقہ کرنا ہے تو کسی غریب محتاج کو دے۔ اور اگر یہ جس کو ملا تھا یہ خود ہی غریب ہے، فقیر ہے، محتاج ہے، تو خود بھی اسے استعمال کر لینا جائز ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَتَصَدَّقُ بِاللُّقَطَةِ عَلٰى غَنِيٍّ، صدقہ نہ کرے لقطے کے ساتھ غنی پر۔ وَإِنْ كَانَ الْمُلْتَقِطُ غَنِيًّا، اور اگر مُلْتَقِطْ یعنی وہ شخص جسے لقطہ ملا ہے وہ مالدار ہے، خوشحال ہے، لَمْ يَجُزْ أَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا، تو جائز نہیں ہے اس کے لیے کہ وہ اس سے نفع اٹھائے۔ وَإِنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا، اور اگر یہ محتاج ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس سے نفع اٹھائے۔

وَيَجُوْزُ أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِهَا إِذَا كَانَ غَنِيًّا عَلٰى أَبِيْهِ وَابْنِهِ وَأُمِّهِ وَزَوْجَتِهِ إِذَا كَانُوْا فُقَرَاءَ۔ بھئی یہ مُلْتَقِطْ تو مالدار ہے، خوشحال ہے، لیکن اس کے اصول میں سے کوئی غریب ہے، ماں غریب ہے یا باپ غریب ہے، محتاج ہیں، مسکین ہیں۔ یا اس کے فروع میں سے بھئی اس کی اولاد میں سے کوئی غریب ہے، الگ ہو چکی ہے اولاد لیکن وہ کیا ہے بڑی غریب۔ یا اس کی بیوی ہے بھئی، اس کا اپنا ذاتی مال وغیرہ کچھ نہیں، محتاج ہے بھئی، تو ان پر بھی یہ خرچ کر سکتا ہے لقطے کو۔ یہ معنی ہے: وَيَجُوْزُ أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِهَا، اور جائز ہے اس کے لیے کہ وہ اس کو صدقہ کرے إِذَا كَانَ غَنِيًّا جب کہ یہ خود غنی ہو، کس پر صدقہ کرے؟ عَلٰى أَبِيْهِ اپنے والد پر، وَابْنِهِ اور اپنے بیٹے پر، وَأُمِّهِ اور اپنی والدہ پر، وَزَوْجَتِهِ اور اپنی بیوی پر، إِذَا كَانُوْا فُقَرَاءَ جب یہ کیا ہوں؟ فقراء ہوں، محتاج ہوں بھئی۔

كِتَابُ الْخُنْثٰى۔ إِذَا كَانَ لِلْمَوْلُوْدِ فَرْجٌ وَّذَكَرٌ فَهُوَ خُنْثٰى۔ ایک بچہ پیدا ہوا اور اس کے مرد جیسی شرمگاہ بھی ہے اور عورت جیسی شرمگاہ بھی ہے، تو اسے خنثیٰ کہتے ہیں بھئی، خنثیٰ۔ اب اسے کیا شمار کیا جائے گا؟ لڑکا شمار ہو گا یا لڑکی؟ تفصیل بتلا رہے ہیں بھئی۔ دیکھیے خنثیٰ کہتے کسے ہیں؟ کہتے ہیں: إِذَا كَانَ لِلْمَوْلُوْدِ فَرْجٌ وَّذَكَرٌ فَهُوَ خُنْثٰى، اگر پیدا ہونے والے کے لیے فرج بھی ہے اور ذکر بھی ہے فَهُوَ خُنْثٰى تو وہ خنثیٰ ہے۔ فَإِنْ كَانَ يَبُوْلُ مِنَ الذَّكَرِ فَهُوَ غُلَامٌ وَإِنْ كَانَ يَبُوْلُ مِنَ الْفَرْجِ فَهُوَ أُنْثٰى، اور اگر وہ پیشاب کرتا ہے ذکر سے تو وہ لڑکا ہے۔ غُلَامٌ لڑکے کو بھی کہتے ہیں یاد رکھنا عربی میں، غلام کو بھی کہتے ہیں اور لڑکے کو بھی کہتے ہیں۔ فَهُوَ غُلَامٌ تو وہ لڑکا ہے، وَإِنْ كَانَ يَبُوْلُ مِنَ الْفَرْجِ فَهُوَ أُنْثٰى اور اگر وہ فرج سے پیشاب کرتا ہے تو وہ انثیٰ ہے یعنی لڑکی، مؤنث ہے، لڑکی ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دونوں قسم کے اعضاء ہیں، تو جس سے پیشاب کر رہا ہے معلوم ہوا وہ ہے عضوِ اصلی اور دوسرا ویسے ہی عیب کے طور پر ہے، تو وہی شمار ہو گا بھئی۔

وَإِنْ كَانَ يَبُوْلُ مِنْهُمَا، اور اگر دونوں سے پیشاب کرتا ہو، پھر؟ کہتے ہیں پھر جس سے پہلے پیشاب آئے وہ شمار ہو گا۔ تو کہتے ہیں: وَإِنْ كَانَ يَبُوْلُ مِنْهُمَا، اور اگر ان دونوں سے پیشاب کرتا ہے، وَالْبَوْلُ يَسْبِقُ، يَسْبُقُ، نَصَرَ ضَرَبَ دونوں سے سَبَقَ آتا ہے بھئی، وَالْبَوْلُ يَسْبُقُ یا وَالْبَوْلُ يَسْبِقُ مِنْ أَحَدِهِمَا نُسِبَ إِلَى الْأَسْبَقِ مِنْهُمَا، اور پیشاب سبقت کرتا ہے ان دونوں میں سے کسی ایک سے تو منسوب کیا جائے گا جو ان دونوں میں سے سابق ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب آتا ہے اس کی طرف نسبت کی جائے گی۔

وَإِنْ كَانَ فِي السَّبْقِ سَوَاءً۔ بھئی اب سبقت میں بھی برابر ہیں، دونوں سے ایک ساتھ آتا ہے پیشاب۔ کہتے ہیں: فَلَا يُعْتَبَرُ بِالْكَثْرَةِ۔ یاد رکھیے صاحبین فرماتے ہیں پھر اعتبار کیا جائے گا جس سے پیشاب زیادہ آتا ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اگر فرج سے زیادہ پیشاب آتا ہے تو لڑکی شمار، اگر ذکر سے زیادہ آتا ہے تو لڑکا شمار۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی کثرت اور قلت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ صاحبین نے تو کس کا اعتبار کیا؟ کثرت کا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کثرت کا اعتبار نہیں۔

وَإِنْ كَانَ فِي السَّبْقِ سَوَاءً، اور اگر سبقت میں وہ کیا تھا؟ برابر تھا، فَلَا يُعْتَبَرُ بِالْكَثْرَةِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ، تو کثرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى يُنْسَبُ إِلٰى أَكْثَرِهِمَا بَوْلًا، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نسبت کی جائے گی ان دونوں میں سے جو زیادہ ہے باعتبار پیشاب کے۔

وَإِذَا بَلَغَ الْخُنْثٰى وَخَرَجَتْ لَهٗ لِحْيَةٌ أَوْ وَصَلَ إِلَى النِّسَاءِ فَهُوَ رَجُلٌ۔ اور جب بالغ ہو گیا خنثیٰ وَخَرَجَتْ لَهٗ لِحْيَةٌ اور نکل آئی اس کی داڑھی، أَوْ وَصَلَ إِلَى النِّسَاءِ یا صحبت کی اس نے عورتوں کے ساتھ، فَهُوَ رَجُلٌ تو وہ مرد شمار ہے، وہ مرد ہے۔ وَإِنْ ظَهَرَ لَهٗ ثَدْيٌ كَثَدْيِ الْمَرْأَةِ، اور اگر ظاہر ہوئی اس کی چھاتی جیسا کہ عورتوں کی چھاتی ہوتی ہے، أَوْ نَزَلَ لَهٗ لَبَنٌ فِيْ ثَدْيَيْهِ یا اتر آیا دودھ اس کی چھاتیوں میں، أَوْ حَاضَ یا اسے حیض آیا، أَوْ حَبِلَ یا اس کا حمل ہوا، أَوْ أَمْكَنَ الْوُصُوْلُ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ الْفَرْجِ یا ممکن ہوا اس کے ساتھ صحبت کرنا فرج کی طرف سے، فَهُوَ امْرَأَةٌ تو یہ کیا ہے؟ عورت۔ یہ عورت کی علامتیں ہیں، پہلے جو گزریں وہ مرد کی علامتیں تھیں۔

فَإِنْ لَّمْ يَظْهَرْ لَهٗ إِحْدٰى هٰذِهِ الْعَلَامَاتِ فَهُوَ خُنْثٰى مُشْكِلٌ۔ اگر ظاہر نہ ہوئیں اس کے لیے ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت بھی، تو یہ خنثیٰ مشکل ہے۔ اس کا پتہ ہی نہیں چل رہا بھئی۔ یا تو ہم اس پر کیا احکام لگاتے؟ مرد والے، یا کون سے احکام لگاتے؟ عورت والے۔ اتنی علامتیں بتلا دیں، کسی ایک سے بھی تعیین نہیں ہو رہی، ایک بھی ظاہر نہیں ہوئی، تو یہ اب خنثیٰ مشکل ہے، کیونکہ یہاں اب کسی ایک جانب کو بھی ہم ترجیح نہیں دے سکتے۔

وَإِذَا وَقَفَ خَلْفَ الْإِمَامِ قَامَ بَيْنَ صَفِّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ۔ اور جب یہ کھڑا ہو امام کے پیچھے تو کھڑا ہو گا مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان بھئی۔ مردوں میں بھی نہیں کھڑا ہو گا، عورتوں کے اندر بھی نہیں کھڑا ہو گا بھئی، کیونکہ پتہ ہی نہیں یہ مرد ہے یا عورت، تو اس کے مسئلے میں احتیاط ضروری ہے بھئی۔ اب اگر یہ مردوں کے ساتھ کھڑا ہوا اور ہوا عورت، تو اس کے ساتھ دائیں بائیں اور اس کے جو پیچھے ہے اس کی تو نماز ہی نہیں ہو گی۔ اور اگر ہم اسے حکم دیں عورتوں میں کھڑا ہو، عورتوں میں کھڑا ہوا اور یہ ہوا کیا؟ مرد، تو پھر اس کی اپنی نماز نہیں ہوئی۔ تو احتیاط اسی میں ہے نہ مردوں کے ساتھ کھڑا ہو اور نہ عورتوں کے ساتھ، درمیان میں الگ صف بنائے بھئی۔

وَتُبْتَاعُ لَهٗ أَمَةٌ مِّنْ مَّالِهٖ تَخْتِنُهٗ۔ اچھا بھئی، اب اس کے ختنے کرنے ہیں، اب کیا کیا جائے بھئی؟ کہتے ہیں مرد ختنے نہیں کر سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے یہ عورت ہو۔ عورت ختنے نہیں کر سکتی کیونکہ ہو سکتا ہے یہ مرد ہو بھئی۔ تو اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں اس کے پاس اگر مال ہے، مالدار ہے بھئی، وراثت وغیرہ کے طور پر مال ملا ہے، تو اسی کے مال میں سے اس کے لیے ایک باندی خرید لی جائے گی، وہ باندی اس کی مملوک ہوئی اور باندی کے لیے آقا کا ستر دیکھنا جائز ہے جیسے میاں بیوی ہیں بھئی، تو اس کے لیے جائز ہے ستر، تو وہ باندی کیا کرے گی؟ وہ ختنہ کرے گی۔ اور اگر مال بھی نہیں ہے اس کے پاس بھئی، تو پھر کہتے ہیں بیت المال جو عام مسلمانوں کے لیے مال ہے بھئی وہ اسی لیے تو ہے بھئی کہ مسلمانوں کے کام آئے بھئی، تو اب اس کے لیے کہاں سے باندی خریدی جائے گی؟ بیت المال اس کے لیے خریدے گا، اور پھر وہ باندی اس کے لیے خریدی تو اس کی مملوک ہوئی، وہ باندی اس کا ختنہ کرے گی، اور پھر کیا کیا جائے گا؟ اس باندی کو بیچ کر پیسے واپس بیت المال میں جمع کروا دیے جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جی۔

تو کہتے ہیں: وَتُبْتَاعُ لَهٗ أَمَةٌ مِّنْ مَّالِهٖ، خریدی جائے گی اس کے لیے ایک باندی اس کے مال میں سے، تَخْتِنُهٗ جو اس کا ختنہ کرے، إِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ اگر اس کے پاس کوئی مال ہے۔ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ، اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے، ابْتَاعَ لَهُ الْإِمَامُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ أَمَةً، تو خریدے گا حاکم اس کے لیے بیت المال میں سے أَمَةً ایک باندی۔ فَإِذَا خَتَنَتْهُ، جب وہ اس کا ختنہ کر دے، بَاعَهَا تو اسے بیچ دے گا، وَرَدَّ ثَمَنَهَا إِلٰى بَيْتِ الْمَالِ، اور لوٹا دے گا اس کے ثمن کو بیت المال میں۔

وَإِنْ مَّاتَ أَبُوْهُ وَخَلَّفَ ابْنًا وَّخُنْثٰى فَالْمَالُ بَيْنَهُمَا۔ اچھا بھئی، میراث میں اسے کتنا حصہ ملے گا؟ لڑکے کا حصہ ملے گا یا لڑکی کا حصہ ملے گا بھئی؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں میراث کے باب میں یہ مؤنث شمار ہو گا۔ کیا شمار ہو گا؟ مؤنث بھئی۔ عورت کا حصہ کم ہوتا ہے تو اسے کم حصہ دیا جائے گا۔ بھئی کیوں؟ کم حصہ کیوں دیا جائے گا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ لڑکا ہو تو زیادہ حصہ ملتا ہے، لڑکی ہو تو کم حصہ ملتا ہے، تو کم حصہ تو یقینی ہے، اتنا تو ہے ہی ہے، زیادہ والے میں شک ہے پتہ نہیں یہ لڑکا ہے یا لڑکا نہیں۔ تو اقل تو یقینی ہے اور اکثر میں شک ہے، لہٰذا اقل وہ لڑکی کا حصہ ہے وہ اسے دے دیا جائے گا۔

وَإِنْ مَّاتَ أَبُوْهُ، اور اگر اس کا باپ مر گیا، وَخَلَّفَ ابْنًا وَّخُنْثٰى، اور اس نے پیچھے چھوڑا ایک بیٹا اور ایک خنثیٰ، فَالْمَالُ بَيْنَهُمَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ، تو مال ان دونوں کے درمیان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تین حصے ہو گا۔ سمجھ میں آیا؟ ایک آدمی مر جائے اور کوئی وارث اس نے نہیں چھوڑا، صرف ایک بیٹا ہے ایک بیٹی ہے، مال کیسے تقسیم ہوتا ہے؟ بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملتا ہے، یعنی کل تین حصے کر لو، دو حصے بیٹے کو دے دو اور ایک حصہ بیٹی کو۔ تو یہاں خنثیٰ بھی مؤنث شمار ہے، اسی طرح مال کے تین حصے کریں گے، بیٹے کو دو حصے اور خنثیٰ کو ایک حصہ۔ یہ معنی ہے، تو مال ان دونوں کے درمیان تین حصے ہو گا: لِلِابْنِ سَهْمَانِ وَلِلْخُنْثٰى سَهْمٌ، تو بیٹے کے لیے دو حصے ہوں گے اور خنثیٰ کے لیے ایک حصہ ہو گا۔ وَهُوَ أُنْثٰى عِنْدَ

أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى فِي الْمِيْرَاثِ، اور وہ مؤنث ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فِي الْمِيْرَاثِ کس مسئلے میں؟ میراث کے مسئلے میں، إِلَّا أَنْ يَّثْبُتَ غَيْرُ ذٰلِكَ، مگر یہ کہ اس کے علاوہ کچھ ثابت ہو جائے۔

اس کے علاوہ کیا ثابت ہو جائے؟ بھئی اگر کوئی ایسی صورت آجائے کہ ہم لڑکی اسے فرض کریں تو اسے زیادہ ملتا ہے، لڑکا فرض کریں تو تھوڑا ملتا ہے۔ کوئی ایسی صورت آجائے، ابھی تک تو کیا صورت چل رہی تھی؟ لڑکے کو زیادہ ملتا ہے اور لڑکی کو تھوڑا۔ لیکن اگر کوئی ایسی صورت آئی، اگر اسے لڑکا بنائیں تو اسے کم ملتا ہے اور لڑکی بنائیں تو زیادہ، تو اس صورت میں وہ کم والی صورت اختیار کریں گے، پھر اسے وہاں لڑکا شمار کریں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے کہ یہ لڑکی شمار ہو گا میراث میں إِلَّا أَنْ يَّثْبُتَ غَيْرُ ذٰلِكَ مگر یہ کہ اس کے علاوہ کچھ ثابت ہو جائے، یعنی لڑکی بنانے میں اس کو زیادہ ملتا ہو پھر اسے لڑکا شمار کریں۔

وَقَالَا، اور صاحبین فرماتے ہیں: لِلْخُنْثٰى نِصْفُ مِيْرَاثِ الذَّكَرِ وَنِصْفُ مِيْرَاثِ الْأُنْثٰى، کہ خنثیٰ کے لیے مذکر کی نصفِ میراث ہے اور مؤنث کی نصفِ میراث ہے۔ یعنی لڑکے کو جتنا حصہ ملتا ہے اس کا آدھا ملے گا اور لڑکی کا بھی جو حصہ ملتا ہے اس کا بھی آدھا ملے گا اسے۔ وَهُوَ قَوْلُ الشَّعْبِيِّ، اور یہ قول ہے امام شعبی رحمہ اللہ کا بھئی۔ يَرْحَمُكَ اللهُ. امام شعبی رحمہ اللہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں بھئی، وہ فرماتے ہیں بھئی کہ خنثیٰ کو کتنی میراث ملے گی؟ لڑکے کا بھی نصف حصہ اور لڑکی کا بھی نصف۔

اب کیا معنی ہے اس قول کا؟ کہتے ہیں: وَاخْتَلَفَا فِيْ قِيَاسِ قَوْلِهٖ، اور اختلاف کیا ہے صاحبین نے ان کے اس قول کے قیاس میں۔ بھئی مبہم قول کیا ہے امام شعبی کا، پوری وضاحت نہیں ہے کہ کیا ملے گا خنثیٰ کو: لڑکے کا بھی نصف حصہ اور لڑکی کا بھی نصف حصہ۔ تو مبہم قول ہے بھئی، یہ کہتے ہیں لڑکے کا بھی نصف حصہ لڑکی کا بھی نصف حصہ دیں، تو اس کی تخریج کیسے ہو گی؟ کیا معنی ہے ان کے اس قول کا؟ کس طرح اب تقسیم کی جائے گی؟ تو چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے الگ تخریج کی، الگ طریقے سے یہ مسئلہ نکالا، امام محمد رحمہ اللہ نے الگ طریقے سے بھئی اسی قول کی تشریح کرتے ہوئے۔

دیکھیے، تو کہتے ہیں: وَاخْتَلَفَا فِيْ قِيَاسِ قَوْلِهٖ، اور اختلاف کیا صاحبین نے امام شعبی کے قول کے قیاس میں۔ فَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى، تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمَالُ بَيْنَهُمَا عَلٰى سَبْعَةِ أَسْهُمٍ، کہ مال ان دونوں کے درمیان سات حصوں پر ہو گا، لِلِابْنِ أَرْبَعَةٌ وَّلِلْخُنْثٰى ثَلَاثَةٌ، بیٹے کے لیے چار حصے ہوں گے اور خنثیٰ کے لیے تین حصے ہوں گے۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللهُ، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمَالُ بَيْنَهُمَا عَلٰى اثْنَيْ عَشَرَ سَهْمًا، کہ مال ان کے درمیان بارہ حصے ہو گا، لِلِابْنِ سَبْعَةٌ وَّلِلْخُنْثٰى خَمْسَةٌ، بیٹے کے لیے سات حصے ہوں گے اور خنثیٰ کے لیے پانچ۔

امام صاحب نے تو کیا فرمایا تھا؟ بیٹے کو دگنا اور خنثیٰ کو، بیٹے کو دو حصے اور خنثیٰ کو ایک حصہ۔ اور یہ صاحبین نے کیا کیا؟ امام شعبی کے قول کی تخریج کی، اور کیا ذکر کیا امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے؟ کہ کل مال کے کتنے حصے کر لو؟ سات حصے: چار حصے بیٹے کو اور تین حصے خنثیٰ کو۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں؟ بارہ حصے کرو: سات حصے بیٹے کو اور پانچ حصے خنثیٰ کو۔ اور یہ کیسے بنیں گے؟ بھئی یہ مشکل مسائل ہیں میراث وغیرہ کے، ان شاء اللہ آگے آپ جائیں گے تفصیل سے یہاں وہ تفصیل آجائے گی وہاں پر بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۱۰۸: کتاب المفقود و کتاب الاباق: مفقود الخبر کے مال اور زوجہ کا حکم، مدتِ انتظار، اور بھاگے ہوئے غلام (آبق) اور جعل کے مسائل

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۵ اپریل ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْمَفْقُوْدِ۔ إِذَا غَابَ الرَّجُلُ فَلَمْ يُعْرَفْ لَهٗ مَوْضِعٌ وَّلَا يُعْلَمُ أَحَيٌّ هُوَ أَمْ مَيِّتٌ نَصَبَ الْقَاضِيْ مَنْ يَّحْفَظُ مَالَهٗ وَيَقُوْمُ عَلَيْهِ وَيَسْتَوْفِيْ حُقُوْقَهٗ وَيُنْفِقُ عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ مِنْ مَّالِهٖ، وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ امْرَأَتِهٖ۔ فَإِذَا تَمَّ لَهٗ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً مِّنْ يَّوْمِ وُلِدَ حَكَمْنَا بِمَوْتِهٖ وَاعْتَدَّتِ امْرَأَتُهٗ۔[۱][۲]

مفقود بھئی۔ مفقود وہ شخص ہے جو گم ہو گیا مولانا، پتہ نہیں چلتا، کوئی خبر نہیں اس کی کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے، اس کے احکام بیان ہوں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کوئی شخص ہے بھئی وہ گم ہو گیا، پتہ ہی نہیں، کوئی خبر وغیرہ کچھ نہیں، کوئی رابطہ نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے بھئی۔

اور اس کا حکم یاد رکھیے کہ یہ اپنے مال کے حق میں زندہ شمار ہوتا ہے اور دوسروں کے اعتبار سے یہ مردہ شمار ہو گا بھئی۔ اپنے مال کے حق میں اسے کیا شمار کیا جائے گا؟ زندہ۔ اور دوسروں کے مال کے اعتبار سے اسے کیا شمار کیا جائے گا؟ مردہ۔ اپنے مال میں زندہ شمار ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کا مال اب وارثوں میں تقسیم نہیں ہو گا، یوں سمجھا جائے گا یہ زندہ ہے۔ اور جب انسان زندہ ہو تو اس کا مال اس کے وارثوں کو ملتا ہے بھئی؟ نہیں ملتا۔ تو لہٰذا یہ زندہ شمار ہو گا، اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہو گا بھئی۔

اور دوسروں کے مال میں یہ مردہ شمار ہو گا۔ کیا معنی؟ معنی یہ اگر اس کے عزیزوں میں سے، اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی ایسا شخص مرتا ہے کہ جس کا یہ وارث بنتا ہو، کیا بنتا ہو؟ وارث بنتا ہے، تو ایسا کوئی آدمی اگر مر گیا تو اس کی وراثت میں سے اس کا حصہ نہیں ہو گا، یوں سمجھیں گے یہ اس سے پہلے ہی مر چکا۔ یہ اس سے پہلے ہی مر چکا۔ بھئی وراثت تو اس کو ملتی ہے جو کسی کے مرتے وقت زندہ ہے، جو پہلے سے ہی مر چکا ہے اسے کوئی وراثت ملتی ہے بھئی؟ نہیں بھئی۔ ایک آدمی ہے وہ جب مرے گا تو اس کے جو بیٹے زندہ ہیں ان کو ان کا حصہ ملے گا۔ ایک بیٹا اس کی زندگی میں ہی مر چکا ہے، اس کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا کیونکہ موت کے وقت وہ زندہ نہیں بھئی۔

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا غَابَ الرَّجُلُ فَلَمْ يُعْرَفْ لَهٗ مَوْضِعٌ وَّلَا يُعْلَمُ أَحَيٌّ هُوَ أَمْ مَيِّتٌ نَصَبَ الْقَاضِيْ مَنْ يَّحْفَظُ مَالَهٗ وَيَقُوْمُ عَلَيْهِ وَيَسْتَوْفِيْ حُقُوْقَهٗ وَيُنْفِقُ عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ مِنْ مَّالِهٖ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا غاب الرجل ولم يعرف له موضع ولا يعلم أحي هو أم ميت نصب القاضي من يحفظ ماله ويقوم عليه ويستوفي حقوقه وينفق على زوجته وأولاده من ماله» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۳۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا تَمَّ لَهٗ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً مِّنْ يَّوْمِ وُلِدَ حَكَمْنَا بِمَوْتِهٖ وَاعْتَدَّتِ امْرَأَتُهٗ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا تم له مائة وعشرون سنة من يوم ولد حكمنا بموته واعتدت امرأته» منقول ہے۔

ضابطہ سمجھ میں آیا سب کو بھئی؟ کہ مفقود کا کیا حکم ہے؟ اپنے مال کے لیے تو وہ زندہ شمار ہو گا، لہٰذا اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم نہیں کیا جائے گا، یوں سمجھیں گے ابھی بھی زندہ ہے۔ اور دوسروں کے مال میں یہ کیا شمار ہو گا؟ مردہ۔ دوسروں کے حق میں یہ مردہ شمار ہے، لہٰذا اس کے کوئی قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی ایسا شخص مرتا ہے کہ اگر یہ موجود ہوتا تو اس کا وارث بنتا، اس کو بھی کچھ نہ کچھ حصہ ملتا، لیکن اب یہ چونکہ گم ہے، کوئی خبر نہیں، کچھ پتہ نہیں، تو اسے کیا شمار کریں گے؟ مردہ۔ لہٰذا اس کی وراثت باقی وارثوں میں تو تقسیم ہو جائے گی، اسے اس کا کوئی حصہ نہیں ملے گا بھئی۔

کہتے ہیں: إِذَا غَابَ الرَّجُلُ فَلَمْ يُعْرَفْ لَهُ مَوْضِعٌ وَّلَا يُعْلَمُ أَحَيٌّ هُوَ أَمْ مَيِّتٌ، جب کوئی شخص غائب ہو جائے پس نہ معلوم ہو اس کی کوئی جگہ اور نہ یہ علم ہو کہ وہ زندہ ہے یا مردہ ہے، کوئی خبر ہی نہیں کچھ پتہ ہی نہیں، نَصَبَ الْقَاضِيْ مَنْ يَّحْفَظُ مَالَهُ، تو قاضی قائم کرے گا کسی ایسے شخص کو جو حفاظت کرے اس کے مال کی، وَيَقُوْمُ عَلَيْهِ، اور اس پر کیا ہو؟ قائم ہو اس مال پر یعنی اس مال کا انتظام وغیرہ کرے بھئی، وَيَسْتَوْفِيْ حُقُوْقَهُ، اور اس کے حقوق کو وصول کرے۔ بھئی اس کے کوئی قرضے وغیرہ ہیں کسی پر تو کیا کرے ان کو؟ وصول کرے۔ قاضی کوئی ایسا شخص قائم کرے گا وہ اس کے قرضے وغیرہ اس کے حقوق وصول کرے، وَيُنْفِقُ عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ مِنْ مَّالِهٖ، اور خرچ کرے گا اس کی بیوی پر بھی اور اس کی جو چھوٹی اولاد ہے ان پر بھی خرچ کرے گا مِنْ مَّالِهٖ اس مفقود کے مال میں سے۔

وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهٖ۔ اچھا بھئی، یہ تو غائب ہو گیا، پتہ ہی نہیں چل رہا، ایک سال گزر گیا، دو گزر گئے، تین گزر گئے، بالکل کچھ خبر نہیں ہے زندہ ہے، مردہ ہے، کدھر چلا گیا، زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، تو کیا اب اس کی بیوی اور اس کے درمیان جدائی کا حکم کر دیا جائے گا؟ خاوند کے مرنے کے بعد کیا ہوتی ہے بیوی؟ عدت گزارتی ہے اور پھر اس کے بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ تو کیا اس کی بیوی بھی اس سے اب جدا شمار ہو گی، وہ کہیں نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے یا نہیں کر سکتی؟

تو یاد رکھیے بھئی عِنْدَ الْأَحْنَافِ بھئی انتظار کرے گی وہ عورت، اس کے اور خاوند کے بیچ جدائی نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ اس پر اللہ کی طرف سے آزمائش آئی ہے، تو وہ انتظار کرتی رہے گی کہ شاید وہ آجائے، شاید وہ آجائے بھئی، یہاں تک کہ نوے سال اس خاوند کی عمر ہو جائے بھئی۔ اتنی مدت گزر جائے کہ خاوند کی عمر اس وقت کتنی ہو جائے؟ نوے سال ہو جائے۔ جب نوے سال ہو جائے گی خاوند کی عمر، تو اب حکم لگائیں گے ہم اس کی موت کا کہ اب یقیناً کیا ہے؟ خاوند مر چکا ہو گا۔ اور پھر جب حکم لگا دیا اب بیوی وہ عدت گزارے گی خاوند کے مرنے پر جو عدت گزارتی ہے، اور پھر اس کے بعد اگر وہ اس قابل ہے کہ شادی کرے تو پھر وہ شادی آگے نکاح وغیرہ کر سکتی ہے، اس سے پہلے نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

ہاں البتہ صاحبِ قدوری ذکر کریں گے ایک سو بیس سال ہو جائے خاوند کی عمر بھئی۔ تو کئی اقوال ہیں: ایک سو بیس بھی ہے، سو کا قول بھی ہے، نوے والے قول پر فتویٰ ہے۔ لیکن آج کل علماء فتویٰ دیتے ہیں مولانا امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب پر بھئی۔ عِنْدَ الْأَحْنَافِ تو کب تک انتظار کرے؟ جب خاوند کی عمر کتنی ہو جائے؟ نوے سال، خاوند کی عمر بھئی۔ لیکن اب فتویٰ دیتے ہیں احناف امام مالک کے مذہب پر بھی فتویٰ دے دیتے ہیں بھئی۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک چار سال انتظار کرے بھئی۔ اور چار سال کے بعد کیا کر لے؟ خاوند کی موت کا حکم لگا دیا جائے، پھر بیوی عدت گزارے اور اس کے بعد جہاں کہیں چاہے نکاح کرنا، نکاح کر سکتی ہے بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آگیا اچھی طرح؟

تو کہتے ہیں: وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهٖ، تو تفریق نہیں کروائی جائے گی، جدائی نہیں کروائی جائے گی اس کے بیچ اور اس کی بیوی کے درمیان۔ فَإِذَا تَمَّ لَهُ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً، پس جب پورے ہو جائیں اس کے ایک سو بیس سال مِنْ يَّوْمِ وُلِدَ اس دن سے جس دن کہ وہ پیدا ہوا تھا، حَكَمْنَا بِمَوْتِهٖ، تو ہم حکم لگا دیں گے اس کی موت کا، وَاعْتَدَّتِ امْرَأَتُهُ، اور عدت گزارے گی اس کی بیوی۔

اب موت کا حکم لگایا تو اب اس کا مال بھی بطورِ وراثت کے اس کے وارثوں میں تقسیم ہو گا مولانا۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ تو کہتے ہیں: وَاعْتَدَّتِ امْرَأَتُهُ، عدت گزارے گی اس کی بیوی، وَقُسِمَ مَالُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ الْمَوْجُوْدِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ، اور تقسیم کیا جائے گا اس کے مال کو اس کے ان ورثاء کے درمیان جو موجود ہیں اس وقت۔ جو ورثاء اس وقت زندہ موجود ہیں وہ صرف وارث بنیں گے، جو اس سے پہلے مر چکے ہیں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا بھئی، کیونکہ زندگی میں جو مر جائے اس کا حصہ نہیں ہوتا بھئی، مرتے وقت دیکھا جاتا ہے کون کون زندہ ہے بھئی۔ تو اس کے جو ورثاء جب ہم نے موت کا حکم لگایا اب دیکھا جائے گا اس کے جو ورثاء موجود ہیں ان میں اس کا مال ان کے حصے کے بقدر تقسیم ہو گا۔

وَمَنْ مَّاتَ مِنْهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ لَمْ يَرِثْ مِنْهُ شَيْئًا، اور جو کوئی مر گیا ان میں سے اس کے وارثوں میں سے اس سے پہلے ہی لَمْ يَرِثْ مِنْهُ شَيْئًا

وہ بطورِ وراثت کے نہیں پائے گا اس مفقود سے شَيْئًا کوئی بھی چیز بھئی، اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ وَلَا يَرِثُ الْمَفْقُوْدُ مِنْ أَحَدٍ مَّاتَ فِيْ حَالِ فَقْدِهٖ، اور وارث نہیں ہو گا مفقود کسی ایک سے بھی جو کہ مر گیا ہو اس کی گم ہونے کی حالت میں بھئی۔ بھئی جب تک موت کا حکم نہیں لگایا تھا اس دوران کوئی اس کا قریبی عزیز مر گیا ہے تو یہ اس کا وارث نہیں بنے گا بلکہ اس کو اس کے حق میں کیا شمار کیا جائے گا؟ مردہ شمار کیا جائے گا بھئی، شروع میں میں نے بتلا دیا بھئی۔ مسائل سمجھ میں آ گئے بھئی؟

كِتَابُ الْإِبَاقِ۔ إِبَاقٌ کا معنی ہے بھئی بھاگ جانا، بھاگ جانا۔ کسی کا کوئی غلام بھاگ جائے بھئی، غلام بھاگ گیا یا باندی بھاگ گئی، اس کے بھاگنے کو کیا کہتے ہیں؟ إِبَاقٌ۔ اور یہ جو بھاگا ہوا غلام یا باندی ہیں یہ آبِقٌ کہلائیں گے، آبِقٌ۔ سمجھ میں آیا؟ بھگوڑا غلام بھئی، بھگوڑا، عَبْدٌ آبِقٌ بھئی۔

کہتے ہیں: إِذَا أَبَقَ الْمَمْلُوْكُ فَرَدَّهٗ رَجُلٌ عَلٰى مَوْلَاهُ مِنْ مَّسِيْرَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا فَلَهٗ عَلَيْهِ جُعْلُهٗ وَهُوَ أَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا۔ یاد رکھیے کسی کا کوئی غلام بھاگ جائے اور کوئی دوسرا شخص اسے پکڑ کر مالک کے پاس لے کر آئے تو اسے اس کی محنت کا عوض دیا جائے گا۔ شریعتِ اسلامی میں اس کو اس کی محنت کا عوض دیا جائے گا۔ اب کتنا عوض دیا جائے گا؟ کہتے ہیں اگر تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت سے پکڑ کر لایا ہے تو پھر اس صورت میں چالیس درہم ملیں گے۔ اور اگر اس سے کم لایا ہے تو اسی کے بقدر اس پیسوں میں بھی اسی کے بقدر کمی ہو گی بھئی۔

تو شریعت نے تین دن یا اس سے زیادہ مسافت سے کسی غلام کو پکڑ کر لاتا ہے اس کے لیے اس کا محنت کا عوض مقرر کیا ہے اور وہ کتنا ہے؟ چالیس درہم ہے بھئی، چالیس درہم ہے۔ تو یہ حدیث میں اس کا ذکر آتا ہے مولانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور یہ اس لیے تاکہ ترغیب ہو مولانا، اگر کچھ بھی نہیں ملے گا تو کسی کو تو پرواہ ہی نہیں ہو گی بھئی، اتنی دور سے کوئی محنت کر کے کسی کے لیے اس کا غلام لے کر آئے گا؟ نہیں۔ تو بطورِ ترغیب کے اور چالیس درہم بڑی رقم بھئی ہوتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ چالیس درہم بڑی رقم۔ تو حدیث میں چالیس درہم کا ذکر آیا تاکہ ترغیب ہو جائے پھر۔ ترغیب ہو گی، کسی کو کوئی ایسے غلام کا پتہ لگے گا وہ اسے پکڑ کر پھر مالک تک پہنچائے گا بھئی کہ مجھے پھر پیسے ملیں گے۔ اور اس طرح مالک کی بھی رعایت ہو گئی بھئی، مالک کا مال بھی ہلاک ہونے سے بچ گیا ورنہ تو غلام ضائع ہو گیا تھا بھئی، اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا بھئی۔ تو مالک کی بھی رعایت ہو گئی اور پکڑ کر لانے والے کو بھی اس کا حق مل گیا بھئی۔

تو کہتے ہیں: إِذَا أَبَقَ الْمَمْلُوْكُ فَرَدَّهٗ رَجُلٌ عَلٰى مَوْلَاهُ، جب بھاگ گیا کوئی مملوک کوئی غلام یا باندی فَرَدَّهٗ رَجُلٌ عَلٰى مَوْلَاهُ پس لوٹایا کسی آدمی نے اسے اس کے آقا پر مِنْ مَّسِيْرَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت سے، فَلَهٗ عَلَيْهِ جُعْلُهٗ، تو اس لانے والے کے لیے اس مالک کے اوپر جُعْلُهٗ اس کا جعل ہے بھئی، اس کی وہ مزدوری کہہ لیں یا وہ اس کی محنت کا عوض، اس کو جُعْلٌ کہتے ہیں، جُعْلٌ بھئی۔ اس پر اس کی مزدوری ہے وَهُوَ أَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا اور وہ کتنا ہے؟ چالیس درہم ہے۔ وَإِنْ رَّدَّهٗ لِأَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَبِحِسَابِهٖ، اور اگر اس کو واپس کیا اس سے کم سے فَبِحِسَابِهٖ تو اسی کے حساب سے ہو گا۔ یعنی جتنا کم مسافت سے لایا ہے تو اسی کے بقدر کمی ہو گی جعل کے اندر بھئی۔[۳]

وَإِنْ كَانَتْ قِيْمَتُهٗ أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا قُضِيَ لَهٗ بِقِيْمَتِهٖ إِلَّا دِرْهَمًا۔ اچھا بھئی، جعل کتنا آیا حدیث میں بھئی؟ چالیس درہم۔ اب ایک شخص غلام کو پکڑ کر لایا اور فرض کریں اس کی قیمت چالیس درہم سے بھی کم ہے، چالیس سے بھی کم۔ تو بھئی اب اگر مالک پر چالیس درہم آ جائیں تو اس کو جو غلام ملا مثلاً وہ تو ہے تیس درہم کا اور اس کو دینے کتنے پڑ رہے ہیں؟ چالیس پڑ رہے ہیں، تو مالک کی کوئی رعایت ہوئی؟ نہیں بھئی، پہلے اس کا تیس کا نقصان تھا اب کتنے کا ہو گیا؟ چالیس کا۔ تو ایسی اگر صورت پیش آ جائے تو کہتے ہیں غلام کی جو قیمت ہو گی اس سے ایک درہم کم جعل ہو گا بھئی۔ مثلاً غلام کتنے درہم کا تھا؟ تیس درہم کا، تو جعل کتنا ملے گا اسے؟ انتیس درہم دے دیے جائیں گے۔ تو مالک کو اس کا غلام مل گیا تیس درہم کا اور انتیس درہم اسے دینے پڑے لانے والے کو، تو پھر بھی ایک درہم کا فائدہ ہو گیا یا نہیں ہو گیا مالک کو؟ ایک درہم کا فائدہ ہو گیا بھئی، تو دونوں کی رعایت ہو گئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ كَانَتْ قِيْمَتُهٗ أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا، اور اگر اس غلام کی قیمت اس مملوک کی قیمت جو ہے چالیس درہم سے کم تھی، قُضِيَ لَهٗ بِقِيْمَتِهٖ إِلَّا دِرْهَمًا، تو فیصلہ کر دیا جائے گا اس لانے والے کے لیے اس غلام کی قیمت کا إِلَّا دِرْهَمًا مگر ایک درہم، یعنی ایک درہم کم اس کی قیمت پر اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۳۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا أَبَقَ الْمَمْلُوْكُ فَرَدَّهٗ رَجُلٌ عَلٰى مَوْلَاهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا أبق مملوك فرده رجل على مولاه» منقول ہے۔

وَإِنْ أَبَقَ مِنَ الَّذِيْ رَدَّهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَلَا جُعْلَ لَهُ۔ بھئی وہ جو لانے والا تھا اس سے بھی غلام بھاگ گیا۔ وہ لے آیا بیچارہ لیکن ابھی آقا کے حوالے نہیں کیا تھا کہ اس سے بھاگ گیا، یا اس نے وہیں پر ابھی پکڑا ہی تھا اپنے ہی علاقے میں کہ پھر اس سے بھی نکل کر بھاگ گیا۔ تو کہتے ہیں بھئی یہ غلام اس کے پاس بطورِ امانت کے تھا، لہٰذا اگر اس سے بھی بھاگ جائے تو اس پر کوئی ضمان وغیرہ نہیں۔ لیکن پھر اس صورت میں اسے اس کا جعل بھی نہیں ملے گا، وہ مزدوری یا محنت بھی نہیں ملے گی اسے بھئی، اس لیے کہ آقا تک غلام پہنچا ہی نہیں سکا، پہنچاتا تو پھر وہ ملتا بھئی۔

یہ معنی ہے: وَإِنْ أَبَقَ مِنَ الَّذِيْ رَدَّهُ، اگر غلام بھاگ گیا اس شخص سے بھی جو اسے واپس کر رہا ہے، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی چیز نہیں یعنی کوئی ضمان نہیں آئے گا، وَلَا جُعْلَ لَهُ اور اس کے لیے جعل بھی نہیں ہے۔

وَيَنْبَغِيْ أَنْ يُّشْهِدَ إِذَا أَخَذَهُ۔ اور یہ بھی یاد رکھیں بھئی جب غلام کسی نے ایسا پکڑا تو اس بات پر گواہ بنالے بھئی کہ بھئی یہ غلام میں کس لیے پکڑ رہا ہوں؟ تاکہ آقا پر کیا کروں اسے؟ واپس کر دوں۔ تاکہ کل کوئی آقا یا کوئی یہ نہ کہے بھئی تم نے تو کیا کیا تھا؟ اپنے لیے پکڑا تھا اس کو، خود اس پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ تو گواہ بنالے بھئی۔ وَيَنْبَغِيْ اور مناسب ہے أَنْ يُّشْهِدَ إِذَا أَخَذَهُ کہ وہ گواہ بنالے جب اس کو پکڑے، گواہ بنالے کس بات پر؟ کہ أَنَّهُ يَأْخُذُ لِيَرُدَّ عَلٰى صَاحِبِهٖ کہ یہ اسے پکڑ رہا ہے تاکہ واپس کرے اس کے مالک پر۔

فَإِنْ كَانَ الْعَبْدُ الْآبِقُ رَهْنًا فَالْجُعْلُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ۔ بھئی وہ جو غلام بھگوڑا ہوا وہ کسی کے پاس رہن رکھوایا ہوا تھا مالک نے۔ میرا غلام تھا، میں نے آپ کا کچھ دین دینا ہے تو آپ نے میرا ایک غلام اپنے پاس بطورِ رہن کے رکھ لیا۔ تو آپ ہوئے مُرْتَهِنٌ بھئی۔ آپ کے پاس سے میرا وہ غلام بھاگ گیا، میرا وہ غلام بھاگ گیا۔ تو یاد رکھیے اس صورت میں وہ جو جعل آئے گا وہ مُرْتَهِنٌ پر آئے گا بھئی، مالک پر نہیں آئے گا۔ کس پر آئے گا؟ مُرْتَهِنٌ پر بھئی۔ اس لیے کہ مُرْتَهِنٌ کے پاس اگر رہن ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان آتا ہے یا نہیں آتا بھئی؟ دین اور رہن کی قیمت میں سے جو اقل ہو وہ اس پر کیا ہوا کرتا ہے؟ بطورِ ضمان کے آیا کرتا ہے۔ تو یہاں پر جب اس کو غلام واپس آ گیا تو اس کا دین بچ گیا مولانا، لہٰذا اب یہاں پر جعل بھی کس پر آئے گا؟ مُرْتَهِنٌ پر آئے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ كَانَ الْعَبْدُ الْآبِقُ رَهْنًا فَالْجُعْلُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، پس اگر وہ عبدِ آبق وہ جو بھگوڑا غلام تھا وہ رہن تھا فَالْجُعْلُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ تو وہ مزدوری بھی کس پر ہے؟ مُرْتَهِنٌ پر ہے۔

كِتَابُ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ۔ مَوَاتٌ کہتے ہیں یاد رکھیے غیر آباد زمین کو بھئی، غیر آباد زمین، بنجر زمین۔ غیر آباد اور بنجر زمین اسے کیا کہتے ہیں؟ مَوَاتٌ کہتے ہیں۔ اور إِحْيَاءٌ کا معنی ہے یہاں آباد کرنا بھئی، آباد کرنا۔ تو غیر آباد اور بنجر زمین کو آباد کرنا، کیا معنی آباد کرنا؟ یعنی اسے کاشت کے قابل بنا دینا کہ اس پر کیا کی جا سکے؟ فصل کاشت کی جا سکے بھئی۔ بھئی فصل ویسے تو نہیں کاشت ہوتی، زمین کو تیار کرنا پڑتا ہے بھئی باقاعدہ بھئی۔ تو ہر زمین پر فصل کاشت ہوتی ہے بھئی؟ ہر زمین پر نہیں ہوتی بھئی، بلکہ بڑی محنت کے بعد بالآخر جا کر ایک زمین فصل وغیرہ کے قابل ہو جاتی ہے، اور پھر ہاں ایک دفعہ تیار ہو گئی اب اس پر آپ ہر سال کاشت کرتے رہیں اطمینان سے بھئی، لیکن پہلی دفعہ اس کو تیار کرنا پڑتا ہے۔

اب کوئی شخص بھئی کوئی بنجر زمین پڑی تھی، اسے آباد کرتا ہے یعنی قابلِ کاشت بناتا ہے بھئی، اس سے پتھر وغیرہ دور کرتا ہے، کانٹے ختم کرتا ہے، زمین کو نرم کرتا ہے بھئی، ہموار کرتا ہے، برابر کرتا ہے، تو کیا اس غیر آباد بنجر زمین کو آباد کرنے سے کوئی مالک بن جاتا ہے یا مالک نہیں بنتا بھئی؟ زمین تھی اس کا کوئی مالک نہیں تھا بھئی، کوئی شخص اسے آباد کرتا ہے، کاشت کے قابل بنا دیتا ہے، تو کیا اس کا مالک بن جائے گا یا مالک نہیں بنے گا؟ یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ وہ اس کا مالک بن جائے گا بھئی، تین شرائط ہیں بھئی۔

شرطِ اول یہ ہے کہ اس زمین کا کوئی مالک نہ ہو بھئی۔ اگر پہلے سے ہی کوئی مالک ہے اور بنجر پڑی ہے، پھر کوئی آباد بھی کر لے اس کا مالک نہیں بنے گا بھئی۔ پہلی شرط کیا ہوئی؟ کہ کوئی اس کا مالک نہ ہو بھئی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ بستی سے دور ہو مولانا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بستی سے دور ہو بھئی۔ اتنی دور ہو کہ بستی کے آخری کنارے پر کھڑا ہو کر کوئی شخص اونچی آواز سے آواز دے بھئی، اونچی آواز دے کوئی، تو وہاں تک آواز نہ پہنچتی ہو بھئی۔ وہاں تک آواز نہ پہنچتی ہو۔ تو بستی سے دور ہونا ضروری ہے۔ لیکن فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے یہاں۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بستی والوں کے مشترکہ نفع کے لیے نہ ہو بھئی زمین۔ بھئی بستی کے ارد گرد کچھ جگہ ہوتی ہے سارے لوگ اس سے نفع اٹھاتے ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ وہاں جانور ان کے چرتے ہیں، اپنی کھیتیاں وغیرہ لا کر وہاں کاٹ کر ڈالتے

ہیں، اسی طرح بھئی سمجھ میں آیا؟ بچے وغیرہ ان کے کھیلتے ہیں، تو یہ ساری زمین سارے بستی والوں کی مشترکہ ہوتی ہے۔ تو یہ قریب کی جگہ ہو یا بستی والوں کے مشترکہ نفع کی جگہ ہو، تو اسے کوئی آباد کرلے تو اس کا مالک نہیں بنے گا، یہ تمام بستی والوں کی مشترکہ ہے۔ لہٰذا بستی سے دور ہونی چاہیے یا یوں کہیں بستی والوں کے مشترکہ نفع کے لیے نہ ہو بھئی۔ اب اگر ذرا دور بھی ہے، آواز تو وہاں نہیں پہنچتی، لیکن بستی والوں کے مشترکہ نفع کے لیے ہے وہ جگہ، بستی والے کیا کرتے ہیں؟ کھیتیاں کاٹ کر وہاں ڈالتے ہیں اپنی بھئی، تو پھر اس صورت میں اس کا بھی مالک نہیں بن سکتا بھئی۔

اور تیسری شرط یہ ہے امام صاحب کے نزدیک کہ حاکمِ وقت کی بھی اجازت ہو بھئی، بادشاہ کی۔ بادشاہ کی طرف سے بھی اجازت ضروری ہے بھئی۔ ورنہ تو مولانا قتل و قتال کا ایک دروازہ کھل جائے گا اور مملکت کے کاموں کے لیے زمین تنگ پڑ جائے گی، جس کا جی چاہے گا جہاں زمین بنجر نظر آئی محنت کر کے اسے تیار کیا اور اس کا مالک بن کر بیٹھ گیا۔ تو مملکت کے کاموں کے لیے جگہ تنگ پڑ جائے گی، لہٰذا امام صاحب کے نزدیک بادشاہِ وقت کی اجازت بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اب کوئی یہ تینوں شرائط پوری ہو جاتی ہیں: ایک زمین ہے، اس کا کوئی مالک بھی نہیں ہے، اور بستی سے دور ہے اور بستی والوں کے مشترکہ نفع کے لیے نہیں ہے، اور بادشاہ کی اجازت سے کوئی شخص اسے قابلِ کاشت بنا دیتا ہے، اسے آباد کر لیتا ہے، تو وہ کیا بن جائے گا اس کا؟ مالک بن جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

كِتَابُ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ، یہ کتاب ہے مولانا غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے بیان میں۔ اَلْمَوَاتُ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ مِنَ الْأَرْضِ۔ پہلے تعریف کر رہے ہیں موات کہتے کس کو ہیں بھئی۔ کہتے ہیں: اَلْمَوَاتُ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ مِنَ الْأَرْضِ، موات وہ ہے کہ جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے مِنَ الْأَرْضِ زمین میں سے۔ بھئی بنجر زمین ہے اس کا کوئی فائدہ ہے؟ نہیں، اس لیے اسے موات کہتے ہیں۔ تو جیسے مردے سے کوئی نفع نہیں ہے اسی طرح اس کا نام بھی اسی موت سے موات رکھ دیا بھئی۔

تو کہتے ہیں: اَلْمَوَاتُ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ مِنَ الْأَرْضِ، موات وہ ہے جس سے کوئی نفع نہ اٹھایا جاسکے زمین میں سے، لِانْقِطَاعِ الْمَاءِ عَنْهُ، بوجہ پانی کے اس سے منقطع ہو جانے کی وجہ سے۔ بھئی پانی کسی زمانے میں آتا ہو گا یہاں لیکن اب پانی کی وہاں کوئی صورت نہیں ہے، لہٰذا یہ بنجر ہو گئی، پانی کٹ گیا اس کا۔ أَوْ لِغَلَبَةِ الْمَاءِ عَلَيْهِ، یا پانی کے اس پر غلبے کی وجہ سے۔ بھئی کسی زمانے میں اس پر کیا ہوا تھا؟ پانی غالب آگیا تھا، تو پھر جس کی وجہ سے اس کا نفع کیا ہو گیا؟ ختم بھئی، ختم۔ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ، یا اس کے مشابہ کوئی چیز مِمَّا ان چیزوں میں سے يَمْنَعُ الزِّرَاعَةَ جو زراعت کو روک دے یعنی جس کی وجہ سے زراعت نہ کی جاسکے۔ سمجھ میں آیا؟ بعض زمینوں میں مثلاً آپ دیکھتے ہیں بھئی سیم بھئی، پانی غالب آیا یا یہ معنی کر لیں سیم ہوتا ہے بعض زمینوں میں بھئی۔ بعض زمینوں میں نمک زیادہ ہوتا ہے سیم و تھور بھئی۔ آپ نے کبھی دیکھا ہو سفر کرتے ہوئے زمینوں پر سفید سفید چیز پھیلی ہوئی نظر آتی ہے بھئی، اسے سیم و تھور کہتے ہیں بھئی۔ نمک اور پانی کا غلبہ ہو جاتا ہے زمین پر پھر وہ قابلِ کاشت نہیں رہتی بھئی۔

فَمَا كَانَ مِنْهَا عَادِيًّا لَّا مَالِكَ لَهٗ، پس اس میں سے جو زمین پرانی خراب تھی لَا مَالِكَ لَهٗ کہ اس کا کوئی مالک نہیں ہے بھئی۔ عَادِيًّا، عَادِيٌّ قومِ عاد کی طرف منسوب ہے۔ عَادِيًّا کیا معنی؟ جو قومِ عاد کی طرف منسوب ہو بھئی۔ چونکہ قومِ عاد بھی قدیم زمانے میں گزری ہے، تو جو پرانی خراب بنجر پڑی ہوئی ہے اس کو کیا کہہ دیتے ہیں؟ عادی بھئی، عادی۔

فَمَا كَانَ مِنْهَا عَادِيًّا لَّا مَالِكَ لَهٗ، پس اس میں سے جو قدیم خراب پڑی ہے اس کا کوئی مالک نہیں ہے، أَوْ كَانَ مَمْلُوْكًا فِي الْإِسْلَامِ لَا يُعْرَفُ لَهٗ مَالِكٌ بِعَيْنِهٖ، یا قدیم خراب تو نہیں پڑی، اسلام میں بھی یہ مملوک تھی مولانا کوئی نہ کوئی اس کا مالک تھا، لیکن لَا يُعْرَفُ لَهٗ مَالِكٌ بِعَيْنِهٖ پتہ نہیں چلتا اس کے کسی معین مالک کا بھئی کہ اس کا مالک کون ہے بھئی، بڑے عرصے سے ایسے ہی پڑی ہوئی ہے، وَهُوَ بَعِيْدٌ مِّنَ الْقَرْيَةِ، اور وہ بستی سے بھی دور ہو بِحَيْثُ اس طور پر إِذَا وَقَفَ إِنْسَانٌ فِيْ أَقْصَى الْعَامِرِ کہ جب کھڑا ہو جائے کوئی انسان بستی کے آخری کنارے پر۔ عَامِرٌ کہتے ہیں آبادی، أَقْصٰى کہتے ہیں آخری کنارہ۔ جب کھڑا ہو جائے کوئی انسان آبادی کے آخری کنارے پر فَصَاحَ پس وہ چیخے یعنی بلند آواز دے فَلَمْ يُسْمَعِ الصَّوْتُ فِيْهِ تو اس زمین میں آواز سنائی نہ دے، فَهُوَ مَوَاتٌ تو یہ زمین کیا ہے؟ موات ہے۔

مَنْ أَحْيَاهُ بِإِذْنِ الْإِمَامِ مَلَكَهٗ، جس نے اس کو زندہ کیا یعنی آباد کر دیا امام یعنی حاکمِ وقت بادشاہ جو ہے، بادشاہ کی اجازت سے مَلَكَهٗ تو وہ اس کا کیا بن جائے گا؟ مالک بن جائے گا۔ وَإِنْ أَحْيَاهُ بِغَيْرِ إِذْنِهٖ لَمْ يَمْلِكْهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ، اور اگر اس نے اس کو آباد کیا ہے بادشاہ کی اجازت کے بغیر تو وہ اس کا مالک نہیں بنے گا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ يَمْلِكُهٗ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ

مالک بن جائے گا۔ صاحبین کے نزدیک بادشاہ کی اجازت کی ضرورت نہیں، امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ نہیں بادشاہ کی اجازت ضروری ہے۔

وَيَمْلِكُهُ الذِّمِّيُّ بِالْإِحْيَاءِ كَمَا يَمْلِكُهُ الْمُسْلِمُ، اور ذمی بھی اس کا مالک بن جائے گا اس کو آباد کرنے سے جیسے کہ مسلمان اس کا مالک بن جاتا ہے۔ مسلمان اور ذمی برابر ہیں مولانا، مسلمان آباد کرے تو مسلمان مالک بن جائے گا، ذمی آباد کرے تو ذمی مالک بن جائے گا بھئی۔ لیکن یاد رکھیے ذمی کے اندر بھئی بادشاہِ وقت کی اجازت بالاتفاق ضروری ہے۔ مسلمان کے اندر تو صاحبین کیا فرماتے ہیں کہ بادشاہ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ذمی میں وہ بھی فرماتے ہیں کہ بادشاہ کی اجازت ضروری ہے بھئی۔

وَمَنْ حَجَّرَ أَرْضًا وَّلَمْ يُعَمِّرْهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ أَخَذَهَا الْإِمَامُ مِنْهُ وَدَفَعَهَا إِلٰى غَيْرِهٖ۔ اور جس نے تحجیر کی زمین کی بھئی۔ بھئی بادشاہ نے ایک شخص کو اجازت دے دی کہ یہ زمین تم کیا کر سکتے ہو؟ آباد کر سکتے ہو بھئی۔ اس نے نشان لگا دیے زمین پر بھئی کہ یہاں سے یہاں تک اور وہ ساری جو بادشاہ نے جتنی اس کو دی تھی اس کے سارے کناروں پر اس نے پتھر لگا دیے مولانا، اس کو کہتے ہیں تَحْجِيْرٌ۔ کیا کہتے ہیں؟ تَحْجِيْرٌ۔ حَجَرٌ پتھر کو کہتے ہیں، تو یہاں پتھر لگا دیے اس نے، علامتیں لگا دیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ پتھر ہی لگائے جائیں، کوئی بھی چیز بطورِ علامت کے لگا دی جائے یہ تحجیر کہلاتی ہے۔ مثلاً دیہات میں کیا کرتے ہیں بھئی؟ شاخیں وغیرہ کاٹ کر وہ زمین کے کناروں پر وہاں مٹی میں دبا کر لگا دیتے ہیں، زمین کے چاروں طرف حد بندی جس سے ہو جاتی ہے اور پتہ لگتا ہے یہاں سے یہاں تک ٹکڑا ہے زمین کا بھئی۔ تو کانٹے وغیرہ لگا دیے یا شاخ لگا دی یا پتھر لگا دیے جو بھی چیز کی یا مولانا کوئی علامت وغیرہ جو بھی اس طرح کوئی لگا دی، اس کو تحجیر کہتے ہیں۔[۴]

اب ایک آدمی کو بادشاہ نے زمین دی، اس نے اجازت لی کہ میں اسے آباد کروں گا، بادشاہ نے اجازت دے دی، اس نے اس پر کیا کیے؟ پتھر لگا دیے بھئی، علامتیں لگا دیں۔ لیکن تین سال گزر گئے اس نے اس کو آباد نہیں کیا بھئی۔ تو کہتے ہیں بھئی تحجیر سے صرف کوئی مالک نہیں بنا کرتا، تین سال کی مدت بھی گزر گئی جس میں وہ اس کو آباد کر سکتا تھا لیکن اس نے آباد نہیں کیا، چنانچہ بادشاہ اس سے زمین لے لے گا اور کسی اور کے حوالے کر دے گا تاکہ وہ اس کو آباد کرے۔ سمجھ میں آیا؟ تاکہ مملکت کا اور مسلمانوں کا فائدہ ہو بھئی۔ اس لیے کہ زمین بے کار پڑی ہے، کوئی اسے کاشت کے قابل بنا دے گا تو اس سے پھر وہ عشر وغیرہ حاصل ہو گا غرباء کے لیے مسلمانوں کے لیے یا خراج وغیرہ وصول ہو گا۔ تو اب یہ ویسے ہی پڑی ہوئی ہے، تین سال گزر گئے ہیں اس سے لے لی جائے گی بھئی۔

کہتے ہیں: وَمَنْ حَجَّرَ أَرْضًا وَّلَمْ يُعَمِّرْهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ أَخَذَهَا الْإِمَامُ مِنْهُ، اور جس نے علامتیں لگا دیں زمین پر، تحجیر کی زمین پر وَلَمْ يُعَمِّرْهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ اور اسے آباد نہیں کیا تین سال تک، أَخَذَهَا الْإِمَامُ مِنْهُ تو امام اس سے وہ لے لے گا وَدَفَعَهَا إِلٰى غَيْرِهٖ اور اس کے علاوہ کو دے دے گا۔

وَلَا يَجُوْزُ إِحْيَاءُ مَا قَرُبَ مِنَ الْعَامِرِ، اور جائز نہیں ہے آباد کرنا اس زمین کو جو آبادی کے قریب ہے، وَيُتْرَكُ مَرْعًى لِّأَهْلِ الْقَرْيَةِ وَمَطْرَحًا لِّحَصَائِدِهِمْ، اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا بطورِ چراگاہ کے۔ مَرْعًى کہتے ہیں چراگاہ کو مولانا۔ اس کو چھوڑ دیا جائے گا بطورِ چراگاہ کے لِأَهْلِ الْقَرْيَةِ بستی والوں کے لیے وَمَطْرَحًا لِّحَصَائِدِهِمْ۔ مَطْرَحٌ ہوتا ہے ڈالنے کی جگہ بھئی، حَصَائِدُ کھیتیاں کٹی ہوئی۔ اور یہ ان کے لیے کٹی ہوئی کھیتیاں ڈالنے کی جگہ کے طور پر اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ بَرِيَّةٍ فَلَهٗ حَرِيْمُهَا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ حَجَّرَ أَرْضًا وَّلَمْ يُعَمِّرْهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ أَخَذَهَا الْإِمَامُ مِنْهُ وَدَفَعَهَا إِلٰى غَيْرِهٖ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن حجر أرضا ولم يعمرها ثلاث سنين أخذها الإمام ودفعها إلى غيره» منقول ہے۔

سبق نمبر ۱۰۹: کتاب احیاء الموات و کتاب الماذون (۱): زمینِ موات کی تعریف، اذنِ امام، حریمِ بئر و نہر، اور عبدِ ماذون کے تصرفات

مختصر القدوری صفحہ: ۱۳۱—بتاریخ: ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ بَرِّيَّةٍ فَلَهٗ حَرِيْمُهَا۔ فَإِنْ كَانَتْ لِلْعَطَنِ فَحَرِيْمُهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا، وَإِنْ كَانَتْ لِلنَّاضِحِ فَحَرِيْمُهَا سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، وَإِنْ كَانَتْ عَيْنًا فَحَرِيْمُهَا خَمْسُ مِائَةِ ذِرَاعٍ۔[۳۲۱]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، احیائے موات کے مسائل چل رہے تھے بھئی۔ آپ نے پڑھا کہ کوئی شخص اگر غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے یعنی اسے قابلِ کاشت بناتا ہے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا، لیکن تین شرائط ہیں مولانا۔ پہلی شرط یہ کہ اس کا کوئی مالک نہ ہو بھئی۔ دوسری شرط یہ کہ وہ بستی سے دور ہو یا بستی والوں کے نفع کے لیے نہ ہو بھئی۔ اور تیسری شرط امام صاحب کے نزدیک بادشاہِ وقت کی اجازت بھی ضروری ہے بھئی۔

اسی طرح کوئی شخص کہیں ایسی جگہ پر جنگل وغیرہ میں کنواں کھودتا ہے، تو کنویں کے ارد گرد کچھ جگہ بھی شرعاً وہ اس جگہ کا بھی مالک بن جایا کرتا ہے بھئی، جسے اس کنویں کا حریم کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ حریم کہتے ہیں بھئی۔ اس لیے کہ اس نے کنواں کھودا ہے بھئی، اس سے پانی پیتا ہے، جانوروں وغیرہ کو بھی پانی پلاتا ہے، تو اس کے ساتھ کچھ جگہ بھی چاہیے جہاں جانور وغیرہ بیٹھیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور نیز تو یہ جو حریم ہے، اس حریم کے اندر کوئی اور کنواں کھودنا چاہے تو اس کی اسے اجازت نہیں ہوگی۔ وجہ یہ کہ یہ قریب قریب کی تھوڑی سی جگہ ہے، تو اس کے ساتھ ہی دوسرا کنواں کھود دیا جائے تو پھر تو ایک کنویں کا پانی دوسرے کنویں کی طرف چلا جاتا ہے، تو اس کے کنویں کا پانی کیا ہوگا؟ دوسرے کنویں کی طرف چلا جائے گا بھئی، اس میں کچھ رہے گا ہی نہیں۔ تو لہٰذا اس لیے کچھ جگہ شرعاً وہ اس جگہ جو حریم ہے اس کا بھی مالک ہوا، اور اس کے حریم کے اندر کسی اور کو کنواں وغیرہ کھودنے کی اجازت نہیں ہوگی بھئی۔

پھر یاد رکھیے کنویں دو قسم پر ہیں: ایک بئیرِ عطن ہے اور ایک بئیرِ ناضح ہے۔ بئیرِ عطن وہ ہے جس سے ہاتھوں کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے بھئی، ہاتھوں کے ذریعے۔ اور بئیرِ ناضح وہ ہے جس سے اونٹوں کے ذریعے بھئی کیا کیا جاتا ہے؟ پانی نکالا جاتا ہے بھئی۔ تو جس کے ذریعے ہاتھوں سے پانی نکالا جاتا ہے اس کا حریم ذرا کم ہے، اور جس سے اونٹوں کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے اس کا حریم کچھ زیادہ ہے بھئی مولانا۔ یہ سمجھ میں آیا؟ ساری تفاصیل احادیث وغیرہ میں آتی ہیں بھئی۔

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ بَرِّيَّةٍ فَلَهٗ حَرِيْمُهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن حفر بئرا في برية فله حريمها» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ كَانَتْ لِلْعَطَنِ فَحَرِيْمُهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن كانت البئر للعطن فحريمها أربعون ذراعا» منقول ہے۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَتْ عَيْنًا فَحَرِيْمُهَا خَمْسُ مِائَةِ ذِرَاعٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن كانت عينا فحريمها ثلاثمائة ذراع» منقول ہے۔

وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ بَرِّيَّةٍ فَلَهٗ حَرِيْمُهَا، اور جس نے کنواں کھودا مولانا جنگل میں۔ حَفْرٌ کا معنی کھودنا۔ بَرِّيَّةٌ بھئی، اس کو را کی تشدید کے ساتھ پڑھنا، یا بھی مشدد ہے را بھی مشدد بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس کا مادہ بَرٌّ ہے، بَرٌّ بھئی خشکی کو کہتے ہیں، یہ اسی کی طرف منسوب ہے جنگل بھئی۔ اور اگر بَرِيَّةٌ ہو را کی تخفیف کے ساتھ تو اس کے معنی مخلوق کے آتے ہیں بھئی۔

وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِيْ بَرِّيَّةٍ، جس نے کنواں کھودا جنگل کے اندر، فَلَهٗ حَرِيْمُهَا، تو اس شخص کے لیے اس کنویں کا حریم ہے۔ فَإِنْ كَانَتْ لِلْعَطَنِ فَحَرِيْمُهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا۔ عَطَنٌ کا ویسے لغوی معنی ہے بھئی کنویں کے پاس بھئی جانوروں کا پانی وغیرہ پینے کے بعد بیٹھ جانا، اس کو کیا کہتے ہیں؟ وہ بیٹھنے کی جگہ اسے عطن کہتے ہیں بھئی۔ فَإِنْ كَانَتْ لِلْعَطَنِ، تو اگر یہ بَئیرِ عطن تھا، فَحَرِيْمُهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا، تو اس کا حریم چالیس گز ہے مولانا۔ کتنا ہے؟ چالیس گز بھئی۔

اور یاد رکھیے چالیس شرعی گز مراد ہیں۔ ایک شرعی گز کتنے فٹ کا ہے؟ ڈیڑھ فٹ کا، اور آج کل جو رائج انگریزی گز ہے وہ کتنا ہے؟ وہ تین فٹ کا ہے، یعنی ایک انگریزی گز دو شرعی گزوں کے برابر ہے۔ تو چالیس گز یہ ہیں شرعی، تو انگریزی کتنے گز بن گئے؟ بیس گز۔ تو یہ بیس گز اس کا حریم ہے، اور یہ چاروں طرف بھئی، ہر طرف بیس گز یہ اس کا حریم ہے بھئی۔ کنواں کھودا، دائیں طرف بھی اس کے بیس گز، بائیں طرف بھی، سمجھ میں آیا؟ آگے کی طرف، پیچھے ہر طرف چاروں طرف یعنی اس کے جو بیس بیس گز یہ اس کنویں کا حریم ہے، اس حریم کے اندر کوئی کنواں وغیرہ کھودنا چاہے اس کی اسے اجازت نہیں ہو گی بھئی۔

وَإِنْ كَانَتْ لِلنَّاضِحِ، اور اگر وہ کنواں بَئیرِ ناضح تھا یعنی اونٹ وغیرہ کے ذریعے اس سے پانی نکالا جاتا ہے، فَحَرِيْمُهَا سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، تو اس کا حریم ساٹھ ذراع ہے، ساٹھ شرعی گز ہے مولانا چاروں طرف بھئی۔ اور یہ تو شرعی گز تھے، انگریزی گز کتنے ہو گئے؟ تیس، تیس گز ہے ہر طرف بھئی۔

وَإِنْ كَانَتْ عَيْنًا فَحَرِيْمُهَا خَمْسُ مِائَةِ ذِرَاعٍ، اور اگر وہ چشمہ تھا مولانا، چشمے والا کنواں اس سے پانی جاری ہوتا ہے نکلتا رہتا ہے بھئی، فَحَرِيْمُهَا خَمْسُ مِائَةِ ذِرَاعٍ، تو اس کا حریم پانچ سو شرعی گز ہے بھئی، پانچ سو ذراع ہے بھئی۔ یہ کتنا انگریزی گز کتنے بنے؟ ڈھائی سو بھئی۔ تو ڈھائی سو انگریزی گز اس کا حریم ہے ہر طرف بھئی۔ اس کے اندر کسی اور کو یہ کنواں وغیرہ کھودنے کی اجازت نہیں ہو گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ چشمے والا ہے، چشمے کی طرح پانی اس سے جاری رہتا ہے تو اس کے لیے زیادہ جگہ چاہیے۔ کچھ جگہ چاہیے جہاں پانی بہے، پھر کچھ جگہ چاہیے جہاں پانی اکٹھا ہو حوض کی طرح، پھر اس سے آگے پانی بہنے کی جگہ چاہیے تاکہ زمین تک پہنچے بھئی، اس لیے اس کا حریم کیا ہے؟ زیادہ ہے، تو ہر طرف ڈھائی سو گز بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّحْفِرَ بِئْرًا فِيْ حَرِيْمِهَا مُنِعَ مِنْهُ، پس جس شخص نے ارادہ کیا کہ وہ کنواں کھودے اس کنویں کے یا اس چشمے کے حریم میں، مُنِعَ مِنْهُ اسے کیا کیا جائے گا؟ منع کیا جائے گا، اسے روکا جائے گا بھئی۔ تو جس کنویں کا بھی حریم ہے اس حریم کے اندر کسی دوسرے کو کنواں کھودنے سے منع کیا جائے گا بھئی۔[۴]

اور علماء لکھتے ہیں بھئی یہ عرب کی زمین کا حال ہے بھئی، عرب کی زمین سخت ہوتی ہے بھئی۔ اور کہتے ہیں اگر دوسرے علاقے ہوں اس کی زمین نرم ہے، عرب کی زمین سخت ہے بھئی تو وہاں بھئی اس حریم کے اندر کوئی کنواں کھودے گا تو اس کنویں کا پانی تو اس کنویں کی طرف جائے گا بھئی، تو ذرا دور کنواں کھودنا چاہیے، حریم کے اندر اجازت نہیں ہے۔ اور دوسرے علاقے جہاں پر زمین نرم ہو، وہاں تو یہ حریم اور بھی زیادہ ہو گا بھئی۔ حریم کیا ہو گا؟ اور زیادہ ہو گا بھئی۔ دیکھ لیا جائے گا کہ کتنے فاصلے تک اثر رہتا ہے کہ اگر کنواں کھود دیا جائے تو اس کنویں کے پانی پر اثر پڑے گا، تو وہاں تک اس کا حریم ہو جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَا تَرَكَ الْفُرَاتُ وَالدِّجْلَةُ وَعَدَلَ عَنْهُ الْمَاءُ فَإِنْ كَانَ يَجُوْزُ عَوْدُهٗ إِلَيْهِ لَمْ يَجُزْ إِحْيَاؤُهٗ۔ وَمَا تَرَكَ الْفُرَاتُ وَالدِّجْلَةُ، اور وہ زمین جسے چھوڑ دیا ہو دریائے فرات نے وَالدِّجْلَةُ اور دریائے دجلہ نے بھئی۔ بھئی فرات اور دجلہ یہ عراق کے دریا ہیں بھئی۔ دریائے فرات جو ہے کوفہ شہر کے پاس سے بہتا ہے اور دریائے دجلہ بغداد کے پاس سے بہتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ دریائے دِجْلَةُ دال کے کسرے کے ساتھ ہے صحیح لفظ، اگرچہ ہمارے ہاں مشہور دَجْلَةُ ہے بھئی دال کے فتحہ کے ساتھ۔ تو دریائے فرات اور دریائے دجلہ، اگر کوئی زمین تھی بھئی، مراد عام دریا ہے یہ ویسے ہی ذکر کر دیا چونکہ اس علاقے کے مشہور دریا یہ تھے بھئی۔

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَّحْفِرَ بِئْرًا فِيْ حَرِيْمِهَا مُنِعَ مِنْهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يحفر في حريمها منع منه» منقول ہے۔

ایک زمین ہے، دریا آپ جانتے ہیں بھئی رخ موڑتا رہتا ہے بھئی، خصوصاً جہاں موڑ وغیرہ ہو وہاں دریا زمین کو کاٹتا چلا جاتا ہے اور اپنا رخ بدل لیتا ہے۔ تو اگر ایسی جگہ تھی کہ دریا وہاں سے مڑتے مڑتے دور چلا گیا، زمین اب خشک رہ گئی، وہ بنجر زمین پڑی تھی، تو یہ کیا موات کے حکم میں ہے؟ کیا اس کو کوئی آباد کرے تو اس کا مالک بنے گا یا مالک نہیں بنے گا؟ تو صاحبِ قدوری ضابطہ بتلا رہے ہیں کہ بھئی اگر دریا کے پھر ادھر واپس آنے کا امکان ہے، پھر تو یہ موات نہیں ہے مولانا، پھر اس کو اسی طرح رہنے دیں، کسی وقت پھر دریا کیا ہو گا؟ ادھر کو واپس آجائے گا اور لوگوں کو پانی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو لہٰذا اس کو آباد نہ کرے بھئی۔ اور اگر دریا کے پھر ادھر آنے کا امکان نہیں ہے، تو پھر یہ موات ہے مولانا بشرطیکہ کسی آبادی کا حریم نہ ہو جو ذکر ہو چکا کہ لوگوں کے مشترکہ نفع وغیرہ کی جگہ نہ ہو بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَا تَرَكَ الْفُرَاتُ وَالدِّجْلَةُ، اور وہ زمین جسے چھوڑ دیا فرات اور دریائے دجلہ نے، وَعَدَلَ عَنْهُ الْمَاءُ، اور پھر گیا یعنی مڑ گیا اس سے پانی، فَإِنْ كَانَ يَجُوْزُ عَوْدُهُ إِلَيْهِ، پس اگر ممکن ہو اس دریا کا لوٹنا اس زمین کی طرف، لَمْ يَجُزْ إِحْيَاؤُهُ، تو اس کو آباد کرنا جائز نہیں ہے۔ وَإِنْ كَانَ لَا يَجُوْزُ أَنْ يَّعُوْدَ إِلَيْهِ فَهُوَ كَالْمَوَاتِ، اور اگر ممکن نہ ہو کہ لوٹے گا اس کی طرف دریا تو وہ زمین موات کی طرح ہے، إِذَا لَمْ يَكُنْ حَرِيْمًا لِّعَامِرٍ، جب کہ وہ حریم نہ ہو کسی آبادی کا۔ يَمْلِكُهُ مَنْ أَحْيَاهُ بِإِذْنِ الْإِمَامِ، تو مالک بن جائے گا اس زمین کا وہ شخص جو اسے آباد کرے گا بادشاہ کی اجازت سے، حاکم کی اجازت سے۔

وَمَنْ كَانَ لَهُ نَهْرٌ فِيْ أَرْضِ غَيْرِهٖ۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کی زمین تک ایک نہر آتی ہے بھئی، اور یہ نہر گزر کر آتی ہے کسی اور آدمی کی زمین سے۔ نہر اس کی ہے، گزر کر آتی ہے کس میں سے گزر کر آتی ہے؟ کسی اور آدمی کی زمین میں سے گزر کر آتی ہے۔ اب یہ نہر چونکہ اس شخص کی ہے، تو اس نہر کا جو اندر والا حصہ ہے، اندر کی زمین ہے، اس کا پیٹ جو ہے اس کا مالک تو یہ آدمی ہے۔ کیا وہ اس نہر کے کناروں کا بھی مالک ہے یا کنارے اسی زمین والے کے ہیں جس سے نہر گزر کر آتی ہے بھئی؟

تو امام صاحب فرماتے ہیں نہر کا کوئی حریم نہیں ہے، لہٰذا وہ کنارے کس کے ہوں گے؟ زمین والے ہی کے شمار ہوں گے، نہر والے کے شمار نہیں ہوں گے۔ ہاں الا یہ کہ یہ کوئی بینہ کے ذریعے ثابت کر دے کہ یہ کنارے میرے ہیں بھئی۔ تو امام صاحب کے نزدیک نہر وغیرہ کا کوئی حریم نہیں۔ تو نہر کا پیٹ جو ہے اندر زمین وہ تو اس کی ہے، لیکن اس کے کنارے جس شخص کی زمین سے گزر کر آ رہی ہے اسی شخص کے وہ کنارے شمار ہوں گے، اس نہر والے کے شمار نہیں ہوں گے۔

جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کے لیے نہر کے دونوں طرف دونوں کنارے اس کے ہیں جو دو بند ہیں نہر کے ارد گرد بھئی، تاکہ اس لیے ہیں کہ وہ ان پر چل سکے نہر کی دیکھ بھال کے لیے اور نہر کی صفائی وغیرہ کرے گا تو مٹی نکال کر ان کناروں پر ڈالے گا، تو دونوں کنارے بھی اس کے ہیں بھئی، نہر والے کے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَمَنْ كَانَ لَهُ نَهْرٌ فِيْ أَرْضِ غَيْرِهٖ، اور جس شخص کی کوئی نہر تھی کسی دوسرے کی زمین میں، فَلَيْسَ لَهُ حَرِيْمٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى، تو اس کے لیے حریم نہیں ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُ الْبَيِّنَةُ عَلٰى ذٰلِكَ، مگر یہ کہ اس کی اس پر کوئی بینہ ہو۔ وَعِنْدَهُمَا، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک، لَهُ مُسَنَّاةُ النَّهْرِ، مُسَنَّاةٌ جو نہر کے بند ہیں دونوں طرف بھئی، لَهُ مُسَنَّاةُ النَّهْرِ اس کے لیے نہر کے جو بند ہیں يَمْشِيْ عَلَيْهَا کہ چلے ان پر وَيُلْقِيْ عَلَيْهَا طِيْنَهُ اور ڈالے اس پر اس کی مٹی کو، نہر کی۔ نہر کی جب صفائی کرنا پڑتی ہے، مٹی وغیرہ نکالنا پڑتی ہے تو اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا مشکل ہو گا، تو اس کے کنارے اس شخص کے ہیں جن پر وہ چل سکے، نہر کی دیکھ بھال کر سکے اور مٹی نکال کر اس کے اوپر ڈال سکے بھئی صفائی کرتے ہوئے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

كِتَابُ الْمَأْذُوْنِ۔ بھئی ایک عام غلام ہے، عام غلام کو تصرفات کی اجازت نہیں ہوتی بھئی، وہ تجارت وغیرہ نہیں کر سکتا۔ اور ایک وہ غلام ہے جسے آقا تجارت وغیرہ کی اجازت دے دیتا ہے بھئی۔ تو جس کو اجازت دے دی یہ کہلاتا ہے عَبْدٌ مَّأْذُوْنٌ۔ إِذْنٌ اجازت کو کہتے ہیں بھئی۔ عَبْدٌ مَّأْذُوْنٌ جس کو اجازت دی گئی ہے۔ اور دوسرا غلام جو ہے وہ عَبْدٌ مَّحْجُوْرٌ کہلاتا ہے جس پر حجر ہے، پابندی ہے بھئی شرعاً بھئی۔ تو عبدِ ماذون کسے کہتے ہیں؟ جسے آقا کی طرف سے تجارت وغیرہ کی اجازت ہوتی ہے۔

اچھا، یہ حاشیہ دیکھیے ماذون کے اوپر دیا ہوا ہے نمبر بھئی: قَوْلُهُ الْمَأْذُوْنُ، اَلْإِذْنُ فَكُّ الْحَجْرِ وَإِسْقَاطُ الْحَقِّ۔ مَأْذُوْنٌ إِذْنٌ سے ہے بھئی۔

إِذْنٌ کسے کہتے ہیں؟ اجازت۔ کہتے ہیں: اَلْإِذْنُ فَکُّ الْحَجْرِ۔ فَکٌّ کا معنی توڑنا، حَجْرٌ کہتے ہیں پابندی مولانا، اس پابندی کو توڑنا۔ بھئی شرعاً ہر غلام پر پابندی ہے، وہ تجارت وغیرہ اور تصرفات نہیں کر سکتا۔ تو اجازت اس کو دینا، اجازت کسے کہتے ہیں؟ فَکُّ الْحَجْرِ اس پابندی کو توڑ دینا، آقا کیا کر دیتا ہے اس سے پابندی کو؟ توڑ دیتا ہے، ختم کر دیتا ہے، وَإِسْقَاطُ الْحَقِّ اور اپنے حق کو اس سے کیا کر دیتا ہے؟ ساقط۔

بھئی ہر انسان میں اصل تو یہ ہے کہ وہ آزاد ہے، وہ ہر قسم کے تصرفات کا مالک ہے، لیکن بعض اوقات انسان پر رقیت آتی ہے یعنی وہ غلام بن جاتا ہے کسی عارض کی وجہ سے۔ جب وہ غلام بن جائے تو شرعاً اب اس پر پابندی ہوتی ہے آقا کے حق کی وجہ سے، اسے کسی قسم کے تجارت وغیرہ کی اجازت نہیں ہوتی بھئی۔ تو یہ آقا کے حق کی وجہ سے اس پر پابندی تھی، آقا کا اس حق کو ساقط کر دینا کیا کہلاتا ہے؟ اذن کہلاتا ہے۔ پابندی کو توڑنا اور اپنے حق کو اس سے ساقط کر دینا، ختم کر دینا یہ کیا کہلاتا ہے؟ اذن کہلاتا ہے۔ تو اذن میں کیا ہوتا ہے؟ آقا پابندی کو اس سے ختم کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں: إِذَا أَذِنَ الْمَوْلٰی لِعَبْدِہٖ إِذْنًا عَامًّا جَازَ تَصَرُّفُہٗ فِيْ سَائِرِ التِّجَارَاتِ، جب اجازت دے دی آقا نے اپنے غلام کو عام اجازت، جَازَ تَصَرُّفُہٗ تو جائز ہے اس کا تصرف فِيْ سَائِرِ التِّجَارَاتِ تمام تجارتوں میں۔ جب آقا نے اس کو عام اجازت دے دی، یعنی کہا جاؤ بھئی تم جو بھی تجارت کرنا چاہو کر لو، تو یہاں عام اجازت ہے۔ ایک ہے خاص اجازت کہ جاؤ بھئی صرف کپڑے کی تجارت کرو، یا صرف برتنوں کی تجارت کرو۔ تو خاص نہیں، عام اجازت دی۔

تو کہتے ہیں: إِذَا أَذِنَ الْمَوْلٰی لِعَبْدِہٖ إِذْنًا عَامًّا، جب آقا نے اجازت دی اپنے غلام کو عام اجازت، جَازَ تَصَرُّفُہٗ تو جائز ہے اس کا تصرف فِيْ سَائِرِ التِّجَارَاتِ تمام تجارتوں میں۔ وَلَہٗ أَنْ يَّشْتَرِيَ وَيَبِيْعَ وَيَرْہَنَ وَيَسْتَرْہِنَ، اور اس غلام کے لیے جائز ہے کہ وہ کوئی چیز خریدے، اس کے لیے خریدنا بھی جائز ہے، وَيَبِيْعَ اور بیچنا بھی جائز ہے، وَيَرْہَنَ اور رہن رکھوانا بھی جائز ہے، وَيَسْتَرْہِنَ اور رہن رکھنا بھی خود اپنے پاس رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ وجہ یہ اس کی، یہ ساری چیزیں مولانا تجارت میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی کوئی چیز بیچنی پڑے گی، کبھی کوئی خریدنی پڑے گی، پھر کبھی کوئی چیز تجارت میں بھئی رہن بھی رکھوائی جاتی ہے دوسرے کے پاس یا دوسرے کی چیز بھی اپنے پاس رہن رکھوائی جاتی ہے، تو ان ساری چیزوں کی اسے اجازت ہے۔ اسی طرح مولانا تجارت میں جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ان ساروں کی کیا ہو گئی اسے؟ اجازت ہو گئی بھئی۔

وَإِنْ أَذِنَ لَہٗ فِيْ نَوْعٍ مِّنْہَا دُوْنَ غَيْرِہٖ فَہُوَ مَأْذُوْنٌ فِيْ جَمِيْعِہَا۔ پہلی صورت تو بتلائی بھئی صاحبِ کتاب نے کہ عام اجازت دی جو بھی تجارت تمہارے دل میں آئے جاؤ بھئی کرو بھئی۔ دوسری صورت یہ کہ خاص نوع کی اجازت دی کہ جاؤ بھئی کس کی تجارت کرو؟ کپڑے کی تجارت کرو، کوئی نوع بتلا دی۔ تو کیا اب صرف یہ کپڑے کی تجارت کی اجازت ہے یا ہر تجارت کر سکتا ہے؟ یاد رکھیے ہمارے نزدیک ہر تجارت وہ کر سکتا ہے۔ کیا کر سکتا ہے؟ ہر تجارت کر سکتا ہے۔ اگر ایک خاص نوع کے کام کی بھی اجازت دے دے گا آقا، پھر بھی ہمارے نزدیک وہ اجازت عام شمار ہو گی اور وہ ہر تجارت کر سکتا ہے۔ مثلاً آقا نے اسے کہا تھا بھئی جاؤ بھئی رنگریزی والا کام کرو، کپڑوں کو رنگا کرو

، یا آقا نے کہا جاؤ بھئی صرف کپڑے کی تجارت کرو، تو اب یہ نہیں کہ وہ صرف کپڑے کی تجارت کر سکتا ہے یا صرف رنگریز والا کام کر سکتا ہے، جو کام بھی وہ کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے۔

بھئی یہ کیا بات ہوئی؟ آقا نے صرف اجازت دی ہے کپڑے کی تجارت کی اور صاحبِ قدوری کیا فرما رہے ہیں کہ جو بھی تجارت کرنا چاہے کر سکتا ہے! وجہ یہ ہے مولانا کہ آقا نے اجازت دی خاص تجارت کی، تو اذن دیا، اور اذن کسے کہتے تھے ابھی آپ نے پڑھا: فَکُّ الْحَجْرِ پابندی کو ختم کرنا۔ تو جب پابندی ختم ہو گئی تو باقی ساری تجارتوں کی بھی کیا ہو گئی اسے؟ اجازت ہو گئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو یہاں پابندی کے معنی میں تو آپ غور کریں کہ پابندی ختم کر دی۔ جب پابندی ختم کر دی تو اب یہاں اس کو ہر قسم کی تجارت کی اجازت ہو گئی۔ پہلے کوئی تجارت وہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ پابندی تھی، اب پابندی کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی۔ آقا نے اگرچہ ایک خاص نوع بتلائی لیکن اذن تو آ گیا، اذن تو کہتے ہی کس کو تھے؟ پابندی کو ختم کرنا، اپنے حق کو اس سے کیا کر دینا؟ ساقط۔ جب اپنا حق اس سے ساقط کر دیا تو اب اسے کیا ہو گئی؟ عام انسان کی طرح جو آزاد ہوتا ہے اس کی طرح ہر تجارت کی اسے اجازت ہو گئی۔

یہ معنی ہے: وَإِنْ أَذِنَ لَہٗ فِيْ نَوْعٍ مِّنْہَا، اور اگر اس کو اجازت دے دی اس میں سے، تجارت میں سے ایک نوع کی دُوْنَ غَيْرِہٖ نہ کہ اس کے علاوہ کی، فَہُوَ مَأْذُوْنٌ فِيْ جَمِيْعِہَا تو وہ ماذون ہے مولانا تمام تجارتوں کے اندر۔

فَإِذَا أَذِنَ لَہٗ فِيْ شَيْءٍ بِعَيْنِہٖ فَلَيْسَ بِمَأْذُوْنٍ۔ بھئی آقا نے اسے ایک خاص معین چیز کے خریدنے یا بیچنے کی اجازت دی، مثلاً بھئی میں نے اپنے

غلام سے کہا جاؤ بھئی وہ جو زید کے پاس گاڑی ہے وہ میرے لیے اس سے خرید لو۔ تو کیا یہ اجازت شمار ہو گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہ تو تجارت کی اجازت میں نہیں دے رہا، یہ تو میں اس سے خدمت لے رہا ہوں کہ میں خود نہیں جا سکتا تم جا کر کیا کرو میرے لیے وہ گاڑی خرید لو۔ تو کسی معین چیز کے خریدنے کے لیے بھیجتا ہے یا اس کی اجازت دیتا ہے تو یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ بلکہ یہ تو خدمت اس سے لے رہا ہے۔

تو کہتے ہیں: فَإِذَا أَذِنَ لَهُ فِيْ شَيْءٍ بِعَيْنِهٖ، اگر اسے اجازت دے دی کسی معین چیز کے اندر، فَلَيْسَ بِمَأْذُوْنٍ تو اب یہ ماذون نہیں۔ ورنہ تو مولانا خدمت کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، کوئی آقا اپنے غلام سے کوئی چیز خریدنے کے لیے بھیج ہی نہیں سکتا اپنے غلام کو کیونکہ فوراً گیا بن جایا کرے گا؟ وہ تو عبدِ ماذون بن جائے گا بھئی۔ تو یہ تو خدمت ہے، ضرورت پڑتی ہے مولانا کبھی ایک چیز خریدنے کے لیے ایک طرف بھیج رہا ہے کبھی دوسری طرف بھیج رہا ہے، تو یہ ساری خدمت میں ہے یہ اجازت نہیں ہے بھئی، یا کبھی کوئی چیز بیچنے کے لیے بھیج رہا ہے۔

وَإِقْرَارُ الْمَأْذُوْنِ بِالدُّيُوْنِ وَالْغُصُوْبِ جَائِزٌ بھئی۔ اچھا بھئی، ایک غلام ہے اس کو آقا نے اجازت دے دی، یہ عبدِ ماذون بن گیا۔ اب یہ عبدِ ماذون کیا دیون کا اقرار کر سکتا ہے؟ کیا کسی کی غصب شدہ چیزوں کا اقرار کر سکتا ہے؟ وہ اقرار معتبر ہو گا، وہ چیز اس کے اوپر دین ہو گی یا دین نہیں بنے گی بھئی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، غلام اب جب ماذون ہو گیا اب اس کا اقرار معتبر ہے مولانا۔ ورنہ تو اگر اس کے اقرار کی ہم اجازت نہ دیں، پھر تو کوئی اس سے تجارت ہی نہیں کرے گا کہ یہ تو کل سارے ہمارے پیسے ڈوب جائیں گے بھئی۔ تو اب اس کا قول بھی معتبر ہو گیا مولانا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ قول معتبر ہوا۔ تو تاجروں کے اس نے پیسے دینے ہوں گے، پیسے وصول کرنے ہوں گے، تو یہاں اس کے قول کا اعتبار ضروری ہے۔ جب قول کا اعتبار ہے تو اس کا اقرار بھی کیا ہو گا؟ معتبر ہو گا۔ وہ کہتا ہے مثلاً میں نے زید کا بھئی اس تجارت کی وجہ سے میں نے زید کے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں، تو اب اس کا اعتبار نہ ہو تو زید کے پانچ لاکھ چلے گئے یا نہیں چلے گئے بھئی؟ وہ تو چلے گئے، پھر تو کوئی اس سے تجارت ہی نہیں کرے گا کہ ایک دفعہ پیسے اس کی طرف چلے گئے پھر اقرار تو اس کا معتبر ہے نہیں لہٰذا میرے پیسے تو ڈوب جائیں گے۔ تو لہٰذا اب اس کا اقرار بھی کیا ہوا؟ معتبر ہو گیا۔

وَإِقْرَارُ الْمَأْذُوْنِ بِالدُّيُوْنِ وَالْغُصُوْبِ جَائِزٌ، اور ماذون کا اقرار کرنا دیون کا اور غصب شدہ چیزوں کا جَائِزٌ یہ جائز ہے۔ اسی طرح امانتیں وغیرہ بھی بھئی، ان کا اقرار بھی۔

وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ وَلَا أَنْ يُّزَوِّجَ مَمَالِيْكَهٗ وَلَا يُكَاتِبَ وَلَا يُعْتِقَ عَلٰى مَالٍ وَّلَا يَهَبَ بِعِوَضٍ وَّلَا بِغَيْرِ عِوَضٍ۔ بھئی یہ کیا اپنا نکاح کر سکتا ہے یہ عبدِ ماذون، خود شادی کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، خود نکاح نہیں کر سکتا۔ آقا نے تجارت کی اجازت دی ہے بھئی اور شادی امورِ تجارت میں سے نہیں ہے، تو اسے ان چیزوں کی اجازت ہو گی جن کی تجارت میں ضرورت پڑتی ہے بھئی، اس کے علاوہ کی اجازت نہیں۔ تو وہ اپنا نکاح، شادی نہیں کر سکتا بھئی آقا کی اجازت کے بغیر۔

اور اسی طرح بھئی یہ عبدِ ماذون تھا، اس نے تجارت شروع کی بھئی، بڑا ماہر تھا، بڑی جلدی اس نے پیسے اکٹھے کرنا شروع کر دیے اور کئی غلام بھی خرید لیے بھئی۔ اب وہ ان غلاموں کا نکاح کروانا چاہتا ہے، کیا ان کا نکاح کروا سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں، ان کا بھی نہیں کروا سکتا اس لیے کہ یہ بھی بابِ تجارت میں سے نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اسے ان چیزوں کی اجازت ہے جن کی تجارت میں ضرورت ہوتی ہے۔ بھئی ان غلاموں کو مکاتب بنانا چاہتا ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی یہ بھی امورِ تجارت میں سے نہیں ہے، اس کی بھی اس کو اجازت نہیں۔

بھئی غلاموں کو مال کے بدلے آزاد کرنا چاہتا ہے، غلام کو کہتا ہے اتنا مال لے آؤ تو تم آزاد ہو، کہتے ہیں بھئی ٹھیک ہے اس میں مال تو حاصل ہو رہا ہے لیکن یہ امورِ تجارت میں سے نہیں ہے بھئی، لہٰذا اس کی بھی اجازت نہیں۔ بھئی کسی کو ہبہ کرتا ہے، کیا ہبہ کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، ہبہ بھی امورِ تجارت میں سے نہیں۔ بھئی ہبہ کی ایک صورت میں عوض بھی لیا جاتا ہے کبھی کبھار، تو کیا ہبہ بعوض یہ کر سکتا ہے؟ کیونکہ آپ نے پڑھا ہے ہبہ بعوض تو دراصل کس کے حکم میں ہے؟ بیع کے حکم میں ہے بھئی کیونکہ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں نہیں، ہبہ بعوض بھی نہیں کر سکتا اس لیے کہ ہبہ کے عوض بھی جو لیا جاتا ہے عموماً بڑی تھوڑی چیز ہوتی ہے، وہاں کوئی برابری نہیں ہوتی۔

تو یہ معنی ہے: وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ، اور جائز نہیں ہے اس کے لیے کہ وہ نکاح کرے، وَلَا أَنْ يُّزَوِّجَ مَمَالِيْكَهٗ اور نہ یہ کہ نکاح کروائے اپنے مملوکوں کا یعنی اپنے غلام اور باندیوں کا نکاح کروائے یہ بھی اس کے لیے جائز نہیں ہے، وَلَا يُكَاتِبَ اور وہ مکاتب بھی نہیں بنا سکتا، وَلَا يُعْتِقَ عَلٰى مَالٍ اور وہ مال کی شرط پر آزاد بھی نہیں کر سکتا، وَلَا يَهَبَ بِعِوَضٍ اور عوض کے بدلے ہبہ بھی نہیں کر سکتا، وَلَا بِغَيْرِ عِوَضٍ اور نہ بغیر عوض کے ہبہ کر سکتا

ہے۔

إِلَّا أَنْ يُّهْدِيَ الْيَسِيْرَ مِنَ الطَّعَامِ أَوْ يُضَيِّفَ مَنْ يُّطْعِمُهُ۔ ہاں کسی کو تھوڑا بہت مولانا کھانا، طعام بھئی سمجھ میں آیا؟ یہ ہبہ کسی کو تحفے کے طور پر دے سکتا ہے۔ کیا کر سکتا ہے؟ کسی کو تھوڑا بہت کھانا وغیرہ یہ تحفے کے طور پر دے سکتا ہے۔ یا اس کو جو کھلاتا ہے یہ اس کی مہمان نوازی کر سکتا ہے، اس کی دعوت وغیرہ کر سکتا ہے۔ بھئی یہ کیا وجہ ہوئی؟ اس کی کیوں اجازت ہے؟ یہ تو بابِ تجارت میں سے نہیں ہے، مہمان نوازی کرے گا خرچہ آئے گا یا نہیں آئے گا بھئی؟ دوسرے کو کھانا دے گا تو خرچہ آئے گا، تو اس کی کیوں اجازت ہے؟ کہتے ہیں بھئی وجہ یہ کہ تجارت میں اس کی ضرورت پڑتی ہے بھئی۔ تاجر لوگ تعلقات بنانے کے لیے کیا کرتے ہیں؟ ایک دوسرے کو تھوڑا بہت ہدایا یا ایک دوسرے کی دعوت وغیرہ کیا کرتے ہیں بھئی۔ تو یہاں بھی ایک شخص نے جب اس کی دعوت وغیرہ کی ہے تو یہ بھی کیا کر سکتا ہے؟ اس کی دعوت وغیرہ کر سکتا ہے، اور دوسروں کو یہ کیا کر سکتا ہے؟ ہدیے وغیرہ کے طور پر طعام بھی دے سکتا ہے بھئی۔

یہ معنی ہے: إِلَّا أَنْ يُّهْدِيَ الْيَسِيْرَ مِنَ الطَّعَامِ، مگر یہ کہ یہ تحفے کے طور پر دے تھوڑا سا طعام میں سے، أَوْ يُضَيِّفَ مَنْ يُّطْعِمُهُ یا یہ مہمان نوازی کرے مَنْ اس شخص کی يُطْعِمُهُ جو اس کو کھانا کھلاتا ہے۔

وَدُيُوْنُهُ مُتَعَلِّقَةٌ بِرَقَبَتِهِ يُبَاعُ فِيْهَا لِلْغُرَمَاءِ إِلَّا أَنْ يَّفْدِيَهُ الْمَوْلٰى۔ اچھا بھئی، یہ تجارت کر رہا ہے، تجارت میں تو انسان پر بھئی دین بھی آتا ہے بعض اوقات، قرضے انسان پر چڑھ جاتے ہیں، تو وہ قرضے کیا آقا پر چڑھیں گے یا اسی پر؟ کہتے ہیں بھئی ان قرضوں کا تعلق اسی کی ذات سے ہو گا بھئی، اسی کی ذات سے ہو گا۔ لہٰذا اگر ان قرضوں کی ادائیگی کی اور کوئی صورت نہ رہی تو پھر اسی غلام کو بیچ کر کیا کیے جائیں گے؟ وہ قرضے ادا کیے جائیں گے۔ کیا کیے جائیں گے؟ وہ قرضے ادا کیے جائیں گے۔ ہاں اگر آقا اپنی جیب سے اس کا فدیہ دے دیتا ہے، اس کے قرضے ادا کر دیتا ہے پھر نہیں بیچا جائے گا، ورنہ قرضوں کی ادائیگی کے لیے اسی غلام کو کیا کیا جائے گا؟ بیچا جائے گا۔

یہ معنی ہے: وَدُيُوْنُهُ مُتَعَلِّقَةٌ بِرَقَبَتِهِ، اور اس کے جو دیون ہیں ان کا تعلق اسی کی ذات سے ہو گا، يُبَاعُ فِيْهَا لِلْغُرَمَاءِ بیچا جائے گا ان قرضوں کے اندر قرض خواہوں کے لیے، إِلَّا أَنْ يَّفْدِيَهُ الْمَوْلٰى مگر یہ کہ اس کا فدیہ دے دے اس کا آقا۔

وَيُقْسَمُ ثَمَنُهُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ۔ اچھا تو اس کو بیچا گیا بھئی، بیچنے کے بعد جو پیسے حاصل ہوئے وہ اس کے قرض خواہوں میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کیے جائیں گے بھئی۔ کیا کیے جائیں گے؟ ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کیے جائیں گے بھئی۔ مثلاً بھئی اس نے زید کا دس ہزار دینا ہے، بکر کا بیس ہزار، عمرو کا چالیس ہزار دینا ہے۔ زید کا کتنا ہے؟ دس، عمرو کا بیس، اور بکر کا کتنا ہے؟ چالیس۔ زید کا دس، عمرو کا بیس، بکر کا چالیس۔ تو کل کتنے حصے ہو گئے؟ ستر ہزار ہو گئے۔ تو یہ سات حصے ہو جائیں گے جتنی قیمت وصول ہوئی۔ ایک حصہ کس کو دیں گے؟ زید کو، دگنا کس کو دیں گے؟ عمرو کو، اور چار گنا کس کو دیں گے؟ بکر کو دیں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَيُقْسَمُ ثَمَنُهُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ، تقسیم کیا جائے گا اس کے ثمن کو ان قرض خواہوں کے درمیان بِالْحِصَصِ ان کے حصوں کے بقدر۔

فَإِنْ فَضَلَ مِنْ دُيُوْنِهِ شَيْءٌ طُوْلِبَ بِهِ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ۔ بھئی قرضے اتنے زیادہ تھے کہ اس کی قیمت وصول ہو گئی ان سے بھی ادائیگی نہیں ہو سکتی بھئی۔ بکر کے چالیس ہزار دینے تھے اور خالد کے ایک لاکھ دینے تھے بھئی، اور یہ بکا کل ایک لاکھ کا۔ تو قرضے سارے کتنے ہیں؟ ایک لاکھ ستر ہزار، اور یہ کتنے کا بکا؟ ایک لاکھ کا۔ تو حصوں کے بقدر یہ ایک لاکھ تو تقسیم ہو گیا ساروں میں، لیکن ہر ایک کا کچھ نہ کچھ دین رہ گیا، ابھی بھی کتنے دیون باقی ہیں؟ ستر ہزار باقی ہیں۔ اب ان کا کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں وہ اسی غلام سے وصول کیے جائیں گے، لیکن ابھی نہیں، ابھی تو یہ غلام ہے، بلکہ اس کے آزاد ہونے کے بعد۔ انتظار کریں گے ہم کہ یہ کب آزاد ہوتا ہے، جب آزاد ہو جائے گا اب اس سے کیا کیے جائیں گے؟ وہ قرضے وصول کیے جائیں گے، ان کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اگر آزاد نہیں ہوتا تو بس وہ گئے پیسے مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: فَإِنْ فَضَلَ مِنْ دُيُوْنِهِ شَيْءٌ، پس اگر باقی رہا دیون میں سے کچھ، طُوْلِبَ بِهِ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ، تو مطالبہ کیا جائے گا ان کا اس کے آزاد ہو جانے کے بعد۔

وَإِنْ حُجِرَ عَلَيْهِ لَمْ يَصِرْ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ حَتّٰى يَظْهَرَ الْحَجْرُ بَيْنَ أَهْلِ السُّوْقِ۔ بھئی اس کو آقا نے اجازت دے دی تھی، یہ تجارت کر رہا تھا، آقا نے پھر پابندی لگادی کہ بس آج کے بعد تمہیں تجارت کی اجازت نہیں، ختم بھئی۔ کیا فوراً یہ مجور بن جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں، فوراً مجور نہیں بنے گا بلکہ سارے بازار والوں کو پتہ لگنا ضروری ہے۔ تو وہاں اعلان وغیرہ کرائے آقا بھئی، سب کو بتائے کہ میں نے اس پر کیا کر دی ہے؟ پابندی، اب مجور ہو جائے گا۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے؟ بازار والوں کی شرط کیوں لگائی گئی؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ بازار والوں کو تو پتہ تھا یہ تو ماذون ہے، تجارت کرتا ہے، ساروں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا ہے، لین دین کرتا ہے۔ اب اگر ان کے علم کے بغیر ہی اس پر پابندی ہم مان لیں تو یہ تو کل کو ہو سکتا ہے پھر لوگوں سے کیا کرے؟ لین دین کرے، اور لوگ تو یہی سمجھیں گے ابھی بھی اس کو کیا ہے؟ تجارت کی اجازت ہے۔ وہ تو اس کے ساتھ لین دین کریں گے تو ان کے ساتھ دھوکہ ہو گا، ان کا مال ڈوبے گا یا نہیں ڈوبے گا بھئی؟ ان کا مال ڈوبنے کا خطرہ آ گیا، تو لہٰذا ان کو بتلانا ضروری ہے، ان کا علم ضروری ہے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِنْ حُجِرَ عَلَيْهِ لَمْ يَصِرْ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ، اگر اس پر پابندی لگائی گئی تو یہ مجور علیہ نہیں ہو گا، حَتّٰى يَظْهَرَ الْحَجْرُ بَيْنَ أَهْلِ السُّوْقِ، یہاں تک کہ پابندی ظاہر ہو جائے بازار والوں میں۔

فَإِنْ مَّاتَ الْمَوْلٰى أَوْ جُنَّ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا صَارَ الْمَأْذُوْنُ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ۔ بھئی اگر آقا مر جائے، یاد رکھو عبدِ ماذون فوراً مجور علیہ ہو جائے گا، اس پر پابندی لگ جائے گی، اب وہ عبدِ ماذون نہ رہا۔ بھئی کیوں آقا کے مرنے سے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اجازت آقا کی طرف سے تھی۔ اب جب آقا مر گیا تو اس میں اجازت کی اہلیت باقی رہی؟ نہیں۔ آقا میں اجازت کی اہلیت ہی باقی نہ رہی۔ اسی کی طرف سے تو اجازت تھی، جب اس میں اہلیت نہ رہی تو اس کی طرف سے جو اجازت تھی، جو تصرف تھا وہ بھی خود بخود کیا ہو گیا؟ ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر آقا مجنون ہو گیا، اور جنون بھی جنونِ مطبق تھا مولانا یعنی کم از کم ایک ماہ تک مجنون رہا، تو آقا سے اہلیت ختم۔ جب آقا سے اہلیت ختم ہوئی تو آقا کی طرف سے ہی اجازت تھی، تو وہ جو اجازت تھی وہ بھی خود بخود کیا ہو جائے گی؟ ختم ہو جائے گی بھئی۔ یا اسی طرح آقا مرتد ہوا مولانا اور دارالحرب چلا گیا بھئی، تو یہ بھی کیا شمار ہو گی؟ پابندی اس پر لگ جائے گی خود بخود بھئی۔

یہ معنی ہے: فَإِنْ مَّاتَ الْمَوْلٰى، اگر آقا مر جائے، أَوْ جُنَّ یا مجنون ہو جائے، أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا یا مل جائے دارالحرب کے ساتھ مرتد ہو کر یعنی دارالحرب چلا جائے مرتد ہو کر، صَارَ الْمَأْذُوْنُ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ تو ماذون کیا بن جائے گا؟ مجور علیہ بن جائے گا۔

وَلَوْ أَبَقَ الْعَبْدُ الْمَأْذُوْنُ صَارَ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ۔ بھئی عبدِ ماذون اگر بھاگ جائے، بھگوڑا ہو گیا، تو کیا اب مجور علیہ بنے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، بھاگتے ہی خود بخود کیا ہو جائے گا یہ؟ مجور علیہ ہو جائے گا، اس پر پابندی ہو جائے گی۔ بھئی کیا وجہ ہے بھاگنے کی وجہ سے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہ اب سرکش ہو چکا، باغی ہو چکا، اور آقا کبھی بھی اپنے باغی غلام کی اجازت پر راضی نہیں ہوتا۔ تو آقا نے اگرچہ پابندی ابھی لگائی نہیں، منہ سے نہیں کہا، لیکن دلالتاً پابندی آ چکی ہے۔ کیا ہے؟ دلالتاً پابندی ہے کہ آقا اس قسم کے غلام کی اجازت پر کبھی بھی راضی نہیں ہوتا۔ ہاں اگر منہ سے آقا خود کہہ دیتا ہے ابھی بھی اس کو اجازت ہے، پھر تو صراحت آ گئی، پھر اس پر پابندی نہیں ہے مولانا۔ پابندی آئی تھی دلالت کی وجہ سے کہ یہ واقعہ دلالت کر رہا ہے بھئی آقا اس قسم کے غلام کی اجازت پر راضی نہیں رہتا۔

تو کہتے ہیں: وَلَوْ أَبَقَ الْعَبْدُ الْمَأْذُوْنُ، اگر بھاگ جائے عبدِ ماذون، صَارَ مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ تو وہ کیا ہو جائے گا؟ مجور علیہ ہو جائے گا۔

وَإِذَا حُجِرَ عَلَيْهِ فَإِقْرَارُهٗ جَائِزٌ فِيْمَا فِيْ يَدِهٖ مِنَ الْمَالِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى وَقَالَا لَا يَصِحُّ إِقْرَارُهٗ۔ بھئی غلام پر پابندی لگادی گئی، پہلے عبدِ ماذون تھا اب اس پر کیا لگادی آقا نے؟ پابندی لگادی۔ جب پابندی لگائی بھئی اس کے پاس کچھ مال بھی تھا، اس نے تجارت شروع کی تھی کچھ مال بھی جمع کیا تھا، تو کیا اس کا اقرار اس مال کے بارے میں معتبر ہے یا نہیں؟ پانچ لاکھ روپے اس کے پاس جمع ہو چکے ہیں، آقا نے پابندی لگادی بس آج کے بعد تمہیں تجارت کی اجازت نہیں بھئی، سارے بازار والوں کو بھی بتلا دیا۔ اب بھئی غلام کہتا ہے کہ میرے پاس یہ جو پانچ لاکھ ہیں، میں نے ڈیڑھ لاکھ عمرو کا دینا ہے، ایک لاکھ میں نے بکر کا دینا ہے، اقرار کرتا ہے۔ تو کیا یہ اقرار معتبر ہے اس مال کے بارے میں جو اس کے پاس ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، امام صاحب فرماتے ہیں یہ اقرار معتبر ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں، اس پر پابندی لگ چکی ہے اب اس کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہے بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اب دراصل یہ مال کس پر آ جائے گا؟ آقا پر، تو غلام کے اقرار کی وجہ سے ہم آقا پر مال کو لازم نہیں کر سکتے، لہٰذا اس کے اقرار کا کوئی

اعتبار نہیں ہے، یہ صاحبین فرمارہے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی اقرار معتبر ہے، اور اقرار کے اعتبار کی وجہ یہ کہ وہ مال جو ہے ابھی بھی اس کے قبضے میں ہے مولانا، تو قبضے کی وجہ سے اب اس کا اقرار صحیح ہے۔ قبضے کی وجہ سے اقرار صحیح ہے بھئی، کیونکہ وہ مال ابھی بھی اسی کے قبضے میں ہے اور اسی مال کے بارے میں تو یہ بتلارہا ہے کہ میں نے اتنا اس کا دینا ہے اتنا اس کا، تو قبضہ بھی کافی ہے، قبضے کی وجہ سے بھی اس کا اقرار معتبر ہو جائے گا۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا حُجِرَ عَلَيْهِ، جب غلام پر پابندی لگائی گئی، فَإِقْرَارُهُ جَائِزٌ فِيمَا فِي يَدِهِ مِنَ الْمَالِ، تو اس کا اقرار جائز ہے اس چیز کے بارے میں فِي يَدِهِ جو اس کے قبضے میں ہے مِنَ الْمَالِ یعنی کہ مال بھئی، عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا، صاحبین فرماتے ہیں: لَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ، اس کا اقرار صحیح نہیں۔ اچھا بھئی، چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۰: کتاب الماذون (۲) و کتاب المزارعۃ والمساقاۃ: ماذون پر قرض، فکِ حجر، اور مزارعت و مساقات میں امام اعظم اور صاحبین کا مسلک

مختصر القدوری صفحہ: ۱۳۲—بتاریخ: ۷ اپریل ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا لَزِمَتْهُ دُيُوْنٌ تُحِيْطُ بِمَالِهِ وَرَقَبَتِهِ لَمْ يَمْلِكِ الْمَوْلٰى مَا فِيْ يَدِهِ. فَإِنْ أَعْتَقَ عَبِيْدَهُ لَمْ تَعْتِقْ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ، وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ يَمْلِكُ مَا فِيْ يَدِهِ. وَإِذَا بَاعَ عَبْدٌ مَّأْذُوْنٌ مِّنَ الْمَوْلٰى شَيْئًا بِمِثْلِ قِيْمَتِهِ أَوْ أَكْثَرَ جَازَ، وَإِنْ بَاعَ بِنُقْصَانٍ لَّمْ يَجُزْ.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا کہ اگر آقا اپنے عبدِ ماذون پر پابندی لگادے تو اس پابندی کے بعد اب وہ اقرار کرتا ہے بھئی وہ مال جو اس کے قبضے میں ہے اس کے بارے میں، تو کیا اس کا اقرار صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار صحیح نہیں بھئی، اس کا اقرار صحیح نہیں۔ وجہ یہ کہ آقا نے اس پر پابندی لگادی، اور جب پابندی لگادی تو اب اس کا اقرار معتبر نہیں کیونکہ اس کے اقرار کے معتبر ہونے کا جو سبب تھا یعنی اجازت اور اذن، وہ اذن اب ختم ہو چکا، اب باقی نہیں رہا، لہٰذا اس کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں کہ یہ کہے کہ میرا یہ جو مال ہے میں نے زید کا اتنا دینا ہے، عمرو کا اتنا دینا ہے وغیرہ۔ صاحبین فرماتے ہیں اس کا اقرار درست نہیں ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار صحیح ہے بھئی۔ کیوں بھئی؟ اس پر تو پابندی لگ چکی ہے! کہتے ہیں اگرچہ پابندی لگی ہے لیکن قبضہ ابھی بھی مال پر اس کا ہے، اور اقرار کے صحیح ہونے کے لیے اس کا یہ قبضہ ہی کافی ہے بھئی۔ تو صرف قبضے کی وجہ سے بھی اب اس کا اقرار صحیح ہو جائے گا بھئی۔

وَإِذَا لَزِمَتْهُ دُيُوْنٌ تُحِيْطُ بِمَالِهِ وَرَقَبَتِهِ۔ اچھا بھئی، اب یہ بتلا رہے ہیں یہاں سے کہ ایک غلام تھا اسے آقا نے تجارت کی اجازت دے دی، وہ تجارت میں مصروف ہوا اور تجارت میں اس پر نقصان ہوا وغیرہ، اس پر دیون آتے چلے گئے۔ اتنے دیون آئے جنہوں نے اس کے مال کا بھی احاطہ کر لیا اور اس کی ذات کا بھی احاطہ کر لیا۔ مثلاً بھئی اس کے پاس مال جو جمع ہوا تھا ایک ڈیڑھ لاکھ کا مال تھا اور اس غلام کی اپنی قیمت فرض کریں تین لاکھ تھی، لیکن اس پر اتنے دیون آئے کہ جنہوں نے اس کے مال کا بھی احاطہ کر لیا اور اس کی ذات کا بھی احاطہ کر لیا۔ مال کتنا تھا فرض کرو؟ ایک لاکھ، قیمت کتنی ہے غلام کی؟ تین لاکھ، کتنا ہوا کل؟ چار لاکھ، اور جو اس پر دین ہے وہ چار لاکھ یا چار لاکھ سے بھی زائد تھا۔ تو دیکھو اس دین نے احاطہ کر لیا اس کے مال کا بھی اور اس کی ذات کا بھی بھئی، ان دونوں سے بڑھ گیا وہ دین، یا ان کے برابر ہو گیا یا ان سے بڑھ گیا۔

تو یاد رکھیے، اب بھئی اس کے پاس جو کچھ ہے، غلام کے پاس جو کچھ ہوتا ہے آقا اس کا مالک ہوتا ہے، لیکن جب اس پر اتنے دیون آ گئے تو اب جو کچھ اس کے قبضے میں ہے آقا اس کا مالک نہیں، آقا اس کے مال میں اجنبیوں کی طرح ہو گیا۔ کیوں؟ کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ کہ اس مال وغیرہ کے ساتھ اب اس کے جو قرض خواہ ہیں ان کا حق متعلق ہو چکا ہے بھئی، اس کے ذریعے کیا کیا جائے گا؟ ان قرض خواہوں کا دین ادا کیا جائے گا۔ لہٰذا اب جو کچھ اس کے قبضے میں ہے اس پر آقا کا کوئی حق نہیں ہے، وہ اس کا مالک نہیں ہے بھئی۔

وَإِذَا لَزِمَتْهُ دُيُوْنٌ تُحِيْطُ بِمَالِهٖ وَرَقَبَتِهٖ، جب اس پر لازم ہو جائیں اتنے دیون تُحِيْطُ بِمَالِهٖ وَرَقَبَتِهٖ جنہوں نے احاطہ کر لیا اس کے مال کا بھی اور اس کی ذات کا بھی، لَمْ يَمْلِكِ الْمَوْلٰى مَا فِيْ يَدِهٖ، تو مالک نہیں ہو گا آقا وہ جو اس کے قبضے میں ہے۔

فَإِنْ أَعْتَقَ عَبِيْدَهٗ لَمْ تَعْتِقْ۔ اچھا بھئی، یہ عبدِ ماذون جس پر دیون آ گئے مولانا، اتنے دیون جنہوں نے کیا کیا؟ اس کے مال اور اس کی ذات کا احاطہ کر لیا۔ اس عبدِ ماذون نے کچھ غلام بھی خریدے تھے بھئی، ایک تھا، دو تھے یا تین، تجارت کے اندر خریدے ہیں بھئی۔ لیکن اب دین اس پر اتنا آیا جنہوں نے اس سارے مال کا بھی احاطہ کر لیا اور اس کی ذات کا بھی احاطہ کر لیا۔ تو اب اس کے پاس جو کچھ ہے اس کا آقا مالک ہے؟ نہیں، آقا اس کا مالک نہیں۔ جب آقا مالک نہیں ہے تو اس کے جو غلام ہیں آقا ان کو آزاد کرتا ہے، کہتا ہے میری طرف سے تم آزاد ہو، تو کیا آقا کے آزاد کرنے سے وہ آزاد ہو جائیں گے؟ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی ہم نے ضابطہ بتلا دیا کہ آقا ان کا مالک ہی نہیں، جب مالک نہیں ہے تو انہیں آزاد کہاں سے کر سکتا ہے؟ لہٰذا آقا کے آزاد کرنے سے وہ غلام آزاد بھی نہیں ہوں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ أَعْتَقَ عَبِيْدَهٗ، اگر آقا نے آزاد کیے اس عبدِ ماذون کے غلام، عَبِيْدٌ جمع ہے عَبْدٌ کی، لَمْ تَعْتِقْ وہ آزاد نہیں ہوں گے عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امام صاحب کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ يَمْلِكُ مَا فِيْ يَدِهٖ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ آقا مالک ہوتا ہے جو کچھ اس کے قبضے میں ہوتا ہے۔ اتنے دیون آ جائیں بھئی پھر بھی کیا ہوتا ہے؟ اس کے قبضے میں جو ہے اس کا مالک ہو گا مولانا۔ اچھا، جب مالک ہے تو پھر اب غلام آزاد کرے گا تو غلام بھی آزاد ہو جائیں گے۔

وَإِذَا بَاعَ عَبْدٌ مَّأْذُوْنٌ مِّنَ الْمَوْلٰى شَيْئًا بِمِثْلِ قِيْمَتِهٖ أَوْ أَكْثَرَ جَازَ۔ بھئی عبدِ ماذون اپنے آقا پر کوئی چیز بیچنا چاہے تو کیا بیچ سکتا ہے؟ کیا اس سے کوئی چیز خریدنا چاہے تو خرید سکتا ہے؟ کہتے ہیں بھئی اس عبدِ ماذون پر اگر دیون ہیں تو آقا اس کے مال میں اجنبی کی طرح ہوا، اب بیع و شراء آپس میں جائز ہے۔ اور اگر اس پر دیون نہیں ہیں اتنے تو پھر اس صورت میں غلام کے پاس تو جو کچھ ہوتا ہے اس کا مالک کون ہوتا ہے؟ آقا۔ لہٰذا اس صورت میں پھر ان کے درمیان بیع و شراء بھی نہیں ہے، کیونکہ بیع و شراء تو کس کے ساتھ کی جاتی ہے؟ اجنبی کے ساتھ، اور یہاں تو آقا جو چیز خرید رہا ہے وہ اپنے ہی غلام سے خرید رہا ہے اور غلام کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اس کا مالک کون ہوتا ہے؟ آقا ہی مالک ہوتا ہے، تو اپنی ذات سے کسی چیز کے خریدنے کا کیا معنی یا بیچنے کا کیا معنی؟ لہٰذا وہ بیع شراء ہے ہی نہیں بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

لیکن یاد رکھیے عبدِ ماذون ہے اور اس پر دیون آ چکے ہیں، یہ عبدِ ماذون اپنے آقا پر کوئی چیز بیچتا ہے تو یہ بیع و شراء کیا ہے ان کی آپس میں؟ جائز تو ہے، لیکن غلام اپنے آقا کو جب کوئی چیز بیچے تو مثلِ قیمت کے ساتھ تو بیچ سکتا ہے، نقصان کے ساتھ نہیں بیچ سکتا۔ مثلاً غلام کے پاس ایک گاڑی تھی، اب وہ گاڑی اپنے آقا پر بیچنا چاہتا ہے اور اس غلام پر دیون بھی آ چکے ہیں جنہوں نے اس کے مال اور رقبے کا کیا کر لیا ہے؟ احاطہ۔ تو آقا اس کے مال میں کس کی طرح ہو گیا؟ اجنبی کی طرح، اب اس کی بیع و شراء آقا کے ساتھ جائز۔ اب یہ گاڑی وہ اپنے آقا پر بیچنا چاہے تو کہتے ہیں بیچ سکتا ہے، لیکن مثلِ قیمت کے ساتھ بیچنا پڑے گا بھئی، یعنی اس جیسی گاڑی کی جو قیمت ہوتی ہے اسی کے بدلے بیچے گا، اس سے کم میں نہیں بیچ سکتا۔ مثلاً یہ گاڑی آتی ہے ایک لاکھ کی اس جیسی گاڑی، تو یہ گاڑی اب وہ ایک لاکھ میں تو آقا کو فروخت کر سکتا ہے، کم قیمت میں اسی ہزار میں بیچتا ہے، ستر ہزار میں بیچتا ہے یا نوے ہزار میں بیچتا ہے، یہ جائز نہیں ہے۔

بھئی کیا وجہ ہے کم میں بیچنا کیوں نہیں جائز؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اس مال کے ساتھ کس کا حق وابستہ ہو چکا؟ قرض خواہوں کا حق وابستہ ہو چکا، اس کے ذریعے کیا کیا جائے گا؟ اس کے دیون کی ادائیگی کی جائے گی۔ لہٰذا اب اگر وہ کم قیمت پر بیچتا ہے تو بدگمانی کا خدشہ ہے، تہمت ہے مولانا، تہمت کا خدشہ۔ تہمت ہے مولانا یہاں کہ معلوم ہوا غلام بدنیتی کر رہا ہے بھئی، اپنے آقا کو کیا کرنا چاہتا ہے؟ نفع پہنچانا چاہتا ہے اور قرض خواہوں کا کیا کرنا چاہتا ہے؟ نقصان کرنا چاہتا ہے۔ پورے میں بیچے گا تو چیز تو ہے بھی ایک لاکھ کی، وصول بھی کتنے ہو جائیں گے؟ ایک لاکھ ہوں گے اور اس کے ذریعے کیا کیا جائے گا؟ دیون کو ادا کیا جائے گا۔ لیکن وہ چیز اب آقا کو اسی ہزار میں بیچتا ہے، معلوم ہوا اپنے آقا کو نفع پہنچا رہا ہے اور قرض خواہوں کو کیا کرنا چاہتا ہے؟ نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ صورت سمجھ

میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا بَاعَ عَبْدٌ مَّأْذُوْنٌ مِّنَ الْمَوْلٰی شَیْئًا بِمِثْلِ قِیْمَتِہٖ أَوْ أَکْثَرَ جَازَ، اور جب بیچے عبدِ ماذون اپنے آقا پر کوئی چیز، بَاعَ کا صلہ مِنْ آتا ہے جس پر کوئی چیز بیچی جائے اس پر کیا داخل کرتے ہیں؟ مِنْ بھئی، جب بیچے عبدِ ماذون مِنَ الْمَوْلٰی اپنے آقا پر یا اپنے آقا کے ہاتھ شَیْئًا کوئی چیز بِمِثْلِ قِیْمَتِہٖ اس چیز کے مثلِ قیمت کے بدلے میں أَوْ أَکْثَرَ یا زیادہ قیمت کے بدلے، جَازَ تو جائز ہے۔ زیادہ کے ساتھ بیچتا ہے بھئی، ایک لاکھ کی گاڑی سوا لاکھ میں بیچتا ہے تو اس میں تو قرض خواہوں کا نفع ہے بھئی، ایسا کر سکتا ہے بھئی۔ وَإِنْ بَاعَ بِنُقْصَانٍ لَّمْ یَجُزْ، اور اگر بیچتا ہے نقصان کے ساتھ لَمْ یَجُزْ تو پھر جائز نہیں۔

وَإِنْ بَاعَہُ الْمَوْلٰی شَیْئًا بِمِثْلِ الْقِیْمَۃِ أَوْ أَقَلَّ جَازَ الْبَیْعُ۔ آقا کوئی چیز بیچتا ہے ایسے ہی غلام کے ہاتھ پر بھئی جس پر دیون ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں آقا مثلِ قیمت میں بھی بیچ سکتا ہے اور کم قیمت میں بھی بیچ سکتا ہے۔ ایک لاکھ کی گاڑی ہے، ایک لاکھ میں بیچنا چاہے بیچ سکتا ہے، اور ایک لاکھ کی گاڑی ہے، پچاس ہزار میں اس کو بیچنا چاہتا ہے تو بیچ سکتا ہے کیونکہ اس میں کیا ہے؟ قرض خواہوں کا نفع ہی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

لیکن یاد رکھنا جب آقا اپنے اس غلام کے ساتھ بیع کرے تو پہلے مبیعہ اس کے حوالے نہ کرے، بلکہ پہلے مبیعہ روک لے کہ ثمن میرے حوالے کرو۔ غلام ثمن اس کے حوالے کر دے پھر مبیعہ اس کے حوالے کرے بھئی۔ اگر مبیعہ پہلے حوالے کر دیا تو مفت چلا گیا مبیعہ، اب آقا اس سے ثمن وصول نہیں کر سکتا، ثمن باطل ہوئے۔ اگر پہلے کیا دے دیا؟ آقا نے مبیعہ اپنے عبدِ ماذون کے سپرد پہلے کر دیا تو اس صورت میں ثمن کیا ہو جائیں گے؟ باطل۔ وجہ یہ ہے مولانا کہ جب آقا نے مبیعہ پہلے دے دیا تو ثمن غلام کے ذمہ دین بنیں گے۔ کیا بنیں گے؟ دین۔ اور یہ غلام کس کا ہے؟ اس کا اپنا تو ہے، اور آقا کبھی اپنے غلام پر دین کا مستحق نہیں ہوا کرتا، دین کا حقدار نہیں ہوتا۔ اپنا ہی غلام ہے اور آقا کا اس پر دین آجائے ایسا نہیں ہوتا بھئی۔ تو آقا اپنے ہی غلام پر دین کا حقدار نہیں ہوا کرتا۔ تو یہاں تو اب مبیعہ وہ دے چکا ہے تو ثمن نے تو لازماً کیا بننا ہے؟ دین بننا ہے غلام پر۔ کس کے لیے بننا ہے یہ دین؟ آقا کے لیے، اور آقا کبھی اپنے غلام پر دین کا حقدار ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا، لہٰذا وہ دین خود ختم ہو جائے گا اور وہ چیز مفت چلی گئی۔ لہٰذا پہلے ثمن وصول کر لے۔ تو اگر پہلے مبیعہ دے دیا ہے تو وہ یا تو اسی طرح مفت ہی جائے گا یا پھر آقا کیا کر سکتا ہے؟ بیع کو توڑ سکتا ہے، ختم کر سکتا ہے۔

وَإِنْ بَاعَہُ الْمَوْلٰی شَیْئًا بِمِثْلِ الْقِیْمَۃِ أَوْ أَقَلَّ جَازَ الْبَیْعُ، اور اگر اس عبدِ ماذون پر بیچی آقا نے کوئی چیز بِمِثْلِ الْقِیْمَۃِ مثلِ قیمت کے بدلے میں أَوْ أَقَلَّ یا اقل کے بدلے میں، جَازَ الْبَیْعُ تو بیع جائز ہے۔ فَإِنْ سَلَّمَہُ إِلَیْہِ قَبْلَ قَبْضِ الثَّمَنِ، پس اگر سپرد کر دیا وہ مبیعہ اس عبدِ ماذون کے قَبْلَ قَبْضِ الثَّمَنِ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی، بَطَلَ الثَّمَنُ تو ثمن کیا ہو جائیں گے؟ باطل ہو جائیں گے۔ وَإِنْ أَمْسَکَہُ فِیْ یَدِہٖ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ الثَّمَنَ جَازَ، اور اگر اس مبیعے کو روک لیا اپنے قبضے میں حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ الثَّمَنَ یہاں تک کہ ثمن وصول کر لے، جَازَ تو یہ جائز ہے، اب بیع صحیح ہو جائے گی بھئی کہ پہلے چیز روک لے ثمن لے لے پھر چیز حوالے کرے۔

وَإِنْ أَعْتَقَ الْمَوْلَی الْعَبْدَ الْمَأْذُوْنَ وَعَلَیْہِ دُیُوْنٌ فَعِتْقُہٗ جَائِزٌ۔ بھئی یاد رکھو یہ جو عبدِ ماذون پر دیون آگئے جس نے اس کے مال کا بھی احاطہ کر لیا اور اس کی ذات کا بھی احاطہ کر لیا، اب اس کے پاس جو مال ہے اس کے ذریعے دین کی ادائیگی کی جائے گی، لیکن اس سے تو دین پورا اترتا نہیں ہے، پھر اس غلام کو ہی کیا کیا جائے گا؟ دیون کے اندر بیچا جاتا ہے، پھر جب بیچ دیا جائے جو قیمت وصول ہو اس کے ذریعے کیا کی جائے گی؟ دین کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو دیون کے اندر اسی غلام کو بیچا جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں، کل آپ نے مسئلہ پڑھا تھا بھئی۔[1]

اب یہ جو عبدِ ماذون ہے جس پر دیون ہیں، جس کے ساتھ قرض خواہوں کا حق وابستہ ہو چکا، کیا آقا اس کو آزاد کرے تو یہ آزاد ہو جائے گا یا آقا اب اس کو آزاد بھی نہیں کر سکتا؟ کہتے ہیں آقا آزاد کر سکتا ہے کیونکہ بہر حال مالک تو ہے وہ اس کا، تو وہ آزاد کرنا چاہے تو آزاد کر سکتا ہے۔ بھئی آزاد کرے گا تو ان قرض خواہوں کا تو نقصان ہو گا! کہتے ہیں بھئی اب وہ جو نقصان ہوا کس کی وجہ سے ہوا؟ آقا کی وجہ سے ہوا، تو آقا سے اب ضمان وصول کیا جائے گا بھئی۔ کیا کیا جائے گا؟ ضمان وصول کیا جائے گا۔ اور آقا کی وجہ سے کتنا نقصان ہوا قرض خواہوں کا؟ وہ غلام کی قیمت ہاتھ سے نکل گئی۔ پہلے تو اس غلام کو بیچا جاتا اور اس کے بیچنے

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَعْتَقَ الْمَوْلَی الْعَبْدَ الْمَأْذُوْنَ وَعَلَیْہِ دُیُوْنٌ فَعِتْقُہٗ جَائِزٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن أعتق المولى المأذون وعليه ديون فعتقه جائز» منقول ہے۔

سے مثلاً تین لاکھ روپے وصول ہونے تھے جس کے ذریعے کیا کرنا تھا؟ دین کو ادا کرنا تھا، تو اب آقا نے اس غلام کو آزاد کر دیا جس کی قیمت کتنی تھی فرض کرو؟ تین لاکھ، تو کتنا نقصان ہوا؟ تین لاکھ کا، تو بس آقا بھی اتنے ہی کا ضامن ہو گا، اب تین لاکھ کس کے ذمے آ گئے؟ آقا کے ذمے آ گئے، اس کی وجہ سے یہ نقصان ہوا قرض خواہوں کا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أَعْتَقَ الْمَوْلَى الْعَبْدَ الْمَأْذُوْنَ، اور اگر آزاد کیا آقا نے عبدِ ماذون کو، وَعَلَيْهِ دُيُوْنٌ اور اس پر دیون تھے، فَعِتْقُهٗ جَائِزٌ تو اس کی آزادی جائز ہے، وَالْمَوْلٰى ضَامِنٌ بِقِيْمَتِهٖ لِلْغُرَمَاءِ اور آقا ضامن ہو گا اس کی قیمت کا قرض خواہوں کے لیے۔

بھئی قرضے تو اس سے بھی زیادہ تھے، فرض کرو قرض تو پانچ لاکھ تھا، آقا کتنے کا ضامن ہو گیا؟ غلام کی قیمت کا جو کہ تین لاکھ تھی، اب دو لاکھ ہیں اس کا کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی اب وہ عبدِ ماذون جو آزاد کر دیا گیا ہے، اب آزاد ہو چکا ہے، اب باقی کا مطالبہ اس سے کیا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو باقی کتنے رہ گئے بھئی؟ دو لاکھ رہ گئے، اب یہ جو آزاد شدہ ہے اس سے اب مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ باقی دو لاکھ ادا کرو۔ تو کہتے ہیں: وَمَا بَقِيَ مِنَ الدُّيُوْنِ يُطَالَبُ بِهِ الْمُعْتَقُ، اور جو مابقیہ ہوں دیون میں سے ان کا مطالبہ کیا جائے گا معتق سے یعنی وہ آزاد شدہ سے۔

وَإِذَا وَلَدَتِ الْمَأْذُوْنَةُ مِنْ مَّوْلَاهَا فَذٰلِكَ حَجْرٌ عَلَيْهَا۔ بھئی آقا کی ایک باندی ہے اسے آقا نے تجارت کی اجازت دی تھی بھئی کہ تم بیع و شراء کر سکتی ہو۔ اس باندی سے ایک بچہ پیدا ہوا اور پھر آقا نے دعویٰ بھی کر دیا، اقرار بھی کر لیا کہ یہ میرا بچہ ہے، تو یہ باندی اس کی کیا بن جائے گی؟ امِ ولد۔ صرف بچہ آقا کا پیدا ہونا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ آقا کیا کرے اس کا؟ دعویٰ بھی کرے کہ یہ میرا بچہ ہے، پھر وہ امِ ولد بنے گی۔ اور امِ ولد کا حکم آپ پڑھ چکے ہیں مولانا کہ آقا کے مرنے کے بعد یہ کیا ہو جایا کرتی ہے؟ آزاد ہو جاتی ہے۔ تو یہ جو امہِ ماذونہ تھی بھئی، امہِ ماذونہ، اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور آقا نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے، تو یہ آقا کی امِ ولد بن گئی، اور کہتے ہیں جیسے ہی امِ ولد بنے گی خود بخود مجور علیہ ہو جائے گی بھئی۔ کیا ہو جائے گی؟ مجور علیہ ہو جائے گی، اس پر پابندی لگ جائے گی بھئی، پابندی۔[۲]

بھئی یہ کیا وجہ ہے خود بخود پابندی کیوں لگ جائے گی؟ کہتے ہیں یہاں بھی دلالتاً پابندی آ گئی۔ کیا آ گئی؟ دلالتاً پابندی آ گئی۔ جیسے وہ بھگوڑے غلام کے اندر کیا آئی تھی؟ دلالتاً پابندی خود بخود آ گئی تھی، یہاں بھی کیا ہو گی؟ خود بخود پابندی آ گئی۔ وہاں کیا علت ذکر کی تھی کہ جیسے ہی بھاگے گا فوراً کیا ہو جائے گا؟ مجور علیہ۔ کیوں ہو گا مجور علیہ؟ کیونکہ آقا اپنے بھگوڑے غلام کی اجازت پر کبھی بھی راضی نہیں ہوتا، تو یہ خود بخود دلالت ہو گئی اس بات پر، اب وہ پابند ہو گیا۔ اور امہِ ماذونہ کے اندر کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں یہاں بھی وہ آقا کے بچے کی ماں بن چکی ہے مولانا، اور آقا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ایسی باندی باہر نکلے اور لوگوں سے میل جول کرے جو اس کے بچے کی ماں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ پہلے تو عام باندی تھی کوئی اشکال نہیں تھا اسے، لیکن اس قسم کی باندی جو ہوتی ہے آقا عموماً اس کے نکلنے کو پسند نہیں کرتا تو خود بخود پابندی آ جائے گی۔ ہاں اگر صراحتاً اس کو کہہ دے اب بھی تمہیں اجازت ہے، پھر تو صراحت آ گئی، پھر کوئی اشکال نہیں، پھر وہ امہِ ماذونہ ہی رہے گی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا وَلَدَتِ الْمَأْذُوْنَةُ مِنْ مَّوْلَاهَا فَذٰلِكَ حَجْرٌ عَلَيْهَا، جب جنم دیا امہِ ماذونہ نے اپنے آقا سے فَذٰلِكَ حَجْرٌ عَلَيْهَا تو یہ اس پر پابندی ہے۔

وَإِنْ أَذِنَ وَلِيُّ الصَّبِيِّ لِلصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ فَهُوَ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ كَالْعَبْدِ الْمَأْذُوْنِ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ۔ بھئی بچے کا جو ولی ہے، سرپرست، اس نے بچے کو تجارت کی اجازت دے دی۔ تو کیا بچہ اب ماذون ہو گیا تجارت کے اندر یا نہیں؟ آپ جانتے ہیں بچے پر بھی پابندی ہے شرعاً بھئی۔ کتاب الحجر میں آپ نے پڑھا تھا یا نہیں بھئی کہ صغر چھوٹا ہونا یہ بھی سبب ہے، اس کی وجہ سے بھی کیا ہوتا ہے؟ پابندیاں آتی ہیں بھئی۔ تو اب کیا یہ بچہ جسے اس کے ولی نے اجازت دے دی، کیا اس پر سے پابندی ختم ہوئی اور یہ صبیِ ماذون ہوا کہ نہیں ہوا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، یہ بھی عبدِ ماذون کی طرح کیا بن گیا؟ ماذون بن گیا، اب یہ بیع و شراء کر سکتا ہے، تجارت وغیرہ کر سکتا ہے بشرطیکہ بیع و شراء کو یہ سمجھتا ہو، اسے پتہ ہو کوئی چیز خریدی جائے تو انسان اس کا مالک بنتا ہے اور کوئی چیز بیچی جائے تو اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، اور کوئی چیز خریدی جائے تو اس کے ثمن دینا پڑتے ہیں، یہ باتیں وہ سمجھتا ہو۔[۳]

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا وَلَدَتِ الْمَأْذُوْنَةُ مِنْ مَّوْلَاهَا فَذٰلِكَ حَجْرٌ عَلَيْهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا ولدت المأذونة من مولاها فذلك حجر عليها» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَذِنَ وَلِيُّ الصَّبِيِّ لِلصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ فَهُوَ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ كَالْعَبْدِ

توکہتے ہیں: وَإِنْ أَذِنَ وَلِيُّ الصَّبِيِّ، اگر اجازت دی بچے کے ولی نے لِلصَّبِيِّ بچے کو فِي التِّجَارَةِ تجارت کے اندر، فَهُوَ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ كَالْعَبْدِ الْمَأْذُوْنِ، تو وہ شراء اور بیع، خرید و فروخت کے اندر كَالْعَبْدِ الْمَأْذُوْنِ کس کی طرح ہے؟ عبدِ ماذون کی طرح ہے، إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ جب کہ وہ سمجھتا ہے بیع و شراء کو، بیع و شراء کو سمجھتا ہو بھئی۔

كِتَابُ الْمُزَارَعَةِ۔ مزارعت کہتے ہیں بھئی زمین بٹائی پر دینا بھئی، زمین بٹائی پر دینا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ آپ کی زمین ہے، آپ ایک کاشتکار کے حوالے کرتے ہیں بھئی کہ یہ زمین میں تمہیں ایک سال کے لیے دیتا ہوں کہ تم اس میں فصل وغیرہ کاشت کرو، اور جو پیداوار حاصل ہو گی نصف تمہاری ہو گی اور نصف میری، یا ثلث میری ہو گی اور دو ثلث کس کے ہوں گے؟ تمہارے، یعنی جتنے پر بھی شرط ٹھہر جائے بھئی۔ تو یہ جو کاشتکار اور زمین کے مالک کے درمیان عقد ہوتا ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ مزارعت کہتے ہیں بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ مزارعت، تو یہ ہے زمین بٹائی پر دینا بھئی۔

دیکھیے مزارعت کے ساتھ لکھا ہوا ہے مولانا بین السطور بھئی: مُفَاعَلَةٌ مِّنَ الزَّرْعِ، یہ مفاعلہ باب ہے زَرْعٌ سے۔ زَرْعٌ کا کیا معنی ہوتا ہے؟ کاشت کرنا۔ وَفِي الشَّرْعِ، اور شریعت کے اندر، عِبَارَةٌ عَنِ الْعَقْدِ عَلَى الزَّرْعِ بِبَعْضِ الْخَارِجِ، یہ عقد کرنا ہے عَلَى الزَّرْعِ کاشت کرنے پر بِبَعْضِ الْخَارِجِ بعضِ خارج کے عوض۔ بعضِ خارج بھئی آپ نصف لیں گے یہ ساری پیداوار ہے یا بعض پیداوار ہے؟ بعض، کچھ پیداوار پر کسی کے ساتھ جو عقد کیا جاتا ہے زمین میں وہ کیا کہلاتا ہے؟ مزارعت کہلاتا ہے بھئی۔ میں نے بتایا اسے کہتے ہیں بھئی زمین بٹائی پر دینا بھئی۔

اسی طرح زمین بعض اوقات ٹھیکے پر دی جاتی ہے مولانا، یہ بھی جائز ہے مولانا۔ بعض اوقات ٹھیکے پر دے دی جاتی ہے بھئی اتنی زمین ہے اور چھ مہینے کے لیے میں آپ کو دیتا ہوں کاشت وغیرہ کے لیے اور اتنے پیسے آپ مجھے دیں گے، یہ تو ٹھیکہ ہو گیا۔ اور دوسری صورت کیا ہے؟ بعض اوقات پیداوار میں ہی کیا ہو جاتے ہیں دونوں؟ شریک ہو جاتے ہیں کہ جو پیداوار حاصل ہو گی اس میں سے اتنا حصہ میرا ہو گا اور اتنا حصہ تمہارا ہو گا۔ یہ مزارعت ہے، یہ جو پیداوار کے اندر شرکت ہوتی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اور یاد رکھیے اسی مزارعہ کو مُحَاقَلَةٌ بھی کہتے ہیں، مُحَاقَلَةٌ۔ میم، حا، الف، قاف دو نقطوں والا، لام اور گول ہا، مُحَاقَلَةٌ۔ نیز اسی کو مُخَابَرَةٌ بھی کہتے ہیں، مُخَابَرَةٌ۔ بہر حال یہ نام بھی یاد رکھیں بھئی۔ مزارعہ کا دوسرا نام کیا ہے؟ محاقلہ، اور ایک اور نام؟ مخابرہ بھی کہتے ہیں۔

اب یاد رکھیے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مزارعت جائز نہیں ہے بھئی، مزارعت جائز نہیں ہے بھئی۔ لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ مزارعت جائز ہے، اور صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ ہے مولانا، صاحبین کے قول پر۔ سمجھ میں آیا؟ دونوں کا استدلال احادیث سے ہے: امام صاحب بعض احادیث پیش کرتے ہیں جن میں منع کیا گیا ہے مزارعت سے، اور صاحبین دوسری احادیث پیش کرتے ہیں جن میں جواز آیا ہے، جائز ہے مولانا اجازت ہے اس کی بھئی۔ اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ لوگوں کو بھی اس کی ضرورت ہے، لوگ کیا کرتے ہیں؟ اس قسم کے معاملات کرتے ہیں بھئی۔

توکہتے ہیں: قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى، امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُزَارَعَةُ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ بَاطِلَةٌ، کہ مزارعت ثلث پر اور ربع پر یہ باطل ہے۔ مزارعت ثلث اور ربع پر کیا ہے؟ باطل۔ یہ معنی نہیں ہے کہ ثلث اور ربع پر باطل ہے اور نصف پر صحیح ہے یا خمس پر یا سدس پر کیا ہے؟ صحیح ہے۔ ہاں، بس ان کے نزدیک مطلقاً مزارعت باطل ہے۔ لیکن ثلث اور ربع کا لفظ ذکر کیا صاحبِ قدوری نے اس لیے کہ ثلث اور ربع کا لفظ حدیث میں آیا تھا، تو حدیث کے لفظ کو بھی اپنے کلام میں شامل کیا برکت کے طور پر، برکت کے طور پر۔ یا اس لیے ثلث اور ربع کو ذکر کیا کہ اس زمانے میں عموماً ہوتی کس طرح تھی بھئی؟ مزارعت کا عقد ثلث یا ربع پر ہوا کرتا تھا۔ ورنہ میں نے بتایا اور بھی جو بھی صورت ہو: نصف پر کر لو آدھی پیداوار آپ کی ہو گی آدھی میری ہو گی، خمس پر کر لو پانچواں حصہ میرا ہو گا باقی چار حصے آپ کے ہوں گے، جس پر بھی کر لیں بھئی۔

وَقَالَا جَائِزَةٌ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں جائز ہے۔ وَبِهِ عِنْدَهُمَا عَلٰى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ، اور یہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک چار قسم پر ہے۔ مزارعت کتنی قسم پر ہے؟ چار قسم پر ہے۔ دیکھیے یہاں چار چیزیں ذکر ہوں گی بھئی، چار چیزیں: ایک ہے زمین، ایک ہے عمل کہ محنت کس کی ہو گی، تیسرا ہے بیل کس کے ہوں گے، اور چوتھا بیج بھئی۔ کتنی چیزیں ہوئیں؟ چار چیزیں: زمین ہے، بیل ہیں، محنت ہے اور بیج ہیں۔ تو یہ چار صورتیں بنائیں گے بھئی صاحبِ

الْمَأْذُوْنِ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن أذن ولي الصبي في التجارة فهو في الشراء والبيع كالعبد المأذون إذا كان يعقل البيع والشراء» منقول ہے۔

قدوری، ان میں سے کچھ صورتیں جائز ہیں کچھ صورتیں جائز نہیں۔[۴]

یاد رکھیے جائز وہ صورت نہیں ہے جس میں بیل اور زمین ایک کے ہوں گے اور محنت اور بیج کس کے ہوں گے؟ دوسرے کے۔ کون سی صورت جائز نہیں ہے؟ جس میں زمین اور بیل کس کے ہیں؟ ایک کے ہیں، اور بیج اور محنت دوسرے کی، یہ صورت جائز نہیں ہے بھئی۔ باقی تین صورتیں بنائیں گے وہ تینوں صورتیں جائز ہیں بھئی۔ تو کل کتنی صورتیں بیان ہوں گی؟ چار صورتیں۔ چار میں سے تین صورتیں جائز ہیں، ایک صورت جائز نہیں۔ کون سی صورت جائز نہیں ہے؟ جس میں بیل اور زمین ایک کی ہو اور محنت اور بیج دوسرے کے ہوں، جبکہ باقی تینوں صورتیں جائز ہیں بھئی۔

دیکھیے بھئی، کہتے ہیں: وَبِيَ عِنْدَهُمَا عَلٰى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ، اور یہ مزارعت جو ہے صاحبین کے نزدیک عَلٰى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ کتنی قسم پر ہے؟ چار قسم پر ہے۔ إِذَا كَانَتِ الْأَرْضُ وَالْبَذْرُ لِوَاحِدٍ وَّالْعَمَلُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ جَازَتِ الْمُزَارَعَةُ، جب زمین اور بیج ایک کا ہو، بَذْرٌ بسکون الذال مولانا، تو جب زمین اور بیج ایک کا ہو وَالْعَمَلُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ اور محنت اور بقر بیل جو ہیں لِوَاحِدٍ ایک کے ہوں، جَازَتِ الْمُزَارَعَةُ تو مزارعت جائز ہے۔ وَإِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ لِوَاحِدٍ وَّالْعَمَلُ وَالْبَقَرُ وَالْبَذْرُ لِآخَرَ جَازَتِ الْمُزَارَعَةُ، اور جب زمین ایک کی ہو اور محنت اور بیل اور بیج دوسرے کے ہوں، جَازَتِ الْمُزَارَعَةُ تو مزارعت پھر بھی جائز ہے۔ وَإِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ وَالْبَذْرُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ وَّالْعَمَلُ لِوَاحِدٍ جَازَتْ، اور اگر زمین اور بیج اور بیل ایک کے ہیں وَالْعَمَلُ لِوَاحِدٍ اور عمل دوسرے کا، جَازَتْ تو بھی مزارعت جائز ہے۔ وَإِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ وَّالْبَذْرُ وَالْعَمَلُ لِوَاحِدٍ فَهِيَ بَاطِلَةٌ، اور اگر زمین اور بیل ایک کے ہیں اور بیج اور عمل ایک کا، فَهِيَ بَاطِلَةٌ تو یہ مزارعت کیا ہے؟ باطل ہے۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے باطل کیوں ہے بھئی کہ زمین اور بیل ایک کا ہو، بیج اور محنت دوسرے کی ہو تو یہ مزارعت باطل ہے؟ وجہ یہ یاد رکھیے مولانا دراصل یہاں فصل اس شخص کی ہوتی ہے جس کا بیج ہوتا ہے۔ فصل کس کی ہوتی ہے؟ جس کا بیج ہے فصل اسی کی ہے کیونکہ اسی بیج سے تو فصل پیدا ہوئی ہے بھئی۔ تو آپ دیکھیے ان تمام صورتوں کے اندر بیج والا جو ہے یوں سمجھیے اگر بیج ایک کا ہے زمین دوسرے کی ہے تو گویا کہ بیج والا زمین والے کو اس کی زمین کا کرایہ دے رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ زمین کا کرایہ دے رہا ہے، اور کرایہ اسی فصل کی صورت میں دے رہا ہے کہ آدھی جو فصل ہو گی یا ثلث جو ہو گی یا ربع جو ہو گی وہ کیا دوں گا میں؟ بطورِ کرایہ کے دوں گا، یوں سمجھا جاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اور اگر بیج زمین والے کا ہے تو یوں سمجھا جاتا ہے یہ فصل بھی زمین والے کی ہے اور یہ دوسرے شخص کو اس کی محنت کا، اس کے کام کی اجرت دے رہا ہے۔ بھئی زمین ایک کی ہے بیج بھی اسی کا، تو فصل بھی کس کی شمار؟ زمین والے کی، لیکن محنت اور بیل تو کس کے تھے؟ دوسرے کے۔ تو اب وہ اس آدمی کو اس کی محنت کی اجرت بھی دے گا اور وہ بیل لے کر آیا ان کے بیلوں کی بھی اجرت دے گا، یعنی زمین سے جتنی پیداوار حاصل ہو گی مثلاً کہا نصف میری ہو گی نصف تمہاری، تو گویا وہ جو مزدور ہے یا وہ جو کاشتکار ہے اس کو اور اس کے بیلوں کی اجرت کس صورت میں ادا کر رہا ہے؟ فصل کی، اور کتنی فصل دے گا اس کو؟ نصف دے دے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اور وہ صورت جو باطل ہے اس میں آپ دیکھیں زمین بھی ایک کی ہے بیل بھی اسی کے ہیں، البتہ بیج اور محنت دوسرے کی ہے۔ جب بیج اور محنت دوسرے کی ہے تو فصل کا مالک بھی کون ہوا؟ دوسرا۔ اب وہ جو دوسرا شخص ہے وہ بطورِ اجرت کے زمین کے مالک کو کچھ فصل دے رہا ہے جتنا طے ہوا تھا، مثلاً نصف پر طے ہوا تھا۔ تو یہ جو نصف فصل دے رہا ہے یہ کس کس چیز کی اجرت ہے؟ زمین کی بھی اجرت ہو گئی، ٹھیک ہے بھئی زمین کی اجرت تو بات ٹھیک ہو گئی مالک کو اس کی اجرت دینی تھی بھئی۔ یہ بیلوں کی اجرت فصل کی صورت میں زمین کے مالک کو دینا یہ جائز نہیں ہے مولانا، یہ صورت جائز نہیں ہے بھئی۔ زمین تو ٹھیک ہے اس سے تو فصل حاصل ہو رہی ہے تو اسی فصل میں اس کو اجرت کے طور پر فصل دینا درست مولانا، لیکن یہ بیل تو فصل نہیں بناتے، انہوں نے تو صرف زمین نرم کی تیار کی بھئی، تو اس فصل کو ان بیلوں کے کرائے کے طور پر دینا یہ درست نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ پیداوار کو بیلوں کی اجرت کے طور پر زمین والے کو دینا یہ درست نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو یہ معنی ہے مولانا: وَإِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ وَالْبَقَرُ لِوَاحِدٍ، اور اگر زمین اور بیل ایک کے ہیں، وَالْبَذْرُ وَالْعَمَلُ لِوَاحِدٍ اور بیج اور عمل ایک کا، فَهِيَ بَاطِلَةٌ تو یہ مزارعت کیا ہے؟ باطل ہے۔ تو یہاں پر بیل بھی مستاجر ہوئے بعض پیداوار پر بھئی۔ کیا ہوئے؟ یعنی ان کو اجرت پر لیا گیا ہے کہ عوض کے

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَبِيَ عِنْدَهُمَا عَلٰى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وهي عندهما على أربعة أوجه:» منقول ہے۔

طور پر کیا دیا جائے گا؟ بھئی جو پیداوار مالک کو دے رہا ہے وہ صرف زمین کی اجرت کے طور پر دے رہا ہے یا بیلوں کی بھی تو اجرت بنتی ہے کچھ نہ کچھ؟ تو بیلوں کا بھی حصہ آ گیا۔ مثلاً نصف پہ بات طے ہوئی تھی اور زمین بھی ایک کی ہے بیل بھی اسی کے ہیں، اب یہ جو نصف پیداوار دے رہا ہے یہ صرف زمین کا کرایہ ہے یا بیلوں کا بھی کرایہ ہے؟

بیلوں کا بھی کرایہ ہے، اور یہ درست نہیں ہے کہ بیلوں کا حصہ کس میں سے ادا کیا جائے؟ اسی فصل میں سے ادا کیا جائے بھئی۔

وَلَا تَصِحُّ الْمُزَارَعَةُ إِلَّا عَلٰى مُدَّةٍ مَّعْلُوْمَةٍ، اور صحیح نہیں ہے عقدِ مزارعت إِلَّا عَلٰى مُدَّةٍ مَّعْلُوْمَةٍ مگر یہ کہ ایسی مدت پر ہو جو معلوم ہو۔ یعنی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ میں زمین تمہیں بطورِ مزارعت کے دیتا ہوں ایک سال کے لیے، دو سال کے لیے، تین سال کے لیے، چار سال کے لیے، مدت کا تعین ضروری ہے۔ وَأَنْ يَّكُوْنَ الْخَارِجُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا، اور اس کا عطف بھی اسی پر ہے مولانا، إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْخَارِجُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا، اور مزارعت صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ خَارِجْ کسے کہتے ہیں؟ پیداوار کو، اور صحیح نہیں ہے مزارعت مگر یہ کہ پیداوار بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان مُشَاعًا مشترک ہو مولانا۔ پیداوار کیا ہونی چاہیے؟ مشترکہ ہونی چاہیے۔

کہ جو بھی پیداوار حاصل ہو گی، چاہے ایک قفیز پیداوار ہی کیوں نہ حاصل ہو، ہم دونوں اس میں کیا ہوں گے؟ شریک ہوں گے۔ مثلاً نصف پر بات ہوئی ہے تو نصف میرا، نصف قفیز آپ کا ہو گا۔ ثلث کی بات ہوئی ہے تو ایک ثلث میرا ہو گا، دو ثلث آپ کے ہوں گے۔ ربع کی بات ہوئی ہے تو ایک ربع میرا ہو گا اور تین ربع آپ کے ہوں گے۔ تو شرکت ضرور ہونی چاہیے۔

فَإِنْ شَرَطَا لِأَحَدِهِمَا قُفْزَانًا مُّسَمَّاةً فَهِيَ بَاطِلَةٌ، پس اگر شرط لگا دی ان دونوں نے کسی ایک کے لیے بھی معین قفیزوں کی فَهِيَ بَاطِلَةٌ تو مزارعت کیا ہے؟ باطل ہے۔ مثلاً زمین کا مالک کہتا ہے کہ جتنی پیداوار ہو گی اس میں سے پہلے پچاس من الگ کر لیں گے وہ میرے ہوں گے، باقی کے اندر ہم نصف نصف میں شریک ہو جائیں گے۔ کہتے ہیں بھئی اس صورت میں مزارعت باطل ہو جائے گی۔ کیوں باطل ہو جائے گی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ جب ایک کے لیے معین قفیزوں کی قید لگا دی تو اس کو شرکت سے نکال دیا۔ اب اس پچاس کے اندر شرکت ہے؟ نہیں۔ اور ہم نے تو کیا کہا تھا؟ سارے کے اندر کیا ہونی چاہیے؟ شرکت۔ تو یہ چیز شرکت کو توڑنے والی ہے لہٰذا یہ درست نہیں۔ ہو سکتا ہے مولانا فصل پر کوئی ایسی آفت آئے کہ صرف پچاس من یا پچاس من سے بھی کم پیداوار ہو، تو وہ سارے تو کون لے جائے گا؟ مالک لے جائے گا اور وہ دوسرا بیچارہ ویسے ہی رہ جائے گا، تو شرکت ختم ہوئی دیکھا! تو یہ چیز کیا کرتی ہے؟ شرکت کو ختم کرنے والی ہے، اس لیے درست نہیں۔ یہ معنی ہے: فَإِنْ شَرَطَا، پس اگر ان دونوں نے شرط لگا دی لِأَحَدِهِمَا کسی ایک کے لیے قُفْزَانًا مُّسَمَّاةً معینہ قفیزوں کی، فَهِيَ بَاطِلَةٌ تو مزارعت باطل ہے۔

وَكَذٰلِكَ إِذَا شَرَطَا مَا عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَالسَّوَاقِيْ، اور اسی طرح اگر شرط لگا دی وہ فصل جو ماذیانات پر ہو یا سواقی پر ہو۔ دیکھو بھئی، مَاذِيَانَاتٌ بڑی نہر کو کہتے ہیں مولانا، بڑی نہر ہو ذرا اس کو ماذیانات کہتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ یہ فارسی لفظ ہے بھئی، عربی میں استعمال ہوتا ہے اصل میں فارسی کا ہے۔ اور سَوَاقِيْ اس سے چھوٹی نہر مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نہریں مختلف ہیں: ایک سب سے چھوٹی ہوتی ہے جو سیدھی کھیت تک آ رہی ہے، ایک ذرا اس سے بڑی ہوتی ہے، پھر ایک ذرا اس سے بڑی ہوتی ہے، مختلف درجے ہوتے ہیں بھئی۔ تو سواقی جو چھوٹی ہے مولانا۔ سب سے چھوٹی ہے اس کو جَدْوَلْ کہتے ہیں جو سب سے چھوٹی ہے کھیت تک آ رہی ہے۔ اس سے ذرا بڑی ہو وہ سَوَاقِيْ کہلاتی ہیں بھئی، سَوَاقِيْ۔ اور ان سے بڑی ہو تو کیا کہلاتی ہیں؟ مَاذِيَانَاتٌ کہلاتی ہیں۔

تو بھئی اب زمین کے ساتھ یا زمین کے اندر سے ماذیانات گزر رہی ہے یا سواقی گزر رہی ہیں اور مالک نے شرط لگا دی، چاہے کاشتکار نے اپنے لیے شرط لگائی کہ میں پھر اس شرط پہ کاشت کرتا ہوں یا مالک نے اپنے لیے شرط لگائی کہ بھئی یہ جو نہر کے ساتھ ساتھ والی زمین ہے اس کی پیداوار میری ہو گی، باقی ساری پیداوار میں ایک ثلث میرا اور دو ثلث تمہارے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو نہر کے قریب قریب والی زمین مراد ہے، ماذیانات وہ نہر کو کہتے ہیں لیکن مراد کیا ہے؟ اس کے قریب کی زمین مراد ہے بھئی، کہ یہ جو نہر کے قریب والی زمین ہے اس کی پیداوار صرف میری ہو گی، یا جو چھوٹی نہر ہے اس کے قریب والی زمین کی پیداوار میری ہو گی، باقی ہم دونوں آپس میں کیا کریں گے؟ تقسیم، باقی مشترکہ ہو گی۔ کہتے ہیں نہیں بھئی، ہو سکتا ہے کوئی آفت آئے باقی ساری فصل ختم ہو جائے صرف یہیں کی رہ جائے، اور اس کو تو جس نے شرط لگائی تھی وہ لے جائے گا، تو شرکت ختم ہو گئی اس شرط کی وجہ سے۔ تو یہ شرط خلافِ شرکت ہے، شرکت کو توڑنے والی ہے، لہٰذا یہ شرط بھی جائز نہیں بھئی۔ تو اس صورت میں مزارعت باطل ہو جائے گی۔

تو کہتے ہیں: وَكَذٰلِكَ، اور اسی طرح ہے یعنی مزارعت باطل ہو جائے گی، إِذَا شَرَطَا جب دونوں نے شرط لگا لی مَا اس فصل کی عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وہ

فصل جو ماذیانات یعنی اس بڑی نہر کے قریب قریب کی زمین پر ہے، وَالسَّوَاقِيْ اور جو کس پر ہے؟ چھوٹی نہر کے قریب قریب ہے۔

وَإِذَا صَحَّتِ الْمُزَارَعَةُ فَالْخَارِجُ بَيْنَهُمَا عَلَى الشَّرْطِ، جب عقدِ مزارعت صحیح ہو جائے یعنی کوئی ایسی شرط نہیں لگائی، عقدِ مزارعت صحیح کیا، مدت بھی متعین کی وغیرہ تمام شرائط پوری ہو گئیں بھئی، فَالْخَارِجُ تو جو پیداوار ہو گی بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان عَلَى الشَّرْطِ کس پر ہو گی؟ شرط کے مطابق ہو گی بھئی۔ اگر نصف نصف کی بات ہوئی تھی تو نصف ایک لے گا نصف دوسرا، ثلث کی بات ہوئی تھی تو جس کے لیے ثلث ٹھہرایا تھا وہ ثلث لے لے گا اور باقی دوسرا دو ثلث لے لے گا، یعنی جو بھی شرط ٹھہرائی تھی۔

وَإِنْ لَّمْ تُخْرِجِ الْأَرْضُ شَيْئًا فَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ، اور اگر زمین نے کوئی چیز نہ پیدا کی فَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ تو کام کرنے والے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ بھئی ایک زمین کا مالک ہے، دوسرے نے محنت کی ہے بھئی، لیکن پیداوار ساری خراب ہو گئی، کچھ بھی پیداوار حاصل نہیں ہوئی، تو کیا اب اس محنت کرنے والے کو کچھ دیں گے بھئی پیسے وغیرہ؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اس کے ساتھ تو عقد کس چیز پر ہوا تھا؟ جو پیداوار ہو گی اس میں شرکت ہو گی، کسی اور مال وغیرہ میں تو شرکت کی بات نہیں ہوئی۔ تو پیداوار تو ہوئی ہی نہیں ہے، لہٰذا اس کا حصہ بھی کچھ نہیں ہے۔ یہ معنی ہے: وَإِنْ لَّمْ تُخْرِجِ الْأَرْضُ شَيْئًا، اور اگر زمین نے کوئی چیز نہ اگائی، کوئی چیز اس سے پیدا نہ ہوئی، فَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ تو عامل کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔

وَإِذَا فَسَدَتِ الْمُزَارَعَةُ فَالْخَارِجُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ۔ بھئی اب یہاں سے بتلا رہے ہیں آپ کو ایک ضابطہ۔ میں نے شروع میں بتلایا تھا کہ فصل کس کی شمار ہوتی ہے؟ بیج والے کی۔ یہی ضابطہ اب صاحبِ قدوری ذکر کر رہے ہیں کہ بھئی اگر عقدِ مزارعت صحیح ہوا پھر تو شرط کے مطابق تقسیم ہو گی، نصف نصف کی بات ہوئی تھی تو نصف نصف تقسیم ہو گا۔ اور اگر عقدِ مزارعت فاسد ہوا، یعنی کوئی ایسی شرط وغیرہ لگا دی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے تو عقد کیا ہو جائے گا؟ فاسد۔ جب عقد فاسد ہو جائے اب کیا کریں گے؟ کہتے ہیں اب دیکھ لینا، جو بیج والا تھا وہ ہے فصل کا مالک، اور دوسرا اگر زمین والا ہے تو اس کو زمین کا جو اجرِ مثل بنتا ہے، اس جیسی زمین کی جو اجرت بنتی ہے اتنے عرصے کی وہ دے دی جائے گی۔ اور اگر بیج کس کا تھا؟ زمین والے کا تھا، تو دوسرے کو یوں سمجھا جائے گا اجرت پر رکھا گیا تھا کام کرنے کے لیے، تو اسے اس کی کیا دے دی جائے گی؟ اجرتِ مثل، کہ اس جیسا آدمی اگر اتنا عرصہ یہ کام کرے اسے کتنی اجرت دی جاتی ہے وہ اجرت اسے دے دی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا فَسَدَتِ الْمُزَارَعَةُ فَالْخَارِجُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ، جب مزارعت فاسد ہو جائے تو خارج کس کے لیے ہے؟ بیج والے کے لیے ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے آپ کو جو اوپر بتایا تھا نا کہ فصل کس کی شمار ہو گی؟ بیج والے کی۔ بھئی جب مزارعت صحیح ہے اس وقت اس کی نہیں شمار ہو گی، جب فاسد ہو جائے گی تب اس کی شمار ہو گی۔ جس وقت مزارعت صحیح تھی پھر تو دونوں اس میں کیا ہیں؟ شریک، جتنا جتنا حصہ طے ہوا ہے بھئی اس کے مطابق اس کو ملے گا۔ تو میں نے وہاں یہ ضابطہ اسی لیے ذکر کیا تھا کہ بیج والے کی فصل شمار ہو گی یعنی کہ اگر عقدِ مزارعت کیا ہو جائے؟ فاسد، پھر اس کی شمار کریں گے، اس سے پہلے اس کی فصل شمار نہیں ہو گی بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا فَسَدَتِ الْمُزَارَعَةُ، جب عقدِ مزارعت فاسد ہو جائے، فَالْخَارِجُ لِصَاحِبِ الْبَذْرِ تو پیداوار جو ہے وہ بیج والے کی ہے۔ فَإِنْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ رَبِّ الْأَرْضِ، پس اگر بیج جو تھا وہ زمین کے مالک کی طرف سے تھا، رَبُّ الْأَرْضِ زمین کا مالک بھئی، زمین کے مالک کی طرف سے تھا، فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ، تو عامل یعنی کام کرنے والا جو تھا جو کاشتکار تھا، مزارع جو تھا اس کو اس کا اجرِ مثل دے دیا جائے گا، لَا يُزَادُ عَلٰى مِقْدَارِ مَا شُرِطَ لَهُ مِنَ الْخَارِجِ، لیکن بڑھایا نہیں جائے گا اس کو اس مقدار پر جس کی شرط لگائی گئی تھی اس کے لیے پیداوار میں سے۔

بھئی کیا فیصلہ ہوا تھا؟ میری زمین تھی، میں نے زید کے ساتھ عقدِ مزارعت کیا اور کہا کہ بھئی جتنی پیداوار حاصل ہو گی اس میں سے نصف پیداوار میری ہو گی اور نصف پیداوار آپ کی ہو گی، لیکن میں نے شرط لگا دی کہ ایک من گندم میری ہو گی پہلے وہ الگ کریں گے اور باقی میں پھر نصف آپ کی اور نصف میری۔ تو عقدِ مزارعت فاسد ہو گیا۔ جب فاسد ہو گیا تو اب بیج بھی میری طرف سے تھا، تو اب فصل کا مالک کون شمار ہو گا؟ بیج والا، زمین کا مالک، تو وہ فصل میری شمار ہوئی۔ اب میں کیا کروں گا؟ دوسرے کو اس کی محنت کی اجرت دوں گا، لیکن وہ اجرت اس پیداوار سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے جتنا اس کا حصہ بنتا ہے۔

یہ ساری فصل جو حاصل ہوئی یہ مثلاً ایک لاکھ کی ہوئی۔ کتنے کی ہوئی؟ ایک لاکھ کی۔ اور فیصلہ کیا ہوا تھا؟ نصف ایک کی ہو گی اور نصف دوسرے کی۔ تو اس کا حصہ کتنا بنتا ہے؟ پچاس ہزار حصہ بنتا ہے۔ لیکن چونکہ عقدِ مزارعت فاسد ہے تو اب تو نصف حصہ نہیں دیں گے بلکہ کیا دیں گے اس کی؟ اجرت دیں گے۔ اور

اجرت کا حساب لگایا کہ اس جیسا محنتی اور بااعتماد کاشتکار اگر اتنا عرصہ کام کرے تو اس کی اتنی اجرت بنتی ہے، وہ حساب لگایا تو پتہ چلا وہ بنتی ہے ساٹھ ہزار۔ کتنی بنتی ہے؟ ساٹھ ہزار۔ وہ جو اس کا حصہ بنتا تھا پیداوار میں اس سے بھی اجرت بڑھ گئی! کہتے ہیں بس بھئی، جتنا حصہ بنتا تھا اس کے بقدر دے دیں گے، اس سے زیادہ نہیں۔ اور کتنا پیداوار میں بنتا تھا حصہ؟ پچاس ہزار۔ تو پچاس ہزار دے دیں گے، وہ زائد اس کو نہیں دیں گے۔ یعنی یوں کہو آسان لفظوں میں: زیادہ سے زیادہ اجرت اسے دیں گے لیکن وہ اجرت اس کے حصے سے بڑھ کر نہیں ہونی چاہیے، بڑھتی ہے تو جو بڑھ جائے گی وہ نہیں دیں گے۔

یہ معنی ہے، تو کہتے ہیں: فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ، عامل کے لیے اس کا اجرِ مثل ہے، لَا يُزَادُ عَلٰى مِقْدَارِ مَا شُرِطَ لَهُ مِنَ الْخَارِجِ، جو بڑھایا نہیں جائے گا اس مقدار پر جس کی شرط لگائی گئی تھی اس کے لیے پیداوار میں سے۔ یہ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللهُ، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ بَالِغًا مَّا بَلَغَ، اس کے لیے اس کا اجرِ مثل ہو گا بَالِغًا مَّا بَلَغَ جہاں تک بھی وہ پہنچے۔ اجرِ مثل دیں گے اور پیداوار میں اس کا جتنا حصہ تھا اس کو نہیں دیکھیں گے، جتنا بھی اجرِ مثل بنتا ہے وہ دے دیں گے چاہے پچاس بنتا ہے، چاہے ساٹھ بنتا ہے، چاہے ستر بنتا ہے، چاہے اسی بنتا ہے، سارا دینا پڑے گا۔

وَإِنْ كَانَ الْبَذْرُ مِنْ قِبَلِ الْعَامِلِ، اور اگر بیج جو تھا وہ محنت کرنے والے کی طرف سے تھا، فَلِصَاحِبِ الْأَرْضِ أَجْرُ مِثْلِهَا، تو زمین کے مالک کے لیے اس کا اجرِ مثل ہے۔ بھئی بیج کس کا تھا؟ کاشتکار کا تھا، مزارع کا تھا، اور زمین کے مالک کو کہتے ہیں اس کو اس کی زمین کی اجرت اس کا کرایہ دے دیا جائے گا، اس جیسی زمین کا جو کرایہ بنتا ہے اتنے عرصے میں وہ اسے دے دیا جائے گا۔

وَإِذَا عُقِدَتِ الْمُزَارَعَةُ فَامْتَنَعَ صَاحِبُ الْبَذْرِ مِنَ الْعَمَلِ۔ بھئی عقدِ مزارعت ہو گیا زمین کے مالک میں اور مزارع کے درمیان، کیا ہوا؟ عقدِ مزارعت ہو گیا۔ اب جب عقد ہوا تو عقد تو لازم ہو جاتا ہے، اب اس پر عمل کرنا پڑے گا۔ اب دونوں میں سے کوئی ایک بعد میں انکار کر دیتا ہے کہ میں تیار نہیں ہوں اس پر، تو کیا انکار کر سکتا ہے؟ اور انکار کے بعد اسے پھر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں کیا جا سکتا؟ کہتے ہیں بھئی اگر انکار بیج والا کرے تو اسے ہم مجبور نہیں کر سکتے، لیکن اگر دوسرا انکار کرے تو اسے کیا کیا جائے گا؟ مجبور کیا جائے گا۔

بھئی کیوں؟ یہ بیج والے کو کیوں نہیں مجبور کر سکتے کہ بھئی تم نے عقد کیا تھا عمل کرو؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اس نے بیج لگانا ہے، اپنا مال لگانا ہے۔ کیا کرنا ہے؟ اپنا مال لگانا ہے۔ اور اپنا مال اب ہم اسے مجبور کریں تو اسے اپنا بیج لگانا پڑتا ہے، تو بیج اس کا مال ہے تو اس کو نقصان آیا یا نہیں آیا بھئی؟ اسے اپنا مال تلف کرنا پڑ رہا ہے، لگانا پڑ رہا ہے مولانا۔ اب اس عقد پر عمل ہو ہی نہیں سکتا، عمل کی ایک ہی صورت ہے کہ اسے کیا کرنا پڑے گا؟ اپنا مال لگانا پڑے گا یعنی اپنا بیج لگانا پڑے گا، اور آگے کا تو پتہ نہیں ہے فصل پتہ نہیں کچھ حاصل بھی ہوتی ہے یا کچھ حاصل نہیں ہوتی، اس کا تو ابھی پتہ نہیں ہے وہ تو اللہ ہی جانتے ہیں۔ تو یہاں پر عقد کو جاری رکھنا ممکن نہیں مگر یہ کہ صاحبِ بذر کو کیا کرنا پڑتا ہے؟ اپنا مال لگانا پڑتا ہے۔ اب اگر وہ رک جاتا ہے اور ہم اسے مجبور کریں تو گویا ہم اسے اپنے مال کے تلف کرنے پر کیا کر رہے ہیں؟ مجبور کر رہے ہیں، لہٰذا یہاں اس کو مجبور نہیں کر سکتے۔ ہاں دوسرا شخص اگر انکار کرتا ہے اسے مجبور کریں گے کیونکہ اس نے تو کوئی اپنا مال وغیرہ خرچ نہیں کرنا، لہٰذا وہاں عقد کو چلائیں بھی تو اس کا کوئی نقصان نہیں ہے، لیکن بیج والے کا تو کیا ہے؟ نقصان کا امکان ہے۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا عُقِدَتِ الْمُزَارَعَةُ، جب عقدِ مزارعت کر لیا جائے، فَامْتَنَعَ صَاحِبُ الْبَذْرِ مِنَ الْعَمَلِ پس رک گیا بیج والا عمل سے، لَمْ يُجْبَرْ عَلَيْهِ تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا اس پر۔ وَإِنِ امْتَنَعَ الَّذِيْ لَيْسَ مِنْ قِبَلِهِ الْبَذْرُ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى الْعَمَلِ، اور اگر رک گیا وہ شخص کہ اس کی طرف سے بیج نہیں ہے، أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ تو حاکم اسے مجبور کرے گا عَلَى الْعَمَلِ کس پر؟ عمل پر۔

وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَطَلَتِ الْمُزَارَعَةُ، اور جب مر گیا دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک تو مزارعت کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ بھئی عقد تھا ہی ان دو آدمیوں میں، دونوں میں سے کوئی ایک بھی مر گیا تو عقد خود بخود کیا ہو جائے گا؟ باطل۔

وَإِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْمُزَارَعَةِ وَالزَّرْعُ لَمْ يُدْرِكْ كَانَ عَلَى الْمُزَارِعِ أَجْرُ مِثْلِ نَصِيْبِهِ مِنَ الْأَرْضِ إِلٰى أَنْ يَّسْتَحْصِدَ۔ بھئی مدتِ مزارعت پوری ہو گئی۔ آپ نے پڑھا بھئی کہ مزارعت کے اندر کیا ضروری ہے؟ مدت کو کیا کیا جائے؟ متعین۔ اب مدت متعین کر لی کہ چھ مہینے ہے میرے اور تمہارے درمیان عقدِ مزارعت۔ اب اس میں فصل تیار نہیں ہوئی، چھ مہینے گزر گئے، وقت گزر گیا پورا ہو گیا اور فصل ابھی پوری طرح پکی نہیں ہے، تیار نہیں ہوئی بھئی۔ پکنے کے قریب تو ہے لیکن پوری طرح پکی نہیں۔ اب کیا کیا جائے گا؟ کیا اب اس مزارع کو کہیں گے بس بھئی فصل اتارو ختم کرو بھئی؟ کہتے

ہیں بھئی اب اس صورت میں اس کو مہلت دی جائے گی کچھ نہ کچھ مہلت بھئی، ورنہ اس بیچارے کی فصل کیا ہو جاتی ہے، محنت کیا ہو جاتی ہے؟ ضائع ہو جاتی ہے۔ تو اس کو مہلت دیں گے۔

بھئی اسے ہم اگر مہلت دیتے ہیں تو زمین والے کا بھی تو نقصان آ رہا ہے، اس کی زمین مشغول رہے گی یا نہیں فصل کے ساتھ؟ مشغول رہے گی۔ کہتے ہیں بھئی دونوں کی رعایت رکھ لیتے ہیں، ایسی صورت نکالیں گے کہ دونوں کی رعایت ہو جائے۔ وہ محنت والے کو ابھی ہم مجبور نہیں کریں گے، اس کو کچھ وقت دے دیں گے تو اس کی فصل بچ جائے گی، اور زمین والے کی زمین چونکہ رک گئی ہے اتنے عرصے تک کسی اور کام پہ اب وہ نہیں لگا سکتا، تو اسے ہم اس کا کرایہ دے دیں گے۔ کیا کریں گے؟ کرایہ، تو اب کسی کا بھی نقصان نہیں ہے۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْمُزَارَعَةِ، جب گزر جائے مزارعت کی مدت، وَالزَّرْعُ لَمْ يُدْرِكْ اور کھیتی جو ہے فصل جو ہے لَمْ يُدْرِكْ ابھی تیار نہیں ہوئی، ابھی پکی نہیں ہے، كَانَ عَلَى الْمُزَارِعِ أَجْرُ مِثْلِ نَصِيبِهِ، تو مزارع پر واجب ہے کیا؟ أَجْرُ مِثْلِ نَصِيبِهِ اس کے حصے کے مثل کا اجر مِنَ الْأَرْضِ زمین میں سے إِلَى أَنْ يَسْتَحْصِدَ. اِسْتَحْصَدَ يَسْتَحْصِدُ کے معنی ہوتے ہیں فصل کے کٹنے کا وقت ہونا، فصل کے کٹنے کا وقت ہونا۔ إِلَى أَنْ يَسْتَحْصِدَ یہاں تک کہ فصل کے کٹنے کا وقت ہو جائے بھئی۔ اس وقت تک اسے کیا کریں گے؟ مہلت دیں گے، اور اس وقت تک کی جو اجرت بنتی ہے وہ اجرت کس کو دی جائے گی؟ زمین کے مالک کو۔

دیکھو بھئی کیسے دیں گے: میں نے زید کو زمین دی اپنی چھ ماہ کے لیے، اور شرط یہ طے پائی چھ ماہ تک ہے تم اس میں گندم کاشت کرو گے اور نصف پیداوار آپ کی ہو گی اور نصف پیداوار میری ہو گی۔ چھ مہینے گزر گئے بھئی، گندم ابھی اتری نہیں، پکی نہیں ہے، ابھی اس کو کم از کم ایک مہینہ اور چاہیے بھئی۔ دھوپ اچھی طرح مثلاً نہیں رہی بھئی ان دنوں کے اندر، تو اب ایک مہینہ اور چاہیے۔ تو اب یہ ایک مہینہ زمین مشغول رہے گی، اس کا کرایہ دیا جائے گا زمین والے کو۔ لیکن کیا پوری زمین کا کرایہ دیں گے؟ کہتے ہیں نہیں، اس فصل میں زمین والے کا اپنا بھی تو حصہ ہے، اس کا کرایہ نہیں ہو گا۔ تو کیا طے ہوا تھا پیداوار میں؟ نصف نصف، معلوم ہوا جتنی فصل ہے نصف ایک کی ہے نصف دوسرے کی، تو اسے نصف کرایہ دیا جائے گا، پوری زمین کا جو کرایہ بنتا ہے اس کا نصف۔ معلوم ہوا جو کام کرنے والا ہے اس کی فصل جو ہے اس کا جو حصہ ہے اس نے کتنی زمین کو گھیرا ہوا ہے؟ نصف۔ نصف میں تو کس کی گویا فصل کھڑی ہے؟ مالک کی اپنی کھڑی ہے، اس کا تو کرایہ نہیں ہے، نصف حصہ کس کا تھا؟ کاشتکار کا ہے، تو اس کو اس نصف کا کرایہ دینا پڑے گا۔

اگر ثلث کی بات ہوئی تھی، زمین کے مالک نے کہا تھا میں دو حصے لوں گا تم کیا لو گے؟ ایک حصہ، تو اب پوری زمین کا کرایہ نہیں دیں گے بلکہ اس پوری فصل میں سے دو حصے تو مالک کے اپنے ہیں ان کا تو کوئی کرایہ نہیں، ایک حصہ کس کا ہے؟ کاشتکار کا ہے، تو ایک حصہ اس کو کیا دے دیں گے؟ کرایہ دے دیں گے۔ تو پوری زمین کا جو کرایہ بنتا ہے اس میں سے تین حصے اس کے کریں گے، ایک حصہ کس سے وصول کر لیا جائے گا؟ کاشتکار یعنی محنت کرنے والے سے۔ اسی لیے کہا: كَانَ عَلَى الْمُزَارِعِ أَجْرُ مِثْلِ نَصِيبِهِ، مزارع پر کیا ہو گا؟ اس کے حصے کے مثل کا اجر آئے گا زمین میں سے جتنا اس کا حصہ ہے، إِلَى أَنْ يَسْتَحْصِدَ یہاں تک کہ فصل کے کٹنے کا وقت ہو جائے۔

وَالنَّفَقَةُ عَلَى الزَّرْعِ عَلَيْهِمَا عَلَى مِقْدَارِ حُقُوقِهِمَا، اور جو فصل پر نفقہ ہے یعنی خرچہ ہے وہ دونوں پر ہو گا ان کے حقوق کی مقدار کے بقدر بھئی۔ بھئی فصل کے اندر فرض کرو فصل پر اب خرچہ ہے، اس پر اسپرے وغیرہ کرنا ہے یا اس کو پانی لگانا ہے ٹیوب ویل سے اس کا بھی خرچہ وغیرہ ہے، تو کہتے ہیں جتنا جس کا حصہ تھا اسی کے بقدر اس پر خرچہ آئے گا بھئی۔ کیا آئے گا؟ خرچہ آئے گا۔ نصف نصف کی بات ہوئی تھی تو نصف خرچہ ایک پر نصف خرچہ دوسرے پر۔ اور اگر ثلث کی بات ہوئی تھی تو صاحبِ ثلث کے لیے تیسرا حصہ خرچے کا اور دوسرے کے لیے دو حصے خرچے کے ہو جائیں گے۔ تو کہتے ہیں: وَالنَّفَقَةُ عَلَى الزَّرْعِ عَلَيْهِمَا، اور کھیتی پر جو خرچہ ہے وہ ان دونوں پر آئے گا عَلَى مِقْدَارِ حُقُوقِهِمَا ان دونوں کے حقوق کی مقدار میں۔

وَأُجْرَةُ الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَالرِّفَاعِ وَالتَّذْرِيَةِ عَلَيْهِمَا. حَصَادٌ کا معنی ہے کاٹنا کھیتی کا۔ بھئی کھیتی تیار ہوئی، اسے کاٹنے پر خرچہ آئے گا یا خرچہ نہیں آئے گا؟ مزدوروں کو بلوانا پڑے گا وہ کاٹیں گے ساری کو۔ دِيَاسٌ کا معنی ہے گاہنا، گاہنا۔ میں نے پہلے بھی بتلایا تھا بھئی کسی باب میں یہ ذکر ہوا تھا بھئی۔ قدیم زمانے میں یوں کیا جاتا تھا: فصل ساری کاٹی، پھر اس ساری فصل کو کیا کرتے تھے؟ ایک سخت زمین پر ڈالتے اور اس کے اوپر بیلوں کو چلاتے تھے صبح سے شام تک بھئی۔ صبح سے شام تک بیل چلتے رہے چلتے رہے، کبھی ایک آدمی ان کے ساتھ لگا ہے کبھی دوسرا آدمی لگا ہوا ہے، کبھی دوسرے بیل آ رہے ہیں بھئی

لگے ہوئے ہیں، خوب اچھی طرح فصل ان کے قدموں تلے روندی جاتی جس سے وہ دانے علیحدہ ہو جاتے اور بھس سے باہر خوشوں سے نکل آتے دانے، تو دانے الگ ہوئے بھس الگ۔ پڑے ابھی بھی ایک ہی جگہ ہیں بھئی، اسی میں دانے ہیں اسی میں وہ بھس ہے۔ تو یہ جو دانوں پر بیل وغیرہ کو چلایا جاتا تھا اور خوشوں سے دانے الگ کیے جاتے تھے اس کو کہتے ہیں گاہنا، اور اس کو عربی میں کہتے ہیں دِیَاسٌ۔

پھر کیا کیا جاتا تھا؟ ان دانوں کو اور بھس کو ہوا جب چل رہی ہوتی ایک طرف ہوا میں پھینکتے بھئی دور تک ذرا۔ تو دانے تھے وزنی وہ سیدھے وہاں جا کے گرتے اور ہوا بھس کو ساتھ گراتی جاتی ایک طرف لے جاتی۔ تو ایک دفعہ سارا اس طرح کرتے مولانا تو دانے ایک طرف ہو جاتے اور بھس ایک طرف۔ پھر بھی کچھ ہوتا تو دوبارہ اس طرح کرتے، خوب اچھی طرح وہ صاف ہو جاتا۔ تو اس کو کہتے تھے تَذْرِيَةٌ، صاف کرنا مولانا، تَذْرِيَةٌ۔ اچھا حَصَادٌ کا کیا معنی کیا؟ کاٹنا۔ دِيَاسٌ کا معنی؟ گاہنا۔ رِفَاعٌ کا معنی اٹھانا۔ بھئی کھیتی کٹی ہے اس کو اکٹھا کرنا ہے یا نہیں کرنا ساری کو بھئی؟ تو یہ اٹھانا بھئی، اس کو رِفَاعٌ کہتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ وَالتَّذْرِيَةِ، اور تَذْرِيَةٌ کہتے ہیں صاف کرنا، صاف کرنا، وہ جو دانوں کو ہوا میں پھینکتے ہیں الگ کرتے ہیں بھس سے بھئی۔ آج کل تو بھئی مشینیں آگئی ہیں، ایک ہی دن میں کھیت کٹتا بھی ہے اور اس سے بھس الگ بھی ہو جاتا ہے، دانے بوریوں میں بھی بند ہو جاتے ہیں اور منڈی تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ قدیم زمانے میں تو یہ کئی دنوں میں بڑی مشکل سے سخت دھوپ ہوتی ان دنوں کے اندر بڑا مشکل کام ہوتا تھا بھئی۔

تو کہتے ہیں یہ کھیتی کاٹنے کی اجرت اور گاہنے کی اجرت اور اس کو اٹھانے کی اجرت وَالتَّذْرِيَةِ اور اس کو صاف کرنے کی اجرت عَلَيْهِمَا ان دونوں پر ہو گی بِالْحِصَّةِ ان کے حصوں کے بقدر۔ فَإِنْ شَرَطَاهُ فِي الْمُزَارَعَةِ عَلَى الْعَامِلِ فَسَدَتْ، پس اگر دونوں نے شرط لگا دی مزارعت کے اندر کہ یہ خرچے کس پر ہوں گے؟ عَلَى الْعَامِلِ کس پر شرط لگائی؟ کہ یہ خرچے عامل پر ہوں گے، فَسَدَتْ تو عقدِ مزارعت کیا ہو جائے گا؟ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ جب پیداوار میں دونوں شریک ہیں تو خرچے میں بھی دونوں کو کیا ہونا چاہیے؟ شریک ہونا چاہیے، تو ایک پر ہی خرچے ڈالنا یہ تو بھئی عقد کے مقتضیٰ کے خلاف ہے۔

كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ۔ مساقات کہتے ہیں بھئی باغات کو بٹائی پر دینا بھئی۔ پہلے تھا فصل، اب باغات کی بات آئی بھئی۔ درخت تیار کھڑے ہیں، باغ لگا ہوا ہے، اب اس کو کوئی شخص اجرت پر دوسرے کو دیتا ہے کہ تم درختوں کی بھی حفاظت کرو گے، دیکھ بھال کرو گے، ان پر پھل لگے گا، وہ پھل جب تیار ہو جائے گا، ان کو پانی وغیرہ بھی پلاتے رہو گے، خرچہ ہو گا ان پر، تو جب پھل تیار ہو جائیں گے تو اس میں آدھا آپ کا ہو گا اور آدھا میرا ہو گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ اسی کی طرح ہے مزارعت کی طرح، ہاں وہ تھا فصل میں، یہ کس کے اندر ہے؟ پھلوں کے اندر ہو گا باغات میں بھئی۔ تو جو شرائط وہاں ذکر ہوئیں وہی شرائط یہاں پر بھی ہیں ساری مولانا۔ جیسے خرچہ دونوں پر آئے گا، وہاں تھا دونوں پر خرچہ تو یہاں پر بھی خرچہ دونوں پر آئے گا بھئی۔ وہاں مدت متعین کرنا ضروری تھا، یہاں بھی مدت متعین کرنا ضروری ہے وغیرہ ساری شرائط بھئی۔

قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى اَلْمُسَاقَاةُ بِجُزْءٍ مِّنَ الثَّمَرَةِ بَاطِلَةٌ وَّقَالَا جَائِزَةٌ۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقدِ مساقات کرنا بِجُزْءٍ مِّنَ الثَّمَرَةِ پھلوں کے ایک جزء پر بَاطِلَةٌ یہ کیا ہے؟ باطل ہے۔ ایک جزء پر کہ ثلث میرا ہو گا دو ثلث آپ کے ہوں گے یا نصف میرا ہو گا نصف آپ کا ہو گا۔ بھئی مزارعت جیسے امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں تھا، مساقات بھی کہتے ہیں اسی کی طرح ہے یہ بھی جائز نہیں۔ وَقَالَا جَائِزَةٌ، اور صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے، اور جیسے وہاں بتلایا فتویٰ ان کے قول پر ہے یہاں بھی فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ یہ جائز ہے إِذَا ذَكَرَا مُدَّةً مَّعْلُوْمَةً جب دونوں ذکر کر دیں ایک معلوم مدت کو، وَسَمَّيَا جُزْءًا مِّنَ الثَّمَرَةِ مُشَاعًا اور ذکر کر دیں پھلوں کے ایک جزء کو مشترکہ طور پر۔ یعنی پھل کیا ہوں گے سارے؟ مشترک، جتنے پھل حاصل ہوں گے مثلاً آدھے ایک کے آدھے دوسرے کے، یا جتنے پھل حاصل ہوئے ثلث ایک کا اور دو ثلث دوسرے کے، سارے میں شرکت ہونی چاہیے۔ اگر یہ کہا کہ پھل جتنے آئیں پہلے پانچ من میں الگ کر لوں گا وہ صرف میرے ہوں گے باقی میں آدھے آدھے شریک ہو جائیں گے، تو جیسے مزارعت وہاں باطل تھی یہاں پر مساقات بھی کیا ہو جائے گا؟ باطل۔

وَتَجُوْزُ الْمُسَاقَاةُ فِي النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَالْكَرْمِ وَالرِّطَابِ وَأُصُوْلِ الْبَاذِنْجَانِ، اور جائز ہے مساقات مولانا فِي النَّخْلِ کھجور میں، نَخْلٌ کھجور کے درخت کو کہتے ہیں، وَالشَّجَرِ اور درختوں میں، وَالْكَرْمِ، كَرْمٌ انگور کو کہتے ہیں راسا کن ہے، انگوروں کے اندر بھی، وَالرِّطَابِ اور سبزیوں میں بھی تمام سبزیوں میں، وَأُصُوْلِ الْبَاذِنْجَانِ اور بینگن کی جڑوں میں۔ بَاذِنْجَانٌ کہتے ہیں بینگن، أُصُوْلٌ جڑیں بھئی۔ سبزیوں میں اور بینگن کی جڑوں میں، یعنی مراد تمام پھلوں اور سبزیوں کے اندر کیا ہے؟ مساقات جائز ہے۔

اچھا بھئی، صاحبِ کتاب نے أُصُوْلِ الْبَاذِنْجَانِ کہا، بینگن کی جڑوں میں مساقات صحیح، یہ کیا معنی؟ یاد رکھو یہ جو بینگن ہے اس کو جب کاشت کیا اس کے پودے ہوتے ہیں بھئی، درمیانے درجے کے پودے ہوتے ہیں۔ اس کے پودے لگا دیے جاتے ہیں، اس پر پھر بینگن لگتے ہیں بھئی۔ بینگن کو اتارنے کے بعد پودوں کو نکالا نہیں جاتا، اس کے پودے کو توڑ دیا جاتا ہے۔ جڑ باقی رہتی ہے، باقی پودے کو کیا کر دیتے ہیں؟ اتار کر ختم کر دیا، جس کام میں بھی آنا ہوا آ گیا، لیکن جڑ ابھی بھی کیا ہے؟ وہ تھوڑی سی اس کی ڈنڈی وہ جو تنا سا ہے وہ بھی باقی ہے اور جڑ بھی باقی ہے، باقی پودے کو اوپر سے کیا کر لیا؟ توڑ کر اتار لیا۔ اب یہ اسی طرح لگا رہے گا۔ پھر جب موسم آئے گا اس کا، اسی سے پھر پودا نکل آتا ہے اور پھر اس پر کیا لگتے ہیں؟ بینگن لگتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ صورت ہوتی ہے بھئی، وہ جڑیں لگی رہتی ہیں اور پھر ان سے بار بار پودا نکلتا ہے موسم کے اندر اور پھر اس پر ہر بار بینگن لگتے ہیں بھئی، تو جڑوں کو باقی رکھا جاتا ہے۔ تو یہاں مساقات پھر کس میں ہو گی؟ بینگن کی جڑوں میں، اسی لیے بینگن کے ساتھ جڑوں کا لفظ ذکر کیا: وَأُصُوْلِ الْبَاذِنْجَانِ اور بینگن کی جڑوں میں۔

فَإِنْ دَفَعَ نَخْلًا فِيْهِ ثَمَرَةٌ مُّسَاقَاةً وَّالثَّمَرَةُ تَزِيْدُ بِالْعَمَلِ جَازَ۔ یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی مساقات کے لیے جب کوئی باغ وغیرہ آپ دیتے ہیں تو وہ جس کو باغ دے رہے ہیں اس کی محنت کا اثر بھی ظاہر ہونا چاہیے بھئی۔ کیسے اثر ظاہر ہو گا؟ کہتے ہیں پھل ابھی پورا تیار نہ ہوا ہو۔ اگر پھل پورا اپنے سائز کو پہنچ چکا ہے، مثلاً کھجور نے جتنا بڑھنا تھا اپنی مقدار کو کیا ہو چکی ہے وہ؟ پہنچ چکی ہے، اب صرف اس میں مٹھاس آنی ہے باقی تو وہ تیار ہو چکی ہے یا نرم ہونا ہے، تو اب مساقات جائز نہیں ہے کیونکہ جو محنت کار ہے اس کی محنت کا اثر اب ظاہر نہیں ہوا، پھل میں کوئی زیادتی ہوئی اس کے آنے کے بعد؟ پھل تو بن چکا تھا پورا کا پورا بن چکا تھا صرف اس میں مٹھاس آئی ہے، تو زیادتی کوئی نہیں ہوئی۔ تو پھل ذرا چھوٹا ہو تب تک دے سکتے ہو، جب پورا بن جائے اس کے بعد دینا درست نہیں۔

تو لہٰذا اب آپ بھئی آم کا ایک باغ ہے، آپ اسے مساقات کے طور پر عقدِ مساقات اس میں کرتے ہیں کسی کو دیتے ہیں، تو یا تو شروع سے ہی دے دو ابھی پھول بھی نہیں آئے اس پر بھئی بُور وغیرہ بھی اس پر نہیں لگی، اور یا اگر وہ ابھی پھل چھوٹے ہیں تب بھی دے سکتے ہو۔ لیکن جب پھل پورا اپنے سائز کو کیا ہوا؟ پہنچ گیا، تو اب مساقات کے لیے دینا جائز نہیں کیونکہ اب محنت کرنے والے کی محنت سے پھلوں کی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ دَفَعَ نَخْلًا فِيْهِ ثَمَرَةٌ مُّسَاقَاةً، جب دیا کھجور کا کوئی درخت جس کے اندر پھل لگا ہوا تھا مُسَاقَاةً بطورِ مساقات کے، وَالثَّمَرَةُ تَزِيْدُ بِالْعَمَلِ اور پھل جو ہے وہ ابھی بڑھتا ہے عمل کی وجہ سے یعنی ابھی اور بھی اس نے بڑھنا ہے، وہ بڑھ سکتا ہے عمل کی وجہ سے، جَازَ تو مساقات جائز ہے۔ وَإِنْ كَانَتْ قَدِ انْتَهَتْ، اور اگر وہ انتہا کو پہنچ چکا ہے، لَمْ يَجُزْ تو پھر مساقات جائز نہیں۔

وَإِذَا فَسَدَتِ الْمُسَاقَاةُ فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ، اور جب عقدِ مساقات فاسد ہو جائے کسی شرط کی وجہ سے فَلِلْعَامِلِ أَجْرُ مِثْلِهِ تو کام کرنے والے کو اس کا اجرِ مثل دیا جائے گا۔ وَتَبْطُلُ الْمُسَاقَاةُ بِالْمَوْتِ، اور مساقات باطل ہو جاتی ہے موت کی وجہ سے، کوئی ایک بھی دونوں میں سے مرے گا تو مساقات باطل۔ وَتُفْسَخُ بِالْأَعْذَارِ كَمَا تُفْسَخُ الْإِجَارَةُ، اور فسخ کیا جائے گا مساقات کو عذروں کی وجہ سے جیسے کہ فسخ کیا جاتا ہے اجارہ کو۔ بھئی عقدِ اجارہ لازم ہوتا ہے لیکن اگر کوئی عذر پیش آ جائے تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے اسے؟ فسخ کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مساقات کو بھی کسی عذر کی وجہ سے کیا کیا جا سکتا ہے؟ فسخ کیا جا سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تفصیل آپ کتاب الاجارہ میں پڑھ چکے ہیں کیا چیزیں عذر ہیں اور کیا چیزیں عذر نہیں، اسی طرح یہاں پر بھی غور کر لیں گے کیا چیزیں عذر ہیں اور کیا چیزیں عذر نہیں، تو جو چیزیں عذر ہیں ان کے اندر عقد کو فسخ کرنے کی اجازت ہو گی صاحبِ عذر کو، ورنہ اجازت نہیں ہو گی بھئی۔ چلیے بس مولانا، ہٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

كِتَابُ النِّكَاحِ وَكِتَابُ الرَّضَاعِ

انعقادِ نکاح، شرائطِ شہود، محرماتِ نکاح، اولیاء و کفاءت، مہر و متعہ، قسم بین الزوجات اور احکامِ رضاعت
(اسباق ۱۱۱ تا ۱۱۵)

سبق نمبر ۱۱۱: کتاب النکاح (۱): نکاح کے الفاظِ انعقاد، شرطِ شہود (دو عاقل بالغ مرد یا ایک مرد دو عورتیں) اور محرماتِ نکاح (نسبیہ، صہریہ، رضاعیہ)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۰ اپریل ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ النِّكَاحِ۔ اَلنِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ بِلَفْظَيْنِ يُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ أَوْ يُعَبَّرُ بِأَحَدِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ وَالْآخَرِ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ، مِثْلُ أَنْ يَّقُوْلَ زَوِّجْنِيْ فَيَقُوْلُ زَوَّجْتُكَ۔ وَلَا يَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَّا بِحُضُوْرِ شَاهِدَيْنِ حُرَّيْنِ بَالِغَيْنِ عَاقِلَيْنِ مُسْلِمَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ عُدُوْلًا كَانُوْا أَوْ غَيْرَ عُدُوْلٍ أَوْ مَحْدُوْدَيْنِ فِيْ قَذْفٍ۔[۳۲۱]

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اَلنِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ بِلَفْظَيْنِ يُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ أَوْ يُعَبَّرُ بِأَحَدِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ وَالْآخَرِ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي أو يعبر بأحدهما عن الماضي وبالآخر عن المستقبل» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَّا بِحُضُوْرِ شَاهِدَيْنِ حُرَّيْنِ بَالِغَيْنِ عَاقِلَيْنِ مُسْلِمَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ عُدُوْلًا كَانُوْا أَوْ غَيْرَ عُدُوْلٍ أَوْ مَحْدُوْدَيْنِ فِيْ قَذْفٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين بالغين عاقلين مسلمين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا غيرا عدول أو محدودين في قذف» منقول ہے۔

[۳]

جدول—محرماتِ نکاح (جن عورتوں سے نکاح حرام ہے: نسبیہ، صہریہ، رضاعیہ وجمع) کا جدول:

قسمِ حرمت	شامل عورتیں	فقہی ضابطہ و دلیل
۱۔ محرماتِ نسبیہ (۷)	(۱) مائیں و دادیاں / نانیاں، (۲) بیٹیاں و پوتیاں / نواسیاں، (۳) بہنیں (حقیقی، علاتی، اخیافی)، (۴) پھوپھیاں، (۵) خالائیں، (۶) بھتیجیاں، (۷) بھانجیاں	قرآنِ کریم کی نص («حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ...») سے ان ساتوں سے نکاح ابدی طور پر حرام ہے۔
۲۔ محرماتِ صہریہ / مصاہرت (۴)	(۱) ساس (بیوی کی ماں و دادی / نانی—عقدِ نکاح ہی سے)، (۲) ربیبہ (بیوی کی بیٹی — بشرطِ دخول بالمراۃ)، (۳) بہو (بیٹے / پوتے کی منکوحہ)، (۴) سوتیلی ماں (باپ / دادا کی منکوحہ)	زنا یا شہوت کے ساتھ چھونے اور فرجِ داخل کی طرف شہوت سے دیکھنے سے بھی ہمارے نزدیک حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔
۳۔ محرماتِ رضاعیہ	وہ تمام رشتے جو نسب سے حرام ہوتے ہیں	ضابطۂ نبویہ: «يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ»۔
۴۔ حرمتِ جمع	دو بہنوں کو یا ایسی دو عورتوں کو نکاح یا عدت میں جمع کرنا جن میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے تو دوسرے سے نکاح حلال نہ ہو (جیسے پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی)	نیز آزاد کے لیے ۴ بیویوں سے زائد اور غلام کے لیے ۲ سے زائد جمع کرنا حرام ہے۔

کِتَابُ النِّکَاحِ بھئی۔ عربی زبان میں نکاح عقد کو کہتے ہیں بھئی، عقد۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں نکاح کا معنی ہے وطی کرنا، صحبت کرنا بھئی، صحبت کرنا۔ اور اصطلاحِ شریعت میں یہ حاشیے میں آپ کی دی ہوئی ہے تعریف: ہُوَعَقْدٌ یَّرِدُ عَلٰی مِلْکِ الْمُتْعَۃِ قَصْدًا۔ مل گیا بھئی؟ درمیان میں معنی ذکر کیا بھئی: عَقْدٌ یَّرِدُ عَلٰی مِلْکِ الْمُتْعَۃِ قَصْدًا، وہ ایسا عقد ہے جو وارد ہوتا ہے ملکِ متعہ پر قَصْدًا ارادہ کرتے ہوئے۔ وارد ہوتا ہے کیا معنی؟ یعنی فائدہ دیتا ہے ملکِ متعہ کا کہ مرد کا عورت سے نفع اٹھانا حلال ہو جاتا ہے بھئی۔ اور قَصْدًا یعنی نیت بھی یہی ہے کہ عورت کیا ہے مرد کے لیے؟ حلال ہو جائے، ملکِ متعہ یہاں پر حلال ہو جائے بھئی۔ جی، تعریف پر نشان لگا لیا بھئی؟

یاد رکھیے نکاح اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے بھئی۔ نکاح کی وجہ سے انسان کو دنیاوی اور اخروی دونوں لحاظ سے بڑے نفع حاصل ہوتے ہیں بھئی، دنیاوی اعتبار سے بھی اور اخروی اعتبار سے بھی۔ انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ دل ایک طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے بھئی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ نفع کے ساتھ ساتھ دنیاوی فائدہ تو ہے ہی، اخروی فائدہ بھی اللہ نے بہت رکھا ہے اس میں بھئی کہ میاں بیوی کا آپس میں بیٹھنا، باتیں کرنا، صحبت کرنا، ہر چیز پہ اللہ عظیم اجر و ثواب نصیب فرماتے ہیں۔ حتیٰ کہ میاں بیوی کا آپس میں بیٹھ کر محبت کی باتیں کرنا یہ بھی نفل نمازوں سے بہتر ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کا بڑا ثواب ہے کہ انسان حرام مقامات کو چھوڑ کر کہاں پر مصروف ہے؟ حلال مقام میں بھئی، تو بہت نفع ہے اس کا بھئی۔

اور بعض احادیث میں آتا ہے بھئی کہ اہل و عیال والے ایک شخص کی دو رکعتیں بغیر اہل و عیال والے شخص کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں بھئی۔ تو کہاں دو رکعتیں اور کہاں ستر رکعتوں بھئی! وہ دو رکعتیں ان ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ بلکہ ایک حدیث میں تو بیاسی کا ذکر آتا ہے کہ اہل و عیال والے ایک شخص کی دو رکعتیں بغیر اہل و عیال والے کی بیاسی رکعتوں سے افضل ہیں بھئی۔ تو کتنا زیادہ ثواب ہے مولانا! یہ تو صرف دو رکعتوں کی میں نے بات کی، آگے ساری زندگی جو ثواب پر ثواب ملتا چلا جا رہا ہے، ہر چیز میں اسی طرح زائد ثواب، کتنا زیادہ اخروی نفع ہو گیا۔

علماء نے لکھا ہے بعض حالتوں میں نکاح فرض ہوتا ہے، کبھی نکاح سنت ہوتا ہے، کبھی مکروہِ تحریمی اور حرام وغیرہ بھئی۔ اگر ایک انسان کو یقین ہے کہ میں نکاح نہیں کروں گا تو گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گا، تو اس وقت نکاح فرض ہو جاتا ہے بھئی۔ اور عام حالت میں نکاح سنتِ مؤکدہ ہے بھئی، سنتِ مؤکدہ بھئی۔ اور اگر یہ یقین ہے کہ نکاح کے بعد میں بیوی پر ظلم وغیرہ کروں گا تو پھر مکروہِ تحریمی ہو جائے گا، اور اگر پکا یقین ہے تو پھر حرام ہے بھئی۔ تو مختلف احوال ہیں یہ بھئی۔ تو عام حالت میں نکاح کیا ہے؟ سنتِ مؤکدہ ہے بھئی۔

تو دیکھیے بھئی اب کتاب پر: اَلنِّکَاحُ یَنْعَقِدُ بِالْإِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ۔ نکاح منعقد ہو جاتا ہے ایجاب اور قبول کے ساتھ بھئی۔ ایجاب اور قبول کے ذریعے کیا ہوتا ہے؟ نکاح منعقد ہو جاتا ہے بھئی۔ تو پہلے جو کلام کیا جائے وہ ایجاب کہلاتا ہے اور ثانیاً جو کیا جائے وہ کیا کہلاتا ہے؟ قبول کہلاتا ہے بھئی۔ تفصیل کتاب البیع میں گزر چکی بھئی۔ تو کہتے ہیں نکاح منعقد ہو جاتا ہے ایجاب اور قبول کے ذریعے بِلَفْظَیْنِ یُعَبَّرُ بِہِمَا عَنِ الْمَاضِیْ۔ لَفْظَیْنِ نکرہ آیا اور نکرہ کے بعد فعل آیا، اور نکرہ کے بعد فعل آئے تو میں نے بتلایا تھا عموماً آپس میں کیا بنیں گے؟ موصوف صفت بنیں گے، اور موصوف صفت کا ترجمہ کیسے کرتے ہیں بھئی؟ موصوف سے پہلے ایسا کا لفظ لے آتے ہیں بھئی۔ بِلَفْظَیْنِ دو ایسے لفظوں کے ساتھ یُعَبَّرُ بِہِمَا عَنِ الْمَاضِیْ کہ جنہیں تعبیر کیا جائے عَنِ الْمَاضِیْ ماضی سے بھئی۔ ماضی کے صیغے ہونے چاہئیں بھئی، ماضی کے صیغے، سمجھ میں آیا بھئی؟ أَوْ یُعَبَّرُ بِأَحَدِہِمَا عَنِ الْمَاضِیْ وَالْآخَرِ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ، یا تعبیر کیا جائے ان دونوں میں سے ایک کو ماضی کے ساتھ اور دوسرے کو مستقبل کے ساتھ بھئی۔ ایک صیغہ ماضی کا ہو اور دوسرا مستقبل کا ہو تو پھر بھی نکاح منعقد ہو جائے گا بھئی۔

ماضی کی تو بات واضح ہے، ایک نے کہا میں نے تجھ سے نکاح کیا، یا ایک شخص کہتا ہے دوسرے سے میں نے آپ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، اس نے کیا کہا؟ میں نے قبول کیا۔ تو دیکھو یہ ماضی کے صیغے ہیں: میں نے قبول کیا، میں نے نکاح کیا یہ بھی ماضی کا صیغہ اور میں نے قبول کیا یہ بھی ماضی کا صیغہ۔ اور اگر یوں کہے میں قبول کروں گا، یہ تو مستقبل بن گیا مولانا، اس سے نکاح منعقد نہیں بھئی، معلوم ہوا ابھی قبول نہیں کر رہا یہ تو مستقبل کا وعدہ کر رہا ہے صرف بھئی۔

أَوْ یُعَبَّرُ بِأَحَدِہِمَا عَنِ الْمَاضِیْ، یا ایک کو تعبیر کیا جائے ماضی سے اور دوسرے کو مستقبل سے بھئی۔ کیسے تعبیر کرے ایک کو ماضی اور دوسرے کو مستقبل سے؟ صاحبِ قدوری خود بتلا رہے ہیں: مِثْلُ أَنْ یَّقُوْلَ، مثال کے طور پر دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک کہے: زَوِّجْنِیْ تو مجھ سے نکاح کر لے، فَیَقُوْلُ تو دوسرا عقد کرنے والا کہتا ہے: زَوَّجْتُکَ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا۔ تجھ سے کیا کر لیا؟ نکاح کر لیا۔

بات سمجھ میں آئی بھئی؟ أَنْ یَّقُوْلَ پہلا کیا آیا؟ أَنْ یَّقُوْلَ۔ یَقُوْلُ کون سا صیغہ ہے؟ واحد مذکر کا۔ اگلا دوسرا بھی آ رہا ہے فَیَقُوْلُ، دوسرا کیا کہتا ہے

وہ بھی واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ تو اشکال پیدا ہو گا آپ کے ذہن میں بھئی کہ پہلا کہہ رہا ہے مجھ سے نکاح کر لے، تو ان میں سے ایک تو مؤنث کا صیغہ ہونا چاہیے بھئی! تو جواب یہ ہے مولانا کہ یہ ضمیر راجع ہے مُتَعَاقِدٌ کو، عقد کرنے والا، اب وہ عام ہے مذکر بھی ہو سکتا ہے اور مؤنث بھی ہو سکتا ہے۔ تو ایک عقد کرنے والا کہے زَوِّجْنِيْ تو مجھ سے نکاح کر لے، فَيَقُوْلُ تو دوسرا عقد کرنے والا کہے زَوَّجْتُکَ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو یہاں یاد رکھیے ایک طرف سے امر آیا زَوِّجْنِيْ تو مجھ سے نکاح کر لے، دوسری طرف سے ماضی آیا بھئی۔ تو نکاح میں ماضی کے صیغے کا ہونا ضروری ہے، امر کے صیغے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ تو پھر یہاں کیسے نکاح ہوا بھئی؟ بھئی یاد رکھنا جب ایک نے کہا دوسرے سے تو مجھ سے نکاح کر لے، تو دوسرے کو گویا وکیل بنا دیا اپنی طرف سے کہ میرا نکاح اپنے ساتھ کر دو، دوسرے کو وکیل بنا دیا اس نے۔ اب دوسرے نے جب کہا زَوَّجْتُکَ میں نے کیا کیا؟ تجھ سے نکاح کر لیا، تو یہ کلام دونوں کی طرف سے گویا کہ اپنی طرف سے وہ کر رہا ہے نکاح اصالتاً اور دوسرے کی طرف سے وکالتاً بھئی۔ تو دونوں ایجاب و قبول اس ثانی کے اندر آ گئے۔ کس کے اندر آ گئے؟ ثانی کے اندر۔ زَوَّجْتُکَ میں ایجاب اور قبول دونوں یہاں آ گئے۔

ایجاب کیسے آیا؟ پہلے نے جو کہا تھا زَوِّجْنِيْ میرے ساتھ نکاح کر لے، امر ہے حکم دے رہا ہے نا، تو گویا اس نے وکیل بنا دیا تھا اس کو۔ کیا بنا دیا تھا؟ وکیل۔ بھئی نکاح میں وکیل بناتے ہیں، بیع و شراء میں وکیل بناتے ہیں یا نہیں بناتے؟ آپ نے گاڑی خریدنی ہے کسی اور کو کہتے ہیں جاؤ بھئی میرے لیے گاڑی خرید لو۔ اسی طرح نکاح میں بھی وکیل بناتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ کہ کہتا ہے جا کر میرا فلاں سے کیا کر دو؟ نکاح کر دو، تو یہ وکیل بن کر جاتا ہے اور جا کر ادھر نکاح کروا دیتا ہے۔ تو یہاں بھی جب اس نے کہا زَوِّجْنِيْ دوسرے عقد کرنے والے سے کہا تو دوسرا اس کی طرف سے وکیل بن گیا۔ تو نکاح کے باب میں ایک ہی شخص مولانا کیا کر سکتا ہے؟ دونوں طرف کا متولی ہو سکتا ہے بھئی۔ بھئی میں نے آپ کو وکیل بنایا بھئی کہ جاؤ میرا نکاح فلاں سے کر دو، اور فلاں نے بھی آپ کو وکیل بنا دیا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو، تو آپ دونوں طرف سے کیا ہو گئے؟ وکیل۔ اب آپ دو گواہوں کے سامنے کہہ دیں میں نے فلاں کا فلاں سے نکاح کر دیا۔ تو دونوں ایجاب اور قبول کرنے والے دونوں کی طرف سے ایک ہی شخص کیا ہو سکتا ہے؟ وکیل ہو سکتا ہے، متولی ہو سکتا ہے بھئی۔ تو یہاں بھی اسی طرح ایک ہی متولی ہوا دونوں طرف سے، اپنی طرف سے اصالتاً اور دوسرے کی طرف سے وکالتاً۔

وَلَا يَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَّا بِحُضُوْرِ شَاهِدَيْنِ حُرَّيْنِ بَالِغَيْنِ عَاقِلَيْنِ مُسْلِمَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ۔ اور منعقد نہیں ہوتا مسلمانوں کا نکاح مگر دو ایسے گواہوں کی موجودگی میں حُرَّيْنِ جو کیا ہوں؟ آزاد ہوں، بَالِغَيْنِ بالغ ہوں، عَاقِلَيْنِ عاقل ہوں، مُسْلِمَيْنِ اور مسلمان ہوں، أَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ یا ایک مرد اور دو عورتیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو نکاح کے باب میں ضروری ہے مولانا، یہ شرط ہے نکاح کے اندر کہ ایجاب و قبول کرتے وقت دو گواہ ضرور ہونے چاہئیں بھئی، دو گواہ کم از کم۔

اور وہ دو گواہ بھی کیسے ہوں؟ کیا بتلایا؟ حُرَّيْنِ دونوں کیا ہونے چاہئیں؟ آزاد، پہلی شرط یہ ذکر کی مولانا۔ دوسری شرط کیا لگائی؟ دونوں کیا ہوں؟ بالغ ہوں، معلوم ہوا نابالغ گواہ ہوئے تو یہ نکاح درست نہیں۔ تیسری شرط لگائی عاقل ہوں، کوئی بھی ان میں سے مجنون نہ ہو ورنہ نکاح درست نہیں۔ چوتھی شرط کیا لگائی؟ دونوں گواہ کیا ہونے چاہئیں؟ مسلمان ہونے چاہئیں بھئی، اس لیے کہ کافر کی گواہی مسلمان پر قبول نہیں بھئی۔ تو دونوں گواہ مسلمان ہونے چاہئیں بھئی۔

بعض علماء نے، یہ کتنی شرطیں ہو گئیں بھئی؟ حُرَّيْنِ بَالِغَيْنِ عَاقِلَيْنِ مُسْلِمَيْنِ، چار شرطیں۔ بعض علماء نے پانچویں شرط بھی لگائی بھئی، وہ فرماتے ہیں إِنْسَانَيْنِ بھی ہونے چاہئیں بھئی، دونوں گواہ کیا ہونے چاہئیں؟ انسان ہوں، معلوم ہوا جنات گواہ بنائے تو پھر نکاح منعقد نہیں ہو گا بھئی، لہٰذا جنات کی موجودگی میں نکاح نہیں بھئی۔ بعض علماء نے ایک چھٹی شرط بھی لگائی ہے بھئی کہ نکاح مع الجنس ہو بھئی، انسان ہے تو انسان کے ساتھ ہی نکاح ہو بھئی، معلوم ہوا جنیہ کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے بھئی۔

تو دو ایسے گواہ ہونے چاہئیں، أَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں بھئی۔ صرف عورتیں ہوں، چار ہوں، دس ہوں، بارہ ہوں، پھر نکاح نہیں مولانا، کم از کم ایک مرد بھی ساتھ ہونا چاہیے بھئی، پھر نکاح ہو گا۔

عُدُوْلًا كَانُوْا أَوْ غَيْرَ عُدُوْلٍ۔ عُدُوْلٌ جمع ہے عَادِلٌ کی بھئی، وہ عادل ہوں یا غیر عادل ہوں۔ یہ گواہ کیا ہوں؟ عادل ہوں یا غیر عادل۔ بھئی آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان ہونا تو ضروری ہے، عادل ہونا ضروری نہیں۔ عادل کس کو کہتے ہیں بھئی؟ جو کبائر سے بچتا ہو اور، کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اور صغیرہ گناہ بھی زیادہ نہیں کرتا بھئی، ان پر اصرار نہیں کرتا یعنی مسلسل نہیں کرتا، اور گھٹیا افعال سے بھی بچتا ہو بھئی۔ تعریف گزر چکی ہے یا نہیں گزری بھئی؟ ہاں، گھٹیا افعال سے بھی اپنے آپ کو بچاتا ہو بھئی، تو وہ عادل ہے۔ تو یہاں بتلایا بھئی عادل ہو یا عادل نہ ہو، چاہے فاسق ہی کیوں نہ ہوں دونوں گواہ، پھر بھی کیا ہو جائے گا؟ نکاح

منعقد ہو جائے گا۔

تو کہتے ہیں: عُدُوْلًا كَانُوْا أَوْ غَيْرَ عُدُوْلٍ، عادل ہوں وہ گواہ یا غیر عادل، أَوْ مَحْدُوْدَيْنِ فِيْ قَذْفٍ یا چاہے کیا ہوں مولانا؟ محدود فی القذف ہی کیوں نہ ہوں۔ قَذْفٌ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ تہمت لگائی بھئی، کوئی شخص کسی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، وہ اسے قاضی کے پاس لے گیا، قاضی نے اس سے کہا بھئی تم نے اس پر زنا کی تہمت لگائی ہے اب گواہ پیش کرو بھئی زنا پر، اگر گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر اس کو اسی کوڑے لگائے جاتے ہیں مولانا، یہ حدِ قذف ہے۔ یہ کیا ہے؟ حدِ قذف، کہ دوسرے پر زنا کی تہمت لگائی، اتنا بڑا الزام لگایا تم نے بھئی، تو اب اس تہمت پر اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے، یہ سزا اللہ کی طرف سے مقرر ہے بھئی، تو یہ حدِ قذف کہلاتی ہے، حدِ قذف۔

اور یاد رکھیے حدِ قذف والے کی گواہی قبول نہیں بھئی، اب اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ شخص مردود الشہادۃ ہو گیا۔ کسی مسئلے کے اندر یہ قاضی کے پاس جا کر گواہی دینا چاہتا ہے، اس کی گواہی مردود ہے مولانا، رد کی جائے گی، قبول نہیں کی جائے گی بھئی۔ تو یہاں کہہ رہے ہیں بھئی گواہ بن سکتا ہے بھئی نکاح کے باب میں چاہے أَوْ مَحْدُوْدِيْنَ فِيْ قَذْفٍ بھئی یا کیا ہوں مولانا؟ محدود فی قذف، حدِ قذف ان پر کیوں نہ لگی ہوئی ہو پھر بھی وہ گواہ بن سکتے ہیں۔ بھئی جس پر حدِ قذف لگی ہو وہ تو گواہی دے ہی نہیں سکتے بھئی کسی بھی مسئلے میں، پھر یہاں کیسے وہ گواہ بن سکتے ہیں؟

جواب مولانا: ایک ہے گواہ بننا وہ اور چیز ہے، ایک گواہی دینا وہ اور چیز ہے بھئی۔ یہاں وہ گواہ بن رہے ہیں، ان کی موجودگی میں نکاح منعقد ہو جائے گا۔ آگے اگر ضرورت پیش آئی اور قاضی کے پاس جا کر یہ نکاح ثابت کرنا پڑا، تو وہاں قاضی ان کی گواہی کو قبول نہیں کرے گا۔ ہاں تو ان کی گواہی کے رد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قاضی نہیں کسی مسئلے میں قبول کرے گا۔ تو یہاں تو قاضی کے قبول کرنے یا نہ کرنے کی بات نہیں ہو رہی، یہاں تو صرف ابھی کیا بننا ہے؟ گواہ بننا ہے، تو گواہ بننا اور چیز ہے، گواہی دینا اور چیز ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آئی؟

اور قرآن میں اللہ کیا فرماتے ہیں ان کے بارے میں؟ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا بھئی، ان کی کبھی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو۔ تو یہاں پر یہ کیا بننا چاہتے ہیں؟ گواہ بننا چاہتے ہیں۔ گواہی دیں تو گواہی تو قبول نہیں لیکن گواہ بننا چاہتے ہیں، تو کیا گواہ بن سکتے ہیں یا نہیں بن سکتے؟ کہتے ہیں گواہ بن سکتے ہیں۔ گواہ بننے کی صلاحیت ان میں ہے، سمجھ میں آیا؟ تو بھئی وہاں تو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ان کی کبھی بھی گواہی قبول نہ کرو بھئی!

جواب یاد رکھنا بھئی کہ بھئی ان میں شہادت کی اہلیت ہے جبھی تو اللہ فرما رہے ہیں ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ اگر یہ گواہ بننے کے لائق ہی نہ ہوتے تو اللہ کو یہ فرمانے کی ضرورت ہی نہیں تھی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ معلوم ہوا ابھی بھی یہ کیا بن سکتے ہیں؟ گواہ بن سکتے ہیں۔ بھئی دیکھو، بات ابھی بھی آپ کو سمجھ میں نہیں آئی ہو گی، مثال سے بات سمجھ میں آ جائے گی۔ بھئی کسی شخص کو دکھائی دیتا ہو تو آپ کسی مسئلے میں کہتے ہیں بھئی آپ نہ دیکھو۔ کسی شخص کو بولنا آتا ہو، بول سکتا ہو، آپ اسے کہتے ہیں آپ نہ بولو۔ سمجھ میں آیا؟ ایک شخص ہے وہ نابینا ہے اسے دکھائی ہی نہیں دیتا، اسے آپ کبھی کہیں گے کہ آپ نہ دیکھو بھئی؟ جی؟ اسے کوئی بھی نہیں کہے گا۔ ایک شخص گونگا ہے بول ہی نہیں سکتا، اسے کوئی کہے گا تم نہ بولو؟ نہیں بھئی، اگر کوئی اسے اس طرح کہتا ہے تو سارے کہیں گے وہ بیچارہ تو بول ہی نہیں سکتا پھر اس کو کہہ رہا ہے نہ بولو، وہ بیچارہ تو دیکھ ہی نہیں سکتا اسے پھر کیا کہہ رہا ہے نہ دیکھو! سمجھ میں آیا؟

تو جب کسی فعل سے کسی کو روکا گیا ہے تو معلوم ہوا اس میں فعل کی صلاحیت ہے پھر اس کو روکا گیا ہے۔ جب کسی کو کہا نہ بولو معلوم ہوا وہ بول سکتا ہے جبھی تو اس کو کیا کیا جا رہا ہے؟ روکا جا رہا ہے۔ کسی کو دیکھنے کی صلاحیت ہے جبھی تو اس کو کیا کیا جا رہا ہے؟ روکا جا رہا ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ یہاں اللہ جل جلالہ فرما رہے ہیں لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو۔ معلوم ہوا گواہ بننے کی اہلیت ہے ان کے اندر، آگے گواہی قبول کی جائے یا نہ کی جائے اس سے اللہ منع فرما رہے ہیں بھئی کہ ان میں اہلیت ہے لیکن کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ تو یہاں بھی ہمیں صرف گواہ بننے کی اہلیت کافی ہے اور اس سے نکاح ہو جائے گا۔

تو کہتے ہیں: أَوْ مَحْدُوْدِيْنَ فِيْ قَذْفٍ، یا وہ محدود ہوں قذف کے اندر۔ فَإِنْ تَزَوَّجَ مُسْلِمٌ ذِمِّيَّةً بِشَهَادَةِ ذِمِّيَّيْنِ جَازَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللهُ لَا يَجُوْزُ إِلَّا أَنْ يُّشْهِدَ شَاهِدَيْنِ مُسْلِمَيْنِ۔ بھئی ذمی کسے کہتے ہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے؟ وہ کافر جو مسلمانوں کے وطن میں جزیہ دے کر رہتے ہیں انہیں کیا کہا جاتا ہے؟ ذمی۔ اب ایک مسلمان ہے وہ کسی ذمیہ سے نکاح

کرنا چاہتا ہے۔ آگے بتلائیں گے صاحبِ قدوری کہ اہلِ کتاب ہو تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے، یعنی عیسائی یا یہودی عورت ہے تو اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ تو اہلِ کتاب ہونا چاہیے، یعنی آسمانی دین کو تسلیم کرتے ہوں، کسی نبی کو مانتے ہوں بھئی، اللہ کی کسی کتاب کا اقرار کرتے ہوں۔ تو اس قسم کی ذمیہ ہے اس کے ساتھ مسلمان کے لیے نکاح کرنا جائز ہے۔

اب ایک مسلمان ہے وہ ذمیہ کے ساتھ کسی عیسائی عورت یا یہودیہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس کے اندر بھی مسلمان گواہ ہونے ضروری ہیں یا وہی عیسائی یا یہودی گواہ بن جائیں وہ بھی کافی ہیں بھئی؟ تو شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ذمیہ کے ساتھ نکاح کے اندر ذمیوں کی گواہی بھی، یعنی وہ بھی وہاں پر حاضر ہو گئے تو ان کی موجودگی میں بھی کیا ہو جائے گا؟ نکاح منعقد ہو جائے گا۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں بھئی نہیں، گواہ کیا ہونے چاہئیں؟ مسلمان ہی ہونے چاہئیں بھئی۔

کہتے ہیں: فَإِنْ تَزَوَّجَ مُسْلِمٌ ذِمِّيَّةً بِشَهَادَةِ ذِمِّيَّيْنِ جَازَ، پس اگر نکاح کیا کسی مسلمان نے کسی ذمیہ عورت کے ساتھ بِشَهَادَةِ ذِمِّيَّيْنِ دو ذمیوں کی گواہی سے، جَازَ تو یہ جائز ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللهُ لَا يَجُوْزُ إِلَّا أَنْ يُّشْهِدَ شَاهِدَيْنِ مُسْلِمَيْنِ، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے مگر یہ کہ گواہ بنائے دو مسلمان گواہوں کو۔

وَلَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِأُمِّهٖ وَلَا بِجَدَّاتِهٖ مِنْ قِبَلِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ۔ یہاں سے بتلا رہے ہیں کن کن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے بھئی۔ شریعت نے کچھ عورتوں کے ساتھ ابد الآباد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح کرنا حرام قرار دے دیا ہے جیسے ماں ہے، بہن ہے، بیٹی ہے وغیرہ بھئی۔ تو کن کن عورتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے وہ تفصیل بیان کر رہے ہیں بھئی۔ کہتے ہیں: وَلَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِأُمِّهٖ، اور جائز نہیں ہے کسی آدمی کے لیے کہ وہ نکاح کرے اپنی ماں کے ساتھ، وَلَا بِجَدَّاتِهٖ اور نہ اپنی دادیوں نانیوں کے ساتھ۔ یاد رکھیے عربی میں جَدَّةٌ کا لفظ نانی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور دادی کے لیے بھی بھئی۔ وَلَا بِجَدَّاتِهٖ اور نہ اپنی دادیوں کے ساتھ، نانیوں کے ساتھ مِنْ قِبَلِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اور عورتوں کی طرف سے۔

مردوں کی طرف سے ہوں، مردوں کی طرف سے کیسے؟ جیسے والد کی والدہ وہ دادی ہیں، دادی کی ماں ہے، دادے کی ماں، جدات کی بات ہو رہی ہے بھئی اوپر جو ہیں اصول یعنی آدمی کے۔ تو باپ کی طرف سے جو دادیاں بن رہی ہیں، یا مِنْ قِبَلِ النِّسَاءِ یا عورتوں کی طرف سے یعنی ماں کی طرف سے: ماں کی ماں کیا ہوئی؟ نانی، یا اس سے اوپر بھئی نانی، پر نانی وغیرہ، اسی طرح دادی، پر دادی وغیرہ یہ ساری کیا ہیں؟ تو ان میں سے کچھ مردوں کی طرف سے ہیں وہ دادیاں ہیں، کچھ عورت کی طرف سے وہ نانیاں بھئی۔ تو یہی بات کر رہے ہیں: وَلَا بِجَدَّاتِهٖ اور نہ اس کی دادیوں نانیوں کے ساتھ مِنْ قِبَلِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ مردوں کی طرف سے ہوں یا عورتوں کی طرف سے۔

وَلَا بِبِنْتِهٖ، اور اسی طرح کسی آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ نکاح کرے بِبِنْتِهٖ کس کے ساتھ؟ اپنی بیٹی کے ساتھ، وَلَا بِبِنْتِ وَلَدِهٖ اور نہ اپنی اولاد کی بیٹی کے ساتھ۔ یاد رکھیے وَلَدٌ کا لفظ بیٹے بیٹی، لڑکے لڑکی یا بچے بچی دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ وَلَدٌ سے صرف بچہ نہیں مراد بلکہ بچہ اور بچی دونوں داخل ہو گئے۔ تو اپنی اولاد کی بیٹیاں، اولاد میں بیٹے بھی آ گئے بیٹیاں بھی آ گئیں، ان کی آگے بیٹیاں، تو کون کون اس میں داخل ہوئے؟ پوتیاں اور نواسیاں نیچے اس سے نیچے تک بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا بِبِنْتِهٖ اور نہ اپنی بیٹی کے ساتھ، وَلَا بِبِنْتِ وَلَدِهٖ اور نہ اپنی اولاد کی بیٹیوں کے ساتھ وَإِنْ سَفَلَتْ اگرچہ نیچے تک ہی ہو، یعنی پوتیاں، پڑپوتیاں، لکڑپوتیاں، سکڑپوتیاں جو بھی ہیں، نواسیاں وغیرہ ساری آ گئیں۔

وَلَا بِأُخْتِهٖ، اور نہ ہی اپنی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے، وَلَا بِبَنَاتِ أُخْتِهٖ اور نہ اپنی بہن کی بیٹیوں کے ساتھ بھئی۔ بہن کی بیٹیاں کیا کہلائیں گی؟ بھانجیاں بھئی، بھانجیاں۔ سمجھ میں آیا؟ بھانجیوں کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے بھئی کیونکہ وہ تو انسان کی اپنی اولاد کی طرح ہیں۔ وَلَا بِعَمَّتِهٖ، اور نہ اپنی پھوپھی کے ساتھ بھئی، پھوپھی بھئی باپ کی بہن بھئی۔ وَلَا بِخَالَتِهٖ، اور نہ اپنی خالہ کے ساتھ۔ وَلَا بِبَنَاتِ أَخِيْهِ، اور نہ اپنے بھائی کی بیٹیوں کے ساتھ بھئی یعنی بھتیجیوں کے ساتھ بھی کیونکہ وہ بھی کس کی طرح ہیں؟ انسان کی اپنی اولاد بیٹیوں کی طرح ہی ہیں۔

وَلَا بِأُمِّ امْرَأَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِابْنَتِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ۔ أُمُّ امْرَأَةٍ بھئی، بیوی کی ماں، کیا کہتے ہیں اس کو اردو میں؟ ساس۔ وَلَا بِأُمِّ امْرَأَتِهٖ اور نہ اپنی ساس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ کون سی ساس؟ کہتے ہیں: اَلَّتِيْ دَخَلَ بِابْنَتِهَا وہ ساس کہ اس شخص نے اس کی بیٹی کے ساتھ صحبت کی ہے أَوْ لَمْ

یَدْخُلْ یا صحبت نہیں کی۔[۴]

بھئی دیکھو، ایک آدمی کا ایک عورت کے ساتھ نکاح ہوا۔ نکاح ہوتے ہی اس عورت کی ماں کیا بن گئی اس کی؟ ساس، لیکن ابھی صحبت کی ہے؟ نہیں کی۔ پھر آگے چل کر صحبت کرے گا، تو یہاں دو حالتیں آ گئیں مولانا: ایک ہے کہ صرف ابھی نکاح کیا ہو صحبت نہ کی ہو، ایک ہے کہ صحبت بھی کر لی۔ تو صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں کہ ساس انسان پر حرام ہو جاتی ہے، جیسے ہی نکاح کرے گا ساس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو آپ کہیں گے ساس کے ساتھ کیسے؟ بھئی ایسے مواقع آتے رہتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس کی ماں بھی جوان ہے لڑکی بھی جوان ہے، لڑکی کے ساتھ رشتہ ہوا ادھر ٹوٹا، کوئی پرواہ ہی نہیں جی چلو جی اب لڑکی کی ماں کے ساتھ نکاح کی تیاری کر رہا ہے بھئی! لیکن یاد رکھو اسلامی ضابطہ ہے مولانا سسرالی رشتوں کا احترام بھئی، عظیم احترام بھئی، کہ ایک دفعہ ایک عورت سے نکاح کر لیا تو اس عورت کے اصول و فروع سارے کیا ہو گئے اس انسان پر؟ حرام ہو گئے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اصول و فروع۔ ہاں نہیں، آگے آ رہا ہے بھئی، عورت کی اگر بیٹی تھی تو وہاں اور شرط آ جائے گی آگے، ابھی صرف ساس کی بات رکھیں بھئی یعنی اصول کی طرف بات رکھیں۔ جو ساس ہے وہ کیا ہو جائے گی؟ نکاح کرتے ہی حرام۔ وہاں صحبت کی قید ہے؟ نہیں بھئی۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَلَا بِأُمِّ امْرَأَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِابْنَتِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ، اور نہ ہی وہ ساس کہ صحبت کی ہے اس آدمی نے اس کی بیٹی کے ساتھ یا صحبت نہیں کی۔ ساس ہے، صحبت کی ہو اس کی بیٹی سے یا صحبت نہ کی ہو، وہ بس حرام ہو گئی یعنی نکاح کرتے ہی حرام ہو گئی۔

وَلَا بِابْنَةِ امْرَأَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِهَا، اور نہ ہی اپنی بیوی کی بیٹی کے ساتھ۔ اپنی بیوی کی بیٹی کے ساتھ۔ بھئی کسی عورت سے نکاح کیا، اس کے پہلے خاوند سے کیا ہے؟ کوئی بیٹی تھی بھئی۔ تو اس عورت کے ساتھ جب نکاح کر لیا تو نکاح کرتے ہی ساس تو حرام ہو جاتی تھی، کیا اس کی بیٹی بھی حرام ہو جاتی ہے بھئی، اب اس کو چھوڑ دیتا ہے بعد میں اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے؟ کہتے ہیں بھئی اگر اس عورت سے صحبت کر لے گا تو پھر اس کی بیٹی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی، صرف نکاح کرنے سے وہ بیٹی ابھی حرام نہیں ہوتی۔ ساس تو کیا ہو جاتی ہے؟ نکاح کرتے ہی ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی، اب اس عورت کو[۵]

چھوڑ بھی دے، ساس کے ساتھ کبھی بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس عورت کی بیٹی ہے، اس عورت کے ساتھ صرف نکاح ہوا ہے، ابھی صحبت نہیں کی، تو اس عورت کو چھوڑ دیتا ہے تو کیا اب اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے؟ تو اب نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس نے اس عورت کے ساتھ ابھی صحبت نہیں کی تھی، پہلے ہی طلاق دے دی۔ اگر صحبت کر لے گا تو اس کی بیٹی بھی کیا ہو گئی؟ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام، اب وہاں بھی نکاح کی کوئی صورت نہیں بھئی۔

وَلَا بِابْنَةِ امْرَأَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِهَا، اور نہ اپنی اس بیوی کی بیٹی کے ساتھ اَلَّتِيْ دَخَلَ بِهَا کہ جس بیوی کے ساتھ وہ کیا کر چکا ہے؟ صحبت کر چکا ہے، سَوَاءٌ كَانَتْ فِيْ حَجْرِهِ أَوْ فِيْ حَجْرِ غَيْرِهِ، چاہے وہ اس عورت کی بیٹی اسی کی پرورش میں ہو یا کسی اور کی پرورش میں ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس کی پرورش میں ہو یا کسی اور کی پرورش میں۔ بس جب اس عورت سے صحبت کر لے گا، اب اس کو طلاق بھی دے دے پھر بھی اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں، وہ بیٹی جو اس کی کسی اور خاوند سے پہلے سے تھی بھئی۔

وَلَا بِامْرَأَةِ أَبِيْهِ، اور نہ ہی اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح جائز ہے بھئی۔ بھئی اس لڑکے کے باپ کی اور بھی، ایک تو اس کی ماں ہے بھئی، اور بھی بیویاں تھیں بھئی، اس نے تین نکاح اور بھی کر رکھے تھے، تو کیا اب باپ کے طلاق دینے کے بعد یا باپ کے انتقال کے بعد اپنی سگی ماں کے علاوہ وہ جو دوسری عورتیں ہیں باپ کی ان سے نکاح کر سکتا ہے؟ نہیں بھئی، وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا ہو چکی ہیں انسان پر؟ حرام، کیونکہ وہ سوتیلی ماں بن چکی ہے، تو وہ بھی ماں کی طرح ہی ہے، اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَلَا بِامْرَأَةِ أَبِيْهِ وَلَا أَجْدَادِهِ، اور نہ اپنے باپ کی بیوی سے وَلَا أَجْدَادِهِ اور نہ اپنے دادوں کی بیویوں سے۔ دادے بھئی اوپر اصول سیدھے چلے جائیں مولانا، سمجھ میں آیا؟ ایک تو اس کی سگی دادی ہو گی، باقی ہو سکتا ہے دادے نے اور بھی شادیاں کی ہوں، ایک تو اس کی سگی پر دادی ہو گی، ہو

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا بِأُمِّ امْرَأَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِابْنَتِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا بأم دخل بابنتها أو لم يدخل» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا بِابْنَةِ امْرَأَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا ببنت امرأته التي دخل بها» منقول ہے۔

سکتا ہے پر دادے نے اور بھی شادیاں کی ہوں، تو کیا ان میں سے کسی عورت سے نکاح؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، وہ ساری بھی کس کی طرح ہیں؟ اس کی سگی دادیوں پر دادیوں کی طرح ہیں بھئی، ان سے نہیں کر سکتا۔

وَلَا بِامْرَأَةِ ابْنِهِ، اور نہ ہی اپنے بیٹے کی بیوی سے یعنی بہو بھئی۔ بیٹے کی بیوی کے ساتھ بھی بھئی کبھی بھی نکاح جائز نہیں بھئی۔ وَلَا بَنِيْ أَوْلَادِهِ، اور نہ اپنی اولاد، یہ بَنِيْ أَوْلَادِهِ کا عطف ابْنِهِ پر ہے مولانا، ابْنِهِ پر، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور نہ ہی اپنی اولاد کے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ۔ اپنی اولاد کے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ۔ بھئی اپنے بیٹے کی بیوی سے تو نکاح جائز نہیں، بیٹے کا اس سے ایک مرتبہ نکاح ہو گیا تو انسان پر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا ہو گئی؟ حرام۔ اب بیٹا چھوڑ بھی دے بعد میں وہ باپ نکاح کرنا چاہتا ہے، جائز نہیں مولانا۔ اور آگے اولاد کے بیٹوں کی بیویاں۔ اولاد میں کون کون آ گئے؟ بیٹا اور بیٹی دونوں آ گئے۔ تو بیٹے کا آگے بیٹا ہے اس کی بیوی، بیٹی کا آگے بیٹا ہے اس کی بیوی، یا نیچے تک چلے جائیں مولانا، یہ بھی کیا ہیں انسان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا ہو جاتے ہیں؟ حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ معنی ہے وَلَا بَنِيْ أَوْلَادِهِ، اور نہ اپنی اولاد کے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ۔

وَلَا بِأُمِّهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَلَا بِأُخْتِهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔ رِضَاعَةٌ، رَضَاعَةٌ دونوں طرح راپر کسرہ بھی درست ہے اور فتحہ بھی درست ہے مولانا۔ وَلَا بِأُمِّهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ، اور نہ ہی اپنی رضاعی ماں کے ساتھ بھئی۔ وہ عورت جس نے کسی بچے کو دودھ پلایا تو وہ عورت بھئی اس بچے کی ماں کی طرح بن گئی، تو جیسے سگی ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں تھا تو یہ عورت جس نے بچے کو دودھ پلایا ہے اس کے ساتھ بھی نکاح کرنا جائز نہیں بھئی۔ وَلَا بِأُخْتِهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ، اور نہ ہی اپنی رضاعی بہن کے ساتھ بھئی۔ بھئی جب وہ عورت ماں بن گئی تو اس کی بیٹی کیا بن گئی؟ اس کی رضاعی بہن بن گئی، تو اب اس کے ساتھ بھی اس لڑکے کا نکاح کرنا جائز نہیں بھئی۔

تو آدمی اپنی رضاعی ماں اور رضاعی بہن کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔ یاد رکھیے رضاعت کی وجہ سے بھی وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام تھیں بھئی۔ یہ حدیث دی ہوئی ہے آپ کے حاشیے میں بھئی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں بھئی: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔ حرام ہو جاتی ہے رضاعت کی وجہ سے وہ چیز جو حرام ہوتی ہے نسب کی وجہ سے۔ حدیث مل گئی بھئی؟ رضاعت کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں وہ چیزیں جو کس کی وجہ سے حرام ہیں؟ نسب کی وجہ سے۔ تو رضاعت بھی نسب کی طرح، بہت سے رشتے نکاح وہاں پر حرام ہو جاتا ہے۔ اب کون حرام ہو گا کون حرام نہیں؟ اس کے لیے ایک شعر لکھ لیجیے، قیمتی شعر ہے جس میں بڑا قیمتی ضابطہ بیان کیا گیا ہے، آپ کو دورے تک کام آئے گا بھئی، دورے تک اس شعر کو یاد رکھنا۔

لکھیے بھئی: از جانبِ شیر دہ۔ از جانب، جلدی لکھو بھئی۔ از جانبِ شیر دہ، شیر جیسے شیر لکھتے ہیں بھئی اسی طرح، دہ دال اور گول ہا مولانا، از جانبِ شیر دہ ہمہ، ہا میم گول ہا، ہمہ لکھ لیا بھئی؟ خویش، خا واو یا شین، شوند، شین واو نون دال۔ لکھ لیا بھئی؟ یہ پہلا مصرع تھا: از جانبِ شیر دہ ہمہ خویش شوند۔ واز جانبِ شیر خوار، یہ دوسرا مصرع ہے، واز جانبِ شیر خوار، شیر شین یارا، خوار خا واو الف را، زوجان ذا کے ساتھ، ذا واو جیم الف نون زوجان، وفروع فا را واو عین بھئی، فروع۔ لکھ لیا بھئی؟ بس بھئی یہ مکمل ہوا۔ از جانبِ شیر دہ ہمہ خویش شوند، واز جانبِ شیر خوار زوجان وفروع بھئی۔

شیر دہ: دودھ پلانے والی۔ شیر دودھ کو کہتے ہیں فارسی میں بھئی۔ از جانبِ شیر دہ: دودھ پلانے والی کی جانب سے، ہمہ خویش شوند: خویش کہتے ہیں رشتہ دار، سب رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ دودھ پلانے والی کی جانب سے سب رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ واز جانبِ شیر خوار: اور دودھ پینے والے کی طرف سے، زوجان وفروع: میاں بیوی اور ان کے فروع بھئی۔ اور دودھ پینے والے کی جانب سے میاں بیوی اور ان کے فروع یعنی ان کی اولاد۔

ضابطہ لکھ لیا سب نے بھئی؟ اب اس کو سمجھ لو بھئی۔ بڑا قیمتی شعر ہے بھئی اس کو ہمیشہ یاد رکھنا بھئی۔ از جانبِ شیر دہ ہمہ خویش شوند، دودھ پلانے والی کی جانب سے سارے رشتہ دار بن جاتے ہیں، لیکن دودھ پینے والے کی جانب سے میاں بیوی اور ان کی اولاد۔ دیکھو، ایک بچہ تھا اس نے ایک عورت کا دودھ پیا۔ تو دودھ پلانے والی کی طرف سے سارے کیا بن گئے؟ رشتہ دار۔ یہ عورت اس بچے کی کیا بن گئی؟ ماں بن گئی۔ اس عورت کی ماں اس بچے کی کیا بن گئی؟ نانی بن گئی۔ اور اس عورت کی بہن جو ہے وہ اس بچے کی کیا بن گئی؟ خالہ۔ اس عورت کی جو بیٹی ہے وہ اس بچے کی کیا بن گئی؟ بہن بن گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو وہ سارے جو نسب کی وجہ سے جیسے رشتے بنے تھے سارے رشتے اس طرف بن جائیں گے۔

لیکن جس نے دودھ پیا اس کی طرف سے صرف میاں بیوی۔ کیا معنی میاں بیوی؟ یعنی یہ بچہ اگر لڑکا ہے، آگے چل کر یہ بڑا ہوا، بڑے ہو کر اس نے شادی کی کسی لڑکی سے، تو یہ ان کا بیٹا تھا تو لڑکی کیا بن گئی ان کی؟ بہو۔ تو اس کے لیے بھی اسی طرح سے مولانا جیسے بہو کے لیے کیا تھا؟ سسر وغیرہ رشتے حرام ہوئے تھے یا نہیں ہوئے تھے؟ یہاں بھی اسی طرح ہو جائے گا۔ آگے ان کی اولاد جو ہے وہ بھی ان کی سگی اولاد کی طرح ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو دودھ پلانے والی کی طرف سے تو سارے رشتہ دار بن گئے، لیکن دودھ پینے والے کی طرف سے سارے رشتہ دار نہیں بنے، صرف وہ جس نے دودھ پیا اور آگے اس کی اولاد۔ اگر وہ لڑکا تھا آگے کیا ہو؟ لڑکی سے شادی کی اس نے، آگے ان کی اولاد ہوئی، تو ان دونوں کے لیے، یہ جو میاں بیوی ہیں ان کے لیے اور آگے اولاد کے لیے اسی طرح رشتے، سمجھ میں آیا؟ اور اگر یہ تھی لڑکی تو آگے یہ کیا کرے گی؟ کسی لڑکے سے شادی کی، تو وہ دودھ پلانے والی اس لڑکی کی رضاعی ماں تھی، تو یہ لڑکا کیا بن گیا اس عورت کے لیے؟ وہ ماں ہے تو اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح ہوا، وہ کیا بن گئی اس کی؟ ساس بن گئی۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ وہ ساس بن گئی اس کی۔

اچھا، یہ جو دودھ پینے والا تھا اس کے بھائی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جس بچے نے دودھ پیا تھا صرف یہ اس دودھ پلانے والی کا بیٹا بن گیا، اس کے بھائی وغیرہ اور رشتوں سے کوئی فرق نہیں۔ اس دودھ پینے والے بچے کا جو بھائی ہے وہ بڑا ہوا، وہ اب اس عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے جس نے اس کے بھائی کو دودھ پلایا، اس کے بھائی کی رضاعی ماں ہے، تو کیا اس پر بھی حرام ہوئی یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، جس نے دودھ پیا اس کے لیے ماں بنی ہے، اس کے بھائیوں کے لیے ماں نہیں بنی، اس کے لیے اب بھی اجنبیہ ہے۔

تو دودھ پلانے والی کی طرف سے سارے کیا بن جاتے ہیں؟ رشتہ دار، اور دودھ پینے والے کی طرف سے صرف میاں بیوی اور ان کی اولاد، باقی بھائی وغیرہ جو کوئی ہیں ان کے وہ رشتہ دار نہیں، وہ اب بھی اجنبیوں کی طرح ہی ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو رضاعی ماں کی جو بیٹی ہے وہ اس کی رضاعی بہن بن گئی، تو اس کی تو رضاعی بہن بنی، اس کے بھائی نے تو اس عورت کا دودھ نہیں پیا، اس کی رضاعی بہن نہیں، تو اس لڑکے کے لیے تو اس لڑکی سے نکاح حرام لیکن اس کے بھائی کے لیے اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ یہ معنی ہے از جانبِ شیر دہ ہمہ خویش شوند، دودھ پلانے والی کی جانب سے سارے رشتہ دار بن جاتے ہیں، واز جانبِ شیر خوار زوجان و فروع، اور دودھ پینے والے کی جانب سے میاں بیوی اور ان کی اولاد جو ہے۔

وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ بِنِكَاحٍ، اور جمع نہ کرے دو بہنوں کو نکاح کے ذریعے۔ جمع نہ کرے دو بہنوں کو مولانا نکاح کے ذریعے۔ یعنی دو بہنوں کو اکٹھا نکاح میں رکھنا یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ کہ ایک آدمی ایک ہی وقت میں دونوں بہنوں کو اپنے نکاح میں رکھے یہ جائز نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں یہ کر سکتا ہے، ایک کے ساتھ نکاح ہوا تھا بھئی، اسے طلاق دے دے، عدت جب گزر جائے اب اس کی بہن کے ساتھ کیا کر سکتا ہے؟ نکاح کرنا جائز۔ لیکن ایک ہی وقت میں دونوں بہنوں کو نکاح میں رکھنا یہ جائز نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ بِنِكَاحٍ، اور جمع نہ کرے دو بہنوں کو نکاح کے ذریعے، وَلَا بِمِلْكِ يَمِيْنٍ وَّطْأً، اور نہ ملکِ یمین کے ذریعے باعتبارِ وطی کے۔ اور نہ دو بہنوں کو ملکِ یمین یعنی بطورِ باندی کے بھئی، ملکِ یمین کے ذریعے جمع نہ کرے دو بہنوں کو باعتبارِ وطی کے بھئی۔ یعنی دو بہنیں ایک شخص کی مملوکہ ہیں۔ دو بہنیں کیا ہیں ایک شخص کی؟ مملوکہ۔ یہ تو ٹھیک ہے مولانا، دو بہنیں ایک شخص کی مملوکہ ہو سکتی ہیں، یہ جائز ہے۔ لیکن اب باندی کے ساتھ آپ جانتے ہیں مالک کے لیے صحبت کرنا جائز ہوتا ہے بھئی، تو اب وہ دونوں کے ساتھ صحبت کرتا ہے یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ جب دو بہنیں اس کی مملوکہ ہیں تو دونوں کے ساتھ اس کے لیے صحبت کرنا جائز نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو ایک کے ساتھ تو صحبت کر سکتا ہے دوسری اس پر حرام ہے مولانا۔ تو یہ معنی ہے وَلَا بِمِلْكِ يَمِيْنٍ اور جمع نہ کرے دو بہنوں کو ملکِ یمین کے ذریعے وَطْأً باعتبارِ وطی کے یعنی صحبت کے اعتبار سے۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ اس سے قطع رحمی ہوتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ قطع رحمی بھئی۔ بھئی ہمیں صلہ رحمی کا حکم ملا ہے، صلہ رحمی کا، قطع رحمی درست نہیں ہے بھئی، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں جب دو بہنوں سے نکاح کرے گا تو دونوں ایک دوسرے کی سوکن بن گئیں، اور سوکنوں کے اندر طبعاً کیا ہوتا ہے؟ ایک دوسرے کا بغض پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ جو دو بہنیں ان میں آپس میں محبت تھی، یہ نکاح کیا بن گیا؟ اب ان دونوں میں بغض کا سبب بن گیا، اس لیے اس کی اجازت نہیں مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو اسلام کی عظمت دیکھو مولانا، یہاں معمولی معمولی بات کی بھی، معمولی حقوق کی بھی رعایت رکھی گئی ہے کہ دو بہنوں سے بھی نکاح کرو گے تو آپس میں کیا پیدا ہو گی ان کے؟ نفرت پیدا ہو گی، لہٰذا اس کی بھی اجازت نہیں ہے بھئی۔

تو رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک ہونا چاہیے یاد رکھو ہمیشہ بھئی، حدیث میں اس پر بہت زیادہ اجر و ثواب کا ذکر آیا ہے بھئی، بہت زیادہ اجر و ثواب۔ لیکن انسان حیران ہوتا ہے بھئی آج کل ایک عام آدمی دوسرے کے اتنا پیچھے نہیں پڑتا جتنا رشتہ دار ایک دوسرے کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں مولانا! ایک عجیب فضا بنی ہوئی ہے، دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے بھئی۔ کوئی رشتہ دار برا سلوک بھی کرتا ہے آپ اچھا سلوک کرنے کی کوشش کریں بھئی۔ اگر وہ

اپنی برائی سے باز نہیں آسکتا تو آپ اپنی اچھائی سے کیوں رکتے ہو بھئی؟ آپ کہیں میں بھی اپنی اچھائی سے کبھی باز نہیں آسکتا، میں اچھا سلوک ہی کرتا رہوں گا، مجھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے بھئی۔ تو پتہ نہیں پھر تو اور بھی کتنے گنا اجر بڑھ جائے گا مولانا کہ وہ برا سلوک کر رہا ہے، تکلیف پہ تکلیف دے رہا ہے اور آپ کیا کر رہے ہیں اس کے ساتھ؟ اچھا سلوک کر رہے ہیں۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، اور جمع نہ کرے کسی عورت کو اور اس کی پھوپھی کو۔ ایک ہی آدمی ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی پھوپھی کو بھی نکاح میں لانا چاہتا ہے تو ان دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں بھئی۔ کیونکہ علت وہی ہے مولانا، کیا ہے کہ قطع رحمی آئے گی مولانا، تعلق کا ختم کرنا، بغض اور نفرت بیچ میں آئے گی۔ تو صاحبِ قدوری فرمارہے ہیں وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، جمع نہ کرے عورت اور اس کی پھوپھی کو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وجہ وہی ذکر کر دی کہ کیا ہوتا ہے اس سے؟ قطع رحمی کا سبب یہ بنتا ہے کیونکہ سوکنوں میں کیا ہوتا ہے عموماً بغض اور نفرت ہوتی ہے بھئی۔ تو ایک ہی آدمی ایک عورت سے نکاح کر لیتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کی پھوپھی جو ہے عورت کی اس سے بھی نکاح کرنا چاہتا ہے، دونوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا درست نہیں ہے بھئی۔

أَوْ خَالَتِهَا، اور جمع نہ کرے عورت کو اور اس کی خالہ کو۔ ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ساتھ ساتھ اب اس عورت کی جو خالہ ہے اس کے ساتھ بھی نکاح کرنا چاہتا ہے، یہ بھی جائز نہیں کیونکہ یہ کس چیز کا سبب ہے؟ قطع رحمی کا بھئی۔ وَلَا ابْنَةِ أُخْتِهَا، اور اسی طرح جمع نہ کرے عورت کو اور اس کی بھانجی کو بھئی، اس کی بہن کی جو بیٹی ہے بھانجی۔ ان کو بھی آپس میں ایک شخص کا دونوں سے ایک وقت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے بھئی۔ وَلَا ابْنَةِ أَخِيهَا، اور نہ اس کی بھتیجی کو، اس کے بھائی کی بیٹی جو ہے بھئی۔ تو ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اب کس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے؟ اس کی بھتیجی کے ساتھ، اس کے بھائی کی جو بیٹی ہے اس کے ساتھ، یہ جائز نہیں ہے۔

تو صاحبِ قدوری نے کچھ رشتے ذکر کر دیے کہ جن میں دو عورتوں کو ایک شخص کے عقد میں نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں تھا: عورت اور اس کی پھوپھی، اسی طرح عورت اور اس کی خالہ، ایک عورت اور اس کی بھانجی، یا عورت اور اس کی بھتیجی، اور اسی طرح دو بہنیں بھئی، ان میں سے کسی کو بھی ایک ہی آدمی کے تحت نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

آگے آپ کو ضابطہ بتلا رہے ہیں صاحبِ قدوری بھئی کہ ایک ضابطہ یاد رکھو، اس کے بعد آپ اس ضابطے کے ذریعے خود بخود پتہ لگا سکتے ہیں کن دو عورتوں کو نکاح میں رکھنا بیک وقت جائز ہے اور کن کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ ضابطہ یاد رکھنا بھئی: ایسی دو عورتیں کہ ان میں سے ہر ایک کو باری باری مرد فرض کریں تو دوسری کے ساتھ اس کا نکاح جائز نہ ہوتا ہو۔

دیکھیے بھئی، اب یہ ضابطہ ہر جگہ آپ لگاتے جائیں پتہ چلتا بھی جائے گا، کچھ تو بتا دیے ذرا انہی پر لگا کر دیکھ لو۔ دو بہنیں ہیں، ایک آدمی دونوں سے نکاح کرنا چاہتا ہے، ایک ہی وقت میں ان کو اپنے عقد میں رکھنا چاہتا ہے۔ دو بہنیں ہیں تو ان دونوں میں سے ذرا ایک کو مرد فرض کرو، یہ آپس میں کیا بن گئے؟ بہن بھائی بن گئے۔ ان کا آپس میں نکاح جائز ہے؟ نہیں۔ اچھا، یہ تو ابھی ایک طرف سے ہوا ہے، دوسری طرف سے بھی دیکھو ذرا۔ اب اس ایک کو چھوڑ دو، یہ عورت ہے، دوسری کو اب ذرا مرد فرض کرو۔ اب بھی کیا بن گئے؟ بہن بھائی، اب بھی ان کا نکاح جائز نہیں۔ تو دیکھو دونوں طرف سے حرمت ہونی چاہیے پھر جمع جائز نہیں ہے، اگر دونوں طرف سے حرمت نہ آئے تو پھر جائز ہے۔ یہاں پہلے ایک بہن کو مرد فرض کیا، پھر دوسری بہن کو مرد فرض کیا، دونوں صورتوں میں آپس میں نکاح کیا ہے دونوں کا؟ حرام ہے کیونکہ دونوں آپس میں کیا ہیں؟ بھائی بہن بنتے ہیں، لہٰذا ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

اچھا بھئی، اب دوسری کیا مثال ذکر کی تھی؟ ایک عورت اور اس کی پھوپھی۔ اچھا، عورت کی پھوپھی کو ذرا مرد فرض کرو۔ کیا بن گئے؟ ایک عورت ہے اس کی پھوپھی ہے، یہ دو عورتیں ہیں۔ اب ذرا پھوپھی کو ذرا مرد فرض کرو، اب ان کا آپس میں کیا رشتہ بنا؟ چچا یا تایا، تو چچا تائے کا اپنی بھتیجی کے ساتھ نکاح جائز ہوتا ہے؟ نہیں جائز۔ تو دیکھو ایک طرف سے حرمت آگئی۔ اب دوسری کو ذرا مرد فرض کرو، عورت کو کیا فرض کرو؟ مرد فرض کرو۔ اب ایک مرد ہے وہ اپنی پھوپھی سے نکاح اس کا جائز ہوتا ہے؟ نہیں، دیکھا دونوں طرف سے حرمت آرہی ہے مولانا، معلوم ہوا ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ تو اگر ایک طرف سے حرمت آئے پھر جمع کرنا جائز، دونوں طرف سے حرمت آئے پھر جمع کرنا جائز نہیں۔

تیسری صورت بناؤ بھئی۔ کون سی؟ خالہ والی بنالو۔ ایک عورت ہے اور اس کی خالہ ہے۔ خالہ کو ذرا مرد فرض کرو بھئی، کیا بن جائے گا رشتہ؟ ماموں اور بھانجی کا، اور ماموں اور بھانجی کا نکاح جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ نہیں ہے، ایک طرف سے حرمت آگئی۔ دوسری طرف سے بھی ذرا دیکھو، اس عورت کو ذرا مرد

فرض کرو، تو یہ بھانجا بن گیا، بھانجے کا کس سے نکاح؟ خالہ سے جائز ہے؟ نہیں ہے جائز۔ دیکھا دونوں طرف سے حرمت آگئی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا اچھی طرح؟ کہ دونوں طرف سے حرمت ہونی چاہیے، ایک طرف سے حرمت کافی نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ، اور جمع نہ کرے دو ایسی عورتوں کے بیچ لَوْ كَانَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا رَجُلًا لَّمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِالْأُخْرٰى، کہ ان میں سے ہر ایک جو ہے اگر وہ مرد ہو تو لَمْ يَجُزْ لَهُ جائز نہ ہو اس کے لیے أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِالْأُخْرٰى کہ وہ نکاح کرے دوسری کے ساتھ بھئی۔ دونوں میں سے ہر ایک کو کیا فرض کر لیا جائے؟ مرد، تو دوسری کے ساتھ اس کا نکاح جائز نہ ہوتا ہو، تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہ کرے بھئی۔

وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَ امْرَأَةٍ وَّابْنَةِ زَوْجٍ كَانَ لَهَا مِنْ قَبْلُ، اور کوئی حرج نہیں ہے کہ جمع کرے ایک عورت کو اور اس کے خاوند کی بیٹی کو جو کہ اس کی پہلے سے تھی۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ دیکھو، ایک آدمی ہے، اس کی ایک بیٹی ہے، بیوی فرض کرو اس کی مر گئی۔ اب یہ شخص دوسری شادی کرتا ہے۔ اچھا، بعد میں اس آدمی نے اس عورت کو طلاق دے دی دوسری بیوی کو بھی۔ اب ایک آدمی ہے وہ اس عورت سے اور وہ جو خاوند کی پہلے والی بیٹی ہے دونوں کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ جائز ہے یا جائز نہیں؟ وہی ضابطہ لگاؤ مولانا۔

یہ عورت تھی، اس نے ایک آدمی سے نکاح کیا، اس آدمی کی پہلے سے ہی کیا تھی؟ ایک بیٹی تھی۔ تو جب آدمی اس عورت سے نکاح کرے گا تو بیٹی کے لیے یہ ماں بن گئی، یہ عورت کیا بن گئی؟ ماں بن گئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اب یہاں اس بیٹی کو ذرا لڑکا فرض کرو، اس کا اپنے باپ کی اس بیوی سے نکاح جائز ہو گا؟ نہیں، کیونکہ یہ اس کی سوتیلی ماں بن چکی ہے۔ ایک جانب سے حرمت آگئی۔ دوسری طرف سے حرمت نہیں آتی مولانا۔ اس عورت کو کیا فرض کرو؟ مرد، تو اس کے لیے وہ لڑکی اجنبیہ ہے۔ کیا ہے؟ اجنبیہ، کیونکہ وہ دوسری عورت سے تھی پہلے سے بھئی، تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں بھئی۔ یہاں اگر اس عورت کو مرد فرض کریں تو اس لڑکی کے ساتھ، اس خاوند کی پہلی بیوی سے جو بیٹی ہے اس کے ساتھ حرمت نہیں آتی، نہ یہاں نسب والا کوئی تعلق ہے، نہ سسرالی کوئی رشتہ ہے، نہ کوئی اس طرح کا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہاں ایک طرف سے حرمت آرہی ہے، دوسری طرف سے حرمت نہیں۔ جب دونوں طرف سے حرمت نہیں آئی، ہم نے تو ضابطہ بتایا تھا دونوں طرف سے حرمت ہو پھر جمع کرنا جائز نہیں، اب یہاں ایک طرف سے حرمت آئی لہٰذا ایک شخص دونوں کو نکاح میں جمع کر سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

یہ معنی ہے وَلَا بَأْسَ اور کوئی حرج نہیں ہے بِأَنْ يَّجْمَعَ بَيْنَ امْرَأَةٍ کہ جمع کرے کسی عورت کو وَابْنَةِ زَوْجٍ اور اس کے خاوند کی بیٹی کو كَانَ لَهَا مِنْ قَبْلُ جو کہ پہلے سے ہی اس کی بیٹی ہے، یعنی پچھلی کسی عورت سے تھی۔ یہاں تک بات سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو یہاں ذکر ہوا کچھ رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوئے، کچھ رضاعت وغیرہ کی وجہ سے، کچھ اور تفصیلات بیان ہوئیں۔ آپ کو ایک ضابطہ بتلا دوں وہ ضابطہ یاد رکھنا بھئی۔ یاد رکھیے نکاح سے مانع پانچ چیزیں ہیں بھئی، پانچ اسباب ہیں۔ نکاح سے مانع جو چیزیں ہیں وہ پانچ قسم پر ہیں، یوں لکھ لیجیے بھئی، بڑا قیمتی ضابطہ ہے بھئی: نکاح سے مانع چیزیں پانچ قسم پر ہیں: نمبر ایک نسب، نمبر دو سبب، نمبر تین جمع، نمبر چار حق الغیر، نمبر پانچ دین بھئی۔

تو نکاح سے موانع کتنی قسم پر ہیں؟ پانچ قسم پر ہیں۔ اول کیا ہے؟ نسب ہے، دوسرے نمبر پر سبب ہے، تیسرے نمبر پر جمع ہے، چوتھے نمبر پر حق الغیر ہے، پانچویں نمبر پر دین ہے۔ دیکھو نسب کی وجہ سے بعض اوقات نکاح حرام ہو جایا کرتا ہے جیسے ماں، بہن، بیٹی وغیرہ، پھوپھی، یہ سارے کیا ہیں؟ نسب کی وجہ سے مولانا، نسب کی وجہ سے۔ اور بعض اوقات نکاح سے مانع نسب نہیں ہوتا بلکہ سبب ہوتا ہے۔ اور سبب دو ہیں یاد رکھنا: ایک رضاعت ہے اور ایک صہریت ہے، صاد کے ساتھ۔ ایک رضاعت ہے، ایک صہریت، صاد دو آنکھوں والی ہا واو رایا اور گول تا بھئی، صہریت۔

تو سبب کتنے ہوئے؟ دو: ایک رضاعت اور ایک صہریت۔ کچھ رشتے رضاعت کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں بھئی، نکاح ان سے حرام ہو جاتا ہے، جیسے کسی عورت کا بچپن میں کوئی شخص دودھ پی لے تو وہ عورت اس کی کیا بن گئی؟ ماں بن گئی، اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی۔ اس عورت کی جو بیٹی ہے وہ بھی اس بچے پر کیا ہو گئی؟ حرام ہو گئی کیونکہ اس کی رضاعی بہن بن گئی۔ تو دیکھو یہاں پر کوئی نسبی رشتہ ہے؟ نہیں۔ تو نکاح سے مانع نسب نہیں ہے بلکہ یہاں ایک سبب ہے اور وہ سبب کیا ہے؟ رضاعت ہے کہ اس بچے نے اس عورت کا دودھ پیا ہے بھئی۔

یا صہریت، صہریت کہتے ہیں سسرالی رشتہ مولانا، سسرالی رشتہ۔ بھئی آپ نے پڑھا ہے کوئی شخص کسی عورت سے جیسے ہی نکاح کرتا ہے اس کی ساس اس پر فوراً ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا بن گئی؟ حرام بن گئی۔ تو یہاں نکاح سے مانع کیا چیز ہے ساس کے ساتھ؟ نسب ہے؟ نہیں، نسبی تعلق تو کوئی نہیں ہے لیکن ایک

سبب آ گیا، اور وہ سبب کیا ہے؟ صہریت ہے یعنی سسرالی رشتہ آ گیا، سسرالی رشتہ، تو اس کا بھی احترام ضروری، تو وہ نکاح سے مانع بن جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اچھا، اگلا سبب کیا ہے؟ جمع، جمع بھئی۔ کبھی کبھار جمع بھی سبب بن جاتا ہے نکاح سے مانع ہونے کا، جیسے دو بہنوں کو جمع کرنا، دو بہنوں کو ایک ہی شخص کا نکاح میں جمع کرنا۔ تو یہاں مانع کیا چیز ہے؟ جمع کرنا کہ ان دو کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ تو یہاں مانع جمع ہے۔ یا اسی طرح ایک آدمی چار شادیاں کر چکا ہے، چار بیویاں ہیں اس وقت اس کی بھئی۔ اب وہ ان چاروں کو رکھتے ہوئے پانچویں کے ساتھ بھی نکاح کرنا چاہتا ہے، جائز ہو گا یا جائز نہیں بھئی؟ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کتنے نکاح کرنے کی اجازت ہے ایک وقت میں؟ چار، یعنی ایک وقت میں چار عورتیں آدمی اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ ہاں، اگلی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو ایک کو چھوڑ دو، پھر جب عدت گزر جائے اب تین رہ گئی ہیں تو اب پھر چوتھی کر لو۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں، ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ تو یہاں ایک آدمی کے نکاح میں پہلے سے ہی چار عورتیں ہیں، اب وہ پانچویں کے ساتھ اسی حالت میں نکاح کرنا چاہتا ہے، جائز ہو گا یا جائز نہیں؟ جائز نہیں۔ تو مانع آ گیا نکاح سے، اور وہ کیا چیز ہے مانع؟ جمع، کہ وہ جمع کر رہا ہے چار سے زائد کو، اور چار سے زائد کو تو جمع کرنا جائز نہیں۔

اور کبھی نکاح سے مانع جو ہوتا ہے وہ حق الغیر ہوتا ہے۔ چوتھا سبب کیا لکھوایا میں نے؟ حق الغیر، یعنی غیر کا حق بھئی۔ بھئی ایک شخص کی بیوی ہے، آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ نہیں، جائز نہیں ہے مولانا کیونکہ اس وقت وہ کسی اور کے عقد میں ہے، کسی اور کے نکاح میں ہے۔ تو یہاں اب آپ بتائیے نکاح سے مانع کیا چیز ہوئی؟ نسب ہے؟ نہیں۔ سبب ہے، رضاعت یا سسرالی رشتہ ہے؟ نہیں۔ جمع ہے؟ نہیں۔ ہاں، کیا چیز آ گئی؟ حق الغیر، یہ عورت غیر کا حق ہے مولانا، آپ کے لیے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اسی طرح غیر کی معتدہ جسے اس نے طلاق دی ہے ابھی عدت کے اندر ہے، جب تک عدت کے اندر ہے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں بھئی۔ اور کیا وجہ ہے یہاں پر؟ حق الغیر بھئی، حق الغیر۔

اور کبھی نکاح سے مانع جو ہے وہ دین ہوا کرتا ہے۔ میں نے آپ کو بتلایا کہ اہلِ کتاب عورتیں جو ہیں ان سے نکاح جائز ہے، اس کے علاوہ کوئی کافر ہے تو اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ جیسے کوئی مجوسی عورت ہے پارسی، یا ہندو عورت ہے، اس کے ساتھ مسلمان نکاح کرنا چاہتا ہے؟ نہیں بھئی، ان کے ساتھ نکاح کی کوئی صورت نہیں بھئی، الا یہ کہ یہ عورت کیا کرے؟ مسلمان ہو جائے یا اہلِ کتاب میں سے ہو جائے پھر تو نکاح جائز ہو گا ورنہ جائز نہیں۔ تو یہاں نکاح سے مانع نسب ہے؟ نہیں۔ کوئی سبب ہے، رضاعت یا صہریت؟ نہیں، وہ بھی نہیں ہے۔ جمع مانع ہے؟ نہیں، وہ بھی نہیں۔ حق الغیر مانع ہے؟ نہیں۔ تو مانع کیا چیز ہوئی؟ دین ہے۔ تو نکاح سے مانع کتنے ہوئے بھئی؟ پانچ چیزیں ہو گئیں: نسب، سبب، جمع، حق الغیر اور دین بھئی۔ دیکھا ضابطے کے تحت پانچ چیزیں آپ آرام سے یاد رکھ سکتے ہیں بھئی۔

وَمَنْ زَنٰی بِامْرَأَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ۔ عَلَيْهَا ہے آپ کی کتابوں میں؟ عَلَيْهِ۔ عَلَيْهِ ہی ہونا چاہیے، میری کتاب میں عَلَيْهَا ہے، یہ کتابت کی غلطی ہے، عَلَيْهِ مذکر ضمیر ہونی چاہیے۔ وَمَنْ زَنٰی بِامْرَأَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ أُمُّهَا وَابْنَتُهَا، اور جس نے زنا کیا کسی عورت سے تو حرام ہو گئی اس شخص پر اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی۔ کیا ہو جائے گی؟ حرام۔

بھئی آپ نے پڑھا اوپر ضابطہ: ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو نکاح کرتے ہی اس عورت کی ماں یعنی اصول اس پر کیا ہو گئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے؟ حرام، چاہے صحبت ابھی کی ہو یا صحبت نہ کی ہو۔ اور اس عورت کی بیٹی بھی اس شخص پر حرام ہو جائے گی لیکن کب؟ جب صحبت کر لے گا، وہ ابھی صحبت سے پہلے حرام نہیں۔ تو یہ سسرالی رشتے بن گئے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

اچھا، اب ایک آدمی ہے ایک عورت سے زنا کر لیتا ہے، تو یہاں بھی اسی طرح حرمت آ جائے گی۔ جس عورت سے زنا کیا اس عورت کی ماں اس شخص پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا ہو گئی؟ حرام۔ بعد میں ایسا موقع آیا یہ آدمی اب نکاح کرنا چاہتا ہے، اس عورت کی ماں بھی ابھی جوان ہے اور اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، نہیں مولانا، اب کوئی صورت نہیں، ابد الآباد کے لیے وہ عورت اس پر کیا ہو چکی ہے؟ حرام ہو چکی ہے۔ یا جس عورت سے زنا کیا اس کی کوئی بیٹی ہے، بعد میں مولانا اس کی بیٹی کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟ نکاح کرنا چاہتا ہے، نہیں، جیسے ہی زنا کیا تھا یہ اس کی بیٹی، اس عورت کی جو اولاد تھی اس شخص پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا بن گئی؟ حرام ہو گئی۔

اس کو کہتے ہیں حرمتِ مصاہرت۔ کیا کہتے ہیں؟ حرمتِ مصاہرت۔ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے مولانا، آج کل حالات بڑے خراب ہو گئے اور پتہ نہیں کتنے لوگ اس حرمت میں مبتلا ہوں گے بھئی، حرام جگہ پر، حرام بھئی۔ یاد رکھیے مولانا آپ کو باریک بات بتلاؤں گہرائی میں ذرا: کوئی مرد کسی عورت کو شہوت سے

ہاتھ لگائے بھئی، درمیان میں کوئی حائل نہ ہو کپڑا وغیرہ نہیں، مثلاً عورت کے ہاتھ پر ہاتھ لگایا شہوت کے ساتھ اور ہاتھ لگانے سے اس مرد کو شہوت آئی بھئی، یا کسی عورت نے کسی مرد کو ہاتھ لگایا اور اس عورت کو شہوت آگئی، بس جیسے ہی شہوت آئی اس مرد پر اس عورت کے اصول بھی ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئے، اس کے فروع بھی ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئے۔

مرد کے لیے عورت کی جانب یوں ہے، عورت کے لیے بھی اس مرد کی طرف سے ایسے ہی ہو گیا، اس مرد کے اصول بھی اس پر ہمیشہ کے لیے کیا ہو گئے؟ حرام۔ بعد میں اس شخص کا باپ اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے؟ نہیں مولانا، کبھی بھی جائز نہیں۔ یا اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے؟ اب کبھی بھی جائز نہیں۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟

کوئی شخص کسی عورت کو ہاتھ لگائے بغیر کسی حائل کے اور شہوت آجائے، یا اگر پہلے سے شہوت تھی تو شہوت بڑھ جائے، تو اس عورت کے اصول اور فروع اس مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا ہو گئے؟ حرام۔ یا عورت نے کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اس مرد کے اصول و فروع اس عورت پر ہمیشہ کے لیے کیا ہو گئے؟ حرام۔ اب حرام ہو چکے، اب حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے بھئی۔ اگر نکاح کر بھی لیتے ہیں، نکاح نہیں ہو گا، اب ساری عمر زنا تو ہو گا مولانا، وہ جائز نہیں ہے ان کا آپس میں ملنا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

یہ بڑا نازک مسئلہ ہے، بڑا نازک مسئلہ۔ دیکھو، ایک آدمی ہے اس نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے، اتفاق سے ایک دن گھر گیا، ساس کے ساتھ ہاتھ ملایا، سفر سے آیا ساس کے ساتھ بھی کیا کیا؟ ہاتھ ملایا، ہاتھ ملاتے ہوئے شہوت آگئی، بس مولانا بیوی ہاتھ سے نکل گئی، ابد الآباد کے لیے حرام ہو گئی! یہی حرمتِ مصاہرت ہے۔ مصاہرت کہتے ہیں اصل میں سسرالی رشتہ، حرمت کا معنی ہے احترام۔ تو سسرال جب کوئی بن جاتا ہے تو سسرالی رشتوں کا احترام ہے یہ کہ کچھ رشتے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔ جب انسان کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو سسرالی رشتہ قائم ہو گیا، اب اس سسرالی رشتے کے احترام میں اس عورت کی ماں اس شخص پر ہمیشہ کے لیے کیا ہو جاتی ہے؟ حرام۔ یہ کس لیے ہے بھئی؟ سسرالی رشتے کے احترام میں کہ اس کی بیٹی سے اس کا نکاح ہوا ہے تو یہ عورت بھی اس کے لیے ماں کی طرح ہی ہو گئی گویا کہ، اب اس کے ساتھ نکاح نہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یا اس عورت کے ساتھ جب صحبت کی، اس کی بیٹی بھی اس پر ہمیشہ کے لیے کیا ہو گئی؟ حرام۔ یہ ہے حرمتِ مصاہرت بھئی۔ کیا ہے؟ حرمتِ مصاہرت۔

تو یہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔ اب دیکھو ایک آدمی میں نے مثال ذکر کر دی، گھر سفر سے آیا ساس کے ساتھ ہاتھ ملایا تو شہوت آگئی، اس عورت جو ساس تھی اس کے اصول و فروع اس پر کیا ہو گئے ہمیشہ کے لیے؟ حرام، اور اسی کی بیٹی تو اس کے عقد میں تھی، وہ بیٹی بھی اس پر کیا ہو گئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے؟ حرام ہو گئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ بڑا عام ایک مسئلہ ہے جس کی لوگوں کو خبر ہی نہیں بھئی۔ تو یہ عام پیش آنے والی چیز ہے یا نہیں بھئی؟ سمجھ میں آیا؟ یہ آپ لوگوں کا تو ماشاء اللہ دینی گھرانہ ہے، دین کا خیال رکھا جاتا ہے وغیرہ، عام گھروں کے اندر تو دین کا اتنا خیال نہیں بھئی، دین کی باتوں کا انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا، نماز روزے وغیرہ اس کے علاوہ اور کسی چیز کا ان کو پتہ نہیں ہوتا، بس نماز بھی اتنا پتہ ہو گا نماز پڑھنی ہے۔ تو کچھ دینی گھرانے ہیں جو دین کا خیال رکھتے ہیں، دین پر چلتے ہیں، عام لوگ تو ان باتوں کی پرواہ ہی نہیں، پتہ ہی نہیں ہوتا۔ تو وہاں اس قسم کے کتنے تعلقات پیش آتے ہیں اور پھر بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی، لیکن اسے پتہ نہیں ہے، ساری عمر بیوی کو اپنے پاس ہی رکھا ہے، لیکن جتنا بھی تعلق ہے سارا زنا شمار ہو گا! کتنی خوفناک بات ہے بھئی! تو یہ ہے حرمتِ مصاہرت بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ زَنٰى بِامْرَأَةٍ، اور جس نے زنا کیا کسی عورت سے حَرُمَتْ عَلَيْهِ أُمُّهَا وَابْنَتُهَا، تو حرام ہو گئی اس شخص پر اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی۔

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا لَّمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِأُخْتِهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا۔ بھئی ابھی مسئلہ گزرا دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا ایک وقت میں جائز نہیں ہے۔ یاد رکھیے جب کوئی شخص کسی عورت کو طلاق دیتا ہے تو طلاق دو قسم پر ہے۔ آگے طلاق کے باب میں بھی تفصیل آجائے گی، یہاں مختصر تفصیل بیان کر دیتا ہوں مسئلے سے متعلق جو ہے۔ ایک طلاق طلاقِ رجعی کہلاتی ہے، ایک طلاق طلاقِ بائن کہلاتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ایک شخص جب کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اسے کتنی طلاقوں کا حق حاصل ہو جاتا ہے؟ تین طلاقوں کا حق حاصل ہو جاتا ہے بھئی۔

تو اب نکاح ایک ہی طلاق سے بھی ٹوٹ جاتا ہے، لوگ حماقت کرتے ہیں اکٹھی تین طلاقیں دے دیتے ہیں بعد میں پریشان ہوتے ہیں بھئی! کیونکہ تین طلاقیں دے دیں تو اس کے بعد حلالۂ شرعی کے بغیر دوبارہ اس خاوند سے اس عورت کا نکاح جائز نہیں۔ تو تین دینے کی کیا ضرورت ہے؟ نکاح ہی کو توڑنا ہے نا، طلاق ہی دینی ہے تو ایک طلاق سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے وہ کافی ہے۔ بعد میں اگر پھر ارادہ بن گیا نکاح کا تو اب جوڑ کی بھی صورت ہے کہ صرف ایک طلاق دی ہے

ابھی بھی دو کا حق باقی ہے، تو دوبارہ آپس میں نکاح کر لو، کسی حلالے وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ تو یہ بہت بڑی غلطی، لوگوں کو دیکھو طلاق کا بھی نہیں پتہ بھئی کہ کیسے طلاق دینی چاہیے بھئی! ایک طلاق کافی ہے بھئی جب نکاح کو ختم کرنا ہے، تین طلاقوں سے تو مسئلہ بڑا خراب ہو جاتا ہے، پھر اب دوبارہ ملنے کے لیے حلالۂ شرعی ضروری ہے، اس کے بغیر دوبارہ اس عورت سے نکاح اس مرد کے لیے جائز نہیں۔

تو طلاق یاد رکھیے دو قسم پر ہے: ایک طلاقِ رجعی کہلاتی ہے، ایک طلاقِ بائن کہلاتی ہے۔ طلاقِ رجعی وہ ہے جس میں خاوند کو رجوع کا حق ہوتا ہے عدت کے اندر اندر بھئی۔ یاد رکھو جب کوئی شخص کسی عورت کو طلاق دیتا ہے تو اس پر عدت گزارنا ضروری ہے، وہ عورت عدت گزارے گی پھر کسی اور آدمی سے نکاح کر سکتی ہے، جب تک عدت نہیں گزارے گی کسی اور آدمی سے اس عورت کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں بھئی۔ اور عدت کتنی ہے بھئی؟ عام عورت کی عدت تین حیض ہے مولانا۔ تین حیض وہ انتظار کرے گی، تین حیض جب پورے ہو جائیں اب وہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتی ہے، اس سے پہلے نکاح کرنا جائز نہیں۔

اور مقصد کیا ہے بھئی؟ مقصد اس کا یہ ہے کہ تاکہ اچھی طرح پتہ لگ جائے کہ یہ جو آدمی جس نے طلاق دی ہے اس عورت کو، کہیں اس کا بچہ اس عورت کے پیٹ میں تو نہیں، کہیں یہ عورت حاملہ تو نہیں اس خاوند سے؟ تو تین حیض میں اچھی طرح پکی طرح پتہ چل جائے گا، جب حمل ہو تو حیض نہیں آتا، اور جب تین دفعہ حیض آیا معلوم ہوا اس عورت کو حمل نہیں ہے بھئی۔ ہاں تو جب تین حیض گزر جائیں گے تو اب اچھی طرح پتہ لگ گیا معلوم ہوا کہ اس خاوند کی اولاد اس عورت کے پیٹ میں نہیں ہے، اب یہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

تو اب طلاق دو قسم پر ہے: ایک طلاقِ رجعی بھئی۔ عام طلاق، مثلاً بھئی کوئی خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تمہیں کیا دے دی؟ طلاق دے دی، تو پھر اس صورت کے اندر یہ طلاقِ رجعی ہے۔ ہاں، اگر یوں کہے میں نے تمہیں بڑی سخت طلاق دی، تو یہ طلاقِ بائن ہو جائے گی۔ یا صاف لفظوں میں کہے میں نے تمہیں طلاقِ بائن دی، یا میں نے تمہیں بہت بڑی طلاق دی، یا میں نے تمہیں پہاڑ جتنی طلاق دی، یہ آگے آجائیں گی مثالیں صاحبِ قدوری بھی خود ذکر کریں گے۔ سمجھ میں آیا؟ تو ایسا لفظ وغیرہ ساتھ ذکر کرتا ہے، سخت طلاق دی میں نے تمہیں، تو یہ طلاقِ بائن ہے۔

تو ایک طلاقِ بائن ہے، ایک طلاقِ رجعی۔ طلاقِ بائن دیتے ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ نکاح کیا ہو جاتا ہے؟ ٹوٹ جاتا ہے۔ نکاح ٹوٹ گیا، اب عورت تین حیض گزارے گی اپنی عدت پوری کرے گی پھر جس کے ساتھ مرضی چاہے نکاح کر لے، چاہے تو اسی خاوند سے نکاح کر لے۔ کسی اور سے نکاح کرنا ہے تو عدت کے بعد کرے گی، عدت سے پہلے نہیں۔ ہاں، اسی خاوند سے پھر نکاح کرنا ہے، اس نے تو ابھی ایک طلاق دی ہے دو کا حق تو ہے، لہٰذا اسی سے دوبارہ کیا کر سکتی ہے؟ عدت کے اندر بھی نکاح کر سکتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لیکن طلاقِ بائن دی ہے، ویسے نہیں واپس آسکتی، دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ کیا کرنا پڑے گا؟ دوبارہ نکاح۔ دو گواہ بٹھالیں اور آپس میں نکاح کر لیں بھئی، آسان سا مسئلہ ہے، دونوں کیا کر لیں آپس میں؟ نکاح کر لیں۔

اور ایک طلاقِ رجعی ہے جس میں خاوند صرف یہ کہتا ہے میں نے تمہیں طلاق دی، کوئی صفت وغیرہ ساتھ ذکر نہیں کرتا، یہ طلاقِ رجعی ہے۔ اس میں بھی عورت جب عدت گزار لے گی تو نکاح ٹوٹ جائے گا، اور نکاح ٹوٹ گیا تو اب جس کے ساتھ چاہے نکاح کر لے۔ لیکن یہ چونکہ طلاقِ رجعی ہے، خاوند اس میں رجوع کر سکتا ہے، اس میں دوبارہ نکاح کی بھی نہیں ضرورت۔ عدت کے اندر اندر رجوع کا حق ہوتا ہے بھئی، عدت کے اندر اندر خاوند کہتا ہے میں رجوع کرتا ہوں، تو رجوع ہو گیا مولانا، اب عورت پھر اسی طرح اس کی بیوی بن گئی اور اب عدت کا شمار ختم، اب یہ پھر پہلے کی طرح بیوی۔ لیکن ایک طلاق تو دے چکا، کتنی باقی ہیں؟ دو، اب باقی عمر کے لیے دو رہ گئیں، جب چاہے ان کو استعمال کرے۔

تو طلاقِ رجعی میں کیا ہوتا ہے؟ عدت کے اندر اندر خاوند کیا کر سکتا ہے؟ رجوع کر لے، جب رجوع کر لیا اب نکاح نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اس کی بیوی ہے۔ لیکن طلاقِ بائن میں کیا ہو چکا؟ نکاح ٹوٹ چکا ہے، دوبارہ باقاعدہ کیا کرنا پڑے گا؟ نکاح کرنا پڑے گا اگر دوبارہ آپس میں اکٹھے رہنا چاہتے ہیں۔ تو طلاقِ رجعی میں خاوند کو رجوع کا حق ہوتا ہے بھئی۔ اور رجوع، آگے صاحبِ قدوری بھی ذکر کریں گے، رجوع میں صرف منہ سے کہنا ہی ضروری نہیں ہے کہ میں رجوع کرتا ہوں، بلکہ کوئی ایسا فعل کر لیا جس سے رجوع کا پتہ چلتا ہے، رجوع پر دلالت ہوتی ہے تو بھی رجوع ہو جائے گا۔ مثلاً بیوی کو طلاقِ رجعی دی ہے اور پھر اس کے بعد اس کے ساتھ صحبت کر لی، یہ صحبت دلالت کر رہی ہے معلوم ہوا یہ کیا کر چکا ہے؟ رجوع، تو یہ صحبت رجوع پر دلالت کر رہی ہے۔ تو طلاق کتنی قسم پر ہوئی؟ دو: ایک رجعی اور ایک بائن۔ رجعی میں عدت کے اندر خاوند کیا کر سکتا ہے؟ رجوع کر سکتا ہے اور اس میں دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، اور طلاقِ بائن میں کیا کرنا پڑتا ہے؟ دوبارہ نکاح کرنا پڑتا ہے۔

تو دیکھیے بھئی صاحبِ قدوری فرمارہے ہیں: وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا، اور جب طلاق دی کسی شخص نے اپنی بیوی کو کون سی طلاق بھئی؟ طلاقِ بائن دے دی، لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ بِأُخْتِهَا، تو جائز نہیں ہے اس آدمی کے لیے کہ وہ نکاح کرے اس کی بہن کے ساتھ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا یہاں تک کہ اس عورت کی عدت گزر جائے بھئی، عدت پوری ہو جائے۔

بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا ہوا تھا، اب اس کا ارادہ ہے اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا، لیکن اس عورت کے ہوتے ہوئے اس کی بہن کے ساتھ تو نکاح جائز نہیں۔ اب یہ آدمی اس عورت کو کیا کرتا ہے؟ طلاقِ بائن دے دیتا ہے، اور طلاقِ بائن دینے سے چونکہ نکاح ٹوٹ گیا اب فوراً کیا کرنا چاہتا ہے اس کی بہن سے؟ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں نہیں بھئی، جب تک عدت پوری نہیں ہو جاتی اس عورت کی، اس وقت تک اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں۔

کیوں نہیں جائز؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ نکاح ابھی پوری طرح ٹوٹا نہیں، من وجہ ٹوٹ چکا ہے، ایک اعتبار سے دیکھا جائے ٹوٹ چکا ہے، ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو ابھی بھی باقی ہے۔ طلاقِ بائن دے چکا ہے نکاح ٹوٹ چکا، لیکن دیکھا جائے تو جس عورت کو طلاق ملی ہے یہ آگے ابھی نکاح کر سکتی ہے؟ نہیں، اس نے تو ابھی تین حیض گزارنے ہیں، کس وجہ سے گزارنے ہیں؟ اسی خاوند کی وجہ سے، اور اس مدت کے اندر اس عورت کو خرچہ وغیرہ دینا کس کے ذمہ ہوتا ہے؟ خاوند کے ذمہ ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اور چیزیں بھی نکاح کے احکام بعض ہیں، تو معلوم ہوا ابھی نکاح پوری طرح ٹوٹا نہیں۔ اگر پوری طرح ٹوٹا ہوتا تو خاوند کے ذمے اس کا خرچہ وغیرہ ہوتا؟ نہیں۔ آگے اس کے نکاح سے ممانعت ہوتی؟ نہیں۔ ہاں، جب عدت پوری ہو جائے گی پھر نکاح بالکل ختم ہو گیا۔ تو من وجہ ابھی بھی نکاح باقی ہے، بعض اعتبارات سے نکاح ابھی بھی باقی ہے۔ جب نکاح ابھی بھی باقی ہے اس عورت کے ساتھ اور اس کی بہن کے ساتھ بھی کرنا چاہتا ہے تو کیا لازم آئے گا؟ دو بہنوں کا ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنا لازم آئے گا، لہٰذا جائز نہیں۔ جب عدت گزر جائے پھر کیا کر سکتا ہے؟ اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔

اور یہ صرف طلاقِ بائن میں نہیں ہے، طلاقِ رجعی میں بھی اسی طرح ہے۔ طلاقِ رجعی دے دی تو جب تک عدت نہیں گزرے گی نکاح پوری طرح ٹوٹا نہیں، جب پوری طرح ٹوٹا نہیں تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز بھی نہیں۔ تو پھر صاحبِ قدوری نے صرف طلاقِ بائن کو کیوں ذکر کیا، طلاقِ رجعی کو کیوں نہیں ذکر کیا؟ کہتے ہیں بھئی طلاقِ رجعی میں تو دوبارہ نکاح کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، خاوند زبان سے ہی کہہ دیتا ہے میں رجوع کرتا ہوں تو کیا ہو جاتا ہے؟ رجوع ہو جاتا ہے، اور طلاقِ بائن میں تو نکاح اس طرح ٹوٹ چکا ہے کہ اب دوبارہ ملنے کے لیے کیا ضروری ہے؟ دوبارہ نکاح ضروری ہے۔ تو صاحبِ قدوری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ طلاقِ بائن جس میں نکاح ٹوٹ چکا ہے وہاں پر عدت کے اندر جب اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں، تو طلاقِ رجعی میں تو گویا کہ ابھی نکاح ٹوٹا ہی نہیں، جب وہاں ٹوٹا ہی نہیں تو وہاں تو بطریقِ اولیٰ کیا ہے اس کی بہن کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہو گا۔

یہ معنی ہے مولانا: وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ جب طلاق دے دی کسی شخص نے اپنی بیوی کو طَلَاقًا بَائِنًا طلاقِ بائن، لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ بِأُخْتِهَا تو جائز نہیں اس آدمی کے لیے کہ وہ نکاح کرے اس عورت کی بہن کے ساتھ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔

وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَوْلٰى أَنْ يَتَزَوَّجَ أَمَتَهُ وَلَا الْمَرْأَةِ عَبْدَهَا، اور جائز نہیں ہے آقا کے لیے کہ وہ نکاح کرے اپنی باندی سے اور نہ عورت کے لیے کہ وہ نکاح کرے اپنے غلام سے۔ بھئی ایک شخص ہے اس کی ایک باندی ہے، وہ باندی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کہتے ہیں جائز نہیں۔ باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں، ہاں نکاح کرنا ہی چاہتے ہو تو اس کو پہلے آزاد کر دو پھر اس سے نکاح کر لو۔ باندی بھی ہو اور نکاح بھی کر لو، یہ درست نہیں۔ یا ایک عورت ہے اس کا ایک غلام ہے، وہ غلام سے نکاح کرنا چاہتی ہے، یہ نکاح جائز نہیں ہے، ہاں اس کو آزاد کر دو پھر کیا کر لو اس سے؟ نکاح کر لو۔ تو غلام بھی رہے اور نکاح بھی کر لے اس کے ساتھ، یہ جائز نہیں۔

وجہ یہ کہ آقا ہے کس سے نکاح کرنا چاہتا ہے؟ باندی سے۔ باندی تو ہوتی ہے مملوک، اور جب نکاح کرے گا تو اس کی بن جائے گی بیوی، اور بیوی ہوا کرتی ہے مالک، خاوند کے ساتھ منافع کے اندر مالک بن جاتی ہے یا نہیں بن جاتی؟ بیوی کے بڑے اختیارات ہیں بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو بیوی کو بھی اختیارات دیے ہیں شریعت نے بھئی، آگے آپ تفصیل پڑھ لیں گے تو وہ ان اختیارات کی مالک ہو جایا کرتی ہے، تو خاوند اور بیوی کے منافع مشترکہ ہو جایا کرتے ہیں، تو اب آگئی مالکیت۔ پہلے وہی عورت کیا تھی؟ مملوکہ تھی، اب کیا بن گئی ہے؟ مالکہ۔ تو مملوکہ بھی رہے مالکہ بھی ہو جائے، یہ دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ تو لہٰذا آزاد کرو پھر اس سے نکاح کر لو یہ درست ہے، اس کے بغیر درست نہیں۔ اسی طرح عورت ہے اپنے غلام سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ تو ہے مملوک، نکاح کرے گی تو وہ

کیا بنے گا؟ مالک بنے گا بھئی، سمجھ میں آیا؟ طلاق وغیرہ اور چیزوں کا مالک بنے گا یا نہیں بنے گا بھئی؟ مالک بن جائے گا، تو ایک ہی شخص ایک وقت میں مملوک بھی ہو مالک بھی ہو، یہ درست نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَوْلٰى أَنْ يَّتَزَوَّجَ أَمَتَهٗ اور جائز نہیں آقا کے لیے کہ وہ نکاح کرے اپنی باندی سے وَلَا الْمَرْأَةِ عَبْدَهَا اور نہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ نکاح کرے عَبْدَهَا اپنے غلام سے۔

وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْكِتَابِيَّاتِ وَلَا يَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْمَجُوْسِيَّاتِ۔ اور جائز ہے نکاح کرنا کتابی عورتوں سے یعنی اہلِ کتاب میں سے ہے جو یعنی یہودی عیسائی ہے، وَلَا يَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْمَجُوْسِيَّاتِ اور جائز نہیں ہے نکاح کرنا مجوسی عورتوں سے۔ مجوسی کہتے ہیں آتش پرست کو، جو آگ کی عبادت کرتے ہیں جنہیں آج کل پارسی کہتے ہیں، پارسی۔ اور جائز نہیں ہے مولانا مجوسی عورتوں سے نکاح کرنا، وَلَا الْوَثَنِيَّاتِ اور نہ بت پرست عورتوں سے، بتوں کی جو عبادت کرتی ہیں ان سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الصَّابِئَاتِ، اور صابی عورتوں سے نکاح جائز ہے إِنْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِنَبِيٍّ وَّيُقِرُّوْنَ بِكِتَابٍ، اگر وہ ایمان رکھتی ہیں کسی نبی پر اور اقرار کرتی ہیں کسی کتاب کا۔ آسمانی کتاب کا کیا کرتی ہیں؟ اقرار، آسمانی دین کو مانتی ہیں صابی عورتیں تو ان سے نکاح جائز ہے، وَإِنْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْكَوَاكِبَ اور اگر وہ صابی ستاروں کی عبادت کرتے ہیں وَلَا كِتَابَ لَهُمْ اور ان کی کوئی آسمانی کتاب بھی نہیں، لَمْ يَجُزْ مُنَاكَحَتُهُمْ تو ان کے ساتھ باہم نکاح کرنا جائز نہیں۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یاد رکھو کہ صابی عورتوں سے نکاح جائز ہے، صاحبین فرماتے ہیں صابی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔ بھئی صابی یہ ایک مذہب والے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں جائز ہے، صاحبین فرماتے ہیں جائز نہیں۔ وجہ یہ کہ اختلاف ہے ان دونوں کا: امام صاحب کیا فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو ہیں آسمانی دین کو مانتے ہیں صابی جو ہیں، زبور کو مانتے ہیں وغیرہ آسمانی کتاب کو، اور ستاروں کی یہ تعظیم کرتے ہیں۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ستاروں کی عبادت کرتے ہیں تو یہ بھی بت پرستوں کی طرح ہوئے، لہٰذا ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ تو صاحبِ قدوری نے اسی لیے کہا کہ بھئی صابی کی تحقیق کر لیں آپ، اگر وہ کیا کرتے ہیں؟ آسمانی دین کو مانتے ہیں، نبی کو مانتے ہیں، کسی بھی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں تو پھر اس صورت میں ان سے نکاح جائز ہو گا، اور اگر وہ ستاروں کی عبادت کرنے والے لوگ ہیں پھر تو یہ بت پرستوں کی طرح ہوئے، پھر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْكِتَابِيَّاتِ وَلَا يَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْمَجُوْسِيَّاتِ وَلَا الْوَثَنِيَّاتِ وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الصَّابِئَاتِ۔ بھئی یہاں متن کے اندر تَزْوِيْجٌ کا لفظ آیا بھئی، لیکن یہاں تَزْوِيْجٌ جڑتا نہیں بھئی، یہاں تَزَوُّجٌ کا لفظ ہونا چاہیے بھئی، کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے بھئی۔ کیونکہ تَزْوِيْجٌ کا معنی ہے نکاح کروانا، زَوَّجَ يُزَوِّجُ تَزْوِيْجًا کا کیا معنی ہے؟ نکاح کروانا، اور تَزَوُّجٌ بابِ تَفَعُّلٌ ہے اس کا معنی ہے نکاح کرنا۔ تو وَيَجُوْزُ تَزَوُّجُ الْكِتَابِيَّاتِ، کتابیات سے نکاح کرنا جائز ہے۔ کتابیات کا نکاح کروانا جائز ہے، یہ ترجمہ تو درست نہیں بنتا بھئی! سمجھ میں آیا؟ یہ مسئلہ تو بیان نہیں کر رہے صاحبِ قدوری کہ کتابیہ کا نکاح کروانا درست ہے یا نکاح کروانا درست نہیں، خود کتابیہ سے نکاح کرنا درست ہے یا درست نہیں یہ بتلا رہے ہیں بھئی۔ تو یوں ہونی چاہیے مولانا عبارت: وَيَجُوْزُ تَزَوُّجُ الْكِتَابِيَّاتِ اور جائز ہے کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا، وَلَا يَجُوْزُ تَزَوُّجُ الْمَجُوْسِيَّاتِ اور مجوسی یعنی آتش پرست عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں، وَلَا الْوَثَنِيَّاتِ اور بت پرست عورتوں کے ساتھ بھی نکاح کرنا جائز نہیں، وَيَجُوْزُ تَزَوُّجُ الصَّابِئَاتِ اور صابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے بھئی۔ سمجھ میں آئی عبارت بھئی؟ تو یہ تَزْوِيْجٌ کا لفظ یہاں جڑتا نہیں ہے بھئی، تَزَوُّجٌ کا لفظ ہونا چاہیے۔

وَيَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ أَنْ يَّتَزَوَّجَا فِيْ حَالَةِ الْإِحْرَامِ، اور جائز ہے محرم مرد اور محرمہ عورت کے لیے کہ وہ دونوں نکاح کر لیں حالتِ احرام میں۔ بھئی حالتِ احرام میں ایک شخص نے حج یا عمرے کا احرام باندھا ہوا ہے، یا ایک عورت ہے، یا دونوں ہیں مولانا حالتِ احرام میں، وہ آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں، نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں بھئی؟ صاحبِ قدوری نے ضابطہ بتلا دیا کہ محرم مرد اور محرمہ عورت آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ نکاح نہیں کر سکتے۔ ہم کہتے ہیں نہیں، نکاح تو صرف ایک عقد کا نام ہے، ایجاب و قبول کر لیں نکاح ہو جائے گا، ہاں صحبت کرنا وہ تو ہم بھی کہتے ہیں جائز نہیں ہے، صرف نکاح عقد کرنا چاہتے ہیں تو عقد جائز ہے۔ سمجھ میں آیا؟ دلائل کتابوں وغیرہ میں مذکور ہیں بھئی، احادیث وغیرہ دلیلیں ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حالتِ احرام میں کیا کیا تھا؟ نکاح فرمایا تھا بھئی۔

چلیے بس مولانا۔ بس بھئی، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۲: کتاب النکاح (۲): نکاحِ بالغہ بلاولی، کفاءت (کفو) کے چھ معتبرات، اولیاء کی ترتیب اور نکاحِ صغیر و صغیرہ (خیارِ بلوغ)

مختصر القدوری صفحہ: ۱۳۶—بتاریخ: ۱۲ اپریل ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَيَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ الْبَالِغَةِ الْعَاقِلَةِ بِرِضَائِهَا وَإِنْ لَّمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا وَلِيٌّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا، وَقَالَا لَا يَنْعَقِدُ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ۔ وَلَا يَجُوْزُ لِلْوَلِيِّ إِجْبَارُ الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ الْعَاقِلَةِ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

کہتے ہیں: وَيَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ الْبَالِغَةِ، منعقد ہو جاتا ہے نِكَاحُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ الْبَالِغَةِ الْعَاقِلَةِ ایسی عورت کا نکاح جو آزاد ہو، بالغہ ہو اور عاقلہ ہو، تو اس کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے بِرِضَائِهَا اس کی رضامندی سے وَإِنْ لَّمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا وَلِيٌّ اگرچہ اس پر عقد نہ کیا ہو اس کے ولی نے عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا باکرہ ہو یعنی کنواری ہو وہ أَوْ ثَيِّبًا یا کیا ہو؟ ثیبہ ہو یعنی شادی شدہ بھئی، پہلے سے نکاح ہو چکا تھا ایک مرتبہ بھئی۔[1]

تو یہاں سے صاحبِ قدوری یہ مسئلہ بتلا رہے ہیں بھئی: آزاد، عاقلہ، بالغہ لڑکی جو ہے اس کی رضامندی سے نکاح ہو جائے گا، وہ اپنی مرضی سے کہیں نکاح کرتی ہے تو اس کا نکاح کیا ہو جائے گا؟ منعقد ہو جائے گا، اگرچہ یہ نکاح اس پر اس کے ولی نے نہیں کیا پھر بھی منعقد ہو جائے گا۔ اور یہ جو آزاد، عاقلہ، بالغہ لڑکی ہے چاہے کنواری ہو چاہے پہلے ایک دفعہ اس کا کیا ہو چکا؟ نکاح اور شادی ہو چکی ہے بھئی، اس کے بعد اب وہ چھوڑ دیا دوسری جگہ نکاح کر رہی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ولی نے اگرچہ اس پر عقد نہ کیا ہو۔ یاد رکھیے ولی بھئی: لڑکے اور لڑکی کے نکاح کا اختیار جسے ہوتا ہے وہ ان کا ولی کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ ولی کہلاتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں لَا يَنْعَقِدُ منعقد نہیں ہو گا إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ مگر ولی کی اجازت سے۔ صاحبین فرماتے ہیں ولی کی اجازت ضروری ہے بھئی، معلوم ہوا وہ خود اپنا نکاح کرے گی تو منعقد نہیں ہو گا۔ لیکن فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے کہ آزاد، عاقلہ، بالغہ کہیں نکاح کرتی ہے تو اس کا نکاح منعقد ہو جائے گا بھئی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے جوڑ والوں میں ہو، لڑکا کیا ہو اس کے؟ کم از کم برابر کا ہو یا اس سے اعلیٰ ہو۔ ادنیٰ ہو اور ولی اس پر ناخوش ہو تو پھر وہ نکاح ہی نہیں ہوا، لڑکا کم خاندان کا ہے مولانا۔ آگے تفصیل آ جائے گی بھئی کفاءت کی، وہاں خوب تفصیل بیان ہو گی۔ جی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «بكرا كانت الصغيرة أو ثيبا» منقول ہے۔

وَلَا يَجُوْزُ لِلْوَلِيِّ إِجْبَارُ الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ الْعَاقِلَةِ، اور جائز نہیں ہے ولی کے لیے کہ وہ عاقلہ، بالغہ، باکرہ پر جبر کرے۔ بھئی ولی کہیں زبردستی اس کا نکاح نہیں کرواسکتا۔ صغیرہ ہے، نابالغہ ہے، لڑکا ہے یا لڑکی، ان کا نکاح تو ولی کرواسکتا ہے جہاں چاہے بھئی، لیکن جب بالغہ ہوگئی اس کے بعد اب ولی کہیں نکاح کروانا چاہتا ہے تو اس لڑکی کی یا لڑکے کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوْزُ لِلْوَلِيِّ إِجْبَارُ الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ الْعَاقِلَةِ، جائز نہیں ہے ولی کے لیے جبر کرنا باکرہ پر جو بالغہ اور عاقلہ ہو اس پر۔ تو اس سے اجازت لینی پڑے گی بھئی۔ اب اجازت کیسے لیں گے؟ طریقہ بتلا رہے ہیں بھئی: وَإِذَا اسْتَأْذَنَهَا الْوَلِيُّ فَسَكَتَتْ أَوْ ضَحِكَتْ أَوْ بَكَتْ بِغَيْرِ صَوْتٍ فَذٰلِكَ إِذْنٌ مِّنْهَا، وَإِنْ أَبَتْ لَمْ يُزَوِّجْهَا۔ اگر اجازت طلب کی اس سے اس کے ولی نے فَسَكَتَتْ پس وہ خاموش رہی۔ وہ جو باکرہ، بالغہ، عاقلہ ہے اس سے ولی اجازت لینے گیا کہ میں تمہارا فلاں جگہ نکاح کروانا چاہتا ہوں، فلاں فلاں لڑکا ہے اس کے ساتھ بھئی، فَسَكَتَتْ تو وہ خاموش رہی، أَوْ ضَحِكَتْ یا ہنس پڑی، أَوْ بَكَتْ بِغَيْرِ صَوْتٍ یا روئی بغیر آواز کے، فَذٰلِكَ إِذْنٌ مِّنْهَا تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے۔[۲]

تو صراحتاً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بھئی، اگر وہ خاموش رہتی ہے یا ہنس پڑتی ہے یا بغیر آواز کے روتی ہے تو یہ سب کیا سمجھے جائیں گے؟ اجازت۔ وجہ یہ کہ لڑکی میں حیا بہت زیادہ ہوتی ہے تو اس کے لیے زبان سے ہاں کہنا بڑا مشکل کام ہے بھئی۔ تو اس کا خاموش رہنا ہی کس چیز کی علامت ہے؟ رضامندی کی۔ ہنس پڑنا یہ بھی رضامندی کی علامت ہے، اور رونا بغیر آواز کے یہ بھی کس چیز کی علامت ہے؟ رضامندی کی۔ ہاں آواز کے ساتھ روئے، ولی بتلا رہا ہے بھئی میں نے نکاح کر دیا یا نکاح کرنے لگا ہوں وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی، یہ مولانا معلوم ہوا یہ نفرت کی وجہ سے رو رہی ہے کہ یہ کیا کر رہے ہو، کس کے ساتھ میرا نکاح کر رہے ہو یا کس کے ساتھ میرا نکاح کیا ہے بھئی! تو یہ اجازت نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أَبَتْ لَمْ يُزَوِّجْهَا، اور اگر اس نے انکار کر دیا تو اس کا نکاح نہ کروائے بھئی اس کے ساتھ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی یہ خاموش رہنا، یہ اجازت کیسے ہے بھئی؟ وہ خاموش رہے پھر بھی کیا شمار کریں گے؟ اجازت۔ کہتے ہیں اس لیے کہ اس میں حیا بہت زیادہ ہوتی ہے، اس کے لیے ہاں کہنا بڑا مشکل ہے۔ البتہ نہیں کہنے میں تو کوئی شرم اور وہ نہیں ہے، تو اس کا خاموش رہنا رضامندی کی علامت ہے، انکار کی علامت نہیں ہے بھئی۔ اگر انکار ہوتا تو اس میں کوئی حیا والی بات نہیں تھی، تو وہاں وہ کہہ سکتی تھی بھئی۔

وَإِذَا اسْتَأْذَنَ الثَّيِّبَ فَلَا بُدَّ مِنْ رِّضَائِهَا بِالْقَوْلِ۔ اور جب اجازت طلب کی ثیبہ یعنی شادی شدہ سے بھئی، فَلَا بُدَّ مِنْ رِّضَائِهَا تو ضروری ہے اس کی رضامندی بِالْقَوْلِ قول کے ساتھ۔ بھئی ایک لڑکی ہے پہلے اس کی شادی ہو چکی ہے، اس کے پہلے خاوند نے اسے چھوڑ دیا ہے، تو اب یہ کنواری تو نہیں بھئی، تو اس سے اجازت لینا چاہتا ہے بھئی، ولی کہتا ہے میں فلاں جگہ فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح کروانا چاہتا ہوں۔ اب اس کا خاموش رہنا یہ رضامندی نہیں ہے، بلکہ اس کا زبان سے ہاں کہنا، زبان سے اجازت دینا ضروری ہے بھئی، زبان سے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ اس کی ایک مرتبہ شادی ہو چکی ہے تو اس میں حیا کم ہو جاتی ہے۔ کنواری میں حیا بہت زیادہ اور شادی شدہ میں اس سے کچھ کم بھئی، تو لہٰذا یہاں اب مانع نہیں ہے وہ زبان سے کہہ سکتی ہے بھئی، تو اب زبان سے کہنا ضروری ہے کہ میں راضی ہوں بھئی۔[۳]

وَإِذَا زَالَتْ بَكَارَتُهَا بِوَثْبَةٍ أَوْ حَيْضَةٍ أَوْ جِرَاحَةٍ أَوْ تَعْنِيْسٍ فَهِيَ فِيْ حُكْمِ الْأَبْكَارِ۔ اور اگر زائل ہوگئی یعنی ختم ہوگئی بَكَارَتُهَا اس لڑکی کی بکارت بِوَثْبَةٍ اچھلنے کی وجہ سے۔ بھئی کھیل کود میں اچھلتے چھلانگ لگانے سے اگر اس کی بکارت زائل ہوگئی یعنی کنوارپن ختم ہوا، أَوْ حَيْضَةٍ یا حیض کی وجہ سے، کثرت سے حیض کی وجہ سے بھی بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ بکارت زائل ہو جاتی ہے، أَوْ جِرَاحَةٍ یا کسی زخم وغیرہ کی وجہ سے، أَوْ تَعْنِيْسٍ یا تعنیس کی وجہ سے بھئی۔ تَعْنِيْسٌ کا معنی ہے لڑکی کا بالغ ہونے کے بعد بڑی مدت تک بغیر شادی کے رہنا۔ سمجھ میں آیا؟ بغیر شادی کے بڑی مدت تک رہی بھئی، کافی عمر ہوگئی اور اس کی وجہ سے اس کی بکارت خود بخود کیا ہوگئی؟ ختم ہوگئی بھئی، بہت سال گزر گئے۔ تو کہتے ہیں اگر اس کی بکارت زائل ہو جائے اچھل کودنے کی وجہ سے أَوْ حَيْضَةٍ یا حیض کی وجہ سے أَوْ جِرَاحَةٍ یا زخم کی وجہ سے أَوْ تَعْنِيْسٍ یا مدت تک بغیر نکاح کے رہنے کی وجہ سے، فَهِيَ فِيْ حُكْمِ

---

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا اسْتَأْذَنَهَا الْوَلِيُّ فَسَكَتَتْ أَوْ ضَحِكَتْ أَوْ بَكَتْ بِغَيْرِ صَوْتٍ فَذٰلِكَ إِذْنٌ مِّنْهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا استأذنها فسكتت أو ضحكت أو بكت فذلك إذن منها» منقول ہے۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا اسْتَأْذَنَ الثَّيِّبَ فَلَا بُدَّ مِنْ رِّضَائِهَا بِالْقَوْلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا استأذن الثيب فلا بد من رضاها بالقول» منقول ہے۔

الْأَبْكَارِ تو یہ کس کے حکم میں ہے؟ باکرہ کے حکم میں، باکرہ کے حکم میں ہی ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟[۴]

وَإِنْ زَالَتْ بَكَارَتُهَا بِالزِّنَا فَهِيَ كَذٰلِكَ۔ یہ كَذَا، دو کاف اکٹھے لکھے ہیں یہ مخفف ہے كَذٰلِكَ کا بھئی۔ فَهِيَ كَذٰلِكَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ۔ اور اگر اس کی بکارت زائل ہوئی ہے زنا کی وجہ سے تو یہ اسی طرح ہے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ بھئی اگر اس کی بکارت زنا کی وجہ سے ختم ہوئی ہے تو کیا اب اسے ثیبہ شمار کریں گے یا باکرہ بھئی؟ ثیبہ کا حکم اور، باکرہ کا حکم اور۔ ابھی بتلایا باکرہ سے اجازت لینے کے لیے خاموشی کافی ہے اور ثیبہ سے اجازت لینے کے لیے زبان سے اس کی رضامندی ضروری ہے، تو دونوں کا حکم الگ ہے۔ تو اب ایک لڑکی ہے اس کی شادی تو نہیں ہوئی لیکن اس کی بکارت زائل ہو چکی ہے، ختم ہو چکی ہے زنا کی وجہ سے، تو امام صاحب فرماتے ہیں یہ اب بھی باکرہ کے حکم میں ہے۔ کس کے حکم میں ہے؟ باکرہ کے حکم میں اسے سمجھا جائے گا۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى هِيَ فِيْ حُكْمِ الثَّيِّبِ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ ثیبہ کے حکم میں ہے، تو اس پر ثیبہ کے احکام لاگو ہوں گے۔

وَإِذَا قَالَ الزَّوْجُ لِلْبِكْرِ بَلَغَكِ النِّكَاحُ فَسَكَتَتْ وَقَالَتْ بَلْ رَدَدْتُّ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا وَلَا يَمِيْنَ عَلَيْهَا۔ اور جب خاوند نے کہا باکرہ سے بھئی، ایک ولی نے کیا کیا؟ باکرہ کا نکاح کروا دیا، اب خاوند نے کہا بھئی بَلَغَكِ النِّكَاحُ پہنچی تھی تجھے نکاح کی خبر فَسَكَتَتْ تو تو خاموش رہی تھی، وَقَالَتْ بَلْ رَدَدْتُّ اور وہ لڑکی کہتی ہے نہیں بلکہ میں نے تو رد کر دیا تھا۔ خاوند کیا کہتا ہے؟ اختلاف آیا بھئی اس مسئلے میں بھئی، خاوند کہتا ہے تمہیں نکاح کی خبر پہنچی تھی تو تم خاموش رہی تھیں، اور خاموش رہنا کس چیز کی علامت ہے؟ رضامندی کی علامت ہے۔ وہ کہتی ہے نہیں بَلْ رَدَدْتُّ بلکہ میں نے تو کیا کر دیا تھا؟ رد کر دیا تھا۔ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا تو قول اسی کا معتبر ہے وَلَا يَمِيْنَ عَلَيْهَا اور اس لڑکی پر کوئی قسم بھی نہیں۔

تو قول اس لڑکی کا معتبر ہے، معلوم ہوا وہ نکاح کو کیا کر چکی ہے؟ رد کر چکی ہے بھئی۔ تو معلوم ہوا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ جب اس نے رد کر دیا تو کیا ہوا نکاح؟ منعقد ہی نہیں ہوا۔ اوپر پڑھایا نہیں بھئی؟ اس کی اجازت ضروری ہے، جب اس کی طرف سے اجازت ہی نہیں ہے تو نکاح کیسے منعقد ہوا؟ تو جب اس نے کہا میں نے تو رد کر دیا تھا، اس وقت انکار کر دیا تھا صاف لفظوں کے اندر بھئی، تو اب نکاح رد ہوا مولانا، اس عورت کا قول معتبر ہے اور اس پر قسم بھی نہیں ہے بھئی، اس سے قسم بھی نہیں اٹھوائیں گے اس بات پر کہ تم قسم کھاؤ اس مسئلے پر کہ تم نے رد کیا تھا، بلکہ صرف اس نے کہہ دیا میں نے کیا کیا تھا؟ رد کر دیا تھا۔

وَلَا يُسْتَحْلَفُ فِي النِّكَاحِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَقَالَا يُسْتَحْلَفُ فِيْهِ۔ اور قسم نہیں لی جائے گی نکاح کے باب میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، اور صاحبین فرماتے ہیں قسم لی جائے گی اس کے اندر۔ بھئی امام صاحب کا قول گزرا کہ اس لڑکی کا قول معتبر ہے اور اس پر قسم بھی نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں آٹھ چیزیں ایسی ہیں جن کے اندر قسم نہیں آتی بھئی، ان میں قسم نہیں لی جائے گی، آٹھ چیزیں ہیں بھئی۔ ان آٹھ میں سے ایک نکاح بھی ہے بھئی۔ ان آٹھ میں سے ایک نکاح بھی ہے بھئی، باقی چیزیں یہ آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہیں آپ دیکھ سکتے ہیں بھئی۔ تو اس میں قسم بھی نہیں دی جائے گی، دیکھو بغیر قسم کے وہ رد کرے تو کیا ہو جائے گا؟ رد ہو جائے گا نکاح۔ اور صاحبین فرماتے ہیں نہیں، نکاح کے باب میں بھی کیا کی جائے گی؟ قسم لی جائے گی۔

وَيَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيْجِ وَالتَّمْلِيْكِ وَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ، وَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْإِجَارَةِ وَالْإِعَارَةِ وَالْإِبَاحَةِ۔ اب بتلا رہے ہیں یہاں سے کن کن لفظوں سے نکاح منعقد ہو جائے گا بھئی۔ یاد رکھیے وہ لفظ جن کے ذریعے دوسرے کو کسی چیز کا پکا مالک بنایا جاتا ہے ہمیشہ کے لیے، ان سے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور جن میں دوسرے کو مالک نہیں بنایا جاتا ہمیشہ کے لیے، ان سے نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ کیا ضابطہ ہوا؟ جن لفظوں سے دوسرے شخص کو کیا بنایا جاتا ہے؟ ہمیشہ کے لیے مالک بنایا جاتا ہے ان سے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور جن لفظوں سے دوسرے کو ہمیشہ کے لیے مالک نہیں بنایا جاتا کسی چیز کا، ان سے نکاح بھی منعقد نہیں ہو گا۔

لہٰذا اب آپ بتائیے ایک شخص کے پاس ایک عورت آئی اور دو گواہوں کی موجودگی میں اس نے کہا میں نے تجھے اپنا نفس ہبہ کر دیا، میں نے اپنی ذات تمہیں کیا کر دی؟ ہبہ کر دی، دوسرے شخص نے کہا میں نے قبول کیا۔ اب آپ بتائیے نکاح منعقد ہوا یا نہیں ہوا بھئی؟ منعقد ہو گیا اس لیے کہ ہبہ کے اندر بھی کیا کیا جاتا ہے؟ کسی دوسرے شخص کو کسی چیز کا مالک بنایا جاتا ہے۔

اس کے مقابلے میں ایک عورت آئی، دو گواہ دیکھو شرط ہیں نکاح کے اندر اسی لیے میں وہ بھی شرط ساتھ لگا رہا ہوں، ایک عورت آئی اور دو گواہوں کے

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۴۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا زَالَتْ بَكَارَتُهَا بِوَثْبَةٍ أَوْ حَيْضَةٍ أَوْ جِرَاحَةٍ أَوْ تَعْنِيْسٍ فَهِيَ فِيْ حُكْمِ الْأَبْكَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا زالت بكارتها بوثبة أو حيضة أو جراح فهي في حكم الأبكار» منقول ہے۔

سامنے ایک آدمی کو اس نے کہا کہ میں نے اپنی ذات تمہیں عاریتاً دے دی۔ اب آپ بتایئے بھئی، اور وہ آدمی کہتا ہے میں نے قبول کیا، نکاح منعقد ہوا یا منعقد نہیں ہوا؟ نہیں۔ عاریت کس کو کہتے ہیں بھئی؟ بھئی کسی دوسرے کو کوئی چیز استعمال کے لیے دینا۔ دوسرے کو اس کا مالک بنایا جاتا ہے؟ آپ کا ساتھی آپ کے پاس آتا ہے مجھے آپ کی سائیکل چاہیے، موٹر سائیکل چاہیے تھوڑی دیر کے لیے، تو یہ عاریت ہے مولانا، وہ اپنا کام پورا کر کے پھر چیز واپس لا کر آپ کو دے دیتا ہے۔ تو عاریت میں دوسرے کو مالک تو نہیں بنایا جاتا بھئی، تو لہٰذا اس سے نکاح یہاں پر منعقد نہیں ہو گا۔

تو کہتے ہیں: وَيَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيْجِ، منعقد ہو جاتا ہے نکاح نِکَاحٌ کے لفظ سے بھی اور تَزْوِيْجٌ کے لفظ سے بھی کیونکہ یہ دونوں تو استعمال ہی کس کے اندر ہوتے ہیں؟ نکاح میں بھئی۔ تَزْوِيْجٌ کا معنی بھی نکاح کروانا، شادی کروانا۔ وَالتَّمْلِيْكِ اور کس لفظ سے؟ تَمْلِيْكٌ کے لفظ سے، عورت آئی اور اس نے کیا کہا کہ میں نے تمہیں اپنا مالک بنا دیا، تو اس میں بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ وَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ، عورت آئی اس نے کہا میں نے اپنی ذات تمہیں صدقہ کر دی، صدقے میں بھی کیا کیا جاتا ہے؟ دوسرے کو مالک بنایا جاتا ہے، تو ان سب سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔

وَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْإِجَارَةِ، اور نکاح منعقد نہیں ہوتا إِجَارَةٌ کے لفظ سے۔ اجارہ بھئی کرائے پر کوئی چیز دینا، اس میں دوسرے کو مالک بنایا جاتا ہے؟ نہیں، لہٰذا اس سے نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ وَالْإِعَارَةِ اور عاریت کے لفظ سے بھی نکاح منعقد نہیں ہو گا، وَالْإِبَاحَةِ اور اباحت کے لفظ سے بھی نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ إِبَاحَةٌ کا معنی ہے مباح کرنا کسی کے لیے کوئی چیز بھئی، نفع اٹھانے کی اجازت دینا۔ نفع اٹھانے کی اجازت دینا۔ بھئی آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ایک کمرے میں رہتے ہیں، آپ نے اپنے ساتھی سے کہا بھئی میری یہ جتنی چیزیں پڑی ہیں ان سے نفع اٹھانا آپ کے لیے مباح ہے، میری کوئی بھی چیز آپ کو ضرورت پڑے تو یہاں استعمال کر سکتے ہیں۔ تو آپ نے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، چیزوں کا مالک اسے نہیں بنایا۔ تو اباحت میں بھی دوسرے کو مالک نہیں بنایا جاتا لہٰذا اس سے نکاح منعقد نہیں ہو گا۔

وَيَجُوْزُ نِكَاحُ الصَّغِيْرِ وَالصَّغِيْرَةِ إِذَا زَوَّجَهُمَا الْوَلِيُّ بِكْرًا كَانَتِ الصَّغِيْرَةُ أَوْ ثَيِّبًا۔ اور جائز ہے چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کا نکاح إِذَا زَوَّجَهُمَا الْوَلِيُّ جب ان کا نکاح کروائے ان کا ولی، بِكْرًا كَانَتِ الصَّغِيْرَةُ أَوْ ثَيِّبًا باکرہ ہو وہ چھوٹی بچی أَوْ ثَيِّبًا یا ثیبہ ہو مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو ولی کو ہمارے نزدیک صغیرہ پر ولایتِ اجبار حاصل ہے، وہ کہیں بھی چاہے تو اس کا نکاح کروا سکتا ہے۔ اسے کیا کہتے ہیں؟ ولایتِ اجبار۔ اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے بھئی، ولی خود کہیں نکاح کروانا چاہتا ہے تو یہ صغیرہ ہے ابھی بالغ ہی نہیں ہوئی، یا صغیر ہے ابھی بالغ ہی نہیں ہوا بھئی۔ ہاں، جیسے ہی بالغ ہوں گے بھئی فوراً اب ولی کا یہ اختیار ختم ہو جائے گا، اب زبردستی کہیں نکاح کروانا چاہے تو نکاح نہیں کروا سکتا۔

تو صغیر ہونا علت ہے ولی کو نکاح کی ولایت حاصل ہونے کی مولانا، باکرہ یا ثیبہ ہونا اس کی علت نہیں ہے بھئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک باکرہ اور ثیبہ ہونا علت ہے، تو ان کے نزدیک جو بھی باکرہ ہے ولی کو اس پر ولایتِ اجبار حاصل ہے، جہاں چاہے اس کا نکاح کروا سکتا ہے، اور ثیبہ ہو تو پھر ولی نہیں کروا سکتا اس کی اجازت کے بغیر۔ تو ان کے نزدیک دارومدار کس چیز پر ہے؟ باکرہ یا ثیبہ ہونے پر: باکرہ ہے تو ولی کو اختیار ہے، باکرہ نہیں تو ولی کو اختیار بھی نہیں۔ ہمارے نزدیک دارومدار صغر پر ہے: اگر نابالغ ہے تو ولی کو اختیار ہے، اگر نابالغ نہیں بالغ ہو چکی ہے پھر ولی کو اختیار نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو اسی لیے کہا کہ صغیر اور صغیرہ کا نکاح جائز ہے جب ان کا ولی ان کا نکاح کروائے، بِكْرًا كَانَتِ الصَّغِيْرَةُ أَوْ ثَيِّبًا باکرہ ہو وہ صغیرہ یا ثیبہ۔ معلوم ہوا باکرہ ثیبہ سے ہمارے نزدیک کوئی فرق نہیں پڑتا، اصل دارومدار کس چیز پر ہے؟ صغیر ہونے پر کہ چھوٹے ہوں بالغ نہ ہوں بھئی۔

وَالْوَلِيُّ هُوَ الْعَصَبَةُ، اور ولی جو ہے وہ عصبہ ہے بھئی۔ ولی کیا ہے؟ عصبہ بھئی۔ یاد رکھیے اس کا باب آئے گا قدوری کے آخر میں بتلائیں گے بھئی۔ عصبہ: کسی شخص کے وہ مرد رشتہ دار کہ درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ آتا ہو۔ کسی بھی شخص کے عصبہ کون کہلاتے ہیں بھئی؟ اس کے وہ رشتہ دار کہ درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے بھئی۔ مثلاً بھئی باپ ہے، باپ کے ساتھ تعلق ہے درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہیں بھئی۔ ہاں، نانا کے ساتھ بھی تعلق ہے رشتہ ہے لیکن درمیان میں کس کا واسطہ ہے؟ ماں کا واسطہ ہے، درمیان میں عورت کا واسطہ آ گیا، معلوم ہوا نانا عصبہ نہیں۔

اسی طرح بھئی کسی شخص کی جو اولاد ہے وہ بھی اس کی عصبہ ہے کیونکہ درمیان میں کوئی عورت کا واسطہ نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ یہاں ماں کو نہیں دیکھیں گے بھئی، اگر وہ اس کی ماں ہے تو یہ بھی تو اس کا باپ ہے بھئی! سمجھ میں آیا بھئی؟ تو درمیان میں یہ نہیں کہیں گے کہ عورت کا واسطہ ہے بھئی، یہ تو براہِ راست اس کی

اولاد ہے بھئی۔ اسی طرح بھائی ہیں بھئی، بھائی بھی کسی شخص کے عصبہ ہوتے ہیں کیونکہ درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہیں۔ آپ کہیں گے درمیان میں ماں کا واسطہ ہے، بھئی ماں کا واسطہ ہے تو ساتھ باپ کا بھی تو واسطہ ہے! تو ماں کی طرف اب ہم نہیں دیکھیں گے بلکہ کس کی طرف دیکھیں گے؟ باپ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہیں ہے بھئی۔ تو عصبہ سمجھ میں آیا بھئی؟ کسی شخص کے وہ رشتہ دار جن کے درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے۔

اب یاد رکھیے عصبات میں سب سے قریبی درجہ اور سب سے اولیٰ جو ہے وہ بیٹے ہیں بھئی: بیٹے، پوتے نیچے تک بھئی۔ دوسرے درجے پر ہے باپ، دادا وغیرہ اوپر تک بھئی۔ تیسرے درجے میں سگے بھائی ہیں بھئی۔ اسی طرح ترتیب سے ہے بھئی۔ تو پہلا درجہ کس کا ہے عصبات میں؟ بیٹے ہیں جی، نیچے تک بیٹے، پوتے، پڑپوتے، لکڑپوتے، سکڑپوتے یہ سارے آگئے، بیچ میں کوئی عورت کا واسطہ نہیں بھئی۔ اور اس کے بعد دوسرا درجہ کس کا ہے؟ باپ، دادا، پردادا اوپر تک بھئی۔ تیسرے درجے پر سگے بھائی ہیں بھئی۔ اسی طرح اور ترتیب ان میں چلتی ہے بھئی، آگے تفصیل آجائے گی بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَالْوَلِيُّ هُوَالْعَصَبَةُ، ولی جو ہیں وہ عصبہ ہی ہیں، فَإِنْ زَوَّجَهُمَا الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ۔ تو درجہ بدرجہ مولانا صغیرہ کی ولایت کسے حاصل ہے، یا کسی لڑکی کے نکاح کی ولایت کسے حاصل ہے بھئی؟ عصبات میں پہلا درجہ کس کا؟ بیٹوں کا، لیکن یہاں جو کنواری ہے اس کے تو بیٹے نہیں ہیں، لہٰذا اب دوسرے درجے والے آگئے، وہ کون ہیں؟ باپ۔ تو معلوم ہوا سب سے زیادہ کس کو ولایت حاصل ہے ان پر؟ پہلا درجہ باپ کا ہے مولانا۔ اگر باپ نہیں اس کے بعد دوسرا درجہ کس کا ہے؟ دادا کا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اگر دادا وغیرہ بھی اوپر کوئی نہیں ہے تو پھر اس کے بعد کس کو ولایت حاصل ہے؟ سگے بھائی کو۔ ترتیب سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟

اب بھئی یہ جو عصبہ ہیں یہی ولی ہیں، ان کو نکاح کا اختیار ہوتا ہے کہ یہ کسی صغیر اور صغیرہ کا نکاح کرواسکتے ہیں بھئی۔ اب باپ اور دادا کہیں نکاح کرواتے ہیں یا کوئی اور ولی کرواتا ہے بھئی، تو دونوں کا حکم الگ ہے یاد رکھنا۔ باپ اور دادا کہیں نکاح کروادیں صغیر یا صغیرہ کا تو نکاح درست ہوگیا، اب یہ بڑے ہوجائیں تو بھی ان کو اختیار نہیں ہے بھئی کہ کہیں ہمیں یہ نکاح قبول نہیں۔ لیکن اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے نکاح کروایا تو بالغ ہوجانے کے بعد اختیار ہے مولانا۔ بالغ ہوجانے کے بعد کیا ہوگا؟ انہیں اختیار ہوگا بھئی، اور وہ یہ کہ مثلاً صغیرہ ہے یا صغیر ہے، جس مجلس میں بالغ ہوں اسی مجلس میں فوراً یہ کہہ دیں بالغ ہوتے ہی کہ یہ نکاح مجھے قبول نہیں ہے، میں اس نکاح کو کیا کرتا ہوں؟ رد کرتا ہوں یا رد کرتی ہوں۔ لیکن صرف یہ کہہ دینے سے نکاح ختم نہیں ہوگا، پھر قاضی کے پاس جائیں گے اور قاضی کیا کردے گا؟ نکاح کو فسخ کروادے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ باپ اور دادا کے علاوہ۔ باپ اور دادا

نے نکاح کروایا پھر اختیار نہیں مولانا اس لیے کہ ان کی شفقت بڑی کامل ہے، لہٰذا انہوں نے معلوم ہوا نکاح کروایا ہے تو کوئی مصلحت ہوگی، ان کا فائدہ ہی ہوگا کوئی نقصان نہیں۔ لیکن ان کے علاوہ جو ولی ہیں، ولایت تو انہیں بھی حاصل ہے لیکن ان کی شفقت اتنے کامل درجے کی نہیں، لہٰذا شریعت نے کیا دے دیا لڑکے اور لڑکی کو، صغیر اور صغیرہ کو؟ اختیار دے دیا کہ جس مجلس میں بالغ ہوں اسی مجلس میں کیا کہنا ضروری؟ فوراً یہ کہیں گے اس نکاح کو میں کیا کرتا ہوں؟ رد کرتا ہوں، یہ نکاح مجھے قبول نہیں ہے، یہ کہنا ضروری۔ اگر یہ نہ کہا اسی مجلس میں تو خیار ختم ہوجائے گا مولانا، پھر نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ اور صرف یہ کہہ دینے سے ہی نکاح ختم نہیں ہوگا بلکہ پھر کیا کرنا پڑے گا؟ قاضی کے پاس جائیں گے اور قاضی ان کا نکاح فسخ کروادے گا بھئی۔

تو یہی بات بیان کررہے ہیں صاحبِ قدوری، کہتے ہیں: فَإِنْ زَوَّجَهُمَا الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ، پس اگر ان کا نکاح کروایا یعنی صغیر یا صغیرہ کا، کس نے نکاح کروایا؟ اَلْأَبُ أَوِ الْجَدُّ باپ نے یا دادا نے، فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ تو انہیں کوئی اختیار نہیں ہے بالغ ہوجانے کے بعد بھئی، نکاح فسخ نہیں کرسکتے یہ۔ وَإِنْ زَوَّجَهُمَا غَيْرُ الْأَبِ وَالْجَدِّ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْخِيَارُ، اور اگر ان کا نکاح کروایا باپ اور دادا کے علاوہ کسی نے، فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْخِيَارُ تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَقَامَ عَلَى النِّكَاحِ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ، چاہیں تو نکاح پر قائم رہیں اور چاہیں تو نکاح کو کیا کردیں؟ فسخ کردیں بھئی۔ تو سب سے پہلے ان میں ولی پھر باپ ہے مولانا، باپ نہیں ہوگا اس کے بعد دادے کا ہے، اگر دادا بھی نہیں ہے پھر اس کے بعد سگے بھائی وغیرہ کو ولایت حاصل ہوگی بھئی۔

وَلَا وِلَايَةَ لِعَبْدٍ وَّلَا لِصَغِيْرٍ وَّلَا لِمَجْنُوْنٍ وَّلَا لِكَافِرٍ عَلٰى مُسْلِمَةٍ۔ اور ولایت حاصل نہیں ہے کسی غلام کو، اور نہ کسی صغیر کو، اور نہ کسی مجنون کو، اور نہ کافر کو مسلمہ پر بھئی۔ مسلمہ مسلمان ہے صغیرہ ہے، کوئی غلام بھئی، غلام کو اس پر ولایت حاصل نہیں ہوگی مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس لیے کہ غلام کو اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں ہوتی تو صغیرہ پر کیسے اس کو ولایت دے دی جائے بھئی! یا اسی طرح صغیر ہے مولانا، صغیر کو خود اپنے نفس پر ولایت نہیں ہوتی، اسے بھی لہٰذا صغیرہ پر ولایت حاصل نہیں ہوگی، سمجھ میں آیا؟ جبکہ یہ کیا ہوں اس کے عصبات میں سے ہوں بھئی، بات یہ چل رہی ہے کیونکہ ولایت

عصبات کو ہوتی ہے۔ تو غلام اس کے عصبات میں سے ہے تو مسلمان صغیرہ پر اسے ولایت حاصل نہیں ہے بھئی۔ اسی طرح صغیر کو بھی، مجنون کو بھی بھئی، اور اسی طرح کافر کو بھی مسلمان صغیرہ پر ولایت حاصل نہیں ہے بھئی اس لیے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہوتی بھئی۔

وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ يَجُوْزُ لِغَيْرِ الْعَصَبَاتِ مِنَ الْأَقَارِبِ التَّزْوِيْجُ مِثْلُ الْأُخْتِ وَالْأُمِّ وَالْخَالَةِ۔ بھئی اوپر صاحبِ قدوری نے بتلایا کہ ولی کون ہیں؟ عصبہ ہیں بھئی، عصبہ۔ اور میں نے بتلایا عصبات کون ہیں؟ وہ مذکر کہ اس صغیر یا صغیرہ کے ساتھ ان کے رشتے میں واسطہ کسی عورت کا نہ آتا ہو بھئی، تو یہ عصبات ہیں مولانا۔ تو ان کے علاوہ کسی کو ولایت حاصل نہیں صاحبین کے نزدیک بھئی۔ لیکن امام صاحب فرماتے ہیں ان عصبات کے علاوہ اور جو قریبی عزیز ہیں انہیں بھی ولایت حاصل ہے، وہ بھی کیا کر سکتے ہیں؟ صغیر یا صغیرہ کا نکاح کروا سکتے ہیں بھئی، جیسے کہ بہن ہے، یا ماں ہے، یا خالہ ہے بھئی۔ تو یہ اب عصبات میں سے نہیں ہیں، لیکن عصبات میں سے اگر کوئی نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک انہیں ولایت حاصل ہو گی بھئی، یہ کیا کروا سکتے ہیں صغیر یا صغیرہ کا؟ نکاح کروا سکتے ہیں۔ لیکن صاحبین فرماتے ہیں نہیں، یہ نکاح نہیں کروا سکتے، انہیں ولایت حاصل نہیں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ يَجُوْزُ لِغَيْرِ الْعَصَبَاتِ مِنَ الْأَقَارِبِ التَّزْوِيْجُ، کہ جائز ہے عصبات کے علاوہ رشتہ داروں میں سے ان کے لیے بھی جائز ہے، کیا جائز ہے؟ اَلتَّزْوِيْجُ نکاح کروانا یعنی صغیر اور صغیرہ کا، مِثْلُ الْأُخْتِ وَالْأُمِّ وَالْخَالَةِ جیسے کہ بہن ہے وَالْأُمِّ اور ماں ہے وَالْخَالَةِ اور خالہ ہے۔

وَمَنْ لَّا وَلِيَّ لَهَا إِذَا زَوَّجَهَا مَوْلَاهَا الَّذِيْ أَعْتَقَهَا جَازَ۔ بھئی ایک صغیرہ ہے، اسے کسی شخص نے آزاد کیا، اب اس کے عصبات میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ جب عصبات میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو یاد رکھیے اب اس کا وہ آقا جس نے اسے آزاد کیا، اسے اس پر ولایت حاصل ہے، وہ کیا کر سکتا ہے؟ اس کا نکاح کروا سکتا ہے۔ یہ معنی ہے: وَمَنْ لَّا وَلِيَّ لَهَا اور وہ صغیرہ جس کا کوئی ولی نہ ہو، إِذَا زَوَّجَهَا مَوْلَاهَا الَّذِيْ أَعْتَقَهَا جب اس کا نکاح کروا دیا اس کے اس آقا نے جس نے اسے آزاد کیا تھا، جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔

وَإِذَا غَابَ الْوَلِيُّ الْأَقْرَبُ غَيْبَةً مُّنْقَطِعَةً جَازَ لِمَنْ هُوَ أَبْعَدُ مِنْهُ أَنْ يُّزَوِّجَهَا۔ اور جب غائب ہو جائے ولی اقرب، قریبی ولی مولانا۔ بھئی دیکھو سب سے پہلے ولایت صغیر اور صغیرہ میں کسے حاصل ہے؟ باپ کو، اس کے بعد دادا کو۔ تو باپ ہو اولی اقرب، قریبی ولی بھئی۔ اب ایسا ہوا کہ باپ کہیں چلا گیا ہے، غیبتِ منقطعہ کے ساتھ وہ غائب ہے بھئی۔ باپ کیا ہے؟ غائب، کہیں گیا ہوا ہے مولانا، غیبتِ منقطعہ، غائب ہے اور غیبت بھی کون سی ہے؟ غیبتِ منقطعہ ہے، تو اس صورت میں جو اس سے دور کا ولی ہے، باپ کے بعد دوسرا ولی کون تھا؟ دادا، تو دادا کے لیے جائز ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا نکاح کروا سکتا ہے۔ کوئی مناسب موقع آیا، کوئی مناسب رشتہ آیا، باپ تو غائب ہے غیبتِ منقطعہ کے ساتھ، اس کے ساتھ تو رابطے کی کوئی صورت نہیں ہے، ادھر یہ رشتہ ہاتھ سے جاتا ہے اگر باپ کا انتظار کریں۔ باپ کا انتظار کریں تو یہ رشتہ ہاتھ سے نکل جائے گا، لہٰذا باپ کے بعد جو اگلا ولی ہے دور کا ولی یعنی دادا، وہ کیا کر سکتا ہے؟ اس کا نکاح کروا سکتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا غَابَ الْوَلِيُّ الْأَقْرَبُ غَيْبَةً مُّنْقَطِعَةً جب غائب ہو سب سے قریبی ولی غیبتِ منقطعہ کے ساتھ، جَازَ لِمَنْ هُوَ أَبْعَدُ مِنْهُ تو جائز ہے اس ولی کے لیے جو اس سے دور ہے أَنْ يُّزَوِّجَهَا کہ وہ کیا کر دے؟ اس کا نکاح کروا دے۔ بھئی غیبتِ منقطعہ کا کیا معنی؟ خود صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں: وَالْغَيْبَةُ الْمُنْقَطِعَةُ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ بَلَدٍ لَّا تَصِلُ إِلَيْهِ الْقَوَافِلُ فِي السَّنَةِ إِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً۔ اور غیبتِ منقطعہ یہ ہے کہ وہ ہو ایسے شہر کے اندر کہ پہنچتے نہ ہوں وہاں پر قافلے، قَوَافِلُ جمع ہے قَافِلَةٌ کی، کہ وہاں قافلے نہ پہنچتے ہوں فِي السَّنَةِ سال بھر میں یعنی پورے سال میں إِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً مگر ایک مرتبہ۔ باپ ایسی جگہ پر ہے کہ سال میں صرف ایک ہی دفعہ قافلے وہاں پہنچتے ہیں، تو یہ غیبتِ منقطعہ ہے۔ اور جب باپ سب سے قریبی ولی ایسی غیبت کے ساتھ غائب ہے، کوئی رابطے کی صورت نہیں، رشتہ بڑا مناسب اور اچھا ملا ہے، تو اب اس سے جو دور کا ولی ہے تو وہ کیا کر سکتا ہے؟ اس کا نکاح کروا سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو جو سب سے قریبی ولی ہو گا اس کی غیر موجودگی میں اس سے جو دور والا ولی ہے وہ نکاح کروا سکتا ہے۔

تو صاحبِ قدوری نے غیبتِ منقطعہ کی کیا تفصیل بیان کی؟ کہ وہ ایسے شہر میں ہو جہاں سال بھر میں قافلے ایک ہی مرتبہ پہنچتے ہوں۔ لیکن یہ مفتیٰ بہ قول نہیں ہے مولانا۔ بعض علماء نے اور غیبتِ منقطعہ بیان کی، انہوں نے کہا کہ باپ جو ہے وہ سفر شرعی کی مسافت پر ہو یعنی تین دن تین رات کے سفر پر ہے، یہ غیبتِ منقطعہ ہے۔ لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ نہ تو ایسے شہر کی شرط ہے جہاں سال میں ایک دفعہ قافلے جاتے ہوں، نہ سفر شرعی کی شرط ہے، بس وہ دیکھا جائے گا موقع کو مولانا: اگر اتنا موقع نہیں ہے، اتنا انتظار وہ لوگ نہیں کریں گے کہ باپ آ سکے یعنی ولی اقرب پہنچ سکے، تو پھر دور والے ولی کو اختیار ہو گا، وہ کیا کر سکتا

ہے؟ نکاح کرواسکتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو باپ سے رابطے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے اور وہ اتنی مسافت پر ہے کہ اگر اس کا انتظار کیا جائے تو اتنی دیر میں یہ رشتہ ہاتھ سے نکل جائے گا، تو اس سے جو دور کا ولی ہو گا اسے اختیار ہو گا وہ نکاح کرواسکتا ہے بھئی۔ لیکن اگر رابطہ ہو سکتا ہے یا وہ آسکتا ہے تو پھر اس صورت میں درست نہیں مولانا، اب اس کی اجازت پر موقوف ہو گا: وہ اجازت دے گا تو ہو گا، اجازت نہیں دے گا تو نکاح نہیں ہو گا۔

وَالْكَفَاءَةُ فِي النِّكَاحِ مُعْتَبَرَةٌ۔ اور کفاءت نکاح میں معتبر ہے مولانا۔ کَفَاءَةٌ کا معنی برابر ہونا، جوڑ کا ہونا۔ کوئی لڑکی کسی سے نکاح کرتی ہے تو جوڑ کا لڑکا ہونا چاہیے بھئی، یعنی اس کے برابر خاندان کا ہو۔ آگے ذکر آجائے گا مولانا کن کن چیزوں میں برابری معتبر ہے وہ آگے ذکر کر رہے ہیں صاحبِ قدوری۔ البتہ بس یہ بتلا رہے ہیں یہاں سے کہ شرعاً برابری کا لحاظ رکھا گیا ہے، شرعاً معتبر ہے بھئی کہ کیا ہونی چاہیے؟ کفاءت ہونی چاہیے، برابری ہونی چاہیے، لڑکا کیا ہے؟ ذات کے اندر قوم وغیرہ کے اندر لڑکی کے برابر کا ہو، اس سے ادنیٰ درجے کا نہ ہو بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَالْكَفَاءَةُ فِي النِّكَاحِ مُعْتَبَرَةٌ اور برابری جو ہے نکاح کے اندر معتبر ہے، فَإِذَا تَزَوَّجَتِ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ كُفْءٍ فَلِلْأَوْلِيَاءِ أَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَهُمَا، پس اگر نکاح کرلے کوئی عورت بِغَيْرِ كُفْءٍ بغیر کفو کے یعنی بغیر جوڑ والوں کے ساتھ، فَلِلْأَوْلِيَاءِ أَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَهُمَا تو اولیاء کو حق حاصل ہے أَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَهُمَا کہ وہ جدائی کروادیں ان دونوں میں۔ اولیاء کو کیا حق ہے؟ جدائی کروانے کا۔ کوئی بھئی لڑکی بالغہ ہے اور بالغہ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کر سکتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ نکاح کس میں ہو؟ جوڑ والوں میں ہو بھئی، لڑکے کا خاندان وغیرہ لڑکی کے برابر کا ہو۔ اگر ادنیٰ درجے کا ہے تو اولیاء کیا کرواسکتے ہیں؟ ان دونوں میں تفریق کرواسکتے ہیں۔ اور کس طرح تفریق کروائیں گے؟ قاضی کے پاس جائیں گے اور قاضی ان دونوں میں کیا کر دے گا؟ تفریق کروادے گا۔ لڑکی نے کیا کیا تھا؟ اپنی مرضی سے نکاح کیا تھا، لیکن لڑکا اس کے جوڑ کا نہیں تو اس لڑکی کے جو اولیاء ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں؟ نکاح کو تڑواسکتے ہیں، قاضی کے پاس چلے جائیں گے اور قاضی کیا کر دے گا؟ نکاح کو ختم کر دے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ ایک قول ہے مولانا، لیکن میں نے بتلایا آپ کو بھئی فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا۔ اگر بغیر جوڑ والے میں لڑکی نے اپنی مرضی سے نکاح کر لیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا بھئی۔ ہاں اگر اولیاء راضی ہیں پھر ٹھیک ہے مولانا، پھر نکاح ہو جائے گا۔

اب برابری کن کن چیزوں میں ہو گی؟ بتلا رہے ہیں بھئی: وَالْكَفَاءَةُ تُعْتَبَرُ فِي النَّسَبِ، اور کفاءت یعنی برابری معتبر ہے نسب کے اندر بھئی، یعنی خاندان کیا ہوں؟ برابر کے ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ خاندان برابر کے ہوں۔ وَالدِّيْنِ اور دین کے اندر بھئی، مثلاً لڑکی بڑی نیک ہے دیندار ہے، سمجھ میں آیا؟ اور لڑکا جو ہے فاجر و فاسق ہے تو یہ برابری نہیں ہے۔ وَالْمَالِ اسی طرح مال کے اندر بھی برابری ہونی چاہیے۔ بھئی مال کے اندر برابری کا یہ معنی نہیں ہے کہ لڑکی جتنی مالدار ہے لڑکا بھی اتنا ہی مالدار ہونا چاہیے بھئی۔ ہاں لڑکی مالدار ہے لڑکا بالکل ہی مفلس ہے محتاج مسکین ہے تو پھر یہ اس کے جوڑ کا نہیں ہے۔ ہاں تھوڑا مال ہے لڑکے کے پاس، لڑکی کے برابر تو نہیں ہے مالداری میں، لیکن اتنا مال ہے اس کے پاس کہ وہ لڑکی کا نفقہ دے سکتا ہے بھئی، کھانے پینے وغیرہ کپڑوں کا خرچہ دے سکتا ہے اور مہر بھی دے سکتا ہے مولانا۔ مہر بھی پورا مہر نہیں مراد بلکہ وہ مہر مراد ہے جو پہلی رات میں دیا جاتا ہے بھئی۔ پہلی رات میں جتنا مہر دینے کا رواج ہے اس علاقے کے اندر عموماً بھئی، کچھ نہ کچھ بھئی پہلی رات تحفے وغیرہ کے طور پر کوئی چیز جو پیش کی جاتی ہے، اتنے مال کا مالک ہے تو اب ہم کہیں گے یہ مال میں برابر ہے اس کے۔ سمجھ میں آیا؟ کفاءت ہے مال کے اندر بھئی۔ ہاں اگر بالکل ہی مفلس ہے کچھ بھی نہیں ہے تو پھر یہ کفاءت نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَالْمَالِ اور مال کے اندر بھی بھئی کفاءت معتبر ہے۔ بھئی مال میں کفاءت کیسے ہے؟ خود بتلا رہے ہیں صاحبِ قدوری، کہتے ہیں: وَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ مَالِكًا لِّلْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ، اور وہ یہ کہ وہ مالک ہو مہر کا بھی اور نفقے کا بھی بھئی۔ مہر کا اور نفقے دونوں کا مالک ہو بھئی۔ میں نے بتلایا مہر سے کیا مراد ہے؟ پورا مہر نہیں مراد بلکہ وہ مہر جو پہلی رات میں عموماً دیا جاتا ہے اتنا ہونا چاہیے اس کے پاس۔ وَالنَّفَقَةِ اور کس چیز کا مالک ہو؟ نفقے کا مالک ہو، خرچہ دے سکے بھئی، وہ بھی کہتے ہیں بھئی اتنا کہ ہر روز اتنا کما سکے جس کے ذریعے اسے کھلا سکے بھئی اور لباس وغیرہ کی ضرورت پوری ہو سکے۔

وَتُعْتَبَرُ فِي الصَّنَائِعِ، اور کفاءت معتبر ہے فِي الصَّنَائِعِ پیشوں کے اندر بھی بھئی۔ پیشوں کے اندر بھی برابری ہونی چاہیے بھئی۔ لڑکی کے خاندان والوں کا پیشہ ہے اعلیٰ اور لڑکے کے خاندان والوں کا پیشہ کیا ہے؟ ادنیٰ ہے، تو پھر یہ معلوم ہوا کفاءت نہیں ہے، یہاں پر بھی کفاءت معتبر ہے۔ وجہ یہ ہے مولانا یہ جو کفاءت جن چیزوں میں ذکر کی ہے فقہائے کرام نے، یہ وہ چیزیں ہیں جن پہ لوگ فخر کرتے ہیں بھئی۔ کیا کرتے ہیں؟ فخر کرتے ہیں بھئی۔ چنانچہ اب آپ دیکھیے بھئی لوگ خاندان بڑا ہو اس پر بھی فخر کرتے ہیں، مال زیادہ ہو اس پر بھی فخر کرتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ دینداری ہے، اسی طرح پیشہ اعلیٰ ہو مولانا اس پر بھی لوگ آپس میں ایک دوسرے پر کیا کرتے ہیں؟ فخر کرتے ہیں بھئی، اور ادنیٰ درجے والے کو کیا دیے جاتے ہیں؟ اسی پر طعنے بھی بعض اوقات دیے جاتے

ہیں، آپ دیکھتے ہیں بھئی اتنا فخر کرتے ہیں لوگ۔ تو لہٰذا اب نکاح کے اندر بھی ان کا خیال رکھا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اگر یہاں برابری نہ ہو تو اولیاء قاضی کے ذریعے یہاں جدائی کروا سکتے ہیں بھئی کیونکہ کل پھر لوگ ان کو طعنہ دیں گے بھئی کہ تمہاری لڑکی تو کس میں ہے؟ ادنیٰ درجے کے خاندان میں ہے یا ادنیٰ پیشے والے کو دی ہے تم نے اپنی لڑکی وغیرہ بھئی۔ اور میں نے بتلایا یہ ایک قول ذکر کیا صاحبِ قدوری نے کہ قاضی کے پاس جا کر جدائی کروا دیں، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا اگر ولی ناخوش ہو بھئی۔

وَإِذَا تَزَوَّجَتِ الْمَرْأَةُ وَنَقَصَتْ مِنْ مَّهْرِ مِثْلِهَا فَلِلْأَوْلِيَاءِ الْإِعْتِرَاضُ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ حَتّٰى يُتِمَّ لَهَا مَهْرَ مِثْلِهَا أَوْ يُفَرِّقَهَا۔ بھئی ایک لڑکی نے خود نکاح کر لیا اور اپنا مہر جو ہے بڑا تھوڑا رکھوایا، مہرِ مثل سے کم بھئی۔ مہرِ مثل یعنی اس جیسی لڑکی کا جو مہر ہوتا ہے اس کے خاندان میں، اس سے کم مہر رکھوایا، تو پھر بھی اولیاء کو اعتراض کا حق ہے بھئی۔ وہ قاضی کے پاس جائیں گے بھئی یہاں تک کہ وہ جو خاوند ہے اس کا مہر پورا کر دے، مہرِ مثل کے برابر کر دے، یا پھر کیا کر دے گا؟ اسے چھوڑ دے بھئی۔ یا تو مہر پورا کرے یا اسے کیا کر دے؟ چھوڑ دے بھئی۔ تو اولیاء کو اعتراض کا حق ہے مولانا۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا تَزَوَّجَتِ الْمَرْأَةُ اور جب نکاح کر لیا عورت نے وَنَقَصَتْ مِنْ مَّهْرِ مِثْلِهَا اور اس نے کم کر دیا اپنے مہرِ مثل میں سے، اور اپنے مہر کو کیا کیا؟ مہرِ مثل سے کم کیا، فَلِلْأَوْلِيَاءِ الْإِعْتِرَاضُ عَلَيْهَا تو اس کے اولیاء کو اعتراض کا حق ہے اس پر عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امام صاحب کے نزدیک، حَتّٰى يُتِمَّ لَهَا مَهْرَ مِثْلِهَا یہاں تک کہ خاوند پورا کر دے اس کے لیے اس کے مہرِ مثل کو أَوْ يُفَرِّقَهَا یا اسے کیا کر دے؟ جدا کر دے بھئی۔

صاحبین فرماتے ہیں نہیں بھئی، مہر لڑکی کا حق ہے، اس نے اپنے حق میں کمی کی ہے لہٰذا اولیاء کو اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ صاحبین کیا فرماتے ہیں کہ مہر لڑکی کا اپنا حق ہے اس نے اپنے حق میں کمی کر دی ہے، لہٰذا مہر کم رکھنے کی صورت میں اولیاء کسی قسم کا اعتراض وغیرہ نہیں کر سکتے بھئی۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی، یہ تو کفاءت جن چیزوں میں معتبر تھی ان سے بھی بڑھ کر بات ہے بھئی مہر کم رکھنا بھئی! اس لیے کہ مہر کی زیادتی کے ذریعے بھی لوگ فخر کرتے ہیں کہ ہماری لڑکی کا دیکھو مہر کتنا زیادہ ہے، اس کے ذریعے بھی کیا کرتے ہیں لوگ آپس میں ایک دوسرے پر؟ فخر کرتے ہیں بھئی کہ ہمارے خاندان کی عورتوں کا مہر زیادہ ہوتا ہے۔ اور نیز کہتے ہیں اس کا نقصان تو پہلی چیزوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ ابھی بتلایا مہرِ مثل کسے کہتے ہیں بھئی؟ اس جیسی لڑکی ہو اس کا جو مہر ہوا کرتا ہے وہ مہرِ مثل کہلاتا ہے۔ تو جب اس لڑکی کا مہر کم ہوا تو پورے قبیلے پر اثر پڑا مولانا! اب اس قبیلے کی اور لڑکیوں کے لیے جب ہم مہرِ مثل بنائیں گے کہ کیا ہے مہرِ مثل، تو یہ بھی تو اسی خاندان اور قوم کی ہے، اس کو بھی بیچ میں ملائیں گے یا نہیں ملائیں گے؟ تو اس کی وجہ سے دیکھو سارے خاندان والوں کا مہرِ مثل کیا ہو رہا ہے؟ کم ہو رہا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو فرق پڑے گا بھئی۔

وَإِذَا زَوَّجَ الْأَبُ ابْنَتَهُ الصَّغِيْرَةَ وَنَقَصَ مِنْ مَّهْرِ مِثْلِهَا أَوِ ابْنَهُ الصَّغِيْرَ۔ جی، یہاں سے یہ مسئلہ بتلا رہے ہیں صاحبِ قدوری بھئی کہ باپ اگر اپنی صغیرہ بیٹی کا یا صغیر بیٹے کا نکاح کرواتا ہے، اب صغیرہ کا مہر جو رکھواتا ہے وہ مہرِ مثل سے کم رکھواتا ہے۔ کیا کرتا ہے؟ مثلاً اس کا مہرِ مثل ہے ایک لاکھ، باپ اس کا نکاح کر دیتا ہے پچاس ہزار مہر رکھ کر، تو کہتے ہیں یہ درست ہے مولانا، باپ کی شفقت بڑی کامل ہے معلوم ہوا کوئی نفع ہو گا، لہٰذا بعد میں بھی ان کو کسی قسم کا اعتراض کا حق نہیں ہے، باپ کو یہ حق ہے بھئی۔

یا اسی طرح صغیر کا نکاح کرواتا ہے اور وہاں پر اس کی جو بیوی ہے اس کا مہر زیادہ کر دیتا ہے، مہرِ مثل ہے ایک لاکھ، اس کا باپ ڈیڑھ لاکھ مہر رکھ کر اس کا نکاح کروا دیتا ہے، کہتے ہیں باپ کروائے تو درست ہے، باپ کے علاوہ کوئی اور ولی ایسا کرے گا تو نکاح ہی منعقد نہیں ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو مہرِ مثل سے کم رکھوایا تو لڑکی کا نقصان ہوا یا نہیں ہوا بھئی؟ اسے تو مہر ایک لاکھ ملنا تھا اب کتنا ملے گا صرف مثلاً؟ پچاس ہزار۔ اور اگر لڑکے کا ہے وہ زیادہ رکھا، اور مہر لڑکے کو دینا پڑتا ہے، تو پہلے اس کو کتنا دینا پڑتا؟ ایک لاکھ، اب باپ نے زیادہ پر نکاح کروایا تو اب اس پر کتنا مہر لازم ہو گا؟ ڈیڑھ لاکھ۔ لیکن چونکہ نکاح کروانے والا ہے باپ، اور باپ کی شفقت بڑی کامل درجے کی ہے لہٰذا اس کو ولایت ہے وہ کم یا زیادہ مہر کے اندر بھی کیا کر سکتا ہے؟ نکاح کروا سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا زَوَّجَ الْأَبُ ابْنَتَهُ الصَّغِيْرَةَ وَنَقَصَ مِنْ مَّهْرِ مِثْلِهَا جب نکاح کروائے باپ اپنی صغیرہ بیٹی کا اور کم کر دے اس کے مہرِ مثل میں سے، أَوِ ابْنَهُ الصَّغِيْرَ یا باپ نکاح کروائے اپنے چھوٹے بیٹے کا وَزَادَ فِيْ مَهْرِ امْرَأَتِهِ اور زیادہ کر دے اس کی بیوی کے مہر میں، جَازَ ذٰلِكَ عَلَيْهِمَا تو جائز ہے یہ ان پر، باپ کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ لِغَيْرِ الْأَبِ وَالْجَدِّ، اور باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی باپ اور دادا یہ کروانا چاہیں تو کر سکتے ہیں، ان کے علاوہ کوئی اور ولی کروائے گا تو پھر نکاح ہی منعقد نہیں ہو گا بھئی۔

چلیے بس بھئی۔ اچھا بھئی، تو خلاصۂ بحث سبق کا یہ ہوا، آپ نے پڑھا آج بھئی کہ کوئی آزاد، عاقلہ، بالغہ عورت اپنا نکاح خود کرنا چاہے تو خود نکاح کر سکتی ہے مولانا، چاہے ولی کو پتہ ہو چاہے ولی کو پتہ نہ ہو مولانا، چاہے ولی خوش ہو چاہے ولی ناراض ہو، ہر صورت میں آزاد، عاقلہ، بالغہ لڑکی کیا کر سکتی ہے؟ اپنا نکاح کر سکتی ہے بھئی۔ البتہ یہ بتلا دیا آپ کو کہ اس صورت میں کفاءت ضروری ہے: جہاں وہ نکاح کرے وہ لڑکا اس کے برابر کا ہونا چاہیے بھئی۔ کن کن چیزوں میں برابر کا ہونا چاہیے یہ بھی بیان ہو گیا کہ نسب کے اندر یعنی خاندان میں برابری ہو، دینداری کے اندر، مال کے اندر اور پیشوں کے اندر کیا ہونی چاہیے؟ برابری ہونی چاہیے بھئی۔ اور اگر اس نے برابر والے کے ساتھ نکاح نہیں کیا، وہ لڑکا اس کے جوڑ کا نہیں ہے تو پھر اس صورت کے اندر اگر ولی ناخوش ہے تو نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا، اور اگر ولی خوش ہے راضی ہے پھر بھی تو پھر تو ہو جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اور ولی کا بتلایا آپ کو کہ کوئی صغیر یا صغیرہ ہو تو ان پر ولی کو ولایت حاصل ہوتی ہے بھئی اور وہ ان کا نکاح کروا سکتے ہیں بھئی۔ لیکن جب یہ عاقلہ بالغہ ہو گئی بھئی تو پھر اب ولی کو ولایت حاصل نہیں، وہ زبردستی اس کا کہیں پر نکاح نہیں کروا سکتے بلکہ اس کی اجازت ضروری ہے۔ اگر ولی اس کا کہیں نکاح کروا دیتا ہے اور یہ بالغہ ہے تو آ کر اس کو بتلاتا ہے کہ بھئی میں نے فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح کروا دیا، اگر یہ خاموش رہی یا ہنس دی یا بغیر آواز کے روئی تو یہ اجازت ہے، اور اگر اس نے رد کر دیا تو نکاح رد ہو گیا مولانا، نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، تو اس کی رضامندی ضروری ہے بھئی۔

چلیے بس مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۳: کتاب النکاح (۳): مہر کی اقل مقدار (دس درہم)، مہرِ مسمّٰی و مہرِ مثل، خلوتِ صحیحہ کے احکام، متعہ اور نکاحِ شغار و متعہ و موقت کا بطلان

مختصر القدوری صفحہ: ۱۳۸—بتاریخ: ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَيَصِحُّ النِّكَاحُ وَإِنْ لَّمْ يُسَمِّ فِيْهِ مَهْرًا۔ وَأَقَلُّ الْمَهْرِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ، فَإِنْ سَمّٰى أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ فَلَهَا عَشَرَةٌ۔ وَمَنْ سَمّٰى مَهْرًا عَشَرَةً فَمَا زَادَ فَعَلَيْهِ الْمُسَمّٰى إِنْ دَخَلَ بِهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا۔[۲۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَيَصِحُّ النِّكَاحُ وَإِنْ لَّمْ يُسَمِّ فِيْهِ مَهْرًا بھئی۔ یاد رکھیے نکاح کے اندر مہر کا ہونا ضروری ہے بھئی۔ نکاح کریں گے اگر مہر ذکر نہ بھی کیا جائے خود بخود مہر آجائے گا بھئی۔ خود بخود کیا آئے گا؟ مہر آجائے گا بھئی۔ اور اصل ہے نکاح کے اندر مہرِ مثل بھئی۔ نکاح جب کیا جائے گا کون سا مہر آنا چاہیے؟ مہرِ مثل آنا چاہیے، اس جیسی عورتوں کا اس کے خاندان میں جو مہر ہے وہ مہر آنا چاہیے۔ لیکن جب خود دونوں ذکر کر دیتے ہیں، کوئی مہر آپس میں طے کر لیتے ہیں تو پھر اس صورت میں جو طے کریں وہ مہر آیا کرتا ہے، مہرِ مثل نہیں آتا۔

تو اصل کیا ہے نکاح کے باب میں کون سا مہر ہے؟ مہرِ مثل یعنی اس جیسی عورتوں کا جو مہر ہے، لیکن جب نکاح میں خود طے کر لیں تو اس وجہ سے اب یہ عارض آگیا، اس عارض کی وجہ سے اب مہرِ مثل نہیں آئے گا بلکہ وہی مہر آئے گا جو انہوں نے آپس میں طے کیا ہے۔

اور مہر کی یاد رکھیے کم سے کم مقدار ہمارے نزدیک دس درہم ہے۔ دس درہم سے کم مہر نہیں ہو سکتا بھئی۔ دس درہم سے کم مہر اگر مقرر بھی کر لیں پھر بھی دس درہم آجائیں گے، اس سے کم مہر درست ہی نہیں ہے بھئی۔ لہٰذا کسی نے نکاح کیا بھئی پانچ درہم پر، تو پانچ درہم تو نہیں، اقلِ مہر کتنا ہے ہمارے نزدیک؟ دس درہم، تو کتنے آئیں گے اس پر؟ دس درہم آجائیں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اور میں نے یہ بھی بتلایا نکاح مہر کے بغیر درست نہیں، لہٰذا ایک آدمی نکاح کرتا ہے بھئی اور اس میں مہر کو سرے سے ذکر ہی نہیں کرتا تو خود بخود کون سا مہر آجائے گا؟ مہرِ مثل آجائے گا۔ یا اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ عورت کو کہتا ہے میں اس شرط پہ تم سے نکاح کرتا ہوں کہ تمہیں مہر نہیں دوں گا بھئی، لیکن میں نے بتلایا مہر تو ضروری ہے مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا بھئی، جب بھی نکاح ہو گا خود بخود مہر آجائے گا۔ تو اب یہ شرط لگائی تھی کہ مہر نہیں دوں گا لیکن خود بخود مہرِ مثل آجائے گا اور اس پر کیا واجب ہو گا؟ مہرِ مثل آئے گا وہ دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيَصِحُّ النِّكَاحُ وَإِنْ لَّمْ يُسَمِّ فِيْهِ مَهْرًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويصح وإن لم يسم فيه مهرا» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ سَمّٰى مَهْرًا عَشَرَةً فَمَا زَادَ فَعَلَيْهِ الْمُسَمّٰى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن سمى مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى» منقول ہے۔

تو کہتے ہیں: وَيَصِحُّ النِّكَاحُ وَإِنْ لَّمْ يُسَمِّ فِيْهِ مَهْرًا، اور نکاح صحیح ہے اگرچہ ذکر نہ کرے اس کے اندر مہر کو۔ وَأَقَلُّ الْمَهْرِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ، اور کم سے کم مہر جو ہے وہ دس دراہم ہے۔

بھئی دس دراہم کتنے بنتے ہیں؟ ذرا اس کا حساب تو لگاؤ تولوں کے اعتبار سے۔ ایک درہم کتنی چاندی ہے؟ تین ماشے، ایک رتی اور خمسِ رتی۔ درہم کی کتنی مقدار میں نے آپ کو بتلائی تھی بھئی؟ تین ماشے، ایک رتی اور خمسِ رتی۔ اچھا تین ماشے ایک رتی خمسِ رتی یہ تو ایک درہم میں ہے، اور دس درہم ہیں بھئی تو دس سے اس کو ذرا ضرب دو۔ پہلے ماشوں کو ضرب دو بھئی: تین ماشے ہیں ایک درہم میں تو دس درہم میں کتنے ہو جائیں گے؟ تیس ماشے۔ اچھا، اس کے بعد ایک رتی ہے اور خمسِ رتی، پہلے ذرا ایک رتی کا حساب کر لو: دس رتیاں ہو گئیں۔ اچھا خمسِ رتی، رتی کا پانچواں حصہ: تو پانچ درہم میں ایک رتی بنے گی، دس درہم میں کتنی ہو گئیں؟ دو رتی۔ تو دس رتیاں اور دو رتیاں کتنی ہوئیں؟ بارہ رتی۔

اور کتنی رتی کا ایک ماشہ ہوا کرتا ہے؟ آٹھ رتی کا، تو یہ کتنا ہو گیا؟ ڈیڑھ ماشہ۔ اچھا ڈیڑھ ماشہ، اور تیس ماشے پہلے تھے، کتنے ہو گئے؟ ساڑھے اکتیس ماشے۔ حساب سمجھ میں آیا؟ ساڑھے اکتیس ماشے ہو گئے۔ اور بارہ ماشے کا ایک تولہ ہوتا ہے، کتنے ہو گئے؟ دو تولے اور بارہ دونی چوبیس، باقی کتنے رہ گئے؟ ساڑھے سات ماشے۔ تو یہ کتنے ہو گئے؟ دو تولے اور ساڑھے سات ماشے، یا یوں کہیں ڈھائی تولے اور ڈیڑھ ماشہ۔ تو ڈھائی تولے ڈیڑھ ماشہ چاندی یہ کم سے کم مقدار ہے مہر کی ہمارے نزدیک۔ چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے بھئی تو آج کل آپ حساب لگالیں گے کہ ڈھائی تولے ڈیڑھ ماشہ چاندی کتنے کی آتی ہے، یہ کم سے کم مہر کی مقدار ہے ہمارے نزدیک۔

فَإِنْ سَمّٰى أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ فَلَهَا عَشَرَةٌ۔ اگر مقرر کیا یا ذکر کیا أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دس درہم سے کم، فَلَهَا عَشَرَةٌ تو اس کے لیے کیا ہو گا؟ دس درہم ہی ہوں گے۔ میں نے بتلایا دس سے کم ہو ہی نہیں سکتا بھئی، تو کم بھی ذکر کر دے پھر بھی کتنے ہوں گے؟ دس ہوں گے۔

وَمَنْ سَمّٰى مَهْرًا عَشَرَةً فَمَا زَادَ فَعَلَيْهِ الْمُسَمّٰى۔ اور جس نے ذکر کیا یا یوں کہیں سَمّٰى کا ترجمہ ذکر کیا کر لیں یا مقرر کیا، وَمَنْ سَمّٰى مَهْرًا عَشَرَةً اور جس نے مقرر کیا دس درہم مہر فَمَا زَادَ یا اس سے زیادہ، فَعَلَيْهِ الْمُسَمّٰى تو اس شخص پر واجب ہے وہی مقررہ إِنْ دَخَلَ بِهَا اگر اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی أَوْ مَاتَ عَنْهَا یا اسے چھوڑ کر مرا۔

بھئی جو مہر ذکر کیا تھا اب وہ مہر دینا پڑے گا دو صورتوں میں: یا تو خاوند بیوی کے ساتھ کیا کرلے؟ صحبت کر لے، صحبت کرنے سے مہر پکا ہو گیا۔ تو طے مثلاً ایک لاکھ روپے ہوئے تھے، اب صحبت کے بعد وہ پکے ہو گئے، اب کتنا مہر اسے دینا پڑے گا؟ پورا لاکھ جو ذکر کیا تھا مقرر کیا تھا۔ یا ابھی صحبت تو نہیں کی لیکن خاوند کا انتقال ہو گیا، سمجھ میں آیا؟ تو اس صورت میں بھی کیا کرنا پڑے گا؟ مہر پورا ہی ملے گا، وہ خاوند کے مال میں سے دیا جائے گا، وہ دین بن گیا خاوند پر اور اس کے مال میں سے عورت کو دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے سب کو؟ جی۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَالْخَلْوَةِ فَلَهَا نِصْفُ الْمُسَمّٰى۔ بھئی یہاں خلوت، یاد رکھیے خَلْوَةٌ کا معنی ہے تنہائی۔ خلوت دو قسم پر ہے: ایک خلوتِ صحیحہ ہے، ایک خلوتِ فاسدہ ہے۔ خلوتِ صحیحہ بھئی، ابھی آپ کو مسئلہ بتلایا کہ اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لے تو مہر کیا ہو جایا کرتا ہے؟ پکا ہو جاتا ہے، پختہ ہو جاتا ہے، جو مہر ذکر کیا تھا وہ اب پورا دینا پڑے گا۔ اسی طرح یاد رکھیے خلوتِ صحیحہ کو بھی شریعت نے صحبت کے قائم مقام کر دیا۔ جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ جس کے ساتھ اس نے نکاح کیا ہے، اس کے ساتھ تنہائی اس کو مل جائے، ایسی تنہائی جس کے اندر صحبت سے کوئی چیز مانع نہیں، تو یہ تنہائی بھی کس کے قائم مقام ہے؟ صحبت ہی کے قائم مقام ہے، اس صورت میں بھی مہر کیا ہو جائے گا؟ پکا ہو جائے گا، وہ مہر دینا پڑے گا۔

مثلاً ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر ایک لاکھ روپے طے ہوا۔ اب نکاح کے بعد ان دونوں کو خلوت میسر آئی، یعنی دونوں ایک کمرے میں اکٹھے ہو گئے اور وہاں پر صحبت سے مانع کوئی بھی چیز نہیں۔ مانع کئی چیزیں ہو سکتی ہیں: مثلاً رمضان کا مہینہ ہے دن میں اکٹھے ہوئے دونوں کا روزہ ہے رمضان کا، تو یہ مانع بن گیا۔ اب تنہائی ہوئی ہے رمضان میں دن کو ہوئی ہے تنہائی، لیکن مانع موجود تھا، لہٰذا یہ خلوتِ صحیحہ نہیں ہے۔ خلوتِ صحیحہ تو وہ ہے جس میں کوئی مانع نہ ہو۔ یا دونوں میں سے کوئی بیمار ہے اتنا بیمار ہے کہ جماع سے مانع ہے صحبت سے مانع ہے، تو یہ بھی خلوتِ صحیحہ نہیں کیونکہ کیا آ گیا؟ مانع آ گیا۔ یا کوئی تیسرا شخص وہاں موجود ہے یہ بھی مانع ہے مولانا۔

تو اگر ان موانع میں سے کسی قسم کا کوئی مانع موجود نہ ہو اور پھر ان دونوں میں تنہائی ہوئی، اور اس کے بعد اب خاوند طلاق دیتا ہے، اب اگرچہ اس نے صحبت

نہیں کی لیکن یہ خلوت تو تھی، یہ خلوت کس کے قائم مقام کر دی شریعت نے؟ صحبت کے قائم مقام کر دی، اور صحبت کے جو احکام ہوا کرتے تھے اب وہ اس خلوت پر لگ جائیں گے۔ صحبت کی صورت میں کیا ہوتا تھا؟ مہر پختہ ہو جاتا تھا، مہر پورا دینا پڑتا تھا، یہاں بھی اب کیا کریں گے؟ مہر پورا دینا پڑے گا۔ نیز صحبت کی صورت میں جب خاوند طلاق دیتا تھا عورت کو عدت گزارنا پڑتی ہے، تو یہاں بھی عورت کو کیا کرنا پڑے گی؟ عدت گزارنا پڑے گی۔ اب وہ طلاق دے دیتا ہے اس نے صحبت بھی نہیں کی لیکن خلوت تو تھی، ہو سکتا ہے کر لی ہو بھئی ہمیں نہیں بتا رہے دونوں بھئی، سمجھ میں آیا؟ لہٰذا اس کو اب شریعت نے وہی حکم دے دیا جو صحبت کا ہے، اور اس میں عدت گزارنا پڑتی تھی عورت کو، وہ اگلا نکاح نہیں کر سکتی تھی جب تک پوری عدت نہ گزار لے، یہاں بھی جب تک وہ پوری عدت نہیں گزارے گی اس وقت تک آگے کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ ہے خلوتِ صحیحہ مولانا۔ اور اگر کوئی مانع آیا تو معلوم ہوا پھر یہ خلوتِ صحیحہ نہیں ہے بھئی، پھر یہ احکام بھی نہیں آئیں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَالْخَلْوَةِ فَلَهَا نِصْفُ الْمُسَمّٰى۔ بھئی خاوند طلاق دیتا ہے صحبت کے بعد وہ تو مسئلہ آپ کو بتلا دیا صاحبِ قدوری نے، صحبت کے بعد مہر پکا ہو جاتا ہے پورا مہر دینا پڑتا ہے۔ اگر صحبت یا خلوت سے پہلے ہی کوئی طلاق دے دیتا ہے: نکاح ہوا تھا اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی، نکاح کے چند دن بعد خاوند نے کیا کر دیا؟ اس عورت کو طلاق دے دی۔ تو صحبت پائی گئی؟ نہیں۔ خلوتِ صحیحہ پائی گئی؟ نہیں۔ جب صحبت بھی نہیں خلوت بھی نہیں تو لہٰذا اب خاوند کو پورا مہر نہیں دینا پڑے گا بلکہ نصف مہر دینا پڑے گا۔ کیا کرنا پڑے گا؟ نصف مہر دینا پڑے گا بھئی۔ یہی بات بتلا رہے ہیں: فَإِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَالْخَلْوَةِ فَلَهَا نِصْفُ الْمُسَمّٰى، اگر اسے صحبت سے پہلے اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی فَلَهَا نِصْفُ الْمُسَمّٰى تو اس کے لیے نصفِ مسمّیٰ ہو گا، یعنی جو مقررہ مہر ہے اس کا نصف ملے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو پتہ چلا کسی عورت کو کوئی شخص طلاق دیتا ہے، اس کے لیے کوئی مہر مقرر کیا تھا تو اگر صحبت کر چکا ہے تو پھر کتنا دینا پڑے گا؟ پورا مہر دینا پڑے گا، اور اگر ابھی صحبت نہیں کی تو پھر اس صورت میں نصف مہر دے گا، صحبت نہ کی ہو اور خلوتِ صحیحہ بھی نہ ہو تو نصف مہر دے گا۔

وَإِنْ تَزَوَّجَهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا۔ اور اگر نکاح کیا اس عورت کے ساتھ وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا اور اس کے لیے مہر مقرر نہیں کیا بھئی، یعنی ذکر ہی نہیں کیا، أَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى أَنْ لَّا مَهْرَ لَهَا یا نکاح کیا اس کے ساتھ عَلٰى اس شرط پر أَنْ لَّا مَهْرَ لَهَا کہ اس کے لیے مہر نہیں ہو گا۔ نکاح کیا اس شرط پر کہ تمہیں مہر میں نہیں دوں گا۔ تو میں نے تو آپ کو ضابطہ بتلا دیا بھئی کہ نکاح کے اندر مہر ضرور آئے گا چاہے ذکر کرے چاہے ذکر نہ کرے، چاہے نہ دینے کی شرط ہی کیوں نہ لگا دے پھر بھی مہر ضرور آئے گا۔ اب کوئی مقرر کیا ہی نہیں تو جو اصل ہے وہ آ جائے گا، اور اصل کیا ہے نکاح کے باب میں؟ مہرِ مثل بھئی۔

یہ معنی ہے: اگر مہر مقرر ہی نہیں کیا یا نکاح کیا اس شرط پر کہ اس کے لیے مہر ہی نہیں ہو گا، فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا تو اس کے لیے مہرِ مثل ہے، أَيْ مَهْرُ امْرَأَةٍ مِّثْلِهَا، ایسی عورت جو اس کے مثل ہے اس کا مہر اس کو دیا جائے گا۔ اس جیسی عورت کا جو مہر ہوا کرتا ہے وہ مہر کیا کیا جائے گا؟ اس کو دیا جائے گا۔ کب؟ إِنْ دَخَلَ بِهَا اگر اس نے اس کے ساتھ صحبت کی أَوْ مَاتَ عَنْهَا یا اسے چھوڑ کر مرا۔

وَإِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ، اور اگر اس نے اس عورت کو طلاق دے دی، کون سی عورت بھئی؟ جس کے لیے مہر مقرر ہی نہیں کیا یا یہ شرط لگائی تھی کہ تمہیں مہر نہیں ملے گا، اس کو اگر اس نے طلاق دے دی قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے وَالْخَلْوَةِ اور خلوت سے پہلے، خلوت بھی نہیں ہوئی صحبت بھی نہیں ہوئی، فَلَهَا الْمُتْعَةُ تو اس کے لیے کیا ہو گا؟ متعہ ہو گا بھئی۔ متعہ اس کو دینا پڑے گا بھئی، متعۃ النکاح کہتے ہیں اسے بھئی، متعۃ النکاح۔

سمجھ میں آیا؟ بھئی جس کے لیے مہر مقرر تھا اس کے ساتھ صحبت کر لے یا خلوت کر لے تو وہ مہر پکا ہو گیا وہی دینا پڑے گا۔ اور اگر مہر تو مقرر تھا لیکن صحبت اور خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی تو کتنا دینا پڑے گا؟ نصف مہر۔ اور دوسری قسم کی وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر ہی نہیں کیا یا یہ شرط لگائی تھی کہ مہر نہیں دوں گا، اس کے ساتھ اگر صحبت کر لی یا اسے چھوڑ کر مرا تو اسے کتنا مہر دیا جائے گا؟ مہرِ مثل دیا جائے گا بھئی۔ اور اگر یہ عورت جس کے لیے مہر مقرر نہیں ہے یا شرط لگائی تھی کہ مہر تمہیں دوں گا ہی نہیں، اس کو صحبت سے پہلے یا خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دیتا ہے، اب کیا دیا جائے گا؟ مہرِ مثل کا نصف؟ نہیں بھئی نہیں، مہرِ مثل کا نصف نہیں بلکہ اس کو کیا دیا جائے گا؟ متعہ دیا جائے گا، متعۃ النکاح بھئی۔

بھئی وہ کیا چیز ہے؟ خود بتلا رہے ہیں: وَهِيَ ثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ مِّنْ كِسْوَةِ مِثْلِهَا، اور یہ تین کپڑے ہیں مِنْ كِسْوَةِ مِثْلِهَا اس جیسی عورت کے کپڑوں کے مثل بھئی، یعنی اس جیسی عورت جو کپڑے پہنتی ہے۔ بھئی امیر ہے تو اعلیٰ کپڑے پہنتی ہو گی، متوسط ہے تو متوسط درجے کے ہوں گے، غریب ہے تو ادنیٰ

درجے کے کپڑے ہوں گے، تو جس قسم کے کپڑے یہ پہنتی ہے اس جیسے تین کپڑے دینے پڑیں گے۔ کون کون سے ہیں وہ تین کپڑے؟ کہتے ہیں: وَبِيَ دِرْعٌ وَّخِمَارٌ وَّمِلْحَفَةٌ، اور وہ دِرْعٌ ایک قمیص ہے، وَخِمَارٌ اوڑھنی ہے دوپٹہ بھئی، وَمِلْحَفَةٌ اور چادر ہے بڑی چادر بھئی۔ کتنے کپڑے دینے پڑیں گے؟ تین۔ یہ عورت جس کے لیے مہر مقرر نہیں کیا یا یہ شرط لگائی تھی کہ تمہیں مہر ملے گا ہی نہیں، اس کو صحبت سے یا خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی تو کیا دینا پڑے گا؟ متعۃ النکاح، اور وہ کس چیز کا نام ہے؟ تین کپڑوں کا نام ہے جو اس جیسی عورت پہنتی ہے، وہ کیا ہیں؟ قمیص ہے، دوپٹہ اور چادر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہمارے ہاں بھئی قمیص، شلوار، دوپٹہ اور بڑی چادر چار چیزیں آجائیں گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

اچھا، صاحبِ قدوری نے کہا اس جیسی عورت کے جو کپڑے ہوتے ہیں، لیکن یہ ایک قول ذکر ہوا، دوسرا قول یہ کہ خاوند کا اعتبار کیا جائے گا: اگر خاوند مالدار ہے تو اعلیٰ کپڑے دینے پڑیں گے، متوسط ہے تو متوسط درجے کے کپڑے، اور غریب ہے تو ادنیٰ درجے کے کپڑے دے گا۔ تو صحیح قول یہ ہے کہ خاوند کا اعتبار کیا جائے گا بھئی، عورت کا اعتبار نہیں بھئی، خاوند کے اعتبار سے اس کو کپڑے دیے جائیں گے، خاوند اسے دے گا بھئی اسی قسم کے۔

وَإِنْ تَزَوَّجَهَا الْمُسْلِمُ عَلٰى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ۔ اور اگر نکاح کیا اس عورت سے مسلمان نے عَلٰى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ شراب یا خنزیر پر، یعنی شراب یا خنزیر کو مہر کے طور پر مقرر کر لیا، تو کہتے ہیں فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ تو نکاح جائز ہے۔ اب لیکن خمر اور خنزیر نہیں کیونکہ خمر اور خنزیر میں تو مسلمان کے لیے نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک، نہ خود مالک بن سکتا ہے نہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکتا ہے، تو کہتے ہیں وَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا اس عورت کے لیے مہرِ مثل ہو گا۔[۳]

وَإِنْ تَزَوَّجَهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا ثُمَّ تَرَاضَيَا عَلٰى تَسْمِيَةِ مَهْرٍ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا بھئی، مہر مقرر تو نہیں کیا نکاح کے وقت، لیکن بعد میں بھئی خاوند نے کہا میں تمہیں فلاں چیز یا اتنے پیسے بطورِ مہر کے دوں گا، عورت بھی راضی ہو گئی تو دونوں اس چیز پر راضی ہو گئے بھئی۔ دونوں راضی ہو گئے، کچھ آپس میں بطورِ مہر کے طے کر لیا، تو کہتے ہیں یہ جو مہر اب مقرر کر لیا یہ خاوند پر واجب ہو جائے گا اگر وہ صحبت کر لے یا اسے چھوڑ کر مر جائے، تو دونوں صورتوں میں اب یہ مہر اسے دیا جائے گا۔ پہلے تو نہیں تھا لیکن اب دونوں نے جب آپس میں مقرر کر لیا تو اب یہ مقرر ہو گیا، اب یہی دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟[۴]

اور اگر صحبت سے پہلے ہی طلاق دے دی: یہ عورت جس کے ساتھ کوئی مہر پہلے مقرر نہیں کیا بعد میں کیا کر لیا آپس میں دونوں نے کوئی مہر مقرر کر لیا، تو اگر صحبت کر لی ہے یا خلوت کر لی ہے یا اسے چھوڑ کر مرا ہے تو پھر تو اسے یہ پورا دیا جائے گا مہر، لیکن اگر صحبت سے پہلے ہی کیا ہوا؟ خاوند نے طلاق دے دی، تو اس صورت میں یاد رکھیے پھر وہی متعۃ النکاح آئے گا، یہ جو بعد میں مقرر کیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

کہتے ہیں: وَإِنْ تَزَوَّجَهَا اور اگر اس عورت سے نکاح کیا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا اور اس کے لیے کوئی مہر مقرر نہیں کیا ثُمَّ تَرَاضَيَا عَلٰى تَسْمِيَةِ مَهْرٍ پھر دونوں راضی ہو گئے کسی مہر کے مقرر کرنے پر، فَهُوَ لَهَا تو وہی مہر اس عورت کے لیے ہو گا إِنْ دَخَلَ بِهَا اگر خاوند نے اس کے ساتھ صحبت کر لی أَوْ مَاتَ عَنْهَا یا اسے چھوڑ کر مرا۔ وَإِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَالْخَلْوَةِ فَلَهَا الْمُتْعَةُ، اور اگر اس نے طلاق دے دی اس عورت کو صحبت سے پہلے یا خلوت سے پہلے، تو اب یہ بعد میں جو مقرر کیا تھا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے بھئی، جیسے اس عورت جس کے لیے مہر مقرر نہ تھا اس کو طلاق قبل الصحبت کی صورت میں کیا دیا جاتا تھا؟ متعۃ النکاح، تو اسے بھی کیا دیا جائے گا؟ متعہ دیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں فَلَهَا الْمُتْعَةُ تو اس کے لیے متعہ ہو گا۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے سب کو بھئی؟

وَإِنْ زَادَ فِي الْمَهْرِ بَعْدَ الْعَقْدِ لَزِمَتْهُ الزِّيَادَةُ إِنْ دَخَلَ بِهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا۔ ایک صورت یہ ہے بھئی دیکھو: بھئی جب نکاح ہوا تو نکاح میں مہر طے پایا تھا ایک لاکھ روپیہ۔ نکاح کے بعد خاوند نے کہا بھئی میں ایک لاکھ مہر نہیں دوں گا بلکہ میں آپ کو دو لاکھ مہر دوں گا۔ تو کہتے ہیں یہ جو خاوند مہر کو زیادہ کر دیتا ہے بڑھا دیتا ہے یہ ٹھیک ہے، بڑھا سکتا ہے۔ اور یہ زیادتی پختہ ہو جائے گی جب کیا کر لے؟ صحبت کر لے یا خلوت کر لے یا اسے چھوڑ کر مر جائے، تو ان صورتوں میں اب یہ زیادتی بھی دی جائے گی جو اس نے زائد کیا تھا۔ لیکن اگر اسی صورت میں خاوند نے صحبت سے پہلے ہی طلاق دے دی تو اب اس زیادتی کا کوئی

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ تَزَوَّجَهَا الْمُسْلِمُ عَلٰى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن تزوج المسلم على خمر أو خنزير» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ تَزَوَّجَهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا ثُمَّ تَرَاضَيَا عَلٰى تَسْمِيَةِ مَهْرٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن تزوجها ولم يسلم لها مهرا ثم تراضيا على تسمية مهر» منقول ہے۔

اعتبار نہیں، بلکہ وہ جو مہر پہلے طے ہوا تھا نکاح کے وقت اب وہی نصف اس عورت کو دے دیا جائے گا۔ کیا کیا جائے گا؟ نصف دے دیا جائے گا۔

یہ معنی ہے: وَإِنْ زَادَ فِي الْمَهْرِ بَعْدَ الْعَقْدِ لَزِمَتْهُ الزِّيَادَةُ اور اگر بڑھا دیا مہر کے اندر عقد کے بعد لَزِمَتْهُ الزِّيَادَةُ تو زیادتی لازم ہو جائے گی خاوند پر إِنْ دَخَلَ بِهَا اگر اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی أَوْ مَاتَ عَنْهَا یا اسے چھوڑ کر مرا، وَتَسْقُطُ الزِّيَادَةُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ اور زیادتی ساقط ہو جائے گی صحبت سے پہلے طلاق دینے سے۔

فَإِنْ حَطَّتْ مِنْ مَّهْرِهَا صَحَّ الْحَطُّ۔ بھئی اگر عورت مہر میں کمی کر دیتی ہے: نکاح ہوا تھا مہر ایک لاکھ مقرر ہوا، عورت نے کہا بھئی یوں کرو ایک لاکھ کے بجائے مجھے پچاس ہزار دے دو، تو بھئی یہ عورت کا حق ہے اس کی مرضی ہے کمی کر سکتی ہے، تو اب پچاس ہزار دے گا خاوند بھئی، اس پر پچاس ہزار لازم ہے۔ چاہے تو سارا ہی معاف کر دے، عورت کا حق ہے۔ فَإِنْ حَطَّتْ مِنْ مَّهْرِهَا صَحَّ الْحَطُّ اگر کمی کی اس نے اپنے مہر میں سے تو صحیح ہے اس کا کم کرنا۔

وَإِذَا خَلَا الزَّوْجُ بِامْرَأَتِهِ وَلَيْسَ بُنَاكَ مَانِعٌ مِّنَ الْوَطْءِ۔ بھئی وہی بات بتلانے لگے ہیں، میں نے آپ کو کہا تھا خلوتِ صحیحہ کس کو کہتے ہیں؟ کہ کسی قسم کا کوئی مانعِ وطی وہاں نہ پایا جائے۔ اگر صحبت سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ خلوتِ صحیحہ نہیں، لیکن اگر صحبت سے کوئی مانع نہیں ہے تو اس صورت میں خلوت کا بھی وہی حکم ہے جو کس کا حکم تھا؟ صحبت کا تھا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا خَلَا الزَّوْجُ بِامْرَأَتِهِ جب خلوت کی خاوند نے اپنی بیوی کے ساتھ وَلَيْسَ بُنَاكَ مَانِعٌ مِّنَ الْوَطْءِ اور وہاں کوئی مانع بھی نہیں تھا وطی سے ثُمَّ طَلَّقَهَا پھر خاوند نے اسے طلاق دے دی، فَلَهَا كَمَالُ مَهْرِهَا تو اس کے لیے اس کا کامل مہر ہے، پورا مہر ہے، کیونکہ خلوتِ صحیحہ کس کے قائم مقام ہے؟ صحبت کے بھئی۔

وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مَرِيْضًا أَوْ صَائِمًا فِيْ رَمَضَانَ أَوْ مُحْرِمًا بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک مریض تھا، یعنی ایسا مرض جو صحبت سے مانع ہے، أَوْ صَائِمًا فِيْ رَمَضَانَ یا دونوں میں سے کوئی ایک روزہ دار تھا رمضان میں، یعنی رمضان کا روزہ رکھا ہوا ہے اس نے۔ بھئی رمضان کے روزے کی قید لگائی، کوئی اور روزہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ مانع ہے دوسرے روزے مانع نہیں۔ وجہ یہ کہ یہ روزہ اگر وہ توڑتا ہے اور صحبت کرتا ہے تو اس صورت میں تو کفارہ دینا پڑتا ہے، ساٹھ روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے بھئی۔ اور کسی اور روزے کے اندر آپ نے پڑھا ہے کفارہ نہیں، وہاں تو صرف ایک روزے کی قضا کرنی پڑے گی تو وہ تو کوئی مانع نہیں، وہ تو آسان کام ہے توڑ بھی دے بعد میں پھر رکھ سکتا ہے، لیکن یہ مانع ہے بھئی۔ أَوْ مُحْرِمًا بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ یا محرم تھا احرام باندھا ہوا تھا حج یا عمرے کا، تو یہ بھی مانع ہے اس لیے کہ احرام میں تو بیوی کے ساتھ صحبت منع ہے، صحبت کرے گا تو اسے دم دینا پڑے گا بھئی، قربانی کرنا پڑے گی ایک جانور کی، تو یہ بھی مانع ہے بھئی۔ أَوْ كَانَتْ حَائِضًا یا عورت کیا تھی؟ حائضہ تھی حالتِ حیض میں تھی، فَلَيْسَتْ بِخَلْوَةٍ صَحِيْحَةٍ تو یہ خلوتِ صحیحہ نہیں کیونکہ یہ موانع آ گئے بھئی۔

وَلَوْ طَلَّقَهَا فَيَجِبُ نِصْفُ الْمَهْرِ۔ اگر اس نے اس کو طلاق دے دی، یعنی یہ والی خلوت جو ذکر ہوئی کہ دونوں میں سے کوئی مریض تھا یا رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا یا حج یا عمرے کا احرام تھا یا عورت حالتِ حیض میں تھی، خلوت تو ہوئی لیکن ان میں سے کوئی چیز موجود بھی تھی، پھر اس شخص نے کیا کیا؟ اس عورت کو طلاق دے دی۔ تو اب خلوت تو پائی گئی لیکن یہ خلوتِ صحیحہ تھی یا خلوتِ فاسدہ؟ خلوتِ فاسدہ ہے۔ خلوتِ صحیحہ ہوتی تو کتنا مہر آتا؟ پورا مہر آتا، لیکن یہ تو خلوتِ فاسدہ ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، تو لہٰذا اب کتنا مہر ملے گا؟ نصف، فَيَجِبُ نِصْفُ الْمَهْرِ تو نصف مہر واجب ہو گا۔

وَإِذَا خَلَا الْمَجْبُوْبُ بِامْرَأَتِهِ ثُمَّ طَلَّقَهَا فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى۔ مَجْبُوْبٌ بھئی: مجبوب وہ شخص ہے جس کا وہ عضوِ مخصوص کٹا ہوا ہو بھئی۔ مجبوب کسے کہتے ہیں؟ وہ شخص جس کا ذکر کٹا ہوا ہے وہ مجبوب کہلاتا ہے۔ اس نے خلوت کی ایک عورت کے ساتھ بھئی، اپنی بیوی کے ساتھ نکاح ہو گیا اور اس کے ساتھ خلوت کر لی۔ تو کیا اب بھی پورا مہر دینا پڑے گا یا اب پورا مہر نہیں؟ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اب پورا مہر دینا پڑے گا۔ اب کیا کرنا پڑے گا؟ پورا مہر۔

بھئی اس پر اشکال ہوتا ہے بھئی خلوت کو تو ہم نے صحبت کا قائم مقام بنایا، اصل تو مہر پختہ کس سے ہو گا؟ صحبت سے، لیکن خلوت میں بھی چونکہ امکان ہے کہ کیا ہو گئی ہو گی؟ صحبت ہو گئی ہو گی، تو اب خلوت کو بھی ہم نے کس کا قائم مقام بنا دیا؟ صحبت کا۔ لیکن یہاں تو صحبت کا امکان ہی نہیں کیونکہ یہ شخص تو مجبوب ہے، پھر کیوں مہر پورا دینا پڑے گا؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بھئی عورت کے ذمے تھا اپنے آپ کو خاوند کے حوالے کرنا، اور جب اس نے اپنے آپ کو خاوند کے حوالے کر دیا تو اب مہر پورا آئے گا کیونکہ اب رکاوٹ مانع کس کی طرف سے آیا؟ خاوند کی طرف سے آیا، وہ صحبت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ مجبوب ہے، عورت نے تو کیا کر دیا؟ اپنے نفس کو اس کے سپرد کر دیا ہے بھئی۔ تو یہ معنی ہے: وَإِذَا خَلَا الْمَجْبُوْبُ بِامْرَأَتِهِ اور جب خلوت کی مجبوب نے اپنی بیوی کے ساتھ ثُمَّ

طَلَّقَهَا پھر اسے طلاق دے دی، فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ تو اس کے لیے کامل مہر ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَيُسْتَحَبُّ الْمُتْعَةُ لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ إِلَّا لِمُطَلَّقَةٍ وَّاحِدَةٍ وَبِي الَّتِي طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا۔ بھئی دیکھو یہاں صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں متعہ کس کے لیے مستحب ہے بھئی۔ بھئی دیکھو مطلقہ عورتیں چار قسم پر ہو گئیں بھئی۔ کتنی قسم پر؟ چار قسم پر: ایک وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر کیا تھا، ایک وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر نہیں کیا۔ کتنی صورتیں ہو گئیں؟ دو، پھر دونوں کے اندر یا صحبت کے بعد طلاق دے رہا ہے یا صحبت سے پہلے طلاق دے رہا ہے، کتنی صورتیں ہو گئیں؟ چار۔

پہلی صورت کہ مہر مقرر کیا ہے اور صحبت کے بعد طلاق دے رہا ہے، تو اس کو کتنا مہر ملتا ہے؟ پورا۔ اور مہر مقرر کیا ہے اور خلوت یا صحبت سے پہلے طلاق دے رہا ہے، نصف مہر دیا جاتا ہے۔ دوسری صورت: مہر مقرر نہیں کیا تھا، اب صحبت کے بعد یا خلوت کے بعد کیا کر رہا ہے؟ طلاق دے رہا ہے، کیا دینا پڑے گا؟ مہرِ مثل۔ اور اگر صحبت سے پہلے طلاق دے رہا ہے، کیا دینا پڑے گا؟ متعۃ النکاح بھئی، متعہ دینا پڑے گا تین کپڑے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو معلوم ہوا اس میں ایک قسم کی عورت تو وہ ہے جس کے لیے متعہ واجب ہے، وہ کون سی عورت ہے؟ جس کے لیے مہر مقرر نہیں کیا تھا اور صحبت سے پہلے اسے کیا کر رہا ہے؟ طلاق دے رہا ہے، تو اب اس کے لیے متعہ واجب ہے وہ دینا پڑے گا۔ باقی تین عورتوں کے لیے صاحبِ قدوری فرما رہے ہیں متعہ مستحب ہے، ان کو بھی دے دے تو اچھا ہے، ان کے لیے مستحب ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

دیکھیے بھئی کہتے ہیں: وَيُسْتَحَبُّ الْمُتْعَةُ لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ اور متعہ مستحب ہے ہر مطلقہ کے لیے إِلَّا لِمُطَلَّقَةٍ وَّاحِدَةٍ مگر ایک مطلقہ کے لیے، وَبِي الَّتِي طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ اور یہ وہ مطلقہ ہے جسے طلاق دی ہے صحبت سے پہلے وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا اور اس کے لیے کوئی مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ اس کے لیے متعہ واجب ہے مولانا، آپ پڑھ چکے ہیں، باقی تین کے لیے کیا فرمایا صاحبِ قدوری نے؟ مستحب ہے مولانا۔ لیکن یہ ایک قول ہے ایک روایت ہے۔ صحیح روایت یہ ہے مولانا کہ چار قسم کی مطلقات میں نے آپ کے سامنے ذکر کیں: ایک وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر تھا اور صحبت یا خلوت کے بعد کیا کیا؟ طلاق دے دی۔ ایک وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر تھا اور اسے صحبت یا خلوت سے پہلے ہی طلاق دی۔ ایک وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر نہیں اور اسے صحبت یا خلوت کے بعد کیا کیا؟ طلاق دی۔ ایک وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر نہیں اور اسے صحبت یا خلوت سے پہلے کیا کیا؟ طلاق دی، اس کے لیے تو متعہ واجب۔ باقی تین کے لیے صاحبِ قدوری کیا فرماتے ہیں؟ مستحب۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ دو کے لیے مستحب ہے تینوں کے لیے مستحب نہیں: وہ عورت جس کے لیے مہر مقرر تھا اور صحبت سے پہلے اسے طلاق دے دی،

تو اس کے لیے نصفِ مقررہ مہر دے دیا جائے گا، اس کے لیے متعہ مستحب نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بس خلاصۂ بحث یہ ہوا: صحبت کے بعد اگر طلاق دے رہا ہے تو متعہ دینا مستحب۔ اگر صحبت سے پہلے کیا کر رہا ہے؟ طلاق دے رہا ہے، تو پھر اس صورت میں اگر مہر مقرر نہیں تھا تو متعہ دینا واجب، اور اگر مہر مقرر تھا تو صرف نصف مہر دے دے، متعہ دینا واجب یا مستحب نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَإِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلٰى أَنْ يُّزَوِّجَهُ الرَّجُلُ أُخْتَهُ أَوْ بِنْتَهُ لِيَكُوْنَ أَحَدُ الْعَقْدَيْنِ عِوَضًا عَنِ الْآخَرِ فَالْعَقْدَانِ جَائِزَانِ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مَهْرُ مِثْلِهَا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: بھئی ایک آدمی اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہے کسی دوسرے آدمی کے ساتھ اس شرط پر کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا اس کے ساتھ نکاح کروائے گا۔ کیا کروائے گا؟ اپنی بیٹی یا بہن کا اس کے ساتھ نکاح کروائے گا۔ ہاں تو دو آدمی آپس میں کس طرح نکاح کر رہے ہیں؟ ایک اپنی بیٹی دوسرے کو دے رہا ہے، دوسرا اپنی بیٹی پہلے کو دے رہا ہے یا اپنی بہن پہلے کو دے رہا ہے مولانا۔

تو اس قسم کا نکاح جاہلیت میں ہوتا تھا اور اسے نکاحِ شغار کہتے تھے، نکاحِ شغار۔ اور یہاں مہر نہیں ہوتا تھا بلکہ ایک نکاح کو دوسرے کا عوض بنا دیتے تھے بھئی۔ مہر کیوں نہیں بھئی؟ کیونکہ اس کے بدلے میں وہ کہتا ہے میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر رہا ہوں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو دونوں طرف سے مہر نہیں ہوتا تھا، ہر ایک نکاح کو دوسرے کا کیا بنا لیا کرتے تھے؟ عوض بنا لیا کرتے تھے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ یہ جاہلیت میں رائج تھا، اسے نکاحِ شغار کہتے ہیں، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

تو یہاں پر صاحبِ قدوری فرما رہے ہیں کہ یہ نکاح جائز ہے۔ بھئی یہاں حدیث میں تو ممانعت آئی ہے، پھر کیسے آپ جائز فرما رہے ہیں؟ جواب یہ ہے بھئی حدیث میں اس نکاحِ شغار کی ممانعت ہے کہ جہاں مہر نہیں ہے بلکہ ایک نکاح کو کیا بنا دیا جاتا دوسرے نکاح کا؟ عوض۔ تو ہم بھی کہتے ہیں اگر ایسا کیا جائے تو جائز

نہیں ہے، بلکہ ہم کہتے ہیں یہاں خود بخود مہرِ مثل آجائے گا، ہر عورت کا مہر کیا بن جائے گا؟ مہرِ مثل بن جائے گا، تو یہ نکاحِ شغار اب تو رہا ہی نہیں بھئی! ہر ایک کو کیا مل رہا ہے اس کا؟ مہر مل رہا ہے، جبکہ وہ جو جاہلیت میں رائج تھا اس میں مہر سرے سے ہوتا ہی نہیں تھا، ایک نکاح کو کیا بنا دیا جاتا دوسرے نکاح کا؟ عوض بنایا جاتا تھا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ شغار رہا ہی نہیں بھئی کیونکہ یہاں تو دونوں کو پورا پورا مہر ملے گا، مہرِ مثل بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ اور جب نکاح کیا کسی آدمی نے اپنی بیٹی کا عَلٰی، عَلٰی شرط کے لیے آتا ہے بھئی، اس شرط پر کہ أَنْ يُّزَوِّجَهُ الرَّجُلُ أُخْتَهُ کہ نکاح کر دے اس کے ساتھ دوسرا آدمی أُخْتَهُ اپنی بہن کا أَوْ بِنْتَهُ یا اپنی بیٹی کا لِيَكُوْنَ أَحَدُ الْعَقْدَيْنِ عِوَضًا عَنِ الْآخَرِ تاکہ ہو جائے دونوں عقدوں میں سے ایک دوسرے کا عوض بھئی، ایک عقد کیا ہو جائے دوسرے کا؟ عوض ہو جائے، فَالْعَقْدَانِ جَائِزَانِ پس تو دونوں عقد جائز ہیں وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مَهْرُ مِثْلِهَا اور ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک کے لیے مہرِ مثل ہو گا۔

وَإِنْ تَزَوَّجَ حُرٌّ امْرَأَةً عَلٰى خِدْمَتِهِ سَنَةً أَوْ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ جَازَ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا۔ بھئی ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر کے طور پر یہ طے کیا کہ بھئی میں ایک سال تک تمہاری خدمت کروں گا۔ کیا کروں گا؟ ایک سال تک خدمت کروں گا۔ یا میں تمہیں قرآن کی تعلیم دوں گا۔ قرآن کی کیا کروں گا؟ تعلیم دوں گا۔ تو کیا یہ مہر بن سکتے ہیں؟ نہیں بھئی، ہمارے نزدیک یہ مہر نہیں بن سکتے۔ مہر کا ہمارے نزدیک مال ہونا ضروری ہے۔ مہر ہمیشہ کیا ہونا چاہیے؟ مال ہونا چاہیے۔ اور تعلیمِ قرآن یہ مال ہے؟ مال نہیں ہے۔ نیز آزاد آدمی کی جو خدمت ہے وہ بھی مال نہیں، اس لیے کیونکہ آزاد آدمی خود مال نہیں ہے بھئی۔ آزاد آدمی کو مال سمجھا جاتا ہے؟ نہیں، جب وہ خود مال نہیں تو اس کی خدمت بھی مال نہیں ہے۔ تو لہٰذا یہاں پر نکاح تو ہو جائے گا مولانا، لیکن یہ چیزیں تو مہر بن نہیں سکتیں اور مہر تو ضرور آنا ہے تو پھر وہی اصل آجائے گا، اور اصل کیا ہے نکاح کے باب میں؟ مہرِ مثل بھئی۔ کیا آجائے گا؟ مہرِ مثل آجائے گا۔

یہ معنی ہے: وَإِنْ تَزَوَّجَ حُرٌّ امْرَأَةً اور اگر کسی آزاد آدمی نے نکاح کیا کسی عورت کے ساتھ عَلٰى خِدْمَتِهِ سَنَةً اس شرط پر کہ اس آدمی کی خدمت ہو گی سَنَةً ایک سال کے لیے، یعنی اس آدمی کی خدمت اس عورت کے لیے ایک سال تک، اس شرط پر نکاح کیا أَوْ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ یا قرآن کی تعلیم کی شرط پر، جَازَ تو نکاح جائز ہے فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا تو اس عورت کے لیے کیا ملے گا؟ مہرِ مثل بھئی۔ بھئی مَهْرُ مِثْلِهَا کی ترکیب میں نے بتائی تھی یاد رکھنا: مَهْرُ امْرَأَةٍ مِّثْلِهَا، مہر ایسی عورت کا مِثْلِهَا جو اس عورت کے مثل ہے، وہ اس کو دیا جائے گا۔

وَإِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ امْرَأَةً حُرَّةً بِإِذْنِ مَوْلَاهُ عَلٰى خِدْمَتِهِ سَنَةً جَازَ وَلَهَا خِدْمَتُهُ۔ بھئی ایک غلام نے نکاح کیا ایک عورت کے ساتھ اور اس شرط پر کہ مہر کے طور پر میں آپ کی ایک سال تک خدمت کروں گا۔ تو کیا یہ صحیح ہے بھئی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، غلام ایک سال تک اب اس کی خدمت کرے گا بھئی، یہ مہر کے طور پر صحیح ہے۔ بھئی کیسے صحیح ہے؟ آزاد آدمی میں آپ نے کہا تھا ایک سال کی خدمت کی شرط لگاتا ہے تو مہرِ مثل دیں گے، وہاں خدمت کو آپ نے مہر نہیں تسلیم کیا اور غلام کے اندر آپ کیا کر رہے ہیں؟ خدمت کو مہر تسلیم کر رہے ہیں! جواب یہ ہے میں نے ضابطہ آپ کو بتلا دیا تھا کہ جو خود مال نہیں اس کی خدمت بھی مال نہیں، تو وہاں خدمت مال ہی نہیں تھی تو اس کو ہم مہر کیسے بناتے، مہر کا تو مال ہونا ضروری ہے، اور غلام خود مال ہے تو اس کی خدمت بھی کیا ہے؟ مال شمار ہو گی، لہٰذا اب مہر جو ہے وہ مال ہی بن گیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ امْرَأَةً حُرَّةً اور اگر نکاح کیا کسی غلام نے کسی آزاد عورت کے ساتھ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ اپنے آقا کی اجازت سے۔ آقا کی اجازت کی شرط لگائی اس لیے کہ غلام کا آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا صحیح نہیں۔ تو غلام نے نکاح کیا کسی آزاد عورت کے ساتھ اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ عَلٰى خِدْمَتِهِ سَنَةً اس شرط پر کہ وہ اس کی خدمت کرے گا ایک سال تک، جَازَ تو یہ جائز ہے وَلَهَا خِدْمَتُهُ اور اس عورت کے لیے اس غلام کی خدمت ہو گی، یعنی یہی مہر بن جائے گا اس کے لیے، ایک سال تک کیا کرے گا؟ اس کی خدمت کرے گا، یہ اس پر ضروری ہو گیا۔

وَإِذَا اجْتَمَعَ فِي الْمَجْنُوْنَةِ أَبُوْهَا وَابْنُهَا فَالْوَلِيُّ فِيْ نِكَاحِهَا ابْنُهَا۔ اچھا، صورت یہ ہے ایک عورت ہے، مجنونہ ہے بھئی، کچھ پاگل ہے تھوڑی بہت بھئی، اب اس کا نکاح کروانا چاہتے ہیں۔ اب اس کا بیٹا بھی ہے، پہلے نکاح ہو چکا تھا بیٹا بھی ہے اور والد بھی اس عورت کا زندہ ہے، تو اب اس مجنونہ کا ولی کون بنے گا، بیٹا ولی ہے یا باپ ولی ہے؟ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں بیٹا ولی ہے۔ ولی کون ہے اس کا؟ نکاح کے اندر بیٹا ولی ہے، بیٹا نکاح کروائے گا بھئی یہاں پر اور باپ دوسرے درجے پر چلا گیا، اور ولیِ اقرب کے ہوتے ہوئے ولیِ ابعد کے لیے نکاح کروانا درست نہیں، تو ولی اس کا بیٹا ہو گا بھئی نکاح میں۔ ہاں یہ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں دونوں بھئی، امام صاحب بھی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ بھی، ان کے نزدیک بیٹا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا

ولی کون ہے؟ اس کا والد ہے۔

بھئی وجہ یہ ہے شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ولایت جو ہے عصوبت کی وجہ سے ہے، اور عصبہ کے اندر اول درجہ کس کا تھا؟ بیٹے کا تھا، لہٰذا بیٹا ولی ہے۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر ولایت باپ کو حاصل ہو گی کیونکہ ولایت کی وجہ شفقت ہے، اور باپ کے اندر بیٹے سے زیادہ شفقت ہے، باپ اپنی اولاد پر زیادہ شفیق ہوتا ہے بخلاف بیٹا اپنے والدین پر بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا اجْتَمَعَ فِي الْمَجْنُوْنَةِ أَبُوْهَا وَابْنُهَا اور جب جمع ہو جائیں مجنونہ کے اندر اس کا باپ وَابْنُهَا اور اس کا بیٹا، فَالْوَلِيُّ فِيْ نِكَاحِهَا ابْنُهَا تو ولی اس کے نکاح کے اندر اس کا بیٹا ہے عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللهُ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى أَبُوْهَا اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا ولی اس کا باپ ہے۔

وَلَا يَجُوْزُ نِكَاحُ الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ إِلَّا بِإِذْنِ مَوْلَاهُمَا، اور جائز نہیں ہے نکاح غلام کا اور باندی کا مگر ان کے آقا کی اجازت سے۔ آقا کی اجازت نہیں تو نکاح نہیں ہو گا مولانا، آقا کی اجازت ضروری ہے۔

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ فَالْمَهْرُ دَيْنٌ فِيْ رَقَبَتِهِ يُبَاعُ فِيْهِ۔ بھئی ایک غلام نے آقا سے اجازت لی اور نکاح کر لیا۔ اب مہر آیا کرتا ہے خاوند پر، اور یہ تو شخص غلام ہے تو کیا اس پر مہر لازم ہو گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اس پر کیا ہو گا؟ مہر لازم ہو گا بھئی۔ اور اگر آقا ادا کر دے تو ٹھیک، اگر آقا ادا نہیں کرتا تو پھر اس غلام کو بیچ کر کیا کیا جائے گا؟ مہر کو ادا کیا جائے گا۔ عورت مطالبہ کر رہی ہے میرا مہر میرے حوالے کرو بھئی، اور مہر اس پر لازم ہو چکا، تو اب آقا بھی نہیں دے رہا تو اب کیا کیا جائے گا؟ اس غلام کو بیچا جائے گا۔ مہر اسی پر دین تھا، اسی کو بیچ کر کیا کیا جائے گا؟ اس مہر کی ادائیگی کی جائے گی۔ ہاں آقا ادا کر دے پھر تو مسئلہ ہی ختم بھئی۔

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ جب نکاح کر لے کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت سے، فَالْمَهْرُ دَيْنٌ فِيْ رَقَبَتِهِ تو وہ مہر جو ہے وہ دین ہے قرضہ ہے اس غلام کی گردن میں يُبَاعُ فِيْهِ اس کے اندر اس کو بیچا جائے گا۔

وَإِذَا زَوَّجَ الْمَوْلٰى أَمَتَهُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُّبَوِّئَهَا بَيْتًا لِّلزَّوْجِ۔ بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک شخص کی باندی ہے، کسی شخص کو اپنی باندی کے ساتھ صحبت کی اجازت ہوتی ہے، لیکن جب یہ کسی کے ساتھ اس کا نکاح کروا دے تو اب اس کے لیے باندی کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں کیونکہ اب نکاح ہو چکا، اب صحبت کرنا صرف اس کے خاوند کا حق ہے۔ اب ایک آقا نے اپنی باندی کا نکاح کروا دیا کسی آدمی کے ساتھ بھئی۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ تو کیا اب آقا پر یہ ضروری ہے کہ رات کو اس باندی کو جانے دے خاوند کے پاس رات گزارے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، آقا کا حق مقدم ہے، لہٰذا آقا پر یہ ضروری نہیں ہے کہ کیا کرے؟ اس باندی کو خاوند کے پاس ٹھہرائے، بلکہ باندی کو اپنے پاس ہی رکھ سکتا ہے، باندی اسی کی خدمت کرتی رہے۔ تو بھئی خاوند کیا کرے بھئی، وہ کیسے صحبت کرے جب وہ اس کے پاس جاتی ہی نہیں؟ کہتے ہیں بھئی آقا کا حق مقدم ہے، بس آقا کی خدمت کرے، خاوند سے کہا جائے گا بھئی جب کبھی موقع مل جائے تو صحبت کر لیا کرو بھئی، ہاں خصوصاً وہ ٹھہرائے خاوند کے پاس یہ ضروری نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا زَوَّجَ الْمَوْلٰى أَمَتَهُ جب نکاح کروا دیا آقا نے اپنی باندی کا فَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُّبَوِّئَهَا بَيْتًا لِّلزَّوْجِ، تو واجب نہیں ہے اس آقا پر أَنْ يُّبَوِّئَهَا کہ ٹھہرائے اس باندی کو بَيْتًا لِّلزَّوْجِ خاوند کے کمرے میں۔ بَيْتٌ کمرہ بھئی، نکرہ ہے اور نکرہ کے بعد جار مجرور آ جائے عموماً اس کے لیے کیا بنتے ہیں؟ صفت۔ تو یہاں لِلزَّوْجِ صفت ہے بَيْتًا کی، اور ترجمے میں کیا کرتے ہیں؟ موصوف سے پہلے کیا لفظ لاتے ہیں؟ ایسا، ایسا کمرہ جو کس کا ہے؟ خاوند کا، کس کے لیے ہے؟ خاوند کے لیے، تو یعنی خاوند کا کمرہ کر لیں اس کا ترجمہ۔ اور بَوَّأَ يُبَوِّئُ کے معنی ہوتے ہیں ٹھہرانا، جگہ دینا۔ فَلَيْسَ عَلَيْهِ آقا پر واجب نہیں ہے أَنْ يُّبَوِّئَهَا کہ ٹھہرائے اس باندی کو بَيْتًا لِّلزَّوْجِ خاوند کے کمرے میں یا خاوند کے پاس بھئی۔ وَلٰكِنَّهَا تَخْدُمُ الْمَوْلٰى لیکن وہ کیا کرے گی؟ آقا ہی کی خدمت کرے گی، وَيُقَالُ لِلزَّوْجِ اور اس کے خاوند سے کہا جائے گا مَتٰى ظَفِرْتَ بِهَا وَطِئْتَهَا کہ جہاں تو اسے پالے، جہاں تو اس پر غالب آ جائے یعنی پالے، وَطِئْتَهَا تو اس سے کیا کر لے؟ صحبت کر لے۔

وَإِنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک عورت ہے مثلاً اس کا مہر مثل ایک لاکھ روپیہ ہے، لیکن ایک آدمی سے وہ نکاح کر لیتی ہے پچاس ہزار پر ہی اور شرط لگاتی ہے بھئی کہ پچاس ہزار مہر ہو گا اس شرط پر کہ تم مجھے اس شہر سے لے کر نہیں جاؤ گے کسی دوسرے شہر میں، یہیں رکھو

گے مجھے اسی شہر میں، میرے رشتہ دار وغیرہ مثلاً سارے یہاں ہیں تو میں یہیں رہنا چاہتی ہوں، کسی اور شہر میں مجھے لے کر نہیں جاؤ گے۔ یا یہ شرط لگاتی ہے کہ تم میرے اوپر کسی اور سوکن کو نہیں لاؤ گے، کسی اور عورت کے ساتھ نکاح نہیں کرو گے۔ تو کہتے ہیں بھئی عورت کا یہ شرط لگانا ٹھیک ہے: اگر خاوند اس شرط کو پورا کرتا ہے تو وہی مہر دینا پڑے گا جو مقرر کیا تھا، اور اگر خاوند شرط کو پورا نہیں کرتا، شرط کو توڑ دیتا ہے تو اس صورت میں اب عورت کو مہرِ مثل دیا جائے گا۔ کیا دیا جائے گا؟ مہرِ مثل بھئی، کیونکہ وہ کم مہر پر راضی تھی اس شرط کے پورا ہونے کی صورت میں، جب وہ شرط پوری نہیں ہوئی تو اب کیا کیا جائے گا؟ اس کا پورا حق اسے دلایا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَإِنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً اور اگر نکاح کیا کسی آدمی نے کسی عورت کے ساتھ عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ کتنے پر؟ ایک ہزار درہم پر، اور یہ ہزار درہم کیا ہیں؟ مہرِ مثل سے کم ہیں۔ تو ہزار درہم پر نکاح کیا عَلٰى اس شرط پر أَنْ لَّا يُخْرِجَهَا مِنَ الْبَلَدِ کہ اس عورت کو نکالے گا نہیں اس کے شہر سے یعنی کہیں اور نہیں لے کر جائے گا، أَوْ عَلٰى أَنْ لَّا يَتَزَوَّجَ عَلَيْهَا امْرَأَةً یا اس شرط پر کہ نکاح نہیں کرے گا اس عورت پر کسی اور عورت کے ساتھ، فَإِنْ وَفٰى بِالشَّرْطِ اگر پوری کی شرط خاوند نے فَلَهَا الْمُسَمّٰى تو اس عورت کے لیے وہی مقررہ مہر ہو گا یعنی ایک ہزار درہم، وَإِنْ تَزَوَّجَ عَلَيْهَا أَوْ أَخْرَجَهَا مِنَ الْبَلَدِ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا اور اگر اس پر نکاح کر لیا کسی اور عورت کے ساتھ أَوْ أَخْرَجَهَا مِنَ الْبَلَدِ یا اس کو نکالا اس شہر سے کہیں اور لے گیا، فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا تو اس عورت کے لیے اس کا مہرِ مثل ہو گا، جتنا بھی ہوا وہ دینا پڑے گا بھئی۔

وَإِنْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوْفٍ۔ صورت یہ ہے بھئی خاوند نے مہر تو ذکر کیا لیکن پوری طرح اس کو بیان نہیں کیا بھئی۔ مثلاً ایک عورت سے نکاح کیا اور کہا مہر کے طور پر تمہیں میں ایک گائے دوں گا۔ تو بھئی گائے تو اعلیٰ بھی ہوتی ہیں، متوسط بھی ہیں، ادنیٰ بھی ہیں، تو کیا یہ صحیح ہے بھئی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، نکاح صحیح ہے اور یہ جو مہر مقرر کیا یہ بھی صحیح ہے۔ بھئی یہاں تو ہمیں پتہ ہی نہیں اعلیٰ ہے متوسط ہے یا ادنیٰ؟ کہتے ہیں متوسط درجے کا جانور اس کو دے دے گا بھئی۔ خاوند کیا کرے؟ متوسط درجے کا جانور اس کو دے دے۔ یعنی مطلب یہ ہے چیز کی جنس کا پتہ ہو تو کافی ہے، اب مہرِ مثل نہیں آئے گا بلکہ کیا دینی پڑے گی؟ وہی چیز کیونکہ جنس معلوم ہے، اور اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ میں سے کون سا دے دیا جائے گا؟ متوسط دے دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اور اگر اس چیز کی جنس کا ہی پتہ نہیں ہے، کئی قسم کی ہیں وہ چیزیں تو کئی اجناس ہیں، تو پھر اس صورت میں معلوم ہوا یہ تسمیہ صحیح نہیں، یہ جو مہر مقرر کیا یہ صحیح نہیں کیونکہ جنس کا ہی پتہ نہیں ہے بھئی! جب جنس کا ہی پتہ نہیں ہے تو پھر کیا دینا پڑے گا؟ پھر وہی مہرِ مثل آجائے گا۔ کیا آجائے گا؟ مہرِ مثل، کیونکہ نکاح کے باب میں اصل کیا ہے؟ مہرِ مثل۔ اب جو چیز خاوند نے مقرر کی ہے یا ذکر کی ہے اس سے کوئی جنس طے ہو رہی ہے؟ مثلاً خاوند نے کہا میں تمہیں مہر کے طور پر کپڑے دوں گا، دس تھان دوں گا۔ بھئی کپڑے تو مختلف اجناس ہیں، پھر ہر جنس کے اندر اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ ہے، قسم قسم کے کپڑے ہیں، صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ریشم کے کپڑے الگ ہیں ریشمی کپڑے، سوتی کپڑے الگ ہیں، اور اب تو اور بھی زیادہ قسمیں ہو گئی ہیں بھئی۔ تو لہٰذا یہاں کپڑے مختلف اجناس ہیں، ریشمی کپڑا الگ جنس ہے، سوتی کپڑا الگ جنس ہے، پھر ہر ایک کے اندر اعلیٰ بھی ہے متوسط بھی ہے ادنیٰ بھی ہے، تو جنس کا ہی پتہ نہیں تو یہ تسمیہ بالکل ہی مجہول ہوا، لہٰذا اب پھر وہی اصل آجائے گا: مہرِ مثل۔

اور اگر جنس معلوم ہو، پھر اس کی صفت کا پتہ نہیں کہ اعلیٰ ہے متوسط ہے یا ادنیٰ، اس سے کوئی حرج نہیں، کون سا دے دیا جائے گا؟ متوسط دے دیا جائے گا۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا: متوسط وہی چیز بھی دے سکتا ہے اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے۔ خاوند نے کہا تھا میں تمہیں گائے دوں گا، تو اب عورت یہ کہے مجھے تو گائے ہی دو بھئی، خاوند کہہ رہا ہے بھئی متوسط گائے اتنے کی آتی ہے یہ لو پیسے پکڑ لو، عورت کہتی ہے نہیں مجھے تو کیا چاہیے؟ گائے۔ نہیں بھئی، اسے مجبور کیا جائے گا: خاوند گائے متوسط درجے کی دینا چاہے تو وہ دے دے خاوند کی مرضی ہے، اور چاہے قیمت دینا چاہے تو قیمت دے دے۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے، ذکر تو گائے ہوئی تھی اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اس کو قیمت بھی دے دے گا تو وہ مجبور کریں گے قیمت لینے پر؟ کہتے ہیں بھئی وجہ یہ کہ متوسط درجے کا پتہ ہی کس سے چلتا ہے؟ قیمت سے ہی تو پتہ چلتا ہے متوسط درجے کے جانور کا! تو ادائیگی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو قیمت ہوئی اصل، اور مقرر کرنے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مقرر تو کیا کی تھی؟ گائے۔ تو مقرر کرنے کے اعتبار سے، تسمیہ کے اعتبار سے گائے ہے اصل، ادائیگی کے اعتبار سے قیمت ہے اصل، تو جو بھی دینا چاہے دے سکتا ہے، عورت انکار نہیں کر سکتی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَإِنْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوْفٍ اور اگر نکاح کیا عورت کے ساتھ ایسے حیوان پر غَيْرِ مَوْصُوْفٍ کہ جس کی صفت بیان نہیں کی مولانا کہ اعلیٰ ہو گا ادنیٰ یا متوسط، صَحَّتِ التَّسْمِيَةُ تو تسمیہ کیا ہے؟ یعنی یہ مقرر کرنا یہ ذکر کرنا صحیح ہے، وَلَهَا الْوَسَطُ مِنْهُ اور اس عورت کے لیے متوسط

درجے کا ہو گا اس حیوان میں سے، وَالزَّوْجُ مُخَيَّرٌ اور خاوند کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَعْطَاهَا ذٰلِكَ وَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهَا قِيْمَتَهُ، چاہے تو اس کو وہی جانور متوسط درجے والا دے دے اور اگر چاہے تو اس کو اس جانور کی قیمت دے دے۔

وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى ثَوْبٍ غَيْرِ مَوْصُوْفٍ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا۔ اور اگر نکاح کیا اس عورت کے ساتھ ایسے کپڑے پر غَيْرِ مَوْصُوْفٍ جس کی صفت بیان نہیں کی، فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا تو اس کے لیے مہرِ مثل ہے، کیونکہ کپڑا میں نے بتلایا کئی اجناس ہیں تو جنس ہی مجہول ہو گئی۔ جنس کا پتہ ہوتا تو ہم متوسط درجے کا لگا دیتے، تو کپڑا تو کئی قسم کا کئی اجناس ہیں بھئی، تو لہٰذا جنس ہی مجہول ہو گئی، جب جنس کا ہی پتہ نہیں تو اب پھر وہی اصل آجائے گا، اور اصل کیا ہے نکاح کے باب میں؟ مہرِ مثل ہے۔

وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ وَالْمُؤَقَّتُ بَاطِلٌ۔ اور نکاحِ متعہ اور نکاحِ موقت باطل ہے۔ بھئی نکاحِ متعہ: وہ نکاح جو کچھ دیر کے لیے کیا جائے، اور نکاحِ موقت بھی وہ ہے جو نکاح مقررہ وقت کے لیے کیا جائے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نکاح ہونا تو ہمیشہ کے لیے چاہیے، لیکن یہ نکاح کس قسم کے ہیں؟ وقتی طور پر۔ بلکہ متعہ کی تفصیل یہ ہے کہ متعہ میں گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں، گواہ بھی نہیں ہوتے بلکہ آدمی عورت اکٹھے ہیں، آدمی عورت سے کہتا ہے لو بھئی یہ دس درہم لے لو اور أَتَمَتَّعُ بِكِ میں تجھ سے کیا کروں گا؟ نفع اٹھاؤں گا، یا أَسْتَمْتِعُ بِكِ میں تجھ سے نفع اٹھاؤں گا، کوئی گواہ وغیرہ نہیں ہے، اس کو متعہ کہتے ہیں۔ یہ تو کھلا زنا ہے مولانا! صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

ہاں ابتدائے اسلام میں ایک دو مواقع پر ان کی اجازت دی گئی اور پھر فتح مکہ کے موقع پر ابد الآباد کے لیے اس کو حرام قرار دے دیا گیا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ابتدا میں ایک آدھ موقع پر اجازت دی گئی کیونکہ مولانا جاہلیت کا زمانہ تھا، جاہلیت میں زنا وغیرہ تو کوئی بات ہی نہیں سمجھی جاتی تھی، تو آہستہ آہستہ تربیت ہو رہی ہے صحابہ کرام کی اور جہالت کی طرف سے نکال کر ان کو اللہ کے دین کی طرف حضور صلی الله علیه وسلم جب لا رہے ہیں تو درجہ بدرجہ مولانا احکامات نازل ہوئے۔ شراب بھی ایک دم حرام نہیں ہوئی تھی، آہستہ آہستہ کیا کر دی گئی؟ حرام کر دی گئی۔ تو یہاں بھی اسی طرح تھا متعہ، ایک دو مواقع پر اس کی اجازت دی گئی پھر اس کو ہمیشہ کے لیے کیا قرار دے دیا گیا؟ حرام قرار دے دیا گیا۔

تو متعہ میں بغیر گواہوں کے کیا لفظ کہتا ہے؟ کہ مثلاً یہ دس درہم لے لو اور أَتَمَتَّعُ بِكِ میں تجھ سے کیا کروں گا؟ نفع اٹھاتا ہوں، یا أَسْتَمْتِعُ بِكِ وغیرہ کے الفاظ سے۔ جبکہ نکاحِ موقت وہ ہے جس میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور نکاح وغیرہ کے لفظ کے ساتھ ہوتا ہے: آدمی عورت سے کیا کہتا ہے؟ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں، گواہ بھی موجود ہیں، ایک مہینے کے لیے نکاح کرتا ہوں یا دو ماہ کے لیے نکاح کرتا ہوں، تو یہ نکاحِ موقت ہے، تو یہ بھی درست نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ وَالْمُؤَقَّتُ بَاطِلٌ، اور نکاحِ متعہ اور نکاحِ موقت باطل ہے۔

وَتَزْوِيْجُ الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُمَا مَوْقُوْفٌ، فَإِنْ أَجَازَهُ الْمَوْلٰى جَازَ وَإِنْ رَدَّهُ بَطَلَ۔ اور نکاح کروانا غلام کا اور باندی کا بغیر ان کے آقا کی اجازت کے مَوْقُوْفٌ یہ موقوف ہے۔ یہ نکاح کیا رہے گا؟ موقوف رہے گا: فَإِنْ أَجَازَهُ الْمَوْلٰى جَازَ اگر ان کے آقا نے اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گا، وَإِنْ رَدَّهُ بَطَلَ اور اگر اس نے کیا کر دیا؟ رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا۔

بھئی اس پر اشکال ہوتا ہے یہ بات تو پیچھے بھی ذکر ہو چکی ہے، گزشتہ صفحے پر ہی آیا تھا: وَلَا يَجُوْزُ نِكَاحُ الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ إِلَّا بِإِذْنِ مَوْلَاهُمَا، گزشتہ صفحے پر ہی آیا بھئی، تو پھر دوبارہ صاحبِ قدوری کیوں اس کو ذکر کر رہے ہیں؟ کہتے ہیں بھئی فرق ہے: وہاں تھا ان کا خود نکاح کرنا، وہ خود کیا کریں؟ نکاح کریں۔ یہاں ہے کوئی اور تیسرا آدمی کیا کرتا ہے؟ ان کا نکاح کرتا ہے۔ تو خود نکاح کریں یا کوئی تیسرا آدمی نکاح کروائے، ہر صورت میں آقا کی اجازت ضروری ہے۔ تو دیکھو: وَتَزْوِيْجُ الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ غلام اور باندی کا نکاح کروانا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُمَا ان دونوں کے آقا کی اجازت کے بغیر مَوْقُوْفٌ وہ موقوف ہے، فَإِنْ أَجَازَهُ الْمَوْلٰى جَازَ اگر آقا نے اجازت دے دی تو جائز ہے وَإِنْ رَدَّهُ بَطَلَ اور اگر اس نے رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ إِنْ زَوَّجَ رَجُلٌ امْرَأَةً بِغَيْرِ رِضَاهَا أَوْ رَجُلًا بِغَيْرِ رِضَاهُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کا ساتھی آپ کے پاس آیا بھئی، میں نے تو آپ کا فلاں جگہ فلاں عورت سے نکاح پڑھا دیا۔ بھئی آپ نے اسے کوئی اپنا وکیل بنایا تھا نکاح کے لیے؟ وکیل نہیں بنایا۔ تو یہ نکاحِ فضولی کی بات چل رہی ہے، یہ جو غلام اور باندی کا مسئلہ بھی آیا کون سا نکاح تھا؟ نکاحِ فضولی، تیسرا آدمی ہے جسے نہ وکیل بنایا نہ کچھ کیا وہ جا کر نکاح پڑھاتا ہے۔ تو اوپر غلام اور باندی میں تو بتلایا بھئی آقا کی اجازت پر موقوف ہے، آقا اجازت دے دے گا تو نکاح ہو جائے گا، آقا نے اجازت نہیں دی تو نکاح بھی جائز نہیں۔ اب غلام اور باندی کے بجائے کسی عام آدمی یا عورت کا کوئی فضولی شخص نکاح پڑھا دیتا ہے بھئی جسے وکیل نہیں بنایا گیا، تو کیا اس کا کوئی اعتبار ہے یا اعتبار نہیں؟

کہتے ہیں ہاں نکاح کا تو اعتبار ہے لیکن یہ نکاح موقوف رہے گا: جس شخص کا یا جس عورت کا نکاح پڑھایا ہے اگر وہ اجازت دے دے گی تو نکاح کیا ہو جائے گا؟ جائز ہو جائے گا بھئی صحیح ہوا، اور اگر انہوں نے اجازت نہ دی تو نکاح کیا ہو جائے گا؟ باطل ہو جائے گا، رد ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح ہے یعنی نکاح موقوف رہے گا إِنْ زَوَّجَ رَجُلٌ امْرَأَةً بِغَيْرِ رِضَاهَا اگر نکاح کروادیا کسی آدمی نے کسی عورت کا بِغَيْرِ رِضَاهَا اس عورت کی رضامندی کے بغیر، أَوْ رَجُلًا یا کسی آدمی کا نکاح کروایا کسی دوسرے آدمی نے بِغَيْرِ رِضَاهُ بغیر اس آدمی کی رضامندی کے، تو نکاح موقوف رہے گا۔

وَيَجُوْزُ لِابْنِ الْعَمِّ أَنْ يُّزَوِّجَ بِنْتَ عَمِّهٖ مِنْ نَّفْسِهٖ۔ اور جائز ہے بھئی چچازاد کے لیے، چچا کے بیٹے کے لیے أَنْ يُّزَوِّجَ کہ وہ نکاح کر دے بِنْتَ عَمِّهٖ اپنے چچا کی بیٹی کا مِنْ نَّفْسِهٖ اپنے ساتھ۔ بھئی مسئلہ یہ ہے صغیرہ کی بات چل رہی ہے بھئی، بالغہ ہو اس پر تو اجازت کے بغیر ولی بھی اس کا نکاح نہیں کروا سکتا، تو بات صغیرہ کی چل رہی ہے۔ ایک صغیرہ ہے، اب اس کی ولایت سب سے پہلے کسے حاصل ہے؟ باپ کو، باپ بھی نہیں ہے اس کا۔ پھر اس کے بعد دادا کو، دادا بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد سگا بھائی، وہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ یہاں تک کہ کس کا درجہ آیا؟ چچا کے بیٹے کا، اب ولایت کسے حاصل ہو گئی؟ چچا کے بیٹے کو، وہ اس پر ولی ہے بھئی۔ اب یہ چچا کا بیٹا جو ولی ہے یہ اس صغیرہ کا اپنے ساتھ نکاح کرتا ہے، اور چچازاد کے ساتھ نکاح جائز ہوتا ہے یا جائز نہیں ہوتا؟ نکاح تو جائز ہے، تو یہی چچازاد جو ولی بھی ہے اس صغیرہ کا اپنے ساتھ نکاح کر دیتا ہے تو کیا یہ درست ہے یا درست نہیں؟ کہتے ہیں یہ کیا ہے؟ درست ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ باقی وہ اسی طرح اختیار ملے گا اس کو جیسے ہی بالغ ہو گی، جس مجلس میں بھی، اس مجلس میں فوراً کیا کہہ دے؟ میں اس نکاح کو رد کرتی ہوں، اور پھر قاضی کے پاس جا کر کیا کر دے؟ اس نکاح کو فسخ کروا سکتی ہے۔ تو یہ معنی ہے: وَيَجُوْزُ لِابْنِ الْعَمِّ اور جائز ہے چچا کے بیٹے کے لیے أَنْ يُّزَوِّجَ بِنْتَ عَمِّهٖ کہ وہ نکاح کر دے اپنے چچا کی بیٹی کا مِنْ نَّفْسِهٖ اپنے ساتھ۔

وَإِذَا أَذِنَتِ الْمَرْأَةُ لِلرَّجُلِ أَنْ يُّزَوِّجَهَا مِنْ نَّفْسِهٖ فَعَقَدَ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ جَازَ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی ہے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے بھئی، عورت بھی راضی ہے بھئی نکاح پر۔ عورت نے کہا تم ہی میری طرف سے وکیل بن جاؤ اور اپنے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ جس شخص سے نکاح ہونا ہے اسی کو عورت نے کیا کر دیا؟ وکیل بنا دیا۔ اب اس آدمی نے دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا کہ فلانی بنتِ فلاں جو ہے اس کا میں اپنے ساتھ نکاح کرتا ہوں، تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ نکاح کیا ہو جائے گا؟ منعقد ہو جائے گا۔

معلوم ہوا نکاح کے باب میں ایک ہی شخص دونوں طرف کا متولی ہو سکتا ہے۔ بھئی اپنا تو متولی ہے، اپنے نفس پر تو اسے ولایت حاصل ہے، خود تو ہوا اصیل، اور عورت کی طرف سے کیا ہو گیا؟ عورت کی طرف سے ہوا وکیل، تو ایک ہی آدمی متولی بن گیا دونوں طرف کا نکاح کے باب میں۔ نکاح کے باب میں تو یہ جائز ہے، بیع وغیرہ کے باب میں جائز نہیں کہ ایک آدمی خود ہی ایجاب و قبول دونوں خود کرنے والا ہو، یہ درست نہیں ہے، دونوں طرف سے متولی نہیں بن سکتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ وہاں بائع اور مشتری کا الگ الگ شخص ہونا ضروری ہے جبکہ نکاح کے باب میں ایسا ضروری نہیں، تو یہاں وکیل ہو سکتا ہے دوسرے کی طرف سے۔

وَإِذَا أَذِنَتِ الْمَرْأَةُ لِلرَّجُلِ اور جب اجازت دے دی کسی عورت نے کسی آدمی کو أَنْ يُّزَوِّجَهَا کہ وہ نکاح کروادے اس عورت کا مِنْ نَّفْسِهٖ اپنے ہی ساتھ، فَعَقَدَ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ تو اس نے عقد کروا دیا دو گواہوں کی موجودگی میں، جَازَ تو یہ جائز ہے۔

چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۴: کتاب النکاح (۴): ولی کی ضمانتِ مہر، مرضِ موت کا نکاح، کافرین کا نکاح اور ازواج کے درمیان قسم (باری) کے احکام

مختصر القدوری صفحہ: ۱۴۰—بتاریخ: ۱۷ اپریل ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا ضَمِنَ الْوَلِيُّ الْمَهْرَ لِلْمَرْأَةِ صَحَّ ضَمَانُهُ، وَلِلْمَرْأَةِ الْخِيَارُ فِي مُطَالَبَةِ زَوْجِهَا أَوْ وَلِيِّهَا. وَإِذَا فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ قَبْلَ الدُّخُولِ فَلَا مَهْرَ لَهَا وَكَذٰلِكَ بَعْدَ الْخَلْوَةِ، وَإِذَا دَخَلَ بِهَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا وَلَا يُزَادُ عَلَى الْمُسَمّٰى.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی نکاح کا باب چل رہا ہے بھئی۔ وَإِذَا ضَمِنَ الْوَلِيُّ الْمَهْرَ لِلْمَرْأَةِ۔ صورت یہ ہے مولانا مثلاً ولی نے نکاح کروایا صغیرہ کا یا کبیرہ کا اور مہر کا ضامن بن گیا بھئی، لڑکے کی طرف سے مہر کا ضامن بن گیا۔ تو کیا ولی مہر کا ضامن بنے تو یہ ضامن بن سکتا ہے یا ضامن نہیں بن سکتا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، ولی اگر مہر کا ضامن بننا چاہے تو مہر کا ضامن بن سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو یہاں پر دراصل اعتراض یہ ہوتا ہے کہ بھئی ولی تو اگر ضامن بنتا ہے، تو ضامن سے تو مطالبہ کیا جاتا ہے بھئی، تو وہ مطالَب ہوا۔ اور مطالبہ بھی یہی کرے گا، تو ایک ہی آدمی مطالِب یعنی مطالبہ کرنے والا بھی ہوا اور مطالَب یعنی جس سے مطالبہ کیا جائے وہ بھی ہوا، تو یہ تو جائز نہیں ہونا چاہیے! لیکن بتلایا بھئی کہ نکاح کے باب میں جب ولی مہر کا ضامن بنے تو ضامن بن سکتا ہے بھئی، اس لیے کہ یہاں مطالِب اور مطالَب کا اجتماع لازم نہیں آتا۔ ہاں بیع کے باب میں آپ نے کسی کو وکیل بنایا اور وہ وکیل گیا اس نے آپ کی چیز بیچی اور خریدار کی طرف سے رقم کی ادائیگی کا ضامن بنتا ہے، تو یہ ضامن بننا صحیح نہیں اس لیے کہ وہاں اتحاد لازم آتا ہے مطالِب اور مطالَب کا۔

مطالِب کا کیا معنی؟ مطالبہ کرنے والا، اور مطالَب: جس سے مطالبہ کیا جائے۔ تو بیع کے باب میں آپ نے پڑھا تھا کہ حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہوا کرتا ہے؟ عقد کرنے والے سے، اور عقد کرنے والا کون ہے، مؤکل ہے یا وکیل ہے؟ وکیل، بھئی آپ نے ایک آدمی کو اپنی گاڑی دی تھی کہ یہ گاڑی لے جا کر بیچ دو تو وہ آپ کی طرف سے وکیل ہے بھئی۔ تو وہاں حقوقِ عقد کا تعلق اس وکیل سے ہوتا ہے، عقد کرنے والے سے ہوتا ہے بھئی، تو اب وہاں پر مشتری سے ثمن کا مطالبہ مؤکل نہیں کر سکتا، مؤکل تو یوں سمجھا جائے گا گویا ہے ہی نہیں یہاں پر بھئی۔ اصل عقد کرنے والا کون ہے؟ وکیل ہے، تو حقوقِ عقد کا تعلق بھی اسی سے ہے، وہی ثمن کا مطالبہ کرے گا، وہی چیز دوسرے کے حوالے کرے گا، تو سارے حقوق کا تعلق وکیل سے ہوتا ہے۔ تو جب عقد کرنے والا وکیل ہے تو پیسوں کا مطالبہ بھی کون کرے گا؟ وکیل، تو وکیل مطالِب ہوا۔ کون ہوا؟ مطالِب۔ مؤکل جا کر مطالبہ نہیں کر سکتا بھئی، مشتری کہے گا آپ کون ہو بھئی میں

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا ضَمِنَ الْوَلِيُّ الْمَهْرَ لِلْمَرْأَةِ صَحَّ ضَمَانُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا ضمن الولي المهر صح ضمانه» منقول ہے۔

تو آپ کو جانتا ہی نہیں، آپ کیسے بیچ میں آ گئے، میرا عقد تو کس کے ساتھ ہوا تھا؟ فلاں آدمی کے ساتھ ہوا تھا، وہ مجھ سے پیسوں کا مطالبہ کر سکتا ہے آپ مجھ سے پیسوں کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ تو وہاں پر مؤکل اجنبی کی طرح ہوتا ہے عقد سے۔

تو وہاں پر اب وکیل ہوا مطالِب، مشتری سے ثمن کا مطالبہ کون کرے گا؟ وکیل کرے گا، وکیل مطالِب ہوا۔ اور یہی وکیل ضامن بھی بن جاتا ہے مشتری کی طرف سے مؤکل کے لیے کہ میں ضامن ہوں یہ پیسے دے دے گا گاڑی کے، اگر اس نے نہ دیے تو میں ادا کر دوں گا۔ تو ضامن بن گیا، اور ضامن کون ہوتا ہے؟ مطالَب بھئی، دوسرا ادائیگی نہ کرے تو ضامن سے مطالبہ کیا جاتا ہے یا نہیں کیا جاتا پیسوں کا؟ تو وکیل ہی مطالِب بھی بن گیا اور مطالَب بھی بن گیا، اور یہ درست نہیں ہے بھئی کہ ایک ہی آدمی مطالِب بھی ہو اور مطالَب بھی بن جائے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

لیکن نکاح کے باب میں اگر ولی ضامن بنتا ہے تو بن سکتا ہے بھئی۔ یہ فرق کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ نکاح کے اندر حقوقِ عقد کا تعلق یہاں پر وکیل سے نہیں ہوتا بلکہ کس سے ہوتا ہے؟ مؤکل سے ہوتا ہے بھئی۔ بھئی بیع کے باب میں آپ نے وکیل کو اپنی گاڑی دے کر بھیجا تھا، وہ جا کر آپ کی گاڑی بیچتا ہے تو کیا یہ کہے گا یہ فلاں کی گاڑی ہے میں آپ کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں، مؤکل کا نام ذکر کرے گا؟ نہیں، وہاں تو ذکر نہیں کرتا۔ لیکن نکاح کے باب میں تو وہ ذکر کرے گا کہ میں فلانی کا یا فلاں کا کیا کرتا ہوں آپ کے ساتھ؟ نکاح کرتا ہوں، تو وہاں مؤکل کو بھی ذکر کرتا ہے، تو لہٰذا یہ اس سے مختلف ہے بھئی۔ یہاں حقوقِ عقد کا تعلق وکیل سے نہیں ہو گا بلکہ کس سے ہو گا؟ مؤکل سے۔ تو یہاں پر ولی سفیر محض ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ پیغام لانے لے جانے کا کام کر رہا ہے صرف، وہ ایک سفیر ہے۔ تو جب سفیر ہے تو یہاں مطالِب وہ نہیں بنے گا بلکہ مطالِب کون بنے گا؟ مؤکل بنے گا۔ اور ولی نے ضمان دیا ہے تو یہ بن جائے گا مطالَب۔ تو یہاں اب آپ بتائیے مطالِب اور مطالَب ایک ہی ہوئے یا الگ الگ ہو گئے بھئی؟ یہاں الگ الگ۔ صورت بھی سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا ضَمِنَ الْوَلِيُّ الْمَهْرَ لِلْمَرْأَةِ صَحَّ ضَمَانُهُ، جب ضامن ہوا ولی مہر کا عورت کے لیے تو صحیح ہے اس کا ضمان، یعنی صحیح ہے اس کا ضامن بننا۔ وَلِلْمَرْأَةِ الْخِيَارُ اور عورت کو اختیار ہو گا فِي مُطَالَبَةِ زَوْجِهَا أَوْ وَلِيِّهَا اپنے خاوند یا اپنے ولی کے مطالبے میں، جس سے وہ چاہے کیا کر سکتی ہے؟ مطالبہ۔ خاوند سے اس لیے مطالبہ کر سکتی ہے کہ عقد اس سے ہوا ہے، اور ولی سے اس لیے مطالبہ کر سکتی ہے کیونکہ اس نے کیا دیا تھا؟ ضمانت دی تھی بھئی اس نے۔ سمجھ میں آیا؟ تو نکاح کے باب میں یہ جو وکیل ہوتا ہے یہ دراصل سفیر محض ہوتا ہے، صرف پیغام لانے لے جانے والا ہے بھئی۔[۲]

وَإِذَا فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ قَبْلَ الدُّخُولِ فَلَا مَهْرَ لَهَا۔ بھئی نکاحِ فاسد کیا کسی نے۔ نکاحِ فاسد کیا مثلاً بھئی نکاح کے اندر شرط تھی کہ دو گواہ ہونے چاہئیں بھئی، تو عورت اور مرد نے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا۔ انہیں علم نہیں تھا بھئی کہ دو گواہ ہونا ضروری ہیں، انہوں نے کہا ہم نے آپس میں ایجاب و قبول کر لیا ہے ہمارا تو نکاح ہو چکا ہے! بھئی نکاح کے لیے تو کیا شرط تھی، کتنے گواہ ہونے چاہئیں کم از کم؟ دو گواہ، تو یہ نکاح فاسد ہوا مولانا۔ یا دو گواہ تو تھے لیکن وہ دونوں گواہ بہرے تھے بھئی، تو انہوں نے تو ایجاب و قبول کو سنا ہی نہیں! تو گواہوں کا سننا بھی ضروری ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ صرف حاضری ہی نہیں ضروری، وہ ایجاب و قبول کو سنیں بھی بھئی۔ تو جب وہ دونوں بہرے ہیں ایجاب و قبول کو انہوں نے سنا نہیں تو لہٰذا یہ نکاح بھی کون سا نکاح ہوا؟ نکاحِ فاسد بھئی۔

اچھا، یا اسی طرح کسی عورت نے عدت کے اندر ہی کسی سے نکاح کر لیا: خاوند مر گیا اس کا اور اس نے عدت کے اندر کسی شخص سے نکاح کر لیا، یا خاوند نے طلاق دی تھی اور اس نے عدت کے اندر ہی کسی دوسرے شخص سے کیا کر لیا؟ نکاح کر لیا، تو اب یہ نکاحِ فاسد ہوا مولانا۔ اب نکاحِ فاسد ہے تو قاضی جدائی کروائے گا دونوں میں۔ اب عورت کو مہر ملے گا یا مہر نہیں ملے گا بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اگر قاضی نے جدائی کروائی صحبت سے پہلے تو پھر اس صورت میں عورت کو مہر نہیں ملے گا۔ عورت کو مہر نہیں ملے گا بھئی۔ اچھا بھئی، کیونکہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوا نکاح فاسد ہے اور صحبت بھی نہیں پائی گئی بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ قَبْلَ الدُّخُولِ فَلَا مَهْرَ لَهَا، اور جب جدائی کروادی قاضی نے میاں بیوی کے درمیان نکاحِ فاسد میں قَبْلَ الدُّخُولِ صحبت سے پہلے فَلَا مَهْرَ لَهَا تو اس عورت کے لیے کوئی مہر نہیں ہے بھئی، اس لیے کہ مہر تو کس کے ذریعے پختہ ہوتا ہے؟ صحبت کے ذریعے، صحبت تو نہیں ہے۔

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۴۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فِي مُطَالَبَةِ زَوْجِهَا أَوْ وَلِيِّهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «في مطالبة زوجها أو وليها» منقول ہے۔

وَكَذٰلِكَ بَعْدَ الْخَلْوَةِ، اور اسی طرح ہے خلوت کے بعد بھی۔ خلوت کے بعد یعنی اگر خلوتِ صحیحہ کرلی، صحبت تو نہیں کی لیکن ایسی تنہائی میسر آگئی جہاں صحبت سے کوئی چیز مانع نہیں تھی، تو اس کے باوجود مہر نہیں آئے گا بھئی۔ بھئی کیوں نہیں، خلوتِ صحیحہ تو کس کے حکم میں تھی؟ صحبت کے حکم میں تھی! کہتے ہیں بھئی وہ نکاحِ صحیح کے اندر تھی، یہ نکاحِ فاسد ہے مولانا! اور یاد رکھنا نکاحِ فاسد میں خلوتِ صحیحہ ہو، یہ اسی طرح ہے جیسے نکاحِ صحیح میں خلوتِ فاسدہ ہو جائے۔ بھئی نکاحِ صحیح ہے اور اس میں خلوتِ فاسدہ ہوئی بھئی، کیا معنی؟ کوئی مانع بھی موجود ہے، تنہائی میں تو ہیں مثلاً لیکن دونوں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا ہے، تو یہ خلوتِ صحیحہ ہوئی یا خلوتِ فاسدہ؟ خلوتِ فاسدہ۔ نکاحِ صحیح میں ہے یہ خلوتِ فاسدہ ہے اس کا کوئی اعتبار ہو گا؟ یہ اب صحبت کے حکم میں ہے؟ نہیں۔ تو نکاحِ صحیح میں جو خلوتِ فاسدہ کا حکم ہے وہی خلوتِ صحیحہ کا حکم ہے کس میں؟ نکاحِ فاسد کے اندر۔ تو نکاح فاسد ہے تو خلوتِ صحیحہ بھی خلوتِ فاسدہ کی طرح ہوئی، لہٰذا اس کی وجہ سے بھی مہر پختہ نہیں ہو گا۔ تو یہ معنی ہے وَكَذٰلِكَ بَعْدَ الْخَلْوَةِ اور اسی طرح ہے بھئی خلوت کے بعد بھی۔

وَإِذَا دَخَلَ بِهَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا وَلَا يُزَادُ عَلَى الْمُسَمّٰى۔ اور اگر صحبت کرلی اس عورت کے ساتھ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا تو اس کے لیے کیا ہو گا؟ مہرِ مثل ہو گا۔ بھئی دیکھو انہوں نے آپس میں نکاح کیا تھا اور مثلاً ایک لاکھ روپیہ مہر مقرر کیا تھا بھئی۔ نکاحِ فاسد کیا اور مہر کتنا مقرر کیا تھا؟ ایک لاکھ۔ لیکن کیا یہ نکاح منعقد ہوا؟ نہیں، نکاح منعقد نہیں ہوا، اور صحبت تو کرلی تو اب یہ والا مہر نہیں آئے گا جو انہوں نے ذکر کیا کیونکہ یہ تو تب آتا کہ نکاح منعقد ہوتا مولانا۔ جب نکاح منعقد ہی نہیں تو یہ جو مہر مقرر کیا اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا کون سا مہر آئے گا؟ مہرِ مثل آجائے گا جو نکاح کے باب میں اصل ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو صحبت کی وجہ سے مہرِ مثل آیا، لیکن یہ مہرِ مثل اس مقررہ مہر سے زائد بنتا ہو تو پھر زائد نہیں دیا جائے گا۔ زائد نہیں دیا جائے گا۔ مثلاً مہرِ مثل بنتا ہے ڈیڑھ لاکھ، تو اب ڈیڑھ لاکھ نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ جو مقرر ہوا تھا اس سے زائد نہیں دیں گے، اور مقرر کتنا ہوا تھا؟ ایک لاکھ، تو ایک لاکھ بس دے دیا جائے گا۔ اس لیے کہ بھئی آنا تو مہرِ مثل ہی تھا ڈیڑھ لاکھ ہی آنا تھا، لیکن وہ عورت پہلے ہی کتنے پر راضی ہو چکی ہے؟ ایک لاکھ پر، گویا وہ زیادتی کو خود ہی ساقط کر چکی ہے، زیادتی کو خود ہی کم کر چکی ہے معاف کر چکی ہے، لہٰذا وہ اعتبار نہیں۔ تو آسان لفظوں میں یوں کہیں: مہرِ مثل اور مقررہ مہر میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا۔ مہرِ مثل کم ہوا پچاس ہزار، تو وہ دیا جائے گا۔ اور اگر مہرِ مثل ہے ڈیڑھ لاکھ اور مقرر کیا تھا ایک لاکھ، تو کتنا دیا جائے گا؟ ایک لاکھ دیا جائے گا۔

یہ معنی ہے: وَإِذَا دَخَلَ بِهَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا اور جب اس کے ساتھ صحبت کرلی تو اس کے لیے اس کا مہرِ مثل ہے وَلَا يُزَادُ عَلَى الْمُسَمّٰى اور زیادہ نہیں کیا جائے گا مقررہ مہر پر، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ اور اس عورت پر عدت بھی ہے، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ صحبت کرلی ہے تو اب عدت گزارے گی، وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا مِنْهُ اور اس کے بچے کا نسب بھی ثابت ہو جائے گا اس آدمی سے بھئی۔ نسب بھی کیا ہو جائے گا؟ ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ نکاحِ فاسد ہے لیکن صحبت ہو چکی بچہ پیدا ہوا تو اب بچے کے لیے نسب کی تو ضرورت ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ورنہ کل یہ ساری زندگی کے لیے اس کے لیے کیا بن جائے گا؟ طعنہ بن جائے گا، تو لہٰذا نسب ثابت ہو جائے گا بھئی کیونکہ کم از کم نکاح ہوا اگرچہ نکاحِ فاسد ہی ہے بھئی۔

وَمَهْرُ مِثْلِهَا يُعْتَبَرُ بِأَخَوَاتِهَا۔ بھئی مہرِ مثل کا اعتبار کس کے ساتھ کیا جائے گا؟ ابھی تک بات چل رہی ہے بھئی نکاح کے باب میں اصل کیا ہے؟ مہرِ مثل، یعنی اس جیسی عورتوں کا جو مہر ہوتا ہے وہ مہر اس کو دیا جائے گا۔ بھئی اس جیسی عورتوں سے کون سی عورتیں مراد ہیں؟ تو بتلا رہے ہیں بھئی اس کے والد کا جو خاندان ہے اس خاندان کی عورتوں کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا بھئی۔ کیونکہ نسب کس کی طرف سے چلتا ہے؟ باپ کی طرف سے چلتا ہے، تو لہٰذا باپ کے خاندان باپ کے قبیلے کی عورتوں کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھیں گے بھئی اس کی بہنیں ہیں وہ بھی باپ کے خاندان سے ہوئیں، اسی طرح اس کی پھوپھیاں ہیں بھئی باپ کی جو بہنیں ہیں، اسی طرح اس کے چچا کی بیٹیاں وہ بھی اسی کے والد کے خاندان ہی میں سے ہیں بھئی، تو لہٰذا ان کے ساتھ دیکھا جائے گا، تو باپ کے خاندان کی عورتوں کے ساتھ دیکھا جائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَهْرُ مِثْلِهَا يُعْتَبَرُ بِأَخَوَاتِهَا وَعَمَّاتِهَا وَبَنَاتِ عَمِّهَا، اور مہرِ مثل جو ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا اس عورت کی بہنوں کے ساتھ اور اس کی پھوپھیوں کے ساتھ اور اس کے چچا کی بیٹیوں کے ساتھ، وَلَا يُعْتَبَرُ بِأُمِّهَا وَخَالَتِهَا بھئی ماں کے ساتھ نہیں دیکھیں گے، اس کی ماں کا مہر نہیں دیکھیں گے بھئی، اس کے ساتھ اعتبار نہیں کریں گے یا اس کی خالہ کے ساتھ، کہتے ہیں نہیں بھئی۔ کس خاندان میں سے ہونا ضروری ہے؟ باپ کے خاندان کی لڑکیوں کو دیکھا جائے گا۔ ہاں اگر اس کی ماں اور خالہ باپ ہی کے خاندان سے ہیں، مثلاً باپ نے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی تھی تو پھر تو وہ بھی اسی خاندان سے ہوئیں، اب ان کے ساتھ بھی کیا کیا جائے گا؟ اعتبار کیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يُعْتَبَرُ بِأُمِّهَا وَخَالَتِهَا اور اعتبار نہیں کیا جائے گا اس کی ماں کے ساتھ اور

اس عورت کی خالہ کے ساتھ إِذَا لَمْ تَكُوْنَا مِنْ قَبِيْلَتِهَا جبکہ یہ دونوں نہ ہوں اس عورت کے قبیلے میں سے۔[۴۳]

وَيُعْتَبَرُ فِيْ مَهْرِ الْمِثْلِ اور اعتبار کیا جائے گا مہرِ مثل کے اندر أَنْ يَّتَسَاوَى الْمَرْأَتَانِ کہ برابر ہوں دونوں عورتیں، یعنی یہ والی عورت اور جس کے ساتھ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اعتبار کرنا چاہتے ہیں، برابر ہونی چاہئیں فِي السِّنِّ عمر کے اندر: یہ والی کم عمر کی تھی تو وہ بھی کم عمر کی ہو، وَالْجَمَالِ اور حسن و جمال میں: اگر یہ حسن و جمال میں زیادہ ہے تو وہ بھی حسن و جمال میں زیادہ ہو، وَالْمَالِ اور مال کے اندر بھئی: یہ مالدار ہے تو وہ بھی مالدار ہو بھئی، وَالْعَقْلِ عقل کے اندر: یہ خوب سمجھدار ہے تو وہ بھی کیا ہو؟ خوب سمجھدار ہو، وَالدِّيْنِ اور دینداری کے اندر: یہ بڑی متقیہ اور پرہیز گار ہے تو وہ بھی کیا ہونی چاہیے؟ متقیہ اور پرہیز گار، وَالْبَلَدِ اور شہر کے اندر مولانا: یعنی جس علاقے کی یہ رہنے والی ہے وہ بھی اسی علاقے کی رہنے والی ہو، وَالْعَصْرِ اور زمانے کا بھی بھئی: یہ اس زمانے کی ہے تو اسی زمانے کا اعتبار کیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور اسی طرح یاد رکھو مولانا باکرہ اور ثیبہ ہونے میں بھی برابری دیکھی جائے گی: اگر یہ باکرہ ہے تو دوسری بھی کیا ہو؟ باکرہ، اگر یہ ثیبہ ہے تو دوسری بھی کیا ہو؟ ثیبہ۔

تو معلوم ہوا کسی عورت کے مہرِ مثل کا پتہ کیسے چلے گا؟ کہ اس کے خاندان میں سے دیکھا جائے گا اور لڑکیوں کا مہر کیا ہوتا ہے، وہ لڑکیاں جو اسی عورت کی طرح اسی لڑکی کی طرح ہوں کس چیز میں؟ عمر میں، حسن و جمال کے اندر، مالداری کے اندر، سمجھداری کے اندر، دینداری کے اندر، اور شہر، زمانے اور اسی طرح باکرہ ثیبہ ہونے کے اندر بھئی۔ بھئی یہ تو بڑا مشکل ہے بھئی بالکل اس جیسی کوئی لڑکی تلاش کریں بھئی ساری چیزوں میں! کہتے ہیں بھئی بالکل ساری چیزوں کے اندر تو مماثلت بہت مشکل ہے، تو جتنی میں مماثلت ہو جائے وہی کافی ہے بھئی۔ وہی کیا ہے؟ کافی ہے، جتنی زیادہ سے زیادہ کے اندر مماثلت ہو جائے تو کافی ہے بھئی۔ یا بعض کہتے ہیں پھر اس جیسے اور خاندان کو دیکھا جائے گا، انہی کے برابر کا اور خاندان ہو اس میں اس قسم کی عورت ہو تو اس کے ساتھ مماثلت دیکھ لی جائے گی بھئی۔

وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْأَمَةِ مُسْلِمَةً كَانَتْ أَوْ كِتَابِيَّةً۔ اور جائز ہے نکاح کرنا باندی سے، مسلمان ہو وہ باندی یا کتابیہ ہو یعنی اہلِ کتاب میں سے ہو، یعنی آسمانی دین کو ماننے والی ہو بھئی۔ بھئی نکاح میں آپ پڑھ چکے ہیں ایک مسلمان، مسلمان عورت سے نکاح کر سکتا ہے یا ایسی عورت سے نکاح کر سکتا ہے جو اہلِ کتاب میں سے ہو بھئی، تفصیل آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں بھئی۔ ہاں مشرکہ ہے اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں بھئی، بت پرست ہے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں بھئی، کوئی صورت نہیں۔ باندی ہے اگر مشرکہ یا بت پرست تو اس کے ساتھ صحبت بھی جائز نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو مسلمان یا اہلِ کتاب ہونا چاہیے بھئی۔

تو جیسے آزاد عورت مسلمان ہو یا اہلِ کتاب ہو تو نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر باندی سے کوئی شخص نکاح کرنا چاہتا ہے بھئی، کسی کی باندی ہے اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہاں بھی ضروری ہے کہ یہ باندی کیا ہونی چاہیے؟ مسلمان ہونی چاہیے یا کم از کم اہلِ کتاب میں سے ہو بھئی یعنی یہودی یا عیسائی وغیرہ ہو بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جو آسمانی دین کو مانتے ہیں بھئی کتاب کو مانتے ہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْأَمَةِ مُسْلِمَةً كَانَتْ أَوْ كِتَابِيَّةً اور جائز ہے نکاح کرنا باندی کے ساتھ، مسلمان ہو وہ باندی یا کتابیہ ہو یعنی اہلِ کتاب میں سے ہو۔ یہ تَزْوِيْجٌ کا لفظ یہاں درست نہیں مولانا، یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، یہ تَزَوُّجٌ ہونا چاہیے، تَزَوُّجٌ۔ تَزَوُّجٌ کا معنی ہے نکاح کرنا اور تَزْوِيْجٌ کا معنی ہے نکاح کروانا بھئی۔ تو وَيَجُوْزُ تَزَوُّجُ الْأَمَةِ مُسْلِمَةً كَانَتْ أَوْ كِتَابِيَّةً یوں ہونی چاہیے عبارت بھئی: اور جائز ہے نکاح کرنا باندی کے ساتھ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أَمَةً عَلٰى حُرَّةٍ۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ ایک آزاد عورت سے نکاح کر چکا ہے بھئی۔ اب آزاد عورت سے نکاح کرنے کے بعد اب وہ ایک باندی کے ساتھ بھی نکاح کرنا چاہتا ہے، تو یہ جائز نہیں ہے مولانا۔ آزاد عورت کے بیوی ہوتے ہوئے اب باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں۔ ویسے بطورِ باندی کے تو خرید کر رکھ سکتا ہے لیکن نکاح نہیں کر سکتا آزاد عورت جب پہلے سے نکاح میں موجود ہے۔ ہاں اگر آزاد عورت پہلے نکاح میں نہ ہوتی اور

---

[۴۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۴۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَهْرُ مِثْلِهَا يُعْتَبَرُ بِأَخَوَاتِهَا وَعَمَّاتِهَا وَبَنَاتِ عَمِّهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومهر مثلها يعتبر بأخواتها وعماتها وبنا عمها» منقول ہے۔

[۴۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۴۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا لَمْ تَكُوْنَا مِنْ قَبِيْلَتِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا لم يكونا من قبيلتها» منقول ہے۔

یہ شخص کس سے نکاح کرنا چاہتا؟ باندی سے، پھر نکاح کر سکتا تھا۔ پھر باندی کے بعد اب آزاد عورت سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتا ہے۔ تو باندی نکاح میں ہو پھر آزاد عورت سے بھی نکاح کرنا چاہے دوسرا نکاح تو یہ درست ہے، لیکن آزاد عورت پہلے سے نکاح میں موجود ہے اب باندی کے ساتھ نکاح کر کے اسے بھی عقد میں لانا چاہتا ہے یہ جائز نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت آئی ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أَمَةً عَلٰى حُرَّةٍ اور جائز نہیں ہے کہ نکاح کرے باندی کے ساتھ آزاد عورت پر، یعنی آزاد عورت پہلے سے نکاح میں موجود ہے۔ وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْحُرَّةِ عَلَيْهَا، یہ بھی تَزْوِيْجٌ لفظ نہیں مولانا تَزَوُّجٌ ہونا چاہیے بھئی: وَيَجُوْزُ تَزَوُّجُ الْحُرَّةِ عَلَيْهَا اور جائز ہے آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنا عَلَيْهَا أَيْ عَلَى الْأَمَةِ کس پر؟ باندی پر۔ باندی پہلے سے نکاح میں ہے اس نے ایک نکاح کیا ہوا ہے، دوسرا نکاح اب آزاد عورت کو بھی لانا چاہتا ہے عقد کر کے تو یہ درست ہے مولانا۔

وَلِلْحُرِّ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أَرْبَعًا مِّنَ الْحَرَائِرِ وَالْإِمَاءِ۔ اور آزاد آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ نکاح کرے چار کے ساتھ مِنَ الْحَرَائِرِ وَالْإِمَاءِ آزاد عورتوں میں سے اور باندیوں میں سے، إِمَاءٌ جمع ہے أَمَةٌ کی، باندیاں۔ آزاد آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ نکاح کرے بھئی چار آزاد عورتوں اور باندیوں سے، یعنی چار کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے بھئی: چاروں آزاد ہیں چار آزاد عورتوں سے نکاح کر لے، یا چاروں باندیاں ہیں، یعنی زیادہ سے زیادہ چار عورتیں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے ایک وقت کے اندر، چاہے وہ آزاد میں سے ہوں چاہے باندیوں میں سے ہوں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو یہ معنی ہے: وَلِلْحُرِّ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أَرْبَعًا مِّنَ الْحَرَائِرِ وَالْإِمَاءِ اور آزاد آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ نکاح کرے چار عورتوں کے ساتھ آزاد عورتوں اور باندیوں میں سے، وَلَيْسَ لَهٗ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اور جائز نہیں ہے اس کے لیے کہ وہ نکاح کرے اس سے زیادہ۔ یعنی یہ معنی نہیں کہ چار سے زیادہ نکاح ہی نہیں کر سکتا، نکاح جتنے مرضی کرے، ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں رکھنا یہ جائز نہیں ہے بھئی۔ ہاں چار کے ساتھ نکاح کر چکا ہے اب ایک اور کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو ان میں سے ایک کو نکال دے اپنے عقد سے، طلاق دے دے چھوڑ دے، جب عدت گزر جائے پھر اس کے بعد کیا کر لے؟ پھر وہ پانچویں سے عقد کر لے، تو اب عقد میں کتنی ہیں؟ اب چار ہی ہیں بھئی۔ تو یہ معنی ہے کہ ایک وقت میں نکاح میں چار عورتوں سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔

وَلَا يَتَزَوَّجُ الْعَبْدُ أَكْثَرَ مِنِ اثْنَتَيْنِ۔ اور نکاح نہیں کر سکتا غلام دو سے زیادہ۔ بھئی غلام آزاد کے مقابلے میں نصف ہے حکم کے اندر بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو آزاد شخص کتنے نکاح کر سکتا تھا بیک وقت؟ چار عورتیں نکاح میں رکھ سکتا ہے، تو غلام کا حکم اس سے نصف ہوا، تو وہ کتنا ہوا؟ دو، تو وہ دو عورتیں نکاح میں رکھ سکتا ہے۔

فَإِنْ طَلَّقَ الْحُرُّ إِحْدَى الْأَرْبَعِ طَلَاقًا بَائِنًا لَّمْ يَجُزْ لَهٗ أَنْ يَّتَزَوَّجَ رَابِعَةً۔ اچھا بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی کے نکاح میں چار عورتیں ہیں بھئی، چار نکاح وہ کر چکا ہے چاروں عورتیں اس کے نکاح میں ہیں اس وقت۔ اب وہ ان میں سے ایک عورت کو طلاق دے دیتا ہے، کسی اور کے ساتھ وہ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو ایک عورت کو طلاق دے دیتا ہے اور وہ پانچویں کے ساتھ اب کیا کرنا چاہتا ہے؟ نکاح۔ تو یاد رکھو جب تک یہ جس عورت کو اس نے طلاق دی ہے اس کی عدت نہیں گزر جاتی اس وقت تک وہ اگلی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ کہ عدت کے اندر میں نے بتلایا اگرچہ نکاح ٹوٹ چکا لیکن من وجہ نکاح اب بھی باقی ہے، بعض اعتبارات سے گویا کہ نکاح ابھی بھی کیا ہے؟ باقی ہے، چنانچہ اسی لیے تو عورت کا نفقہ وغیرہ کس کے ذمے ہوتا ہے؟ خاوند کے ذمے ہوتا ہے عدت کے اندر بھی، تو ابھی بھی نکاح کے احکام وغیرہ کچھ باقی ہیں۔ لہٰذا جب عدت گزر جائے گی اب نکاح پوری طرح ٹوٹ گیا ختم ہو گیا، اب ایک اور کے ساتھ کیا کر لے؟ عقد کر لے۔ تو تین پہلے رہ گئی تھیں ایک اور مل گئی ساتھ، کتنی ہو گئیں؟ چار، تو چار سے زیادہ نہیں کر سکتا بھئی۔ اسی لیے کہا جب عدت پوری ہو جائے یہ چوتھی بالکل نکل جائے عقد سے پھر کر سکتا ہے اگلی کے ساتھ نکاح بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ طَلَّقَ الْحُرُّ إِحْدَى الْأَرْبَعِ طَلَاقًا بَائِنًا پس اگر طلاق دے دی آزاد آدمی نے چار میں سے ایک کو کون سی طلاق دی؟ طلاقِ بائن دی۔ طلاقِ بائن کی قید لگائی، طلاقِ رجعی میں بھی اسی طرح ہے، لیکن طلاقِ بائن کو اس لیے ذکر کیا کہ اس میں تو نکاح کیا ہو جاتا ہے؟ ٹوٹ جاتا ہے، تو جب اس میں جب تک عدت پوری نہیں ہوتی اس وقت تک اگلا نکاح نہیں کر سکتا تو طلاقِ رجعی میں تو نکاح پوری طرح ٹوٹا ہی نہیں، تو وہاں بطریقِ اولیٰ یہ حکم آئے گا بھئی۔ تو طلاقِ بائن دے دی لَمْ يَجُزْ لَهٗ تو جائز نہیں ہے اس شخص کے لیے أَنْ يَّتَزَوَّجَ رَابِعَةً کہ وہ نکاح کر لے چوتھی سے حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا یہاں تک کہ گزر جائے اس کی عدت۔

وَإِذَا زَوَّجَ الْأَمَةَ مَوْلَاهَا ثُمَّ أُعْتِقَتْ فَلَهَا الْخِيَارُ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: آقا نے اپنی باندی کا نکاح کروایا یا باندی نے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا کسی شخص کے ساتھ۔ اب آقا نے بعد میں اس باندی کو آزاد کر دیا۔ آقا نے کیا کیا؟ آزاد کر دیا۔ تو آزاد ہونے کے بعد یاد رکھیے باندی کو اختیار ہوتا ہے وہ چاہے تو اسی خاوند کے ساتھ رہے چاہے تو اس سے جدائی اختیار کر لے۔ بھئی جدا ہونے یا نہ ہونے کا اختیار تو خاوند کو ہوتا ہے وہ طلاق دے کر کیا کر لیتا ہے؟ جدائی کو اختیار، لیکن یہاں پر شریعت نے کس کو اختیار دے دیا؟ باندی کو اختیار دے دیا۔ باندی تھی اس نے خود نکاح کیا تھا آقا کی اجازت سے یا آقا نے اس کا نکاح کروایا تھا، اب آزاد ہو گئی، آزاد ہونے کے بعد اب اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو اسی خاوند کے ساتھ رہے چاہے تو اس سے کیا اختیار کر لے؟ جدائی اختیار کر لے۔ اسے خیارِ عتق کہتے ہیں بھئی، خیارِ عتق بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی مسئلہ؟

اس کی وجہ کیا ہے بھئی؟ وجہ بھی سمجھ لیں۔ یاد رکھیے جیسے غلام آزاد کے مقابلے میں نصف ہے ہر معاملے میں، اسی طرح باندی بھی نصف ہے آزاد عورت کے مقابلے میں۔ تو آزاد عورت کی کتنی طلاقیں ہیں کل بھئی؟ تین۔ باندی کی نصف ہونی چاہیے ڈیڑھ، لیکن ڈیڑھ تو ہو نہیں سکتی طلاق لہٰذا دو طلاقیں ہیں۔ باندی کی کتنی طلاقیں ہیں؟ دو طلاقیں ہیں بھئی۔ آزاد کی زیادہ سے زیادہ تین، باندی کی دو۔ اب دیکھو ایک باندی نے نکاح کیا آقا کی اجازت سے تو اب اس کا خاوند کتنی طلاقوں کا مالک؟ دو طلاقوں کا مالک۔ اور جب یہ آزاد کر دی گئی تو آزاد ہو جانے کے بعد اب خاوند کتنی طلاقوں کا مالک ہو گا؟ تین کا مالک بن جائے گا۔ تو خاوند کی ملکیت اس پر بڑھ رہی ہے، اس لیے شریعت نے اس کو اختیار دے دیا۔ شریعت نے کیا دے دیا اسے؟ اختیار دے دیا۔

بھئی دیکھو بھئی طلاق تو رسی کی طرح اس کے گلے میں پڑی ہوئی ہے، جب تک خاوند چھوڑتا نہیں جدا نہیں ہو سکتی بھئی، تو پہلے گویا کہ اس کے گلے میں دو رسیاں تھیں اب کتنی رسیاں ہو گئیں؟ تین رسیاں! تو یہ کیسی آزادی ہے بھئی کہ جس کے ذریعے خاوند کی ملکیت بڑھ رہی ہے، یہ جو رسیاں ہیں یہ بڑھ گئیں مولانا! تو اس لیے شریعت نے اسے کیا دے دیا؟ اختیار دے دیا، چاہے تو کیا کر لے خاوند سے؟ جدائی اختیار کر لے، خاوند کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو ٹھیک، نہیں رہنا چاہتی تو اس سے کیا کر لے؟ جدائی اختیار کر لے۔

وَإِذَا زَوَّجَ الْأَمَةَ مَوْلَاهَا جب نکاح کروادیا باندی کا مَوْلَاهَا اس کے آقا نے ثُمَّ أُعْتِقَتْ پھر اسے آزاد کر دیا گیا فَلَهَا الْخِيَارُ تو اس باندی کو اختیار ہے، حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا آزاد ہو چاہے اس کا خاوند چاہے غلام ہو۔ بھئی ہمارے نزدیک یہ جو آزادی کے بعد اختیار ملتا ہے اس کا تعلق کس سے ہے؟ عورت سے ہے: پہلے باندی تھی اب آزاد ہوئی تو اسے کیا مل جائے گا؟ خیارِ عتق۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا تعلق خاوند سے ہے: اگر خاوند اس کا غلام ہے تو اس کو اختیار ملے گا، اگر خاوند آزاد ہے تو پھر اس کو اختیار نہیں ملے گا۔ ہم کہتے ہیں نہیں، خاوند آزاد ہو یا غلام اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اصل دارومدار سارا کس پر ہے؟ عورت پر ہی ہے، وہ پہلے باندی تھی اب آزاد ہوئی ہے اس لیے اس کو اختیار ملے گا۔ تو اسی لیے بھئی امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو بھی رد کر دیا کہ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا چاہے آزاد ہو اس کا خاوند یا غلام ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، باندی جب بھی آزاد کی جائے گی اور اس کا نکاح کیا گیا تھا پہلے تو اسے فوراً گیا مل جائے گا؟ اختیار مل جائے گا جسے خیارِ عتق کہتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ الْمُكَاتَبَةُ، اور اسی طرح ہے مکاتبہ بھی۔ مکاتبہ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ وہ باندی جسے آقا نے کہہ دیا کہ اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو، عقد کر لیا اس کے ساتھ یہ عقدِ کتابت کہلاتا ہے۔ تو مکاتبہ بھی اسی طرح ہے، اسے بھی جب آزاد کیا جائے گا تو اسے بھی خیارِ عتق حاصل ہو گا وہ چاہے تو خاوند کے ساتھ رہے چاہے تو اس سے جدائی اختیار کر لے۔

بھئی یہ مکاتبہ کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا، مدبرہ وغیرہ اور کسی کو ذکر نہیں کیا؟ وجہ یہ کہ مکاتبہ کے اندر اختلاف فرماتے ہیں امام زفر رحمہ اللہ۔ امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی آقا باندی کا کہیں نکاح کرواتا ہے، باندی کی ہاں اور نا کا کوئی اعتبار نہیں ہے، جب آقا نے کہیں نکاح کروادیا تو اس کا نکاح ہو گیا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ لیکن مکاتبہ کے مسئلے میں امام زفر اختلاف فرماتے ہیں: مکاتبہ میں نے بتلایا تھا کہ مکاتب کس کی طرح ہوا کرتا ہے؟ آزاد آدمی کی طرح، کیونکہ اب آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا وہ جائے گا پیسے کمائے گا اور لا کر اپنے آپ کو آزاد کروائے گا۔ تو وہ فرماتے ہیں مکاتبہ آزاد عورت کی طرح ہو گئی، اور آزاد عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح جائز نہیں تو یہاں بھی مکاتبہ کا بھی نکاح آقا نہیں کروا سکتا جب تک اس کی رضامندی نہ آجائے، تو اس کی رضامندی ضروری ہوئی۔ جب اس کی رضامندی ضروری ہوئی تو یہ نکاح جو ہوا اس کی رضامندی سے ہوا، جب رضامندی سے ہوا تو اب اسے آزادی کے بعد کسی قسم کا کوئی خیار نہیں۔ اور باندی کا نکاح چاہے اس کی رضامندی سے ہی کیوں نہ ہوا ہو پھر بھی باندی کی ہاں اور نا کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں ہے بھئی، اس کے انکار یا اقرار کا کوئی اعتبار نہیں، رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں۔ تو امام زفر فرماتے ہیں باندی کو تو اختیار ملے گا مکاتبہ کو اختیار نہیں ملے گا کیونکہ اس کی اپنی مرضی سے نکاح ہوا ہے، اس کی

مرضی کے بغیر آقا اس کا نکاح نہیں کر سکتا تھا۔

ہم کہتے ہیں نہیں بھئی، مکاتبہ بھی عام باندی کی طرح ہے نکاح کے مسئلے میں، اس کی رضامندی کا یا اس کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں، آقا جہاں چاہے کیا کر سکتا ہے اس کا؟ نکاح کروا سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو ہمارا اور امام زفر کا اختلاف ہے کس کے اندر؟ مکاتبہ کے اندر: ہمارے نزدیک عام باندی کا جیسے آقا نکاح کروا سکتا ہے مکاتبہ کا بھی کیا کروا سکتا ہے؟ نکاح کروا سکتا ہے۔ امام زفر فرماتے ہیں کہ نہیں، مکاتبہ کا اس طرح نہیں ہے وہ آزاد عورت کی طرح ہے اس کی رضامندی ضروری ہے۔ تو جب نکاح کے اندر اختلاف آیا تو خیارِ عتق میں بھی اختلاف آ گیا: ہمارے نزدیک جب عام باندی اور مکاتبہ ایک طرح ہیں تو جیسے عام باندی کو اختیار ملتا تھا مکاتبہ کو بھی کیا مل جائے گا؟ اختیار۔ وہ فرماتے تھے چونکہ دونوں مختلف ہیں الگ الگ حکم ہیں دونوں کے، تو عام باندی کو تو خیار ملے گا، مکاتبہ کا حکم الگ ہے اس کو خیار نہیں ملے گا۔ اسی لیے صاحبِ قدوری نے مکاتبہ کو خاص طور پر ذکر کیا، تو کہتے ہیں وَكَذٰلِكَ الْمُكَاتَبَةُ اور اسی طرح مکاتبہ ہے۔

وَإِنْ تَزَوَّجَتْ أَمَةٌ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهَا ثُمَّ أُعْتِقَتْ صَحَّ النِّكَاحُ وَلَا خِيَارَ لَهَا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک باندی نے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا۔ تو آپ نے پڑھا ہے کہ بغیر اجازت کے باندی کا نکاح درست نہیں، آقا سے کیا لینا ضروری؟ اجازت۔ تو باندی نے نکاح کر لیا پھر یہ باندی آزاد کر دی گئی بھئی، آقا نے اسے کیا کیا؟ آزاد۔ اب آزاد ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں نکاح صحیح ہے اور اس باندی کو اختیار نہیں ہے۔ نکاح کیا ہے؟ نکاح صحیح ہے اور باندی کو اختیار نہیں ہے۔

بھئی نکاح کیوں صحیح ہے؟ کہتے ہیں بھئی نکاح صحیح ہے اس لیے کہ پہلے نکاح نافذ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ آقا کا جو حق تھا وہ مانع تھا۔ آقا کا حق کیا تھا؟ مانع تھا، وہ نکاح کو منعقد نہیں ہونے دے رہا تھا، لیکن جب آقا نے آزاد کر دیا تو مانع چلا گیا، جیسے ہی مانع گیا وہ نکاح فوراً گیا ہو گیا؟ منعقد ہو گیا۔ تو یوں سمجھا گیا گویا آزاد ہونے کے بعد اس نے نکاح کیا ہے۔ بھئی باندی کا نکاح کیوں نہیں منعقد ہو رہا تھا؟ کیونکہ اس کے ساتھ کس کا حق متعلق ہے؟ آقا کا حق متعلق ہے بھئی، وہ اس کا مالک ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح صحیح نہیں۔ تو پہلے اس نے نکاح تو کر لیا لیکن آقا کا حق مانع بن گیا رکاوٹ بن گیا، وہ نکاح منعقد نہیں ہوا، لیکن آقا نے جیسے ہی آزاد کیا وہ نکاح فوراً گیا ہو گیا؟ نافذ ہو گیا، نکاح ہو گیا مولانا۔

اور جب نکاح نافذ ہوا تو اب اس کو کوئی خیار بھی نہیں، کیونکہ نکاح کب منعقد ہوا ہے، آزادی سے پہلے یا آزادی کے بعد؟ آزادی کے بعد آیا! آزادی سے پہلے ہوتا تو دو طلاقیں تھیں اور آزادی کے بعد کتنی بن جانی تھیں؟ تین، تو دیکھو دو سے تین طلاقیں ہو رہی تھیں۔ لیکن یہاں تو نکاح منعقد ہی کب ہوا ہے؟ آزادی کے بعد، اور آزادی کے بعد شروع سے ہی کتنی طلاقیں آ گئیں؟ تین آئیں، تو یہاں دو سے تین کی طرف انتقال پایا ہی نہیں گیا، یہاں ملک بڑھ ہی نہیں رہی خاوند کی لہٰذا یہاں خیار نہیں۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟

تو یہ معنی ہے: وَإِنْ تَزَوَّجَتْ أَمَةٌ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهَا جب نکاح کر لیا باندی نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر ثُمَّ أُعْتِقَتْ پھر آزاد کر دی گئی، صَحَّ النِّكَاحُ تو نکاح صحیح ہے وَلَا خِيَارَ لَهَا اور اسے کوئی خیار بھی نہیں ہے۔

وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَتَيْنِ فِيْ عُقْدَةٍ وَّاحِدَةٍ۔ بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے دو عورتوں سے نکاح کیا ایک ہی عقد کے اندر۔ کتنی عورتوں سے نکاح کیا؟ دو عورتوں سے نکاح کیا ایک ہی عقد کے اندر۔ سمجھ میں آیا؟ ان دونوں عورتوں نے مثلاً زید کو اپنا وکیل بنایا کہ ہمارا نکاح فلاں آدمی سے کروا دو۔ زید اس آدمی کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ فلانی بنتِ فلاں اور فلانی بنتِ فلاں وہ دونوں آپ کے عقد میں دے دیں ایک لاکھ مہر کے عوض میں، وہ کہتا ہے میں نے قبول کیا، تو دونوں کے ساتھ اکٹھا عقد ہو گیا۔ ایک ہی عقد میں دونوں عورتیں کیا ہوئیں؟ اس کے نکاح میں آ گئیں، تو یہ درست ہے مولانا۔ چار کے ساتھ جائز ہے زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں نکاح، تو چار کے ساتھ کوئی آدمی بیک وقت ایک ہی عقد میں نکاح کرنا چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ نکاح کر سکتا ہے۔

اب ایک آدمی نے نکاح تو کیا دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں، لیکن ایک عورت ایسی تھی جس کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہی نہیں تھا بھئی، وہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام تھی۔ مثلاً بھئی اس عورت نے اور اس آدمی نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا تھا بچپن میں، تو وہ تو اس کی رضاعی بہن بن گئی، اور رضاعی بہن کس کی طرح ہے؟ سگی بہن کی طرح ہے، جیسے اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں رضاعی بہن کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں۔ تو اب اس آدمی نے ان دونوں عورتوں سے نکاح کر لیا اور اس وقت

اسے پتہ نہیں تھا تو دونوں سے نکاح کر لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ تو اس کی رضاعی بہن ہے، تو جب یہ رضاعی بہن ہے تو اس کے ساتھ تو معلوم ہوا نکاح منعقد

ہی نہیں ہوا۔ تو اب عقد تو ایک ہی تھا اور عورتیں دو تھیں: ایک عورت ایسی تھی جس کے ساتھ اس کا نکاح جائز تھا، ایک عورت ایسی تھی جس کے ساتھ نکاح سرے سے جائز ہی نہیں، تو کیا اب ہم کیا کریں، عقد تو ایک ہی ہوا ہے، کیا دونوں نکاح صحیح نہیں ہوئے؟ کہتے ہیں نہیں، جس کے ساتھ نکاح جائز تھا اس کے ساتھ نکاح ہو گیا، جس کے ساتھ جائز نہیں تھا اس کا نکاح نہیں ہوا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بخلاف بیع کے: اگر ایک ہی عقد کے اندر آپ ایک آزاد اور غلام کو ملا کر بیچتے ہیں تو آپ نے پڑھا تھا بیع منعقد ہی نہیں ہوئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ بیع باطل ہو جاتی تھی، آپ نے پڑھا تھا یا نہیں پڑھا بھئی؟ تو وہاں بیع باطل ہو جاتی تھی لیکن یہاں عقد کرتا ہے تو عقد کیا ہے؟ صحیح ہو جائے گا۔

وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَتَيْنِ فِيْ عُقْدَةٍ وَّاحِدَةٍ اور جس نے نکاح کیا دو عورتوں کے ساتھ ایک ہی عقد کے اندر، إِحْدَاهُمَا لَا يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُهَا ان دونوں میں سے ایک ایسی ہے کہ لَا يَحِلُّ لَهٗ اس شخص کے لیے جائز نہیں ہے نِكَاحُهَا اس عورت سے نکاح، صَحَّ نِكَاحُ الَّتِيْ يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُهَا تو صحیح ہو گا اس عورت کا نکاح کہ جس کے ساتھ اس آدمی کے لیے نکاح کرنا حلال تھا، وہ نکاح کیا ہو جائے گا؟ صحیح ہو جائے گا بھئی، وَبَطَلَ نِكَاحُ الْأُخْرٰى اور دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔

وَإِذَا كَانَ بِالزَّوْجَةِ عَيْبٌ فَلَا خِيَارَ لِزَوْجِهَا۔ بھئی ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا بھئی، نکاح کے بعد اس میں عیب کا پتہ چلا: پتہ چلا بھئی یہ عورت تو بہری ہے اس کو تو سنائی ہی نہیں دیتا بالکل بھئی، یا اندھی ہے اس کو تو دکھائی ہی نہیں دیتا بھئی، یا گونگی ہے اس سے تو بولا ہی نہیں جاتا بھئی، یہ تو بول ہی نہیں سکتی۔ تو کیا اب خاوند کو خیار ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، خاوند کو کوئی خیار نہیں، نکاح صحیح ہو گیا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وجہ یہ کہ نکاح کے ذریعے خاوند مستحق ہوا صحبت کرنے کا، اور یہ جو عیوب پائے گئے ان کی وجہ سے صحبت کا جو استحقاق نکلا ہے وہ فوت نہیں ہوتا، اس میں خلل تو آسکتا ہے وہ پوری طرح فوت نہیں ہوتا، لہٰذا صحیح ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا كَانَ بِالزَّوْجَةِ عَيْبٌ اور جب بیوی کے اندر کوئی عیب تھا فَلَا خِيَارَ لِزَوْجِهَا تو کوئی خیار نہیں ہے اس کے خاوند کو۔

وَإِذَا كَانَ بِالزَّوْجِ جُنُوْنٌ أَوْ جُذَامٌ أَوْ بَرَصٌ فَلَا خِيَارَ لِلْمَرْأَةِ۔ اسی طرح خاوند میں ہے بھئی، خاوند میں بھی اگر کوئی عیب نکل آیا تو عورت کو کسی قسم کا اختیار نہیں۔ بھئی خاوند اگر اس کو جذام کی بیماری تھی بھئی، جُذَامٌ بھئی کوڑھ کا مرض ہے، کوڑھ۔ سمجھ میں آیا؟ یہ بڑا خطرناک مرض ہے بھئی اللہ سب کی حفاظت فرمائے، اس میں جسم کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گل کر گرتے چلے جاتے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ انگلیاں وغیرہ آہستہ آہستہ ٹوٹتی جاتی ہیں کٹ کر گرتی جاتی ہیں بھئی۔ اللہ، یہ جذام کا مرض ہے۔ اور اسی طرح بَرَصٌ کا مرض ہے بھئی، برص وہ مرض آپ نے دیکھا ہو گا جسم پر سفید سفید داغ پڑ جاتے ہیں بھئی، اسے برص کہتے ہیں بھئی۔

اچھا تو خاوند میں کوئی عیب نکل ہو تو اس عیب کی صورت میں بیوی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ بھئی اگر خاوند کو جذام یا برص کی بیماری ہے کوئی بڑا عیب ہے پھر خیار ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، پھر بھی کوئی خیار نہیں ہے بھئی۔ تو شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں بھئی کہ عورت کا نکاح ہوا کسی آدمی کے ساتھ اور بعد میں پتہ چلا کہ اسے تو جنون ہے جذام ہے یا برص ہے، تو کیا عورت کو اختیار ہو گا؟ شیخین رحمہما اللہ کیا فرماتے ہیں؟ کہ اسے کوئی خیار نہیں ہو گا بھئی۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کو خیار ہو گا اس لیے کہ یہ بہت بڑا عیب ہے، اب اس کے ساتھ رہنا بڑا مشکل ہے عورت کے لیے تو اب اس کو خیار دیا جائے گا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا كَانَ بِالزَّوْجِ جُنُوْنٌ أَوْ جُذَامٌ أَوْ بَرَصٌ اور اگر خاوند کو جنون تھا یا جذام تھا بھئی أَوْ بَرَصٌ یا برص کا مرض تھا فَلَا خِيَارَ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى، تو کوئی خیار نہیں ہے عورت کو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى لَهَا الْخِيَارُ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو خیار ہو گا۔

وَإِذَا كَانَ الزَّوْجُ عِنِّيْنًا أَجَّلَهُ الْحَاكِمُ حَوْلًا۔ عِنِّيْنٌ کہتے ہیں نامرد کو مولانا جو عورت کے ساتھ صحبت پر قادر نہ ہو بھئی۔ عورت کے ساتھ صحبت پر جو قادر نہیں، اتنا کمزور ہے بھئی تو اس کو عِنِّيْنٌ کہتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جس کی قوتِ مردمی بالکل ختم ہو چکی ہے یا بہت کم رہ گئی ہے بھئی کہ صحبت پر قادر نہیں ہے اس کو عنین کہتے ہیں۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا كَانَ الزَّوْجُ عِنِّيْنًا۔ اچھا بھئی عورت کا نکاح ہوا، نکاح کے بعد پتہ چلا وہ آدمی تو عنین ہے بھئی صحبت پر قادر ہی نہیں ہے، تو اب کیا

کیا جائے گا، کیا عورت کو اختیار دیں گے یا حاکم ان میں جدائی کرے گا یا کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی قاضی اس شخص کو ایک سال کی مہلت دے گا کہ ایک سال میں وہ اپنا علاج کروالے۔ اگر ایک سال کے اندر وہ علاج اپنا کروالیتا ہے اور صحبت کے قابل ہو جاتا ہے تو پھر نکاح برقرار رکھیں گے، ورنہ قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کروادے گا اگر عورت مطالبہ کرے کہ مجھے اس سے کیا کر دو؟ جدا کروادو، تو قاضی پھر ان دونوں میں کیا کر دے گا؟ جدائی کروادے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی تاکہ اس عرصے میں اپنا علاج کروا سکے۔

وَإِذَا كَانَ الزَّوْجُ عِنِّينًا اور اگر خاوند عنین تھا نامرد تھا أَجَّلَهُ الْحَاكِمُ حَوْلًا، تو مہلت دے گا اس کو حاکم حَوْلًا ایک سال کی، فَإِنْ وَصَلَ فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ فَلَا خِيَارَ لَهَا اگر وہ صحبت کے قابل ہو گیا اس مدت کے اندر فَلَا خِيَارَ لَهَا تو عورت کو کوئی خیار نہیں ہے، وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو مولانا وہ صحبت کے قابل نہیں ہوا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا تو قاضی ان میں کیا کر دے گا؟ تفریق کروادے گا جدائی کروادے گا إِنْ طَلَبَتِ الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ اگر عورت اس کا کیا کرے؟ مطالبہ کرے۔ سمجھ میں آیا؟ تو عورت کا مطالبہ ضروری ہے بھئی کیونکہ یہ اس کا حق ہے، تو اسی کی طرف سے مطالبہ آئے گا تو پھر قاضی تفریق کروا دے گا۔

وَالْفُرْقَةُ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ، اور یہ فرقت جو ہے کس کے حکم میں ہے؟ طلاقِ بائن کے حکم میں کیونکہ جدائی کا سبب کون بنا، کس کی طرف سے جدائی آئی؟ مرد کی طرف سے، تو لہٰذا اب اس کو طلاقِ بائن کا حکم ہے۔ وَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ إِذَا كَانَ قَدْ خَلَا بِهَا، اور اس عورت کے لیے پورا مہر ہو گا اگر وہ شخص اس کے ساتھ خلوت کر چکا ہے۔ بھئی صحبت پر تو قادر نہیں تھا البتہ خلوت کر چکا ہے تو اس صورت میں بھی اب کیا کرے گا؟ خلوتِ صحیحہ پائی گئی تو یہ صحبت کے قائم مقام ہے تو پورا مہر دے گا وہ آدمی اسے۔

وَإِنْ كَانَ مَجْبُوْبًا فَرَّقَ۔ اچھا بھئی عورت نے کسی شخص سے نکاح کیا پتہ چلا وہ مجبوب ہے یعنی مقطوع الذکر ہے، اب کیا کیا جائے، کیا قاضی اسے مہلت دے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہاں مہلت دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ عنین میں تو علاج کے ذریعے ٹھیک ہونے کا امکان تھا، یہاں تو اس کا عضو ہی کیا ہے؟ کٹ چکا ہے، ٹھیک ہونے کا امکان ہی نہیں بھئی۔ وَإِنْ كَانَ مَجْبُوْبًا اور اگر وہ شخص جو تھا مجبوب تھا فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَهُمَا فِي الْحَالِ تو جدائی کروادے گا قاضی فی الحال ہی جبکہ عورت اس کو طلب کرے، وَلَمْ يُؤَجِّلْهُ اور اسے مہلت نہیں دے گا کیونکہ فائدہ کوئی نہیں مہلت دینے کا۔

وَالْخَصِيُّ يُؤَجَّلُ كَمَا يُؤَجَّلُ الْعِنِّيْنُ۔ اور خصی جو ہے اس کو بھی مہلت دی جائے گی جیسے کہ مہلت دی جاتی ہے عنین کو نامرد کو بھئی۔ خَصِيٌّ وہ جس کے خصیتین جو ہیں نکال دیے گئے ہوں یا کچل دیے گئے ہوں بھئی، وہ کیا ہے؟ خصی ہے۔ تو اس کو مہلت دیں گے یا نہیں دیں گے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، مہلت دیں گے کہ امکان ہے شاید علاج کے ذریعے وہ ٹھیک ہو جائے، تو عنین کی طرح اسے بھی مہلت دیں گے لیکن مجبوب کو مہلت نہیں دیں گے بھئی۔

وَإِذَا أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ عَرَضَ عَلَيْهِ الْقَاضِي الْإِسْلَامَ۔ اور اگر مسلمان ہو گئی عورت وَزَوْجُهَا كَافِرٌ اس حال میں کہ اس کا خاوند کافر ہی ہے، عَرَضَ عَلَيْهِ الْقَاضِي الْإِسْلَامَ تو قاضی کیا کرے؟ پیش کرے گا اس کے خاوند پر اسلام کہ اسلام لے آؤ بھئی تم، تمہاری بیوی مسلمان ہو چکی ہے، فَإِنْ أَسْلَمَ فَهِيَ امْرَأَتُهُ اگر وہ اسلام لے آیا تو یہ اسی کی بیوی ہے، وَإِنْ أَبٰى عَنِ الْإِسْلَامِ اور اگر اس نے انکار کر دیا اسلام سے فَرَّقَ بَيْنَهُمَا تو قاضی ان میں کیا کروادے گا؟ تفریق کروادے گا جدائی کروادے گا۔

وَكَانَ ذٰلِكَ طَلَاقًا بَائِنًا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَّحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى۔ اور یہ جدائی جو ہے طلاقِ بائن کے حکم میں ہے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ کس کے حکم میں ہے؟ طلاقِ بائن، اس لیے کہ جدائی کا سبب کون بنا، کس کی طرف سے آئی؟ خاوند کی طرف سے کیونکہ خاوند نے اسلام سے انکار کیا تو وہ سبب بنا، اور خاوند کی طرف سے جو جدائی آئے وہ کیا ہوتی ہے؟ طلاق ہوا کرتی ہے، تو یہاں اس جدائی کو بھی طلاقِ بائن کے حکم میں رکھیں گے۔ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ هُوَ الْفُرْقَةُ بِغَيْرِ طَلَاقٍ، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جدائی ہے بغیر طلاق کے۔ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں پر جدائی کے اندر بھئی میاں بیوی دونوں سبب بنے ہیں، دونوں شریک ہیں جدائی کے اندر بھئی۔ صرف خاوند سبب بنتا پھر تو ہم کیا بناتے اسے؟ طلاقِ بائن بناتے، لیکن یہاں عورت بھی شریک ہے تو اس جدائی کو طلاق کا حکم ہم نہیں دے سکتے بھئی، تو یہ فسخِ نکاح کے حکم میں ہوا کہ نکاح ہی فسخ ہو گیا۔

وَإِنْ أَسْلَمَ الزَّوْجُ وَتَحْتَهُ مَجُوْسِيَّةٌ عَرَضَ عَلَيْهَا الْإِسْلَامَ، فَإِنْ أَسْلَمَتْ فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ أَبَتْ فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَهُمَا۔ اور اگر مسلمان ہو گیا خاوند وَتَحْتَهُ مَجُوْسِيَّةٌ اور اس کے تحت ایک مجوسیہ عورت تھی۔ بھئی میاں بیوی ہیں ان میں سے خاوند مسلمان ہو گیا اور بیوی کیا ہے؟

مجوسیہ ہے۔ مجوسی کس کو کہتے ہیں بھئی؟ آتش پرست بھئی، جسے پارسی کہتے ہیں۔ تو مجوسیہ، بت پرست سب کا یہی حکم ہے۔ اور اس کے تحت ایک مجوسیہ عورت تھی، عَرَضَ عَلَيْهَا الْإِسْلَامَ تو اس پر بھی اسلام کو پیش کرے، بیوی سے بھی کیا کہے کہ تو مسلمان ہو جا، فَإِنْ أَسْلَمَتْ فَهِيَ امْرَأَتُهُ اگر یہ مسلمان ہو گئی تو یہ اسی کی بیوی ہے، وَإِنْ أَبَتْ اور اگر اس نے انکار کر دیا فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا تو قاضی ان دونوں میں کیا کر دے گا؟ جدائی کر دے گا۔

وَلَمْ تَكُنِ الْفُرْقَةُ طَلَاقًا، اور یہ جدائی طلاق نہیں ہو گی۔ بھئی طلاق کیوں نہیں شمار کرتے اس کو؟ کیونکہ جدائی کا سبب کون بنی ہے، انکار کس نے کیا؟ عورت نے، تو عورت کی طرف سے جدائی آئی ہے عورت سبب بنی ہے، اور عورت کی طرف سے طلاق نہیں ہوتی طلاق تو کس کی طرف سے ہوتی ہے؟ مرد کی طرف سے۔ مرد سبب بنے تو اسے طلاق کا ہم حکم دے دیتے ہیں اس جدائی کو، لیکن عورت بنے تو اسے طلاق کا حکم نہیں دے سکتے، تو یہ فسخِ نکاح ہوا۔

فَإِنْ كَانَ قَدْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ۔ اگر خاوند اس کے ساتھ صحبت کر چکا ہے فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ تو اس کے لیے پورا مہر ہے کامل مہر ہے، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا اور اگر خاوند نے اس کے ساتھ صحبت ابھی نہیں کی فَلَا مَهْرَ لَهَا تو اس عورت کے لیے کوئی مہر نہیں ہے۔ بھئی کیوں نہیں، کوئی مہر کیوں نہیں ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں جدائی کا سبب وہ بن رہی ہے، اس کی طرف سے جدائی آئی ہے بھئی، لہٰذا اب اس صورت میں اس کو مہر وغیرہ کچھ بھی نہیں ملے گا بھئی۔ ورنہ تو پہلے آپ مطلقہ کا حکم پڑھ چکے ہیں بھئی: اگر اس کے لیے مہر مقرر تھا اور صحبت سے پہلے طلاق دے تو کتنا ہے؟ نصف مہر۔ اور اگر مقرر ہی نہیں کیا اور صحبت سے پہلے طلاق دے دی تو کیا دیتے تھے اس کو؟ متعہ دیا کرتے تھے۔ لیکن یہاں جدائی کا عورت سبب بن رہی ہے لہٰذا اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

وَإِذَا أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ لَمْ تَقَعِ الْفُرْقَةُ عَلَيْهَا حَتّٰى تَحِيْضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ، یہ حِیَضٌ ہے مولانا حَیْضٌ کی جمع، حَتّٰى تَحِيْضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ فَإِذَا حَاضَتْ بَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک عورت ہے دارالحرب میں ہے، کسی کافر سے نکاح ہے یہ بھی کافرہ ہے، پھر یہ مسلمان ہو گئی۔ کیا ہو گئی؟ مسلمان ہو گئی، اور مسلمان عورت تو کافر مرد کے تحت نہیں رہ سکتی۔ تو پھر کیا صورت تھی؟ پہلے مسئلہ پڑھا آپ نے: خاوند پر قاضی کیا کیا کرتا تھا؟ اسلام پیش کرتا تھا، وہ انکار کرتا تھا تو قاضی ان دونوں میں کیا کر دیتا تھا؟ جدائی، اور یہ جدائی کس کے حکم میں ہوتی تھی؟ طلاق، کیونکہ جدائی کا سبب کون بنتا تھا؟ خاوند، کیونکہ انکار اس نے کیا۔

اب یہاں جو عورت مسلمان ہوئی ہے یہ دارالحرب میں ہے بھئی، وہاں تو کفار کی حکومت ہے قاضی ہی نہیں ہے بھئی، تو اب وہاں پر خاوند پر اسلام پیش کرنا ممکن نہ رہا کہ اسلام ہم پیش کرتے وہ انکار کرتا اور اس انکار کی وجہ سے پھر دونوں میں کیا کر دی جاتی؟ جدائی۔ تو وہاں اسلام پیش کرنا نہیں تو وہاں پر پھر انکار بھی نہیں، اور انکار نے ہی تو سبب بننا تھا کس چیز کا؟ جدائی کا! کس چیز نے سبب بننا تھا جدائی کا؟ اسلام سے انکار۔ تفریق قاضی نے کروانی تھی کس وجہ سے کرواتا؟ اگر وہ کیا کرتا؟ اسلام سے انکار کرتا، لیکن یہاں تو اسلام پیش کیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ وہ دارالحرب میں رہتا ہے۔ تو اسلام پیش کیا جاتا اور وہ انکار کرتا تو یہ انکار سبب بنتا کس چیز کا؟ تفریق کا۔ تو وہاں سبب نہیں پایا جا رہا، سبب ممکن ہی نہیں ہے۔

اب پھر جدائی کیسے ہو گی میاں بیوی میں؟ کہتے ہیں بھئی یہاں پر جب سبب ممکن نہیں ہے تو شرط کو ہم سبب کے قائم مقام کر دیں گے۔ شرط کو کیا کر دیں گے؟ سبب کے قائم مقام۔ اور خاوند سے جدا ہونے کے لیے عورت کے کیا شرط ہے، آپ نے کیا پڑھا ہے؟ تین حیض گزارے، حیض والی ہے تو کتنے حیض گزارے؟ تین حیض۔ خاوند طلاق دے بھی دے پھر بھی عورت نکاح آگے نہیں کر سکتی، کب جدا ہو گی پوری طرح خاوند سے؟ جب عدت گزار لے، تین حیض گزار لے۔ تو یہ تین حیض جدائی کے لیے شرط ہیں مولانا، تو یہاں پر بھی چونکہ سبب تو ممکن نہیں تھا تو اس شرط کو ہی ہم نے کس کے قائم مقام کر دیا؟ سبب کے، تو تین حیض وہاں عورت جب گزار لے گی تو خاوند سے خود بخود کیا ہو جائے گی؟ جدا ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ جب مسلمان ہو جائے عورت دارالحرب کے اندر لَمْ تَقَعِ الْفُرْقَةُ عَلَيْهَا تو فرقت یعنی جدائی واقع نہیں ہو گی اس عورت پر حَتّٰى تَحِيْضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ یہاں تک کہ اسے تین حیض آ جائیں، فَإِذَا حَاضَتْ جب اسے تینوں حیض آ جائیں بَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا تو جدا ہو جائے گی اپنے خاوند سے۔

وَإِذَا أَسْلَمَ زَوْجُ الْكِتَابِيَّةِ فَهُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا۔ بھئی عیسائی میاں بیوی ہیں یا یہودی میاں بیوی ہیں، ان میں سے خاوند مسلمان ہو گیا۔ تو خاوند مسلمان ہوا، کیا اب ان دونوں کا نکاح رہے گا یا نکاح ٹوٹ جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی نکاح باقی رہے گا۔ خاوند مسلمان ہوا ہے اور بیوی یہودیہ یا عیسائیہ اہلِ کتاب میں سے ہے، یہ اپنے نکاح پر باقی ہیں اس لیے کہ بھئی مسلمان کے لیے اہلِ کتاب سے نکاح جائز تھا یا نہیں تھا؟ جائز تھا، تو یہ بھی اسی طرح کی صورت بن گئی

بھئی۔ جب ابتداءً جائز ہے تو انتہاءً اور بقاءً بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَسْلَمَ زَوْجُ الْكِتَابِيَّةِ جب مسلمان ہوا کتابیہ عورت کا خاوند فَهُمَا عَلَى نِكَاحِهِمَا تو وہ دونوں اپنے نکاح پر ہی ہیں۔

وَإِذَا خَرَجَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ إِلَيْنَا مِنْ دَارِ الْحَرْبِ مُسْلِمًا وَّقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: میاں بیوی کافر ہیں دارالحرب میں رہتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہوا اور مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آیا کہ اب میں یہیں رہوں گا۔ تو یاد رکھیے مولانا اب دونوں میں اختلافِ دارین آ گیا، دونوں کا وطن الگ الگ ہوا: ایک کا وطن ہے دارالاسلام، دوسرے کا وطن ہے دارالحرب۔ تو جب بھی اختلافِ دارین پایا جائے خود بخود کیا واقع ہو جائے گی؟ جدائی واقع ہو جائے گی بھئی۔

تو یہ معنی ہے: وَإِذَا خَرَجَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ إِلَيْنَا مِنْ دَارِ الْحَرْبِ مُسْلِمًا جب نکل آیا میاں بیوی میں سے کوئی ایک ہماری طرف دارالحرب سے مسلمان ہو کر، وَقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا تو ان دونوں میں جدائی واقع ہو جائے گی اس لیے کیونکہ دونوں کے دار کیا ہیں؟ وطن الگ الگ ہو گئے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دار الگ الگ ہو گئے بھئی، نکاح کی مصلحتیں اب برقرار نہیں رہ سکتیں بھئی۔ نکاح کی صورت میں تو میاں بیوی اکٹھے رہیں بھئی، خاوند باہر کے کام سنبھالے بیوی گھر کے کام سنبھالے، اس کے لیے اولاد وغیرہ کو جنم دے بچوں کی پرورش کرے، سمجھ میں آیا؟ اب ایک کا وطن الگ دوسرے کا وطن الگ، یہ ساری نکاح کی مصلحتیں برقرار رہیں گی اب؟ نہیں بھئی، اس لیے دونوں میں خود بخود کیا ہو جائے گی؟ جدائی ہو جائے گی۔

وَإِنْ سُبِيَ أَحَدُهُمَا وَقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا۔ اور اگر قید کر لیا گیا دونوں میں سے کسی ایک کو تو جدائی واقع ہو جائے گی دونوں کے درمیان۔ بھئی مسلمان لڑنے گئے، ایک کو قید کر کے لے آئے میاں بیوی میں سے۔ اب یہ جس کو قید کر کے لائے ہیں یہ تو لازمی بات ہے غلام بنایا جائے گا، یہ غلام بن جائے گا تو اس کا دار یہ دارالاسلام بن گیا، ہے اگرچہ اب بھی کافر، اور دوسری بیوی کا مثلاً ابھی بھی دار کون سا ہے؟ دارالحرب ہے، تو تباینِ دار آیا دار مختلف ہو گئے تو خود بخود ان میں کیا آ جائے گی؟ جدائی آ جائے گی، نکاح ٹوٹ گیا ان کا ختم ہوا۔ یہ معنی ہے: وَإِنْ سُبِيَ أَحَدُهُمَا اگر قید کر لیا گیا ان دونوں میں سے کسی ایک کو وَقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا تو جدائی واقع ہو جائے گی ان دونوں کے بیچ۔

وَإِنْ سُبِيَا مَعًا لَّمْ تَقَعِ الْبَيْنُوْنَةُ، اور اگر دونوں کو اکٹھا قید کیا گیا پھر جدائی واقع نہیں ہو گی کیونکہ دونوں کو کہاں لے آئے؟ دارالاسلام میں۔ تو دار الگ الگ ہوئے یا ایک ہی ہے اب بھی؟ ایک ہی ہے، پہلے دارالحرب تھا اب دارالاسلام ہے۔ تو وَإِنْ سُبِيَا مَعًا لَّمْ تَقَعِ الْبَيْنُوْنَةُ اگر دونوں کو اکٹھا قید کیا گیا تو پھر جدائی واقع نہیں ہو گی۔

وَإِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ إِلَيْنَا مُهَاجِرَةً جَازَ لَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ فِي الْحَالِ فَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى۔ اور جب نکل آئی کوئی عورت ہماری طرف یعنی دارالاسلام کی طرف مُهَاجِرَةً ہجرت کرتے ہوئے، جَازَ لَهَا تو جائز ہے اس عورت کے لیے أَنْ تَتَزَوَّجَ فِي الْحَالِ کہ وہ فی الحال ہی نکاح کر لے فَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا کیونکہ اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ اس پر کوئی عدت نہیں ہے مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کس کے نزدیک؟ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کوئی عورت ہجرت کر کے دارالاسلام آ جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے، وہ جیسے ہی ادھر آئی نکاح ختم ہوا اور عدت بھی اس پر نہیں ہے لہٰذا اب کیا کر سکتی ہے؟ فوراً کسی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے بھئی۔ دلیل کیا ہے ان کی بھئی؟ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ، اے مومنو تمہارے اوپر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ان سے کیا کر لو؟ نکاح کر لو۔ یہ مہاجرہ عورتوں کے بارے میں یہ آیت ہے مولانا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی اور عدت کو اللہ نے ذکر نہیں فرمایا، معلوم ہوا ان پر عدت گزارنا ضروری نہیں۔

فَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا لَّمْ تَتَزَوَّجْ حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا۔ ہاں اگر وہ حاملہ ہے ہجرت کر کے آئی ہے تو لَمْ تَتَزَوَّجْ وہ نکاح نہ کرے حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا یہاں تک کہ اپنے حمل کو جنم دے دے۔

وَإِذَا ارْتَدَّ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ عَنِ الْإِسْلَامِ وَقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا وَكَانَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا بِغَيْرِ طَلَاقٍ۔ میاں بیوی میں سے العیاذ باللہ کوئی ایک مرتد ہو گیا اسلام سے پھر گیا، جیسے ہی مرتد ہوا مولانا فوراً میاں بیوی میں جدائی پڑ گئی، جدائی واقع ہو گئی نکاح ختم ہوا۔ اب اس جدائی کو کیا حکم دیں گے، کیا یہ طلاق ہے یا طلاق نہیں؟ مثلاً خاوند مرتد ہوا بھئی، تو کیا اب اس کو طلاق کا حکم دیں گے؟ کہتے ہیں نہیں، یہ جدائی طلاق نہیں ہے بلکہ یہ فسخِ نکاح ہو گی، طلاق کے حکم میں نہیں۔

بھئی کیوں نہیں، خاوند سبب بن رہا ہے یہاں تو بھئی! کہتے ہیں بھئی وجہ یہ کہ یہاں خاوند مثلاً ہوا مرتد، اور مرتد کو یاد رکھیے نکاح کی اجازت نہیں ہوتی۔ مرتد کو تین دن کی مہلت ہے، جیل میں ڈالو تین دن غور و فکر کر لو بھئی دوبارہ مسلمان ہو جاؤ، دوبارہ مسلمان نہ ہو تو قتل کر دیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو مرتد ہونا یہ نکاح کے منافی ہے بھئی، مرتد کو نکاح کی اجازت نہیں۔ تو جب مرتد ہونا نکاح کے منافی ہے تو طلاق کے بھی منافی ہوا، کیونکہ طلاق تو تب آئے گی جب نکاح ہو، اور یہاں جب نکاح کی اجازت نہیں ہے تو طلاق کے بھی منافی ہوا مرتد ہونا۔ مرتد ہونا کس کے منافی ہے؟ نکاح کے، اور طلاق کب آتی ہے، نکاح سے پہلے آتی ہے یا بعد میں آتی ہے؟ بعد میں، تو جب مرتد ہونا نکاح کے منافی ہے تو طلاق تو نکاح کے احکامات میں سے ایک حکم ہے تو اس کے بھی منافی ہو گئی، لہٰذا اب اس جدائی کو طلاق ہم قرار نہیں دے سکتے۔ دلیل سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا ارْتَدَّ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ عَنِ الْإِسْلَامِ جب مرتد ہو گیا میاں بیوی میں سے کوئی ایک عَنِ الْإِسْلَامِ اسلام سے، وَقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا تو جدائی واقع ہو جائے گی ان دونوں کے درمیان، وَكَانَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا بِغَيْرِ طَلَاقٍ اور جدائی ان دونوں کے درمیان یہ بغیر طلاق کے ہو گی یعنی اسے طلاق شمار نہیں کریں گے بھئی کیونکہ طلاق کیا ہے؟ مرتد ہونے کے منافی ہے، تو یہ فسخِ نکاح ہو گا مولانا۔

فَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ هُوَ الْمُرْتَدَّ۔ الْمُرْتَدَّ اس کو منصوب پڑھیں یہ كَانَ کی خبر ہے، درمیان میں هُوَ فصل ہے ضمیرِ فصل بھئی۔ فَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ هُوَ الْمُرْتَدَّ وَقَدْ دَخَلَ بِهَا اور اگر خاوند جو تھا وہ مرتد ہوا ہے وَقَدْ دَخَلَ بِهَا اور تحقیق وہ اس کے ساتھ صحبت کر چکا ہے فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ۔ تو اب مرتد کون ہوا؟ خاوند، اور عورت کے ساتھ وہ صحبت کر چکا ہے تو صحبت سے تو مہر پکا ہو جاتا ہے، تو لہٰذا اس عورت کو کیا ملے گا؟ پورا پورا مہر۔ یہ معنی ہے فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ تو اس عورت کے لیے کامل مہر ہے، وَإِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ اور اگر اس کے ساتھ خاوند نے صحبت نہیں کی ہے تو اس کے لیے نصف مہر ہے۔

وَإِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ هِيَ الْمُرْتَدَّةَ اور اگر عورت جو ہے وہ مرتدہ ہوئی ہے، فَإِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ اگر صحبت سے پہلے ہے فَلَا مَهْرَ لَهَا تو اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔ بھئی مرتد کون ہوئی؟ عورت۔ تو اگر صحبت ہو چکی تو اسے مہر پورا ملے گا کیونکہ صحبت کی وجہ سے مہر کیا ہو چکا؟ پکا۔ لیکن اگر صحبت سے پہلے یہ مرتد ہوئی ہے تو اس صورت میں اسے کچھ بھی نہیں ملے گا: نصف مہر بھی نہیں ملے گا، متعہ بھی نہیں ملے گا۔ کیوں نہیں ملے گا؟ اس لیے کہ جدائی کا سبب کون بنی؟ عورت بھئی، عورت جدائی کا سبب بنی ہے۔ تو یہ معنی ہے: فَإِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَلَا مَهْرَ لَهَا اگر یہ مرتد ہونا صحبت سے پہلے تھا تو اس عورت کے لیے کوئی مہر نہیں ہے، وَإِنْ كَانَتِ الرِّدَّةُ بَعْدَ الدُّخُوْلِ فَلَهَا الْمَهْرُ اور اگر یہ مرتد ہونا بَعْدَ الدُّخُوْلِ صحبت کے بعد تھا فَلَهَا الْمَهْرُ تو اس عورت کے لیے مہر ہے۔

وَإِنِ ارْتَدَّا مَعًا اور اگر دونوں اکٹھے مرتد ہوئے میاں بیوی ثُمَّ أَسْلَمَا مَعًا پھر دونوں اکٹھے مسلمان ہو گئے دوبارہ، فَهُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا تو دونوں اپنے نکاح پر ہیں۔ بھئی ایک ہوتا تو جدائی آ جاتی، لیکن یہاں تو دونوں اکٹھے ہی مرتد ہوئے اور پھر اکٹھے ہی کیا ہو گئے بعد میں؟ مسلمان ہو گئے، تو اپنے نکاح پر باقی ہیں بھئی۔

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ الْمُرْتَدُّ مُسْلِمَةً وَّلَا مُرْتَدَّةً وَّلَا كَافِرَةً۔ اور جائز نہیں ہے کہ نکاح کرے مرتد آدمی مسلمان عورت کے ساتھ اور نہ مرتدہ عورت کے ساتھ اور نہ کافرہ عورت کے ساتھ۔ یعنی مرتد کو کسی کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں: مسلمان عورت سے بھی نکاح کی اجازت نہیں، مرتدہ عورت سے بھی نکاح کی اجازت نہیں اور کافرہ عورت کے ساتھ بھی نکاح کی اجازت نہیں۔ وجہ یہ ہے مولانا کیونکہ اس کو تو زندہ ہی نہیں چھوڑا جائے گا، تین دن کی بس مہلت ہے بھئی غور کر لو اگر دوبارہ اسلام میں آنا چاہتے ہو تو ٹھیک، اگر نہیں آنا چاہتے تو پھر اس کو کیا کر دیا جائے گا؟ قتل کر دیا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ یہ مسلمان تھا اور کافر ہوا ہے، معلوم ہوا یہ اسلام کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس لیے اس کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جائے گا۔ ہاں مسلمان ہو جاتا ہے پھر ٹھیک ہے بھئی۔

وَكَذٰلِكَ الْمُرْتَدَّةُ لَا يَتَزَوَّجُهَا مُسْلِمٌ وَّلَا كَافِرٌ وَّلَا مُرْتَدٌّ، اور اسی طرح مرتدہ عورت ہے کہ نکاح نہیں کرے گا اس کے ساتھ کوئی مسلمان مرد اور نہ کوئی کافر اور نہ کوئی مرتد آدمی بھئی۔ مرتدہ عورت کو بھی بھئی اس کو جیل میں ڈالیں گے، اسے قتل تو نہیں کریں گے البتہ جیل میں ڈالیں گے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے دوبارہ مسلمان ہو جائے، ورنہ جیل میں ہی رہے گی، تو اسے نکاح کی اجازت نہیں ہو گی بھئی۔

وَإِذَا كَانَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مُسْلِمًا فَالْوَلَدُ عَلٰى دِيْنِهِ۔ یاد رکھیے بچہ جو ہوتا ہے، میاں بیوی میں سے کوئی ایک بھی مسلمان ہو تو بچہ جس کا دین

اعلیٰ ہو اس کے تابع ہو گا اسی کے دین پر ہو گا۔ تو دونوں میں سے ایک مسلمان ہے مولانا تو اسلام اعلیٰ ہے، لہٰذا بچہ بھی کس مذہب پر شمار ہو گا؟ مسلمان، چاہے خاوند مسلمان ہو چاہے عورت مسلمان ہو۔ تو جس کا دین بہتر ہو گا اس کے دین پر ہو گا بچہ۔

وَإِذَا كَانَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مُسْلِمًا اور جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو فَالْوَلَدُ عَلٰى دِيْنِهٖ تو بچہ اس کے دین پر ہو گا، وَكَذٰلِكَ إِنْ أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا اور اسی طرح اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو اوَلَهٗ وَلَدٌ صَغِيْرٌ اور اس کا کوئی چھوٹا بچہ بھی ہے صَارَ وَلَدُهٗ مُسْلِمًا بِإِسْلَامِهٖ تو وہ بچہ بھی مسلمان ہو جائے گا اس کے اسلام سے، اس کے مسلمان ہونے سے بچہ بھی کیا شمار ہو گا؟ مسلمان شمار ہو گا۔

وَإِنْ كَانَ أَحَدُ الْأَبَوَيْنِ كِتَابِيًّا وَّالْآخَرُ مَجُوْسِيًّا فَالْوَلَدُ كِتَابِيٌّ۔ بھئی میاں بیوی میں سے ایک اہلِ کتاب میں سے ہے ایک مجوسی ہے آتش پرست ہے یا بت پرست ہے، تو بہتر کون سا دین ہے ان دو میں سے؟ اہلِ کتاب، کم از کم آسمانی دین کو تو مانتے ہیں، تو بچہ بھی کس میں سے پھر شمار ہو گا؟ اہلِ کتاب۔ یہ معنی ہے: وَإِنْ كَانَ أَحَدُ الْأَبَوَيْنِ كِتَابِيًّا اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک اہلِ کتاب میں سے ہے وَالْآخَرُ مَجُوْسِيًّا اور دوسرا مجوسی ہے فَالْوَلَدُ كِتَابِيٌّ تو بچہ کتابی شمار ہو گا یعنی اہلِ کتاب میں سے ہو گا۔

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْكَافِرُ بِغَيْرِ شُهُوْدٍ أَوْ فِيْ عِدَّةِ كَافِرٍ وَّذٰلِكَ فِيْ دِيْنِهِمْ جَائِزٌ ثُمَّ أَسْلَمَا أُقِرَّا عَلَيْهِ۔ بھئی کافر ہیں میاں بیوی مولانا، انہوں نے نکاح کیا تھا بغیر گواہوں کے اور ان کے دین میں یہ جائز تھا کہ بغیر گواہوں کے بھی کیا ہو جاتا ہے؟ نکاح ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو گواہوں کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں۔ ان کے دین میں یہ جائز تھا انہوں نے نکاح کیا ہوا تھا، پھر مسلمان ہو گئے دونوں، تو کیا پھر نئے سرے سے نکاح کریں گے کیونکہ اس وقت تو گواہ نہیں تھے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، ان کے دین کا طریقہ ان کے حق میں معتبر ہے، لہٰذا اب بھی اسی نکاح پر برقرار رہیں گے۔

اسی طرح بھئی ان دونوں نے نکاح کیا تھا عورت کسی کی عدت میں تھی: عورت کو ایک کافر نے طلاق دے دی اور عدت کے اندر ہی اس نے دوسرے سے نکاح کر لیا اور یہ ان کے دین میں جائز تھا، اب دونوں مسلمان ہوئے تو اب بھی نکاح پر دونوں کو برقرار رکھا جائے گا، یعنی ان دونوں کے ساتھ ان کے دین کے مطابق سلوک کیا جائے گا، نکاح اس وقت جائز تھا تو اب بھی اس کو برقرار رکھیں گے۔ وَإِذَا تَزَوَّجَ الْكَافِرُ بِغَيْرِ شُهُوْدٍ اور جب کسی کافر نے نکاح کر لیا بغیر گواہوں کے أَوْ فِيْ عِدَّةِ كَافِرٍ یا کسی دوسرے کافر کی عدت کے اندر کسی کافرہ عورت سے، وَذٰلِكَ فِيْ دِيْنِهِمْ جَائِزٌ اور یہ ان کے دین میں جائز تھا ثُمَّ أَسْلَمَا پھر دونوں مسلمان ہو گئے أُقِرَّا عَلَيْهِ تو دونوں اس نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے بھئی۔

وَإِنْ تَزَوَّجَ الْمَجُوْسِيُّ أُمَّهٗ أَوِ ابْنَتَهٗ ثُمَّ أَسْلَمَا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا۔ اور اگر مجوسی نے نکاح کر لیا اپنی ماں سے یا اپنی بیٹی سے ثُمَّ أَسْلَمَا پھر دونوں کیا ہوئے؟ مسلمان، فُرِّقَ بَيْنَهُمَا تو ان دونوں میں کیا کروا دی جائے گی؟ جدائی مولانا، اس لیے کہ یہ تو محرم ہیں یہاں تو نکاح کی کوئی صورت ہی نہیں بھئی۔

وَإِنْ كَانَ لِلرَّجُلِ امْرَأَتَانِ حُرَّتَانِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَّعْدِلَ بَيْنَهُمَا فِي الْقَسْمِ بِكْرَيْنِ كَانَتَا أَوْ ثَيِّبَيْنِ۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کی دو بیویاں ہیں یا تین ہیں یا چار ہیں مولانا، یاد رکھیے اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان بیویوں کے اندر عدل کرنا ضروری ہے بھئی، انصاف کرے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ راتوں کی تقسیم میں عدل ضروری ہے بھئی: ایک بیوی کے پاس ایک رات گزارتا ہے تو دوسری بیوی کے پاس بھی ایک رات گزارے، ایک بیوی کے پاس دو راتیں گزاریں تو دوسری بیوی کے پاس بھی دو راتیں گزارے، ایک بیوی کے پاس تین راتیں مثلاً گزارتا ہے تو دوسری بیوی کا حق بھی ہے اس کے پاس بھی کتنی راتیں گزارے گا؟ تین راتیں۔ سمجھ میں آیا؟ اور یاد رکھنا رات گزارنا ہے اس میں مساوات ضروری ہے، صحبت کرنا ضروری نہیں ہے، ہاں رات اس کے پاس گزارے وہاں رہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں دن کے اندر ضروری نہیں ہے، دن کے اندر چاہے ایک کے پاس زیادہ رہے ایک کے پاس کم رہے، دن میں اختیار ہے دن کے اندر مساوات ضروری نہیں، ہاں رات کے اندر مساوات ضروری ہے۔

سمجھ میں آیا؟ تو دونوں میں مساوات ضروری ہے چاہے ایک کے ساتھ ابھی نکاح ہوا ہے ایک کے ساتھ پہلے سے نکاح تھا، چاہے ایک کے ساتھ نکاح ہوا تو وہ کنواری تھی دوسری کے ساتھ نکاح ہوا تو وہ ثیبہ تھی، جو بھی صورت ہو ہر صورت میں مساوات پھر بھی ضروری ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اور قیامت کے دن اس پر اگر کسی نے عدل نہ کیا بڑی سخت پکڑ ہو گی بھئی! حدیث میں آتا ہے جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہیں کرتا قیامت کے دن آئے گا وہ اس حال میں کہ اس کا ایک طرف کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہو گا بھئی!

تو کہتے ہیں: وَإِنْ كَانَ لِلرَّجُلِ امْرَأَتَانِ حُرَّتَانِ اور اگر ایک شخص کی دو ایسی بیویاں ہیں جو آزاد ہیں فَعَلَيْهِ أَنْ يَّعْدِلَ بَيْنَهُمَا فِي الْقَسْمِ تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ برابری کرے ان دونوں کے درمیان فِي الْقَسْمِ تقسیم میں، حصے کے اندر، باری کے اندر، بِكْرَيْنِ كَانَتَا أَوْ ثَيِّبَيْنِ چاہے

وہ دونوں باکرہ ہوں یا دونوں ثیبہ ہوں، أَوْ إِحْدَاهُمَا بِكْرًا وَّالْأُخْرٰى ثَيِّبًا یا ان میں سے ایک باکرہ ہو اور دوسری ثیبہ ہو۔

وَإِنْ كَانَتْ إِحْدَاهُمَا حُرَّةً وَّالْأُخْرٰى أَمَةً۔ اچھا بھئی ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں لیکن ایک نکاح اس نے کیا ہوا ہے آزاد عورت سے اور ایک نکاح کیا ہے باندی کے ساتھ، اب کیا کرے بھئی، کیا دونوں میں برابری ہوگی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، باندی اب اس کی بیوی ہے اس کا بھی حصہ ہوگا، لیکن باندی کا حصہ آزاد عورت سے نصف ہوتا ہے: تو باندی کے پاس ایک رات گزارتا ہے تو آزاد عورت کے پاس دو راتیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو معلوم ہوا باندی کا حصہ ایک ثلث ہے اور آزاد عورت کا دو ثلث ہے۔ تو کہتے ہیں: وَإِنْ كَانَتْ إِحْدَاهُمَا حُرَّةً وَّالْأُخْرٰى أَمَةً اور اگر ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے اور دوسری باندی ہے فَلِلْحُرَّةِ الثُّلُثَانِ تو آزاد عورت کے لیے دو ثلث ہیں وَلِلْأَمَةِ الثُّلُثُ اور باندی کے لیے ایک ثلث ہے۔

وَلَا حَقَّ لَهُنَّ فِي الْقَسْمِ فِيْ حَالَةِ السَّفَرِ۔ ہاں سفر کے اندر مولانا یہاں تقسیم نہیں بھئی کہ ایک دفعہ ایک کو سفر پر لے کر گیا ہے دوسری دفعہ دوسری کو لے کر جا رہا ہے یا برابری کر رہا ہے سفر کے اندر بھئی۔ سفر کے اندر خاوند کی مرضی ہے جس کو لے جانا چاہے لے جا سکتا ہے سفر کے اندر، یہاں برابری ضروری نہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ قرعہ اندازی کر لے بھئی، قرعہ ڈال لے تاکہ ساری خوش رہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اسلام نے ایک سے زائد نکاح کی اجازت تو دے دی لیکن ساتھ کڑی شرائط بھی لگا دیں بھئی کہ دوسری بیوی کر لو تو پھر یہ معنی نہیں کہ اب پہلی پر ظلم کرنے لگو، بلکہ اس کا بھی حق اسی طرح ہے جس طرح یہ نئی بیوی کا ہے، دونوں کے ساتھ ہر معاملے میں کیا کرے؟ عدل کرے۔ ایک کو جتنا خرچہ دیتا ہے دوسری کو بھی اتنا ہی خرچہ دے، جیسا ایک کو لباس دیتا ہے ویسا ہی دوسری کو بھی لباس دے وغیرہ بھئی۔

تو یہ معنی ہے: وَلَا حَقَّ لَهُنَّ فِي الْقَسْمِ فِيْ حَالَةِ السَّفَرِ اور ان کا کوئی حق نہیں ہے باری کے اندر سفر کی حالت میں، وَيُسَافِرُ الزَّوْجُ بِمَنْ شَاءَ مِنْهُنَّ اور سفر کرے خاوند جس کے ساتھ چاہے ان میں سے، وَالْأَوْلٰى اور بہتر یہ ہے أَنْ يُّقْرِعَ بَيْنَهُنَّ کہ قرعہ ڈالے ان کے درمیان فَيُسَافِرُ بِمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهَا تو سفر کرے اس بیوی کے ساتھ جس کا قرعہ نکلے۔

وَإِذَا رَضِيَتْ إِحْدَى الزَّوْجَاتِ بِتَرْكِ قَسْمِهَا۔ اچھا بھئی ایک آدمی کی مثلاً تین بیویاں ہیں بھئی، تو اس پر ضروری ہے برابری کرے، ہر عورت کے پاس مثلاً ایک ایک رات رہے، تو ہر ایک کی باری اس کا حق ہے۔ لیکن اگر کوئی ایک بیوی اپنے حصے کو چھوڑ دیتی ہے، اپنی باری کو کیا کر دیتی ہے؟ چھوڑ دیتی ہے کہ میرے حصے کی رات فلاں بیوی کے پاس ہی رہ جایا کرو، مثلاً میں اب بوڑھی ہو گئی ہوں میرے پاس آتے ہو تمہیں تکلیف ہے وہاں دوسری بیوی کے پاس ہی رہ لیا کرو، تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ اس کا اپنا حق ہے اپنا حق یہ دوسری کو دے رہی ہے، اس کے لیے جائز ہے۔ تو کیا ایک دفعہ حق دے دے بعد میں رجوع کر سکتی ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، بعد میں رجوع بھی کر سکتی ہے کہ اب بس بھئی پھر اپنی باری خود لے لی دوبارہ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَإِذَا رَضِيَتْ إِحْدَى الزَّوْجَاتِ بِتَرْكِ قَسْمِهَا اور اگر راضی ہو گئی بیویوں میں سے کوئی ایک اپنے حصے کو چھوڑنے پر لِصَاحِبَتِهَا اپنی صاحبہ کے لیے یعنی اپنی سوکن جو ہے اس کے لیے چھوڑنے پر راضی ہو گئی، جَازَ تو یہ بھی جائز ہے وَلَهَا أَنْ تَرْجِعَ فِيْ ذٰلِكَ اور اس کو یہ حق بھی ہے کہ وہ رجوع کر لے اس کے اندر۔

چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۵: کتاب الرضاع: رضاعت کی مدت (امام اعظم کے نزدیک ۳۰ ماہ، صاحبین کے نزدیک ۲ سال)، حرمتِ رضاع کا ضابطہ («یحرم من الرضاع مایحرم من النسب») اور لبن الفحل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۴۳—بتاریخ: ۲۰ اپریل ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الرَّضَاعِ۔ قَلِيْلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيْرُهٗ إِذَا حَصَلَ فِيْ مُدَّةِ الرَّضَاعِ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ وَمُدَّةُ الرَّضَاعِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا وَعِنْدَهُمَا سَنَتَانِ، فَإِذَا مَضَتْ مُدَّةُ الرَّضَاعِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِالرَّضَاعِ التَّحْرِيْمُ۔ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ إِلَّا أُمَّ أُخْتِهٖ مِنَ الرَّضَاعِ فَإِنَّهٗ يَجُوْزُ لَهٗ أَنْ يَّتَزَوَّجَهَا وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أُمَّ أُخْتِهٖ مِنَ النَّسَبِ۔[1]

كِتَابُ الرِّضَاعِ بھئی۔ رِضَاعٌ را کے کسرے کے ساتھ، اور را کے فتحے کے ساتھ رَضَاعٌ دونوں طرح درست ہے بھئی۔ رضاع بھئی بین السطور لکھا ہوا ہے بھئی: فِي اللُّغَةِ الْمَصُّ، لغت میں کہتے ہیں چوسنا بھئی۔ رضاعت کا کیا معنی ہے؟ چوسنا۔ اور اصطلاحی تعریف حاشیے میں دی ہوئی ہے بھئی: هُوَ فِي الشَّرْعِ شریعت میں مَصُّ الرَّضِيْعِ مِنْ ثَدْيِ الْآدَمِيَّةِ، وہ بچے کا چوسنا ہے مِنْ ثَدْيِ الْآدَمِيَّةِ عورت کی چھاتی سے فِيْ وَقْتٍ مَّخْصُوْصٍ وقتِ مخصوص کے اندر بھئی، وَهُوَ مُدَّةُ الرَّضَاعِ اور وہ کیا ہے؟ مدتِ رضاع۔ وہ مدتِ رضاع جو ہے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی ڈھائی سال اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہے، اس وقت کے اندر اندر بچے کا عورت کی چھاتی سے دودھ پینا یہ کیا کہلاتا ہے؟ رضاعت کہلاتا ہے بھئی۔

قَلِيْلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيْرُهٗ إِذَا حَصَلَ فِيْ مُدَّةِ الرَّضَاعِ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ یاد رکھیے ہمارا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے بھئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بچے کے ایک مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی بھئی، بلکہ ایک روایت کے مطابق پانچ مرتبہ اور دوسری روایت کے مطابق تین مرتبہ کم از کم بچہ دودھ پیے کسی عورت کا تو پھر وہ عورت اس کی رضاعی ماں بنتی ہے اور یہ اس کا رضاعی بچہ بن جاتا ہے بھئی۔ جبکہ ہمارے نزدیک نہیں بھئی، تین یا پانچ مرتبہ کی قید نہیں ہے بھئی، ایک مرتبہ بھی بچہ دودھ پی لے اور وہ دودھ بچے کے پیٹ تک پہنچ جائے بس بھئی، چاہے ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو اس سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اور وہ عورت اس بچے کی رضاعی ماں بن جائے گی بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو اسی لیے کہا کہ قَلِيْلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيْرُهٗ إِذَا حَصَلَ فِيْ مُدَّةِ الرَّضَاعِ، کہ تھوڑی رضاعت ہو تھوڑا سا دودھ پینا ہو یا زیادہ ہو جب یہ حاصل ہو مدتِ رضاعت کے اندر، تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ تو اس کے ساتھ حرمت کا تعلق ہو جائے گا مولانا، حرام قرار دینے کا تعلق ہو جائے گا بھئی۔ اب یہ عورت اس کی رضاعی ماں بن گئی تو یہ اس پر حرام ہے بھئی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «قَلِيْلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيْرُهٗ إِذَا حَصَلَ فِيْ مُدَّةِ الرَّضَاعِ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «قليل الرضاع وكثيره سواء إذا حصل في مدة الرضاع تعلق به التحريم» منقول ہے۔

وَمُدَّةُ الرَّضَاعِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا۔ اور مدتِ رضاعت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس ماہ ہے بھئی، تیس ماہ یعنی ڈھائی سال۔ وَعِنْدَهُمَا سَنَتَانِ، اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ امام صاحب کے نزدیک مدتِ رضاعت کتنی ہے؟ ڈھائی سال، اور صاحبین کے نزدیک دو سال، یہ ہے مدتِ رضاعت۔

یاد رکھیے بچہ مدتِ رضاعت کے اندر دودھ پیے بھئی تو پھر وہ عورت اس کی رضاعی ماں بنے گی، اس مدت کے بعد پیے تو پھر رضاعت ثابت نہیں ہو گی بھئی۔ اور یہ بھی یاد رکھیے اس مدت کے بعد دودھ پلانا حرام ہے بھئی درست نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ بس اتنی مدت تک دودھ پلانا چاہیے بچے کو۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کوئی عورت کسی اور کے بچے کو دودھ پلائے تو خاوند کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں پلانا چاہیے بھئی، خاوند کی اجازت کے بغیر دودھ پلانا عورت کے لیے یہ مکروہِ تحریمی ہے بھئی، مکروہ تحریمی بھئی۔ تو اس مدت کے اندر اندر بچہ پیے گا تو رضاعی بچہ بنے گا بھئی، اس کے بعد پیے تو پھر رضاعت ثابت نہیں، رضاعی بچہ نہیں بنے گا بھئی، حرمت کا تعلق پھر نہیں ہو گا بھئی۔

تو امام صاحب کی دلیل بھئی، قرآن میں آیت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا بھئی۔ کہ بچے کا حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت کتنی ہے؟ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا تیس ماہ ہے بھئی۔ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی کہ یہ تیس ماہ جو ہیں یہ مدت ہے بھئی۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ یہاں آیا حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ بھئی، تو حمل اور دودھ چھڑانے دونوں کی مدت تیس ماہ بیان ہوئی ہے بھئی، اور حمل کی کم سے کم مدت ہے چھ ماہ: کم سے کم چھ ماہ کے اندر صحیح طور پر بچے کی پیدائش ہو سکتی ہے، تو چھ ماہ حمل کے ہو گئے اور باقی رہ گئے بھئی دو سال یعنی چوبیس مہینے۔ تو صاحبین اس سے حساب لگاتے ہیں اور رضاعت کی مدت کتنی نکالتے ہیں؟ دو سال نکالتے ہیں۔ جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بھئی ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا آیا، وہ حمل اور فصال دونوں کے لیے ہو گا: حمل کی بھی زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟ ڈھائی سال، اور اسی طرح دودھ چھڑانے کی بھی مدت کتنی ہے؟ ڈھائی سال، تیس ماہ ہے، دونوں کے لیے الگ الگ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا ثابت ہو گیا بھئی۔

فَإِذَا مَضَتْ مُدَّةُ الرَّضَاعِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِالرَّضَاعِ التَّحْرِيْمُ۔ اور جب گزر جائے رضاعت کی مدت لَمْ يَتَعَلَّقْ بِالرَّضَاعِ التَّحْرِيْمُ تو متعلق نہیں ہو گی رضاعت کے ساتھ تحریم بھئی۔ پھر تحریم کا تعلق نہیں ہو گا، پھر اس مدت کے بعد اگر دودھ پیے کوئی تو پھر اس سے رضاعی تعلق نہیں بنے گا، یعنی وہ عورت اس کی رضاعی ماں نہیں بنے گی اور وہ بچہ اس کا رضاعی بچہ نہیں بنے گا۔

وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔ اور حرام ہو جاتا ہے رضاعت سے وہ جو حرام ہوتا ہے نسب سے۔ بھئی میں نے آپ کو شعر لکھوایا تھا بھئی گزشتہ باب کے اندر، کتاب النکاح کے اندر ایک شعر لکھوایا تھا رضاعت سے متعلق بھئی، قیمتی شعر جس میں سارا ضابطہ بیان ہو جاتا ہے۔ کیا شعر تھا یاد ہے بھئی؟ از جانبِ شیر دہ ہمہ خویش شوند، دودھ پلانے والی کی طرف سے سارے رشتہ دار بن جاتے ہیں، واز جانبِ شیر خوار زوجان و فروع، اور دودھ پینے والے کی جانب سے زوجان و فروع بھئی: میاں بیوی اور ان کی اولاد، یعنی دودھ پینے والا اور اس کی بیوی اور آگے ان کی اولاد، یا دودھ پینے والی اور اس کا خاوند اور آگے اس کی اولاد، یہ سارے حرام ہو جاتے ہیں دودھ پینے والے کی طرف سے۔ اور دودھ پلانے والی کی طرف سے سارے رشتہ دار بن جاتے ہیں بھئی۔ تو تفصیل گزر گئی تھی مولانا کتاب النکاح کے اندر۔

تو کہتے ہیں: وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ اور حرام ہو جاتے ہیں رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے جو حرام ہوتے ہیں نسب کی وجہ سے، إِلَّا أُمَّ أُخْتِهٖ مِنَ الرَّضَاعِ مگر اس کی رضاعی بہن کی ماں، فَإِنَّهٗ يَجُوْزُ لَهٗ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا اس لیے کیونکہ جائز ہے اس شخص کے لیے کہ وہ اس کے ساتھ نکاح کرے۔ بھئی دیکھو رضاعی بہن کی ماں اس کے ساتھ نکاح جائز ہے، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أُمَّ أُخْتِهٖ مِنَ النَّسَبِ اور یہ جائز نہیں ہے کہ نکاح کرے نسبی بہن کی ماں کے ساتھ۔ رضاعی بہن کی ماں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور نسبی بہن کی ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

دیکھو یہ فرق بتلا دیا صاحبِ قدوری نے: کچھ رشتے ایسے ہیں، بھئی ضابطہ تو یہ تھا کہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی کیا ہیں؟ حرام، لیکن کچھ ایسے رشتے ہیں جو نسبی اعتبار سے تو حرام ہیں لیکن رضاعی اعتبار سے وہ حرام نہیں، ان کی تفصیل بتلا رہے ہیں مولانا۔ پہلا رشتہ کیا بیان کیا؟ کہ دیکھو نسبی بہن کی ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے لیکن رضاعی بہن کی ماں کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے: زید نے ایک عورت کا دودھ پیا، اور ایک اور لڑکی ہے اس نے بھی اسی عورت کا دودھ پیا۔ تو اب وہ عورت بن گئی ان کے لیے رضاعی ماں اور یہ لڑکی زید کی کیا بن گئی؟ رضاعی بہن۔ اس لڑکی کی جواب نسبی ماں ہے، تو زید کا تعلق اس لڑکی سے ہے یہ اس کی رضاعی بہن بنی ہے، باقی رشتہ دار اس

کے نہیں بنے بھئی آپ نے پڑھا تھا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دودھ پلانے والی کی طرف سے تو سارے ان کے رشتہ دار بن گئے، لیکن یہ تو ہے دودھ پینے والی، اس کی طرف سے سارے رشتہ دار نہیں بنے۔ تو اب زید کے لیے اس رضاعی بہن کی جو سگی ماں ہے نسبی ماں ہے اس کے ساتھ نکاح جائز ہے کیونکہ زید نے تو اس کا دودھ نہیں پیا، زید نے اور اس لڑکی نے ایک تیسری عورت کا دودھ پیا تھا۔ اس عورت کے اعتبار سے یہ دونوں کیا بن گئے؟ رضاعی بہن بھائی، لیکن اس لڑکی کی ماں تو اب بھی اجنبیہ ہی ہے زید کے لیے، اس کا تو زید سے کوئی رشتہ نہیں بنا۔ یہ جس کا دودھ پیا تھا وہ تو رضاعی ماں بن گئی، لیکن یہ نسبی ماں وہ تو الگ تھی اس لڑکی کی، اس کے ساتھ زید کا کوئی رشتہ نہیں، لہٰذا اس کے ساتھ اب زید نکاح کرنا چاہے تو اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی اچھی طرح؟

جبکہ اس کے مقابلے میں آپ دیکھیے نسبی بہن کی ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ نسبی بہن: ایک تو سگی بہن آگئی مولانا کہ جو زید کی سگی بہن ہے، زید کے جو ماں باپ ہیں وہی اس کے بھی کیا ہیں؟ ماں باپ ہیں، تو یہ تو اس کی سگی ماں ہو گئی، اس ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں آپ پڑھ چکے ہیں۔ یا باپ دونوں کا ایک ہے ماں الگ الگ ہے، نسبی بہن ہے بھئی: زید کے والد نے دو شادیاں کی ہیں بھئی، ایک عورت سے زید پیدا ہوا دوسری عورت سے وہ لڑکی پیدا ہوئی، اب دونوں کا باپ ایک ہے، تو اس نسبی بہن کی جو ماں ہے یہ کیا ہوئی زید کی؟ سوتیلی ماں ہوئی یا نہ ہوئی بھئی؟ سوتیلی ماں ہوئی۔ تو نسبی بہن کی جو ماں ہوتی ہے اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں، اور نسبی بہن کی ماں یا تو وہ سگی ماں ہو گی یا سوتیلی ماں ہو گی، یہی دو صورتیں بنتی ہیں نا، اور دونوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے بھئی۔ تو یہ دیکھو فرق آ گیا مولانا: رضاعی بہن کی ماں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور نسبی بہن کی ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

تو دیکھیے یہی بات بیان کر رہے ہیں: وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ اور حرام ہو جاتا ہے رضاعت کی وجہ سے وہ جو حرام ہوتا ہے نسب کی وجہ سے إِلَّا أُمَّ أُخْتِهِ مِنَ الرَّضَاعِ مگر اس کی رضاعی بہن کی ماں، فَإِنَّهُ يَجُوْزُ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا پس اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے ساتھ نکاح کرے، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أُمَّ أُخْتِهِ مِنَ النَّسَبِ اور یہ جائز نہیں ہے اس کے لیے کہ وہ نکاح کرے نسبی بہن کی ماں کے ساتھ۔

وَأُخْتُ ابْنِهِ مِنَ الرَّضَاعِ يَجُوْزُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أُخْتَ ابْنِهِ مِنَ النَّسَبِ۔ اسی طرح مولانا رضاعی بیٹے کی بہن، أُخْتُ ابْنِهِ مِنَ الرَّضَاعِ رضاعی بیٹے کی بہن جو ہے يَجُوْزُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا جائز ہے کہ اس کے ساتھ شادی کرے اس کے ساتھ نکاح کرے، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَتَزَوَّجَ اور یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نکاح کرے کس کے ساتھ؟ أُخْتَ ابْنِهِ مِنَ النَّسَبِ نسبی بیٹے کی بہن کے ساتھ۔ نسبی بیٹے کی بہن کے ساتھ نکاح جائز نہیں لیکن رضاعی بیٹے کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔[۲]

رضاعی بیٹے کی بہن، اچھا صورت یہ ہے: مثلاً زید نے ایک عورت کا دودھ پیا تو وہ عورت اس کی کیا بن گئی؟ رضاعی ماں بن گئی، اور اس عورت کا خاوند کیا بن گیا اس کا؟ رضاعی باپ بن گیا۔ اب دودھ پلانے والی کی طرف سے تو سارے رشتہ دار بن گئے اور دودھ پینے والے کی طرف سے صرف کون رشتہ دار بنا ہے؟ صرف زوجان، یعنی یہ دودھ پینے والا اگر لڑکا ہے آگے جب یہ نکاح کرے گا تو اسی طرح اس کی بیوی بھی حرام ہو جائے گی اور یہ لڑکا بھی ان پر حرام ہو گیا ہے، اس کے باقی بھائی بہنیں وغیرہ وہ رشتہ دار بنے؟ باقی بھائی بہنیں وغیرہ رشتہ دار نہیں بنے۔ تو اس اپنے رضاعی بیٹے کی بہن کے ساتھ یہ شخص کیا کرنا چاہتا ہے؟ نکاح کرنا چاہتا ہے تو نکاح جائز ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ تو یہ رضاعی بیٹا بنا ہے اس کے باقی بھائی یا بہنیں جو ہیں وہ تو رضاعی رشتہ دار نہیں بنے، ان کے ساتھ اگر نکاح کرنا چاہے یہ شخص تو نکاح کر سکتا ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں نسبی بیٹے کی بہن کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوتا۔ نسبی بیٹے کی بہن کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوتا۔ کیوں؟ نسبی بیٹا ہے اس کی بہن وہ تو اسی آدمی کی بیٹی ہو گئی! کیا ہو گئی؟ بیٹی ہو گئی۔ بھئی میاں بیوی کا ایک بیٹا ہے، اس نسبی بیٹے کی جو بہن ہے وہ بھی ان کی کیا ہوئی؟ بیٹی ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ تو ایک صورت ہے کہ اسی لڑکے کی بہن ہے اور والدین بھی یہی دونوں ہیں بھئی، تو یہ تو سگی بیٹی ہوئی۔ سمجھ میں آیا؟

یا دوسری صورت یہ ہے کہ یہ جو عورت ہے اس کی بیٹی پہلے خاوند سے تھی۔ کیا تھی؟ ایک عورت تھی اس کی پہلے خاوند سے ایک بیٹی تھی، اس خاوند کا انتقال ہوا، اس کے بعد اس آدمی نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا، اب اس عورت سے اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ تو دیکھو یہ جو بیٹا ہے اور وہ لڑکی ہے بھئی دونوں کی ماں ایک ہے البتہ باپ الگ الگ ہیں: بیٹی پہلے خاوند سے پیدا ہوئی تھی اور بیٹا اس خاوند سے پیدا ہوا ہے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ تو یاد رکھیے یہ جو لڑکی ہے اس عورت کی جو پہلے خاوند سے ہے، اس خاوندِ ثانی کی ربیبہ کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ ربیبہ کہلاتی ہے۔ ربیبہ کس کو کہتے ہیں بھئی؟ پہلے خاوند سے جو عورت

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَتَزَوَّجَ أُخْتَ ابْنِهِ مِنَ النَّسَبِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يتزوج امرأة ابنه من النسب» منقول ہے۔

کی بیٹی ہے دوسرے خاوند کی وہ کیا کہلائے گی؟ ربیبہ کہلائے گی، اور اس کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں بھئی۔

کیوں نہیں نکاح جائز؟ کیونکہ اس لڑکی کی ماں کے ساتھ خاوند کیا کر چکا ہے؟ صحبت کر چکا ہے بھئی! اور آپ نے پڑھا تھا کہ کسی عورت سے نکاح کیا جائے تو نکاح کرتے ہی اس عورت کے سارے اصول کیا ہو جاتے ہیں انسان پر؟ حرام، ساس جو ہوتی ہے صرف نکاح کیا ساس فوراً کیا ہو جاتی ہے؟ حرام۔ اور اس عورت کے فروع جو ہوتے ہیں یعنی نیچے اولاد بیٹیاں پوتیاں وغیرہ وہ صرف نکاح سے حرام نہیں ہوتے بلکہ جب صحبت کر لے گا پھر وہ بھی کیا ہو جائیں گے اس شخص پر؟ حرام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ یاد آیا بھئی؟ کتاب النکاح میں ذکر ہوا تھا کہ ساس جو ہے وہ صرف نکاح کرتے ہی ابد الآباد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی، جبکہ اس عورت کی بیٹی وہ صرف نکاح سے حرام نہیں ہو گی بلکہ جب صحبت کر لے گا اب بیٹی بھی کیا ہو گئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے؟ حرام ہو گئی۔

تو یہاں پر بھی اس آدمی کی جو ربیبہ ہے اس پر حرام ہے، کیوں حرام ہے بھئی؟ کیونکہ اس کی ماں کے ساتھ کیا کر چکا؟ صحبت کر چکا ہے۔ تو اب دیکھیے بھئی مسئلہ میں یہ بیان کر رہا تھا کہ کوئی شخص رضاعی بیٹے کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا چاہے، تو صرف یہ رضاعی بیٹا بنا ہے اس کی بہن کے ساتھ تو کسی قسم کا کوئی رشتہ نہیں بنا، لہٰذا اس رضاعی باپ کے لیے اس رضاعی بیٹے کی اس بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ لیکن وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أُخْتَ ابْنِهٖ مِنَ النَّسَبِ، لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نکاح کرے نسبی بیٹے کی بہن کے ساتھ۔ اور نسبی بیٹے کی بہن میں دو صورتیں آ گئیں، کون کون سی دو صورتیں ہیں؟ یا تو سگی بیٹی ہو گی کہ ماں باپ دونوں کا ایک ہی ہے، یا کیا ہو گی؟ ربیبہ ہو گی اس آدمی کے لیے، تو دو ہی صورتیں ہیں اور وہ دونوں حرام ہوتی ہیں اس شخص پر بھئی، تو ان کے ساتھ تو نکاح جائز نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہ معنی ہے: وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أُخْتَ ابْنِهٖ مِنَ النَّسَبِ اور جائز نہیں ہے کہ نکاح کرے بھئی نسبی بیٹے کی بہن کے ساتھ۔

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ امْرَأَةَ ابْنِهٖ مِنَ الرَّضَاعِ كَمَا لَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ امْرَأَةَ ابْنِهٖ مِنَ النَّسَبِ۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کی بیوی نے ایک بچے کو دودھ پلایا ایک لڑکے کو، یہ لڑکا ان کا کیا بن گیا؟ رضاعی بیٹا۔ یہ رضاعی بیٹا جب بڑا ہوا اس نے ایک لڑکی سے نکاح کیا بھئی۔ جب یہ رضاعی بیٹا ہے تو وہ لڑکی ان کی کیا بن گئی؟ رضاعی بہو بن گئی یا نہیں بھئی؟ رضاعی بیٹے کی بیوی گویا بہو بن گئی۔ اور آپ نے پڑھا ہے کہ ساس اور سسر نکاح کرتے ہی کیا ہو جاتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے؟ حرام۔ تو اس لڑکی پر بھی یہ ساس اور سسر کیا ہیں؟ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام۔ اب یہ آدمی اس رضاعی بیٹے کی بیوی کے ساتھ کیا نکاح اس کا جائز ہے؟ نہیں، یہ تو اس کا کیا بن گیا؟ سسر ہے بھئی، تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو چکا بھئی، اس کے ساتھ اس کا نکاح جائز نہیں۔

تو جیسے نسبی بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوتا اسی طرح رضاعی بیٹے کی بیوی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں، کیونکہ آپ نے شعر میں ضابطہ تو پڑھا تھا: واز جانبِ شیر خوار زوجان و فروع، دودھ پینے والے کی جانب سے کون کون حرام ہوتے ہیں؟ زوجان، میاں بیوی، تو یہ میاں بیوی ہیں مولانا: یہ دودھ پینے والا اور اس کی بیوی بھئی، ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئے۔ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ امْرَأَةَ ابْنِهٖ مِنَ الرَّضَاعِ اور جائز نہیں ہے کہ نکاح کرے بھئی رضاعی بیٹے کی بیوی کے ساتھ كَمَا لَا يَجُوْزُ جیسے کہ جائز نہیں ہے أَنْ يَّتَزَوَّجَ کہ نکاح کرے امْرَأَةَ ابْنِهٖ مِنَ النَّسَبِ نسبی بیٹے کی بیوی کے ساتھ۔ نسبی بیٹے کی بیوی جیسے حرام ہوتی ہے اسی طرح رضاعی بیٹے کی بیوی بھی کیا ہے؟ حرام ہے۔

وَلَبَنُ الْفَحْلِ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ یاد رکھیے مولانا ایک قیمتی بات یاد رکھیے۔ بھئی دیکھو ایک عورت ہے، جب خاوند بیوی کے ساتھ صحبت کرے گا اس سے پھر آگے اولاد پیدا ہو گی، اور جب وہ بچہ پیدا ہو گا تو ماں کی چھاتی میں اللہ تعالیٰ دودھ پیدا فرما دیتے ہیں۔ تو دیکھو یہاں خاوند سبب بنا بچے کی پیدائش کا اور اس بچے کے سبب سے ماں کی چھاتی میں کیا آیا؟ دودھ آیا بھئی۔ تو یاد رکھیے اب دوسرے لفظوں میں اس مرد کی صحبت کے سبب سے کیا ہوا ہے؟ اس عورت کی چھاتی میں دودھ اتر آیا۔ تو اب جو بچہ اس دودھ کو پیے گا، یہ عورت تو اس کی رضاعی ماں بن گئی، اور جس مرد کے سبب سے اس کی چھاتی میں دودھ آیا وہ کیا بنے گا اس کا؟ رضاعی باپ بنے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو لہٰذا یہ جو خاوند ہے یہ ہمیشہ رضاعی باپ نہیں بنے گا بھئی! عورت تو رضاعی ماں ہر حال میں بنے گی کیونکہ دودھ کس کا پیا بچے نے؟ عورت کا۔ لیکن خاوند رضاعی باپ ہمیشہ نہیں بنے گا، یہ صرف اس وقت رضاعی باپ بنے گا جبکہ یہ اس دودھ کا سبب بنا ہو، یعنی اس کی کوئی اولاد پیدا ہوئی عورت سے اور اس کی وجہ سے کیا آیا عورت کی چھاتی میں؟ دودھ آیا۔ تو یہ اس دودھ کا سبب بنا ہو گا تو یہ رضاعی باپ بنے گا، اگر یہ اس دودھ کا سبب نہیں بنا تو پھر یہ رضاعی باپ بھی نہیں بنے گا۔

لہٰذا ایک عورت نے ایک نکاح کیا، خاوند سے اس کا ایک بچہ پیدا ہوا۔ پھر اس خاوند کا انتقال ہوا۔ جب خاوند کا انتقال ہوا عدت کے بعد اس عورت نے

ایک اور آدمی سے نکاح کر لیا۔ اب نکاح کے بعد اس عورت نے کسی اور بچے کو دودھ پلایا۔ اب آپ بتایئے یہ جو دودھ ہے اس دودھ کا سبب یہ والا خاوند بنا ہے یا وہ پہلا خاوند بنا تھا بھئی؟ پہلا خاوند بنا تھا، لہٰذا جب یہ عورت دودھ پلائے گی تو یہ تو رضاعی ماں بن جائے گی، لیکن یہ دوسرا خاوند اس دودھ کا سبب نہیں لہٰذا یہ خاوند اس کا رضاعی باپ نہیں بنے گا۔ ضابطہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ خاوند اس کا رضاعی باپ نہیں بنے گا۔ ہاں اس خاوند کی جب اس عورت سے اولاد ہو جائے گی اب دودھ کا سبب کون بن گیا؟ یہ دوسرا خاوند، اب اس کے بعد عورت کسی کو دودھ پلائے گی تو پھر وہ عورت اس کی رضاعی ماں بنے گی اور یہ خاوند اس کا کیا بن جائے گا؟ رضاعی باپ بن جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو مرد کے رضاعی باپ بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس دودھ کا سبب بنا ہو بھئی۔

یہی ضابطہ بیان کر رہے ہیں دیکھیے مولانا، کہتے ہیں: وَلَبَنُ الْفَحْلِ، فَحْلٌ کہتے ہیں بھئی آپ جانتے ہیں نر اور مادہ بھئی، تو فَحْلٌ نر کو کہتے ہیں، نر۔ مرد مراد ہے یہاں: وَلَبَنُ الْفَحْلِ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ، اور نر کے دودھ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تحریم کا۔ مرد کے دودھ کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ تحریم کا تعلق۔ مرد کے دودھ سے کیا مطلب ہے؟ یعنی مرد اس دودھ کا کیا بنا ہو؟ سبب بنا ہو۔ تو مرد کے دودھ کے ساتھ تحریم کا تعلق ہوتا ہے، وَهُوَ اور وہ یہ ہے کہ أَنْ تُرْضِعَ الْمَرْأَةُ صَبِيَّةً کہ دودھ پلائے عورت بھئی کسی بچی کو فَتَحْرُمُ هٰذِهِ الصَّبِيَّةُ عَلٰى زَوْجِهَا تو حرام ہو جاتی ہے یہ بچی اس کے خاوند پر۔ سمجھ میں آیا؟ یہ کب ہے؟ جبکہ اس دودھ کا سبب یہ خاوند بنا ہو، تو عورت کا جو خاوند ہے اس بچی کا رضاعی باپ بن گیا، تو فَتَحْرُمُ هٰذِهِ الصَّبِيَّةُ عَلٰى زَوْجِهَا تو حرام ہو جاتی ہے یہ بچی اس دودھ پلانے والی کے خاوند پر، وَعَلٰى آبَائِهِ وَأَبْنَائِهِ اور اس مرد کے آباء پر سارے اصول پر بھی۔ بھئی جب یہ اس کی بیٹی بن گئی تو اس کے سارے اصول کے لیے بھی کیا بن گئی؟ بیٹی بن گئی بھئی! یہ اس کی بیٹی ہے تو اس کے باپ کے لیے پوتی ہو گئی، اس کے دادا کے لیے پڑپوتی ہو گئی، تو سب کی بیٹی کی طرح ہوئی، تو اس کے اصول پر بھی یہ لڑکی حرام ہے۔[۳]

وَأَبْنَائِهِ اور اس مرد کے بیٹوں پر بھی یہ لڑکی کیا ہو گئی؟ حرام۔ کیوں؟ کیونکہ جب وہ لڑکی اس کی بیٹی بن گئی تو اس مرد کے جو بیٹے ہیں ان کی کیا بن گئی؟ بہن بن گئی۔ اور اس مرد کے جو پوتے ہیں ان کے لیے کیا بن گئی؟ بھئی اس مرد کی رضاعی بیٹی ہے، اس کے پوتے کے لیے کیا بنی؟ بھئی رضاعی پھوپھی بن گئی یا نہیں بن گئی؟ پوتے کا جو باپ ہے وہ کیا ہے اس آدمی کا؟ بیٹا، اور اس کی ہے یہ رضاعی بہن بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو باپ کی بہن کیا ہوتی ہے؟ پھوپھی، تو یہ رضاعی پھوپھی بن گئی اس کی۔ اسی لیے کہا کہ اس دودھ پلانے والی کے خاوند پر بھی یہ بچی حرام ہو جاتی ہے وَعَلٰى آبَائِهِ وَأَبْنَائِهِ اور اس کے آباء پر بھی اور اس کے بیٹوں پر بھی اور بیٹوں کے بیٹوں پر بھی آگے بھئی۔

وَيَصِيْرُ الزَّوْجُ الَّذِيْ نَزَلَ لَهَا مِنْهُ اللَّبَنُ أَبًا لِّلْمُرْضَعَةِ۔ مُرْضِعَةٌ ہے دودھ پلانے والی، اور مُرْضَعَةٌ ضاد کے فتحے کے ساتھ یہ ہے دودھ پینے والی بھئی جس کو دودھ پلایا گیا ہے۔ وَيَصِيْرُ الزَّوْجُ الَّذِيْ اور ہو گیا وہ خاوند الَّذِيْ نَزَلَ لَهَا کہ اترا ہے لَهَا اس عورت کے مِنْهُ اس خاوند سے اللَّبَنُ کیا اترا ہے؟ دودھ۔ وہ خاوند جس کی وجہ سے اس عورت کا دودھ اترا ہے وہ کیا ہو گیا؟ أَبًا لِّلْمُرْضَعَةِ وہ اس بچی کے لیے جس کو دودھ پلایا گیا ہے کیا بن گیا؟ أَبًا بن گیا، باپ بن گیا بھئی۔ ترجمہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَيَصِيْرُ الزَّوْجُ الَّذِيْ نَزَلَ لَهَا مِنْهُ اللَّبَنُ أَبًا لِّلْمُرْضَعَةِ اور ہو گیا وہ خاوند جس کی وجہ سے اس عورت کا دودھ اترا ہے باپ دودھ پینے والی کے لیے۔

وَيَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ الرَّجُلُ بِأُخْتِ أَخِيْهِ مِنَ الرَّضَاعِ كَمَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِأُخْتِ أَخِيْهِ مِنَ النَّسَبِ۔ اور جائز ہے کہ نکاح کرے آدمی بِأُخْتِ أَخِيْهِ مِنَ الرَّضَاعِ رضاعی بھائی کی بہن کے ساتھ۔ رضاعی بھائی کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے كَمَا يَجُوْزُ جیسے کہ جائز ہے، بھئی رضاعی بھائی کی بہن: بھئی زید نے اور ایک لڑکی نے ایک عورت کا دودھ پیا

دو لڑکوں نے، بھئی زید ہے اور بکر ہے مثلاً، زید کسی اور کا بیٹا ہے بکر کسی اور کا بیٹا ہے، ان دونوں نے مل کر بچپن میں مدتِ رضاعت کے اندر بھئی ایک تیسری عورت کا دودھ پیا۔ تو وہ عورت ان دونوں کی کیا بن گئی؟ رضاعی ماں، اور یہ دونوں آپس میں کیا بن گئے؟ رضاعی بھائی۔ اس رضاعی بھائی کی بہن، کیا وہ آپس میں ان کی رشتہ دار بنی؟ نہیں، اس کے ساتھ تو کوئی رشتہ نہیں بھئی۔ تو زید مثلاً اب بکر کی سگی بہن کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، اس لیے کہ بکر اس کا رضاعی بھائی بنا لیکن بکر کی بہن تو اس کی رضاعی بہن نہیں، لہٰذا اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

یہ معنی ہے: وَيَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ الرَّجُلُ بِأُخْتِ أَخِيْهِ مِنَ الرَّضَاعِ اور جائز ہے کہ نکاح کرے کوئی آدمی اپنے رضاعی بھائی کی بہن کے ساتھ

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَتَحْرُمُ هٰذِهِ الصَّبِيَّةُ عَلٰى زَوْجِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فتحرم هذه الصبية على زوجها» منقول ہے۔

كَمَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِأُخْتِ أَخِيْهِ مِنَ النَّسَبِ جیسے کہ جائز ہے کہ نکاح کرے اپنے نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ۔ یہ مشکل مقام ہے: جیسے کہ جائز ہے کہ نکاح کرے نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ۔ نسبی بھائی ہے، اس کی بہن کے ساتھ جیسے نکاح جائز ہے۔ کس کے ساتھ؟ نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا بھئی: نسبی بھائی کی بہن تو اپنی بہن ہے بھئی! جو نسبی بھائی ہے اس کی بہن آپ کی بھی بہن بن گئی یا نہیں بن گئی؟ اس کے ساتھ کیسے نکاح جائز ہو گا؟ تو صاحبِ قدوری اب اس کی صورت بھی بتلائیں گے آپ کو۔ پہلے صورت سمجھ لو۔ دیکھو زید اور بکر دونوں ایک آدمی کے بیٹے ہیں، لیکن زید ایک بیوی سے ہے اور بکر دوسری بیوی سے۔ تو یہ دونوں باپ شریک بھائی ہوئے بھئی، یوں کہو نسبی بھائی ہوئے۔ کیا ہوئے؟ نسبی بھائی۔ لیکن باپ ایک ہے ماں الگ الگ ہے بھئی، تو کیا کہیں گے؟ باپ شریک بھائی۔ کیا کہیں گے؟ باپ شریک بھائی۔ یا عربی میں اس کے لیے ایک ہی لفظ ہے مولانا: علاتی بھائی ہیں دونوں آپس میں۔ کیا ہیں؟ علاتی بھائی ہونے کا کیا معنی؟ باپ شریک بھائی، یعنی باپ ایک ہے اور دونوں کی ماں الگ الگ ہے۔ بھئی ان کے باپ نے دو نکاح کیے دو عورتوں کے ساتھ، ایک سے کون پیدا ہوا؟ زید، ایک سے زید پیدا ہوا دوسرے سے بکر مثلاً پیدا ہوا۔ تو یہ دونوں آپس میں کیا ہیں؟ نسبی بھائی، کون سے نسبی بھائی ہیں؟ اردو میں کہیں باپ شریک بھائی، عربی میں کیا کہیں گے؟ علاتی بھائی ہیں۔

اچھا، اسی طرح اخیافی بھائی بھی ہوتے ہیں مولانا۔ ایک عورت ہے اس نے ایک آدمی کے ساتھ نکاح کیا، اس سے اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا زید۔ اس آدمی کا انتقال ہو گیا یا اس نے اس عورت کو طلاق دے دی۔ عدت کے بعد اس عورت نے کسی اور آدمی سے نکاح کیا، اب اسی عورت سے اس آدمی کا ایک بیٹا پیدا ہوا وہ ہے بکر۔ اب زید اور بکر آپس میں کیا ہوئے؟ زید بیٹا تھا اس شخص کا جس کا انتقال ہو چکا یا جس نے طلاق دے دی، اور بکر اس شخص کا بیٹا ہے جس کے ساتھ اب نکاح کیا ہے عورت نے۔ تو زید اور بکر کی ماں تو ایک ہے لیکن باپ دونوں کے الگ الگ ہیں، یہ ہیں ماں شریک بھائی بھئی۔ آپس میں کیا ہیں؟ ماں شریک بھائی، اور عربی میں اس کو کہتے ہیں اخیافی بھائی بھئی، اخیافی بھائی۔ باپ شریک ہوں تو کیا کہلاتے ہیں؟ علاتی بھائی، اور ماں شریک ہوں تو پھر کیا کہلاتے ہیں؟ اخیافی۔ تو بس اخیافی اور علاتی کا لفظ جہاں آئے آپ سمجھ جایئے۔ مثلاً آپ سے کوئی کہے بھئی یہ دونوں اخیافی بھائی بہن ہیں، آپ سمجھ جائیں گے دونوں کی ماں ایک ہے اور باپ الگ الگ۔ اور اگر آئے بھئی علاتی بھائی بہن ہیں، آپ فوراً سمجھ جائیں گے کہ دونوں کا باپ ایک ہے اور ماں الگ الگ ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اچھا صاحبِ قدوری نے کیا فرمایا؟ کہ نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے، بتلایا تھا بھئی رضاعی بھائی کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے جیسے کہ نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ او بھئی نسبی بھائی کی بہن یہ تو اپنی سگی بہن ہوئی بھئی! تو صاحبِ قدوری بتلائیں گے نہیں، دیکھنا ابھی آپ صورت دیکھنا: نسبی بھائی کی بہن ہو گی اور اس کے ساتھ نکاح بھی جائز ہو گا۔ کیسے؟ دیکھو بھئی وہی صورت بناؤ: زید اور بکر ایک آدمی کے بیٹے ہیں، لیکن الگ الگ بیویوں سے۔ ایک بیوی سے کون پیدا ہوا ہے؟ زید، دوسری بیوی سے بکر۔ تو یہ دونوں کون سے بھائی ہوئے؟ علاتی بھائی۔ کیا ہوئے؟ علاتی بھائی۔

لیکن جو زید کی ماں ہے اس نے پہلے بھی ایک آدمی سے نکاح کیا تھا، اور اس آدمی سے اس کی ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ کیا پیدا ہوئی تھی؟ بیٹی۔ اس کے بعد اس آدمی نے اس کو طلاق دے دی تھی یا اس کا انتقال ہو گیا تھا، اور عدت کے بعد اس نے اس زید کے باپ سے نکاح کر لیا اور اس سے پھر زید پیدا ہوا۔ تو یہ جس آدمی کے ساتھ اس وقت نکاح ہے یہ کون ہے؟ زید کا باپ۔ سمجھ میں آیا؟ اور وہ جو بیٹی ہے پہلے خاوند سے وہ اس زید کے باپ کی کیا ہوئی بھئی؟ ابھی بتایا تھا آپ کو: ربیبہ ہوئی۔ کیا ہوئی؟ ربیبہ۔ تو اب دیکھو زید کے لیے یہ کیا ہوئی یہ لڑکی؟ بھئی لڑکی کا باپ الگ ہے زید کا الگ ہے لیکن ماں تو ایک ہی ہے، یہ آپس میں کیا ہوئے؟ اخیافی بھائی بہن ہوئے یا نہیں ہوئے؟ یہ آپس میں کیا ہو گئے؟ اخیافی، ماں شریک بھائی بہن ہو گئے۔

تو زید کی یہ جو اخیافی بہن ہے بکر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، اور بکر زید کا کیا ہے؟ نسبی بھائی۔ بکر کون ہے؟ نسبی بھائی، وہی علاتی بھائی، تو یہ کیا ہوا؟ نسبی بھائی۔ یہ اس زید کی بہن کے ساتھ، وہ جو اخیافی بہن ہے، اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے: یہ نکاح جائز ہے۔ تو دیکھو نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ نکاح کیا ہوا؟ جائز۔ بھئی جائز نہیں ہے؟ دیکھو یہ جو بکر کا باپ ہے اس لڑکی کا باپ ہے؟ جی؟ بھئی لڑکی کے باپ کا تو انتقال ہو چکا ہے یا اس نے طلاق دے دی تھی وہ تو پچھلے خاوند سے ہے! تو بکر جو زید کا بھائی ہے، بکر اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے: اس لڑکی کا باپ الگ، بکر کا باپ الگ، اور ماں بھی الگ! بکر کی ماں الگ ہے، دوسری بیوی ہے خاوند کی، اور اس لڑکی کی ماں الگ بیوی ہے۔ تو اس لڑکی کا بکر سے کوئی رشتہ نہیں کیونکہ اس کی ماں بھی الگ بکر کی ماں سے اور اس کا باپ بھی الگ۔ صورت سمجھ میں آ گئی اچھی طرح؟

بھئی وہ لڑکی پچھلے خاوند سے تھی تو باپ تو الگ ہو گیا، اور ماں یہ تو زید کی ماں ہے جو لڑکی کی ماں ہے، بکر تو کس سے تھا؟ اس دوسری بیوی سے تھا۔ تو بکر کی

ماں بھی الگ اس لڑکی سے اور بکر کا باپ بھی اس لڑکی سے الگ، تو کوئی رشتہ ہوا؟ نہیں، لہٰذا بکر کے لیے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی کہ نہیں آئی؟ دوبارہ سمجھادوں؟ آگئی ہے، چلیے۔

دیکھیے تو دوبارہ دیکھیے: وَيَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ الرَّجُلُ بِأُخْتِ أَخِيْهِ مِنَ الرَّضَاعِ اور جائز ہے کہ شادی کرے آدمی اپنے رضاعی بھائی کی بہن کے ساتھ كَمَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِأُخْتِ أَخِيْهِ مِنَ النَّسَبِ جیسے کہ جائز ہے نکاح کرے اپنے نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ۔ وَذٰلِكَ مِثْلُ الْأَخِ مِنَ الْأَبِ اور وہ جیسے کہ ایک بھائی ہے مِنَ الْأَبِ باپ شریک بھائی۔ الْأَخُ مِنَ الْأَبِ کا کیا معنی؟ باپ شریک بھائی، جس کا میں نے دوسرا لفظ کیا بتلایا؟ علاتی بھائی ہے۔ إِذَا كَانَ لَهٗ أُخْتٌ مِّنْ أُمِّهٖ جبکہ اس کی ایک بہن ہو مِنْ أُمِّهٖ ماں شریک بھئی، اس کی ماں سے اس کی بہن۔ ماں شریک بہن یہ کیا ہوئی بھئی؟ اخیافی بہن۔ کیا ہوئی؟ اخیافی۔ تو دوبارہ سنو: وَذٰلِكَ مِثْلُ الْأَخِ مِنَ الْأَبِ اور یہ جیسے کہ ایک علاتی بھائی ہے إِذَا كَانَ لَهٗ أُخْتٌ مِّنْ أُمِّهٖ جب اس کی کوئی اخیافی بہن ہو جَازَ لِأَخِيْهِ مِنْ أَبِيْهِ تو اس کے علاتی بھائی کے لیے جائز ہے أَنْ يَّتَزَوَّجَهَا کہ وہ اپنے علاتی بھائی کی اخیافی بہن کے ساتھ کیا کرلے؟ نکاح کرلے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَكُلُّ صَبِيَّيْنِ اجْتَمَعَا عَلٰى ثَدْيٍ وَّاحِدٍ لَمْ يَجُزْ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَّتَزَوَّجَ الْآخَرَ۔ اور ہر ایسے دو بچے جو جمع ہوئے ہوں عَلٰى ثَدْيٍ وَّاحِدٍ ایک ہی چھاتی پر، یعنی ایک ہی چھاتی سے انہوں نے دودھ پیا ہو، لَمْ يَجُزْ لِأَحَدِهِمَا تو جائز نہیں ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی أَنْ يَّتَزَوَّجَ الْآخَرَ کہ وہ نکاح کرے دوسرے کے ساتھ۔ دونوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ انہوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے مدتِ رضاعت کے اندر اندر، تو یہ آپس میں کیا بن چکے؟ رضاعی بھائی بہن بن چکے۔

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ الْمُرْضَعَةُ، اس کو بھی ضاد کے فتحے کے ساتھ پڑھنا بھئی، مُرْضَعَةٌ جسے دودھ پلایا گیا ہے۔ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ الْمُرْضَعَةُ أَحَدًا مِّنْ وُّلْدِ الَّتِيْ أَرْضَعَتْ۔ اور جائز نہیں ہے کہ نکاح کرے مُرْضَعَةٌ وہ لڑکی جس کو دودھ پلایا گیا ہے، جس لڑکی کو دودھ پلایا گیا ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کیا کرے؟ نکاح کرے أَحَدًا کسی ایک سے بھی مِنْ وُّلْدِ الَّتِيْ أَرْضَعَتْ، الَّتِيْ أَرْضَعَتْ وہ عورت جس نے دودھ پلایا ہے اس کی اولاد میں سے۔ وُلْدٌ جمع ہے وَلَدٌ کی: مِنْ وُّلْدِ الَّتِيْ أَرْضَعَتْ وہ عورت جس نے دودھ پلایا ہے اس کی اولاد میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مُرْضَعَةٌ نکاح نہیں کرسکتی۔ کون؟ جس کو دودھ پلایا گیا۔ وہ عورت جس نے دودھ پلایا، تو دودھ جس کو پلایا گیا دودھ پینے والی دودھ پلانے والی کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتی۔ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نکاح نہیں کرسکتی کیونکہ وہ کیا بن چکے اس کے؟ رضاعی بھائی بہن بن چکے ہیں، اور آگے ان کی جو اولاد ہوگی وہ بھی اس کے کیا بن جائیں گے؟ بھانجے اور بھتیجے، رضاعی بھانجے اور بھتیجے سارے بن جائیں گے اولاد کی اولاد اور اسی طرح۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

یہ معنی ہے: وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ الْمُرْضَعَةُ اور جائز نہیں ہے کہ نکاح کرے مُرْضَعَةٌ یعنی جس کو دودھ پلایا گیا ہے وہ أَحَدًا مِّنْ وُّلْدِ الَّتِيْ أَرْضَعَتْ کسی ایک سے بھی اس عورت کی اولاد میں سے جس نے اس کو دودھ پلایا تھا۔ وَلَا يَتَزَوَّجُ الصَّبِيُّ الْمُرْضَعُ، یہ بھی ضاد کے فتحے کے ساتھ پڑھنا بھئی، وہ بچہ جس کو دودھ پلایا گیا ہے: وَلَا يَتَزَوَّجُ الصَّبِيُّ الْمُرْضَعُ أُخْتَ زَوْجِ الْمُرْضِعَةِ لِأَنَّهَا عَمَّتُهٗ مِنَ الرَّضَاعِ۔ وَلَا يَتَزَوَّجُ الصَّبِيُّ الْمُرْضَعُ تو کہتے ہیں نکاح نہیں کرسکتا الصَّبِيُّ الْمُرْضَعُ وہ بچہ جس کو دودھ پلایا گیا ہے، کس کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا؟ أُخْتَ زَوْجِ الْمُرْضِعَةِ دودھ پلانے والی کے خاوند کی بہن کے ساتھ۔ دودھ پلانے والی کے خاوند کی بہن: بھئی دودھ پلانے والی کا خاوند کیا بن گیا بچے کا؟ وہ تو رضاعی باپ بن گیا، اور اس رضاعی باپ کی بہن وہ کیا بن گئی؟ وہ تو رضاعی پھوپھی بن گئی، لہٰذا یہ بچہ اس کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔ یہ معنی ہے بھئی: وَلَا يَتَزَوَّجُ الصَّبِيُّ الْمُرْضَعُ نکاح نہیں کرسکتا وہ بچہ جس کو دودھ پلایا گیا ہے أُخْتَ زَوْجِ الْمُرْضِعَةِ دودھ پلانے والی کے خاوند کی بہن کے ساتھ لِأَنَّهَا عَمَّتُهٗ مِنَ الرَّضَاعِ اس لیے کہ وہ اس کی رضاعی پھوپھی ہے۔[۴]

وَإِذَا اخْتَلَطَ اللَّبَنُ بِالْمَاءِ وَاللَّبَنُ هُوَ الْغَالِبُ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ اور جب مل گیا دودھ پانی کے ساتھ۔ صورت یہ ہے مولانا، بھئی بلکہ پہلے یوں سمجھو: عورت چاہے براہِ راست بچہ اس کی چھاتی سے دودھ پیے، یا عورت کا دودھ کسی برتن میں نکال لیا وہ بچے کو پلا دیا، دونوں صورتوں میں وہ عورت کیا بن

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَتَزَوَّجُ الصَّبِيُّ الْمُرْضَعُ أُخْتَ زَوْجِ الْمُرْضِعَةِ لِأَنَّهَا عَمَّتُهٗ مِنَ الرَّضَاعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يتزوج الصبي المرضع أخت زوج المرضعة لأنها عمته من الرضاع» منقول ہے۔

جائے گی اس کی؟ رضاعی ماں بن جائے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ایک قطرہ بھی اگر بچہ پی لے مدتِ رضاعت کے اندر اندر۔ لیکن عورت کا دودھ برتن میں نکالا گیا اور اس کے ساتھ پانی بھی مل گیا، تو کیا اب بھی رضاعت ثابت ہو گی اگر بچہ پی لے یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اب بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی بشرطیکہ دودھ پانی سے زیادہ ہو، دودھ کیا ہو؟ غالب ہو پانی پر زیادہ ہو۔ اور اگر پانی زیادہ تھا تو پھر رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔

یہ معنی ہے مولانا: وَإِذَا اخْتَلَطَ اللَّبَنُ بِالْمَاءِ اور جب مل جائے دودھ پانی کے ساتھ وَاللَّبَنُ هُوَ الْغَالِبُ اور اس حال میں کہ دودھ جو ہے وہ غالب ہو یعنی زیادہ ہو یَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ تو متعلق ہو جائے گی اس کے ساتھ تحریم، یعنی حرمت اب آ جائے گی مولانا اگر دودھ غالب ہو۔ فَإِنْ غَلَبَ الْمَاءُ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ اور اگر پانی غالب ہو پانی زیادہ ہو تو تعلق نہیں ہو گا اس کے ساتھ تحریم کا، یعنی حرام نہیں اب قرار دیا جائے گا۔

وَإِذَا اخْتَلَطَ بِالطَّعَامِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ صورتِ مسئلہ یہ: یہ تو تھا مسئلہ کہ دودھ کے ساتھ پانی مل گیا مثلاً۔ اگر وہ دودھ کھانے کی کسی چیز میں ملایا اور بچے کو کھلایا گیا مدتِ رضاعت کے اندر اندر، تو کیا اب بھی رضاعت ثابت ہو گی یا نہیں؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں بھئی اگر دودھ کو کھانے کی چیز میں ملا کر بچے کو کھلایا گیا تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی بھئی اگرچہ دودھ غالب ہی کیوں نہ ہو۔ وجہ یہ کہ کھانے کی چیز وہ اصل ہے اور دودھ اس کے تابع بن گیا۔ کیا بن گیا؟ تابع بن گیا، اور تابع کا اعتبار نہیں ہوتا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دودھ تابع بن گیا لہٰذا اب رضاعت ثابت نہیں ہو گی اور یہ عورت اس بچے کی رضاعی ماں نہیں بنے گی بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا اخْتَلَطَ بِالطَّعَامِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ اور جب ملایا گیا دودھ کو کھانے کے ساتھ تو متعلق نہیں ہو گی اس کے ساتھ تحریم وَإِنْ كَانَ اللَّبَنُ غَالِبًا اگرچہ دودھ غالب ہو عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالٰى يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تحریم اس سے متعلق ہو گی: اگر دودھ غالب ہوا تو کیا ہو جائے گی؟ وہ عورت اس بچے کی رضاعی ماں بن جائے گی، یہ صاحبین فرماتے ہیں۔

وَإِذَا اخْتَلَطَ بِالدَّوَاءِ وَاللَّبَنُ غَالِبٌ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ اسی طرح بھئی اس عورت کے دودھ کو کسی دوا کے ساتھ ملایا گیا اور بچے کو پلایا گیا، تو کہتے ہیں اب بھی حرمت تحریم متعلق ہو گی اگر دودھ زیادہ ہوا۔ اگر دوا زیادہ ہوئی تو تحریم نہیں آئے گی بھئی حرمت نہیں آئے گی، اور اگر دودھ زیادہ ہوا تو حرمت آ جائے گی۔ وَإِذَا اخْتَلَطَ بِالدَّوَاءِ اور جب دودھ مل گیا دوا کے ساتھ وَاللَّبَنُ غَالِبٌ اس حال میں کہ دودھ غالب تھا دودھ زیادہ تھا تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ تو متعلق ہو گی اس کے ساتھ تحریم۔

وَإِذَا حُلِبَ اللَّبَنُ مِنَ الْمَرْأَةِ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأُوْجِرَ بِهِ الصَّبِيُّ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ صورت یہ ہے بھئی کہ کیا اگر ایک عورت ہے اس کا انتقال ہوا اور انتقال کے فوراً بعد ہی اس کا دودھ نکالا گیا، اب یہ دودھ جو عورت کے مرنے کے بعد نکالا گیا ہے یہ کسی بچے کے حلق میں ٹپکایا گیا اور اس نے اس کو پی لیا، تو کیا رضاعت ثابت ہو گی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، رضاعت کیا ہے؟ ثابت ہو گی، کیونکہ زندگی میں بھی دودھ جب بچے کے پیٹ میں پہنچتا تھا اس سے کیا ثابت ہوتی تھی؟ رضاعت بھئی۔ تو یہاں بھی اگرچہ عورت مر چکی ہے لیکن دودھ سے تو موت اور حیات کا تعلق نہیں ہے، دودھ تو اسی طرح کیا ہے؟ بچے کے پیٹ میں پہنچ گیا۔ تو رضاعت کا تعلق تو دودھ سے تھا مولانا اور دودھ اب بھی بچے کے پیٹ میں پہنچا ہے، لہٰذا رضاعت ثابت ہو جائے گی اور وہ عورت جو مری وہ کیا بن گئی اس کی؟ رضاعی ماں، اس عورت کی جو اولاد ہے وہ اس کے رضاعی بھائی بہن بن گئے، اور اس عورت کا جو خاوند ہے وہ اس کا کیا بن گیا؟ رضاعی باپ بن گیا۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا حُلِبَ اللَّبَنُ مِنَ الْمَرْأَةِ بَعْدَ مَوْتِهَا اور جب نکالا گیا دودھ کو عورت سے اس کی موت کے بعد فَأُوْجِرَ بِهِ الصَّبِيُّ، أَوْجَرَ يُوْجِرُ کے معنی ہوتے ہیں حلق میں ٹپکانا، حلق میں ٹپکانا۔ مریض کے بھئی حلق میں دوا وغیرہ ٹپکائی جائے اس کو کہتے ہیں أَوْجَرَ يُوْجِرُ۔ فَأُوْجِرَ یہاں مجہول پڑھنا: فَأُوْجِرَ بِهِ الصَّبِيُّ پس بچے کے پیٹ میں وہ ٹپکائی گئی تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ تو متعلق ہو جائے گی اس کے ساتھ تحریم۔

وَإِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ الْمَرْأَةِ بِلَبَنِ شَاةٍ وَّلَبَنُ الْمَرْأَةِ هُوَ الْغَالِبُ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ بھئی عورت کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ مل گیا اور یہ بچے کو پلایا گیا مدتِ رضاعت کے اندر بھئی، تو کیا رضاعت ثابت ہو گی؟ کہتے ہیں وہی ضابطہ جو ہم بیان کر چکے ہیں: اگر عورت کا دودھ زائد تھا تو تحریم ثابت ہو جائے گی، اور اگر بکری کا دودھ زائد تھا تو پھر رضاعت ثابت نہیں۔ یہ معنی ہے: وَإِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ الْمَرْأَةِ بِلَبَنِ شَاةٍ اور جب مل گیا عورت کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ وَلَبَنُ الْمَرْأَةِ هُوَالْغَالِبُ اس حال میں کہ عورت کا دودھ جو تھا وہ زائد تھا غالب تھا تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ تو متعلق ہو گی اس کے ساتھ تحریم۔ وَإِنْ غَلَبَ لَبَنُ الشَّاةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ اور اگر بکری کا دودھ غالب تھا تو متعلق نہیں ہو گی اس کے ساتھ تحریم۔

وَإِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَتَيْنِ يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيْمُ بِأَكْثَرِهِمَا عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى۔ بھئی دو عورتوں کا دودھ ملایا اور بچے کے حلق میں ٹپکایا تو کیا اب کیا کیا جائے گا؟ تو یاد رکھیے امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس عورت کا دودھ غالب ہوا تحریم کا تعلق صرف اس سے ہو گا، صرف وہ رضاعی ماں بنے گی۔ سمجھ میں آیا؟ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں، دونوں کیا بن جائیں گی اس کی؟ رضاعی مائیں بن جائیں گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ دیکھو فقہائے کرام پر اللہ تعالیٰ کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے، جو جو امکانی صورت بھی تھی ساری انہوں نے ذکر کر دیں بھئی، ساری ذکر کر دیں۔

وَإِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَتَيْنِ اور جب مل گیا دو عورتوں کا دودھ يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيْمُ بِأَكْثَرِهِمَا تو تحریم متعلق ہو گی ان دونوں میں سے جو زائد ہے اس کے ساتھ عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تَعَلَّقَ بِهِمَا التَّحْرِيْمُ متعلق ہو گی ان دونوں کے ساتھ تحریم۔

وَإِذَا نَزَلَ لِلْبِكْرِ لَبَنٌ فَأَرْضَعَتْ صَبِيًّا يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک باکرہ ہے مولانا، ابھی اس کا نکاح ہی نہیں ہوا، نکاح سے پہلے ہی چھاتی میں دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچے کو پلایا، تو کیا اب بھی یہ تحریم آئے گی یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی ضابطہ وہی ہے: عورت کا دودھ بچے کے پیٹ تک جیسے ہی پہنچے گا وہ کیا بن جائے گی بچے کی؟ رضاعی ماں۔ تو اب تحریم یہاں تو صرف باکرہ ہے تو یہاں رضاعی باپ تو کوئی نہیں بنے گا، ہاں یہ عورت کیا بن جائے گی اس بچے کی؟ رضاعی ماں بن جائے گی۔ یہ معنی ہے: وَإِذَا نَزَلَ لِلْبِكْرِ لَبَنٌ اور جب اتر آیا باکرہ کے دودھ فَأَرْضَعَتْ صَبِيًّا پس اس نے ایک بچے کو دودھ پلایا يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ تو متعلق ہو جائے گی اس کے ساتھ تحریم۔

وَإِذَا نَزَلَ لِلرَّجُلِ، صورتِ مسئلہ یہ ہے مولانا کسی مرد کی چھاتی میں دودھ اتر آیا، اب اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا تو کیا رضاعت ثابت ہو گی یا ثابت نہیں ہو گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی رضاعت نہیں ثابت ہو گی۔ وجہ یہ کہ مرد کی چھاتی میں دودھ نہیں اتر سکتا، معلوم ہوا اس کی شکل دودھ جیسی ہے لیکن یہ پھر بھی دودھ نہیں ہے، ویسے کوئی سفید مادہ وغیرہ ہے دودھ نہیں بھئی۔ وَإِذَا نَزَلَ لِلرَّجُلِ لَبَنٌ جب اتر آیا مرد کے دودھ فَأَرْضَعَ بِهِ صَبِيًّا پس اس نے دودھ پلایا کسی بچے کو لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ تو اس سے متعلق نہیں ہو گی تحریم۔

وَإِذَا شَرِبَ صَبِيَّانِ مِنْ لَّبَنِ شَاةٍ فَلَا رَضَاعَ بَيْنَهُمَا۔ بھئی ایک ہی جانور کا دودھ اگر دو بچے پی لیں تو کیا رضاعت ثابت ہو گی؟ ایک ہی بکری کا دودھ دو بچوں نے پی لیا مدتِ رضاعت کے اندر، یا ایک ہی بھینس کا دودھ پی لیا، کیا رضاعت ثابت ہو گی دونوں آپس میں بھائی بہن بن جائیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، جانوروں کے دودھ کے ساتھ حرمت کا تعلق نہیں ہے وہ تو خوراک کی طرح ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اس طرح تو پورے پورے گاؤں کا آپس میں نکاح حرام ہو جائے گا بھئی! سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں: وَإِذَا شَرِبَ صَبِيَّانِ مِنْ لَّبَنِ شَاةٍ فَلَا رَضَاعَ بَيْنَهُمَا اور جب دودھ پیا دو بچوں نے ایک ہی بکری کے دودھ میں سے فَلَا رَضَاعَ بَيْنَهُمَا تو ان دونوں میں کوئی رضاعت نہیں ہے۔

وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ صَغِيْرَةً وَّكَبِيْرَةً، جب نکاح کیا ایک آدمی نے ایک صغیرہ سے اور ایک کبیرہ سے۔ ایک آدمی نے نکاح کیا مولانا، ایک تو کبیرہ تھی بالغہ لڑکی تھی یا عورت ایک بڑی سے نکاح کیا ہوا ہے مثلاً، اب اس نے ایک صغیرہ سے بھی نکاح کر لیا بھئی اور وہ صغیرہ ابھی مدتِ رضاعت کے اندر ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ایک چھوٹی صغیرہ ہے ایک ڈیڑھ سال کی اس کے ساتھ اس نے نکاح کر لیا، بھئی باپ ولی تھا اس نے اس کے ساتھ نکاح کر دیا اس کا۔ اب وہ کبیرہ بھی اس کی بیوی ہے اور یہ صغیرہ بھی کیا بن گئی اس کی؟ بیوی بن گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کتنی بیویاں ہوئیں اس آدمی کی؟ دو، ایک کبیرہ ہے اور ایک صغیرہ، اور صغیرہ کس عمر میں ہے؟ مدتِ رضاعت کے اندر ہے ابھی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ صَغِيْرَةً وَّكَبِيْرَةً جب نکاح کیا ایک آدمی نے ایک صغیرہ اور ایک کبیرہ سے فَأَرْضَعَتِ الْكَبِيْرَةُ الصَّغِيْرَةَ پس دودھ پلایا کبیرہ نے صغیرہ کو۔ اس آدمی کی جو کبیرہ بیوی ہے بڑی بالغہ اس نے کیا کیا؟ اس صغیرہ کو کیا کر دیا؟ دودھ پلا دیا۔ حَرُمَتَا عَلَى الزَّوْجِ، دونوں خاوند پر حرام ہو گئیں! دونوں کیا ہوئیں؟ حرام۔ بھئی کیوں دونوں کیوں حرام ہوئیں؟ بھئی کیونکہ صغیرہ نے اس آدمی کی بیوی کا دودھ پی لیا۔ جب صغیرہ نے اس آدمی کی بیوی کا دودھ پیا تو کیا بن گئی؟ رضاعی بیٹی بن گئی۔ کیا بن گئی؟ رضاعی بیٹی بن گئی، تو اس کے ساتھ نکاح فوراً ٹوٹ گیا۔

کبیرہ کا بھی نکاح ٹوٹ گیا مولانا! کیوں ٹوٹا؟ کیونکہ صغیرہ اس آدمی کی کیا تھی؟ بیوی تھی، اور بیوی کسی عورت کے ساتھ جب آدمی جیسے ہی نکاح کرتا ہے اس کی ماں کیا ہو جاتی ہے آدمی پر؟ حرام، ساس حرام ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی؟ تو جب کبیرہ نے صغیرہ کو دودھ پلایا تو وہ صغیرہ کی کیا بن گئی؟ ماں بن گئی، یعنی اس آدمی کی ساس بھی بن گئی ایک لحاظ سے، تو وہ بھی اس پر کیا ہو گئی؟ حرام ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ صغیرہ کیوں حرام ہوئی تھی؟ کیونکہ وہ اس کی کیا بن گئی؟

رضاعی بیٹی بن گئی۔ اور کبیرہ کیوں حرام ہوئی؟ کیونکہ اس کی بیوی کی رضاعی ماں بن گئی، دونوں حرام ہو گئیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: حَرُمَتَا عَلَى الزَّوْجِ وہ دونوں خاوند پر حرام ہو جائیں گی۔ فَإِنْ كَانَ لَمْ يَدْخُلْ بِالْكَبِيْرَةِ فَلَا مَهْرَ لَهَا، اگر اس نے صحبت نہیں کی بڑی کے ساتھ تو اس کے لیے کوئی مہر نہیں ہے۔ اگر صحبت نہیں کی تو اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔ بھئی صحبت سے پہلے اگر جدائی آ جائے تو کیا ہوا کرتے تھے؟ نصف مہر دیا کرتے تھے مولانا، سمجھ میں آیا؟ لیکن یہاں فرقت اور جدائی کا سبب کون بنی؟ عورت بنی ہے، اس نے وہ دودھ نہ پلاتی تو جدائی بھی نہ آتی، تو لہٰذا اب یہاں پر جدائی کا سبب چونکہ وہ بنی ہے اور قبل از صحبت بنی ہے لہٰذا اسے مہر نہیں ملے گا۔ ہاں اگر صحبت ہو چکی ہو پھر تو مہر پکا ہو گیا پھر تو مہر ملا کرتا ہے، لیکن قبل از صحبت کی بات ہو رہی ہے۔ تو کہتے ہیں: فَإِنْ كَانَ لَمْ يَدْخُلْ بِالْكَبِيْرَةِ فَلَا مَهْرَ لَهَا اگر صحبت نہیں کی بڑی کے ساتھ تو اس کے لیے کوئی مہر نہیں ہے۔ وَلِلصَّغِيْرَةِ نِصْفُ الْمَهْرِ، اور صغیرہ کے لیے کتنا ہے؟ نصف مہر، کیونکہ وہاں بھی کیا آ گئی؟ جدائی آ گئی صحبت سے قبل، اور صغیرہ جدائی کا سبب نہیں بھئی، اس کے تو فعل کا کوئی اعتبار نہیں وہ تو چھوٹی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَيَرْجِعُ بِهِ الزَّوْجُ عَلَى الْكَبِيْرَةِ إِنْ كَانَتْ تَعَمَّدَتْ بِهِ الْفَسَادَ وَإِنْ لَّمْ تَتَعَمَّدْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا۔ اچھا بھئی صغیرہ کو کتنا دینا پڑا؟ نصف مہر، اور یہ نصف مہر کیوں دینا پڑا خاوند کو؟ کیونکہ کبیرہ نے کیا کیا تھا صغیرہ کو؟ دودھ پلایا، تو اس کا سبب کون بنی تھی؟ یہ جو نصف مہر صغیرہ کو دینا پڑ رہا ہے اس کا سبب بھی کون بن رہی ہے؟ کبیرہ بن رہی ہے، لہٰذا یہ بھی خاوند کبیرہ سے وصول کرے گا بشرطیکہ اس کبیرہ کی نیت شرارت کی تھی، اس کا مقصد ہی یہ تھا اسی لیے اس نے دودھ پلایا تھا: اس نے قدوری میں مسئلہ پڑھا ہوا تھا، اس نے کہا اچھا بھئی تم سو کن لے کر آئے ہو میرے اوپر بھئی، ابھی دونوں نکاح میں حرام کرتی ہوں بھئی! سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اگر اس نے قدوری پڑھی ہوئی تھی اور اس کو پتا تھا ہم دونوں حرام ہو جائیں گی، پھر اس نے فساد کی نیت کی اور صغیرہ کو دودھ پلایا اور اس کی وجہ سے حرمت آئی اور مرد کو صغیرہ کو نصف مہر دینا پڑا، تو اب نصف مہر میں وہ کس پر رجوع کرے گا؟ کبیرہ پر، کیونکہ اس کی نیت کس چیز کی تھی؟ فساد کی تھی۔ اور اگر اس کی نیت فساد کی نہیں تھی تو پھر اس پر رجوع نہیں کرے گا، اس سے یہ وصول نہیں کرے گا۔

یہ معنی ہے: وَيَرْجِعُ بِهِ الزَّوْجُ عَلَى الْكَبِيْرَةِ اور رجوع کرے گا اس کے ساتھ خاوند کبیرہ پر إِنْ كَانَتْ تَعَمَّدَتْ بِهِ الْفَسَادَ، تَعَمَّدَ کا معنی ارادہ کرنا: إِنْ كَانَتْ تَعَمَّدَتْ بِهِ الْفَسَادَ اگر اس نے اس کے ذریعے ارادہ کیا تھا فساد کا، وَإِنْ لَّمْ تَتَعَمَّدْ اور اگر اس نے ارادہ نہیں کیا تھا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔

وَلَا تُقْبَلُ فِي الرَّضَاعِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مُنْفَرِدَاتٍ وَّإِنَّمَا يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ۔ بھئی رضاعت کے اندر یاد رکھیے بھئی، رضاعت کے باب کے اندر ایک عورت کی گواہی سے یا صرف عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ ایک عورت کے ساتھ آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں، عورتوں نے آپ سے کہا بھئی کہ نکاح نہ کرو اس کے ساتھ کیونکہ اس نے اور تم نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا تھا۔ کیا کیا تھا؟ ایک عورت کا دودھ پیا تھا۔ تو یاد رکھیے صرف عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی بھئی۔ صرف عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی، بلکہ یہاں رضاعت کے ثبوت کے لیے وہی شرط جو گواہی میں ہے: کم از کم دو مرد گواہی دیں، یا ایک مرد اور دو عورتیں مولانا، پھر رضاعت ثابت ہو گی اور حرمت ثابت ہو جائے گی۔ سمجھ میں آئی بات؟ تو لہٰذا صرف عورتوں کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔

لیکن اگر عورتیں کہیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ پھر آدمی نہ کرے، لیکن اگر کر بھی لے تو صرف عورتوں کے کہنے سے میں نے ضابطہ بتلا دیا رضاعت ثابت نہیں، لیکن اگر شبہ ہے کہ واقعی اتنی عورتیں کہہ رہی ہیں کہ شاید ایسا ہوا ہو تو پھر احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں نکاح نہ کرے۔ لیکن اگر کر بھی لیتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں جبکہ گواہی صرف عورتوں کی طرف سے ہے مردوں کی طرف سے نہیں ہے۔

یہ معنی ہے: وَلَا تُقْبَلُ فِي الرَّضَاعِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مُنْفَرِدَاتٍ اور قبول نہیں کیا جائے گا رضاعت کے اندر صرف عورتوں کی گواہی کو، شَهَادَةُ النِّسَاءِ عورتوں کی گواہی کو مُنْفَرِدَاتٍ اس حال میں کہ وہ کیا ہوں؟ اکیلی ہوں یعنی صرف عورتیں ہوں مرد کوئی نہ ہو۔ وَإِنَّمَا يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ اور رضاعت تو ثابت ہو گی دو مردوں کی گواہی سے أَوْ رَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

كُتُبُ الطَّلَاقِ وَالْإِيلَاءِ وَالْخُلْعِ وَالظِّهَارِ وَاللِّعَانِ وَالْعِدَّةِ وَالنَّفَقَاتِ

اقسامِ طلاق، کنایات، تعلیق و تفویض، رجعت، ایلاء، خلع، ظہار، لعان، عدت، ثبوتِ نسب، حضانت اور نفقات (اسباق ۱۱۶ تا ۱۲۴)

سبق نمبر ۱۱۶: کتاب الطلاق (۱): طلاق کی تین قسمیں (احسن، سنت اور بدعت)، طلاقِ بائن ور جعی، اور الفاظِ صریحہ و کنایاتِ طلاق کا ضابطہ

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۱ اپریل ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الطَّلَاقِ۔ اَلطَّلَاقُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: أَحْسَنُ الطَّلَاقِ، وَطَلَاقُ السُّنَّةِ، وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ۔ فَأَحْسَنُ الطَّلَاقِ أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ لَمْ يُجَامِعْهَا فِيهِ، ہاں جی، وَيَتْرُكُهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، یاوَيَتْرُكَهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا۔ وَطَلَاقُ السُّنَّةِ أَنْ تُطَلِّقَ الْمَدْخُولَ بِهَا ثَلَاثًا فِي ثَلَاثَةِ أَطْهَارٍ۔[1]

طلاق بھئی۔ بھئی لغت میں طلاق کا معنی ہے، عربی زبان میں طلاق کا معنی ہے حَلُّ الْقَيْدِ بھئی، بند کا کھولنا۔ اور اصطلاح شریعت میں طلاق کہتے ہیں ازالہ نکاح کو۔ تو ایک شریعت میں کسے کہتے ہیں طلاق بھئی؟ ازالہ نکاح کو۔ تو ایک تعریف یا تو یہ یاد کر لیں یا دوسری تعریف آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے: هُوَ رَفْعُ الْقَيْدِ الثَّابِتِ شَرْعًا بِالنِّكَاحِ۔ وہ دور کرنا ہے اس قید کو جو ثابت ہے شرعاً نکاح کی وجہ سے۔ نکاح کی وجہ سے شرعاً جو قید یعنی بند ہے اس کو دور کرنا، اس کو کھول دینا، ختم کر دینا۔

یاد رکھیے عِنْدَ الْأَحْنَافِ طلاق دو قسم پر ہے۔ ایک طلاق سنی کہلاتی ہے، ایک طلاق بدعی بھئی۔ عِنْدَ الْأَحْنَافِ طلاق کتنی قسم پر ہے؟ دو قسم پر ہے۔ ایک طلاق سنی اور ایک طلاق بدعی بھئی۔ طلاق سنی پھر دو قسم پر ہے: احسن اور حسن۔ طلاق حسن ہی کا دوسرا نام طلاق سنت ہے۔ جلدی جلدی لکھتے جایئے بھئی۔ تو عِنْدَ الْأَحْنَافِ طلاق کتنی قسم پر ہوئی؟ دو قسم پر ہوئی، ایک طلاق سنی اور دوسری طلاق بدعی۔ اور طلاق سنی پھر کتنی قسم پر ہے؟ دو قسم پر ہے، ایک طلاق حسن اور دوسری طلاق احسن۔ اور طلاق حسن ہی کا دوسرا نام کیا ہے؟ طلاق سنت۔

طلاق حسن یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی کو، کہ کوئی انسان اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو، جس میں جماع نہ کیا ہو، اور نہ اس سے ماقبل کے حیض میں صحبت کی ہو۔ پھر اگلے حیض میں، اگلے طہر میں اسی طرح دوسری طلاق دے، اور پھر اس سے اگلے طہر میں اسی طرح تیسری طلاق دے بھئی۔

تو طلاق حسن میں کئی شرائط ہوئیں بھئی۔ طلاق حسن میں کئی شرائط ہوئیں۔ شرط اول یہ کہ طہر میں طلاق دے بھئی۔ پہلی شرط کیا ہے؟ طہر میں طلاق دے۔ معلوم ہوا حیض یا نفاس کی حالت میں طلاق دی تو یہ طلاق بدعی ہے اور گناہ ہے بھئی، یہ حرام ہے اور گناہ ہے۔ دوسری شرط یہ کہ وہ طہر ایسا ہو جس میں صحبت نہ کی ہو۔ معلوم ہوا اگر صحبت کی ہے اسی طہر میں تو یہ طلاق بدعی ہوئی۔ تیسری شرط کہ ایک طلاق دے، ایک طہر میں ایک طلاق دے اور وہ بھی طلاق رجعی ہو۔ معلوم ہوا اگر ایک طہر میں دو طلاقیں دیں یا ایک طلاق دی مگر طلاق بائن دی تو یہ طلاق بدعی ہے بھئی، جو کہ حرام اور گناہ ہے بھئی۔ چوتھی شرط یہ

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ لَمْ يُجَامِعْهَا فِيهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يطلق الرجل امرأته تطليقه واحدة في طهر لم يجامعها فيه» منقول ہے۔

کہ اس سے ماقبل کے حیض میں بھی صحبت نہ کی ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی حیض کے اندر صحبت ہے تو حرام لیکن اگر کوئی کر لیتا ہے تو پائی گئی صحبت یا نہیں پائی گئی بھئی؟ تو پائی، تو ایسا نہ ہو بھئی، حیض، اس سے ماقبل کے حیض میں بھی صحبت نہ کی ہو۔ تو یہ ساری شرائط جب پائی جائیں گی تو یہ طلاق حسن ہے۔ پھر اسی طرح بھئی اگلے طہر میں بھی بھئی انہی مذکورہ شرائط کے ساتھ دوسری طلاق دے، پھر اس سے اگلے طہر میں انہی مذکورہ شرائط کے ساتھ تیسری طلاق دے۔ تو یہ طلاق حسن ہے بھئی۔

صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ طلاق حسن کس کو کہتے تھے؟ کہ ایک طلاق رجعی دے خاوند ایسے طہر کے اندر جس کے اندر بیوی سے صحبت نہ کی ہو اور اس سے ماقبل کے حیض میں بھی صحبت نہ کی ہو، اور اسی طرح اس سے اگلے طہر میں پھر دوسری طلاق دے دے اور اس سے اگلے طہر میں تیسری طلاق دے اسی طرح شرائط کے ساتھ بھئی۔ ہاں، طلاق احسن جو ہے اس میں ایک شرط زائد ہے۔ اس میں ساری یہی شرائط ہیں، ایک شرط زائد ہے مولانا۔ طلاق احسن میں بھی یہ تمام شرائط ملحوظ ہیں البتہ ایک شرط زائد ہے اور وہ یہ کہ صرف ایک طلاق پر اکتفا کرے بھئی۔ ایک ہی طلاق دے دے اور پھر یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو طلاق حسن میں کتنی طلاقیں ہوئیں؟ تین طلاقیں۔ اور کتنے طہروں میں؟ تین طہروں میں۔ اور طلاق احسن کے اندر ایک ہی طلاق پر اکتفا کرے۔ ایک طلاق دے دی ایسے طہر میں جس کے اندر صحبت نہیں کی اور اس سے ماقبل حیض کے اندر بھی صحبت نہیں کی، اور پھر اسی ایک پر ہی اکتفا کرے یہاں تک کہ عدت جب گزر جائے گی تو عورت کیا ہو جائے گی؟ انسان سے جدا ہو جائے گی بھئی۔

اس کے بعد یاد رکھیے کہ طلاق دو قسم پر ہے: ایک طلاق رجعی ہے اور ایک طلاق بائن ہے بھئی۔ طلاق رجعی وہ طلاق ہے جس کے اندر خاوند کو رجوع کا حق ہوتا ہے بھئی۔ عدت کے اندر اندر خاوند رجوع کرنا چاہے تو کیا کر سکتا ہے؟ رجوع کر سکتا ہے بھئی۔ طلاق رجعی دی اور عدت کے اندر خاوند کہہ دیتا ہے کہ میں رجوع کرتا ہوں۔ عورت کو کیا کہتا ہے؟ میں رجوع کرتا ہوں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو رجوع ہو جائے گا بھئی۔ یا کوئی ایسا فعل کیا جو رجوع پر دلالت کرتا ہے بھئی، عدت کے اندر مثلاً طلاق دینے کے بعد اب عدت کے اندر عورت سے، بیوی سے صحبت کر لیتا ہے تو یہ صحبت بھی کس چیز پر دلالت کر رہی ہے کہ وہ کیا کر چکا ہے؟ رجوع کر چکا ہے۔ تو یہ طلاق رجعی ہے۔ تو طلاق رجعی کے اندر بھئی عدت کے اندر اندر انسان رجوع کر سکتا ہے، دوبارہ نکاح وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

ہاں، رجوع جب کر لے گا اب اس آدمی کے پاس صرف دو طلاقیں رہ گئیں، ایک طلاق کو وہ استعمال کر چکا۔ اب باقی ساری زندگی کے اندر اس کے پاس کتنی طلاقیں ہیں؟ اس عورت کے لیے اس نکاح کے سلسلے میں اب صرف دو طلاقیں ہیں۔ پھر ایک اور طلاق مثلاً وہ دے دیتا ہے تو یاد رکھیے اب صرف اس آدمی کے پاس ایک طلاق رہ گئی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں، تو کل تین طلاقیں دے سکتا ہے، دو مثلاً یہ استعمال کر چکا، پھر رجوع وغیرہ کر چکا ہے، اب صرف ایک طلاق رہ گئی۔ اب جب وہ طلاق دے گا تو یاد رکھیے یہ طلاق مغلظہ ہو گئی، تین طلاقیں پائی گئیں مولانا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ تین طلاقیں جب دے دے انسان اپنی بیوی کو تو اس کے بعد اس عورت کے ساتھ اس آدمی کا دوبارہ نکاح جائز نہیں ہے بھئی، سوائے اس کے کہ وہ عورت کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ اس کے ساتھ صحبت کرے، پھر وہ شخص اگر مر جاتا ہے یا طلاق دے دیتا ہے تو پھر پہلا خاوند اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ اس کے بغیر پہلے خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے بھئی۔ تو یہ طلاق رجعی ہے مولانا۔

اور دوسری قسم ہے طلاق کی طلاق بائن بھئی۔ طلاق بائن وہ جس میں طلاق کے ساتھ مثلاً بائن کا لفظ بڑھا دیا۔ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے میں تمہیں طلاق بائن دیتا ہوں، تو کون سی طلاق ہوئی؟ طلاق بائن۔ یا طلاق کے ساتھ کوئی وصف بڑھا دیا، مثلاً بھئی کیا کہا؟ میں تمہیں سخت طلاق دیتا ہوں، یا میں تمہیں بدترین طلاق دیتا ہوں، یا میں تمہیں پہاڑ جتنی طلاق دیتا ہوں، اس طرح کوئی وصف وغیرہ ساتھ بڑھا دیتا ہے تو اب یہ طلاق رجعی نہ رہی بلکہ کون سی طلاق بن گئی؟ طلاق بائن بن گئی۔ اور یاد رکھنا طلاق بائن کے اندر نکاح ٹوٹ گیا، اب خاوند رجوع نہیں کر سکتا بھئی۔ عدت گزار کر عورت جہاں چاہے نکاح کر لے، خاوند رجوع نہیں کر سکتا۔ اگر اس عورت کو دوبارہ بیوی کے طور پر رکھنا چاہتا ہے یا وہ عورت اس کے ساتھ دوبارہ رہنا چاہتی ہے تو پھر اس کے ساتھ نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا۔ کیا کرنا پڑے گا؟ نئے سرے سے۔ تو طلاق بائن میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے، پھر ساتھ رہنے کے لیے دوبارہ نکاح ضروری ہے بھئی۔ جبکہ طلاق رجعی میں آپ کو میں نے بتلایا وہاں دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، عدت کے اندر خاوند رجوع کر سکتا ہے۔ ہاں، عدت کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا، پھر اگر عورت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو دوبارہ وہاں بھی کیا کرنا پڑے گا؟ نکاح۔ لیکن وہ تھا عدت کے بعد بھئی، عدت کے اندر اس نے رجوع نہیں کیا۔ اور یہاں پر کوئی قید نہیں ہے بھئی، عدت کے اندر بھی رجوع کرنا چاہے رجوع نہیں کر سکتا بھئی کیونکہ کون سی طلاق دی ہے اس نے؟ طلاق بائن دی ہے، اب دوبارہ نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا، نئے سرے سے۔

تو یہ خاوند اگر اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو چونکہ اسی نے طلاق دی تھی تو یہ عدت کے اندر بھی دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، عدت کے بعد بھی کر سکتا ہے اور عدت کے اندر بھی کر سکتا ہے۔ لیکن جب دوبارہ نکاح کرے گا اب اس کے پاس کتنی طلاقیں رہ گئیں بھئی؟ دو طلاقیں رہ گئیں، ایک طلاق وہ استعمال کر چکا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اب زندگی بھر اس کے پاس اس نکاح کے سلسلے میں صرف دو طلاقیں ہیں بھئی۔ یہ دو بھی جب استعمال کر لے گا، پھر ایک مرتبہ مثلاً طلاق بائن دی، اب دو ہو گئیں، پھر نکاح کر لیا، اب اس کے پاس ایک طلاق رہ گئی۔ اب جیسے ہی یہ تیسری طلاق دے گا، اب مولانا کوئی نکاح کی صورت نہیں، نہ رجوع ہو سکتا ہے نہ نکاح دوبارہ ہو سکتا ہے، الا یہ کہ وہ عورت کسی اور شخص سے نکاح کرے اور پھر اس شخص کا انتقال ہو جاتا ہے یا وہ طلاق دے دیتا ہے کسی وجہ سے تو اب یہ عورت کیا کر سکتی ہے؟ دوبارہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے بغیر وہ پہلا خاوند دوبارہ اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا بھئی کیونکہ طلاق مغلظہ دے چکا ہے، وہ تین طلاقیں دے چکا ہے اس عورت کو بھئی۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟ جی، تو طلاق بائن کے اندر نکاح ٹوٹ جاتا ہے مولانا، نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ تو طلاق بائن کے اندر اگر یہی خاوند دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے اندر بھی نکاح کر سکتا ہے، عدت کے بعد بھی۔ لیکن اگر عورت کسی اور سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ عدت کے بعد ہی نکاح کر سکتی ہے، عدت کے گزرنے سے پہلے کسی اور کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی بھئی، نہیں کر سکتی۔

طلاق رجعی اور طلاق بائن کا آپ کو پتہ لگ گیا بھئی۔ طلاق رجعی کس کو کہتے ہیں؟ کہ جس میں عدت کے اندر خاوند رجوع کر سکتا ہے۔ اور طلاق بائن وہ ہے کہ جس میں خاوند عدت کے اندر رجوع نہیں کر سکتا بلکہ نکاح ٹوٹ چکا ہے، اب پھر اگر وہ عورت اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو پھر اس کے ساتھ دوبارہ، اس خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا بھئی۔ عدت کے اندر بھی چاہے تو اس کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے، عدت کے بعد بھی چاہے تو اس کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ تین طلاقیں پوری نہ ہوئی ہوں بھئی۔ البتہ کسی اور سے وہ عورت نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت کے گزرنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے، عدت کے گزرنے سے پہلے نکاح نہیں کر سکتی۔

اب یاد رکھیے طلاق کے جو الفاظ ہیں وہ دو قسم پر ہیں بھئی: ایک صریح ہے اور ایک ہے کنایہ۔ صریح وہ لفظ ہے جس میں طلاق کا معنی واضح ہو، اس میں اور کوئی احتمال، اور کوئی معنی نہ نکلتا ہو۔ مثلاً ایک شخص وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے: أَنْتِ طَالِقٌ، تجھے طلاق ہے۔ تو اب دیکھیے اس کلام کے اندر أَنْتِ طَالِقٌ اس میں کسی قسم کا کوئی اور معنی نکلتا ہے بھئی؟ نہیں، اس کا ایک ہی معنی ہے کہ وہ طلاق دینا چاہتا ہے اپنی بیوی کو بھئی۔ تو یہ کہلاتا ہے صریح بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ صریح کا معنی واضح، تو اس لفظ کا معنی بھی واضح ہے، اس کے اندر اور کسی قسم کا کوئی احتمال نہیں۔ تو یہ لفظ صریح کہلاتا ہے طلاق کے اندر۔

اور اسی طرح کچھ الفاظ ہیں جن کے ذریعے طلاق ہوتی ہے لیکن وہ کنایہ کہلاتے ہیں کیونکہ وہاں صرف طلاق کا معنی ہی نہیں نکلتا بلکہ اور معانی بھی نکلتے ہیں۔ مثلاً خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے: أَنْتِ بَائِنٌ، تو جدا ہے۔ اب اس کے اندر طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے، گویا خاوند یہ کہنا چاہتا ہے بیوی سے کہ تو مجھ سے جدا ہے، تو یہ طلاق ہے مولانا۔ اور ہو سکتا ہے خاوند کے کہنے کا یہ مطلب ہو کہ تو اپنی صفات میں باقی سب عورتوں سے جدا ہے، تیرے جیسے صفات کسی اور کے اندر نہیں بھئی، یا تو حسن و جمال میں جدا ہے، تیرے جیسی اور کوئی نہیں۔ تو دیکھو یہاں اور معانی بھی آ گئے، اس کو کہتے ہیں کنایہ بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ کنایہ۔ اور کنائے کے اندر یاد رکھیے نیت ضروری ہوتی ہے بھئی کیونکہ یہاں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے تو اب پتہ نہیں بھئی اس نے طلاق کی نیت کی ہے یا دوسرے معنی کی نیت کی تھی، تو اب نیت سے طلاق ہو گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ نیت کے ذریعے پتہ لگایا جائے گا۔ تفصیل آگے آ جائے گی بھئی۔ یا اسی طرح کنایہ ہے مثلاً خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے: أَنْتِ وَاحِدَةٌ، تو ایک ہے۔ تو اس میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے، غیر طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے۔ أَنْتِ وَاحِدَةٌ تو ایک ہے، طلاق کا معنی بھی نکلا۔ کیسے؟ تو ایک ہے کیونکہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، مجھ سے الگ ہے، اکیلی ہے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ اور دوسرا معنی بھی نکلتا ہے کہ تو اکیلی ہے کس چیز کے اندر مثلاً؟ حسن و جمال میں اکیلی ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یا اس طرح کوئی اور معنی نکل آتا ہے، لیکن أَنْتِ وَاحِدَةٌ سے کیا فوراً ذہن طلاق ہی کی طرف جاتا ہے؟ نہیں، اس میں اور معنی کا بھی احتمال۔ تو صریح وہ الفاظ ہیں جس میں اور معنی کا احتمال ہی نہیں ہوتا، بس صرف طلاق کے معنی کا احتمال۔ اور کنایہ وہ ہے جس کے اندر طلاق کے علاوہ دوسرا احتمال بھی موجود ہوتا ہے۔ یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی؟

اب یاد رکھیے یہ صریح بھی دو قسم پر ہے، کنایہ بھی دو قسم پر ہے۔ صریح کے ذریعے طلاق دی جائے تو یاد رکھیے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ لیکن اگر ساتھ کوئی صفت بڑھا دی، مثلاً اگر صرف یہ کہا أَنْتِ طَالِقٌ تو یہ لفظ صریح ہے، کوئی اور صفت ساتھ نہیں بڑھائی، صرف طَالِقٌ کہا ہے تو طلاق رجعی ہو گی بھئی۔ کون سی طلاق ہو گی؟ طلاق رجعی۔ لیکن اگر خاوند نے بیوی سے یہ کہا أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ بھئی، تجھے طلاق بائن ہے۔ اب دیکھیے یہ لفظ صریح ہے، اس میں طلاق

کے علاوہ اور کوئی معنی نکل رہا ہے بھئی؟ نہیں، معنی صرف طلاق ہی کا ہے لیکن کون سی طلاق ہے؟ رجعی ہے یا بائن ہے بھئی؟ بائن ہے، خاوند خود ساتھ بائن کا لفظ ملا رہا ہے۔ تو أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ یہ لفظ صریح ہے لیکن ہے بائن بھئی، اس کے ذریعے طلاق کون سی واقع ہو گی؟ طلاق بائن۔ تو صرف أَنْتِ طَالِقٌ کہے تو طلاق رجعی واقع ہو گی، لیکن اگر کوئی صفت ساتھ بڑھا دی جیسے میں نے بَائِنٌ کی مثال ذکر کی، یا یوں کہا خاوند نے بیوی سے کہ تجھے سخت ترین طلاق ہے، یا تجھے بدترین طلاق ہے، یا تجھے پہاڑ جتنی طلاق ہے وغیرہ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ایسی صفات بڑھا دیں جو زیادتی پر دلالت کرتی ہیں بھئی۔ دیکھو ایک تھا ویسے کہتا تجھے طلاق ہے، اب کہہ رہا ہے سخت ترین طلاق ہے بھئی، یہ تو زیادتی آ گئی اس کے معنی کے اندر بھئی۔ تو اب اس کے ذریعے طلاق رجعی واقع نہیں ہو گی بلکہ کون سی طلاق واقع ہو گی؟ طلاق بائن۔ لیکن لفظ وہی صریح ہے، کوئی کسی اور معنی کا احتمال نکل رہا ہے یہاں بھئی؟ کسی اور معنی کا احتمال نہیں۔ تو معلوم ہوا صریح دو قسم پر ہے: کبھی صریح کے ذریعے طلاق رجعی واقع ہو گی اور کبھی صریح کے ذریعے طلاق بائن واقع ہو گی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ أَنْتِ طَالِقٌ کہا یہ صریح ہے لیکن اس کے ذریعے کون سی طلاق ہے؟ رجعی۔ اور کہا أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ یہ بھی لفظ صریح ہے لیکن اس کے ذریعے کون سی طلاق واقع ہوئی؟ طلاق بائن واقع ہوئی۔ تو معلوم ہوا صریح دو قسم پر ہے، بعض اوقات صریح سے طلاق رجعی ہوتی ہے اور بعض اوقات صریح سے طلاق بائن۔

اسی طرح یاد رکھیے کنایہ بھی دو قسم پر ہے۔ چند کنایات ہیں ان کے ذریعے طلاق رجعی ہوتی ہے، باقی تمام کنایات کے ذریعے طلاق بائن ہوا کرتی ہے۔ کنایہ بھئی گول مول لفظ بولے جس میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے اور غیر طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے۔ تو یاد رکھیے کنایات کے ذریعے ہمیشہ طلاق بائن ہوتی ہے لیکن چند کنایات ہیں جن کے ذریعے طلاق بائن نہیں ہوتی بلکہ کون سی ہوتی ہے؟ طلاق رجعی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کنایہ بھی کتنی قسم پر؟ دو قسم پر۔ بعض سے کون سی طلاق ہوئی؟ طلاق رجعی۔ اور باقی سب سے کون سی ہوئی؟ طلاق بائن۔ تو صریح بھی دو قسم پر، اس کے ذریعے یا طلاق رجعی ہو گی یا طلاق بائن۔ کنایہ بھی دو قسم پر، اس کے ذریعے طلاق رجعی ہو گی یا طلاق بائن۔ تو کل کتنی قسمیں ہو گئیں طلاق کی؟ چار قسمیں۔ پہلی قسم صریح رجعی، دوسری صریح بائن، تیسری قسم کنایہ رجعی، چوتھی قسم کنایہ بائن بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو چار قسمیں ہوئیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ خاوند ایک طلاق اپنی بیوی کو دے دے ان چاروں میں سے کوئی ایک قسم، اس کے بعد عدت کے اندر اندر دوسری طلاق دیتا ہے، تو وہ دوسری طلاق پہلی طلاق کے ساتھ ملے گی یا نہیں ملے گی بھئی؟ پہلے ایک دی تھی، عدت کے اندر دوسری دے دی تو کیا یہ دو ہو جائیں گی یا دوسری لغو ہو جائے گی؟ مسئلہ سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟ عدت کے اندر دوسری طلاق دیتا ہے خاوند تو وہ اس پہلی طلاق کے ساتھ جمع ہو گی یا جمع نہیں ہو گی؟ تو یاد رکھنا یہاں کل سولہ صورتیں بنتی ہیں۔ کتنی صورتیں بنیں گی؟ سولہ صورتیں۔ دیکھو پہلی طلاق صریح رجعی بھی ہو سکتی ہے، صریح بائن بھی ہو سکتی ہے، کنایہ رجعی بھی ہو سکتی ہے، کنایہ بائن بھی ہو سکتی ہے۔ تو چار صورتیں ہوئیں۔ پھر پہلی صورت پکڑو بھئی، پہلی کون سی صورت تھی، کون سی طلاق دی؟ صریح رجعی بھئی۔ دوسری طلاق بھی وہی چاروں اس کے ساتھ لگیں گی: دوسری طلاق ہو سکتا ہے صریح رجعی ہو، ہو سکتا ہے صریح بائن ہو، ہو سکتا ہے کنایہ رجعی ہو، ہو سکتا ہے کنایہ بائن ہو۔ تو پہلی طلاق طلاق رجعی ہو اس میں دوسری میں چار صورتیں آ گئیں تو کل چار صورتیں ہوئیں اس پہلی میں۔ دوسری طلاق کون سی قسم تھی؟ صریح بائن۔ اس میں بھی چار صورتیں ہو سکتی ہیں کہ خاوند نے پہلی طلاق کون سی دی ہے؟ صریح بائن۔ دوسری طلاق وہ دیتا ہے عدت کے اندر ہو سکتا ہے صریح رجعی دے، ہو سکتا ہے صریح بائن دے دوسری بھی، ہو سکتا ہے کنایہ رجعی دے دے، ہو سکتا ہے کنایہ بائن دے دے۔ تو اس میں بھی کتنی صورتیں؟ چار۔ کل کتنی ہو گئیں؟ آٹھ۔ تیسری قسم کہ پہلے طلاق دی کنایہ رجعی، دوسری طلاق صریح رجعی بھی ہو سکتی ہے، صریح بائن بھی ہو سکتی ہے، کنایہ رجعی بھی ہو سکتی ہے، کنایہ بائن بھی ہو سکتی ہے۔ کتنی ہو گئیں؟ بارہ۔ اور چوتھی صورت کہ پہلے کنایہ بائن دی، اس کے بعد دوسری طلاق دے رہا ہے صریح رجعی، یا دوسری دے رہا ہے صریح بائن، یا دوسری دے رہا ہے کنایہ رجعی، یا کنایہ بائن۔ تو ہر ایک میں کتنی کتنی صورتیں بنیں؟ چار چار۔ تو کل کتنی صورتیں ہوئیں؟ سولہ صورتیں ہو گئیں بھئی، سولہ صورتیں۔

تو کب طلاق اپنی سے پچھلی طلاق کے ساتھ ملے گی؟ یہ پہلی میں نہیں صورت ضروری، ہو سکتا ہے پہلی ایک قسم کی دی ہے دوسری کوئی اور دے دی، اس کے بعد یہ دوسری تو ساتھ مل گئی مثلاً، تیسری ساتھ ملے گی یا نہیں ملے گی اب دوسری کو دیکھنا پڑے گا یا پہلی کو بھی دیکھنا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ یعنی بعد والی طلاق پہلے والی طلاق کے ساتھ عدت کے اندر ملے گی یا نہیں ملے گی، مسئلہ یہ ہے۔ تو کل کتنی صورتیں ہو گئیں؟ سولہ۔ یاد رکھیے، یاد رکھنا بڑا آسان ہے بھئی، آسان ضابطہ ہے کہ سولہ میں سے چودہ صورتوں کے اندر دوسری طلاق پہلی طلاق سے مل جائے گی۔ سولہ میں سے چودہ صورتوں میں دوسری طلاق پہلی طلاق کے ساتھ مل جائے گی۔ صرف دو صورتیں ایسی ہیں جن میں بعد والی طلاق پہلی طلاق سے نہیں ملتی۔ صرف دو صورتیں۔ وہ دو صورتیں یہ کہ

پہلی طلاق مثلاً ہے طلاق صریح بائن۔ پہلی طلاق کون سی ہے؟ صریح بائن ہے۔ اور دوسری طلاق دی کنایہ بائن کے ذریعے۔ پہلی کس کے ذریعے؟ صریح بائن۔ اور دوسری کون سی دی؟ کنایہ بائن۔ تو مولانا اب یہ کنایہ بائن اس صریح بائن کے ساتھ نہیں ملے گا، لغو ہو جائے گا بھئی۔ تو ایک ہی طلاق ہو گی، دوسری طلاق واقع ہی نہیں ہو گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک صورت کون سی ذکر کر دی میں نے؟ کہ پہلی کون سی ہو؟ پہلی صریح بائن ہو اور دوسری کون سی ہو؟ کنایہ بائن۔ اور دوسری صورت کہ پہلی کنایہ بائن ہو اور دوسری بھی کنایہ بائن ہو۔ پہلی کون سی؟ کنایہ بائن۔ اور اس کے بعد دوسری طلاق جو دی وہ کون سی ہے؟ کنایہ بائن ہے۔ تو یہ کنایہ بائن یہ کنایہ بائن کے ساتھ نہیں ملے گا بلکہ لغو ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو سولہ میں سے کتنی صورتوں کے اندر دوسری طلاق پہلی طلاق سے ملے گی؟ چودہ صورتوں میں۔ اور دو صورتوں میں دوسری طلاق پہلی طلاق کے ساتھ نہیں ملے گی۔ وہ دو صورتیں کون سی ہیں؟ پہلی صورت: اول طلاق کون سی؟ صریح بائن، دوسری کنایہ بائن۔ اچھا دوسری صورت کون سی ہے؟ کہ پہلی کون سی ہو؟ کنایہ بائن ہو اور دوسری کون سی ہو؟ وہ کنایہ بائن ہو۔ اب خلاصہ یہ نکل آیا کہ کنایہ بائن، اگر دوسری کنایہ بائن ہو تو پہلی اگر بائن ہے تو اس کے ساتھ نہیں ملے گی۔ دوسری کون سی ہے؟ کنایہ بائن۔ یا یوں کہو پہلی طلاق اگر بائن ہو اور دوسری کنایہ بائن ہو تو کنایہ بائن بائن کے ساتھ نہیں ملے گا بھئی۔ پہلی طلاق کون سی؟ بائن، چاہے صریح بائن ہو چاہے کنایہ بائن ہو۔ لیکن دوسری کون سی ہے؟ کنایہ بائن۔ تو یہ کنایہ بائن صریح بائن کے ساتھ بھی نہیں مل سکتی اور کنایہ بائن کنایہ بائن کے ساتھ بھی نہیں مل سکتی۔ یاد رہے گا یہ ضابطہ؟ چنانچہ فقہائے کرام ضابطہ ذکر فرماتے ہیں اب کتابوں میں بھئی، شامی وغیرہ کتابوں کے اندر لکھا ہے بھئی، آپ بھی لکھ لیجیے ضابطہ بھئی: اَلصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ وَالْبَائِنَ، صاد کے ساتھ بھئی، وَالْبَائِنُ لَا يَلْحَقُ الْبَائِنَ۔ ضابطہ لکھ لیا بھئی؟ اَلصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ وَالْبَائِنَ وَالْبَائِنُ لَا يَلْحَقُ الْبَائِنَ۔ ضابطہ یہ ہوا بھئی۔ کیا معنی ہوا؟ صریح جو ہے وہ مل جائے گی یعنی دوسری طلاق صریح ہو تو وہ پہلی کے ساتھ مل جائے گی بشرطیکہ پہلی چاہے صریح ہو چاہے بائن ہو۔ اور بائن بائن کے ساتھ نہیں ملے گا، کیا معنی؟ بائن کنایہ بائن کے ساتھ نہیں ملے گا یعنی ثانی جب کون سی ہو؟ بائن کنایہ ہو تو پہلی بائن کے ساتھ نہیں ملے گا چاہے پہلی بائن صریح ہو چاہے پہلی بائن کون سی ہو؟ کنایہ ہو۔ ضابطہ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو یہ خلاصہ کلام ہوا بھئی۔ اب آپ مجھے صورتیں بتلاتے جائیں بھئی۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو صریح رجعی طلاق دی، عدت کے اندر اندر بھئی اب وہ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے أَنْتِ طَالِقٌ، یہ طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ ہو گی۔ کیوں؟ کیونکہ اَلصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ، پہلی صریح ہے تو دوسری صریح اس کے ساتھ مل جائے گی۔ اسی عدت میں وہ پھر تیسری بھی دے دیتا ہے أَنْتِ طَالِقٌ، کیا یہ پچھلی دو کے ساتھ ملے گی یا نہیں؟ وہ دونوں مل کر کیا بن گئیں؟ وہ اسی طرح صریح رجعی رہیں نا بھئی، تو یہ کیا ہوئی؟ اس کے ساتھ مل گئی بھئی، تو تینوں واقع ہو جائیں گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ کیونکہ صریح کے ساتھ کیا ضابطہ آپ نے پڑھا؟ صریح کے ساتھ صریح مل جایا کرتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اچھا دوسری صورت بنائیں: ایک خاوند نے اپنی بیوی کو پہلی طلاق ان لفظوں سے دی: أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ۔

تجھے طلاق بائن ہے، یا یوں کہا بھئی تجھے سخت ترین طلاق ہے، کون سی طلاق واقع ہوئی؟ طلاق بائن۔ اور یہ کون سی بائن ہے، صریح ہے یا کنایہ ہے؟ صریح، تو یہ صریح بائن ہوئی مولانا۔ اب عدت کے اندر اندر خاوند بیوی سے کہتا ہے أَنْتِ طَالِقٌ، یہ کون سی طلاق ہے؟ یہ صریح رجعی ہے۔ اب یہ صریح رجعی صریح بائن کے ساتھ ملے گی یا نہیں ملے گی؟ مل جائے گی کیونکہ ابھی ضابطہ پڑھا اَلصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ کہ صریح صریح کے ساتھ ہی مل جائے گی اور وَالْبَائِنَ بائن کے ساتھ بھی مل جائے گی، تو یہ صریح اس کے ساتھ مل گئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کتنی طلاقیں پڑ گئیں عورت کو؟ دو۔ اچھا، پہلی طلاق کیا دی تھی؟ خاوند نے بیوی سے کیا کہا تھا؟ پہلی صریح بائن دی تھی۔ پہلی کون سی تھی؟ صریح بائن۔ دوسری پھر صریح بائن دے دی۔ پہلی پر کہا تھا أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ، عدت کے اندر اندر خاوند پھر کہتا ہے أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ۔ یہ ساتھ ملے گی یا نہیں ملے گی؟ مل جائے گی کیونکہ یہ بھی صریح، پہلی بھی صریح اور صریح کے ساتھ صریح مل جاتی ہے۔ ہاں، یہ صریح بائن ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا چاہے صریح ہو بھئی، چاہے وہ بائن ہو چاہے رجعی ہو وہ صریح کے ساتھ مل جاتی ہے۔ اچھا، تیسری طلاق اسی عدت میں خاوند نے بیوی سے کہا أَنْتِ بَائِنٌ، یہ کنایہ بائن ہے مولانا، اس نے نیت بھی طلاق ہی کی۔ پہلی دو کون سی ہوئیں؟ صریح بائن۔ اور تیسری کون سی دے رہا ہے؟ کنایہ بائن۔ اور آپ نے ضابطہ پڑھا تھا اَلْبَائِنُ لَا يَلْحَقُ الْبَائِنَ، بائن بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی۔ کیا معنی تھا اس کلام کا؟ کہ بائن کنایہ جو ہے وہ بائن کے ساتھ نہیں ملتی چاہے بائن صریح ہو چاہے بائن کنایہ ہو، یعنی پہلی طلاق چاہے کون سی ہو؟ صریح بائن ہو، کنایہ بائن اس کے ساتھ بھی نہیں ملے گا، اور پہلی طلاق کون سی ہو؟ کنایہ بائن ہو، اس کے ساتھ بھی دوسری طلاق کنایہ بائن آکر کبھی بھی نہیں ملے گی، تو یہ لغو ہو جائے گی۔ صورت اچھی طرح سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

دیکھیے اب کتاب پر بھئی۔ اَلطَّلَاقُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: أَحْسَنُ الطَّلَاقِ، وَطَلَاقُ السُّنَّةِ، وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ۔ طلاق تین قسم پر ہے: أَحْسَنُ

الطَّلَاقِ اور طلاق سنت اور طلاق بدعت۔ کتنی قسمیں ہوئیں بھئی؟ تین قسمیں بھئی۔ میں نے جو تقسیم بتلائی تھی اس میں اولاً کتنی قسمیں ہم نے بنائیں؟ دو، ایک طلاق سنی اور دوسری طلاق بدعی یا طلاق بدعت مولانا۔ پھر طلاق سنی کی کتنی قسمیں بنائی تھیں؟ دو قسمیں، ایک طلاق حسن اور دوسری طلاق احسن بھئی۔ صاحب قدوری نے اولاً ہی تین قسمیں بنادیں بھئی۔ ان تین میں سے پہلی دو قسمیں وہ کیا کہلاتی ہیں؟ أَحْسَنُ الطَّلَاقِ اور طَلَاقُ السُّنَّةِ کا ایک نام میں نے کیا بتلایا؟ طلاق سنی، یعنی یہ سنت طریقہ ہے طلاق کا چاہے احسن طلاق دے دیں چاہے طلاق سنت دے دیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تین نام ذکر کیے میں نے، کون کون سے تین نام؟ ایک أَحْسَنُ الطَّلَاقِ، ایک طلاق حسن اور ایک، ایک طلاق احسن، ایک طلاق حسن، ایک طلاق بدعت۔ اور میں نے بتایا طلاق حسن کا دوسرا نام کیا ہے؟ طلاق سنت۔ تو اس کا یہ معنی نہیں کہ یہ طلاق صرف سنت ہے، طلاق احسن سنت طریقہ نہیں بھئی۔ یہ دونوں کیا ہیں؟ سنت ہیں۔ اسی لیے میں نے جو تقسیم کی تھی ان دونوں کا نام کیا رکھا؟ طلاق سنی رکھا۔ تو یہ نام سے مغالطہ پڑ جاتا ہے کہ شاید یہ طریقہ ہے سنت طلاق دینے کا، حالانکہ یہ دونوں کیا ہیں؟ سنت طریقے ہیں مولانا، طلاق احسن بھی اور طلاق حسن بھی۔ البتہ ایک کا نام طلاق سنت رکھ دیا جس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید یہ سنت طریقہ ہے اور طلاق احسن سنت طریقہ نہیں، حالانکہ ایسا نہیں، دونوں کون سے طریقے ہیں؟ سنت طریقے ہیں۔

فَأَحْسَنُ الطَّلَاقِ أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً۔ دیکھیے مولانا جو تفصیل میں نے بیان کی تھی اب وہ صاحب قدوری بیان کریں گے بھئی۔ فَأَحْسَنُ الطَّلَاقِ احسن طلاق یہ ہے أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ کہ طلاق دے کوئی آدمی اپنی بیوی کو تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً ایک طلاق دے فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ لَمْ يُجَامِعْهَا فِيهِ ایسے ایک طہر کے اندر، ایسے ایک طہر میں لَمْ يُجَامِعْهَا فِيهِ کہ جس کے اندر اس نے اس عورت کے ساتھ جماع نہیں کیا، صحبت نہیں کی، وَيَتْرُكَهَا اور اس عورت کو چھوڑ دے حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا یہاں تک کہ کیا ہو؟ عدت گزر جائے۔ دیکھو یہ احسن طلاق ہے، میں نے بتلایا تھا کہ اس میں ایک ہی طلاق پر اکتفا کرتا ہے آدمی، تو ایک ہی طلاق پر اکتفا کیا اور چھوڑ دیا یہاں تک کہ عدت گزر گئی، خود بخود عورت بائن ہو گئی بھئی، جدا ہو گئی۔

وَطَلَاقُ السُّنَّةِ اور طلاق سنت یہ ہے أَنْ تُطَلِّقَ الْمَدْخُولُ بِهَا ثَلَاثًا فِي ثَلَاثَةِ أَطْهَارٍ کہ طلاق دی جائے مدخول بہا یعنی وہ عورت جس کے ساتھ صحبت کی گئی ہے، اس کو طلاق دی جائے ثَلَاثًا کتنی طلاقیں دی جائیں؟ تین طلاقیں دی جائیں فِي ثَلَاثَةِ أَطْهَارٍ کتنے طہروں میں؟ تین طہروں میں، تین طہروں میں۔ میں نے شرائط ذکر کر دیں تفصیل کے ساتھ بھئی۔ تو طلاق سنت میں تین طہروں میں تین طلاقیں دی جاتی ہیں اور طلاق احسن کے اندر ایک ہی طلاق دے کر بس اسی پر اکتفا کیا، رجوع نہیں کی یہاں تک کہ کیا ہوئی؟ عدت گزر گئی، عورت جدا ہو گئی بھئی۔

مدخول بہا کی قید لگائی مولانا، مدخول بہا کی، وہ عورت جس کے ساتھ کیا کی ہو؟ صحبت کی ہو مولانا، اس کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔ یاد رکھیے اگر عورت کے ساتھ ابھی صحبت نہیں کی تو اسے طلاق جیسی طلاق دیں گے وہ خود بخود طلاق بائن بنے گی، اس پر کون سی طلاق واقع ہو گی؟ طلاق بائن واقع ہو گی۔ وہ عورت جس کے ساتھ ابھی صحبت نہیں کی، جس کا نکاح تو ہو گیا ہے مثلاً ابھی اس کی رخصتی نہیں ہوئی، خاوند اس کو طلاق دیتا ہے تو اگرچہ وہ بائن کا لفظ ساتھ نہیں کہتا، کوئی صفت ساتھ نہیں بڑھاتا، صرف یہ کہتا ہے اپنی بیوی کو کہ میں نے تجھے طلاق دی، فوراً کون سی طلاق واقع ہو گی؟ طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی۔ تو لہٰذا وہاں تو تین دینے کی صورت ہی نہیں ہے، ایک سے ہی کیا ہو جائے گی؟ بائن ہو گئی۔ اور یاد رکھیے اس عورت پر پھر عدت بھی نہیں ہے کیونکہ رخصتی ہوئی ہے؟ صحبت پائی گئی بھئی؟ عدت تو کس لیے عورت گزارتی تھی کہ پتہ چلے کہ کہیں خاوند سے حاملہ تو نہیں، یہاں تو صحبت ہی نہیں ہوئی تو حمل کا تو امکان ہی نہیں، لہٰذا عدت بھی نہیں ہے۔ جیسے ہی طلاق ملی وہ عورت پھر فوراً کسی اور کے ساتھ کیا کر سکتی ہے؟ نکاح کر سکتی ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو غیر مدخول بہا کو کیا کر سکتا ہے، کیا کرے؟ ایک ہی طلاق رجعی بھی دے وہ رجعی نہیں ہو گی، فوراً کون سی واقع ہو گی؟ طلاق بائن۔

البتہ دو اکٹھی دے دے تو اکٹھی واقع ہو جائیں گی۔ تین دے دیں اکٹھی ایک ہی لفظ سے تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ مثلاً اسے کہا بھئی، تین طلاقوں کا تو خاوند مالک تھا، خاوند نے کہا غیر مدخول بہا سے میں تمہیں تین طلاقیں دیتا ہوں، فوراً کیا ہو جائیں گی؟ تینوں واقع ہو جائیں گی، تو طلاق مغلظہ آ گئی مولانا۔ دو اگر دینا چاہے اکٹھی، میں تمہیں دو طلاقیں دیتا ہوں، دو واقع ہو جائیں گی۔ لیکن اگر تین الگ الگ کر کے دیتا ہے یوں: عورت ہے اس کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی، اس کے ساتھ نکاح ہو چکا ہے، یہ اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق دے دی، پھر کہتا ہے میں نے تمہیں طلاق دے دی، پھر کہتا ہے میں نے تمہیں طلاق دے دی۔ کتنی آئیں طلاقیں بھئی؟ تین آئیں۔ لیکن تینوں ایک ہی لفظ سے ہیں یا الگ الگ لفظوں سے ہیں؟ الگ الگ لفظوں سے ہیں مولانا۔ ایک کے لیے الگ کہا میں نے تمہیں طلاق دے دی، دوسری کے لیے الگ کہا میں نے تمہیں طلاق دے دی، تیسری کے لیے الگ کہا میں نے تمہیں طلاق دے دی۔ تو جب تین الگ الگ

کلمے کہے تو اسی ترتیب سے طلاقوں نے بھی آنا تھا، پہلے پہلے والی آنی تھی پھر دوسری پھر تیسری۔ لیکن پہلی طلاق جیسے ہی آئی عورت کیا ہو گئی؟ نکاح ٹوٹ گیا، ختم ہوا مولانا، عورت بائن ہو گئی، جدا ہو گئی۔ اب اگلی دو طلاقیں لغو چلی گئیں۔ اگلی دو طلاقیں کیا ہوئیں؟ لغو ہو گئیں۔ بھئی عدت تو ہے نہیں، عدت ہوتی تو پھر تو ہم صریح کو کیا کر دیتے؟ بائن کے ساتھ ملا دیتے۔ لیکن یہاں تو عدت ہے ہی نہیں مولانا، پہلی سے ہی وہ بائن ہو گئی، نکاح ختم ٹوٹ گیا، بالکل ختم، اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، لہذا باقی طلاقیں کیا ہوئیں؟ لغو چلی گئیں، ایک سے جدا ہو گئی۔ ہاں، اگر ایک ہی لفظ کے ساتھ تین دیں: میں تمہیں تین طلاقیں دیتا ہوں، پھر تو اس نے ساروں کو ملا دیا۔ اب تفصیل ہے کہ پہلے ایک واقع ہو پھر دوسری پھر تیسری؟ یہاں تو ترتیب ہے ہی نہیں، تینوں اکٹھی کر رہا ہے، لہذا اب تینوں اکٹھی واقع ہو جائیں گی۔ یا کہا میں تمہیں دو طلاقیں دیتا ہوں تو دونوں اکٹھی کیا ہوں گی؟ واقع ہو جائیں گی۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آ رہا ہے؟ کہ غیر مدخول بہا وہ عورت جس کے ساتھ صحبت نہیں کی وہ ایک ہی طلاق سے کیا ہو جایا کرتی ہے؟ بائن ہو جایا کرتی ہے بھئی۔

اچھا بھئی، وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ اور طلاق بدعت یہ ہے أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ کہ طلاق دے عورت کو مولانا تین طلاقیں بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ ایک ہی کلمے سے۔ بھئی شرعی طریقہ تو کیا تھا طلاق کا؟ ایک طہر میں کتنی طلاق دی جائے زیادہ سے زیادہ؟ ایک طلاق۔ اگر کوئی طلاق دے دیتا ہے تین ایک ہی کلمے کے ساتھ کہ میں تمہیں تین طلاقیں دیتا ہوں، تو یہ تو ایک ہی کلمے سے اکٹھی کتنی طلاقیں دے دیں اس نے؟ تین۔ تو اب یہ طلاق سنت رہی؟ یہ شرعی طریقہ نہ رہا مولانا، تو یہ طلاق بدعی بن گئی جو کہ حرام ہے اور گناہ ہے، معصیت ہے مولانا۔ تو تین طلاقیں دے دیں ایک ہی کلمے سے، أَوْ ثَلَاثًا فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ یا تین طلاقیں دیں ایک ہی طہر میں۔ اکٹھی تو نہیں دیں، ایک آج دی، ایک اگلے دن دے دی، ایک اس سے اگلے دن دے دی، ایک ہی طہر میں کتنی طلاقیں دے دیں؟ تین طلاق۔ حالانکہ شرعی طریقہ کیا تھا کہ ایک طہر میں کتنی طلاق دی جائے؟ ایک۔ تو معلوم ہوا یہ شرعی طریقہ نہ رہا، یہ کون سی طلاق ہو گئی؟ طلاق بدعی ہو گئی۔

فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَبَانَتِ امْرَأَتُهُ مِنْهُ۔ اور جب ایسا کر دے یعنی طلاق بدعی دے دے، بھئی تو یہ تو شرعی طریقہ نہیں ہے تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی تین اکٹھی دے دیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، چاہے تین اکٹھی دے چاہے ایک طہر میں تین الگ الگ کر کے دے، ہے تو طلاق بدعی لیکن طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت کیا ہے اس سے جدا ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ معنی ہے فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ جب ایسا کر لے خاوند وَقَعَ الطَّلَاقُ تو طلاق واقع ہو جائے گی وَبَانَتِ امْرَأَتُهُ مِنْهُ اور جدا ہو جائے گی اس کی بیوی اس سے، وَكَانَ عَاصِيًا اور یہ شخص کیا ہوا؟ گنہگار ہوا مولانا۔ عاصی کا معنی نافرمان اور گنہگار بھئی۔ تو یہ گنہگار ہوا بھئی۔[۳۲]

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَبَانَتِ امْرَأَتُهُ مِنْهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإذا فعل ذلك وقع الطلاق وبانت منه» منقول ہے۔

[۳] **جدول—اقسامِ طلاق (احسن، سنت، بدعت) اور الفاظِ طلاق (صریح وکنایہ) کا جدول:**

قسمِ طلاق	طریقہ والفاظ	واقع ہونے کا حکم (رجعی یا بائن)
۱۔ احسن الطلاق	ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو ایک طلاقِ رجعی دے کر عدت گزرنے تک چھوڑ دینا	سب سے افضل طریقہ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک)۔
۲۔ طلاق السنۃ	مدخول بہا کو تین الگ الگ طہروں (پاکی کے زمانوں) میں (جن میں جماع نہ کیا ہو) ایک ایک طلاق دینا	مسنون طریقہ؛ غیر مدخول بہا کو حیض وطہر ہر حالت میں ایک طلاق دینا سنت ہے۔
۳۔ طلاق البدعۃ	ایک ہی کلمے سے یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دینا، یا حالتِ حیض میں طلاق دینا	تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں مگر دینے والا گنہگار (عاصی) ہوتا ہے؛ حیض میں طلاق دے تو رجعت مستحب ہے۔
۴۔ الفاظِ صریحہ	طلاق کے مشتقات («أَنْتِ طَالِقٌ، وَمُطَلَّقَةٌ، وَطَلَّقْتُكِ»)	بغیر نیت کے بھی ایک طلاقِ رجعی واقع ہو جاتی ہے (اور نیت سے بھی ایک سے زیادہ نہیں سوائے تشدید / تثنیہ / جمع کے)۔
۵۔ الفاظِ کنایہ	باقی تمام کنایات (بجز تین الفاظ: «اعْتَدِّي، وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ، وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ» جن سے رجعی پڑتی ہے)	نیت یا دلالتِ حال سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے (اور تین کی نیت کرے تو تین واقع ہوتی ہیں)۔

تو یاد رکھیے مولانا عِنْدَ الْأَحْنَافِ آپ نے مسئلہ پڑھ لیا کہ تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو بھی کتنی واقع ہو جائیں گی؟ تینوں کی تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت کیا ہو گئی؟ حرمت مغلظہ آ گئی، طلاق مغلظہ آ گئی۔ اب بغیر حلالہ شرعی کے یہ عورت دوبارہ اس خاوند کے پاس، اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہ یاد رکھیے مولانا، البتہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں واقع ہی نہیں ہوتیں بھئی۔ تین بھی دو ایک ہی واقع ہو گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تین طلاقیں بھی دو تو ایک ہی واقع ہو گی۔ یہ مسئلہ ہے غیر مقلدین کے نزدیک اور علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کے نزدیک۔ علامہ ابن تیمیہ بہت بڑے عالم دین اور بڑے ولی اللہ گزرے ہیں بھئی، مجاہد انسان، ان کا یہ مسلک ہے۔ ان کے شاگرد ہیں بڑے مشہور عالم دین علامہ ابن قیم، ان کا بھی یہ مسلک ہے اور یہ جو زمانہ حال کے غیر مقلدین ہیں ان کا یہ مسلک ہے۔ اس کے علاوہ ساری امت اس بات پر متفق ہے سلف سے لے کر خلف تک بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ساروں کا اتفاق ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں بھی دے دی جائیں تو کتنی واقع ہوں گی؟ تین ہی واقع ہوں گی، ایک نہیں ہو گی، لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ بھئی ایک واقع ہو گی بھئی۔

وَالسُّنَّةُ فِي الطَّلَاقِ مِنْ وَجْهَيْنِ اور سنت طلاق کے اندر دو وجہ سے، دو طرح پر ہے: سُنَّةٌ فِي الْوَقْتِ وَسُنَّةٌ فِي الْعَدَدِ، ایک سنت وقت میں ہے اور ایک سنت عدد کے اندر ہے۔ بھئی سنت وقت کے اندر اور سنت عدد کے اندر بھئی۔ سنت وقت کے اندر کیا ہے؟ کس وقت طلاق دی جائے؟ طہر میں دی جائے، ایسا طہر جس کے اندر صحبت نہ ہو۔ اور سنت عدد کے اندر کیا ہے؟ ایک طہر میں کتنی طلاق ہو؟ ایک ہو بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَالسُّنَّةُ فِي الطَّلَاقِ مِنْ وَجْهَيْنِ اور سنت طلاق میں دو طرح پر ہے: سُنَّةٌ فِي الْوَقْتِ ایک سنت وقت میں ہے وَسُنَّةٌ فِي الْعَدَدِ اور ایک سنت تعداد کے اندر ہے۔ فَالسُّنَّةُ فِي الْعَدَدِ يَسْتَوِي فِيهَا الْمَدْخُولُ بِهَا وَغَيْرُ الْمَدْخُولِ بِهَا، سنت فی العدد جو ہے، عدد کے اندر جو سنت ہے يَسْتَوِي فِيهَا برابر ہیں اس کے اندر مدخول بہا یعنی وہ عورت جس کے ساتھ صحبت کی ہے خاوند نے وَغَيْرُ الْمَدْخُولِ بِهَا اور وہ عورت جس کے ساتھ خاوند نے ابھی صحبت نہیں کی، دونوں برابر ہیں مولانا سنت فی العدد میں۔ اور وہ کیا ہے؟ کتنی طلاقیں دی جائیں ایک وقت میں؟ ایک طہر کے اندر ایک طلاق دی جائے۔ تو عورت چاہے مدخول بہا ہو چاہے غیر مدخول بہا ہو دونوں کے لیے سنت عدد کیا ہے کہ کتنی طلاق دی جائے؟ ایک ہی طلاق دی جائے مولانا۔ وَالسُّنَّةُ فِي الْوَقْتِ تَثْبُتُ فِي حَقِّ الْمَدْخُولِ بِهَا خَاصَّةً، اور سنت فی الوقت جو ہے، وقت کے اندر جو سنت ہے وہ ثابت ہے صرف مدخول بہا کے حق میں بھئی، وہ عورت جس کے ساتھ صحبت کی ہے خاوند نے صرف اس کے حق میں خاص طور پر ثابت ہے۔ اس کے حق میں ہے سنت۔ بھئی سنت فی العدد: طلاق دینی ہے ایک دینی چاہیے، دو دینی چاہئیں یا تین دینی چاہئیں؟ عدد کیا ہے سنت فی العدد بھئی؟ ایک طلاق دینی چاہیے بھئی ایک وقت میں، صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ ہے سنت فی العدد۔ اور سنت فی الوقت کیا ہے؟ کس وقت میں دینی چاہیے؟ ایسے طہر میں جس میں اس کے ساتھ صحبت نہ ہو۔ یہ کون سی عورت کی بات ہو رہی ہے؟ جس کے ساتھ خاوند صحبت کر چکا ہے، اس کو ایسے طہر میں طلاق دے جس کے اندر اس کے ساتھ صحبت نہ ہو۔ اور بھئی جس کے ساتھ ابھی جس کی رخصتی ہی نہیں ہوئی، وہاں پر تو جس وقت مرضی چاہے کیا کرے؟ طلاق دے دے۔ تو لہٰذا یہ جو وقت ہے، ایسے طہر میں طلاق دے جس میں صحبت نہیں کی، یہ صرف کس کے لیے ہے؟ صرف مدخول بہا، وہ عورت جس کے ساتھ خاوند کیا کر چکا ہے؟ صحبت کر چکا ہے۔ اگر صحبت نہیں کی پھر تو جب چاہے کیا کرے اسے؟ طلاق دے دے۔ تو لہٰذا یہ سنت فی الوقت جو ہے ثابت ہے فِي حَقِّ الْمَدْخُولِ بِهَا خَاصَّةً صرف وہ عورت جس کے ساتھ خاوند صحبت کر چکا ہے اس کے حق میں خاص طور پر بھئی۔ وَهُوَ اور وہ یہ ہے مولانا، آگے خود صاحب قدوری بیان کر رہے ہیں: وَهُوَ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً اور وہ یہ کہ طلاق دے اس بیوی کو ایک فِي طُهْرٍ ایسے طہر میں لَمْ يُجَامِعْهَا فِيهِ کہ صحبت نہیں کی اس عورت کے ساتھ اس طہر کے اندر۔ جی، صحبت نہیں کی اس کے ساتھ۔ وَغَيْرُ الْمَدْخُولِ بِهَا أَنْ يُطَلِّقَهَا فِي حَالِ الطُّهْرِ وَالْحَيْضِ، اور غیر مدخول بہا ہے یعنی وہ عورت جس کے ساتھ صحبت نہیں کی خاوند نے، اس کو طلاق دے سکتا ہے فِي حَالِ الطُّهْرِ وَالْحَيْضِ طہر کی حالت میں بھی طلاق دے سکتا ہے اور حیض کی حالت میں بھی طلاق دے سکتا ہے۔[۴]

وَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَحِيضُ مِنْ صِغَرٍ أَوْ كِبَرٍ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا لِلسُّنَّةِ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً۔ اچھا بھئی، طلاق سنت بھئی یعنی طلاق حسن اس کا کیا طریقہ بتلایا تھا؟ کہ ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دیتا جائے، تین طہروں میں کتنی طلاقیں ہو جائیں گی؟ تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ اب ایک شخص کی

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالسُّنَّةُ فِي الطَّلَاقِ مِنْ وَجْهَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والسنة ي الطلاق من وجهين:» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۵۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالسُّنَّةُ فِي الْوَقْتِ تَثْبُتُ فِي حَقِّ الْمَدْخُولِ بِهَا خَاصَّةً» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والسنة في الوقت تثبت في المدخول بها خاصة» منقول ہے۔

بیوی ہے اسے حیض ہی نہیں آتا بھئی، اب کیا کریں مولانا؟ وہاں تو ایک طہر سے اگلے طہر کے درمیان بیچ میں وقفہ کس کا آتا تھا؟ حیض کا۔ اب ایک عورت ہے وہ بڑی صغیرہ ہے، صغیرہ کے ساتھ نکاح کیا، یا ایک عورت ہے عمر رسیدہ ہے، بڑی عمر کی ہے بھئی، تو یاد رکھیے پچاس پچپن سال کی عمر میں پھر عورت کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے بھئی۔ تو اس کو بھی حیض نہیں آتا، اب اس کو طلاق دینا چاہتا ہے اور کون سی طلاق دینا چاہتا ہے؟ طلاق حسن دینا چاہتا ہے جس کا طریقہ کیا تھا کہ تین طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں۔ تو ان کو طلاق حسن دینے کا کیا طریقہ ہے؟ کہتے ہیں بھئی انہیں حیض تو آتا نہیں، تو ایک مہینے کو اس کا ہم قائم مقام کر دیں گے۔ لہٰذا اس قسم کی عورت کو ایک طلاق دے دے، پھر ایک ماہ کے بعد دوسری طلاق دے دے، پھر ایک ماہ کے بعد تیسری طلاق دے دے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَحِيضُ اور اگر عورت جو ہے اس کو حیض نہیں آتا مِنْ صِغَرٍ کم عمر ہونے کی وجہ سے أَوْ كِبَرٍ یا عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا لِلسُّنَّةِ پس ارادہ کیا کہ اسے طلاق دے دے طلاق سنت، طَلَّقَهَا وَاحِدَةً تو اسے طلاق دے دے ایک طلاق، فَإِذَا مَضَى شَهْرٌ پس جب ایک مہینہ گزر جائے طَلَّقَهَا أُخْرَى تو اسے دوسری طلاق دے دے، فَإِذَا مَضَى شَهْرٌ پس پھر جب ایک مہینہ گزر جائے طَلَّقَهَا أُخْرَى تو اسے ایک اور طلاق دے دے۔

وَيَجُوزُ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَلَا يُفْصِلَ بَيْنَ وَطْئِهَا وَطَلَاقِهَا بِزَمَانٍ۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کو طلاق دے بھئی اور جدائی نہ کرے اس کی وطی یعنی صحبت میں اور طلاق میں کسی زمانے کی۔ بھئی وہ عورت پہلے جس کو حیض آتا تھا اس کو طلاق سنت دینے کا کیا طریقہ تھا؟ کہ جس طہر میں طلاق دی ہے اس طہر میں صحبت نہ کی ہو، اور نہ اس سے ماقبل کے حیض میں صحبت کی ہو۔ اب ان کو دینا چاہتا ہے بھئی، ٹھیک ہے فصل تو آگیا، تین طلاقیں ہیں اور ہر ایک کے درمیان ایک مہینے کا فصل آگیا۔ اب وہاں تو ایک قید دوسری بھی تھی کہ اس طہر کے اندر کیا؟ جماع نہ کیا ہو۔ کیا یہاں بھی اسی طرح ضروری ہے کہ صحبت کے بعد ایک آدھ مہینہ انتظار کریں پھر اس کے بعد طلاق دینا شروع کریں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہاں صحبت کے بعد فوراً بھی طلاق دے سکتا ہے، پھر ایک مہینے بعد دوسری دے دے، پھر ایک مہینے بعد تیسری دے دے۔ وجہ یہ کہ وہاں پر وجہ یہ تھی کہ صحبت کے بعد امکان تھا کہ شاید عورت کہیں حاملہ نہ ہو بھئی۔ اور یہاں تو جب عورت کو حیض ہی نہیں آتا تو حاملہ ہونے کا امکان بھی نہیں۔ عورت کو حیض آئے گا، حیض آتا ہو تو وہ حاملہ ہو گی ورنہ حاملہ نہیں۔ تو یہاں اس کو صغر یا کبر کی وجہ سے حیض آتا ہی نہیں، تو لہٰذا اب یہاں حاملہ ہونے کا امکان بھی نہیں، لہٰذا صحبت کے فوراً بعد طلاق حسن دینا شروع کر دے تو یہ دے سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وَيَجُوزُ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَلَا يُفْصِلَ بَيْنَ وَطْئِهَا وَطَلَاقِهَا بِزَمَانٍ اور یہ بھی جائز ہے کہ طلاق دے اس عورت کو اور جدائی نہ کرے اس کی صحبت اور اس کی طلاق کے درمیان بِزَمَانٍ کسی زمانے کا۔

وَطَلَاقُ الْحَامِلِ يَجُوزُ عَقِيبَ الْجِمَاعِ۔ اسی طرح حاملہ کی طلاق بھی جائز ہے جماع کے بعد بھئی۔ بھئی لوگوں کے اندر مشہور ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔ یاد رکھیے طلاق ہو جاتی ہے ہر حال کے اندر بھئی۔ اگرچہ بیوی حاملہ ہی کیوں نہ ہو، اگر خاوند طلاق دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ بڑا لوگوں میں مسئلہ مشہور ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔ حاملہ کو بھی کیا ہو جاتی ہے؟ طلاق ہو جاتی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور حتیٰ کہ مذاق کے اندر بھی طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی بھئی۔ خاوند میاں بیوی بیٹھے ہوئے ہیں، ہنسی مذاق کر رہے ہیں، ہنسی مذاق میں خاوند نے کہا بھئی میں نے تجھے طلاق دے دی، میں نے تجھے طلاق دے دی، مولانا واقع ہوتی چلی جائیں گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مذاق کے اندر بھی طلاق دے تو طلاق کیا ہو جائے گی؟ واقع ہو جائے گی بھئی۔ اسی طرح لوگ آتے ہیں مسئلہ پوچھتے ہیں کہ خاوند کہتا ہے میں نے طلاق دی تھی لیکن میں اس وقت بہت غصے میں تھا بھئی۔ بھئی طلاق دی ہی غصے میں جاتی ہے، طلاق محبت میں تو نہیں دی جاتی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو غصے میں بھی طلاق دے گا واقع ہو جائے گی۔ بعض لوگ مسائل پوچھنے آتے ہیں، عورتیں آتی ہیں وہ کہتی ہیں اس نے تو طلاق دی تھی میں نے قبول نہیں کی۔ بھئی عورت کے قبول کرنے نہ کرنے سے کوئی تعلق نہیں، خاوند طلاق دے گا تو طلاق کیا ہو جائے گی؟ واقع ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو طلاق جب بھی خاوند دے گا طلاق واقع ہو گی، عورت قبول کرے یا قبول نہ کرے، خاوند غصے کے اندر رہو، خاوند چاہے نشے کے اندر رہو، خاوند چاہے مذاق کر رہا ہو، ہر صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی بھئی۔

تو کہتے ہیں وَطَلَاقُ الْحَامِلِ اور حاملہ عورت کی طلاق يَجُوزُ جائز ہے عَقِيبَ الْجِمَاعِ جماع کے بعد، صحبت کے بعد۔ بھئی ایک عورت حاملہ ہے، خاوند کی بیوی کیا ہے؟ حاملہ ہے۔ اب اس کو وہ طلاق دینا چاہتا ہے مولانا اور صحبت کر چکا ہے، اب اس کو طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا وہاں تو اس کے لیے بھی اسی طرح تھا بھئی کہ وہاں پر کیا تھا گزشتہ مسئلے میں آپ نے پڑھا بھئی عدت کے اشتباہ کا کوئی خطرہ، عورت کے حاملہ ہونے کا خطرہ تھا؟ نہیں۔ یہاں تو عورت پہلے سے ہی حاملہ ہے مولانا تو مزید عدت میں کسی قسم کا اشتباہ پڑنے کا خطرہ نہیں۔ لہٰذا یہاں پر بھی کیا ہو جائے گی؟ طلاق واقع ہو جائے گی اور جماع کے فوراً بعد دے سکتا ہے جیسے گزشتہ مسئلے کے اندر تھا بھئی۔

وَيُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ ثَلَاثًا۔ اچھا بھئی حاملہ کو طلاق سنت دینا چاہتا ہے اور طلاق سنت کا کیا طریقہ تھا؟ تین طہروں میں کتنی طلاقیں دی جائیں؟ تین۔ اور حاملہ ہے عورت، اس حاملہ کو بھی حیض نہیں آتا بھئی، اب اس کو طلاق سنت کا کیا طریقہ؟ کہتے ہیں وہی طریقہ جو ہم نے بیان کر دیا: تین طلاقیں دے اس کو اور ہر طلاق کے درمیان کتنا فصل کرے؟ ایک ماہ کا۔ وَيُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ ثَلَاثًا اور طلاق دے دے اسے طلاق سنت تین بھئی، يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ تَطْلِيقَتَيْنِ بِشَهْرٍ جدائی کرے گا ہر دو طلاقوں کے درمیان بِشَهْرٍ ایک ماہ کا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ إِلَّا وَاحِدَةً، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طلاق نہ دے اس عورت کو سنت طلاق مگر ایک ہی، کہ اس کو تین دے ہی نہ بلکہ کتنی دے گا؟ ایک ہی طلاق دے دے بھئی، بس یہ طلاق سنت اس کے لیے ہے۔

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالِ الْحَيْضِ وَقَعَ الطَّلَاقُ۔ دیکھا بھئی حیض کی حالت میں بھی، دینی طلاق تو طہر میں چاہیے لیکن حیض میں دے پھر بھی کیا ہو گی؟ طلاق واقع ہو جائے گی۔ وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالِ الْحَيْضِ اور جب طلاق دے کوئی آدمی اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں وَقَعَ الطَّلَاقُ طلاق واقع ہو جائے گی، وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا اور مستحب ہے اس کے لیے کہ اس عورت کے ساتھ رجوع کر لے، اس کی طرف کیا کر لے؟ رجوع کر لے۔ بھئی حیض کی حالت میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن یہ طلاق بدعی ہے، اس صورت میں مستحب کیا ہے کہ کیا کر لے انسان؟ رجوع کرے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ رجوع کر لے بھئی۔ وجہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے بھئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی، حیض کی حالت میں دی تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حکم دیا کہ رجوع کر لیں بھئی، وہ کیا کر لیں؟ رجوع کر لیں۔ تو صاحب قدوری فرما رہے ہیں وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا کہ رجوع کرنا اس کے لیے مستحب ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ واجب ہے بھئی۔ کیا ہے؟ واجب ہے رجوع کرے بھئی، واجب ہے۔

فَإِذَا طَهُرَتْ وَحَاضَتْ وَطَهُرَتْ فَهُوَ مُخَيَّرٌ إِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا۔ توجہ سے سننا بھئی۔ فَإِذَا طَهُرَتْ اب اچھا بھئی اس نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا۔ کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا۔ حیض میں طلاق دی تھی لیکن مسئلے کا پتہ نہیں تھا، آپ کو مسئلہ بتلایا، آپ نے کہا بھئی رجوع واجب ہے، ہم نے قدوری میں پڑھا ہے بھئی۔ اس شخص نے فوراً رجوع کر لیا۔ اب وہ طلاق دینا چاہتا ہے کیا کرے؟ دیکھیے بتلا رہے ہیں: فَإِذَا طَهُرَتْ یہ حیض جس میں طلاق دی تھی اس سے کیا ہوئی عورت؟ پاک ہو گئی۔ وَحَاضَتْ اور پھر اسے حیض آیا۔ وَطَهُرَتْ پھر کیا ہوئی؟ پاک ہوئی۔ فَهُوَ مُخَيَّرٌ تو اب اس آدمی کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا چاہے تو اس عورت کو طلاق دے دے وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا اور چاہے تو اسے روک لے یعنی طلاق نہ دے۔ کیا تفصیل بیان کی صاحب قدوری نے بھئی؟ ایک آدمی نے حیض کے اندر کیا کیا تھا اپنی بیوی کو؟ طلاق دی تھی اور پھر مسئلے کا پتہ چلا اس نے فوراً کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا۔ اب اگلا طہر آیا، اب اس طہر کے اندر اس نے صحبت نہیں کی لیکن اس میں طلاق نہ دے کیونکہ پچھلی طلاق اور اس طلاق کے درمیان ایک حیض فاصل ہونا چاہیے۔ طلاق سنت کیا طریقہ تھا مولانا؟ دو طلاقوں کے درمیان کتنا فصل ہونا چاہیے؟ ایک ایک طہر میں ہے، اگلی اس سے اگلے طہر میں ہے، اگلی اس سے اگلے طہر کے اندر رہے، تو درمیان میں فصل کس چیز کا آ رہا ہے؟ حیض کا۔ تو ہر دو طلاقوں کے درمیان ایک پورے حیض کا کیا ہونا چاہیے؟ فصل ہونا چاہیے۔ اور یہاں جب اس نے حیض میں طلاق دی ہے، اگلا طہر آ گیا تو بیچ میں پورا حیض گزرا ہے یا تھوڑا سا حصہ گزرا دو طلاقوں کے درمیان؟ تھوڑا سا۔ لہٰذا اس اگلے طہر میں فوراً طلاق نہ دے بلکہ کیا کرے؟ اگلے حیض کا انتظار کرے۔ اب اگلے حیض میں آ کر حیض پورا ہو گا؟ آدھا پچھلا تھا آدھا یہ والا حیض، تو درمیان میں پھر یہ تو پھر حیض ہے مولانا، تو حیض کی تقسیم نہیں ہو سکتی بھئی کہ پہلا آدھا ملائیں آدھا یہ والا ملائیں۔ تو لہٰذا یہ پورا حیض گزرے گا اگلا، پھر اگلا طہر آئے گا اس کے اندر کیا کر دے؟ اب اس کی مرضی ہے، طلاق دینا چاہے تو طلاق دے دے، طلاق نہیں دینا چاہتا تو نہ دے۔ تفصیل سمجھ میں آئی بھئی؟ اسی لیے صاحب قدوری نے کہا فَإِذَا طَهُرَتْ وَحَاضَتْ وَطَهُرَتْ جب وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے اسے پھر وہ پاک ہو جائے فَهُوَ مُخَيَّرٌ تو خاوند کو کیا ہے؟ اختیار ہے۔ یہ تفصیل کیوں بیان کی انہوں نے؟ کیونکہ دو طلاقوں کے درمیان کتنا فصل ضروری تھا؟ ایک پورے حیض کا فصل ضروری تھا، تو اگر پہلے ہی طہر میں دے دے تو پھر پورے حیض کا فصل بیچ میں نہیں آیا بھئی۔ تو اب جب اگلے طہر میں دے گا تو درمیان میں پورا ایک حیض پایا گیا۔

وَيَقَعُ طَلَاقُ كُلِّ زَوْجٍ إِذَا كَانَ عَاقِلًا بَالِغًا، اور واقع ہو گی طلاق ہر خاوند کی إِذَا كَانَ عَاقِلًا بَالِغًا جبکہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو مولانا۔ عاقل ہو اور بالغ ہو۔ عاقل کہا مجنون کو نکال دیا، بالغ کہا بچے کو نکال دیا۔ معلوم ہوا بچے اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہو گی بھئی۔ مجنون کا نکاح کیا جا چکا ہے، بعد میں مجنون ہوا مولانا اور اب وہ طلاق دیتا ہے اپنی بیوی کو حالت جنون میں، اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اسی طرح بچہ ہے اس کا نکاح کر دیا اس کے باپ نے بچپن میں، وہ

طلاق دیتا ہے، نہیں بھئی اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی بھئی۔ حدیث کے اندر آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کہتے ہیں وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ وَالنَّائِمِ، دیکھا صاحب قدوری نے خود تصریح بھی کر دی: اور واقع نہیں ہو گی طلاق بچے کی اور مجنون کی وَالنَّائِمِ اور سوئے ہوئے کی، کیونکہ سونے والے کو تو نیند میں مثلاً کیا کرتا ہے؟ بعض لوگوں کو بولنے کی عادت ہوتی ہے نیند میں بھئی، تو وہ نیند میں کیا کرتا ہے؟ اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہے، لیکن اس کا تو کوئی اعتبار نہیں ہے لہذا طلاق نہیں ہو گی۔

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ، صورت یہ ہے: ایک غلام نے نکاح کیا ہے اپنے آقا کی اجازت سے۔ اب یہ غلام اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے بھئی، تو کیا طلاق دے سکتا ہے یا طلاق نہیں دے سکتا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی طلاق دے سکتا ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے عورت اس کے عقد میں آئی ہے تو اب طلاق دینے کا اختیار بھی اسی کو ہے۔ اور اس کا آقا اس عورت کو طلاق دینا چاہتا ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی آقا کا کیا تعلق بھئی؟ یہ عورت کس کی منکوحہ ہے؟ غلام کی منکوحہ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جس کے لیے حلال تھی وہی اپنے اوپر حرام کر سکتا ہے، کوئی دوسرا اب اس پر حرام نہیں کر سکتا کہ طلاق دے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ جب نکاح کرے غلام اپنے آقا کی اجازت سے وَطَلَّقَ اور طلاق دے وَقَعَ طَلَاقُهُ تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ مَوْلَاهُ عَلَى امْرَأَتِهِ اور واقع نہیں ہو گی اس کے آقا کی طلاق اس کی بیوی پر۔ آقا کا کیا تعلق بھئی؟ بیوی غلام کی ہے اور طلاق کون دینا چاہتا ہے؟ آقا دینا چاہتا ہے کہ بھئی میری اجازت سے نکاح کیا تھا۔ بھئی آپ کی اجازت سے نکاح کیا تھا لیکن بیوی کس کی ہے؟ غلام کی ہے، تو طلاق کا حق بھی اسی کو ہو گا۔

وَالطَّلَاقُ عَلَى ضَرْبَيْنِ: صَرِيحٌ وَكِنَايَةٌ، اور طلاق دو قسم پر ہے مولانا: ایک صریح ہے اور ایک کنایہ ہے۔ یاد رکھیے طلاق جن لفظوں سے واقع ہوتی ہے وہ دو قسم پر ہیں: کچھ وہ لفظ ہیں جن میں طلاق کے علاوہ اور کوئی معنی ہی نہیں ہوتا، ان کو کہتے ہیں صریح۔ وہ لفظ جیسے ہی کوئی بولتا ہے دوسرے کو پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ کیا دینا چاہتا ہے؟ طلاق دینا چاہتا ہے۔ اور کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو واضح نہیں ہوتے، گول مول لفظ ہوتے ہیں بھئی، اس میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے، دوسرا معنی بھی نکلتا ہے۔ تو جو لفظ طلاق کے سلسلے میں خوب واضح ہو، کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو اس کو کہتے ہیں صریح۔ کیا کہتے ہیں؟ صریح۔ صریح کا معنی خوب ظاہر اور واضح۔ محل کو اسی لیے عربی میں صَرْحٌ کہتے ہیں صاد کے ساتھ بھئی، صَرْحٌ، کیونکہ وہ بھی آبادی کے اندر بنا ہوا ہو سب سے اونچا، بلند و بالا ہو گا، خوب واضح ہو گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو صریح کا معنی ہے خوب واضح اور نمایاں۔ اور ایک ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جس کے اندر طلاق کا بھی امکان ہے اور طلاق کے علاوہ دوسرے معنی کا بھی امکان ہے، تو یہ کنایہ کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ کنایہ کہلاتا ہے۔

اب آپ بتائیے مولانا، ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے تجھے میں نے طلاق دے دی، آپ بتائیے یہ صریح ہے یا کنایہ ہے؟ صریح ہے۔ کوئی اور معنی نکل رہا ہے اس کلام کا؟ نہیں، یہ تو سیدھا طلاق کا معنی۔ اچھا، اور دوسرا لفظ مثلاً خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے تو حرام ہے، آپ بتائیے مولانا کیا اس کا معنی طلاق ہی کے ہیں؟ اس میں تو دونوں معنی نکلتے ہیں۔ ایک معنی یہ، طلاق والا بھی نکلتا ہے ایک معنی کہ تو مجھ پر حرام ہے کیونکہ میں نے تجھے کیا دے دی؟ طلاق۔ یا ایک معنی یہ بھی نکل سکتا ہے، کیا کہا تھا خاوند نے؟ تو حرام ہے، کیا معنی؟ یعنی اوروں پر حرام ہے کیونکہ تو میری بیوی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یا یوں کہے خاوند، چلو اس سے بھی آسان مثال لے لیں: خاوند کہتا ہے تو جدا ہے، تو کیا ہے؟ جدا ہے۔ اب کیا معنی بھئی؟ ایک تو یہ معنی تو مجھ سے جدا ہے کیونکہ میں تجھے کیا دے دی؟ طلاق۔ تو طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے۔ دوسرا معنی تو جدا ہے یعنی حسن و جمال میں جدا ہے، تیرے مقابلے کی تو کوئی عورت ہی نہیں ہے بھئی۔ تو دونوں معنی نکلے یا نہیں نکلے بھئی؟ تو اس کو کہتے ہیں کنایہ۔ صریح وہ جس میں اور کسی معنی کا امکان اور اندیشہ نہیں، اور کنایہ وہ جس کے اندر اور معانی بھی نکلتے ہوں بھئی۔

اب یہ بات یاد رکھنا، صریح لفظوں سے جب طلاق دی جائے تو ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور وہ بھی طلاق رجعی۔ کون سی طلاق واقع ہو گی؟ طلاق رجعی۔ اچھی طرح مسئلے سمجھ لو مولانا صریح اور کنایہ کے۔ صریح لفظ جب بھی خاوند استعمال کرے گا کون سی طلاق واقع ہو گی؟ طلاق رجعی واقع ہو گی اور کتنی ہوں گی؟ ایک ہی واقع ہو گی۔ اگر دو یا تین کی نیت کرے پھر بھی ایک ہی واقع ہو گی، دو یا تین واقع نہیں۔ خاوند نے بیوی سے کہا میں نے تجھے طلاق دے دی، یہ صریح ہے یا کنایہ ہے؟ صریح ہے اور اس سے کون سی طلاق واقع ہوئی؟ طلاق رجعی۔ اور کتنی ہوئیں؟ ایک۔ خاوند نے دو کی نیت کی، پھر بھی کتنی ہوئیں؟ ایک۔ خاوند نے تین کی نیت کی، پھر بھی کتنی واقع ہوئیں؟ ایک ہی واقع ہو گی۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا بھئی؟ نیز یاد رکھنا صریح کے اندر نیت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ خاوند کہے میرے منہ سے لفظ نکل گئے، میری طلاق کی نیت نہیں تھی۔ خاوند بیوی کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور تسبیحات میں مشغول ہے۔ تسبیحات پڑھتے پڑھتے اچانک منہ سے نکل گیا میں نے تجھے طلاق دی، بے سوچے سمجھے منہ سے نکل گیا۔ بس مولانا نیت کی یہاں ضرورت ہی نہیں ہے، طلاق واقع ہو گئی۔ خاوند ہزار دفعہ کہے میری نیت نہیں تھی۔ بھئی ان لفظوں میں سے طلاق کے علاوہ اور کوئی معنی نکلتا ہی نہیں ہے، لہذا فوراً کیا ہو گی؟ طلاق واقع ہو جائے گی۔ تو نیت کی اس میں ضرورت نہیں۔ ہاں، کنایہ کے اندر یاد رکھنا اس میں غیر کا بھی احتمال ہوتا ہے اور طلاق کا بھی احتمال ہوتا ہے، تو وہاں کوئی نہ کوئی چیز ہونی چاہیے نیت وغیرہ جو بتلائے کہ

خاوند نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ طلاق کا ارادہ کیا تھا، پھر طلاق واقع ہو گی ورنہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

دیکھیے مولانا تفصیل آ رہی ہے، دیکھیے توجہ سے: وَالطَّلَاقُ عَلَى ضَرْبَيْنِ اور طلاق دو قسم پر ہے: صَرِيحٌ وَكِنَايَةٌ، ایک طلاق صریح ہے اور ایک طلاق کنایہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو کنایہ وہ طلاق جس کی مراد پوشیدہ ہوتی ہے، پتہ نہیں ہوتا طلاق کا ارادہ ہے یا کسی اور چیز کا ارادہ ہے۔ تو صریح کی مراد کیا ہوتی ہے مولانا؟ واضح، اس میں شک و شبہ نہیں ہوتا، لیکن کنائے کی مراد کیا ہوتی ہے؟ پوشیدہ ہوتی ہے۔ فَالصَّرِيحُ قَوْلُهُ پس صریح جو ہے خاوند کا یہ کہنا مثلاً: أَنْتِ طَالِقٌ، خاوند اپنی بیوی سے کیا کہتا ہے؟ أَنْتِ طَالِقٌ کہتا ہے۔ یا کہتا ہے وَمُطَلَّقَةٌ، یوں کہتا ہے أَنْتِ مُطَلَّقَةٌ بھئی۔ یا مولانا خاوند بیوی سے کہتا ہے طَلَّقْتُكِ۔ اب آپ بتائیے ان سارے لفظوں سے طلاق کے علاوہ کوئی اور معنی نکلتا ہے؟ نہیں۔ تو فَهٰذَا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ پس یہ جو ہیں الفاظ ان کے ذریعے طلاق رجعی واقع ہو گی، وَلَا يَقَعُ بِهِ إِلَّا وَاحِدَةٌ اور واقع نہیں ہو گی ان کے ذریعے مگر ایک ہی طلاق، وَإِنْ نَوَى أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ اگرچہ خاوند نیت کرے ایک سے زیادہ کی پھر بھی ایک ہی واقع ہو گی، وَلَا يَفْتَقِرُ بِهٰذِهِ الْأَلْفَاظِ إِلَى نِيَّةٍ اور محتاج نہیں ہے ان لفظوں کے ساتھ نیت کی طرف۔ جب یہ لفظ بولے گا نیت کو ہم نہیں دیکھیں گے، بس نیت کا محتاج ہی نہیں کیونکہ ان لفظوں میں سے طلاق کے علاوہ اور کوئی معنی ہی نہیں نکلتا بھئی۔

وَقَوْلُهُ: أَنْتِ الطَّلَاقُ، وَأَنْتِ طَالِقُ الطَّلَاقَ، وَأَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا۔ اچھا، یہ اور مسئلہ بتلا رہے ہیں مولانا، یہ عربی زبان کے قاعدے ذکر کر رہے ہیں بھئی۔ یاد رکھیے ایک تو یوں کہتا ہے خاوند اپنی بیوی سے أَنْتِ طَالِقٌ، اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ ایک، اور کون سی ہو گی؟ رجعی، اور اگر ایک سے زیادہ کی نیت کرے پھر بھی کتنی ہوں گی؟ ایک۔ لیکن خاوند اپنے لفظوں کے ساتھ مصدر کو بھی ملا دیتا ہے، کس کو ملاتا ہے؟ مصدر کو: أَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ یا أَنْتِ الطَّلَاقُ، اَلطَّلَاقُ مصدر ساتھ لے آتا ہے مولانا۔ یاد رکھیے اب بھی یہ صریح ہے لیکن مصدر ساتھ آ گیا، باقی سارا مسئلہ اسی طرح، اب فرق صرف یہ ہے کہ اب خاوند ایک کی نیت کرے گا تو ایک ہو گی، تین کی نیت کر لے گا تو تین بھی واقع ہو جائیں گی، البتہ دو کی نیت کرے گا تو دو نہیں واقع ہوں گی بلکہ ایک ہی واقع ہو گی۔ مصدر کو لے آیا خاوند ساتھ بھئی کلام میں، اب کیا فرق پڑا؟ ایک کی نیت کرے گا تو ایک، اور دو کی نیت کرے پھر بھی ایک، لیکن اگر تین کی نیت کرے گا تو تین کی تین واقع ہو جائیں گی۔ یہ فرق کس کی وجہ سے پڑا؟ مصدر خاوند لے آیا۔ دیکھو أَنْتِ الطَّلَاقُ، اَلطَّلَاقُ مصدر ہے۔ کہنا تو یہ چاہیے تھا أَنْتِ طَالِقٌ تو طلاق والی ہے، لیکن کہا کیا خاوند نے؟ أَنْتِ الطَّلَاقُ۔ اگلی مثال بھی دیکھیے: أَنْتِ طَالِقُ الطَّلَاقَ، طَالِقٌ کے ساتھ کیا لے آیا؟ مصدر، الف لام بھی ساتھ ہے۔ یا أَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا، اس میں بھی دیکھو طَالِقٌ کے بعد طَلَاقًا مصدر لے آیا، تو اب تین کی نیت کرے گا تو تین بھی واقع ہو جائیں گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

بھئی یہ تین کیوں واقع ہوں گی؟ پہلے تو تھا ایک۔ یاد رکھو مصدر اسم جنس ہے مولانا۔ مصدر کیا ہے؟ اسم جنس۔ اسم جنس اسے کہتے ہیں جو قلیل اور کثیر پر بولا جاتا ہے، قلیل پر بھی بولا جاتا ہے اور کثیر پر بھی بولا جاتا ہے، تمام جنس بھی مراد لے سکتے ہیں اس سے بھئی۔ جیسے لفظ انسان مولانا، انسان بول کر میں ایک آدمی مراد لے سکتا ہوں اور انسان بول کر ساری دنیا کے انسان بھی مراد لے سکتا ہوں۔ میرے سامنے ایک انسان ہے میں پھر بھی کہوں گا یہ انسان ہے۔ میں ساری دنیا کے انسان مراد لینا چاہتا ہوں، مثلاً کیا جملہ ذکر کرتا ہوں؟ مثلاً میں کہتا ہوں انسان تو اللہ کی عجیب مخلوق ہے، دیکھو اسی انسان سے میں نے کیا مراد لے لیا؟ کوئی ایک آدمی مراد لیا، دو لیے یا سارے انسان مراد لے لیے؟ سارے انسان۔ تو اسم جنس اس کو کہتے ہیں جو ایک فرد یعنی قلیل یعنی ایک فرد پر بھی بولا جاتا ہے اور ساری جنس بھی اس سے مراد لے سکتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی ساری جنس کا ایک مجموعہ بنا کر اس پر اس کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ میں نے کہا انسان اللہ کی عجیب مخلوق ہے، یعنی میں نے تمام انسانوں کی ایک پوٹلی بنائی، ایک گٹھڑی بنائی اور اس کا نام کیا رکھ دیا؟ انسان۔ یعنی سارے مجموعے کو میں نے کیا کہہ دیا؟ انسان کہا۔ تو اب میں نے ساروں کو ملا کر ایک بنا لیا کیونکہ یہ سارے ایک ہی قسم کے ہیں یا الگ الگ ہیں؟ ایک ہی قسم کے ہیں یہ سارے، ساری جنس مراد لے لی۔

یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اسم جنس کا اطلاق جو ہے دو قسم کے افراد پر ہوتا ہے: اس کا اطلاق مفرد پر ہو گا، فرد پر ہو گا مولانا، لیکن پھر وہ فرد دو قسم پر ہے: یا فرد حقیقی ہو گا یا فرد حکمی ہو گا۔ اگر ایک انسان ہے تو یہ فرد حقیقی ہے، حقیقتاً ایک فرد ہے۔ حقیقتاً کیا ہے؟ ایک فرد۔ اور اگر ساری جنس میں نے مراد لی کہ انسان اللہ کی عجیب مخلوق ہے بھئی، اللہ نے اسے کتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، تو ساری جنس کو میں نے ایک فرد بنا لیا۔ لیکن اب آپ بتائیے یہ فرد حقیقتاً ہے یا میں نے حکم دے دیا ایک فرد والا؟ حکماً۔ میں نے حکماً ایک فرد بنایا ہے، ایک فرد کا حکم لگایا اس پر، حقیقتاً یہ ایک فرد نہیں۔ تو یہ فرد حکمی ہوا۔ یہ کیا ہوا؟ فرد حکمی۔ تو اسم جنس کا اطلاق جو ہے فرد حقیقی پر بھی صحیح اور فرد حکمی پر بھی صحیح۔ فرد حقیقی کس کو کہتے ہیں؟ ایک کو۔ اور فرد حکمی اس سے کیا مراد ہے؟ پوری جنس مراد

ہے۔ اسم جنس کا اطلاق کتنی قسم کے افراد پر ہوتا ہے؟ اس کا اطلاق فرد پر ہو گا لیکن پھر وہ فرد کتنی قسم پر ہے؟ دو قسم پر: یا تو فرد حقیقی یا فرد حکمی۔ فرد حقیقی کسے کہتے ہیں؟ جو حقیقتاً ایک ہو۔ اور فرد حکمی جو حقیقتاً تو ایک نہیں لیکن حکماً ہم نے اسے ایک فرد بنا دیا، سارا مجموعہ مراد لے لیا، سارا مجموعہ۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو اسم جنس کا اطلاق فرد حقیقی پر بھی ہوتا ہے اور فرد حکمی پر بھی ہوتا ہے۔

اب آپ بتائیے مولانا ایک طلاق یہ کون سا فرد ہے؟ فرد حقیقی۔ اور طلاق کے کل افراد کتنے ہیں، کتنی طلاقیں ہیں زیادہ سے زیادہ؟ تین۔ تو تین یعنی کل جنس ہے، تو یہ فرد حکمی ہوا۔ تو طلاق مصدر اسم جنس ہے اور اسم جنس کا اطلاق فرد حقیقی پر بھی ہوتا ہے یعنی ایک فرد پر، تو اس طلاق مصدر کو بول کر ایک طلاق بھی مراد لی جا سکتی ہے کیونکہ یہ اس کا کیا ہے؟ فرد حقیقی۔ اور یہی طلاق مصدر بول کر ساری جنس طلاق بھی مراد لے سکتے ہیں اور ساری جنس طلاق کتنی ہے ایک انسان کے لیے؟ تین ہے، تو تین یہ فرد حکمی بھی مراد لے سکتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو اسم جنس کا اطلاق فرد حقیقی پر بھی ہوتا ہے اور فرد حکمی پر بھی ہوتا ہے۔ یہاں پر فرد حقیقی کتنی طلاق؟ ایک، اور فرد حکمی کتنی طلاق؟ تین، یعنی کل جنس طلاق مراد لے لی جو تین ہیں۔ لیکن دو طلاقوں کا ارادہ صحیح نہیں کیونکہ نہ وہ فرد حقیقی ہے اور نہ فرد حکمی۔ اور ہم نے تو کیا کہا تھا؟ اسم جنس سے صرف فرد حکمی مراد لے سکتے ہو یا فرد حقیقی مراد لے سکتے ہو۔ تو یہ دو طلاقیں یہ نہ فرد حقیقی ہے اور نہ فرد حکمی ہے، لہٰذا مصدر بول کر دو طلاقیں مراد لیں تو یہ تو بھئی نہ فرد حقیقی ہے نہ فرد حکمی ہے، یہ مراد لے ہی نہیں سکتے، لہٰذا دو نہیں واقع ہوں گی۔ کتنی ہوں گی؟ ایک ہی واقع ہو گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو دیکھیے اگلے لفظوں کے اندر مصدر آ رہا ہے: وَقَوْلُهُ: أَنْتِ الطَّلَاقُ، وَأَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ، وَأَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ، اگر اس شخص کی کوئی نیت نہیں تھی تو یہ ایک رجعی طلاق ہے کیونکہ نیت کی تو ضرورت ہی نہیں، کون سا لفظ ہے؟ صریح ہے، اور صریح کے اندر کسی قسم کی نیت کی ضرورت نہیں۔ تو نیت کوئی نہ ہو پھر بھی ایک ہے، وَإِنْ نَوَى ثِنْتَيْنِ اور اگر اس نے نیت کی دو طلاقوں کی لَا يَقَعُ إِلَّا وَاحِدَةٌ تو واقع نہیں ہو گی مگر ایک ہی طلاق، وَإِنْ نَوَى بِهِ ثَلَاثًا كَانَ ثَلَاثًا اور اگر اس نے نیت کی اس کے ذریعے تین طلاقوں کی تو یہ کتنی ہوں گی؟ تین ہی ہوں گی کیونکہ یہ فرد حکمی ہے۔

وَالضَّرْبُ الثَّانِي الْكِنَايَاتُ اور طلاق کی دوسری قسم کنایات ہیں، وَلَا يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ إِلَّا بِالنِّيَّةِ أَوْ بِدَلَالَةِ حَالٍ اور ان کے ذریعے طلاق واقع نہیں ہوتی مگر نیت کے ذریعے یا دلالت حال کے ذریعے۔ بھئی کنایات کن کو کہتے تھے؟ جن کی مراد پوشیدہ ہو۔ جن کی مراد کیا ہو؟ پوشیدہ۔ اس میں طلاق کا بھی معنی نکلتا ہو اور طلاق کے علاوہ کوئی اور معنی بھی نکلتا ہو۔ اب آپ اس سے کون سا معنی مراد لینا چاہتے ہیں؟ بھئی ایک شخص نے کنایہ بولا تو اس کنائے کے ذریعے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ طلاق واقع ہوئی ہے۔ بھئی طلاق کیسے واقع ہو گئی؟ اس لفظ میں تو کتنے معنی کے امکان تھے؟ دو معنی کے یا دو سے بھی زیادہ معانی کے امکانات تھے مولانا، تو طلاق کا بھی احتمال تھا اور غیر طلاق کا بھی احتمال۔ تو اب طلاق کی کسی ایک جانب کو ترجیح دینے کے لیے یا یوں کہیں جانب طلاق کو ترجیح دینے کے لیے کوئی ایسی چیز ہو جو ترجیح دے اسے، اور وہ نیت ہے بھئی مولانا۔ کیا ہے؟ نیت۔ جب وہ آدمی نیت کر لے گا اب معنی کے دو چیزوں کا احتمال تھا لیکن نیت نے کون سی جانب کو ترجیح دے دی، کون سے معنی کو ترجیح دے دی؟ طلاق والے۔ نیت نے بتلا دیا کون سے معنی کا ارادہ ہے؟ طلاق والے معنی کا ارادہ ہے۔ یا نیت تو نہیں، کوئی اور چیز اس پر دلالت کر دیتی ہے مثلاً۔ مثلاً بیوی خاوند کے ساتھ بھئی مذاکرہ طلاق میں ہے۔ مذاکرہ طلاق بھئی طلاق کے بارے میں آپس میں جھگڑا ہو رہا ہے، بیوی کہہ رہی ہے مجھے طلاق دو اور یہ خاوند اس کے ساتھ بحث مباحثے میں مشغول ہے۔ اس مذاکرہ طلاق کے اندر بیوی کہہ رہی ہے مجھے طلاق دو، خاوند نے وہ گول مول لفظ ذکر کر دیا، کنایہ بھئی۔ اور اس کنائے میں تو کتنے احتمال تھے؟ طلاق کا بھی تھا اور طلاق کے علاوہ۔ لیکن اس وقت وہ کس موقع پر لفظ کو بول رہا ہے؟ جبکہ بیوی کس چیز کا مطالبہ کر رہی ہے؟ طلاق کا۔ تو اس بیوی کا مطالبہ جو ہے، یہاں پہ جو طلاق کی بحث ہے، یہ طلاق کا مذاکرہ ہے، اس نے بتلا دیا کہ یہاں کون سے معنی مراد ہیں؟ طلاق والے ہی معنی مراد ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کنایہ کے اندر دو معانی کا احتمال ہوتا ہے، اب کسی ایک معنی کو ترجیح دینے کے لیے کوئی مرجح چاہیے، کوئی ایسی چیز چاہیے جو کسی ایک جانب کو ترجیح دے دے، اور وہ کیا ہو گی؟ یا تو اس شخص کی نیت ہو گی، نیت سے پتہ لگ جائے گا وہ کہتا ہے میں نے اس سے کس کی نیت کی تھی؟ طلاق کی نیت کی تھی۔ تو بھئی طلاق کا معنی تو نکلتا تو تھا اور اس معنی کو ترجیح دے دی اس کی نیت نے، بتلا دیا کون سا معنی مراد ہے؟ طلاق والا ہی، تو طلاق ہو جائے گی مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یا دلالت حال، کوئی حال دلالت کر دیتا ہے جیسے مذاکرہ طلاق میں نے ذکر کیا بھئی، یا اسی طرح لڑائی جھگڑے میں بھی بعض صورتیں آئیں گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ کنایات کے ذریعے طلاق واقع نہیں ہوتی إِلَّا بِالنِّيَّةِ أَوْ بِدَلَالَةِ حَالٍ مگر نیت کے ذریعے یا دلالت حال کے ساتھ بھئی۔

وَهِيَ عَلَى ضَرْبَيْنِ اور یہ کتنی قسم پر ہے؟ دو۔ کنایات یاد رکھیے دو قسم پر ہیں۔ بھئی صریح لفظوں سے کون سی طلاق واقع ہوتی تھی؟ طلاق رجعی۔ لیکن یاد رکھیے کنایات کے ذریعے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ کنایات کے ذریعے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے؟ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ صاحب قدوری خود بتلائیں گے آگے بھئی۔ البتہ تین کنایات ایسے ہیں جن سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ تین کنایات ایسے ہیں جن سے کون سی طلاق ہو گی؟ طلاق رجعی۔ اور اس کے علاوہ باقی تمام کنایات کے ذریعے کون سی طلاق ہو گی؟ طلاق بائن ہو گی۔ تو کہتے ہیں وَهِيَ عَلَى ضَرْبَيْنِ اور یہ دو قسم پر ہے کنایہ، مِنْهَا ثَلَاثَةُ أَلْفَاظٍ ان میں سے تین الفاظ ہیں يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ کہ ان کے ذریعے واقع ہوتی ہے طلاق رجعی، وَلَا يَقَعُ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةٌ اور واقع نہیں ہوتی اس کے ذریعے مگر ایک ہی طلاق بھئی، چاہے دو یا تین کی نیت کرے پھر بھی کتنی واقع ہو گی؟ ایک۔ تو یہ تین لفظ کون سے ہیں؟ وَهِيَ قَوْلُهُ اور یہ خاوند کا یہ کہنا اپنی بیوی سے مثلاً: اِعْتَدِّي، ایک کنایہ یہ مولانا۔ وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ، یہ دوسرا کنایہ۔ وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ، یہ تیسرا کنایہ مولانا۔ یہ تین کنایات ہیں مولانا، ان کے ذریعے ہمیشہ کون سی طلاق ہو گی؟ طلاق رجعی، اور طلاق بھی کتنی ہوں گی؟ ایک ہی ہو گی، دو یا تین بھی واقع نہیں۔

پہلا کنایہ کون سا؟ اِعْتَدِّي۔ اب دیکھو اس میں دو معنی نکلتے ہیں: اِعْتَدِّي ایک معنی یہ ہے تو عدت گزار۔ تو کیا کر؟ عدت گزار، یعنی میں تجھے طلاق دے چکا ہوں اب عدت گزار۔ تو طلاق والا معنی آیا یا نہیں آیا بھئی؟ آیا۔ دوسرا اِعْتَدِّي کا معنی ہے شمار کر۔ دوسرا معنی کیا ہے؟ شمار کر۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی تو اس کا معنی کچھ بھی ہو سکتا ہے بھئی، اللہ کی نعمتیں تو شمار کر اپنے اوپر، ہو سکتا ہے یہ کہنا چاہ رہا ہو، یا میرے جو تجھ پر آج تک احسانات ہیں ذرا ان کو بھی شمار کر۔ دیکھا اور معنی نکل آیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو اس کے دو معنی نکل آئے: ایک معنی یا تو یہ ہے تو اپنی عدت شمار کر یا ایک معنی کیا ہے؟ تو اللہ کی اپنے اوپر نعمتیں شمار کر یا میرے اپنے اوپر احسانات شمار کر۔

وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ، اس کا معنی ہے تو اپنے رحم کو صاف کر لے۔ تو اپنے رحم کو کیا کر لے؟ صاف کر لے۔ بھئی اب دو معنی نکل سکتے ہیں، طلاق والا بھی اور غیر طلاق والا بھی۔ تو اپنے رحم کو صاف کر لے، کیا معنی؟ یعنی میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، عدت گزار۔ عدت سے کیا ہوتا ہے؟ پتہ لگ جاتا ہے عورت حاملہ نہیں ہے، اس کا رحم صاف ہے، اب اگلا خاوند اس سے عدت کے بعد کیا کر سکتا ہے؟ نکاح کر سکتا ہے۔ تو یہاں صریح لفظوں میں گویا کہہ رہا ہے تو اپنے رحم کو صاف کر لے، میں تجھے کیا کر چکا ہوں؟ طلاق دے چکا ہوں، یعنی تو عدت گزار لے۔ تو کیا کر لے؟ عدت گزار لے۔ معنی سمجھ میں آرہا ہے بھئی؟ یا اس سے غیر طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے: تو اپنے رحم کو صاف کر لے کیونکہ میرا ارادہ ہے تجھے طلاق دینے کا۔ کس چیز کا ارادہ ہے؟ طلاق دینے کا ارادہ ہے، تو طلاق بھی کب دی جاتی ہے؟ طہر کے اندر دی جاتی ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ حیض کے بعد دی جاتی ہے، تو تو اپنے رحم کو صاف کر لے میں اب تجھے طلاق دینے والا ہوں بھئی طہر کے اندر بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ، اس میں بھی دو معنی نکلتے ہیں: تو اکیلی ہے یعنی مجھ سے اکیلی ہے، میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، تجھے چھوڑ چکا ہوں بھئی، طلاق والا معنی نکل آیا۔ یا تو اکیلی ہے یعنی تو حسن و جمال میں اکیلی ہے، تیرے جیسی کوئی نہیں، یا تو اپنی صفات کے اندر اکیلی ہے، تیرے جیسی کوئی نہیں۔ تو طلاق والا معنی بھی نکل سکتا ہے اور غیر طلاق والا معنی بھی۔ تو لہٰذا اب ایک خاوند نے اپنی بیوی سے کہا اِعْتَدِّي، یا یہ کہا اِسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ، یا کیا کہا؟ أَنْتِ وَاحِدَةٌ، تو کون سی طلاق واقع ہو گی اگر وہ نیت کرے مولانا؟ طلاق رجعی، اور نیت بھی ضروری ہے یا کوئی دلالت حال ہو مثلاً مذاکرہ طلاق وغیرہ ورنہ ان کے ذریعے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

وَبَقِيَّةُ الْكِنَايَاتِ إِذَا نَوَى بِهَا الطَّلَاقَ كَانَتْ وَاحِدَةً بَائِنَةً، اور باقی کنایات جب ان کے ذریعے نیت کرے طلاق کی كَانَتْ وَاحِدَةً بَائِنَةً تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی، وَإِنْ نَوَى ثَلَاثًا كَانَتْ ثَلَاثًا اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہو جائیں گی۔ کنایات میں کیا ہے مولانا؟ تین کنایات سے تو رجعی طلاق ہوتی تھی، باقی تمام کنایات سے کون سی طلاق ہو گی؟ طلاق بائن ہو گی، کب؟ جبکہ خاوند اس کے ذریعے طلاق کی نیت کرے، اور پھر ایک کی نیت کرے تو ایک بھی ہو جائے گی، تین کی نیت کرے تو تین بھی ہو جائیں گی، لیکن دو کی نیت کرے تو دو نہیں ہوں گی بلکہ ایک ہی ہو گی، اس لیے کہ ایک کیا ہے؟ فرد حقیقی، اور تین کیا ہیں؟ فرد حکمی ہے۔ وَإِنْ نَوَى ثِنْتَيْنِ كَانَتْ وَاحِدَةً اور اگر دو کی نیت کی تو ایک ہی ہو گی۔

وَهٰذِهِ مِثْلُ قَوْلِهِ اور یہ کنایات جو ہیں مثلاً کسی شخص کے اس قول کی طرح ہیں، خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے مثلاً بھئی یہ کنایات ہیں دیکھیے بھئی توجہ سے: أَنْتِ بَائِنٌ، تو تو جدا ہے۔ تو کیا ہے؟ جدا ہے۔ اب آپ بتائیے بھئی اس سے صرف طلاق والا معنی نکلتا ہے یا اور معنی بھی نکلتا ہے بھئی؟ اور معنی بھی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ کنایات ہیں ان میں اور معنی بھی نکلے گا۔ تو جدا ہے، ایک معنی طلاق والا ہے: تو مجھ سے جدا ہے، میں تجھے کیا دے چکا ہوں؟ طلاق دے چکا ہوں۔ یا

دوسرا معنی غیر طلاق والا کہ تو جدا ہے تمام عورتوں سے حسن وجمال میں یا اپنی صفات کے اندر۔ تو یہ أَنْتِ بَائِنٌ۔

وَبَتَّةٌ أَيْ أَنْتِ بَتَّةٌ، یا اسی طرح بَتْلَةٌ، یوں ہے پورا جملہ أَنْتِ بَتْلَةٌ۔ خاوندیوں کہتا ہے بیوی سے أَنْتِ بَتَّةٌ یا أَنْتِ بَتْلَةٌ۔ بتہ اور بتلہ کے معنی ہیں قطع کے بھئی، الگ، منقطع ہونا بھئی۔ تو الگ ہے، تو جدا ہے، یہاں بھی اسی طرح۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یا تو تو جدا ہے یعنی میرے نکاح سے جدا ہے، دیکھو طلاق والا معنی آ گیا۔ یا تو جدا ہے کس چیز سے؟ اور عورتوں سے جدا ہے، کسی کے ساتھ ملتی نہیں ہے بالکل، یا تو جدا ہے نیکی سے، تو کبھی نیکی کا کام کرتی نہیں ہے، تو دیکھو اور معانی بھی آ گئے۔

وَحَرَامٌ، یا یوں کہتا ہے أَنْتِ حَرَامٌ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ان سب کا عطف وہ بَائِنٌ پر ہو رہا ہے، بَائِنٌ کو اٹھائیں وہاں حَرَامٌ لگائیں: أَنْتِ حَرَامٌ۔ خاوند نے کیا کہا بیوی سے؟ أَنْتِ حَرَامٌ۔ تو کیا معنی؟ یا تو ایک معنی یہ کہ تو مجھ پر حرام ہے، تو یہ طلاق والا معنی ہوا۔ اور کیا معنی دوسرا؟ تو اور مردوں پر حرام ہے، تو یہ تو طلاق والا معنی نہیں ہے بھئی۔

وَحَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ۔ حبل کہتے ہیں رسی کو۔ غارب بھئی اونٹ کی گردن اور کوہان کے درمیان کا حصہ، اس کی کمر پر کوہان اور گردن کے درمیان کا حصہ جو ہے وہ غارب کہلاتا ہے، غارب بھئی۔ بھئی عرب لوگ اونٹ کو کبھی آزاد چھوڑ دیتے جیسے جانوروں والے کرتے ہیں، جانور چھوڑ دیتے ہیں چرنے کے لیے، تو کیا کرتے؟ اونٹ کی مہار جو ہوتی وہ اس کی کوہان اور گردن کے درمیان جو حصہ تھا اس کے اوپر رسی ڈال دیتے اور چھوڑ دیتے کہ چر تا رہے گا یہ بھئی قریب ہی۔ تو یہ جب رسی گردن پر ڈال دی جاتی تھی کیا مقصد ہوتا تھا؟ کہ جانور اب آزادی سے چر تا رہے۔ تو یہاں بھی خاوند بیوی سے کہہ رہا ہے حَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ تیری رسی تیرے کندھے پر ہے یا تیرے گلے میں ہے، یہ ترجمہ ہوا۔ یعنی اب اس سے طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے یعنی میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، میری طرف سے آزاد ہے جہاں جانا چاہتی ہے چلی جا، تیری رسی تیرے کندھے پر ہے جہاں چاہتی ہے چلی جا۔ یا دوسرا معنی تیری رسی تیرے گلے میں ہے، کیا معنی؟ یعنی تجھے اختیار ہے میری طرف سے، اس گھر میں تیری حکومت ہے جیسے چاہتی ہے آزادی سے ہر کام کر۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تیری رسی تیرے گلے میں یعنی تجھے اختیار ہے پورا۔ یا اپنے گھر والوں سے ملنے جانا چاہتی ہے تو چلی جا، تیری رسی تیرے گلے میں ہے تجھے اختیار ہے پورا۔

وَالْحَقِي بِأَهْلِكِ، تو اپنے گھر والوں سے مل جا، ان کے پاس چلی جا۔ اس میں بھی دونوں احتمال: میں تجھے طلاق دے چکا ہوں اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ، یا معنی یہ ہے جاؤ بھئی گھوم پھر آؤ، جاؤ اپنے گھر والوں سے کچھ دن مل آؤ۔ اِلْحَقِي میں بھی دونوں معنی نکلتے ہیں۔

وَخَلِيَّةٌ وَبَرِيَّةٌ أَيْ أَنْتِ خَلِيَّةٌ وَبَرِيَّةٌ۔ خلیہ بریہ کا معنی ہے یوں کہیں خالی یا آزاد مولانا۔ خالی کر لیں یا آزاد ہے، تو خالی ہے یا آزاد ہے۔ دونوں کا ایک معنی ہے خلیہ اور بریہ۔ تو آزاد ہے یعنی کس چیز سے؟ طلاق والا معنی بھی ہو سکتا ہے یعنی میرے نکاح سے آزاد ہے، میں تجھے طلاق دے چکا ہوں جاؤ جو مرضی کرو۔ دوسرا معنی بھی نکل سکتا ہے تو آزاد ہے یا خالی ہے، تو میرے نکاح سے خالی ہے یعنی میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، یا تو نیکی سے خالی ہے کبھی کوئی نیکی کا کام نہیں کرتی، تو دیکھو غیر طلاق والا معنی بھی درست ہے۔

وَوَهَبْتُكِ لِأَهْلِكِ، میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو ہبہ کر دیا، تحفے کے طور پر دے دیا۔ یہ اب طلاق کا معنی بھی نکل سکتا ہے بھئی میں نے تجھے طلاق دے دی، جاؤ اب اپنے گھر والوں کے پاس میری طرف سے تحفے کے طور پر رہو۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں، میری طرف سے آزاد ہو یہ معنی۔ یا یہ معنی ہے کہ جاؤ بھئی میں نے تمہیں معاف کر دیا، تم نے اتنی بڑی غلطی کی میں نے تیرے گھر والوں کو تمہیں تحفے کے طور پر دیا یعنی تیری غلطی کو معاف کر دیا، تو تیری غلطی کو معاف کرنا یہ میں نے گویا کہ تیرے گھر والوں کو ایک تحفہ دے دیا۔ وَوَهَبْتُكِ لِأَهْلِكِ میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو ہبہ کر دیا۔

وَسَرَّحْتُكِ، میں نے تجھے رخصت کر دیا۔ اس میں بھی دونوں معنی: کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، جاؤ میری طرف سے رخصت ہو جاؤ بھئی۔ یا اس سے مولانا طلاق کے علاوہ اور معنی بھی نکل سکتا ہے: میں نے تجھے رخصت کر دیا یعنی گھر والوں سے مل کر آنا چاہتی ہو تو جاؤ ان سے مل آؤ۔

وَاخْتَارِي، تو اختیار کر لے۔ کیا کر لے؟ اختیار کر لے۔ اس میں بھی طلاق کا معنی ہے: تو اپنی ذات کو اختیار کر لے، میں تجھے چھوڑ چکا ہوں جو مرضی چاہے کر۔ سمجھ میں آیا؟ یا یہ معنی کہ وَاخْتَارِي تو اختیار کر لے یعنی نیکی کے کاموں کو اختیار کر لے، کوئی معنی آپ بنا لیں بھئی جو بھی مناسب بنتا ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَفَارَقْتُكِ، میں نے تجھے جدا کر دیا۔ فَارَقْتُكِ میں نے تجھے جدا کر دیا۔ طلاق والا معنی بھی نکل سکتا ہے: میں نے تجھے اپنے نکاح سے جدا کر دیا اب جو

مرضی کرو۔ سمجھ میں آیا؟ یافَارَقْتُكِ کا معنی جدا کر دیا یعنی تجھے اپنی پابندی سے جدا کر دیا، پہلے اس مسئلے میں میری طرف سے پابندی تھی اب میں نے تجھے اس میں کیا کر دیا؟ پابندی سے جدا کر دیا، جو تمہارے دل میں آتا ہے تم بااختیار ہو، وزیر داخلہ ہو گھر کے اندر، جو چاہو کرو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

وَأَنْتِ حُرَّةٌ، تو آزاد ہے۔ یہ بھی مولانا طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے: تو آزاد ہے یعنی میرے نکاح سے جو چاہے کر، یاأَنْتِ حُرَّةٌ تو آزاد ہے گھریلو معاملات میں جس طرح چلانا چاہتی ہے اپنی مرضی سے چلا۔

وَتَقَنَّعِي، تو چادر اوڑھ لے یا دوپٹہ اوڑھ لے۔ اس سے طلاق والا معنی بھی نکلتا ہے مولانا: تو چادر اوڑھ لے کیونکہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں، اب تو چادر اوڑھ کر مجھ سے چھپ جا کیونکہ میرے لیے تجھے دیکھنا جائز نہیں۔ یا یہ معنی بھی ہے چادر اوڑھ لے کوئی اور تجھے نہ دیکھے، کسی کی نظر نہ لگ جائے تجھے۔ سمجھ میں آیا؟

اچھا بھئی، وَاسْتَتِرِي۔ خاوند نے بیوی سے کہا اِسْتَتِرِي، چھپ جا، پردہ کر لے۔ اس سے بھی اسی طرح مولانا جیسے تَقَنَّعِي کے اندر تھا۔

وَاغْرُبِي۔ خاوند نے بیوی سے کہا اُغْرُبِي، دور ہو جا۔ اُغْرُبِي کا معنی دور ہو جا۔ اس کا ایک معنی یہ کیونکہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں دور ہو جا بھئی، چلی جا۔ یا ایک معنی یہ دور ہو جاؤ یعنی جاؤ اپنے گھر والوں کو مل کر آ جاؤ، میری طرف سے اجازت ہے جانے کی۔

وَابْتَغِي الْأَزْوَاجَ، تو ازواج کو تلاش کر لے۔ خاوند نے بیوی سے کہا بھئی۔ اب ازواج کے دونوں معنی درست ہیں مولانا، یہ خاوند پر بھی لفظ بولا جاتا ہے زوج کا لفظ اور بیوی پر بھی بولا جاتا ہے عربی کے اندر بھئی۔ بیوی کو بھی زَوْجٌ کہہ دیتے ہیں، خاوند کو بھی زَوْجٌ کہہ دیتے ہیں۔ تو اب یہاں کیا لفظ ذکر کیا خاوند نے؟ اِبْتَغِي الْأَزْوَاجَ۔ اگر اس کا معنی کریں ہم خاوند تو یہ طلاق ہو گئی: بھئی میں تجھے طلاق دے چکا ہوں جاؤ اور خاوندوں کو تلاش کر لو، میرے پاس اب نہیں رہو۔ یا اگر اس کا معنی بیوی کے کر لیں تو اب یہ طلاق نہیں ہے: جاؤ اور بیویوں کو تلاش کرو یعنی میرے لیے کوئی اور بیوی تلاش کر لو، میں ایک اور نکاح کرنا چاہتا ہوں، یا اوروں کی بیویوں کو تلاش کرو بھئی تمہیں اپنے جیسی کوئی نہیں ملے گی بھئی۔ کوئی بھی معنی آپ کر لیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

چلیے بس کریں مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۷: کتاب الطلاق (۲): کنایاتِ طلاق میں نیت اور دلالتِ حال (حالتِ رضا، غضب اور مذاکرۂ طلاق)، اور طلاق کی اضافت و تعلیق

مختصر القدوری صفحہ: ۱۴۷—بتاریخ: ۲۲ اپریل ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نِيَّةُ الطَّلَاقِ لَمْ يَقَعْ بِهٰذِهِ الْأَلْفَاظِ طَلَاقٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَا فِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ فَيَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ فِي الْقَضَاءِ وَلَا يَقَعُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ. وَإِنْ لَمْ يَكُونَا فِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ وَكَانَا فِي غَضَبٍ أَوْ خُصُومَةٍ وَقَعَ الطَّلَاقُ بِكُلِّ لَفْظَةٍ لَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيمَةُ وَلَمْ يَقَعْ بِمَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيمَةُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ.[۳۲۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی گزشتہ سبق کے آخر میں کچھ الفاظ گزرے تھے جو کنایات ہیں طلاق سے مولانا۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ طلاق جن الفاظ سے واقع ہوتی ہے وہ دو قسم پر ہیں: کچھ صریح ہیں، کچھ کنایہ بھئی۔ صریح وہ الفاظ ہیں جن میں صرف طلاق کا معنی پایا جائے، اور کوئی معنی نہ ہو بھئی، جیسے کوئی خاوند اپنی بیوی سے کہے: أَنْتِ طَالِقٌ، تو اس کا معنی طلاق کے ہیں اور کوئی معنی نہیں یہاں پر۔ جبکہ کنایہ اس کو کہتے ہیں جس کی مراد پوشیدہ ہو بھئی، یعنی اس میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہو اور دوسرا کوئی معنی بھی نکلتا ہو۔ تو اب چونکہ کنایہ کے اندر دو معانی نکلتے ہیں تو وہاں پر نیت کا ہونا ضروری بھئی۔ تو دو معنی میں نیت ہو گی تو طلاق واقع ہو گی یا کوئی ایسی دلیل ہو جو ہمیں بتلا دے کہ اس نے اس لفظ کے ذریعے کس چیز کا ارادہ کیا ہے؟ طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو ایک تو اس میں نیت آ گئی، نیت بھی بتلا دیا کرتی ہے، وہ خود کہہ دیتا ہے کہ میری نیت کس چیز کی تھی؟ طلاق کی تھی بھئی۔ تو اب یہ دلیل قائم ہو گئی اور اس لفظ سے طلاق واقع ہو جائے گی بھئی۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور دلیل قائم ہو جائے، مثلاً دونوں مذاکرہ طلاق میں تھے بھئی، بیوی اس سے مطالبہ کر رہی تھی مجھے طلاق دو اور اس وقت اس نے یہ لفظ کہا، تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس نے اس کے ذریعے کس چیز کا ارادہ کیا ہے؟ طلاق کا، کیونکہ طلاق کے جواب میں وہ کہہ رہا ہے بھئی۔

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نِيَّةُ الطَّلَاقِ لَمْ يَقَعْ بِهٰذِهِ الْأَلْفَاظِ طَلَاقٌ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم يكن له نية لم يقع بهذه الألفاظ طلاق إلا» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَكُونَا فِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ فَيَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ فِي الْقَضَاءِ وَلَا يَقَعُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يكونا في مذاكرة الطلاق فيقع بها الطلاق في القضاء ولايقع فيما بينه وبين الله تعالى إلا» منقول ہے۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ لَمْ يَكُونَا فِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ وَكَانَا فِي غَضَبٍ أَوْ خُصُومَةٍ وَقَعَ الطَّلَاقُ بِكُلِّ لَفْظَةٍ لَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيمَةُ وَلَمْ يَقَعْ بِمَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيمَةُ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن لم يكونا في مذاكرة الطلاق وكانا في غضب أو خصومة وقع الطلاق بكل لفظ لا يقصد به السب والشتيمة ولم يقع بما يقصد به السب والشتيمه إلا» منقول ہے۔

تو یہی بات اب صاحب قدوری بھی تفصیل سے بتلا رہے ہیں کہ یہ الفاظ ہیں، کنایات ہیں بھئی۔ میں نے یہ بھی آپ کو بتلایا تھا کہ تمام کنایات کے ذریعے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، مگر تین کنایات ایسے ہیں جن کے ذریعے کون سی طلاق واقع ہو گی؟ رجعی واقع ہو گی اور ہو گی بھی صرف ایک، تین بھی یا دو کی نیت کرے تو وہ بھی واقع نہیں ہوں گی۔ جبکہ باقی کنایات کے ذریعے اگر ایک کی نیت کرے گا تو ایک واقع ہو گی، تین کی نیت کرے گا تو تین واقع ہو جائیں گی اور طلاق بائن ہوں گی بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نِيَّةُ الطَّلَاقِ لَمْ يَقَعْ بِهٰذِهِ الْأَلْفَاظِ طَلَاقٌ، پس اگر اس خاوند کی نیت طلاق کی نہیں تھی تو واقع نہیں ہو گی ان الفاظ کے ذریعے طلاق۔ نیت ہو گی تو طلاق واقع ہو گی، نیت نہیں ہو گی ان لفظوں سے طلاق کی تو طلاق بھی واقع نہیں ہو گی۔ إِلَّا أَنْ يَكُونَا فِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ مگر یہ کہ دونوں کس میں ہوں؟ مذاکرہ طلاق میں ہوں، یعنی عورت طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور اس وقت یہ خاوند کہتا ہے۔ تو اگر دونوں مذاکرہ طلاق میں ہوں فَيَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ فِي الْقَضَاءِ تو طلاق واقع ہو جائے گی قضا کے اندر، وَلَا يَقَعُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى اور اللہ کے بیچ واقع نہیں ہو گی إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ مگر یہ کہ اس کی نیت کرے۔ بھئی دونوں اگر مذاکرہ طلاق میں مشغول تھے اور اس وقت خاوند نے ان لفظوں میں سے کوئی لفظ کہا، تو یہ مذاکرہ طلاق بتلا رہا ہے کہ یہ لفظ وہ کس لیے استعمال کر رہا ہے؟ طلاق کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ لہذا اب قاضی کے پاس جاتے ہیں تو قاضی طلاق کا فیصلہ کرے گا، کس کو دلیل بنائے گا؟ مذاکرہ طلاق کو۔ باقی اس کے اور اللہ کے بیچ کا معاملہ ہے، اگر اس نے طلاق کی نیت، وہ کہتا ہے نہیں جی میں نے مذاکرہ طلاق میں تو کہے ہیں یہ لفظ لیکن میری نیت طلاق کی نہیں تھی، تو پھر بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ لیکن ہمیں تو بھئی اب نیت تو اللہ جانتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ نیت تو صرف اللہ ہی اس پر واقف ہو سکتے ہیں، تو قاضی تو فیصلہ کرے گا ظاہر کو دیکھ کر اور ظاہر تو یہی بتلا رہا ہے کہ مذاکرہ طلاق میں لفظ استعمال ہوئے ہیں لہذا اس نے کس چیز کا ارادہ کیا ہو گا؟ طلاق کا۔ تو لہذا قاضی ظاہر کے مطابق فیصلہ کرے گا اور عورت کو کیا کر دے گا اس شخص سے؟ اس شخص سے جدا ہونے کا حکم لگا دے گا عورت پر۔ جبکہ باقی بندے اور اللہ کے بیچ کا معاملہ ہے تو کہتے ہیں اس اعتبار سے اگر اس کی نیت نہیں تھی تو طلاق واقع پھر بھی نہیں ہوئی۔ ہاں، اگر نیت تھی تو پھر طلاق کیا ہو چکی؟ واقع ہو چکی۔ اب چاہے انکار بھی کر دے اور مذاکرہ طلاق بھی نہیں تھا مثلاً، اس نے کنایہ لفظ بولا اور نیت کس چیز کی کی؟ طلاق کی، تو طلاق واقع ہو چکی۔ اب قاضی کے پاس جا کر کہہ دے گا کہ قاضی صاحب میں نے تو طلاق کی نیت نہیں کی تھی، بیوی مثلاً اسے لے گئی قاضی کے پاس، تو ٹھیک ہے قاضی تو فیصلہ کر دے گا بھئی کہ مذاکرہ طلاق نہیں تھا، لڑائی وغیرہ بھی نہیں تھی، تم نے یہ لفظ بولا ہے اور نیت تم بتا رہے ہو کہ تمہاری طلاق کی نیت نہیں، تو قاضی کیا فیصلہ کر دے گا؟ کہ طلاق نہیں ہوئی۔ لیکن اگر اس نے نیت کی تھی تو یہ اللہ اور اس کے بیچ کا معاملہ ہے کیونکہ اللہ ہی نیت جانتے ہیں، طلاق واقع ہو چکی ہے۔ اب اس خاوند کا اگرچہ قاضی فیصلہ کر دے لیکن اس خاوند کا اس عورت کے پاس رہنا جائز نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہ معنی ہے فَيَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ فِي الْقَضَاءِ اگر مذاکرہ طلاق میں تھے تو طلاق ان کے ذریعے واقع ہو جائے گی قضا کے اندر، وَلَا يَقَعُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى اور اس کے اور اللہ کے بیچ جو ہے واقع نہیں ہو گی إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ مگر یہ کہ وہ اس کی نیت کرے بھئی، پھر واقع ہو جائے گی۔

وَإِنْ لَمْ يَكُونَا فِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ۔ اسی طرح بھئی کچھ کنایات ایسے ہیں کہ غصے میں تھے مثلاً دیکھو بھئی: میاں بیوی میں خاوند بہت غصے میں تھا بھئی، غصے میں کوئی اس نے ایسا لفظ کہا، کنایہ لفظ استعمال کیا، یا میاں بیوی آپس میں جھگڑ رہے تھے اس وقت اس نے کوئی کنایہ لفظ استعمال کیا۔ تو کہتے ہیں بھئی دیکھو اس لفظ کے اندر غور کرو: اگر اس لفظ سے گالی اور برا بھلا کہنے کا معنی نکلتا ہے تو معلوم ہوا یہ گالی دے رہا ہے، برا بھلا کہہ رہا ہے اس کو، طلاق نہیں دے رہا۔ لیکن اگر اس سے برا بھلا اور گالی کا معنی نہیں نکلتا پھر معلوم ہوا، ہے غصے میں، اور اس سے گالی یا برا بھلا ہونے کا تو کوئی معنی بھی نہیں نکل رہا، معلوم ہوا کیا دے رہا ہے؟ طلاق دے رہا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی غصے میں انسان تو دوسرے کو برا بھلا ہی کہتا ہے، اب جب اس نے ایسا لفظ کہا جس سے برا بھلا اور گالی کا معنی نکلتا ہے تو معلوم ہوا وہ کیا کر رہا ہے اس کو؟ صرف برا بھلا کہہ رہا ہے، گالی وغیرہ دے رہا ہے، طلاق یہاں مراد نہیں۔ لیکن اگر ایسا لفظ استعمال کیا غصے میں ہے یا لڑ رہا ہے، کنایہ لفظ استعمال کیا اور اس سے گالی کا معنی بھی نہیں، برا بھلا کہنے کا معنی بھی نہیں۔ اگر گالی یا برا بھلا کہنے کا معنی ہوتا تو غصے میں تو انسان دیتا ہے دوسرے کو گالی بھی دیتا ہے برا بھلا بھی کہتا ہے، تو اس نے بھی کیا کیا ہو گا؟ گالی دی ہو گی یا برا بھلا۔ لیکن گالی دینے یا برا بھلا کہنے کا تو معنی ہی نہیں اس سے نکلتا۔ جب معنی ہی نہیں نکلتا، کنایہ لفظ ہے تو اب ہم کیا حکم لگائیں گے؟ کہ اس نے طلاق ہی کا ارادہ کیا ہے کیونکہ گالی یا برے بھلے کہنے کا معنی تو اس سے نکلتا ہی نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يَكُونَا فِي مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ اور اگر وہ دونوں مذاکرہ طلاق میں نہ تھے وَكَانَا فِي غَضَبٍ أَوْ خُصُومَةٍ اور وہ دونوں غصے میں تھے یا خصومت جھگڑے میں تھے یعنی آپس میں جھگڑ رہے تھے، وَقَعَ الطَّلَاقُ بِكُلِّ لَفْظَةٍ تو واقع ہو جائے گی طلاق ہر ایسے لفظ کے ساتھ لَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيمَةُ جس کے ذریعے، سب کہتے ہیں گالی کو مولانا، سَبٌّ، اور شتیمہ یہ بھی گالی ہے، اس کا معنی برا بھلا کہنا۔ تو واقع ہو جائے گی طلاق بِكُلِّ

لَفْظَةٍ ہر ایسے لفظ کے ذریعے لَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيمَةُ کہ ارادہ نہ کیا جاتا ہو اس کے ذریعے گالی کا اور برا بھلا کہنے کا۔ وَلَمْ يَقَعْ بِمَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيمَةُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ، اور واقع نہیں ہوگی ان لفظوں سے جن کے ذریعے گالی اور برا بھلا کہنے کا ارادہ کیا جاتا ہو، ان سے طلاق واقع نہیں ہوگی إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ مگر یہ کہ اس نے کیا کی ہو؟ طلاق کی نیت کی ہو۔ تو کنایہ لفظ ہے، طلاق کا معنی تو نکلتا ہے اس میں سے، تو جب نیت بھی کر لی تو اب طلاق کیا ہو جائے گی؟ واقع ہو جائے گی۔

وَإِذَا وُصِفَ الطَّلَاقُ بِضَرْبٍ مِنَ الزِّيَادَةِ كَانَ بَائِنًا۔ اور جب موصوف کیا جائے طلاق کو بِضَرْبٍ، ضرب کا معنی ہے نوع، قسم، بِضَرْبٍ مِنَ الزِّيَادَةِ کسی قسم کی زیادتی کے ساتھ، جب موصوف کیا جائے طلاق کو کسی قسم کی زیادتی کے ساتھ كَانَ بَائِنًا تو یہ کس قسم کی طلاق ہوگی؟ طلاق بائن۔ بھئی ایک تو عام طلاق ہے میں نے آپ کو بتلایا طلاق جس میں خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے أَنْتِ طَالِقٌ یا یوں کہیں اردو میں تجھے طلاق ہے، تو بیوی کو کیا ہو جائے گی؟ طلاق ہو گی اور طلاق رجعی ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی ایک وصف جو زیادتی کے معنی پر دلالت کر رہا ہے، مثلاً کہتا ہے میں تجھے سخت ترین طلاق دیتا ہوں، یا کہتا ہے میں بدترین طلاق تجھے دیتا ہوں، اس طرح کا کوئی لفظ ذکر کر دیتا ہے جس سے طلاق کے معنی کے ساتھ کون سا معنی آ جاتا ہے؟ زیادتی والا معنی، سختی والا معنی، شدت والا معنی اس کے اندر آ جاتا ہے، تو اب معلوم ہوا اب طلاق رجعی نہیں ہے یہ کون سی طلاق دے رہا ہے؟ طلاق بائن کیونکہ وہ کیا ہے؟ رجعی سے سخت ہے، زیادہ ہے۔ یہ معنی ہے وَإِذَا وُصِفَ الطَّلَاقُ بِضَرْبٍ مِنَ الزِّيَادَةِ كَانَ بَائِنًا اور جب موصوف کیا جائے طلاق کو کسی قسم کی زیادتی کے ساتھ كَانَ بَائِنًا تو طلاق بائن ہوگی۔ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مثال کے طور پر خاوندیوں کہتا ہے: أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ، بَائِنٌ کا لفظ لے آیا تو یہ تو واضح ہے مولانا کہ تجھے طلاق بائن ہے۔ یا یوں کہتا ہے أَنْتِ طَالِقٌ أَشَدَّ الطَّلَاقِ تجھے طلاق ہے سخت طلاق بھئی۔ أَوْ أَفْحَشَ الطَّلَاقِ، یہ أَنْتِ طَالِقٌ ملائیں ساتھ: أَنْتِ طَالِقٌ أَفْحَشَ الطَّلَاقِ تجھے طلاق ہے بدترین طلاق یا فحش ترین طلاق، اس سے بھی طلاق بائن ہوگی۔ أَوْ طَلَاقَ الشَّيْطَانِ یعنی أَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقَ الشَّيْطَانِ تجھے طلاق ہے شیطان کی طلاق بھئی، تو اس سے بھی بائن ہوگی۔ وَطَلَاقَ الْبِدْعَةِ یعنی یوں کہتا ہے أَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقَ الْبِدْعَةِ تجھے کیا ہے؟ طلاق بدعت ہے، تو طلاق بائن ہوگی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ طلاق بدعت ہے کیونکہ طلاق سنت کیا تھا بھئی؟ بائن طلاق دی جائے یا رجعی دی جائے؟ رجعی دی جائے بھئی۔ أَوْ كَالْجَبَلِ یا تجھے طلاق ہے پہاڑ کی طرح، پہاڑ جتنی طلاق ہے تمہیں بھئی، پہاڑ جتنی، پہاڑ جیسی، تو اس سے بھی طلاق بائن ہوگی مولانا۔ یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک جب طلاق کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دے دی جائے تو طلاق بائن ہوتی ہے، کسی بھی چیز سے تشبیہ دے دی جائے۔ چاہے بڑی چیز سے تشبیہ دی جائے جیسے دیکھو یہاں پہاڑ سے تشبیہ دی، بڑی چیز ہے، بہت بڑی بھئی، اور چھوٹی چیز کے ساتھ تشبیہ دے تو پھر بھی۔ جب تشبیہ آ جائے گی طلاق کے ساتھ تو امام صاحب فرماتے ہیں طلاق بائن ہوگی۔ مثلاً سوئی کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے تجھے طلاق ہے سوئی جیسی، اب سوئی چھوٹی چیز ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک کیا ضابطہ ہے؟ تشبیہ دے دی چاہے بڑی چیز کے ساتھ تشبیہ ہو چاہے چھوٹی چیز کے ساتھ، طلاق کون سی ہوگی؟ بائن ہوگی۔ أَوْ مِلْءَ الْبَيْتِ یا تجھے گھر، مِلْءٌ کا معنی بھرا ہوا ہونا، مِلْءَ الْبَيْتِ تجھے گھر بھر یا یوں کہیں کمرہ بھر طلاق ہے، پورا کمرہ بھرا ہوا تجھے طلاق ہے، ان سب میں طلاق بائن ہوگی۔[۴]

وَإِذَا أَضَافَ الطَّلَاقَ إِلَى جُمْلَتِهَا أَوْ إِلَى مَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْجُمْلَةِ وَقَعَ الطَّلَاقُ۔ بھئی دیکھو خاوند طلاق دیتا ہے، طلاق کا لفظ بولتا ہے اور ایک تو یہ ہے کہ عورت کی طرف نسبت کرتا ہے تجھے طلاق ہے، یا ایک صورت یہ ہے کہ عورت کے کسی ایک عضو کی طرف نسبت کرتا ہے تیرے ہاتھ کو طلاق ہے، تو کیا واقع ہوگی طلاق بھئی؟ ایک میں کہا تجھے طلاق ہے، ایک میں کہا تیرے ہاتھ کو طلاق ہے۔ کہتے ہیں بھئی اگر طلاق کی نسبت کی ایسے لفظ کی طرف جس سے پورے انسان کو تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی پوری عورت کی ذات کی طرف کیا کی؟ نسبت کی: أَنْتِ طَالِقٌ تجھے طلاق ہے، أَنْتِ کے ذریعے کیا مراد ہے؟ پوری عورت سامنے والی مراد ہے یا مراد نہیں بھئی؟ أَنْتِ کے ذریعے تو ساری جو سامنے موجود ہے بیوی اس کی وہ ساری مراد ہوتی ہے، تو اگر پورے نفس کی طرف طلاق کی نسبت کرے تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس کے کسی ایسے عضو کی طرف نسبت کی جس سے پورے انسان کو تعبیر کیا جاتا ہو پھر بھی طلاق ہو جائے گی۔ مثلاً مولانا رقبہ، رقبہ کا کیا معنی ہے؟ گردن، لیکن یہ کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟ ذات کے معنی میں۔ کس معنی میں؟ ذات کے معنی میں، عربی میں عام استعمال ہوتا ہے ذات کے معنی میں بھئی۔ تو اگر بیوی سے یہ کہا کہ رَقَبَتُكِ طَالِقٌ تیری گردن کو طلاق، اور رقبہ سے تو کیا مراد لیتے ہیں؟ پورے انسان کی ذات مراد لے لیتے ہیں، تو یہاں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ یا یوں کہتا ہے وَجْهُكِ طَالِقٌ تیرے چہرے کو طلاق ہے، اور وجہ بول کر بھی کیا کر لیتے ہیں عربی میں؟

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا وُصِفَ الطَّلَاقُ بِضَرْبٍ مِنَ الزِّيَادَةِ كَانَ بَائِنًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائنا» منقول ہے۔

پورا انسان مراد لیتے ہیں۔ مثلاً عرب میں کہتے ہیں بھئی کسی قوم کے سردار کسی کے پاس آئیں تو کہتے ہیں بھئی فلاں قوم کے وجوہ میرے پاس آئے، فلاں قوم کے چہرے میرے پاس آئے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اس چہرہ بول کر کیا مراد لے لیا؟ پورا انسان۔ تو بس یہ ضابطہ ہے: اگر ایسا لفظ بولا جس سے پورے انسان کو کیا کیا جاتا ہو؟ تعبیر کیا جاتا ہو تو پھر اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر ایسا لفظ استعمال کیا جس سے پورے انسان کو تعبیر نہیں کیا جاتا تو پھر طلاق بھی واقع نہیں۔ مثلاً کہتا ہے تیرے ہاتھ کو طلاق ہے، اب ہاتھ بول کر پورا انسان مراد نہیں لیا جاتا، یا تمہارے پاؤں کو طلاق ہے، اب پاؤں بول کر پورا انسان مراد نہیں لیتے، تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہو گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کہتے ہیں وَإِذَا أَضَافَ الطَّلَاقَ اور جب نسبت کی طلاق کی إِلَى جُمْلَتِهَا اس پوری عورت کی طرف، مثلاً کہا أَنْتِ طَالِقٌ تو پوری عورت کی طرف نسبت کر دی، أَوْ إِلَى مَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْجُمْلَةِ یا ایسے لفظ کی طرف کہ تعبیر کیا جاتا ہو اس کے ذریعے عَنِ الْجُمْلَةِ کس سے؟ پورے انسان سے، وَقَعَ الطَّلَاقُ تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مثال کے طور پر خاوندیوں کہتا ہے: أَنْتِ طَالِقٌ بھئی، أَوْ رَقَبَتُكِ طَالِقٌ یہ کہتا ہے، أَوْ عُنُقُكِ طَالِقٌ تیری گردن کو طلاق ہے بھئی، عنق کا بھی یہی معنی گردن، أَوْ رُوحُكِ یا تیری روح کو طلاق ہے، أَوْ بَدَنُكِ یا تیرے بدن کو طلاق ہے، أَوْ جَسَدُكِ تیرے جسم کو طلاق ہے، أَوْ فَرْجُكِ تیری شرمگاہ کو طلاق ہے، أَوْ وَجْهُكِ تیرے چہرے کو طلاق ہے، تو ان ساروں کی صورتوں میں طلاق کیا ہو جائے گی؟ واقع ہو جائے گی۔

وَكَذَلِكَ إِنْ طَلَّقَ جُزْءًا شَائِعًا مِنْهَا۔ اسی طرح اگر جزء شائع کو طلاق دے دی، ایسے جزء کو جو پورے بدن میں پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً کہا تیرے نصف کو طلاق ہے، نصف بدن کو کیا ہے؟ طلاق۔ اب نصف تو پورے بدن میں پھیلا ہوا ہے: ہاتھ بھی نصف، پاؤں بھی نصف، سر بھی نصف۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ پورے بدن میں پھیلا ہوا ہے، تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی بھئی۔ وَكَذَلِكَ إِنْ طَلَّقَ جُزْءًا شَائِعًا مِنْهَا اور اسی طرح اگر طلاق دے دی اس کے ایسے جزء کو جو شائع ہے، جو پھیلا ہوا ہے، مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مثال کے طور پر خاوندیوں کہے: نِصْفُكِ أَوْ ثُلُثُكِ طَالِقٌ تیرے نصف کو طلاق یا تیرے تیسرے حصے کو طلاق، تو یہ پورے بدن میں پھیلا ہوا ہے تو طلاق ہو جائے گی۔ وَإِنْ قَالَ اور اگر خاوند نے یوں کہا: يَدُكِ أَوْ رِجْلُكِ طَالِقٌ تیرے ہاتھ کو طلاق ہے یا تیرے پاؤں کو طلاق، تیری ٹانگ کو طلاق ہے، لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

اگر یوں کہا خاوند نے بھئی تجھے آدھی طلاق ہے، یا کہا تجھے تیسرا حصہ طلاق ہے، اب آپ بتایئے طلاق کی تقسیم ہو سکتی ہے بھئی؟ نہیں۔ طلاق کی تو تقسیم نہیں ہو سکتی، ایک واقع ہو گی تو پوری کی پوری واقع ہو گی، یہ نہیں ہو سکتا آدھی واقع ہو آدھی واقع نہ ہو۔ تو لہٰذا اب جب اس نے کہا تجھے آدھی طلاق ہے تو ایک پوری واقع ہو جائے گی، یا کہا تجھے دسواں حصہ طلاق ہے تو دسواں حصہ تو واقع نہیں ہوتا لہٰذا پوری ایک کیا ہو جائے گی؟ واقع ہو جائے گی۔ وَإِنْ طَلَّقَهَا نِصْفَ تَطْلِيقَةٍ أَوْ ثُلُثَ تَطْلِيقَةٍ كَانَتْ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً، اور اگر اسے طلاق دے دی نصف طلاق یا تیسرا حصہ طلاق کا تو یہ ایک طلاق ہو گی۔

وَطَلَاقُ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَاقِعٌ، اور مکرہ اور سکران کی طلاق واقع ہوتی ہے۔ مکرہ کہتے ہیں بھئی وہ شخص جس پر زبردستی کی جائے بھئی۔ بھئی ایک آدمی ہے دوسرے نے بندوق نکالی اس کے سر پر رکھی بھئی کہ اپنی بیوی کو طلاق دو نہیں تو تمہیں ابھی گولی مارتا ہوں بھئی، اور اس کو یقین ہے کہ اگر میں طلاق نہیں دوں گا یہ مجھے قتل کر دے گا، تو یہ مکرہ ہوا۔ کیا ہوا؟ مکرہ بھئی، زبردستی۔ اور اکراہ بھی یہاں کامل درجے کا ہے کہ جان ہی چلی جائے گی میری بھئی۔ اب اس موقع پر وہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے تو عِنْدَ الْأَحْنَافِ اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ سر پہ دوسرے آدمی نے بندوق رکھی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دو نہیں تو تمہیں گولی مارتا ہوں بھئی، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو کیا یہ طلاق واقع ہو گی یا نہیں واقع ہو گی بھئی؟ عِنْدَ الْأَحْنَافِ طلاق واقع ہو جائے گی بھئی۔ بھئی اس کی کیا وجہ ہے، طلاق کیسے؟ وہ تو بیچارے کا اختیار ہی ختم ہو گیا، اس نے بندوق سر پر رکھی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں نہیں بھئی اختیار سے دی ہے۔ وہ دو آزمائشوں میں پڑ گیا تھا: ایک طرف جان جا رہی ہے ایک طرف بیوی جا رہی ہے، اس نے ہلکی مصیبت کو اپنی مرضی سے اختیار کیا۔ مرضی آگئی یا نہیں آگئی؟ تو دو مصیبتوں میں سے اس نے ہلکی مصیبت کو اپنی مرضی اور ارادے سے منتخب کیا ہے، معلوم ہوا ارادہ اس کا آگیا، جب ارادہ آگیا تو طلاق کیا ہو گئی؟ واقع ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اسی طرح سکران ہے، مدہوش آدمی جو نشے میں ہے اس کی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ کوئی شراب پی یا نشہ آور مشروب پیا بھئی، ہوش ہی ختم ہوا، تو اس مدہوشی کی حالت میں وہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، طلاق واقع ہو جائے گی۔ بھئی اس کی طلاق واقع کیسے ہو گی؟ اس کو تو ہوش ہی کوئی نہیں، پتہ ہی کوئی نہیں، اختیار ہی کوئی نہیں۔ کہتے ہیں بھئی بطور ڈانٹ کے اور زجر کے طور پر اس کی طلاق واقع ہو گی بھئی اس لیے کہ اس نے کیا کیا ہے؟ نافرمانی کا ارتکاب کیا ہے اور نشہ آور مشروب اس نے پیا ہے یا شراب وغیرہ پی ہے، تو شریعت نے بطور ڈانٹ کے کیا حکم لگایا ہے؟ کہ طلاق اس کی واقع ہو جائے گی بھئی۔ تو یہ معنی ہے وَطَلَاقُ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَاقِعٌ بھئی، مکرہ وہ شخص جس پر زبردستی کی گئی ہے اور سکران مدہوش آدمی، ان کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

وَيَقَعُ الطَّلَاقُ إِذَا قَالَ نَوَيْتُ بِهِ الطَّلَاقَ، اور طلاق واقع ہو جائے گی جب اس نے کہا میں نے نیت کی تھی اس کے ذریعے طلاق کی۔ بھئی یہ عبارت یہاں جڑتی نہیں ہے بھئی۔ قدوری کے نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے لیکن یہاں جڑتی نہیں بھئی۔ پیچھے کیا بتایا کہ مکرہ اور سکران کی طلاق کیا ہو جاتی ہے؟ واقع ہو جاتی ہے، اور آگے بتلا رہے ہیں اور طلاق واقع ہو جائے گی جب یہ کہے میں نے کس چیز کی نیت کی تھی؟ طلاق کی نیت کی تھی۔ بھئی ان کی تو طلاق واقع ہو جائے گی جب ظاہری لفظ صریح کے ساتھ طلاق دے رہا ہے پھر تو نیت نہ بھی کرے پھر بھی کیا ہو جایا کرتی ہے؟ طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ جب اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کا تو اور کوئی معنی نکلتا ہی نہیں ہے، ایک ہی تو معنی نکلتا تھا لہذا وہ معنی ثابت ہو جائے گا اور اس کی بیوی کو کیا ہو جائے گی؟ طلاق۔ تو لہذا یہ عبارت یہاں جڑتی نہیں ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی اگر وہ کہے کہ میں نے اس کے ذریعے کس کی نیت کی تھی؟ طلاق کی۔ معلوم ہوا نیت نہیں کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہو گی؟ طلاق تو پھر بھی واقع ہو جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ تو یہ عبارت یہاں جڑتی نہیں۔ ہاں، ایک لفظ یہاں جوڑ لیا جائے پھر کچھ معنی بن جاتا ہے تھوڑا سا: وَيَقَعُ الطَّلَاقُ بِالْكِنَايَاتِ، بِالْكِنَايَاتِ کا لفظ اگر یہاں نکال لیں مولانا۔ کیا لفظ لگا لیں یہاں؟ اور طلاق واقع ہو جاتی ہے کنایات کے ذریعے إِذَا قَالَ جب وہ شخص کہے نَوَيْتُ بِهِ الطَّلَاقَ میں نے اس کے ذریعے کس چیز کی نیت کی تھی؟ طلاق کی۔ بھئی کنائے میں نیت کا ہونا ضروری ہے، تو جب ایک شخص نے کنایہ لفظ استعمال کیا اور پھر کہتا بھی ہے کہ میری نیت کس چیز کی تھی؟ طلاق کی تھی، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب جملہ صحیح بن گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو طلاق واقع ہو جائے گی کنایات کے ذریعے بھی إِذَا قَالَ نَوَيْتُ بِهِ الطَّلَاقَ جب وہ شخص کیا کہے؟ میں نے اس لفظ کے ذریعے کس چیز کی نیت کی تھی؟ طلاق کی۔ تو اب جملہ صحیح، لیکن پھر بھی مولانا اپنے محل پر نہیں ہے، مقام پر نہیں بھئی۔ کنایات کی بات تو پیچھے گزر چکی، اگر یہ جملہ ہو بھی تو وہاں ہونا چاہیے، یہاں درست نہیں بنتا بھئی۔

وَيَقَعُ طَلَاقُ الْأَخْرَسِ بِالْإِشَارَةِ۔ اخرس کہتے ہیں گونگے کو مولانا، گونگے کو، جو بول نہیں سکتا۔ وَيَقَعُ طَلَاقُ الْأَخْرَسِ بِالْإِشَارَةِ اور واقع ہو جائے گی گونگے کی طلاق اشارے کے ذریعے۔ گونگا اشارہ وغیرہ کوئی کرتا ہے جس سے طلاق سمجھ میں آتی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

وَإِذَا أَضَافَ الطَّلَاقَ إِلَى النِّكَاحِ وَقَعَ عَقِيبَ النِّكَاحِ، اور جب نسبت کی طلاق کی نکاح کی طرف تو واقع ہو جائے گی طلاق نکاح کے بعد۔ دیکھیے بھئی مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مثال کے طور پر خاوند کہتا ہے کسی عورت سے: إِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ، اگر میں نے تجھ سے شادی کی یا میں نے تجھ سے نکاح کیا فَأَنْتِ طَالِقٌ تو تجھے طلاق ہے۔ تو طلاق کی نسبت کس چیز کی طرف کر دی؟ نکاح کی طرف کر دی: اگر میں نے تجھ سے کیا کیا؟ نکاح کیا، شادی کی تو تجھے طلاق۔ تو جیسے ہی نکاح کرے گا نکاح کے فوراً بعد کون سی طلاق واقع ہو جائے گی؟ جی؟ دیکھو کہا فَأَنْتِ طَالِقٌ، میں نے اگر تجھ سے شادی کی فَأَنْتِ طَالِقٌ تو تجھے کیا ہے؟ طلاق۔ تو أَنْتِ طَالِقٌ کون سا لفظ ہے، صریح ہے کنایہ ہے؟ صریح۔ اور صریح سے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے؟ صریح سے رجعی طلاق واقع ہوا کرتی ہے تو یہاں بھی رجعی طلاق آنا تھی، نکاح ہوتے ہی بیوی کو طلاق ہو جائے گی لیکن رجعی نہیں ہو گی بائن ہو گی۔ بھئی کیوں؟ اس سے تو رجعی ہونی چاہیے۔ جواب یہ مولانا کہ یہ عورت غیر مدخول بہا ہے، ابھی اس کے ساتھ صحبت کی نہیں اور اس کو جب بھی طلاق دی جائے وہ کون سی واقع ہوتی ہے؟ بائن ہوتی ہے، اور میں نے بتایا اس عورت پر عدت بھی نہیں ہوتی یہ فوراً کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتی ہے۔ أَوْ قَالَ: كُلُّ امْرَأَةٍ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ طَالِقٌ، یا کسی شخص نے یوں کہا کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں، جس سے میں شادی کروں فَهِيَ طَالِقٌ تو اسے طلاق ہے۔ تو اب مولانا جس عورت سے بھی نکاح کرے گا فوراً اسے طلاق پڑے گی مولانا، اور طلاق کون سی پڑے گی؟ نکاح کرتے ہی، جیسے ہی نکاح ہوا تو ابھی تو صحبت کی ہی نہیں، نکاح کرتے ہی فوراً طلاق واقع ہو رہی ہے لہذا فوراً کون سی پڑے گی؟ طلاق بائن پڑے گی۔ تو دیکھو اس نے طلاق کی نسبت نکاح کی طرف کی تھی کہ نکاح کروں تو طلاق ہے، تو نکاح کے فوراً بعد واقع ہو جائے گی۔

وَإِذَا أَضَافَهُ إِلَى شَرْطٍ وَقَعَ عَقِيبَ الشَّرْطِ، اور اگر نسبت کی طلاق کی کسی شرط کی طرف تو واقع ہو گی وہ طلاق شرط کے بعد۔ طلاق کی نسبت کس چیز کی طرف کی؟ کسی شرط کی طرف کی۔ مثلاً اپنی بیوی سے کہا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ، اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ اَلدَّارَ کوئی خاص گھر اس نے ذکر کیا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی فَأَنْتِ طَالِقٌ تو تجھے طلاق ہے۔ تو طلاق کی نسبت کس چیز کی طرف کر دی؟ شرط کی۔ کہتے ہیں جیسے ہی شرط پائی جائے گی فوراً طلاق ہو جائے گی، جیسے ہی اس کی بیوی اس گھر کے اندر جائے گی فوراً کیا ہو جائے گی؟ طلاق واقع ہو جائے گی۔ تو یہ معنی ہے وَإِذَا أَضَافَهُ إِلَى شَرْطٍ اور جب نسبت کی طلاق کی شرط کی طرف وَقَعَ عَقِيبَ الشَّرْطِ تو واقع ہو گی طلاق مولانا شرط کے بعد، مِثْلُ أَنْ يَقُولَ لِامْرَأَتِهِ مثال کے طور پر اپنی بیوی سے کہتا ہے: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ سمجھ میں آیا؟ الف لام کے ذریعے یاد رکھیے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، تو یہاں بھی اَلدَّارَ آیا الف لام کے ذریعے اشارہ ہوا کسی مخصوص گھر کی طرف بھئی جو متعین ہے:

اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے، تو گھر میں داخل ہوتے ہی فوراً طلاق ہو جائے گی۔

وَلَا يَصِحُّ إِضَافَةُ الطَّلَاقِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْحَالِفُ مَالِكًا أَوْ يُضِيفَهُ إِلَى مِلْكِهِ۔ بھئی دیکھو طلاق کی نسبت کر رہا ہے وہ، کہا تھا نکاح کی طرف نسبت کرے تو کب واقع ہو گی؟ نکاح کے بعد، اور اگر شرط کی طرف نسبت کی تو کب واقع ہو گی؟ شرط کے بعد۔ لیکن یہ ضروری ہے مولانا کہ جو طلاق دینے والا ہے وہ طلاق کا مالک بھی ہو، یعنی وہ عورت اس کی بیوی بھی ہو۔ سمجھ میں آیا؟ بیوی سے کہتا ہے إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے، تو یہ اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے، جب اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے تو یہ شخص کہنے والا طلاق کا مالک ہے یا مالک نہیں ہے بھئی؟ مالک ہے، تو مالک ہونا ضروری ہے۔ ہاں، کسی اجنبیہ سے کہتا ہے: اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ بھئی اب وہ اجنبیہ گھر میں داخل ہوئی، طلاق ہو گی؟ نہیں۔ نکاح ہی نہیں ہوا اس آدمی کے ساتھ تو طلاق کہاں سے ہو گی؟ اچھا چلو اس آدمی نے اس سے نکاح کر لیا، نکاح کے بعد اب اس گھر کے اندر گئی، اب بھی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ جب اس نے کلام کیا تھا اس وقت وہ اس کی بیوی تھی؟ نہیں بھئی۔ تو اس وقت طلاق کا مالک ہی نہیں تھا بھئی تو طلاق کو معلق کیسے کر سکتا ہے وہ؟ تو لہٰذا جو شخص طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کر رہا ہے کیا ضروری ہے؟ وہ طلاق کا کیا ہو؟ مالک ہو۔ یا مالک تو نہیں ہے لیکن اپنی ملک کی طرف نسبت کرتا ہے، اپنے مالک ہونے کی طرف نسبت کرتا ہے۔ کیسے؟ مثلاً جیسے کہا تھا اجنبیہ سے: اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق۔ تو کس چیز کی طرف نسبت کی طلاق کی؟ نکاح کی طرف، اور نکاح کے ذریعے وہ طلاق کا مالک بنتا ہے یا نہیں بنتا؟ بنتا ہے۔ دیکھو اپنی ملکیت کی طرف، اپنے مالک ہونے کی طرف کیا کر دی اس نے؟ نسبت کر دی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو لہٰذا طلاق کی نسبت کر رہا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ یا تو یہ طلاق کا مالک ہو یا اپنے مالک ہونے کی طرف اس کی کیا کرے؟ نسبت کرے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَلَا يَصِحُّ إِضَافَةُ الطَّلَاقِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْحَالِفُ مَالِكًا أَوْ يُضِيفَهُ إِلَى مِلْكِهِ، اور صحیح نہیں ہے طلاق کی نسبت کرنا مگر یہ کہ وہ قسم اٹھانے والا مالک ہو طلاق کا أَوْ يُضِيفَهُ إِلَى مِلْكِهِ یا اس کی نسبت کرے اپنے مالک ہونے کی طرف۔ فَإِنْ قَالَ لِأَجْنَبِيَّةٍ اگر کسی نے اجنبیہ سے کہا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے، تو دیکھو اس نے طلاق کو معلق کر دیا کس چیز کے ساتھ؟ دخول دار کے ساتھ، گھر میں جائے گی تو تجھے طلاق۔ اور آپ بتائیے اس وقت یہ طلاق کا مالک ہے؟ نہیں، مالک ہی نہیں ہے۔ اپنی ملکیت کی طرف نسبت کی کہ میں نکاح کروں تو یہ کہا اس نے؟ اپنے مالک ہونے کی طرف نسبت بھی نہیں کی۔ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا پھر اس شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا فَدَخَلَتِ الدَّارَ پھر وہ عورت اس گھر میں داخل ہو گئی لَمْ تُطَلَّقْ تو اسے طلاق نہیں ہو گی۔

وَأَلْفَاظُ الشَّرْطِ اور شرط کے الفاظ جو ہیں بھئی عربی زبان میں شرط کے لیے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں بھئی بتلا رہے ہیں: وَأَلْفَاظُ الشَّرْطِ: إِنْ، وَإِذَا، وَإِذَا مَا، وَكُلٌّ، وَكُلَّمَا، وَمَتَى، وَمَتَى مَا۔ یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں: إِنْ، إِذَا، إِذَا مَا، كُلٌّ، كُلَّمَا، مَتَى اور مَتَى مَا۔ فَفِي كُلِّ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ پس ان میں سے ہر ایک لفظ جو ہے اس کے اندر إِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ اگر شرط پائی گئی اِنْحَلَّتِ الْيَمِينُ تو قسم پوری ہو جائے گی وَوَقَعَ الطَّلَاقُ اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ قسم پوری ہو جائے گی، کھل جائے گی، ختم ہو جائے گی۔ دیکھو بھئی یہ الفاظ کچھ ذکر کیے عربی زبان کے اندر جو شرط کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں مثلاً ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا، توجہ سے سننا بھئی، ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ اگر تو اس گھر کے اندر داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ تو کہتے ہیں جیسے ہی گھر میں داخل ہو گی تو قسم پوری ہو گئی، قسم کھل گئی اور طلاق واقع ہو گئی۔ قسم کیا ہوئی؟ ختم ہو گئی، کھل گئی، طلاق واقع ہو گئی، یعنی وہ شرط اب ختم۔ اب دوبارہ جائے تو طلاق واقع ہو گی؟ دوبارہ طلاق واقع نہیں کیونکہ وہ قسم کھل گئی، ختم ہو گئی مولانا، ایک طلاق واقع ہو چکی اس کے ذریعے۔ تو دوبارہ جائے، سہ بارہ جائے، جتنی دفعہ بھی جائے پھر اس کے بعد اسی لفظ سے دوبارہ طلاق واقع نہیں۔ ہاں، اگر خاوند پھر کہہ دے إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ تو اب بھی جب جائے گی فوراً گیا واقع ہو گی؟ طلاق۔ لیکن یہ طلاق جو واقع ہوئی اس نئے لفظوں سے ہوئی ہے یا اسی پرانے سے ہوئی ہے؟ نئے لفظوں سے۔ یہ تو نئے لفظوں سے ہوئی ہے۔ تو پرانے لفظ جو تھے ان کے اندر تکرار نہیں ہے، ایک دفعہ شرط پائی گئی طلاق واقع ہو جائے گی اور واقع ہونے کے بعد وہ قسم اور شرط ساری ختم ہو گئی، پوری ہو گئی، اب دوبارہ اس کے ذریعے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

لیکن ایک لفظ آپ کو بتلا رہے ہیں كُلَّمَا کا۔ كُلَّمَا کا لفظ اس سے جب بھی شرط پائی جائے گی طلاق واقع ہوتی چلی جائے گی یہاں تک کہ تینوں طلاقیں پوری ہو جائیں۔ كُلَّمَا کا معنی ہے عربی میں، كُلَّمَا کا لفظ آتا ہے معنی ہے اس کا جب بھی بھئی، جب بھی۔ مثلاً خاوند بیوی سے کہتا ہے، پہلے تو کیا کہا تھا؟ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق، اس کے بجائے وہ کیا لفظ لایا؟ كُلَّمَا دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ، تو جب بھی اس گھر میں جائے تجھے طلاق ہے۔ اب تو اس نے خود کیا کر دیا؟ ایسا لفظ استعمال کر دیا جس کے ذریعے بار بار طلاق آئے گی: ایک دفعہ جائے گی کیا ہو جائے گی؟ ایک طلاق۔ اور اس نے تو یہ نہیں کہا تھا اگر تو، اس نے تو کہا تھا جب بھی جائے تجھے طلاق۔ دوبارہ جائے گی پھر کیا ہو جائے گی؟ دوسری طلاق۔ تیسری بار جائے گی پھر کتنی طلاق ہو جائے گی؟

تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ ہاں، جب تین طلاقیں پوری ہو گئیں اب اس آدمی کی ملک رہی بھئی اس عورت پر؟ نہیں، اب تو ملک ہی ختم، بالکل ختم بھئی، نکاح ٹوٹ چکا، ملکیت ختم ہو چکی، لہذا اب یہ قسم کھل گئی، ختم ہو گئی۔ اب اس عورت نے کسی اور آدمی سے نکاح کیا، اس آدمی کا انتقال ہو گیا، پھر عدت گزار کر اس عورت نے پھر اس پہلے خاوند سے نکاح کر لیا، اب یہ عورت دوبارہ اس گھر کے اندر گئی۔ تو کُلَّمَا لفظ اس نے استعمال کیا تھا جب بھی تو اس گھر میں داخل ہو تجھے طلاق ہے، تو کیا اب واقع ہو گی؟ نہیں۔ اب نہیں واقع ہو گی مولانا کیونکہ جس ملک میں اس نے بات کی تھی وہ ملک ختم ہو چکی، یہ تو کون سی ملک آئی ہے؟ نیا نکاح کیا ہے مولانا، وہ ملک تو تین طلاقوں تک حد تھی وہ پوری ختم ہو گئی، یہ بالکل نئے سرے سے نئی ملک آئی ہے لہذا اب وہ گزشتہ ملک والے لفظوں کا اعتبار نہیں، لہذا اب طلاق نہیں ہو گی اب اس گھر میں جتنی دفعہ بھی جائے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ معنی ہے بھئی فَفِي كُلِّ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ إِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ اِنْحَلَّتِ الْيَمِينُ وَوَقَعَ الطَّلَاقُ پس ان الفاظ میں سے ہر ایک لفظ کے اندر إِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ اگر شرط پائی گئی اِنْحَلَّتِ الْيَمِينُ تو قسم پوری ہو جائے گی وَوَقَعَ الطَّلَاقُ اور طلاق واقع ہو جائے گی، إِلَّا فِي كُلَّمَا مگر كُلَّمَا کے لفظ کے اندر فَإِنَّ الطَّلَاقَ يَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِ الشَّرْطِ اس لیے کہ وہاں طلاق جو ہے مکرر ہو گی شرط کے تکرار کے ساتھ حَتَّى يَقَعَ ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ یہاں تک کہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں۔ فَإِنْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ ذَلِكَ پس اگر اس آدمی نے اس عورت سے نکاح کر

لیا اس کے بعد، یعنی تین طلاقیں دے دی تھیں، اس نے کسی اور سے نکاح کر لیا تھا، پھر اس نے طلاق دے دی تھی، اب اس نے نکاح کر لیا، وَتَكَرَّرَ الشَّرْطُ اور پھر شرط مکرر پائی گئی، لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ تو اب کچھ بھی واقع نہیں ہو گا کیونکہ نئی ملک آئی ہے۔

وَزَوَالُ الْمِلْكِ بَعْدَ الْيَمِينِ لَا يُبْطِلُهَا۔ جی، یہاں سے بھی ایک اور قیمتی ضابطہ بتلا رہے ہیں۔ یاد رکھو ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ اگر تو اس گھر کے اندر داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ تو تجھے طلاق ہے۔ اب اس آدمی نے، ابھی عورت اس گھر میں نہیں گئی، چند دنوں کے بعد اس آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی، عورت نے عدت گزاری، نکاح ٹوٹ گیا۔ تو کیا وہ جو قسم آدمی نے شرط معلق کی ہوئی تھی، طلاق کو وہ جو اس آدمی نے معلق کیا ہوا تھا، کیا وہ بھی ختم ہو گئی؟ کہتے ہیں نہیں، وہ ابھی بھی معلق ہے۔ وہ ابھی بھی کیا ہے؟ معلق ہے کیونکہ ابھی شرط پوری ہوئی ہے؟ ابھی قسم وہ نہیں کھلی مولانا۔ لہذا اب جو اس نے طلاق دی تھی کتنی دی تھیں؟ ایک۔ اس نے پھر اس عورت سے نکاح کر لیا۔ اب کتنی طلاقوں کا حق ہے اس آدمی کو؟ اب دو کا حق ہے۔ اب وہ عورت اس گھر میں چلی گئی، تو وہ طلاق تو ابھی بھی معلق تھی مولانا، لہذا اس کو فوراً گیا ہو جائے گی؟ طلاق ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو قسم جب تک وہ شرط نہیں پائی جائے گی وہ معلق لٹکی رہے گی، وہ طلاق معلق رہے گی، لٹکی رہے گی جب تک شرط پوری نہیں کر دیتی وہ۔ سمجھ میں آئی بات؟

لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ ملک جدید نہ آئے بالکل جو تین طلاقوں کے بعد ہوتی ہے۔ پھر نہیں ہو گی۔ مثلاً بھئی اس آدمی نے کیا کہا تھا؟ اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق۔ بیوی ابھی اس گھر میں نہیں گئی کہ اس آدمی نے اس کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب ملک بالکل ختم ہو گئی۔ سمجھ میں آیا؟ ملک ختم ہو گئی، اس عورت نے کسی اور سے نکاح کیا، اس نے پھر بعد میں کچھ طلاق دے دی، اس نے پھر اس آدمی سے نکاح کر لیا، اب یہ عورت اس گھر کے اندر گئی، کہتے ہیں اب طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ وہ لفظ پرانی ملک سے متعلق تھا، وہ بالکل ختم ہو گئی تھی تین طلاقوں کے ساتھ اور یہ نئی ملک آئی ہے لہذا اس کے اندر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن ویسے اگر ملکیت ضائع ہوئی ہے ایک طلاق سے یا دو طلاق سے تو وہ شرط نہیں ختم ہو گی، وہ پھر نکاح کرے گا اور شرط پائی جائے گی تو طلاق کیا ہو جائے گی؟ واقع ہو جائے گی۔

ہاں، ایک صورت ہے اس کے ختم کرنے کی کہ جب اس آدمی نے، مثلاً کیا صورت تھی؟ آدمی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھے طلاق۔ ابھی وہ اس گھر میں نہیں گئی، چند دن بعد اس آدمی نے اس عورت کو ایک طلاق دے دی۔ ایک طلاق دینے کے بعد عورت نے عدت گزاری اور جدا ہو گئی۔ اب بتائیے مولانا اس وقت نکاح باقی ہے؟ نکاح بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ نکاح ٹوٹ چکا ہے، اب وہ شخص اس کو طلاق دینا چاہے دے سکتا ہے؟ طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ ملکیت ہی نہیں رہی۔ اب وہ عورت اس گھر میں چلی جائے، اب شرط پوری ہو گئی، گھر میں داخل ہو گئی اور اب فوراً طلاق نے واقع ہونا تھا، لیکن ملکیت ہے؟ نہیں۔ لہذا وہ طلاق چلی گئی، ختم ہو گئی، قسم کھل گئی۔ اب مولانا اب اس آدمی سے کیا کر لے؟ نکاح کر لے۔ جب نکاح کر لے گی اب اس گھر میں بھی جائے گی تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ قسم کھل چکی ہے، پوری ہو چکی ہے اور جب پوری ہوئی تھی اس وقت تو طلاق واقع ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو وَزَوَالُ الْمِلْكِ بَعْدَ الْيَمِينِ لَا يُبْطِلُهَا اور ملکیت کا زائل ہو جانا، ختم ہو جانا بَعْدَ الْيَمِينِ کس کے بعد؟ قسم کے بعد یعنی تعلیق کے بعد جو شرط لگائی تھی، اس شرط لگانے کے بعد ملکیت کا ختم ہو جانا لَا يُبْطِلُهَا وہ اس یمین کو باطل نہیں کرتا، وہ تعلیق ابھی بھی رہے

گی مولانا۔ بتلایا بھئی، ایک طلاق دے دی، ملکیت ختم ہوئی، عدت گزار لی، لیکن وہ طلاق ابھی بھی ختم نہیں ہوئی۔ فَإِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ فِي مِلْكٍ اِنْحَلَّتِ الْيَمِينُ وَوَقَعَ الطَّلَاقُ، پس اگر شرط پائی گئی ملکیت کے اندر، یعنی اس آدمی نے پھر دوبارہ کیا کر لیا تھا اس عورت سے؟ نکاح کر لیا اور وہ یمین ابھی کھلی تھی؟ نہیں، دوبارہ نکاح کر لیا، تو کہتے ہیں فَإِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ فِي مِلْكٍ پس اگر وہ شرط پائی گئی ملکیت کے اندر اِنْحَلَّتِ الْيَمِينُ تو قسم پوری ہو جائے گی وَوَقَعَ الطَّلَاقُ اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ وَإِنْ وُجِدَ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ اور اگر وہ شرط پائی گئی ملکیت کے علاوہ میں، یعنی طلاق کے بعد وہ عورت گئی ہے، اِنْحَلَّتِ الْيَمِينُ تو قسم پوری ہو جائے گی وَلَمْ يَقَعْ شَيْءٌ اور کچھ بھی واقع نہیں کیونکہ اب وہ مالک ہی نہیں طلاق کا اس وقت۔ صورت یہاں تک سب کو سمجھ میں آ گئی؟

وَإِذَا اخْتَلَفَا فِي وُجُودِ الشَّرْطِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ فِيهِ إِلَّا أَنْ تُقِيمَ الْمَرْأَةُ الْبَيِّنَةَ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: خاوند نے بیوی کی طلاق کو کسی چیز کے ساتھ معلق کر دیا تھا: اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی تو پہلے ہی جان چھڑانا چاہتی تھی اس خاوند سے، اس نے کہا بھئی وہ کام میں نے کر لیا ہے، قاضی کے پاس چلی گئی کہ اب طلاق کا حکم میرے لیے لگا دیں بھئی، یا جھگڑا ہوا بھئی۔ خاوند کہتا ہے نہیں پائی گئی، وہ شرط ابھی نہیں پوری ہوئی لہذا ابھی طلاق بھی واقع نہیں۔ بیوی کہتی ہے واقع ہو چکی ہے، دونوں قاضی کے پاس چلے گئے۔ اب کس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو عورت دعویٰ گویا کر رہی ہے کہ شرط پائی گئی ہے، پوری ہو چکی ہے، اور خاوند اس سے انکار کر رہا ہے، اور قول کس کا معتبر ہوتا ہے؟ منکر کا، تو قول خاوند کا معتبر ہو گا۔ ہاں، عورت کے ذمے کیا ہے؟ بینہ ہے، تو وہ بینہ قائم کر دے، گواہ پیش کر دے کہ ان کے سامنے شرط پوری ہوئی تھی تو ٹھیک ہے مولانا پھر حکم لگا دیا جائے گا بھئی طلاق کا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یہ معنی ہے وَإِذَا اخْتَلَفَا فِي وُجُودِ الشَّرْطِ اور اگر اختلاف کیا دونوں نے یعنی میاں بیوی نے فِي وُجُودِ الشَّرْطِ شرط کے پائے جانے میں، فَالْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ فِيهِ پس قول اس کے اندر خاوند ہی کا قول ہے یعنی اس کا قول معتبر ہے، إِلَّا أَنْ تُقِيمَ الْمَرْأَةُ الْبَيِّنَةَ مگر یہ کہ وہ عورت کوئی بینہ قائم کر دے۔

فَإِنْ كَانَ الشَّرْطُ لَا يُعْلَمُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهَا۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: خاوند نے کوئی شرط لگائی تھی، اس کے ساتھ طلاق کو معلق کر دیا تھا، لیکن شرط ایسی لگا دی جس کا پتہ اس عورت کے سوا کسی کو نہیں چلتا۔ مثلاً خاوند نے کہا تھا اگر تجھے حیض آیا تو تجھے طلاق ہے۔ تو دیکھو اب حیض کے آنے کا علم یہ تو عورت ہی بتلائے گی اور کسی کو اس کا پتہ نہیں۔ تو اب وہ عورت کہتی ہے کہ مجھے حیض آ گیا، تو کیا اس کا قول معتبر ہے؟ کہتے ہیں بھئی ایسے مسئلے میں جہاں شرط کے پائے جانے کی خبر صرف کس کو ہوتی ہے؟ عورت کو ہوتی ہے، تو پھر اس کا قول معتبر ہے، لیکن صرف اپنے بارے میں معتبر ہو گا، کسی اور کے بارے میں معتبر نہیں۔ تو اپنے بارے میں معتبر ہے، اس نے کہا مجھے حیض آ گیا اور خاوند نے صرف اس کی طلاق کو معلق کیا تھا، لہذا اس کے حق میں قول معتبر اور کیا حکم لگا دیں گے ہم؟ طلاق ہو چکی۔ لیکن اگر اس کے ساتھ کوئی اور سوکن بھی تھی، خاوند نے یوں کہا تھا: اگر تجھے حیض آیا تو تجھے بھی طلاق اور فلانی کو بھی طلاق، سوکن کو بھی ساتھ ملا دیا۔ اب اس نے آ کر کہا کہ مجھے حیض آ گیا، تو اب یہ ایسی شرط ہے جس کا پتہ صرف عورت کو چلتا ہے اور اس کے اندر اس کا قول معتبر ہے لیکن صرف اس کی اپنی ذات کے بارے میں، لہذا اس کے بارے میں تو قول معتبر ہو گا، اس پر ہم کیا حکم لگا دیں گے؟ طلاق کا، لیکن سوکن کے بارے میں اس کا قول قبول نہیں ہو گا۔ ہاں، اگر سوکن بھی کہتی ہے ہاں ٹھیک کہہ رہی ہے یہ، تو پھر تو ٹھیک ہے دونوں کے حق میں ہو جائے گا۔ مثلاً وہ انکار کرتی ہے، کہتی ہے نہیں یہ جھوٹ بول رہی ہے، عورت کہتی ہے مجھے حیض آ گیا، سوکن کیا کہتی ہے؟ یہ جھوٹ بول رہی ہے، تو اس کے حق میں اس کا قول معتبر نہیں ہو گا، صرف اس عورت کے حق میں کیا ہو گا اس کا قول؟ معتبر ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس لیے کہ ہو سکتا ہے بھئی سوکن کے مسئلے میں تہمت ہے مولانا، بدگمانی آئے گی دل میں کہ یہ تو اپنی سوکن کو طلاق دلوانا چاہتی تھی اس لیے اس کے حق میں جھوٹ بولا ہے، تو وہاں بدگمانی آتی ہے، اپنے حق میں بدگمانی نہیں۔ فَإِنْ كَانَ الشَّرْطُ لَا يُعْلَمُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهَا اگر شرط معلوم نہیں ہو سکتی مگر عورت ہی کی جانب سے فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا فِي حَقِّ نَفْسِهَا تو قول اسی عورت کا معتبر ہے اس کی اپنی ذات کے بارے میں، مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مثال کے طور پر خاوند یوں کہتا ہے: إِنْ حِضْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ اگر تجھے حیض آیا تو تجھے طلاق ہے، فَقَالَتْ: قَدْ حِضْتُ طُلِّقْتُ، تو وہ کہتی ہے کہ تحقیق مجھے حیض آ گیا، طُلِّقْتُ تو اسے طلاق ہو جائے گی۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا: إِذَا حِضْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ وَفُلَانَةُ مَعَكِ۔ فُلَانَةُ اس پر تنوین نہ پڑھنا مولانا، یہ غیر منصرف ہے بھئی۔ اور آپ نے پڑھا ہے غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے۔ بھئی غیر منصرف کے سبب کیا ہے اس میں، اسباب کیا ہیں دو؟ یاد رکھیے یہ جو فلاں اور فلانہ کا لفظ ہوتا ہے یہ علم کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً میں ایک آدمی کے بارے میں آپ سے بات کر رہا تھا، مثلاً زید کے بارے میں بات کر رہا تھا، اتنے میں بکر بھی آ گیا۔ اب میں بکر کو نہیں

بتلانا چاہتا میں کس کی بات کر رہا تھا، آپ کو تو پتہ ہے میں کس کی بات کر رہا ہوں؟ زید کی، لیکن اب بکر آیا اس کو تو میں نہیں بتانا چاہتا، تو میں اب زید کا نام نہیں لیتا، نام کے بجائے یوں آپ سے کہوں گا بھئی تو فلاں کو پھر میں نے یوں کہا، فلاں کو یوں کہا۔ تو فلاں کے ذریعے کیا کیا جاتا ہے؟ کسی علم سے کنایہ کیا جاتا ہے۔ کیا کیا جاتا ہے؟ کنایہ۔ تو لہٰذا یاد رکھیے یہ علم ہی کے درجے میں ہوتا ہے، معرفہ ہی ہوتا ہے یہ بھئی علم کے درجے میں۔ تو فُلَانَةُ کے اندر ایک تو علمیت آگئی اور ایک تانیث آگئی، دو اسباب منع صرف ہیں اس کے اندر۔ سمجھ میں آیا؟ یہ قیمتی ضابطہ یاد رکھنا، عام طور پر تمام طلباء اس کو منصرف پڑھ دیتے ہیں فُلَانَةٌ، فُلَانَةً وغیرہ، یہ درست نہیں ہے بھئی۔ وَإِنْ قَالَ لَهَا: إِذَا حِضْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ وَفُلَانَةُ مَعَكِ، اور اگر خاوند نے یوں کہا جب تجھے حیض آیا تو تجھے طلاق ہے اور فلانی کو بھی تیرے ساتھ، یعنی وہ جو دوسری میری بیوی ہے، اس نے کہا۔ فَقَالَتْ عورت کہنے لگی قَدْ حِضْتُ کہ تحقیق مجھے حیض آگیا یا میں حیض والی ہو گئی، طُلِّقَتْ هِيَ وَلَمْ تُطَلَّقْ فُلَانَةُ، تو اس کو تو طلاق ہو جائے گی اور فلانی کو طلاق نہیں ہو گی۔

وَإِذَا قَالَ لَهَا: إِذَا حِضْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ۔ اچھا، خاوند نے بیوی سے کہا، کیا کہا؟ إِذَا حِضْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ جب تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے۔ جب تجھے حیض آئے۔ تو اس نے خون دیکھا بھئی، تو کیا خون دیکھتے ہی، خاوند نے کیا کہا تھا؟ جب تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق، تو کیا خون دیکھتے ہی اسے طلاق ہو جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، انتظار کریں گے تین دن تک۔ تین دن تک اگر وہ خون مسلسل جاری رہا تو معلوم ہوا یہ حیض ہی ہے واقعی، کیونکہ حیض کی اقل مدت کتنی ہے؟ تین دن ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے شروع میں ہم طلاق والا حکم نہیں لگائیں گے کیونکہ ہو سکتا ہے استحاضہ ہو، ایک دن کے بعد یا دو دن کے بعد خون رک جائے۔ جب رک جائے گا تو کیا پتہ لگ جائے گا؟ یہ کیا ہے؟ استحاضہ ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا تین دن تک انتظار کریں گے۔ اور تین دن کے بعد کیا حکم لگائیں گے؟ کہ طلاق ہو گئی۔ لیکن طلاق کب سے ہوئی ہے، ابھی ہوئی ہے؟ نہیں، جب سے یہ خون شروع ہوا تھا یوں کہیں گے اسی وقت سے طلاق ہو گئی تھی، کیونکہ خاوند نے کیا کہا تھا؟ جب تجھے حیض آئے، تو اسی وقت حیض آیا، شروع ہوا۔ جیسے ہی شروع ہوا حکم ہم نے اس وقت اس لیے نہیں لگایا تھا کہ ابھی پتہ نہیں تھا کہ یہ حیض ہے یا استحاضہ ہے، لیکن تین دن بعد پکا ہو گیا کہ یہ حیض ہی ہے، طلاق تو اپنے محل پر ہی آنی تھی، معلوم ہوا اسی وقت واقع ہو چکی تھی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ لَهَا اور جب خاوند نے اپنی بیوی سے کہا إِذَا حِضْتِ جب تجھے حیض آئے فَأَنْتِ طَالِقٌ تو تجھے طلاق ہے، فَرَأَتِ الدَّمَ تو اس نے خون دیکھا عورت نے، لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ تو طلاق واقع نہیں ہو گی حَتَّى يَسْتَمِرَّ الدَّمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ یہاں تک کہ خون مسلسل جاری رہے تین دن تک۔ فَإِذَا تَمَّتْ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ جب پورے ہو جائیں تین دن حَكَمْنَا بِوُقُوعِ الطَّلَاقِ تو ہم حکم لگا دیں گے طلاق کے واقع ہونے کا مِنْ حِينِ حَاضَتْ اس وقت جبکہ اسے حیض آیا تھا۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا: إِذَا حِضْتِ حَيْضَةً فَأَنْتِ طَالِقٌ۔ یہ لفظ استعمال کیے، خاوند نے کہا إِذَا حِضْتِ حَيْضَةً جب تجھے حیض آجائے ایک حیض فَأَنْتِ طَالِقٌ تو تجھے طلاق ہے۔ پہلے کیا کہا تھا؟ جب تجھے حیض آجائے۔ اب کیا کہا؟ جب تجھے ایک حیض آجائے۔ تو اب صرف خون دیکھتے ہی اس وقت طلاق کا حکم نہیں لگائیں گے، بلکہ جب حیض سے پاک ہو جائے گی اب ایک پورا حیض پایا گیا اور خاوند نے بھی یہی کہا تھا جب تجھے ایک حیض آجائے، تو پورا حیض پایا گیا، اب جب پاک ہو جائے گی حیض سے اب کیا واقع ہو جائے گی؟ طلاق واقع ہو جائے گی۔ وَإِنْ قَالَ لَهَا اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا إِذَا حِضْتِ حَيْضَةً جب تجھے ایک حیض آجائے فَأَنْتِ طَالِقٌ تو تجھے طلاق ہے، لَمْ تُطَلَّقْ حَتَّى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضِهَا تو اسے طلاق نہیں ہو گی یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اپنے حیض سے۔ یہاں تک مسائل سمجھ میں آگئے بھئی؟

کہتے ہیں وَطَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ اور باندی کی طلاقیں دو طلاقیں ہیں، وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔ اچھا بھئی، یاد رکھیے باندی کا حکم آزاد عورت کے مقابلے میں نصف ہوتا ہے۔ تو آزاد عورت کی کتنی طلاقیں ہیں؟ تین طلاقیں ہوتی ہیں اس میں، تو باندی کے لیے ڈیڑھ ہونی چاہیے لیکن طلاق میں تو تقسیم نہیں، طلاق آدھی ہو سکتی ہے؟ آدھی نہیں، تو لہٰذا اس آدھی کو بھی پھر کیا شمار کریں گے؟ پورا کر لیں گے۔ تو کتنی طلاقیں ہوئیں؟ دو۔ تو باندی کی دو طلاقیں ہوتی ہیں، دو سے حرمت مغلظہ آجاتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ حرمت مغلظہ آجاتی ہے۔ اور آزاد عورت کی عدت کتنے حیض ہیں؟ تین حیض۔ باندی کا نصف ہوتا ہے، کتنا ہونا چاہیے؟ ڈیڑھ حیض، لیکن حیض کی تقسیم ہو سکتی ہے، پتہ لگ سکتا ہے کب آدھا ہو گیا؟ نہیں، لہٰذا وہاں بھی آدھے حیض کو کیا کر لیں گے؟ پورا کر لیں گے۔ تو کتنی عدت ہوئی باندی کی؟ دو حیض۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اچھا، یاد رکھیے ہمارا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک طلاق کا تعلق عورت سے ہے: عورت آزاد تو خاوند کو کتنی طلاقوں کا حق ہے؟ تین، اور اگر عورت باندی ہے تو خاوند کو کتنی طلاقوں کا حق ہے؟ دو۔ خاوند چاہے غلام ہو چاہے آزاد آدمی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، بس بیوی کو دیکھیں

گے۔ بیوی آزاد عورت ہے تو خاوند کتنی طلاقوں کا مالک؟ تین طلاقوں کا، چاہے وہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر بیوی باندی ہے تو خاوند کتنی طلاقوں کا مالک؟ دو کا مالک ہے، چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو وہ خاوند۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جبکہ اس کے مقابلے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں طلاق کا تعلق مرد سے ہے: اگر خاوند آزاد آدمی ہے تو اسے تین طلاقیں دینے کا حق ہے، اور اگر خاوند غلام ہے کوئی تو اسے دو طلاقیں دینے کا حق ہے۔ اختلاف سمجھ میں آیا؟ ہمارے نزدیک طلاق کا تعلق کس سے ہے؟ عورت سے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک؟ مرد سے ہے، اگر وہ آزاد ہو کتنی طلاقوں کا مالک؟ تین کا، اور اگر غلام ہو تو کتنی طلاقوں کا مالک؟ دو کا۔ دیکھیے بھئی کتاب پر دیکھیے۔ تو کہتے ہیں وَطَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ اور باندی کی طلاقیں دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں، حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا آزاد ہو اس کا خاوند یا غلام ہو۔ وَطَلَاقُ الْحُرَّةِ ثَلَاثٌ اور آزاد عورت کی طلاقیں تین ہیں، حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا آزاد ہو اس کا خاوند یا غلام ہو۔ چاہے اس کا خاوند آزاد ہو چاہے غلام، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ خاوند سے تعلق ہی نہیں طلاق کا۔

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اگر طلاق دے تو کون سی طلاق واقع ہو گی؟ طلاق بائن واقع ہو گی۔ تو لہٰذا اگر کسی آدمی نے نکاح کیا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی، اس نے کہا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، تو آپ کیا حکم لگائیں گے، کتنی طلاقیں ہوئیں؟ ایک ہوئی ہے اور وہ بھی کون سی؟ بائن، اور دوسری اور تیسری کیا ہوئیں؟ لغو چلی گئیں کیونکہ ایک سے ہی بائن ہو چکی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ لیکن اگر تین طلاقیں ایک ہی لفظ سے اکٹھی دے دیں اس عورت کو جس کے ساتھ ابھی صحبت نہیں کی، تو اب کیا حکم لگائیں گے آپ؟ اب تینوں واقع ہو جائیں گی۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً کہتا ہے ابھی رخصتی نہیں ہوئی اور وہ کہتا ہے میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہوں، تو اب تو تینوں اکٹھی دے رہا ہے مولانا۔ ترتیب ہوتی تو پہلی واقع ہوتی اگلی دو واقع نہ ہوتیں، یہاں تو وہ تینوں کیا کر رہا ہے؟ اکٹھی۔ یا یوں کہتا ہے میں اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیتا ہوں، تو یہاں تو ترتیب نہیں ہے اس لیے دونوں واقع ہو جائیں گی۔ اگر ترتیب ہوتی تو پہلی واقع ہوتی دوسری کیا ہو جاتی؟ لغو ہو جاتی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا ثَلَاثًا اور جب طلاق دے دے کوئی شخص اپنی بیوی کو قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا اس سے صحبت کرنے سے پہلے ثَلَاثًا کتنی طلاقیں دے؟ تین طلاقیں دے دے، وَقَعْنَ عَلَيْهَا تو وہ تینوں اس پر واقع ہو جائیں گی۔ وَإِنْ فَرَّقَ الطَّلَاقَ اور اگر جدا جدا کیا طلاقوں کو، خاوند نے کیا کیا؟ جدا جدا۔ ہاں، پہلے تو کہا تھا تجھے تین طلاقیں ہیں، اکٹھی دی تھیں۔ اب اگر اس نے جدا جدا کیا طلاقوں کو، مثلاً کیسے کہا؟ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق، اس طرح کے لفظ استعمال کیے، تو ہر طلاق الگ الگ ہو گئی دوسری سے، تو بَانَتْ بِالْأُولَى تو عورت کیا ہو جائے گی؟ بائنہ ہو جائے گی پہلی طلاق سے ہی، وَلَمْ تَقَعِ الثَّانِيَةُ وَالثَّالِثَةُ اور دوسری اور تیسری واقع نہیں ہو گی، وہ لغو ہو گئیں۔ جب پہلی کے ساتھ ہی بائنہ ہو گئی تو دوسری اور تیسری واقع ہی نہیں ہو گی۔

اس پر آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا مولانا کہ ضابطہ تو آپ نے پڑھا تھا کہ اَلصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ، صریح کیا ہوتی ہے؟ صریح سے مل جاتی ہے۔ تو جب پہلے کہا أَنْتِ طَالِقٌ تو اس سے کیا ہوئی؟ غیر مدخول بہا ہے، صحبت ابھی نہیں ہوئی صرف نکاح ہوا ہے، تو کون سی طلاق پڑنی چاہیے تھی؟ رجعی، لیکن چونکہ صحبت نہیں ہوئی تو رجعی نہیں پڑے گی بلکہ کون سی پڑ جائے گی؟ طلاق بائن پڑ گئی، ٹھیک ہے؟ اور کون سی پڑی ہے، صریح پڑی ہے یا غیر صریح؟ صریح۔ دوسری پھر کہتا ہے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، یہ بھی کون سی ہے؟ صریح، تو یہ بھی واقع ہونی چاہیے، حالانکہ صاحب قدوری کیا فرما رہے ہیں؟ یہ دوسری واقع نہیں ہو گی، اسی طرح تیسری کہے تو تیسری بھی واقع نہیں ہو گی۔ حالانکہ ضابطہ کیا پڑھا تھا؟ اَلصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ صریح کس کے ساتھ مل جائے گی؟ صریح کے ساتھ مل جائے گی۔ تو جواب یہ ہے مولانا کہ وہاں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ عدت کے اندر اندر طلاق دے بھئی، اور یہاں تو یہ ایسی عورت ہے جس کے ساتھ صحبت ہی نہیں کی، اس پر تو عدت ہی نہیں ہوتی۔ تو جیسے ہی پہلی طلاق پڑی وہ طلاق بائن بن گئی اور یہ بائنہ ہو گئی اور عدت ہی کوئی نہیں اس پر، یہ فوراً دوسرا نکاح کرنا چاہے کر سکتی ہے بھئی۔ تو جب پہلی کے ساتھ ہی نکاح ٹوٹ گیا، بالکل ختم ہو گیا، عدت بھی کوئی نہیں، تو عدت ہوتی تو صریح کے ساتھ صریح مل جاتی لیکن یہاں عدت ہی نہیں ہے لہٰذا دوسری طلاق پہلی کے ساتھ ملے گی بھی نہیں بھئی۔ بات سمجھ میں آگئی سب کو بھئی؟ تو لہٰذا اس صورت میں دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو جائے گی بھئی۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً۔ اگر خاوند نے بھئی اسی عورت سے کہا جس کے ساتھ ابھی صحبت نہیں، اسے کیا کہا؟ أَنْتِ طَالِقٌ تجھے طلاق ہے وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً ایک طلاق اور ایک طلاق۔ آپ بتائیے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ ایک طلاق اور ایک طلاق۔ کہتے ہیں بھئی ایک واقع ہو گی بھئی، ایک سے ہی بائنہ ہو گئی دوسری آئے گی؟ دوسری واقع ہی نہیں ہو گی۔ وَقَعَتْ عَلَيْهَا وَاحِدَةٌ تو اس پر ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔

وَلَوْ قَالَ لَهَا اور اگر خاوند نے بیوی سے یوں کہا: أَنْتِ طَالِقٌ، دیکھو اب یہ صرف لفظوں کا فرق بتا رہے ہیں بھئی عربی زبان کے قاعدے ہیں: أَنْتِ

طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ، تجھے طلاق ہے ایک طلاق قَبْلَ وَاحِدَةٍ ایک طلاق سے پہلے۔ اچھا بھئی، اس عبارت میں کتنی طلاقوں کا ذکر آیا؟ عبارت میں، عبارت میں؟ دو کا: وَاحِدَةً یہ ایک ہے اور قَبْلَ وَاحِدَةٍ یہ دوسری ہے۔ عبارت میں کتنی طلاقوں کا ذکر آیا؟ دو طلاقوں کا ذکر آیا۔ ضابطہ یاد رکھنا، ضابطہ لکھ لو بھئی لکھ لو: اگر وہ لفظ جسے پہلے بولا گیا اس سے پہلے طلاق واقع ہو اور بعد والے لفظ سے بعد میں واقع ہو تو پھر ایک ہی طلاق واقع ہو گی، ورنہ دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ ضابطہ لکھ لیا؟ خاوند نے کتنے لفظ بولے تھے؟ دو۔ تو جو پہلے بولا ہے اگر اس سے طلاق پہلے ہو رہی ہے اور بعد والے سے بعد میں ہو رہی ہے تو کتنی طلاقیں ہوں گی؟ ایک ہو گی، دوسری لغو چلی جائے گی۔ اور اگر اس کا عکس ہو پھر کتنی واقع ہوں گی؟ دو، یعنی جس کو پہلے بولا اس سے طلاق بعد میں ہو رہی ہے اور جس کو بعد میں بولا اس سے طلاق پہلے ہو رہی ہے تو پھر کتنی ہوں گی؟ دو۔ دیکھو آگے لفظ آجائیں گے آپ خود بتائیں گے کہ ایک واقع ہوئی ہے یا دو۔

اب دیکھیے مولانا کتاب پر۔ خاوند نے کیا کہا بیوی سے؟ أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ، تجھے ایک طلاق ہے ایک سے پہلے۔ تجھے ایک طلاق سے پہلے ایک طلاق ہے۔ غور کرو، دوبارہ عبارت پہ نظر ہے؟ تجھے طلاق ہے ایک، ایک سے پہلے۔ معلوم ہوا جو دوسری ہے اس نے ابھی بعد میں آنا ہے، پہلی کا کہہ رہا ہے وہ پہلے ہے۔ ایک طلاق ہے ایک سے پہلے، معلوم ہوا وہ جو اگلی ایک ہے اس سے پہلے یہ والی ہے، وہ بعد میں آ رہی ہے۔ تو اب آپ بتائیے مولانا جو پہلے ذکر ہوئی وہ پہلے ہے۔ لفظوں پہ غور کر رہے ہیں آپ؟ خاوند نے کیا کہا؟ تجھے ایک طلاق ہے ایک سے پہلے۔ اچھا دوسری مثال بناؤ: میرے پاس زید آیا عمرو سے پہلے، کون پہلے آیا؟ زید پہلے ہے اور عمرو بعد۔ یہاں بھی اسی طرح ہے: تجھے ایک طلاق ہے ایک سے پہلے، تو پہلے والی طلاق پہلے ہے اور بعد والی بعد میں ہے۔ اور ضابطہ کیا لکھوایا آپ کو میں نے؟ جو طلاق پہلے بولی گئی ہے اگر وہ پہلے واقع ہو رہی ہے تو کتنی واقع ہوں گی؟ ایک، اور دوسری کیا ہو جائے گی؟ لغو ہو جائے گی۔ تو اسی لیے کہا وَقَعَتْ عَلَيْهَا وَاحِدَةٌ تو اس پر ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے یوں کہا: وَاحِدَةً قَبْلَهَا وَاحِدَةٌ، یوں خاوند نے کہا أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَهَا وَاحِدَةٌ، تجھے طلاق ہے ایک طلاق کہ اس سے پہلے ایک طلاق ہے۔ زید عمرو والی مثال بناؤ بھئی: میرے پاس زید آیا کہ اس سے پہلے عمرو آیا، کون پہلے ہے؟ عمرو پہلے ہے۔ دیکھا، معلوم ہوا بعد والی پہلے واقع ہو رہی ہے اور جو پہلے ہے وہ بعد میں، اور اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ دو واقع ہوں گی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو کیوں واقع ہوں گی دیکھو: پہلے والی نے بعد میں واقع ہونا ہے اور بعد والی نے پہلے۔ اچھا، بعد میں کس نے واقع ہونا ہے؟ پہلے والی نے بعد میں واقع ہونا ہے۔ اور یہ پہلے والی تو فی الحال وہ دے رہا ہے اور بعد والی اس سے بھی پہلے ہے، معلوم ہوا وہ زمانہ ماضی کی بات کر رہا ہے۔ کس کی بات کر رہا ہے؟ زمانہ ماضی کی۔ بھئی یہ جو طلاق دے رہا ہے یہ تو اس وقت دے رہا ہے، سمجھ میں آیا؟ اور اس وقت جو پہلے دے رہا ہے اس نے بعد میں ہونا ہے اور بعد والی نے پہلے ہونا ہے۔ تو بعد والی پہلے کیسے ہو سکتی ہے؟ پہلے تو زمانہ ماضی ہے مولانا اور زمانہ ماضی میں اس نے طلاق کوئی دی تھی؟ تو لہٰذا یہاں دونوں اکٹھی ہو جاتی ہیں، پھر کیا ہو جاتی ہیں؟ دونوں اکٹھی۔ اس سے پہلے تو کر نہیں سکتے ہم وہ تو زمانہ گزر چکا ہے اس میں تو تم نے دی نہیں تھی۔ بھئی یہ جو کہا أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً تجھے ایک طلاق ہے، یہ ابھی ہو رہی ہے طلاق یا مستقبل میں ہو گی یا ماضی میں تھی؟ ابھی ہو رہی ہے، اور جو بعد والی ہے وہ اس سے بھی پہلے ہے اور اس سے پہلے تو کون سا زمانہ ہے؟ ماضی کا، اور طلاق اس وقت دے اور واقع ہو جائے ماضی کے زمانے میں ایسا ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ وہ تو جب دے گا اسی وقت ہوا کرتی ہے، تو وہ ماضی میں تو ہو نہیں سکتی وہ اسی کے ساتھ پھر اسی وقت واقع ہو جائے گی، تو دونوں اکٹھی واقع ہو جائیں گی لہٰذا اب ہم حکم لگائیں گے دو طلاقوں کا۔ اگر وہ پہلے ہو جائے تو پھر بھی ایک ہی ہونی چاہیے تھی مولانا کیونکہ ایک سے کیا ہو جاتی ہے؟ بائنہ ہو جاتی ہے۔ تو وہ طلاق کوشش کر رہی ہے میں ماضی میں جا کر واقع ہوں لیکن ماضی میں تو واقع ہو نہیں سکتی اس لیے کہ ماضی تو گزر چکا ہے، تو یہ بھی کس وقت واقع ہو گی؟ حال ہی میں، لہٰذا دو ہو جائیں گی۔ یہ معنی ہے وَإِنْ قَالَ لَهَا: وَاحِدَةً قَبْلَهَا وَاحِدَةٌ ایک طلاق کہ اس سے پہلے ایک طلاق ہے، وَقَعَتْ عَلَيْهَا ثِنْتَانِ تو اس پر دو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

وَإِنْ قَالَ اور اگر خاوند نے یوں کہا: وَاحِدَةً بَعْدَهَا وَاحِدَةٌ، یعنی أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً بَعْدَهَا وَاحِدَةٌ تجھے ایک طلاق ہے کہ اس کے بعد ایک ہے۔ کون سی پہلے ہے؟ پہلے والی۔ میرے پاس زید آیا اس کے بعد عمرو آیا، کون پہلے ہے؟ زید پہلے ہے، معلوم ہوا پہلے والا پہلے ہے بعد والا بعد۔ اور میں نے آپ کو ضابطہ لکھوایا اگر جو پہلے بولا گیا ہے اس سے پہلے طلاق واقع ہو تو کتنی ہوں گی؟ ایک۔ جس کو پہلے بولا ہے، تلفظ کیا ہے اگر اس سے پہلے طلاق ہو رہی ہے تو کتنی ہوں گی؟ ایک ہی واقع ہو گی۔ اسی لیے کہا وَقَعَتْ وَاحِدَةٌ اس صورت میں بھی کیا ہو گی؟ ایک۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ، تجھے طلاق ہے ایک طلاق بَعْدَ وَاحِدَةٍ کس کے بعد؟ ایک طلاق کے بعد۔ میرے پاس زید آیا عمرو کے بعد، کون پہلے ہے؟ عمرو پہلے ہے، تو جو پہلے بولا گیا ہے وہ بعد میں ہے اور اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوتی ہیں؟ دو۔ یہاں بھی یہی ہے: تجھے طلاق ہے وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ ایک طلاق کے بعد ایک، أَوْ مَعَ وَاحِدَةٍ یا ایک طلاق ہے ایک طلاق کے ساتھ، أَوْ مَعَهَا وَاحِدَةٌ یا ایک طلاق کے ساتھ

ایک طلاق ہے تجھے، تو ان تمام صورتوں میں وَقَعَتْ ثِنْتَانِ کتنی واقع ہوں گی؟ دو طلاقیں ہوں گی۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا اور اگر خاوند نے بیوی سے یوں کہا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً، اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے ایک طلاق اور ایک طلاق۔ فَدَخَلَتِ الدَّارَ تو وہ عورت گھر میں داخل ہوئی، وَقَعَتْ عَلَيْهَا وَاحِدَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، تو اس پر ایک ہی طلاق واقع ہو گی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی کیونکہ ایک سے بائنہ ہو گئی دوسری واقع ہی نہیں۔ وَقَالَا: تَقَعُ ثِنْتَانِ، اور صاحبین فرماتے ہیں دو طلاقیں واقع ہوں گی اس لیے کہ دونوں شرط کے ساتھ معلق ہو گئیں اور جیسے ہی شرط پائی جائے گی دونوں اکٹھی طلاقیں ہو جائیں گی بھئی۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ بِمَكَّةَ فَهِيَ طَالِقٌ فِي الْحَالِ فِي كُلِّ الْبِلَادِ۔ اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے مکہ میں، تو اسے طلاق ہو جائے گی فی الحال فِي كُلِّ الْبِلَادِ تمام شہروں میں جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ لاہور میں بیٹھے ہوئے ہیں، خاوند نے بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے مکہ میں، تو کہتے ہیں فوراً طلاق ہو جائے گی۔ بھئی کیوں؟ یہاں تو وہ کہہ رہا ہے مکہ میں۔ کہتے ہیں وجہ یہ کہ طلاق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتی۔ زمانے کے ساتھ تو مخصوص ہو جاتی ہے طلاق: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو آج طلاق دی، اب آپ بتائیے مولانا زمانہ ماضی میں یہ طلاق تھی؟ نہیں، تو زمانے میں تخصیص آ گئی کہ صرف یہ حال اور استقبال میں ہے طلاق، ماضی میں نہیں۔ لیکن مکان میں ایسا نہیں ہے، ایک آدمی اپنی بیوی کو جب طلاق دیتا ہے وہ دنیا کے جس حصے میں بھی جائے وہ طلاق ہو گی یا طلاق ختم ہو جائے گی؟ وہ طلاق رہے گی۔ تو جگہوں کے اعتبار سے طلاق میں تخصیص نہیں آتی کہ اس علاقے میں رہے گی تو طلاق ہے اس سے نکلے گی تو طلاق نہیں رہے گی ختم ہو جائے گی، وہاں تخصیص نہیں آتی لیکن زمانے میں کیا آ جاتی ہے طلاق کے اندر؟ تخصیص آ جاتی ہے، ایک زمانے میں طلاق ہے دوسرے میں طلاق نہیں ہے، تو لہٰذا زمانے اور مکان میں فرق ہے۔ تو یہاں وہ کہہ رہا ہے تجھے طلاق ہے مکہ میں، اور مکہ کے ساتھ طلاق مخصوص ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی مخصوص لہٰذا یہیں طلاق ہو جائے گی۔ ہاں، اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جب یہ مکہ جائے گی تو تب اس کو طلاق ہے، تو پھر یہ اللہ کا اور اس کا معاملہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس کی نیت ٹھیک ہے مولانا، طلاق پھر ابھی نہیں ہوئی۔ اس کے کہنے کا مطلب کیا تھا؟ مکہ میں طلاق کہنے کا مطلب کیا تھا؟ مکہ میں داخل ہوتے وقت اسے کیا ہے؟ طلاق، تو اس وقت ہو گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ وَكَذَلِكَ إِذَا قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ فِي الدَّارِ اور اسی طرح اگر خاوند نے بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے گھر میں۔ اب بھئی یہ ہو سکتا ہے گھر میں طلاق ہو گھر سے باہر طلاق نہ ہو؟ عورت جب گھر میں آتی ہے طلاق سے متصف ہو جاتی ہے جب باہر جاتی ہے طلاق رہتی ہی نہیں، ایسا ہوتا ہے کبھی؟ نہیں۔ جب طلاق ہے ہر جگہ پہ وہ طلاق ہے جہاں بھی وہ چلی جائے وہ طلاق ہے اس پر۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا یہاں بھی وہی بھئی۔ وَإِنْ قَالَ لَهَا اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا أَنْتِ طَالِقٌ إِذَا دَخَلْتِ مَكَّةَ تجھے طلاق ہے جب تو مکہ میں داخل ہو، لَمْ تُطَلَّقْ تو اسے طلاق نہیں ہو گی حَتَّى تَدْخُلَ مَكَّةَ یہاں تک کہ وہ کہاں داخل ہو جائے؟ مکہ میں داخل ہو جائے۔

وَإِنْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا۔ اگر خاوند نے بیوی سے یہ کہا تجھے کل طلاق ہے، آنے والے دن تجھے کیا ہے؟ طلاق۔ یعنی أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا تو طلاق والی ہے آنے والے دن میں۔ أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا کا کیا معنی ہے؟ ذرا لفظوں پہ غور کرو بھئی، عربی زبان کے چونکہ ضابطے چل رہے ہیں: أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا تو طلاق والی ہے غَدًا آنے والے دن میں، یعنی آنے والے دن سارے دن میں تو کس چیز کے ساتھ موصوف ہے؟ طلاق کے ساتھ، لہٰذا اگلے دن فجر صادق ہوتے ہی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ اب سارا دن وہ کس کے ساتھ موصوف ہے؟ طلاق کے ساتھ۔ اگر تھوڑی لیٹ طلاق ہو گئی تو سارے دن میں وہ طلاق والی رہی؟ بھئی دوپہر کو ہوئی طلاق، تو سارے دن میں طلاق اب رہی؟ اب تو آدھے دن میں طلاق ہے آدھے میں طلاق نہیں، اور خاوند نے تو کیا کہا تھا؟ أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا کل کے دن تو طلاق والی ہے یعنی سارے دن میں تو کس چیز کے ساتھ موصوف ہے؟ طلاق کے ساتھ، اور اس کی وہی صورت ہے کہ شروع پہلے وقت سے ہی کیا کیا جائے؟ طلاق کے وقوع کو مان لیا جائے۔ ضابطہ سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟ تو کہا وَإِنْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا تجھے طلاق ہے آنے والے دن، وَقَعَ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي تو واقع ہو جائے گی اس پر طلاق طلوع فجر ثانی سے یعنی فجر صادق کے طلوع سے ہی، کیونکہ دن کب شروع ہوتا ہے؟ فجر ثانی سے یعنی فجر صادق سے، فجر کاذب سے نہیں شروع ہوتا۔ چلیے بس مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۸: کتاب الطلاق (۳): تفویضِ طلاق کے تین ابواب (اختیار، امر بالید، مشیئت)، تعلیق بالشرط، طلاق المریض (فرار) اور رجعت کے احکام

مختصر القدوری صفحہ: ۱۵۰—بتاریخ: ۲۳ اپریل ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: اِخْتَارِي نَفْسَكِ، يَنْوِي بِذَلِكَ الطَّلَاقَ، أَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ، فَلَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا مَا دَامَتْ فِي مَجْلِسِهَا ذَلِكَ. فَإِنْ قَامَتْ مِنْهُ أَوْ أَخَذَتْ فِي عَمَلٍ آخَرَ خَرَجَ الْأَمْرُ مِنْ يَدِهَا. وَإِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فِي قَوْلِهِ: اِخْتَارِي نَفْسَكِ، كَانَتْ وَاحِدَةً بَائِنَةً، وَلَا يَكُونُ ثَلَاثًا وَإِنْ نَوَى الزَّوْجُ ذَلِكَ. وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ النَّفْسِ فِي كَلَامِهِ أَوْ فِي كَلَامِهَا.

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

طلاق کے مسائل چل رہے ہیں بھئی۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اِخْتَارِي نَفْسَكِ، تو اپنے نفس کو اختیار کر لے۔ اپنے نفس کو کیا کر لے؟ اختیار کر لے۔ يَنْوِي بِذَلِكَ الطَّلَاقَ، اور اس کے ذریعے طلاق کی نیت کرتا ہے۔ خاوند کس چیز کی نیت کرتا ہے؟ طلاق کی نیت کرتا ہے کیونکہ یہ صریح تو ہے نہیں۔ یا اپنی بیوی سے کہا اس نے: طَلِّقِي نَفْسَكِ، تو اپنے آپ کو طلاق دے دے۔ پہلے تو کیا کہا، پہلا لفظ کیا ذکر کیا صاحب قدوری نے؟ اِخْتَارِي نَفْسَكِ، تو اپنے نفس کو اختیار کر لے یعنی مجھ سے جدا ہو جا۔ یا اسے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ، تو اپنے آپ کو کیا دے دے؟ طلاق دے دے۔ تو کہتے ہیں اسے اختیار ہو گا، یہ خاوند نے اختیار دیا ہے، اور یاد رکھیے اختیار جو ہے جب تک مجلس ہے اس وقت تک رہتا ہے، مجلس جب ختم ہو گی اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ اختیار دیا ہے خاوند نے بھئی، اِخْتَارِي نَفْسَكِ یا طَلِّقِي نَفْسَكِ یہ اختیار دیا۔ سمجھ میں آیا؟ یا یوں کہیں یہ تملیک ہے مولانا، مالک بنا رہا ہے، اور مالک بننے کا جواب اسی مجلس میں ضروری ہے جیسے بیع و شراء میں آپ جانتے ہیں: ایجاب جس مجلس میں ہوا ہے اس کا جواب قبول بھی اسی مجلس کے اندر ہونا چاہیے بھئی ورنہ کیا ہو جائے گا؟ ایجاب ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہاں بھی اختیار دے رہا ہے یا یوں کہیں مالک بنا رہا ہے، اور مالک بننے کا جواب اسی مجلس میں ضروری ہے کہ میں مالک بنتا ہوں یا مالک نہیں بنتا۔

تو لہٰذا اگر اسی مجلس کے اندر اس نے کہا کہ اِخْتَرْتُ نَفْسِي میں نے کیا کیا؟ اپنے نفس کو اختیار کیا، تو اسے ایک طلاق بائن ہو جائے گی بھئی، ایک طلاق بائن۔ اور اگر وہ جو خاوند نے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ تو اپنے نفس کو کیا کر؟ طلاق دے دے، اب اسی مجلس کے اندر اسے اختیار ہے، مجلس جیسے ہی ختم ہو گی اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔ اب اسی مجلس میں وہ کہتی ہے طَلَّقْتُ نَفْسِي میں نے اپنے آپ کو کیا دے دی؟ طلاق دے دی، تو ایک طلاق واقع ہو گی اور وہ طلاق بھی رجعی ہو گی۔ کون سی ہو گی؟ رجعی، کیونکہ خاوند نے کیا کہا تھا؟ طَلِّقِي نَفْسَكِ، اور یہ صریح ہے مولانا طلاق کے اندر، اس کا اور کوئی معنی نہیں نکلتا اور صریح

کے ذریعے کون سی طلاق واقع ہوا کرتی ہے؟ طلاق رجعی، تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ جبکہ اِخْتَارِي نَفْسَكِ کے اندر طلاق بائن واقع ہو گی کیونکہ جدائی کس کے ذریعے آتی ہے؟ طلاق بائن کے ذریعے آتی ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو دیکھیے کتاب پر: وَإِنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ اگر کہا خاوند نے اپنی بیوی سے اِخْتَارِي نَفْسَكِ تو اپنے نفس کو، اپنی ذات کو اختیار کر لے، يَنْوِي بِذَلِكَ الطَّلَاقَ نیت کرتا ہے اس کے ذریعے خاوند طلاق کی۔ میں نے بتایا کنایات میں سے ہے یہ چونکہ، اور کنائے کے اندر نیت کا ہونا ضروری، تو نیت بھی اس نے طلاق ہی کی ہے اس کے ذریعے۔ أَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ، یا خاوند نے اپنی بیوی سے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ تو اپنے آپ کو طلاق دے دے، فَلَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا مَا دَامَتْ فِي مَجْلِسِهَا ذَلِكَ، پس اس عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ طلاق دے دے اپنے آپ کو جب تک وہ اس مجلس میں ہے، فِي مَجْلِسِهَا ذَلِكَ جب تک اس مجلس میں ہے۔ تو کوئی ایسا فعل کر لے جو اعراض پر دلالت کرے تو بھی اختیار ختم ہو جائے گا بھئی۔ مجلس کا یہ معنی نہیں جب تک بیٹھی ہوئی ہے اسے اختیار ہے، یعنی کوئی ایسا فعل کر لے جو اعراض پر دلالت کرتا ہو تو معلوم ہوا بھئی مجلس وہ ختم ہوئی مولانا۔ مثلاً خاوند نے کیا کہا اسے بھئی؟ طَلِّقِي نَفْسَكِ تو اپنے آپ کو طلاق دے دے، تو کب تک طلاق دے سکتی ہے اپنے آپ کو؟ اسی مجلس میں۔ اور مجلس کا کیا معنی میں نے کیا؟ جب تک کوئی ایسا عمل نہ کر لے جو اعراض پر دلالت کرے یہ وہی مجلس ہے۔ لیکن اب بیوی نے اپنے آپ کو طلاق دینے کے بجائے بھئی کوئی اور کام شروع کر دیا، وہیں پر بیٹھے بیٹھے اس نے کوئی اور کام شروع کر دیا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو جواب نہیں دیا، تو اس کا یہ کام کرنا اعراض پر دلالت کر رہا ہے۔ کیا کر رہی ہے وہ؟ اعراض کر رہی ہے، اس نے اس بات سے منہ موڑ لیا ہے بھئی۔ اگر اس کی رضا ہوتی تو وہ تو فوراً کیا کرتی؟ طلاق کو واقع کرتی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً وہیں بیٹھے بیٹھے بھئی اس نے موبائل نکالا اپنی سہیلی سے گپ شپ شروع کر دی، تو بھئی یہ تو اور دوسرا کام اس نے شروع کر دیا، اس بات کا جواب نہیں دیا لہٰذا یوں کہیں گے مجلس کیا ہوئی؟ ختم ہوئی، اختیار ختم ہوا بھئی۔ فَإِنْ قَامَتْ مِنْهُ پس اگر وہ اس مجلس سے کھڑی ہو گئی، دیکھو کھڑا ہونا بھی کس چیز پر دلالت کرتا ہے؟ اعراض پر۔ اگر اسے قبول کرنا ہوتا تو بیٹھے بیٹھے قبول کر لیتی، کھڑی ہوئی ہے معلوم ہوا اس کو یہ بات پسند نہیں ہے، اعراض کر رہی ہے تو اختیار ختم۔ فَإِنْ قَامَتْ مِنْهُ پس اگر وہ اس مجلس سے کھڑی ہو گئی أَوْ أَخَذَتْ فِي عَمَلٍ آخَرَ یا شروع ہوئی کسی اور کام کے اندر، خَرَجَ الْأَمْرُ مِنْ يَدِهَا نکل جائے گا معاملہ اس کے ہاتھ سے۔

وَإِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا اور اگر اس نے اختیار کیا اپنی ذات کو فِي قَوْلِهِ خاوند کے اس قول کے اندر اِخْتَارِي نَفْسَكِ کے اندر، كَانَتْ وَاحِدَةً بَائِنَةً تو ایک طلاق ہو گی اور کون سی ہو گی؟ بائنہ، کیونکہ خاوند نے کہا اِخْتَارِي نَفْسَكِ اپنے نفس کو اختیار کر یعنی مجھ سے جدا ہو جا، اور جدائی کون سی طلاق کے ذریعے آیا کرتی ہے؟ طلاق بائن کے ذریعے جدائی آیا کرتی ہے، پھر وہاں دوبارہ نکاح کی ضرورت پڑتی ہے جبکہ رجعی کے اندر تو گویا نکاح ابھی بھی ہے، دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں خاوند جب چاہے کیا کر سکتا ہے؟ رجوع کر سکتا ہے۔ وَلَا يَكُونُ ثَلَاثًا اور تین واقع نہیں ہوں گی وَإِنْ نَوَى الزَّوْجُ ذَلِكَ اگرچہ خاوند اس کی نیت کرے مولانا۔ خاوند اگر تین کی نیت بھی کر لے پھر بھی تین واقع نہیں ہوں گی اِخْتَارِي نَفْسَكِ کے لفظ سے بلکہ کون سی آئے گی؟ ایک ہی طلاق بائن آئے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اختیار دے رہا ہے اور یہاں پر اس کے اندر انواع نہیں ہوں گی مولانا، ایک ہی نوع ہے، جدائی اختیار کر لے گی ایک طلاق بائن سے ہو جائے گی بھئی۔

وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ النَّفْسِ فِي كَلَامِهِ أَوْ فِي كَلَامِهَا، اور ضروری ہے کہ نفس کا لفظ ذکر ہو مولانا فِي كَلَامِهِ خاوند کے کلام میں أَوْ فِي كَلَامِهَا یا عورت کے کلام کے اندر۔ خاوند کے یا بیوی کے کلام کے اندر نفس کے لفظ کا ذکر ہونا ضروری ہے، مثلاً خاوند نے کہا اِخْتَارِي نَفْسَكِ تو نفس کا لفظ آ گیا، یا بیوی نے پھر جواب میں کیا کہا؟ اِخْتَرْتُ نَفْسِي، تو نفس کا لفظ ذکر ہونا ضروری ہے مولانا ورنہ اس کے بغیر پتہ نہیں چلے گا کس چیز کو اختیار کر لے، کیا معنی ہے بھئی، پوری طرح بات واضح نہیں، تو ہو سکتا ہے وہ بعد میں کہے بھئی اور معنی تھا میرا۔

وَإِنْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا فِي قَوْلِهِ اور اگر اس نے اپنے آپ کو بیوی نے طلاق دے دی خاوند کے اس قول کے جواب میں طَلِّقِي نَفْسَكِ، فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ تو یہ ایک ہی رجعی ہو گی۔ ایک ہو گی اور رجعی ہو گی۔ رجعی کیوں ہو گی مولانا؟ کیونکہ طَلِّقِي کہا تھا خاوند نے اور یہ صریح لفظ ہے طلاق کے اندر، اور لفظ صریح سے طلاق رجعی ہوا کرتی ہے۔ وَإِنْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا وَقَدْ أَرَادَ الزَّوْجُ ذَلِكَ وَقَعْنَ عَلَيْهَا، اور اگر اس نے طلاق دے دی اپنے آپ کو تین طلاقیں اور اس حال میں کہ خاوند نے بھی تین کا ارادہ کیا تھا، خاوند نے بھی اس کا ارادہ کیا تھا، وَقَعْنَ عَلَيْهَا تو یہ تین اس پر کیا ہو جائیں گی؟ واقع ہو جائیں گی۔ بھئی واقع تو ہے ایک رجعی طلاق لیکن اگر خاوند نے تین کی نیت کی تھی اور بیوی نے بھی اپنے اوپر تین واقع کر لیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ کیا ہوں گی؟ تینوں واقع ہو جائیں گی۔

بھئی تینوں کیوں واقع ہوں گی؟ تینوں واقع ہونے کی صورت میں نے ذکر کی تھی جہاں صریح اور کنایہ کی بحث ہم نے شروع کی تھی، وہاں بتلایا تھا کہ اگر مصدر کا لفظ آجائے، مصدر، تو مصدر اسم جنس ہے وہ قلیل اور کثیر پر بولا جاتا ہے، وہاں ایک کی نیت بھی ٹھیک ہے تین کی نیت بھی ٹھیک ہے۔ ایک کی نیت اس لیے صحیح کیونکہ وہ فرد حقیقی ہے، اور تین کی نیت اس لیے صحیح کیونکہ وہ فرد حکمی ہے یعنی ساری جنس مراد ہے، تمام افراد کا ایک مجموعہ ایک فرد بنا کر وہ سارا مراد لے لیا، تو وہ فرد تو نہیں لیکن حکماً کیا ہے؟ حکم دے دیا ایک فرد والا، تو وہ فرد حکمی ہے بھئی۔ تو یہاں یاد رکھیے جب کسی فعل کا امر دیا جاتا ہے تو امر دراصل اس میں مصدر کا امر ہوتا ہے۔ مثلاً میں نے کسی سے کہا اِضْرِبْ، یہ اصل میں تھا اِفْعَلْ فِعْلَ الضَّرْبِ۔ اصل میں کیا تھا؟ اِفْعَلْ فِعْلَ الضَّرْبِ، تو ضرب والا فعل سرانجام دے، اسی کو مختصر کر کے کیا کہہ دیا میں نے؟ اِضْرِبْ۔ تو اصل میں یہ کیا تھا؟ اِفْعَلْ فِعْلَ الضَّرْبِ۔ اسی طرح میں نے کسی سے کہا اِشْرَبْ پی لے، دراصل یہ کیا تھا؟ اِفْعَلْ فِعْلَ الشُّرْبِ، تو کون سا کام سرانجام دے دے؟ شرب والا کام سرانجام دے دے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو یہاں بھی خاوند نے کہا طَلِّقِي تو اپنے آپ کو طلاق دے دے، یہ اصل میں کیا تھا؟ اِفْعَلِي فِعْلَ الطَّلَاقِ، تو کون سا فعل سرانجام دے؟ طلاق والا فعل سرانجام دے۔ تو طلاق مصدر آگیا یا نہیں آگیا بھئی؟ اور مصدر کے ذریعے فرد حقیقی کا ارادہ بھی صحیح اور فرد حکمی کا ارادہ بھی صحیح، تو ایک بھی ہو سکتی ہے اور اگر تین کی نیت کی ہو تو تین بھی واقع ہو سکتی ہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ معنی ہے وَإِنْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا وَقَدْ أَرَادَ الزَّوْجُ ذَلِكَ وَقَعْنَ عَلَيْهَا اور اگر اس نے طلاق دے دی اپنے آپ کو تین بھئی اور اس حال میں کہ خاوند نے بھی اس کا ارادہ کیا تھا وَقَعْنَ عَلَيْهَا تو یہ اس پر واقع ہو جائیں گی۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ مَتَى شِئْتِ، اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا تو طلاق دے دے اپنے آپ کو مَتَى شِئْتِ جب تو چاہے۔ جب تو چاہے، اب مولانا مجلس کے بعد بھی وہ کیا کر سکتی ہے اپنے آپ کو؟ طلاق دے سکتی ہے کیونکہ خاوند نے خود واضح لفظوں میں کہہ دیا جب تو چاہے، تو مجلس پہ صرف بات منحصر نہ رہی، مجلس کے بعد بھی کیا کر سکتی ہے وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ مَتَى شِئْتِ تو اپنے آپ کو طلاق دے دے جب تو چاہے، فَلَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا فِي الْمَجْلِسِ وَبَعْدَهُ تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ طلاق دے اپنے آپ کو مجلس کے اندر وَبَعْدَهُ اور مجلس کے بعد بھی جب چاہے دے سکتی ہے۔

وَإِذَا قَالَ لِرَجُلٍ: طَلِّقِ امْرَأَتِي۔ بھئی یاد رکھیے ایک ہے اختیار، ایک ہے توکیل، وکیل بنانا۔ اختیار اسی مجلس تک رہتا ہے، کسی کو آپ نے کسی کام کا اختیار دیا تو اسی مجلس میں اختیار ہے قبول کرے یا اسے رد کرے۔ لیکن وکیل بنایا ہے، وکیل آپ جانتے ہیں اسی مجلس تک نہیں ہوتا: میں نے آپ سے کہا جاؤ بھئی میری یہ گاڑی فروخت کر آؤ، آپ نے کہا ٹھیک ہے بھئی، تو کیا اسی مجلس کے اندر ہی آپ فروخت کر سکتے ہیں یا بعد میں بھی کر سکتے ہیں جا کر؟ بعد میں بھی کر سکتے ہیں، تو توکیل وکالت جو ہے وہ بعد میں بھی رہتی ہے لیکن اختیار بعد میں نہیں رہتا۔ تو اختیار اسی مجلس تک ہے، مجلس ختم اختیار ختم، لیکن وکیل وکالت مجلس تک نہیں ہے بلکہ مجلس کے بعد بھی ہے۔ تو اب ایک شخص نے اپنے کسی ساتھی سے کہا، کسی اور آدمی سے کہا: طَلِّقِ امْرَأَتِي میری بیوی کو طلاق دے دو۔ میری بیوی کو طلاق دے دو۔ تو یہ مولانا اختیار نہیں دے رہا اسے، اسے وکیل بنا رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے؟ وکیل بنا رہا ہے، اور وکالت مجلس تک ہوتی ہے یا مجلس کے بعد بھی؟ مجلس کے بعد بھی۔ لہٰذا وہ آدمی اسی مجلس میں طلاق دیتا ہے اس کی بیوی کو یا مجلس کے بعد طلاق دیتا ہے دونوں صورتوں میں طلاق ہو جائے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ لِرَجُلٍ: طَلِّقِ امْرَأَتِي اور جب کہا کسی آدمی سے کہ تو میری بیوی کو طلاق دے دے، فَلَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فِي الْمَجْلِسِ وَبَعْدَهُ تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے مجلس کے اندر اور اس مجلس کے بعد جب چاہے۔

وَإِنْ قَالَ: طَلِّقْهَا إِنْ شِئْتَ۔ اگر یہ لفظ کہے خاوند نے: طَلِّقْهَا تو میری بیوی کو طلاق دے دے إِنْ شِئْتَ اگر تو چاہے تو۔ اگر تو چاہے تو کیا کر؟ میری بیوی کو طلاق دے دے۔ یہ وکیل بنا رہا ہے یا اختیار دے رہا ہے؟ اختیار دے رہا ہے۔ یہ واضح ہے مولانا اختیار دے رہا ہے إِنْ شِئْتَ اگر تو چاہے، اور یہ پھر کب تک رہے گا؟ مجلس تک بھئی۔ وَإِنْ قَالَ: طَلِّقْهَا إِنْ شِئْتَ اور اگر کسی شخص سے یہ کہا کہ تو طلاق دے دے میری بیوی کو إِنْ شِئْتَ اگر تو چاہے، فَلَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فِي الْمَجْلِسِ خَاصَّةً تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے اسی مجلس میں خاص طور پر، اسی میں دے سکتا ہے بعد میں نہیں۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا: إِنْ كُنْتِ تُحِبِّينِي أَوْ تُبْغِضِينِي فَأَنْتِ طَالِقٌ۔ خاوند نے بیوی سے کہا: إِنْ كُنْتِ تُحِبِّينِي فَأَنْتِ طَالِقٌ اگر تو مجھ سے محبت کرتی ہے تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی نے کہا ہاں میں تم سے محبت کرتی ہوں، فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ دل میں نفرت ہی کیوں نہ ہو۔ یا خاوند نے بیوی سے کہا: إِنْ كُنْتِ تُبْغِضِينِي فَأَنْتِ طَالِقٌ اگر تو مجھ سے بغض رکھتی ہے، تو مجھ سے یعنی نفرت کرتی ہے، بغض کرتی ہے تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی نے کہا ہاں

میں کیا کرتی ہوں تجھ سے؟ بغض رکھتی ہوں، فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ دل میں محبت ہی کیوں نہ ہو۔ بھئی کیا وجہ ہے، طلاق کیوں واقع ہو گی اگرچہ دل میں اس کے خلاف ہے؟ خاوند نے تو کیا کہا تھا؟ اگر تجھے میرے ساتھ محبت ہے تو تجھے طلاق، اور بیوی کے تو دل میں کیا ہے؟ نفرت ہے، اب وہ کہہ رہی ہے نہیں مجھے تم سے محبت ہے، فقہائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔ حالانکہ وہ تو محبت کرتی ہی نہیں ہے تو طلاق کیوں واقع ہوئی؟ وجہ یہ ہے مولانا یہ دل کا فعل ہے، اس پر کوئی شخص مطلع نہیں ہو سکتا۔ سمجھ میں آیا؟ تو اب مطلع ہونے کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ زبان سے بتلائے، اور اس نے خود زبان سے کیا بتلایا؟ کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اب دل میں بے شک نفرت ہے لیکن اس کا پتہ تو نہیں چل سکتا وہ تو اللہ ہی جانتے ہیں، اب تو ہم زبان پر فتویٰ لگائیں گے اور زبان سے اس نے خود ظاہر کر دیا کہ کیا کرتی ہے؟ محبت کرتی ہے، تو معلوم ہوا کیا ہو جائے گی؟ طلاق ہو جائے گی۔ یا اس نے کہا تھا اگر تو مجھ سے بغض کرتی ہے تو تجھے طلاق ہے، اس نے خود زبان سے کہہ دیا میں کیا کرتی ہوں تم سے؟ بغض کرتی ہوں، تو اب تو ظاہر پر یہ فتویٰ لگے گا اور ظاہر کے مطابق اس نے خود کہہ دیا کہ میں کیا کرتی ہوں تم سے؟ بغض رکھتی ہوں، تو طلاق ہو جائے گی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ وَإِنْ قَالَ لَهَا اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا إِنْ كُنْتِ تُحِبِّينِي اگر تو مجھ سے محبت کرتی ہے أَوْ تُبْغِضِينِي یا تو مجھ سے نفرت کرتی ہے یا دشمنی کرتی ہے فَأَنْتِ طَالِقٌ تو تجھے طلاق ہے، فَقَالَتْ: أَنَا أُحِبُّكَ میں تم سے محبت کرتی ہوں أَوْ أُبْغِضُكَ یا میں تم سے بغض کرتی ہوں، وَقَعَ الطَّلَاقُ طلاق واقع ہو جائے گی وَإِنْ كَانَ فِي قَلْبِهَا خِلَافُ مَا أَظْهَرَتْ اگرچہ اس کے دل میں خلاف ہی اس کے کیوں نہ ہو جو اس نے ظاہر کیا۔ جو اس نے زبان سے ظاہر کیا اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو دل میں پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

وَإِنْ طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ طَلَاقًا بَائِنًا فَمَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ وَرِثَتْ مِنْهُ، وَإِنْ مَاتَ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا فَلَا مِيرَاثَ لَهَا۔ یاد رکھیے بھئی جب کوئی شخص اپنی بیوی کو حالت صحت میں طلاق بائن دے دے بھئی، تو طلاق بائن دینے کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا، اب وہ عورت اس سے وارثہ نہیں بنے گی، یعنی اس شخص کا انتقال ہو جائے عدت کے اندر ہی کیوں نہ ہو جائے اس شخص کا انتقال، وہ عورت اب وارثہ نہیں بنے گی، اسے مال وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا کیونکہ نکاح ٹوٹ چکا ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ کیا ضابطہ بیان ہوا؟ کہ اگر حالت صحت کے اندر، عام حالت کے اندر کوئی شخص اپنی بیوی کو کون سی طلاق دے دے؟ طلاق بائن دے دے تو پھر اس صورت کے اندر بھئی وہ عورت اب اس کی وارثہ نہیں بنے گی کیونکہ نکاح ٹوٹ چکا ہے طلاق بائن کی وجہ سے۔ لیکن اگر کوئی شخص مرض الموت کے اندر اپنی بیوی کو طلاق بائن دیتا ہے تو پھر وہ وارثہ بنے گی اگر عدت کے اندر اندر خاوند کا انتقال ہو گیا۔ مرض الموت بھئی ایک شخص اب اسے یقین ہو گیا، اس طرح بیمار ہو گیا کہ اب موت یقینی ہے اب بچنے کی صورت نہیں ہے، اتنا بیمار ہو گیا بھئی۔ اب اس مرض الموت کے اندر بھئی اس نے بیوی کو کون سی طلاق دی؟ طلاق بائن دے دی۔ تو حالت صحت میں طلاق بائن کا اور حکم تھا، وہاں وارثہ نہیں بنتی تھی چاہے عدت کے اندر ہی خاوند کا انتقال ہو جائے، لیکن یہاں پر عدت کے اندر اگر خاوند کا انتقال ہوا تو عورت کیا بنے گی اس کی؟ وارثہ بنے گی۔ بھئی کیا وجہ ہے، یہ فرق کیوں آیا؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ جب انسان مرض الموت میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کے مال کے ساتھ وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں یہ بات بھئی۔ جب انسان کس میں گرفتار ہو جائے؟ مرض الموت میں گرفتار ہو گیا، اب پتہ لگ گیا اب اس کا بچنا مشکل ہے، تو اب وارثوں کا حق اس کے مال کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے، اور یہ عورت اس کی بیوی ہے تو یہ بھی ورثاء میں سے ہے، اس کا بھی حق کیا ہوا؟ اس کے مال کے ساتھ متعلق ہو گیا۔ اب یہ شخص اس حالت میں اس کو طلاق بائن دینا چاہتا ہے گویا یہ فرار چاہتا ہے اس بات سے کہ یہ اس کی وارثہ بنے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ عورت کو وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ کیا کرنا چاہتا ہے؟ وراثت سے محروم کرنا، حالانکہ اس کا تو حق متعلق ہو چکا ہے یہ تو مرض الموت ہے، تو لہٰذا اس وجہ سے حکم بدل گیا اور کیا حکم لگایا گیا؟ کہ عدت کے اندر اندر ابھی، طلاق بائن تو ٹھیک ہے ہو گئی لیکن عدت کے اندر اندر اگر خاوند کا انتقال ہو گیا تو یہ عورت وارثہ بنے گی۔ تو یہ شخص فرار چاہتا تھا، اس کے اس فرار کو کیا کر دیا جائے گا؟ رد کر دیا جائے گا۔ یہ چاہتا تھا یہ میری وارثہ نہ بنے لیکن اس کا تو حق متعلق ہو چکا تھا لہٰذا اب اس فرار کو کیا کر دیا جائے گا؟ فرار کو رد کر دیا جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اگر عدت کے بعد، عورت کی عدت پوری ہو گئی اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہوا پھر تو بالکل نکاح ختم ہو چکا لہٰذا اب وہ وارثہ نہیں بنے گی۔ جبکہ طلاق رجعی کے اندر تو بالاتفاق عورت وارثہ بنتی ہے کیونکہ وہاں نکاح ٹوٹا ہی نہیں بھئی، جب تک عدت ہے نکاح نہیں ٹوٹا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ جب طلاق دے دی کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنے مرض الموت کے اندر طَلَاقًا بَائِنًا کون سی طلاق دی؟ طلاق بائن دے دی، فَمَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ پس وہ شخص مر گیا اس حالت میں کہ وہ عورت عدت کے اندر ہی ہے، وَرِثَتْ مِنْهُ تو یہ عورت اس سے وارثہ ہو گی۔ وَإِنْ مَاتَ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا فَلَا مِيرَاثَ لَهَا، اور اگر وہ شخص مرا ہے اس

عورت کی عدت کے گزرنے کے بعد فَلَا مِيرَاثَ لَهَا تو اس عورت کے لیے کوئی میراث نہیں ہے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟[1]

وَإِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ:أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى۔ اچھا بھئی، ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا:أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى، تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ۔ تو کہتے ہیں یاد رکھیے مولانا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ اس طلاق کو آ کر ختم کر دے گی، طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کیوں نہیں واقع ہو گی؟ کیونکہ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کا کیا معنی ہے؟ اگر اللہ نے چاہا۔ تو خاوند نے کیا کیا؟ بیوی سے کہا ہے تجھے طلاق ہے اگر اللہ نے چاہا، تو طلاق کو معلق کر دیا، ساتھ شرط لگا دی۔ کیا شرط لگائی؟ اگر اللہ نے چاہا، اور اللہ کی مشیت کا علم نہیں ہو سکتا۔ سمجھ میں آیا؟ تو طلاق کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا جس کا پتہ ہی نہیں چل سکتا، تو لہٰذا معلوم ہوا وہ ویسے ہی کہہ رہا ہے بھئی، اس کو ختم کرنا چاہتا ہے جبھی تو اس کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جس کا پتہ ہی نہیں چل سکتا۔ پتہ چلتا تو واقع ہوتی، شرط پائی جاتی ہم کہتے طلاق ہو گئی، وہ شرط نہ پائی جاتی تو ہم کہتے طلاق نہیں ہوئی۔ تو یہاں تو پتہ ہی نہیں چل سکتا بھئی تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم بھی نہیں لگا سکتے۔ تو اس نے طلاق کو اللہ کی مشیت پر معلق کر دیا اور اللہ کی مشیت کا علم نہیں ہو سکتا تو یہ طلاق لغو ہو جائے گی۔ لیکن یہ ضروری ہے مولانا کہ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کا لفظ طلاق کے ساتھ ملا کر کہے یعنی درمیان میں رکے نہ۔ اگر کسی نے بیوی سے یوں کہا أَنْتِ طَالِقٌ، پھر چند سیکنڈ بعد جا کر کہتا ہے إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى، پھر تو بھئی انقطاع آ گیا، وہ الگ کلام ہوا یہ الگ کلام ہوا، اب نہیں بھئی، اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ:أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى مُتَّصِلًا لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ عَلَيْهَا، اور جب کہا اپنی بیوی سے تجھے طلاق ہے اگر اللہ نے چاہا مُتَّصِلًا ساتھ ملاتے ہوئے، درمیان میں فصل نہیں آیا، جدائی نہیں آئی دونوں کلاموں کے درمیان، لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ عَلَيْهَا تو اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہو گی۔

وَإِنْ قَالَ لَهَا:أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِلَّا وَاحِدَةً طُلِّقَتْ ثِنْتَيْنِ۔ بھئی استثناء کرتا ہے، کیا کہا بیوی سے؟ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا تجھے تین طلاقیں ہیں إِلَّا وَاحِدَةً مگر ایک کم۔ تو کتنی واقع ہوں گی؟ کہتے ہیں دو۔ کہتے ہیں ہونا تو یہ چاہیے تھا أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا یہ پہلے آیا تو اس کے آتے ہی کتنی واقع ہو جانی چاہئیں؟ تین واقع ہونی چاہئیں، لیکن ابھی وہ رکا ہے؟ بات پوری ہوئی؟ نہیں۔ ہاں، بات پہلے پوری ہو جائے، آگے ایک دو لفظ ہی سنے پتہ چلا إِلَّا وَاحِدَةً، معلوم ہوا وہ تین نہیں دینا چاہتا کتنی دینا چاہتا ہے؟ دو دینا چاہتا ہے، تو دو واقع ہوں گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور یہ ملا کر اسی طرح کہے پھر بات ہے بھئی۔ وَإِنْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِلَّا وَاحِدَةً طُلِّقَتْ ثِنْتَيْنِ، اور اگر خاوند نے کہا اپنی بیوی سے تجھے طلاق ہے تین طلاقیں مگر ایک، طُلِّقَتْ ثِنْتَيْنِ تو اسے دو طلاقیں ہو جائیں گی۔ وَإِنْ قَالَ:ثَلَاثًا إِلَّا ثِنْتَيْنِ، اگر یوں کہا أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِلَّا ثِنْتَيْنِ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر دو طلاقیں کم، تو کہتے ہیں طُلِّقَتْ وَاحِدَةً تو اسے ایک طلاق ہو گی۔ واضح بات ہے بھئی۔ لیکن اگر یہ کہا تجھے تین طلاقیں ہیں إِلَّا ثَلَاثًا مگر تین کم، اب تین کی تین واقع ہو جائیں گی کیونکہ معلوم ہوا استثناء کے ذریعے سارے کو نہیں ختم کر سکتا بھئی۔ تین میں سے پہلے کتنی کم کی تھیں؟ ایک، پھر کتنی کیں؟ دو، لیکن اگر تین کم کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے سارے کو ہی ختم کرنا چاہتا ہے، سارے کو نہیں بھئی کیونکہ طلاق دے رہا ہے اور پہلے ثَلَاثًا سے کیا پتہ چلا وہ کتنی طلاقیں دے رہا ہے؟ تین، اگلے إِلَّا ثَلَاثًا سے کیا پتہ چلا؟ کہ وہ ایک بھی نہیں دے رہا، گویا کہ پہلی تینوں کو بھی ختم کرنا چاہتا ہے، رجوع کرنا چاہتا ہے اور طلاق کے اندر رجوع نہیں ہو سکتا۔

وَإِذَا مَلَكَ الزَّوْجُ امْرَأَتَهُ أَوْ شِقْصًا مِنْهَا۔ اچھا بھئی، صورت یہ ہے: آپ نے پڑھا تھا کہ آقا کے لیے جائز نہیں اپنی باندی سے نکاح کرے کیونکہ باندی مملوکہ ہے اور نکاح کیا جائے تو وہ بیوی بنے گی اور بیوی مالکہ ہوتی ہے، بہت سی چیزوں کا اسے اختیار ہوتا ہے، تو لہٰذا مالکیت اور ملکیت جمع ہو جاتی ہے جو کہ درست نہیں۔ اسی طرح ایک عورت ہے امیر ہے، اس کا ایک غلام ہے، وہ اس غلام سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو غلام تو ہے مملوک اور جب نکاح کرے گی تو خاوند کیا بن جاتا ہے؟ مالک بھئی، بہت سی چیزوں کا مالک ہے بھئی، طلاق وغیرہ کا مالک ہے وہ بھئی، تو مالکیت اور ملکیت جمع ہو گئی لہٰذا یہ درست نہیں۔ تو یہی بات یہاں بھی بتلا رہے ہیں بھئی: ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کر لیا کسی اور کی باندی سے، اپنی باندی سے تو نکاح جائز نہیں کسی اور کی باندی سے نکاح کر لیا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ بعد میں اس باندی کو اس نے خرید لیا، کہتے ہیں خریدتے ہی نکاح ختم ہو گیا، خریدتے ہی نکاح کیا ہو جائے گا؟ ٹوٹ جائے گا۔ وجہ یہ کہ نکاح کے ذریعے وہ بیوی تھی، بیوی مالک ہوتی ہے اور اب اس کو خریدا تو وہ اس کی مملوک بن گئی اور مالکیت اور مملوکیت جمع نہیں ہو سکتی۔ تو چاہے پوری باندی کو خریدا ہو یا باندی کے کچھ حصے کو خرید لے، مثلاً نصف کو خرید لے یا ثلث اس کا تیسرا حصہ خرید لے یا چوتھا حصہ خرید لے، جو بھی حصہ خریدے گا فوراً نکاح کیا ہو جائے گا؟ ٹوٹ جائے گا۔ یا اسی طرح ایک عورت نے نکاح کیا تھا کسی غلام سے، کسی اور کا غلام تھا، بعد میں اسی عورت نے اس پورے غلام کو خرید لیا اس کے کسی

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «بعد فَلَا مِيرَاثَ لَهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «بعد انقضاء عدتها فلا ميراث لها» منقول ہے۔

حصے کو خرید لیا، فوراً نکاح کیا ہو جائے گا؟ ٹوٹ جائے گا، ختم ہو جائے گا۔ وَإِذَا مَلَكَ الزَّوْجُ امْرَأَتَهُ اور جب مالک ہوا خاوند اپنی بیوی کا أَوْ شِقْصًا مِنْهَا، شقص کہتے ہیں حصے کو، اپنی بیوی کا مالک ہوا أَوْ شِقْصًا مِنْهَا یا اس کے ایک حصے کا مالک ہوا، أَوْ مَلَكَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا یا مالک ہوئی عورت اپنے خاوند کی أَوْ شِقْصًا مِنْهُ یا اس کے ایک حصے کی مالک ہو گئی، وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا تو ان میں فرقت یعنی جدائی واقع ہو جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

بَابُ الرَّجْعَةِ۔ اس باب میں رجعت کا بیان ہو گا بھئی، رجوع کرنا بھئی۔ طلاق کون سی دی تھی مثلاً؟ طلاق رجعی دی تھی اور اب رجوع کرتا ہے عدت کے اندر، یہ رجعت کہلاتی ہے، رجعت۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ رجعت لغت میں رجعت کا معنی ہے واپسی بھئی، واپسی۔ اور اصطلاح میں کسے کہتے ہیں؟ بین السطور تعریف لکھی ہوئی ہے: هِيَ إِبْقَاءُ النِّكَاحِ یہ نکاح کو باقی رکھنا ہے عَلَى مَا كَانَ اسی حالت پر جس پر وہ تھا، یعنی جیسا تھا پہلے باقی تھا اب بھی اس کو کیا کیا؟ باقی رکھا، مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ جب تک کہ وہ عورت کس کے اندر ہے؟ عدت کے اندر ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً رَجْعِيَّةً أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ فَلَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا فِي عِدَّتِهَا رَضِيَتِ الْمَرْأَةُ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ تَرْضَ۔ جب طلاق دے دے کوئی شخص اپنی بیوی کو تَطْلِيقَةً رَجْعِيَّةً کون سی طلاق بھئی؟ طلاق رجعی۔ طلاق بائن میں رجوع کر سکتا ہے؟ نہیں، تو طلاق رجعی اسی لیے کہا، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دے أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ یا کتنی طلاقیں دے دے؟ دو طلاقیں دے دے۔ دو تک رجوع ہے مولانا، دو کے بعد جب تین دے گا وہ تو حرمت مغلظہ آگئی اس کے بعد تو رجوع کا حق نہیں۔ أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ یا دو طلاقیں دے دیں، فَلَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا فِي عِدَّتِهَا تو خاوند کے لیے جائز ہے کہ اس پر رجعت کر لے فِي عِدَّتِهَا اس کی عدت کے اندر اس پر رجوع کر لے، رَضِيَتِ الْمَرْأَةُ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ تَرْضَ راضی ہو عورت اس پر یا راضی نہ ہو، کیونکہ رجوع کرنا کس کا حق ہے؟ خاوند کا۔ خاوند کا حق ہے تو بیوی راضی ہو یا راضی نہ ہو مولانا رجوع ہو جائے گا۔[۲]

وَالرَّجْعَةُ أَنْ يَقُولَ لَهَا: رَاجَعْتُكِ، أَوْ رَاجَعْتُ امْرَأَتِي، أَوْ يَطَأَهَا، أَوْ يُقَبِّلَهَا، أَوْ يَلْمِسَهَا بِشَهْوَةٍ، أَوْ يَنْظُرَ إِلَى فَرْجِهَا بِشَهْوَةٍ۔ بھئی رجوع میں نے بتلایا تھا زبان سے کہا جاتا ہے لیکن ضروری نہیں زبان سے ہی ہو، کوئی ایسا فعل جو رجوع پر دلالت کرے پھر بھی کیا ہو جائے گا؟ رجوع ہو جائے گا بھئی۔ وَالرَّجْعَةُ اور رجعت یہ ہے أَنْ يَقُولَ لَهَا کہ خاوند بیوی سے یوں کہے: رَاجَعْتُكِ میں نے تجھ پہ کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا، أَوْ رَاجَعْتُ امْرَأَتِي یا میں نے اپنی بیوی پر کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا۔ چاہے بیوی کے سامنے کہے چاہے کسی اور کے سامنے کہے رجوع ہو جائے گا بھئی۔ أَوْ يَطَأَهَا یا کیا کر لے اس کے ساتھ؟ وطی کر لے، صحبت کر لے۔ تو صحبت میں اب زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن صحبت دلالت کر رہی ہے کہ اس نے کیا کر لیا ہے؟ رجوع کر لیا ہے بھئی۔ أَوْ يُقَبِّلَهَا یا اس کا بوسہ لے لے، أَوْ يَلْمِسَهَا بِشَهْوَةٍ یا اسے شہوت کے ساتھ ہاتھ لگا دے، شہوت کے ساتھ اسے چھولے، أَوْ يَنْظُرَ إِلَى فَرْجِهَا بِشَهْوَةٍ یا دیکھ لے اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ، تو ان سارے افعال میں رجعت ہو جائے گی۔ وجہ یہ کہ یہ سارے افعال مخصوص ہیں نکاح کے ساتھ۔ کس کے ساتھ مخصوص ہیں؟ نکاح کے ساتھ۔ نکاح کے ساتھ یہ افعال جائز ہو جاتے ہیں، ویسے جائز نہیں ہیں اور خاوند ان میں سے کوئی ایک فعل کر رہا ہے معلوم ہوا وہ نکاح کو کیا کر رہا ہے؟ باقی رکھ رہا ہے یعنی رجوع کر رہا ہے، ورنہ تو ویسے جائز ہی نہیں تھا بھئی۔

وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُشْهِدَ عَلَى الرَّجْعَةِ شَاهِدَيْنِ، اور مستحب ہے خاوند کے لیے کہ وہ گواہ بنا لے رجعت پر شَاهِدَيْنِ کتنے گواہ بنائے بھئی؟ دو گواہ بنائے، وَإِنْ لَمْ

يُشْهِدْ صَحَّتِ الرَّجْعَةُ، اور اگر اس نے گواہ نہ بنائے پھر بھی رجعت صحیح ہے مولانا، رجوع کرنا پھر بھی صحیح ہے۔ گواہ صرف اس لیے بنا لے کہ کل کو کوئی انکار نہ کر سکے، تو گواہ بنا لے بھئی۔

وَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ فَقَالَ الزَّوْجُ: قَدْ كُنْتُ رَاجَعْتُهَا فِي الْعِدَّةِ، فَصَدَّقَتْهُ فَهِيَ رَجْعَةٌ، وَإِنْ كَذَّبَتْهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا وَلَا يَمِينَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى۔ عدت گزر چکی ہے، عدت کے گزرنے کے بعد خاوند کہہ رہا ہے میں نے تو رجوع کر لیا تھا بھئی اپنی بیوی کی طرف، اپنی بیوی سے میں نے رجوع کر لیا تھا، اور بیوی بھی کہتی ہے ہاں اس نے کیا کیا تھا؟ رجوع کر لیا، تو کہتے ہیں رجوع ہو چکا ہے، یہ رجوع ہے مولانا کیونکہ بیوی خود تصدیق کر رہی ہے۔ لیکن اگر بیوی جھٹلاتی ہے: نہیں بھئی عدت کے بعد اب بتا رہے ہو، کوئی تم نے رجوع نہیں کیا تھا، تو کہتے ہیں اب بیوی کا قول معتبر ہے اور اس پر قسم بھی نہیں ہے، بغیر قسم کے اس کا قول معتبر ہے بھئی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ کیونکہ میں نے آپ کو بتلایا تھا کچھ

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُرَاجِعَهَا فِي عِدَّتِهَا رَضِيَتِ الْمَرْأَةُ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ تَرْضَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض» منقول ہے۔

مسائل ایسے ہیں جن کے اندر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قسم کی بھی ضرورت نہیں بھئی، ان میں سے ایک رجعت بھی ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ جب عدت گزر گئی فَقَالَ الزَّوْجُ خاوند نے کہا قَدْ كُنْتُ رَاجَعْتُهَا فِي الْعِدَّةِ تحقیق میں نے جو ہے رجوع کر لیا تھا اپنی بیوی پر فِي الْعِدَّةِ عدت کے اندر، فَصَدَّقَتْهُ پس بیوی نے اس کی تصدیق کر دی فَهِيَ رَجْعَةٌ تو یہ رجعت ہے یعنی یہ رجوع ہے۔ وَإِنْ كَذَّبَتْهُ اور اگر بیوی نے اس کو جھٹلایا فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا تو قول بیوی کا معتبر ہے، وَلَا يَمِينَ عَلَيْهَا اور اس پر قسم بھی نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ خاوند دعویٰ کر رہا ہے رجعت کا اور بیوی جھٹلا رہی ہے تو قول بیوی کا معتبر ہے بھئی۔

وَإِذَا قَالَ الزَّوْجُ: قَدْ رَاجَعْتُكِ، فَقَالَتْ مُجِيبَةً لَهُ: قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِي، لَمْ تَصِحَّ الرَّجْعَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ۔ اچھا خاوند رجوع کرنا چاہتا ہے، خاوند نے بیوی سے کہا بھئی: رَاجَعْتُكِ میں نے تجھ پر کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا، میں تجھ پر رجوع کرتا ہوں۔ بیوی نے فوراً کہا میری تو عدت گزر چکی ہے، اب تو رجوع نہیں ہو سکتا میری تو عدت گزر چکی ہے۔ فوراً کہے، متصل کہنا ضروری ہے الگ نہیں مولانا۔ متصل کہا، فوراً اس کو جواب دیا مولانا، تو اب رجعت صحیح نہیں ہے، معلوم ہوا عدت کیا ہو چکی؟ گزر چکی ہے بھئی۔ وَإِذَا قَالَ الزَّوْجُ: قَدْ رَاجَعْتُكِ جب خاوند نے کہا تحقیق میں تجھ پر رجوع کرتا ہوں، فَقَالَتْ مُجِيبَةً لَهُ تو بیوی نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِي تحقیق میری عدت گزر چکی ہے، اور ملا کر کہا فوراً جواب میں، لَمْ تَصِحَّ الرَّجْعَةُ تو رجعت صحیح نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَإِذَا قَالَ زَوْجُ الْأَمَةِ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا: قَدْ كُنْتُ رَاجَعْتُكِ فِي الْعِدَّةِ، فَصَدَّقَهُ الْمَوْلَى وَكَذَّبَتْهُ الْأَمَةُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى۔ بھئی پہلے ایک مسئلہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ عدت کے گزرنے کے بعد خاوند کہتا ہے میں نے تو رجوع کر لیا تھا، اور بیوی تصدیق کر دے تو ٹھیک رجعت ہے، اور اگر بیوی جھٹلا دے تو کس کا قول معتبر تھا؟ بیوی کا، تو بیوی کا قول معتبر۔ اسی طرح مسئلہ ہے لیکن اب باندی کا ہے: ایک شخص نے باندی سے نکاح کیا تھا، پھر اسے طلاق دے دی ہے، اب عدت کے گزرنے کے بعد کہتا ہے میں نے تو اس پر رجوع کر لیا تھا۔ لیکن وہ باندی کہتی ہے نہیں بھئی یہ جھوٹ بول رہا ہے، اس نے رجوع نہیں کیا۔ البتہ اس باندی کا جو آقا ہے، مالک ہے وہ کہتا ہے ہاں بھئی یہ سچ کہہ رہا ہے، یہ کیا کر چکا ہے؟ رجوع کر چکا ہے۔ اب دیکھا جائے باندی کی طرف تو باندی خاوند کو جھٹلا رہی ہے اور آقا کیا کر رہا ہے؟ خاوند کی تصدیق کر رہا ہے۔ اب کس کا قول معتبر ہے؟ کہتے ہیں بھئی مسئلہ ہم بتا چکے، کس کا قول معتبر ہوتا ہے؟ عورت کا قول معتبر ہے، لہٰذا باندی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ وَإِذَا قَالَ زَوْجُ الْأَمَةِ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا اور جب کہا باندی کے خاوند نے اس کی عدت کے گزر جانے کے بعد قَدْ كُنْتُ رَاجَعْتُكِ فِي الْعِدَّةِ تحقیق میں تجھ پر رجوع کر چکا تھا عدت کے اندر، فَصَدَّقَهُ الْمَوْلَى تو اس باندی کے آقا نے اس خاوند کی تصدیق کی وَكَذَّبَتْهُ الْأَمَةُ اور باندی نے اس کو جھٹلایا، فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا تو قول اس باندی ہی کا معتبر ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔[۳]

وَإِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ لِعَشَرَةِ أَيَّامٍ انْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا۔ اچھا بھئی، خاوند رجوع کرنا چاہتا ہے اور رجوع کتنے عرصے میں کر سکتا ہے؟ عدت میں، اور عدت کتنی ہے عورت کی؟ تین حیض۔ تو تیسرے حیض سے جب عورت پاک ہو گی عدت ختم ہو گئی۔ اب اس کی صورتیں لکھ رہے ہیں مولانا کہ حیض کبھی دس دن کا آتا ہے کبھی دس دن سے کم۔ اگر دس دن کے اندر حیض پورا ہوا ہے تو دس دن سے زائد حیض آنے کا امکان ہے؟ نہیں۔ لہٰذا جیسے ہی حیض ختم ہوا فوراً عدت ختم ہو گئی۔ لیکن اگر حیض دس دن سے کم میں مثلاً چھ دن میں ختم ہوا تو حیض کے رکتے ہی عدت ختم نہیں ہو گی کیونکہ ابھی تو دس دن پورے نہیں ہیں، امکان ہے پھر ہو سکتا ہے خون آنا شروع ہو جائے۔ لہٰذا اب تھوڑا وقت بھی گزرنا چاہیے تاکہ بات پکی ہو جائے کہ حیض مکمل طور پر کیا ہو چکا ہے؟ ختم ہو چکا، اور کتنا بتلایا تھا بھئی؟ کہ اتنا وقت گزرے جس میں عورت غسل کر لے اور تکبیر تحریمہ کہہ سکے، اتنا وقت گزر جائے تو اب کیا حکم لگائیں گے؟ حیض سے پاک ہو گئی ہے لہٰذا عدت ختم ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو یہی بات بیان کر رہے ہیں: وَإِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ اور جب خون رک جائے تیسرے حیض سے لِعَشَرَةِ أَيَّامٍ کتنے دنوں پر بھئی؟ دس دن پر، انْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ تو رجعت کیا ہو جائے گی؟ منقطع ہو جائے گی۔ دس دن جیسے ہی خون رکا عدت پوری مولانا اور رجعت کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی، اب نہیں ہو سکتا۔ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا اور اس کی عدت گزر گئی وَإِنْ لَمْ تَغْتَسِلْ اگرچہ اس نے غسل نہ کیا ہو، کیونکہ اب غسل کے وقت گزارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آگے مزید حیض آنے کا امکان نہیں کیونکہ

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «قَدْ كُنْتُ رَاجَعْتُكِ فِي الْعِدَّةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «قد كنت راجعتها في العدة» منقول ہے۔

حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے ہی دس دن۔

وَإِنِ انْقَطَعَ الدَّمُ لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ، اور اگر خون منقطع ہو گیا دس دن سے کم میں، لَمْ تَنْقَطِعِ الرَّجْعَةُ تو رجعت منقطع نہیں ہو گی مولانا حَتَّى تَغْتَسِلَ یہاں تک کہ عورت کیا کرلے؟ غسل کرلے۔ پھر جب غسل کرلے گی اب مولانا عدت پوری ہوئی۔أَوْ يَمْضِيَ عَلَيْهَا وَقْتُ صَلَاةٍ یا اس عورت پر کیا گزر جائے؟ ایک نماز کا وقت گزر جائے، پھر عدت پوری ہو جائے گی، رجعت ختم۔أَوْ تَتَيَمَّمَ وَتُصَلِّيَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللهُ، یا تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے بھئی، دو رکعت مثلاً، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یعنی کچھ وقت گزرے گا پھر ہم کہیں گے کہ اب حیض سے پاک ہو گئی ہے اور اب رجعت ختم ہو گئی۔ کتنی صورتیں لکھیں؟ یا تو عورت کیا کرلے؟ غسل کرلے، یا اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے، یا وہ تیمم کرتی ہے اور نماز پڑھ لیتی ہے چاہے نفل پڑھے چاہے فرض پڑھے، تو عدت گزر گئی۔[۴]

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إِذَا تَيَمَّمَتِ الْمَرْأَةُ جب عورت نے تیمم کرلیا انْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ تو رجعت کیا ہو گئی؟ منقطع ہو گئی وَإِنْ لَمْ تُصَلِّ اگرچہ اس نے نماز ابھی نہ پڑھی ہو۔ شیخین رحمہما اللہ نے تو کیا شرط لگائی تھی؟ صرف تیمم کرلے اس سے عدت ابھی ختم نہیں، صرف تیمم کرنے سے، بلکہ کیا کرے ساتھ؟ نماز بھی کوئی پڑھ لے، عدت ختم ہو گئی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف تیمم کرلے تو پھر بھی کیا ہو جائے گی؟ عدت ختم ہو گئی بھئی۔ کہتے ہیں اس لیے کہ جب تیمم کر لیا تو تیمم کی وجہ سے عورت کے لیے بہت سی چیزیں جو پہلے حلال نہیں تھیں حلال ہو جاتی ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو گویا یہ اسی طرح ہے جیسے اس نے غسل کر لیا۔ غسل سے بھی اس کے لیے چیزیں کیا ہو جاتی تھیں؟ حلال ہو جاتی تھیں بھئی، تو یہاں بھی اسی طرح تیمم کی وجہ سے وہ چیزیں جائز ہو گئیں تو یہ اسی طرح ہے جیسے غسل کر لیا، اور غسل جب کر لیتی تھی تو عدت کیا ہو جاتی تھی؟ ختم ہو جاتی تھی، تو اس تیمم کی وجہ سے بھی اب ہم کیا کہیں گے؟ عدت کیا ہو چکی؟ ختم ہو چکی۔ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں بھئی، یہ تیمم سے صرف حکم نہیں لگا سکتے اس لیے کہ تیمم تو اگر پانی پر قادر ہو جائے یہ عورت، پانی مل جائے تو اس کا تیمم فوراً باطل ہو جائے گا یا نہیں ہو جائے گا باطل؟ تیمم باطل ہو جائے گا، تو تیمم تو ایسی چیز ہے جو باطل ہونے والی ہے، لہذا اس کے ساتھ یہ شرط بھی بڑھا دیں کہ وہ کم از کم دو رکعت نماز پڑھ لے یا نفل پڑھ لے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اب نماز جو آ گئی، وہ تیمم تو پانی دیکھتے ہی باطل ہو سکتا تھا لیکن یہ جو نماز اس نے تیمم سے پڑھ لی یہ اب پانی بعد میں مل بھی جائے یہ نماز آپ نے پڑھا ہے باطل نہیں ہو گی، یہ پختہ چیز آ گئی، تو لہذا اب ہم حکم لگا دیں گے کہ اس کی عدت کیا ہوئی ہے؟ ختم ہو چکی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو تیمم جب اس نے کیا ہے، صرف ابھی تیمم کیا ہے، بھئی تیمم تو پانی دیکھتے ہی باطل ہو جائے گا، اسی طرح ہو جائے گا جیسے اس نے تیمم کیا ہی نہیں تھا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو لہذا اس کو غسل والا مقام ہم نہیں دے سکتے۔ ہاں، جب تیمم کے ساتھ کیا پڑھ لے گی؟ نماز بھی پڑھ لے گی، اور آپ نے مسئلہ پڑھا ہے تیمم کے ساتھ ایک نماز پڑھ لی جائے بعد میں پانی مل بھی جائے وہ پچھلی نماز باطل نہیں ہوتی، اس پہ کوئی اثر نہیں پڑتا، لہذا اب مولانا تیمم تو ایسی چیز تھا جو کسی بھی وقت ختم ہو سکتا تھا لیکن اب ایک ایسی چیز آ گئی تیمم کے بعد جو اب فسخ کو قبول نہیں کر رہی، بات پکی ہو گئی، لہذا اب اس کے ذریعے اعتبار کیا جائے گا عدت کے گزرنے کا۔ تو کہتے ہیں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں إِذَا تَيَمَّمَتِ الْمَرْأَةُ انْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ جب تیمم کرلے عورت تو رجعت منقطع ہو جائے گی وَإِنْ لَمْ تُصَلِّ اگرچہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو۔

وَإِنِ اغْتَسَلَتْ وَنَسِيَتْ شَيْئًا مِنْ بَدَنِهَا لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ، فَإِنْ كَانَ عُضْوًا كَامِلًا فَمَا فَوْقَهُ لَمْ تَنْقَطِعِ الرَّجْعَةُ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ انْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ۔ بھئی حیض منقطع ہوا دس دن سے کم میں، اور دس دن سے کم میں حیض منقطع ہو تو آپ نے پڑھا تھا فوراً ہی عدت ختم ہوتی ہے یا کچھ وقت گزرنا ضروری ہے؟ کچھ وقت گزرنا ضروری ہے۔ اب مثلاً غسل کیا عورت نے بھئی، لیکن غسل کے اندر جسم کا کچھ حصہ بھول گئی، دیکھا تو وہ خشک تھا، پانی بہانا بھول گئی۔ اچھا، کہتے ہیں اگر وہ پورا عضو خشک ہے تو پھر اس صورت میں ابھی رجعت ختم نہیں ہوئی، اگر پورا عضو خشک نہیں ہے بلکہ اس سے کم خشک ہے تو پھر رجعت ختم ہو چکی۔ بھئی کیا وجہ ہے، غسل تو پورا نہیں ہوا وہ بھول گئی ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ ضروری نہیں ہے، ہو سکتا ہے اس نے اس عضو کو دھویا ہو اور جلدی خشک ہو گیا۔ تو اگر پورا عضو خشک ہے تو اس کا مطلب ہے اس نے عضو دھویا ہی نہیں ہے، اس لیے ہم نے کہا رجعت بھی ختم نہیں ہوئی کیونکہ پورا عضو نہیں خشک ہو سکتا۔ ہاں، عضو سے کم تھوڑی سی جگہ تھی وہ خشک ہو گئی ہے تو یہ تو ہو سکتا ہے مولانا عضو کا کوئی حصہ کیا ہو؟ جلدی خشک ہو جائے، دھویا تو اس نے ہو سکتا ہے ہو گا لیکن وہ پھر جلدی کیا ہو گیا؟ خشک ہو گیا۔ جب جلدی خشک ہو گیا تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، غسل تو پورا ہو چکا ہے اور غسل پورا ہوتے ہی

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۵۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ انْقَطَعَ الدَّمُ لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن انقطع لأقل من عشرة أيام» منقول ہے۔

عدت کیا ہو گئی تھی؟ ختم، اور رجعت کا حق بھی ختم۔ تو عضو سے کم ہو وہاں جلدی خشک ہونے کا امکان ہے لیکن پورا عضو ہو وہ جلدی اتنی خشک نہیں ہوتا۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ اغْتَسَلَتْ اور اگر عورت نے غسل کیا وَنَسِيَتْ شَيْئًا مِنْ بَدَنِهَا اور بھول گئی کچھ حصہ بدن میں سے لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ کہ اسے پانی نہیں پہنچا، دیکھا تو وہ خشک ہے، فَإِنْ كَانَ عُضْوًا كَامِلًا فَمَا فَوْقَهُ لَمْ تَنْقَطِعِ الرَّجْعَةُ اگر وہ ایک پورا عضو تھا یا اس سے زائد تھا تو رجعت ختم نہیں ہوئی کیونکہ پورا عضو یا اس سے زیادہ اتنی جلدی خشک نہیں ہو سکتا، معلوم ہوا دھویا ہی نہیں اس کو بھئی تو غسل ہی پورا نہیں ہوا ابھی۔ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ اور اگر وہ عضو سے کم تھا انْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ تو رجعت کیا ہو گئی؟ منقطع ہو گئی، معلوم ہوا یہ ویسے خشک ہو گیا ہو گا اس نے دھویا ہو گا بھئی، تھوڑا سا حصہ ہے۔

وَالْمُطَلَّقَةُ الرَّجْعِيَّةُ تَتَشَوَّفُ وَتَتَزَيَّنُ، اور مطلقہ رجعیہ یعنی وہ عورت جس کو طلاق رجعی دی گئی ہے تَتَشَوَّفُ، تتشوف کا معنی ہے بناؤ سنگھار کرنا، اور مطلقہ رجعیہ بناؤ سنگھار کرے وَتَتَزَيَّنُ اور کیا کرے؟ زینت اختیار کرے، مزین ہو بھئی، تاکہ خاوند کیا کر لے؟ خاوند کا دل اس کی طرف مائل ہو اور وہ رجوع کر لے بھئی۔ وَيُسْتَحَبُّ لِزَوْجِهَا أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهَا حَتَّى يَسْتَأْذِنَهَا وَيُسْمِعَهَا خَفْقَ نَعْلَيْهِ، اور مستحب ہے اس کے خاوند کے لیے کہ وہ اس پر داخل نہ ہو، یعنی جب بھی گھر میں آنے لگے ویسے داخل نہ ہو حَتَّى يَسْتَأْذِنَهَا یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لے وَيُسْمِعَهَا خَفْقَ نَعْلَيْهِ اور سنا دے اسے جوتوں کی آواز، یعنی چلتا ہوا آئے تو ذرا کوئی ایسا اشارہ کر دے جس سے اس کو اندر پتہ لگ جائے کہ خاوند میرا آ رہا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اجازت لے مولانا، اجازت لے یعنی کہ اس کی صورت بتلا دی کہ کیسے آئے؟ آتے ہوئے جوتوں سے ذرا زور کی آواز نکالے تاکہ اندر عورت کو پتہ لگ جائے کہ خاوند آ رہا ہے، یا ذرا دور سے ہی زور سے کھنکھارے اس کو پتہ لگ جائے، یا کوئی اس طرح کا اور عمل کرے جس سے عورت کو پتہ لگ جائے بھئی۔ بھئی یہ کیوں ضروری ہے؟ کہتے ہیں بھئی اس لیے کہ آپ نے رجعت کے شروع میں پڑھا کہ رجعت میں زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ کوئی ایسا فعل پایا جائے جو رجعت پر دلالت کرے تو بھی کیا ہو جائے گی؟ رجعت ہو جائے گی، اور اس میں ایک آپ نے بات پڑھی تھی کہ اگر خاوند نے عورت کی شرمگاہ کی طرف شہوت سے دیکھا تو بھی کیا ہو جائے گی؟ رجعت ہو جائے گی اس لیے کہ یہ فعل نکاح کے ساتھ مخصوص ہے، نکاح کے بعد یہ جائز ہے اس کے بغیر تو جائز نہیں۔ تو لہٰذا اب یہاں ہو سکتا ہے عورت ایسی ہیئت پر بیٹھی ہو خاوند کی نظر پڑ جائے تو پھر رجعت ہو گئی، اور عورت کو پھر طلاق دے گا تو اس پر عدت کیا ہو جائے گی؟ طویل ہو گئی، پہلے کچھ عدت گزار چکی تھی پھر خود بخود رجعت ہو گئی پھر اس کے بعد اسے کیا کرنا پڑا؟ طلاق دینی پڑی۔ تو لہٰذا اس لیے پہلے سے ہی کیا کر دے؟ کھنکھار دے یا کوئی جوتوں سے آواز وغیرہ نکالے تاکہ اسے اندر پتہ لگ جائے بھئی۔ تو وَيُسْتَحَبُّ لِزَوْجِهَا اور مستحب ہے اس کے خاوند کے لیے أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهَا کہ اس پر داخل نہ ہو حَتَّى يَسْتَأْذِنَهَا یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لے۔ سمجھ میں آیا؟ آگے اسی کی تفسیر آ رہی ہے اجازت کیسے لے گا؟ کہتے ہیں وَيُسْمِعَهَا خَفْقَ نَعْلَيْهِ سنا دے اس کو اپنے جوتوں کی آواز۔ خفق آواز کو کہتے ہیں۔

وَالطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ لَا يُحَرِّمُ الْوَطْءَ، وَإِنْ كَانَ طَلَاقًا بَائِنًا دُونَ الثَّلَاثِ فَلَهُ. جی، طلاق رجعی لَا يُحَرِّمُ الْوَطْءَ یہ وطی کو حرام نہیں کرتی۔ طلاق رجعی میں تو رجوع کا حق ہے، اس سے نکاح ابھی پوری طرح ٹوٹا ہی نہیں ہے، تو خاوند کیا کر سکتا ہے؟ عدت کے اندر صحبت کر سکتا ہے، اور جب صحبت کرے گا یہ کیا ہو جائے گا؟ رجوع ہو جائے گا۔ تو دیکھا طلاق رجعی وطی کو حرام نہیں کرتی یعنی صحبت کو حرام نہیں کرتی۔ وَإِنْ كَانَ طَلَاقًا بَائِنًا دُونَ الثَّلَاثِ اور اگر طلاق بائن تین سے کم تھی فَلَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا فِي عِدَّتِهَا۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا طلاق بائن دے دے خاوند اپنی بیوی کو تو اب دوبارہ نکاح ضروری ہے، اور عدت کے گزرنے کے بعد عورت جس کے ساتھ مرضی چاہے نکاح کر لے، لیکن اسی خاوند سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت کے اندر بھی کر سکتی ہے اور عدت کے بعد بھی کر سکتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ لیکن یہ تین طلاقوں سے پہلے پہلے تک ہے، ایک بائن دی ہو یا دو بائن دی ہوں تو پھر ہے مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ نکاح کر سکتا ہے۔ اچھا جی، تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ طَلَاقًا بَائِنًا دُونَ الثَّلَاثِ اور اگر طلاق بائن تین سے کم تھی فَلَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا فِي عِدَّتِهَا تو خاوند کے لیے جائز ہے کہ اس سے نکاح کر لے اس کی عدت میں وَبَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا اور اس کی عدت کے گزرنے کے بعد، یعنی جب چاہے نکاح کر سکتا ہے یہ خاوند۔

وَإِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِي الْحُرَّةِ أَوِ اثْنَتَيْنِ فِي الْأَمَةِ، اور اگر طلاقیں تین تھیں آزاد کے اندر۔ آزاد عورت کی کتنی طلاقیں ہیں بھئی؟ تین۔ باندی کی کتنی ہیں؟ دو۔ تو آزاد عورت تین سے مغلظہ ہو جائے گی اور باندی دو طلاقوں سے کیا ہو جائے گی؟ مغلظہ، لہٰذا اب حلالہ شرعی ضروری ہے، وہ مسئلہ بیان کرنے لگے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِي الْحُرَّةِ اور اگر طلاقیں تین تھیں آزاد عورت کے اندر، یعنی آزاد عورت کو دی طلاق اور وہ تین طلاقیں تھیں، أَوِ اثْنَتَيْنِ فِي الْأَمَةِ یا دو تھیں باندی کے اندر، یعنی باندی کو کتنی طلاقیں دے دیں؟ دو دے دیں، لَمْ تَحِلَّ لَهُ تو یہ عورت اس خاوند کے لیے اب حلال نہیں ہے حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ یہاں تک کہ نکاح کر لے کسی اور خاوند کے ساتھ نِكَاحًا صَحِيحًا کون سا نکاح کرے؟

نکاح صحیح کرے وَيَدْخُلَ بِهَا اور وہ خاوند اس کے ساتھ صحبت بھی کرے ثُمَّ يُطَلِّقَهَا۔ وَيَدْخُلَ بِهَا پڑھیں بھئی، وَيَدْخُلَ بِهَا اور وہ خاوند اس کے ساتھ صحبت کرلے ثُمَّ يُطَلِّقَهَا پھر اسے کیا کردے؟ طلاق دے دے۔ تو دوسرے خاوند سے صرف نکاح کرنے سے ہی پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو گی، اس نے صرف نکاح کیا اور طلاق دے دی اب عدت کے بعد پھر وہ پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہتی ہے، نہیں، بلکہ دوسرے خاوند کا صحبت کرنا بھی ضروری ہے۔ تو یہ معنی ہے بھئی حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ نِكَاحًا صَحِيحًا یہاں تک کہ نکاح کرلے اس سے دوسرا خاوند صحیح نکاح وَيَدْخُلَ بِهَا اور اس کے ساتھ صحبت کرلے ثُمَّ يُطَلِّقَهَا پھر اسے طلاق دے دے تو پھر حلال ہو گی، أَوْ يَمُوتَ عَنْهَا یا کیا ہو؟ طلاق دے دے یا دوسرا خاوند اسے چھوڑ کر مر جائے، پھر عدت گزار کر پہلے خاوند سے کر سکتی ہے، تو صحبت ضروری ہے۔

وَالصَّبِيُّ الْمُرَاهِقُ فِي التَّحْلِيلِ كَالْبَالِغِ۔ مراہق کہتے ہیں جو قریب البلوغ ہو مولانا۔ دیکھو ایک عورت کو ایک شخص نے تین طلاقیں دے دیں۔ تین طلاقیں دینے کے بعد اب حرمت مغلظہ آ گئی۔ عورت نے عدت گزاری اور عدت گزارنے کے بعد ایک مراہق سے نکاح کر لیا۔ ایک بچہ ہے جو ابھی بالغ تو نہیں ہوا لیکن بالغ ہونے کے قریب ہے، اس کے ساتھ اس کے ولی نے نکاح کر دیا، بچے کے ولی نے اس بچے کا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ اچھا یہ قریب البلوغ تھا ابھی بالغ نہیں ہوا، اس بچے کا نکاح ہو گیا، اس بچے نے اس عورت کے ساتھ صحبت کر لی۔ صحبت کرنے کے بعد بھئی اب چند دن کے بعد یہ بالغ ہوا، بالغ ہوتے ہی اس نے طلاق دے دی۔ جب تک بچہ تھا اس وقت تک تو طلاق بھی اس کی مؤثر نہیں، طلاق کا اعتبار نہیں تھا، یہ بالغ ہوا بالغ ہوتے ہی اس نے طلاق دے دی۔ تو کیا اب یہ عورت عدت گزار کر پہلے خاوند کے ساتھ پھر نکاح کر سکتی ہے؟ کیونکہ اس بچے نے جو صحبت کی وہ بالغ ہونے سے پہلے کی تھی تو کیا اس کا اعتبار ہے یا اعتبار نہیں؟ کہتے ہیں ہاں اس کا اعتبار ہے اور اس کی وجہ سے بھی کیا ہو جائے گی؟ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی بھئی۔ صاحب قدوری نے آپ کو کیا بتلایا؟ کہ قریب البلوغ بچہ جو ہے وہ بھی حلال کرنے میں کس کی طرح ہے؟ بالغ کی طرح ہے بھئی۔ جیسے بالغ خاوند کی صحبت سے بیوی پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے بھئی، یہ طلاق دے عدت گزارے تو پھر پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے، اسی طرح صبی مراہق کی صحبت سے بھی کیا ہے؟ عورت پہلے خاوند کے لیے کیا ہو جائے گی؟ حلال ہو جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں وَالصَّبِيُّ الْمُرَاهِقُ فِي التَّحْلِيلِ كَالْبَالِغِ اور وہ بچہ جو مراہق ہے یعنی بالغ ہونے کے قریب ہے فِي التَّحْلِيلِ حلال کرنے میں كَالْبَالِغِ کس کی طرح ہے؟ بالغ کی طرح ہے۔

وَوَطْءُ الْمَوْلَى أَمَتَهُ لَا يُحِلُّهَا۔ بھئی ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کیا تھا اور اس شخص نے اس باندی کو دو طلاقیں دے دیں، تو حرمت مغلظہ آ گئی۔ اب اس باندی کے لیے اس شخص کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں جب تک کہ کسی اور سے نکاح نہ کرے اور وہ اس کے ساتھ صحبت کر کے پھر طلاق وغیرہ دے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو اب بھئی کسی سے نکاح تو نہیں کیا اس نے البتہ اس خاوند نے چونکہ طلاق دے دی، طلاق مغلظہ، تو خاوند پر وہ باندی حرام ہو گئی۔ جب خاوند پر حرام ہو گئی پوری طرح تو اب آقا کے لیے حلال ہو گئی، پہلے نکاح کرتے ہی آقا پر کیا ہو گئی تھی؟ حرام ہو گئی تھی۔ اب آقا نے اس کے ساتھ صحبت کر لی، تو کیا آقا کے صحبت کر لینے سے اب اس خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، آقا کی صحبت سے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو گی۔ یہ معنی ہے وَوَطْءُ الْمَوْلَى أَمَتَهُ لَا يُحِلُّهَا اور آقا کا صحبت کرنا اپنی باندی سے لَا يُحِلُّهَا یہ اسے حلال نہیں کرتا پہلے خاوند کے لیے۔

وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوهٌ۔ بھئی حلالہ شرعی کرتا ہے کوئی، حلالہ شرعی: ایک خاوند نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو آپ نے پڑھا ہے حلالہ شرعی کے بغیر پھر اسی خاوند سے عورت کا نکاح صحیح نہیں۔ تو اب حلالہ کرنے کے لیے یہ عورت کسی شخص سے نکاح کرتی ہے اور شرط لگاتے ہیں نکاح میں کہ بھئی نکاح کے بعد، صحبت کرنے کے بعد آپ پھر کیا کر دیں گے؟ طلاق دے دیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ اس شرط پر نکاح، یا وہ شخص شرط کرے کہ ٹھیک ہے میں کیا کروں گا؟ صحبت کے بعد پھر اسے طلاق دے دوں گا۔ یاد رکھنا اس شرط کے ساتھ نکاح یہ مکروہ تحریمی ہے۔ کیا ہے؟ مکروہ تحریمی ہے بھئی۔ ہاں البتہ مکروہ تحریمی تو ہے لیکن پھر بھی عورت کیا ہو گی؟ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔ تو یہ شرط لگائی مولانا، اب یہ شرط فاسد لگائی لیکن یاد رکھیے نکاح شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا، شرط فاسد ہو جاتی ہے اور نکاح کیا رہتا ہے؟ صحیح۔ بیع کے باب میں آپ نے پڑھا تھا کوئی شرط فاسد لگائی تو بیع کیا ہو جائے گی؟ فاسد، لیکن نکاح شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا، نکاح ہو جاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ لہٰذا کہیں آپ نکاح کرتے ہیں مولانا بیگم شرط لگا دیتی ہے روزانہ مجھے فلم دکھانے لے کے جاؤ گے، ہاں بھئی قبول کر لو کوئی حرج نہیں، یہ شرط فاسد ہے اور نکاح میں شرط فاسد لگائی تو شرط فاسد ہے اور نکاح صحیح ہے، نکاح صحیح ہو جائے گا۔ وَإِذَا تَزَوَّجَهَا اور خاوند نے جب نکاح کیا عورت سے بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ حلال کرنے کی شرط پر فَالنِّكَاحُ مَكْرُوهٌ تو نکاح کیا ہے؟ مکروہ ہے۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ وَطْئِهَا حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ، پس اگر طلاق دے دی اس خاوند نے اس عورت سے صحبت کرنے کے بعد حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ تو عورت پہلے خاوند کے لیے

کیا ہو جائے گی؟ حلال ہو جائے گی۔

جی، وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ۔ صورت یہ ہے، آگے یہ مسئلہ بتلائیں گے: بھئی آپ نے پڑھا ایک آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیتا ہے، طلاق بائن دے دی یا ویسے طلاق دی، عدت گزری عورت الگ ہو گئی، اب پہلے خاوند کے ساتھ پھر نکاح کرتی ہے تو نکاح کر سکتی ہے لیکن اب نکاح کرے گی تو خاوند کتنی طلاقوں کا مالک؟ دو کا۔ پھر اس نے طلاق دے دی، پھر عدت کے بعد پھر انہوں نے نکاح کر لیا، اب کتنی طلاقوں کا مالک؟ ایک طلاق کا مالک ہے۔ اچھا، اب ایک شخص نے ایک عورت کو ایک طلاق دی تھی یا دو دی تھیں، اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا عدت کے بعد، اس نے پھر طلاق دے دی بعد میں کچھ عرصے کے بعد، عورت نے پھر عدت گزاری اب پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لیا۔ تو پہلے خاوند سے جب درمیان میں زوج ثانی آ گیا تو اب جب پہلے خاوند کے پاس آئے گی پھر وہ نئے سرے سے تین طلاقوں کا مالک ہو گا۔ اگر ویسے زوج ثانی درمیان میں نہ آتا پھر تو اس نے کتنی طلاقوں کا مالک ہونا تھا؟ جتنی باقی رہ گئی تھیں صرف ان کا مالک ہونا تھا، لیکن یہاں زوج ثانی درمیان میں آ گیا، عورت نے کسی اور سے نکاح کیا، اس نے طلاق دی، عدت گزری، پھر خاوند کے پاس آئی تو زوج ثانی جو ہے گزشتہ تمام طلاقوں کو ختم کر دیتا ہے، گرا دیتا ہے اور نئے سرے سے کتنی طلاقیں آ جاتی ہیں؟ تین۔ تو اب پھر عورت نے پہلے خاوند سے نکاح کیا تو اب وہ پھر تین طلاقوں کا مالک بن گیا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ تو یہ بتلا رہے ہیں: وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْحُرَّةَ تَطْلِيقَةً جب طلاق دے دی کسی آدمی نے کسی آزاد عورت کو ایک طلاق أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ یا دو طلاقیں وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا اور اس عورت کی عدت گزر گئی وَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ آخَرَ اور اس نے نکاح کر لیا کسی اور خاوند سے فَدَخَلَ بِهَا پس اس نے اس عورت سے صحبت کر لی ثُمَّ عَادَتْ إِلَى الْأَوَّلِ پھر عورت لوٹ آئی پہلے خاوند کے پاس، یعنی اس نے طلاق دے دی، عدت گزاری اور پھر پہلے خاوند سے اس نے کیا کر لیا؟ نکاح کر لیا، تو کہتے ہیں عَادَتْ بِثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ تو یہ لوٹے گی تین طلاقوں کے ساتھ۔ وَيَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي مَا دُونَ الثَّلَاثِ كَمَا يَهْدِمُ الثَّلَاثَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، اور گرا دیتا ہے زوج ثانی، کس کو گرا دیتا ہے؟ مَا دُونَ الثَّلَاثِ تین طلاقوں سے کم جو تھیں ان کو گرا دیتا ہے كَمَا يَهْدِمُ الثَّلَاثَ جیسے وہ تین کو گرا دیتا تھا۔ بھئی ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اب یہ آدمی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے دوبارہ؟ نہیں۔ لیکن جب کسی اور خاوند سے اس نے نکاح کر لیا اور اس نے طلاق دی، عدت گزری، اب پھر زوج اول اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ تو زوج ثانی نے ان تینوں طلاقوں کو جیسے گرا دیا تھا اسی طرح ایک یا دو دی ہوں ان کو بھی کیا کر دیتا ہے؟ گرا دیتا ہے اور پھر نئے سرے سے تین طلاقیں آ جاتی ہیں۔ تو یہ معنی ہے کہ وَيَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي گرا دیتا ہے دوسرا خاوند مَا دُونَ الثَّلَاثِ تین سے کم طلاقوں کو كَمَا يَهْدِمُ الثَّلَاثَ جیسے کہ وہ تین کو گرا دیتا ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک۔ تو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک جب زوج ثانی کے بعد اب پھر زوج اول سے نکاح کیا تو کتنی طلاقوں کا مالک؟ تین ہی کا مالک ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں، جتنی باقی تھیں اب بھی انہی کا مالک ہے: اگر پہلے ایک دی تھی تو اب اس کے پاس دو طلاقوں کا حق ہے، اگر پہلے دو دی تھیں اب کتنے کا حق ہے؟ ایک کا حق ہے۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا يَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي نہیں گراتا زوج ثانی مَا دُونَ الثَّلَاثِ تین طلاقوں سے کم کو، وہ اسی طرح اب بھی وہی باقی رہیں گی جو باقی تھیں۔

وَإِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَقَالَتْ: قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِي وَتَزَوَّجْتُ بِزَوْجٍ آخَرَ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے ایک عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب اس آدمی کے لیے اس عورت کے ساتھ نکاح جائز نہیں بغیر حلالہ شرعی کے۔ اچھا اس کے بعد کوئی پتہ نہیں اس عورت کا، کچھ مدت کے بعد وہ عورت پھر اس خاوند کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ تم نے مجھے جب تین طلاقیں دے دی تھیں میں نے اپنی عدت گزاری، عدت گزارنے کے بعد کسی اور آدمی سے میں نے نکاح کر لیا تھا اور اس نے میرے ساتھ صحبت بھی کر لی تھی، پھر اس نے مجھے کسی وجہ سے طلاق دے دی اور پھر میں نے پوری عدت گزار لی ہے، اب میں آپ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ تو کیا خاوند اس عورت کی بات کی تصدیق کرے اور اس کو سچ مانتے ہوئے دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اگر اتنی مدت گزر چکی ہے کہ جس میں یہ عدت وغیرہ سارا ہو سکتا ہے، شوہر کا گمان ہے کہ یہ سچ بول رہی ہے تو پھر اس کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو جب خاوند کو غالب گمان ہو کہ یہ سچ بول رہی ہے تو پھر ٹھیک ہے بھئی تصدیق کر سکتا ہے اور نکاح کر سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا اور جب خاوند نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں فَقَالَتْ پھر کچھ مدت کے بعد عورت آئی اس کے پاس، فَقَالَتْ کہنے لگی قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِي تحقیق میری عدت گزر گئی ہے، تم نے مجھے طلاق دی تھی پھر میری عدت کیا ہوئی؟ گزر گئی، وَتَزَوَّجْتُ بِزَوْجٍ آخَرَ اور میں نے پھر نکاح کر لیا ایک اور خاوند کے ساتھ وَدَخَلَ بِيَ الزَّوْجُ الثَّانِي اور دوسرے خاوند نے کیا کیا؟ میرے ساتھ اس نے صحبت کی وَطَلَّقَنِي اور پھر اس نے مجھے کیا کیا؟ طلاق دے دی وَانْقَضَتْ عِدَّتِي اور پھر میری عدت کیا ہوئی؟ گزر گئی، وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُ ذَلِكَ اور یہ اتنی مدت گزر چکی ہے کہ جو احتمال

بھی اس کا رکھتی ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ دو دفعہ عورت عدت بھی گزار لے اور کسی سے بیچ میں نکاح بھی کیا ہو، جَازَ لِلزَّوْجِ الْأَوَّلِ أَنْ يُصَدِّقَهَا تو جائز ہے پہلے خاوند کے لیے کہ وہ اس عورت کی تصدیق کرے إِذَا كَانَ غَالِبُ ظَنِّهِ أَنَّهَا صَادِقَةٌ جبکہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ عورت سچی ہے۔ چلیے بس مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۱۹: کتاب الایلاء و کتاب الخلع: ایلاء کی تعریف و مدت (چار ماہ)، فیء (واپسی) کا طریقہ، اور خلع، مبارات و طلاق علی المال کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۵۳—بتاریخ: ۲۴ اپریل ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْإِيلَاءِ۔ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ: وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ، أَوْ لَا أَقْرَبُكِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، فَهُوَ مُولٍ۔ فَإِنْ وَطِئَهَا فِي الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ حَنِثَ فِي يَمِينِهِ وَلَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ وَسَقَطَ الْإِيلَاءُ۔ وَإِنْ لَمْ يَقْرَبْهَا حَتَّى مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ بَانَتْ بِتَطْلِيقَةٍ وَاحِدَةٍ۔

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی ایلاء کے بارے میں ہم آج پڑھیں گے بھئی۔ لغت میں یعنی عربی زبان میں ایلاء کا معنی ہے قسم کھانا۔ عربی زبان میں ایلاء کا معنی ہے قسم کھانا۔ اور اصطلاح شریعت میں ایلاء اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم اٹھائے، چار ماہ یا چار ماہ سے زیادہ تک کی مدت کی، چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کے لیے۔ اصطلاحی تعریف سمجھ میں آئی بھئی؟ ایلاء کس کو کہتے ہیں؟ کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم اٹھائے، کتنی مدت کے لیے؟ چار ماہ یا چار ماہ سے زیادہ کی بھئی۔

اور یاد رکھیے اگر چار ماہ سے کم کی قسم اٹھائے، چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو یہ ظلم ہے مولانا، لیکن اس کی کوئی خاص سزا شرعاً مقرر نہیں ہے اگر چار ماہ سے کم کی قسم اٹھائی۔ لیکن اگر چار ماہ یا اس سے زیادہ کی قسم اٹھائی تو یہ ظلم کبیر ہے شریعت میں اور شریعت میں لہٰذا اس کا حکم یہ ہے، اس کی سزا مقرر ہے بھئی کہ پھر اگر یہ چار ماہ گزر گئے اور اس نے صحبت نہ کی تو پھر اس صورت میں عورت اس سے جدا ہو جائے گی طلاق بائن کے ساتھ بھئی۔ چار ماہ بعد کیا ہو جائے گی عورت اس سے؟ جدا ہو جائے گی طلاق بائن کے ساتھ بھئی۔ یہ شرعاً سزا ہے مولانا۔ تو چار ماہ سے کم بھی ظلم ہے لیکن چار ماہ یا اس سے زیادہ کی مدت، تو اگر اس دوران صحبت کر لیتا ہے تو پھر تو قسم کا صرف کفارہ دے دے گا مولانا اور بیوی ہاتھ سے نہیں نکلی۔ لیکن اگر چار ماہ گزر گئے اور اس نے قسم پوری کی، اس سے صحبت نہیں کی تو پھر شرعاً یہ سزا ہے کہ اب عورت کیا ہو گئی اس سے؟ جدا ہو گئی طلاق بائن کے ساتھ بھئی۔

تو کہتے ہیں دیکھیے بھئی اب کتاب پر: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ جب کہا کسی آدمی نے اپنی بیوی سے وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ أَوْ لَا أَقْرَبُكِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ کہ واللہ میں تیرے قریب نہیں آؤں گا یا واللہ میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا۔ قَرِبَ يَقْرَبُ کے معنی بھئی خاوند کا بیوی سے صحبت کرنا بھئی، قَرِبَ يَقْرَبُ قُرْبَانًا۔ کہ واللہ میں تیرے قریب نہیں آؤں گا یہ معنی کر لیں، مراد وہی ہے، صحبت مراد ہے بھئی یہ یاد رکھنا، یا واللہ میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا۔ بھئی دیکھو ایک آدمی نے کہا کہ واللہ میں زید سے بات نہیں کروں گا تین دن تک۔ واللہ میں زید سے بات نہیں کروں گا کتنے دن تک؟ تین دن تک۔ تو یہ اس کے

الفاظ بتلا رہے ہیں یہ قسم اس نے کتنی مدت کے لیے کھائی ہے؟ تین دن تک کی مدت کے لیے کہ اس دوران وہ زید سے بات نہیں کرے گا۔ اس نے دن ساتھ لگا دیے، مدت ساتھ بیان کر دی۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ مدت بالکل ساتھ بیان ہی نہ کرے: ایک آدمی نے کہا واللہ میں زید سے بات نہیں کروں گا۔ آپ بتائیے تین دن بعد اگر وہ بات کرے تو قسم ٹوٹے گی یا نہیں ٹوٹے گی؟ ٹوٹے گی۔ اچھا، کیا لفظ کہے تھے؟ کہ واللہ میں زید سے بات نہیں کروں گا۔ اچھا، چلو ایک مہینے بعد بات کر لے، اب بھی قسم ٹوٹے گی یا اب نہیں ٹوٹے گی؟ جی؟ ٹوٹ جائے گی۔ اچھا، چلو بھئی اس نے ایک سال بعد جا کے زید سے بات کی، اب بھی قسم ٹوٹی یا نہیں ٹوٹی؟ اس نے کیا کہا تھا؟ میں زید سے بات نہیں کروں گا۔ ایک سال بعد جا کر اس نے بات کر لی تو قسم ٹوٹی یا نہیں ٹوٹی؟ ٹوٹ گئی۔ اچھا، چلو اس نے پندرہ سال بعد بات کی بھئی زید کے ساتھ، آپ بتائیے قسم ٹوٹی یا نہیں ٹوٹی؟ قسم ٹوٹ گئی۔ معلوم ہوا جو کلام مطلق کیا جائے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شمار ہوتا ہے، مؤبد شمار ہوتا ہے۔ اس نے کوئی قید لگائی تھی ساتھ؟ کوئی قید نہیں، اور جب قید ساتھ نہ لگائی جائے، دن بیان نہ کیے جائیں تو اس کلام کو کیا سمجھا جاتا ہے؟ مؤبد سمجھا جاتا ہے، ہمیشہ کے لیے سمجھا جاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو ضابطہ میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا تھا بھئی کہ جب قید ساتھ نہ ہو تو یہ مطلق کیا شمار ہو گا؟ مؤبد شمار ہو گا۔

اب دیکھو پہلے لفظ دیکھو: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا وَاللهِ لَا أَقْرَبُكِ واللہ میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا، کوئی قید نہیں لگائی۔ یہ کلام کون سا شمار ہو گا؟ مؤبد، ہمیشہ کے لیے گویا وہ قسم کھا رہا ہے۔ تو ہمیشہ کے لیے جب قسم کھائی تو چار ماہ سے کم کی ہوئی یا زیادہ کی ہو گئی؟ زیادہ، ہمیشہ کے لیے ہو گئی بھئی، لہٰذا یہ بھی ایلاء ہے۔ یہ بھی کیا ہے؟ ایلاء ہے۔ یا یہ کہا وَاللهِ لَا أَقْرَبُكِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ واللہ میں تجھ سے صحبت نہ کروں گا چار ماہ تک بھئی۔ چار ماہ سے ایک دن بھی کم ہو تو ایلاء نہیں، چار ماہ ہوں پورے یا چار سے زیادہ ہوں تو پھر کیا ہے؟ ایلاء ہے۔ تو اگر یہ کہا کہ واللہ میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا چار ماہ کے لیے فَهُوَ مُولٍ تو یہ شخص ایلاء کرنے والا ہے۔ مُولٍ اسم فاعل ہے، آلَى يُولِي إِيلَاءً فَهُوَ مُولٍ۔

فَإِنْ وَطِئَهَا فِي الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ حَنِثَ فِي يَمِينِهِ، پس اگر اس نے صحبت کر لی چار ماہ کے اندر حَنِثَ فِي يَمِينِهِ تو حانث ہو جائے گا اپنی قسم میں، یعنی اس نے کیا کیا اپنی قسم؟ توڑ ڈالی ہے بھئی۔ تو قسم توڑ ڈالی ہے تو وَلَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ اور اس پر کیا لازم ہو گا؟ کفارہ۔ اب وہ شرعاً سزا نہیں آئے گی۔ صحبت نہ کرنے کی صورت میں تو کیا سزا تھی؟ عورت کیا ہو جاتی تھی؟ جدا ہو جاتی تھی طلاق بائن کے ساتھ، لیکن اس نے صحبت کر لی۔ تو جب صحبت کی تو قسم تو اپنی توڑ دی، قسم تو اس نے کھائی تھی کہ میں صحبت نہیں کروں گا، اب قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اور قسم کا کیا کفارہ ہے بھئی؟ آگے ذکر آ جائے گا بھئی کتاب الایمان کے اندر بھی تفصیل آ جائے گی، آپ یہیں پر یاد رکھیں: یاد رکھیے اگر کوئی شخص مستقبل کے کسی کام کے بارے میں قسم اٹھائے، مستقبل کی بات کر رہا ہوں ماضی کی نہیں، ماضی کی کسی بات پر جھوٹی قسم اٹھائے یہ بہت بڑا گناہ ہے، مستقبل کے کسی کام پر قسم اٹھاتا ہے میں یہ کام نہیں کروں گا مثلاً، اور وہ کام پھر یہ کر لیتا ہے تو قسم ٹوٹ گئی، اب اس کو کفارہ دینا پڑے گا۔ اور کفارہ قسم کا کیا ہے؟ کہ ایک غلام آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو کپڑے دے دے، یا دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا دے دے۔ دس مسکینوں کو کتنے وقت کا کھانا؟ دو وقت کا کھانا کھلا دے۔ تینوں میں اختیار ہے مولانا جو چاہے کرے: یا تو غلام آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو کپڑے دے دے، یا دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دے۔ اگر ان میں سے کسی پر بھی قادر نہ ہو تو پھر تین روزے رکھ لے مسلسل بھئی۔ یہ قسم کا کفارہ ہے، تین مسلسل روزے رکھے۔ تو ان تینوں میں تو اختیار ہے: غلام آزاد کرنے میں یا دس مسکینوں کو کپڑے دینے میں یا دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانے میں، جسے چاہے اختیار کر لے۔ لیکن روزے ویسے نہیں رکھ سکتا، اگر ان میں سے کسی بھی فعل کی طاقت نہ ہو، اتنا غریب و مسکین ہے کہ دس مسکینوں کو کپڑے بھی نہیں دے سکتا ان کو دو وقت کا کھانا بھی نہیں کھلا سکتا، تو پھر اب وہ روزے کی اجازت ہو گی شرعاً، ویسے روزے نہیں رکھ سکتا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو پھر تین روزے رکھ لے بھئی تو کفارہ ہو گیا بھئی۔ یہ معنی ہے وَلَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ اور اس پر کفارہ لازم ہو گا بھئی وہ قسم کا کفارہ، وَسَقَطَ الْإِيلَاءُ اور ایلاء کیا ہو گیا؟ ساقط ہو گیا کیونکہ اس نے صحبت کر لی، قسم توڑ دی۔

وَإِنْ لَمْ يَقْرَبْهَا اور اگر اس نے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی حَتَّى مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے، بَانَتْ بِتَطْلِيقَةٍ وَاحِدَةٍ تو عورت بائنہ ہو جائے گی، جدا ہو جائے گی بِتَطْلِيقَةٍ وَاحِدَةٍ ایک طلاق کے ساتھ، یعنی ایک طلاق بائن ہو جائے گی اسے۔ فَإِنْ كَانَ حَلَفَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَقَدْ سَقَطَتِ الْيَمِينُ، پس اگر اس نے قسم اٹھائی تھی چار ماہ کی تو تحقیق قسم ساقط ہو گئی۔ قسم کیا ہو گئی؟ ساقط، کیونکہ چار ماہ کی قسم اٹھائی تھی مولانا، مدت گزری تو قسم کیا ہو گئی؟ ساقط ہو گئی بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا سب کو؟[1]

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ كَانَ حَلَفَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَقَدْ سَقَطَتِ الْيَمِينُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخہ

وَإِنْ كَانَ حَلَفَ عَلَى الْأَبَدِ اور اگر اس نے قسم اٹھائی تھی ابد پر یعنی ہمیشہ کے لیے بھئی، جس کی کیا صورت تھی؟ کہ وقت کو سرے سے ساتھ ذکر ہی نہیں کرتا، مثلاً یہ کہتا ہے کہ واللہ میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا، تو وقت ذکر ہی نہیں کیا تو یہ تو ویسے ہی مؤبد شمار ہو گی۔ اور ایک یہ کہ خود لفظوں کے اندر کوئی لفظ ایسا لے آتا ہے جس سے مؤبد ہونے کا پتہ چلتا ہے، مثلاً کہتا ہے میں تجھ سے اب کبھی بھی کیا کروں گا؟ صحبت نہیں کروں گا، تو اب واضح اس نے کہہ دیا لفظوں میں۔ تو کہتے ہیں اگر اس نے ہمیشہ کے لیے قسم اٹھائی تھی فَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ تو قسم ابھی بھی باقی ہے۔ دیکھو بھئی اس شخص نے کیا قسم اٹھائی، اپنی بیوی سے کیا کہا؟ واللہ میں تجھ سے صحبت نہ کروں گا، یا واللہ اب میں تجھ سے کبھی بھی صحبت نہ کروں گا۔ یہ کیا ہو گیا؟ ایلاء۔ اب اگر یہ توڑ دیتا ہے پھر تو ایلاء ختم ہو جائے گا، لیکن اگر اس نے قسم پر عمل کیا اور چار ماہ تک صحبت نہ کی تو شرعاً کیا سزا آئی؟ عورت کو کیا ہو گئی؟ طلاق بائن ہو گئی۔ طلاق بائن ہوئی لیکن یاد رکھیے قسم ابھی بھی نہیں ختم ہوئی کیونکہ قسم کی کوئی مدت مقرر کی تھی؟ نہیں۔ تو اس نے قسم توڑی بھی نہیں ہے اور کوئی مدت بھی مقرر نہیں کی تھی جو گزر گئی ہو، لہذا قسم ابھی بھی اپنی جگہ باقی ہے، بیوی تو جدا ہو گئی لیکن قسم ابھی بھی اپنی جگہ باقی ہے بھئی۔ قسم ختم ہوتی یا تو اس کو توڑ دیتا قسم ختم ہو جاتی، یا کوئی مدت ہوتی وہ مدت گزر جاتی تو قسم کیا ہو جاتی؟ ختم ہو جاتی۔ اس نے قسم توڑی ہے؟ نہیں۔ قسم کی کوئی مدت تھی جو قسم ختم ہو جائے؟ نہیں۔ تو قسم ابھی بھی اپنی جگہ باقی ہے، بیوی جدا ہو گئی لیکن قسم باقی ہے۔ اس عورت نے پھر اسی شخص سے فرض کرو نکاح کر لیا۔ جب دوبارہ نکاح کر لیا ایلاء اب پھر اسی طرح ہے۔ اب اس نے پھر اگر چار ماہ تک صحبت نہ کی پھر بیوی کو کیا ہو جائے گی؟ طلاق بائن ہو جائے گی۔ اچھا طلاق بائن ہو گئی مولانا، دوسری طلاق عورت کو پڑ گئی وہ الگ ہو گئی، لیکن ایلاء ابھی بھی ختم نہیں، وہ قسم ابھی بھی ختم نہیں کیونکہ قسم اس نے ابھی تک توڑی نہیں اور کوئی مدت بھی متعین نہیں تھی کہ مدت گزر گئی ہو، اس نے تو کتنی مدت کے لیے قسم کھائی ہے؟ ہمیشہ کے لیے کھائی ہے۔ پھر تیسری دفعہ اس عورت نے اسی شخص سے نکاح کر لیا، پھر مولانا وہ ایلاء آ گیا۔ اب پھر اگر چار ماہ گزر گئے اس نے صحبت نہ کی تو اب پھر کیا ہو گی؟ طلاق بائن ہو جائے گی عورت کو، اب طلاق مغلظہ آ گئی، تین طلاقیں آ گئیں مولانا۔ قسم ابھی بھی ختم نہیں۔ اب حرمت مغلظہ آ گئی، اب عورت اس خاوند کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ درمیان میں حلالہ شرعی نہ آ جائے بھئی۔ چنانچہ اب اس عورت نے کسی اور آدمی سے نکاح کیا اور اس نے پھر اسے طلاق دے دی، اس نے پھر اس خاوند سے نکاح کر لیا۔ تو اب یاد رکھیے ایلاء نہیں آئے گا، قسم ابھی بھی باقی ہے کیونکہ قسم اس نے توڑی ہے؟ نہیں، اس نے کہا تھا کہ میں تم سے صحبت نہیں کروں گا، تو اس نے مؤبد قسم اٹھائی، تو ابھی تک قسم اس نے توڑی بھی نہیں اور مدت تو اس نے ہمیشہ کی رکھی ہے مدت بھی نہیں گزری ابھی تک، تو لہذا قسم ابھی بھی نہیں ٹوٹی۔ لیکن اب جو نکاح کیا وہ ملک جدید ہے مولانا کیونکہ درمیان میں کیا آ گیا؟ زوج ثانی آ گیا، اور زوج ثانی کیا کر دیتا ہے؟ پرانی ملکیت کو بالکل ختم کر دیتا ہے، تو نئی ملکیت آئی تو ایلاء یہاں نہیں آئے گا بھئی۔ ایلاء نہیں آئے گا بھئی کیونکہ ایلاء دراصل اسی طرح ہوتا ہے جیسے کسی نے قسم کھا کر طلاق کو معلق کر دیا ہو۔ کیا کر دیا ہو طلاق کو؟ معلق۔ تو طلاق کو معلق کیا ہو تو وہ طلاق اس پچھلی ملکیت سے متعلق تھی، اس ملکیت سے متعلق نہیں لہذا ایلاء نہیں آئے گا، لیکن قسم ہے ابھی بھی، تو جب صحبت کرے گا قسم ٹوٹے گی تو کیا دینا پڑے گا؟ کفارہ دینا پڑے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی؟

یہی بات بیان کر رہے ہیں دیکھیے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ حَلَفَ عَلَى الْأَبَدِ اگر اس نے قسم اٹھائی ہمیشہ پر فَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ تو قسم باقی رہے گی۔ پچھلے مسئلے کے ساتھ جوڑو: پچھلے مسئلے میں کیا تھا؟ ایک آدمی نے قسم اٹھائی تھی کہ میں اپنی بیوی سے چار ماہ تک صحبت نہیں کروں گا، تو پھر چار ماہ بعد عورت کو کیا ہو جائے گی؟ طلاق بائن ہو جائے گی، سمجھ میں آیا؟ اور چار ماہ کے بعد قسم کیا ہو جائے گی؟ ساقط کیونکہ مدت ختم ہو گئی۔ لیکن اگر اس نے ہمیشہ پر قسم اٹھائی تو مدت گزری؟ نہیں، اور اس نے صحبت کی ہے؟ نہیں، تو قسم کسی بھی اعتبار سے نہیں ٹوٹی، قسم ابھی بھی اسی طرح باقی ہے، اسی لیے کہہ رہے ہیں فَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ اگر اس نے قسم اٹھائی ہے ہمیشہ پر تو قسم ابھی بھی باقی ہے، طلاق واقع ہو گئی لیکن قسم ابھی بھی باقی ہے۔ فَإِنْ عَادَ پس اگر وہ لوٹا فَتَزَوَّجَهَا پس نکاح کر لیا اس عورت کے ساتھ دوبارہ عَادَ الْإِيلَاءُ تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا۔ فَإِنْ وَطِئَهَا اگر اس نے اس عورت سے صحبت کر لی، جزاء محذوف ہے: فَبِهَا تو اچھی بات ہے، ایلاء ختم ہوا لیکن قسم کا کیا دینا پڑے گا؟ قسم تو توڑی ہے کفارہ تو دینا پڑے گا، تو اگر صحبت کر لی تو یعنی ایلاء ختم۔ وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اس نے اس سے صحبت نہیں کی تو وَقَعَتْ بِمُضِيِّ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ تَطْلِيقَةٌ أُخْرَى تو واقع ہو جائے گی چار ماہ کے گزرنے پر دوسری طلاق۔ فَإِنْ تَزَوَّجَهَا ثَالِثًا پس اگر اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا تیسری دفعہ عَادَ الْإِيلَاءُ ایلاء پھر لوٹ آئے گا کیونکہ ابھی تک قسم نہیں ٹوٹی، وَوَقَعَتْ عَلَيْهَا بِمُضِيِّ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ تَطْلِيقَةٌ أُخْرَى اور واقع ہو جائے گی اس عورت پر چار ماہ کے گزرنے پر ایک اور طلاق۔ فَإِنْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ پس اگر اس شخص نے

مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن كان خلف على أربعة أشهر فقد سقطت اليمين» منقول ہے۔

نکاح کیا اس عورت کے ساتھ بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ ایک اور شوہر کے بعد یعنی زوج ثانی کے بعد پھر اس عورت نے نکاح کر لیا، لَمْ يَقَعْ بِذَلِكَ الْإِيلَاءِ طَلَاقٌ تو اب اس ایلاء کے ذریعے طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ یہ کیا ہے؟ ملک جدید ہے۔ وَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ لیکن قسم ابھی بھی باقی ہے، فَإِنْ وَطِئَهَا كَفَّرَ عَنْ يَمِينِهِ اگر اب اس سے صحبت کرے گا تو کفارہ دے گا اپنی قسم کا۔

وَإِنْ حَلَفَ عَلَى أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَكُنْ مُولِيًا، اگر قسم اٹھائی کسی شخص نے چار ماہ سے کم پر تو پھر یہ ایلاء کرنے والا نہیں ہے۔ ایک دن بھی کم ہو پھر بھی ایلاء نہیں۔ وَإِنْ حَلَفَ بِحَجٍّ أَوْ بِصَوْمٍ أَوْ بِصَدَقَةٍ أَوْ عِتْقٍ أَوْ طَلَاقٍ فَهُوَ مُولٍ، اگر کسی نے قسم اٹھائی حج پر یا روزے پر یا صدقے پر یا آزاد کرنے پر أَوْ طَلَاقٍ یا طلاق پر فَهُوَ مُولٍ تو وہ ایلاء کرنے والا ہے۔ بھئی دیکھیے ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے، اب کہتا ہے کہ واللہ میں کیا کروں گا؟ اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا، اگر میں نے صحبت کی تو مجھ پر ایک حج لازم ہے، یا مجھ پر کیا لازم ہے؟ روزہ لازم ہے، یا مجھ پر اتنا صدقہ لازم ہے، یا میرا غلام آزاد ہے، یا میری دوسری فلاں بیوی کو مثلاً طلاق ہے، تو قسم اٹھالی۔ تو کیا یہ بھی ایلاء ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں یہ بھی کس کے حکم میں ہے؟ ایلاء کے حکم میں ہے مولانا۔[۲]

وَإِنْ آلَى مِنَ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ كَانَ مُولِيًا۔ اچھا بھئی ایک آدمی ہے وہ اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہے، اب طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر وہ پھر ایلاء کرتا ہے یعنی قسم اٹھاتا ہے چار ماہ والی، تو کیا اب ایلاء ہو گا یا ایلاء نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں بھئی اگر طلاق رجعی دی تھی تو ایلاء ہو جائے گا، اور اگر طلاق بائن دی تھی تو اب ایلاء نہیں ہو گا کیونکہ نکاح ٹوٹ چکا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے وَإِنْ آلَى مِنَ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ اگر ایلاء کر لیا خاوند نے مطلقہ رجعیہ سے كَانَ مُولِيًا تو وہ ایلاء کرنے والا ہے کیونکہ طلاق رجعی میں آپ نے پڑھا ہے نکاح ٹوٹتا نہیں۔ وَإِنْ آلَى مِنَ الْبَائِنَةِ اور اگر خاوند نے ایلاء کر لیا مطلقہ بائنہ سے لَمْ يَكُنْ مُولِيًا تو وہ ایلاء کرنے والا نہیں۔

وَمُدَّةُ إِيلَاءِ الْأَمَةِ شَهْرَانِ۔ باندی کا حکم آپ جانتے ہیں آزاد عورت سے نصف ہوتا ہے، تو آزاد عورت میں چار ماہ کی قسم ایلاء تھا تو باندی میں دو ماہ کی قسم ایلاء ہے۔ تو کہتے ہیں وَمُدَّةُ إِيلَاءِ الْأَمَةِ شَهْرَانِ اور باندی کی ایلاء کی مدت دو ماہ ہے۔

وَإِنْ كَانَ الْمُولِي مَرِيضًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْجِمَاعِ أَوْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَرِيضَةً۔ اچھا بھئی یہاں سے بتلا رہے ہیں: آپ نے پڑھا کہ ایلاء ختم کس طرح ہو گا؟ کہ مدت کے اندر کیا کر لے عورت سے؟ صحبت کر لے تو اب طلاق واقع نہیں ہو گی، ورنہ مدت پوری ہونے پر خود بخود کیا واقع ہو جائے گی؟ طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب ایک آدمی ہے قسم تو اس نے اٹھالی ہے لیکن وہ اس ایلاء کو ختم کرنا چاہتا ہے، اور ختم کس طرح کیا جاتا ہے اس کو؟ صحبت کے ذریعے۔ لیکن کوئی عارض پیش آگیا، اب یہ صحبت کر ہی نہیں سکتا: بڑا سخت بیمار ہے مثلاً، یا سفر پر گیا ہوا ہے اب واپس اتنی جلدی آ ہی نہیں سکتا مدت کے اندر، سمجھ میں آیا؟ یا عورت کیا ہے؟ مریضہ ہے وغیرہ بھئی، تو کوئی رکاوٹ آگئی۔ اب کیا کریں؟ اب تو یہ جماع، صحبت ہو ہی نہیں سکتی یہاں۔ تو کہتے ہیں بھئی اب مجبوری آگئی تو اب قولی رجوع بھی کافی ہے، منہ کے ذریعے کیا کہہ دے؟ میں نے اپنی بیوی کی طرف رجوع کیا، فِئْتُ إِلَيْهَا میں نے اس کی طرف رجوع کیا، تو رجوع ہو گیا مولانا، ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ ایلاء کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اگر مدت کے اندر پھر قادر ہو گیا صحبت پر تو اب پھر صحبت ہی کرنا پڑے گی، اب وہ قولی رجوع کافی نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا؟

دیکھو اب وہ ذکر کر رہے ہیں: وَإِنْ كَانَ الْمُولِي مَرِيضًا اگر ایلاء کرنے والا مریض تھا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْجِمَاعِ کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہے، أَوْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَرِيضَةً یا وہ عورت مریضہ ہے، أَوْ كَانَتْ رَتْقَاءَ یا عورت رتقاء ہے، رتقاء وہ عورت جس کے مقام جماع میں یعنی جماع ہو ہی نہیں سکتا وہ مقام ہی بند ہوا، أَوْ صَغِيرَةً یا صغیرہ ہے مولانا لَا يُجَامَعُ مِثْلُهَا کہ جماع نہیں کیا جاتا اس جیسی کے ساتھ، بھئی صغیرہ کے ساتھ نکاح کیا تھا اور ادھر ایلاء کر لیا تو اب تو جماع کیا ہی نہیں جا سکتا، أَوْ كَانَتْ بَيْنَهُمَا مَسَافَةٌ یا ان دونوں کے درمیان کیا تھی؟ مسافت تھی، اتنی مسافت ہے کہ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَصِلَ إِلَيْهَا فِي مُدَّةِ الْإِيلَاءِ کہ وہ قادر نہیں ہے کہ وہ پہنچے اس تک مدت ایلاء کے اندر، فَفَيْؤُهُ تو اس کا رجوع کرنا أَنْ يَقُولَ بِلِسَانِهِ کہ وہ یوں اپنی زبان سے کہہ دے: فِئْتُ إِلَيْهَا میں نے اس کی طرف کیا کیا؟ رجوع کیا۔ لفظ رجوع کا لفظ استعمال نہیں کیا، فَيْءٌ کا لفظ استعمال کیا، اس کا بھی وہی معنی ہے رجوع کرنا۔ کیوں؟ وجہ یہ کہ بطور برکت کے قرآن کا لفظ استعمال کیا کیونکہ قرآن میں یہاں پر رجوع کے لیے اللہ نے کون سا لفظ استعمال فرمایا ہے؟ فَإِنْ فَاءُوا، تو

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ حَلَفَ بِحَجٍّ أَوْ بِصَوْمٍ أَوْ بِصَدَقَةٍ أَوْ عِتْقٍ أَوْ طَلَاقٍ فَهُوَ مُولٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن حلف بحج أو صوم أوصدقة أو عتق أو طلاق فهو مول» منقول ہے۔

فَيْءٌ لفظ استعمال فرمایا تو یہاں بھی وہی ذکر کر دیا۔ فَفَيْؤُهُ أَنْ يَقُولَ بِلِسَانِهِ تو اس کا رجوع کرنا وہ یہ ہے کہ یوں کہے بِلِسَانِهِ اپنی زبان سے فِئْتُ إِلَيْهَا میں نے اس کی طرف رجوع کیا۔ فَإِنْ قَالَ ذَلِكَ سَقَطَ الْإِيلَاءُ اور اگر اس نے یہ کہہ دیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ وَإِنْ صَحَّ فِي الْمُدَّةِ اور اگر وہ تندرست ہو گیا مدت میں یعنی صحبت پر قادر ہو گیا، بَطَلَ ذَلِكَ الْفَيْءُ تو وہ فَيْءٌ، وہ جو قولی زبانی رجوع تھا وہ ساقط ہو جائے گا وَصَارَ فَيْؤُهُ الْجِمَاعَ اور اس کا رجوع اب کیا بن جائے گا؟ جماع بنے گا، اسی کے ذریعے کرنا پڑے گا کیونکہ اب اصل پر قادر ہو گیا مولانا۔[3]

وَإِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ۔ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے جب یہ کہا أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ تو مجھ پر حرام ہے، اب اس سے پوچھیں گے بھئی۔ اپنی بیوی سے اس نے کیا کہا؟ أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ تو مجھ پر حرام ہے۔ پوچھیں گے بھئی کیا نیت تھی آپ کی؟ وہ کہتا ہے میں نے تو ویسے ہی جھوٹ موٹ کہا، تو اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ واقعی کلام تو جھوٹ ہے، یہ عورت تو اس پر حلال ہے حرام ہے؟ نہیں، تو وہ کہہ رہا ہے میں نے ویسے ہی جھوٹ موٹ کہا تھا بھئی، تو کلام ہے بھی جھوٹ ہی بنتا ہے بھئی تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اور اگر اس نے کہا، بھئی کیا نیت کی آپ نے؟ وہ کہتا ہے میں نے طلاق کی نیت کی تھی، تو کون سی طلاق سے عورت آدمی پہ حرام ہوتی ہے؟ طلاق بائن سے، تو یہ طلاق بائن ہو جائے گی۔ ہاں، اگر تین کی نیت کی ہے تو پھر تین ہو جائیں گی کیونکہ کنایہ ہے، آپ جانتے ہیں کنائے سے ایک بھی ہو جاتی ہے اور تین بھی ہو جاتی ہیں۔ اور اگر اس نے ظہار کا کہا، ظہار کا آگے باب آ رہا ہے بھئی: ظہار کہتے ہیں اپنی بیوی کو تشبیہ دینا کسی ایسی عورت کے ساتھ جو انسان پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوتی ہے یعنی ماں، بہن وغیرہ۔ عورت کو کس کے ساتھ تشبیہ دے دینا؟ ایسی عورت کے ساتھ جو انسان پر کیا ہوتی ہے ہمیشہ کے لیے؟ حرام، اس کو ظہار کہتے ہیں اور اس سے بیوی انسان پر حرام ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کفارہ دے دے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اگر اس نے ظہار کا ارادہ کیا ہے، کہا جی میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا، تو کہتے ہیں پھر یہ ظہار شمار ہو گا أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ بھئی۔ یہ کیا شمار ہو گا؟ ظہار۔ اور اگر کہتا ہے بھئی میں نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ کہ یہ عورت مجھ پر کیا ہو جائے؟ حرام ہو جائے، یا میں نے کوئی ارادہ ہی نہیں کیا تھا، تو کہتے ہیں اس صورت میں یہ ایلاء ہو جائے گا۔ اگر کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ عورت کو اپنے اوپر حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا یا سرے سے کوئی نیت ہی نہیں کی، تو ان دونوں صورتوں میں یہ کیا بن جائے گا؟ ایلاء بن جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ جب کہا خاوند نے اپنی بیوی سے أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ تو مجھ پر حرام ہے، سُئِلَ عَنْ نِيَّتِهِ پوچھا جائے گا اس سے اس کی نیت کے بارے میں: فَإِنْ قَالَ: أَرَدْتُ الْكَذِبَ، اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا فَهُوَ كَمَا قَالَ تو یہ اسی طرح ہو گا جیسے اس نے کہا، یعنی اسے جھوٹ ہی سمجھیں گے۔ وَإِنْ قَالَ: أَرَدْتُ بِهِ الطَّلَاقَ، اور اگر اس نے کہا میں نے ارادہ کیا تھا اس کے ذریعے طلاق کا فَهِيَ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ تو یہ ایک طلاق بائن ہے إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ الثَّلَاثَ مگر یہ کہ وہ تین کی نیت کر لے۔ وَإِنْ قَالَ: أَرَدْتُ بِهِ الظِّهَارَ فَهُوَ ظِهَارٌ، اور اگر اس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ کیا ہے؟ ظہار، کیونکہ ظہار کے ذریعے بھی بیوی حرام ہو جاتی ہے تو یہاں بھی وہ کہہ رہا ہے حرام ہے۔ وَإِنْ قَالَ: أَرَدْتُ بِهِ التَّحْرِيمَ، اور اگر اس نے کہا میں نے ارادہ کیا تھا حرام قرار دینے کا أَوْ لَمْ أُرِدْ بِهِ شَيْئًا یا میں نے کسی بھی چیز کا ارادہ نہیں کیا تھا، فَهِيَ يَمِينٌ يَصِيرُ بِهِ مُولِيًا تو یہ یمین ہوئی جس کے ذریعے یہ شخص ایلاء کرنے والا ہو گیا، کیونکہ ایلاء میں کیا ہوتا ہے؟ انسان قسم کھا کر عورت کی وطی کو اپنے اوپر کیا کر لیتا ہے؟ حرام کر لیتا ہے۔[4]

كِتَابُ الْخُلْعِ۔ خلع بھئی۔ عربی زبان میں خلع کا معنی ہے اتارنا، اتارنا۔ عربی میں کہتے ہیں نَزَعْتُ خُفَّيَّ میں نے اپنے جوتے اتار دیے، نَزَعْتُ خُفَّيَّ۔ سمجھ میں آیا؟ اتارنا، يانَزَعْتُ قَمِيصِي میں نے کیا کی اپنی قمیص اتار دی، تو یہ نزع کا معنی ہے اتارنا۔ اور اصطلاح شریعت میں کہتے ہیں کہ عورت کچھ مال دے کر خاوند سے جدائی اختیار کر لے اسے خلع کہتے ہیں۔ عورت کچھ مال دے کر خاوند سے جدائی اختیار کر لے یہ خلع ہے، اور یہ طلاق بائن کے حکم میں ہے۔ یہ طلاق بائن کے حکم میں ہے۔ خلع کس کے حکم میں ہے؟ طلاق بائن کے حکم میں ہے۔ مثلاً بھئی دیکھو خلع کی صورت یوں بنے گی: خاوند بیوی سے کہتا ہے میں تجھ سے خلع کرتا ہوں ایک ہزار درہم کے بدلے، بیوی نے کہا میں نے قبول کیا، فوراً عورت طلاق

بائن سے جدا ہو گئی اور ایک ہزار درہم اب اس پر لازم ہو گئے۔ یا میں نے تجھے چھوڑ دیا ایک ہزار درہم کے بدلے، یہ کیا ہے مولانا؟ خلع ہے، اور عورت کہتی ہے میں نے قبول کیا، فوراً کیا ہو جائے گی؟ طلاق بائن کے ساتھ جدا ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن اگر طلاق کا لفظ بولا پھر خلع نہیں ہو گا: خاوند

[3] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ قَالَ ذَلِكَ سَقَطَ الْإِيلَاءُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن قال ذلك سقطر الإيلاء» منقول ہے۔

[4] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَرَدْتُ بِهِ الظِّهَارَ فَهُوَ ظِهَارٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أردت الظهار فهو ظهار» منقول ہے۔

نے کہا میں نے تمہیں ایک ہزار درہم کے بدلے طلاق دی، بیوی نے کہا میں نے قبول کیا، تو مولانا یہ خلع نہیں ہے، طلاق کا لفظ نہیں ہونا چاہیے۔ خلع کے اندر خلع کا لفظ ہو یا کوئی اور لفظ ہو گا اور طلاق بائن کے قائم مقام بنائیں گے ہم اسے، طلاق کا لفظ صراحتاً وہاں پر ذکر نہیں ہو گا بھئی۔

کہتے ہیں: كِتَابُ الْخُلْعِ۔ إِذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ وَخَافَا أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا بَأْسَ أَنْ تَفْتَدِيَ نَفْسَهَا مِنْهُ بِمَالٍ يَخْلَعُهَا بِهِ۔ جب مخالفت واقع ہو جائے میاں بیوی میں، شَاقَّ سے تَشَاقٌّ کے معنی ہیں مخالفت واقع ہونا، جب مخالفت واقع ہو جائے میاں بیوی میں وَخَافَا تثنیہ کا صیغہ ہے اور دونوں کو یہ خوف ہوا أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ کہ وہ دونوں قائم نہیں رکھ سکیں گے اللہ کی حدود کو، وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے یعنی ایک دوسرے کا حق ادا نہیں کر سکیں گے بھئی، کچھ چیزیں عورت پر حق ہے خاوند کے لیے اور کچھ عورت کے کیا ہیں خاوند پر حقوق ہیں تو یہ اب اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، فَلَا بَأْسَ تو کوئی حرج نہیں ہے أَنْ تَفْتَدِيَ کہ عورت کیا کرے؟ فدیہ دے نَفْسَهَا، فدیہ دے کر چھڑائے نَفْسَهَا کس کو؟ اپنے نفس کو مِنْهُ کس سے؟ خاوند سے بِمَالٍ ایسے مال کے بدلے میں يَخْلَعُهَا بِهِ جس کے ذریعے وہ خاوند کیا کرتا ہے؟ خلع کر لیتا ہے۔ يَخْلَعُ وہ خاوند خلع کر لیتا ہے هَا کس کے ساتھ؟ اس عورت کے ساتھ بِهِ اس مال کے بدلے میں، اس مال کے ذریعے۔ ترجمہ سمجھ میں آیا بھئی؟ ترجمہ مشکل ہے یہاں، پھر سن لو بھئی: مَالٍ نکرہ ہے، يَخْلَعُهَا اس کی صفت ہے، يَخْلَعُ کے اندر فاعل کی ضمیر کس کو لوٹ رہی ہے؟ خاوند کو لوٹ رہی ہے بھئی۔ اور اِفْتَدَى يَفْتَدِي کا معنی ہے فدیہ دینا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ فَلَا بَأْسَ تو کوئی حرج نہیں ہے أَنْ تَفْتَدِيَ کہ عورت فدیہ دے کر چھڑائے نَفْسَهَا کس کو؟ اپنے نفس کو مِنْهُ کس سے؟ خاوند سے بِمَالٍ ایسے مال کے بدلے میں يَخْلَعُهَا کہ وہ خاوند خلع کرتا ہے اس عورت سے بِهِ اس مال کے ذریعے۔ ترجمہ سمجھ میں آیا بھئی؟ فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ جب ایسا کر لیا خاوند نے وَقَعَ بِالْخُلْعِ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ تو واقع ہو جائے گی خلع کے ذریعے طلاق بائن وَلَزِمَهَا الْمَالُ اور لازم ہو گا اس عورت پر مال، اب مال اس پر لازم ہو جائے گا اسے دینا پڑے گا۔

وَإِنْ كَانَ النُّشُوزُ مِنْ قِبَلِهِ۔ نشوز کا معنی ہے نافرمانی اور زیادتی۔ بھئی دیکھیے خلع کے اندر خاوند مال لیتا ہے اور پھر بیوی کو طلاق دیتا ہے۔ یاد رکھیے اب یہاں زیادتی اور نافرمانی خاوند کی طرف سے ہوئی ہو گی یا کس کی طرف سے ہو گی؟ بیوی کی طرف سے۔ اگر خاوند کی طرف سے زیادتی ہے تو پھر خاوند کے لیے عوض لینا درست نہیں۔ ہاں قضاءً درست ہے، لے سکتا ہے مولانا، لیکن جو عوض لے لے گا اس کو اپنے خرچ میں لانا اس کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ زیادتی بھی کی ہے اور پھر اس کے ساتھ طلاق دیتے ہوئے کیا لیا اس سے؟ عوض بھی لے رہا ہے، یہ تو زیادتی در زیادتی ہے لہذا قضاءً ٹھیک ہے لے سکتا ہے عوض لیکن یہ مال اس کو اپنے خرچ میں لانا درست نہیں، نہیں لینا چاہیے، اس طرح نہیں ہونا چاہیے بھئی۔ ہاں اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہے تو پھر خاوند مال لے سکتا ہے، اور پھر بھی کہتے ہیں اتنا مال لینا چاہیے جو بطور مہر کے اسے دیا تھا، بس وہ مال اس سے واپس لے لے۔ وہ مال اس سے کیا کرے؟ واپس لے لے، یہ بہتر ہے، زیادہ نہ لے اس سے۔ لیکن اگر زیادہ بھی لے لیتا ہے پھر بھی اچھا تو نہیں اس نے کیا لیکن درست ہے، جائز ہے لے سکتا ہے زیادہ بھی بھئی کیونکہ زیادتی کس کی طرف سے ہے؟ عورت کی طرف سے ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ یہی بات بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ النُّشُوزُ مِنْ قِبَلِهِ اور اگر نافرمانی یا یوں کہیں زیادتی مِنْ قِبَلِهِ خاوند کی طرف سے تھی كُرِهَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا عِوَضًا تو مکروہ ہے اس کے لیے یعنی مکروہ تحریمی ہے خاوند کے لیے کہ وہ لے لے اس عورت سے، اس بیوی سے عِوَضًا کیا لے؟ عوض لے۔ وَإِنْ كَانَ النُّشُوزُ مِنْ قِبَلِهَا اور اگر زیادتی جو ہے عورت کی طرف سے تھی كُرِهَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ أَكْثَرَ مِمَّا آتَاهَا تو مکروہ ہے لَهُ کس کے لیے مکروہ ہے؟ خاوند کے لیے أَنْ يَأْخُذَ کہ وہ لے بھئی أَكْثَرَ مِمَّا آتَاهَا اس سے زیادہ جو اس نے دیا تھا، یعنی مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے، پسندیدہ نہیں ہے۔ فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ جَازَ فِي الْقَضَاءِ اگر اس نے ایسا کیا یعنی زیادہ لے لیا جَازَ فِي الْقَضَاءِ تو قضا میں جائز ہے، قضاءً صحیح ہے بھئی۔

وَإِنْ طَلَّقَهَا عَلَى مَالٍ فَقَبِلَتْ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَلَزِمَهَا الْمَالُ۔ بھئی ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا میں تمہیں طلاق دیتا ہوں ایک ہزار درہم کے بدلے میں، عورت نے قبول کر لیا۔ تو یاد رکھیے یہ خلع نہیں ہے، اس کو خلع نہیں کہیں گے۔ کیا کہیں گے؟ طلاق علیٰ عوض۔ اسی لیے صاحب قدوری نے الگ ذکر کیا: طَلَّقَهَا عَلَى مَالٍ طلاق دی ہے اور کس شرط پر؟ مال کی شرط پر طلاق دی ہے کہ اتنا مال دو گی، تو یہ خلع نہیں لیکن خلع کے حکم میں ہے۔ کس کے حکم میں ہے؟ خلع کے۔ یہ خلع نہیں لیکن خلع کے حکم میں ہے، اور خلع کا حکم کیا تھا اس سے کون سی طلاق آتی تھی؟ طلاق بائن، لہذا یہاں بھی اگرچہ اس نے لفظ صریح استعمال کیا لیکن کون سی طلاق آئے گی؟ طلاق بائن آ جائے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ طَلَّقَهَا عَلَى مَالٍ اور اگر خاوند نے طلاق دی اپنی بیوی کو مال کی شرط پر فَقَبِلَتْ تو عورت نے قبول کر لیا، وَقَعَ الطَّلَاقُ تو طلاق واقع ہو جائے گی وَلَزِمَهَا الْمَالُ اور اس عورت پر مال لازم ہو جائے گا، وَكَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا اور وہ طلاق کیا ہو گی؟ بائن ہو گی کیونکہ یہ خلع کے حکم میں ہے، کیونکہ عوض آ رہا ہے مولانا طلاق کے اندر عوض آ رہا ہے اور طلاق میں عوض کس کے اندر آیا

کرتا ہے؟ خلع میں آتا ہے بھئی، تو یہاں بھی عوض آیا تو خلع کی طرح ہوئی۔

وَإِنْ بَطَلَ الْعِوَضُ فِي الْخُلْعِ۔ اگر عوض خلع کے اندر باطل ہوا بھئی: خلع کا لفظ بولا خاوند نے عورت کے ساتھ اور عورت نے اسے قبول کر لیا، لیکن عوض ایسی چیز ٹھہرائی جو درست نہیں تھی، عوض باطل ہو گیا، مثلاً خاوند نے عوض کیا ٹھہرایا؟ شراب ٹھہرائی یا عوض کسے قرار دیا؟ خنزیر کو قرار دیا، اور شراب اور خنزیر تو مسلمان کے لیے آپ جانتے ہیں نہ تملیک جائز ہے اور نہ تملک، نہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکتا ہے نہ خود مالک بن سکتا ہے۔ تو اب اس صورت میں عوض باطل ہو جائے گا اور عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور بغیر عوض کے واقع ہو گی، اور طلاق بھی کون سی شمار ہو گی؟ طلاق بائن بھئی۔ کون سی شمار ہو گی؟ طلاق بائن، کیونکہ لفظ کون سا بولا تھا؟ خلع کا لفظ، اور خلع میں کون سی طلاق آیا کرتی ہے؟ طلاق بائن آیا کرتی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن اس کے مقابلے میں اگر طلاق کا لفظ ذکر کیا اور اس کے اندر ایسا عوض ذکر کر دیا جو مسلمان کے لیے درست نہیں ہے مثلاً خمر یا خنزیر: تو عورت سے خاوند نے پہلے کیا کہا تھا؟ میں تجھ سے خلع کرتا ہوں خمر یا خنزیر پر، اب کہتا ہے میں تجھے طلاق دیتا ہوں خمر یا خنزیر پر۔ سمجھ میں آیا؟ تو طلاق کا لفظ بولا۔ اب اس صورت میں خمر یا خنزیر تو عوض بن نہیں سکتے تو عوض باطل ہوا۔ جب عوض باطل ہوا تو اب جو طلاق واقع ہو گی وہ کون سی طلاق ہو گی؟ طلاق رجعی واقع ہو گی مولانا اس لیے کہ صریح لفظ ہے اور صریح سے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے؟ رجعی۔ پیچھے مسئلے کے اندر وہ طلاق کو ہم نے طلاق بائن کا حکم دیا تھا، گزشتہ سے پیوستہ مسئلے میں ہم نے طلاق کو کون سا حکم دیا تھا؟ طلاق بائن والا حکم دیا تھا کیونکہ طلاق کس کے عوض میں دے رہا تھا؟ مال کے عوض میں، تو یہ خلع تو نہیں لیکن خلع جیسی تو ہے، طلاق کے عوض تو مال کس میں آیا کرتا ہے؟ خلع میں، تو یہ خلع جیسی ہوئی، اور جب خلع جیسی ہوئی تو خلع میں کون سی طلاق آتی تھی؟ طلاق بائن، تو اس کو بھی ہم نے وہی حکم دیا تھا اور کون سی طلاق آئی تھی؟ طلاق بائن۔ اور یہاں پر جو صورت ہے کہ طلاق دی ہے اور عوض باطل ہو گیا تو طلاق بغیر عوض کے ہوئی، اور بغیر عوض کے طلاق ہے، عام طلاق ہے اور لفظ صریح ہے اور اس سے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے؟ طلاق رجعی بھئی۔ تو دیکھیے پہلے مولانا عوض باطل ہو رہا ہے خلع میں، پھر آگے آئے گا عوض باطل ہو رہا ہے طلاق میں: تو کہتے ہیں وَإِنْ بَطَلَ الْعِوَضُ فِي الْخُلْعِ اور اگر عوض باطل ہو گیا خلع کے اندر مِثْلُ أَنْ يُخَالِعَ الْمَرْأَةَ الْمُسْلِمَةَ عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ مثال کے طور پر خلع کر لیتا ہے اپنی مسلمان بیوی سے عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ شراب یا خنزیر کی شرط پر، فَلَا شَيْءَ لِلزَّوْجِ تو خاوند کے لیے کوئی چیز نہیں ہے بھئی کیونکہ عوض باطل ہو گیا، وَالْفُرْقَةُ بَائِنَةٌ اور جدائی کون سی آئے گی؟ بائن آئے گی۔ کیوں؟ کیونکہ لفظ کون سا ذکر کیا تھا؟ خلع کا، خلع سے طلاق بائن ہوتی ہے۔ وَإِنْ بَطَلَ الْعِوَضُ فِي الطَّلَاقِ كَانَ رَجْعِيًّا، اور اگر عوض باطل ہو گیا طلاق کے اندر كَانَ رَجْعِيًّا تو طلاق کون سی ہو گی؟ رجعی ہو گی۔

وَمَا جَازَ أَنْ يَكُونَ مَهْرًا فِي النِّكَاحِ جَازَ أَنْ يَكُونَ بَدَلًا فِي الْخُلْعِ، اور وہ چیز کہ جائز ہے اس کا مہر ہونا نکاح میں جائز ہے اس کا بدل ہونا خلع میں، یعنی جو چیز مہر بن سکتی ہے وہ خلع کے اندر بھی بدل بن سکتی ہے۔ جو جو چیزیں مہر بننا جائز تھا وہ سب چیزیں خلع کے اندر بھی بدل بن سکتی ہیں، ان کو عوض بنا سکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ جو چیز نکاح میں مہر نہیں بن سکتی اسے بھی بدل نہیں بنا سکتے: نکاح میں کم سے کم مہر کتنا تھا؟ دس درہم، دس سے کم مہر بنا سکتے ہیں؟ نہیں، لیکن دس سے کم میں خلع درست ہے۔

فَإِنْ قَالَتْ: خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِي، فَخَالَعَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ فَلَا شَيْءَ لَهُ عَلَيْهَا۔ بیوی نے کہا خاوند سے: فَإِنْ قَالَتْ پس اگر بیوی نے خاوند سے کہا خَالِعْنِي تو مجھ سے خلع کر لے عَلَى مَا فِي يَدِي اس چیز پر جو میرے ہاتھ میں ہے، یوں ہاتھ آگے کیا مٹھی بند ہے مولانا کہ میرے ہاتھ میں جو ہے اس پر میرے ساتھ کیا کر لو؟ خلع کر لو، فَخَالَعَهَا خاوند نے اس عورت کے ساتھ خلع کر لیا۔ بھئی بیوی نے مٹھی کھولی تو خالی تھی۔ تو کہتے ہیں وَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ اور اس عورت کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں تھی، فَلَا شَيْءَ لَهُ عَلَيْهَا تو خاوند کے لیے اس عورت پر کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ اس عورت نے کوئی کہا تھا میں مال دوں گی بدلے میں؟ اس نے کہا تھا جو کچھ میری مٹھی میں ہے اس کے بدلے خلع کر لو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس نے مال کو ذکر نہیں کیا مولانا تو یہ کوئی دھوکہ وغیرہ نہیں۔ ہاں اگر وہ یہ کہتی میری مٹھی میں جو مال ہے اس کے بدلے میں میرے ساتھ کیا کر لو؟ خلع کر لو، تو اس نے تو لفظ مال بولا پھر مولانا دھوکہ ہم کہہ سکتے تھے۔

وَإِنْ قَالَتْ: خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِي مِنْ مَالٍ۔ ہاں اب مال کا لفظ بولا، مٹھی میں کہا میری مٹھی میں جتنا مال ہے اس پر میرے ساتھ کیا کر لو؟ خلع کر لو۔ اب مٹھی کھولی تو خالی تھی۔ کہتے ہیں بھئی اب اس نے مال کا لفظ بولا ہے، کچھ نہ کچھ مال تو ضرور آنا ہے لیکن کیا لائیں؟ کہتے ہیں اب اور کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ وہ مہر جو عورت لے چکی ہے خاوند سے اسی کی واپسی کا حکم لگا دیں کہ وہ دے دے، تو اس کے ذریعے کیا کر لے گی اپنے آپ کو؟ چھڑا لے گی۔

وَإِنْ قَالَتْ:خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِي مِنْ مَالٍ اور اگر بیوی نے کہا کہ تو مجھ سے خلع کرلے اس چیز کے بدلے جو میرے ہاتھ میں ہے مِنْ مَالٍ یعنی کہ مال، یعنی جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس پر مجھ سے خلع کرلے، فَخَالَعَهَا خاوند نے اس سے خلع کرلیا وَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ اور بیوی کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں تھی، رَدَّتْ عَلَيْهِ مَهْرَهَا تو لوٹادے گی بیوی خاوند پر مَهْرَهَا اپنے مہر کو، اپنا مہر واپس کرے گی اگر لے لیا ہے، اگر نہیں لیا پھر کچھ بھی نہیں۔

وَإِنْ قَالَتْ:خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِي مِنْ دَرَاهِمَ. بیوی نے ہاتھ آگے کیا کہ میرے ہاتھ میں جتنے درہم ہیں ان پر میرے ساتھ خلع کرلو، خاوند نے قبول کرلیا، خلع کرلیا۔ مٹھی کھولی تو کچھ بھی نہیں ہے، تو کہتے ہیں اب اس نے دراہم کا لفظ ذکر کیا تھا، اب دراہم جمع کا صیغہ ہے اور اس کا اطلاق کم از کم کتنے پر ہوتا ہے؟ تین پر، تو تین درہم دینے پڑیں گے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَتْ:خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِي مِنْ دَرَاهِمَ أَوْ مِنَ الدَّرَاهِمِ، اگر کہا بیوی نے کہ تو مجھ سے خلع کرلے اس پر جو میرے ہاتھ میں ہے یعنی کہ دراہم یا مِنَ الدَّرَاهِمِ، دراہم پر الف لام ذکر کیا یا ذکر نہ کیا دونوں صورتوں میں، فَفَعَلَ خاوند نے ایسا کرلیا وَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ اور بیوی کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا، فَعَلَيْهَا ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ تو اس عورت پر تین دراہم واجب ہیں۔

وَإِنْ قَالَتْ:طَلِّقْنِي ثَلَاثًا بِأَلْفٍ، فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً فَعَلَيْهَا ثُلُثُ الْأَلْفِ. بیوی نے خاوند سے کہا کہ تم مجھے تین طلاقیں دے دو ایک ہزار درہم کے بدلے۔ بیوی تنگ آئی ہوئی ہے خاوند سے جان چھڑا رہی ہے، چھوڑتا نہیں، تو خاوند کو کیا کہا؟ تو مجھے طلاق دے دے، تین طلاقیں دے دے کتنے کے بدلے؟ ایک ہزار درہم کے بدلے، ایک ہزار درہم لے لو مجھے طلاق دے دو۔ خاوند نے صرف ایک طلاق دے دی، ایک طلاق۔ کہتے ہیں تین طلاقیں ہزار کے بدلے تھیں تو ایک طلاق کے بدلے کتنا مال بنے گا؟ تیسرا حصہ ہزار کا، تیسرا حصہ۔ تو یہ طلاق پڑ جائے گی عورت پر اور عورت کو اب کتنا دینا پڑے گا؟ تیسرا حصہ دینا پڑے گا مولانا۔ اور کون سی طلاق ہوگی؟ طلاق کے اندر دوسری طرف سے مال آئے تو یہ کیا ہوتا ہے دراصل؟ یہ تو خلع میں ہوتا ہے، تو خلع تو یہ نہیں ہے کیونکہ طلاق کا لفظ آیا ہے لیکن خلع کا حکم دیں گے ہم، سمجھ میں آیا؟ تو کون سی طلاق ہوگی؟ طلاق بائن ہوگی، ورنہ تو عورت کا نقصان ہے: جدائی بھی نہیں ہوئی خاوند سے اور اس کو ثلث الف بھی اس بیچاری کا چلا گیا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو یاد رکھیے ایک ہے عوض، ایک ہے معوض۔ معوض میں تقسیم سے عوض میں بھی تقسیم آتی ہے۔ ایک ہے عوض، ایک ہے معوض۔ بھئی بیوی نے کتنا عوض ذکر کیا تھا؟ ایک ہزار درہم، اور معوض کیا تھا، کس کے عوض میں؟ تین طلاقوں کے عوض میں، تو تین طلاقیں ہوئیں معوض اور ایک ہزار درہم کیا ہوئے؟ عوض۔ اور معوض میں تقسیم ہو تو عوض میں بھی کیا آتی ہے؟ تقسیم۔ جب تین طلاقوں کا عوض ایک ہزار ہے تو ایک طلاق کا عوض کیا ہوگا؟ ایک ہزار کا تیسرا حصہ۔ یوں کہو پندرہ سو چلو بھئی حساب پورا بن جائے: تین طلاقوں کا عوض پندرہ سو درہم ہیں تو ایک طلاق کا عوض کتنا ہوگا؟ پانچ سو درہم۔ سمجھ میں آیا؟ تو معوض میں تقسیم ہو تو عوض کے اندر بھی کیا آتی ہے؟ تقسیم آتی ہے۔ ضابطہ سمجھ میں آگیا؟ بھئی آپ خود بھی تو اس طرح کرتے ہیں: میں نے کہا آپ سے بھئی یہ تین کتابیں تین روپے کی ہیں، آپ نے صرف ایک لے لی، کتنے دیں گے؟ ایک روپیہ۔ دیکھا عوض میں یہاں تقسیم آگئی کیونکہ معوض کے اندر کیا آگئی؟ تقسیم۔ لیکن آگے آپ کو بتائیں گے ایک شرط ہے، ایک مشروط مولانا۔ شرط کے اندر تقسیم سے مشروط کے اندر تقسیم نہیں آئے گی۔ شرط کے اندر تقسیم سے مشروط کے اندر تقسیم نہیں۔ چلیے پہلے یہ مسئلہ دیکھ لیجیے مولانا کہ معوض اور عوض میں تقسیم آئے گی دونوں طرف بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَتْ اور اگر بیوی نے کہا طَلِّقْنِي ثَلَاثًا بِأَلْفٍ کہ تو مجھے تین طلاقیں دے دے ایک ہزار کے بدلے میں، باء عوض کے طور پر آئی ہے مولانا عوض کے لیے، تو مجھے تین طلاقیں دے دے ایک ہزار کے عوض میں یا ایک ہزار کے بدلے میں، فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً تو خاوند نے اسے ایک طلاق دے دی، فَعَلَيْهَا ثُلُثُ الْأَلْفِ تو عورت پر کتنا واجب ہوگا؟ ایک ہزار کا تیسرا حصہ۔

وَإِنْ قَالَتْ:طَلِّقْنِي ثَلَاثًا عَلَى أَلْفٍ، اور اگر بیوی نے کہا کہ تو مجھے تین طلاقیں دے دے عَلَى لفظ لے کر آئی، اوپر تھا بِأَلْفٍ اب ہے عَلَى أَلْفٍ۔ باء کا معنی کیا تھا؟ عوض اور بدلہ، اور عَلَى تو آتا ہے شرط کے لیے: تو مجھے تین طلاقیں دے دے عَلَى أَلْفٍ ایک ہزار کی شرط پر۔ کس پر؟ ایک ہزار کی شرط پر۔ اب مولانا شرط مشروط بن گئے اور ابھی میں نے آپ کو ضابطہ بتلایا کہ شرط کے اندر تقسیم سے مشروط کے اندر تقسیم نہیں ہوتی۔ آپ خود بھی تو اس طرح کرتے ہیں: آپ نے اپنے ساتھی سے کہا میں تمہیں ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا اس شرط پر کہ تم یہ پانچ بوتلیں ساری اکٹھی ابھی پی جاؤ۔ پانچ یہ بوتلیں اکٹھی پی جاؤ تو میں تمہیں کتنا دوں گا؟ ایک ہزار روپیہ۔ اس نے آرام سے ایک بوتل اٹھائی پی اور آپ سے کہا بھئی پانچ کے بدلے ہزار تھے تو ایک کے بدلے کیا ہوا؟ دو سو ہوا، لاؤ بھئی دو سو دو۔ کوئی اس طرح کرتا ہے؟ آپ دو سو دیں گے؟ نہیں۔ اب اگرچہ اس نے شرط میں تقسیم کر دی لیکن آپ نے تو شرط کیا لگائی تھی؟ پانچ پیو، اس نے تقسیم کی اور ایک پی، تو کیا مشروط میں تقسیم ہوئی، ہزار میں تقسیم ہوئی، دو سو آپ نے دیا؟ نہیں۔ معلوم ہوا شرط میں تقسیم سے مشروط کے اندر تقسیم نہیں آتی۔ لیکن معوض میں تقسیم سے عوض میں بھی کیا آجاتی ہے؟ تقسیم۔ میں نے بتایا تھا آپ کو تین کتابیں تین روپے کی ہیں، آپ نے ایک اٹھائی تو کتنے پیسے دیں گے؟ ایک دیں گے، وہاں ایک طرف تقسیم ہوئی تو دوسری طرف بھی تقسیم آگئی۔ لیکن شرط مشروط میں شرط کے اندر تقسیم آئے تو مشروط کے اندر

تقسیم نہیں۔ اب شرط اور مشروط والی صورت آگئی تو دیکھیے بیوی نے کہا تو مجھے تین طلاقیں دے دے عَلَى أَلْفٍ کس شرط پر؟ ایک ہزار کی شرط پر، یعنی ایک ہزار میں دوں گی۔ خاوند نے ایک طلاق دے دی۔ اب آپ بتایئے مولانا ایک طلاق دے دی، شرط میں تقسیم آگئی تو کیا اب بیوی پر تیسرا حصہ آئے گا؟ نہیں آئے گا۔ ضابطہ سمجھ میں آگیا؟ وَإِنْ قَالَتْ اور اگر بیوی نے کہا طَلِّقْنِي ثَلَاثًا تو مجھے تین طلاقیں دے دے عَلَى أَلْفٍ ایک ہزار درہم کی شرط پر، فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً تو خاوند نے اس بیوی کو ایک طلاق دے دی، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا تو اس عورت پر کوئی چیز واجب نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى: عَلَيْهَا ثُلُثُ الْأَلْفِ، صاحبین فرماتے ہیں نہیں یہاں بھی عورت پر کتنا واجب ہو جائے گا؟ ہزار کا تیسرا حصہ۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں یہاں اس نے عَلَى لفظ ذکر کیا، عربی زبان میں عَلَى کس لیے آتا ہے؟ شرط کے لیے، پچھلے مسئلے میں باء ذکر کی تھی وہ عوض والی صورت بنائیں گے یہاں شرط والی صورت بنائیں گے۔ صاحبین فرماتے ہیں بھئی یہ عَلَى بھی بمعنی باء کے ہے، تو یہاں شرط مشروط ہم نہیں بنائیں گے یہاں بھی عوض اور معوض ہی بنائیں گے اور تقسیم ہو جائے گی دونوں طرف۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَلَوْ قَالَ الزَّوْجُ: طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلَاثًا بِأَلْفٍ أَوْ عَلَى أَلْفٍ، فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا وَاحِدَةً لَمْ يَقَعْ عَلَيْهَا شَيْءٌ مِنَ الطَّلَاقِ۔ اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ تو اپنے آپ کو طلاق دے دے تین طلاقیں بِأَلْفٍ کتنے کے بدلے؟ ہزار کے بدلے أَوْ عَلَى أَلْفٍ یا ایک ہزار کی شرط پر، فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا وَاحِدَةً عورت نے اپنے آپ کو ایک طلاق دے دی۔ خاوند نے کہا تھا تین طلاقیں دے دے کتنے کے عوض میں؟ ایک ہزار، یا تین طلاقیں دے دے ایک ہزار کی شرط پر، جو مرضی لفظ ذکر کر دے خاوند، تو عورت نے اپنے آپ کو ایک ہی طلاق دے دی کہ ایک ہی بائنہ واقع ہو جائے گی اور مجھے صرف تیسرا حصہ دینا پڑے گا، تو یاد رکھیے اس صورت میں کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہو گی۔ ہاں تینوں جب واقع کرے گی: خاوند نے اختیار تین طلاقوں کا دیا ہے ایک طلاق کا نہیں دیا، واقع کرنی ہیں تو کتنی واقع کرو؟ تین واقع کرو۔ اور خاوند عوض کتنا طلب کر رہا ہے؟ ایک ہزار، تو معلوم ہوا خاوند ایک ہزار سے کم پہ راضی نہیں ہے اس عورت کو چھوڑنے پر۔ جبکہ پچھلے مسئلے میں عورت اپنے آپ کو چھڑوانا چاہتی تھی تو وہاں ہزار سے کم میں اس کی جان چھوٹ جائے وہ بطریق اولیٰ راضی ہو گی، خوش ہو گی، جبکہ یہاں خاوند کتنا عوض لینا چاہتا ہے؟ خود کہہ رہا ہے ایک ہزار دے دو۔ تو خاوند کی طرف سے بات ہوئی تو مسئلہ الگ، بیوی کی طرف سے بات ہوئی تو مسئلہ الگ ہو گا، اس میں کم کے اندر بھی جان چھوٹ جائے وہ خوش رہے گی اور یہاں کم کے اندر جان اس کی چھوٹے تو خاوند تو اس بات پر راضی نہیں ہو گا۔ یہ معنی ہے لَمْ يَقَعْ عَلَيْهَا شَيْءٌ مِنَ الطَّلَاقِ تو کوئی بھی چیز واقع نہیں ہو گی اس پر طلاق میں سے۔

وَالْمُبَارَأَةُ كَالْخُلْعِ، اور مبارات خلع کی طرح ہے بھئی۔ مبارات ہی بھئی، مبارات۔ مبارات کا معنی ہے اپنے شریک سے الگ ہونا۔ اپنے شریک سے الگ ہونا۔ اور اصطلاح میں یہاں مراد ہے میاں بیوی کا ایک دوسرے سے باہمی رضامندی سے جدا ہو جانا۔ میاں بیوی کا باہمی رضامندی سے ایک دوسرے سے جدا ہو جانا یہ کیا کہلاتا ہے؟ مبارات کہلاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً بھئی صورت لکھی ہوئی ہے بین السطور کہ خاوند کہتا ہے بیوی سے کہ بَرِئْتُ مِنَ النِّكَاحِ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَكِ عَلَى أَلْفٍ کہ میں بری ہوا اس نکاح سے جو تیرے اور میرے درمیان ہے ایک ہزار کی شرط پر، فَقَبِلَتْ تو عورت نے کیا کر لیا؟ قبول کر لیا۔ تو اب براءت کا لفظ استعمال کیا، بری ہوں۔ تو یاد رکھیے براءت کی صورت میں میاں بیوی کے ایک دوسرے پر جتنے حقوق ہیں نکاح کی وجہ سے، ان سب سے بری ہو جائیں گے۔ ان سب سے کیا ہو جائیں گے؟ بری ہو جائیں گے۔ ہاں البتہ عدت کا نفقہ اور سکنیٰ رہے گا۔ یہ بھی خلع کی طرح ہے اور خلع طلاق بائن کی طرح ہے اور طلاق بائن میں عدت آیا کرتی ہے تو یہاں بھی عدت آئے گی اور عدت کے اندر نفقہ اور سکنیٰ کس کے ذمے ہوتا ہے؟ خاوند کے ذمے ہوتا ہے تو وہ دینا پڑے گا، باقی ہر قسم کا حق کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا کیونکہ بری ہو گئے ایک دوسرے کے تمام حقوق سے۔ تو کہتے ہیں وَالْمُبَارَأَةُ كَالْخُلْعِ یا وَالْمُبَارَاةُ كَالْخُلْعِ مبارات خلع کی طرح ہے، وَالْخُلْعُ وَالْمُبَارَاةُ يُسْقِطَانِ كُلَّ حَقٍّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الزَّوْجَيْنِ عَلَى الْآخَرِ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالنِّكَاحِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، اور خلع اور مبارات دونوں يُسْقِطَانِ یہ دونوں کیا کر دیتے ہیں؟ ساقط کر دیتے ہیں كُلَّ حَقٍّ ہر ایسے حق کو لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الزَّوْجَيْنِ عَلَى الْآخَرِ جو دونوں میاں بیوی میں سے کسی ایک کا دوسرے پر ہو، اس حق کو کیا کر دیتے ہیں؟ ساقط کر دیتے ہیں، ایسا حق مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالنِّكَاحِ جس کا تعلق کس سے ہے؟ نکاح سے۔ تو نکاح سے متعلقہ ہر قسم کے حق کو خلع بھی ساقط کر دیتا ہے اور مبارات بھی ساقط کر دیتا ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ یہ کس کے نزدیک ہے؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْمُبَارَاةُ تُسْقِطُ وَالْخُلْعُ لَا يُسْقِطُ، مبارات تو ساقط کرے گی ہر حق کو لیکن خلع ہر حق کو ساقط نہیں کرتا۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا تُسْقِطَانِ یہ دونوں ہی ساقط نہیں کرتے إِلَّا مَا سَمَّيَا مگر وہ جو ان دونوں نے مقرر کر لیا۔ جو جو چیزیں طے کیں یہ چیز بھی ساقط ہو گی یہ چیز بھی ساقط ہو گی وہ چیزیں ساقط ہو جائیں گی، جو چیزیں طے نہیں کیں وہ ساقط بھی نہیں ہوں گی۔

اور نکاح سے متعلقہ بات چل رہی ہے سمجھ میں آیا؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں نکاح سے متعلقہ چیزیں ساقط ہو جائیں گی: مثلاً خاوند کے ذمے بیوی کا پچھلا نفقہ باقی ہے، بیوی اس سے مطالبہ کر رہی ہے خاوند نے ابھی تک ادا نہیں کیا تو وہ تو خاوند کے ذمے دین ہے، لیکن جب مبارات کر لیا یا خلع کیا تو وہ پچھلا نفقہ بھی خود بخود کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یا بیوی نے ابھی خاوند سے مہر نہیں لیا تو مہر وصول کرنا تھا اس سے، لیکن مبارات یا خلع کی صورت میں یہ ایسا حق ہے جو کس کی وجہ سے آیا تھا؟ نکاح کی وجہ سے، تو یہ بھی کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔ تو ہر وہ حق جو نکاح سے متعلقہ ہے وہ مبارات اور خلع دونوں کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور حقوق ساقط نہیں ہوتے، مثلاً میاں بیوی میں مثلاً کوئی بیع و شراء ہوئی تھی یا بیوی نے قرض لیا تھا یا خاوند نے اس سے قرض لیا تھا تو قرض وغیرہ دین وہ ساقط نہیں ہوں گے، باقی نکاح سے متعلقہ حقوق ساقط ہو جائیں گے۔ چلیے بس مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۰: کتاب الظہار: ظہار کی تعریف والفاظ، حرمتِ استمتاع اور کفارۂ ظہار کی ترتیب (غلام آزاد کرنا، دوماہ مسلسل روزے، ساٹھ مساکین کو کھانا)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۶ اپریل ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الظِّهَارِ۔ إِذَا قَالَ الزَّوْجُ لِامْرَأَتِهِ:أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ، لَا يَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا وَلَا مَسُّهَا وَلَا تَقْبِيلُهَا حَتَّى يُكَفِّرَ عَنْ ظِهَارِهِ۔ فَإِنْ وَطِئَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ اِسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ غَيْرُ الْكَفَّارَةِ الْأُولَى، وَلَا يُعَاوِدُ حَتَّى يُكَفِّرَ۔ وَالْعَوْدُ الَّذِي يَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ هُوَ أَنْ يَعْزِمَ عَلَى وَطْئِهَا۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

ظہار بھئی ظہار۔ دیکھیے ظہار کی تعریف آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے بھئی۔قَوْلُهُ الظِّهَارُ هُوَ أَنْ يُشَبِّهَ امْرَأَتَهُ اور وہ یہ کہ کوئی شخص تشبیہ دے اپنی بیوی کوأَوْ عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِهَا یا اس کے اعضاء میں سے کسی ایسے عضو کویُعَبِّرُ بِهِ عَنْ جَمِيعِهَا جس کے ذریعے اس کے سارے بدن کو کیا کیا جاتا ہو؟ تعبیر کیا جاتا ہوأَوْ جُزْءًا شَائِعًا مِنْهَا یا اس میں سے کسی ایسے جز کو جو شائع ہے، پھیلا ہوا ہے یعنی پورے بدن میں پھیلا ہوا ہے، تو ان کو تشبیہ دینا بِمَنْ ایسی عورت کے ساتھ تَحْرُمُ عَلَيْهِ عَلَى التَّأْبِيدِ جو خاوند پر حرام ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

ظہار بھئی اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے مثلاً کہتا ہے:أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي تو مجھ پر اسی طرح ہے جیسے میری ماں کی پشت بھئی۔ تو میرے لیے اسی طرح ہے جس طرح، تو مجھ پر اسی طرح ہے جس طرح میرے لیے میری ماں کی پشت ہے بھئی۔ تو دیکھو یہاں خاوند نے اپنی بیوی کو تشبیہ دے دی کس

[1] جدول—ایلاء، ظہار اور لعان کا تقابلی فقہی جدول:

باب	تعریف والفاظ	شرعی حکم و کفارہ
۱۔ ایلاء (الْإِيلَاءُ)	بیوی سے ۴ ماہ (باندی میں ۲ ماہ) یا اس سے زائد مدت تک جماع نہ کرنے کی قسم کھانا	اگر ۴ ماہ کے اندر وطی کر لے تو قسم ٹوٹ گئی اور کفارۂ یمین لازم ہوا؛ اگر ۴ ماہ گزر گئے تو خود بخود **ایک طلاقِ بائن** واقع ہو گئی۔
۲۔ ظہار (الظِّهَارُ)	بیوی (یا اس کے کل وشائع عضو) کو اپنی محرمہ (ماں، بہن، بیٹی) کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا حرام ہے («أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي»)	کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی اور دواعیِ وطی (بوس و کنار) حرام ہیں؛ کفارہ: اغلام آزاد کرنا، نہ ہو تو ۲ ماہ مسلسل روزے، نہ ہو تو ۶۰ مساکین کو کھانا۔
۳۔ لعان (اللِّعَانُ)	شوہر کا اپنی عفیفہ بیوی پر زنا کی تہمت لگانا یا اس کے بچے کے نسب کا انکار کرنا	قاضی کے سامنے شوہر ۴ بار شہادت باللہ دے اور ۵ویں بار لعنت کہے، پھر بیوی ۴ بار شہادت اور ۵ویں بار غضب کہے؛ قاضی تفریق کرے جو **ایک طلاقِ بائن** ہے۔

کے ساتھ؟ اپنی ماں کی پشت کے ساتھ بھئی۔ تو دیکھو ایسی عورت سے تشبیہ دی ہے جو خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ بھئی ماں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح کو کیا قرار دیا گیا ہے؟ حرام۔ یا اسی طرح بہن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے یا پھوپھی کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے وغیرہ، تو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دینا بیوی کو جو انسان پر کیا ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو، یہ ظہار کہلاتا ہے۔ یا اسی طرح کسی ایسے عضو کو تشبیہ دے دی جس سے سارے بدن کو تعبیر کیا جاتا ہو۔ جس سے کیا کیا جاتا ہو؟ جیسے چہرہ بول کر سارا انسان مراد لے لیا جاتا ہے بھئی، یا رقبہ بول کر کیا مراد لے لی جاتی ہے؟ ذات، پورا انسان مراد لے لیتے ہیں بھئی۔ یا اس کے کسی جز شائع کو، ایسے جز کو جو پورے بدن میں پھیلا ہوا ہے مثلاً نصف کہا یا ثلث کہا یا ربع کہا، اس کو تشبیہ دینا کس چیز کے ساتھ؟ ایسی عورت کے ساتھ جو انسان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو، یہ کیا کہلاتا ہے؟ ظہار کہلاتا ہے۔ تو ظہار یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو تشبیہ دے ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

اور ظہار کرنے سے انسان پر اس کی بیوی کے ساتھ صحبت حرام ہو جاتی ہے بھئی۔ بیوی اس پر حرام ہو گئی بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اب اس کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا یہاں تک کہ کفارہ دے دے بھئی، کفارہ۔ کفارہ دے گا تو بیوی حلال ہو گی، کفارہ نہیں دے گا تو بیوی حلال بھی نہیں۔ حتیٰ کہ اگر اس نے بیوی کو پھر طلاق دے دی ابھی کفارہ نہیں دیا، ظہار کر لیا پھر طلاق دے دی، بیوی نے کسی اور سے نکاح کر لیا عدت کے بعد، پھر اس دوسرے خاوند نے طلاق دے دی، اب یہ پھر اس پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرتی ہے، تو یاد رکھیے اب بھی یہ اس خاوند کے لیے حلال نہیں۔ حتیٰ کہ زوج ثانی بیچ میں آ گیا پھر بھی پہلے خاوند کے لیے اب اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ اس کے ساتھ ظہار کر چکا ہے اور جب تک اب اس کا کفارہ نہیں دے گا اس عورت کے ساتھ اس کے لیے صحبت کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اور کفارہ ظہار آگے صاحب قدوری آپ کو بتلائیں گے بھئی کہ ایک مسلمان گردن آزاد کی جائے، ایک غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے بھئی چاہے چھوٹا ہو بڑا ہو، مسلمان ہو کافر ہو جو بھی ہو بس ایک غلام آزاد کرنا ہے یا ایک باندی آزاد کر دے صحبت سے پہلے پہلے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو یا غلام نہ ملے تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا پڑیں گے بھئی صحبت سے پہلے پہلے، دو ماہ کے روزے رکھے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو، دو ماہ کے مسلسل روزے بھی نہیں رکھ سکتا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا پڑے گا صحبت سے پہلے پہلے بھئی۔ تو غلام آزاد کرے یا کیا کرے؟ اگر اس کی طاقت نہیں تو ساٹھ روزے رکھے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دے، اور یہ سب صحبت سے پہلے ہونے چاہئیں کیونکہ یہ کفارہ ہے، تو کفارہ پہلے ہو گا اس کے بعد بیوی کیا ہو جائے گی اس کے لیے؟ حلال۔

بھئی یاد رکھیے یہ دراصل جاہلیت کے زمانے کی ایک قسم تھی بھئی۔ اور جاہلیت میں البتہ یہ فرق تھا کہ جو شخص ظہار کر لیتا تھا اس کی بیوی اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام سمجھی جاتی تھی، وہاں اب حرمت ختم کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ یہ جاہلیت کا طریقہ تھا اور جو شخص ظہار کر لیتا تھا اس کی بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس پر کیا سمجھا جاتا؟ حرام سمجھا جاتا تھا۔ تو اسلام نے بھی آ کر اس حکم کو برقرار رکھا لیکن تھوڑی سی تبدیلی کر دی: وہاں تھا بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی، یہاں پر کفارہ مقرر فرما دیا اللہ تعالیٰ نے کہ کفارہ دے دو تو پھر حلال ہو جائے گی کیونکہ تم نے بڑی ہی غلط بات کہی ہے، اپنی بیوی کو ایسی عورت سے تشبیہ دے رہے ہو جو تمہارے اوپر حرام ہے بھئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، تو تم نے بڑی غلط بات کہی اب سزا یہ ہے کہ بیوی تم پہ حرام ہے۔ لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں حرام، اب بھی اگر تم بیوی کے پاس جانا چاہتے ہو تو کفارہ دے دو، عورت پھر تم پر کیا ہو جائے گی؟ حلال ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی سب کو؟ تو یہ تھا ظہار مولانا اور اس کا کفارہ۔

إِذَا قَالَ الزَّوْجُ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي جب کہا خاوند نے اپنی بیوی سے أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي تو مجھ پر اسی طرح ہے جیسے کہ میری ماں کی پشت فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ تو تحقیق وہ اس کی بیوی اس شخص پر حرام ہو گئی، لَا يَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا جائز نہیں ہے اس خاوند کے لیے اپنی اس بیوی سے صحبت کرنا وَلَا مَسُّهَا اور نہ اسے چھونا یعنی ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں وَلَا تَقْبِيلُهَا۔ بھئی میری کتاب میں تَقَبُّل ہے، یہ کتابت کی غلطی ہے تَقَبُّل نہیں تَقْبِيل ہونا چاہیے بھئی۔ آپ کی کتابوں میں کیا ہے بھئی؟ تَقَبُّل ہے؟ تو جن کی کتابوں میں تَقَبُّل ہے وہ اس کو تَقْبِيل کر لیں بھئی۔ وَلَا تَقْبِيلُهَا اور خاوند کے لیے جائز نہیں ہے اپنی بیوی کا بوسہ لینا، قَبَّلَ يُقَبِّلُ تَقْبِيل کا معنی ہے بوسہ لینا بھئی۔ تو خاوند کے لیے حلال نہیں ہے بیوی سے صحبت کرنا، نہ اسے چھونا اور نہ اس کا بوسہ لینا حَتَّى يُكَفِّرَ عَنْ ظِهَارِهِ یہاں تک کہ وہ کفارہ دے دے اپنے ظہار سے۔

فَإِنْ وَطِئَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ۔ اچھا بھئی ایک شخص تھا اس نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، ظہار کے بعد اب عورت اس پر حرام ہے کفارہ دینے سے پہلے

پہلے۔ ابھی اس نے کفارہ نہیں دیا پہلے صحبت کر لی، تو اب کیا ہو گا بھئی؟ کیا اب اس پر کفارہ دگنا ہو جائے گا یا کیا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یاد رکھیے عِنْدَ الْأَحْنَافِ بھئی اس نے بڑا گناہ کا کام کیا کفارے سے پہلے اپنی بیوی کے پاس چلا گیا، لہٰذا اب اللہ سے استغفار کرے اور کوئی سزا وغیرہ اس کی نہیں ہے دنیاوی جو شرعاً مقرر ہو۔ ہاں اللہ سے توبہ کرے، استغفار کرے، پھر اس طرح نہ کرے بھئی اور کفارہ دے اس کے بعد عورت کے پاس جائے بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ وَطِئَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ اگر خاوند نے اپنی بیوی سے صحبت کر لی قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ کفارہ دینے سے پہلے اِسْتَغْفَرَ اللّٰهَ تو اللہ سے مغفرت طلب کرے وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ غَيْرُ الْكَفَّارَةِ الْأُولَى اور اس خاوند پر اور کوئی چیز نہیں ہے سوائے پہلے کفارے کے، وَلَا يُعَاوِدُ حَتَّى يُكَفِّرَ اور پھر نہ لوٹائے اس کو بھئی یعنی پھر ایسا نہ کرے حَتَّى يُكَفِّرَ یہاں تک کہ کفارہ دے دے۔

وَالْعَوْدُ الَّذِي يَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ هُوَ أَنْ يَعْزِمَ عَلَى وَطْئِهَا۔ بھئی ظہار میں آپ کو بتلایا کہ جب کوئی شخص ظہار کر لے تو اسے کیا دینا پڑتا ہے؟ کفارہ دے گا تو پھر اس کے بعد بیوی حلال ہو گی، بغیر کفارے کے بیوی حلال نہیں۔ لیکن یہ کفارہ اس پہ واجب نہیں ہے مولانا۔ کفارہ دینا چاہتا ہے دے، نہیں دینا چاہتا تو نہ دے بیوی حرام رہے گی بھئی۔ کوئی ضروری ہے اس پر کہ ضرور اب کفارہ دینا ہے تم نے؟ ہاں بیوی نہیں حلال ہو گی بھئی جب تک کفارہ نہیں دے گا۔ تو اس کی مرضی ہے بیوی کو حرام ہی رکھتا ہے اپنے اوپر بھئی یا اس کو طلاق دے کے چھوڑ دیتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کفارہ ضروری تو نہیں ہے اس پہ دے، ہاں بیوی کے ساتھ صحبت کرنا چاہے پھر تو کفارہ ضرور دینا پڑے گا، اس کے بغیر بیوی حلال نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو کفارہ البتہ ایک صورت میں کفارہ واجب ہو جائے گا اور وہ کب؟ لوٹنے کی صورت میں۔ کس صورت میں؟ یعنی جب وہ صحبت کا پکا ارادہ کر لے، عزم کر لے۔ عزم کہتے ہیں پختہ ارادے کو۔ تو جب پختہ ارادہ کر لیا بیوی کے ساتھ صحبت کا تو اب وہ صحبت تو بغیر کفارے کے جائز نہیں تھی تو اب کفارہ اس پر واجب ہو گیا مولانا، اب کفارہ دے گا تو بیوی اس پر کیا ہو جائے گی؟ حلال ہو جائے گی بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا سب کو؟ تو کہتے ہیں وَالْعَوْدُ الَّذِي يَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ اور وہ لوٹنا جس کی وجہ سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے هُوَ أَنْ يَعْزِمَ عَلَى وَطْئِهَا وہ یہ کہ پختہ ارادہ کر لے اس کی صحبت کا۔[۲]

وَإِذَا قَالَ: أَنْتِ عَلَيَّ كَبَطْنِ أُمِّي أَوْ كَفَخِذِهَا أَوْ كَفَرْجِهَا فَهُوَ مُظَاهِرٌ۔ اچھا یہاں سے آپ کو یہ بتلا رہے ہیں ضابطہ بھئی۔ پہلے تو آپ نے پڑھا کہ اپنی بیوی کو کوئی تشبیہ دے کس کے ساتھ تشبیہ دے؟ ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے، تو بیوی کو تشبیہ دی یا اس کے ایسے عضو کو تشبیہ دی جس کے ساتھ پورے انسان کو تعبیر کیا جاتا ہے یا اس کے جز شائع کو تشبیہ دی کس کے ساتھ؟ ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ تو جیسے اس عورت کے ساتھ تشبیہ دینے سے جو اس پر حرام ہے بیوی کیا ہو جاتی ہے انسان پر؟ حرام ہو جاتی ہے، اسی طرح ایسی عورت جو انسان پر حرام ہے اس کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے دے جس کی طرف دیکھنا حرام تھا تو بھی یہ ظہار ہے۔ تو بھی یہ کیا ہے؟ ظہار ہے۔ تو اب مولانا ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جو اس پر حرام ہے بلکہ اس کے ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کی طرف دیکھنا کیا تھا اس کے لیے؟ حرام تھا، تو بھی یہ ظہار ہے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ معنی ہے وَإِذَا قَالَ: أَنْتِ عَلَيَّ كَبَطْنِ أُمِّي اور جب کہا بیوی سے کہ تو مجھ پر اسی طرح ہے جیسے میری ماں کا پیٹ أَوْ كَفَخِذِهَا یا جیسے اس کی رانیں أَوْ كَفَرْجِهَا یا جیسے اس کی شرمگاہ فَهُوَ مُظَاهِرٌ تو یہ ظہار کرنے والا ہے یعنی یہ ظہار ہو گیا مولانا اور یہ شخص مظاہر ہوا یعنی ظہار کرنے والا۔

وَكَذَلِكَ إِنْ شَبَّهَهَا بِمَنْ لَا يَحِلُّ لَهُ النَّظَرُ إِلَيْهَا عَلَى سَبِيلِ التَّأْبِيدِ، اور اسی طرح ہے یعنی یہ شخص مظاہر ہو گا اگر اس نے تشبیہ دی اپنی بیوی کو بِمَنْ ایسی عورت کے ساتھ لَا يَحِلُّ لَهُ النَّظَرُ إِلَيْهَا کہ جس کی طرف نظر کرنا، دیکھنا اس کے لیے جائز نہیں تھا۔ بھئی دیکھنا جائز نہیں تھا عَلَى سَبِيلِ التَّأْبِيدِ ہمیشہ کے طریقے پر یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مِنْ مَحَارِمِهِ اپنی محرم عورتوں میں سے۔ بھئی محرم عورتوں کی طرف تو دیکھنا جائز ہوتا ہے بھئی! صاحب قدوری کیا فرما رہے ہیں؟ اگر تشبیہ دی اپنی بیوی کو ان عورتوں کے ساتھ کہ ان کی طرف دیکھنا اس کے لیے حلال نہیں، مراد یہ ہے کہ ایسے عضو سے تشبیہ دے دی جن اعضا کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے بھئی اپنے محارم میں سے، تو پھر بھی یہی حکم ہو گا مِثْلُ أُخْتِهِ أَوْ عَمَّتِهِ أَوْ أُمِّهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ جیسے کہ اس کی بہن ہے یا اس کی پھوپھی ہے یا اس کی ماں ہے مِنَ الرَّضَاعَةِ رضاعی بھئی، رضاعی ماں۔ ان میں سے بھی کسی کے ساتھ تشبیہ دے دے گا یا ان کے ایسے عضو کے ساتھ جن کی طرف دیکھنا کیا تھا؟ حرام تھا تب بھی یہی حکم ہے بھئی۔

وَكَذَلِكَ إِنْ قَالَ: رَأْسُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي أَوْ فَرْجُكِ أَوْ وَجْهُكِ أَوْ رَقَبَتُكِ۔ اب دیکھیے وہ الفاظ ذکر کر رہے ہیں جن کے ساتھ ہیں تو اعضا

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْعَوْدُ الَّذِي يَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والعود الذي تجب به الكفارة» منقول ہے۔

لیکن پورے نفس کو کیا کیا جاتا ہے ان کے ساتھ؟ تعبیر۔ راس بول کر کیا مراد لیتے ہیں؟ پورا انسان مراد لیا جاتا ہے، اس کی ذات مراد لی جاتی ہے۔ تو دیکھیے راس ہے، وجہ وغیرہ مولانا، رقبہ ہے: وَكَذَلِكَ اسی طرح اگر کہا رَأْسُكِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي کہ تیرا سر جو ہے مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے، اب راس کہا بھئی عضو ذکر کیا لیکن یہ ایسا عضو ہے جس کے ذریعے کیا کیا جاتا ہے پورے انسان کو؟ تعبیر کیا جاتا ہے۔ أَوْ فَرْجُكِ یا تیری شرمگاہ جو ہے أَوْ وَجْهُكِ یا تیرا چہرہ جو ہے أَوْ رَقَبَتُكِ یا تیری گردن جو ہے، اور گردن بول کر بھی کیا مراد لیتے ہیں؟ پوری ذات، تو یہ سارے وہ الفاظ ہیں۔ أَوْ نِصْفُكِ أَوْ ثُلُثُكِ یہ وہ جز ذکر کیا جو شائع ہے پورے بدن میں پھیلا ہوا ہے اس کو بھی تشبیہ دے دے، نِصْفُكِ أَوْ ثُلُثُكِ تیرا نصف یا تیرا ثلث، تیسرا حصہ۔

وَإِنْ قَالَ: أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ أُمِّي اور اگر خاوند نے یوں کہا کہ تو مجھ پر اسی طرح ہے جیسے میری ماں۔ پہلے کہا تھا جیسے میری ماں کی پشت بھئی، اب کس کے ساتھ تشبیہ دی ہے؟ ماں کہ تو میرے لیے اسی طرح ہے جیسے میری ماں۔ اب یاد رکھیے پہلا لفظ ظہار میں صریح تھا، اس سے ظہار کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں نکلتا تھا أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي، لیکن یہ کنایہ ہے اس میں اور معنی بھی نکلتا ہے۔ اس نے کیا کہا ہے؟ أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ ظَهْرِ أُمِّي نہیں کہا بلکہ کیا کہا ہے؟ مِثْلُ أُمِّي تو میرے لیے اسی طرح ہے جیسے میری ماں۔ اب اس کا ایک معنی تو یہ ہو سکتا ہے ظہار کا ارادہ ہو کہ جیسے وہ مجھ پر حرام ہے تو بھی مجھ پر کیا ہے؟ حرام، تو یہ ظہار ہو گا۔ دوسرا معنی یہ نکل سکتا ہے جیسے میری ماں میرے نزدیک معزز و محترم ہے تو بھی میرے نزدیک اسی طرح معزز اور محترم ہے کیونکہ تو میری بیوی ہے، میری گھر والی ہے تو میرے لیے قابل احترام ہے۔ دوسرا معنی نکلا یا نہیں نکلا بھئی؟ تو لہٰذا یہ کنایہ ہوا۔ اور کنائے کے اندر کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے پھر؟ نیت کی، لہٰذا اب اس شخص سے پوچھیں گے بھئی تم نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ اگر اس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو ظہار ہو جائے گا۔ اگر اس نے کہا میں نے عزت کا ارادہ کیا تھا پھر تو کچھ بھی نہیں۔ اور اگر اس نے کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو پھر طلاق بائن ہو جائے گی مولانا۔ کیونکہ حرمت طلاق رجعی میں آتی ہے یا طلاق بائن میں؟ طلاق بائن میں، اور یہ حرمت کو ذکر کرنا چاہتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ: أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ أُمِّي اور اگر کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے يُرْجَعُ إِلَى نِيَّتِهِ تو رجوع کیا جائے گا اس شخص کی نیت کی طرف۔ فَإِنْ قَالَ: أَرَدْتُ بِهِ الْكَرَامَةَ فَهُوَ كَمَا قَالَ اگر اس نے کہا میں نے اس کے ذریعے عزت اور احترام کا ارادہ کیا ہے فَهُوَ كَمَا قَالَ تو یہ اسی طرح ہو گا جیسے اس نے کہا یعنی اس سے ظہار وغیرہ نہیں ہو گا۔ وَإِنْ قَالَ: أَرَدْتُ الظِّهَارَ فَهُوَ ظِهَارٌ اور اگر اس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہے۔ وَإِنْ قَالَ: أَرَدْتُ الطَّلَاقَ فَهُوَ طَلَاقٌ بَائِنٌ اور اگر اس نے کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ طلاق بائن ہے۔ سمجھ میں آیا؟ گویا کہ وہ أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ أُمِّي کہہ رہا ہے تو گویا یوں کہہ رہا ہے أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ تو مجھ پر کیا ہے؟ حرام ہے، وہ یہ کہنا چاہتا ہے اور حرمت طلاق بائن میں آتی ہے طلاق رجعی میں نہیں بھئی۔ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ اور اگر اس کی کوئی نیت نہیں تھی فَلَيْسَ بِشَيْءٍ تو پھر یہ کچھ بھی نہیں ہے بھئی، کوئی چیز واقع نہیں یعنی ظہار اس سے نہیں ہو گا بھئی۔[۴۳]

وَلَا يَكُونُ الظِّهَارُ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِهِ۔ یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ ظہار صرف بیوی کے ساتھ ہو سکتا ہے باندی کے ساتھ نہیں۔ ایک شخص کی باندی ہے وہ اپنی باندی سے کہتا ہے أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس سے ظہار نہیں ہو گا۔ ہاں بات اس نے غلط بات کی بھئی لیکن ظہار بہر حال اس سے نہیں کیونکہ ظہار صرف کس سے ہو سکتا ہے؟ بیوی سے۔ وَلَا يَكُونُ الظِّهَارُ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِهِ اور ظہار نہیں ہو گا مگر اپنی بیوی سے ہی، فَإِنْ ظَاهَرَ مِنْ أَمَتِهِ پس اگر ظہار کیا اپنی باندی سے لَمْ يَكُنْ مُظَاهِرًا تو یہ ظہار کرنے والا نہیں یعنی یہ ظہار نہیں تو یہ ظہار کرنے والا بھی نہیں۔

وَمَنْ قَالَ لِنِسَائِهِ۔ صورت یہ ایک آدمی کی دو یا تین یا چار بیویاں تھیں، اس نے ان ساروں کو کہا کہ تم سب مجھ پر کس طرح ہو؟ میری ماں کی پشت کی طرح، تو کہتے ہیں سب سے ظہار ہو جائے گا بھئی اور پھر ہر ایک کے حلال کرنے کے لیے الگ الگ کفارہ دینا پڑے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیونکہ کئی ظہار ہو گئے تو کئی کفارے پھر دینا پڑیں گے بھئی۔ وَمَنْ قَالَ لِنِسَائِهِ اور جس نے اپنی بیویوں سے کہا أَنْتُنَّ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي تم سب مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو كَانَ مُظَاهِرًا مِنْ جَمَاعَتِهِنَّ تو وہ ظہار کرنے والا ہوا ان کی پوری جماعت سے وَعَلَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ كَفَّارَةٌ اور اس پر ان میں سے ہر ایک کے لیے کفارہ ہے، الگ الگ کفارہ ہو گا ہر ایک کے لیے۔

---

[۴۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ ظَهْرِ أُمِّي» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أنت علي مثل أمي» منقول ہے۔

[۴۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «أَرَدْتُ بِهِ الْكَرَامَةَ فَهُوَ كَمَا قَالَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «أردت الكرامة فهو كما قال» منقول ہے۔

وَكَفَّارَةُ الظِّهَارِ عِتْقُ رَقَبَةٍ اور ظہار کا کفارہ جو ہے عِتْقُ رَقَبَةٍ ایک گردن کا آزاد کرنا ہے یعنی ایک باندی یا غلام کا آزاد کرنا ہے۔فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ پس اگر وہ نہ پائے بھئی غلام یا باندی کو، سمجھ میں آیا؟ جیسے آج کل ملتے ہی نہیں ہیں یا ایسا زمانہ ہو کہ غلام یا باندی مل تو جاتے ہیں لیکن اس کے پاس اتنا مال ہی نہیں ہے، تو فَإِنْ لَمْ يَجِدْ پس جو شخص نہ پائے فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تو روزے رکھنا ہے دو ماہ کے لگاتار۔فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا پس جو شخص نہ استطاعت رکھے، روزے بھی نہیں رکھ سکتا ساٹھ مسلسل فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا تو پھر کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کو۔كُلُّ ذَلِكَ قَبْلَ الْمَسِيسِ ان میں سے ہر ایک صحبت سے پہلے ہو، جو بھی کرنا چاہے صحبت سے پہلے۔غلام یا باندی آزاد کر سکتا ہے اور غلام اور باندی دستیاب بھی ہیں تو پھر وہی کرے گا اور کچھ نہیں کر سکتا۔اگر غلام یا باندی دستیاب ہی نہیں یا دستیاب تو ہیں لیکن اس کے پاس مال نہیں پھر اس صورت میں اس کی قدرت نہیں ہے تو اب کس کی طرف چلے جائیں گے؟ روزوں کی طرف۔اگر روزے رکھ سکتا ہے تو پھر کھانا نہیں کھلائے گا مولانا بلکہ روزے ہی رکھنے پڑیں گے۔ہاں البتہ اگر بوڑھا ہے، ضعیف ہے، روزے نہیں رکھ سکتا اب، سمجھ میں آیا بھئی؟ اتنا ضعیف ہے کہ روزے نہیں رکھ سکتا یا بیمار ہے تو پھر اس صورت میں کیا کرنا پڑے گا؟ اب ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، لیکن كُلُّ ذَلِكَ قَبْلَ الْمَسِيسِ ان میں سے ہر ایک جو ہے صحبت سے پہلے ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ صحبت سے پہلے بھئی، پہلے کفارہ ہو پھر اس کے بعد صحبت۔

وَيُجْزِئُ فِي ذَلِكَ اور کافی ہے اس کے اندر یعنی کفارہ ظہار میں کافی ہے عِتْقُ الرَّقَبَةِ الْمُسْلِمَةِ وَالْكَافِرَةِ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ آزاد کرنا ایسی گردن کا جو مسلمان ہو اور کافر ہو، چاہے مسلمان ہو چاہے کافر ہو یہ ضروری نہیں کہ مسلمان غلام یا باندی آزاد کرے کافر ہو پھر بھی اس کو بھی کر سکتا ہے، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى مذکر کو بھی کر سکتا ہے مؤنث کو بھی یعنی غلام کو بھی اور باندی کو بھی، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ صغیر ہو غلام چھوٹا ہو نابالغ ہو اسے بھی کر سکتا ہے وَالْكَبِيرِ اور بڑا ہو بالغ ہو اسے بھی کر سکتا ہے۔

وَلَا يُجْزِئُ الْعَمْيَاءُ لیکن کافی نہیں ہے الْعَمْيَاءُ أَيِ الرَّقَبَةُ الْعَمْيَاءُ ایسی گردن جو اندھی ہے۔ بھئی ایسے غلام یا باندی کو آزاد نہیں کر سکتا جن میں کوئی جنس نفع ہی فوت ہو چکا، پورا جنس نفع ہی کیا ہو چکا؟ فوت۔ مثلاً دونوں ہی آنکھیں نہیں ہیں اس کی بھئی، تو بھئی غلام آزاد کرنا تھا تو غلام کامل قسم کا ہو مولانا ٹھیک غلام ہو لہذا یہ عیب والا ہے اس کو نہیں۔ہاں اگر ایک آنکھ ہے ایک نہیں پھر آزاد کر سکتا ہے کیونکہ جنس نفع ختم نہیں ہوا دیکھنے کی ابھی بھی صلاحیت ہے۔ اسی طرح اگر ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے پھر بھی آزاد کر سکتا ہے اسے، لیکن اگر دونوں ہاتھ کٹے ہیں تو جنس نفع ہی کیا ہوا؟ کسی چیز کو پکڑنے کی طاقت ہی بالکل ختم ہے لہذا نہیں۔ دونوں پاؤں کٹے ہوں پھر چلنے کا جنس نفع ہی ختم ہے لہذا ان کو نہیں کر سکتا، ہاں ایک پاؤں کٹا ہو تو اسے کر سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اسی طرح بالکل بہرہ ہے، سنتا ہی نہیں کچھ، سنائی نہیں دیتا اسے کچھ بھی، اسے بھی آزاد نہیں کر سکتا کیونکہ جنس نفع ہی کیا ہے؟ سمجھ میں آیا بھئی؟ جنس نفع ہی ختم ہو چکا ہے۔ہاں تھوڑا تھوڑا سنائی دیتا ہے پھر جنس نفع کچھ نہ کچھ باقی ہے اسے کر سکتا ہے۔اسی طرح ایک طرف کا ہاتھ کٹا ہے دوسری طرف کا پاؤں کٹا ہے اسے بھی کیا کر سکتا ہے؟ آزاد کر سکتا ہے کیونکہ پکڑنے کی جنس نفع وہ بھی ابھی باقی ہے ایک ہاتھ باقی ہے اور چلنے کی جنس نفع وہ بھی باقی ہے ایک پاؤں کیا ہے اس کا؟ باقی ہے تو چل سکتا ہے کسی نہ کسی طریقے سے بھئی، سمجھ میں آیا؟ لاٹھی وغیرہ کے سہارے کسی نہ کسی طرح چل سکتا ہے۔لیکن اگر ایک ہی طرف کا ہاتھ اور اسی طرف کا پاؤں کٹا ہوا ہو پھر یاد رکھیے یہ چلنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا تو جنس نفع ہی چلنے کا ختم ہو گیا۔ سمجھ میں آیا؟ چلنے کا جنس نفع ہی کیا ہوا؟ ختم ہوا بھئی، ایک طرف کا پاؤں نہیں اس طرف کا ہاتھ بھی نہیں ہے کہ لاٹھی وغیرہ پکڑ کے سہارا لے اس طرف اور چلے بھئی، تو لہذا چلنے کا جنس نفع اس کا ختم لہذا ایسے غلام کو بھی آزاد کرنا درست نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُجْزِئُ الْعَمْيَاءُ أَيِ الرَّقَبَةُ الْعَمْيَاءُ اور کافی نہیں ہے ایسی رقبہ جو اندھی ہو وَلَا مَقْطُوعَةُ الْيَدَيْنِ اور نہ ایسی رقبہ جس کے دونوں ہاتھ کیا ہوں؟ کٹے ہوئے ہوں وَالرِّجْلَيْنِ۔ آپ کی کتاب میں وَالرِّجْلَيْنِ ہے؟ أَوِ الرِّجْلَيْنِ ہونا چاہیے بھئی، أَوْ ہونا چاہیے بھئی یہ کتابت کی غلطی ہے بھئی یا واؤ کو بمعنی أَوْ کے لے لیں پھر اسی طرح بے شک رکھیں۔ تو یا ایسا غلام جس کے دونوں پاؤں کیا ہوں؟ کٹے ہوئے ہوں یہ بھی جائز نہیں ہے۔وَيَجُوزُ الْأَصَمُّ اور بہرہ غلام جائز ہے لیکن میں نے بتایا بھئی پورا بالکل بہرہ ہو وہ نہیں جائز کچھ نہ کچھ اسے سنائی دیتا ہو وہ غلام مراد ہے یا باندی۔ اصم کہتے ہیں بہرے کو، بہرہ جائز ہے یعنی وہ بہرہ جسے کچھ نہ کچھ سنائی دیتا ہو۔وَمَقْطُوعُ إِحْدَى الْيَدَيْنِ وَإِحْدَى الرِّجْلَيْنِ مِنْ خِلَافٍ اور اسی طرح وہ غلام جس کے ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو اور ایک پاؤں کٹا ہوا ہو، دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ اور دونوں پاؤں میں سے ایک پاؤں کٹا ہو مِنْ خِلَافٍ کس طرف سے؟ مخالف طرف سے، ایک ہی طرف کا ہاتھ اور پاؤں نہ کٹا ہو ہاتھ ایک طرف کا ہے تو پاؤں دوسری طرف، ورنہ اگر ایک ہی طرف کا ہو تو میں نے بتلایا چلنے کا جنس نفع ہی کیا ہو جاتا ہے؟ ختم ہو جاتا ہے۔وَلَا يَجُوزُ مَقْطُوعُ إِبْهَامَيِ الْيَدَيْنِ۔ ابہام کہتے ہیں انگوٹھے کو۔ بھئی جس کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں یہ غلام بھی جائز نہیں اس لیے کہ ہاتھ سے جب ہم کسی چیز کو پکڑتے ہیں تو وہ پکڑنے کی ساری طاقت انگوٹھے کے ذریعے ہوتی ہے، ایک طرف

سے انگوٹھا ہوتا ہے باقی طرف سے انگلیاں ہو جاتی ہیں، تو جب انگوٹھا ہی نہیں ہے تو پکڑنے کی طاقت نہیں اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہیں تو دونوں ہاتھوں سے پکڑنے کی طاقت ختم تو جنس نفع ہی کیا ہو گیا؟ ختم۔ اس لیے کہا وَلَا يَجُوزُ مَقْطُوعُ إِبْهَامَيِ الْيَدَيْنِ اور جائز نہیں ہے وہ غلام جس کے دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوں۔ وَلَا يَجُوزُ الْمَجْنُونُ الَّذِي لَا يَعْقِلُ اور جائز نہیں ہے وہ مجنون جو عقل ہی نہیں رکھتا یعنی کبھی ٹھیک ہی نہیں ہوتا۔ ہاں وہ مجنون غلام جائز ہے جو کبھی ٹھیک ہو جاتا ہے کبھی پھر پاگل ہو جاتا ہے، لیکن جو بالکل ٹھیک ہی نہیں ہوتا تو اس کے تو سارے بدن کا ہی جنس نفع کیا ہو چکا؟ ختم، وہ درست نہیں۔[۵]

وَلَا يَجُوزُ عِتْقُ الْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبِ اور جائز نہیں ہے مدبر، مدبر کس کو کہتے تھے؟ جسے آقا نے کیا کہا میرے مرنے کے بعد تو آزاد۔ اور ام ولد کسے کہتے ہیں؟ وہ باندی جس نے آقا کے بچے کو جنم دیا ہے اور آقا نے پھر اقرار بھی کیا کہ یہ میرا بچہ ہے تو یہ آقا کی ام ولد ہو گئی اور یہ بھی آقا کے مرنے کے بعد کیا ہو جاتی ہے؟ آزاد ہو جاتی ہے۔ مکاتب کس کو کہتے ہیں؟ جس سے آقا نے یہ عقد کر لیا کہ تم میرے لیے اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو اور غلام نے اس کو قبول کر لیا تو ان دونوں میں یہ عقد کتابت ہوا اور یہ غلام اب کیا کہلاتا ہے؟ مکاتب بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ عِتْقُ الْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبِ الَّذِي أَدَّى بَعْضَ الْمَالِ اور جائز نہیں ہے آزادی مدبر کی اور ام ولد کی اور ایسے مکاتب کی الَّذِي أَدَّى بَعْضَ الْمَالِ جس نے کہ ادا کر دیا ہے کچھ مال۔ مکاتب نے کام شروع کیا اور تھوڑی تھوڑی ادائیگی کر رہا ہے تو کچھ مال ادا کر چکا ہے اور کچھ باقی ہے، تو مدبر کو بھی آزاد کرنا درست نہیں بھئی وجہ یہ کہ غلام آزاد کرنا ہے تو کامل غلام آزاد کرنا پڑے گا، یہ غلام تو پہلے سے ہی آزادی کا مستحق ہو چکا ہے یہ اب پوری طرح کامل نہیں بھئی۔ اور ام ولد بھی اس کا آزادی کا حق ہو چکا ہے یہ کامل غلام نہیں بھئی تو لہذا کامل غلام ہونا چاہیے۔ مکاتب بھئی بھی یہ کچھ بدل کتابت ادا کر چکا ہے تو سارا تو ویسے آزاد نہیں ہوا کچھ میں تو کیا آ گیا؟ کچھ میں تو وہ عوض دے چکا ہے تو یہ آزادی کچھ عوض پر ہوئی کچھ ویسے ہو جائے گی لہذا یہ صحیح نہیں۔ ہاں اگر ایسا مکاتب آزاد کیا جس نے ابھی کچھ بھی ادائیگی نہیں کی پھر صحیح ہے بھئی کیونکہ ابھی اس نے کچھ بھی ادا نہیں کیا تو عتق علیٰ مال یہاں آیا ہی نہیں سرے سے: فَإِنْ أَعْتَقَ مُكَاتَبًا لَمْ يُؤَدِّ شَيْئًا جَازَ اگر آزاد کیا ایسا مکاتب لَمْ يُؤَدِّ شَيْئًا جس نے کچھ بھی ادا نہیں کیا جَازَ تو جائز ہے۔

فَإِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ أَوِ ابْنَهُ۔ بھئی میں نے آپ کو ضابطہ بتلایا تھا حدیث میں آتا ہے: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ جو اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بنا تو وہ اس پر آزاد ہے۔ تو میں نے بتلایا تھا بھئی کہ دو شرطیں حدیث میں ذکر ہیں: قریبی رشتہ دار بھی ہو اور محرم بھی ہو بھئی یعنی اس کے ساتھ نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ تو سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اب ایک شخص اگر مثلاً اس کا والد جو تھا جنگ کے اندر کفار گرفتار کر کے لے گئے اور پھر وہ غلام بنا کر اسے بیچ دیا اور بکتے بکتے پھر وہ یہاں آیا اور یہاں اس کے بیٹے نے اسے خریدا، جیسے ہی بیٹا خریدے گا فوراً اس کا باپ اس پر کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ کیونکہ حدیث میں کیا ہے جو شخص اپنے قریبی محرم رشتے

دار کا مالک بنا وہ فوراً اس پر کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ تو کیا اب اگر کوئی شخص جس نے ظہار کا کفارہ دینا تھا وہ اپنے والد کو یا قریبی محرم رشتے دار کو جو اس پر آزاد ہو جاتا ہے خریدتے ہی، اسے خریدتا ہے اور وہ خریدتے ہی آزاد ہو جاتا ہے تو کیا یہ کفارے کے طور پر ہو جائے گا یا نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی ہو جائے گا کیونکہ وہ کس نیت سے خرید رہا ہے؟ کفارے کی نیت سے ہی تو خرید رہا ہے کہ اس کے طور پر یہ آزاد ہو جائے لہذا درست ہے بھئی۔ کہتے ہیں فَإِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ أَوِ ابْنَهُ وَيَنْوِي بِالشِّرَاءِ الْكَفَّارَةَ جَازَ عَنْهَا اگر خریدا اس شخص نے اپنے والد کو أَوِ ابْنَهُ یا اپنے بیٹے کو وَيَنْوِي بِالشِّرَاءِ الْكَفَّارَةَ اور وہ نیت کرتا ہے خریدنے کے ذریعے کفارے کی جَازَ عَنْهَا تو یہ جائز ہے کفارے سے، سمجھ میں آیا؟ کفارہ ہو جائے گا۔

وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدٍ مُشْتَرَكٍ عَنِ الْكَفَّارَةِ وَضَمِنَ قِيمَةَ بَاقِيهِ فَأَعْتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: يُجْزِيهِ۔ صورت مسئلہ یہ: یاد رکھو مثلاً دو آدمیوں میں مشترکہ غلام ہے، زید اور عمرو نے مل کر ایک غلام خریدا آدھے آدھے پیسے ملائے۔ تو یہ نصف غلام زید کا ہے اور نصف عمرو کا ہے بھئی، تو مثلاً پھر ایک دن زید کی خدمت کرتا ہے اور ایک دن عمرو کی باری باری بھئی۔ اب زید نے مثلاً ظہار کیا تھا، اس نے یہ آدھے غلام کا مالک تھا آدھے غلام کو اس نے آزاد کر دیا۔ آدھے کو کیا کیا؟ آزاد۔ تو جب نصف غلام کو آزاد کیا جائے صاحبین فرماتے ہیں باقی کا نصف بھی خود بخود آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا آدھا غلام رہے اور آدھا آزاد رہے، تو آدھے کو آزاد کیا تو باقی آدھا بھی خود بخود کیا ہو

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶۵):** بڑا نسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوزُ الْمَجْنُونُ الَّذِي لَا يَعْقِلُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا المجنون الذي لا يعقل» منقول ہے۔

جائے گا؟ آزاد۔ تو ایک شریک نے کیا کیا اپنے نصف حصے کو آزاد کر دیا تو امام صاحب فرماتے ہیں باقی کا غلام آزاد نہیں ہو گا، ہاں اس کے شریک کو اب اختیار ہے بھئی، اختیار ہے چاہے تو وہ اپنے نصف غلام کو بھی کیا کر دے؟ آزاد کر دے۔ چاہے تو کیا کرے؟ اپنے شریک سے جس نے اپنے حصے کو آزاد کیا تھا اس سے ضمان لے لے۔ کیا کرے؟ ضمان لے لے، وجہ یہ کہ اب اس غلام میں نقصان آ گیا مولانا، کمی آ گئی اسے آقا اب فروخت نہیں کر سکتا۔ آقا اسے اب فروخت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ آدھا غلام ہے اور آدھا آزاد ہے تو اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ تو اب چاہے تو اپنے ساتھی سے کیا کر لے اس کا ضمان لے لے کہ تمہاری وجہ سے میرے حصے کے غلام میں بھی کیا آ گیا؟ نقصان آ گیا لہٰذا اس سے ضمان لے لے۔ زید نے آزاد کیا تھا، عمرو کیا کر سکتا ہے اب؟ اپنے حصے کا اس سے ضمان لے سکتا ہے۔ اور چاہے تو غلام سے کہے کہ تم جاؤ، مثلاً زید نے اور عمرو نے پچاس پچاس ہزار میں یہ غلام خریدا تھا، پچاس پچاس ہزار میں تو زید نے کتنا حصہ آزاد کیا ہے؟ نصف، وہ کتنے کا ہے؟ پچاس ہزار۔ تو باقی حصہ عمرو کا ہے، عمرو غلام سے بھی کہہ سکتا ہے کہ جاؤ اتنے پیسے کما کر لے آؤ میرے حصے کے تو تم آزاد ہو۔ تو تم کیا ہو؟ آزاد ہو۔ تو کل کتنی صورتیں ہو گئیں؟ تین صورتیں۔ زید نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، عمرو کو اختیار ہے: چاہے تو اپنے حصے کو بھی کیا کر دے؟ آزاد کر دے۔ چاہے تو زید سے کیا کرے؟ ضمان لے لے کیونکہ یہ نقصان کس کی وجہ سے آیا؟ زید کی وجہ سے۔ اور چاہے تو غلام سے کیا کہے کہ جاؤ کما کر لاؤ تو تم کیا ہو؟ آزاد ہو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ امام صاحب کے نزدیک کتنی صورتیں بن گئیں بھئی؟ تین صورتیں: زید نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا، عمرو چاہے تو اپنے حصے کو کیا کرے؟ آزاد کرے، چاہے تو زید سے اپنے حصے کا کیا لے لے؟ ضمان لے لے، اور چاہے تو غلام سے کہے تم جا کر پیسے کما کر لاؤ تو تم کیا ہو جاؤ گے؟ آزاد ہو جاؤ گے۔

اچھا تو اس نے زید تھا مالدار اس نے زید سے ضمان لے لیا۔ زید نے آدھا غلام آزاد کیا تھا اور باقی آدھے کا اس نے کیا کیا؟ ضمان دے دیا۔ کس کو دیا؟ عمرو کو دے دیا، تو اب زید ضمان دے کر اس حصے کو بھی آزاد کر دیتا ہے، کہتے ہیں یہ غلام جو اس نے آزاد کیا کفارے کے طور پر کرنا جائز نہیں ہے۔ کفارے کے طور پر اسے آزاد کرنا جائز نہیں۔ بھئی کیوں نہیں جائز؟ پورا غلام تو زید نے ہی آزاد کر دیا، آدھا خود آزاد کیا تھا اپنا حصہ اور آدھے کا ضمان دے کر اسے کیا کر دیا؟ آزاد کر دیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ امام صاحب فرماتے ہیں یہ جائز نہیں، صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ یہ جائز ہے، دیکھیے ذرا پہلے کتاب میں دیکھ لیجیے۔ کہتے ہیں وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدٍ مُشْتَرَكٍ عَنِ الْكَفَّارَةِ اور اگر آزاد کیا نصف عبد مشترک کو عَنِ الْكَفَّارَةِ کفارے سے یعنی کفارے کے طور پر اسے آزاد کیا، وَضَمِنَ قِيمَةَ بَاقِيهِ اور باقی کی قیمت کا کیا ہوا؟ بھئی دوسرے عمرو نے اس سے کیا لے لیا؟ ضمان، باقی کی قیمت کا ضامن ہو گیا فَأَعْتَقَهُ پھر اس باقی کو بھی کیا کر دیا؟ آزاد کر دیا، لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں يُجْزِيهِ کہ یہ جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک کیا ہو جاتا ہے؟ آدھے کو آزاد کرو تو باقی آدھا بھی کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد، یہ کافی ہو جائے گا۔ کب کافی ہو گا؟ کہتے ہیں إِنْ كَانَ الْمُعْتِقُ مُوسِرًا اگر آزاد کرنے والا خوشحال تھا، وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا لَمْ يَجُزْ اور اگر وہ تنگدست تھا لَمْ يَجُزْ پھر جائز نہیں ہے بھئی۔

صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ تو جہ سے سنو بھئی مسئلہ مشکل ہے اگلا مسئلہ بھی اسی کی طرح کا ہے وہ بھی پھر سمجھ میں آئے گا جب یہ سمجھ میں آئے گا۔ صاحبین کیا فرماتے ہیں بھئی اگر آدھے غلام مشترک کو آزاد کیا تو باقی آدھا بھی کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ لیکن کہتے ہیں یہ اس صورت میں کافی ہو گا کفارے کے طور پر جب کہ یہ آزاد کرنے والا کیا ہو؟ خوشحال ہو۔ وجہ یہ کہ جب یہ خوشحال ہے تو اس کا شریک باقی چونکہ دوسرے شریک کا حصہ بھی ہاتھ سے نکل گیا وہ بھی آزاد ہو گیا تو وہ اس سے ضمان لے لے گا۔ جب اس سے ضمان لے لے گا تو سارا غلام کس کی طرف سے گویا آزاد ہوا؟ زید کی طرف سے ہی آزاد ہوا: آدھا حصہ اس نے خود آزاد کیا تھا، آدھا خود بخود آزاد ہو گیا لیکن عمرو نے اس سے کیا لے لیا اس کا؟ ضمان، کیونکہ یہ خوشحال ہے مال ہے اس کے پاس تو عمرو کو یہ ضمان دے دے گا تو سارا ہی غلام گویا کس کی طرف سے آزاد ہوا؟ زید کی طرف سے۔ جب سارا غلام زید کی طرف سے آزاد ہوا تو یہ کفارے کے طور پر صحیح ہو گیا بھئی۔ لیکن اگر یہ شخص تنگدست تھا پھر درست نہیں ہے۔ کیوں؟ وجہ یہ کہ جب یہ تنگدست ہے یہ آدمی تو پیسے نہیں دے سکتا لیکن اس کی وجہ سے غلام کیا ہو چکا؟ دوسرے کا حصہ خراب ہوا وہ بھی آزاد ہو گیا، تو اب اس صورت میں وہ اس غلام پر لازم ہوتا ہے کہ وہ جائے گا جا کر پیسے کما کر لا کر دے گا دوسرے ساتھی کے بقدر۔ تو جو باقی کا آزاد ہوا اس کے غلام پیسے دے گا یا پیسے نہیں دے گا؟ پیسے دے گا، تو وہ عتق علیٰ عوض ہوا۔ عتق علیٰ عوض۔ تو اس نے پورا غلام آزاد کیا؟ نہیں، نصف اس کی طرف سے آزاد ہوا اور نصف میں کیا کرے گا؟ غلام خود کوشش کر کے کما کر لا کر دے گا، تو نصف بغیر عوض کے ہوا اور نصف کس پر ہوا؟ عوض پر، تو پوری عتق رقبہ نہ پایا گیا بھئی پوری طرح۔ وجہ سمجھ میں آ گئی صاحبین کی بھئی؟ صاحبین فرماتے ہیں اگر اس نے نصف آزاد کیا اگر یہ خوشحال ہے تو یہ درست ہو جائے گا کفارے کے طور پر کیونکہ اس کا ساتھی اس سے ضمان لے لے گا تو سارا غلام اس کی طرف سے شمار ہو جائے گا، اور اگر یہ تنگدست ہے پھر تو کیا کیا جائے گا؟ غلام کما کر لا کر دے گا تو سارا غلام اس کی طرف سے تو آزاد نہیں ہوا لہٰذا یہ کافی نہیں کفارے کے طور پر۔

جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں چاہے یہ خوشحال ہی کیوں نہ ہو پھر بھی کافی نہیں۔ کیوں؟ وجہ یہ کہ جب اس نے نصف حصہ آزاد کیا باقی نصف آزاد ہوا امام صاحب کے نزدیک؟ باقی نصف آزاد نہیں، لیکن اس میں نقصان آگیا، کمی آگئی یا نہیں آگئی؟ آقا اس کو اب آگے کہیں بیچ سکتا ہے؟ آگے اسے بیچ نہیں سکتا تو غلام کے اندر کمی آگئی۔ اب اس نے ضمان دیا اور ضمان دے کر غلام خرید لیا، باقی کے غلام کا بھی یہ مالک بن گیا، لیکن غلام میں کمی آچکی تھی یا نہیں کمی آچکی تھی؟ کمی آچکی ہے۔ اب اس حصے کو بھی یہ آزاد کر دیتا ہے تو یہ حصہ بھی آزاد ہو گیا لیکن پوری طرح آزاد ہوا یا کچھ کمی کے ساتھ آزاد ہوا؟ کچھ کمی کے ساتھ، تو پوری طرح غلام آزاد نہیں ہوا۔ کامل طور پر اس کی طرف سے آزادی نہیں پائی گئی یا یوں کہیں کامل طور پر اس کی طرف سے آزاد کرنا نہیں پایا گیا بھئی، غلام میں کچھ کمی آچکی تھی۔ پہلا نصف تو پورا کامل آزاد ہو گیا لیکن دوسرے نصف میں فوراً ہی کیا آگئی؟ کمی آگئی۔ اب یہ ضمان دے بھی دے وہ کمی دور ہو سکتی ہے؟ وہ کمی تو دور نہیں ہو سکتی تو گویا کچھ حصہ ویسے ہی چلا گیا۔ کچھ حصہ ویسے ہی چلا گیا، اب اس نے اس نصف کو بھی آزاد کر دیا لیکن کچھ حصہ تو ویسے ہی جا چکا تھا وہ جو نقصان آیا تھا۔ سمجھ میں آیا؟ اور وہ نقصان اس کی ملکیت میں آیا تھا یا دوسرے شخص کی ملکیت میں آیا تھا؟ دوسرے کی، ابھی تو اس نے ضمان نہیں دیا تھا بھئی۔ اس نے جیسے ہی اپنے حصے کو آزاد کیا فوراً دوسرے کے حصے میں کیا آگیا؟ نقصان آگیا اور اس وقت دوسرے حصے کا مالک کون ہے؟ دوسرا ساتھی ہے، تو کمی جب آئی دوسرا اس کا مالک تھا تو لہٰذا اب یہ اس کا ضمان دے بھی دے تو پورا نصف اس کے پاس یوں سمجھیں گے نہیں آیا کچھ کمی کے ساتھ آیا، تو کچھ کمی کے ساتھ ہی دوسرے حصے کو اس نے آزاد کیا۔ پہلا حصہ پوری طرح ہو گیا دوسرے حصے میں کمی آگئی تو لہٰذا پورا غلام آزاد کرنا اس کی طرف سے پایا گیا؟ نہیں بھئی۔ اگرچہ یہ پیسے پورے ہی دے، اس کا اعتبار نہیں ہے بھئی۔ زید کا حصہ کتنا تھا؟ کتنے میں خریدا تھا غلام؟ ایک لاکھ کا، زید کا حصہ تھا پچاس ہزار، عمرو کا بھی کتنا تھا؟ پچاس ہزار، اس نے ضمان پورا پچاس ہزار ہی بے شک دے دے لیکن ضمان کی بات نہیں ہو رہی مولانا، ضمان چاہے زیادہ بھی کیوں نہ اس کو دے دے بات ہو رہی ہے پورا غلام آزاد کرنا ہے۔ آدھا جب اس نے اپنا آزاد کیا وہ تو پوری طرح آزاد ہو گیا اس میں کسی قسم کی کمی نہیں، لیکن جیسے ہی ایک حصہ آزاد ہوا دوسرے میں خود بخود کیا آگیا؟ نقصان آگیا یہ غلام ناقص ہو گیا کیونکہ اب اس کو آگے فروخت کرنا بھی آقا کے لیے جائز نہ رہا۔ اب یہ جو دوسرا نصف ہوا یہ ناقص رہا، تو اسے جب اس نے ضمان دے کر لے لیا اور پھر اسے آزاد کیا تو یہ جو نصف آزاد کیا یہ پورا نصف ہے یا ناقص نصف ہے؟ ناقص ہے، تو پورا غلام آزاد کرنا پایا گیا؟ پورا غلام آزاد کرنا نہیں پایا گیا۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟

تو یہ معنی ہے دوبارہ دیکھیے: وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدٍ مُشْتَرَكٍ عَنِ الْكَفَّارَةِ اور اگر آزاد کیا نصف عبد مشترک کو کس چیز سے؟ کفارے سے یعنی کفارے سے آزاد کیا نصف عبد مشترک کو، وَضَمِنَ قِيمَةَ بَاقِيهِ اور ضامن ہوا باقی کی قیمت کا فَأَعْتَقَهُ پس اسے بھی آزاد کر دیا، لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللهُ: يُجْزِيهِ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ کافی ہے۔ کب کافی ہے؟ إِنْ كَانَ الْمُعْتِقُ مُوسِرًا اگر آزاد کرنے والا خوشحال ہو کیونکہ یہ اس سے ضمان لے لے گا تو گویا سارا غلام اس کی طرف سے آزاد ہوا۔ وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا لَمْ يَجُزْ اور اگر یہ تنگدست ہے پھر صاحبین کے نزدیک بھی جائز نہیں کیونکہ پھر تو غلام سے کیا کی جائے گی؟ کوشش کرو اکر اس سے پیسے لیں گے تو نصف تو آزاد ہوا اور نصف کا عوض لے کر آزادی آئے گی تو یہ درست نہیں۔

وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدِهِ۔ اچھا بھئی دوسری صورت آگئی: ایک آدمی نے اپنے ہی غلام کے نصف کو پہلے آزاد کیا پھر نصف کو بعد میں آزاد کیا تو کیا یہ کفارے کے طور پر صحیح ہو جائے گا؟ اب امام صاحب فرماتے ہیں ہاں یہ کفارے کے طور پر ہو جائے گا۔ صاحبین تو اس میں بھی فرماتے تھے ہو جائے گا اس میں بھی فرماتے ہیں ہو جائے گا، لیکن امام صاحب پہلی صورت میں فرماتے تھے وہ کافی نہیں اب کیا فرماتے ہیں؟ اپنا غلام ہے پورا اپنا غلام تھا لیکن ایک دم پورا نہیں آزاد کیا بلکہ پہلے کیا کیا؟ نصف آزاد کیا پھر باقی کا نصف بھی آزاد کر دیا۔ پھر اس پہ اشکال ہوتا ہے کہ بھئی یہاں تو آزادی پوری نہیں پائی گئی، کیسے نہیں پائی گئی؟ جب آدھے کو آزاد کیا تو باقی میں کیا آگیا؟ نقصان آگیا، کیا آگیا؟ کمی آگئی۔ جب کمی آگئی تو باقی کے نصف کو آزاد کرے گا تو پوری طرح آزادی پائی گئی یا کمی کے ساتھ؟ کمی کے ساتھ آزادی آئی تو پورا غلام اچھی طرح آزاد نہیں ہوا کچھ کمی کے ساتھ آزاد ہوا یہ درست نہیں ہونا چاہیے جیسے پہلے تھا۔ اشکال سمجھ میں آیا؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں اب ہو جائے گا۔ وجہ یہ کہ اس نے جب غلام کو آزاد کیا، اپنا غلام ہے نصف آزاد کیا تو دوسرے حصے میں کمی آئی لیکن اس دوسرے حصے کا بھی یہ خود ہی مالک ہے تو یوں سمجھیں گے یہ جو کمی آئی یہ بھی آزادی کے ساتھ چلی گئی۔ کس کے ساتھ چلی گئی؟ آزادی کے ساتھ چلی گئی اور اب جو ناقص رہا اسے بھی آزاد کر دیتا ہے یہ، تو جو کمی آئی تھی وہ بھی آزادی ہی میں شمار کر لیں گے اس کو ویسے شمار نہیں کریں گے تو سارا ہی آزاد ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ پھر اشکال ہوتا ہے اچھا یہاں آپ نے اس کمی کو آزادی میں ہی شمار کر لیا، وہاں اس کمی کو آزادی میں کیوں نہیں شمار کرتے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ وہاں دوسرے حصے کا مالک کوئی اور تھا بھئی، اس کو ہم آزادی میں شمار نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے حصے میں کمی آئی ہے اور یہاں اس کا اپنا ہی غلام ہے سارا اس میں ہی کمی آئی ہے تو اپنے

ہی غلام میں جو کمی آئی ہم یوں سمجھیں گے یہ بھی کدھر چلا گیا؟ آزادی میں چلا گیا یہ حصہ، جبکہ ادھر دوسرے ساتھی کے حصے میں کمی آئی۔ بھئی آزاد کرنا اس پہ ضروری تھا یا اس پہ ضروری تھا؟ اس پہ، تو اس میں اس کے حصے میں کمی آئی ہے وہ اس کی طرف سے ہم شمار کر سکتے ہیں؟ وہ کمی اس شخص کی طرف سے شمار نہیں ہو سکتی، وہ اس کی طرف سے تو شمار کر سکتے ہیں آپ لیکن آزاد کرنا تو اس پہ ضروری تھا۔ تو وہاں ملکیت غیر کی تھی اس لیے اس آدمی کی طرف سے وہ حصہ آزادی میں شمار نہیں کر سکتے، یہاں ساری ملکیت اسی کی ہے لہذا اسی کی طرف سے کیا کر لیں گے آزادی کے اندر شمار کر لیں گے۔ فرق اچھی طرح سمجھ میں آ گیا؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدِهِ عَنْ كَفَّارَتِهِ اور اگر آزاد کیا اپنے نصف غلام کو عَنْ كَفَّارَتِهِ أَيْ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ ظہار کے کفارے سے یعنی سارا غلام ہی اپنا ہے اس کے نصف کو آزاد کر رہا ہے، ثُمَّ أَعْتَقَ بَاقِيَهُ عَنْهَا پھر باقی کو بھی اس نے آزاد کر دیا اسی ظہار کے کفارے سے جَازَ تو یہ جائز ہے بھئی۔

وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدِهِ عَنْ كَفَّارَتِهِ ثُمَّ جَامَعَ الَّتِي ظَاهَرَ مِنْهَا۔ صورت مسئلہ یہ: اب اپنا ہی ایک غلام تھا، اس نے آدھے کو آزاد کر دیا۔ آدھے کو آزاد کرنے کے بعد بیوی کے ساتھ صحبت کر لی اور پھر باقی کے آدھے کو آزاد کیا، تو کیا یہ کفارے کے طور پر صحیح ہو جائے گا؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں یہ کفارے کے طور پر صحیح نہیں ہو گا۔ کیوں؟ وجہ یہ مولانا کہ وہاں شرط تھی کہ پورا غلام صحبت سے پہلے آزاد کرنا ہے، صحبت سے پہلے: فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا پس گردن کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں صحبت کریں۔ تو صحبت کرنے سے پہلے پورے غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے اور یہاں تو صحبت سے پہلے کتنا غلام آزاد ہوا؟ نصف، اور باقی کا نصف تو صحبت کے بعد آزاد ہوا لہذا یہ درست نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ کہتے ہیں وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدِهِ عَنْ كَفَّارَتِهِ اور اگر اس نے آزاد کیا اپنے نصف غلام کو کفارہ ظہار سے ثُمَّ جَامَعَ الَّتِي ظَاهَرَ مِنْهَا پھر اس نے صحبت کر لی اپنی اس بیوی سے جس کے ساتھ ظہار کیا تھا ثُمَّ أَعْتَقَ بَاقِيَهُ پھر باقی غلام کو بھی آزاد کر دیا، لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

فَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمُظَاهِرُ مَا يُعْتِقُهُ پس اگر نہ پائے ظہار کرنے والا مَا ایسی چیز کو يُعْتِقُهُ جسے وہ آزاد کرے یعنی ایسا کوئی غلام یا باندی اسے نہ ملے، فَكَفَّارَتُهُ صَوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تو پھر ظہار کا کفارہ جو ہے وہ دو ماہ کے روزے ہیں لگاتار بھئی، دو ماہ کے لگاتار روزے ہیں لَيْسَ فِيهِمَا شَهْرُ رَمَضَانَ وَلَا يَوْمُ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمُ النَّحْرِ وَلَا أَيَّامُ التَّشْرِيقِ ایسے دو مسلسل مہینوں کے روزے کہ ان دونوں کے درمیان رمضان کا مہینہ بھی نہ ہو، یوم الفطر یعنی عید الفطر کا دن بھی نہ ہو وَلَا يَوْمُ النَّحْرِ یعنی عید الاضحی کا دن بھی نہ ہو اور نہ ایام تشریق ہوں۔ سمجھ میں آیا؟ بیچ میں رمضان بھی نہ آتا ہو اس لیے کہ دو ماہ کے روزے لگاتار رکھنے ہیں اور رمضان میں ظہار کے کفارے کے روزے نہیں، رمضان میں صرف رمضان ہی کے روزے رکھ سکتا ہے کسی اور چیز کے نہیں، وہ نیت بھی کرے ظہار کے کفارے کے روزے کی پھر بھی روزہ رمضان ہی کا ہو گا تو رمضان بھی بیچ میں نہ آئے۔ اسی طرح عید الفطر، عید الاضحی اور ایام تشریق بھی یعنی گیارہویں، بارہویں، تیرہویں ذی الحجہ یہ بھی بیچ میں نہ آئیں اس لیے کہ ان ایام میں شریعت نے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے بھئی۔ تو ان ایام میں روزہ رکھنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے تو اگر روزہ رکھتا ہے تو روزہ ہو تو جاتا ہے لیکن ناقص روزہ ہوتا ہے کامل نہیں رہتا حالانکہ کفارے کے طور پر کس قسم کے روزے رکھنا ضروری؟ جو کامل ہونے چاہئیں ان میں کسی قسم کا نقصان اور کمی نہیں ہونی چاہیے۔

فَإِنْ جَامَعَ الَّتِي ظَاهَرَ مِنْهَا فِي خِلَالِ الشَّهْرَيْنِ لَيْلًا عَامِدًا أَوْ نَهَارًا نَاسِيًا اِسْتَأْنَفَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ۔ بھئی یاد رکھیے یہ جو روزے رکھنے ہیں یہاں پر بھی قرآن میں قید اللہ نے ذکر فرمائی ہے مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا قبل اس کے کہ دونوں کیا کریں؟ صحبت کریں، تو لہذا ان دو ماہ کے روزوں کا بھی صحبت سے پہلے ہونا ضروری۔ پس اگر یہ درمیان میں بھول کر بھی صحبت کر لے تو بھی نئے سرے سے روزے رکھنا پڑیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کہتے ہیں فَإِنْ جَامَعَ الَّتِي ظَاهَرَ مِنْهَا پس اگر صحبت کر لی اپنی اس بیوی سے جس سے اس نے ظہار کیا تھا فِي خِلَالِ الشَّهْرَيْنِ ان دو مہینوں کے بیچ میں لَيْلًا رات کے وقت عَامِدًا جان بوجھ کر أَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت نَاسِيًا بھول کر، رات کو جان بوجھ کر اور دن کو بھول کر۔ سمجھ میں آیا؟ تو رات کو جان بوجھ کر اس کا یہ معنی نہیں کہ رات کو اگر بھول کر کر لے تو نئے سرے سے کرنا ضروری نہیں، یہ ویسے قید ایک ذکر کر دی بھئی صاحب قدوری نے۔ بس چاہے رات ہو یا دن خلاصہ یہ بھئی، رات ہو یا دن جان بوجھ کر کرے یا بھول کر ہر صورت میں نئے سرے سے کیا کرنا پڑیں گے روزے رکھنا پڑیں گے، تو یہ قید اتفاقی ہے مولانا عَامِدًا کی جو قید لگا دی۔ رات کے وقت جان بوجھ کر أَوْ نَهَارًا نَاسِيًا یا دن کو بھول کر اِسْتَأْنَفَ تو نئے سرے سے روزے رکھے گا، نئے سرے سے کرے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک۔

وَإِنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْهَا۔ بھئی ان ساٹھ روزوں کے درمیان اگر کسی ایک دن بھی روزہ چھوڑ دیا چاہے کوئی عذر ہو چاہے عذر نہ ہو، چاہے بیماری ہی کیوں

نہ ہو جائے روزہ نہیں چھوڑ سکتا، روزہ جیسے ہی چھوڑے گا پھر کیا کرنا پڑے گا نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَفْطَرَ اور اگر افطار کیا يَوْمًا مِنْهَا ان میں سے کسی ایک دن بھی بِعُذْرٍ عذر کی وجہ سے أَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ یا بغیر عذر کے اِسْتَأْنَفَ تو نئے سرے سے کرے بھئی، نئے سرے سے رکھے گا۔

وَإِنْ ظَاهَرَ الْعَبْدُ لَمْ يُجْزِهِ فِي الْكَفَّارَةِ إِلَّا الصَّوْمُ۔ بھئی غلام ہے اس نے کسی سے نکاح کیا تھا، اس نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔ کہتے ہیں بھئی غلام تو کسی چیز کا مالک نہیں تو وہ تحریر رقبہ بھی نہیں کر سکتا وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا بھی نہیں کھلا سکتا تو اس کا کفارہ صرف ساٹھ روزے ہیں۔ غلام کا کفارہ کیا ہے؟ اس کا آقا اس کی طرف سے کسی غلام کو آزاد کر دیتا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیتا ہے یہ بھی نہیں کافی، غلام کا کفارہ صرف کیا ہے؟ ساٹھ روزے رکھنا پڑیں گے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ ظَاهَرَ الْعَبْدُ اگر ظہار کیا کسی غلام نے لَمْ يُجْزِهِ فِي الْكَفَّارَةِ تو کافی نہیں ہے اس کے لیے کفارے میں إِلَّا الصَّوْمُ مگر روزے ہی۔ فَإِنْ أَعْتَقَ الْمَوْلَى عَنْهُ اگر آزاد کر دیا اس کے آقا نے اس کی طرف سے أَوْ أَطْعَمَ یا اس کی طرف سے کھلا دیا لَمْ يُجْزِهِ تو اس کی طرف سے کافی نہیں۔

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْمُظَاهِرُ الصِّيَامَ اگر ظہار کرنے والا طاقت نہیں رکھتا روزے رکھنے کی، سمجھ میں آیا بھئی؟ بہت بوڑھا ہو چکا ہے یا ایسا مرض ہے کہ اب ٹھیک ہونے کی امید ہی نہیں ہے، أَطْعَمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا تو کھانا کھلا دے ساٹھ مسکینوں کو۔ سمجھ میں آیا؟ کھانا کھلائے گا اور دو وقت کا بھئی ایک دن کی ان کی ضرورت پوری ہو جائے۔ کھانا بھی کھلا سکتا ہے یہ بھی درست ہے، وَيُطْعِمُ كُلَّ مِسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ یا کھلا دے ہر مسکین کو نصف صاع گندم میں سے، آدھا صاع کیا دے دے ہر مسکین کو؟ گندم دے دے أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ قِيمَةَ ذَلِكَ یا ایک صاع دے دے کھجور کا یا ایک صاع جو کا یا ان کی قیمت دے دے: گندم کی قیمت نصف صاع کی دے دے یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کی قیمت دے دے تو یہ درست ہے مولانا۔ فَإِنْ غَدَّاهُمْ وَعَشَّاهُمْ جَازَ قَلِيلًا كَانَ مَا أَكَلُوا أَوْ كَثِيرًا۔ بھئی اس نے یہ گندم یا جو وغیرہ دینے کی بجائے کھانا کھلایا، صبح کا بھی کھلایا اور شام کا بھی کھلایا، تو کہتے ہیں کافی ہے بس کھانا کھلا دے چاہے وہ تھوڑا کھائیں چاہے وہ زیادہ کھائیں، خوب اچھی طرح ان کو کھانا کھلا دے۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ غَدَّاهُمْ پس اگر ان کو کھانا کھلایا صبح کا وَعَشَّاهُمْ اور رات کا کھانا کھلایا جَازَ تو یہ بھی جائز ہے قَلِيلًا كَانَ مَا أَكَلُوا أَوْ كَثِيرًا چاہے تھوڑا ہو وہ جو انہوں نے کھایا یا زیادہ ہو۔

وَإِنْ أَطْعَمَ مِسْكِينًا وَاحِدًا سِتِّينَ يَوْمًا أَجْزَأَهُ۔ بھئی یاد رکھو اب ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، آدمی ساٹھ مسکین کہاں سے ڈھونڈے بھئی؟ تو اب کیا کرے بھئی؟ مثلاً ایک مسکین ہے یا دو ہیں یا تین ہیں یا چار ہیں تو کیا ان کو ہی دے دے سارا اکٹھا تو درست ہے؟ کہتے ہیں نہیں، ایک مسکین کو جتنا بھی سارا چاہے ایک دن کے اندر دے دو وہ ایک دن کا شمار ہو گا۔ اگر ایک مسکین کو ہی دینا چاہتے ہو تو ہر روز الگ الگ کر کے دیتے رہو ساٹھ دن تک بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یا تو ساٹھ مسکین ہیں تو وہ ساٹھ افراد الگ الگ ہیں ہر ایک کو دے دو پورا ہو گیا ایک ہی دن میں سارا ہو گیا۔ تو ایک دن میں ایک دن سے زیادہ کا حصہ نہیں دے سکتا ایک مسکین کو۔ اب اگر دس مسکین ہیں تو روز ان میں سے ایک ایک دن کا کیا کرے؟ حصہ دے، اگلے دن پھر دے اگلے دن پھر، چھ دن میں پورا ہو جائے گا۔ دس مسکین ہیں نا چھ دن میں دے۔ اور اگر چھ چھ دن کا ہر ایک کو ایک ہی دن دے دیا تو یہ کتنا شمار ہو گا؟ ایک ایک دن کا شمار ہو گا، یوں سمجھا جائے گا کہ اس نے دس مسکینوں کو ایک ہی دن کا کھانا کھلایا ہے، باقی پانچ دنوں کا ابھی بھی باقی ہے حق۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَطْعَمَ مِسْكِينًا وَاحِدًا سِتِّينَ يَوْمًا أَجْزَأَهُ اور اگر اس نے کھانا کھلایا ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے۔ وَإِنْ أَعْطَاهُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ لَمْ يُجْزِهِ إِلَّا عَنْ يَوْمِهِ اور اگر اس نے دے دیا ایک ہی دن کے اندر ایک مسکین کو لَمْ يُجْزِهِ تو یہ اس کے لیے کافی نہیں ہے إِلَّا عَنْ يَوْمِهِ مگر اس کے اسی دن سے، گویا ایک ہی دن کا اس نے دیا ایک مسکین کو۔

وَإِنْ قَرِبَ الَّتِي ظَاهَرَ مِنْهَا فِي خِلَالِ الْإِطْعَامِ لَمْ يَسْتَأْنِفْ۔ اچھا بھئی غلام آزاد کرنے میں بھی آپ نے پڑھا کہ صحبت سے پہلے پورا غلام آزاد کرنا ضروری، روزوں میں بھی آپ نے پڑھا کہ پورے روزے رکھنے سے پہلے صحبت نہیں کر سکتا ساٹھ روزوں کا بھی صحبت سے پہلے ہونا ضروری۔ لیکن اگر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا رہا ہے مثلاً ایک ہی مسکین کو روز کھانا کھلا رہا ہے، درمیان میں کسی دن اس نے صحبت کر لی تو کیا اب نئے سرے سے کھلائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ اسے کرنا نہیں چاہیے تھا، اسے صحبت بعد میں ہی کرنی چاہیے کیونکہ ابھی کفارہ پورا نہیں ہوا لیکن اگر اس نے صحبت کر لی تو نئے سرے سے کھانا نہیں کھلائے گا اسی کو جاری رکھے۔ اسی کو کیا کرے؟ جاری رکھے۔ بھئی کیوں؟ یہاں تو صحبت اس نے کر لی اور ابھی پوری طرح ساٹھ مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا! کہتے ہیں بھئی وجہ یہ کہ تحریر رقبہ میں بھی قرآن میں قید موجود ہے مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا کہ گردن آزاد کرے قبل اس کے کہ دونوں باہم کیا کریں؟ صحبت۔ ساٹھ روزوں میں بھی وہاں بھی قید موجود ہے قرآن کے اندر مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا قبل اس کے کہ دونوں کیا کریں باہم صحبت کریں اس سے پہلے کیا ضروری

ہے ساٹھ روزے، لیکن ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا جہاں ذکر ہے وہاں مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا کی قید موجود نہیں، تولہذا اس کے مطابق ہم چلیں گے اور وہاں قید نہیں ہے تو یہاں بھی ہم قید نہیں لگائیں گے کہ یہ اطعام ستین مسکین جو ہے یہ صحبت سے پہلے ہونا ضروری نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَرِبَ الَّتِي ظَاهَرَ مِنْهَا، قَرِبَ يَقْرَبُ کے معنی میں نے بتلایا تھا صحبت کرنے کے: اور اگر صحبت کر لی خاوند نے اپنی اس بیوی سے جس سے ظہار کیا تھا فِي خِلَالِ الْإِطْعَامِ کھانا کھلانے کے درمیان میں ہی لَمْ يَسْتَأْنِفْ تو نئے سرے سے نہیں کرے گا یہی کافی ہے۔

وَمَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَتَا ظِهَارٍ۔ صورت یہ ایک آدمی کی دو بیویاں تھیں، اس نے دونوں سے ظہار کر لیا۔ کیا کر لیا؟ دونوں سے ظہار کر لیا۔ اب دونوں کی طرف سے ایک ایک غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے ظہار کے کفارے کے طور پر۔ اس نے دو غلام آزاد کر دیے لیکن یہ نیت نہیں کی کہ فلاں غلام فلاں بیوی کے ظہار کے طور پر آزاد کرتا ہوں اور یہ دوسرا غلام فلاں بیوی سے جو ظہار کیا ہے اس کے طور پر، یعنی تعیین نہیں کی، تو کیا یہ درست ہو جائے گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی یہ کیا ہے اگرچہ اس نے تعیین نہیں کی کہ کس غلام کو کس کے ظہار کے طور پر آزاد کر رہا ہوں پھر بھی یہ درست ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَتَا ظِهَارٍ، كَفَّارَتَا تثنیہ ہے نون اضافت کی وجہ سے گر گیا: اور وہ شخص جس پر واجب ہوئے تھے ظہار کے دو کفارے فَأَعْتَقَ رَقَبَتَيْنِ اس نے دو گردنیں آزاد کیں یعنی دو غلام آزاد کر دیے لَا يَنْوِي لِإِحْدَاهُمَا بِعَيْنِهَا اور نیت نہیں کی ان میں سے کسی ایک کے ذریعے بھی بِعَيْنِهَا کسی معین کی، کسی معین کفارے کی نیت نہیں کی کہ کس کو کس کے کفارے میں آزاد کر رہا ہوں جَازَ عَنْهُمَا تو یہ ان دونوں سے کیا ہو جائے گا؟ دونوں کی طرف سے جائز ہو گیا درست ہو گیا، دونوں ظہار کا کفارہ ادا ہو گیا۔ وَكَذَلِكَ إِنْ صَامَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ اور اسی طرح اگر اس نے روزے رکھے چار ماہ تک بھئی أَوْ أَطْعَمَ مِائَةً وَعِشْرِينَ مِسْكِينًا یا اس نے کھانا کھلایا ایک سو بیس مسکینوں کو اور یہ نہیں تعیین کی، چار مہینے روزے رکھے یہ تعیین نہیں کی کہ پہلے والے دو مہینے کس ظہار کے کفارے پر ہیں اور دوسرے دو مہینے والے کس ظہار کے ہیں، یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلایا یہ تعیین نہیں کی پہلے ساٹھ مسکین کس کفارے کے ہیں اور دوسرے ساٹھ کس ظہار کے کفارے کے ہیں تو بھی جائز ہے۔

وَإِنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً وَاحِدَةً عَنْهُمَا أَوْ صَامَ شَهْرَيْنِ۔ اچھا بھئی اس آدمی نے کتنے ظہار کیے تھے؟ دو ظہار کیے۔ اس نے ایک ہی غلام آزاد کیا اور نیت نہیں کی کہ کون سے ظہار کے کفارے کے طور پر یہ آزاد کر رہا ہوں، یا اس نے دو ماہ کے روزے رکھے لیکن نیت نہیں کی کہ کون سے ظہار کے کفارے کے طور پر میں یہ کیا کر رہا ہوں؟ روزے رکھ رہا ہوں، تو کیا بعد میں تعیین کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی جس کے لیے چاہے تعیین کر لے، تو جس بیوی کے ظہار کے لیے اس کو متعین کر دے گا اس بیوی کے ظہار کا کفارہ ہو گیا وہ حلال ہو گئی اور دوسری ابھی بھی حلال نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً وَاحِدَةً اور اگر اس شخص نے ایک ہی گردن آزاد کی عَنْهُمَا ان دونوں ظہار سے أَوْ صَامَ شَهْرَيْنِ یا دو ماہ کے روزے رکھے كَانَ لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ذَلِكَ عَنْ أَيَّتِهِمَا شَاءَ تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ کر دے اس کفارے کو عَنْ أَيَّتِهِمَا ان دونوں ظہار کے کفاروں میں سے جس کے لیے شَاءَ وہ چاہے بھئی، جس کے لیے بھی وہ چاہے۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چلیے بس مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۱: کتاب اللعان وباب العدۃ (۱): لعان کا سبب، طریقہ (چار شہادتیں اور پانچویں لعنت/غضب)، تفریق اور عدت کی اقسام (اقراء، اشہر، وضعِ حمل)

مختصر القدوری صفحہ: ۱۵۸—بتاریخ: ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ اللِّعَانِ۔ إِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالزِّنَا وَهُمَا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَالْمَرْأَةُ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا أَوْ نَفَى نَسَبَ وَلَدِهَا وَطَالَبَتْهُ الْمَرْأَةُ بِمُوجَبِ الْقَذْفِ فَعَلَيْهِ اللِّعَانُ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

تو آج بھئی ہم لعان کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔ عربی زبان میں لعان کا معنی ہے دور کرنا۔ اسی سے لعنت بھئی، لعنت ہے بھئی کہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ جی تو لعان کا معنی ہوا دور کرنا، اور اس کی اصطلاحی تعریف، شریعت میں یہ کسے کہتے ہیں بھئی؟ یہ آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے بھئی: قَوْلُهُ اللِّعَانُ هُوَ فِي الْفِقْهِ لعان جو ہے فقہ کے اندر اِسْمٌ لِمَا يَجْرِي بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ مِنَ الشَّهَادَاتِ وہ نام ہے اس چیز کا یعنی ان شہادتوں کا جو میاں بیوی کے درمیان جاری ہوتی ہیں بِالْأَلْفَاظِ الْمَعْرُوفَةِ معروف الفاظ کے ساتھ۔ یعنی وہ الفاظ جو معروف ہیں، معلوم ہیں، ان کے ساتھ جو میاں بیوی کے درمیان شہادتیں جاری ہوتی ہیں اسے لعان کہتے ہیں بھئی۔

اچھا لعان اچھی طرح پہلے سمجھ لیجیے بھئی۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے کہ تو نے زنا کیا ہے یا تو زنا کار ہے، یا اس کا بچہ پیدا ہوا تو خاوند نے اس بچے کی نفی کر دی کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے پتا نہیں کس کا ہے بھئی۔ تو عورت قاضی کے پاس جا سکتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے حد کا اپنے خاوند پر کہ اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے یا بچے کی نفی کی ہے۔ تو قاضی خاوند کو بلوائے گا اور پھر ان دونوں کے درمیان بھئی اب کچھ شہادتیں جاری ہوں گی جس کے بعد جب وہ پوری ہو جائیں تو پھر قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کروا دے گا۔ ان شہادتوں کا طریقہ آگے صاحب قدوری بھی بتلا دیں گے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے خاوند چار مرتبہ یہ شہادت دے گا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں۔ چار مرتبہ یہ شہادت دے گا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں، اور پانچویں مرتبہ کہے گا کہ اگر اس تہمت کے اندر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اس کے جواب میں عورت چار مرتبہ یہ شہادت دے گی اور کہے گی کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اس شخص نے مجھ پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گی کہ اگر یہ شخص سچا ہے اس تہمت کے اندر تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پانچویں مرتبہ کیا کہے گی کہ اس شخص نے مجھ پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اگر یہ اس میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو بھئی۔ تو یہ ہے لعان مولانا۔ جب

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالزِّنَا وَهُمَا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَالْمَرْأَةُ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا أَوْ نَفَى نَسَبَ وَلَدِهَا وَطَالَبَتْهُ الْمَرْأَةُ بِمُوجَبِ الْقَذْفِ فَعَلَيْهِ اللِّعَانُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهما من أهل الشهادة والمرأة ممن يحد قاذفها أو نفى نسب ولدها وطالبته بموجب القذف فعليه اللعان» منقول ہے۔

یہ دونوں شہادتیں وغیرہ گزر جائیں تو اب قاضی ان دونوں کے درمیان، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، تو اب قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کروادے گا، اور یہ جدائی طلاق بائن شمار ہو گی بھئی، طلاق بائن۔

یہاں تک بات سمجھ میں آئی بھئی لعان کا کیا طریقہ ہے؟ لعان کیا ہو گا؟ مثلاً خاوند نے بیوی پر کیا کیا؟ زنا کی تہمت لگائی یا بچہ پیدا ہوا اس بچے کی نفی کر دی کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے بھئی، تو اب عورت جو ہے قاضی کے پاس چلی گئی، قاضی نے خاوند کو بھی بلوا لیا اب وہاں پر دونوں باری باری شہادتیں دیں گے بھئی: پہلے مرد شہادت دے گا کیا کہے گا چار مرتبہ کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں، اور آخر میں پانچویں مرتبہ کہے گا اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ جبکہ عورت کیا کہے گی؟ پہلے چار مرتبہ یہ شہادت دے گی کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اس شخص نے مجھ پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ پھر کہے گی اگر یہ اس تہمت کے اندر سچا ہے تو پھر مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو بھئی۔ تو پھر قاضی ان میں تفریق کروادے گا، یہ ہے لعان بھئی لعان، یہ جو شہادتیں ہیں بھئی۔

دیکھیے اب کتاب پر بھئی: إِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالزِّنَا جب تہمت لگائی کسی آدمی نے اپنی بیوی پر زنا کی وَهُمَا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ اور حال یہ ہے کہ وہ دونوں اہل شہادت میں سے ہیں۔ میاں بیوی دونوں کا اہل شہادت میں سے ہونا ضروری ہے، یعنی دونوں مسلمان ہوں، عاقل ہوں، بالغ ہوں، آزاد ہوں بھئی۔ کیا ہوں؟ دونوں مسلمان ہوں، عاقل ہوں، بالغ ہوں اور آزاد ہوں، اور نیز دونوں میں سے کسی پر پہلے کبھی حد قذف بھی جاری نہ ہوئی ہو۔ یاد رکھیے جب کوئی شخص دوسرے پر زنا کی تہمت لگائے اور گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر اس پر حد قذف جاری ہوتی ہے بھئی، اسی کوڑے اسے لگائے جاتے ہیں۔ اور یہ شخص جس نے جھوٹا الزام لگایا تھا اس کی گواہی بھی اب عمر بھر کے لیے مردود ہو گئی، اب اس کی گواہی کبھی بھی کسی بھی مسئلے کے اندر قبول نہیں کی جائے گی، یہ شخص مردود الشہادت ہو چکا بھئی۔ یہ ہے حد قذف بھئی۔ حد قذف کیا ہوئی بھئی؟ کسی نے اگر کسی پر زنا کا الزام لگایا اور گواہ پیش نہ کر سکا تو پھر اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور ساری عمر کے لیے یہ مردود الشہادت ہو گیا بھئی۔ تو یہ مردود الشہادت ہونا یہ حد کا حصہ ہے، اب اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ تو کہا وَهُمَا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ یہ دونوں میاں بیوی کس میں سے ہونے چاہئیں؟ اہل شہادت میں سے، یعنی یہ دونوں مسلمان ہوں، عاقل ہوں، بالغ ہوں، آزاد ہوں اور ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی پہلے حد قذف جاری نہ ہوئی ہو اس لیے کہ اگر کسی پر حد قذف جاری ہو چکی ہے تو وہ اہل شہادت ہی نہیں رہا بھئی، وہ تو مردود الشہادت ہو چکا بھئی۔

وَالْمَرْأَةُ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا اور عورت مِمَّنْ ان عورتوں میں سے ہو يُحَدُّ قَاذِفُهَا کہ حد لگائی جاتی ہو ان پر تہمت لگانے والے پر۔ یعنی عورت ایسی ہے کہ جس پر کوئی تہمت لگائے تو اس شخص پر کیا جاری ہوتی ہو؟ حد جاری ہوتی ہو، حد لگتی ہو، یعنی پاکدامن عورت ہو آسان لفظوں میں کہیں۔ کیسی عورت ہو؟ پاکدامن ہو، یعنی اس عورت نے زنا نہ کیا ہو اس پر پہلے حد زنا جاری نہ ہوئی ہو۔ اگر یہ عورت ایسی ہے کہ یہ پہلے زنا کر چکی اور اس زنا کا ثبوت بھی ہوا اور پھر اس پر حد زنا بھی جاری ہوئی اسے سو کوڑے بھی لگائے گئے، تو یہ عورت اب پاکدامن نہ رہی مولانا اس لیے کہ اس پر کیا جاری ہو چکی ہے؟ حد زنا جاری ہو چکی ہے بھئی۔ تو اب اگر اس عورت کو کوئی کہہ بھی دے تو زنا کار ہے تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی اس لیے کہ یہ عورت پاکدامن ہی نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اسی لیے صاحب قدوری نے قید لگائی وَالْمَرْأَةُ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا اور عورت ان عورتوں میں سے ہو کہ حد لگائی جاتی ہو اس پر تہمت لگانے والے پر یعنی عورت پاکدامن ہو اس پر پہلے کبھی حد زنا جاری نہ ہوئی ہو۔

یہ تو ایک صورت تھی جب کوئی شخص کیا کرے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے، أَوْ نَفَى نَسَبَ وَلَدِهَا یا وہ خاوند اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دے۔ اس عورت کے بچے کے نسب کی کیا کر دے؟ نفی، بچہ پیدا ہوا اب یہ اس شخص کی بیوی ہے تو یہ بچہ اسی کا شمار ہونا چاہیے لیکن یہ اس کی نفی کرتا ہے کہتا ہے نہیں یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ دوسری صورت آ گئی: پہلے میں تھا زنا کا الزام، زنا کا لفظ اس نے ذکر کیا تھا بھئی اپنے کلام میں، اب اس نے زنا کا لفظ ذکر نہیں کیا البتہ بچے کی کیا کر دی؟ نفی کر دی۔

اچھا یہیں پر چلیے سمجھ لیجیے فراش بھئی، اگلی کتابوں میں فراش کا لفظ آئے گا بھئی۔ فراش۔ یاد رکھیے ویسے عربی زبان میں فراش کا معنی تو ہے بچھونا، بستر، لیکن عورت کو بھی فراش کہتے ہیں بھئی۔ اور فراش کا معنی ہے یہاں پھر کسی عورت کا کسی شخص کے بچوں کو جنم دینے کے لیے متعین ہونا کہ یہ اسی شخص کے بچوں کو جنم دے گی، یعنی اسی شخص کو اس کے ساتھ صحبت کا حق ہے یوں کہو آسان لفظوں میں۔ جیسے نکاح: جب کسی عورت سے نکاح ہو گیا تو اب اس کے خاوند کو ہی کیا ہے صرف اس کے ساتھ صحبت کا حق ہے۔ یا کسی کی باندی ہے تو صرف آقا ہی کو کیا ہے اس کے ساتھ صحبت کا حق ہے۔ یا اس کی ام ولد ہے اس کے ساتھ

بھی صرف آقا ہی کو کیا ہے صحبت کا حق ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو فراش کی کیا تعریف میں نے کی؟ کسی عورت کا کسی شخص کے بچوں کو جنم دینے کے لیے متعین ہونا، تو اس کے ساتھ صرف وہی صحبت کر سکتا ہے تو صرف اسی کے بچوں کے لیے مختص ہو گئی بھئی۔

اب یاد رکھیے یہ فراش تین قسم پر ہیں: ایک فراش جو ہے ضعیف ہے، ایک قوی ہے اور ایک متوسط ہے۔ فراش قوی، فراش ضعیف اور فراش متوسط بھئی۔ سب سے قوی فراش جو ہے وہ منکوحہ کا فراش ہے جس کے ساتھ انسان نکاح کرتا ہے بھئی۔ لکھو نہ بھئی بس سمجھ لو بھئی۔ سب سے قوی فراش کس کا ہے؟ منکوحہ، جس سے انسان نکاح کر لیتا ہے تو یہ فراش سب سے قوی ہے، یہاں جو بچہ پیدا ہو گا وہ اسی خاوند کا شمار ہو گا مولانا۔ یہاں دعوے کی ضرورت نہیں خود بخود یہ بچہ کس کا شمار ہو گا؟ اس خاوند کا شمار ہو گا اور اس بچے کے نسب کی بھی وہ نفی نہیں کر سکتا سوائے لعان کے۔ اگر بچے کے نسب کی نفی کرنا چاہتا ہے اپنے سے تو پھر اس کا کیا طریقہ ہے؟ لعان، آپس میں لعان کریں اس کے بغیر بچے کے نسب کی نفی نہیں ہو سکتی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اور وہ نفی بھی ابتدائی چند دنوں کے اندر ہو سکتی ہے بچے کے پیدا ہونے کے بعد، ابتدائی جو چند دن ہیں ان کے اندر اندر نسب کی نفی کرتا ہے لعان ہو گا بچے کے نسب کی اس شخص سے نفی ہو جائے گی اب یہ اس شخص کا بچہ شمار نہیں ہو گا صرف اس عورت کا بچہ شمار ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آئی بات؟ تو سب سے قوی فراش ہے منکوحہ کا جس کے اندر اولاد یا یوں کہیں جس میں نسب یا بچہ بغیر دعوے کے اس شخص کا شمار ہوتا ہے اور اس کی نفی بھی درست نہیں ہے سوائے لعان کے۔

دوسرا جو فراش ضعیف ہے وہ باندی کا ہے، عام باندی۔ اس میں بچے کا نسب بغیر دعوے کے ثابت ہی نہیں ہو گا: باندی اس نے ایک بچے کو جنم دیا تو جب تک آقا اقرار نہ کر لے کہ یہ میرا بچہ ہے اس وقت تک یہ اس کا بچہ شمار نہیں ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو منکوحہ میں اقرار یا دعوے کی ضرورت ہی نہیں تھی لیکن باندی کے اندر کیا ضروری؟ اقرار اور دعویٰ ضروری، دعویٰ کرے میرا بچہ ہے۔ اور تیسرا ہے فراش متوسط بھئی، یہ ام ولد کا ہے بھئی، ام ولد۔ وہ باندی جو پہلے ایک بچے کو جنم دے چکی ہے اور آقا نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ میرا بچہ ہے تو یہ اس شخص کی کیا بن گئی؟ ام ولد بن گئی، اب اس شخص کے مرنے کے بعد یہ کیا ہو جائے گی؟ آزاد ہو جائے گی، اسے بیچنا وغیرہ بھی درست نہیں ہے اب آزادی اس کا حق ہو چکا بھئی اس بچے کی وجہ سے۔ تو یہ جو ام ولد ہے یہ فراش متوسط ہے۔ اب اس ام ولد نے پھر آگے ایک اور بچے کو جنم دیا تو یاد رکھیے یہاں بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا بغیر دعویٰ کے۔ عام باندی میں تو دعویٰ ضروری تھا، جو پہلے سے ہی ام ولد ہے اس کے اندر دعویٰ بھی ضروری نہیں بچہ خود بخود اسی شخص کا شمار ہو گا جس کا پہلا بچہ تھا۔ لیکن اگر نفی کرنا چاہے تو بغیر لعان ہی کے نفی ہو جائے گی بھئی۔ بچے کا وہ کہہ دیتا ہے یہ میرا بچہ نہیں ہے تو بغیر لعان کے ہی کیا ہو جائے گی؟ نفی ہو جائے گی اب اس شخص کا بچہ شمار نہیں ہو گا۔ تو فراش کتنی قسم پر ہوئے؟ تین قسم پر: سب سے قوی فراش کس کا ہے؟ منکوحہ کا ہے کہ اس میں بچے کا نسب ثابت ہو گا بغیر دعویٰ کے اور نفی کے لیے کیا کرنا پڑے گا؟ لعان۔ اور فراش متوسط کس کا ہے؟ ام ولد کا کہ وہاں بھی نسب تو بغیر دعویٰ کے ثابت ہو گا لیکن اگر نفی کرنا چاہے تو بغیر لعان کے ہی کیا ہو جائے گی؟ نفی ہو جائے گی۔ اور سب سے کم درجے کا فراش کس کا ہے؟ باندی کا کہ وہاں تو نسب ہی بغیر دعویٰ کے ثابت نہیں ہو گا۔

اچھا تو اب دیکھیے نَفَى نَسَبَ وَلَدِهَا اس شخص نے کیا کیا؟ اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دی، تو یہ منکوحہ کے بچے کی نفی کی ہے اور اس کے لیے کیا ضروری تھا؟ لعان، وہی بات کر رہے ہیں بھئی: أَوْ نَفَى نَسَبَ وَلَدِهَا یا اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دی خاوند نے وَطَالَبَتْهُ الْمَرْأَةُ بِمُوجَبِ الْقَذْفِ اور مطالبہ کیا اس کی بیوی نے بِمُوجَبِ الْقَذْفِ قذف کے موجب کا بھئی، قذف کے مقتضیٰ کا بھئی۔ کسی پر جب تہمت لگائی جائے تو اس کا کیا مقتضیٰ ہے؟ اس پر کیا جاری ہونی چاہیے؟ حد قذف جاری ہونی چاہیے۔ کوئی شخص کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کا مقتضیٰ کیا ہے، یہ کس چیز کا تقاضا کرتی ہے؟ اس شخص پر حد قذف جاری ہونی چاہیے، اس نے کیسے ایک پاکدامن مسلمان پر زنا جیسا بھاری الزام عائد کیا بھئی تو اب حد قذف اس پر جاری ہونی چاہیے۔ تو عورت پر بھی یہاں اس نے گویا کیا الزام لگا دیا؟ زنا کا، تو اب عورت نے مطالبہ کر دیا دونوں صورتوں میں چاہے اس نے زنا کا الزام لگایا ہے یا بچے کے نسب کی نفی کی ہے، عورت نے مطالبہ کیا کہ اس شخص پر کیا جاری کی جائے؟ حد جاری کی جائے، حد قذف بھئی اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے یا میرے بچے کے نسب کی نفی کی ہے۔ تو عورت کا مطالبہ ضروری ہے مولانا اس لیے کہ الزام کس پر لگایا گیا ہے؟ عورت پر لگایا گیا ہے تو یہ اس کا حق ہے بھئی۔ وَطَالَبَتْهُ الْمَرْأَةُ بِمُوجَبِ الْقَذْفِ اور مطالبہ کیا اس کی بیوی نے قذف کے مقتضیٰ کا یعنی حد قذف کا فَعَلَيْهِ اللِّعَانُ تو اس شخص پر لعان واجب ہے۔

فَإِنِ امْتَنَعَ مِنْهُ حَبَسَهُ الْحَاكِمُ۔ بھئی قاضی نے اس کو بلوا لیا، عورت نے دعویٰ کر دیا قاضی نے اسے بلوا لیا اب لعان جاری ہو گا لیکن خاوند وہ شہادتیں دینے پر تیار ہی نہیں ہے، دیتا ہی نہیں ہے! کہتے ہیں نہیں بھئی اب لعان اس پر واجب ہو چکا ہے بھئی، تم نے الزام لگایا تھا بھئی یا تم نے بچے کے نسب کی نفی کی تھی اب لعان کرنا پڑے گا تمہیں۔ اگر وہ نہیں کرتا قاضی اسے جیل میں ڈال دے گا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کرو: یا تو لعان کرو یا تم کیا کرو اپنے

آپ کو جھٹلاؤ، کہو میں نے اس پہ جھوٹا الزام لگایا تھا، دو کاموں میں سے ایک کرو۔ اگر اپنی بات پر بر قرار رہتے ہو تو لعان کرنا پڑے گا اور اگر اپنے آپ کو کیا کرتے ہو جھوٹا قرار دیتے ہو، اور اپنے آپ کو جب جھوٹا قرار دے گا تو اب اس شخص پر حد قذف جاری ہو گی بھئی کہ اس نے کیا کیا بڑا عظیم الزام لگایا اپنی بیوی پر بھئی۔ تو دو صورتیں ہیں: اب یا لعان آئے گا یا حد، ان دو میں سے ایک چیز ضرور آجائے گی۔ تو کہتے ہیں فَعَلَيْهِ اللِّعَانُ تو اب اس خاوند پر لعان واجب ہے، فَإِنِ امْتَنَعَ مِنْهُ پس اگر یہ اس سے رک گیا، باز رہا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ تو قید کرے گا اسے حاکم حَتَّى يُلَاعِنَ یہاں تک کہ یہ شخص کیا کرلے؟ لعان کرلے أَوْ يُكَذِّبَ نَفْسَهُ یا اپنے آپ کو جھٹلا دے فَيُحَدَّ تو اس پر کیا جاری کی جائے گی؟ حد جاری کی جائے گی۔

وَإِنْ لَاعَنَ وَجَبَ عَلَيْهَا اللِّعَانُ اور جب خاوند لعان کرلے وَجَبَ عَلَيْهَا تو اس عورت پر بھی واجب ہو گیا اللِّعَانُ کیا واجب ہوا؟ لعان۔ خاوند نے جب وہ چار گواہیاں دے دیں، پانچ بھئی تو پھر اب عورت پر بھی لعان واجب ہو گیا۔ فَإِنِ امْتَنَعَتْ حَبَسَهَا الْحَاكِمُ حَتَّى تُلَاعِنَ أَوْ تُصَدِّقَهُ پس اگر عورت رکی رہی، باز رہی اب وہ شہادتیں نہیں دے رہی حَبَسَهَا الْحَاكِمُ تو حاکم اس کو قید کرے گا حَتَّى تُلَاعِنَ یہاں تک کہ وہ عورت کیا کرے؟ لعان کرے أَوْ تُصَدِّقَهُ یا کیا کرے اس شخص کی؟ تصدیق کرے۔ یا تو لعان کرلے بھئی پھر دونوں میں ہم جدائی کروادیں گے، یا لعان نہیں کر رہی بھئی تو پھر تصدیق کر دے بھئی کہ اس نے کیا کیا ہے مجھ پر سچا الزام لگایا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو تصدیق کر دے گی تو خاوند کی جان چھوٹ جائے گی مولانا، خاوند کی جان چھوٹ جائے گی اب اس پر حد قذف جاری نہیں ہو گی کیونکہ عورت نے اس کے الزام کی تصدیق کر دی۔ لیکن اس عورت پر بھی حد جاری نہیں ہو گی بھئی کہ اس پر اب زنا کی حد جاری کر دی جائے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں بھئی کہ زنا کے اندر کم از کم چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اور یہاں اس عورت نے اس شخص کی ایک مرتبہ تصدیق کی ہے اور ہر اقرار ایک گواہ کے قائم مقام ہے، تو کم از کم چار دفعہ اقرار کرے تو پھر اس عورت پر کیا آئے گی؟ حد آئے گی، صرف ایک دفعہ تصدیق کرنے سے اور اقرار کرنے سے اس پر حد نہیں آئے گی۔ ہاں خاوند کی جان چھوٹ جائے گی ایک دفعہ ہی اقرار کرلے تو۔ تو کہتے ہیں اس عورت کو حاکم جیل میں ڈالے گا حَتَّى تُلَاعِنَ أَوْ تُصَدِّقَهُ یہاں تک کہ وہ لعان کرلے أَوْ تُصَدِّقَهُ یا اپنے اس خاوند کی تصدیق کر دے کہ یہ سچ بول رہا ہے اس نے صحیح الزام لگایا ہے۔

وَإِذَا كَانَ الزَّوْجُ عَبْدًا أَوْ كَافِرًا أَوْ مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ فَقَذَفَ امْرَأَتَهُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ۔ بھئی اب بتلا رہے ہیں اگر خاوند اہل شہادت نہ ہو مثلاً غلام ہے، آپ جانتے ہیں غلام اہل شہادت نہیں۔ أَوْ كَافِرًا یا خاوند کیا تھا؟ کافر ہے تو اہل شہادت نہیں۔ اس پر آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا کہ بیوی مسلمان اور خاوند کافر یہ تو جائز ہی نہیں ہے! بھئی اس کی صورت یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کافر تھے پھر بیوی مسلمان ہو گئی۔ جب بیوی مسلمان ہو جائے تو کیا کیا جاتا ہے؟ خاوند پر بھی اسلام کو پیش کیا جاتا ہے۔ اب جب خاوند اسلام سے انکار اگر کر دے گا تو ان دونوں میں کیا کر دی جائے گی؟ جدائی کروادی جائے گی اور اگر اسلام لے آتا ہے تو دونوں نکاح پر بر قرار رہیں گے۔ تو یہی صورت یہاں بنالو بھئی: بیوی نے اسلام قبول کر لیا اور ابھی خاوند پر اسلام پیش نہیں کیا گیا تھا، اسلام پیش کریں گے تو وہ انکار کرے گا پھر جدائی کروادیں گے، تو ابھی خاوند پر اسلام ہی پیش نہیں ہوا اسی حالت میں اس نے کیا کر دیا؟ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگادی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اب یہ خاوند کافر ہے اور اس نے تہمت لگائی ہے تو یہ اہل شہادت نہیں ہے۔ أَوْ مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ یا خاوند محدود فی القذف تھا، پہلے بھی ایک مرتبہ اس پر حد قذف لگ چکی ہے اور جب حد قذف لگے تو حد قذف کا کیا ہے؟ اسی کوڑے بھی لگتے ہیں اور وہ شخص کیا بن جاتا ہے ہمیشہ کے لیے؟ مردود الشہادت بھی ہو جاتا ہے۔ تو دیکھو تینوں صورتیں ذکر کیں: خاوند غلام ہو یا کافر ہو تو اہل شہادت نہیں، اسی طرح محدود فی القذف ہو تو بھی اہل شہادت نہیں بھئی۔ تو اگر خاوند غلام تھا یا کافر تھا یا محدود فی القذف تھا فَقَذَفَ امْرَأَتَهُ تو تہمت لگائی اس نے اپنی بیوی پر فَعَلَيْهِ الْحَدُّ تو اس خاوند پر حد واجب ہے، اب اس کے اوپر کیا جاری کی جائے گی؟ حد جاری کی جائے گی مولانا، حد بھئی۔ بھئی وجہ یہ کہ لعان تو ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ اہل شہادت ہی نہیں اور لعان تو نام ہی کس چیز کا تھا؟ شہادتوں کا تو نام تھا، تو یہ شہادت تو دے نہیں سکتے۔ تو دو ہی صورتیں تھیں: یا لعان کیا جاتا یا خاوند پر کیا جاری کی جائے؟ حد جاری کی جائے۔ لعان ہو جاتا تو حد سے خاوند کی جان چھوٹ جاتی لیکن لعان ہو نہیں سکتا تو اب الزام تو اس نے زنا کا لگایا ہے اور بڑا عظیم الزام لگایا ہے لہٰذا اب ویسے جان نہیں چھوٹے گی بلکہ اس پر کیا لگائی جائے گی؟ حد قذف بھئی۔ لعان ہوتا تو حد سے جان چھوٹ جاتی، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو لعان نہیں ہو سکتا اب حد جاری ہو گی، اسی لیے کہا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ تو اب خاوند پر حد واجب ہے۔

وَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَهِيَ أَمَةٌ أَوْ كَافِرَةٌ أَوْ مَحْدُودَةٌ فِي قَذْفٍ أَوْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ فِي قَذْفِهَا وَلَا لِعَانَ۔ بھئی اب اس کا عکس کرو: خاوند تو اہل شہادت ہے بیوی اہل شہادت نہیں۔ بیوی کیا ہے اہل شہادت نہیں ہے اور خاوند نے اس پر زنا

کی تہمت لگائی مثلاً اور بیوی باندی ہے اور باندی آپ جانتے ہیں اہل شہادت نہیں۔ یا بیوی کافرہ ہے یعنی عیسائی ہے یا یہودیہ ہے بھئی تو یہ بھی اہل شہادت نہیں بھئی۔ یا کیا ہے پہلے سے ہی بیوی پر ایک دفعہ حد قذف جاری ہو چکی بھئی، پہلے کسی پر اس نے الزام لگایا تھا اور پھر اس پر حد قذف جاری ہوئی تھی۔ جب اس پر حد قذف پہلے جاری ہو چکی ہے تو بیوی کیا ہے؟ مردود الشہادت ہے تو بھی دیکھا یہ اہل شہادت نہیں۔ أَوْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا یا بیوی ان عورتوں میں سے ہے کہ حد نہیں لگائی جاتی ان پر تہمت لگانے والوں پر، یعنی بیوی پہلے کیا ہے زنا کر چکی ہے یا اس پر حد زنا لگ چکی ہے تو اب پاکدامن نہ رہی۔ تو بیوی اہل شہادت نہ ہو یا پاکدامن نہ ہو اور خاوند البتہ اہل شہادت ہے، اس نے اس قسم کی بیوی پر کیا الزام لگایا؟ زنا کا کہ تو نے زنا کیا ہے، تو کہتے ہیں اس صورت کے اندر خاوند پر نہ تو حد آئے گی اور لعان بھی نہیں ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لعان بھی نہیں ہو گا بھئی۔ کیونکہ حد کے لیے کیا ضروری تھا؟ کہ مسلمان، آزاد، عاقلہ، بالغہ، پاکدامن عورت پر کیا کیا ہو؟ الزام لگایا ہو پھر حد آیا کرتی ہے، تو یہاں شرائط پوری نہیں ہیں مولانا اس لیے حد نہیں آئے گی۔ اس قسم کے الزام میں حد نہیں آئے گی، جب حد نہیں تو لعان بھی نہیں کیونکہ لعان تو اسی حد کا نائب ہے، اس کے ذریعے کیا ہو جاتی ہے حد سے جان چھوٹ جاتی ہے تو یہاں حد نہیں جب حد نہیں تو لعان بھی نہیں آئے گا۔ یہاں تک بات سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ اگر خاوند جو تھا وہ اہل شہادت میں سے تھا وَهِيَ أَمَةٌ اور حال یہ کہ بیوی اس کی وہ باندی ہے أَوْ كَافِرَةٌ یا کافرہ ہے أَوْ مَحْدُودَةٌ فِي قَذْفٍ یا پہلے سے ہی کیا ہے محدودہ فی القذف ہے أَوْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا یا ان عورتوں میں سے ہے کہ حد جاری نہیں کی جاتی ان پر تہمت لگانے والوں پر مثلاً زانیہ تھی یا پہلے اس پہ حد زنا لگ چکی ہے، فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ فِي قَذْفِهَا تو خاوند پر حد نہیں ہے اس عورت پر تہمت لگانے میں وَلَا لِعَانَ اور لعان بھی نہیں ہے۔

وَصِفَةُ اللِّعَانِ أَنْ يَبْتَدِئَ الْقَاضِي۔ اب وہ طریقہ بتلا رہے ہیں کس طرح شہادتیں دیں گے: وَصِفَةُ اللِّعَانِ اور لعان کا طریقہ یہ ہے أَنْ يَبْتَدِئَ الْقَاضِي کہ ابتدا کرے قاضی فَيَشْهَدُ، خاوند سے ابتدا کرے گا فَيَشْهَدُ پس خاوند جو ہے وہ گواہی دے گا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ چار مرتبہ يَقُولُ فِي كُلِّ مَرَّةٍ کہے گا وہ ہر مرتبہ کے اندر یوں کہے گا: أَشْهَدُ بِاللهِ إِنِّي لَمِنَ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَمَيْتُهَا بِهِ مِنَ الزِّنَا میں گواہی دیتا ہوں باللہ خدا کی قسم إِنِّي لَمِنَ الصَّادِقِينَ میں البتہ سچوں میں سے ہوں یعنی میں سچا ہوں فِيمَا اس الزام کے اندر رَمَيْتُهَا بِهِ جو میں نے اس عورت پر لگایا ہے مِنَ الزِّنَا یعنی کہ زنا کا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ واللہ میں جو ہوں سچا ہوں اس الزام کے اندر جو میں نے اس عورت پر لگایا ہے زنا کا۔ ترجمہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ چار مرتبہ کہے گا۔ ثُمَّ يَقُولُ فِي الْخَامِسَةِ پھر پانچویں مرتبہ میں کہے گا: لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمَاهَا بِهِ مِنَ الزِّنَا کہ اس پر یعنی خاوند اپنے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اس پر یعنی خاوند پر اللہ کی لعنت ہو، یا یوں کہے گا کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اس الزام کے اندر جو میں نے اس عورت پر لگایا ہے زنا کا۔

يُشِيرُ إِلَيْهَا فِي جَمِيعِ ذَلِكَ اشارہ کرے گا خاوند اس عورت کی طرف فِي جَمِيعِ ذَلِكَ ان تمام شہادتوں میں۔ بھئی یہ چاروں شہادتیں دیں اور پانچویں مرتبہ جو کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت، ان سب میں اس عورت کی طرف اشارہ کرے گا، اشارہ بھی ضروری ہے۔ کیوں؟ وجہ یہ مولانا کہ یہ عربی زبان ہے یہاں پر بھئی، اردو میں تو فرق ہو جائے گا کچھ، دیکھیے میں ابھی بیان کرتا ہوں: عربی زبان ہے اور وہ غائب کی ضمیریں استعمال کر رہا ہے۔ دیکھو کیا کہا تھا؟ فِيمَا رَمَيْتُهَا، ہا ضمیر ہے مؤنث کی کس کے لیے استعمال ہوتی ہے؟ غائب عورت کے لیے بھئی، یعنی اس سے خطاب نہیں ہے، عورت کھڑی ہے وہیں پر لیکن اس سے وہ براہ راست سیدھا اس کی طرف منہ کر کے بات نہیں کر رہا، اس سے خطاب نہیں کر رہا۔ تو غائب کی ضمیر استعمال کر رہا ہے اور غائب کی ضمیر تو وہ ہو سکتا ہے تاویل کر کے کسی اور کی طرف لوٹا رہا ہو بھئی، ہا ضمیر ہو سکتا ہے وہ کیا نیت کرے بھئی؟ کسی اور کی نیت کر رہا ہو بھئی، تو لہٰذا اب ہاتھ کے ساتھ اشارہ بھی کرے۔ ہاتھ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ بھی کرے اب کوئی اور تاویل یہاں نہیں چل سکتی کیونکہ ساتھ ہی اس نے کیا کیا ہر مرتبہ ہاتھ کے ساتھ اس عورت کی طرف بھی اشارہ کیا۔ اب متعین ہو گیا کہ غائب کی ضمیر وہ اسی عورت کو لوٹا رہا ہے، اب تاویل کرنا بھی چاہے بھئی ہاتھ سے جب باقاعدہ صراحتاً اشارہ آگیا تو اب تاویل کی گنجائش نہ رہی ختم ہو گئی۔ ہاں اردو میں تو فرق ہے: جو قریب ہے اس کے لیے کیا کہے گا؟ میں نے اس عورت پر جو زنا کا الزام لگایا، دور ہو تو اس کے لیے کہے گا میں نے اُس عورت پر زنا کا جو الزام لگایا، تو وہاں اُس اور اِس کے ذریعے فرق ہو گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اگر اردو میں بھی ایسا موقع ہو کہ فرق نہیں ہو سکتا تو پھر اشارہ یہاں بھی ضروری ہو جائے گا، اگر کوئی تاویل کر سکتا ہے تو پھر اشارہ ضروری ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں يُشِيرُ إِلَيْهَا فِي جَمِيعِ ذَلِكَ اشارہ کرے گا اس عورت کی طرف ان تمام شہادتوں میں۔

ثُمَّ تَشْهَدُ الْمَرْأَةُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ پھر گواہی دے گی عورت چار گواہیاں تَقُولُ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وہ کہے گی ہر مرتبہ کے اندر: أَشْهَدُ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمَانِي بِهِ مِنَ الزِّنَا۔ تو ہر مرتبہ میں عورت یہ گواہی دے گی أَشْهَدُ میں گواہی دیتی ہوں بِاللهِ خدا کی قسم إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ

کہ البتہ یہ شخص جو ہے البتہ جھوٹوں میں سے ہے یعنی یہ شخص جھوٹا ہے فِيمَا اس تہمت کے اندر رَمَانِي بِهِ جو اس نے مجھ پر لگائی ہے مِنَ الزِّنَا زنا کی بھئی۔ اس شخص نے مجھ پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے۔ تو دیکھو جتنی شہادتیں ذکر ہوئیں شہادت بھی ہے اور ساتھ قسم بھی ہے مولانا، شہادت بھی ہے اور ساتھ قسم بھی ہے۔ تو چار مرتبہ عورت یہ کہے گی کہ اس شخص نے مجھ پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے، وَتَقُولُ فِي الْخَامِسَةِ اور پانچویں شہادت میں یوں کہے گی: غَضَبُ اللهِ عَلَيْهَا يا غَضِبَ اللهُ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ اللہ کا غضب ہو اس پر یعنی عورت اپنے بارے میں کہہ رہی ہے اللہ کا غضب ہو مجھ پر إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ اگر یہ شخص سچوں میں سے ہے فِيمَا اس تہمت کے اندر رَمَانِي بِهِ مِنَ الزِّنَا جس کا اس نے مجھ پر الزام لگایا ہے یعنی زنا کا بھئی، اس نے جو زنا کا الزام مجھ پر لگایا ہے تہمت جو لگائی ہے اس میں اگر یہ سچا ہے تو اس پر کیا ہو؟ اللہ کا غضب ہو بھئی۔

وَإِذَا الْتَعَنَا فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا اور جب دونوں لعان کر لیں، دونوں نے یہ شہادتیں گزار لیں فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا تو قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کروادے گا وَكَانَتِ الْفُرْقَةُ تَطْلِيقَةً بَائِنَةً عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ اور ان دونوں کے درمیان جو جدائی آئی یہ طلاق بائن ہے طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ: يَكُونُ تَحْرِيمًا مُؤَبَّدًا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دائمی حرمت قرار دی جائے گی۔ یہ جدائی کیا ہے؟ دائمی حرمت یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، يَرْحَمُكَ اللهُ، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ میاں بیوی ایک دوسرے پر حرام ہو گئے اب کبھی ان کے درمیان نکاح جائز نہیں بھئی۔ جبکہ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ جدائی طلاق بائن کے حکم میں ہے۔

وَإِنْ كَانَ الْقَذْفُ بِوَلَدٍ نَفَى الْقَاضِي نَسَبَهُ وَأَلْحَقَهُ بِأُمِّهِ اور اگر قذف بولد تھا بھئی، تہمت کیا لگائی تھی؟ بچے کی نفی کی، نَفَى الْقَاضِي نَسَبَهُ تو قاضی اس بچے کے نسب کی نفی کر دے گا۔ جب یہ شہادتیں گزر جائیں تو اب قاضی کیا کرے گا اس بچے کے نسب کی اس آدمی سے نفی کر دے گا وَأَلْحَقَهُ بِأُمِّهِ اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دے گا، اب یہ صرف اس عورت کا بچہ شمار ہو گا اس آدمی کا بچہ شمار نہیں ہو گا کیونکہ نسب کی نفی ہو گئی لعان آ گیا درمیان میں دونوں کے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اور بچے کی نفی کی تھی خاوند نے بھئی، خاوند نے کیا کہا تھا یہ بچہ میرا نہیں، تو اب مولانا عورت قاضی کے پاس گئی تو اب شہادتوں میں اس بچے کی نفی کا ذکر ہو گا زنا کا ذکر نہیں ہو گا۔ پہلے تو زنا کا الزام لگایا تھا تو مرد یوں کہتا تھا کہ أَشْهَدُ بِاللهِ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کی قسم میں سچا ہوں اس الزام کے اندر جو میں نے اس عورت پر لگایا ہے یعنی زنا کا، یعنی زنا کا جو الزام میں نے اس عورت پر لگایا ہے اس کے اندر میں سچا ہوں، اب یوں کہے گا اس بچے کی نفی کا جو الزام میں نے لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں۔ فرق سمجھ میں آیا؟ جی۔ تو آخر تک

پھر اسی طرح ہو گا، بچے کی نفی کی بات چلے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الْقَذْفُ بِوَلَدٍ اور اگر قذف بولد تھا نَفَى الْقَاضِي نَسَبَهُ تو قاضی نفی کر دے گا اس بچے کے نسب کی اس کے خاوند سے وَأَلْحَقَهُ بِأُمِّهِ اور بچے کو ملا دے گا اس کی ماں کے ساتھ کہ اب یہ صرف اس عورت کا بچہ شمار ہو گا۔

فَإِنْ عَادَ الزَّوْجُ وَأَكْذَبَ نَفْسَهُ حَدَّهُ الْقَاضِي وَحَلَّ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا۔ فَإِنْ عَادَ الزَّوْجُ اگر خاوند لوٹا وَأَكْذَبَ نَفْسَهُ اور اپنے آپ کو جھٹلایا۔ یاد رکھیے جب کوئی شخص لعان کر لے اپنی بیوی کے ساتھ تو ان دونوں میں جدائی کروا دی گئی اور اب ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہیں ہے، یہ دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے بھئی۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا لعان کرنے والے جو ہیں جمع نہیں ہو سکتے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یعنی کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے بھئی۔ لعان کرنے والے کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے تو ان میں نکاح جائز نہیں اب بھئی۔ لیکن خاوند نے یوں کیا لعان کے بعد پھر قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ قاضی صاحب وہ جو میں نے الزام لگایا تھا وہ جھوٹا الزام تھا اور وہ شہادتیں میں نے جھوٹی دی تھیں بھئی۔ تو جب اس نے اپنے نفس کو جھٹلا دیا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو اب بھئی تہمت تو اس نے لگائی تھی بیوی پر زنا کی، تو اب چونکہ بہت بڑا الزام لگایا تھا تو اب اس پر حد قذف جاری ہو گی بھئی۔ کیا جاری ہو گی؟ حد قذف، تہمت لگائی اور خود کہہ رہا ہے میں نے جھوٹا الزام لگایا تھا تو حد قذف جاری ہو گی۔ سمجھ میں آیا؟ حد قذف بھئی۔ اور اب ان دونوں کا آپس میں نکاح بھی جائز ہو گیا بھئی۔ عِنْدَ الْأَحْنَافِ اب دونوں کا نکاح بھی کیا ہوا آپس میں؟ جائز ہو گیا بھئی۔[۲]

اس پر اشکال ہوتا ہے بھئی کہ حدیث میں تو آیا تھا کہ اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا کہ لعان کرنے والے کبھی بھی آپس میں جمع نہیں ہو سکتے! تو جواب یہ مولانا کہ یہ اب لعان کرنے والے رہے ہی نہیں۔ اس لیے کہ جب اس نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا کہ میں نے شہادت کس قسم کی دی تھی؟ جھوٹی شہادت،

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ عَادَ الزَّوْجُ وَأَكْذَبَ نَفْسَهُ حَدَّهُ الْقَاضِي وَحَلَّ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن عاد الزوج فأكذب نفسه حده القاضي وحل له» منقول ہے۔

تو وہ شہادتیں ختم ہو گئیں، کالعدم ہو گئیں، اور انہی شہادتوں سے تو کیا تھا؟ لعان تھا، تو وہ لعان بھی کیا ہوا؟ ختم ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو اب جب ان میں لعان ختم ہو گیا تو دونوں متلاعنان رہے ہی نہ بھئی۔ اور حدیث میں تو آیا ہے اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ متلاعنان جو ہیں وہ آپس میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے کبھی بھی یعنی جب تک یہ متلاعنان ہیں، اور اب تو جب اس نے اپنے نفس کو جھٹلا دیا تو ان دونوں میں لعان ختم ہوا تو دونوں متلاعنان رہے ہی نہیں، تو اب دونوں آپس میں کیا کر سکتے ہیں؟ نکاح کر سکتے ہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ ان میں لعان قائم تھا بھئی اور وہ لعان تھا کس چیز کا نام؟ وہ شہادتوں کا ہی تو نام تھا اور اس نے اپنے آپ کو کیا کر لیا؟ جھٹلا دیا، جب جھٹلا دیا معلوم ہوا وہ شہادتیں بھی کیسی ہوئیں؟ جھوٹی تھیں، تو وہ شہادتیں کالعدم ہوئیں۔ جب وہ شہادتیں کالعدم ہوئیں تو انہی پر تو لعان تھا وہ لعان بھی کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا تو اب دونوں متلاعنان نہ رہے، اور حدیث میں تو آیا تھا اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا لعان کرنے والے آپس میں جمع نہیں ہو سکتے کبھی بھی اور اب دونوں متلاعنان نہ رہے کیونکہ لعان ہی کیا ہو گیا ان دونوں کے درمیان سے؟ ختم ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟ اس لیے اب اس عورت کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہوا۔ البتہ چونکہ اس نے اپنے نفس کو جھٹلایا ہے اور بتلایا کہ میں نے جھوٹا الزام لگایا تھا زنا کا اور زنا کا الزام کسی پر جھوٹا لگایا جائے تو پھر کیا کیا جاتا ہے اس پر؟ حد قذف جاری ہوتی ہے۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ عَادَ الزَّوْجُ پس اگر خاوند لوٹا وَأَكْذَبَ نَفْسَهُ اور اپنے آپ کو جھٹلایا حَدَّهُ الْقَاضِي تو قاضی کیا کرے گا اس پر حد لگائے گا وَحَلَّ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا اور حلال ہے اس شخص کے لیے کہ اب یہ اس عورت کے ساتھ نکاح کر لے۔

وَكَذَلِكَ إِنْ قَذَفَ غَيْرَهَا فَحُدَّ بِهِ أَوْ زَنَتْ فَحُدَّتْ۔ اسی طرح اگر اس شخص نے کسی اور عورت پر زنا کا الزام لگایا اور پھر اس کی وجہ سے اس شخص پر حد قذف جاری کی گئی۔ بھئی اس شخص میں اور اس کی بیوی میں لعان ہو گیا جدائی کروا دی گئی یہ دونوں کبھی بھی اب آپس میں نکاح نہیں کر سکتے کیونکہ یہ متلاعنان ہیں بھئی۔ لیکن اس شخص نے بعد میں کسی اور عورت پر زنا کا الزام لگایا، وہ اسے قاضی کے پاس لے آئی، قاضی کے پاس آ کر بھئی وہ ثبوت پیش نہ کر سکا گواہ پیش نہ کر سکا تو اب اس شخص پر کیا لگا دی گئی؟ حد قذف لگا دی گئی بھئی، اسی کوڑے بھی لگائے گئے اور یہ ہمیشہ کے لیے کیا بن گیا؟ مردود الشہادت بن گیا۔ جب مردود الشہادت ہوا تو اس شخص میں لعان کی اہلیت رہی؟ بھئی لعان تو نام ہی کس چیز کا تھا؟ شہادتوں کا تھا تو اب اس شخص میں لعان کی اہلیت ہی نہ رہی، جب لعان کی اہلیت ہی نہ رہی تو اب دونوں متلاعنان نہ رہے مولانا۔ کیوں؟ کیونکہ لعان کی اہلیت ہی نہیں ہے تو متلاعن کہاں سے؟ لعان کی اہلیت ہوتی تو ہم اسے متلاعن کہتے۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو اب دونوں متلاعن نہ رہے۔ کیوں نہ رہے؟ لعان کی اہلیت ہی نہیں رہی بھئی، اس وقت تھی اب نہیں ہے، اب اس میں لعان کی اہلیت نہیں ہے تو لعان ان میں ختم ہوا۔ ابتدا تو لعان کی اہلیت تھی لیکن بقاءً کیا ہے یہاں لعان کی اہلیت نہیں، تو دونوں متلاعنان نہ رہے لعان ختم ہوا تو اب یہ پھر اپنی اس بیوی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے جس کے ساتھ اس نے لعان کیا تھا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے وَكَذَلِكَ إِنْ قَذَفَ غَيْرَهَا فَحُدَّ بِهِ اور اسی طرح اگر اس نے کیا کیا تہمت لگائی غَيْرَهَا اپنی اس بیوی کے علاوہ کسی اور پر فَحُدَّ بِهِ پس اس پر حد لگائی گئی، تو اب بھی وہ جو بیوی جس کے ساتھ لعان کیا تھا اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اہلیت ختم ہوئی لعان کی۔[۳]

أَوْ زَنَتْ فَحُدَّتْ یا اس کی بیوی جس کے ساتھ لعان کیا تھا اس نے زنا کیا فَحُدَّتْ پس اس پر کیا جاری کی گئی؟ حد زنا جاری کی گئی، اسے حد لگائی گئی۔ تو بھئی میاں بیوی میں کیا ہوا تھا؟ لعان، جدائی ہو گئی، لیکن بعد میں اس عورت نے کسی سے زنا کیا اور قاضی کے پاس چار گواہوں کے ذریعے زنا ثابت ہو گیا اور اس عورت پر کیا جاری کی گئی؟ حد زنا جاری کر دی گئی بھئی، سو کوڑے لگا دیے گئے۔ اب بھئی جب سو کوڑے لگا دیے تو یہ عورت اب آپ بتائیے پاکدامن رہی؟ پاکدامن نہ رہی، تو لعان کی اہلیت ختم ہوئی بھئی۔ لعان کی کیا ہوئی اہلیت؟ ختم ہوئی کیونکہ لعان کے لیے ہم نے کیا شرائط ذکر کی تھیں؟ وہاں ایک شرط یہ بھی تھی کہ عورت کس قسم کی ہونی چاہیے پاکدامن ہونی چاہیے، اس نے زنا نہ کیا ہو اس پر حد زنا جاری نہ ہوئی ہو، تو جب لعان کی اہلیت ختم ہوئی تو دونوں متلاعنان نہ رہے، جب دونوں متلاعنان نہ رہے تو اب آپس میں کیا کر سکتے ہیں؟ نکاح کر سکتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَإِنْ قَذَفَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ صَغِيرَةٌ أَوْ مَجْنُونَةٌ فَلَا لِعَانَ بَيْنَهُمَا اور اگر تہمت لگائی کسی شخص نے اپنی بیوی پر اس حال میں کہ یہ صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی، صغیرہ تھی ابھی بالغ ہی نہیں ہوئی چھوٹی تھی أَوْ مَجْنُونَةٌ یا مجنونہ تھی، فَلَا لِعَانَ بَيْنَهُمَا تو ان دونوں کے درمیان لعان نہیں وَلَا حَدَّ اور حد بھی نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ یہ اہل شہادت میں سے ہی نہیں ہیں بھئی، اور یہاں حد بھی نہیں آتی بھئی ان پر اگر کوئی اجنبی بھی تہمت زنا کی لگا

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «قَذَفَ غَيْرَهَا فَحُدَّ بِهِ أَوْ زَنَتْ فَحُدَّتْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «قذف غيرها فحد أو زنت فحدت» منقول ہے۔

دے تو حد نہیں آتی تو خاوند نے جب تہمت لگائی تو وہاں بھی نہیں آئے گی حد۔ جب حد نہیں آئے گی تو لعان تو خلیفہ کس کا ہے، نائب کس کا ہے؟ حد ہی کا تو نائب ہے تو جب حد نہیں تو لعان بھی نہیں۔ اسی لیے کہا فَلَا لِعَانَ بَيْنَهُمَا وَلَا حَدَّ تو نہ ان میں لعان ہے اور نہ حد۔

وَقَذْفُ الْأَخْرَسِ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ اللِّعَانُ اور گونگے کی تہمت، اخرس کہتے ہیں گونگا بھئی۔ بھئی ایک عورت ہے اس کا خاوند گونگا ہے، اس نے اس پر تہمت لگائی زنا کی اشاروں وغیرہ کے ذریعے، تو کہتے ہیں اس سے لعان کا تعلق نہیں ہو گا: وَقَذْفُ الْأَخْرَسِ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ اللِّعَانُ اور گونگے کی تہمت جو ہے اس سے تعلق نہیں ہو گا لعان کا۔ اس سے لعان کا تعلق نہیں ہو گا اس لیے کہ لعان میں آپ نے پڑھا ہے بھئی شہادتیں ضروری ہیں اور گونگا شہادتیں دے سکتا ہے بھئی؟ وہ تو بول ہی نہیں سکتا بھئی، تو میاں بیوی میں سے کوئی ایک گونگا ہو تو لعان نہیں پھر ہو گا بھئی۔ اور حد بھی نہیں آئے گی مولانا اس لیے کہ وہ اشارے سے الزام لگا رہا ہے تو اشارے سے اس میں شبہ آ گیا، سمجھ میں آیا؟ اور حد ادنیٰ شبہے سے بھی کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جایا کرتی ہے۔

وَإِذَا قَالَ الزَّوْجُ: لَيْسَ حَمْلُكِ مِنِّي فَلَا لِعَانَ اور اگر خاوند نے کہا بیوی سے کہ تمہارا حمل مجھ سے نہیں ہے فَلَا لِعَانَ تو ان دونوں میں لعان نہیں ہو گا۔ بھئی بیوی حاملہ ہے اور حالت حمل میں خاوند نے اسے کہا کہ یہ جو تمہارا حمل ہے مجھ سے نہیں ہے، تو کیا اب ان دونوں میں لعان ہو گا؟ کہتے ہیں ان دونوں میں لعان نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کہ بھئی حمل کے ہونے کا تو ابھی یقین ہی نہیں ہے، پتا نہیں یہ حمل کی وجہ سے پیٹ پھولا ہوا ہے یا کسی بیماری کی وجہ سے پھولا ہوا ہے، تو حمل مشکوک الوجود ہوا مولانا۔ تو گویا کہ خاوند یہاں یوں کہنا چاہتا ہے: اگر تیرے پیٹ میں حمل ہوا یعنی تو نے اگر بچے کو جنم دیا تو یہ بچہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ خاوند گویا کیا کہہ رہا ہے؟ گویا اپنی تہمت کو معلق کر رہا ہے شرط کے ساتھ، اور تہمت شرط کے ساتھ معلق نہیں ہو سکتی۔ بھئی حمل کی نفی کی ہے نا اور حمل کا کوئی اپنا وجود یقینی ہے؟ اپنا وجود ہی اس کا تو یقینی نہیں ہے، تو تہمت یقینی ہوئی یا ویسے ہی ہو گئی بھئی؟ حمل ہی ہو سکتا ہے عورت کو نہ ہو ویسے ہی پیٹ پھولا ہوا ہو تو کوئی تہمت ہوئی؟ حمل ہی نہیں تھا اس نے کہا حمل مجھ سے نہیں ہے، حمل تو تھا ہی نہیں بھئی۔ ہاں اس کا پتا کس وقت چلنا تھا؟ جب عورت کیا کرے بچے کو جنم دے، اس وقت پتا لگے گا کہ واقعی یہ کیا تھا حمل تھا، تو یہ تو اس وقت پتا چلا اور اس نے تو الزام اس وقت لگایا تھا دو چار ماہ پانچ ماہ پہلے لگایا تھا تو اس وقت گویا الزام تہمت نہیں تھی اب کیا بن گئی؟ تو گویا اس وقت اس نے تہمت کو معلق کیا تھا بھئی کہ اگر تمہارے پیٹ میں حمل ہوا تو پھر یہ حمل مجھ سے نہیں۔ تو گویا تہمت کو کس کے ساتھ معلق کر دیا اس نے؟ شرط کے ساتھ اگر یہ حمل ہوا، اور تہمت کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو حمل کی وجہ سے لعان نہیں ہو گا کیونکہ اس کا ابھی یقین نہیں ہے تو گویا یہاں تہمت کو شرط کے ساتھ معلق کرنا ہوا اور تہمت تو شرط کے ساتھ معلق ہو نہیں سکتی لہٰذا لعان بھی نہیں آئے گا، سمجھ میں آیا؟ گویا تہمت پائی ہی نہیں گئی۔ تو یہ معنی ہے وَإِذَا قَالَ الزَّوْجُ: لَيْسَ حَمْلُكِ مِنِّي فَلَا لِعَانَ اور اگر خاوند نے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے فَلَا لِعَانَ تو لعان نہیں ہو گا۔

وَإِنْ قَالَ اور اگر خاوند نے یوں کہا: زَنَيْتِ تو نے زنا کیا ہے وَهٰذَا الْحَمْلُ مِنَ الزِّنَا اور یہ جو حمل ہے کس سے ہے؟ زنا سے ہے۔ بیوی حاملہ تھی، خاوند نے کہا زَنَيْتِ تو نے زنا کیا ہے وَهٰذَا الْحَمْلُ مِنَ الزِّنَا اور یہ حمل کس سے ہے زنا سے ہے، تَلَاعَنَا اب دونوں آپس میں کیا کریں گے؟ لعان کریں گے۔ بھئی اب کیوں لعان کریں گے؟ یہ بھی تو پچھلی صورت کی طرح ہے! کہتے ہیں فرق ہے: وہاں صرف اس نے یہ کہا تھا تیرا یہ حمل مجھ سے نہیں، اب اس نے کہا زَنَيْتِ تو نے کیا کیا ہے زنا کیا ہے، تو یہ جو لعان ہو گا یہ اس حمل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کس کی وجہ سے ہے؟ زنا کے لفظ کی وجہ سے آیا ہے۔ وَلَمْ يَنْفِ الْقَاضِي الْحَمْلَ مِنْهُ اور نفی نہیں کرے گا قاضی حمل کی خاوند سے۔ خاوند سے حمل کی نفی نہیں کرے گا کہ بچہ پیدا ہو تو پھر کیا کہا جائے کہ یہ اس خاوند کا بچہ نہیں۔ کیوں بھئی بچے کی نفی کیوں نہیں؟ جب لعان ہے تو کیا ہونا چاہیے؟ یہی تو خاوند نے کہا تھا یہ بچہ مجھ سے نہیں ہے یہ تو کسی اور سے ہے بھئی تو بچے کی بھی نفی ہونی چاہیے! کہتے ہیں جواب دیا مولانا کہ وہ تو حمل کی صورت میں حمل کی نفی کر رہا ہے اور حمل کی نفی کی صورت میں تو لعان پچھلے مسئلے میں آپ پڑھ چکے ہیں آتا ہی نہیں کیونکہ حمل کا وجود یقینی نہیں۔ تو یہاں جو لعان آیا ہے لفظ زنا کی وجہ سے آیا ہے نفی حمل کی وجہ سے نہیں۔ جب نفی حمل کی وجہ سے لعان نہیں تو اس کے نسب کی پھر نفی بھی نہیں ہو گی۔ وجہ سب کو سمجھ میں آ گئی؟ اس لیے کہا وَلَمْ يَنْفِ الْقَاضِي الْحَمْلَ مِنْهُ نفی نہیں کرے گا قاضی حمل کی اس خاوند سے۔[۴]

وَإِذَا نَفَى الرَّجُلُ وَلَدَ امْرَأَتِهِ عَقِيبَ الْوِلَادَةِ۔ اچھا بھئی یہاں سے آپ کو یہ بتلا رہے ہیں: یاد رکھیے خاوند بچے کی نفی کرتا ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَمْ يَنْفِ الْقَاضِي الْحَمْلَ مِنْهُ نفی» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولم ينف القاضي الحمل وإذا نفى» منقول ہے۔

ہے تو دو صورتیں ہیں: یا تو پیدائش کے ابتدائی چند دنوں میں نفی کرے گا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ بعضوں نے کہا ہے تین دن ہے اس کی مدت، بعضوں نے کہا ہے سات دن تک کہ جن دنوں میں مبارک باد دی جاتی ہے اور بچے کے لیے چیزیں وغیرہ خریدی جاتی ہیں، تو بعضوں نے کہا تین دن بعضوں نے کہا سات دن، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور صاحبین کے نزدیک مدت نفاس ہے بھئی، جب تک بچے کی پیدائش کے بعد عورت کو خون آتا رہے اس وقت تک بھئی نفی کر سکتا ہے۔ تو یاد رکھیے اگر خاوند بچے کی نفی کرتا ہے ان ابتدائی ایام کے اندر تو پھر اس صورت کے اندر لعان ہو گا اور بچے کی بھی نفی کر دی جائے گی۔ لعان بھی ہو گا اور بچے کی بھی کیا کر دی جائے گی؟ نفی۔ لیکن اگر بعد میں کرتا ہے مہینے دو مہینے چار مہینے ٹھہر کر کرتا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں، اب دونوں میں لعان تو ہو گا لیکن بچے کے نسب کی نفی نہیں ہو گی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ کیا مسئلہ ہوا کہ خاوند اگر بچے کی نفی کرتا ہے چاہے ابتدائی دنوں میں کرے چاہے بعد میں کرے دونوں صورتوں میں کیا ہو گا؟ لعان ہو گا، لیکن بچے کے نسب کی نفی صرف کن ایام میں ہو گی؟ ابتدائی ایام میں اگر نفی کی ہے اور لعان ہوا تو بچے کے نسب کی بھی نفی کر دی جائے گی، لیکن اگر بعد میں ہوا دو چار ماہ پانچ ماہ کے بعد وہ انکار کرتا ہے تو اس صورت میں لعان تو ہو گا لیکن بچے کے نسب کی نفی نہیں کی جائے گی۔ کیوں بھئی بعد میں کیوں نہیں نفی کی جائے گی؟ وجہ یہ بھئی کہ اتنی دیر تک وہ جو خاموش رہا تو خاموشی اقرار پہ دلالت کر رہی ہے، اگر ایسی بات ہوتی تو اسے کیا کرنا چاہیے تھا؟ پہلے ہی نفی کرنی چاہیے تھی اور اس نے پہلے تو نفی نہیں کی، اس نے سکوت کیا اور سکوت دلیل ہے اقرار کی بھئی۔ سکوت دلیل ہے کس چیز کی؟ اقرار کی، تو گویا ایک دفعہ وہ اقرار کر چکا ہے بعد میں اب وہ نفی کرنا چاہتا ہے اب نفی نہیں ہو گی۔ لیکن اگر شروع کے دنوں میں ہی نفی کر دیتا ہے تو پھر لعان کی وجہ سے بچے کی بھی کیا کر دی جائے گی؟ نفی کر دی جائے گی۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آیا؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا نَفَى الرَّجُلُ وَلَدَ امْرَأَتِهِ اور جب نفی کر دی کسی آدمی نے اپنی بیوی کے بچے کی عَقِيبَ الْوِلَادَةِ ولادت کے بعد أَوْ فِي الْحَالِ الَّتِي تُقْبَلُ التَّهْنِئَةُ فِيهَا یا اس حالت کے اندر جس میں قبول کیا جاتا ہے مبارک باد کو بھئی، اس حالت میں تہنیت کہتے ہیں مبارک باد، اس حالت میں مبارک بادوں کو قبول کیا جاتا ہے أَوْ تُبْتَاعُ لَهُ آلَةُ الْوِلَادَةِ یا اس حالت میں کہ جس کے اندر خریدا جاتا ہے بچے کے لیے آلہ ولادت یعنی ولادت کی چیزیں وغیرہ خریدی جاتی ہیں اس کا سامان۔ بتلایا بعض علماء کیا فرماتے ہیں وہ ایام جن میں مبارک باد دی جاتی ہے اور بچے کے لیے سامان خریدا جاتا ہے وہ کتنے دن ہیں؟ تین دن ہیں، بعضوں نے کیا کہا سات دن ہیں، لیکن عرف میں دیکھا جائے گا مولانا عرف میں تین دن ہے سات دن ہے آٹھ دس دن تک جتنا ہو وہ مدت مراد ہے۔ تو بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کی یا اس حالت میں جس میں مبارک بادوں کو قبول کیا جاتا ہے اور بچے کے لیے آلہ ولادت خریدا جاتا ہے صَحَّ نَفْيُهُ تو اس کا نفی کرنا صحیح ہے وَلَاعَنَ بِهِ اور اس کی وجہ سے کیا کرے گا؟ لعان کرے گا۔ وَإِنْ نَفَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ لَاعَنَ اور نفی کی اگر اس نے اس مدت کے بعد لَاعَنَ تو پھر لعان کرے گا وَيَثْبُتُ النَّسَبُ اور نسب ثابت ہو جائے گا، نسب پھر نفی نہیں ہو گا۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى: يَصِحُّ نَفْيُهُ فِي مُدَّةِ النِّفَاسِ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح ہے اس کا نفی کرنا مدت نفاس کے اندر۔ مدت نفاس کے اندر اندر یہ کیا کر سکتا ہے بچے کی نفی کر سکتا ہے اس کے بعد نہیں بھئی، یعنی اس کے بعد نسب ثابت ہو گا بھئی ہاں لعان ہو سکتا ہے۔

وَإِنْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِي بَطْنٍ وَاحِدٍ فَنَفَى الْأَوَّلَ وَاعْتَرَفَ بِالثَّانِي ثَبَتَ نَسَبُهُمَا وَحُدَّ الزَّوْجُ۔ صورت یہ: یاد رکھیے بعض اوقات بچے جڑواں ہوتے ہیں بھئی۔ بچے کیا ہوتے ہیں؟ جڑواں بچے ہوتے ہیں، لیکن جڑواں بچے یہ ضروری نہیں پھر اکٹھے ہی ان کی پیدائش ہو، ان کے درمیان کبھی فرق بھی آجاتا ہے۔ تو اگر دو بچوں کی پیدائش کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فرق ہو تو پھر یہ جڑواں ہی شمار ہوں گے، توامین کہتے ہیں ان کو عربی میں۔ کیا کہتے ہیں؟ توامین، جڑواں ہی شمار ہوں گے یعنی ایک ہی پیٹ سے شمار ہوں گے۔ یہ بچے کیا شمار ہوں گے؟ ایک ہی پیٹ سے شمار ہوں گے۔ لیکن اگر درمیان میں فرق چھ ماہ کا ہے تو پھر وہ الگ شمار ہو گا کیونکہ حمل کی اقل مدت کتنی ہے؟ چھ ماہ، کم سے کم چھ ماہ میں بچے کی پیدائش ہو سکتی ہے اس سے کم کے اندر بچے کی پیدائش نہیں ہو سکتی۔ تو چھ ماہ اگر گزر چکے ہیں تو پھر وہ الگ شمار ہو گا توامین شمار نہیں۔ تو دو بچے ہوئے اسی طرح اور دونوں توامین ہیں یعنی دونوں کی پیدائش کے اندر چھ ماہ سے کم کا فرق ہے تو یہ توامین شمار ہوتے ہیں، اور یاد رکھیے ان میں سے ایک کا نسب جب ثابت ہو جائے تو دوسرے کا بھی ثابت ہو جائے گا کیونکہ ان کی پیدائش ماءِ واحد سے ہوئی ہے۔ کس سے ہوئی ہے؟ ماءِ واحد سے ہی ان کی پیدائش ہوئی ہے بھئی۔

اب صورت یہ ایک عورت نے دو بچوں کو جنم دیا اور دونوں توامین ہیں بھئی، اور توامین میں نے بتلایا ان کی پیدائش کس سے ہوتی ہے ماءِ واحد سے، جب ایک کا بھی اقرار خاوند کر لے گا تو دوسرے کا بھی خود بخود کیا ہو جائے گا خاوند سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اب توامین پیدا ہوئے، ایک صورت یہ: خاوند پہلے بچے کے نسب کی نفی کرتا ہے اور دوسرے بچے کے نسب کا اعتراف کرتا ہے۔ پہلے بچے کا انکار کر دیا یہ میرا بچہ نہیں ہے، دوسرے کا کہتا ہے ہاں یہ میرا بچہ ہے، تو کہتے ہیں یاد رکھو اس صورت میں خاوند پر حد جاری ہو گی۔ کیا جاری ہو گی؟ حد جاری ہو گی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ کس بچے کی نفی کی ہے خاوند نے، پہلے

کی یا دوسرے کی؟ پہلے بچے کی نفی کی اور دوسرے کا اعتراف کیا، اب خاوند پر کیا ہو گی؟ حد جاری ہو گی۔ کیوں حد کیوں جاری ہو گی؟ وجہ یہ کہ جب اس نے پہلے بچے کی نفی کر دی تو گویا بیوی پر کس چیز کا الزام لگا دیا؟ زنا کا الزام لگا دیا۔ بعد میں اس نے دوسرے بچے کا اعتراف کر لیا، جب دوسرے بچے کا اعتراف کیا تو گویا پہلے کا بھی اعتراف ہو گیا اس لیے کہ ان دونوں بچوں کی پیدائش کس سے ہوئی ہے؟ ماءِ واحد سے، پہلے کا بھی گویا اعتراف ہو گیا۔ گویا جو اس نے پہلے الزام لگایا تھا اس میں خود ہی اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے دیا کہ میں نے وہ کس قسم کا الزام لگایا تھا؟ جھوٹا! بھئی ان دونوں بچوں کی پیدائش تو ماءِ واحد سے ہوئی ہے جب آپ ثانی کا اقرار کر رہے ہیں تو پہلے جو آپ نے نفی کی تھی معلوم ہوا وہ نفی آپ نے جھوٹ بولا تھا، جھوٹا الزام لگایا تھا۔ اور جب جھوٹا الزام کسی پر زنا کا کوئی لگائے اس پر کیا جاری کی جاتی ہے؟ حد، تو لہٰذا اب خاوند پر کیا جاری کی جائے گی؟ حد جاری کی جائے گی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟

لیکن اگر اس کا عکس ہوا: پہلے کا خاوند نے اعتراف کیا ثانی کی نفی کی، تو اب دونوں میں لعان ہو گا۔ پچھلی صورت میں تھا خاوند پہ حد جاری، اب دونوں میں کیا ہو گا؟ لعان۔ اور دونوں صورتوں میں یہ بھی یاد رکھنا بچے کا نسب خاوند سے ثابت ہو جائے گا دونوں صورتوں میں چاہے پہلے کی نفی کرے چاہے دوسرے کی نفی کرے۔ پہلے کی نفی کی تھی دوسرے کا اعتراف کیا تھا تو خاوند پر حد جاری ہوئی لیکن دونوں بچے کس کے شمار ہوں گے؟ اسی خاوند کے کیونکہ جب اس نے ایک کا اعتراف کر لیا تو دونوں بچوں کی پیدائش ماءِ واحد سے ہے تو دوسرے کا نسب بھی خود بخود کیا ہو گیا اسی سے ثابت ہو گیا۔ اور دوسری صورت کے اندر بھئی پہلے کا اعتراف کر لیا، جب پہلے کا اعتراف کیا تو دونوں بچوں کی پیدائش تو ہوئی ہے ماءِ واحد سے لہٰذا دوسرے کا بھی خود بخود نسب کس سے ثابت ہوا؟ اسی سے۔ تو پہلے کی نفی کرے چاہے دوسرے کی نفی کرے دونوں صورتوں میں نسب خاوند سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ ایک کا وہ اقرار کرے گا، جب ایک کا اقرار کرے گا تو دونوں ماءِ واحد سے ہیں دوسرے بچے کا نسب بھی خود بخود اسی سے ثابت ہو گا۔ لیکن اگر پہلے کی نفی کی تھی ثانی کا اقرار کیا تو گویا اپنے آپ کو خود جھٹلا دیا اور خود جھٹلایا ہے تو اس پر کیا لگے گی؟ حد لگے گی۔ لیکن اگر پہلے کا اقرار کیا اور ثانی کا انکار کیا اب لعان ہو گا۔ کیونکہ پہلے کا جب اس نے اقرار کر دیا اور ثانی میں انکار کیا تو انکار کے بعد اس نے اپنے آپ کو جھٹلایا ہے؟ پچھلی صورت میں تو اس نے بعد میں اعتراف کر کے گویا اپنے آپ کو ہی کیا کر دیا تھا جھٹلا دیا تھا، اور یہاں انکار آخر میں کر رہا ہے اس انکار کے بعد وہ اپنے آپ کو جھٹلا رہا ہے؟ نہیں، جب اس نے اپنے آپ کو جھٹلایا نہیں تو گویا زنا کا الزام لگایا ہے صرف، اور اس صورت میں کیا ہوا کرتا ہے؟ لعان ہوا کرتا ہے تو لعان ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِي بَطْنٍ وَاحِدٍ اور اگر جنم دیا عورت نے دو بچوں کو ایک ہی پیٹ سے فَنَفَى الْأَوَّلَ وَاعْتَرَفَ بِالثَّانِي پس خاوند نے اول کی نفی کر دی اور ثانی کا اعتراف کر دیا ثَبَتَ نَسَبُهُمَا تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا وَحُدَّ الزَّوْجُ اور خاوند کو حد لگائی جائے گی۔ وَإِنِ اعْتَرَفَ بِالْأَوَّلِ اور اگر پہلے کا اعتراف کیا وَنَفَى الثَّانِيَ اور دوسرے کی نفی کر دی ثَبَتَ نَسَبُهُمَا تو نسب دونوں کا ثابت ہو گا وَلَاعَنَ اور لعان کرے گا خاوند بھئی اب۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

كِتَابُ الْعِدَّةِ۔ عدت: عربی زبان میں عدت کا معنی ہے شمار کرنا بھئی۔ عربی زبان میں عدت کا کیا معنی ہے؟ شمار کرنا۔ اور اصطلاح میں یہ تعریف آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے اسے نوٹ کر لیں: کہتے ہیں وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنِ التَّرَبُّصِ الَّذِي يَلْزَمُ الْمَرْأَةَ عِنْدَ زَوَالِ النِّكَاحِ أَوْ شُبْهَتِهِ یہ عبارت ہے اس ٹھہرنے سے، انتظار کرنے سے الَّذِي يَلْزَمُ الْمَرْأَةَ جو عورت پر لازم ہوتی ہے عِنْدَ زَوَالِ النِّكَاحِ زوال نکاح کے وقت أَوْ شُبْهَتِهِ یا شبہ نکاح کے زوال کے وقت بھئی۔ شبہ نکاح کے زوال کے وقت۔ بھئی دیکھو ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو کیا طلاق دیتے ہی عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے؟ نہیں بلکہ اس کو کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا، اپنے نفس کو روکنا پڑے گا، توقف کرنا پڑے گا۔ وہ مدت جب گزر جائے گی اس کے بعد وہ نکاح کسی اور سے کرنا چاہے تو نکاح کر سکتی ہے، یہ وقت عدت کہلاتا ہے۔ یا اسی طرح خاوند کا انتقال ہوا تو انتقال سے بھی نکاح ٹوٹ گیا، اب عورت آگے کہیں نکاح نہیں کر سکتی بلکہ اسے کچھ وقت انتظار کرنا پڑے گا اور وہ چار ماہ دس دن ہیں انتقال کی صورت میں بھئی، تو یہ چار ماہ دس دن یہ کیا ہے عورت کی؟ عدت ہے۔ صورت سمجھ میں

آئی؟ تو طلاق کی صورت میں عدت کیا ہے؟ تین حیض، اور وفات کی صورت میں عدت کتنی ہے؟ چار ماہ دس دن۔ کتنا؟ چار ماہ دس دن بھئی۔[۵]

تو کہتے ہیں وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا اور جب طلاق دے دے کوئی شخص اپنی بیوی کو طَلَاقًا بَائِنًا أَوْ رَجْعِيًّا طلاق بائن ہو یا طلاق رجعی ہو أَوْ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا یا ان دونوں میں کیا ہو جدائی واقع ہو جائے بِغَيْرِ طَلَاقٍ بغیر طلاق کے۔ بغیر طلاق کے ہی ان دونوں میں کیا واقع ہو جائے؟ جدائی واقع ہو جائے بھئی۔ بغیر طلاق کے کیسے جدائی واقع ہو گی؟ ایک صورت یہ ہے میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کا کیا بن جائے؟ مالک بن جائے، سمجھ میں آیا؟ ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کیا تھا اور پھر اس باندی کو خرید لیا، کسی اور کی باندی تھی اس کے ساتھ اس شخص نے نکاح کیا ہوا تھا پھر اس باندی کو خرید لیا، تو فوراً خریدتے ہی دونوں کے درمیان کیا ہو جائے گی؟ دونوں کا نکاح ٹوٹ گیا، جدائی آگئی لیکن یہ جدائی کون سی ہے بھئی نکاح ٹوٹا ہے بھئی کس طریقے پر، طلاق کے ذریعے یا بغیر طلاق کے؟ بغیر طلاق کے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اسی طرح اور بھی کئی صورتیں بن جاتی ہیں۔ تو کہتے ہیں جب طلاق دے کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق بائن أَوْ رَجْعِيًّا یا رجعی طلاق دے أَوْ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا بِغَيْرِ طَلَاقٍ یا جدائی واقع ہو جائے ان دونوں کے درمیان بغیر طلاق کے وَهِيَ حُرَّةٌ اس حال میں کہ عورت کیا ہے آزاد ہے مِمَّنْ ان عورتوں میں سے تَحِيضُ جنہیں حیض آتا ہے یعنی حیض والی ہے، فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَقْرَاءٍ تو اس عورت کی عدت تین اقراء ہیں بھئی۔ تین اقراء ہیں، بھئی اقراء کیا ہیں؟ کہتے ہیں وَالْأَقْرَاءُ الْحِيَضُ اقراء حیض ہیں، حِيَض جمع ہے حیض کی۔

بھئی قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین قروء تک بھئی۔ یاد رکھیے آگے چل کر آپ پڑھیں گے اگلے درجات میں کہ قروء جمع ہے قَرْءٌ کی، جیسے اقراء یہاں کتاب میں اقراء آیا یہ بھی جمع ہے کس کی؟ قَرْءٌ کی۔ اور قَرْءٌ کا لفظ مشترک ہے بَيْنَ الْحَيْضِ وَالطُّهْرِ: طہر کو بھی قَرْءٌ کہتے ہیں، حیض کو بھی قَرْءٌ کہتے ہیں، دونوں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اب قرآن میں اللہ فرماتے ہیں وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ مطلقہ عورتیں اپنے نفسوں کو روکے رکھیں تین قروء تک۔ اب قروء سے کیا مراد ہے؟ اس کا اطلاق تو طہر پر بھی ہوتا ہے اور حیض پر بھی، تو عِنْدَ الْأَحْنَافِ قروء سے مراد حیض ہیں۔ کیا مراد ہیں؟ حیض ہیں، تین حیض اپنے آپ کو روکے یہ اس کی عدت ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ قروء سے مراد یہاں طہر ہے، تو تین طہر کیا کرے گی اپنے آپ کو روکے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو اسی لیے صاحب قدوری نے وضاحت کر دی کہ الْأَقْرَاءُ الْحِيَضُ اقراء کیا چیز ہیں؟ حیض ہیں، ہمارے نزدیک اقراء حیض ہیں طہر نہیں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اقراء کیا ہیں؟ طہر ہیں۔

بھئی کہا وَهِيَ حُرَّةٌ مِمَّنْ تَحِيضُ یہ آزاد عورت ہے ان عورتوں میں سے جسے حیض آتا ہے۔ بھئی یاد رکھیے دراصل عدت تین قسم پر ہے: اگر عورت ایسی ہے جسے حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ بعض عورتیں ایسی جن کو حیض نہیں آتا مثلاً ابھی صغیرہ ہے بالغ ہی نہیں ہوئی تو اس کو بھی حیض نہیں آتا اس کو طلاق دی ہے خاوند نے، یا ایسی عورت ہے جو بوڑھی ہو چکی ہے اور جب عمر پچپن سال ہو جائے تقریباً تو پھر اس وقت بھی حیض آنا بند ہو جاتا ہے بھئی

---

[۵] **جدول—عورتوں کی عدت کی جملہ صورتوں اور مدتوں کا جامع فقہی جدول:**

معتدہ عورت کی حالت	فرقت کا سبب (طلاق / فسخ یا وفات)	عدت کی شرعی مدت
۱۔ آزاد حائضہ عورت (مدخول بہا)	طلاق یا فسخ نکاح	**تین کامل حیض** («ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ» — ہمارے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے)۔
۲۔ باندی (امۃ مدخول بہا)	طلاق یا فسخ نکاح	**دو حیض**۔
۳۔ نابالغہ (صغیرہ) یا آئسہ (جس کو حیض نہ آتا ہو)	طلاق یا فسخ نکاح	آزاد عورت کے لیے **تین مہینے**، اور باندی کے لیے **ڈیڑھ مہینہ**۔
۴۔ آزاد عورت (مدخول بہا یا غیر مدخول بہا)	شوہر کی وفات (الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا)	**چار مہینے اور دس دن** (باندی کی عدتِ وفات اس کا نصف یعنی ۲ ماہ ۵ دن ہے)۔
۵۔ حاملہ عورت (آزاد ہو یا باندی)	طلاق ہو یا شوہر کی وفات	**وضعِ حمل (بچہ پیدا ہونے تک)**۔
۶۔ غیر مدخول بہا مطلقہ	دخول یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق	**اس پر کوئی عدت نہیں ہے** («فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا»)۔

اور یہ عورت آئسہ کہلاتی ہے، آئسہ بھئی آئسہ۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس وقت بھی حیض آنا بند۔ تو یاد رکھیے اگر عورت صغیرہ ہے جسے حیض نہیں آتا یا آئسہ ہے اسے بھی حیض نہیں آتا، ان کو طلاق ملی ہے تو ان کی عدت اب تو حیض آتا نہیں کیسے شمار کریں؟ تو یاد رکھیے ان کی عدت تین مہینے ہیں، ہر مہینہ ایک حیض کے قائم مقام ہو گیا بھئی تو تین مہینے ہیں ان کی عدت۔ اور اگر عورت حاملہ ہے جسے طلاق ملی ہے تو اس کی عدت کتنی ہے؟ اس کی عدت وضع حمل تک ہے جب تک اس بچے کو جنم نہ دے دے۔ جب بچے کو جنم دے دے گی تو فوراً عدت ختم ہوئی چاہے طلاق کے تھوڑی دیر بعد ہی بچے کی پیدائش کیوں نہ ہو جائے، جیسے ہی بچے کو جنم دے گی فوراً عدت کیا ہو گئی؟ ختم۔ تو عدت تین قسم پر ہو گئی: بعضوں کی عدت کو حیض سے شمار کریں گے تین حیض بھئی، اور بعضوں کی عدت کس سے شمار کریں گے؟ مہینوں سے بھئی، اور بعضوں کی عدت کس سے شمار کریں گے؟ وضع حمل تک، حاملہ کی عدت کب تک ہو گی؟ وضع حمل۔

اسی لیے کہا ایسی عورت ہے مِمَّنْ تَحِيضُ جسے کیا آتا ہو حیض آتا ہو فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَقْرَاءٍ تو اس کی عدت تین اقراء ہیں وَالْأَقْرَاءُ الْحِيَضُ اور اقراء کیا چیز ہیں؟ حیض ہیں۔ وَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ مِنْ صِغَرٍ أَوْ كِبَرٍ اور اگر عورت کو حیض نہیں آتا مِنْ صِغَرٍ صغیرہ ہونے کی وجہ سے أَوْ كِبَرٍ یا کبیرہ بوڑھی ہونے کی وجہ سے، عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ تو اس کی عدت کیا ہے؟ تین ماہ ہیں۔ وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا اور اگر وہ عورت حاملہ ہے فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا تو اس کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کر دے، اپنے حمل کو جنم دے دے بھئی۔ وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً اور اگر وہ عورت باندی ہے جسے طلاق ملی تھی، بھئی ایک شخص نے باندی سے نکاح کیا ہوا تھا اسے طلاق دے دی اس نے، فَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ تو اس کی عدت کتنی ہے؟ دو حیض ہیں۔ کیونکہ باندی کا حکم آزاد عورت سے نصف ہوتا ہے: آزاد عورت کی عدت کتنی تھی؟ تین حیض، تو باندی کا کتنا ہونا چاہیے؟ نصف، ڈیڑھ حیض ہونا چاہیے لیکن حیض کی تقسیم نہیں، پتا نہیں چل سکتا کب نصف ہوتا ہے اور کب نصف نہیں، تو لہذا اب دوسرے حیض کو پھر پورا ہی کر لیں گے تو دو حیض ہو جائیں گے۔ تو کہتے ہیں فَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ تو اس کی عدت دو حیض ہیں۔ وَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ فَعِدَّتُهَا شَهْرٌ وَنِصْفٌ اور اگر اسے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت ایک ماہ اور نصف ہے یعنی ڈیڑھ ماہ ہے۔ بھئی حیض کی تو تقسیم نہیں ہو سکتی تھی ڈیڑھ حیض تو ہم نہیں بنا سکتے تھے، سمجھ میں آیا؟ لیکن تین مہینوں کی تقسیم تو ہو سکتی ہے ڈیڑھ ماہ بھئی، تو لہذا اگر اسے حیض نہیں آتا فَعِدَّتُهَا شَهْرٌ وَنِصْفٌ تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

وَإِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عَنِ امْرَأَتِهِ الْحُرَّةِ فَعِدَّتُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةُ أَيَّامٍ اور جب کوئی شخص مر جائے، جب مر جائے میں نے بتایا نکاح ٹوٹ گیا اب عورت پر عدت گزارنا ضروری ہے۔ تو کہا جب کوئی شخص مر جائے اپنی آزاد بیوی کو چھوڑ کر، مَاتَ کا صلہ عَنْ آئے تو اس کا معنی چھوڑ کر مرنا: وَإِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عَنِ امْرَأَتِهِ الْحُرَّةِ جب کوئی شخص اپنی آزاد بیوی کو چھوڑ کر مر جائے فَعِدَّتُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةُ أَيَّامٍ تو اس عورت کی عدت چار ماہ اور دس دن ہیں۔ وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً اور اگر وہ عورت باندی ہے فَعِدَّتُهَا شَهْرَانِ وَخَمْسَةُ أَيَّامٍ تو اس کی عدت دو ماہ اور پانچ دن ہیں: آزاد کا نصف کر لیں گے ادھر چار ماہ تھے ادھر دو ماہ، ادھر دس دن تھے ادھر پانچ دن، تو دو ماہ پانچ دن۔ وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا اور اگر وہ عورت جس کا خاوند مرا ہے وہ عورت اگر حاملہ تھی فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا تو اس کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کر دے یعنی حمل کو جنم دے دے۔ چلیے بس مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۲: باب العدۃ (۲): مطلقہ و متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت، سقوطِ عدت، سوگ (احداد) کے احکام اور دورانِ عدت سکونت و پردے کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۶۰—بتاریخ: ۲۹ اپریل ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا وَرِثَتِ الْمُطَلَّقَةُ فِي الْمَرَضِ فَعِدَّتُهَا أَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى۔ وَإِنْ أُعْتِقَتِ الْأَمَةُ فِي عِدَّتِهَا مِنْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ اِنْتَقَلَتْ عِدَّتُهَا إِلَى عِدَّةِ الْحَرَائِرِ۔ وَإِنْ أُعْتِقَتْ وَهِيَ مَبْتُوتَةٌ أَوْ مُتَوَفًّى عَنْهَا زَوْجُهَا لَمْ تُنْقَلْ عِدَّتُهَا إِلَى عِدَّةِ الْحَرَائِرِ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

عدت کے مسائل آپ پڑھ رہے ہیں۔ میں نے آپ کو بتلایا تھا عدت تین قسم پر ہے: کبھی عدت حیض کے ساتھ شمار ہو گی، کبھی مہینوں کے ساتھ اور کبھی وضع حمل کے ساتھ۔ جب خاوند طلاق دے تو پھر اس صورت میں اگر حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں بھئی۔ اور اگر وہ صغیرہ ہے یا آئسہ ہے، بڑی عمر کی ہے، تو اس صورت میں پھر عدت مہینوں سے شمار ہو گی۔ اور اگر جب طلاق دی وہ حاملہ تھی تو پھر عدت وضع حمل تک ہے بھئی، جب بچے کو جنم دے گی عدت ختم ہو جائے گی چاہے طلاق کے تھوڑی دیر بعد ہی کیوں نہ بچے کو جنم دے دے، تو عدت کیا ہو جائے گی؟ ختم ہو جائے گی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا وَرِثَتِ الْمُطَلَّقَةُ فِي الْمَرَضِ فَعِدَّتُهَا أَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ۔ آپ نے مسئلہ پڑھا کہ بھئی حالت صحت کے اندر اگر خاوند طلاق بائن دے اپنی بیوی کو تو طلاق بائن دیتے ہی نکاح ٹوٹ گیا، اب خاوند کا انتقال ہو تو یہ عورت اس کی وارثہ نہیں بنے گی چاہے عدت کے اندر اندر ہی خاوند کا انتقال کیوں نہ ہو جائے عورت اس کی وارثہ نہیں بنے گی۔ لیکن اگر خاوند نے طلاق دی ہے مرض الموت کے اندر بھئی اور کون سی طلاق دی ہے؟ طلاق بائنہ، تو اس صورت میں وہ مرض الموت میں ہے بھئی اور عورت کو طلاق بائنہ دے دی۔ بھئی مرض الموت کے اندر تو وارثوں کا حق اس کے مال کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے بھئی۔ مرض الموت میں کیا ہوتا ہے؟ وارثوں کا حق اس مریض کے مال کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے لہذا اب اس کا حکم الگ ہے بھئی۔ تو اس نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دی اور بیوی بھی وارثوں میں سے ہوتی ہے تو اس کا حق بھی اس کے مال کے ساتھ متعلق ہو چکا تھا۔ تو معلوم ہوا جب مرض الموت میں یہ طلاق دے رہا ہے تو دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ یہ شخص اپنی بیوی کو وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے بھئی۔ ابھی تک طلاق نہیں دی تھی اب مرض الموت میں آ کر کیا کر رہا ہے جب بالکل مرنے لگا ہے تو اپنی بیوی کو کیا کر رہا ہے طلاق بائن دے رہا ہے! معلوم ہوا یہ اسے وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے، معلوم ہوا وہ اس بات سے فرار چاہتا ہے کہ یہ اس کی وارثہ بنے بھئی۔ تو لہذا شریعت نے کیا حکم لگا دیا کہ اس کے فرار کو رد کر دیا جائے گا بھئی، وہ اب اس کو محروم اس طرح نہیں کر سکتا تو اب عدت کے اندر اندر عورت وارثہ بنے گی اگرچہ اسے طلاق بائن ہو چکی ہے اور طلاق بائن میں وارثہ نہیں بنتی، لیکن یہاں پر مرض الموت میں طلاق

بائن دی ہے تو اب عورت کو نقصان سے بچانے کے لیے شریعت نے کیا حکم لگا دیا کہ عدت کے اندر اندر اگر خاوند کا انتقال ہو گیا تو یہ عورت وارثہ بنے گی بھئی۔ اور عدت کے بعد ہوا تو پھر وارثہ نہیں بنے گی۔ صورت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو جب وارثہ ہوئی کہتے ہیں وَإِذَا وَرِثَتِ الْمُطَلَّقَةُ فِي الْمَرَضِ جب وارث ہوئی مطلقہ یعنی مطلقہ بائنہ مراد ہے مولانا، جب وارث ہوئی مطلقہ بائنہ فِي الْمَرَضِ یعنی وہ عورت جسے طلاق دی گئی تھی مرض کے اندر جب وہ وارث ہوئی فَعِدَّتُهَا أَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ تو اس عورت کی عدت دو مدتوں میں سے جو دور کی ہے یعنی لمبی عدت ہے، لمبی مدت ہے وہ گزارے گی بطور عدت کے۔ بھئی طلاق بائن کی طرف نظر کی جائے تو اس کی عدت بنتے ہیں تین حیض، اور خاوند کی وفات کی طرف نظر کی جائے تو اس کی عدت کتنی بنتی ہے؟ چار ماہ دس دن بھئی۔ تو لہٰذا اب دو احتمال آ گئے کہ بھئی یہ وارثہ بن رہی ہے نکاح کا اثر معلوم ہوا ابھی ہے بھئی، اسی لیے تو اس کو کیا بنا دیا وارثہ بنا دیا، اب دو قسم کی عدتیں آ گئیں کون سی عدت گزارے بھئی، عدت کے طور پر تین حیض یا چار ماہ دس دن؟ تو صاحب قدوری فرما رہے ہیں فَعِدَّتُهَا أَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ یہ دو مدتوں میں سے جو زیادہ لمبی ہو گی وہ مدت گزارے گی۔ وہ مدت گزارے گی: اگر تین حیض پہلے ختم ہوئے تو پھر چار ماہ دس دن پورے کرے گی، اور اگر چار ماہ دس دن پہلے پورے ہو گئے تو ابھی وہ تین حیض تو پورے نہیں ہوئے وہ تین حیض پورے کرے گی، تو جو لمبی مدت ہے جو دور کی ہے وہ گزارے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اس پر آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا کہ بھئی تین حیض تو تین ماہ میں آ جائیں گے اور چار ماہ دس دن یہ لمبی مدت ہے، تو صاحب قدوری سیدھا یہ فرما دیتے کہ اب کیا کرے گی چار ماہ دس دن گزارے گی اور تین حیض وہ تو لازمی بات ہے بھئی کتنے عرصے میں آ جائیں گے؟ تین ماہ میں، تو یہ چھوٹی ہوئی اور وہ مدت لمبی ہوئی چار ماہ دس دن والی تو یہ کہہ دیتے بھئی کتنی عدت گزارے گی چار ماہ دس دن! نہیں مولانا یاد رکھو تین حیض تین ماہ میں آئیں یہ ضروری نہیں، بعض اوقات عورت کو حیض نہیں آتے بھئی، کبھی ایک مہینہ نہیں آیا کبھی دو کبھی کئی کئی مہینے گزر جاتے ہیں حیض ہی نہیں آتا، لیکن عدت تو اس کی ہے تین حیض تو جب تک تین حیض نہیں آئیں گے جتنی بھی مدت گزر جائے اس کی عدت کتنے ہیں؟ تین حیض ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو وہ لمبی بھی ہو سکتی ہے بھئی، وہ تین حیض تو بہت لمبی ہو سکتی ہے بھئی۔ اسی لیے کہا دو مدتوں میں سے جو لمبی مدت ہو بھئی وہ والی اس کی عدت ہو گی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ عدت کا مسئلہ ہے تو احتیاط اس عدت کے اندر ہے جو لمبی ہو گی، جب وہ لمبی والی عدت گزر گئی تو چھوٹی تو پہلے ہی گزر چکی ہے تو اب مولانا بات پکی ہو گئی کہ عورت کی عدت پوری ہو چکی ورنہ تو پہلے کیا تھا؟ شبہ تھا پتا نہیں بھئی یہ والی عدت ہے یا وہ والی عدت گزارے گی، تو احتیاط کس کے اندر تھی جو لمبی عدت ہے جو دور والی ہے اس میں پھر دونوں آ گئیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا وَرِثَتِ الْمُطَلَّقَةُ فِي الْمَرَضِ فَعِدَّتُهَا أَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ جب وارثہ ہوئی وہ مطلقہ، وہ عورت جسے طلاق دی گئی تھی مرض کے اندر، میں نے بتلایا کون سی طلاق مراد ہے؟ طلاق بائن بھئی، اگر رجعی ہوئی تو پھر اس میں بالاتفاق چار ماہ دس دن ہی گزارے گی بھئی کیونکہ اس میں نکاح قائم ہے بھئی، فَعِدَّتُهَا أَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ تو اس کی عدت جو ہے دو مدتوں میں سے جو دور کی ہے وہ ہو گی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ یہ کس کے نزدیک ہے؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَإِنْ أُعْتِقَتِ الْأَمَةُ فِي عِدَّتِهَا مِنْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ انْتَقَلَتْ عِدَّتُهَا إِلَى عِدَّةِ الْحَرَائِرِ اور اگر آزاد کر دیا گیا باندی کو فِي عِدَّتِهَا اس کی عدت کے اندر مِنْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ کون سی طلاق سے؟ طلاق رجعی سے۔ بھئی ایک باندی تھی اس کا نکاح ہوا تھا کسی کے ساتھ، اس شخص نے اسے طلاق رجعی دے دی اور اس طلاق رجعی کے بعد اب وہ عدت گزار رہی تھی کہ عدت کے اندر اندر اس کے مالک نے اسے آزاد کر دیا۔ تو کہتے ہیں اب انْتَقَلَتْ عِدَّتُهَا إِلَى عِدَّةِ الْحَرَائِرِ بھئی اس کی عدت منتقل ہو جائے گی آزاد عورتوں کی عدت کی طرف بھئی۔ بھئی باندی کی کتنی عدت تھی بھئی؟ مثلاً دو حیض تھے بھئی، تو دو حیض اس کی عدت تھی وہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی کہ آزادی مل گئی اسے بھئی اسے آزاد کر دیا گیا تو اب اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت کی طرف منتقل ہو جائے گی مولانا کیونکہ طلاق رجعی ملی ہے اور طلاق رجعی میں ابھی نکاح قائم ہے، تو منتقل ہو جائے گی آزاد عورتوں کی عدت کی طرف۔

اچھا بھئی: وَإِنْ أُعْتِقَتْ وَهِيَ مَبْتُوتَةٌ أَوْ مُتَوَفًّى عَنْهَا زَوْجُهَا لَمْ تُنْقَلْ عِدَّتُهَا إِلَى عِدَّةِ الْحَرَائِرِ اور اگر اسے آزاد کر دیا گیا وَهِيَ مَبْتُوتَةٌ اس حال میں کہ یہ مبتوتہ تھی یعنی اسے طلاق بائن ملی تھی، مطلقہ بائنہ تھی بھئی أَوْ مُتَوَفًّى عَنْهَا زَوْجُهَا یا اس کا خاوند اسے چھوڑ کر اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ بھئی اب دوسری صورت ہے: کون سی طلاق خاوند نے دی ہے؟ طلاق بائن دی ہے، تو طلاق بائن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یا اس کے خاوند کا انتقال ہو چکا اس سے بھی نکاح کیا ہوا ٹوٹ گیا عدت اب گزارے گی بھئی۔ تو اس صورت میں لَمْ تُنْقَلْ عِدَّتُهَا إِلَى عِدَّةِ الْحَرَائِرِ اب اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت کی طرف منتقل نہیں ہو گی بلکہ یہی عدت گزارے گی بھئی۔ وجہ یہ کہ نکاح پوری طرح ٹوٹ چکا ہے ایک دفعہ اب جو عدت آ گئی اس کے اندر تبدیلی

نہیں ہو گی، جبکہ پچھلے مسئلے میں طلاق رجعی تھی اس کے اندر ابھی نکاح قائم تھا، جب نکاح قائم تھا تو عدت منتقل ہو جاتی تھی آزاد عورتوں کی طرف۔

وَإِنْ كَانَتْ آيِسَةً فَاعْتَدَّتْ بِالشُّهُورِ اور اگر وہ عورت آئسہ تھی۔ کوئی عورت تھی بھئی آئسہ، یاد رکھیے پچاس پچپن سال کی عمر کے بعد عورت کو حیض نہیں آتا بھئی یہ آئسہ کہلاتی ہے۔ تو راجح قول کے مطابق مدت ایاس پچپن سال ہے بھئی۔ مدت ایاس کتنی ہے؟ پچپن سال ہے۔ اچھا تو اب ایک عورت آئسہ تھی اور اس کی عدت آپ نے پڑھا بھئی وہ کس کے ذریعے شمار کرے گی اپنی عدت؟ حیض تو آتا نہیں تو مہینوں کے ذریعے شمار کرے گی، تین ماہ اس کی عدت ہے بھئی۔ تو ہر مہینہ ایک حیض کے قائم مقام، تو تین مہینے گزارے گی اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ لیکن ابھی یہ عدت گزار رہی تھی آئسہ تھی درمیان عدت میں اس نے خون دیکھا، حیض آیا، تو کہتے ہیں بس بھئی اصل عدت میں حیض ہے، یہاں مجبوری کی وجہ سے ہم نے کس کو بنایا تھا حیض کا قائم مقام بھئی؟ ایک ماہ کو ایک حیض کا قائم مقام بنایا تھا، اب جب پھر اصل حیض آ گئے تو اب پھر عدت یہ نئے سرے سے کرے گی اور کس کے ساتھ شمار کرے گی؟ حیض کے ساتھ شمار کرے گی۔ کہتے ہیں وَإِنْ كَانَتْ آيِسَةً اور اگر وہ مطلقہ آئسہ تھی فَاعْتَدَّتْ بِالشُّهُورِ پس وہ عدت گزار رہی تھی مہینوں کے ساتھ ثُمَّ رَأَتِ الدَّمَ پھر اس نے خون دیکھا انْتَقَضَ مَا مَضَى مِنْ عِدَّتِهَا تو ٹوٹ جائے گی وہ جو گزر چکی ہے اس کی عدت میں سے وَكَانَ عَلَيْهَا اور اس پر ضروری ہے أَنْ تَسْتَأْنِفَ الْعِدَّةَ کہ وہ نئے سرے سے عدت گزارے بِالْحَيْضِ حیضوں کے ساتھ بھئی، اب کس کے ساتھ شمار کرے گی حیضوں کے ساتھ۔

وَالْمَنْكُوحَةُ نِكَاحًا فَاسِدًا وَالْمَوْطُوءَةُ بِشُبْهَةٍ عِدَّتُهُمَا الْحَيْضُ فِي الْفُرْقَةِ وَالْمَوْتِ۔ بھئی ایک عورت ہے اس نے نکاح فاسد کیا۔ نکاح فاسد کیا مثلاً بھئی بغیر گواہوں کے ہی کیا کر لیا تھا نکاح کر لیا تھا، یا مولانا آپ نے پڑھا ہے دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، تو ایک بہن کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ابھی وہ عدت میں تھی کہ دوسری بہن نے اس خاوند کے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ جب تک عدت میں تھی اس کی بہن اس بہن کے لیے اس کے خاوند کے ساتھ نکاح درست نہیں، تو یہ نکاح فاسد ہوا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ یا اسی طرح یہ منکوحہ ہے نکاح فاسد کے ساتھ، یا موطوءہ بشبہ: ایک عورت جس کے ساتھ شبہے کے اندر صحبت کر لی گئی بھئی تو یہ موطوءہ بشبہ ہوئی بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ شبہے میں کر لی گئی، کوئی شخص سمجھا کہ یہ میری بیوی ہے اس نے اس کے ساتھ صحبت کر لی پتا چلا یہ تو اس کی بیوی نہیں تھی بھئی، تو یہ موطوءہ بشبہ ہے مولانا۔ تو یاد رکھیے کہتے ہیں وَالْمَنْكُوحَةُ نِكَاحًا فَاسِدًا وہ عورت جس کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے نکاح فاسد وَالْمَوْطُوءَةُ اور جس کے ساتھ صحبت کی گئی ہے بِشُبْهَةٍ شبے کی وجہ سے عِدَّتُهُمَا الْحَيْضُ ان دونوں کی عدت کیا ہے؟ حیض ہیں، تین حیض ہیں مولانا فِي الْفُرْقَةِ وَالْمَوْتِ جدائی کی صورت میں بھی اور موت کی صورت میں بھی۔ بھئی نکاح فاسد ہوا تھا ان دونوں کے درمیان جدائی کروا دی گئی بھئی، سمجھ میں آیا؟ یا اس شخص کا انتقال ہوا بھئی، اسی طرح موطوءہ بشبہ کے اندر، تو ان کی عدت کیا ہے؟ تین حیض ہی ہیں مولانا۔ وجہ یہ کہ یہاں پر ان پر جو عدت آئی ہے وہ نکاح کی وجہ سے نہیں آئی ہے بھئی، نکاح تو ہوا ہی نہیں ہے پہلی میں نکاح فاسد تھا دوسری میں تو نکاح ہی نہیں ہے وہ تو موطوءہ بشبہ ہے، تو لہٰذا اب یہاں جو عدت آئے گی وہ اس صحبت کی وجہ سے آئے گی تو اس کی وجہ سے اب وہ کتنے آئیں گے تین حیض ہی ہوں گے بھئی۔ تو یہاں عدت صحبت کی، وطی کی وجہ سے آئی تو اب وہ تین حیض ہوں گے۔[1]

وَإِذَا مَاتَ مَوْلَى أُمِّ الْوَلَدِ عَنْهَا أَوْ أَعْتَقَهَا فَعِدَّتُهَا ثَلَاثُ حِيَضٍ اور جب مر جائے بھئی ام ولد کا آقا عَنْهَا، مَاتَ کا صلہ عَنْ آئے تو کیا معنی میں نے بتلایا تھا؟ چھوڑ کر مرنا: تو إِذَا مَاتَ مَوْلَى أُمِّ الْوَلَدِ عَنْهَا جب ام ولد کا آقا اسے چھوڑ کر مر جائے أَوْ أَعْتَقَهَا یا اسے آزاد کر دے فَعِدَّتُهَا ثَلَاثُ حِيَضٍ تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔

وَإِذَا مَاتَ الصَّغِيرُ عَنِ امْرَأَتِهِ وَبِهَا حَبَلٌ فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا۔ بھئی ایک صغیر تھا اس کا نکاح کروا دیا اس کے ولی نے کسی عورت کے ساتھ۔ اب صغیر کا انتقال ہوا اور جس وقت انتقال ہوا تو اس کی بیوی حاملہ تھی۔ تو حاملہ کی عدت کیا ہوا کرتی ہے؟ وضع حمل، تو وضع حمل تک عدت ہے، جب بچے کو جنم دے گی تو عدت کیا ہو جائے گی؟ ختم ہو جائے گی۔ اور یاد رکھیے یہ بچہ ولد الزنا ہو گا یہ اس صغیر کا بچہ شمار نہیں ہو گا اس سے نسب نہیں اس لیے کہ صغیر سے جو ہے وہ بچہ ہو ہی نہیں سکتا بھئی، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ وہ تو صغیر تھا۔ تو مسائل صرف عدت کے سمجھانا ہے اس وقت بھئی، یہ میں نے ایک زائد بات بتا دی کہ نسب بھی بچے کا ثابت نہیں ہو گا آگے صاحب قدوری بھی اسی باب کے آخر میں ذکر کریں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا مَاتَ الصَّغِيرُ عَنِ امْرَأَتِهِ

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۶۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْمَنْكُوحَةُ نِكَاحًا فَاسِدًا وَالْمَوْطُوءَةُ بِشُبْهَةٍ عِدَّتُهُمَا الْحَيْضُ فِي الْفُرْقَةِ وَالْمَوْتِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والمنكوحة نكاحا فاسدا والموطوءة بشبهة عدتها الحيض في الفرقة والموت» منقول ہے۔

جب صغیر مر جائے اپنی بیوی کو چھوڑ کر وَبِهَا حَبَلٌ، مولانا با پر فتحہ پڑھنا بھئی وَبِهَا حَبَلٌ اور عورت کو حمل تھا یعنی حاملہ تھی، فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا تو اس عورت کی عدت کیا ہے کہ وہ وضع حمل کرے یعنی اس کے وضع حمل تک ہے جب تک بچے کو جنم دے اس وقت تک اس کی عدت ہے۔

فَإِنْ حَدَثَ الْحَبَلُ بَعْدَ الْمَوْتِ فَعِدَّتُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةُ أَيَّامٍ۔ اب بھئی دوسری صورت: اگر حمل واقع ہوا بچے کے انتقال کے بعد۔ بچے کے انتقال کے بعد کیا ہوا حمل واقع ہوا یا یوں کہو ظاہر ہوا، تو یاد رکھیے اس صورت کے اندر بھئی اب عدت پہلے ہی وفات کے وقت آچکی ہے چار ماہ دس دن تو اب وضع حمل عدت نہیں ہوگی کیونکہ یہ حمل تو موت کے وقت تھا ہی نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ موت کے بعد واقع ہوا ہے۔ تو وہ تو حاملہ کی عدت ہے وضع حمل اور جب خاوند کا انتقال ہوا تو یہ حاملہ تھی ہی نہیں، اس وقت حاملہ ہی نہیں تھی یہ تو بعد میں واقع ہوا ہے۔ فَإِنْ حَدَثَ الْحَبَلُ بَعْدَ الْمَوْتِ اگر پیش آیا واقع ہوا حمل بَعْدَ الْمَوْتِ موت کے بعد فَعِدَّتُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةُ أَيَّامٍ تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی ہے۔

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ لَمْ تَعْتَدَّ بِالْحَيْضَةِ الَّتِي وَقَعَ فِيهَا الطَّلَاقُ۔ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ آپ نے پڑھا ہے یہ طلاق بدعی ہے گنہگار ہوا حیض کی حالت میں طلاق دینے سے۔ اب اس عورت کی عدت تین حیض ہیں تو کیا اس حیض کو بھی شمار کریں گے عدت میں یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس حیض کو شمار نہیں کریں گے اس لیے کہ عدت پورے تین حیض ہیں اور یہ والا حیض تو کچھ گزر چکا ہے، اس کو شمار کریں تو پورے تین ہو سکتے ہیں؟ نہیں بھئی، تو پورے تین ہیں تو اگلے تین حیض شمار کرے گی۔ وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ اور جب طلاق دے دی کسی آدمی نے اپنی بیوی کو فِي حَالَةِ الْحَيْضِ حالت حیض کے اندر لَمْ تَعْتَدَّ تو وہ عورت شمار نہیں کرے گی بِالْحَيْضَةِ الَّتِي وَقَعَ فِيهَا الطَّلَاقُ اس حیض کو جس کے اندر طلاق واقع ہوئی ہے۔[۲]

وَإِذَا وُطِئَتِ الْمُعْتَدَّةُ بِشُبْهَةٍ فَعَلَيْهَا عِدَّةٌ أُخْرَى۔ بھئی ایک شخص ہے اس نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی۔ کیا کیا؟ طلاق بائن دے دی بھئی۔ اب طلاق بائن دینے کے بعد عدت کے اندر اندر اس نے پھر اس کے ساتھ صحبت کر لی، تو کہتے ہیں اس پر ایک اور عدت آجائے گی۔ یہ موطوءہ بشبہ ہوئی مولانا، سمجھ میں آیا؟ وہ شخص کیا کہتا ہے میں تو سمجھا بھئی ابھی عدت ہے عدت کے اندر میرے لیے صحبت جائز ہے۔ تو یہ معتدہ تھی اس کو طلاق بائن مل چکی تھی یہ عدت گزار رہی تھی، اس عدت میں مثلاً خاوند نے کیا کیا اس کے ساتھ پھر صحبت کر لی تو یہ کون ہوئی؟ موطوءہ بشبہ، دھوکے سے دوبارہ صحبت کر لی تو یہ موطوءہ بشبہ ہوئی تو اس پر اب ایک اور عدت ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا وُطِئَتِ الْمُعْتَدَّةُ بِشُبْهَةٍ جب صحبت کر لی گئی معتدہ کے ساتھ شبہے کی وجہ سے فَعَلَيْهَا عِدَّةٌ أُخْرَى تو اس پر ایک اور عدت ہے۔ تو پہلی عدت چل رہی ہے ساتھ ہی دوسری بھی چل پڑے گی، دوسری عدت بھی شروع ہو جائے گی، سمجھ میں آیا؟ اسی لیے کہتے ہیں وَتَدَاخَلَتِ الْعِدَّتَانِ دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا۔ تداخل ہو گا یا نہیں بھئی؟ ایک عدت چل رہی ہے دوسری بھی ساتھ ہی شروع ہو گئی تو کچھ حصہ دونوں کا ایک دوسرے میں کیا ہوا؟ داخل ہو گیا۔ مثلاً پہلی عدت میں سے ایک حیض گزر چکا ہے، اب دو حیض اور انتظار کرے گی تو پہلی عدت پوری ہو جائے گی، جبکہ ایک حیض کے بعد وطی ہوئی تھی لہٰذا اب دوسرے حیض سے دوسری عدت بھی شروع ہو گئی تو اگلے دونوں حیض اور پھر تیسرا حیض گزارے گی تو پھر کیا ہو جائے گی دوسری عدت بھی پوری۔ تو کل کتنے حیض گزارے اس نے بھئی؟ کل چار گزارے بھئی: پہلی کے تین اس میں سے ایک گزر چکا تھا جب وطی بشبہ ہوئی، اور پھر دوبارہ تین گزارے تو کل کتنے ہوئے؟ چار۔ تو چار میں سے پہلا حیض جو تھا وہ صرف پہلی عدت میں سے تھا اور آخری حیض جو ہے وہ صرف دوسری عدت میں سے ہے اور درمیان میں جو دو ہیں یہ دونوں میں سے ہیں: پہلی عدت کے یہ آخری دو ہیں اور دوسری عدت کے پہلے دو ہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ معنی ہے وَتَدَاخَلَتِ الْعِدَّتَانِ اور دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا یعنی ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گی، فَيَكُونُ مَا تَرَاهُ مِنَ الْحَيْضِ مُحْتَسَبًا مِنْهُمَا جَمِيعًا پس وہ جو دیکھے[۳]

گی حیض میں سے وہ شمار کیا جائے گا ان دونوں میں سے۔ وَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ الْأُولَى وَلَمْ تَكْمُلِ الثَّانِيَةُ فَعَلَيْهَا إِتْمَامُ الْعِدَّةِ الثَّانِيَةِ۔ تو تداخل ہو گیا تو اب پہلی عدت گزر گئی لیکن ابھی دوسری عدت تو پوری نہیں ہوئی تو دوسری بھی پوری کرے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ الْأُولَى

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۶۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ لَمْ تَعْتَدَّ بِالْحَيْضَةِ الَّتِي وَقَعَ فِيهَا الطَّلَاقُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا طلق الرجل امرأته في حال الحيض لم تعتد بالحيضة التي وقع فيها الطلاق» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَيَكُونُ مَا تَرَاهُ مِنَ الْحَيْضِ مُحْتَسَبًا مِنْهُمَا جَمِيعًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فيكون ما تراه من الحيض محتسبا به منهما جميعا» منقول ہے۔

اور جب گزر گئی پہلی عدت وَلَمْ تَكْمُلِ الثَّانِيَةُ اور دوسری ابھی پوری نہیں ہوئی فَعَلَيْهَا إِتْمَامُ الْعِدَّةِ الثَّانِيَةِ تو اس عورت پر واجب ہے دوسری عدت کا پورا کرنا۔[۴]

وَابْتِدَاءُ الْعِدَّةِ۔ ہاں یہاں سے بتلا رہے ہیں بھئی عدت کی ابتدا کس وقت سے ہوا کرتی ہے بھئی: کہتے ہیں وَابْتِدَاءُ الْعِدَّةِ فِي الطَّلَاقِ عَقِيبَ الطَّلَاقِ وَفِي الْوَفَاةِ عَقِيبَ الْوَفَاةِ اور عدت کی ابتدا طلاق کے اندر طلاق کے بعد ہو گی وَفِي الْوَفَاةِ اور خاوند کی وفات کی صورت میں عَقِيبَ الْوَفَاةِ اس کی وفات کے بعد ہو گی کیونکہ طلاق اور وفات سبب ہیں تو ان کے ہوتے ہی عدت شروع ہو جائے گی۔ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ بِالطَّلَاقِ أَوِ الْوَفَاةِ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: ابھی صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا کہ طلاق کی عدت کب سے شروع ہو جاتی ہے؟ طلاق دیتے ہی، طلاق کے فوراً بعد، اور وفات کی عدت کب شروع ہوتی ہے؟ وفات کے فوراً بعد۔ ایک عورت کے خاوند کا انتقال ہو گیا اسے پتا ہی نہیں ہے بھئی کہیں دور رہتا ہے، تو اس پر کتنی عدت ہے مولانا؟ چار ماہ دس دن۔ اسے اطلاع ملی پانچ ماہ بعد تو کہتے ہیں اس کی عدت گزر چکی ہے، عدت کیا ہوئی؟ گزر چکی اس لیے کہ عدت اس مدت کا نام ہے مولانا وہ جو مدت اس کے بعد گزارے گی تو اس میں علم ہونے کی شرط نہیں ہے، علم ہو یا علم نہ ہو عدت پوری ہو چکی۔ یا ایک خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کی عدت کتنی تھی؟ تین حیض بھئی، اب اسے اطلاع ہی نہیں ملی بھئی طلاق کی چار پانچ ماہ بعد اطلاع ملی جب تک تین حیض گزر چکے تھے تو کہتے ہیں اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ ضروری نہیں کہ اسے علم ہو بس مدت اتنی گزر جائے۔ کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ بِالطَّلَاقِ أَوِ الْوَفَاةِ پس اگر عورت کو پتا نہ چلا طلاق یا وفات کا حَتَّى مَضَتْ مُدَّةُ الْعِدَّةِ یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی فَقَدِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا تو تحقیق اس کی عدت کیا ہوئی؟ گزر چکی ہے۔

وَالْعِدَّةُ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ عَقِيبَ التَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا أَوْ عَزْمِ الْوَاطِئِ عَلَى تَرْكِ وَطْئِهَا۔ بھئی نکاح فاسد کیا تھا کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ مثلاً بغیر گواہوں کے کر لیا، اب ان کے درمیان قاضی تفریق کروا دے گا، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اب اس کی عدت کب سے شمار ہو گی بھئی؟ آپ نے پڑھا اس عورت کی عدت تین حیض ہیں تو کب سے شمار ہو گی؟ کہتے ہیں جس وقت قاضی ان دونوں میں تفریق کروا دے گا اس وقت سے اس کی عدت کیا ہو جائے گی؟ شروع ہو جائے گی۔ یا وہ جو صحبت کرنے والا ہے بھئی وہ کیا کر لے؟ پکا ارادہ کر لے اس سے صحبت کے چھوڑنے کا۔ صحبت کے چھوڑنے کا کیا کر لے؟ پکا ارادہ کر لے یعنی زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ تجھے کیا کر دیا؟ چھوڑ دیا اب میں صحبت نہیں کروں گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اسے علم ہو گیا پتا لگ گیا بھئی یہ تو ہمارا نکاح فاسد ہوا تھا اس طرح تو درست ہی نہیں ہے بغیر گواہوں کے نکاح تو اس نے کہہ دیا بھئی کہ اب میں نے تجھے چھوڑ دیا بھئی تیرے ساتھ اب میں صحبت نہیں کروں گا، تو پکا ارادہ کر لیا اور صرف ارادہ نہیں بلکہ کیا کہے زبان سے بھی کہے، پتا تو لگ جائے بھئی ارادہ تو دل کی بات ہے بھئی۔ تو جب کہہ دے گا پکا ارادہ کر لیا زبان سے کہہ دیا اب کیا ہو جائے گی اس عورت کی عدت شروع ہو جائے گی۔ تو کہتے ہیں وَالْعِدَّةُ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ عَقِيبَ التَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا اور عدت نکاح فاسد کے اندر ان دونوں میں جدائی کے بعد سے ہو گی أَوْ عَزْمِ الْوَاطِئِ عَلَى تَرْكِ وَطْئِهَا یا صحبت کرنے والے کے پختہ ارادے سے، جب پختہ ارادہ کر لے عَلَى تَرْكِ وَطْئِهَا اس کے ساتھ صحبت کو چھوڑنے کا۔ اس کے ساتھ صحبت کے چھوڑنے کا جب صحبت کرنے والا پختہ ارادہ کر لے اور میں نے بتایا اس میں پھر زبان سے کہنا بھی ضروری کیونکہ ارادے کا تعلق تو دل سے ہے پھر تو پتا ہی نہیں چلے گا کب اس نے ارادہ کیا کب سے شروع کریں عدت۔

وَعَلَى الْمَبْتُوتَةِ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا إِذَا كَانَتْ بَالِغَةً مُسْلِمَةً الْإِحْدَادُ۔ یاد رکھیے وہ عورت جسے طلاق رجعی ملے وہ بھی عدت گزارے گی، اس عدت کے اندر وہ زیب و زینت کو اختیار کر سکتی ہے بلکہ زیب و زینت کو اختیار کرنا چاہیے بناؤ سنگھار کرنا چاہیے تاکہ خاوند اس کی طرف مائل ہو اور رجوع کر لے بھئی اور یہ نعمت نکاح سے محروم نہ ہو جائے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ لیکن ایک عورت جسے خاوند نے طلاق بائن دے دی ہے اب اس کے ساتھ بغیر نکاح کے خاوند دوبارہ نہیں رہ سکتا تو یہ نعمت نکاح سے محروم ہوئی، یا عورت کے خاوند کا انتقال ہوا تو بھی بھئی یہ بھی نکاح ٹوٹ گیا تو کیا ہوا؟ نعمت نکاح سے عورت کیا ہو گئی؟ محروم ہو گئی۔ تو یاد رکھیے اب اس عورت پر اظہار غم اور سوگ منانا شرعاً ضروری ہے۔ اظہار غم کرے گی، سوگ منائے گی مولانا یہ اس پر شرعاً ضروری ہے۔ کیا سوگ ہے؟ یہ جو عدت گزارے گی، طلاق بائن والی مثلاً کتنی عدت گزارتی ہے؟ تین حیض، اور جس کے خاوند کا انتقال ہوا کتنی عدت گزارے گی؟ چار ماہ دس دن، اس عدت کے اندر یہ دونوں زیب و زینت کی کوئی چیز اختیار نہیں کریں گی بھئی۔ خوشبو ان کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے بھئی، سمجھ

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ الْأُولَى وَلَمْ تَكْمُلِ الثَّانِيَةُ فَعَلَيْهَا إِتْمَامُ الْعِدَّةِ الثَّانِيَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا انقضت العدة الأولى ولم تكمل الثانية فإن عليها تمام العدة الثانية» منقول ہے۔

میں آیا؟ زینت والے کپڑے پہننا ان کے لیے درست نہیں ہے بھئی، بالوں میں تیل لگانا ان کے لیے درست نہیں ہے بھئی، سرمہ لگانا ان کے لیے درست نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو زیب و زینت والی کوئی چیز اختیار نہیں کر سکتی۔ تو بس یہ اسی طرح رہے گی اور یہ ہے سوگ مولانا، یہ کیا ہے؟ سوگ ہے۔

تو کہتے ہیں وَعَلَى الْمَبْتُوتَةِ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا اور وہ عورت جسے طلاق بائن دی گئی ہے اور وہ عورت جس کا خاوند اسے چھوڑ کر مرا ہے إِذَا كَانَتْ بَالِغَةً مُسْلِمَةً جب وہ بالغہ ہو مسلمان ہو۔ معلوم ہوا نابالغہ ہو تو پھر اس پر احداد، یہ سوگ نہیں۔ مُسْلِمَةً معلوم ہوا اگر وہ عورت کیا ہے کافرہ ہے یعنی یہود یہ یا عیسائی ہے تو پھر اس پر بھی یہ نہیں ہے بھئی۔ وجہ یہ کہ یہ بطور عبادت کے ہے مولانا، یہ سوگ شریعت کی طرف سے ہے کہ اب تم نے زیب و زینت والی چیزیں اختیار نہیں کرنیں اتنے عرصے تک تو اس میں عبادت کا معنی پایا جاتا ہے، یہ عبادت ہے اس لیے مولانا اب کافرہ پر بھی یہ نہیں ہے بھئی اور جو صغیرہ ہے وہ تو مکلفہ ہی نہیں ہے بھئی، اس لیے بالغہ اور مسلمہ کی قید لگائی صاحب قدوری نے بھئی۔ تو دوبارہ دیکھیے وَعَلَى الْمَبْتُوتَةِ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا ان پر کیا ضروری ہے؟ آخر میں آرہا ہے الْإِحْدَادُ۔ احداد کہتے ہیں اظہار غم کرنا، سوگ منانا۔ تو ان پر اظہار غم اور سوگ منانا ضروری ہے، کب؟ درمیان میں شرط لگادی إِذَا كَانَتْ بَالِغَةً مُسْلِمَةً جب یہ بالغہ ہو اور مسلمان ہو، تو نابالغہ اور کافرہ پر نہیں بھئی۔

وَالْإِحْدَادُ۔ بھئی سوگ منائے گی کیسے منائے گی؟ خود بتلا رہے ہیں: وَالْإِحْدَادُ اور سوگ منانا وہ یہ ہے أَنْ تَتْرُكَ الطِّيبَ کہ خوشبو کو چھوڑ دے وَالزِّينَةَ اور زینت کو کیا کرے؟ چھوڑ دے وَالدُّهْنَ وَالْكُحْلَ اور تیل اور سرمے کو چھوڑ دے إِلَّا مِنْ عُذْرٍ مگر کسی عذر کی وجہ سے۔ پھر یہ دو چیزیں استعمال کر سکتی ہے: بالوں میں تیل بھی لگا سکتی ہے اور سرمہ بھی آنکھوں میں لگا سکتی ہے، سمجھ میں آیا؟ کوئی عذر ہو جائے آنکھوں میں تکلیف ہو گئی سرمہ لگانا پڑا، یا سر میں تکلیف درد وغیرہ ہے اس کے لیے تیل لگانا پڑا لیکن پھر بھی یاد رکھیے خوشبو والا تیل استعمال نہیں کر سکتی بھئی، جس میں خوشبو نہ ہو وہ لگائے۔ تو تیل کو چھوڑ دے سرمے کو چھوڑ دے إِلَّا مِنْ عُذْرٍ مگر کسی عذر کی وجہ سے کہ پھر اجازت ہے۔ وَلَا تَخْتَضِبُ بِالْحِنَّاءِ، حِنَّاء نون کے شد کے ساتھ پڑھنا مولانا، مہندی کو کہتے ہیں بھئی۔ اِخْتَضَبَ کا معنی ہے خضاب لگانا: اور خضاب نہیں لگائے گی مہندی کے ساتھ یعنی مہندی نہیں لگائے گی بھئی کیونکہ یہ زینت کی چیز ہے۔ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْسٍ اور نہیں پہنے گی ایسے کپڑے جو رنگے ہوئے ہوں ورس کے ساتھ۔ ورس یہ زرد رنگ کی ایک بوٹی ہے جس سے کیا کیا جاتا ہے کپڑوں کو رنگا جاتا ہے زینت وغیرہ کے لیے اور خوشبو کے لیے۔ وَلَا زَعْفَرَانَ اور وہ زعفران کے ساتھ بھی رنگے ہوئے نہ ہوں، وہ کپڑے نہیں پہنے گی جو کس کے ساتھ رنگے ہوئے ہوں؟ زعفران کے ساتھ، سمجھ میں آیا؟ یہ بھی زینت اور خوشبو وغیرہ۔

وَلَا إِحْدَادَ عَلَى كَافِرَةٍ وَلَا صَغِيرَةٍ اور احداد یعنی سوگ منانا کافرہ پر نہیں ہے وَلَا صَغِيرَةٍ اور صغیرہ پر بھی نہیں۔ وَعَلَى الْأَمَةِ الْإِحْدَادُ اور باندی پر واجب ہے الْإِحْدَادُ سوگ منانا، اس پر بھی ہے بھئی جب اسے طلاق بائن ملے وغیرہ۔ وَلَيْسَ فِي عِدَّةِ النِّكَاحِ الْفَاسِدِ اور مولانا نکاح فاسد کی عدت میں بھی سوگ نہیں ہے۔ بھئی ایک عورت نے نکاح کیا تھا بغیر گواہوں کے بھئی، پتا چلا بعد میں کہ اس طرح تو نکاح نہیں ہوتا بھئی، قاضی نے ان دونوں میں تفریق کروادی تو یہ عورت عدت گزارے گی تین حیض بھئی۔ اب اس عدت کے اندر بھئی اس پر احداد، یہ سوگ منانا ضروری نہیں یہ سوگ اس پر نہیں ہے بھئی، یہ جو اوپر بیان ہوا خوشبو زینت وغیرہ چھوڑ دے۔ وجہ یہ کہ وہ عورتیں تو نعمت نکاح سے محروم ہوئی ہیں اس لیے ان پر سوگ منانا ضروری تھا اور یہاں تو یہ نکاح فاسد ہوا تھا تو اس کو تو توڑنا ضروری تھا، تو توڑنے پر سوگ کیسا بھئی یہاں پر؟ اس کو تو شرعاً باقی رکھنا ہی درست نہیں تھا توڑنا ضروری تھا۔ وَلَا فِي عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ إِحْدَادٌ اور ام ولد کی عدت کے اندر بھی سوگ منانا نہیں ہے۔

وَلَا يَنْبَغِي أَنْ تُخْطَبَ الْمُعْتَدَّةُ اور مناسب نہیں ہے کہ پیغام نکاح بھیجا جائے معتدہ کو، عدت گزارنے والی کو۔ ایک عورت عدت گزار رہی ہے بھئی طلاق بائن ملی ہے یا اس کے خاوند کا انتقال ہو چکا ہے، دوسرا شخص اسے پیغام نکاح عدت کے اندر ہی بھیج دیتا ہے، کہتے ہیں مناسب نہیں ہے، درست نہیں ہے مولانا۔ ہاں اشاروں کنایوں میں کہہ سکتے ہیں۔ کیا کہہ سکتا ہے؟ اشاروں کنایوں میں کہہ سکتا ہے مثلاً کہتا ہے بھئی اشاروں کنایوں میں کہہ دیتا ہے کہ میرا بھی نکاح کا ارادہ ہے، اسے نہیں کہا کہ تم سے نکاح ہے ویسے کہہ رہا ہے باتوں باتوں میں کیا بات کر دی؟ کسی طرح اشاروں کنایوں میں پیغام بھجوا دیا کہ میرا بھی نکاح کا ارادہ ہے یا دعا کرو اللہ کوئی مجھے نیک بیوی عطا فرمادے، سمجھ میں آیا؟ تو اشاروں کنایوں میں ہو سکتا ہے۔ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ تُخْطَبَ الْمُعْتَدَّةُ اور مناسب نہیں ہے کہ پیغام نکاح بھیجا جائے معتدہ کو وَلَا بَأْسَ بِالتَّعْرِيضِ فِي الْخِطْبَةِ۔ ایک ہے خُطْبَة ایک ہے خِطْبَة: خُطْبَة کہتے ہیں وہ تقریر کو جو آپ جمع کو سنا کرتے ہیں بھئی، خُطْبَة تقریر کو کہتے ہیں عربی میں بھئی، اور خِطْبَة خا کے کسرے کے ساتھ یہ پیغام نکاح کو کہتے ہیں۔ تعریض کہتے ہیں اشاروں میں کنایوں میں کوئی بات کرنا: وَلَا بَأْسَ بِالتَّعْرِيضِ فِي الْخِطْبَةِ اور کوئی حرج نہیں ہے پیغام نکاح کی تعریض میں یعنی اشاروں کنایوں میں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بھئی پیغام نکاح۔

وَلَا يَجُوزُ لِلْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ وَالْمَبْتُوتَةِ الْخُرُوجُ مِنْ بَيْتِهَا لَيْلًا وَلَا نَهَارًا اور جائز نہیں ہے مطلقہ رجعیہ کے لیے وَالْمَبْتُوتَةِ اور وہ عورت جسے طلاق بائن دی گئی ہے ان کے لیے جائز نہیں ہے الْخُرُوجُ مِنْ بَيْتِهَا نکلنا اپنے گھر سے لَيْلًا وَلَا نَهَارًا نہ رات کے وقت اور نہ دن۔ یہ عدت گزارے گی اسی گھر کے اندر، دن کو بھی نکلنا ان کے لیے جائز نہیں رات کو بھی نکلنا جائز نہیں۔ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا تَخْرُجُ نَهَارًا وَبَعْضَ اللَّيْلِ وَلَا تَبِيتُ فِي غَيْرِ مَنْزِلِهَا۔ ہاں ایک وہ عورت جس کے خاوند کا انتقال ہوا ہے اس پر بھی عدت ضروری ہے چار ماہ دس دن، وہ بھی نہ نکلے مولانا لیکن بعض اوقات غریب ہے نان نفقے کا بندوبست نہیں ہے بھئی تو کام وغیرہ کرنا پڑتا ہے اسے بھئی، تو کام کے سلسلے میں چونکہ اسے ضرورت پڑ سکتی ہے تو اس کے لیے شریعت میں اجازت ہے: دن کے وقت یا رات کے کچھ ابتدائی حصے کے اندر وہ کام کے لیے نکلتی ہے تو اس کی اسے اجازت ہے لیکن رات اسی گھر میں آکر گزارے گی جس میں وہ رہتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جبکہ وہ جو مطلقہ رجعیہ مطلقہ بائنہ ہے ان کا نفقہ تو ان کے خاوند کے ذمے ہے وہاں اجازت نہیں، خرچہ دینا کس کی ذمہ داری؟ کھانے پینے کا خرچہ دینا خاوند کی ذمہ داری ہے، اور اس کے تو خاوند کا انتقال ہو چکا ہے تو اسے خود کیا کرنا پڑتا ہے بعض اوقات؟ کام کے لیے نکلنا پڑتا ہے تو اس کی اجازت ہے۔ یہ معنی ہے وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا اور وہ عورت جس کے خاوند کا انتقال ہو گیا تَخْرُجُ نَهَارًا وَبَعْضَ اللَّيْلِ وہ نکلے گی دن کے وقت اور رات کے کسی حصے میں وَلَا تَبِيتُ فِي غَيْرِ مَنْزِلِهَا اور رات نہیں گزارے گی اپنے گھر کے علاوہ میں۔

وَعَلَى الْمُعْتَدَّةِ أَنْ تَعْتَدَّ فِي الْمَنْزِلِ الَّذِي يُضَافُ إِلَيْهَا بِالسُّكْنَى حَالَ وُقُوعِ الْفُرْقَةِ اور معتدہ پر یہ ہے کہ وہ عدت گزارے فِي الْمَنْزِلِ الَّذِي اس گھر کے اندر الَّذِي يُضَافُ إِلَيْهَا جس کی نسبت کی جاتی ہے اس عورت کی طرف بِالسُّكْنَى رہائش کی وجہ سے۔ عدت کہاں گزارے گی معتدہ؟ اس گھر میں جس کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے رہائش کی وجہ سے، کہتے ہیں یہ اس کا گھر ہے اگرچہ مالکہ نہیں ہے اس گھر کی لیکن رہائش اسی گھر میں چونکہ تھی تو لوگ کیا کہتے ہیں یہ اس کا گھر ہے، اسی گھر میں عدت گزارے گی حَالَ وُقُوعِ الْفُرْقَةِ کس حالت میں؟ فرقت، جدائی کے واقع ہونے کی حالت میں، یعنی جس وقت جدائی واقع ہوئی اس حالت میں جس گھر میں وہ رہا کرتی تھی اسی گھر میں کیا کرے گی؟ عدت گزارے گی۔

فَإِنْ كَانَ نَصِيبُهَا مِنْ دَارِ الْمَيِّتِ يَكْفِيهَا فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ۔ دَارِ الْمَيِّتِ پڑھنا بھی صحیح، دَارِ الْمَيْتِ پڑھنا بھی صحیح، یا کے سکون یا شد کے ساتھ دونوں طرح درست ہے۔ اچھا بھئی صورت یہ عورت کے خاوند کا انتقال ہو گیا، اب وراثت تقسیم ہوئی گھر بھی تقسیم ہوا اور وارثوں میں اور اس کی بیوی میں، تو اس کی بیوی کے حصے میں بھی گھر کا کچھ حصہ آیا۔ اگر یہ حصہ اس کے لیے کافی ہے جس کے اندر آرام سے اطمینان سے یہ کیا کر سکتی ہے عدت گزار سکتی ہے تو یہیں عدت گزارے یہاں سے نہ نکلے۔ اور اگر اس کے حصے میں جگہ تھوڑی آئی جس کے اندر اب عدت گزارنا اس کے لیے ممکن نہیں یا بہت مشکل ہے، بہت تنگی تکلیف ہو گی تو پھر اس کے لیے جائز ہے کہ یہاں سے چلی جائے دوسری جگہ جا کر کیا کر لے؟ عدت گزار لے۔ یہ معنی ہے فَإِنْ كَانَ نَصِيبُهَا مِنْ دَارِ الْمَيِّتِ يَكْفِيهَا اگر اس کا جو حصہ ہے میت کے گھر میں سے يَكْفِيهَا اس کے لیے کافی ہو فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس گھر سے نکلے مگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً تنگ ہے بہت مشکل ہے وہاں گزارنا۔ وَإِنْ كَانَ نَصِيبُهَا مِنْ دَارِ الْمَيِّتِ لَا يَكْفِيهَا اور اگر اس کا جو حصہ ہے میت کے گھر میں سے وہ اس کے لیے کافی نہیں ہے وَأَخْرَجَهَا الْوَرَثَةُ مِنْ نَصِيبِهِمْ اور وارثوں نے بھی اس کو اپنے حصے سے نکال دیا۔ بھئی اس کا اپنا حصہ بھی کافی نہیں ہے اور وارث اپنے حصے میں بھی رہنے کی اجازت نہیں دے رہے اپنے حصے سے انہوں نے اس کو نکال دیا، اِنْتَقَلَتْ تو پھر یہ عورت کیا ہو جائے گی؟ منتقل ہو جائے گی کسی اور جگہ جا کر کیا کرے عدت پوری کرے، سمجھ میں آیا؟ مثلاً پھر والدین کے گھر چلی گئی وہاں جا کر عدت پوری کرے۔

وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُسَافِرَ الزَّوْجُ بِالْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ اور جائز نہیں ہے خاوند کے لیے کہ وہ سفر کرے مطلقہ رجعیہ کے ساتھ۔ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی ہے، اب وہ اس کو سفر میں لے کر جانا چاہتا ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی سفر میں لے جانے کی اجازت نہیں یہ کیا کرے گی؟ عدت گزار رہی ہے یہ اسی گھر میں عدت گزارے گی۔ ہاں لے کے جانا چاہتے ہو تو رجوع کر لو پھر آرام سے لے جاؤ، یہ کیا کرنا چاہتا ہے بغیر رجوع کے اس کو ساتھ لے جانا چاہتا ہے بھئی تو یہ درست نہیں ہے۔ تو وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُسَافِرَ الزَّوْجُ بِالْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ اور جائز نہیں ہے خاوند کے لیے کہ وہ سفر کرے مطلقہ رجعیہ کے ساتھ۔

فَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فِي عِدَّتِهَا وَطَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا فَعَلَيْهِ مَهْرٌ كَامِلٌ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی ایک۔ اب عدت کے اندر یہ خاوند کیا کر سکتا ہے اس کے ساتھ؟ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، اس نے عدت کے اندر اس سے دوبارہ نکاح کر لیا بھئی۔ دوبارہ نکاح کرنے کے بعد ابھی صحبت نہیں کی پھر اس نے طلاق دے دی۔ اب کیا کریں بھئی؟ اس دوسرے نکاح کی وجہ سے جو

قبل الصحبت طلاق واقع ہوئی اب اس خاوند کے اوپر مہر کتنا آئے گا اس دوسرے نکاح کی وجہ سے؟ تو کہتے ہیں بھئی شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک پورا مہر دینا پڑے گا بھئی۔ کیا کرنا پڑے گا؟ پورا مہر دینا پڑے گا اور مستقل عدت ہے اس پر، ایک اور عدت کیا کرے گی پوری گزارے گی۔ حالانکہ قبل الصحبت عورت کو طلاق دے دی جائے تو کتنا مہر آیا کرتا ہے؟ نصف مہر آیا کرتا ہے لیکن یہاں پورا مہر آئے گا۔ اور قبل الصحبت عورت کو طلاق دے دی جائے تو اس پر عدت بھی نہیں ہوتی لیکن یہاں پر کیا ہو گا؟ پوری عدت اب آجائے گی اب عدت پھر شمار کرے نئے سرے سے بھئی۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے، فرق کیوں ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ اس نے نکاح کر لیا ہے عدت کے اندر اندر۔ پہلے نکاح ٹوٹ چکا پہلا نکاح اس نے کیا دی تھی؟ طلاق بائن، لیکن ابھی عدت تو چل رہی ہے تو کچھ نہ کچھ اثر اس نکاح کا باقی ہے، اور اسی کے اندر اس نے دوسرا نکاح کر لیا۔ پہلے نکاح کا اثر باقی ہے اور اس نے عدت کے اندر کیا کر لیا اس سے؟ دوسرا نکاح کر لیا اور پہلے نکاح کے اندر تو صحبت ہوئی تھی تو اس نکاح میں بھی کیا سمجھیں گے؟ گویا کہ صحبت ہو چکی ہے۔ صحبت ہوئی نہیں لیکن سمجھیں گے کیا کہ صحبت ہو چکی ہے کیونکہ ابھی پہلے نکاح ہی کا اثر باقی ہے اسی کے اندر اس نے دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کر لیا، اس کا اثر ابھی چل رہا ہے اس نے نیا نکاح کر لیا تو اسی اثر کے اندر یہ نکاح بھی پایا گیا اور اس نکاح کے اندر تو صحبت ہوئی تھی تو اس کا اثر ابھی چل رہا ہے تو یوں سمجھیں گے اس نکاح کے اندر بھی گویا کیا ہو چکی؟ صحبت ہو چکی۔ اور جب صحبت ہو جائے تو مہر نصف آیا کرتا ہے یا پورا آیا کرتا ہے؟ تو مہر پورا آتا ہے لہذا اس پر مہر پورا آئے گا، اور جب صحبت کے بعد طلاق ہو تو عدت بھی پوری آیا کرتی ہے لہذا اس پر عدت بھی پوری ہو گی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

یہ معنی ہے فَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا اور جب طلاق دے دی کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فِي عِدَّتِهَا پھر اس سے نکاح کر لیا اس کی عدت کے اندر ہی وَطَلَّقَهَا اور پھر اس کو طلاق دے دی قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا قبل اس سے صحبت کرنے کے فَعَلَيْهِ مَهْرٌ كَامِلٌ تو خاوند پر اب پورا مہر واجب ہے وَعَلَيْهَا عِدَّةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ۔ یہ ہے آپ کی کتابوں میں بھئی؟ مُسْتَقْبَلَة نہیں ہے مولانا، مُسْتَقِلَّةٌ ہونا چاہیے۔ سمجھ میں آیا؟ اس کے اوپر نون لکھا ہوا ہے بھئی کنارے پر نون بھئی بعض نسخوں میں یہ مُسْتَقْبَلَة آیا بعض میں مُسْتَقِلَّة، مُسْتَقِلَّة درست ہے بھئی: اور اس پر مستقل عدت ہے، یا یوں کر لیں عِدَّةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ آنے والی عدت ہے یعنی اب نئی عدت جو آئے گی وہ پوری اس پر آئے گی بھئی۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ وَعَلَيْهَا تَمَامُ الْعِدَّةِ الْأُولَى اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے لیے نصف مہر ہے بھئی کیونکہ صحبت سے قبل طلاق ہوئی، وَعَلَيْهَا تَمَامُ الْعِدَّةِ الْأُولَى۔ تَمَام ہے آپ کی کتابوں میں؟ اور اس پر کیا ہے پہلی عدت کو پورا کرنا ہے، إِتْمَام ہونا چاہیے ویسے بھئی إِتْمَام بھئی، پہلی عدت کو اس پر پورا کرنا ہے کیونکہ بھئی دوسرے نکاح کے بعد صحبت نہیں پائی گئی تو قبل الصحبت طلاق ہوئی تو نصف مہر آتا ہے اور عدت بھی کوئی نہیں آتی تو بس وہی پہلی عدت پوری کرے اور نصف مہر دے گا۔ چلیے بس مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۳: باب ثبوت النسب، الحضانۃ و کتاب النفقات (۱): ثبوتِ نسب کی اقل و اکثر مدت، حضانت (پرورش) کے حق دار اور نفقۂ زوجہ کے احکام

مختصر القدوری صفحہ: ۱۶۲—بتاریخ: ۳۰ اپریل ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ إِذَا جَاءَتْ بِهِ لِسَنَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ مَا لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا. وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَبَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا. وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُ وَكَانَتْ رَجْعَةً.

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

آج نسب سے متعلق مسائل پڑھیں گے ہم بھئی کہ کب بچے کا نسب ثابت ہو گا اور کب ثابت نہیں ہو گا۔ یاد رکھیے حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے بھئی۔ یعنی کم سے کم چھ ماہ میں بچہ پیدا ہو سکتا ہے بھئی اور زیادہ سے زیادہ دو سال میں، دو سال سے زیادہ نہیں بھئی۔ تو حمل کی اکثر مدت دو سال ہے بھئی، اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی بھئی یہ حدیث میں آتا ہے۔

اور نسب کے سلسلے میں یاد رکھیے شریعت کا قاعدہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے بچے کے لیے نسب ثابت کیا جائے گا اور اسے ولد الزنا یعنی حرامی قرار نہیں دیا جائے گا۔ جہاں تک ہو سکے، جس حد تک ممکن ہو اسے ولد الزنا ہونے سے بچایا جائے گا اور اس کے لیے کیا ثابت کیا جائے گا؟ نسب ثابت کیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی صورت ہی نہ رہے تو پھر بامر مجبوری اسے کیا قرار دیں گے؟ ولد الزنا قرار دیں گے بھئی۔ یہاں تک ضابطہ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک عورت ہے اسے اس کے خاوند نے طلاق رجعی دے دی اور طلاق دینے کے ٹھیک دو سال یا دو سال سے بھی زائد عرصے کے بعد اس نے بچے کو جنم دیا بھئی۔ تو یاد رکھیے اب اس بچے کو ولد الزنا قرار نہیں دیں گے بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ عورت کی عدت لمبی ہو گئی تھی، آپ جانتے ہیں کبھی عورت کی عدت طویل ہو جاتی ہے، کافی کافی عرصے تک اسے حیض ہی نہیں آتا طہر کا زمانہ طویل ہو جاتا ہے تو عدت لمبی ہو جاتی ہے بھئی۔ تو یوں سمجھیں گے گویا کہ عورت کی عدت لمبی ہو گئی تھی اور عدت کے اندر خاوند نے صحبت کر لی ہو گی بھئی۔ خاوند نے کیا کر لیا ہو گا؟ صحبت کر لی ہو گی کیونکہ طلاق رجعی دی ہے بھئی تو اس میں رجوع ہو سکتا ہے بھئی صحبت کے ذریعے بھی۔ تو یوں سمجھیں گے کہ عورت کی عدت لمبی ہو گئی اور اس لمبی عدت کے اندر خاوند نے صحبت کر لی ہو گی جس کی وجہ سے یہ بچہ پیدا ہوا بھئی، تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور چونکہ عدت کے اندر صحبت پائی گئی لہٰذا اب رجوع بھی ثابت ہو گیا، معلوم ہوا یہ اب بھی اس شخص کی بیوی ہے وہ کیا کر چکا ہے؟ رجوع کر چکا ہے۔ طلاق سے پہلے تو ہم حمل کو نہیں مان سکتے اس لیے کہ حمل کی اکثر مدت کتنی ہے؟ دو سال ہے بھئی تو اس سے پہلے تو ہم نہیں مان سکتے، تو یہی یہاں اب صورت رہ گئی باقی کہ طلاق کے بعد کس کو مانا جائے صحبت کو مانا جائے، اور جب طلاق رجعی کے بعد صحبت ہوئی تو رجعت بھی ہو گئی اور بچے کا نسب بھی ثابت ہو گیا بھئی۔

اور اگر یہ مطلقہ رجعیہ نے بچے کو جنم دیا دو سال سے کم عرصے کے اندر: خاوند اسے کیا دے چکا طلاق رجعی دے چکا اور دو سال سے قبل اس نے ایک بچے کو جنم دیا، تو یاد رکھیے اس صورت میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا بھئی۔ دو سال سے کم میں بچے کو اس نے جنم دیا ہے اس لیے کہ یہاں دو احتمال آ گئے مولانا، مثلاً پندرہ ماہ بعد دیا ہے بچے کو جنم، سولہ ماہ بعد، بیس ماہ بعد طلاق کے، طلاق کے بیس ماہ بعد بچے کو جنم دیا ہے تو یہاں دو احتمال آ گئے: ہو سکتا ہے یہ صحبت طلاق سے پہلے ہوئی ہو اور ہو سکتا ہے یہ صحبت طلاق کے بعد عدت کے اندر ہوئی ہو، اور اس کو نکاح کے اندر بھئی ثابت کرنا یہ اولیٰ ہے کس سے کہ اسے کب ثابت کیا جائے عدت کے اندر۔ تو عدت کے اندر صحبت کو ثابت کرنا اولیٰ ہے یا نکاح کے اندر ہی بھئی؟ طلاق سے پہلے ہی نکاح کے اندر بھئی، تو لہٰذا اسی پر محمول کر لیں گے اور یوں سمجھیں گے کہ طلاق سے پہلے کیا ہوئی تھی صحبت اور اس سے عورت حاملہ ہوئی ہے کیونکہ یہاں حمل دو سال سے کم کم میں اس کی پیدائش ہوئی ہے اور دو سال تو اکثر مدت ہے تو یہ درست ہوا مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو دو سال سے کم میں بچے کو جنم دیا ہے تو یوں سمجھیں گے کہ یہ جو حمل ٹھہرا تھا یہ طلاق سے پہلے ٹھہرا تھا اور طلاق کے وقت بھی گویا کہ عورت حاملہ تھی اور حاملہ کو جب طلاق دی جائے تو اس کی عدت کیا ہوا کرتی ہے؟ وضع حمل، تو لہٰذا جب اس بچے کو جنم دے گی تو بچے کا نسب ثابت ہو گیا اور ساتھ ہی عورت اپنے خاوند سے جدا ہو گئی اور بائنہ ہو گئی بھئی کیونکہ عدت کیا ہو چکی؟ پوری ہو چکی۔ گزشتہ مسئلے کے اندر تو بھئی عدت کے اندر صحبت کو ثابت کیے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں تھا تو وہاں رجعت کو بھی ماننا ضروری ہوا لیکن یہاں پر عدت کے اندر ہم نہیں صحبت کو تسلیم کر رہے بلکہ کہاں کر رہے ہیں طلاق سے پہلے ہی، تو لہٰذا اب عدت پوری ہوئی اور وہ بچے کا نسب تو ثابت ہوا لیکن ساتھ ہی وہ اپنے خاوند سے جدا ہو گئی بائنہ ہو گئی بھئی۔

تو کہتے ہیں وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ ثابت ہو جائے گا مطلقہ رجعیہ کے بچے کا نسب إِذَا جَاءَتْ بِهِ لِسَنَتَيْنِ جب وہ اسے لے آئے دو سال میں أَوْ أَكْثَرَ یا زیادہ میں یعنی دو سال یا دو سے زیادہ کے اندر اس نے اس بچے کو جنم دیا، مَا لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا۔ ہاں یہ قید ضروری ہے مولانا: مگر شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے اس نے عدت کے گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اگر اس نے پہلے ایک دفعہ کہہ دیا تھا کہ میری عدت گزر گئی عدت پوری ہو چکی ہے اور اس کے بعد جا کر بھئی اس نے دو سال یا دو سے زیادہ کے اندر بچے کو جنم دیا تو اب بھئی جب اس نے پہلے ہی کہہ دیا کہ میری عدت پوری ہو چکی ہے تو اب عدت کے اندر بھی حمل کو ثابت کرنا ممکن نہ رہا بھئی۔ کیونکہ اگر عدت کے اندر بھی صحبت ہوتی تو عورت حاملہ ہو جاتی، حاملہ ہونے کے بعد حیض آتے نہ تین حیض پورے نہیں ہونے تھے اور یہاں یہ کیا کہہ چکی ہے پہلے ہی کہ میری عدت پوری ہو چکی تین حیض آ چکے ہیں! تو لہٰذا یہ ضروری ہے کہ پہلے اس نے اقرار نہ کیا ہو عدت کے گزرنے کا، اگر وہ پہلے اقرار کر چکی ہے پھر تو نسب ثابت کرنے کی گنجائش ہی نہیں لہٰذا اب بچے کو ولد الزنا ہی قرار دینا پڑے گا۔ تو کہتے ہیں إِذَا جَاءَتْ بِهِ لِسَنَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ جب وہ بچے کو لے آئے دو سال میں یا دو سے زیادہ میں مَا لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا جب تک کہ وہ اقرار نہ کر لے اپنی عدت کے گزرنے کا۔ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَبَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا اور اگر وہ لے آئی بچے کو دو سال سے کم میں ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ تو اس کے خاوند سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا بھئی وَبَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا اور وہ اپنے خاوند سے جدا ہو جائے گی بائنہ ہو جائے گی بھئی۔ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُ وَكَانَتْ رَجْعَةً اور اگر وہ لے آئی بچے کو دو سال سے زیادہ کے اندر تو اس کا نسب ثابت ہو گا وَكَانَتْ رَجْعَةً اور یہ کیا ہو گا؟ رجعت ہو گی بھئی، گویا کہ عدت کے اندر خاوند نے صحبت کی ہے اور اس سے یہ بچہ پیدا ہوا اور عدت میں جب صحبت کی تو رجعت ثابت ہو گئی۔[1]

وَالْمَبْتُوتَةُ يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا إِذَا جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ۔ اب وہ عورت جسے خاوند نے طلاق بائن دی ہے: تو یہ مطلقہ بائنہ اس نے بچے کو جنم دیا دو سال سے کم مدت کے اندر۔ طلاق اور بچے کی پیدائش میں دو سال سے کم کا عرصہ ہے تو کہتے ہیں اس صورت میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالْمَبْتُوتَةُ اور مطلقہ بائنہ جو ہے يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا اس کے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا إِذَا جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ جب وہ اس کو لے آئے دو سال سے کم میں یعنی دو سال سے کم میں اسے جنم دے کیونکہ اکثر مدت کتنی ہے؟ دو سال، اور اس سے پہلے پہلے بچے کی پیدائش ہوئی ہے بھئی تو اب یہاں آسانی سے ثابت کیا جا سکتا ہے، معلوم ہوا یہ حمل کب ٹھہرا ہو گا؟ طلاق سے پہلے ہی بھئی۔

وَإِذَا جَاءَتْ بِهِ لِتَمَامِ السَّنَتَيْنِ مِنْ يَوْمِ الْفُرْقَةِ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ اور اگر وہ لے آئے لِتَمَامِ السَّنَتَيْنِ دو سال کے پورے ہونے پر مِنْ يَوْمِ الْفُرْقَةِ جدائی کے وقت سے یعنی طلاق کے دن سے دو سال پورے ہونے پر، لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ تو اب بچے کا نسب ثابت نہیں ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ تو طلاق کو دو سال گزر گئے ہیں تو بچے کو تو اس سے بھی زیادہ ہو گیا معلوم ہوا، تو اب دو سال سے زیادہ تو وہ ٹھہر ہی نہیں سکتا حمل پیٹ کے اندر تو اب

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «نسب إذَا جَاءَتْ بِهِ لِسَنَتَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «نسب ولد المطلقة الرجعية إذا جاءت به لسنتين» منقول ہے۔

نسب ثابت نہیں ہو گا إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَهُ الزَّوْجُ مگر یہ کہ خاوند اس کا دعویٰ کر دے۔ خاوند کہے یہ میرا بچہ ہے تو پھر نسب ثابت ہو جائے گا بھئی۔ دو سال کا وقت گزر چکا ہے طلاق کو اور اب مطلقہ بائنہ نے ایک بچے کو جنم دیا تو بچے کا نسب ثابت نہیں ہو گا اس لیے کہ اکثر مدت کتنی ہے دو سال اور اس سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ ہاں البتہ خاوند خود دعویٰ کرے کہ یہ میری اولاد ہے تو پھر نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ وہ خود اپنے اوپر اس کو لازم کر رہا ہے بھئی۔ بھئی خود بھی اپنے اوپر لازم کر رہا ہے تو کوئی وجہ تو ہونی چاہیے، یہاں تو دو سال سے زیادہ بچہ پیٹ میں ٹھہر نہیں سکتا اور طلاق کو دو سال ہو چکے ہیں یا زیادہ ہو چکے ہیں! کہتے ہیں بھئی وجہ ہے: ہم اس کو محمول کر لیں گے وطی بشبہ پر کہ خاوند نے طلاق کے بعد اس سے کیا کر لی ہو گی؟ وطی بشبہ، صحبت شبہے کی وجہ سے کر لی ہو گی۔ مثلاً بھئی خاوند سمجھا کہ میری دوسری بیوی لیٹی ہوئی ہے اور خاوند نے جا کر اس سے صحبت کر لی پتا چلا نہیں یہ تو وہ والی تھی جس کو وہ کیا دے چکا ہے طلاق بائن دے چکا ہے، تو اس کو وطی بشبہ پر محمول کر لیں گے عدت کے اندر اندر بھئی ہوئی ہے۔

وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا مَا بَيْنَ الْوَفَاةِ وَبَيْنَ سَنَتَيْنِ۔ بھئی ایک عورت اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا، اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور کب جنم دیا کہ خاوند کی وفات اور دو سال کے اندر اندر بچے کی پیدائش ہوئی ہے۔ دو سال کے پورے ہونے سے پہلے پہلے کیا ہوئی ہے بچے کی پیدائش ہوئی ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دو سال ابھی پورے نہیں ہوئے بھئی دو سال سے پہلے پہلے کیا ہو گیا بچے کی پیدائش، تو حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے تو احتمال ہے مولانا کہ یہ حمل کب ٹھہرا ہو گا؟ خاوند کی وفات سے پہلے ہی ٹھہرا ہو گا کیونکہ دو سال اکثر مدت ہے، تو شریعت کا تو قاعدہ ہے کہ کسی بچے کو بھی ولد الزنا ہونے سے بچایا جائے جہاں تک ممکن ہو اس کے لیے نسب ثابت کیا جائے تو یہاں ممکن ہے لہذا ہم اس کے لیے کیا ثابت کر دیں گے؟ نسب ثابت کر دیں گے اور وہ شخص جو اس کا خاوند تھا وہ اس کا والد کہلائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا اور ثابت ہو جائے گا نسب وہ عورت کہ اس کا خاوند اسے چھوڑ کر انتقال کر گیا ہے اس کے بچے کا نسب بھئی۔ وہ عورت جس کا خاوند کیا ہو چکا ہے اسے چھوڑ کر انتقال کر چکا ہے اس عورت کے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا بھئی، کب؟ مَا بَيْنَ الْوَفَاةِ وَبَيْنَ سَنَتَيْنِ جب کہ وہ کب ہو؟ وفات اور دو سال کے اندر اندر بچے کی پیدائش ہو۔

وَإِذَا اعْتَرَفَتِ الْمُعْتَدَّةُ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا ثُمَّ جَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ ثَبَتَ نَسَبُهُ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک عورت کو خاوند نے طلاق دے دی اور طلاق دینے کے کچھ عرصے کے بعد عورت نے کہا میری عدت گزر چکی ہے۔ میری عدت کیا ہے؟ گزر چکی ہے، اور پھر اس اقرار کے بعد یہ جو اس نے اقرار کیا کہ میری عدت گزر چکی ہے اس کے بعد چھ ماہ سے بھی پہلے پہلے اس نے ایک بچے کو جنم دے دیا۔ بچے کو جنم دیا، کہتے ہیں اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اس بچے کا نسب اس کے خاوند سے کیا ہو گا؟ ثابت ہو جائے گا۔ وجہ یہ کہ عورت نے اقرار کیا کہ میری عدت گزر گئی پوری ہو گئی اور پھر چھ ماہ سے پہلے پہلے اس نے کیا کیا بچے کو جنم دے دیا حالانکہ بچے کی پیدائش تو کم سے کم کتنے وقت میں ہو سکتی ہے؟ چھ ماہ میں ہو سکتی ہے اور یہ اس سے بھی کم وقت گزرا ہے، معلوم ہوا اس کا اقرار باطل تھا جھوٹ بول رہی تھی بات واضح ہو گئی بھئی کیونکہ اتنی مدت میں تو بچے کی پیدائش ممکن ہی نہیں ہے بھئی۔ معلوم ہوا جب اقرار کیا تھا اس وقت بھی اس کے پیٹ میں حمل تھا تو اس کا کذب ظاہر ہو گیا، تو لہذا اب جو بچے کی پیدائش ہوئی تو اب اس کے لیے نسب ثابت ہو جائے گا بھئی۔ معلوم ہوا اس وقت اس کی عدت پوری ہی نہیں ہوئی تھی اس نے ویسے ہی جھوٹ بولا تھا بھئی۔

وَإِذَا اعْتَرَفَتِ الْمُعْتَدَّةُ اور جب اعتراف کر لیا معتدہ نے یعنی وہ عورت جو عدت گزار رہی ہے اس نے اعتراف کر لیا بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا اپنی عدت کے گزر جانے کا ثُمَّ جَاءَتْ بِوَلَدٍ پھر وہ ایک بچے کو لے آئی یعنی اس نے بچے کو ایک جنم دیا لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ چھ ماہ سے کم کے اندر بھئی، اور یہ چھ ماہ سے کم کس سے مراد ہیں؟ اس کے اقرار میں اور بچے کی پیدائش میں یعنی چھ ماہ سے کم مدت تھی، ثَبَتَ نَسَبُهُ تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ اب اس عورت کا جھوٹا ہونا یقینی ہو گیا پتا چل گیا بھئی بالیقین پتا لگ گیا وہ جھوٹ بول رہی تھی اقرار کے وقت بھئی۔ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ اور اگر وہ لے آئی بچے کو چھ ماہ کے وقت میں پھر اس کا نسب ثابت نہیں ہو گا بھئی۔ کیونکہ چھ ماہ میں بچے کی پیدائش ممکن ہے تو اب اس کے اعتراف کو باطل قرار دینے کی کوئی وجہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

وَإِذَا وَلَدَتِ الْمُعْتَدَّةُ وَلَدًا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک عورت ہے اسے خاوند نے طلاق دے دی ہے اور وہ عدت گزار رہی ہے بھئی۔ اس معتدہ نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اب خاوند بچے کا انکار کرتا ہے: یہ نہیں کہتا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے، کہتا ہے اس عورت نے بچے کو جنم دیا ہی نہیں۔ فرق سمجھ میں آیا؟ ایک ہے بچے کی نفی کرنا اپنی ذات سے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے وہ اور چیز ہے، یہاں وہ کیا کہہ رہا ہے کہ اس عورت نے سرے سے کسی بچے کو جنم ہی نہیں دیا۔ تو عورت معتدہ تھی اس نے بچے کو جنم دیا اور خاوند اس بچے کی ولادت کا انکار کر رہا ہے، تو کہتے ہیں اب ضروری ہے مولانا کہ اس بچے کی ولادت کو ثابت کیا جائے گا دو آدمیوں کی گواہی سے یا ایک مرد اور دو عورتیں: دو مرد گواہی دے دیں کہ اس عورت نے کیا کیا ہے بچے کو جنم دیا

ہے یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دے دیں کہ اس عورت نے بچے کو جنم دیا ہے تو اس کی وجہ سے نسب ثابت ہو گا۔ یا دوسری صورت یہ کہ عورت کا حمل خوب ظاہر تھا یعنی علامات حمل ظاہر تھیں پتا لگتا تھا بھئی کہ یہ عورت کیا ہے حاملہ ہے، علامتیں موجود تھیں، تو اس صورت میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ علامتیں جب بتلا رہی ہیں کہ حمل تھا تو نسب ثابت ہو جائے گا۔ یا تیسری صورت یہ ہے کہ خاوند نے پہلے اقرار کیا تھا، خود اعتراف کیا تھا کہ یہ عورت کیا ہے حاملہ ہے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو تین صورتیں ہیں مولانا جن میں نسب ثابت ہو گا: ایک عدت گزارنے والی عورت نے ایک بچے کو جنم دیا تو اب اس بچے کا نسب اس کے خاوند سے ثابت ہو گا یا تو وہ کیا کرے دو مرد گواہ پیش کرے یا ایک مرد اور دو عورتیں پیش کرے گواہ کے طور پر، یا حمل کی علامتیں پہلے سے ہی ظاہر تھیں ان سے ہی پتا لگتا تھا یہ عورت حاملہ ہے تو لازمی بات ہے اسی نے بچے کو جنم دیا ہے، یا خاوند نے پہلے اعتراف کر لیا تھا کہ یہ عورت کیا ہے حاملہ ہے، تو پہلے جب اعتراف کر لیا تھا تو خود ہی گویا اپنے لیے نسب کا اقرار کر لیا اب اس نے بچے کو جنم دیا تو اب وہ انکار نہیں کر سکتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو اب یہ جو بچے کی ولادت کا انکار کر رہا ہے کہ اس عورت نے بچے کو جنم نہیں دیا یہ رد ہو جائے گا، معلوم ہوا اسی عورت نے بچے کو جنم دیا ہے کیونکہ اس نے یا تو گواہ پیش کر دیے یا پہلے سے حمل کی علامتیں ظاہر تھیں یا خاوند نے پہلے کیا کیا تھا حمل کا اقرار کیا تھا، تو اب معلوم ہوا اس عورت نے بچے کو جنم دیا ہے اور یہ اسی خاوند کا بچہ شمار ہو گا بھئی۔

وَإِذَا وَلَدَتِ الْمُعْتَدَّةُ وَلَدًا اور جب جنم دیا معتدہ، عدت گزارنے والی عورت نے کسی بچے کو لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ اس کا نسب ثابت نہیں ہو گا۔ نیچے بین السطور لکھا ہے آپ کی کتابوں میں أَيْ إِنْ جُحِدَتْ وِلَادَتُهَا اگر اس کی ولادت کا کیا کیا گیا ہو انکار، خاوند کیا کر رہا ہے کہ اس عورت نے بچے کو جنم نہیں دیا، تو خاوند ولادت کا انکار کر رہا ہو یہ وہ صورت مسئلہ ہے: تو بچے کا نسب ثابت نہیں ہو گا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک إِلَّا أَنْ يَشْهَدَ بِوِلَادَتِهَا رَجُلَانِ مگر یہ کہ گواہی دے دیں اس عورت کی ولادت کی کہ اس نے بچے کو جنم دیا ہے اس سے ولادت ہوئی ہے بچے کی، اس کی ولادت کی گواہی دے دیں رَجُلَانِ دو مرد أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ یا ایک مرد اور دو عورتیں، إِلَّا أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ حَبَلٌ ظَاهِرٌ أَوِ اعْتِرَافٌ مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ مگر یہ کہ وہاں پر خوب ظاہر حمل ہو یعنی اس کی علامتیں ظاہر ہوں أَوِ اعْتِرَافٌ مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ یا کیا ہو خاوند کی طرف سے اعتراف ہو یعنی خاوند نے اس کے حمل کا پہلے اعتراف کیا ہو۔ تو کہتے ہیں فَيَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْ غَيْرِ شَهَادَةٍ تو اس صورت میں نسب بغیر شہادت کے کیا ہو جائے گا؟ ثابت ہو جائے گا بھئی بغیر شہادت کے ہی کیونکہ حمل ظاہر تھا اس کی علامتیں ظاہر تھیں یا خاوند پہلے اعتراف کر چکا تھا اور اب اس کو رد کرنا چاہتا ہے تو رد نہیں ہو گا تو نسب بغیر شہادت کے ہی ثابت ہو جائے گا بھئی۔ لیکن اگر حمل ظاہر نہیں تھا یا خاوند نے پہلے اقرار نہیں کیا تھا تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ شہادت پیش کرے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللهُ: يَثْبُتُ فِي الْجَمِيعِ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ثابت ہو جائے گا ان سب صورتوں کے اندر بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ ایک ہی عورت کی گواہی سے۔ جب بھی معتدہ بچے کو جنم دے اور خاوند انکار کرے تو ایک ہی عورت یعنی وہ جو دایہ ہوتی ہے اس کی گواہی کے ذریعے کیا ہو جائے گا نسب ثابت ہو جائے گا۔ صاحبین فرماتے ہیں بھئی کہ فراش قائم ہے کیونکہ عورت عدت گزار رہی ہے بھئی ابھی فراش پوری طرح ختم نہیں۔ بھئی دیکھو فراش کس کو کہتے تھے؟ کہ کسی عورت کا کسی شخص کے بچوں کو جنم دینے کے لیے متعین ہونا کہ یہ اسی شخص کے بچوں کو جنم دے سکتی ہے جیسے کسی سے نکاح کر لیا، سمجھ میں آیا؟ تو منکوحہ کیا ہوتی ہے اس شخص کا فراش ہوتی ہے بھئی۔ تو یہاں پر بھی صاحبین فرماتے ہیں فراش قائم ہے کیونکہ فراش کس کو کہتے تھے؟ عورت کا کسی شخص کے بچوں کو جنم دینے کے لیے متعین ہونا، تو یہاں بھی جب عدت گزار رہی ہے کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے کہ نہیں کر سکتی؟ نہیں، جب عدت گزار رہی ہے تو کسی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی تو گویا فراش ابھی بھی ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ فراش ابھی بھی قائم ہے۔ تو فراش کی وجہ سے نسب ثابت ہو جایا کرتا ہے، اب صرف اس بات کا ثبوت چاہیے کہ اس عورت نے بچے کو جنم دیا ہے یا جنم نہیں دیا، اور اس کے لیے ایک عورت یعنی دایہ کی گواہی ہی کافی ہے۔ تو نسب تو فراش کی وجہ سے ہی ثابت ہو جائے گا اور یہ ولادت کس کی وجہ سے ثابت ہو جائے گی؟ ایک دایہ کی گواہی سے۔ سمجھ میں آئی بات کہ نہیں آئی؟ فراش ابھی بھی قائم ہے کیونکہ یہ عورت ابھی کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی اسی شخص کی عدت گزار رہی ہے بھئی۔

جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی ٹھیک ہے فراش جب تک ہو اس سے نسب ثابت ہو جایا کرتا ہے لیکن یہاں فراش اس وقت قائم ہی نہیں ہے۔ وجہ یہ کہ عورت نے ایک بچے کو جنم دیا ہے اور وہ خود کہہ رہی ہے کہ میں کیا کر چکی ہوں بچے کو جنم دے چکی ہوں، اور جب بچے کو جنم دیا تو اس کی عدت گزر گئی یا نہیں گزر گئی؟ عدت گزر گئی تو اب فراش یہ قائم نہ رہا، جب فراش قائم ہی نہیں ہے تو نسب تو ایسے اب نہیں ثابت ہو گا۔ فراش قائم ہوتا تو نسب کیا ہو جاتا؟ ثابت ہو جاتا، لیکن اس نے تو خود کیا کہا میں نے بچے کو جنم دیا ہے اور بچے کو جنم دیتے ہی اس کی عدت کیا ہو گئی؟ ختم ہوئی پوری ہوئی تو وہ

عدت گزر گئی اب اس کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ گزری ہوئی چیز کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا، لہذا اب ابتدا نسب کو ثابت کرنا پڑے گا اور اس کے لیے ضروری ہے کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ دلیل سمجھ میں آئی بھئی؟

وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ يَوْمِ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ۔ بھئی ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس عورت نے نکاح کے بعد ابھی چھ ماہ پورے نہیں گزرے تھے کہ اس سے پہلے ہی ایک بچے کو جنم دیا۔ کیا کیا؟ چھ ماہ سے پہلے ہی بچے کو جنم دے دیا، اور چھ ماہ تو اقل مدت حمل ہے اس سے کم تو حمل کی مدت ہو ہی نہیں سکتی، اس سے قبل تو بچے کی پیدائش ہو ہی نہیں سکتی لہذا اب اس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت نہیں ہو گا بلکہ اسے ولد الزنا قرار دیں گے کیونکہ کوئی صورت ہی نہیں بھئی۔ یہ معنی ہے وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً جب نکاح کرلے کوئی شخص کسی عورت سے فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ يَوْمِ تَزَوَّجَهَا پس وہ لے آئی ایک بچے کو چھ ماہ سے بھی کم مُنْذُ يَوْمِ تَزَوَّجَهَا اس دن سے کہ جب اس نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اس دن سے چھ ماہ سے بھی کم مدت گزری تھی کہ وہ ایک بچے کو لے آئی، لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہو گا۔[۲]

وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدًا يَثْبُتُ نَسَبُهُ إِنِ اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ أَوْ سَكَتَ اور اگر وہ بچے کو لے آئی چھ ماہ میں بھئی چھ ماہ کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی ہے فَصَاعِدًا یا اس سے زیادہ میں يَثْبُتُ نَسَبُهُ تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ وجہ یہ ہے کہ فراش قائم ہے مولانا نکاح ہو چکا ہے اور فراش کی وجہ سے کیا ہوتا ہے نسب ثابت ہوتا ہے اور مدت بھی کتنی گزری ہے چھ ماہ یا چھ ماہ سے زیادہ گزری ہے تو اس مدت کے اندر بچے کی پیدائش ہو سکتی ہے۔ تو يَثْبُتُ نَسَبُهُ اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا إِنِ اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ اگر خاوند اس کا اعتراف کرلے أَوْ سَكَتَ یا خاموش رہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں انکار کرتا ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے پھر لعان کیا جائے گا۔ کیا کیا جائے گا؟ لعان۔ اور اگر ولادت کا انکار کرتا ہے کہ اس عورت نے بچے کو جنم ہی نہیں دیا، کیا کہتا ہے خاوند؟ بچے کو جنم ہی نہیں دیا تو بھئی فراش تو قائم ہے نسب تو ثابت ہو جائے گا اب صرف ولادت کا ثبوت باقی ہے اور اس کے لیے ایک دایہ کی گواہی کافی ہے جو اس بچے کی پیدائش کے وقت موجود تھی بھئی۔ یہ معنی ہے وَإِنْ جَحَدَ الْوِلَادَةَ يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ اور اگر اس نے ولادت کا انکار کیا تو ثابت ہو جائے گا ایک عورت کی گواہی سے، ایک ایسی عورت تَشْهَدُ بِالْوِلَادَةِ جو ولادت کی گواہی دے، تو ثابت ہو جائے گی ایک ایسی عورت کی گواہی سے جو ولادت کی گواہی دے۔[۴۳]

وَأَكْثَرُ مُدَّةِ الْحَمْلِ سَنَتَانِ وَأَقَلُّهُ سِتَّةُ أَشْهُرٍ اور حمل کی اکثر مدت یعنی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے وَأَقَلُّهُ اور حمل کی کم سے کم مدت سِتَّةُ أَشْهُرٍ چھ ماہ ہے۔ وَإِذَا طَلَّقَ الذِّمِّيُّ الذِّمِّيَّةَ فَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا جب طلاق دے دے کوئی ذمی کسی ذمیہ کو فَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا تو ان پر کوئی عدت نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ان پر عدت نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ ان کے دین میں ہو اسی طرح بھئی، تو ان کے معاملات ان کے دین کے مطابق ہوں گے اور ان کے دین میں عدت نہیں ہے تو ان پر عدت بھی نہیں ہو گی۔ وَإِنْ تَزَوَّجَتِ الْحَامِلُ مِنَ الزِّنَا جَازَ النِّكَاحُ۔ یہاں سے مسئلہ بتلا رہے ہیں کہ ایک عورت نے زنا کیا اور زنا کی وجہ سے حاملہ ہوئی تو کیا اب یہ حاملہ جو ہے جو زنا سے حاملہ ہوئی ہے کیا اس حالت حمل میں نکاح کر سکتی ہے کسی سے کہ نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی نکاح کر سکتی ہے لیکن جب تک وضع حمل نہ ہو جائے خاوند اس کے ساتھ صحبت نہ کرے۔ وَإِنْ تَزَوَّجَتِ الْحَامِلُ مِنَ الزِّنَا اور اگر نکاح کیا اس عورت نے جو کہ حاملہ ہے زنا سے جَازَ النِّكَاحُ تو نکاح جائز ہے وَلَا يَطَؤُهَا اور وہ خاوند اس کے ساتھ صحبت نہ کرے حَتَّى تَضَعَ حَمْلَهَا یہاں تک کہ وہ اپنے حمل کو جنم دے دے۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟

كِتَابُ النَّفَقَاتِ۔ نفقات جمع ہے نفقہ کی بھئی، وہ کھانے پینے کا خرچہ جو خاوند اپنی بیوی کو، بچوں پر لگاتا ہے خرچ کرتا ہے یہ نفقہ کہلاتا ہے بھئی۔ کہتے

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ يَوْمِ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا تزوج امرأة فجاءت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدًا يَثْبُتُ نَسَبُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن جاءت به لستة أشهر لم يثبت نسبه» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ جَحَدَ الْوِلَادَةَ يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن جحد الولادة ثبت بشهادة امرأة واحدة» منقول ہے۔

ہیں: اَلنَّفَقَةُ وَاجِبَةٌ لِلزَّوْجَةِ عَلَى زَوْجِهَا مُسْلِمَةً كَانَتْ أَوْ كَافِرَةً کہ نفقہ واجب ہے لِلزَّوْجَةِ بیوی کے لیے عَلَى زَوْجِهَا اس کے خاوند پر۔ خاوند پر کیا واجب ہے؟ نفقہ یعنی بیوی کے کھانے پینے وغیرہ کا خرچہ واجب ہے مُسْلِمَةً كَانَتْ أَوْ كَافِرَةً چاہے وہ اس کی بیوی مسلمان ہو چاہے کافرہ ہو یعنی یہودیہ یا عیسائی ہو، إِذَا سَلَّمَتْ نَفْسَهَا فِي مَنْزِلِهِ جب وہ سپرد کر دے اپنے نفس کو اس کے گھر میں۔ بھئی عورت کیا کرے اپنے نفس کو اس کے سپرد کر دے اس کے گھر میں، تو یہاں پر تسلیم نفس ضروری تھا تسلیم نفس آ گیا تو اب عورت کا نفقہ کس پر واجب ہوا؟ خاوند پر۔ تو کہتے ہیں فَعَلَيْهِ نَفَقَتُهَا وَكِسْوَتُهَا وَسُكْنَاهَا تو اس خاوند پر واجب ہے نَفَقَتُهَا اس عورت کا نفقہ یعنی کھانے پینے کا خرچہ وَكِسْوَتُهَا اور اس کا لباس بھئی پہننے کے لیے وَسُكْنَاهَا اور اس کی رہائش بھئی۔ تو یہ خاوند کے ذمے ہے کھانا پینا، پہننے کے لیے کپڑے وَسُكْنَاهَا اور رہنے کے لیے گھر بھئی، تو اس کی رہائش خاوند کے ذمے ہے۔

يُعْتَبَرُ ذَلِكَ بِحَالِهِمَا جَمِيعًا مُوسِرًا كَانَ الزَّوْجُ أَوْ مُعْسِرًا اعتبار کیا جائے گا اس کا بِحَالِهِمَا جَمِيعًا ان دونوں کے حال کے ساتھ بھئی، مُوسِرًا كَانَ الزَّوْجُ أَوْ مُعْسِرًا خوشحال ہو اس کا خاوند أَوْ مُعْسِرًا یا تنگدست ہو بھئی یعنی مالدار ہو یا تنگدست ہو۔ بھئی عورت کو کھانے پینے کے لیے، پہننے کے لیے، رہنے کے لیے چیزوں کی ضرورت بھئی، گھر کی ضرورت ہے کپڑوں کی ضرورت ہے کھانے پینے کے لیے چیزوں کی ضرورت ہے، اب یہ خاوند کے ذمے ضروری ہیں۔ اب یہ کس قسم کی دے گا؟ اعلیٰ دے گا، متوسط دے گا یا ادنیٰ درجے کی؟ کس کی حالت کا اعتبار کریں، خاوند کی حالت کا اعتبار کریں یا عورت کی حالت کا اعتبار کریں بھئی؟ ہو سکتا ہے خاوند مالدار گھرانے کا ہو یا ہو سکتا ہے خاوند تنگدست ہو مولانا۔ بیوی میں بھی دونوں احتمال ہیں: مالدار گھرانے کی ہو یا ہو سکتا ہے غریب گھرانے کی ہو بھئی۔ تو کس کی حالت کا اعتبار کریں؟ کہتے ہیں بھئی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا: صرف خاوند کی حالت ہی معتبر نہیں صرف بیوی کی حالت ہی معتبر نہیں، دونوں کی حالت دیکھیں گے۔ اگر دونوں تنگدست ہیں پھر تو بیوی کو جو تنگدستوں کا نفقہ وغیرہ ہوتا ہے وہی دیا جائے گا، سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ خاوند کے ذمے ہو گا۔ اور اگر دونوں مالدار ہیں تو کس قسم کا خرچہ دیا جائے گا؟ مالداروں والا۔ اور اگر دونوں میں سے ایک مالدار ہے ایک غریب چاہے جو بھی مالدار ہو جو بھی غریب، چاہے خاوند مالدار ہے بیوی غریب گھرانے سے ہے یا بیوی مالدار ہے خاوند کیا ہے تنگدست ہے، دونوں صورتوں کے اندر اب نہ مالداروں والا نفقہ آئے گا نہ تنگدستوں والا نفقہ بلکہ متوسط نفقہ آئے گا۔ خاوند چاہے غریب ہی کیوں نہ ہو لیکن بیوی مالدار گھرانے کی ہے تو کس قسم کا نفقہ دینا پڑے گا؟ متوسط درجے کا۔ اسی لیے کہا يُعْتَبَرُ ذَلِكَ بِحَالِهِمَا جَمِيعًا اس کا اعتبار کیا جائے گا ان دونوں کی حالت پر مُوسِرًا كَانَ الزَّوْجُ أَوْ مُعْسِرًا خوشحال ہو اس کا خاوند یا تنگدست ہو۔

فَإِنِ امْتَنَعَتْ مِنْ تَسْلِيمِ نَفْسِهَا حَتَّى يُعْطِيَهَا مَهْرَهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ۔ پس اگر عورت رکی رہی مِنْ تَسْلِيمِ

نَفْسِهَا اپنے نفس کو سپرد کرنے سے، اپنے نفس کو خاوند کے سپرد نہیں کرتی یعنی خاوند کو صحبت نہیں کرنے دیتی حَتَّى يُعْطِيَهَا مَهْرَهَا یہاں تک کہ خاوند اسے اس کا مہر دے دے بھئی۔ عورت کہتی ہے بھئی پہلے مہر میرے حوالے کرو پھر مجھے ہاتھ لگانا۔ اب وہ مراد مہر معجل ہے جو دیا جاتا ہے مولانا عموماً نکاح میں پہلی مرتبہ بیوی کے پاس جب انسان جاتا ہے ہر علاقے میں ہوتا ہے کچھ نہ کچھ تحفے کے طور پر جو چیز وغیرہ دی جاتی ہے وہ مہر معجل ہے بھئی۔ تو بیوی کہتی ہے بھئی مہر معجل تم نے مجھے کچھ بھی نہیں دیا بھئی مہر معجل تو دو مجھے بھئی سب دیتے ہیں اپنی عورتوں کو، تو اس وقت تک میں تمہیں اپنے قریب بھی نہیں آنے دوں گی۔ تو کیا یہ عورت نافرمان ہوئی، کیا اس کو اب نفقہ نہیں دیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ تو اپنے حق کو طلب کر رہی ہے یہ نافرمان نہیں لہٰذا اس کا بھی نفقہ کس کے ذمے ہے؟ خاوند کے ذمے ہے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ فَإِنِ امْتَنَعَتْ مِنْ تَسْلِيمِ نَفْسِهَا پس اگر وہ رکی رہی اپنے نفس کو سپرد کرنے سے حَتَّى يُعْطِيَهَا مَهْرَهَا یہاں تک کہ خاوند اسے اس کا مہر دے دے فَلَهَا النَّفَقَةُ تو اس عورت کے لیے کیا ہے؟ نفقہ ہے خاوند پر کیونکہ یہاں کوتاہی کس کی طرف سے ہے؟ خاوند کی طرف سے، تو عورت کی طرف سے کوتاہی نہیں ہے تو اسے نفقہ ملے گا۔

وَإِنْ نَشَزَتْ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا حَتَّى تَعُودَ إِلَى مَنْزِلِهِ اور اگر اس نے نافرمانی کی، نَشَزَ کا معنی ہے نافرمانی کرنا، زیادتی کرنا۔ بھئی دیکھو اس عورت کا نفقہ خاوند کے ذمے ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اس کے لیے روک رکھا ہے اس کے گھر کے اندر بھئی۔ اپنے آپ کو کیا کیا ہے اس کے لیے؟ روک رکھا ہے تو خرچہ خاوند کے ذمے ہے بھئی۔ اب اگر یہ عورت بغیر اجازت کے خاوند کے گھر سے چلی جاتی ہے مثلاً اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی بلا اجازت کے چلی گئی بھئی تو یہ ناشزہ ہے۔ یہ کیا ہے؟ ناشزہ ہے، نافرمان ہے، اس کا خرچہ خاوند کے ذمے نہیں ہے یہاں تک کہ واپس آ جائے۔ کیونکہ یہاں اس نے اپنے نفس کو خاوند کے لیے نہیں روکا تو یہاں جو کوتاہی آئی یا یوں کہیں مانع آیا کس کی طرف سے آیا؟ عورت کی طرف سے آیا کہ وہ چلی گئی یہاں سے تو اب اس کو نفقہ نہیں ملے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ نَشَزَتْ اور اگر عورت نے نافرمانی کی فَلَا نَفَقَةَ لَهَا تو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے حَتَّى تَعُودَ إِلَى مَنْزِلِهِ یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اس کے گھر میں بھئی۔

وَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً لَا يُسْتَمْتَعُ بِهَا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا۔ صورت مسئلہ یہ: ایک شخص نے ایک صغیرہ کے ساتھ نکاح کیا بھئی، صغیرہ کے ولی نے اس شخص کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ تو کیا اس صغیرہ کا نفقہ خاوند پر ہو گا یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی کیونکہ عورت کا نفقہ خاوند پر اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو روکے رکھتی ہے اس کے لیے اس کے گھر میں بھئی، لیکن یہاں پر بھئی وہ صغیرہ ہے اس کے ساتھ صحبت ہو نہیں سکتی۔ جب صحبت نہیں ہو سکتی تو مانع کس کی طرف سے آ گیا؟ گویا کہ صغیرہ کی طرف سے مانع آیا لہذا اس کا خرچہ بھی خاوند کے ذمے نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً اور اگر اس کی بیوی جو تھی وہ ایسی صغیرہ تھی کہ لَا يُسْتَمْتَعُ بِهَا کہ اس سے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا تو اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں وَإِنْ سَلَّمَتْ إِلَيْهِ نَفْسَهَا اگرچہ وہ سپرد کر دے اپنے نفس کو اس کے۔ اگرچہ وہ صغیرہ کیا کر دے اپنے نفس کو اس کے سپرد کر دے لیکن پھر بھی مانع تو موجود ہے بھئی، نفس کو سپرد بھی کر دے لیکن یہ تو اتنی صغیرہ ہے صحبت ہو نہیں سکتی مانع اس کی طرف سے آ گیا بھئی۔

وَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ صَغِيرًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوَطْءِ۔ صورت یہ: ولی نے اپنے چھوٹے بچے کا نکاح کسی عورت سے کروا دیا۔ عورت کبیرہ ہے بالغہ ہے اور بچہ چھوٹا ہے، تو کیا اب اس عورت کا نفقہ اس صغیر پر آئے گا، اس کے مال میں سے ادا کیا جائے گا کہ نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اب اس عورت کو نفقہ اس صغیر کے مال میں سے دلایا جائے گا۔ وجہ یہ کہ صغیر وہ چھوٹا ہے وہ صحبت پر قادر نہیں ہے تو مانع کس کی طرف سے آیا؟ صغیر کی طرف سے، عورت کی طرف سے کوئی مانع نہیں ہے لہذا نفقہ اب ملے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ صَغِيرًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوَطْءِ اور اگر خاوند ایسا صغیر ہے جو قادر نہیں ہے وطی پر وَالْمَرْأَةُ كَبِيرَةٌ اور عورت کبیرہ ہے فَلَهَا النَّفَقَةُ مِنْ مَالِهِ تو اس عورت کے لیے نفقہ ہو گا اس صغیر کے مال میں سے۔

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنَى فِي عِدَّتِهَا رَجْعِيًّا كَانَ أَوْ بَائِنًا۔ بھئی کس عورت کے لیے نفقہ ہے کس عورت کے لیے نفقہ اور سکنیٰ وغیرہ نہیں؟ کہتے ہیں بھئی جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو عدت کے اندر اس عورت کا نفقہ اور اس کی رہائش خاوند کے ذمہ ہے بھئی۔ اس عورت کا نفقہ اور رہائش کس کے ذمے ہے؟ خاوند کے کیونکہ اس نے خاوند کی خاطر ہی تو اپنے نفس کو روک رکھا ہے اور کسی اور سے نکاح نہیں کر رہی عدت کے اندر، تو خاوند کے حق کی وجہ سے اس نے کیا کیا اپنے نفس کو روک رکھا ہے، تو چاہے طلاق رجعی دی ہو چاہے طلاق بائن دی ہو عدت تو اسی خاوند کی وجہ سے ہے اس پر بھئی لہذا اب اس کو کیا دیا جائے گا؟ نفقہ بھی اور سکنیٰ یعنی رہائش بھی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ جب طلاق دے دے کوئی شخص اپنی بیوی کو فَلَهَا النَّفَقَةُ تو اس عورت کے لیے نفقہ ہے اور اسی طرح لباس کپڑے وغیرہ بھی وَالسُّكْنَى اور رہائش بھی ہے فِي عِدَّتِهَا اس عورت کی عدت کے اندر رَجْعِيًّا كَانَ أَوْ بَائِنًا چاہے وہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہو۔

وَلَا نَفَقَةَ لِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا اور نفقہ نہیں ہے اس عورت کے لیے کہ جس کا خاوند اسے چھوڑ کر مر گیا یعنی جس کے خاوند کا انتقال ہو گیا ہے اس عورت کے لیے نفقہ نہیں ہے بھئی۔ بھئی جس عورت کے خاوند کا انتقال ہو جائے آپ نے پڑھا ہے وہ کتنا عرصہ عدت میں رہے گی؟ چار ماہ دس دن تک عدت گزارے گی۔ اب بھئی اس عورت کا نفقہ خاوند پر ہے یا نہیں؟ بھئی خاوند کا تو انتقال ہو گیا یعنی اس کے مال میں سے اس کو دلایا جائے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب اس عورت کا نفقہ خاوند پر نہیں یعنی اب خاوند کے مال میں سے اس کو نفقہ نہیں دلایا جائے گا۔ کیوں؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہاں پر اس نے جو اپنے نفس کو روکا ہوا ہے وہ خاوند کی وجہ سے نہیں روکا ہوا، حق زوج کی وجہ سے نہیں روکا بلکہ حق شرع ہے مولانا، شریعت نے حکم دیا ہے، خاوند کا تو کیا ہو چکا؟ انتقال ہو چکا ہے یہ تو شریعت کا حکم ہے، تو یہاں جو احتباس ہے یعنی اپنے آپ کو روکنا ہے یہ حق شرع کی وجہ سے ہے حق زوج کی وجہ سے نہیں۔ حق زوج کی وجہ سے ہوتا تو نفقہ آتا لیکن حق شرع کی وجہ سے ہے تو یہاں اب نفقہ نہیں آئے گا بھئی۔

بھئی صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے لیے نفقہ بھی ہے اور سکنیٰ بھی ہے اس کی عدت کے اندر چاہے طلاق رجعی دی ہو چاہے طلاق بائن۔ اور وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے تو اس پر بھی عدت ہے لیکن اس کا نفقہ خاوند پر نہیں ہے یعنی اب خاوند کے مال میں سے اس کا نفقہ نہیں ہو گا بھئی اس لیے کیونکہ مال تو اب ورثاء کا ہو چکا ہے، نیز یہاں پر اس نے اپنے نفس کو روکا ہے لیکن یہ حق خاوند کی وجہ سے نہیں روکا بلکہ حق شریعت کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو روکا ہے بھئی، خاوند کا تو انتقال ہو چکا۔

وَكُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا اور ہر ایسی فرقت جو آئے عورت کی جانب سے بِمَعْصِيَةٍ کسی گناہ کی وجہ سے فَلَا نَفَقَةَ لَهَا تو اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے بھئی۔ بھئی یہاں جو جدائی آئی تھی وہ خاوند نے طلاق وغیرہ دی تھی تو نفقہ اس کو دیتے تھے لیکن اگر جدائی کا سبب کون بنے؟ عورت بنتی ہے کسی گناہ وغیرہ کی وجہ سے تو اس صورت میں اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ مثلاً بھئی خاوند کا دوسری بیوی سے ایک بیٹا تھا، تو اس شخص

کی یہ جو بیوی تھی اس نے اس خاوند کا جو دوسری بیوی سے بیٹا تھا اس کے ساتھ صحبت کر لی۔ سمجھ میں آیا؟ اس نے اس کے ساتھ کیا کر لی؟ صحبت کر لی تو اس شخص پر یہ عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا ہو گئی؟ حرام ہو گئی۔ تو یہ فرقت جو آئی کس کی طرف سے آئی؟ بیوی کی طرف سے آئی گناہ کی وجہ سے تو اب اس صورت کے اندر اس کو نفقہ نہیں دیا جائے گا، اس کا نفقہ نہیں ہے خاوند پر۔ تو یہ معنی ہے وَكُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ اور ہر ایسی فرقت جو عورت کی جانب سے آئے بِمَعْصِيَةٍ کسی گناہ کی وجہ سے فَلَا نَفَقَةَ لَهَا تو اس عورت کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے اس لیے کیونکہ یہاں عورت اب اس شخص کے لیے حرام ہو گئی تو یہاں پر مانع کس کی طرف سے آیا؟ عورت کی طرف سے بھئی، اس نے گویا اپنے نفس کو اس شخص سے روک لیا بغیر حق کے بھئی۔

وَإِنْ طَلَّقَهَا ثُمَّ ارْتَدَّتْ سَقَطَتْ نَفَقَتُهَا۔ صورت یہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق کے بعد عدت کے اندر خاوند پر نفقہ ہوتا ہے لیکن بیوی مرتد ہو گئی۔ اب مرتد ہوئی ہے تو کہتے ہیں اب اس کو نفقہ نہیں ملے گا بھئی، نفقہ نہیں ملے گا۔ بھئی یہ یاد رکھنا یہاں جدائی کس کی طرف سے دراصل آئی تھی پہلے؟ خاوند کی طرف سے، خاوند کی طرف سے پہلے ہی کیا آ چکی ہے؟ جدائی، تو یہاں عورت کی طرف سے جو مانع آیا لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ مانع پہلے کس کی طرف سے آ چکا ہے؟ خاوند کی طرف سے۔ لیکن یہ جو عورت مرتد ہوئی ہے اس کو آپ جانتے ہیں جیل میں ڈالا جاتا ہے، اس کو محبوس کیا جائے گا، اور محبوسہ کا نفقہ خاوند کے ذمے نہیں ہوتا لہٰذا چونکہ یہ محبوسہ ہو جائے گی اور محبوسہ کا نفقہ خاوند پر نہیں ہوتا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ طَلَّقَهَا ثُمَّ ارْتَدَّتْ اور اگر خاوند نے اسے طلاق دے دی یعنی طلاق بائن ثُمَّ ارْتَدَّتْ پھر کیا ہوئی یہ مرتد ہو گئی سَقَطَتْ نَفَقَتُهَا تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا خاوند سے۔

وَإِنْ مَكَّنَتِ ابْنَ زَوْجِهَا مِنْ نَفْسِهَا۔ صورت یہ بھئی: ابھی بتلایا آپ کو اگر مانع کس کی طرف سے آئے؟ عورت کی طرف سے آئے کسی معصیت وغیرہ کی وجہ سے تو اس عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔ اب ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی طلاق بائن، اور طلاق بائن کے بعد اب اس عورت نے اس خاوند کے بیٹے کے ساتھ جو دوسری بیوی سے تھا اس کے ساتھ کیا کر لی؟ صحبت کر لی تو یہ عورت خاوند پر حرام ہو گئی لیکن اس کے باوجود اسے عدت کے اندر نفقہ ملے گا۔ بھئی کہتے ہیں یہاں تو مانع عورت کی طرف سے آیا! کہتے ہیں نہیں بھئی مانع عورت کی طرف سے آیا لیکن اس مانع کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ پہلے سے ہی ایک مانع کس کی طرف سے آ چکا ہے؟ خاوند کی طرف سے، پہلے ہی مانع آ چکا ہے خاوند کی طرف سے تو اس مانع کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ تو لہٰذا اب طلاق بائن کے بعد اگر اس نے صحبت کی ہے تو اب اس کا نفقہ اس کو ملے گا۔ ہاں اگر طلاق سے پہلے وہ صحبت کرتی تو مانع پھر کس کی طرف سے آتا؟ عورت کی طرف سے، پھر اس صورت میں اسے نفقہ نہیں ملے گا۔ یہ معنی ہے وَإِنْ مَكَّنَتِ ابْنَ زَوْجِهَا مِنْ نَفْسِهَا اور اگر قدرت دے دی ابْنَ زَوْجِهَا اپنے خاوند کے بیٹے کو مِنْ نَفْسِهَا اپنی ذات پر فَإِنْ كَانَ بَعْدَ الطَّلَاقِ اگر یہ طلاق کے بعد تھا فَلَهَا النَّفَقَةُ تو اس عورت کے لیے نفقہ ہے، وَإِنْ كَانَ قَبْلَ الطَّلَاقِ اور اگر یہ طلاق سے پہلے ہو فَلَا نَفَقَةَ لَهَا تو پھر اس عورت کے لیے کوئی نفقہ نہیں۔

وَإِذَا حُبِسَتِ الْمَرْأَةُ فِي دَيْنٍ أَوْ غَصَبَهَا رَجُلٌ كُرْهًا فَذَهَبَ بِهَا أَوْ حَجَّتْ مَعَ غَيْرِ مَحْرَمٍ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا۔ کہتے ہیں إِذَا حُبِسَتِ الْمَرْأَةُ ایک عورت نے کسی کا دین دینا تھا اور ادا نہیں کر رہی، اس نے قاضی کے پاس جا کر اسے جیل میں ڈلوا دیا، تو یہ محبوسہ ہوئی مولانا دین میں۔ کیا اس کا نفقہ ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی محبوسہ جو قید میں ہوتی ہے اس کا نفقہ خاوند پر نہیں کیونکہ مانع یہاں کس کی طرف سے آیا؟ عورت کی طرف سے مانع آ گیا بھئی کہ اب وہ اس کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا حُبِسَتِ الْمَرْأَةُ فِي دَيْنٍ جب محبوس کر دیا گیا، قید کر لیا گیا کسی عورت کو دین کے اندر أَوْ غَصَبَهَا رَجُلٌ یا اس عورت کو غصب کر لیا کسی آدمی نے یعنی اسے لے گیا كُرْهًا اس کی مرضی کے خلاف بھئی زبردستی بھئی فَذَهَبَ بِهَا پس اس کو لے گیا أَوْ حَجَّتْ مَعَ غَيْرِ مَحْرَمٍ یا اس عورت نے حج کیا یعنی حج پر گئی غیر محرم کے ساتھ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا تو اس کے لیے بھی نفقہ نہیں۔ بھئی کوئی اور شخص اس کو پکڑ کر لے گیا اس کی مرضی کے خلاف پھر بھی اس کے لیے نفقہ نہیں ہے۔ بھئی کیوں نہیں نفقہ؟ عورت کا دخل تو نہیں ہے اس میں! کہتے ہیں بھئی خاوند کا بھی دخل نہیں ہے، تو یہاں مانع آیا اور اس مانع کے اندر چونکہ خاوند کا کوئی دخل نہیں لہٰذا عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔ ہاں مانع خاوند کی طرف سے آئے پھر عورت کو نفقہ ملتا ہے اور یہاں مانع خاوند کی طرف سے آیا؟ نہیں، تو مانع تو آ گیا اور خاوند کا تو اس میں کوئی حصہ نہیں ہے لہٰذا اب عورت کو اس کا نفقہ نہیں ملے گا۔ یا وہ عورت غیر محرم کے ساتھ حج پر چلی گئی تو بھی اس کے لیے نفقہ نہیں ہے کیونکہ یہاں پر مانع کس کی طرف سے آ گیا؟ عورت کی طرف سے۔

وَإِذَا مَرِضَتْ فِي مَنْزِلِ الزَّوْجِ فَلَهَا النَّفَقَةُ اور اگر عورت بیمار ہو گئی اپنے خاوند کے گھر میں فَلَهَا النَّفَقَةُ تو اس کے لیے کیا ہے؟ نفقہ ہے۔ بھئی یہاں پر بھی مانع آیا وہ صحبت نہیں کر سکتا لیکن یہ مانع چونکہ اللہ کی طرف سے آیا ہے لہٰذا اب اس عورت کو کیا کیا جائے گا؟ اس کا نفقہ دیا جائے گا۔ تو اس میں نفقہ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اللہ کی طرف سے مانع آیا ہے بھئی۔ وَتُفْرَضُ عَلَى الزَّوْجِ نَفَقَةُ خَادِمِهَا إِذَا كَانَ مُوسِرًا اور مقرر کیا جائے گا خاوند

پر اس عورت کے خادم کا نفقہ إِذَا كَانَ مُوسِرًا جب کہ وہ خوشحال ہو یعنی مالدار ہو۔ بھئی اگر خاوند مالدار ہے تو بیوی کے خادم کا نفقہ بھی کس کے ذمے ہے؟ خاوند کے ذمے ہے۔ وَلَا تُفْرَضُ لِأَكْثَرَ مِنْ خَادِمٍ وَاحِدٍ اور مقرر نہیں کیا جائے گا ایک خادم سے زیادہ کے لیے، ایک خادم سے زیادہ کا نفقہ خاوند پر مقرر نہیں کیا جائے گا۔

وَعَلَيْهِ أَنْ يُسْكِنَهَا فِي دَارٍ مُفْرَدَةٍ لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ تَخْتَارَ ذَلِكَ اور خاوند پر واجب ہے کہ وہ ٹھہرائے اپنی اس بیوی کو فِي دَارٍ مُفْرَدَةٍ علیحدہ گھر کے اندر، ایسا علیحدہ گھر لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ جس میں کوئی ایک بھی نہ ہو خاوند کے گھر والوں میں سے إِلَّا أَنْ تَخْتَارَ ذَلِكَ مگر یہ کہ عورت اس کو اختیار کر لے یعنی خاوند کے گھر والوں کے ساتھ رہے پھر تو ٹھیک۔ بھئی خاوند پر عورت کے لیے رہائش مہیا کرنا ضروری اور اس کے لیے علیحدہ گھر دے گا، ایسا گھر جس کے اندر خاوند کے گھر والوں میں سے کوئی بھی نہ ہو، والدین بھی نہ ہوں بہن بھائی وغیرہ کوئی بھی نہ ہوں کیونکہ یہ اس عورت کا حق ہے۔ لیکن پھر اس میں تفصیل یہ یاد رکھیے کہ اگر خاوند اسے گھر کے اندر ایسا کمرہ دے دیتا ہے جو اس عورت کے قبضے میں ہے اس کے پاس ہی اس کی چابی رہتی ہے کوئی اس کے اندر اس کی مرضی کے خلاف آ جا نہیں سکتا، جب گھر کے اندر ایسا علیحدہ کمرہ دے دیا تو عورت کا حق ادا ہو گیا اب وہ علیحدہ گھر کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو اس سے بھی حق ادا ہو گیا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ تو کہتے ہیں وَعَلَيْهِ أَنْ يُسْكِنَهَا فِي دَارٍ مُفْرَدَةٍ اور خاوند پر واجب ہے کہ اس کو ٹھہرائے ایسے اکیلے گھر میں لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ کہ اس کے اندر اس کے گھر والوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو إِلَّا أَنْ تَخْتَارَ ذَلِكَ مگر یہ کہ وہ عورت یہ پسند کر لے یعنی وہ اختیار کر لے اس کے گھر والوں کے ساتھ رہنا۔

وَلِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَ وَالِدَيْهَا وَوَلَدَهَا مِنْ غَيْرِهِ وَأَهْلَهَا مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا اور خاوند کے لیے جائز ہے، بھئی خاوند روک سکتا ہے اس بیوی کے والدین اسے ملنے آتے ہیں اس گھر کے اندر خاوند منع کر سکتا ہے کہ اس گھر میں نہ آؤ، اس عورت کا پہلے خاوند سے کوئی بیٹا ہے وہ اسے ملنے آتا ہے خاوند اسے روک سکتا ہے، اسی طرح اس کے اور رشتے دار آتے ہیں بیوی کے پاس ملنے تو خاوند ان کو روک سکتا ہے کیونکہ یہ خاوند کا گھر ہے تو وہ کیا کر سکتا ہے ان سب کو اس کے اندر آنے سے روک سکتا ہے۔ وَلِلزَّوْجِ اور خاوند کے لیے جائز ہے أَنْ يَمْنَعَ وَالِدَيْهَا کہ وہ روک دے اس عورت کے والدین کو وَوَلَدَهَا مِنْ غَيْرِهِ اور اس عورت کے بچے کو مِنْ غَيْرِهِ جو اس خاوند کے علاوہ سے ہے یعنی پچھلے خاوند سے ہے اس کو روک دے وَأَهْلَهَا اور اس عورت کے جو اہل ہیں یعنی جو رشتہ دار وغیرہ ہیں ان کو روک سکتا ہے مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا اس پر داخل ہونے سے یعنی اس کے پاس آنے سے روک سکتا ہے۔ وَلَا يَمْنَعُهُمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهَا وَلَا مِنْ كَلَامِهِمْ مَعَهَا فِي أَيِّ وَقْتٍ اِخْتَارُوا لیکن وہ خاوند ان کو روک نہیں سکتا مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهَا اس کی طرف دیکھنے سے وَلَا مِنْ كَلَامِهِمْ مَعَهَا اور نہ ان کو اس کے ساتھ بات چیت کرنے سے فِي أَيِّ وَقْتٍ اِخْتَارُوا کسی بھی وقت کے اندر جسے وہ پسند کریں، یعنی وہ جب بھی اس کی طرف دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اس سے نہیں روک سکتا۔ گھر میں آنے سے روک سکتا ہے گھر کے اندر نہ آؤ، سمجھ میں آئی بات؟

تفصیل علماء نے لکھی ہے اس سلسلے میں بھئی: خاوند کا بیوی پر بہت زیادہ حق ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آپ نے بھی پڑھا ہو گا حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ خاوند کو کیا کرے سجدہ کرے، یہ اگر جائز ہوتا تو بیوی کا خاوند کے لیے سجدہ جائز تھا اور کسی کے لیے نہیں بھئی، اتنا حق ہے خاوند کا۔ جی اور اس کے والدین وغیرہ ملنے آتے ہیں تو کہتے ہیں ہفتے میں ایک مرتبہ بیوی کو جانے کی اجازت دے بھئی، بیوی ہفتے میں ایک دفعہ والدین سے ملنے جا سکتی ہے یا وہ اس کے پاس آ سکتے ہیں۔ باقی رشتہ داروں کے پاس سال میں ایک دفعہ جا سکتی ہے یا وہ اس کے پاس آ سکتے ہیں، اس سے زائد کو خاوند روک سکتا ہے۔ شرعی مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے تفصیل بیان کر دی بھئی۔ تو ایک ہفتے میں ملاقات کے لیے جا سکتی ہے ہاں یہ ہے خاوند زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے، سمجھ میں آیا؟ مل کر پھر آ جانا جلدی بھئی۔ یا اس کے والدین آتے ہیں تو بعض اقوال یہ بھی آئے ہیں کہ والدین کو آنے سے روک نہیں سکتا خاوند، والدین ملنے آئے ہیں تو وہ آئیں گے اور ملیں گے اس کے ساتھ ہاں خاوند ان کو قیام کی اجازت نہ دے یہ اس کی مرضی ہے کہ یہاں قیام نہیں کر سکتے ملو بیٹھو جتنی دیر بیٹھنا ہے اور پھر چلے جاؤ یہاں رات گزارنے کی اجازت نہیں، یہ کر سکتا ہے بھئی۔ اور اس کی طرف دیکھنے اور بات چیت سے بھی منع نہیں کر سکتا، جس وقت وہ پسند کریں بات چیت کرنا دیکھنا وہ کر سکتے ہیں بھئی۔

وَمَنْ أَعْسَرَ بِنَفَقَةِ امْرَأَتِهِ اور جو تنگدست ہوا اپنی بیوی کے نفقے پر لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا تو ان دونوں میں جدائی نہیں کروائی جائے گی۔ بھئی خاوند بڑا ہی تنگدست ہو گیا بیوی کا نفقہ بھی نہیں ادا کر سکتا تو کیا ان دونوں میں جدائی کروا دی جائے اب کہ نفقہ ہی نہیں دے سکتا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی نفقہ نہ ہونے کی وجہ سے جدائی نہیں کروائی جائے گی، البتہ عورت سے کہا جائے گا کہ تو خاوند کی طرف سے قرضہ لیتی رہ یعنی کھانے پینے ضرورت کی جو چیزیں ہیں وہ منگواتی

رہ اور وہ قرضہ کس کے ذمے پھر شمار ہو گا؟ خاوند کے ذمے ہو گا وہ ادا کرے گا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ أَعْسَرَ بِنَفَقَةِ امْرَأَتِهِ اور جو تنگدست ہو گیا اپنی بیوی کے نفقے پر لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا تو ان دونوں میں جدائی نہیں کروائی جائے گی وَيُقَالُ لَهَا اور عورت سے کہا جائے گا: اِسْتَدِينِي عَلَيْهِ کہ تو دین طلب کرتی رہ اس پر یعنی قرض لیتی رہ اس پر، یعنی ادھار چیزیں منگواتی رہ۔

وَإِذَا غَابَ الرَّجُلُ وَلَهُ مَالٌ فِي يَدِ رَجُلٍ يَعْتَرِفُ بِهِ وَبِالزَّوْجِيَّةِ فَرَضَ الْقَاضِي۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: ایک شخص غائب ہو گیا چلا گیا کہیں پتا ہی نہیں بھئی کدھر گیا۔ ایک آدمی نے کہا بھئی وہ میرے پاس مثلاً ایک لاکھ روپے رکھوا کر گیا ہے، اعتراف کر رہا ہے خود کہ میرے پاس اس نے کیا کیا ہے اپنا مال رکھوایا ہے۔ یہ آدمی مال کا بھی اعتراف کر رہا ہے، اب اس کی عورت نے مطالبہ کیا نفقے کا اور وہ شخص یہ بھی تسلیم کرتا ہے یہ عورت واقعی اس کی بیوی ہے، تو اب اس مال میں سے قاضی اس عورت کے لیے نفقہ مقرر کر دے گا کہ اتنا اتنا اس کو دیتے رہو مدت کے اندر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا غَابَ الرَّجُلُ جب کوئی شخص غائب ہو گیا وَلَهُ مَالٌ فِي يَدِ رَجُلٍ يَعْتَرِفُ بِهِ اور اس کا کچھ مال تھا ایک ایسے آدمی کے قبضے میں يَعْتَرِفُ بِهِ جو اس مال کا کیا کر رہا ہے اعتراف کر رہا ہے وَبِالزَّوْجِيَّةِ اور اس عورت کے بیوی ہونے کا بھی اعتراف کر رہا ہے، فَرَضَ الْقَاضِي فِي ذَلِكَ الْمَالِ نَفَقَةَ زَوْجَةِ الْغَائِبِ تو مقرر کر دے گا قاضی اس مال کے اندر اس غائب شخص کی بیوی کا نفقہ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ اور اس شخص کے چھوٹے بچوں کا نفقہ وہ بھی مقرر کر دے گا وَوَالِدَيْهِ اور اس خاوند کے والدین کا نفقہ بھی اس میں سے کیا کر سکتا ہے مقرر کر سکتا ہے کیونکہ ان سب کا نفقہ اس شخص کے ذمے واجب ہوتا ہے تو وہ قاضی مقرر کر دے گا۔

وَيَأْخُذُ مِنْهَا كَفِيلًا بِهَا اور عورت سے لے لے گا کوئی کفیل بِهَا اس نفقے پر۔ کیا کرے گا قاضی؟ کفیل لے لے گا۔ پہلے اس عورت سے قسم لی جائے گی بھئی کہ قسم اٹھاؤ وہ تمہیں نفقہ پیشگی دے کر نہیں گیا، کہیں ایسا نہ ہو خاوند اس کو کیا کر چکا ہے پیشگی پورا نفقہ دے کر گیا ہے کہ یہ لو بھئی میں چھ مہینے بعد آؤں گا یہ چھ ماہ کا سارا نفقہ لو، تو عورت سے قسم لی جائے گی اس بات پر۔ جب وہ قسم اٹھا لے کہ مجھے وہ پیشگی نفقہ نہیں دے کر گیا تو اب قاضی اس کا حصہ مقرر کر دے گا اور اس عورت سے کوئی ضامن بھی لے لیا جائے گا اس نفقے پر۔ ضامن بھی لے لیا جائے گا مولانا کہ ہو سکتا ہے وہ پہلے ہی دے کر جا چکا ہو یا ہو سکتا ہے اس نے پہلے سے طلاق دے دی تھی اور اس عورت کی عدت گزر چکی ہے کسی کو پتا نہیں ہے لیکن یہ تو اس سے بائنہ ہو چکی ہے لہذا اس کا تو اس پر نفقہ آتا ہی نہیں! تو لہذا احتیاط اور بہتری اسی میں ہے کہ اس سے ایک ضامن لے لیا جائے جو ان چیزوں کی ضمانت دے گا اور آ کر اگر بعد میں بات مخالف نکلتی ہے تو پھر کیا کیا جائے گا اس کفیل سے اس مال کو واپس لیا جائے گا اور وہ کفیل پھر اس عورت سے واپس لے گا۔ تو کہتے ہیں وَيَأْخُذُ مِنْهَا كَفِيلًا بِهَا اور لے لے گا بھئی اس عورت سے قاضی كَفِيلًا بِهَا اس نفقے پر کوئی ضامن۔

وَلَا يَقْضِي بِنَفَقَةٍ فِي مَالِ الْغَائِبِ إِلَّا لِهٰؤُلَاءِ۔ اچھا بھئی قاضی نے بیوی کا نفقہ بھی مقرر کر دیا اس کے مال میں سے، چھوٹے بچوں کا بھی نفقہ مقرر کر دیا اور اس کے والدین کا بھی نفقہ مقرر کر دیا۔ کیا ان کے علاوہ بھی تو بھئی اس کے کچھ قریبی رشتے دار ہیں لیکن بڑے غریب اور تنگدست ہیں، کیا ان کا نفقہ نہیں مقرر کر سکتا قاضی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ان کا نفقہ قاضی مقرر نہیں کر سکتا۔ یہ معنی ہے وَلَا يَقْضِي بِنَفَقَةٍ فِي مَالِ الْغَائِبِ اور فیصلہ نہ کرے نفقے کا فِي مَالِ الْغَائِبِ غائب شخص کے مال کے اندر إِلَّا لِهٰؤُلَاءِ مگر انہی لوگوں کے لیے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ وہ غائب ہے تو قضا علی الغائب تو درست ہی نہیں ہے لیکن یہاں چونکہ ان لوگوں کی زندگی کے لیے نفقہ ضروری تھا اس لیے یہاں ان میں تو اجازت دے دی گئی باقیوں کا نفقہ تو اس پر واجب ہی نہیں ہے تو وہ قاضی اب اس کو مقرر نہیں کر سکتا۔

وَإِذَا قَضَى الْقَاضِي لَهَا بِنَفَقَةِ الْإِعْسَارِ۔ صورت مسئلہ یہ: عورت کا خاوند اسے نفقہ نہیں دے رہا تھا وہ قاضی کے پاس چلی آئی، قاضی نے اس پر نفقہ مقرر کر دیا۔ لیکن ان دنوں وہ شخص تنگدست تھا تو نفقہ بھی کس قسم کا مقرر کیا؟ تنگدستوں والا، غریبوں والا کم مال اس پر مقرر کیا۔ پھر مولانا کچھ عرصے کے بعد خاوند کو مال حاصل ہوا مالدار ہو گیا کاروبار وغیرہ بہترین چل پڑا اس کا بھئی، لیکن اب پھر وہ عورت کو وہی خرچہ دے رہا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ جو غربت کی حالت میں دیا کرتا تھا افلاس کی حالت میں وہی دے رہا ہے۔ عورت پھر قاضی کے پاس آ گئی۔ تو قاضی تو ایک دفعہ فیصلہ کر چکا ہے نفقے کا، کیا اب پھر اس کے لیے خوشحالوں والا نفقہ، مالداروں والا نفقہ مقرر کرے گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اب کیا ہے عذر جو تھا وہ ختم ہو چکا، اس وقت ہم نے تنگدستوں والا نفقہ کیوں مقرر کیا تھا؟ کیونکہ عذر تھا وہ شخص خود تنگدست تھا، اب عذر جاتا رہا اب کون سا نفقہ مقرر کر دیا جائے گا؟ مالداروں والا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا قَضَى الْقَاضِي

لَهَا بِنَفَقَةِ الْإِعْسَارِ جب فیصلہ کر دیا قاضی نے اس عورت کے لیے تنگدستی کے نفقے کا ثُمَّ أَيْسَرَ پھر یہ شخص مالدار ہوا فَخَاصَمَتْهُ پس اس کی بیوی نے اس کے ساتھ خصومت کی، جھگڑا کیا تَمَّمَ لَهَا نَفَقَةَ الْمُوسِرِ تو قاضی پورا کر دے گا اس عورت کے لیے نَفَقَةَ الْمُوسِرِ مالدار کے نفقے کو اس کے لیے پورا کر دے گا یعنی اب اس کا فیصلہ کر دے گا۔

وَإِذَا مَضَتْ مُدَّةٌ۔ اچھا صورت یہ: ایک عورت ہے اس کو خاوند نے کافی عرصے تک نفقہ نہیں دیا۔ اب عورت قاضی کے پاس آئی اور نفقے کا مطالبہ کیا، تو کیا گزشتہ ایام کا نفقہ بھی اس کو دلایا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی جو دن گزر چکے ان کا نفقہ عورت کو نہیں دلایا جائے گا، وہ دن گزر چکے مولانا۔ ہاں اگر قاضی نے پہلے فیصلہ کیا تھا، تو یاد رکھیے نفقہ عطیہ ہے کس کی طرف سے؟ خاوند کی طرف سے عطیہ ہے، تو لہٰذا اگر قاضی نے فیصلہ کیا تھا پہلے یا خاوند اور عورت میں صلح ہوئی تھی باقاعدہ نفقہ طے ہوا تھا، تو ان دو صورتوں کے اندر اب گزشتہ ایام کا نفقہ بھی دلایا جائے گا کیونکہ قاضی کے فیصلے یا ان دونوں کی آپس کی رضامندی کی وجہ سے وہ واجب ہو چکا، ورنہ تو یہ عطیہ ہے واجب ہی نہیں ہے لہٰذا خاوند پر گزشتہ ایام کا نفقہ دینا ضروری نہیں بھئی۔ وَإِذَا مَضَتْ مُدَّةٌ لَمْ يُنْفِقِ الزَّوْجُ عَلَيْهَا اور جب کچھ مدت گزر گئی کہ جس کے اندر خرچ نہیں کیا خاوند نے اس پر وَطَالَبَتْهُ بِذَلِكَ اور مطالبہ کیا اس سے اس نفقے کا عورت نے فَلَا شَيْءَ لَهَا تو اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْقَاضِي فَرَضَ لَهَا نَفَقَةً مگر یہ کہ قاضی نے اس کے لیے نفقہ مقرر کیا ہو، یعنی اگر پہلے مقرر کیا تھا جب ایک دفعہ مقرر کر دیا اب جتنی مدت گزری ہے وہ بھی دینا پڑے گا بھئی کیونکہ پہلے قاضی نے کیا کر دیا تھا؟ مقرر کیا تھا تو درمیان والی مدت کا دینا پڑے گا، أَوْ صَالَحَتِ الزَّوْجَ عَلَى مِقْدَارِهَا یا اس عورت نے صلح کی تھی اپنے خاوند کے ساتھ اس نفقے کی مقدار پر: دونوں باہم کیا ہوئے تھے راضی ہو گئے تھے خاوند نے کہا تھا ہر ہفتے کا یا ہر مہینے کا میں تمہیں اتنا خرچہ دیا کروں گا، تو اب اس صورت کے اندر بھی گزشتہ ایام کا دیا جائے گا۔ فَيَقْضِي لَهَا بِنَفَقَةِ مَا مَضَى تو اگر قاضی نے پہلے اس کے لیے مقرر کیا تھا یا اس نے خاوند کے ساتھ کسی مقدار پر صلح کی تھی فَيَقْضِي لَهَا بِنَفَقَةِ مَا مَضَى تو اب فیصلہ کر دے گا قاضی اس کے لیے اس زمانے کے نفقے کا مَا مَضَى جو کہ گزر چکا ہے، وہ اس کو دلا دیا جائے گا۔

فَإِنْ مَاتَ الزَّوْجُ بَعْدَ مَا قَضَى عَلَيْهِ بِالنَّفَقَةِ وَمَضَتْ شُهُورٌ سَقَطَتِ النَّفَقَةُ۔ صورت مسئلہ یہ: عورت قاضی کے پاس چلی گئی، قاضی نے اس کے لیے نفقہ مقرر کر دیا خاوند پر کہ اتنا نفقہ دو گے تم اس کو ہر ہفتے میں یا ہر مہینے کے اندر۔ پھر اس فیصلے کے بعد کئی مہینے گزر گئے اور خاوند نے ادائیگی نہیں کی، اور ابھی ادائیگی نہیں کی تھی کہ اسی دوران پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ تو کئی مہینے گزر گئے ہیں اور اس عورت نے نفقہ نہیں پایا اور قاضی کیا کر چکا تھا اس کا فیصلہ کر چکا تھا، تو کیا اب یہ دلایا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی خاوند کا انتقال ہو گیا، نفقہ کیا ہے؟ یہ تو عطیہ ہے اور عطیہ موت کے ساتھ کیا ہو جایا کرتا ہے؟ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اس پر قبضہ نہیں ہوا تو قبضے سے پہلے ہی موت آ گئی۔ کہتے ہیں فَإِنْ مَاتَ الزَّوْجُ بَعْدَ مَا قَضَى عَلَيْهِ بِالنَّفَقَةِ اگر خاوند مر جائے بعد اس کے کہ جب فیصلہ کر دیا گیا تھا اس پر نفقے کا وَمَضَتْ شُهُورٌ اور کئی مہینے گزر گئے سَقَطَتِ النَّفَقَةُ تو نفقہ کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔

وَإِنْ أَسْلَفَهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ۔ صورت مسئلہ یہ: ایک خاوند نے عورت کو پیشگی ہی چھ ماہ کا یا سال کا نفقہ دے دیا۔ پھر ابھی یہ سال پورا نہیں ہوا تھا کہ خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا۔ تو کیا وہ جو نفقہ تھا وہ واپس لیا جائے گا؟ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ مثلاً خاوند کا انتقال ہو گیا تو اب ورثاء کیا اس سے واپس لے سکتے ہیں کہ بھئی خاوند کا انتقال تو کتنے عرصے میں ہوا؟ چار ماہ میں ہو گیا یا چھ ماہ میں مثلاً ہو گیا اور اس نے تمہیں سال کا خرچہ دیا تھا، تو یہ چھ ماہ کا خرچہ تو ٹھیک ہے اس پر پڑتا تھا یہ آپ نے استعمال کر لیا اور اب اگلے جو چھ ماہ ہیں وہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ متوفی عنہا کا، جس عورت کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو اس کو اس کے مال میں سے نفقہ نہیں ملے گا تو یہ نفقہ اب تمہارا حق نہیں بنتا یہ واپس لاؤ جمع کروا دو مال وراثت میں اب شمار کریں گے! سمجھ میں آیا؟ یا بیوی مر گئی اس مدت کے اندر تو خاوند کیا اب اس کے مال میں سے وہ نفقہ واپس لے سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ عطیہ تھا اور جب اس پر قبضہ کر لیا گیا اور موت آ گئی تو اب اس کے اندر واپسی کی کوئی صورت نہیں ہے یہ پختہ ہو چکا۔ کہتے ہیں وَإِنْ أَسْلَفَهَا، أَسْلَفَ کا معنی پیشگی دینا: وَإِنْ أَسْلَفَهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ اور اگر خاوند نے اسے پیشگی دے دیا ایک سال کا نفقہ ثُمَّ مَاتَ پھر مر گیا، مَاتَ یہ نہ سمجھنا خاوند مر گیا نیچے لکھا ہوا ہے أَحَدُهُمَا ان دونوں میں سے کوئی ایک مر گیا چاہے خاوند مرے چاہے بیوی مرے، لَمْ يَسْتَرْجِعْ مِنْهَا بِشَيْءٍ تو واپس نہیں لے سکتا اس سے کوئی بھی چیز۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يُحْتَسَبُ لَهَا نَفَقَةُ مَا مَضَى وَمَا بَقِيَ لِلزَّوْجِ کہ شمار کیا جائے گا، حساب لگایا جائے گا اس عورت کے لیے گزشتہ ایام کے نفقے کا وَمَا بَقِيَ لِلزَّوْجِ اور مابقیہ کس کے لیے ہو گا؟ خاوند کا ہو گا، یعنی جتنی مدت گزر چکی ہے وہ نفقہ اس کا کاٹ لیں گے وہ اس سے واپس نہیں لیں گے اور باقی سارا کیا کر لیں گے اس سے واپس لے لیں گے۔ چلیے بس مولانا۔ هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۴: کتاب النفقات (۲): نفقۂ اولاد، والدین اور ذوی الارحام کے واجب ہونے کی شرائط، نفقۂ غلام اور عسرتِ زوج میں قرض کا حکم

مختصر القدوری صفحہ: ۱۶۵—بتاریخ: ۱ مئی ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ حُرَّةً فَنَفَقَتُهَا دَيْنٌ عَلَيْهِ يُبَاعُ فِيهَا۔ وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ أَمَةً فَبَوَّأَهَا مَوْلَاهَا مَعَهُ مَنْزِلًا فَعَلَيْهِ النَّفَقَةُ، وَإِنْ لَمْ يُبَوِّئْهَا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا عَلَيْهِ۔ وَنَفَقَةُ الْأَوْلَادِ الصِّغَارِ عَلَى الْأَبِ لَا يُشَارِكُهُ فِيهَا أَحَدٌ كَمَا لَا يُشَارِكُهُ فِي نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ أَحَدٌ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ۔ بھئی ایک غلام تھا اس نے اپنے آقا کی اجازت سے ایک آزاد عورت سے نکاح کر لیا بھئی۔ آزاد عورت سے نکاح کر لیا۔ اب آپ جانتے ہیں کہ بیوی کا نفقہ خاوند پر آتا ہے تو یہاں پر بھی غلام پر اس کی بیوی کا نفقہ آئے گا بھئی۔ اس کا نفقہ آئے گا۔ تو کہتے ہیں یہ جو اس کی آزاد بیوی ہے اس کا نفقہ اس پر دین ہے اور اس دین کے سلسلے میں اس کو بیچا جائے گا اور اس کے ذریعے کیا کیا جائے گا؟ نفقے کو ادا کیا جائے گا۔ اگر پھر نفقہ آیا اس پر پھر اس کو آگے بیچا جائے گا، پھر اگر تیسری مرتبہ پھر نفقہ آیا پھر اس کو کیا کیا جائے گا؟ بیچا جائے گا۔ تو نفقہ یہ واحد دین ہے جس میں غلام کو بار بار آگے بیچا جائے گا اور اس دین کی ادائیگی کی جائے گی بھئی۔ اور اگر اس کا آقا دے دیتا ہے پھر تو بات ہی ختم ہو گئی مولانا، پھر تو آگے بیچنے کی ضرورت ہی نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ حُرَّةً اور جب نکاح کر لیا غلام نے کسی آزاد عورت کے ساتھ فَنَفَقَتُهَا دَيْنٌ عَلَيْهِ تو اس عورت کا نفقہ اس غلام پر دین ہے يُبَاعُ فِيهَا اس کو بیچا جائے گا اس نفقے کے اندر۔ بھئی آپ کے ذہن میں اشکال آ سکتا ہے کہ بھئی جب غلام کو بیچا جائے گا اور اس کے ذریعے نفقے کی ادائیگی ہو گی تو آقا کا تو نقصان ہوا بھئی، اس کے ہاتھ سے غلام نکل گیا اور جتنے ثمن وصول ہوئے تھے وہ کہاں خرچ ہو گئے؟ نفقے پر! بھئی بات یہ ہے کہ اس نے آقا کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو آقا کو علم ہے کہ اس پر کیا آئے گا نفقہ آئے گا اسے دینا پڑے گا، تو آقا اپنی طرف سے ادا کرے، جب نہیں ادا کرتا تو اس کی اجازت سے غلام نے نکاح کیا تھا تو اب اس کو بیچا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ أَمَةً فَبَوَّأَهَا مَوْلَاهَا مَعَهُ مَنْزِلًا فَعَلَيْهِ النَّفَقَةُ۔ اچھا بھئی ایک شخص نے باندی کے ساتھ نکاح کر لیا، اس کا عکس بھئی: پچھلے مسئلے میں خاوند غلام تھا اور بیوی آزاد تھی، اب خاوند آزاد ہے اور بیوی باندی ہے۔ تو ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کر لیا اور اب اس باندی کا اس پر نفقہ آئے گا یا نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی اگر آقا اس باندی سے خدمت نہیں لیتا اور اس کو اس کے خاوند کے گھر ہی ٹھہراتا ہے کہ اب جاؤ اس کے پاس ہی رہو، پھر تو یہاں مولانا اس پر نفقہ آئے گا خاوند پر بھئی کیونکہ یہاں احتباس پایا گیا عورت نے کیا کر لیا خاوند کے لیے اپنے آپ کو اس کے پاس روک رکھا ہے تو نفقہ دینا

پڑے گا۔ لیکن اگر احتباس نہ پایا گیا یعنی خاوند کے پاس باندی کو ٹھہرایا ہی نہیں ہے آقا اس سے اپنی خدمت لیتا رہتا ہے تو پھر اس صورت میں اس پر نفقہ بھی نہیں آئے گا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا؟ وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ أَمَةً جب نکاح کیا کسی شخص نے کسی باندی سے فَبَوَّأَهَا مَوْلَاهَا مَعَهُ مَنْزِلًا پس ٹھہرایا اس باندی کے آقا نے اس باندی کو مَعَهُ اس کے خاوند کے ساتھ مَنْزِلًا کسی گھر میں فَعَلَيْهِ النَّفَقَةُ تو اس خاوند پر کیا آئے گا اس کا نفقہ واجب ہو گا۔ وَإِنْ لَمْ يُبَوِّئْهَا اور اگر اس باندی کو نہیں ٹھہرایا خاوند کے ساتھ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا عَلَيْهِ تو کوئی نفقہ نہیں ہے اس باندی کے لیے اس کے خاوند پر۔

وَنَفَقَةُ الْأَوْلَادِ الصِّغَارِ عَلَى الْأَبِ اور چھوٹی اولاد، صغار اولاد جو ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوئی بھئی ان کا نفقہ ان کے باپ پر ہوتا ہے لَا يُشَارِكُهُ فِيهَا أَحَدٌ شریک نہیں ہوتا ان کے باپ کے ساتھ فِيهَا اس نفقے کے اندر أَحَدٌ کوئی ایک بھی۔ باپ کے ساتھ اس نفقے میں اور کوئی شریک نہیں یعنی کسی اور پر وہ نفقہ نہیں آئے گا سارا کا سارا کس پر آئے گا؟ باپ پر آئے گا، كَمَا لَا يُشَارِكُهُ فِي نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ أَحَدٌ جیسے کہ شریک نہیں ہوتا اس کے ساتھ اس کی بیوی کے نفقے میں أَحَدٌ کوئی ایک بھی۔ بیوی کے نفقے میں جیسے کوئی ایک بھی شریک نہیں ہوتا سارا کا سارا خاوند کو دینا پڑتا ہے اسی طرح چھوٹی اولاد نابالغ اولاد جو ہے اس کا بھی نفقہ سارا کس پر ہے؟ باپ پر ہے۔

فَإِنْ كَانَ الصَّغِيرُ رَضِيعًا فَلَيْسَ عَلَى أُمِّهِ أَنْ تُرْضِعَهُ۔ بھئی ایک شخص ہے اس کا چھوٹا بچہ ہے، چھوٹے بچے کو ماں کو دودھ پلانا چاہیے بھئی لیکن ماں پر دودھ پلانا لازم نہیں ہے بھئی۔ وہ کہہ دیتی ہے میں دودھ نہیں پلا سکتی تو اب خاوند اسے مجبور نہیں کر سکتا زبردستی کہ نہیں بھئی تمہیں ہی دودھ پلانا پڑے گا بچے کو، بلکہ اب باپ کیا کرے گا اس کے لیے کوئی اور عورت تلاش کرے گا دایہ جو اسے کیا کرے گی دودھ پلائے گی اس کی ماں کے پاس رہتے ہوئے بھئی۔ بھئی ماں کی اپنے بچے پر شفقت کسی سے مخفی نہیں ہے، سب سے زیادہ شفقت کس کی ہوتی ہے؟ ماں کی ہوتی ہے اپنے بچے پر، پھر وہ اپنے بچے کو دودھ نہیں پلا رہی معلوم ہوا کوئی عذر ہو گا وہ عاجز ہو گی دودھ پلانے سے بھئی۔ تو اب مجبور نہیں کیا جا سکتا بھئی۔ تو بچے کا نفقہ باپ پر ہوتا ہے اور یہاں تو بچے کا نفقہ کیا ہے؟ دودھ ہے، تو اب باپ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا بندوبست کرے کوئی عورت دودھ پلانے والی اس کا بندوبست کرے بچے کے لیے جو اس بچے کو دودھ پلائے اس کی ماں کے پاس ہی رہتے ہوئے کیونکہ پرورش تو ماں کا حق ہے، پرورش ماں کرے گی اور دودھ وہ عورت پلائے گی بھئی۔ کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ الصَّغِيرُ رَضِيعًا اگر وہ صغیر وہ جو چھوٹا بچہ تھا رَضِيعًا دودھ پینے والا تھا، رضیع کہتے ہیں جو دودھ پیتا ہو، فَلَيْسَ عَلَى أُمِّهِ أَنْ تُرْضِعَهُ تو واجب نہیں ہے اس صغیر رضیع کی ماں پر أَنْ تُرْضِعَهُ کہ اسے دودھ پلائے، وَيَسْتَأْجِرُ لَهُ الْأَبُ اور اجرت پر رکھے گا اس کے لیے اس کا باپ مَنْ کسی ایسی عورت کو تُرْضِعُهُ جو اسے دودھ پلائے گی عِنْدَهَا اس کی ماں کے پاس۔[1]

فَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا وَهِيَ زَوْجَتُهُ أَوْ مُعْتَدَّتُهُ لِتُرْضِعَ وَلَدَهَا لَمْ يَجُزْ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: خاوند کی بیوی نے اپنے بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا۔ اب خاوند نے کہا بھئی پھر میں اجرت پر کوئی عورت ڈھونڈتا ہوں جو اسے دودھ پلائے بھئی۔ تو اس کی ماں تیار ہو گئی کہ میں دودھ پلاؤں گی مجھے اجرت دیا کرو۔ مجھے اجرت دیا کرو بھئی! تو کہتے ہیں نہیں بھئی اس کے لیے اجرت پر دودھ پلانا جائز نہیں ہے بھئی، اسے اجرت نہیں دی جائے گی ویسے ہی دودھ پلائے گی بھئی کیونکہ دیانتاً اسی پر دودھ پلانا ضروری ہے۔ بھئی قرآن میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ اور والدات جو ہیں وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں گی۔ تو اب پتا چلا بھئی اب یہ خود تیار ہو گئی معلوم ہوا عجز نہیں ہے، اس نے ویسے ہی انکار کیا تھا تو اب اس پر پلانا ضروری ہو گا بھئی اور اجرت نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح اگر بیوی کو طلاق رجعی دی تھی اور وہ معتدہ تھی اور وہ تیار ہو گئی میں اجرت پر پلاتی ہوں، تو کہتے ہیں وہاں بھی یہی حکم ہے اجرت پر وہ نہیں پلائے گی بھئی ویسے ہی پلائے گی کیونکہ دیانتاً ہے ہی اسی پر دودھ پلانا، یہ جو ہم نے سہولت دی تھی کس وجہ سے دی تھی؟ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ عاجز ہو کوئی مانع ہو جس وجہ سے دودھ نہیں پلاتی بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں فَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا اگر خاوند نے اسے اجرت پر رکھا وَهِيَ زَوْجَتُهُ اس حال میں کہ یہ اس کی بیوی ہے أَوْ مُعْتَدَّتُهُ یا اس کی معتدہ ہے یعنی طلاق رجعی دے چکا ہے لیکن آپ جانتے ہیں طلاق رجعی میں نکاح نہیں ٹوٹتا تو اس کا بھی یہی حکم ہے، تو اس نے اجرت پر رکھا لِتُرْضِعَ وَلَدَهَا تاکہ وہ دودھ پلائے اس کے بچے کو لَمْ يَجُزْ یہ جائز نہیں ہے بھئی، اجرت لینا اس کے لیے جائز نہیں۔

وَإِنِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَاسْتَأْجَرَهَا عَلَى إِرْضَاعِهِ جَازَ۔ ہاں اگر مدت گزر گئی عدت کی بھئی، اب عورت بائنہ ہو گئی جدا ہو گئی خاوند سے بھئی، تو اب اس نے اسی بچے کی ماں کو ہی اجرت پر رکھ لیا دودھ پلانے کے لیے تو کہتے ہیں اب جائز ہے اس لیے کہ بچے کا نفقہ باپ پر ہے اور اس عورت کے ساتھ نکاح

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ كَانَ الصَّغِيرُ رَضِيعًا فَلَيْسَ عَلَى أُمِّهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن كان الصغير وضيعا فليس على أمه» منقول ہے۔

ٹوٹ گیا وہ مثل اجنبیہ کے ہو گئی تو اب اسے اجرت پر کیا کر سکتا ہے رکھ سکتا ہے۔ کہتے ہیں وَإِنِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا اور اگر اس کی عدت گزر گئی فَاسْتَأْجَرَهَا پس اس کو اجرت پر رکھا عَلَى إِرْضَاعِهِ اس بچے کے دودھ پلانے پر جَازَ تو جائز ہے۔

وَإِنْ قَالَ الْأَبُ: لَا أَسْتَأْجِرُهَا وَجَاءَ بِغَيْرِهَا۔ صورت مسئلہ یہ: عورت خاوند سے جدا ہو گئی طلاق دی تھی عدت گزر گئی طلاق رجعی کی اور عدت گزر گئی بھئی، یہ تو طلاق رجعی کی بات چل رہی ہے بائنہ کی بھی ویسے یاد رکھیں بائنہ کے اندر دو روایتیں آتی ہیں بھئی: ایک روایت کے مطابق جائز ہے اجرت دینا ایک روایت کے مطابق اس کے لیے بھی جائز نہیں۔ تو اب بھئی صورت یہ ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور عدت گزر گئی یہ بھی بائنہ ہو گئی، تو اب خاوند بچے کو دودھ پلانے کے لیے کسی عورت کی تلاش میں ہے اس کی ماں راضی ہو گئی کہ میں دودھ پلاتی ہوں، خاوند کہتا ہے نہیں بھئی میں اس کو نہیں لے کر آؤں گا اس کو اجرت پر نہیں رکھوں گا کسی اور عورت کا انتظام کروں گا۔ چنانچہ اس نے ایک اجنبیہ عورت کا انتظام کیا اور طے ہو گیا اتنا خرچہ تمہیں دوں گا مہینے کا مثلاً بھئی۔ ادھر اس کی ماں بھی تیار ہو گئی اس نے کہا جتنی اجرت اس اجنبیہ کو دیتے ہو اتنی ہی اجرت مجھے دے دینا میں اس کو دودھ پلاؤں گی۔ اب ماں کا زیادہ حق ہے تو ماں زیادہ حقدار ہے بھئی اسے کیا کرنا چاہیے دودھ پلانے کے لیے اسے رکھنا چاہیے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ الْأَبُ: لَا أَسْتَأْجِرُهَا اور اگر باپ نے کہا کہ میں اسے اجرت پر نہیں رکھوں گا وَجَاءَ بِغَيْرِهَا اور اس کے علاوہ کسی اور عورت کو لے آیا فَرَضِيَتِ الْأُمُّ بِمِثْلِ أُجْرَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ پس راضی ہو گئی اس بچے کی ماں اس اجنبیہ کی اجرت کے مثل پر یعنی اسی جیسی اجرت پر كَانَتِ الْأُمُّ أَحَقَّ بِهِ تو اس بچے کی ماں وہ زیادہ حقدار ہے اس کی۔ وَإِنِ الْتَمَسَتْ زِيَادَةً لَمْ يُجْبَرِ الزَّوْجُ عَلَيْهَا۔ ہاں اگر اس نے زیادہ پیسے چاہے تو اب خاوند کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اسی کو دودھ پلانے کے لیے رکھو۔ ہاں اگر اتنے ہی پیسے لیتی ہے پھر تو اس خاوند کو مجبور کیا جائے گا کہ کیا کرو اس کی ماں کو دودھ پلانے کے لیے رکھو بھئی، اور اگر وہ زیادہ پیسے مانگتی ہے تو اب خاوند کو مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب اس کا نقصان ہے اس صورت میں۔ وَإِنِ الْتَمَسَتْ زِيَادَةً اور اگر اس نے چاہا زیادہ کو لَمْ يُجْبَرِ الزَّوْجُ عَلَيْهَا تو مجبور نہیں کیا جائے گا خاوند کو اس زیادہ پر۔[۲]

وَنَفَقَةُ الصَّغِيرِ وَاجِبَةٌ عَلَى أَبِيهِ وَإِنْ خَالَفَهُ فِي دِينِهِ صغیر کا نفقہ واجب ہے باپ پر اگرچہ وہ مخالف ہو اس کے دین کے اندر بھئی۔ باپ کا مذہب اور بچے کا مذہب اور، پھر بھی صغیر کا نفقہ کس پر ہے؟ باپ پر ہے۔ صورت مسئلہ یہ: ایک مثلاً ذمی تھا ایک ذمیہ تھی بھئی، مثلاً دونوں عیسائی ہیں باپ بھی عیسائی اور بیوی بھی عیسائی یا جو بھی دوسرا مذہب فرض کر لو، ان میں سے بیوی مسلمان ہو گئی۔ اور آپ نے پڑھا ہے بھئی کہ ماں باپ میں سے جس کا مذہب اعلیٰ درجے کا ہو گا بچہ اسی مذہب پر شمار ہو گا، تو اب ان کا جو بچہ تھا ماں کا دین اعلیٰ ہے اسلام ہے تو لہٰذا بچہ بھی کیا شمار ہو گا؟ مسلمان شمار ہو گا اگرچہ ابھی چھوٹا سا ہے بھئی دو چار ماہ کا ہے پانچ ماہ کا ہے یا دو سال کا ہے چار سال کا ہے، صغیر ہے اسے تو مذاہب کا ابھی پتا ہی نہیں ہے لیکن وہ شمار کیا ہو گا؟ یہاں مسلمان شمار ہو گا۔ تو اب بچے کے باپ کا دین الگ ماں کا دین الگ بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ جدائی بھی ہو گئی جو بھی ہو گیا لیکن نفقہ کس پر آئے گا؟ باپ پر ہی ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ جدائی بھی ہو گئی پھر بھی نفقہ باپ کے ذمے ہے بھئی، جدائی ہونے سے کیا اس کا باپ ہونا منتفی ہوا؟ باپ تو وہ پھر بھی ہے بھئی اگرچہ جدائی آ جائے تو نفقہ اسی پر ہے اگرچہ بچے کا اور باپ کا دین ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ یہی بات بتلا رہے ہیں: وَنَفَقَةُ الصَّغِيرِ وَاجِبَةٌ عَلَى أَبِيهِ اور نابالغ چھوٹے بچے کا نفقہ واجب ہے اس کے باپ پر وَإِنْ خَالَفَهُ فِي دِينِهِ اگرچہ وہ اس کے مخالف ہو اس کے دین میں، كَمَا تَجِبُ نَفَقَةُ الزَّوْجَةِ عَلَى الزَّوْجِ وَإِنْ خَالَفَتْهُ فِي دِينِهِ جیسے کہ واجب ہوتا ہے بیوی کا نفقہ اس کے خاوند پر وَإِنْ خَالَفَتْهُ اگرچہ عورت اس کے مخالف ہو فِي دِينِهِ اس کے دین میں۔ بھئی خاوند مسلمان ہے بیوی عیسائی ہے کیا نفقہ آتا ہے یا نہیں آتا؟ نفقہ آتا ہے بھئی، تو یہاں بھی دیکھو جیسے بیوی دین میں مخالف ہے خاوند کے پھر بھی اس کا نفقہ خاوند پر آتا ہے تو جب بچہ مخالف ہو تو وہاں بھی اسی طرح کیا ہو گا باپ پر نفقہ آئے گا۔

وَإِذَا وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ۔ اچھا بھئی اب بتائیں گے بچے کی پرورش کا حقدار کون ہے؟ میاں بیوی میں جدائی آ گئی بچہ صغیر ہے چھوٹا ہے اس کی پرورش کا حق کسے ہے؟ تو یاد رکھیے بچے کی پرورش کا حق سب سے زیادہ ماں کو ہے بھئی، خاوند اس سے زبردستی بچے کو نہیں لے سکتا بھئی سات سال کی عمر تک بھئی۔ فقہاء کرام نے کتنا لکھا ہے؟ ہاں آگے تفصیل آ جائے گی جب بچہ خود کھانے پینے پہننے لگے خود استنجا کرنے لگے تو اب اس کے بعد پھر باپ حقدار ہے اس کی پرورش کا بھئی، اس سے پہلے کون حقدار ہے؟ ماں حقدار ہے۔ لیکن اگر ماں نے دوسری شادی کر لی اب ماں کا حق ختم ہوا، اب زیادہ حقدار اس کی نانی ہے

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَرَضِيَتِ الْأُمُّ بِمِثْلِ أُجْرَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فرضيت الأم بمثل أجر الأجنبية» منقول ہے۔

بھئی، نانی ماں کی ماں۔ اگر نانی نہیں ہے تو پھر پرنانی کی طرف جائیں گے بھئی اوپر تک بھئی جو بھی ہو ان میں سے وہ زیادہ حقدار ہے بھئی۔ اچھا اگر نانی پرنانی وغیرہ بھی کوئی نہیں ہے تو پھر اب دادی زیادہ حقدار ہے، باپ کی ماں بھئی۔ پھر اگر دادی بھی نہیں ہے تو پھر اس بچے کی بہنیں جو ہیں وہ زیادہ اس کی حقدار ہیں، دیکھیے ترتیب آرہی ہے ساری کتاب کے اندر۔

وَإِذَا وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ، تفصیل میں نے بتلادی بھئی یہ کب تک زیادہ حقدار ہیں؟ سات سال کی عمر تک یعنی جب بچہ خود اپنے سارے کام کرنے لگے اس وقت تک یہ زیادہ حقدار ہیں، اس کے بعد پھر اس کا باپ جو ہے بچے کا وہ زیادہ حقدار ہے کیونکہ پھر بچے کو تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے اور باپ زیادہ اس پر قادر ہے تو پھر باپ کے حوالے کیا جائے گا۔ ہاں اس سے پہلے باپ نہیں لے سکتا الا یہ کہ کوئی مانع آجائے بھئی۔ وَإِذَا وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اور جب جدائی واقع ہو جائے میاں بیوی کے درمیان فَالْأُمُّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ تو اس کی ماں زیادہ حقدار ہے بچے کی۔ فَإِنْ لَمْ تَكُنِ الْأُمُّ فَأُمُّ الْأُمِّ أَوْلَى مِنْ أُمِّ الْأَبِ اگر اس بچے کی ماں نہ ہو یا ماں تو ہے لیکن اس نے کیا کر لیا ہے دوسری شادی کر لی ہے، فَأُمُّ الْأُمِّ أَوْلَى تو ماں کی ماں جو ہے یعنی نانی وہ زیادہ لائق ہے مِنْ أُمِّ الْأَبِ باپ کی ماں یعنی دادی سے۔ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أُمُّ الْأُمِّ فَأُمُّ الْأَبِ أَوْلَى مِنَ الْأَخَوَاتِ اگر اس کی أُمُّ الْأُمِّ یعنی نانی نہ ہو فَأُمُّ الْأَبِ أَوْلَى تو باپ کی ماں یعنی دادی جو ہے وہ زیادہ لائق ہے مِنَ الْأَخَوَاتِ اس بچے کی بہنوں سے۔ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ جَدَّةٌ فَالْأَخَوَاتُ أَوْلَى مِنَ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ اگر کوئی دادی نہیں ہے فَالْأَخَوَاتُ أَوْلَى مِنَ الْعَمَّاتِ تو اس کی بہنیں وہ زیادہ لائق ہیں اس بچے کی پھوپھیوں سے وَالْخَالَاتِ اور اس کی خالاؤں سے بھئی، بہنیں زیادہ حقدار ہیں اس کی پرورش کی۔[۳]

اب بہنیں تین قسم پر ہو سکتی ہیں مولانا: یا تو سگی بہن ہو گی کہ اس بچے کا اور بہن دونوں کے ماں باپ ایک ہی ہیں، یا باپ شریک بہن ہو گی کہ اس بچے کا اور اس بہن کا باپ تو ایک ہے لیکن ماں الگ الگ ہے وہ دوسری بیوی سے ہے، یا تیسری صورت یہ کہ دونوں کی ماں ایک ہے باپ الگ الگ ہے: ماں نے پہلے کسی اور سے نکاح کیا تھا اس سے یہ بہن ہے اور اس کے بعد کسی اور سے نکاح کیا اس سے یہ بچہ ہے بھئی۔ تو ایک سگی بہن ہو گی جس میں ماں اور باپ دونوں کا ایک، دوسری صورت ماں شریک بہن ہو گی، تیسری صورت باپ شریک بہن، تو کس کا حق سب سے زیادہ ہے؟ تفصیل بتلا رہے ہیں آپ کو: کہتے ہیں وَتُقَدَّمُ الْأُخْتُ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ اور مقدم ہو گی الْأُخْتُ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ ماں باپ شریک بہن یعنی جس کا ماں اور باپ دونوں کا ایک ہی ہے، ثُمَّ الْأُخْتُ مِنَ الْأُمِّ پھر مولانا ماں شریک بہن کا درجہ ہے اس کے بعد، ثُمَّ الْأُخْتُ مِنَ الْأَبِ پھر باپ شریک بہن کا رتبہ ہے اس کے بعد بھئی پرورش میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

ثُمَّ الْخَالَاتُ أَوْلَى مِنَ الْعَمَّاتِ پھر خالائیں جو ہیں وہ زیادہ لائق ہیں اس کی پھوپھیوں سے۔ پرورش کا حق زیادہ کس کو ہے پھر؟ خالاؤں کو ہے بھئی پھوپھیوں سے۔ وَيَنْزِلْنَ كَمَا نَزَلَتِ الْأَخَوَاتُ، نَزَلَ يَنْزِلُ کے معنی اترنا یعنی درجہ بدرجہ نیچے آئیں گی: وَيَنْزِلْنَ اور وہ درجہ بدرجہ نیچے اتریں گی كَمَا نَزَلَتِ الْأَخَوَاتُ جیسے کہ درجہ بدرجہ نیچے بہنیں اتری تھیں۔ بہنوں میں پہلا درجہ کس کا تھا؟ يَرْحَمُكَ اللهُ۔ پہلا درجہ کس کا تھا بہنوں میں؟ وہ جو سگی ماں باپ شریک بہن، دوسرا درجہ کس کا تھا؟ ماں شریک بہن، تیسرا درجہ کس کا تھا؟ باپ شریک بہن کا۔ تو خالاؤں میں بھی یہی ترتیب: پہلے وہ خالہ آئے گی جو اس بچے کی ماں کی ماں باپ شریک بہن ہے۔ خالہ کس کو کہتے ہیں؟ ماں کی بہن کو، بچے کی ماں اور وہ جو خالہ ہے دونوں کے ماں باپ ایک ہی ہوں بھئی، ماں بھی ایک اور باپ بھی ایک۔ پھر اس کے بعد دوسرا درجہ کس کا ہے؟ وہ خالہ کہ اس بچے کی ماں اور اس خالہ کی ماں ایک ہو باپ کیا ہے الگ الگ۔ یا تیسرے درجے پر وہ خالہ کہ اس بچے کی ماں اور اس خالہ کا باپ ایک ہے اور ماں الگ الگ، اسی ترتیب سے۔ تو یہی بات کر رہے ہیں وَيَنْزِلْنَ كَمَا نَزَلَتِ الْأَخَوَاتُ اور یہ نیچے کو آئیں گی جیسے کہ بہنیں درجہ بدرجہ نیچے آئی تھیں، ثُمَّ الْعَمَّاتُ يَنْزِلْنَ كَذَلِكَ پھر اس کے بعد پھوپھیاں اسی طرح درجہ بدرجہ ہوں گی بھئی۔

وَكُلُّ مَنْ تَزَوَّجَتْ مِنْ هٰؤُلَاءِ سَقَطَ حَقُّهَا فِي الْحَضَانَةِ، هٰؤُلَاءِ اسم اشارہ ہے مولانا: ہر وہ عورت جس نے نکاح کر لیا مِنْ هٰؤُلَاءِ ان میں سے سَقَطَ حَقُّهَا فِي الْحَضَانَةِ تو ساقط ہو گیا اس عورت کا حق اس بچے کی پرورش میں، اب اس کا حق نہیں ہے مولانا بچے کی پرورش میں۔ اس لیے کہ نکاح کرے گی بھئی اور نکاح مثلاً کرے بچے کے غیر محرم کے ساتھ۔ محرم کے ساتھ ہی کرتی ہے، بچے کے محرم کے ساتھ ہی نکاح کر لیتی ہے مثلاً اس کے چچا کے ساتھ ہی نکاح کر لیا پھر حق ساقط نہیں ہو گا۔ ہاں غیر محرم کے ساتھ مثلاً کسی اجنبی کے ساتھ نکاح کر لیا تو اب پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا اس لیے کہ اس کا خاوند جو ہے وہ پسند نہیں کرتا اپنے پاس کہ اس کی بیوی کے پاس پچھلے خاوند کے بچے ہوں وہ ان کی صحیح طرح پرورش نہیں کرے گا بھئی تکلیف پہنچائے گا۔ تو کہتے ہیں ان سب کا حق ساقط ہو جائے گا پرورش سے إِلَّا الْجَدَّةَ مگر نانی جو ہے إِذَا كَانَ زَوْجُهَا الْجَدَّ جب کہ اس کا خاوند اس کا دادا ہو۔ بھئی میاں بیوی

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ تَكُنْ جَدَّةٌ فَالْأَخَوَاتُ أَوْلَى مِنَ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم تكن جدة فلأخوات أولى من العمات والخالات» منقول ہے۔

میں جدائی ہو گئی، بچے کی پرورش کا حق سب سے پہلے کس کے پاس ہے؟ ماں، ماں نے دوسری شادی کر لی کسی اجنبی کے ساتھ ماں کا حق کیا ہوا؟ ساقط ہوا اب خاوند اس کے پاس نہیں چھوڑنا چاہتا بھئی۔ اچھا اب حق کس کا ہے؟ نانی کا ہے، تو اگر نانی بھی نکاح کر لے تو اس کا حق بھی کیا ہو جاتا ہے ختم، لیکن نانی نے نکاح کیا لیکن اس بچے کے دادا سے کر لیا۔ کس سے کیا؟ دادا سے، تو کہتے ہیں اب اس کا حق ساقط نہیں ہو گا مولانا کیونکہ اسی بچے کے دادا سے نکاح کیا ہے بھئی۔

فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِلصَّبِيِّ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِهِ فَاخْتَصَمَ فِيهِ الرِّجَالُ۔ بھئی بچے کے گھر والوں میں سے اب کوئی عورت نہیں تھی فرض کر لیں ایسی صورت ہے بھئی، ان میں سے کوئی عورت بھی نہیں ہے تو اب مرد اس میں جھگڑا کرتے ہیں ایک کہتا ہے میں پرورش کروں گا دوسرا کہتا ہے میں پرورش کروں گا جو اس کے رشتہ دار ہیں، تو ان میں پھر کیا ترتیب ہے کون زیادہ حقدار ہے اس کی پرورش کا؟ کہتے ہیں بھئی یاد رکھو جو زیادہ قریب ہے باعتبار عصبہ کے وہ زیادہ حقدار ہے: جیسے عصبات میں سب سے پہلا درجہ کس کا تھا؟ باپ کا تھا، سمجھ میں آیا بھئی؟ دوسرا درجہ کس کا تھا؟ دادا کا، پردادا کا اوپر تک اصول بھئی جو بھی ہیں، اس کے بعد کس کا درجہ ہے؟ بھائی کا درجہ ہے وغیرہ بھئی، تو ترتیب ہے۔ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِلصَّبِيِّ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِهِ اگر نہ ہو بچے کے لیے کوئی عورت مِنْ أَهْلِهِ اس کے گھر والوں میں سے فَاخْتَصَمَ فِيهِ الرِّجَالُ پس جھگڑا کیا اس بچے کے اندر مردوں نے فَأَوْلَاهُمْ بِهِ پس ان میں سے زیادہ لائق اس بچے کا أَقْرَبُهُمْ تَعْصِيبًا جو زیادہ قریب ہے اس کے باعتبار عصبہ کے بھئی، عصبیت کے جو زیادہ قریب ہے اس کے وہ زیادہ حقدار ہے۔

وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْغُلَامِ حَتَّى يَأْكُلَ وَحْدَهُ وَيَشْرَبَ وَحْدَهُ وَيَلْبَسَ وَحْدَهُ وَيَسْتَنْجِيَ وَحْدَهُ اور ماں اور[۴]

نانی وغیرہ وہ زیادہ حقدار ہیں بچے کی حَتَّى يَأْكُلَ یہاں تک کہ وہ کھائے وَحْدَهُ اکیلا، وَيَشْرَبَ وَحْدَهُ اور اکیلا پینے لگے، وَيَلْبَسَ وَحْدَهُ اور اکیلا پہننے لگے، وَيَسْتَنْجِيَ وَحْدَهُ اور اکیلا استنجا کرنے لگے۔ یعنی خود کھانے لگے، خود پینے لگے، خود پہننے لگے، خود استنجا کرنے لگے تو اب مولانا اب اس کے بعد اب کس کا حق ہو جائے گا؟ باپ۔ اور یہ کتنی عمر میں اتنا ہو جاتا ہے تقریباً؟ فقہاء کرام نے کیا فرمایا ہے؟ سات سال بھئی۔ تو یہ زیادہ حقدار ہیں، اس کے بعد پھر باپ مولانا زیادہ حقدار ہے کیونکہ اب بچے کو تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے، اسے اخلاق سکھانے کی ضرورت ہے، آداب سکھانے کی ضرورت ہے، تو اب باپ زیادہ ان چیزوں پر قادر ہے تو لہٰذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو کس کے سپرد کر دیا جائے؟ باپ کے سپرد کر دیا جائے۔

وَبِالْجَارِيَةِ حَتَّى تَحِيضَ۔ اس کا عطف یہ پچھلے جملے میں آیا تھا بِالْغُلَامِ: وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْغُلَامِ، بِالْغُلَامِ پر عطف ہے بِالْجَارِيَةِ کا۔ ماں اور نانی وغیرہ زیادہ حقدار ہیں بچے کی یا بِالْجَارِيَةِ بچی کی بھئی لڑکی کی۔ اور ماں اور نانی وہ زیادہ حقدار ہیں لڑکی کی حَتَّى تَحِيضَ یہاں تک کہ اسے حیض آنے لگے بھئی، یعنی وہ بالغہ ہو جائے۔ مراد کیا ہے؟ بالغ ہونے، اس کے بالغہ ہونے تک وہ زیادہ حقدار ہیں، باپ ان سے نہیں لے سکتا زبردستی بھئی۔ یہ ایک قول نقل کیا گیا ایک روایت ہے مولانا، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ نو سال کی عمر تک۔ نو سال کی عمر تک ماں نانی وغیرہ زیادہ حقدار ہیں باپ زبردستی ان سے نہیں لے سکتا، اور اس کے بعد اب اسے بھی تعلیم و تربیت اخلاق و آداب وغیرہ کی ضرورت ہے اور نیز اب اس کی حفاظت کی ضرورت ہے اور باپ کیا ہے زیادہ اس پر قادر ہے، زیادہ قادر ہے بھئی۔ تو اس عمر کے بعد اب اسے مولانا تحصین کی ضرورت ہے اس کی حفاظت کی جائے اور باپ اس پر زیادہ قادر ہے۔

وَمَنْ سِوَى الْأُمِّ وَالْجَدَّةِ أَحَقُّ بِالْجَارِيَةِ حَتَّى تَبْلُغَ حَدًّا تُشْتَهَى اور ماں اور نانی کے علاوہ جو ہیں وہ زیادہ حقدار ہیں لڑکی کی یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اس حد تک تُشْتَهَى کہ شہوت والی ہو جائے۔ کیا ہو جائے؟ شہوت والی۔ بھئی ماں اور نانی کے لیے تو صاحب قدوری نے ذکر کیا بالغہ ہونے تک یہ حقدار ہیں باپ ان سے نہیں لے سکتا، اور باقی عورتیں جو ہیں ان کے بعد والی وہ بھی اس کی پرورش کی حقدار ہیں لیکن کب تک؟ اس حد تک جب کہ یہ کیا ہو جائے قابل شہوت ہو جائے بھئی، اور وہ نو سال ہے بھئی کیونکہ نو سال کم سے کم مدت ہے جس میں لڑکی بالغ ہو سکتی ہے۔

وَالْأَمَةُ إِذَا أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَأُمُّ الْوَلَدِ إِذَا أُعْتِقَتْ فَهِيَ فِي الْوَلَدِ كَالْحُرَّةِ اور باندی جب اسے آزاد کر دے اس کا آقا اور ام ولد جب اسے آزاد کر دیا جائے فَهِيَ فِي الْوَلَدِ تو یہ اپنے بچے کے بارے میں كَالْحُرَّةِ کس کی طرح ہے؟ آزاد عورت کی طرح بھئی۔ جیسے آزاد عورت کے لیے احکام بیان ہوئے بچے کے کہ وہ زیادہ حقدار ہے اس کی پرورش وغیرہ کی یہی احکام اس میں بھی جاری ہوں گے۔ وَلَيْسَ لِلْأَمَةِ وَأُمِّ الْوَلَدِ قَبْلَ الْعِتْقِ حَقٌّ فِي الْوَلَدِ اور نہیں ہے باندی کے لیے اور ام ولد کے لیے آزادی سے پہلے کوئی حق فِي الْوَلَدِ ان کے بچے میں۔ آزادی سے پہلے ان کے بچے میں ان کا کوئی

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْغُلَامِ حَتَّى يَأْكُلَ وَحْدَهُ وَيَشْرَبَ وَحْدَهُ وَيَلْبَسَ وَحْدَهُ وَيَسْتَنْجِيَ وَحْدَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والأم والجدة أحق بالغلام حتى يأكل وحده ويلبس وحده ويستنجي وحده» منقول ہے۔

حق نہیں ہے کہ ان کی پرورش میں رہے بھئی، اس لیے کہ یہ تو اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہیں بھئی لہذا یہ عاجز ہوئیں اس کی پرورش سے، ان کو عاجز سمجھا جائے گا تو ان کا کوئی حق نہیں ہے، یہ نہیں روک سکتیں یعنی، یہ نہیں روک سکتیں بھئی آقا لے سکتا ہے ان سے۔

وَالذِّمِّيَّةُ أَحَقُّ بِوَلَدِهَا الْمُسْلِمِ مَا لَمْ يَعْقِلِ الْأَدْيَانَ أَوْ يُخَافُ عَلَيْهِ أَنْ يَأْلَفَ الْكُفْرَ اور ذمیہ بھئی وہ زیادہ حقدار ہے اپنے مسلمان بچے کی۔ بھئی ایک آدمی تھا اس نے عیسائی عورت سے شادی کر لی بعد میں جدائی ہو گئی، اس عورت سے اس کا بچہ ہے تو یہ عورت ذمیہ ہوئی اور یہ زیادہ اپنے، جیسے کہ مسلمان عورت کیا تھی اپنے بچے کی زیادہ حقدار تھی اسی طرح یہ ذمیہ بھی کیا ہے اپنے بچے کی زیادہ حقدار ہے، اور یہ بچہ کیا شمار ہو گا؟ مسلمان، کیونکہ ماں باپ کے دین میں سے کون سا دین اچھا تھا؟ باپ مسلمان تھا تو اسلام بہتر دین ہے تو بچے کو بھی کس دین پر سمجھا جائے گا؟ اسلام پر بھئی تو وہ مسلمان ہے۔ تو کہتے ہیں وَالذِّمِّيَّةُ أَحَقُّ بِوَلَدِهَا الْمُسْلِمِ اور ذمیہ زیادہ حقدار ہے اپنے مسلمان بچے کی مَا لَمْ يَعْقِلِ الْأَدْيَانَ جب تک کہ وہ دینوں کو، دین کو سمجھنے نہ لگے۔ أَدْيَان جمع ہے دِین کی بھئی۔ جب تک اسے مذاہب کی سمجھ نہ آنے لگے اس وقت تک ماں زیادہ حقدار ہے، أَوْ يُخَافُ عَلَيْهِ أَنْ يَأْلَفَ الْكُفْرَ یا اس پر خوف کیا جائے کہ وہ اب الفت کرنے لگے گا کفر کے ساتھ، محبت کرنے لگے گا کس کے ساتھ؟ کفر کے ساتھ۔ بھئی دیکھیے ذمیہ زیادہ حقدار ہے اپنے بچے کی، اس سے بھی اگر باپ، مسلمان باپ اپنی عیسائی بیوی سے مثلاً بچے کو لینا چاہتا ہے تو اس سے نہیں لے سکتا وہ زیادہ حقدار ہے وہ اس کی پرورش کرے گی۔ ہاں جب بچے کی اتنی عمر ہو جائے کہ اب وہ دین کو سمجھنے لگا ہے اور خوف ہے کہ بھئی اب اس عورت کے پاس رہا تو یہ کیا ہو جائے گا کفر سے مانوس ہو جائے گا، کفر کے ساتھ اس کا دل لگ جائے گا کہیں، تو لہذا اب اس صورت میں اس سے لے لیا جا سکتا ہے بھئی، لے لیا جائے گا بچے کو۔

وَإِذَا أَرَادَتِ الْمُطَلَّقَةُ أَنْ تَخْرُجَ بِوَلَدِهَا مِنَ الْمِصْرِ فَلَيْسَ لَهَا ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ تُخْرِجَهُ إِلَى وَطَنِهَا وَقَدْ كَانَ الزَّوْجُ تَزَوَّجَهَا فِيهِ۔ بھئی ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور عورت آپ جانتے ہیں بچے کی زیادہ حقدار ہے پرورش کی، بچہ ماں کے پاس ہے۔ اب ماں اس کو لے کر اس شہر سے کسی دوسرے شہر جانا چاہتی ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی یہ جانے کی اسے اجازت نہیں ہو گی کیونکہ یہ تو خاوند کو تکلیف دینا ہے اب اس کو بچے کے ساتھ ملنا کیا ہو جائے گا؟ مشکل ہو جائے گا بھئی۔ تو اسی شہر، ہاں اگر اپنے وطن میں لے کر جانا چاہتی ہے، وہ وطن جہاں پر اس خاوند کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی اس میں لے جانے کی اجازت ہے، وہاں لے جانے کی اجازت ہے بھئی۔ وَإِذَا أَرَادَتِ الْمُطَلَّقَةُ أَنْ تَخْرُجَ بِوَلَدِهَا مِنَ الْمِصْرِ فَلَيْسَ لَهَا ذٰلِكَ جب ارادہ کیا مطلقہ نے کہ وہ لے جائے اپنے بچے کو نکال کر مِنَ الْمِصْرِ شہر سے فَلَيْسَ لَهَا ذٰلِكَ تو اس کو اس بات کا حق نہیں ہے إِلَّا أَنْ تُخْرِجَهُ إِلَى وَطَنِهَا مگر یہ کہ اس کو لے جائے اپنے وطن کے اندر وَقَدْ كَانَ الزَّوْجُ تَزَوَّجَهَا فِيهِ اور تحقیق خاوند نے بھی اس کے ساتھ اسی شہر میں نکاح کیا تھا، پھر لے جا سکتی ہے اگر اسی شہر میں نکاح کیا تھا اسی وطن میں۔

وَعَلَى الرَّجُلِ أَنْ يُنْفِقَ عَلَى أَبَوَيْهِ وَأَجْدَادِهِ وَجَدَّاتِهِ إِذَا كَانُوا فُقَرَاءَ وَإِنْ خَالَفُوهُ فِي دِينِهِ۔ اور آدمی پر واجب ہے کہ وہ خرچ کرے اپنے والدین پر وَأَجْدَادِهِ اور اپنے اجداد جو ہیں بھئی اصول، جَدّ کا لفظ کس پر بولا جاتا ہے؟ دادا پر بھی اور نانا پر بھی، سارے آ گئے پر دادا پر نانا سارے آ گئے۔ اور آدمی پر واجب ہے کہ خرچ کرے اپنے والدین پر وَأَجْدَادِهِ اپنے دادوں نانوں پر وَجَدَّاتِهِ اور دادیوں نانیوں پر إِذَا كَانُوا فُقَرَاءَ جب یہ کیا ہوں؟ فقیر ہوں محتاج ہوں تو ان کا نفقہ اس آدمی پر ہے بھئی، وَإِنْ خَالَفُوهُ فِي دِينِهِ اگرچہ وہ مخالف ہوں دین کے اندر اس کے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ان کا دین اور ہے اس کا دین اور ہے پھر بھی اس پر نفقہ ہو گا جب کہ وہ فقراء ہوں محتاج ہوں مسکین ہوں۔

وَلَا تَجِبُ النَّفَقَةُ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّينِ إِلَّا لِلزَّوْجَةِ وَالْأَبَوَيْنِ وَالْأَجْدَادِ وَالْجَدَّاتِ وَالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْوَلَدِ۔ اچھا بھئی یاد رکھیے دین مختلف ہوں تو نفقہ نہیں آتا پھر، لیکن کچھ جگہیں ایسی ہیں جہاں دین مختلف ہی کیوں نہ ہو پھر بھی کیا ہوتا ہے نفقہ دینا ضروری ہوتا ہے۔ کچھ جگہیں تو گزر گئیں ابھی بتلایا: اصول جتنے بھی ہیں چاہے دین مختلف ہی کیوں نہ ہو ان کا نفقہ آئے گا آدمی پر، اصول جو اوپر کی طرف ہیں باپ، ماں باپ ہیں، نانا نانی، دادا دادی وغیرہ دین مختلف ہی کیوں نہ ہو پھر بھی ان کا کیا ہو گا نفقہ اس آدمی پر آئے گا بشرطیکہ وہ کیا ہوں؟ فقیر ہوں۔ اسی طرح بیوی کا نفقہ آتا ہے چاہے دین مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح جو فروع ہیں اولاد اور اولاد کی اولاد اگر وہ فقیر ہیں تو ان کا نفقہ کیا ہو گا؟ اس شخص پر آئے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں نفقہ واجب نہیں ہوتا دین کے اختلاف کے ساتھ إِلَّا لِلزَّوْجَةِ مگر بیوی کے لیے وَالْأَبَوَيْنِ اور ماں باپ کے لیے وَالْأَجْدَادِ وَالْجَدَّاتِ اور اجداد کے لیے یعنی جو اصول ہیں دادا پر دادا نانا پر نانا وغیرہ وَالْجَدَّاتِ اور جو جدات ہیں یعنی دادی پر دادی وغیرہ نانی پر نانی وغیرہ یہ سب اس میں آ گئیں، وَالْوَلَدِ اور ولد کے لیے اولاد کے لیے یعنی بیٹا بیٹی ہے وَوَلَدِ الْوَلَدِ اور اولاد کی اولاد بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ ولد میں نے بتایا تھا لفظ مشترک اس میں بیٹا بھی داخل ہے اور بیٹی بھی داخل ہے۔

وَلَا يُشَارِكُ الْوَلَدَ فِي نَفَقَةِ أَبَوَيْهِ أَحَدٌ اور شریک نہیں ہو گا ولد کے ساتھ فِي نَفَقَةِ أَبَوَيْهِ اس کے ماں باپ کے نفقے کے اندر أَحَدٌ کوئی ایک بھی۔ کوئی ایک بھی شریک نہیں ہو گا اس کے ساتھ بھئی، اس اکیلے پر نفقہ ہے۔ مثلاً بھئی ایک شخص ہے بڑا محتاج اور مسکین ہے خرچ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اس بیچارے کے پاس، اس کا ایک بیٹا ہے بڑا مالدار ہے، اس شخص کا باپ بھی زندہ ہے وہ بھی بڑا مالدار ہے، تو اب نفقہ کس پر آئے گا؟ یہ شخص محتاج ہے، باپ بھی اس کا ہے مالدار ہے، بیٹا بھی ہے مالدار ہے، ابھی صاحب قدوری نے مسئلہ بتلا دیا کہ ماں باپ کا نفقہ کس پر ہوتا ہے؟ بیٹے پر ہوتا ہے اور اس میں کوئی اور اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتا، تو کس پر نفقہ واجب ہوا؟ بیٹے پر بھئی۔ یہ معنی ہے وَلَا يُشَارِكُ الْوَلَدَ فِي نَفَقَةِ أَبَوَيْهِ أَحَدٌ اور شریک نہیں ہو گا ولد کے ساتھ اس کے والدین کے نفقے میں کوئی ایک بھی۔

وَالنَّفَقَةُ وَاجِبَةٌ لِكُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ إِذَا كَانَ صَغِيرًا فَقِيرًا أَوْ كَانَتِ امْرَأَةً بَالِغَةً فَقِيرَةً أَوْ كَانَ ذَكَرًا زَمِنًا أَوْ أَعْمَى فَقِيرًا، يَجِبُ ذٰلِكَ عَلَى مِقْدَارِ الْمِيرَاثِ۔ اور نفقہ واجب ہو گا ہر، ذِي رَحِمٍ کہتے ہیں قریبی رشتہ دار، مَحْرَمٍ جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہوتا ہے، اور نفقہ واجب ہے ہر اس کے قریبی محرم رشتہ دار کے لیے إِذَا كَانَ صَغِيرًا جب کہ وہ کیا ہو؟ جب کہ وہ صَغِيرًا فَقِيرًا ایسا صغیر ہے نابالغ ہے کہ جو فقیر ہے محتاج ہے بھئی، جو فقیر ہے اور محتاج ہے، أَوْ كَانَتِ امْرَأَةً یا جو اس کا قریبی محرم رشتہ دار کوئی ایسی عورت ہے بَالِغَةً فَقِيرَةً جو بالغہ ہے اور فقیرہ ہے یعنی مسکین ہے بھئی۔ بچے کا نابالغ ہونے تک ہے جب بالغ ہو جائے گا ختم، اور عورت چاہے بالغہ ہی کیوں نہ ہو اس کا قریبی ہے اور محرم ہے، قریبی رشتہ دار محرم ہے تو اس کا نفقہ دے گا بھئی واجب ہے۔ أَوْ كَانَ ذَكَرًا زَمِنًا یا ایسا مذکر ہے زَمِنًا جو اپاہج ہے۔ بھئی صغیر کا تو نفقہ تھا بالغ کا نفقہ تو نہیں تھا چاہے قریبی محرم ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر وہ قریبی رشتہ دار بالغ تو ہے لیکن اپاہج ہے بیچارہ معذور ہے تو اب یہ بالغ ہی کیوں نہ ہو جائے قریبی اور محرم رشتہ دار ہے تو اس شخص پر اس کا نفقہ ہو گا۔ أَوْ أَعْمَى یا کیا ہو؟ اندھا ہو فَقِيرًا فقیر ہے بھئی محتاج ہے۔ يَجِبُ ذٰلِكَ عَلَى مِقْدَارِ الْمِيرَاثِ تو یہ واجب ہو گا اس پر میراث کی مقدار بھئی، جتنا وراثت میں اس کا حصہ بنتا ہے اس قریبی محرم رشتہ دار کا اسی کے بقدر نفقہ اس پر واجب ہو گا۔

دیکھو صورت اس طرح سمجھ میں آئے گی آپ کو: ایک آدمی ہے بڑا فقیر اور محتاج ہے اور اس کی تین بہنیں ہیں اور کوئی رشتہ دار نہیں۔ ایک سگی بہن ہے ماں باپ شریک، ایک صرف ماں شریک بہن ہے، ایک باپ شریک بہن ہے اور کوئی نہیں۔ تو بہن قریبی رشتہ دار بھی ہوئی اور محرم بھی ہوئی دونوں شرطیں پائی گئیں، تو یہ ان کے لیے قریبی رشتہ دار بھی ہوا محرم بھی ہوا، اور قریبی رشتہ دار اور محرم اس کا مثلاً یہ اندھا ہے یا کچھ ہے بھئی، اچھا اس کا نفقہ اب وہ بہنیں مالدار ہیں تینوں بھئی تو اس کا نفقہ ان پر آئے گا، ان پر واجب ابھی آپ کو صاحب قدوری نے مسئلہ بتلا دیا کہ وہ کیا آتا ہے قریبی محرم رشتہ دار پر نفقہ واجب ہو جاتا ہے بھئی۔ اب کتنا کتنا نفقہ ہر ایک پر آئے گا؟ کہتے ہیں جتنا وراثت میں جس کا حصہ بنتا تھا اسی کے بقدر اس پر نفقہ بھی آئے گا۔ مثلاً اگر جب یہ آدمی مرے گا اس کی وراثت ان بہنوں میں ہی تقسیم ہونی ہے، جو سگی بہن ہے پانچ حصے کریں گے کل، وراثت کے مسائل آپ آگے جا کر پڑھیں گے ان شاء اللہ، کہتے ہیں یہاں صورت جو بنے گی مال کے پانچ حصے کیے جائیں گے اور اس بہن کو سگی بہن کے پانچ میں سے تین حصے ہوں گے، باپ شریک بہن کا ایک حصہ ہو گا، ماں شریک بہن کا بھی ایک حصہ ہو گا۔ تو جتنا جتنا حصہ جس کا وراثت میں بن رہا ہے اسی کے بقدر ان پر نفقہ بھی آئے گا، اسی کے بقدر نفقہ بھی آئے گا۔ مثلاً اس آدمی کا مہینے کا خرچ ہے فرض کرو پانچ ہزار، پانچ ہزار کی ضرورت پڑتی ہے اسے، تو اس پانچ ہزار میں سے تین ہزار کس پر ضروری ہو گا؟ سگی بہن پر جو ماں باپ شریک ہے کیونکہ اس کا حصہ بھی کتنا بنتا تھا وراثت میں؟ پانچ میں سے تین حصے، تو اتنا ہی کل نفقے کے پانچ حصے کریں گے تین حصے سگی بہن کو ادا کرنے پڑیں گے، ایک حصہ باپ شریک بہن کو، ایک حصہ ماں شریک بہن کو۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو يَجِبُ ذٰلِكَ عَلَى مِقْدَارِ الْمِيرَاثِ یہ نفقہ واجب ہو گا میراث کی مقدار کے بقدر یعنی جتنا میراث میں جس کا حصہ بنتا ہے اسی کے بقدر اسے نفقہ دینا پڑے گا۔

وَتَجِبُ نَفَقَةُ الِابْنَةِ الْبَالِغَةِ وَالِابْنِ الزَّمِنِ عَلَى أَبَوَيْهِ أَثْلَاثًا، عَلَى الْأَبِ الثُّلُثَانِ وَعَلَى الْأُمِّ الثُّلُثُ اور واجب ہو گا بالغہ بیٹی کا نفقہ اور اپاہج بیٹے کا نفقہ عَلَى أَبَوَيْهِ اس کے والدین پر أَثْلَاثًا تین حصے کرتے ہوئے: عَلَى الْأَبِ الثُّلُثَانِ باپ پر دو ثلث ہوں گے یعنی دو تہائی باپ پر ہو گا وَعَلَى الْأُمِّ الثُّلُثُ اور ماں پر تیسرا حصہ یعنی ایک ثلث۔ ایک تہائی ماں پر آئے گا اور دو تہائی کس پر آئیں گے؟ باپ پر آئیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ بالغہ بیٹی اور بالغ اپاہج بیٹے کی بات چل رہی ہے، صغیر ہو تو اس کا نفقہ صرف کس پر آتا ہے؟ باپ پر۔

وَلَا تَجِبُ نَفَقَتُهُمْ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّينِ اور ان کا نفقہ واجب نہیں ہو گا دین کے اختلاف کے ساتھ۔ اگر ان کے ساتھ اختلاف دین کا ہے اس کا مذہب اور ہے اور ان کے باپ کا مذہب اور ہے تو پھر اس باپ پر ان کا نفقہ نہیں آئے گا۔ وَلَا تَجِبُ عَلَى الْفَقِيرِ اور نفقہ فقیر پر واجب نہیں ہو گا۔ بھئی

ایک شخص خود غریب اور مسکین ہے اس کے دوسرے محرم قریبی رشتہ دار بھی غریب اور مسکین ہیں، اگر یہ مالدار ہوتا تو اس پر نفقہ آتا تھا لیکن اگر یہ فقیر اور محتاج ہے تو اس پر نفقہ نہیں آئے گا۔ ہاں البتہ بیوی اور ولد صغیر کا ہر حال میں آئے گا، سمجھ میں آیا؟ اسی لیے بین السطور لکھا ہوا ہے إِلَّا لِلزَّوْجَةِ وَوَلَدِهِ الصَّغِيرِ بھئی بیوی کے لیے اور صغیر بچے کا نفقہ وہ چاہے فقیر ہی کیوں نہ ہو اس پر ضرور ہے۔

وَإِذَا كَانَ لِلِابْنِ الْغَائِبِ مَالٌ قُضِيَ عَلَيْهِ بِنَفَقَةِ أَبَوَيْهِ۔ صورت یہ: ایک شخص کے پاس مال ہے لیکن وہ کہیں غائب ہو گیا کہیں چلا گیا بھئی۔ ادھر اس کے والدین ہیں ان کو تو نفقے کی ضرورت ہے غریب اور مسکین ہیں اور یہ نفقہ اسی پر واجب ہوتا تھا، تو قاضی اس کے مال میں سے فیصلہ کر دے گا بھئی اور کیا کیا جائے گا؟ وہ اس کے والدین پر خرچ کیا جائے گا۔ کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ لِلِابْنِ الْغَائِبِ مَالٌ اور جب وہ بیٹا جو کہ غائب ہے اس کا جب کوئی مال ہو قُضِيَ عَلَيْهِ بِنَفَقَةِ أَبَوَيْهِ تو فیصلہ کر دیا جائے گا اس پر اس کے والدین کے نفقے کا، اب وہ غائب ہے لیکن مال سے لے کر اس کے والدین پر خرچ کیا جائے گا۔ وَإِنْ بَاعَ أَبَوَاهُ مَتَاعَهُ فِي نَفَقَتِهِمَا جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اور اگر بیچ دیا اس کے والدین نے اس کے سامان کو فِي نَفَقَتِهِمَا اپنے نفقے کے اندر جَازَ تو یہ جائز ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس لیے کہ ضرورت کے وقت باپ اپنے بیٹے کے مال کا مالک بن جایا کرتا ہے تو وہ بیچ سکتا ہے اس کے مال کو اور اس کے ذریعے اپنا خرچہ وغیرہ پورا کر سکتا ہے۔

وَإِنْ بَاعَ الْعَقَارَ لَمْ يَجُزْ اور اگر اس نے زمین کو بیچا لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں۔ اور سامان بیچ سکتے ہیں نفقے کے لیے لیکن عقار کس کو کہتے ہیں؟ غیر منقولی جائیداد بھئی۔ تو غیر منقولی چیز کو بیچتا ہے زمین کوٹھی وغیرہ باغ کھیت ان کو نہیں بیچ سکتا، وجہ یہ کہ ان میں ان سے جو نفع اٹھایا جاتا ہے ان کو باقی رکھتے ہوئے زمین کو اسی طرح رکھتے ہیں اور اس سے فصل حاصل کی جاتی ہے یا مکان وغیرہ کو اسی طرح رکھتے ہیں کرایے پر دے کر اس کے ذریعے کیا کیا جاتا ہے؟ اور سامان کو تو بیچتے ہیں تجارت میں بیچ کر کیا کرتے ہیں اس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور زمین کو تو اپنے پاس رکھتے ہوئے کیا کیا جاتا ہے اس سے نفع، لہذا ان کو نہیں بیچ سکتا۔ نیز اس لیے کہ باپ کو ولایت اس لیے ہے کہ اس کی شفقت بڑی زیادہ ہے اور یہاں پر شفقت کس صورت میں ہے؟ زمین کو باقی رکھا جائے بیٹے کے لیے یا زمین کو بیچ دیا جائے؟ باقی رکھا جائے اس کے بیٹے کے لیے اس میں شفقت زیادہ ہے لہذا زمین بیچنے کی اجازت نہیں ہو گی اور سامان بیچ سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ بَاعَ الْعَقَارَ لَمْ يَجُزْ اور اگر بیچا اس نے غیر منقولی جائیداد کو لَمْ يَجُزْ یہ جائز نہیں ہے۔

وَإِنْ كَانَ لِلِابْنِ الْغَائِبِ مَالٌ فِي يَدِ أَبَوَيْهِ فَأَنْفَقَا مِنْهُ لَمْ يَضْمَنَا۔ بھئی دیکھو بیٹا غائب ہے لیکن اس کا کچھ مال ہے والدین کے پاس، والدین نے اسی مال میں سے اپنے اوپر خرچ کر لیا اپنے نفقے پر، خود غریب ہیں محتاج ہیں تو اپنے نفقے کے لیے اس میں سے خرچ کر لیا۔ بیٹا واپس آیا آ کر کہتا ہے بھئی میرا مال کیوں خرچ کیا مجھے ضمان دو، کہتے ہیں نہیں بھئی ان پر کوئی ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ لیکن اگر اس کے بجائے کوئی اجنبی تھا بیٹا اجنبی کے پاس مال رکھوا کر چلا گیا، کوئی اجنبی تھا کوئی آدمی تھا اس کے پاس مال بیٹا رکھوا کر چلا گیا اور اس بیٹے کے والدین جو ہیں بڑے غریب اور محتاج ہیں، اس اجنبی نے اپنی طرف سے اس کے مال میں سے کیا کیا اس کے والدین کے نفقے پر خرچ کیا، اب بیٹے نے آ کر کہا تم نے کیوں میری اجازت کے بغیر خرچ کیا بھئی مجھے ضمان دو، تو کہتے ہیں ہاں ضمان لے سکتا ہے اب ضمان آئے گا مولانا۔ والدین کے پاس مال تھا وہ اپنی مرضی سے تو خرچ کر سکتے ہیں لیکن اجنبی کو تو یہ حق نہیں تھا کہ وہ اس کے مال میں سے کیا کرے اس کے والدین وغیرہ پر خرچ کرے۔ ہاں اگر قاضی نے اجازت دے دی تھی، والدین قاضی کے پاس چلے گئے تھے کہ فلاں آدمی کے پاس مال ہے ہم غریب محتاج ہیں ہمارے لیے اس میں سے نفقے کا حکم فرما دیجیے، تو قاضی نے جب فیصلہ کر دیا اب اس آدمی پر ضمان نہیں آئے گا کیونکہ قاضی کو ولایت حاصل ہے۔ وَإِنْ كَانَ لِلِابْنِ الْغَائِبِ مَالٌ فِي يَدِ أَبَوَيْهِ اور اگر وہ بیٹا جو غائب تھا اس کا مال تھا فِي يَدِ أَبَوَيْهِ اس کے والدین کے قبضے میں فَأَنْفَقَا پس ان دونوں نے خرچ کر لیا مِنْهُ اس مال میں سے لَمْ يَضْمَنَا تو یہ دونوں ضامن نہیں، والدین ضامن نہیں ہوں گے۔ وَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فِي يَدِ أَجْنَبِيٍّ اور اگر اس غائب بیٹے کا مال تھا فِي يَدِ أَجْنَبِيٍّ کسی اجنبی کے قبضے میں فَأَنْفَقَ عَلَيْهِمَا بِغَيْرِ إِذْنِ الْقَاضِي ضَمِنَ پس اس اجنبی نے خرچ کر دیا اس کے والدین پر بِغَيْرِ إِذْنِ الْقَاضِي قاضی کی اجازت کے بغیر ضَمِنَ تو وہ ضامن ہو گا بیٹا اس سے ضمان لے سکتا ہے۔

وَإِذَا قَضَى الْقَاضِي لِلْوَلَدِ وَالْوَالِدَيْنِ وَلِذَوِي الْأَرْحَامِ بِالنَّفَقَةِ فَمَضَتْ مُدَّةٌ سَقَطَتْ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُمُ الْقَاضِي فِي الِاسْتِدَانَةِ عَلَيْهِ اور جب فیصلہ کر دیا قاضی نے لِلْوَلَدِ بچے کے لیے وَالْوَالِدَيْنِ اور والدین کے لیے وَلِذَوِي الْأَرْحَامِ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے بِالنَّفَقَةِ کس چیز کا فیصلہ کر دیا؟ نفقے کا فیصلہ کر دیا فَمَضَتْ مُدَّةٌ پس کچھ مدت گزر گئی سَقَطَتْ بھئی تو وہ نفقہ کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُمُ الْقَاضِي فِي الِاسْتِدَانَةِ عَلَيْهِ مگر یہ کہ اجازت دی ہو ان کو قاضی نے اس پر قرضہ لینے کی کہ تم اس کے ذمے سے کیا کرتے رہو قرضہ

لیتے رہو ادائیگی اس کے ذمہ ہو گی۔ بھئی دیکھو بھئی صورت مسئلہ یہ ہے: قاضی نے فیصلہ کر دیا بچے کے لیے یا والدین کے لیے یا قریبی رشتہ داروں کے لیے نفقے کا بھئی۔ قاضی نے کیا کر دیا؟ نفقے کا کہ یہ محتاج غریب ہیں ان کو تم نے اس کو اتنا دینا ہے ہر مہینے اس کو اتنا دینا ہے اس کو اتنا دینا ہے بھئی، قاضی نے فیصلہ کر دیا۔ اس نے دیے ہی نہیں کچھ مہینے گزر گئے۔ اب کچھ مہینے گزرنے کے بعد اب وہ پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ گزشتہ مہینوں کا بھی ہمیں نفقہ دیا جائے، کہتے ہیں نہیں بھئی یہاں اب گزشتہ مہینوں کا نفقہ ختم ہو گیا ساقط ہو گیا، وجہ یہ کہ وہ نفقہ ضرورت کی وجہ سے آیا تھا اور گزشتہ مہینے تو گزر چکے ہیں معلوم ہوا اس میں ان کی ضرورت پوری ہو چکی ہے لہٰذا اب وہ نفقہ ان کو نہیں ملے گا بھئی، وہ نفقہ نہیں ملے گا بھئی۔ ہاں بیوی کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ وہاں پر بیوی نے اپنے آپ کو اس کے لیے روک رکھا ہے تو وہاں پر نفقہ اس کا ضروری ہوتا تھا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا قَضَى الْقَاضِي لِلْوَلَدِ وَالْوَالِدَيْنِ وَلِذَوِي الْأَرْحَامِ بِالنَّفَقَةِ جب فیصلہ کر دے قاضی بچے کے لیے نفقے کا فیصلہ کر دے یا اس شخص کے والدین کے لیے یا اس شخص کے قریبی رشتہ داروں کے لیے نفقے کا فیصلہ کر دے فَمَضَتْ مُدَّةٌ پس کچھ مدت گزر گئی سَقَطَتْ تو نفقہ کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُمُ الْقَاضِي فِي الِاسْتِدَانَةِ عَلَيْهِ مگر یہ کہ اجازت دی ہو قاضی نے ان کو اس پر قرضہ لینے کی کہ اس کے ذمے تم کیا کرتے رہو ادھار چیزیں منگواتے رہو اور سارا قرضہ اس کو پھر ادا کرنا پڑے گا، پھر نہیں ساقط ہوتا۔

وَعَلَى الْمَوْلَى أَنْ يُنْفِقَ عَلَى عَبْدِهِ وَأَمَتِهِ اور آقا پر واجب ہے کہ وہ خرچ کرے اپنے غلام پر اور اپنی باندی پر۔ بھئی غلام اور باندی کا نفقہ آقا کے ذمے ہوتا ہے، فَإِنِ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ وَكَانَ لَهُمَا كَسْبٌ اكْتَسَبَاهُ أَنْفَقَا مِنْهُ۔ وَأَنْفَقَا تو نہیں ہے آپ کی کتابوں میں؟ واؤ تو نہیں ہونا چاہیے۔ فَإِنِ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ پس اگر آقا اس سے باز رہے، آقا کیا کرتا ہے غلام یا باندی کو نفقہ نہیں دیتا وَكَانَ لَهُمَا كَسْبٌ اكْتَسَبَاهُ اور ان دونوں کی، كَسْبٌ کمائی کو کہتے ہیں، اور ان دونوں کی ایسی کمائی ہے اكْتَسَبَاهُ جو انہوں نے کمائی ہے بھئی، کمائی ہے جو دونوں نے خود کمائی ہے أَنْفَقَا مِنْهُ تو اس میں سے کیا کریں؟ خرچ کر لیں، تو یہ جزا آگئی مولانا اس پر واؤ نہیں آنا چاہیے بھئی۔ تو اگر ان کے پاس کچھ کمائی ہے جو انہوں نے خود کمائی ہے تو اس میں سے خرچ کر لیں، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَا كَسْبٌ اور اگر ان کی کوئی کمائی نہیں ہے أُجْبِرَ الْمَوْلَى عَلَى بَيْعِهِمَا تو مجبور کیا جائے گا آقا کو ان کے بیچنے پر بھئی کہ جب تم ان کو نفقہ نہیں دیتے تو اب کیا کر دو ان کو؟ بیچ دو۔ چلیے مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كُتُبُ الْعَتَاقِ وَالْمُكَاتَبِ وَالْجِنَايَاتِ وَالدِّيَاتِ وَالْحُدُودِ وَالسَّرِقَةِ

عتاق، تدبیر، استیلاد، مکاتب، ولاء، قتل کی پانچ اقسام، قصاص، دیات، قسامت، حدود (زنا، شرب، قذف) اور سرقہ و قطاع الطریق (اسباق ۱۲۵ تا ۱۳۶)

سبق نمبر ۱۲۵: کتاب العتاق: عتق کا انعقاد، تجزیِ عتق (بعض غلام کو آزاد کرنے سے کل کا آزاد ہونا: امام اعظم وصاحبین)، اور قرابت سے خود کار آزادی

مختصر القدوری صفحہ: ۱۶۷—بتاریخ: ۴ مئی ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْعَتَاقِ۔ الْعِتْقُ يَقَعُ مِنَ الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِي مِلْكِهِ۔ فَإِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَوْ أَمَتِهِ: أَنْتَ حُرٌّ أَوْ مُعْتَقٌ أَوْ عَتِيقٌ أَوْ مُحَرَّرٌ أَوْ حَرَّرْتُكَ أَوْ أَعْتَقْتُكَ فَقَدْ عَتَقَ نَوَى الْمَوْلَى الْعِتْقَ أَوْ لَمْ يَنْوِ۔ وَكَذٰلِكَ إِذَا قَالَ: رَأْسُكَ حُرٌّ أَوْ رَقَبَتُكَ أَوْ بَدَنُكَ، أَوْ قَالَ لِأَمَتِهِ: فَرْجُكِ حُرٌّ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْعَتَاقِ بھئی، یہ عین کے فتحہ کے ساتھ بھئی۔عَتَقَ يَعْتِقُ عِتْقًا وَعَتَاقًا یہ مصدر ہے،عِتْق اورعَتَاق دونوں مصدر ہیں بھئی۔ عربی زبان میں عتاق کا معنی ہے قوت کے بھئی، قوت اور طاقت بھئی۔ اور اصطلاح شریعت میں یہ تعریف آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے، کہتے ہیں هُوَ فِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ إِسْقَاطِ الْمَوْلَى حَقَّهُ عَنْ مَمْلُوكِهِ عَلٰى وَجْهٍ يَصِيرُ بِهِ مِنَ الْأَحْرَارِ: شریعت میں عتاق عبارت ہے آقا کا اپنا حق ساقط کر دینا یعنی ختم کر دینا عَنْ مَمْلُوكِهِ اپنے مملوک سے، آقا کا اپنے مملوک سے اپنا حق ختم کر دینا عَلٰى وَجْهٍ ایسے طریقے پر يَصِيرُ بِهِ مِنَ الْأَحْرَارِ کہ وہ ہو جائے آزاد لوگوں میں سے بھئی۔ آقا کا اپنے مملوک سے اپنے حق کو اس طور پر دور کرنا کہ وہ آزاد لوگوں میں سے ہو جائے یہ کیا کہلاتا ہے؟ عتاق کہلاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اس کو عَتَاق پڑھنا عِتَاق نہیں ہے بھئی، یہ رائج عِتَاق ہے لیکن عِتَاق عَتِيق کی جمع آتی ہے مصدر یہاں وہ مراد نہیں بھئی۔

کہتے ہیں الْعِتْقُ يَقَعُ مِنَ الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِي مِلْكِهِ آزادی واقع ہو جاتی ہے آزاد بالغ عاقل سے فِي مِلْكِهِ اس کی ملکیت کے اندر۔ بھئی غلام یا باندی کو آزاد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مالک کون ہو؟ آزاد ہو، بالغ ہو اور عاقل ہو۔ اور یہ آزادی اس کی ملک میں ہو یعنی اپنے مملوک کو کیا کر رہا ہے؟ آزاد کر رہا ہے، تو لہٰذا اب غیر کے مملوک کو آزاد کرے تو وہ تو اس کی ملکیت ہی نہیں ہے وہ آزاد نہیں ہو گا بھئی۔ تو عاقل بالغ ہونا ضروری ہے مولانا، معلوم ہوا بچہ یا مجنون وہ کسی طرح غلام کے مالک بنے بطور وراثت کے ملا یا کیسے اور وہ اس کو آزاد کرنا چاہتے ہیں تو وہ آزاد نہیں کر سکتے بھئی۔

فَإِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَوْ أَمَتِهِ: أَنْتَ حُرٌّ۔ اب بھئی کن کن الفاظ سے غلام یا باندی آزاد ہوں گے اور کن سے نہیں ہوں گے تفصیل بتلا رہے ہیں۔ یاد رکھیے جیسے طلاق کے باب میں آپ نے پڑھا تھا کچھ الفاظ صریح ہیں کچھ کنایہ ہیں، تو یہاں بھی کچھ الفاظ صریح ہیں آزادی میں اور کچھ کنایہ ہیں بھئی۔ صریح کس کو کہتے ہیں؟ جس کا معنی واضح ہو، یہاں آزادی کے باب میں یعنی جن کا ایک ہی معنی نکلتا ہو آزادی بھئی اس کے علاوہ اور کوئی معنی نکلتا ہی نہ ہو یہ صریح ہیں۔ ان کے اندر بھئی صریح لفظ جب اپنے غلام کو کہہ دے گا جس سے آزادی کا معنی نکلتا ہے تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا وہ باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور آپ نے یہ بھی

پڑھا تھا کہ صریح کے اندر نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی بھئی، نیت کرے یا نہ کرے غلام یا باندی خود بخود کیا ہو جائیں گے؟ آزاد، کیونکہ اس کا معنی ہی وہ نکلتا ہے اور دوسرا معنی ہی نہیں نکلتا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو جب وہی معنی نکلتا ہے تو اس کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ پھر وہ غلام آزاد ہو اب اس میں نیت کو نہیں دیکھا جائے گا کہ نیت ہے یا نیت نہیں۔ اور کچھ الفاظ کنایہ گول مول الفاظ بھئی جس میں آزادی کا معنی بھی نکلتا ہو اور دوسرا کوئی معنی بھی نکلتا ہو تو اب یہاں پر پھر نیت کو دیکھیں گے، اگر اس کی نیت ہے تو اس لفظ سے آزادی واقع ہو گی اور اگر نیت نہیں تو اس سے آزادی بھی واقع نہیں ہو گی کیونکہ اس سے تو دوسرا معنی بھی نکلتا تھا بھئی تو صرف شک کی بنا پر اب آزادی کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

تو کہتے ہیں فَإِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَوْ أَمَتِهِ جب کہا کسی شخص نے اپنے غلام سے یا اپنی باندی سے أَنْتَ حُرٌّ کہ تو آزاد ہے، یہ صریح الفاظ ذکر کر رہے ہیں بھئی دیکھو أَنْتَ حُرٌّ تو آزاد ہے، کوئی اور معنی نکلتا ہے اس کا؟ نہیں۔ أَوْ مُعْتَقٌ یا تو آزاد کیا ہوا ہے آزاد شدہ ہے، اس کا بھی اور کوئی معنی نہیں۔ أَوْ عَتِيقٌ یا عتیق کا بھی وہی معنی تو آزاد ہے، أَوْ أَنْتَ مُحَرَّرٌ یہ سارے أَنْتَ کی خبر بن رہے ہیں سمجھیں أَنْتَ حُرٌّ کہا یا أَنْتَ مُعْتَقٌ کہا یا أَنْتَ عَتِيقٌ کہا یا أَنْتَ مُحَرَّرٌ، محرر کا معنی بھی آزاد کیا ہوا۔ أَوْ حَرَّرْتُكَ یا یہ لفظ کہا فعل لے کر آیا میں نے تجھے آزاد کر دیا، أَوْ أَعْتَقْتُكَ میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ تو یہ صریح الفاظ ہیں سارے، تو کہتے ہیں فَقَدْ عَتَقَ وہ غلام تحقیق آزاد ہو جائے گا نَوَى الْمَوْلَى الْعِتْقَ أَوْ لَمْ يَنْوِ نیت کی ہو آقا نے آزادی کی یا نیت نہ کی ہو۔

وَكَذٰلِكَ إِذَا قَالَ: رَأْسُكَ حُرٌّ۔ اسی طرح بھئی اگر کوئی ایسا لفظ ذکر کیا پورا غلام تو نہیں ذکر کیا لیکن ایسا لفظ ذکر کیا جس سے پورے انسان کو کیا کیا جاتا ہو؟ تعبیر کیا جاتا ہو، مثلاً کہا رَأْسُكَ حُرٌّ تمہارا سر آزاد ہے اور عربی زبان میں سر بول کر پورا انسان مراد لیا جاتا ہے بھئی۔ تو إِذَا قَالَ جب کہا رَأْسُكَ حُرٌّ تیرا سر آزاد ہے أَوْ رَقَبَتُكَ حُرٌّ بھئی خبر آگے آجائے گی یا تیری گردن آزاد ہے أَوْ بَدَنُكَ یا تیرا بدن آزاد ہے، أَوْ قَالَ لِأَمَتِهِ یا کسی نے اپنی باندی سے کہا فَرْجُكِ حُرٌّ تیری شرمگاہ آزاد ہے، تو باندی میں شرمگاہ بول کر کیا کرتے ہیں پوری باندی مراد لی جاتی ہے عربی زبان میں بھئی تو یہاں بھی وہ آزاد ہو جائے گی بھئی۔

وَإِنْ قَالَ: لَا مِلْكَ لِي عَلَيْكَ وَنَوَى بِذٰلِكَ الْحُرِّيَّةَ عَتَقَ۔ اگر یہ کہا بھئی آقا نے اپنے غلام یا باندی سے کہا لَا مِلْكَ لِي عَلَيْكَ میری تجھ پر ملکیت نہیں ہے، میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں ہے۔ اب بھئی یہ لفظ صریح نہیں ہے بھئی آزادی میں کیونکہ ایک معنی تو وہ آزادی والا بھی نکلتا ہے میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں ہے یعنی تو آزاد ہے، لیکن دوسرا معنی میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں ہے کیونکہ میں نے تجھے بیچ دیا ہے یا میں نے تجھے کسی کو ہبہ کر دیا ہے۔ تو آزادی والا معنی نکلا اس سے ہر حال میں؟ نہیں، کبھی آزادی والا معنی بھی ہو سکتا ہے اور کبھی دوسرا معنی بھی، لہٰذا اب نیت کی ضرورت ہے۔ معلوم ہوا یہ کنایہ ہے بھئی آزادی سے تو اس میں نیت ضروری ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ: لَا مِلْكَ لِي عَلَيْكَ اگر آقا نے کہا میری تجھ پر ملکیت نہیں ہے وَنَوَى بِذٰلِكَ الْحُرِّيَّةَ اور نیت کی اس لفظ کے ذریعے آزادی کی عَتَقَ وہ غلام کیا ہے؟ آزاد ہو جائے گا بھئی۔ تو عَتَقَ پڑھیں بھئی یہ لفظ بھئی، عُتِقَ رائج یہی ہے بھئی عُتِقَ پڑھا جاتا ہے بھئی لیکن عُتِقَ درست نہیں ہے بھئی، درست عَتَقَ ہی ہے معروف پڑھا جائے اس کو بھئی، معروف پڑھا جائے۔ فعل لازم ہے عَتَقَ يَعْتِقُ عِتْقًا کے معنی غلام کا آزاد ہونا۔ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ لَمْ يَعْتِقْ اور اگر آقا نے نیت نہیں کی لَمْ يَعْتِقْ تو وہ غلام یا باندی بھی آزاد نہیں ہو گا۔ وَكَذٰلِكَ جَمِيعُ كِنَايَاتِ الْعِتْقِ اور اسی طرح ہیں آزادی کے تمام کنایات بھئی یعنی ان میں نیت کرے گا تو آزاد ہو گا نیت نہیں کرے گا تو غلام یا باندی آزاد بھی نہیں ہوں گے۔[۲۱]

وَإِنْ قَالَ: لَا سُلْطَانَ لِي عَلَيْكَ وَنَوَى بِهِ الْعِتْقَ لَمْ يَعْتِقْ۔ اگر کسی نے اپنے غلام سے کہا لَا سُلْطَانَ لِي عَلَيْكَ، سُلْطَان کا معنی غلبہ قبضہ، کہا لَا سُلْطَانَ لِي عَلَيْكَ میرا تجھ پر قبضہ نہیں ہے وَنَوَى بِهِ الْعِتْقَ اور نیت کی اس کے ذریعے اس نے آزادی کی لَمْ يَعْتِقْ تو اس سے آزاد نہیں ہو گا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ کہ میرا تجھ پر قبضہ نہیں ہے تو قبضہ تو مکاتب پر بھی نہیں ہوتا بھئی، مکاتب کو کیا کرتا ہے عقد کتابت جب اس سے ہو کہ آقا نے کہا تو مجھے اتنے پیسے کما کر لا کر دے تو تو آزاد ہے اس نے کہا مجھے قبول ہے، تو دونوں میں عقد کتابت ہو گیا اب یہ غلام کس کی طرح ہے؟ آزاد آدمی کی طرح ہے آقا کا قبضہ نہیں ہے آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا، یہ جائے گا پیسے کمائے گا اور لا کر ادا کر کے اپنے آپ کو آزاد کروائے گا بھئی۔ تو اس میں بھی دیکھو قبضہ نہیں ہوتا پھر بھی وہ ہوتا تو غلام ہی ہے۔ مکاتب کیا ہوتا ہے؟ ہے تو غلام، آزاد جیسا تو ہو گیا لیکن یہ نہیں کہ آزاد ہی ہو گیا، ہاں صرف خدمت نہیں لے سکتا آقا اس سے تو

---

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَا مِلْكَ لِي عَلَيْكَ وَنَوَى بِذٰلِكَ الْحُرِّيَّةَ عَتَقَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لا ملك لي عليك ونوي به الحرية عتق» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَكَذٰلِكَ جَمِيعُ كِنَايَاتِ الْعِتْقِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وكذلك كنايات العتق» منقول ہے۔

یہ غلام ہی ہے۔ تو یہ لفظ جو ہے معلوم ہوا نہ صریح ہے آزادی میں نہ کنایہ ہے، تو یہاں نیت کرنے سے بھی کیا ہے غلام آزاد نہیں ہو گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ: لَا سُلْطَانَ لِي عَلَيْكَ اگر آقا نے کہا میرا تجھ پر قبضہ نہیں ہے وَنَوَى بِهِ الْعِتْقَ اور نیت کی اس کے ذریعے آزادی کی لَمْ يَعْتِقْ وہ غلام آزاد نہیں ہو گا۔

وَإِذَا قَالَ: هٰذَا ابْنِي وَثَبَتَ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ قَالَ: هٰذَا مَوْلَايَ أَوْ يَا مَوْلَايَ عَتَقَ۔ کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا غلام کے بارے میں هٰذَا ابْنِي، سمجھ میں آیا؟ ایک آدمی نے اپنے غلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا هٰذَا ابْنِي یہ میرا بیٹا ہے اور اسی پر قائم رہا، یا اپنے غلام کے بارے میں کہا هٰذَا مَوْلَايَ یہ میرا مولیٰ ہے أَوْ يَا مَوْلَايَ یا یوں آواز دی اے میرے مولیٰ عَتَقَ وہ غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو کسی شخص نے پہلا لفظ کیا ذکر کیا؟ هٰذَا ابْنِي۔ اچھا اور یاد رکھیے یہ بھی ضروری ہے کہ غلام اتنی عمر کا ہو کہ اس جیسا غلام اس جیسا آدمی اس کہنے والے کا بیٹا ہو سکے، یعنی عمروں میں اتنا فرق ہو آقا کی اور غلام کی۔ مثلاً آقا کی عمر ہے پچاس سال اور غلام کی عمر ہے پچیس سال، تو پچیس سال والا بیٹا ہو سکتا ہے کس کا پچاس سال والے کا۔ تو اب اس قسم کا غلام ہے تو یہاں دو صورتیں ہیں مولانا: یا تو اس غلام کا نسب معروف ہو گا سب کو پتا ہو گا یہ فلاں کا بیٹا ہے، یا نسب غیر معروف ہو گا۔ پہلی شرط کیا تھی؟ کہ اس جیسا شخص اس جیسے آدمی کا بیٹا ہونا ممکن بھی ہو، اور دوسرا یہ کہ اب دیکھ لو اس میں دو حالتیں ہوں گی: یا تو اس غلام کا نسب سب کو پتا ہو گا معروف النسب ہو گا فلاں کا بیٹا ہے یہ غلام بن گیا کسی طرح جنگ میں قید ہوا تھا کفار پکڑ کر لے گئے تھے انہوں نے پھر بیچ دیا پھر بکتے بکتے یہاں آ گیا واپس پہنچ گیا تو فلاں کا بیٹا ہے، یا اس کا نسب معروف نہیں ہو گا دو ہی صورتیں ہیں۔ تو اگر نسب معروف نہ تھا پتا ہی نہیں تھا یہ کس کا بیٹا ہے تو اس صورت میں یاد رکھنا نسب بھی ثابت ہو جائے گا اور وہ آزاد بھی ہو جائے گا کیونکہ نسب کا پتا نہیں تھا اب اس نے کہہ دیا یہ میرا بیٹا ہے تو کیا ثابت ہو جائے گا؟ نسب، اس آدمی نے خود اقرار کر لیا اعتراف کر لیا اب اس کا بیٹا شمار ہو گا اور آزاد ہو جائے گا کیونکہ بیٹا تو اپنا مملوک کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس غلام کا نسب پہلے سے ہی پتا تھا یہ تو فلاں کا بیٹا ہے تو پھر نسب تو ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ نسب جب ایک سے ثابت ہو چکا ہے تو دوسرے سے ثابت نہیں ہو سکتا، تو پھر اب اس کے مجازی معنی کی طرف جائیں گے حقیقی معنی تو ممکن نہ رہے کہ اس کا بیٹا ہو کیونکہ یہ غیر کا بیٹا ہے تو اب مجازی معنی لیں گے اور مجازی معنی اس کا کیا ہے عربی میں؟ کہ یہ آزاد ہے! کیا معنی ہے؟ یہ آزاد ہے تو وہی متعین ہو گیا۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ: هٰذَا ابْنِي وَثَبَتَ عَلَى ذٰلِكَ جس نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر ثابت رہا یعنی قائم رہا، أَوْ قَالَ: هٰذَا مَوْلَايَ أَوْ يَا مَوْلَايَ یا یہ کہا یہ میرا مولیٰ ہے یا اے میرے مولیٰ کہہ کر اسے آواز دی عَتَقَ غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ اس لیے کہ یاد رکھو کوئی شخص جب غلام کو آزاد کرتا ہے تو یہ غلام اس کا مولیٰ کہلاتا ہے عربی میں۔ جب کوئی شخص غلام کو آزاد کرے وہ کیا کہلاتا ہے؟ اس شخص کا مولیٰ کہلاتا ہے۔ اور غلام کون ہے؟ مُعْتِق ہے یا مُعْتَق ہے؟ مُعْتَق بھئی آزاد کیا گیا، تو معتق کیا کہلاتا ہے معتق کے لیے؟ مولیٰ کہلاتا ہے۔ اسی طرح آقا بھی اس غلام کے لیے مولیٰ کہلاتا ہے، غلام کہتا ہے یہ میرا مولیٰ ہے یعنی اس نے مجھے کیا کیا ہے؟ آزاد کیا ہے۔ مالک کہے یہ میرا مولیٰ ہے کیا معنی ہوتا ہے؟ یعنی یہ میرا آزاد کیا ہوا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ مراد یہ ہے معنی۔ اور غلام کہتا ہے یہ میرا مولیٰ ہے، پہلے غلام تھا اب کہتا ہے یہ میرا مولیٰ ہے کیا معنی سننے والے کیا سمجھ لیتے ہیں؟ کہ اس نے اس کو آزاد کیا تھا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو مُعْتِق یعنی آزاد کرنے والا وہ بھی مولیٰ کہلاتا ہے، مُعْتَق جس کو آزاد کیا گیا وہ بھی مولیٰ کہلاتا ہے۔ اب اس شخص نے دیکھو اپنے غلام کو کہا هٰذَا مَوْلَايَ یہ میرا مولیٰ ہے، اور یہاں پر اب ایک ہی معنی بنتا ہے بھئی کیا؟ کیا معنی بنے گا؟ یعنی یہ میرا آزاد کیا ہوا ہے میرا مولیٰ ہے میں نے اس کو کیا کیا؟ آزاد کر دیا۔ دوسرا یہاں مُعْتَق والا معنی صحیح بنتا ہے مُعْتِق والا معنی صحیح بنتا ہی نہیں، لہٰذا مُعْتَق والا معنی لے لیں گے ہم اس سے اور وہ غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ اسی طرح يَا مَوْلَايَ کہا اے میرے مولیٰ تو بھی عَتَقَ وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔[۳]

وَإِنْ قَالَ: يَا بُنَيَّ أَوْ يَا أَخِي لَمْ يَعْتِقْ اور اگر کسی نے اپنے غلام سے کہا يَا بُنَيَّ اے میرے بیٹے أَوْ يَا أَخِي یا اے میرے بھائی لَمْ يَعْتِقْ تو پھر اس صورت میں وہ غلام آزاد نہیں ہو گا بھئی، وجہ یہ کہ یہ لفظ عربی میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں ویسے ہی شفقت کے طور پر کسی کو آواز دینے کے لیے کیا کہہ دیا کرتے ہیں؟ چھوٹا ہو تو کہتے ہیں يَا بُنَيَّ، برابر کا ہو تو کیا کہہ دیتے ہیں؟ يَا أَخِي، اس سے آزاد نہیں ہو گا۔

وَإِنْ قَالَ لِغُلَامٍ لَا يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ: هٰذَا ابْنِي عَتَقَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى وَعِنْدَهُمَا لَا يَعْتِقُ۔ اب دوسری صورت ہے بھئی: پچھلی صورت میں آقا کی عمر مثلاً پچاس سال تھی غلام کی عمر پچیس سال تھی اور پچیس سال والا بیٹا ہو سکتا ہے پچاس سال والے کا۔ اب ایسی

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «هٰذَا مَوْلَايَ أَوْ يَا مَوْلَايَ يا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «هذا مولاي أو يا مولاي عتق وإن قال يا» منقول ہے۔

صورت ہے کہ اس عمر کا غلام اس شخص کا بیٹا نہیں بن سکتا، مثلاً آقا کی عمر پچیس سال ہے اور غلام کی بھی پچیس ہے یا غلام کی پینتیس ہے یا پچاس ہے بھئی، یعنی اس جتنی عمر کا آدمی آقا جتنی عمر والے کا بیٹا نہیں بن سکتا، جو بھی آپ صورت بنالیں بس وہ صورت جس میں اس کا بیٹا ہونا ممکن نہ ہو۔ تو اتنا غلام تھا اور اس قسم کے غلام کو جو اس کا بیٹا نہیں بن سکتا آقا نے کہہ دیا هٰذَا ابْنِي یہ کیا ہے میرا؟ بیٹا ہے، وہ آزاد ہو جائے گا بھئی۔ اور صاحبین فرماتے ہیں آزاد نہیں ہو گا بھئی۔ امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ آزاد ہو جائے گا، اور صاحبین فرماتے ہیں آزاد نہیں ہو گا۔ سمجھ میں آیا؟ دلیل آپ اگلی کتابوں میں پڑھ لیں گے بھئی، وجہ یہ کہ امام صاحب کے لیے یہاں مجازی معنی ہے آزاد ہونا، حقیقی معنی کا صحیح ہونا ضروری نہیں مجازی معنی کے لیے امام صاحب کے نزدیک بلکہ لفظوں کا صحیح ہونا ضروری ہے، اس نے لفظ کیا کہے؟ هٰذَا ابْنِي یہ میرا بیٹا ہے، عربی زبان کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ جملہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہاں یوں آپ کہہ سکتے ہیں اپنی جگہ پر استعمال نہیں ہوا یہ تو اس کا بیٹا ہو نہیں سکتا، اس کو ہم نے نہیں دیکھنا امام صاحب فرماتے ہیں لفظوں کو دیکھو جملہ اس نے عربی کا صحیح بولا یا نہیں بولا بھئی؟ صحیح لفظ کہے اور حقیقی معنی تو یہاں ہو نہیں سکتا تو اب ہم کون سا معنی لے لیں گے؟ مجازی معنی کہ یہ آزاد ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ مجازی معنی تب لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی ممکن ہو اور یہاں حقیقی معنی ممکن ہی نہیں ہے یہ شخص بیٹا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی تو عمر اس کے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہے اور اتنی عمر والا کسی دوسرے کا بیٹا نہیں ہو سکتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو صاحبین کے نزدیک مجازی معنی اس کا معنی ہے آزاد ہے یہ لیکن مجازی معنی تب لے سکتے ہیں جب حقیقی معنی لینا بھی ٹھیک ہو اور یہاں حقیقی معنی لینا تو ٹھیک ہی نہیں لہٰذا مجازی معنی بھی نہیں لے سکتے۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں مجازی معنی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ حقیقی معنی لینا ٹھیک ہو بس لفظ کیا ہونے چاہئیں؟ ٹھیک ہوں عربی عبارت ٹھیک ہو بس پھر مجازی معنی لے لیں گے جب حقیقت نہیں لے سکتے۔

وَإِنْ قَالَ لِأَمَتِهِ:أَنْتِ طَالِقٌ وَنَوَى بِهِ الْحُرِّيَّةَ لَمْ تَعْتِقْ اور کسی نے کہا اپنی باندی سے أَنْتِ طَالِقٌ تجھے طلاق ہے یا تو طلاق والی ہے وَنَوَى بِهِ الْحُرِّيَّةَ اور نیت کی اس نے اس کے ذریعے آزادی کی لَمْ تَعْتِقْ تو وہ باندی آزاد نہیں ہو گی۔ باندی سے کہا أَنْتِ طَالِقٌ اور نیت کس چیز کی کر رہا ہے؟ آزادی کی۔ بھئی أَنْتِ طَالِقٌ کا تو ایک ہی معنی بنتا تھا آپ نے پڑھا تھا یا نہیں یہ طلاق میں صریح ہے، معلوم ہوا طلاق کے علاوہ اس کا کوئی معنی بنتا ہی نہیں ہے تو لہٰذا یہاں آزادی والا معنی بھی نہیں لے سکتے کیونکہ یہ معنی اس کا نکلتا ہی نہیں ہے بنتا ہی نہیں ہے تو اب نیت کر بھی لے گا تو اس سے آزادی نہیں ثابت ہو گی۔

وَإِنْ قَالَ لِعَبْدِهِ:أَنْتَ مِثْلُ الْحُرِّ لَمْ يَعْتِقْ اور کسی نے اپنے غلام سے کہا أَنْتَ مِثْلُ الْحُرِّ تو آزاد جیسا ہے، تو آزاد جیسا ہے لَمْ يَعْتِقْ آزاد نہیں ہو گا مولانا۔ کیوں؟ کیونکہ اس نے یہ تو نہیں کہا تو آزاد ہے، کیا کہا ہے؟ تو آزاد جیسا ہے بھئی، تو ٹھیک ہے یہ آزاد جیسا ہی تو ہے آزاد کے دو ہاتھ ہوتے ہیں دو پاؤں ہوتے ہیں سر ہوتا ہے دو آنکھیں ہوتی ہیں یہ اسی کی طرح ہے یا نہیں بھئی؟ ہے، تو یہاں اس نے یہ تو نہیں کہا تو آزاد ہے اس نے کہا تو آزاد جیسا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اب یہاں پر آزاد نہیں ہو گا وہ بھئی۔

وَإِنْ قَالَ:مَا أَنْتَ إِلَّا حُرٌّ عَتَقَ عَلَيْهِ اگر کسی نے کہا اپنے غلام سے مَا أَنْتَ إِلَّا حُرٌّ تو نہیں ہے مگر آزاد، یعنی بامحاورہ ترجمہ یوں ہو گا: تو آزاد ہی ہے۔ بامحاورہ ترجمہ کیسے کریں گے؟ تو آزاد ہی ہے، عَتَقَ عَلَيْهِ تو وہ اس پر کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس نے تو بات پختہ کہی۔ ایک ہوتا ہے أَنْتَ حُرٌّ تو آزاد ہے، ایک ہے تو آزاد ہی ہے بھئی اس میں تو اور بات پختہ ہو گئی بھئی آزاد ہی ہے تو اب وہ آزاد ہو جائے گا۔

وَإِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ اور جب مالک ہو کوئی شخص بھئی ذَا رَحِمٍ، ذُو رَحِمٍ حاء کے سکون کے ساتھ بھی صحیح ہے ذُو رَحْمٍ اور حاء کے کسرہ کے ساتھ بھی صحیح ہے ذُو رَحِمٍ، ذُو رَحْمٍ پڑھنا بھی صحیح اور ذُو رَحِمٍ پڑھنا بھی صحیح بھئی، یہ قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں۔ اور مَحْرَم آپ جانتے ہیں محرم کس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ انسان کا نکاح کیا ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو اس کا محرم کہلاتا ہے، سمجھ میں آیا؟ مثلاً بھائی بہن ہیں بھئی، بھائی بہن ان کا آپس میں نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شریعت نے کیا قرار دیا ہے؟ حرام قرار دیا ہے تو اب یہ محرم ہے۔ دو بھائی بھی آپس میں ایک دوسرے کے محرم ہیں کہ ان میں سے ایک کو عورت فرض کر لیا جائے تو دونوں میں سے ایک عورت فرض کیا تو آپس میں کیا رشتہ بنا؟ بھائی بہن والا اور بھائی بہن کا ابھی میں نے بتلایا کہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے تو یہ ایک دوسرے کے محرم ہوئے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دونوں مرد ہوں یا دونوں عورتیں ہوں، دونوں عورتیں ہیں تو ایک کو مرد فرض کر کے دیکھو بھئی تو ایک دوسرے پر حلال ہیں یا حلال نہیں تو اس سے پتا لگ جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں اس کو محرم کہتے ہیں بھئی۔

تو ضابطہ بتلا رہے ہیں وَإِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ جب کوئی شخص مالک ہو اس کا مالک ہوا؟ ذَا رَحِمٍ کس کا؟ قریبی رشتہ دار مَحْرَمٍ مِنْهُ جو اس کا محرم ہو، ایسے قریبی رشتہ دار کا جو اس کا محرم ہو عَتَقَ عَلَيْهِ تو وہ اس پر کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا بھئی، آزاد ہو جائے گا کیونکہ حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بھئی، حدیث میں آتا ہے مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ، حدیث میں کیا آتا ہے؟ جی یہ

بین السطور آپ کے لکھی ہوئی ہے حدیث بھئی لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ جو مالک ہوا اپنے قریبی محرم رشتہ دار کا فَهُوَ حُرٌّ تو وہ قریبی محرم رشتہ دار اس کا کیا ہو گا؟ وہ آزاد، خود بخود آزاد ہو جائے گا جیسے ہی مالک بنا۔ مثلاً کسی کا بیٹا تھا وہ غلام بن گیا جنگ کے اندر بھئی قیدی بن گیا کفار نے اسے غلام بنا کر بیچ دیا، بکتے بکتے پھر اس کے شہر میں آیا اس نے دیکھا والد نے اس نے اس کو خرید لیا۔ تو اب یہ بیٹا اس کا قریبی رشتہ دار بھی ہے اور محرم بھی ہے کیونکہ باپ بیٹے کا رشتہ ہے، تو اب یہاں پر جیسے ہی خریدے گا فوراً اسی لمحے کے اندر اس کا بیٹا کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا یہ اس حدیث کی وجہ سے مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ۔ اسی طرح اس حدیث کے دوسرے الفاظ بعض دوسری کتابوں میں جو آتے ہیں مولانا: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ، مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ جو شخص مالک ہوا اپنے قریبی محرم رشتہ دار کا عَتَقَ عَلَيْهِ تو وہ کیا ہو گا اس پر؟ آزاد ہو جائے گا بھئی، آزاد ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ آزاد ہو جائے گا۔

وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى بَعْضَ عَبْدِهِ عَتَقَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الْبَعْضُ وَيَسْعَى فِي بَقِيَّةِ قِيمَتِهِ لِمَوْلَاهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى۔ بھئی ایک شخص ہے اس نے اپنے بعض عبد کو غلام کو آزاد کیا، غلام کے کچھ حصے کو آزاد کیا پورا غلام نہیں۔ پورا غلام ہے اس کا اپنا لیکن مثلاً اس نے کہا جاؤ تمہارا نصف آزاد ہے یا تمہارا تیسرا حصہ آزاد ہے یا تمہارا دسواں حصہ آزاد ہے، تو پورا نہیں آزاد کیا کچھ حصہ آزاد کر دیا۔ تو یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جتنا حصہ آزاد کیا وہ تو آزاد ہو گیا اور جو باقی کا حصہ ہے اس کے اندر غلام پر اب ضروری ہے کہ وہ جائے گا اور اس کے بقدر پیسے کما کر لا کر اپنے آقا کو دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ مثلاً غلام تھا ایک لاکھ روپے کا آقا نے کہا تمہارا نصف آزاد ہے، تو نصف تو ہوا آزاد اور نصف ابھی بھی کیا ہے؟ غلام ہے، تو اب اس نصف کو آزاد کرنے کے لیے اس غلام کو کیا کرنا پڑے گی؟ جائے گا پیسے کمائے گا سعی کرے گا تو اس پر سِعَايَة کیا ہے؟ واجب، یہ کوشش کرنا اس کو سِعَايَة کہیں گے بھئی عربی میں سِعَايَة کہتے ہیں سَعْي کا معنی کوشش بھئی۔ تو اس پر اس کے بقدر سِعَايَة ضروری ہے بھئی۔ کتنا آزاد ہوا تھا؟ آدھا، تو باقی آدھے کے کتنے پیسے؟ پچاس ہزار، تو جائے گا پچاس ہزار کمائے گا لا کر آقا کو دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو امام صاحب کے نزدیک جب ایک غلام کے، قیمتی ضابطہ بتلا رہا ہوں یاد رکھنا: جب ایک غلام کے کچھ حصے کو آزاد کر دیا جائے تو باقی حصہ آزاد نہیں ہوتا لیکن اب اس کو غلام بنا کر رکھنا بھی درست نہیں ہے، وہ مکاتب جیسا ہو گیا۔ جیسے مکاتب کیا کرتا ہے؟ بدل کتابت لا کر دیتا ہے اور خود کو کیا کر لیتا ہے؟ آزاد، تو یہ بھی مکاتب جیسا ہو گیا یہ جائے گا جا کر اپنے بدل لے کر آئے گا اور اپنے آپ کو کیا کروالے گا؟ آزاد، تو دیکھو اس پر اب آقا کا قبضہ بھی نہ رہا جائے گا کمائے گا اور پیسے لے کر آئے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو امام صاحب کے نزدیک بھئی غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیں تو باقی کا حصہ آزاد نہیں ہوتا لیکن اب باقی کو غلام بنا کر رکھنا بھی صحیح نہیں، جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ غلام کا کچھ حصہ بھی آزاد کر دو فوراً سارا کا سارا غلام آزاد ہو جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا کچھ حصہ آزاد ہو اور کچھ حصہ آزاد نہ ہو۔ صورت سمجھ میں آئی؟

تو امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے دراصل: امام صاحب کے نزدیک عتق جو ہے وہ نام ہے زوال ملکیت کا۔ امام صاحب کے نزدیک عتق کس چیز کا نام ہے؟ زوال ملکیت کا، ملکیت کو زائل کرنا دور کرنا ختم کرنا، اور اس میں تقسیم ہو سکتی ہے ایک آدمی ایک چیز سے آدھے سے اپنی ملکیت ختم کرے یا پورے سے کرے ختم بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو امام صاحب کے نزدیک بھئی آزادی کس چیز کا نام ہے؟ زوال ملکیت کا اور اس کے اندر تقسیم ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی بھئی؟ تقسیم ہو سکتی ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک آزادی یہ نام ہے زوال رقیت کا۔ کس چیز کا؟ زوال رقیت، رِقِّيَّة غلامی کو کہتے ہیں غلامی کو بھئی۔ تو صاحبین کے نزدیک آزادی نام ہے زوال رقیت کا، رقیت کو غلامی کو ختم کرنا اور اس میں تقسیم نہیں ہو سکتی، ایک شخص غلام ہو گا یا غلام نہیں ہو گا۔ تو جب غلامی ختم کر رہے ہو تو پھر پورے طور پر ہی ختم ہو گی بھئی یہ نہیں ہو سکتا آدھی ختم ہو اور آدھی باقی رہے بھئی۔ تو امام صاحب کے نزدیک کیا ضابطہ ہوا آزادی کس چیز کا نام ہے؟ زوال ملکیت کا اور اس میں تقسیم ہو سکتی ہے لہٰذا ہو سکتا ہے آدھا آزاد کر دیا تو باقی آدھا آزاد نہیں، اور صاحبین کے نزدیک آزادی کس چیز کا نام ہے؟ زوال رقیت کا بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى بَعْضَ عَبْدِهِ عَتَقَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الْبَعْضُ جب آزاد کر دیا آقا نے اپنے کچھ غلام کو عَتَقَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الْبَعْضُ تو آقا پر آزاد ہو جائے گا وہ بعض حصہ، وہ کچھ حصہ تو آزاد ہو جائے گا وَيَسْعَى فِي بَقِيَّةِ قِيمَتِهِ لِمَوْلَاهُ اور وہ کوشش کرے گا اپنی باقی قیمت کے اندر لِمَوْلَاهُ اپنے آقا کے لیے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، وَقَالَا: يَعْتِقُ كُلُّهُ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ سارا کا سارا کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا کیونکہ زوال رقیت کے اندر تقسیم نہیں ہو سکتی جب کچھ میں آئی تو سارے میں ہی آگئی۔

وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ عَتَقَ۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: ایک غلام ہے دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے نصف ایک کا ہے نصف دوسرے کا ہے۔ اب ایک شریک نے اپنے نصف حصے کو آزاد کر دیا بھئی، تو صاحبین کے نزدیک پورا غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا، آزاد ہو جائے گا۔ اور جب غلام پورا آزاد ہوا اس کا حصہ تو تھا نصف تو دوسرے کے نصف حصے کا اس نے نقصان کر دیا تو اس کے لیے اب پیسوں کی وصولی ہو گی۔ اب پیسے کس سے وصول کریں؟ کیا غلام جا کر کما کر دے گا یا یہ شخص جس نے اپنا حصہ آزاد کیا تھا اس سے ضمان وصول کیا جائے گا؟ تو کہتے ہیں اس شخص کی حالت دیکھی جائے گی یہ جو مُعْتِق تھا جس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے دیکھیں گے یہ مالدار ہے خوشحال ہے، اگر یہ خوشحال ہے تو پھر اسی سے ضمان وصول کیا جائے گا کیونکہ اس کی وجہ سے دوسرے شخص کا حصہ کیا ہوا؟ اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو اس سے اس کا ضمان لے لیا جائے گا۔ اور اگر یہ آزاد کرنے والا غریب ہے تنگدست ہے یہ تو ادائیگی نہیں کر سکتا تو پھر اس صورت میں اب اس پر ضمان آئے گا ہی نہیں بلکہ اب غلام کیا کرے گا؟ جا کر پیسے کما کر لا کر دے گا بھئی، آزاد ہو چکا ہے لیکن اب اس پر مال لازم ہو گیا اب سِعَايَة کرے گا بھئی۔ تو صاحبین کے نزدیک دو ہی صورتیں ہیں مولانا: اگر آزاد کرنے والا خوشحال ہے تو پھر کیا کیا جائے گا؟ اسی سے ضمان لیں گے غلام سے سِعَايَة کروا سکتے ہیں؟ نہیں، غلام سے سعی نہیں کروا سکتے۔ اور اگر وہ تنگدست ہے تو پھر کیا کیا جائے گا؟ غلام سے سعی کروائی جائے گی اب ضمان لینے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ بات سمجھ میں آ گئی؟

جبکہ امام صاحب کے نزدیک یاد رکھیے: امام صاحب کے نزدیک اس شریک نے اپنے حصے کو آزاد کیا تو دوسرے کا حصہ آزاد ہوا؟ نہیں۔ صاحبین کے نزدیک تو آزاد ہو گیا تھا لہذا اب وہاں پیسوں کی وصولی ضروری ہے، اب پیسے کس سے وصول کریں یا جس نے آزاد کیا تھا اس سے وصول کریں گے یا غلام سے بھئی، مالک سے کس صورت میں وصول کریں گے جب وہ مالدار ہو، غلام سے کس صورت میں کہیں گے کما کر لا جب مالک تنگدست ہو، تو وہاں دو ہی صورتیں بنیں۔ امام صاحب کے نزدیک یاد رکھیے بھئی جب ایک شریک نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا تو دوسرے کا حصہ ابھی بھی آزاد نہیں کیونکہ آزادی زوال ملکیت کا نام ہے اور زوال ملکیت میں کیا ہو سکتی ہے تقسیم ہو سکتی ہے کچھ سے ملک زائل ہو کچھ سے زائل نہ ہو۔ تو لہذا اب باقی کا آدھا ابھی بھی غلام ہے تو دوسرے مالک کو اختیار ہے دوسرے شریک کو اختیار ہے: چاہے تو اپنے حصے کو آزاد کر دو کیونکہ ابھی بھی یہ مملوک ہے بھئی چاہو تو کیا کر دو اسے؟ بھئی صاحبین کے نزدیک تو وہ مملوک رہا ہی نہیں وہ سارا کا سارا خود بخود آزاد ہو گیا، امام صاحب کے نزدیک آدھا ابھی بھی اس کا مملوک ہے لہذا چاہے تو کیا کر دے اپنے حصے کو؟ دوسرا شریک کیا کرے ایک نے تو اپنا حصہ آزاد کر دیا دوسرا چاہے تو اپنے حصے کو بھی کیا کر دے؟ آزاد کر دے۔ صاحبین کے نزدیک نہیں کیونکہ وہاں تو وہ مملوک رہا ہی نہیں سارا کا سارا ہی کیا ہو گیا تھا؟ آزاد ہو گیا، تو وہاں پھر جب آزاد ہو چکا ہے تو پھر آزاد کر سکتا ہے اپنے حصے کو؟ وہ تو پہلے سے ہی آزاد ہو گیا۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک ابھی آدھا حصہ ابھی بھی آزاد نہیں لہذا اب مالک چاہے تو کیا کرے اپنے حصے کو؟ آزاد کر دے، اور چاہے تو غلام سے کیا کروائے؟ سعی کروا لے، اور چاہے تو آقا سے کیا کر لے؟ ضمان لے لے، غلام سے کیا کروائے سعی کروائے یا آقا سے کیا کروا لے؟ ضمان لے لے، لیکن اس میں پھر دیکھیں گے کہ آقا مالدار ہے یا تنگدست ہے۔ اگر آقا تنگدست تھا جس نے اپنا حصہ آزاد کیا تھا، آزاد کرنے والا کیا ہے؟ تنگدست ہے، تو دوسرے کو صرف دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے: یا تو اپنے حصے کو بھی کیا کر دو ویسے ہی آزاد کر دو، یا غلام سے کیا کروا لو؟ سعی کروا لو جائے پیسے لے کر آئے اور اپنے آپ کو کیا کروا لے؟ آزاد۔

لیکن ضمان نہیں لے سکتا آقا سے جس نے آزاد کیا تھا اس سے کیونکہ وہ کیا ہے؟ تنگدست ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ البتہ اگر وہ آقا اس کا خوشحال ہے مالدار ہے تو پھر کہتے ہیں اب تینوں چیزوں کا اختیار ہے دوسرے شریک کو۔ جس شخص نے آزاد کیا تھا وہ کس قسم کا آدمی ہے؟ مالدار ہے، تو دوسرے شریک کو اختیار ہے: چاہے تو اپنے حصے کو کیا کرے؟ آزاد کرے، چاہے تو اس آزاد کرنے والے سے کیا وصول کر لے؟ ضمان وصول کر لے، اور چاہے تو غلام سے کیا کروا لے؟ سعی، تینوں چیزوں کا اسے اختیار ہے۔ چاہے تو اپنے حصے کو آزاد کرے، چاہے تو آزاد کرنے والے سے ضمان لے لے، چاہے تو غلام سے کیا کروا لے؟ سعی کروا لے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو خلاصہ بحث یہ ہوا مولانا: جب کوئی شریک اپنے حصے کے غلام کو آزاد کر دیتا ہے تو اگر یہ مالدار ہے تو دوسرے شریک کو تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہوتا ہے: چاہے تو اپنے حصے کو بھی کیا کر دے؟ آزاد کر دے، چاہے تو اس آزاد کرنے والے سے جو مالدار ہے اس سے کیا وصول کر لے؟ ضمان وصول کر لے، اور چاہے تو غلام سے سعی کروا لے۔ اور اگر یہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے پھر تو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہو گا: یا تو اپنے حصے کو بھی کیا کر دے ویسے ہی آزاد کر دے، یا کیا کر لے؟ غلام سے سعی کروا لے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک بھئی جب ایک شریک نے اپنے حصے کو آزاد کیا تو سارا کا سارا غلام کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا، لہذا اب دو ہی یہاں بنیں گی صورتیں: بس اس آزاد کرنے والے کو دیکھو اگر وہ کیا ہے؟ خوشحال ہے تو اب اس سے ضمان لیا جائے گا غلام سے سعی نہیں کروائی جا سکتی، جبکہ امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ سعی بھی کروا سکتا ہے، یہ کہتے ہیں نہیں، صاحبین فرماتے ہیں نہیں جب وہ مالدار ہے اسی نے دوسرے کے حصے

کو ضائع کیا ہے تو اب اسی سے ضمان لیا جائے گا غلام سے سعی نہیں کروا سکتے۔ اور اگر وہ تنگدست ہے تو پھر غلام سے کیا کروائیں گے؟ سعی کروائیں گے اب اس سے ضمان نہیں لے سکتے۔ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ اور جب کوئی غلام دو شریکوں کے درمیان تھا فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ پس آزاد کر دیا ان دونوں میں سے ایک نے اپنے حصے کو عَتَقَ وہ غلام آزاد ہو جائے گا یعنی اس کا وہ حصہ کیا ہو جائے گا؟ ہاں وہ حصہ آزاد ہو جائے گا ابھی پورا آزاد نہیں ہوا بھئی، وہ حصہ آزاد ہو گیا۔ فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا پس اگر یہ آزاد کرنے والا خوشحال تھا مالدار تھا فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ تو اس کے شریک کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ چاہے تو وہ کیا کر دے اپنے حصے کو؟ آزاد کر دے، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ شَرِيكَهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ اور چاہے تو ضامن بنا دے اپنے شریک کو اپنے حصے کی قیمت کا، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ اور چاہے تو سعی کروالے غلام سے۔ وَإِنْ كَانَ الْمُعْتِقُ مُعْسِرًا اور اگر وہ آزاد کرنے والا تنگدست تھا فَالشَّرِيكُ بِالْخِيَارِ تو اس کے شریک کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ چاہے تو اپنے حصے کو آزاد کر دے، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ اور چاہے تو غلام سے کیا کروالے؟ سعی کروالے۔ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى: لَيْسَ لَهُ إِلَّا الضَّمَانُ مَعَ الْيَسَارِ وَالسِّعَايَةُ مَعَ الْإِعْسَارِ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں ہے اس شخص کے لیے إِلَّا الضَّمَانُ مَعَ الْيَسَارِ مگر ضمان ہی مَعَ الْيَسَارِ خوشحالی کے ساتھ، یعنی اگر دوسرا خوشحال تھا تو اس صورت میں صرف کیا لے سکتا ہے؟ اس شریک کے لیے ضمان ہی ہو گا یعنی سعی نہیں کروا سکتا، وَالسِّعَايَةُ مَعَ الْإِعْسَارِ اور اس کے لیے صرف سعی ہی ہے مَعَ الْإِعْسَارِ دوسرے کی تنگدستی کے ساتھ۔ اگر وہ تنگدست ہے تو پھر ضمان نہیں لے سکتا صرف غلام سے کیا کروائے گا؟ سعی، اور اگر وہ مالدار ہے تو پھر صرف ضمان لے سکتا ہے سعی نہیں کروا سکتا۔

وَإِذَا اشْتَرَى رَجُلَانِ ابْنَ أَحَدِهِمَا عَتَقَ نَصِيبُ الْأَبِ وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ۔ اور جب خرید ا دو آدمیوں نے اپنے میں سے کسی ایک کے بیٹے کو، صورت مسئلہ یہ: زید اور عمرو نے مل کر ایک غلام خریدا اور وہ غلام ان دونوں میں سے کسی ایک کا بیٹا بھی ہے۔ دونوں نے مثلاً نصف نصف پیسے ملائے تھے، پچاس پچاس ہزار دونوں نے ملائے اور ایک غلام خریدا۔ کس نے خریدا؟ زید اور عمرو نے، اور جس کو خریدا وہ ان میں سے کسی ایک کا بیٹا تھا یا زید کا یا عمرو کا۔ تو کہتے ہیں جیسے ہی خریدیں گے تو کیا ہو گا؟ وہ حدیث متوجہ ہوئی، حدیث کیا تھی؟ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ، تو باپ جو ہے اس کا حصہ فوراً آزاد ہو جائے گا۔ باپ کا حصہ فوراً آزاد ہوا اب کیا کریں گے؟ دوسرے کا حصہ خراب ہوا یا نہیں ہوا بھئی؟ ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک ابھی بھی وہ غلام آدھا غلام ہے اور آدھا آزاد ہے، ابھی بھی آدھا مملوک ہے، تو اب وہ کیا کرے گا؟ کہتے ہیں بھئی اب دوسرے کو اختیار ہے: چاہے تو اپنے حصے کو آزاد کر دے، اور چاہے تو غلام سے سعی کروالے، ضمان نہیں لے سکتا۔ پیچھے تو امام صاحب نے بتلایا تھا کتنے اختیارات ہیں؟ اگر جس کی طرف سے آزاد ہوا ہے وہ مالدار ہے تو کتنی صورتیں تھیں؟ تین، کہ آزاد بھی کر سکتا ہے اس سے ضمان بھی لے سکتا ہے غلام سے سعی بھی، لیکن یہاں ضمان نہیں لے سکتا مولانا، یہاں صرف یا سعی کروا سکتا ہے یا اپنے حصے کو بھی کیا کر دے؟ آزاد کر دے۔ بھئی کیوں ضمان کیوں نہیں لے سکتا؟ وجہ یہ کہتے ہیں یہاں پر جس کی طرف سے غلام آزاد ہوا ہے یعنی باپ اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اس نے کوئی کہا تھا کہ جاؤ میری طرف سے تم آدھے آزاد ہو میرا حصہ آزاد ہے؟ اس کے عمل کا کوئی دخل ہی نہیں، یہ تو شریعت کا حکم تھا جیسے ہی خریدا خود بخود کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا، تو اس کا دخل کوئی نہیں ہے بھئی، دخل کوئی نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو ضمان نہیں آئے گا۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا اشْتَرَى رَجُلَانِ ابْنَ أَحَدِهِمَا جب خرید ا دو آدمیوں نے اپنے میں سے کسی ایک کے بیٹے کو عَتَقَ نَصِيبُ الْأَبِ تو اس کے باپ کا حصہ جو ہے وہ آزاد ہو جائے گا وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ اور اس پر ضمان بھی نہیں۔ وَكَذٰلِكَ إِذَا وَرِثَاهُ اور اسی طرح جب دو آدمیوں میں سے کوئی ایک اپنے بیٹے کا وارث ہوا۔ دو آدمی ہیں وہ وارث ہوئے غلام کے، وراثت میں ان کو ملا اور دونوں میں سے ایک اس کا باپ ہے۔ صورت یہ دیکھو صورت مسئلہ: بھئی زید کا بیٹا ہے ایک زید کا، کفار کے ساتھ جنگ ہوئی کفار اس کے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے غلام بنایا اور بنا کر بیچ دیا۔ بکتے بکتے غلام اسی شہر میں آیا یہاں ایک عورت نے اس کو خرید لیا۔ بعد میں اسی عورت کی زید کے ساتھ شادی ہو گئی تو یہ زید کی بیوی بن گئی اور زید کا بیٹا اس کا غلام ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ عورت کا غلام ہے اور عورت کے خاوند کا بیٹا ہے۔ اب اس عورت کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنے پیچھے صرف دو وارث چھوڑے: ایک اپنا خاوند اور ایک اس عورت کا بھائی ہے اور کوئی وارث نہیں۔ ورثاء صرف کون کون ہیں؟ دو ہیں: ایک عورت کا خاوند ہے اور ایک عورت کا بھائی ہے اور کوئی وارث نہیں۔ اب وراثت کے اندر مال میں یہ غلام بھی تھا تو آدھے غلام کا مالک اس عورت کا بھائی ہوا اور آدھے کا مالک اس کا خاوند ہوا، اور اس کا خاوند اس غلام کا کیا تھا؟ باپ بھی تھا والد بھی تھا۔ تو دیکھو دو آدمی وارث ہوئے ایسے غلام کے کہ ان دونوں میں سے ایک اس کا باپ ہے۔ تو جیسے ہی مالک بنا فوراً اس کا حصہ کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا، اور دوسرے شریک کو اب اختیار ہے: چاہے تو کیا کر دے؟ اس غلام کے اپنے حصے کو آزاد کر دے، چاہے غلام سے سعی کروالے لیکن ضمان نہیں لے سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ

معنی ہے وَكَذٰلِكَ إِذَا وَرِثَاهُ اور اسی طرح ہے اگر وہ دو آدمی اپنے میں سے کسی ایک کے بیٹے کے وارث بنے، وَالشَّرِيكُ بِالْخِيَارِ اور دونوں صورتوں میں شریک کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ چاہے تو اپنے حصے کو بھی آزاد کر دے، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ اور چاہے تو غلام سے کیا کروالے؟ سعی کروالے لیکن اس سے ضمان نہیں لے سکتا۔

وَإِذَا شَهِدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ عَلَى الْآخَرِ بِالْحُرِّيَّةِ۔ بھئی دو آدمیوں میں ایک غلام ہے، دو آدمیوں میں ایک مشترکہ غلام ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک گواہی دیتا ہے اور کہتا ہے بھئی کہ میرے اس ساتھی نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا ہے۔ زید اور عمرو کا ایک غلام ہے مشترکہ، زید کہتا ہے عمرو نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا ہے اور عمرو کہتا ہے زید نے اپنے حصے کو کیا کر دیا ہے؟ آزاد کر دیا ہے۔ تو دونوں شہادت دے رہے ہیں: عمرو نے کیا کہا زید نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور زید کہتا ہے نہیں میں نے نہیں آزاد کیا، اور زید کہتا ہے عمرو نے اپنے حصے کو کیا کیا ہے؟ آزاد کیا ہے اور عمرو اس کا کیا کرتا ہے؟ انکار کرتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ دیکھیے بھئی تو کہتے ہیں وَإِذَا شَهِدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ عَلَى الْآخَرِ بِالْحُرِّيَّةِ جب گواہی دی دو شریکوں میں سے ہر ایک نے عَلَى الْآخَرِ دوسرے پر بِالْحُرِّيَّةِ کس چیز کی؟ آزادی کی یعنی کہ اس نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا ہے، سَعَى الْعَبْدُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِهِ تو سعی کرے گا غلام دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کے حصے میں مُوسِرَيْنِ كَانَا أَوْ مُعْسِرَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ چاہے دونوں خوشحال ہوں، مُوسِرَيْنِ كَانَا چاہے دونوں کیا ہوں خوشحال یعنی مالدار ہوں أَوْ مُعْسِرَيْنِ یا تنگدست ہوں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ زید اور عمرو ایک دوسرے کے خلاف گواہی دے رہے ہیں: ایک کہتا ہے کہ اس نے اپنے حصے کو آزاد کیا ہے اور وہ انکار کرتا ہے، اور دوسرا کہتا ہے اس نے اپنے حصے کو آزاد کیا اور یہ کیا کرتا ہے اس کا؟ انکار کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں اس صورت میں غلام سعی کرے گا اور پیسے کما کر لائے گا اور دونوں کو ان کا حصہ دے گا۔ غلام کی قیمت ہے مثلاً ایک لاکھ، پچاس ہزار حصہ زید کا پچاس ہزار عمرو کا، تو غلام اب پیسے لائے گا جا کر کما کر ایک لاکھ، پچاس ہزار کس کو دے گا؟ زید کو، پچاس ہزار عمرو کو اور آزاد ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اچھا تو یاد رکھیے بھئی اس صورت کے اندر یہاں پر ہر ایک سے اس کے گمان کے مطابق کیا کیا جائے گا؟ سلوک کیا جائے گا۔ مثلاً دیکھو آپ کہیں بھئی دونوں ایک دوسرے کا رد کر رہے ہیں تو غلام کو آزاد نہیں ہونا چاہیے اپنی حالت پر رہے اسی طرح! زید عمرو کا رد کر رہا ہے کہ میں نے کوئی آزاد نہیں کیا اور عمرو زید کا رد کر رہا ہے کہ میں نے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا، تو دونوں ایک دوسرے کا رد کر رہے ہیں تو غلام کو اسی طرح رہنے دو! امام صاحب حالانکہ کیا فرماتے ہیں کہ غلام جائے گا اب پیسے کما کر لا کر دے گا اور اپنے آپ کو کیا کرے گا؟ آزاد، وجہ یہ کہ یہاں پر ہر فریق سے اس کے گمان کے مطابق سلوک کیا جائے گا جو اس کا گمان ہے۔ اور عمرو کیا کہہ رہا تھا؟ کہ زید نے اپنا حصہ کیا کر دیا؟ آزاد کر دیا، گویا عمرو کا یہ گمان ہے کہ زید نے میرا حصہ خراب کر دیا اب میں اس کو غلام بنا کر رکھ ہی نہیں سکتا کیونکہ جب آدھا غلام آزاد ہو جائے تو اسے غلام بنا کر رکھا جا سکتا ہے؟ نہیں، وہاں تو دو تین صورتیں ابھی ذکر ہوئیں یا اسے کیا کرو گے خود بھی آزاد کر دو یا اس سے کیا کرلو سعی کروالو یا دوسرے شریک سے اگر خوشحال ہے تو اس سے کیا لے لو ضمان لے لو، اسے غلام بنا کر نہیں رکھ سکتے۔ تو عمرو کہہ رہا ہے کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کر دیا گویا عمرو کا گمان یہ ہے کہ میرا حصہ کیا ہو چکا خراب اب میں اسے غلام بنا کر نہیں رکھ سکتا، لہٰذا اس کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق سلوک ہو گا اب یہ اپنے حصے کو غلام بنا کر نہیں رکھ سکتا تو غلام سے سعی کروائیں گے۔ اور دوسرے پر ضمان نہیں آئے گا چاہے خوشحال ہی کیوں نہ ہو، بھئی کیوں؟ ضمان تو آیا کرتا تھا! وجہ یہ کہ وہ انکار کر رہا ہے بھئی، اگر وہ تو اقرار کرے پھر تو ٹھیک ہے وہ تو کیا کر رہا ہے؟ انکار، تو یہ ہے مدعی وہ ہے منکر تو اس کے لیے تو کیا ضروری تھا کیا پیش کرے؟ بینہ پیش کرے، بینہ تو اس کے پاس ہے نہیں لہٰذا صرف دعوے کی وجہ سے دوسرے پر ضمان نہیں آسکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟

تو یہ معنی ہے وَإِذَا شَهِدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ عَلَى الْآخَرِ اور جب گواہی دے دی ہر ایک نے دو شریکوں میں سے عَلَى الْآخَرِ دوسرے پر بِالْحُرِّيَّةِ آزادی کی سَعَى الْعَبْدُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِهِ تو سعی کرے گا غلام ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے فِي نَصِيبِهِ اس کے حصے میں مُوسِرَيْنِ كَانَا أَوْ مُعْسِرَيْنِ خوشحال ہوں وہ دونوں یا تنگدست ہوں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ تو یہ تو عمرو کا گمان تھا زید کا بھی چونکہ یہی گمان ہے اس کا بھی یہی مسئلہ ہو گا: زید کا کیا گمان تھا کہ عمرو نے میرے حصے کو کیا کر دیا؟ فاسد کر دیا اب میں اس کو غلام بنا کر نہیں رکھ سکتا اب مجھے کیا کرنا پڑے گی یا سعی کروا سکتا ہوں یا ضمان لے سکتا ہوں، تو اب اس کے گمان کے مطابق سلوک ہو گا اس کے ساتھ اور غلام سعی کرے گا اور لا کر پیسے دے گا، اور ضمان نہیں آسکتا اگرچہ عمرو خوشحال ہی کیوں نہ ہو کیونکہ عمرو کیا کر رہا ہے؟ انکار کر رہا ہے اور اس کے پاس تو بینہ نہیں ہے۔

وَقَالَا: إِذَا كَانَا مُوسِرَيْنِ فَلَا سِعَايَةَ، وَإِنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ سَعَى لَهُمَا، وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا سَعَى

لِلْمُوسِرِ وَلَمْ يَسْعَ لِلْمُعْسِرِ۔ صاحبین فرماتے ہیں مولانا، صاحبین کا مذہب سنو: صاحبین فرماتے ہیں إِذَا كَانَا مُوسِرَيْنِ اگر وہ دونوں خوشحال تھے فَلَا سِعَايَةَ تو پھر سعی نہیں ہے، دونوں میں سے کوئی بھی سعی نہیں کروا سکتا غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا اور ضمان بھی نہیں آئے گا سعی بھی نہیں۔ دیکھو زید نے کیا کہا عمرو نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے اور عمرو انکار کر رہا ہے، عمرو نے کہا زید نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے اور زید کیا کر رہا ہے اس کا؟ انکار کر رہا ہے، سمجھ میں آیا؟ اب دونوں سے اپنے گمان کے مطابق سلوک ہوا: عمرو نے کیا کہا زید نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، جب زید نے اپنا حصہ آزاد کیا تو عمرو کا بھی حصہ کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا۔ اور زید کیا کہہ رہا تھا عمرو نے اپنا حصہ کیا کیا ہے؟ آزاد کر دیا، تو زید کا حصہ بھی کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا، تو دونوں کا یہ گمان ہے کہ پورا غلام کیا ہو چکا؟ آزاد ہو چکا ہے۔ اور پھر صاحبین فرماتے ہیں نہ ضمان آئے گا نہ سعی ہو گی۔ سعی تو اس لیے نہیں کہ دونوں خوشحال ہیں اور جب دونوں خوشحال ہوں اس وقت سعی ہوتی ہے صاحبین کے نزدیک؟ نہیں، اس میں صرف کیا کیا جاتا تھا؟ ضمان لیا جاتا تھا، جس نے آزاد کیا ہے اگر وہ خوشحال ہوتا تھا اس سے کیا لیا جاتا تھا؟ ضمان لیا جاتا تھا، تو یہاں بھی ضمان آنا چاہیے سعی ہے ہی نہیں۔ تو سعی کا تو وجود ختم مولانا، سعی نہیں۔ ضمان کا امکان تھا لیکن ضمان بھی نہیں آئے گا کیونکہ دونوں میں سے کسی کے پاس بھی بینہ نہیں، دوسرا انکار کر رہا ہے اس کو رد کر رہا ہے تو ضمان بھی نہیں آئے گا۔ تو سعی بھی نہیں آئی ضمان بھی نہیں آیا اور غلام کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا۔ یہ معنی ہے وَقَالَا: إِذَا كَانَا مُوسِرَيْنِ فَلَا سِعَايَةَ اگر دونوں خوشحال ہیں مالدار ہیں تو سعی نہیں ہے غلام پر۔ وَإِنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ سَعَى لَهُمَا اگر دونوں تنگدست ہیں سَعَى لَهُمَا اب کیا کرے گا غلام دونوں کے لیے؟ سعی کرے گا۔

وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا اور اگر ان دونوں میں سے ایک کیا ہے خوشحال ہے اور دوسرا کیا ہے تنگدست ہے سَعَى لِلْمُوسِرِ تو وہ خوشحال کے لیے تو سعی کرے گا وَلَمْ يَسْعَ لِلْمُعْسِرِ تنگدست کے لیے سعی نہیں کرے گا بھئی۔ عکس ہو گیا بھئی! کیا صورت بیان کی؟ خوشحال کے لیے کیا کرے گا؟ سعی کرے گا، تنگدست کے لیے سعی نہیں کرے گا۔ کیوں بھئی یہ کیا بات ہے؟ تنگدست کے لیے سعی ہونی چاہیے خوشحال کے لیے سعی نہیں ہونی چاہیے! بھئی دیکھو ان میں سے زید خوشحال ہے اور عمرو کیا ہے؟ تنگدست ہے۔ تو زید نے جب کہا کہ عمرو نے اپنے حصے کو کیا کر دیا ہے؟ آزاد، جب عمرو کا حصہ آزاد ہوا تو زید کا حصہ بھی خود بخود کیا ہو گیا؟ آزاد۔ اب اس صورت کے اندر عمرو تو ہے تنگدست تو زید کا حق کس چیز میں تھا؟ ضمان لے سکتا ہے عمرو سے؟ نہیں، وہ تو تنگدست ہے ضمان تو لے ہی نہیں سکتا۔ یہاں بھی وہی ہر ایک سے اپنے گمان کے مطابق سلوک ہو گا مولانا: زید کا خیال ہے کہ عمرو تنگدست ہے ضمان تو میں لے نہیں سکتا ہاں سعی میں میرا حق ہے تو غلام جائے گا اور میرے لیے کیا کرے گا پیسے کما کر لائے گا، تو اس کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق سلوک ہو گا اب غلام جائے گا اور اس کے لیے کیا کرے گا؟ سعی کرے گا، یہ کس کے لیے ہے؟ خوشحال کے لیے مالدار کے لیے۔ اور تنگدست جو ہے تنگدست کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق سلوک ہو گا: تنگدست نے کیا کہا کہ زید نے اپنے حصے کو کیا کر دیا ہے؟ آزاد، جب اپنا حصہ آزاد کیا تو سارا غلام کیا ہوا؟ آزاد، اور زید کیا ہے جس نے آزاد کیا وہ خوشحال ہے، تو عمرو کا یہ گمان ہے کہ آزاد کرنے والا چونکہ خوشحال ہے تو میرا حق ضمان میں ہے سعی میں ہے ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ میرا حق کس میں ہے؟ ضمان میں، کیونکہ خوشحال ہے اس سے لیا جا سکتا ہے ضمان تو میرا حق سعی میں سرے سے ہے ہی نہیں کیونکہ صاحبین نے کیا ذکر کیا تھا کہ آزاد کرنے والا اگر خوشحال ہو تو دوسرا سعی نہیں کروا سکتا، تو یہاں بھی اس کا یہ خیال کہ میرا حق سعی میں نہیں ہے میرا حق صرف کس میں ہے؟ ضمان میں، تو اس کے گمان کے مطابق سلوک ہوا اور سعی میں اس کا کوئی حق نہیں یہ سعی نہیں کروا سکتا۔ اور نیز ضمان بھی اب اس کو نہیں ملے گا کیونکہ دوسرا اس کا انکار کر رہا ہے وہ منکر ہے اور یہ مدعی ہو گیا اور مدعی کے ذمے کیا ہوا کرتی ہے؟ بینہ، سمجھ میں آیا؟ تو بینہ کے بغیر ضمان بھی نہیں آئے گا کیونکہ الْقَوْلُ قول کس کا معتبر ہے؟ منکر کا بھئی، قول منکر کا معتبر ہے بھئی۔ صورت سب کو اچھی طرح سمجھ میں آ گئی؟ تو دیکھیے بھئی دوبارہ دیکھیے صاحبین کا مذہب: وَقَالَا: إِذَا كَانَا مُوسِرَيْنِ فَلَا سِعَايَةَ صاحبین فرماتے ہیں اگر وہ دونوں خوشحال تھے فَلَا سِعَايَةَ تو کوئی سعی نہیں ہے غلام پر، وَإِنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ سَعَى لَهُمَا اگر وہ دونوں تنگدست ہیں تو دونوں کے لیے سعی کرے گا غلام، وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا سَعَى لِلْمُوسِرِ وَلَمْ يَسْعَ لِلْمُعْسِرِ اگر ان دونوں میں سے ایک خوشحال ہے اور دوسرا تنگدست ہے تو سعی کرے گا غلام لِلْمُوسِرِ خوشحال کے لیے وَلَمْ يَسْعَ لِلْمُعْسِرِ اور سعی نہیں کرے گا تنگدست کے لیے۔

وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ لِوَجْهِ اللهِ تَعَالَى أَوْ لِلشَّيْطَانِ أَوْ لِلصَّنَمِ عَتَقَ۔ ایک آدمی نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور یہ کہا میں اس غلام کو اللہ کی رضا کے لیے کیا کرتا ہوں؟ آزاد کرتا ہوں، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دیکھیے یہاں تو آزاد کرنا ہے ساتھ ایک اور وجہ بھی ذکر کر دی کہ میں کس کے لیے کرتا ہوں؟ اللہ کی رضا کے لیے، تو لہٰذا آزادی اسی طرح واقع ہو جائے گی۔ یا کسی نے کہا میں شیطان کے لیے کرتا ہوں یا میں بت کے لیے، صَنَم کس کو کہتے ہیں؟ بت کو بھئی، یہ بت کے لیے میں اپنے غلام کو آزاد کرتا ہوں بت کی خوشی رضامندی کے لیے بھئی، تو غلام آزاد ہو جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ لِوَجْهِ اللهِ تَعَالَى جس نے آزاد کیا اپنے غلام کو اللہ کی رضا کے لیے أَوْ لِلشَّيْطَانِ یا شیطان کے لیے أَوْ لِلصَّنَمِ یا بت کے لیے عَتَقَ غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے

گا بھئی۔

وَعِتْقُ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَاقِعٌ بھئی۔ مُكْرَه جس پر اکراہ کیا جائے زبردستی کی جائے بھئی اس کی آزادی واقع ہو جائے گی وہ آزاد کرے تو۔ بھئی ایک آدمی ہے دوسرے نے بھئی تلوار نکالی بھئی اپنے غلام کو آزاد کرو نہیں تو میں تمہاری گردن اڑاتا ہوں بھئی، اس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا بھئی۔ تو کہتے ہیں یہ آزادی واقع ہو جائے گی۔ بھئی کیوں اس نے تلوار نکالی ہوئی تھی؟ وجہ یہ مولانا کہ یہ آدمی دو مصیبتوں میں پڑ گیا: ایک طرف دیکھے تو گردن جاتی ہے دوسری طرف دیکھے تو غلام جاتا ہے، اس نے اپنی مرضی سے کیا کر لیا ہلکی مصیبت کو اختیار کر لیا اپنی جان بچالی اور غلام کو آزاد کر دیا، تو دیکھو یہ آزادی اس کے اپنے اختیار اور مرضی سے ہوئی ہے لہذا یہ کیا ہو جائے گی آزادی واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح بھئی وَالسَّكْرَانِ، عِتْقُ السَّكْرَانِ اور مدہوش کا آزاد کرنا وَاقِعٌ یہ کیا ہے؟ واقع ہے۔ زبردستی جس پر کی گئی ہے اور مدہوش جو ہے ان دونوں کی آزادی وَاقِعٌ یہ واقع ہو گی۔ مدہوش بھئی جیسے طلاق میں بھی آپ نے پڑھا تھا بھئی مدہوش کی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے نشے میں ہے جو شخص بھئی بطور ڈانٹ کے ڈپٹ کے بھئی کہ اس نے کیا کیا ہے؟ نشہ کیا ہے بھئی یہ اس کا قصور ہے جو اب ہوش میں نہیں ہے تو اپنی غلطی کی وجہ سے، تو یہاں پر بھی اسی طرح غلام اس نے مدہوشی میں آزاد کر دیا تو یہ اس کا اپنا قصور ہے اس نے کیا کیا نشہ آور چیز کو استعمال کیا تو آزاد ہو جائے گا غلام۔

وَإِذَا أَضَافَ الْعِتْقَ إِلَى مِلْكٍ أَوْ شَرْطٍ صَحَّ كَمَا يَصِحُّ فِي الطَّلَاقِ اور جب نسبت کر دی آزادی کی اپنی ملکیت کی طرف یا شرط کی طرف، صحیح ہے جیسے کہ صحیح تھی طلاق میں۔ صورت یہ: ایک آدمی نے غلام سے کہا اگر میں تیرا مالک ہوا تو تو آزاد ہے، یا میں نے تجھے خریدا تو تو آزاد ہے۔ تو یاد رکھیے مولانا اس نے یہ تو غلام تو غیر کا ہے اس وقت تو آزاد نہیں ہوا لیکن جب شرط پوری ہو گی یہ مالک بنے گا تو اس وقت تو اس کی طرف سے آزادی ہو سکتی ہے تو اس وقت شرط پائی گئی لہذا غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا أَضَافَ الْعِتْقَ إِلَى مِلْكٍ اور جب کسی نے نسبت کی آزادی کی إِلَى مِلْكٍ اپنی ملکیت کی طرف مثلاً غلام سے کیا کہا اگر میں تیرا مالک ہوا تو تو آزاد ہے، أَوْ شَرْطٍ یا کسی شرط کی طرف کی مولانا غلام سے کہا جیسے إِنْ دَخَلْتَ الدَّارَ فَأَنْتَ حُرٌّ اگر تو اس گھر میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے، تو آزادی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے۔ تو کہتے ہیں جب یہ نسبت کی کسی نے آزادی کی اپنی ملکیت کی طرف یا شرط کی طرف صَحَّ تو یہ تعلیق صحیح ہے یہ نسبت کرنا صحیح ہے كَمَا يَصِحُّ فِي الطَّلَاقِ جیسے طلاق میں صحیح تھی۔

وَإِذَا خَرَجَ عَبْدُ الْحَرْبِيِّ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ إِلَيْنَا مُسْلِمًا عَتَقَ۔ اور جب نکلا، بھئی صورت یہ: کفار کا وطن ہے دارالحرب بھئی، وہاں کسی کافر کا ایک مسلمان غلام تھا بھئی یا کافر ہی غلام تھا لیکن پھر وہ مسلمان ہوا اور بھاگا اپنے آقا سے اور دارالاسلام میں پہنچ گیا بھئی، تو کہتے ہیں یہ مسلمان ہوا ہے اور دارالحرب سے دوڑ کر دارالاسلام میں آیا ہے تو یہ آزاد ہے اب، اب یہ غلام نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا خَرَجَ عَبْدُ الْحَرْبِيِّ جب نکلا حربی کا غلام، حربی بھئی وہ جو دارالحرب میں رہتا ہے کفار کے وطن میں، جب حربی کا کوئی غلام نکلا مِنْ دَارِ الْحَرْبِ دارالحرب سے إِلَيْنَا ہماری طرف مُسْلِمًا مسلمان ہو کر عَتَقَ وہ آزاد ہو جائے گا۔[۴]

وَإِذَا أَعْتَقَ جَارِيَةً حَامِلًا عَتَقَتْ وَعَتَقَ حَمْلُهَا۔ صورت مسئلہ یہ: ایک آدمی نے اپنی باندی آزاد کی اور وہ باندی حاملہ ہے بھئی پیٹ میں بچہ ہے، تو یاد رکھیے یہ باندی بھی آزاد ہو گئی اور اس کا بچہ بھی کیا ہوا حمل بھی آزاد ہو گیا۔ تو باندی کو آزاد کرو تو حمل بھی جو اس کے پیٹ میں ہو وہ بھی ساتھ کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد، اس لیے کیونکہ وہ باندی کے تابع ہے۔ آپ دیکھتے نہیں جب ایسی حاملہ باندی کو بیچیں تو ساتھ حمل بھی تبعاً کیا ہو جاتا ہے بیع کے اندر داخل ہو جاتا ہے تو یہاں بھی وہ آزادی میں داخل ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا أَعْتَقَ جَارِيَةً حَامِلًا اور جب آزاد کی کوئی حاملہ باندی عَتَقَتْ تو وہ آزاد ہو جائے گی وَعَتَقَ حَمْلُهَا اور اس کا حمل بھی کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ وَإِنْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ خَاصَّةً عَتَقَ وَلَمْ تَعْتِقِ الْأُمُّ لیکن اگر اس کے بجائے حمل کو آزاد کیا بھئی، آقا نے کیا کہا باندی سے؟ تیرے پیٹ میں جو حمل ہے وہ آزاد ہے، تو اب کہتے ہیں یاد رکھیے صرف حمل آزاد ہو گا باندی آزاد نہیں ہو گی اس لیے کہ باندی حمل کے تابع نہیں ہے۔ حمل تو تابع تھا پچھلے مسئلے میں وہ آزاد ہو گیا تھا لیکن باندی حمل کے تابع نہیں۔ یہ معنی ہے وَإِنْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ خَاصَّةً عَتَقَ اگر خاص طور پر حمل کو آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا وَلَمْ تَعْتِقِ الْأُمُّ اور اس کی ماں جو باندی ہے وہ آزاد نہیں ہو گی بھئی۔

اچھا بھئی صاحب قدوری نے آپ کو بتلایا کہ جب کوئی شخص اپنی حاملہ باندی کو آزاد کرے گا تو حمل بھی تبعاً اس کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گا، لیکن اس

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا خَرَجَ عَبْدُ الْحَرْبِيِّ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ إِلَيْنَا مُسْلِمًا عَتَقَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا خرج عبد من دار الحرب إلينا مسلما عتق» منقول ہے۔

کے برعکس اگر مالک جو ہے آقا صرف کس کو آزاد کرتا ہے؟ صرف حمل کو آزاد کرتا ہے تو صرف حمل آزاد ہو گا باندی آزاد نہیں ہو گی اس لیے کہ حمل باندی کے تابع ہے لیکن باندی حمل کے تابع نہیں ہے۔ حمل باندی کے تابع ہے تو باندی کو آزاد کیا تو حمل بھی کیا ہوا ساتھ؟ آزاد ہو گیا، لیکن باندی حمل کے تابع نہیں تو صرف حمل کو آزاد کیا باندی کی تو کوئی بات ہی نہیں کی تو حمل ہی آزاد ہو گا تبعاً باندی آزاد نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے تابع ہی نہیں ہے۔

وَإِذَا أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَى مَالٍ فَقَبِلَ الْعَبْدُ عَتَقَ۔ صورت یہ بھئی: ایک آدمی نے اپنے غلام کو آزاد کیا مال پر۔ کیا کہا اپنے غلام کو بھئی کہ تم ایک ہزار کے بدلے میں آزاد ہو ایک ہزار درہم کے بدلے میں، غلام نے قبول کر لیا کہ ٹھیک ہے، کہتے ہیں قبول کرتے ہی غلام آزاد ہو جائے گا اور اب اس پر وہ مال لازم ہو جائے گا۔ آقا نے کیا کہا بھئی تم ایک ہزار درہم کی شرط پر کیا ہو؟ آزاد ہو اگر ایک ہزار درہم دو گے، اس نے قبول کر لیا کہتے ہیں فوراً آزاد ہو جائے گا اور اس پر وہ مال لازم ہو گا اب جائے گا پیسے کما کر لا کر آقا کو دے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا أَعْتَقَ عَبْدَهُ اگر کسی نے اپنے غلام کو آزاد کیا عَلَى مَالٍ پر فَقَبِلَ الْعَبْدُ پس قبول کر لیا اس کو غلام نے عَتَقَ وہ آزاد ہو جائے گا، فَإِذَا قَبِلَ جب وہ قبول کر لے گا صَارَ حُرًّا تو آزاد ہو جائے گا وَلَزِمَهُ الْمَالُ اور اس پر مال لازم ہو گا۔

وَلَوْ قَالَ: إِنْ أَدَّيْتَ إِلَيَّ أَلْفًا فَأَنْتَ حُرٌّ اور اگر یوں کہا، اب لفظ بدلے بھئی پہلے ایسے لفظ استعمال کیے تھے کہ قبول کرتے ہی غلام آزاد ہو گیا بھئی، کیا کہا تھا کہ تو ایک ہزار درہم کی شرط پر یا ایک ہزار درہم کے عوض پر آزاد ہے غلام نے کیا کہا مجھے قبول ہے۔ دوسری صورت: آقا نے اپنے غلام سے کہا بھئی اگر تم مجھے ایک ہزار درہم ادا کر دو تو تم آزاد ہو۔ اگر ایک ہزار درہم کیا کرو؟ ادا کر دو تو تم آزاد ہو، تو یاد رکھیے اب جب تک ادا نہیں کرے گا تب تک آزاد بھی نہیں ہو گا کیونکہ آقا نے کیا کہا ادائیگی کرو گے تو آزاد ہو، ادائیگی کرو گے بھئی۔ آقا نے کیا لفظ کہا؟ دیکھیے وَلَوْ قَالَ: إِنْ أَدَّيْتَ إِلَيَّ أَلْفًا فَأَنْتَ حُرٌّ اگر آقا نے یوں کہا إِنْ أَدَّيْتَ إِلَيَّ أَلْفًا اگر تو نے مجھے ایک ہزار درہم ادا کر دیے فَأَنْتَ حُرٌّ تو تو آزاد ہے، تو دیکھو غلام کی آزادی کو معلق کر دیا ایک ہزار درہم کی ادائیگی پر تو صحّ یہ تعلیق کیا ہے؟ صحیح ہے۔ اب یاد رکھیے اس صورت میں غلام کا قبول کرنا بھی نہیں ضروری یہ تو آقا نے معلق کر دیا تو خود بخود تعلیق آ گئی اس کے قبول کرنے کی بھی ضرورت نہیں، وَلَزِمَهُ الْمَالُ اور غلام پر کیا ہو جائے گا؟ مال لازم ہو جائے گا وَصَارَ مَأْذُونًا اور وہ ماذون فی التجارۃ ہو جائے گا۔ بھئی آزاد ابھی نہیں ہو گا جب ادا کرے گا تب آزاد ہو گا لیکن اس وقت یہ ماذون فی التجارۃ ہو جائے گا یعنی اب یہ تجارت کر سکتا ہے۔ بھئی کیوں تجارت کی اجازت کہاں سے آ گئی یہاں؟ بھئی آقا نے نہیں کہا اگر تو ایک ہزار ادا کرے گا تو تو آزاد ہے! اور وہ ایک ہزار وہ کہاں سے لائے گا؟ تجارت کرے گا تو کما کر لائے گا، معلوم ہوا خود بخود اس کے اندر کیا آ گئی تجارت کی اجازت آ گئی کہ یہی ایک صورت ہے کہ جائے اور پیسے کما کر لائے۔ یہ معنی ہے وَصَارَ مَأْذُونًا وہ ماذون ہو جائے گا ماذون فی التجارۃ یعنی جسے تجارت کی اجازت دی گئی ہو۔ فَإِنْ أَحْضَرَ الْمَالَ پس اگر وہ مال کو حاضر کر دے أَجْبَرَ الْحَاكِمُ الْمَوْلَى عَلَى قَبْضِهِ تو مجبور کرے گا حاکم اس کے آقا کو اس مال پر قبضے پر، اس مال کے قبضے پر آقا کو کیا کرے گا؟ مجبور کرے گا کہ یہ مال لو غلام اب آزاد ہو جائے گا وَعَتَقَ الْعَبْدُ اور غلام آزاد ہو جائے گا۔

وَوَلَدُ الْأَمَةِ مِنْ مَوْلَاهَا حُرٌّ تو کہتے ہیں باندی کا جو بچہ ہے مِنْ مَوْلَاهَا اس کے آقا سے حُرٌّ وہ کیا ہے؟ آزاد ہے۔ بھئی وہ آقا کا بچہ ہے نسب اس کا ثابت ہے، آقا اس کا اعتراف کر لیتا ہے تو نسب ثابت ہو جاتا ہے اور آپ جانتے ہیں باندی کیا بن جاتی ہے؟ ام ولد، باندی ام ولد بن گئی اور بچہ آزاد ہے اور یہی بچہ سبب بن رہا ہے اپنی ماں کی آزادی کا، جیسے ہی اس کا آقا انتقال کرے گا یہ عورت بھی کیا ہو جائے گی؟ آزاد۔ تو کہتے ہیں وَوَلَدُ الْأَمَةِ مِنْ مَوْلَاهَا حُرٌّ اور باندی کا بچہ اس کے آقا سے حُرٌّ وہ آزاد ہوتا ہے۔

وَوَلَدُهَا مِنْ زَوْجِهَا مَمْلُوكٌ لِسَيِّدِهَا۔ یاد رکھیے بچہ جو ہے اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے آزادی اور غلامی میں: اگر ماں باندی تو بچہ بھی غلام ہو گا، اگر ماں آزاد ہے تو بچہ بھی آزاد ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لہٰذا اب آپ مجھے بتائیے: ایک آزاد آدمی نے کسی دوسرے کی باندی سے نکاح کر لیا، اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا یہ بچہ کیا شمار ہو گا؟ غلام! بھئی ابھی تو ضابطہ بتلایا میں نے سب کو: بچہ کس کے تابع ہوتا ہے؟ ماں کے تابع، اور ماں یہاں پر کیا ہے؟ باندی، لہٰذا بچہ بھی غلام شمار ہو گا اسی باندی کے آقا کا شمار ہو گا غلام بھئی یہ اسی کا غلام ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور اس کے مقابلے میں اگر بھئی وہ عورت آزاد ہے اور خاوند جو تھا وہ غلام ہے، ایک آزاد عورت نے ایک غلام کے ساتھ نکاح کر لیا، غلام نے اپنے آقا سے اجازت لی اور ایک آزاد عورت سے نکاح کر لیا، اب آپ بتائیے اس عورت سے اس غلام کا ایک بچہ پیدا ہوا یہ بچہ کیا شمار ہو گا غلام یا آزاد؟ آزاد! کیوں؟ بچہ ماں کے تابع ہے اور ماں اس کی آزاد ہے تو بچہ بھی کیا شمار ہو گا؟ آزاد۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَوَلَدُهَا مِنْ زَوْجِهَا مَمْلُوكٌ لِسَيِّدِهَا اور اس باندی کا بچہ اس کے خاوند سے وہ مملوک ہوتا ہے لِسَيِّدِهَا اس باندی کے آقا کے لیے، آقا کا ہوتا ہے بھئی غلام شمار ہوتا ہے، وَوَلَدُ الْحُرَّةِ مِنَ الْعَبْدِ حُرٌّ جبکہ آزاد عورت کا بچہ غلام سے جو ہوا ہو حُرٌّ وہ کیا ہوتا ہے؟ آزاد ہوتا

ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا سب کو بھئی؟ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۶: باب التدبیر وباب الاستیلاد: مدبر کی تعریف، ثلثِ مال سے آزادی، تدبیرِ مطلق و مقید، اور امِ ولد (مستولدہ) کے احکام

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۵ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ التَّدْبِيرِ. إِذَا قَالَ الْمَوْلٰى لِمَمْلُوكِهِ إِذَا مُتُّ فَأَنْتَ حُرٌّ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ عَنْ دُبُرٍ مِنِّي أَوْ أَنْتَ مُدَبَّرٌ أَوْ قَدْ دَبَّرْتُكَ فَقَدْ صَارَ مُدَبَّرًا، لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ وَلَا هِبَتُهُ، وَلِلْمَوْلٰى أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ وَيُؤَاجِرَهُ، وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً فَلَهُ أَنْ يَطَأَهَا وَلَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بَابُ التَّدْبِيرِ. تدبیر بھئی آپ جانتے ہیں بھئی مدبر بنانا۔ بین السطور دیا ہوا ہے: هُوَ تَعْلِيقُ الْعِتْقِ بِمُطْلَقِ مَوْتِهِ، وہ آزادی کو معلق کرنا ہے اپنی مطلق موت کے ساتھ۔ ایک شخص نے اپنے غلام یا باندی سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو، تو یہ غلام یا باندی مدبر بن گئے بھئی۔ تو دیکھو ان کی آزادی کو اپنی موت کے ساتھ کیا کر دیا؟ معلق کر دیا کہ جب میں مروں گا تم کیا ہو گے؟ آزاد ہو گے۔ اور مطلق موت کے ساتھ مقید کیا ہے کوئی قید نہیں لگائی۔ کبھی کبھی قید بھی لگا دیتے ہیں کہ اگر اس مرض میں میں مر گیا یا اس سفر میں میں مر گیا تو تم آزاد ہو، تو یہ تو مطلق مدبر نہیں بنایا بلکہ قید لگا دی کہ اسی سفر میں اگر میں مرا یا اسی مرض میں اگر میرا انتقال ہوا تو پھر تم کیا ہو؟ آزاد۔ تو اس سے مدبر نہیں بنتا جب کوئی قید لگا دے بھئی، مطلق مدبر کی بات ہو رہی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ مطلق کا معنی جس میں کوئی قید نہ لگائی جائے۔ کہتے ہیں هُوَ تَعْلِيقُ الْعِتْقِ بِمُطْلَقِ مَوْتِهِ وہ جو ہے آزادی کو معلق کرنا ہے اپنی مطلق موت کے ساتھ۔

إِذَا قَالَ الْمَوْلٰى لِمَمْلُوكِهِ جب کہا آقا نے اپنے مملوک سے إِذَا مُتُّ فَأَنْتَ حُرٌّ جب میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے۔ مَاتَ يَمُوتُ سے مولانا مُتُّ صیغہ ہے بھئی۔ جب آقا نے اپنے مملوک سے کہا إِذَا مُتُّ جب میں مر جاؤں فَأَنْتَ حُرٌّ تو تو آزاد ہے۔ الفاظ بتا رہے ہیں کن لفظوں سے مدبر بنے گا: أَوْ أَنْتَ حُرٌّ عَنْ دُبُرٍ مِنِّي یا تو آزاد ہے میرے پیچھے یعنی میرے بعد، میرے بعد تو کیا ہے؟ آزاد ہے؛ أَوْ أَنْتَ مُدَبَّرٌ یا یوں کہا کہ تو مدبر ہے تو بھی مدبر بن جائے گا؛ أَوْ قَدْ دَبَّرْتُكَ یا یہ کہا کہ تحقیق میں نے تجھے مدبر بنا دیا، فَقَدْ صَارَ مُدَبَّرًا تو وہ مملوک کیا بن جائے گا؟ مدبر بن جائے گا۔ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ وَلَا هِبَتُهُ اس کو بیچنا بھی جائز نہیں اور اس کو ہبہ کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ اگر بیچے گا یا کسی کو ہبہ کرے گا تو اس غلام کا تو حق بن چکا ہے آزادی، تو اس کا حق آزادی ضائع ہو گا لہٰذا اس کو بیچنے اور ہبہ کرنے کی اجازت نہیں ہے بھئی، اس نے آزاد ہونا ہے آقا کے مرنے کے بعد۔ وَلِلْمَوْلٰى أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ اور آقا کے لیے جائز ہے أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ کہ اس سے خدمت لے وَيُؤَاجِرَهُ اور اسے اجرت پر دے یعنی مزدوری وغیرہ کروائے بھئی، کوئی کام بھی کروا سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا قَالَ الْمَوْلٰى لِمَمْلُوكِهِ إِذَا مُتُّ فَأَنْتَ حُرٌّ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ عَنْ دُبُرٍ مِنِّي أَوْ أَنْتَ مُدَبَّرٌ أَوْ قَدْ دَبَّرْتُكَ فَقَدْ صَارَ مُدَبَّرًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا قال المولى لمملوكه: إذا مت فأنت حر أو أنت حر عن دبر مني أو أنت مدبر أو قد دبرتك فقد صار مدبرا» منقول ہے۔

خدمت بھی لے سکتا ہے، تو ویسے قبضے کے اعتبار سے یہ عام غلام کی طرح ہے البتہ آزادی اس کا حق ہو چکی ہے۔ وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً اور اگر وہ باندی تھی فَلَهُ أَنْ يَطَأَهَا تو آقا کے لیے جائز ہے کہ اس سے صحبت کرے وَلَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا اور آقا کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اس کا نکاح کروادے۔ نکاح بھی کروا سکتا ہے بھئی کسی سے نکاح کروانا چاہے، اور اگر نکاح نہیں کروایا تو خود بھی صحبت کر سکتا ہے۔

وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَ الْمُدَبَّرُ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ إِنْ خَرَجَ مِنَ الثُّلُثِ۔ بھئی یاد رکھیے مدبر کا وہی حکم ہے جو وصیت کا ہے، اور وصیت کے بارے میں تفصیل آجائے گی آگے کہ انسان زیادہ سے زیادہ اپنے مال کے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے۔ کیا کر سکتا ہے؟ اپنے مال کے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے۔ یاد رکھیے جب کوئی شخص مرتا ہے اور مرنے کے بعد سب سے پہلے اس کے مال میں سے اس کے کفن دفن کا بندوبست کیا جاتا ہے، پھر اس کے بعد اگر اس شخص پر کوئی دیون تھے پہلے ان کی ادائیگی کی جاتی ہے، دیون ادا کر دیے اس کے بعد جو مال بچا اب یہ میراث ہے مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ مال وراثت ہے۔ قرضے پہلے ادا کرنے ہیں قرضے مقدم ہیں چاہے سارا مال ہی کیوں نہ اس کے اندر لگ جائے۔ تو جب وہ قرضے ادا ہو گئے جو مال باقی بچا اب یہ مال میراث ہے مولانا۔ اب اس میں سے اس نے اگر کوئی وصیت کی تھی، مثلاً اس نے کہا تھا میرے مرنے کے بعد زید کو میرے مال میں سے پانچ لاکھ روپے دے دینا، تو اس طرح کی جتنی وصیتیں اس نے کی ہیں وہ نافذ ہوں گی لیکن صرف اس باقی مال کے تیسرے حصے میں بس۔ مثلاً اس نے تیس لاکھ چھوڑے تھے بھئی سارے، مال وراثت تیس لاکھ رہ گیا بھئی قرضے وغیرہ ادا کر کے، اب اس تیس لاکھ میں صرف تیسرا حصہ ہے اس میں وصیت جاری ہو گی اور وہ کتنا بنتا ہے بھئی؟ دس لاکھ بھئی، اس کے اندر وصیت جاری ہو گی اس میں پوری ہوتی ہے ہو جائے بس اس سے زیادہ نہیں کریں گے، باقی بیس لاکھ وارثوں ہی کو ملے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو مدبر کا حکم بھی وصیت والا ہے، اس نے مرنے کے بعد آزاد ہونا ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کتنے میں سے آزاد ہو گا؟ تیسرے حصے میں سے۔ تیسرے حصے کا حساب لگائیں گے اس میں سے اگر یہ آزاد ہو سکتا ہے تو اس کو آزاد کر دیں گے، اگر نہیں تو تیسرا جتنا حصہ بنتا ہے اس کے بقدر یہ آزاد ہو گا اور باقی میں پھر پیسے کما کر لا کر دے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً دیکھو بھئی ایک آدمی کا مال وراثت جو اس کا بچا ایک لاکھ روپیہ ہے اور ایک مدبر ہے، اور فرض کرو مدبر کی قیمت ہے دو لاکھ۔ کل کتنا ہو گیا ترکہ بھئی؟ دو لاکھ کا غلام ایک لاکھ نقد، تین لاکھ ہو گئے بس۔ اور اس غلام کے بارے میں اس نے کیا کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ تو اب ثلث مال کا حساب لگاؤ کتنا بنتا ہے؟ ایک لاکھ، تو یہ غلام ہے دو لاکھ کا تو ایک لاکھ کا حصہ اس کا یعنی نصف غلام آزاد ہو گیا، اور باقی نصف ایک لاکھ کے اندر کیا کرے گا؟ سعی کرے گا، کوشش کرے گا کما کر لا کر وارثوں کو دے گا، کیونکہ اس کا حکم وصیت والا ہے اور وصیت صرف ثلث مال میں نافذ ہوتی ہے اس سے زیادہ کے اندر نافذ نہیں ہوتی۔ وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَ الْمُدَبَّرُ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ اور جب مر جائے آقا تو آزاد ہو جاتا ہے مدبر اس کے ثلث مال میں سے، اس کے مال کے تیسرے حصے میں سے إِنْ خَرَجَ مِنَ الثُّلُثِ اگر وہ نکلتا ہے تیسرے حصے میں سے، تیسرے میں سے نکل سکتا ہے تو تیسرے میں سے آزاد ہو جائے گا یعنی تیسرے میں سے اگر بن سکتا ہے۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ يَسْعَى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهِ۔ بھئی ایک آدمی مرا اور اس کا مال صرف یہی مدبر ہے اور کچھ بھی نہیں ہے، ترکہ اور کچھ نہیں بچا صرف یہ مدبر رہ گیا۔ اب کیا کریں گے بھئی؟ بھئی وہی ضابطہ لگے گا: اس کا حکم وصیت والا ہے اور وصیت کتنے مال میں ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ؟ تیسرے حصے میں، تو صرف یہ مدبر ہے تو اس کا تیسرا حصہ آزاد ہو جائے گا اور باقی اپنے دو ثلث کے اندر یہ کیا کرے گا؟ سعی کرے گا، کما کر لا کر وارثوں کو دے گا۔ یہ معنی ہے فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ اگر مرنے والے کا اور کوئی مال نہیں ہے اس کے علاوہ يَسْعَى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهِ تو یہ کوشش کرے گا، سعی کرے گا یہ مدبر اپنی قیمت کے دو ثلث کے اندر، ایک ثلث تو آزاد ہوا اور دو ثلث میں کوشش کرے گا۔[۲]

فَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلَى دَيْنٌ يَسْعَى فِي جَمِيعِ قِيمَتِهِ لِغُرَمَائِهِ۔ پس اگر آقا پر کوئی دین تھا تو یہ سعی کرے گا اپنی ساری قیمت کے اندر لِغُرَمَائِهِ اس کے قرض خواہوں کے لیے۔ بھئی آپ جانتے ہیں وصیت بعد میں آتی ہے دین کی ادائیگی پہلے ہوتی ہے، تو اگر آقا پر دین بھی تھا اتنا دین ہے کہ سارا مال اس میں آجاتا ہے تو اب مدبر کا کوئی حصہ آزاد نہیں ہو گا بھئی۔ ہاں وہ سعی کرے گا، اپنی ساری قیمت کما کر لائے گا اور وہ قرض خواہوں کو دے گا۔ کیونکہ اگر یہ آزاد ہو جاتا ہے تو قرض خواہوں بیچاروں کا حق مارا جاتا ہے بھئی ان کا دین دینا تھا اس آدمی نے، تو اب کیا کرے گا؟ وصیت تک تو ابھی بات ہی نہیں پہنچی،

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَسْعَى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يسعى في قيمته» منقول ہے۔

وصیت تو دین کی ادائیگی کے بعد آیا کرتی ہے تو پہلے دین کی ادائیگی ضروری ہے۔ اور دین سارے مال کا احاطہ کر رہا ہے مدبر بھی بیچ میں آرہا ہے، یہ بھی دو تب جا کر بمشکل دین کی ادائیگی ہوتی ہے تو اب وصیت تک بات ہی نہیں پہنچی۔ وصیت تک پہنچتے تو ثلث کا پھر حساب لگاتے، پہلے دین کی ادائیگی کر رہے ہیں تو دین کے اندر ہی یہ بھی آرہا ہے۔ تو اب اس کا حق آزادی تو کوئی نہیں ختم کر سکتا آزاد تو یہ ہو گا لیکن اس کو کیا کرنا پڑے گا؟ اپنی ساری قیمت میں سعی کرے گا کما کر لا کر دے گا قرض خواہوں کو۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو دیکھو ان کا بھی لحاظ ہو گیا قرض خواہوں کو بھی پیسے مل جائیں گے اور اس کا حق آزادی بھی ضائع نہیں ہو گا آزادی بھی اسے مل جائے گی۔ یہ معنی ہے فَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلٰى دَيْنٌ پس اگر آقا پر دین تھا يَسْعٰى فِي جَمِيعِ قِيمَتِهِ تو سعی کرے گا مدبر اپنی ساری قیمت کے اندر لِغُرَمَائِهِ میت کے قرض خواہوں کے لیے۔

وَوَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ مُدَبَّرٌ۔ آپ نے پڑھا ہے بھئی بچہ کس کے تابع ہوتا ہے بھئی آزادی اور رقیت میں؟ اپنی ماں کے تابع: ماں آزاد تو بچہ بھی آزاد، ماں باندی تو بچہ بھی غلام ہو گا بھئی۔ تو اب ایک مدبرہ تھی بھئی آقا نے اسے کہا تھا میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے، اس کا بچہ ہے اس کا کیا حکم؟ کہتے ہیں اس کے بچے کا بھی وہی حکم ہے، اس نے بچے کو جنم دیا اس کا بھی یہی حکم ہو گا وہ بھی آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو گا، نیز جیسے وہ ثلث مال میں سے حساب لگاتے تھے یہاں بھی کیا کریں گے؟ ثلث مال میں حساب لگائیں گے۔ تو کہتے ہیں وَوَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ مُدَبَّرٌ اور مدبرہ کا بچہ جو ہے وہ بھی مدبر ہو گا۔

فَإِنْ عَلَّقَ التَّدْبِيرَ بِمَوْتِهِ عَلٰى صِفَةٍ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ إِنْ مُتُّ مِنْ مَرَضِي هٰذَا أَوْ فِي سَفَرِي هٰذَا أَوْ مِنْ مَرَضٍ كَذَا فَلَيْسَ بِمُدَبَّرٍ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ، فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا عَتَقَ كَمَا يَعْتِقُ الْمُدَبَّرُ۔ اب بھئی تدبیر مقید آگئی: آقا نے پہلے کیا کیا تھا؟ اپنے غلام کی آزادی کو اپنی مطلق موت کے ساتھ معلق کیا تھا کہ اگر میں مر گیا تو تو آزاد ہے۔ اب مطلق نہیں کوئی قید بھی ساتھ لگا دیتا ہے: اگر اس مرض میں میں مر گیا تو تو آزاد ہے، اگر اس سفر میں میں مر گیا تو تو آزاد ہے، یا فلاں مرض سے اگر میں مرا تو تو آزاد ہے، تو قید لگا دی۔ تو اگر یہ قید پوری ہوئی، یہ شرط پائی گئی اسی مرض میں مرا یا اسی سفر میں مرا پھر تو ٹھیک ہے یہ غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ لیکن بہر حال یہ کہنے سے وہ مدبر نہیں بنا۔ وجہ یہ کہ پہلے اس نے اپنی مطلق موت کا ذکر کیا تھا اور موت تو یقینی ہے اس نے آنا ہی آنا ہے ہر حال میں، اور اب مقید موت کو ذکر کر رہا ہے تو ضروری تو نہیں وہ اسی مرض میں مرے یا اسی سفر میں مرے یا اسی مرض سے مرے، تو یہاں یقینی نہیں اس کی موت لہٰذا یہ مدبر نہیں بنے گا۔ لہٰذا اس کو بیچنا بھی جائز اس کا ہبہ وغیرہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ مدبر نہیں بنا، ہاں البتہ اگر شرط پائی گئی تو پھر یہ آزاد ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ عَلَّقَ التَّدْبِيرَ بِمَوْتِهِ عَلٰى صِفَةٍ پس اگر معلق کیا آقا نے اپنے غلام کی تدبیر کو بِمَوْتِهِ اپنی موت کے ساتھ عَلٰى صِفَةٍ کسی صفت پر کہ اس صفت پر اگر میری موت ہوئی اس طریقے پر ہوئی، مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مثال کے طور پر یوں کہتا ہے: إِنْ مُتُّ مِنْ مَرَضِي هٰذَا اگر میں مر گیا اپنے اس مرض سے أَوْ فِي سَفَرِي هٰذَا یا اپنے اس سفر میں أَوْ مِنْ مَرَضٍ كَذَا یا فلاں مرض سے فَلَيْسَ بِمُدَبَّرٍ تو یہ غلام مدبر نہیں ہے، یعنی مدبر مطلق نہیں ہے مدبر مقید ہے یوں کہیں، وَيَجُوزُ بَيْعُهُ اور اس کا بیچنا بھی جائز ہے بھئی۔ فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا پس اگر آقا مر گیا اسی صفت پر، اسی وصف پر الَّتِي ذَكَرَهَا جو اس نے ذکر کیا تھا عَتَقَ تو یہ مدبر مقید آزاد ہو جائے گا كَمَا يَعْتِقُ الْمُدَبَّرُ جیسے کہ وہ مدبر مطلق کیا ہو جاتا تھا؟ آزاد ہو تا تھا۔[۳]

بَابُ الِاسْتِيلَادِ۔ اِسْتَوْلَدَ يَسْتَوْلِدُ اسْتِيلَادًا کا معنی ہے اولاد کو طلب کرنا بھئی۔ اولاد کو طلب کرنا، عربی زبان میں یہ اولاد طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بین السطور لکھا ہوا ہے مولانا: وَفِي الشَّرْعِ طَلَبُ الْوَلَدِ مِنَ الْأَمَةِ، باندی سے اولاد کو طلب کرنا یہ کیا کہلاتا ہے؟ استیلاد کہلاتا ہے۔ تو کسی شخص کی اپنی باندی اس کے بچے کو جنم دے اور وہ اس کا اعتراف بھی کر لے۔ باندی نے ایک بچے کو جنم دیا آقا جب تک اعتراف نہیں کرے گا یہ اس کی ام ولد نہیں بنے گی، ہاں جب آقا اس کا کیا کر لے گا؟ اعتراف کر لیتا ہے کہ یہ میرا ہی بچہ ہے تو یہ اس کی ام ولد بن گئی بھئی۔

کہتے ہیں إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ مِنْ مَوْلَاهَا فَقَدْ صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ جب جنم دیا باندی نے اپنے آقا سے تو تحقیق وہ اس کی ام ولد بن گئی۔ سمجھ میں آیا؟ بین السطور لکھا ہوا ہے مولانا: وَثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ، یہ کب ہے جب بچے کا نسب بھی کیا ہو آقا سے؟ ثابت ہو۔ اور ایک ڈیڑھ سطر کے بعد صاحب قدوری خود بتلانے لگے ہیں کہ نسب کب ثابت ہو گا؟ جب آقا اس کا اعتراف کر لے۔ جب تک آقا اعتراف نہیں کرتا بچے کا نسب بھی اس سے ثابت نہیں اور

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «مُتُّ مِنْ مَرَضِي هٰذَا أَوْ فِي سَفَرِي هٰذَا أَوْ مِنْ مَرَضٍ كَذَا فَلَيْسَ بِمُدَبَّرٍ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «مت من مرضي هذا أو سفري هذا أو من مرض كذا فليس بمدبر ويجوز بيعه» منقول ہے۔

جب بچے کا نسب اس سے ثابت نہیں تو یہ باندی بھی اس کی ام ولد نہیں۔ اور ام ولد کا بھی وہی حکم ہے کہ آقا کے مرنے کے بعد یہ کیا ہو جائے گی؟ آزاد ہو جائے گی۔ لیکن اس کا حکم وصیت والا نہیں ہے مولانا: ہاں مدبر کا حکم وصیت والا تھا ام ولد کا حکم وصیت والا نہیں ہے بھئی، اس کی آزادی آقا کے کہنے کی وجہ سے نہیں آئی اس کا بچہ اس کی آزادی کا سبب بن رہا ہے، آقا کا بچہ ہے تو اس وجہ سے اب یہ بھی کیا ہو جائے گی مرنے کے بعد؟ آزاد ہو جائے گی۔

کہتے ہیں إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ مِنْ مَوْلَاهَا فَقَدْ صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ جب جنم دیا باندی نے اپنے آقا سے تو تحقیق وہ ام ولد ہو گئی اس کی، لَا يَجُوزُ لَهُ بَيْعُهَا وَلَا تَمْلِيكُهَا آقا کے لیے جائز نہیں ہے اس کا بیچنا اور نہ اس کی تملیک، اس کا مالک کسی کو بھی نہیں بنا سکتا کیونکہ آزادی اس کا حق ہے تو اگر دوسرے کو مالک بنائے گا یا دوسرے پر بیچے گا تو اس کا حق آزادی کیا ہوتا ہے؟ ضائع ہوتا ہے لہٰذا بیچنے کی یا تملیک کی اجازت نہیں۔ وَلَهُ وَطْؤُهَا وَاسْتِخْدَامُهَا وَإِجَارَتُهَا وَتَزْوِيجُهَا ہاں آقا کے لیے جائز ہے اس کے ساتھ صحبت کرنا وَاسْتِخْدَامُهَا اس سے خدمت لینا وَإِجَارَتُهَا اور اسے اجارہ پر دینا یعنی کوئی کام وغیرہ کے لیے مزدوری کروانا وَتَزْوِيجُهَا اور اس کا نکاح کروانا، یہ بھی جائز ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو پھر جب نکاح کروا دیا جاتا ہے آپ جانتے ہیں پھر آقا صحبت نہیں کر سکتا بھئی جائز نہیں ہوتا، پھر صرف کس کا حق ہے صحبت میں؟ خاوند کا حق ہے۔[۴]

وَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا إِلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ الْمَوْلَى۔ اور اس کے بچے کا نسب ثابت نہیں ہو گا إِلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ الْمَوْلَى مگر یہ کہ آقا کیا کر لے اس کا؟ اقرار کر لے۔ دیکھا بھئی میں نے آپ کو بتلایا تھا فراش کتنی قسم پر ہیں بھئی؟ فراش تین قسم پر ہیں: ایک فراش قوی، ایک فراش متوسط اور ایک فراش ضعیف بھئی۔ فراش کا معنی کیا بتلایا تھا میں نے؟ کسی عورت کا کسی شخص کے بچوں کو جنم دینے کے لیے متعین ہونا کہ یہ عورت اسی شخص کے بچوں کو جنم دے گی کسی اور کو نہیں۔ تو جب بچوں کو جنم دینے کے لیے مختص ہوئی معلوم ہوا اسی کی صحبت کے لیے مختص ہے، اسی شخص کے لیے اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے کسی اور کے لیے صحبت کرنا جائز نہیں۔ تو پھر یہ فراش تین قسم پر ہے: ایک قوی ہے، سب سے قوی فراش جو ہے یہ منکوحہ کا ہوتا ہے جس سے نکاح ہو جائے شادی ہو جائے، اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ خاوند ہی کا شمار ہوتا ہے وہاں اقرار وغیرہ کی ضرورت نہیں، اور نفی کرنا چاہے تو نفی بھی نہیں کر سکتا بچے کی الا یہ کہ لعان کرنا پڑے گا۔ لعان کا باب آپ پڑھ چکے ہیں، کیا کرنا پڑے گا؟ لعان کرے گا تو بچے کی نفی ہو سکتی ہے، ثابت بغیر اقرار کے ہو جائے گا اور نفی کرنا چاہے تو اب بغیر لعان کے نفی نہیں ہو گی۔

اور سب سے ضعیف فراش جو ہے وہ باندی کا ہے جہاں بغیر اعتراف کے بچے کا نسب ثابت ہی نہیں ہوتا، جب تک اعتراف نہیں کرے گا آقا بچہ اس کا شمار نہیں ہو گا، اس سے نسب ثابت نہیں ہو گا۔ اور اگر نفی کرنا چاہے تو پھر بغیر لعان کے ہی نفی ہو جائے گی، صرف کہہ دے یہ میرا بچہ نہیں ہے بس اب یہ اس کا بچہ شمار نہیں ہو گا۔ اور متوسط درجے کا فراش جو ہے وہ ام ولد کا ہے بھئی: یعنی ایک باندی ہے وہ پہلے ایک بچے کو جنم دے چکی ہے اور اس بچے کے بارے میں آقا نے کہا تھا یہ میرا بچہ ہے تو نسب ثابت ہو گیا تھا اور یہ باندی کیا بن گئی آقا کی؟ ام ولد بن گئی۔ اس ام ولد نے آگے ایک بچے کو پھر جنم دیا، تو یاد رکھیے بھئی یہ فراش متوسط ہے لہٰذا یہاں بھی بچے کا نسب بغیر اقرار کے ہی ثابت ہو جائے گا، لیکن اگر نفی کرنا چاہے تو صرف قول کے ذریعے ہی نفی کر دے تو کیا ہو جائے گی؟ نفی ہو جائے گی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ایک آقا نے پہلے بچے کا اعتراف کیا تھا تو دوسرا بچہ بھی اب خود بخود کس کا شمار ہو گا؟ آقا ہی کا شمار ہو گا الا یہ کہ اس کی نفی کر دے، تو اب یہاں لعان کی بھی ضرورت نہیں بس صرف قول سے ہی نفی ہو جائے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا إِلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ الْمَوْلَى اور نسب ثابت نہیں ہو گا اس کے بچے کا مگر یہ کہ اعتراف کر لے اس بچے کا اس کا آقا۔ فَإِنْ جَاءَتْ بِوَلَدٍ بَعْدَ ذٰلِكَ پس اگر وہ ام ولد لے آئی کسی اور بچے کو اس کے بعد یعنی کسی اور بچے کو اس نے جنم دیا اس کے بعد ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ بِغَيْرِ إِقْرَارٍ تو اس بچے کا نسب بھی ثابت ہو جائے گا اس کے آقا سے بغیر اس کے اقرار کے، فَإِنْ نَفَاهُ انْتَفَى بِقَوْلِهِ پس اور اگر اس نے نفی کر دی بچے کی تو وہ منتفی ہو جائے گا بِقَوْلِهِ اس کے کہنے سے، لعان کی بھی ضرورت نہیں۔

وَإِنْ زَوَّجَهَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَهُوَ فِي حُكْمِ أُمِّهِ۔ اور اگر اس نے اس کا نکاح کروا دیا، آقا نے کیا کیا؟ آقا نے اپنی اس ام ولد کا کسی سے نکاح کروا دیا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ پھر وہ ایک بچے کو لے آئی یعنی ایک بچے کو نکاح کے بعد اس نے جنم دیا فَهُوَ فِي حُكْمِ أُمِّهِ تو وہ بچہ بھی اپنی ماں کے حکم میں ہے: جیسے ماں کا حکم کیا ہے کہ آقا کے مرنے کے بعد اس نے آزاد ہونا ہے تو اس عورت کا جو بچہ ہے اس کے خاوند سے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ آقا کے مرنے کے بعد اس نے بھی آزاد ہونا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ کیونکہ باندی کا بچہ ہے اور باندی کا بچہ کیا ہوتا ہے؟ مملوک ہی ہوا کرتا ہے، میں نے بتلایا تھا بچہ اپنی ماں کے

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَا يَجُوزُ لَهُ بَيْعُهَا وَلَا تَمْلِيكُهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لا يجوز بيعها ولا تمليكها» منقول ہے۔

تابع ہوتا ہے تو بچہ بھی مملوک ہے، اب جب ماں آزاد ہو گی یہ بچہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلٰى عَتَقَتْ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، وَلَا تَلْزَمُهَا السِّعَايَةُ لِلْغُرَمَاءِ إِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلٰى دَيْنٌ۔ اور جب آقا مر جائے تو یہ باندی آزاد ہو جائے گی اس کے سارے مال میں سے، یعنی اس کا حکم وصیت والا نہیں ہے، سارے مال میں سے۔ یعنی سارا مال چاہے یہی باندی ہی کیوں نہ ہو اور کچھ بھی نہیں ہے صرف یہی ام ولد ہے، تو یہ آقا کے مرنے کے بعد پھر بھی آزاد ہو جائے گی، یہاں ثلث نہیں دیکھیں گے کیونکہ اس کا حکم وصیت والا ہے ہی نہیں بھئی۔ وَلَا تَلْزَمُهَا السِّعَايَةُ لِلْغُرَمَاءِ إِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلٰى دَيْنٌ اور اس کے لیے سعی بھی لازم نہیں ہے لِلْغُرَمَاءِ قرض خواہوں کے لیے إِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلٰى دَيْنٌ اگر آقا پر دین ہو۔ آقا پر دین ہے اور مال اس نے صرف اس ام ولد کو چھوڑا ہے تو بھی مولانا یہ پھر بھی آزاد ہو جائے گی اور قرض خواہوں کے لیے سعی کرنا بھی اس پر لازم نہیں ہے بھئی۔

وَإِذَا وَطِئَ الرَّجُلُ أَمَةَ غَيْرِهِ بِنِكَاحٍ فَوَلَدَتْ مِنْهُ ثُمَّ مَلَكَهَا صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ۔ ایک آدمی نے کسی شخص کی باندی سے نکاح کر لیا بھئی۔ کسی دوسرے کی باندی سے کیا کر لیا؟ نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اب وہ بچہ کس کا شمار ہو گا؟ خاوند کا شمار ہو گا بھئی، جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا ہے اسی کا بچہ شمار ہو گا یعنی نسب اس کے ساتھ ملے گا، ہاں البتہ بچہ مملوک ہو گا کیونکہ ماں کیا ہے؟ باندی ہے تو بچہ بھی غلام شمار ہو گا آقا ہی کا۔ اب اس شخص نے جس کی یہ منکوحہ تھی اس نے اس باندی کو خرید لیا اس کے آقا سے۔ اور آپ نے پڑھا تھا کہ جیسے ہی کوئی شخص اپنی بیوی کا مالک بنے یا بیوی اپنے خاوند کی مالک بنے اسے خرید لے، وہ نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ تو ان دونوں کے درمیان جو نکاح تھا فوراً کیا ہوا؟ ٹوٹ گیا اور یہ اس کی باندی ہوئی، مملوکہ ہوئی۔ اور کیسی مملوکہ ہے جو اسی کے بچے کی ماں بھی ہے! نسب ثابت ہوا تھا یا نہیں بھئی؟ نکاح کے اندر بچہ پیدا ہوا تھا تو اس کا نسب تو ثابت ہو گیا تھا، تو یہ اس کی ایسی باندی ہے کہ جس کے بچے کا نسب اس کے آقا سے ثابت ہے، اور جس باندی کے بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو وہ کیا ہوتی ہے اس کی؟ ام ولد ہوتی ہے، تو یہ بھی کیا ہوئی اس کی؟ ام ولد بن جائے گی، نکاح ٹوٹ جائے گا اور یہ کیا بن جائے گی اس کی؟ ام ولد بن جائے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا وَطِئَ الرَّجُلُ أَمَةَ غَيْرِهِ بِنِكَاحٍ اور جب صحبت کی کسی آدمی نے کسی دوسرے کی باندی کے ساتھ بِنِكَاحٍ نکاح کی وجہ سے یعنی نکاح تھا اس کے ساتھ فَوَلَدَتْ مِنْهُ تو باندی نے جنم دیا اس سے یعنی اپنے خاوند سے ایک بچے کو ثُمَّ مَلَكَهَا پھر اس کا خاوند اس باندی کا مالک بن گیا صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ تو یہ باندی اس شخص کی کیا بن جائے گی اب؟ ام ولد، کیونکہ نکاح ٹوٹ گیا البتہ بچے کا نسب ثابت ہے یہ اس کی مملوکہ ہے تو ام ولد بن گئی۔

وَإِذَا وَطِئَ الْأَبُ جَارِيَةَ ابْنِهِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا، وَلَيْسَ عَلَيْهِ عُقْرُهَا وَلَا قِيمَةُ وَلَدِهَا۔ صورت مسئلہ یہ: ایک شخص کی باندی تھی اس شخص کے والد نے اس کی باندی کے ساتھ صحبت کر لی۔ باندی بیٹے کی ہے اور صحبت کس نے کر لی؟ اس کے والد نے کر لی۔ پھر اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا اور اس کے والد نے اقرار کر لیا یا دعویٰ کر دیا کہ یہ بچہ میرا ہے، کہتے ہیں نسب ثابت ہو جائے گا۔ نسب کیا ہے؟ ثابت ہو جائے گا اور یہ باندی اس کے والد کی ام ولد بن جائے گی۔ کیا بن جائے گی؟ ام ولد بن جائے گی۔ البتہ چونکہ یہ بیٹے کی باندی تھی اب باپ اس کا مالک بن گیا اس کی ام ولد بن گئی تو اب بیٹے کا نقصان ہوا، تو باپ کو اس باندی کی قیمت اپنے بیٹے کو دینا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی کیا وجہ ہے باندی بیٹے کی تھی اور آپ کہہ رہے ہیں اب باپ مالک بن گیا ہے اس کی ام ولد بن گئی ہے اس کو قیمت دینا پڑے گی؟ وجہ یہ ہے مولانا حدیث میں آتا ہے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک صحابی سے ایک موقع پر فرمایا: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے ہیں، تمہارے والد کے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہٰذا اب یہاں پر بھی بھئی صحابی سے کیا فرمایا تھا؟ تم اور تمہارا مال کس کے ہیں؟ تمہارے والد کے ہیں، یعنی ضرورت کے وقت باپ اپنے بیٹے کی چیز کا مالک بن جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت باپ کیا ہے اپنے بیٹے کی چیز کا؟ مالک بن جاتا ہے۔ تو یہاں پر بھی مولانا اب باپ کو زنا سے بچانے کے لیے ہم کیا حکم لگائیں گے؟ حدیث میں حضور نے فرمایا تھا أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، لہٰذا ہم کہیں گے کہ اس باندی کے ساتھ جب باپ صحبت کرنے لگا تو اسی وقت اس کا مالک بن گیا۔ کیا بن گیا؟ مالک بن گیا۔ جب مالک بن گیا اب صحبت کی تو اپنی باندی کے ساتھ صحبت کی، اب زنا رہا؟ زنا نہیں رہا۔ تو لہٰذا مالک بن گیا، اور پھر جب بچہ پیدا ہوا تو بچہ اس کی اپنی باندی کا تھا اور اس نے دعویٰ بھی کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے اقرار کر لیا، اور اقرار کر لے اپنی باندی کے بچے کا کوئی شخص تو وہ اس کی کیا بن جاتی ہے؟ ام ولد، تو یہ باپ کی ام ولد بن گئی۔ البتہ بیٹے کا نقصان ہوا باندی اس کے ہاتھ سے نکل گئی تو اب باپ کو کیا دینا پڑے گی اس کی؟ قیمت دینا پڑے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا وَطِئَ الْأَبُ جَارِيَةَ ابْنِهِ جب صحبت کر لی باپ نے اپنے بیٹے کی باندی کے ساتھ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ پس وہ ایک بچے کو لے آئی یعنی ایک بچے کو اس نے جنم دیا فَادَّعَاهُ باپ نے اس کا دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ تو اس بچے کا نسب جو ہے ثابت ہو جائے گا اس سے وَصَارَتْ

أُمَّ وَلَدٍ لَهُ اور وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی وَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا اور باپ پر اس باندی کی قیمت واجب ہے، وَلَيْسَ عَلَيْهِ عُقْرُهَا وَلَا قِيمَةُ وَلَدِهَا اور باپ پر اس باندی کا مہر نہیں ہے اور نہ اس کے بچے کی قیمت ہے۔ عُقْرٌ مہر کو کہتے ہیں مولانا، عقر۔ کس کو کہتے ہیں؟ مہر کو۔ بھئی اس باندی کا مہر بھی نہیں دینا پڑے گا باپ کو اور اس بچے کی قیمت بھی اپنے بیٹے کو نہیں دینا پڑے گی، صرف کس کی قیمت دے گا؟ باندی کی دے گا۔

یاد رکھیے وہ عورت جس کے ساتھ شبہ کے اندر صحبت کر لی جائے اس کا جو مہر ہے وہ عقر کہلاتا ہے۔ عقر کسے کہتے ہیں بھئی؟ یاد رکھنا ہمیشہ بھئی یہ تعریف: وہ عورت جس کے ساتھ شبہ میں صحبت کر لی جائے اس کا مہر عقر کہلاتا ہے۔ پھر یاد رکھیے اگر وہ آزاد عورت تھی تو اس کا عقر مہر مثل ہو گا۔ اگر وہ آزاد عورت تھی تو اس کا عقر مہر مثل ہو گا یعنی اس جیسی عورتوں کا جو مہر ہوا کرتا ہے وہ مہر دینا پڑے گا۔ صورت بنالو بھئی: مثلاً بھئی زید نے ایک عورت سے صحبت کر لی وہ سمجھا شاید میری بیوی لیٹی ہوئی ہے اس نے جا کر صحبت کر لی، بعد میں پتہ چلا نہیں بھئی یہ تو اس کی بیوی نہیں تھی یہ تو کوئی اور عورت تھی۔ تو یہ اب وطی بالشبھہ ہوئی مولانا۔ کیا ہوئی؟ وطی بالشبھہ۔ اب صحبت کی ہے تو اب مہر دینا پڑے گا مولانا، تو یہ وطی بالشبھہ کی وجہ سے جو مہر ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ عقر۔ اور آزاد عورت میں یہ کتنا ہوتا ہے؟ مہر مثل یعنی اس جیسی عورتوں کا جو مہر ہوا کرتا ہے وہ اب اس کو دینا پڑے گا بھئی جتنا بھی ہوا۔ اور باندی کے اندر یاد رکھیے عقر جو ہے وہ اس باندی کی قیمت کا دسواں حصہ ہو گا اگر باندی باکرہ ہو، کنواری تھی پھر تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ آئے گا یہ عقر ہے مولانا۔ مثلاً باندی ایک لاکھ کی تھی تو اس کا دسواں حصہ کتنا ہوا؟ دس ہزار بھئی، یہ عقر ہے یہ دینا پڑے گا۔ اور اگر وہ کنواری نہیں ثیبہ ہے تو پھر اس صورت میں نصف عشر ہو گا عقر بھئی، یعنی دسویں کا بھی آدھا یعنی بیسواں حصہ ہو گا۔ کتنا حصہ ہو گا؟ بیسواں حصہ بطور عقر کے دینا پڑے گا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آرہا ہے سب کو بھئی؟ یہ کب ہے جب کہ وطی بالشبھہ کی ہو، شبہ کی وجہ سے وطی کی اپنی باندی نہیں تھی یا اپنی بیوی مثلاً نہیں تھی تو عقر دینا پڑے گا، اور باندی میں یہ کتنا ہوتا ہے مولانا؟ اگر باکرہ ہو تو عشر یعنی دسواں حصہ اور اگر ثیبہ تھی پہلے سے تو اب کتنا دینا پڑے گا؟ نصف عشر۔ لیکن یاد رکھیے یہ دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ جانتے ہیں مہر کی کم سے کم مقدار کتنی ہے؟ دس درہم، تو اگر یہ نصف عشر یا عشر دس درہم سے کم بن رہا ہے تو دس درہم پورے ہی دیے جائیں گے اس سے کم نہیں دیے جائیں گے۔ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو دیکھیے اب کتاب میں: وَلَيْسَ عَلَيْهِ عُقْرُهَا اور اس کے والد پر اس باندی کا عقر بھی نہیں ہو گا اس کا مہر بھی نہیں دینا پڑے گا۔ کیوں نہیں مہر دے گا مولانا؟ وجہ یہ کہ ہم نے حکم لگا دیا تھا کہ عین صحبت سے پہلے باپ اس کا مالک بن گیا، جب مالک بن گیا تو اپنی باندی سے صحبت کر رہا ہے تو پھر اس میں عقر کہاں سے؟ سمجھ میں آیا؟ غیر کی باندی کے ساتھ صحبت ہوتی تو کیا دینا پڑتا؟ عقر، یہ تو اپنی باندی ہے ہم نے حکم لگا دیا یہ مالک بن گیا کیونکہ حدیث میں آیا أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تو ضرورت کے موقع پر معنی حدیث کا یہ ہے کہ باپ بیٹے کی چیز کا مالک بن جائے گا۔ وَلَا قِيمَةُ وَلَدِهَا بھئی بچے کی قیمت بھی نہیں دینا پڑے گی! بھئی بیٹے کا تو نقصان ہوا ہے اس کے ہاتھ سے باندی کے ساتھ ساتھ بچہ بھی نکل گیا؟ کہتے ہیں بھئی باپ اس کا مالک بن گیا تھا صحبت سے پہلے ہی، جب صحبت سے پہلے ہی مالک بن گیا تو اب جو باندی نے بچے کو جنم دیا کس کی باندی نے بچے کو جنم دیا، بیٹے کی باندی نے یا باپ کی باندی نے؟ باپ کی باندی نے! بھئی صحبت سے پہلے ہی بیٹے کے ہاتھ سے نکل گئی تو اب کس کی باندی ہے؟ باپ کی، تو باپ کی اپنی باندی نے بیٹے کو جنم دیا ہے تو بیٹے کو اس باندی کے بچے کی قیمت کیوں دے گا یہ تو اس کی اپنی باندی ہو چکی! تو صرف کس کی قیمت دے دے گا؟ صرف باندی کی قیمت دے گا۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آیا؟ یہ معنی ہے وَلَا قِيمَةُ وَلَدِهَا اور اس کے بچے کی قیمت بھی نہیں ہے۔

وَإِنْ وَطِئَ أَبُو الْأَبِ مَعَ بَقَاءِ الْأَبِ لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ مِنْهُ، فَإِنْ كَانَ الْأَبُ مَيِّتًا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الْجَدِّ كَمَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الْأَبِ۔ فقہاء کرام پر اللہ تعالیٰ کی کروڑہا رحمتیں نازل ہوں مولانا، ایک ایک مسئلہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کر دیا درج کر دیا، سمجھ میں آیا؟ ہمارے لیے ان کو یاد رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے اور انہوں نے اپنی زندگیاں اس میں گزار دیں، ایک ایک مسئلہ نکالا ان کو ترتیب دیا، ابواب بنائے، ہر ایک جیسے مسئلے ایک باب میں اکٹھے کر دیے۔ آپ کو جب کوئی مسئلہ تلاش کرنا ہوتا ہے آرام سے اٹھاتے ہیں کتاب اس خاص باب میں پہنچتے ہیں مسئلہ نکالتے ہیں آپ کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے آرام سے بھئی۔ یہ کوئی اتنا آسان کام تو نہیں ہے آپ خود سوچیں بھئی، قرآن اور حدیث سے مسئلہ نکالنا اس کے لیے ضروری ہے مولانا قرآن اور حدیث کا پورا ذخیرہ ذہن کے اندر حاضر ہو اور پھر انسان اس میں غور و فکر کرے، بعض اوقات ایک حدیث سے ایک چیز ثابت ہو رہی ہوتی ہے دوسری حدیث سے دوسری چیز، ساروں کو مد نظر رکھتے ہوئے پھر ایک آخری نتیجہ اس سے نکالنا اور سب کو ترتیب دینا۔ تو دیکھیے کیسا مسئلہ نکالا کہ والد اپنے بیٹے کی باندی سے صحبت کر لیتا ہے تو فوراً کیا بن جاتا ہے اس کا؟ مالک بن جاتا ہے بھئی۔ اب یہی حکم بھئی احتمالات ہیں: اگر ایسا ہو پھر کیا ہو گا، اگر ایسا ہو پھر کیا ہو گا، اگر ایسا ہو پھر کیا ہو گا! یہ نہیں کہ ہر چیز پیش ہی آتی ہے لیکن کبھی ہو سکتا ہے پیش آجائے تو انہوں نے سارے مسائل نکال کر رکھ دیے، جو بھی پیش آئے گا مسئلہ آپ

تلاش کر لیں مل جائے گا آپ کو۔

اب دوسری صورت بتلا رہے ہیں بھئی: صحبت باپ نے نہیں کی باپ کے باپ یعنی دادا نے کر لی تو کیا اس کا بھی یہی حکم ہے؟ کہتے ہیں بھئی اگر باپ زندہ تھا پھر تو دادا کا یہ حکم نہیں ہے، لیکن اگر باپ کا انتقال ہو چکا ہے تو دادا باپ کا قائم مقام ہو گیا اب اس کا بھی یہی حکم ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ وَطِئَ أَبُو الْأَبِ مَعَ بَقَاءِ الْأَبِ لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ مِنْهُ اگر صحبت کی باپ کے باپ نے مَعَ بَقَاءِ الْأَبِ باپ کے باقی رہتے ہوئے یعنی باپ بھی زندہ ہے اور صحبت کس نے کر لی؟ دادا نے لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ مِنْهُ تو اس سے نسب ثابت نہیں ہو گا۔ فَإِنْ كَانَ الْأَبُ مَيْتًا يافَإِنْ كَانَ الْأَبُ مَيِّتًا دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں بھئی، اگر باپ مر چکا ہے تو يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الْجَدِّ تو نسب ثابت ہو جائے گا دادا سے كَمَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الْأَبِ جیسے کہ نسب کس سے ثابت ہوا تھا؟ باپ سے، تو اب دادا باپ کے قائم مقام ہو گیا۔

وَإِنْ كَانَتِ الْجَارِيَةُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ أَحَدُهُمَا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ، وَعَلَيْهِ نِصْفُ عُقْرِهَا وَنِصْفُ قِيمَتِهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ قِيمَةِ وَلَدِهَا۔ صورت مسئلہ یہ بھئی: دو آدمیوں کے درمیان ایک باندی مشترکہ تھی، اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا۔ بھئی دو آدمیوں کے درمیان باندی مشترکہ ہے کسی ایک کے لیے بھی صحبت کرنا جائز نہیں ہے اس کے ساتھ، لیکن اگر ایسا ہوا اس نے کیا کیا ایک بچے کو؟ جنم دے دیا اور پھر ایک نے دعویٰ بھی کر دیا یہ میرا بچہ ہے، دونوں مالک جو ہیں ان میں سے ایک نے کیا کر دیا؟ دعویٰ کر دیا، تو کیا نسب ثابت ہو گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی نسب ثابت ہو جائے گا، اس لیے کہ نسب کے سلسلے میں کوشش ہوتی ہے فقہاء کرام کی جس قدر ہو سکے بچے کے لیے نسب ثابت کر دیا جائے اس لیے کہ نسب کا نہ ہونا یہ بچے کے لیے ساری عمر کا طعنہ بن جاتا ہے تو نسب کو کیا کیا جاتا ہے؟ ثابت کیا جاتا ہے۔ تو اب بھئی اس نے دعویٰ بھی کر دیا تو اس کے لیے نسب ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ اس کی ملک تھی بھئی، آدھی باندی میں ملک تھی یا نہیں تھی بھئی؟ تھی، تو نسب ثابت ہو جائے گا مولانا۔ اور جب نسب ثابت ہو گیا تو یہ باندی اس کی ام ولد بن گئی۔ کیا بن گئی؟ ساری باندی اس کی ام ولد بن گئی کیونکہ یہاں تقسیم اب نہیں ہو سکتی۔

دیکھیے بھئی تفصیل آگے آ رہی ہے، کہتے ہیں وَإِنْ كَانَتِ الْجَارِيَةُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ اور اگر باندی دو شریکوں کے درمیان تھی فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ پس وہ ایک بچے کو لے آئی، بچے کو اس نے جنم دیا فَادَّعَاهُ أَحَدُهُمَا تو دونوں مالکوں میں سے ایک نے دعویٰ کر دیا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ تو اس سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ اور وہ باندی اس شخص کی ام ولد ہو جائے گی۔ جب اس کی ام ولد بن گئی مولانا تو دوسرے کے ہاتھ سے نصف باندی نکل گئی لہٰذا اس کو کیا دینی پڑے گی؟ نصف قیمت دینا پڑے گی۔ کیا کرنا پڑے گا؟ نصف قیمت دے گا اس باندی کی کیونکہ اس کا حصہ تھا جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور نیز یہاں معلوم ہوا اس نے باندی کے ساتھ صحبت کی ہے، اور جب باندی کے ساتھ صحبت کی تو یہ پوری باندی کا مالک تھا یا آدھی باندی کا مالک تھا بھئی؟ آدھی باندی کا، وہ کہتا ہے بھئی میں سمجھا شاید صحبت کرنا جائز ہے تو وطی بالشبہ کر لی، اور وطی بالشبہ میں کیا آیا کرتا ہے؟ عقر آتا ہے، لیکن یہاں پورا عقر نہیں آئے گا کیونکہ آدھی کا تو یہ پہلے خود ہی مالک تھا بلکہ کتنا عقر پھر آ جائے گا؟ نصف عقر دینا پڑے گا۔ تو دوسرے مالک کو اب کیا دینا پڑے گا؟ نصف عقر بھی دے دے اور اس باندی کی نصف قیمت بھی دے دے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَعَلَيْهِ نِصْفُ عُقْرِهَا وَنِصْفُ قِيمَتِهَا اور اس شخص پر اس باندی کا نصف عقر ہو گا اور اس کی نصف قیمت ہو گی، وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ قِيمَةِ وَلَدِهَا اور اس شخص پر اس باندی کے بچے کی قیمت میں سے کچھ نہیں ہو گا۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ یہاں بھی یوں سمجھیں گے کہ عین جس وقت حمل ٹھہرنے لگا اس وقت یہ مالک بن گیا۔ صحبت کے وقت نہیں مالک مانا ہم نے کہ پوری باندی کا مالک بن گیا کیونکہ یہاں کوئی وجہ ہی نہیں۔ بھئی والد میں تو وجہ تھی حدیث آئی تھی أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، حضور نے فرمایا تھا تم اور تمہارا مال کس کا ہے؟ تمہارے والد کا ہے، لیکن یہاں تو کوئی ایسی حدیث وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے تو یہاں صحبت کے وقت ہم اسے مالک نہیں بنا سکتے، مالک نہیں مان سکتے۔ جب اس وقت مالک نہیں بنا سکتے تو اس وقت تو وہ آدھی کا مالک ہے آدھی باندی کا مالک نہیں ہے، تو لہٰذا آدھا عقر آ جائے گا۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا آدھا عقر آئے گا کیونکہ اس وقت ابھی پورا مالک نہیں۔ اگر پورا مالک ہو جاتا تو عقر آنا تھا؟ پھر تو اپنی باندی ہوتی عقر تو آنا ہی نہیں چاہیے تھا! اسی لیے ہم نے کہا صحبت کے وقت مالک نہیں نصف عقر آئے گا۔ لیکن جب حمل ٹھہرا ہم حکم لگا دیں گے عین حمل ٹھہرنے سے پہلے یہ مالک بن گیا۔ کیا بن گیا؟ بھئی آگے چل کے مالک بنا یا نہیں بھئی جب اس نے کہا میرا بچہ ہے تو اس کی کیا بن گئی؟ ام ولد بن گئی، تو بچے کا نسب ثابت ہو گیا۔ اور بچے کا نسب پیدائش کے بعد ثابت ہوتا ہے یا جب سے حمل ٹھہرا تھا اس وقت سے ہی شمار ہوتا ہے؟ جب سے حمل ٹھہرا تھا اس وقت سے ہی شمار کرنا پڑے گا نا بھئی اور تو کوئی صورت نہیں ہے، تو لہٰذا اس وقت سے ہی ہم یوں سمجھیں گے اس کا نسب بچے کا اس سے ثابت ہے اور معلوم ہوا اس وقت سے ہی مالک بن گیا تھا۔ تو یہ معنی ہے وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ قِيمَةِ وَلَدِهَا

اور نہیں ہے اس پر کوئی بھی چیز اس بچے کی قیمت میں سے، تو اس وقت سے ہی وہ باندی کا مالک بن گیا تھا تو اس کی اپنی باندی ہوئی اور اس کی اپنی باندی نے بچے کو جنم دیا ہے لہٰذا بچے کی قیمت اب اس پر نہیں آئے گی بھئی۔

فَإِنِ ادَّعَيَاهُ مَعًا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُمَا وَكَانَتِ الْأَمَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُمَا، وَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الْعُقْرِ تَقَاصَّا بِمَا لَهُ عَلَى الْآخَرِ، وَيَرِثُ الِابْنُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِيرَاثَ ابْنٍ كَامِلٍ وَهُمَا يَرِثَانِ مِنْهُ مِيرَاثَ أَبٍ وَاحِدٍ۔ صورت یہ بھئی: اسی مشترکہ باندی نے بچے کو جنم دیا اور دونوں نے اکٹھا دعویٰ نسب کر دیا۔ احتمالی ایک صورت ہے بھئی: ہاں اگر ایک نے پہلے دعویٰ کیا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا، لیکن اگر دونوں نے بالکل اکٹھا دعویٰ کیا، ایک ہی وقت میں دونوں نے کہا یہ میرا بچہ ہے دوسرے نے بھی عین اسی وقت بالکل اکٹھے بولے یہ میرا بچہ ہے! اب کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی اب کوئی ترجیح دینے کی وجہ نہیں، کسی ایک کو بھی ہم ترجیح نہیں دے سکتے دونوں دعویٰ کر رہے ہیں لہٰذا دونوں سے نسب ثابت ماننا پڑے گا۔ ترجیح کی کوئی وجہ ہی نہیں کیونکہ نصف کا مالک یہ ہے نصف کا مالک یہ ہے اور دونوں ایک ہی وقت میں کیا کر رہے ہیں؟ دعویٰ کر رہے ہیں۔ ایک پہلے ہوتا ایک بعد میں ہوتا تو ہم پہلے والے کا دعویٰ مان لیتے دوسرے کا دعویٰ رد کر دیتے، لیکن یہاں بالکل اکٹھے ہیں لہٰذا اب یہاں یوں سمجھیں گے کہ دونوں کیا ہیں؟ دونوں سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ ہے تو اولاد وہ کسی ایک کی ان دونوں میں سے لیکن یہاں ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے بھئی تو اب مجبوری ہے اب دونوں سے نسب مان لیں گے۔

یہ معنی ہے فَإِنِ ادَّعَيَاهُ مَعًا پس اگر دعویٰ کیا اس کا دونوں نے اکٹھا بھئی ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُمَا تو بچے کا نسب ان دونوں سے ثابت ہو جائے گا وَكَانَتِ الْأَمَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُمَا اور وہ باندی ان دونوں کی ام ولد ہو جائے گی۔ وَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الْعُقْرِ تَقَاصَّا بِمَا لَهُ عَلَى الْآخَرِ اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر نصف عقر آ جائے گا، جیسے پچھلے مسئلے میں تھا صحبت کی تھی اور آدھی باندی کا مالک نہیں تو نصف عقر آیا تھا، تو یہاں دونوں پر کتنا کتنا آ جائے گا؟ نصف عقر آ جائے گا۔ بھئی مثلاً نصف عقر سو درہم بنتے ہیں اس پر بھی سو درہم دوسرے پر بھی سو درہم، اس نے اس کو دینے تھے دوسرے نے اس کو دینے تھے بھئی، تو لہٰذا دونوں دین کو ایک دوسرے کا بدل قرار دے کر حساب پورا کر لیں گے یعنی حساب ختم ہو گیا۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ نصف دوسرے کی تھی تو اس کو اب نصف عقر دینا پڑے گا اور دوسرے کے لیے بھی ضروری ہو گیا کہ وہ پہلے کو کیا کرے؟ نصف عقر دے، تو دونوں طرف سو سو درہم آئے، ایک پر بھی دین سو درہم دوسرے پر بھی دین سو درہم، تو ایک دین کو دوسرے کا بدل قرار دے کر حساب پورا کر دینا اس کو کہتے ہیں مقاصہ۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ مقاصہ۔ یہ متن میں آ رہا ہے تَقَاصَّا دونوں مقاصہ کر لیں گے۔ مقاصہ کسے کہتے ہیں؟ ایک دین کو دوسرے دین کا بدل قرار دے کر حساب چکا دینا۔ بھئی آپ نے میرا ایک ہزار دین دینا تھا میں نے اب آپ سے ایک کتاب خریدی اس کی بھی قیمت کتنی؟ ایک ہزار، تو اب میرے اوپر بھی آپ کا ایک ہزار دین ہوا، میں نے کہا بھئی ہم دونوں کا حساب ختم آپ نے میرے ایک ہزار دینے تھے اب میں نے بھی آپ کا ایک ہزار دینا ہے تو معاملہ برابر ہو گیا، اس کو مقاصہ کہتے ہیں۔ دیکھو ایک دین کو دوسرے دین کا بدل قرار دے کر حساب پورا کر دینا، حساب چکا دینا، معاملہ برابر کر دینا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس کو مقاصہ کہتے ہیں۔ تو یہی بات کر رہے ہیں کہتے ہیں وَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الْعُقْرِ اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر نصف عقر آئے گا تَقَاصَّا مقاصہ کر لیں گے وہ دونوں بِمَا لَهُ عَلَى الْآخَرِ جو اس کا مال ہے عَلَى الْآخَرِ دوسرے پر۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟

وَيَرِثُ الِابْنُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِيرَاثَ ابْنٍ كَامِلٍ اور بیٹا وارث ہو گا دونوں میں سے ہر ایک سے، کتنا وارث بھئی؟ مِيرَاثَ ابْنٍ كَامِلٍ ایک پورے بیٹے کی میراث بھئی وہ پائے گا دونوں سے۔ بھئی دونوں نے کیا کہا تھا؟ زید اور عمرو، زید نے بھی کہا یہ میرا بیٹا ہے عمرو نے بھی کہا تھا یہ میرا بیٹا ہے، دونوں سے نسب ثابت ہو گیا تھا لہٰذا یہ زید کا بھی بیٹا شمار اور عمرو کا بھی بیٹا شمار، لہٰذا دونوں سے پوری پوری میراث ملے گی: زید کے مرنے پر بھی اس کو اسی طرح حصہ ملے گا جیسے ایک بیٹے کو پورا حصہ ملتا ہے، اور عمرو کے مرنے پر بھی اس کو کیا ملے گی؟ بیٹے کو جیسے جتنا حصہ دیا جاتا ہے پورے بیٹے کا حصہ اس کو ملے گا بھئی۔ یہ معنی ہے وَيَرِثُ الِابْنُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِيرَاثَ ابْنٍ كَامِلٍ اور وارث ہو گا بیٹا ان دونوں میں سے ہر ایک سے کامل بیٹے کی میراث کا۔ وَهُمَا يَرِثَانِ مِنْهُ مِيرَاثَ أَبٍ وَاحِدٍ اور وہ دونوں وارث ہوں گے اس بیٹے سے مِيرَاثَ أَبٍ وَاحِدٍ ایک باپ کی میراث کے، ایک باپ کی میراث پائیں گے۔ کیا معنی؟ یعنی دیکھو بھئی بیٹے کا انتقال ہو گیا، مالدار ہو گیا تھا بعد میں اس کا انتقال ہوا اب اس کا مال وراثت باقی ہے، بیٹے کا انتقال ہوا اور باپ زندہ ہو تو باپ کو وراثت میں حصہ ملتا ہے بھئی اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، تو اب دونوں کو ملا کر وہ باپ کا حصہ دے دیں گے یہ نہیں کہ ہر ایک کے لیے الگ باپ کا حصہ نکالیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً ایسی صورت بن گئی بیٹے کا انتقال ہوا تو باپ کا حصہ بنتا ہے چھٹا مثلاً، چھ لاکھ روپے اس نے چھوڑے ہیں تو چھٹا حصہ کتنا ہوا؟ ایک لاکھ، یہ ایک لاکھ باپ کو ملنا تھا تو یہ ایک لاکھ دونوں کو دے دیں گے، ایک ہی باپ کا حصہ دونوں کو دے دیں گے تو آپس میں تقسیم کر لیں گے آدھا ایک لے لے گا آدھا

ایک۔ سمجھ میں آیا؟ تو وہ بیٹا جب وارث بنتا تھا دونوں سے الگ الگ پوری میراث ملتی تھی لیکن یہ دونوں جب اس بیٹے کے وارث بنیں گے تو ان دونوں کو الگ الگ پورا حصہ نہیں ملے گا، دونوں کو ملا کر ایک حصہ دے دیں گے اور پھر وہ آپس میں اسے کیا کر لیں گے؟ تقسیم۔ یہ معنی ہے وَهُمَا يَرِثَانِ مِنْهُ مِيرَاثَ أَبٍ وَاحِدٍ اور یہ دونوں وارث ہوں گے اس سے یعنی اپنے بیٹے سے مِيرَاثَ أَبٍ وَاحِدٍ ایک ہی باپ کی میراث کے۔

وَإِذَا وَطِئَ الْمَوْلَى جَارِيَةَ مُكَاتَبِهِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ فَإِنْ صَدَّقَهُ الْمُكَاتَبُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَكَانَ عَلَيْهِ عُقْرُهَا وَقِيمَةُ وَلَدِهَا وَلَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ، وَإِنْ كَذَّبَهُ الْمُكَاتَبُ فِي النَّسَبِ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ: ایک شخص نے اپنے مکاتب کی باندی کے ساتھ صحبت کر لی۔ بھئی آقا نے اپنے غلام سے کہا جاؤ بھئی پانچ لاکھ روپے کما کر لاؤ تو تم آزاد ہو، غلام نے قبول کر لیا۔ یہ جو عقد ہوا یہ کیا کہلاتا ہے؟ عقد کتابت، اور یہ غلام اب کیا بن گیا؟ مکاتب بن گیا۔ یہ آزاد آدمی کی طرح ہے اس سے خدمت نہیں لے سکتا، یہ جائے گا کاروبار وغیرہ کرے گا پیسے کمائے گا اور لا کر آقا کو دے کر اپنے آپ کو کیا کروالے گا؟ آزاد۔ اس مکاتب نے کاروبار شروع کیا اور اس نے ایک باندی خریدی۔ آقا نے اس باندی کے ساتھ صحبت کر لی اور پھر اس باندی سے ایک بچہ پیدا ہوا اور پھر آقا نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ مکاتب نے بھی تصدیق کر دی ہاں یہ اسی کا بچہ ہے میرے آقا ہی کا بچہ ہے، کہتے ہیں نسب ثابت ہو جائے گا۔ نسب کیا ہو گا؟ ثابت ہو جائے گا۔

لیکن یاد رکھیے مکاتب کے مال میں آقا کا کوئی حق نہیں ہوتا، کیونکہ مکاتب اپنے لیے کما رہا ہے لا کر پھر دے گا اور اپنے آپ کو کیا کرے گا؟ آزاد کروائے گا، تو آقا کا اس میں کوئی حق نہیں ہے ابھی فی الحال جب تک ادائیگی نہیں کی۔ لیکن آقا نے صحبت کر لی اس کی باندی سے، آقا کہتا ہے بھئی میں سمجھا تھا یہ میرا غلام ہے یہ اس کی باندی ہے تو میرے لیے اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے، تو یہ وطی بالشبہہ ہوئی مولانا۔ اور اپنی باندی تھی یا اپنے مکاتب کی تھی؟ مکاتب کی یعنی غیر کی باندی تھی، اور وطی بالشبہہ ہو تو وہاں کیا آیا کرتا ہے؟ عقر دینا پڑتا ہے، تو یہاں آقا پورا عقر بھی دے گا اپنے مکاتب کو۔ سمجھ میں آیا؟ اور نیز پورے بچے کی قیمت بھی دینا پڑے گی۔ کیا ہو گا؟ پورے بچے کی قیمت بھی دینا پڑے گی اور باندی اس کی ام ولد بھی نہیں بنے گی، باندی اسی طرح کس کی شمار ہو گی؟ مکاتب کی باندی رہے گی۔ تو باندی جب آقا کی ام ولد نہیں تو پھر قیمت بھی نہیں دینا پڑے گی باندی کی، ہاں بچے کی کیا کرنا پڑے گی؟ قیمت دینا پڑے گی کیونکہ بچے کا نسب کس سے ثابت ہوا ہے؟ آقا سے، جب ثابت ہو گیا تو اب غلام کو اس کی قیمت دے۔ اچھا بھئی تو یہ تب ہے جب مکاتب اس کی تصدیق کرے، اور اگر مکاتب نے جھٹلا دیا: آقا نے کہا تھا یہ میرا بچہ ہے مکاتب نے کیا کہا؟ نہیں بھئی یہ جھوٹ بول رہا ہے، تو کہتے ہیں بھئی اب آقا کی تصدیق بھی نہیں کی جائے گی اور بچے کا نسب بھی اس سے ثابت نہیں ہو گا۔

کہتے ہیں وَإِذَا وَطِئَ الْمَوْلَى جَارِيَةَ مُكَاتَبِهِ جب صحبت کر لی آقا نے اپنے مکاتب کی باندی کے ساتھ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ پس وہ باندی ایک بچے کو لے آئی، ایک بچے کو اس نے جنم دیا فَادَّعَاهُ پس آقا نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا، فَإِنْ صَدَّقَهُ الْمُكَاتَبُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ اگر تصدیق کر دی مکاتب نے آقا کی ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ تو ثابت ہو جائے گا اس بچے کا نسب اس کے آقا سے وَكَانَ عَلَيْهِ عُقْرُهَا اور آقا پر واجب ہے اس باندی کا عقر بھئی، کیا دینا پڑے گا؟ عقر دینا پڑے گا، وَقِيمَةُ وَلَدِهَا اور نیز اس آقا پر کیا واجب ہے؟ اس بچے کی قیمت آئے گی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ ولد مغرور ہے مولانا اور ولد مغرور میں اس کی قیمت آیا کرتی ہے بھئی۔ ولد مغرور یہ کہ ایک شخص نے بھئی زید سے ایک باندی خرید لی اور اب سمجھا یہ باندی چونکہ میں نے خرید لی ہے میں اس کا مالک ہوں، باندی کے ساتھ صحبت کی باندی سے بچہ پیدا ہوا اور اس نے کہا یہ میرا بچہ ہے۔ بعد میں ایک تیسرا آدمی آیا اس کی باندی پہ نظر پڑی اس نے کہا او ہو یہ تو میری باندی ہے یہ تو گم ہے میں اس کی تلاش میں تھا! اس نے دعویٰ کر دیا ثابت ہو گیا یہ باندی اسی کی تھی زید نے جھوٹ بیع کی تھی بھئی غلط بیع کی تھی، زید تو مالک ہی نہیں تھا اس نے بیع کہاں سے کر دی؟ تو وہ اب شخص اپنی باندی کو لے جائے گا۔ اور یہ جو شخص تھا یہ مغرور ہوا یعنی اس کو دھوکہ دیا گیا۔ مغرور مفعول کے وزن پر ہے، غَرَّ کا معنی دھوکہ دینا تو اس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے، مغرور کس کو کہیں گے؟ جس کو دھوکہ دیا گیا ہو۔ اور اس کا جو بچہ ہے اب کہتے ہیں یہ آزاد ہو گا۔ بھئی دیکھو آپ کو میں نے بتلایا تھا بچہ کس کے تابع ہوا کرتا ہے؟ ماں کے تابع ہوتا ہے اور ماں اس کی کیا ہے؟ باندی، تو بچے کو بھی کیا ہونا چاہیے؟ غلام ہونا چاہیے، لیکن یہاں پر کہتے ہیں چونکہ نسب ثابت ہے لہٰذا اب بچے کو آزاد شمار کریں گے لیکن باپ کو اب اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ کیا دینا پڑے گی؟ قیمت، کیونکہ اصل تو باندی جس کی ہے بچہ بھی اسی کا مملوک ہوا کرتا ہے تو جب نسب اس سے ثابت ہے تو اس کے ہاتھ سے بچہ کیا ہے؟ نکل رہا ہے، جب نکل رہا ہے اس کی چیز نکل رہی ہے تو اب باپ کو کیا دینا پڑے گی اس کی؟ قیمت دینا پڑتی ہے۔ یہ ہے وَلَدُ الْمَغْرُورِ مولانا، تو مغرور کا بچہ قیمت کے عوض آزاد ہوا کرتا ہے۔ تو یہاں بھی اسی طرح ہے مولانا، یہاں بھی وَلَدُ الْمَغْرُورِ کی طرح اس کی قیمت دینا پڑے گی کیونکہ آقا کو دھوکہ لگ گیا تھا وہ سمجھا تھا کہ یہ تو میرے غلام کی باندی ہے میرے لیے اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے، تو دھوکہ لگ گیا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو یہ ولد مغرور کی طرح ہوا اس میں قیمت آئے گی۔

وَلَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ اور یہ باندی اس کی ام ولد بھی نہیں بنے گی بھئی۔ بھئی کیا وجہ ہے آپ کہہ رہے ہیں یہاں ام ولد نہیں بنے گی، باپ کے مسئلے میں بھی آپ نے کہا تھا وہ باپ کی ام ولد بن جائے گی، دو شریکوں کے درمیان بھی آپ نے کیا کہا تھا وہ ایک شریک کی یا دونوں کی کیا بن جائے گی؟ ام ولد بن جائے گی؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ وہاں کوئی دلیل موجود تھی: باپ کے لیے وہ حدیث موجود تھی حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کیا فرمایا تھا؟ أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تو اس حدیث کی وجہ سے ہم نے کیا کیا باپ کو اس کا مالک قرار دے دیا تھا؛ اور دو شریکوں کے درمیان جو باندی تھی وہاں بھی دلیل موجود تھی کہ جس نے وطی کی تھی صحبت کی تھی وہ آدھی کا مالک تھا یا نہیں تھا بھئی؟ آدھی کا مالک تھا؛ لیکن یہاں پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے کسی لحاظ سے بھی مالک نہیں ہے تو لہٰذا اب اس باندی کو اس شخص کے لیے ام ولد قرار دینے کی گنجائش بھی نہیں ہے لہٰذا ام ولد نہیں قرار دیں گے اس کے لیے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَذَّبَهُ الْمُكَاتَبُ فِي النَّسَبِ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ اور اگر آقا کو جھٹلایا مکاتب نے نسب کے اندر لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ تو نسب اس سے ثابت بھی نہیں ہو گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۷: کتاب المکاتب (۱): کتابت کی تعریف، مکاتب کے اختیارات، نجوم (اقساط) کی ادائیگی اور عجز مکاتب کے احکام

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۷ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْمُكَاتَبِ۔ وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلٰى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ عَلٰى مَالٍ شَرَطَهُ عَلَيْهِ وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذٰلِكَ الْعَقْدَ صَارَ مُكَاتَبًا، وَيَجُوزُ أَنْ يُشْتَرَطَ الْمَالُ حَالًّا وَيَجُوزُ مُؤَجَّلًا وَمُنَجَّمًا، وَيَجُوزُ كِتَابَةُ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

مکاتب بھئی۔ مکاتب وہ غلام کہ جس کے ساتھ آقا عقد کتابت کرلے۔ اور عقد کتابت کسے کہتے ہیں؟ یہ آپ کے حاشیے میں تعریف دی ہوئی ہے: اَلْكِتَابَةُ تَحْرِيرُ الْمَمْلُوكِ يَدًا فِي الْحَالِ وَرَقَبَةً فِي الْمَآلِ۔ کتابت کسے کہتے ہیں؟ بھئی دیکھیے مکاتب وہ غلام ہے جسے آقا نے کہہ دیا کہ اگر تم اتنا مال لے آؤ تو تم آزاد ہو، اور غلام نے اسے قبول کر لیا تو ان دونوں کے درمیان یہ جو عقد ہوا یہ عقد کتابت کہلاتا ہے اور یہ غلام اب مکاتب بن گیا بھئی۔ اور میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ مکاتب جو ہے وہ آزاد آدمی کی طرح ہوتا ہے، اسے تصرفات کی اجازت ہوتی ہے، وہ جائے گا پیسے کمائے گا اور لا کر پیسے آقا کو ادا کر کے اپنے آپ کو آزاد کروائے گا بھئی۔ اب آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا بھئی، بلکہ اب یہ کیا کرے گا؟ پیسے کمائے گا اور اپنے آپ کو آزاد کروائے گا۔ اگر باندی ہے تو آقا اس کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا۔ تو دیکھو یہ غلام جو ہے یہ مکاتب ہے اور کس کی طرح ہے یہ؟ آزاد آدمی کی طرح، تو اب اس پر آقا کا قبضہ نہ رہا یہ آقا کے قبضے سے نکل گیا، البتہ ہے اب بھی اسی کا مملوک لیکن قبضہ اس کا نہیں ہے۔ تو قبضہ فی الحال ختم ہوا اور اس کی ذات باعتبار انجام کے آزاد ہو گی۔ ملک کب ختم ہو گی؟ جب وہ ادائیگی کر دے گا۔ مملوک ہے غلام ابھی بھی ہے آقا کا لیکن قبضہ نہیں، آقا اس سے خدمت وغیرہ نہیں لے سکتا۔ تو کتابت وہ عقد ہے جس کے اندر مملوک سے قبضہ فی الحال ختم ہو جاتا ہے، آقا اب اس سے خدمت نہیں لے سکتا، اور ملکیت جو ہے اس سے کب ختم ہو گی؟ باعتبار انجام کے کہ بالآخر جب وہ ساری ادائیگی کر دے گا تو اب اس پر سے ملکیت بھی ختم ہوئی، اب مملوک نہ رہے گا جب ساری ادائیگی کر دے گا کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔

تو یہی بات بیان کر رہے ہیں، کہتے ہیں اَلْكِتَابَةُ تَحْرِيرُ الْمَمْلُوكِ يَدًا فِي الْحَالِ کتابت وہ مملوک کو آزاد کرنا ہے يَدًا باعتبار قبضے کے فِي الْحَالِ، قبضے کے اعتبار سے یہ فی الحال ہی آزاد ہے وَرَقَبَةً فِي الْمَآلِ اور رقبہ اور ذات کے اعتبار سے فِي الْمَآلِ انجام کار کے اعتبار سے، مآل کہتے ہیں انجام کو بھئی۔ تو قبضے کے اعتبار سے یہ فی الحال آزاد ہوا آقا کا قبضہ نہیں اس سے خدمت نہیں لے سکتا، اور ذات کے اعتبار سے کب آزاد ہو گا؟ انجام کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آزاد ہو گا بھئی جب وہ کیا کر دے گا؟ سارا بدل کتابت ادا کر دے گا۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۷۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلٰى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ عَلٰى مَالٍ شَرَطَهُ عَلَيْهِ وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذٰلِكَ الْعَقْدَ صَارَ مُكَاتَبًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا كاتب المولى عبده أو أمته على مال شرطه عليه وقبل العبد ذلك صار مكاتبا» منقول ہے۔

لیکن اگر یہ اپنے آپ کو عاجز قرار دے دیتا ہے، مثلاً اسے آقا نے کہا تھا بھئی پانچ لاکھ روپے دو سال کے اندر کما کر لاؤ گے، یہ غلام گیا محنت شروع کر دی لیکن دو چار چھ مہینے آٹھ مہینے دس مہینے گزرے یا سال گزرا بھئی کچھ بھی نہیں جمع ہوا، اسے اندازہ ہو گیا کہ نہیں بھئی میں تو اتنا مال کبھی بھی جمع نہیں کر سکتا، اس نے آقا کو آ کر کہہ دیا کہ میں عاجز آ گیا ہوں اتنے پیسے میں جمع نہیں کر سکتا، تو آقا اور یہ رضامند ہوئے عقد کتابت مولانا خود بخود ختم ہو جائے گا، اب یہ پھر عام غلام کی طرح بن گیا اور اب پھر اس سے آقا کیا کر سکتا ہے؟ خدمت وغیرہ لے سکتا ہے۔

تو یہ اصطلاحی تعریف تھی مولانا، کہتے ہیں الْكِتَابَةُ تَحْرِيرُ الْمَمْلُوكِ، حاشیے پر نظر ہے آپ کی بھئی؟ الْكِتَابَةُ تَحْرِيرُ الْمَمْلُوكِ يَدًا فِي الْحَالِ کتابت جو ہے وہ آزاد کرنا ہے اپنے مملوک کو يَدًا باعتبار قبضے کے فِي الْحَالِ وَرَقَبَةً فِي الْمَآلِ اور ذات کے اعتبار سے انجام کار میں۔ وَهٰذَا فِي الشَّرْعِ کہتے ہیں یہ شریعت میں ہے یعنی یہ شرعی تعریف ہے۔ وَفِي اللُّغَةِ اور لغت کے اندر یعنی عربی زبان کے اندر مَدَارُ هٰذَا اللَّفْظِ عَلَى الْجَمْعِ اس لفظ کا مدار جمع پر ہے یعنی اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں، جمع کا معنی اس میں پایا جاتا ہے۔ اسی سے کتاب کو بھی کتاب کہتے ہیں کیونکہ اس کے اندر بھی جمع کرنے والا معنی ہے، مختلف مضامین اس میں جمع ہوتے ہیں اسی لیے کتاب کو کتاب کہتے ہیں بھئی۔

کہتے ہیں وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلَى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ عَلَى مَالٍ شَرَطَهُ عَلَيْهِ وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذٰلِكَ الْعَقْدَ صَارَ مُكَاتَبًا اور جب مکاتب بنایا آقا نے اپنے غلام کو أَوْ أَمَتَهُ یا اپنی باندی کو عَلَى مَالٍ، مَالٍ نکرہ آیا نکرہ کے بعد شَرَطَ فعل آیا، میں نے آپ کو بتایا نکرہ کے بعد فعل آئے تو وہ عموماً اس کے لیے کیا بنے گا؟ صفت بنے گا اور موصوف صفت کا ترجمہ کرتے ہوئے کیا کرتے ہیں؟ موصوف سے پہلے ایسا کا لفظ لاتے ہیں۔ تو مکاتب بنایا آقا نے اپنے غلام کو یا اپنی باندی کو عَلَى مَالٍ ایسے مال پر شَرَطَهُ عَلَيْهِ جس کی شرط لگائی ہے آقا نے اس پر، کہ اس مال کی شرط لگائی آقا نے اس پر وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذٰلِكَ الْعَقْدَ اور غلام نے بھی قبول کر لیا اس عقد کو صَارَ مُكَاتَبًا تو وہ کیا بن جائے گا؟ مکاتب بن جائے گا۔ تو غلام کا قبول کرنا بھی ضروری ہوا، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ غلام نے پیسے ادا کرنے ہیں تو گویا اپنے اوپر وہ ایک دین کو لازم کر رہا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس کو کیا کرے؟ قبول بھی کرے گا تو پھر اس پر یہ لازم ہو گا، بغیر قبول کیے اس پر دین لازم نہیں بھئی۔ تو صَارَ مُكَاتَبًا تو وہ مکاتب ہو جائے گا۔

وَيَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمَالَ یوں پڑھ لیں یا مجہول پڑھ لیں: وَيَجُوزُ أَنْ يُشْتَرَطَ الْمَالُ حَالًّا وَيَجُوزُ مُؤَجَّلًا وَمُنَجَّمًا۔ اگر معروف پڑھیں وَيَجُوزُ اور جائز ہے أَنْ يَشْتَرِطَ الْمَالَ کہ شرط لگائے آقا مال کی حَالًّا فی الحال فوری ادائیگی، اور اگر مجہول پڑھیں وَيَجُوزُ أَنْ يُشْتَرَطَ الْمَالُ اور جائز ہے کہ شرط لگائی جائے مال کی حَالًّا فی الحال، یعنی آقا کہے ابھی مجھے پیسے لا کر دو اتنے تو تم آزاد ہو۔ سمجھ میں آیا؟ فی الحال۔ آپ کہیں گے ابھی کہاں سے لا کر دے گا؟ بھئی ممکن ہے کسی سے قرض لے لے، سمجھ میں آیا؟ کسی سے قرض لے لے، کوئی اسے ہبہ کر دے، کوئی اس پہ صدقہ کر دے یا کچھ کر دے۔ تو جَائِزٌ أَنْ يُشْتَرَطَ الْمَالُ حَالًّا جائز ہے کہ شرط لگائی جائے مال کی حَالًّا فی الحال یعنی فوری ادائیگی کی، وَيَجُوزُ مُؤَجَّلًا اور یہ بھی جائز ہے کہ اجل کے ساتھ ہو یعنی مدت کے ساتھ ہو، مثلاً میں نے مثال ذکر کی آقا نے کہا دو سال میں پانچ لاکھ روپے لے آؤ، دیکھو اب اجل ہے مدت ہے بیچ میں بھئی۔ وَمُنَجَّمًا اور منجم کا معنی ہے تھوڑا تھوڑا یعنی قسط وار، اور جائز ہے قسط وار بھی، مال کی شرط لگائی جائے قسط وار یہ بھی جائز ہے۔ مثلاً آقا نے اسے کہا بھئی کہ تم ایک سال تک ہر مہینے مجھے سو درہم ادا کرو گے تو تم کیا ہو؟ آزاد ہو، غلام نے کہا مجھے قبول ہے تو یہ غلام اب مکاتب بن گیا اور ہر مہینے کتنی ادائیگی ضروری ہے اس پر؟ سو درہم کی، اور بارہ مہینے تک جب یہ ادائیگی کر دے گا تو یہ آزاد ہو جائے گا۔ تو تینوں صورتیں صحیح ہیں مولانا: فی الحال مال کی شرط لگانا یہ بھی صحیح کہ فی الحال لاؤ، مدت کے ساتھ متعین کرے کہ دو سال تک دے دو، اور قسط وار بھی صحیح ہے۔

وَيَجُوزُ كِتَابَةُ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ اور جائز ہے نابالغ غلام کی کتابت بھی إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ جب وہ سمجھتا ہو بیع و شراء کو، خرید و فروخت کو سمجھنے والا ہو، ہے نابالغ لیکن اتنا سمجھدار ہے کہ بیع و شراء کو سمجھتا ہے اس کے ساتھ عقد کتابت بھی صحیح ہے بھئی، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔

وَإِذَا صَحَّتِ الْكِتَابَةُ خَرَجَ الْمُكَاتَبُ عَنْ يَدِ الْمَوْلَى اور جب صحیح ہو جائے کتابت یعنی منعقد ہو جائے عقد کتابت صحیح طرح خَرَجَ الْمُكَاتَبُ عَنْ يَدِ الْمَوْلَى تو نکل گیا مکاتب آقا کے قبضے سے وَلَمْ يَخْرُجْ مِنْ مِلْكِهِ اور اس کی ملکیت سے نہیں نکلا، ہے اب بھی اس کا غلام لیکن قبضہ ختم اب آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا۔[۲]

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا صَحَّتِ الْكِتَابَةُ خَرَجَ الْمُكَاتَبُ عَنْ يَدِ الْمَوْلَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر

فَيَجُوزُ۔ ہاں بھئی اب یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کون کون سے کام اب مکاتب کے لیے جائز ہیں، کیا کیا وہ کر سکتا ہے کون سے تصرفات کر سکتا ہے اور کون سے تصرفات نہیں کر سکتا۔ یاد رکھیے مکاتب نے پیسے لا کر اپنے آپ کو آزاد کروانا ہے لہٰذا وہ تمام عقد جن میں اس کو مالی فائدہ ہوتا ہے وہ جائز ہوں گے جن کے ذریعے وہ مقصود تک پہنچ سکے، پیسے اکٹھے کر سکے آقا کو ادا کر سکے، باقی تصرفات کی اسے اجازت نہیں ہو گی۔ دیکھیے بیان کرتے جائیں گے آگے کن کن چیزوں کی اجازت ہے اور کن کی نہیں۔ کہتے ہیں فَيَجُوزُ لَهُ الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ وَالسَّفَرُ اور جائز ہے مکاتب کے لیے بیچنا بھی اور خریدنا بھی اور سفر کرنا بھی۔ بھئی خرید و فروخت تو ضروری ہے تجارت کرے گا کچھ چیزیں خریدے گا پھر ان کو بیچے گا پیسے کمائے گا یہ مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ سفر کی بھی اسے اجازت ہے اس لیے کہ تجارت میں بعض اوقات سفر کی بھی ضرورت پڑتی ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے بھئی کوئی چیز لینے یا بیچنے، اس کی بھی اجازت ہے۔ وَلَا يَجُوزُ لَهُ التَّزَوُّجُ اور جائز نہیں ہے اس کے لیے نکاح کرنا۔ ہاں نکاح کرنا شادی کرنا اس کی اجازت نہیں ہو گی کیونکہ یہ مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں بلکہ نکاح کرے گا پھر تو بیوی بچوں کے نان نفقے کے خرچے اور مہر وغیرہ کی ادائیگی کے چکر میں پڑے گا پھر مقصود تک پہنچنا اور مشکل ہو جائے گا لہٰذا اسے نکاح کی اجازت نہیں ہے، إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْمَوْلَى مگر یہ کہ اسے آقا اجازت دے دے۔ آقا نے خود اجازت دے دی بھئی، تو مانع تو تھا آقا کے حق کی وجہ سے ہی آقا نے وہ مانع دور کر دیا خود اجازت دے دی تو اب کیا کر سکتا ہے؟ نکاح وغیرہ کر سکتا ہے۔

وَلَا يَهَبُ وَلَا يَتَصَدَّقُ إِلَّا بِالشَّيْءِ الْيَسِيرِ اور ہبہ نہیں کر سکتا بھئی کسی کو تحفے کے طور پر کوئی چیز نہیں دے سکتا یہ غلام، کیونکہ اس کے ذریعے مال آئے گا یا جائے گا بھئی؟ اس کے ذریعے تو جائے گا بھئی جب ہبہ کرے گا۔ وَلَا يَتَصَدَّقُ اور صدقہ بھی نہیں کر سکتا بھئی صدقہ بھی کرے گا تو مال کیا ہو گا اس کے ہاتھ سے جائے گا إِلَّا بِالشَّيْءِ الْيَسِيرِ مگر تھوڑی سی چیز، تھوڑی سی چیز ہبہ کرنا چاہے کسی کو ہبہ کر سکتا ہے تھوڑی سی چیز صدقہ کرنا چاہے تو صدقہ کر سکتا ہے۔ وَلَا يَتَكَفَّلُ اور کفالت بھی نہیں قبول کر سکتا یعنی کفیل بھی نہیں بن سکتا بھئی کسی کا، ضامن بننا۔ بھئی ضامن پر تو مال آتا ہے اگر اصیل ادائیگی نہ کرے تو پھر کس سے مال وصول کیا جاتا ہے؟ کفیل سے، تو اس سے بھی مال جائے گا بھئی یہ نہیں کر سکتا بھئی۔

فَإِنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ مِنْ أَمَةٍ لَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ وَكَانَ حُكْمُهُ مِثْلَ حُكْمِ أَبِيهِ وَكَسْبُهُ لَهُ۔ یاد رکھیے اس مکاتب کا پہلے سے کوئی بچہ ہو، جب آقا نے عقد کتابت کیا تو اس کا ایک بچہ پہلے ہی تھا، وہ عقد کتابت میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ بچہ تو الگ موجود ہے اور آقا نے عقد کتابت صرف اس غلام سے کیا ہے اس کے بچے کو ساتھ نہیں ملایا۔ لیکن اس کے عقد کتابت کے بعد جو بچہ پیدا ہو گا وہ اسی کے عقد کتابت میں داخل ہو جائے گا بھئی، کیا ہو گا؟ عقد کتابت میں داخل ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ عقد کتابت کر چکا ہے تو گویا بچہ اسی سے جدا ہوا ہے تو وہ عقد کتابت میں پہلے سے ہی گویا کہ داخل تھا، جب کتابت کی تو بچہ ابھی اس سے جدا نہیں ہوا اور جب بعد میں جدا بھی ہوا تو کتابت تو اس کے ساتھ ہو چکی تھی اور اس کے ضمن میں کس کے ساتھ بھی گویا ہو چکی ہے؟ اس کے بچے کے ساتھ بھی ہو چکی ہے جو اس سے جدا ہوا تو داخل ہو گیا بھئی۔ تو صورت مسئلہ یہ ہے: کہتے ہیں بھئی ایک مکاتب تھا آقا نے عقد کتابت کیا اس کے ساتھ، یہ گیا اس نے تجارت شروع کی مال اکٹھا کرتا جا رہا ہے اس مال کے ذریعے اس نے باندی خرید لی، باندی خرید کر اس کے ساتھ اس نے صحبت کر لی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا، پھر مکاتب نے کہہ دیا یہ بچہ میرا ہے، یہ بچہ میرا ہے، تو یہ بچہ کیا ہے اس کی کتابت میں داخل ہو جائے گا، جب یہ پیسے اپنے ادا کر دے گا بچہ بھی ساتھ ہی اس کا کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا، لیکن اگر یہ خود عاجز آیا اور پہلے کی طرح پھر غلام بن گیا تو بچہ بھی اسی طرح کیا بن جائے گا؟ غلام بن جائے گا۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ مِنْ أَمَةٍ لَهُ پس اگر پیدا ہوا اس کا کوئی بچہ مِنْ أَمَةٍ لَهُ اس کی باندی سے۔ مِنْ أَمَةٍ لَهُ نکرہ کے بعد، أَمَةٍ نکرہ ہے لَهُ جار مجرور ہے، نکرہ کے بعد فعل آئے تو اس کے لیے کیا بنتا ہے؟ صفت، اسی طرح نکرہ کے بعد جار مجرور آئے تو وہ بھی بعض اوقات اس کے لیے صفت بنتا ہے یہ بھی یہاں پر أَمَةٍ کے لیے لَهُ کیا بنے گا؟ صفت، اور موصوف صفت کا ترجمہ وہی ضابطہ لگانا موصوف سے پہلے کیا لائیں گے؟ ایسا، اب دیکھو مِنْ أَمَةٍ لَهُ ایسی باندی سے لَهُ جو اس کی ہے یعنی اس کی اپنی ہے۔ تو اس کی اپنی باندی سے اگر اس کا کوئی بچہ پیدا ہوا دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ تو وہ بچہ بھی کیا ہو گا اس کی کتابت میں داخل ہو جائے گا وَكَانَ حُكْمُهُ مِثْلَ حُكْمِ أَبِيهِ اور اس بچے کا حکم بھی اس کے باپ کے حکم کی طرح ہو گا یعنی جب باپ آزاد ہو گا بچہ بھی کیا ہو گا؟ آزاد وَكَسْبُهُ لَهُ اور بچے کی کمائی اس مکاتب کے لیے ہو گی کیونکہ اس کا بچہ ہے تو کمائی کا بھی یہی مالک ہو گا، جو بچہ مثلاً بڑا ہو گیا وہ کما رہا ہے اور لا رہا ہے تو وہ اسی مکاتب کا ہو گا جس کے ذریعے وہ ادائیگی کرے گا۔

فَإِنْ زَوَّجَ الْمَوْلَى عَبْدَهُ مِنْ أَمَتِهِ ثُمَّ كَاتَبَهُمَا۔ صورت مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی تھا اس نے اپنے غلام کا نکاح کروا دیا اپنی ہی باندی سے۔ بھئی

القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا صحت الكتابة خرج المكاتب من يد المولى» منقول ہے۔

آپ جانتے ہیں غلام اپنی مرضی سے نکاح نہیں کر سکتا، آقا اجازت دے گا تو کر سکتا ہے یا آقا کروائے گا تو نکاح ہو گا۔ اب آقا نے اپنے اس غلام کا نکاح اپنی ہی ایک باندی سے کر دیا، غلام بھی اس کا باندی بھی اس کی، پھر یہ دونوں جو میاں بیوی ہیں ان دونوں کو آقا نے مکاتب بنا دیا تو دونوں مکاتب ہو جائیں گے مولانا، کیا ہو جائیں گے؟ مکاتب۔ اب ان دونوں سے ایک بچہ پیدا ہوا، تو یاد رکھیے یہ بچہ اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہو جائے گا کیونکہ آپ نے پڑھا ہے بچہ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے، اگر ماں آزاد ہو تو بچہ بھی آزاد شمار ہوتا ہے اگر ماں باندی ہو تو بچہ بھی غلام شمار ہوتا ہے، تو لہٰذا یہاں ماں اس کی مکاتبہ ہے تو بچہ بھی اسی کے عقد کتابت میں داخل ہوا وہ بھی کیا بن گیا؟ مکاتب بن گیا۔ اور اب جو بچہ کمائے گا، مثلاً عقد کتابت کئی سالوں کا تھا بھئی اور بچہ بڑا ہو گیا اب وہ کمانے لگ پڑا تو وہ کمائی کا حق کس کا ہے؟ کہتے ہیں بھئی بچہ جب ماں کے عقد کتابت میں داخل ہے تو ماں ہی اس کی کمائی کی زیادہ حقدار ہے لہٰذا اس کی کمائی کسے دی جائے گی؟ اس کی ماں کو۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ زَوَّجَ الْمَوْلٰى عَبْدَهُ مِنْ أَمَتِهِ اور اگر نکاح کروا دیا آقا نے اپنے غلام کا اپنی باندی سے ثُمَّ كَاتَبَهُمَا پھر دونوں کو مکاتب بنا دیا فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَلَدًا تو جنم دیا اس غلام سے باندی نے ایک بچے کو دَخَلَ فِي كِتَابَتِهَا تو وہ بچہ داخل ہو جائے گا اس باندی کی کتابت میں یعنی اپنی ماں کی عقد کتابت میں داخل ہو جائے گا وَكَانَ كَسْبُهُ لَهَا اور اس بچے کی کمائی لَهَا اس باندی کے لیے یعنی اس کی اپنی ماں کے لیے ہو گی۔

وَإِنْ وَطِئَ الْمَوْلٰى مُكَاتَبَتَهُ لَزِمَهُ الْعُقْرُ وَإِنْ جَنٰى عَلَيْهَا أَوْ عَلٰى وَلَدِهَا لَزِمَتْهُ الْجِنَايَةُ وَإِنْ أَتْلَفَ مَالًا لَهَا غَرِمَهُ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: آپ کو میں نے بتلایا تھا کہ مکاتب قبضے کے اعتبار سے آزاد ہوتا ہے، آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا، اگر باندی ہے مکاتبہ ہے تو آقا اس سے صحبت بھی نہیں کر سکتا۔ تو ایک شخص نے اپنی باندی کو مکاتبہ بنا دیا اور پھر بعد میں اس سے صحبت کر لی، کیا کر لی؟ صحبت کر لی۔ بھئی وہ آدمی کہتا ہے میں تو سمجھا تھا میری ملکیت چونکہ باقی ہے میرے لیے ابھی بھی صحبت جائز ہے، وہ شخص کیا کہتا ہے؟ میری ملکیت باقی ہے، بھئی ملکیت ابھی بھی ہے یا نہیں اس کی؟ ملکیت تو ہے، تو کہتا ہے میں سمجھا چونکہ میری ملکیت باقی ہے اس لیے میرے لیے صحبت بھی جائز ہے اس لیے میں نے صحبت کر لی۔ تو یاد رکھیے یہ وطی بالشبہہ ہوئی، شبہے کی وجہ سے کیا کر لی گئی؟ صحبت، اسے شبہہ تھا کہ شاید صحبت جائز ہے مولانا کیونکہ کتابت سے پہلے صحبت جائز تھی لیکن اب تو جائز نہیں تھی لیکن اس نے اس شبہے میں صحبت کر لی۔ اور آپ کو میں نے بتلایا تھا کہ صحبت جو شبہہ کی وجہ سے کی جائے اس میں کیا دینا پڑتا ہے؟ عقر دینا پڑتا ہے، وطی بالشبہہ کی وجہ سے جو مہر آتا ہے جو مال آتا ہے وہ عقر کہلاتا ہے۔ تو یہاں بھی عقر دینا پڑے گا اور عقر کتنا ہوتا ہے؟ آزاد عورت میں مہر مثل اور باندی کے اندر اس کی قیمت کا دسواں حصہ یعنی عشر آئے گا بشرطیکہ یہ کنواری ہو باکرہ ہو، اور اگر ثیبہ ہو تو پھر دسواں حصہ نہیں آئے گا بلکہ نصف عشر آئے گا یعنی بیسواں حصہ بھئی۔ تو یہاں پر بھی چونکہ وطی بالشبہہ ہوئی تو آقا کو عقر دینا پڑے گا اسی باندی کو، اب کیا دے گا اسے؟ عقر دے گا وہ اس پر لازم ہے۔

کہتے ہیں وَإِنْ وَطِئَ الْمَوْلٰى مُكَاتَبَتَهُ اور اگر صحبت کر لی آقا نے اپنی مکاتبہ کے ساتھ لَزِمَهُ الْعُقْرُ تو لازم ہو گا آقا پر عقر۔ وَإِنْ جَنٰى عَلَيْهَا أَوْ عَلٰى وَلَدِهَا لَزِمَتْهُ الْجِنَايَةُ اور اگر آقا نے جنایت کی اس باندی پر یا اس کے بچے پر بھئی۔ جنایت کسے کہتے تھے؟ اعضاء وغیرہ میں جو جرم کیا جائے مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹ دیا تو وہاں آپ جانتے ہیں بھئی دیت اور ارش وغیرہ دینا پڑتا ہے ضمان دینا پڑتا ہے، تو اگر اس نے اس بچے یا اس کی ماں جو ہے باندی ان پر جنایت کی کہ ان کو جسمانی نقصان پہنچایا تو اس صورت میں اس پر ضمان بھی لازم ہو گا اسے ضمان دینا پڑے گا بھئی۔ اور اگر اس نے ان کا مال تلف کر دیا مالی نقصان پہنچایا تو وہ مالی نقصان بھی پورا کرنا پڑے گا کیونکہ مکاتب اپنی ذات اور مال کے اعتبار سے گویا کہ کس کی طرح ہے؟ اجنبی کی طرح ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ جَنٰى عَلَيْهَا أَوْ عَلٰى وَلَدِهَا اور اگر آقا نے جنایت کی بھئی عَلَيْهَا اس باندی پر أَوْ عَلٰى وَلَدِهَا یا اس کی اولاد پر لَزِمَتْهُ الْجِنَايَةُ تو آقا پر جنایت لازم ہو گی۔ وَإِنْ أَتْلَفَ مَالًا لَهَا اور اگر آقا نے تلف کر دیا مَالًا لَهَا ایسا مال جو اس باندی کا ہے غَرِمَهُ تو اس کا ضامن ہو گا، اس مال کا ضامن ہو گا۔ غَرِمَ يَغْرَمُ کا معنی ضامن ہونا، ذمے دار ہونا کسی چیز کا، تو اس مال کا ذمے دار ہو گا۔

وَإِذَا اشْتَرَى الْمُكَاتَبُ أَبَاهُ أَوِ ابْنَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ اور جب خریدا مکاتب نے أَبَاهُ اپنے باپ کو اپنے والد کو أَوِ ابْنَهُ یا اپنے بیٹے کو دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ تو وہ بھی داخل ہو جائیں گے اس کی کتابت میں۔ بھئی مکاتب ہے مکاتب، یہ تجارت کر رہا ہے مال کما رہا ہے اب اس نے غلاموں کی بھی خرید و فروخت شروع کر دی، اور اسی دوران اس نے اپنے والد کو خرید لیا وہ بھی غلام تھا یا اپنے بیٹے کو خرید لیا وہ بھی کیا تھا؟ غلام تھا، کہتے ہیں وہ بھی اس کے عقد کتابت میں داخل ہو جائیں گے۔ یعنی جب یہ ادائیگی کر کے آزاد ہو گا تو ساتھ ہی وہ بھی کیا ہو جائیں گے؟ آزاد، اور اگر یہ عاجز آ گیا تو جیسے یہ عام غلام بن جائے گا وہ بھی اس کی طرح اس کے آقا کے عام غلام بن جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

بھئی وجہ یہ، بھئی یہ کیوں اس کے عقد کتابت میں داخل ہوں گے؟ اس سے پہلے ایک ضابطہ یاد رکھیں کہ مکاتب جو ہے وہ اہل اعتاق تو نہیں اہل کتابت ہے۔ یعنی مکاتب کسی کو آزاد تو نہیں کر سکتا البتہ دوسرے کو مکاتب بنا سکتا ہے۔ یہ ضابطہ یاد رکھیے بھئی اہم ضابطہ ہے: مکاتب اہل اعتاق تو نہیں البتہ اہل کتابت ضرور ہے۔ جلدی جلدی لکھیے بھئی: مکاتب اہل اعتاق تو نہیں البتہ اہل کتابت ضرور ہے۔ ترجمہ سمجھ میں آیا؟ یعنی مکاتب آزاد کر دینے کا اہل نہیں ہے کسی غلام کو یا اپنی کسی باندی کو وہ آزاد کرنا چاہے تو آزاد نہیں کر سکتا، اس لیے کہ اس کی ملکیت ابھی کامل نہیں ہے بھئی، اس کی ملکیت موقوف ہے ہو سکتا ہے یہ عاجز آ جائے، جب عاجز آئے گا تو اس کے سارے مال کا مالک بھی آقا بن جائے گا، یہ بھی عام غلام بن جائے گا اور اس کے قبضے میں جو کچھ ہو گا اس کا مالک بھی کون بن جائے گا؟ آقا، کیونکہ غلام اور اس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ دراصل کس کا ہوتا ہے؟ آقا کا، لیکن فی الحال قبضہ چونکہ اسی کا ہے اس نے کما کر لا کر دینے ہیں آقا کو تو لہٰذا ابھی فی الحال آقا کا قبضہ نہیں اس کے مال پر وہ اس کے مال کا مالک نہیں لیکن اگر یہ عاجز آ گیا تو آقا کیا ہو گا اس کے مال کا مالک۔ تو معلوم کیا ہوا؟ مکاتب کو حقیقتاً ملک حاصل ہوتی ہے یا موقوف ملک ہوتی ہے؟ موقوف ملک۔ ہاں جب یہ ادائیگی کر دے گا آزاد ہو جائے گا تو جیسے ہی آزاد ہو گا اب اس کو حقیقی ملک حاصل ہو گئی اب ساری چیزوں کا یہ مالک بن گیا، لیکن اس سے پہلے ملک موقوف تھی پتا نہیں ادائیگی کر کے آزاد ہو پاتا ہے یا آزاد نہیں ہو پاتا، تو اگر آزاد ہو جائے گا چیزوں کا مالک بن جائے گا حقیقتاً اور اگر آزاد نہ ہو اعاجز آ گیا تو پھر مالک کون بن جائے گا؟ آقا بن جائے گا۔ تو اب بتائیے آپ مجھے اس کو ملک حقیقتاً حاصل ہے یا ملک موقوف ہے اس کی چیزوں میں؟ اس کے پاس جتنی کمائی ہے اس کے اندر اس کی ملک موقوف ہے بھئی ابھی کچھ پتا نہیں یہ مالک بنے گا یا مالک نہیں بنے گا۔

اچھا تو لہٰذا جب ملک موقوف ہے اب یہ اپنے کسی غلام یا باندی کو آزاد کرنا چاہتا ہے، بھئی اسے پوری ملک ہی حاصل نہیں ہے تو یہ آزاد کرنے کا اہل کہاں سے ہو گیا؟ آزادی کے لیے تو ضروری ہے کوئی شخص کسی غلام یا باندی کو آزاد کرے ضروری ہے کہ اس کا پوری طرح مالک ہو، یہ پوری طرح مالک ہی نہیں تو یہ اہل اعتاق نہیں ہے۔ نیز اعتاق کا اس لیے بھی نہیں تصرف کر سکتا کہ آزاد کرنے کی صورت میں تو غلام اور باندی ہاتھ سے نکل جاتے ہیں تو اس میں مالی نفع ہوتا ہے یا مالی نقصان ہوتا ہے بھئی؟ مالی نقصان ہے، تو اس کو تو صرف ان تصرفات کی اجازت ہے جن میں مالی نفع ہو بھئی تاکہ یہ مقصود تک پہنچ سکے اپنے آپ کو آزاد کروا سکے۔ صورت سب کو سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو یہ آزاد نہیں کر سکتا نہ کسی غلام کو نہ کسی باندی کو۔ تو یہ اہل اعتاق نہیں آزاد کرنے کا اہل نہیں، البتہ اہل کتابت ہے یہ مکاتب آگے کسی اور غلام یا باندی کو مکاتب بنانا چاہے تو مکاتب بنا سکتا ہے۔ یہاں تک ضابطہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو اس نے اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو خرید ادَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ تو یہ کیا ہوں گے اس کی کتابت میں داخل ہو جائیں گے بھئی۔ بھئی دیکھو وجہ یہ کہ حدیث میں آیا آپ نے حدیث پڑھی بھئی: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ، یا دوسرے لفظ کیا آئے ہیں حدیث کے؟ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ جو شخص اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بن گیا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا، اس پر کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد۔ اب یہاں اس نے اپنے بیٹے یا اپنے والد کو خریدا ہے اور بیٹا بھی اس کا قریبی محرم رشتے دار ہے باپ بھی اس کا قریبی محرم رشتے دار ہے اور حدیث میں کیا آیا ہے جو شخص اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے وہ قریبی محرم رشتے دار کیا ہو جاتا ہے؟ وہ آزاد ہو جاتا ہے، تو ہونا تو یہی چاہیے حدیث کا تقاضا تو یہی ہے کہ مکاتب جیسے ہی ان کا مالک بنے ان کو کیا ہو جانا چاہیے؟ آزاد، لیکن یہاں پر آزاد نہیں ہوں گے اس لیے کہ یہاں مالک وہ حقیقتاً بن ہی نہیں رہا کیونکہ اس کی طرف سے اعتاق ہو ہی نہیں سکتا یہ کسی کو زبان سے بھی کہہ دے تو آزاد نہیں کر سکتا بھئی۔ تو یہ اہل اعتاق نہیں لہٰذا اس وجہ سے اب اس نے جو اپنے والد کو خریدا یا اپنے بیٹے کو خریدا وہ آزاد نہیں ہو سکتے اگرچہ ہونا کیا چاہیے تھا؟ آزاد، لیکن چونکہ یہ اہل اعتاق ہی نہیں ہے یہ آزاد کر ہی نہیں سکتا لہٰذا یہ بھی آزاد نہیں ہوں گے۔ لیکن کم از کم جس قدر صلہ رحمی ہو جائے بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ جتنا عمل ہو سکے اس پر ہم عمل کریں گے، اب آزاد تو نہیں ہو سکتے لیکن کم از کم مکاتب تو بن سکتے ہیں یہ مکاتب تو بنا سکتا تھا، تو یہ اہل اعتاق تو نہیں البتہ اہل کتابت تو ہے تو وہ کیا ہوں گے اس کے عقد کتابت میں داخل ہو جائیں گے۔ حدیث کا تقاضا تو یہ تھا اس کے بچوں کو اس کے والدین کو کیا ہو جانا چاہیے؟ آزاد لیکن یہ اہل اعتاق نہیں تو وہ آزاد نہیں ہوں گے، البتہ اہل کتابت چونکہ ہے تو بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ جتنا حدیث پر عمل ہو سکے اتنی کوشش کی جائے گی تو آزادی تو نہیں ہو سکتی لیکن کتابت تو ہو سکتی ہے تو کیا کریں گے ان کو کس میں داخل کر لیں گے؟ عقد کتابت میں وہ بھی اسی کے عقد کتابت میں داخل ہو گئے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اس پر اعتراض ہوتا ہے بھئی: آپ نے ہمیں کیا ضابطہ بتلایا کہ مکاتب اہل اعتاق نہیں کسی کو آزاد نہیں کر سکتا البتہ اہل کتابت ہے کسی دوسرے کو مکاتب بنانا چاہے تو مکاتب بنا سکتا ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ بھئی چیز اپنے مثل کو یا اپنے سے اوپر والی چیز کو شامل نہیں ہوتی اپنے سے ادنیٰ چیزوں کو تو شامل ہوتی ہے اپنے برابر کے یا اپنے سے اوپر کے تصرفات کو شامل نہیں ہوتی۔ جب اس کو مکاتب بنایا ہے تو اس کو اپنے برابر کے تصرفات یعنی کتابت کے تصرف کا حق

بھی اسے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کتابت کتابت کے برابر ہے، جب یہ خود مکاتب بنا ہے تو اسے آگے مکاتب بنانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ چیز اپنے سے ادنیٰ کو تو شامل ہوتی ہے اپنے برابر والی کو شامل نہیں ہوتی۔ جیسے وکیل آپ نے کسی آدمی کو اپنے کام کے لیے بنایا تو وکیل کے لیے جائز نہیں ہے آگے کسی اور کو وکیل کرے کیونکہ وکالت وکالت کے مثل ہے چیز اپنے مثل کو شامل نہیں ہوتی اپنے سے ادنیٰ کو، تو وکالت تو وکالت کے مثل ہے تو اپنے مثل کو وہ شامل نہیں، تو یہاں بھی کتابت کتابت کے مثل ہے لہٰذا اس کے مثل کو اس کو شامل نہیں ہونا چاہیے۔ نیز اعتاق تو کتابت سے بھی بڑھ کر ہے تو اپنے برابر والی چیزوں کو بھی شامل نہیں ہوتی اپنے سے اوپر والوں کو بھی شامل نہیں ہوتی، تو کتابت بھی جائز نہیں ہونا چاہیے اس کے لیے اور اعتاق بھی جائز نہیں کیونکہ اعتاق تو کتابت سے بھی بڑھ کر ہے۔ تو اعتاق کے بارے میں تو آپ کی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ٹھیک ہے اعتاق کا اہل نہیں ہے کیونکہ وہ کتابت سے بھی بڑھ کر ہے، تو کتابت کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ کتابت تو کتابت کے مثل ہے۔ اور نیز اگر دیکھا جائے ابھی آپ نے کہا یہ آزاد کرنے کا اہل نہیں لیکن جب کسی کو مکاتب بنائے گا تو مکاتب کس کو کہتے ہیں جو بدل کتابت لا کر دے تو کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد، تو انجام کار میں تو وہاں بھی اعتاق آ گیا یا نہیں آ گیا، آزادی آ گئی یا نہیں وہ غلام اس کا کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا، تو یہاں بھی آزادی آ رہی ہے بھئی تو اس کا تو اسے اختیار نہیں ہونا چاہیے!

تو جواب یہ ہے بھئی یاد رکھیے کہ قیاس تو واقعی یہی تقاضا کرتا ہے کہ اسے کتابت کی اجازت نہیں ہونی چاہیے لیکن استحساناً ہم نے کیا کیا؟ اجازت دے دی، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اگر آپ گہرائی میں جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ بھئی جب یہ کسی دوسرے کو اپنے غلام کو مکاتب بنایا کرتا ہے تو مکاتب کس کو کہتے ہیں جو پیسے دے گا تو آزاد ہو گا، ادائیگی نہ کر سکا تو پھر پہلے کی طرح کیا بن جائے گا؟ غلام، تو نفع ہو رہا ہے یا نہیں مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ بن رہا ہے یا نہیں بھئی؟ اس کے ذریعے کیا حاصل ہو رہا ہے مکاتب کو؟ مکاتب کو اپنے مکاتب سے مال حاصل ہو گا تو اس وجہ سے اس کی اجازت دے دی گئی کہ اس کے ذریعے کیا ہو گا یہ مقصود تک پہنچ سکے گا۔ بلکہ بیع کی اس کو اجازت ہے یا نہیں یہ بتائیے بھئی؟ ہے، کتابت تو کہتے ہیں بیع سے بھی بڑھ کر ہے، بیع کے اندر تو عقد کرتے ہی مبیعہ کیا ہوتا ہے ہاتھ سے نکل جاتا ہے جبکہ کتابت جب کسی کو مکاتب بنایا جائے وہ غلام اس شخص کے ہاتھ سے نہیں نکلتا یعنی ابھی بھی اس کا مملوک ہے، جب پیسے ادا کرے گا تب اس کی ملکیت سے نکلے گا۔ بیع تو عقد کرتے ہی مبیعہ کیا ہوتا ہے؟ بائع کی ملکیت سے نکل جاتا ہے لیکن کتابت میں اس غلام کی رقبہ اس شخص کے ہاتھ سے نہیں نکلتی جب تک ادائیگی نہ کرے بھئی۔ کس میں زیادہ نفع ہے بیع کے اندر یا کتابت کے اندر؟ کتابت کے اندر۔ بھئی دیکھو بیع کے اندر آپ نے کہا یہ کتاب مجھے بیچ دیں میں نے کہا میں نے یہ کتاب آپ کو بیچ دی آپ نے کہا میں نے قبول کیا، عقد کرتے ہی اس کتاب کے آپ مالک بن گئے کتاب میرے ہاتھ سے نکل گئی اب یہ کتاب میری مملوک رہی؟ نہیں، تو عقد کرتے ہی چیز اپنی ملک سے نکل گئی، لیکن کتابت میں عقد کرتے ہی وہ غلام اس کی ملک سے نہیں نکلا، کب ملک سے نکلے گا؟ جب وہ پورے پیسے لا کر دے دے گا۔ تو بیع میں تو دیکھو عقد کرتے ہی چیز اپنی ملکیت سے نکل گئی اور کتابت میں جب تک پوری ادائیگی نہیں ہوئی اس وقت تک غلام اپنی ملکیت سے نہیں نکلا، تو کس میں زیادہ فائدہ ہے بھئی؟ عقد کتابت میں زیادہ فائدہ ہوا، بیع کے اندر تو چیز آپ کے ہاتھ سے نکل گئی اب پتا نہیں وہ کب تک ٹال مٹول کرتا رہے گا ادائیگی کرے گا نہیں کرے گا کیا کرے گا، لیکن کتابت کے اندر جب تک ادائیگی نہیں چیز آپ کے ہاتھ سے نکلی ہی نہیں وہ مملوک ابھی آپ ہی اس کے مالک ہیں بھئی تو اس میں نفع زیادہ ہے لہٰذا اس لیے اس کی کیا دی گئی ہے؟ اجازت دے دی گئی ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟

تو یہاں دیکھیے خلاصہ یہ ہوا کہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب یہ شخص اہل اعتاق نہیں ہے تو اہل کتابت بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کوئی بھی چیز اپنے مثل کو یا اپنے سے مافوق کو شامل اپنے سے اوپر والی چیزوں کو شامل نہیں ہوتی، تو جواب دیا مولانا کہ قیاس بھی واقعی یہی چاہتا ہے کہ مکاتب کو کتابت کی اجازت نہیں ہونی چاہیے لیکن اجازت دی گئی استحساناً کیونکہ اس میں کیا ہے اس کا؟ نفع ہے اس کے ذریعے وہ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

وَإِنِ اشْتَرٰى أُمَّ وَلَدِهِ مَعَ وَلَدِهَا دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ وَلَمْ يَجُزْ لَهُ بَيْعُهَا۔ صورت مسئلہ یہ ہے: مکاتب تھا اس نے کسی دوسرے کی باندی سے نکاح کر لیا آقا کی اجازت سے، اس باندی سے اس کا بچہ پیدا ہوا۔ نکاح تھا بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ کس کا شمار ہو گا؟ مکاتب کا بھئی کیونکہ نکاح تھا فراش قوی ہے جس میں بغیر اقرار کے کیا ہو جاتا ہے نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ اب اس مکاتب نے یاد رکھیے صورت یہ ہے کہ اس نے اپنی اس منکوحہ کو خرید لیا، مال اکٹھا ہوا اس کے پاس اس نے اپنی منکوحہ کو خرید لیا بچے کو نہیں، کیونکہ باندی جس کی مملوک ہے بچہ بھی اسی کا مملوک ہے کیونکہ ماں باندی ہو تو بچہ بھی کیا شمار ہوتا ہے؟ غلام، تو جو مالک تھا باندی کا بچہ بھی اسی کا مملوک ہے۔ اب اس مکاتب نے صرف اپنی منکوحہ یعنی اس باندی کو خرید لیا، یاد رکھیے اس باندی کو آگے بیچنا مکاتب کے لیے جائز ہے، اس باندی کو مکاتب کے لیے آگے بیچنا جائز ہے۔ بھئی اعتراض آپ کے ذہن میں آئے گا یہ تو اس کی ام ولد ہے ام ولد کی تو بیع و شراء جائز نہیں! نہیں یاد رکھیے بھئی مکاتب کی ملک حقیقتاً ہے ہی نہیں، حقیقتاً ہوتی تو ہم اس کو کیا قرار دیتے اس مکاتب کے لیے؟ ام ولد، یہ حقیقتاً مالک ہی نہیں ہے یہاں

تو ملک موقوف اس کی آرہی ہے اس سے ہم اس باندی کو اس کے لیے ام ولد نہیں بنا سکتے بھئی۔ تو اس باندی کو اگر اکیلا خریدے گا آگے بیچنا بھی جائز، لیکن اگر اس باندی کو اس نے اپنے بچے سمیت خرید لیا تو اب یاد رکھیے بھئی یہ بچہ چونکہ نسب اس کا کس سے ثابت ہے؟ مکاتب سے، تو اس بچے کو آگے بیچنا مکاتب کے لیے جائز نہیں اور جب بچے کو بیچنا جائز نہیں ہے تو تبعاً اب اس کی ماں کو بیچنا بھی جائز نہ ہو گا بھئی۔[۳]

صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی یاد رکھو ایک شخص جب اپنی باندی سے صحبت کرے اور ایک بچہ پیدا ہوا اور پھر آقا نے کہہ دیا یہ میرا بچہ ہے تو یہ باندی اس کی کیا بن جاتی ہے؟ ام ولد بن جاتی ہے اور اس شخص کے مرنے کے بعد یہ باندی کیا ہو جائے گی؟ آزاد۔ حدیث میں آتا ہے بھئی أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا، ام ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حضور فرماتے ہیں أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا انہیں ان کے بچے نے آزاد کر دیا ہے یعنی اب یہ بچہ ان کی آزادی کا سبب بنے گا، جیسے ہی آقا کا انتقال ہوتا ہے باندی پھر کیا ہو جاتی ہے؟ آزاد، کس وجہ سے آزاد ہوتی ہے کون باعث بنتا ہے اس کی آزادی کا؟ اس کا یہ بچہ بھئی۔ تو معلوم ہوا آزادی میں بچہ اصل ہوا اور باندی اس کی تابع ہو گئی، تو یہاں پر بھی جب بچے سمیت باندی کو خریدا تو بچے کی بیع جائز نہیں اور جب بچے کی بیع جائز نہیں تو تبعاً اب باندی کی بیع بھی جائز نہیں ہو گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِنِ اشْتَرَى أُمَّ وَلَدِهِ مَعَ وَلَدِهَا اور اگر خریدا مکاتب نے اپنی ام ولد کو مَعَ وَلَدِهَا اس کے بچے کے ساتھ دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ تو اس کا بچہ جو ہے داخل ہو جائے گا کتابت میں۔ بھئی ہاں اوپر آپ کو ضابطہ بتلایا تھا مکاتب کے پاس جو بچہ پیدا ہوتا ہے عقد کتابت کے بعد وہ کس میں داخل ہو جاتا ہے؟ اسی کے عقد کتابت میں، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور اسی طرح اوپر آیا تھا جب مکاتب اپنے باپ یا بیٹے کو خرید لے تو وہ کیا ہو جاتا ہے؟ اس کے عقد کتابت میں داخل ہو جاتا ہے، تو یہاں اس نے باندی کو اپنے بچے سمیت خریدا ہے تو بچہ فوراً کس میں داخل ہو گیا؟ عقد کتابت میں داخل ہو گیا، جب عقد کتابت میں داخل ہو گیا تو یہ بھی مکاتب ہوا اور مکاتب کی بیع و شراء تو جائز نہیں تو بچے کی بیع جائز نہیں، اور جب بچے کی بیع جائز نہیں تو اب اس کی ماں کی بیع بھی جائز نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ تو اس باندی کا جو بچہ ہے وہ کتابت میں داخل ہو جائے گا وَلَمْ يَجُزْ لَهُ بَيْعُهَا اور جائز نہیں ہے اس مکاتب کے لیے بَيْعُهَا اس باندی کو بیچنا، باندی کو اب نہیں بیچ سکتا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ حدیث میں نے ذکر کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا اس باندی کو آزاد کر دیا کس نے؟ اس کے بچے نے آزاد کر دیا، تو بچہ سبب بن رہا ہے آزادی کا کس کے لیے؟ باندی کے لیے، معلوم ہوا آزاد کرنے میں بچہ اصل ہوا باندی اس کی تابع ہو گئی، تو یہاں بھی جب بچے سمیت باندی کو خریدا ہے، اکیلا باندی کو خریدتا تو اس کو بیچنا جائز تھا لیکن جب بچے سمیت خریدا ہے تو بچہ تو کتابت میں داخل ہوا اسے بیچنا جائز نہیں تو اب تبعاً باندی بھی اسی طرح ہوئی اور اس کو بیچنا بھی جائز نہیں۔

وَإِنِ اشْتَرَى ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَا وِلَادَ لَهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي كِتَابَتِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ صورت مسئلہ یاد رکھیے بھئی توجہ سے سنو بھئی: ابھی حدیث میں نے آپ کو سنائی مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ جو شخص اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بنتا ہے تو وہ اس پر کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد ہو جایا کرتا ہے، آزاد ہو جاتا ہے۔ اور مسئلہ گزرا تھا کہ مکاتب چونکہ اہل اعتاق نہیں البتہ اہل کتابت ہے اب اگر اپنے باپ یا بیٹے کو خریدے گا تو وہ بھی کس میں داخل ہو جائیں گے؟ اسی کے عقد کتابت میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے علاوہ اگر کسی اور محرم کو خریدتا ہے اپنے والدین یا اپنی اولاد کے علاوہ، صاحبین فرماتے ہیں بھئی اپنے کسی بھی قریبی محرم رشتے دار کو خریدے گا وہ سارے اس کی کتابت میں داخل ہوتے جائیں گے۔ اپنے بھائی کو خرید لیا اس نے، اپنی بہن کو خرید لیا، اپنے والد کو، اپنی والدہ کو، بیٹے کو، بیٹی کو، جس کو بھی خریدتا جائے گا قریبی محرم رشتے دار کو سارے کیا ہوں گے؟ اس کے عقد کتابت میں داخل ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ صلہ رحمی، صلہ رحمی کہتے ہیں بھئی رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا، اچھا سلوک کرنا۔ تو صلہ رحمی کا تقاضا تو یہ ہے حدیث کے مطابق کہ ان سب کو آزاد ہونا چاہیے کیونکہ جو بھی اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بنتا ہے وہ اس پر کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد، تو صلہ رحمی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان کو آزاد ہونا چاہیے لیکن چونکہ یہ آزاد کر دینے کا اہل نہیں ہے تو اس سے نچلا درجہ جو تھا جو ممکن تھا وہ ہم نے اختیار کر لیا اور وہ کیا تھا کہ ان کو بھی کیا کر دیا جائے اس کی کتابت میں داخل کر دیا جائے تاکہ جس قدر صلہ رحمی پر عمل ہو سکتا ہے عمل کر لیا جائے۔ آزاد کرنے پر تو عمل ہو نہیں سکتا تھا البتہ یہ مکاتب بنا سکتا تھا تو کتابت پر ہم نے کیا کر لیا عمل کیا اور ان سب کو بھی اس میں داخل قرار دیا۔ یہ صاحبین رحمہما اللہ کا مسلک ہے کہ اپنے جس قریبی رشتہ دار کو خریدے گا سارے کیا ہو جائیں گے اس کے عقد کتابت میں داخل ہو جائیں گے، یہ جس دن ادائیگی کر کے آزاد ہو گا اسی دن اس کے یہ سارے رشتے دار جو اس کے عقد

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۷۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ اشْتَرَى أُمَّ وَلَدِهِ مَعَ وَلَدِهَا دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ وَلَمْ يَجُزْ لَهُ بَيْعُهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن اشترى أم ولده دخل ولدها في الكتابة ولم يجز بيعها» منقول ہے۔

کتابت میں داخل تھے وہ سارے بھی کیا ہو جائیں گے؟ آزاد ہو جائیں گے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنے اصول یا فروع میں سے کسی کو خریدے تو وہ تو اس کے عقد کتابت میں داخل ہوں گے، یعنی یوں کہو آسان لفظوں میں: اس کے اور اس قریبی محرم رشتے دار کے درمیان اگر ولادت کا رشتہ ہے یعنی یہ ان کی اولاد ہے یا وہ اس کی اولاد ہیں، اگر ولادت کا رشتہ ہے پھر تو وہ اس کے عقد کتابت میں داخل ہوں گے اگر ولادت والا رشتہ نہیں تو وہ اس کے عقد کتابت میں بھی داخل نہیں ہوں گے۔ امام صاحب کا ضابطہ سمجھ میں آیا؟ صاحبین تو فرماتے ہیں جس قریبی محرم رشتے دار کو بھی خریدے گا وہ فوراً گیا ہو جائے گا؟ اس کے عقد کتابت میں داخل ہو جائے گا۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں سارے قریبی محرم اب یہاں داخل نہیں ہوں گے عقد کتابت میں، صرف وہ قریبی محرم رشتے دار داخل ہوں گے کہ اس کے درمیان اور ان کے درمیان کون سا رشتہ ہو؟ ولادت والا تعلق ہو یعنی یہ ان کی اولاد ہو یعنی اپنے والدین وغیرہ کو خریدتا ہے یا وہ اس کی اولاد ہیں یعنی اپنے بیٹے بیٹی وغیرہ کو خریدتا ہے۔

اس کی کیا وجہ ہے بھئی امام صاحب کیوں ایسا فرماتے ہیں؟ دلیل بھی سمجھ لو۔ دلیل سے پہلے ایک تمہید سمجھ لو: بھئی آپ جانتے ہیں کہ انسان اگر مالدار ہو اور اس کے قریبی محرم رشتے داروں میں سے کوئی محتاج یا مسکین فقیر ہے تو شریعت نے اس شخص پر واجب کر دیا ہے کہ اپنے اس قریبی محرم رشتے دار کا نفقہ بھی تم پر ہے۔ اگر کوئی شخص کیا ہو؟ مالدار ہو اور اس کا کوئی قریبی محرم رشتے دار کیا ہو؟ وہ فقیر ہو محتاج ہے تو شریعت نے کیا واجب کر دیا؟ کہ اس کا نفقہ بھی اس مالدار پر ہے بھئی تمہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تمہارا اتنا قریبی عزیز ہے جو محرم بھی ہے تمہارا وہ غریب اور مسکین ہے اب صرف اپنے اوپر خرچ نہیں کرو گے بلکہ اس کے بھی نان نفقے کا کیا کرو گے تم بندوبست کرو گے یہ واجب ہے۔ مثلاً ایک آدمی مالدار ہے اس کا بھائی بڑا غریب ہے بھئی یا اس کی بہن بہت غریب ہے بھئی یا اس کا چچا بہت زیادہ غریب ہے تو شریعت نے واجب کر دیا اس کا نفقہ بھی اس پر واجب ہے۔ یہ کب ہے؟ جب یہ شخص مالدار ہو۔ لیکن اگر یہ تنگدست ہے پھر یاد رکھیے ان قریبی محرم رشتے دار اگر وہ بھی فقراء ہیں یہ بھی فقیر ہے تو ان کا نان نفقہ اس پر واجب نہیں ہے بھئی۔ بھئی یہ تو بیچارہ خود فقیر ہے اس کے پاس مال نہیں ہے تو اس پر کیوں واجب کرتے ہیں؟ تو لہٰذا اس پر واجب بھی نہیں ہو گا۔ لیکن اس کے وہ قریبی محرم رشتے دار جن کے ساتھ اس کا رشتہ ولادت ہے فقر کی حالت میں بھی ان کا نان نفقہ اس پر ہو گا جب وہ فقیر ہوں۔ ایک آدمی ہے بھئی خود محتاج ہے تنگدست ہے غریب ہے اور اسی طرح اس کے والدین ہیں وہ بھی تنگدست ہیں اس کی اولاد ہے وہ بھی تنگدست ہے، اب یہ خود بھی تنگدست ہے تو اس کے والدین یعنی جن کے ساتھ اس کا رشتہ ولادت ہے یا اس کی اولاد جن کے ساتھ کیا ہے اس کا رشتہ ولادت ہے ان کا نان نفقہ غربت کی حالت میں بھی اس پر ضروری ہے جیسے تیسے جو خود کھاتا پیتا ہے ان کو بھی کیا کرے کھلائے پلائے۔ تو دیکھو معلوم ہوا شریعت نے فقر کی حالت میں بھی وہ قریبی محرم رشتے دار جن کے ساتھ اس کا رشتہ ولادت ہے ان کا نان نفقہ اس پر لازم قرار دیا ہے، ہاں اب باقی کسی اور محرم کا نفقہ اس پر واجب نہیں ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو جن کے ساتھ رشتہ ولادت ہے فقر کی حالت میں بھی ان کا نان نفقہ کس پر ہو گا؟ اس پر، ہاں اگر وہ خود مالدار ہیں پھر تو اس پر نہیں ہے لیکن اگر وہ محتاج ہیں تو اس پر نان نفقہ ہے اس کو دینا پڑے گا بھئی۔

اب دیکھو بھئی یہ بات سمجھ میں آ گئی؟ معلوم ہوا جب انسان خود غریب اور محتاج ہو یعنی اس کے لیے ملکیت ہے ہی نہیں کسی چیز کا مالک ہی نہیں غریب ہے تو کسی مال کا مالک ہے؟ مال کا مالک نہیں غریب ہے، جب انسان مال کا مالک نہ ہو لیکن کمانے کے قابل ہو تو پھر بھی صرف کمانے کے قابل ہونے کی وجہ سے شریعت اس کے وہ قریبی محرم رشتے دار جن کے ساتھ اس کا رشتہ ولادت ہے ان کا نفقہ اس پر واجب کر دیتی ہے۔ یہ آدمی کیا تھا؟ اس کی ملکیت ہے کوئی؟ نہیں، صرف کس قابل ہے یہ؟ کمانے کے قابل تو ہے ٹھیک تو ہے کوئی اپاہج وغیرہ تو نہیں ہے، تو جب یہ شخص ٹھیک ہے کمانے کے قابل ہے اور اس کے بیٹے بھی غریب ہیں اس کے والدین بھی کیا ہیں؟ غریب ہیں تو ان کا نان نفقہ کس پر واجب ہو گیا؟ اسی پر واجب ہوا کیونکہ ان کا اس کے ساتھ رشتہ ولادت ہے۔ معلوم ہوا رشتہ ولادت والا تعلق کیا ہے؟ اصل ہے جب یہ پایا جائے تو اس صورت میں نفقہ انسان پر واجب ہو جاتا ہے چاہے وہ ایک ذرے کا مالک بھی نہ ہو صرف کمانے کے قابل ہے، شریعت کہتی ہے یہ بھی بہت ہے تم کمانے کے قابل ہو کماؤ اور خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ۔ معلوم ہوا جب انسان کا مال نہ ہو تو اور قریبی رشتے داروں کا نان نفقہ اس پر نہیں آتا لیکن جن کے ساتھ رشتہ ولادت ہے ان کا نفقہ پھر بھی اس پر آ جاتا ہے۔

تو امام صاحب فرماتے ہیں یہاں پر بھی مکاتب اسی طرح ہے۔ مکاتب کے لیے ملک ہے؟ وہ مالک ہے حقیقتاً چیزوں کا یا ملک موقوف ہے؟ ملک موقوف ہے، بھئی ملک موقوف کا تو کوئی اعتبار نہیں پتا نہیں یہ ادائیگی کرے گا تو ان چیزوں کا مالک بن جائے گا ادائیگی نہ کر سکا تو ان ساری چیزوں کا مالک کون بن جائے گا؟ اس کا آقا بن جائے گا، تو اس کی ملک موقوف ہے یا یوں کہو اس کی ملک ہے ہی نہیں حقیقتاً بھئی، لیکن یہ کمانے کے قابل تو ہے، سمجھ میں آیا؟ تو جب انسان کی ملکیت نہ

ہو اور صرف کس قابل ہو؟ کمانے کے قابل ہو تو صلہ رحمی کن کے ساتھ واجب ہے؟ جن کے ساتھ ولادت والا رشتہ ہے، تو لہٰذا یہاں پر بھی صلہ رحمی کے طور پر صرف وہ افراد اس عقد کتابت میں داخل ہو جائیں گے جن کے ساتھ اس کا کون سا تعلق ہے؟ ولادت والا تعلق ہے صرف وہ محرم رشتے دار داخل ہوں گے باقی اور محرم رشتے دار داخل نہیں ہوں گے کیونکہ وہی علت یہاں بھی موجود ہے: وہاں بھی وہ شخص صرف کمائی کے قابل تھا اس کے پاس مال نہیں تھا، یہاں بھی مکاتب کمائی کے قابل ہے اس کے پاس مال نہیں، اور وہاں پر بھی صرف ان کا خرچہ آیا تھا جن کے ساتھ ولادت والا رشتہ تھا تو یہاں پر بھی صلہ رحمی انہی کے اندر معتبر ہو گی اور یہ اس کے عقد کتابت میں داخل ہو جائیں گے، اور وہاں پر باقیوں کا نان نفقہ اس پر نہیں آیا کرتا تھا تو یہاں پر بھی باقی اس کے عقد کتابت کے اندر داخل نہیں ہوں گے۔ صورت اچھی طرح سمجھ میں آگئی؟

چلیے یاد رہ جائے تو اچھی بات ہے، کہتے ہیں وَإِنِ اشْتَرَى ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَا وِلَادَ لَهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي كِتَابَتِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور اگر خریدا اس نے اپنے قریبی محرم رشتے دار کو لَا وِلَادَ لَهُ کہ اس کے ساتھ اس کا رشتہ ولادت نہیں ہے لَمْ يَدْخُلْ فِي كِتَابَتِهِ تو وہ داخل نہیں ہو گا اس کے عقد کتابت میں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ جب وہ عقد کتابت میں داخل نہیں معلوم ہوا ان کو اب آگے بیچنا بھی اس کے لیے جائز ہے، مکاتب اپنے چچا کو خرید تا ہے اپنے بھائی کو خرید تا ہے اس کے لیے آگے بیچنا جائز ہے۔

وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَنْ نَجْمٍ نَظَرَ الْحَاكِمُ فِي حَالِهِ۔ بھئی دیکھو میرا ایک غلام تھا میں نے اسے کہا تھا ہر مہینے سو درہم لاؤ بارہ مہینے تک یہ ادائیگی کرتے رہو ایک سال پورا تو سال بعد تم آزاد ہو، اس نے قبول کر لیا عقد کتابت ہو گیا اب اس نے ادائیگی شروع کر دی ہر مہینے وہ سو درہم مجھے لا کر دیتا ہے۔ دو تین چار ماہ تک اس نے ادائیگی کی پانچواں مہینہ آیا تو میں گیا مطالبہ کیا بھئی ابھی تک پیسے نہیں دیے آپ نے، اس نے کہا بھئی ابھی تک میرے سے سو درہم نہیں ہو سکے اس مہینے۔ میں فوراً قاضی کے پاس چلا گیا قاضی صاحب یہ میرا مال ادا نہیں کر سکتا اس کو عاجز قرار دے کر پھر عام غلام بنا دیں اس وقت تو یہ میرے قبضے میں نہیں ہے آزادی سے گھوم پھر رہا ہے پھر میری خدمت وغیرہ کر سکے، تو کیا قاضی اسے فوراً عاجز قرار دے دے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی قاضی کو چاہیے کہ مکاتب کو فوراً عاجز قرار نہ دے بلکہ غور کرے اس کے معاملے کے اندر، تحقیق کرے ہو سکتا ہے اس کو دو تین دن میں کہیں سے مال ملنے والا ہو، تجارت کر رہا تھا چند دن میں ہو سکتا ہے کسی سے وصولی ہو جائے، تو اگر ایسی صورت ہے کہ دو تین دن کے اندر مال کہیں سے آسکتا ہے اس کے پاس اس تک پہنچ سکتا ہے اور اس کے ذریعے وہ ادائیگی کر سکتا ہے تو اتنی مہلت دے دے۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس کے بعد پھر وہ ادائیگی نہ کرے تو عاجز قرار دے کر عقد کتابت کو ختم کرے یہ پھر عام غلام بن جائے گا۔ لیکن اگر اس کو کہیں سے مال ملنے کی کوئی امید نہیں ہے تو پھر اس کو فی الحال ہی فوراً کیا قرار دے دے؟ عاجز قرار دے دے، اور جب عاجز قرار دے دے گا یہ عام غلام بن گیا اس کے پاس جو کچھ ہو گا سارے کا مالک آقا بن جائے گا اور یہ پھر آقا کی خدمت کرے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

کہتے ہیں وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَنْ نَجْمٍ اور جب عاجز آجائے مکاتب ایک قسط سے، ایک قسط ابھی نہیں دی تھی اس نے صرف بھئی تو عاجز آگیا نَظَرَ الْحَاكِمُ فِي حَالِهِ تو حاکم غور و فکر کرے گا اس کی حالت میں فَإِنْ كَانَ لَهُ دَيْنٌ يَقْضِيهِ أَوْ مَالٌ يَقْدُمُ عَلَيْهِ پس اگر اس کا کوئی ایسا دین ہے يَقْضِيهِ جس کے ذریعے کیا ہو سکتی ہے؟ بدل کتابت کی ادائیگی ہو سکتی ہے أَوْ مَالٌ یا اس کا ایسا کوئی مال ہے يَقْدُمُ عَلَيْهِ جو اس پر آرہا ہے یعنی اسے پہنچنے والا ہے وصول ہونے والا ہے لَمْ يُعَجِّلْ بِتَعْجِيزِهِ تو جلدی نہ کرے اس کو عاجز قرار دینے میں وَانْتَظَرَ عَلَيْهِ الْيَوْمَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةَ اور انتظار کرے اس پر دو دن یا تین دن تک، دو تین دن انتظار کر لے کہ شاید اس کا یہ دین وصول ہو جائے یا اس کے پاس مال آجائے۔ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَجْهٌ وَطَلَبَ الْمَوْلٰى تَعْجِيزَهُ عَجَّزَهُ الْحَاكِمُ اور اگر اس کے لیے کوئی وجہ نہ ہو یعنی کوئی صورت نہیں ہے، آقا نے آکر کیا مطالبہ کیا اسے عاجز قرار دے دیں اور کوئی صورت نہیں کہ اسے مال حاصل ہو گا تو اب فوراً ہی عاجز قرار دے دے۔ کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَجْهٌ اور اگر اس کی کوئی وجہ نہ ہو یعنی مال پہنچنے کی اسے کوئی صورت نہ ہو وَطَلَبَ الْمَوْلٰى تَعْجِيزَهُ اور آقا نے اس کو عاجز قرار دینے کو طلب کیا عَجَّزَهُ الْحَاكِمُ تو عاجز قرار دے دے گا اس مکاتب کو حاکم وَفَسَخَ الْكِتَابَةَ اور کتابت کو فسخ کر دے گا۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَا يُعَجِّزُهُ حَتّٰى يَتَوَالٰى عَلَيْهِ نَجْمَانِ۔ یہ تو طرفین کا مسلک تھا کہ دو تین دن کی مہلت دے دو ورنہ فوراً عاجز قرار دے دو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں ایک قسط ادا نہ کر سکے تو اسے فوراً عاجز قرار نہیں دیں گے بلکہ دو قسطوں کا انتظار کریں گے، جب دوسری قسط بھی اس پر آجائے اور ادائیگی نہیں ہوئی تو پھر اب ہم اسے کیا قرار دے دیں گے؟ عاجز قرار دے دیں گے اس سے پہلے نہیں۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا يُعَجِّزُهُ حاکم اسے عاجز قرار نہیں دے گا حَتّٰى يَتَوَالٰى عَلَيْهِ نَجْمَانِ یہاں تک کہ پے در پے

آجائیں اس پر دو قسطیں یعنی مسلسل اس پر دو قسطیں چڑھ جائیں۔

وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَادَ إِلَى حُكْمِ الرِّقِّ اور جب عاجز آجائے مکاتب عَادَ إِلَى حُكْمِ الرِّقِّ تو وہ لوٹ آئے گا رقیت کے حکم کی طرف، غلامی کے حکم کی طرف پھر لوٹ آئے گا۔ یہ نہیں کہا رقیت کی طرف لوٹ آئے گا غلامی کی طرف، غلام تو یہ پہلے سے ہی ہے البتہ غلامی کے کچھ احکام اس سے ہٹ چکے تھے وہ کیا تھے کہ یہ بیع وشراء کرتا تھا آزاد آدمی کی طرح ہو گیا تھا آقا کی خدمت نہیں کرتا تھا، اب وہ پھر لوٹ آئیں گے یہ عام غلام کی طرح ہو جائے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آرہا ہے بھئی؟ تو یہ لوٹ آئے گا غلامی کے حکم کی طرف وَكَانَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ الِاكْتِسَابِ لِمَوْلَاهُ اور وہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس کی کمائی میں سے لِمَوْلَاهُ وہ کس کے لیے ہو گا؟ اس کے آقا کے لیے ہو گا یعنی آقا اب اس کا مالک ہو جائے گا۔[۴]

فَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهُ مَالٌ لَمْ تَنْفَسِخِ الْكِتَابَةُ وَقُضِيَ مَا عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ وَحُكِمَ بِعِتْقِهِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: ایک مکاتب کا انتقال ہو گیا، بدل کتابت وہ جمع کر رہا تھا اس دوران اس کا انتقال ہو گیا تو اب ہم کیا سمجھیں اس کا انتقال غلامی کی حالت میں ہوا ہے یا یہ آزاد ہو چکا ہے؟ کہتے ہیں بھئی اس کے مال پہ نظر ڈالو غور کرو دیکھو اگر اس نے اتنے پیسے چھوڑے ہیں جس کے ذریعے ادائیگی ہو سکتی ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں اب اس عقد کتابت کو ہم فسخ نہیں قرار دیں گے بلکہ اس مال کے ذریعے اس کا جو دین ہے یعنی بدل کتابت اس کو ادا کر دیا جائے گا۔ بھئی مکاتب مر گیا لیکن چونکہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جس کے ذریعے کیا ہو سکتی ہے بدل کتابت کی ادائیگی ہو سکتی ہے تو مرنے سے آپ یہ نہ کہیں عقد کتابت فسخ ہو ابس یہ شخص غلامی کی موت مرا ہے، نہیں بھئی۔ اگر یہ غلامی کی موت مرے یاد رکھو اس کا سارا کچھ کون لے جائے گا؟ آقا لے جائے گا کیونکہ غلام کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ دراصل کس کا ہوتا ہے؟ آقا کا ہوتا ہے۔ تو لہٰذا اب چونکہ اتنا مال چھوڑ کر مرا ہے لہٰذا ہم یہ نہیں کہیں گے کتابت فسخ ہو گئی بلکہ اس مال کے ذریعے اس بدل کتابت کو ادا کر دیں گے، غلام مر چکا ہے لیکن مال تو ہے مال سے ہم ادائیگی کر دیں گے۔ جب مال سے ادائیگی ہو گئی اب ہم یوں سمجھیں گے یہ حکم لگا دیا جائے گا کہ بھئی جب یہ مرنے لگا تھا آخری لمحے میں گویا یہ آزاد ہو گیا تھا اور آزاد ہونے کی حالت میں اس کا انتقال ہوا، کس حالت میں انتقال ہوا؟ آزاد ہونے کی حالت میں انتقال ہوا۔ جب آزاد ہونے کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہے تو اب اس صورت کے اندر اس کا مال جو باقی بچا ہے میراث جو ہے اب وہ اس کی اولاد وغیرہ کو ملے گی وہ آقا کو نہیں، جب یہ آزاد ہوا تو اس کے ساتھ جو عقد کتابت میں داخل تھے وہ سارے بھی کیا ہو گئے؟ آزاد ہو گئے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں فَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهُ مَالٌ اور اگر مر گیا مکاتب وَلَهُ مَالٌ اور اس کے پاس مال تھا یعنی اتنا مال جس سے ادائیگی ہو سکے بھئی تھوڑا نہیں، پوری ادائیگی جس سے ہو سکے لَمْ تَنْفَسِخِ الْكِتَابَةُ تو کتابت فسخ نہیں ہو گی وَقُضِيَ مَا عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ اور ادا کر دیا جائے گا مَا وہ دین جو کہ عَلَيْهِ اس پر تھا۔ مکاتب پر کون سا دین تھا؟ بدل کتابت تھا اس پر دین تھا اس نے دینا تھا آقا کو، اور ادا کر دیا جائے گا مَا وہ دین عَلَيْهِ جو اس پر واجب تھا مِنْ مَالِهِ کہاں سے ادائیگی کی جائے گی اس کی؟ اس کے مال میں سے وَحُكِمَ بِعِتْقِهِ اور حکم لگا دیا جائے گا اس کی آزادی کا، اس کی آزادی کا فیصلہ کر دیا جائے گا فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ آخری جز کے اندر اپنی زندگی کے اجزاء میں سے، اپنی زندگی کے آخری جز میں یہ کیا ہو گیا تھا آزاد یہ حکم لگا دیا جائے گا۔ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ مِيرَاثٌ لِوَرَثَتِهِ اور جو کچھ باقی بچے گا تو وہ میراث ہے اس کے ورثاء کے لیے وَيَعْتِقُ أَوْلَادُهُ اور اس کی اولاد بھی کیا ہو جائے گی؟ آزاد یعنی جو جو عقد کتابت میں اس کے ساتھ داخل تھے وہ سارے بھی آزاد ہو گئے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَإِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً وَتَرَكَ وَلَدًا مَوْلُودًا فِي الْكِتَابَةِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے: مکاتب مر گیا لیکن اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا جس کے ذریعے ادائیگی ہو سکے، البتہ اس نے اپنی اولاد چھوڑی ہے اور وہ اولاد عقد کتابت کے بعد پیدا ہوئی تھی، کب پیدا ہوئی تھی؟ عقد کتابت کے بعد، اور آپ جانتے ہیں عقد کتابت کے بعد جو اولاد پیدا ہو وہ بھی کس میں داخل ہو جاتی ہے؟ اس عقد کتابت میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو یہ مر گیا مال اتنا نہیں چھوڑا جس سے ادائیگی ہو سکے البتہ یہ اولاد ہے جو عقد کتابت کے بعد پیدا ہوئی ہے، تو کیا اب یہ غلام بن جائیں گے سارے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ابھی نہیں، ان کو بھی موقع اب دیا جائے گا کیونکہ یہ بھی اسی عقد کتابت کے اندر داخل تھے، تو اب ان سے کہا جائے گا جس طرح تمہارے والد قسط وار ادائیگی کر رہے تھے تم بھی اگر اسی طرح ادائیگی کر دو گے پورا کر دو گے جتنا رہ گیا ہے تو تم سارے کیا ہو جاؤ گے؟ آزاد، اگر وہ اس طرح ادائیگی کر دیتے ہیں تو یہ سارے کیا ہو جائیں گے؟ آزاد ہو جائیں گے۔

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَادَ إِلَى حُكْمِ الرِّقِّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا عجز المكاتب عاد إلى أحكام الرق» منقول ہے۔

توکہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً اور اگر وفا نہیں چھوڑی مکاتب نے، وفا سے مراد اتنا مال جس سے ادائیگی ہو سکے، اگر اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا جس سے ادائیگی ہو سکے وَتَرَكَ وَلَدًا مَوْلُودًا فِي الْكِتَابَةِ اور اس نے چھوڑا ہے ایسی اولاد کو مَوْلُودًا فِي الْكِتَابَةِ جو پیدا ہوئی ہے کس کے اندر؟ عقد کتابت کے اندر ہی پیدا ہوئی ہے یعنی عقد کتابت کے بعد پیدا ہوئی ہے سَعٰى فِي كِتَابَةِ أَبِيهِ تو یہ سعی کریں گے اپنے والد کی کتابت میں کوشش کریں گے عَلٰى نُجُومِهِ اس کی قسطوں پر، یعنی جس طرح وہ ادائیگی کر رہے تھے جتنی ادا کر چکے ہیں وہ ہو چکی اب باقی کی قسطوں میں وہ کوشش کریں گے۔ فَإِذَا أَدّٰى جب یہ وہ قسطیں ادا کر دیں حَكَمْنَا بِعِتْقِ أَبِيهِ قَبْلَ مَوْتِهِ تو یہاں بھی ہم حکم لگا دیں گے ان کے والد کی آزادی کا قَبْلَ مَوْتِهِ اس کی موت سے پہلے۔ جب یہ ساری قسطیں ادا کر دیں گے اب ہم پھر وہی حکم لگا دیں گے کہ وہ جو مکاتب تھا وہ مرنے سے پہلے آخری لمحے کے اندر کیا ہو گیا تھا؟ آزاد اور آزادی میں اس کی موت ہوئی تو وہ آزاد ہوا، وَعِتْقِ الْوَلَدِ، اس کا عطف پیچھے آیا نا بِعِتْقِ أَبِيهِ: حَكَمْنَا بِعِتْقِ أَبِيهِ وَعِتْقِ الْوَلَدِ تو ہم اس کے باپ کی بھی آزادی کا حکم لگا دیں گے اور اس کے بچے کی اس کی اولاد کی آزادی کا حکم بھی لگا دیں گے۔

وَإِنْ تَرَكَ وَلَدًا مُشْتَرًى فِي الْكِتَابَةِ قِيلَ لَهُ إِمَّا أَنْ تُؤَدِّيَ الْكِتَابَةَ حَالًّا وَإِلَّا رُدِدْتَ فِي الرِّقِّ۔ اچھا اور اگر اس نے کوئی ایسا بچہ چھوڑا ہے مُشْتَرًى فِي الْكِتَابَةِ جس کو خریدا گیا تھا کتابت کے اندر۔ بھئی اس مکاتب کا ایک بچہ تھا عقد کتابت سے پہلے کا بچہ تھا، عقد کتابت سے پہلے کا تو وہ کتابت کے وقت کتابت میں داخل ہوا؟ کتابت میں داخل نہیں ہوا، لیکن جب خریدے گا تو خود بخود کیا ہو گیا کتابت میں داخل ہو گیا کیونکہ ان کے درمیان کون سا رشتہ ہے؟ ولادت والا رشتہ ہے۔ اب یہ جو بچہ خریدا ہے یہ بچہ اس کا باقی ہے، کتابت کے بعد پیدا یہ نہیں ہوا کتابت سے پہلے ہے لیکن اس نے کتابت کے اندر اس کو پھر خریدا تھا، جب خریدا تھا تو یہ بھی کیا ہوا عقد کتابت میں داخل ہو گیا، تو کیا اب اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ ہو گا یہ بھی قسط وار ادائیگی کرے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس کا معاملہ اور تھا اس کا معاملہ تھوڑا سا مختلف ہے بھئی۔ وہ تو پیدا ہی عقد کتابت کے اندر ہوا تھا تو گویا باپ سے وہ جدا ہوا ہے اور باپ کے ساتھ عقد کتابت ہوا تھا تو اس کے ساتھ بھی گویا کیا ہو چکا؟ عقد کتابت، اس کا معاملہ مختلف تھا اور یہ تو پہلے سے ہی پیدا ہو چکا ہے الگ ہے تو عقد کتابت باپ کے ساتھ ہوا تھا یہ تو اس کے خریدنے کی وجہ سے کیا ہوا ہے عقد کتابت میں داخل ہوا ہے، لہٰذا اب اس بیٹے کو کہا جائے گا کہ یا تو فوری ادائیگی کرو۔ باپ کا انتقال ہوا مال اس نے اتنا نہیں چھوڑا جس کے ذریعے پوری ادائیگی ہو سکے البتہ یہ اولاد ہے جس کو اس نے کتابت کے اندر خریدا تھا اور یہ بھی اس کے عقد کتابت میں داخل ہے، ان سے کہا جائے گا لاؤ بھئی فوراً پیسے لے آؤ، اگر فوری ادائیگی کر دیتے ہو کہیں سے بھی جتنا باقی ہے وہ سارا ادا کر دو تو آزاد ہو جاؤ گے، اگر فوری ادا نہیں کر سکے تو پھر ان کو کیا کر لیا جائے گا؟ غلام بنا لیا جائے گا آقا ان کا مالک بن جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

کہتے ہیں وَإِنْ تَرَكَ وَلَدًا مُشْتَرًى فِي الْكِتَابَةِ اور اگر اس نے چھوڑی ایسی اولاد جن کو خریدا تھا اس نے کتابت کے اندر قِيلَ لَهُ اس سے کہا جائے گا إِمَّا أَنْ تُؤَدِّيَ الْكِتَابَةَ حَالًّا کہ یا تو تو وہ بدل کتابت ادا کر دے فی الحال وَإِلَّا رُدِدْتَ فِي الرِّقِّ ورنہ تجھے لوٹا دیا جائے گا غلامی میں، فوری ادائیگی کرے بھئی جہاں سے بھی کرے قرض لے جو بھی کر لے۔

وَإِذَا كَاتَبَ الْمُسْلِمُ عَبْدَهُ عَلٰى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أَوْ عَلٰى قِيمَةِ نَفْسِهِ فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ۔ بھئی صورت یہ ہے کوئی مسلمان اپنے غلام کو مکاتب بناتا ہے اور بدل کتابت شراب مقرر کرتا ہے کہ اتنے کریٹ شراب لے کر آؤ گے تو تم آزاد ہو، یا خنزیر کو بدل کتابت بناتا ہے کہ اتنے خنزیر لاؤ گے ادا کرو گے تو تم کیا ہو؟ آزاد ہو۔ تو یاد رکھیے یہ شراب اور خنزیر آپ جانتے ہیں کسی بھی مسلمان کے لیے نہ ان کا تملک جائز ہے نہ تملیک جائز ہے، نہ خود ان کا مالک بن سکتا ہے نہ کسی اور کو ان کا مالک بنا سکتا ہے کیونکہ ہماری شریعت میں اس کی کوئی قیمت نہیں یہ ہمارے ہاں مال شمار ہی نہیں بھئی، اور بدل کتابت کا تو مال ہونا ضروری ہے لہٰذا یہاں پر یہ عقد کتابت فاسد ہو گیا۔ کیا ہو گیا؟ عقد کتابت فاسد ہوا کیونکہ آپ جانتے ہیں بھئی جیسے بیع کے اندر مبیعہ ذکر ہوتا ہے ساتھ ساتھ ثمن کا ذکر ہونا بھی ضروری، اگر بغیر ذکر ثمن کے بیع کر لی جائے تو وہ بیع کون سی ہو جایا کرتی ہے؟ بیع فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ ثمن مجہول ہوئے، تو یہاں بھی بدل کتابت کیا ہو گیا؟ کوئی چیز تو ٹھہرائی ہی نہیں یا یوں کہو بلا بدل کے ہی عقد کتابت کر لیا اور عقد کتابت تو بغیر بدل کے نہیں ہو سکتا جیسے بیع بغیر ثمن کے نہیں ہو سکتی عقد کتابت بھی بغیر بدل کے نہیں ہو سکتا۔

یا کسی غلام کے ساتھ عقد کتابت کیا آقا نے اور بدل کتابت میں کہا بھئی اپنی قیمت لے آنا، کیا کرنا؟ اپنی قیمت لے آنا، تو بدل کتابت کس چیز کو مقرر کیا؟ اسی غلام کی قیمت کو، یاد رکھیے یہ عقد کتابت فاسد ہوا۔ بھئی کیوں فاسد ہوا؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ اس غلام کی قیمت مجہول ہے، کوئی متعین قیمت ہے؟ نہیں، قیمت لگانے والوں کے پاس لے جاؤ ایک کہے گا اس کی قیمت سو درہم ہے دوسرا کہے گا نہیں ایک سو دس ہے تیسرا کہے گا نہیں بھئی یہ تو نوے درہم کا ہونا چاہیے، تو

قیمتیں کیا ہوئیں دیکھو؟ مختلف ہو گئیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو مقدار کا بھی پتا نہیں ہے نیز جنس کا بھی پتا نہیں ہے پتا نہیں درہم مقرر ہیں یا دینار مقرر ہیں بھئی۔ تو تھوڑی بہت جہالت ہوتی تو ٹھیک تھا مسئلہ چل جاتا لیکن یہاں تو جہالت فاحشہ ہے بہت زیادہ جہالت آ گئی: نہ مقدار کا پتا کتنے درہم ہیں یا کتنے دینار ہیں، نہ ہی یہ طے ہے کہ دینار ہیں یا درہم ہیں، نہ ہی یہ پتا ہے کہ کس قسم کے دینار یا درہم ہیں اعلیٰ ہیں یا نہایت اعلیٰ ہیں یا کھوٹے درہم ہیں کس قسم کے، کوئی بھی چیز طے نہیں ہوئی جہالت بہت زیادہ آ گئی لہٰذا یہ عقد کتابت کیا ہو گیا؟ فاسد ہو گیا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا كَاتَبَ الْمُسْلِمُ عَبْدَهُ جب مکاتب بنایا کسی مسلمان نے اپنے غلام کو عَلٰى خَمْرٍ خمر پر یعنی شراب پر أَوْ خِنْزِيرٍ یا خنزیر پر أَوْ عَلٰى قِيمَةِ نَفْسِهِ یا اس غلام کی اپنی قیمت پر فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ تو کتابت کیا ہے؟ فاسد ہے، عقد کتابت فاسد ہوا بھئی۔

اب صورت یہ ہے بھئی ایک مسلمان نے اپنے غلام کے ساتھ بدل کتابت کیا ٹھہرایا؟ خمر یا خنزیر کو، یاد رکھیے یہ عقد کتابت فاسد ہوا لیکن اگر وہ غلام شراب یا خنزیر لے آیا اور اس نے مالک کے حوالے کر دیے تو فوراً آزاد ہو جائے گا کیونکہ شرط اس نے پوری کر دی۔ گویا آقا نے یہ شرط لگائی تھی اور جب شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جاتا ہے، آقا نے گویا شرط لگائی تھی کہ اتنی شراب لے آؤ یا اتنے خنزیر لے آؤ تو تو آزاد ہے، اس نے شرط پوری کر دی اور جب شرط پوری ہو جائے تو مشروط بھی پایا جاتا ہے تو لہٰذا غلام بھی کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ جیسے کوئی اپنی بیوی سے کہتا ہے اگر تو فلاں گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے، وہ اس گھر میں چلی گئی شرط پائی گئی مشروط بھی پایا جائے گا اور اسے فوراً گیا ہو جائے گی؟ طلاق ہو جائے گی، تو یہاں بھی شرط پائی گئی تو مشروط بھی پایا جائے گا اور وہ غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ لیکن اب اس غلام پر واجب ہے کہ جائے گا اور اپنی قیمت جو ہے کما کر لا کر مالک کے حوالے کرے، آزاد ہو گیا لیکن اب اس پر دین ہے کہ مالک کو ادائیگی کرے گا اور کتنی ادائیگی کرے گا؟ اپنی قیمت کی بھئی۔

بھئی یہ کیا وجہ ہے اپنی قیمت کی ادائیگی کیوں کرے گا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو اس نے شراب یا خنزیر دے دیے شرط پائی گئی اور شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جاتا ہے یہ کیا ہو چکا؟ آزاد، لیکن خمر یا خنزیر تو بدل کتابت نہیں ہم پہلے بتا چکے ہیں یہ بدل کتابت نہیں بن سکتے کیونکہ بدل کتابت کا مال ہونا ضروری ہے اور یہ تو ہماری شریعت کے اندر مال ہی شمار نہیں ہیں، پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی بیع فاسد والا حکم دیکھو وہاں کیا حکم تھا: دو آدمی اگر آپس میں بیع فاسد کر لیتے تھے تو پھر بھئی مثلاً میں نے آپ کو گاڑی فروخت کی لیکن میں نے شرط لگا دی ہر مہینے ایک ہفتہ میں استعمال کیا کروں گا بھئی، تو یہ تو شرط فاسد ہے مولانا، مقتضائے عقد کے خلاف ہے عقد کا تو تقاضا یہ ہے گاڑی اس کے حوالے کر دو بھئی یہ شرط کا کیا معنی تمہارے حوالے کیوں کرے گا وہ مالک بن چکا ہے، تو یہ شرط فاسد لگائی اور جب شرط فاسد لگائی تو یہ بیع بھی کون سی ہو گئی؟ بیع فاسد ہو گئی۔ اور بیع فاسد میں آپ نے پڑھا تھا بھئی کہ اس بیع کو توڑنا ضروری ہے کیونکہ فساد آ گیا اس کے اندر خرابی آ گئی اس بیع کو توڑو مبیعہ واپس کرو جو پیسے ادا کیے ہیں وہ اس سے واپس لے لو، لیکن اگر کسی وجہ سے مبیعہ واپس نہ ہو سکے تو پھر کیا کرتے تھے؟ مثلاً وہ گاڑی آپ کے پاس تباہ ہو گئی، بھئی آپ پر ضروری تھا وہ گاڑی مجھے واپس کر دیں اس بیع کو ختم کر دیں کیونکہ بیع فاسد ہوئی ہے لیکن آپ کے پاس اس گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا یا جل گئی کچھ ہو گیا گاڑی تباہ ہو گئی، اب جب وہ مبیعہ تلف ہو گیا اب واپسی ہو سکتی ہے؟ واپسی نہیں تو اب آپ پر ادائیگی ضروری ہوئی اور کیا دیں گے؟ ثمن نہیں دیں گے بلکہ کیا دیں گے؟ قیمت دینا پڑے گی کیونکہ بیع فاسد میں قیمت آیا کرتی ہے ثمن نہیں۔

تو یہاں پر بھی اسی طرح ہے مولانا: یہاں عقد کتابت کون سا ہوا؟ فاسد ہوا، لیکن اس نے شرط پوری کر دی شراب یا خنزیر لے آیا، شراب یا خنزیر جیسے ہی لے کر آیا یہ کیا ہو گیا؟ آزاد ہو گیا۔ بھئی یہ عقد کتابت کون سا ہوا تھا؟ فاسد، اور عقد کتابت جو فاسد ہے اس کو کیا کرنا ضروری؟ توڑنا ضروری ہے، جیسے بیع کے اندر مبیعہ واپس کرنا ضروری تھا اس غلام پر بھی ضروری تھا کہ اپنی رقبہ کو واپس کرے اپنی ذات کو کیا کرے؟ واپس کرے، لیکن یہاں واپسی ممکن نہ رہی کیونکہ آزاد ہو گیا اور ایک دفعہ آزاد کوئی ہو جائے تو دوبارہ اسے مملوک نہیں بنایا جا سکتا آزادی کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو آزادی کو ختم نہیں کیا جا سکتا تو جیسے بیع فاسد کے اندر مبیعہ کی واپسی جب ممکن نہ رہے تو وہاں کیا آیا کرتی ہے؟ قیمت آتی ہے، تو یہاں بھی جب اس غلام کی رقبہ کی واپسی ممکن نہ رہی آزادی کی وجہ سے تو یہاں بھی اس پر کیا آ جائے گی؟ قیمت اسے دینا پڑے گی بدل کے طور پر۔ صورت سمجھ میں آ گئی سب کو بھئی؟

تو یہ معنی ہے بھئی: فَإِنْ أَدَّى الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ عَتَقَ اگر اس مکاتب نے جس کے ساتھ کتابت فاسدہ ہوئی تھی اس نے ادا کر دیا الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ خمر اور خنزیر کو عَتَقَ تو وہ آزاد ہو جائے گا وَلَزِمَهُ أَنْ يَسْعٰى فِي قِيمَتِهِ اور اس پر لازم ہو گا کہ وہ کوشش کرے اپنی قیمت کے اندر، سعی کرے گا اس کے اندر، سمجھ میں آیا بھئی؟ اپنی قیمت لا کر دے گا اس لیے کیونکہ اس پر ضروری تھا کہ رقبہ کو واپس لوٹائے کیونکہ عقد فاسد ہوا تھا لیکن اب آزادی کی وجہ سے رقبہ کا لوٹانا ممکن نہ رہا تو اب اس پر قیمت آئے گی جیسے بیع فاسد میں مبیعہ تلف ہونے پر قیمت آیا کرتی ہے۔

لَا يَنْقُصُ مِنَ الْمُسَمّٰى وَيُزَادُ عَلَيْهِ۔ یہ الگ مسئلہ بیان کر رہے ہیں بھئی الگ مسئلہ، کتابت علی الخمر کتابت علی الخنزیر اس سے تعلق نہیں ہے اس کا ویسے ہی ایک مسئلہ بیان کر رہے ہیں۔ مسئلہ یہ یاد رکھیے جب بھی عقد کتابت فاسد ہو جائے اس میں کوئی فساد آجائے کوئی خرابی آجائے تو اس صورت کے اندر یاد رکھیے قیمت آئے گی اس غلام کی، کیا آئے گی؟ قیمت۔ ابھی مسئلہ پڑھا یا نہیں خمر اور خنزیر میں جیسے، جب بھی عقد کتابت فاسد ہو جائے اس میں کیا آیا کرے گی؟ قیمت آئے گی۔ لیکن قیمت جب اسی مقررہ بدل کی جنس میں سے ہو تو اس سے کم نہیں، اس سے زیادہ ہو تو زیادہ تو دی جائے گی اس سے کم ہو تو کمی نہیں کی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ مثلاً صورت دیکھو: میرا ایک غلام تھا میں نے اسے کہا بھئی اگر تم ایک ہزار درہم ادا کر دو گے تو تم آزاد ہو، عقد کتابت ہو گیا اس بات پر لیکن ساتھ ہی میں نے شرط لگا دی کہ ایک ہزار درہم ادا کرو گے تو تم کیا ہو؟ آزاد ہو لیکن شرط یہ ہے کہ ساری عمر میری خدمت کرتے رہو گے۔ بھئی اب شرط فاسد میں نے لگا دی، کیا کیا؟ شرط فاسد لگا دی مولانا، یہ کیسا عقد کتابت ہے کہ ہزار درہم ادا کرے گا تو آزاد ہو جائے گا لیکن آزاد بھی کس طرح کا ہے ساری عمر اس آقا کی کیا کرتا رہے گا؟ خدمت کرتا رہے گا! تو یہ شرط جو اس نے لگائی ہے عقد کے مقتضیٰ کے مطابق ہے یا مقتضائے عقد کے خلاف ہے؟ مقتضائے عقد کے خلاف ہے، عقد تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس آدمی کو پھر آزاد ہونا چاہیے جو مرضی کرتا پھرے اس کی خدمت کرنا ضروری نہیں ہے، تو یہ مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگائی تو عقد کتابت کیا ہو گیا؟ فاسد۔ اور جب عقد کتابت فاسد ہو تو اس میں کیا آیا کرتی ہے؟ قیمت آتی ہے تو غلام لہٰذا اب سعی کرے گا اور کیا لا کر دے گا؟ قیمت لا کر دے گا، لیکن وہ قیمت اس مقررہ سے کم نہ ہو۔ مثلاً فرض کرو غلام کی قیمت آٹھ سو درہم ہے اور میں نے کتنے طے کیے تھے؟ ایک ہزار، تو اگر قیمت کم ہے تو کمی نہیں کی جائے گی اس مقررہ سے ہزار پورے ہی دینا پڑیں گے۔ لیکن اگر قیمت زیادہ ہے پھر زیادہ دے گا، مثلاً قیمت اس کی پندرہ سو درہم ہے اور مقررہ پیسے تھے ہزار تو اب زیادتی کی جائے گی اور اسے کتنے ادا کرنا پڑیں گے؟ پندرہ سو پورے ادا کرنا پڑیں گے۔ معلوم ہوا خلاصہ بحث یہ کہ عقد کتابت جب فاسد ہو جائے اس میں قیمت آیا کرتی ہے لیکن وہ قیمت اگر مقررہ بدل سے کم ہو تو کمی نہیں کریں گے پورا مقررہ ہی دینا پڑے گا، لیکن اگر قیمت اس مقررہ بدل سے زیادہ ہو تو پھر زیادہ ادائیگی کرنا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے لَا يَنْقُصُ مِنَ الْمُسَمّٰى کم نہیں ہو گی قیمت اس مقررہ بدل سے وَيُزَادُ عَلَيْهِ اور اس پر بڑھائی جائے گی یعنی زیادہ تو کی جائے گی لیکن کم نہیں کی جائے گی۔

وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلٰى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوفٍ فَالْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ اور اگر مکاتب بنایا اس غلام کو عَلٰى حَيَوَانٍ ایسے حیوان پر غَيْرِ مَوْصُوفٍ جس کی صفت نہیں بیان کی۔ بھئی ایک آدمی نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا مثلاً کہ بھئی اگر تم ایک اونٹ لے آئے تو تم آزاد ہو، اب بھئی اس نے جانور تو ذکر کر دیا لیکن صفت ذکر نہیں کی بھئی اونٹ تو اعلیٰ بھی ہوتا ہے ادنیٰ بھی ہوتا ہے متوسط بھی ہوتا ہے کس قسم کا اونٹ؟ کہتے ہیں بھئی صفت بیان نہ کی ہو تو جہالت تو آگئی بدل کے اندر لیکن یہ اتنی جہالت نہیں ہے تھوڑی جہالت ہے تو کام چل جائے گا عقد کتابت صحیح ہے اور پھر بھئی کون سا اونٹ دے گا؟ کہتے ہیں متوسط درجے کا اونٹ دے دے گا بھئی یا اس کی قیمت دے دے گا کیونکہ جنس تو معلوم ہے۔ ہاں اگر جنس کا ہی پتا نہ ہو پھر یہ جہالت کثیرہ ہے مولانا پھر عقد کتابت جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلٰى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوفٍ فَالْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ اگر اپنے غلام کو مکاتب کیا ایسے حیوان پر جو موصوف نہیں ہے یعنی اس کی صفت بیان نہیں کی کہ اعلیٰ ادنیٰ یا متوسط ہو فَالْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ تو کتابت کیا ہے؟ جائز ہے اور متوسط درجے کا جانور دے دے یا اس کی قیمت دے گا۔

وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلٰى ثَوْبٍ لَمْ يُسَمِّ جِنْسَهُ لَمْ يَجُزْ۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا اور کہا ایک کپڑا لے آؤ ایک تھان لے آؤ تو تم آزاد ہو کپڑے کا، اب بھئی جنس ہی نہیں بیان کی لہٰذا یہ جائز نہیں کیونکہ کپڑے میں تو کئی جنسیں ہیں کئی قسمیں ہیں پھر ہر قسم کے اندر اعلیٰ ادنیٰ متوسط آتا ہے تو جہالت کثیرہ آئی اب عقد کتابت یہ جائز ہی نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَاتَبَهُ عَلٰى ثَوْبٍ اور اگر اس کو مکاتب بنایا ایسے کپڑے پر لَمْ يُسَمِّ جِنْسَهُ کہ ذکر نہیں کیا اس کی جنس کو لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں ہے وَإِنْ أَدَّاهُ لَمْ يَعْتِقْ اور اگر وہ ادا کر دے تو آزاد نہیں ہو گا۔ غلام کہیں سے ایک کپڑا لے آیا اور اس نے ادائیگی بھی کر دی کہتے ہیں پھر بھی آزاد نہیں ہو گا اس لیے کہ یہ عقد کتابت جائز ہی نہیں ہے بھئی۔

وَإِنْ كَاتَبَ عَبْدَيْهِ كِتَابَةً وَاحِدَةً بِأَلْفِ دِرْهَمٍ إِنْ أَدَّيَا عَتَقَا وَإِنْ عَجَزَا رُدَّا إِلَى الرِّقِّ۔ بھئی ایک آدمی کے دو غلام تھے اس نے دونوں کو ایک ہی عقد کتابت کے ساتھ مکاتب بنا دیا کہ تم دونوں اگر ایک ہزار درہم ادا کر دیتے ہو ایک سال کے اندر تو تم دونوں کیا ہو؟ آزاد ہو۔ تو کہتے ہیں بھئی دونوں جب ہزار درہم ادا کر دیں گے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر ادا نہ کر سکے تو دونوں کیا بن جائیں گے؟ غلام۔ اب یہ نہیں ہو سکتا ایک پانچ سو لے آئے کہ آپ نے ہزار کا کہا تھا میرے پہ بھی پانچ سو آتے ہیں دوسرے پہ بھی کیا آتے ہیں؟ پانچ سو، نہیں بھئی تمہارے ساتھ کوئی الگ عقد کتابت نہیں ہوا عقد کتابت ایک ہی ہوا ہے پورے ہزار لے آؤ تو تم دونوں کیا ہو؟ آزاد ہو، تو جب پورے ادا کریں گے تو دونوں آزاد ہوں گے پورے ادا نہیں کرتے تو دونوں پھر دوبارہ کیا بنا لیے جائیں گے؟ غلام بنا لیے جائیں گے یا دونوں عاجز آگئے تو بھی غلام بنیں گے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَاتَبَ عَبْدَيْهِ كِتَابَةً وَاحِدَةً اگر مکاتب بنایا عَبْدَيْهِ، اصل

میں تھا عَبْدَيْنِهِ نون اضافت کی وجہ سے کیا ہوا؟ گر گیا، اگر مکاتب بنایا اپنے دو غلاموں کو كِتَابَةً وَاحِدَةً ایک ہی کتابت کے ساتھ، یہ ضروری ہے مولانا اگر الگ الگ بنایا پھر تو دونوں کا الگ حکم، ایک ہی کتابت کے ساتھ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ ایک ہزار درہم کے بدلے میں إِنْ أَدَّيَا اگر ان دونوں نے ادا کر دیے عَتَقَا تو دونوں کیا ہو جائیں گے؟ آزاد ہو جائیں گے وَإِنْ عَجَزَا اور اگر دونوں عاجز آ گئے رُدَّا تو دونوں واپس لوٹائے جائیں گے إِلَى الرِّقِّ رقیت کی طرف غلامی کی طرف۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَإِنْ كَاتَبَهُمَا عَلَى أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ضَامِنٌ عَنِ الْآخَرِ جَازَتِ الْكِتَابَةُ وَأَيُّهُمَا أَدَّى عَتَقَا وَيَرْجِعُ عَلَى شَرِيكِهِ بِنِصْفِ مَا أَدَّى۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آقا نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب بنایا ایک ہی عقد کتابت کیا لیکن شرط یہ ٹھہرائی کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا ضامن ہے، دونوں نے کہا ہم ادائیگی کریں گے لیکن ایک دوسرے کے ضامن بھی ہیں اگر اس نے ادائیگی نہ کی تو میں کروں گا دوسرے نے کہا اگر اس نے ادائیگی نہ کی تو میں ادائیگی کروں گا تو ایک دوسرے کے ضامن بھی بن گئے۔ تو دو غلام ہیں ان دونوں کو مکاتب بنایا ہے اکٹھا اور دونوں ایک دوسرے کے کیا بن گئے؟ ضامن بھی بن گئے، تو کہتے ہیں یہ کتابت جائز ہے اور جو بھی ان دونوں میں سے مال ادا کر دے گا دونوں کیا ہو جائیں گے؟ آزاد۔ بھئی جو بھی ادائیگی کر دے ہزار درہم مالک کو دینے ہیں بس ایک ہی عقد کتابت ہوا ہے، یہ نہیں کہ ایک پانچ سو لا کر دے گا دوسرا بھی پانچ سو لا کر دے گا بلکہ جیسے بھی ادائیگی ہو جائے، آقا نے کہا تھا ہزار درہم ادا کرو تو دونوں کیا ہو؟ آزاد ہو، جب ہزار کی ادائیگی پائی جائے گی تو دونوں کیا ہو جائیں گے؟ آزاد تو جو بھی ادائیگی کر دے۔ لیکن جس نے بھی ادائیگی کر دی وہ اپنی طرف سے صرف ادائیگی کر رہا ہے یا دوسرے کی طرف سے بھی کر رہا ہے؟ دوسرے کی طرف سے بھی، اس کی طرف سے ضامن بنا ہوا ہے تو گویا نصف اپنی طرف سے ادا کر رہا ہے اور نصف بطور ضامن کے ادا کر رہا ہے، لہٰذا پھر وہ اس دوسرے پر رجوع کرے گا کہ میں نے تمہاری طرف سے ضمانت دی تھی اور پھر میں نے ادائیگی بھی کر دی اب تم کیا کرو اپنا حصہ مجھے دو، تو اس سے نصف وصول کر لے گا پانچ سو یعنی دوسرے سے کیا کر لے گا؟ وصول کر لے گا۔ یہ معنی ہے وَإِنْ كَاتَبَهُمَا اور اگر ان دونوں کو مکاتب بنایا عَلَى أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ضَامِنٌ عَنِ الْآخَرِ اس شرط پر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک ضامن ہے دوسرے کی جانب سے جَازَتِ الْكِتَابَةُ تو یہ کتابت جائز ہے وَأَيُّهُمَا أَدَّى عَتَقَا اور ان دونوں میں سے جس نے بھی ادا کر دیا وہ مال عَتَقَا دونوں کیا ہو جائیں گے؟ آزاد ہو جائیں گے وَيَرْجِعُ عَلَى شَرِيكِهِ بِنِصْفِ مَا أَدَّى اور پھر وہ ادائیگی کرنے والا جو معتق ہے وہ رجوع کرے گا اپنے شریک پر بِنِصْفِ مَا أَدَّى اس کے نصف کے ساتھ رجوع کرے گا جو اس نے ادا کیا ہے۔

وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى مُكَاتَبَهُ عَتَقَ بِإِعْتَاقِهِ۔ صورت یہ ہے بھئی: ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب بنا دیا پھر مکاتب بنایا ہے اس کے کچھ عرصے کے بعد اسے آزاد بھی کر دیا تو اب کیا آزاد ہو جائے گا یہ جو مکاتب ہو چکا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی جب آقا آزاد کرے گا کیونکہ آقا کا قبضہ ختم ہوا ہے ملک تو ابھی بھی آقا کی ہے اس کا مملوک ہے تو آقا جب چاہے اس کو کیا کر سکتا ہے؟ آزاد تو آزاد ہو جائے گا اور اس پر جو بدل کتابت کا دین ابھی بھی باقی تھا وہ اس سے کیا ہو جائے گا؟ ختم کیونکہ وہ بدل کتابت کس لیے تھا؟ تاکہ وہ اپنے آپ کو آزاد کروا لے اب وہ آزادی تو اسے حاصل ہو گئی لہٰذا وہ دین اس پر سے کیا ہو جائے گا؟ ختم آقا نے خود اسے ویسے ہی آزاد کر دیا ہے بھئی۔ تو یہ معنی ہے وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى مُكَاتَبَهُ اور جب آزاد کر دے آقا اپنے مکاتب کو عَتَقَ بِإِعْتَاقِهِ تو غلام آزاد ہو جائے گا اپنے آقا کے آزاد کرنے کی وجہ سے وَسَقَطَ عَنْهُ مَالُ الْكِتَابَةِ اور اس سے وہ مال کتابت بھی ساقط ہو جائے گا۔

وَإِذَا مَاتَ مَوْلَى الْمُكَاتَبِ۔ صورت یہ ہے بھئی آقا کا انتقال ہو گیا، مکاتب بنایا ایک غلام کو اور آقا کا انتقال ہو گیا تو کیا عقد کتابت ختم ہو جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں عقد کتابت ختم نہیں ہو گا بلکہ اس مکاتب سے کہا جائے گا اب قسطیں کس کو ادا کرو؟ وارثوں کو ادا کرو، تو جب ان کو ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ وَإِذَا مَاتَ مَوْلَى الْمُكَاتَبِ اور جب مر جائے مکاتب کا آقا لَمْ تَنْفَسِخِ الْكِتَابَةُ تو کتابت فسخ نہیں ہوتی وَقِيلَ لَهُ اور اس سے کہا جائے گا أَدِّ الْمَالَ إِلَى وَرَثَةِ الْمَوْلَى عَلَى نُجُومِهِ کہ مال ادا کرو آقا کے ورثاء کو عَلَى نُجُومِهِ اس کی قسطوں پر یعنی قسطوں کے مطابق کیا کرتے رہو ورثاء کو مال ادا کرتے رہو۔

فَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ لَمْ يَنْفُذْ عِتْقُهُ وَإِنْ أَعْتَقُوهُ جَمِيعًا عَتَقَ۔ بھئی یاد رکھیے ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا تھا پھر مالک کا انتقال ہو گیا اب کیا عقد کتابت ختم ہو یا وارثوں کو قسطیں ادا کرے گا؟ ورثاء کو قسطیں ادا کرے گا۔ ان ورثاء میں سے جن کو وہ قسطیں ادا کر رہا ہے ان میں سے کچھ نے اس کو آزاد کر دیا کہ جاؤ بھئی ہماری طرف سے تم آزاد ہو، کہتے ہیں آزاد نہیں ہو گا، لیکن اگر سارے آزاد کریں گے تو وہ کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں بھئی فَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ اگر آزاد کر دیا اسے وارثوں میں سے کسی ایک نے لَمْ يَنْفُذْ عِتْقُهُ تو اس کی آزادی نافذ

نہیں ہو گی وَإِنْ أَعْتَقُوهُ جَمِيعًا اور اگر ان سب نے اسے آزاد کیا عَتَقَ تو غلام کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا وَسَقَطَ عَنْهُ مَالُ الْكِتَابَةِ اور اس سے مال کتابت کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟

وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلٰى أُمَّ وَلَدِهِ جَازَ فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى سَقَطَ عَنْهَا مَالُ الْكِتَابَةِ۔ صورت مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک شخص کی ایک باندی ہے اس باندی سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور اس شخص نے اقرار کر لیا یہ میرا بچہ ہے یہ باندی اس کی کیا بن گئی؟ ام ولد۔ اب اس ام ولد نے اس شخص کے مرنے کے بعد آزاد ہونا ہے، اس ام ولد کو یہ شخص مکاتبہ بھی بنا دیتا ہے عقد کتابت بھی کر لیتا ہے، تو کیا عقد کتابت کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی عقد کتابت کر سکتا ہے اور پھر یہ مکاتبہ بھی ہو گی اور ام ولد بھی اس کی ہو گی: ام ولد ہونے کے اعتبار سے اس شخص کے مرنے کے بعد آزاد ہو گی اور مکاتبہ ہونے کے اعتبار سے زندگی ہی میں بھی آزاد ہو سکتی ہے اگر مال کی ادائیگی کر دے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا كَاتَبَ الْمَوْلٰى أُمَّ وَلَدِهِ جَازَ اور جب مکاتبہ بنایا آقا نے اپنی ام ولد کو تو یہ کیا ہے؟ جائز ہے۔ فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى سَقَطَ عَنْهَا، اچھا بھئی یہ اب مکاتبہ بھی ہے ام ولد بھی ہے اسی دوران آقا کا انتقال ہو گیا، کہتے ہیں بھئی آقا کا انتقال ہوتے ہی یہ ام ولد ہونے کی حیثیت سے آزاد ہو گئی لہٰذا اب اس پر جو بدل کتابت کے اعتبار سے مال باقی تھا وہ سارا مال کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا بھئی۔ کہتے ہیں فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى سَقَطَ عَنْهَا مَالُ الْكِتَابَةِ پس اگر آقا مر گیا تو اس باندی سے ساقط ہو جائے گا مال کتابت کیونکہ وہ آزاد ہو گئی ہے ام ولد ہونے کی وجہ سے۔

وَإِنْ وَلَدَتْ مُكَاتَبَتُهُ مِنْهُ فَهِيَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ وَإِنْ شَاءَتْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ۔ ایک شخص نے اپنی باندی کو مکاتبہ بنا دیا بھئی، کیا کیا اس نے؟ اپنی باندی کو مکاتبہ بنا دیا اور جب مکاتبہ بنا دیا تو اب آپ جانتے ہیں آقا کے لیے اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں لیکن آقا نے اس کے ساتھ صحبت کر لی اور اس سے ایک بچہ آقا کا پیدا ہوا آقا نے اس کا اقرار کر لیا بھئی۔ تو اب یاد رکھیے اس باندی کو اختیار ہے: چاہے تو اپنے عقد کتابت پر چلتی رہے اور مال ادا کر کے اپنے آپ کو آقا سے کیا کروا لے؟ آزاد کروا لے۔ اور یاد رکھیے چونکہ مکاتبہ کے ساتھ صحبت جائز نہیں تھی لیکن آقا نے کر لی ہے اب یہاں حد نہیں آئے گی کیونکہ بہر حال آقا کی مملوکہ تو وہ ہے تو آقا کہتا ہے میں تو سمجھا تھا میرے لیے اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے تو یہ وطی بالشبہہ ہوئی اور وطی بالشبہہ کے اندر کیا آیا کرتا ہے؟ عقر آتا ہے تو یہاں بھی عقر آئے گا اور آقا کو اس باندی کو دینا پڑے گا بھئی عقر، سمجھ میں آیا بھئی؟ عقر دینا پڑے گا۔ تو اب اس باندی کو اختیار ہے چاہے تو اس عقد کتابت پر چلتی رہے اور مال ادا کر کے اپنے آپ کو آقا سے زندگی ہی میں آزاد کروا لے، اور اگر یہ عقد کتابت پر چلتی رہی تو اس صورت میں یہ آقا سے عقر بھی لے سکتی ہے کہ عقر حوالے کرو، اور چاہے تو اپنے آپ کو عاجز قرار دے دے اور جب عاجز قرار دے دے گی عقد کتابت ختم ہو جائے گا اور جب عقد کتابت ختم ہو جائے گا تو آقا کی کیا بن جائے گی؟ ام ولد بن جائے گی بھئی۔

تو کہتے ہیں وَإِنْ وَلَدَتْ مُكَاتَبَتُهُ مِنْهُ اگر جنم دیا اس آقا کی مکاتبہ نے اپنے آقا سے فَهِيَ بِالْخِيَارِ تو اس مکاتبہ کو اختیار ہے إِنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ چاہے تو وہ عقد کتابت پر چلتی رہے اور میں نے بتایا اس صورت میں پھر آقا سے کیا لے سکتی ہے؟ عقر لے سکتی ہے وَإِنْ شَاءَتْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا اور چاہے تو اپنے آپ کو عاجز قرار دے دے وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ اور آقا کی کیا ہو جائے؟ ام ولد ہو جائے۔ چلو بس کریں، بس بھئی هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۸: کتاب المکاتب (۲) وکتاب الولاء: مکاتب کی موت اور ترکہ، تدبیر وکتابت کا اجتماع، ولاءِ عتاقہ اور ولاءِ موالات کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۷۴—بتاریخ: ۸ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ كَاتَبَ مُدَبَّرَتَهُ جَازَ، فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا كَانَتْ بِالْخِيَارِ بَيْنَ أَنْ تَسْعٰى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا أَوْ جَمِيعِ مَالِ الْكِتَابَةِ. وَإِنْ دَبَّرَ مُكَاتَبَتَهُ صَحَّ التَّدْبِيرُ وَلَهَا الْخِيَارُ، إِنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ وَإِنْ شَاءَتْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ مُدَبَّرَةً۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْمُكَاتَبِ ہم پڑھ رہے تھے بھئی۔ کہتے ہیں: وَإِنْ كَاتَبَ مُدَبَّرَتَهُ جَازَ۔ اگر آقا اپنی مدبرہ کو مکاتبہ بنادے، یہ باندی کا حکم بیان ہو رہا ہے لیکن غلام کا بھی یہی حکم ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ مدبرہ کو مکاتبہ بنادے، یہ نہیں کہا مدبر کو مکاتب بنادے۔ بھئی یہ کیا وجہ ہے؟ غلام کو پھر کیوں ذکر نہیں کیا؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ ماقبل میں ام ولد کا ذکر آیا تھا بھئی۔ تو اسی کے ساتھ مناسبت تھی، وہ چونکہ باندی ہوتی ہے تو یہاں بھی کس کو ذکر کر دیا؟ باندی کو۔ ورنہ غلام کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً ایک غلام پہلے مدبر تھا، آقا نے اسے کہا تھا میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے، اور پھر اسے مکاتب بھی بنا دیتا ہے تو درست ہے مولانا۔ تو صاحب قدوری فرماتے ہیں: وَإِنْ كَاتَبَ مُدَبَّرَتَهُ جَازَ، اور اگر مکاتب بنایا آقا نے اپنی مدبرہ کو جَازَ۔ ایک باندی ہے اسے آقا نے کہا تھا بھئی میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے، یہ مدبرہ ہوئی بھئی۔ اور پھر بعد میں آقا نے اس کے ساتھ عقد کتابت بھی کر لیا کہ اتنا مال لے آؤ تو تو آزاد ہے، اور اس نے قبول کر لیا تو یہ مکاتبہ بھی بن گئی بھئی، مدبرہ بھی بن گئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

اب آپ جانتے ہیں بھئی مدبر کا کیا حکم تھا؟ مدبر وصیت کی طرح ہے، جو حکم وصیت کا ہے وہی حکم مدبر کا ہے۔ اگر آقا کا مال جیسے ایک شخص کے مرنے کے بعد اس کی وصیت ثلث مال میں نافذ ہوتی ہے، اسی طرح مدبر بھی اگر ثلث مال میں سے پورا ہو جاتا ہے تو آزاد ہو جائے گا مرنے کے بعد۔ مثلاً آقا کا انتقال ہوا اور اس نے جو کل جائیداد چھوڑی مثلاً وہ پچاس لاکھ ہے۔ کتنی جائیداد چھوڑی؟ پچاس لاکھ۔ اور اس مدبر یا مدبرہ کی قیمت مثلاً پانچ سات لاکھ ہے۔ اس کی پانچ سات لاکھ قیمت ہے، تو وصیت ثلث مال میں نافذ ہوا کرتی ہے۔ تو پچاس لاکھ کا ثلث مثلاً کتنا بن جائے گا؟ تقریباً سترہ لاکھ کے قریب۔ تو دیکھو سترہ لاکھ تک آقا کی وصیت نافذ ہو سکتی ہے، تو سات لاکھ تو اس سے کم ہے لہٰذا مدبرہ کیا ہو جائے گی یا مدبر کیا ہو جائے گا؟ فوراً آزاد۔ اس میں یعنی وصیت اتنے میں نافذ ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن اب صورت یہ ہے کہ آقا مرا اور اس نے اس مدبرہ یا اس مدبر کے علاوہ اور کوئی مال چھوڑا ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ آقا کا انتقال ہوا اور اس نے اس مدبرہ کے علاوہ اور کسی چیز کو کوئی مال چھوڑا ہی نہیں۔ اور آپ جانتے ہیں جب صرف مدبر کو چھوڑا ہو تو اس میں وہی وصیت والا حکم جاری ہو گا، اور

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا كَانَتْ بِالْخِيَارِ بَيْنَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن مات المولى ولا مال له كانت بالخيار بين» منقول ہے۔

وصیت کتنے میں جاری ہوتی ہے؟ ثلث میں۔ تو یہی مدبر اس کا مال ہے تو اس کے ثلث میں وہ تدبیر جاری ہو جائے گی اور اس کا ایک ثلث کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ باقی دو ثلث میں آپ نے پڑھا تھا وہ جائے گا کمائے گا اور پیسے لا کر کن کو؟ ورثاء کو دے دے گا اور پھر اس کے دو ثلث بھی کیا ہو جائیں گے؟ آزاد۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اب یہی صورت یہاں پر بنالو بھئی۔ مدبر ہے اور پھر اسے آقا نے کیا بنا دیا؟ مکاتب بھی بنا دیا۔ آقا کا انتقال ہوا اور یہ مدبر اور مکاتب جو ہے صرف یہ مال ہے اور کوئی مال نہیں۔ یہ ایک باندی ہے یا یہ ایک غلام ہے جو مدبر بھی ہے اور مکاتب بھی ہے بھئی۔ مکاتب بھی ہے۔ اچھا، مدبر بھی ہوا اور مکاتب بھی ہوا۔ اب آپ مجھے بتائیے جب یہ پہلے سے مدبر ہے اور آقا کا اور کوئی مال نہیں ہے تو مدبر کا حکم کس کی طرح ہے؟ وصیت کی طرح۔ اور وصیت کتنے میں جاری ہوتی ہے؟ ثلث مال، یعنی مال کے تیسرے حصے میں۔ اور آقا کا تو صرف یہی مال ہے تو اس مدبر کے، یَرْحَمُکَ اللّٰہُ، تو اس مدبر کے بھی کتنے حصے میں یہ آزادی آجائے گی؟ ثلث میں۔ معلوم ہوا ایک ثلث اس کا آزاد ہو گیا اور باقی دو ثلث کے اندر وہ کیا کرے گا؟ سعی کرے گا، وہ کما کر لا کر دے گا۔ یہ ہے تدبیر کے حوالے سے۔ لیکن یہ تو مکاتب بھی ہے بھئی۔ کیا ہے؟ مکاتب بھی ہے۔ اب ایسا مکاتب ہے جس کا ایک ثلث آزاد ہو چکا ہے، تو اب کیا بدل کتابت کے بھی دو ثلث میں یہ کوشش کرے گا، وہ کما کر لا کر دے دے تو آزاد ہو جائے گا؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی۔ کیا کرے گا؟ کتابت کے حوالے سے اس کو سارا مال لانا پڑے گا۔ تو اس کو اختیار ہے، یا تو کون سے راستے کو اختیار کر لے؟ مدبر ہونے کے اعتبار سے اپنی قیمت کے دو ثلث لے آئے۔ مثلاً یہ چھ لاکھ اس کی قیمت تھی تو دو ثلث کتنے بنیں گے؟ چار لاکھ۔ چار لاکھ لا کر دے دے، ایک ثلث اس کا آزاد ہو چکا، چار لاکھ لا کر وارثوں کو دے دے یہ سارا کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ اور چاہے تو کتابت والے راستے کو اختیار کر لے، اور وہاں پر اب دو ثلث نہیں دینے پڑیں گے بدل کتابت کے۔ مثلاً بدل کتابت طے ہوا تھا چار لاکھ، یا یوں کہو پانچ لاکھ طے ہوا تھا۔ تو اب یوں نہیں کریں گے کہ یہ ایسا مکاتب ہے جس کا ایک ثلث کیا ہو گیا؟ آزاد۔ جب ایک ثلث آزاد ہوا تو ایک ثلث بدل کتابت بھی ختم ہوا اور باقی کتنا بدل کتابت رہ گیا؟ دو ثلث بھئی۔ کیونکہ بدل کتابت اس کے پورے رقبہ کی آزادی پر تھا نا، اور رقبہ کا کتنا آزاد ہو چکا ہے؟ ایک ثلث۔ تو دو ثلث باقی ہیں تو دو ثلث بدل کتابت آنا چاہیے؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، بدل کتابت اگر دے گا یہ تو پھر پورا دینا پڑے گا بھئی۔

کیا وجہ ہے بھئی پورا کیوں بدل کتابت دینا پڑے گا؟ ایک حصہ تو آزاد ہو چکا ہے اور بدل کتابت بھی پورے نفس کے مقابلے میں تھا تو جب ادھر کمی آئی تو ادھر بھی کیا آنی چاہیے؟ کمی آنی چاہیے۔ امام صاحب فرماتے ہیں دیکھو یہ پہلے مدبر تھا، یا یوں کہو مسئلہ باندی میں ہے تو آپ باندی ذکر کرتے جائیں، پہلے سے مدبرہ تھی۔ اور جب مدبرہ تھی تو اس کا تیسرا حصہ تو قطعی طور پر آزاد ہونا ہی ہے۔ آقا کا اور کوئی بھی مال نہ ہو پھر بھی مدبرہ کا کتنا حصہ ضرور آزاد ہو گا؟ تیسرا تو ضرور ضرور آزاد ہونا ہے، وہاں تو کوئی مانع آ ہی نہیں سکتا۔ ہاں، باقی دو حصوں کے اندر ابھی بھی شبہ تھا۔ اگر آقا پورا مال چھوڑ جائے گا جس میں یہ باقی دو حصے بھی آجاتے ہیں تو ان دونوں نے بھی مرنے کے بعد کیا ہونا تھا؟ آزاد۔ لیکن اگر آقا اور کوئی مال چھوڑ کر ہی نہیں مرا تو پھر ان دو ثلث نے آزاد نہیں ہونا، ان میں اس کو کیا کرنا پڑے گی؟ سعی کرنا پڑے گی، وہ کما کر لائے گی ورثاء کے حوالے کرے گی اور اپنے دو ثلث کو کیا کروا لے گی؟ آزاد۔ معلوم ہوا ایک ثلث تو اس کا قطعی طور پر آزاد ہونا ہی ہے، دو ثلث کے اندر ابھی اس کا پتہ نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اب یہ جو مدبرہ ہے اس کا ایک ثلث قطعی طور پر آزاد ہونا ہے، اس کے ساتھ آقا عقد کتابت کر رہا ہے تو اس کے اوپر بدل کتابت دین کے طور پر آیا۔ جب اس باندی نے عقد کتابت کیا تو اسے کیا کرنا پڑے گا؟ بدل کتابت کیا کرنا پڑتا ہے؟ بدل کتابت دینا پڑتا ہے، معلوم ہوا بدل کتابت اس پر دین ہو جائے گا۔ اور آپ بتائیے اس باندی کو پتہ ہے کہ میرا ایک حصہ تو ہر صورت میں آزاد ہونا ہے، اس کو کوئی روکنے والا نہیں، صرف دو حصے میرے باقی ہیں، تو یہ اپنے اوپر جو دین کو لازم کرے گی وہ پورے رقبہ میں کرے گی یا صرف ان دو میں اپنے اوپر دین کو لازم کر رہی ہے بھئی؟ دو حصوں میں گویا اپنے اوپر وہ دین کو لازم کر رہی ہے بھئی۔ ایک حصہ تو اس نے کہا میرا تو ایک حصہ تو ہر حال میں کیا ہونا ہے؟ آزاد۔ دوسرے دو حصوں میں چونکہ ابھی بھی شبہ ہے، اس میں مجھے پھر سعی کرنا پڑ سکتی ہے اگر آقا نے کوئی اور مال نہ چھوڑا، تو اس نے اپنے اوپر بدل کتابت کو لازم کر لیا۔ لیکن بدل کتابت کو اب پورے نفس کے رقبہ کے بدلے میں گویا اپنے اوپر لازم نہیں کر رہی، کیونکہ جس حصے کا قطعی طور پر آزاد ہونا ہے انسان کبھی بھی اس کے مقابلے میں اپنے اوپر دین کو لازم نہیں کرتا۔ کبھی بھی اپنے اوپر اس میں دین کو لازم نہیں کرتا۔ بھئی اس حصے نے تو ہونا ہی آزاد ہے، اس حصے پر وہ کبھی بھی دین کو لازم نہیں کرتی۔ معلوم ہوا اس نے جو اپنے اوپر دین کا التزام کیا، اپنے اوپر جو دین کو لازم کیا وہ کون سے دو حصوں میں کیا؟ جن کے آزاد ہونے میں ابھی شک تھا۔ تو گویا اس نے جو بدل کتابت اپنے اوپر لازم کیا اپنے پورے رقبہ کے بدلے میں نہیں لازم کیا بلکہ اپنے دو ثلث کے مقابلے میں اپنے اوپر بدل کتابت کو لازم کیا ہے۔ لہٰذا آقا کے مرنے کے بعد اب اس کو اختیار ہے، اور آقا کا کوئی مال نہیں تھا، تو اب چاہے تو کیا کر لے؟ مدبرہ ہونے کی حیثیت سے ایک ثلث آزاد ہوا اور دو ثلث میں کیا کر لے؟ سعی کر کے ان کی قیمت لا کر وارثوں کو دے دے، اور چاہے تو پورے بدل کتابت میں کوشش کرے وہ کما کر لا کر

دے۔ کیونکہ انہی دو ثلث کے مقابلے میں سارا بدل کتابت تھا، پورے رقبہ کے بدلے میں بدل کتابت نہیں تھا۔ کیونکہ ایک نے تو ہر حال میں آزاد ہونا تھا اس کے مقابلے میں اس نے اپنے اوپر دین لازم نہیں کیا، اس نے گویا صرف اپنے دو ثلث کے مقابلے میں اپنے اوپر دین لازم کیا ہے اور وہ دو ثلث ابھی بھی آزاد نہیں ہوئے لہٰذا پورا بدل کتابت دے گی، کیونکہ وہ پورا بدل کتابت انہی دو ثلث کے مقابلے میں ہے سارے رقبہ کے مقابلے میں نہیں ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا؟

اس کا عکس کر لو ذرا۔ یہ تو تھا پہلے مدبرہ تھی پھر اسے مکاتبہ بنایا۔ اب عکس کرو: مکاتبہ تھی اسے پھر مدبرہ بنایا آقا نے۔ آقا کی ایک باندی تھی، آقا نے اس سے عقد کتابت کر لیا کہ بھئی پانچ لاکھ لے آؤ اتنے عرصے میں تو تم آزاد ہو۔ اس نے قبول کر لیا، عقد کتابت ہو گیا، یہ مکاتبہ بن گئی، یہ پانچ لاکھ لائے گی تو آزاد ہو جائے گی۔ پھر اسی مکاتبہ کو آقا نے مدبرہ بھی بنا دیا، آقا نے کہا میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ اب اس کی مرضی ہے جس کو چاہے اختیار کر لے۔ چاہے تو عقد کتابت کے اندر اپنے آپ کو عاجز قرار دے دے کہ اب میں نے تو مرنے کے بعد آزاد ہونا ہی ہے اب کیا سعی کروں پیسے کماتی پھروں، اس نے کہا میں عاجز آگئی میں پیسے نہیں لا سکتی۔ جب عاجز اپنے آپ کو قرار دے دے گی فوراً ہی عقد کتابت ختم ہوا اور یہ صرف مدبرہ بن گئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور چاہے تو عقد کتابت کو بھی برقرار رکھے، مدبرہ بھی ہے اور عقد کتابت بھی ہے، اس کو اختیار ہے۔ اب اگر یہ اپنے عقد کتابت کو برقرار رکھتی ہے اور آقا کا انتقال ہو گیا، اور انتقال کے بعد دیکھا گیا تو آقا کا اور کوئی مال نہیں ہے صرف یہ مدبرہ مکاتبہ ہے۔ اور کوئی مال نہیں آقا کا، صرف کیا ہے؟ یہ مدبرہ مکاتبہ ہے۔ اب کیا کرے بھئی؟ کہتے ہیں وہی صورت بنا لو بس تھوڑا سا فرق آگیا۔ یہ مدبرہ ہے اور مدبر کا حکم کس کی طرح ہوتا ہے؟ وصیت کی طرح۔ اور وصیت کتنے مال میں جاری ہوتی ہے؟ ثلث مال، مال کے تیسرے حصے میں۔ تو یہ سارا مال ہے تو اس کے تیسرے حصے میں وصیت جاری ہوئی، اس کا تیسرا حصہ کیا ہو گیا؟ آزاد۔ اور باقی دو حصے آزاد نہیں، ان میں سعی کرے وہ وارثوں کا حق ہے، تو لہٰذا اس میں سعی کرے اور قیمت کما کر لا کر کس کو دے دے؟ وارثوں کو دے دے۔ تو اس کو اختیار ہے چاہے تدبیر کے حوالے سے دو ثلث اپنی قیمت کے سعی کر کے لے کر آئے اور کس کو دے دے؟ وارثوں کو۔ اور چاہے تو کتابت کے اعتبار سے بدل کتابت میں کوشش کرے، لیکن کتنے بدل کتابت میں؟ کہتے ہیں دو ثلث بدل کتابت میں۔ پچھلے میں تھا سارے بدل کتابت کے اندر سعی کرے گی سارا کما کر لائے گی، اب ہے دو ثلث کے اندر کوشش کرے گی سارے بدل کتابت میں کوشش نہیں کرے گی۔ دو ثلث بدل کتابت لے آئے، یعنی پانچ لاکھ تھا تو اس کے دو ثلث نکال لیں بھئی تقریباً تین سوا تین کے لگ بھگ بنے گا، یہ کما کر لا کر دے اور پھر کیا ہو جائے گی؟ آزاد۔

فرق سمجھ میں آیا؟ بھئی دیکھو یہ کیا وجہ ہے کہ پچھلے مسئلے میں آپ نے کہا تھا کہ پورا بدل کتابت لانا پڑے گا، اگر بدل کتابت لانا چاہتی ہے تو کتنا لانا پڑے گا؟ پورا۔ اور یہاں آپ کہہ رہے ہیں کتنا لانا پڑے گا؟ دو ثلث لانے پڑیں گے، یعنی تھوڑا لانا پڑے گا ایک ثلث معاف ہو چکا آزادی کی وجہ سے۔ بھئی فرق آیا بھئی۔ وہاں پہلے تھی مدبرہ اور پھر کیا بنایا گیا؟ مکاتبہ۔ جب مدبرہ تھی تو ایک ثلث تو اس کا قطعی طور پر آزادی کا مستحق ہو چکا تھا، پھر اس کے بعد اس نے اپنے اوپر بدل کتابت کو لازم کیا، تو لازمی بات ہے وہ اپنے اوپر بدل کتابت کو سارے رقبہ کے مقابلے میں لازم نہیں کرے گی، صرف اس حصے کے مقابلے میں لازم کرے گی جس کا ابھی آزاد ہونا یقینی نہیں۔ تو معلوم ہوا اس نے بدل کتابت کو اپنے سارے رقبہ کے مقابلے میں لازم کیا ہے یا اپنے دو ثلث کے مقابلے میں؟ دو ثلث کے۔ تو دو ثلث اس کے مرنے کے بعد بھی ابھی باقی تھے لہٰذا ان کے مقابلے میں سارا بدل کتابت تھا تو اب لانا پڑے گا۔ اور یہاں پہلے سے مکاتبہ ہے بعد میں آقا نے کیا بنایا؟ مدبرہ۔ جب پہلے سے مکاتبہ ہے، ابھی مدبرہ بنایا ہی نہیں آقا نے، تو اب جو بدل کتابت اس پر لازم ہوا وہ اس کے دو ثلث رقبہ کے مقابلے میں ہے یا ساری رقبہ کے مقابلے میں ہے؟ ساری رقبہ۔ بھئی اس نے کوئی عام باندی ہے اس نے مرنے کے بعد کوئی آزاد ہونا تھا؟ نہیں۔ اس کا کوئی حصہ آزادی کا ابھی مستحق نہیں ہوا، اور اس کو آقا نے کیا بنا دیا؟ پہلے مکاتبہ بناؤ، کیا بنایا آقا نے؟ مکاتبہ بنایا۔ اور اس باندی کا کوئی حصہ ابھی آزادی کا مستحق نہیں، تو لازمی بات ہے یہ اپنی آزادی کے لیے اپنے اوپر دین کو لازم کر رہی ہے، تو یہ جو بدل کتابت مثلاً پانچ لاکھ اس نے اپنے اوپر لازم کیا یہ اپنے دو ثلث صرف آزاد کروانے کے لیے یا اپنی ساری رقبہ آزاد کروانے کے لیے؟ ساری رقبہ۔ معلوم ہوا یہاں بدل کتابت ساری رقبہ کے مقابلے میں آگیا۔ اب اس کے بعد آقا نے اس کو کیا کر دیا؟ مدبرہ بھی بنا دیا۔ اور جب مدبرہ بنایا اب اس نے کتابت کو بھی باقی رکھا اور مدبرہ بھی ہے، آقا مر گیا۔ آقا کے مرنے کے بعد صرف یہی مال تھا اور کوئی مال نہیں تھا، تو کتنا حصہ آزاد ہوا؟ تیسرا حصہ۔ صرف یہی مال تھا آقا کا اور کوئی مال نہیں ہے تو اس کا حکم کس کی طرح ہوتا ہے مدبر کا؟ وصیت کی طرح۔ اور وصیت کتنے مال میں جاری ہوتی ہے؟ تیسرے حصے میں۔ اور یہی تو سارا مال ہے تو یہاں بھی کتنے حصے میں جاری ہو جائے گی وصیت؟ تیسرا حصہ آزاد ہو گیا، اور باقی تدبیر کے اعتبار سے دیکھے تو جائے گی اور اپنی قیمت کے، پوری قیمت لا کر دے گی یا دو ثلث لا کر دے گی؟ دو ثلث۔ کیونکہ ایک تو حصہ آزاد ہو گیا مولانا، دو ثلث اب وارثوں کا حق تھا وہ پیسے کما کر لا کر دے دے۔ اور اگر بدل کتابت لانا چاہتی ہے تو بدل کتابت بھئی وہ جو بدل کتابت تھا مثلاً پانچ لاکھ وہ اس کے دو ثلث کے مقابلے میں تھا یا پوری رقبہ کے مقابلے میں تھا؟ پوری رقبہ کے مقابلے میں۔ وہاں پورے رقبہ کے مقابلے میں تھا اور اس پوری رقبہ میں سے ایک ثلث کیا ہو چکا؟ آزاد۔

لہٰذا اس کے مقابلے میں ایک ثلث بدل کتابت بھی کیا ہوا؟ ختم ہو گیا۔ اور دو ثلث کس کے رہ گئے؟ بدل کتابت کے۔ تو بدل کتابت لانا چاہے تو وہ بھی دو ثلث لائے گی بس، اور اگر قیمت لانا چاہے تدبیر کے اعتبار سے تو کتنے لائے گی؟ دو ثلث۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ فرق سمجھ میں آیا؟

تو دیکھیے پہلی صورت میں مدبرہ پہلے ہے پھر اس کے ساتھ عقد کتابت کرتا ہے، اور دوسری صورت آئے گی اس میں مکاتبہ پہلے ہے مدبر بعد میں بناتا ہے بھئی۔ کہتے ہیں: وَإِنْ كَاتَبَ مُدَبَّرَتَهُ، اگر مکاتب بنایا آقا نے اپنی مدبرہ کو، جَازَ، تو یہ جائز ہے۔ فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى، پس اگر آقا مر گیا، وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا، اور آقا کا اور کوئی مال نہیں ہے اس باندی کے علاوہ، كَانَتْ بِالْخِيَارِ، تو اس مدبرہ کو اختیار ہے، بَيْنَ أَنْ تَسْعَى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا، ان دو باتوں کے درمیان، ایک تو یہ کہ وہ کوشش کرے فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا اپنی قیمت کے دو ثلث میں، أَوْ جَمِيعِ مَالِ الْكِتَابَةِ، یا سعی کرے گی کس میں؟ پورے مال کتابت میں، وہ پورا کما کر لائے گی۔ اب اس کا عکس کرو، پہلے مکاتبہ ہے پھر اس کو کیا بنایا؟ مدبرہ۔ وَإِنْ دَبَّرَ مُكَاتَبَتَهُ، اور اگر آقا نے مدبرہ بنایا اپنی مکاتبہ کو، صَحَّ التَّدْبِيرُ، تو یہ تدبیر یعنی مدبرہ بنانا صحیح ہے۔ وَلَهَا الْخِيَارُ، اور اس مکاتبہ مدبرہ کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ، چاہے تو یہ عقد کتابت پر چلتی رہے، وَإِنْ شَاءَتْ عَجَّزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ مُدَبَّرَةً، اور اگر چاہے تو اپنے نفس کو عاجز قرار دے دے وَصَارَتْ مُدَبَّرَةً اور کیا بن جائے؟ مدبرہ صرف بن جائے۔ فَإِنْ مَضَتْ عَلَى كِتَابَتِهَا، پس اگر یہ چلتی رہی اپنی کتابت پر، فَمَاتَ الْمَوْلَى، پس آقا مر گیا، وَلَا مَالَ لَهُ، اور آقا کا اور کوئی مال نہیں ہے اس کے علاوہ، فَهِيَ بِالْخِيَارِ، تو اس باندی کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَتْ سَعَتْ فِي ثُلُثَيْ مَالِ الْكِتَابَةِ، چاہے تو سعی کرے گی اپنے مال کتابت کے دو ثلث میں، أَوْ ثُلُثَيْ قِيمَتِهَا، یا اپنی قیمت کے دو ثلث میں، عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اچھی طرح؟ ویسے تو نہیں سر ہلا رہے؟ مجھے لگتا ہے تجھے نہیں سمجھ آئی ویسے ہی سر ہلا رہا ہے۔ آیا مسئلہ کہ نہیں آیا سمجھ؟ دیکھا۔

دوبارہ سنو بھئی۔ پہلی صورت بناؤ کہ پہلے مکاتبہ تھی پھر کیا بنی؟ مدبرہ بنایا آقا نے۔ بھئی یہ دیکھو یہ ایک باندی ہے، ہم تین حصے کریں گے اس لیے اس کو ایک فرض کرو۔ یہ ایک باندی ہے، اس کو آقا نے پہلے کیا بنایا؟ مکاتبہ۔ اور مکاتبہ کے اوپر بدل کتابت کیا ہوتا ہے؟ دین ہوتا ہے۔ تو گویا اس باندی نے اپنے اوپر دین کو لازم کر لیا۔ جب دین کو لازم کیا تو اپنے سارے رقبہ کے مقابلے میں اس نے اپنے اوپر کیا لازم کر لیا؟ دین۔ پھر آقا نے اس کو مدبرہ بھی بنا دیا۔ اس نے عقد کتابت کو بھی برقرار رکھا اور مدبرہ بھی ہے۔ آقا کا جب انتقال ہوا تو اس کا اور کوئی مال نہیں تھا، صرف کون سا مال تھا؟ صرف یہی باندی تھی اس کے پاس۔ اور یہ مدبرہ بھی ہے مکاتبہ بھی ہے، اور مدبرہ کا کیا حکم ہے؟ کس کی طرح ہوتی ہے؟ وصیت۔ تو یہ آقا کا سارا مال ہے، اور وصیت کتنے میں نافذ ہوتی ہے؟ ثلث مال کے اندر نافذ ہوتی ہے۔ تو ثلث مال میں وصیت، آقا نے کہا تو آزاد ساری آزاد، لیکن نافذ کتنے میں ہوئی وصیت؟ صرف تیسرے حصے میں۔ صرف تیسرا حصہ اس کا کیا ہو گیا؟ یہ حصہ ہو گیا آزاد۔ دو حصے اس کے باقی ہیں وہ وارثوں کا حق ہے، لہٰذا اس باندی کو اختیار ہے، چاہے تو ان دو کی قیمت میں سعی کرے اور ان دو کے جتنے پیسے بنتے ہیں وہ کما کر لا کر کس کو دے دے؟ وارثوں کو دے دے تو اس کے یہ دو ثلث بھی آزاد ہو جائیں گے۔ یہ کس اعتبار سے ہے؟ مدبرہ ہونے کی حیثیت سے اپنے دو ثلث کی قیمت میں کیا کرے گی؟ سعی کرے گی۔ اور اگر بدل کتابت دینا چاہتی ہے کتابت کے اعتبار سے تو اب بھی مولانا آپ دیکھیے یہ بدل کتابت مثلاً چھ لاکھ تھا، یہ چھ لاکھ اس کی ساری رقبہ کے مقابلے میں تھا اور اس میں سے ایک ثلث کیا ہو چکا ہے؟ آزاد ہو چکا ہے، تو دو ثلث باقی ہیں۔ تو ایک ثلث جب آزاد ہوا تو اس کے مقابلے میں جو دین تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ جب بھئی چھ لاکھ پورے رقبہ کے مقابلے میں ہے تو ہر ثلث کے مقابلے میں کتنے آرہے ہیں؟ دو لاکھ۔ تو ایک ثلث آزاد ہوا تو دو لاکھ کیا ہوئے؟ ختم۔ اب دو ثلث بدل کتابت میں کوشش کرے، وہ کما کر لا کر دے دے اور اپنے آپ کو کیا کر لے؟ آزاد کروا لے۔ تو یہاں باندی کو دیکھا اختیار آگیا۔ پہلے مکاتبہ تھی پھر کیا بنایا تھا؟ مدبرہ بنایا تھا، تو اب مرنے کے بعد چاہے تو دو ثلث اپنی قیمت کے لے آئے، چاہے تو دو ثلث کس کے لے آئے؟ بدل کتابت کے لے آئے۔

دوسری صورت بناؤ، پہلے مدبرہ تھی اس کے بعد آقا نے اس کو کیا بنایا؟ مکاتبہ بنایا۔ دیکھو بھئی یہ باندی ہے بھئی، اسے آقا نے کیا بنا دیا؟ کیا بنایا؟ مدبرہ بنایا۔ جب مدبرہ بنایا تو اب مدبرہ کا حکم کیا ہوتا ہے؟ وصیت کی طرح، اور وصیت کتنے میں نافذ ہوتی ہے؟ ثلث مال میں۔ اب اگر آقا کا اور کوئی مال نہ ہو صرف یہ باندی ہو پھر بھی اس کے ایک ثلث نے ہر حال میں کیا ہو جانا ہے؟ آزاد ہونا ہے۔ معلوم ہوا اس باندی کا ایک ثلث تو ہر حال میں آزاد ہو گا۔ کیا ہو گا؟ ہر حال میں آزاد ہو گا۔ اب اس باندی کو جس کا ایک ثلث ہر حال میں آزاد ہونا ہے اس کو آقا نے مکاتبہ بھی بنایا، اور کتابت کے اندر کیا ہوتا ہے غلام اپنے اوپر کیا لازم کر لیتا ہے؟ دین لازم کرتا ہے۔ لہٰذا یہ مدبرہ بھی اپنے اوپر کس کو لازم کر رہی ہے؟ دین کو۔ اور دین کس چیز کے لیے لازم کر رہی ہے؟ اپنی آزادی کے لیے۔ ایک حصے نے تو ہر حال میں آزاد ہونا ہی ہے، معلوم ہوا یہ اس حصے کے مقابلے میں اپنے اوپر دین کو لازم نہیں کرے گی کبھی بھی، کیونکہ انسان اس پر کبھی بھی راضی

نہیں۔ جب ایک حصے نے ہونا ہی آزاد ہے تو اس کے مقابلے میں کبھی بھی اپنے اوپر وہ دین کو لازم نہیں کرے گی۔ لازمی بات ہے جن دو حصوں نے ابھی آزاد نہیں ہونا ان کے مقابلے میں اس نے اپنے اوپر کیا لازم کر لیا؟ بدل کتابت۔ تو گویا اس نے کہا نہیں ہے ایسا لیکن خود بخود ایسا ہو گیا۔ اور کیا ہوا؟ کہ ایک حصے نے چونکہ ہونا ہی آزاد ہے لہٰذا معلوم ہوا گویا جب وہ اپنے اوپر دین کو لازم کر رہی ہے تو ہم یوں سمجھیں گے، اس نے لفظوں میں نہیں کہا لیکن ہم یوں سمجھیں گے کہ وہ اپنے دو ثلث کے مقابلے میں سارے بدل کتابت کو اپنے اوپر لازم کر رہی ہے۔ اب مثلاً آقا کے ساتھ اس کا معاہدہ ہوا چھ لاکھ کا، تو چھ لاکھ اس کے بدل کتابت وہ پوری رقبہ کے مقابلے میں ہیں یا دو ثلث کے مقابلے میں؟ دو ثلث کے مقابلے میں ہیں، پوری رقبہ کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ وہاں پہلے مکاتبہ بنایا تھا ابھی مدبر ہونے کی بات ہی نہیں ہوئی تھی تو وہاں پورے رقبہ کے مقابلے میں بدل کتابت آیا تھا۔ یہاں پہلے سے مدبرہ بنی ہوئی ہے اب اس کے اوپر بدل کتابت اپنے اوپر لازم کر رہی ہے تو وہ بدل کتابت صرف کتنے کے مقابلے میں آئے گا؟ دو ثلث کے مقابلے میں آیا۔ اب آقا مر گیا اور اس کا کوئی مال نہیں تھا لہٰذا اس کا ایک ثلث کیا ہو گیا؟ آزاد ہوا۔ اب اس کو اختیار ہے، چاہے تو اپنے دو ثلث قیمت میں سعی کرے یہ تدبیر کے اعتبار سے، ایک ثلث آزاد ہوا دو ثلث قیمت لائے وہ وارثوں کا حق ہے ان کو کما کر لا کر دے اور اپنے آپ کو کیا کروالے؟ آزاد کروالے۔ اور چاہے تو کتنا بدل کتابت دے گی ان دو کے مقابلے میں؟ بھئی پورا دے گی نا، بتایا نہیں تھا اس نے اپنے اوپر جو دین کو لازم کیا ہے وہ انہی دو ثلث کے مقابلے میں تو کیا ہے، تو ایک ثلث آزاد ہو گیا یہ دو ثلث ابھی بھی باقی ہیں، اور اس پر بدل کتابت ہے اور وہ بدل کتابت تو اس نے اپنے اوپر لازم ہی کس کے مقابلے میں کیا تھا؟ پوری رقبہ کے مقابلے میں یا انہی دو ثلث کے مقابلے میں؟ انہی دو ثلث کے مقابلے میں اس نے اپنے اوپر کیا لازم کیا تھا؟ بدل کتابت لازم کیا تھا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِذَا أَعْتَقَ الْمُكَاتَبُ عَبْدَهُ عَلٰى مَالٍ لَمْ يَجُزْ۔ اور اگر آزاد کرے مکاتب اپنے غلام کو عَلٰى مَالٍ مال پر، لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں ہے۔ بھئی آپ کو میں نے بتلایا تھا کہ مکاتب جو ہے وہ اہل اعتاق نہیں البتہ اہل کتابت ہے، وہ کسی غلام کو آزاد نہیں کر سکتا البتہ اپنے کسی غلام کو وہ مکاتب بنا سکتا ہے۔ تو اب ایک مکاتب نے اپنے کسی غلام کو آزاد کیا اور کس شرط پر آزاد کیا؟ مال کی شرط پر کہ تم ایک ہزار درہم کے عوض آزاد ہو، اس نے کہا مجھے قبول ہے۔ بس قبول ہے کہتے ہی وہ غلام فوراً گیا ہو جاتا ہے؟ آزاد ہو جاتا ہے اور پھر اس کے ذمے ایک ہزار درہم لازم ہو جاتے ہیں جو وہ کما کر لا کر دے گا۔ صورت سمجھ میں آئی اعتاق علی مال کس طرح ہوتا ہے؟ کوئی شخص اپنے غلام سے کہتا ہے ایک ہزار درہم کی شرط پر تو کیا ہے؟ آزاد ہے۔ اتنے عوض تو آزاد ہے، غلام کہتا ہے مجھے قبول ہے۔ جیسے ہی قبول ہے کہا غلام فوراً گیا ہو گیا؟ آزاد۔ لیکن اب وہ ایک ہزار کے عوض اس نے اپنی آزادی خریدی ہے، یہ اس پر دین ہو گئے، جائے گا ایک ہزار درہم کمائے گا لا کر کس کے حوالے کرے گا؟ اپنے سابقہ آقا کے حوالے کرے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب مکاتب اسی طرح کرتا ہے اپنے کسی غلام کو مال کی شرط پر مال کے عوض پر کیا کرتا ہے؟ آزاد کرتا ہے۔ کہتے ہیں بھئی آزاد نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ اہل اعتاق نہیں، وہ آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَعْتَقَ الْمُكَاتَبُ عَبْدَهُ، اور جب آزاد کیا مکاتب نے اپنے غلام کو، عَلٰى مَالٍ، مال پر، لَمْ يَجُزْ، تو یہ جائز نہیں۔ اس پر آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا کہ بھئی مکاتب آگے اپنے غلام کو مکاتب تو بنا سکتا ہے، تو مکاتب بنانے میں بھی وہ بھی مال کے عوض آزادی ہوتی ہے۔ وہ بھی کیا ہوتی ہے؟ مال کے عوض۔ بھئی مکاتب کیا کرتا ہے؟ پیسے لا کر دیتا ہے اور پھر اس کے ذریعے کیا حاصل کر لیتا ہے؟ آزادی۔ تو وہ بھی مال کے عوض آزادی ہے اور یہاں بھی مال کے عوض آزاد کر رہا ہے، اس کی آپ اجازت نہیں دیتے اس کی آپ اجازت دیتے ہیں؟ یہاں بھی تو مال حاصل ہو رہا ہے! بھئی اس کتابت کی آپ نے کیوں اجازت دی تھی؟ حالانکہ ایک چیز اپنے مثل کو اور اپنے سے اوپر والی چیز کو شامل نہیں ہوتی، تو یہ خود مکاتب ہے تو کتابت کتابت کو شامل نہ ہوئی، اس کو اجازت نہیں ہونی چاہیے تھی آگے کسی اور کو مکاتب بنانے کی۔ لیکن ہم نے بتلایا تھا بھئی کہ چونکہ اس کے اندر اس کا نفع ہے، اس کو پیسے حاصل ہوں گے وہ غلام جب مکاتب بنے گا اس کا وہ اس کے لیے کیا لے کر آئے گا؟ بدل کتابت لائے گا، اس کو پیسے حاصل ہوں گے اور اس کے ذریعے کیا کر لے گا یہ اپنے آپ کو بھی پھر آزاد کروائے گا۔ تو یہاں بھی اعتاق علی مال کے اندر بھی اسی طرح اس کے پاس وہ پیسے لے آئے گا اور وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے ذریعے وہ پھر اپنے آپ کو چھڑوائے گا بھئی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہ اعتاق علی مال یہ کتابت سے بڑھ کر ہے۔ فرق ہے کتابت کے اندر اور اعتاق علی مال میں۔ کتابت کے اندر مکاتب اس وقت آزاد ہوتا ہے جب ساری ادائیگی کر دے۔ کتابت میں مکاتب کب آزاد ہوتا ہے؟ جب مال ادا کر دے۔ تو مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا تو اس کا غلام کب آزاد ہو گا؟ جب سارے مال کی ادائیگی کر دے۔ تو مکاتب یہ جو خود ہے یہ بھی تب آزاد ہو گا جب سارے مال کی ادائیگی کر دے، اس کا غلام بھی جب سارے مال کی ادائیگی کر دے گا تب کیا ہو گا؟ آزاد۔ لیکن اعتاق علی مال میں تو فوراً آزاد ہو جایا کرتا ہے غلام بھئی۔ دوسرا غلام کیا ہوتا ہے؟ فوراً آزاد ہو گیا۔ بھئی یہ تو مکاتب کی خود یہ حالت نہیں، وہ خود فوری آزاد نہیں ہوتا جب تک بدل کتابت ادا نہ کر دے، تو لہٰذا وہ اپنے غلام کو بھی اس طرح فوری طور پر آزاد نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ فرق سمجھ میں آیا دونوں میں بھئی؟ کہ اعتاق علی مال میں فوری آزاد ہو جاتا ہے اور بدل کتابت میں جب مال ادا کر دے تب آزاد

ہوتا ہے۔ تو مکاتب خود جو ہے اس وقت تک آزاد نہیں ہے جب تک پوری ادائیگی کر دے تو وہ اپنے غلام کو بھی فوری طور پر آزاد نہیں کر سکتا۔ اچھی طرح فرق سمجھ میں آ گیا؟

یہ معنی ہے: وَإِذَا أَعْتَقَ الْمُكَاتَبُ عَبْدَهُ عَلَى مَالٍ لَمْ يَجُزْ، جب آزاد کرے مکاتب اپنے غلام کو مال پر لَمْ يَجُزْ تو یہ جائز نہیں ہے۔ وَإِذَا وَهَبَ عَلَى عِوَضٍ لَمْ يَصِحَّ۔ بھئی آپ نے پڑھا تھا کہ مکاتب کسی کو ہبہ نہیں کر سکتا۔ مکاتب کو صرف ان تصرفات کی اجازت ہوتی ہے جن کے ذریعے وہ مال اکٹھا کر سکے بھئی، اپنی آزادی حاصل کر سکے۔ تو پڑھا تھا آپ نے کہ ہبہ نہیں کر سکتا کیونکہ ہبہ میں مال ہاتھ سے جاتا ہے آتا نہیں ہے۔ کہتے ہیں اچھا بھئی ایک ہبہ علی عوض بھی ہوتا ہے، عوض کی شرط پر۔ مثلاً میں آپ کو کہتا ہوں کہ یہ کتاب میں آپ کو تحفہ کے طور پر دیتا ہوں لیکن شرط یہ ہے اپنا قلم آپ مجھے تحفے کے طور پر دے دیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دیکھو یہ ہبہ علی عوض ہوا۔ کس شرط پر ہبہ ہوا؟ عوض کی شرط پر کہ عوض بھی ٹھہرالیا۔ تو کیا مکاتب ہبہ علی عوض کر سکتا ہے؟ کیونکہ یہ لفظوں میں تو ہبہ ہے لیکن معناً دیکھو تو یہ دراصل بیع ہو رہی ہے۔ کیا ہو رہی ہے؟ بیع۔ کہتے ہیں نہیں بھئی، ہبہ علی عوض کی بھی اجازت نہیں۔ اس لیے کہ یہ ہبہ علی عوض کے اندر عموماً عوض بڑی معمولی سی چیز ہوا کرتی ہے، برابر کی چیز نہیں ہوتی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ معمولی چیز ہوا کرتی ہے عوض لہٰذا درست نہیں۔ ہاں، بیع کی اجازت ہے کیونکہ اس میں دونوں جانب سے برابر کی چیز ہوتی ہے تقریباً بھئی۔ یہ موٹر سائیکل بیچتا ہے تو بدلے میں اس کو رقم بھی اتنی مل جایا کرتی ہے بھئی۔ جبکہ ہبہ علی عوض میں ایسا نہیں ہوتا، ہبہ والی چیز زیادہ ہوتی ہے اور جو اس کا عوض لیا جائے وہ عموماً کیا ہوتی ہے؟ بڑی تھوڑی ہوتی ہے، تو نقصان ہی ہے اس کے اندر ہر صورت میں لہٰذا اس کی اجازت نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا وَهَبَ عَلَى عِوَضٍ لَمْ يَصِحَّ، اور اگر ہبہ کر دے عوض پر لَمْ يَصِحَّ تو یہ صحیح نہیں ہے۔ وَإِنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ جَازَ، اور اگر اس مکاتب نے بنایا اپنے غلام کو جَازَ تو یہ جائز ہے۔ فَإِنْ أَدَّى الثَّانِي قَبْلَ أَنْ يَعْتِقَ الْأَوَّلُ فَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلَى الْأَوَّلِ، وَإِنْ أَدَّى الثَّانِي بَعْدَ عِتْقِ الْمُكَاتَبِ الْأَوَّلِ فَوَلَاؤُهُ لَهُ۔ صورت یہ ہے: میں نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنایا کہ جاؤ بھئی پانچ لاکھ روپے پانچ سال میں کما کر لاؤ تو تم آزاد ہو۔ اس مکاتب کے بارے میں آپ نے پڑھا یہ آگے بھی اپنے غلاموں کو کیا کر سکتا ہے؟ مکاتب بنا سکتا ہے۔ اس نے کاروبار شروع کیا، کام محنت شروع کی بھئی، بڑی جلدی پیسے اکٹھے کرنا شروع کیے اور کاروبار کے دوران اس نے ایک غلام خریدا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ غلام خرید لیا، اس غلام کو وہ مکاتب بنا دیتا ہے تو یہ مکاتب ثانی ہوا۔ پہلا کون تھا؟ مکاتب اول۔ اس مکاتب نے آگے اپنے غلام کو مکاتب بنا دیا وہ مکاتب ثانی ہوا۔ اب بھئی وہ مکاتب ثانی جب پیسے ادا کر دے گا سارا بدل کتابت تو وہ کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ آزاد ہو جائے گا۔ اور یاد رکھیے مولانا جب کوئی شخص کسی کو آزاد کرتا ہے چاہے کسی طریقے سے بھی آزاد کرے، چاہے پیسے لے کر آزاد کرے چاہے ویسے آزاد کرے، تو اس کی میراث کا مستحق یہ معتق ہو جاتا ہے، یہ آزاد کرنے والا کیا ہوتا ہے اس کی وراثت کا حقدار بن جاتا ہے۔ مثلاً میں اپنا ایک غلام آزاد کرتا ہوں بھئی۔ اگلا باب ولاء کے بارے میں ہی آ رہا ہے بھئی، مختصراً یہاں سمجھا رہا ہوں آگے تفصیل آئے گی۔ جب کوئی شخص اپنے غلام کو آزاد کر دیتا ہے تو غلام کے مرنے کے بعد اس کی میراث کا یہ مستحق بن جاتا ہے، اس کو ولاء کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ ولاء۔ تو ولاء کس کے لیے ہوا کرتی ہے؟ آزاد کرنے والے کے لیے ہوا کرتی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ جس نے آزاد کیا ہو اس کے لیے ولاء ہوا کرتی ہے، ولاء اس میراث کا نام ہے وہ جو ورثہ ہے بھئی۔[۲]

اب کیا صورت تھی؟ میں نے ایک شخص کو مکاتب بنایا تھا ایک غلام کو، اس نے آگے پھر کسی دوسرے کو کیا کر دیا؟ مکاتب بنا دیا۔ تو یہ جس کو میں نے مکاتب بنایا تھا یہ مکاتب اول، اس نے آگے دوسرے کو مکاتب بنایا وہ کیا ہے؟ مکاتب ثانی۔ وہ اس کا مکاتب ہے اور یہ مکاتب اول میرا مکاتب ہے۔ اس مکاتب ثانی نے بدل کتابت ادا کر دیا، سارا ادا کر دیا۔ مکاتب اول کو لا کر پیسے دیتا رہا یہاں تک کہ مکاتب ثانی نے سارا بدل کتابت کیا کر دیا؟ ادا کر دیا۔ جب سارا بدل کتابت ادا کر دے گا تو وہ مکاتب ثانی آزاد ہو جائے گا۔ کیا ہو گا؟ آزاد۔ لیکن یہ مکاتب اول ابھی آزاد ہوا ہے؟ نہیں، یہ ابھی آزاد نہیں ہوا۔ تو یاد رکھو غلام تو اس کا آزاد ہو رہا ہے اور یہ اہل اعتاق نہیں ہے، تو یاد رکھیے یہاں آزادی کی نسبت اب آقا کی طرف ہو گی۔ اس مکاتب اول کے آقا نے گویا اس مکاتب ثانی کو آزاد کیا ہے، تو ولاء کا حقدار بھی اس مکاتب اول کا آقا ہو گا۔ مکاتب اول کو اس کی ولاء نہیں ملے گی کیونکہ وہ تو خود ابھی غلام ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو اس میں ابھی اہلیت ہی نہیں آئی مولانا، سمجھ میں آیا؟ تو وہ ولاء کا مستحق نہیں ہو گا۔ تو کیا سمجھا جائے گا گویا کہ مکاتب ثانی کو بھی کس نے آزاد کیا ہے؟ مکاتب اول کے آقا نے۔ لہٰذا ولاء بھی کس کو ملے گی؟ مکاتب اول کے آقا کو۔ لیکن اگر صورت ایسی ہوئی کہ مکاتب اول نے پہلے ادائیگی کر دی، مکاتب اول اپنی قسطیں لاتا رہا اور

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَدَّى الثَّانِي بَعْدَ عِتْقِ الْمُكَاتَبِ الْأَوَّلِ فَوَلَاؤُهُ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن أدى بعد عتق المكاتب الأول فولاؤه له» منقول ہے۔

پیسے پورے کر دیے تو مکاتب اول پورے پیسے لانے کے بعد کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ ابھی مکاتب ثانی آزاد نہیں ہوا، یہ مکاتب اول پہلے آزاد ہو گیا۔ جب یہ آزاد ہو گیا اب اس میں اہلیت آگئی مولانا۔ اب وہ مکاتب ثانی اپنی قسطیں جب پوری کر دے گا تو مکاتب ثانی کیا ہو جائے گا؟ آزاد۔ اب یہ مکاتب اول اہل اعتاق ہو چکا ہے یا نہیں ہوا بھئی؟ ہو چکا ہے۔ اب تو آزاد ہو چکا ہے، پہلے مکاتب تھا تو اہل اعتاق نہیں تھا وہ آزاد کرنے کا اہل نہیں تھا، لیکن اب چونکہ یہ آزاد ہو چکا ہے اب آزاد کرنے کا اہل ہو چکا ہے، لہٰذا اب اس غلام کی آزادی کی نسبت اس مکاتب اول کی طرف ہو گی جو اب حر ہے آزاد ہے، اور اس غلام کی ولاء اب کس کو ملے گی؟ مکاتب اول کو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ جَازَ، اگر مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا تو یہ جائز ہے۔ فَإِنْ أَدَّى الثَّانِي قَبْلَ أَنْ يَعْتِقَ الْأَوَّلُ، پس اگر ادائیگی کر دی دوسرے مکاتب نے قبل اس کے کہ آزاد ہو جائے پہلا مکاتب، فَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلَى الْأَوَّلِ، تو اس مکاتب ثانی کی جو ولاء ہے لِلْمَوْلَى الْأَوَّلِ کس کے لیے ہے؟ مکاتب اول کے آقا کے لیے ہے۔ وَإِنْ أَدَّى الثَّانِي بَعْدَ عِتْقِ الْمُكَاتَبِ الْأَوَّلِ، اور اگر ادائیگی کی مکاتب ثانی نے مکاتب اول کی آزادی کے بعد، فَوَلَاؤُهُ لَهُ، تو اس کی ولاء بھی اس مکاتب اول کے لیے ہو گی بھئی۔ یہاں تک بات سمجھ میں آگئی بھئی؟

كِتَابُ الْوَلَاءِ۔ یاد رکھیے ابھی میں نے کچھ بیان بھی کر دیا، جب کوئی شخص کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو یہ شخص اس کا مولیٰ ہوا اور اس غلام کے مرنے کے بعد اس کی وراثت کا یہ مستحق ہو جاتا ہے۔ جب کوئی شخص کیا کرتا ہے؟ اپنے کسی غلام کو آزاد کرتا ہے، تو غلام کو چونکہ اس شخص کی وجہ سے آزادی نصیب ہوئی ہے لہٰذا اب اس کے ورثے کے اندر اس شخص کا بھی حق آگیا۔ کیا آگیا؟ حق آگیا۔ تو اس غلام وہ جو اب آزاد ہو چکا ہے اس کی میراث اب اس آزاد کرنے والے کو ملے گی اور وہ میراث ولاء کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ ولاء کہلاتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کوئی شخص اپنے جب کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو اس کی ولاء کا مستحق ہو جاتا ہے، یعنی اس کی میراث کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اسی طرح یاد رکھیے بھئی بعض اوقات دو آدمی آپس میں عقد موالات کر لیتے ہیں۔ کیا کر لیتے ہیں؟ عقد موالات۔ بھئی ایک مجہول النسب آدمی ہے، ایک شخص نیا نیا کہیں سے مسلمان ہو کر آیا، اب پتہ ہی نہیں وہ کس کی اولاد ہے، کہیں دوسرے وطن سے آیا ہے یہاں آ کر کیا ہو گیا؟ مسلمان ہو گیا۔ اب نسب وغیرہ کا یہاں کسی کو پتہ ہی نہیں۔ مسلمان ہو جانے کے بعد پھر اس نے ایک شخص کے ساتھ عقد موالات کر لیا بھئی۔ کیا کیا عقد؟ عقد موالات کس کو کہتے ہیں؟ بھئی اس شخص کو اس نے جا کر کہا کہ میرے ساتھ عقد کر لو، اگر مجھ سے زندگی میں کوئی جرم ہوا تو جرمانہ تم بھرو گے، تاوان اور دیت وغیرہ تم بھرو گے اگر مجھ سے کبھی جرم ہو گیا، اور اس کے بدلے میں میں جب مر جاؤں گا تو میرا سارا ورثہ تمہارا۔ میرا سارا ورثہ سارا ترکہ تمہارا۔ اس نے قبول کر لیا۔ ان دونوں کے درمیان یہ جو عقد ہوا یہ عقد موالات کہلاتا ہے، جس میں ایک شخص جب جنایت کرے تو دوسرے کو کیا دینا پڑتا ہے؟ اس کا سارا ضمان دینا پڑتا ہے، اور دوسرے کے مرنے کی صورت میں پہلا کیا ہوتا ہے؟ اس کی ساری وراثت کو سارے مال کو لے جاتا ہے، سارے مال کا وارث بن جاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ عقد موالات کہلاتا ہے۔ تو لہٰذا اگر دو آدمیوں میں عقد موالات ہوا تھا، سمجھ میں آیا؟ اور وہ شخص پھر مر گیا تو اس کی ساری میراث کس کو ملے گی؟ جس نے اس کے ساتھ عقد موالات کیا تھا۔ تو اس کو بھی ولاء کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ یہ جو میراث ہے جو عقد موالات کی وجہ سے ملی اس کو بھی کیا کہتے ہیں؟ ولاء کہتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

اب دیکھیے ذرا حاشیے میں اس کی تعریف دی ہوئی ہے: قَوْلُهُ الْوَلَاءُ: هُوَ مِنَ الْوَلْيِ بِمَعْنَى الْقُرْبِ، یہ وَلْيٌ سے مشتق ہے ولاء بھئی، وَلْيٌ کا معنی قرب، نزدیک ہونا بھئی۔ وَفِي الشَّرْعِ، اور شریعت کے اندر، هُوَ مِيرَاثٌ يَسْتَحِقُّهُ الْمَرْءُ، وہ وراثت ہے کہ کوئی شخص اس کا مستحق ہو جاتا ہے، بِسَبَبِ عِتْقِ شَخْصٍ فِي مِلْكِهِ، بسبب کسی شخص کے آزاد ہونے کے اس کی ملکیت میں۔ اس کی ملکیت سے کیا ہوتا ہے؟ کوئی شخص آزاد، تو اس کی وجہ سے اس ولاء کے مستحق بن جاتا ہے۔ أَوْ بِسَبَبِ عَقْدِ الْمُوَالَاةِ، یا عقد موالات کی وجہ سے اس ولاء کا مستحق۔ وہ میراث جس کا کوئی شخص مستحق ہوتا ہے اور دو سبب ہو سکتے ہیں اس کے: یا تو دوسرے کو کیا ہوئی تھی اس کی وجہ سے آزادی ملی تھی، یا دوسرے کے ساتھ کیا ہوا تھا عقد موالات ہوا تھا بھئی۔ تو کہتے ہیں: فَالْوَلَاءُ نَوْعَانِ بھئی، ولاء کتنی قسم پر ہے؟ دو۔ یہ حاشیے میں دیکھتے جائیں آگے، پس ولاء دو قسم پر ہے: وَلَاءُ الْعَتَاقَةِ وَوَلَاءُ الْمُوَالَاةِ، ایک ولاء عتاق ہے ایک ولاء موالات ہے۔ دونوں کا ذکر آئے گا مولانا اس باب کے اندر۔ شروع میں ولاء عتاقہ کو ذکر کریں گے اور آخر میں ولاء موالات کو بھئی۔ صورت اچھی طرح سمجھ میں آگئی بھئی؟

کہتے ہیں: إِذَا أَعْتَقَ الرَّجُلُ مَمْلُوكَهُ۔ اچھا بھئی ذرا تھوڑی سی تمہید لکھ لیں بھئی تاکہ مسئلہ خوب واضح ہو جائے، سمجھ میں آجائے آپ کو بھئی۔ چند چیزیں لکھ لیجیے بھئی۔ جلدی جلدی لکھیے بھئی۔ ترکہ کیسے تقسیم ہوتا ہے آج آپ کو بتلاتا ہوں بھئی مختصراً مختصراً۔ بھئی میراث ملنی ہے یعنی معتق کو ولاء ملنی ہے، کس ترتیب سے ملے گی کیسے ملے گی ذرا لکھ لیجیے بھئی۔ یاد رکھیے میت کے ترکہ سے چار حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص مر جائے جو کچھ اس نے چھوڑا ہے اس سے چار حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ میت کے ترکہ سے چار حقوق متعلق ہوتے ہیں: نمبر ایک کفن دفن۔ نمبر ایک کفن دفن۔ نمبر دو دیون بھئی، دیون، قرضے۔ دیون۔ نمبر تین وصیت، وصیت۔ نمبر چار وارثین۔ نمبر چار وارثین، وہی ورثاء بھئی۔

تو میت کے ترکے سے بھئی، لکھ لیا بھئی؟ میت کے ترکے سے کتنے حقوق متعلق ہوتے ہیں؟ چار۔ جب کوئی شخص مر جائے، جو مال اس نے چھوڑا ہے یہ ترکہ ہے، اس ترکے سے چار حقوق متعلق ہیں: سب سے پہلے اس میں سے کیا کریں گے؟ اس شخص کے کفن دفن کا بندوبست کریں گے بھئی، اس میں خرچ کریں گے۔ پھر اس کے بعد کفن دفن کے بعد اب جو مال بچا اس میں سے اس کے قرضے اور دیون ادا کیے جائیں گے۔ قرضے مقدم ہیں، چاہے سارا مال ہی قرضوں میں ختم کیوں نہ ہو جائے پہلے کیا ادا کیے جائیں گے؟ قرضے ادا کیے جائیں گے۔ چنانچہ قرضے ادا کر دیے، مال پھر بھی بچا ہوا ہے، اب جتنا مال بچا تیسرے نمبر پر پھر کیا ہے؟ وصیت۔ اب جتنا مال بچ گیا اس کے تیسرے حصے میں کیا نافذ کر دی جائے گی؟ وصیت۔ مثلاً مرنے والے نے کہا تھا میرے مرنے کے بعد سارا میرا مال زید کو دے دینا بھئی۔ لیکن سارا نہیں دیں گے مولانا کیونکہ وارثوں کا حق بھی مال کے ساتھ کیا ہو چکا؟ متعلق ہو چکا۔ تو وصیت زیادہ سے زیادہ کتنے میں نافذ ہوتی ہے؟ ثلث مال، تیسرے حصے میں۔ تو اس شخص نے مثلاً پندرہ لاکھ چھوڑے ہیں بھئی، کفن دفن بھی کر لیا قرضے بھی ادا کر دیے اب پندرہ لاکھ کا مال باقی بچا ہے، اور اس نے وصیت کیا کی تھی؟ میرا سارا مال کس کو دے دینا؟ زید کو۔ لیکن سارا نہیں دیں گے، وصیت کتنے میں نافذ ہوتی ہے؟ تیسرے حصے میں۔ لہٰذا پندرہ لاکھ کا تیسرا حصہ کتنا ہوا؟ پانچ لاکھ۔ پانچ لاکھ زید کو دے دیں گے۔ یہ وصیت تیسرے حصے میں نافذ ہوئی۔ باقی دس لاکھ وارثوں کا ہے، تو چوتھے نمبر پر کون آگئے؟ وارث۔ جو مال باقی بچا وہ دس لاکھ اب وہ سارا کس میں تقسیم ہو گا؟ وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ یہاں تک بات سمجھ میں آگئی؟

اب وارثوں کی ترتیب کس طرح ہے ذرا وہ لکھ لیجیے بھئی۔ ترتیب ورثاء، ترتیب ورثاء: نمبر ایک ذوی الفروض، ذوی الفروض۔ ذال کے ساتھ ہے ذال کے ساتھ اور آخر میں ضاد آرہا ہے، فروض جیسے فرض لکھتے ہیں اس طرح ہے بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟ نمبر ایک ذوی الفروض۔ نمبر دو عصبات نسبیہ۔ نمبر دو عصبات نسبیہ۔ نمبر تین عصبہ سببی۔ نمبر تین عصبہ سببی۔ لکھ لیا بھئی؟ نمبر چار عصبہ سببی کے عصبات۔ عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی۔ یہ وہی چار نمبر سارا چل رہا ہے بھئی۔ کیا لکھا چار نمبر؟ عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی۔ اولاً نسبی ثانیاً سببی۔ نمبر پانچ نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد۔ نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد۔ لکھ لیا؟ نمبر چھ ذوی الارحام۔ نمبر چھ ذوی الارحام۔ نمبر سات مولی الموالاۃ۔ نمبر سات مولی الموالاۃ۔ مولیٰ لکھ کر پھر آگے الموالاۃ لکھیں، مولی الموالاۃ۔ نمبر آٹھ مقر لہ بالنسب علی الغیر۔ مقر قاف دو نقطوں والا ہے مولانا اور راپر شد آئے گا، مُقَرٌّ لَهُ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ۔ نمبر نو موصی لہ بجمیع المال۔ صاد کے ساتھ ہے جس کے لیے وصیت کی جائے، مُوصًى لَهُ، یا اور اوپر کھڑی زبر مولانا۔ مُوصًى لَهُ بِجَمِيعِ الْمَالِ۔ اور نمبر دس ہے بیت المال۔ اور نمبر دس ہے بیت المال۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ دس نمبر یہ ترتیب ہے مولانا۔

اچھا آگے لکھیے مولانا اب: عصبہ سببی وہ مولیٰ عتاقہ ہے۔ عصبہ سببی وہ مولیٰ عتاقہ ہے، وہی مولیٰ عتاقہ بھئی یعنی وہ معتق ہے۔ عصبہ سببی کون ہے؟ آسان لفظوں میں کیا لکھ لو؟ معتق کو کہتے ہیں۔ اور عصبہ نسبی وہ ہے جو میت کے ساتھ نسب کا رشتہ رکھتا ہو۔ جو میت کے ساتھ نسبی رشتہ رکھتا ہو، اور نسب کا اعتبار باپ کی جانب سے ہوا کرتا ہے۔ اور نسب کا اعتبار باپ کی جانب سے ہوا کرتا ہے۔ اچھا آگے لکھیے ذوی الارحام بھئی، ذوی الارحام کسے کہتے ہیں؟ ذوی الارحام بھئی، لکھیے: ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ باقی رشتہ دار ذوی الارحام کہلاتے ہیں۔ ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ باقی رشتہ دار ذوی الارحام کہلاتے ہیں، جیسے نواسہ، نواسی، پھوپھی، خالہ، ماموں وغیرہ۔ پھوپھی، خالہ، ماموں وغیرہ بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟

سب نے لکھ لیا؟ بس بھئی اب ان کو سمجھ لو پھر بھئی۔ یاد رکھیے وارثوں کی ترتیب کچھ اس طرح ہے: جب کوئی شخص مر جاتا ہے سب سے پہلے کیا کرتے ہیں؟ کفن دفن کا بندوبست کیا، پھر اس کے بعد کیا کرتے ہیں؟ اس کے قرضے ادا کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اگر اس نے کوئی وصیت کی ہے تو ثلث مال میں کیا نافذ کر دیتے ہیں؟ وصیت نافذ کر دی جاتی ہے، پھر اس کے بعد وارثوں کو مال ملتا ہے۔ اب وارثوں کو اس ترتیب سے مال ملے گا مولانا: پہلے نمبر پر کون ہیں؟ ذوی الفروض۔ فروض جمع ہے فَرْضٌ کی، فرض کا معنی ہے حصہ، تو ذوی الفروض کا معنی ہے حصوں والے۔ ذوی الفروض کا کیا معنی ہے؟ حصوں والے۔ بھئی ذو مال کا کیا معنی ہوتا ہے؟ مال والا۔ تو یہاں بھی حصوں والے، ذوی الفروض کا کیا معنی؟ حصوں والے۔ بھئی یاد رکھیے کچھ لوگ ایسے ہیں کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن کا

شریعت نے باقاعدہ حصہ مقرر کر دیا۔ کسی کے بارے میں شریعت کہتی ہے اس کو مال کا تیسرا حصہ دے دینا، پورے مال کا تیسرا حصہ دے دینا۔ کسی کے بارے میں آتا ہے اس کو چوتھا حصہ دے دینا۔ کسی کے بارے میں آتا ہے اس کو چھٹا حصہ پورے مال کا دے دینا۔ یہ ذوی الفروض کہلاتے ہیں۔ جن جن کے حصے شریعت نے باقاعدہ مقرر کر دیے وہ کیا کہلاتے ہیں؟ ذوی الفروض۔ تو سب سے پہلے مال کن میں تقسیم کریں گے وارثوں کے اندر؟ ذوی الفروض۔ بھئی دیکھو سب سے پہلے کیا کریں گے؟ مثلاً دس لاکھ بچ گیا، اب اس دس لاکھ میں سے کیا کریں گے؟ ذوی الفروض میں تقسیم کریں گے۔

ذوی الفروض میں تقسیم کرنے کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے، اگر مال بچ جاتا ہے پھر دوسرے نمبر پر کون ہیں؟ عصبات نسبیہ، یعنی وہ عصبہ۔ یاد رکھیے میں نے آپ کو بتلایا تھا عصبہ کس رشتہ دار کو کہتے ہیں؟ کہ میت اور اس رشتے دار کے درمیان جو رشتہ ہے، تعلق ہے، جو نسبت ہے درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ آتا ہو۔ درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ آتا ہو۔ مثلاً مولانا والد ہے، والد کیا ہے؟ وہ عصبہ ہے مولانا، براہ راست انسان اس کی اولاد ہے درمیان میں عورت کا واسطہ نہیں۔ بھائی ہے سگا بھائی مولانا، اب بھائی کے ساتھ رشتہ دیکھا جائے تو باعتبار ماں کے بھی بنتا ہے باعتبار باپ کے بھی بنتا ہے، لیکن باپ اصل ہے تو اس کا اعتبار کریں گے یہاں ماں کا اعتبار نہیں، یوں سمجھیں گے اس کے ساتھ جو ہمارا رشتہ ہے درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہیں، تو بھائی بھی عصبہ ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اسی طرح چچا ہے مولانا، اب چچا کسے کہتے ہیں؟ والد کا بھائی، اور والد کا آگے تعلق کس سے؟ دادا سے، اور دادا کا تعلق کس سے؟ چچا سے۔ درمیان میں کسی عورت کا واسطہ آیا؟ نہیں۔ تو یہ عصبات ہیں وہ رشتے دار جن کے ساتھ درمیان میں عورت کا واسطہ نہ ہو۔ یا مولانا مثلاً سگی بہن ہے، جیسے دو بھائیوں میں واسطہ کس کا تھا؟ باپ کا، بھائی اور بہن میں بھی واسطہ کس کا آیا؟ باپ کا، تو یہ بھی عصبات میں سے ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو چاہے مذکر ہو چاہے مؤنث ہو لیکن درمیان میں واسطہ عورت کا نہ آتا ہو، یہ رشتے دار کیا کہلاتے ہیں؟ عصبہ نسبی کہلاتے ہیں۔ کیا کہلاتے ہیں؟ عصبہ نسبی۔ تو دوسرے نمبر پر عصبہ نسبی ہیں بھئی۔ یاد رکھو ذوی الفروض کو جب مال تقسیم ہو گیا پھر مال کچھ بچ گیا، اب اس مال کو اگر یہ عصبات نسبیہ ہوئے تو یہ عصبہ نسبی سارے مال کو لے جاتے ہیں۔ جتنا مال باقی بچا ہوتا ہے کون لے جاتے ہیں؟ عصبہ نسبی لے جاتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اسی طرح میت کے بیٹے بیٹیاں وغیرہ ہیں۔

اچھا اس کے بعد تیسرے نمبر پر کون ہے؟ عصبہ سببی۔ عصبہ سببی کس کو کہتے ہیں؟ بھئی معتق کو کہتے ہیں جس نے آزاد کیا تھا۔ اگر بھئی مرنے والے کے کوئی عصبہ نسبی نہیں بھئی۔ بھئی اگر عصبہ نسبی ہوتا تو سارا مال کون لے جاتے؟ عصبہ نسبی لے جاتے۔ لیکن فرض کرو اس کا کوئی عصبہ نسبی ہے ہی نہیں، تو اب تیسرے نمبر پہ ہم چلے جائیں گے کس کو مال دیں باقی؟ وہ کون آگئے تیسرے نمبر پر؟ عصبہ سببی۔ عصبہ سببی کون ہے؟ معتق، وہ آزاد کرنے والا جس نے اس شخص کو آزاد کیا۔ فرض کرو یہ جو مرنے والا تھا پہلے غلام تھا اس کو کسی نے کیا کر دیا؟ آزاد کر دیا۔ تو وہ جو اس کو آزاد کرنے والا ہے وہ اس کا عصبہ سببی ہے۔ عصبہ تو ہے لیکن نسبی نہیں اس سے کوئی نسبی رشتہ نہیں ہے، بلکہ کون سا ہے؟ سببی رشتہ ہے کہ وہ سبب بنا ہے اس شخص کی آزادی کا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ ولاء ہے مولانا، یہ تیسرے نمبر پر جو آیا یہ عصبہ سببی یہ ساری میراث کو لے جائے گا اور یہ میراث جو اس کو ملی یہ کیا کہلاتی ہے؟ ولاء کہلاتی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

چوتھے نمبر پر کون ہے بھئی؟ عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی۔ بھئی اگر عصبہ سببی کا بھی انتقال ہو چکا ہے، جس شخص نے اسے آزاد کیا تھا اس کا بھی انتقال ہو گیا، اب اس کے عصبات کو مال دیں گے۔ بھئی زید نے کیا کیا تھا؟ عمرو کو آزاد کیا تھا، تو اب عمرو کے مرنے کے بعد بھئی اس کے ذوی الفروض کو مال دیں گے، ذوی الفروض نہیں تھے کوئی بھی زندہ نہیں ہے پھر کس کو دیں گے؟ عصبات نسبیہ کو دیں گے، عصبات نسبیہ میں سے بھی عمرو کا کوئی نہیں تھا تو پھر کس کو دے دیں گے؟ عصبہ سببی۔ عصبہ سببی کون تھا عمرو کے لیے؟ معتق یعنی زید، وہ سارا مال زید کو دیں گے۔ لیکن زید بھی مر چکا ہے، اب اس زید کے اگر عصبات زندہ ہیں تو ان کو دے دیا جائے گا، زید کے جو قریبی رشتے دار ہیں اور کون سے رشتے دار؟ نسبی۔ کون سے رشتے دار؟ نسبی، یعنی کہ زید اور ان کے درمیان کسی عورت کا واسطہ نہ ہو ان رشتے داروں کو دیں گے۔ اگر وہ بھی نہ ہوئے، زید کے عصبہ نسبی، معتق کے عصبہ نسبی نہ ہوئے تو پھر معتق کے عصبہ سببی کو دے دیں گے۔ معتق بھی ہو سکتا ہے اس کو بھی پہلے کسی نے کیا کیا ہو؟ آزاد۔ اس وقت تو یہ معتق ہے لیکن پہلے یہ کیا تھا؟ معتق تھا بھئی، اس کو بھی کسی نے کیا کیا تھا؟ آزاد۔ تو اگر اس کے عصبہ سببی ہیں تو پھر ان کو دے دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی ترتیب بھئی؟ اور یاد رکھنا یہ عصبہ سببی کے جو عصبات کو ہم دے رہے ہیں یہ جو چوتھے نمبر پر آیا، عصبہ سببی نہیں ہے تو کس کو دیں گے؟ عصبہ سببی کے عصبات کو، ان میں پہلے کس کو دیں گے؟ اولاً نسبی کو ثانیاً سببی کو۔ اس میں یاد رکھو صرف مذکر کو دیں گے جو مرد ہوں گے، جو عورتیں ہوں گی مؤنث ان کو نہیں دیں گے۔ جو جو عورتیں ہیں بھئی جو بھی مؤنث ہے اس کو نہیں ملے گا، صرف کن کو ملے گا؟ مذکر جو مرد ہیں ان کو ملے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ جو چوتھے نمبر پر آئے ہیں نا عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی، یہ صرف مرد حضرات کو ملے گا اس میں سے عورتوں کا حصہ نہیں، باقیوں میں تو عورتیں بھی آسکتی ہیں۔

پانچویں نمبر پر کون ہیں؟ نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد بھئی۔ بھئی مال پھر بھی کچھ بچ گیا، یا ان درمیان والوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا، ذوی الفروض کو ہم نے دیا، آگے عصبات نسبیہ میں سے میت کا کوئی زندہ ہی نہیں، عصبہ سببی اس کا کوئی ہے ہی نہیں، عصبہ سببی جب نہیں تو عصبہ سببی کے عصبات بھی نہ ہوئے، پھر اس کے بعد کس کو دیں گے؟ نسبی ذوی الفروض۔ یاد رکھیے جن کے حصے شریعت نے مقرر فرمائے ہیں ان میں سے کچھ کے ساتھ نسبی رشتہ ہے کچھ کے ساتھ نسبی رشتہ نہیں ہے۔ مثلاً باپ کا حصہ شریعت نے مقرر کیا لیکن باپ کے ساتھ کون سا رشتہ ہے؟ نسبی رشتہ ہے۔ میاں بیوی کا بھی حصہ مقرر ہے، خاوند کا انتقال ہو جائے تو بیوی کو اتنا حصہ ملے گا، بیوی کا انتقال ہو جائے تو خاوند کو۔ تو یہ بھی ذوی الفروض ہیں۔ لیکن کیا ان میں نسب والا رشتہ ہے؟ ان میں نسب والا رشتہ نہیں۔ تو اب کچھ مال بچ گیا تو پھر ذوی الفروض پر لوٹا دیں گے۔ کیا لکھا؟ نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد۔ یعنی جتنا جتنا حصہ شریعت نے بیان کیا اسی کے بقدر اب پھر اس میں مال کو کیا کر دیں گے؟ تقسیم۔ لیکن ہر ذوی الفروض کو یہ حصہ نہیں ملے گا، بلکہ کن کو ملے گا؟ جن میں نسبی تعلق ہو، کیونکہ ذوی الفروض کتنی قسم پر ہوئے؟ دو، کچھ کے ساتھ نسبی رشتہ ہے کچھ ہیں جن کے ساتھ نسبی رشتہ نہیں ہے، جیسے میاں بیوی بھی ذوی الفروض میں سے ہیں لیکن ان کے ساتھ نسبی رشتہ نہیں ہوتا ان دونوں کے درمیان۔ تو لہٰذا صرف نسبی ذوی الفروض پر لوٹائیں گے، مال کچھ بچ گیا ہے اب پھر ذوی الفروض میں تقسیم کر دو ان کے حصوں کے بقدر۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اگر ذوی الفروض میں سے کوئی تھا ہی نہیں یا مال بچ گیا تو اب ذوی الارحام کو دے دیں گے۔ کس کو دے دیں گے؟ ذوی الارحام کو دے دیں گے۔ ذوی الارحام کون ہیں بھئی؟ میں نے کیا لکھوایا تھا؟ ذوی الفروض اور عصبات نسبیہ کے علاوہ جتنے رشتہ دار ہیں سارے کیا ہیں؟ ذوی الارحام ہیں، ان کو دے دیں گے۔ اگر ذوی الارحام بھی نہیں ہیں پھر کس کو دیں گے؟ مولی الموالاۃ، جس کے ساتھ انسان نے کیا کیا تھا؟ عقد موالات کیا ہو بھئی۔ سمجھ میں بھی بات آ رہی ہے کہ نہیں بھئی؟ آ رہی ہے۔ ساتویں نمبر پر کس کو پھر دے دیں گے؟ مولیٰ موالات کو۔

آٹھویں نمبر پر ہے، اگر مولیٰ موالات بھی کوئی نہیں ہے پھر مقرلہ بالنسب علی الغیر۔ مُقِرٌّ، أَقَرَّ يُقِرُّ إِقْرَارًا، اقرار سے ہے مولانا۔ مُقِرٌّ کہتے ہیں اقرار کرنے والا، مُقَرٌّ لَهُ جس کے لیے اقرار کیا گیا۔ دیکھیے ایک آدمی کہتا ہے فلاں میرا بیٹا ہے، اس بچے کے نسب کا پتہ نہیں تھا، اس نے کیا کر لیا اس کے لیے؟ اقرار کر لیا، تو بچے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا، اب اس کا بیٹا شمار ہو گا اور مرنے کے بعد وہ پورے بیٹے کی وراثت پائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن یہ اقرار اس نے اپنے لیے کیا ہے، اپنے اوپر نسب لایا ہے یا کسی اور کے لیے کیا تھا؟ اپنے اوپر ہی بچے کے نسب کو لے آیا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ مقرلہ ہوا لیکن اس نے اپنے لیے اس کا اقرار کیا کسی اور کے لیے نہیں۔ کبھی انسان کسی اور پر بھی اقرار کر لیتا ہے، مثلاً ایک آدمی دوسرے کے بارے میں کہتا ہے یہ شخص میرا بھائی ہے۔ جب اس نے کہا یہ میرا بھائی ہے، سگا بھائی ہے، معلوم ہوا یہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ یہ میرے باپ کی اولاد ہے۔ تو اس شخص کے نسب کو کس پر ڈالنا چاہتا ہے؟ اپنے والد پر ڈالنا چاہتا ہے۔ تو جس کے لیے اقرار کر رہا ہے وہ ہوا مقرلہ، تو یہ مقرلہ ہوا لیکن اس کے لیے نسب اپنے اوپر ڈال رہا ہے یا اپنے علاوہ پر ڈال رہا ہے؟ اپنے علاوہ پر ڈال رہا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ مقرلہ بالنسب علی الغیر ہوا بھئی۔

نمبر نو ہے موصی لہ بجمیع المال۔ اگر ایسا بھی کوئی شخص نہ ہو، مقرلہ کوئی نہیں ہے تو پھر؟ موصی لہ بجمیع المال، وصیت کی تھی جس کے لیے سارے مال کی۔ جس شخص کے لیے سارے مال کی وصیت کی تھی اب اس کو سارا مال دے دیں۔ پہلے تو صرف ثلث میں وصیت نافذ کی تھی، تیسرا حصہ دیا تھا باقی دو حصے ہم نے روک لیے تھے۔ پھر باقی ساروں پہ نظر ڈالی، کوئی بھی نہیں ہے بھئی کسی قسم کا رشتے دار وغیرہ، مولی الموالاۃ نہیں ہے، عصبہ سببی نہیں ہے، عصبہ نسبی نہیں ہے، ذوی الارحام میں سے بھی کوئی نہیں۔ ہوتے ہوتے کتویں نمبر پر ہم آ گئے؟ نوویں نمبر پر آ گئے۔ اب نوویں نمبر پر دیکھا تو کس کا نمبر آیا؟ موصی لہ، وہ شخص جس کے لیے سارے مال کی وصیت کی تھی، تو اب اسی کو سارا بقیہ مال بھی سارا اس کو دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اب ایسا بھی کوئی آدمی نہیں ہے تو پھر بیت المال میں اس کا سارا مال جمع کروا دیا جائے گا اور مسلمانوں کے فلاحی کاموں میں اس کو خرچ کیا جائے گا۔ ترتیب سمجھ میں آئی ورثاء کی بھئی؟ یہ ترتیب میں نے سمجھائی کیونکہ آگے مسائل سے اس کا گہرا تعلق ہے بھئی، یہ ذہن میں ہو گی تو اشکال نہیں پیدا ہو گا بھئی۔

تو دیکھا آپ نے مسئلہ اس میں پڑھ لیا کہ معتق معتق کی میراث کا مستحق ہوتا ہے۔ مُعْتِقٌ آزاد کرنے والا، کس کی میراث کا مستحق ہے؟ مُعْتَقٌ یعنی جس کو اس نے آزاد کیا، اور اس میراث کو کیا کہتے ہیں؟ ولاء کہتے ہیں۔ تو دیکھیے زید میرا غلام تھا مثلاً، میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ آزادی کے کچھ سال بعد اس کا انتقال ہو گیا اور ابھی میں زندہ ہوں، تو میں اس کا وارث بن گیا۔ کیا بن گیا؟ وارث۔ تو کیا کریں گے اب؟ سارا مال اٹھا کر اس کا مجھے دے دیں گے؟ آپ مجھے بتائیے بھئی مجھے ولاء ملے گی یا نہیں اس کی؟ ملے گی۔ مجھے ملے گی میں معتق ہوں، تو کیا اس کے مرتے ہی سارا مال اٹھا کر مجھے دے دیں گے؟ نہیں، ترتیب سے چلنا۔

سب سے پہلے اس کے کس پر خرچ کرلو؟ کفن دفن پر خرچ کرلو، پھر اس کے بعد کیا کرلو؟ اس کے اوپر قرضے ہیں وہ ادا کردو، پھر اگر اس نے وصیت کی ہے کیا کرو؟ ثلث مال میں ساری وصیت نافذ کردو۔ پھر اس کے بعد وارثوں میں آؤ، سب سے پہلے کن کو دے دو؟ اگر اس کے رشتے داروں میں کوئی ذوی الفروض ہیں جن کے حصے شریعت نے مقرر کیے ہیں تو ان کو ان کے حصوں کے بقدر دے دو۔ جو مال باقی بچے اگر اس کے عصبہ نسبی بھی ہیں یعنی اس کی اولاد بھی ہے تو سارا مال کون لے جائے گی؟ اولاد لے جائے گی مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لیکن اگر نہ کوئی ذوی الفروض ہے نہ عصبہ نسبی ہے تو تیسرے نمبر پر کون ہے؟ عصبہ سببی۔ تو اب تیسرے نمبر پر پھر سارا مال اب مجھے مل جائے گا، کیونکہ میں کیا تھا؟ عصبہ سببی تھا، معتق تھا۔ تو یہ نہیں کہ فوراً ہی اٹھا کر سارا مال معتق کو دے دیا جاتا ہے، ترتیب سے چلیں گے بھئی۔ جب اس کی باری آئی اور مال بچا ہوا ہے ابھی تو اب اس کو دے دیں گے۔ اگر اس سے پہلے ہی ذوی الفروض اور عصبہ نسبی موجود ہیں تو سارا مال وہ لے جائیں گے اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ ترتیب ہوا کرتی ہے بھئی۔

کہتے ہیں: كِتَابُ الْوَلَاءِ۔ إِذَا أَعْتَقَ الرَّجُلُ مَمْلُوكَهُ، جب آزاد کردے کوئی شخص اپنے مملوک کو، فَوَلَاؤُهُ لَهُ، تو اس مملوک کی ولاء اس معتق کے لیے ہوا کرتی ہے۔ وَكَذٰلِكَ الْمَرْأَةُ تُعْتِقُ، اسی طرح وہ عورت ہے جو آزاد کرے۔ عورت اگر اپنے غلام کو آزاد کرتی ہے تو وہ عورت ولاء کی مستحق ہے، اس غلام کے مرنے کے بعد ولاء کس کو ملے گی؟ عورت کو، لیکن وہی ترتیب سے مولانا۔ فَإِنْ شَرَطَ أَنَّهُ سَائِبَةٌ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَالْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ۔ پس اگر شرط لگادی کہ أَنَّهُ سَائِبَةٌ کہ وہ غلام کیا ہوگا؟ سائبہ ہوگا۔ سائبہ یہ کہ اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ ولاء اسے نہیں ملے گی۔ کہ ولاء اسے نہیں ملے گی۔ آقا نے کسی کو آزاد کیا بھئی اور غلام نے کیا شرط لگائی؟ مجھے آزاد کردیں لیکن شرط یہ ہے آپ میری ولاء کے مستحق نہیں ہوں گے۔ آقا نے کہا ہاں بھئی مجھے شرط قبول ہے تو آزاد ہے۔ یاد رکھیے شرط باطل ہے، شرط درست نہیں، اس لیے کہ شریعت نے ولاء کس کے لیے مقرر کردی ہے؟ معتق کے لیے، تو کوئی شخص اپنے ذاتی فیصلے کے ذریعے اس کو بدل نہیں سکتا بھئی۔ تو کہتے ہیں: فَإِنْ شَرَطَ أَنَّهُ سَائِبَةٌ، اگر یہ شرط لگادی کہ وہ غلام سائبہ ہوگا یعنی ولاء معتق کو نہیں ملے گی یہ شرط لگادی، فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ، تو شرط باطل ہے، وَالْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، اور ولاء اس شخص کے لیے ہوگی جس نے اس کو آزاد کیا ہے۔

وَإِذَا أَدَّى الْمُكَاتَبُ عَتَقَ، جب ادا کردے مکاتب بھئی بدل کتابت کو، عَتَقَ تو مکاتب کیا ہو جائے گا؟ آزاد ہو جائے گا، وَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلٰى، اور اس کی ولاء کس کے لیے ہے؟ اس کے مولیٰ کے لیے ہے۔ وَإِنْ عَتَقَ بَعْدَ مَوْتِ الْمَوْلٰى فَوَلَاؤُهُ لِوَرَثَةِ الْمَوْلٰى، اور اگر وہ آزاد ہوا آقا کے مرنے کے بعد تو اس کی ولاء جو ہے آقا کے ورثاء کے لیے ہوگی، یعنی بدل کتابت اس نے مرنے کے بعد جا کر کہیں پورا کیا تو اب ولاء اس کے وارثوں کے لیے ہوگی۔ وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلٰى، اور جب آقا مر جائے، عَتَقَ مُدَبَّرُوهُ وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ، تو آزاد ہو جائیں گے اس کے مدبر بھی وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ، أُمَّهَاتٌ جمع ہے أُمٌّ کی اور أَوْلَادٌ جمع ہے وَلَدٌ کی۔ اس کی جتنی ام ولد ہیں ساری کیا ہو جائیں گی؟ آزاد۔ عَتَقَ مُدَبَّرُوهُ، اس کے سارے مدبر بھی آزاد ہو جائیں گے، وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ، اور اس کی ساری ام ولد بھی آزاد ہو جائیں گی، وَوَلَاؤُهُمْ لَهُ، اور ان سب کی ولاء آقا کے لیے ہوگی۔ کس کے لیے ہوگی؟ آقا کے لیے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ آقا کے لیے بھئی۔

بھئی صاحب قدوری نے تو فرمایا آقا مر جائے، صورت بناؤ اس کی بھئی۔ انہوں نے کیا کہا؟ آقا مر جائے۔ بھئی مدبر کب آزاد ہوتا ہے؟ آقا کے مرنے کے بعد۔ ام ولد کب آزاد ہوتی ہے؟ آقا کے مرنے کے بعد۔ تو انہوں نے تو آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہونا ہے تو ان کی ولاء آقا کے لیے کیسے ہوگی؟ آقا تو پہلے ہی مر چکا، یہ تو آزاد ہی کب ہوئے؟ آقا کے مرنے کے بعد۔ اور مرنے کے بعد اب کیا ہوا؟ آقا ان کا معتق ہے چونکہ، تو لہٰذا اب ان کو بعد میں جب یہ کمالیں گے اور ان کا انتقال ہوتا ہے ان کے پاس مال جمع ہے تو وہ ولاء کس کو ملے گی؟ آقا کو۔ بھئی آقا کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا ہے! کہتے ہیں بھئی اس کی بھی صورت بن جاتی ہے۔ کیسے؟ مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر بنادیا یا اپنی ایک باندی کو اپنی ام ولد بنادیا، بعد میں اس شخص کا کیا ہو گیا؟ نہیں، انتقال نہ کہیں، پھر یہ شخص العیاذ باللہ یہ شخص مرتد ہو گیا۔ یہ مالک کیا ہو گیا؟ مرتد۔ اور مرتد کے لیے آپ جانتے ہیں تین دن اس کو جیل میں رکھا جاتا ہے کہ دوبارہ اسلام لے آؤ نہیں تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھاگ گیا دارالحرب چلا گیا، کفار کے وطن بھاگ گیا۔ جب کفار کے وطن بھاگ گیا تو پھر قاضی کے پاس چلے گئے لوگ، قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ یہ شخص کہاں جا چکا ہے؟ دارالحرب جا چکا ہے۔ بس جیسے ہی قاضی فیصلہ کرے گا مولانا تو یوں سمجھا جائے گا گویا کہ وہ شخص مر گیا۔ دارالحرب چلے جانے کا حکم جب اس پر لگادے گا قاضی تو یہ کس حکم میں ہے؟ گویا کہ وہ شخص کیا ہو چکا؟ مر چکا۔ اور جب وہ شخص مرتا تھا اس کے مدبر بھی آزاد ہوتے تھے اور اس کی ام ولد بھی آزاد، لہٰذا اس کے سارے مدبر ادھر آزاد ہو جائیں گے، اس کی ساری ام ولد کیا ہو جائیں گی؟ آزاد۔ پھر یہ شخص بعد میں مسلمان ہو کر پھر کلمہ پڑھ کر آگیا۔ اب مولانا مدبر آزاد ہو چکے، امہات الاولاد جتنی اس کی ام ولد تھیں وہ ساری کیا ہو چکیں؟ آزاد ہو چکیں۔ اب یہ شخص پھر اسلامی مملکت میں رہ رہا

ہے، اب اس کے کسی مدبر کا انتقال ہوتا ہے کسی ام ولد کا انتقال ہوتا ہے جو آزاد ہو چکے تھے تو اس کی ولاء کا یہ مستحق ہے۔ صورت بن گئی یا نہیں بن گئی؟ بن گئی۔

وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ عَتَقَ عَلَيْهِ وَوَلَاؤُهُ لَهُ۔ بھئی آپ نے حدیث پڑھی بھئی: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ۔ جو شخص اپنے قریبی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے وہ اس پر کیا ہو جاتا ہے؟ آزاد ہو جایا کرتا ہے۔ تو کسی نے اپنے بیٹے کو خرید ایا اپنے والد کو خرید ا، مثلاً وہ غلام تھے کوئی صورت بنالو بھئی، کفار نے قید کر لیا تھا جنگ ہوئی تھی کفار قید کر کے لے گئے تھے اور پھر غلام بنا کر بیچ دیا اور بکتے بکتے یہاں تک آیا اور پھر اس شخص نے کیا کیا اپنے والد کو یا اپنے بیٹے کو خرید لیا، اور خریدتے ہی یہ غلام فوراً گیا ہو جائیں گے؟ آزاد ہو جائیں گے، کیونکہ قریبی رشتے دار بھی ہے اور محرم بھی ہے، آزاد ہو گئے۔ تو یہ شخص ان کی آزادی کا چونکہ سبب بنا ہے لہٰذا اس کے لیے ان کی ولاء ہو گی۔ کیا ہو گی؟ ولاء ہو گی۔ تو یہ ان کا عصبہ نسبی بھی ہوا اور عصبہ سببی بھی بن گیا، دونوں طریقوں سے یہ وراثت کو لے جائے گا۔ اولاً عصبہ نسبی کی صورت میں ورنہ پھر عصبہ سببی یا اور بھی صورت بنالیں۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ عَتَقَ عَلَيْهِ وَوَلَاؤُهُ لَهُ، اور جو مالک ہوا قریبی محرم رشتے دار کا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا وَوَلَاؤُهُ لَهُ اور اس کی ولاء اس کے لیے ہو گی۔[۳]

وَإِذَا تَزَوَّجَ عَبْدُ رَجُلٍ أَمَةَ الْآخَرِ فَأَعْتَقَ مَوْلَى الْأَمَةِ الْأَمَةَ وَهِيَ حَامِلٌ مِنَ الْعَبْدِ عَتَقَتْ وَعَتَقَ حَمْلُهَا۔ صورت مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی کے غلام نے دوسرے آدمی کی باندی سے نکاح کر لیا آقا کی اجازت سے۔ کیا کیا؟ نکاح کر لیا۔ غلام ایک آدمی کا ہے، غلام ہے زید کا اور باندی ہے عمرو کی، اس زید کے غلام نے عمرو کی باندی سے نکاح کر لیا۔ اچھا پھر اس کے بعد یہ باندی حاملہ ہوئی اور اسی حالت حمل کے اندر باندی کے آقا نے باندی کو آزاد کر دیا۔ کیا کر دیا؟ باندی کو آزاد کر دیا۔ تو جب باندی آزاد ہوئی تو ساتھ ہی اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا وہ بھی کیا ہو گیا؟ آزاد۔ تو لہٰذا اس بچے کی آزادی کا سبب کون بنا؟ باندی کا آقا۔ کون بنا؟ باندی کا آقا۔ لہٰذا اس باندی کی ولاء کا مستحق بھی کون؟ آقا اس کا، اور اس باندی کے بچے کی ولاء کا مستحق بھی کون؟ باندی کا آقا ہے کیونکہ اس نے آزاد کیا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کہتے ہیں: وَإِذَا تَزَوَّجَ عَبْدُ رَجُلٍ، جب نکاح کر لیا کسی آدمی کے غلام نے، أَمَةَ الْآخَرِ، دوسرے آدمی کی باندی سے، فَأَعْتَقَ مَوْلَى الْأَمَةِ الْأَمَةَ، پس آزاد کر دیا کس نے آزاد کیا؟ مَوْلَى الْأَمَةِ باندی کے آقا نے، کس کو آزاد کیا؟ الْأَمَةَ باندی کو۔ باندی کے آقا نے کس کو آزاد کیا؟ باندی کو۔ وَهِيَ حَامِلٌ مِنَ الْعَبْدِ، اس حال میں کہ یہ باندی حاملہ تھی غلام سے، عَتَقَتْ، تو یہ باندی کیا ہو جائے گی؟ حاملہ تھی آقا نے آزاد کیا ہے عَتَقَتْ کیا ہو جائے گی؟ آزاد ہو جائے گی، وَعَتَقَ حَمْلُهَا، اور اس باندی کا حمل بھی آزاد ہو جائے گا۔ وَوَلَاءُ الْحَمْلِ لِمَوْلَى الْأُمِّ، اور اس حمل کی ولاء ماں کے آقا کے لیے ہو گی کیونکہ اس نے اس کو آزاد کیا ہے۔ لَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ أَبَدًا، اور اس سے کبھی بھی منتقل نہیں ہو گی۔ کوئی اور اس کی ولاء کا مستحق نہیں ہو گا، ہمیشہ اس کی ولاء کا مستحق کون رہے گا؟ اس کی ماں کا مولیٰ یعنی وہ آقا جو تھا اس کا۔[۴]

فَإِنْ وَلَدَتْ بَعْدَ عِتْقِهَا لِأَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَلَدًا فَوَلَاؤُهُ لِمَوْلَى الْأُمِّ۔ صورت مسئلہ وہی ہے بھئی: ایک شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا اور اس باندی نے چھ ماہ کی مدت کے بعد ایک بچے کو جنم دیا۔ اور آپ جانتے ہیں حمل کی اقل مدت کتنی ہے؟ چھ ماہ ہے۔ تو اب اور اس باندی کا نکاح کس سے ہوا تھا؟ ایک غلام سے ہوا ہے، تو اس غلام سے اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا ہے۔ غلام سے اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا اور کتنے عرصے کے بعد دیا ہے آزادی کے؟ چھ ماہ یا چھ ماہ سے بھی زیادہ۔ معلوم ہوا بوقت آزادی یہ حمل نہیں تھا۔ معلوم ہوا بوقت آزادی یہ حمل نہیں تھا۔ تو لہٰذا اب اس بچے کی ولاء کس کو ملے گی؟ کہتے ہیں بھئی اس کا باپ ابھی بھی غلام ہے اور غلامی مانع ہے، لہٰذا وہ اس کی ولاء اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا لہٰذا اس کی ولاء کس کو ملے گی؟ اس کی ماں کے مولیٰ کو جس نے اس کو آزاد کیا تھا۔ اب بھی ولاء کس کو ملے گی؟ ماں کے مولیٰ کو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس لیے کہ باپ کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی اس لیے کیونکہ اس کا باپ تو ابھی بھی کیا ہے؟ غلام ہے اگرچہ ماں آزاد ہو چکی ہے بھئی۔ لیکن پھر اس کے باپ کو بھی آزاد کر دیا گیا۔ کیا کیا گیا اس کے باپ کو بھی؟ آزاد کر دیا گیا۔ کہتے ہیں پہلے اس کی ولاء کے حقدار کون تھے؟ موالی ام۔ اب مولانا مولیٰ ام حقدار نہیں ہو گا، بلکہ باپ کو جب آزادی مل گئی تو پہلے تو مانع موجود تھا باپ کے اندر اہلیت ہی نہیں تھی اب مانع دور ہو گیا، اب باپ اس بچے کی ولاء کو کھینچ لے گا اپنی طرف۔ کس کی طرف کھینچ لے گا؟ اپنی طرف کھینچ لے گا اور اب اس بچے کی ولاء کا حقدار مولیٰ ام نہیں ہو گا، ماں کا مولیٰ نہیں بلکہ مولیٰ اب ہو گا۔ تو پہلے بچے کی ولاء کا حقدار کون تھا؟ مولیٰ ام تھا، باندی کا جو معتق تھا وہ حقدار

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ عَتَقَ عَلَيْهِ وَوَلَاؤُهُ لَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن ملك ذا رحم محرم منه عتق عليه وولاؤه له» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَزَوَّجَ عَبْدُ رَجُلٍ أَمَةَ الْآخَرِ فَأَعْتَقَ مَوْلَى الْأَمَةِ الْأَمَةَ وَهِيَ حَامِلٌ مِنَ الْعَبْدِ عَتَقَتْ وَعَتَقَ حَمْلُهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا تزوج عبد رجل أمة لآخر فأعتق مولى الأمة الأمة وهي حامل من العبد عتقت وعتق حملها» منقول ہے۔

تھا۔ لیکن جب باپ آزاد ہوا اس نے اس ولاء کو کیا کیا؟ اپنی جانب کھینچ لیا اور اب اس بچے کی ولاء کا حقدار کون؟ مولیٰ اب، اس کے باپ کا جو معتق ہے وہ ولاء کا حقدار ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: فَإِنْ وَلَدَتْ بَعْدَ عِتْقِهَا لِأَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَلَدًا، پس اگر جنم دیا باندی نے اپنی آزادی کے بعد لِأَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ چھ ماہ سے زائد کے بعد جنم دیا باندی نے کس کو جنم دیا؟ وَلَدًا ایک بچے کو، فَوَلَاؤُهُ لِمَوْلَى الْأُمِّ، تو اس بچے کی ولاء کس کے لیے ہو گی؟ مولیٰ ام کے لیے یعنی اس کی ماں کا جو مولیٰ جس نے اس کو آزاد کیا تھا۔ فَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ، پس اگر باپ کو بھی آزاد کر دیا گیا، جَرَّ وَلَاءَ ابْنِهِ، تو یہ کھینچ لے گا اپنے بیٹے کی ولاء کو، وَانْتَقَلَ عَنْ مَوْلَى الْأُمِّ إِلَى مَوْلَى الْأَبِ، اور منتقل ہو جائے گی ولاء مولیٰ ام سے کس کی طرف؟ مولیٰ اب کی طرف۔ تو پہلے ولاء کا حقدار کون؟ مولیٰ ام۔ پھر اس کے بعد باپ جب آزاد کر دیا گیا تو پھر مولیٰ اب کی طرف اس نے کھینچ لیا بھئی ولاء کو بھئی۔

وَمَنْ تَزَوَّجَ مِنَ الْعَجَمِ بِمُعْتَقَةِ الْعَرَبِ فَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا فَوَلَاءُ وَلَدِهَا لِمَوَالِيهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ: يَكُونُ وَلَاءُ أَوْلَادِهَا لِأَبِيهِمْ لِأَنَّ النَّسَبَ إِلَى الْآبَاءِ۔ اچھا بھئی صورت مسئلہ یہ ہے، ادھر دیکھو بھئی۔ صورت مسئلہ یہ ہے: ایک عجمی تھا یعنی غیر عرب تھا، اس نے ایک شخص سے عقد موالات کر لیا۔ کیا کیا؟ عقد موالات کر لیا۔ اب اس کے بعد اس نے عرب کی آزاد کردہ عورت کے ساتھ کیا کر لیا؟ نکاح۔ بھئی کسی عرب نے ایک عورت کو ایک باندی کو آزاد کیا تو یہ معتقۃ العرب ہوئی، جس کو کس نے آزاد کیا ہے؟ کسی عربی نے آزاد کیا ہے۔ اس معتقۃ العرب کے ساتھ اس عجمی نے نکاح کر لیا جس نے کسی کے ساتھ کیا کر رکھا ہے؟ عقد موالات کر رکھا ہے۔ اچھا پھر اس عورت یہ جو معتقۃ العرب تھی اس سے اس عجمی کی اولاد پیدا ہوئی، تو اس کی اولاد کی ولاء کس کو ملے گی؟ کیا موالی ام کو ملے گی یا موالی اب کو؟ موالی ام کون ہیں؟ مولیٰ عتاقہ ہے جس نے کیا کیا تھا اس کی ماں کو آزاد کیا تھا۔ اور موالی اب کون ہیں؟ جس کے ساتھ اس کے والد نے کیا کیا ہے؟ عقد موالات۔ آزاد نہیں کیا وہ شخص پہلے سے ہی آزاد ہے، کسی کے ساتھ کیا کر لیا تھا؟ عقد موالات کہ اگر میں نے کوئی جرم کیا کوئی جنایت کی تو تم میری طرف سے دیت ادا کرنا اور جب میں مر جاؤں گا تو میری ساری وراثت کے تم حقدار ہو گے تم میری ولاء لے جانا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو اب باپ کے جو موالی ہیں وہ موالی موالات ہیں اور ماں کے جو موالی ہیں وہ موالی عتاقہ ہیں، تو کون حقدار ہے ولاء کا ان بچوں کی؟ تو طرفین رحمہما اللہ فرماتے ہیں ان بچوں کی ولاء اس کے موالی ام کو دیں گے، یعنی موالی عتاقہ کو انہوں نے ترجیح دے دی۔ طرفین نے کس کو ترجیح دی ہے؟ مولیٰ عتاقہ کو۔ تو مولیٰ عتاقہ کو انہوں نے ترجیح دی جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں بھئی اس عورت کی جو اولاد ہے ان کی ولاء کا حقدار باپ ہے تو وہ کس کی طرف منتقل ہو جائے گی؟ باپ کی طرف یا باپ کے موالی کی طرف۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَمَنْ تَزَوَّجَ مِنَ الْعَجَمِ، اور جس نے نکاح کر لیا عجمیوں میں سے، بِمُعْتَقَةِ الْعَرَبِ، کس کے ساتھ نکاح کیا؟ کسی عربی کی آزاد کردہ باندی سے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو عجمی نے نکاح کیا ہے اور یہ عجمی میں نے بتلایا کیا کر چکا ہے؟ کسی کے ساتھ عقد موالات کر چکا ہے۔ اور پھر نکاح کر لیا عرب کی آزاد کردہ باندی سے۔ بھئی مسئلہ عجمی میں ذکر کیا۔ کیا ذکر کیا؟ کسی عجمی نے عقد موالات کیا۔ بھئی کیا وجہ ہے عجمی نے موالات کی کیا عرب نہیں کرتے؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو عربوں کے اندر عرب اپنے نسب کی بڑی حفاظت کرتے ہیں۔ دس دس پندرہ پندرہ بیس بیس پشتوں تک انہیں عام ہر ایک کو اپنے نسب یاد ہوتے ہیں۔ سب کو کیا ہے؟ عام نسب یاد ہوتے ہیں، اور جو ماہر ہوتے ہیں ان کو تو سارے سارے قبیلوں کے نسب یاد ہوتے ہیں اپنے قبیلوں کے بھی غیروں کے قبیلوں کے بھی بھئی۔ تو بڑے ماہر نسب انہوں نے اپنے نسب کی بڑی حفاظت کی ہے، جبکہ عجم والوں نے اپنے نسب کی اتنی حفاظت نہیں کی بھئی۔ یہاں تو زیادہ سے زیادہ دادا تک کے نام کا پتہ ہو گا اس سے اوپر کے نام کا پتہ نہیں ہوتا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو عجمیوں نے اپنے نسب کی اتنی حفاظت نہیں کی۔ تو عربوں کے اندر تو اتنی دور دور تک نسب کا پتہ ہوتا ہے تو ان کے قبیلے اور خاندان ہوتے ہیں تو کوئی نہ کوئی قریبی رشتہ دار ضرور ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی رشتہ دار ضرور ہوتا ہے۔ اب ذرا اس فہرست پر پھر نظر دوڑائیں مولانا، ورثاء کی ترتیب ہے بھئی۔ ورثاء کی ترتیب کے اندر چھٹے نمبر پر میں نے کیا لکھوایا تھا؟ ذوی الارحام بھئی۔ کیا لکھوایا تھا؟ ذوی الارحام۔ اور ساتویں نمبر پر کیا لکھوایا تھا؟ مولیٰ موالات۔ تو عربوں کے اندر ذوی الارحام بھئی کوئی نہ کوئی خاندان اور قبیلے والوں میں سے ضرور رشتے دار ہوتے ہیں ذوی الارحام، تو مولیٰ موالات کا نمبر تو ان کے بعد آتا ہے لہٰذا وہاں مولیٰ موالات کو کیا ہے ولاء مل ہی نہیں سکتی کیونکہ کوئی نہ کوئی قبیلے اور خاندان کے لوگ ضرور ہوتے ہیں۔ نسب کا جب پتہ ہے خاندان اور قبیلے کا پتہ ہے تو کوئی نہ کوئی رشتے دار ہوں گے اور پھر جب وہ چھٹے نمبر پر ہیں تو وہ سارا مال لے جائیں گے اور مولیٰ موالات اس کے بعد آتا ہے اس کی تو باری ہی نہیں آئے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جبکہ عجم کے اندر چونکہ انہوں نے اپنے نسب کی حفاظت

نہیں کی اور مولیٰ موالات کے اندر ضروری تھا کہ نسب کا پتہ نہ ہو، ورنہ تو وہ نسب والے کیا ہیں وہ زندہ ہیں تو وہ لے جائیں گے سارے، یا اس نسب کا پتہ ہی نہیں ہے یا ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہے، تو یہاں ضروری تھا کہ کوئی اور رشتے دار زندہ نہ ہو پھر عقد موالات کے بعد مولیٰ موالات کو کیا مل جائے گی؟ میراث اور وہ ولاء مل جائے گی۔ تو اس لیے عجم کی مثال بنائی عرب کی مثال نہیں بنائی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ تَزَوَّجَ مِنَ الْعَجَمِ بِمُعْتَقَةِ الْعَرَبِ، اور جس نے نکاح کر لیا عجمیوں میں سے کسی شخص نے، کس کے ساتھ نکاح کیا؟ بِمُعْتَقَةِ الْعَرَبِ کسی عربی کی آزاد کردہ باندی سے، فَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا، تو باندی نے جنم دیا اس کے لیے اولاد کو، فَوَلَاءُ وَلَدِهَا لِمَوَالِيهَا، تو اس باندی کے بچے کی ولاء لِمَوَالِيهَا اس باندی کے موالی کے لیے ہے، عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يَكُونُ وَلَاءُ أَوْلَادِهَا لِأَبِيهِمْ، کہ اس باندی کے بچوں کی ولاء جو ہے ان کے باپ کے لیے ہو گی، لِأَنَّ النَّسَبَ إِلَى الْآبَاءِ، اس لیے کہ نسب کس کی طرف سے ہوتا ہے؟ باپ کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو دیکھیے طرفین نے ترجیح دے دی کس کو؟ طرفین نے ترجیح دی مولیٰ عتاقہ کو۔ طرفین نے کس کو ترجیح دی؟ مولیٰ عتاقہ کو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کس کو ترجیح دے دی؟ نسب والی جانب کو ترجیح دی اور موالی موالات کو ان پر کیا کر دیا؟ مقدم۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ بھئی یہ بچے جب مریں گے اس کے تو شرط یہ ہے باپ پہلے مر چکا ہو، ورنہ تو باپ سارا لے جائے گا کیونکہ وہ عصبہ ہے، عصبہ نسبی ہے اور جب عصبہ نسبی ہو تو عصبہ سببی کی طرف ہم نہیں جاتے، یا مولیٰ موالات کی طرف ہم نہیں جاتے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟

تو دیکھو دوبارہ سنو بھئی: طرفین نے کس کو ترجیح دے دی؟ مولیٰ عتاقہ، تو جانب عتق کو انہوں نے ترجیح دے دی۔ سمجھ میں آیا؟ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کس جانب کو ترجیح دی؟ نسب والی جانب کو۔ طرفین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ عجمیوں نے اپنے نسب کو کیا کر دیا ہے؟ ضائع کر دیا ہے لہٰذا ہم اس کو ترجیح نہیں دے سکتے، لہٰذا ان بچوں کی ولاء کا مستحق کون ہو گا؟ مولیٰ عتاقہ ہو گا یعنی اس باندی کو آزاد کرنے والا وہ مستحق ہو گا۔ باقی باپ اگر زندہ ہے پھر تو باپ کے جو موالی ہیں ان کو نہیں ملے گا، بچوں کی میراث کون لے جائے گا سارا؟ باپ لے جائے گا۔ ہاں باپ کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اب ان بچوں کی ولاء کا کون مستحق؟ ایک طرف دیکھا جائے تو موالی عتاقہ ہیں، ایک طرف دیکھا جائے تو باپ کے موالی موالات ہیں، اب کن کو دیا جائے؟ تو طرفین کیا فرماتے ہیں؟ مولیٰ عتاقہ کو دیا جائے یعنی اس باندی کا جو معتق ہے اس کو دیا جائے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کس کو دیا جائے؟ موالی موالات کو دیا جائے جو اس کے باپ کے ہیں، تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے نسب کو ترجیح دی اور انہوں نے مولیٰ عتاق کو کیا کیا؟ ترجیح دے دی۔

وَوَلَاءُ الْعَتَاقَةِ تَعْصِيبٌ، اور ولاء عتاقہ عصبہ قرار دینا ہے۔ ولاء عتاقہ کیا ہے؟ تعصیب۔ تعصیب کا معنی کسی انسان کو عصبہ قرار دینا۔ تعصیب کا کیا معنی؟ عَصَّبَ يُعَصِّبُ تَعْصِيبًا، کسی انسان کو کیا قرار دینا کیا بنا دینا؟ عصبہ۔ اور ولاء عتاقہ جو ہے یہ بھی کیا ہے؟ عصبہ قرار دینا ہے۔ بھئی معتق کو کیا کہا جاتا ہے؟ عصبہ سببی۔ معتق کو کیا کہتے ہیں؟ عصبہ سببی۔ تو دیکھا وہ عصبہ بن گیا بھئی۔ وَوَلَاءُ الْعَتَاقَةِ، عین کے فتحے کے ساتھ ہے بھئی، وَوَلَاءُ الْعَتَاقَةِ تَعْصِيبٌ، اور ولاء عتاقہ جو ہے وہ سبب ہے عصبیت کا۔ فَإِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَهُوَ أَوْلٰى مِنْهُ۔ اچھا بھئی کیا بتلایا صاحب قدوری نے؟ ولاء عتاقہ کیا ہے؟ تعصیب ہے یعنی کس چیز کا سبب ہے؟ عصبہ۔ معتق کیا بن جاتا ہے؟ عصبہ۔ بھئی عصبہ تو دو قسم کے تھے: ایک عصبہ نسبی، ایک کیا ہے؟ عصبہ سببی۔ اب آپ بتائیے عصبہ نسبی ترتیب میں پہلے آئے تھے وارثوں میں یا عصبہ سببی پہلے آئے تھے؟ عصبہ نسبی پہلے۔ دو نمبر پر کون تھا؟ عصبہ نسبی، اور تین پر کون ہے؟ عصبہ سببی۔ معلوم ہوا عصبہ سببی پر عصبہ نسبی مقدم ہیں۔ کیا ہیں؟ مقدم۔ یہی بات بتلا رہے ہیں: فَإِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ، پس اگر معتق کے کوئی عصبہ ہوئے نسب سے، فَهُوَ أَوْلٰى مِنْهُ، تو وہ اولیٰ ہیں اس سے یعنی عصبہ سببی سے وہ اولیٰ ہیں، یعنی وہ مستحق ہیں وراثت کے۔ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ، پس اگر اس کا کوئی عصبہ نہ ہو انسب سے، فَمِيرَاثُهُ لِلْمُعْتِقِ، تو اب اس میت کی میراث کس کے لیے ہو گی؟ معتق کے لیے ہو گی۔

فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى، اگر مولیٰ مر گیا اس کا انتقال ہوا، ثُمَّ مَاتَ الْمُعْتَقُ، پھر اس کے بعد معتق کا بھی کیا ہوا؟ انتقال۔ بھئی دیکھو بھئی معتق کا انتقال ہو جائے تو اس کی ولاء کس کو ملتی ہے؟ معتق کو۔ ولاء کس کو ملتی ہے؟ معتق کو۔ ہاں آسان لفظوں میں، معتق جب مر جائے اس کی ولاء معتق کو ملتی ہے۔ لیکن معتق پہلے ہی مر چکا ہے، معتق کا انتقال ہوا اس کے بعد معتق کا انتقال ہو رہا ہے، اب کس کو ملے گی؟ وہی ترتیب بھئی: سب سے پہلے کس کو ملے گی؟ ذوی الفروض کو ملے گی۔ ذوی الفروض فرض کرو کوئی نہیں ہے پھر کس کو دیں گے؟ عصبہ نسبی کو دیں گے بھئی۔ فرض کرو وہ بھی کوئی نہیں ہے اب کس کو دیں گے؟ عصبہ سببی۔ عصبہ سببی کون تھا؟ معتق تھا، اور معتق تو پہلے ہی مر چکا اب کس کو دیں گے؟ اس معتق کے جو عصبات ہیں، پہلے جو نسبی عصبہ ہیں ان کو دے دینا اور پھر کس کو

دے دینا؟ عصبہ سببی، اگر اس کے بھی کوئی معتق ہوا تو اس کو دے دینا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ لیکن ان میں سے صرف پھر کس کو دیں گے؟ مردوں کو دیں گے عورتوں کو نہیں دیں گے۔ یہی بات بتلا رہے ہیں، کہتے ہیں: فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰی، اگر مولیٰ یعنی معتق مر جائے، ثُمَّ مَاتَ الْمُعْتَقُ، پھر اس کے بعد کون مرا؟ معتق جس کو آزاد کیا ہے، فَمِيرَاثُهُ، تو اب اس کی میراث کس کو ملے گی؟ ذوی الفروض بھی نہیں ہیں، عصبات نسبیہ بھی نہیں ہیں، عصبہ سببی یعنی معتق کا بھی کیا ہو چکا ہے پہلے سے ہی؟ انتقال۔ تو اب وہ چوتھے نمبر پر ہے، کیا؟ فَمِيرَاثُهُ لِبَنِي الْمَوْلٰی دُونَ بَنَاتِهِ، تو اس کی میراث کس کے لیے ہو گی؟ مولیٰ کے بیٹوں کے لیے ہو گی دُونَ بَنَاتِهِ نہ کہ اس کی بیٹیوں کے لیے، یعنی یہ عصبہ نسبی کے لیے ہے بھئی۔ اولاً کون تھے؟ عصبہ نسبی وہ بیٹے ہیں، ان کو ملے گی دُونَ بَنَاتِهِ نہ کہ اس کی بیٹیوں کو، کیونکہ میں نے بتایا تھا مذکر کو ملے گی ان میں سے مؤنث کا حصہ نہیں ہوتا۔

وَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ، اور عورتوں کے لیے ولاء نہیں ہے، إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ، مگر وہ جس کو انہوں نے آزاد کیا ہو۔ بھئی دیکھو عورت خود کسی کو آزاد کرے تو اس کو ولاء ملتی ہے، یا اس عورت کا آزاد کردہ کسی اور کو آزاد کرتا ہے تو اس کی ولاء بھی کس کو ملے گی؟ عورت کو ملے گی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ اور عورت کسی کو مدبر بنائے تو اس کی ولاء بھی کس کو ملے گی؟ عورت کو۔ اس عورت کا مدبر آگے کسی کو مدبر بنائے اس کی بھی ولاء کس کو ملے گی؟ عورت کو۔ عورت کسی کو مکاتب بنائے تو اس کی ولاء بھی کس کو ملے گی؟ عورت کو۔ اس عورت کا مکاتب آگے کسی کو مکاتب بناتا ہے تو اس کی ولاء بھی کس کو ملے گی؟ عورت کو ملے گی۔ لیکن ان کے علاوہ اور کسی کی ولاء نہیں ملے گی۔ جیسے یہ صورت ہے دیکھو ابھی صورت ذکر ہوئی: بیٹوں کو ملے گا، اس کی ولاء بیٹوں کو ملی اس کی بیٹیوں کو نہیں ملی بھئی، کیونکہ ان عورتوں نے خود اس کو آزاد نہیں کیا یا ان کے آزاد کردہ نے آگے اس کو آزاد نہیں کیا تھا، ان کے والد نے آزاد کیا تھا تو ان کا حق اس میں نہیں ہے۔ صورت بھی سمجھ میں آئی کہ نہیں آئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ، اور عورتوں کے لیے نہیں ہے ولاء میں سے، إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ، مگر وہ جس کو أَعْتَقْنَ انہوں نے کیا کیا ہے؟ آزاد کیا ہے۔ أَوْ أَعْتَقَ، یا جس کو آزاد کیا، مَنْ، اس شخص نے، أَعْتَقْنَ، جنہیں انہوں نے کیا کیا تھا؟ آزاد۔ یعنی ان کے آزاد کردہ نے جس کو کیا کیا ہے؟ آزاد کیا ہے۔ یہ مَنْ فاعل ہے أَعْتَقَ کا۔ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ پہلے کیا آیا؟ عورتوں کے لیے ولاء نہیں ہے مگر اس کی ولاء جس کو انہوں نے کیا کیا ہے؟ آزاد کیا ہو، أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ، یا آزاد کیا ہو کس نے آزاد کیا ہو؟ مَنْ أَعْتَقْنَ اس شخص نے جس کو انہوں نے کیا کیا تھا؟ آزاد۔ یعنی ان کے آزاد کردہ نے ان کو کیا کیا ہو؟ آزاد۔ أَوْ كَاتَبْنَ، یا جس کو انہوں نے مکاتب بنایا تھا، أَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ، یا ان کے مکاتب نے جس کو کیا بنایا؟ یا مکاتب بنایا اس شخص نے جس کو انہوں نے مکاتب بنایا تھا۔ أَوْ دَبَّرْنَ، یا جس کو انہوں نے کیا کیا ہو؟ مدبر بنایا ہو، أَوْ دَبَّرَ مَنْ دَبَّرْنَ، یا مدبر بنایا ہو اس شخص نے جس کو انہوں نے کیا کیا تھا؟ مدبر بنایا تھا، یعنی ان کے مدبر نے آگے مدبر بنایا۔ أَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقُهُنَّ، عبارت سمجھ میں آرہی ہے؟ أَوْ جَرَّ وَلَاءَ، یا ولاء کو کھینچ لے کون کھینچ لے؟ مُعْتَقُهُنَّ ان عورتوں کا آزاد کردہ۔ ان عورتوں کا آزاد کردہ کیا کر دے؟ ولاء کو کھینچ لے۔ بھئی دیکھو وہ اوپر مسئلہ نہیں گزرا تھا؟ ایک باندی نے چھ ماہ کے بعد کیا کیا؟ یہ عورت تھی اس کو آقا نے آزاد کر دیا ہے اور آزادی کے چھ ماہ بعد اس نے کیا کیا ہے چھ ماہ سے بھی زائد سال بعد اس نے بچے کو جنم دیا۔ اس بچے کی ولاء کا حقدار کون؟ صاحب قدوری نے بتلایا تھا کہ چونکہ اس کا باپ ابھی بھی غلام ہے تو اس میں اہلیت ہی نہیں ہے لہٰذا اب اس بچے کی ولاء کا حقدار کون ہے؟ مولیٰ ام ہے یعنی اس باندی کے جو موالی ہیں وہ کیا ہیں اس کی ولاء کے حقدار ہیں۔ لیکن جب باپ آزاد ہو جائے گا تو وہ مانع چلا گیا اس میں اہلیت آگئی، اب وہ اس کی ولاء کو کھینچ کر کس کی طرف لے جائے گا؟ اپنے مولیٰ کی طرف۔ سمجھ میں آیا؟ تو اسی طرح عورتوں کے اندر بھی، مثلاً اس غلام کو کس نے آزاد کیا ہے؟ کسی عورت نے، تو دیکھو وہ غلام جو عورت کا آزاد کردہ ہے وہ اپنے بچوں کی ولاء کو کھینچ کر کس کی طرف لے گیا؟ ان عورتوں کی طرف، اس عورت کی طرف جس نے اسے کیا کیا تھا؟ آزاد کیا تھا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے: أَوْ جَرَّ وَلَاءَ، یا ولاء کو کھینچا کس نے کھینچا؟ مُعْتَقُهُنَّ، یہ فاعل ہے جَرَّ کا، ان عورتوں کے آزاد کردہ نے کیا کیا ہے ولاء کو کھینچ لیا۔ أَوْ مُعْتَقُ مُعْتَقِهِنَّ، یا ان عورتوں کے آزاد کردہ کے آزاد کردہ نے کیا کیا ولاء کو ان کی طرف کھینچ لیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَإِذَا تَرَكَ الْمَوْلَى ابْنًا وَأَوْلَادَ ابْنٍ آخَرَ فَمِيرَاثُ الْمُعْتَقِ لِلِابْنِ دُونَ بَنِي الِابْنِ. صورت یہ ہے ادھر دیکھو بھئی: ایک آدمی نے اپنے غلام کو آزاد کیا، اب اس غلام کی ولاء کا حقدار کون ہے؟ یہ معتق ہے۔ اچھا اس معتق کا ابھی معتق کا انتقال نہیں ہوا پہلے ہی معتق کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ پہلے انتقال ہو گیا پھر تو یہ وارث نہیں بنے گا بھئی یہ تو زندگی میں ہی مر گیا۔ جب یہ مر گیا اس کے دو بیٹے تھے بھئی، دو بیٹے تھے۔ اب ایک بیٹے کا بھی انتقال ہو گیا، معتق کا بھی انتقال ہوا اور اس کے ایک بیٹے کا بھی انتقال ہو گیا، البتہ اس بیٹے کے بچے زندہ ہیں۔ تو کون رہ گیا پیچھے؟ ایک بیٹا ہے اور دوسرے بیٹے کے بیٹے ہیں، بیٹا خود بھی موجود نہیں ہے۔ اب اس کی میراث ملنی تھی سب سے پہلے کس کو؟ معتق کو، وہ تو ہے نہیں۔ پھر اب کس کو دیں؟ ایک ہے بیٹا اور ایک ہے بیٹے کا بیٹا مثلاً، کس کو دیں گے؟ کہتے ہیں بیٹے کو میراث دیں گے بیٹے کے بیٹے کو نہیں دیں گے۔ کیوں؟ کہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ قریبی عصبہ ہے وہ دور چلا گیا بھئی، اور قریبی زیادہ حقدار

ہوتا ہے۔ جب قریبی موجود ہے تو اس کو دے دیں گے دور والے کو نہیں دیں گے۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا؟ تو کہتے ہیں: وَإِذَا تَرَكَ الْمَوْلَى ابْنًا وَأَوْلَادَ ابْنٍ آخَرَ، جب چھوڑا آقا نے ایک بیٹا اور دوسرے بیٹے کی اولاد، فَمِيرَاثُ الْمُعْتَقِ لِلِابْنِ، تو معتق کی جو میراث ہے وہ بیٹے کے لیے ہوگی، دُونَ بَنِي الِابْنِ، بیٹے کے بیٹوں کے لیے نہیں ہوگی، لِأَنَّ الْوَلَاءَ لِلْكَبِيرِ، اس لیے کہ ولاء کس کے لیے ہوا کرتی ہے؟ بڑے کے لیے، یعنی جو قریبی ہے عصبہ معتق میں سے۔

وَإِذَا أَسْلَمَ، اب بھئی ولاء موالات بتلانے لگے صاحب قدوری۔ کہتے ہیں: وَإِذَا أَسْلَمَ رَجُلٌ عَلَى يَدِ رَجُلٍ، جب اسلام لے آیا کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ پر، وَوَالَاهُ عَلَى، اور اس کے ساتھ عقد موالات کر لیا، وَوَالَاهُ اور اس کے ساتھ کیا کیا؟ عقد موالات کر لیا، عَلَى اس شرط پر کہ أَنْ يَرِثَهُ، کہ وہ اس کا کیا بنے گا؟ وارث بنے گا، دوسرا اس کا کیا بنے گا؟ وارث بنے گا، وَيَعْقِلَ عَنْهُ، اور دوسرا کیا ہوگا اس کی طرف سے، عَقَلَ يَعْقِلُ کے معنی ہوتے ہیں دیت ادا کرنا تاوان ادا کرنا، کہ دوسرا اس کی طرف سے کیا کرے گا؟ دیت ادا کرے گا، إِذَا جَنَى، جب یہ کیا کر لے؟ کوئی جنایت کر لے کوئی جرم کر لے۔ ایک آدمی کیا ہوا؟ مسلمان ہوا اور مثلاً اس نے زید کے ساتھ عقد موالات کر لیا، اور عقد موالات کس شرط پر کیا؟ کیسے کیا جاتا تھا عقد موالات؟ کہ وہ شخص جو مسلمان ہوا ہے اس نے کہا دیکھو بھئی اگر زندگی میں مجھ سے کوئی جنایت ہوئی کوئی جرم ہوا تو اس کا ضمان تم دو گے، اور اس کے بدلے کے طور پر جب میں مر جاؤں گا تو میرے سارے مال کے حقدار تم ہو گے میری ولاء تمہارے لیے ہے، تو یہ کون سا عقد ہوا؟ عقد موالات۔ یہ معنی ہے، تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَسْلَمَ رَجُلٌ عَلَى يَدِ رَجُلٍ، جب اسلام لے آیا ایک آدمی دوسرے آدمی کے ہاتھ پر، وَوَالَاهُ، اور اس کے ساتھ عقد موالات کر لیا، عَلَى اس شرط پر أَنْ يَرِثَهُ کہ وہ اس کا کیا بنے گا؟ وارث بنے گا، وَيَعْقِلَ عَنْهُ إِذَا جَنَى، اور اس کی جانب سے دیت یا تاوان ادا کرے گا إِذَا جَنَى جب یہ کوئی جنایت کرے۔ ایک صورت: جس کے ہاتھ پر اسلام لایا ہے اسی کے ساتھ کیا کر لیا؟ عقد موالات۔ یا اسلام ایک کے ہاتھ پر لایا اور عقد موالات کسی دوسرے سے کر لیا، دونوں درست ہیں۔ أَوْ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ غَيْرِهِ، یا اسلام لایا کسی دوسرے کے ہاتھ پر، وَوَالَاهُ، اور اس کے ساتھ عقد موالات کر لیا، یعنی عقد موالات اس کے ساتھ کر رہا ہے اور اسلام کسی دوسرے کے ہاتھ پر لایا تھا، دونوں طرح درست ہے۔ تو کہتے ہیں: فَالْوَلَاءُ صَحِيحٌ، تو کہتے ہیں ولاء صحیح ہے، وَعَقْلُهُ عَلَى مَوْلَاهُ، اور اس شخص کا تاوان یعنی جرمانہ کس پر آئے گا؟ اس کے مولیٰ پر جس کے ساتھ اس نے کیا کیا ہے؟ عقد موالات کیا ہے بھئی۔ اسی بات پر تو عقد موالات ہوا ہے کہ اگر میں جنایت کروں گا تو جرمانہ اور ضمان کون دے گا؟ مولیٰ دے گا، اور البتہ وارث بھی پھر یہی بنے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو ولاء صحیح ہے، وَعَقْلُهُ عَلَى مَوْلَاهُ، اور اس کا تاوان یا ضمان جو ہوگا اس کے آقا پر آئے گا۔

اچھا بھئی صاحب قدوری نے ذکر کیا کوئی مسلمان ہو اور پھر عقد موالات کرے۔ بھئی کیا عقد موالات میں ضروری ہے کوئی مسلمان ہو پھر عقد موالات کرے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی نہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ عقد موالات وہی کر سکتا ہے جو نیا نیا مسلمان ہوا ہو، بلکہ کوئی بھی کر سکتا ہے۔ لیکن عموماً ہوتا ایسے ہی تھا کہ کون کیا کرتے تھے؟ جو نئے نئے اسلام لائے بھئی، کہیں سے آئے قبول کر لیا اسلام اب ان کے رشتے دار وغیرہ کسی کا پتہ ہی نہیں ہے، یا پتہ تو ہے لیکن وہ کافر ہیں، تو عقد موالات اس نے کر لیا ہے۔ تو اس قسم کے لوگ کیا کرتے تھے عقد موالات اس لیے یہ قید ذکر کی ورنہ یہ ضروری نہیں ہے بھئی۔ کہتے ہیں: فَإِنْ مَاتَ وَلَا وَارِثَ لَهُ فَمِيرَاثُهُ لِلْمَوْلَى، پس اگر یہ شخص مر گیا جس نے عقد موالات کیا تھا، وَلَا وَارِثَ لَهُ، اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے، فَمِيرَاثُهُ لِلْمَوْلَى، تو اس کی میراث کس کے لیے ہوگی؟ اس کے مولیٰ یعنی جس کے ساتھ عقد موالات کیا ہے۔ وَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ، اور اگر اس کا کوئی وارث ہے، فَهُوَ أَوْلَى مِنْهُ، تو وہ اس کے مولیٰ سے زیادہ اولیٰ ہے زیادہ حقدار ہے اس کو ملے گی۔ دیکھا ترتیب میں پھر دیکھو ذرا بھئی وہ جو میں نے وارثوں کی ترتیب لکھوائی تھی، مولیٰ موالات کا نمبر کہاں ہے؟ ساتواں نمبر ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اس سے پہلے پہلے ذوی الارحام بھی آگئے، عصبات نسبیہ بھی آگئے، ذوی الفروض بھی آ گئے، تو سارے رشتے دار پہلے آ چکے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی بھی نہ ہو کسی قسم کا کوئی رشتے دار پھر کس کو دیتے ہیں میراث؟ مولیٰ موالات، ورنہ انہی کو دے دیتے ہیں۔ یہی بات کہہ رہے ہیں کہتے ہیں: وَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ، اگر اس کا کوئی بھی وارث تھا، فَهُوَ أَوْلَى مِنْهُ، تو وہ مولیٰ موالات سے زیادہ حقدار ہے۔

وَلِلْمَوْلَى أَنْ يَنْتَقِلَ عَنْهُ بِوَلَائِهِ إِلَى غَيْرِهِ مَا لَمْ يَعْقِلْ عَنْهُ۔ اور آقا کے لیے جائز ہے، بھئی دیکھو ایک آدمی نے دوسرے کے ساتھ عقد موالات کر لیا، تو کیا اب اس عقد موالات کو کسی دوسرے آدمی کی طرف منتقل کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟ یا بس ایک دفعہ ہو گیا تو اب منتقل نہیں ہو سکتا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو اگر جس کے ساتھ عقد موالات کیا تھا اس نے ابھی اس کی طرف سے کوئی جرمانہ ادا نہیں کیا، کوئی جنایت اس نے نہیں کی اور اس نے ابھی اس کی طرف سے کوئی ادائیگی نہیں کی تو پھر منتقل کر سکتا ہے، کسی اور کے ساتھ عقد موالات کر سکتا ہے، اس کے ساتھ عقد موالات ختم کر دے اور دوسرے کے ساتھ کر لے۔ لیکن اگر وہ کیا کر چکا ہے؟ اس کی طرف سے کسی جنایت کی ادائیگی کر چکا ہے اب منتقل نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کیونکہ گویا اس نے اپنا عوض لے لیا اور اس کا عوض باقی ہے تو اب منتقل نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر ابھی اس نے اس کی طرف سے کوئی جرمانہ ادا نہیں کیا تو پھر منتقل کر سکتا ہے،

لیکن اس میں بھی ضروری ہے کہ اس کی موجودگی میں کرے یعنی اس کو پتہ ہو کہ میرے سے عقد موالات اس نے کیا کر دیا ہے؟ ختم کر کے عمرو کے ساتھ مثلاً کر لیا ہے، اس کا علم ضروری ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وَلِلْمَوْلٰی، اور آقا کے لیے، کون مولیٰ؟ یاد رکھیے دونوں ایک دوسرے کے مولیٰ ہیں، وہ نو مسلم بھی مولیٰ ہے لیکن یہ مولیٰ اسفل ہے، وہ دوسرا بھی مولیٰ ہے لیکن وہ مولیٰ اعلیٰ ہے۔ اب مولیٰ اسفل کیا کرنا چاہتا ہے؟ عقد موالات کو منتقل، یعنی وہ نو مسلم اب کیا کرنا چاہتا ہے؟ عقد موالات کو منتقل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے، أَنْ يَنْتَقِلَ عَنْهُ، کہ وہ کیا کرے؟ منتقل ہو، بِوَلَائِهِ، کس کے ساتھ؟ اپنی ولاء کے ساتھ، یعنی اپنی ولاء کو منتقل کر لے، إِلٰى غَيْرِهِ، کسی اور کی طرف، مَا لَمْ يَعْقِلْ عَنْهُ، جب تک اس نے اس کی طرف سے تاوان ادا نہ کیا ہو۔ فَإِذَا عَقَلَ عَنْهُ، جب اس نے اس کی طرف سے تاوان ادا کر دیا ہے، لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَتَحَوَّلَ بِوَلَائِهِ عَنْهُ إِلٰى غَيْرِهِ، تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ پھیر دے منتقل کر دے اس کی ولاء کو اس سے کسی اور کی طرف۔

وَلَيْسَ لِمَوْلَى الْعَتَاقَةِ أَنْ يُوَالِيَ أَحَدًا۔ اور جائز نہیں ہے مولا نا مولیٰ عتاقہ کے لیے أَنْ يُوَالِيَ أَحَدًا کہ وہ عقد موالات کرے کسی ایک کے ساتھ۔ بھئی یاد رکھیے بھئی میرا ایک غلام تھا میں نے اس کو آزاد کر دیا، تو اس کی ولاء کا حقدار کون؟ معتق، یعنی میں اس کی ولاء کا حقدار ہوں۔ اب یہ غلام بعد میں کیا کرنا چاہتا ہے؟ کسی آدمی کے ساتھ عقد موالات کرنا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ کسی کے ساتھ عقد موالات نہیں کر سکتا، کیونکہ عقد موالات میں کیا کہا جاتا ہے؟ کہ میرے مرنے کے بعد میری وراثت کے تم حقدار ہو، حالانکہ وراثت کا حقدار پہلے ہی کون ہو چکا ہے؟ معتق ہو چکا ہے، لہٰذا اب مولیٰ موالات حقدار نہیں بنے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنی ہے: وَلَيْسَ لِمَوْلَى الْعَتَاقَةِ، اور جائز نہیں ہے مولیٰ عتاقہ کے لیے، یعنی وہ غلام جو ہے وہ مراد ہے، کیونکہ وہاں بھی بھئی دونوں مولیٰ کہلاتے ہیں۔ دونوں کیا کہلاتے ہیں؟ مولیٰ۔ مُعْتِقٌ کو بھی مولیٰ کہتے ہیں مُعْتَقٌ کو بھی مولیٰ کہتے ہیں، البتہ مُعْتِقٌ ہوا مولیٰ اعلیٰ اور مُعْتَقٌ کون ہوا؟ مولیٰ اسفل۔ تو یہ دونوں مولیٰ عتاقہ ہوئے ایک دوسرے کے۔ وَلَيْسَ لِمَوْلَى الْعَتَاقَةِ، اور جائز نہیں ہے مولیٰ عتاقہ کے لیے، کون سا مولیٰ عتاقہ مراد ہے؟ مولیٰ اعلیٰ مراد ہے یا مولیٰ اسفل مراد ہے؟ مولیٰ اسفل یعنی مُعْتَقٌ مراد ہے، اس کے لیے جائز نہیں ہے أَنْ يُوَالِيَ أَحَدًا کہ وہ کیا کرے؟ عقد موالات کرے أَحَدًا کسی ایک کے ساتھ۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۲۹: کتاب الجنایات (۱): قتل کی پانچ اقسام (عمد، شبہِ عمد، خطا، ماأجریٰ مجری الخطا، قتل بسبب) کی تعریفات، آلات اور موجبات

متن و تشریحِ مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۵ مارچ ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْجِنَايَاتِ۔ الْقَتْلُ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ:عَمْدٌ، وَشِبْهُ عَمْدٍ، وَخَطَأٌ، وَمَا أُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَأِ، وَالْقَتْلُ بِسَبَبٍ۔ فَالْعَمْدُ مَا تُعَمِّدَ ضَرْبُهُ بِسِلَاحٍ أَوْ مَا أُجْرِيَ مَجْرَى السِّلَاحِ فِي تَفْرِيقِ الْأَجْزَاءِ، كَالْمُحَدَّدِ مِنَ الْخَشَبِ وَالْحَجَرِ وَالنَّارِ۔ وَمُوجَبُ ذَلِكَ الْمَأْثَمُ وَالْقَوَدُ إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ الْأَوْلِيَاءُ، وَلَا كَفَّارَةَ فِيهِ۔[۳۲۱]

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَالْعَمْدُ مَا تُعُمِّدَ ضَرْبُهُ بِسِلَاحٍ أَوْ مَا أُجْرِيَ مَجْرَى السِّلَاحِ فِي تَفْرِيقِ الْأَجْزَاءِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فالعمد:ما تعمد ضربه بسلاح أو ما أجزي مجرى السلاح في تفريق الأجزاء» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمُوجَبُ ذَلِكَ الْمَأْثَمُ وَالْقَوَدُ إِلَّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وموجب ذلك المأثم والقرد إلا» منقول ہے۔

[۳] جدول—قتل کی پانچ اقسام (عمد، شبہِ عمد، خطا، ماأجریٰ مجری الخطا، قتل بسبب) اور ان کے احکام کا جدول:

قسمِ قتل	تعریف و آلہ	موجبات و احکام (قصاص، دیت، کفارہ، حرمانِ ارث)
۱۔ قتلِ عمد	ایسے ہتھیار سے قصداً مارنا جو اعضاء کو کاٹ دے (تلوار، نیزہ، خنجر، آگ، دھاری دار پتھر یا لکڑی)	**موجب:** گناہِ کبیرہ + **قصاص** (الا یہ کہ اولیاء معاف کریں یا صلح کریں) + محرومیِ میراث؛ قتلِ عمد میں کفارہ نہیں ہے۔
۲۔ شبہِ عمد	ایسی چیز سے قصداً مارنا جو ہتھیار نہ ہو اور اعضا نہ کاٹے (امام اعظم: لاٹھی، چھوٹا پتھر، کوڑا، گھونسا؛ صاحبین: بڑا پتھر یا لکڑی ہتھیار کی طرح عمد ہے)	**موجب:** گناہ + **کفارہ** (قاتل کے ذمے) + **دیتِ مغلظہ عاقلہ پر** (۳ سال میں) + محرومیِ میراث؛ اس میں قصاص نہیں ہے۔
۳۔ قتلِ خطا	قصد میں خطا (شکار سمجھ کر تیر چلایا اور آدمی کو لگا) یا فعل میں خطا (نشانے پر تیر چلایا اور آدمی کو جا لگا)	**موجب: کفارہ** + **دیتِ مخففہ عاقلہ پر** (۳ سال میں) + محرومیِ میراث؛ آخرت کا گناہ نہیں۔
۴۔ ماأجریٰ مجری الخطا	سوتے ہوئے شخص کا کروٹ بدل کر کسی پر گر پڑنا جس سے وہ مر جائے	احکام میں بالکل **قتلِ خطا** کی طرح ہے (کفارہ + دیت عاقلہ پر + محرومیِ میراث)۔
۵۔ قتلِ بسبب	غیر مملوک راستے میں کنواں کھود دینا یا پتھر رکھ دینا جس میں گر کر کوئی ہلاک ہو جائے	**موجب:** صرف **دیت عاقلہ پر** واجب ہوتی ہے؛ نہ اس میں کفارہ ہے اور نہ یہ مانعِ میراث ہے۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْجِنَايَاتِ۔ جِنَايَاتٌ جمع ہے جِنَايَةٌ کی، اور عربی زبان میں جنایت کہتے ہیں جرم کو بھئی، نقصان کو، نقصان پہنچانا۔ لیکن فقہاء کی اصطلاح میں جنایت سے وہ نقصان مراد ہے جو نفس میں ہو یا اعضاء کے اندر ہو، یعنی اطراف میں۔ اطراف یعنی اعضاء کے اندر ہو بھئی، یہ جنایت کہلاتا ہے۔ نفس کے اندر جنایت کسی کو قتل کر دیا بھئی، اعضاء میں جنایت ہے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا، پاؤں کاٹ دیا، یہ جنایت کہلاتا ہے بھئی۔ معنی سمجھ میں آیا بھئی جنایت کا؟ عربی زبان میں جنایت کسے کہتے ہیں؟ جرم کو، لیکن اصطلاحِ فقہاء میں وہ جرم جو کس کے اندر ہو؟ نفس کے اندر یا اعضاء کے اندر ہو بھئی، اسے جنایت کہتے ہیں۔

تو کہتے ہیں، صاحبِ قدوری فرماتے ہیں بھئی: الْقَتْلُ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ، قتل پانچ قسم پر ہے بھئی۔ یہاں سے قتل کی وہ قسمیں بتلا رہے ہیں جس سے شرعی احکام متعلق ہیں، ورنہ قتل کے تو اور بھی طریقے ہیں، مثلاً کسی کو رجم کیا جاتا ہے، اس کو بھی رجم کے ذریعے قتل کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حربی ہے، اس کو بھی کیا کیا جاتا ہے؟ حربی بھی قتل کر دیا جائے، یا اسی طرح قصاص میں کسی کو قتل کر دیا جاتا ہے، تو وہ مراد نہیں بھئی۔ یہاں صرف وہ قتل بیان ہوں گے جس سے کیا متعلق ہیں؟ احکامِ شریعت متعلق ہیں، ان کی تفصیلات بیان کریں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں: الْقَتْلُ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ، قتل پانچ قسم پر ہے: عَمْدٌ، ایک قتلِ عمد ہے بھئی۔ وَشِبْهُ عَمْدٍ، دوسرا قتلِ شبہِ عمد ہے۔ وَخَطَأٌ، تیسرا قتلِ خطا ہے۔ وَمَا أُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَأِ، اور چوتھا وہ قتل جو قائم مقام خطا کے ہے بھئی۔ اور پانچواں ہے وَالْقَتْلُ بِسَبَبٍ، قتل بالسبب بھئی۔ تو قتل کتنی قسم پر ہوا؟ پانچ قسم پر: اول عمد، ثانی شبہِ عمد، ثالث خطا، رابع قائم مقام خطا، اور خامس قتل بالسبب بھئی۔

تو یاد رکھیے جس طرح قتل پانچ قسم پر ہیں، اسی طرح وہ احکام جو قتل سے متعلقہ ہیں وہ بھی پانچ قسم پر ہیں بھئی۔ دیکھیے یہ آپ کے حاشیہ نمبر دو میں ہوں گے بھئی۔ حاشیہ دیکھیے، جہاں باب شروع ہو رہا ہے حاشیے کا نمبر دیا ہو گا اس کے مطابق دیکھ لیجیے آپ کی کتاب میں جو ہے: قَوْلُهُ الْقَتْلُ أَرَادَ بِهِ الْقَتْلَ الَّذِي تَتَعَلَّقُ بِهِ الْأَحْكَامُ مِنَ الْقِصَاصِ وَالدِّيَةِ وَالْكَفَّارَةِ وَحِرْمَانِ الْإِرْثِ وَالْإِثْمِ۔ مل گئے بھئی؟ یہ پانچ ہیں دیکھو، پانچ احکام متعلق ہیں قتل سے: نمبر ایک ہے قصاص، نمبر دو ہے دیت، نمبر تین ہے کفارہ، نمبر چار ہے حِرْمَانُ الْإِرْثِ بھئی یعنی وراثت سے محروم ہونا، اور پانچواں حکم ہے إِثْمٌ یعنی گناہ ہو گا، قتل کا گناہ بھئی۔ تو قتل بھی پانچ قسم پر اور قتل سے متعلقہ احکام بھی کتنی قسم پر؟ پانچ قسم پر ہیں بھئی۔

پہلا کیا حکم ذکر ہوا؟ قصاص ہے بھئی، کہ قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا۔ دوسرا حکم کیا ہے؟ دیت ہے مولانا، دیت۔ دیت بھئی کہتے ہیں جو مالی جرمانہ نفس کی وجہ سے، نفس کا بدل جو مالی جرمانہ ادا کیا جاتا ہے وہ دیت کہلاتا ہے مولانا۔ نفس کا بدل جو مالی جرمانہ ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ دیت بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کسی نے دوسرے کو غلطی سے قتل کر دیا بھئی، تو اس کو دیت دینا پڑے گی بھئی۔ اور دیت دراہم سے ادا کرنا چاہے تو دس ہزار درہم ہیں مولانا۔ تفصیل آگے آجائے گی باب کے اندر بھئی، كِتَابُ الدِّيَاتِ اگلا باب آرہا ہے اس میں تفصیل آجائے گی بھئی۔ دس ہزار دراہم ہوں گے، یا اگر دینار دینا چاہتا ہے تو ایک ہزار دینار، اور اونٹ ہیں تو سو اونٹ دینے پڑیں گے بھئی۔ تفصیل آگے آجائے گی۔

تیسری چیز آپ نے کیا پڑھی؟ حکم کیا ہے قتل کا؟ کفارہ۔ یاد رکھیے بھئی قتل کا کفارہ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ہے بھئی، کسی مسلمان غلام کو آزاد کرنا۔ اور اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر دو ماہ کے لگاتار روزے ہیں بھئی۔ کتنے روزے ہیں؟ دو ماہ کے لگاتار روزے۔ یہ ہے کفارہ مولانا۔ اول تو کیا ہے؟ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ، اگر وہ نہ ہو تو پھر کتنے ماہ کے؟ دو ماہ کے لگاتار روزے ہیں، مسلسل دو ماہ کے روزے ہیں بھئی۔ اس میں إِطْعَامُ طَعَامٍ جائز نہیں ہے بھئی کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا جاتا ہے، کیونکہ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر نہیں آتا بھئی، إِطْعَامُ طَعَامٍ کا ذکر نہیں آتا۔ تو اس میں صرف تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ہے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا پڑیں گے، یہ ہے کفارۂ قتل۔

حِرْمَانُ الْإِرْثِ، اگلا حکم کیا بیان ہوا؟ حِرْمَانُ الْإِرْثِ، وراثت سے محروم ہونا۔ یاد رکھیے جب ایک شخص مرتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد جو مال وہ چھوڑ جاتا ہے، وہ کفن دفن، قرضے وغیرہ ادا کرنے کے بعد باقی مال کس میں تقسیم ہوتا ہے؟ وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ ورثہ ہے۔ تو جن میں تقسیم ہو گا وہ کیا کہلاتے ہیں؟ وارث۔ اور وہ جو شخص مرا ہے جس نے یہ ورثہ چھوڑا ہے اس کو کہتے ہیں مورث۔ جن میں مال تقسیم ہو گا وہ کون ہیں؟ وارث، اور جس نے مال چھوڑا وہ کون ہے؟ مورث، یعنی وہ جو مر گیا بھئی، وہ میت بھئی۔ تو یاد رکھنا اگر وارث نے مورث کو قتل کیا بھئی، مورث مر گیا لیکن اسے قتل کس نے کیا؟ وارث نے، مثلاً بھئی اسی کے بیٹے نے اس کو قتل کیا ہے، تو یاد رکھو اس صورت میں وہ وراثت سے محروم رہے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وراثت

سے محروم رہے گا۔ تہمت کی وجہ سے مولانا، کہ ہو سکتا ہے شاید اس نے اسی لیے قتل کیا ہو تا کہ یہ مرے گا تو پھر مجھے اس کا مال حاصل ہو گا۔ تو اب حکم جاری ہو گیا شریعت کا کہ وارث نے ہی مورث کو قتل کیا ہے، اب یہ وراثت سے محروم رہے گا۔ عام کسی اور دوسرے کو قتل کر دے، مورث کے علاوہ کسی اور کو قتل کیا، پھر حرمانِ میراث نہیں آئے گا یاد رکھنا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ زید نے بکر کو قتل کر دیا، بکر اس کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے، زید اس کا وارث نہیں بنتا، تو باقی احکام تو آئیں گے لیکن حرمانِ میراث نہیں آئے گا۔ اب زید کے والد کا انتقال ہوتا ہے، آپ کہیں بھئی زید تو قاتل ہے، اس کا تو حکم ہم نے قدوری میں کیا پڑھا تھا؟ حرمانِ میراث، میراث سے کیا رہے گا؟ محروم رہے گا۔ لیکن بھئی ہر قتل پہ وراثت سے محروم نہیں رہتا، صرف اس صورت میں محروم رہتا ہے جب وہ کس کو قتل کر دے؟ مورث کو قتل کیا ہو۔ یہ بات یاد رہے گی بھئی؟ یہ یاد رکھنا بھئی۔

اور پانچواں حکم ہے إِثْمٌ، گناہ کا ہو گا مولانا، قتل کا گناہ ہو گا بھئی۔ تو یہ پانچ ہیں مولانا۔ اب مختلف قتل کی پانچ قسمیں بیان ہوئیں اور اس کے احکام بھی پانچ ہیں، تو یہ نہیں کہ ہر ایک میں یہ پانچوں حکم جاری ہوں گے، بعضوں میں کچھ احکام جاری ہوں گے اور بعضوں میں کچھ احکام جاری ہوں گے بھئی۔ تفصیل کتاب میں آجائے گی بھئی۔

اچھا بھئی، تفصیل آئے گی لیکن اس سے پہلے ایک ضابطہ یاد رکھنا بھئی۔ یاد رکھو ہر وہ قتل جس میں قصاص یا کفارہ آئے، تو وہاں حرمانِ میراث کا حکم آئے گا ورنہ نہیں۔ تو اس میں حرمانِ میراث کا حکم آئے گا، میراث نہیں ملے گی اسے بھئی۔ ضابطہ لکھ لیا بھئی؟ حرمانِ میراث کا حکم کہاں آئے گا؟ ہر وہ قتل جس میں قصاص آتا ہو یا کفارہ آتا ہو۔ تو اب صاحبِ قدوری ذکر نہیں کریں گے کہ کہاں پر حرمانِ میراث ہے کہاں پر حرمانِ میراث نہیں۔ آپ خود دیکھ لینا، اس قتل کا حکم اگر قصاص آرہا ہے تو پھر وہاں کیا ہو گا؟ حرمانِ میراث، یا اس قتل کا حکم کیا آرہا ہے؟ کفارہ آرہا ہے تو وہاں کیا ہو گا؟ حرمانِ میراث ہو گا ورنہ نہیں۔ اور یہ تو میں نے بتلا ہی دیا کہ حرمانِ میراث ہر صورت میں نہیں آئے گا، صرف کس صورت میں آئے گا؟ جب مورث کو کیا کیا ہو؟ قتل کیا ہو، پھر حرمانِ میراث آئے گا مولانا۔ یہ بات بار بار بیان نہیں ہو گی، بس آپ یاد رکھنا بھئی۔

اب دیکھیے تفصیل بیان کرتے ہیں صاحبِ قدوری۔ پانچ اقسام بتا دیں مولانا، اب بتلانے لگے ہیں قتلِ عمد کسے کہتے ہیں۔ کہتے ہیں: فَالْعَمْدُ مَا تُعُمِّدَ ضَرْبُهُ بِسِلَاحٍ أَوْ مَا أُجْرِيَ مَجْرَى السِّلَاحِ فِي تَفْرِيقِ الْأَجْزَاءِ۔ یاد رکھیے قتلِ عمد اسے کہتے ہیں کہ کسی کو قتل کیا جائے اور قتل بھی ہو آلۂ قتل کے ذریعے، جس چیز کے ذریعے قتل کیا جاتا ہے اس کے ذریعے قتل کر دے دوسرے کو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اس کے ذریعے قتل کیا، یعنی جو بنا ہی یوں سمجھو قتل کے لیے ایک لحاظ سے۔ لہٰذا مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو تلوار سے قتل کیا، تو دیکھو تلوار کیا ہے؟ آلۂ قتل ہے، اگر یہ کسی کو ماری جائے وہ بچے گا نہیں بھئی۔ اسی طرح کسی نے دوسرے کو گولی سے قتل کیا، گولی بھی مولانا کیا ہے؟ بندوق کے ذریعے مارا، یہ بھی کیا ہے؟ آلۂ قتل ہے۔ اسی طرح خنجر ہے مولانا، خنجر بھی کیا ہے؟ آلۂ قتل۔ اسی طرح سوا، سوا جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ ہاں، یہ بھی دیکھو اس سے کوئی مار دے کسی کو، بچے گا وہ بھئی؟ نہیں بھئی۔ تو یہ جو بھی ایسی چیز کہ جس کے مارنے کے بعد دوسرے کا بچنا مشکل ہے وہ آلۂ قتل ہے بھئی۔ یا یوں کہو آسان لفظوں میں جو بنا ہی کس کے لیے ہے؟ قتل کے لیے بنا ہے بھئی، چاہے وہ قتل کے لیے بنا ہے یا اس کے قائم مقام ہے، اس جیسا ہی کام کرتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: فَالْعَمْدُ مَا تُعُمِّدَ ضَرْبُهُ بِسِلَاحٍ، پس قتلِ عمد وہ قتل ہے کہ ارادہ کیا گیا ہو اس کے مارنے کا بِسِلَاحٍ کس کے ذریعے؟ اسلحے کے ذریعے، أَوْ مَا أُجْرِيَ مَجْرَى السِّلَاحِ یا جو قائم مقام ہو اسلحے کے فِي تَفْرِيقِ الْأَجْزَاءِ اجزاء کے تقسیم کرنے میں، ٹکڑے کرنے میں بھئی، اس کے ذریعے اعضاء کیا ہو جاتے ہیں؟ ٹکڑے ہو جاتے ہیں، کٹ جاتے ہیں مولانا۔ كَالْمُحَدَّدِ مِنَ الْخَشَبِ، اب دیکھیے خود بتلا رہے ہیں: كَالْمُحَدَّدِ مِنَ الْخَشَبِ جیسے کہ دھار والی بھئی مِنَ الْخَشَبِ لکڑی میں سے۔ بھئی لکڑی کو اگر کنارہ چھیل دیا جائے بھئی وہ کتنی خطرناک بن جاتی ہے، کسی کو ماری جائے تو وہ بچے گا نہیں بھئی، نوک دار ہو گئی، تیز دھار والی ہو گئی بھئی۔ مُحَدَّدٌ کا معنی ہے دھار والی بھئی۔ مِنَ الْخَشَبِ لکڑی میں سے، وَالْحَجَرِ اور پتھر بھئی۔ پتھر بھی اگر مولانا باریکی سے کنارے سے ٹوٹا ہوا ہو تو وہ بھی خنجر سے کم کام نہیں کرتا بھئی، اس کے ذریعے بھی کیا کیا جا سکتا ہے؟ دوسرے کو قتل کیا جا سکتا ہے بھئی۔ وَالنَّارِ اسی طرح آگ ہے مولانا، آگ میں بھی کسی کو پھینک دیا تو یہ بھی کیا ہے؟ قتلِ عمد ہے بھئی، کیونکہ بچے گا نہیں بھئی۔ تو سمجھ میں آیا؟ تو اسلحے کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جو قائم مقام اسلحے کے ہے، اسلحے جیسا کام جو چیز کرتی ہے کہ اس سے انسان بچتا نہیں ہے، وہ ساری اس میں آگئیں بھئی۔ اس لیے صاحبِ قدوری نے کہا اسلحہ ہو یا قائم مقامِ اسلحہ ہو بھئی۔

وَمُوجَبُ ذَلِكَ الْمَأْثَمُ، اب حکم بیان کرنے لگے ہیں۔ وَمُوجَبُ کہتے ہیں مقتضیٰ کو بھئی، یعنی یہ قتل ان احکام کا تقاضا کرے گا، یہ احکام اس سے ثابت

ہوں گے۔ مقتضیٰ وہ چیز جس کا تقاضا کیا جائے۔ وَمُوجَبُ ذَلِكَ اور اس قتل کا مقتضیٰ جو ہے الْمَأْثَمُ گناہ ہو گا مولانا، کون سا گناہ؟ قتل کا۔ وَالْقَوَدُ، یاد رکھیے قَوَدٌ اور قِصَاصٌ کا ایک معنی ہے۔ قَوَدٌ کا لفظ بار بار استعمال ہو گا، یاد رکھنا قَوَدٌ کا کیا معنی ہے؟ قصاص۔ وَمُوجَبُ ذَلِكَ الْمَأْثَمُ وَالْقَوَدُ اور مقتضیٰ اس قتل کا یعنی قتلِ عمد کا مَأْثَمٌ گناہ ہے وَالْقَوَدُ اور قصاص ہے بھئی۔ اور تیسرا حکم آپ کو خود بخود پتہ چل گیا، تیسرا کیا حکم آ گیا یہاں؟ حرمانِ میراث۔ قصاص آیا یا نہیں آیا؟ اور جہاں بھی قصاص یا کفارہ آئے گا وہاں کیا آ جائے گا؟ حرمانِ میراث بھی آئے گا بشرطیکہ وارث نے کس کو قتل کیا ہو؟ مورث کو، ورنہ نہیں۔ تو بس وہ ضابطہ یاد رکھنا، اور آسان لفظوں میں یوں کہیں اس قتل کے دو حکم ہیں مولانا، قتلِ عمد کے دو حکم ہیں: ایک گناہ ہے اور دوسرا قصاص ہے۔

إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ الْأَوْلِيَاءُ، مگر یہ کہ اولیائے مقتول جو ہیں وہ معاف کر دیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا جان بوجھ کر اسلحے کے ذریعے، تو اب مقتول کے ورثاء کا حق ہے، وہ اس کو قصاصاً کیا کر سکتے ہیں؟ قتل کروا سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ انہی کا حق ہے، وہ چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو قتلِ عمد کے کتنے حکم بیان ہوئے؟ دو۔ کون کون سے؟ ایک گناہ اور دوسرا قصاص۔ لیکن یاد رکھیے اس میں صلح بھی پھر جائز ہے بھئی۔ قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا، لیکن قاتل کیا کر لیتا ہے؟ مقتول کے ورثاء سے صلح کر لیتا ہے کہ بھئی میں آپ کو اتنا مال دے دیتا ہوں آپ مجھے قتل نہ کروائیں۔ تو سمجھ میں آیا؟ تو صلح میں یہ قصاص صلح کی صورت میں مال بن جائے گا، یعنی اب مال دینا پڑے گا جس پر بھی صلح ہو جائے۔ اور یہ تھوڑا بھی ہو سکتا ہے مال، زیادہ بھی، جتنا مرضی ہو جائے مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ دیت تو ہے سو اونٹ، تو اس میں سو اونٹ ہونا ضروری نہیں، جتنے پہ مرضی صلح ہو جائے، یہ آپس کا ان کا معاملہ ہے، تو چاہے سو اونٹوں پر راضی ہو جائیں، چاہے دو سو اونٹوں پر راضی ہوں، چاہے پانچ سو اونٹوں پر راضی ہوں، چاہے اس سے کم پر، یا ان کی قیمت یا اس کے برابر پیسے یا کسی اور چیز پر بھی راضی ہو جائیں بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو قصاص میں صلح بھی کر سکتے ہیں بھئی، اور چاہیں تو بالکل ہی معاف کر دیں، یہی بیان کر رہے ہیں: إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ الْأَوْلِيَاءُ مگر یہ کہ اولیاء اس کے جو ہیں مقتول کے وہ معاف کر دیں۔ وَلَا كَفَّارَةَ فِيهِ، اور اس قتل میں کفارہ نہیں ہے، قتلِ عمد میں کفارہ نہیں ہے۔

وَشِبْهُ الْعَمْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْ يَتَعَمَّدَ الضَّرْبَ بِمَا لَيْسَ بِسِلَاحٍ وَلَا مَا أُجْرِيَ مَجْرَاهُ، اور شبہِ عمد امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ ارادہ کرے مارنے کا بِمَا ایسی چیز کے ساتھ لَيْسَ بِسِلَاحٍ جو اسلحہ نہ ہو وَلَا مَا أُجْرِيَ مَجْرَاهُ اور نہ اس کا قائم مقام ہو۔ یہ امام صاحب فرماتے ہیں۔ تو قتلِ عمد کس کو کہتے تھے؟ جس میں قتل کس کے ذریعے کیا جائے؟ اسلحہ یا قائم مقامِ اسلحہ، اور قتلِ شبہِ عمد کس کو کہتے ہیں؟ جس میں اسلحہ یا قائم مقامِ اسلحہ سے قتل نہ ہو۔

وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِذَا ضَرَبَهُ بِحَجَرٍ عَظِيمٍ أَوْ بِخَشَبَةٍ عَظِيمَةٍ فَهُوَ عَمْدٌ، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب مارا اس کو بڑے پتھر کے ساتھ أَوْ بِخَشَبَةٍ عَظِيمَةٍ یا بڑی لکڑی کے ساتھ، بڑی لکڑی ماری یا بڑا پتھر مارا، فَهُوَ عَمْدٌ تو یہ بھی کیا ہے؟ عمد ہے بھئی۔ وَشِبْهُ الْعَمْدِ، یہ صاحبین کی بات چل رہی ہے، امام صاحب نے تو بتلا دیا شبہِ عمد کس کو کہتے تھے کہ جس میں اسلحہ یا قائم مقامِ اسلحہ استعمال نہ ہو۔ صاحبین فرماتے ہیں: وَشِبْهُ الْعَمْدِ أَنْ يَتَعَمَّدَ ضَرْبَهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ بِهِ غَالِبًا، شبہِ عمد یہ ہے کہ ارادہ کیا جائے اس کو مارنے کا بِمَا ایسی چیز کے ساتھ لَا يُقْتَلُ بِهِ غَالِبًا کہ قتل نہیں کیا جاتا اس کے ذریعے غالباً، عموماً اس چیز کے ذریعے قتل نہیں کیا جاتا بھئی۔[۴]

لہٰذا ایک آدمی دوسرے کو لاٹھیاں مار مار کر قتل کر دیتا ہے، جی یہ کون سا قتل ہو گا؟ ہاں، یہ امام صاحب کے نزدیک بھی شبہِ عمد ہے، صاحبین کے نزدیک بھی کیا ہے؟ شبہِ عمد ہے۔ اس لیے کیونکہ لاٹھی نہ اسلحہ ہے اور نہ قائم مقامِ اسلحہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو امام صاحب کے نزدیک یہ عمد نہیں ہے، شبہِ عمد ہے۔ اور صاحبین نے کیا کہا تھا شبہِ عمد کس کو کہتے ہیں؟ ایسی چیز سے قتل کرنا جس کے ذریعے عموماً قتل نہ کیا جائے، تو لاٹھی کے ذریعے تو عموماً قتل نہیں کیا جاتا۔ ہاں البتہ بڑا پتھر اٹھا کر کسی کو مارا یا بڑی لکڑی مولانا، خوب موٹے ڈنڈے سے کسی کو مارا بھئی سر پر اور وہ مر گیا، امام صاحب کے نزدیک مولانا یہ کیا ہے؟ شبہِ عمد، البتہ صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ یہ عمد ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ شبہِ عمد ہے۔

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا ضَرَبَهُ بِحَجَرٍ عَظِيمٍ أَوْ بِخَشَبَةٍ عَظِيمَةٍ فَهُوَ عَمْدٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا ضربه بحجر عظيم أو خشبة عظيمة فهو عمد» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَتَعَمَّدَ ضَرْبَهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ بِهِ غَالِبًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يتعمد ضربه بما لا يقتل غالبا» منقول ہے۔

وَمُوجَبُ ذَلِكَ عَلَى الْقَوْلَيْنِ الْمَأْثَمُ وَالْكَفَّارَةُ، وَلَا قَوَدَ فِيهِ، وَفِيهِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ، اور مقتضیٰ اس قتل کا یعنی شبہِ عمد کا عَلَى الْقَوْلَيْنِ دونوں قولوں پر، یعنی اختلافِ قولین پر جہاں بعض کہتے ہیں یہ شبہِ عمد ہے بعض کہتے ہیں شبہِ عمد نہیں، تو جہاں شبہِ عمد ہو تو دونوں کے نزدیک وہاں کیا ہو گا؟ الْمَأْثَمُ گناہ ہو گا مولانا، وَالْكَفَّارَةُ اور کفارہ آئے گا۔ کیا کفارہ ہو گا؟ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ، ہاں مومنہ گردن کا آزاد کرنا، یعنی مسلمان غلام کو آزاد کرنا پڑے گا، غلام یا باندی ہو، یا پھر کیا کرے؟ یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے بھئی۔ وَلَا قَوَدَ فِيهِ اور اس میں قصاص نہیں ہے، وَفِيهِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ اور اس میں دیتِ مغلظہ ہے۔ دیت کس کو کہتے تھے بھئی؟ وہ مال جو نفس کے بدلے میں شریعت نے مقرر کیا ہے بھئی۔ کتنے اونٹ ہیں؟ سو اونٹ ہیں مولانا۔ اور یہ پھر یاد رکھنا دو قسم پر ہے: ایک دیتِ مغلظہ ہے، ایک دیتِ مخففہ ہے۔ تفصیل اگلے باب میں آجائے گی، بس اتنا یاد رکھیں ابھی کہ دیتِ مغلظہ کے اندر چار قسم کے اونٹ آتے ہیں اور دیتِ مخففہ میں پانچ قسم کے اونٹ دیے جاتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ ان کی قیمت ان سے کم ہو جاتی ہے بھئی تھوڑی۔ تو دیت کتنی قسم پر ہے؟ دو قسم پر: ایک دیتِ مغلظہ اور ایک دیتِ مخففہ بھئی۔ تو دیتِ مخففہ قتلِ خطا میں آئے گی مولانا، یا قتل بالسبب میں، البتہ قتلِ شبہِ عمد میں دیتِ مغلظہ آئے گی بھئی۔

اچھا بھئی، وَفِيهِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ اور اس قتلِ شبہِ عمد کے اندر دیتِ مغلظہ آئے گی عَلَى الْعَاقِلَةِ کس پر؟ عاقلہ پر بھئی۔ عاقلہ کی آگے تفصیل آجائے گی، آسان لفظوں میں فی الحال یوں یاد رکھیں کہ اس کی قوم والے، سمجھ میں آیا بھئی؟ اس کی قوم والے۔ تو دیت صرف اسی شخص پر نہیں آتی جس نے قتل کیا ہے بلکہ اس کی ساری قوم پر آئے گی بھئی، اور یاد رکھنا ایک دم بھی نہیں ادا کی جائے گی بلکہ تین سال کے عرصے میں تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کی جائے گی۔ تو آسانی آگئی یا نہیں آگئی مولانا؟ پوری قوم پہ ہو اور کتنے عرصے میں ہو؟ تین سال میں بھئی، تو ہر شخص پہ بڑا ہی معمولی حصہ آئے گا، آرام سے ادا کی جا سکتی ہے بھئی۔ اسلامی نظام آجائے مولانا، قتل و غارت میں بہت حد تک کمی آجائے گی ہاں بلکہ بالکل ختم ہو جائے گا اگر پورا کامل طریقے سے آجائے بھئی۔ تو اس میں دیتِ مغلظہ آئے گی عاقلہ پر، یعنی قوم والوں پر، رشتہ داروں پر۔

اچھا، اب آپ بتائیے مولانا کتنے احکام ہیں اس قتل کے؟ تین احکام ہیں مولانا: مَأْثَمٌ گناہ ہو گا، کفارہ بھی آئے گا، اور دیتِ مغلظہ بھی آئے گی۔ اور اب آپ مجھے بتائیے چوتھا حکم حرمانِ میراث آئے گا یا نہیں آئے گا؟ ہاں وہ تو بات طے ہے اگر وارث نے مورث کو قتل کیا ہو تب ہی آئے گا ہر جگہ نہیں، لیکن اگر کیا ہو پھر حرمانِ میراث آئے گا یا نہیں آئے گا؟ آئے گا۔ کیسے پتہ چلا آپ کو؟ کفارہ آرہا ہے، شاباش! کفارہ آرہا ہے تو اب اگر ایسی صورت پیدا ہوئی کہ قتل ہے شبہِ عمد اور قتل کیا ہے وارث نے مورث کو، تو اس میں تو کفارہ آتا ہے، معلوم ہوا حرمانِ میراث بھی آئے گا بھئی۔ تو معلوم ہوا چار ہو گئے حکم اس قتل کے، چار احکام بھئی۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ فقہائے کرام نے دو قسمیں کیوں کر دیں: ایک عمد اور ایک شبہِ عمد؟ دونوں کو فقہاء نے الگ الگ کیوں کر دیا؟ ایک آدمی جب دوسرے کو قتل کرے تو اس قاتل کو بھی قصاصاً قتل کرنا چاہیے، چاہے کسی اسلحے سے تلوار، خنجر یا گولی سے قتل کرے، چاہے وہ لاٹھیاں مار مار کے قتل کرے، قتل تو اس نے کیا ہے تو کیا ہونا چاہیے؟ قصاص لینا چاہیے۔ لیکن فقہائے کرام نے تقسیم کر دی کہ نہیں بھئی، دو قسم پر ہے یہ عمد: ایک عمد ہے، ایک شبہِ عمد ہے۔ عمد کے اندر قصاص ہے، شبہِ عمد جس میں لاٹھیاں وغیرہ سے مارا اس کے اندر قصاص نہیں۔ سوال سمجھ میں آیا بھئی؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے بھئی یہ فرق کیوں کیا فقہائے کرام نے؟ ہونا تو دونوں پہ قصاص چاہیے، دونوں نے جان بوجھ کر ایک جان لی ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں بھئی کہ جب کوئی شخص دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کرے تو وہاں قصاص آیا کرتا ہے۔ ضابطہ کیا ہے؟ جب کوئی دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کرے تو وہاں کیا آیا کرتا ہے؟ قصاص آیا کرتا ہے۔ تو آپ کی بات ٹھیک ہے، جان بوجھ کر چاہے لاٹھیوں سے قتل کرے چاہے تلوار سے قتل کرے کیا آنا چاہیے؟ قصاص۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ جان بوجھ کر قتل کرنا اس کا ہمیں پتہ نہیں چل سکتا، یہ تو دل کی بات ہے کہ اس شخص کا ارادہ قتل کا تھا یا ارادہ قتل کا نہیں تھا۔ یہ تو دل کی بات ہے کہ پتہ نہیں یہ جب مار رہا ہے اس کے قتل کا ارادہ ہے یا ویسے ہی مارنا چاہتا ہے اس کو بھئی، اور اس پر کوئی بھی مطلع نہیں ہو سکتا۔ قاتل تو ہمیشہ انکار ہی کرے گا بھئی، وہ تو کہے گا میرا قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ تو یہ تو ایک دل کی بات ہے، اس کا پتہ بھی نہیں چل سکتا کہ اس کا ارادہ واقعی قتل کرنے کا تھا یا قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ تو اس لیے اب ارادے کا چونکہ پتہ نہیں چل سکتا تو ہم نے اسلحہ یا قائم مقامِ اسلحہ کی قید لگا دی، کہ اگر اسلحے یا قائم مقامِ اسلحے سے مارا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اس کو قتل ہی کرنا چاہتا تھا۔ تلوار ماری، خنجر مارا، یا گولی چلائی اس پر، معلوم ہوا یہ کرنا ہی کیا چاہتا تھا؟ قتل۔ کس کے ذریعے پتہ چلا؟ اسلحے کے استعمال سے پتہ چلا، کیونکہ اسلحہ بنا ہی کس لیے ہے؟ قتل کے لیے بنا ہے، اس سے کوئی دوسرا بچتا ہی نہیں ہے، تو یہ اسلحے سے مار

رہا ہے تو لازمی بات ہے اس کا ارادہ بھی کیا ہے؟ اس کو قتل کرنے کا ارادہ ہے۔ جبکہ اس کے بجائے اگر لاٹھی وغیرہ سے مارتا ہے تو اب اسے عمد نہیں کہیں گے بلکہ کیا کہیں گے؟ شبہِ عمد، کیونکہ وہاں پتہ نہیں، ہو سکتا ہے یہ اس کی پٹائی کر رہا ہو ویسے ہی، سمجھ میں آیا؟ اور کوئی لاٹھی زوردار اس کو لگی کسی نازک حصے پر اور اس کا انتقال ہو گیا بھئی۔

تو لہٰذا اس لیے فقہائے کرام نے دو قسمیں بنا دیں بھئی: ایک کون سی؟ عمد، اور ایک شبہِ عمد۔ کیونکہ قتل جب جان بوجھ کر کوئی کرے تو وہاں قصاص آیا کرتا ہے، لیکن جان بوجھ کر قتل کیا ہے یا قتل نہیں کیا اس کا پتہ نہیں چل سکتا، تعلق دل سے ہے، تو اب پتہ ہم کس کے ذریعے چلائیں گے؟ کہ کس چیز کے ذریعے مارا ہے۔ اگر اس نے اسلحے یا قائم مقامِ اسلحے سے مارا ہے، معلوم ہوا اس کی نیت بھی اس کو قتل ہی کرنے کی تھی۔ لیکن اگر اس کے بجائے کسی اور چیز سے مارا ہے جس کے ذریعے عموماً قتل نہیں کیا جاتا، معلوم ہوا اس کی نیت قتل کی نہیں تھی بھئی۔ تو اب اس پر ہم یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ اس نے جان بوجھ کر اس کو قتل کیا ہے بھئی، تو اسے ہم شبہِ عمد کہیں گے اور اس میں پھر قصاص نہیں آئے گا بلکہ کیا آجائے گی؟ دیتِ مغلظہ آجائے گی۔ بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَالْخَطَأُ عَلَى وَجْهَيْنِ، اور قتلِ خطا دو قسم پر ہے مولانا۔ یاد رکھیے قتلِ خطا دو قسم پر ہے: کبھی فعل میں غلطی ہو گی، کبھی ارادے میں غلطی ہو گی بھئی۔ ارادے میں غلطی بھئی کیسے؟ بھئی آپ کو دور سے شکار نظر آیا جنگل میں حرکت کرتا ہوا، آپ نے فوراً تیر چلایا مولانا، تیر شکار کو لگا، قریب پہنچے دیکھا ایک آدمی مرا پڑا ہے۔ تو دیکھو آپ کا ارادہ نہیں تھا اس آدمی کو مارنے کا، آپ کا ارادہ تو کس کا تھا؟ شکار کو مارنے کا۔ تو یہ غلطی سے قتل ہوا اور غلطی کس میں ہے؟ ارادے کے اندر۔ تو یہ قتلِ خطا ہے اور خَطَأٌ فِي الْقَصْدِ ہے، ارادے میں۔ دوسرا ہے خَطَأٌ فِي الْفِعْلِ، فعل کے اندر غلطی ہو جائے۔ کیسے؟ بھئی سامنے نشانہ بازی ہو رہی ہے، سامنے نشانہ لگا ہوا ہے، آپ نے تیر چلایا نشانے پر، سمجھ میں آیا؟ اور غلطی سے کمان آپ سے ہلی اور ایک طرف ایک شخص بیٹھا ہوا تھا تیر اس کو جا لگا۔ سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو تیر اب اس شخص کو جا لگا اور وہ مر گیا، تو یہ قتل ہوا خَطَأً، لیکن خطا کس میں ہے؟ ارادے میں ہے یا فعل میں؟ فعل میں خطا ہوئی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو پہلے کے اندر تو مارا ہی اسی چیز کو تھا البتہ سمجھ یہ رہا تھا شاید یہ شکار ہے، دوسرے میں اس چیز کو مارا نہیں ہے بلکہ مار کسی اور چیز کو رہا تھا اور لگا کسی اور انسان کو جا کر لگا بھئی۔ تو خطا کتنی قسم پر؟ خَطَأٌ فِي الْقَصْدِ اور خَطَأٌ فِي الْفِعْلِ بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَالْخَطَأُ عَلَى وَجْهَيْنِ، خطا دو قسم پر ہے: خَطَأٌ فِي الْقَصْدِ، ایک خَطَأٌ فِي الْقَصْدِ ہے، وَهُوَ أَنْ يَرْمِيَ شَخْصًا يَظُنُّهُ صَيْدًا فَإِذَا هُوَ آدَمِيٌّ، اور وہ یہ کہ تیر مارا کسی ایسے شخص کو يَظُنُّهُ صَيْدًا جسے وہ شکار سمجھ رہا تھا فَإِذَا هُوَ آدَمِيٌّ پس اچانک وہ آدمی تھا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وَخَطَأٌ فِي الْفِعْلِ، اور دوسری صورت کیا ہے؟ خَطَأٌ فِي الْفِعْلِ ہے، وَهُوَ أَنْ يَرْمِيَ غَرَضًا فَيُصِيبَ آدَمِيًّا، اور وہ یہ کہ تیر مارا، غَرَضٌ کہتے ہیں نشانے کو بھئی، تیر مارا نشانے کو فَيُصِيبَ آدَمِيًّا پس وہ لگ گیا کسی آدمی کو بھئی۔

وَمُوجَبُ ذَلِكَ، اور مقتضیٰ اس قتل کا یعنی حکم اس قتل کا الْكَفَّارَةُ کفارہ ہے وَالدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ اور دیت ہے کس پر؟ عاقلہ پر یعنی قوم والوں پر۔ دیت کون سی آئے گی؟ مغلظہ یا مخففہ؟ بھئی پہلی میں مغلظہ کی قید تھی، یہاں پر قید نہیں، معلوم ہوا یہاں کون سی دیت آئے گی؟ مخففہ آئے گی۔ اور دیت آئے گی عاقلہ پر، وَلَا مَأْثَمَ فِيهِ اور اس میں گناہ نہیں ہے۔ گناہ بھی نہیں ہے، کیا معنی؟ معنی یہ ہے قتل کا گناہ نہیں ہے، ہاں بے احتیاطی کا گناہ ہو گا، احتیاط کیوں نہیں کی آپ نے؟ آپ کی وجہ سے ایک جان چلی گئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ معنی نہیں سرے سے گناہ ہی نہیں ہے کوئی، ہاں گناہ تو ہے لیکن قتل کا گناہ نہیں ملے گا کیونکہ اس کا ارادہ قتل کا نہیں تھا۔ ہاں بے احتیاطی کا گناہ ہو گا بھئی، کیونکہ تم تیر وغیرہ چلا رہے ہو تو احتیاط ضروری تھی، خوب احتیاط سے چلاتے۔

کتنی قسمیں گزر گئیں قتل کی بھئی؟ تین قسمیں گزر گئیں مولانا: قتلِ عمد بھی گزرا، شبہِ عمد بھی گزرا، اور قتلِ خطا بھی۔ اچھا بھئی یہ بتائیے، قتلِ خطا ہے اور وارث نے مورث کو غلطی سے قتل کیا، تیر چلایا تھا وہ اسی کے مورث کو جا لگا، اب آپ بتائیے حرمانِ میراث آئے گا یا نہیں آئے گا؟ آئے گا۔ کیوں؟ کیسے پتہ چلا؟ کیونکہ کفارہ آرہا ہے، اور جہاں کفارہ یا قصاص آئے وہاں کیا آتا ہے؟ حرمانِ میراث بھی آئے گا، وہاں وراثت سے بھی محروم رہے گا۔ کس وجہ سے محروم رہے گا؟ تہمت کی وجہ سے بھئی، کیونکہ دل میں یہ بدگمانی کسی کے آسکتی ہے کہ شاید اس نے قتل ہی اسی لیے کیا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

وَمَا أُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَأِ، اور وہ قتل جو قائم مقام خطا کے ہے، مِثْلُ النَّائِمِ يَنْقَلِبُ عَلَى رَجُلٍ فَيَقْتُلُهُ، مثال کے طور پر سونے والا ہے يَنْقَلِبُ عَلَى رَجُلٍ وہ الٹتا ہے کسی آدمی پر یعنی کروٹ لیتا ہے کسی آدمی پر فَيَقْتُلُهُ پس اسے قتل کر دیتا ہے، یہ قتل قائم مقام خطا کہلاتا ہے۔ ایک آدمی سویا ہوا تھا، نیند میں اس نے کروٹ لی، دوسرے آدمی کے اوپر آیا، اس کا سانس بند ہوا اور وہ مر گیا بھئی۔ اور یہ عموماً یاد رکھنا عورتوں میں ہوتا ہے، عورتوں سے بھئی۔

عورت سوئی ہوئی ہے، ماں سوئی ہوئی ہے، ساتھ چھوٹا بچہ ہے ایک مہینے کا یا مہینے سے بھی کم کا یا دو کا، چھوٹا سا ہے، ماں نے کروٹ لی اس کا ہاتھ وغیرہ بچے کے اوپر آ گیا

، بچے کا سانس رکا، سمجھ میں آیا؟ اور مر گیا۔ تو یہ کون سا قتل ہے؟ قتلِ قائم مقام خطا۔ صورت سمجھ میں آ گئی سب کو بھئی؟ جی۔ تو کہتے ہیں: وَمَا أُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَأِ اور وہ قتل جو قائم مقام خطا کے ہو، مِثْلُ النَّائِمِ مثال کے طور پر کوئی سونے والا يَنْقَلِبُ عَلَى رَجُلٍ وہ کروٹ لیتا ہے کسی آدمی پر فَيَقْتُلُهُ پس اسے قتل کر دیتا ہے، فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْخَطَأِ تو اس کا حکم بھی خطا کا حکم ہی ہے۔ یعنی جو حکم کس میں آیا تھا؟ قتلِ خطا میں، وہی حکم یہاں بھی آئے گا۔ کیا کیا حکم تھا وہاں پر؟ کفارہ آئے گا اور دیت آئے گی مولانا، کفارہ اور دیت۔ اور قصاص بھی نہیں، گناہ بھی نہیں، اور حرمانِ میراث آئے گا یا نہیں بھئی؟ آئے گا، حرمانِ میراث بھی آ جائے گا بھئی۔

وَأَمَّا الْقَتْلُ بِسَبَبٍ، اور باقی قتل بالسبب جو ہے، كَحَافِرِ الْبِئْرِ وَوَاضِعِ الْحَجَرِ فِي غَيْرِ مِلْكِهِ۔ قتل بالسبب اسے کہتے ہیں مولانا کہ ایک شخص دوسرے کے قتل کا، موت کا سبب بنتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کنواں کھودا اور اپنی ملکیت کے علاوہ میں کھودا، راستے میں کہیں کنواں کھود دیا مولانا۔ کہاں کھودا کنواں بھئی؟ راستے میں کنواں کھودا۔ اب اس کنویں کے اندر کوئی گر کر مر گیا، تو یاد رکھیے یہ قتل بالسبب ہے۔ یہ کیا ہے؟ قتل بالسبب۔ ہاں اپنی ملکیت کے اندر بھئی، اپنی زمین میں جس نے کنواں کھودا ہوا تھا اس میں کوئی گر کر مرتا ہے پھر تو کوئی جرم نہیں ہے، اس نے تو اپنی زمین میں کنواں کھودا تھا، غلطی اس آدمی کی ہے۔ لیکن یہاں پر اس نے کیا کیا؟ اپنی ملکیت کے علاوہ میں کنواں کھودا ہے، لہٰذا یہ قتل بالسبب ہے اور اس میں دیت آئے گی مولانا، دیت دینی پڑے گی۔ یا اسی طرح کیا کیا؟ ایک بڑا پتھر رکھ دیا مولانا راستے پر، اور کوئی شخص گزر رہا تھا، وہ پتھر اوپر سے ایک دم گرایا ٹھوکر لگی اور گزرنے والا مر گیا، تو یہ کیا ہے؟ قتل بالسبب ہے۔ اور پتھر کہاں رکھا ہے؟ اپنی ملک میں رکھا ہے یا دوسری جگہ رکھا ہے بھئی؟ اپنی ملک کے علاوہ میں رکھا ہے، لہٰذا اس صورت میں اب حکم آئے گا اور اس پر دیت واجب ہو جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی سب کو بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَأَمَّا الْقَتْلُ بِسَبَبٍ اور باقی قتل بالسبب جو ہے، كَحَافِرِ الْبِئْرِ جیسے کہ کنواں کھودنے والا وَوَاضِعِ الْحَجَرِ اور پتھر رکھنے والا، بھئی کہاں پر کنواں کھودنے والا ہے؟ کہاں پر پتھر رکھنے والا ہے؟ کہتے ہیں: فِي غَيْرِ مِلْكِهِ اپنی ملکیت کے علاوہ میں۔ وَمُوجَبُهُ اور مقتضیٰ اس کا یعنی حکم اس قتل کا إِذَا تَلِفَ فِيهِ آدَمِيٌّ جب کہ اس میں تلف ہو جائے کوئی آدمی، یعنی ہلاک ہو جائے، تو اس کا حکم کیا ہے؟ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ دیت آئے گی کس پر؟ عاقلہ پر یعنی اس کی قوم والوں پر، وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ اور اس پر کفارہ نہیں ہے بھئی۔ اچھا بھئی، کفارہ نہیں ہے مولانا۔ تو اب آپ مجھے بتائیے مولانا اس میں حرمانِ میراث آئے گا؟ نہیں آئے گا مولانا، اس لیے کہ نہ یہاں کفارہ ہے اور نہ قصاص ہے۔ تو معلوم ہوا اس قتل میں نہ قصاص ہے، نہ کفارہ ہے، نہ حرمانِ میراث ہے، اور نہ قتل کا گناہ ہے بھئی، صرف کیا آئے گا؟ دیت آئے گی بھئی۔ اور دیت بھی کون سی آئے گی؟ مخففہ یا مغلظہ؟ مخففہ آئے گی کیونکہ مغلظہ کی قید نہیں ہے بھئی۔ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ اس پر کفارہ بھی نہیں ہے۔

وَالْقِصَاصُ وَاجِبٌ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُونِ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ، اور قصاص واجب ہو گا بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُونِ الدَّمِ، مَحْقُونٌ کا معنی ہے محفوظ، ہر محفوظ الدم کے قتل کی وجہ سے قصاص واجب ہو گا یعنی ثابت ہو گا۔ وَالْقِصَاصُ وَاجِبٌ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُونِ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ کہ قصاص واجب ہوتا ہے ہر محفوظ الدم کے قتل کی وجہ سے۔ جو شخص محفوظ الدم نہیں اس کے قتل کی وجہ سے قصاص بھی نہیں آئے گا۔ محفوظ الدم ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کا خون محفوظ ہے، اسے قتل کرنا کسی صورت کے اندر جائز نہیں ہے بھئی۔ لہٰذا اس کے ذریعے شادی شدہ زانی کو اور مرتد کو نکال دیا۔ شادی شدہ زانی کا خون محفوظ نہیں کیونکہ اس نے زنا کیا ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا اسلام کے اندر کیا ہے؟ اسے رجم کیا جائے گا، پتھر مار مار کر اسے ختم کر دیا جائے گا تاکہ معاشرے میں پھر کسی کو اس طرح فساد پھیلانے کی جرات نہ ہو۔ تو اب اس کی سزا چونکہ رجم ہے، اس کو قتل کیا جائے گا، تو یہ محفوظ الدم نہیں۔ لہٰذا اس زانی کو جس پر رجم ثابت ہو چکا ہے اس کو اگر کوئی قتل کر دے گا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اسی طرح مرتد ہے، آپ جانتے ہیں کوئی شخص مرتد ہو جائے، اسلام سے پھر جائے تو اس کو بھی تین دن کا وقت دیا جاتا ہے کہ تین دن غور و فکر کر لے، تین دن تک جیل میں ڈالتے ہیں، اگر تین دن میں اسلام کی طرف پھر لوٹ آیا تو ٹھیک، اگر نہ لوٹا تو پھر اسے کیا کر دیا جاتا ہے؟ قتل کر دیا جاتا ہے۔ تو جو شخص مرتد ہو گیا وہ بھی اب محفوظ الدم نہ رہا، لہٰذا اگر اسے کوئی قتل کر دے تو اس صورت میں بھی قصاص نہیں آئے گا، کیونکہ قصاص میں ضروری ہے ایسے شخص کو

قتل کیا ہو جو محفوظ الدم ہو یعنی اس کا قتل کسی صورت میں بھی جائز نہ ہو، جبکہ یہ جو زانی اور مرتد ہیں یہ تو اب محفوظ الدم نہ رہے، ان کا خون محفوظ نہیں، اب تو شرعاً ان کو قتل کیا جائے گا بھئی۔

تو محفوظ الدم ہونا چاہیے عَلَى التَّأْبِيدِ، اور یہ محفوظ الدم بھی کس طریقے پر ہو؟ تابید کے طریقے پر ہو، یعنی ہمیشہ کے لیے کیا ہو؟ محفوظ الدم ہو، اس کا خون محفوظ ہو، اس کا خون کرنے کی اجازت نہ ہو، اور یہ کس طریقے پر ہو؟ تابید کے طریقے پر، ہمیشہ یعنی۔ اس کے ذریعے احتراز کیا مُسْتَأْمِنٌ سے بھئی۔ بھئی دیکھو ایک ملک ہے کفار کا وطن ہے، تو مسلمانوں کی ان کے ساتھ لڑائی ہے، جنگ ہے مولانا، تو وہاں کے رہنے والے کافر کیا کہلاتے ہیں؟ حربی۔ حَرْبٌ کس کو کہتے ہیں؟ جنگ کو۔ تو یہ دار الحرب کا رہنے والا کافر ہے، یعنی وہ ملک جس کے ساتھ ہماری جنگ ہے، لڑائی ہے، دشمنی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وہاں مسلمانوں کو اسلام پر آزادی سے عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے، دار الحرب ہے، وہاں کا رہنے والا کافر حربی کہلائے گا، اس ملک کے ساتھ کوئی معاہدہ وغیرہ بھی نہیں ہے۔ اب یہ جو حربی ہے یہ محفوظ الدم نہیں، کوئی اسے قتل کر دے تو قتل کی وجہ سے کوئی قصاص وغیرہ نہیں۔

جبکہ کچھ کافر ہمارے اپنے وطن میں رہتے ہیں، ان سے کیا لیا جاتا ہے؟ جزیہ لیا جاتا ہے، ان کو کیا کہتے ہیں؟ ذمی۔ تو دار الحرب کا جو کافر ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ حربی، اور جو ہمارے ملک میں جزیہ دے کر رہتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ ذمی۔ ذمی کی تو حفاظت کی جائے گی مولانا، یہ محفوظ الدم ہے، لیکن حربی محفوظ الدم نہیں۔ ہاں، یہ حربی ایسا کرتا ہے کہ امان لے کر ہمارے وطن آجاتا ہے۔ امان لے کر کیا ہوا؟ ہمارے وطن آگیا کچھ دنوں کے لیے بھئی، تو امان دی ہے، اس کو اب کچھ نہیں کہا جائے گا، یہ کہلاتا ہے مُسْتَأْمِنٌ۔ کیا کہلاتا ہے؟ مستامن کہلاتا ہے، یعنی جس نے امان طلب کی ہے، امان لی ہے بھئی۔ تو یاد رکھیے اب یہ مستامن جو ہے محفوظ الدم ہے، اس کا قتل جائز نہیں۔ لیکن یہ محفوظ الدم عَلَى التَّأْبِيدِ ہے یا کچھ عرصے کے لیے ہے؟ کچھ عرصے کے لیے ہے۔ تو ہم نے تو کیا قید لگا دی؟ قصاص واجب ہو گا جب کسے قتل کیا جائے؟ ایسا شخص جو کیا ہو؟ محفوظ الدم ہو، اور کس طریقے پر ہو؟ عَلَى التَّأْبِيدِ یعنی ہمیشہ کے طریقے پر ہو۔ لہٰذا اگر یہ مستامن آیا، یہ تو ہمیشہ کے لیے محفوظ الدم نہیں، لہٰذا اس کو کوئی قتل کر دیتا ہے تو قصاص نہیں آئے گا یاد رکھنا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَالْقِصَاصُ وَاجِبٌ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُونِ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ کہ قصاص واجب ہے یعنی ثابت ہے، وَاجِبٌ یہاں بمعنی ثابت کے ہے بھئی، قصاص ثابت ہوتا ہے۔ بھئی وَاجِبٌ کا ترجمہ میں نے ثابت کے کیا اس لیے کہ قصاص واجب نہیں ہے۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو قتل کیا اور قتل ثابت بھی ہو گیا، تو کیا مقتول کے ورثاء پر واجب ہے کہ اب اس سے قصاص لیں یا وہ معاف کرنا چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں؟ معاف کرنا چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں، اور اس قاتل سے مال لے کر صلح کرنا چاہیں تو یہ بھی ان کے لیے جائز ہے کہ ہمیں دو لاکھ، مثلاً تین لاکھ، چار لاکھ دے دو ہم تمہیں کیا کر دیتے ہیں؟ چھوڑ دیتے ہیں، تم سے قصاص نہیں لیتے، تو یہ بھی ان کے لیے جائز ہے۔ تو مقتول کے ورثاء کے لیے قاتل کو قصاص میں قتل کروانا بھی جائز، اسے بالکل ویسے ہی معاف کرنا بھی جائز، اور کچھ مال لے کر اسے چھوڑ دینا بھی ان کے لیے جائز ہے۔ تو معلوم ہوا اگر واجب ہوتا پھر تو معاف کرنا اور صلح کرنا جائز ہی نہ ہوتی بھئی، معلوم ہوا قصاص واجب نہیں ہے، ہاں ثابت ہوتا ہے۔ تو وَالْقِصَاصُ وَاجِبٌ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُونِ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ قصاص ثابت ہوتا ہے ہر محفوظ الدم کے قتل کی وجہ سے، اور محفوظ الدم ہو عَلَى التَّأْبِيدِ کس طریقے پر؟ ہمیشہ کے طریقے پر، یعنی ہمیشہ کے لیے وہ محفوظ الدم ہے، کسی وجہ سے بھی اس کا قتل جائز نہیں ہے۔

إِذَا قُتِلَ عَمْدًا، جب اس کو جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہو۔ اس محفوظ الدم کو کیا کیا گیا ہو؟ جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہو تو پھر قصاص آتا ہے، کیونکہ آپ جانتے ہیں قتلِ خطا کے اندر قصاص نہیں آتا، جان بوجھ کر قتل کرے پھر ہی قصاص آتا ہے۔ تو کہتے ہیں بھئی: إِذَا قُتِلَ عَمْدًا جب اسے جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہو، یعنی ارادے سے قتل کیا گیا ہو۔

سمجھ میں آیا؟ اسی طرح یاد رکھنا مولانا، قصاص کے اندر یہ بھی ضروری ہے کہ انسان مکلف بھی ہو، پھر اس پر قصاص آئے گا۔ اگر مکلف نہیں، یعنی عاقل بالغ ہو۔ انسان عاقل بالغ ہونا چاہیے پھر قصاص اس پر آئے گا ورنہ قصاص نہیں۔ لہٰذا اگر بچہ کسی کو قتل کر دیتا ہے یا مجنون کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قصاص نہیں آئے گا۔ کیوں؟ کیونکہ یہ عاقل بالغ نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

نیز یہ بھی یاد رکھنا کسی قسم کا کوئی شبہ بھی وہاں نہ ہو۔ کیا معنی شبہ نہ ہو؟ یعنی قاتل اور مقتول کے درمیان ولادت یا ملک کا تعلق نہ ہو۔ اہم ضابطہ ہے مولانا، کیا؟ قاتل اور مقتول کے درمیان ولادت یا ملکیت کا تعلق نہ ہو۔ لہٰذا یاد رکھو اگر اصول اپنے فروع کو قتل کر دیں، باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا، پوتے کو قتل کر دیا، پوتی کو قتل کر دیا، نواسے کو قتل کر دیا، تو ان میں ولادت کا رشتہ ہے، یہ باپ کی اولاد ہیں مولانا، یہ دادے کی اولاد ہیں، یا پردادے نے کیا یا پرنانی نے، یا پردادی

نے، دادی نے، یہ سب بھئی اوپر اصول جو ہیں: ماں باپ، دادا دادی، پر دادا پر دادی، یا ادھر نانا نانی، پر نانا پر نانی وغیرہ، یہ اصول میں سے کوئی بھی اپنی اولاد کو قتل کر دے تو قصاص نہیں آئے گا بھئی یاد رکھنا، کیونکہ یہ سب ان کی کیا ہیں؟ اولاد ہیں۔ ہاں اس کا عکس ہو، فروع اگر اصول کو قتل کریں پھر قصاص آئے گا بھئی۔ بیٹا اگر باپ کو قتل کرتا ہے، یا بیٹا دادے کو، دادی کو، نانا، نانی کسی کو قتل کرتا ہے، اس صورت میں کیا آئے گا؟ قصاص آئے گا۔ تو اگر اصول میں سے کوئی فروع کو قتل کرے تو قصاص نہیں کیونکہ یہ انہی کی اولاد ہیں، لیکن اگر فروع میں سے کوئی کیا کرے؟ اصول میں سے کسی کو قتل کرے تو پھر قصاص آئے گا۔

اچھا، یہ تو تھا ولادت والا تعلق، یعنی مقتول اگر قاتل کی اولاد میں سے ہے تو قصاص نہیں آئے گا، آسان لفظوں میں یوں کہیں۔ اسی طرح اگر مقتول قاتل کی ملکیت میں ہے، ملکیت والا تعلق ہے، تو اس صورت میں بھی قصاص نہیں آئے گا بھئی۔ آقا نے اپنے غلام کو قتل کر دیا، یاد رکھنا قصاص نہیں آئے گا کیونکہ ان کے درمیان تعلق کون سا ہے؟ ملکیت والا ہے۔ تو معلوم ہوا بھئی کہ قصاص کے اندر ضروری ہے کہ قاتل اور مقتول کے درمیان ولادت یا ملکیت والا تعلق نہیں ہونا چاہیے، تو آقا اپنے غلام کو قتل کرے تو قصاص نہیں آئے گا بھئی۔

اچھا، کیا ضابطہ پڑھا آپ نے؟ کہ قاتل اور مقتول کے درمیان کون سا تعلق ہوا گر؟ ولادت یا ملکیت والا تعلق ہو تو قصاص نہیں آئے گا۔ اور ایک اور قانون بھی میں نے شروع میں آپ کو بتلایا تھا۔ کیا قانون تھا؟ کہ حرمانِ میراث کہاں پر آئے گا؟ جس میں کفارہ یا قصاص ہو۔ اب دیکھو مولانا اس قانون پر اشکال ہوتا ہے: آپ نے ہمیں قانون بتایا کہ اگر کفارہ یا قصاص نہ آئے تو حرمانِ میراث بھی نہیں آئے گا۔ باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دیتا ہے، یاد رکھو مولانا نہ کفارہ ہے نہ قصاص ہے، لیکن اس کے باوجود حرمانِ میراث آئے گا بھئی۔ کیا آئے گا؟ حرمانِ میراث۔ کس نے کس کو قتل کیا؟ باپ نے مثلاً بیٹے کو قتل کر دیا، تو نہ کفارہ ہے نہ قصاص ہے پھر بھی حرمانِ میراث آیا۔ بیٹے کا وارث بنتا ہے باپ بھی، بیٹا پہلے مر جائے تو جو مال ہے باپ کو بھی اس میں سے حصہ ملے گا، لیکن اگر باپ نے خود اسے قتل کیا ہے اب اسے وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ تو ضابطہ تو آپ کا ٹوٹ گیا، آپ نے بتلایا تھا کہ قصاص یا کفارہ ہو گا تو حرمانِ میراث ہو گا، کفارہ یا قصاص نہیں تو حرمانِ میراث بھی نہیں، تو یہاں پر تو کفارہ بھی نہیں قصاص بھی نہیں لہٰذا حرمانِ میراث نہیں ہونا چاہیے، لیکن کیا ہو رہا ہے؟ حرمانِ میراث آ رہا ہے۔

جواب یہ ہے مولانا کہ یہاں پہلے قصاص آیا لیکن پھر شبہے کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ باپ نے جب بیٹے کو جان بوجھ کر قتل کیا آلۂ قتل کے ذریعے تو کیا آیا؟ قصاص آیا، لیکن پھر کس کی وجہ سے ساقط ہو گیا؟ شبہے کی وجہ سے بھئی، کیونکہ یہاں ملکیت کا شبہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایک صحابی سے: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کے ہیں۔ تو یہاں ملکیت کا شبہ ہے، تو اولاً قصاص آیا اور پھر قصاص کس کی وجہ سے ساقط ہو گیا؟ شبہۂ ملکیت کی وجہ سے ساقط ہوا۔ تو جب اولاً قصاص آیا اور پھر شبہے کی وجہ سے ساقط ہوا تو یہاں گویا کہ قصاص آ رہا تھا، لہٰذا کیا آ جائے گا؟ حرمانِ میراث آئے گا بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَيُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْحُرِّ، وَالْحُرُّ بِالْعَبْدِ، وَالْعَبْدُ بِالْحُرِّ، وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ، وَالْمُسْلِمُ بِالذِّمِّيِّ، وَلَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْمُسْتَأْمَنِ۔ بھئی یہاں سے صاحبِ قدوری آپ کو یہ بتلا رہے ہیں کس کو کس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا بھئی، قصاص آئے گا، اور کہاں پر قصاص نہیں آئے گا بھئی۔ تو یاد رکھنا مولانا، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بھئی: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، نفس کے بدلے نفس ہے بھئی، جان کے بدلے جان۔

تو کہتے ہیں: وَيُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْحُرُّ بِالْعَبْدِ، اور قتل کیا جائے گا آزاد کو آزاد کے بدلے میں۔ ایک آزاد آدمی نے دوسرے آزاد آدمی کو قتل کیا ہے جان بوجھ کر اسلحے کے ساتھ، تو اس کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا، قصاص لیا جائے گا۔ وَالْحُرُّ بِالْعَبْدِ، اور آزاد کو قتل کیا جائے گا غلام کے بدلے میں بھئی۔ ایک آدمی نے دوسرے کے غلام کو کیا کیا؟ قتل کیا۔ بھئی اپنے غلام کو قتل کرتا ہے وہ تو بات میں نے آپ کو بتلا دی، آگے صاحبِ قدوری بھی ذکر کریں گے اس بات کو، لیکن کسی دوسرے کے غلام کو اگر قتل کیا تو اس شخص کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا، کیونکہ ضابطہ کیا ہے؟ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، نفس کے بدلے نفس، جان کے بدلے جان بھئی۔

وَالْعَبْدُ بِالْحُرِّ، اور غلام کو قتل کیا جائے گا بِالْحُرِّ کس کے بدلے میں؟ آزاد کے بدلے میں۔ غلام نے کسی آزاد آدمی کو قتل کیا تھا، تو اس غلام کو بھی قصاص میں کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا۔ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ، اور غلام کو غلام کے بدلے میں۔ ایک غلام نے دوسرے غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کو بھی قصاص میں کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا۔ وَالْمُسْلِمُ بِالذِّمِّيِّ، اور مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ بھئی ہمارے ملک میں کافر رہتا ہے جزیہ ادا کر کے، وہ محفوظ الدم ہے مولانا عَلَى التَّأْبِيدِ، لہٰذا ایک مسلمان نے کس کو قتل کیا؟ ایسے ذمی یعنی ایسے عیسائی یا یہودی وغیرہ کو قتل کر دیا تو اب اس مسلمان

کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا۔ وَلَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْمُسْتَأْمَنِ، اور قتل نہیں کیا جائے گا مسلمان کو مستامن کے بدلے میں۔ کیوں نہیں قتل کیا جائے گا؟ مستامن محفوظ الدم تو ہے لیکن عَلَى التَّأْبِيدِ نہیں، ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، کچھ مدت کے لیے ہے۔

وَيُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ، اور قتل کیا جائے گا مرد کو عورت کے بدلے میں۔ ایک آدمی نے کسی عورت کو قتل کیا تو عورت کے بدلے میں بھی اس آدمی کو کیا کیا جائے گا؟ قتل، کیونکہ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، جان کے بدلے جان ہے۔ وَالْكَبِيرُ بِالصَّغِيرِ، اور بڑے کو قتل کیا جائے گا چھوٹے کے بدلے میں۔ ایک آدمی نے ایک بچے کو قتل کر دیا بھئی، ضابطہ وہی ہے جان کے بدلے جان، اس آدمی کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا۔ وَالصَّحِيحُ بِالْأَعْمَى وَالزَّمِنِ، اور صحیح شخص کو قتل کیا جائے گا اندھے کے بدلے میں وَالزَّمِنِ، زَمِنٌ کہتے ہیں اپاہج کو، معذور۔ اور تندرست صحیح یعنی تندرست آدمی کو قتل کیا جائے گا بِالْأَعْمَى اندھے کے بدلے میں وَالزَّمِنِ اور اپاہج کے بدلے میں۔ بھئی ایک آدمی نے کسی دوسرے کو قتل کیا اور وہ مقتول اندھا تھا بھئی، یا وہ مقتول اپاہج تھا، معذور تھا مولانا، ہاتھ پاؤں نہیں ہیں، سمجھ میں آیا؟ تو کیا اب اس کو بھی قتل کیا جائے گا یا قتل نہیں کیا جائے گا؟ دیکھا جائے تو برابری نہیں بھئی، جس کو اس نے مارا ہے وہ تو پہلے سے ہی اپاہج تھا! نہیں مولانا، ضابطہ وہی ہے: جان کے بدلے جان ہے مولانا، لہٰذا اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔

وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِابْنِهِ، اور قتل نہیں کیا جائے گا آدمی کو اس کے بیٹے کے بدلے میں۔ سمجھ میں آیا؟ اور میں نے بتایا ماں باپ سب کے لیے، اوپر کے تمام آباء واجداد کے لیے یہی حکم ہے، وہ اپنی اولاد میں کسی کو قتل کر دیں تو ان پر قصاص نہیں، ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ یہ یاد رکھنا مولانا دیت آئے گی مولانا، دیت دینا پڑے گی بھئی۔ کیا کیا جائے گا؟ دیت لی جائے گی۔ اور یاد رکھنا دیت کے بارے میں یہ بتلایا تھا کہ دیت صرف اس آدمی پر نہیں آتی قاتل پر بلکہ اس کی ساری قوم پر آتی ہے، لیکن یہاں پر بات چل رہی ہے قتلِ عمد کی، کہہ رہے ہیں ناقصاص نہیں لیا جائے گا، قصاص کس قتل میں آتا ہے؟ قتلِ عمد میں آتا ہے، تو یہ تو قتلِ عمد ہے، جان بوجھ کر قتل کیا ہے۔ اگر جان بوجھ کر قتل نہ ہو غلطی سے ہو پھر تو قصاص آتا ہی نہیں۔ تو یہ کون سے قتل کی بات چل رہی ہے؟ قتلِ عمد کی۔ تو لہٰذا یہاں جو دیت آئے گی وہ صرف قاتل ہی سے وصول کی جائے گی، باپ نے بیٹے کو قتل کیا تو صرف باپ ہی سے کیا کی جائے گی؟ دیت وصول کی جائے گی، یہاں قوم سے، رشتہ داروں سے نہیں لی جائے گی۔ اس لیے کہ رشتہ داروں سے دیت اکٹھی کی جاتی تھی اس وقت جب وہ قتل غلطی سے ہو مولانا۔ کس سے ہو؟ غلطی سے ہو مولانا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ تو اس نے جان بوجھ کر قتل کیا ہے، یہاں تو قصاص آنا چاہیے تھا، قصاص نہیں آیا البتہ دیت آئے گی یہاں، اور دیت بھی کس سے لی جائے گی؟ اسی قاتل ہی سے لی جائے گی، اس کے قوم والوں سے نہیں لی جائے گی۔ ہاں غلطی وغیرہ سے ہو پھر قوم والوں کو دینا پڑتی ہے مولانا، لیکن یہ تو جان بوجھ کر ہے، اس میں اب قوم والے شریک نہیں ہوں گے ساتھ بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِابْنِهِ اور قتل نہیں کیا جائے گا آدمی کو اس کے بیٹے کے بدلے میں۔ اور یہ حدیث بھی آتی ہے مولانا، یہ آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے بھئی: لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، حضور علیہ السلام کے اس قول کی وجہ سے: لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهِ وَلَا السَّيِّدُ بِعَبْدِهِ، قصاص نہیں لیا جائے گا والد سے اس کے ولد کی وجہ سے اور نہ آقا سے اس کے غلام کی وجہ سے۔ مل گئی حدیث بھئی؟ جی۔ تو اس حدیث کی وجہ سے اب والد نے اپنے بیٹے کو قتل کیا تو اب والد سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ نیز اس لیے کہ قصاص شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ آپ نے پڑھا بھئی کہ قصاص شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ مالک اپنے مملوک کو قتل کرے تو وہاں قصاص نہیں آتا مولانا کیونکہ اس نے اپنے ہی مال کو ہلاک کیا ہے، تو وہاں قصاص نہیں۔ اور یہاں پر باپ نے اپنے بیٹے کو قتل کیا تو یہاں بھی ملکیت کا شبہ ہے بھئی۔ ملکیت کا شبہ آگیا مولانا حدیث کی وجہ سے، نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا تھا: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کے ہیں۔ تو حضور صلی الله علیہ وسلم نے اس صحابی کو اور اس کے مال دونوں کو کس کی ملکیت قرار دیا؟ اس کے والد کی ملکیت قرار دیا۔ تو اس حدیث کی وجہ سے ملکیت کا شبہ آگیا یہاں بیٹے کے اندر، تو اب شبہے کی وجہ سے قصاص کیا ہو جایا کرتا ہے؟ ساقط ہو جاتا ہے، تو ملکیت کے اس شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔ البتہ یہ صرف دنیاوی حکم ہے مولانا کہ باپ پر قصاص نہیں بھئی، آقا پر قصاص نہیں اپنے غلام کو قتل کرے، البتہ آخرت کے اعتبار سے عظیم مواخذہ ہو گا بھئی کہ ایک جان لی ہے، کسی کو قتل کیا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِابْنِهِ قتل نہیں کیا جائے گا آدمی کو اس کے بیٹے کے بدلے میں، وَلَا بِعَبْدِهِ اور نہ اس کے غلام کے بدلے میں۔ آقا نے اپنے ہی غلام کو قتل کر دیا تو یاد رکھنا قصاص نہیں آئے گا کیونکہ دونوں کے درمیان تعلق کون سا ہے؟ ملکیت والا تعلق ہے مولانا۔ لیکن یاد رکھنا آقا پر کفارہ آئے گا بھئی۔ کیا کرنا پڑے گا؟ کفارہ بھئی۔ گناہ بھی ہو گا قتل کا بھئی، باپ بھی بیٹے کو قتل کرتا ہے قتل کا گناہ بھی ہو گا، بات صرف قصاص کی کر رہے ہیں وہاں قصاص نہیں آئے گا اس باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا، باقی گناہ ہو گا، دیت دینی پڑے گی، حرمانِ میراث ہو گا۔ اسی طرح آقا اپنے غلام کو قتل کرتا ہے تو قتل کا

گناہ بھی ہو گا اور کفارہ بھی آئے گا، البتہ قصاص نہیں کیونکہ اس نے اپنے ہی مال کو ہلاک کیا ہے۔

تو قتل نہیں کیا جائے گا کسی شخص کو اس کے اپنے غلام کے بدلے میں، وَلَا بِمُدَبَّرِهِ وَلَا بِمُكَاتَبِهِ اور نہ اس کے اپنے مدبر کے بدلے میں اور نہ اس کے اپنے مکاتب کے بدلے میں۔ مدبر اور مکاتب جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ مدبر وہ غلام جسے آقا نے کہا ہو میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے، مکاتب وہ غلام جسے آقا نے کہا اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو۔ وَلَا بِعَبْدِ وَلَدِهِ، اور نہ قتل کیا جائے گا کسی آدمی کو بِعَبْدِ وَلَدِهِ کس کے بدلے میں؟ اپنی اولاد کے غلام کے بدلے میں، اپنے بیٹے کے غلام کے، بیٹا پوتا وغیرہ ان کے غلام کے بدلے میں کسی شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بھئی زید نے اپنا غلام قتل کیا، زید پر قصاص آئے گا؟ نہیں، قصاص کی صرف بات کر رہا ہوں۔ زید نے اپنے بیٹے کے غلام کو قتل کیا، اب قصاص آئے گا یا نہیں؟ صاحبِ قدوری نے بتلا دیا اس صورت میں بھی قصاص نہیں، اپنی اولاد کے غلام کو قتل کرے پھر بھی قصاص نہیں۔ کیوں نہیں آئے گا؟ وجہ یہ ہے کہ وہ حدیث سے شبہ آ گیا، اور قصاص شبہے کی وجہ سے کیا ہو جایا کرتا ہے؟ ساقط۔ حضور علیہ السلام نے صحابی سے فرمایا تھا: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تم اور تمہارا مال کس کے ہیں؟ تمہارے والد کے۔ تو بیٹے کو بھی کہا تم بھی والد کے ہو وہ تمہارے مالک ہیں، اور تمہارا مال بھی کس کا ہے؟ تمہارے والد کا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَنْ وَرِثَ قِصَاصًا عَلَى أَبِيهِ سَقَطَ، اور جو شخص وارث ہوا قصاص کا اپنے والد پر سَقَطَ تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ قصاص کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا مولانا۔ بھئی بیٹا، ادھر توجہ کرو، اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کرے تو باپ سے قصاص لیا جائے گا؟ نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح باپ نے بیٹے کو تو قتل نہیں کیا لیکن باپ نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا کہ اب اس مقتول کا ولی یا مقتول کا وارث یہ بیٹا بن گیا۔ بھئی مقتول کا جو ولی ہے وہی قصاص لے گا نا بھئی؟ اور وہ بیٹا بن گیا، تو کہتے ہیں اب بھی بیٹا اپنے والد سے قصاص نہیں لے سکتا بلکہ یہاں بھی وہی مسئلہ آ جائے گا، دیت آ جائے گی، قصاص کے بجائے کیا آ جائے گی؟ دیت۔ مثلاً صورت دیکھو مولانا، بیٹا قصاص کا وارث بنے گا: ایک شخص نے اپنے بیٹے کے سسر کو قتل کر دیا۔ کس کو قتل کیا؟ بیٹے کے سسر کو قتل کر دیا۔ اب سسر کا اور کوئی وارث نہیں ہے، صرف اس بیٹے کی جو بیوی ہے وہ وارثہ ہے۔ اب قصاص لینا اس کا کام ہے، کس سے لے گی قصاص؟ اپنے خاوند کے باپ سے۔ تو وہ قصاص لے گی، لیکن اس دوران اس کا بھی انتقال ہو گیا، اب کون بن گیا وارث؟ صرف بیٹا، اور کوئی رشتہ دار ہی نہیں ہے اس کا۔ تو بیٹا وارث بن گیا قصاص کا، اور کس پر ہے یہ قصاص؟ اسی کے والد پر، تو قصاص خود بخود کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ ساقط ہو گا اور پھر کیا آ جائے گی جب قصاص ساقط ہو گا؟ دیت آ جائے گی۔ اور دیت کس پر؟ ساری قوم پر آئے گی یا صرف باپ کے مال میں سے ہی ہو گی؟ صرف والد کے مال میں سے، کیونکہ یہ قتلِ عمد ہے، قصاص آ رہا تھا، غلطی نہیں ہے، غلطی ہوتی تو پھر کون ساتھ دیتے؟ رشتہ دار بھی ساتھ دیتے وہ تعاون کرتے، لیکن یہ تو جان بوجھ کر قتل ہے یہاں رشتہ داروں پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

یہ معنی ہے: وَمَنْ وَرِثَ قِصَاصًا عَلَى أَبِيهِ سَقَطَ اور جو شخص وارث ہوا قصاص کا اپنے والد پر سَقَطَ تو قصاص کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ والد ہونے کے احترام کے طور پر، چونکہ بیٹا وارث بنا ہے اپنے والد پر قصاص کا تو والد کا تو بے انتہا احترام کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، تو لہٰذا یہاں قصاص ساقط ہو جائے گا بھئی۔ حتیٰ کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا، انہیں اف بھی نہ کہو بھئی، معمولی تکلیف بھی نہ دو۔ تو یہاں بیٹا جب باپ سے قصاص لے گا تو تکلیف کا سبب بنایا نہیں بنا باپ کے لیے؟ بنا بھئی، باپ کی تو انتہا درجے کی تکلیف ہے کہ جان جا رہی ہے اس کی پوری، تو لہٰذا اب اس وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہو جائے گی۔

وَلَا يُسْتَوْفَى الْقِصَاصُ إِلَّا بِالسَّيْفِ، اور وصول نہیں کیا جائے گا قصاص کو یعنی قصاص نہیں لیا جائے گا إِلَّا بِالسَّيْفِ مگر تلوار کے ذریعے۔ تلوار ہی کے ذریعے کیا کیا جائے گا؟ قصاص۔ نیچے مولانا بین السطور حدیث دی ہو گی: لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اس لیے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ، قصاص نہیں ہے مگر کس کے ذریعے؟ تلوار کے ذریعے۔ اور یاد رکھنا صرف تلوار نہیں مراد، تلوار سے مراد اسلحہ ہے، یعنی قصاص جب بھی لیں گے کس کے ذریعے لیں گے؟ اسلحے کے ذریعے۔ تلوار کے ذریعے لیں گے، یا مثلاً گولی مار دی، اس طرح کسی اسلحے کے ذریعے اس کو قتل کیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ ہمارے نزدیک ہے۔

چنانچہ اسی لیے طالبان کے ہاں جب کوئی قتل کرتا، جان بوجھ کر قتل کیا ہوتا تو اس کو بھی کیا کیا جاتا تھا؟ گولی کے ذریعے بھئی۔ مقتول کے ورثاء کو ہی بندوق دے دی جاتی، قاتل کو سامنے کھڑا کر دیا جاتا اور ان کو بندوق دے دی جاتی، اور پہلے وعظ و نصیحت کی جاتی بھئی معاف کر دیں بڑا اجر و ثواب ملے گا، بہت سے بعض معاف بھی کر دیتے، بعض کہتے نہیں بھئی ہم نہیں معاف کریں گے بھئی۔ چنانچہ بندوق دے دیتے، قاتل کو سامنے باندھ کر کھڑا کر دیا، یہ بندوق سے گولی

مار کر اس کو ختم کر دیا کرتا تھا۔ تو دیکھو معاشرے سے انہوں نے ایسے فساد کو ختم کیا کہ یورپی ممالک، طالبان کے پاس کوئی سبب نہیں، کوئی وسائل نہیں، اور افغانستان میں روزانہ طالبان سے پہلے ہر روز کم از کم پچاس قتل ہوتے تھے۔ اتنا برا حال تھا مولانا، اتنا برا حال! لوگوں کا شر اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ ایک آدمی مثلاً ہوٹل میں کہتے ہیں بیٹھا ہے، کھانا کھا رہا ہے، دوسرا آیا، بندوق اس کے ہاتھ میں ہے، آ کر اس کے پاس بیٹھ جاتا سکون سے، ہاں بھئی دوسرے کو کہتا یہ اپنے ہاتھ کی گھڑی اتار کر مجھے دے دو۔ وہ کہتا بھئی میں کیوں دوں آپ کو گھڑی، میری ہے! وہ بندوق اٹھالیتا فوراً کہ اب تجھے میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جس کی گھڑی ہے وہ کہتا لو بھئی یہ لو گھڑی لے لو بھئی مجھے مارو نہ! کہتا نہیں نہیں، تم نے ایک دفعہ انکار کیا کیوں؟ تمہاری جرات کیسے ہوئی انکار کرنے کی؟ اب تمہیں میں نہیں چھوڑوں گا، وہیں اس کو ختم کر دیتا۔

اتنی سستی ہو گئی تھی انسانی جان مولانا کہ وہ مال بھی دے رہا ہے لیکن کہتے نہیں پہلی دفعہ تم نے انکار کیا کیوں، تمہاری جرات کیسے ہوئی! تو روزانہ کم از کم افغانستان میں پچاس قتل ہوتے تھے بھئی۔ لیکن یہی شرعی نظام جب آیا طالبان کا، طالبان کے پاس نہ اسباب، نہ تنخواہیں دینے کے لیے پیسے، نہ کوئی اور ذرائع، نہ ٹیلی فون اتنے موجود ہیں، نہ گاڑیاں اتنی موجود ہیں، نہ سڑکیں موجود ہیں، نہ بجلی موجود ہے، لیکن شرعی نظام آیا، ایسا امن وامان کہ مہینوں میں کوئی قتل نہیں ہوتا تھا افغانستان کے اندر۔ حتیٰ کہ یورپ والے، طالبان کے وفد کو انہوں نے بلوایا، جرمنی اور فرانس والوں نے خصوصاً ان کو بلوایا کہ ہمیں یہ بتاؤ کہ آپ کے ملک میں اتنا امن وامان کیسے ہے؟ ہمارے پاس جدید ترین اسلحہ ہے، جدید ترین پولیس ہے، اس کی تربیت پر ہم لاکھوں ڈالر خرچ کرتے ہیں، جدید ترین گاڑیاں ہیں، جدید ترین ہیلی کاپٹر وغیرہ سارا کچھ وائرلیس سب کچھ ہیں، پھر بھی جرائم ہیں کہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں، یہ تم نے کیسے جرائم پر قابو پایا؟ تو طالبان گئے اور بتلایا انہیں بھئی کہ یہ ہمارا کوئی کمال نہیں، یہ تو اللہ کا دیا ہوا نظام ہے کہ جس معاشرے کے اندر بھی اس کو نافذ کر دیا جائے یہ بتلا دیتا ہے کہ یہ چودہ سو سال پہلے کے لیے نہیں تھا بلکہ آج کے ایٹمی دور میں بھی اسی طرح مؤثر اور زبردست افادیت لیے ہوئے ہے جیسے اس زمانے کے اندر تھا بھئی۔ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا نظام نہیں ہے کہ جس کے اندر زمانہ بدلتا ہے تو اس میں خامیوں کا پتہ چلتا چلا جاتا ہے آہستہ آہستہ، یہ تو اللہ کا نظام ہے جس کے اندر کبھی کوئی خامی قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا، ہاں ضد ہے، عناد ہے، نہیں مانتے وہ الگ بات ہے بھئی۔

سمجھ میں آیا؟ تو یہ معنی ہے بھئی: وَلَا يُسْتَوْفَى الْقِصَاصُ إِلَّا بِالسَّيْفِ قصاص نہیں لیا جائے گا مگر تلوار کے ذریعے، کیا معنی تلوار سے؟ اسلحے کے ذریعے، اسلحے کے ذریعے قصاص لیا جائے گا بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۰: کتاب الجنایات (۲): قصاص فی النفس کے شرائط، مساوات، عفو و صلح، اور قصاص فیما دون النفس (اعضاء و جراحات میں قصاص کا ضابطہ)

مختصر القدوری صفحہ: ۱۷۷—بتاریخ: ۲۶ مارچ ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا قُتِلَ الْمُكَاتَبُ عَمْدًا وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ إِلَّا الْمَوْلَى فَلَهُ الْقِصَاصُ إِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً، وَإِنْ تَرَكَ وَفَاءً وَوَارِثُهُ غَيْرُ الْمَوْلَى فَلَا قِصَاصَ لَهُمْ وَإِنِ اجْتَمَعُوا مَعَ الْمَوْلَى۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

گزشتہ سبق میں ہم نے كِتَابُ الْجِنَايَاتِ شروع کی تھی بھئی۔ میں نے بتلایا تھا جنایت وہ جرم ہے، وہ نقصان ہے جو نفس میں یا اعضاء میں کیا جائے انسان کے بھئی، یعنی کسی کو قتل کیا یا ہاتھ پاؤں کاٹا وغیرہ بھئی۔ اور پھر صاحبِ قدوری نے آپ کو بتلایا کہ قتل پانچ قسم پر ہے، یعنی وہ قتل جن کے ساتھ شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں وہ پانچ قسم پر ہیں: اولاً قتلِ عمد ہے، ثانی قتلِ شبہِ عمد ہے، ثالث قتلِ خطا ہے، رابع قتلِ قائم مقام خطا ہے یا شبہِ خطا کہہ لیں، اور خامس کیا ہے؟ قتل بالسبب ہے مولانا۔ اور یہ بھی آپ کو بتلایا تھا کہ وہ احکام جو قتل سے متعلق ہیں وہ بھی پانچ ہیں بھئی: قصاص ہے، دیت ہے، کفارہ ہے، حرمانِ میراث ہے، اور إِثْمٌ یعنی گناہ ہے بھئی۔

پھر اس کے بعد میں نے ایک ضابطہ آپ کو بتلایا تھا کہ حرمانِ میراث وہاں آئے گا جب کہ وارث کس کو قتل کرے؟ مورث کو، اور اس قتل کی وجہ سے قصاص یا کفارہ آتا ہو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ قصاص یا کفارہ۔ اور قصاص کس میں آتا تھا؟ قتلِ عمد کے اندر بھئی۔ اور کفارہ کس میں آتا ہے؟ شبہِ عمد میں، قتلِ خطا میں، اور جاری مجرائے خطا کے اندر، ان تین میں کفارہ آتا ہے بھئی۔

اور یہ ضابطہ بھی آپ کو بتلایا تھا کہ اگر قاتل اور مقتول میں تعلق ہو ملکیت والا یا تعلق ہو ولادت والا، تو اس صورت میں قصاص نہیں لیا جائے گا بھئی۔ یا آسان لفظوں میں یوں کہیں اگر اصول میں سے کوئی قتل کرے اپنے فروع کو، یعنی باپ دادا وغیرہ یا ماں نانی دادی وغیرہ میں سے کوئی اگر اپنی اولاد کو قتل کرے، تو اس صورت میں قصاص نہیں ہو گا۔ ہاں اگر اولاد میں سے کوئی اپنے اصول کو قتل کرے پھر قصاص لیا جائے گا۔ اور اسی طرح آقا اگر مالک یعنی مالک اپنے مملوک کو قتل کرے پھر بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ہاں مملوک اگر مالک کو قتل کرتا ہے پھر کیا کیا جائے گا؟ قصاص لیا جائے گا۔

اور یہ قانون بھی آپ نے پڑھا تھا کہ قصاص صرف اسلحے کے ساتھ لیا جائے گا بھئی۔ کس کے ذریعے لیا جائے گا؟ اسلحے کے ذریعے لیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جیسے مقتول کو قتل کیا تھا قاتل نے، اس کو بھی اسی طریقے پر قتل کیا جائے گا بھئی۔ لیکن ہمارے نزدیک کیا ہے؟ حدیث میں آیا ہے

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا قُتِلَ الْمُكَاتَبُ عَمْدًا وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ إِلَّا الْمَوْلَى فَلَهُ الْقِصَاصُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا قتل المكاتب عمدا وليس له وارث إلا المولى وترك وفاء فله القصاص» منقول ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ، قصاص نہیں ہے مگر کس کے ذریعے؟ تلوار کے ذریعے۔ مراد اسلحہ ہے بھئی کہ قصاص اسلحے ہی سے لیا جائے گا۔ اس سے ایک اور بات کا آپ کو پتہ چل گیا بھئی کہ معلوم ہوا پھانسی خلافِ شرع ہے بھئی۔ پھانسی کیا ہے؟ خلافِ شرع ہے بھئی۔

تو باپ اگر اپنے بیٹے کو یا اولاد کو قتل کرے تو قصاص نہیں آئے گا بھئی، البتہ دیت آئے گی بھئی۔ اسی طرح آقا بھی اگر اپنے غلام کو قتل کرے تو قصاص نہیں آئے گا، البتہ کیا ہوگا؟ دیت نہیں بھئی، کفارہ آئے گا۔

جی اب آگے دیکھیے کہتے ہیں: وَإِذَا قُتِلَ الْمُكَاتَبُ عَمْدًا وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ إِلَّا الْمَوْلَى فَلَهُ الْقِصَاصُ۔ یاد رکھیے مکاتب کسے کہتے ہیں بھئی؟ وہ غلام جسے آقا نے کہہ دیا کہ اتنا مال لے آؤ تو تم آزاد ہو، یہ مکاتب کہلاتا ہے۔ اب یہ جو عبدِ مکاتب ہے یہ آزاد آدمی کی طرح ہوتا ہے، آقا اس سے خدمت نہیں لے سکتا، یہ جائے گا، پیسے کمائے گا اور لا کر آقا کو دے کر اپنے آپ کو آزاد کروائے گا۔ اب ایک مکاتب تھا اسے کسی نے قتل کر دیا بھئی۔ تو اب دو صورتیں ہیں: جب اسے قتل کیا گیا تو اتنا مال اس نے چھوڑا جس کے ذریعے بدلِ کتابت کی ادائیگی ہو سکتی ہے، یا اتنا مال اس نے نہیں چھوڑا ہوگا جس سے بدلِ کتابت کی ادائیگی ہو سکے۔ مثلاً آقا نے کہا تھا مجھے پانچ لاکھ روپے لا کر دو تو تم آزاد ہو۔ اب یہ جب مکاتب قتل کیا گیا تو اس کے پاس دو صورتیں ہیں: یا پانچ لاکھ روپے جمع کر چکا ہوگا، ابھی آقا کو نہیں دیے اس سے پہلے ہی کیا کر دیا گیا؟ قتل۔ یا پانچ لاکھ ابھی اس نے جمع ہی نہیں کیے۔

تو اگر اس کو قتل کر دیا گیا اور اس نے ابھی اتنے پیسے جمع نہیں کیے تھے تو پھر تو کوئی مسئلہ نہیں، معلوم ہوا ابھی بھی غلام ہے۔ جب غلام ہے تو اس صورت میں اس کا قصاص کون لے گا؟ آقا لے گا۔ کون لے گا؟ آقا لے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور اگر اس نے اتنا مال چھوڑا جس کے ذریعے ادائیگی ہو سکتی ہے لیکن ابھی ادائیگی کی نہیں تھی کہ اس کو قتل کر دیا گیا، اور آقا کے علاوہ اس کا کوئی اور وارث بھی موجود ہے۔ بھئی جو مکاتب جس نے ابھی پیسے جمع نہیں کیے تھے پورے، یہ مارا جائے تو پھر اس کے سارے پیسے آقا کو ملیں گے۔ مکاتب پیسے جمع کر رہا تھا لیکن ابھی پانچ لاکھ پورے نہیں ہوئے اس سے کم ہیں، اس کو کسی نے قتل کر دیا، تو جب پیسے پورے ہی نہیں ہیں ابھی تک تو معلوم ہوا یہ غلام ہی مرا ہے، اور جب غلام مرا ہے تو غلام کا تو سارا کچھ کس کا ہے؟ آقا کا، تو یہ آقا کو مل جائیں گے اس کے سارے پیسے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اس کا کوئی اور وارث ہے یا وارث نہیں اس کو نہیں دیکھا جائے گا، کیونکہ جب یہ غلام ہے تو پھر تو سارا کس کو ملے گا؟ آقا کو، وارثوں کو نہیں۔

لیکن اگر پیسے پورے چھوڑ کر مرا ہے اور اس کا کوئی اور وارث بھی ہے، اب یہاں دو احتمال ہو گئے۔ معلوم نہیں اب اسے کیا شمار کریں: آزاد شمار کریں؟ کیونکہ پیسے تو اس نے پورے چھوڑے ہیں جس کے ذریعے کیا ہو سکتی ہے؟ پوری پوری ادائیگی۔ تو اگر اسے آزاد شمار کریں تو پھر تو اس کی میراث کس کو ملنی چاہیے؟ وارثوں کو بھئی۔ کس کو ملنی چاہیے؟ وارثوں کو۔ تو معلوم ہوا اس کا ولی وہ وارث ہوگا، وہ قصاص لے گا۔ جس کو میراث مل رہی ہے، وارث ہے، ولی ہے، تو وہی کیا کرے گا؟ قصاص بھی لے گا۔ اور اگر یہ دیکھا جائے کہ اگرچہ پیسے تو جمع ہو چکے ہیں لیکن اس نے ادائیگی تو نہیں کی ابھی تک، جب ادائیگی ابھی تک نہیں کی تو یہ ہے کیا؟ غلام۔ جب یہ غلام ہے تو غلام کا قصاص کون لیا کرتا ہے؟ آقا۔ تو یہاں دو جہتیں آگئیں مولانا۔

ایک مکاتب کو قتل کیا گیا، اس نے پورے پیسے بھی چھوڑے ہیں اور اس کے کوئی وارث بھی ہیں اور آقا بھی ہے۔ اب اگر پورے پیسوں کی طرف نظر کی جائے تو یہ کیا معلوم ہوتا ہے؟ یہ آزاد مرا ہے۔ اور جب آزاد مرا ہے تو قصاص کا ولی کون ہوگا؟ وارث۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو اس نے تو ابھی ادائیگی نہیں کی تو یہ غلام ہے، تو قصاص کا ولی کون؟ آقا۔ لہٰذا اب چونکہ بات یقینی نہیں، قطعی نہیں ہے کہ مستحق کون ہے اس کا، لہٰذا اس صورت میں قصاص نہیں آئے گا بھئی، کیونکہ اختلاف آگیا مولانا، آزاد شمار کریں یا غلام شمار کریں؟ صحابہ کے زمانے سے اس میں اختلاف ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو آزاد شمار کیا جائے تو قصاص کا ولی کس کو ہونا چاہیے؟ وارث کو۔ اور اگر غلام شمار کیا جائے تو قصاص کا ولی کس کو ہونا چاہیے؟ آقا کو۔ تو دونوں جہتیں آرہی ہیں، اختلاف آگیا مولانا کہ کون مستحق ہے قصاص کا، تو لہٰذا اس صورت کے اندر اب قصاص نہیں آئے گا بھئی، چاہے دونوں اکٹھے ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ آقا بھی کہتا ہے قصاص لیں گے ہم، وارث بھی کہتے ہیں قصاص لیں گے، پھر بھی قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ سببِ استحقاق میں کیا آگیا ہے؟ اختلاف آگیا ہے۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

تو دیکھیے یہ دو مسئلے ہیں، دونوں صورتیں ذکر کریں گے بھئی۔ پہلی صورت: وَإِذَا قُتِلَ الْمُكَاتَبُ جب قتل کر دیا گیا مکاتب کو عَمْدًا جان بوجھ کر وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ إِلَّا الْمَوْلَى اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے علاوہ کس کے؟ اس کے مولا یعنی آقا کے علاوہ اور کوئی وارث بھی نہیں ہے اس کا، فَلَهُ الْقِصَاصُ تو آقا کو کس چیز کا حق ہے؟ قصاص کا۔ بھئی اور کوئی وارث ہی نہیں ہے، اب تو قصاص کون لے گا؟ آقا ہی لے گا۔ قصاص کا حق ہے إِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً اگر اس نے، وَفَاءً کہتے ہیں ادائیگی، یعنی اتنا مال نہ چھوڑا ہو جس کے ذریعے ادائیگی ہو سکے۔ إِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً اگر اتنا مال اس نے نہیں چھوڑا جس کے ذریعے

کیا کی جاسکے؟ ادائیگی کی جاسکے۔ تو جب اتنا مال نہیں چھوڑا پھر تو یقینی طور پر یہ کیا مرا ہے؟ غلام ہی مرا ہے، جب غلام مرا ہے تو غلام کا ولی کون ہے؟ آقا۔ تو کہتے ہیں: فَلَهُ الْقِصَاصُ تو آقا کے لیے قصاص ہوگا إِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً اگر اس مکاتب نے مالِ ادائیگی نہ چھوڑا ہو۔

وَإِنْ تَرَكَ وَفَاءً، اور اگر اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جس سے ادائیگی ہو سکتی ہے وَوَارِثُهُ غَيْرُ الْمَوْلَى اور اس کا وارث آقا کے علاوہ بھی ہے، آقا بھی موجود اور اس کے علاوہ کوئی وارث بھی موجود اور اس نے اتنا مال بھی چھوڑا ہے، فَلَا قِصَاصَ لَهُمْ تو ان کے لیے قصاص نہیں ہے، ان میں سے کوئی بھی نہیں لے گا بھئی، وَإِنِ اجْتَمَعُوا مَعَ الْمَوْلَى اگرچہ وہ وارث جمع ہو جائیں آقا کے ساتھ۔ کیونکہ سببِ استحقاق میں کیا آگیا؟ اختلاف، کسی ایک کو بھی ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے مال اس نے چھوڑا ہے اسے آزاد شمار کیا جانا چاہیے اور قصاص کا ولی کون ہونا چاہیے؟ وارث۔ دوسری طرف دیکھا جائے ادائیگی تو ابھی بھی نہیں کی، تو قصاص کا ولی کسے ہونا چاہیے؟ آقا کو۔ تو اختلاف آگیا، لہٰذا ایک کو بھی ترجیح نہیں دے سکتے، لہٰذا اب قصاص نہیں لیا جائے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی؟

وَإِذَا قُتِلَ عَبْدُ الرَّهْنِ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: میں نے آپ سے قرضہ لیا تھا، آپ نے کہا میرے پاس کوئی چیز رہن رکھواؤ، میں نے اپنا غلام آپ کے پاس بطورِ رہن کے رکھوا دیا۔ اس عبدِ مرہون کو کسی نے قتل کر دیا۔ تو کہتے ہیں اب قصاص کون، راہن لے گا یا مرتہن لے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، صرف راہن ہو تو بھی قصاص نہیں لے سکتا، مرتہن ہو تو وہ بھی قصاص نہیں لے سکتا۔ مرتہن تو اس لیے نہیں لے سکتا کیونکہ وہ مالک ہی نہیں ہے، اس کے پاس تو یہ غلام صرف کس طور پر تھا؟ رہن کے طور پر تھا بھئی۔ اور راہن بھی قصاص نہیں لے سکتا کیونکہ اس غلام کے ساتھ کس کا حق وابستہ ہو چکا؟ مرتہن کا حق وابستہ ہو چکا ہے، اس نے اگر اس کا قرضہ وصول نہ ہو تو وہ اس کے ذریعے کیا کرے گا؟ اپنے قرضے کو وصول کرے گا۔ صورت سب کو سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ تو لہٰذا جب عبدِ مرہون کو کوئی قتل کر دے قتلِ عمد، تو دونوں میں سے کوئی ایک بھی قصاص نہیں لے سکتا، ہاں اس وقت قصاص لے سکتے ہیں جب دونوں جمع ہو جائیں بھئی۔ جب دونوں کیا ہو جائیں؟ جمع ہو جائیں، دونوں مل جائیں پھر اب کیا کر سکتے ہیں؟ قصاص لے سکتے ہیں۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا قُتِلَ عَبْدُ الرَّهْنِ جب قتل کیا جائے رہن کے غلام کو تو لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ، لَا يَجِبُ أَيْ لَا يَثْبُتُ الْقِصَاصُ، قصاص ثابت نہیں ہوگا۔ بھئی جہاں بھی قصاص کے ساتھ وَاجِبٌ یا يَجِبُ کا لفظ آرہا ہے میں اس کا کیا معنی کر رہا ہوں؟ ثابت، اس لیے کہ قصاص واجب نہیں ہوتا مولانا، ثابت ہوتا ہے۔ قصاص واجب ہے؟ نہیں۔ مقتول کے اولیاء معاف کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے؟ معاف کر سکتے ہیں۔ تو اگر واجب ہو تا وہ معاف کر سکتے؟ وہ صلح کر سکتے ہیں یا نہیں کہ بدلے میں مال لے لیں؟ کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا قصاص واجب نہیں ہے بلکہ ثابت ہے۔ تو کہتے ہیں: لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ تو قصاص ثابت نہیں ہوگا حَتَّى يَجْتَمِعَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ یہاں تک کہ اکٹھے ہو جائیں راہن اور مرتہن۔

وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا عَمْدًا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: ایک آدمی نے دوسرے کو زخمی کر دیا، اور یہ جو زخمی شخص ہے یہ زخم لگنے کے بعد سے مسلسل بیمار ہے بھئی، اور پھر کافی عرصے کے بعد مولانا اسی زخم کی وجہ سے وہ مر گیا۔ زخم ٹھیک نہیں ہوا بھئی، اسی زخم کی وجہ سے وہ مر گیا۔ تو کہتے ہیں اس صورت میں قصاص لیا جائے گا، کیونکہ اس کی موت کس سے ہوئی ہے؟ اسی زخم سے۔ دوسرے نے جان بوجھ کر اسے زخم لگایا تھا، اسے زخمی کیا تھا، تلوار ماری یا کوئی اور چیز، تو اگرچہ فوری طور پر تو وہ نہیں مرا لیکن اسی زخم کی وجہ سے کچھ عرصے کے بعد وہ زخم خراب رہا، بیمار رہا، بستر پر ہی رہا اور اسی زخم سے مر گیا، تو یوں سمجھا جائے گا کہ اسی نے اس کو کیا کیا ہے؟ قتل کیا ہے۔ جب قتل کیا ہے جان بوجھ کر تلوار سے تو اب کیا لیا جائے گا قاتل سے؟ قصاص بھئی۔

یہ معنی ہے: وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا عَمْدًا اور جس نے زخمی کیا کسی آدمی کو جان بوجھ کر فَلَمْ يَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ تو وہ ہمیشہ صاحبِ فراش رہا، یعنی بستر پر ہی رہا۔ فِرَاشٌ کسے کہتے ہیں؟ بستر کو، بچھونے کو۔ صاحبِ فراش رہا یعنی بستر پر ہی لیٹا رہا، لَمْ يَزَلْ کا معنی ہے ہمیشہ، تو اس کے بعد ہمیشہ صاحبِ فراش ہی رہا حَتَّى مَاتَ یہاں تک کہ وہ مر گیا، فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ تو اس قاتل پر کیا ہے؟ قصاص ہے۔

وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ عَمْدًا مِنَ الْمَفْصِلِ، مَفْصِلٌ بھئی میم پر فتحہ، فاء پر سکون، صاد پر کسرہ پڑھنا بھئی، مَفْصِلٌ، قُطِعَتْ يَدُهُ۔ بھئی جس طرح نفس کے اندر قصاص ہوتا ہے اسی طرح اعضاء کے اندر بھی قصاص آئے گا۔ اگر ایک شخص دوسرے کے ہاتھ کو کاٹتا ہے تو اس کاٹنے والے کے ہاتھ کو بھی کیا کیا جائے گا قصاص میں؟ کاٹا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ جیسے نفس میں قصاص ہے اسی طرح اعضاء میں بھی قصاص ہے، لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ برابری ممکن ہو۔ ایسا زخم اس نے لگایا ہے جس میں برابری ہو سکتی ہے، تو جتنا اس کو زخم لگایا ہے اتنا ہی دوسرے کو بھی کیا کیا جائے گا؟ زخم۔ اگر برابری ممکن نہیں تو

وہاں قصاص نہیں آئے گا بھئی، تفصیل آگے آجائے گی، مال وغیرہ دینا پڑے گا بعض صورتوں میں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟[۲]

تو اب دیکھو ایک شخص دوسرے کا ہاتھ کاٹتا ہے تو قصاص آئے گا، لیکن شرط یہ ہے ہاتھ اس نے جوڑ سے کاٹا ہو۔ مثلاً بھئی کہاں سے؟ یہ جو کلائی جہاں آگے ہتھیلی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، یہاں سے اگر کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹا تو کاٹنے والے کے ہاتھ کو بھی قصاص میں کیا کیا جائے گا؟ یہیں سے کاٹا جائے گا، کیونکہ برابری ہے بھئی، اس کا بھی ہاتھ گیا اس کا بھی ہاتھ گیا۔ کسی نے ایک کا ہاتھ کہنی سے کاٹا جوڑ سے مولانا، تو جس نے یہ جرم کیا اس کے بھی ہاتھ کو کہاں سے کاٹا جائے گا؟ کہنی سے، کیونکہ یہاں بھی برابری ہے۔ تو جہاں برابری ممکن ہو وہاں پر قصاص آئے گا، جہاں پر برابری ممکن نہیں وہاں قصاص نہیں آئے گا بلکہ وہاں پر أَرْشٌ آئے گا، ارش۔ بھئی پورے نفس کے اندر جو مال بدلے کے طور پر دیا جاتا ہے وہ دیت کہلاتا ہے، اور عضو کے بدلے کے طور پر جو مال دیا جاتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ أَرْشٌ بھئی، آگے ذکر آجائے گا ارش۔

لہٰذا ایک آدمی دوسرے کے ہاتھ کو مولانا ادھر درمیان میں، کلائی کے درمیان میں سے کاٹ دیتا ہے، توڑ دیتا ہے، تو یاد رکھیے قصاص نہیں آئے گا کیونکہ یہاں برابری ممکن نہیں۔ یہاں اس نے اس کی ہڈی توڑی ہے، اور بعینہٖ اسی کے برابر ہم ہڈی توڑیں یہ ممکن ہے؟ نہیں بھئی، ضرور کچھ کمی بیشی ہو گی۔ تو یہ ضابطہ ایک یاد رکھنا، آگے صاحبِ قدوری بھی ذکر کریں گے، کہیں گے کہ ہڈی کے اندر قصاص نہیں، جہاں دوسرے کی ہڈی توڑی گئی ہے وہاں پر قصاص نہیں۔ اسی لیے یہاں ذکر کر رہے ہیں کہ جوڑ سے اگر کسی نے کاٹا بھئی تو پھر اس صورت میں قصاص آئے گا، ہڈی کو توڑا تو پھر اس صورت میں قصاص نہیں آئے گا۔

ہاں ہڈی میں پھر دانت کے اندر قصاص ہے مولانا، دانت میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو دانت کے اندر البتہ قصاص آئے گا مولانا۔ دانت ایک شخص نے دوسرے کا توڑ دیا یا نکال دیا تو اس مجرم کے بھی دانت کو کیا کیا جائے گا قصاص میں؟ نکالا جائے گا بھئی۔ اور یہ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں بھئی، سورۂ مائدہ میں ہے: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، اور فرض کر دیا یا لکھ دیا ہم نے ان پر تورات میں بھئی یا اپنی آیتوں کے اندر لکھ دیا یعنی فرض کر دیا، کیا فرض کیا؟ کہ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ نفس کے بدلے نفس ہے یعنی جان کے بدلے جان ہے، وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اور آنکھ کے بدلے آنکھ ہے، وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ اور ناک کے بدلے ناک، وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ اور کان کے بدلے کان ہے، وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اور دانت کے بدلے دانت، وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ اور زخموں میں قصاص، یہ ہم نے ان پر فرض کر دیا، لکھ دیا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ہڈی کے اندر قصاص نہیں ہے، صرف دانت میں ہے اور وہ بھی کس وجہ سے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: السِّنَّ بِالسِّنِّ، دانت کے بدلے دانت ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں بھئی: وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ عَمْدًا مِنَ الْمَفْصِلِ قُطِعَتْ يَدُهُ، اور جس نے کاٹ دیا کسی آدمی کے ہاتھ کو جان بوجھ کر مِنَ الْمَفْصِلِ جوڑ سے، مَفْصِلٌ کہتے ہیں جوڑ کو، جوڑ سے کاٹ دیا قُطِعَتْ يَدُهُ تو کاٹا جائے گا اس شخص کے ہاتھ کو بھی۔ وَكَذَلِكَ الرِّجْلُ وَمَارِنُ الْأَنْفِ وَالْأُذُنُ، اور اسی طرح ٹانگ ہے وَمَارِنُ الْأَنْفِ، أَنْفٌ کہتے ہیں ناک کو، مَارِنٌ کہتے ہیں نرم حصہ بھئی، اور اسی طرح ٹانگ ہے وَمَارِنُ الْأَنْفِ اور ناک کا نرم حصہ ہے وَالْأُذُنُ اور کان ہے بھئی۔ یعنی کسی نے کسی کی ٹانگ کاٹی جوڑ سے تو اس کاٹنے والے کی بھی ٹانگ کاٹی جائے گی، کسی نے کسی کی ناک کا نرم حصہ کاٹا تو اس کا بھی کاٹا جائے گا۔ بھئی دیکھو ناک پر اگر آپ ہاتھ لگائیں دیکھیں بھئی، اگلا حصہ نرم ہے اس میں ہڈی نہیں، لیکن وسط تک پہنچیں تو ہڈی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جہاں سے ہڈی شروع ہو گئی وہاں سے پھر اگر ہڈی ٹوٹی ہے پھر قصاص نہیں، برابری نہیں ہو سکتی۔ ہاں ہڈی سے اگلا حصہ کاٹا ہے تو اس مجرم کی بھی ناک کو کیا کیا جائے گا؟ کاٹا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں کیا فرماتے ہیں؟ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ، ناک کے بدلے ناک ہے بھئی۔ تو مَارِنٌ کا معنی وہ نرم حصہ ناک کا۔ وَمَارِنُ الْأَنْفِ اور ناک کے نرم حصے میں وَالْأُذُنُ اور اسی طرح کیا ہے؟ کان ہے بھئی۔

وَمَنْ ضَرَبَ عَيْنَ رَجُلٍ فَقَلَعَهَا فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ، اور جس نے مارا کسی شخص کی آنکھ پر فَقَلَعَهَا پس اسے نکال دیا، اکھاڑ دیا، فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ تو اس پر قصاص نہیں۔ کسی نے کسی کی آنکھ پر مار کر آنکھ نکال دی تو صاحبِ قدوری آپ کو بتلا رہے ہیں اس صورت میں قصاص نہیں آئے گا بھئی۔ اس پر آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا بھئی کہ قرآن میں تو اللہ کیا فرماتے ہیں؟ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ، آنکھ کے بدلے آنکھ ہے! تو یاد رکھنا یہ اس صورت میں آنکھ کے بدلے آنکھ ہے جب کوئی دوسرے کی آنکھ پھوڑ دے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو آنکھ پھوڑنا اور ہے، آنکھ کا نکالنا اور ہے بھئی۔ فرق سمجھ میں آیا؟ تو یہاں ذکر ہو رہا ہے آنکھ کے نکالنے کا بھئی۔ آنکھ پھوڑ دی ایک نے تو دوسرے کی بھی آنکھ کو پھوڑا جائے گا، آنکھ کے بدلے آنکھ ہو گی۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کی

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ عَمْدًا مِنَ الْمَفْصِلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن قطع يد غيره عمدا من المفصل» منقول ہے۔

آنکھ ضرب لگا کر نکال دی تو یہاں پر مماثلت ممکن نہیں ہے، لہٰذا اب یہاں پر قصاص نہیں ہو گا۔ تو یہی بات ذکر کر رہے ہیں صاحبِ قدوری کہ وَمَنْ ضَرَبَ عَيْنَ رَجُلٍ اور جس نے مارا کسی شخص کی آنکھ کو فَقَلَعَهَا پس اسے اکھاڑ دیا یعنی نکال دیا فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ تو اس پر قصاص نہیں، کیونکہ یہاں برابری نہیں ہو سکتی بھئی۔

فَإِنْ كَانَتْ قَائِمَةً، پس اگر آنکھ قائم تھی وَذَهَبَ ضَوْءُهَا اور اس کی روشنی چلی گئی یعنی بینائی چلی گئی، فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ تو اب اس پر کیا واجب ہے؟ قصاص واجب ہے۔ تُحْمَى لَهُ الْمِرْآةُ، تُحْمَى کا معنی گرم کرنا بھئی، گرم کیا جائے گا لَهُ اس کے لیے الْمِرْآةُ، مِرْآةٌ کہتے ہیں آئینے کو۔ تو اس کے لیے کیا کیا جائے گا؟ آئینے کو گرم کیا جائے گا۔ بھئی مِرْآةٌ سے مراد آئینہ نہیں ہے، آئینے جیسا چمکدار لوہا مراد ہے، کیونکہ آئینہ تو گرم ہو گا فوراً ٹوٹ جائے گا بھئی۔ تو مراد کیا ہے؟ آئینے کی طرح چمکدار لوہا بھئی، اسے خوب گرم کیا جائے گا بھئی اور پھر آنکھ کے سامنے لائیں گے تو ایک دم اس کی روشنی سے اس کی آنکھ کی بینائی ختم ہو جائے گی۔

تو کہتے ہیں: تُحْمَى لَهُ الْمِرْآةُ گرم کیا جائے گا اس کے لیے آئینے کو، وَيُجْعَلُ عَلَى وَجْهِهِ قُطْنٌ رَطْبٌ اور رکھا جائے گا اس کے چہرے پر قُطْنٌ، قُطْنٌ کہتے ہیں روئی کو، رَطْبٌ کا معنی ہے تر، گیلی، اور رکھا جائے گا اس کے چہرے پر گیلی روئی کو، وَتُقَابَلُ عَيْنُهُ بِالْمِرْآةِ اور مقابل کیا جائے گا اس کی آنکھ کو آئینے کے، اس کی آنکھ کو کس کے سامنے لے آئیں گے؟ آئینے کے سامنے لے آئیں گے حَتَّى يَذْهَبَ ضَوْءُهَا یہاں تک کہ اس کی روشنی یعنی اس کی بینائی چلی جائے گی۔ آنکھ کی روشنی اگر چلی گئی، بینائی چلی گئی آنکھ کی، تو دوسرے کی بھی آنکھ کی بینائی کو کیا کیا جائے گا؟ ختم کیا جائے گا۔ مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کو مارا بھئی، آنکھ تو سلامت ہے، آنکھ نہیں پھٹی لیکن اس کی ایک آنکھ کی بینائی چلی گئی، تو اس مجرم کی ایک آنکھ کی بینائی کو بھی اسی طرح ختم کیا جائے گا بھئی۔ اب کس طرح ختم کریں بھئی؟ کہ اس کے چہرے پر گیلی یعنی تر روئی رکھ دی جائے گی اور ایک آئینہ منگوایا جائے گا، اسے گرم کیا جائے گا اور پھر اس آئینے کو اس کی آنکھ کے سامنے لے آئیں گے تو اس کی چمک سے اس کی آنکھ کی بینائی بھی ختم ہو جائے گی بھئی، ایک لمحہ لگے گا فوراً ختم ہو جائے گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو آنکھ کے سامنے تیز چمکدار چیز ایک دم آجائے، بہت تیز تو آنکھ کی بینائی چلی جاتی ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں بھئی سورج کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے بھئی، اس کی روشنی بہت تیز ہے خصوصاً دوپہر وغیرہ کے وقت، تو آنکھ کی بینائی ایک دم ختم ہو سکتی ہے بھئی۔ صورت سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَفِي السِّنِّ الْقِصَاصُ، اور دانت میں قصاص ہے بھئی۔ دانت بھی ہڈی ہے لیکن اس کے اندر قصاص ہے بھئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں کیا فرماتے ہیں؟ السِّنَّ بِالسِّنِّ، دانت کے بدلے دانت۔ تو اس کا ذکر چونکہ قرآن میں آگیا اس لیے دانت ہڈی ہے لیکن اس کے باوجود اس میں قصاص آجائے گا، باقی کسی ہڈی کے اندر قصاص نہیں ہے۔

وَفِي كُلِّ شَجَّةٍ يُمْكِنُ فِيهَا الْمُمَاثَلَةُ الْقِصَاصُ۔ یاد رکھیے زخم دو قسم پر ہیں: کچھ وہ زخم ہیں جن کو شَجَّةٌ کہتے ہیں جو کتاب میں آرہا ہے، اور بعض زخم ہیں ان کو جِرَاحَةٌ کہتے ہیں بھئی۔ یاد رکھیے شَجَّةٌ وہ زخم ہے جو چہرے یا سر پر لگایا جائے بھئی۔ سر اور چہرے پر جو زخم ہے اسے شَجَّةٌ کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو باقی زخم ہیں وہ جِرَاحَةٌ کہلاتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ معنی سمجھ میں آیا؟ شَجَّةٌ کس کو کہتے ہیں؟ وہ زخم جو سر یا چہرے میں ہو بھئی، اور اس کے علاوہ باقی جگہ زخم ہو اس کو کیا کہتے ہیں؟ جِرَاحَةٌ بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَفِي كُلِّ شَجَّةٍ يُمْكِنُ فِيهَا الْمُمَاثَلَةُ الْقِصَاصُ اور سر اور چہرے کے ہر ایسے زخم میں يُمْكِنُ فِيهَا الْمُمَاثَلَةُ جس میں مماثلت ممکن ہو یعنی جس میں برابری ممکن ہو، برابری ہو سکے، اس میں الْقِصَاصُ کیا ہے؟ ہر ایسے زخم میں قصاص ہے۔ وَلَا قِصَاصَ فِي عَظْمٍ، اور ہڈی میں قصاص نہیں ہے بھئی، عَظْمٌ ہڈی کو کہتے ہیں بھئی، کیونکہ وہاں پر برابری نہیں ہو سکتی کہ بالکل اسی کی طرح اس کی بھی ہڈی ٹوٹے بھئی۔ تو وَلَا قِصَاصَ فِي عَظْمٍ ہڈی میں قصاص نہیں ہے إِلَّا فِي السِّنِّ مگر دانت میں بھئی، کیونکہ دانت کا ذکر قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے بھئی۔

وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ شِبْهُ عَمْدٍ، وَإِنَّمَا هُوَ عَمْدٌ أَوْ خَطَأٌ۔ بھئی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ نفس کے اندر تو ہم نے چار پانچ قسمیں بتا دیں بھئی کہ قتلِ عمد ہو گا، کبھی شبہِ عمد ہو گا، کبھی خطا ہو گا، کبھی جاری مجرائے خطا وغیرہ بھئی۔ لیکن اعضاء کے اندر یہ تفصیل نہیں ہے، اعضاء میں دو قسم کے جرم ہیں: یا عَمْدًا ہو گا یا خَطَأً ہو گا بس بھئی۔ یہاں شبہِ عمد وغیرہ نہیں۔ اعضاء میں صرف کتنے قسم کا جرم ہے؟ دو قسم پر: یا پھر کیا ہو گا؟ عَمْدًا، جس کے اندر برابری ہو سکے تو قصاص آئے گا، برابری نہ ہو سکے تو قصاص نہیں۔ اور خَطَأً ہو تو پھر تو قصاص نہیں آتا مولانا، پھر تو مال ہی آیا کرتا ہے بھئی۔ تفصیل آجائے گی کس عضو میں کتنا مال آئے گا مولانا، اگلا باب اسی بارے میں ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ شِبْهُ عَمْدٍ اور نہیں ہے نفس سے کم میں یا نفس کے علاوہ میں شِبْهُ عَمْدٍ شبہ عمد نہیں ہے، وَإِنَّمَا هُوَ عَمْدٌ أَوْ خَطَأٌ وہ تو عمد یا خطا ہی ہے، وہاں دو ہی صورتیں ہیں یا عمداً ہو گا یا خطأً ہو گا۔ بھئی قتل کے اندر ہم نے شبہِ عمد بنایا تھا، وجہ یہ ہے مولانا کہ ایک آدمی دوسرے کو قتل کرتا ہے، اب قتل کرتا ہے تو دو صورتیں ہیں: یا تو آلۂ قتل کے ذریعے قتل کرے گا یا کسی اور چیز کے ذریعے قتل کرے گا۔ اب اتنا تو پتہ لگ گیا اس آدمی نے اس کو قتل کیا ہے، لیکن پتہ نہیں اس کا ارادہ بھی قتل کا تھا یا ارادہ قتل کا نہیں تھا، یہ پتہ لگ سکتا ہے؟ نہیں۔ ارادہ تو دل کی ایک بات ہے جسے اللہ تو جانتے ہیں اور کوئی اس پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ تو لہٰذا مجبوراً وہاں ہمیں پھر کیا کرنا پڑا؟ اسلحے کی قید لگانا پڑی۔ اسلحے سے مارا ہے تو معلوم ہوا اس کا ارادہ ہی کس چیز کا تھا؟ قتل کا تھا، اب قصاص آئے گا۔ اگر اسلحے کے بجائے لاٹھی سے مارا ہے، اب پتہ نہیں اس کا ارادہ قتل ہی کا تھا یا صرف پٹائی کر رہا تھا اور وہ مر گیا، تو شبہِ عمد آیا مولانا، شبہ آ گیا اور اس کی وجہ سے قصاص پھر نہیں آیا کرتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو وہاں پر قتل تو ہے ہی ہے لیکن یہ پتہ نہیں کہ اس کا ارادہ قتل کا ہے یا قتل کا نہیں، تو وہاں ہمیں مجبوراً پھر قسمیں بنانا پڑیں: ایک عمد اور ایک شبہِ عمد۔ کس چیز کے ذریعے مارا ہے اس سے پتہ لگ جائے گا: اگر اسلحے سے مارا اب ہم کہیں گے معلوم ہوا اس کا ارادہ ہی کیا تھا؟ قتل کرنے کا، لہٰذا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر اس نے لاٹھی سے مارا ہے اب پتہ نہیں، شبہ آ گیا کہ اس کا ارادہ قتل ہی کا تھا یا قتل کا نہیں، اس پر کوئی مطلع نہیں، یہ تو دل کی ایک بات ہے بھئی۔ جبکہ یہاں پر ایسا نہیں ہے مولانا، یہاں پر صرف کیا ہے؟ عمد ہے یا خطا ہے بھئی۔

وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ۔ اچھا بھئی یہ بات یاد رکھنا کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے بالاجماع بھئی، تقریباً تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔ مرد کو کسی نے غلطی سے قتل کیا تو سو اونٹ دینے پڑیں گے، لیکن عورت کو کسی نے غلطی سے قتل کیا تو اس صورت میں نصفِ دیت ہے، پچاس اونٹ دینے پڑیں گے بھئی۔ اس پر تقریباً ساری امت کا اجماع ہے بھئی۔ ہاں قتلِ عمد ہو تو مرد کے بدلے بھی دوسرے کو قتل کیا جائے گا، عورت کے بدلے بھی دوسرے کو کیا کیا جائے گا؟ قتل۔ لیکن بات ہو رہی ہے دیت کی بھئی: اگر غلطی سے قتل ہوا تو پھر اس صورت میں دیت آتی تھی، لیکن مرد کی دیت ہے سو اونٹ تو عورت کی کتنی ہے؟ پچاس، نصف ہے بھئی، نصفِ دیت ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ اور قصاص نہیں ہے مرد اور عورت کے درمیان نفس سے کم کے اندر۔ بھئی نفس میں تو قصاص ہے، آدمی نے عورت کو قتل کیا ہے جان بوجھ کر ارادے کے ساتھ اسلحے کے ذریعے تو اس آدمی کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ تو نفس کے اندر تو قصاص ہے لیکن نفس سے کم کے اندر قصاص نہیں۔ اس لیے کہ یاد رکھنا جو نفس سے کم ہیں اعضاء، اعضاء کے ساتھ مال والا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اعضاء کے ساتھ کس کا برتاؤ کیا جاتا ہے؟ مال والا، یعنی ان کو مال سمجھا جاتا ہے، مال کی طرح کا ان کے ساتھ برتاؤ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اور جب مال والا برتاؤ کیا جاتا ہے تو ایک آدمی نے ایک عورت کا ہاتھ جوڑ سے کاٹ دیا۔ بھئی آدمی نے آدمی کا ہاتھ جوڑ سے کاٹا تو اس کاٹنے والے کے ہاتھ کو بھی کیا کیا جاتا ہے؟ کاٹا جاتا ہے، کیونکہ اس آدمی کے ہاتھ کی جتنی قیمت تھی مجرم کے ہاتھ کی بھی اتنی قیمت ہے۔ یاد رکھو ایک ہاتھ کی قیمت ہے پچاس اونٹ، دونوں ہاتھوں کی پھر وہی سو اونٹ ہیں مولانا۔ تو جس کے ہاتھ کو کاٹا گیا کتنی قیمت تھی اس ہاتھ کی؟ پچاس اونٹ۔ بھئی غلطی سے کاٹا اب قصاص تو نہیں آئے گا، تو پچاس اونٹ اس کو دینے پڑیں گے، اور کس کو دے گا؟ جس کا ہاتھ کاٹا ہے اس کو دینے پڑیں گے بھئی پچاس اونٹ۔

اب اگر کسی نے عورت کا ہاتھ کاٹ دیا اور جان بوجھ کر کاٹا، تو قصاص کے اندر اس آدمی کے ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔ کیوں نہیں کاٹا جائے گا؟ اس لیے کہ برابری نہیں ہے۔ ہاتھ کی دیت نفس سے نصف ہوا کرتی ہے۔ نفس کی کتنی دیت تھی؟ سو اونٹ، تو آدمی کے ہاتھ کی کتنی دیت ہوئی؟ پچاس اونٹ۔ اور عورت کی کل دیت کتنی ہے؟ پچاس اونٹ، تو اس کے ایک ہاتھ کی کتنی ہوئی؟ پچیس اونٹ ہوئی۔ تو اب اگر عورت کا ہاتھ کاٹا ہے بدلے میں مرد کا بھی ہاتھ کاٹا جائے تو برابری ہوئی؟ نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ یہاں برابری نہیں، عورت کے ہاتھ کی قیمت پچیس اونٹ اور مرد کے ہاتھ کی قیمت پچاس اونٹ، تو برابری نہیں لہٰذا قصاص نہیں آئے گا بلکہ یہاں کیا دینا پڑے گا؟ وہی دیت یعنی ارش دینا پڑے گا پچیس اونٹ۔

تو کہتے ہیں: وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ اور قصاص نہیں ہے مرد اور عورت کے درمیان فِيمَا دُونَ النَّفْسِ کس میں؟ نفس سے کم میں بھئی یعنی اعضاء کے اندر یا نفس کے علاوہ میں، وَلَا بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ اور اسی طرح نہیں ہے بھئی آزاد اور غلام کے درمیان۔ بھئی ایک آدمی ہے اس نے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا، جان بوجھ کر کاٹا، جوڑ سے کاٹا، تو قصاص کے طور پر اس آدمی کے ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ برابری نہیں بھئی۔ بھئی کیوں نہیں برابری؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ جو آزاد ہے اس کے ہاتھ کی قیمت تو کتنی ہے؟ پچاس اونٹ ہے، اور غلام کے ہاتھ کی؟ بھئی غلام کی تو قیمتیں مختلف ہوا کرتی ہیں تو اس کے ہاتھ کی قیمت بھی مختلف، تو برابری آئی؟ برابری نہیں آئی لہٰذا یہاں نہیں کاٹا جائے گا۔

وَلَا بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ، اور اسی طرح دو غلاموں کے درمیان بھی قصاص نہیں ہے۔ ایک غلام نے دوسرے غلام کے ہاتھ کو جوڑ سے کاٹا اور جان بوجھ کر کاٹا، آزاد ہوتے تو کیا آتا؟ قصاص، لیکن یہاں دونوں کیا ہیں؟ غلام، تو قصاص نہیں آئے گا۔ بھئی کیوں نہیں قصاص آئے گا، یہ بھی غلام ہے وہ بھی غلام ہے؟ کہتے ہیں بھئی برابری نہیں ہے، اس غلام کی قیمت الگ ہو گی اس غلام کی قیمت الگ، جب قیمت الگ ہے تو ہاتھوں کی قیمت بھی الگ الگ، برابری نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آرہا ہے بھئی؟

وَيَجِبُ الْقِصَاصُ فِي الْأَطْرَافِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ، اور قصاص واجب ہے، أَطْرَافٌ کا کیا معنی ہے؟ اعضاء، اور قصاص واجب ہے فِي الْأَطْرَافِ اعضاء کے اندر بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ مسلمان اور کافر کے درمیان۔ بھئی کافر مسلمان کا ہاتھ کاٹے یا مسلمان کافر کا ہاتھ کاٹے بھئی، جوڑ سے کاٹا ہے، جان بوجھ کر کاٹا ہے، تو دوسرے کے ہاتھ کو بھی کیا کیا جائے گا؟ کاٹا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کیونکہ دونوں برابر ہیں ارش کے اندر بھئی۔

وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ مِنْ نِصْفِ السَّاعِدِ أَوْ جَرَحَهُ جَائِفَةً فَبَرِئَ مِنْهَا فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ. سَاعِدٌ کہتے ہیں یہ ہتھیلی سے لے کر کہنی تک جو ہاتھ کا حصہ ہے، یہ کلائی والا حصہ مولانا، یہ کیا کہلاتا ہے کہنی تک؟ سَاعِدٌ کہلاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو اگر کسی نے کسی کا نصفِ ساعد سے، نصفِ کلائی سے کسی کا ہاتھ کاٹا، تو اب آپ بتایئے قصاص آئے گا یا نہیں آئے گا؟ نہیں آئے گا۔ نصفِ ساعد سے کاٹا ہے، کلائی کے درمیان سے، کیوں نہیں آئے گا قصاص؟ کیونکہ ہڈی آگئی مولانا بیچ میں، ہڈی توڑی ہے اس نے اور ہڈی کے اندر تو قصاص نہیں کیونکہ برابری نہیں ہو سکتی۔[۳]

اسی طرح آگے جَائِفَةٌ کا لفظ آرہا ہے، جائفہ۔ یاد رکھیے جَائِفَةٌ وہ زخم ہے جو سینے یا پیٹ یا کمر پر لگایا جائے جو اندر تک پہنچے جسم کے۔ ایسا زخم لگایا سینے پر یا پیٹ پر یا کمر پر جو کہاں تک پہنچ گیا؟ اندر تک، خوب گہرا زخم لگایا، اسے جَائِفَةٌ کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر گردن میں ایسا زخم لگایا جو اندر اس خوراک کی نالی تک پہنچتا ہے تو یہ بھی کیا کہلاتا ہے؟ جَائِفَةٌ۔ سمجھ میں آیا؟ جو جوف تک پہنچ رہا ہے، اندر بھئی پیٹ تک۔ تو جائفہ کس زخم کو کہتے ہیں؟ جو اندر تک پہنچے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو دیکھیے کہتے ہیں: وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ اور جس نے کاٹا کسی آدمی کے ہاتھ کو مِنْ نِصْفِ السَّاعِدِ نصفِ کلائی سے، أَوْ جَرَحَهُ جَائِفَةً یا اسے زخم لگایا، زخمی کیا، کون سا زخم لگایا بھئی؟ جائفہ زخم لگایا، فَبَرِئَ مِنْهَا تو وہ اس سے ٹھیک ہو گیا۔ جائفہ زخم لگایا تھا لیکن وہ کیا ہوا؟ ٹھیک ہو گیا، فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ تو اس پر قصاص نہیں ہے۔ بھئی ٹھیک ہے کلائی سے ہاتھ کاٹا وہاں تو قصاص نہیں آئے گا کیونکہ وہاں ہڈی ہے اور ہڈی کے اندر قصاص نہیں، یہ جائفہ کے اندر قصاص کیوں نہیں ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ جو جائفہ زخم ہے عموماً اس میں آدمی بچتا نہیں ہے۔ ایسا زخم لگا دیا کہ جو اندر تک پہنچتا ہوا ہے، اس میں عموماً آدمی بچتا نہیں۔ اور یہ شخص ٹھیک ہو گیا، جس نے ایسا زخم لگایا تھا بچتا تو نہیں آدمی لیکن یہ کیا ہوا؟ ٹھیک ہو گیا، بچ گیا۔ اب اس شخص کے لیے ممکن نہیں ہے کہ ایسا جائفہ دوسرے کو بھی لگائے جس سے وہ ٹھیک ہو جائے، ہو سکتا ہے وہ تو اس سے کیا ہو جائے؟ مر ہی جائے، پتہ بھی کوئی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اس لیے یہاں قصاص نہیں آئے گا۔ ہاں اور سزا، مال وغیرہ جو ہو گا وہ الگ بات ہے، بات چل رہی ہے صرف قصاص کی کہ قصاص نہیں آئے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں: أَوْ جَرَحَهُ جَائِفَةً یا اسے زخم لگایا جائفہ فَبَرِئَ مِنْهَا وہ اس سے ٹھیک ہو گیا فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ تو اس پر قصاص نہیں ہے۔

وَإِذَا كَانَتْ يَدُ الْمَقْطُوعِ صَحِيحَةً وَيَدُ الْقَاطِعِ شَلَّاءَ أَوْ نَاقِصَةَ الْأَصَابِعِ. صورت یہ ہے: ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا جوڑ سے، مثلاً اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جوڑ سے۔ اب ہونا کیا چاہیے؟ کہ مجرم کے ہاتھ کو بھی کہاں سے کاٹا جائے؟ دائیں ہاتھ ہی کو کاٹا جائے گا اور کہاں سے کاٹا جائے گا؟ جوڑ سے۔ یاد رکھیے جو ہاتھ کاٹا ہے وہی ہاتھ اس کا بھی کاٹا جائے گا، یہ نہیں کہ دایاں اس کا کاٹا ہے تو اس کا بایاں کاٹ دو۔ اب ہوا یہ کہ جس کا ہاتھ کاٹا تھا وہ ہاتھ تو صحیح تھا، جو ہاتھ کٹا ہے وہ کس قسم کا تھا؟ صحیح، ٹھیک ٹھاک ہاتھ تھا۔ اور یہ جس نے ہاتھ کاٹا یعنی جو مجرم ہے، اس کا ہاتھ شل ہے، زیادہ حرکت اس میں ہے ہی نہیں، پہلے سے ہی بیماری اور مرض کی وجہ سے یہ ہاتھ ایسا ہو چکا ہے کہ یہ اس سے صحیح آدمی کی طرح کام نہیں لے سکتا بھئی، شل ہے مولانا۔ یا مولانا اس کی تین چار انگلیاں پہلے ہی کٹ چکی ہیں اس ہاتھ کی، تو یہ عیب والا ہاتھ ہے۔ اس کا تو صحیح ہاتھ کٹا اور اس کا اگر کاٹا جائے تو کس قسم کا ہاتھ کٹے گا؟ عیب والا ہاتھ کٹے گا۔ تو

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ مِنْ نِصْفِ السَّاعِدِ أَوْ جَرَحَهُ جَائِفَةً فَبَرِئَ مِنْهَا فَلَا قِصَاصَ عَلَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن قطع يد رجل من نصف الساعد أو جرحه جائفة فبرأ منها فلا قصاص عليه» منقول ہے۔

اب کیا کیا جائے؟[۴]

کہتے ہیں بھئی اب چونکہ برابری نہیں آرہی لہٰذا وہ جو زخمی ہے اس کو اختیار دے دیں گے: چاہے تو تم کیا کرو؟ اس کا یہی عیب والا ہاتھ کاٹ دو، اور چاہے تو پورے ہاتھ کی جو دیت بنتی ہے وہ دیت لے لو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اس بیچارے کا تو زیادہ نقصان ہوا ہے، اگر اس کا عیب والا ہاتھ کاٹیں گے تو اس کا اتنا نقصان ہوا؟ نہیں، اس کا تو یہ ہاتھ پہلے ہی صحیح طرح کام نہیں کرتا، تو برابری نہیں آرہی۔ لہٰذا اب اس کو اختیار دے دیں گے بھئی جس کا ہاتھ کٹا ہے کہ وہ کیا کرے؟ چاہے تو یہی ہاتھ کٹوا دے اس کا بھی، اسی پر راضی ہو جائے، اور چاہے تو کیا کرے؟ ہاتھ چھوڑ دے اور پورے ہاتھ کی جو دیت اور جو ارش آتا ہے وہ کیا کرلے؟ لے لے بھئی۔ دیت کس کو کہتے تھے؟ میں نے کیا بتلایا؟ نفس کے اندر جو مال بدل آتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ دیت، اور نفس سے کم کے اندر جو آئے وہ کیا کہلاتا ہے؟ ارش بھئی۔ لیکن کبھی ارش کو بھی دیت کہہ دیتے ہیں مجازاً بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا كَانَتْ يَدُ الْمَقْطُوعِ صَحِيحَةً جب مقطوع کا ہاتھ جو ہے وہ صحیح تھا وَيَدُ الْقَاطِعِ شَلَّاءَ اور قاطع یعنی کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہے، یعنی اس میں زیادہ حرکت نہیں۔ بالکل شل نہیں مولانا یاد رکھنا، بالکل ہی شل ہے اس کا ہاتھ پھر تو قصاص آئے گا ہی نہیں، یہاں تو اس کا پہلے ہی بیکار ہے، قصاص کا کوئی فائدہ ہوگا؟ نہیں۔ تو شل سے مراد یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ اس سے فائدہ وہ لیتا ہو، کچھ نہ کچھ اس میں حرکت ہو بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا كَانَتْ يَدُ الْمَقْطُوعِ صَحِيحَةً وہ شخص جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اگر وہ ہاتھ اس کا صحیح تھا وَيَدُ الْقَاطِعِ شَلَّاءَ اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہے أَوْ نَاقِصَةَ الْأَصَابِعِ یا اس کی انگلیاں ناقص ہیں یعنی کم ہیں، پہلے ہی کیا ہو چکی ہیں؟ کٹ چکی ہیں یا ہیں ہی نہیں سرے سے، ایک دو انگلیاں ہیں ہاتھ میں، فَالْمَقْطُوعُ بِالْخِيَارِ تو مقطوع یعنی جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اس کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ قَطَعَ الْيَدَ الْمَعِيبَةَ چاہے تو کاٹ دے یہی عیب والے ہاتھ کو وَلَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهَا اور اس کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہے اس کے علاوہ بھئی، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْأَرْشَ كَامِلًا اور اگر چاہے تو کیا کرے؟ ارش لے لے پورا بھئی یعنی پورا ضمان لے لے، پورا تاوان لے لے۔

وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَاسْتَوْعَبَتِ الشَّجَّةُ مَا بَيْنَ قَرْنَيْهِ۔ بھئی صورتِ مسئلہ یہ ہے: سر اور چہرے کا زخم جو ہے اس سے انسان کا حسن ختم ہو جاتا ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اب یہاں پر ایک آدمی نے دوسرے کو زخم لگایا، اور زخم بھی کیسا لگایا کہ سر کے ایک طرف سے شروع ہوتا ہے دوسری طرف وہ زخم پہنچتا ہے بھئی۔ زخم کہاں سے شروع ہو رہا ہے؟ ایک طرف سے یعنی دائیں طرف سے شروع ہوتا ہے اور بائیں طرف وہ زخم پہنچ رہا ہے بھئی، اتنا بڑا المباز خم لگا دیا۔ اور اب اتنا ہی زخم اگر وہ مجرم کو لگایا جائے، قصاص آرہا ہے، لیکن اس کو اتنا ہی زخم لگایا جائے، اتنا ہی لمبا چوڑا زخم، تو وہ اس کے سر کے دونوں جانب نہیں پہنچتا۔ معلوم ہوا مجرم کا سر بڑا ہے، دوسرے کا سر ذرا چھوٹا تھا اور مجرم کا سر بڑا ہے۔ اب اس کو جو زخم لگایا وہ تو سر کے دونوں جانب ہے، اس میں تو بہت زیادہ عیب ہے مولانا، ایک جانب ہوتا تو تھوڑا عیب تھا، دونوں جانب زخم پہنچ رہا ہے تو عیب زیادہ۔ اور یہ جو مجرم ہے اس کے سر پر اسی طرح وہی زخم لگایا جائے، اس کا سر بڑا ہے تو دوسری طرف وہ زخم نہیں پہنچتا، تو گویا تقریباً ایک ہی جانب اس کی عیب والی ہو جاتی ہے دوسری طرف وہ نشان نہیں پہنچتا۔ اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی پھر وہی اختیار دے دیں گے اسے: چاہے تو کیا کرو؟ اتنا ہی زخم لگا دو، جس طرف سے شروع کرنا چاہو شروع کر دو، دوسری طرف جہاں تک پہنچتا ہے اتنا لگا دو بس بھئی، اسی کے برابر لگاؤ اس سے زیادہ نہیں لگانا۔ تو چاہے تو اتنا زخم لگا دو اور چاہے تو کیا کرو؟ پورا ارش لے لو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

جی تو کہتے ہیں: وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا اور جس نے زخم لگایا کسی آدمی کو، اور شَجَّ کس کو کہتے تھے بھئی؟ سر اور چہرے کے زخم یعنی یہاں مراد سر ہے، سر پہ زخم لگایا، فَاسْتَوْعَبَتِ الشَّجَّةُ مَا بَيْنَ قَرْنَيْهِ، اِسْتَوْعَبَ يَسْتَوْعِبُ اِسْتِيعَابٌ کا معنی ہے گھیر لینا، پس گھیر لیا اس زخم نے مَا بَيْنَ قَرْنَيْهِ اس کے سر کی دونوں جانبوں کو۔ قَرْنَيْهِ اصل میں کیا تھا؟ تثنیہ ہے قَرْنَيْنِهِ، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، قَرْنَيْهِ رہ گیا۔ قَرْنٌ اصل میں کہتے ہیں سینگ کو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جانور کا جو سینگ ہے۔ اور سینگ جیسے سر کے دو اطراف میں ہوتے ہیں تو سر کی طرف کو بھی کیا کہہ دیا کرتے ہیں؟ قَرْنٌ کہہ دیتے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں: فَاسْتَوْعَبَتِ الشَّجَّةُ مَا بَيْنَ قَرْنَيْهِ تو گھیر لیا سر کے زخم نے سر کی دونوں جانبوں کو، وَهِيَ لَا تَسْتَوْعِبُ مَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّاجِّ اور یہ نہیں گھیرتا کس کو؟ مَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّاجِّ۔ شَاجٌّ وہ جس نے شجہ لگایا، سر کا زخم لگایا، آگے آرہا ہے مَشْجُوجٌ جس کو سر کا زخم لگایا گیا۔ تو وَهِيَ لَا تَسْتَوْعِبُ اور یہ گھیرتا نہیں ہے مَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّاجِّ زخم لگانے والے کے سر کی دونوں جانبوں کو، اس کے درمیان جو سارا حصہ ہے اس کو یہ نہیں

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا كَانَتْ يَدُ الْمَقْطُوعِ صَحِيحَةً وَيَدُ الْقَاطِعِ شَلَّاءَ أَوْ نَاقِصَةَ الْأَصَابِعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا كانت يد المقطوع ويد القاطع شلاء أو ناقصه الأصابع» منقول ہے۔

گھیر تا یعنی اس کو اگر اتنا ہی زخم لگایا جائے تو اس کو نہیں گھیر تا۔ تو اب دیکھو جس کے سر پہ زخم لگایا دونوں طرف پہنچا وہ تو بڑا عیب پیدا ہو گیا اس میں، اور جس سے اگر بدلہ اسی طریقے پر لیا جائے تو اس کے سر میں اتنا عیب نہیں آتا تو برابری نہیں۔ تو کہتے ہیں: فَالْمَشْجُوجُ بِالْخِيَارِ تو جس کو زخم لگایا گیا ہے اس کو اختیار ہے: إِنْ شَاءَ اقْتَصَّ بِمِقْدَارِ شَجَّتِهِ چاہے تو وہ قصاص لے لے اپنے سر کے زخم کی مقدار یعنی اتنا ہی زخم لگا دے، يَبْتَدِئُ مِنْ أَيِّ الْجَانِبَيْنِ شَاءَ ابتدا کرے جس جانب سے بھی وہ چاہے، دونوں جانبین میں سے دائیں طرف یا بائیں طرف جس طرف سے بھی چاہتا ہے ابتدا کر دے اور اتنا ہی زخم لگا دے جہاں تک بھی وہ پہنچتا ہے اسی کے برابر بھئی، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْأَرْشَ كَامِلًا اور چاہے تو ارش لے لے کامل طور پر یعنی پورا کا پورا ارش لے لے۔

وَلَا قِصَاصَ فِي اللِّسَانِ۔ زبان کے اندر قصاص نہیں ہے۔ ایک آدمی نے دوسرے کی زبان کاٹی، اب جس کی زبان کاٹی گئی ہے یہ دوسرے سے قصاص نہیں لے سکتا۔ کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ برابری نہیں ہو سکتی بھئی۔ زبان میں دیکھو، زبان اس وقت منہ میں ہے، سکڑی ہوئی ہے چھوٹی، آپ زبان باہر نکالیں بھئی کتنی لمبی ہو گئی زبان! تو زبان کبھی سکڑتی ہے اور کبھی پھیلتی ہے، تو اس میں برابری نہیں ہو سکتی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا قِصَاصَ فِي اللِّسَانِ لسان کے اندر قصاص نہیں ہے، وَلَا فِي الذَّكَرِ ذکر میں بھی نہیں ہے مولانا، اس میں بھی یہی علت ہے، إِلَّا أَنْ يَقْطَعَ الْحَشَفَةَ مگر یہ کہ حشفے کو کاٹ دے۔ ذکر کے اگلے حصے کو کاٹ دے تو اس صورت میں قصاص آئے گا کیونکہ مقام معلوم ہے، برابری ہو سکتی ہے۔

وَإِذَا صَالَحَ الْقَاتِلُ أَوْلِيَاءَ الْمَقْتُولِ، جب صلح کر لی قاتل نے مقتول کے اولیاء کے ساتھ عَلَى مَالٍ کسی مال پر، سَقَطَ الْقِصَاصُ تو قصاص کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔ ایک دفعہ صلح کر لی مولانا بس قصاص کیا ہو گیا؟ ساقط ہو گیا، اب دوبارہ نہیں آئے گا، وَوَجَبَ الْمَالُ اور مال واجب ہو جائے گا قَلِيلًا كَانَ أَوْ كَثِيرًا چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ ہو مولانا۔ تو یہاں دیکھیے صلح ساروں نے کی ہے۔ اگلے مسئلے میں بتلائیں گے کہ اگر ایک صلح کر لیتا ہے یا کوئی ایک کیا کر لیتا ہے؟ معاف کر دیتا ہے۔ اس مسئلے میں تو کیا تھا؟ مقتول کے سارے اولیاء نے کیا کر لی؟ صلح، تو بس قصاص ختم اور وہ جو مال جس پر صلح ہوئی ہے وہ واجب ہو گیا، وہ اب دینا پڑے گا قاتل کو بھئی۔

لیکن آگے بتائیں گے اگر مقتول کے اولیاء میں سے، مثلاً ایک آدمی کو کیا کیا کسی نے؟ قتل کر دیا، اس کے چار بیٹے ہیں، ان چار میں سے کیا کیا ایک نے؟ معاف کر دیا یا اپنے حصے پر صلح کر لی۔ بھئی ساروں کی طرف سے تو وہ صلح نہیں کر سکتا، ساروں کی تو رضامندی ضروری ہے، وہ صرف کیا کر رہا ہے؟ ایک آدمی صلح کر رہا ہے یا ایک آدمی معاف کر رہا ہے۔ بس مولانا، ایک بھی معاف کر دے ان میں سے تو قصاص کیا ہو جائے گا؟ ساقط۔ یا ایک بھی صلح کر لے، کچھ مال لے لے تو قصاص خود بخود کیا ہو جائے گا؟ ساقط، اس لیے کہ قصاص میں تقسیم نہیں، تجزی نہیں ہو سکتی کہ کچھ کے لیے قصاص نہ ہو اور کچھ کے لیے قصاص ہو، یا بعضِ قصاص لیا جائے اور بعضِ قصاص کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ ہو سکتا ہے بھئی کچھ قصاص لے لیں کچھ نہ لیں؟ نہیں۔ قصاص میں تقسیم، حصے نہیں ہو سکتے۔ قصاص میں تو ہلاک کیا جائے گا اس شخص کو، روح نکلے گی اور روح تقسیم نہیں ہو سکتی کہ کچھ روح نکلے اور کچھ روح نہ نکلے بھئی۔

تو جب ایک نے معاف کر دیا یا ایک نے اپنے حصے پر صلح کر لی تو باقیوں کا حق بھی قصاص کے اندر ختم، قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اب ایک نے تو کیا کر دیا؟ معاف کر دیا، یا ایک نے تو اپنے حصے کے عوض کیا لے لیا؟ صلح کر لی، مال لے لیا۔ ایک کیا کر دیتا ہے؟ معاف کر دیتا ہے یا کسی مال پر صلح کر لیتا ہے، تو باقیوں نے تو معاف نہیں کیا، باقیوں نے تو مال پر صلح نہیں کی، تو دیت میں ان کا جتنا حصہ بنتا ہے وہ ان کو دے دیا جائے گا اب بھئی۔ ایک جان کی کتنی قیمت ہے بھئی؟ سو اونٹ، اور یہ کل کتنے تھے اولیائے مقتول؟ چار۔ چار میں سے ایک نے معاف کر دیا ہے یا اپنے حصے کے عوض کچھ مال لے لیا ہے، تو باقی تین رہ گئے۔ تو ایک جان کی قیمت ہے سو اونٹ، اب قصاص تو نہیں لے سکتے لیکن چار آدمی تھے تو دیت کے چار حصے کریں گے بھئی۔ کتنے حصے؟ چار۔ ایک کیا کر چکا؟ معاف کر چکا ہے یا کچھ مال لے چکا ہے، باقی کتنے حصے رہ گئے؟ تین حصے، یعنی پچھتر اونٹ ان کو دے دیے جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: فَإِنْ عَفَا أَحَدُ الشُّرَكَاءِ مِنَ الدَّمِ پس اگر معاف کر دیا شریکوں میں سے کسی ایک نے خون میں سے، أَوْ صَالَحَ مِنْ نَصِيبِهِ عَلَى عِوَضٍ یا صلح کر لی اپنے حصے پر کسی عوض پر، سَقَطَ حَقُّ الْبَاقِينَ مِنَ الْقِصَاصِ تو باقیوں کا حق بھی ساقط ہو جائے گا قصاص میں، وَكَانَ لَهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ الدِّيَةِ اور ان کے لیے ان کا حصہ ہو گا دیت میں سے۔ صورت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی؟

وَإِذَا قَتَلَ جَمَاعَةٌ وَاحِدًا عَمْدًا اقْتُصَّ مِنْ جَمِيعِهِمْ۔ صورت یہ ہے بھئی: کئی آدمیوں نے مل کر ایک آدمی کو قتل کیا، تو اب کیا کیا جائے بھئی؟ تو یاد رکھیے جتنے قتل میں شریک تھے ان ساروں کو بدلے میں قتل کیا جائے گا بھئی۔ یہ سارے کیا تھے؟ قتل میں شریک، لہٰذا ان سب کو بھی قتل کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ کے زمانے میں صنعاء کے سات آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا، حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ نے ان

ساتوں کے ساتوں کو کیا کروایا؟ قتل کروایا قصاص کے اندر بھئی، اور فرمایا اگر سارے صنعاء والے بھی اس قتل کے اندر شریک ہوتے میں ساروں کو کیا کر دیتا؟ قتل کروا دیتا۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا قَتَلَ جَمَاعَةٌ جب قتل کیا کسی جماعت نے وَاحِدًا کسی ایک آدمی کو عَمْدًا جان بوجھ کر، اقْتُصَّ مِنْ جَمِيعِهِمْ تو قصاص لیا جائے گا ان سب سے۔

وَإِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً۔ اس کا عکس کریں مولانا: پہلے قاتل کئی تھے مقتول ایک تھا، اب قاتل ایک ہے اور مقتول کئی، ایک آدمی کئی آدمیوں کو قتل کر دیتا ہے۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً جب قتل کیا ایک آدمی نے کسی پوری جماعت کو، فَحَضَرَ أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِينَ تو مقتولین کے جو اولیاء ہیں وہ حاضر ہوئے، قُتِلَ لِجَمَاعَتِهِمْ تو اس قاتل کو قتل کیا جائے گا ان کی اس پوری جماعت کے لیے، یعنی بدلے میں اس کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا، وَلَا شَيْءَ لَهُمْ غَيْرَ ذَلِكَ اور ان کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہو گی اس کے علاوہ، یعنی اس کو بھی قتل کیا بس اور کچھ نہیں بھئی۔

فَإِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قُتِلَ لَهُ۔ اچھا بھئی اس نے تو پانچ چھ کو قتل کیا تھا، ان میں سے ایک کے اولیاء آئے اور انہوں نے کہا کہ اس سے قصاص ہمیں دلوایا جائے، اور قصاص دلوایا گیا، ثابت ہو گیا اور اس قاتل کو بھی قصاص میں کیا کر دیا گیا؟ قتل کر دیا گیا۔ اب باقی بعد میں پہنچے کہ بھئی ہمارا بھی تو حق تھا، ہمارے لیے بھی قصاص ہونا چاہیے تھا! تو کہتے ہیں بھئی اس شخص کی ایک ہی جان تھی، جان جا چکی، اب باقیوں کا حق کیا ہو گیا؟ ساقط ہو گیا، اب یہ نہیں کہ وہ کہیں ہمیں دیت دلوائی جائے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو یہ معنی ہے: فَإِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ پس اگر ان مقتولین کے اولیاء میں سے کوئی ایک حاضر ہوا قُتِلَ لَهُ تو اس کے لیے اس کو قتل کیا جائے گا وَسَقَطَ حَقُّ الْبَاقِينَ اور باقیوں کا حق کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا۔

وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقِصَاصُ فَمَاتَ سَقَطَ عَنْهُ الْقِصَاصُ۔ ایک آدمی تھا اس نے دوسرے آدمی کو قتل کیا اور اس پر قصاص آیا مولانا، لیکن ابھی اس سے قصاص نہیں لیا گیا تھا کہ پہلے ہی یہ مر گیا خود بخود۔ کیا ہوا؟ یہ قاتل پہلے ہی مر گیا۔ کہتے ہیں بس مولانا قصاص ساقط، کیونکہ اب محل ہی نہ رہا، اب کس سے قصاص لیا جائے گا بھئی؟ قاتل خود ہی مر چکا۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقِصَاصُ اور وہ شخص جس پر قصاص ثابت ہو گیا فَمَاتَ پس وہ مر گیا سَقَطَ عَنْهُ الْقِصَاصُ تو قصاص اس سے ساقط ہو جائے گا۔

وَإِذَا قَطَعَ رَجُلَانِ يَدَ رَجُلٍ۔ صورت یہ ہے بھئی: قتل کے مسئلے میں تو آپ نے پڑھا جتنے آدمی بھی مل کر ایک آدمی کو قتل کریں ان ساروں کو کیا کیا جائے گا؟ قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر دو یا تین آدمیوں نے مل کر ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا، تینوں نے مل کر ایک تلوار پکڑی ہاتھ کے ساتھ اور مل کر کیا کیا؟ اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا، تو اب کیا کیا جائے گا؟ کیا اب بدلے میں ان تینوں کے ہاتھ کو بھی کاٹا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں، تینوں کے ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا، اس لیے کہ ادھر کٹا ہے ایک ہاتھ اور ادھر کتنے ہاتھ پھر کٹ جائیں گے؟ تین ہاتھ، اور اعضاء کے ساتھ کس چیز کا برتاؤ کیا جاتا ہے؟ مال والا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ تو اس کا جو ہاتھ کٹا اس کی قیمت کتنی تھی؟ پچاس اونٹ، اور ان کے تین ہاتھ کٹیں گے ان کی کتنی قیمت ہو گی؟ ڈیڑھ سو اونٹ بھئی! تو برابری آئی؟ برابری نہیں آئے گی۔ لہٰذا یہاں پر اب دیت آ جائے گی، تینوں کو مل کر ہاتھ کی دیت دینا پڑے گی، اور ہاتھ کی دیت کتنی ہے؟ پچاس اونٹ، تو تینوں مل کر بھئی ہر ایک پر پچاس اونٹوں کا ثلث ثلث آ جائے گا۔ اور اگر دو تھے کاٹنے والے تو کتنا آ جائے گا؟ پچیس پچیس اونٹ، یعنی نصفِ دیت آ جائے گی ہاتھ کی۔

وَإِذَا قَطَعَ رَجُلَانِ يَدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، اور جب ہاتھ کاٹا دو آدمیوں نے کسی ایک آدمی کا، فَلَا قِصَاصَ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تو ان میں سے ہر ایک پر قصاص نہیں ہے، وَعَلَيْهِمَا نِصْفُ الدِّيَةِ اور ان دونوں پر نصفِ دیت ہے۔ بھئی دیت تو انسان کی کتنی ہے؟ سو اونٹ، تو ہاتھ کی کتنی قیمت ہے؟ نصفِ دیت، تو دونوں پر کتنی آ جائے گی؟ نصفِ دیت یعنی پچاس اونٹ آ جائیں گے اور پچیس پچیس دونوں پر۔

وَإِنْ قَطَعَ وَاحِدٌ يَمِينَيْ رَجُلَيْنِ فَحَضَرَا فَلَهُمَا أَنْ يَقْطَعَا يَدَهُ وَيَأْخُذَا مِنْهُ نِصْفَ الدِّيَةِ يَقْتَسِمَانِهَا نِصْفَيْنِ۔ ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دائیں ہاتھ کاٹ دیے بھئی۔ ایک آدمی نے ایک کا بھی دایاں ہاتھ کاٹا دوسرے کا بھی دایاں ہاتھ کاٹا۔ تو مجرم نے دو آدمیوں کے ہاتھ کاٹے ہیں اور دونوں کے دائیں ہاتھ کاٹے ہیں۔ اب کیا کیا جائے گا؟ کیا اس کا ایک ہاتھ دایاں کاٹ دیا جائے کافی ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہ اعضاء ہیں اور اعضاء کے ساتھ کس چیز کا برتاؤ کیا جاتا ہے؟ مال والا۔ تو اس نے کتنے ہاتھ کاٹے؟ دو ہاتھ، اور ہر ایک کی قیمت نصفِ دیت ہے یعنی پچاس اونٹ۔ تو لہٰذا اب یوں کیا جائے گا: دونوں حاضر ہو گئے، جن کے ہاتھ کاٹے گئے ہیں وہ دونوں آئے کہ ہمیں قصاص دلایا جائے، اس کا بھی دایاں ہاتھ کاٹا جائے، تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیں گے۔ دایاں ہاتھ کاٹ دیا یہ تو ایک کا بدلہ بن گیا، اور ابھی ایک کا باقی ہے، تو اس کو نصفِ دیت یعنی پچاس اونٹ بھی دینے پڑیں گے۔ اور قصاص لیتے وقت جن کے ہاتھ کاٹے گئے تھے وہ دونوں حاضر تھے یا ایک حاضر تھا؟ دونوں حاضر تھے، تو قصاص میں دونوں کا حصہ آ گیا، تو اب جو نصفِ دیت یعنی پچاس اونٹ لیے جائیں گے اس میں

بھی دونوں کا حصہ آجائے گا: پچیس اونٹ ایک کو دے دیں گے پچیس دوسرے کو۔

لیکن آگے بتائیں گے اگر اس کے برعکس ہوا: ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دائیں ہاتھ کاٹے تھے اور قصاص کے وقت صرف ایک آیا، ایک نے آکر کہا اس نے میرا دایاں ہاتھ کاٹا ہے اس کا بھی دایاں ہاتھ کاٹا جائے، ثابت ہو گیا گواہوں کے ذریعے اور اس ایک کے لیے اس کے دائیں ہاتھ کو کیا کر دیا گیا؟ کاٹ دیا گیا۔ تو اس ایک نے اپنا حصہ پورا وصول کر لیا۔ بعد میں وہ دوسرا آیا، اس نے کہا میرا بھی ہاتھ کاٹا ہے اس نے دایاں ہاتھ! تو اب اس کا تو دایاں ہاتھ پہلے ہی کٹ چکا ہے، اب تو کیا لیا جائے گا؟ نصفِ دیت لی جائے گی کیونکہ ہاتھ کی قیمت کتنی ہے؟ نصفِ دیت۔ اور نصفِ دیت اب ساری کی ساری دوسرے آدمی کی ہو گی کیونکہ پہلا اپنا حصہ لے چکا، اپنا بدلہ لے چکا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِنْ قَطَعَ وَاحِدٌ يَمِينَيْ رَجُلَيْنِ اگر کاٹا کسی ایک آدمی نے يَمِينَيْ رَجُلَيْنِ، اصل میں کیا تھا؟ يَمِينَيْنِ، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اگر کاٹا کسی ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دو دائیں ہاتھ کاٹ دیے فَحَضَرَا پس دونوں حاضر ہوئے فَلَهُمَا أَنْ يَقْطَعَا يَدَهُ پس ان دونوں کے لیے جائز ہے کہ وہ کاٹیں اس کے ہاتھ کو وَيَأْخُذَا مِنْهُ نِصْفَ الدِّيَةِ اور دونوں لے لیں اس سے نصفِ دیت کو يَقْتَسِمَانِهَا نِصْفَيْنِ اور اسے تقسیم کر لیں آدھا آدھا۔ دونوں کے لیے جائز ہے کہ کیا کریں؟ ہاتھ بھی کاٹیں اور نصفِ دیت بھی لے لیں۔ فَإِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا اگر دونوں میں سے کوئی ایک حاضر ہوا فَقَطَعَ يَدَهُ اس نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، تو ایک نے اپنا بدلہ لے لیا، فَلِلْآخَرِ عَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ تو دوسرے کے لیے اس پر کتنی آئے گی؟ نصفِ دیت آئے گی۔

وَإِذَا أَقَرَّ الْعَبْدُ بِقَتْلِ الْعَمْدِ لَزِمَهُ الْقَوَدُ۔ ایک غلام نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کو جان بوجھ کر قتل کیا تھا بھئی۔ کیا کیا؟ اقرار کیا مولانا۔ بھئی غلام مال کا اقرار کرے وہ تو معتبر نہیں کیونکہ غلام پر جو مال آئے گا دراصل وہ کس پر آجاتا ہے؟ آقا پر۔ تو غلام مال کا اقرار کرے اس کا اعتبار آقا کے حق میں نہیں ہے مولانا، تو آقا پر وہ مال واجب نہیں ہو گا۔ ہاں اس غلام کی آزادی کے بعد اس کے حق میں معتبر ہے، اگر یہ غلام آزاد ہو گیا کبھی تو پھر اس کو جو اس نے اقرار کیا تھا وہ مال دینا پڑے گا کیونکہ اس نے خود اپنے منہ سے کیا کیا تھا؟ اقرار کیا تھا۔ تو اس کی آزادی کا انتظار کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی غلام اقرار کرتا ہے قتلِ عمد کا، اب آزادی کا بھی انتظار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے کیا لے لیا جائے گا فوراً؟ قصاص بھئی، اگر مقتول کے اولیاء چاہتے ہیں تو اس سے فوراً قصاص لے سکتے ہیں۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَقَرَّ الْعَبْدُ بِقَتْلِ الْعَمْدِ جب اقرار کر لے کوئی غلام قتلِ عمد کا، جان بوجھ کر قتل کا اقرار کر لے، لَزِمَهُ الْقَوَدُ تو اس پر کیا لازم ہو جائے گا؟ قصاص۔ قَوَدٌ کا کیا معنی میں نے بتلایا تھا؟ قصاص، تو اس پر قصاص لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کا نقصان صرف اس کی اپنی جان کو ہے بھئی، اس کی اپنی جان جا رہی ہے تو لہٰذا اس کا اقرار معتبر ہے۔

وَمَنْ رَمَى رَجُلًا عَمْدًا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کو تیر مارا۔ تیر بھئی آلۂ قتل ہے۔ تو دوسرے کو تیر مارا، وہ تیر اس شخص کو لگا اور اتنی طاقت سے اس نے تیر مارا تھا کہ دوسرے کے جسم سے آر پار نکل گیا اور پیچھے کھڑے ہوئے ایک اور آدمی کو لگا اور وہ بھی مر گیا۔ دو آدمی مر گئے مولانا ایک تیر کی وجہ سے۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ اب کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی اب اس آدمی پر قصاص بھی آیا اور اس کو پوری دیت بھی دینا پڑے گی۔ بھئی قصاص کیوں آیا اور دیت کیوں آئی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ پہلا آدمی جو مرا تیر سے وہ قتلِ عمد ہے، اور قتلِ عمد میں کیا آتا ہے؟ قصاص، تو اس پہلے کی وجہ سے قصاص۔ اور ثانی جو مرا وہ غلطی سے مرا، قتلِ خطا ہے، اور قتلِ خطا میں کیا آیا کرتی ہے؟ دیت آیا کرتی ہے، تو دیت بھی اس کو پوری دینا پڑے گی۔ قصاص بھی ہو گا اور پوری دیت بھی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَمَنْ رَمَى رَجُلًا عَمْدًا اور جس نے تیر مارا کسی آدمی کو جان بوجھ کر فَنَفَذَ السَّهْمُ مِنْهُ إِلَى آخَرَ پس نکل گیا تیر، سَهْمٌ تیر کو کہتے ہیں، پس تیر جو ہے نکل گیا مِنْهُ اس شخص سے إِلَى آخَرَ دوسرے کی طرف فَمَاتَا پس دونوں مر گئے، فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ لِلْأَوَّلِ تو اس پر قصاص واجب ہے پہلے شخص کے لیے کیونکہ وہ کیا تھا؟ قتلِ عمد تھا، وَالدِّيَةُ لِلثَّانِي عَلَى عَاقِلَتِهِ اور دوسرے کے لیے کیا واجب ہے؟ دیت واجب ہے اس کی عاقلہ پر یعنی اس کی قوم والوں پر، کیونکہ یہ دوسرا کیا ہے؟ قتلِ خطا ہے مولانا۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۱: کتاب الدیات (۱): دیتِ مغلظہ اور دیتِ مخففہ کی مقدار و اسنان، اعضاءِ انسانی (واحد، زوج، اربعہ، عشرہ) کی دیات اور شجاج (سر کے زخم)

مختصر القدوری صفحہ: ۱۷۹—بتاریخ: ۲۷ مارچ ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الدِّيَاتِ۔ إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ رَجُلًا شِبْهَ عَمْدٍ فَعَلَى عَاقِلَتِهِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ۔ وَدِيَةُ شِبْهِ الْعَمْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَرْبَاعًا:خَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً۔[۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، آج ہم دیت کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔كِتَابُ الدِّيَاتِ بھئی، دِيَاتٌ جمع ہے دِيَةٌ کی بھئی۔ یاء کو مشدد نہ پڑھنا بھئی، یاء مخفف ہے، شد نہیں ہے اس پر بھئی، دِيَةٌ۔ اور دِيَةٌ بروزنِ عِدَةٌ ہے بھئی، جیسے وَعَدَ يَعِدُ عِدَةً بھئی۔ اسی طرح یہ دیت کا لفظ، مادہ اس کا کیا ہے؟ وِدْيٌ ہے بھئی۔ تو

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ رَجُلًا شِبْهَ عَمْدٍ فَعَلَى عَاقِلَتِهِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا قتل رجل رجلا عمد فعلى عاقلته دية مغلظة وعليه كفارة» منقول ہے۔

جدول—دیتِ مغلظہ اور دیتِ مخففہ کی مقدار اور اعضاءِ انسانی کی دیات کا جدول:

عنوان / عضو	تفصیل واقسام	واجب ہونے والی دیت کی مقدار
دیتِ مغلظہ (شبہِ عمد میں، صرف اونٹوں میں)	۱۰۰ اونٹ چار قسم کے (اربعاً)	۲۵ بنت مخاض + ۲۵ بنت لبون + ۲۵ حقہ + ۲۵ جذعہ۔
دیتِ مخففہ (خطا میں)	۱۰۰ اونٹ پانچ قسم کے (خمساً)؛ یا سونا؛ یا چاندی؛ یا کپڑے	اونٹ: ۲۰ بنت مخاض + ۲۰ ابن مخاض + ۲۰ بنت لبون + ۲۰ حقہ + ۲۰ جذعہ؛ سونا: ۱۰۰۰ دینار؛ چاندی: ۱۰,۰۰۰ درہم؛ حلے: ۲۰۰۔
بدن میں ایک (واحد) عضو	ناک، زبان، ذکر	ضابطہ: جو عضو بدن میں ایک ہو اس کے تلف کرنے پر **پوری دیت (۱۰۰٪)** واجب ہے۔
بدن میں دو (زوج) اعضاء	دو آنکھیں، دو کان، دو ہونٹ، دو ہاتھ، دو پاؤں، دو خصیے، عورت کے دو پستان	دونوں کے تلف کرنے پر **پوری دیت**، اور ایک کے تلف کرنے پر **نصف دیت (۵۰٪)**۔
بدن میں چار (اربعہ) و دس (عشرہ)	آنکھ کی ۴ پلکیں؛ ہاتھوں یا پاؤں کی ۱۰ انگلیاں؛ ۳۲ دانت	ہر پلک میں چوتھائی دیت؛ ہر انگلی میں دسواں حصہ (۱۰ اونٹ)؛ اور ہر دانت میں نصف عشر (۵ اونٹ)۔

دِيَةٌ اصل میں تھا وِدْيٌ، جیسے عِدَةٌ اصل میں کیا تھا؟ وِعْدٌ، پھر واؤ کو حذف کر کے آخر میں کیا لائی گئی؟ تاء، یا یوں کہیں ہاء لائی گئی۔ تو یہاں پر بھی اسی طرح مولانا وِدْيٌ تھا، اول سے واؤ کو حذف کر کے آخر میں کیا لائی گئی؟ گول تاء لائی گئی بھئی، تو دِيَةٌ۔ تو اب اس کا کیا بنے گا؟ وَدَى يَدِي دِيَةً بھئی، جیسے وَعَدَ يَعِدُ عِدَةً بھئی۔

اور دیت کس کو کہتے ہیں بھئی؟ تفصیل میں بتلا چکا ہوں بھئی: نفس کے بدل کے طور پر جو مال واجب ہو وہ کیا کہلاتا ہے؟ دیت کہلاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی اور عضو وغیرہ کی وجہ سے جو مال آئے اسے کیا کہتے ہیں؟ أَرْش کہتے ہیں بھئی۔ تو نفس کے بدلے میں جو مال آیا وہ دیت، اور نفس سے کم کے بدلے میں جو مال آیا وہ کیا کہلاتا ہے؟ ارش کہلاتا ہے۔ لیکن ان کا اطلاق ایک دوسرے پر بھی ہو جاتا ہے، کبھی ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہو جاتے ہیں: ارش کی جگہ کبھی کیا کہہ دیتے ہیں؟ دیت، اور کبھی دیت کی جگہ کیا کہہ دیتے ہیں؟ ارش، یہ بھی کبھی بعض اوقات استعمال ہو جاتا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ رَجُلًا شِبْهَ عَمْدٍ اور جب قتل کیا کسی شخص نے دوسرے آدمی کو شِبْهَ عَمْدٍ کس طریقے پر؟ شبہ عمد پر، سمجھ میں آیا بھئی؟ فَعَلَى عَاقِلَتِهِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ تو اس قاتل کی عاقلہ پر دیتِ مغلظہ ہے بھئی۔ آگے تفصیل آ رہی ہے بھئی، دیت دو قسم پر ہے: ایک مغلظہ، ایک مخففہ۔ مغلظہ کے اندر چار قسم کے اونٹ دینے پڑتے ہیں اور مخففہ میں پانچ قسم کے اونٹ ہیں بھئی۔ تو اس شخص کی عاقلہ پر دیتِ مغلظہ ہے، وَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ اور اس قاتل پر کیا ہے؟ کفارہ ہے بھئی۔ کفارہ کیا تھا قتل کا؟ ایک غلام آزاد کرے، مومن غلام، یا پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔

وَدِيَةُ شِبْهِ الْعَمْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى، اور شبہ عمد کی دیت جو ہے شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ سو اونٹ ہیں مولانا أَرْبَاعًا چار قسم پر بھئی۔ چار قسم کے سو اونٹ ہیں مولانا۔ کہتے ہیں: خَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ پچیس بنتِ مخاض ہیں، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ اور پچیس بنتِ لبون ہیں، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً پچیس حقے ہیں، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، ذال پر فتحہ پڑھنا، اور پچیس جذعہ ہیں بھئی۔ تو دیکھا چار قسم کے اونٹ ہیں اور ہر ایک کتنا ہے؟ پچیس پچیس بھئی۔ اور یاد رکھنا یہ سب مادہ ہوں گے بھئی، مذکر نہیں، کیونکہ مادہ کی قیمت زیادہ ہوتی ہے بھئی مذکر کے مقابلے میں۔

تو بھئی یہ اونٹوں کے نام آئے بھئی: بِنْتُ مَخَاضٍ، بِنْتُ لَبُونٍ، حِقَّةٌ اور جَذَعَةٌ۔ یاد رکھیے بِنْتُ مَخَاضٍ اونٹ کا وہ بچہ جو دوسرے سال میں چل رہا ہو، ایک سال پورا ہو چکا ہے اور دوسرا سال اس کا چل رہا ہے۔ بِنْتُ لَبُونٍ اونٹ کا وہ بچہ جو تیسرے سال میں چل رہا ہے، دو سال پورے ہو چکے ہیں اور تیسرے سال میں چل رہا ہے۔ حِقَّةٌ اونٹ کا وہ بچہ جو چوتھے سال میں چل رہا ہے، تین سال پورے ہو چکے اور چوتھے میں چل رہا ہے۔ اور جَذَعَةٌ اونٹ کا وہ بچہ جو پانچویں سال میں چل رہا ہے، چار سال پورے ہو چکے اور پانچویں میں وہ چل رہا ہے۔

تو بِنْتُ مَخَاضٍ کس کو کہتے ہیں؟ جو دوسرے سال میں چل رہا ہو، یعنی ایک سال اس کی عمر ہو چکی ہے کم از کم، ایک سے اوپر ہے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ بِنْتُ مَخَاضٍ بھئی۔ مَخَاضٌ کہتے ہیں حاملہ کو بھئی، دردِ زہ کو بھی کہتے ہیں اور حاملہ کو بھی کہتے ہیں۔ تو یہ جو دوسرے سال میں چلتا ہے اس کو مؤنث ہو تو بِنْتُ مَخَاضٍ اور اگر مذکر ہو تو اِبْنُ مَخَاضٍ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ مَخَاضٌ کا کیا معنی بتلایا؟ حاملہ۔ اس کی ماں، دوسرا سال ہے، عادتاً اب پھر حاملہ ہو چکی ہو گی بھئی۔ اس لیے اس کو کیا کہتے ہیں؟ مؤنث ہو تو بِنْتُ مَخَاضٍ، مذکر ہو تو اِبْنُ مَخَاضٍ۔

تیسرے سال والے کو پھر بِنْتُ لَبُونٍ کہتے ہیں اگر مؤنث ہو، اور اگر مذکر ہو تو اِبْنُ لَبُونٍ کہتے ہیں بھئی۔ اور بھئی اس کو بِنْتُ لَبُونٍ یا اِبْنُ لَبُونٍ کیوں کہتے ہیں؟ لَبُونٌ لَبَنٌ سے ہے، لَبَنٌ دودھ کو کہتے ہیں۔ دوسرے سال میں تھا تو ماں عموماً گیا ہو گی اس کی؟ حاملہ، تیسرے سال میں ہے تو بچے کو جنم دے چکی ہو گی، اب دودھ والی ہو گی، دودھ دیتی ہو گی۔ وجہِ تسمیہ سمجھ میں آئی بھئی؟

اور چوتھے سال والے کو حِقَّةٌ کہتے ہیں بھئی، اس لیے کہ اب یہ کچھ بڑا ہو گیا ہے، اب یہ مستحق ہے، اب یہ اس قابل ہے کہ اس پر سوار ہوا جائے، اس پر بوجھ لادا جائے۔ اس سے پہلے تو چھوٹا تھا، اب کیا ہوا؟ اب بوجھ لادنے کے قابل ہو چکا، بوجھ لادنے کا مستحق یہ ہو چکا، اس لیے اسے حِقَّةٌ کہتے ہیں۔ اور پانچویں سال والے کو جَذَعَةٌ کہتے ہیں بھئی۔ جَذَعَةٌ یہ دانتوں میں اس کے کوئی خاص علامت ہے، جیسے بھیڑ بکری وغیرہ میں آپ قربانی کے دنوں میں خریدنے جاتے ہیں تو دانت دیکھتے ہیں ان کے بھئی، ایک سال کے بعد خاص قسم کے دانتوں میں علامت آتی ہے، دانت آتے ہیں بھئی۔ تو اسی طرح اونٹ کے اندر بھی پانچویں سال والا جو ہو گا اس کے بھی دانتوں میں ایک علامت ہو گی جسے اونٹوں والے اور عرب وغیرہ جانتے ہیں بھئی، اسے جَذَعَةٌ کہتے ہیں۔

یہاں تک بات سمجھ میں آگئی بھئی؟ کہ دیتِ مغلظہ کس کے اندر آئے گی؟ شبہِ عمد کے اندر آئے گی، سو اونٹ اور کتنی قسم کے ہیں؟ چار قسم کے ہیں مولانا، اور سارے مادہ دیں گے مذکر نہیں بھئی۔ اور کس پر آئیں گے؟ قاتل ہی کو دینے پڑیں گے یا اس کی عاقلہ دے گی سارے بھئی؟ عاقلہ اس کی بھئی، سارے قوم والے۔

اچھا بھئی، کہتے ہیں: وَلَا يَثْبُتُ التَّغْلِيظُ إِلَّا فِي الْإِبِلِ خَاصَّةً، اور یہ تغلیظ، یہ مغلظ کرنا یا مغلظ ہونا، یہ نہیں ہے مگر اونٹوں ہی میں خاص طور پر۔ آگے آئے گا مولانا، آگے بتلائیں گے دیتِ مخففہ بھی ہے، اس میں پانچ قسم کے اونٹ دے سکتے ہیں، یا پھر اس میں دراہم دینا چاہے تو کتنے دے سکتے ہیں؟ دس ہزار دراہم بھی دے سکتا ہے قاتل چاہے تو، اور چاہے تو ایک ہزار دینار دے۔ کیا کرے؟ ایک ہزار دینار دے دے۔ تو دیکھو وہاں دیتِ مخففہ کیا ہے؟ سو اونٹ پانچ قسم کے، یا دس ہزار درہم، یا ایک ہزار دینار۔ تو وہ تھی دیتِ مخففہ، اور یہ ہے دیتِ مغلظہ۔ تو دیتِ مغلظہ میں دیکھو اونٹوں کے مسئلے میں کیا ہوا؟ یعنی یہ دیت سخت ہے، مُغَلَّظٌ کا معنی سخت جسے کیا گیا ہو بھئی، کہ وہ جو اونٹ ہیں پانچ قسم کے ان کی قیمت ذرا کم بنے گی، آگے تفصیل آجائے گی بھئی، اور یہ جو اونٹ ہیں ان کی قیمت زیادہ، تو دیکھو یہ مغلظ ہوئی، سخت ہوئی مولانا۔ تو یہاں دیکھو اونٹ اعلیٰ ہو گئے، ان کی قیمت بڑھ گئی، زیادہ قیمت والے اونٹ آئے۔

تو دیتِ مخففہ میں تو دراہم بھی تھے، دینار بھی تھے، کیا ان میں بھی تغلیظ آئے گی کہ ان میں بھی دیتِ مغلظہ آئے اور دراہم بڑھا دیں دس ہزار سے یا دینار بڑھا دیں ایک ہزار سے؟ کیا ان میں بھی تغلیظ آئے گی یا نہیں آئے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، تغلیظ صرف کس کے اندر ہے؟ صرف اونٹوں میں ہے کہ اونٹ وہاں پر ذرا کم قیمت والے ہیں یہاں پر زیادہ قیمت والے، لیکن دراہم اور دینار میں ایسا نہیں کہ وہاں تو دس ہزار دراہم ہیں یہاں ذرا بڑھا دو، دینار وہاں ایک ہزار ہیں یہاں ذرا بڑھا دو، ایسا نہیں ہے بھئی۔ اس لیے کہا: وَلَا يَثْبُتُ التَّغْلِيظُ إِلَّا فِي الْإِبِلِ خَاصَّةً اور تغلیظ جو ہے یعنی یہ سخت کرنا یہ ثابت نہیں ہو گا مگر اونٹوں ہی میں خاص طور پر۔ فَإِنْ قُضِيَ بِالدِّيَةِ مِنْ غَيْرِ الْإِبِلِ لَمْ تَتَغَلَّظْ، اگر فیصلہ کیا گیا دیت کا اونٹوں کے علاوہ میں لَمْ تَتَغَلَّظْ تو پھر وہ مغلظ نہیں ہو گی مولانا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اونٹوں میں تو تغلیظ ہو سکتی ہے، وہاں ہیں پانچ قسم کے، یہاں تغلیظ کر کے کتنے قسم کے بنا دے؟ چار، بڑھا دی قیمت۔ لیکن اونٹوں کے علاوہ دراہم یا دینار میں تغلیظ نہیں ہے بھئی۔ بات سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو دیکھا قُضِيَ بِالدِّيَةِ کا معنی دیت کا فیصلہ کرنا بھئی۔

وَفِي قَتْلِ الْخَطَأِ تَجِبُ بِهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ۔ بھئی ابھی تک تھا شبہِ عمد، شبہِ عمد میں دیتِ مغلظہ آئی بھئی۔ اب قتلِ خطا کی بات آئی، اس میں دیتِ مخففہ آئے گی۔ کہتے ہیں: وَفِي قَتْلِ الْخَطَأِ تَجِبُ بِهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ قتلِ خطا کے اندر واجب ہوتی ہے اس کی وجہ سے دیت عاقلہ پر، وَالْكَفَّارَةُ عَلَى الْقَاتِلِ اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ وَالدِّيَةُ فِي الْخَطَأِ اور خطا کے اندر دیت جو ہے مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَخْمَاسًا سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے بھئی: عِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ بیس بنتِ مخاض ہیں، وَعِشْرُونَ ابْنَ مَخَاضٍ اور بیس کیا ہیں؟ ابنِ مخاض۔ دیکھا! بیس بنتِ مخاض مؤنث ہیں مولانا، دوسرے سال والے مؤنث بچے، اور وَعِشْرُونَ ابْنَ مَخَاضٍ اور بیس دوسرے سال والے مذکر بچے ہیں۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ اور بیس مولانا بنتِ لبون ہیں، وَعِشْرُونَ حِقَّةً اور بیس حقے ہیں، وَعِشْرُونَ جَذَعَةً اور بیس جذعے ہیں بھئی۔

یہاں بھی اسی طرح ہے بھئی، البتہ وہاں یہ تھا مولانا وہاں سارے مادہ تھے، یہاں باقی تو مادہ ہیں البتہ ابنِ مخاض جو آگیا یہ مذکر آگئے بھئی۔ اور وہاں دیکھیے مولانا پچیس جذعے تھے، یہاں کتنے جذعے ہیں؟ بیس ہیں۔ وہاں پچیس حقے تھے، یہاں کتنے ہیں؟ بیس۔ اور وہاں پچیس بنتِ لبون تھے، یہاں کتنے ہیں؟ بیس۔ اور وہاں پچیس بنتِ مخاض تھے، یہاں پر بیس بنتِ مخاض اور بیس ابنِ مخاض۔ سمجھ میں آیا؟ تو معلوم ہوا دوسرے سال والے چالیس یہاں دینے ہیں چھوٹے بچے، چالیس میں سے بیس مذکر ہوں گے اور بیس مؤنث، تو لازمی بات ہے ان کی قیمت کم ہو گی بھئی، پہلے کی بہ نسبت قیمت کم ہو جائے گی بھئی۔

وَمِنَ الْعَيْنِ، اچھا یہ دیتِ مخففہ کا بیان ہے ابھی آگے بات چل رہی ہے: وَمِنَ الْعَيْنِ أَلْفُ دِينَارٍ، عَيْنٌ سونے کو کہتے ہیں مولانا، ایک معنی اس کا سونے کے بھی آتا ہے وہ یہاں مراد ہے، وَمِنَ الْعَيْنِ اور سونے میں سے أَلْفُ دِينَارٍ کتنے ہیں؟ ایک ہزار دینار ہیں۔ وَمِنَ الْوَرِقِ عَشَرَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، اور چاندی میں سے، وَرِقٌ کہتے ہیں چاندی کو مولانا، عَشَرَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ بھئی دس ہزار درہم ہیں بھئی۔ تو دیتِ مخففہ کیا ہوئی؟ یا تو سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے، یا ایک ہزار دینار ہیں، یا دس ہزار درہم ہیں۔ اور پھر کیا ادا کیا جائے ان تین میں سے؟ کہتے ہیں یہ اختیار قاتل کو ہے، وہ جو چاہے ان میں سے اختیار کر لے: چاہے تو کیا کرے؟ سو اونٹ دے دے، یا ایک ہزار دینار دے دے، یا دس ہزار درہم دے دے۔ سمجھ میں آیا؟ یا ان کی قیمت دے دے مولانا، سو اونٹوں کی قیمت لگا لے یا دس ہزار درہموں کی قیمت لگا لے یا ایک ہزار دینار کی قیمت لگا لے، وہ دے دے۔

وَلَا تَثْبُتُ الدِّيَةُ إِلَّا مِنْ هَذِهِ الْأَنْوَاعِ الثَّلَاثَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، اور دیت ثابت نہیں ہوتی مگر انہی تین قسموں میں

سے امام صاحب کے نزدیک۔ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی دیتِ مخففہ میں بس یہ تین چیزیں ہیں، انہی تین چیزوں کے ساتھ ادائیگی ہو گی یا ان کی قیمت دی جائے گی۔ اگر کوئی اور چیز دیتے ہیں تو قیمت انہی کی لگائی جائے گی، اور چیزوں کا الگ حساب نہیں ہے۔ لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں، صرف یہی نہیں ہیں: چاہے تو کیا کرے؟ وہ پانچ قسم کے سو اونٹ دے دے، چاہے تو کیا کرے؟ ایک ہزار دینار دے دے، چاہے تو کیا کرے؟ دس ہزار درہم دے دے، اور اگر گائے بھینس دینا چاہتا ہے، گائے بیل وغیرہ، تو دو سو دے دے۔ کتنے دے دے؟ دو سو دے دے۔ اگر بھیڑ بکریاں دینا چاہتا ہے تو دو ہزار دے دے۔ اور اگر کپڑوں کے جوڑے دینا چاہتا ہے تو دو سو جوڑے دے دے۔ سمجھ میں آیا؟ تو ان کے نزدیک یہ چھ چیزیں ہیں، ان چھ چیزوں میں سے قاتل کو اختیار ہو گا جسے چاہے کیا کرلے؟ اختیار کرلے۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، انہی تین میں سے پسند کرنا پڑے گا، اور باقی چیز اگر دے گا تو انہی کی قیمت لگائی جائے گی: گائے بھینس سے دینا چاہتا ہے تو سو اونٹوں کی قیمت لگالے گا وہ جو پانچ قسم والے ہیں یا دراہم کی قیمت لگالے گا اور اس میں جتنی گائے بھینسیں ملتی ہیں وہ حوالے کر دے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی سب کو؟ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں، صرف وہ تین چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ چھ چیزیں ہو گئیں، ان میں سے جس کے ذریعے بھی وہ ادائیگی کرنا چاہے ادائیگی کر سکتا ہے۔

وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں مِنْهَا کہ دیت ان میں سے بھی ہے، وَمِنَ الْبَقَرِ مِائَتَا بَقَرَةٍ اور بقر میں سے یعنی گائے بیل وغیرہ میں سے مِائَتَا بَقَرَةٍ دو سو گائے بیل ہیں، وَمِنَ الْغَنَمِ أَلْفَا شَاةٍ۔ غَنَمٌ اور شَاةٌ کا ایک معنی ہے بھئی: غَنَمٌ بھی بھیڑ بکری کو کہتے ہیں دونوں جنسیں اس میں داخل ہیں، شَاةٌ کا لفظ بھی بھیڑ بکری دونوں پر بولا جاتا ہے، بھیڑ کی جنس بھی اس میں داخل ہے اور بکری کی جنس بھی اس کے اندر داخل ہے، تو دونوں کا بالکل ایک معنی ہے، مترادف ہیں بھئی۔ وَمِنَ الْغَنَمِ اور بھیڑ بکریوں میں سے، آپ کی کتاب میں أَلْفٌ ہے؟ أَلْفٌ نہیں أَلْفَا ہونا چاہیے تثنیہ۔ ہے بعض کتابوں میں أَلْفَا؟ ہاں، بعض نسخوں میں أَلْفَا ہے۔ اصل میں تھا أَلْفَانِ، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ تو کہتے ہیں: وَمِنَ الْغَنَمِ أَلْفَا شَاةٍ اور بھیڑ بکریوں میں سے کتنے دے دے گا؟ دو ہزار بھیڑ بکریاں دے دے گا بھئی۔ وَمِنَ الْحُلَلِ، حُلَلٌ جمع ہے حُلَّةٌ کی، جوڑے کو کہتے ہیں، پوشاک مولانا، وَمِنَ الْحُلَلِ مِائَتَا حُلَّةٍ اور جوڑوں میں سے دو سو جوڑے ہیں، كُلُّ حُلَّةٍ ثَوْبَانِ ہر جوڑا دو کپڑے ہو گا مولانا، ایک قمیص اور ایک ازار مولانا، یا یوں کہیں قمیص اور شلوار۔

وَدِيَةُ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ سَوَاءٌ، اور مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے۔ بھئی ذمی کون ہے؟ وہ کافر جو ہمارے ملک میں دار الاسلام میں جزیہ دے کر رہتے ہیں ان کو کیا کہتے ہیں؟ ذمی۔ تو مسلمان اور ذمی دونوں کی دیت برابر ہے، جیسے مسلمان میں تفصیل بیان ہوئی یہی تفصیل کس کے اندر ہے؟ ذمی میں بھی ہے، اس کو اگر قتل کیا تو بھی یہی صورتیں بنیں گی۔

وَفِي النَّفْسِ الدِّيَةُ، اور نفس کے اندر یعنی جان کے اندر دیت ہے۔ کسی نے غلطی سے دوسرے کو قتل کیا بھئی، بات وہی گزر چکی ہے وہی دوبارہ صاحبِ قدوری ذکر کر رہے ہیں، جان کے اندر کیا آئے گی؟ دیت آئے گی یہ جو ابھی تفصیل گزری۔ وَفِي الْمَارِنِ الدِّيَةُ، مَارِنٌ کہتے ہیں ناک کا نرم حصہ، مارن کے اندر دیت ہے۔ بھئی کسی شخص نے دوسرے کی ناک کا نرم حصہ کاٹا، کل کے سبق میں آپ نے پڑھا تھا اگر جان بوجھ کر کاٹا ہے عمداً تو پھر کیا آئے گا؟ قصاص، لہٰذا اس دوسرے شخص کے بھی ناک کے نرم حصے کو کاٹا جائے گا چونکہ برابری ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر غلطی سے کاٹا ہے پھر کیا آئے گی؟ دیت آئے گی مولانا۔ اب کتنی دیت آئے گی؟ کہتے ہیں پوری دیت آئے گی۔ کتنی آئے گی؟ پوری دیت یعنی سو اونٹ آئیں گے، یا ایک ہزار دینار، یا دس ہزار دراہم آجائیں گے بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ ناک کاٹ دی۔ یاد رکھنا ضابطہ یاد رکھنا، باقی خود لگاتے جانا ضابطے بھئی: اگر کوئی ایسا عضو کاٹا جس سے جنسِ نفع ہی ختم ہو گیا، اس نفع کی ساری جنس ہی ختم ہو گئی، تو پوری دیت آئے گی مولانا جو نفس میں آیا کرتی ہے۔ اور اگر اسی طرح کوئی ایسا عضو کاٹا جس سے انسان کا سارا حسن و جمال ختم ہو گیا، جیسے یہاں تھا مولانا: ناک کاٹی سارا حسن و جمال ختم ہوا یا نہیں ہوا؟ عجیب کریہہ شکل بن جائے گی بھئی۔ تو اگر کوئی ایسا عضو کاٹا جس سے سارا حسن و جمال ختم ہو جائے تو پھر اس صورت میں بھی کیا آئے گا؟ پوری دیت آئے گی۔ ضابطہ کیا ہوا؟ اگر کوئی ایسا عضو کاٹا جس سے کیا ہو جائے؟ جنسِ نفع ہی ختم ہو جائے تو پھر کیا آئے گی؟ پوری دیت، یا پورا حسن ہی ختم ہو گیا اس میں بھی کیا آئے گی؟ پوری دیت۔ تو ناک کاٹی تو پورا حسن و جمال ختم، تو پوری دیت آئے گی پورے نفس کی۔ زبان کاٹی کسی نے دوسرے کی مولانا، جنسِ نفع ختم۔ زبان میں حسن تو نہیں، نظر تو نہیں آتی منہ کے اندر ہے مولانا، لیکن پورا جنسِ نفع بولنے کا ختم ہو گیا یا نہیں؟ بولنے کی طاقت بالکل ختم ہو گئی، جنسِ نفع بالکل ختم ہوا یہ بولنے والا، لہٰذا اب اس صورت میں بھی پوری دیت آئے گی۔ ضابطہ سمجھ میں آگیا بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَفِي الْمَارِنِ الدِّيَةُ اور مارن یعنی ناک کے نرم حصے کے اندر الدِّيَةُ دیت ہے مولانا کیونکہ جمال سارا ختم۔ وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ اور لسان کے اندر یعنی زبان کے اندر دیت ہے کیونکہ قوتِ گویائی ساری کی ساری کیا ہو گئی؟ ختم۔ وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ اور ذکر کے اندر، عضوِ مخصوص کے اندر بھی دیت ہے مولانا کیونکہ جنسِ نفع ختم ہوا۔ وَفِي الْعَقْلِ إِذَا ضَرَبَ رَأْسَهُ فَذَهَبَ عَقْلُهُ الدِّيَةُ، اور عقل کے اندر جب کہ مارا اس کے سر پر فَذَهَبَ عَقْلُهُ پس اس کی عقل چلی گئی، الدِّيَةُ اس کے اندر بھی کیا ہے؟ دیت ہے۔ بھئی عقل ساری چلی گئی، کسی کے سر پہ کوئی چیز ماری اور وہ مجنون ہو گیا، عقل ہی ساری جاتی رہی، تو مولانا پھر تو سارے ہی اعضاء کا نفع ختم ہو گیا۔ بھئی عقل ہی جاتی رہی بھئی، اب وہ عقلمند آدمی جیسا کوئی کام ہی نہیں کرتا، تو یہ گویا یوں ہی ہے جیسے اس نے آدمی ہی کو مار دیا ہے، لہٰذا پوری دیت آئے گی سو اونٹ مولانا۔

وَفِي اللِّحْيَةِ إِذَا حُلِقَتْ فَلَمْ تَنْبُتِ الدِّيَةُ، اور داڑھی کے اندر جب اس کو مونڈ دیا گیا فَلَمْ تَنْبُتْ پس وہ نہیں اگی، الدِّيَةُ اس میں دیت ہے۔ بھئی داڑھی اپنے وقت پر ہو حسن و جمال ہے مولانا، انسان کی زینت کا باعث ہے۔ اب کسی نے کسی کی داڑھی مونڈ دی اور پھر دوبارہ بال آئے ہی نہیں بھئی، یہ شرط ضروری ہے کہ دوبارہ آئے ہی نہیں، پھر اس صورت میں اس میں کیا آئے گی؟ دیت آئے گی کہ جمال سارا ختم ہوا۔ وَفِي شَعْرِ الرَّأْسِ الدِّيَةُ، اور سر کے بالوں میں دیت ہے۔ بھئی کسی نے کسی کے سر کے بال مونڈ دیے یا نکال دیے، اس کے بعد دوبارہ بال آئے ہی نہیں تو سارا حسن و جمال ختم ہوا، لہٰذا اس صورت میں کیا آئے گی؟ پوری دیت آئے گی۔

وَفِي الْحَاجِبَيْنِ الدِّيَةُ۔ حَاجِبَيْنِ کہتے ہیں بھئی یہ بھنوؤں کو، یہ آنکھ سے اوپر بھئی جو بال ہیں مولانا ہڈی کے کنارے پر ماتھے کی طرف، یہ بھنویں، ابروئیں جن کو کہتے ہیں۔ اس میں ایک اور ضابطہ یاد رکھنا کہ جو چیزیں دو دو ہیں یہاں پر، جیسے اب بھنویں دو ہیں مولانا: ایک ایک آنکھ پر اور دوسری دوسری آنکھ پر۔ ان دونوں کو اگر ختم کیا پھر کیا ہو گا؟ پوری دیت آئے گی، اور اگر ایک کو ختم کیا تو نصفِ دیت آئے گی۔ جو چار چار ہیں ان میں سے اگر چاروں کو ختم کیا تو پوری دیت ہے، اگر دو کو ختم کیا تو نصفِ دیت ہے، اور اگر ایک کو ختم کیا تو ربعِ دیت ہے۔ ضابطہ سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟ اور جو چیز ایک ایک ہے اس میں تو پوری دیت ہی آئے گی، جو دو ہیں ان میں ایک کے اندر آدھی دیت آئے گی، جو چار ہیں ان میں ایک کے اندر ربعِ دیت، چوتھا حصہ آئے گی۔

تو کہتے ہیں: وَفِي الْحَاجِبَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں بھنوؤں کے اندر الدِّيَةُ کیا ہے؟ پوری دیت ہے۔ وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دونوں بھنویں ختم کیں سارا حسن و جمال ختم، دونوں آنکھیں ختم کیں تو اس صورت میں جمال بھی ختم اور دیکھنے کا نفع بھی بالکل ختم ہوا، تو جنسِ نفع ختم۔ وَفِي الْيَدَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں ہاتھوں کے اندر پوری دیت ہے، دونوں ہاتھ کسی نے کسی کے کاٹ دیے۔ وَفِي الرِّجْلَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں پاؤں کاٹے اس کے اندر بھی پوری دیت ہے۔ وَفِي الْأُذُنَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں کان کاٹے اس کے اندر بھی دیت ہے۔ وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں ہونٹوں میں، شَفَةٌ ہونٹ کو کہتے ہیں، وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ دونوں ہونٹوں میں دیت ہے۔ وَفِي الْأُنْثَيَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں خصیتین کے اندر اس میں بھی دیت ہے۔ وَفِي ثَدْيَيِ الْمَرْأَةِ الدِّيَةُ عورت کی دونوں چھاتیوں کے اندر بھی دیت ہے بھئی۔ ثَدْيَيْنِ تھا اصل میں مولانا، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

لیکن ایک بات کل میں نے آپ کو بتلائی تھی بھئی کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ لہٰذا ابھی تک یہ جتنی تفصیل چل رہی ہے: مرد کے دونوں ہاتھ کاٹے تو مرد کی پوری دیت آئے گی، عورت کے دونوں ہاتھ کاٹے تو عورت کی پوری دیت آئے گی۔ تو مرد کی دیت کتنی ہے؟ سو اونٹ، عورت کی دیت کتنی ہے؟ پچاس اونٹ۔ لہٰذا مرد کے دونوں ہاتھ کاٹے تو کتنے اونٹ دے گا؟ سو، عورت کے دونوں ہاتھ کاٹے تو کتنے دینے پڑیں گے؟ پچاس اونٹ دینے پڑیں گے بھئی۔ اور مرد کا ایک ہاتھ کاٹا تو کتنے اونٹ؟ پچاس، عورت کا ایک ہاتھ کاٹا تو پچیس بھئی۔ یہ ضابطہ یاد رکھنا، ہر جگہ خود ہی لگاتے جانا بھئی۔

وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ نِصْفُ الدِّيَةِ، اور ان چیزوں میں سے ہر ایک کے اندر نصفِ دیت ہے۔ بھئی یہ چیزیں بیان ہوئیں دو دو: دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں کان، ان میں پوری پوری دیت تھی۔ لیکن اگر ان میں سے ایک کاٹا: ایک ہاتھ، ایک پاؤں، ایک کان وغیرہ، ایک آنکھ، تو پھر کتنی آئے گی؟ نصفِ دیت۔ مرد میں مرد کی نصفِ دیت، عورت میں عورت کی نصفِ دیت۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ اور ان چیزوں میں سے ہر ایک میں یعنی دو دو نہیں بلکہ ایک ایک کے اندر نِصْفُ الدِّيَةِ کتنی آئے گی؟ نصفِ دیت۔

وَفِي أَشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ، اور آنکھوں کے اشفار میں دیت ہے۔ أَشْفَارٌ یاد رکھو یہ جو چمڑا بھئی جس پر پلکوں کے بال ہیں بھئی، آنکھ کے اوپر بھی ایک چمڑا ہے نیچے کی طرف بھی یہ چمڑا ہے، ان کو کیا کہتے ہیں؟ أَشْفَارٌ کہتے ہیں بھئی یہ اوپر اور نیچے کے چمڑے۔ یہ کتنے ہیں بھئی یہ چمڑے؟ چار: دو ایک آنکھ

میں اوپر نیچے اور دو دوسری آنکھ میں ایک اوپر ایک نیچے بھئی۔ تو یہ چاروں اگر کسی نے کسی کے غلطی سے کاٹ دیے تو کیا آئے گی؟ پوری دیت آئے گی۔ اور اگر دو کاٹے پھر؟ نصفِ دیت۔ اور اگر ایک کاٹا؟ ربعِ دیت، چوتھا حصہ بھئی۔ تو أَشْفَارٌ سے مراد یہ چمڑا ہے۔ ہاں اور یہ بھی احتمال علماء نے لکھا بھئی، صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے کہ ہو سکتا ہے اس سے مراد پلکیں ہوں مجازاً بھئی، چونکہ پلکیں انہی پر لگی ہوتی ہیں تو ان پلکوں کو بھی مجازاً کیا کہہ دیتے ہیں؟ أَشْفَارٌ کہہ دیتے ہیں۔ تو ایک پلک ختم کی تو ربعِ دیت، دونوں آنکھوں کی چاروں پلکیں ختم کیں تو پھر اس میں پوری دیت آئے گی بھئی، تو دونوں معنی ہو سکتے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَفِي أَشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ اور دونوں آنکھوں کے اشفار میں دیت ہے، وَفِي أَحَدِهَا رُبْعُ الدِّيَةِ اور اشفار میں سے کسی ایک کے اندر ربعِ دیت ہے۔ کل چار ہیں تو ایک میں کتنی آئے گی؟ ربعِ دیت آئے گی۔

وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ عُشْرُ الدِّيَةِ۔ بھئی دیکھو دونوں ہاتھوں میں کتنی دیت ہے؟ پوری دیت ہے، اور دونوں ہاتھوں میں انگلیاں کتنی ہیں؟ دس۔ معلوم ہوا ایک انگلی میں کتنی دیت آئے گی؟ دس انگلیاں ہیں تو دیت کا دسواں حصہ، یعنی کتنے اونٹ بن گئے؟ دس اونٹ بن گئے۔ یا دراہم بناؤ کتنے بنیں گے؟ دس ہزار دراہم تھے نا، تو ایک ہزار دراہم۔ یا دینار بناؤ تو کتنے بنیں گے؟ ایک ہزار دینار پوری دیت تھی تو دسواں حصہ کیا بنا؟ ایک سو دینار۔ ضابطہ سمجھ میں آ گیا؟ دو انگلیوں میں کتنی ہو گی؟ بیس اونٹ بھئی، تین انگلیوں میں تیس اونٹ، چار انگلیوں میں چالیس اونٹ آئیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ عُشْرُ الدِّيَةِ اور ہر انگلی میں، دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں سے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے، ان میں سے ہر ایک انگلی کے اندر عُشْرُ الدِّيَةِ دیت کا دسواں حصہ ہے۔ وَالْأَصَابِعُ كُلُّهَا سَوَاءٌ، اور انگلیاں ساری کی ساری برابر ہیں، سب کا یہی حکم ہے مولانا۔ اگرچہ سب ایک جیسی نہیں مولانا، ایک تو یہ موٹی انگلی انگوٹھا بھی آ گیا درمیان میں، لیکن سب کا ایک ہی حکم ہے، سب میں کتنے آئیں گے؟ دس بھئی۔

وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ فِيهَا ثَلَاثَةُ مَفَاصِلَ۔ یہ تو انگلیوں میں تفصیل تھی، اگر پوری انگلی نہیں کاٹی، ایک پورا کاٹا۔ کتنا کاٹا؟ انگلی کا ایک پورا کاٹا بھئی، تو اس میں کتنے آئیں گے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی آپ خود حساب لگا لیں: ہر انگلی میں کتنے پورے ہیں؟ تین پورے ہیں، اور ایک انگلی میں کتنا تھا؟ عشر تھا، تو ایک پورے میں کیا آئے گا؟ ثلثِ عشر، عشر کا تیسرا حصہ۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ وہ انگلیاں جن میں تین پورے ہیں، یا یوں کہیں تین جوڑ ہیں مولانا۔ اور انگوٹھے کے اندر تو دو پورے ہیں مولانا، وہاں ایک پورے میں کتنا آئے گا؟ پانچ اونٹ، یعنی نصفِ عشر آ جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ فِيهَا ثَلَاثَةُ مَفَاصِلَ اور ہر ایسی انگلی کہ اس کے اندر تین جوڑ ہیں فَفِي أَحَدِهَا ثُلُثُ دِيَةِ الْأُصْبُعِ تو ان میں سے کسی ایک کے اندر بھئی انگلی کی دیت کا ثلث آئے گا، وَمَا فِيهَا مَفْصِلَانِ فَفِي أَحَدِهِمَا نِصْفُ دِيَةِ الْأُصْبُعِ اور وہ انگلی جس کے اندر دو جوڑ ہیں تو ان میں سے کسی ایک پورے کے اندر، ایک جوڑ کے اندر نِصْفُ دِيَةِ الْأُصْبُعِ انگلی کی نصفِ دیت ہے، یعنی انگوٹھا مراد ہے۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟[۳]

وَفِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، اور ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں مولانا، یہ حدیث میں آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا بھئی؟ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں بھئی۔ جان بوجھ کر توڑا ہے پھر تو آپ نے پڑھا: السِّنَّ بِالسِّنِّ، دانت کے بدلے دانت ہے، لیکن اگر غلطی سے توڑا تو پھر اس صورت میں قصاص تو نہیں آئے گا، پھر اس صورت میں پانچ اونٹ دے گا اور یہ حدیث میں آتا ہے بھئی۔ وَالْأَسْنَانُ وَالْأَضْرَاسُ كُلُّهَا سَوَاءٌ بھئی۔ بھئی دانت تو دو قسم کے ہیں: کچھ سامنے کے دانت ہیں اور کچھ داڑھوں کے دانت ہیں بھئی جو اطراف میں ہیں، داڑھ کے دانت۔ کیا ایک ہی حکم ہے؟ صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں ہاں بھئی سب کا ایک ہی حکم ہے، ہر دانت میں کتنے ہیں؟ پانچ اونٹ ہیں۔ تو کہتے ہیں: وَالْأَسْنَانُ وَالْأَضْرَاسُ كُلُّهَا سَوَاءٌ اور دانت اور داڑھیں كُلُّهَا سب کے سب سَوَاءٌ برابر ہیں۔

وَمَنْ ضَرَبَ عُضْوًا فَأَذْهَبَ مَنْفَعَتَهُ فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کے عضو پر ضرب لگائی، وہ عضو تو نہیں گیا، مثلاً ہاتھ پہ ضرب لگائی، ہاتھ تو نہیں کاٹا لیکن ہاتھ شل ہو گیا، اس کا نفع ختم ہو گیا۔ کہتے ہیں نفع بھی ختم ہو جائے تو یہ اسی طرح ہے جیسے اس عضو کو کاٹ دیا، تو اس عضو کی پوری دیت آ جائے گی۔ تو ہاتھ میں کتنا تھا؟ پچاس اونٹ تھے، اگر ہاتھ کو کاٹا نہیں ہے، ایسا مارا وہ شل ہو گیا بھئی، تو اس صورت میں بھی کتنے آئیں گے؟ پچاس اونٹ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَمَنْ ضَرَبَ عُضْوًا اور جس نے کسی عضو پر ضرب لگائی فَأَذْهَبَ مَنْفَعَتَهُ پس لے گیا اس کے نفع کو یعنی

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَفِي أَحَدِهَا ثُلُثُ دِيَةِ الْأُصْبُعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ففي أحدهما ثلث دية الإصبع» منقول ہے۔

ختم کر دیا اس کے نفع کو، فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ تو اس کے اندر پوری کامل دیت ہے كَمَا لَوْ قَطَعَهُ جیسا کہ اگر اس نے اسے کاٹا ہو، كَالْيَدِ إِذَا شَلَّتْ جیسے کہ ہاتھ جب وہ کیا ہو جائے؟ شل ہو جائے، وَالْعَيْنِ إِذَا ذَهَبَ ضَوْءُهَا اور جیسے آنکھ ہے جب اس کی روشنی چلی گئی۔ ایک آدمی نے دوسرے کو ضرب لگائی بھئی، آنکھ تو نہیں پھوڑی لیکن آنکھ کی بینائی چلی گئی، تو آنکھ کے اندر کتنی آتی ہے؟ دو آنکھیں ہیں تو دونوں میں تو پوری دیت تھی، ایک میں کتنی آئے گی؟ نصفِ دیت۔ اور اگر بینائی صرف گئی ہے پھر بھی کتنی آئے گی؟ پھر بھی اسی طرح ہے جیسے آنکھ پھوڑ دی اس نے، تو نصفِ دیت آئے گی۔ تو کہتے ہیں: كَالْيَدِ إِذَا شَلَّتْ وَالْعَيْنِ إِذَا ذَهَبَ ضَوْءُهَا جیسے آنکھ ہے کہ جب اس کی روشنی چلی جائے۔[۴]

وَالشِّجَاجُ عَشَرَةٌ۔ شِجَاجٌ جمع ہے شَجَّةٌ کی۔ میں نے کل آپ کو بتلایا تھا زخم دو قسم پر ہیں: کچھ کو شَجَّةٌ کہتے ہیں اور کچھ کو جِرَاحَةٌ کہتے ہیں بھئی۔ شَجَّةٌ کون سا زخم ہے؟ جو سر اور چہرے پر لگایا جائے، اور باقی زخموں کو کیا کہتے ہیں؟ جِرَاحَةٌ کہتے ہیں بھئی۔ اب یہ جو سر اور چہرے کے زخم ہیں یہ دس قسم پر ہیں۔ وَالشِّجَاجُ عَشَرَةٌ اور سر و چہرے کے زخم کتنے قسم کے ہیں؟ یہ دس ہیں مولانا، دس قسم کے۔ کون کون سے؟ دیکھیے بھئی: الْحَارِصَةُ، وَالدَّامِعَةُ، وَالدَّامِيَةُ، وَالْبَاضِعَةُ، وَالْمُتَلَاحِمَةُ، وَالسِّمْحَاقُ، وَالْمُوضِحَةُ، وَالْهَاشِمَةُ، وَالْمُنَقِّلَةُ، وَالْآمَّةُ۔ کتنے ہو گئے؟ دس بھئی، یہ دس ہیں مولانا۔

بھئی ان کی تفصیل ذرا لکھ لیجیے بھئی، جلدی جلدی لکھیے بھئی کہ حارصہ کسے کہتے ہیں، دامعہ کسے کہتے ہیں، دامیہ کسے کہتے ہیں۔ یاد رکھیے پہلا نام ہے حَارِصَةٌ۔ حَرَصَ يَحْرِصُ کے معنی ہوتے ہیں کھال کا چھل جانا۔ تو حَارِصَةٌ وہ زخم ہے جس میں کھال چھل جائے یعنی کھال پر خراش آ جائے، جلد پر خراش آ جائے۔

اگلا زخم ہے دَامِعَةٌ۔ دَامِعَةٌ وہ زخم جس میں خون ظاہر ہو مولانا، بہتا نہیں ہے بس زخم کے اوپر خون ظاہر ہو جاتا ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ یہ دَمْعٌ سے ہے، دَمْعٌ آنسو کو کہتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو کبھی آپ دیکھتے ہیں مولانا آنکھ کے اندر آنسو آ جاتا ہے، بہا نہیں ہے لیکن آنکھ کے اندر کیا ہے؟ آنسو کا پانی جمع ہو گیا بھئی۔ تو اسی طرح اس دَامِعَةٌ کے اندر بھی زخم کے اوپر تو خون آ جاتا ہے لیکن اس سے ابھی بہا نہیں، تھوڑا سا خون بس اس پر ظاہر ہوا۔

اگلا زخم ہے دَامِيَةٌ۔ وہ زخم جس میں خون بہتا ہے، وہ زخم جس میں خون بہے۔ دَامِيَةٌ دَمٌ سے ہے، دَمٌ کس کو کہتے ہیں؟ خون، تو اس میں بھی خون بہتا ہے اس لیے اسے دامیہ کہتے ہیں۔

اگلا زخم ہے بَاضِعَةٌ۔ بَضَعَ يَبْضَعُ کے معنی ہیں کاٹنا۔ تو بَاضِعَةٌ وہ زخم جس میں کھال کٹ جائے۔

اگلا زخم ہے مُتَلَاحِمَةٌ۔ وہ زخم جس میں کچھ گوشت بھی کٹ جائے مگر ہڈی کو نقصان نہ پہنچے۔ لکھ لیا بھئی؟ مُتَلَاحِمَةٌ نام سے ظاہر ہے مولانا، لَحْمٌ کس کو کہتے ہیں؟ گوشت کو، تو اس میں گوشت کٹ جاتا ہے۔

اگلا زخم ہے سِمْحَاقٌ بھئی۔ سِمْحَاقٌ وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہنچے بھئی۔ جو کہاں تک پہنچے؟ سمحاق تک۔ سِمْحَاقٌ ایک باریک جھلی ہے جو سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو سر کے اوپر جو گوشت ہے اس کے نیچے جب ہڈی ہے تو ہڈی سے پہلے اس پر کیا چڑھی ہوئی ہے؟ ایک باریک جھلی ہے، تو زخم اگر اس باریک جھلی تک پہنچ جائے تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ سِمْحَاقٌ بھئی۔

اگلا زخم ہے مولانا مُوضِحَةٌ۔ وہ زخم جو سر کی ہڈی کو ظاہر کر دے، جس میں ہڈی ظاہر ہو جائے بھئی۔ أَوْضَحَ يُوضِحُ کا بھی یہی معنی ہوتا ہے ناظاہر کرنا، تو مُوضِحَةٌ وہ زخم جس نے کیا کیا؟ ہڈی کو ظاہر کر دیا۔ تو ہڈی صرف ظاہر ہوئی ہو مولانا، ٹوٹے نہ۔

اگلا زخم ہے هَاشِمَةٌ۔ هَاشِمَةٌ وہ زخم ہے جس میں ہڈی ٹوٹ جائے۔ هَشَمَ يَهْشِمُ کے معنی ہوتے ہیں توڑنے کے۔

اگلا زخم ہے مولانا مُنَقِّلَةٌ۔ اعراب لگانا بھئی اسی طرح پڑھنا بھئی: مُنَقِّلَةٌ۔ وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹنے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ ٹوٹ بھی گئی ہڈی اور اپنی جگہ سے بھی ہٹ گئی، یہ زخم کیا کہلاتا ہے؟ مُنَقِّلَةٌ۔ دیکھا یہ نَقْلٌ سے ہے، ہڈی کیا ہوئی؟ ایک جگہ سے دوسری طرف نقل ہو گئی، ہٹ گئی اپنی جگہ سے۔

اگلا زخم ہے بھئی آمَّةٌ، میم مشدد ہے بھئی۔ آمَّةٌ وہ زخم ہے جو امِ دماغ تک پہنچے۔ یاد رکھو دماغ جو ہے سر میں ایک باریک جھلی میں لپٹا ہوتا ہے جو اسے اپنی

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ ضَرَبَ عُضْوًا فَأَذْهَبَ مَنْفَعَتَهُ فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن ضرب عضوا فأذهب منفعة ففيه دية كاملة» منقول ہے۔

جگہ پر برقرار رکھتی ہے، وہ باریک جھلی اُمِّ دماغ کہلاتی ہے بھئی۔ وہ باریک جھلی جس میں دماغ بند ہے، محفوظ ہوتا ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ اِم دماغ بھئی۔ اس تک جو زخم پہنچے وہ آمَّةٌ کہلاتا ہے بھئی۔

یہ تو دس زخم ہو گئے مولانا، ایک گیارہواں زخم بھی ہے جسے دَامِغَةٌ کہتے ہیں: دال، الف، میم، غین، ہاء، دَامِغَةٌ۔ دامغہ وہ زخم ہے جس میں دماغ اپنی جگہ سے خارج ہو جائے۔ تو یہ گیارہویں قسم ہے شجہ کی، لیکن صاحبِ قدوری نے اس کو ذکر نہیں فرمایا بھئی، اس لیے کہ اس زخم میں عموماً انسان بچتا نہیں ہے بھئی۔ دماغ جب اپنی جگہ سے خارج ہو جائے تو انسان عموماً بچتا نہیں ہے بھئی، اس لیے اس کو ذکر ہی نہیں کیا، اس میں آدمی مر جاتا ہے بھئی۔

تفصیل پتہ لگ گئی ساری بھئی؟ تو حَارِصَةٌ کون سا زخم ہے؟ جس میں کھال پر خراش آجائے۔ اور دَامِعَةٌ جس میں زخم پر کیا ہو؟ خون ظاہر ہو جیسے آنکھ کے اندر آنسو آجاتے ہیں ابھی بہے نہ ہوں، یہاں بھی بہا نہیں ہے خون ابھی۔ دَامِيَةٌ وہ زخم جس سے خون بہے۔ بَاضِعَةٌ جس میں کھال کیا ہو؟ کٹ جائے۔ مُتَلَاحِمَةٌ جس میں کھال کے ساتھ ساتھ گوشت بھی کٹ جائے لیکن ہڈی کو نقصان نہیں، ہڈی تک نہیں پہنچا۔ سِمْحَاقٌ بھئی وہ زخم جو کہاں تک پہنچے؟ وہ جو باریک جھلی ہے گوشت اور ہڈی کے درمیان وہاں تک زخم پہنچے وہ سمحاق کہلاتا ہے۔ مُوضِحَةٌ بھئی جس کے اندر ہڈی کیا ہو جائے؟ ظاہر ہو جائے۔ هَاشِمَةٌ جس میں ہڈی ٹوٹ جائے۔ مُنَقِّلَةٌ جس میں ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ آمَّةٌ وہ زخم جو اِم دماغ تک پہنچے بھئی۔

تو دیکھیے اب کتاب پر، کہتے ہیں: وَالشِّجَاجُ عَشَرَةٌ سر کے زخم دس قسم پر ہیں: الْحَارِصَةُ، وَالدَّامِعَةُ، وَالدَّامِيَةُ، وَالْبَاضِعَةُ، وَالْمُتَلَاحِمَةُ، وَالسِّمْحَاقُ، وَالْمُوضِحَةُ، وَالْهَاشِمَةُ، وَالْمُنَقِّلَةُ، وَالْآمَّةُ۔ فَفِي الْمُوضِحَةِ الْقِصَاصُ إِنْ كَانَتْ عَمْدًا، کہتے ہیں موضحہ کے اندر قصاص ہے اگر وہ عمداً ہو، جان بوجھ کر ہو۔ بھئی خطا کی صورت میں تو قصاص آتا ہی نہیں، جان بوجھ کر اگر موضحہ زخم لگایا جو ہڈی تک پہنچ گیا ہے تو اس صورت میں کیا آئے گا؟ قصاص آئے گا بھئی۔ باقی زخموں میں یاد رکھیے ان دس میں سے کسی ایک کے اندر بھی قصاص نہیں کیونکہ وہاں برابری نہیں ہو سکتی۔ موضحہ میں تو ہڈی تک مولانا زخم پہنچا تھا، یہاں پر ہم بھی کیا کریں گے؟ دوسرے کو ایسے ہی زخم لگائیں گے جہاں ہڈی تک پہنچ جائے۔ چھری یا خنجر سے اس کے سر کو اتنا ہی کاٹا جائے گا کہ کہاں تک زخم پہنچے؟ ہڈی تک، ہڈی پہ جا کے خود بخود وہ خنجر رک جائے گا بھئی۔ لیکن باقی زخموں کے اندر برابری نہیں ہو سکتی کہ کتنا گوشت کٹے، تھوڑا گہرا بھی کٹ سکتا ہے کم بھی کٹ سکتا ہے، برابری نہیں ہو سکتی، لیکن یہاں برابری ہو جائے گی، پوری ہڈی تک کیا کر دیا جائے گا؟ گوشت کو کاٹ دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو باقی جو اس سے کم ہیں اس میں تو گوشت نے کٹنا ہے وہاں برابری نہیں ہو سکتی، اور جو موضحہ سے آگے اوپر والے زخم ہیں ان میں تو ہڈی ٹوٹ جاتی ہے اور آپ نے تو ضابطہ پڑھا ہے کہ ہڈی کے اندر قصاص نہیں ہے۔

فَفِي الْمُوضِحَةِ الْقِصَاصُ إِنْ كَانَتْ عَمْدًا موضحہ کے اندر قصاص ہے اگر وہ جان بوجھ کر ہو، وَلَا قِصَاصَ فِي بَقِيَّةِ الشِّجَاجِ اور قصاص نہیں ہے باقی زخموں کے اندر۔ وَفِيمَا دُونَ الْمُوضِحَةِ فَفِيهِ حُكُومَةُ عَدْلٍ، اور جو موضحہ سے کم درجے کے زخم ہیں، کم درجے کے کون کون سے تھے بھئی؟ حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ اور سمحاق، یہ اس سے کم درجے کے ہیں جو اس سے پہلے ذکر ہوئے۔ تو مَا دُونَ الْمُوضِحَةِ یعنی موضحہ سے جو کم درجے کے زخم ہیں فَفِيهِ حُكُومَةُ عَدْلٍ اس میں حکومتِ عدل ہے۔ اس میں کیا ہے؟ حُكُومَةُ عَدْلٍ۔ حکومتِ عدل کا کیا معنی؟ یاد رکھو حُكُومَةٌ کا معنی ہے فیصلہ کرنا، اور عَدْلٌ بمعنی عادل کے ہے، یعنی کوئی عادل شخص فیصلہ کرے گا کہ کتنا بدل آنا چاہیے، کتنا مال آنا چاہیے اس میں۔ قصاص تو نہیں لیکن کیا کیا جائے گا؟ مال تو دینا پڑے گا بھئی، تو کتنا مال دے اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ عادل، کوئی قابلِ اعتماد آدمی وہ فیصلہ کر دے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَفِيمَا دُونَ الْمُوضِحَةِ فَفِيهِ حُكُومَةُ عَدْلٍ اس کے اندر حکومتِ عدل ہے یعنی عادل آدمی کا فیصلہ ہے۔

وَفِي الْمُوضِحَةِ إِنْ كَانَتْ خَطَأً، بھئی موضحہ کے اندر تو قصاص ہے اگر جان بوجھ کر ہو، اور اگر إِنْ كَانَتْ خَطَأً موضحہ اگر خطأً ہو، غلطی سے ہو، تو پھر اس میں نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ، دیت کا نصفِ عشر ہے۔ بھئی دیت کتنی ہے کل؟ سو اونٹ، اس کا عشر کتنا ہے؟ دس اونٹ، عشر کا نصف کرو؟ پانچ اونٹ بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اس میں نصفِ عشرِ دیت ہے یعنی پانچ اونٹ۔ یا دراہم دینا چاہے تو کتنے دراہم؟ بھئی دیکھو کتنے دراہم تھے کل؟ دس ہزار، تو عشر کیا ہوا؟ ایک ہزار، اس کا نصف کرو؟ پانچ سو بھئی، پانچ سو دراہم۔ دینار دینا چاہے؟ دینار کتنے تھے؟ ہزار، اس کا عشر نکالو؟ سو، اس کا نصف کرو؟ پچاس بھئی، پچاس دینار۔

وَفِي الْهَاشِمَةِ عُشْرُ الدِّيَةِ، اور ہاشمہ جس میں ہڈی ٹوٹ جاتی ہے اس میں عشرِ دیت ہے مولانا، دیت کا دسواں حصہ یعنی دس اونٹ۔ وَفِي الْمُنَقِّلَةِ عُشْرٌ وَنِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ، اور منقلہ کے اندر عشر بھی ہے اور نصفِ عشرِ دیت ہے۔ عشر کتنا ہے؟ دس، اور ساتھ نصفِ عشر اور ملاؤ؟ پانچ اور ملا دیے، کتنے

ہوگئے؟ پندرہ، پندرہ اونٹ ہیں مولانا۔ وَفِي الْآمَّةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، اور آمہ کے اندر ثلثِ دیت ہے، دیت کا تیسرا حصہ ہے۔

وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ۔ بس مولانا سر کے زخموں کی بات ختم ہوئی، اب جائفہ کے بارے میں بھی بتلانا چاہتے ہیں۔ جائفہ کس کو کہتے تھے؟ جو سینے، پیٹ یا کمر پر لگایا جائے اور اندر تک پہنچے، یا گردن پر لگایا جائے اور خوراک کی نالی تک پہنچ جائے، یہ جائفہ کہلاتا ہے۔ تو کہتے ہیں: وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ جائفہ کے اندر ثلثِ دیت ہے، دیت کا تیسرا حصہ ہے۔ فَإِنْ نَفَذَتْ فَهِيَ جَائِفَتَانِ، اگر وہ آر پار ہوا تو پھر یہ دو جائفہ ہیں بھئی۔ بھئی ایک طرف سے اندر تک پہنچا یہ تو ہے جائفہ، لیکن ایسی چھری ماری کہ دوسری طرف نکل گئی، تو دونوں طرف سے مولانا جائفہ ہوا، تو کتنے جائفے بن گئے؟ دو: ایک پیٹ کی طرف سے ایک کمر کی طرف سے بھئی، تو دو جائفے بن گئے۔ تو ایک میں تھی ثلثِ دیت تو دو میں کتنے آئیں گے؟ دو ثلث بھئی، دیت کے تین حصے کریں گے دو حصے اس کو دینے پڑیں گے۔ تو کہتے ہیں: فَإِنْ نَفَذَتْ اگر اس میں نفوذ ہوا یعنی آر پار ہوا فَهِيَ جَائِفَتَانِ تو یہ دو جائفے ہیں فَفِيهِمَا ثُلُثَا الدِّيَةِ، اصل میں تھا ثُلُثَانِ، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، تو اس میں دو ثلث ہیں دیت کے۔

وَفِي أَصَابِعِ الْيَدِ نِصْفُ الدِّيَةِ۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کے ہاتھ کی پانچ انگلیاں کاٹ دیں، کتنی دیت آئے گی؟ نصفِ دیت۔ بھئی انگلیاں ختم ہوئیں تو اب کسی چیز کو اٹھا سکتا ہے ہاتھ کے ذریعے، پکڑ سکتا ہے؟ نہیں، لہٰذا اب ہاتھ کی پوری دیت آجائے گی یعنی نصفِ دیت۔ کہتے ہیں: وَفِي أَصَابِعِ الْيَدِ نِصْفُ الدِّيَةِ اور ہاتھ کی انگلیوں میں نصفِ دیت ہے، فَإِنْ قَطَعَهَا مَعَ الْكَفِّ پس اگر کاٹ دیا ان کو ہتھیلی سمیت فَفِيهَا نِصْفُ الدِّيَةِ تو بھی اس میں کتنی ہے؟ نصفِ دیت ہے۔ بھئی صرف انگلیاں کاٹیں تو بھی نصفِ دیت، ہتھیلی سمیت انگلیاں کاٹیں تو بھی نصفِ دیت، کیونکہ ہتھیلی انگلیوں ہی کے تابع ہے۔

وَإِنْ قَطَعَهَا مَعَ نِصْفِ السَّاعِدِ، اور اگر ان کو کاٹ دیا نصفِ ساعد کے ساتھ، آدھی کلائی بھی ساتھ کاٹ دی مولانا، اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی ہتھیلی اور انگلیوں میں تو کیا آئی؟ نصفِ دیت، اور یہ جو زائد ہے کلائی کا حصہ اس کے اندر حکومتِ عدل ہے، یعنی نصفِ دیت بھی دیں گے اور جو زائد نقصان ہوا ہے اس میں ایک عادل آدمی کیا کرے گا؟ وہ فیصلہ کر دے گا ایک قابلِ اعتماد آدمی کہ اس کے اندر مزید کتنا دیا جائے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَإِنْ قَطَعَهَا مَعَ نِصْفِ السَّاعِدِ اور اگر اس کو کاٹ لیا انگلیوں کو مَعَ نِصْفِ السَّاعِدِ ساتھ نصفِ کلائی کے، فَفِي الْأَصَابِعِ وَالْكَفِّ نِصْفُ الدِّيَةِ تو انگلیوں اور ہتھیلی کے اندر تو نصفِ دیت ہے وَفِي الزِّيَادَةِ حُكُومَةُ عَدْلٍ اور زیادتی کے اندر کیا ہے؟ حکومتِ عدل یعنی قابلِ اعتماد آدمی کا فیصلہ بھئی۔

وَفِي الْأُصْبُعِ الزَّائِدَةِ حُكُومَةُ عَدْلٍ۔ بھئی بعض اوقات آپ نے دیکھا ہے ایک انسان کے ہاتھ میں پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہوتی ہیں، ایک انگلی زائد ہوتی ہے۔ دیکھا ہے یا نہیں آپ نے کبھی؟ اور وہ جو زائد انگلی ہے کسی کام کی ہوتی ہے؟ نہیں، وہ کسی کام کی نہیں ہے۔ لہٰذا اس انگلی کو کاٹا تو اس کے اندر اب آپ یہ حکم نہ لگائیں کہ عشر آئے گا، وہ تو زائد ہے مولانا، بیکار ہے، اس کا کوئی نفع نہیں۔ لیکن بہر حال ہے تو انسان کا جز، تو لہٰذا اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں حکومتِ عدل ہے اس کے اندر، ایک قابلِ اعتماد آدمی کیا کرے گا؟ وہ فیصلہ کر دے گا، جتنے مال کا وہ فیصلہ کر دے وہ دیا جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَفِي الْأُصْبُعِ الزَّائِدَةِ حُكُومَةُ عَدْلٍ اور زائد انگلی کے اندر بھئی حکومتِ عدل ہے، ایک عادل آدمی کا فیصلہ ہے۔

وَفِي عَيْنِ الصَّبِيِّ وَلِسَانِهِ وَذَكَرِهِ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ صِحَّتُهُ حُكُومَةُ عَدْلٍ۔ بھئی ابھی تک آپ نے یہ پڑھا: غلطی سے ایک آنکھ پھوڑ دی تو کیا دے گا؟ نصفِ دیت۔ اور اگر زبان کاٹ دی؟ پوری دیت۔ اور اگر عضوِ مخصوص کو کاٹا تو؟ پوری دیت۔ لیکن اگر کسی نے کسی بچے کے غلطی سے کاٹ دیا اور وہ اتنا چھوٹا بچہ ہے کہ اب پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ جو اس کی آنکھ پھوڑی ہے یا زبان وغیرہ کاٹی ہے یہ قابلِ انتفاع بھی تھے یا نہیں، یہ ٹھیک بھی تھے یا ٹھیک نہیں تھے، یہی پتہ نہیں ہے مولانا، وہ تو ذرا بڑا ہو گا پھر پتہ چلے گا کہ یہ ٹھیک تھے یا ٹھیک نہیں تھے۔ تو کہتے ہیں اگر پتہ نہ ہو تو پھر اس صورت کے اندر اب صرف شک کی وجہ سے وہ نصفِ دیت یا پوری دیت وغیرہ واجب نہیں کی جائے گی بلکہ یہاں بھی حکومتِ عدل ہے، کوئی قابلِ اعتماد آدمی کیا کرے گا؟ فیصلہ کرے گا۔ تو کہتے ہیں: وَفِي عَيْنِ الصَّبِيِّ وَلِسَانِهِ وَذَكَرِهِ اور بچے کی آنکھ میں اور اس کی زبان میں اور اس کے عضوِ مخصوص میں إِذَا لَمْ يُعْلَمْ صِحَّتُهُ جب کہ ان کے صحیح ہونے کا علم نہ ہو حُكُومَةُ عَدْلٍ اس میں بھی کیا ہے؟ حکومتِ عدل، ایک عادل آدمی کا فیصلہ ہے۔[۵]

---

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَفِي عَيْنِ الصَّبِيِّ وَلِسَانِهِ وَذَكَرِهِ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ صِحَّتُهُ حُكُومَةُ عَدْلٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وفي عين الصبي وذكره ولسانه إذا لم تعلم صحته حكومة عدل» منقول ہے۔

وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا مُوضِحَةً فَذَهَبَ عَقْلُهُ أَوْ شَعْرُ رَأْسِهِ دَخَلَ أَرْشُ الْمُوضِحَةِ فِي الدِّيَةِ۔ بھئی ایک آدمی نے غلطی سے دوسرے کے سر پر موضحہ زخم لگا دیا جس میں سر کی ہڈی ظاہر ہو گئی۔ آپ نے پڑھا تھا موضحہ کے اندر کتنی آئے گی دیت بھئی غلطی سے؟ نصفِ عشر آئے گا بھئی، پانچ اونٹ۔ پڑھایا نہیں آپ نے ابھی؟ جان بوجھ کر لگایا پھر تو قصاص آئے گا، غلطی سے نصفِ عشر آئے گا۔ لیکن اس موضحہ کی وجہ سے، یہ ایسی ضرب تھی کہ اس آدمی کی عقل ہی چلی گئی۔ کہتے ہیں جب عقل چلی گئی تو اب مولانا گویا کہ اس آدمی کو ہی مار دیا، اس کے سارے نفع ختم ہو گئے یا نہیں ہو گئے بھئی؟ سارے نفع ختم ہو گئے۔ تو لہٰذا اب موضحہ کی الگ دیت نہیں دینا پڑے گی بلکہ پورے نفس کی ہی دیت دے دی جائے گی۔ عقل کے جانے کی وجہ سے کتنی دیت آتی تھی؟ کامل دیت آتی تھی سو اونٹ، تو یہاں بھی کتنے آجائیں گے؟ سو اونٹ، اور وہ جو موضحہ کی دیت ہے وہ اسی کے اندر داخل ہو جائے گی، کیونکہ جب کل کی ادائیگی ہوئی تو جز بھی اس کے اندر خود بخود آ گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

یا اسی طرح آپ نے پڑھا تھا اگر کسی نے کسی کے سارے سر کے بال ختم کر دیے تو اس میں بھی کیا آتی تھی؟ پوری دیت، کیونکہ پورا حسن و جمال کیا ہو جاتا تھا؟ ختم ہو جاتا تھا۔ تو یہاں موضحہ کی وجہ سے عقل تو نہیں گئی لیکن سر کے بال ختم ہو گئے، تو اب بھی مولانا کیا آئے گی؟ کامل دیت آئے گی سر کے بال ختم ہونے کی وجہ سے، تو سو اونٹ آجائیں گے اور موضحہ کے الگ سے پانچ اونٹ نہیں دینے پڑیں گے، اس لیے کہ پانچ اونٹ سو اونٹوں کا جز ہے مولانا: ایک ہے دیتِ کامل، ایک ہے نصفِ عشرِ دیت، یہ اس کا جز ہے یا جز نہیں بھئی؟ جز ہے۔ تو یہاں جز جو ہے کل کے اندر داخل ہو جائے گا، بس صرف سو اونٹ ہی دے دے گا، یہی سارے کا عوض بن جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ کیونکہ دونوں کا محل ایک ہی ہے، وہیں پر موضحہ ہے اور وہیں سر کے بال۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا مُوضِحَةً اور جس نے زخم لگایا کسی آدمی کو موضحہ فَذَهَبَ عَقْلُهُ پس اس کی عقل چلی گئی أَوْ شَعْرُ رَأْسِهِ، شَعْرُ اس کا عطف عَقْلُهُ پر ہے بھئی، یا اس کے سر کے بال چلے گئے، دَخَلَ أَرْشُ الْمُوضِحَةِ فِي الدِّيَةِ تو موضحہ کا ارش جو ہے وہ کس میں داخل ہو جائے گا؟ دیت میں، کوئی الگ سے نہیں، بس وہی سو اونٹ دینے پڑیں گے۔

وَإِنْ ذَهَبَ سَمْعُهُ أَوْ بَصَرُهُ أَوْ كَلَامُهُ فَعَلَيْهِ أَرْشُ الْمُوضِحَةِ مَعَ الدِّيَةِ، اور اگر اس کی سماعت چلی گئی، سر پہ زخم لگایا اس کی وجہ سے اس کی سماعت چلی گئی اب اسے سنائی نہیں دیتا، أَوْ بَصَرُهُ یا اس کی بصارت چلی گئی اسے اب دکھائی نہیں دیتا، بینائی چلی گئی ساری، أَوْ كَلَامُهُ یا اس کی ساری گویائی چلی گئی اب بات ہی نہیں کر سکتا اس کے بعد سے، تو کہتے ہیں: فَعَلَيْهِ أَرْشُ الْمُوضِحَةِ مَعَ الدِّيَةِ تو اس صورت میں اس پر موضحہ کا ارش بھی ہو گا اور دیت بھی ہو گی۔ کیونکہ سماعت چلی گئی تو جنسِ نفع ختم ہوا تو اس میں پوری دیت آتی تھی آپ نے پڑھا، گویائی چلی جائے اس میں بھی کیا آتی ہے؟ پوری دیت آتی ہے، اور بصر چلی جائے تو اس میں بھی پوری دیت آتی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اور اگر یہ تینوں چلے گئے مولانا: سماعت بھی گئی، بصارت بھی گئی اور گویائی بھی گئی، تو مولانا یاد رکھنا تین دیتیں آجائیں گی! تین دیتیں اور ساتھ موضحہ کا ارش بھی آجائے گا، پانچ اونٹ الگ بھی دینے پڑیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَمَنْ قَطَعَ أُصْبُعَ رَجُلٍ فَشَلَّتْ أُخْرَى إِلَى جَنْبِهَا فَفِيهِمَا الْأَرْشُ وَلَا قِصَاصَ فِيهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کے ہاتھ پہ ایسی ضرب لگائی کہ اس کی ایک انگلی کاٹ دی۔ ایک تو انگلی کاٹ دی، ساتھ والی انگلی بھی شل ہو گئی اس ضرب کی وجہ سے۔ تو کیا اب قصاص ہو گا؟ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں، اب قصاص نہیں ہو گا اگرچہ اس نے عمداً ہی کیوں نہ کیا ہو۔ عمداً ہو گا تو قصاص آتا ہے ویسے تو قصاص آتا ہی نہیں، تو عمداً اس نے ضرب لگائی، ایک انگلی کاٹ دی اور ساتھ دوسری کیا ہو گئی؟ شل، قصاص نہیں آئے گا۔ بھئی کیوں نہیں قصاص آئے گا؟ اس لیے کہ امام صاحب فرماتے ہیں برابری نہیں ہو سکتی۔ اب آپ ایسی ضرب لگا سکتے ہیں کہ اس کی ایک انگلی کٹے اور دوسری شل ہو جائے؟ کیا آپ اس بات پر قادر ہیں؟ نہیں بھئی، تو یہاں مساوات نہیں ممکن اس لیے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ قَطَعَ أُصْبُعَ رَجُلٍ جس نے کاٹی کسی آدمی کی انگلی فَشَلَّتْ أُخْرَى إِلَى جَنْبِهَا پس شل ہو گئی دوسری انگلی اس کے پہلو میں، فَفِيهِمَا الْأَرْشُ تو ان دونوں میں کیا آئے گا؟ ارش آئے گا یعنی دونوں انگلیوں کا جو ارش ہے: ایک انگلی میں کتنے اونٹ تھے؟ دس اونٹ، تو دو میں کتنے آجائیں گے؟ بیس اونٹ۔ وَلَا قِصَاصَ فِيهِ اور اس میں قصاص نہیں ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔

وَمَنْ قَطَعَ سِنَّ رَجُلٍ فَنَبَتَتْ مَكَانَهَا أُخْرَى سَقَطَ الْأَرْشُ، اور جس نے توڑا کسی آدمی کے دانت کو تو اگ آیا اس دانت کی جگہ پر دوسرا دانت۔ ایک آدمی نے دوسرے کا دانت توڑ دیا، تو دانت کے اندر تو قصاص ہے مولانا، یا غلطی سے توڑا ہے تو اس میں کیا آئے گا؟ ارش۔ لیکن اس دانت کی جگہ

دوسرا دانت نکل آیا تو اب ارش کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا، کیونکہ وہی چیز جو اس کی اس نے ضائع کی تھی وہ اللہ کی طرف سے اسے دوبارہ مل گئی بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ قَطَعَ سِنَّ رَجُلٍ جس نے کسی آدمی کا دانت توڑا فَنَبَتَتْ مَكَانَهَا أُخْرَى تو اگ آیا مَكَانَهَا اس دانت کی جگہ پر أُخْرَى دوسرا دانت سَقَطَ الْأَرْشُ ارش ساقط ہو جائے گا۔

وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے: بھئی سر کے زخموں میں آپ نے پڑھا موضحہ لگایا تو پانچ اونٹ دینے پڑیں گے، ہاشمہ لگایا تو کتنے؟ دس اونٹ دینے پڑیں گے، منقلہ لگایا تو پندرہ اونٹ دینے پڑیں گے وغیرہ بھئی۔ اسی طرح سر کے اور زخم بعضوں میں حکومتِ عدل ہے کہ عادل آدمی فیصلہ کرتا ہے بھئی۔ یہ اس لیے کہ سر اور چہرے کے زخم کا نشان باقی رہتا ہے اور حسن اور جمال میں یہ عیب ہوتا ہے بھئی۔ یہ تو سر اور چہرے کا زخم بدنما معلوم ہوتا ہے یا نہیں ہوتا بھئی؟ تو اس سے حسن و جمال میں کمی آتی ہے بھئی۔ لیکن ایک آدمی نے دوسرے کو کوئی زخم لگایا سر یا چہرے کا، وہ زخم بھر گیا اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا، نشان بھی ختم ہو گیا۔ یا سر پر تھا، سر پر لگایا اور اس زخم کا نشان بھی باقی نہیں رہا، وہاں پر پھر بال آ گئے پہلے کی طرح، تو کہتے ہیں مولانا ارش کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا، کیونکہ کوئی بدنما معلوم نہیں ہو رہا اب وہ بھئی، عیب نہیں آیا اس کے اندر۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا جس نے زخم لگایا کسی دوسرے شخص کو فَالْتَحَمَتِ الْجِرَاحَةُ پس مندمل ہو گیا زخم، بھر گیا زخم مولانا، وَلَمْ يَبْقَ لَهَا أَثَرٌ اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا وَنَبَتَ الشَّعْرُ اور بال اگ آئے، سَقَطَ الْأَرْشُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تو ارش ساقط ہو جائے گا امام صاحب کے نزدیک بھئی، کیونکہ وہ جو بدنما داغ تھا وہ کیا ہو چکا؟ ختم ہو چکا، اسی کی وجہ سے تو ارش آ رہا تھا کہ وہ بدنما داغ پڑ گیا تھا دوسرے پر۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: عَلَيْهِ أَرْشُ الْأَلَمِ، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر أَلَمٌ یعنی تکلیف کا ارش ہو گا۔ بھئی دوسرے کو درد اور تکلیف ہوئی یا نہیں ہوئی زخم لگانے سے؟ کہتے ہیں اس کا ارش آئے گا بھئی، اس زخم والا ارش تو نہیں لیکن جو تکلیف پہنچائی اس تکلیف کا ارش آئے گا یعنی کوئی عادل آدمی فیصلہ کرے گا بھئی۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: عَلَيْهِ أُجْرَةُ الطَّبِيبِ، اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس مجرم پر کیا ہے؟ طبیب کی اجرت دینی پڑے گی اس کو بھئی، یہ ضمان اور تاوان اس پر آ جائے گا۔

وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا جِرَاحَةً، اور جس نے کسی دوسرے شخص کو کوئی زخم لگایا لَمْ يُقْتَصَّ مِنْهُ حَتَّى يَبْرَأَ تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ یہ ٹھیک ہو جائے۔ سمجھ میں آیا؟ حدیث میں آتا ہے اسی طرح بھئی، زخم کا قصاص کب لیا جائے گا؟ جب وہ زخم ٹھیک ہو جائے، اس سے پہلے نہیں بھئی۔ نیز اس لیے بھی کہ بھئی جب تک زخم ٹھیک نہیں ہوا پتہ نہیں کہیں اس زخم سے یہ آدمی مر ہی نہ جائے، تو جب مر جائے گا پھر تو کیا لینا پڑے گا؟ جان کا قصاص لیں گے بھئی۔ سمجھ میں آئی بات؟ تو زخم کے بھرنے سے پہلے قصاص نہیں لیا جائے گا، زخم جب بھر جائے گا جتنا عرصہ بھی لگ جائے، پھر اس کے بعد اس سے قصاص لیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا جِرَاحَةً جس نے زخم لگایا کسی آدمی کو لَمْ يُقْتَصَّ مِنْهُ حَتَّى يَبْرَأَ تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ یہ زخمی ٹھیک ہو جائے، یہ زخم ٹھیک ہو جائے۔

وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ خَطَأً۔ اچھا بھئی صورت یہ ہے: ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ غلطی سے کاٹ دیا۔ اب بھئی ابھی یہ شخص ٹھیک نہیں ہوا تھا کہ اس سے پھر غلطی ہوئی کوئی اور وہ شخص اس کے ہاتھوں غلطی سے پھر مر گیا۔ پہلی غلطی کی وجہ سے کیا ہوا تھا؟ ہاتھ کٹا تھا، دوسری غلطی کی وجہ سے یہ شخص مر گیا اور ابھی زخم درمیان میں ٹھیک بھی نہیں ہوا۔ تو کہتے ہیں اس صورت میں اس پر صرف ایک ہی دیت آ جائے گی پورے نفس کی، ہاتھ کی الگ سے دیت نہیں، کیونکہ ابھی ٹھیک نہیں ہوا مولانا، ہو سکتا تھا اسی زخم سے کیا ہو جاتا یہ؟ مر جاتا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو ایک ہی دیت آئے گی، ہاتھ کی الگ سے دیت نہیں آئے گی۔ لیکن اگر درمیان میں وہ دوسرا ٹھیک ہو گیا تھا: ایک شخص سے دوسرے کا ہاتھ غلطی سے کٹ گیا اور اس نے علاج وغیرہ کروایا، ٹھیک ہو گیا، پھر اس سے غلطی ہوئی اور وہ شخص اس کے ہاتھوں مر گیا، تو کہتے ہیں اب مولانا دو دیتیں آئیں گی: ایک نفس کی دیت اور ایک ہاتھ کی دیت، اس لیے کہ ہاتھ پہلے ہی کیا ہو چکا؟ ٹھیک ہو گیا، اب اس سے کوئی مرنے کا امکان تھا؟ نہیں، تو لہٰذا وہ الگ اور یہ الگ ہے مولانا، جبکہ پہلی صورت کے اندر امکان تھا اسی سے مر جاتا تو وہاں پر وہ ہاتھ والی جنایت نفس کی جنایت میں کیا ہو جائے گی؟ داخل ہو جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ خَطَأً جس نے ہاتھ کاٹا کسی آدمی کا غلطی سے ثُمَّ قَتَلَهُ خَطَأً پھر اسے غلطی سے قتل کر دیا قَبْلَ الْبُرْءِ اس کے ٹھیک ہونے سے پہلے ہی، فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ تو اس پر پوری دیت ہے، ایک ہی دیت ہے، وَسَقَطَ أَرْشُ الْيَدِ اور ہاتھ کا ارش کیا ہو جائے گا؟ ساقط۔ وَإِنْ بَرِئَ ثُمَّ قَتَلَهُ اور اگر وہ ٹھیک ہو گیا تھا پھر اس نے اسے قتل کر دیا غلطی سے فَعَلَيْهِ دِيَتَانِ تو اس پر کتنی دیتیں ہیں؟ دو دیتیں ہیں: دِيَةُ النَّفْسِ وَدِيَةُ الْيَدِ، ایک تو نفس

کی دیت ہے اور ایک ہاتھ کی دیت ہے۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۲: کتاب الدیات (۲): جنایتِ دابہ (جانور کے کچلنے، لات مارنے کا ضمان)، حفرِ بئر یا وضعِ حجر فی الطریق اور دیوار گرنے کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۱۸۱—بتاریخ: ۱۱ مئی ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَكُلُّ عَمْدٍ سَقَطَ فِيهِ الْقِصَاصُ بِشُبْهَةٍ فَالدِّيَةُ فِي مَالِ الْقَاتِلِ، وَكُلُّ أَرْشٍ وَجَبَ بِالصُّلْحِ وَالْإِقْرَارِ فَهُوَ فِي مَالِ الْقَاتِلِ. وَإِذَا قَتَلَ الْأَبُ ابْنَهُ عَمْدًا فَالدِّيَةُ فِي مَالِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ. وَكُلُّ جِنَايَةٍ اعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِي فَهِيَ فِي مَالِهِ وَلَا يُصَدَّقُ عَلَى عَاقِلَتِهِ.[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

کہتے ہیں وَكُلُّ عَمْدٍ سَقَطَ فِيهِ الْقِصَاصُ کہ ہر وہ قتلِ عمد سَقَطَ فِيهِ الْقِصَاصُ جس کے اندر قصاص ساقط ہو جائے بِشُبْهَةٍ کسی شبہہ کی وجہ سے فَالدِّيَةُ فِي مَالِ الْقَاتِلِ تو دیت قاتل کے مال میں ہو گی۔

یاد رکھیے ایک قیمتی ضابطہ بھئی! آپ نے پڑھا کہ دیت جو آیا کرتی ہے وہ اکیلے قاتل پر نہیں آتی، اس کے سارے قبیلے پر آتی ہے، اور تین سال کے اندر دینا ہوتی ہے۔ کتنے عرصے میں؟ تین سال۔ تین سال کے عرصے میں دینا پڑے گی اور سارے قبیلے پر ہو گی۔ یہ کس کے اندر ہے؟ دیت کے اندر، جب غلطی سے کسی کو قتل کر دیا تو سارا قبیلہ اب اس کی معاونت کرے گا بھئی۔

اسی طرح یاد رکھیے اگر ارش جو ہے نصفِ عشر سے زائد ہوا تو وہ بھی قبیلے والوں پر آئے گا بھئی۔ ارش کس کو کہتے تھے بھئی؟ نفس سے کم کے اندر جنایت کی اور اس سے جو مال آیا وہ کیا کہلاتا تھا؟ ارش۔ ارش کہلاتا ہے۔ پورے نفس کا بدل تو دیت کہلاتا ہے اور نفس سے کم کا بدل وہ کیا کہلاتا ہے؟ ارش۔ اب ارش کے اندر ضابطہ یہ ہے کہ نصفِ عشر سے اگر کم نہ ہو (نصفِ عشر یا اس سے زائد ہو) تو وہ عاقلہ پر ہے، ورنہ اسی جنایت کرنے والے پر آئے گا۔ نصفِ عشر بھئی! دیکھو دیت ہے دس ہزار درہم۔ اس کا عشر نکالیں بھئی، دس ہزار درہم کا دسواں حصہ کتنا بنتا ہے؟ ایک ہزار درہم۔ یہ عشر ہوا۔ اس کا نصف کریں، کتنا؟ پانچ سو۔ یہ نصفِ عشر ہے۔ تو اگر ارش نصفِ عشر یعنی پانچ سو درہم ہے تو پھر یہ قبیلے والے ساتھ ہو جائیں گے اور ان سے لیا جائے گا بھئی ایک سال کے اندر اندر، ایک سال کے اندر بھئی وصول کیا جائے گا۔ لیکن اگر ارش پانچ سو سے کم تھا تو پھر اس صورت میں قبیلے والوں پر نہیں آئے گا، صرف اس جنایت کرنے والے سے لیا جائے گا۔

ضابطہ سمجھ میں آیا؟ کیا ضابطہ ہوا؟ کہ اگر ارش پانچ سو درہم سے کم ہو تو پھر قبیلے والوں پر نہیں، صرف اسی جنایت کرنے والے کے ذاتی مال میں سے کیا کیا جائے گا؟ وصول کیا جائے گا، اسی کے مال میں سے۔ لیکن اگر ارش پانچ سو درہم یا پانچ سو سے زیادہ ہوا تو پھر کس سے وصول کیا جائے گا؟ قبیلے والوں سے وصول

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۸۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَكُلُّ أَرْشٍ وَجَبَ بِالصُّلْحِ وَالْإِقْرَارِ فَهُوَ فِي مَالِ الْقَاتِلِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وكل أرش وجب بالصلح فهو في مال القاتل» منقول ہے۔

کیا جائے گا بھئی۔ اب آپ بتائیے ایک شخص نے کوئی جنایت کی اور اس پر جو ارش آیا وہ چار سو درہم تھا، فرض کر لو چلو کوئی صورت، چار سو درہم آیا ارش بھئی۔ کیا اب وہ اپنے مال میں سے دے گا یا قبیلے والے بھی ساتھ شریک ہوں گے؟ اپنے مال میں سے۔ اور اگر ارش آیا مثلاً ہزار درہم یا دو ہزار درہم یا تین ہزار درہم فرض کر لو، تو کیا وہ اپنے مال میں سے دے گا یا سارے قبیلے والے ساتھ شریک ہوں گے؟ سارے قبیلے والے شریک ہوں گے۔ تو معلوم ہوا پانچ سو درہم سے کم ارش ہو تو اس میں قبیلے والے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ جبکہ عورت کے اندر اس کا نصف معتبر ہے، یعنی عورت نے اگر جنایت کی ہے اور ڈھائی سو درہم اس پر ارش آیا۔ مرد میں کتنا تھا؟ پانچ سو۔ تو اس کا نصف کتنا ہوا؟ ڈھائی سو۔ ڈھائی سو درہم اگر اس پر آئے تو اس کے اندر قبیلہ اس کے ساتھ شریک ہو گا، اور اگر ڈھائی سو سے کم ہوا ارش تو پھر قبیلہ اس کے ساتھ شریک نہیں، اسی عورت کے مال میں سے وہ ارش ادا کیا جائے گا۔

نیز دوسرا ضابطہ یہ یاد رکھیے کہ یہ جو قبیلے والے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور وہ بھی دیت یا ارش وغیرہ دیتے ہیں، یہ جنایتِ خطا کے اندر ہے، جنایتِ عمد کے اندر قبیلے والے ساتھ شریک نہیں ہوں گے۔ جان بوجھ کر اگر کسی کو نقصان پہنچایا ہے یا کسی کو قتل کیا ہے اور آنا تو قصاص چاہیے تھا لیکن قصاص کیا ہوا؟ شبہہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ بھئی دیکھیے جیسے آپ کو مسئلہ بتلایا تھا کہ والد اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو وہاں قصاص نہیں آتا، جان بوجھ کر قتل کرے پھر بھی وہاں قصاص نہیں آتا بلکہ وہاں دیت آیا کرتی ہے۔ تو یہاں دیکھو قصاص شبہہ کی وجہ سے ساقط ہوا اور کیا آ گئی؟ دیت۔ اور یہ جنایت کس قسم کی ہے؟ جان بوجھ کر ہے یا غلطی سے ہے؟ جان بوجھ کر ہے۔ تو جان بوجھ کر جنایت کی ہو وہ قبیلے والوں پر اس کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ اسی قاتل سے یا اسی جنایت کرنے والے کے مال سے وصول کیا جائے گا۔ تو یہ والد کے ہی مال میں سے اب جنایت لی جائے گی اور تین سال کے عرصے میں۔ جیسے عام قبیلے والوں سے کتنے عرصے میں لیتے تھے؟ تین سال میں، تو والد کے مال سے بھی اب تین سال میں لی جائے گی۔

سمجھ میں آیا؟ تو ضابطہ کیا ہوا کہ اگر جنایت عمداً کی ہو تو پھر قبیلے والے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ لہٰذا ایک آدمی نے دوسرے کا جان بوجھ کر ہاتھ کاٹا اور اس کی وجہ سے وہاں چونکہ برابری ممکن نہیں تھی لہٰذا ارش آ گیا۔ کیا آ گیا؟ ارش۔ کلائی کے درمیان سے ہاتھ کاٹا تو اب قصاص تو نہیں لیا جا سکتا کیونکہ برابری نہیں ہو سکتی، ہڈی کے اندر قصاص نہیں ہے۔ تو اب لازمی بات ہے ایک ہاتھ کا جو ارش ہے وہ دینا پڑے گا۔ اور ایک ہاتھ کا ارش کتنا ہے؟ جی؟ ہاں جتنا نصفِ دیت یا اس سے زائد جتنا بھی قاضی فیصلہ کرے، نصفِ دیت ہے پھر کلائی کے اندر کچھ حکومتِ عدل بھی آپ نے پڑھا تھا، تو جو مال آیا مثلاً کتنا آ گیا؟ نصفِ دیت چلو فرض کر لو، نصفِ دیت آ گئی بھئی، نصفِ دیت یعنی کہ پچاس اونٹ بھئی۔ اور یہ جان بوجھ کر اس نے ہاتھ کاٹا ہے تو کیا قبیلے والے ساتھ شریک ہوں گے؟ نہیں۔ تو قبیلے والے صرف کون سی جنایت میں ساتھ شریک ہوتے ہیں ادائیگی کے اندر؟ جنایتِ خطا کے اندر۔

اسی طرح اگر کوئی شخص جنایت کا اعتراف کر لیتا ہے خود بھئی، پتہ نہیں تھا لیکن اس نے خود کیا کر لیا؟ اعتراف کر لیا کہ یہ جنایت میں نے کی ہے، تو یہ بھی صرف اسی کے مال میں سے لی جائے گی، قبیلے والوں پر نہیں آئے گی، کیونکہ اس کا اقرار صرف اس کی ذات کے بارے میں تو معتبر ہے، قبیلے والوں کے بارے میں معتبر نہیں بھئی۔ اقرار صرف آدمی کی اپنی ذات تک ہوتا ہے بھئی، تو اسی کے مال میں سے لیا جائے گا بھئی۔

اور پھر یہ یاد رکھیے یہ جو کسی شخص کو غلطی سے مثلاً قتل کر دیا گیا یا کسی بھی وجہ سے اور اس سے پھر مال دیت وغیرہ وصول کی گئی اس کے قتل کی وجہ سے، یہ دیت کس کو دیں گے اب بھئی؟ مقتول تو مر چکا ہے، دیت کس کو دی جائے گی؟ یاد رکھیے یہ جو دیت وصول ہوتی ہے یہ مقتول کا ورثہ شمار ہوتی ہے، اس کے ترکے میں آ جائے گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یوں سمجھیں گے وہ یہ مال چھوڑ کر مرا ہے، اور اس مال کے ذریعے اب اس کے دیون بھی ادا کیے جائیں گے، وصیت وغیرہ نافذ ہو گی اور وارثوں میں تقسیم ہو گا اسی ترتیب کے مطابق بھئی جو آپ پڑھ چکے ہیں بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ تو یہ اس کا مالِ میراث شمار ہو گا بھئی۔

اب دیکھیے کتاب پر بھئی۔ وَكُلُّ عَمْدٍ سَقَطَ فِيهِ الْقِصَاصُ بِشُبْهَةٍ فَالدِّيَةُ فِي مَالِ الْقَاتِلِ اور ہر وہ قتلِ عمد جس کے اندر ساقط ہو جائے قصاص کسی شبہہ کی وجہ سے فَالدِّيَةُ فِي مَالِ الْقَاتِلِ تو دیت کس میں آئے گی؟ قاتل ہی کے مال میں آئے گی بھئی، قبیلے والوں پر نہیں، صرف قاتل کے مال میں سے دیت لیں گے بھئی۔ جیسے میں نے مثال ذکر کی باپ نے اپنے بیٹے کو قتل کیا تو شبہہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہوا لیکن دیت آئی، تو اب دیت کس سے لیں گے؟ قاتل کے مال میں سے کیونکہ یہ جنایت کس قسم کی ہے؟ عمداً ہے یا خطأً ہے؟ عمداً ہے، اور عمداً جو جنایت ہو وہ قبیلے والوں پر نہیں آتی بھئی۔ وَكُلُّ أَرْشٍ وَجَبَ بِالصُّلْحِ وَالْإِقْرَارِ فَهُوَ فِي مَالِ الْقَاتِلِ اسی طرح ہر وہ ارش جو واجب ہوا ہے صلح کی وجہ سے یا اقرار کی وجہ سے تو یہ بھی کس کے اندر ہے؟ بھئی ایک شخص نے دوسرے کو نقصان پہنچایا اور پھر اس کے ساتھ کسی مال پر صلح کر لی، تو یہ مالِ صلح کس میں سے لیا جائے گا؟ قبیلے والوں پر آئے گا یا صرف اسی جنایت کرنے والے پر؟ جنایت کرنے والے پر بھئی، مثلاً قتل کیا تھا پھر صلح کر لی، تو صلح کی وجہ سے جو ارش آتا ہے وہ مولانا قاتل کے مال میں سے، اور اسی

طرح اقرار کی وجہ سے جو مال آتا ہے فَهُوَ فِي مَالِ الْقَاتِلِ تو وہ بھی کس کے اندر ہے؟ قاتل ہی کے مال میں ہے، اسی سے لیا جائے گا۔ اور نیز یہ فوری ہو گا مولانا، فوری ادائیگی ہو گی بھئی اس کے اندر۔

وَإِذَا قَتَلَ الْأَبُ ابْنَهُ عَمْدًا فَالدِّيَةُ فِي مَالِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ اور جب قتل کر دے باپ اپنے بیٹے کو عَمْدًا جان بوجھ کر فَالدِّيَةُ فِي مَالِهِ تو دیت باپ کے مال میں سے ہو گی فِي ثَلَاثِ سِنِينَ کتنے سالوں میں؟ تین سالوں میں۔ تو کہتے ہیں فَالدِّيَةُ فِي مَالِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ تو دیت جو ہے والد کے مال میں ہو گی فِي ثَلَاثِ سِنِينَ کتنے عرصے کے اندر؟ تین سال، کیونکہ قصاص تو ساقط ہوا شبہہ کی وجہ سے اور دیت آئی، تو یہ دیت آئی ہے قتلِ عمد کے اندر اور قتلِ عمد کی صورت میں دیت عاقلہ پر یعنی قبیلے والوں پر نہیں آتی۔

وَكُلُّ جِنَايَةٍ اعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِي فَهِيَ فِي مَالِهِ اور ہر ایسی جنایت کہ اعتراف کیا ہے اس کا جانی یعنی جنایت کرنے والا، اس کا اعتراف کیا ہے جنایت کرنے والے نے، جرم کرنے والے نے، فَهِيَ فِي مَالِهِ تو یہ جنایت اسی کے مال میں سے ہو گی، وَلَا يُصَدَّقُ عَلَى عَاقِلَتِهِ اور تصدیق نہیں کی جائے گی اس کے عاقلہ پر یعنی اس کے قبیلے والوں پر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہر ایسی جنایت جس کا کوئی جنایت کرنے والا خود اعتراف کر لیتا ہے تو یہ جنایت جو ہے، یہ جوارش آئے گا یا دیت آئے گی یہ اسی کے مال میں سے ہو گی، اس کی عاقلہ پر وہ نہیں آئے گی بھئی، اس کے قبیلے والوں پر نہیں آئے گی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُصَدَّقُ عَلَى عَاقِلَتِهِ تصدیق نہیں کی جائے گی اس کے عاقلہ یعنی قبیلے والوں پر، یعنی ان پر نہیں آئے گی یہ چیز، یہ ضمان ان پر نہیں آئے گا۔

وَعَمْدُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ خَطَأٌ اور بچے اور مجنون کا عمد بھی خطا ہے۔ بچہ کسی کو جان بوجھ کر قتل کر دیتا ہے یا مجنون جان بوجھ کر کیا کر دیتا ہے کسی کو؟ قتل کر دیتا ہے، تو یاد رکھیے بچے اور مجنون ان کا عمد بھی خطا ہے، اس کو جنایتِ خطا ہی شمار کریں گے اور پھر جنایتِ خطا سے جو مال آیا کرتا ہے وہ آئے گا۔ تو کہتے ہیں وَفِيهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ اور اس کے اندر دیت ہو گی ان کی عاقلہ پر، بچے کی عاقلہ یا مجنون کی عاقلہ پر بھئی۔

وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ وَضَعَ حَجَرًا فَتَلِفَ بِذَلِكَ إِنْسَانٌ فَدِيَتُهُ عَلَى عَاقِلَتِهِ۔ صورت یہ ہے ایک شخص نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودا یا کوئی بڑا پتھر رکھا، اس کی وجہ سے کوئی انسان ہلاک ہو گیا تو یاد رکھیے یہ قتل بالسبب ہے، اور قتل بالسبب کا حکم آپ نے پڑھا تھا اس میں دیت آیا کرتی ہے، اور یہ دیت جو ہے اس شخص جس نے کنواں کھودا تھا یا پتھر رکھا تھا اس کی عاقلہ پر ہو گی بھئی، پورے قبیلے والوں پر ہو گی، تین سال کے اندر ادائیگی کی جائے گی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ اور جس نے کنواں کھودا مسلمانوں کے راستے میں أَوْ وَضَعَ حَجَرًا یا پتھر رکھا کوئی، کوئی بڑا پتھر وہاں رکھا فَتَلِفَ بِذَلِكَ إِنْسَانٌ پس ہلاک ہو گیا اس کی وجہ سے کوئی انسان فَدِيَتُهُ عَلَى عَاقِلَتِهِ تو اس انسان کی دیت جو ہے عَلَى عَاقِلَتِهِ کس پر آئے گی؟ اس کے قبیلے والوں پر ہو گی۔

وَإِنْ تَلِفَ بِهِ بَهِيمَةٌ فَضَمَانُهَا فِي مَالِهِ۔ بھئی کوئی جانور مویشی اس کنویں میں گر کر ہلاک ہو گئے یا اس پتھر کی وجہ سے ہلاک ہوئے، تو جانور اور مویشی مال ہیں مولانا، تو اب ان کا ضمان دینا پڑے گا، جتنی ان کی قیمت تھی وہ کیا کرنا پڑے گی؟ دینا پڑے گی۔ تو یہ مال کا ضمان آئے گا، اور یاد رکھیے مال کا ضمان قبیلے والوں پر نہیں آیا کرتا۔ کسی نے دوسرے کو مالی نقصان پہنچایا ہو، جتنا بھی مالی نقصان پہنچائے، چاہے کروڑوں ہو چاہے اربوں ہو، وہ قبیلے والوں پر نہیں آیا کرتا، کس پر آیا کرتا ہے؟ اس نقصان پہنچانے والے شخص کے مال سے ہی وصول کیا جاتا ہے۔ تو یہاں پر بھی جانور ہلاک ہوا ہے کنویں کے اندر اور جانور کیا ہے؟ مال۔ تو اس مال کا اب ضمان آئے گا۔ تو اب یہ قبیلے والوں پر آئے گا یا اسی شخص پر آئے گا جس نے کنواں کھودا تھا؟ جس نے کنواں کھودا تھا اسی پر آئے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ تَلِفَ بِهِ بَهِيمَةٌ، بَهِيمَةٌ کہتے ہیں چوپائے کو بھئی، مویشی، وَإِنْ تَلِفَ بِهِ بَهِيمَةٌ اور اگر تلف ہو گیا اس کی وجہ سے مویشی فَضَمَانُهَا فِي مَالِهِ تو اس مویشی کا ضمان جو ہے فِي مَالِهِ اس شخص کے مال میں سے ہو گا وہ جس نے کنواں کھودا تھا یا پتھر رکھا تھا۔[۲]

وَإِنْ أَشْرَعَ فِي الطَّرِيقِ رَوْشَنًا أَوْ مِيزَابًا فَسَقَطَ عَلَى إِنْسَانٍ فَعَطِبَ فَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ۔ وَإِنْ أَشْرَعَ، أَشْرَعَ کا معنی کھولنے کے، نکالنے کے، اور اگر نکالا فِي الطَّرِيقِ راستے میں رَوْشَنًا۔ رَوْشَنٌ یاد رکھو بالکنی کو کہتے ہیں، بالکنی جانتے ہو کہ نہیں جانتے؟ جی؟ یا اسی طرح دو چھتوں کے درمیان لکڑی کا راستہ بنایا اس کو بھی کیا کہتے ہیں؟ روشن کہتے ہیں، یعنی ایک چھت سے دوسری چھت پر جانے کے لیے لکڑی کا جو راستہ بنایا وہ بھی کیا کہلاتا

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ تَلِفَ بِهِ بَهِيمَةٌ فَضَمَانُهَا فِي مَالِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن تلف فيه بهيمة فضمانها في ماله» منقول ہے۔

ہے؟ روشن، درمیان میں بھئی دونوں چھتوں کے بیچ فضا میں جو لکڑی لگا دی یہ روشن ہے۔ اسی طرح کوئی دیوار وغیرہ پر اوپر گھر کا سامان رکھنے کے لیے لکڑی کی جگہ بنالی اس کو بھی کیا کہا جاتا ہے؟ روشن کہا جاتا ہے۔ اب ایک آدمی نے راستے کی طرف روشن بنایا یعنی سامان وغیرہ رکھنے کے لیے یا بالکنی بنائی یا پھر راستے کی ایک طرف سے راستے کی دوسری طرف بھی اسی کے گھر کا کچھ حصہ، اس کا دوسرا گھر ہو گا یا اس کے بھائی کا گھر ہے یا کوئی ہے، اس نے ایک چھت سے دوسری چھت کی طرف جانے کے لیے کیا لگا دیا اوپر؟ لکڑی کا راستہ بنا دیا اوپر بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو اب یہ روشن ہے مولانا اور راستے میں ہے۔ اب یہ گرا اور اس کی وجہ سے کوئی انسان ہلاک ہوا تو کیا اس پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس پر ضمان آئے گا بھئی۔ یا اسی طرح کسی شخص نے پرنالہ لگایا بھئی راستے کی طرف، وہ پرنالہ اکھڑا اور اکھڑ کر نیچے آدمی پر گرا اور کوئی شخص ہلاک ہوا تو اس صورت میں بھی اس پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔[3]

پھر اس میں تفصیل فقہائے کرام بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں دیکھو مثلاً پرنالہ لگایا تھا، پرنالے کا کچھ حصہ راستے کی طرف نکلا ہو گا، کچھ حصہ دیوار میں چھت میں لگا ہوا تھا۔ کہتے ہیں اگر وہ چھت والا حصہ لگانے والے آدمی کو تو پھر اس صورت میں ضمان نہیں، کیونکہ یہ حصہ تو اس نے اپنی ملکیت میں لگایا تھا، اس میں کسی قسم کی زیادتی نہیں۔ لیکن اگر وہ کنارہ لگا جو راستے کی طرف نکلا ہوا تھا، بھئی راستے کی طرف نکلا ہوا تھا، راستے میں تو تمام لوگوں کا حق ہے تو یہ اس کی طرف سے زیادتی تھی، وہ حصہ لگا تو پھر اس صورت میں کیا کیا جائے گا؟ ضمان آئے گا۔ اور اگر پتہ ہی نہیں کہ کون سا حصہ لگا ہے تو پھر نصفِ ضمان آئے گا۔ کتنا آئے گا؟ نصفِ ضمان آئے گا۔ کہتے ہیں وَإِنْ أَشْرَعَ فِي الطَّرِيقِ رَوْشَنًا اور اگر نکالا راستے کی طرف کوئی روشن أَوْ مِيزَابًا یا کوئی پرنالہ فَسَقَطَ عَلَى إِنْسَانٍ تو وہ گر گیا کسی انسان پر فَعَطِبَ تو وہ ہلاک ہوا فَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ تو دیت کس پر آئے گی؟ اس شخص کے عاقلہ پر آئے گی۔

وَلَا كَفَّارَةَ عَلَى حَافِرِ الْبِئْرِ وَوَاضِعِ الْحَجَرِ اور کفارہ نہیں ہو گا کنواں کھودنے والے پر اور پتھر رکھنے والے پر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کنواں کھودا تھا کسی نے راستے میں اس میں کوئی شخص ہلاک ہوا یا پتھر رکھا تھا اس سے کوئی شخص ہلاک ہوا تو اس صورت میں یہ کنواں کھودنے والا یا پتھر رکھنے والا جو ہے اس پر کفارہ نہیں آئے گا کیونکہ کفارہ جب کسی نے حقیقتاً قتل کیا ہو، یہاں تو اس نے حقیقتاً قتل نہیں کیا لیکن سبب بن گیا ہے قتل کا کہ اس نے کنواں کھودا تھا اس میں، تو کفارہ نہیں آئے گا البتہ دیت آئے گی آپ پڑھ چکے ہیں۔

وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ فَعَطِبَ بِهَا إِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ اور جس نے کنواں کھودا اپنی ملکیت میں۔ بھئی ابھی تک تو بات چل رہی تھی راستے میں کنواں کھودا۔ کوئی شخص اپنی زمین کے اندر کنواں کھودتا ہے اس میں اگر کوئی گر کر مر جائے تو یاد رکھیے پھر ضمان نہیں آئے گا کیونکہ اس شخص نے کسی قسم کی زیادتی نہیں کی، اپنی ملکیت کے اندر کنواں کھودا ہوا تھا تو اس کا کوئی قصور نہیں اس میں بھئی۔ وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ اور جس نے کنواں کھودا اپنی ملکیت کے اندر فَعَطِبَ بِهَا إِنْسَانٌ تو ہلاک ہو گیا اس کی وجہ سے کوئی انسان لَمْ يَضْمَنْ تو یہ کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہو گا۔[4]

وَالرَّاكِبُ ضَامِنٌ لِمَا أَوْطَأَتِ الدَّابَّةُ۔ بھئی ایک آدمی ہے جانور پر سوار جا رہا ہے بھئی، اس جانور نے کسی انسان کو کچل ڈالا اور وہ ہلاک ہوا تو کیا اس پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی اس پر ضمان آئے گا۔ کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالرَّاكِبُ ضَامِنٌ اور سوار جو ہے وہ ضامن ہو گا لِمَا اس چیز کا أَوْطَأَتِ الدَّابَّةُ جس کو اس کے جانور نے روند ڈالا، چاہے مال ہو چاہے کوئی انسان ہو، کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔

وَمَا أَصَابَتْهُ بِيَدِهَا أَوْ كَدَمَتْ۔ بھئی یاد رکھیے بعض صورتوں میں حکم مختلف ہو گا۔ مثلاً جانور اگلے پاؤں سے کسی چیز کو روندتا ہے تو ضمان آئے گا، پچھلے پاؤں سے کسی کو لات ماری اور کسی کو قتل کر دیا تو اس صورت میں ضمان نہیں۔ تو اگلے پاؤں کے لیے یَدٌ کا لفظ استعمال کریں گے بھئی، جیسے انسان کے یہ جو اوپر والے دو ہاتھ ہیں تو جانور کے اگلے دو پاؤں کے لیے کیا لفظ استعمال کریں گے؟ یَدٌ کا، ہاتھوں کی جگہ ہیں وہ بھئی، اور پچھلے دو اس کے لیے رِجْلٌ کا لفظ استعمال کریں گے۔ تو آپ کو ابھی بتلایا صاحبِ قدوری نے کہ سوار ضامن ہو گا اس چیز کا جسے اس کی سواری نے روند ڈالا وَمَا أَصَابَتْهُ بِيَدِهَا اور اس چیز کا جس کو پہنچا بِيَدِهَا کس کے ذریعے؟ اپنے ہاتھ کے ذریعے، یعنی اپنے اگلے پاؤں کے ذریعے اگر کسی چیز کو لگا ہے اور اس کو تلف کیا ہے تو اس کا بھی ضامن ہو گا،

---

[3] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَشْرَعَ فِي الطَّرِيقِ رَوْشَنًا أَوْ مِيزَابًا فَسَقَطَ عَلَى إِنْسَانٍ فَعَطِبَ فَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن أشرع في الطريق ورشنا أو ميزابا فسقط على إنسان فعطب فالدية على عاقلته» منقول ہے۔

[4] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۸۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ فَعَطِبَ بِهَا إِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن حفر بئرا في ملكه فعطب به إنسان لم يضمن» منقول ہے۔

أَوْ كَدَمَتْ، كَدَمَ کے معنی ہیں منہ سے کاٹنے کے بھئی۔ جانور نے منہ سے کسی کو کاٹ لیا بھئی، ایک آدمی اس پر سوار ہے اس جانور نے کسی چیز کو یا کسی مال کو روند ڈالا یا منہ سے کاٹا بھئی تو سوار ان کا ضامن ہو گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالرَّاكِبُ ضَامِنٌ لِمَا أَوْطَأَتِ الدَّابَّةُ وَمَا أَصَابَتْهُ بِيَدِهَا أَوْ كَدَمَتْ اور سوار ضامن ہو گا اس چیز کا جس کو روند ڈالا ہو اس کے جانور نے اور جسے اس جانور کا اگلا پاؤں لگا ہو أَوْ كَدَمَتْ یا جسے اس جانور نے منہ سے کاٹا ہو۔

وَلَا يَضْمَنُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا أَوْ ذَنَبِهَا۔ بھئی سوار تھا اوپر، جانور نے پچھلی ٹانگ ماری کسی انسان کو اور وہ ہلاک ہوا تو کیا سوار پر ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی سوار پر یہاں ضمان نہیں ہے بھئی کیونکہ اس کی کوئی جنایت نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ تو جانور چلتے چلتے ٹانگ مار ہی دیتے ہیں کوئی قریب آرہا ہو، یہ اس کی نظروں کے سامنے بھی نہیں ہے بھئی۔ سوار ہے تو اس کا رخ آگے کی طرف ہے، بھئی اگلے پاؤں پہ اس کی نظر ہے، اگلے پاؤں سے جانور کسی کو نقصان پہنچاتا ہے تو ضمان آئے گا، منہ بھی جانور کا اس کے سامنے ہے وہ بھی اس کے قابو میں آسکتا ہے بھئی کسی کو کاٹتا ہے تو اس پر کیا آئے گا؟ ضمان، لیکن پچھلا پاؤں تو اس کی نظر میں ہی نہیں ہے لہٰذا اس میں ضمان نہیں آئے گا۔ یا اسی طرح بھئی جانور نے دم ماری بھئی زور سے اور اس کی وجہ سے کسی کو نقصان ہوا تو اس کا بھی یہ ضامن نہیں کیونکہ وہ اس کی نظروں کے سامنے نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَضْمَنُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا، نَفَحَ کا معنی ہوتا ہے جانور کا کسی کو کھر مارنا، پاؤں مارنا۔ اور ضامن نہیں ہو گا سوار مَا اس چیز کا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا جسے جانور نے اپنی لات ماری بھئی، جسے جانور نے اپنے پاؤں سے مارا بھئی أَوْ ذَنَبِهَا یا اپنی دم کے ذریعے۔ ایک ذَنْبٌ ہے نون ساکن ہوتا ہے، ذَنْبٌ گناہ کو کہتے ہیں، اور ذَنَبٌ نون کے فتحہ کے ساتھ یہ دم کو کہتے ہیں۔ جسے جانور نے مارا ہے اپنے پاؤں سے أَوْ ذَنَبِهَا یا اپنی دم سے۔

فَإِنْ رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيقِ فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ۔ اچھا بھئی جانور نے راستے میں چلتے چلتے لید کر دی یا پیشاب کر دیا، اس میں کوئی پھسل کے ہلاک ہوا تو کیا ضمان آئے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ضمان نہیں، اس سے تو بچا ہی نہیں جا سکتا، جانور کرتے ہی کیا ہیں چلتے چلتے لید وغیرہ پیشاب کر دیا تو اس صورت میں پھر ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ فَإِنْ رَاثَتْ، رَاثَ کے معنی ہیں لید کرنا بھئی، رَوْثٌ لید کو کہتے ہیں، فَإِنْ رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيقِ، بَالَ يَبُولُ کا معنی پیشاب کرنا، فَإِنْ رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيقِ اگر لید کی یا پیشاب کیا راستے کے اندر فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ تو ہلاک ہوا اس کی وجہ سے کوئی انسان لَمْ يَضْمَنْ تو اس صورت میں سوار ضامن نہیں۔

وَالسَّائِقُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا، وَالْقَائِدُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا دُونَ رِجْلِهَا۔ یاد رکھیے یہاں دو لفظ آئیں گے: ایک ہے سَاقَ يَسُوقُ سَوْقًا فَهُوَ سَائِقٌ۔ سَاقَ يَسُوقُ سَوْقًا کا معنی ہے جانور کو ہانکنا، یعنی چلانے والا پیچھے ہے اور جانور آگے لے کر چل رہا ہے جیسے ریوڑ لے کر چلتے ہیں بھئی تو وہ لے جانے والے پیچھے ہوتے ہیں اور جانور آگے، تو یہ پچھلی طرف سے ہانکنا اور جانور کو لے جانا اس کو سَوْقٌ کہتے ہیں۔ یہ پیچھے سے لے جانے والا جو ہے وہ سَائِقٌ ہے بھئی۔ اور ایک ہے قَادَ يَقُودُ قِيَادَةً فَهُوَ قَائِدٌ بھئی۔ قَادَ يَقُودُ کا معنی ہوتا ہے آگے سے جانور کو لے کر چلنا بھئی، یعنی رسی وغیرہ یا کسی چیز سے جانور کو پکڑا ہوا ہو اور انسان آگے ہو جانور پیچھے ہو اس کو کیا کہتے ہیں؟ قَادَ يَقُودُ کہتے ہیں، آگے کی طرف سے۔ اسی سے قَائِدٌ ہے بھئی، قائد بھی کیا کرتا ہے؟ قوم کے آگے ہوتا ہے، قوم اس کے پیچھے ہوتی ہے، وہ قوم کی رہنمائی کرتا ہے بھئی۔ تو سائق کس کو کہتے ہیں؟ جو جانور کو پیچھے سے ہانکے، اور قائد کس کو کہتے ہیں؟ جو خود آگے ہے اور جانور پیچھے ہے۔

اب آپ مجھے مسئلہ بتلائیے بھئی! ایک آدمی جانور کو لے کر جا رہا ہے اور خود پیچھے ہے جانور آگے ہے۔ اس جانور نے منہ سے کسی کو نقصان پہنچایا، ضامن ہو گا یا ضامن نہیں ہو گا؟ ضامن ہو گا بھئی۔ جانور نے اپنے اگلے پاؤں کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچایا، ضامن ہو گا سائق یا ضامن نہیں ہو گا؟ ضامن۔ اسی طرح پچھلے پاؤں کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچایا تو بھی ضامن ہو گا، وجہ یہ کہ سائق پیچھے ہے جانور آگے ہے تو جانور کے اگلے پاؤں بھی اس کے سامنے، پچھلے پاؤں بھی سامنے، منہ بھی اس کے سامنے ہے تو اب بچانا ممکن ہے اس کے لیے بھئی کہ جانور کو احتیاط سے لے کر جائے۔ لیکن اس کے مقابلے میں اگر لے جانے والا آگے ہے اور جانور پیچھے ہے تو پھر اس صورت میں اگر جانور نے منہ سے کسی کو نقصان پہنچایا یا اپنے اگلے دو پاؤں کے ذریعے تو قائد پر ضمان آئے گا، لیکن اگر پچھلے پاؤں سے کسی کو نقصان پہنچایا تو قائد پر اس کا ضمان نہیں ہے کیونکہ پچھلا حصہ اسے نظر ہی نہیں آرہا، اس کی نظروں کے سامنے نہیں ہے بھئی، جبکہ یہ منہ اور اگلے پاؤں تو اس کی نظروں کے سامنے ہی ہیں بھئی۔

اچھا بھئی میں نے آپ کو بتلایا ایک ہے سائق ایک ہے قائد۔ سائق وہ ہے جو پیچھے سے جانور کو ہانکتا ہے، قائد وہ ہے جو آگے سے رسی پکڑ کر جانور کو لے کر چلتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَالسَّائِقُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا سائق جو ہے یعنی پیچھے سے جانور کو ہانکنے والا وہ ضامن ہو گا لِمَا اس چیز کا أَصَابَتْ

بِيَدِهَا جس کو اس جانور کا کیا لگا؟ یَدٌ سے کیا مراد ہے؟ اگلا پاؤں لگا بھئی أَوْ رِجْلِهَا یا جس کو اس کا پچھلا پاؤں لگا کیونکہ سائق پیچھے ہے جانور کے اگلے اور پچھلے دونوں پاؤں اس کی نظر کے سامنے ہیں۔ وَالْقَائِدُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا اور قائد یعنی آگے سے جانور کو لے کر چلنے والا وہ ضامن ہو گا لِمَا اس چیز کا أَصَابَتْ بِيَدِهَا جس کو جانور کے اگلے پاؤں لگے دُونَ رِجْلِهَا نہ کہ اس کا پچھلا پاؤں، یعنی پچھلا پاؤں لگ گیا کسی چیز کو اور وہ تلف ہو گئی اس کا ضامن نہیں ہو گا اس لیے کہ اس نے جانور کی رسی پکڑی ہے یہ آگے چل رہا ہے تو جانور کے اگلے پاؤں تو اس کی نظر میں ہیں لیکن پچھلے پاؤں اس کی نظر میں نہیں ہیں بھئی۔

وَمَنْ قَادَ قِطَارًا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَوْطَأَ۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ اونٹوں کی ایک قطار پکڑ کر چل رہا ہے۔ اونٹ کو کیا کرتے ہیں بھئی؟ کیا طریقہ ہے؟ عرب میں اونٹ بڑے بھئی سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے ہوا کرتے تھے۔ اب کوئی شخص ہے اپنے اونٹ لے کر جا رہا ہے تو اگلے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی ہے اس نے اور ہر اونٹ کے ساتھ پچھلے اونٹ کی مہار باندھ دی، تو یہ قطار میں لے کر چل رہا ہے۔ ان اونٹوں میں سے کسی نے کوئی تلف کر دیا کوئی مال وغیرہ یا کسی انسان وغیرہ کو تو یہ جو اونٹ کے آگے رسی پکڑ کر لے کر جا رہا ہے یہ اس کا ضامن ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ یہ ساری قطار ہے تو یہ ایک ہی جانور کی طرح ہوئی بھئی، اس صورت میں کسی کو وہ نقصان پہنچائے تو یہ ضامن ہو گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ قَادَ اور جو آگے سے رسی لے کر چلا قِطَارًا کسی قطار کی، قطار کی یعنی اونٹوں کی قطار کی فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَوْطَأَ تو یہ ضامن ہو گا اس چیز کا جس کو انہوں نے روندا۔ فَإِنْ كَانَ مَعَهُ سَائِقٌ اگر اس قائد کے ساتھ کوئی سائق بھی تھا، ایک نے رسی آگے سے پکڑی ہوئی ہے اور ایک پیچھے سے بھی ہانک رہا ہے، تو کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ مَعَهُ سَائِقٌ اگر اس کے ساتھ کوئی سائق بھی تھا فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمَا تو ضمان دونوں پر آئے گا بھئی۔

وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ جِنَايَةَ خَطَأٍ قِيلَ لِمَوْلَاهُ: إِمَّا أَنْ تَدْفَعَهُ بِهَا أَوْ تَفْدِيَهُ۔ ایک غلام نے کوئی جنایت کی بھئی، کسی کو مثلاً غلطی سے قتل کر دیا، تو یاد رکھیے غلام جب جنایت کرے تو پھر آقا پر ضروری ہے کہ اب اس جنایت کے بدلے کے طور پر اس غلام کو حوالے کر دے بھئی۔ وہ جو جنایت والے ہیں جن کی جنایت ہوئی ہے ان کو کیا کر دے؟ یہ غلام دے دے، یا فدیہ دے کر چھڑا لے بھئی، جتنا ضمان جتنا ارش وغیرہ بنتا ہے اس جنایت کا وہ دے دے اور غلام کو چھڑوا لے۔ تو غلام کوئی جنایت کرے تو اس میں کیا کیا جاتا ہے؟ وہی غلام دیا جاتا ہے یا پھر آقا کیا کر لے؟ فدیہ دے کر اس کی جان چھڑوا لے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ جِنَايَةَ خَطَأٍ اور اگر جنایت کی کسی غلام نے، کون سی جنایت بھئی؟ جنایتِ خطا، غلطی سے، کیونکہ جان بوجھ کر جنایت کی غلام نے، کسی کو قتل کیا جان بوجھ کر، پھر تو آپ پڑھ چکے ہیں وہاں قصاص آئے گا اور اس غلام کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ تو کسی غلام نے جنایت کی اور کی بھی جنایتِ خطا قِيلَ لِمَوْلَاهُ تو اس کے آقا سے کہا جائے گا إِمَّا أَنْ تَدْفَعَهُ بِهَا یا تو آپ یہ غلام دے دیں بِهَا اس جنایت کے بدلے میں أَوْ تَفْدِيَهُ یا اسے مال دے کر چھڑوا لیں یعنی اس کا فدیہ دے دیں۔ فَإِنْ دَفَعَهُ اگر اس نے غلام دے دیا، جنایت والے کو کیا کیا؟ یہ غلام دے دیا مَلَكَهُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ تو مالک بن جائے گا جنایت کا ولی، وہ جنایت والا جس کی جنایت ہوئی ہے وہ کیا بن جائے گا اس غلام کا؟ مالک بن جائے گا۔ وَإِنْ فَدَاهُ فَدَاهُ بِأَرْشِهَا اور اگر فدیہ دے اس کا یعنی مال دے کر غلام کو چھڑانا چاہتا ہے تو کہتے ہیں فَدَاهُ بِأَرْشِهَا تو فدیہ دے گا اس جنایت کے ارش کا۔ بھئی غلام کی قیمت نہیں دینی پڑے گی بلکہ جتنا اس نے جنایت کی ہے اگر غلام نہیں دینا چاہتے تو اس جنایت کا ارش دے دو۔ مثلاً غلام کی قیمت ہے دو لاکھ روپے اور جو اس نے جنایت کی ہے اس کا ارش بنتا ہے تین لاکھ روپے، تو اب آقا کو اختیار ہے: تم چاہو تو کیا کرو؟ غلام ہی دے دو، اگر غلام نہیں دینا چاہتے روکنا چاہتے ہو تو پھر غلام کی قیمت نہیں دو گے کہ دو لاکھ روپے دو اور غلام اپنے پاس روک لو، بلکہ پھر تمہیں کیا کرنا پڑے گا؟ جنایت کا ارش دینا پڑے گا اور وہ تو کتنا ہے؟ تین لاکھ، تو وہ تین لاکھ دینے پڑیں گے۔ یہ معنی ہے وَإِنْ فَدَاهُ فَدَاهُ بِأَرْشِهَا اور اگر اس کا فدیہ دے تو فدیہ دے گا اس کا جنایت کے ارش کے ساتھ، تو فدیہ دے گا اس کا جنایت کا ارش۔

فَإِنْ عَادَ اگر غلام پھر لوٹا فَجَنَى پس جنایت کی، غلام نے پھر جنایت کر لی۔ ایک مرتبہ جنایت کی تھی اور آقا نے کیا کیا؟ فدیہ دے کر اس کی جان چھڑوا لی، غلام نے پھر جنایت کر لی۔ کہتے ہیں كَانَ حُكْمُ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ حُكْمَ الْأُولَى تو جنایتِ ثانیہ کا وہی حکم ہے جو جنایتِ اولیٰ کا، پہلی جنایت کا حکم تھا۔ پہلی جنایت میں کیا تھا؟ آقا کو اختیار تھا چاہے تو غلام دے دو چاہے تو جنایت کا ارش دے دو، تو یہاں بھی آقا کو پھر اختیار ہو گا چاہے تو غلام دے دو چاہے تو جنایت کا ارش۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

فَإِنْ جَنَى جِنَايَتَيْنِ قِيلَ لِمَوْلَاهُ۔ یہ دوسری صورت ہے بھئی، پہلے تھا غلام نے ایک جنایت کی، آقا نے فدیہ دے دیا، پھر غلام نے دوسری جنایت کی۔ اب ہے غلام نے دو جنایتیں کیں اور ابھی درمیان میں آقا نے فدیہ نہیں دیا تھا۔ ایک جنایت کر دی، ابھی فدیہ نہیں دیا، دوسری جنایت کر دی۔ اب کیا کریں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اب بھی وہی صورت ہے بھئی۔ وہی صورت یہاں بنا لو: کوئی غلام جنایت کرے تو کیا کیا جاتا ہے؟ غلام ہی حوالے کر دیا جاتا ہے جنایت والے کے، تو یہاں بھی آقا چاہے تو دونوں کو کیا کر دے؟ یہ غلام ان کے حوالے کر دے، پھر وہ اس کو آپس میں تقسیم کر لیں جس کی جتنی جنایت ہوئی ہے۔

یاچاہے تو دونوں جنایتوں کا ارش دے دے اور غلام کو اپنے پاس روک لے۔ اب جنایتیں دو ہیں نا تو دونوں کا ارش دینا پڑے گا آقا کو، غلام کو روکنا چاہتا ہے تو دونوں جنایتوں کا کیا کرے؟ ارش دے دے اور غلام اپنے پاس روک لے، اور یاچاہے تو دونوں کے حوالے اسی غلام کو کر دے، وہ دونوں آپس میں اس غلام کو کیا کر لیں گے؟ تقسیم کر لیں گے جس کا جتنا حصہ بنتا ہے بھئی۔ فَإِنْ جَنَى جِنَايَتَيْنِ پس اگر غلام نے دو جنایتیں کیں قِيلَ لِمَوْلَاهُ تو اس کے آقا سے کہا جائے گا إِمَّا أَنْ تَدْفَعَهُ إِلَى وَلِيَّيِ الْجِنَايَتَيْنِ یا تو تم حوالے کر دو اس کو دونوں جنایتوں کے ولی کے يَقْتَسِمَانِهِ وہ اس کو کیا کر لیں گے؟ تقسیم کر لیں گے عَلَى قَدْرِ حُقُوقِهِمَا اپنے اپنے حق کے بقدر، وَإِمَّا أَنْ تَفْدِيَهُ بِأَرْشِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا یا آپ فدیہ دے دیں ان دونوں جنایتوں میں سے ہر ایک کے ارش کے ساتھ، یعنی فدیے کے طور پر دونوں جنایتوں میں سے ہر ایک کا ارش دے دیں۔

وَإِنْ أَعْتَقَهُ الْمَوْلَى۔ صورت یہ ہے ایک غلام نے ایک جنایت کی اور آپ جانتے ہیں غلام جنایت کرے تو کیا کیا جاتا ہے؟ وہی غلام دے دیا جاتا ہے یا آقا کیا کر دیتا ہے؟ اس کا ارش پورا پورا، جنایت کا پورا پورا ارش دے دیتا ہے۔ تو غلام نے جنایت کی، آقا کو ابھی پتہ ہی نہیں تھا، اس نے غلام کو آزاد کر دیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس غلام نے تو جنایت کی تھی۔ تو کہتے ہیں اب بھئی پہلے تو آقا کو اختیار تھا کہ غلام دے دو یا کیا کرو؟ ارش دے دو۔ اب تو غلام آزاد ہو چکا اور آزادی ایک دفعہ مل جائے تو اب اس کو کسی صورت میں فسخ نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اب آقا پر ضمان آئے گا بھئی۔ لیکن ضمان کے طور پر کیا دے گا؟ کہتے ہیں غلام کی قیمت اور ارش میں سے جو کم ہو گا وہ ضمان آجائے گا۔ کیا آئے گا؟ غلام کی قیمت اور ارش میں سے جو کم ہو گا وہ آقا کو دینا پڑے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَعْتَقَهُ الْمَوْلَى اگر آقا نے اس غلام کو آزاد کر دیا جس نے جنایت کی تھی وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِالْجِنَايَةِ اس حال میں کہ آقا کو علم نہیں تھا جنایت کا ضَمِنَ الْمَوْلَى تو آقا ضامن ہو گا الْأَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنْ أَرْشِهَا اس غلام کی قیمت اور جنایت کے ارش میں سے جو کم ہے اس کا کیا ہو گا؟ ضامن ہو گا۔

وَإِنْ بَاعَهُ أَوْ أَعْتَقَهُ بَعْدَ الْعِلْمِ۔ اگر آقا کو پتہ تھا بھئی اس غلام نے جنایت کی ہے، پھر اس نے آزاد کر دیا یا پھر اس نے اسے بیچ دیا، تو اب یاد رکھیے پہلے آقا کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار تھا: یا تو غلام دے دیا جائے یا جنایت کا ارش۔ اب اس نے جانتے بوجھتے ہوئے غلام کو بیچا ہے یا آزاد کیا ہے تو اب غلام تو دے نہیں سکتا تو اب پورا پورا ارش دینا پڑے گا، پورا پورا ارش دے گا۔ وَإِنْ بَاعَهُ أَوْ أَعْتَقَهُ بَعْدَ الْعِلْمِ بِالْجِنَايَةِ اور اگر آقا نے غلام کو بیچ دیا یا آزاد کر دیا جنایت کا علم ہو جانے کے بعد وَجَبَ عَلَيْهِ الْأَرْشُ تو آقا پر کیا واجب ہے؟ ارش، پورا ارش واجب ہو گا بھئی۔ پچھلے مسئلے میں تھا لاعلمی میں تھا، وہاں پر ارش اور قیمت میں سے جو کم تھا وہ دینا پڑتا تھا، اب کیا کرے گا؟ جانتے بوجھتے ہوئے اس نے اس کو بیچا ہے یا آزاد کیا ہے تو اب پورا پورا ارش دینا پڑے گا۔

وَإِذَا جَنَى الْمُدَبَّرُ وَأُمُّ الْوَلَدِ جِنَايَةً ضَمِنَ الْمَوْلَى الْأَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنْ أَرْشِهَا۔ یاد رکھیے مدبر کس غلام کو کہتے ہیں بھئی؟ آپ نے کیا پڑھا ہے؟ جسے آقا نے کہہ دیا میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ امِ ولد کسے کہتے ہیں؟ وہ باندی جس سے آقا کا بچہ پیدا ہوا ہے اور اس نے بھی آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہونا ہے۔ ان میں سے کسی نے جنایت کر لی تو اب یاد رکھیے مدبر یا امِ ولد کو حوالے نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کا حقِ آزادی ضائع ہوتا ہے، وہ ختم ہوتا ہے، حالانکہ آزادی ان کا حق بن چکی ہے، آقا کے مرنے کے بعد انہوں نے ہر حال میں آزاد ہونا ہے، تو ان کو حوالے نہیں کر سکتے۔ ان کو حوالے نہیں کر سکتے، پھر کیا کریں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی یہ مانع کس کی وجہ سے آیا؟ انہوں نے جنایت کی ہے، ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ مدبر یا امِ ولد کو کیا کیا جائے؟ جنایت والے کے حوالے کیا جائے، لیکن اب مانع آ گیا، اب ہم یہ حوالے نہیں کر سکتے، اور یہ مانع کس کی وجہ سے آیا؟ آقا کی وجہ سے، آقا نے اس کو مدبر بنایا، آقا نے اس کو کیا کیا ہے؟ امِ ولد، لہٰذا اب آقا پر ضمان آئے گا۔ اور کتنا ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی غلام یا باندی کی قیمت اور جنایت کے ارش ان میں سے جو اقل ہو گا وہ ضمان آ جائے گا۔ ان میں سے جو اقل ہو گا وہ ضمان آجائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا جَنَى الْمُدَبَّرُ أَوْ أُمُّ الْوَلَدِ جِنَايَةً اور اگر جنایت کی مدبر نے یا امِ ولد نے ضَمِنَ الْمَوْلَى تو ضامن ہو گا آقا الْأَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنْ أَرْشِهَا اس غلام یا باندی کی قیمت اور اس جنایت کے ارش میں سے جو کم ہے، غلام یا باندی کی قیمت اور اس جنایت کے ارش میں سے جو کم ہے اس کا آقا ضامن ہو گا۔

فَإِنْ جَنَى جِنَايَةً أُخْرَى وَقَدْ دَفَعَ الْمَوْلَى قِيمَتَهُ إِلَى الْوَلِيِّ الْأَوَّلِ بِقَضَاءٍ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَيَتْبَعُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى فَيُشَارِكُهُ فِيمَا أَخَذَ، وَإِنْ كَانَ الْمَوْلَى دَفَعَ الْقِيمَةَ بِغَيْرِ قَضَاءٍ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الْمَوْلَى وَإِنْ شَاءَ اتَّبَعَ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى۔ صورت یہ ہے کہ مدبر یا امِ ولد نے جنایت کی اور آقا پر ضمان آیا، آقا نے اس کی قیمت دے دی ولیِ جنایت کو، جس پر جنایت کی گئی تھی بھئی اس کو کیا دے دی اس کی؟ قیمت دے دی۔ اب اس مدبر یا امِ ولد نے پھر کسی موقع پر پھر جنایت کر دی۔ تو کیا اب دوبارہ اس سے قیمت لی جائے گی؟ کہتے ہیں بھئی اگر وہ جو پہلے آقا نے قیمت دی تھی اس میں غور کر لیں: یا تو وہ قاضی کے فیصلے کے ساتھ دی ہو گی یا بغیر قاضی کے فیصلے کے۔ اگر قاضی کے فیصلے کے ساتھ وہ ادائیگی ہوئی تھی تو اب آقا پر دوبارہ ضمان نہیں آئے گا، بلکہ یہ جنایتِ ثانی والا جس کی دوسری مرتبہ جنایت کی ہے یہ اس پہلی جنایت والے

کے پاس جائے گا اور اس کے ساتھ وہ جو قیمت اس نے وصول کی تھی اس میں شریک ہو جائے گا۔ کیا ہو جائے گا؟ قیمت میں شریک۔

بھئی مثلاً دیکھو جنایت کی ہے ایک مدبر نے اور ایک شخص کو غلطی سے قتل کر دیا۔ کیا کیا؟ غلطی سے قتل کر دیا۔ جب غلطی سے قتل کیا ہے تو اب کیا آئے گا؟ دیت دینا پڑے گی۔ دیت کتنی ہے؟ سو اونٹ دینے پڑیں گے۔ لیکن یہ تو کیا ہے؟ مدبر ہے، اور مدبر کے بارے میں آپ نے کیا مسئلہ پڑھا؟ کہ آقا پر ضمان آئے گا، مدبر کو حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ اور کتنا ضمان آئے گا؟ غلام کی قیمت اور ارش میں سے جو اقل ہو گا۔ اب یہ مثلاً سو اونٹوں کی قیمت مثلاً بنتی ہے دس لاکھ روپے اور غلام کی قیمت فرض کرو چھ لاکھ روپے ہے۔ کتنی ہے؟ چھ لاکھ روپے ہے۔ تو آقا پر کتنا ضمان آئے گا؟ چھ لاکھ کیونکہ وہ اقل ہے۔ وہ چھ لاکھ اس نے دے دیے، جن کا مقتول تھا اس کے وارثوں کو چھ لاکھ دے دیے، اور یہ قاضی کے فیصلے کے ساتھ ہوا، قاضی نے فیصلہ کیا کہ غلام کی قیمت ان کے حوالے کرو تو اس نے چھ لاکھ دے دیے۔ اچھا کچھ عرصے کے بعد اس مدبر نے پھر جنایت کر دی۔ اب وہ پہلے جو قیمت دی تھی وہ آقا نے کس کی وجہ سے دی تھی؟ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے، لہٰذا اب یہ جس کی دوسری جنایت کی ہے، مثلاً مدبر نے کسی شخص کا ہاتھ کاٹ دیا۔ تو اس مدبر نے پھر دوبارہ جنایت کی اور کسی شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اب یہ مالک پر رجوع نہیں کر سکتا اس لیے کہ مالک اس غلام کی قیمت دے چکا ہے۔ کیا کر چکا ہے؟ غلام کی قیمت دے چکا ہے، یا یوں کہو بھئی یوں سمجھیں گویا غلام ہی دے چکا ہے۔ کیا کر چکا ہے؟ غلام دے چکا ہے کیونکہ قاضی کے فیصلے سے اس نے دیا ہے تو قیمت آقا کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ اب کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی اب اس قیمت کے اندر یہ دوسرا بھی جا کر شریک ہو جائے گا۔ کیا ہو گا؟ دوسرا شخص بھی اس قیمت میں جا کر شریک ہو جائے گا۔ وہ پہلے شخص کو کتنے ملے تھے؟ چھ لاکھ۔ تو کل نفس کی دیت کتنی بنتی تھی؟ دس لاکھ، اور ایک ہاتھ کاٹا اس کی جنایت کتنی بنے گی؟ نصف بنے گی، پانچ لاکھ۔ تو اس کا حصہ دس لاکھ بنتا تھا اور اس کا حصہ کتنا ہے؟ پانچ لاکھ یعنی اس کا نصف۔ تو غلام کی جو قیمت اس نے وصول کی تھی اس کے تین حصے کر لیں گے۔ کتنے حصے کر لیں گے؟ تین۔ بھئی دیکھو نا ایک کا ہاتھ کاٹا ہے اسے کتنے ملنے چاہئیں؟ پانچ لاکھ، دوسرے کسی شخص کو قتل کیا گیا تھا اس کو کتنے ملنے چاہئیں؟ دس۔ پانچ اور دس میں نسبت دیکھو: جو دس ہے وہ پانچ سے دگنا ہے، یعنی ایک کو دگنا ملے گا۔ تو یہاں بھی اب یہی صورت کر لو: غلام کی قیمت کتنی دی تھی؟ چھ لاکھ۔ چھ لاکھ کے کتنے حصے کر لو؟ تین حصے۔ دو حصے ایک کو دے دو، ایک حصہ ایک کو دے دو۔ تو دیکھو ایک کا حصہ دوسرے سے کیا بن جائے گا؟ دگنا بن جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو جن کا آدمی قتل کیا گیا تھا وہ لے لیں گے چار لاکھ اور دو لاکھ کس کو دے دیں گے؟ جس کا ہاتھ کٹا تھا اس کو دو لاکھ دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

لیکن اس کے بجائے اگر قاضی کے فیصلے کے بغیر ہی آقا نے پہلی جنایت والے کو چھ لاکھ دے دیے تھے، قاضی کا فیصلہ نہیں ہوا تھا بلکہ خود ہی دے دیے تھے، تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اب دوسری جنایت والے کو اختیار ہے چاہے تو اس آقا سے اپنی جنایت کا عوض وصول کرے یا کیا کرے؟ یا اس پہلی جنایت کا بدل جس کو دیا گیا تھا اس کا پیچھا کرے۔ بھئی جس کو غلام کی قیمت دے دی گئی تھی چاہے تو اس کے پیچھے پڑ جائے اس سے جا کر اپنے حصے کے بقدر وصول کر لے اور چاہے ضمان کس سے وصول کر لے؟ آقا سے وصول کر لے بھئی۔ یہ کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں بھئی بات دراصل یہ ہے کہ یہاں پر مانع آیا تھا آقا کی وجہ سے، آقا نے اپنے اس غلام کو مدبر بنایا ہے۔ کیا بنایا ہے؟ مدبر۔ جب مدبر بنایا ہے تو اب اس غلام کو نہیں دیا جا سکتا جنایت کے بدل کے طور پر، تو مانع کس کی وجہ سے آیا؟ آقا کی وجہ سے، لہٰذا آقا پر ضمان آتا ہے، پہلی جنایت کا ضمان بھی کس پر؟ آقا پر، دوسری کا بھی آقا پر۔ اور آقا کیا کر چکا ہے؟ پہلی جنایت کے طور پر قیمت دوسرے کے حوالے کر چکا ہے۔ کہتے ہیں بھئی اس سے اب دوسرے کا حق بھی قیمت کے اندر آ گیا یا نہیں آ گیا؟ تو آقا نے تعدی کی ہے گویا، اس دوسرے کا حق بھی بنتا تھا اور اس نے پہلے ہی کے حوالے سارے پیسے کر دیے، تو اب چونکہ آقا کی طرف سے تعدی پائی گئی، زیادتی پائی گئی، اب چاہے تو آقا پر رجوع کر لے چاہے تو اس پہلی جنایت والے پر رجوع کر لے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

کہتے ہیں فَإِنْ جَنَى جِنَايَةً أُخْرَى پس اگر اس مدبر نے یا امِ ولد نے دوسری جنایت کی وَقَدْ دَفَعَ الْمَوْلَى قِيمَتَهُ إِلَى الْوَلِيِّ الْأَوَّلِ بِقَضَاءٍ اور تحقیق دے چکا ہے آقا اس مدبر یا امِ ولد کی قیمت، کسے دی ہے؟ إِلَى الْوَلِيِّ الْأَوَّلِ پہلی جنایت کے ولی کو بِقَضَاءٍ قاضی کے فیصلے کے ساتھ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ تو آقا پر کوئی چیز نہیں کیونکہ اب قاضی کے فیصلے کے ساتھ دیے ہیں پیسے اور جب قاضی نے فیصلہ کر دیا تھا تو آقا تو مجبور تھا دینے پر، اب اس کے لیے روکنے کی گنجائش نہیں تھی۔ تو کہتے ہیں وَيَتْبَعُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى پس پیچھا کرے گا ولی جنایتِ ثانیہ کا، کس کا پیچھا کرے گا؟ جنایتِ اولیٰ کے ولی کا پیچھا کرے گا فَيُشَارِكُهُ فِيمَا أَخَذَ پس اس کے ساتھ شریک ہو جائے گا اس مال کے اندر جو اس نے لیا تھا۔ وَإِنْ كَانَ الْمَوْلَى دَفَعَ الْقِيمَةَ بِغَيْرِ قَضَاءٍ اور اگر آقا نے حوالے کی ہے مدبر یا امِ ولد کی قیمت بغیر قاضی کے فیصلے کے، تو اب آقا کی طرف سے تعدی پائی گئی مولانا، اس قیمت کے اندر تو دوسرے ولی کا بھی کیا آ گیا؟ حق آ گیا اور یہ پہلے کو ہی دے چکا ہے، لہٰذا گویا یوں سمجھیں گے تعدی کس کی طرف سے پائی گئی؟ آقا کی طرف سے، تو اب

اس کو بھی اختیار ہے چاہے آقا سے کیا کرلے؟ اپنا ضمان وصول کرلے اور چاہے تو پہلی جنایت والے سے۔ تو کہتے ہیں فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ تو ولی کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الْمَوْلَى چاہے تو وہ پیچھا کرے آقا کا وَإِنْ شَاءَ اتَّبَعَ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى اور چاہے تو جنایتِ اولیٰ کے ولی کا پیچھا کرے یعنی اس سے جا کر وصول کرے۔

وَإِذَا مَالَ الْحَائِطُ إِلَى طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی ایک آدمی کی دیوار ہے راستے کے ساتھ بھئی، وہ دیوار جھک گئی، ٹیڑھی ہو گئی ایک طرف، اب راستے کی طرف گرنے والی ہے۔ اب راستے میں سے گزرنے والوں میں سے کوئی بھی آیا اور اس نے اس دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا کہ بھئی یہ دیوار گرنے والی ہے، یہ نہ ہو یہ دیوار گرے کسی کا نقصان ہو جائے، اس کو سیدھا کروادو۔ کیا کرو؟ سیدھا کروادو۔ اور اس پر اس نے گواہ بھی بنا دیے کہ دیکھو میں نے تمہیں کہہ دیا ہے بھئی آپ اس دیوار کو کیا کرلیں؟ سیدھا کروالیں۔ پھر اس کے بعد مالک کو اتنا وقت بھی مل گیا جس کے اندر وہ دیوار سیدھی کروا سکتا ہے لیکن اس نے دیوار سیدھی نہیں کروائی اور وہ دیوار گری اور کوئی جانی یا مالی نقصان ہوا تو یہ دیوار کا مالک کیا ہو گا اس کا؟ ضامن ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ لیکن اگر دیوار پہلے ہی گر گئی، اس کو آ کر بتا تو دیا دیوار سیدھی کروادو، ابھی وقت ہی نہیں گزرا تھا ایک آدھ گھنٹہ ہی گزرا ہے دو گھنٹے گزرے ہیں یا تھوڑی دیر ہی ابھی گزری ہے وہ دیوار گری کوئی نقصان ہوا، اب ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ جی۔

وَإِذَا مَالَ الْحَائِطُ، مَالَ يَمِيلُ کے معنی ہوتے ہیں مائل ہونا، جھکنا، وَإِذَا مَالَ الْحَائِطُ إِلَى طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ اگر دیوار جھک گئی مسلمانوں کے راستے کی طرف فَطُولِبَ صَاحِبُهُ بِنَقْضِهِ پس مطالبہ کیا گیا صَاحِبُهُ أَيْ صَاحِبُ الْحَائِطِ بھئی دیوار والے سے یعنی جو دیوار کا مالک ہے، فَطُولِبَ صَاحِبُهُ پس مطالبہ کیا گیا دیوار والے سے بِنَقْضِهِ اس کے گرانے کا، اس کے توڑنے کا وَأُشْهِدَ عَلَيْهِ اور اس پر گواہ بنا لیے گئے فَلَمْ يَنْقُضْهُ فِي مُدَّةٍ يَقْدِرُ عَلَى نَقْضِهِ پس اگر اس نے اس کو نہ گرایا اتنی مدت کے اندر کہ وہ قادر بھی ہے اس کے گرانے پر حَتَّى سَقَطَ یہاں تک کہ وہ دیوار گر گئی ضَمِنَ مَا تَلِفَ بِهِ مِنْ نَفْسٍ أَوْ مَالٍ تو وہ ضامن ہو گا اس چیز کا جو تلف ہوئی ہے اس دیوار کی وجہ سے مِنْ نَفْسٍ أَوْ مَالٍ نفس اور مال میں سے جو بھی تلف ہوا۔ وَيَسْتَوِي أَنْ يُطَالِبَهُ بِنَقْضِهِ مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ اور برابر ہے کہ مطالبہ کرے توڑنے کا مسلمان یا ذمی، چاہے کوئی مسلمان مطالبہ کرلے چاہے کوئی ذمی مطالبہ کرلے، ایک دفعہ مطالبہ کر لیا اور پھر اس نے دیوار درست نہ کی تو اب اس پر ضمان آئے گا۔ وجہ یہ ہے مولانا مسلمان کرے یا ذمی کرے اس لیے کہ راستے کے ساتھ ہے اور راستے پہ گزرنا ہر ایک کا حق ہے چاہے مسلمان ہو چاہے ذمی ہو، تو کوئی بھی مطالبہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے بجائے کسی شخص کی دیوار کسی دوسرے کے گھر کی جانب ٹیڑھی ہو گئی، اب اس گھر میں آنا جانا یہ تو ہر ایک کا حق نہیں ہے، تو اب یہاں مطالبہ صرف وہ گھر والا ہی کر سکتا ہے۔ وہ گھر والا مطالبہ کرے اور پھر یہ ٹھیک نہ کروائے تو ضمان آئے گا، کوئی اور مطالبہ کرے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ وَإِنْ مَالَ إِلَى دَارِ رَجُلٍ اور اگر وہ دیوار جھک گئی کسی آدمی کے گھر کی طرف فَالْمُطَالَبَةُ لِمَالِكِ الدَّارِ خَاصَّةً تو مطالبے کا حق اس گھر کے مالک ہی کو ہے خاص طور پر۔

فَإِذَا اصْطَدَمَ فَارِسَانِ۔ صورت یہ ہے بھئی دو سوار بھئی، دو گھڑ سوار ہیں بھئی مثلاً، انہوں نے گھوڑے دوڑائے، غلطی سے ایک دوسرے سے ٹکرائے اور دونوں ہلاک ہو گئے۔ تو یہ مولانا گویا ہر ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا خطأً، غلطی سے۔ اور غلطی سے قتل کی صورت میں کیا آیا کرتی ہے؟ دیت آتی ہے، اور اسی شخص پر آتی ہے یا اس کے پورے قبیلے پر؟ پورے قبیلے پر۔ لہٰذا دونوں سواروں میں سے ہر ایک کی دیت دوسرے کے قبیلے پر آ جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو ہر ایک کی دیت وصول کر کے ان کے وارثوں کے حوالے کر دیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا اصْطَدَمَ فَارِسَانِ، اصْطَدَمَ کا معنی ٹکرانا، فَارِسٌ کہتے ہیں شہسوار کو، گھڑ سوار کو۔ تو گھڑ سوار ہوں، پیدل ہوں، جو بھی ہو اگر مر جائیں تو یہی حکم ہے، البتہ چونکہ عموماً گھڑ سوار میں ہی زیادہ امکان ہے اس لیے اس کو ذکر کیا۔ فَإِذَا اصْطَدَمَ فَارِسَانِ جب ٹکرا جائیں دو شہسوار فَمَاتَا پس دونوں مر گئے فَعَلَى عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا دِيَةُ الْآخَرِ تو دونوں میں سے ہر ایک کی عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے۔

وَإِذَا قَتَلَ رَجُلٌ عَبْدًا خَطَأً فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ وَلَا يُزَادُ عَلَى عَشَرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ۔ بھئی آپ نے پڑھا ہے ایک آدمی دوسرے آزاد آدمی کو قتل کرے تو وہاں کیا آتا ہے؟ وہاں دیت آیا کرتی ہے۔ کیا آتی ہے؟ دیت۔ وہاں دیت آیا کرتی ہے لیکن ایک آدمی نے دوسرے کے غلام کو غلطی سے قتل کر دیا اب کیا آئے گی؟ کہتے ہیں بھئی اب غلام کی قیمت آئے گی۔ کیا دینا پڑے گی مالک کو؟ غلام کی قیمت۔ لیکن پھر یاد رکھنا غلام کی قیمت آزاد آدمی کی دیت سے زیادہ ہو تو وہ ادا نہیں کریں گے، زائد ادا نہیں کی جائے گی۔ مثلاً بھئی آزاد آدمی کی دیت کتنی ہے؟ سو اونٹ ہیں یا دس ہزار درہم ہیں یا ایک ہزار دینار۔ اب ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم کی قیمت لگوائی تو مثلاً وہ دس لاکھ روپے بنے۔ کتنے بنے؟ دس لاکھ روپے بنے۔ تو اب غلام جس کو قتل کیا وہ بھی بڑا قیمتی غلام تھا، اس کی

قیمت ہے کتنی؟ مثلاً بارہ لاکھ ہے اس کی قیمت، تو اب بارہ لاکھ نہیں دیے جائیں گے بلکہ دس لاکھ سے بھی دس درہم کم کر دیے جائیں گے بھئی تاکہ مملوک آزاد پر بڑھ نہ جائے، ورنہ تو کیا لازم آئے گا؟ مملوک کی قیمت آزاد آدمی سے بڑھ گئی، حالانکہ اعلیٰ کون ہے؟ آزاد آدمی اعلیٰ ہے یا مملوک اعلیٰ ہے؟ آزاد اعلیٰ ہے تو لہٰذا دیت بھی اس کی زیادہ ہونی چاہیے، تو لہٰذا جو زیادتی ہے اب وہ نہیں آئے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وَإِذَا قَتَلَ رَجُلٌ عَبْدًا خَطَأً جب قتل کیا کسی آدمی نے کسی غلام کو غلطی سے فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ تو قاتل پر اس کی قیمت واجب ہے وَلَا يُزَادُ عَلَى عَشَرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ اور وہ زائد نہیں کی جائے گی دس ہزار درہم پر، دس ہزار درہم سے زائد نہیں کیونکہ دس ہزار درہم تو کس کی دیت ہے؟ آزاد کی، اس سے زیادہ نہیں دیں گے۔ فَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ أَوْ أَكْثَرَ پس اگر اس غلام کی قیمت دس ہزار درہم تھی یا زیادہ تھی قُضِيَ عَلَيْهِ بِعَشَرَةِ آلَافٍ إِلَّا عَشَرَةً تو فیصلہ کر دیا جائے گا اس آدمی پر دس ہزار درہم کا مگر دس کم، دس کم دس ہزار درہم کا کیا کر دیا جائے گا اس پر؟ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

وَفِي الْأَمَةِ إِذَا زَادَتْ قِيمَتُهَا عَلَى الدِّيَةِ يَجِبُ خَمْسَةُ آلَافٍ إِلَّا عَشَرَةً۔ اور باندی کے اندر اگر بڑھ جائے اس کی قیمت دیت پر تو اس میں کتنی واجب ہو گی؟ بھئی آزاد آدمی کی دیت تو کتنی تھی؟ دس ہزار درہم۔ عورت کی دیت آزاد آدمی سے نصف ہوا کرتی ہے، تو عورت کی دیت کتنی ہے؟ پانچ ہزار درہم۔ اور باندی کو قتل کیا، اگر اس کی قیمت پانچ ہزار درہم یا پانچ ہزار درہم سے زائد ہو تو کتنی قیمت دینا پڑے گی؟ دس درہم کم کر کے بھئی، دس درہم کم پانچ ہزار دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کہتے ہیں وَفِي الْأَمَةِ إِذَا زَادَتْ قِيمَتُهَا عَلَى الدِّيَةِ اور باندی کے اندر جب بڑھ جائے اس کی قیمت دیت پر يَجِبُ واجب ہوں گے خَمْسَةُ آلَافٍ إِلَّا عَشَرَةً دس کم پانچ ہزار درہم واجب ہوں گے۔

وَفِي يَدِ الْعَبْدِ اور غلام کے ہاتھ کے اندر نِصْفُ قِيمَتِهِ اس کی نصفِ قیمت آئے گی لَا يُزَادُ عَلَى خَمْسَةِ آلَافٍ إِلَّا خَمْسَةً۔ بھئی آزاد آدمی کا کوئی ہاتھ کاٹے تو کتنے درہم آتے تھے؟ بھئی نصفِ دیت ہے تو کتنے بنتے ہیں؟ پانچ ہزار درہم۔ غلام کا ہاتھ کاٹے تو اس میں کیا آئے گا؟ بھئی غلام کو قتل کرتا تھا غلطی سے تو اس کی قیمت آتی تھی۔ تو آزاد آدمی میں پوری دیت آتی تھی، یہاں پوری قیمت آتی تھی، وہاں پھر نصفِ دیت آتی تھی تو غلام کے اندر یہاں ہاتھ کے اندر کیا آجائے گی؟ نصفِ قیمت آجائے گی۔ لیکن پھر وہی ضابطہ کہ یہ نصفِ قیمت آزاد آدمی کی نصفِ دیت سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہاں کیا کرتے تھے بھئی؟ جب غلام کو کسی نے غلطی سے قتل کر دیا اس کی قیمت کیا ہے؟ دس ہزار درہم ہے یا دس ہزار سے بھی زیادہ، تو کتنی دیتے تھے بھئی قیمت؟ دس کم دس ہزار دے دیتے تھے۔ تو اس کا نصف کر لو کتنا بن گیا؟ پانچ کم پانچ ہزار۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہی کہہ رہے ہیں کہ وَفِي يَدِ الْعَبْدِ اور غلام کے ہاتھ کے اندر نِصْفُ قِيمَتِهِ اس کی نصفِ قیمت آئے گی لَا يُزَادُ عَلَى خَمْسَةِ آلَافٍ إِلَّا خَمْسَةً پانچ کم پانچ ہزار پر اس کو بڑھایا نہیں جائے گا۔

وَكُلُّ مَا يُقَدَّرُ مِنْ دِيَةِ الْحُرِّ فَهُوَ مُقَدَّرٌ مِنْ قِيمَةِ الْعَبْدِ اور جو کچھ مقرر کیا جاتا ہے آزاد آدمی کی دیت میں سے فَهُوَ مُقَدَّرٌ مِنْ قِيمَةِ الْعَبْدِ تو وہ مقرر کیا جائے گا غلام کی قیمت میں سے۔ آزاد آدمی کی دیت میں سے جو مقرر ہوتا ہے جو واجب ہوتا ہے غلام کی قیمت میں اس کا اعتبار ہو گا۔ مثلاً بھئی اگر آزاد آدمی کو غلطی سے قتل کیا تو اس میں دیت دینا پڑتی ہے، غلام کو غلطی سے قتل کرے تو اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ جہاں آزاد آدمی کے اندر نصفِ دیت آتی تھی وہاں غلام کے اندر نصفِ قیمت آئے گی۔ جہاں آزاد آدمی کے اندر ربعِ دیت آتی تھی وہاں غلام کے اندر ربعِ قیمت آئے گی۔ وہاں دیت کا ثلث، ربع، خمس جو بھی بن رہا تھا یہاں قیمت میں بنائیں گے اس کو بھئی۔ تو کہتے ہیں وَكُلُّ مَا يُقَدَّرُ مِنْ دِيَةِ الْحُرِّ فَهُوَ مُقَدَّرٌ مِنْ قِيمَةِ الْعَبْدِ اور جو کچھ مقرر کیا جاتا ہے آزاد آدمی کی دیت میں سے تو وہ مقرر کیا جائے گا غلام کی قیمت میں۔ آزاد آدمی میں دیت کا اعتبار: پوری دیت، نصف دیت یا ربع دیت۔ غلام کے اندر اس کی قیمت کا اعتبار: پوری قیمت، نصف قیمت یا ربع قیمت وغیرہ۔

وَإِذَا ضَرَبَ رَجُلٌ بَطْنَ امْرَأَةٍ فَأَلْقَتْ جَنِينًا مَيِّتًا فَعَلَيْهِ غُرَّةٌ۔ بھئی ایک عورت حاملہ تھی، کسی شخص نے اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جس سے عورت نے مردہ بچہ ڈال دیا بھئی، یعنی وہ بچہ اس کا ضائع ہوا، مر گیا، تو اب اس شخص پر یا در کھیے ضمان آئے گا، غرہ آئے گا۔ کیا آئے گا؟ غرہ یعنی ضمان، اور غرہ کتنا ہے؟ کہتے ہیں پانچ سو درہم ہے۔ کتنا ہے؟ پانچ سو درہم بھئی۔ دیکھیے وَإِذَا ضَرَبَ رَجُلٌ بَطْنَ امْرَأَةٍ اور جب ضرب لگائی کسی شخص نے کسی عورت کے پیٹ پر فَأَلْقَتْ جَنِينًا مَيِّتًا پس عورت نے ڈال دیا مردہ جنین کو، جنین وہ حمل وہ بچہ جو ابھی پیٹ میں ہو وہ جنین کہلاتا ہے، تو عورت نے ڈال دیا مردہ جنین کو فَعَلَيْهِ غُرَّةٌ تو اس ضرب لگانے والے پر کیا ہے؟ غرہ آئے گا۔ بھئی غرہ کتنا ہے؟ کہتے ہیں وَالْغُرَّةُ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ دیت کا نصفِ عشر ہے۔ دیت کتنے درہم ہے؟ دس ہزار درہم۔ اس کا عشر نکالو: ایک ہزار درہم۔ اس کا نصف کرو: پانچ سو۔ دیکھا وہی پانچ سو درہم ہے، تو نصفِ عشرِ دیت ہے، تو پانچ سو

دراہم آئیں گے۔

فَإِنْ أَلْقَتْهُ حَيًّا پس اگر اس نے اسے زندہ ڈالا ثُمَّ مَاتَ پھر وہ مر گیا، یعنی بچہ پہلے زندہ پیدا ہوا اور پھر مر گیا فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ تو اس کے اندر پوری دیت آئے گی بھئی۔ بھئی جنین تھا، عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی اور مردہ بچہ اس نے ڈال دیا تو بھئی بچے کا تو پتہ ہی نہیں تھا جنین اس کے پیٹ میں پہلے زندہ تھا یا زندہ نہیں، لہٰذا شک کی وجہ سے وہیں ہم دیت نہیں لا سکتے، حدیث میں آتا ہے پھر اس سلسلے میں کہ حضور صلی الله علیہ وسلم نے کتنے کا حکم فرمایا تھا؟ پانچ سو درہم کا، تو لہٰذا اس میں پانچ سو درہم آجائیں گے۔ لیکن اگر بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا معلوم ہوا اس کی ضرب کی وجہ سے ایک جان چلی گئی ہے اور جان جب چلی جائے تو اس میں کیا آیا کرتی ہے؟ دیت آتی ہے، تو پوری دیت دینا پڑے گی۔ اسی لیے کہا فَإِنْ أَلْقَتْهُ حَيًّا اگر اس نے اسے زندہ ڈالا ثُمَّ مَاتَ پھر وہ مر گیا فَفِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ تو اس میں پوری دیت واجب ہو گی۔

وَإِنْ أَلْقَتْهُ مَيِّتًا ثُمَّ مَاتَتِ الْأُمُّ فَعَلَيْهِ دِيَةٌ وَغُرَّةٌ۔ بھئی عورت کو ضرب لگائی پیٹ پر اور مردہ بچہ اس نے ڈال دیا تو اس صورت کے اندر مردہ جنین کے اندر کیا آیا کرتا ہے؟ غرہ، تو غرہ آئے گا پانچ سو درہم۔ کچھ دیر کے بعد پھر اس کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا اسی وجہ سے، تو اب ایک دیت بھی دینا پڑے گی، غرہ بھی آئے گا اور دیت بھی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَلْقَتْهُ مَيِّتًا اور اگر اسے مردہ ڈالا ماں نے ثُمَّ مَاتَتِ الْأُمُّ پھر ماں کا بھی انتقال ہو گیا فَعَلَيْهِ دِيَةٌ وَغُرَّةٌ تو اس ضرب لگانے والے پر دیت بھی ہے کیونکہ اس کی ماں کو قتل کیا وَغُرَّةٌ اور غرہ بھی ہے کیونکہ جنین کو تلف کر دیا اس نے۔

وَإِنْ مَاتَتْ ثُمَّ أَلْقَتْهُ مَيِّتًا فَلَا شَيْءَ فِي الْجَنِينِ۔ بھئی پہلے کیا صورت تھی؟ مردہ جنین کو ڈالا اور پھر عورت کا انتقال ہوا۔ اب دوسری صورت: پہلے عورت کا انتقال ہوا پھر کیا ہوا؟ مردہ جنین ڈال دیا۔ تو اس صورت میں یاد رکھیے دیت تو آئے گی، جنین کے اندر کچھ بھی نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی پہلے ضرب لگائی تھی عورت نے کیا کیا؟ مردہ جنین کو ڈال دیا، معلوم ہوا یہ جنین جو ڈالا اس نے کس کی وجہ سے؟ ضرب کی وجہ سے، یعنی ضرب کی وجہ سے احتمال ہے موت ہوئی ہو اس کی۔ لیکن اب جب ماں پہلے مر گئی اور پھر جنین کو اس نے مردہ ڈالا تو اب احتمال آ گیا کہ ہو سکتا ہے ماں کے مرنے کی وجہ سے کیا ہے جنین بھی مر گیا ہو۔ سمجھ میں آیا؟ سانس رک گیا، غذا اس کی رک گئی اس لیے وہ بھی مر گیا، تو اب شک آ گیا کہ ماں کی موت اس کا باعث بنی ہو گی، تو شک کی وجہ سے اب ضارب پر کیا ہے؟ غرہ نہیں آئے گا بھئی، غرہ نہیں آئے گا۔ اسی لیے کہا وَإِنْ مَاتَتْ اور اگر اس کی ماں مر گئی ثُمَّ أَلْقَتْهُ مَيِّتًا پھر اس نے اسے ڈالا اس حال میں کہ وہ مردہ تھا فَلَا شَيْءَ فِي الْجَنِينِ تو اس صورت میں جنین میں کچھ بھی نہیں ہے۔

وَمَا يَجِبُ فِي الْجَنِينِ مَوْرُوثٌ عَنْهُ اور وہ جو مال واجب ہوتا ہے جنین کے اندر وہ مَوْرُوثٌ عَنْهُ ہوتا ہے یعنی اس سے وراثت کے طور پر ہوتا ہے بھئی۔ کیا ہوتا ہے؟ وراثت یعنی اس کا ورثہ شمار ہوتا ہے، یہ ورثہ چھوڑ کر یہ ترکہ چھوڑ کر وہ مرا ہے۔

وَفِي جَنِينِ الْأَمَةِ إِذَا كَانَ ذَكَرًا نِصْفُ عُشْرِ قِيمَتِهِ لَوْ كَانَ حَيًّا وَعُشْرُ قِيمَتِهِ إِنْ كَانَ أُنْثَى۔ اور باندی کے جنین میں، بھئی یہ تو تھا آزاد عورت کا جنین اس کے اندر کیا پڑھا آپ نے کتنا آتا ہے؟ غرہ، اور غرہ کتنا ہے؟ پانچ سو درہم۔ اور باندی کے جنین میں إِذَا كَانَ ذَكَرًا اگر وہ مذکر تھا نِصْفُ عُشْرِ قِيمَتِهِ اس کی قیمت کا نصفِ عشر یعنی بیسواں حصہ۔ عشر دسواں حصہ اور اس کا بھی نصف کر لو یہ کتنا بن گیا؟ بیسواں۔ نصفِ عشر آئے گا اگر وہ مذکر تھا یعنی بچہ تھا لَوْ كَانَ حَيًّا اگر وہ زندہ ہوتا، یعنی اگر زندہ ہوتا اس کی قیمت لگاؤ۔ مثلاً فرض کرو یہ بچہ اگر زندہ ہوتا تو اس کی کتنی قیمت ہوتی؟ جی؟ سو دینار ہوتی فرض کرو قیمت ہوتی۔ تو اس کا عشر کتنا بنا؟ دس دینار۔ اس کا نصفِ عشر کرو: پانچ دینار۔ تو پانچ دینار یہ دینے پڑیں گے بھئی جب بچہ ہو مذکر ہو، کس میں؟ باندی کے جنین میں۔ وَعُشْرُ قِيمَتِهِ إِنْ كَانَ أُنْثَى اور اس کی قیمت کا دسواں حصہ دینا پڑے گا إِنْ كَانَ أُنْثَى اگر وہ جنین کیا تھا؟ مؤنث تھا۔ یعنی اگر یہ بچی زندہ ہوتی تو اس کی کتنی قیمت تھی فرض کرو؟ سو دینار، تو اس کا دسواں حصہ لگاؤ کتنا بنا؟ دس دینار دینے پڑیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اس پر آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا کہ مذکر کے اندر نصفِ عشر کہا اس کی قیمت کا نصفِ عشر، اور مؤنث کے اندر کیا کہا؟ اس کی قیمت کا عشر کہا! بھئی یہ آزاد کی طرح ہی تو ہم نے معاملہ کیا، جو آزاد میں حکم تھا وہی حکم یہاں لگا دیا، وہاں البتہ حساب دیت سے ہوتا تھا یہاں حساب کس کے ذریعے ہوتا ہے؟ قیمت کے ذریعے۔ بھئی دیکھو آپ مجھے بتائیے اگر آزاد عورت کو کسی نے ضرب لگائی اور اس نے مردہ بچہ ڈال دیا تو کتنا غرہ آتا تھا؟ پانچ سو درہم۔ کتنا آتا تھا؟ پانچ سو درہم۔ اور پانچ سو درہم دیت کا کتنا حصہ ہے؟ اوپر آیا نہیں تھا وَالْغُرَّةُ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ دیت کا نصفِ عشر ہے! آدمی کی دیت کا نصفِ عشر ہے، مرد کی دیت کا ذرا حساب لگاؤ: مرد کی دیت کتنی ہے؟ دس ہزار درہم۔ اس کا عشر کتنا ہے؟ عشر دسواں حصہ ایک ہزار درہم۔ اس کا نصف کرو: پانچ سو درہم۔ تو غرہ معلوم ہوا کتنا ہے؟ نصفِ عشر ہے آزاد آدمی کی دیت کا، پانچ سو درہم۔ اور آزاد عورت کی دیت کتنی ہوتی ہے؟ آدمی سے نصف ہوتی ہے بھئی۔ کتنی ہے عورت کی دیت؟

پانچ ہزار درہم۔ اب آپ بتائیے یہ پانچ سو پانچ ہزار کا کتنا حصہ ہے؟ دسواں حصہ ہے! کتنا ہے؟ دسواں۔ تو دیکھو مرد کے اندر یہ نصفِ عشر اس کی دیت کا بن رہا ہے اور عورت کے اندر اس کی دیت کا عشر بن رہا ہے، تو اس لیے یہاں بھی ہم نے کہا کہ اگر وہ بچہ مذکر تھا تو اس کی قیمت کا نصفِ عشر آئے گا اور اگر مؤنث تھی تو اس کی قیمت کا عشر آجائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

وَلَا كَفَّارَةَ فِي الْجَنِينِ اور جنین کے اندر کفارہ نہیں ہے مولانا، اس لیے کہ کفارہ آتا ہے جب کوئی شخص کسی کامل نفس کو مارے غلطی سے تو وہاں کفارہ آیا کرتا ہے، اور جنین کا تو پیٹ میں پتہ ہی نہیں تھا زندہ بھی تھا یا پہلے سے ہی مردہ تھا تو یہاں کفارہ نہیں۔

وَالْكَفَّارَةُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ وَالْخَطَأِ اور کفارہ کیا ہے بھئی؟ بتلا رہے ہیں وَالْكَفَّارَةُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ وَالْخَطَأِ قتلِ شبہ عمد اور قتلِ خطا کے اندر کفارہ جو ہے عِتْقُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ایک مومنہ گردن کو آزاد کرنا ہے، یعنی مومن مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کرے گا بھئی۔ عام غلام نہیں آزاد کر سکتا کافر وغیرہ بلکہ کس قسم کا غلام آزاد کرنا پڑے گا؟ مسلمان غلام ہو یا مسلمان باندی ہو۔ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ پس اگر یہ نہ پائے، غلام نہ ملے، پھر؟ کہتے ہیں فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے گا۔ وَلَا يُجْزِئُ فِيهِ الْإِطْعَامُ اور اس کے اندر کھانا کھلانا کافی نہیں۔ اس کے اندر کھانا کھلانا کافی نہیں کیونکہ اس کے بارے میں قرآن و حدیث میں نہیں آتا بھئی۔ بھئی ظہار وغیرہ کے کفارے میں تو آپ نے پڑھا تھا بھئی تحریرِ رقبہ ہے یا دو ماہ کے روزے ہیں نہیں تو پھر کیا کرے گا؟ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے گا۔ لیکن یہاں پر کھانا کھلانا کافی نہیں اس لیے کیونکہ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر نہیں، اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں صرف کیا آتا ہے؟ مومنہ گردن کو آزاد کرے یا پھر کیا کرے؟ ساٹھ روزے مسلسل رکھے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۳: باب القسامۃ وباب المعاقل: قسامت کی تعریف، پچاس قسمیں، دیت علی اہل المحلۃ اور عاقلہ کی تعریف ومقدارِ تحمل

متن وتشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۲ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْقَسَامَةِ۔ وَإِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي مَحَلَّةٍ لَا يُعْلَمُ مَنْ قَتَلَهُ اسْتُحْلِفَ خَمْسُونَ رَجُلًا مِنْهُمْ يَتَخَيَّرُهُمُ الْوَلِيُّ بِاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا لَهُ قَاتِلًا، فَإِذَا حَلَفُوا قُضِيَ عَلَى أَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِالدِّيَةِ۔ وَلَا يُسْتَحْلَفُ الْوَلِيُّ وَلَا يُقْضَى عَلَيْهِ بِالْجِنَايَةِ۔[۱][۲]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

قسامت بھئی! بھئی یاد رکھیے اگر کوئی مقتول کسی محلے میں یا کسی گھر میں پایا گیا، کسی نے اسے قتل کر دیا ہے، کسی محلے میں ملا، کسی گھر میں ملا، قاتل کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تو شرعاً پھر اس محلے والوں پر یا اس گھر والوں کو پچاس قسمیں کھانا ہوں گی بھئی۔ کتنی قسمیں؟ پچاس، یعنی پچاس افراد ان میں سے قسمیں کھائیں گے بھئی۔ اور اگر پچاس افراد پورے نہیں ہوتے تو پھر قسم دوبارہ لی جائے گی یہاں تک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جائیں۔ تو ان پچاس قسموں کا فائدہ یہ ہوا کہ یا تو اس سے قاتل کا پتہ لگ جائے گا یا اہلِ محلہ سے دفعِ قصاص ہو جائے گا، قصاص ان سے ہٹ جائے گا البتہ دیت دینا پڑے گی جو ان سے تین سال کے عرصے میں وصول کی جائے گی۔ یہ کیا کہلاتا ہے؟ قسامت۔ یہ جو پچاس قسمیں کھانی ہیں اس کو کیا کہتے ہیں؟ یہ قسامت کہتے ہیں۔

تو یاد رکھیے یہاں قسامت کا لفظ آیا ہے تو قسامت یا تو اسم ہے بمعنی قسم کے، قسامت یا تو اسم ہے بمعنی قسم کے یا یہ مصدر ہے یعنی قسم کھانا۔ لیکن یاد رکھیے یہاں قسامت سے مراد وہ جماعت ہے جو قسم کھائے بھئی۔ یہاں قسامت سے مراد وہ جماعت ہے جو قسم کھائے۔ تو پچاس قسمیں کھانا پڑیں گی پچاس افراد کو۔ اور اس کا فائدہ میں نے بتلایا آپ کو بھئی کہ یا تو اس سے قاتل کا پتہ لگ جائے گا یا پھر اہلِ محلہ سے دفعِ قصاص ہو جائے گا، قصاص ان سے ہٹ جائے گا البتہ دیت دینا پڑے گی۔ اور یاد رکھیے اگر کوئی انکار کر دیتا ہے ان میں سے قسم اٹھانے سے تو اسے جیل میں ڈالا جائے گا یہاں تک کہ وہ قسم کھالے یا قاتل کا پتہ بتلا دے بھئی۔ بات سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي مَحَلَّةٍ لَا يُعْلَمُ مَنْ قَتَلَهُ اور جب پایا جائے کوئی مقتول، قَتِيلٌ بمعنی مقتول کے ہے بھئی، جب پایا جائے کوئی مقتول فِي مَحَلَّةٍ کسی محلہ میں لَا يُعْلَمُ مَنْ قَتَلَهُ معلوم نہ ہو مَنْ وہ شخص قَتَلَهُ جس نے اسے قتل کیا، یعنی اس شخص کا پتہ نہیں ہے جس نے اس کو قتل

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي مَحَلَّةٍ لَا يُعْلَمُ مَنْ قَتَلَهُ اسْتُحْلِفَ خَمْسُونَ رَجُلًا مِنْهُمْ يَتَخَيَّرُهُمُ الْوَلِيُّ بِاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا لَهُ قَاتِلًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا وجد القتيل في محلة ولا يعلم من قتله استحلف خمسون رجلا منهم يتخيرهم الولي: بالله ما قتلناه ولا علمنا له قاتلا» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُسْتَحْلَفُ الْوَلِيُّ وَلَا يُقْضَى عَلَيْهِ بِالْجِنَايَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يستحلف الولي ولا يقضي له بالجناية» منقول ہے۔

کیا ہے بھئی، اسْتُحْلِفَ خَمْسُونَ رَجُلًا تو قسم لی جائے گی پچاس آدمیوں سے مِنْهُمْ ان میں سے، اس محلے میں رہنے والوں میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی۔ بھئی کون پچاس آدمی قسم اٹھائیں گے ان میں سے؟ کہتے ہیں يَتَخَيَّرُهُمُ الْوَلِيُّ ان کو کون منتخب کرے گا؟ ولی بھئی، جو مقتول کا ولی ہے وہ ان کو منتخب کرے گا۔ اور ان سے قسم لی جائے گی یہ قسم مولانا: بِاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا لَهُ قَاتِلًا کہ واللہ یعنی اللہ کی قسم ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں بھئی۔ نہ ہم نے اسے قتل کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں، یعنی ہر ایک اپنے اپنے بارے میں، صاحبِ قدوری نے تو جمع کا صیغہ ذکر کر دیا ان سب کی طرف نسبت کرتے ہوئے، ہر ایک اپنے اپنے بارے میں قسم اٹھائے گا کہ واللہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کے بارے میں جانتا ہوں بھئی کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔ فَإِذَا حَلَفُوا جب وہ قسم اٹھالیں قُضِيَ عَلَى أَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِالدِّيَةِ تو فیصلہ کر دیا جائے گا محلے والوں پر دیت کا۔ دیت پھر بھی آئے گی مولانا اہلِ محلہ پر اس لیے کہ ان کی طرف سے کوتاہی پائی گئی ہے بھئی، ان کے علاقے میں ایک شخص مقتول ملا ہے تو اس محلے والوں پر ضروری تھا اس کی حفاظت کرنا اور اس کی مدد کرنا، اور انہوں نے اس کی مدد نہیں کی، حفاظت نہیں کی اور وہاں اسے قتل کر دیا گیا تو اب اس کوتاہی کی وجہ سے ان کو کیا ادا کرنا پڑے گی؟ دیت ادا کرنا پڑے گی۔

وَلَا يُسْتَحْلَفُ الْوَلِيُّ وَلَا يُقْضَى عَلَيْهِ بِالْجِنَايَةِ وَإِنْ حَلَفَ۔ بھئی یاد رکھیے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مقتول کے ورثاء کسی کے بارے میں قسم اٹھا لیتے ہیں بھئی اس محلے والوں میں سے، قسم اٹھا کر کہیں کہ ہمارے مقتول کو اس شخص نے قتل کیا ہے، تو یاد رکھیے پچاس آدمی جب اس کے وارثوں میں سے قسم اٹھالیں گے تو پھر قصاص آئے گا بھئی۔ کیا آئے گا؟ اس شخص کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، یا اس جماعت کو جس کے بارے میں قسم اٹھائی ہے اس پوری جماعت کو کیا کیا جائے گا؟ قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ یہ کون فرماتے ہیں؟ کس کا مذہب ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ کا۔ وہ فرماتے ہیں اگر مقتول کے ورثاء میں سے پچاس افراد قسم اٹھالیں یا پچاس قسمیں پوری کر لی جائیں تو پھر اس صورت میں قصاص آئے گا بھئی۔ لیکن ہمارے نزدیک نہیں بھئی، مقتول کے ورثاء جو ہیں وہ مدعی ہیں بھئی، انہوں نے دعویٰ کیا ہے ان محلے والوں پر بھئی، تو مدعی پر قسم نہیں آیا کرتی، مدعی کے ذمے بینہ ہوتی ہے کیونکہ حدیث آپ پڑھ چکے ہیں: الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ، بینہ مدعی پر آیا کرتی ہے اور منکر پر قسم آیا کرتی ہے۔ تو یہاں منکر اہلِ محلہ ہیں تو قسم صرف ان پر آئے گی، مقتول کے ولی یا اس کے وارثوں پر قسم نہیں آئے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُسْتَحْلَفُ الْوَلِيُّ قسم نہیں لی جائے گی اس مقتول کے ولی سے وَلَا يُقْضَى عَلَيْهِ بِالْجِنَايَةِ اور نہ اس پر فیصلہ کیا جائے گا جنایت کا وَإِنْ حَلَفَ اگرچہ وہ قسم اٹھالے، یہ إِنْ وصلیہ ہے مولانا اس کا ترجمہ اگرچہ سے کرتے ہیں، اگرچہ وہ قسم اٹھالے۔

وَإِنْ أَبَى وَاحِدٌ مِنْهُمْ حُبِسَ حَتَّى يَحْلِفَ اور اگر ان میں سے کسی ایک نے انکار کیا قسم کھانے سے حُبِسَ تو اسے قید کیا جائے گا حَتَّى يَحْلِفَ یہاں تک کہ وہ کیا کر لے؟ قسم اٹھالے یا قاتل کا بتلا دے۔ وَإِنْ لَمْ يَكْمُلْ أَهْلُ الْمَحَلَّةِ كُرِّرَتِ الْأَيْمَانُ عَلَيْهِمْ۔ أَيْمَانٌ لفظ آیا، ایک ہے إِيمَانٌ بھئی اور ایک ہے أَيْمَانٌ بھئی الف کے فتحہ کے ساتھ بھئی۔ یاد رکھیے أَيْمَانٌ جمع ہے يَمِينٌ کی، يَمِينٌ قسم کو کہتے ہیں۔ اور اگر پورے نہ ہوں محلے والے كُرِّرَتِ الْأَيْمَانُ عَلَيْهِمْ تو مکرر قسمیں ان پر آئیں گی، یعنی وہ مکرر قسمیں کھائیں گے، تکرار کیا جائے گا قسموں کا حَتَّى يُتِمَّ خَمْسِينَ يَمِينًا یہاں تک کہ پوری کر دیں پچاس قسمیں بھئی۔ اس لیے کہ یہ سنت طریقہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ثابت ہے، اور سنت سے جب پچاس قسمیں ثابت ہیں تو ان قسموں کو پورا کیا جائے گا۔ اب پچاس آدمی تو نہیں پورے ہو رہے محلے والے تو پھر انہی میں سے بعض سے کیا کر لی جائے گی؟ دوبارہ قسم لے لی جائے گی تو اس طرح پچاس قسمیں پوری ہو جائیں گی، سنت پر عمل ہو گا بھئی۔

وَلَا يَدْخُلُ فِي الْقَسَامَةِ صَبِيٌّ وَلَا مَجْنُونٌ وَلَا امْرَأَةٌ وَلَا عَبْدٌ اور داخل نہیں ہوں گے قسامت کے اندر بچہ، بچہ داخل نہیں ہو گا وَلَا مَجْنُونٌ اور مجنون بھی نہیں وَلَا امْرَأَةٌ عورت بھی نہیں وَلَا عَبْدٌ اور نہ غلام داخل ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ قسامت ان لوگوں پر ہے جو مدد کر سکتے تھے، یہ لوگ اہلِ نصرت میں سے نہیں ہیں بھئی، یہ کسی کے مددگار نہیں ہو سکتے۔ تو کوتاہی محلے والوں نے کی، مردوں نے، کیونکہ وہ مدد کر سکتے تھے انہوں نے کوتاہی کی بھئی۔

وَإِنْ وُجِدَ مَيِّتٌ لَا أَثَرَ بِهِ فَلَا قَسَامَةَ وَلَا دِيَةَ اور اگر کوئی ایسی میت پائی گئی لَا أَثَرَ بِهِ کہ اس پر کوئی علامت نہیں، کوئی نشان نہیں۔ بھئی ایک شخص محلے میں مرا ہوا پڑا ملا لیکن اس کے جسم پر کسی قسم کی کوئی علامت نہیں ہے کہ جس سے پتہ چلے اسے کسی نے قتل کیا ہے، تو پھر اس صورت میں قسامت بھی نہیں ہو گی اور ان محلے والوں پر دیت بھی نہیں، کیونکہ علامت کا نہ ہونا بتلا رہا ہے کہ یہ اپنی طبعی موت مرا ہے، اگر کسی نے قتل کیا ہوتا تو اس کے

جسم پر ضرور کوئی نہ کوئی نشان ہوتا بھئی۔

وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ الدَّمُ يَسِيلُ مِنْ أَنْفِهِ أَوْ دُبُرِهِ أَوْ فَمِهِ اور اسی طرح ہے حکم یعنی قسامت بھی نہیں اور دیت بھی نہیں کب؟ إِنْ كَانَ الدَّمُ يَسِيلُ مِنْ أَنْفِهِ اگر خون بہہ رہا تھا مِنْ أَنْفِهِ اس میت کی ناک سے أَوْ دُبُرِهِ یا اس کے پاخانے کے مقام سے أَوْ فَمِهِ یا اس کے منہ سے بھئی۔ اگر ان تین مقامات سے خون بہہ رہا تھا تو پھر بھی قسامت بھی نہیں ہے اور دیت بھی نہیں۔ بھئی کیا وجہ ہے پھر کیوں نہیں قسامت یا دیت؟ وجہ یہ کہ ان مقامات سے خون بیماری کی وجہ سے بھی نکل آتا ہے بھئی، تو ہو سکتا ہے کسی مرض کی وجہ سے یہ خون نکلا ہو تو یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کسی نے اس کو ضرب وغیرہ لگائی ہے۔ فَإِنْ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ أَوْ أُذُنَيْهِ فَهُوَ قَتِيلٌ اور اگر وہ خون نکل رہا تھا اس کی آنکھوں سے یا اس کے کانوں سے فَهُوَ قَتِيلٌ تو وہ مقتول ہے۔ ہاں آنکھوں سے یا کانوں سے خون کا نکلنا یہ علامت ہے کہ کسی نے اسے ضربِ شدید لگائی ہے اس لیے کہ آنکھوں اور کانوں سے ویسے خون نہیں نکلتا، کب نکلتا ہے؟ جب ضرب کوئی لگی ہو بھئی، تو فَهُوَ قَتِيلٌ پھر اس صورت میں یہ مقتول ہے۔[۳]

وَإِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ عَلَى دَابَّةٍ يَسُوقُهَا رَجُلٌ فَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ دُونَ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ۔ بھئی ایک آدمی ایک سواری کو لے کر جا رہا ہے، اس کو ہانک رہا ہے اور اس پر کوئی شخص مقتول پایا گیا، تو اب دیت کیا جس محلے سے گزر رہا ہے محلے والوں پر آئے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی نہیں، سواری پر ہے تو اب جو سواری کو ہانکنے والا آدمی ہے دیت اس کی عاقلہ پر آئے گی، محلے والوں پر نہیں آئے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ عَلَى دَابَّةٍ يَسُوقُهَا رَجُلٌ اور جب پایا جائے کوئی مقتول کسی ایسی سواری پر جسے کوئی شخص ہانک رہا تھا فَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ تو دیت اسی ہانکنے والے کی عاقلہ پر ہے دُونَ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ نہ کہ محلے والوں پر۔

وَإِنْ وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي دَارِ إِنْسَانٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَيْهِ اور اگر پایا گیا مقتول کسی انسان کے گھر میں فَالْقَسَامَةُ عَلَيْهِ تو قسامت اسی پر ہے بھئی، اس شخص پر کیا ہے؟ اس پر قسمیں ہیں وَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ اور دیت آئے گی اسی شخص کی عاقلہ پر، محلے والوں پر نہیں بھئی، یہ دار جس شخص کا ہے اسی پر قسامت اور اسی کی عاقلہ پر دیت آئے گی۔

وَلَا يَدْخُلُ السُّكَّانُ فِي الْقَسَامَةِ مَعَ الْمُلَّاكِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ۔ سُكَّانٌ بھئی رہائشی، سکونت اختیار کرنے والے، اور مُلَّاكٌ جمع ہے مَالِكٌ کی۔ بھئی ایک محلہ ہے وہاں کچھ مالکین رہتے ہیں اور کچھ کرایہ دار رہتے ہیں بھئی رہائشی ویسے لوگ ہیں، تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قسامت مالکوں پر آئے گی، وہ جو کرایہ دار وغیرہ ہیں رہائشی لوگ ہیں ان پر نہیں۔ وجہ یہ کہ اس علاقے میں لوگوں کی حفاظت اور ان کی نصرت کرنا وہ مالکوں کا کام ہوتا ہے، وہ حفاظت کرتے ہیں بھئی، اور کرایہ دار کا تو آج یہاں ہے کل وہاں ہے وہ ان پر مدد لازم نہیں، تو کرایہ دار جو ہیں ان پر قسامت نہیں آئے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَدْخُلُ السُّكَّانُ فِي الْقَسَامَةِ سکان جو رہائشی ہیں وہ قسامت میں داخل نہیں ہوں گے مَعَ الْمُلَّاكِ مالکوں کے ساتھ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَهِيَ عَلَى أَهْلِ الْخُطَّةِ دُونَ الْمُشْتَرِينَ وَلَوْ بَقِيَ مِنْهُمْ وَاحِدٌ۔ اور یہ اہلِ خُطَّة یا اہلِ خِطَّة: خِطَّة پڑھیں تو خِطَّة کہتے ہیں زمین کے حصے کو، اور خُطَّة پڑھیں تو زیادہ مناسب ہے بھئی اس کو خُطَّة پڑھا جائے بھئی، خُطَّةٌ کہتے ہیں علامت کو بھئی۔ تو اہلِ خُطَّة سے مراد قدیم مالک ہیں مولانا، قدیم مالکین جن کو اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد خلیفہ نے زمین ان میں تقسیم کر دی تھی، علامتیں لگا دی تھیں بھئی زمین پر کہ یہ ساری زمین تم لوگوں کی ہو گئی، تو وہ اہلِ خُطَّة ہوئے یعنی قدیم مالکین ہوئے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں یہ اہلِ خُطَّة پر ہے دُونَ الْمُشْتَرِينَ خریداروں پر نہیں۔ بھئی کچھ وہ قدیم مالکین ہیں کچھ نئے آئے انہوں نے ان سے زمینوں کو خرید لیا، تو کیا خریداروں پر بھی ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی خریداروں پر نہیں ہے بلکہ قدیم مالکین پر ہے چاہے ان میں سے کوئی ایک ہی صرف زندہ ہو پھر بھی اسی پر آئے گی بھئی۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں سب پر آئے گی چاہے قدیم مالک ہوں چاہے خریدار ہوں۔ تو کہتے ہیں وَهِيَ عَلَى أَهْلِ الْخُطَّةِ دُونَ الْمُشْتَرِينَ اور یہ قسامت جو ہے اہلِ خُطَّة پر ہے یعنی وہ جو قدیم مالکین

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «كَانَ الدَّمُ يَسِيلُ مِنْ أَنْفِهِ أَوْ دُبُرِهِ أَوْ فَمِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «كان الدم يسيل من أنفه أو من دبره أو من فمه» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ أَوْ أُذُنَيْهِ فَهُوَ قَتِيلٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن كان يخرج من عينيه أو من أذنه فهو قتيل» منقول ہے۔

ہیں جنہیں خلیفہ نے فتح کے بعد سب سے پہلے زمین دی تھی ان پر ہے قسامت دُونَ الْمُشْتَرِينَ نہ کہ خریداروں پر وَلَوْ بَقِيَ مِنْهُمْ وَاحِدٌ اگرچہ ان میں سے ایک ہی باقی کیوں نہ ہو، اس پر ہے۔

وَإِنْ وُجِدَ الْقَتِيلُ فِي سَفِينَةٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَى مَنْ فِيهَا مِنَ الرُّكَّابِ وَالْمَلَّاحِينَ اور اگر پایا گیا کوئی مقتول فِي سَفِينَةٍ کسی کشتی کے اندر، کشتی میں مقتول ملا فَالْقَسَامَةُ عَلَى مَنْ فِيهَا تو قسامت ان لوگوں پر ہے جو فِيهَا أَيْ فِي سَفِينَةٍ اس کشتی میں تھے بھئی مِنَ الرُّكَّابِ وَالْمَلَّاحِينَ سواروں میں سے اور ملاحوں میں سے۔ سوار اور ملاح بھئی، صرف یہاں مالکوں پر نہیں بلکہ جو سواریاں تھیں ان پر بھی قسامت آئے گی بھئی، تو سوار ہوں یا ملاح ہیں جو چلانے والے ہیں سب پر بھئی۔

وَإِنْ وُجِدَ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ فَالْقَسَامَةُ عَلَى أَهْلِهَا۔ بھئی کسی محلے کی مسجد کے اندر کوئی شخص مقتول ملا بھئی تو یاد رکھیے پھر اس محلے والوں پر قسامت آئے گی بھئی، کیونکہ وہ مسجد کے حقدار ہیں تو انہی پر قسامت آئے گی۔ وَإِنْ وُجِدَ فِي مَسْجِدِ مَحَلَّةٍ اور اگر پایا گیا مقتول کسی محلے کی مسجد میں فَالْقَسَامَةُ عَلَى أَهْلِهَا تو قسامت اس محلے والوں پر ہے۔

وَإِنْ وُجِدَ فِي الْجَامِعِ وَالشَّارِعِ الْأَعْظَمِ فَلَا قَسَامَةَ فِيهِ وَالدِّيَةُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ۔ بھئی ایک آدمی شارعِ اعظم پر پایا گیا بھئی، شاہراہ پر، بڑی سڑک پر بھئی، یوں کہیں مین روڈ پر بھئی۔ اب مین روڈ پر یہ تو کسی خاص لوگوں سے متعلق نہیں ہوتی، یہاں سے تو ہر ایک گزرتا ہے، تو پھر یہاں قسامت نہیں آئے گی۔ پہلے تو محلہ ایک چھوٹی سی جگہ تھی علاقہ تھا ان سے قسم لے لی گئی تھی، لیکن اب تو یہاں کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ ہم کیا کہیں کہ سڑک کے ساتھ ان کا تعلق ہے، یہاں تو ہر ایک اس پر سے گزرتا ہے۔ اور اسی طرح اگر جامع مسجد بڑی مسجد تھی بھئی وہاں مقتول ملا تو اس کے اندر بھی قسامت نہیں ہے اور دیت بیت المال پر ہوگی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ وُجِدَ فِي الْجَامِعِ وَالشَّارِعِ الْأَعْظَمِ فَلَا قَسَامَةَ فِيهِ وَالدِّيَةُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ اور اگر پایا گیا مقتول جامع مسجد میں یعنی بڑی مسجد میں وَالشَّارِعِ الْأَعْظَمِ اور شاہراہ پر بڑی سڑک پر فَلَا قَسَامَةَ فِيهِ تو اس کے اندر قسامت نہیں ہے وَالدِّيَةُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ اور دیت بیت المال پر ہوگی مولانا، اب بیت المال سے کیا کی جائے گی؟ دیت ادا کی جائے گی۔

وَإِنْ وُجِدَ فِي بَرِّيَّةٍ لَيْسَ بِقُرْبِهَا عِمَارَةٌ فَهُوَ هَدَرٌ۔ اس کو بَرِّيَّةٍ پڑھنا بھئی میں نے پہلے بھی بتلایا تھا، بَرِيَّةٌ را کی تخفیف ہے بغیر شد کے تو اس کے معنی ہوتے ہیں مخلوق، اور رامشدد ہو بَرِّيَّةٌ تو اس کا معنی ہے جنگل کے بھئی، بَرٌّ سے ہے مولانا، بَرٌّ خشکی کو کہتے ہیں، بَرِّيٌّ خشکی کی طرف جو منسوب ہو۔ وَإِنْ وُجِدَ فِي بَرِّيَّةٍ لَيْسَ بِقُرْبِهَا عِمَارَةٌ فَهُوَ هَدَرٌ اور اگر مقتول پایا گیا فِي بَرِّيَّةٍ کسی ایسے جنگل میں لَيْسَ بِقُرْبِهَا عِمَارَةٌ کہ اس کے قریب کوئی آبادی نہ ہو، عِمَارَةٌ کہتے ہیں آبادی کو مولانا، سمجھ میں آیا بھئی؟ کہ اس کے قریب کوئی آبادی نہیں ہے فَهُوَ هَدَرٌ تو اس کا خون ضائع ہے، رائیگاں گیا بھئی۔ بھئی کسی شخص کے خون کی وجہ سے نہ تو قصاص آئے اور نہ دیت آئے تو کہتے ہیں فلاں کا خون رائیگاں گیا، ضائع گیا، یعنی نہ اس کی وجہ سے قصاص آیا اور نہ دیت آئی۔ تو یہاں بھی اسی طرح ہے اگر کوئی مقتول کسی ایسے جنگل میں پایا گیا جس کے قریب کوئی آبادی نہیں ہے فَهُوَ هَدَرٌ تو وہ خون رائیگاں ہے بھئی۔ لیکن یہ یاد رکھیے اگر ایسے جنگل میں پایا گیا جو مسلمانوں کی ملکیت ہے یا مسلمانوں کے لیے مباح ہے وہاں سے لکڑی وغیرہ چیزیں لانا تو پھر اس صورت کے اندر بیت المال سے ادائیگی کی جائے گی بھئی۔

وَإِنْ وُجِدَ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ كَانَ عَلَى أَقْرَبِهِمَا۔ بھئی مقتول پایا گیا دو بستیوں کے درمیان، بستی کے اندر نہیں بستی سے باہر ملا دو بستیوں کے درمیان بھئی، تو قسامت کس پر آئے گی؟ تو کہتے ہیں جو بستی اس کے زیادہ قریب ہوئی اس کے رہنے والوں پر قسامت ہوگی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ وُجِدَ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ اور اگر مقتول پایا گیا دو بستیوں کے بیچ كَانَ عَلَى أَقْرَبِهِمَا تو جو بستی اس کے زیادہ قریب ہے ان دو بستیوں میں سے اس پر قسامت ہے۔

وَإِنْ وُجِدَ فِي وَسَطِ الْفُرَاتِ يَمُرُّ بِهِ الْمَاءُ فَهُوَ هَدَرٌ۔ وَإِنْ وُجِدَ فِي وَسَطِ الْفُرَاتِ اور اگر مقتول پایا گیا فرات دریا کے وسط میں، دریائے فرات مشہور دریا ہے مولانا عراق کا لیکن یہاں سے وہی خاص دریا مراد نہیں، ویسے ہی کوئی بھی دریا ہو بڑی نہر ہو بھئی اس کے وسط میں کوئی مقتول پایا گیا يَمُرُّ بِهَا، آپ کی کتابوں میں يَمُرُّ بِهَا ہے؟ يَمُرُّ بِهِ ہونا چاہیے، بِهَا نہیں بھئی، يَمُرُّ بِهِ مذکر کی ضمیر ہونی چاہیے اس قَتِيلٌ کو راجع ہے بھئی۔ وَإِنْ وُجِدَ فِي وَسَطِ الْفُرَاتِ اور اگر مقتول پایا گیا دریائے فرات کے وسط میں یعنی کسی دریا کے وسط میں يَمُرُّ بِهِ الْمَاءُ پانی اسے لے جا رہا تھا، پانی اسے لے کر چل رہا تھا فَهُوَ هَدَرٌ تو اس کا خون کیا ہے؟ رائیگاں ہے بھئی، نہ اس میں قصاص ہے نہ دیت ہے۔ وَإِنْ كَانَ مُحْتَبِسًا بِالشَّاطِئِ فَهُوَ عَلَى أَقْرَبِ الْقُرَى مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ اور اگر وہ رکا ہوا تھا بھئی، وہ جو مقتول کا جسم ہے وہ رکا ہوا تھا بِالشَّاطِئِ، شَاطِئٌ کنارے کو کہتے ہیں، بِالشَّاطِئِ کنارے کے ساتھ

فَهُوَ عَلَى أَقْرَبِ الْقُرَى مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ تو وہ جو ہے کس پر ہے؟ جو سب سے قریب بستی ہے اس جگہ سے مولانا، سمجھ میں آیا؟ اتنے فاصلے پر جہاں تک آواز دی جائے تو آواز پہنچ سکے بھئی۔ تو پہلی صورت کیا تھی پانی اسے لے کر چل رہا تھا مقتول کو، اور دوسری صورت کیا ہے کہ مقتول کنارے کے ساتھ ملا رکا ہوا ہے۔ اور اگر کنارے کے ساتھ رکا نہیں ہوا، ہے کنارے کے ساتھ لیکن پانی اسے لے کر چل رہا ہے پھر اس کا حکم بھی وہی پہلے والے کے حکم کی طرح ہو جائے گا بھئی کہ خون رائیگاں چلا گیا۔

وَإِنِ ادَّعَى الْوَلِيُّ الْقَتْلَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِعَيْنِهِ لَمْ تَسْقُطِ الْقَسَامَةُ عَنْهُمْ۔ بھئی ولی نے اہلِ محلہ میں سے کسی ایک معین شخص پر کیا کر دیا؟ قتل کا دعویٰ کر دیا کہ اس نے قتل کیا ہے، تو کیا باقی محلے والوں سے قسامت ساقط ہو گی یا ساقط نہیں ہو گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی باقی محلے والوں سے قسامت ساقط نہیں۔ کیوں نہیں ہو گی بھئی؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ جس پر اس نے دعویٰ کیا ہے وہ بھی انہی میں سے ایک ہے، تو اس نے جب ایک پر دعویٰ کیا تو جو محلے والوں پر قسامت آ رہی تھی اس کے منافی نہیں ہے بھئی۔ محلے والوں پر کیا آ رہی تھی؟ قسامت آ رہی تھی، تو اس نے بھی انہی میں سے ایک پر دعویٰ کر دیا تو یہ اس قسامت کے منافی نہیں کیونکہ قسامت بھی انہی پر آ رہی ہے اور اس نے دعویٰ بھی انہی میں سے ایک شخص پر کر دیا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَى الْوَلِيُّ الْقَتْلَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ بِعَيْنِهِ اور اگر دعویٰ کر دیا ولی نے قتل کا محلے والوں میں سے کسی ایک معین شخص پر لَمْ تَسْقُطِ الْقَسَامَةُ عَنْهُمْ تو ان سے قسامت ساقط نہیں ہو گی۔

وَإِنِ ادَّعَى عَلَى وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِهِمْ سَقَطَتْ عَنْهُمْ۔ لیکن اگر ولی نے کسی اور پر دعویٰ کر دیا اس محلے والوں کے علاوہ کسی اور معین آدمی پر کیا کر دیا؟ قتل کا دعویٰ کر دیا تو اب ان محلے والوں پر قسامت نہیں کیونکہ جس پر دعویٰ کیا وہ ان کے علاوہ ہے تو گویا کہ اس مدعی نے ان کو کیا کر دیا ہے؟ بری کر دیا۔ جب دعویٰ غیر پر کیا تو ان کو کیا کر دیا؟ بری کر دیا، جبکہ پچھلے مسئلے میں انہی میں سے ایک فرد پر دعویٰ تھا لہٰذا ان کو بری نہیں کیا بھئی۔ وَإِنِ ادَّعَى عَلَى وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِهِمْ سَقَطَتْ عَنْهُمْ اور اگر دعویٰ کیا کسی ایک پر ان کے علاوہ میں سے سَقَطَتْ عَنْهُمْ تو ان محلے والوں سے قسامت ساقط ہو جائے گی۔

وَإِذَا قَالَ الْمُسْتَحْلَفُ قَتَلَهُ فُلَانٌ اسْتُحْلِفَ بِاللَّهِ مَا قَتَلْتُهُ وَلَا عَلِمْتُ لَهُ قَاتِلًا غَيْرَ فُلَانٍ۔ اچھا بھئی قسمیں لی جا رہی ہیں پچاس قسمیں، ایک آدمی درمیان میں سے اس نے کہا بھئی، ابھی قسم اس نے نہیں کھائی، قسم کیا کھانی تھی؟ کہ واللہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں۔ ابھی اس نے قسم نہیں کھائی اس کی باری آئی تو کہنے لگا فلاں آدمی نے قتل کیا ہے۔ کس نے قتل کیا ہے؟ فلاں آدمی نے قتل کیا ہے۔ تو کہتے ہیں بھئی اب اس سے جو قسم لی جائے گی اس ایک کا استثناء کر کے قسم لی جائے گی اس سے۔ اس ایک کو کیا کر دیں گے؟ قسم سے نکال دیں گے۔ بھئی قسم تو باقی یہ اٹھا رہے ہیں کہ ہم نے قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں، اور یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں نے قتل کیا ہے اب یہ تو یہ قسم نہیں کھا سکتا کہ میں اس کے قاتل کو نہیں جانتا۔ تو اس ایک کو نکال کر باقیوں کی قسم اسے کھلوائیں گے۔ کس طرح؟ دیکھیے بھئی یہ کہے گا کہ بِاللَّهِ مَا قَتَلْتُهُ کہ واللہ میں نے قتل نہیں کیا وَلَا عَلِمْتُ لَهُ قَاتِلًا غَيْرَ فُلَانٍ اور میں اس ایک کے علاوہ اس کے قاتل کو نہیں جانتا بھئی۔ اس ایک جس کا میں نے ذکر کر دیا اس کے علاوہ میں کسی اور کو اس کا قاتل نہیں جانتا، مجھے اتنا علم ہے کہ وہ قاتل ہے اور کسی کا پتہ نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ الْمُسْتَحْلَفُ، مُسْتَحْلِفْ قسم لینے والا، مُسْتَحْلَفْ جس سے قسم لی جائے، وَإِذَا قَالَ الْمُسْتَحْلَفُ اور جب جس سے قسم لی گئی اس نے کہا قَتَلَهُ فُلَانٌ کہ اس کو فلاں نے قتل کیا ہے اسْتُحْلِفَ تو اس سے قسم لی جائے گی بِاللَّهِ مَا قَتَلْتُهُ کہ خدا کی قسم میں نے اس کو قتل نہیں کیا وَلَا عَلِمْتُ لَهُ قَاتِلًا غَيْرَ فُلَانٍ اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اس فلاں کے علاوہ، اس کا استثناء کروا دیں گے بھئی ورنہ تو قسم درست نہیں بنے گی بھئی کہ اس نے خود کہا فلاں قاتل ہے۔

وَإِذَا شَهِدَ اثْنَانِ مِنْ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ عَلَى رَجُلٍ مِنْ غَيْرِهِمْ أَنَّهُ قَتَلَهُ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمَا۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی جس محلے والوں پر قسامت آ رہی تھی جن کے اندر مقتول پایا گیا تھا انہی میں سے دو آدمی گواہی دیتے ہیں کہ اس کو فلاں آدمی نے قتل کیا ہے جو ان محلے والوں کے علاوہ ہے بھئی، اس کے بارے میں انہوں نے کیا کی؟ گواہی دی کہ اس مقتول کو اس نے قتل کیا ہے وہ قاتل ہے۔ تو کیا ان کی گواہی قبول کی جائے گی یا قبول نہیں کی جائے گی؟ امام صاحب فرماتے ہیں ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ صاحبین فرماتے ہیں ان کی گواہی کیا کر لی جائے گی؟ قبول۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، وجہ یہ کہ یہ اس مقدمے کے اندر فریق بن چکے ہیں، انہوں نے کوتاہی کی، ان کے محلے کے اندر ایک شخص کو قتل کر دیا گیا، ان پر مدد کرنا اور حفاظت کرنا ضروری تھا، انہوں نے مدد نہیں کی حفاظت نہیں کی، اب یہ فریق بن چکے ہیں، ان پر دعویٰ ہو رہا ہے اور اب یہ قسم اٹھالیں گے تو پھر ان پر کیا آ جائے گی؟ دیت آئے گی۔ تو جب یہ فریق بن چکے ہیں اور فریق کی گواہی آپ جانتے ہیں قابلِ قبول نہیں۔ بھئی میں نے آپ پر مقدمہ کیا یا آپ

نے میرے اوپر مقدمہ کیا تو ہماری گواہی قبول نہیں، گواہ کیا ہونے چاہئیں؟ ہم دونوں کے علاوہ کوئی شخص گواہی دے تو اس کی قبول ہو گی، مقدمہ کرنے والا یا جس پر مقدمہ کیا جائے اس کی گواہی تو قابلِ قبول نہیں وہ تو خود فریقِ مخالف ہے۔ تو یہاں پر یہ بھی فریقِ مخالف بن چکے ہیں، ان پر قسامت آ رہی ہے، اب یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ گواہی دینا چاہتے ہیں کسی دوسرے کے خلاف، تو یہ تو فریقِ مخالف بن چکے ہیں، خصم بن چکے ہیں، اور فریقِ مخالف کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ اسی لیے کہا وَإِذَا شَهِدَ اثْنَانِ مِنْ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ اور جب گواہی دی دو آدمیوں نے اہلِ محلہ میں سے عَلَى رَجُلٍ مِنْ غَيْرِهِمْ ایک شخص پر جو ان کے علاوہ تھا یعنی ان محلے والوں کے علاوہ تھا اس کے خلاف گواہی دی أَنَّهُ قَتَلَهُ کہ اس نے اس مقتول کو قتل کیا ہے لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمَا تو ان دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

كِتَابُ الْمَعَاقِلِ۔ یاد رکھیے یہ آپ کے حاشیے میں لکھا ہوا ہے: قَوْلُهُ الْمَعَاقِلُ، الْمَعَاقِلُ جَمْعُ مَعْقُلَةٍ۔ مَعْقُلَةٌ قاف پر ضمہ ہے، وَالْمَعْقُلَةُ الدِّيَةُ اور معقلہ دیت کا نام ہے۔ معقلہ کس چیز کا نام ہے؟ دیت کا۔ تو مَعَاقِلُ جمع ہوئی مَعْقُلَةٌ کی اور مَعْقُلَةٌ دیت کو کہتے ہیں۔ لیکن اس باب کے اندر دیت کا بیان نہیں ہو گا، دیت کا بیان تو پہلے گزر چکا ہے، ہاں اس میں اہلِ دیت کا بیان ہو گا کہ دیت کون دیں گے۔ تو لہٰذا یہاں مَعَاقِلُ سے پہلے مضاف محذوف ہے أَهْلٌ کا لفظ بھئی۔ مضاف کیا ہے؟ أَهْلٌ۔ تو اصل عبارت کیا ہوئی؟ كِتَابُ أَهْلِ الْمَعَاقِلِ دیت والوں کے بیان میں ہے یہ کتاب، دیت والوں کے بیان کی کتاب بھئی۔

تو اس باب میں اس کتاب میں صاحبِ قدوری یہ بیان کریں گے بھئی ایک شخص نے غلطی سے قتل کیا تو اس پر دیت آئی بھئی، اب دیت اس پر آئے گی یا اس کے قبیلے والوں پر آئے گی، پوری تفصیل بیان کریں گے بھئی۔ کہتے ہیں الدِّيَةُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ وَالْخَطَأِ دیت جو ہے وہ کس قتل کے اندر ہے؟ قتلِ شبہِ عمد میں ہے اور قتلِ خطا کے اندر دیت ہے۔ وَكُلُّ دِيَةٍ وَجَبَتْ بِنَفْسِ الْقَتْلِ عَلَى الْعَاقِلَةِ اور ہر وہ دیت جو واجب ہوئی ہے نفسِ قتل کی وجہ سے عَلَى الْعَاقِلَةِ وہ کس پر ہے؟ اس کے عاقلہ پر ہے۔ پڑھایا نہیں ابھی تک آپ پڑھتے آئے ہیں عاقلہ پر ہے، میں نے کیا بتلایا تھا کیا مراد ہیں اس سے؟ اس کے قوم والے قبیلے والے مراد ہیں۔ تو کہتے ہیں ہر وہ دیت جو واجب ہوئی ہو نفسِ قتل کی وجہ سے وہ اس قاتل کے عاقلہ پر ہے۔ بھئی نفسِ قتل کے ذریعے احتراز کیا وہ دیت جو صلح کی وجہ سے آئے بھئی۔ صلح وغیرہ کی وجہ سے جو دیت آئے وہ قاتل ہی سے لی جائے گی، اس کے عاقلہ سے نہیں لی جائے گی۔ تو ہر وہ دیت جو واجب ہوئی ہو نفسِ قتل کی وجہ سے عَلَى الْعَاقِلَةِ وہ اس کے عاقلہ پر ہے۔

بھئی عاقلہ کون ہیں؟ کہتے ہیں وَالْعَاقِلَةُ أَهْلُ الدِّيوَانِ إِنْ كَانَ الْقَاتِلُ مِنْ أَهْلِ الدِّيوَانِ عاقلہ وہ اہلِ دیوان ہیں، دیوان رجسٹر کو کہتے ہیں بھئی، عاقلہ جو ہیں وہ رجسٹر والے ہیں۔ بھئی یاد رکھیے عاقلہ میں وہ افراد داخل ہوں گے جو اس شخص کے مددگار ہوتے ہیں۔ بھئی ایک آدمی پر کوئی مسئلہ تکلیف پریشانی وغیرہ آتی ہے تو اس کے مددگار ہوتے ہیں یا مددگار نہیں ہوتے بھئی؟ اور عموماً مددگار قوم قبیلے والے ہوا کرتے ہیں، وہ کیا کرتے ہیں؟ اپنے ہر ہر فرد کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی الله تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھئی جب مجاہدین جہاد کے لیے نکلتے تو یہ جتنے مجاہدین نکلتے لشکروں میں جو لوگ شامل ہوا کرتے تھے ان کے نام باقاعدہ رجسٹروں میں لکھے جاتے تھے بھئی۔ اور پھر یہ لوگ جو مجاہدین ہیں جو لشکر والے ہیں ان کو سال بھر میں بیت المال سے خرچہ دیا جاتا تھا، سالانہ خرچہ بھئی، سال میں ایک دفعہ وہ عطیہ ان کو دیا جاتا تھا۔ تو یہ جن کے نام رجسٹروں میں لکھے گئے یہ ہیں اہلِ دیوان بھئی۔ دیوان کس کو کہتے ہیں؟ رجسٹر کو، تو یہ جن کے نام رجسٹروں میں لکھے گئے یہ اہلِ دیوان ہیں۔ اور جب آپ بھی جانتے ہیں ایک پیشے والے کیا کرتے ہیں؟ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، آج کل جیسے آپ دیکھ رہے ہیں وکیلوں کو بھئی ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے؟ تو اسی طرح بھئی جب سارے مجاہدین تھے سارے لشکر والے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوئے، کیا کرتے؟ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے، تو لہٰذا یہ عاقلہ ہے اس کی۔ تو اب اس رجسٹر والوں میں سے کوئی شخص کیا کرتا ہے؟ قتلِ خطا کرتا ہے یا قتلِ شبہِ عمد کرتا ہے تو اس پر دیت آئے گی اور دیت اس کی عاقلہ پر آئے گی اور عاقلہ کون ہوتے ہیں؟ اس کے مددگار، اور مددگار کون ہیں اس کے؟ جن کے نام رجسٹروں میں درج ہیں جو اس کے ساتھی ہیں سارے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو وہ سارے اس کی عاقلہ میں ہیں لہٰذا وہ سارے اب اس کے ساتھ شریک ہوں گے اس دیت کی ادائیگی کے اندر بھئی۔

اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ آپ بھئی زیادہ بوجھ پڑ جائے گا ہر ایک پر بھئی! ابھی آگے بتلائیں گے صاحبِ قدوری دیت کی بڑی تھوڑی مقدار دینا پڑتی ہے: تین سال میں دے گا اور تین سال کے اندر بھی تین درہم پورے وصول ہوں گے یا زیادہ سے زیادہ چار درہم بھئی۔ ہر آدمی سے تین سال کے اندر زیادہ سے زیادہ کتنے وصول کریں گے؟ چار۔ اب پورے تین سال میں چار درہم کوئی زیادہ چیز ہے؟ پورے سال میں گویا ایک درہم یا ایک درہم اور اس کا ثلث بنتا ہے اس سے

زیادہ نہیں، تو یہ بہت معمولی مقدار ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالْعَاقِلَةُ أَهْلُ الدِّيوَانِ اور عاقلہ جو ہیں وہ رجسٹر والے ہیں یعنی جن کے نام رجسٹر میں درج ہیں إِنْ كَانَ الْقَاتِلُ مِنْ أَهْلِ الدِّيوَانِ اگر قاتل کس میں سے ہو؟ ان رجسٹر والوں میں سے ہو، يُؤْخَذُ مِنْ عَطَايَاهُمْ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ پس لیا جائے گا ان کے عطایا میں سے یعنی جو ان کو سالانہ خرچہ بیت المال سے عطیہ ملتا ہے اس سے لی جائے گی دیت فِي ثَلَاثِ سِنِينَ کتنے سالوں میں؟ تین سال کے اندر۔

فَإِنْ خَرَجَتِ الْعَطَايَا فِي أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ سِنِينَ أَوْ أَقَلَّ أُخِذَ مِنْهَا۔ بھئی اگر عطایا نکلے تین سال سے زیادہ میں یا کم کے اندر تو اس سے لے لی جائے گی۔ بھئی بعض اوقات بیت المال میں مال کم ہوا تو عطیے میں تاخیر ہو گئی، تو سال کے بعد خرچہ دینا مشکل ہوا تو پھر دو سال بعد دے دیا جاتا ہے، تو مثلاً دو سال بعد دے دیا پھر دو سال بعد دیا پھر دو سال بعد دیا۔ تو سال میں تو ایک مرتبہ عطیہ نکلتا تھا اور تین سال میں کتنے عطیے بنتے تھے؟ تین عطیے، اور ایک عطیے میں سے کتنی دیت نکل آتی تھی؟ بھئی تین عطیوں میں سے پوری دیت نکالنی ہے تو ایک عطیے میں کتنا حصہ آگیا؟ تیسرا حصہ! ایک عطیے میں تیسرا حصہ آگیا۔ تو ہر عطیے میں سے تیسرا حصہ دیت کا لیا جائے گا، اب تین عطیوں میں وہ دیت پوری کر لی جائے گی چاہے وہ عطیے ایک سال کے اندر ہی تین کیوں نہ مل جائیں۔ ایک سال میں تین عطیے مل گئے تو ہر ایک میں سے ایک تہائی نکالتے جائیں گے تو تین عطیوں کے اندر ایک ہی سال کے اندر دیت کیا ہو جائے گی؟ پوری۔ اور اگر تین عطیے پانچ چھ سال میں ملے تو پانچ چھ سال میں کیا کر لیں گے؟ ہر عطیے میں سے ثلث نکال کر چھ سال میں کیا کر لیں گے؟ وہ ادائیگی کر دیں گے۔ اسی لیے کہا فَإِنْ خَرَجَتِ الْعَطَايَا فِي أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ سِنِينَ أَوْ أَقَلَّ پس اگر نکلے وہ تین عطایا تین سال سے زیادہ میں یا تین سال سے کم میں، تین سے زیادہ ہو جائیں یا تین سے پہلے یعنی ایک دو سال کے اندر ہی کتنے عطایا مل گئے؟ تین عطایا مل گئے أُخِذَ مِنْهَا تو اس میں سے لے لیا جائے گا۔

وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الدِّيوَانِ فَعَاقِلَتُهُ قَبِيلَتُهُ اور وہ شخص جو اہلِ دیوان میں سے نہیں ہے جس کا نام رجسٹر میں نہیں فَعَاقِلَتُهُ قَبِيلَتُهُ تو اس کی عاقلہ اس کا قبیلہ ہے کیونکہ قبیلے والے اس کے مددگار ہوتے ہیں ہر معاملے میں اس کے ساتھ تعاون نصرت کرتے ہیں تو یہاں بھی اس کے ساتھ تعاون کریں گے۔ تُقْسَطُ عَلَيْهِمْ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ تقسیم کی جائے گی دیت ان پر تین سال میں، وہ بھی کتنے عرصے میں ادائیگی کریں گے؟ تین سال میں۔ لَا يُزَادُ الْوَاحِدُ عَلَى أَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ بڑھایا نہیں جائے گا کسی ایک کو بھی چار دراہم پر، یعنی چار دراہم سے زیادہ کسی پر نہیں آئے گا، زیادہ سے زیادہ کتنے دے گا؟ چار دراہم دے گا فِي كُلِّ سَنَةٍ ہر سال میں۔ ہر سال میں کتنے لیں گے؟ تین درہم یا زیادہ سے زیادہ چار درہم فِي كُلِّ سَنَةٍ ہر سال میں، تو ہر سال میں زیادہ سے زیادہ کتنے لیں گے؟ چار دراہم۔ اور پھر تین سال میں کتنے بن گئے؟ بارہ دراہم۔ یہ صاحبِ قدوری کی روایت ہے۔ لیکن اصح روایت، صحیح قول جو امام محمد رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ تین سال میں چار درہم سے زیادہ نہیں لیں گے۔ صاحبِ قدوری کیا فرماتے ہیں؟ ایک سال میں چار درہم سے زیادہ نہیں لیں گے، وہ کہتے ہیں تین سال میں چار درہم سے زیادہ نہیں لیں گے۔ صاحبِ قدوری کی روایت لی جائے تو پھر تین سال میں کتنے بن جاتے ہیں؟ بارہ، لیکن امام محمد رحمہ اللہ کی روایت سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ تین سال میں چار، معلوم ہوا ایک سال میں زیادہ سے زیادہ کتنا آئے گا؟ ایک درہم اور ثلثِ درہم آئے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو صحیح قول وہ ہے بھئی۔

تو دو روایتیں آپ کے سامنے آگئیں مولانا: ایک کس نے ذکر کی ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں، اور ایک روایت کس نے ذکر کر دی؟ صاحبِ قدوری نے۔ کون سی روایت اصح ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ کی روایت بھئی۔ اچھا معلوم ہوا بھئی صاحبِ ہدایہ نے بھی ذکر فرمایا ہے کہ صاحبِ قدوری کی روایت اصح نہیں ہے بلکہ اصح کس کی روایت ہے؟ امام محمد کی۔ اسی طرح شرحِ وقایہ وغیرہ اور دیگر کتابوں میں بھی علماء حضرات نے لکھا ہے بھئی کہ صاحبِ قدوری کی یہ روایت اصح نہیں بلکہ اصح قول کس کا ہے اس سلسلے میں؟ امام محمد رحمہ اللہ کا بھئی۔ لیکن جو اس وقت آپ کی کتاب میں عبارت کیا ہے؟ لَا يُزَادُ الْوَاحِدُ عَلَى أَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ فِي كُلِّ سَنَةٍ دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ وَيُنْقَصُ مِنْهَا۔ یہ عبارت ہے؟ جی۔ اسی طرح ہے؟ جی۔ لیکن یہ جو عبارت ہے یہ تو درست ہے بھئی! معلوم ہوا یہ اور نسخہ ہے قدوری کا، انہوں نے جو ذکر فرمایا وہ اور نسخہ ہے۔ یہ نسخہ تو وہی قول ذکر کر رہا ہے جو امام محمد کا ہے، آپ خود دیکھیے ذرا: لَا يُزَادُ الْوَاحِدُ عَلَى أَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ کسی ایک پر بھی بڑھایا نہیں جائے گا کتنے سے؟ چار درہم سے بڑھایا نہیں جائے گا۔ بات ختم ہو گئی، اگلا جملہ ہے: فِي كُلِّ سَنَةٍ دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ ہر سال میں ایک درہم اور دو دانق ہوں گے۔ یاد رکھیے دانق درہم کا چھٹا حصہ ہے، سدسِ درہم کو کیا کہتے ہیں؟ دانق۔ تو دو سدس ہوئے یہ کیا بن گیا؟ ثلث بن گیا۔ دیکھو مثلاً درہم چھ روپے کا ہے فرض کرو، تو ایک دانق کتنا ہوا؟ درہم میں چھ روپے ہوتے ہیں فرض کرو اور دانق کتنا حصہ ہے درہم کا؟ چھٹا حصہ، تو دانق میں کتنے روپے آئے؟ ایک روپیہ۔ تو دو دانق میں کتنے روپے ہوں گے؟ دو روپے، اور دو روپے چھ روپے کا کتنا ہے؟ تیسرا حصہ! وہی بات کر رہے ہیں بھئی، تو فِي كُلِّ سَنَةٍ دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ ہر سال میں کتنے آئیں گے؟ ایک درہم اور دو دانق یعنی ثلثِ درہم۔

وَيُنْقَصُ مِنْهَا اور اس سے کم کیا جائے گا، یعنی کم ہوا تو کم آجائے گا لیکن اس سے زیادہ نہیں کریں گے۔ تو امام محمد رحمہ اللہ بھی تو یہی فرمارہے تھے کہ ایک سال میں ایک درہم اور ثلثِ درہم آئے گا۔

ہاں اس عبارت میں سے دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ اس کو نکال دو، اب مولانا صاحب قدوری کا قول الگ ہوا امام محمد کا قول الگ ہوا جو دیگر کتابوں والوں نے ذکر کیا۔ اب عبارت یوں بن گئی، دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ اس کو آپ نے ختم کر دیا، عبارت کیا بن گئی؟ لَا يُزَادُ الْوَاحِدُ عَلَى أَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَيُنْقَصُ مِنْهَا۔ اب دیکھیے کیسے ترجمہ ہوتا ہے: بڑھایا نہیں جائے گا کسی ایک پر بھی چار دراہم سے فِي كُلِّ سَنَةٍ ہر سال میں، کسی بھی شخص پر ایک سال کے اندر چار دراہم سے نہیں بڑھائیں گے۔ تو چار دراہم ایک سال میں ہوئے تو تین سال میں کتنے بن گئے؟ بارہ بن گئے، تو یہ غیر اصح روایت ہوئی بھئی۔ سمجھ میں آئی عبارت بھئی؟ تو اگر یہ جو ہماری کتابوں میں درج ہے یہ عبارت لی جائے پھر تو بات درست بن جاتی ہے فِي كُلِّ سَنَةٍ دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ ہر سال میں کتنا ہے؟ ایک درہم ہے اور ثلثِ درہم، یہ تو امام محمد رحمہ اللہ والا ہی قول ہو گیا بھئی۔ تو کہتے ہیں لَا يُزَادُ الْوَاحِدُ عَلَى أَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ بڑھایا نہیں جائے گا کسی ایک کو بھی چار دراہم پر فِي كُلِّ سَنَةٍ دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ ہر سال کے اندر ایک درہم ہے اور دو دانق ہے وَيُنْقَصُ مِنْهَا اور اس سے کم کیا جائے گا، اگر کم بنا تقسیم ہو کر ہر ایک پر اس سے بھی کم آرہا ہے تو کم کر دیں گے۔

فَإِنْ لَمْ تَتَّسِعِ الْقَبِيلَةُ۔ بھئی امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے کیا معلوم ہوا کہ ایک شخص پر تین سال میں زیادہ سے زیادہ کتنا آئے گا؟ چار درہم، چار سے نہیں بڑھائیں گے ہاں کم ہوئے تو کم کر دیں گے۔ لیکن اگر قبیلے والے افراد تھوڑے تھے، ان پہ جب ہم نے تقسیم کیا تو ہر ایک پر تین سال میں چار چار درہم نہیں آتے بلکہ زیادہ آتے ہیں، جب افراد تھوڑے ہیں تو پیسے ہر ایک پر زیادہ آئے، پھر کیا کریں گے؟ کہتے ہیں پھر اس کا جو اور قریبی قبیلہ ہے نسب کے اندر اس کو بھی ساتھ ملا لیں گے۔ کیا کریں گے؟ اس کو بھی ساتھ ملاتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ ہر ایک پر کتنا ہو جائے؟ زیادہ سے زیادہ چار درہم ہو جائے تین سال کے اندر۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ تَتَّسِعِ الْقَبِيلَةُ لِذَلِكَ اگر گنجائش نہ ہوئی قبیلے میں اس کی ضَمَّ إِلَيْهِمْ تو ملایا جائے گا ان کی طرف أَقْرَبُ الْقَبَائِلِ إِلَيْهِمْ جو ان کے زیادہ قریبی قبیلے ہیں نسب کے اعتبار سے۔

وَيَدْخُلُ الْقَاتِلُ مَعَ الْعَاقِلَةِ اور قاتل بھی داخل ہو گا عاقلہ کے ساتھ بھئی، یعنی دیت صرف قبیلے والوں سے نہیں وصول کریں گے، جتنا حصہ ایک ایک آدمی پر آتا ہے اتنا ہی حصہ قاتل پر بھی آئے گا، یعنی اس کو بھی تین سال میں زیادہ سے زیادہ کتنے ادا کرنے پڑیں گے؟ چار درہم۔ تو کہتے ہیں وَيَدْخُلُ الْقَاتِلُ مَعَ الْعَاقِلَةِ اور داخل ہو جائے گا قاتل بھی عاقلہ کے ساتھ فَيَكُونُ فِيمَا يُؤَدِّي كَأَحَدِهِمْ تو وہ قاتل ہو گا فِيمَا اس چیز کے اندر يُؤَدِّي جو وہ ادا کر رہا ہے كَأَحَدِهِمْ ان عاقلہ میں سے کسی ایک شخص کی طرح۔ ادائیگی میں قاتل بھی عاقلہ کے کسی ایک شخص کی طرح ہو گا، عاقلہ کے کسی ایک شخص پر جیسے جتنا مال آتا تھا قاتل بھی انہی میں سے ایک شخص کی طرح ہے اس پر بھی اتنا ہی مال آئے گا۔ ترجمہ سمجھ میں آیا بھئی؟ فَيَكُونُ پس ہو گا وہ قاتل فِيمَا اس مال کے اندر يُؤَدِّي جو وہ ادا کر رہا ہے كَأَحَدِهِمْ ان عاقلہ میں سے کسی ایک فرد کی طرح، انہی کی طرح اتنا ہی مال یہ ادا کرے گا۔

وَعَاقِلَةُ الْمُعْتَقِ قَبِيلَةُ مَوْلَاهُ۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کو کسی دوسرے نے آزاد کیا تھا، یہ معتق ہے بھئی۔ اور اس معتق کی ولاء کس کو ملا کرتی ہے؟ معتق (آزاد کرنے والے) کو ملا کرتی ہے۔ تو اگر یہ معتق کوئی جنایت کر لیتا ہے اس کی دیت کس پر آئے گی؟ اس کے آقا کے قبیلے پر بھئی، کیونکہ اس کا مولا ہے آقا ہے۔ وَعَاقِلَةُ الْمُعْتَقِ قَبِيلَةُ مَوْلَاهُ اور معتق جو آزاد کیا گیا ہے اس کی عاقلہ اس کے آقا کا قبیلہ ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَمَوْلَى الْمُوَالَاةِ يَعْقِلُ عَنْهُ مَوْلَاهُ وَقَبِيلَتُهُ۔ ایک شخص نے دوسرے سے عقدِ موالات کیا تھا کہ اگر میں نے کوئی جنایت کی تو تم میری طرف سے جنایت ادا کرو گے اور میرے مرنے کے بعد تم پھر میرے مال کے وارث ہو گے، تو عقدِ موالات کر لیا۔ تو یہ جو مولی الموالات ہے جس نے عقدِ موالات کیا ہے اس نے کوئی جنایت کر دی، تو اس کی عاقلہ کون؟ اس کی طرف سے کون دیت ادا کرے گا؟ کہتے ہیں بھئی جس کے ساتھ اس نے عقدِ موالات کیا تھا وہ اور اس کا قبیلہ کیا کرے گا؟ اس کی دیت ادا کرے گا۔ تو کہتے ہیں وَمَوْلَى الْمُوَالَاةِ اور مولائے موالات جو ہے يَعْقِلُ عَنْهُ اس کی طرف سے دیت ادا کریں گے، عَقَلَ يَعْقِلُ کا معنی دیت ادا کرنا، يَعْقِلُ عَنْهُ اس کی طرف سے دیت ادا کریں گے کون؟ مَوْلَاهُ وَقَبِيلَتُهُ اس کا مولا اور اس مولا کا قبیلہ یعنی جس کے ساتھ اس نے عقدِ موالات کیا تھا۔

وَلَا تَتَحَمَّلُ الْعَاقِلَةُ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ عُشْرِ الدِّيَةِ۔ بھئی گزشتہ سبق میں میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ اگر دیت جو آرہی ہے یا ارش جو آرہا ہے وہ پانچ سو درہم ہے تو قبیلے والے ساتھ ملیں گے اور وہ بھی شریک ہو جائیں گے، لیکن اگر پانچ سو درہم سے ایک درہم بھی کم ہوا تو اب یہ قبیلے والوں پر نہیں آئے

گا، یہ تھوڑا ہے یہ صرف اس جنایت کرنے والے پر ہی آئے گا وہ ادا کر سکتا ہے اس کو، اسی پر آجائے گا۔ جبکہ پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہو اتو یہ مالِ کثیر ہے، اب اس کے اندر پورا قبیلہ اس کی مدد کرے گا اور ادائیگی کرے گا۔ اچھا تو بھئی پانچ سو درہم میں نے بتلایا، اور پانچ سو درہم یہ دیت کا کتنا حصہ ہے؟ بھئی کل دیت ہے دس ہزار، دسواں حصہ کیا بنا؟ ایک ہزار درہم، اور اس کا نصف کرو: پانچ سو، تو یہ نصفِ عشر ہے۔ تو یہی بات کر رہے ہیں وَلَا تَتَحَمَّلُ الْعَاقِلَةُ اور ذمے دار نہیں ہو گی عاقلہ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ عُشْرِ الدِّيَةِ نصفِ عشرِ دیت سے کم کی، عاقلہ نصفِ عشرِ دیت سے کم کی ذمے دار نہیں ہو گی۔ تَحَمَّلَ يَتَحَمَّلُ کا معنی ہے اٹھانا، برداشت کرنا، مشقت اٹھانا، ذمے دار ہونا۔ وَتَتَحَمَّلُ نِصْفَ الْعُشْرِ فَصَاعِدًا اور ذمے دار ہو گی عاقلہ نصفِ عشر کی یا اس سے زیادہ کی، یعنی پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ کی ذمے دار ہو گی۔ وَمَا نَقَصَ مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ فِي مَالِ الْجَانِي، جَانٍ جنایت کرنے والا اسمِ فاعل ہے، اور جو اس سے کم ہو یعنی نصفِ عشر سے کم ہو ایک درہم بھی فَهُوَ فِي مَالِ الْجَانِي وہ کس کے مال میں سے ہو گی؟ جنایت کرنے والے کے مال میں سے۔

وَلَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ جِنَايَةَ الْعَبْدِ اور تاوان نہیں دیں گے، ضمان نہیں دیں گے عاقلہ کس چیز کا؟ جِنَايَةَ الْعَبْدِ غلام کی جنایت کا۔ کسی کے غلام نے جنایت کر دی کسی کو قتل کیا یا کچھ تو اس غلام کی جنایت کی وجہ سے جو مال آیا وہ مال اب عاقلہ والے ادا نہیں کریں گے بلکہ صرف کون ادا کرے گا؟ اس کا مالک ہی ادا کرے گا۔ تو کہتے ہیں وَلَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ جِنَايَةَ الْعَبْدِ اور عاقلہ جو ہے وہ ذمے دار نہیں ہو گی غلام کی جنایت کی۔

وَلَا تَعْقِلُ الْجِنَايَةَ الَّتِي اعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِي إِلَّا أَنْ يُصَدِّقُوهُ۔ اسی طرح اگر جنایت کرنے والے نے اعتراف خود کیا ہے، بھئی کسی کو پتہ نہیں تھا کس نے یہ جرم کیا ہے لیکن اس نے خود کیا کر لیا اس کا؟ اعتراف کر لیا، تو اب اعتراف کی وجہ سے اس پر دیت وغیرہ آگئی، تو کیا اب اس کے اندر سارا قبیلہ شریک ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اعتراف اور اقرار صرف اس کی ذات تک ہے، قبیلے والوں پر اب ہم اس کو لاگو نہیں کر سکتے، تو قبیلے والوں پر نہیں آئے گا صرف اسی پر آئے گا۔ ہاں اگر قبیلے والے اس کی تصدیق کر دیتے ہیں پھر اب ان پر بھی آجائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اب مانع دور ہوا، پہلے تو صرف اس نے اقرار کیا تھا اب باقی ساروں نے بھی کیا کر دی اس کی؟ تصدیق کر دی تو اب وہ بھی ساتھ شریک ہوں گے۔ تو کہتے ہیں وَلَا تَعْقِلُ الْجِنَايَةَ الَّتِي اعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِي اور اسی طرح عاقلہ جو ہے وہ دیت ادا نہیں کرے گی اس جنایت کی الَّتِي اعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِي جس کا اعتراف کیا تھا جنایت کرنے والے نے إِلَّا أَنْ يُصَدِّقُوهُ مگر یہ کہ وہ عاقلہ والے قبیلے والے کیا کر دیں اس کی؟ تصدیق کر دیں۔

وَلَا تَعْقِلُ مَا لَزِمَ بِالصُّلْحِ اور دیت ادا نہیں کریں گے وہ مال جو کہ لازم ہوا ہے صلح کی وجہ سے۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کے ساتھ صلح کر لی، قاتل نے مقتول کے اولیاء سے صلح کر لی، اس صلح کی وجہ سے جو مال آئے گا وہ بھی عاقلہ پر نہیں آئے گا بلکہ صرف کس پر آئے گا؟ صلح کرنے والے پر آئے گا اور فوری ادائیگی ہو گی، اس میں پھر تین سال کی مدت بھی نہیں ہے الا یہ کہ شرط لگا لیں پھر تو الگ بات ہے۔ وَلَا تَعْقِلُ مَا لَزِمَ بِالصُّلْحِ اور دیت ادا نہیں کریں گے ادائیگی نہیں کریں گے مَا اس مال کی لَزِمَ بِالصُّلْحِ جو لازم ہوا ہے کس کی وجہ سے؟ صلح کی وجہ سے۔

وَإِذَا جَنَى الْحُرُّ عَلَى الْعَبْدِ جِنَايَةَ خَطَإٍ كَانَتْ عَلَى عَاقِلَتِهِ اور جب جنایت کرے کوئی آزاد آدمی کسی غلام پر، کون سی جنایت کرے؟ جِنَايَةَ خَطَإٍ بھئی خطا کی جنایت کرے یعنی غلطی سے اس سے قتل ہو گیا کوئی غلام كَانَتْ عَلَى عَاقِلَتِهِ تو یہ کس پر ہو گی جنایت؟ اس کی عاقلہ پر بھئی، اس کے قبیلے والے اس کے ساتھ تعاون کریں گے اور دیت ادا کریں گے بھئی۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ معلوم ہوا قتل وغیرہ کی جو دیت آتی ہے وہ کتنے عرصے میں وصول کی جائے گی؟ تین سال میں۔ تو معلوم ہوا ایک سال میں زیادہ سے زیادہ کتنی ہو گی؟ پوری دیت کا کتنا حصہ ادا ہو گا ایک سال میں؟ تیسرا حصہ۔ تیسرا حصہ ایک سال میں، دوسرے سال میں پھر تیسرا حصہ، تیسرے سال میں پھر تیسرا حصہ، تو تین سال میں دیت پوری ہو جائے گی۔ معلوم ہوا ایک سال میں ایک تہائی دیت ادا کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی جنایت کی اور پوری دیت نہیں آئی، نصفِ دیت یا کچھ آئی بھئی، تو کہتے ہیں اب اس کی ادائیگی کے لیے بھی اسی طرح وقت دیا جائے گا، لیکن وہاں تو پوری دیت میں کتنا عرصہ دیتے تھے؟ تین سال، یہاں ادائیگی ثلث کے اعتبار سے ہو گی۔ جب تین سال میں پوری دیت تھی تو ایک سال میں کتنا حصہ آتا تھا؟ ثلثِ دیت، تو یہاں پر بھی ایک سال میں زیادہ سے زیادہ کتنا وصول کر لیں گے؟ ثلثِ دیت، اور مابقیہ اگلے سال میں وصول کریں گے۔ دیکھو مثال سے بات سمجھ میں آئے گی: بھئی ایک آدمی ہے اس نے غلطی سے کسی کو قتل کیا اور اس پر دیت آئی بھئی، اب مثلاً فرض کرو وہ دیت روپے کے حساب سے ہم نے حساب لگایا تو وہ بنتے ہیں ساٹھ لاکھ روپے یا چلو تیس لاکھ روپے۔ کتنے بنے؟ تیس لاکھ روپے بن گئے۔ اب ایک سال میں کتنے ادا کریں گے؟ دس لاکھ، اگلے سال بھی دس لاکھ، تیسرے سال بھی دس لاکھ۔ یہ تو تھی پورے نفس کا بدل دیت۔ ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ غلطی سے کاٹ دیا اس میں کتنی دیت آتی ہے؟ نصفِ دیت، وہ کتنی ہو گی؟

پندرہ لاکھ۔ تو پندرہ لاکھ اب کتنے عرصے میں ادا کریں گے؟ تو یاد رکھیے ایک سال میں زیادہ سے زیادہ ثلثِ دیت ادا ہوتی ہے اور ثلثِ دیت کتنی تھی؟ دس لاکھ۔ تو یہاں پر بھی کتنی ادائیگی کریں گے؟ دس لاکھ پہلے سال میں اور مابقیہ اگلے سال میں۔ بھئی ہاتھ کاٹا ہے تو کتنے پیسے آئے؟ پندرہ لاکھ، اور ایک سال میں پوری دیت کی زیادہ سے زیادہ کتنی ادائیگی ہے؟ پوری دیت کا ثلث، تو یہاں بھی پوری دیت کے ثلث کا حساب لگاؤ: پوری دیت ہے تیس لاکھ تو ثلث کتنا بنتا ہے؟ دس لاکھ، تو یہاں آ تو پندرہ لاکھ رہے ہیں لیکن حساب ہم پوری دیت کے اعتبار سے لگائیں گے۔ تو اس پندرہ میں سے دس لاکھ کب وصول کر لیے جائیں گے؟ پہلے سال، اور باقی پانچ لاکھ اگلے سال میں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اسی طرح ایک آدمی ہے اس نے دو تین جنایتیں کیں غلطی سے، مثلاً اس پہ پچیس لاکھ روپے آ گئے، تو پہلے سال میں دس لاکھ، دوسرے سال میں بھی دس لاکھ اور مابقیہ تیسرے سال میں۔ تو ایک سال میں زیادہ سے زیادہ کل دیت کا تیسرا حصہ وصول کیا جائے گا۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا؟ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۴: کتاب الحدود (۱): زنا کا ثبوت (چار گواہ یا چار مجالس میں چار بار اقرار)، حدِ رجم (محصن) اور حدِ جلد (غیر محصن: سو کوڑے)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۳ مئی ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْحُدُودِ. الزِّنَا يَثْبُتُ بِالْبَيِّنَةِ وَالْإِقْرَارِ، فَالْبَيِّنَةُ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَةٌ مِنَ الشُّهُودِ عَلَى رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ بِالزِّنَا، فَسَأَلَهُمُ الْإِمَامُ عَنِ الزِّنَا مَا هُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنَى وَمَتَى زَنَى وَبِمَنْ زَنَى، فَإِذَا بَيَّنُوا ذَلِكَ وَقَالُوا رَأَيْنَاهُ وَطِئَهَا فِي فَرْجِهَا كَالْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَسَأَلَ الْقَاضِي عَنْهُمْ فَعُدِّلُوا فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ.[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی حدود کے بارے میں آج ہم پڑھیں گے۔ حد عربی زبان میں کسے کہتے ہیں اور شریعت میں کسے کہتے ہیں، یہ آپ کے حاشیے میں تعریف دی ہوئی ہے، نشان لگا لیجیے بھئی۔ قَوْلُهُ الْحُدُودُ: الْحَدُّ فِي اللُّغَةِ الْمَنْعُ، حد عربی زبان میں منع کرنے، روکنے کو کہتے ہیں بھئی، روکنا، منع کرنا۔ وَفِي الشَّرْعِ اور شریعت کے اندر بھئی: هُوَ كُلُّ عُقُوبَةٍ مُقَدَّرَةٍ تُسْتَوْفَى حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى، شریعت میں ہر وہ سزا ہے جو مقرر ہو تُسْتَوْفَى جس کو وصول کیا جاتا ہے حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى بطور اللہ کے حق کے۔ اللہ کے حق کے طور پر اس کو کیا کیا جاتا ہے؟ وصول کیا جاتا ہے یعنی لاگو کی جاتی ہے بھئی۔ تو تعریف صرف آپ

[1] جدول—حدودِ شرعیہ (زنا، شربِ خمر، سکر، قذف اور سرقہ) کے ثبوت اور سزاؤں کا جدول:

جرم / حد	طریقۂ ثبوت و شرائط	مقررہ شرعی حد (سزا)
۱۔ حدِ زنا (محصن و غیر محصن)	چار آزاد عاقل بالغ عادل مردوں کی ایک ہی مجلس میں صریح شہادت، یا عاقل بالغ کا چار الگ الگ مجالس میں چار بار اقرار	**محصن** (آزاد، عاقل، بالغ، مسلم جس نے نکاحِ صحیح میں وطی کی ہو): **رجم (سنگساری)**؛ **غیر محصن: ۱۰۰ کوڑے** (اور باندی / غلام پر ۵۰ کوڑے)۔
۲۔ حدِ شرب و سکر	دو گواہ یا ایک بار اقرار (جبکہ شراب کی بو موجود ہو اور طوعاً پیا ہو)	آزاد پر **۸۰ کوڑے**، اور غلام پر **۴۰ کوڑے**۔
۳۔ حدِ قذف	پاکدامن محصن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانا اور چار گواہ پیش نہ کر سکنا	آزاد پر **۸۰ کوڑے** + اس کی گواہی ابدی طور پر مردود (توبہ کے بعد بھی شہادت مقبول نہیں)؛ غلام پر ۴۰ کوڑے۔
۴۔ حدِ سرقہ (چوری)	عاقل بالغ کا حرز (محفوظ جگہ) سے ۱۰ درہم مضروبہ (یا اس کی مالیت کی نہ جلد خراب ہونے والی شے) خفیہ طور پر چرانا؛ دو گواہ یا ایک بار اقرار	پہلی بار: **دایاں ہاتھ کلائی (زند) سے کاٹنا**؛ دوسری بار: **بایاں پاؤں کاٹنا**؛ تیسری بار: قید و تعزیر تا توبہ۔

اتنی یاد کرنا چاہیں یہ یاد کر لیں بھئی: هُوَ كُلُّ عُقُوبَةٍ مُقَدَّرَةٍ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى، یہ بھی کافی ہے۔ ہر وہ سزا ہے جو مقرر ہے حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى اللہ کے حق کے طور پر۔

تو بھئی عربی زبان میں حد کسے کہتے ہیں؟ حد کا کیا معنی ہے؟ منع کرنا، روکنا۔ اور حد کو بھی حد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مجرم کو روک دیتی ہے فعلِ بد سے بھئی، اس فعل سے کیا کر دیتی ہے؟ روک دیتی ہے، یا یوں کہیں یہ عام لوگوں کو روکتی ہے عبرت کی وجہ سے، لوگ اس سے عبرت حاصل کریں گے اور گناہ سے اپنے آپ کو روک لیں گے، تو یہ مانع ہے روکنے والی ہے حد بھئی۔

تو یاد رکھیے شریعت میں دو قسم کی سزائیں ہیں: کچھ سزاؤں کو حدود کہتے ہیں، کچھ کو تعزیر کہتے ہیں۔ حد وہ سزا ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے بھئی۔ حد وہ سزا ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے اللہ کے حق کے طور پر، یعنی اللہ نے اس کو مقرر فرما دیا ہے اور یہ اللہ کا حق ہے، کوئی اس کے اندر کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا قاضی کے لیے حد میں کمی کرنا یا معاف کرنا جائز نہیں ہے بھئی۔ قاضی کے لیے حرام ہے حد میں کمی کرنا بھئی اس لیے کیونکہ یہ کس کی طرف سے مقرر ہے؟ اللہ کی طرف سے مقرر ہے بھئی۔ نیز اس میں سفارش کرنا بھی جائز نہیں ہے حاکم تک پہنچنے کے بعد بھئی۔ اور چونکہ یہ اللہ کا حق ہے تو صاحبِ حق بھئی وہ بھی معاف کرنا چاہے تو حاکم تک پہنچنے کے بعد پھر وہ بھی معاف نہیں کر سکتا بھئی۔ ایک شخص کے پاس سے دوسرے نے چوری کی ہے، وہ اسے پکڑ کر حاکم کے پاس لے گیا اور پھر بعد میں کہتا ہے کہ نہیں جی چلو اسے معاف کر دیں، بھئی معاف کرنا تھا تو پہلے معاف کر دیتے تم! جب حاکم کے پاس لے آئے ہو اب کوئی اسے معاف نہیں کر سکتا، حاکم خود بھی اسے معاف کرنا چاہے تو اس کے لیے معاف کرنا جائز نہیں ہے بھئی۔ تو یہ اللہ کی طرف سے مقررہ ہے بھئی، اور اس میں کمی بیشی بھی جائز نہیں ہے بھئی۔

جبکہ اس کے مقابلے میں کچھ سزائیں ہیں وہ تعزیر کہلاتی ہیں۔ تو حد وہ سزا ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر، اور تعزیر اس کے علاوہ باقی سزائیں ہیں جو مقرر نہیں ہیں، قاضی کی صوابدید پر ہیں بھئی، وہ جتنا مناسب سمجھے سزا دے سکتا ہے کسی مسئلے کے اندر، اور وہ تعزیر کہلاتی ہے۔ حدود کے علاوہ باقی سزائیں کیا کہلاتی ہیں؟ تعزیر کہلاتی ہیں بھئی، اور اس میں پھر سفارش بھی قاضی قبول کر سکتا ہے، اس کو معاف بھی کر سکتا ہے، تو وہ تعزیر ہے بھئی۔ اور تعزیر میں یاد رکھیے حد سے کم ہونی چاہیے بھئی۔ تعزیر کیا ہے؟ حد سے کم ہونی چاہیے بھئی، حد کے برابر بھی نہیں زائد بھی نہیں ہونی چاہیے۔ اور ادنیٰ حد جو ہے چالیس کوڑے ہے تو تعزیر جو ہے انتالیس کوڑوں تک دی جا سکتی ہے بھئی۔ تعزیر کہاں تک دی جا سکتی ہے؟ انتالیس کوڑوں تک دی جا سکتی ہے، کسی مسئلے میں زیادہ سے زیادہ جو سزا ہے انتالیس کوڑوں تک دی جا سکتی ہے۔

لیکن یہ یاد رکھیے یہ معمولی سزائیں ہیں بھئی، بعض اوقات جرم معاشرے میں پھیلتا ہے اور اس معمولی سزا کی وجہ سے لوگ باز نہیں آتے۔ تو ایسے موقع پر جب لوگ باز ہی نہیں آ رہے اور وہ جرم معاشرے کو کھوکھلا کرتا جا رہا ہے تو اس صورت میں قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ سیاستاً دو تین آدمیوں کو قتل بھی کروا سکتا ہے۔ مثلاً ملاوٹ ہے بھئی، اب ملاوٹ کی سزا دیتا ہے قاضی، لوگ باز ہی نہیں آتے بھئی، ملاوٹ بڑھتی چلی جا رہی ہے ہر چیز کے اندر بھئی، تو قاضی دو تین آدمیوں کو قتل کروا سکتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ آپ بھی قاضی بن جائیں بھئی لاہور کے، مثلاً ملاوٹ سے لوگ باز نہیں آ رہے، دوائیوں تک کے اندر ملاوٹ ہونے لگی ہے بھئی، کھانے کی چیزوں میں تو ہے ہی، تو آپ دو تین آدمیوں کو قتل کروا سکتے ہیں بھئی تاکہ لوگ باز آ جائیں۔ ایک کو قتل کروا دیں لاہور کے ایک کونے پر اس کو لٹکا دیں بھئی دو تین دن، دوسرے کو دوسرے کونے پر، تیسرے کو تیسرے کونے پر لٹکا دیں، ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے بھئی ایک ہی دن میں پورا لاہور ٹھیک ہو جائے گا بھئی، ایک ہی دن میں بھئی۔ تو قاضی کے لیے سیاستاً جب مجبوری ہو تو وہ دو تین آدمیوں کو کسی جرم کے اندر قتل بھی کروا سکتا ہے تاکہ پورے معاشرے کی اصلاح ہو جائے بھئی۔

پھر حدود کے اندر یاد رکھیے بھئی حدود چھ ہیں بھئی: اول ہے حدِ زنا، اور حدِ زنا میں پھر آپ تفصیل جانتے ہیں غیر شادی شدہ اگر زنا کرے تو سو کوڑے لگیں گے مرد ہو یا عورت، اور اگر شادی شدہ زنا کرے تو پھر اس صورت میں اسے سنگسار کیا جاتا ہے، رجم کیا جاتا ہے، پتھر مار مار کر اسے قتل کر دیا جاتا ہے، یہ رجم کہلاتا ہے۔ دوسری حد ہے حدِ شربِ خمر، شراب پینے پر حد بھئی۔ اور تیسری حد ہے حدِ سکر مِن غَيْرِ الْخَمْرِ، سُکْرٌ سین چھوٹا کاف را، سکر کا معنی ہے نشہ۔ حدِ سکر مِن غَيْرِ الْخَمْرِ شراب کے علاوہ کسی اور مشروب سے، کوئی اور نشہ آور مشروب پیا جس سے نشہ ہو گیا تو اس پر حد جاری ہو گی مولانا۔ شراب میں یاد رکھیے نشہ ہونا ضروری نہیں، ایک آدمی شراب کا ایک قطرہ بھی چکھ لے پی لے تو اس پر حد آئے گی، لیکن اس کے علاوہ کوئی اور نشہ آور مشروب پیتا ہے تو اس میں اس نشہ آور مشروب کے صرف پینے پر حد نہیں لگائی جائے گی بلکہ اس کی وجہ سے اگر نشہ بھی ہو جائے تو پھر اس صورت میں کیا ہو گا؟ حد لگائی جائے گی، نشہ نہیں تو پھر وہاں پر حد بھی نہیں۔ اسی لیے میں نے کہا حدِ سکر مِن غَيْرِ الْخَمْرِ بھئی، نشہ ہونے کی حد ہے جبکہ وہ کس سے ہو؟ غیر خمر سے ہو، خمر کے علاوہ سے

ہو۔ نمبر چار ہے حدِ قذف بھئی، کسی پر زنا کا الزام لگایا تو جس شخص نے زنا کا الزام لگایا ہے ایک پاک دامن شخص پر تو اس پر حدِ قذف آئے گی بھئی، اسی کوڑے لگائے جائیں گے اسے۔ نمبر پانچ ہے حدِ سرقہ، سَرِقَةٌ چوری کو کہتے ہیں بھئی، کوئی شخص چوری کرلے اور اسے پھر قاضی کے پاس لے جائیں اور چوری اس کی ثابت ہو جائے تو اس پر حد جاری ہو گی، اور چوری کی حد کیا ہے؟ اس کے دائیں ہاتھ کو کاٹا جائے گا بھئی، یہ حدِ سرقہ ہے۔ اور قاضی تک بات پہنچ گئی ایک دفعہ اس کے بعد اب وہ جس کی چوری ہوئی تھی وہ کہتا ہے قاضی کو قاضی صاحب چلیں چھوڑیں معاف کر دیں، نہیں بھئی معاف کرنا تھا تو پہلے معاف کر دیتے، اب قاضی کے پاس لے آئے ہو، جرم ثابت ہو گیا اب تم معاف کرنا چاہتے ہو؟ یہ تو حق اللہ ہے، اللہ کی طرف سے مقررہ سزا ہے، کوئی اس کو معاف کرنے یا اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا بھئی۔ چھٹی حد ہے مولانا حدِ قطعِ طریق بھئی، قَطْعٌ کا معنی کاٹنا اور طَرِيقٌ راستے کو کہتے ہیں، یعنی ڈاکہ ڈالنے کی حد بھئی، ڈاکو پر حد بھئی۔ یاد رکھیے کوئی ڈاکو پکڑا جاتا ہے ڈاکہ ڈالتے ہوئے تو اس پر حد جاری ہو گی، اور اس کی حد یہ ہے کہ اس کے ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کو کاٹ دیا جائے گا بھئی۔ ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کو کاٹ دیں گے۔ ایک ہی طرف کے دونوں ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے ورنہ تو اس کے لیے چلنا ہی ممکن نہ رہے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ چھ حدود ہوئیں مولانا: پہلی کیا ہے حدِ زنا، دوسری حدِ شربِ خمر، تیسری ہے حدِ سکر مِن غَيْرِ الْخَمْرِ، اور چوتھا ہے حدِ قذف، اور پانچواں حدِ سرقہ، اور چھٹا ہے حدِ قطعِ طریق بھئی۔

تو حد کی کیا تعریف آپ نے پڑھی حاشیے کے اندر بھئی؟ ہر وہ سزا ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے اللہ کے حق کو وصول کرنے کے لیے بھئی، اسے حد کہتے ہیں۔ آگے دیکھیے حاشیے میں قیمتی ایک دو باتیں لکھی ہیں وہ بھی پڑھ لیجیے۔ کہتے ہیں وَلِهَذَا لَا يُسَمَّى الْقِصَاصُ حَدًّا، کہتے ہیں اسی لیے قصاص کو حد نہیں کہتے۔ قصاص کا نام قصاص رکھا اسے حد نہیں کہتے، کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے اس کو حد نہیں کہتے وَإِنْ كَانَ عُقُوبَةً اگرچہ یہ بھی سزا ہے لِأَنَّهُ حَقُّ آدَمِيٍّ اس لیے کہ یہ کس کا حق ہے؟ حد تو اللہ کا حق ہے اور یہ قصاص کس کا حق ہے؟ آدمی کا حق ہے! آپ دیکھتے نہیں بھئی مقتول کے اولیاء چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں، مقتول کے اولیاء چاہیں تو کسی مال پر صلح کر لیں کہ اتنا مال دے دو تو ہم تم سے قصاص نہیں لیتے۔ معلوم ہوا یہ حق العبد ہے، حالانکہ حد کے بارے میں ہم نے کیا کہا تھا وہ حق اللہ ہے، اللہ کا حق ہے۔ تو قصاص حق العبد ہے اس لیے اس کو حد نہیں کہتے بھئی۔

نیز تعزیر کو بھی حد نہیں کہتے۔ دوسری سزا جو ہے تعزیر جو قاضی اپنی مرضی سے دیتا ہے جو سزا دینا چاہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ قاضی دیکھے گا جو مناسب سمجھے گا ویسی سزا دے دے گا بھئی۔ بعض لوگوں کے لیے تھوڑی سی سزا بھی کافی ہوتی ہے، بعض کے لیے زیادہ سزا دیں پھر بھی ان کو اثر نہیں ہوتا۔ جیسے بھئی کہتے ہیں ایک قاضی کے پاس ایک بادشاہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا بھئی۔ کسی نے بتلایا لے کر آئے اسے کہ اس نے فلاں جرم کیا ہے، بادشاہ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا بھئی اور پھر اسے بھیج دیا جاؤ بھئی، چلا گیا۔ ایک اور شخص کو لایا گیا اس نے بھی وہی جرم کیا تھا تھوڑی دیر بعد بھئی، ایک اور آدمی کو لائے اس نے بھی وہی جرم کیا، بادشاہ نے اس کو تھوڑا سا ڈانٹ دیا بھئی، پھر کہا لے جاؤ اس کو چھوڑ دو۔ ایک اور آدمی کو لے کر آئے تھوڑی دیر کے بعد اس نے بھی وہی جرم کیا تھا، بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا، بادشاہ نے کہا اس کا منہ کالا کرو اور اس کو گدھے پر بٹھاؤ اور پورے شہر کے اس کے دس چکر لگواؤ بھئی تاکہ عبرت کا نشان بن جائے بھئی، آئندہ یہ جرم نہ کرے۔ اسے لے گئے، بعد میں بادشاہ کے جو درباری حضرات بیٹھے ہوئے تھے بادشاہ سے کہا یہ کیا بات ہے ایک ہی جرم تھا، آپ نے پہلے کی طرف صرف غصے سے دیکھا بولے بھی نہیں، دوسرے کو تھوڑا سا ڈانٹ دیا بس، اور تیسرے کو آپ نے سخت سزا دے دی اتنی! بادشاہ کہنے لگا تمہیں نہیں پتہ بھئی لوگوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں، جاؤ ذرا ان لوگوں کے احوال کا پتہ کرو یہ جو لے کر آئے تھے میرے پاس۔ کہتے ہیں پہلا آدمی جس کو بادشاہ نے صرف غصے سے دیکھا تھا اس کا بادشاہ سے تعلق تھا پہلے سے ہی کچھ، کہتے ہیں اس کے پاس گئے تو دیکھا اس کو غشی کے دورے پڑ رہے ہیں کہ بادشاہ میرے سے ناراض ہو گیا، بادشاہ تک میری شکایت پہنچ گئی بھئی، کتنی بڑی میرے سے غلطی ہو گئی بھئی! دوسرے کے پاس گئے بھئی جس کو بادشاہ نے ڈانٹا تھا بھئی وہ بھی بیٹھا ہوا رو رہا ہے بھئی یہ کیا ہو گیا بادشاہ تک میری شکایت چلی گئی اس نے مجھے ڈانٹ دیا بھئی، کیوں میرے سے یہ غلطی ہوئی! تیسرے کا پتہ کرنے گئے بھئی جس کو گدھے پر بٹھایا ہے اور منہ کالا کیا ہے، بچے پیچھے تالیاں بجاتے ہوئے دوڑ رہے ہیں لوگ ہنس رہے ہیں بھئی، اس کا حال پتہ کر رہے ہیں دیکھا وہ گدھے پر لے کر جا رہے ہیں اسے، اس کے گھر کے پاس سے گدھا گزرا تو بیگم کو آواز دے کے کہتا ہے بیگم فکر نہ کرو آٹھ چکر ہو گئے ہیں صرف دو رہ گئے ہیں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں! تو اسے اثر ہی کوئی نہیں اتنی سخت سزا بھی دے دی۔ تو لوگوں کی طبیعتیں مختلف، بعض کے لیے تھوڑی سی تنبیہ بھی کافی ہوتی ہے، بعض کے لیے سخت سزا بھی کافی نہیں ہوتی۔ سمجھ میں آیا؟ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے بھئی۔ تو تعزیر سے بات چلی تھی، قاضی اپنی صوابدید پر دیکھے گا جو مناسب سمجھے گا سزا دے دے گا بھئی۔ اور تعزیر کو بھی لَا يُسَمَّى حَدًّا، کہتے ہیں وَكَذَا التَّعْزِيرُ لَا يُسَمَّى حَدًّا تعزیر کو بھی حد نہیں کہتے لِعَدَمِ التَّقْدِيرِ فِيهِ اس لیے کیونکہ اس میں تقدیر نہیں ہے، اس میں کوئی مقرر چیز نہیں ہے بھئی، جبکہ حد مقرر ہوتی ہے بھئی کہ کیا سزا ہے۔

کہتے ہیں بھئی اب کتاب پر دیکھیے: الزِّنَا يَثْبُتُ بِالْبَيِّنَةِ وَالْإِقْرَارِ زنا ثابت ہوتا ہے بِالْبَيِّنَةِ بینہ کے ذریعے، گواہی کے ذریعے وَالْإِقْرَارِ اور اقرار کے ذریعے۔ زنا دو طرح سے ثابت ہو سکتا ہے مولانا: یا تو کیا ہو؟ گواہی ہو بھئی، گواہ آکر گواہی دے دیں، یا وہ شخص زنا کار خود کیا کرے؟ اس کا اقرار کر لے۔ اب گواہی کتنی ہو گی؟ بیان کر رہے ہیں بھئی۔ کہتے ہیں فَالْبَيِّنَةُ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَةٌ مِنَ الشُّهُودِ عَلَى رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ بِالزِّنَا کہ گواہی دے دیں چار آدمی، چار اشخاص مِنَ الشُّهُودِ گواہوں میں سے عَلَى رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ کسی مرد یا کسی عورت پر بِالزِّنَا زنا کی۔ چار گواہ ہونے چاہئیں جو گواہی دیں کسی مرد یا عورت پر زنا کی کہ اس نے کیا کیا ہے؟ زنا کیا ہے بھئی، زنا کا لفظ کہیں گے کہ اس نے زنا کیا ہے، صحبت یا جماع وغیرہ کا لفظ کہا تو بھی درست نہیں ہے بھئی۔ اور چار گواہ ہونے چاہئیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ دو گواہ ہوں کافی نہیں، تین گواہ ہوں کافی نہیں، کم از کم کتنے گواہ ہونے چاہئیں؟ چار۔ اور یہ بھی یاد رکھنا بھئی حدود کے مسئلے کے اندر حدود کا مسئلہ بڑا نازک ہے بھئی، ادنیٰ شبہ سے بھی حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ حدود ادنیٰ شبہ کی وجہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں: الْحُدُودُ تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ۔ اِنْدَرَأَ يَنْدَرِئُ کا معنی ہے ساقط ہونا، الْحُدُودُ تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ حدود ساقط ہو جایا کرتی ہیں شبہات کی وجہ سے۔

اچھا تو چار گواہ گواہی دیں گے بھئی۔ بھئی حدود سخت سزائیں ہیں اور شریعت بھی چاہتی ہے بھئی، معلوم ہوا آگے آپ قیودات دیکھیں گے حدود کا کہ مسئلہ بڑا نازک ہے ذرا شبہ آجائے حد ساقط ہو جاتی ہے، معلوم ہوا شریعت بھی پردہ پوشی چاہتی ہے کہ اس شخص پر کیا پڑا رہے؟ پردہ پڑا رہے اور حد سے یہ بچ جائے، لہٰذا ادنیٰ شبہ بھی آتا ہے آگے آپ تفصیل دیکھیں گے پوری تفصیل آجائے گی جہاں کہیں شبہ آیا حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی۔ پھر دیکھیے مولانا اب زنا کے مسئلے میں ہی آپ دیکھ لیجیے شریعت خود چاہتی ہے کہ حد نہ آئے آدمی پر پردہ پڑا رہے، چار گواہوں کی شرط لگا دی اللہ تعالیٰ نے کہ زنا کے اندر کم از کم کتنے گواہ ہوں؟ چار گواہ ہوں بھئی! اب یہ کتنا مشکل مسئلہ ہو گیا کہ چار گواہ ہوں بھئی، دو بھی نہیں تین بھی نہیں بلکہ چار گواہ ہوں۔ اور یاد رکھیے بھئی گواہ بھی صرف مرد ہونے چاہئیں، قابلِ اعتماد مرد، حدود کے مسئلے میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں، کیونکہ ان کی گواہی میں شبہ ہے اور حدود ادنیٰ شبہ کی وجہ سے کیا ہو جاتی ہیں؟ ساقط ہو جاتی ہیں بھئی۔ اس میں صرف مرد ہوں گے تو چاروں مرد گواہی دیں گے پھر زنا ثابت ہو گا۔ تو بینہ یہ ہے مولانا أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَةٌ مِنَ الشُّهُودِ عَلَى رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ بِالزِّنَا کہ گواہی دیں چار آدمی گواہوں میں سے کسی مرد یا عورت پر زنا کی۔

آپ کے ذہن میں اشکال آئے گا کہ بھئی قتل زنا سے بھی بڑا جرم ہے اور وہاں پر دو گواہ ہی کافی ہیں قتل کے اندر، اور زنا میں چار گواہ ہونے چاہئیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک وجہ تو میں نے ذکر کر دی مولانا کہ شریعت چاہتی کیا ہے یہاں؟ پردہ پڑا رہے، حد ساقط ہو جائے۔ نیز دوسری وجہ بھی عقلی کہ بھئی قتل ایک آدمی کا فعل ہے تو ایک آدمی کے لیے دو گواہ کافی ہیں، اور زنا دو اشخاص کا فعل ہے ایک مرد ایک عورت، اور ہر آدمی کے فعل کے ثبوت کے لیے کتنے گواہ چاہئیں؟ دو، تو دونوں کے لیے کتنے ہو گئے؟ چار ہو گئے بھئی۔

تو چار گواہ گواہی دیں، فَسَأَلَهُمُ الْإِمَامُ عَنِ الزِّنَا تو پوچھے گا ان سے امام یعنی وہ قاضی اور حاکم جو ہے وہ پوچھے ان گواہوں سے عَنِ الزِّنَا زنا کے بارے میں مَا هُوَ زنا کیا چیز ہے؟ زنا کسے کہتے ہیں؟ تم جانتے بھی ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ گواہی تو زنا کی دینے آگئے، زنا کہتے کس کو ہیں ذرا یہ بتلاؤ! زنا کی تعریف یہ لکھی ہوئی ہے مولانا یہ جہاں کتاب شروع ہوئی ہے الزِّنَا يَثْبُتُ بِالْبَيِّنَةِ نیچے لکھا ہوا ہے، بین السطور ہے آپ کے بھئی؟ هُوَ الْوَطْءُ فِي قُبُلٍ خَالٍ عَنْ مِلْكٍ وَشُبْهَةٍ، وہ صحبت کرنا ہے فِي قُبُلٍ عورت کے اگلے مقام میں خَالٍ جو خالی ہو عَنْ مِلْكٍ ملکیت سے وَشُبْهَةٍ اور شبہۂ ملکیت سے بھی۔ بھئی نکاح کر لیا تو پھر تو اب ملکیت آگئی مولانا، انسان کے لیے عورت حلال ہو گئی، لیکن وہاں نہ ملکیت ہے اور نہ ملکیت کا شبہ بھی نہیں ہے بھئی، تو اس صورت میں جب صحبت کی ہے عورت کے اگلے مقام میں تو یہ زنا کہلاتا ہے بھئی۔ تو امام ان سے پوچھے گا بھئی زنا کس کو کہتے ہیں ذرا بتلاؤ تو سہی! کیونکہ ہو سکتا ہے انہیں زنا کا پتہ ہی نہیں زنا کہتے کس کو ہیں بھئی، تو زنا کے بارے میں ان سے پوچھیں گے بھئی۔

پھر پوچھے وَكَيْفَ هُوَ زنا کیسے ہوتا ہے؟ یہ بھی جانتے ہو یا نہیں؟ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہو سکتا ہے دوسرے نے صرف عورت سے بوس و کنار کیا ہو اور یہ آ کر کہہ رہے ہیں زنا کیا ہے بھئی! نیز احادیث میں آتا ہے بھئی آنکھیں زنا کرتی ہیں، کان زنا کرتے ہیں، تو ہو سکتا ہے یہ اس معنی میں لے رہے ہوں بھئی، حالانکہ وہ تو حقیقتاً زنا نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو پوچھے ان سے زنا کس کو کہتے ہیں بھئی۔

وَأَيْنَ زَنَى پھر یہ بھی پوچھے کہاں اس نے زنا کیا ہے بھئی جس پر تم الزام لگا رہے ہو؟ کیونکہ ہو سکتا ہے اس شخص نے دار الحرب میں زنا کیا ہو، کفار کے ملک میں، اور کفار کے ملک میں زنا کیا ہو تو یاد رکھیے اس صورت میں حد نہیں آیا کرتی، اس لیے کہ وہ ہمارے جو امیر ہے مسلمانوں کا اس کی سلطنت کا حصہ نہیں، اس کا حکم وہاں جاری نہیں ہوتا، اور حد تو جاری کرنا کس کا کام ہے؟ بادشاہ کا کام ہے اور وہاں تو اس کی حکومت ہی نہیں، لہٰذا وہاں دار الحرب میں کیا ہو تو اس

صورت میں پھر حد نہیں آتی۔ تو پوچھے گا أَيْنَ زَنَى کہاں زنا کیا اس نے کس جگہ پر بھئی؟

وَمَتَى زَنَى اور کب زنا کیا؟ یہ بھی پوچھے گا بھئی۔ بھئی یہ کیوں پوچھے گا کہ کب زنا کیا، ابھی کیا، مہینے پہلے کیا، سال پہلے کیا ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ حدود کے اندر اگر زمانہ دراز یادہ گزر جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں بات پرانی ہو گئی اب حد نہیں لگائی جاسکتی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ بات پرانی ہو جائے تو حد نہیں لگائی جاسکتی۔ اور کتنے میں پرانی ہو گی؟ بعض کہتے ہیں چھ مہینے بھئی، بعض کہتے ہیں ایک ماہ تک بھئی۔ تو پوچھیں گے اس نے کب زنا کیا، اگر ایک ماہ سے پرانی بات ہے تو پھر حد نہیں آئے گی بھئی۔ بھئی پھر کیوں نہیں حد آئے گی؟ کہتے ہیں تہمت کی وجہ سے، بدگمانی دل میں پیدا ہو گئی بھئی! بھئی ایک ماہ پہلے کی بات ہے اور ابھی تم آج آکر گواہی دے رہے ہو، معلوم ہوا کہ پہلے تمہارا ارادہ تھا اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں، اور اب تم آئے ہو معلوم ہوا اب کوئی تمہاری اس کے ساتھ دشمنی پیدا ہو گئی ہے اسی لیے تم گواہی دینے آگئے، ورنہ تو تمہارا ارادہ کیا تھا معلوم ہوا؟ پردہ ڈالنا۔ ورنہ اگر تم نے پردہ نہیں ڈالنا تھا تو تم فوراً آجاتے! یا تو یہ کیا تھے؟ دور رہتے تھے، دور رہتے ہوں پھر تو کوئی تاخیر نہیں، پھر تو عذر ہے مولانا کہ اتنا عرصہ سفر کر کے پہنچے بھئی۔ تو معلوم ہوا پہلے تم کیا کرنا چاہتے تھے؟ پردہ ڈالنا چاہتے تھے، اور اب کوئی دشمنی ہوئی ہے کہ اب اس کو ظاہر کر رہے ہو، تو دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے تو اس تہمت کی وجہ سے اب گواہی قبول نہیں بھئی اور حد نہیں ہو گی بھئی۔

وَبِمَنْ زَنَى اور یہ بھی ان سے قاضی پوچھے گا بھئی کس کے ساتھ اس نے کیا کیا ہے؟ زنا، کس عورت کے ساتھ کس کے ساتھ زنا کیا ہے یہ بتلاؤ بھئی! کیونکہ ہو سکتا ہے بھئی وہاں ملکیت کا شبہ آرہا ہو، باپ نے اپنے بیٹے کی باندی سے صحبت کر لی ہو بھئی، تو وہاں آپ نے پڑھا تھا بھئی کس چیز کا شبہ آجاتا ہے؟ ملکیت کا، کیونکہ حضور صلی الله علیه وسلم نے ایک صحابی سے کیا فرمایا تھا؟ أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کے ہیں۔ تو معلوم ہوا بیٹا اور بیٹے کی جو مملوک اشیاء ہیں باپ ان کا مالک ہے، شبہ آگیا اس چیز کا کیونکہ حدیث میں یہ آیا ہے۔ اور حد کیا ہوتی ہے شبہ کی وجہ سے؟ ساقط ہو جایا کرتی ہے۔ تو ہو سکتا ہے اس نے اپنے بیٹے کی باندی سے صحبت کی ہو اور وہاں تو شبہۂ ملک ہے اور شبہۂ ملک جہاں پر ہو وہاں حد نہیں آیا کرتی، تو ہو سکتا ہے یہاں بھی حد نہ آ رہی ہو، اس لیے اس سے پوچھا جائے گا۔

تو یہ ساری تفصیل قاضی اس سے پوچھے گا بھئی کہ زنا کسے کہتے ہیں، وہ کیسے ہوتا ہے، اس نے کہاں زنا کیا، کب زنا کیا، کس سے زنا کیا۔ فَإِذَا بَيَّنُوا ذَلِكَ پس جب وہ یہ سب کچھ بیان کر دیں وَقَالُوا اور وہ کہیں رَأَيْنَاهُ وَطِئَهَا فِي فَرْجِهَا کہ ہم نے دیکھا اس آدمی کو کہ اس نے وطی کی، صحبت کی اس عورت کے ساتھ فِي فَرْجِهَا اس کی شرمگاہ میں كَالْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ. مُكْحُلَةٌ، كَالْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ، مِيلٌ کہتے ہیں سلائی کو، مُكْحُلَةٌ کہتے ہیں بھئی سرمہ دانی کو، ہم نے دیکھا اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی جیسے سلائی ہوتی ہے سرمہ دانی میں۔ بھئی عجیب بات ہے بھئی! آپ ذرا غور تو کریں مولانا، غور کریں بھئی شریعت کے احکام پر! اتنی حد تک کوئی دیکھ سکتا ہے؟ کتنا قلیل امکان ہوا کہ بالکل دخول کرتے ہوئے دیکھے! بھئی معلوم ہوا شریعت ہر لحاظ سے چاہتی ہے کسی طرح حد کیا ہو جائے؟ ساقط ہو جائے۔ معلوم ہوا عورت مرد نے اپنے اوپر چادر لی ہوئی ہے پھر بھی نظر نہیں آسکتا بھئی۔ تو شریعت دیکھو اب یہاں تک بتایا کہ اپنی آنکھوں سے دخول ہوتے ہوئے دیکھا ہے پھر جا کر سارا کچھ ثابت ہو گا اور پھر حد آئے گی۔ اور یہ تو بڑا ہی مشکل ہے، بڑا ہی نادر ہو گا۔ معلوم ہوا گواہی کے ذریعے زنا کا ثبوت بڑا ہی مشکل ہے بھئی، بڑا ہی مشکل مسئلہ ہے بھئی، بڑا نازک یہ مسئلہ ہے۔ معلوم ہوا اکثر جب بھی آئے گی حد وہ اقرار کی وجہ سے ہی ہو سکتی ہے، کوئی آدمی خود کیا ہو؟ اقرار کر لے اور آکر کہے قاضی صاحب مجھ سے گناہ ہو گیا ہے مجھے پاک کر دیجیے، مجھ پر اللہ کی جانب سے مقررہ سزا جاری کر دیجیے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو کہتے ہیں كَالْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ جیسے سلائی ہوتی ہے سرمہ دانی میں۔

وَسَأَلَ الْقَاضِي عَنْهُمْ اور قاضی پوچھے گا ان گواہوں کے بارے میں۔ بھئی یاد رکھیے گواہ آگئے تو یہ نہیں کہ سیدھی گواہی قبول کر لے بھئی، پہلے تحقیق کروائیں گے یہ گواہ عادل ہیں، قابلِ اعتماد لوگ ہیں یا قابلِ اعتماد لوگ نہیں۔ يَرْحَمُكَ اللَّهُ. تحقیق کروائے گا قاضی بھئی۔ اور مسائل کے اندر تو ٹھیک ہے بھئی قاضی کیا کرے گا؟ تحقیق کس طرح کروائے گا؟ جو گواہ ہیں ان کے جو قریبی دوست ہیں یا ان کے پاس رہنے والے لوگ ہیں ان کو ایک خفیہ خط روانہ کر دے گا، اور اس میں لکھا ہو گا کہ فلاں فلاں آدمی گواہی دینے آئے ہیں ایک مسئلے کے اندر، ان میں سے کون کون عادل ہے ذرا لکھ دو بھئی۔ تو وہ جو عادل ہو گا اس کے نام کے نیچے لکھ دے گا یہ عادل ہے، یہ عادل ہے۔ یہ دیکھو خفیہ طور پر ہم نے ان کی تعدیل کروائی، ان کو عادل قرار دیا کس طریقے پر؟ خفیہ طور پر۔ اور ایک ہے اعلانیہ تعدیل کروانا: بھئی جن لوگوں کو خط بھیجا تھا انہوں نے خط میں لکھ دیا یہ عادل ہے، یہ سارے عادل ہیں بھئی مثلاً، پھر ان کو سامنے بھی بلوائیں گے: ہاں بھئی یہ لوگ ہیں بھئی جن کے بارے میں تم نے خفیہ طور پر کیا لکھا تھا؟ عادل ہیں، اب بتاؤ بھئی سامنے بھی یہ عادل ہیں سارے کہ عادل نہیں ہیں؟ تو یہاں تعدیل کروائیں گے، خفیہ بھی تعدیل کروائیں گے اور پھر اعلانیہ بھی کیا کروائیں گے؟ تعدیل کروائیں گے۔ باقی مسائل کے اندر خفیہ تعدیل ہی کافی ہوتی

ہے لیکن چونکہ حد کا مسئلہ بڑا نازک ہے تو پھر اب خفیہ تعدیل تو اس نے کر دی، پھر سامنے بھی بلائیں گے اس کو: دیکھو یہی ہیں وہ آدمی جن کے بارے میں تم نے کہا تھا یہ عادل ہیں؟ تو وہ سامنے ان کو دیکھ کر سب کے سامنے بتلا دے گا کہ ہاں یہی ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں میں نے کیا کہا تھا یہ عادل ہیں۔ تو کہتے ہیں وَسَأَلَ الْقَاضِي عَنْهُمْ اور قاضی نے پوچھا ان گواہوں کے بارے میں فَعُدِّلُوا فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ پس ان کو عادل بتلایا گیا فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ پوشیدہ طور پر بھی اور اعلانیہ طور پر بھی ان کو عادل بتلایا گیا حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ تو قاضی فیصلہ کر دے گا ان کی گواہی پر بھئی۔ قاضی کیا کر دے گا؟ حد کا فیصلہ۔ شادی شدہ ہو تو کیا کیا جائے گا؟ رجم کیا جائے گا، غیر شادی شدہ ہو تو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

اچھا قاضی نے یاد رکھیے بھئی جب ایک شخص کے رجم کا فیصلہ کر دیا اب یہ شخص محقون الدم نہ رہا۔ آپ نے قصاص کے مسائل جہاں پڑھ رہے تھے وہاں آپ نے پڑھا تھا قصاص کس قتل کی وجہ سے آتا ہے؟ جب ایسے آدمی کو قتل کرے جو محقون الدم ہو علی التابید، ہمیشہ کے طریقے پر بھئی۔ اور یہ جب قاضی نے اس کے رجم کا فیصلہ کر دیا تو رجم کے ذریعے کیا کیا جائے گا؟ اس آدمی کو پتھر مار مار کر قتل کر دیا جائے گا، تو یہ اب مباح الدم ہو چکا، اس کا قتل جائز ہو چکا بھئی، اب اسے مسلمانوں نے پتھر مار کر کیا کرنا ہے؟ قتل کرنا ہے، تو یہ مباح الدم ہوا۔ لہٰذا اب اس کو کوئی قتل کر دے یا اس کا کوئی ہاتھ وغیرہ کاٹ دے تو ضمان نہیں آئے گا بھئی۔ ضمان نہیں آئے گا کیونکہ مباح الدم ہو چکا ہے، تو قصاص بھی نہیں ضمان بھی نہیں مولانا۔

تو کہتے ہیں وَالْإِقْرَارُ اور اقرار یہ ہے مولانا أَنْ يُقِرَّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَلَى نَفْسِهِ کہ اقرار کرے بالغ عاقل شخص عَلَى نَفْسِهِ اپنی ذات پر بِالزِّنَا کس چیز کا اقرار کرے؟ زنا کا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ چار مرتبہ فِي أَرْبَعَةِ مَجَالِسَ مِنْ مَجَالِسِ الْمُقِرِّ چار مجلسوں میں، کس کی چار مجلسیں؟ مِنْ مَجَالِسِ الْمُقِرِّ اقرار کرنے والے کی مجلسیں۔ بھئی دیکھو اقرار ایک دفعہ کر لے گا تو اس سے حدِ زنا نہیں آئے گی بھئی۔ ایک آدمی آیا قاضی کے پاس اور اس نے قاضی کے سامنے کہا قاضی صاحب مجھ سے زنا ہو گیا ہے مجھے آپ پاک کر دیجیے، مجھ پر حد جاری کر دیجیے۔ تو ایک ہی دفعہ اقرار سے حد نہیں آئے گی بھئی، بلکہ قاضی اس کو نکال دے گا بھئی کہ جاؤ بھئی توبہ کرو استغفار کرو بھئی ایسا نہیں ہو گا جاؤ بھئی جاؤ، اسے نکلوا دے گا۔ پھر وہ دوبارہ آتا ہے پھر اس نے اسی طرح اقرار کیا، قاضی نے پھر اسے باہر نکال دیا۔ پھر تیسری دفعہ آیا اس نے پھر اقرار کیا، پھر قاضی نے اسے باہر بھیج دیا۔ چوتھی مرتبہ آیا اس نے پھر اقرار کیا، اب چار مرتبہ اقرار ہوا، اور چار مختلف مجلسوں میں ہوا، ہر مرتبہ اس کی مجلس بدل گئی تھی، وہ چلا گیا پھر آیا نئی مجلس ہے مولانا، پھر گیا پھر آیا نئی مجلس ہے۔ اور کس کے لیے نئی مجلس ہے؟ اقرار کرنے والے کی نئی مجلس ہے یا قاضی کی نئی مجلس ہے؟ اقرار کرنے والے کی! قاضی تو وہیں پہ بیٹھا ہوا ہے، قاضی کی تو پہلی ہی مجلس ہے بھئی، ہاں اقرار کرنے والے کی مجلسوں کا اعتبار ہے، اس کی چار مجلسیں ہونی چاہئیں بھئی۔ تو وہ چار مرتبہ جب آ کر اقرار کر لے گا اب اس سے قاضی پھر وہی باتیں پوچھے گا جو گواہوں سے پوچھی تھیں: زنا کسے کہتے ہیں، کیسے ہوتا ہے، کہاں کیا، کس سے کیا وغیرہ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

بھئی یہ چار مرتبہ اقرار کیوں؟ بھئی ہر مرتبہ اقرار ایک گواہ کے قائم مقام ہو گیا، تو چار مرتبہ اقرار کر لے گا تو گویا چار گواہ آ گئے۔ اور یہ حدیث میں آتا ہے بھئی، صحابہ عجیب لوگ تھے بھئی، عجیب لوگ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت اتنی محبت کہ بیان نہیں ہو سکتی، اور اللہ کے احکامات پر اس قدر عمل اور اللہ کا اس قدر خوف کہ بیان نہیں ہو سکتا بھئی۔ چنانچہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ آتا ہے بھئی، ان سے غلطی سے زنا ہوا بھئی اور پھر بعد میں پچھتانے لگے کہ یہ میں نے کیا کر دیا، کیا غلطی کر دی، اتنا بڑا جرم کر دیا! آج کوئی شخص جتنے مرضی گناہ کر لے اسے پرواہ ہی نہیں ہوتی بھئی، صحابہ سے ایک گناہ ہو جاتا تھا بے چین ہو جاتے تھے، اتنی بے چینی چاہے اپنی جان چلی جائے بس کسی طرح یہ ہمارا گناہ ختم ہو جائے بھئی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے بھئی: یا رسول اللہ! مجھ سے زنا ہو گیا ہے، مجھے پاک کر دیجیے، مجھ پر حد جاری کر دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ بھئی استغفار کرو توبہ کرو بھئی، شاید تم نے صرف چھوا ہو گا یا بوسہ لیا ہو گا۔ چنانچہ بھیج دیا، چلے گئے۔ پھر آئے یا رسول اللہ! مجھ سے زنا ہوا ہے مجھے پاک کر دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھیج دیا، استغفار توبہ کا کہا بھئی۔ تیسری مرتبہ پھر بھیج دیا، چوتھی مرتبہ آئے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے مطابق سنگسار کرنے کا حکم فرمایا بھئی۔

اور کہتے ہیں جب انہیں سنگسار کر دیا گیا تو دو صحابہ گفتگو کر رہے تھے بھئی، آپس میں ایک نے کہا کہ بھئی اس شخص پر اللہ نے پردہ ڈالا تھا بھئی، یعنی کسی کو پتہ نہیں تھا اس نے زنا کیا خود آ کر اس نے اپنا کیا کیا ہے؟ اقرار، اس شخص پر اللہ تعالیٰ نے تو پردہ ڈال دیا تھا اس کے گناہ پر لیکن اس نے خود آ کر اقرار کر کے اپنا گناہ ظاہر کر دیا اور اس کو کتے کی طرح رجم کر دیا گیا بھئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی ان صحابہ کی۔ خیر آپ خاموش رہے بھئی، چلتے رہے آگے۔ کچھ آگے گئے تو ایک گدھا مرا ہوا پڑا تھا اور اس کو کچھ مدت بھی گزر گئی تھی مرے ہوئے، اس کا پیٹ پھول گیا تھا ایک ٹانگ بھی اوپر کو ابھر آئی تھی

بھئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا فرمایا بھئی جاؤ وہ فلاں فلاں کو بلا کر لاؤ بھئی وہ جو دو باتیں کر رہے تھے۔ ان کو بلایا گیا، حاضر ہوئے یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں۔ حضور نے فرمایا اس گدھے کو کھاؤ بھئی! انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اسے کون کھا سکتا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ تم نے ابھی جو اپنے بھائی کی آبروریزی کی وہ اس سے بڑھ کر ہے، یعنی اس مردہ گدھے کو کھانے سے بھی بڑھ کر ہے وہ بات جو تم نے کی تھی اپنے بھائی کے خلاف بھئی! اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، ماعز اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے بھئی! عجیب لوگ تھے صحابہ بھئی، عجیب لوگ۔

تو دیکھا احادیث میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اس کے اقرار کو رد کیا اور جب چار اقرار پورے ہو گئے پھر اس پر وہ حکم نافذ فرمایا۔ معلوم ہوا چار مرتبہ اقرار کرے گا چار مجلسوں کے اندر اور وہ مجلسیں کس کی ہونی چاہئیں؟ اقرار کرنے والے کی۔ اسی لیے کہا وَالْإِقْرَارُ أَنْ يُقِرَّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ کہ اقرار کرے بالغ عاقل آدمی اپنے نفس پر زنا کا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ چار مرتبہ فِي أَرْبَعَةِ مَجَالِسَ مِنْ مَجَالِسِ الْمُقِرِّ چار مجلسوں کے اندر اقرار کرنے والے کی مجلسوں میں سے چار مجالس کے اندر، كُلَّمَا أَقَرَّ رَدَّهُ الْقَاضِي وہ جب بھی اقرار کرے رَدَّهُ الْقَاضِي قاضی اسے کیا کر دے گا؟ رد کر دے گا بھئی۔ فَإِذَا تَمَّ إِقْرَارُهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ پس جب پورا ہو جائے اس کا اقرار چار مرتبہ سَأَلَهُ الْقَاضِي عَنِ الزِّنَا تو اب پوچھے گا اس سے قاضی زنا کے بارے میں مَا هُوَ زنا کیا چیز ہے کسے کہتے ہیں زنا، وَكَيْفَ هُوَ اور وہ کیسے ہوتا ہے، وَأَيْنَ زَنَى اور کہاں اس نے زنا کیا ہے، وَبِمَنْ زَنَى اور کس کے ساتھ زنا کیا ہے، تاکہ کسی طرح کیا ہو جائے؟ کہیں نہ کہیں آ جائے خرابی اور حد کیا ہو جائے؟ ساقط ہو جائے۔

بھئی صاحبِ قدوری نے پیچھے ایک اور سوال بھی ذکر کیا تھا وَمَتَى زَنَى کہ کب اس نے زنا کیا ہے، وہ یہاں نہیں ذکر کیا! گواہوں سے پوچھے گا کہ کب اس نے زنا کیا، لیکن اقرار کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا۔ یہ کیوں؟ وجہ یہ بھئی کہ وہاں پر تہمت تھی، یہاں تہمت کا خدشہ نہیں۔ وہاں بدگمانی پیدا ہوتی تھی کہ پہلے انہوں نے اتنی دیر کر دی پہلے چھپانا چاہتے تھے اور اب کسی دشمنی کی وجہ سے کیا کر رہے ہیں؟ ظاہر کر رہے ہیں، جبکہ یہاں اقرار کی بات چل رہی ہے اور اقرار میں تو اپنے ہی نفس کے بارے میں ایک انسان بات کر رہا ہے وہاں اس قسم کی بدگمانی نہیں ہو سکتی بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا بَيَّنَ ذَلِكَ جب وہ یہ سب کچھ بیان کر دے گا لَزِمَهُ الْحَدُّ تو اس پر حد لازم ہو جائے گی۔

فَإِنْ كَانَ الزَّانِي مُحْصَنًا رَجَمَهُ بِالْحِجَارَةِ حَتَّى يَمُوتَ۔ پس اگر زنا کرنے والا مُحْصَنًا بھئی اس کو صاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا، تو یہ ان الفاظ میں سے ہے جن میں اسمِ فاعل اسمِ مفعول کے وزن پر آیا ہے، مُحْصَنٌ اسمِ مفعول ہے أَحْصَنَ يُحْصِنُ إِحْصَانٌ سے۔ محصن کہتے ہیں پاک دامن شادی شدہ آدمی کو بھئی۔ پس اگر زنا کرنے والا پاک دامن شادی شدہ آدمی تھا رَجَمَهُ بِالْحِجَارَةِ تو رجم کرے گا اس کو پتھروں کے ساتھ حَتَّى يَمُوتَ یہاں تک کہ وہ مر جائے بھئی۔

بھئی یہ آپ کے مُحْصَنًا کے اوپر حاشیہ دیا ہوا ہے؟ جی یہ ذرا حاشیہ دیکھ لیجیے بھئی۔ آگے قدوری کے اندر بھی یہ تفصیل آ جائے گی بھئی لیکن یہیں پر آپ جان لیں ان کو بھئی۔ کہتے ہیں الْمُحْصَنُ مَنِ اجْتَمَعَ فِيهِ شَرَائِطُ الْإِحْصَانِ محصن وہ آدمی ہے جس کے اندر احصان کی شرائط جمع ہو جائیں وَهِيَ سَبْعَةٌ اور یہ کتنی شرائط ہیں؟ سات۔ عام شادی شدہ آدمی نہیں مراد بھئی، سات شرطیں ہیں، ساتوں پوری ہوں گی پھر اس کے بعد حد آ سکتی ہے ورنہ حد نہیں آئے گی۔ پہلی شرط: الْبُلُوغُ، کیا ہونا چاہیے؟ بالغ ہو۔ دوسری شرط: الْعَقْلُ، عقل بھی ہو مجنون نہ ہو۔ وَالْإِسْلَامُ تیسری شرط: اسلام ہو یعنی مسلمان ہو۔ چوتھی شرط: حُرِّيَّةٌ آزاد آدمی ہو غلام نہ ہو۔ پانچویں شرط: وَالنِّكَاحُ الصَّحِيحُ کیا ہو؟ نکاحِ صحیح کیا ہوا اس نے۔ اور چھٹی شرط بھئی: وَالدُّخُولُ بِهَا اور صحبت کی ہو اپنی بیوی کے ساتھ بھئی، صرف نکاح ہی نہ ہوا ہو بلکہ اس کے بعد بیوی کے ساتھ صحبت بھی کی ہے۔ ساتویں شرط: وَهُمَا عَلَى صِفَةِ الْإِحْصَانِ اور وہ دونوں احصان کی صفت پر ہوں، یعنی وہ آدمی بھی اور اس کی بیوی بھی دونوں احصان کی صفت پر ہوں۔ معلوم ہوا ایک آدمی ہے اس کی بیوی یہودیہ ہے، آدمی مسلمان ہے اور بیوی یہودیہ ہے، معلوم ہوا یہ آدمی محصن نہیں کیونکہ ساتویں شرط پوری نہیں، کیونکہ احصان کے اندر ایک شرط اسلام کی ہم نے لگائی تھی بھئی اور یہاں میاں کے اندر تو اسلام ہے بیوی کے اندر اسلام ہے؟ نہیں، معلوم ہوا یہ دونوں احصان کی صفت پر نہیں، جبکہ احصانِ رجم میں ضروری ہے کہ میاں بیوی دونوں کس صفت پر ہوں؟ احصان کی صفت پر ہوں یعنی دونوں مسلمان ہوں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ سات شرطیں پوری ہوں: عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد، نکاحِ صحیح کیا ہوا ہے، اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر چکا ہے اور بیوی بھی اسی کی طرح ہے یعنی وہ بھی کیا ہے؟ صفتِ احصان پر ہے یعنی مسلمان، عاقل، بالغ وغیرہ یہ شرائط ہیں بھئی۔ یہ شرطیں پوری ہونی چاہئیں، یہ شرطیں پوری ہوئیں تو اب یہ شخص محصن ہے، یہ کیا ہے؟ محصن، پاک دامن ہے، شادی شدہ ہے۔ اب یہ شخص زنا کرتا ہے تو اس کو رجم کیا جانا چاہیے بھئی! اس کو نکاح جیسی عظیم نعمت حاصل تھی بھئی اور کامل طریقے پر حاصل تھی، اور پھر اس کامل

نعمت کے آنے کے بعد یہ شخص زنا کرتا ہے معلوم ہوا یہ فساد پھیلانا چاہتا ہے، اب اس کو کیا کر دینا چاہیے؟ رجم کر کے ختم کر دینا چاہیے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ ساری شرائط پوری ہوں اور میاں بیوی دونوں کے اندر ہوں پھر وہ شخص محصن ہے، اگر ان میں سے ایک بھی شرط کم ہو گئی تو وہ شخص محصن نہ ہوا اور جب محصن نہ ہوا تو پھر اس پر رجم کی سزا بھی نہیں۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ الزَّانِي مُحْصَنًا رَجَمَهُ بِالْحِجَارَةِ حَتَّى يَمُوتَ اور اگر زانی پاک دامن شادی شدہ آدمی تھا تو اس کو رجم کرے گا پتھروں سے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ اب اس کا طریقہ کیا ہے؟ آپ کو بتلائیں گے صاحبِ قدوری کہ اس زانی محصن کو کیا کیا جائے گا؟ کھلے میدان میں لے کر نکلیں گے بھئی، اور وہاں پر لوگوں کی صفیں بنائی جائیں گی اور پھر اس پر پتھر برسائے جائیں گے، لیکن ابتداء گواہ کریں گے۔ سب سے پہلے پتھر کون ماریں گے؟ گواہ بھئی، اس لیے کہ یہ بھی گویا ان پر آزمائش ہو گئی کہ شاید یہ گواہ کیا کر لیں؟ پتھر مارنا کسی انسان کو، ہو سکتا ہے اب ان کا دل نرم ہو کسی نے جھوٹی گواہی دی ہو تو کیا کر لے؟ اپنی گواہی سے رجوع کر لے۔ جب اس کو چونکہ قتل کیا جانے لگا ہے تو شاید قتل کو عظیم سمجھ کر اپنی گواہی سے رجوع کر لیں اور اس شخص سے رجم کیا ہو جائے؟ ساقط ہو جائے بھئی۔ تو وہ پہلے پتھر ماریں گے، اس کے بعد پھر جو حاکم ہے بھئی، پھر اس کے بعد عام لوگ بھئی، لوگوں کی صفیں بنائی جائیں گی ایک صف جب رجم کر لے تو دوسری صف پھر کیا کرے گی؟ رجم، پھر تیسری صف رجم کرے گی بھئی۔

اور پھر یاد رکھیے اگر زنا اقرار کی وجہ سے ثابت ہوا ہے تو پھر رجم کیے جانے سے پہلے پہلے اگر وہ رجوع کر لیتا ہے تو پھر حد ساقط ہو جائے گی۔ حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی، کیونکہ اس کا ایک اور کلام آ گیا مولانا کہ میں تو جھوٹ بولا تھا، میں نے زنا نہیں کیا! تو اس میں بھی سچ کا احتمال آ گیا یا نہیں آ گیا؟ ہو سکتا ہے اب سچ بول رہا ہو، تو احتمال آ گیا اور حد شبہ کی وجہ سے کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط، تو یہاں بھی شبہ آیا حد ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر اقرار کرنے والے کو رجم کیا جا رہا تھا وہ بھاگ نکلا، کہتے ہیں اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا، بس یوں سمجھیں گے اس نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا، بھاگ گیا حد ختم ہوئی اس پر سے۔ سمجھ میں آیا؟ چنانچہ حضور صلی الله علیہ وسلم کو آ کر بتلایا گیا، یہاں حضور صلی الله علیہ وسلم نے ابتداء کی تھی ایک چھوٹی سی کنکری ماری تھی بھئی حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور پھر لوگوں سے فرمایا: اِرْمُوا وَاتَّقُوا الْوَجْهَ، تم مارو اور چہرے کو بچانا بھئی، چہرے پہ نہ مارنا پتھر بھئی۔ اور پھر حضور تشریف لائے عام لوگوں نے رجم کیا، بعد میں حضور کو بتلایا گیا کہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھاگے تھے لیکن پھر لوگ ان کے پیچھے گئے اور ان کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا بھئی، تو حضور نے فرمایا بھئی جب وہ بھاگ گیا تھا تو تم نے چھوڑ کیوں نہیں دیا اس کو بھئی! معلوم ہوا بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا، چھوڑ دیا جائے گا۔

کہتے ہیں يُخْرِجُهُ إِلَى أَرْضٍ فَضَاءٍ لے کر نکلے اس کو امام، فَضَاءٌ کہتے ہیں خالی میدان کشادہ زمین کو، کشادہ زمین کی طرف خالی میدان میں امام اسے لے کر نکلے، تَبْتَدِئُ الشُّهُودُ بِرَجْمِهِ گواہ ابتداء کریں گے اس کے رجم سے، ثُمَّ الْإِمَامُ پھر جو امام ہو گا وہ، ثُمَّ النَّاسُ پھر اس کے بعد عام لوگ۔ فَإِنِ امْتَنَعَ الشُّهُودُ مِنَ الِابْتِدَاءِ سَقَطَ الْحَدُّ اگر باز رہے گواہ ابتداء کرنے سے سَقَطَ الْحَدُّ حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط۔ بھئی اس کو لے آئے گواہوں سے کہا چلو بھئی پتھر مارنا شروع کرو، گواہ پتھر مار ہی نہیں رہے، پھر کہا بھئی مارو، پتھر مار ہی نہیں رہے بھئی بالکل، کہتے ہیں بس جب گواہ پتھر نہیں مار رہے تو حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی۔ معلوم ہوا انہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا ہے۔ کیا کر لیا ہے؟ رجوع۔ بھئی جب گواہی سے رجوع کر لیا تو پھر ان کو حدِ قذف آنی چاہیے، زنا کا الزام لگایا تھا اور پھر گواہی سے رجوع کر لیا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی صاف لفظوں میں تو رجوع نہیں کیا، صرف پتھر نہیں مارے تو ہم نے اس کو اسی طرح سمجھ لیا گویا کہ رجوع کر لیا۔ صاف لفظوں میں اگر رجوع کرتے ہیں کہ میں نے جھوٹی گواہی دی تھی پھر حدِ قذف آ جائے گی، لیکن یہاں صاف لفظوں میں نہیں ہے صرف پتھر نہیں مار رہے تو اس کی وجہ سے بھی حد ساقط ہوئی، یوں سمجھیں گے رجوع کر لیا۔ تو کہتے ہیں فَإِنِ امْتَنَعَ الشُّهُودُ مِنَ الِابْتِدَاءِ اگر باز رہے گواہ شروع کرنے سے سَقَطَ الْحَدُّ تو حد ساقط ہو جائے گی۔

وَإِنْ كَانَ الزَّانِي مُقِرًّا اور اگر وہ شخص جس نے زنا کیا ہے مُقِرًّا وہ مقر ہے یعنی اقرار کرنے والا ہے۔ بھئی پہلے تو زنا کس سے ثابت ہوا تھا؟ گواہی سے، تو وہاں ابتداء کون کریں گے؟ گواہ۔ اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوا ہے تو پھر امام ابتداء کرے گا، جو حاکم ہو گا جو امام ہو گا وہ کیا کرے گا؟ ابتداء کرے گا، کیونکہ حضور صلی الله علیہ وسلم نے ایک چھوٹی کنکری سے ابتداء کی تھی، معلوم ہوا امام جو ہے وہ کیا کرے گا؟ ابتداء کرے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الزَّانِي مُقِرًّا اگر وہ زانی جو ہے اقرار کرنے والا تھا اِبْتَدَأَ الْإِمَامُ تو امام ابتداء کرے گا ثُمَّ النَّاسُ پھر اس کے بعد لوگ بھئی۔ وَيُغْسَلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ اور پھر اس کو غسل دیا جائے گا اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی یعنی نمازِ جنازہ اس کی پڑھی جائے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟[۲]

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَ الزَّانِي مُقِرًّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُحْصَنًا اور اگر وہ شخص محصن نہیں تھا جس پر زنا ثابت ہوا ہے بھئی یعنی وہ سات شرائط میں سے کوئی شرط پوری نہیں ہے وَكَانَ حُرًّا اور آزاد آدمی ہے فَحَدُّهُ مِائَةُ جَلْدَةٍ تو اس کی حد سو کوڑے ہیں، يَأْمُرُ الْإِمَامُ بِضَرْبِهِ حکم دے گا امام اس کے مارنے کا بِسَوْطٍ ایسے کوڑے کے ساتھ لَا ثَمَرَةَ لَهُ جس میں گرہیں نہ ہوں بھئی۔ گرہیں نہ لگی ہوئی ہوں بھئی، بھئی دیکھتے ہیں آپ بھئی ایک شاخ جیسے ہوتی ہے، ایک لمبی شاخ ہو اس سے آگے پھر چھوٹی چھوٹی شاخیں ہر طرف نکلتی ہیں بھئی، یا جیسے ایک شاخ پر ہر طرف پھل لگے ہوتے ہیں تو یہ پھل شاخ کی گرہوں کی طرح ہیں۔ آپ بتائیے یہ پھل تو چلو آپ دیکھتے ہیں ماریں گے پھل تو فوراً گر جائے گا، ایک چیز وہ مضبوطی کے ساتھ لگی ہوئی ہو اسی پھل کی طرح اس کے ساتھ کسی کو ضرب لگائی جائے تو کتنی زیادہ تکلیف ہوتی ہے! اور اس کے مقابلے میں ایک عام شاخ سیدھی ہموار شاخ ہو جس میں کسی قسم کے کانٹے وغیرہ یا ابھار وغیرہ نہیں ہیں، ہموار شاخ ہے اس کی ضرب ہلکی ہو گی، اور جس میں ابھار وغیرہ ہوں گے یا اس کے ساتھ چیزیں لگی ہوئی ہیں اور تو اس کی ضرب زیادہ شدید ہو گی۔ تو کہتے ہیں ایسے کوڑے سے پٹائی کرنی ہے جس میں گرہیں وغیرہ نہ ہوں بھئی کیونکہ اگر اس قسم کے کوڑے سے پٹائی کی پھر تو اس کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور ہم نے تو اس کو ہلاک نہیں کرنا صرف کیا کرنی ہے؟ سزا دینی ہے تنبیہ کرنی ہے تاکہ اسے بھی عبرت ہو اور لوگوں کو بھی عبرت ہو۔

تو کہتے ہیں يَأْمُرُ الْإِمَامُ بِضَرْبِهِ بِسَوْطٍ لَا ثَمَرَةَ لَهُ کہ حکم کرے گا امام اس کے مارنے کا ایسے کوڑے کے ساتھ لَا ثَمَرَةَ لَهُ کہ جس میں گرہیں نہ ہوں ضَرْبًا مُتَوَسِّطًا درمیانی متوسط درجے کی ضرب مولانا۔ ضرب لگانے والا پورے زور سے ضرب نہیں لگائے گا، متوسط درجے کی ضرب لگائے گا بھئی کیونکہ پورے زور سے لگائے گا پھر تو وہ شخص ہی ہلاک ہو جائے گا بھئی، سو کوڑے لگ رہے ہیں تو وہ شخص کیا ہو جائے گا؟ وہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ لکھتے ہیں علمائے کرام بھئی کہ کوڑے مارنے والا اپنے ہاتھ کو سر سے اونچا نہیں کرے گا، کوڑا مارتے ہوئے سر سے اونچا ہاتھ نہیں لے کر جائے گا، سر سے نیچے ہی رکھے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ سر سے اوپر لے کر گیا پھر تو معلوم ہو ابڑے زور سے لگا رہا ہے بھئی پورا ہاتھ پھیلا کر بھئی، تو سر سے اوپر نہیں ہاتھ لے کے جائے گا۔

اچھا تو درمیانے درجے کی ضرب بھئی۔ يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ اور اتارے جائیں گے اس شخص سے جس پر حد لگ رہی ہے ثِيَابُهُ اس کے کپڑے بھئی۔ ہاں ازار نہیں اتاریں گے، وہ کپڑا جس سے اس کا ستر ڈھانکا ہوا ہے شلوار وغیرہ وہ نہیں کیونکہ ستر عورت ضروری ہے۔ ہاں باقی کپڑے اتار لیں گے بھئی کیونکہ مقصد ہے اس کو تکلیف دینا اور کپڑے ہوں بدن پر تو پھر اتنی زیادہ تکلیف نہیں ہے بھئی تو کپڑے اتار لیں گے۔ وَيُفَرَّقُ الضَّرْبُ عَلَى أَعْضَائِهِ اور تقسیم کیا جائے گا ضرب کو اس کے اعضاء پر۔ ایک ہی عضو پر ضرب نہیں لگاتے رہیں گے ورنہ تو عضو ہی تلف ہو جائے گا، بلکہ پورے جسم پر کیا کیا جائے گا؟ مختلف جگہوں پر ضربیں لگائی جائیں گی تاکہ کوئی عضو بھی تلف نہ ہو، وہ آدمی بھی ہلاک نہ ہو اور اس کو خوب اچھی طرح تکلیف بھی پہنچ جائے بھئی تاکہ آئندہ جرم نہ کرے بھئی۔ تو يُفَرَّقُ الضَّرْبُ عَلَى أَعْضَائِهِ اور تقسیم کیا جائے گا ضرب کو اس کے اعضاء پر إِلَّا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَفَرْجَهُ سوائے اس کے سر کے اور اس کے چہرے کے اور اس کی شرمگاہ کے۔ سر، چہرے اور شرمگاہ پر نہیں ماری جائیں گی ضربیں، اس لیے کہ سر مجمع حواس ہے، سارے حواس سر کے اندر ہیں بھئی تو سر پر ماریں گے ہلاک نہ ہو جائے بھئی۔ چہرہ مجمع حسن ہے مولانا، تمام حسن و جمال کس کے اندر ہے؟ چہرے کے اندر ہے تو بھئی چہرہ بدنما نہ ہو جائے۔ اور شرمگاہ پر نہیں ماریں گے کہ کہیں ہلاک ہی نہ ہو جائے کیونکہ شرمگاہ پر مارنے سے کیا واقع ہو سکتی ہے؟ موت واقع ہو سکتی ہے۔[۳]

وَإِنْ كَانَ عَبْدًا جَلَدَهُ خَمْسِينَ كَذَلِكَ۔ بھئی اگر وہ زنا کرنے والا غلام تھا، غلام کی سزا نصف ہوا کرتی ہے تو اس کو کیا کریں گے؟ پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔ آزاد آدمی کے سو کوڑے تھے تو غلام کے پچاس کوڑے ہوں گے۔ اور غلام میں رجم بھی نہیں ہے اوپر آپ پڑھ چکے ہیں بھئی رجم میں ضروری تھی حریت اور غلام میں تو حریت نہیں تو اس پر رجم نہیں آ سکتا کبھی بھئی۔ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا جَلَدَهُ خَمْسِينَ كَذَلِكَ اور اگر وہ غلام ہو تو کوڑے لگائے اسے پچاس اسی طرح جیسے ہم نے بیان کیے کہ متوسط درجے کی ضربیں ہوں، اس قسم کا کوڑا ہو، اور اس کے کپڑے اتارے جائیں گے اور چہرے، سر اور شرمگاہ کے علاوہ ضربیں لگائی جائیں گی۔

فَإِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ عَنْ إِقْرَارِهِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ أَوْ فِي وَسَطِهِ پس اگر رجوع کر لیا اقرار کرنے والے نے اپنے اقرار سے قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ قبل اس کے کہ حد قائم کی جائے اس پر أَوْ فِي وَسَطِهِ یا اس نے رجوع کر لیا کب؟ حد کے بیچ میں، حد کوڑے لگنا شروع ہو چکے ہیں بیچ میں اس

العلمیۃ) میں «وإن كان مقرا» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُفَرَّقُ الضَّرْبُ عَلَى أَعْضَائِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يفرق على أعضائه» منقول ہے۔

نے کیا کر لیا؟ اپنے اقرار سے رجوع کر لیا قُبِلَ رُجُوعُهُ تو اس کے رجوع کو قبول کیا جائے گا، اس لیے مولانا کہ پہلے اس نے کہا تھا میں نے زنا کیا ہے اب کہہ رہا ہے میں نے زنا نہیں کیا، تو شبہ آ گیا یا نہیں آ گیا کہ پتہ نہیں پہلی بات سچی ہے یا بعد والی بات سچی ہے؟ تو شبہ آ گیا اور شبہ کی وجہ سے حد کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے۔ تو رجوع کو قبول کیا جائے گا وَخُلِّيَ سَبِيلُهُ اور اس کے راستے کو خالی کر دیا جائے گا یعنی اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا معنی خُلِّيَ سَبِيلُهُ؟ اسے چھوڑ دیا جائے گا۔[۴]

وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُلَقِّنَ الْمُقِرَّ الرُّجُوعَ اور مستحب ہے امام کے لیے کہ وہ تلقین کرے اقرار کرنے والے کو رجوع کرنے کی۔ جو شخص آیا اور زنا کا اقرار کر رہا ہے امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسے کیا کرے؟ تلقین کرے رجوع کرنے کی کہ رجوع کر لو، وَيَقُولُ لَهُ اور یوں کہے: لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ قَبَّلْتَ شاید تو نے چھوا ہو گا أَوْ قَبَّلْتَ یا بوسہ لیا ہو گا، زنا نہیں کیا ہو گا صرف چھوا ہو گا یا بوسہ لیا ہو گا، یا یوں کہے بھئی تم نے شاید نکاح کیا ہو گا یا شبہ کی وجہ سے صحبت کی ہو گی، تو کسی طرح اس کو رجوع کی تلقین کرے۔

وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ اور مرد اور عورت اس کے اندر برابر ہیں بھئی یہ جو طریقہ بیان ہوا، ہاں کچھ فرق ہے وہ بیان کرنے لگے ہیں: غَيْرَ أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تُنْزَعُ عَنْهَا ثِيَابُهَا علاوہ اس کے کہ عورت سے اتارے نہیں جائیں گے اس کے کپڑے إِلَّا الْفَرْوَ وَالْحَشْوَ سوائے فرو و حشو کے۔ فَرْوٌ کہتے ہیں پوستین کو، بھئی جانوروں کی کھال کو آپ جانتے ہیں گائے بکری وغیرہ کا چمڑا اتار لیتے ہیں اور اس کو دباغت وغیرہ دے کر صاف کر کے کپڑے کی طرح استعمال کرتے ہیں اس سے کوٹ وغیرہ بنتے ہیں بھئی، اگر چمڑے کی کوئی کوٹ وغیرہ یا موٹے کپڑے اس نے پہنے ہوئے ہیں وہ اتار لیے جائیں گے۔ اور حَشْوٌ کہتے ہیں وہ چیز جسے دوسری چیزوں میں بھرا جاتا ہے جیسے روئی، تو یہاں حشو سے روئی نہیں مراد ہاں وہ کپڑا مراد ہے جس کے اندر روئی بھری ہوئی ہو، یعنی کوئی موٹا کوٹ وغیرہ اس قسم کی چیزیں پہنی ہوئی ہیں وہ اس عورت سے اتار لی جائیں گی کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے تکلیف نہیں ہو گی۔

وَإِنْ حُفِرَ لَهَا فِي الرَّجْمِ جَازَ اور اگر اس کے لیے گڑھا کھودا گیا رجم کے اندر تو یہ بھی جائز ہے۔ بھئی دیکھیے مرد کو جب کوڑے لگائے جائیں گے اس کی قمیص اتار لی گئی اور پھر اسے کھڑا کیا جائے گا اور اب اس کو کوڑے لگائے جائیں گے، جبکہ عورت کو جب کوڑے لگائیں گے تو بٹھائیں گے بھئی، اسے بٹھا کر پھر اسے کوڑے لگائے جائیں گے کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے، پردہ زیادہ ہے بھئی بٹھانے میں۔ اور نیز عورت کے لیے گڑھا کھدوانا بھی جائز ہے رجم کے اندر۔ کیا کیا جائے؟ رجم میں گڑھا کھدوا دیا جائے سینے تک عورت کے، عورت سینے تک گڑھے میں دبی ہوئی ہے، یہ بازو کندھے اور سر باہر ہے اور پھر اس کو کیا کر دیا جائے؟ رجم کر دیا جائے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بلکہ گڑھا کھدوانا اس کے لیے بہتر ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حُفِرَ لَهَا فِي الرَّجْمِ جَازَ اور اگر گڑھا کھودا گیا عورت کے لیے فِي الرَّجْمِ رجم میں جَازَ تو یہ بھی جائز ہے، بلکہ میں نے بتلایا یہ بہتر ہے۔

وَلَا يُقِيمُ الْمَوْلَى الْحَدَّ عَلَى عَبْدِهِ وَأَمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ اور قائم نہیں کر سکتا آقا حد کو اپنے غلام اور اپنی باندی پر إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ مگر امام کی اجازت سے۔ بھئی حد قائم کرنا صرف امام کا کام ہے، کوئی اور حد قائم نہیں کر سکتا۔ اگر آقا اپنی باندی یا غلام پر بھی قائم کرنا چاہے حد تو قائم نہیں کر سکتا الا یہ کہ کون اجازت دے دے؟ امام اجازت دے دے، پھر تو گویا امام کی طرف سے ہی ہے بھئی۔[۵]

وَإِنْ رَجَعَ أَحَدُ الشُّهُودِ بَعْدَ الْحُكْمِ قَبْلَ الرَّجْمِ ضُرِبُوا الْحَدَّ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے بھئی چار گواہوں نے گواہی دی، زنا ثابت ہو گیا، ابھی حد جاری نہیں کی گئی تھی کہ ان چار میں سے ایک نے رجوع کر لیا۔ کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا۔ اچھا اب بھئی کہتے ہیں اگر رجم کا مسئلہ تھا یاد رکھیے: بھئی چار آدمیوں نے گواہی دی زنا کے بارے میں ایک شخص کے، اب اس شخص کے بارے میں قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ یہ رجلِ محصن ہے اس کو کیا کر دو؟ رجم کر دو۔ رجم کا فیصلہ ہو جانے کے بعد ابھی رجم کیا نہیں تھا کہ ایک گواہ نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا۔ تو یاد رکھیے بھئی ان سارے گواہوں پر کیا لگائی جائے گی؟ حد لگائی جائے گی بھئی، حدِ قذف۔ کون سی حد؟ حدِ قذف۔ بھئی ایک پر تو اس لیے لگائی جس نے رجوع کیا: اس نے پہلے کہا تھا اس آدمی نے زنا کیا ہے اور اب کہہ رہا ہے میں نے جھوٹی گواہی دی، معلوم ہوا ایک مسلمان آدمی پر زنا کی تہمت لگائی تھی بھئی، اور جب زنا کی تہمت لگائے کوئی شخص دوسرے پر تو اس پر کیا آیا کرتی ہے؟ حدِ قذف، تو اس پر تو حدِ قذف آ گئی۔ باقی تین کو حد کیوں لگائیں گے؟ وجہ یہ مولانا زنا کے لیے چار گواہ ضروری تھے، جب ایک نے رجوع کر لیا باقی کتنے رہ گئے؟ تین

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ قبل» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «قبل إقامة الحد عليه أو في وسطه قبل» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُقِيمُ الْمَوْلَى الْحَدَّ عَلَى عَبْدِهِ وَأَمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يقيم المولى الحد على عبده إلا بإذن الإمام» منقول ہے۔

گواہ رہ گئے، اور تین آدمی کہہ رہے ہیں فلاں آدمی نے زنا کیا ہے، اس سے حد آئی؟ نہیں، جب حد نہیں آئی تو اب ان پر حدِ قذف آجائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو گویا یوں سمجھو اب چاروں پر حدِ قذف آئے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ رَجَعَ أَحَدُ الشُّهُودِ بَعْدَ الْحُكْمِ قَبْلَ الرَّجْمِ ضُرِبُوا الْحَدَّ اور اگر رجوع کر لیا گواہوں میں سے کسی ایک نے بَعْدَ الْحُكْمِ فیصلے کے بعد قَبْلَ الرَّجْمِ رجم سے پہلے ضُرِبُوا الْحَدَّ تو ان سب کو حد لگائی جائے گی۔

لیکن یہ تو تھا رجم کے اندر، اگر کوڑے لگانے کی سزا تھی بھئی، رجلِ محصن نہیں تھا بھئی زنا کرنے والا تو اس پر کیا سزا تھی؟ اس کو سو کوڑے لگائے جاتے تھے۔ اب سو کوڑے کا قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ اس کو سو کوڑے لگاؤ اور ایک آدمی نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا، تو اب صرف جس نے رجوع کیا ہے اس پر حدِ قذف آئے گی، باقیوں پر حدِ قذف نہیں بھئی۔ یہ بالاجماع ہے مولانا کہ کوڑوں کی صورت میں رجوع کرنے والا جو ہے صرف اسی کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ وَسَقَطَ الرَّجْمُ عَنِ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ اور نیز رجم بھی ساقط ہو جائے گا مشہود علیہ سے، وہ جس آدمی کے خلاف گواہی دی گئی تھی اس سے رجم بھی کیا ہوا؟ ساقط ہو گیا۔ بھئی چار گواہوں میں سے ایک نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا، تو اب گواہ کتنے رہ گئے؟ تین، اور تین گواہوں کی وجہ سے رجم کیا جا سکتا ہے؟ نہیں، لہٰذا اس مشہود علیہ سے رجم بھی ساقط ہوا۔

وَإِنْ رَجَعَ بَعْدَ الرَّجْمِ۔ بھئی اس کو رجم کر دیا گیا، اس کے بعد گواہوں میں سے ایک نے رجوع کر لیا۔ کہتے ہیں اب صرف جو رجوع کرنے والا ہے اس پر حدِ قذف جاری ہو گی، باقیوں پر نہیں کیونکہ وہاں تو سزا بھی نافذ ہو چکی ہے اور انہوں نے رجوع نہیں کیا بھئی، تو اس پر حدِ قذف جاری ہو گی۔ اور نیز اس پر ضمان بھی آئے گا، اس کو ضمان دینا پڑے گا، دیت دینا پڑے گی بھئی۔ کتنی دیت؟ کہتے ہیں بھئی چار کی وجہ سے ایک جان گئی ہے تو چار میں سے ہر ایک پر دیت کا کتنا حصہ آتا ہے؟ چار گواہوں نے گواہی دی تھی جس کی وجہ سے ایک آدمی کو رجم کر کے قتل کر دیا گیا تو ان چاروں کا حصہ ہوا اس کے قتل میں، تو ان چاروں پر پوری ایک دیت آگئی کیونکہ یہ ایک جان کے جانے کا سبب بنے، تو اس کی دیت ان چاروں پہ تقسیم ہو گی تو ہر ایک کے حصے میں کتنا آئے گا؟ چوتھا حصہ، لہٰذا اس رجوع کرنے والے پر چوتھا حصہ دیت کا بطور ضمان کے آجائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ رَجَعَ بَعْدَ الرَّجْمِ حُدَّ الرَّاجِعُ وَحْدَهُ اور اگر رجوع کر لیا رجم کے بعد ایک گواہ نے حُدَّ الرَّاجِعُ وَحْدَهُ تو حد لگائی جائے گی رجوع کرنے والے پر اکیلے وَضَمِنَ رُبْعَ الدِّيَةِ اور وہ ضامن ہو گا کتنے کا؟ ربعِ دیت کا بھئی، چوتھا حصہ۔

وَإِنْ نَقَصَ عَدَدُ الشُّهُودِ عَنْ أَرْبَعَةٍ حُدُّوا جَمِيعًا اور اگر گواہوں کی تعداد کم ہو گئی چار سے تو پھر ساروں پر حد آجائے گی بھئی، ساروں کو حد لگائی جائے گی۔ بھئی بعض اوقات گواہ چار ہوتے ہیں، بعض اوقات گواہ پانچ ہوتے ہیں، بعض اوقات گواہ چھ ہوتے ہیں۔ مثلاً چھ گواہ تھے، چھ گواہوں کی وجہ سے ایک آدمی کو رجم کر دیا گیا اور رجم کے بعد ان میں سے ایک گواہ نے کیا کیا؟ رجوع کر لیا، تو اس ایک کے رجوع کرنے کے باوجود باقی کتنے گواہ ہیں؟ پانچ، اور چاہئیں کتنے تھے؟ چار، تو ابھی بھی گواہ پورے ہیں۔ پھر دوسرے نے بھی رجوع کیا، پھر تیسرے نے بھی رجوع کر لیا، اب باقی کتنے رہ گئے؟ تین رہ گئے بھئی! یا تھے ہی صرف چار ان میں سے ایک نے رجوع کر لیا تھا تو باقی کتنے رہ گئے؟ تین، تو اب ان سب پر کیا آئے گی؟ حد آئے گی، حدِ قذف بھئی کیونکہ نصاب پورا نہ رہا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ نَقَصَ عَدَدُ الشُّهُودِ عَنْ أَرْبَعَةٍ حُدُّوا جَمِيعًا اور اگر کم ہو گیا گواہوں کا عدد چار سے تو حد لگائی جائے گی ان سب کو۔

وَإِحْصَانُ الرَّجْمِ أَنْ يَكُونَ حُرًّا بَالِغًا عَاقِلًا مُسْلِمًا قَدْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً نِكَاحًا صَحِيحًا وَدَخَلَ بِهَا وَهُمَا عَلَى صِفَةِ الْإِحْصَانِ۔ بھئی وہی احصانِ رجم، وہ جو حاشیہ میں نے آپ کو بتلایا تھا سات شرائط احصانِ رجم کی، وہی صاحبِ قدوری اب ذکر کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں وَإِحْصَانُ الرَّجْمِ احصانِ رجم یہ ہے أَنْ يَكُونَ کہ وہ شخص جو ہے حُرًّا آزاد ہو بَالِغًا عَاقِلًا مُسْلِمًا عاقل بالغ مسلمان ہو قَدْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً نِكَاحًا صَحِيحًا اور تحقیق اس نے نکاح کیا ہو کسی عورت سے نکاحِ صحیح، نکاحِ فاسد نہ ہو نکاحِ صحیح ہو وَدَخَلَ بِهَا اور اس کے ساتھ کیا کر چکا ہو؟ صحبت کر چکا ہو وَهُمَا عَلَى صِفَةِ الْإِحْصَانِ اور دونوں کس پر ہوں؟ صفتِ احصان پر ہوں میاں بیوی یعنی دونوں مسلمان ہوں۔ سمجھ میں آیا؟ یہ ہے احصانِ رجم بھئی۔

اور احصانِ رجم کہا صاحبِ قدوری نے، یہ نہیں کہا الْإِحْصَانُ بلکہ کیا کہا؟ احصانِ رجم۔ یہ دراصل احتراز کیا احصانِ قذف سے۔ بھئی کسی آدمی پر اگر زنا کی تہمت لگائی جائے تو تہمت لگانے والے پر فوراً حد نہیں آئے گی بلکہ جس پر تہمت لگائی ہے اس کا پاک دامن ہونا ضروری، محصن ہونا ضروری ہے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ کسی پاک دامن پر زنا کا الزام لگایا تو حدِ قذف آئے گی۔ تو احصانِ قذف اس کے اندر بھی شرائط ہیں پاک دامن کس کو کہیں گے؟ یاد رکھیے وہاں باقی شرائط ہیں البتہ نکاح اور صحبت کی شرط نہیں۔ دیکھیے وَإِحْصَانُ الرَّجْمِ کہا بھئی جس کے نیچے لکھا ہوا ہے: وَهَذِهِ الشَّرَائِطُ كُلُّهَا مُعْتَبَرَةٌ فِي إِحْصَانِ الْقَذْفِ غَيْرَ النِّكَاحِ وَالدُّخُولِ، اور یہ ساری شرائط معتبر ہیں احصانِ قذف میں علاوہ نکاح اور دخول یعنی صحبت کے۔ مل گیا بھئی؟ بین السطور

ہے آپ کی کتابوں میں احصان الرجم کے نیچے لکھا ہوا ہے بھئی۔ تو احصانِ قذف میں بس یاد رکھیے وہاں یہ ساری شرائط نہیں ہیں، تو احصانِ رجم کہہ کر احصانِ قذف کو نکال دیا کہ یہ اس کی بات ہم نہیں کر رہے کس احصان کی بات کر رہے ہیں؟ احصانِ رجم کی۔

وَلَا يُجْمَعُ فِي الْمُحْصَنِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالرَّجْمِ۔ آپ نے پڑھا غیر شادی شدہ ہو تو اس کی حد کیا ہے زنا کی؟ سو کوڑے، اور شادی شدہ ہو تو اس کی سزا کیا ہے؟ رجم کیا جائے گا۔ کیا ان دونوں کو جمع کر سکتے ہیں؟ کہتے ہیں نہیں، جس کے لیے کوڑوں کی سزا ہے اس کے لیے رجم نہیں، جس کے لیے رجم ہے اس کے لیے کوڑوں کی سزا نہیں۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ رجم والے کو پہلے کوڑے بھی لگائیں گے پھر رجم کریں گے، ہمارے نزدیک نہیں بھئی۔ وَلَا يُجْمَعُ فِي الْمُحْصَنِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالرَّجْمِ اور جمع نہیں کیا جائے گا محصن کے اندر کوڑوں کو اور رجم کو۔

وَلَا يُجْمَعُ فِي الْبِكْرِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْيِ۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر شادی شدہ اگر کیا کرے؟ زنا کر لے تو سو کوڑے بھی لگائیں گے اور جلاوطن بھی کر دیں گے، اس علاقے سے بھی نکال دیں گے اس پہ پابندی لگا دیں گے بھئی، اس کو جلاوطن بھی کر دیں گے کچھ عرصے کے لیے مثلاً سال کے لیے اسے کیا کر دیں گے؟ جلاوطن کر دیا بھئی۔ ہم کہتے ہیں نہیں بھئی، صرف حد کیا ہے؟ کوڑے لگانا ہے، یہ جلاوطنی حد کا حصہ نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جلاوطنی حد کا حصہ ہے، کوڑے بھی لگائیں گے اور جلاوطن بھی کریں گے، جلاوطنی کو معاف نہیں کیا جا سکتا یہ حد کا باقاعدہ حصہ ہے۔ ہم کہتے ہیں نہیں، حد صرف سو کوڑے ہے جلاوطنی نہیں۔ ہاں جلاوطن اگر قاضی مصلحت سمجھے تو جلاوطن بھی کر سکتا ہے، لیکن جلاوطنی حد کا حصہ نہیں ہے یہ سیاست پر محمول ہے، اگر اس میں قاضی اور حاکم مصلحت سمجھتا ہے تو یہ بھی ساتھ ملا دے، ویسے یہ حد کا حصہ نہیں۔ یہ معنی ہے وَلَا يُجْمَعُ فِي الْبِكْرِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْيِ اور جمع نہیں کیا جائے گا فِي الْبِكْرِ کنوارے کے اندر یعنی غیر شادی شدہ میں بَيْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْيِ کوڑوں کو اور نَفْيٌ کہتے ہیں جلاوطنی کو، کوڑے اور جلاوطنی ان کو جمع نہیں کیا جائے گا إِلَّا أَنْ يَرَى الْإِمَامُ ذَلِكَ مَصْلَحَةً مگر یہ کہ امام دیکھے اس کے اندر مصلحت، اس کو امام کیا سمجھے؟ مصلحت سمجھے فَيُعَزِّرُ بِهِ عَلَى قَدْرِ مَا يَرَى تو تعزیر دے دے گا اس کے ساتھ عَلَى قَدْرِ مَا يَرَى اتنی مقدار جتنی اس کی رائے ہو، جتنا وہ مناسب سمجھے۔ فَيُعَزِّرُ بِهِ أَيْ بِالنَّفْيِ تو وہ تعزیر بالنفی یعنی جلاوطنی کی سزا دے دے گا عَلَى قَدْرِ مَا يَرَى اتنی مقدار پر مَا يَرَى جو وہ مناسب سمجھتا ہے جو اس کی رائے ہے اس رائے کے مناسب جلاوطنی کی سزا بھی دے دے گا۔

وَإِذَا زَنَى الْمَرِيضُ وَحَدُّهُ الرَّجْمُ رُجِمَ۔ صورت یہ ہے بھئی ایک شخص ہے بیمار ہے اس نے زنا کر لیا اور اس شخص کی سزا رجم بنتی ہے مثلاً یہ محصن تھا، شادی شدہ ہے، تو اب کیا اس کے ٹھیک ہونے کا انتظار کریں پھر رجم کریں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب ٹھیک کرنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم میں ویسے بھی اس کی جان چلی جانی ہے تو ٹھیک ہونے کا انتظار کرنا بیکار ہے۔ لیکن اگر وہ مریض ایسا ہے کہ وہ محصن نہیں ہے اور اس کی سزا کیا بنتی ہے؟ سو کوڑے بنتی ہے، تو اب کوڑے نہیں لگائے جائیں گے جب تک یہ ٹھیک نہ ہو جائے، ٹھیک ہو گا پھر کوڑے لگائیں گے اس لیے کہ حالتِ مرض میں اگر کوڑے لگائے جائیں تو کہیں ایسا نہ ہو اس کی جان چلی جائے۔ تو وہاں رجم میں تو جانی ہی تھی جان لہٰذا وہاں ٹھیک ہونے کا انتظار نہیں، یہاں جان لینا مقصد نہیں ہے لہٰذا انتظار کریں گے کہ ٹھیک ہو جائے۔ کہتے ہیں وَإِذَا زَنَى الْمَرِيضُ وَحَدُّهُ الرَّجْمُ جب زنا کیا کسی مریض نے اور اس کی حد رجم تھی رُجِمَ تو اس کو رجم کیا جائے گا، وَإِنْ كَانَ حَدُّهُ الْجَلْدَ اور اس کی اگر حد جو ہے وہ کوڑے ہیں لَمْ يُجْلَدْ تو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے حَتَّى يَبْرَأَ یہاں تک کہ یہ تندرست ہو جائے۔

فَإِذَا زَنَتِ الْحَامِلُ۔ بھئی اگر جس عورت نے زنا کیا وہ کیا تھی؟ حاملہ تھی، یا زنا سے وہ حاملہ ہو گئی، تو پھر اس پر حد نہیں لگائیں گے بھئی۔ اس لیے کہ عورت کا تو قصور ہے بچے کا کوئی قصور نہیں تو وہ بچہ نہ ہلاک ہو جائے۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا زَنَتِ الْحَامِلُ اگر زنا کر لے حاملہ لَمْ تُحَدَّ تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی حَتَّى تَضَعَ حَمْلَهَا یہاں تک کہ یہ اپنے حمل کو جنم دے دے۔ بھئی اگر رجم تھا تو جب تک وضعِ حمل نہ ہو جائے، وضعِ حمل کے بعد اب کیا کرتے ہیں اسے؟ رجم کر دیں گے۔ وَإِنْ كَانَ حَدُّهَا الْجَلْدَ اور اگر اس عورت کی حد کوڑے تھی فَحَتَّى تَتَعَلَّى مِنْ نِفَاسِهَا تو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اپنے نفاس سے، نفاس سے بھی پاک ہو جائے گی پھر اس کے بعد کیا کریں گے اس پر؟ حد جاری کریں گے۔

وَإِذَا شَهِدَ الشُّهُودُ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ لَمْ يَمْنَعْهُمْ عَنْ إِقَامَتِهِ بُعْدُهُمْ عَنِ الْإِمَامِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمْ إِلَّا فِي حَدِّ الْقَذْفِ خَاصَّةً۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا کہ زنا وغیرہ میں اگر ایک ماہ کی مدت گزر گئی تو یہ جرم قدیم ہو گیا اور اس کی وجہ سے اب حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی، یہ پرانی ہو گئی بات بھئی۔ اب چار گواہوں نے آ کر گواہی دی زنا کے بارے میں اور مہینہ گزر چکا ہے تو کیا اس گواہی کو قبول کریں گے یا قبول نہیں کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی اگر یہ اتنی دور رہتے تھے کہ ان کے دور ہونے کی وجہ سے ان کو مہینہ لگ گیا آتے آتے تو اب ان کی گواہی قبول ہے کیونکہ ان کا عذر ہے یہ اتنی دور رہتے تھے کہ مہینے سے پہلے پہنچ ہی نہ سکے۔ اور اگر یہ عذر نہیں ہے یعنی وہ اتنی دور نہیں رہتے تو پھر اس صورت میں زمانہ گزر چکا ہے بات پرانی ہو گئی اب ان کی گواہی قابلِ

قبول نہیں۔ اب وہ بدگمانی آگئی مولانا کہ بھئی تم تو اتنی دور بھی نہیں رہتے تھے پھر تم ایک مہینے سے بھی زائد عرصہ گزر چکا ہے اب زنا کی گواہی دے رہے ہو، معلوم ہوا پہلے تم پردہ پوشی کرنا چاہتے تھے پردہ ڈالنا چاہتے تھے اور اب کوئی نئی دشمنی تمہارے درمیان پیدا ہوئی ہے اب تم اس دشمنی کی وجہ سے گواہی دینے آ گئے، تو اس تہمت کی وجہ سے اب گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا شَهِدَ الشُّهُودُ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ جب گواہی دی گواہوں نے بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ پرانی حد کے بارے میں لَمْ يَمْنَعْهُمْ کہ روکا نہیں تھا منع نہیں کیا تھا ان کو عَنْ إِقَامَتِهِ اس حد کے قائم کرنے سے بُعْدُهُمْ عَنِ الْإِمَامِ ان کے امام سے دور ہونے نے، یعنی ان کی دوری مانع نہیں تھی اس حد کے قائم کرنے سے۔ بُعْدُهُمْ عَنِ الْإِمَامِ ترجمہ مشکل ہے یہاں بھئی: یہ جو ان کی امام سے دوری تھی یہ مانع نہیں تھی عَنْ إِقَامَتِهِ أَيْ إِقَامَةِ الْحَدِّ حد کے قائم کرنے سے۔ بھئی اگر دوری مانع تھی پھر تو گواہی قبول کر لیں گے، اگر ان کی دوری مانع نہیں تھی اس حد کے قائم کرنے سے تو لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمْ تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی إِلَّا فِي حَدِّ الْقَذْفِ خَاصَّةً مگر حدِ قذف کے اندر خاص طور پر کہ وہاں زمانہ زیادہ بھی گزر جائے مہینہ دو بھی گزر گئے پھر بھی کیا کریں گے؟ گواہی کو قبول کر لیں گے۔ اس لیے کہ حدِ قذف میں حق العبد بھی ہے، بندے کا حق ہے، ایک آدمی نے دوسرے پر زنا کی تہمت لگائی ہے تو جب تک وہ دعویٰ نہیں کرے گا اس وقت تک حد بھی نہیں ہے، تو لہٰذا اس بندے کا حق ہے یہ چاہے تو دعویٰ کرے چاہے تو دعویٰ نہ کرے، لہٰذا اس کے اندر تھوڑی مدت زیادہ بھی گزر جائے تو کوئی حرج نہیں۔

وَمَنْ وَطِئَ امْرَأَةً أَجْنَبِيَّةً فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ عُزِّرَ اور جس نے صحبت کی کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ شرمگاہ کے علاوہ میں عُزِّرَ تو اس کو سزا دی جائے گی، تعزیر لگائی جائے گی اس پر، تعزیر آئے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیا آئے گی اس پر؟ تعزیر آئے گی بھئی۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۱۳۵: کتاب الحدود (۲): شبہاتِ دارئہ للحد (شبہ فی الفعل، شبہ فی المحل، شبہ فی العقد)، رجوع عن الاقرار، حدِ شرب وسکر اور حدِ قذف تعزیر

مختصر القدوری صفحہ: ۱۸۸—بتاریخ: ۱۵ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهِ أَوْ وَلَدِ وَلَدِهِ وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ. وَإِذَا وَطِئَ جَارِيَةَ أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ أَوْ زَوْجَتِهِ أَوْ وَطِئَ الْعَبْدُ جَارِيَةَ مَوْلَاهُ وَقَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ، وَإِنْ قَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِي لَمْ يُحَدَّ.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی اگلے مسائل پڑھنے سے پہلے ایک ضابطہ یاد رکھیں بھئی، بلکہ یہ لکھ لیجیے بھئی۔ یاد رکھیے شبہ کسے کہتے ہیں بھئی؟ شبہ آپ پڑھتے رہتے ہیں: شبہ وہ ہے جو حق کے مشابہ تو ہو مگر حق نہ ہو بھئی۔ شبہ وہ ہے جو حق کے مشابہ ہو مگر حق نہ ہو۔ یہ دو قسم پر ہے: شبہ فی المحل اور شبہ فی الفعل۔ شبہ فی المحل کہ کسی شرعی دلیل کی وجہ سے کسی محل میں شبہ آجائے۔ سمجھ میں آیا بھئی شبہ فی المحل کسے کہتے ہیں؟ کسی شرعی دلیل کی وجہ سے کسی محل میں شبہ آجائے تو یہ شبہ فی المحل کہلاتا ہے۔ مثلاً دیکھو بھئی آپ نے پڑھا ہے بھئی، یاد رکھیے باپ کا مال الگ ہوتا ہے بیٹے کا مال الگ، اب باپ کے لیے اپنی باندی کے ساتھ تو صحبت جائز ہے لیکن بیٹے کی باندی کے ساتھ صحبت جائز نہیں کیونکہ وہ باپ کی مملوک نہیں وہ تو بیٹے کی مملوکہ ہے۔ لیکن آپ نے پڑھا ہے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کی باندی کے ساتھ صحبت کرلے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے بھئی، اس پر حد وغیرہ نہیں۔ کیوں؟ وجہ یہ کہ یہاں شبہ فی المحل ہے، شرعی دلیل کی وجہ سے شبہ آگیا: باپ بیٹے کا مال ہے تو الگ لیکن ایک حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا تھا: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کے ہیں۔ اس حدیث سے شبہ آگیا ملکیت کا کہ والد کیا ہوتا ہے بیٹے کے مال کا مالک ہوا کرتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ شبہ آگیا۔ تو یہ شبہ فی المحل ہے کیونکہ کس کی وجہ سے یہ شبہ آیا ہے؟ شرعی دلیل، قرآن یا حدیث کی مثلاً کسی نص کے ذریعے آئے وہ شبہ بھئی۔

اور ایک شبہ ہے فی الفعل بھئی: کہ انسان کسی مسئلہ میں غیر دلیل کو دلیل سمجھ بیٹھے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ شبہ کسی شرعی دلیل سے نہیں آیا بلکہ انسان نے اپنے ظن میں ایک غیر دلیل کو کیا سمجھ لیا؟ دلیل۔ ایک چیز دلیل نہیں ہے اس نے اس کو دلیل سمجھ لیا کہ شاید یہ دلیل ہے بھئی حلال ہونے کی۔ مثلاً بیٹے نے والد کی باندی سے صحبت کرلی۔ اب وہ باندی شرعاً بیٹے کے لیے تو حرام ہے بھئی، باپ کی مملوکہ ہے بیٹے کی مملوکہ نہیں، لیکن والد اور بیٹے کے درمیان آپ جانتے ہیں مال کے اندر بڑی آزادی ہوتی ہے، ایک دوسرے کی چیزیں بھئی آزادی سے استعمال کرتے ہیں پرواہ ہی نہیں ہوتی بھئی۔ چونکہ ہر چیز آزادی کے ساتھ

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهِ أَوْ وَلَدِ وَلَدِهِ وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا حد على من وطئ جارية ولده وولد ولده وإن قال:علمت أنها علي حرام:» منقول ہے۔

ایک دوسرے کی استعمال کرتے ہیں تو بیٹا کہتا ہے کہ میں تو سمجھا تھا یہ باندی میرے لیے حلال ہے کیونکہ باپ کی ہر چیز استعمال کرنا بیٹے کے لیے جائز ہے، بھئی گھروں میں ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ آزادی سے استعمال کرتے ہیں، تو بیٹے نے ایک غیر دلیل کو دلیل سمجھ لیا، کہتا ہے بھئی جیسے آزادی کے ساتھ اور چیزیں میرے لیے حلال ہیں والد کی تو یہ جو باندی ہے میں سمجھا یہ بھی میرے لیے حلال ہے! تو یہ شبہ فی الفعل کہلاتا ہے کہ انسان کی اپنی رائے سے آیا اور کسی شرعی دلیل سے نہیں آیا، کسی حدیث وغیرہ میں نہیں آیا، اپنی رائے اور ظن سے پیدا ہوا ہے تو یہ شبہ فی الفعل کہلاتا ہے کہ انسان غیر دلیل کو کیا سمجھ بیٹھتا ہے؟ دلیل سمجھ بیٹھتا ہے۔

اور یاد رکھیے بھئی شبہ فی الفعل کے اندر بندے کی رائے اور ظن اور گمان کا اعتبار ہوتا ہے بھئی۔ بندے کی رائے اور ظن معتبر ہے، جبکہ شبہ فی المحل وہ شرعی دلیل سے پیدا ہوا ہے وہاں بندے کے ظن کا، بندے کے گمان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ضابطہ سمجھ میں آیا بھئی؟ شبہ فی المحل کس سے پیدا ہوا ہے؟ شرعی دلیل سے، لہٰذا اس میں بندے کی رائے اور بندے کے گمان کا کوئی دخل نہیں، اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور شبہ فی الفعل بھئی وہ کس سے آیا؟ کہ انسان نے غیر دلیل کو دلیل سمجھ لیا، تو اس میں بندے کی رائے اور ظن کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہاں تک بات سمجھ میں آگئی؟

اب کتاب میں دیکھیے ذرا بھئی: وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهِ أَوْ وَلَدِ وَلَدِهِ اور کوئی حد نہیں ہے اس شخص پر جس نے صحبت کر لی جَارِيَةَ وَلَدِهِ اپنی اولاد کی باندی سے أَوْ وَلَدِ وَلَدِهِ یا اپنی اولاد کی اولاد کی باندی سے وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ اگرچہ وہ یوں کہے کہ میں جانتا تھا یہ مجھ پر حرام ہے، پھر بھی حد نہیں ہے۔ والد نے اپنی اولاد کی باندی سے یا اولاد کی اولاد آگے بھئی پوتے نواسیوں وغیرہ کی کسی باندی کے ساتھ کیا کر لی؟ صحبت کر لی تو اس پر حد نہیں آئے گی بھئی۔ کیوں نہیں آئے گی بھئی؟ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے کیا فرمایا تھا؟ أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ، تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے باپ کے ہیں تمہارے والد کے ہیں، تو شبہ آیا اس حدیث کی وجہ سے اور حد کیا ہوتی ہے شبہ کی وجہ سے؟ ساقط ہو جایا کرتی ہے۔ اب وہ کہتا ہے بھئی مجھے پتہ تھا یہ میرے اوپر حرام ہے، کیا اب بھی حد نہیں آئے گی؟ والد نے صحبت تو کر لی لیکن کیا کہتا ہے؟ مجھے علم تھا یہ میرے اوپر حرام ہے، تو کیا حد آئے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ شبہ فی المحل ہے، کس کی وجہ سے آیا ہے؟ شرعی دلیل کی وجہ سے آیا ہے، اور شبہ فی المحل میں بندے کے گمان کا کوئی اعتبار نہیں، وہ چاہے حلال سمجھے چاہے حرام سمجھے جو مرضی ہو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ شبہ آچکا ہے ایک شرعی دلیل کی وجہ سے تو اب یہاں حد کیا ہو جائے گی شبہ کی وجہ سے؟ ساقط۔ اب اگرچہ وہ کہہ رہا ہے میں جانتا تھا یہ میرے لیے حرام ہے لیکن اس کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں، شبہ کس کی وجہ سے آچکا؟ شرعی دلیل کی وجہ سے اور وہ معتبر ہے، لہٰذا شبہ کی وجہ سے حد نہیں آئے گی حد ساقط۔ بات سمجھ میں آگئی بھئی؟ اسی لیے کہا وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ اگرچہ وہ کہے کہ میں جانتا تھا یہ میرے اوپر حرام ہے، یہ اس کی رائے ہے یہ اس کا گمان ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں بھئی۔

وَإِذَا وَطِئَ جَارِيَةَ أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ أَوْ زَوْجَتِهِ أَوْ وَطِئَ الْعَبْدُ جَارِيَةَ مَوْلَاهُ۔ اچھا صورت یہ ہے ایک شخص نے اپنے والد کی باندی سے صحبت کر لی یا اپنی والدہ کی باندی کے ساتھ کیا کر لی؟ صحبت کر لی، یا اپنی بیوی کی باندی کے ساتھ صحبت کر لی، یا غلام نے اپنے آقا کی باندی کے ساتھ صحبت کر لی، تو آپ جانتے ہیں یہ اس کے لیے جائز نہیں تھا۔ پھر اس سے پوچھا گیا اس نے کہا بھئی میں تو سمجھا تھا شاید یہ میرے لیے حلال ہے! کیونکہ آپ جانتے ہیں بیٹا اور والد ایک دوسرے کا مال آزادی سے استعمال کرتے ہیں، اسی طرح بیٹا اور والدہ ایک دوسرے کی چیزیں آزادی سے استعمال کرتے ہیں، خاوند ہے اس نے بیوی کی باندی سے صحبت کر لی بھئی، آپ جانتے ہیں میاں بیوی ایک دوسرے کی چیزیں آزادی سے استعمال کرتے ہیں، غلام نے آقا کی باندی سے صحبت کر لی، آپ جانتے ہیں بھئی غلام بھی اپنے آقا کی چیزیں آزادی سے استعمال کرتا ہے۔ تو یہاں اب وہ کہہ رہا ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ باندی میرے لیے حلال ہے، بھئی جیسے اور چیزیں ہم آزادی سے استعمال کر سکتے ہیں اپنے آقا کی، اپنی بیوی کی، اپنی والدہ کی، اپنے والد کی، تو میں سمجھا شاید یہ باندی بھی میرے لیے حلال ہے! تو یہ شبہ فی الفعل ہوا۔ یہ کیا ہے؟ شبہ فی الفعل، اس کو اس فعل میں شبہ ہو گیا کہ شاید یہ میرے لیے جائز ہے اگرچہ یہ اس کے لیے جائز نہیں۔ اور یہ شبہ بتائیے شرعی دلیل سے آیا یا اس نے غیر دلیل کو دلیل سمجھ لیا؟ غیر دلیل کو دلیل سمجھ لیا، اس نے جو عام چیزوں میں آزادی تھی اسی کو اس کے اندر بھی کیا سمجھ لیا؟ دلیل سمجھ لیا حالانکہ یہ تو دلیل نہیں۔ تو یہ شبہ فی الفعل ہوا اور اس کے اندر بندے کے ظن اور اس کے گمان کا اعتبار کیا جائے گا۔ اب وہ کیا گمان کر رہا تھا؟ کہ میں تو سمجھا تھا میرے لیے حلال ہے، تو لہٰذا اب یہ معتبر ہے، یہ شبہ فی الفعل آیا اور شبہ کی وجہ سے حد کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے تو اس پر حد نہیں آئے گی۔ لیکن اس کے بجائے اگر اس نے یہ کہا میں جانتا تھا میرے لیے یہ حرام ہے، اب حد آئے گی مولانا کیونکہ یہ شبہ فی الفعل ہے اور شبہ فی الفعل میں بندے کے گمان کا اعتبار ہے اور یہاں وہ خود اپنا گمان بتلا رہا ہے کہ میرا ابھی یہی گمان تھا یہ میرے لیے حرام ہے، جب حرام ہے تو غیر ملک کے اندر اس نے صحبت کر لی اور اس پر کیا آیا کرتی ہے؟ حد آیا کرتی ہے تو حدِ زنا آجائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

توکہتے ہیں وَإِذَا وَطِئَ جَارِيَةَ أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ اور جب صحبت کرلی کسی شخص نے اپنے والد کی باندی سے أَوْ أُمِّهِ أَيْ جَارِيَةَ أُمِّهِ، یہ أُمِّهِ کا عطف أَبِيهِ پر ہے بھئی، یا صحبت کرلی اپنی والدہ کی باندی کے ساتھ أَوْ زَوْجَتِهِ یا اپنی بیوی کی باندی کے ساتھ أَوْ وَطِئَ الْعَبْدُ جَارِيَةَ مَوْلَاهُ یا صحبت کرلی غلام نے اپنے آقا کی باندی کے ساتھ وَقَالَ اور وہ کہتا ہے عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے حُدَّ تو اس کو حد لگائی جائے گی، وَإِنْ قَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِي لَمْ يُحَدَّ اور اگر وہ کہے کہ میرا گمان یہ تھا کہ یہ میرے لیے حلال ہے لَمْ يُحَدَّ تو اس کو حد نہیں لگائی جائے گی۔

وَمَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ أَخِيهِ أَوْ عَمِّهِ وَقَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَلَالٌ حُدَّ۔ صورت یہ ہے ایک شخص نے اپنے بھائی کی باندی کے ساتھ صحبت کرلی یا اپنے چچا کی باندی کے ساتھ صحبت کرلی اور پھر کہتا ہے کہ میرا یہ گمان تھا کہ یہ میرے لیے حلال ہے، کہتے ہیں بھئی اس پر حد آئے گی بھئی۔ اس پر کیا ہو گی؟ حد آئے گی۔ بھئی ادھر کیوں حد آئے گی؟ وجہ یہ مولانا وہ جو ذکر ہوا تھا کہ بیٹا اپنے والد، اپنی والدہ اور اپنی بیوی کی چیزیں آزادی سے استعمال کرتا ہے، بھائی اور چچا میں اس طرح نہیں ہے، بھائی کی چیزیں انسان اس طرح آزادی سے استعمال نہیں کر سکتا۔ آپ کہیں گے بعض اوقات ہوتا ہے، بھئی بعض اوقات کو نہیں جانتی شریعت ایک حکمِ کلی لگاتی ہے، اکثر آپ دیکھیں گے تو بھائی سے کیا ہوتا ہے؟ مال الگ ہوتا ہے بھئی۔ چچا کے مال میں بھی اتنی آزادی ہوتی ہے بھئی؟ کوئی ایک آدھی مثال دو مثالیں دس مثالیں آپ کو شاید بمشکل مل جائیں لیکن حکمِ کلی لگانا ہے اور اکثر کو دیکھا جائے گا، تو آپ دیکھیں گے پچانوے فیصد بلکہ اس سے بھی اوپر وہ ایک دوسرے کا مال آزادی سے استعمال نہیں کر سکتے۔ تو لہٰذا یہاں شبہ فی المحل بھی نہیں، شریعت کی طرف سے بھی کوئی شبہ نہیں آیا، اور شبہ فی الفعل بھی یہاں نہیں ہے بھئی، اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان میں آپس میں اتنی آزادی نہیں ہوتی اور اتنا انبساط نہیں ہوتا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ أَخِيهِ اور جس نے صحبت کرلی اپنے بھائی کی باندی سے أَوْ عَمِّهِ یا اپنے چچا کی باندی سے وَقَالَ اور کہتا ہے ظَنَنْتُ میرا یہ گمان تھا أَنَّهَا عَلَيَّ حَلَالٌ کہ یہ مجھ پر حلال ہے حُدَّ تو اس کو حد لگائی جائے گی۔

وَمَنْ زُفَّتْ إِلَيْهِ غَيْرُ امْرَأَتِهِ۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے نکاح کرلیا ہے تو اس کی منکوحہ کی رخصتی ہوئی بھئی، ایک عورت کو بھیج دیا گیا اس کے پاس اور عورتوں نے کہا بھئی یہ تمہاری بیوی ہے، وہ اس کی بیوی نہیں تھی کوئی اور عورت تھی لیکن عورتوں نے اسے کیا کہا؟ یہ تمہاری بیوی ہے، اس نے اس کے ساتھ صحبت کرلی تو کیا حد آئے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہاں تو بیوی کی رخصتی ہوئی ہے پہلے سے اس کو دیکھا نہیں ہوا اور اب عورتیں اس کو بتلا رہی ہیں کہ یہ تمہاری بیوی ہے تو اس نے ان کے قول پر اعتماد کیا ہے، لہٰذا اس کی وجہ سے اب حد نہیں آئے گی۔ ہاں البتہ مہر دینا پڑے گا اس کو بھئی کیونکہ صحبت کی ہے اب مہر دینا پڑے گا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ زُفَّتْ إِلَيْهِ غَيْرُ امْرَأَتِهِ۔ زَفَّ يَزُفُّ زِفَافًا کا معنی ہے رخصتی کرنا بھئی دلہن کو خاوند کے پاس بھیجا جانا بھئی، اسی سے شبِ زفاف ہے شادی کی رات کو کہتے ہیں شبِ زفاف۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ زُفَّتْ إِلَيْهِ غَيْرُ امْرَأَتِهِ اور جس کے پاس بھیجا گیا اس کی بیوی کے علاوہ کو وَقَالَتِ النِّسَاءُ إِنَّهَا زَوْجَتُكَ اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے فَوَطِئَهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ اس نے اس کے ساتھ صحبت کرلی تو اس پر حد نہیں ہے وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ البتہ اس خاوند پر اب مہر واجب ہے، مہر دینا پڑے گا بھئی۔

وَمَنْ وَجَدَ امْرَأَةً عَلَى فِرَاشِهِ فَوَطِئَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ۔ ایک شخص ہے بھئی اس نے ایک عورت کے ساتھ صحبت کرلی، پوچھا گیا بھئی کیوں آپ نے صحبت کی؟ اس نے کہا یہ میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی میں سمجھا شاید میری بیگم ہے بھئی، یہ میری بیوی ہے اس لیے میں نے صحبت کرلی! کہتے ہیں نہیں بھئی یہ کوئی عذر نہیں ہے، اس کو حد لگائی جائے گی کیونکہ بیوی کو وہ جانتا ہے رہ چکا ہے اس کے ساتھ تو یہاں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، کوئی اجنبیہ ہو گی فوراً ہی پتہ لگ جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ وَجَدَ امْرَأَةً عَلَى فِرَاشِهِ اور جس نے پایا کسی عورت کو اپنے بچھونے پر فَوَطِئَهَا تو اس نے اس سے صحبت کرلی فَعَلَيْهِ الْحَدُّ تو اس پر حد واجب ہے۔

وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔ ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کرلیا جس کے ساتھ اس کے لیے نکاح جائز نہیں تھا بھئی، وہ عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام تھی، مثلاً رضاعی بہن: اس نے اور اس عورت نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا تھا بچپن میں تو یہ اس کی رضاعی بہن ہوئی، اس نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس کے ساتھ صحبت کرلی تو کیا اس پر حد آئے گی یا حد نہیں آئے گی بھئی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس پر حد نہیں آئے گی اس لیے کہ حد ادنیٰ شبہ کی وجہ سے بھی ساقط ہو جایا کرتی ہے اور یہاں نکاح اس نے کیا ہے تو نکاح کا شبہ کافی ہے حد کو ساقط کرنے کے لیے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا جس نے نکاح کیا ایسی عورت سے کہ حلال نہیں تھا اس کے لیے اس کے ساتھ نکاح کرنا فَوَطِئَهَا تو اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت کرلی لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْحَدُّ تو اس پر حد واجب نہیں ہے۔ ہاں تعزیر آئے گی مولانا! کیا ہو گا؟ تعزیر آئے گی

بھئی کیونکہ یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں تھی اور اس کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہی نہیں تھا تو تعزیر آئے گی سزا دی جائے گی، لیکن بہر حال حد نہیں آئے گی کیونکہ حد کیا ہوتی ہے شبہ کی وجہ سے؟ ساقط ہو جاتی ہے تو یہاں کم از کم نکاح اس نے کیا ہے بظاہر تو شبہ آ گیا، نکاح کا شبہ حد کو کم از کم ساقط کر دے گا البتہ سزا ضرور دی جائے گی بھئی۔

وَمَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي الْمَوْضِعِ الْمَكْرُوهِ أَوْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَلَا حَدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَيُعَزَّرُ۔ صورت یہ ہے ایک شخص نے عورت کے ساتھ صحبت کی موضعِ مکروہ میں یعنی پچھلے مقام میں أَوْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ یا ایک شخص ہے اس نے قومِ لوط والا عمل کیا یعنی مرد نے مرد کے ساتھ بدکاری کی، تو کیا اس پر حد آئے گی یا حد نہیں آئے گی؟ کہتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حد نہیں آئے گی، اس لیے کہ یہ جو فعل کیا یہ لواطت کہلاتا ہے زنا نہیں کہلاتا، اور حد تو کس کے بارے میں ہے؟ زنا کے بارے میں ہے، تو اس کا نام الگ ہے لہٰذا اس پر زنا والی سزا جاری نہیں کر سکتے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي الْمَوْضِعِ الْمَكْرُوهِ اور جو آیا کسی عورت کے پاس مکروہ محل میں یعنی پچھلے مقام میں، یہ عورتوں کی بات کی، أَوْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ یا عمل کیا اس نے قومِ لوط والا، یہ مردوں میں بھئی یعنی مردوں میں اس نے کسی کے ساتھ بدفعلی کی، فَلَا حَدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تو کوئی حد نہیں ہے اس پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی وَيُعَزَّرُ اور اس پر تعزیر لگائی جائے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی یہ جس نے لواطت کی اس کے بارے میں تو صحابہ میں بھی اختلاف تھا: بعض فرماتے تھے اس کو آگ میں جلا دینا چاہیے بھئی، بعض کہتے تھے اس کو کھڑا کر کے اوپر دیوار گرا دی جائے، بعض کہتے تھے اس کو اونچی جگہ سے اوندھے منہ گرا دیا جائے اور اوپر پتھر گرا دیے جائیں بھئی۔ اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی اس میں تو صحابہ کے وقت سے اختلاف ہے اور نیز یہ جو اس نے عمل کیا ہے یہ زنا بھی نہیں کہلاتا، حد تو زنا کے اندر ہے اور یہ زنا نہیں کہلاتا، تو نام اس کا الگ ہے لہٰذا تعزیر آئے گی بھئی اور وہ قاضی دیکھے گا جو مناسب سمجھے، اونچی جگہ سے گرا دے یا دیوار اوپر گرا دے۔ یہ تو امام صاحب کا مذہب تھا، وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى هُوَ كَالزِّنَا فَيُحَدُّ، صاحبین فرماتے ہیں یہ بھی زنا کی طرح ہے فَيُحَدُّ تو اس کو حد لگائی جائے گی، وہی زنا والا حکم دے دیا انہوں نے۔

وَمَنْ وَطِئَ بَهِيمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ جس نے وطی کر لی کسی چوپائے کے ساتھ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ تو اس پر حد نہیں ہے بھئی کیونکہ حد زنا کے اندر ہے یہ زنا نہیں ہے، البتہ تعزیر ہو گی مولانا۔

وَمَنْ زَنَى فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْبَغْيِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا لَمْ يُقَمْ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔ ایک شخص نے دار الحرب میں کفار کے وطن میں زنا کیا یا دار البغی باغیوں کے علاقے میں بھئی، بعض لوگوں نے کیا کر دی ہے خلیفہ سے بغاوت کر کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا ہے، اب وہاں پر ایک شخص نے زنا کیا، کہتے ہیں اس پر حد نہیں آئے گی اس لیے کہ حد لگانا امام کا کام ہے اور جہاں پر اس نے زنا کیا وہاں امام کی ولایت ہی نہیں تھی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ زَنَى فِي دَارِ الْحَرْبِ اور جس نے زنا کیا دار الحرب کے اندر أَوْ فِي دَارِ الْبَغْيِ یا باغیوں کے وطن میں ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا پھر وہ ہماری طرف نکل کے آ گیا لَمْ يُقَمْ عَلَيْهِ الْحَدُّ تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔[۲]

بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ۔ یہ باب ہے حدِ شرب میں بھئی۔ کوئی نشہ آور مشروب یا شراب پی لیتا ہے اس پر بھی حد آیا کرتی ہے مولانا۔ اور پھر میں نے آپ کو تفصیل بتلائی تھی کہ شراب کا ایک قطرہ بھی پی لے گا تو حد آ جائے گی، نشہ ہونا ضروری نہیں، لیکن شراب کے علاوہ کوئی اور نشہ آور مشروب پیتا ہے تو وہاں نشہ ضروری ہے، نشہ ہوا تو اسے حد لگائی جائے گی بھئی اور نشہ نہ ہوا تو حد بھی نہیں لگائی جائے گی۔

کہتے ہیں وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأُخِذَ وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ فَشَهِدَ الشُّهُودُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ أَوْ أَقَرَّ وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ۔ بھئی شراب کے مسئلے میں یہ یاد رکھیے بھئی کہ آپ کو میں نے بتلایا کہ حد کے اندر اگر زمانہ زیادہ گزر جائے تو حد کیا ہو جاتی ہے؟ ساقط، بعد میں گواہی کوئی دیتا ہے تو وہ گواہی قابلِ قبول نہیں اس کی وجہ سے حد نہیں لگائی جا سکتی کیونکہ بات پرانی ہو گئی۔ اور شراب میں بھی اسی طرح ہے، شراب میں ضروری ہے کہ جسے پکڑا گیا ہے اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو اور جس وقت گواہ گواہی دیں اس وقت بھی اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو، اگر زمانہ زیادہ گزر گیا تو پھر اس صورت کے اندر حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط کیونکہ بات پرانی ہو گئی۔ ہاں اگر فاصلہ زیادہ تھا ان کو پہنچنے میں وقت لگا قاضی تک، جب پکڑا تھا تب تو بو تھی لیکن جب قاضی

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۹۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ زَنَى فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْبَغْيِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا لَمْ يُقَمْ عَلَيْهِ الْحَدُّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن زنى في دار الحرب أو دار البغي ثم خرج إلينا لم نقم عليه الحد» منقول ہے۔

کے پاس پہنچے اس وقت بو کیا ہو چکی؟ ختم ہو چکی، تو پھر تو اب عذر ہے پھر تو حد لگائی جائے گی۔ البتہ ویسے اگر کوئی عذر نہ ہو پھر ضروری ہے کہ جب گواہی دیں اس وقت بھی کیا ہو؟ اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو بھئی ورنہ کہیں گے بات پرانی ہو گئی۔ کہتے ہیں وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأُخِذَ وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ اور جس نے شراب پی فَأُخِذَ تو اس کو پکڑا گیا وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ اس حال میں کہ شراب کی بو موجود تھی فَشَهِدَ الشُّهُودُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ پس گواہی دی گواہوں نے اس پر اس چیز کی کہ اس نے کیا کیا ہے شراب پی ہے أَوْ أَقَرَّ یا وہ خود کیا کر لیتا ہے؟ اقرار کر لیتا ہے وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہے، یہاں اقرار میں بھی ضروری ہے جب اقرار کرے تو کیا ہو؟ بو موجود ہو، فَعَلَيْهِ الْحَدُّ تو اس پر کیا ہے؟ حد واجب ہے۔ وَإِنْ أَقَرَّ بَعْدَ ذَهَابِ رَائِحَتِهَا لَمْ يُحَدَّ اور اگر اس نے اقرار کیا ہے شراب کی بو کے ختم ہو جانے کے بعد لَمْ يُحَدَّ تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی کیونکہ بات پرانی ہو گئی۔

وَمَنْ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ حُدَّ اور جس کو نشہ ہوا نبیذ سے حُدَّ تو اسے حد لگائی جائے گی۔ نبیذ جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ نبیذ کہتے ہیں کھجور کا پانی۔ عرب کیا کرتے تھے کھجور کو پانی میں رکھ دیتے بھئی، کافی کھجوریں پانی میں ڈال دیں، تھوڑی دیر گزرتی چند گھنٹے گزرتے تو کھجور کی مٹھاس پانی میں آ جاتی پانی میٹھا ہو جاتا، پھر اگر زیادہ وقت گزر جاتا تو اس پانی کے اندر نشہ بھی آ جاتا تھا۔ تو یہ جو کھجور کا میٹھا پانی ہے یہ نبیذ کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ نبیذ۔ ہاں کچھ گھنٹے رکھیں کھجور تو اس میں مٹھاس آئے گی اور زیادہ عرصہ رکھا تو نشہ بھی آ جائے گا، تو یہ نبیذ ہے۔ یہ کھجور کی بھی بنتی ہے اور بھی چیزوں کی بنتی ہے آگے تفصیل آ جائے گی بھئی، قریب ہی ہے باب مولانا كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ کے اندر اس کا ذکر آ جائے گا بھئی دو چار صفحے بعد۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ حُدَّ اور جس کو نشہ ہوا نبیذ سے حُدَّ تو اسے حد لگائی جائے گی۔

وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وُجِدَ مِنْهُ رَائِحَةُ الْخَمْرِ أَوْ مَنْ تَقَيَّأَهَا اور حد نہیں ہے اس شخص پر جس سے شراب کی بو پائی گئی۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہے، پیتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا لیکن اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہے، کیا اس پر حد ہے؟ کہتے ہیں نہیں، اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ بھئی کیوں نہیں حد لگائی جائے گی، منہ سے شراب کی بو آ رہی ہے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی حد ادنیٰ شبہ سے بھی ساقط ہو جایا کرتی ہے، ہو سکتا ہے یہ کسی اور چیز کی بو ہو شراب جیسی ہو! بو شراب جیسی ہے لیکن ہے کسی اور چیز کی، احتمال ہے یا نہیں احتمال بھئی؟ احتمال ہے، لہٰذا احتمال آ گیا شبہ آ گیا اور شبہ کی وجہ سے حد کیا ہو جاتی ہے؟ ساقط، لہٰذا اس پر حد نہیں ہے۔ بھئی ایک آدمی نے شراب کی قے کی بھئی، الٹی آئی قے کی اور دیکھا تو شراب بھئی معدے سے نکلی ہے، کیا اب اس کو حد لگائی جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں اس کو بھی حد نہیں لگا سکتے۔ بھئی کیوں، اب تو واضح ہو گیا معلوم ہوا اس نے شراب پی تھی جو اب اس نے الٹی کی ہے؟ کہتے ہیں بھئی ہو سکتا ہے اسے کسی نے زبردستی پلائی ہو! احتمال آیا یا نہیں آیا بھئی؟ آ گیا۔ دیکھا شریعت چاہتی ہے کسی نہ کسی طرح آدمی پر پردہ پڑا رہے بھئی، حد کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وُجِدَ مِنْهُ رَائِحَةُ الْخَمْرِ اور حد نہیں ہے اس شخص پر جس سے شراب کی بو پائی گئی أَوْ مَنْ تَقَيَّأَهَا یا جس نے شراب کی قے کی۔[۳]

وَلَا يُحَدُّ السَّكْرَانُ حَتَّى يُعْلَمَ أَنَّهُ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ۔ بھئی ایک آدمی تھا نشے میں مدہوش ہے، کیا اس کو حد لگائی جائے گی؟ کہتے ہیں بھئی نہیں، حد نہیں لگائی جائے گی جب تک یہ پتہ نہ چل جائے کہ اس کو نبیذ سے نشہ ہوا ہے۔ کس سے ہوا ہے؟ نبیذ سے نشہ ہوا ہے۔ آگے آئے گا بھئی کچھ نشہ آور مشروب ہیں ان کے پینے سے حد ہے، ہر چیز کے نشے سے حد نہیں آتی بھئی۔ تو جب تک پتہ نہ چل جائے نبیذ کے پینے کی وجہ سے اسے نشہ چڑھا ہے اس پر حد نہیں ہے، ہو سکتا ہے اس نے بھنگ پی ہو بھئی تو بھنگ پینے کی وجہ سے تو حد نہیں آتی بھئی۔ نیچے لکھا ہوا ہے بین السطور: لِاحْتِمَالِ أَنَّهُ سَكِرَ مِنْ غَيْرِ النَّبِيذِ كَالْبَنْجِ، یہ بَنْج وہی بھنگ ہے بھئی عربی میں گاف کس سے بدل جاتا ہے؟ جیم سے۔ وَلَا يُحَدُّ السَّكْرَانُ حَتَّى يُعْلَمَ حد نہیں لگائی جائے گی مدہوش کو حَتَّى يُعْلَمَ یہاں تک کہ معلوم ہو جائے أَنَّهُ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ کہ یہ مدہوش ہوا ہے نبیذ سے یعنی نبیذ پینے سے وَشَرِبَهُ طَوْعًا اور یہ کہ اس نے پیا ہے اس نبیذ کو طَوْعًا خوشی سے، رضامندی سے۔ بھئی ہو سکتا ہے کسی نے زبردستی پلائی ہو، تو یہ بھی پتہ چلنا چاہیے کہ نبیذ سے نشہ ہوا ہے اور دوسرا یہ کہ اس نے بخوشی نبیذ پی تھی کسی نے زبردستی نہیں پلائی۔

وَلَا يُحَدُّ حَتَّى يَزُولَ عَنْهُ السُّكْرُ۔ تو کیا بھئی حد فوراً لگا دیں گے اس کو؟ کہتے ہیں نہیں، نشہ جب ختم ہو جائے گا اتر جائے گا نشہ پھر حد لگائیں گے تاکہ تکلیف ہو، نشے میں تو اسے پتہ ہی نہیں چلے گا بھئی اس کو ضربیں لگی ہیں۔ کہتے ہیں وَلَا يُحَدُّ حَتَّى يَزُولَ عَنْهُ السُّكْرُ اور حد نہیں لگائی جائے گی

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۱۹۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وُجِدَ مِنْهُ رَائِحَةُ الْخَمْرِ أَوْ مَنْ تَقَيَّأَهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا حد على من وجد منه رائحة الخمر أو تقيأها» منقول ہے۔

یہاں تک کہ دور ہو جائے اس سے نشہ۔ یاد رکھیے بھئی ایک ہے سُکْرٌ لفظ، سین پر ضمہ ہے کاف ساکن ہے، سُکْرٌ کہتے ہیں نشے کو۔ اور ایک ہے سَکَرٌ، سین پر بھی زبر کاف پر بھی زبر دونوں پر فتحہ ہے، سَکَرٌ کہتے ہیں نشہ آور مشروب کو۔ سُکْرٌ کا کیا معنی؟ نشہ، اور سَکَرٌ کا کیا معنی؟ نشہ آور مشروب بھئی، یہ لفظ یاد رکھنا بھئی اشتباہ ہو جاتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُحَدُّ حَتَّى يَزُولَ عَنْهُ السُّكْرُ اسے حد نہیں لگائی جائے گی یہاں تک کہ دور ہو جائے زائل ہو جائے اس سے سُکْرٌ، کیا معنی سکر؟ نشہ زائل ہو جائے۔

وَحَدُّ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ فِي الْحُرِّ ثَمَانُونَ سَوْطًا اور شراب کی حد اور نشے کی حد فِي الْحُرِّ آزاد آدمی میں ثَمَانُونَ سَوْطًا کتنے کوڑے ہیں؟ اسی کوڑے ہیں يُفَرَّقُ عَلَى بَدَنِهِ جو تقسیم کیے جائیں گے، متفرق لگائے جائیں گے اس کے بدن پر كَمَا ذَكَرْنَا فِي الزِّنَا جیسے ہم نے کس میں ذکر کیا تھا؟ زنا میں، تاکہ بھئی ایک ہی عضو پر لگاتے رہے تو وہ عضو کہیں تلف نہ ہو جائے تو پورے بدن پر مختلف جگہوں پر لگاؤ بھئی۔ فَإِنْ كَانَ عَبْدًا فَحَدُّهُ أَرْبَعُونَ پس اگر وہ شخص غلام تھا تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں کیونکہ غلام کا حکم کیا ہوتا ہے آزاد سے؟ نصف ہوتا ہے۔[۴]

وَمَنْ أَقَرَّ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسَّكَرِ، یہ وہ سَكَرٌ آ گیا، سکر کا کیا معنی بتلایا؟ نشہ آور مشروب، اور جس نے اقرار کیا شراب کے پینے کا وَالسَّكَرِ اور نشہ آور مشروب کے پینے کا ثُمَّ رَجَعَ پھر رجوع کر لیا لَمْ يُحَدَّ تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے تو اس میں رجوع کو قبول کیا جائے گا۔

وَيَثْبُتُ الشُّرْبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ اور ثابت ہو جائے گا پینا بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ دو گواہوں کی گواہی سے، بھئی زنا میں تو کتنے گواہ چاہئیں تھے؟ چار، لیکن یہاں دو کافی ہیں أَوْ بِإِقْرَارِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً یا اس کے ایک ہی مرتبہ کے اقرار سے بھی بھئی ثابت ہو جائے گا۔ بھئی زنا میں کتنی دفعہ اقرار ضروری تھا؟ چار مختلف مجلسوں میں چار دفعہ اقرار ہو، یہاں ایک ہی اقرار کافی ہے۔

وَلَا يُقْبَلُ فِيهِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ اور قبول نہیں کی جائے گی اس کے اندر عورتوں کی گواہی مردوں کی گواہی کے ساتھ۔ بھئی میں نے بتایا حد کا مسئلہ بڑا نازک ہے اس میں صرف کس کی گواہی قبول کی جائے گی؟ مردوں کی اور وہ بھی عادل ہوں، قابلِ اعتماد مرد ہوں، عورتوں کی گواہی قابلِ قبول نہیں بھئی اس لیے کہ عورتوں کی گواہی میں شبہ ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے کتنی عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیا ہے؟ دو عورتوں کی گواہی کو۔ وجہ اس کی یہ ہے مولانا کہ عورت کا حافظہ کہتے ہیں کمزور ہے وہ بات بھول جاتی ہے جلدی بھئی۔ تو اس وجہ سے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر کر دی تاکہ اگر ایک کو کوئی بات بھول جائے تو دوسری اسے کیا کر دے؟ یاد کروا دے۔ عورتوں کا حافظہ مردوں سے کمزور ہوتا ہے بھئی اس لیے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے بھئی، عام مسائل میں دو مرد گواہی دیں اور اگر عورتیں ہیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دے سکتے ہیں بھئی۔ چنانچہ بھئی قرآن میں اللہ کیا فرماتے ہیں: وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ اور گواہ بنالو تم دو گواہ مردوں میں سے فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ جو تم پسند کرو شہداء میں سے أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا اگر بھول جائے ان دونوں میں سے ایک فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى تو یاد کروا دے گی اسے دوسری بھئی۔ ایک بھول جائے تو دوسری اسے کیا کروا دے گی؟ یاد کروا دے گی۔ یہاں سے معلوم ہوا بھئی کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر کیوں قرار دیا گیا؟ کیونکہ عورتوں کا حافظہ کمزور ہے وہ بات جلدی بھول جاتی ہیں۔ یہ قرآن کی بات ہے، چودہ سو سال پہلے قرآن کا فیصلہ جو نازل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ آج کے جدید سائنسی دور کی بات بتلاؤں بھئی: روس کے اندر تحقیق کی گئی بھئی، انہیں اس آیت کا پتہ بھی نہیں ہو گا ویسے ہی جو وہ مختلف تحقیقات وغیرہ کرتے رہتے ہیں، انہوں نے تحقیق کی بھئی اور تحقیق کے بعد انہوں نے اپنا نتیجہ شائع کیا، بہت سی جگہ کتابوں میں آپ کو اس کے حوالے وغیرہ بھی مل جائیں گے حوالہ تو میرے ذہن میں نہیں لیکن انہوں نے شائع کیا اس تحقیق کو اور لکھا کہ مردوں کا حافظہ قوی ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں عورتوں کا حافظہ ان سے کمزور ہے! یہ جدید تحقیق کی بات کر رہا ہوں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو معلوم ہوا عورت کا حافظہ کمزور ہے تو اس کی گواہی میں شبہ آ گیا اور شبہ کی وجہ سے حد کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُقْبَلُ فِيهِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ اور قبول نہیں کی جائے گی اس کے اندر عورتوں کی گواہی مردوں کے ساتھ، حدود میں صرف مردوں کی گواہی قابلِ قبول ہے عورتوں کی نہیں۔

بَابُ حَدِّ الْقَذْفِ۔ یہ باب ہے حدِ قذف کے بیان میں۔ بھئی قَذْفٌ کا عربی زبان میں معنی ہے پھینکنا، مارنا کوئی چیز بھئی، اور اصطلاحِ شریعت میں زنا کا جو

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۱۹۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَحَدُّ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ فِي الْحُرِّ ثَمَانُونَ سَوْطًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وحد الخمر والسكر في الحد ثمانون سوطا» منقول ہے۔

الزام کسی پر لگایا جائے وہ قذف کہلاتا ہے بھئی۔

کہتے ہیں إِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ رَجُلًا مُحْصَنًا أَوِ امْرَأَةً مُحْصَنَةً بِصَرِيحِ الزِّنَا وَطَالَبَ الْمَقْذُوفُ بِالْحَدِّ حَدَّهُ الْحَاكِمُ ثَمَانِينَ سَوْطًا۔ اگر تہمت لگائی کسی آدمی نے کسی پاک دامن آدمی پر أَوِ امْرَأَةً مُحْصَنَةً یا کسی پاک دامن عورت پر بِصَرِيحِ الزِّنَا صریح زنا کی کہ تم نے زنا کیا ہے یا تم زانی ہو وَطَالَبَ الْمَقْذُوفُ بِالْحَدِّ اور مطالبہ کیا مقذوف جس پر تہمت لگائی گئی اس مقذوف نے مطالبہ کیا حد کا حَدَّهُ الْحَاكِمُ تو حد لگائے گا اس تہمت لگانے والے کو حاکم ثَمَانِينَ سَوْطًا کتنے کوڑے؟ اسی کوڑے إِنْ كَانَ حُرًّا اگر وہ آزاد تھا، يُفَرَّقُ عَلَى أَعْضَائِهِ تقسیم کیا جائے گا اس کے اعضاء پر یعنی متفرق اعضاء پر اس کے لگائیں گے وَلَا يُجَرَّدُ مِنْ ثِيَابِهِ اور اس کو ننگا نہیں کیا جائے گا اس کے کپڑوں سے یعنی قمیص بھی نہیں اتاریں گے بھئی۔ بھئی آپ نے زنا کے مسئلے میں پڑھا کہ کوڑے لگاتے ہوئے کیا کریں گے؟ مرد سے اس کی قمیص اتار لیں گے تاکہ خوب تکلیف ہو، حدِ قذف کے اندر قمیص بھی نہیں اتاریں گے۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُجَرَّدُ مِنْ ثِيَابِهِ اس کو خالی نہیں کیا جائے گا اس کے کپڑوں سے غَيْرَ أَنَّهُ يُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ علاوہ اس کے کہ اتار لیے جائیں گے اس سے فر و اور حشو، پوستین اور موٹے کپڑے، پوستین بھئی وہ چمڑے وغیرہ کی کوئی اس نے چیز پہنی ہے یا ایسا کپڑا جس میں روئی وغیرہ بھری ہے یعنی موٹی کوئی چیز پہنی ہوئی ہے ان کو اتار لیا جائے گا کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے تو تکلیف نہیں ہوگی۔ تو وہ اتار لیں گے البتہ قمیص نہیں اتاریں گے۔ بھئی کیا وجہ ہے وہاں پر زنا کے مسئلے میں کہا تھا کہ قمیص بھی اتار لیں گے اور یہاں کہہ رہے ہیں قمیص نہیں اتاریں گے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہاں اس نے زنا کی تہمت لگائی ہے لیکن اس کے پاس ثبوت کوئی نہیں، ہو سکتا ہے سچا ہو! احتمال ہے یا نہیں؟ ثبوت تو نہیں پیش کر سکا زنا پر لیکن پھر بھی ہو سکتا ہے یہ شخص کیا ہو؟ سچا ہو، تو لہٰذا اس پر خوب شدت کے ساتھ ضربیں نہیں لگائی جائیں گی بھئی، کپڑے اس پر رہنے دیے تاکہ تکلیف کچھ کم ہو بھئی۔ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا اور اگر وہ غلام تھا جَلَدَهُ أَرْبَعِينَ سَوْطًا تو اسے حاکم کوڑے لگائے گا چالیس کوڑے بھئی کیونکہ غلام کی سزا نصف ہے۔

وَالْإِحْصَانُ۔ بھئی انہوں نے کیا کہا پاک دامن مرد یا پاک دامن عورت پر تہمت لگائی، رجلِ محصن یا امرأہ محصنہ ہو، محصن کیا مراد ہے؟ بھئی ایک احصان الرجم پڑھا تھا اس میں کتنی شرائط تھیں؟ سات شرائط تھیں، یہاں دیکھیے گا مولانا شرائط کم ہو جائیں گی۔ کہتے ہیں یہ احصانِ قذف ہے: وَالْإِحْصَانُ أَنْ يَكُونَ الْمَقْذُوفُ حُرًّا بَالِغًا عَاقِلًا مُسْلِمًا عَفِيفًا عَنْ فِعْلِ الزِّنَا اور احصان یہ ہے یعنی احصانِ قذف یہ ہے کہ وہ جس شخص پر تہمت لگائی گئی ہے وہ آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو، عَفِيفًا عَنْ فِعْلِ الزِّنَا اور پاک دامن ہو زنا کے فعل سے۔ سمجھ میں آیا؟ تو وہاں پر دو قیدیں اور بھی تھیں بھئی کہ نکاحِ صحیح بھی کیا ہو، وہ قید بھی یہاں نہیں، نیز وہاں ایک قید تھی کہ اپنی بیوی کے ساتھ صحبت بھی کر چکا ہو، یہاں وہ قید بھی نہیں۔

وَمَنْ نَفَى نَسَبَ غَيْرِهِ اور جس نے نفی کی غیر کے نسب کی فَقَالَ اور یہ کہا: لَسْتَ لِأَبِيكَ تو اپنے باپ کا نہیں ہے، دیکھو نسب کی نفی کر دی، أَوْ يَا ابْنَ الزَّانِيَةِ اے زانیہ کے بیٹے، وَأُمُّهُ مُحْصَنَةٌ مَيِّتَةٌ اور حال یہ ہے کہ اس کی ماں پاک دامن ہے مَيِّتَةٌ انتقال ہو چکا ہے فَطَالَبَ الِابْنُ بِحَدِّهَا اب مطالبہ کیا بیٹے نے اس محصنہ ماں کی حد کا کہ اس نے کیا کیا ہے؟ کسی سے کہا اے زانیہ کے بیٹے اور وہ عورت تو مر چکی ہے البتہ پاک دامن تھی اور بیٹا مطالبہ کر رہا ہے کہ يَا ابْنَ الزَّانِيَةِ کہا تو میری ماں پر کس چیز کا الزام لگا دیا؟ زنا کا، یا کہا بھئی لَسْتَ لِأَبِيكَ تم اپنے والد کے نہیں ہو تو یہاں بھی دراصل اس کی ماں پر کس چیز کا الزام لگا دیا؟ زنا کا۔ اب مطالبہ کر رہا ہے بیٹا بِحَدِّهَا اپنی اس پاک دامن ماں کی حد کا تو حُدَّ الْقَاذِفُ تو تہمت لگانے والے کو حد لگائی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَلَا يُطَالِبُ بِحَدِّ الْقَذْفِ لِلْمَيِّتِ إِلَّا مَنْ يَقَعُ الْقَدْحُ فِي نَسَبِهِ بِقَذْفِهِ۔ اب دیکھو ایک میت پر تہمت لگانے پر حد کا مطالبہ کیا تھا بیٹے نے بھئی، اپنی ماں کی حد کا مطالبہ کیا اور اس کا کیا ہو چکا تھا؟ انتقال۔ تو میت کی حد کا مطالبہ کون کون کر سکتا ہے جب اس پر کوئی تہمت لگا دے؟ کہتے ہیں بھئی جس کے نسب میں عیب آتا ہو وہ مطالبہ کر سکتا ہے۔ جس کے نسب میں کیا آتا ہو؟ عیب آتا ہو بھئی وہ مطالبہ کر سکتا ہے، سارے وارث سارے رشتہ دار مطالبہ نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا بیٹے یا آگے اولاد ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں؟ مطالبہ کر سکتے ہیں، اسی طرح والد، دادا وغیرہ اوپر کے جو ہیں وہ بھی کیا کر سکتے ہیں؟ مطالبہ کر سکتے ہیں، باقی رشتہ دار نہیں کر سکتے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُطَالِبُ بِحَدِّ الْقَذْفِ اور مطالبہ نہیں کر سکتا حدِ قذف کا لِلْمَيِّتِ میت کے لیے إِلَّا مَنْ يَقَعُ الْقَدْحُ، قَدْحٌ کا معنی ہے عیب، مگر وہ شخص کہ عیب آتا ہو فِي نَسَبِهِ اس کے نسب میں بِقَذْفِهِ اس میت پر تہمت لگانے سے۔ اس میت پر تہمت لگانے سے اس شخص کے نسب میں عیب آ رہا ہے تو یہ کیا کر سکتا ہے؟ حد کا مطالبہ کر سکتا ہے اور کوئی نہیں۔

وَإِذَا كَانَ الْمَقْذُوفُ مُحْصَنًا جَازَ لِابْنِهِ الْكَافِرِ وَالْعَبْدِ أَنْ يُطَالِبَ بِالْحَدِّ اور اگر مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی مُحْصَنًا وہ پاک

دامن ہے تو جائز ہے اس کے کافر بیٹے کے لیے اور اس کے غلام کے لیے کہ وہ مطالبہ کریں حد کا۔ بھئی بیٹا کافر ہے لیکن پھر بھی وہ مطالبہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے نسب میں کیا آرہا ہے؟ عیب۔ غلام بھی مطالبہ کر سکتا ہے اس لیے کیونکہ یہ بات غلام کے لیے بھی عیب کا باعث ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کا غلام ہے جس کا نسب ہی صحیح نہیں، تو یہ اس کے لیے بھی باعثِ عار اور باعثِ عیب بات ہوتی ہے تو وہ بھی مطالبہ کر سکتا ہے۔

وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ أَنْ يُطَالِبَ مَوْلَاهُ بِقَذْفِ أُمِّهِ الْحُرَّةِ۔ بھئی یاد رکھیے کہ آپ نے پڑھا احصان میں کتنی شرائط انہوں نے اوپر ذکر کیں، پہلی شرط کیا ذکر کی؟ آزاد ہونا چاہیے، لہٰذا کوئی غلام پر تہمت لگادے تو وہاں حدِ قذف نہیں۔ مثلاً آقا نے اپنے غلام کو کہا اے زناکار، تو کیا اب وہ حد کا مطالبہ کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی وہ حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ بھئی آقا اپنے غلام کو قتل کر دے تو آقا پر قصاص نہیں آتا کیونکہ اس نے اپنے مملوک کو کیا کیا ہے؟ قتل کیا ہے، تو لہٰذا جب قصاص نہیں آتا تو حد تو بطریقِ اولیٰ اب اس کی وجہ سے نہیں آسکتی۔ تو اگر کسی نے اپنے غلام پر الزام لگایا زنا کا تو اس کی وجہ سے اس پر حد نہیں۔ آقا نے غلام پر تو تہمت نہیں لگائی، غلام کی ماں جو تھی وہ آزاد تھی پاک دامن تھی اس پہ زنا کا الزام لگادیا، تو کیا اب غلام اپنے آقا پر حد کا مطالبہ کر سکتا ہے کہ میرے آقا پر کیا لگائی جائے؟ حد لگائی جائے کہ میری ماں جو پاک دامن تھی آزاد عورت تھی اور جس کا انتقال ہو چکا ہے اس نے اس پر کیا کیا ہے؟ زنا کی تہمت لگائی ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی غلام کی اپنی ذات پر اگر آقا زنا کا الزام لگادے تو غلام اپنے بارے میں جب حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا تو اپنی والدہ کے لیے بطریقِ اولیٰ حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا، جب اپنی ذات کے لیے نہیں کر سکتا تو غیر کے لیے تو بطریقِ اولیٰ نہیں مطالبہ کر سکتا۔ تو وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ اور جائز نہیں ہے غلام کے لیے أَنْ يُطَالِبَ مَوْلَاهُ کہ وہ مطالبہ کرے اپنے آقا پر بِقَذْفِ أُمِّهِ الْحُرَّةِ بوجہ تہمت لگانے اس کی آزاد ماں پر، باکو سببیہ بنالو بِسَبَبِ، غلام کی آزاد ماں پر تہمت لگانے کی وجہ سے یہ اپنے آقا پر حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا بھئی۔

وَإِنْ أَقَرَّ بِالْقَذْفِ ثُمَّ رَجَعَ اور اگر کسی شخص نے اقرار کر لیا قذف کا کہ میں نے واقعی فلاں پر زنا کی تہمت لگائی ہے ثُمَّ رَجَعَ پھر رجوع کر لیتا ہے لَمْ يُقْبَلْ رُجُوعُهُ تو اس کے رجوع کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر کون سی حد آئے گی؟ حدِ قذف آئے گی اگر مقذوف مطالبہ کرتا ہے۔ بھئی کیوں؟ آپ نے پہلے بتایا تھا کہ کوئی شخص اقرار کر لے شراب پینے کا یا زنا کرنے کا اور پھر بعد میں کیا کر لیتا ہے؟ رجوع کر لیتا ہے تو رجوع قبول کیا جائے گا اور حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط، یہاں حد کیوں نہیں ساقط ہو رہی؟ وجہ یہ مولانا کہ وہ خالص اللہ کا حق تھا، یہاں بندے کا بھی حق ہے! اسی لیے کہا اس کا مطالبہ بھی ضروری ہے بغیر مطالبے کے حد بھی نہیں، بھئی اس دوسرے شخص پر اس نے تہمت لگائی ہے تو اب یہ اس کا حق ہے اس پر حد لگوائے بھئی، تو یہاں رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَمَنْ قَالَ لِعَرَبِيٍّ يَا نَبَطِيُّ لَمْ يُحَدَّ۔ کسی شخص نے کسی عرب سے کہا يَا نَبَطِيُّ، نون اور با دونوں پر فتحہ ہے بھئی نَبَطِيُّ۔ نَبَطٌ یاد رکھیے ایک قوم تھی کہتے ہیں یہ عراق میں کوفہ اور بصرہ کے درمیان کے علاقہ میں رہتی تھی، عجمی قوم تھی، تو ہے ایک عربی شخص اور اس کو کوئی کہتا ہے يَا نَبَطِيُّ تو کیا اس پر حد آئے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ نسب میں خرابی کے طور پر یہ لفظ نہیں بولا جاتا بلکہ کوئی تشبیہ یہاں مراد ہوتی ہے کہ یعنی جیسے ان لوگوں کے اعلیٰ اخلاق نہیں ہیں تمہارے بھی اخلاق اعلیٰ نہیں، یا جیسے وہ فصیح کلام نہیں کر سکتے کیونکہ وہ عجمی ہیں عرب نہیں ہیں تم بھی فصیح کلام نہیں کر سکتے، تو یہاں تشبیہ ہوتی ہے عدمِ فصاحت کے اندر یا رداءتِ اخلاق کے اندر کہ اخلاق ردی ہیں، تو یہ نسب کے اندر تہمت نہیں مراد ہوتی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ قَالَ لِعَرَبِيٍّ يَا نَبَطِيُّ لَمْ يُحَدَّ اور جس نے کسی عرب سے کہا یا نبطی تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔

وَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ۔ ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے کہا يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ اے آسمان کے پانی کے بیٹے، تو کیا اسے تہمت شمار کیا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، مَاءُ السَّمَاءِ آسمان کا پانی مراد بارش ہے بھئی، اور بارش کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے عموماً سخاوت وغیرہ کے اندر بھئی۔ جب کوئی بڑا ہی سخی آدمی ہو تو اسے کہتے ہیں هُوَ مَاءُ السَّمَاءِ وہ کیا ہے؟ مَاءُ السَّمَاءِ ہے بھئی، یعنی بارش کی طرح اس کی سخاوت ہے، تو جب وہ مَاءُ السَّمَاءِ ہے تو اس کے بیٹے کو کیا کہہ سکتے ہو؟ يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ اے آسمان کے پانی کے بیٹے یعنی خوب سخی آدمی کے بیٹے! تو یہاں پر تشبیہ مراد ہوتی ہے اور سخاوت کے اندر جو اعلیٰ وصف ہے تو یہ کسی بھی اعتبار سے عار والی بات نہیں، تہمت نہیں ہے کسی بھی اعتبار سے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ اور جس نے کہا کسی دوسرے آدمی سے يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ اے آسمان کے پانی کے بیٹے فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ تو یہ تہمت لگانے والا نہیں ہے۔

وَإِذَا نَسَبَهُ إِلَى عَمِّهِ أَوْ إِلَى خَالِهِ أَوْ إِلَى زَوْجِ أُمِّهِ فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ۔ بھئی ایک آدمی ہے کسی نے اسے پکارا، اس کے مثلاً ماموں کا نام زید ہے اس نے کہا اے زید کے بیٹے، تو کیا یہ تہمت شمار ہو گی؟ یا اس کا چچا زید ہے تو دوسرے شخص کو کسی نے پکارا اے زید کے بیٹے، یا یہ شخص بیٹا تو عمرو کا ہے لیکن

عمرو سے اس کی ماں نے طلاق لے لی اور اس وقت نکاح کر لیا ہے مثلاً زید سے، تو کسی نے اس کو آواز دی اے زید کے بیٹے جو اس کی والدہ کا خاوند ہے بھئی، تو کیا یہ تہمت شمار ہو گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ تہمت نہیں ہے، یہ تو عموماً ہوتا ہے بھئی، ماموں کے لیے واقعی کس کی طرح ہے؟ اولاد کی طرح ہے، چچا کے لیے واقعی یہ بھتیجے کس کی طرح ہوتے ہیں؟ اولاد کی طرح بھئی، اور ماں کے خاوند کے لیے بھی یہ اس کے بچے کس کی طرح ہوتے ہیں؟ اولاد کی طرح ہوتے ہیں، تو ان کی طرف عموماً نسبت کر دی جاتی ہے عام بول چال میں اور مراد شفقت کی طرف اشارہ یعنی یہ لوگ کیا کرتے ہیں ان پر شفقت کرنے والے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا نَسَبَهُ إِلَى عَمِّهِ أَوْ إِلَى خَالِهِ اور اگر نسبت کی اس شخص کی اس کے چچا کی طرف أَوْ إِلَى خَالِهِ یا اس کے ماموں کی طرف أَوْ إِلَى زَوْجِ أُمِّهِ یا اس کی ماں کے خاوند کی طرف فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ تو یہ قاذف نہیں ہے تہمت لگانے والا نہیں۔

وَمَنْ وَطِئَ وَطْأً حَرَامًا فِي غَيْرِ مِلْكِهِ لَمْ يُحَدَّ قَاذِفُهُ۔ بھئی ایک آدمی نے وطیِ حرام کر لی غیر ملک کے اندر، اس کو کوئی شخص کہتا ہے اے زانی، تو اس پر حد نہیں آئے گی۔ مثلاً بھئی ایک آدمی ہے اس نے اپنی بیوی کو طلاقِ بائن دے دی تھی، اور طلاقِ بائن دینے کے بعد بھئی اس شخص کے لیے عدت کے اندر اپنی بیوی سے صحبت جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز نہیں ہے، نکاح ٹوٹ چکا ہے صحبت جائز نہیں، لیکن اس نے کیا کیا؟ اس کے ساتھ صحبت کر لی، کہتا ہے بھئی میں تو سمجھا تھا شاید عدت کے اندر میں صحبت کر سکتا ہوں جائز ہے، یا اپنی بیوی کو ایک شخص نے تین طلاقیں دے دی تھیں اور پھر عدت کے اندر کیا کر لی اس کے ساتھ؟ صحبت کر لی، کہتا ہے میں تو سمجھا تھا عدت کے اندر میرے لیے صحبت کرنا جائز ہے یا کہتا ہے میں سمجھا تھا شاید یہ عورت میرے لیے ابھی بھی عدت کے اندر حلال ہے۔ تو اب بتایئے اس نے جو صحبت کی ہے اپنی ملک میں کی ہے یا غیر ملک میں کی ہے؟ غیر ملک میں مولانا، نکاح ٹوٹ چکا ہے ملک سے خارج ہو چکی ہے وہ عورت، تو اب یاد رکھیے اس پر حد تو نہیں آئے گی کیونکہ یہ وطی بالشبہہ ہوئی کیونکہ وہ کہتا ہے بھئی میں سمجھا تھا میرے لیے صحبت کرنا جائز ہے تو حد تو نہیں آئے گی، البتہ اب اس نے چونکہ وطیِ حرام کر لی ہے اور وطیِ حرام زنا کے مشابہ ہے، اس کو ہم زنا تو نہیں کہہ سکتے لیکن یہ زنا کے مشابہ ضرور ہے، تو اب اس شخص کو جس نے یہ صحبت کی تھی اسے کوئی کہتا ہے اے زانی، اب اس زانی کہنے والے پر حدِ قذف نہیں آئے گی کیونکہ اس نے ایسی وطی کی تو ہے جو زنا کے مشابہ ہے، تو یا زانی کہنا درست ہے ایک لحاظ سے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ وَطِئَ وَطْأً حَرَامًا اور جس نے حرام وطی کی فِي غَيْرِ مِلْكِهِ اپنی ملکیت کے علاوہ میں لَمْ يُحَدَّ قَاذِفُهُ تو حد نہیں لگائی جائے گی اس پر تہمت لگانے والے پر۔

وَالْمُلَاعِنَةُ بِوَلَدٍ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا۔ بھئی لعان کا باب آپ پڑھ چکے ہیں، یاد ہے یا نہیں بھئی؟ خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگا دیتا ہے، بیوی قاضی کے پاس چلی گئی اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے، اب دونوں کیا کرتے تھے؟ چار شہادتیں دیتے تھے قسم کے ساتھ اور پانچویں دفعہ خاوند کیا کہتا تھا؟ میرے اوپر اللہ کی لعنت ہو، اور عورت کیا کہتی تھی؟ میرے اوپر اللہ کا غضب ہو، تو پھر قاضی ان دونوں میں تفریق کروا دیتا تھا، یہ لعان کہلاتا تھا۔ اب لعان ایک تو ویسے زنا کا الزام لگایا اس میں بھی لعان آئے گا، ایک خاوند اپنے بچے کے نسب کی نفی کر دے، بچہ پیدا ہوا ابتدائی چند دنوں میں اس نے کہہ دیا کہ یہ بچہ میرا نہیں! اب اس میں بھی لعان آئے گا، اور جب لعان ہو جائے گا خاوند اپنی شہادتیں دے دے پانچ اور بیوی اپنی شہادتیں دے دے بھئی تو اس کے بعد ان دونوں میں قاضی جدائی کروا دے گا اور اس بچے کی نسبت اب اس کے باپ کی طرف نہیں کی جائے گی، یہ صرف اس عورت کا بچہ شمار ہو گا۔ اب یہ جو لعان جس عورت نے کیا تھا اس پر کوئی زنا کی تہمت لگاتا ہے، کہتے ہیں اب یہاں دو صورتیں ہیں: یا تو ایسی عورت ہے جس کے بچے کے نسب کی نفی ہو چکی ہے، یا کوئی اور عورت ہے جس پر صرف زنا کی تہمت لگائی تھی بچے کے نسب کی نفی نہیں کی تھی اور جدائی کروا دی گئی۔ کہتے ہیں اگر عام عورت تھی جس کے بچے کے نسب کی نفی نہیں ہوئی البتہ اس نے لعان کیا ہے، اس پر اگر کسی نے زنا کی تہمت لگائی تو اس تہمت لگانے والے کو بھی حدِ قذف لگائی جائے گی، کیونکہ لعان کی وجہ سے عورت کی عفت کم نہیں ہوئی اور مضبوط ہو گئی کہ خاوند نے جب زنا کی تہمت لگائی تو اس نے اس کے ساتھ لعان کر لیا جدائی اختیار کر لی، تو عفت میں کمی آئی یا اور پختہ ہو گئی بھئی؟ اس الزام کو اس نے برداشت نہیں کیا خاوند سے بھی جدائی کروا لی لعان پر بھی تیار ہو گئی، تو عفت میں کمی نہیں آئی بلکہ عفت میں پختگی آ گئی۔ جبکہ وہ عورت جس کے بچے کے نسب کی خاوند نے نفی کر دی، لعان ہوا اور یہ بچہ صرف کس کا شمار ہو گا اب؟ عورت کا، خاوند کی طرف نسبت نہیں کی جائے گی کہ یہ فلاں کا بچہ ہے، اس عورت پر کسی نے تہمت لگائی تو کہتے ہیں اس پر تہمت لگانے والے پر حد نہیں ہے۔ بھئی اس پر کیوں نہیں ہے؟ کہتے ہیں بھئی یہاں زنا کی ایک نشانی اس عورت میں موجود ہے اور وہ بغیر باپ کے بچہ ہے، اور بغیر باپ کے بچہ عموماً کس سے ہوتا ہے؟ زنا سے ہوتا ہے۔ تو یہ زنا سے ہم تو نہیں کہہ سکتے لیکن بہر حال زنا کی نشانی تو ہے یہ، تو اس وجہ سے جب اس عورت میں زنا کی نشانی آ گئی تو اب اس پر تہمت لگانے والے پر حد نہیں آئے گی کیونکہ حد ادنیٰ شبہ کی وجہ سے بھی کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں وَالْمُلَاعِنَةُ بِوَلَدٍ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا اور لعان کرنے والی اپنے بچے کی وجہ سے لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا حد نہیں لگائی جائے گی اس پر تہمت لگانے والے پر، وَإِنْ كَانَتِ الْمُلَاعِنَةُ بِغَيْرِ وَلَدٍ اور اگر لعان کرنے والی تھی بچے کے علاوہ میں حُدَّ قَاذِفُهَا تو حد

لگائی جائے گی اس پر تہمت لگانے والے پر۔

وَمَنْ قَذَفَ أَمَةً أَوْ عَبْدًا أَوْ كَافِرًا بِالزِّنَا اور جس نے تہمت لگائی باندی پر یا غلام پر یا کافر پر، کیا تہمت لگائی؟ زنا کی، آپ مجھے بتایئے حد آئے گی یا حد نہیں آئے گی؟ بھئی انہوں نے کیا کہا تھا احصان ضروری ہے، پاک دامن ہونا ضروری ہے اس شخص کا، اور احصان القذف کیا بتلایا صاحبِ قدوری نے؟ آزاد ہو، تو معلوم ہوا باندی بھی خارج، غلام بھی خارج۔ نیز کہا تھا مُسْلِمًا مسلمان ہو، تو معلوم ہوا کافر بھی خارج۔ تو یہاں پر اس نے تو باندی یا غلام یا کافر پر تہمت لگائی ہے زنا کی، لہٰذا یہاں پر حد نہیں آئے گی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ قَذَفَ أَمَةً أَوْ عَبْدًا أَوْ كَافِرًا بِالزِّنَا اور جس نے تہمت لگائی باندی پر یا غلام پر یا کافر پر زنا کی أَوْ قَذَفَ مُسْلِمًا بِغَيْرِ الزِّنَا یا مسلمان پر تہمت لگائی لیکن زنا کے علاوہ فَقَالَ تو یہ کہا مثلاً يَا فَاسِقُ اے فاسق أَوْ يَا كَافِرُ یا کیا کہا مسلمان کو؟ يَا كَافِرُ اے کافر أَوْ يَا خَبِيثُ یا یا خبیث کہا عُزِّرَ تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ حد تو نہیں ہے، زنا کی تہمت ہوتی پھر حد آتی، یہ تو زنا کے علاوہ الفاظ ہیں اور یا کافر یا غلام یا باندی پر زنا کی تہمت لگائی تو حد وہاں بھی نہیں حد یہاں بھی نہیں، دونوں میں کیا آئے گی؟ تعزیر آئے گی۔

وَإِنْ قَالَ يَا حِمَارُ أَوْ يَا خِنْزِيرُ لَمْ يُعَزَّرْ اور اگر کسی نے دوسرے مسلمان سے کہا یا کسی سے بھی کہا يَا حِمَارُ اے گدھے أَوْ يَا خِنْزِيرُ یا اے خنزیر کہا لَمْ يُعَزَّرْ اس کو تعزیر نہیں لگائی جائے گی۔ یاد رکھیے یہ جو ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں برے الفاظ وغیرہ کہتے ہیں ان میں بعض کے اندر تعزیر ہے قاضی کے پاس اگر دوسرا شخص چلا جائے کہ اس نے مجھے گالی دی ہے، بھئی اگر زنا کی تہمت لگائے پھر تو حد آئے گی، اور اگر ویسے گالیاں وغیرہ دی ہیں یا برا بھلا کہا ہے تو بعض الفاظ میں تعزیر آئے گی قاضی سزا دے گا، بعض میں تعزیر نہیں۔ کن الفاظ میں تعزیر آئے گی کن الفاظ میں تعزیر نہیں آئے گی؟ آگے تفصیل اگلی کتابوں میں آجائے گی، صاحبِ قدوری نے بس اتنا بتلا دیا یا فاسق، یا کافر، یا خبیث مسلمان کو کہا تو اس میں کیا آئے گی؟ تعزیر آئے گی، یا حمار یا یا خنزیر کہا تو اس میں تعزیر نہیں۔

مختصر بات یہ یاد رکھیں بھئی کہ کوئی شخص اگر کسی دوسرے کو ایسا لفظ کہتا ہے کہ وہ فعل اس بندے کے اختیار میں ہو، نیز وہ شرعاً بھی حرام ہو دوسری شرط، تیسری بات کہ معاشرے میں بھی اس کو عیب سمجھا جاتا ہو، تو پھر تعزیر آئے گی ورنہ تعزیر نہیں۔ کتنی شرطیں؟ تین شرطیں: اول وہ فعل کیا ہو؟ اختیاری ہو انسان کے اختیار میں ہو، دوسری شرط کیا وہ فعل کیا ہو؟ شریعت میں حرام، تیسری شرط کیا معاشرے میں بھی اس کو کیا سمجھا جاتا ہو؟ عیب سمجھا جاتا ہو، تو پھر تعزیر ہوگی ورنہ تعزیر نہیں۔ اب دیکھیے یا حمار یا خنزیر کہا، گدھا کہا کسی کو یا خنزیر کہا، اب آپ بتایئے گدھا یا خنزیر کا حقیقی معنی مراد ہو سکتا ہے؟ وہ شخص گدھا ہے حقیقت میں؟ حقیقت میں تو گدھا نہیں ہے، ہاں اس کا دوسرا مجازی معنی مراد لیتے ہیں پھر، اور مجازی معنی کیا ہے؟ کم عقل والے، کند ذہن، یہ مراد لیں گے۔ ایک آدمی کام صحیح نہیں کرتا کہتے ہیں گدھے بھئی، یعنی کند ذہن ہے تم کام ہی نہیں صحیح کر سکتے بھئی، تو کند ذہن مراد ہے۔ اور آپ مجھے بتایئے کند ذہن ہونا یہ اپنے اختیار میں ہوتا ہے؟ نہیں، یہ تو اللہ نے جیسا پیدا کیا کسی کو، کوئی تیز ذہن والا ہے کوئی کند ذہن، تو یہ غیر اختیاری ہے، لہٰذا اس وجہ سے یہاں تعزیر نہیں آئے گی کیونکہ تعزیر میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے علماء نے اور تفصیل بیان کی ہے بھئی، کہتے ہیں بھئی اگر کوئی معزز آدمی ہے اس کو کوئی کہہ دیتا ہے اے گدھے یا اے خنزیر تو اب اس صورت میں اس کو تعزیر لگائی جائے گی، اور اگر عام لوگ ہیں وہ تو ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں انہیں تو پرواہ ہی نہیں ہوتی بھئی لہٰذا پھر اس صورت میں تعزیر نہیں ہے بھئی۔

وَالتَّعْزِيرُ أَكْثَرُهُ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ سَوْطًا اور تعزیر جو ہے وہ زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہو سکتی ہے وَأَقَلُّهُ ثَلَاثُ جَلَدَاتٍ اور کم سے کم تین کوڑے۔ زیادہ سے زیادہ تعزیر کتنی ہو سکتی ہے؟ انتالیس کوڑے، اس لیے کہ تعزیر حد سے کم ہونی چاہیے اور کم سے کم حد غلام کی ہے چالیس کوڑے مولانا۔ کس کس کے اندر ہے؟ شربِ خمر میں بھی ہے اور حدِ قذف میں بھی ہے، تو وہاں چالیس کوڑے ہیں تو تعزیر کو اس سے ایک کوڑا کم کر دیں گے کتنا ہوا؟ انتالیس کوڑے۔ اور کم سے کم تین کوڑے ہیں، لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ تین کوڑے ہوں، بھئی قاضی کی صوابدید پر ہے جتنا وہ دینا چاہے وہ دے سکتا ہے تعزیر۔ تو زیادہ سے زیادہ کتنے ہیں؟ انتالیس کوڑے، یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَبْلُغُ بِالتَّعْزِيرِ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ سَوْطًا کہ پہنچے گا تعزیر کے ذریعے قاضی پچھتر کوڑوں تک بھئی۔ بھئی امام صاحب نے تو غلام کا اعتبار کیا کم سے کم غلام کی حد کتنی ہے؟ چالیس کوڑے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے آزاد کا اعتبار کیا اور آزاد کی حد کم سے کم کتنے کوڑے ہیں؟ اسی کوڑے، تو اس سے کچھ کم کر دیے پانچ کوڑے کم کر دیے پچھتر کوڑوں تک ہو سکتی ہے تعزیر بھئی۔

وَإِنْ رَأَى الْإِمَامُ أَنْ يَضُمَّ إِلَى الضَّرْبِ فِي التَّعْزِيرِ الْحَبْسَ فَعَلَ۔ بھئی امام اگر یہ مناسب سمجھتا ہے کہ تعزیر کے ساتھ ساتھ اسے چند دن

جیل میں بھی ڈالنا چاہیے چند دن قید بھی کرنا چاہیے تو کیا ایسا کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی تعزیر قاضی کی صوابدید پر ہے، اگر وہ مناسب سمجھتا ہے تو کوڑوں کے ساتھ ساتھ قید بھی کر سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ رَأَى الْإِمَامُ اور اگر امام کی رائے ہو أَنْ يَضُمَّ إِلَى الضَّرْبِ کہ وہ ملا دے ضرب کے ساتھ فِي التَّعْزِيرِ تعزیر میں کیا ملا دے؟ الْحَبْسَ قید کو بھی فَعَلَ، یہ جزاء ہے، تو ایسا کر لے یعنی کر سکتا ہے۔

وَأَشَدُّ الضَّرْبِ التَّعْزِيرُ۔ بھئی یاد رکھیے اب تفصیل بیان کر رہے ہیں بھئی تعزیر میں بھی ضرب لگائی جاتی ہے کوڑے لگائے جائیں گے، حدِ زنا میں بھی، حدِ شرب میں بھی، حدِ قذف میں بھی، تو صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں کہ سب سے سخت ضربیں جو ہیں وہ تعزیر کے اندر لگائی جائیں گی۔ سب سے سخت ضربیں کس کے اندر؟ تعزیر کے اندر، اس لیے کہ تعزیر میں ضربیں کم ہوں گی تو اب ہم وصف بڑھا دیں گے کہ ہونی کس قسم کی چاہئیں؟ سخت ہوں بھئی، ورنہ تعداد بھی کم اور لگیں بھی ہلکی تو فائدہ کوئی نہیں، لہٰذا تعداد کم ہے تو اب ضرب کس قسم کی ہونی چاہیے؟ سخت ہونی چاہیے۔ تو کہتے ہیں وَأَشَدُّ الضَّرْبِ التَّعْزِيرُ اور سب سے سخت ضرب تعزیر ہے ثُمَّ حَدُّ الزِّنَا پھر کون سی ہے؟ پھر حدِ زنا ہے مولانا اس لیے کیونکہ بڑا جرم ہے یہ یہاں تک کہ شادی شدہ ہو تو کیا کر دیا جاتا ہے؟ رجم کر دیا جاتا ہے، ثُمَّ حَدُّ الشُّرْبِ پھر اس کے بعد کون سی حد ہے؟ حدِ شرب کا درجہ ہے ثُمَّ حَدُّ الْقَذْفِ پھر سب سے کم درجے کی کون سی ہے؟ حدِ قذف ہے۔

وَمَنْ حَدَّهُ الْإِمَامُ أَوْ عَزَّرَهُ فَمَاتَ فَدَمُهُ هَدَرٌ اور جس کو حد لگائی امام نے أَوْ عَزَّرَهُ یا اسے تعزیر لگائی فَمَاتَ پس وہ مر گیا فَدَمُهُ هَدَرٌ تو اس کا خون ضائع ہے رائیگاں ہے، یعنی اس کی وجہ سے نہ قصاص آئے گا نہ دیت وغیرہ، اس لیے کہ قاضی نے تو شرعی احکام کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور اس میں ضروری نہیں کہ دوسرا اسلامت ہی رہے بھئی، شریعت نے کہا تھا سو کوڑے لگاؤ بھئی سو کوڑے لگائے بھئی یا تعزیر لگائی بھئی جرم کی وجہ سے، تو یہ تو شریعت کی طرف سے اجازت ہے تو اب اس کا خون رائیگاں گیا بھئی، نہ اس سے قصاص آئے گا نہ اس کی وجہ سے دیت آئے گی۔

وَإِذَا حُدَّ الْمُسْلِمُ فِي الْقَذْفِ سَقَطَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنْ تَابَ اور جب حد لگائی جائے کسی مسلمان کو قذف کے اندر تو ساقط ہو جائے گی اس کی شہادت اگرچہ وہ توبہ کر لے۔ بھئی حدِ قذف جو ہے اسی کوڑے بھی ہیں اور پھر اس کے بعد اس کی شہادت بھی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، شہادت ساقط ہو گئی، کسی بھی مسئلے میں وہ قاضی کے پاس آ کر گواہی نہیں دے سکتا، ساری عمر کے لیے اس کی شہادت کیا ہو گئی؟ ختم، اگرچہ توبہ ہی کیوں نہ کر لے، کیونکہ شہادت کا ساقط ہونا یہ باقاعدہ حد کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں بھئی: وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا، کبھی بھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔

وَإِنْ حُدَّ الْكَافِرُ فِي الْقَذْفِ اور اگر حد لگائی گئی کسی کافر کو قذف کے اندر ثُمَّ أَسْلَمَ پھر وہ مسلمان ہو گیا قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ بھئی کافر پر حد لگائی گئی زمانۂ کفر کے اندر پھر بعد میں مسلمان ہوا تو کیا اب اس کی شہادت قبول ہو گی یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی وہ زمانۂ کفر میں حد لگی تھی اب وہ اسلام لایا ہے اور اسلام جو ہے کسی بھی شخص کے لیے عدالت کو ثابت کر دیتا ہے اسے کیا شمار کیا جاتا ہے؟ عادل شمار کیا جاتا ہے، تو اب یہ عدالت جو اسے اسلام کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اب یہ گواہی دے سکتا ہے، وہ گزشتہ کفر کی حد کا کوئی اعتبار اب نہیں ہو گا۔ تو یہ معنی ہے قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ قبول کی جائے گی اس کی شہادت۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۶: کتاب السرقۃ و قطاع الطریق: سرقہ کی تعریف، نصابِ سرقہ (دس درہم)، حرز، موانعِ قطع اور قطاع الطریق (ڈاکوؤں) کی چار سزائیں

مختصر القدوری صفحہ: ۱۹۱—بتاریخ: ۱۷ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ السَّرِقَةِ وَقُطَّاعِ الطَّرِيقِ. إِذَا سَرَقَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ أَوْ مَا قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً كَانَتْ أَوْ غَيْرَ مَضْرُوبَةٍ مِنْ حِرْزٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَطْعُ. وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فِيهِ سَوَاءٌ. وَيَجِبُ الْقَطْعُ بِإِقْرَارِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً أَوْ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

سَرِقَةٌ چوری کو کہتے ہیں بھئی، چوری کرنا۔ اور قُطَّاعٌ جمع ہے قَاطِعٌ کی، قَاطِعُ الطَّرِيقِ بھئی۔ قَطْعُ الطَّرِيقِ کہتے ہیں زبردستی مال لے لینا ایسی جگہ پر جہاں کوئی مدد کو نہ آسکے بھئی، ڈاکہ ڈالنا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کسی سے زبردستی مال چھین لینا بھئی ایسے مقام پر جہاں کوئی مدد کو نہ آسکے۔ تو سَرِقَةٌ کو سرقۂ صغریٰ کہتے ہیں بھئی، اور یہ جو قطعِ طریق ہے ڈاکہ ڈالنا اس کو سرقۂ کبریٰ کہتے ہیں بھئی۔ سرقۂ صغریٰ اور سرقۂ کبریٰ۔

سرقہ کی تعریف یہ آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے اس کو بھی نوٹ کرلیں۔ قَوْلُهُ السَّرِقَةُ: هِيَ فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنْ أَخْذِ مَالِ الْغَيْرِ عَلَى وَجْهِ الْخُفْيَةِ۔ سرقہ عربی زبان میں عِبَارَةٌ یہ عبارت ہے عَنْ أَخْذِ مَالِ الْغَيْرِ غیر کے مال کو لے لینا عَلَى وَجْهِ الْخُفْيَةِ پوشیدہ طور پر۔ غیر کے مال کو پوشیدہ طور پر لے لینا یہ کیا کہلاتا ہے؟ سرقہ کہلاتا ہے، یہ عربی زبان میں ہے۔ وَفِي الشَّرْعِ اور اصطلاحِ شریعت کے اندر: أَخْذُ مُكَلَّفٍ لے لینا کسی مکلف کا، عاقل بالغ شخص کا لے لینا قَدْرَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ دس درہم کی مقدار مَضْرُوبَةً ڈھلے ہوئے، یعنی جن پر مہر لگی ہوئی ہے بھئی، ایک ویسے چاندی ہے ایک وہ چاندی جس سے درہم بنالیے گئے ہیں اس پر مہر لگادی گئی ہے بھئی، دس ڈھلے ہوئے درہموں کی مقدار مُحْرَزَةً بِمَكَانٍ أَوْ حَافِظٍ جن کو محفوظ کیا گیا ہے کسی مکان کے ذریعے یا کسی محافظ کے ذریعے بھئی، حفاظت کرنے والے کے ذریعے۔ سمجھ میں آیا؟ تو خفیہ طور پر کسی مکلف کا دس درہم کی مقدار لے لینا ایسے مال میں سے جسے کسی مکان میں محفوظ کیا گیا تھا یا کوئی حفاظت کرنے والا اس کے پاس موجود تھا، اس مال کو خفیہ طور پر لے لینا کیا کہلاتا ہے؟ سرقہ کہلاتا ہے۔

سرقہ کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ کم از کم دس درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا بھئی۔ دس درہم سے کم کی چوری ہو تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بھئی۔ نیز مال محفوظ بھی ہو جس کو چور نے چرایا ہے، دس درہم کے برابر ہو اور محفوظ بھی ہو۔ تو دس درہم یا اس سے زائد چوری کی ہے اور ایسے مال کی چوری کی

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا سَرَقَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ أَوْ مَا قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً كَانَتْ أَوْ غَيْرَ مَضْرُوبَةٍ مِنْ حِرْزٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَطْعُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا سرق العاقل البالغ عشرة دارهم أو ما قيمته عشرة دراهم مضروبة أو غير مضروبة من حرز لا شبهة فيه وجب عليه القطع» منقول ہے۔

ہے جس کی حفاظت کا بندوبست کیا گیا تھا تو اس صورت میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر جو چیز چوری کی ہے وہ دس درہم سے کم کی ہے یا اس کی حفاظت کا انتظام نہیں کیا گیا تھا تو اس صورت میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بھئی۔

دیکھیے بھئی اب کتاب پر: إِذَا سَرَقَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ أَوْ مَا قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً كَانَتْ أَوْ غَيْرَ مَضْرُوبَةٍ جب چرائے کوئی بالغ عاقل شخص عَشَرَةَ دَرَاهِمَ دس دراہم کو أَوْ مَا یا ایسی چیز کو قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ جس کی قیمت دس دراہم ہے بھئی، اور چیزوں میں درہموں کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، ایسی چیز کو جس کی قیمت دس دراہم ہے مَضْرُوبَةً كَانَتْ أَوْ غَيْرَ مَضْرُوبَةٍ چاہے وہ ڈھلے ہوئے ہوں یا ڈھلے ہوئے نہ ہوں بھئی، مہر لگی ہو یا مہر ان پر لگی نہ ہو لیکن قیمت کتنی ہونی چاہیے؟ دس درہم، مِنْ حِرْزٍ، حِرْزٌ کہتے ہیں حفاظت کو اور محفوظ جگہ کو بھئی۔ جب یہ چرائے عاقل بالغ آدمی دس دراہم یا ایسی چیز کو جس کی قیمت دس دراہم ہے مِنْ حِرْزٍ ایسی محفوظ جگہ سے لَا شُبْهَةَ فِيهِ جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو بھئی، وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَطْعُ تو اس پر قطع واجب ہے بھئی یعنی اس کا اب ہاتھ کاٹا جائے گا، دایاں ہاتھ بھئی۔ جو شخص چوری کر لیتا ہے اس کے دائیں ہاتھ کو کاٹا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں جس نے ایسا مال چرایا دس دراہم چرائے یا دس دراہم کے برابر کوئی چیز چرائی ایسی محفوظ جگہ سے جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔

بھئی کیا معنی شبہ نہیں؟ بھئی بعض اوقات شبہ آ گیا حفاظت کے اندر، مثلاً بھئی کسی قریبی محرم رشتہ دار کے گھر سے کوئی چیز چرالی تو یہاں شبہ آ گیا، حفاظت میں کیا آیا؟ شبہ۔ کیسے؟ بھئی محرم رشتہ داروں کے گھر انسان کو آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے، آزادانہ کیا ہے محرم رشتہ داروں کے گھر انسان آتا جاتا ہے، جب وہاں آنے جانے کی اسے اجازت ہے تو اس شخص کے لیے وہاں حرز پورا نہ رہا بھئی، حفاظت پوری طرح نہ رہی۔ بھئی یہ جب اس پر داخل ہو گیا تو حرز اس کے لیے ختم ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ گھر میں تو چیزیں حفاظت کے ساتھ رکھی جاتی ہیں کہ کوئی شخص وہاں داخل نہیں ہو سکتا چیز محفوظ رہے گی، جب یہ اندر چلا گیا تو اب حرز رہا اس سے؟ اس سے چیز محفوظ نہیں، تو اب یہ وہاں سے کوئی چیز چرا لیتا ہے تو یہاں چونکہ حرز اس کے لیے کم ہو گیا تھا یا ختم تھا اس کے لیے نہ رہا تو اس پر اب قطعِ ید نہیں ہے۔ ہاں محفوظ جگہ سے کوئی شخص چرائے گا جہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے تو پھر اس پر قطعِ ید ہے، اور اس نے تو ایسی جگہ سے چیز چوری کی ہے جہاں اس کو آنے جانے کی اجازت تھی تو اس کے لیے حرز نہ رہا، اور حرز تو ضروری تھا بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اس پر قطع واجب ہے۔

وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فِيهِ سَوَاءٌ اور غلام اور آزاد اس میں برابر ہیں بھئی۔ غلام چوری کرے تو اس میں بھی قطعِ ید آئے گا، آزاد آدمی چوری کرے تو اس کے اندر بھی قطعِ ید آئے گا بھئی۔ کیونکہ یہاں پر مولانا آیت میں مطلق آیا ہے غلام آزاد کی تفصیل نہیں ہے بھئی: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا۔ اور نیز غلام کے لیے سزا نصف ہوا کرتی ہے یہاں نصف ہو ہی نہیں سکتی بھئی، تنصیف ممکن ہی نہیں ہے تو اس لیے اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وَيَجِبُ الْقَطْعُ بِإِقْرَارِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً اور واجب ہو گا قطع اس کے ایک مرتبہ اقرار سے ہی بھئی۔ ایک مرتبہ بھی اقرار کر لیتا ہے چوری کا تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو جائے گا بھئی۔ باقی وہ جو زنا کے مسئلے میں چار مرتبہ اقرار آیا تھا بھئی وہ تو نص سے ثابت تھا، حدیث سے ثابت تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار مرتبہ اقرار لیا چار الگ مجالس میں، وہ ایک مرتبہ اقرار کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم توبہ اور استغفار کی تلقین کر کے ان کو واپس بھیج دیتے، تو چار اقرار آئے تو وہ نص سے حدیث سے ثابت ہوئے تھے بھئی۔ جبکہ یہاں پر ایسا نہیں ہے لہٰذا ایک ہی مرتبہ اقرار سے چیز ثابت ہو جایا کرتی ہے تو یہاں بھی ایک ہی مرتبہ کیا ہو گی اقرار سے چیز ثابت ہو جائے گی۔ تو وَيَجِبُ الْقَطْعُ اور قطع ثابت ہو جائے گا بِإِقْرَارِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً اس کے ایک مرتبہ کے اقرار سے أَوْ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ یا دو گواہوں کی گواہی سے۔ دو گواہوں کی گواہی بھئی، اور میں نے بتلایا تھا حدود کے اندر عورتوں کی گواہی قبول نہیں بھئی، تو یہاں صرف دو مرد گواہی دیں قابلِ اعتماد۔

وَإِذَا اشْتَرَكَ جَمَاعَةٌ فِي سَرِقَةٍ فَأَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ قُطِعَ۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کئی آدمیوں نے مل کر ایک جگہ سے چوری کی، تو کیا اب سب کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ صاحبِ قدوری فرما رہے ہیں بھئی جو مال انہوں نے چوری کیا ہے وہ ان پر تقسیم کر کے دیکھا جائے گا، اگر ہر شخص کے حصے میں کتنے دراہم آ رہے ہیں؟ دس دراہم یا اس سے زیادہ تو پھر ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں کاٹا جائے گا۔ تو اگر سب کے دس دس دراہم یا اس سے زیادہ مقدار ہر ایک کے حصے میں آ رہی ہے تو پھر سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا اشْتَرَكَ جَمَاعَةٌ فِي سَرِقَةٍ جب شریک ہوئی ایک جماعت چوری کے اندر فَأَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ پس پہنچے ان میں سے ہر ایک کو دس دراہم یعنی ہر ایک کے حصے میں دس دراہم آئے قُطِعَ تو پھر ہاتھ کاٹا جائے گا بھئی۔

اچھا یہ دس دراہم بنتے کتنے ہیں بھئی ذرا حساب تو لگاؤ! ایک درہم کتنے کے برابر تھا؟ تین ماشے ایک رتی اور خمسِ رتی، رتی کا پانچواں حصہ بھئی۔ آپ کو میں

نے بتایا تھا بھئی کہ آٹھ رتیاں ہوں تو ایک ماشہ بنتا ہے اور بارہ ماشے ہوں تو ایک تولہ بنتا ہے۔ آٹھ رتی کا کیا بنتا ہے؟ ماشہ، اور بارہ ماشے ہوں تو ایک تولہ۔ اور ایک درہم میں کتنے ماشے ہیں؟ تین ماشے اور ایک رتی اور خمسِ رتی یعنی رتی کا پانچواں حصہ۔ اچھا کتنے ہیں؟ دس دراہم ہیں، ہر درہم کتنے کے برابر ہے؟ تین ماشے ایک رتی اور خمسِ رتی۔ تو تین تین ماشے ہیں ہر درہم میں تو دس درہموں میں کتنے ماشے ہو گئے؟ تیس ماشے بھئی۔ اچھا تیس ماشے، اب باقی رتیوں کا ذرا حساب لگاؤ: ہر درہم میں ایک ایک پوری رتی ہے یہ کتنی رتیاں ہو گئیں؟ دس رتیاں ہو گئیں۔ اچھا ہر درہم میں ایک رتی کا پانچواں حصہ بھی ہے یعنی پانچ حصے ملیں گے تو ایک رتی بنے گی، تو دس دراہم میں کتنی رتیاں ہو گئیں؟ دو بھئی، پانچ دراہم ہر ایک میں پانچواں حصہ ہے تو یہ ایک رتی پھر اگلے پانچ میں بھی ایک رتی تو کل کتنی رتیاں ہو گئیں؟ دو یہ ہو گئیں اور دس پہلے تھیں کتنی ہو گئیں؟ بارہ رتیاں ہو گئیں بھئی۔ اچھا اب اس بارہ رتی کے ماشے بناؤ: ایک ماشے میں کتنی رتی؟ آٹھ رتی، تو یہ کتنے ماشے ہوئے؟ ڈیڑھ ماشہ ہوا! اور پہلے کتنے ماشے تھے؟ تیس ماشے، تو یہ ساڑھے اکتیس ماشے ہو گئے۔ اب اس کے ذرا تولے بناؤ: بارہ ماشے کا ایک تولہ ہے، بارہ دونی چوبیس دو تولے پورے ہو گئے اور باقی کتنے رہ گئے؟ ساڑھے سات ماشے۔ نصف تولہ کتنے کا ہوتا ہے؟ چھ کا، تو معلوم ہوا ڈھائی تولے سے اوپر یعنی تقریباً پونے تین تولے کے لگ بھگ۔ کتنے؟ تقریباً پونے تین تولے چاندی کے برابر کوئی چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، آج کل معلوم ہے بھئی کتنی قیمت ہے؟ ساڑھے تین سو؟ بس ساڑھے تین سو کے لگ بھگ اگر آج کل قیمت ہے تو حساب لگاؤ ذرا: ساڑھے تین سو اور ساڑھے تین سو سات سو اور نصف تولہ کر لو ذرا ایک سو پچھتر، یہ کتنے ہو گئے؟ آٹھ سو پچھتر اور کچھ اوپر ہو جائے گا، پورا حساب آپ لگا لینا بھئی کتنا بنا تھا ڈھائی تولے اور ڈیڑھ ماشہ بنا تھا، تو یہ آپ حساب پورا لگا سکتے ہیں آرام سے کہ کتنی چوری کے اندر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وَإِنْ أَصَابَهُ أَقَلُّ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يُقْطَعْ اور اگر پہنچا أَقَلُّ مِنْ ذَلِكَ اس سے کم لَمْ يُقْطَعْ تو پھر قطع نہیں ہو گی، پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بھئی۔ اگر ہر ایک کے حصے میں دس درہم سے کم حصہ آیا تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وَلَا يُقْطَعُ فِيمَا يُوجَدُ تَافِهًا مُبَاحًا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ۔ تَافِهٌ کہتے ہیں معمولی اور گھٹیا چیز کو۔ اور مُبَاحٌ تو آپ جانتے ہی ہیں بھئی جس کی اجازت ہو بھئی۔ یہاں سے بتلا رہے ہیں بھئی کہ جو چیزیں معمولی درجے کی ہیں اور مباح ہیں بھئی عام پائی جاتی ہیں ہر ایک کے لیے وہ جائز ہیں اس کو حاصل کرنا اس کو لے لینا، جیسے مثلاً بھئی لکڑی ہے، جنگل ہے تو مسلمانوں کے لیے مباح ہے ہر شخص کے لیے جائز ہوتا ہے کہ جائے جا کر کیا کرے؟ لکڑی لے کر آتے ہیں لوگ لاتے ہیں گھروں میں جلاتے ہیں بھئی، یا اسی طرح گھاس ہے بھئی، تو یہ سب چیزیں گھٹیا ادنیٰ درجے کی ہیں معمولی ہیں اور مباح ہیں ہر ایک کے لیے لینے کی اجازت ہے تو ان کی چوری کے اندر قطعِ ید نہیں ہے بھئی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں معمولی چیزوں پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا بھئی، یہ حدیث میں آتا ہے بھئی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُقْطَعُ فِيمَا يُوجَدُ تَافِهًا مُبَاحًا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ اور نہیں کاٹا جائے گا ہاتھ ان چیزوں کے اندر جو پائی جاتی ہیں اس حال میں کہ وہ معمولی ہوں اور مباح ہوں فِي دَارِ الْإِسْلَامِ دار الاسلام میں، كَالْخَشَبِ جیسے کہ عام لکڑی ہے بھئی وَالْحَشِيشِ اور گھاس ہے، حَشِيشٌ گھاس کو کہتے ہیں، وَالْقَصَبِ، قَصَبٌ کہتے ہیں کانے کو، نرکل بھئی، کانہ جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ وہ جس سے کاتب قلم وغیرہ بناتے ہیں بھئی بانس نما ہوتا ہے باریک سا بھئی بچے وہ تختی وغیرہ پر بھی جس سے لکھتے ہیں بھئی، وَالسَّمَكِ، سَمَكٌ کسے کہتے ہیں؟ مچھلی بھئی، مچھلی بھی دریا سے ہر ایک پکڑ سکتا ہے جو پکڑنا چاہے، وَالصَّيْدِ اور شکار بھی ہر ایک کو اجازت ہوتی ہے جو شکار کرنا چاہے، تو یہ معمولی چیزیں ہیں ان کے اندر کوئی چوری کر لے گا تو قطع نہیں ہے۔

وَلَا فِيمَا يُسْرِعُ إِلَيْهِ الْفَسَادُ اور نہ ان چیزوں میں قطع ہے جن کی طرف جلدی آتا ہے فساد یعنی جو جلدی خراب ہو جاتی ہیں، جو چیزیں جلدی خراب ہو جانے والی ہیں جنہیں انسان محفوظ نہیں رکھ سکتا بھئی تو ان میں بھی قطع نہیں ہے بھئی۔ مثلاً کہتے ہیں كَالْفَوَاكِهِ الرَّطْبَةِ جیسے تر پھل ہیں، رَطْبَةٌ تر بھئی۔ تر پھل ہیں بھئی ان کو انسان زیادہ عرصہ نہیں رکھ سکتا بھئی، خربوزہ، تربوز وغیرہ اور جتنے پھل ہیں جو زیادہ عرصہ نہیں ٹھہرتے بھئی، کچھ تو خشک پھل ہیں بھئی وہ تو عرصے تک پڑے رہتے ہیں یہ عام پھل زیادہ دن نہیں رکھ سکتا انسان، تو یہ جلدی خراب ہونے والی چیزیں ہیں ان میں قطعِ ید نہیں ہے۔ كَالْفَوَاكِهِ الرَّطْبَةِ جیسے کہ تر پھل ہیں وَاللَّبَنِ اور دودھ ہے، دودھ بھی جلدی خراب ہوتا ہے، وَاللَّحْمِ اور گوشت ہے، گوشت بھی جلدی خراب ہو جاتا ہے، وَالْبِطِّيخِ، بِطِّيخٌ یاد رکھیے عربی زبان میں خربوزے کو بھی کہتے ہیں اور تربوز کو بھی کہتے ہیں بھئی، تو یہ بھی جلدی خراب ہونے والی چیز ہے، وَالْفَاكِهَةِ عَلَى الشَّجَرِ اور وہ پھل جو درخت پر لگا ہوا ہے وَالزَّرْعِ الَّذِي لَمْ يُحْصَدْ اور وہ کھیتی جو ابھی کاٹی نہیں گئی بھئی۔ درخت پر لگا ہوا پھل اور وہ کھیتی جو ابھی کاٹی نہیں گئی بھئی ان میں بھی قطعِ ید نہیں ہے۔ بھئی ان میں کیوں نہیں قطعِ ید بھئی مثلاً کھیتی تو محفوظ رہنے والی چیز ہے عرصے تک؟ کہتے ہیں بھئی عدمِ احراز کی وجہ سے، اس میں

حرز نہیں ہے حفاظت نہیں ہے بھئی۔ کھیتی تو باہر لگی ہوئی ہے بھئی اس میں حرز نہیں ہے اور حرز ضروری تھا بھئی کہ حفاظت ہو اور پھر اسے کوئی لے کر جائے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے، یہاں حرز ہی نہیں ہے۔

وَلَا قَطْعَ فِي الْأَشْرِبَةِ الْمُطْرِبَةِ اور قطع نہیں ہے فِي الْأَشْرِبَةِ ان شرابوں کے اندر الْمُطْرِبَةِ جو مستی آور ہوں، وہ مشروبات جو مستی آور ہوں یعنی نشہ پیدا کرنے والے ہیں ان میں قطع نہیں ہے اگر کوئی چرا لے۔ کیونکہ چوری کرنے والا کہے گا بھئی میں تو اس لیے لے کر جا رہا تھا تاکہ اس کو گراؤں سارے کو بھئی، یہ تو جائز نہیں ہے لہٰذا میں ان کو گرانے کے لیے لے کے جا رہا تھا۔ وَلَا فِي الطُّنْبُورِ، طُنْبُورٌ کہتے ہیں بھئی ستار کو، یہ گانے بجانے کا آلہ ہے وہ جس پر تاریں لگی ہوتی ہیں بھئی، کیا کہتے ہیں؟ گٹار بھئی، یہ نئے نام ہیں تو اس میں بھی قطعِ ید نہیں ہے بھئی کیونکہ چور کہے گا میں تو اس لیے لے کر جا رہا تھا یہ تو گناہ کا آلہ ہے میں اس کو توڑنا چاہتا تھا دراصل بھئی۔ وَلَا فِي الطُّنْبُورِ اور نہ ہی ستار کے اندر۔

وَلَا فِي سَرِقَةِ الْمُصْحَفِ اور نہ ہی، مُصْحَفٌ کہتے ہیں قرآن بھئی، نہ ہی قرآن کی چوری کے اندر۔ کوئی قرآن چوری کرتا ہے تو پھر اس میں بھی سرقہ نہیں ہے بھئی، اس لیے کہ وہ کہے گا میں تو یہ تلاوت کے لیے لے کر جا رہا تھا میرے پاس نہیں تھا تو میں اسے لے کر جا رہا تھا اس لیے۔ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ حِلْيَةٌ اگرچہ اس پر زیور ہو، حِلْيَةٌ زیور کو کہتے ہیں، یعنی اس پر چاہے سونے کا کام ہی کیوں نہ ہوا ہو بھئی اس پر ہو یا اس کی جلد پر ہے یا اس کے غلاف وغیرہ پر سونے کا کام ہوا ہے زیور ہے وہ بھی اس کے ساتھ کیوں نہ ہو پھر بھی قرآن کی چوری میں قطعِ ید نہیں۔ وجہ یہ کہ قرآن اصل ہے اور یہ چیزیں تابع ہیں اور اصل کا اعتبار ہوتا ہے تابع کا اعتبار نہیں ہوتا، تو اب وہ زیور اس کے تابع ہو گیا اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

وَلَا فِي الصَّلِيبِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ اور نہ اس صلیب کے اندر قطعِ ید ہے مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ جو کس سے ہو؟ سونے اور چاندی سے۔ سونے چاندی کی صلیب بنی ہوئی ہے بھئی وہ جس کے سامنے عیسائی سجدہ کرتے ہیں بھئی، کراس کی شکل، وہ کسی سے کوئی شخص چرا لیتا ہے اور سونے یا چاندی کی بنی ہوئی ہے تو کیا اس میں قطعِ ید ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس کے اندر بھی قطعِ ید نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی کہے گا میں تو اس کو کس لیے لے کر جا رہا تھا؟ توڑنے کے لیے لے کر جا رہا تھا ضائع کرنے کے لیے۔ وَلَا الشَّطْرَنْجِ وَلَا النَّرْدِ شطرنج اور نرد، نرد بھی یہ قدیم کھیل تھا مولانا جیسے یہ شطرنج ہے اسی طرح جیسے لڈو ہے اسی کی طرح کا ایک کھیل تھا بھئی تو نرد کہتے تھے بھئی اس کو، اس کے اندر بھی قطعِ ید نہیں ہے بھئی کیونکہ یہ لہو و لعب ہیں کھیل کود کی چیزیں ہیں بھئی اور آلاتِ لہو میں سے یہ آ گئیں تو چور کہہ سکتا ہے میں ان کو کس لیے لے کر جا رہا تھا؟ ضائع کرنے کے لیے ان کو لے جا رہا تھا۔[۲]

وَلَا قَطْعَ عَلَى سَارِقِ الصَّبِيِّ الْحُرِّ اور قطع نہیں ہے عَلَى سَارِقِ الصَّبِيِّ الْحُرِّ آزاد بچے کو چوری کرنے والے پر۔ بھئی ایک شخص ہے اس نے ایک بچے کو چرا لیا اور بچہ بھی کون ہے؟ غلام نہیں ہے باندی نہیں بلکہ آزاد بچہ ہے چھوٹا اسے چوری کر لیا، تو کیا اس میں قطع ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی قطع اس میں نہیں۔ بھئی کیوں نہیں قطع؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ چوری میں مال کا ہونا ضروری ہے کہ چور کس چیز کو لے کر جائے؟ مال کو لے کر جائے پھر ہاتھ کاٹا جاتا ہے، اور یہ آزاد آدمی یہ مال شمار نہیں ہوتا۔ اچھا بھئی اگر اس پر زیور ہو بچے پر زیور پہنایا ہوا ہے اب تو مال آ گیا اب تو اس کا ہاتھ کاٹا جانا چاہیے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، وجہ یہ کہ بچہ اصل ہے زیور تابع ہے اور ہم آپ کو ضابطہ بتلا چکے ہیں کہ اصل کا اعتبار کیا جاتا ہے تابع کا اعتبار نہیں، تو اصل جو ہے وہ بچہ ہے اور وہ مال نہیں ہے تو تابع چاہے مال ہو بھی ساتھ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا قَطْعَ عَلَى سَارِقِ الصَّبِيِّ الْحُرِّ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ حُلِيٌّ اور قطع نہیں ہے آزاد بچے کو چوری کرنے والے پر اگرچہ اس بچے پر زیور ہو، حُلِيٌّ جمع ہے حَلْيٌ کی بھئی یا حِلْيَةٌ کی بھئی زیور۔

وَلَا سَارِقِ الْعَبْدِ الْكَبِيرِ اور نہ ہی بڑے غلام کو چوری کرنے والے پر قطع ہے۔ بھئی ایک آدمی ہے اس نے دوسرے کے بڑے غلام کو کیا کر لیا؟ چوری کر کے لے گیا، کیا اس پر قطع ہے؟ نہیں بھئی اس پر بھی قطع نہیں ہے۔ بھئی کیا وجہ ہے غلام تو مال شمار ہوتا ہے بیچا جاتا ہے یا نہیں بیچا جاتا اس کو؟ بیچا جاتا ہے خریدا جاتا ہے یہ تو مال ہے اس پر تو ہاتھ کاٹا جانا چاہیے! کہتے ہیں بھئی بات یہ ہے کہ بڑے غلام کو لے کر گیا ہے اور بڑے غلام کے لے جانے کو کوئی بھی چوری نہیں کہتا، وہ زیادہ سے زیادہ کیا کہیں گے؟ غصب کیا ہے یا دھوکے سے لے گیا ہے، اس کو چوری نہیں کہتا کوئی۔ وَيُقْطَعُ سَارِقُ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ ہاں چھوٹے غلام کو چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ چھوٹا بچہ غلام تھا مولانا دو چار چھ ماہ کا تھا سال کا تھا دو سال کا تھا تین سال کا تھا صغیر غلام کو کوئی اٹھا کر لے گیا اب یہ مال ہے مولانا اور یہ چوری ہے ہر لحاظ سے تو لہٰذا اب اس میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ہاں اگر بچہ بڑا ہے اپنے بارے میں بتا سکتا ہے بھئی بڑوں کی طرح بات کر

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا الشَّطْرَنْجِ وَلَا النَّرْدِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا في الشطرنج ولا النرد» منقول ہے۔

سکتا ہے تعبیر کر سکتا ہے چیزوں کے بارے میں تو اب وہ اور بڑے کا حکم ایک ہی ہے، تو بڑے کے اندر قطعِ ید نہیں تھا تو ایسا صغیر جو باتیں کر سکتا ہے اس کے اندر بھی قطعِ ید نہیں آئے گا بھئی۔

وَلَا قَطْعَ فِي الدَّفَاتِرِ كُلِّهَا إِلَّا فِي دَفَاتِرِ الْحِسَابِ۔ اچھا بھئی رجسٹر چوری کرنے والا رجسٹر کاپی وغیرہ اس طرح کی چیزیں کوئی چوری کر لیتا ہے کیا اس پر قطع ہے یا قطع نہیں بھئی؟ صاحبِ قدوری فرما رہے ہیں کہ کسی رجسٹر کو چوری کرنے والے پر قطع نہیں۔ کیوں نہیں قطع؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ رجسٹر کے اندر مقصود اس کے اندر لکھی ہوئی چیز ہوتی ہے، جو اندر لکھا ہوا ہے وہ مقصود ہے اور وہ مال نہیں ہے، وہ تحریر جو ہے وہ مال ہے؟ وہ مال نہیں ہے بھئی، تو لہٰذا وہ اس کے لیے چوری کر کے لے کے گیا اور وہ مال نہیں، اگرچہ کاغذ تو مال ہے لیکن کاغذ تو تابع ہو گیا اصل تو کیا چیز ہے اس کے اندر مقصود؟ وہ جو تحریر ہے وہ ہے بھئی۔ لہٰذا معلوم ہوا کتبِ فقہ وغیرہ کوئی کتاب کوئی شخص چوری کر لے تو پھر چوری پر قطعِ ید نہیں بھئی کیونکہ ان میں مقصود وہ علم ہوتا ہے وہ حروف اور نقوش ہوتے ہیں کاغذ مقصود نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ کہتے ہیں اگر تاجر سے چوری کیا تو پھر اس صورت کے اندر قطع آئے گی بھئی اس لیے کہ وہاں ورق مقصود ہے مالِ تجارت ہے بھئی۔ کہتے ہیں وَلَا قَطْعَ فِي الدَّفَاتِرِ كُلِّهَا اور قطع نہیں ہے تمام رجسٹروں کے اندر إِلَّا فِي دَفَاتِرِ الْحِسَابِ مگر حساب کتاب کے رجسٹروں میں ان میں قطع ہے، اس لیے کہ وہاں اس کے اندر جو لکھا ہوا ہے وہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود کیا ہوتے ہیں؟ کاغذ مقصود ہو جاتا ہے اور کاغذ تو مال ہے لہٰذا مال کی چوری کی تو اس میں قطعِ ید آئے گا۔ تو آپ اس لفظ کو چاہے پڑھیں فِي دَفَاتِرِ الْحِسَابِ حساب کتاب کے رجسٹر یا آپ چاہیں تو پڑھیں فِي دَفَاتِرِ الْحُسَّابِ، حُسَّابٌ جمع ہے حَاسِبٌ کی، حاسب حساب کتاب کرنے والا، حساب کتاب کرنے والوں کے رجسٹروں میں قطعِ ید ہے بھئی کیونکہ اس میں مقصود کاغذ ہو جائے گا۔

وَلَا يُقْطَعُ سَارِقُ كَلْبٍ وَلَا فَهْدٍ وَلَا دُفٍّ اور ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا سارقِ کلب کا کتے کو چرانے والے کا وَلَا فَهْدٍ اور فہد چیتا یا بعضوں نے لکھا ہے تیندوا کو کہتے ہیں بھئی یہ بھی چیتے کی نسل کا ایک جانور ہے البتہ چیتے کا جسم ذرا پتلا ہوتا ہے تیندوے کا جسم ذرا بھاری ہوتا ہے بھئی، تو نہیں ہاتھ کاٹا جائے گا کتے کو چرانے والے کا اور چیتے کو چرانے والے کا۔ بھئی کتا اور چیتا تو مال ہیں پھر کیوں نہیں ہاتھ کاٹا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی علی الاطلاق مال نہیں، حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی بیع بھی جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مال نہیں، معلوم ہوا ان کے مال ہونے میں شک آ گیا جب شک آ گیا تو اس کی وجہ سے قطعِ ید نہیں ہو گا۔ وَلَا دُفٍّ دف جانتے ہو کہ نہیں بھئی؟ دف کے اندر بھی چونکہ آلاتِ لہو و لعب میں سے ہے لہٰذا اس کے اندر بھی قطعِ ید نہیں۔ وَلَا طَبْلٍ طبل جانتے ہو کہ نہیں جانتے بھئی؟ ڈھول کو کہتے ہیں بھئی، ڈھول چرایا اس میں بھی نہیں ہے قطع۔ وَلَا مِزْمَارٍ مزمار کہتے ہیں باجے کو، سارنگی کو۔ ڈھول باجے وغیرہ کسی نے چرائے اس پر قطعِ ید نہیں ہے بھئی، وہ کہے گا میں کس لیے لے کر جا رہا تھا؟ میں تو ان کو ضائع کرنا چاہتا تھا۔

وَيُقْطَعُ فِي السَّاجِ، سَاجٌ کہتے ہیں ساگوان کی لکڑی بھئی، وَالْقَنَا، قَنَا کہتے ہیں نیزے اور نیزے کی لکڑی کو، وَالْآبَنُوسِ آبنوس یہ ایک لکڑی ہے قیمتی بھئی، وَالصَّنْدَلِ صندل یہ بھی لکڑی ہے بھئی۔ بھئی آپ کو ابھی بتلایا تھا کہ عام لکڑی کے اندر بھئی قطعِ ید نہیں لیکن یہ جو لکڑیاں ہیں یہ قیمتی لکڑیاں ہیں بھئی، تو ان کے اندر قطعِ ید ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيُقْطَعُ اور ہاتھ کاٹا جائے گا فِي السَّاجِ وَالْقَنَا ساگوان میں اور نیزے کی لکڑی میں وَالْآبَنُوسِ اور آبنوس کی لکڑی میں وَالصَّنْدَلِ اور صندل کی لکڑی میں، کیونکہ یہ تو بڑی قیمتی لکڑیاں شمار ہوتی ہیں بھئی یہ تو ملتی ہی نہیں کسی کو دستیاب ہی نہیں ہوتیں بھئی۔

وَإِذَا اتُّخِذَ مِنَ الْخَشَبِ أَوَانِي أَوْ أَبْوَابٌ قُطِعَ فِيهَا۔ اچھا بھئی ضابطہ آپ کو بتلایا تھا عام لکڑی کسی نے کسی کی چوری کی تو کیا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ادنیٰ درجے کی اور مباح چیزوں کے اندر قطعِ ید نہیں۔ بھئی ایک آدمی نے اس لکڑی سے برتن بنا لیے یا اس سے دروازے بنا لیے، اب ان برتنوں یا دروازوں کو کوئی چوری کر لیتا ہے جو اس عام لکڑی کے بنے ہوئے ہیں کیا قطعِ ید ہے یا قطعِ ید نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اب قطعِ ید آ جائے گا کیونکہ اس شخص نے اس میں اپنی کاریگری دکھائی اور اس کو ایک قیمتی مال میں تبدیل کر دیا بھئی۔ کہتے ہیں وَإِذَا اتُّخِذَ مِنَ الْخَشَبِ اور جب بنا لیے گئے عام لکڑی سے أَوَانِي برتن أَوْ أَبْوَابٌ یا دروازے قُطِعَ فِيهَا تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ قیمت کہاں تک پہنچتی ہو؟ دس درہم تک۔[۳]

وَلَا قَطْعَ عَلَى خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ اور قطعِ ید نہیں ہے خیانت کرنے والے مرد وَلَا خَائِنَةٍ اور نہ خیانت کرنے والی عورت پر۔ بھئی کسی کے پاس آپ نے مال رکھوایا تھا اس نے اس میں خیانت کر لی تو کیا اس پر قطعِ ید ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی خیانت کرنے والے مرد یا عورت پر قطعِ ید نہیں، کیوں؟ کہتے ہیں

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا اتُّخِذَ مِنَ الْخَشَبِ أَوَانِي أَوْ أَبْوَابٌ قُطِعَ فِيهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا اتخذ من الخشب أوان أو أبواب قطع فيها» منقول ہے۔

ان کو کوئی چور نہیں کہتا بھئی، اسی لیے تو ان کا نام کیا ہے؟ خیانت کرنے والا، خائن یا خائنہ کہیں گے چور نہیں کہتے بھئی، اور ہاتھ تو چوری کرنے والے کا کاٹا جاتا ہے تو یہ چوری کرنے والے نہیں بھئی ان کو خائن کہتے ہیں۔

وَلَا نَبَّاشٍ نباش پر بھی قطعِ ید نہیں ہے، نَبَّاشٌ کہتے ہیں کفن چور کو بھئی۔ بھئی قدیم زمانے کے اندر کپڑا ہاتھ سے بنا جاتا تھا تو بڑا قیمتی ہوتا تھا آسانی سے ہر ایک کو دستیاب نہیں ہوتا تھا، آج کل تو کپڑا بہت عام ہو گیا ہر شخص آسانی سے لے سکتا ہے اس زمانے میں بڑا مشکل تھا بھئی نئے کپڑے بنوانا، تو بعض لوگ پھر یہ مردوں کے کفن بھی چرا لیا کرتے تھے۔ کوئی امیر شخص مرا بھئی اس کو بڑا قیمتی کفن دیا گیا تو وہ چور جاتے اور قبر کھودتے کفن نکال کر لے جاتے بھئی، پھر وہ استعمال بھی کرتے یا بیچنا چاہتے بڑا قیمتی مال ہوتا بھئی مہنگا بک جاتا تھا۔ تو یہ جو نباش ہے کفن چور کیا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیوں بھئی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ چوری کی تعریف یہاں پوری طرح صادق نہیں آ رہی، چوری کس کو کہتے تھے؟ مالِ محفوظ کو لے کر جائے، اور وہ مال محفوظ ہے جسے وہ لے کر گیا ہے؟ کیا مردہ اپنے کفن کی حفاظت کر سکتا ہے؟ تو وہاں محفوظ نہ رہا مال اس لیے وہاں پر قطعِ ید نہیں۔ بھئی یہ بات ساری قطعِ ید کی چل رہی ہے اور سزاؤں کی نہیں، اور سزائیں دے قاضی جو مناسب سمجھے گا بات یہ چل رہی ہے کہ قطعِ ید ہو گا یا قطعِ ید نہیں۔

وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ۔ مُنْتَهِبٌ، نَهْبٌ کا معنی لوٹنا بھئی، شہر کے اندر بھئی کسی سے مال لوٹ لینا، زبردستی چھین لینا، اس کے اندر بھی قطعِ ید نہیں ہے مولانا۔ قطعِ طریق میں بتلایا تھا میں نے قطعِ طریق کس کو کہتے ہیں؟ ایسی جگہ مال زبردستی لے لینا جہاں کوئی مدد کو بھی نہیں آ سکتا، ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کر رہا ہے راستے میں سنسان جگہ پر کیا کیا کسی نے دوسرے کو لوٹ لیا یہ ہے قطعِ طریق، شہر کے اندر لوٹ رہا ہے بھئی وہاں تو اگر ذرا تاخیر ہو جائے فوراً گیا ہو گی لوگ مدد کو پہنچ جائیں گے بھئی۔ تو منتہب جو شہر میں لوٹنے والا ہے اس پر قطعِ ید نہیں ہے بھئی یہ حدیث میں آتا ہے بھئی۔ وَلَا مُخْتَلِسٍ مختلس کہتے ہیں اچکے کو بھئی۔ اچکا جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ بھئی ایک آدمی آپ کے پاس آیا آپ سے باتیں شروع کر دیں آپ سائیکل سے اترے سائیکل کھڑی کی اس کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں، آپ نے ایک منٹ کے لیے پیچھے مڑ کر دیکھا پھر واپس مڑے دیکھا وہ آپ کی سائیکل پر بیٹھ کر تیزی سے فرار ہو رہا ہے! اچکا کہتے ہیں جھپٹا مار کے چیز لے جانے والا بھئی، جب تک آپ واپس مڑے سائیکل پہ وہ دور جا چکا تھا بھئی آپ نے بڑی دوڑ لگائی لیکن قابو نہیں کر سکے، تو یہ جھپٹا مار کر جو چیز لے گیا اچانک اس کو اچکا کہتے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا مُخْتَلِسٍ اچکے پر بھی قطعِ ید نہیں ہے۔

وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ اور ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا وہ جو چوری کرنے والا ہے بیت المال سے۔ بیت المال سے جو چوری کرتا ہے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، بھئی کیوں نہیں کاٹا جائے گا؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ بیت المال کے اندر جو مال رکھا ہوا ہے اس میں تمام مسلمانوں کا حصہ ہے اور یہ بھی انہی میں سے ہے تو اس کا بھی حصہ ہوا یا نہیں ہوا؟ اس کا بھی حصہ ہوا تو شبہ آ گیا اور شبہ کی وجہ سے حد کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے۔ وَلَا مِنْ مَالٍ اور نہ ہی ایسے مال میں سے چوری کرنے والا لِلسَّارِقِ فِيهِ شِرْكَةٌ کہ جس کے اندر سارق کی چور کی شرکت ہے۔ بھئی ایک شخص نے ایک ایسا مال چرایا کہ چور کی خود بھی اس کے اندر شرکت ہے اس کا حصہ ہے تو پھر یہاں پر بھی قطعِ ید نہیں جیسے ابھی بیت المال میں گزرا بھئی اس میں شرکت تھی۔

وَمَنْ سَرَقَ مِنْ أَبَوَيْهِ أَوْ وَلَدِهِ أَوْ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يُقْطَعْ اور جس نے چوری کی مِنْ أَبَوَيْهِ کس سے؟ اپنے والدین سے أَوْ وَلَدِهِ یا اپنی اولاد سے أَوْ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ یا اپنے قریبی محرم رشتہ دار سے لَمْ يُقْطَعْ تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ بھئی کیوں نہیں کاٹا جائے گا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں حرز کے اندر شبہ ہے، حرز پوری نہیں حفاظت پوری نہیں کیونکہ اس کے لیے ان سب کے گھروں میں ان کے پاس آنا جانا کیا ہوتا ہے؟ آزادی سے ہوتا ہے ایک دوسرے کی چیزیں آزادی سے استعمال کرتے ہیں، تو لہٰذا اب حرز نہ رہا جب حرز نہیں تو حرز تو ضروری تھا بھئی۔

وَكَذَلِكَ إِذَا سَرَقَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنَ الْآخَرِ أَوِ الْعَبْدُ مِنْ سَيِّدِهِ اور اسی طرح اگر چوری کرے أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ میاں بیوی میں سے کوئی ایک مِنَ الْآخَرِ دوسرے سے، تو میاں بیوی میں بھی حرز نہیں ہوتا ایک دوسرے کی چیزیں کیا کرتے ہیں؟ استعمال کرتے ہیں لہٰذا یہاں قطعِ ید نہیں۔ أَوِ الْعَبْدُ مِنْ سَيِّدِهِ یا غلام کس سے چوری کرے؟ اپنے آقا سے، وجہ یہ کہ غلام سے بھی حرز نہیں ہے وہ بھی گھر میں اس کو آنے جانے کی اجازت ہے۔ أَوْ مِنِ امْرَأَةِ سَيِّدِهِ یا اپنے آقا کی بیوی سے، غلام نے اپنے آقا کی بیوی کی چیز چرا لی تو بھی اس پر قطعِ ید نہیں کیونکہ حرز نہیں ہے بھئی۔ أَوْ مِنْ زَوْجِ سَيِّدَتِهِ یا اپنی جو مالکن تھی اس کے خاوند سے، غلام ہے بیوی کا اور غلام نے چوری کر لی اس مالکن کے خاوند کی تو اس پر بھی قطعِ ید نہیں۔ أَوِ الْمَوْلَى مِنْ مُكَاتَبِهِ یا آقا نے اپنے مکاتب سے چوری کر لی، کس نے چوری کی؟ آقا نے، اور کس سے کی؟ مکاتب سے، تو پھر اس پر قطعِ ید نہیں اس لیے کہ مکاتب کے مال میں آقا کا حصہ ہوتا ہے بھئی اس پر بدلِ کتابت لازم کیا یا نہیں کیا؟ نہ لا سکا پھر تو سارا کچھ ہی آقا کا ہو جائے گا۔ وَكَذَلِكَ السَّارِقُ مِنَ الْمَغْنَمِ اور اسی طرح چوری کرنے والا

مالِ غنیمت سے، اس پر بھی قطعِ ید نہیں اس لیے کہ مالِ غنیمت میں بھی تمام مسلمانوں کا حصہ ہے بھئی اور چور بھی ان میں سے ایک ہے بھئی۔

وَالْحِرْزُ عَلَى ضَرْبَيْنِ: حِرْزٌ لِمَعْنًى فِيهِ كَالدُّورِ وَالْبُيُوتِ، وَحِرْزٌ بِالْحَافِظِ۔ یاد رکھیے یہ حرز حفاظت دو قسم پر ہے: ایک تو وہ حرز ہے کہ اس چیز کے اندر ہی حرز کا معنی پایا جاتا ہے، حفاظت کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً بھئی گھر ہے، گھر بنایا ہی کس لیے جاتا ہے تاکہ انسان اس میں رہے اپنی چیزیں اس میں حفاظت سے رکھ سکے، کمرہ ہے جیسے کمرہ بنایا ہی کس لیے جاتا ہے تاکہ اس میں اس کی چیزیں محفوظ رہیں، اسی طرح صندوق وغیرہ ہے صندوق ہوتا ہی کس لیے ہے کہ اس کے اندر چیزیں حفاظت سے رہیں، تو یہاں دیکھو حرز ہے لِمَعْنًى فِيهِ کہ اس چیز کے اندر ہی حرز والا معنی پایا جاتا ہے۔ یا دوسرا حرز ہے کسی محافظ کے ذریعے: بھئی آپ نے مسجد میں چیز رکھی ہے لیکن خود بھی وہاں پاس بیٹھے ہوئے ہیں، اب مسجد تو حرز نہیں ہے یہاں تو ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے تو یہاں پر اب حرز کس وجہ سے ہے؟ کہ آپ خود وہاں موجود ہیں اپنی چیز کی حفاظت کر رہے ہیں، تو یہ حرز مکان کی وجہ سے آیا یا حرز محافظ کی وجہ سے آیا؟ محافظ کی وجہ سے۔ تو دو قسم کے حرز ہو گئے مولانا: ایک حرز بالمکان، ایک حرز بالحافظ، حفاظت کرنے والے کے ذریعے۔

اور یاد رکھیے ان میں سے حرز بالمکان اعلیٰ ہے، لہٰذا حرز بالمکان کے ہوتے ہوئے حرز بالحافظ کا کوئی اعتبار نہیں! توجہ سے سننا بھئی: حرز بالمکان اعلیٰ ہے تو حرز بالمکان کے ہوتے ہوئے حرز بالحافظ کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیا معنی؟ دیکھو ایک کمرہ ہے آپ کا اس میں آپ اپنا سامان محفوظ رکھتے ہیں تو یہ کیا ہے؟ حرز بالمکان۔ اب آپ اپنے اس کمرے میں ایک شخص کو اپنے ساتھ لے گئے تو جب یہ شخص اندر چلا گیا تو اب اس کے لیے حرز رہا؟ نہیں، یہاں تو آپ خود اس کو ساتھ لے گئے اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی یا نہیں دے دی؟ تو اس کے لیے حرز نہ رہا۔ اب اس شخص نے اس کمرے سے اس وقت پھر کوئی چیز بھی چوری کر لی اور آپ خود بھی وہاں موجود ہیں حفاظت کے لیے تو حرز بالحافظ بھی آیا۔ تو اب آپ بتائیے اس شخص پر قطعِ ید آئے گا یا نہیں آئے گا؟ اگر دیکھا جائے حرز بالمکان کے اعتبار سے تو قطعِ ید نہیں کیونکہ حرز رہا نہیں کیونکہ آپ اسے خود اندر لے گئے آپ نے اسے داخل ہونے کی اجازت دے دی، اور دیکھا جائے تو حرز بالحافظ ہے آپ حفاظت کے لیے خود وہاں موجود ہیں اور حرز بالحافظ ہونے کی وجہ سے اب کیا ہونا چاہیے اس شخص کا ہاتھ کاٹنا چاہیے، لیکن میں نے آپ کو ضابطہ بتایا کہ حرز بالمکان اعلیٰ ہے اس کے ہوتے ہوئے حرز بالحافظ کا کوئی اعتبار نہیں۔ تو یہاں پر حرز بالمکان تھا، جب حرز بالمکان ہے تو اب حرز بالحافظ کا کوئی اعتبار نہیں، اب جب آپ اس کو اندر لے گئے آپ نے اجازت دے دی اندر آنے کی تو حرز بالمکان نہ رہا اور اب حرز بالحافظ کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ جہاں حرز بالمکان ہو وہاں حرز بالحافظ کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب وہ کوئی چیز چوری کر لیتا ہے تو حرز بالمکان اس کے لیے نہ رہا اور جب حرز بالمکان نہ رہا تو اب قطعِ ید نہیں، حرز بالحافظ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ضابطہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو کہتے ہیں وَالْحِرْزُ عَلَى ضَرْبَيْنِ حرز جو ہے دو قسم پر ہے: حِرْزٌ لِمَعْنًى فِيهِ ایک حرز ایسے معنی کی وجہ سے ہے فِيهِ جو اس چیز کے اندر ہی ہو كَالدُّورِ وَالْبُيُوتِ، دُورٌ جمع ہے دَارٌ کی، جیسے کہ گھر ہیں وَالْبُيُوتِ اور کمرے ہیں، دوسرا وَحِرْزٌ بِالْحَافِظِ اور حرز بالحافظ ہے کسی محافظ کے ذریعے۔ فَمَنْ سَرَقَ عَيْنًا مِنْ حِرْزٍ پس جس شخص نے چوری کر لی کوئی چیز مِنْ حِرْزٍ کسی محفوظ جگہ سے أَوْ غَيْرِ حِرْزٍ یا کسی غیر محفوظ جگہ سے لیکن وَصَاحِبُهُ عِنْدَهُ يَحْفَظُهُ اس حال میں کہ اس کا مالک اس چیز کے پاس تھا اس کی حفاظت کر رہا تھا وَجَبَ عَلَيْهِ الْقَطْعُ تو اس پر قطع کیا ہو جائے گا؟ واجب ہو جائے گا، ثابت ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ محفوظ جگہ سے چوری کی یا ایسی جگہ سے جو حرز تو نہیں ہے لیکن مالک خود وہاں موجود ہے، جب مالک خود موجود ہے تو کون سا حرز آ گیا؟ حرز بالحافظ آ گیا۔[۴]

وَلَا قَطْعَ عَلَى مَنْ سَرَقَ مِنْ حَمَّامٍ أَوْ مِنْ بَيْتٍ أُذِنَ لِلنَّاسِ فِي دُخُولِهِ اور قطع نہیں ہے اس شخص پر جس نے چوری کی ہے حمام سے۔ حمام سے کوئی شخص چوری کر لیتا ہے اس پر قطع نہیں، بھئی کیوں نہیں قطع؟ اس لیے کہ حمام خود حرز ہے لیکن اس میں عام لوگوں کو داخلے کی اجازت ہوتی ہے اور جب داخلے کی اجازت ہوئی تو اب حرز نہ رہا۔ أَوْ مِنْ بَيْتٍ یا ایسے گھر سے چوری کی أُذِنَ لِلنَّاسِ فِي دُخُولِهِ کہ لوگوں کو اجازت دی گئی ہے اس میں داخل ہونے کی، جب لوگوں کو داخلے کی اجازت ہے تو وہ حرز نہ رہا لہٰذا اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وَمَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا۔ بھئی اب آپ مجھے ضابطہ بتائیے ایک آدمی مسجد سے جو تا چوری کر کے لے گیا، بڑا قیمتی جوتا ہو، کیا ہاتھ کاٹا جائے گا یا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؟ نہیں بھئی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ مسجد حرز نہیں ہے اس میں ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہے۔ ہاں اگر مالک خود پاس بیٹھا

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَمَنْ سَرَقَ عَيْنًا مِنْ حِرْزٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فمن سرق شيئا من حرز» منقول ہے۔

ہوا ہے جوتے کی حفاظت بھی کر رہا ہے اب وہ چرا کر لے کر گیا تو یہاں حرز بالمکان تو نہیں تھا لیکن حرز بالحافظ تھا تو اب اس کا کیا کیا جائے گا؟ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا اور جس نے چوری کیا مسجد سے کوئی سامان وَصَاحِبُهُ عِنْدَهُ اس حال میں کہ اس کا مالک اس کے پاس ہی تھا قُطِعَ تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وَلَا قَطْعَ عَلَى الضَّيْفِ إِذَا سَرَقَ مِمَّنْ أَضَافَهُ۔ بھئی ایک شخص آپ کے پاس مہمان آیا مثلاً بھئی، آپ کے گھر مہمان آیا اور پھر اس نے وہاں سے کوئی چیز چوری کر لی تو کیا اس پر قطع ید ہے یا نہیں بھئی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی جب مہمان آیا آپ اس کو اندر لے گئے تو حرز آپ نے کیا کر دیا اس کے لیے خود بخود ختم کر دیا، تو حرز نہ رہا اس کے حق میں اور جب حرز نہیں تو یہاں پر اب چوری پر ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَلَا قَطْعَ عَلَى الضَّيْفِ اور قطع نہیں ہے مہمان پر إِذَا سَرَقَ جب وہ چوری کر لے مِمَّنْ اس شخص سے أَضَافَهُ جس نے اس کی ضیافت کی ہے جس نے اس کی مہمان نوازی کی ہے۔

وَإِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ اور جب نقب لگا لے کوئی چور کسی کمرے میں کسی گھر میں۔ صورت یہ ہے بھئی، یاد رکھو چور قدیم ایک طریقہ تھا نقب لگاتے تھے گھروں میں، کوئی آلہ وغیرہ ہوتا تھا اس کے ذریعے دیوار میں سوراخ کر دیتے تھے بھئی یا چھت میں سوراخ کر کے اندر داخل ہو جاتے اور چیز اٹھائی اور لے جاتے بھئی۔ اور بڑے ماہر ہوتے تھے انسان حیران ہوتا تھا، دیوار کتنی موٹی ہوتی ہے وہ اس کو چند لمحوں کے اندر ساری دیوار کو کاٹ کر اس میں اتنا بڑا سوراخ بنا دیتے کہ انسان آرام سے اندر آ سکتا ہے جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ مجھے ایک عالمِ دین ہی بتلا رہے تھے کہ ان کے علاقے میں ایک نقب لگانے والا اب بھی ہے لیکن اس نے توبہ کر لی ہے بھئی اور اب بڑا نیک ہو گیا ہے لیکن وہ خود اپنے واقعات سناتا ہے بھئی: کہتا ہے بڑی سے بڑی دیوار کو چند لمحوں کے اندر اس طرح کاٹ دیتے جیسے کوئی یوں سمجھیں کیک کو چھری سے کاٹا جاتا ہے بھئی، اتنے آرام سے ہم کاٹتے تھے اور سامان لے جاتے گھر والے اسی کمرے میں سو رہے ہوتے تھے ہم اندر سے سامان لے جاتے تھے! بلکہ وہ نقب لگانے والا کہتا تھا کہ میرے ساتھ اگر اب بھی کوئی شرط لگا لے ایک آدمی چارپائی پر سو جائے چارپائی کے نیچے صندوق رکھے اس صندوق کے اندر مال رکھے بھئی اور میرے ساتھ شرط لگائے کہ یہ صندوق تم نے یہاں سے نکال کر لے کر جانا ہے، اور کہتا ہے وہ چارپائی کے اوپر لیٹ جائے وہ مالک اس کا اور صرف آنکھیں بند کرے سوئے بھی نہ، میں آؤں گا اس صندوق کو کھولوں گا اس میں سے سامان لے کر جاؤں گا اور یہ اوپر لیٹا ہوا ہے صرف آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اس کو پھر بھی پتہ نہیں چلے گا! اتنی مہارت ہوتی تھی بھئی دیکھا۔ تو عجیب بھئی کتنی محنت کی ہو گی اس کام کے سیکھنے پر بھئی، لیکن بہر حال اس نے کہتے ہیں اب توبہ کر لی ہے اور بڑا نیک اور پرہیز گار شخص بن گیا ہے بھئی۔ تو اس کو کہتے تھے نقب لگانا بھئی۔

اب صورت یہ ہے دو چور آئے بھئی اور انہوں نے ایک جگہ نقب لگائی دیوار کو کاٹا بھئی، ایک اندر چلا گیا ایک باہر کھڑا ہوا ہے۔ اندر والا گیا اس نے سامان وغیرہ قیمتی مال اٹھایا اور اس سوراخ میں سے باہر والے ساتھی کو پکڑا دیا اور پھر نکلا اور دونوں چلے گئے۔ کہتے ہیں قطع ید ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں دونوں پر قطع ید نہیں ہے! بھئی کیوں نہیں ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں حرز کو توڑنا کسی کے حق میں بھی پوری طرح نہیں پایا گیا۔ حرز کو توڑنے کا کیا معنی تھا؟ کہ ایک شخص اندر جائے اور چیز کو اس جگہ سے نکال کر باہر لے آئے پھر کہیں گے اس نے حرز کو کیا کیا؟ توڑ دیا۔ لیکن یہاں کسی ایک نے بھی حرز کو کامل طور پہ نہیں توڑا: جو اندر گیا ہے وہ چیز کو لے کر باہر نہیں نکلا، باہر نکلتا تو ہم کہتے اس نے کیا کیا ہے حرز کو توڑ دیا، اس نے تو لایا اور باہر والے کو چیز پکڑا دی خود لے کر باہر نہیں نکلا۔ اور باہر والا تو اندر رہی نہیں گیا تو اس کی طرف سے حرز کا توڑنا نہیں پایا گیا، تو کسی ایک پر بھی قطع ید نہیں ہے بھئی۔ تو یہ مسئلہ قدوری والا چوروں کو نہ پتہ لگنے پائے بھئی!

وَإِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ جب نقب لگائی چور نے، لِصٌّ چور کو کہتے ہیں، چور نے کسی گھر میں وَدَخَلَ اور اس میں داخل ہو گیا فَأَخَذَ الْمَالَ پس اس نے مال کو اٹھایا وَنَاوَلَهُ آخَرَ، نَاوَلَ کا معنی پکڑانے کے بھئی، اور پکڑا دیا بھئی دوسرے کو خَارِجَ الْبَيْتِ جو کہ گھر سے باہر تھا فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا تو ان دونوں پر قطع نہیں ہے۔ ہاں اس کے بجائے اگر چور اندر گیا اور اندر سے لا کر سامان وہ اس سوراخ میں سے باہر گراتا جا رہا ہے پھر بعد میں نکلا اور سامان اٹھایا اور لے کر چلا گیا، کہتے ہیں اب قطع ید ہے بھئی، کیونکہ یہ تو طریقہ ہی ان کا یہ ہوتا ہے چیز باہر ڈالتے ہیں ساری اکٹھی اسے لے کر باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے پھر اٹھا کر لے جاتے ہیں تو یہاں اخراجِ مال پایا گیا حرز سے بھئی تو حرز توڑ دیا اس نے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَلْقَاهُ فِي الطَّرِيقِ اور اگر وہ مال ڈال دیا راستے میں ثُمَّ خَرَجَ فَأَخَذَهُ پھر نکلا پس اسے اٹھا لیا قُطِعَ اب کیا کیا جائے گا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وَكَذَلِكَ إِذَا حَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ۔ بھئی ایک چور اپنے ساتھ گدھا بھی لے آیا بھئی، گدھا بھی اندر لے آیا اور اندر لا کر اس نے گدھے پر سارا سامان لادا اور پھر اس گدھے کو ہانکتا ہوا لے کر نکلا، تو کیا اب قطع ید ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی قطع ید ہے، سامان تو جانور پر لادا ہے لیکن جانور تو اس کے تابع ہے یہ خود لے کر سامان گویا کہ باہر نکل رہا ہے تو قطع ید ہے۔ تو معلوم ہوا آج کل کوئی گاڑی وغیرہ اس طرح لے کر آتا ہے اور سامان رکھتا ہے اور لے کر نکل جاتا ہے اس کا

بھی یہی حکم ہے بھئی۔ کہتے ہیں وَكَذَلِكَ اور اسی طرح قطع واجب ہے إِذَا حَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ جب اس نے لاد دیا وہ مال کسی گدھے پر وَسَاقَهُ اور اس کو ہانکا فَأَخْرَجَهُ پس اسے باہر نکال لیا باہر لے گیا۔

وَإِذَا دَخَلَ الْحِرْزَ جَمَاعَةٌ فَتَوَلَّى بَعْضُهُمُ الْأَخْذَ قُطِعُوا جَمِيعًا۔ بھئی کئی چور آئے بھئی اور ان میں سے ایک نے یا دو نے سامان اٹھایا، تو کیا صرف ان دو پر قطع ید ہے یا سب پر آئے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی سب پر قطع ید ہے، اس لیے کہ چوری ہوتی ہی اس طریقے سے ہے کئی آتے ہیں تو پھر ایک دو ہی سامان اٹھا کر لے کر جاتے ہیں باقی تو صرف حفاظت کے لیے ساتھ ہوتے ہیں تاکہ اگر کوئی آجائے تو یہ کیا کریں گے؟ مقابلہ کریں گے۔ کہتے ہیں وَإِذَا دَخَلَ الْحِرْزَ جَمَاعَةٌ اور اگر کسی حرز میں کوئی جماعت داخل ہوئی فَتَوَلَّى بَعْضُهُمُ الْأَخْذَ پس سرانجام دیا ان میں سے بعض نے اخذ کو، چیز کے اٹھانے کو بعض نے سرانجام دیا قُطِعُوا جَمِيعًا تو ان سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

وَمَنْ نَقَبَ الْبَيْتَ وَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَأَخَذَ شَيْئًا لَمْ يُقْطَعْ۔ بھئی ایک چور نے دیوار میں نقب لگائی اور خود اندر نہیں گیا بس وہیں سے ہاتھ اندر داخل کیا سامان اٹھایا اور چلا گیا، تو کیا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں حرز کو توڑنا کامل طور پہ نہیں پایا گیا، حرز کو تو اس نے توڑا ہے اندر سے چیز کو لے کر چلا گیا لیکن کامل طور پر حرز کو نہیں توڑا۔ کامل حرز کو توڑنا کیا تھا؟ کہ خود اندر جاتا پھر اندر سے سامان لے کر باہر نکلتا، لیکن یہ تو خود اندر گیا ہی نہیں یہیں سے ہاتھ بڑھا کر لے گیا، تو نقب لگائی ہے دیوار توڑی ہے حرز کو تو اس نے توڑا لیکن کامل طور پر نہیں توڑا، اور یہ حد ہے اور حد کیا ہوتی ہے شبہ کی وجہ سے؟ ساقط، تو یہاں کامل حرز کا توڑنا نہیں تو یہاں حد بھی نہیں۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ نَقَبَ الْبَيْتَ اور جس نے کسی کمرے میں نقب لگائی وَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ اور داخل کیا اس میں اپنا ہاتھ وَأَخَذَ شَيْئًا اور کوئی چیز لے لی لَمْ يُقْطَعْ تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وَإِنْ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي صُنْدُوقِ الصَّيْرَفِيِّ أَوْ فِي كُمِّ غَيْرِهِ وَأَخَذَ الْمَالَ قُطِعَ۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے کا صندوق توڑا، صراف کا مثلاً صندوق توڑا اور اس میں ہاتھ داخل کیا پیسے وغیرہ نکالے اور لے کر چلا گیا، کیا اس پر قطع ید ہے یا قطع ید نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی قطع ید ہے۔ بھئی آپ نے خود کہا تھا ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز نکال کر لے جائے تو اس پر قطع ید نہیں؟ کہتے ہیں بھئی وہ مکان کی بات تھی یہ صندوق کی بات ہے! مکان میں حرز کا توڑنا ہوتا ہی یوں تھا کہ انسان اندر جائے اور چیز لے کر باہر نکلے اور صندوق کے اندر تو انسان نہیں جا سکتا بھئی اس میں تو ہوتا ہی کس طریقے سے ہے؟ ہاتھ سے ہی چیز نکالی جاتی ہے، تو یہاں حرز کو توڑنا کامل طور پر پایا گیا لہٰذا کیا کیا جائے گا؟ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اسی طرح کسی نے دوسرے کی آستین سے مال لے لیا۔ بھئی یہ قدیم طریقہ تھا آج کل تو ہم جیب بناتے ہیں بھئی قمیص کے اندر جیب بناتے ہیں بھئی یہ سائیڈوں پر بنالی یا سامنے جیب ہوتی ہے، قدیم زمانے کے اندر آستین میں چیزیں رکھتے تھے آستین میں کوئی جیب وغیرہ بنائی جاتی تھی۔ چنانچہ جو زیادہ مالدار ہوتے تھے بڑے بڑے مالدار ان کی آستینیں بھی بڑی ہوتی تھیں بھئی، بلکہ یوں کہیں اس زمانے کا فیشن تھا بھئی بڑی آستین بناتے تھے ہر ایک نہیں بنوا سکتا تھا جو مالدار ہوتے وہ بڑی آستینیں بنواتے۔ تو آستین کے اندر کسی نے ہاتھ ڈالا اور اس میں سے پیسے نکال کر لے گیا کیا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ یا یوں کہیں آج کل کسی کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پیسے وغیرہ لے کر چلا گیا کیا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی ہاتھ کاٹا جائے گا اس لیے کہ جیب وغیرہ سے پیسے نکالے ہی کس طرح جاتے ہیں؟ ہاتھ ڈال کر پیسے نکالتے ہیں کوئی خود انسان اندر اس کے نہیں گھستا۔ معلوم ہوا جیب کترے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اگر اس نے جو جیب سے چیزیں نکالی ہیں وہ دس درہم یا اس سے زیادہ مالیت کی ہیں بھئی، اگر اس سے کم مالیت کی ہیں تو جیب کترے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگر اس سے زیادہ مالیت کی چیزیں جیب سے نکال لیں تو اس صورت میں جیب کترے کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي صُنْدُوقِ الصَّيْرَفِيِّ اور داخل کیا اگر اس چور نے اپنے ہاتھ کو فِي صُنْدُوقِ الصَّيْرَفِيِّ صراف کے صندوق میں، صراف بھئی وہ جو پیسے تبدیل کرنے والا ہے منی چینجر بھئی ڈالر وغیرہ جو بدلتا ہے روپے سے، بھئی ویسے ہی یہ قید لگا دی صراف کے صندوق نہیں کسی کے بھی صندوق سے چیز لے جاتا ہے یہی حکم ہے، أَوْ فِي كُمِّ غَيْرِهِ، كُمٌّ کہتے ہیں آستین کو بھئی، یا داخل کیا اپنا ہاتھ فِي كُمِّ غَيْرِهِ کسی دوسرے کی آستین میں وَأَخَذَ الْمَالَ اور مال لے لیا قُطِعَ تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وَيُقْطَعُ يَمِينُ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ، نون ساکن ہے مِنَ الزَّنْدِ، اور کاٹا جائے گا دایاں ہاتھ چور کا مِنَ الزَّنْدِ کلائی سے۔ بھئی کلائی سے ہاتھ کاٹیں گے یہ جو ہتھیلی کلائی کے ساتھ جہاں جڑی ہوئی ہے اس مقام سے چور کے ہاتھ کو کاٹا جائے گا۔ وَتُحْسَمُ اور داغا جائے گا۔ تُحْسَمُ کا کیا معنی ہے؟ داغا جائے گا، یعنی ہاتھ کاٹتے ہی بھئی ساتھ ہی کھولتا ہوا تیل رکھا ہوگا ابلتا ہوا تیل، ہاتھ کاٹتے ہی فوراً اسے گرم تیل میں داغ دیا جائے گا تاکہ خون رک جائے ورنہ تو آپ کو علم ہے بھئی اتنا خون نکلے گا وہ انسان ہی مر جائے گا بھئی، تو خون کا روکنا بھی ضروری تو فوراً گرم تیل کے اندر داغ دیتے تھے۔ یہ پرانا طریقہ تھا بھئی کیونکہ آپ

جانتے ہیں ہاتھ میں تو نبض ہے بھئی جو براہِ راست دل سے سیدھا خون آرہا ہے اس کی تو رفتار ہی اتنی خون کی ہو گی چند ہی لمحوں کے اندر سارا خون نکل آئے گا بدن سے، تو اس کو داغ دیتے تھے تاکہ خون رک جائے، آج کل تو اور طریقے ڈاکٹروں وغیرہ کے ہیں بھئی۔ کہتے ہیں وَيُقْطَعُ يَمِينُ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ اور کاٹا جائے گا چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے وَتُحْسَمُ اور داغا جائے گا۔

فَإِنْ سَرَقَ ثَانِيًا۔ بھئی ایک شخص کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اس نے پھر چوری کر لی، کہتے ہیں اب بایاں پاؤں اس کا کاٹا جائے گا۔ کیا کیا جائے گا؟ بایاں پاؤں۔ دایاں ہاتھ کاٹا ہے تو دایاں ہی پاؤں نہیں کاٹیں گے کیونکہ پھر اس صورت میں اس طرف کا ہاتھ بھی نہ رہے گا اس طرف کا پاؤں بھی نہ رہے گا تو اس انسان کے لیے چلنا ہی ممکن نہ رہے گا۔ بھئی کیسے نہیں چلنا ممکن رہے گا؟ بھئی دیکھو جس طرف کا پاؤں نہیں ہے اس طرف پھر ہاتھ سے لاٹھی تو کم از کم پکڑ سکتا ہے انسان پھر اس کے ذریعے چلتا ہے، اب جس طرف کا پاؤں نہیں ہے اس طرف کا ہاتھ بھی نہ ہو تو اس طرف لاٹھی پکڑ سکتا ہے؟ اس طرف لاٹھی بھی نہیں پکڑ سکتا تو اس کا چلنا ہی ممکن نہ رہے گا، لہٰذا اب پاؤں کاٹنا ہے تو کس طرف والا کاٹیں گے؟ بائیں طرف والا۔ پھر وہ تیسری دفعہ پھر چوری کرتا ہے بھئی، ایک ہاتھ بھی کٹ چکا ایک پاؤں بھی کٹ چکا لیکن پھر وہ چوری کر لیتا ہے اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بس بھئی اب ہاتھ یا پاؤں نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اسے جیل میں ڈال دیں گے کیونکہ اگر اب ہم نے ہاتھ کاٹ دیا اس کے دونوں ہاتھ ختم ہوئے کوئی چیز اٹھا نہیں سکتا پکڑ نہیں سکتا کھا نہیں سکتا، اور اگر دوسرا پاؤں کاٹتے ہیں تو پھر اس کے لیے چلنا ممکن نہیں رہتا، لہٰذا اب اس کو کیا کر دیں گے؟ جیل میں ڈال دیں گے یہاں تک کہ توبہ کر لے، تبلیغی جماعت والوں کو بار بار بھیجیں گے ان شاء اللہ بڑی جلدی اصلاح ہو جائے گی۔ اللہ، تبلیغی جماعت کی بڑی خدمات ہیں مولانا، ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھو بہت زیادہ۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ سَرَقَ ثَانِيًا اگر اس نے چوری کی دوسری مرتبہ قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى تو کاٹا جائے گا اس کا بایاں پاؤں، فَإِنْ سَرَقَ ثَالِثًا پس اگر اس نے تیسری مرتبہ چوری کی لَمْ يُقْطَعْ تو اس کا ہاتھ یا پاؤں کچھ نہیں کاٹا جائے گا وَخُلِّدَ فِي السِّجْنِ اور اس کو ہمیشہ رکھا جائے گا جیل کے اندر حَتَّى يَتُوبَ یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔

وَإِنْ كَانَ السَّارِقُ أَشَلَّ الْيَدِ الْيُسْرَى أَوْ أَقْطَعَ أَوْ مَقْطُوعَ الرِّجْلِ الْيُمْنَى لَمْ يُقْطَعْ۔ بھئی ایک شخص نے چوری کی اور جب چوری کر لے کوئی پکڑا جائے ثابت ہو جائے تو پھر کیا کیا جاتا ہے اس کے دائیں ہاتھ کو کاٹا جاتا ہے۔ اب اس شخص کا بایاں ہاتھ پہلے سے ہی کٹا ہوا تھا تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ایک ہاتھ پہلے ہی کٹا ہوا ہے دوسرا بھی کاٹ دیں گے تو پھر وہ کوئی چیز نہ اٹھا سکے گا نہ پکڑ سکے گا۔ بھئی بایاں ہاتھ کٹا نہیں ہوا شل ہے، کہتے ہیں پھر بھی یہی حکم ہے کہ اس سے کوئی کام نہیں لے سکتا اب دایاں بھی کاٹ دیں گے تو پھر تو دونوں ہاتھ اس کے ختم ہوئے۔ یا اس کا دایاں پاؤں پہلے کٹا ہوا ہے، کہتے ہیں نہیں اب بھی نہیں کاٹیں گے، دایاں پاؤں کٹا ہے دایاں ہاتھ بھی کاٹ دیں گے تو پھر اس کے لیے چلنا ممکن ہی نہ رہے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ السَّارِقُ أَشَلَّ الْيَدِ الْيُسْرَى اور اگر چور جو تھا اس کا بایاں ہاتھ شل تھا أَوْ أَقْطَعَ یا کٹا ہوا تھا أَوْ مَقْطُوعَ الرِّجْلِ الْيُمْنَى یا اس کا دایاں پاؤں کٹا ہوا تھا لَمْ يُقْطَعْ بھئی اب اس کے دائیں ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔

وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ إِلَّا أَنْ يَحْضُرَ الْمَسْرُوقُ مِنْهُ فَيُطَالِبَ بِالسَّرِقَةِ۔ بھئی چور کا ہاتھ ویسے ہی نہیں کاٹیں گے، گواہوں نے گواہی دے دی یا اس نے خود اقرار کر لیا، چاہے خود بھی اقرار کر لے پھر بھی اس شخص کا موجود ہونا ضروری ہے جس سے اس نے چیز چوری کی تھی۔ مَسْرُوقٌ وہ چیز جو چوری کی گئی، مَسْرُوقٌ مِنْهُ وہ شخص جس کی چوری کی گئی، تو مسروق منہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ بھئی اس کی موجودگی کیوں ضروری؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اس کا مال چوری ہوا ہے تو یہاں خصومت اور مطالبہ ضروری ہے کہ وہ کیا کہے قاضی کو کہ قاضی صاحب اس نے میرا مال چرایا ہے اس کا ہاتھ کاٹا جائے! مطالبہ ضروری ہے بغیر مطالبے کے نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ اور ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا چور کا إِلَّا أَنْ يَحْضُرَ الْمَسْرُوقُ مِنْهُ مگر یہ کہ حاضر ہو جائے وہ شخص جس کی چوری کی گئی تھی۔ دیکھو جس کی چوری کی گئی تھی وہ حاضر ہو، مالک کا حاضر ہونا ضروری نہیں، چاہے کسی اور کا مال آپ کے پاس پڑا ہو آپ سے چوری کر کے کوئی لے گیا تو آپ کا حاضر ہونا ضروری ہے جس سے چوری کی ہو چاہے وہ مالک ہو چیز کا یا مالک نہ ہو لیکن چیز اس کے پاس تھی۔ مگر یہ کہ حاضر ہو جائے مسروق منہ فَيُطَالِبَ بِالسَّرِقَةِ تو وہ مطالبہ کرے کس چیز کا؟ سرقے کا کہ چوری میں اب اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔

فَإِنْ وَهَبَهَا مِنَ السَّارِقِ أَوْ بَاعَهَا مِنْهُ أَوْ نَقَصَتْ قِيمَتُهَا عَنِ النِّصَابِ لَمْ يُقْطَعْ۔ بھئی قاضی کے پاس گواہوں کے ذریعے چوری بھی ثابت ہو گئی، اب قاضی نے فیصلہ بھی کر دیا اس چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، وہ جو مالک تھا اس نے فیصلے کے بعد وہ چیز چور کے ہاتھ بیچ دی، وہی مالِ مسروقہ کو کیا کیا اس چور کو بیچ دیا یا اسے ہبہ کر دیا اور اس کے حوالے بھی کر دیا اس نے قبضہ کر لیا، کہتے ہیں مولانا قطعِ ید ختم! بھئی کیوں قطعِ ید ختم کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کہ خصومت ختم ہو گئی، بھئی مطالبہ کرنے والا اب کوئی ہے؟ نہیں، اس نے تو وہ مال چور کو ہی دے دیا یا اسی کے ہاتھ بیچ دیا ہے تو اب وہ مطالبہ کر سکتا ہے ہاتھ کاٹنے

کا؟ نہیں، اور یہاں پر تو مطالبہ اور خصومت ضروری تھی، تو فیصلے کے بعد ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن ابھی ہاتھ تو نہیں کٹا تو یوں سمجھا جائے گا گویا فیصلے سے پہلے ہی کیا ہو گئی؟ خصومت ختم ہو گئی مطالبہ ختم، اور جب مطالبہ ختم تو پھر تو قطعِ ید بھی ختم۔ یا اسی طرح قاضی نے فیصلہ کر دیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کل یا پرسوں اس کا ہاتھ کٹ جانا ہے مثلاً، اور وہ چیز تھی مثلاً بارہ درہم کی، پرسوں اس کا ہاتھ کٹنا ہے اگلے دن اس چیز کے ریٹ گرے اور دس سے نیچے آ گئے، کہتے ہیں اب نہیں ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ نصاب پورا نہیں ہو رہا کم از کم کتنے میں ہاتھ کاٹنا تھا؟ دس درہم میں، اس کی قیمت کم ہو گئی۔ کہتے ہیں فَإِنْ وَهَبَهَا مِنَ السَّارِقِ پس اگر مالک نے وہ چیز ہبہ کر دی چور کو اور چور نے اس پر کیا کر لیا قبضہ بھی کر لیا، بین السطور لکھا ہے یا نہیں بھئی؟ کیونکہ آپ نے پڑھا ہے ہبہ پورا کس کے ذریعے ہوتا ہے؟ قبضے کے ذریعے بغیر قبضے کے ہبہ پورا نہیں ہوتا، اور میں نے بتایا یہ کون سی صورت ہے؟ قاضی کے فیصلے کے بعد کر رہا ہے ہبہ بھئی، پہلے کر لے پھر تو بطریقِ اولیٰ قطعِ ید نہیں آئے گا فیصلے کے بعد بھی قطعِ ید ختم ہو جائے گا۔ کہتے ہیں فَإِنْ وَهَبَهَا مِنَ السَّارِقِ پس اگر مالک نے وہ چیز ہبہ کر دی چور کو أَوْ بَاعَهَا مِنْهُ یا وہ چیز بیچ دی چور کو أَوْ نَقَصَتْ قِيمَتُهَا عَنِ النِّصَابِ یا اس چیز کی قیمت کم ہو گئی نصاب سے لَمْ يُقْطَعْ تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وَمَنْ سَرَقَ عَيْنًا فَقُطِعَ فِيهَا وَرَدَّهَا ثُمَّ عَادَ فَسَرَقَهَا۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے ایک چیز چوری کی، چوری کے بعد وہ پکڑا گیا گواہوں کے ذریعے سارا کچھ ثابت ہوا اور اس شخص کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا، اور وہ چیز اسی طرح موجود تھی، جب وہ چیز اسی طرح موجود ہو تو چور پر ضروری ہے کہ وہ واپس کرے بھئی، وہ چیز واپس ہو گئی مالک کو مل گئی چور کا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد اسی شخص نے پھر چوری کی اسی آدمی کے گھر اور پھر وہی چیز اٹھا کر لے گیا، کیا اب ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں کاٹا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی اگر چیز جیسے پہلے تھی اب بھی اسی طرح ہے تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ بھئی کیوں نہیں ہاتھ کاٹا جائے گا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اس چیز کی عصمت نہ رہی، وہ چیز اب محفوظ نہ رہی! بھئی کیسے نہیں محفوظ؟ بھئی چور لے گیا تھا اسے یا نہیں لے گیا تھا؟ معلوم ہوا وہ چیز محفوظ نہیں اور نیز اس پہ پھر فیصلہ بھی ہوا چور کا ہاتھ بھی کاٹا گیا باقاعدہ، معلوم ہوا وہ چیز محفوظ نہیں اس کی عصمت نہ رہی۔ بھئی اگر آپ یہ کہیں کہ بھئی چیز پھر مالک کے پاس آ گئی اب اس نے کیا کیا ہے اس کی حفاظت کر رہا ہے، کہتے ہیں بھئی اگرچہ چلو مان بھی لیں آپ کی بات کہ پھر مالک نے اس پر قبضہ کر لیا اب کیا کر رہا ہے اس کی حفاظت کر رہا ہے تو چیز کی عصمت آ گئی لیکن شبہ آ گیا یا نہیں آ گیا اس چیز کی عصمت میں؟ شبہ آ گیا، اور حد کیا ہو جاتی ہے ادنیٰ شبہ کی وجہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے لہٰذا اب اس کا بایاں پاؤں نہیں کاٹا جائے گا بھئی۔ ہاں اگر وہ چیز بدل گئی، مثلاً پہلے جب لے کر گیا تھا تو وہ دھاگہ تھا اور پھر جب ہاتھ کاٹا گیا اور چیز مالک کو واپس مل گئی اب اس دھاگے سے مالک نے کپڑا بنا لیا ہے اب لے کر جاتا ہے تو اب پھر کاٹا جائے گا پاؤں بھئی اس لیے کہ چیز ہی بدل چکی ہے وہ چیز نہ رہی، نئی چیز بن گئی اور اس کی عصمت ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ سَرَقَ عَيْنًا اور جس نے کوئی چیز چوری کی فَقُطِعَ فِيهَا اس کا ہاتھ اس میں کاٹا گیا وَرَدَّهَا اور وہ چیز اس نے واپس کر دی ثُمَّ عَادَ پھر وہ لوٹا فَسَرَقَهَا پھر اس کو چرا لیا وَهِيَ بِحَالِهَا اس حال میں کہ وہ چیز اسی حالت پر ہے لَمْ يُقْطَعْ تو اب اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اس چیز کی عصمت نہ رہی یا کم از کم شبہ ضرور آ گیا۔ وَإِنْ تَغَيَّرَتْ عَنْ حَالِهَا اور اگر اس کی حالت بدل گئی ہے مِثْلُ أَنْ كَانَتْ غَزْلًا مثال کے طور پر وہ کاتی ہوئی سوت تھی، غَزْلٌ کہتے ہیں کاتی ہوئی سوت بھئی، وہ جو اون کو چرخے پر کات کر دھاگہ بنایا جاتا تھا اس کو غزل کہتے تھے، وہ جو دھاگہ بنایا جا چکا ہے بھئی، تو اگر وہ کاتی ہوئی سوت تھی فَسَرَقَهُ پس اس نے اس کو چرا لیا فَقُطِعَ فِيهِ تو اس میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا وَرَدَّهُ اور پھر وہ چیز اس نے واپس کر دی ثُمَّ نُسِجَ پھر اس کو بن لیا گیا یعنی اس سے کپڑا بنا لیا گیا فَعَادَ وَسَرَقَهُ پس وہ لوٹا اور اس نے اس کو چرا لیا فَقُطِعَ اب کیا کیا جائے گا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وَإِذَا قُطِعَ السَّارِقُ وَالْعَيْنُ قَائِمَةٌ فِي يَدِهِ رَدَّهَا۔ بھئی یاد رکھو جب کوئی چور پکڑا گیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو کیا اب وہ چیز جو چوری کی ہے وہ واپس کرے گا یا نہیں؟ کہتے ہیں اگر وہ چیز ابھی بھی موجود ہے تو واپس کرنا پڑے گی، اور اگر وہ چیز چور کے پاس ہلاک ہو چکی ہے تو اب چور پر ضمان نہیں آئے گا بس ہاتھ کاٹ دیا یہی کافی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اگر وہ چیز باقی ہے تو واپس کرنا پڑے گی ضروری ہے اور اگر باقی نہیں ہے کیا ہو چکی؟ ہلاک ہو چکی تو پھر چور پر اس کا ضمان نہیں ہے بھئی۔ وَإِذَا قُطِعَ السَّارِقُ اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا وَالْعَيْنُ قَائِمَةٌ فِي يَدِهِ اور وہ چیز اسی طرح قائم تھی اس کے قبضے میں یعنی موجود تھی رَدَّهَا تو واپس کرے گا وہ چیز، وَإِنْ كَانَتْ هَالِكَةً لَمْ يَضْمَنْ اور اگر وہ چیز ہلاک ہو چکی ہے لَمْ يَضْمَنْ تو اس کا ضامن نہیں ہو گا۔

وَإِذَا ادَّعَى السَّارِقُ أَنَّ الْعَيْنَ الْمَسْرُوقَةَ مِلْكُهُ سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ وَإِنْ لَمْ يُقِمْ بَيِّنَةً۔ صورت یہ ہے ایک شخص جس نے چوری کی ہے پکڑا گیا قاضی کے پاس اسے لے آئے گواہوں سے سارا کچھ ثابت ہوا قاضی نے فیصلہ کر دیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، قاضی کے فیصلے کے بعد وہ چور کہتا ہے قاضی صاحب یہ جو آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں چوری کرنے کا یہ تو میری اپنی چیز ہے میں اس کا مالک ہوں! کہتے ہیں بس مولانا قطعِ ید ختم! قطعِ ید کیا ہو گیا؟ ختم

ہو گیا۔ کیوں ختم ہوا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ شبہ آ گیا، گواہ پیش کرنے بھی اب اس پہ ضروری نہیں ہیں بس صرف یہ کہہ دے کہ یہ چیز کیا ہے میری ہے میں اس کا مالک ہوں، شبہ آ گیا اور شبہ کی وجہ سے کیا ہو جایا کرتی ہے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ وَإِذَا ادَّعَى السَّارِقُ أَنَّ الْعَيْنَ الْمَسْرُوقَةَ مِلْكُهُ اور جب دعویٰ کر دے چوری کرنے والا کہ وہ چیز جو چوری کی ہے مِلْكُهُ اسی کی ملکیت ہے سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ تو اس سے قطع ساقط ہو جائے گا وَإِنْ لَمْ يُقِمْ بَيِّنَةً اگرچہ وہ بینہ قائم نہ کرے۔ اب اس کو گواہ پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں بس شبہ آ گیا تھوڑا سا ہی کہہ دیا اس نے یہ میرا اپنا مال ہے، شبہ تو آ گیا بہر حال جس درجے کا بھی آپ کہیں بس شبہ آنے کی دیر ہے حد کیا ہو گئی اس سے؟ ساقط ہو گئی۔ لیکن یہ دنیاوی معاملہ ہے یہ نہ سوچیں چھوٹ گیا، قاضی تعزیر دے دے گا یا کچھ کرے گا یا اگر بالکل بھی چھوٹ جاتا ہے تو پھر یاد رکھیے عند اللہ تو وہ بری نہیں ہے بھئی، اتنی سخت سزا تھی کہ ہاتھ کٹ رہا تھا معلوم ہوا آخرت میں کتنی سخت سزا ملے گی۔

وَإِذَا خَرَجَ جَمَاعَةٌ مُمْتَنِعِينَ أَوْ وَاحِدٌ يَقْدِرُ عَلَى الِامْتِنَاعِ فَقَصَدُوا قَطْعَ الطَّرِيقِ۔ اب قطعِ طریق بھئی یعنی سرقۂ کبریٰ کے بارے میں بتلائیں گے صاحبِ قدوری۔ یہاں سے بھئی قطاعِ طریق جو ڈاکو ہیں ان کے مسائل بیان کرنے لگے ہیں صاحبِ قدوری بھئی۔ اور یاد رکھیے اس کے اندر بھئی کہ قطعِ طریق کے اندر ضروری ہے میں نے آپ کو شروع کے اندر بتایا کہ ایسی جگہ پر ڈاکہ ڈالیں جہاں کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے بھئی جن پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے ان کی مدد کو کوئی نہ پہنچ سکے پھر یہ حد آئے گی بھئی، حدِ قطعِ طریق کی کہ مخالف سمت سے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹا جائے گا بھئی۔ اگر ایسی جگہ ہے جہاں پر کوئی مدد کے لیے پہنچ سکتا ہے تو پھر یہ ڈاکے والی حد نہیں آئے گی بھئی۔ چنانچہ اسی لیے صاحبِ قدوری نے پہلے ذکر کر دیا کہ منتہب جو ہے اس پر حد نہیں ہے، منتہب کس کو کہتے ہیں؟ جو شہر کے اندر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ تو اردو میں تو وہ بھی ڈاکہ کہلاتا ہے اور شہر سے باہر راستے کے اندر کہیں بھئی کسی قافلے وغیرہ کو لوٹتا ہے وہ بھی ڈاکہ کہلاتا ہے اردو زبان میں، لیکن عربی میں جو شہر کے اندر لوٹتا ہے اسے منتہب کہتے ہیں اور جو جنگل میں دور راستے میں کہیں لوٹتا ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ قاطعِ طریق بھئی۔ تو قطعِ طریق جو ہے وہ والا ڈاکہ مراد ہے جس میں حد آیا کرتی ہے، شہر کے اندر کوئی ڈاکہ ڈالتا ہے یہاں پولیس وغیرہ اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے تو یہاں پر اب حد نہیں آئے گی بھئی، تعزیر ہے قاضی جو سزا دینا چاہے دے سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں وَإِذَا خَرَجَ جَمَاعَةٌ مُمْتَنِعِينَ جب نکلی کوئی جماعت مُمْتَنِعِينَ اس حال میں کہ وہ روکنے والے ہیں یعنی راستہ روکنے والے ہیں، تو معلوم ہوا اِمْتَنَعَ بمعنی مَنَعَ کے ہے یہاں پر بھئی، اِمْتَنَعَ کا معنی تو رکنا ہے اور مَنَعَ کا معنی ہے روکنا تو یہاں روکنے والا معنی مراد ہے، یعنی راستہ روک سکتے ہیں طاقت والے ہیں، أَوْ وَاحِدٌ يَقْدِرُ عَلَى الِامْتِنَاعِ یا کوئی ایک شخص نکلا جو قادر ہے امتناع یعنی منع پر روکنے پر وہ قادر ہے طاقتور ہے بھئی اتنی قوت ہے اس کے پاس کہ وہ کیا کر سکتا ہے؟ راستہ روک سکتا ہے ڈاکہ وغیرہ ڈال سکتا ہے سارے قافلے پر یا جتنے لوگ آ رہے ہیں بھئی ایک یا دو تین جو مل گئے کوئی تنہا تو ان پہ ڈاکہ ڈال سکتا ہے اتنا قوت والا آدمی ہے، تو مراد قوت ہے بھئی کہ کوئی جماعت نکلی جو بڑی قوت والی ہے راستہ روک سکتی ہے یا کوئی ایک شخص نکلا جو بڑا قوت والا ہے راستہ روک سکتا ہے فَقَصَدُوا قَطْعَ الطَّرِيقِ پس انہوں نے قطعِ طریق کا ارادہ کیا، ڈاکہ ڈالنے کا ارادہ کیا یعنی کسی کو بتلا بھی دیا کہ ہم ڈاکہ ڈالنے جا رہے ہیں بھئی ورنہ ارادہ تو دل کی بات ہے کسی کو کیا پتہ ہے، فَأُخِذُوا پس وہ پکڑ لیے گئے قَبْلَ أَنْ يَأْخُذُوا مَالًا وَيَقْتُلُوا نَفْسًا قبل اس کے کہ وہ مال لوٹ لیں اور قبل اس کے کہ وہ کسی جان کو قتل کریں۔ مال لوٹنے سے پہلے کوئی قتل کرنے سے پہلے ہی وہ پکڑے گئے حَبَسَهُمُ الْإِمَامُ تو امام حاکم جو ہے ان کو جیل میں ڈالے گا حَتَّى يُحْدِثُوا تَوْبَةً یہاں تک کہ وہ کیا کر لیں؟ توبہ کر لیں، توبہ کا اظہار کریں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

وَإِنْ أَخَذُوا مَالَ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ وَالْمَأْخُوذُ إِذَا قُسِمَ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ أَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فَصَاعِدًا أَوْ مَا تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ذَلِكَ قَطَعَ الْإِمَامُ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ۔ اور اگر انہوں نے کسی مسلمان یا کسی ذمی کا مال لے لیا، بتلایا برابر ہے چاہے مسلمان کا مال چھین لیں یا لوٹ لیں چاہے کسی ذمی کا، وَالْمَأْخُوذُ إِذَا قُسِمَ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ، قُسِمَ یا قُسِّمَ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں تقسیم کرنا، اور وہ مال جو انہوں نے لے لیا ہے اگر اسے تقسیم کیا جائے ان کی جماعت پر أَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ تو پہنچے گا ان میں سے ہر ایک کو عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فَصَاعِدًا دس درہم یا اس سے زیادہ۔ انہوں نے مال لوٹ لیا اور اتنا مال ہے کہ اگر اس کو ان پر تقسیم کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کو دس یا دس سے بھی زیادہ درہم پہنچتے ہیں أَوْ مَا تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ذَلِكَ یا درہم دراہم تو نہیں لوٹے کوئی اور چیز ایسی لوٹی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ایسا حصہ پہنچتا ہے تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ذَلِكَ جس کی قیمت کہاں تک ہے؟ دس درہم تک، قَطَعَ الْإِمَامُ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ تو کاٹ دے گا حاکم ان کے ہاتھ اور پاؤں مِنْ خِلَافٍ خلاف سے، یعنی ایک طرف کا ہاتھ کاٹے تو دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دے گا، ایک ہی طرف کے ہاتھ اور پاؤں نہیں کاٹے گا ورنہ تو اس شخص کے لیے چلنا ہی ممکن نہ رہے گا۔

وَإِنْ قَتَلُوا نَفْسًا وَلَمْ يَأْخُذُوا مَالًا قَتَلَهُمُ الْإِمَامُ حَدًّا۔ بھئی پہلی صورت کیا ذکر کی انہوں نے؟ اگر نہ مال لوٹا ہے نہ کسی کو قتل کیا ہے تو کیا کریں گے ان کو؟ جیل میں ڈالیں گے۔ اور اگر انہوں نے مال لوٹا ہے لیکن قتل نہیں کیا تو پھر کیا کریں گے؟ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیں گے خلاف سے۔ اور اگر انہوں نے قتل کیا ہے مال نہیں لوٹا تو پھر کیا کریں گے؟ کہتے ہیں پھر ان کو حد کے طور پر سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ بطور حد کے سب کو کیا کر دیا جائے گا؟ قتل کر دیا جائے گا۔ ماتن نے قید لگائی صاحبِ قدوری نے قید لگائی بطور حد کے قتل کیا جائے گا، اور آپ جانتے ہیں کہ حد کے اندر کوئی معاف کرنا چاہے بھی تو معاف نہیں کر سکتا، تو یہ جب بطور حد کے قتل ہے تو اب مقتول کے اولیاء اگر معاف کرنا بھی چاہیں تو معاف نہیں کر سکتے۔ وَإِنْ قَتَلُوا نَفْسًا اور اگر انہوں نے کوئی جان قتل کر دی وَلَمْ يَأْخُذُوا مَالًا اور انہوں نے مال نہیں لیا قَتَلَهُمُ الْإِمَامُ حَدًّا تو قتل کر دے گا ان کو امام بطور حد کے، فَإِنْ عَفَا الْأَوْلِيَاءُ عَنْهُمْ لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى عَفْوِهِمْ پس اگر معاف کر دیا مقتول کے اولیاء نے لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى عَفْوِهِمْ تو توجہ نہیں کی جائے گی ان کے معاف کر دینے کی طرف، کیونکہ یہ بطور حد کے قتل ہیں انہوں نے ڈاکہ ڈالنے گئے ہیں اور وہاں آدمی کو قتل کر کے آگئے ہیں بھئی۔

وَإِنْ قَتَلُوا وَأَخَذُوا مَالًا فَالْإِمَامُ بِالْخِيَارِ اور اگر انہوں نے قتل بھی کیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے فَالْإِمَامُ بِالْخِيَارِ تو امام کو اختیار ہے إِنْ شَاءَ قَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ کہ اگر چاہے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دے مِنْ خِلَافٍ خلاف سے، ایک طرف کا ہاتھ کٹوا دے دوسری طرف کا پاؤں کٹوا دے، یہ تو کس وجہ سے تھا انہوں نے مال لوٹا ہے، وَقَتَلَهُمْ اور ان کو پھر کیا کروا دے؟ قتل بھی کر دے، أَوْ صَلَبَهُمْ یا ان کو سولی دے دے، ایک طرف کا ہاتھ ایک طرف کا پاؤں کاٹ دے اور پھر ان کو سولی دے دے۔ سولی کس طرح دی جاتی تھی؟ ایک لکڑی زمین میں گاڑ دی جائے اور پھر یہ جو سیدھی لکڑی ہے اس پر ایک لکڑی چوڑائی میں باندھ دیں اس پر اس کے پاؤں باندھ دیں گے پھر اوپر ایک اور لکڑی چوڑائی میں باندھ کر اس پر اس کے ہاتھ باندھ دیں گے اور پھر کہتے ہیں نیزے کے ذریعے پہلے سینے پر اس کے نیزہ مارا جائے گا پھر اس کے بعد نیزے مار کر اس کے پیٹ کو پھاڑ دیا جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا، نشانِ عبرت بنا دیا جائے گا تاکہ آئندہ کسی کو اس طرح مملکت میں فساد پھیلانے کی جرات نہ ہو بھئی۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ امن و امان معاشرے کی سب سے قیمتی متاع ہے، جس معاشرے میں امن و امان ہی نہیں ہے سکون ہی نہیں ہے وہاں کوئی کام کیسے انسان کر سکتا ہے بھئی؟ تو لہٰذا ان لوگوں نے پوری مملکت کا امن و امان برباد کرنے کی کوشش کی ہے تو ان کے ساتھ عبرتناک سلوک کیا جائے گا بھئی۔ اسلام کی عجیب سزائیں ہیں مولانا اتنا امن و سکون ہو جاتا ہے کوئی سوچ نہیں سکتا، طالبان کی حکومت انسان یاد کرتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے: وہاں جو دکاندار تھے نماز کا وقت آتا دکانیں کھلی چھوڑ کے سارے چلے جاتے پیسے نوٹ سب کچھ سامنے رکھے ہوئے ہیں، صراف ہوتے تھے جو پیسے تبدیل کرنے والے ہیں بھئی شیشہ لگا ہوا ہے شیشے میں ڈالر بھی پڑے ہیں پاؤنڈ بھی پڑے ہوئے ہیں ریال بھی پڑے ہوئے ہیں دینار بھی پڑے ہوئے ہیں اور لاکھوں کے حساب سے پڑے ہوئے ہیں بھئی تھوڑے بھی نہیں بہت زیادہ، اور اتنی غربت اس ملک کے اندر کہ بیان نہیں ہو سکتی پھر بھی کھلے چھوڑ کے نماز کے لیے چلے گئے! یہ امن و امان کہاں سے آیا؟ یہ اسلامی سزاؤں کا اسلام کا کمال ہے مولانا، اتنا امن و امان کہ انسان بے خوف و خطر جتنی مرضی کرنسی اور مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کے جانا چاہے لے جائے اور اسے کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس سے معاشرے کے اندر ترقی بڑی تیزی سے آتی ہے بھئی کیونکہ پیسہ حرکت میں رہتا ہے ہر شخص پیسے کو جمع پھر کوئی نہیں کرتا ہر کوئی لگانے کی کوشش کرتا ہے کہیں لگاؤں تاکہ یہ بڑھتا چلا جائے، جب پیسہ لگائے گا تو لوگوں کو کام ملیں گے روزگار ملیں گے بھئی اور اس طرح غریب لوگوں کی بھی بے انتہا مدد اور معاشرہ بھی بڑی تیزی سے ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے بجائے آج ہمارے معاشرے میں دیکھ لیں بھئی آپ کی جیب میں دس ہزار روپے بھی ہوں معمولی سی رقم ہے لیکن آپ ڈرتے رہتے ہیں کسی کو پتہ نہ چل جائے، بینک سے آپ نکلتے ہیں کچھ بھی نہ ہو پھر بھی ویسے ہی ڈر لگا رہتا ہے کہ کوئی مجھے ویسے ہی نہ مار جائے کہ یہ پیسے لے کے نکلا ہے وہاں سے، پانچ دس ہزار جیب میں ہوں پھر تو آپ گھر تک کانپتے ہوئے ہی آئیں گے اور لاکھوں کی بات ہو پھر تو دل حلق میں پہنچا ہو گا! تو یہ بے اطمینانی ہے اور اس کی وجہ سے پھر سرمایہ بھی رک جاتا ہے لوگ سرمایہ باہر نہیں زیادہ نکالتے بھئی خطرہ ہے بھئی کہاں سے نکالیں، تو زیادہ سرمایہ رکا رہتا ہے اور اس طرح غربت بڑھتی ہے لوگوں کو روزگار وغیرہ کوئی چیز میسر نہیں آتی ترقی رک جاتی ہے، تو اسی لیے ان کی سزا بڑی سخت ہے بھئی یہ امن و امان کو برباد کرنے والے لوگ ہیں تو ان کو سولی دے دی جائے، ہاتھ اور پاؤں پہلے مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں اور پھر ان کو سولی دے دی جائے گی۔

لیکن یاد رکھیے مولانا اگر ڈاکو پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہے یعنی اب اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ہاں اگر پکڑے جانے سے پہلے ڈاکو توبہ کر لے تو حد ساقط ہو جائے گی، ہاں پکڑے جانے کے بعد توبہ کرتا ہے نہیں اس کا اعتبار نہیں پھر حد آئے گی مولانا پھر حد ساقط نہیں۔ تو ڈاکو نے اگر کیا کیا

پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلی تو حد ساقط ہوگئی لیکن حقوق العباد ساقط نہیں ہوں گے، اگر کسی کو اس نے قتل کیا تھا تو اب اس سے مقتول کے اولیاء قصاص لینا چاہیں تو وہ قصاص لیں گے اور اگر کسی کا اس نے مال لوٹا تھا تو وہ مال کیا کرنا پڑے گا؟ واپس کرنا پڑے گا، حقوق العباد ختم نہیں ہوں گے البتہ حد ساقط ہو جائے گی۔

تو کہتے ہیں اگر امام چاہے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کٹوادے وَقَتَلَهُمْ اور ان کو کیا کر دے؟ قتل کر دے أَوْ صَلَبَهُمْ یا کیا کرے ان کو؟ سولی دے دے، وَإِنْ شَاءَ قَتَلَهُمْ وَإِنْ شَاءَ صَلَبَهُمْ اور اگر چاہے تو ان کو قتل کروادے اور اگر چاہے تو ان کو سولی دے دے، یعنی ہاتھ پاؤں کٹوائے بغیر ہی چاہے تو قتل کروادے یہ بھی اختیار ہے اور چاہے تو ہاتھ پاؤں کٹوائے بغیر صرف کیا دے دے؟ سولی دے دے یہ بھی اختیار ہے۔ چار صورتوں میں سے امام جو بھی کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے: انہوں نے کیا کیا ہے؟ ڈاکہ ڈالا ہے مال بھی لوٹا ہے اور جان بھی لی ہے، اس صورت میں امام کو چار صورتوں میں سے اختیار ہے جس صورت کو اختیار کرنا چاہے بھئی: پہلی کیا صورت ہے؟ اگر چاہے تو مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر ان کو قتل کروادے۔ دوسری صورت: اگر چاہے تو مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کٹوا کر ان کو سولی دے دے۔ تیسری صورت: چاہے تو صرف قتل کروادے ہاتھ پاؤں نہ کٹوائے۔ چوتھی صورت: چاہے تو صرف سولی دے دے ہاتھ پاؤں نہیں کٹوائے صرف ویسے ہی سولی دے دی، تو چار صورتوں میں سے جو وہ اختیار کرنا چاہے اختیار کر سکتا ہے۔

وَيُصْلَبُ حَيًّا اور ان کو سولی دی جائے گی اس حال میں کہ یہ زندہ ہوں، زندہ سولی دی جائے گی وَيُبْعَجُ بَطْنُهُ بِرُمْحٍ اور پھاڑا جائے گا ان کے پیٹ کو بِرُمْحٍ نیزے کے ساتھ إِلَى أَنْ يَمُوتَ یہاں تک کہ وہ مر جائے بھئی۔ نیزے مار مار کر اس کے پیٹ کو پھاڑ دیں گے۔ اور پھر یاد رکھیے قتل تو کر دیا لٹکا ہوا ہے مولانا ان لکڑیوں پر پھر اسے فوراً اتاریں گے بھی نہیں، تین دن تک وہیں لٹکا رہے تاکہ عبرت کا نشان ہو لوگوں کے لیے لوگ اس سے عبرت پکڑیں پھر کسی کو اس طرح جرات نہ ہو امن کو تباہ و برباد کرنے کی بھئی۔ تو صاحبِ قدوری فرماتے ہیں تین دن سے زیادہ نہیں لٹکائیں گے، تین دن تک بس سولی پر لٹکا رہے پھر اتار لیں گے اس لیے کہ پھر اس کے بعد اس کے جسم سے بدبو آنا شروع ہوگئی تو اب لوگوں کو تکلیف ہوگی اس لیے ہٹا دیا جائے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ بڑا سخت فتویٰ دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں نہیں اس کو لٹکا رہنے دو یہاں تک کہ اس کا جسم ذرہ ذرہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اس کو لٹکا رہنے دو بھئی تاکہ لوگوں کو خوب عبرت ہو جائے۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَلَا يُصْلَبُ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ اور سولی نہیں دی جائے گی تین دن سے زیادہ۔

فَإِنْ كَانَ فِيهِمْ صَبِيٌّ أَوْ مَجْنُونٌ أَوْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَقْطُوعِ عَلَيْهِ سَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْبَاقِينَ۔ صورت یہ ہے کہ ان ڈاکوؤں کے اندر بھئی کوئی بچہ بھی تھا تو بچے پر تو آپ جانتے ہیں حد نہیں آیا کرتی، جب بچے پر نہیں ہے تو باقیوں سے بھی حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کچھ پر حد لگائی جائے کچھ پر حد نہ لگائی جائے۔ یا ان میں کوئی ایک مجنون تھا بھئی وہ بھی ساتھ تھا ان کے تو اب سب سے حد ساقط اس لیے کہ کچھ پر حد آئے کچھ پر نہ آئے یہ درست نہیں تو مجنون پر تو نہیں آرہی تو باقیوں پر بھی اب نہیں آئے گی۔ یا جس پر ڈاکہ ڈالا ہے اس کا کوئی قریبی محرم رشتہ دار تھا ڈاکوؤں میں تو مولانا اس قریبی محرم رشتہ دار پر حد نہیں آئے گی، جب اس پر حد نہیں ہے تو اس کی وجہ سے اب باقیوں پر بھی حد نہیں آئے گی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ فِيهِمْ صَبِيٌّ اگر ان ڈاکوؤں کے اندر کوئی بچہ تھا أَوْ مَجْنُونٌ یا کوئی مجنون تھا أَوْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَقْطُوعِ عَلَيْهِ یا کوئی قریبی محرم رشتہ دار تھا کس کا؟ مقطوع علیہ کا یعنی جس پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے سَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْبَاقِينَ تو باقیوں سے بھی حد کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی۔ وَصَارَ الْقَتْلُ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ اور منتقل ہو جائے گا قتل اولیاء کی طرف۔ حد تو ساقط ہوگئی لیکن قتل کیا ہے یا نہیں کیا؟ قتل تو کیا ہے تو بطور حد کے جو قتل تھا وہ ساقط ہوا، آپ نے پیچھے پڑھا تھا اگر انہوں نے کسی کو قتل کیا ہے تو پھر ان کو بھی بطور حد کے قتل کیا جائے گا یعنی اب مقتول کے اولیاء بھی معاف کرنا چاہیں تو معاف نہیں کر سکتے، لیکن یہاں بتایا اگر بچہ ہے مجنون ہے یا قریبی محرم رشتہ دار ہے تو حد تو ان سے ساقط ہوگئی لیکن اب وہ حقوق العباد ابھی بھی باقی ہیں، اب مقتول کے اولیاء کی طرف معاملہ سپرد ہو جائے گا وہ چاہیں تو ان سے قصاص لیں چاہیں تو انہیں کیا کر دیں؟ معاف کر دیں۔ تو کہتے ہیں وَصَارَ الْقَتْلُ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ اور قتل ہو جائے گا مقتول کے اولیاء کی طرف إِنْ شَاءُوا قَتَلُوا اگر وہ چاہیں تو قتل کر دیں ان کو وَإِنْ شَاءُوا عَفَوْا اور اگر چاہیں تو معاف کر دیں۔

وَإِنْ بَاشَرَ الْقَتْلَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ أُجْرِيَ الْقَتْلُ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ۔ بَاشَرَ يُبَاشِرُ مُبَاشَرَةً کے معنی ہیں سرانجام دینا۔ بھئی ان ڈاکوؤں میں سے قتل تو ایک آدمی نے کیا ہے، ڈاکہ سب نے ڈالا قتل ان میں سے ایک نے کیا ہے تو اب کیا کریں گے کیا صرف اس ایک کو قتل کریں گے یا سب کو؟ کہتے ہیں بھئی سب کو قتل کریں گے کیونکہ سارے ایک دوسرے کے مددگار ہیں یہ دوسرے مددگار نہ ہوتے تو وہ ایک بھی قتل نہ کرتا بھئی، تو کوئی ایک بھی قتل کر دے ساروں کو قتل کیا جائے گا۔ وَإِنْ بَاشَرَ الْقَتْلَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اور اگر سرانجام دیا ہے قتل کو ان میں سے کسی ایک نے أُجْرِيَ الْقَتْلُ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ تو جاری کیا جائے گا قتل کو ان کی پوری جماعت پر۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

كُتُبُ الْأَشْرِبَةِ وَالْأُضْحِيَّةِ وَالْأَيْمَانِ وَالدَّعْوَى وَالشَّهَادَاتِ وَالْقَضَاءِ وَالسِّيَرِ وَالْوَصَايَا

اشربہ، صید وذبائح، اضحیہ، ایمان، دعویٰ وتحالف، شہادات، آداب القاضی، قسمۃ، اکراہ، سیر وجہاد، حظر واباحہ اور وصایا (اسباق ۱۳۷ تا ۱۵۵)

سبق نمبر ۱۳۷: کتاب الاشربۃ و کتاب الصید والذبائح: اشربۂ محرمہ اربعہ (خمر، طلاء، نقیع الزبیب، نقیع التمر)، ذبیحہ کی شرائط اور شکار کے احکام

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۸ مئی ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ۔ الْأَشْرِبَةُ الْمُحَرَّمَةُ أَرْبَعَةٌ:الْخَمْرُ وَهِيَ عَصِيرُ الْعِنَبِ إِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ، وَالْعَصِيرُ إِذَا طُبِخَ حَتَّى ذَهَبَ أَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ، وَنَقِيعُ التَّمْرِ وَنَقِيعُ الزَّبِيبِ إِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ۔ وَنَبِيذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ إِذَا طُبِخَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَدْنَى طَبْخَةٍ حَلَالٌ۔[۳۲۱]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

أَشْرِبَةٌ جمع ہے شَرَابٌ کی۔ اور عربی زبان میں شراب ہر پینے والی چیز کو کہا جاتا ہے، شراب ہر وہ چیز جسے پیا جائے وہ شراب کہلاتی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو پھلوں کے رس کو وہ کہتے ہیں بھئی شَرَابُ الْفَوَاكِهِ۔ اور اصطلاحِ شریعت میں ہر وہ چیز جس کا پینا حرام ہو اور وہ نشہ آور ہو۔

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الْخَمْرُ وَهِيَ عَصِيرُ الْعِنَبِ إِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الخمر وهي:عصير العنب إذا إلى واشتد وقذف بالزبد» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَنَبِيذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ إِذَا طُبِخَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَدْنَى طَبْخَةٍ حَلَالٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ونبيذ التمر والزبيب إذا طبخ كل واحد منهما أدنى طبخ حلال» منقول ہے۔

[۳] **جدول—اشربۂ محرمہ اربعہ (چار حرام مشروبات) کی تعریفات اور احکام کا جدول:**

مشروب کا نام	ماہیت و تیاری کا طریقہ	شرعی حکم
۱۔ خمر (الْخَمْرُ)	انگور کا کچا پانی (عصیر العنب) جب جوش مارے، تند ہو جائے اور جھاگ پھینک دے (امام اعظم کے نزدیک)؛ صاحبین کے نزدیک جھاگ پھینکنے سے پہلے ہی تند ہوتے ہی خمر ہے	فی نفسہ حرامِ قطعی، نجاستِ غلیظہ؛ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اس کے منکر کی تکفیر ہو گی، اور پینے والے پر بلا سکر بھی حدِ شرب ہے۔
۲۔ طلاء / باذق / منصف	انگور کا شیرہ جس کو پکایا جائے یہاں تک کہ دو تہائی سے کم جلے اور مسکر ہو جائے	حرام ہے (البتہ جب دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی میٹھا شربت باقی رہے یعنی مثلث بن جائے تو حلال ہے بشرطیکہ مسکر نہ ہو)۔
۳۔ نقیع التمر (سکر)	کھجور کا کچا پانی جب جوش مارے اور سخت ہو جائے	حرام ہے؛ پینے سے نشہ آئے تو حدِ سکر واجب ہوتی ہے۔
۴۔ نقیع الزبیب	کشمش (منقیٰ) کا کچا پانی جب جوش مارے اور سخت ہو جائے	حرام ہے؛ پینے سے نشہ آئے تو حدِ سکر واجب ہوتی ہے۔

تو کہتے ہیں بھئی الْأَشْرِبَةُ الْمُحَرَّمَةُ أَرْبَعَةٌ حرام شرابیں چار ہیں، یعنی وہ چیزیں جن کا پینا حرام ہے وہ چار ہیں بھئی: الْخَمْرُ پہلی کیا ہے؟ خمر یعنی جسے ہم اردو میں شراب کہتے ہیں۔ یہ کسے کہتے ہیں؟ کہتے ہیں وَهِيَ عَصِيرُ الْعِنَبِ یہ انگور کا رس ہے إِذَا غَلَا جب یہ کھولنے لگے جوش مارے وَاشْتَدَّ اور تیز ہو جائے وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ، قَذْفٌ کا معنی پھینکنا، زَبَدٌ کہتے ہیں جھاگ کو، اور جھاگ پھینکے یعنی جھاگ دینے لگے بھئی۔ چار حرام شرابوں میں سے پہلی کیا ہے؟ خمر ہے شراب ہے وَهِيَ عَصِيرُ الْعِنَبِ یہ انگور کا رس ہے إِذَا غَلَا جب وہ جوش مارے وَاشْتَدَّ اور تیز ہو جائے وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ اور جھاگ پھینکنے لگے جھاگ دے بھئی۔ تو عربوں کا مخصوص طریقہ تھا بھئی انگور کے رس سے شراب بناتے تھے کہ انگور کے رس کو نکال کر اس کو زمین وغیرہ میں دبا دیتے تھے یا کوئی اور طریقہ اختیار کرتے کچھ عرصے کے بعد پھر اس میں خود بخود ابال آتے جوش آتا اور تیز ہو جاتا اور جھاگ دینے لگتا بھئی، یہ خمر کہلاتا بھئی، شراب بھئی۔ اور شراب کا پینا حرام ہے ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ چار شرابیں حرام ہیں ان میں سے یاد رکھیے سب سے سخت حرمت خمر کی ہے یعنی شراب کی ہے، اس کا ایک قطرہ بھی کسی نے پیا تو اس پر حد آئے گی بھئی اسے حد لگائی جائے گی، اس میں نشہ ہونا ضروری نہیں، جبکہ باقی تین جو ہیں ان میں نشہ چڑھ جائے تو حد آئے گی نشہ نہیں چڑھا تو حد بھی نہیں۔ تو یہ جب جوش مارے تیز ہو جائے اور جھاگ پھینکے، آج کل اس کو سمجھنا آسان ہے: بھئی بوتل آپ دیکھتے ہیں بھئی اگر بوتل میں تھوڑا سا نمک ڈال دیں تو بڑی تیزی سے اس میں سے جھاگ نکلتی ہے بھئی، اور بوتل خوب ٹھنڈی ہو تو بڑی تیز لگتی ہے زبان پر بھئی، تو یہ معنی ہے بھئی کہ جب جوش مارے یعنی اس میں ابال آتے ہیں اور وہ رس تیز ہو جاتا ہے انگور کا اور جھاگ دینے لگتا ہے یہ شراب ہے مولانا۔ تو اس میں دیکھو اس کو پکایا نہیں گیا بغیر پکائے اس میں جوش آتا ہے اور جھاگ آتی ہے بھئی۔

وَالْعَصِيرُ دوسری شراب جو حرام ہے وہ عصیر ہے انگور کا رس إِذَا طُبِخَ جب اسے پکایا جائے حَتَّى ذَهَبَ أَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ یہاں تک کہ چلا جائے اس کا دو ثلث سے کم، دو تہائی سے کم اس کا چلا جائے یعنی خشک ہو جائے۔ بھئی آپ آگ پر چیز پکاتے ہیں تو وہ آہستہ آہستہ خشک ہوتی چلی جاتی ہے، تو انگور کے رس کو آگ پر پکایا جائے اتنا پکائیں کہ وہ کافی کم ہو جائے لیکن دو ثلث جتنا کم نہ ہو، مثلاً تین سیر پکا رہے ہیں یا تین لیٹر پکا رہے ہیں تو خشک ہوتے ہوتے ایک یا ڈیڑھ لیٹر خشک ہو گیا، تو دو حصے ابھی خشک نہیں ہوئے۔ دو حصے خشک ہو جائیں صرف ایک حصہ رہ جائے تو وہ آگے حکم اس کا آئے گا کہ وہ حلال ہے بھئی۔ ہاں دو ثلث سے کم کم خشک ہوا ہے تو حرام ہے۔

وَنَقِيعُ التَّمْرِ وَنَقِيعُ الزَّبِيبِ اور تیسری اور چوتھی حرام شراب جو ہے وہ نقیع التمر ہے اور نقیع الزبیب ہے۔ نَقِيعُ التَّمْرِ اسے کہتے ہیں کہ کھجوروں کو پانی میں ڈال دیا جاتا اور پھر وہ کچھ عرصہ پڑی رہتیں تو پہلے پانی میٹھا ہوا پھر آہستہ آہستہ اس کے اندر بھی جوش آتا ہے وہ تیز ہو جاتی ہے اور نشہ آور ہو جاتی ہے، یہ نقیعِ تمر ہے بھئی۔ اسی طرح نقیعِ زبیب ہے، زَبِيبٌ کشمش کو کہتے ہیں بھئی یہ خشک انگور جو ہیں تو ان کو پانی میں ڈال دیا کچھ عرصہ پڑے رہے تو پھر ان میں بھی جوش آتا ہے اور تیز ہو جاتا ہے یہ نقیع الزبیب کہلاتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَنَقِيعُ التَّمْرِ وَنَقِيعُ الزَّبِيبِ إِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ اور نقیعِ تمر ہے اور نقیع الزبیب ہے إِذَا غَلَا جب یہ جوش ماریں وَاشْتَدَّ اور تیز ہو جائیں، یہ چار شرابیں حرام ہوئیں بھئی۔

وَنَبِيذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ إِذَا طُبِخَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَدْنَى طَبْخَةٍ حَلَالٌ۔ جبکہ نبیذِ تمر اور نبیذِ زبیب، وہی بھئی تمر کو پانی میں ڈال دیا یا کشمش کو پانی میں ڈال دیا اور اس سے پانی میٹھا ہو گیا یہ کیا کہلاتا ہے؟ نبیذ کہلاتا ہے۔ تو یہ جو نبیذِ تمر اور نبیذِ زبیب ہے إِذَا طُبِخَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جب ان میں سے ہر ایک کو پکا لیا جائے أَدْنَى طَبْخَةٍ تھوڑا سا پکانا یعنی تھوڑا سا پکایا جائے حَلَالٌ تو یہ کیا ہے؟ حلال ہے۔ اور اوپر دیکھیے ذرا جو آیا وَالْعَصِيرُ إِذَا طُبِخَ حَتَّى ذَهَبَ أَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ، یہ جو عصیر جس کو پکایا گیا ہے یہاں تک کہ دو ثلث سے کم یہ خشک ہو گیا یہ حرام ہے اور اس کو نیچے بین السطور لکھا ہو گا وَيُسَمَّى الطِّلَاءَ، اس کو کیا کہتے ہیں؟ طلاء کہتے ہیں۔ اور اسی طرح نقیعِ تمر کے نیچے لکھا ہو گا وَيُسَمَّى السَّكَرَ، اس کو کیا کہتے ہیں؟ سکر کہتے ہیں سین اور کاف دونوں پر فتحہ ہے۔ تو چار حرام شرابیں کون کون سی ہوئیں؟ خمر ہے، عصیر کیا نام ہے جس کا؟ طلاء، تیسرے نمبر پر نقیعِ تمر جس کو کیا کہتے ہیں؟ سکر، اور چوتھی نقیع الزبیب بھئی، یہ چار حرام ہیں۔ اور نبیذِ تمر اور نبیذِ زبیب جب ان کو تھوڑا سا پکا لیا جائے تو یہ حلال ہے، جبکہ پہلے جو تھا نقیعِ تمر اور نقیعِ زبیب وہ بغیر پکائے جوش آیا اور تیز ہو گئیں۔

وَإِنِ اشْتَدَّ اگرچہ وہ تیز ہو جائیں، اس کا تعلق ما قبل کے جملے سے ہے کہ نبیذِ تمر اور نبیذِ زبیب جب ان کو تھوڑا سا پکا لیا جائے تو یہ حلال ہے وَإِنِ اشْتَدَّ اگرچہ یہ تیز ہو جائیں إِذَا شَرِبَ مِنْهُ مَا يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ لَا يُسْكِرُهُ جب پی لیا اس میں سے مَا اتنی مقدار، مَا سے کیا مراد ہے؟ مقدار، جب پی لیا اس میں سے اتنی مقدار يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ کہ غالب ہے اس کا گمان أَنَّهُ لَا يُسْكِرُهُ کہ یہ اس کو مدہوش نہیں کرے گی اسے نشہ نہیں چڑھے گا مِنْ

غَيْرِ لَهْوٍ وَلَا طَرَبٍ بغیر لہو ولعب کے وَلَا طَرَبٍ اور بغیر مستی کے۔ بھئی آپ کو بتلایا انہوں نے کہ نبیذِ تمر اور نبیذِ زبیب جو ہے ان کو جب تھوڑا سا پکالیا جائے تو یہ حلال ہیں اگرچہ یہ تیز ہی کیوں نہ ہو جائیں، اور کتنی حلال ہیں؟ کہتے ہیں اتنی مقدار کہ جس سے اس کا غالب گمان یہ ہے کہ اتنی مقدار پینے سے نشہ نہیں چڑھے گا بھئی۔ مثلاً ایک پیالہ پیتا ہے تو نشہ نہیں چڑھتا دو پیے گا تو کیا ہو جائے گا اسے؟ نشہ، تو ایک پیالے کی مقدار معلوم ہوا وہ حلال ہے۔ لیکن پھر اس کے اندر بھی شرط ہے کہ وہ بطور لہو ولعب اور مستی کے طور پر نہیں پیتا بلکہ صرف قوت حاصل کرنے کے لیے پیتا ہے یا بطور دوا کے، قوت تاکہ حاصل ہو جائے میں کمزور ہو گیا تو اس سے قوت آئے گی اللہ کی عبادت میں مجھے کیا ہو گی آسانی ہو جائے گی، تو عبادت میں قوت کی نیت سے پیتا ہے یا دوا کے طور پر پیتا ہے پھر تو یہ جائز ہے اتنی مقدار جس سے نشہ نہ ہوتا ہو، اور اگر مستی کے طور پر پیتا ہے تو پھر یہ بھی حلال نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟[۴]

وَلَا بَأْسَ بِالْخَلِيطَيْنِ اور کوئی حرج نہیں ہے خلیطین کے اندر۔ خلیطین بھئی یہ آپ کے حاشیے میں تعریف دی ہوئی ہے نشان بس لگا لیجیے: وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ نَقِيعِ التَّمْرِ وَنَقِيعِ الزَّبِيبِ يُخْلَطَانِ فَيُطْبَخُ بَعْدَ ذَلِكَ أَدْنَى طَبْخَةٍ فَيُتْرَكُ حَتَّى يَغْلِيَ وَيَشْتَدَّ، وہ نقیعِ تمر اور نقیعِ زبیب جو ہیں کہ ان کو ملا لیا جائے اس کے بعد ان کو تھوڑا سا پکالیا جائے پھر ان کو چھوڑ دیا جائے کچھ عرصے کے لیے یہاں تک کہ ان میں جوش آ جائے اور تیز ہو جائیں، یہ کیا کہلاتا ہے؟ خلیطین، اس میں کہتے ہیں کوئی حرج نہیں بھئی۔

وَنَبِيذُ الْعَسَلِ وَالتِّينِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ حَلَالٌ۔ اور شہد کی نبیذ بھئی شہد پانی میں ملایا وَالتِّينِ اور انجیر کی نبیذ وَالْحِنْطَةِ اور گندم کی نبیذ وَالشَّعِيرِ اور جو کی نبیذ وَالذُّرَةِ، یہ را مخفف ہے مشدد نہیں ہے، اور مکئی کی نبیذ بھئی مکئی جوار بھئی اس کو ذُرَّةٌ کہتے ہیں عربی میں را مخفف ہے بھئی، ان سب کی نبیذ حلال ہے وَإِنْ لَمْ يُطْبَخْ اگرچہ ان کو پکایا نہ جائے۔ شہد کی نبیذ، انجیر کی نبیذ، گندم کی نبیذ، جو کی نبیذ اور مکئی کی نبیذ یہ حلال ہیں اگرچہ ان کو نہ پکایا جائے پھر بھی یہ حلال ہیں۔

وَعَصِيرُ الْعِنَبِ إِذَا طُبِخَ حَتَّى ذَهَبَ مِنْهُ ثُلُثَاهُ حَلَالٌ وَإِنِ اشْتَدَّ اور انگور کا رس جب اسے اتنا پکایا جائے حَتَّى ذَهَبَ مِنْهُ ثُلُثَاهُ یہاں تک کہ اس کے دو ثلث چلے گئے بھئی یعنی تین حصوں میں سے دو حصے خشک ہو گئے باقی کتنا رہ گیا؟ ایک حصہ، تو یہ حلال ہے وَإِنِ اشْتَدَّ اگرچہ تیز ہو جائے، کیونکہ کثرتِ طبخ نے اس کی گویا کہ ماہیت ہی بدل دی اتنا زیادہ پکالیا گویا کہ یہ ایک نئی چیز بن گئی، تو یہ وہ طلاء نہ رہا طلاء تو حرام تھا لیکن اس میں دو ثلث سے کم جلتی تھی اور اس میں دو ثلث جل کر خشک ہو گئے۔[۵]

وَلَا بَأْسَ بِالِانْتِبَاذِ فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ۔ بھئی یہ کچھ برتن تھے قدیم زمانے میں جن میں شراب بنائی جاتی تھی: ایک دُبَّاءٌ تھا بھئی، دباء یہ برتن کدو سے بنایا جاتا تھا بھئی۔ یہاں تو آپ نے دیکھا ہو گا وہ چھوٹے چھوٹے کدو ہوتے ہیں بھئی شلجم کے برابر ہی ہوں گے کیا کہتے ہیں اس کو؟ گھیا کدو بھئی۔ بڑا کدو دیکھا ہے آپ نے کبھی بھئی؟ ہاں وہ کافی بڑا ہوتا ہے یوں سمجھو یہ ڈیڑھ لیٹر والی بوتل جتنا بھئی یا اس سے بھی بڑا، اس کو کیا کر لیا جاتا تھا خشک کر لیتے پھر اندر سے اس کا گودا وغیرہ نکال لیتے پھر وہ ایک برتن نما بن جاتا بوتل نما بن جایا کرتا تھا بڑا مضبوط باہر کا چھلکا ہوتا تھا تو بالکل بہترین ایک بوتل بن جاتی تھی، اس کے اندر کیا کرتے تھے وہ شراب بنایا کرتے تھے بھئی عرب اس زمانے کے حضور صلی الله علیه وسلم کے زمانے میں۔ اسی طرح حَنْتَمٌ بھئی، حنتم یہ سبز رنگ کا مٹکا ہوتا تھا بھئی خاص قسم کا سبز رنگ کا مٹکا اسے حنتم کہتے تھے۔ مُزَفَّتٌ، مزفت بھی ایک برتن تھا گھڑا تھا جس کے اندر کی طرف بھئی یہ تارکول جیسا کوئی مصالحہ لگایا جاتا تھا بھئی، تارکول جانتے ہو یا نہیں بھئی؟ یہ لک بھئی جس سے سڑکیں بنتی ہیں، اس قسم کا ایک مصالحہ آتا تھا وہ اس کے اندر سارا لگایا جاتا تھا خاص طور پر شراب اس میں بنائی جاتی تھی اس کو مزفت کہتے تھے۔ نَقِيرٌ بھئی، نقیر یہ لکڑی کو کھود کر پیالہ نما ایک برتن بنا لیتے تھے اور اس میں پھر شراب تیار کرتے تھے۔

تو یہ سارے شراب کے برتن ہیں ان میں شراب بنائی جاتی تھی، تو کیا ان برتنوں کے اندر نبیذ بنانا جائز ہے یا نبیذ نہیں بنا سکتے؟ یاد رکھیے ابتدائے اسلام کے اندر پہلے تو شراب حرام ہی نہیں تھی آہستہ آہستہ اس کی حرمت آئی اور جب شراب کی حرمت آئی تو تاکہ خوب اچھی طرح لوگوں کے دلوں سے یہ نکل جائے

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا شَرِبَ مِنْهُ مَا يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ لَا يُسْكِرُهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا شرب منه ما يغلب في ظنه أنه لا يسكره» منقول ہے۔

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۰۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَعَصِيرُ الْعِنَبِ إِذَا طُبِخَ حَتَّى ذَهَبَ مِنْهُ ثُلُثَاهُ حَلَالٌ وَإِنِ اشْتَدَّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وعصير العنب إذا طبخ حتى ذهب منه ثلثاه وبقي ثلثه حلال وإن اشتد» منقول ہے۔

تو حکم میں بڑی سختی آئی یہاں تک کہ شراب جن مٹکوں میں بنائی جاتی تھی ان مٹکوں کو اور برتنوں کو استعمال کرنے سے بھی روک دیا گیا تاکہ لوگوں کی طبیعت اس سے خوب متنفر ہو جائے اچھی طرح، تو ان برتنوں کو اور وہ مشکیزے جن میں شراب ہوتی تھی ان کو بھی پھاڑ دیا گیا اس برتن کو بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی بھئی جن میں شرابیں پڑی ہوتی تھیں۔ پھر جب وہ لوگوں کے ذہنوں سے نکل گئی اچھی طرح تو پھر اس کے بعد بھئی وہ شدت میں کمی آگئی کہ اب ان برتنوں کو استعمال کرنا درست ہے مولانا، ہاں اگر اس میں شراب کے اثرات ہیں پھر تو جائز نہیں لیکن اگر شراب کے اثرات کوئی نہیں پھر ان کو استعمال کرنا درست ہے عام برتنوں کی طرح ہیں بھئی۔ تو اسی لیے صاحبِ قدوری بھی اب یہی بات بتلا رہے ہیں وَلَا بَأْسَ بِالِانْتِبَاذِ اور کوئی حرج نہیں ہے نبیذ بنانے میں، انتباذ کا کیا معنی؟ نبیذ بنانا، اور کوئی حرج نہیں ہے نبیذ بنانے میں دباء کے اندر بھئی وہ جو برتن کدو سے بنایا گیا ہے وَالْحَنْتَمِ اور وہ جو سبز گھڑا ہے وَالْمُزَفَّتِ اور وہ گھڑا جس میں زفت لگایا گیا ہے اندر بھئی مصالحہ وَالنَّقِيرِ اور وہ کھدی ہوئی لکڑی جو ہے۔

وَإِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ صَارَتْ بِنَفْسِهَا خَلًّا أَوْ بِشَيْءٍ طُرِحَ فِيهَا۔ بھئی شراب کو کہتے ہیں اگر دھوپ میں کچھ عرصہ رکھ دیا جائے تو وہ سرکے میں تبدیل ہو جاتی ہے، یا اسی طرح شراب کے اندر اگر نمک وغیرہ ڈال دیا جائے تو بھی وہ کچھ عرصے میں پھر سرکے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تو یاد رکھیے جب تک وہ شراب ہے وہ حرام ہے ایک قطرہ پینا بھی، لیکن جب اس سے سرکہ بن گیا اب سرکے کا استعمال تو جائز ہے اب وہ نشہ وغیرہ ختم ہو گیا تو اس سرکے کو استعمال میں لانا جائز ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ جب سرکہ بن جائے شراب حَلَّتْ تو وہ حلال ہو گئی سَوَاءٌ صَارَتْ بِنَفْسِهَا خَلًّا برابر ہے کہ چاہے وہ خود سرکہ بن گئی ہو أَوْ بِشَيْءٍ یا کسی ایسی چیز کے ذریعے طُرِحَ فِيهَا جو اس میں ڈالی گئی ہے اس سے سرکہ بنی، چاہے خود سرکہ بنے چاہے کوئی چیز ڈالنے سے سرکہ بن جائے وہ حلال ہو گئی بھئی۔ وَلَا يُكْرَهُ تَخْلِيلُهَا اور مکروہ بھی نہیں ہے اس کو سرکہ بنانا بھئی، اس کا سرکہ بنانا مکروہ بھی نہیں بالکل حلال ہے ہر لحاظ سے بھئی۔

كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ۔ صَيْدٌ شکار کو کہتے ہیں بھئی، یہ کتاب ہے شکار اور ذبیحوں کے بیان میں۔ يَجُوزُ الِاصْطِيَادُ بِالْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ وَالْفَهْدِ وَالْبَازِي وَسَائِرِ الْجَوَارِحِ الْمُعَلَّمَةِ۔ جائز ہے شکار کرنا کتے کے ذریعے الْمُعَلَّمِ وہ کتا جو تعلیم دیا گیا ہو یعنی تربیت یافتہ ہو بھئی۔ يَجُوزُ الِاصْطِيَادُ بِالْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ جائز ہے شکار کرنا تربیت یافتہ کتے کے ذریعے وَالْفَهْدِ اور فہد چیتا یا تیندوا بھئی چیتے کے ذریعے لیکن کون سا ہو یہ بھی تربیت یافتہ ہو وَالْبَازِي اور عقاب بھئی باز جس کو کہتے ہیں آپ وَسَائِرِ الْجَوَارِحِ، جَوَارِحُ جمع ہے جَارِحَةٌ کی یہ شکار کرنے والے جانور کو کہا جاتا ہے جو جانور یا پرندے شکار کرتے ہیں بھئی اس کو کیا کہتے ہیں جارحہ، تو عقاب کے ذریعے بھی شکار جائز ہے وَسَائِرِ الْجَوَارِحِ اور تمام شکار کرنے والے جانوروں کے ذریعے الْمُعَلَّمَةِ جو کہ تربیت یافتہ ہوں بھئی۔ بھئی تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے بھئی، کوئی انسان شکار کرتا ہے تو وہ کتے کے ذریعے کرتا ہے یا چیتے کے ذریعے یا عقاب کے ذریعے تو اس جانور یا پرندے کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے بھئی۔ تربیت یافتہ ہو گا تو اس کا شکار حلال ہے ورنہ وہ چیز جو شکار کر کے لایا وہ حلال نہیں ہے اگر تربیت یافتہ نہیں ہے۔

اب تربیت یافتہ کسے کہیں گے اور غیر تربیت یافتہ کسے کہیں گے صاحبِ قدوری خود بتلا رہے ہیں: یاد رکھیے کتے کا تربیت یافتہ ہونا یہ ہے کہ وہ تین مرتبہ شکار کو پکڑ کر لے آئے اور اس کو نہ کھائے بھئی، کھاتا نہیں ہے پکڑ کر مالک کے پاس لے آتا ہے بھئی یہ اس کے تربیت یافتہ ہونے کی علامت ہے، وجہ یہ کہ اس کی عادت ہے یہ کھانے والی چیز لے کر انسان سے دور بھاگتا ہے اور جب یہ لے کر آرہا ہے انسان کے پاس معلوم ہوا یہ کیا ہے؟ تربیت یافتہ ہے۔ یہ ہے کتے کا تربیت یافتہ ہونا۔ اور عقاب کا تربیت یافتہ ہونا یہ ہے کہ اسے جب مالک بلائے تو یہ اس کے پاس آجائے، معلوم ہوا یہ تربیت یافتہ ہے کیونکہ عقاب وغیرہ انسانوں کو دیکھ کر دور جاتے ہیں تو اس کا واپس آنا کس چیز کی علامت ہے؟ تربیت یافتہ ہونے کی۔ ضابطہ سمجھ میں آگیا بھئی؟ کہتے ہیں وَتَعْلِيمُ الْكَلْبِ اور کتے کا تربیت یافتہ ہونا وہ یہ ہے أَنْ يَتْرُكَ الْأَكْلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ کہ وہ چھوڑ دے کھانے کو تین مرتبہ، وَتَعْلِيمُ الْبَازِي أَنْ يَرْجِعَ إِذَا دَعَوْتَهُ اور عقاب کا تربیت یافتہ ہونا وہ یہ ہے کہ وہ لوٹ آئے إِذَا دَعَوْتَهُ جب آپ اس کو پکاریں۔

اب یاد رکھیے یہ جو جانور کے ذریعے یا پرندے کے ذریعے ہم شکار کر رہے ہیں اور وہ شکار کرتا ہے اور شکار کو زخمی کر دیتا ہے اور شکار مر جاتا ہے اب وہ اس مرے ہوئے جانور کو اٹھا کر مالک کے پاس لے آیا، تو یاد رکھیے اگرچہ وہ مر چکا ہے لیکن پھر بھی حلال ہے اس کا کھانا۔ بھئی کیوں حلال ہے وہ تو مر چکا ہے؟ وجہ یہ مولانا کہ یہ بھی ذبح ہے! یاد رکھیے بھئی ذبح دو قسم پر ہے: ایک ذبحِ اختیاری ہے، ایک ذبحِ اضطراری ہے۔ ذبحِ اختیاری تو آپ جانتے ہیں بھئی آپ نے مرغی کو بکری کو گائے بیل وغیرہ کو ذبح کرنا ہو تو کیا کرتے ہیں؟ چھری کے ذریعے گردن پر ذبح کرتے ہیں اور قبلہ رخ لٹا کر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاتا ہے، یہ کیا ہے؟ ذبحِ اختیاری بھئی آپ اس پر قادر تھے کہ کیا کریں اس جانور کو ذبح کر دیں۔ لیکن جب جانور بے قابو ہو جائے وحشی ہو جائے کسی طرح قابو میں نہیں آرہا تو پھر

ذبحِ اضطراری بھی جائز ہے بھئی، اضطرار مجبوری کو کہتے ہیں بھئی، اور اس کا پھر کیا طریقہ ہے؟ کہتے ہیں مثلاً کوئی گائے بیل ہے وہ وحشی ہو گیا کسی طرح قابو میں ہی نہیں آرہا تو فقہائے کرام فرماتے ہیں بھئی اس کو دور سے چھری نیزہ وغیرہ یا کوئی چیز مار دو، قریب تو وہ کسی کو آنے نہیں دے رہا دور سے کیا کرو؟ چھری وغیرہ نیزہ مار دو وہ زخمی ہو جائے خون نکلے اور وہ جانور مر گیا تو حلال ہے کیونکہ یہ ذبحِ اضطراری ہے آپ نے زخمی کیا یا نہیں کیا؟ خون نکل آیا اس کا بھئی اور خون نکلنے سے کیا ہوا وہ جانور ہلاک ہو گیا تو یہ بھی ذبح ہے۔ لیکن یہاں ضروری ہے بھئی پھینکتے ہوئے کیا کہیں گے آپ؟ جیسے ذبحِ اختیاری کے اندر اللہ کا نام لیتے تھے یہاں بھی کیا کریں گے؟ اللہ کا نام لیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ بھی ذبح ہے البتہ یہ اضطراری ذبح ہے مجبوری کی حالت میں اور ایک کیا تھی؟ اختیاری کہ جانور اپنے قابو میں ہے تو وہاں جو مسنون طریقہ ذکر ہے اس کو قبلہ رخ لٹایا جائے اللہ کا نام لیا جائے ذبح کرتے ہوئے۔

تو یہ جو شکار کرتے ہیں کسی جانور کے ذریعے یا تیر کمان کے ذریعے، یہ شکار میں یہ جو ہم جانور کو بھیجتے ہیں یہ جانور بھی ہمارے لیے آلہ ہے، آلۂ جارحہ۔ جیسے جانور کو ذبح کرنا ہو بھئی تو کس آلے کے ذریعے کرتے ہیں؟ چھری کے ذریعے، جیسے چھری آلہ ہے ذبح کرنے کا تو یہ جو شکار تھا بھئی شکار آپ کے قابو میں آتا ہے ویسے؟ نہیں، اب وہاں ذبحِ اضطراری جائز ہے اور ذبحِ اضطراری پھر کس کے ذریعے ہو گی؟ کہ تیر کے ذریعے مارا، اللہ کا نام لے کر تیر چلاؤ یہ جیسے چھری آپ کے ہاتھ میں تھی آلہ تھا ذبح کا اب یہ تیر ہے آپ کا آلہ ذبح کا، تو چھری چلاتے ہوئے جیسے اللہ کا نام لینا ضروری تھا تیر چلاتے ہوئے بھی اللہ کا نام لینا ضروری ہے۔ اور اسی طرح چھری کی جگہ ہی یہ جانور اور پرندہ بھی ہے یہ بھی آپ کے لیے آلے کا کام کر رہا ہے، آگے جس جانور کو یہ پکڑتا ہے شکار کرتا ہے پھر اسے زخمی کر دیا اور اس سے اتنا خون نکلا کہ وہ جانور مر گیا تو بھئی ذبحِ اضطراری پائی گئی لہٰذا وہ جانور حلال ہے بشرطیکہ اس کتے کو یا اس عقاب کو چھوڑتے وقت آپ نے اللہ کا نام لیا ہو۔ جیسے ذبحِ اختیاری کے وقت میں اللہ کا نام لینا ضروری ورنہ جانور کیا ہو جائے گا؟ حرام ہو جائے گا، یہاں بھی یہ آپ کے لیے چھری کی طرح آلے والا کام کر رہے ہیں بھئی تو ان کو بھی چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری۔ تو جب اللہ کا نام لے کر کتے کو شکار پر چھوڑ دیا اور کتا گیا اور اس نے شکار کو خوب زخمی کر دیا اور پھر اٹھا کر لے آیا لیکن جب تک مالک کے پاس اس نے پہنچایا یا مالک شکار تک پہنچا تو وہ شکار ہلاک ہو چکا تھا تو کہتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے کیونکہ ذبحِ اضطراری پائی گئی: ذبح میں کیا ہوتا ہے جانور کا خون بہایا جاتا ہے اس میں بھی کیا ہوا جانور کا خون بہا ہے، اور اس میں چھری چلاتے وقت کیا کیا جاتا ہے اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو یہاں بھی کیا کیا گیا کتے کو یا عقاب کو بھیجتے وقت اللہ کا نام لیا گیا۔

صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ ذبحِ اضطراری ہے، تو جو ذبحِ اختیاری کے اندر شرائط تھیں وہی شرائط یہاں پوری ہوں گی تو وہ شکار حلال ہو گا، اگر وہ شرطیں پوری نہیں تو شکار بھی حلال نہیں۔ مثلاً کتا گیا ایک جانور شکار کر کے لایا جب مالک کے پاس پہنچا تو شکار مر چکا تھا، آپ اس کے اوپر دیکھتے ہیں تو اس پر زخم کا نشان بھی کوئی نہیں کتے نے گردن سے پکڑا ہے اسے بھئی، اب آپ مجھے بتائیے یہ شکار حلال ہو گا یا حلال نہیں؟ حلال نہیں ہو گا! کیوں نہیں حلال بھئی؟ کیونکہ خون نہیں نکلا ذبح ہے ہی نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟ تو ذبح کا ہونا ضروری ہے تو وہ زخمی کرے خون نکالے اس کا بھئی یہ پھر ذبحِ اضطراری پائی جائے گی۔ ایک آدمی نے بھئی کتے کو بھیجا شکار کے پیچھے اور اللہ کا نام نہیں لیا اس کو بھیجتے وقت بھئی، اب وہ ایک جانور کو پکڑ کر لے آیا جس کو وہ زخمی بھی کر چکا ہے اس کا خون نکلا ہے اور وہ مالک تک پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو چکا ہے، اب آپ بتائیے یہ شکار حلال ہے یا حرام؟ حرام ہے کیونکہ اس نے کتے کو بھیجتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا۔ یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے جان بوجھ کر نام نہ لیا ہو، ہاں اگر بھول گیا تو پھر ذبحِ اختیاری کے اندر بھی غلطی سے اگر کوئی بھول جاتا ہے تو وہ جانور بھی حلال ہوتا ہے، آپ جانور کو ذبح کرنے لگے اور اللہ کا نام لینا بھول گئے تو جانور حلال ہے لیکن اگر جان بوجھ کر نہیں لیا تو پھر جانور حرام، تو ذبحِ اضطراری میں بھی اسی طرح ہے: اگر کتے کو بھیجتے ہوئے جان بوجھ کر اللہ کا نام نہیں لیا تو شکار حرام اور اگر بھولے سے رہ گیا اللہ کا نام تو شکار حلال ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟

تو دیکھیے اب کتاب پر: فَإِنْ أَرْسَلَ كَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ أَوْ بَازِيَهُ أَوْ صَقْرَهُ عَلَى صَيْدٍ اور اگر بھیجا اپنے تربیت یافتہ کتے کو أَوْ بَازِيَهُ یا اپنے عقاب کو جو تربیت یافتہ ہے أَوْ صَقْرَهُ، صَقْرٌ یہ بھی عقاب کی ایک قسم ہے جسے شکرہ کہتے ہیں اردو میں بھئی، یہ عقاب سے کافی چھوٹا ہوتا ہے عقاب تو بہت بڑا ہوتا ہے چھوٹے موٹے بکری کے بچے کو بھی آرام سے اڑا کر لے جاتا ہے اور شکرہ چھوٹا ہوتا ہے اس سے لیکن بے انتہا تیز رفتار ہوتا ہے بھئی عقاب سے بھی کئی گنا تیز رفتار بھئی، تو آپ نے عقاب کو بھیجا أَوْ صَقْرَهُ یا اپنے شکرے کو بھیجا عَلَى صَيْدٍ شکار پر وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ عِنْدَ إِرْسَالِهِ اور اللہ کا نام ذکر کیا اس پر عِنْدَ إِرْسَالِهِ اس کو بھیجتے وقت اس کو چھوڑتے وقت فَأَخَذَ الصَّيْدَ پس اس نے شکار کو پکڑا وَجَرَحَهُ اور اس کو زخمی کیا فَمَاتَ تو وہ شکار مر گیا حَلَّ أَكْلُهُ تو حلال ہے اس کا کھانا۔ دیکھو ساری شرائط ذکر کر دیں صاحبِ قدوری نے: بھیجتے ہوئے کیا کیا اللہ کا نام لیا اور پھر اس نے شکار کو زخمی بھی کیا اور پھر وہ شکار مر گیا ذبح سے پہلے تو اس کا کھانا حلال ہوا۔

فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ الْكَلْبُ أَوِ الْفَهْدُ لَمْ يُؤْكَلْ پس اگر اس میں سے کھالیا کتے نے یا چیتے نے لَمْ يُؤْكَلْ تو اس شکار کو پھر نہیں کھایا جائے گا۔ بھئی شکار میں سے اگر کتا یا چیتا بھی کچھ کھا چکا ہے پھر نہیں کھایا جائے گا، کیوں بھئی؟ وجہ یہ کہ معلوم ہوا یہ تربیت یافتہ نہیں ہے اس نے اپنے لیے چیز کو پکڑا ہے مالک کے لیے نہیں پکڑا، کیونکہ کتے کے اور چیتے کے تعلیم یافتہ ہونے کی علامت کیا تھی؟ کہ وہ کھائے بغیر مالک کے پاس لے آئے اور اس نے تو اس علامت کے خلاف کام کیا خود ہی کھالیا معلوم ہوا یہ تربیت یافتہ نہیں۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ الْكَلْبُ أَوِ الْفَهْدُ لَمْ يُؤْكَلْ پس اگر اس میں سے کھالیا کتے نے یا چیتے نے لَمْ يُؤْكَلْ تو اس شکار کو نہیں کھایا جائے گا۔ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ الْبَازِي أُكِلَ اور اگر اس میں سے عقاب نے کھالیا أُكِلَ تو پھر وہ شکار کھایا جائے گا۔ بھئی عقاب کوئی خرگوش وغیرہ پکڑ کر لاتا ہے لیکن اس میں سے خود بھی کھا چکا ہے کیا اب وہ حلال ہے یا حلال نہیں؟ کہتے ہیں حلال ہے بھئی۔ بھئی کیوں ابھی آپ نے بتایا کتا یا چیتا اگر اس میں سے کھالے تو وہ حرام ہوتا ہے؟ بھئی وجہ یہ کہ کتے کے تعلیم یافتہ ہونے کی علامت اور تھی عقاب کے تعلیم یافتہ ہونے کی علامت اور ہے: کتے کی علامت کیا تھی تربیت یافتہ ہونے کی؟ کہ وہ نہ کھائے اور اس نے اس کے خلاف کام کیا، اور عقاب کے تربیت یافتہ ہونے کی علامت کیا تھی؟ کہ اسے جب بلاؤ تو وہ آجائے، تو اس میں نہ کھانے کی تو شرط ہی نہیں تھی لہٰذا اس کا شکار حلال ہے۔

تو ایک کتے کو مثلاً آپ بھیجتے ہیں یاد رکھیے بھیجتے ہوئے آپ نے اللہ کا نام لیا وہ گیا اس نے شکار کو زخمی کیا اور شکار مر گیا وہ لے آیا آپ کے پاس تو اس شکار کا کھانا حلال۔ آپ کے پاس لے آیا آپ نے شکار پکڑ لیا اچانک پھر اس کتے نے چھلانگ لگائی اور آپ کے ہاتھ سے وہ شکار لے کر بھاگ گیا بھئی، اب کیا حکم لگائیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب کوئی فرق نہیں پڑتا اب تو ایک دفعہ چیز پہنچا چکا ہے اب مالک کے ہاتھ سے چھین کر لے کر جاتا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یا اسی طرح آپ نے ایک کتے کو بھیجا بھئی اللہ کا نام لیا اور شکار کے پیچھے چھوڑ دیا، وہ دوڑا اس نے ایک خرگوش کو پکڑا پھر دوسرا نکلا اس کے پیچھے بھی دوڑا اسے بھی گرا دیا پھر تیسرا خرگوش نکلا دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے کے پیچھے بھاگا تین چار شکار اس نے اکٹھے کر لیے، تو کیا سارے حلال ہیں یا نہیں ہم نے تو ایک کے پیچھے چھوڑا تھا؟ کہتے ہیں بھئی سارے حلال ہیں جب آپ نے اللہ کا نام لے کر اس کو بھیجا ہے اور اس نے تمام شکار زخمی بھی کیے اور پھر اس کے بعد وہ مرے ہیں تو سارے حلال ہیں بھئی۔

وَإِنْ أَدْرَكَ الْمُرْسِلُ الصَّيْدَ حَيًّا۔ یاد رکھیے آپ نے شکار کے لیے اللہ کا نام لے کر کتے کو چھوڑ دیا شکار کے پیچھے، کتا شکار کے پیچھے دوڑا اور اسے پکڑ لیا زخمی کیا، آپ جب پہنچے شکار تک تو شکار ابھی زندہ تھا ابھی مرا نہیں۔ اب یاد رکھیے یہ جو کتے کے زخمی کرنے سے وہ مرتا تھا یہ کون سی ذبح تھی؟ ذبحِ اضطراری تھی، اور ذبحِ اضطراری کی اجازت کب ہوتی ہے؟ جب انسان ذبحِ اختیاری پر قادر نہ ہو۔ شکار کے ذبحِ اختیاری پر آپ قادر تھے؟ نہیں وہ تو آپ کے قابو میں ہی نہیں آتا تو لہٰذا وہاں ذبحِ اضطراری جائز تھی، لیکن اب یہ جو کتے نے شکار پکڑا ہے زخمی کیا ہے ابھی مرا نہیں تو یہ ابھی زندہ ہے اب آپ ذبحِ اختیاری پر قادر ہو چکے آپ پہنچ گئے اس تک تو اب آپ کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے، اب آپ کیا کریں گے اسے ذبح کریں گے تو یہ حلال ہو گا اگر آپ نے ذبح نہ کیا وہ ویسے ہی مر گیا تو یہ کیا ہو جائے گا؟ حرام ہو جائے گا کیونکہ ذبحِ اختیاری پر جب قدرت ہو تو پھر ذبحِ اضطراری جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَدْرَكَ الْمُرْسِلُ الصَّيْدَ حَيًّا اگر پالیا الْمُرْسِلُ وہ جو بھیجنے والا ہے جانور کو یا پرندے کو یعنی وہ شکاری، اگر پالیا اس جانور کو بھیجنے والے نے الصَّيْدَ شکار کو حَيًّا زندہ بھئی وَجَبَ عَلَيْهِ واجب ہے اس پر أَنْ يُذَكِّيَهُ کہ وہ اسے ذبح کرے، فَإِنْ تَرَكَ تَذْكِيَتَهُ حَتَّى مَاتَ لَمْ يُؤْكَلْ اگر چھوڑ دیا اس نے اس کے ذبح کو یہاں تک کہ وہ مر گیا لَمْ يُؤْكَلْ تو اسے کھایا نہیں جائے گا۔

وَإِنْ خَنَقَهُ الْكَلْبُ وَلَمْ يَجْرَحْهُ لَمْ يُؤْكَلْ۔ خَنَقَ کا معنیٰ گلا گھونٹنے کے بھئی، اور اگر اس شکار کا گلا گھونٹ دیا کتے نے وَلَمْ يَجْرَحْهُ اور اسے زخمی نہیں کیا لَمْ يُؤْكَلْ تو اسے کھایا نہیں جائے گا۔ بھئی کیوں نہیں کھایا جائے گا؟ کیونکہ خون نہیں نکالا ذبح نہیں پائی گئی گلا گھونٹ کر مارا ہے۔

وَإِنْ شَارَكَهُ كَلْبٌ غَيْرُ مُعَلَّمٍ۔ بھئی آپ نے کتے کو شکار کے پیچھے اللہ کا نام لے کر چھوڑ دیا وہ کتا شکار کے پیچھے دوڑا ساتھ ایک اور کتا بھی مل گیا وہ غیر تربیت یافتہ تھا دونوں نے مل کر شکار کیا، یا اس کتے کے ساتھ ایک مجوسی کا کتا بھی مل گیا، یا اس کتے کے ساتھ ایسا کتا مل گیا جو ہے تو تربیت یافتہ لیکن اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تھا بھیجتے ہوئے، تو یاد رکھیے اب جو شکار کیا اس کا کھانا حلال نہیں! اس لیے کہ پہلا کتا غیر تربیت یافتہ تھا جو اس کے ساتھ ملا بھئی اور غیر تربیت یافتہ کتے کا شکار تو کھانا جائز نہیں۔ دوسری بات مجوسی کا کتا ساتھ مل گیا بھئی مجوسی کا اپنا ذبح شدہ ذبیحہ حلال نہیں تو اس کے کتے کے شکار کا بھی وہی حکم ہے اس کا بھی کھانا جائز نہیں بھئی۔ اور تیسرا ساتھ ایسا کتا مل گیا جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تھا تو اس قسم کے کتے کا شکار بھی کھانا جائز نہیں ہوتا۔ تو یہاں دو احتمال آ گئے مولانا: اگر آپ کے کتے کی طرف نسبت کی جائے تو شکار کو حلال ہونا چاہیے اور دوسرے کتے کی طرف نسبت کی جائے تو شکار کو کیا ہونا چاہیے؟ حرام ہونا چاہیے، تو اب فقہائے کرام نے حرمت والا حکم لگا دیا اس لیے کیونکہ احتیاط اسی میں ہے کہ اسے حرام قرار دیا جائے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ شَارَكَهُ كَلْبٌ غَيْرُ مُعَلَّمٍ اگر شریک ہوا

اس کے ساتھ ایسا کتا جو غیر تربیت یافتہ ہے أَوْ كَلْبُ مَجُوسِيٍّ یا اس کے ساتھ شریک ہو گیا کسی مجوسی کا کوئی کتا أَوْ كَلْبٌ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ یا ایسا کتا جس پر ذکر نہیں کیا گیا تھا اللہ کا نام لَمْ يُؤْكَلْ تو اس شکار کو نہیں کھایا جائے گا۔

وَإِذَا رَمَى الرَّجُلُ سَهْمًا إِلَى الصَّيْدِ اور جب پھینکا کسی آدمی نے تیر کو إِلَى الصَّيْدِ شکار کی طرف فَسَمَّى اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَ الرَّمْيِ پس اس نے اللہ کا نام لیا عِنْدَ الرَّمْيِ تیر پھینکتے وقت أُكِلَ تو کھایا جائے گا مَا وہ شکار أَصَابَهُ جس کو وہ تیر لگے إِذَا جَرَحَهُ السَّهْمُ فَمَاتَ جبکہ تیر نے اسے زخمی کر دیا ہو تو وہ مر گیا۔ زخمی کرنا یہاں بھی ضروری ہے اگر تیر چوڑائی میں جا کر لگا اور شکار زخمی تو نہیں ہوا لیکن گرا اور مر گیا تو اب اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ زخمی کرنا شرط ہے مولانا کیونکہ یہ ذبحِ اضطراری ہے۔ وَإِنْ أَدْرَكَهُ حَيًّا ذَكَّاهُ اور اگر اس شکار کو شکاری نے زندہ ہی پالیا تیر تو لگا ہے لیکن ابھی مرا نہیں یہ اس تک پہنچ گیا ذَكَّاهُ تو پھر اسے کیا کرے؟ ذبح کرے کیونکہ اب ذبحِ اختیاری پر یہ قادر ہو گیا ہے۔ وَإِنْ تَرَكَ تَذْكِيَتَهُ لَمْ يُؤْكَلْ اور اگر اس نے اس کے ذبح کو ترک کر دیا، تیر چلایا تھا شکار زخمی ہو کر گرا ہے یہ شکار تک پہنچا وہ ابھی زندہ تھا لیکن اس نے ذبح نہیں کیا تھوڑی دیر بعد وہ مر گیا تو اب یہ ذبحِ اختیاری پر قادر تھا اور اس نے ذبحِ اختیاری نہیں کی لہٰذا شکار کیا ہو چکا؟ حرام ہو گیا، لَمْ يُؤْكَلْ تو اس شکار کو نہیں کھایا جائے گا۔

وَإِذَا وَقَعَ السَّهْمُ بِالصَّيْدِ فَتَحَامَلَ۔ صورت یہ ہے بھئی ایک شکار تھا آپ نے اللہ کا نام لے کر اس پر تیر چلایا تیر شکار کو لگ گیا لیکن اس نے تیر کو برداشت کیا اسی طرح بھاگ گیا بھئی تیر اس کے بدن میں پیوست ہے اور وہ بھاگ گیا بھئی، اب آپ اس کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں آخر تلاش کرتے کرتے کئی گھنٹوں بعد بھئی آپ کو وہ جانور ایک جگہ مرا ہوا پڑا ملا اور اس پر آپ کے تیر کے علاوہ اور کوئی زخم نہیں تو یاد رکھیے اس جانور کا کھانا حلال ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے مولانا کہ آپ اس دوران اس کی طلب چھوڑ کر بیٹھے نہ ہوں آرام نہ کیا ہو، اگر آپ نے اس کی طلب چھوڑ دی تھی پھر اس کی طلب میں بعد میں دوبارہ لگے اب وہ مرا ہوا پڑا ملے تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ یہ حدیث میں اسی طرح آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ایک صحابی کو بتلایا، احادیث سے اسی طرح ثابت ہوتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا وَقَعَ السَّهْمُ بِالصَّيْدِ اور جب واقع ہو گیا تیر شکار میں فَتَحَامَلَ پس اس نے اسے برداشت کیا حَتَّى غَابَ عَنْهُ یہاں تک کہ اس شکاری سے غائب ہو گیا وَلَمْ يَزَلْ فِي طَلَبِهِ اور وہ شخص مسلسل رہا اس کی طلب میں، لَمْ يَزَلْ کا معنی ہمیشہ یعنی مسلسل، اور وہ ہمیشہ اس کی طلب میں رہا حَتَّى أَصَابَهُ یہاں تک کہ اس نے اس کو پایا مَيِّتًا اس حال میں کہ وہ مرا ہوا تھا أُكِلَ تو اس شکار کو کھایا جائے گا۔ فَإِنْ قَعَدَ عَنْ طَلَبِهِ پس اگر یہ بیٹھ گیا اس کی طلب سے ثُمَّ أَصَابَهُ مَيِّتًا پھر اس کو پالیا کہ وہ مر چکا تھا لَمْ يُؤْكَلْ تو پھر اسے کھایا نہیں جائے گا۔ اور نیز میں نے یہ بھی بتلایا اس پر کوئی اور زخم بھی نہ ہو، اگر کوئی اور زخم ہے تو ہو سکتا ہے کسی اور جانور نے اس کو زخمی کر کے مارا ہو پھر اس صورت میں اس کا کھانا حلال نہیں۔

وَإِنْ رَمَى صَيْدًا فَوَقَعَ فِي الْمَاءِ لَمْ يُؤْكَلْ۔ بھئی آپ نے ایک شکار پر تیر چلایا اور تیر اسے لگا اور وہ شکار نیچے پانی میں گرا آپ پہنچے تو وہ مر چکا تھا یاد رکھیے اس کا کھانا جائز نہیں! کیوں نہیں کھانا جائز؟ وجہ یہ کہ یہاں دو احتمال آ گئے اس کی موت میں: ہو سکتا ہے آپ کے تیر سے مرا ہو، ہو سکتا ہے پانی میں ڈوبنے سے مرا ہو۔ آپ کے تیر سے مرا ہو تو پھر تو کھانا حلال، پانی میں ڈوب کے مرا ہو تو اس کا کھانا حرام بھئی، تو لہٰذا اس احتمال کی بنا پر اب اس کا کھانا درست نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ رَمَى صَيْدًا فَوَقَعَ فِي الْمَاءِ لَمْ يُؤْكَلْ اور اگر تیر چلایا شکار پر فَوَقَعَ فِي الْمَاءِ پس وہ شکار پانی میں گر گیا لَمْ يُؤْكَلْ تو اسے نہیں کھایا جائے گا۔

وَكَذَلِكَ إِنْ وَقَعَ عَلَى سَطْحٍ أَوْ جَبَلٍ ثُمَّ تَرَدَّى مِنْهُ إِلَى الْأَرْضِ۔ بھئی آپ نے ایک شکار پر تیر چلایا شکار کو تیر لگا اور وہ اوپر سے گرا پہاڑی پر اور پہاڑی سے پھر نیچے گر پڑا، یا چھت پر گرا اور چھت سے پھر نیچے گر پڑا اور مر گیا، تو یاد رکھیے اس کا کھانا بھی جائز نہیں، اس لیے کہ اس میں بھی دو احتمال آ گئے ہو سکتا ہے آپ کے تیر لگنے سے مرا ہو ہو سکتا ہے یہ چھت سے گرنے کی وجہ سے مرا ہو، تو اب یہاں پر جانبِ حرمت کو ترجیح ہوئی کیونکہ معاملہ حلال و حرام کا ہے تو احتیاط اس کے اندر ہے کہ اسے کیا قرار دیا جائے؟ حرام قرار دیا جائے۔ ہاں اس کے مقابلے میں ایک شکار اوپر بیٹھا ہوا تھا آپ نے تیر چلایا اور تیر اسے لگا اور وہ سیدھا زمین پر آ کر گر گیا، پہلی صورت میں تو پہاڑی پر گرا تھا اور پہاڑی سے پھر نیچے یا چھت پہ گرا تھا اور چھت سے پھر نیچے گرا تھا، ایک ہے کہ وہ سیدھا نیچے زمین پر گرے اب اس کا کھانا جائز ہے۔ آپ کہیں گے یہاں بھی تو احتمال ہے کہ تیر سے مرا ہو یا سیدھا زمین پر گرنے کی وجہ سے؟ بھئی وجہ یہ کہ اگر اس میں بھی ہم حرمت والا حکم لگا دیں تو پھر تو شکار کے راستے ہی بند ہو جائیں گے بھئی کیونکہ اکثر شکار پرندہ وغیرہ ہے اوپر سے وہ نیچے تو ضرور گرتا ہے بھئی، تو لہٰذا اس شکار کا کھانا جائز ہے البتہ جو پہاڑی وغیرہ یا چھت سے گرتا ہے اس کا کھانا درست نہیں ہے بھئی۔ وَكَذَلِكَ اور اسی طرح ہے حکم یعنی نہیں کھایا جائے گا شکار کو إِنْ وَقَعَ عَلَى سَطْحٍ اگر وہ گرا چھت پر أَوْ جَبَلٍ یا پہاڑ پر ثُمَّ تَرَدَّى مِنْهُ إِلَى الْأَرْضِ پھر گر گیا اس سے زمین کی طرف، وَإِنْ وَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ ابْتِدَاءً أُكِلَ اور اگر وہ گر گیا زمین پر ابتداءً ہی أُكِلَ پھر اسے کھایا جائے گا۔

وَمَا أَصَابَ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهِ لَمْ يُؤْكَلْ۔ بھئی مِعْرَاضٌ ایک خاص قسم کا تیر ہوتا تھا جس کی دونوں جانبیں تراشی جاتی تھیں۔ بھئی ایک تو تیر ہوتا ہے جس کی ایک نوک بناتے ہیں ایک جانب تراشتے ہیں دوسری جانب نہیں تراشتے، معراض ایک خاص قسم کا تیر ہوتا جس کے دونوں سرے تراشے جاتے نوکدار ہوتے تھے۔ یہ معراض تیر کسی نے شکار پر چلایا اور یہ شکار کو جا کر لگا چوڑائی میں، یہ عموماً تیر لگتا ہی چوڑائی میں تھا اسی لیے اس کو معراض کہتے تھے عَرْضٌ چوڑائی کو کہتے ہیں بھئی، تو یہ تیر چلایا یہ چوڑائی میں جا کر لگا شکار کو اور شکار مر گیا زخمی نہیں ہوا تو یاد رکھیے یہ شکار حلال نہیں کیونکہ زخم نہیں پایا گیا، اور اگر اس نے زخمی کیا ہے شکار کو خون نکلا ہے تو پھر اس صورت میں ذبحِ اضطراری پائی گئی لہٰذا شکار کیا ہے؟ حلال ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَا أَصَابَ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهِ اور وہ شکار جسے لگے معراض تیر بِعَرْضِهِ اپنی چوڑائی میں لَمْ يُؤْكَلْ اسے نہیں کھایا جائے گا، وَإِنْ جَرَحَهُ أُكِلَ اور اگر اس تیر نے اس کو زخمی کر دیا ہے أُكِلَ تو پھر اسے کھایا جائے گا۔

وَلَا يُؤْكَلُ مَا أَصَابَتْهُ الْبُنْدُقَةُ إِذَا مَاتَ مِنْهَا۔ بھئی آپ غلیل سے شکار کر رہے تھے، غلیل کے ذریعے آپ نے کسی پرندے کو پتھر مارا اور اس کے لگنے سے وہ مر گیا تو کیا اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ کہتے ہیں اس کا کھانا حرام ہے! بھئی کیوں حرام؟ وجہ یہ کہ جو پتھر وغیرہ لگتا ہے یہ اس کو زخمی کرنے کی وجہ سے نہیں مارتا، یہ پتھر اس کو ضرب لگاتا ہے اس ضرب سے وہ جانور مرتا ہے زخمی ہونے کی وجہ سے نہیں مرتا۔ بھئی تیر مارتے ہیں تو تیر میں تو جانور کیوں مرتا ہے؟ زخمی ہو جاتا ہے خون اس کا بہہ جاتا ہے وہ مر جاتا ہے پھر، جبکہ پتھر یہ زخمی نہیں کرتا ضرب لگاتا ہے، تو بغیر زخم کے یہ ضرب لگاتا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے کوئی جانور مرتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُؤْكَلُ اور نہیں کھایا جائے گا مَا وہ شکار أَصَابَتْهُ الْبُنْدُقَةُ جسے بندقہ لگے، بُنْدُقَةٌ وہ پتھر وغیرہ گول جو غلیل وغیرہ چیزوں کے ذریعے مارے جاتے ہیں بھئی، إِذَا مَاتَ مِنْهَا جبکہ وہ اس کی وجہ سے مر جائے۔ چاہے خون ہی کیوں نہ نکل آئے پھر بھی مولانا اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ خون اصل نہیں ہے وہاں وہ تو مرتا ہی کس وجہ سے ہے وہ زور سے پتھر جا کر لگا اس لیے شکار مرا ہے زخمی ہونے کی وجہ سے نہیں مرا۔

وَإِذَا رَمَى صَيْدًا فَقَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ أُكِلَ الصَّيْدُ وَلَمْ يُؤْكَلِ الْعُضْوُ۔ اور جب تیر چلایا شکار پر فَقَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ پس کاٹ دیا اس میں سے ایک عضو کو أُكِلَ الصَّيْدُ وَلَمْ يُؤْكَلِ الْعُضْوُ تو شکار کو کھایا جائے گا اور اس عضو کو نہیں کھایا جائے گا۔ بھئی آپ نے ایک شکار پر تیر چلایا تیر اسے کچھ اس طرح سے لگا کہ اس کا ایک عضو کٹ کر گر گیا، تو یاد رکھیے وہ باقی کا جانور تو حلال ہو جائے گا لیکن وہ عضو حلال نہیں وہ حرام۔ بھئی کیوں حرام ہے؟ وجہ یہ کہ صرف ایک عضو کٹا ہے تو گویا کہ زندہ جانور سے ایک عضو الگ کر لیا گیا اور زندہ جانور سے ایک عضو الگ کر لیا جائے تو وہ مردار ہے اسے کھایا نہیں جاتا۔ ہاں ذبح شدہ جانور ہو تو پھر اور بات ہے بھئی، تو زندہ سے اگر عضو جدا ہو تو اس جز کا کھانا جائز نہیں، تو یہاں بھی ایسا جز جدا ہونا ضروری ہے کہ اس کے بغیر جانور کچھ دیر زندہ رہ سکے مثلاً پر کٹ کے گرا ہے یا اس کی ایک ٹانگ کٹ کر گری ہے تو ٹانگ کے بغیر کچھ دیر رہ سکتا ہے یا نہیں رہ سکتا؟ رہ سکتا ہے۔ ہاں اگر سر کٹ کر گرا تو سر کے بغیر تو وہ رہ ہی نہیں سکتا تو یہاں یوں ہی سمجھیں گے جیسے ذبح ہی کر دیا اور ذبح کے اندر سر بھی کھانا جائز ہوتا ہے اور دھڑ کا کھانا بھی جائز تو یہاں بھی اسی طرح ہو گا۔ تو بس ضابطہ یہ یاد رکھیں زندہ سے کوئی عضو الگ ہو جائے تو وہ حرام ہوتا ہے تو یہاں بھی دیکھ لو اگر اس عضو کے بغیر جانور زندہ رہ سکتا ہے تھوڑی دیر بھی تو معلوم ہوا یہ گویا زندہ سے آپ نے ایک عضو کو الگ کر لیا اس کا کھانا درست نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا رَمَى صَيْدًا جب تیر چلایا شکار پر فَقَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ پس کاٹ دیا اس سے ایک عضو کو أُكِلَ الصَّيْدُ تو اس شکار کو کھایا جائے گا وَلَمْ يُؤْكَلِ الْعُضْوُ اور اس عضو کو نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ میتہ ہے مردار ہے۔

وَإِنْ قَطَعَهُ أَثْلَاثًا وَالْأَكْثَرُ مِمَّا يَلِي الْعَجُزَ أُكِلَ الْجَمِيعُ۔ بھئی آپ نے شکار پر تیر چلایا اور اس تیر نے اس شکار کے دو ٹکڑے کیے لیکن دو ٹکڑے ایسے کیے کہ ایک طرف ایک تہائی ہے تو دوسری طرف دو تہائی بھئی، یعنی تین حصوں والی تقسیم بن گئی وہاں پر بھئی، ٹکڑے دو ہی ہوئے لیکن کون سی تقسیم بن رہی ہے؟ تین حصوں والی تقسیم بن رہی ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں اس صورت میں دیکھ لو اگر وہ جو زیادہ حصہ ہے وہ دھڑ کی جانب ہے تو سارا شکار حلال، اور اگر زیادہ حصہ سر کی جانب ہے تو جو سر کی جانب والا حصہ ہے وہ حلال اور دوسرا حصہ حرام! ضابطہ سمجھ میں آیا؟ اگر دو حصے دھڑ کی جانب ہیں اور ایک حصہ سر کی جانب تو کہتے ہیں یہ تو ذبح کی طرح ہی ہو گیا، اور ذبح میں کیا ہوتا ہے سارا جانور حلال ہوتا ہے تو یہاں بھی سارا شکار کیا ہے حلال ہے یوں ہی ہے جیسے ذبح کر دیا کیونکہ جب تھوڑا حصہ سر کی طرف ہے زیادہ حصہ دھڑ کی طرف ہے جب سر کٹ گیا تو جانور زندہ رہ ہی نہیں سکتا بھئی۔ اور اگر زیادہ حصہ سر کی طرف ہے اور تھوڑا حصہ دم کی طرف ہے تو یوں ہی سمجھیں گے جیسے ایک عضو کٹ گیا کیونکہ سر والے حصے کی طرف اکثر حصہ ہے تو جانور کچھ دیر زندہ رہے گا تو وہ پچھلا حصہ گویا آپ نے زندہ جانور سے ایک عضو کو الگ کر دیا اور زندہ جانور سے عضو کو الگ کیا جائے تو اس عضو کا کیا حکم ہوتا ہے؟ حرام ہوتا ہے تو یہاں بھی وہ حصہ حرام ہو گا۔ کہتے ہیں وَإِنْ قَطَعَهُ أَثْلَاثًا اور اگر اسے ٹکڑے کیا تین حصوں والا یعنی ایک طرف ایک حصہ ہے تو دوسری طرف دو حصے ہیں وَالْأَكْثَرُ مِمَّا يَلِي الْعَجُزَ اور اکثر اس حصے میں سے ہے جو دھڑ کے ساتھ ملا ہوا ہے، عَجُزٌ کہتے ہیں دھڑ کو پچھلے حصے کو، أُكِلَ الْجَمِيعُ تو سارے شکار کو کھایا جائے گا،

وَإِنْ كَانَ الْأَكْثَرُ مِمَّا يَلِي الرَّأْسَ أُكِلَ الْأَكْثَرُ اور اگر زیادہ اس حصے کی طرف ہے جو سر کے ساتھ ملا ہوا ہے أُكِلَ الْأَكْثَرُ تو اکثر حصے کو کھایا جائے گا اور باقی کے حصے کو نہیں کیونکہ وہ گویا زندہ سے عضو کو الگ کیا گیا اور وہ مردار ہے۔

وَلَا يُؤْكَلُ صَيْدُ الْمَجُوسِيِّ وَالْمُرْتَدِّ وَالْوَثَنِيِّ اور نہیں کھایا جائے گا مجوسی کے شکار کو، مجوسی جو آتش پرست ہیں آگ کی عبادت کرتے ہیں بھئی جنہیں پارسی کہتے ہیں آج کل، وَالْمُرْتَدِّ مرتد کے شکار کو بھی نہیں کھایا جائے گا وَالْوَثَنِيِّ اور بت پرست کے شکار کو بھی نہیں کھایا جائے گا کیونکہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں تو ان کا شکار بھی حلال نہیں۔

وَمَنْ رَمَى صَيْدًا فَأَصَابَهُ وَلَمْ يُثْخِنْهُ وَلَمْ يُخْرِجْهُ عَنْ حَيِّزِ الِامْتِنَاعِ. بھئی ایک آدمی ہے اس نے شکار پر تیر چلایا تیر شکار کو لگا لیکن شکار کو اس نے سست نہیں کیا اور ابھی بھی وہ قابو میں آنے کے قابل نہیں ہوا، زخمی تو ہو گیا لیکن پھر بھی وہ شکار ابھی سست نہیں ہوا اور قابو میں آنے کے قابل نہیں، اب دوسرے شخص نے تیر چلایا اور اسے تیر لگا اور اس نے اسے مار دیا تو کہتے ہیں یہ شکار دوسرے آدمی کا شمار ہو گا اس کا مالک کون ہو گا؟ دوسرا آدمی اس کا مالک ہو گا اور اس شکار کا کھانا بھی جائز ہے۔ بھئی دوسرے کا کیوں شمار اور کھانا کیوں حلال؟ وجہ یہ کہ بھئی شکار ابھی بھی قابو میں آنے والا نہیں بنا تو ابھی بھی وہ اس کی ذبحِ اختیاری پر قادر نہیں، نہ اس نے سست کیا ہے نہ وہ قابو میں آنے والا ہے تو اب بھی جو شکار کر لے گا وہ اس کا مالک ہو گا چنانچہ دوسرے نے تیر مارا اور اس نے کیا کر لیا اسے شکار کر لیا، اور چونکہ ابھی تک قابو میں آنے والا نہیں تھا تو ابھی بھی اس میں ذبحِ اضطراری جائز تھی اور تیر مار کر کون سی ذبح کی ہے اس نے بھی؟ ذبحِ اضطراری ہی کی ہے لہٰذا اس کا کھانا جائز ہوا اور یہ دوسرے شکاری کا ہو گا۔ کہتے ہیں وَمَنْ رَمَى صَيْدًا اور جس نے تیر مارا شکار کو فَأَصَابَهُ پس وہ تیر لگا شکار کو وَلَمْ يُثْخِنْهُ، أَثْخَنَ يُثْخِنُ کے معنی ہوتے ہیں سست کرنا، اور تیر نے اسے سست نہیں کیا وَلَمْ يُخْرِجْهُ عَنْ حَيِّزِ الِامْتِنَاعِ اور اس تیر نے اس کو حیزِ امتناع سے بھی نہیں نکالا۔ حَيِّزٌ کہتے ہیں جگہ کو، اِمْتِنَاعٌ کا معنی ہے قابو میں نہ آنا، آپ کہتے ہیں وہ چیز ممتنع ہے یعنی قابو میں آنے والی نہیں، اور اس تیر نے اس شکار کو حیزِ امتناع سے بھی نہیں نکالا یعنی قابو میں نہ آنے والی جگہ سے نہیں نکالا، قابو میں نہ آنے والی جگہ سے نکلے گا تو کس میں آجائے گا؟ قابو میں آنے والا بن جائے گا۔ دو محل ہیں نا ایک محل کس چیز کا ہے قابو میں آنے والا دوسرا محل کیا ہے قابو میں نہ آنے والا، تیر نے اس کو قابو میں نہ آنے والے محل سے نہیں نکالا۔ آسان مفہوم یہ ہے کہ تیر لگنے کی وجہ سے اب بھی وہ قابو میں آنے والا نہیں، اگر تیر لگنے سے وہ قابو میں آنے والا ہو گیا تو ہم یوں کہیں گے اس تیر نے اسے حیزِ امتناع سے نکال دیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ فَرَمَاهُ الْآخَرُ پس دوسرے نے اس کو تیر مارا فَقَتَلَهُ تو اس نے اسے قتل کر دیا فَهُوَ لِلثَّانِي تو وہ شکار دوسرے کا ہو گا وَيُؤْكَلُ اور اسے کھایا جائے گا۔

دوسری صورت: پہلے نے تیر مارا تھا شکار اس سے سست ہو گیا اب آپ پکڑنا چاہیں تو پکڑ سکتے ہیں، انہوں نے اسے پکڑا نہیں کہ دوسرے نے تیر چلایا اور دوسرے کا تیر اس کو لگا اور شکار مر گیا، کہتے ہیں یاد رکھیے اس شکار کا کھانا جائز نہیں اور یہ پہلے ہی کا ہو گا دوسرے کا نہیں! بھئی کیوں اب یہ پہلے کا کیوں ہے اور اس کا کھانا جائز کیوں نہیں؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہاں پہلے شخص کے تیر نے اسے کیا کر دیا ہے؟ سست کر دیا ہے اب آپ اسے ہاتھ سے بھی پکڑنا چاہیں تو آرام سے پکڑ سکتے ہیں، جب پکڑ سکتے ہیں تو گویا پہلا اس کو شکار کر چکا ہے وہ اس کا مالک بن چکا ہے، پھر دوسرے نے اسے تیر مار کے قتل کر دیا تو کہتے ہیں بھئی اب تو آپ اس کی ذبحِ اختیاری پر کیا ہو چکے تھے؟ قادر ہو چکے تھے آرام سے پکڑ کے ذبح کر لیتے اس کے باوجود دوسرے نے اسے تیر کے ذریعے مارا ہے تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں کیونکہ ذبحِ اختیاری پر جب قدرت ہو تو اس وقت ذبحِ اضطراری کی اجازت نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ أَثْخَنَهُ اور اگر پہلے تیر مارنے والے نے اسے سست کر دیا فَرَمَاهُ الثَّانِي تو پھر دوسرے نے اسے تیر مارا فَقَتَلَهُ تو اس نے اسے قتل کر دیا فَهُوَ لِلْأَوَّلِ تو وہ شکار کس کے لیے ہو گا؟ پہلے کے لیے ہو گا وَلَمْ يُؤْكَلْ اور اسے کھایا نہیں جائے گا۔ وَالثَّانِي ضَامِنٌ بِقِيمَتِهِ لِلْأَوَّلِ غَيْرَ مَا نَقَصَتْهُ جِرَاحَتُهُ۔ اور نیز پہلا شکار کر چکا ہے دوسرے نے تیر مار کر اس کے شکار کو ضائع کر دیا اب وہ کھانے کے قابل بھی نہیں رہا تو اب پہلا ضمان لے لے گا دوسرے آدمی سے۔ کتنا ضمان لے گا؟ کہتے ہیں بھئی اس جانور کو پہلے کے تیر نے زخمی کر دیا تھا اس زخمی کرنے سے جانور کی قیمت کم ہو گئی، بھئی ایک صحیح سالم جانور کی قیمت زیادہ ہوتی ہے یا زخمی کی؟ سالم کی قیمت زیادہ ہے، تو پہلے کا تیر جب لگا ہے اور اس نے اسے سست کر دیا تو اس زخم لگنے کی وجہ سے اس جانور کی قیمت کم ہو گئی، تو وہ پیسے جو زخم لگنے کی وجہ سے کم ہوئے ہیں وہ نکال کر باقی کا ضمان اس سے وصول کر لیا جائے گا۔ مثلاً دیکھو اس نے ہرن کو تیر مارا تھا زندہ ہرن ہو تو وہ ہے پچاس ہزار کا اور یہ زخمی ہرن جو تھا یہ تو زیادہ سے زیادہ بیس پچیس ہزار کا تھا تو اس پر ضمان بھی کتنا آئے گا؟ بیس پچیس ہزار ہی کا آئے گا۔ تو کہتے ہیں وَالثَّانِي ضَامِنٌ بِقِيمَتِهِ لِلْأَوَّلِ اور دوسرا شخص جو ہے وہ ضامن ہو گا اس شکار کی قیمت کا پہلے شخص کے لیے غَيْرَ مَا نَقَصَتْهُ جِرَاحَتُهُ علاوہ اس کے جو کم کر دیا اس کے زخم نے، اس کے زخم نے جو کمی کر دی ہے وہ نکال کر باقی قیمت کا وہ کیا ہو گا ضامن ہو گا۔

وَيَجُوزُ اصْطِيَادُ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنَ الْحَيَوَانِ وَمَا لَا يُؤْكَلُ۔ بھئی کن کن جانوروں کا شکار حلال ہے اور کن کا حلال نہیں؟ بعض جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا شکار تو حلال ہے، جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا کیا ان کا بھی شکار حلال ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں ان کا بھی شکار حلال ہے چاہے اس کا گوشت کھایا جاتا ہو چاہے اس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔ بھئی جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا تو شکار حلال ہونا چاہیے یہ باقیوں کا شکار کیوں حلال ہے؟ کہتے ہیں بھئی ان کے بھی بہت سے نفع ہیں مثلاً شیر کو شکار کرتے ہیں اس کی چربی سے بڑی قیمتی دوائیاں وغیرہ بنتی ہیں اور بعض کی کھال بڑی قیمتی ہوتی ہے تو ہر جانور کا شکار حلال ہے۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ اصْطِيَادُ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنَ الْحَيَوَانِ وَمَا لَا يُؤْكَلُ اور جائز ہے شکار کرنا اس جانور کو کہ جس کے گوشت کو کھایا جاتا ہے وَمَا لَا يُؤْكَلُ اور اس حیوان کو جس کے گوشت کو نہیں کھایا جاتا۔

وَذَبِيحَةُ الْمُسْلِمِ وَالْكِتَابِيِّ حَلَالٌ۔ بھئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرتا ہے اس کا ذبیحہ حلال، اہلِ کتاب میں سے یہودی یا عیسائی کسی جانور کو ذبح کرتے ہیں ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے، وجہ یہ کہ وہ بھی اللہ کا نام لیتے ہیں ذبح کرتے ہوئے اور نیز ان کا طریقہ بھی مسلمانوں کی طرح ہی ہوتا ہے بھئی ذبح اسی طرح کرتے ہیں، اگر اللہ کا نام نہیں لیتے یا اس طریقے کے علاوہ اور طریقوں سے ذبح کرتے ہیں جو شریعت میں جائز نہیں تو پھر ان کا ذبیحہ بھی حرام ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَذَبِيحَةُ الْمُسْلِمِ وَالْكِتَابِيِّ حَلَالٌ اور مسلمان کا ذبیحہ اور اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔ وَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ الْمُرْتَدِّ اور مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا وَالْمَجُوسِيِّ وَالْوَثَنِيِّ وَالْمُحْرِمِ اسی طرح مجوسی آتش پرست کا ذبیحہ بھی نہیں کھایا جائے گا، وثنی بت پرست جو ہے اس کا ذبیحہ بھی نہیں کھایا جائے گا، محرم جو شخص حالتِ احرام میں ہے وہ کسی جانور کو شکار کرتا ہے یا کسی شکار کو ذبح کرتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں وہ حرام ہو گیا، حالتِ احرام میں ہے مولانا حج کرنے یا عمرہ کرنے اللہ کے گھر کی طرف جا رہا ہے اس کے لیے شکار کرنا جائز نہیں اس حالت کے اندر۔ لیکن ویسے کوئی جانور ذبح کرتا ہے وہ حلال ہے محرم کا بھئی! محرم اپنے ساتھ گائے بیل وغیرہ لے کر جا رہے ہیں احرام کی حالت میں ہیں راستے میں بھئی جانور ذبح بھی کرتے ہیں پکاتے ہیں کھاتے ہیں، یہ عام ذبیحے کی بات نہیں ہو رہی شکار کو جو انہوں نے ذبح کیا اس کی بات ہو رہی ہے، شکار کو اگر محرم ذبح کرتا ہے تو اس کے لیے تو شکار کرنا جائز نہیں ہے تو شکار کا جو ذبح کیا وہ بھی اس کے لیے جائز نہیں ہاں عام جانور کو ذبح کرتا ہے وہ حلال ہے۔

وَإِنْ تَرَكَ الذَّابِحُ التَّسْمِيَةَ عَمْدًا فَالذَّبِيحَةُ مَيْتَةٌ لَا تُؤْكَلُ وَإِنْ تَرَكَهَا نَاسِيًا أُكِلَ اور اگر چھوڑ دیا ذبح کرنے والے نے تسمیہ کو یعنی اللہ کے نام کو عَمْدًا جان بوجھ کر فَالذَّبِيحَةُ مَيْتَةٌ تو اس کا ذبیحہ مردار ہے لَا تُؤْكَلُ اسے نہیں کھایا جائے گا، وَإِنْ تَرَكَهَا نَاسِيًا اور اگر اس نے چھوڑ دیا ہے تسمیہ کو نَاسِيًا بھولے سے أُكِلَ تو اس ذبیحے کو کھایا جائے گا۔

وَالذَّبْحُ بَيْنَ الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ۔ اب ذبح کے مسائل شروع ہوئے بھئی: کس طرح ذبح کیا جائے گا جانور کو کہاں پر بھئی؟ کہتے ہیں الذَّبْحُ بَيْنَ الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ ذبح جو ہے حلق اور لبہ کے درمیان ہو گا۔ حلق تو آپ جانتے ہیں بھئی منہ کا آخری حصہ وہاں سے حلق شروع ہو جاتا ہے بھئی، اور لَبَّةٌ کہتے ہیں بھئی یہ گردن پر آپ نیچے کی طرف آتے جائیں جہاں سینے کے ساتھ گردن ملی ہے وہاں ہڈی کے درمیان ایک نرم سا گڑھا ہے بھئی یہ لبہ کہلاتا ہے۔ اس لبہ اور حلق کے درمیان یہ ہے ذبح کا مقام اس میں ذبح کیا جائے گا جانور کو بھئی۔ لبہ کے نیچے لکھا بھی ہوا ہے: أَعْلَى الصَّدْرِ یہ سینے کا اوپر والا حصہ ہے وَهِيَ نُقْرَةُ النَّحْرِ یہ نحر کا جو شگاف ہے جہاں نحر کیا جاتا ہے اونٹ کو بھئی، اونٹ کو نحر کرتے ہیں اس مقام پر اس کے نیزہ یا تیز چھری ماری جاتی ہے۔

وَالْعُرُوقُ الَّتِي تُقْطَعُ فِي الذَّكَاةِ أَرْبَعَةٌ اور وہ رگیں جن کو کاٹا جاتا ہے فِي الذَّكَاةِ ذبح کے اندر أَرْبَعَةٌ چار ہیں: الْحُلْقُومُ پہلی ہے حلقوم بھئی اردو میں اسے نرخرہ کہتے ہیں یہ سانس کی نالی جو گردن میں ہے بھئی۔ بھئی آپ اپنی گردن پر اگر ہاتھ لگائیں تو یہ درمیان میں گول ہڈی گزر رہی ہے بھئی اوپر سے نیچے تک، یاد رکھیے یہ سانس لینے کی نالی ہے اس کو نرخرہ کہتے ہیں، خوراک نہیں اس میں سے گزرتی بھئی خوراک تو کسی طرح بھی گزر جائے گی گلے سے سانس لینے کے لیے ایسی رگ چاہیے جو کھلی ہوئی ہو اسی لیے اللہ نے اس میں ہڈیاں لگا دیں یہ رگ کھلی رہتی ہے جیسے پانی کا پائپ نہیں ہوتا بھئی اسی طرح یہ جگہ کھلی ہوئی ہے اس میں سے ہم سانس لیتے ہیں پھیپھڑوں تک یہ جاتی ہے نرخرہ کہلاتا ہے۔ اس کے دوسری طرف پھر خوراک کی نالی ہے بھئی خوراک کی رگ ہے اس میں ہڈیاں نہیں ہیں بھئی وہ مَرِيءٌ کہلاتی ہے، وَالْمَرِيءُ یا پہلے ہے ہمزہ بعد میں ہے بھئی مَرِيءٌ یہ خوراک کی نالی کو کہتے ہیں۔ وَالْوَدَجَانِ، وَدَجَانِ واو پر بھی فتحہ دال پر بھی فتحہ ہے، ودجان دو شہ رگیں مولانا: بھئی گردن میں یہ جو حلقوم اور مریء ہے اس کے دونوں طرف بھئی دائیں طرف بھی اور بائیں طرف بھی خون کی دو رگیں ہیں بھئی جنہیں شہ رگ کہا جاتا ہے بڑی رگیں ہیں بھئی جن میں سے خون گزرتا رہتا ہے ان دونوں کو کیا کہتے ہیں؟ ودجان، تو اس کے ذریعے سر کی طرف خون جاتا اور آتا ہے ان کو ودجان کہتے ہیں۔

توکہتے ہیں وَالْعُرُوقُ الَّتِي تُقْطَعُ فِي الذَّكَاةِ أَرْبَعَةٌ اور وہ رگیں جن کو کاٹا جاتا ہے ذبح کے اندر چار ہیں: الْحُلْقُومُ ایک نرخرہ ہے یعنی وہ سانس کی نالی وَالْمَرِيءُ اور ایک مری ء ہے خوراک کی رگ وَالْوَدَجَانِ اور جو دو شہ رگیں ہیں خون کی، یہ چار ہیں۔ فَإِنْ قَطَعَهَا حَلَّ الْأَكْلُ اگر ان چاروں کو کاٹ دیا تو اس جانور کا کھانا حلال ہے۔ وَإِنْ قَطَعَ أَكْثَرَهَا فَكَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اور اگر ان میں سے اکثر کو کاٹ دیا تو بھی اسی طرح ہے حکم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی۔ چار میں سے اکثر کتنی بنیں گی؟ تین، تو کوئی سی تین کٹ جائیں ذبح کے وقت جانور کا کھانا حلال ذبح ہو گیا کیونکہ لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ بھئی جب اکثر رگیں کٹ گئیں تو گویا کل کٹ گئیں۔ وَقَالَا صاحبین فرماتے ہیں لَا بُدَّ مِنْ قَطْعِ الْحُلْقُومِ وَالْمَرِيءِ وَأَحَدِ الْوَدَجَيْنِ۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ تین کا کٹنا ضروری ہے لیکن امام صاحب تو فرماتے تھے کوئی سی تین کٹ جائیں صاحبین فرماتے ہیں نہیں حلقوم سانس کی رگ اور مری ء خوراک کی رگ ان دو کا کٹنا تو بہت ضروری ہے اور ودجان میں سے ایک بھی کٹ جائے تو کافی ہے یہ تین کافی ہیں بھئی۔ تو ان کے نزدیک بھی تین کٹ جائیں تو ذبح ہو گئی لیکن ان تین کے اندر حلقوم اور مری ء کا کٹنا ضروری ہے۔

وَيَجُوزُ الذَّبْحُ بِاللِّيطَةِ وَالْمَرْوَةِ وَبِكُلِّ شَيْءٍ أَنْهَرَ الدَّمَ إِلَّا السِّنَّ الْقَائِمَ وَالظُّفُرَ الْقَائِمَ۔ اور جائز ہے ذبح کرنا بِاللِّيطَةِ، لِيطَةٌ کہتے ہیں کانے کے چھلکے کو، کانہ بھئی وہ نرکل جس سے قلم بناتے ہیں اس کا چھلکا اتار لیں وہ بڑا تیز ہوتا ہے چھری کی طرح یا بانس کا چھلکا اتار لو بھئی وہ چھری کی طرح تیز ہوتا ہے یا یہ جو گنا ہے یہ بھی اسی نسل میں سے ہے اس کا چھلکا اتار لو یہ کس کی طرح تیز ہوتا ہے؟ چھری کی طرح تیز ہوتا ہے اس کے ذریعے اگر کسی جانور کو ذبح کر لے تو بھی جانور حلال ہے تو اس کو لیطہ کہتے ہیں۔ مَرْوَةٌ، مروہ کہتے ہیں تیز دھار والا پتھر بھئی، باریک پتھر ہے تیز دھار والا بھئی اس کے ذریعے ذبح کریں یہ بھی چھری کی طرح کام کرتا ہے بھئی، آپ شکار کے لیے گئے بھئی شکار کیا کوئی جانور اب چھری آپ کے پاس نہیں ہے تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ تیز دھار والے پتھر سے بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ الذَّبْحُ بِاللِّيطَةِ اور جائز ہے ذبح کرنا کانے کے چھلکے سے وَالْمَرْوَةِ اور تیز دھار والے پتھر سے وَبِكُلِّ شَيْءٍ أَنْهَرَ الدَّمَ اور ہر ایسی چیز کے ساتھ جو خون کو بہادے۔ بھئی یاد رکھیے ذبح کے اندر مقصد یہ ہوتا ہے کہ جانور کے جسم سے خون نکل جائے بھئی کیونکہ نجس خون ہے جب خون نکل جائے گا تو پیچھے صاف ستھرا گوشت رہ جائے گا بھئی۔

تو خون بڑی نقصان دہ چیز بھی ہے دیکھیے اللہ تعالیٰ نے کتنا احسان فرمایا شریعت کے جتنے احکام ہیں ان سب میں انسان کا اپنا ہی نفع ہے، آخرت کا نفع تو ہے ہی ہے لیکن یہ ساروں میں اس کا اپنا نفع ہے بھئی: جب یہ خون نکل جاتا ہے بھئی تو وہ چیزیں جو جسم کو نقصان پہنچانے والی تھیں وہ خون کے ساتھ نکل گئیں اب آپ گوشت کھائیں گے تو آپ کے جسم کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ اسی طرح روزے رکھنے کا حکم آیا مولانا، روزے اتنے مفید ہیں جسم کے لیے کہ بیان نہیں ہو سکتا بھئی! بڑے بڑے ڈاکٹر حضرات جنہوں نے اس پر تحقیق کی چاہے عیسائی تھا چاہے یہودی تھا وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ مسلمانوں کے پاس روزوں جیسی ایک عظیم نعمت موجود ہے: پورا سال ہم دن رات کھاتے پیتے ہیں معدے کو آرام نہیں ملتا، معدے میں خرابیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں بلکہ پورے جسم میں خرابیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں کیونکہ ہمارے کھانے کا نہ کوئی وقت مقرر ہوتا ہے نہ ترتیب بھئی کبھی کس وقت کچھ کھا رہے ہیں کبھی کس وقت کچھ کھا رہے ہیں تو چیزیں معدے کے اندر جا رہی ہیں گل رہی ہیں ختم ہو رہی ہیں تو اس میں سے فاسد مادے بھی بن رہے ہیں وہ جسم میں پھیلتے جا رہے ہیں معدہ بھی آہستہ آہستہ کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے، سال کے بعد اللہ کا حکم ہوتا ہے بھئی روزے رکھو رمضان آ گیا ہم پورا مہینہ روزے رکھتے ہیں تو معدے کو آرام مل جاتا ہے اور ایک آدھ دو چار دن کے آرام سے یہ مسئلہ حل ہونے والا بھی نہیں ہوتا جب پورا ایک مہینہ ہم کیا کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں تو پھر اب اچھی طرح وہ ساری بیماریاں جسم کے اندر جو چھوٹی موٹی ہوتی ہیں ساری ختم ہو جاتی ہیں! ایک شخص خود بیان کرتا ہے اپنا واقعہ کہ انگلینڈ میں میری ایک ڈاکٹر کے ساتھ بات ہو رہی تھی میں نے اسے غالباً شراب وغیرہ کی بات کی کہ شراب کیوں پیتے ہو بھئی اس کا تو نقصان ہے، اس ڈاکٹر نے کہا بھئی تم لوگ روزہ کیوں رکھتے ہو روزے کا کیا فائدہ ہے اپنے آپ کو بھوکا رکھتے ہو؟ تو کہتے ہیں چونکہ وہ ڈاکٹر تھا تو میں نے اسی کے انداز میں بات کی میں نے کہا روزے کی وجہ سے تو سارے بدن کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں! تو انہوں نے میرے ساتھ شرط لگالی کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بھئی پھر تجربہ کیا انہوں نے عیسائی یہودی ڈاکٹر تھے ایک شخص کے پہلے پورے ٹیسٹ کیے گئے اس کے جسم میں کیا کیا کمزوریاں ہیں پھر ایک ماہ تک پورے اس نے جب روزے رکھے مہینے کے بعد جب ٹیسٹ کیے گئے تو کہتے ہیں دیکھا وہ ساری بیماریاں ختم ہو چکی تھیں روزے رکھنے سے! تو اسلام کی جتنی چیزیں ہیں باقاعدہ تجربات سے ثابت ہو رہی ہیں بھئی، ایک ایک چیز عقل کے مطابق ہے بھئی۔ شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم دیا گیا بھئی مردوں کو، کہتے ہیں بھئی یہ جو ٹخنے ہیں ان کے ساتھ کچھ رگیں ہیں بھئی پنڈلی کی طرف پاؤں کے پچھلے حصے میں ایڑی سے ذرا اوپر بھئی ان کو ہر وقت تازہ ہوا کا لگنا ضروری ہے اگر ان کو روشنی لگتی رہے اور تازہ ہوا لگتی رہے تو انسان بہت سی بیماریوں سے بچا رہتا ہے بھئی۔

توصاحبِ قدوری نے آپ کو بتلایا کہ وَيَجُوزُ الذَّبْحُ بِاللِّيطَةِ وَالْمَرْوَةِ وَبِكُلِّ شَيْءٍ أَنْهَرَ الدَّمَ اور جائز ہے ذبح کرنا بھئی کانے کے چھلکے کے ساتھ اور تیز دھار والے پتھر کے ساتھ اور ہر ایسی چیز کے ساتھ جو خون بہائے إِلَّا السِّنَّ الْقَائِمَ وَالظُّفُرَ الْقَائِمَ مگر وہ دانت جو لگے ہوئے ہیں اور وہ ناخن جو لگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ نہیں۔ لگے ہوئے دانتوں اور لگے ہوئے ناخنوں کے ساتھ ذبح جائز نہیں: ایک آدمی نے شکار کیا چھری ہے نہیں کوئی چیز نہیں ملی اس نے اپنے ہی دانتوں سے کاٹ دیا خون بہانے کی کوشش کی، یہ لگے ہوئے دانتوں کے ساتھ درست نہیں مولانا۔ یا اسی طرح اس کے ناخن بڑے بڑے تھے اور کوئی چیز نہیں ملی تو اس نے اپنے ناخنوں کے ذریعے کیا کر دیا اس کا خون بہا دیا، کہتے ہیں نہیں بھئی ان کے ذریعے ذبح درست نہیں ہے بھئی کیونکہ یہاں پر خون بہانے سے جانور نہیں مرے گا بلکہ بوجھ ڈالنے کی وجہ سے کیا ہو گا؟ وہ مرے گا بھئی اور نیز اس کے اندر جانور کے لیے تکلیف بھی زیادہ ہے بھئی، یہ بعض حبشی لوگ اس طرح کرتے تھے بھئی تو اسلام میں اس کو منع کیا گیا ہے۔

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُحِدَّ الذَّابِحُ شَفْرَتَهُ، شَفْرَةٌ کہتے ہیں چھری کو، اور مستحب ہے کہ تیز کرے ذبح کرنے والا اپنی چھری کو، تیز دھار والی چھری سے جانور کو ذبح کرنا چاہیے تاکہ اس کو تکلیف کم سے کم ہو بھئی۔

وَمَنْ بَلَغَ بِالسِّكِّينِ النُّخَاعَ أَوْ قَطَعَ الرَّأْسَ كُرِهَ لَهُ ذَلِكَ وَتُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ۔ بھئی ایک شخص ہے مثلاً وہ مرغی ذبح کرنے لگا آپ نے پڑھا کہ ذبح کے اندر کیا کیا کاٹنا ہے؟ چار رگیں کاٹنی ہیں: حلقوم، مری، اور دونوں ودج۔ لیکن غلطی سے کیا ہو ازیادہ گہرائی تک کاٹ دیا جس سے گردن میں جو حرام مغز ہے وہ بھی کٹ گیا، کہتے ہیں بھئی یہ حرام مغز کا کاٹنا مکروہ ہے یا گردن ہی علیحدہ کر دی بھئی کہتے ہیں مکروہ ہے ایسا کرنا البتہ مرغی کھانا جائز ہے۔ یہ فعل مکروہ ہوا ہے مرغی مکروہ نہیں ہوئی بھئی، تو ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ صرف کیا کرنا چاہیے ان چار رگوں کا کاٹنا کافی ہے حرام مغز نہ کاٹے پہلے بھئی یہاں تک کہ خون سارا نکل جائے جانور کی جان نکل جائے پھر اس کے بعد کاٹ دے باقی گردن وغیرہ۔ تو نُخَاعٌ کہتے ہیں حرام مغز کو بھئی، وَمَنْ بَلَغَ بِالسِّكِّينِ النُّخَاعَ اور جو شخص پہنچا چھری کے ذریعے حرام مغز تک یعنی اسے کاٹ دیا أَوْ قَطَعَ الرَّأْسَ، بھئی آپ کی کتابوں میں أَوْ ہے یا وَاو؟ أَوْ ہونا چاہیے، أَوْ قَطَعَ الرَّأْسَ یا سر کو کاٹ دیا یعنی الگ کر دیا كُرِهَ لَهُ ذَلِكَ تو اس کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے وَتُؤْكَلُ ذَبِيحَتُهُ اور اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔

وَإِنْ ذَبَحَ الشَّاةَ مِنْ قَفَاهَا فَإِنْ بَقِيَتْ حَيَّةً حَتَّى قَطَعَ الْعُرُوقَ جَازَ۔ بھئی ایک آدمی نے بکری کو ذبح کیا لیکن ذبح کا طریقہ نہیں آتا تھا اس نے گدی کی طرف سے ذبح کر دیا گردن کے پچھلے حصے کی طرف سے ذبح کر دیا، کہتے ہیں اگر اس کی وہ رگیں کٹ گئیں ابھی یہ مری نہیں تھی تو پھر تو ذبح درست ہو گئی، اور اگر رگیں کٹنے سے پہلے پہلے وہ مر گئی تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں۔ کہتے ہیں وَإِنْ ذَبَحَ الشَّاةَ اور اگر بکری کو ذبح کیا مِنْ قَفَاهَا اس کی گدی کی طرف سے، قَفَا گدی کو کہتے ہیں گردن کا پچھلا حصہ جو کمر کی طرف ہے، فَإِنْ بَقِيَتْ حَيَّةً پس اگر وہ زندہ باقی رہی حَتَّى قَطَعَ الْعُرُوقَ یہاں تک کہ اس کی وہ رگیں کاٹ ڈالیں جَازَ تو جائز ہے وَيُكْرَهُ اور مکروہ ہے مولانا، جائز تو ہو گیا لیکن مکروہ ہے۔ وَإِنْ مَاتَتْ قَبْلَ قَطْعِ الْعُرُوقِ لَمْ تُؤْكَلْ اور اگر وہ بکری مر گئی رگوں کے کاٹنے سے پہلے لَمْ تُؤْكَلْ تو اسے نہیں کھایا جائے گا وہ حرام ہو گئی۔

وَمَا اسْتَأْنَسَ مِنَ الصَّيْدِ فَذَكَاتُهُ الذَّبْحُ۔ بھئی ایک ہرن ہے ہرن میں تو ذبحِ اختیاری نہیں ہو سکتی وہاں ہمیشہ کیا ہوتی ہے؟ ذبحِ اضطراری اسے تیر ماریں گے یا کسی جانور کے ذریعے اسے آپ پکڑیں گے، لیکن ایک ہرن ہے مانوس ہو گیا آتا جاتا ہے بھئی آرام سے پکڑا جا سکتا ہے کیا اس میں اب ذبحِ اضطراری ہے؟ کہتے ہیں نہیں جب یہ مانوس ہو گیا یہ قابو میں آ سکتا ہے اب یہاں ذبحِ اضطراری درست نہیں بلکہ یہاں کون سی ذبح جائز ہے صرف؟ ذبحِ اختیاری ہی جائز ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَا اسْتَأْنَسَ مِنَ الصَّيْدِ اور وہ جو مانوس ہو جائے شکار میں سے فَذَكَاتُهُ الذَّبْحُ تو اس کی ذکات جو ہے ذبح کرنا ہے، وَمَا تَوَحَّشَ مِنَ النَّعَمِ فَذَكَاتُهُ الْعَقْرُ وَالْجَرْحُ، عَقْرٌ اور جَرْحٌ کا ایک معنی ہے یہ عطفِ تفسیری ہے زخمی کرنا، اور وہ جو وحشی ہو جائے مِنَ النَّعَمِ چوپایوں میں سے مویشیوں میں سے فَذَكَاتُهُ الْعَقْرُ وَالْجَرْحُ تو اس کا ذبح کرنا زخمی کرنا ہے یعنی اس میں ذبحِ اضطراری جائز ہے۔ بھئی ایک جانور وحشی ہو گیا اب آپ قریب ہی نہیں جا سکتے گائے بیل وغیرہ ہے تو آپ دور سے چھری یا نیزے وغیرہ مار کر اسے زخمی کرتے ہیں اور وہ مر جاتا ہے تو یہ ذبحِ اضطراری ہوئی جانور کا کھانا جائز ہے۔

وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْإِبِلِ النَّحْرُ وَإِنْ ذَبَحَهَا جَازَ وَيُكْرَهُ۔ بھئی اونٹ کے اندر نحر مستحب ہے بھئی، نحر کیا ہے کہ اونٹ کی بائیں ٹانگ کو باندھ دیا جاتا ہے اور کھڑا کر کے اس کا یہ جو جہاں گردن سینے کے ساتھ مل رہی ہے یہ گڑھا سا جو گردن میں پڑا ہوا ہے لبہ اس مقام پر نیزے مارے جاتے ہیں یا تیز چھری ماری جاتی ہے یہ نحر کہلاتا ہے، یہ اونٹ کے لیے اس میں آسانی ہے آسانی سے خون نکل جاتا ہے اور جلدی مر جاتا ہے جانور، لیکن اگر ذبح کرے تو پھر تو گردن

اس کی لمبی ہے مولانا تو اس کے لیے وہ تکلیف والی بات ہے، تو اونٹ کے لیے نحر میں آسانی ہے تو نحر ہی اسے کیا جائے گا اگر اسے کسی نے ذبح کیا تو پھر جائز تو ہے البتہ مکروہ ہے۔ جبکہ گائے بیل اور بھیڑ بکری وغیرہ کے اندر اس میں ذبح مستحب ہے اور اگر نحر کیا تو نحر بھی جائز ہے البتہ مکروہ ہے۔ تو کہتے ہیں وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْإِبِلِ النَّحْرُ اور مستحب ہے اونٹ کے اندر نحر کیونکہ سنت سے اسی طرح ثابت ہے وَإِنْ ذَبَحَهَا جَازَ اور اگر اسے ذبح کر لیا تو بھی جائز ہے وَيُكْرَهُ اور مکروہ ہے، وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ اور مستحب ہے بقر گائے بیل بھینس وغیرہ وَالْغَنَمِ بھیڑ بکری وغیرہ میں مستحب الذَّبْحُ ذبح کرنا ہے کیونکہ سنت اسی طرح ہے فَإِنْ نَحَرَهُمَا جَازَ وَيُكْرَهُ پس اگر ان دونوں کو نحر کر دیا تو جائز ہے اور مکروہ ہے۔

وَمَنْ نَحَرَ نَاقَةً أَوْ ذَبَحَ بَقَرَةً أَوْ شَاةً فَوَجَدَ فِي بَطْنِهَا جَنِينًا مَيِّتًا لَمْ يُؤْكَلْ أَشْعَرَ أَوْ لَمْ يُشْعِرْ۔ بھئی ایک شخص نے گائے ذبح کی یا بکری ذبح کی یا اونٹنی کو نحر کیا اور اس کے پیٹ میں سے ایک مرا ہوا بچہ نکل آیا، جنین نکل آیا مردہ، تو یاد رکھیے مردہ جنین حرام ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ نَحَرَ نَاقَةً أَوْ ذَبَحَ بَقَرَةً أَوْ شَاةً اور جس نے اونٹنی کو نحر کیا یا گائے کو ذبح کیا أَوْ شَاةً یا بھیڑ بکری کو ذبح کیا فَوَجَدَ فِي بَطْنِهَا جَنِينًا مَيِّتًا پس پایا اس کے پیٹ میں مردہ جنین لَمْ يُؤْكَلْ تو اسے نہیں کھایا جائے گا أَشْعَرَ أَوْ لَمْ يُشْعِرْ اس پر بال آئے ہوں یا بال نہ آئے ہوں، شَعَرٌ کس کو کہتے ہیں؟ بالوں کو، یعنی پورا جانور ابھی بنا ہو یا نہ بنا ہو۔ ہاں اگر زندہ نکل آیا تو پھر ذبح کے ساتھ اس کا کھانا بھی جائز ہو جائے گا اگر ذبح کر لیا۔

وَلَا يَجُوزُ أَكْلُ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطُّيُورِ۔ ذِي نَابٍ، نَابٌ کہتے ہیں کچلی کے دانت کو بھئی، یہ سامنے کے دو تین دانت چھوڑ کر ایک طرف بھئی نوکیلا دانت ہے بھئی دوسری طرف بھی اسی طرح نوکدار دانت ہے بھئی یہ جو نوکدار دانت ہیں ان کو ناب کہتے ہیں جمع ہے أَنْيَابٌ بھئی، کچلی کا دانت۔ تو یاد رکھیے جانوروں کے دانت بعض کے جو شکار کرنے والے ہیں جو گوشت خور جانور ہیں ان کے سارے دانت اس طرح کے ہیں نوکیلے ہیں، اور باقی جانوروں کے جو گھاس وغیرہ کھانے والے جانور ہیں چارہ کھانے والے جانور ہیں ان کے سارے دانت ہموار ہیں ان کا کوئی ایک دانت بھی اس طرح نوکدار نہیں۔ تو جیسی جس کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دانت بھی ویسے بنائے: گوشت خور جانوروں کو نوکیلے دانتوں کی ضرورت تھی اس کے بغیر گوشت نہیں کھایا جا سکتا شکار نہیں کیا جا سکتا ان کو نوکیلے دانت دیے، اور جو چارہ اور گھاس کھانے والے جانور تھے انہیں نوکیلے دانتوں کی کوئی ضرورت نہیں تھی بلکہ انہیں ہموار دانت چاہئیں تھے تاکہ ان کے ذریعے اچھی طرح چارے کو چبا لیں تو ان کو ہموار دانت دیے بھئی، جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے دانت دے دیے جس میں اشارہ ہے یہ گوشت بھی کھا سکتا ہے اور سبزی بھی کھا سکتا ہے۔ اب آپ کو صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں کن جانوروں کو کھانا جائز ہے کن کا کھانا جائز نہیں: کہتے ہیں جن جانوروں کے کچلی کے دانت ہیں ان کا کھانا جائز نہیں، یعنی جو جانور شکار کر کے کھاتے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں بھئی وہ حرام ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں سے کون سے پرندے حلال ہیں؟ کہتے ہیں بھئی جو پرندے گھاس وغیرہ کھاتے ہیں پھل وغیرہ کھاتے ہیں صرف وہ پرندے حلال ہیں جیسے طوطا مینا فاختہ چڑیا وغیرہ، اور جو پرندے شکار کرتے ہیں پنجوں کے ذریعے جیسے عقاب وغیرہ ان کا کھانا جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ أَكْلُ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ اور جائز نہیں ہے کھانا ہر کچلی کے دانتوں والے جانور کا مِنَ السِّبَاعِ درندوں میں سے یعنی جتنے درندے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں، وَلَا كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطُّيُورِ، مِخْلَبٌ کہتے ہیں پنجے کو ذِي مِخْلَبٍ پنجوں والے، اور نہ ہر پنجوں والے کو مِنَ الطُّيُورِ پرندوں میں سے یعنی ان کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ آسان لفظوں میں یوں کہو جو درندے اور جو پرندے شکار کر کے کھانے والے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں۔

وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ غُرَابِ الزَّرْعِ اور کوئی حرج نہیں ہے کھیتی کا کوا کھانے میں۔ بھئی یہ کوے کی کوئی خاص قسم ہے جو صرف کھیتی وغیرہ کھاتا ہے سبزہ یا گھاس وغیرہ یہ چیزیں کھاتا ہے گندگی اور مردار چیزیں نہیں کھاتا یا شکار نہیں کرتا۔ وَلَا يُؤْكَلُ الْأَبْقَعُ الَّذِي يَأْكُلُ الْجِيَفَ، أَبْقَعُ کا معنی ہے چتکبرا کوا سفید سیاہ داغ ہوتے ہیں اس پر بھئی، اور چتکبرا کوا نہیں کھایا جائے گا وہ جو کہ مردار کھاتا ہے، جِيَفٌ جمع ہے جِيفَةٌ کی مردار کو کہتے ہیں۔

وَيُكْرَهُ أَكْلُ الضَّبُعِ اور مکروہ ہے بجو کا کھانا، بجو مردار کھاتا ہے گندگی کھاتا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے، وَالضَّبِّ، ضَبٌّ کہتے ہیں گوہ کو بھئی، گوہ جانتے ہو یا نہیں جانتے؟ یہ چھپکلی کی طرح ایک بڑا جانور ہے بھئی اس کو گوہ کہتے ہیں اس کا کھانا مکروہ ہے، وَالْحَشَرَاتِ كُلِّهَا اور تمام حشرات جو ہیں ان کا کھانا مکروہ ہے۔

وَلَا يَجُوزُ أَكْلُ لَحْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَالْبِغَالِ۔ حُمُرٌ جمع ہے حِمَارٌ کی، حِمَارٌ أَهْلِيٌّ کہتے ہیں گھریلو گدھا یعنی پالتو گدھا، اور بِغَالٌ خچر بھئی، اور جائز نہیں ہے پالتو گدھوں اور خچروں کا گوشت کھانا۔ وَيُكْرَهُ أَكْلُ لَحْمِ الْفَرَسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور مکروہ ہے گھوڑے کا گوشت کھانا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، لیکن روایات میں آتا ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے موت سے تین دن پہلے

رجوع کر لیا تھا کہ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے لیکن بہتر نہیں ہے بھئی، اسی طرح گھوڑی کا دودھ پینا بھی جائز ہے۔وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ اور کوئی حرج نہیں ہے خرگوش کے کھانے میں، أَرْنَبٌ خرگوش بھئی۔

وَإِذَا ذُبِحَ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَهُرَ جِلْدُهُ وَلَحْمُهُ إِلَّا الْآدَمِيَّ وَالْخِنْزِيرَ۔ بھئی وہ جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کو اگر آپ شرعی طریقے پر ذبح کر دیں تو ذبح سے جسم سے سارا خون نکل جائے گا تو یاد رکھیے اس کی کھال بھی پاک ہو گئی اس کا گوشت بھی پاک ہو گیا، یہ معنی نہیں کہ حلال ہو گئے کھا بھی سکتے ہیں یعنی نجس نہ رہے! اب وہ گوشت اگر کپڑوں کو لگ گیا تو آپ یہ نہ کہیں یہ کپڑے نجس ہو گئے یا پانی میں پڑ گیا تو آپ یہ نہ کہیں یہ پانی کیا ہو گیا نجس، کیونکہ جس جانور کا گوشت نہیں کھایا جاتا اسے بھی جب آپ شرعی طریقے سے ذبح کر دیتے ہیں تو خون نکل گیا نجس تو خون تھا جب خون نکل گیا تو باقی پاک ہو گیا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا ذُبِحَ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَهُرَ جِلْدُهُ وَلَحْمُهُ اور جب ذبح کر دیا اس جانور کو کہ جس کے گوشت کو نہیں کھایا جاتا تو اس کی جلد بھی پاک ہو گئی اور اس کا گوشت بھی پاک ہو گیا إِلَّا الْآدَمِيَّ وَالْخِنْزِيرَ مگر آدمی اور خنزیر کہ ان کا یہ حکم نہیں ہے مولانا فَإِنَّ الذَّكَاةَ لَا تَعْمَلُ فِيهِمَا اس لیے کہ ذبح کرنا ان میں کوئی عمل نہیں کرتا، خنزیر میں اس کی نجاست کی وجہ سے اور انسان میں اس کی شرافت کی وجہ سے۔

وَلَا يُؤْكَلُ مِنْ حَيَوَانِ الْمَاءِ إِلَّا السَّمَكُ اور نہیں کھایا جائے گا پانی کے حیوانات میں سے مگر مچھلی کو، صرف مچھلی پانی کے جانوروں میں سے حلال ہے اور کوئی چیز نہیں۔وَيُكْرَهُ أَكْلُ الطَّافِي مِنْهُ، طَافِي پانی کے اوپر تیرنے والی، مراد وہ مچھلی ہے جو مر کر پانی کے اوپر آجائے اور الٹی اب تیر رہی ہے پانی پر اس مچھلی کا کھانا مکروہ ہے بھئی، جو خود مر کر پانی کے اوپر اب تیر رہی ہے بھئی اس کا کھانا مکروہ ہے۔ کہتے ہیں وَيُكْرَهُ أَكْلُ الطَّافِي مِنْهُ اور مکروہ ہے سمکِ طافی کا کھانا اس میں سے۔وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْجِرِّيثِ اور کوئی حرج نہیں ہے جریث مچھلی کے کھانے میں، جریث ایک قسم کی مچھلی ہے اس کا نام ہے، وَالْمَارْمَاهِي اور مارماہی مچھلی کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس کو اردو میں بام مچھلی کہتے ہیں بھئی، سانپ نما مچھلی ہوتی ہے بڑی مضبوط طاقتور مچھلی بھئی البتہ ہے مچھلی ہی، تو اسے مارماہی یہ فارسی لفظ ہے بھئی، اور مارماہی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَيَجُوزُ أَكْلُ الْجَرَادِ اور ٹڈی کا کھانا جائز ہے وَلَا ذَكَاةَ لَهُ اور اس کے لیے ذبح بھی نہیں ہے، ٹڈی بغیر ذبح کے اس کا کھانا جائز ہے۔ تو یہ خاص قسم کی ٹڈی ہوتی ہے بھئی اور فصلوں پر حملہ آور ہوتی ہے اور کروڑوں اربوں کھربوں کی تعداد میں ہوتی ہے، جس علاقے میں کہتے ہیں یہ چلی جائے ساری کی ساری فصلوں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں بھئی، پوری فصلوں کو ڈھانپ لیتی ہیں بھئی، جب یہ اڑتی ہیں چلتی ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی گرد و غبار آرہا ہے بھئی یا بادل آ رہے ہیں بھئی اس طرح پورے علاقے پر چھا جاتی ہیں اور جہاں آتی ہیں جاتی ہیں پوری فصلوں کو ختم کر دیتی ہیں، یہ ایک انگلی یا اس کے برابر لگ بھگ بڑی بڑی ہوتی ہیں تو ان کا کھانا جائز ہے اور ان میں ذبح بھی نہیں۔ اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے دو جانور ہیں ان میں ذبح نہیں ہے: ایک مچھلی ایک ٹڈی بھئی۔ مچھلی میں بھی آپ جانتے ہیں ذبح نہیں ہے مچھلی کو پکڑا جال کے ذریعے باہر نکال لیا وہ خود ہی مر گئی تھوڑی دیر بعد اس کا کھانا جائز ہے۔ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۸: کتاب الاضحیۃ و کتاب الایمان (۱): قربانی کے واجب ہونے کی شرائط، وقت، جانوروں کی عمریں، عیوب اور قسم (یمینِ غموس، لغو، منعقدہ و کفارہ)

مختصر القدوری صفحہ: ۱۹۷—بتاریخ: ۲۰ مئی ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ. اَلْأُضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ مُوسِرٍ فِي يَوْمِ الْأَضْحَى، يَذْبَحُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ، وَيَذْبَحُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَاةً أَوْ يَذْبَحُ بَدَنَةً أَوْ بَقَرَةً عَنْ سَبْعَةٍ، وَلَيْسَ عَلَى الْفَقِيرِ وَالْمُسَافِرِ أُضْحِيَّةٌ۔[1]

أُضْحِيَّةٌ یامشدد ہے، أُضْحِيَّةٌ وہ قربانی کے جانور کو کہا جاتا ہے بھئی، قربانی کا جانور بھئی۔ عید الاضحیٰ کے دن جو جانور ذبح کیا جاتا ہے قربانی کے طور پر اسے أُضْحِيَّةٌ کہتے ہیں بھئی۔ دیکھیے تعریف حاشیے میں ہے وہ بھی دیکھ لیجیے: قَوْلُهُ الْأُضْحِيَّةُ وَهِيَ اسْمٌ لِمَا يُضَحَّى بِهِ، یہ نام ہے اس جانور کا جس کے ساتھ قربانی کی جائے بھئی، جس کے ساتھ قربانی کی جائے بھئی۔ وَفِي الشَّرْعِ اور اصطلاحِ شریعت میں اسْمٌ لِحَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِسِنٍّ مَخْصُوصٍ، یہ نام ہے اس مخصوص حیوان کا بِسِنٍّ مَخْصُوصٍ جو مخصوص عمر والا ہے، مخصوص عمر کے ساتھ ہے۔ آپ جانتے ہیں بھئی بکری وغیرہ کی قربانی کرنا ہو تو کم از کم ایک سال کی ہو، گائے وغیرہ کم از کم دو سال کی ہونی چاہیے، اور اونٹ ہو تو کم از کم پانچ سال کا ہو پھر قربانی صحیح ہے بھئی۔ اسی لیے کہا بِسِنٍّ مَخْصُوصٍ مخصوص عمر کے ساتھ ہو۔ يُذْبَحُ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ کہ ذبح کیا جائے اس کو قربت کی نیت سے بھئی، سمجھ میں آیا؟ قربت اللہ کی رضا مقصود ہے بھئی، اللہ کا قرب مقصود ہے۔ فِي يَوْمٍ مَخْصُوصٍ مخصوص دن میں ہے بھئی، وہ قربانی کا دن ہے بھئی دس تاریخ ہے، پھر گیارہ ہے، بارہ ہے ان ایام میں۔ عِنْدَ وُجُودِ شَرَائِطِهَا اس کے شرائط کے پائے جانے کے وقت بھئی، شرائط آپ اس باب میں پڑھیں گے بھئی آزاد ہو، مسلمان ہو وغیرہ، مقیم ہو پھر

[1] جدول—قربانی (اضحیہ) کی شرائط، جانوروں کی عمریں اور اقسامِ یمین (قسم) کا جدول:

عنوان	اقسام و شرائط	فقہی حکم
شرائطِ وجوبِ قربانی	حریت، اسلام، اقامت اور نصابِ یسار (۲۰۰ درہم فاضل عن الحوائج الاصلیہ)؛ ایامِ نحر: ۱۰ تا ۱۲ ذوالحجہ غروب تک	
۱۔ یمینِ غموس	کسی ماضی یا حال کے امر پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا	گناہِ کبیرہ ہے، اس میں استغفار و توبہ لازم ہے، مالی کفارہ نہیں (عند الاحناف)۔
۲۔ یمینِ لغو	ماضی کے امر پر اپنے گمان میں سچ سمجھ کر قسم کھانا جبکہ واقع میں اس کے خلاف ہو	اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاف ہونے کی امید ہے، اس پر کوئی کفارہ نہیں۔
۳۔ یمینِ منعقدہ	مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھانا اور پھر حانث ہو جانا	اس کے توڑنے پر **کفارۂ یمین** واجب ہے: ۱۰ مساکین کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا، اور نادار ہو تو ۳ دن مسلسل روزے رکھنا۔

قربانی واجب ہے۔ وَسَبَبِهَا اور جب اس کا سبب پایا جائے بھئی یعنی آدمی خوشحال ہو بھئی، کیا ہو؟ خوشحال ہو۔ قربانی اس پر آتی ہے یاد رکھیے جس پر صدقۂ فطر آتا ہے، آگے تفصیل آرہی ہے بھئی۔ تو یہ تعریف ہوئی بھئی۔

کہتے ہیں اَلْأُضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ مُوسِرٍ، قربانی کرنا واجب ہے ہر آزاد مسلمان پر، مُقِیمٍ جو مقیم ہو، مسافر پر قربانی نہیں بھئی، مُوسِرٍ خوشحال ہو، مالدار ہو بھئی، فقیر اور محتاج پر قربانی واجب نہیں ہے بھئی۔ اور خوشحال کی میں نے تفصیل بتلائی بھئی، یاد رکھیے قربانی اس شخص پر واجب ہے جس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ آپ نے پڑھا تھا بھئی زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے بارے میں، زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کے پاس سونا، چاندی، کرنسی یا مالِ تجارت بھئی، یہ بقدرِ نصاب موجود ہو، کیا ہو؟ بقدرِ نصاب موجود ہو یعنی اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے تک پہنچتی ہے، سونا، چاندی، کرنسی اور مالِ تجارت صرف ان میں سے آئے گی بھئی۔ اور جب کہ صدقۂ فطر میں آپ نے پڑھا کہ صدقۂ فطر اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس کے پاس ضرورت سے زائد اتنا سامان موجود ہے جس کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہے، ضرورت سے زائد۔ تو ضرورت سے مثلاً ایک آپ کی ضرورت کی چیزیں ہیں، بڑا گھر ہے بے شک آپ کے پاس، کئی گاڑیاں ہیں وغیرہ یہ ساری ضرورت میں داخل ہیں، لیکن اگر کوئی چیز زائد رکھی ہوئی ہے آپ نے ویسے ہی آپ کی ضرورت نہیں اس کی اتنی پڑتی، عام استعمال میں نہیں آتی تو یہ ضرورت سے زائد چیزیں ہوئیں، ان کی بھی قیمت ساتھ لگانا پڑے گی بھئی۔ زکوٰۃ میں تو ان کی قیمت نہیں لگائی جاتی تھی لیکن صدقۂ فطر کے سلسلے میں ان کی بھی قیمت لگائی جائے گی اور پھر یہ ان کی قیمت جب نصاب تک پہنچ جائے، سونا، چاندی، کرنسی، مالِ تجارت کے علاوہ اس ضرورت سے زائد سامان کو بھی ساتھ ملائیں گے۔ تو اس کا سمجھ میں آیا بھئی؟ سونا، چاندی، کرنسی اور مالِ تجارت اس آدمی کے پاس اتنا نہیں ہے جو نصاب تک پہنچتا ہے لیکن ضرورت سے زائد سامان کو بھی ساتھ ملالیں تو اب کیا ہو جاتی ہے؟ کتنا مال بن جاتا ہے؟ نصاب تک پہنچ جاتا ہے تو اس شخص پر قربانی واجب ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اور جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

سمجھ میں آیا؟ قربانی بہت بڑی عبادت ہے بھئی، حتیٰ کہ احادیث میں آتا ہے جو شخص قربانی کرتا ہے اس قربانی کے جانور کے جسم پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلے اس شخص کو ایک نیکی کا اجر ملتا ہے بھئی۔ کتنا عظیم ثواب اللہ کی طرف سے مل رہا ہے، اور قربانی کا کہتے ہیں وہ خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے بھئی، تو اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ تو کہتے ہیں اَلْأُضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ مُوسِرٍ، قربانی کرنا واجب ہے ہر آزاد مسلمان مقیم خوشحال پر فِي يَوْمِ الْأَضْحَى عید الاضحیٰ کے دن بھئی، دسویں ذی الحجہ اور اسی طرح گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ بھئی۔

يَذْبَحُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ۔ یہاں سے آگے آپ کو بتلائیں گے صاحبِ قدوری کہ قربانی جو شخص کرتا ہے اپنی طرف سے بھی کرے گا اور اپنی صغیر اولاد جو ہے نابالغ ہے ان کی طرف سے بھی اسی پر واجب ہے اسے کرنا پڑے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دو تین اس کے بچے ہیں نابالغ ہیں، اپنی طرف سے بھی قربانی کرے گا اور ان سب کی طرف سے بھی قربانی کرنا واجب ہے اس پر۔ لیکن یہ ایک روایت ہے مولانا، دوسری روایت جس پر فتویٰ ہے کہ صرف اپنی طرف سے قربانی واجب ہے، بچوں وغیرہ کی طرف سے اس پر قربانی واجب نہیں ہے بھئی، اور اسی پر فتویٰ ہے کہ صرف اپنی طرف سے کرے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں يَذْبَحُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ، ذبح کرے گا اپنی طرف سے اور اپنی صغیر اولاد کی طرف سے یعنی نابالغ اولاد کی طرف سے، یہ روایت میں نے بتلایا اس پر فتویٰ نہیں ہے بھئی۔

وَيَذْبَحُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَاةً أَوْ يَذْبَحُ بَدَنَةً أَوْ بَقَرَةً عَنْ سَبْعَةٍ۔ آپ جانتے ہیں بھئی بھیڑ یا بکری ذبح کی جائے تو یہ صرف ایک شخص کی طرف سے ہوتی ہے بھئی، اور اگر گائے، اونٹ، اونٹنی یا بیل یا بھینس یہ ذبح کرے تو یہ سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے، اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں بھئی۔ کتنے آدمی؟ سات۔ لیکن یاد رکھیے کسی کا حصہ ساتویں سے کم نہ ہو۔ مثلاً بھینس ذبح کرنے لگے ہیں، بھینس ہے ستر ہزار کی اور سات آدمی اس میں شریک ہو رہے ہیں تو ہر ایک پر دس دس ہزار ہے، ہر ایک کو دس ہزار دینا پڑے گا۔ اگر ایک نے نو ہزار دے دیے اور ایک نے گیارہ ہزار دے دیے، باقی سب نے دس دس دیا، ایک نے کیا کیا؟ ایک نے گیارہ ہزار دیے، ایک نے نو ہزار، تو اس کا تو ساتویں حصے سے کم ہو گیا، یاد رکھیے اس صورت میں کسی کی قربانی نہیں ہوئی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ساتویں حصے سے کم حصہ کسی کا نہیں ہونا چاہیے بھئی۔ ہاں کم شریک ہونا چاہیں تو ہو جائیں، چھ آدمی مل کر کرتے ہیں، پانچ کرتے ہیں، تین مل کر ایک گائے بھینس کرتے ہیں درست ہے مولانا، لیکن شرط پھر بھی وہی رہے گی، ان دو، تین یا چار میں سے بھی کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اور مقصود اس قربانی کے ذریعے اللہ کی قربت ہے بھئی، اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اور لہٰذا کوئی بھی قربت والا شریک ہو سکتا ہے، لہٰذا عقیقے والا ساتھ شریک ہونا چاہے وہ بھی کیا کر سکتا ہے؟ ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔

تو کہتے ہیں وَيَذْبَحُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَاةً، ذبح کرے گا ان میں سے ہر ایک کی طرف سے شَاةً۔ شَاةٌ کسے کہتے ہیں بھئی میں نے کیا بتلایا تھا؟ بھیڑ بکری دونوں کو کہا جاتا ہے، شاباش بھئی، یہ یاد رکھنا ہمیشہ بھئی۔ عموماً ہر جگہ ترجمہ اس کا بکری کیا جاتا ہے، بکری کو نہیں کہتے بھیڑ بکری دونوں کو شامل ہے۔ تو ذبح کرے گا ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکری، أَوْ يَذْبَحُ بَدَنَةً، بَدَنَةٌ کہتے ہیں اونٹنی یا گائے کو مولانا، لیکن یہاں اونٹنی مراد ہے، اونٹنی یا اونٹ بھئی، کیونکہ بَقَرَةٌ خود آگے الگ آرہا ہے بھئی۔ أَوْ يَذْبَحُ بَدَنَةً أَوْ بَقَرَةً یا ایک اونٹ یا اونٹنی أَوْ بَقَرَةً یا ایک گائے بیل یا اسی میں داخل ہو گئے بھینس یا بھینسا عَنْ سَبْعَةٍ کتنے افراد کی طرف سے؟ سات افراد کی طرف سے۔ وَلَيْسَ عَلَى الْفَقِيرِ وَالْمُسَافِرِ أُضْحِيَّةٌ، اور نہیں ہے فقیر اور مسافر پر قربانی۔ فقیر ہے جو جس کے پاس استعمال ہی نہیں ہے کہ جس پر صدقۂ فطر آئے تو اس پر یاد رکھیے قربانی نہیں ہے واجب، اور اسی طرح جو شخص مسافر ہے مقیم نہیں ہے اس کے اوپر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔

وَوَقْتُ الْأُضْحِيَّةِ يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ، اور قربانی کا وقت داخل ہو جاتا ہے طلوعِ فجر کے ساتھ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ قربانی کے دن۔ بھئی قربانی کا وقت بتلا رہے ہیں کس وقت سے کس وقت تک جانور کو ذبح کیا جا سکتا ہے تو قربانی ہو جائے گی۔ یاد رکھیے يَوْمُ النَّحْرِ کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو طلوعِ فجر، صبحِ صادق طلوع ہوتے ہی کس کا وقت شروع ہو جاتا ہے؟ قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر تفصیل یاد رکھیے، شہروں کے اندر آپ جانتے ہیں نمازِ عید ادا کی جاتی ہے، دیہات میں نمازِ عید نہیں ہے، تو شہروں کے اندر جب تک نمازِ عید نہ ہو جائے قربانی کرنا درست نہیں ہے اس سے پہلے، اس کے بعد قربانی صحیح ہے اس سے پہلے قربانی صحیح نہیں۔ شہر میں کہیں کسی ایک جگہ بھی عید کی نماز ہو جائے، ابھی آپ کے محلے میں بے شک نہیں ہوئی لیکن کسی ایک جگہ بھی عید کی نماز ہو گئی بس اب آپ کیا کر سکتے ہیں؟ قربانی کر سکتے ہیں۔ جب کہ دیہات میں تو عید کی نماز چونکہ ہے ہی نہیں تو وہاں تو یہ شرط نہیں ہے، تو جیسے قربانی کا وقت شروع ہوا وہ قربانی کر سکتے ہیں یعنی طلوعِ فجر کے ساتھ ہی وہ کیا کر سکتے ہیں؟ قربانی کر سکتے ہیں۔

تو کہتے ہیں وَوَقْتُ الْأُضْحِيَّةِ اور قربانی کا وقت يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ وہ داخل ہو جاتا ہے فجر کے طلوع کے ساتھ ہی قربانی کے دن، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَهْلِ الْأَمْصَارِ الذَّبْحُ مگر یہ کہ جائز نہیں ہے، أَمْصَارٌ جمع ہے مِصْرٌ کی، اہلِ امصار شہروں والے، لیکن جائز نہیں ہے شہروں والوں کے لیے الذَّبْحُ ذبح کرنا حَتَّى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ صَلَاةَ الْعِيدِ یہاں تک کہ امام پڑھ لے عید کی نماز۔ بھئی آپ جانتے ہیں قدیم زمانے میں ابتداء میں بھئی شہر میں ایک ہی جگہ نمازِ عید ادا کی جاتی تھی بھئی اور جو حاکم ہوتا تھا وہ کیا کرتا تھا؟ امامت کرواتا تھا بھئی، اسی لیے کہا جب تک وہ امام وہ حاکم عید کی نماز نہ پڑھ لے اس وقت تک قربانی کرنا صحیح نہیں۔ اب تو علماء نے اجازت دی بھئی کہ عام دوسری مساجد میں بھی جائز ہے۔ حَتَّى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ صَلَاةَ الْعِيدِ یہاں تک کہ امام جو ہے عید کی نماز پڑھ لے۔ فَأَمَّا أَهْلُ السَّوَادِ فَيَذْبَحُونَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، باقی دیہات والے جو ہیں پس وہ ذبح کریں گے بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فجر کے طلوع ہونے کے بعد یعنی اس وقت کر لیں تو ہو جائے گی۔ وَهِيَ جَائِزَةٌ فِي ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ اور قربانی کرنا جائز ہے تین دنوں میں، تین دن تک قربانی جائز ہے، کون کون سے ہیں؟ دیکھیے کہتے ہیں يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ، يَوْمُ النَّحْرِ ہے ایک تو دسویں ذی الحجہ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ اور دو دن اس کے بعد کے، دو دن اس کے بعد۔ اچھا یاد رکھیے یہ تین دن ہیں، دن کو ذبح کرنا چاہے چاہے رات کو ذبح کرنا چاہے جس وقت بھی ذبح کرنا چاہے درست ہے بھئی۔ لیکن رات کے وقت کہتے ہیں پسندیدہ نہیں مکروہ ہے کہ ہو سکتا ہے جانور کی وہ رگیں صحیح نہ کٹیں بھئی، ذبح صحیح طرح نہ ہو تو اس وجہ سے رات کو مکروہ لکھا، لیکن آج کل تو بجلی ہے روشنی ہے اگر روشنی اس قدر ہے کہ اطمینان سے ہو سکے، قربانی ہو سکتی ہے پھر تو مکروہ بھی نہیں ہے بھئی۔ اور بارہویں تاریخ بھئی جیسے ہی غروبِ آفتاب ہو گا قربانی کا وقت ختم ہو گیا بھئی۔ بارہویں تاریخ کو مغرب تک وقت ہے، جیسے ہی غروبِ آفتاب ہو گا فوراً قربانی کا وقت کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔[۲]

اب کن کن جانوروں کی قربانی درست ہے بھئی؟ یاد رکھیے قربانی میں عمدہ اعلیٰ قسم کا جانور، جتنا عمدہ سے عمدہ جانور انسان ذبح کر لے اتنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقصود اللہ کی رضا ہے، اللہ کے حضور اس جانور کی قربانی انسان پیش کر رہا ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ اچھے سے اچھی چیز پیش کی جائے بھئی، اچھے سے اچھا جانور۔ اب کسی جانور میں عیب ہو تو عیب والا جانور قربانی میں صحیح نہیں ہے بھئی، تفصیل اب صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں کہ کون کون سے عیب والا درست نہیں ہے اور کون سا جانور جائز ہے۔ کہتے ہیں وَلَا يُضَحِّي بِالْعَمْيَاءِ وَالْعَوْرَاءِ وَالْعَرْجَاءِ الَّتِي لَا تَمْشِي إِلَى الْمَنْسِكِ وَلَا الْعَجْفَاءِ، اور قربانی نہ

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۰۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَأَمَّا أَهْلُ السَّوَادِ فَيَذْبَحُونَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فأما أهل السواد فيذبحون بعد الفجر» منقول ہے۔

کرے بھئی عَمْيَاءُ اندھے کی بھئی، اندھا جانور ہے بھئی، أَيْ بِالْأُضْحِيَّةِ الْعَمْيَاءِ، جس کی دونوں آنکھیں نہیں ہیں بھئی ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے، اس کی نہ کرے۔ عَوْرَاءُ کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ نہ ہو بھئی، کانا جانور ہے بھئی، اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔ عَرْجَاءُ کہتے ہیں بھئی لنگڑے کو بھئی، لنگڑے جانور کی قربانی بھی صحیح نہیں ہے، اتنا لنگڑا ہے ایک ٹانگ کہ اس کو بس اس پر وزن وغیرہ ذرا بھی نہیں ڈال سکتا، قربان گاہ تک بھی نہیں جا سکتا تو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ عَجْفَاءُ بھئی، عَجْفَاءُ یاد رکھیے مریل جانور، بہت دبلا پتلا ہو اس کو عَجْفَاءُ کہتے ہیں، تو اتنا دبلا پتلا جانور کہ اس کی ہڈیوں میں گودا ہی نہ رہا ہو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے بھئی، ویسے تھوڑا کمزور وغیرہ اس میں کوئی حرج نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُضَحِّي بِالْعَمْيَاءِ وَالْعَوْرَاءِ وَالْعَرْجَاءِ اور قربانی نہ کرے اندھے جانور کی وَالْعَوْرَاءِ اور نہ کانے جانور کی وَالْعَرْجَاءِ اور نہ لنگڑے جانور کی، وہ لنگڑا جانور الَّتِي لَا تَمْشِي إِلَى الْمَنْسِكِ جو چل نہیں سکتا قربان گاہ تک۔ مَنْسِكٌ، مَنْسَكٌ سین پر کسرہ فتحہ دونوں پڑھنا درست ہیں بھئی، قربان گاہ کو کہتے ہیں۔ وہ لنگڑا الَّتِي لَا تَمْشِي إِلَى الْمَنْسِكِ جو قربان گاہ تک نہیں چل سکتا یعنی اتنا لنگڑا ہے بھئی اتنا زیادہ۔ وَلَا الْعَجْفَاءِ اور نہ ہی مریل جانور بھئی بہت دبلا پتلا جس کی ہڈیوں میں گودا ہی نہ رہا ہو۔

وَلَا تُجْزِئُ مَقْطُوعَةُ الْأُذُنِ وَالذَّنَبِ، اور کافی نہیں ہے مَقْطُوعَةُ الْأُذُنِ وہ جانور جس کا کان کٹا ہوا ہے وَالذَّنَبِ۔ ذَنَبٌ میں نے بتلایا تھا بھئی نون اگر ساکن ہو ذَنْبٌ تو یہ گناہ کو کہتے ہیں اور اگر نون پر فتحہ ہو ذَنَبٌ تو یہ دم کو کہتے ہیں۔ تو وہ جانور جس کا کان کٹا ہو وہ کافی نہیں ہے وَالذَّنَبِ اور نہ وہ جانور جس کی دم کٹی ہوئی ہو، سمجھ میں آیا؟ یہ عیب والا ہو گیا۔ وَلَا الَّتِي ذَهَبَ أَكْثَرُ أُذُنِهَا أَوْ ذَنَبِهَا اور نہ ہی وہ جانور جس کا اکثر کان چلا گیا ہو یا اکثر دم چلی گئی ہو، یعنی اکثر کان کٹ گیا ہو یا اکثر دم کٹ گئی ہو، یعنی کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہے، سمجھ میں آیا؟ یا دم کا اکثر حصہ کٹ گیا ہے۔ وَإِنْ بَقِيَ الْأَكْثَرُ مِنَ الْأُذُنِ وَالذَّنَبِ جَازَ اور اگر باقی ہے اکثر کان یا دم میں سے تو پھر جائز ہے۔ بھئی کان کٹا ہے لیکن تھوڑا حصہ کٹا ہے اکثر کان کا حصہ باقی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر اکثر کٹ گیا ہے اور تھوڑا سا حصہ باقی ہے اس کی قربانی جائز نہیں۔

وَيَجُوزُ أَنْ يُضَحِّيَ بِالْجَمَّاءِ وَالْخَصِيِّ وَالْجَرْبَاءِ وَالثَّوْلَاءِ، اور جائز ہے کہ قربانی کرے بِالْجَمَّاءِ، جَمَّاءُ کہتے ہیں وہ جانور جس کے سینگ نہیں ہیں بھئی، سینگ نہیں ہیں، یعنی پیدائشی سینگ نہیں ہیں یا ہیں تو بہت چھوٹے ہیں بھئی۔ بھئی اگر سینگ جانور کے ٹوٹ جائیں یا درکھیے تو قربانی پھر بھی درست ہے، لیکن اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہیں سینگ پھر قربانی اس کی صحیح نہیں ہے، اوپر سے ذرا ٹوٹے ہوں تو پھر قربانی درست ہے۔ تو کہتے ہیں وَيَجُوزُ أَنْ يُضَحِّيَ بِالْجَمَّاءِ اور جائز ہے کہ قربانی کرے جَمَّاءُ کی یعنی وہ جانور جس کے سینگ نہیں ہیں، وَالْخَصِيِّ اور وہ جانور جو خصی ہے، وَالْجَرْبَاءِ، جَرْبَاءُ وہ جانور جسے خارش ہو بھئی، خارش زدہ جانور جو ہے بھئی، تو کہتے ہیں اس کی بھی قربانی، کہتے ہیں کیونکہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بس یہ ہے کہ خارش نے اسے بالکل دبلا پتلا مریل نہ بنایا ہو، باقی قربانی اس کی ٹھیک ہے بھئی۔ وَالثَّوْلَاءِ، ثَوْلَاءُ کہتے ہیں مجنون جانور بھئی، دیوانہ جانور جو ہے اس کی بھی قربانی صحیح ہے کیونکہ اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، سمجھ میں آیا؟ تو باقی شرائط پوری ہوں صرف مجنون ہے جانور اس سے کوئی حرج نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں جَرْبَاءُ، ثَوْلَاءُ جو ہیں ان کی بھی قربانی جائز ہے یعنی خارش والا اور مجنون جانور ان کی قربانی جائز ہے۔

وَالْأُضْحِيَّةُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ۔ اب آپ کو بتلا رہے ہیں کن کن جانوروں کی قربانی جائز ہے بھئی۔ کہتے ہیں وَالْأُضْحِيَّةُ مِنَ الْإِبِلِ اور قربانی اونٹ میں سے ہے، إِبِلٌ اونٹ یا اونٹنی کو ذبح کرے قربانی میں درست ہے۔ وَالْبَقَرِ، بَقَرٌ گائے بیل کو کہتے ہیں مولانا، بھینس اور بھینسا بھی اسی میں داخل ہو گئے ان کی بھی قربانی درست ہے۔ وَالْغَنَمِ، غَنَمٌ اور شَاةٌ کا ایک معنیٰ ہے بھیڑ یا بکری ان کی بھی قربانی درست ہے۔ صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے، ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی صحیح نہیں۔ معلوم ہوا ہرن کوئی شخص ذبح کرتا ہے یہ قربانی درست نہیں کیونکہ قربانی میں صرف یہی جانور ہونے چاہئیں بھئی۔

وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا۔ اور یاد رکھیے ان میں سے جس جانور کی قربانی کرنے لگا ہے وہ ثَنِيٌّ ہونا چاہیے، ثَنِيٌّ۔ ثَنِيٌّ کس کو کہتے ہیں؟ بھیڑ یا بکری وغیرہ میں جو ایک سال جس کی عمر پوری ہو چکی ہو اسے کیا کہتے ہیں؟ ثَنِيٌّ۔ آپ بھی بھئی جب قربانی کا جانور لینے جاتے ہیں بھیڑ بکری وغیرہ اس کے دانتوں کو دیکھتے ہیں بھئی، وہ دانتوں سے پتہ لگتا ہے بھئی یہ ایک سال کا ہو چکا ہے یا ایک سال کا نہیں، سال بعد اس کے دانتوں میں خاص علامت آتی ہے نئے دانت وغیرہ جو بھی تو وہ پتہ لگ جاتا ہے بھئی۔ تو ثَنِيٌّ ہونا چاہیے، اور ثَنِيٌّ کا کیا ہے بھیڑ بکری میں کتنی عمر کا؟ ایک سال کا، اور گائے بیل وغیرہ میں دو سال کم از کم ہو بھئی، دو سال پورے کر چکا ہو، اور اونٹ یا اونٹنی کے اندر جو پانچ سال پورے کر چکا ہے وہ ثَنِيٌّ کہلاتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا اور کافی ہے ان سب میں سے ثَنِيٌّ جانور فَصَاعِدًا یا اس سے زیادہ ہو جو۔ إِلَّا الضَّأْنَ مگر، ضَأْنٌ بھیڑ اور دنبے پر بولا جاتا ہے بھئی، بھیڑ

اور دنبے، مگر بھیڑ اور دنبے میں سے فَإِنَّ الْجَذَعَ مِنْهُ يُجْزِئُ، جَذَعٌ ذال پر بھی فتحہ ہے بھئی، فَإِنَّ الْجَذَعَ مِنْهُ يُجْزِئُ اس لیے کہ اس میں سے جَذَعٌ بھی کافی ہے۔ جَذَعٌ بھیڑ یا دنبے کا وہ بچہ جو چھ ماہ کا ہو چکا ہو، جس کی عمر چھ ماہ ہو چکی ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ جَذَعٌ کہتے ہیں۔ یاد رکھیے اس کی بھی قربانی جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو، اتنا پلا ہوا موٹا تازہ ہے کہ ایک سال والوں کے برابر ہی لگتا ہے، اب اس کی بھی کوئی قربانی کرنا چاہے تو قربانی کر سکتا ہے۔ تو ان سب میں جو ہے ثَنِيٌّ جانور ہونا چاہیے یا زیادہ اس سے عمر کا إِلَّا الضَّأْنَ مگر بھیڑ یا دنبہ فَإِنَّ الْجَذَعَ مِنْهُ يُجْزِئُ اس لیے کہ اس کے اندر جَذَعٌ بھی کافی ہے۔

وَيَأْكُلُ مِنْ لَحْمِ الْأُضْحِيَّةِ۔ اب قربانی کے جانور بھئی کس کس کے لیے کھانا جائز ہے؟ کہتے ہیں قربانی کی ہے خود بھی کھا سکتا ہے، مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے، فقراء کو بھی کھلا سکتا ہے، جو بھی کھانا چاہے اس میں سے کھا سکتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جی کہتے ہیں وَيَأْكُلُ مِنْ لَحْمِ الْأُضْحِيَّةِ اور کھا سکتا ہے قربانی کے گوشت میں سے قربانی کرنے والا خود بھئی، وہ کھا سکتا ہے قربانی کے گوشت میں سے وَيُطْعِمُ الْأَغْنِيَاءَ اور مالداروں کو کھلا سکتا ہے وَالْفُقَرَاءَ اور فقراء کو کھلا سکتا ہے وَيَدَّخِرُ اور ذخیرہ کر سکتا ہے، اِدِّخَارٌ کا معنیٰ ذخیرہ کرنا، ذخیرہ بھی کر سکتا ہے۔ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ لَا يَنْقُصَ الصَّدَقَةَ مِنَ الثُّلُثِ اور مستحب ہے اس شخص کے لیے کہ وہ کم نہ کرے صدقہ کو ایک تہائی سے، تیسرے حصے سے کم صدقہ نہ کرے بھئی۔ قربانی کی ہے تو کم از کم کتنا حصہ صدقہ کر دینا چاہیے فقراء پر؟ تیسرا حصہ فقراء پر صدقہ کر دینا چاہیے بھئی۔ لوگ تو سارا کا سارا جمع کر لیتے ہیں بھئی، بڑے بڑے فریج رکھے ہوتے ہیں خصوصاً اسی مقصد کے لیے اور پھر کئی کئی مہینے اس کو استعمال کرتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ بھئی یہ تو یاد رکھیے یہ ایامِ قربانی جو ہیں یہ اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کے دن ہیں جس میں اللہ اپنے بندوں کی مہمان نوازی فرماتے ہیں، بھئی بہت سے غرباء ہوتے ہیں فقراء محتاج سال بھر بیچارے گوشت نہیں کھا سکتے، خصوصاً آج کل تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں مہنگائی کس رفتار سے چیزیں مہنگی ہوتی چلی جا رہی ہیں، تو فقراء جو پہلے گوشت تو نہیں کھا سکتے تھے بمشکل کسی طرح روٹی کھاتے تھے اب ان کے لیے روٹی کا حصول بھی بڑا مشکل ہو گیا ہے تو گوشت کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے سارا سال بھئی۔ تو یہ مہمان نوازی کے دن ہیں اللہ کی طرف سے تو اس دن صاحبِ استطاعت لوگ جس قدر ہو سکے انہیں قربانی کرنی چاہیے، ان ایام کے اندر اللہ کو قربانی سے بڑھ کر کوئی نیکی محبوب نہیں ہے، سب سے محبوب نیکی ان ایام میں کون سی ہوتی ہے اللہ کے نزدیک؟ قربانی کرنا ہے بھئی۔ تو قربانی کی جائے اور فقراء میں خوب گوشت کو تقسیم کیا جائے کہ جو بیچارے سال بھر گوشت نہیں کھا سکے اب وہ بھی گوشت کھا لیں بھئی، ورنہ خود تو انسان صاحبِ وسعت سال بھر گوشت کھاتا ہی رہتا ہے تو ان ایام میں خصوصاً فقراء کو زیادہ دینا چاہیے۔ تو کہتے ہیں صاحبِ قدوری فرماتے ہیں وَيُسْتَحَبُّ لَهُ اور اس شخص کے لیے مستحب ہے أَنْ لَا يَنْقُصَ الصَّدَقَةَ مِنَ الثُّلُثِ کہ کم نہ کرے صدقہ تیسرے حصے سے۔

وَيَتَصَدَّقُ بِجِلْدِهَا أَوْ يَعْمَلُ مِنْهُ آلَةً تُسْتَعْمَلُ فِي الْبَيْتِ، اور صدقہ کر دے اس کی کھال، قربانی کے جانور کی کھال کو کیا کر دینا چاہیے؟ صدقہ کر دینا چاہیے بھئی۔ بعض لوگ قربانی کر کے اس کی کھال بیچ دیتے ہیں، نہیں بھئی آپ نے پورا جانور اللہ کے راستے میں دیا ہے قربان کیا ہے تو کھال بھی اسی کا حصہ تھی اس کو بھی کیا کرنا چاہیے؟ صدقہ کرنا چاہیے بھئی، لہٰذا اس کو بیچنا اس کے لیے جائز نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں اگر خود استعمال کی کوئی چیز بنا لیتا ہے اس سے تو یہ اس کے لیے درست ہے، جانماز بنا لیتا ہے اس سے، سمجھ میں آیا؟ دباغت دے کر پاک کر لیتا ہے خشک کر لیتا ہے اور پھر اس سے جانماز بنا لیتا ہے یا اس سے موزے بنا لیتا ہے یا مشکیزہ بنا لیتا ہے یا کوئی کوٹ وغیرہ اس سے بنا لیتا ہے، استعمال کی کوئی بھی چیز بنانا چاہے تو یہ اس کے لیے جائز ہے، ہاں بیچنا جائز نہیں۔ ہاں لیکن اگر بیچ کر کوئی استعمال والی چیز لینا چاہے پھر یہ بھی جائز ہے، اس کو بیچ دیا اور اس کے پیسوں کے ذریعے کیا کیا؟ کوئی استعمال والی چیز جو استعمال ہوتی ہے جو ختم نہیں کی جاتی، کھایا اور ختم ہو گئی اس طرح کی چیز لینا درست نہیں، جو کیا کرے؟ استعمال ہوتی ہے لمبے عرصے تک استعمال ہوتی چلی جاتی ہے پھر درست ہے بھئی۔ اور اسی طرح یہ کھال وغیرہ قصائی کو بطورِ اجرت کے دینا بھی صحیح نہیں ہے، ویسے غریب آدمی ہے تو صدقے کے طور پر اسے دے دینا درست ہے لیکن اجرت کے طور پر دینا درست نہیں۔ تو کہتے ہیں وَيَتَصَدَّقُ بِجِلْدِهَا اور صدقہ کر دے اس کی کھال کو أَوْ يَعْمَلُ مِنْهُ آلَةً یا بنا لے اس سے کوئی ایسا آلہ تُسْتَعْمَلُ فِي الْبَيْتِ جو استعمال ہوتا ہو کس کے اندر؟ گھر میں۔

وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَذْبَحَ أُضْحِيَّتَهُ بِيَدِهِ، اور افضل یہ ہے بہتر یہ ہے کہ ذبح کرے قربانی کے جانور کو بِيَدِهِ اپنے ہاتھ سے، بہتر کیا ہے قربانی کے جانور کو انسان اپنے ہاتھ سے ذبح کرے یہ افضل ہے مولانا، إِنْ كَانَ يُحْسِنُ الذَّبْحَ اگر وہ اچھے طریقے سے ذبح کر سکتا ہے۔ قربانی کرنے والا اچھے طریقے سے ذبح کر سکتا ہے تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ ذبح خود کرنا چاہیے، خود چھری جانور پر چلائے۔ وَيُكْرَهُ أَنْ يَذْبَحَهَا الْكِتَابِيُّ اور مکروہ ہے کہ اس کو ذبح کرے کتابی یعنی اہلِ کتاب میں سے یہودی یا عیسائی کوئی ذبح کرے تو یہ مکروہ ہے، سمجھ میں آیا؟ مکروہِ تحریمی ہے، ہاں البتہ قربانی ہو جائے گی بھئی۔ وَإِذَا غَلِطَ رَجُلَانِ

فَذَبَحَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أُضْحِيَّةَ الْآخَرِ، صورت یہ ہے دو آدمیوں نے ایک نے اپنے لیے بکرا خریدا دوسرے نے اپنے لیے بکرا خریدا اور قربانی کے دن اتفاق سے وہ بکرے آپس میں گھل مل گئے پتہ ہی نہیں چلا، ایک نے دوسرے کے بکرے کو ذبح کر دیا اور دوسرے نے پہلے کے بکرے کو ذبح کر دیا تو کیا قربانی ہوئی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی قربانی ہو گئی بھئی اور کسی پر ضمان بھی نہیں آئے گا۔ کہتے ہیں وَإِذَا غَلِطَ رَجُلَانِ اور جب غلطی کی دو آدمیوں نے فَذَبَحَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا پس ذبح کر دیا ان دونوں میں سے ہر ایک نے أُضْحِيَّةَ الْآخَرِ دوسرے کے قربانی کے جانور کو أَجْزَأَ عَنْهُمَا تو یہ کافی ہے ان دونوں کی طرف سے یعنی قربانی ہو گئی دونوں کی وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا اور ان دونوں پر ضمان بھی نہیں ہے۔

كِتَابُ الْأَيْمَانِ۔ أَيْمَانٌ یاد رکھیے الف پر زبر پڑھنا ہے فتحہ أَيْمَانٌ، یہ جمع ہے يَمِينٌ کی بھئی، يَمِينٌ قسم کو کہتے ہیں عربی زبان میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اپنی کسی بات کو پختہ کرنے کے لیے پکا کرنے کے لیے انسان اس کے ساتھ اللہ کے نام کو ملاتا ہے یہ کیا کہلاتی ہے؟ یہ قسم کہلاتی ہے کہ مثلاً خدا کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا، تو دیکھو اللہ کے نام کو ملایا ساتھ۔ تو أَيْمَانٌ جمع ہے کس کی؟ يَمِينٌ کی اور يَمِينٌ قسم کو کہتے ہیں بھئی۔ یاد رکھیے بغیر ضرورت کے قسم کھانا بڑی بری بات ہے بھئی، بغیر ضرورت کے قسم نہیں کھانی چاہیے، اس میں اللہ کے نام کی بے حرمتی ہے بھئی۔ بلاوجہ ویسے ہی قسم کھانے میں کیا ہے اللہ کے نام کی؟ بے حرمتی ہے اور بے تعظیمی ہے بھئی۔ علماء فرماتے ہیں بھئی کہ سچی بات پر بھی انسان کو کوشش کرنا چاہیے کہ قسم نہ اٹھائے بھئی، سمجھ میں آیا؟ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ اللہ کے نام کی قسم اٹھانے لگے ہیں بھئی، تو سچی قسم سے بھی جس قدر ہو سکے انسان اپنے آپ کو بچائے بھئی۔

اَلْأَيْمَانُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ يَمِينُ غَمُوسٍ وَيَمِينٌ مُنْعَقِدَةٌ وَيَمِينُ لَغْوٍ۔ یاد رکھیے قسم تین قسم پر ہے بھئی، قسم تین قسم پر ہے: ایک یمینِ غموس ہے، ایک یمینِ منعقدہ ہے اور ایک یمینِ لغو ہے، یمینِ لغو۔ ساری تفصیل صاحبِ قدوری خود بھی بیان کریں گے بھئی، پہلے ویسے ہی سمجھ لیں آپ۔ یاد رکھیے یمینِ غموس کہتے ہیں جھوٹی قسم اٹھانا، مثلاً ماضی کی کسی بات پر قسم اٹھائی کہ مثلاً ایک آدمی کے پاس زید نہیں آیا تھا لیکن اس نے قسم اٹھا کر اب بتلا رہا ہے کہ وَاللّٰهِ میرے پاس تو زید آیا تھا، تو یہ ماضی کی بات پر اس نے کیا کیا؟ جھوٹی قسم اٹھالی بھئی۔ یاد رکھیے یہ گناہِ کبیرہ ہے بھئی، یمینِ غموس کہلاتی ہے اور یہ گناہِ کبیرہ ہے بھئی، بہت بڑا گناہ کیا اس نے بھئی۔ اور اس میں پھر کوئی کفارہ وغیرہ بھی نہیں ہے بلکہ بہت بڑا گناہ کیا اس نے، اب توبہ استغفار کرے بھئی، دن رات اللہ سے توبہ اور استغفار کر کے اپنے اس گناہ کو معاف کروائے بھئی۔

اور دوسری یمینِ منعقدہ ہے، یمینِ منعقدہ مستقبل کے بارے میں کھائی جاتی ہے۔ قسم اٹھا کر کہا کہ مثلاً وَاللّٰهِ میں یہ کام کروں گا تو یہ مستقبل کے بارے میں ہے، یا قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں یہ کام نہیں کروں گا تو یہ مستقبل کے بارے میں کسی کام پر قسم اٹھائی ہے، اب اس کو پورا کرنا ضروری ہے، اگر پورا نہیں کیا اور قسم کو توڑ ڈالا تو اس صورت میں کفارہ دینا پڑے گا بھئی۔ کفارے کی آگے تفصیل آجائے گی صاحبِ قدوری خود بھی بتلائیں گے کہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے دو وقت کا یا انہیں کپڑے پہنائے، یا اگر ان میں سے کسی پر قادر نہ ہو تو پھر کیا کرے؟ تین مسلسل روزے رکھ لے بھئی، یہ آگے تفصیل کتاب کے اندر بھی آجائے گی۔ یہ یمینِ منعقدہ تھی مستقبل کے بارے میں، اس کو توڑ ڈالے تو کیا کرنا پڑتا ہے؟ کفارہ دینا پڑتا ہے۔

اور تیسری یمینِ لغو ہے، یمینِ لغو اسے کہتے ہیں کہ ماضی کے کسی ایک کام پر قسم اٹھائی اور انسان سمجھ رہا ہے کہ میں سچی قسم اٹھا رہا ہوں بات اسی طرح تھی لیکن دراصل بات ویسی نہیں تھی۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس زید آیا تھا لیکن زید اس کے پاس آیا تھا مثلاً جنوری کے مہینے میں اور وہ سمجھ رہا ہے شاید میرے پاس دسمبر کے مہینے میں آیا۔ چنانچہ وہ کسی کے ساتھ بات چل رہی ہے بحث ہوئی اور اس نے قسم اٹھالی کہ وَاللّٰهِ میرے پاس زید دسمبر کے مہینے میں آیا تھا، اور وہ جھوٹی قسم اپنی طرف سے نہیں اٹھا رہا اس کا گمان ہی کیا ہے کہ شاید آیا ہی کس مہینے میں تھا؟ دسمبر کے مہینے میں آیا تھا، یاد رکھیے یہ یمینِ لغو کہلاتی ہے۔ اب یہ قسم تو جھوٹی ہوئی لیکن کیا اس کا ارادہ تھا اس میں جھوٹ کا؟ اس کا ارادہ نہیں تھا اس لیے امید ہے اس کے اندر کہ اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے، اس کا گناہ وغیرہ نہیں ہے بھئی۔ تفصیل سب کو سمجھ میں آگئی بھئی؟

اب دیکھیے کتاب پر: اَلْأَيْمَانُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ قسمیں جو ہیں وہ تین قسم پر ہیں، يَمِينُ غَمُوسٍ غین پر فتحہ پڑھنا بھئی، يَمِينُ غَمُوسٍ وَيَمِينٌ مُنْعَقِدَةٌ وَيَمِينُ لَغْوٍ، ایک یمینِ غموس ہے، ایک یمینِ منعقدہ ہے اور ایک یمینِ لغو ہے۔ فَيَمِينُ الْغَمُوسِ هِيَ الْحَلِفُ عَلَى أَمْرٍ مَاضٍ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِيهِ، تو یمینِ غموس جو ہے هِيَ الْحَلِفُ یہ قسم اٹھانا ہے، حَلِفٌ کا بھی وہی معنیٰ ہے جو قسم کا ہے بھئی، حلف اٹھانا قسم اٹھانا، هِيَ الْحَلِفُ عَلَى أَمْرٍ مَاضٍ یہ قسم اٹھانا ہے عَلَى أَمْرٍ مَاضٍ گزشتہ کام پر، گزشتہ کسی امر پر، تو یہ قسم اٹھانا ہے کسی گزشتہ امر پر يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِيهِ کہ ارادہ کرے جھوٹ کا اس کے اندر یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے۔ آج کل تو لوگ پرواہ ہی نہیں کرتے بھئی یاد رکھیے یہ گناہِ کبیرہ ہے کبیرہ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جیسے اور

گناہِ کبیرہ ہیں بھئی چوری، ڈاکہ، زنا وغیرہ یہ گناہِ کبیرہ ہیں اسی طرح یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے بھئی۔ فَهَذِهِ الْيَمِينُ تو یہ قسم جو ہے يَأْثَمُ بِهَا صَاحِبُهَا گنہگار ہو گا اس کی وجہ سے اس کا صاحب بھئی یہ قسم والا جو ہے، صَاحِبُهَا أَيْ صَاحِبُ الْيَمِينِ یعنی قسم والا، گنہگار ہو گا اس قسم کی وجہ سے قسم والا وَلَا كَفَّارَةَ فِيهَا اور اس کے اندر کفارہ بھی نہیں ہے، گناہ بہت زیادہ تو اس میں کفارہ نہیں ہے إِلَّا التَّوْبَةَ وَالِاسْتِغْفَارَ سوائے توبہ اور استغفار کے بھئی، دن رات اب کیا کرے؟ توبہ استغفار کرے بھئی کہ بہت بڑا گناہ کیا اس نے۔ بھئی یاد رکھیے صاحبِ قدوری نے فرمایا عَلَى أَمْرٍ مَاضٍ گزشتہ معاملے پر، گزشتہ معاملہ ہونا ضروری نہیں ہے یہ ویسے قید لگا دی کیونکہ عموماً ہوتی کس کے اندر ہے؟ ماضی میں، زمانۂ حال کے بارے میں بھی ہو سکتی ہے، سمجھ میں آیا؟ زمانۂ حال کے بارے میں۔ مثلاً بھئی ایک شخص دوسرے کے ساتھ ٹیلی فون پر بات کر رہا ہے اور لاہور میں ہے لیکن اس کو ٹیلی فون پر کہتا ہے وَاللّٰهِ میں اس وقت کہاں پر ہوں؟ فیصل آباد میں ہوں، تو حال پر اس نے کیا کی؟ جھوٹی قسم اٹھالی، صورت سمجھ میں آگئی؟ یا ایک شخص قسم اٹھاتا ہے کہ وَاللّٰهِ میرے اوپر فلاں کا قرضہ نہیں ہے حالانکہ اس پر اس شخص کا قرضہ ہے بھئی، تو یہ زمانۂ حال میں قسم اٹھائی ہے اور جھوٹی قسم اٹھائی ہے یہ سب یمینِ غموس میں آگئے بھئی۔

وَالْيَمِينُ الْمُنْعَقِدَةُ هِيَ أَنْ يَحْلِفَ عَلَى الْأَمْرِ الْمُسْتَقْبَلِ أَنْ يَفْعَلَهُ أَوْ لَا يَفْعَلَهُ، اور یمینِ منعقدہ وہ یہ ہے کہ قسم اٹھائے عَلَى الْأَمْرِ الْمُسْتَقْبَلِ مستقبل کے کسی امر پر، کسی معاملے پر أَنْ يَفْعَلَهُ کہ ایسا کرے گا أَوْ لَا يَفْعَلَهُ یا اسے نہیں کرے گا۔ فَإِذَا حَنِثَ فِي ذَلِكَ، حَنِثَ يَحْنَثُ کا معنیٰ ہے قسم توڑنے کے، گنہگار ہونا۔ تو کوئی شخص قسم اٹھا لیتا ہے کسی مستقبل کے کام پر کہ یہ کام کرے گا یا یہ کام نہیں کرے گا، فَإِذَا حَنِثَ فِي ذَلِكَ جب وہ حانث ہو جائے اس کے اندر یعنی قسم توڑ ڈالے، اس نے تو کہا تھا میں یہ کام نہیں کروں گا پھر اس نے کر لیا، لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ تو اس پر کفارہ لازم ہے۔

وَيَمِينُ اللَّغْوِ اور تیسری یمینِ لغو ہے، هُوَ وہ یہ ہے أَنْ يَحْلِفَ عَلَى أَمْرٍ مَاضٍ کہ قسم اٹھاتا ہے ماضی کے کسی امر پر، ماضی کے کسی معاملے پر وَهُوَ يَظُنُّ اور وہ قسم اٹھانے والا سمجھ رہا ہے أَنَّهُ كَمَا قَالَ کہ یہ معاملہ اسی طرح ہے جیسے اس نے کہا وَالْأَمْرُ بِخِلَافِهِ اور حال یہ ہے کہ معاملہ اس کے خلاف ہے بھئی، ایسا معاملہ، اس نے کہا زید میرے پاس دسمبر میں آیا، اس نے قسم اٹھالی، اس کا یہ گمان ہے کہ دسمبر میں ہی آیا تھا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے وہ تو دسمبر میں نہیں آیا تھا بلکہ جنوری میں آیا تھا۔ فَهَذِهِ الْيَمِينُ نَرْجُو أَنْ لَا يُؤَاخِذَ اللّٰهُ تَعَالَى بِهَا صَاحِبَهَا، پس یہ جو قسم ہے ہم امید کرتے ہیں، نَرْجُو کا معنیٰ امید کرنا، نَرْجُو ہم امید کرتے ہیں أَنْ لَا يُؤَاخِذَ اللّٰهُ تَعَالَى کہ مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے اللہ تعالیٰ یعنی اللہ گرفت نہیں فرمائیں گے بِهَا اس قسم کی وجہ سے صَاحِبَهَا قسم والے کا، قسم کھانے والے کا مؤاخذہ اللہ نہیں فرمائیں گے۔

وَالْقَاصِدُ فِي الْيَمِينِ وَالْمُكْرَهُ وَالنَّاسِي سَوَاءٌ، اور قَاصِدٌ قَصْدٌ سے ہے ارادہ کرنے والا۔ بھئی ایک آدمی ارادے کے ساتھ قسم اٹھاتا ہے، ایک آدمی ہے اس کو دوسرے نے زبردستی قسم کھلوائی، اور ایک آدمی ہے اس نے بھولے سے قسم اٹھالی، کہتے ہیں تینوں کا حکم ایک ہے تینوں صورتوں میں قسم ہو گئی بھئی، صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَالْقَاصِدُ فِي الْيَمِينِ وَالْمُكْرَهُ وَالنَّاسِي سَوَاءٌ اور ارادہ کرنے والا قسم میں وَالْمُكْرَهُ اور جس پر زبردستی کی گئی ہے وَالنَّاسِي اور بھولنے والا سَوَاءٌ یہ سارے کیا ہیں؟ برابر ہیں، ایک ہی حکم ہے سب کا۔ وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ مُكْرَهًا أَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ۔ بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھائی تھی میں یہ کام نہیں کروں گا، وہ بھولے سے اس نے کام کر لیا اسے یاد ہی نہیں رہی قسم اس نے وہ کام کر لیا، کہتے ہیں یہ اور ارادے کے ساتھ، بھولے سے کرنے والا اور ارادے سے کرنے والا دونوں برابر ہیں، یا کسی نے زبردستی اس سے وہ کام کروایا بھئی یہ بھی برابر ہے، چاہے بھولے سے کرے، جان بوجھ کر کرے یا زبردستی کروائے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ مُكْرَهًا أَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ اور جس نے فعل کیا، کون سا فعل؟ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ وہ کام جس پر اس نے قسم اٹھائی تھی، مَحْلُوفٌ عَلَيْهِ وہ امر جس پر اس نے قسم اٹھائی تھی، مثلاً اس نے کہا میں زید کے گھر نہیں جاؤں گا بھئی، اب چاہے وہ بھولے سے چلا جائے چاہے ارادے سے چلا جائے چاہے کوئی اسے زبردستی لے جائے تینوں صورتوں میں حکم ایک ہی ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ مُكْرَهًا أَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ اور جس نے فعل کیا وہ مَحْلُوفٌ عَلَيْهِ جس پر اس نے قسم اٹھائی تھی وہ فعل کیا مُكْرَهًا زبردستی اس پر کی گئی أَوْ نَاسِيًا یا بھولے سے کیا فَهُوَ سَوَاءٌ تو وہ برابر ہے۔[۳]

وَالْيَمِينُ بِاللّٰهِ تَعَالَى أَوْ بِاسْمٍ مِنْ أَسْمَائِهِ۔ اچھا قسم کس کس کی جائز ہے اور کس کی جائز نہیں بھئی؟ ضابطہ یاد رکھیے: مخلوق بھئی، مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ خالق کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائے بھئی۔ کیا ضابطہ بیان ہوا؟ مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ خالق یعنی اللہ کے سوا کسی اور کی قسم

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۰۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ مُكْرَهًا أَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن فعل المحلوف عليه مكرها أو ناسيا سواء» منقول ہے۔

اٹھائے۔ہاں البتہ خالق سے کوئی پوچھ نہیں سکتا، خالق اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم اٹھانا قسم اٹھاسکتے ہیں بھئی۔ خالق اپنی مخلوق میں سے جس کی قسم اٹھانا چاہیں اٹھاسکتے ہیں، جب کہ مخلوق کے لیے خالق کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اب کچھ اللہ کے نام ہیں کچھ اللہ کی صفات ہیں، کن کن چیزوں کی قسم اٹھاسکتے ہیں؟ یاد رکھیے خدا کی ذات کی قسم اٹھانا جائز ہے، خدا کی ذات کی قسم اٹھانا جائز ہے، ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے اللہ کی قسم تو دیکھو کس کی قسم اٹھائی؟ اللہ کی ذات کی۔ اور ایک ہے کہ اللہ کی کسی صفت کی قسم اٹھاتا ہے اس میں تھوڑی تفصیل یاد رکھیے گا۔ اللہ کی ذات کی قسم اٹھائی وہ تو قسم ہوگئی درست ہے، اللہ کی کسی صفت کی قسم اٹھاتا ہے مثلاً کہتا ہے اللہ کے غضب کی قسم، اللہ کی ناراضگی کی قسم، اللہ کے علم کی قسم، یا اللہ کے کلام کی قسم، یہ اللہ کی صفات پر قسم اٹھا رہا ہے۔ تو یاد رکھیے قسم میں سارا دارومدار عرف پر ہوتا ہے عام لوگوں پر دارومدار ہے، اگر اس قسم کی قسم عام لوگوں میں رائج ہے تو قسم ہو جائے گی، اگر اس قسم کی قسم لوگوں میں رائج نہیں ہے تو یہ قسم بھی نہیں ہوئی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ اللہ کی ذات کی قسم اٹھائی پھر تو قسم ہوگئی، صفات کے اندر کیا تفصیل ہے کہ دیکھیں گے اس کا رواج ہے یا رواج نہیں، اگر اس قسم کی قسم کا رواج ہو، لوگ اس طرح کی قسمیں کھاتے ہیں پھر تو وہ قسم ہو جائے گی اور اگر لوگ اس قسم کی قسمیں نہیں کھاتے تو یہ قسم بھی نہیں ہوئی۔ مثلاً ایک آدمی نے قسم اٹھائی اللہ کے غضب کی قسم میں زید کے گھر نہیں جاؤں گا، تو کیا یہ قسم منعقد ہوگئی؟ اب یہ زید کے گھر جائے گا تو قسم ٹوٹے گی اور اسے کفارہ دینا پڑے گا؟ تو کہتے ہیں نہیں بھئی یہ قسم منعقد نہیں ہوئی کیونکہ اس طرح کی قسم کا رواج ہی نہیں، اللہ کی صفت کی قسم اٹھا رہا ہے اور اس کا رواج ہی نہیں ہے تو قسم ہی نہیں ہوئی، جب قسم نہیں ہوئی تو زید کے گھر جائے گا تو قسم تھی ہی نہیں تو ٹوٹی کہاں سے؟ قسم ٹوٹتی تو کفارہ آتا لہٰذا اب کفارہ بھی نہیں۔ تفصیل سمجھ میں آگئی سب کو بھئی؟

تو کہتے ہیں وَالْيَمِينُ بِاللّٰهِ تَعَالَى اور قسم جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگی یعنی اللہ کی ذات کے ساتھ أَوْ بِاسْمٍ مِنْ أَسْمَائِهِ یا اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ ہوگی كَالرَّحْمٰنِ وَالرَّحِيمِ جیسے رحمٰن اور رحیم ہے، کوئی قسم اٹھاتا ہے رحمٰن کی قسم، رحیم کی قسم یہ منعقد ہوگئی کیونکہ یہ اللہ کے اسماء میں سے ہے۔ أَوْ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ ذَاتِهِ یا اللہ کی ذات کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ قسم اٹھاتا ہے كَعِزَّةِ اللّٰهِ اللہ کی عزت کی قسم کھاتا ہے وَجَلَالِهِ اللہ کے جلال کی قسم وَكِبْرِيَائِهِ اور اللہ کی بڑائی کی قسم، اللہ کی عظمت کی قسم بھئی، تو یہ بھی درست ہے مولانا، اس قسم کی بھی لوگ قسمیں اٹھاتے ہیں بھئی قسم منعقد ہو جائے گی۔ إِلَّا قَوْلَهُ مگر قسم اٹھانے والے کا یہ قول وَعِلْمِ اللّٰهِ قسم ہے اللہ کے علم کی، اب یہ قسم تو اس کا تو رواج ہی نہیں ہے لہٰذا یہ قسم شمار نہیں۔ بس وہ ضابطہ یاد رکھنا بھئی جو میں نے بتلایا، صفت کی قسم اٹھائی تو اگر اس کا رواج ہے تو قسم ہوئی، رواج نہیں تو قسم بھی نہیں۔ تو کہتے ہیں مگر قسم کھانے والے کا یہ قول وَعِلْمِ اللّٰهِ اور اللہ کے علم کی قسم فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ يَمِينًا پس یہ جو ہے قسم نہیں ہوگی۔

وَإِنْ حَلَفَ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ الْفِعْلِ اور اگر قسم اٹھائی اللہ کی صفاتِ فعل میں سے کسی صفت پر، صفاتِ فعل۔ صفاتِ فعل سے کیا مراد ہے؟ صفاتِ فعل وہ صفت کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو متصف کیا جاتا ہے اور اس کی ضد کے ساتھ بھی متصف کیا جاتا ہو وہ صفتِ فعل کہلاتی ہے۔ جیسے مولانا جیسے رضا ہے، رضامندی بھئی، اس کے مقابلے میں کیا آتا ہے؟ غضب آتا ہے، سمجھ میں آیا؟ تو دیکھو اللہ کو رضامندی کے ساتھ بھی متصف کیا جاتا ہے اور غضب کے ساتھ بھی متصف کہ اللہ ناراض ہوں گے، کہا جاتا ہے یا نہیں بھئی؟ اللہ اس سے راضی ہوں گے، تو یہ وہ صفاتِ فعل ہیں دیکھو ضد ہیں ایک دوسرے کی۔ اسی طرح بھئی اعطاء اور منع ہے بھئی، اللہ عطا کرنے والے ہیں، اللہ ہی روکنے والے ہیں، چاہیں تو کسی کو کوئی چیز روک دیں نہ عطا فرمائیں، صورت سمجھ میں آگئی؟ تو ایک دوسرے کی ضد ہیں تو یہ صفاتِ فعل کہلاتی ہیں۔ تو وہ صفت جس کے ساتھ اللہ کو متصف کیا جائے اور اس کی ضد کے ساتھ بھی متصف کیا جائے وہ صفتِ فعل ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَلَفَ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ الْفِعْلِ اور اگر قسم اٹھائی اللہ کی صفاتِ فعل میں سے کسی صفت پر كَغَضَبِ اللّٰهِ وَسَخَطِ اللّٰهِ، غضب اور سخط کا ایک معنیٰ ہے غصہ اور ناراضگی، جیسے اللہ کے غضب اور اللہ کی ناراضگی کی قسم لَمْ يَكُنْ حَالِفًا تو یہ قسم اٹھانے والا نہیں، یہ شخص قسم اٹھانے والا نہیں شمار ہوگا بھئی۔ ضابطہ وہی چل رہا ہے بھئی کہ عام لوگوں میں اس قسم کی قسم کا رواج نہیں۔

وَمَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا، اور جس نے قسم اٹھائی اللہ عزوجل کے علاوہ کی لَمْ يَكُنْ حَالِفًا تو وہ قسم اٹھانے والا نہیں یعنی وہ قسم شمار نہیں ہوگی کیونکہ میں نے بتایا مخلوق کے لیے خالق کے علاوہ اور کسی کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔ كَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ جیسے نبی علیہ السلام کی قسم بھئی، کوئی قسم اٹھاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم بھئی، سمجھ میں آیا؟ وَالْقُرْآنِ اور قرآن کی قسم وَالْكَعْبَةِ اور کعبہ کی قسم، تو یہ یاد رکھیے یہ قسمیں منعقد نہیں ہوئیں، یہ قسمیں منعقد نہیں۔ لیکن اس میں یاد رکھیے بھئی وَالْقُرْآنِ کو صاحبِ قدوری نے ذکر کیا لیکن علماء نے لکھا ہے کوئی قرآن کی قسم اٹھائے تو یہ قسم منعقد ہو جائے گی۔ یہ قسم کیا ہوگی؟ کعبہ کی قسم اٹھائی یہ قسم منعقد نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم اٹھائی یہ منعقد نہیں، لیکن قرآن کی قسم اٹھائی تو یہ منعقد ہوگئی۔ بھئی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ہمیں ابھی بتلایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم اٹھانا درست نہیں اور اب آپ بتلا رہے ہیں مسئلہ

کہ قرآن کی قسم درست ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ قرآن کلام اللہ ہے، قرآن کیا ہے؟ کلام اللہ ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے، کلام اللہ کی صفت ہے بھئی، تو اور ضابطہ آپ پڑھ چکے ہیں اللہ کی ذات کی قسم بھی صحیح ہے اور اللہ کی صفات کی قسم بھی صحیح ہے بشرطیکہ اس کا رواج ہو، اور اس کا رواج ہے یا نہیں؟ لوگ قرآن کی قسم اٹھاتے ہیں یا نہیں اٹھاتے بھئی؟ تو قرآن کلام اللہ ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے تو اس کی قسم، کلام اللہ کی قسم گویا کہ اللہ ہی کی قسم ہے لہٰذا درست ہے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا بھئی؟

اسی طرح اور کوئی قسم اٹھالے یاد رکھیے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ دوسرے سے کہا تیری قسم ہے، تیرے سر کی قسم ہے، تمہاری آنکھوں کی قسم ہے، سمجھ میں آیا؟ تمہاری جان کی قسم ہے، یہ سب مولانا ان میں سے کوئی بھی قسم درست نہیں۔ یا میرے بچے کی قسم ہے، فلاں کی قسم ہے، یہ درست نہیں بھئی کوئی بھی صحیح نہیں۔ تو اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہیں اٹھانی چاہیے بھئی، سمجھ میں آیا؟ یہ نہیں کہ منعقد نہیں ہوئی تو آدمی اب کھائے، نہیں بھئی قسم تو کھائی جاتی ہے کسی کی تعظیم کے لیے بھئی، اور آپ کو ضابطہ بتلادیا اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھانا درست نہیں ہے بھئی، تو کسی اور کی قسم نہیں اٹھانی چاہیے بھئی یہ گناہ کا کام ہے۔ اسی طرح بعض لوگ دوسرے کو قسم دیتے ہیں تجھے قسم ہے، بھئی دوسرے کے دینے سے قسم نہیں ہوتی خود انسان قسم کھائے تو پھر ہوتی ہے، تو اگر کوئی اور آپ کو اس طرح کہتا ہے کوئی اعتبار نہیں بھئی اس بات کا، کوئی قسم نہیں ہوئی۔

وَالْحَلِفُ بِحُرُوفِ الْقَسَمِ وَحُرُوفُ الْقَسَمِ ثَلَاثَةٌ۔ اب یاد رکھیے عربی زبان کے بارے میں یہ کچھ باتیں ذکر کریں گے۔ عربی زبان میں یاد رکھیے قسم جو ہے وہ حروفِ قسم کے ذریعے اٹھائی جاتی ہے۔ قسم کے لیے عربی میں تین حروف استعمال ہوتے ہیں: واؤ جیسے کوئی کہتا ہے وَاللّٰہِ، اس کا کیا معنیٰ ہے؟ اللہ کی قسم، یا باء استعمال ہوتی ہے بِاللّٰہِ کیا معنیٰ؟ اللہ کی قسم، یا تاء استعمال ہوتی ہے تَاللّٰہِ یعنی اللہ کی قسم، تو یہ تین حروف استعمال ہوتے ہیں بھئی۔ وہی بتلانے لگے ہیں کہتے ہیں وَالْحَلِفُ بِحُرُوفِ الْقَسَمِ، حلف جو ہے یعنی قسم جو ہے حروفِ قسم کے ذریعے ہوگی وَحُرُوفُ الْقَسَمِ ثَلَاثَةٌ اور حروفِ قسم جو ہیں وہ تین ہیں: اَلْوَاوُ ایک واؤ ہے کَقَوْلِهِ جیسے کسی کا یہ قول وَاللّٰہِ، وَالْبَاءُ اور دوسرا حرف کیا ہے؟ باء ہے کَقَوْلِهِ جیسے قسم اٹھانے والے کا یہ کہنا بِاللّٰہِ یعنی میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں، وَالتَّاءُ اور تیسرا حرف تاء ہے کَقَوْلِهِ تَاللّٰہِ جیسے قسم اٹھانے والا کیا کہتا ہے؟ تَاللّٰہِ اللہ کی قسم۔

وَقَدْ تُضْمَرُ الْحُرُوفُ فَيَكُونُ حَالِفًا۔ پھر یاد رکھیے عربی زبان کی بات اب چل رہی ہے بھئی، یہ حروفِ قسم کبھی کبھار عبارت میں ذکر کیے جاتے ہیں کبھی عبارت میں سے حذف کر لیا جاتا ہے لیکن تقدیراً وہاں وہ موجود ہوتے ہیں، یعنی فرض کر لیا گیا کہ یہ اب بھی یہاں پر موجود ہے، عبارت سے ختم کر دیا لیکن موجود ہے یہاں پر۔ تو کہتے ہیں وَقَدْ تُضْمَرُ الْحُرُوفُ اور کبھی ان حروف کو مقدر کیا جاتا ہے فَيَكُونُ حَالِفًا تو بھی وہ شخص کیا ہے؟ قسم اٹھانے والا ہے كَقَوْلِهِ جیسے قسم اٹھانے والے کا یہ قول اَللّٰہِ لَا أَفْعَلُ كَذَا، سمجھ میں آیا؟ تو اصل میں کیا ہے؟ وَاللّٰہِ لَا أَفْعَلُ كَذَا، تو واؤ کو حذف کر دیا لیکن تقدیراً اب بھی یہاں موجود ہے۔ اسی لیے لفظِ اللہ پر کسرہ پڑھا کیونکہ وہ واؤ کیا کر رہا ہے اس کو؟ کسرہ دے رہا ہے جر دے رہا ہے بھئی۔ ہاں اس کو نصب بھی، بعض کہتے ہیں اس پر اب نصب پڑھا جائے گا جب واؤ کو گرا دیا آپ نے، بعض کہتے ہیں کسرہ ہی پڑھیں گے بعض کہتے ہیں نصب، تو یوں پڑھ سکتے ہیں اَللّٰہَ لَا أَفْعَلُ كَذَا قسم ہے اللہ کی میں ایسا نہیں کروں گا یا فلاں کام نہیں کروں گا۔

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى إِذَا قَالَ وَحَقِّ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کہا کسی شخص نے وَحَقِّ اللّٰہِ اللہ کے حق کی قسم بھئی، کیا قسم اٹھائی؟ اللہ کے حق کی قسم، فَلَيْسَ بِحَالِفٍ تو وہ قسم اٹھانے والا نہیں، اس کو قسم شمار نہیں کریں گے۔ ہاں اس کے بجائے اگر یہ کہتا ہے وَالْحَقِّ حق کی قسم تو حق تو اللہ کے اسماء میں سے ہے پھر قسم ہو جائے گی بھئی، لیکن یہاں وہ کیا کہہ رہا ہے وَحَقِّ اللّٰہِ اللہ کے حق کی قسم بھئی، تو قسم کا دارومدار عرف پر ہے عرف میں اس طرح کی قسم نہیں کھائی جاتی اس لیے یہ قسم نہیں۔

وَإِذَا قَالَ أُقْسِمُ۔ صورت یہ ہے آدمی یوں کہے میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں یہ بھی قسم ہے۔ اللہ کے نام کو ذکر نہیں کرتا صرف یہ کہہ دے میں قسم اٹھاتا ہوں یہ بھی قسم ہو گئی یاد رکھیے، دیکھا اللہ کے نام کو ذکر ہی نہیں کیا صرف کیا کہا ہے؟ میں قسم اٹھاتا ہوں، تو آپ یہ نہ کہیے گا بھئی یہ قسم نہیں ہوئی یہ قسم ہو گئی منعقد ہو گئی۔ تو اب وہی الفاظ بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَإِذَا قَالَ أُقْسِمُ جب کسی شخص نے کہا أُقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں، دیکھو اللہ کا نام ہے ساتھ؟ نہیں پھر بھی منعقد ہو گئی، أَوْ أُقْسِمُ بِاللّٰہِ یا کیا کہا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں، أَوْ أَحْلِفُ وہی معنیٰ ہے جو أُقْسِمُ کا تھا میں قسم کھاتا ہوں، أَوْ أَحْلِفُ بِاللّٰہِ یا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں، أَوْ أَشْهَدُ یا میں گواہی دیتا ہوں، أَوْ أَشْهَدُ بِاللّٰہِ یا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں، فَهُوَ حَالِفٌ تو ان سب صورتوں میں یہ شخص کیا ہے؟ قسم اٹھانے والا ہے ان لفظوں میں سے جو بھی استعمال کر لے۔

وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ اور اسی طرح قسم کھانے والے کا یہ کہنا وَعَهْدِ اللّٰهِ، کسی نے یوں کہا وَعَهْدِ اللّٰهِ، عہد عربی میں وعدے کو کہتے ہیں، وَعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کے عہد کی قسم، اللہ کے وعدے کی قسم، وَمِيثَاقِهِ، میثاق بھی عہد ہی کو کہتے ہیں بھئی وعدے کو جو معاہدہ وغیرہ ہو، اچھا وَمِيثَاقِهِ اللہ کے عہد کی قسم اس کا بھی وہی ترجمہ۔ تو بتلایا وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ وَعَهْدِ اللّٰهِ وَمِيثَاقِهِ اور اسی طرح ہے قسم اٹھانے والے کا یہ قول وَعَهْدِ اللّٰهِ وَمِيثَاقِهِ یعنی یہ بھی قسم شمار ہو گی، یہ قسم ہے بھئی۔ وَإِنْ قَالَ عَلَيَّ نَذْرٌ أَوْ نَذْرُ اللّٰهِ فَهُوَ يَمِينٌ، اور اگر کسی شخص نے یہ کہا عَلَيَّ نَذْرٌ مجھ پر نذر ہے، نذر منت کو کہتے ہیں بھئی منت کو۔ ایک آدمی کہتا ہے اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں دس رکعات نوافل پڑھوں گا تو یہ منت کہلاتی ہے، اس کو عربی میں نذر کہتے ہیں بھئی۔ تو یہ لفظ استعمال کرتا ہے کوئی شخص بھئی عَلَيَّ نَذْرٌ مجھ پر کیا ہے؟ نذر ہے یعنی منت ہے أَوْ نَذْرُ اللّٰهِ یا مجھ پر اللہ کے لیے نذر ہے اللہ کی منت ہے اللہ کے لیے، تو یاد رکھیے فَهُوَ يَمِينٌ یہ بھی کیا ہے؟ قسم ہے، یہ جو منت مانی یہ بھی قسم کے درجے میں ہے۔

وَإِنْ قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَأَنَا يَهُودِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ. بھئی ایک آدمی کہتا ہے اگر میں فلاں کام کروں تو میں یہودی ہوں، یا کہتا ہے اگر میں فلاں کام کروں تو میں عیسائی ہوں، یا میں اگر فلاں کام کروں تو میں مشرک ہوں یا کافر ہوں، کہتے ہیں كَانَ يَمِينًا یہ کیا ہو گا؟ یہ قسم ہو گی، یہ قسم شمار ہو گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یعنی یہ قسم ہے اگر اس کام کو اس نے پورا نہ کیا، جو بات کی تھی اس کو پورا نہ کیا تو پھر حانث ہو گا اور اس صورت میں کیا دینا پڑے گا؟ کفارہ دینا پڑے گا۔ مثلاً کہتا ہے بھئی ایک شخص نے کہا اگر میں فلاں کام نہ کروں تو بے ایمان ہو کر مروں، بلا ایمان کے میں مروں، یا یوں کہتا ہے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو مرتے وقت مجھے ایمان نصیب نہ ہو، تو یاد رکھیے یہ قسم شمار ہے بھئی، یہ کیا شمار ہو گی؟ قسم شمار ہو گی اور اگر وہ کام اس نے کر لیا تو حانث ہو جائے گا اب کیا دینا پڑے گا؟ کفارہ دینا پڑے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَأَنَا يَهُودِيٌّ اور اگر کسی نے کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میں یہودی ہوں، یہودی ہوں گا أَوْ نَصْرَانِيٌّ یا میں عیسائی ہوں أَوْ مَجُوسِيٌّ یا میں آتش پرست ہوں أَوْ مُشْرِكٌ یا میں مشرک ہوں أَوْ كَافِرٌ یا میں کافر ہوں كَانَ يَمِينًا تو یہ یمین ہے بھئی۔

وَإِنْ قَالَ فَعَلَيَّ غَضَبُ اللّٰهِ أَوْ سَخَطُهُ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ. اور اگر کسی شخص نے یوں کہا اگر میں فلاں کام کروں فَعَلَيَّ غَضَبُ اللّٰهِ تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو أَوْ سَخَطُهُ اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر اللہ کا سخط یعنی اللہ کی ناراضگی ہو فَلَيْسَ بِحَالِفٍ تو یہ قسم نہیں ہے، فَلَيْسَ بِحَالِفٍ تو وہ قسم اٹھانے والا نہیں ہے۔ اوپر والی جو باتیں گزریں دیکھیے اس میں اس نے کفر کی بات کی تھی، سمجھ میں آیا؟ کفر کی بات کی تھی اور یہاں کفر کی بات نہیں ہے بھئی۔ وَكَذَلِكَ اور اسی طرح إِنْ قَالَ اگر یہ کہا قسم اٹھانے والے نے إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَأَنَا زَانٍ اگر میں نے ایسا کیا فَأَنَا زَانٍ تو میں زنا کرنے والا ہوں أَوْ شَارِبُ خَمْرٍ یا میں شراب پینے والا ہوں أَوْ آكِلُ رِبًا یا میں سود کھانے والا ہوں فَلَيْسَ بِحَالِفٍ تو یہ قسم اٹھانے والا نہیں شمار ہو گا۔ تو ان مثالوں میں دیکھیے اس نے گناہ کو ذکر کیا ہے، وہ جو پہلی مثالیں گزری تھیں اس میں کس کو ذکر کیا تھا؟ کفر کو ذکر کیا تھا اور اس میں صرف ایک گناہ، زنا گناہ ہے، شراب پینا گناہ ہے، سود کھانا گناہ ہے ان کا کرنے والا کافر نہیں ہوتا لہٰذا یہ یمین شمار نہیں ہوتی بھئی۔ اسی طرح کوئی شخص اگر کہتا ہے مولانا اگر فلاں کام کروں تو میرے ہاتھ ٹوٹیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو فلاں کام کروں تو میرے ہاتھ ٹوٹیں یا میرے دیدے پھوٹیں یا میں کوڑھی ہو جاؤں یا میرا بدن پھوٹ نکلے یا مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے یا اگر میں فلاں کام کروں تو آسمان پھٹ جائے یا میں فلاں کام کروں تو دانے دانے کو محتاج ہو جاؤں یا فلاں کام کروں تو مجھ پر خدا کی مار پڑے بھئی، خدا کی پھٹکار پڑے، اور اگر فلاں کام کروں تو میں سور کھاؤں وغیرہ یہ ساروں کا یہی حکم ہے یہ قسم شمار نہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَكَذَلِكَ إِنْ قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَأَنَا زَانٍ أَوْ شَارِبُ خَمْرٍ أَوْ آكِلُ رِبًا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اگر وہ کام کیا تو میں زانی ہوں یا شرابی ہوں یا سود خور ہوں فَلَيْسَ بِحَالِفٍ تو وہ قسم اٹھانے والا نہیں ہے۔

وَكَفَّارَةُ الْيَمِينِ. اب قسم کا کفارہ بیان کرنے لگے ہیں۔ وَكَفَّارَةُ الْيَمِينِ عِتْقُ رَقَبَةٍ اور کفارۂ یمین کیا ہے؟ عتقِ رقبہ ہے، ایک گردن کا آزاد کرنا ہے، ایک گردن کا آزاد کرنا ہے۔ يُجْزِئُ فِيهَا مَا يُجْزِئُ فِي الظِّهَارِ، يُجْزِئُ فِيهَا کافی ہے اس کفارۂ قسم کے اندر مَا، مَا سے مراد کیا ہے؟ رقبہ مراد ہے، کون سی رقبہ کرے گا بھئی؟ کہتے ہیں يُجْزِئُ فِيهَا اس کفارۂ قسم میں کافی ہے مَا وہ رقبہ يُجْزِئُ فِي الظِّهَارِ جو کافی تھی کس کے اندر؟ کفارۂ ظہار میں۔ اور کفارۂ ظہار میں آپ نے کیا پڑھا تھا؟ کوئی غلام آزاد کر دے چاہے مومن ہو چاہے کافر ہو چاہے غلام ہو چاہے باندی ہو چاہے بالغ ہو چاہے نابالغ ہو کوئی بھی غلام آزاد کر دے، صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ ہاں کفارۂ قتل بھئی اس میں آپ نے پڑھا بھئی کفارۂ قتل میں مومن غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے جب کہ اس کے اندر مومن کی قید نہیں ہے بھئی۔

وَإِنْ شَاءَ كَسَا عَشَرَةَ مَسَاكِينَ اور اگر چاہے تو کپڑے پہنا دے دس مسکینوں کو كُلَّ وَاحِدٍ ثَوْبًا ہر ایک کو ایک کپڑا فَمَا زَادَ یا اس سے زیادہ، ایک کپڑا ہر ایک کو کم از کم دے یا زیادہ دے دے بھئی دو دو کپڑے ہر ایک کو دے دے۔ بھئی کم از کم تو ایک کپڑا ضرور ہو اور کتنا ہو بھئی ایک کپڑا؟ کہتے ہیں وَأَدْنَاهُ مَا يَجُوزُ فِيهِ الصَّلَاةُ اور کم سے کم اس کی مقدار وہ ہے کہ اس کے اندر نماز جائز ہو، کم از کم اتنا کپڑا دے جس کے اندر نماز پڑھنا جائز ہو، سمجھ میں آیا؟

وَإِنْ شَاءَ اور اگر چاہے تو أَطْعَمَ عَشَرَةَ مَسَاكِينَ اور اگر چاہے تو کھانا کھلا دے دس مسکینوں کو كَالْإِطْعَامِ فِي كَفَّارَةِ الظِّهَارِ جیسے کہ کھانا کھلانا تھا کفارۂ ظہار کے اندر، کفارۂ ظہار کے اندر بھئی، یعنی ہر مسکین کو نصف صاع گندم دے دے یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور دے دے، تو نصف صاع گندم کم از کم ہر فقیر کو دے۔ اور نصف صاع کتنی ہے؟ یاد رکھیے پونے دو سیر سے آدھ چھٹانک اوپر ہے بھئی، پونے دو سیر سے آدھ چھٹانک اوپر بھئی۔ یا اگر ویسے کھانا ہی کھلانا چاہتا ہے روٹی بنا کر کھلانا چاہتا ہے تو پھر دو وقت کا دے دے کیونکہ ایک دن کی ضرورت پوری ہو جائے بھئی، صبح کا کھانا بھی کھلا دے دوپہر کا اور شام کا بھی کھلا دے۔

فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى أَحَدِ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ پس اگر وہ قادر نہ ہو ان تین چیزوں میں سے کسی ایک پر، بھئی ان تین میں سے جو چاہے کر لے چاہے غلام کو آزاد کرے چاہے دس مسکینوں کو کپڑے دے دے چاہے دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے مرضی ہے جس صورت کو چاہے اختیار کر لے، لیکن اگر ان میں سے کسی پر بھی قادر نہیں غریب اور محتاج آدمی ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، سمجھ میں آیا؟ تو صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ تو روزے رکھ لے تین دن مُتَتَابِعَاتٍ مسلسل بھئی پے در پے، مسلسل تین روزے رکھ لے۔ تو ویسے تین روزوں کی اجازت نہیں ہے بھئی جب یہ اوپر والے تین میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو پھر تین روزے رکھنے کی اجازت ہے اور وہ تینوں روزے مسلسل ہونے چاہئیں، اگر مسلسل نہ ہوئے تو پھر درست نہیں۔[۴]

فَإِنْ قَدَّمَ الْكَفَّارَةَ عَلَى الْحِنْثِ لَمْ يُجْزِهِ۔ بھئی ایک آدمی ہے اس نے ایک بات پر قسم اٹھالی ہے کہ فلاں کام نہیں کروں گا، ابھی اس نے قسم نہیں توڑی پہلے سے یہ کفارہ دینا چاہتا ہے کیا کفارہ دے سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں، پہلے کفارہ دے بھی دے گا تو وہ کفارہ شمار نہیں، جب اس کام کو کرے گا قسم کو توڑے گا پھر دوبارہ کفارہ دینا پڑے گا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ قَدَّمَ الْكَفَّارَةَ عَلَى الْحِنْثِ لَمْ يُجْزِهِ اگر مقدم کر دیا کفارے کو حنث پر یعنی قسم توڑنے پر لَمْ يُجْزِهِ تو کافی نہیں اس کے لیے۔

وَمَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ مِثْلُ أَنْ لَا يُصَلِّيَ أَوْ لَا يُكَلِّمَ أَبَاهُ أَوْ لَيَقْتُلَنَّ فُلَانًا فَيَنْبَغِي أَنْ يَحْنَثَ نَفْسَهُ۔ بھئی ایک آدمی وہ گناہ پر کوئی قسم اٹھا لیتا ہے، کیا کرتا ہے؟ گناہ پر قسم اٹھائی مثلاً کہ وَاللّٰهِ میں نماز نہیں پڑھوں گا یا وَاللّٰهِ میں اپنے والد سے بات نہیں کروں گا یا وَاللّٰهِ میں فلاں کو ضرور قتل کروں گا، تو کہتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ اس قسم کو توڑ دے، کیا کرے؟ قسم کو توڑ دے اور پھر قسم کا کفارہ دے دے۔ وجہ یہ کہ دیکھا جائے تو قسم پر عمل کرتا ہے تو بھی گناہ کا کام اور قسم توڑتا ہے یہ بھی گناہ کا کام، لیکن قسم توڑنے کی صورت میں پھر تلافی ہو جاتی ہے قسم کا کفارہ دے دے آدمی، لیکن قسم پوری کرتا ہے تو اس کی تلافی ہی نہیں۔ تو کون سی صورت افضل ہے بھئی؟ وہ صورت جس میں گناہ کرے اور تلافی نہ ہو یا وہ صورت جس میں گناہ کرے اور پھر اس کی تلافی کر دے؟ جس میں کیا کرے؟ تلافی کر دے، لہٰذا تلافی کس صورت میں ہے کہ قسم توڑے اور کفارہ دے دے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ اور جس نے قسم اٹھائی کسی گناہ کے کام پر مِثْلُ مثال کے طور پر أَنْ لَا يُصَلِّيَ کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا أَوْ لَا يُكَلِّمَ أَبَاهُ یا اپنے والد سے بات نہیں کرے گا أَوْ لَيَقْتُلَنَّ فُلَانًا یا فلاں کو ضرور قتل کرے گا فَيَنْبَغِي أَنْ يَحْنَثَ نَفْسَهُ تو مناسب ہے اس کے لیے یعنی مراد واجب ہے أَنْ يَحْنَثَ نَفْسَهُ کہ وہ اپنے نفس کو اپنے آپ کو حانث کر دے وَيُكَفِّرَ عَنْ يَمِينِهِ اور کفارہ دے دے اپنی قسم سے۔

وَإِذَا حَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنِثَ فِي حَالِ الْكُفْرِ أَوْ بَعْدَ إِسْلَامِهِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ۔ ایک آدمی نے قسم اٹھائی زمانۂ کفر میں، کافر تھا اس نے قسم اٹھالی، پھر اس نے قسم کو توڑ ڈالا یا اسلام لایا اور اسلام لانے کے بعد اس قسم کو توڑ ڈالا تو کیا کفارہ دے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، زمانۂ کفر کے اندر قسم اٹھائی تھی اس کا کوئی اعتبار نہیں اس کی وجہ سے کفارہ بھی نہیں۔ وجہ یہ کہ قسم اللہ کے نام کی تعظیم کے طور پر کھائی جاتی ہے، اللہ کی تعظیم کے لیے کھائی جاتی ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اللہ کی تعظیم کے لیے، اور جب کفر تھا اس کے ساتھ تو کفر میں تو اللہ کی تعظیم نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو جب وہ کفر پر ہے تو معلوم ہوا اللہ

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى أَحَدِ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم يقدر على أحد الأشياء الثلاثة» منقول ہے۔

کی تعظیم نہیں اس کے دل میں، اگر اللہ کی تعظیم ہوتی تو کیا کر دیتا؟ کفر کو چھوڑ دیتا۔ تو اس کے دل میں اللہ کی تعظیم نہیں لہٰذا قسم کے اندر بھی اللہ کی تعظیم ہے تو اس کا اب کوئی اعتبار ہی نہیں بھئی، جب دل میں اللہ کی تعظیم نہیں ہے تو قسم میں بھی نہیں ہے بھئی، اس کی قسم کا بھی اعتبار نہیں بھئی۔ کہتے ہیں وَإِذَا حَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنِثَ فِي حَالِ الْكُفْرِ اور جب قسم اٹھالی کسی کافر نے ثُمَّ حَنِثَ فِي حَالِ الْكُفْرِ پھر وہ حانث ہو گیا کفر کی حالت میں ہی، کفر کی حالت میں اس نے قسم توڑ ڈالی أَوْ بَعْدَ إِسْلَامِهِ یا اسلام لانے کے بعد فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ تو اس پر حانث ہونا نہیں ہے یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹی اس پر کفارہ نہیں۔

وَمَنْ حَرَّمَ عَلَى نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَمْلِكُهُ لَمْ يَصِرْ مُحَرَّمًا۔ بھئی ایک شخص کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیتا ہے کہ یہ چیز میرے اوپر حرام ہے، تو کیا وہ چیز حرام ہو جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی وہ چیز اس پر حرام نہیں، حرام نہیں۔ تو کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لیا اس نے تو یاد رکھیے یہ بھی قسم کے درجے میں ہے، وہ چیز تو حرام نہیں ہوئی لیکن یہ کیا ہے؟ قسم کے درجے میں ہے، تو وہ چیز اسی طرح حلال ہے اور جب اس کو استعمال کرتا ہے تو اب کیا کرے؟ قسم کا کفارہ دے دے۔ کہتے ہیں وَمَنْ حَرَّمَ عَلَى نَفْسِهِ شَيْئًا اور جس نے حرام کر لیا اپنے اوپر کسی چیز کو مِمَّا يَمْلِكُهُ ان چیزوں میں سے جس کا وہ مالک ہے، یہ ضروری نہیں مالک ہونا بس ویسے ایک قید بڑھا دی بھئی، تو ان چیزوں میں سے جن کا وہ مالک ہے لَمْ يَصِرْ مُحَرَّمًا تو وہ حرام نہیں ہو گی وَعَلَيْهِ إِنِ اسْتَبَاحَهُ اور اس شخص پر واجب ہے کہ اگر اسے حلال سمجھے، کیا واجب ہے؟ كَفَّارَةُ يَمِينٍ قسم کا کفارہ۔ اسے حلال إِنِ اسْتَبَاحَهُ اسے مباح سمجھے یعنی اسے جائز سمجھے، بھئی وہ حرام ہوئی ہی نہیں تو جائز سمجھنے کا کیا معنیٰ؟ بھئی معنیٰ حرام ہوئی ہی نہیں، جائز سمجھنے کا معنیٰ یہ کہ اسے استعمال کر لے وہ کام کر لے یہ مراد ہے، تو پھر اب اس پر کفارہ ہے بھئی۔

فَإِنْ قَالَ كُلُّ حَلَالٍ عَلَيَّ حَرَامٌ فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ۔ ایک آدمی ہے بھئی اس نے کہا بھئی کہ ہر حلال چیز میرے اوپر حرام ہے، ہر حلال چیز میرے اوپر حرام ہے۔ بھئی آپ جانتے ہیں جب اس طرح کہے تو یہ قسم کے درجے میں ہے۔ اب اس سے کیا کیا سمجھا جائے گا؟ کس کس چیز کے سلسلے میں یہ قسم واقع ہوئی ہے کہ وہ چیز استعمال کرے گا تو قسم ٹوٹے گی؟ کہتے ہیں بھئی عرف کے اندر عام لوگوں میں کیا سمجھا جاتا ہے اگر کوئی کہے کہ ہر چیز مجھ پر حرام ہے؟ کھانے پینے کی چیزیں اس سے مراد لی جاتی ہیں اور چیزیں مراد نہیں ہوتیں، لہٰذا کھانے پینے کی چیزوں کے سلسلے میں اس کی یہ قسم ہوئی ہے، اب جب کوئی چیز کھالے گا تو قسم ٹوٹ گئی، کوئی چیز پی لے گا تو اب کفارہ دے گا۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ قَالَ كُلُّ حَلَالٍ عَلَيَّ حَرَامٌ اگر کسی شخص نے کہا کہ ہر حلال چیز جو ہے وہ مجھ پر حرام ہے فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ تو یہ قسم صرف کھانے اور پینے والی چیزوں پر ہے إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ غَيْرَ ذَلِكَ مگر یہ کہ وہ نیت کرے اس کے علاوہ کی، اگر اس کے علاوہ چیزوں کی نیت کی ہے پھر اور چیزیں بھی اس میں داخل ہو جائیں گی مثلاً اس نے اس میں بیوی کی بھی نیت کر لی، سمجھ میں آیا؟ جی تو پھر وہ بھی داخل ہو جائیں گی بھئی۔

وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِهِ۔ منت بھئی منت ماننا۔ اب چند مسائل منت کے درمیان میں صاحبِ قدوری بتلائیں گے بھئی۔ یاد رکھیے یہ منت بھی قسم کی طرح ہے بھئی، قسم کی طرح۔ منت ایک شخص مانتا ہے بھئی کہ اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں سو نفل پڑھوں گا یا اے اللہ میں ایک ہزار روپے آپ کے راستے میں صدقہ کروں گا اس کو کیا کہتے ہیں؟ منت کہتے ہیں۔ لیکن منت کے سلسلے میں ایک قیمتی ضابطہ یاد رکھیے گا ہمیشہ زندگی بھر کے لیے: منت ایسی چیز کی جائز ہے جو عبادت ہو، غیر عبادت کی منت ماننا درست نہیں۔ منت کس چیز کی درست ہے؟ عبادت کی بھئی، مثلاً بھئی صدقہ کرتا ہے یہ عبادت ہے یا نہیں بھئی؟ تو یہ میرا کام ہو گیا تو اے اللہ میں صدقہ کروں گا۔ یا اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں دس روزے رکھوں گا، بھئی روزہ عبادت ہے یا نہیں؟ روزہ عبادت ہے تو منت صحیح ہے۔ اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں حج کروں گا، بھئی حج عبادت ہے یا عبادت نہیں؟ تو عبادت کی منت ہونا ضروری ہے بھئی، عبادت کی۔ ایک آدمی کہتا ہے اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں فلاں بابے کی قبر پہ چادر چڑھاؤں گا، سمجھ میں آیا؟ یہ درست نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ یہ درست نہیں۔ تو یہ چادر وغیرہ یہ تو ویسے ہی چڑھانا بھئی بدعات ہیں گناہ کے کام ہیں اور منت میں تو اس کا عبادت ہونا ضروری ہے۔ پھر یاد رکھیے ویسے عبادت بھی نہیں، کسی نہ کسی وقت وہ عبادت فرض یا واجب بھی ہوتی ہو، کیا ہو؟ وہ عبادت کسی نہ کسی وقت فرض یا واجب بھی ہوتی ہو، اگر فرض یا واجب کبھی بھی نہیں ہوتی تو ایسی عبادت کی منت بھی صحیح نہیں۔

ایک آدمی نے منت مانی اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں پانچ پاروں کی تلاوت کروں گا۔ اب آپ بتائیے تلاوت عبادت ہے یا عبادت نہیں؟ تلاوت عبادت ہے، لیکن صرف عبادت ہونا کافی نہیں بلکہ کسی نہ کسی وقت وہ فرض یا واجب بھی ہوتی ہو، اور آپ جانتے ہیں نماز کے اندر تلاوت کیا ہوتی ہے؟ فرض ہے لہٰذا یہ منت صحیح ہوئی۔ یا ایک آدمی کہتا ہے اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں دس روزے رکھوں گا، روزہ عبادت ہے لیکن دوسری شرط کیا تھی کہ ایسی

عبادت ہو جو کبھی نہ کبھی فرض یا واجب بھی ہو، اور آپ جانتے ہیں سال میں رمضان کے روزے فرض ہوتے ہیں تو لہٰذا یہ منت بھی صحیح۔ اب آپ مجھے بتائیے ایک آدمی کہتا ہے اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں ایک لاکھ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھوں گا بھئی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا عبادت ہے یا عبادت نہیں ہے بھئی؟ عبادت ہے بھئی، لیکن پھر یہ کہیں بھی فرض یا واجب نہیں حتیٰ کہ نماز میں بھی جو ہم پڑھتے ہیں بھئی وہ بھی فرض یا واجب نہیں، وہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى یا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ جو ہم پڑھتے ہیں وہ واجب نہیں ہے وہ سنت ہے بھئی آپ پڑھ چکے ہیں بھئی، حتیٰ کہ کوئی ان کو بالکل نہ پڑھے نماز پھر بھی ہو جائے گی اگرچہ کامل نماز نہ ہوئی لیکن نماز بہر حال ہو جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اب آپ بتائیے ایک شخص نے منت مانی اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گا، تو کیا یہ منت ہوئی یا نہ ہوئی؟ یاد رکھیے یہ منت ہو گئی کیونکہ عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ درود کا پڑھنا واجب ہے، قرآن میں اللہ نہیں فرماتے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا، اللہ حکم دے رہے ہیں امر ہے اور امر پر تو عمل کرنا واجب، چنانچہ علماء فرماتے ہیں کہ کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا یہ واجب۔ اسی طرح بتائیے بھئی ایک شخص نے منت مانی اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں ایک لاکھ مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھوں گا، منت ہوئی کہ نہ ہوئی؟ منت ہو گئی بھئی کیونکہ کلمہ پڑھنا، بھئی کلمۂ توحید فرض ہے یا نہیں ہر شخص پر بھئی؟ کلمۂ توحید فرض ہے بھئی۔ اب ایک شخص نے منت مانی اگر میرا اے اللہ یہ کام ہو گیا تو میں فلاں مسجد جو ٹوٹی پھوٹی ہے وہ تعمیر کروا دوں گا، آپ بتائیے منت ہوئی یا نہ ہوئی بھئی؟ منت نہ ہوئی، بھئی مسجد کی تعمیر کبھی کسی پر فرض ہے؟ ہے تو یہ عبادت ہی ہے بھئی اللہ کی رضا کے لیے بنا رہا ہے لیکن یہ فرض نہیں کبھی بھی۔ منت کے مسائل سمجھ میں آ رہے ہیں اچھی طرح؟

تو کہتے ہیں وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِهِ اور جس شخص نے منت مانی نَذْرًا مُطْلَقًا مطلق منت بھئی کوئی قید نہیں لگائی کوئی شرط نہیں لگائی، یہ نہیں کہا اے اللہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں دس روزے رکھوں گا، بس ویسے ہی کہا میں منت مانتا ہوں اللہ کے لیے میں دس روزے رکھوں گا، کوئی شرط لگائی اگر یہ کام ہو گیا؟ نہیں ویسے ہی کہا میں اللہ کے لیے منت مانتا ہوں کہ کتنے روزے رکھوں گا؟ دس، کوئی شرط نہیں کہ یہ کام ہوا یا یہ کام نہ ہوا ویسے ہی بس منت مان لی مطلق کوئی شرط ذکر نہیں کی تو کہتے ہیں اب اس منت کو پورا کرنا اس پر ضروری ہے، کیا کرے؟ اس منت کو پورا کرے وہ دس روزے رکھے بھئی۔ یہ معنیٰ ہے وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا اور جس نے مطلق منت مانی یعنی شرط نہیں لگائی فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِهِ تو اس پر واجب ہے بھئی اس کو پورا کرنا۔

وَإِنْ عَلَّقَ نَذْرًا بِشَرْطٍ فَوُجِدَ الشَّرْطُ فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ۔ بھئی یاد رکھیے بھئی ایک اور بڑی قیمتی بات آپ کو بتلاؤں بھئی: اگر ایک انسان منت مانتا ہے کسی ایسے کام کی کہ جس کام کے ہونے کو وہ چاہتا ہے، تمنا ہے یہ کام ہو جائے، تمنا ہے یہ کام ہو جائے۔ بھئی منت مانتا ہے بعض اوقات انسان کسی کام کے ہونے کو چاہتا ہے بعض اوقات کسی کام کے نہ ہونے کو چاہتا ہے تو دونوں میں فرق ہے بھئی۔ اب ایک آدمی نے منت مانی ایسے کام کی جس کے ہونے کو وہ چاہتا ہے، خواہش ہے یہ کام ہو جائے تمنا ہے کہ یہ کام ہو جائے مثلاً بیمار ہے اے اللہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو میں آپ کے لیے ایک حج کروں گا۔ دیکھو اب کس چیز پر منت مان رہا ہے؟ حج کی تو منت مان رہا ہے کس فعل پر؟ صحت یابی پر کہ میں صحت یاب ہو جاؤں، اور یہ صحت یابی وہ چاہتا ہے یا نہیں چاہتا؟ خواہش ہے اس کی یا نہیں؟ خواہش ہے، تو یاد رکھیے اس قسم کے کام کے ہو جانے کی صورت میں جس چیز کی مانی ہے وہ کام کرنا پڑے گا، اب یہ شخص اگر صحت یاب ہو جاتا ہے تو اس پر حج کرنا ضروری ہے، حج کے لیے جانا ضروری۔ یا اسی طرح ایک شخص کہتا ہے اے اللہ اگر یہ ملازمت مجھے مل گئی تو میں سو نفل پڑھوں گا۔ بتائیے ملازمت کا ملنا خواہش ہے یا نہیں ہے اس کی؟ خواہش ہے، تو جب ایسا کام ہو جائے تو جو منت مانی ہے اسی کو پورا کرنا پڑے گا، جو منت مانی ہے اسی کو پورا کرنا پڑے گا تو اب ملازمت مل گئی تو پھر سو نفل۔ یا کسی نے منت مانی اے اللہ اگر میرا بھائی جیل سے چھوٹ گیا تو میں ایک ماہ کے مسلسل روزے رکھوں گا، تو یہ دیکھو ایسے کام پر منت مان رہا ہے جس کے ہونے کو وہ چاہتا ہے جس کی خواہش ہے کہ بھائی جیل سے چھوٹ جائے، تو جس چیز کی منت اب مانی ہے وہی کام کرنا پڑے گا، سمجھ میں آیا؟ وہ کہتا ہے مثلاً میں پورا سال روزے رکھوں گا تو اب پورے سال کے کیا کرنا پڑیں گے؟ روزے رکھنا پڑیں گے۔[5]

اور اگر ایسے کام کی منت مانی جس کے نہ ہونے کو چاہتا ہو، جس کے نہ ہونے کو چاہتا ہو مثلاً کہا اگر میں تم سے بات کروں تو میں دو روزے رکھوں گا۔ کیا کہا؟ اگر میں تم سے بات کروں تو میں دو روزے رکھوں گا۔ اب آپ بتائیے بات کرنے کو وہ چاہتا ہے یا نہیں چاہتا؟ نہیں چاہتا، اور پھر اس نے کیا کیا؟ بات کر لی، تو اب

[5] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ عَلَّقَ نَذْرًا بِشَرْطٍ فَوُجِدَ الشَّرْطُ فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن علق نذره بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر» منقول ہے۔

اس صورت کے اندر یاد رکھیے جو منت مانی تھی چاہے تو اسی کو پورا کرلے اور چاہے تو صرف قسم کا کفارہ دے دے کیونکہ یہ قسم کے درجے میں ہے۔ کیا کرے؟ ایسے کام کی منت مانی جس کے نہ کرنے کی خواہش ہے نہ ہونے کی خواہش ہے تو یہ قسم کے درجے میں ہے لہٰذا اگر اس کام کو کرلیتا ہے تو پھر جو منت مانی تھی یا تو اسی کو کیا کرلے؟ پورا کرلے، یا چاہے تو قسم کا کفارہ دے۔ مثلاً ایک آدمی نے منت مانی کہ اگر میں تمہارے گھر میں داخل ہوں تو مجھ پر ایک سال کے روزے رکھنا ضروری ہیں، میں ایک سال روزے رکھوں گا اگر میں تمہارے گھر آیا۔ اب آپ بتائیے یہ اس کام کو چاہتا ہے یا نہیں چاہتا؟ معلوم ہوا گھر میں وہ آنا نہیں چاہتا تو ایک چیز کے نہ ہونے پر وہ کیا کر رہا ہے؟ منت مان رہا ہے اور پھر وہ اس گھر میں چلا گیا تو اب کیا اختیار ہے اسے؟ چاہے تو جو منت مانی ہے اسی کو پورا کرے اب سال بھر روزے رکھے اور چاہے تو قسم کا کفارہ دے دے بھئی آسان سا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کسی کام کے ہونے پر منت مانی جس کے ہونے کو وہ چاہتا ہے جس کی تمنا ہے تو اس صورت میں وہی منت پوری کرنا پڑے گی، اور اگر کسی کام کے نہ ہونے کی منت مانی جس کے نہ ہونے کو وہ چاہتا ہے تو اس صورت میں اختیار ہے چاہے تو جس چیز کی منت مانی ہے وہی کرے اور چاہے تو قسم کا کفارہ دے دے۔

اب دیکھیے مولانا کتاب پر: وَإِنْ عَلَّقَ نَذْرًا بِشَرْطٍ اور اگر معلق کر دیا اپنی منت کو کسی شرط کے ساتھ کہ اگر یہ کام ہوا تو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا منت کو فَوُجِدَ الشَّرْطُ تو شرط پائی گئی فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ تو اس شخص پر واجب ہے پورا کرنا نفسِ نذر کو، نفسِ منت ہی کو کیا کرنا پڑے گا؟ پورا کرنا پڑے گا۔ ایک آدمی نے کیا کیا؟ اپنی منت کو معلق کر دیا بِشَرْطٍ کسی شرط کے ساتھ، کیا کہا تھا؟ اگر میں تمہارے گھر آیا تو ایک سال کے روزے رکھوں گا، تو اپنی منت کو ایک سال کے روزوں کو کس کے ساتھ معلق کر دیا؟ شرط کے ساتھ اور شرط کیا لگائی؟ اگر میں تمہارے گھر آؤں۔ فَوُجِدَ الشَّرْطُ پس شرط پائی گئی فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ تو اس شخص پر واجب ہے الْوَفَاءُ پورا کرنا، کیا پورا کرنا؟ بِنَفْسِ النَّذْرِ نفسِ نذر ہی کو پورا کرنا واجب ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟

وَرُوِيَ اور روایت کیا گیا ہے أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو ہیں رَجَعَ عَنْ ذَلِكَ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا وَقَالَ اور فرمایا إِذَا قَالَ اگر کہا کسی شخص نے إِنْ فَعَلْتُ كَذَا اگر میں نے ایسا کام کیا فَعَلَيَّ حَجَّةٌ تو مجھ پر ایک حج فرض ہے أَوْ صَوْمُ سَنَةٍ یا ایک سال کے روزے فرض ہیں أَوْ صَدَقَةُ مَا أَمْلِكُهُ یا مجھ پر صدقہ کرنا مَا اس چیز کا أَمْلِكُهُ جس کا میں مالک ہوں، جتنی چیزوں کا میں مالک ہوں اگر میں نے یہ کام کیا تو اپنی ساری مملوکہ چیزیں کیا کر دوں گا؟ صدقہ کر دوں گا۔ اب آپ بتائیے إِنْ فَعَلْتُ كَذَا اگر میں نے وہ کام کیا تو میں حج کروں گا، معلوم ہوا وہ کام کرنا چاہتا ہے یا اس کو نہیں کرنا چاہتا؟ نہیں کرنا چاہتا اور اس صورت میں میں نے کیا بتلایا تھا؟ چاہے تو نفسِ نذر کو پورا کرے چاہے تو کفارہ دے دے۔ تو کہتے ہیں أَجْزَأَهُ مِنْ ذَلِكَ كَفَّارَةُ يَمِينٍ تو کافی ہے اس کے لیے اس میں کفارۂ یمین بھی وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى اور یہی قول ہے امام محمد رحمہ اللہ کا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ پھر دیکھیے ذرا اس مسئلے کو بھئی: کہتے ہیں وَإِنْ عَلَّقَ نَذْرًا بِشَرْطٍ اگر معلق کر دیا منت کو کسی شرط کے ساتھ فَوُجِدَ الشَّرْطُ تو شرط پائی گئی فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ تو اس شخص پر واجب ہے پورا کرنا نفسِ منت کو ہی۔ پہلے یہ قول تھا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا، وہ فرماتے تھے اس کے اندر بھی جس چیز کی منت مانی ہے وہی کرنا پڑے گی، ایک آدمی نے کہا تھا میں نے یہ کام اگر کیا تو حج کروں گا، اب آپ بتائیے وہ کام کرنا چاہتا ہے یا نہیں کرنا چاہتا؟ نہیں کرنا چاہتا اور اس صورت میں میں نے کیا بتلایا؟ اختیار ہے، لیکن امام صاحب کا پہلا قول تھا کہ فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ جو منت مانی ہے اسی کو کرنا پڑے گا، حج کی منت مانی ہے تو حج ہی کرنا پڑے گا، پھر روایت کیا گیا کہ انہوں نے رجوع کیا اس سے اور فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا تو پھر اس صورت میں کفارۂ یمین بھی کافی ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ چلیے بس کریں، بس بھئی، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۳۹: کتاب الایمان (۲): مکان میں داخل ہونے، نکلنے، سکونت، کلام، کھانے پینے (گوشت، پھل، روٹی، سر) سے متعلق قسموں کے فقہی ضوابط

مختصر القدوری صفحہ: ۲۰۱—بتاریخ: ۲۱ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا فَدَخَلَ الْكَعْبَةَ أَوِ الْمَسْجِدَ أَوِ الْبِيعَةَ أَوِ الْكَنِيسَةَ لَمْ يَحْنَثْ. وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَتَكَلَّمَ فَقَرَأَ الْقُرْآنَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَحْنَثْ. وَمَنْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ هَذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَابِسُهُ فَنَزَعَهُ فِي الْحَالِ لَمْ يَحْنَثْ.[۳۲۱]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی قسم کے مسائل بیان ہو رہے ہیں بھئی۔ صورت یہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ میں بَیْتٌ میں داخل نہیں ہوں گا۔ بَیْتٌ یاد رکھیے بَیْتٌ کمرے کو کہتے ہیں جسے رات گزارنے کے لیے بنایا جائے۔ بَاتَ یَبِیتُ بَیْتًا کا معنٰی ہوتا ہے رات گزارنا، تو رات گزارنے کے لیے جو جگہ بنائی جاتی ہے اسے بَیْتٌ کہتے ہیں بھئی، کمرہ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں اور اس میں چھت کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے، چھت نہ ہو ایک جگہ بنائی ہی کس لیے ہے؟ سونے کے لیے بنائی ہے کمرہ نما ہے دیواریں پوری بنائی ہیں دروازہ بنایا ہے لیکن چھت نہیں بنائی بھئی کھلی ہوا لگتی رہے گرمیوں میں، سمجھ میں آیا؟ تو اس کو بَیْتٌ کہیں گے بھئی۔ اب ایک شخص نے قسم اٹھائی بھئی عربی زبان کی باتیں چل رہی ہیں بھئی، ہر زبان کے اپنے قواعد و ضوابط ہوتے ہیں، تو عربی زبان میں میں نے بتلایا بَیْتٌ کس کو کہتے ہیں؟ وہ کمرہ جو کس لیے بنایا جائے؟ رات گزارنے کے لیے یعنی کمرے کو کہتے ہیں۔ تو ایک شخص نے قسم اٹھائی میں بَیْتٌ میں داخل نہیں ہوں گا، اب وہ شخص خانۂ کعبہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہوا، علماء فرماتے ہیں فقہاء فرماتے ہیں وہ حانث نہیں اس کی قسم ابھی بھی نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح وہ شخص مسجد میں داخل ہوا پھر بھی وہ شخص حانث نہیں، یا اسی طرح عیسائیوں یا یہودیوں کی عبادت گاہ میں داخل ہوا پھر بھی وہ حانث نہیں۔ بھئی کمرہ تو وہ بنا ہوا ہے، بیت اللہ کمرہ ہے یا نہیں بھئی؟ کمرہ تو وہ بھی ہے، کہتے ہیں بھئی یہاں بات چل رہی ہے عربی زبان کی اور اس نے لفظ استعمال کیا ہے بَیْتٌ، اور بَیْتٌ کس کو کہتے ہیں جو کس لیے بنا ہو؟

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا فَدَخَلَ الْكَعْبَةَ أَوِ الْمَسْجِدَ أَوِ الْبِيعَةَ أَوِ الْكَنِيسَةَ لَمْ يَحْنَثْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن خلف لا يدخل بيتا فدخل الكعبة أو المسجد أو البيعة أو الكنيسة لم يحنث» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَا يَتَكَلَّمَ فَقَرَأَ الْقُرْآنَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَحْنَثْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لا يتكلم فقرأ في الصلاة لم يحنث» منقول ہے۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ هَذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَابِسُهُ فَنَزَعَهُ فِي الْحَالِ لَمْ يَحْنَثْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن حلف لا يلبس ثوبا وهو لابسه فنزعه في الحال لم يحنث» منقول ہے۔

رات گزارنے کے لیے، اور یہ بیت اللہ، مسجد یا یہودیوں یا عیسائیوں کی عبادت گاہ یہ رات گزارنے کے لیے نہیں بنے بلکہ کس لیے بنے ہیں؟ عبادت کے لیے بنے ہیں لہٰذا حانث نہیں۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا جس نے قسم اٹھائی کہ وہ بَيْتٌ میں داخل نہیں ہو گا فَدَخَلَ الْكَعْبَةَ أَوِ الْمَسْجِدَ تو وہ داخل ہوا کعبہ کے اندر یا مسجد میں أَوِ الْبِيعَةَ أَوِ الْكَنِيسَةَ۔ بِيعَةٌ یاد رکھیے یہ عیسائیوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں اور كَنِيسَةٌ یہ یہودیوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ بِيعَةٌ کے نیچے لکھا بھی ہوا ہے لِلنَّصَارَى، نصرانی عیسائی کو کہتے ہیں بھئی۔ بعض علماء نے اس کا عکس بھی لکھا ہے، سمجھ میں آیا؟ کہ بِيعَةٌ یہودیوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں اور كَنِيسَةٌ کس کو کہتے ہیں؟ عیسائیوں کی، تو بہر حال یہ یہود و عیسائی جو ہیں ان کی عبادت گاہوں کے نام ہیں۔ تو ان میں داخل ہوا لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹی ابھی بھی تو لہٰذا اس پر کفارہ بھی نہیں۔

وَمَنْ حَلَفَ۔ بھئی اسی طرح ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا، کیا کی؟ قسم اٹھائی میں کلام نہیں کروں گا، پھر اس نے قرآن کی تلاوت کی نماز کے اندر، تو کہتے ہیں بھئی اس کی قسم ابھی بھی برقرار ہے ابھی بھی نہیں ٹوٹی کیونکہ قرآن کی جو نماز میں تلاوت ہم کرتے ہیں اسے کوئی کلام نہیں کہتا، سمجھ میں آیا بھئی؟ اسے کلام نہیں کہتے تو لہٰذا قسم ابھی بھی نہیں ٹوٹی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَتَكَلَّمَ جس نے قسم اٹھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا فَقَرَأَ الْقُرْآنَ فِي الصَّلَاةِ تو اس نے قرآن پڑھا نماز میں لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا۔

وَمَنْ حَلَفَ۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے ایک لباس پہنا ہوا ہے اس نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں یہ لباس نہیں پہنوں گا، وہی لباس جو اس نے پہنا ہوا ہے اسی کے بارے میں کیا کہتا ہے کہ وَاللّٰهِ میں یہ لباس نہیں پہنوں گا، اور یہ کہتے ہی فوراً اس نے لباس اتارنا شروع کر دیا، تو کیا قسم ٹوٹی یا نہیں ٹوٹی کیونکہ قسم کھاتے ہوئے تو پہنا ہوا تھا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی قسم نہیں ٹوٹی۔ ہاں اگر کچھ دیر یہ رکا رہا لباس فوراً اتارنا نہ شروع کیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔ اسی طرح ایک شخص ایک سواری پر سوار ہے اور کہتا ہے وَاللّٰهِ میں اس سواری پر سوار نہیں ہوں گا، اگر یہ فوراً ہی اس نے اترنا شروع کر دیا تو ٹھیک قسم پوری ہے ابھی نہیں ٹوٹی اس پر کفارہ بھی نہیں، لیکن اگر کچھ دیر ٹھہرا رہا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ وَمَنْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ هَذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَابِسُهُ فَنَزَعَهُ اور جس نے قسم اٹھائی لَا يَلْبَسُ هَذَا الثَّوْبَ کہ وہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا وَهُوَ لَابِسُهُ اس حال میں کہ اس نے وہ پہنا ہوا تھا فَنَزَعَهُ فِي الْحَالِ تو اس نے اسے اتار دیا فی الحال ہی، فوراً ہی اسے کیا کر دیا؟ اتار دیا، لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہوا۔ وَكَذَلِكَ اور اسی طرح إِذَا حَلَفَ جب اس نے قسم اٹھائی لَا يَرْكَبُ هَذِهِ الدَّابَّةَ کہ وہ سوار نہیں ہو گا اس جانور پر وَهُوَ رَاكِبُهَا اس حال میں کہ وہ اس پر سوار تھا جب اس نے قسم اٹھائی فَنَزَلَ فِي الْحَالِ تو وہ فی الحال ہی اتر آیا یعنی فوراً ہی اتر آیا لَمْ يَحْنَثْ تو حانث نہیں ہوا۔ وَإِنْ لَبِثَ سَاعَةً حَنِثَ اور اگر وہ ٹھہرا رہا ایک گھڑی بھی تو حانث ہو جائے گا، لَبِثَ کا معنیٰ ٹھہرنا، اگر وہ ٹھہرا رہا ایک گھڑی بھی تو حانث ہو جائے گا۔

وَمَنْ حَلَفَ۔ صورت یہ بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھائی بھئی ایک گھر کے اندر بیٹھا ہوا ہے، کہاں ہے؟ گھر کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں اس گھر کے اندر داخل نہیں ہوں گا، اور پھر وہیں بیٹھا رہا ایک دو گھنٹے، تین گھنٹے، ایک دن تک وہیں بیٹھا رہا، کیا حانث ہو گیا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی حانث نہیں ہوا۔ کیوں نہیں حانث بھئی؟ وجہ یہ کہ اس نے کیا لفظ کہے تھے بھئی؟ قسم کے اندر تو لفظوں کا اعتبار ہے آپ نے لفظ سنے اس نے کیا کہا تھا؟ میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، اور داخل ہونا کسے کہتے ہیں کہ باہر سے انسان اندر آئے، اور ابھی تک اس نے یہ فعل سرانجام دیا ہے کہ باہر سے اندر آیا ہو؟ نہیں۔ قسم کے بعد باہر سے جب بھی اندر آئے گا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی لیکن ابھی یہ والا فعل اس نے سرانجام نہیں دیا۔ ہاں جب ایک دفعہ اس گھر سے نکل جائے گا پھر اب جیسے ہی باہر سے اندر آئے گا فوراً اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ داخل نہیں ہو گا اس گھر کے اندر وَهُوَ فِيهَا اس حال میں کہ وہ اسی گھر کے اندر تھا لَمْ يَحْنَثْ بِالْقُعُودِ تو وہ شخص حانث نہیں ہو گا بیٹھنے کی وجہ سے چاہے جتنے دن مرضی وہیں رہے، سمجھ میں آیا؟ وہاں حانث نہیں ہو گا حَتَّى يَخْرُجَ یہاں تک کہ وہ نکلے ثُمَّ يَدْخُلَ پھر داخل ہو تب حانث ہو گا۔

وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ دَارًا۔ بھئی اگلے مسائل سمجھنے سے پہلے ایک بات یاد رکھیے۔ عربی میں دَارٌ کا لفظ اردو میں ہم کیا ترجمہ کرتے ہیں؟ گھر کو، گھر کو کہتے ہیں، دَارٌ کسے کہتے ہیں؟ گھر۔ یاد رکھیے عربی زبان کے اندر جب ایک جگہ پر گھر بنا لیا گیا تو وہ دَارٌ کہلاتا ہے۔ اب وہ گھر کھنڈر بن جائے پھر بھی وہ دَارٌ کہلاتا ہے، گھر بالکل وہاں سے صاف ہو گیا صاف میدان رہ گیا، ایک دفعہ بہر حال گھر بن چکا تھا اس لیے اب بھی یہ جگہ کیا کہلاتی ہے؟ دَارٌ ہی کہلاتی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اچھا تو معلوم ہوا بھئی گھر دو قسم پر ہو گئے: کچھ وہ گھر ہیں جو آباد ہیں یعنی بنے ہوئے ہیں، کچھ وہ گھر ہیں جو کھنڈر ہو چکے۔ اب ایک شخص نے قسم

اٹھائی کہ وَاللّٰہِ میں کسی گھر میں داخل نہیں ہوں گا، وَاللّٰہِ میں کسی گھر میں داخل نہیں ہوں گا، پھر وہ ایک کھنڈر گھر کے اندر داخل ہوا، کہتے ہیں حانث نہیں ہو گا۔ کیا قسم اٹھائی تھی؟ میں کسی گھر میں داخل نہیں ہوں گا، دَارٌ کا لفظ لایا نکرہ لے کر آیا، ایک تھا الدَّارُ الف لام لاتا، ایک ہے دَارًا نکرہ لے کر آیا، قسم اٹھائی وَاللّٰہِ لَا أَدْخُلُ دَارًا وَاللّٰہِ میں کسی گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ اب دَارٌ تو دو ہو گئے مولانا: ایک دَارٌ جو آباد ہے، ایک دَارٌ وہ جو کھنڈر بن چکا ہے، تو یاد رکھیے اس نے دَارٌ کا لفظ کہا کوئی قید ساتھ نہیں لگائی، کون سا دَارٌ مراد ہے؟ جو آباد گھر ہے یا کھنڈر گھر مراد ہے؟ تو زیادہ تر دَارٌ کا لفظ کس میں استعمال ہوتا ہے کھنڈر گھر کے اندر یا آباد گھر کے اندر؟ آباد میں استعمال ہوتا ہے زیادہ تر لہٰذا یہاں بھی جس میں زیادہ استعمال ہوتا ہے وہی مراد لے لیں گے۔ معلوم ہوا اس کے کہنے کا کیا مطلب ہے؟ میں کسی آباد گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ تو جب وہ کھنڈر گھر کے اندر داخل ہوا تو پھر قسم ٹوٹی یا نہیں ٹوٹی؟ نہیں ٹوٹی کیونکہ کون سا گھر مراد ہو گیا؟ آباد گھر، جب کھنڈر میں داخل ہوا تو وہ آباد گھر ہے؟ نہیں، تو آباد میں جائے گا قسم ٹوٹ جائے گی، کھنڈر گھر میں گیا تو وہ تو مراد ہی نہیں۔ صورت سب کو اچھی طرح سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ اور جس نے قسم اٹھائی لَا يَدْخُلُ دَارًا کہ وہ دَارٌ میں داخل نہیں ہو گا فَدَخَلَ دَارًا خَرَابًا پس وہ داخل ہو گیا کھنڈر گھر کے اندر، خَرَابٌ کا معنیٰ کھنڈر بھئی جو گر چکا ہو، لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا۔

وَمَنْ حَلَفَ۔ صورت یہ بھئی ایک شخص نے قسم اٹھائی ایک گھر کی طرف اشارہ کیا، کہتا ہے وَاللّٰہِ لَا أَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ وَاللّٰہِ میں اس گھر کے اندر داخل نہیں ہوں گا۔ تو اس شخص نے قسم اٹھائی وَاللّٰہِ لَا أَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ وَاللّٰہِ میں اس گھر کے اندر داخل نہیں ہوں گا، اب اس نے دَارٌ کا لفظ ویسے نہیں کہا اشارہ بھی کر دیا، کیا کر دیا؟ اشارہ بھی کر دیا، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اچھا بھئی اب یاد رکھیے اس صورت میں جب اس گھر کے اندر یہ شخص داخل ہو گا حانث ہو جائے گا چاہے یہ آباد گھر ہو چاہے کھنڈر بن چکا ہو چاہے بالکل صاف میدان بن چکا ہو بھئی، تینوں صورتوں میں کیا ہو جائے گا؟ حانث۔ بھئی کیا وجہ ہے پچھلے مسئلے میں آپ نے کہا تھا کہ آباد گھر مراد لیں گے کھنڈر گھر مراد نہیں؟ وجہ یہ مولانا کہ وہاں اس نے دَارٌ کا لفظ کہا تھا اور ساتھ کوئی قید نہیں بڑھائی تھی کوئی صفت وغیرہ ذکر نہیں، تو وہاں ہم نے جو اکثر استعمال تھا اس لفظ کا ہم نے وہ معنیٰ مراد لے لیا کہ اکثر کس میں استعمال ہوتا ہے؟ آباد گھر میں تو اس سے آباد گھر مراد لے لیا۔ لیکن یہاں اس نے اشارہ کر دیا، اور یاد رکھیے جب اشارہ کر دیا تو معلوم ہوا یہ گھر مراد ہے جب تک اس پر گھر کا لفظ بولا جائے گا تو اس میں داخل ہونے سے کیا ہو جائے گا؟ حانث۔ چاہے کھنڈر بن جائے وہ گھر وہی مراد ہے، ہے اب بھی دَارٌ مولانا، چاہے وہ کیا بن جائے؟ بالکل صحرا بن جائے خالی جگہ بن جائے ایک دفعہ گھر بن چکا تھا اب یہ جگہ کیا کہلائے گی؟ دَارٌ کہلائے گی، سمجھ میں آیا؟ تو اب آباد کی قید نہیں لگائیں گے کیونکہ اس نے باقاعدہ کیا کر دیا اس کی طرف؟ اشارہ کر دیا، تو اب اس صفت کا اعتبار نہیں ہو گا آباد ہونے کی شرط نہیں بھئی۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ اور جس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہیں ہو گا فَدَخَلَهَا بَعْدَ مَا انْهَدَمَتْ تو داخل ہوا وہ اس کے اندر بعد اس کے کہ وہ گر گیا تھا وَصَارَتْ صَحْرَاءَ اور صحرا بن گیا تھا حَنِثَ کیا ہو جائے گا؟ حانث، جیسے بھی داخل ہو مولانا کیونکہ دَارٌ کا لفظ اب بھی اس پر بولا جا رہا ہے۔ ہاں اگر اس کو گرا کر کسی نے حمام بنا لیا، کسی نے مسجد بنا لیا یا کسی نے اس جگہ باغ لگا لیا اب داخل ہو گا تو اب حانث نہیں، اب حانث کیوں نہیں؟ وجہ یہ کہ اب اس پر دَارٌ کا لفظ نہیں بولا جاتا، مسجد کو عربی میں دَارٌ نہیں کہتے، باغ کو عربی میں دَارٌ کسی بھی درجے میں نہیں کہتے جب کہ ویسے بتلایا آباد گھر کو بھی دَارٌ کہتے ہیں کھنڈر کو بھی کیا کہتے ہیں؟ دَارٌ کہتے ہیں وغیرہ۔

وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذَا الْبَيْتَ فَدَخَلَ۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے کہا کہ وَاللّٰہِ میں اس کمرے میں اس بَيْتٌ میں داخل نہیں ہوں گا، اس بَيْتٌ میں داخل نہیں ہوں گا۔ وہ کمرہ گر گیا گرنے کے بعد اب وہ اس کے اندر داخل ہوا کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں حانث نہیں ہو گا۔ کیوں نہیں ہو گا؟ اس لیے کہ بَيْتٌ کس کو کہتے ہیں؟ جس میں رات گزاری جائے، جب وہ گر گیا اب وہ رات گزارنے کی جگہ رہی؟ نہیں، اب اسے بَيْتٌ نہیں کہا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذَا الْبَيْتَ اور جس نے قسم اٹھائی کہ وہ داخل نہیں ہو گا اس کمرے کے اندر فَدَخَلَ بَعْدَ مَا انْهَدَمَ تو اس میں داخل ہوا بعد اس کے گر جانے کے لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا۔[۴]

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَ زَوْجَةَ فُلَانٍ۔ بھئی دیکھیے یاد رکھیے ایک شخص کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کی بیوی سے بات نہیں کروں گا، کوئی عورت ہے مثلاً اس نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں شخص کی بیوی سے وَاللّٰہِ میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ اچھا اب اس شخص نے اس عورت کو طلاق دے دی اور طلاق

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذَا الْبَيْتَ فَدَخَلَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن حلف لا يدخل دارا فدخل» منقول ہے۔

کے بعد اب اس عورت نے کیا کیا؟ اس سے بات کی تو حانث ہو گی یا حانث نہیں ہو گی؟ کہتے ہیں حانث نہیں ہو گی، حانث نہیں۔ کیونکہ جب اس نے لفظ کہے تھے کیا کہا تھا؟ فلاں شخص کی بیوی سے میں بات نہیں کروں گی۔ معلوم ہوا یہاں جب وہ اضافت کر رہی ہے فلاں کی بیوی سے، معلوم ہوا مانع کون ہے؟ کس وجہ سے بات نہیں کر رہی؟ خاوند کی وجہ سے اسی لیے تو کہا میں مثلاً زید کی بیوی سے بات نہیں کروں گی۔ معلوم ہوا یہاں مانع کون ہے؟ زید ہے، زید کی وجہ سے زید یعنی سبب ہے اسی لیے اس نے کہا میں زید کی بیوی سے بات نہیں کروں گی۔ اگر اس کی ذات مراد ہوتی تو وہ نام لے لیتی، کہتی مثلاً اس کی بیوی کا نام زینب تھا یوں کہتی میں زینب سے بات نہیں کروں گی، لیکن جب وہ کہہ رہی ہے میں زید کی بیوی سے بات نہیں کروں گی معلوم ہوا یہ رکنے کا سبب کون بن رہا ہے دراصل؟ زید، اسی لیے اس نے زید کا نام ذکر کیا کہ میں زید کی بیوی سے بات نہیں کروں گی۔ سمجھ میں آیا؟ معلوم ہوا زید کی طرف سے اسے کوئی تکلیف پہنچی ہے جبھی اس نے یہ قسم اٹھائی ہے، اگر اس کی بیوی کی طرف سے پہنچی ہوتی تو وہ اس کا کیا کرتی؟ نام لیتی یا اس کی طرف اشارہ کرتی، تو اس نے اشارہ بھی نہیں کیا نام بھی نہیں لیا زید کے حوالے سے اس کو ذکر کیا معلوم ہوا یہاں رکنے کا سبب کون بن رہا ہے؟ زید۔ لیکن اگر اشارہ کر دیا، بات کہتے ہوئے اشارہ بھی کر دیا اس کی طرف کیا کر دیا؟ اشارہ بھی کر دیا، میں زید کی بیوی سے یہ جو زید کی بیوی ہے میں اس سے بات نہیں کروں گی اشارہ بھی کر دیا۔ جب اشارہ کر دیا آپ کو بتلایا جب اشارہ کر دیا جائے تو پھر صفت کا اعتبار نہیں وہ ذات مراد ہوتی ہے، تو اب طلاق بھی زید دے دے گا بعد میں بھی اس سے بات کرے گی تو وہ عورت کیا ہو جائے گی دوسری؟ حانث ہو جائے گی کیونکہ اشارہ کر دیا، جب اشارہ کر دیا پھر صفت کا اعتبار نہیں زید کی بیوی ہونے کا کوئی اعتبار نہیں کہ زید کی بیوی رہے یا نہ رہے ہر صورت میں حانث ہو جائے گی۔

اسی طرح ایک شخص نے قسم اٹھائی میں فلاں کے غلام سے بات نہیں کروں گا، تو یہاں بھی اب آپ بتائیے کیا حکم لگایا جائے گا؟ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰہِ میں زید کے غلام سے بات نہیں کروں گا، زید کا ایک غلام تھا زید نے اسے کیا کیا؟ آزاد کر دیا، اب اس نے اس آزاد شدہ غلام کے ساتھ بات کر لی، یا زید نے اسے بیچ دیا کسی اور کا غلام بن گیا اب اس نے اس غلام کے ساتھ بات کر لی تو حانث ہو گا یا حانث نہیں؟ حانث نہیں کیونکہ وہ اضافت کے ساتھ ذکر کر رہا ہے زید کا غلام، معلوم ہوا یہ رکنے کا سبب کون بن رہا تھا؟ زید، اور اب زید کا وہ غلام ہے ہی نہیں، اس نے تو کہا تھا زید کے غلام سے بات نہیں کروں گا اور یہ تو اب زید کا غلام رہا ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ لیکن اگر اشارہ کر دیا، مطلب اس کی ذات ہی مراد لے لی تو پھر اس صورت میں زید چاہے بیچ بھی دے پھر بھی اس سے بات کرے گا تو کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔

وَمَنْ حَلَفَ اور جس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ زَوْجَةَ فُلَانٍ کہ وہ کلام نہیں کرے گا فلاں کی بیوی سے فَطَلَّقَهَا پس اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بھئی یاد رکھیے یہاں قید لگا لینا کہ جس نے قسم اٹھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا فلاں کی بیوی سے اشارہ کرتے ہوئے، کیا کرتے ہوئے؟ اشارہ کرتے ہوئے، ورنہ اشارہ نہ کرے تو اور حکم اشارہ کرے تو اور حکم۔ اشارہ کر دیا تو اب طلاق کے بعد بھی بات کرے گی تو کیا ہو جائے گی؟ حانث۔ اشارہ نہیں کیا تو طلاق کے بعد بات کرے تو پھر حانث نہیں۔ تو لہٰذا یہاں اشارہ کی قید ہے اس لیے کہ آگے بتا رہے ہیں حانث ہو جائے گا یہ قسم اٹھانے والا طلاق کے بعد بھی بات کرے گا تو کیا ہو جائے گا؟ حانث، اور یہ کس صورت میں ہوتا ہے؟ اشارہ کرے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ جس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ زَوْجَةَ فُلَانٍ کہ وہ فلاں کی بیوی سے بات نہیں کرے گا یعنی اشارہ کرتے ہوئے یوں کہا فَطَلَّقَهَا فُلَانٌ تو فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ثُمَّ كَلَّمَهَا پھر اس نے اس کے ساتھ بات کی حَنِثَ تو کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔ وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَ عَبْدَ فُلَانٍ اور اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ فلاں کے غلام سے کلام نہیں کرے گا أَوْ لَا يَدْخُلَ دَارَ فُلَانٍ یا فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہو گا، تو اضافت کے ساتھ ذکر کر رہا ہے فلاں کا گھر، فلاں کا غلام۔ فَبَاعَ فُلَانٌ عَبْدَهُ أَوْ دَارَهُ پس فلاں نے بیچ دیا اپنے اس غلام کو یا اپنے اس گھر کو ثُمَّ كَلَّمَ الْعَبْدَ أَوْ دَخَلَ الدَّارَ۔ آپ کی کتابوں میں واؤ ہے یا أَوْ ہے؟ أَوْ ہونا چاہیے۔ ثُمَّ كَلَّمَ الْعَبْدَ أَوْ دَخَلَ الدَّارَ اس کے بعد پھر اس نے اس غلام سے بات کی یا اس گھر میں داخل ہوا جب کہ فلاں کیا کر چکا ہے اسے؟ بیچ چکا ہے، لَمْ يَحْنَثْ تو یہ حانث نہیں ہو گا کیونکہ اس نے اضافت کی تھی فلاں کا گھر اب تو یہ فلاں کا گھر رہا ہی نہیں۔

وَإِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَ صَاحِبَ هَذَا الطَّيْلَسَانِ فَبَاعَهُ. طَيْلَسَانٌ بھئی طاء پر بھی فتحہ ہے لام پر بھی فتحہ ہے، طَيْلَسَانٌ یہ سبز رنگ کی چادر ہوتی تھی جسے بڑے بڑے علماء اور مشائخ حضرات استعمال کرتے تھے بھئی، سبز رنگ کی بھئی کوئی ہلکے سبز رنگ کی ہو گی بھئی وہ بڑے بڑے مشائخ اور علماء حضرات اسے استعمال کرتے تھے بھئی۔ اب ایک شخص نے قسم اٹھائی بھئی کہ چادر پڑھی ہوئی تھی وہ والی اس نے کہا وَاللّٰہِ اس چادر والے کے ساتھ میں بات نہیں کروں گا، اس چادر والے سے میں بات نہیں کروں گا۔ تو جس کی وہ چادر تھی اس نے وہ چادر بیچ دی، اب بعد میں اس نے اس کے ساتھ کلام کیا، کہتے ہیں حانث ہو جائے گا۔ بھئی کیوں حانث ہو گا اب تو وہ چادر والا رہا ہی نہیں اس نے تو اس چادر کو کیا کیا؟ بیچ دیا۔ کہتے ہیں بھئی چادر بات نہ کرنے کا سبب بن سکتی ہے؟ جی؟

معلوم ہوا وہ چادر سبب نہیں تھی بات نہ کرنے کی ویسے وہ بتلا رہا تھا یہ جو چادر والا ہے وہ کون ہے مثلاً؟ زید ہے، کہنا یہ چاہتا تھا میں زید سے بات نہیں کروں گا اور زید ہی کی تو چادر تھی تو کہہ دیا میں اس چادر والے سے بات نہیں کروں گا۔ تو چادر سبب نہیں بن سکتی بات کے نہ کرنے کا، تو چادر کا مالک ہو گا تو بات کرے تو اور حکم چادر کا مالک نہ ہو تو اور حکم، نہیں یہاں ایسا نہیں ہو گا بھئی، چادر جب سبب ہی نہیں ہے تو اس پر حکم کا مدار بھی نہیں ہو گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَلَفَ اور اگر یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ صَاحِبَ هَذَا الطَّيْلَسَانِ کہ وہ کلام نہیں کرے گا اس سبز چادر کے مالک سے فَبَاعَهُ تو اس نے اس چادر کو بیچ دیا ثُمَّ كَلَّمَهُ پھر اس نے اس کے ساتھ بات کی حَنِثَ تو کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔

وَكَذَلِكَ إِذَا حَلَفَ اور اسی طرح اگر اس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ هَذَا الشَّابَّ کہ وہ اس نوجوان کے اس جوان کے ساتھ بات نہیں کرے گا۔ بھئی صورت یہ ہے ایک جوان کھڑا ہے سامنے ایک آدمی نے کہا وَاللّٰهِ میں اس جوان کے ساتھ بات نہیں کروں گا بھئی۔ بعد میں جب وہ بوڑھا ہو گیا اب اس نے اس کے ساتھ بات کی تو حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ حانث ہو جائے گا اس لیے کیونکہ اس نے کیا کہا تھا؟ اس جوان سے، اشارہ بھی کر دیا اور جب اشارہ کر دیا جائے پھر صفت کا اعتبار نہیں، تو جوان ہونا یا جوان نہ ہونے کا اعتبار نہیں اب وہ ذات مراد لے لی جائے گی تو حانث ہو جائے گا۔ کہتے ہیں وَكَذَلِكَ إِذَا حَلَفَ اور اسی طرح جب یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ هَذَا الشَّابَّ کہ وہ کلام نہیں کرے گا اس جوان کے ساتھ فَكَلَّمَهُ بَعْدَ مَا صَارَ شَيْخًا حَنِثَ پس کلام کیا اس کے ساتھ بعد اس کے جب وہ بوڑھا ہو گیا تھا حَنِثَ تو حانث ہو جائے گا۔

وَإِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ لَحْمَ هَذَا الْحَمَلِ۔ حَمَلٌ کا لفظ آیا بھئی یہ یاد رکھیے میم پر فتحہ ہے حَمَلٌ۔ حَمَلٌ وہ بچہ نہیں بھئی جو پیٹ میں ہوتا ہے وہ نہیں یہاں مراد، یاد رکھیے بھیڑ اور دنبے کا بچہ پہلے سال کے دوران حَمَلٌ کہلاتا ہے۔ ایک سال تک اس کو کیا کہتے ہیں؟ حَمَلٌ کہتے ہیں ایک سال تک بھئی پہلے سال کے اندر اندر وہ حَمَلٌ کہلاتا ہے، اسے حَمَلٌ کہتے ہیں۔ اسی طرح یاد رکھیے بکری کا بچہ ہو اگر پہلے سال کے اندر اگر وہ مذکر بچہ ہے تو جَدْيٌ کہلاتا ہے جَدْيٌ، اور اگر مؤنث ہو تو عَنَاقٌ، عَنَاقٌ کہلاتا ہے بھئی عَنَاقٌ۔ تو بھئی سامنے بھیڑ کا ایک بچہ کھڑا تھا اس شخص نے قسم اٹھائی اور کہا وَاللّٰهِ میں اس حَمَلٌ کا گوشت نہیں کھاؤں گا، یہ جو بھیڑ کا بچہ سامنے کھڑا ہے وَاللّٰهِ میں اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اب وہ بچہ بڑا ہوا اور دنبہ بن گیا، اب تو وہ حَمَلٌ اس کا نام نہ رہا سال سے اوپر ہو گئی عمر، سمجھ میں آیا؟ اب اس نے اس کا گوشت کھایا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ جی؟ اس نے کہا تھا وَاللّٰهِ میں اس حَمَلٌ کا گوشت نہیں کھاؤں گا، اب وہ دنبہ بن گیا اب کھائے گا تو حانث ہو گا یا نہیں ہو گا؟ حانث ہو جائے گا اس لیے کیونکہ اس نے اشارہ کیا ہے اس حَمَلٌ کا، معلوم ہوا اب عمر کا اعتبار نہیں بلکہ وہ ذات مراد ہوئی اس دنبے کا گوشت تو اب وہ حانث ہو جائے گا بھئی۔ کہتے ہیں وَإِنْ حَلَفَ اور اگر یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ لَحْمَ هَذَا الْحَمَلِ کہ وہ نہیں کھائے گا گوشت اس بھیڑ کے بچے کا فَصَارَ كَبْشًا پس وہ دنبہ ہو گیا، كَبْشٌ دنبے کو کہتے ہیں بھئی باء ساکن ہے مذکر بھئی كَبْشٌ کہتے ہیں مؤنث ہو تو نَعْجَةٌ کہتے ہیں، فَصَارَ كَبْشًا تو وہ دنبہ بن گیا فَأَكَلَهُ تو اس نے اس کو کھا لیا اس کے گوشت کو کھا لیا حَنِثَ حانث ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو معلوم ہوا قسم کا تعلق اس چیز کی ذات سے ہوا ہے اس کی صفت کا اعتبار نہیں بھئی۔

وَإِنْ حَلَفَ۔ ایک آدمی نے قسم اٹھائی بھئی کھجور کا درخت تھا اس نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں اس کھجور کے درخت سے نہیں کھاؤں گا، اب اس سے کیا مراد لیں گے؟ کہتے ہیں اس کا پھل مراد لیا جائے گا کیونکہ کھجور میں سے کیا کھایا جاتا ہے؟ پھل بھئی، معلوم ہوا یہ کہنا چاہتا ہے میں اس کا پھل نہیں کھاؤں گا اب پھل کھائے گا تو حانث ہو گا، اگر ویسے اس کا ایک پتہ توڑ کر کھا لیا یا تنے سے کچھ حصہ توڑ کے کھا لیا تو حانث نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیونکہ کھایا تو تنے کو بھی جا سکتا ہے تھوڑا سا ٹکڑا توڑ کے کھالے کھا سکتا ہے یا نہیں بھئی؟ پتے کو بھی کھا سکتا ہے، تو اس نے کہا ہے وَاللّٰهِ میں اس کھجور میں سے نہیں کھاؤں گا اب کیا مراد لیں بھئی؟ کیا ساری کھجور مراد لیں یا پھل؟ کہتے ہیں بھئی کیا مراد لیں گے؟ پھل مراد لے لیں گے، پھل بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی یہ مسائل عربی زبان کے چل رہے ہیں اور ہر زبان میں اس کو دیکھا جائے گا ہر موقع محل پر اس کا کیا حکم ہے، اور ان کی پوری تفصیل بھئی یہ بڑے مشکل پیچیدہ سے مسئلے ہیں میں مختصر بیان کرتا جا رہا ہوں اگلے سال آپ ان شاء اللہ تفصیل پڑھیں گے ان مسائل کی بھئی، وہ تفصیل آ جائے گی بھئی سمجھ میں آیا اصول الشاشی کے اندر۔ وَإِنْ حَلَفَ اور اگر کسی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ مِنْ هَذِهِ النَّخْلَةِ، نَخْلَةٌ کھجور کے درخت کو کہتے ہیں، کسی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ مِنْ هَذِهِ النَّخْلَةِ کہ وہ اس کھجور کے درخت میں سے نہیں کھائے گا فَهُوَ عَلَى ثَمَرِهَا تو یہ قسم جو ہے اس کھجور کے پھل پر محمول ہے، یہ قسم کیا ہو گی؟ اس کے پھل پر محمول ہو گی۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ مِنْ هَذَا الْبُسْرِ فَصَارَ رُطَبًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ۔ یاد رکھیے کھجور کا پھل جب درخت پر لگتا ہے تو شروع میں سخت ہوتا ہے مٹھاس بھی اس میں جب آ جاتی ہے پھر بھی سخت ہوتا ہے اسے اردو میں ڈوکا کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ ڈوکا، اور عربی میں اس کو کہتے ہیں بُسْرٌ۔ بھئی جیسے آم

درخت پر لگا شروع میں کیا ہو گا؟ سخت ہوتا ہے جب پک جاتا ہے تو نرم ہو جاتا ہے، تو کھجور بھی سخت ہوتی ہے پھر بعد میں نرم ہوتی ہے، تو ابھی یہ کھجور سخت ہے میٹھی ہو چکی ہے لیکن یہ کیا کہلاتی ہے؟ بُسْرٌ۔ پھر یہی کھجور بھئی یاد رکھیے پک جاتی ہے نرم ہو جاتی ہے اب یہ رُطَبٌ کہلاتی ہے، کیا کہلاتی ہے؟ رُطَبٌ کہلاتی ہے۔ پھر اس کھجور کو جب درخت سے اتارتے ہیں فوراً بیچنے کے لیے نہیں لے آتے ورنہ تو اس میں رس زیادہ ہوتا ہے یہ خراب ہو جائے گی بھئی جلدی، تو اس کو لہٰذا دھوپ میں رکھتے ہیں تھوڑی سی دھوپ لگواتے ہیں کچھ زائد پانی تاکہ خشک ہو جائے، جب یہ زائد پانی خشک ہو گیا اب یہ تَمْرٌ کہلاتی ہے، کیا کہلاتی ہے؟ تَمْرٌ کہلاتی ہے۔ تو یہ جو ہم عام بازار سے کھجور لیتے ہیں اور کھاتے ہیں یہ سب تَمْرٌ ہیں ان کو درختوں سے اتارتے ہی سیدھا نہیں لے آئے بھئی بلکہ کیا کیا تھوڑی سی دھوپ لگوائی، معلوم ہوا ابھی بھی اس میں رس ہے لیکن پہلے رس زیادہ تھا۔ تو بعض لوگ تَمْرٌ کا معنیٰ چھوہارے کے کرتے ہیں، بھئی ٹھیک ہے ہو سکتا ہے چھوہارے کو بھی تَمْرٌ کہا جاتا ہو اس پر بھی اطلاق ہوتا ہے لیکن حقیقتاً یہ صرف چھوہارے کا نام نہیں ہے بلکہ جو بھی کھجور پکی ہوئی ہے دھوپ لگ چکی ہے عام استعمال ہوتی ہے وہ سب کیا ہیں؟ تَمْرٌ ہیں۔ تو کھجور کے کتنے نام ہوئے؟ تین نام: بُسْرٌ، رُطَبٌ، تَمْرٌ۔ بُسْرٌ کب کہتے ہیں؟ جب وہ سخت ہے میٹھی ہو چکی ہے لیکن ابھی نرم نہیں۔ رُطَبٌ کب کہتے ہیں؟ نرم ہو چکی ہے پک چکی ہے، اور تَمْرٌ کب کہتے ہیں؟ جب دھوپ لگوا کر کچھ خشک کر لیا۔

اب ایک شخص نے قسم اٹھائی، کیا قسم اٹھائی کہ وَاللّٰہِ میں یہ بُسْرٌ نہیں کھاؤں گا، کیا قسم اٹھائی؟ وَاللّٰہِ میں یہ بُسْرٌ نہیں کھاؤں گا یعنی یہ ڈوکے جو ہیں ان کو نہیں کھاؤں گا درخت پر لگے ہوئے تھے، پھر وہ رُطَبٌ بن گئے اب کھایا ان کو تو کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں حانث نہیں ہو گا کیونکہ اس نے کیا کہا تھا؟ میں یہ بُسْرٌ نہیں کھاؤں گا، اب کیا بن چکا ہے یہ؟ رُطَبٌ بن چکا ہے اب نام ہی بالکل بدل چکا ہے اس کا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ حقیقت ہی بدل گئی۔ تو یاد رکھیے بُسْرٌ اسمِ جنس ہے یہ صفت نہیں ہے، صفت ہو تو پھر وہاں پر ذات مراد لیتے ہیں اور اسمِ اشارہ کے ساتھ جب صفت آ جائے تو صفت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اشارے کا اعتبار ہو گا یعنی وہ ذات مراد لے لیتے ہیں، لیکن اگر صفت کے بجائے کیا ذکر کر دی جائے؟ کوئی اسمِ جنس ذکر کر دیں بھئی اس جنس کا نام ذکر کر دیں صفت نہیں ذکر کی بلکہ اس جنس کا نام ذکر کیا ہے تو پھر اس صورت میں ضروری ہے کہ حانث تب ہو گا جب اس جنس کی حقیقت باقی ہو اور وہ اس کو استعمال کر لے۔ اب تو جب اس نے کھایا اب بُسْرٌ رہا؟ نہیں، تو یہ رُطَبٌ بن چکی ہے لہٰذا حانث نہیں ہو گا۔

تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ جس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ مِنْ هَذَا الْبُسْرِ کہ وہ اس بُسْرٌ میں سے نہیں کھائے گا فَصَارَ رُطَبًا تو وہ تر و تازہ کھجور ہو گئی یعنی پک گئیں فَأَكَلَهُ پس اس نے اس کو کھا لیا لَمْ يَحْنَثْ بھئی تو وہ حانث نہیں ہو گا۔ وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ بُسْرًا فَأَكَلَ رُطَبًا لَمْ يَحْنَثْ۔ بھئی پچھلے میں کسی خاص بُسْرٌ کی طرف اشارہ کیا تھا پھر بھی یہی حکم تھا، اگر کسی بُسْرٌ کی طرف اشارہ نہیں کیا مطلقاً کیا کہہ دیا؟ میں کوئی بُسْرٌ نہیں کھاؤں گا اور کھایا اس نے رُطَبٌ کو تو کہتے ہیں بھئی ابھی بھی قسم نہیں توڑی اس نے لہٰذا حانث نہیں، ایک ہی حکم ہے دونوں صورتوں میں چاہے بُسْرٌ کو نکرہ ذکر کرے چاہے معرفہ اشارے کے ساتھ ذکر کرے۔ پچھلے مسئلے میں تھا هَذَا الْبُسْرِ، اگلے میں دیکھیے کہتا ہے وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ بُسْرًا کہ وہ ڈوکے نہیں کھائے گا فَأَكَلَ رُطَبًا تو اس نے کیا کیا؟ رُطَبٌ کھا لیے لَمْ يَحْنَثْ بھئی تو حانث نہیں ہو گا کیونکہ جس چیز کی قسم اٹھائی تھی وہ ابھی بھی اس نے نہیں کھائی بھئی۔

وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رُطَبًا اور اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ رُطَبٌ نہیں کھائے گا فَأَكَلَ بُسْرًا مُذَنِّبًا تو اس نے ایسے بُسْرٌ کھا لیے جو دم کی طرف سے پک چکی ہے یعنی نچلے حصے کی طرف سے پک چکی ہے، حَنِثَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تو وہ حانث ہو جائے گا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ بھئی ڈوکا ہے سخت ہے اب وہ آہستہ آہستہ پکنا شروع ہوتا ہے، نچلی طرف سے پکنا شروع ہوا آہستہ آہستہ پھر سارا نرم ہو جائے گا، سمجھ میں آیا؟ تو نچلی طرف سے وہ نرم ہونا شروع ہو گیا، اب یہ جو نرم ہونا شروع ہوا تو اس کو کہتے ہیں بُسْرٌ مُذَنِّبٌ بھئی، کیا کہتے ہیں؟ بُسْرٌ مُذَنِّبٌ یعنی دم کی طرف سے جو پکنا شروع ہو چکا اسے کیا کہتے ہیں؟ بُسْرٌ مُذَنِّبٌ۔ اب ایک شخص نے قسم اٹھائی میں رُطَبٌ نہیں کھاؤں گا، اب اس نے بُسْرٌ مُذَنِّبٌ کو کھا لیا جو کچھ پک چکی ہے ایک طرف سے تو کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں؟ امام صاحب فرماتے ہیں حانث ہو جائے گا اس لیے کہ یہ کھجور دیکھا جائے تو بُسْرٌ بھی ہے آدھی بُسْرٌ ہے اور دیکھا جائے تو آدھی رُطَبٌ ہے، سمجھ میں آیا؟ تو آدھی رُطَبٌ ہے آدھی بُسْرٌ ہے تو اس نے تو کہا تھا میں رُطَبٌ نہیں کھاؤں گا اور جب اس کو کھایا تو گویا کہ وہ

رُطَبٌ کا کھانا پایا گیا کیونکہ آدھی رُطَبٌ ہے یہ بھئی۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ لَحْمًا فَأَكَلَ لَحْمَ السَّمَكِ لَمْ يَحْنَثْ۔ ایک آدمی نے قسم اٹھائی بھئی: وَاللّٰہِ میں گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر اس نے مچھلی کھالی، کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ نہیں ہو گا، اس لیے کہ بھئی قسموں کا دارومدار عرف پر ہے عام لوگوں پر ہے، عام لوگوں میں مچھلی کو کوئی گوشت

کہتا ہے؟ نہیں۔ آپ مچھلی کھا کر آئے ہیں کوئی آپ سے پوچھے کیا کھایا؟ کوئی کبھی بھی نہیں کہے گا میں نے گوشت کھایا ہے، سب کیا کہتے ہیں میں نے مچھلی کھائی ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اسی طرح قسم اٹھائی تھی میں گوشت نہیں کھاؤں گا، کلیجی کھالی، اوجھڑی کھالی، حانث نہیں مولانا اس لیے کہ کلیجی اور اوجھڑی کو کوئی بھی گوشت نہیں کہتا۔ وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ لَحْمًا اور جس نے قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا فَأَكَلَ لَحْمَ السَّمَكِ پس اس نے مچھلی کا گوشت کھالیا لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا۔

وَلَوْ حَلَفَ أَنْ لَا يَشْرَبَ مِنْ دِجْلَةَ۔ ایک شخص نے قسم اٹھائی بھئی توجہ سے سننا بھئی، ایک شخص نے قسم اٹھائی وَاللّٰهِ میں دریائے دجلہ، کوئی دریا مراد لے لیں یہاں دجلہ عراق کا مشہور دریا ہے دِجْلَةُ وہ ذکر کر دیا لیکن مراد عام کوئی بھی دریا ہے، ایک شخص نے قسم اٹھائی وَاللّٰهِ میں اس دریا میں سے پانی نہیں پیوں گا، وَاللّٰهِ میں اس دریا سے پانی نہیں پیوں گا۔ اچھا آپ مجھے بتائیے ایک شخص گیا پیالے میں پانی اٹھا کر لایا اور اس کو دیا اس نے پانی پی لیا، حانث ہوا یا حانث نہیں ہوا؟ یاد رکھیے وہ حانث نہیں ہوا۔ کیوں نہیں ہوا؟ بھئی وہ دریا سے پی رہا ہے یا پیالے سے پی رہا ہے؟ پیالے سے پی رہا ہے اور اس نے تو کیا کہا تھا؟ دریا سے نہیں پیوں گا تو ابھی بھی اس نے تو دریا سے نہیں پیا بھئی تو حانث نہیں ہوا۔ اچھا چلو وہ دریا کے پاس چلا گیا ایک چلو بھر کر اس میں سے پیا، حانث ہوا یا حانث نہیں ہوا؟ جی؟ ابھی بھی نہیں ہوا حانث، کیوں نہیں ہوا؟ دریا سے نہیں پیا چلو سے پی رہا ہے، دریا سے پینے کا کیا معنیٰ ہے؟ منہ لگا کر پیے پانی کو سیدھا دریا کے پانی کو، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو کہتے ہیں وَلَوْ حَلَفَ کسی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَشْرَبَ مِنْ دِجْلَةَ کہ وہ دریائے دجلہ سے نہیں پیے گا فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ تو اس نے اس سے پی لیا کسی برتن کے ذریعے لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا حَتَّى يَكْرَعَ مِنْهَا كَرْعًا۔ كَرَعَ کے معنیٰ ہوتے ہیں منہ لگا کر پینا بھئی، پانی تالاب وغیرہ میں سیدھا منہ لگا کر پانی جو پیا جائے تو اسے كَرَعَ يَكْرَعُ کہتے ہیں بھئی كَرْعًا۔ تو وہ حانث نہیں ہو گا حَتَّى يَكْرَعَ مِنْهَا كَرْعًا یہاں تک کہ اس سے منہ لگا کر پیے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ صاحبین کے نزدیک یاد رکھیے حانث ہو جائے گا بھئی، چلیے وہ مسائل آپ اگلے سال پڑھیں گے فی الحال جو کتاب میں ذکر ہے وہ سمجھتے جائیے۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَشْرَبَ مِنْ مَاءِ دِجْلَةَ۔ صورت یہ ہے ایک شخص نے قسم اٹھائی وَاللّٰهِ میں اس دریا کے پانی میں سے نہیں پیوں گا، وَاللّٰهِ میں اس دریا کے پانی میں سے نہیں پیوں گا۔ اب اس کے پاس پیالے میں وہ پانی لایا گیا اس نے پی لیا، آپ بتائیے حانث ہوا یا حانث نہیں ہوا؟ حانث ہو گیا، کیونکہ پہلے کہا تھا میں اس دریا سے نہیں پیوں گا اب کہہ رہا ہے میں اس دریا کے پانی میں سے نہیں پیوں گا، اور پیالے میں بھی لے آؤ یہ کس میں سے ہے؟ دریا کے پانی میں سے، یہ پانی بھی دریا کے پانی میں سے ہے بھئی تو حانث ہو جائے گا۔ فرق سمجھ میں آیا؟ وَمَنْ حَلَفَ جس نے یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يَشْرَبَ مِنْ مَاءِ دِجْلَةَ کہ وہ نہیں پیے گا دریائے دجلہ کے پانی میں سے فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ تو اس نے اس سے پی لیا برتن کے ذریعے حَنِثَ حانث ہو جائے گا۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ۔ صورت یہ ہے ایک شخص نے قسم اٹھالی، ایک شخص نے قسم اٹھائی میں اس گندم میں سے نہیں کھاؤں گا، میں اس گندم میں سے نہیں کھاؤں گا۔ اب اس گندم کو پیسا گیا اس سے روٹی بنائی گئی اس روٹی کو اس نے کھالیا، تو کہتے ہیں وہ حانث نہیں ہو گا کیونکہ اس نے کیا کہا تھا؟ میں اس گندم میں سے نہیں کھاؤں گا اور اب تو یہ گندم رہی ہی نہیں آٹا بن گیا اور آٹے کو پھر پکایا گیا روٹی بن گئی۔ ہاں اگر اسی طرح گندم کو پکا کر بھون کر کھالیتا تو کیا ہو جاتا؟ حانث، کیونکہ گندم کو بھون کر یا ابال کر پکا کر بھی کھایا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ جس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ مِنْ هَذِهِ الْحِنْطَةِ کہ وہ نہیں کھائے گا اس گندم میں سے فَأَكَلَ مِنْ خُبْزِهَا پس اس نے کھالیا اس کی روٹی میں سے لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا۔

صورت یہ ہے اگلے مسئلے کی بھئی: ایک آدمی نے قسم اٹھالی کہ میں اس آٹے میں سے نہیں کھاؤں گا، کس میں سے؟ اس آٹے میں سے نہیں کھاؤں گا۔ اچھا اس آٹے کو گوندھا گیا اس سے روٹی بنائی گئی پکائی گئی اس نے روٹی کو کھالیا، حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ حانث ہو جائے گا کیونکہ آٹے کو کھایا ہی اسی طرح جاتا ہے کہ اس سے روٹی بنائی جاتی ہے یا کوئی چیز تیار کی جاتی ہے اور پھر کیا کیا جاتا ہے اسے؟ کھایا جاتا ہے۔ گندم کو تو ویسے ہی کھالیتے ہیں لوگ بھئی بتلایا بھون کر یا ابال کر وغیرہ اس لیے وہاں وہ گندم ہی پر قسم تھی آٹے وغیرہ پر نہیں، اور اب آٹے پر قسم کھائی ہے لیکن آٹے کو تو کھاتے ہی کوئی نہ کوئی چیز بنا کر کھاتے ہیں ویسے نہیں لہٰذا وہ چیز مراد لے لی جائے گی روٹی یا کوئی اور چیز بنی ہوئی ہے اس آٹے کی جو بھی چیز بنائی ہوئی وہ کھالے گا حانث ہو جائے گا۔ ہاں لیکن اگر اس نے اسی آٹے کو سفوف کی طرح پھانک لیا تھوڑا سا تو کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں؟ کہتے ہیں اب نہیں حانث ہو گا کیونکہ ہم نے اس سے کیا مراد لے لیا؟ آٹے سے بنی ہوئی چیز مراد لے لی آٹا مراد ہی نہیں لیا، اب آٹے کو ویسے کھا بھی لے آٹا تو ویسے کھایا ہی نہیں جاتا تو وہ مراد بھی نہیں ہوتا بلکہ اس سے کیا مراد ہوتی ہے؟ اس سے بنی ہوئی چیز مراد لی جاتی ہے تو بنی ہوئی چیز ہی مراد لیں گے وہ آٹا اب مراد ہی نہیں۔ وَلَوْ حَلَفَ اور اگر قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ مِنْ هَذَا الدَّقِيقِ کہ وہ

اس آٹے میں سے نہیں کھائے گا، دَقِيقٌ آٹے کو کہتے ہیں، فَأَكَلَ مِنْ خُبْزِهِ تو اس نے اس کی روٹی میں سے کھالیا حَنِثَ حانث ہو جائے گا۔ وَلَوِ اسْتَفَّهُ كَمَا هُوَ، اِسْتَفَّ يَسْتَفُّ کا معنیٰ اسی سے سَفُوفٌ ہے بھئی سفوف کی طرح پھانکنا سفوف کی طرح کھانا، وَلَوِ اسْتَفَّهُ اور اگر اسے سفوف کی طرح کھالیا كَمَا هُوَ جیسے کہ وہ ہے یعنی جیسا آٹا ہے اسی طرح سفوف کی صورت میں کھالیا لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں۔

وَإِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَ فُلَانًا فَكَلَّمَهُ وَهُوَ بِحَيْثُ۔ صورت یہ بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھالی، ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں فلاں سے بات نہیں کروں گا مثلاً میں زید سے بات نہیں کروں گا، یہ گیا اس کے پاس دیکھا تو زید سویا ہوا ہے۔ وہ سویا ہوا ہے اس نے اس سے بات چیت شروع کر دی اتنی آواز میں بات کر رہا ہے کہ اگر وہ جاگ رہا ہو تا تو سن لیتا، جاگ رہا ہو تا تو سن لیتا۔ تو صاحبِ قدوری فرماتے ہیں کہ اس صورت میں وہ حانث ہو گیا کیونکہ اس نے بات تو کر لی، بات کرنا کس کو کہتے ہیں؟ اس طریقے سے بات کی جائے کہ وہ اس کے کان تک پہنچ جائے تو کہتے ہیں میں نے فلاں سے بات کی۔ باقی وہ سن نہیں رہا وہ تو ایک مانع آ گیا اس کی طرف سے کہ وہ سویا ہوا ہے، سویا نہ ہو تا تو یقیناً کیا کر لیتا؟ بات کو سن لیتا لہٰذا بات کرنا پایا گیا یہ شخص حانث ہو گیا۔ یہ ایک روایت ہے جو صاحبِ قدوری نے نقل کی لیکن دوسری روایت ہے جس پر فتویٰ ہے کہ نہیں بھئی یہ شخص حانث نہیں ہو گا۔ ہاں اگر بات چیت کے اندر وہ دوسرا جاگ جاتا ہے اور کچھ بات سن لیتا ہے تو کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا جاگ جاتا ہے اگر وہ۔ وَإِنْ حَلَفَ اگر اس نے یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ فُلَانًا کہ وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا فَكَلَّمَهُ پس اس نے اس کے ساتھ کلام کیا وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ اور وہ دوسرا اس حیثیت سے ہے کہ سن رہا ہے إِلَّا أَنَّهُ نَائِمٌ مگر یہ کہ وہ سویا ہوا ہے، کانوں میں یعنی اس کے آواز پڑ رہی ہے لیکن وہ سویا ہوا ہے تو پتہ نہیں چلا اسے لیکن کانوں تک تو بات پہنچ گئی حَنِثَ تو یہ کیا ہو جائے گا؟ حانث۔ میں نے بتلایا کہ فتویٰ دوسرے قول پر ہے کہ حانث نہیں ہو گا ہاں اگر وہ جاگ جائے پھر یہ حانث ہو جائے گا۔

وَإِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ صورت یہ بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھالی، کیا کیا؟ قسم اٹھالی کہ میں فلاں سے اس کی اجازت کے بغیر بات نہیں کروں گا، یا کسی کو کہا وَاللّٰهِ میں تم سے تمہاری اجازت کے بغیر بات نہیں کروں گا، یہ کہا اور چلا گیا۔ بعد میں اب بتایئے بغیر اجازت کے بات کرے گا تو قسم ٹوٹے گی یا نہیں ٹوٹے گی؟ ٹوٹے گی، اور اجازت لے کر کرے گا تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اچھا اس شخص نے اجازت دے دی اور یہ وہاں موجود ہی نہیں تھا، یہ وہاں موجود نہیں تھا اجازت دے دی، اس نے اب بعد میں اس کے ساتھ ویسے ہی بات چیت شروع کر دی اسے اجازت کا علم نہیں لیکن اس نے کیا کیا؟ بات چیت شروع کر دی تو کیا قسم ٹوٹ گئی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی قسم ٹوٹ گئی۔ بھئی اجازت لے کر تو بات کر رہا ہے بھئی اجازت تو وہ دے چکا ہے؟ کہتے ہیں بھئی اجازت کا معنیٰ ہوتا ہے دوسرے کو اطلاع دینا اور یہاں دوسرے کو اطلاع ہوئی ہے ابھی تک؟ نہیں، تو گویا یوں سمجھیں گے ابھی بھی بغیر اجازت لیے ہی کیا کر رہا ہے اس سے؟ بات۔ مسئلہ سب کو سمجھ میں آ گیا؟ وَإِنْ حَلَفَ اور اگر کسی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ کہ وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا مگر اس کی اجازت کے ساتھ فَأَذِنَ لَهُ پس اس دوسرے شخص نے اس کو اجازت دے دی وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْإِذْنِ اور اس کو علم ہی نہیں ہے اجازت کا حَتَّى كَلَّمَهُ یہاں تک کہ اس کے ساتھ بات چیت کر لی حَنِثَ تو یہ کیا ہو جائے گا؟ حانث، گویا یوں سمجھا جائے گا اس نے بغیر اجازت کے کیا کر لی ہے اس کے ساتھ؟ بات کر لی ہے کیونکہ اسے اطلاع نہیں اور اجازت تو کہتے ہی کس کو ہیں دوسرے کو اطلاع دی جائے اس کے اندر بھئی۔

وَإِذَا اسْتَحْلَفَ الْوَالِي رَجُلًا۔ صورت یہ بھئی شہر کے حاکم نے گورنر نے ایک آدمی کو بلوایا، ایک دو چار جنتوں سے بھی قسم لے رہا ہے، ان سے قسم لی بھئی کہ اگر شہر میں کوئی شر پسند داخل ہوا کوئی مفسد داخل ہوا تو تم مجھے اطلاع کرو گے سارے اس بات پر قسم کھاؤ اس بات کا حلف اٹھاؤ۔ انہوں نے قسم اٹھا لی کہ ہاں بھئی شہر میں جیسے ہی کوئی مفسد داخل ہو گا اور ہمیں پتہ چلے گا ہم کیا کریں گے؟ جاسوسی کریں گے اور آپ کو اس کی اطلاع پہنچا دیں گے قسم کھالی۔ تو کیا اب یہ ساری عمر کے لیے پابند ہو گئے؟ ساری عمر جب بھی کوئی شر پسند آئے ان کے لیے ضروری ہے اسی آدمی کے پاس جائیں وہ جو حاکم تھا اور اسے اطلاع دیں یا جب تک وہ حاکم ہے اس وقت تک؟ کہتے ہیں بھئی یہ قسم اس وقت تک کے لیے ان پر ہے جب تک وہ حاکم ہے۔ جب وہ گورنری سے معزول کر دیا گیا ہٹا دیا گیا تو اب قسم بھی ختم ہو گئی، قسم بھی ختم ہو گئی اب وہ اطلاع نہ دیں پھر بھی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ بھئی کیوں نہیں ٹوٹے گی انہوں نے تو کہا تھا کہ جو بھی داخل ہو گا ہم کیا کریں گے آپ کو اطلاع دیں گے؟ کہتے ہیں بھئی اس اطلاع کا مقصد کیا تھا؟ وہ حاکم وہ اطلاع کیوں چاہتا تھا؟ کہ اس کو جب اطلاع ملے گی پھر وہ ان شر پسندوں کو دور کرے گا ختم کرے گا شہر سے بھئی، تو جب تک اس کی حکومت ہے وہ اس پر قادر ہے، جب حکومت ختم تو اب تو وہ ان کے شر کو ختم کرنے پر بھی قادر نہیں، اب اس کو اطلاع دینے کا کوئی فائدہ ہو گا؟ نہیں بھئی، لہٰذا معلوم ہوا اس وقت تک تھی یہ قسم جب تک اس کا فائدہ بھی تھا اس کے بعد اس کا فائدہ ہی کوئی نہیں۔ بات یہاں تک سب کو سمجھ میں آ گئی؟ وَإِذَا اسْتَحْلَفَ الْوَالِي رَجُلًا جب قسم کھلوائی حاکم نے کسی آدمی کو لِيُعْلِمَهُ بِكُلِّ دَاعِرٍ کہ وہ اس کو اطلاع دے گا ہر، دَاعِرٌ کہتے ہیں مفسد کو فساد پھیلانے والا، کہ وہ اس کو اطلاع دے گا ہر مفسد کی دَخَلَ الْبَلَدَ جو کیا ہو شہر کے اندر داخل ہو فَهُوَ عَلَى حَالِ وِلَايَتِهِ

خَاصَّةً تو یہ کس پر محمول ہو گی قسم؟ عَلَى حَالِ وِلَايَتِهِ خَاصَّةً اس حاکم کی ولایت کے حال پر خاص طور پر، جب تک اس کی ولایت ہے اس وقت تک قسم ہے ان پر اطلاع دینا ضروری ورنہ قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا پڑے گا، اور اگر اس کی ولایت نہ رہی تو قسم کا زمانہ بھی ختم ہوا۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَرْكَبَ دَابَّةَ فُلَانٍ۔ بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھائی میں زید کے کسی جانور پر سواری نہیں کروں گا، پھر اس نے زید کے عبدِ ماذون کے جانور پر سواری کر لی تو کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں اس نے اگر تو یہ نیت کی تھی کہ خاص زید کی سواری مراد لی تھی، نیت کا بھی دخل ہے یاد رکھیے قسم میں، سمجھ میں آیا بھئی؟ عرف کو بھی دیکھا جائے گا نیت کو بھی دیکھیں گے۔ تو اب نیت اس کی کیا تھی کیا کہنا چاہتا تھا؟ خاص زید کی سواری کی نیت اس نے کی تھی تو پھر اس صورت میں تو حانث نہیں کیونکہ ابھی بھی وہ زید کی سواری پر سوار نہیں ہوا بلکہ اس کے عبدِ ماذون کی سواری پر سوار ہوا ہے۔ اور اگر مراد تھی زید کی کوئی مملوکہ سواری ہو میں اس پر سوار نہیں ہوں گا، تو کہتے ہیں اس صورت میں پھر غور و فکر کر لو: اگر تو عبدِ ماذون پر، آپ جانتے ہیں عبدِ ماذون کے پاس جو کچھ ہے سارا کچھ آقا کا ہے لیکن اگر اس پر اتنا دین آ جائے جو اس کی ساری رقبہ کا احاطہ کر لے، اس غلام کی ساری قیمت کا کیا کر لے؟ احاطہ کر لے تو پھر آقا اس کے مال کا مالک نہیں رہتا، تو اگر اس پر اتنا دین تھا تو اب یہ سواری جو اس کے پاس ہے وہ زید کی مملوک نہیں، جب زید کی مملوک نہیں تو اس پر سوار ہونے سے وہ حانث بھی نہیں۔ سمجھ میں آئی بات؟ اور اگر اس پر اتنا دین نہیں ہے اور اس کی نیت کیا تھی قسم کھانے والے کی؟ زید کے کسی مملوکہ جانور پر میں سواری نہیں کروں گا، تو یہ تو عبدِ ماذون پر بھی ابھی دین نہیں ہے اس کی بھی جو چیزیں اس کے پاس ہیں ان کا بھی مالک زید ہی ہے تو لہٰذا اب کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔ وَمَنْ حَلَفَ اور جس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَرْكَبَ دَابَّةَ فُلَانٍ کہ وہ سواری نہیں کرے گا فلاں کے جانور پر فَرَكِبَ دَابَّةَ عَبْدِهِ الْمَأْذُونِ پس وہ سوار ہو گیا اس شخص کے عبدِ ماذون کی سواری پر لَمْ يَحْنَثْ تو حانث نہیں ہو گا۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَدْخُلَ هَذِهِ الدَّارَ فَوَقَفَ عَلَى سَطْحِهَا أَوْ دَخَلَ دِهْلِيزَهَا حَنِثَ۔ اور جس شخص نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَدْخُلَ هَذِهِ الدَّارَ کہ وہ اس گھر کے اندر داخل نہیں ہو گا، ایک شخص نے کیا قسم اٹھائی؟ اس گھر میں داخل نہیں ہو گا، پھر وہ چھت کے ذریعے اس کی چھت پر آ گیا تو حانث ہوا یا حانث نہیں ہوا؟ کہتے ہیں بھئی اس صورت کے اندر حانث ہو گیا، چھت پر بھی آ جائے تو کیا کہتے ہیں لوگ؟ یہ اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اسی طرح اس نے قسم کھائی تھی میں اس کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا اس کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا یعنی وہ جو دروازے سے گھر تک کا جو چھت سی ڈلی ہوئی ہے اس میں داخل ہوا تو کہتے ہیں بھئی دروازے سے اندر آ گیا تو بس کیا کہیں گے؟ گھر میں داخل ہو گیا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ جس نے یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يَدْخُلَ هَذِهِ الدَّارَ کہ وہ اس گھر میں داخل نہیں ہو گا فَوَقَفَ عَلَى سَطْحِهَا تو وہ کھڑا ہوا اس گھر کی چھت پر أَوْ دَخَلَ دِهْلِيزَهَا یا اس گھر کی ڈیوڑھی میں داخل ہوا، دِهْلِيزٌ کس کو کہتے ہیں؟ ڈیوڑھی کو بھئی وہ جو دروازے سے لے کر گھر تک جو چھت سی بنی ہوئی ہے راستہ بنا ہوا ہے اسے کہتے ہیں، حَنِثَ تو ان صورتوں میں حانث ہو جائے گا۔

وَإِنْ وَقَفَ فِي طَاقِ الْبَابِ۔ اور طَاقٌ کہتے ہیں محراب کو مولانا، اور اگر وہ شخص بھئی جس نے قسم اٹھائی تھی وہ اگر کھڑا ہو گیا اس دروازے کی محراب میں، سمجھ میں آیا؟ دروازے کی محراب میں کھڑا ہوا یا یوں کہیں اس دروازے کے چھجے کے نیچے کھڑا ہوا یا اس کے شیڈ کے نیچے کھڑا ہوا تو حانث ہو گا یا حانث نہیں؟ کہتے ہیں آپ خود غور کر لیں دروازہ بند کرو تو وہ باہر ہے یا اندر بنتا ہے؟ اگر وہ باہر بنتا ہے تو پھر حانث نہیں، اور اگر اندر بن رہا ہے دروازے کے تو کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا کیونکہ دروازے سے اندر جب ہے تو معلوم ہوا گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ وَإِنْ وَقَفَ فِي طَاقِ الْبَابِ اگر وہ کھڑا ہوا بھئی دروازے کے طاق میں بِحَيْثُ اس طور پر إِذَا أُغْلِقَ الْبَابُ کہ جب دروازے کو بند کر دیا جائے كَانَ خَارِجًا تو یہ کیا ہوتا ہے؟ تو یہ باہر ہے، دروازے کو بند کر دینے سے یہ باہر ہے لَمْ يَحْنَثْ تو اس صورت میں حانث نہیں۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ الشِّوَاءَ۔ ایک آدمی نے کہا میں بھنی ہوئی چیز نہیں کھاؤں گا، شِوَاءٌ، اب اس سے کیا مراد لیں؟ کہتے ہیں بھئی اپنے عرف کو دیکھو آپ کے عرف میں کیا چیز بھنی ہوئی عام طور پر اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اگر بھنا ہوا گوشت مراد لیتے ہیں آپ کے ہاں تو اس سے بھنا ہوا گوشت ہی مراد لیں گے کوئی اور بھنی ہوئی چیز پھر مراد نہیں، عرف کو دیکھا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ الشِّوَاءَ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ بھنی ہوئی چیز نہیں کھائے گا فَهُوَ عَلَى اللَّحْمِ تو یہ قسم جو ہے عَلَى اللَّحْمِ گوشت پر محمول ہے۔ کیا مراد لیں گے؟ گوشت، کیونکہ اس زمانے میں اس سے کیا مراد لیتے تھے؟ گوشت، تو آج کل کے زمانے کا اعتبار دیکھ لیں گے۔ دُونَ الْبَاذِنْجَانِ وَالْجَزَرِ، بَاذِنْجَانٌ کہتے ہیں بینگن کو، جَزَرٌ کہتے ہیں گاجر ہے یا گاجر جیسی کوئی سبزی ہے بھئی، دُونَ الْبَاذِنْجَانِ وَالْجَزَرِ بینگن یا گاجر وغیرہ وہ بھی بھنی ہوئی ملتی ہیں لیکن وہ مراد نہیں لیں گے کیونکہ عموماً شِوَاءٌ سے کیا مراد لیتے

ہیں لوگ؟ گوشت کے لیے لفظ زیادہ استعمال کرتے ہیں تو وہ مراد لیں گے۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ الطَّبِيخَ۔ بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں طَبِيخٌ نہیں کھاؤں گا پکی ہوئی چیز نہیں کھاؤں گا، طَبِيخٌ بمعنیٰ مَطْبُوخٌ کے ہے پکی ہوئی چیز، تو اس سے کیا مراد لیں گے؟ کہتے ہیں اس سے گوشت مراد لیں گے کوئی اور پکی ہوئی چیز نہیں کیونکہ عموماً یہ کس کے لیے استعمال کرتے ہیں؟ گوشت کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وَمَنْ حَلَفَ جس نے یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ الطَّبِيخَ کہ وہ پکی ہوئی چیز نہیں کھائے گا فَهُوَ عَلَى مَا يُطْبَخُ مِنَ اللَّحْمِ تو یہ قسم جو ہے عَلَى مَا محمول ہے اس چیز پر يُطْبَخُ جسے پکایا جاتا ہے مِنَ اللَّحْمِ کس میں سے؟ گوشت میں سے۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ الرُّءُوسَ فَيَمِينُهُ۔ صورت یہ بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھائی وَاللّٰهِ میں سری نہیں کھاؤں گا، آپ کے ہاں بھئی کس چیز کی سری ملتی ہے عام طور پر پکی ہوئی؟ جی کس چیز کی سری بکتی ہے؟ بکرے کی، تو ہمارے عرف میں کیا مراد لے لیں گے؟ بکرے کی سری، یا اسی طرح اگر گائے کی ملتی ہے تو بکرے اور گائے دونوں کی سری مراد لے لیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ اب اس شخص نے بھئی آپ بتائیے اگر چڑیا کی سری پکا کر کھالی یا کبوتر کی سری پکا کر کھالی حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ نہیں، کیونکہ عرف میں یہ سری مراد نہیں لی جاتی۔ اسی طرح پائے ہیں بھئی، پائے کون سے مراد لیے جاتے ہیں؟ گائے یا بکری وغیرہ کے، معلوم ہوا اونٹ کے پائے اگر کھا گیا تو حانث نہیں بھئی۔ وَمَنْ حَلَفَ جس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ الرُّءُوسَ کہ وہ سریاں نہیں کھائے گا، رُءُوسٌ جمع ہے رَأْسٌ کی سری کو کہتے ہیں، اور جس نے قسم اٹھائی کہ وہ سریاں نہیں کھائے گا فَيَمِينُهُ تو اس کی قسم جو ہے عَلَى مَا ان سریوں پر ہے يُكْبَسُ جن کو ڈالا جاتا ہے فِي التَّنَانِيرِ تنوروں میں یعنی تنوروں میں ڈال کر پکایا جاتا ہے مراد یہ ہے، جن کو تنوروں میں ڈالا جاتا ہے یعنی ان میں پکایا جاتا ہے وَيُبَاعُ فِي الْمِصْرِ اور شہر کے اندر بیچا جاتا ہے وہ مراد لیں گے، جو بھی تنوروں میں پکائی جاتی ہے اور شہر میں بیچی جاتی ہے وہ مراد لیں گے۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَأْكُلَ الْخُبْزَ فَيَمِينُهُ۔ اچھا ایک آدمی نے قسم اٹھائی وَاللّٰهِ میں روٹی نہیں کھاؤں گا تو کون سی روٹی مراد لیں گے؟ کہتے ہیں بھئی جو اس علاقے میں عادت ہے عموماً جو لوگ کھاتے ہیں وہ روٹی مراد لیں گے۔ لہٰذا ایک شخص نے بھئی کوئی خاص چاول کی روٹی مثلاً کھالی، علاقے میں گندم کی روٹی مراد لیتے ہیں اس سے یا جو کی روٹی کھائی جاتی ہے اور اس نے کون سی روٹی کھالی؟ چاول والی، کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں؟ کہتے ہیں حانث نہیں ہو گا کیونکہ روٹی بول کر لوگ چاول کی روٹی عموماً مراد نہیں لیتے اور اس نے روٹی کی بات کی ہے تو عام روٹی مراد لیں گے۔ وَمَنْ حَلَفَ اور جس شخص نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَأْكُلَ الْخُبْزَ کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا فَيَمِينُهُ عَلَى مَا يَعْتَادُ أَهْلُ الْبَلَدِ تو اس کی قسم جو ہے اس روٹی پر ہو گی، مَا سے مراد کیا ہے؟ روٹی، اس روٹی پر ہو گی يَعْتَادُ کہ عادی ہوں أَهْلُ الْبَلَدِ شہر والے أَكْلَهُ اس کے کھانے کے خُبْزًا بطور روٹی کے، اس سے کیا چیز مراد لی جائے گی؟ وہ چیز جسے شہر والے بطورِ روٹی کے کھانے کے عادی ہوں۔ فَإِنْ أَكَلَ خُبْزَ الْقَطَائِفِ، قَطَائِفُ یہ قَطِيفَةٌ کی جمع ہے اور مٹھائی کو کہتے ہیں میٹھی بھئی میٹھی روٹی، تو کوئی خاص مٹھائی وغیرہ ساتھ ملا کر روٹی کوئی بناتے ہوں گے تو کہتے ہیں فَإِنْ أَكَلَ خُبْزَ الْقَطَائِفِ اگر اس شخص نے قطائف والی روٹی کھالی یعنی میٹھی روٹی کھالی أَوْ خُبْزَ الْأُرْزِّ، أُرْزٌّ راء پر پیش ہے اور زاء پر شد ہے أُرْزٌّ چاول کو کہتے ہیں، أَوْ خُبْزَ الْأُرْزِّ یا اس نے چاول کی روٹی کھالی بِالْعِرَاقِ کس علاقے میں؟ عراق میں لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہو گا کیونکہ عراق میں چاول کی روٹی کا رواج نہیں ہے بلکہ وہاں کون سی جو یا گندم کی روٹی کھائی جاتی ہے، تو کہتے ہیں اس صورت میں لَمْ يَحْنَثْ حانث نہیں ہو گا۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَبِيعَ أَوْ لَا يَشْتَرِيَ أَوْ لَا يُؤَاجِرَ۔ ایک آدمی نے قسم اٹھائی بھئی کہ وَاللّٰهِ میں کوئی چیز نہیں بیچوں گا یا مثلاً یہ چیز میں نہیں بیچوں گا، پھر کسی دوسرے کو وکیل بنایا جاؤ بھئی میری یہ چیز بیچ دو، وکیل گیا چیز بیچ آیا، کیا یہ شخص حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس نے بیچا ہے یا اس کے وکیل نے بیچا ہے؟ اس کے وکیل نے بیچا ہے لہٰذا یہ حانث نہیں۔ ہاں ایک شخص نے کہا بھئی وَاللّٰهِ میں نکاح نہیں کروں گا، اب اس نے ایک آدمی کو کہا جاؤ بھئی میرا فلاں جگہ نکاح کروادو، وکیل گیا اس کا نکاح کروادیا، اب بتائیے یہ حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں حانث ہو جائے گا۔ بھئی کیوں فرق کیوں ہے دونوں میں؟ بیچنے کے لیے وکیل بنایا تو یہ حانث نہیں، نکاح کے لیے وکیل بنایا تو یہ حانث، وجہ؟ وجہ یہ بھئی یاد رکھیے آپ جانتے ہیں عقد دو قسم کے ہیں: کچھ عقد وہ ہیں جہاں حقوقِ عقد کا تعلق وکیل سے ہوتا ہے، کچھ عقد وہ ہیں جہاں حقوق کا تعلق مؤکل سے ہوتا ہے۔ تو بیع و شراء اور کرائے پر کوئی چیز دینا وغیرہ ان میں حقوق کا تعلق کس سے ہوتا ہے؟ وکیل سے ہوتا ہے، وکیل کا کام ہوتا ہے پیسوں کی ادائیگی کرنا، چیز کو وصول کرنا، کوئی عیب نکل آئے تو پھر چیز کو واپس کرنا وغیرہ یہ سارے کس کے ذمے ہوتے ہیں؟ وکیل کے کیونکہ حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہے؟ وکیل سے۔ کیونکہ یہاں پر وکیل مؤکل کی طرف نسبت نہیں کرتا، وکیل کو میں نے بھیجا ہے جاؤ یہ میری گاڑی بیچ دو وہ بیچتے ہوئے یہ نہیں کہے گا یہ جو فلاں آدمی کی گاڑی ہے یہ میں آپ کو بیچ رہا ہوں، نہیں سیدھی بات

کرے گا یہ گاڑی میں بیچنا چاہتا ہوں کتنے میں آپ خریدو گے؟ مؤکل کا نام بھی نہیں لیتا وہ۔ تو وہ جگہ جہاں وکیل مؤکل کا نام بھی نہیں لیتا یا اس کا نام لینا ضروری نہیں ہے وہاں حقوقِ عقد کا تعلق کس سے ہے؟ وکیل سے ہے، تو گویا یوں سمجھیں گے عقد وکیل نے کیا ہے مؤکل نے سرے سے کیا ہی نہیں، مؤکل کی طرف وہ شمار ہی نہیں۔ اور کچھ عقد وہ ہیں جن کا تعلق مؤکل سے ہوتا ہے وکیل کو باقاعدہ مؤکل کا نام لینا پڑتا ہے، اب مثلاً نکاح ہے آپ نے ایک شخص کو وکیل بنایا کہ جاؤ جا کر نکاح کرواؤ میرا تو وہ کیا کہے گا جا کر؟ کہ فلاں آدمی کا میں نکاح کرواتا ہوں، آپ کا نام لے گا یا نہیں بھئی؟ اگر آپ کا نام نہ لیا پھر تو اس کا اپنا نکاح ہو جائے گا بھئی۔ تو لہٰذا یہاں پر جہاں مؤکل کا نام لینا ضروری ہوتا ہے وہاں حقوقِ عقد کا تعلق بھی کس سے ہوتا ہے؟ مؤکل ہی سے ہوتا ہے گویا مؤکل ہی نے یہ کام سرانجام دیا ہے، لہٰذا اب چاہے اس قسم کے مسئلے میں وکیل بنا بھی لے پھر بھی یوں سمجھیں گے گویا کس نے یہ عمل کیا ہے؟ مؤکل نے تو حانث ہو جائے گا۔ صورتیں سمجھ میں آ گئیں؟ ایک شخص نے قسم اٹھائی تھی میں گاڑی یہ والی اپنی نہیں بیچوں گا پھر کسی کو وکیل بنایا کہ جاؤ میری یہ گاڑی بیچ دو اس نے گاڑی بیچ دی یہ حانث ہوا؟ یہ حانث نہیں۔ اور ایک شخص نے قسم اٹھائی تھی میں وَاللّٰہِ نکاح نہیں کروں گا اب اس نے ایک وکیل کو بنایا جاؤ فلاں جگہ میرا نکاح کروا دو اب اس نے نکاح کروایا تو یہ کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔ مسائل بھی سمجھ آ رہے ہیں کہ مشکل ہیں بھئی؟ یہ سب پرانی باتیں میں ویسے دہرا رہا ہوں ساتھ صرف قسم کی تفصیل نئی تھی باقی وکیل کی قسمیں اور عقد جو ہیں یہ تو پرانی بات ہے۔ وَمَنْ حَلَفَ جس نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَبِيعَ أَوْ لَا يَشْتَرِيَ کہ وہ بیچے گا نہیں یا خریدے گا نہیں أَوْ لَا يُؤَاجِرَ یا کرائے پر کوئی چیز نہیں دے گا فَوَكَّلَ تو اس نے وکیل بنایا مَنْ ایسے شخص کو فَعَلَ ذَلِكَ جس نے یہ کام کیا لَمْ يَحْنَثْ تو یہ حانث نہیں ہو گا۔ فَوَكَّلَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ اس نے وکیل بنایا ایسے شخص کو جس نے یہ کام کیا لَمْ يَحْنَثْ تو یہ حانث نہیں ہو گا۔

وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَجْلِسَ عَلَى الْأَرْضِ اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ زمین پر نہیں بیٹھے گا فَجَلَسَ عَلَى بِسَاطٍ پس یہ شخص بچھونے پر بیٹھا أَوْ عَلَى حَصِيرٍ یا چٹائی پر بیٹھا۔ ایک آدمی نے قسم اٹھائی وَاللّٰہِ میں زمین پر نہیں بیٹھوں گا، پھر اس کے بعد وہ کسی دری پر بیٹھ گیا کسی بستر پے پر بیٹھ گیا یا کسی چادر پر بیٹھ گیا جو زمین پر بچھے ہوئے ہیں یا کسی چٹائی پر بیٹھ گیا جو زمین پر بچھی ہوئی ہے تو کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں حانث نہیں کیونکہ کوئی بھی یہ نہیں کہتا یہ زمین پر بیٹھا ہوا ہے بلکہ کیا کہتے ہیں؟ یہ چٹائی پر بیٹھا ہے یا یہ دری پر بیٹھا ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ جس نے یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يَجْلِسَ عَلَى الْأَرْضِ کہ وہ زمین پر نہیں بیٹھے گا فَجَلَسَ عَلَى بِسَاطٍ تو وہ بچھونے پر بیٹھ گیا أَوْ عَلَى حَصِيرٍ یا چٹائی پر بیٹھ گیا لَمْ يَحْنَثْ تو حانث نہیں ہو گا۔

بھئی ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰہِ میں چارپائی پر نہیں بیٹھوں گا، کیا قسم اٹھائی؟ وَاللّٰہِ میں چارپائی پر نہیں بیٹھوں گا۔ اب چارپائی کے اوپر بستر اچھا ہوا تھا چادر بچھی ہوئی تھی وہ اوپر جا کر بیٹھ گیا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ حانث ہو گا۔ کیوں حانث ہو جائے گا؟ کیونکہ چارپائی پر بیٹھتے ہی اسی طرح ہیں عموماً اوپر چادر بچھا لیتے ہیں یا بستر اچھا لیتے ہیں۔ اس نے کیا کیا؟ قسم کیا اٹھائی تھی؟ وَاللّٰہِ میں چارپائی پر نہیں بیٹھوں گا، اس نے اس چارپائی کے اوپر ایک اور چارپائی رکھی یا یوں کہیں اس پلنگ کے اوپر ایک اور پلنگ رکھا یا یوں کہیں اس تخت، سَرِيرٌ تخت کو بھی کہتے ہیں چارپائی کو بھی کہتے ہیں پلنگ کو بھی کہتے ہیں، اس نے اس تخت کے اوپر ایک اور لکڑی کا تخت رکھا اور اس پر بیٹھ گیا، اب آپ بتائیے حانث ہوا یا حانث نہیں ہوا؟ جی؟ بتائیے! حانث ہو جائے گا کیوں نہیں ہوا؟ دس اوپر رکھ کر بیٹھے بیٹھا تو چارپائی پر ہی ہے نا، بیٹھا تو تخت پر ہی ہے کہ کسی اور چیز پہ بیٹھا ہے؟ اس نے تو کہا تھا میں چارپائی پہ نہیں بیٹھوں گا۔ ہاں اگر متعین کر دی اب مسئلہ بدلے گا، نیچے جو پڑی تھی چارپائی اس نے کہا میں اس چارپائی پر نہیں بیٹھوں گا، اب اس کے اوپر اگر چادر وغیرہ ہو بیٹھے گا تو بھی حانث، لیکن اگر اس کے اوپر ایک اور تخت رکھ کر کیا کرتا ہے؟ اس کے اوپر ایک اور چارپائی رکھ کر اس کے اوپر بیٹھ جاتا ہے، اب آپ بتائیے اب یہ وہ نچلی چارپائی پہ بیٹھا ہے یا اوپر والی پہ بیٹھا ہے؟ اوپر والی پہ بیٹھا ہے لہٰذا حانث نہیں۔ یہ کس صورت میں ہے؟ جب اس نے کون سی چارپائی پر نہ بیٹھنے کی قسم کھائی ہے؟ نیچے والی کی، ورنہ مطلق قسم کھائی ہوتی تو یہ کیا ہو جاتا؟ حانث ہو جاتا۔ وَمَنْ حَلَفَ جس شخص نے یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يَجْلِسَ عَلَى سَرِيرٍ کہ وہ سَرِيرٌ پر نہیں بیٹھے گا، میں نے بتلایا سَرِيرٌ چارپائی کو بھی کہتے ہیں پلنگ کو بھی کہتے ہیں تخت کو بھی کہتے ہیں، کہ وہ چارپائی پر نہیں بیٹھے گا یا تخت پر نہیں بیٹھے گا فَجَلَسَ عَلَى سَرِيرٍ پس وہ بیٹھ گیا ایک ایسی چارپائی پر فَوْقَهُ بِسَاطٌ کہ اس کے اوپر بچھونا ہے حَنِثَ تو کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔ وَإِنْ جَعَلَ فَوْقَهُ سَرِيرًا آخَرَ اور اگر اس نے رکھ دیا اس چارپائی کے اوپر ایک اور چارپائی یا اس تخت کے اوپر ایک اور تخت، سمجھ میں آیا؟ وَإِنْ جَعَلَ فَوْقَهُ سَرِيرًا آخَرَ اور اگر کر دیا اس کے اوپر اس نے ایک اور تخت کو فَجَلَسَ عَلَيْهِ پھر اس پر بیٹھا، کون سی صورت ہے یہ؟ کوئی متعین چارپائی مراد لی تھی اس نے کہا تھا اس چارپائی پر نہیں بیٹھوں گا پھر اس کے اوپر اس نے ایک اور چارپائی رکھی فَجَلَسَ عَلَيْهِ اس پر بیٹھ گیا لَمْ يَحْنَثْ تو حانث نہیں ہو گا۔

ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰہِ میں بستر پر نہیں سوؤں گا، بستر پے پر نہیں سوؤں گا۔ اب اس بستر کے اوپر ایک چادر بھی بچھا دی گئی اب وہ

اوپر سویا یا لیٹا یا بیٹھا جس چیز کی قسم اٹھائی تھی اس کے خلاف کیا اور اس چادر اوپر بچھی ہوئی ہے اور اوپر بیٹھ گیا، اب بتایئے حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ حانث ہو جائے گا کیونکہ بستر ے پر عموماً کیا کیا جاتا ہے؟ چادر تو بچھاتے ہی ہیں بھئی۔ ہاں اگر اس نے کسی معین بستر ے کی قسم اٹھائی تھی کہ میں اس بستر ے پر نہیں سوؤں گا، پھر اس بستر ے کے اوپر ایک اور بستر ا اوپر ڈالا اور پھر اوپر سو گیا اب حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا؟ اب حانث نہیں کیونکہ وہ اب نیچے والے بستر ے پہ نہیں سو رہا بلکہ اوپر والے بستر ے پر سو رہا ہے اور اس نے تو کہا تھا نیچے والا بستر ا ہے اس پہ میں نہیں سوؤں گا اور ابھی بھی اس پر نہیں سویا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَلَفَ اور اگر کسی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يَنَامَ عَلَى فِرَاشٍ کہ وہ نہیں سوئے گا بچھونے پر یعنی بستر ے پر فَنَامَ عَلَيْهِ تو وہ اس پر سو گیا وَفَوْقَهُ قِرَامٌ اور اس حال میں کہ اس بستر ے کے اوپر قِرَامٌ تھا، قِرَامٌ کہتے ہیں نقش و نگار والا کپڑا بھئی، چادر تھی یعنی چادر، تو قِرَامٌ نقش و نگار والا کپڑا ہے جسے بطورِ پردے کے بھی استعمال کرتے ہیں چادر کے طور پر بھی، تو اس بستر ے کے اوپر چادر تھی اور یہ اوپر سو گیا حَنِثَ تو کیا ہو جائے گا؟ حانث کیونکہ بستر پر چادر بچھائی ہی جاتی ہے۔ وَإِنْ جَعَلَ فَوْقَهُ فِرَاشًا آخَرَ فَنَامَ عَلَيْهِ لَمْ يَحْنَثْ اور اگر اس نے کر دیا اس بستر ے کے اوپر ایک اور بستر ا فَنَامَ عَلَيْهِ تو اس پر سو گیا لَمْ يَحْنَثْ تو یہ حانث نہیں ہو گا۔

وَمَنْ حَلَفَ بِيَمِينٍ۔ اچھا ایک آدمی نے قسم کھائی اور قسم کے ساتھ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کو ملا دیا: وَاللّٰهِ میں زید سے بات نہیں کروں گا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى، کہتے ہیں إِنْ شَاءَ اللّٰهُ نے اس کی قسم کو باطل کر دیا، اب زید سے بات کرے گا بھی تو قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ قسم منعقد ہی نہیں ہوئی، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کہنے سے ہی قسم کیا ہو گئی؟ ختم۔ کیونکہ اس نے کیا کہا؟ وَاللّٰهِ میں زید سے بات نہیں کروں گا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کا کیا معنیٰ ہے؟ اگر اللہ نے چاہا، یعنی معلق کر دیا اپنی قسم کو اللہ کی مشیت اور اللہ کے ارادے کے ساتھ اگر اللہ نے چاہا، اور اللہ کی مشیت اور ارادے کا علم ہو سکتا ہے؟ اس کا تو پتہ ہی نہیں علم ہی نہیں ہے لہٰذا قسم بھی منعقد نہیں۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ بِيَمِينٍ اور جس نے حلف اٹھایا کسی قسم کے ساتھ یعنی کوئی قسم اٹھائی وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ اور اس نے إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کہا مُتَّصِلًا بِيَمِينِهِ اپنی قسم کے ساتھ ملاتے ہوئے۔ بھئی ملانا ضروری ہے درمیان میں اگر رک گیا پھر إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بعد میں کہا اب اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک آدمی کہتا ہے وَاللّٰهِ میں زید سے بات نہیں کروں گا، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، چند لمحے رکا پھر إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کہا اب اس کا کوئی اعتبار نہیں، ملا کر کہا تو پھر قسم باطل ہو گی ورنہ باطل نہیں بھئی۔ اسی لیے کہا مُتَّصِلًا بِيَمِينِهِ اپنی قسم کے ساتھ ملاتے ہوئے إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کہا فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ تو اس پر حانث ہونا بھی نہیں ہے کیونکہ قسم ہی نہیں منعقد ہوئی تو حانث ہونا کہاں سے؟ چلیے بس مولانا، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۰: کتاب الایمان (۳) و کتاب الدعویٰ (۱): شرطِ مشیئت (ان شاء اللہ)، استطاعت، اور دعویٰ، مدعی و مدعیٰ علیہ کی تعریف اور ضابطہ (« البينة على المدعي واليمين على من أنكر »)

مختصر القدوری صفحہ: ۲۰۳—بتاریخ: ۲۲ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّهُ إِنِ اسْتَطَاعَ فَهَذَا عَلَى اسْتِطَاعَةِ الصِّحَّةِ دُونَ الْقُدْرَةِ. وَإِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ حِينًا أَوْ زَمَانًا أَوِ الْحِينَ أَوِ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلَى سِتَّةِ أَشْهُرٍ. وَكَذَلِكَ الدَّهْرُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

یمین کے مسائل چل رہے ہیں بھئی کہ مختلف لفظوں کے ساتھ جو قسم اٹھائی جائے یا مختلف باتوں پر جو قسم اٹھائی جائے تو کیا حکم ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، صورت یہ ہے ایک شخص نے قسم اٹھائی مثلاً بھئی اس کے ساتھی نے کہا کہ آپ ہمارے گھر تشریف لائیے گا، اس نے کہا بھئی اگر مجھے استطاعت ہوئی، اگر اس بات کی استطاعت ہوئی آپ کے گھر آنے کی استطاعت ہوئی تو کل میں ضرور آپ کے گھر آؤں گا۔ تو اگلے دن وہ نہیں جا سکا تو کیا حانث ہو گا یا حانث نہیں ہو گا کیونکہ اس نے لفظ کیا کہا تھا؟ اگر استطاعت ہوئی مجھے۔ تو کہتے ہیں یاد رکھیے عرف کے اندر یہ محمول کیا جاتا ہے استطاعتِ صحت پر، یعنی صحت صحیح ہے یا یوں کہیں کہ جب کوئی بھی مانع نہ پایا جائے، کوئی چیز مانع نہیں تھی نہ کوئی اس کو بیماری تھی نہ اسباب غائب تھے ہر چیز موجود تھی صحت بھی تھی اسباب بھی موجود تھے جانے کے، پھر یہ نہیں گیا اگلے دن تو یہ کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔ تو یہاں استطاعت سے استطاعتِ صحت مراد لیں گے استطاعتِ قدرت نہیں مراد لیں گے۔ استطاعتِ قدرت یہ مثلاً وہ کہتا ہے بھئی وہ نہیں گیا، بھئی آپ تو نہیں آئے آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ آپ میرے پاس ضرور آئیں گے، کہتا ہے بھئی اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقدر ہی نہیں فرمایا تھا اگر مقدر فرمایا ہوتا تو میں ضرور آتا، میں نہیں آیا معلوم ہوا اللہ نے میرے لیے مقدر نہیں فرمایا تھا، جب اللہ نے مقدر نہیں فرمایا تو معلوم ہوا میرے اندر استطاعت ہی نہیں یہ کرنے کی تو میں نہیں آ سکا اور میری قسم بھی نہیں ٹوٹی کیونکہ میں نے تو کیا کہا تھا اگر استطاعت ہوئی۔ کہتے ہیں نہیں بھئی عرف کے اندر جو ہے یہ قسم کس پر محمول کی جاتی ہے؟ اسباب پر کہ اسباب موجود ہیں تو یہ استطاعت ہے، اگر اسباب موجود نہ ہوں تو استطاعت نہیں۔ تو یہ جو اس نے کہا کہ استطاعتِ قدرت مراد لینا چاہتا ہے یہ درست نہیں ہے بھئی، کیا مراد لیں گے اس سے؟ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ استطاعتِ قدرت سمجھ میں آیا؟ اللہ نے جب ایک کام مقدر کہتا ہے میرے لیے نہیں فرمایا تھا تو میرے اندر استطاعت ہی نہیں ہے جب اللہ نے نہیں مقدر فرمایا تو میں کیسے کر سکتا ہوں میرے اندر استطاعت ہی نہیں تھی اور میں نے تو کہا تھا اگر استطاعت ہوئی تو پھر میں آؤں گا۔ تو یہ استطاعتِ

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَا يُكَلِّمَهُ حِينًا أَوْ زَمَانًا أَوِ الْحِينَ أَوِ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلَى سِتَّةِ أَشْهُرٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لا يكلم فلانا حينا أو زمانا أو الحين أو الزمان فهو على ستة أشهر» منقول ہے۔

صحت پر محمول ہو گا، سمجھ میں آیا؟ یعنی اگر اس کے پاس سارے اسباب موجود ہیں سواری وغیرہ بھی ہے کوئی مانع بھی نہیں ہے کوئی مرض بھی نہیں ہے تو پھر اس صورت میں ہم کہیں گے اس کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ استطاعت تھی اور پھر یہ نہیں گیا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّهُ اور اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ اس کے پاس ضرور آئے گا إِنِ اسْتَطَاعَ اگر اسے استطاعت ہوئی فَهَذَا عَلَى اسْتِطَاعَةِ الصِّحَّةِ دُونَ الْقُدْرَةِ تو یہ قسم محمول ہو گی استطاعتِ صحت پر نہ کہ استطاعتِ قدرت پر۔

وَإِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ حِينًا أَوْ زَمَانًا أَوِ الْحِينَ أَوِ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلَى سِتَّةِ أَشْهُرٍ۔ بھئی عربی زبان کے قاعدے بیان ہو رہے ہیں۔ بھئی ایک شخص نے کہا کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا ایک وقت تک، حِينٌ کا لفظ استعمال کیا بھئی اور نکرہ استعمال کیا۔ کہتے ہیں حِينٌ وقت کو کہتے ہیں مولانا اور وقت تھوڑا بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی ہو سکتا ہے تو اس سے چھ ماہ مراد لے لیے جائیں گے کیونکہ یہ متوسط ہے بھئی، چھ مہینے تک۔ معلوم ہوا اس نے کتنے مہینے کی قسم اٹھالی ہے؟ چھ ماہ کی میں چھ ماہ تک فلاں سے بات نہیں کروں گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ بعض روایات میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے چھ ماہ مراد ہیں تو چھ ماہ پر محمول کر لیں گے ورنہ حِينٌ تو مطلق وقت کو کہتے ہیں، تھوڑی سی دیر ہو یہ بھی وقت ہے کئی سال ہوں یہ بھی کیا ہے؟ وقت ہے، تو متوسط درجہ مراد لے لیا یعنی چھ ماہ بھئی۔ تو حِينٌ کے لفظ کا یہ حکم ہے نکرہ استعمال کرو، اگر معرفہ استعمال کرو الْحِينَ کہتے ہیں پھر بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح زَمَانٌ کا لفظ ہے زمانہ تھوڑا بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی ہو سکتا ہے تو زَمَانًا نکرہ چاہے ذکر کرے چاہے الزَّمَانَ معرفہ ذکر کرے اس پر الف لام لے آئے دونوں صورتوں کا یہی حکم ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ حِينًا اور اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا حِينًا ایک وقت تک أَوْ زَمَانًا یا ایک زمانے تک أَوِ الْحِينَ أَوِ الزَّمَانَ دیکھا الف لام لے آئے تو چاہے الف لام ان پر لائے یا نہ لائے فَهُوَ عَلَى سِتَّةِ أَشْهُرٍ تو یہ چھ ماہ پر محمول ہے یہ قسم۔

وَكَذَلِكَ الدَّهْرُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ اور اسی طرح دَهْرٌ کا لفظ ہے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک۔ کون سا لفظ ہے؟ الدَّهْرُ معرفہ، لیکن یاد رکھیے بھئی نکرہ یہاں مراد ہے نکرہ، دَهْرٌ کا لفظ نکرہ ذکر کیا تو پھر اس سے چھ ماہ مراد ہیں صاحبین کے نزدیک بھئی۔ اور اگر معرفہ استعمال کیا الدَّهْرَ الف لام کے ساتھ کہ میں اس سے بات نہیں کروں گا الدَّهْرَ زمانے تک تو اس سے یاد رکھیے ابد مراد ہو گا، کیا مراد ہو گا؟ ابد، یعنی معنیٰ یہ میں اس سے اب کبھی بھی بات نہیں کروں گا مستقبل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میں نے اس سے بات چیت ختم کر دی اب جب بھی اس سے بات کرے گا حانث ہو جائے گا بھئی۔ تو یہ بات قسموں کی چل رہی ہے بھئی سمجھ میں آیا؟ وہ الگ گناہ ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ بلاوجہ بات چیت چھوڑ دیتا ہے کسی وجہ سے تین دن سے زیادہ بات چیت نہیں ختم کرنی چاہیے، لیکن بات چل رہی ہے بھئی کہ حانث ہو گا یا حانث نہیں ان لفظوں سے فقہائے کرام نے ہر ایک کا حکم بتلا دیا۔

وَلَوْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَ أَيَّامًا فَهُوَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔ ایک آدمی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ أَيَّامًا کہ وہ مثلاً فلاں سے بات نہیں کرے گا أَيَّامًا کچھ دنوں تک، تو أَيَّامٌ جمع کا لفظ لے کر آیا اب کتنے دن اس سے مراد لیے جائیں؟ اس نے تو نہیں ذکر کیے تین دن، چار دن، دس دن، پچاس دن، کتنے دن مراد اس سے لیں؟ کہتے ہیں بھئی تین دن مراد لیے جائیں گے، یہ قسم محمول ہو گی کتنے دنوں پر؟ تین دنوں پر۔ اور اگر الْأَيَّامَ کہا الف لام کے ساتھ تو پھر دس دنوں پر محمول ہو گی، کتنے پر؟ دس دنوں پر۔ بھئی کیوں یہ أَيَّامٌ نکرہ ہو تو تین دن اور الْأَيَّامَ ہو تو دس دن اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمع کے لفظ کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دس پر۔ کم سے کم کتنے پر؟ تین پر، اور زیادہ سے زیادہ دس پر۔ تو نکرہ کے اندر تین پر محمول کریں گے اور معرفہ الْأَيَّامَ کہا تو اس کو ہم کس پر محمول کریں گے؟ دس پر محمول کریں گے کیونکہ الف لام استغراقی آ گیا اس نے گھیر لیا بھئی جو انتہا درجے کا عدد ہے وہ مراد لیں گے۔ بھئی تین کیوں مراد لیے دس کیوں مراد لیے؟ بھئی دیکھو آپ کو عربی کے عدد کا استعمال اگر آتا ہو آپ نے نحو میں پڑھا ہو گا بھئی: میں کہنا چاہتا ہوں تین آدمی کیا کہوں گا؟ ثَلَاثَةُ اور رَجُلٌ کی جمع لے کر آؤ کیا کہوں گا؟ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ۔ تو دیکھو رِجَالٌ جمع کا لفظ تین پر بولا جا رہا ہے اس سے کم ہو تو کیا کہتے ہیں؟ رَجُلَانِ، وہ تو جمع کا لفظ ہی نہیں ہے۔ تو یہاں بھی ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بھئی تین دن، چار دن میں أَرْبَعَةُ أَيَّامٍ، خَمْسَةُ أَيَّامٍ، سِتَّةُ أَيَّامٍ، سَبْعَةُ أَيَّامٍ، ثَمَانِيَةُ أَيَّامٍ، تِسْعَةُ أَيَّامٍ، عَشَرَةُ أَيَّامٍ۔ ابھی تک جمع کا لفظ چل رہا ہے تین سے لے کر دس تک ہم پہنچ چکے ہیں، دس سے اوپر جاؤ ذرا اب تمیز مفرد منصوب آتی ہے کیا کہیں گے؟ أَحَدَ عَشَرَ منصوب اور مفرد کر دو: أَحَدَ عَشَرَ يَوْمًا، اِثْنَا عَشَرَ يَوْمًا۔ تو دیکھا دس تک جمع کا لفظ تھا تین سے دس تک اس کے بعد مفرد ہو گیا اس کے بعد جتنا بھی اوپر جائیں وہ مفرد ہی رہے گا، مِائَةٌ میں بھی مِائَةُ يَوْمٍ، أَلْفٌ، أَلْفُ يَوْمٍ مفرد ہی رہے گا۔ معلوم ہوا جمع کا اطلاق کتنے پر ہوا؟ تین سے دس تک، تو نکرہ تھا اس کو ہم نے ادنیٰ پر محمول کیا اور جب معرفہ لے آئے تو استغراق پر کہ اس نے پورے کا احاطہ

کر لیا اور زیادہ سے زیادہ تو کتنے ہیں بھئی؟ دس تو دس مراد لے لیے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟[۲]

تو کہتے ہیں وَلَوْ حَلَفَ اگر کسی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَ أَيَّامًا کہ وہ کلام نہیں کرے گا ایام تک فَهُوَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تو یہ حلف محمول ہو گا عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تین دنوں پر۔ وَلَوْ حَلَفَ اور کسی نے قسم اٹھائی أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ الْأَيَّامَ کہ وہ اس سے ایام تک بات نہیں کرے گا الف لام لے آیا اس پر بھئی الْأَيَّامَ تک فَهُوَ عَلَى عَشَرَةِ أَيَّامٍ تو یہ حلف جو ہے عَلَى عَشَرَةِ أَيَّامٍ محمول ہو گا دس دنوں پر عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى هُوَ عَلَى أَيَّامِ الْأُسْبُوعِ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قسم محمول ہو گی عَلَى أَيَّامِ الْأُسْبُوعِ ہفتے کے ایام پر، کس پر؟ ہفتے کے ایام پر بھئی سات دن مراد لیے جائیں گے اس سے ہفتے کے سات دن، تو بس گویا سات دنوں کی قسم ہے بھئی، امام صاحب کے نزدیک کتنا ہوا؟ دس دنوں تک۔ کیونکہ صاحبین فرماتے ہیں سات دن ہیں سارے کل بھئی، کل سات ہی دن ہیں پھر انہی کا بار بار تکرار ہوتا ہے تو زیادہ سے زیادہ ایام کتنے ہیں؟ وہ سات دن ہیں پھر انہی کا تکرار پھر دوبارہ بھئی ہفتے سے شروع کیا جمعے تک پھر ہفتہ شروع ہو جاتا ہے۔

وَلَوْ حَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ الشُّهُورَ فَهُوَ عَلَى عَشَرَةِ أَشْهُرٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ۔ ایک شخص نے کہا کہ وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا الشُّهُورَ، شُهُورٌ جمع ہے شَهْرٌ کی مہینے کو کہتے ہیں، مہینوں تک فَهُوَ عَلَى عَشَرَةِ أَشْهُرٍ تو یہ کتنے پر محمول ہو گی قسم؟ وہی ضابطہ امام صاحب لگاتے ہیں کہتے ہیں بھئی دس مہینوں پر کیونکہ شُهُورٌ جمع آیا اور جمع کا اطلاق زیادہ سے زیادہ کتنے پر ہوتا ہے؟ دس پر ہوتا ہے اور الف لام آ گیا الف لام نے سب کا احاطہ کر لیا تو زیادہ سے زیادہ کتنے ہو سکتے ہیں؟ تو وہ دس کے دس مراد ہوئے دس مہینوں تک۔ جب کہ صاحبین کیا فرماتے ہیں بھئی سارے مہینے کتنے ہیں کل؟ بارہ ہیں پھر اس کے بعد پھر دوبارہ شروع ہو جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بارہ مہینے پر یہ قسم محمول ہو گی۔ تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں هُوَ عَلَى اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا کہ یہ قسم بارہ ماہ پر محمول ہے، بارہ ماہ پر محمول ہے۔

وَلَوْ حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا تَرَكَهُ أَبَدًا۔ صورت یہ ہے ایک آدمی کسی کام کے کرنے کی قسم اٹھاتا ہے اور ایک ہے کسی کام کے نہ کرنے کی قسم اٹھاتا ہے، تو نہ کرنے کی قسم کتنی شمار ہو گی؟ کسی کام کے کرنے کی قسم کتنی شمار ہو گی؟ ایک آدمی نے کہا میں زید سے بات نہیں کروں گا دیکھو نہ کرنے کی قسم اٹھائی، اور ایک آدمی کہتا ہے میں زید سے بات کروں گا اس نے بات کرنے کی قسم اٹھائی، تو کس پر محمول کریں؟ کہتے ہیں بھئی نہ کرنے کی صورت میں یہ ہمیشہ کے لیے شمار ہو گی، جب اس نے کوئی قید ذکر نہیں کی تو کتنی مدت کے لیے یہ شمار ہو گی؟ ہمیشہ کے لیے۔ بھئی آپ بھی دیکھیے ایک آدمی کہتا ہے میں زید سے بات نہیں کروں گا آپ کیا سمجھے اس سے؟ دو دن تین دن چار دن یا وہ ہمیشہ کی بات کر رہا ہے؟ بھئی آپ اپنے عرف میں بھی غور کر لیں جب کوئی ایک شخص کہتا ہے میں یہ کام نہیں کروں گا تو کیا معنیٰ لیا جاتا ہے اس کا؟ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی بات کر رہا ہے کہ ہمیشہ کے لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا اب یہ کام نہیں کروں گا۔ اور ایک شخص نے اس کے بجائے قسم اٹھائی کام کے کرنے کی مثلاً کہتا ہے میں زید سے کلام کروں گا یا میں فلاں چیز کھاؤں گا تو اب کہتے ہیں بھئی ایک دفعہ وہ کام کر لے تو قسم پوری ہو گئی۔ سمجھ میں آئی بھئی؟ ایک دفعہ وہ کام کر لے گا تو قسم پوری ہو گئی، اس نے کہا وَاللهِ میں زید سے ضرور بات کروں گا ایک دفعہ بات کر لی تو قسم کیا ہو گئی؟ پوری ہو گئی، تو ایک دفعہ کرنے پر محمول ہوتی ہے بھئی۔ کسی کام کے نہ کرنے کی صورت میں ہمیشہ پر محمول ہے اور کسی کام کے کرنے کی صورت میں ایک مرتبہ پر محمول ہے۔

وَلَوْ حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا اور اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ نہیں کرے گا یہ فعل، کوئی خاص فعل ذکر کیا کہ وہ فعل نہیں کرے گا تَرَكَهُ أَبَدًا تو چھوڑ دے اس کو ہمیشہ کے لیے یعنی ہمیشہ کے لیے اب چھوڑنا پڑے گا ورنہ قسم ٹوٹ جائے گی۔ وَإِنْ حَلَفَ لَيَفْعَلَنَّ كَذَا اور اگر اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ضرور بالضرور ایسا کرے گا فَفَعَلَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً تو اس نے ایک مرتبہ ویسا کر لیا بَرَّ فِي يَمِينِهِ تو وہ، بَرَّ فِي يَمِينِهِ عربی میں کہتے ہیں بھئی جب کوئی قسم اپنی پوری کر دے تو کہتے ہیں بَرَّ فُلَانٌ فِي يَمِينِهِ فلاں کیا ہوا اس نے اپنی قسم پوری کر دی، تو یہاں بھی ہے بَرَّ فِي يَمِينِهِ تو اس نے اپنی قسم کو پورا کر لیا۔[۳]

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَا يُكَلِّمَ أَيَّامًا فَهُوَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لا يكلمه أياما على ثلاثة أيام» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «بَرَّ فُلَانٌ فِي يَمِينِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «بر في يمينه» منقول ہے۔

وَمَنْ حَلَفَ لَا تَخْرُجُ امْرَأَتُهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ بھئی ایک آدمی نے کہا قسم اٹھائی کہ وَاللّٰہِ میری بیوی میری اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکلے گی، تو عربی میں یہ لفظ کہے: لَا تَخْرُجُ امْرَأَتُهُ کہ نہیں نکلے گی اس کی بیوی إِلَّا بِإِذْنِهِ مگر اس کی اجازت سے۔ اچھا اب بیوی نے کہا میں گھر سے باہر جا رہی ہوں کسی کام کے سلسلے میں مجھے اجازت دو، اس نے اجازت دے دی بیوی باہر چلی گئی، قسم ٹوٹی؟ اس نے تو کیا کہا تھا کہ میری بیوی میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکلے گی اور یہ اجازت لے کر نکلی ہے لہٰذا ابھی بھی قسم نہیں ٹوٹی بھئی۔ بیوی پھر آ گئی پھر اس کے بعد دوبارہ گئی اور اس مرتبہ اجازت نہیں لے کر گئی، کہتے ہیں بھئی قسم ٹوٹ گئی۔ قسم کیا ہوئی؟ ٹوٹ گئی، یعنی اب جب بھی بیوی باہر جائے گی اس کو ہمیشہ اجازت لے کر جانا پڑے گا اگر اجازت نہیں لے گی تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کیوں؟ بھئی یہ عربی زبان کے ضابطے ہیں بھئی کیونکہ یہ جو لفظ اس نے کہا تھا إِلَّا بِإِذْنِهِ باء لے کر آیا، باء کا کیا معنیٰ ہوتا ہے؟ ساتھ، یعنی میری اجازت کے ساتھ۔ معلوم ہوا جب بھی خروج پایا جائے اس کے ساتھ اجازت ہونی چاہیے، باء کس لیے آتا ہے؟ ساتھ، معلوم ہوا جب بھی خروج ہو اس کے ساتھ ہو، کیا ساتھ ہو؟ اس شخص کی اجازت ساتھ ہونی چاہیے، تو یہ باء لفظ اس نے استعمال کیا اس لیے یہ حکم ہے عربی زبان کا۔ ہم اپنی زبان میں اپنے عرف کے مطابق قاعدے دیکھیں گے بھئی ہماری زبان میں کس صورت میں سمجھا جاتا ہے کہ ہر مرتبہ اجازت ضروری ہے اور کس میں سمجھا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اجازت کافی ہے وہ ان لفظوں پر غور کیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ لَا تَخْرُجُ امْرَأَتُهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ جس شخص نے قسم اٹھائی کہ نہیں نکلے گی اس کی بیوی مگر اس کی اجازت کے ساتھ فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً وَاحِدَةً تو اس نے اجازت دے دی اپنی بیوی کو ایک مرتبہ فَخَرَجَتْ وَرَجَعَتْ تو وہ نکلی اور لوٹ آئی پھر واپس آ گئی ثُمَّ خَرَجَتْ مَرَّةً أُخْرَى پھر وہ نکلی ایک دوسری مرتبہ بِغَيْرِ إِذْنِهِ اس کی اجازت کے بغیر حَنِثَ تو وہ شخص کیا ہو گیا؟ حانث ہو گیا اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِذْنِ فِي كُلِّ خُرُوجٍ اور ضروری ہے اجازت کا ہونا ہر خروج میں، ہر مرتبہ نکلتے ہوئے اجازت کا ہونا ضروری ہے۔[۴]

وَإِنْ قَالَ اور اگر خاوند نے یوں کہا بھئی یہ لفظ استعمال کیے کہ اس کی بیوی نہیں نکلے گی، بیوی سے کہا کہ تو گھر سے نہیں نکلے گی إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكِ مگر یہ کہ میں تجھے اجازت دے دوں، سمجھ میں آیا؟ خاوند نے بیوی سے کیا کہا؟ لَا تَخْرُجِينَ إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكِ کہ تو گھر سے نہیں نکلے گی مگر یہ کہ میں تجھے اجازت دے دوں۔ تو اب باء نہیں لے کر آیا إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكِ مگر یہاں تک کہ میں تجھے، تو ترجمہ یہ ہوا تو گھر سے نہیں نکلے گی مگر یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دے دوں، یہاں تک ترجمہ ہو گا یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دے دوں۔ اب بھئی خاوند نے ایک مرتبہ اجازت دے دی بیوی گھر سے نکلی اور پھر واپس آ گئی، دوسری مرتبہ بغیر اجازت کے نکلی کہتے ہیں اب بھی قسم نہیں ٹوٹی۔ کیوں؟ کیونکہ خاوند نے کیا کہا تھا پہلی مرتبہ میں؟ خاوند نے کہا تھا کہ تو گھر سے نہیں نکلے گی یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دے دوں، اور اجازت دے چکا ہے یا نہیں ایک دفعہ وہ؟ دے چکا ہے تو گھر سے نہ نکلنے پر جو پابندی تھی وہ ختم ہو چکی۔ تو گھر سے نہیں نکلے گی یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دے دوں، معلوم ہوا گھر سے نکلنا تیرا منع ہے کب تک منع ہے؟ جب تک میں اجازت نہ دے دوں، جب اجازت دے دوں گا وہ ممانعت کیا ہو گئی؟ ختم ہو گئی اور اجازت وہ ایک دفعہ دے چکا تو معلوم ہوا وہ پابندی کیا ہوئی؟ ختم۔ تو پچھلے مسئلے میں اس نے باء ذکر کی تھی اس کا حکم اور یہاں پر إِلَّا أَنْ ذکر کر رہا ہے اس کا حکم اور ہے بھئی۔ وَإِنْ قَالَ إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكِ اور اگر خاوند نے یہ کہا مگر یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دے دوں فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً وَاحِدَةً تو خاوند نے اجازت دے دی اسے ایک مرتبہ ثُمَّ خَرَجَتْ بَعْدَهَا پھر اس کے بعد وہ نکلی بِغَيْرِ إِذْنِهِ خاوند کی اجازت کے بغیر لَمْ يَحْنَثْ تو وہ حانث نہیں ہوا قسم نہیں ٹوٹی کیونکہ اجازت دے چکا ہے۔

وَإِذَا حَلَفَ أَنْ لَا يَتَغَدَّى۔ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰہِ میں غَدَاءً نہیں کھاؤں گا، یا ایک شخص کہتا ہے وَاللّٰہِ میں عَشَاءً نہیں کھاؤں گا، ایک شخص کہتا ہے وَاللّٰہِ میں سَحُورٌ نہیں کھاؤں گا، تو کون سا کھانا مراد لیا جائے گا؟ کس وقت کے کھانے کو کھانے کی صورت میں یہ شخص حانث ہو جائے گا؟ کہتے ہیں یاد رکھیے غَدَاءٌ وہ کھانا ہے، غَدَاءٌ چاشت بھئی وہ کھانا ہے جو طلوعِ فجر سے لے کر ظہر تک اس وقت کے درمیان کھایا جائے اسے عربی میں کیا کہتے ہیں؟ غَدَاءٌ۔ تو اگر اس نے غَدَاءٌ نہ کھانے کی قسم اٹھائی تھی اور اس وقت کے دوران کھانا کھا لیا تو اس وقت میں کھانا کھانا کیا کہلاتا ہے؟ غَدَاءٌ، تو قسم ٹوٹ گئی کیونکہ اس نے غَدَاءٌ کھا لیا اور اس نے تو کہا تھا میں غَدَاءٌ نہیں کھاؤں گا۔ اور عَشَاءٌ کہتے ہیں عَشَاءٌ ظہر سے لے کر آدھی رات تک جو بھی کھانا کھایا جائے وہ کیا کہلاتا ہے؟ عَشَاءٌ کہلاتا ہے جو کھانا کھالے جس وقت بھی کھالے ظہر کے بعد سے لے کر آدھی رات تک۔ اور سَحُورٌ یعنی سحری جو ہے وہ آدھی رات سے لے کر طلوعِ فجر تک جو کھانا کھایا جائے وہ کیا کہلاتا ہے؟ سحری کہلاتا ہے یعنی سَحُورٌ عربی میں کہلاتا ہے، تو اگر سَحُورٌ نہ کھانے کی قسم کھائی ہے تو اس وقت میں کھانا کھانے سے کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔ مسائل سمجھ میں آ رہے ہیں بھئی؟ وَإِذَا حَلَفَ اور جب یہ قسم اٹھائی أَنْ لَا يَتَغَدَّى کہ وہ

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِذْنِ فِي كُلِّ خُرُوجٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا بد من إذن في كل خروج» منقول ہے۔

غَدَاءً نہیں کرے گا یعنی چاشت کا کھانا نہیں کھائے گا فَالْغَدَاءُ هُوَ الْأَكْلُ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى الظُّهْرِ تو غَدَاءً وہ کھانا ہے طلوعِ فجر سے لے کر ظہر تک، وَالْعَشَاءُ اور عین پر فتحہ ہے بھئی وَالْعَشَاءُ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ اور عَشَاءً جو ہے ظہر کی نماز سے لے کر آدھی رات تک ہے، وَالسَّحُورُ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ اور سَحُورٌ آدھی رات سے لے کر طلوعِ فجر تک ہے بھئی سَحُورٌ جسے آپ سحری کہتے ہیں سحری۔

وَإِنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَهُ إِلَى قَرِيبٍ۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے قسم اٹھائی دوسرا اس سے قرض کا مطالبہ کر رہا ہے اس نے کہا وَاللّٰهِ میں عنقریب آپ کے پیسے ادا کر دوں گا۔ اب عنقریب سے کیا مراد لیں گے؟ کتنے عرصے میں وہ ادا کر دے تو کہیں گے قسم پوری ہے اور اس میں ادا نہ کرے تو کہیں قسم ٹوٹ گئی؟ کہتے ہیں بھئی ایک ماہ تک، ایک ماہ سے کم کم مدت جو ہے یہ قریب کی شمار ہوتی ہے عرف میں اس کو زیادہ شمار نہیں، تو ایک ماہ سے کم۔ اور اگر ایک ماہ سے زیادہ ہو تو یہ بعید مدت ہو گئی دور کی مدت ہوئی، تو اگر ایک ماہ سے کم میں اس نے ادائیگی کر دی تو قسم پوری، ایک ماہ سے زیادہ میں ادائیگی کی تو قسم پوری نہ ہوئی بلکہ ٹوٹ گئی۔ اور اسی طرح بعید میں ہے اگر کہا کہ میں کب ادائیگی کروں گا؟ بعید کے زمانے میں، دیر بعد یوں کہیں اس نے کہا میں دیر بعد ادائیگی کروں گا قسم اٹھالی اس بات پر تو کہتے ہیں یہ مہینے سے زیادہ پر محمول ہے لہٰذا مہینے سے کم میں ادائیگی کر دی تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ وَإِنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَهُ إِلَى قَرِيبٍ اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ البتہ وہ ضرور بالضرور ادائیگی کرے گا دَيْنَهُ اپنے دین کی إِلَى قَرِيبٍ قریب کے زمانے میں فَهُوَ عَلَى مَا دُونَ الشَّهْرِ تو یہ قسم محمول ہو گی کس چیز پر؟ عَلَى مَا دُونَ الشَّهْرِ ایک ماہ سے کم پر۔ وَإِنْ قَالَ إِلَى بَعِيدٍ اور اگر اس نے کیا کہا إِلَى بَعِيدٍ کا لفظ استعمال کیا کہ بعد میں ادائیگی کروں گا فَهُوَ أَكْثَرُ مِنَ الشَّهْرِ تو یہ ایک ماہ سے زائد ہے۔

وَمَنْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ هَذِهِ الدَّارَ۔ ایک شخص ہے اس نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں اس گھر میں نہیں رہوں گا میں اس گھر میں رہائش نہیں رکھوں گا۔ پھر خود فوراً نکل گیا اس گھر سے، یہ قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں اس گھر کے اندر رہائش نہیں رکھوں گا گھر سے فوراً نکل گیا حالانکہ اس کا سارا سامان وہیں پڑا ہے گھر والے سارے وہیں پر ہیں، تو کہتے ہیں بھئی حانث ہو جائے گا قسم ٹوٹ جائے گی اس لیے کہ گھر والے وہیں پر ہیں سامان سارا وہیں پر ہے تو عرف میں جہاں پر کسی کے گھر والے اور سامان ہوں کہا جاتا ہے یہ شخص یہاں رہتا ہے، کیا کہا جاتا ہے؟ یہ شخص یہاں رہتا ہے، تو لہٰذا خود بھی نکلے اپنے گھر والوں کو بھی ادھر سے نکالے اپنے سامان کو بھی وہاں سے نکالے پھر قسم پوری ہو گی ورنہ قسم ٹوٹ جائے گی۔ وَمَنْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ هَذِهِ الدَّارَ جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ رہائش نہیں رکھے گا اس گھر میں فَخَرَجَ مِنْهَا بِنَفْسِهِ پس وہ نکل گیا اس گھر سے بِنَفْسِهِ خود بھئی، خود اس گھر سے نکل گیا وَتَرَكَ فِيهَا أَهْلَهُ اور چھوڑ دیا اس گھر میں اپنے گھر والوں کو وَمَتَاعَهُ اور اپنے سامان کو حَنِثَ تو بھی کیا ہو جائے گا؟ حانث ہو جائے گا۔ ہاں اگر اسی وقت اس نے اپنے گھر کا سامان نکالنا شروع کر دیا گھر والوں کو بھی لے کر جا رہا ہے سامان بھی نکال رہا ہے تو اب حانث نہیں ہوا فوراً اس گھر سے نکلے دوسری جگہ رہائش اختیار کرے۔

وَمَنْ حَلَفَ لَيَصْعَدَنَّ السَّمَاءَ أَوْ لَيَقْلِبَنَّ هَذَا الْحَجَرَ ذَهَبًا انْعَقَدَتْ يَمِينُهُ وَحَنِثَ عَقِيبَهَا۔ ایک شخص نے قسم اٹھائی وَاللّٰهِ میں آسمان پر ضرور چڑھوں گا، یا ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں اس پتھر کو سونے میں تبدیل کروں گا۔ یاد رکھیے قسم کے اندر ضابطہ یہ ہے بھئی کہ ایک کام انسان کی قدرت میں ہو پھر وہ اس کو نہ کرے تو کہتے ہیں قسم ٹوٹ گئی، قسم کیا ہوئی؟ ٹوٹ گئی۔ اگر ایک کام انسان کے اختیار میں ہی نہیں ہے وہ اسے کر ہی نہیں سکتا تو کہیں گے قسم ہی نہیں ہوئی بھئی یہ کام تو وہ کر ہی نہیں سکتا۔ زید مر گیا ایک آدمی کہتا ہے میں زید سے ضرور بات کروں گا، تو زید تو مر چکا ہے اس سے بات کر سکتا ہے؟ اس سے بات ہی نہیں کر سکتا بھئی۔ تو لہٰذا ضروری ہے قسم کے اندر کہ انسان اس کام پر قادر بھی ہو اور پھر قدرت کے باوجود اسے نہ کر سکے تو کیا کہتے ہیں؟ قسم ٹوٹ گئی۔ اب ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں ضرور آسمان پر چڑھوں گا یا میں وَاللّٰهِ ضرور اس پتھر کو سونے میں تبدیل کروں گا، فقہائے کرام فرماتے ہیں اس کی قسم منعقد ہو گئی اور پھر قسم کھاتے ہی وہ حانث ہو گیا اب کفارہ ادا کرے، قسم کھاتے ہی فوراً گیا ہو گیا؟ حانث ہو گیا اب کفارہ ادا کرے۔ بھئی کیا وجہ ہے قسم کیسے منعقد ہوئی قسم کے منعقد ہونے کے لیے تو کیا ضروری تھا کہ انسان اس کام پر کیا ہو؟ قادر ہو، یہاں تو آسمان پر چڑھنے پر وہ قادر ہی نہیں ہے اس پتھر کو سونے میں تبدیل کرنے پر وہ قادر ہی نہیں تو قسم کو تو منعقد ہی نہیں ہونا چاہیے جب منعقد نہیں تو کفارہ کہاں سے؟ لیکن فقہائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ منعقد ہو گئی قسم اور پھر ٹوٹ بھی گئی فوراً کیونکہ یہ کر تو سکتا نہیں ایسا لہٰذا کفارہ ادا کرے۔ تو یہ تو اس کو قدرت ہی نہیں ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ممکن ہے آسمان پر چڑھنا، انبیاء آسمانوں پر چڑھے ہیں یا نہیں چڑھے بھئی؟ چڑھے ہیں بھئی آسمان پر بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو بطورِ کرامت کے ہو جائے، یا پتھر کو سونے میں تبدیل کرتا ہے بطورِ کرامت کے کر سکتا ہے یا نہیں بھئی؟ بطورِ کرامت کے تبدیل کر سکتا ہے تو یہ کام ممکن ہیں، ممکن ہیں تو قسم منعقد ہوئی۔ لیکن پھر فوراً ہی اٹھانے کے فوراً بعد ٹوٹ بھی گئی، کیوں ٹوٹی؟ اس لیے کیونکہ عادتاً اس وقت یہ شخص عاجز آگیا۔ تبدیل کر سکتا ہے بھئی فی الحال تبدیل کر سکتا ہے؟

امکان ہے بطورِ کرامت کے کیا کر دے؟ تبدیل کر دے لیکن اس وقت عادتاً اور فی الحال وہ عاجز ہے، جب فی الحال عاجز ہے تو کیا کہیں گے؟ بس عادتاً وہ نہیں تبدیل کر سکتا عادت کے اعتبار سے بھئی کوئی شخص تبدیل کر سکتا ہے ویسے؟ عادت کے اعتبار سے دیکھا جائے عرف کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہر ایک کہے گا یہ تو نہیں کر سکتا کبھی بھی یہ عاجز ہے، تو عجزِ حالی اور عجزِ عادی کی وجہ سے اس کو حانث تصور کیا جائے گا بھئی۔ تو یوں سمجھیں گے یہ شخص اپنی قسم کو پورا کرنے سے عاجز آ گیا اور جب قسم پورا کرنے سے کوئی شخص عاجز آ جائے تو اس پر کیا آ جایا کرتا ہے؟ کفارہ، تو یہاں پر بھی قسم منعقد ہو گئی اور پھر فوراً ہی یوں سمجھا جائے گا یہ اپنی قسم پورا کرنے سے عاجز آ گیا ہے۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ لَيَصْعَدَنَّ السَّمَاءَ جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ البتہ ضرور چڑھے گا آسمان پر أَوْ لَيَقْلِبَنَّ هَذَا الْحَجَرَ ذَهَبًا یا ضرور تبدیل کرے گا اس پتھر کو سونے میں انْعَقَدَتْ يَمِينُهُ تو اس کی یہ قسم منعقد ہو گئی وَحَنِثَ عَقِيبَهَا اور وہ اس کے فوراً بعد کیا ہو گیا؟ حانث ہو گیا بھئی۔ تو عادتاً وہ عاجز شمار ہو گا عادت کے اعتبار سے بھئی کیونکہ عام لوگ اس کو تبدیل نہیں کر سکتے تو یوں سمجھا جائے گا یہ بھی عاجز ہے اور جب عاجز ہے تو اس پر کفارہ آ گیا۔

وَمَنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ فُلَانًا دَيْنَهُ الْيَوْمَ فَقَضَاهُ ثُمَّ وَجَدَ فُلَانٌ بَعْضَهَا زُيُوفًا أَوْ نَبَهْرَجَةً أَوْ مُسْتَحَقَّةً لَمْ يَحْنَثِ الْحَالِفُ۔
یاد رکھیے پہلے زُيُوفٌ سمجھ لیجیے: زُيُوفٌ وہ دراہم ہیں جن میں کھوٹ ملا ہوا ہو۔ زُيُوفٌ کس کو کہتے ہیں؟ وہ دراہم بھئی درہم چاندی کا ہوتا ہے، اب چاندی سے جب درہم بناتے ہیں تو کچھ نہ کچھ کھوٹ تو ضرور ملاتے ہیں ویسے مضبوط نہیں ہوتا، تو تھوڑا بہت تو کھوٹ ملایا جاتا ہے لیکن اس کو تو شمار ہی کوئی نہیں کرتا۔ لیکن ایک درہم ہے اس میں کھوٹ زیادہ ملایا گیا ہے اس کو کہتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ زُيُوفٌ ہے کھوٹا ہے۔ اور اس کو یا درکھیے بیت المال والے کہتے ہیں نہیں لیتے تھے عام تاجر لے لیا کرتے تھے آپس میں اس سے کاروبار تجارت چلتا تھا لیکن بیت المال جو ہے وہ اعلیٰ دراہم قبول کرتا تھا اس قسم کے دراہم قبول نہیں کرتا تھا ان کو زُيُوفٌ کہتے تھے۔ پھر اس کے بعد ایک قسم کے دراہم ہیں ان کو نَبَهْرَجَةٌ کہتے ہیں نَبَهْرَجَةٌ۔ نَبَهْرَجَةٌ وہ دراہم ہیں جس میں زُيُوفٌ سے بھی بڑھ کر کھوٹ ہوتا، جس میں زُيُوفٌ سے بھی بڑھ کر کھوٹ ہوتا، اور اس کو بڑے تاجر بھی قبول نہیں کیا کرتے تھے بھئی، سمجھ میں آیا؟ بڑے تاجر بھی۔ اسی طرح آگے رَصَاصٌ لفظ آئے گا بھئی، رَصَاصٌ یہ ایک دھات ہے جس سے برتن وغیرہ بنائے جاتے ہیں جسے رانگ کہتے ہیں رانگ، رانگ تو اس سے برتن وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ ایک اور لفظ آگے آ رہا ہے بھئی سُتُّوقَةٌ، سُتُّوقَةٌ سین پر بھی پیش ہے تاء پر بھی پیش ہے تاء مشدد ہے سُتُّوقَةٌ، بعضوں نے سین پر فتحہ بھی لکھا ہے سَتُّوقَةٌ۔ سُتُّوقَةٌ وہ درہم جس کی تین تہیں ہیں بھئی: بھئی دیکھو درمیان میں ہے پیتل وغیرہ، اوپر کی طرف بھی چاندی چڑھا دی نیچے کی طرف بھی چاندی چڑھا دی کتنی تہیں بن گئیں؟ تین تہیں یہ سُتُّوقَةٌ درہم ہے سُتُّوقَةٌ۔ تو یہ تو دراصل درہم ہے ہی نہیں ویسے ہی، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، ویسے ہی اس کو گویا کہ درہم کہتے ہیں بھئی۔

بھئی دیکھیے اب ایک شخص نے قسم اٹھالی کہ وَاللّٰهِ آج میں فلاں کو اپنا دین ضرور ادا کروں گا، فلاں کا جو دین مجھ پر ہے آج وَاللّٰهِ میں ضرور ادا کروں گا، پھر اس نے دراہم لا کر اس کو دے دیے، دراہم اس نے لے لیے۔ دراہم لینے کے بعد بعد میں جب اس نے دیکھا تو اس میں سے کچھ درہم زُيُوفٌ نکلے جن میں کیا تھا؟ کھوٹ تھا، یا کچھ درہم کون سے نکل آئے؟ نَبَهْرَجَةٌ نکل آئے، یا اس میں سے درہم کچھ کسی اور کے نکل آئے، درہم کس کے نکل آئے؟ کچھ کسی اور کے نکل آئے بھئی کسی اور کے درہم اٹھا لایا تھا، تو کیا حانث ہو گیا قسم ٹوٹ گئی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی قسم پوری ہو چکی۔ اس نے کیا کہا تھا؟ میں آج اپنا قرضہ جو اس کا مجھ پر ہے وہ میں ضرور ادا کروں گا، اس نے ادائیگی کر دی یا نہیں کر دی؟ ادائیگی تو اس نے کر دی ہے تو قسم تو پوری ہو چکی ہے چاہے وہ درہم زُيُوفٌ تھے لیکن تھے تو درہم، چاہے وہ نَبَهْرَجَةٌ تھے لیکن تھے تو کیا؟ درہم، چاہے کسی اور کے تھے لیکن اس نے ادائیگی کر دی یا نہیں کر دی بھئی؟ ادائیگی تو اس نے تو کہا تھا میں ادائیگی کر دوں گا تو ادائیگی پائی گئی لہٰذا قسم پوری ہو گئی حانث نہیں ہوا۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ فُلَانًا دَيْنَهُ الْيَوْمَ اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ البتہ ضرور ادا کرے گا فلاں کو اس کا دین آج کے دن فَقَضَاهُ تو اس نے ادا کر دیا اسے ثُمَّ وَجَدَ فُلَانٌ بَعْضَهَا زُيُوفًا پھر اس فلاں نے پایا ان میں سے بعض درہموں کو زُيُوفٌ أَوْ نَبَهْرَجَةً یا بعض کو نَبَهْرَجَةً پایا أَوْ مُسْتَحَقَّةً یا کیا تھے دراہم مُسْتَحَقَّةً تھے یعنی کسی اور کا استحقاق تھا بھئی کسی اور کے تھے کوئی اور مالک تھا لَمْ يَحْنَثِ الْحَالِفُ تو قسم اٹھانے والا حانث نہیں ہوا کیونکہ ادائیگی تو اس نے بہر حال کر دی۔

وَإِنْ وَجَدَهَا رَصَاصًا أَوْ سُتُّوقَةً حَنِثَ۔ لیکن جب دوسرے نے دیکھا کہ بعض دراہم تو اس میں سے رَصَاصٌ ہیں بھئی رانگ دھات ہے، یا بعض دراہم کیا ہیں؟ سُتُّوقَةٌ ہیں بھئی جن کے اوپر نیچے چاندی چڑھی ہوئی ہے اصل تو سارا پیتل کا ہے اوپر اور نیچے صرف کیا چڑھا دی؟ چاندی۔ تو دیکھا بعض سُتُّوقَةٌ تھے یا بعض رَصَاصٌ تھے اب کہتے ہیں بھئی اگر دن گزر گیا اس نے اور ادائیگی نہیں کی صرف یہی ادائیگی کی تھی آج کے دن میں تو حانث ہو گیا۔

بھئی کیوں حانث ہوا ادائیگی تو کر دی ہے اس نے؟ کہتے ہیں بھئی ادائیگی کہاں سے کی ہے اس نے کہا تھا میں اپنا دین ادا کروں گا اور اس کا دین کیا تھے؟ دراہم تھے اور یہ جو اس نے رَصَاصٌ اور سُتُّوقَةٌ دیے یہ رَصَاصٌ اور سُتُّوقَةٌ تو دراہم ہیں ہی نہیں۔ پچھلے مسئلے میں زُیُوفٌ بھی دراہم تھے ان کو بھی دراہم کہتے ہیں اور نَبَهْرَجَةٌ وہ بھی کیا ہیں؟ دراہم ہی ہیں پھر کسی اور کے ہیں ہیں تو دراہم ہی، لیکن یہ رَصَاصٌ اور سُتُّوقَةٌ تو دراہم دراصل ہیں ہی نہیں یہ تو دراہم ہیں ہی نہیں تو ادائیگی ہوئی ہی نہیں دراہم دیے ہی نہیں، دراہم دیے ہوتے تو ہم کہتے ادائیگی ہو گئی تو یہاں ادائیگی ہی نہیں پائی گئی لہٰذا حانث ہوا۔ مسئلہ سمجھ میں آ رہا ہے بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ وَجَدَهَا رَصَاصًا أَوْ سُتُّوقَةً حَنِثَ اور اگر ان دراہم کو رَصَاصٌ پایا یا ان کو سُتُّوقَةٌ پایا تو حانث ہو جائے گا۔

وَمَنْ حَلَفَ لَا يَقْبِضُ دَيْنَهُ دِرْهَمًا دُونَ دِرْهَمٍ فَقَبَضَ بَعْضَهُ۔ بھئی ایک شخص نے قسم اٹھائی دوسرے سے اس نے دین لینا تھا۔ بھئی مثلاً زید نے عمرو سے دس درہم لینے ہیں زید گیا اس سے مطالبہ کرنے کے لیے کہ لاؤ بھئی میرے دس درہم میرے حوالے کر دو، اس نے کہا بھئی میں تھوڑی تھوڑی کر کے ادائیگی کر دوں گا لو ایک درہم آج لے جاؤ، زید نے کہا نہیں بھئی میں اپنے قرضے کو علیحدہ تھوڑا تھوڑا کر کے نہیں لوں گا مجھے سارا اکٹھا دینا پڑے گا اور اس بات پر قسم بھی اٹھالی کہ وَاللّٰهِ میں اپنا قرضہ متفرق طور پر نہیں لوں گا ایک ایک درہم کر کے وصول نہیں کروں گا اکٹھا دو گے مجھے۔ اب اس شخص نے اسے ایک درہم دیا اور اس نے لے لیا اس سے تو کیا حانث ہو جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی ابھی حانث نہیں ہوا۔ متفرق ہو گیا اس کا دین لیکن اس نے کیا کہا تھا؟ میں اپنا دین متفرق طور پر وصول نہیں کروں گا، اور ابھی پورا دین متفرق طور پر وصول ہوا ہے؟ جب پورا دین متفرق طور پر وصول ہو جائے گا پھر کہیں گے اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ تو تفریق تو پائی گئی لیکن ابھی پورے دین کی وصولی نہیں ہوئی لہٰذا اس لیے یہ حانث بھی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے کہ نہیں بھئی؟ اس نے تو کیا کہا تھا؟ میں اپنا دین متفرق طور پر نہیں لوں گا، تو ابھی ٹھیک ہے تفریق تو آ گئی ایک ایک درہم وصول کر رہا ہے لیکن جب تک سارا دین وصول نہیں کیا اس وقت تک حانث بھی نہیں کیونکہ اس نے کیا کہا تھا کہ میں اپنا دین متفرق طور پر وصول نہیں کروں گا، اور اپنا دین تو مثلاً اس کا کتنا ہے پورا؟ دس درہم، تو جب یہ پورا دس درہم متفرق طور پر وصول کر لے گا اب ہم کہیں گے یہ شخص کیا ہو گیا؟ حانث ہو گیا۔ وَمَنْ حَلَفَ لَا يَقْبِضُ دَيْنَهُ دِرْهَمًا دُونَ دِرْهَمٍ اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ قبضہ نہیں کرے گا اپنے دین پر دِرْهَمًا دُونَ دِرْهَمٍ ایک درہم علاوہ ایک درہم کے یعنی متفرق طور پر ایک ایک کر کے فَقَبَضَ بَعْضَهُ اس نے بعض دین پر قبضہ کر لیا لَمْ يَحْنَثْ تو حانث نہیں ہو گا حَتَّى يَقْبِضَ جَمِيعَهُ مُتَفَرِّقًا یہاں تک کہ وہ قبضہ کر لے جمیع دین پر متفرق طور پر سارے دین پر، کیونکہ اس نے دَيْنَهُ پر کہا تھا اپنے دین پر تو جب اپنا دین سارا وصول ہو جائے گا اب ہم کہیں گے اس نے اپنے دین پر متفرق طور پر کیا کیا ہے؟ قبضہ کیا ہے، اور جب تک پورا دین نہیں آیا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے اس نے اپنے دین پر قبضہ کر لیا۔ قبضہ کر لیا اپنے سارے دین پر؟ نہیں، تو اس نے تو کیا کہا تھا میں اپنے دین پر متفرق طور پر قبضہ نہیں کروں گا تو اس نے تو ابھی اپنے دین پر پورا قبضہ کیا ہی نہیں، جب پورا قبضہ ہو گیا اب ہم کہیں گے اس نے اپنے سارے دین پر متفرق طور پر قبضہ کیا ہے۔

وَإِنْ قَبَضَ دَيْنَهُ فِي وَزْنَتَيْنِ۔ وَزْنَةٌ کہتے ہیں ایک مرتبہ کا وزن، ایک مرتبہ کا تول، ایک مرتبہ کا وزن ایک مرتبہ کا تول۔ بھئی ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں اپنے دین کو متفرق طور پر اس پر قبضہ نہیں کروں گا اکٹھا قبضہ کروں گا اکٹھی ادائیگی کرو گے تو میں لوں گا اکٹھی ادائیگی نہیں کرو گے تو میں نہیں لوں گا وَاللّٰهِ اس پر قسم اٹھالی۔ اب دوسرا اس کو ادائیگی کر رہا ہے لیکن اس دین کا اتنا وزن ہے کہ ایک مرتبہ پورا ترازو سے نہیں تولا جا سکتا، تو اس نے ایک مرتبہ وہیں بیٹھے بیٹھے تول کر ایک طرف رکھا پھر باقی کا تول کر ایک طرف رکھا ساری وصولی ہو گئی لیکن کتنی دفعہ تولنا پڑا؟ دو دفعہ تولنا پڑا۔ تو یہ دو دفعہ تولنے کو کیا متفرق شمار کیا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ عرف میں متفرق شمار نہیں ہوتا یوں سمجھا جائے گا ایک ہی وقت میں اس نے سارے دین پر قبضہ کیا ہے۔ ہاں اگر ایک دفعہ تولنے کے بعد یہ پھر کسی اور کام میں مشغول ہوا پھر اس کے بعد کچھ دیر بعد دوسری مرتبہ تول رہا ہے اب ہم کہیں گے تفریق آ گئی، کیا آ گئی؟ تفریق آ گئی دونوں تول دونوں وزنوں میں، اگر درمیان میں کوئی اور کام نہیں کیا تو پھر ہم کہیں گے تفریق نہیں آئی۔ وَإِنْ قَبَضَ دَيْنَهُ فِي وَزْنَتَيْنِ اور اگر قبضہ کیا اس نے اپنے دین پر دو تولوں میں، فِي وَزْنَتَيْنِ دو وزنوں کے اندر یعنی دو مرتبہ وزن کر کے لَمْ يَتَشَاغَلْ بَيْنَهُمَا اور مشغول نہیں ہوا ان دونوں کے درمیان إِلَّا بِعَمَلِ الْوَزْنِ مگر کس کے اندر؟ وزن کے عمل میں صرف اسی میں مشغول رہا اور کوئی کام نہیں کیا لَمْ يَحْنَثْ تو یہ حانث نہیں ہو گا کیونکہ یہ تفریق نہیں شمار ہوتی، وَلَيْسَ ذَلِكَ بِتَفْرِيقٍ اور یہ تفریق نہیں ہے۔

وَمَنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّ الْبَصْرَةَ فَلَمْ يَأْتِ حَتَّى مَاتَ حَنِثَ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ۔ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں بصرہ ضرور آؤں گا، میں بصرہ ضرور آؤں گا۔ اب بھئی وہ کب حانث شمار ہو گا؟ کہتے ہیں بھئی جب وہ مرنے لگے گا عین موت سے ایک لمحہ پہلے یعنی اپنی زندگی

کے آخری لمحے کے اندر ہم کہیں گے یہ شخص حانث ہو گیا، اس سے پہلے ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ امکان ہے وہ بصرہ زندگی میں چلا جائے، تو آخری لمحے میں وہ حانث ہو جائے گا۔ تو ایسا شخص جو ایسی قسم اٹھالے جس کا زندگی بھر کسی بھی وقت پورا ہونے کا امکان ہو تو جب تک وہ امکان ہے اس پر حانث ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے اور امکان کب ختم ہو گا؟ زندگی کے آخری لمحے میں، تو اس وقت وہ شخص حانث ہو جائے گا قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ عاجز آ گیا اب نہیں جا سکتا قسم ٹوٹ گئی۔ تو ایسا شخص جو اس قسم کی قسم اٹھالے اسے چاہیے کہ پھر وہ وصیت کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد میری یہ قسم اگر ٹوٹ گئی پوری نہ ہوئی تو کیا کر دینا؟ میری طرف سے کفارہ ادا کر دینا۔ بھئی خود نہیں دے سکتا زندگی میں کیونکہ آپ جانتے ہیں حانث ہونے سے پہلے کفارہ دینا درست نہیں، تو یہ تو آخری لمحے میں حانث ہو رہا ہے اس کے بعد تو انتقال موت ہے بھئی انتقال ہے تو اب وصیت کر جائے۔ وَمَنْ حَلَفَ جس نے قسم اٹھائی لَيَأْتِيَنَّ الْبَصْرَةَ کہ وہ ضرور بالضرور بصرہ آئے گا فَلَمْ يَأْتِ تو وہ نہیں آیا حَتَّى مَاتَ یہاں تک کہ مر گیا حَنِثَ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ تو وہ حانث ہو گیا آخری جز کے اندر اپنی زندگی کے اجزاء میں سے، اپنی زندگی کے اجزاء میں سے آخری جز کے اندر یہ کیا ہو گیا؟ حانث ہو گیا۔

كِتَابُ الدَّعْوَى۔ بھئی دَعْوَى کی تعریف آپ کے حاشیے میں دی ہوئی ہے نشان لگا لیجیے: قَوْلُهُ الدَّعْوَى هِيَ فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنْ إِضَافَةِ الشَّيْءِ إِلَى نَفْسِهِ، یہ لغت کے اندر دَعْوَى کا لفظ لغت میں یعنی عربی زبان میں عِبَارَةٌ عبارت ہے عَنْ إِضَافَةِ الشَّيْءِ إِلَى نَفْسِهِ نسبت کرنا کسی چیز کی اپنی ذات کی طرف۔ کسی چیز کی اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا مثلاً چیز پڑی ہے آپ نے کہا اس چیز کا مالک میں ہوں یہ کیا کہلاتا ہے عربی زبان میں؟ دَعْوَى، کیونکہ آپ نے کیا کیا اس چیز کی اپنی طرف نسبت کر دی کہ میں اس کا مالک ہوں یہ چیز میری ہے۔ وَأَمَّا فِي الشَّرِيعَةِ باقی اصطلاحِ شریعت کے اندر فَهِيَ إِضَافَةُ الشَّيْءِ إِلَى نَفْسِهِ حَالَةَ الْمُنَازَعَةِ یہ نسبت کرنا ہے ایک چیز کی اپنی ذات کی طرف حَالَةَ الْمُنَازَعَةِ جھگڑے کی حالت میں، مقدمے کی حالت میں۔ تو جھگڑے کی حالت میں ایک چیز کی نسبت اپنی طرف انسان کرے یہ کیا کہلاتا ہے؟ دَعْوَى، دوسرا انکار کر رہا ہے یہ کہہ رہا ہے یہ چیز میری ہے تو اس کو دعویٰ کہا جاتا ہے۔ تو اصطلاحِ شریعت میں دعویٰ کب کہیں گے جب جھگڑا پایا جائے، اگر جھگڑا نہیں تو دعویٰ بھی نہیں۔ اب یاد رکھیے بھئی جو دعویٰ کرتا ہے وہ مُدَّعِي کہلاتا ہے، جو دعویٰ کرتا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ مُدَّعِي، اور جس پر دعویٰ کیا ہے وہ مُدَّعًى عَلَيْهِ کہلاتا ہے، جس پر دعویٰ کیا وہ مُدَّعًى عَلَيْهِ، اور جس چیز کا دعویٰ کیا ہے وہ مُدَّعًى کہلاتی ہے، جس چیز کا دعویٰ کیا وہ کیا کہلاتی ہے؟ مُدَّعًى کہلاتی ہے مُدَّعًى بھئی۔

کہتے ہیں اَلْمُدَّعِي مَنْ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ إِذَا تَرَكَهَا وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ۔ مدعی وہ ہے، اَلْمُدَّعِي مدعی جو ہے مَنْ وہ شخص ہے لَا يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ جسے مجبور نہیں کیا جا سکتا خصومت پر یعنی مقدمے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، خُصُومَةٌ جھگڑا مقدمہ مراد ہے بھئی، جسے جھگڑے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا إِذَا تَرَكَهَا جب وہ اس کو چھوڑ دے، اگر وہ خصومت کو چھوڑ دے تو پھر اسے خصومت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ اور مدعیٰ علیہ مَنْ وہ شخص ہے يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ جسے خصومت پر مجبور کیا جائے گا، مجبور کیا جا سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی دیکھیے زید کے پاس ایک گاڑی ہے میں نے دعویٰ کر دیا یہ گاڑی میری ہے، تو دیکھو اس گاڑی کی میں نے اپنی طرف نسبت کر دی اور حالت بھی کون سی ہے جھگڑے والی ہے زید نہیں مان رہا اور میں کیا کہہ رہا ہوں یہ گاڑی میری ہے تو یہ ہوا دعویٰ۔ اب دیکھیے میں ہوا مدعی کیونکہ میں نے دعویٰ کیا ہے اور جس پر دعویٰ کیا وہ کون ہے؟ مدعیٰ علیہ یعنی زید مدعیٰ علیہ ہے۔ تو مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریف کی صاحبِ قدوری نے، صاحبِ قدوری فرماتے ہیں مدعی وہ ہے جسے جھگڑے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اگر وہ جھگڑے کو چھوڑتا ہے تو اسے جھگڑے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور مدعیٰ علیہ وہ ہے کہ اسے جھگڑے پر کیا کیا جائے گا؟ مجبور کیا جائے گا۔ کیا معنیٰ بھئی جھگڑے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہیں کیا جا سکتا؟ دیکھیے میں نے کہا یہ گاڑی میری ہے تو اب میں خصومت کر رہا ہوں قاضی کے پاس اس کو لے کر جاؤں گا، لیکن اگر میں خصومت چھوڑ دیتا ہوں دعویٰ ہی نہیں کرتا کوئی مجھے مجبور

کر سکتا ہے کہ تمہیں دعویٰ کرنا پڑے گا؟ بھئی میری چیز ہے میں نہیں لیتا، جھگڑا نہیں کرتا، مقدمہ نہیں کرتا بھئی میری مرضی، تو میں مدعی ہوں مجھے جھگڑے پر، دعوے پر اور خصومت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن زید جو ہے اس کو خصومت پر مجبور کریں گے، مثلاً میں نے دعویٰ کر دیا یہ گاڑی میری ہے، زید کہتا ہے نہیں بھئی یہ گاڑی آپ کی نہیں ہے، میں نے کہا بھئی میں مقدمہ لڑوں گا آپ کے ساتھ قاضی کے پاس لے کر جاؤں گا، وہ کہتا ہے نہیں بھئی میں کوئی مقدمہ بازی نہیں کرنا چاہتا۔ اب وہ نہیں لڑنا چاہتا لیکن اسے مجبور کریں گے اسے جواب دینا پڑے گا قاضی کے پاس جا کر، تو وہ کیا ہے؟ مدعیٰ علیہ۔ تو مدعی نے تو دعویٰ کیا ہے کہ یہ چیز میری ہے وہ چھوڑنا چاہتا ہے چھوڑ دے دعویٰ ہی نہ کرے اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا، لیکن مدعی جب دعویٰ کر دیتا ہے اور مدعیٰ علیہ چھوڑنا چاہتا ہے مدعیٰ علیہ کو نہیں چھوڑیں گے اسے کیا کیا جائے گا؟ خصومت پر مجبور کیا جائے گا کہ آ کر اب جواب دو قاضی کے سامنے یہ شخص کہہ رہا ہے یہ

چیز میری ہے تم کیا کہتے ہو بھئی۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ تو کہتے ہیں اَلْمُدَّعِي مَنْ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ مدعی وہ شخص ہے جسے مجبور نہیں کیا جاسکتا خصومت پر إِذَا تَرَكَهَا جب وہ اس خصومت کو چھوڑ دے، وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ اور مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جس کو مجبور کیا جائے گا خصومت پر۔

وَلَا تُقْبَلُ الدَّعْوَى حَتَّى يَذْكُرَ شَيْئًا مَعْلُومًا فِي جِنْسِهِ وَقَدْرِهِ۔ بھئی یاد رکھیے بھئی آپ قاضی بنیں گے کیسے فیصلہ کریں گے، کیسے دعویٰ کیا جائے گا، دعویٰ کب پورا ہوتا ہے، کن کن چیزوں کا اس میں ذکر کرنا ضروری، کن چیزوں کا ذکر کرنا ضروری نہیں، ساری تفاصیل شرائط صاحبِ قدوری ذکر کرتے چلے جائیں گے۔ بھئی ایک شخص دعویٰ کرے تو ضروری ہے کہ دعویٰ کے اندر وہ چیز جس کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی جنس بیان کرے۔ قاضی کے پاس جا کر کہتا ہے قاضی صاحب اس نے میری ایک چیز دینی ہے، بھئی چیز کیا بھئی؟ چیز تو ہر ایک پہ اس کا اطلاق ہوتا ہے، گاڑی بھی چیز ہے، موٹر سائیکل بھی چیز ہے، سائیکل بھی چیز ہے، گھڑی بھی چیز ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ کیا بھئی جنس معلوم ہونی چاہیے کس چیز پر دعویٰ ہے، گاڑی پر ہے، موٹر سائیکل پر ہے، سائیکل پر ہے، تو جنس معلوم ہونی چاہیے۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ یا مثلاً بھئی درہم اس نے میرے دینے ہیں یا اس نے میرے دینار دینے ہیں یا اس نے میری گندم دینی ہے یا چاول دینے ہیں، تو جنس معلوم ہونی چاہیے۔ اور اگر دین ہے مثلاً درہم دراہم یا کوئی ماپی جانے والی چیز وغیرہ ہے یا وزن کی جانے والی چیز ہے مثلاً تو پھر ساتھ اس کی مقدار بھی معلوم ہونی چاہیے۔ کہتا ہے قاضی صاحب اس نے میرے کچھ درہم دینے ہیں، بھئی کچھ کا کیا معنیٰ ہے کتنی مقدار ہے؟ مقدار تو بیان کرو۔ تو مجہول دعویٰ صحیح نہیں، جنس بھی معلوم ہونی چاہیے اور مقدار بھی معلوم ہو، یہ کس کے اندر ہے؟ دین کے اندر۔ دین کہتا ہے جس کے ذمے میرا دین ہے کیا دین ہے؟ درہم ہیں، دینار ہیں، چاول ہیں، گندم ہے، کیا چیز ہے؟ وہ بیان کرنا جنس بھی بیان کرے اور پھر اس کی مقدار بھی، درہم ہیں تو دس ہیں، بیس ہیں، سو ہیں کتنے ہیں؟ چاول ہیں یا گندم ہے دو من، چار من، دس من کتنے ہیں؟ مقدار بھی بیان کرنا پڑے گی۔ تو کہتے ہیں وَلَا تُقْبَلُ الدَّعْوَى دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا حَتَّى يَذْكُرَ شَيْئًا مَعْلُومًا فِي جِنْسِهِ وَقَدْرِهِ یہاں تک کہ ذکر کرے شَيْئًا ایسی چیز مَعْلُومًا جو معلوم ہو فِي جِنْسِهِ اپنی جنس میں وَقَدْرِهِ اور اپنی مقدار میں۔

فَإِنْ كَانَ عَيْنًا فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ۔ یہ تو دین کی بات تھی، کس کی بات چل رہی تھی؟ دین جو کسی کے ذمے ایک چیز تھی۔ اور ایک ہے کسی معین چیز کا دعویٰ کرنا مثلاً قاضی صاحب اس کے پاس جو گاڑی ہے وہ میری ہے، سمجھ میں آیا؟ گاڑی میری ہے، اس میں کہتے ہیں اگر معین چیز کا دعویٰ کیا تو اس میں ضروری ہے کہ اسے قاضی کے پاس لے کر حاضر کرے تاکہ اشارہ کر کے کہے قاضی صاحب یہ گاڑی اس کے پاس ہے اور حالانکہ اس کا مالک میں ہوں یہ میری گاڑی ہے اس نے ناحق اس پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو دین ہو تو اس میں جنس ذکر کرے اور اس کی مقدار ذکر کرے، اور اگر عین ہے مثلاً کوئی معین چیز ہے تو پھر اس چیز کو قاضی کی مجلس میں حاضر کیا جائے گا اور پھر یہ دعویٰ کرنے والا اس کی طرف اشارہ کر کے کہے گا یہ گاڑی ہے جس کا میں کیا کرتا ہوں؟ دعویٰ کر رہا ہوں، یا گھڑی ہے مثلاً وہاں حاضر کرے یہ گھڑی ہے قاضی صاحب جس کا میں دعویٰ کر رہا ہوں کہ یہ میری ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ عَيْنًا فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ۔ اچھا تو بھئی زید کے پاس مثلاً ایک گھڑی ہے میں نے دعویٰ کر دیا کہ یہ گھڑی میری ہے قاضی کے پاس چلا گیا، تو دعوے کے لیے کیا ضروری؟ دین ہو تا تو جنس بھی ذکر کرو مقدار بھی، اور عین ہو تو کیا کیا جائے گا؟ اس چیز کو حاضر کیا جائے گا۔ بھئی وہ چیز تو زید کے پاس ہے زید وہ قاضی کے پاس لے کر ہی نہیں آتا گھر چھوڑ کے آجاتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ چیز لے کر آؤ جس پر یہ دعویٰ کر رہا ہے بھئی سامنے اسے حاضر کرو۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ كَانَ عَيْنًا فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ پس اگر وہ کوئی عین تھی یعنی کوئی متعین چیز تھی فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مدعیٰ علیہ کے قبضے میں كُلِّفَ إِحْضَارَهَا تو اس کو مجبور کیا جائے گا، كُلِّفَ اس کو مجبور کیا جائے گا إِحْضَارَهَا اس عین کو حاضر کرنے پر مجبور کریں گے وہ عین حاضر کرو، عین کا لفظ مؤنث ہے اسی لیے ہاء ضمیر راجع کی بھئی، تو اسے مجبور کیا جائے گا اس عین کو حاضر کرنے پر يُشِيرُ إِلَيْهَا کہ اشارہ کرے اس چیز کی طرف بِالدَّعْوَى کس کے ساتھ؟ دعوے کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرے۔

وَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَاضِرَةً۔ اگر وہ حاضر نہیں ہے، اگر وہ عین قاضی کے پاس حاضر نہیں بھئی۔ بھئی یا تو ایسی چیز ہو جسے قاضی کے پاس لا سکتے ہیں، اگر ایسی چیز ہے جسے قاضی کے پاس لا ہی نہیں سکتے پھر کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی پھر قاضی اپنے کسی امین شخص کو بھیجے گا جو جا کر دیکھ کر آئے گا، مثلاً فیکٹری کی کوئی مشینیں ہیں بڑی بڑی بھئی اب ان کو تو نہیں لا سکتے جس پر یہ دعویٰ کر رہا ہے، تو قاضی اپنے کسی امین کو بھیجے گا قابلِ اعتماد آدمی کو وہ جائے گا اور مدعی اس مشین کے پاس لے جائے گا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہے گا یہ ہے وہ مشین جس کا میں کیا کر رہا ہوں؟ دعویٰ کر رہا ہوں تاکہ متعین ہو جائے مولانا۔ یہ اشارہ اس

لیے ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے کہ بھئی کس چیز کے بارے میں جھگڑا ہے وہ کون سی ہے بھئی؟ مشینیں تو ہزار ہیں کون سی والی مشین کا آپ جھگڑا کر رہے ہیں؟ جب وہ اشارہ کر دے گا اب چیز کامل طور پر ممتاز ہو گئی پتہ چل گیا اس چیز کے اندر جھگڑا ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَاضِرَةً اگر وہ چیز وہاں پر حاضر نہ ہو یعنی موجود نہ ہو قاضی کے پاس ذَكَرَ قِيمَتَهَا تو کیا کر دے؟ اس چیز کی قیمت ذکر کر دے، اس چیز کی قیمت ذکر کر دے گا مثلاً ایسی مشینری ہے اتنی اتنی قیمت ہے اس کی۔ ہاں اگر قیمت ذکر نہ کرے پھر بھی دعویٰ سنا جائے گا مولانا اس لیے کہ انسان کو اپنی ہر چیز کی قیمت کا پتہ نہیں ہوتا بعض اوقات علم نہیں ہوتا اسے بھئی۔

وَإِنِ ادَّعَى عَقَارًا حَدَّدَهُ۔ بھئی ایک شخص نے دوسرے پر زمین کا دعویٰ کیا کہ قاضی صاحب اس کے قبضے میں ایک مکان ہے جو میرا ہے اس نے اس پر ناحق قبضہ کیا ہوا ہے۔ تو یاد رکھیے اب زمین کو تو قاضی کے پاس حاضر نہیں کیا جا سکتا، زمین ہے، کھیت ہے، باغ ہے، مکان ہے وغیرہ، پلاٹ ہے اس کو تو قاضی کے پاس ہم نہیں لا سکتے بھئی کیونکہ یہ تو غیر منقولی چیز ہے، اب کیا کریں گے؟ کہتے ہیں اب اس کے حدودِ اربعہ بیان کی جائیں گی بھئی۔ کیا بیان کی جائیں گی؟ حدودِ اربعہ۔ بھئی حدودِ اربعہ مثلاً زمین کی: قاضی صاحب فلاں مکان ہے فلاں محلے میں ہے فلاں گلی کے اندر، اس مکان کے دائیں طرف زید کا مکان ہے زید ابن فلاں کا مکان ہے، اس مکان کے بائیں طرف عمرو ابن فلاں کا مکان ہے، اس مکان کے پچھلی طرف بکر ابن فلاں کا مکان ہے، اور اس مکان کے سامنے فلاں گلی گزر رہی ہے، سارے حدود بیان کر دیں بھئی دائیں بائیں آگے پیچھے کس کی زمینیں ہیں، جب یہ ساری چیزیں بتا دی جائیں گی اب زمین متعین ہو گئی یا نہیں ہو گئی؟ اب متعین ہو گئی۔ تو چیز کی تعیین ضروری تھی تو زمین کے اندر یہی صورت تھی کہ اس کے حدود بیان کی جائیں۔ پھر اگلی کتابوں میں آپ تفصیل پڑھیں گے مولانا کہ امام صاحب کے نزدیک تین حدود اطراف بیان کر دے تو کافی ہے چاروں کا ذکر کرنا ضروری نہیں، تین اطراف دائیں طرف کیا ہے مثلاً یا بائیں طرف کیا ہے اگلی طرف کیا ہے بس کافی ہو گیا۔

تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَى عَقَارًا، عَقَارٌ کس کو کہتے ہیں؟ جائیداد غیر منقولی چیز بھئی، اور اگر دعویٰ کیا عَقَارٌ کا غیر منقولی چیز کا، غیر منقولی چیز جائیداد بھئی کیا مثلاً زمین، مکان، کوٹھی، پلاٹ، کھیت، باغ یہ ساری غیر منقولی چیزیں ہیں، اور اگر اس نے دعویٰ کیا عَقَارٌ کا یعنی جائیداد کا حَدَّدَهُ تو اس کی تحدید کرے گا یعنی حد بندی کرے گا حد بیان کرے گا، وَذَكَرَ اور یہ بھی ذکر کرے گا أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ کہ قاضی صاحب وہ جو مکان ہے فلاں گلی میں ہے دائیں طرف فلاں ابن فلاں کا مکان، بائیں طرف فلاں ابن فلاں کا مکان، پچھلی طرف فلاں ابن فلاں کا مکان، وہ مکان جو ہے یہ جو شخص سامنے کھڑا ہے اس کے قبضے میں ہے۔ تو یہ بھی ذکر ضرور کرے یہ جو مدعیٰ علیہ ہے وہ مکان اس کے قبضے میں ہے تاکہ وہ اس کا فریقِ مخالف تو بن سکے اس کے ساتھ جھگڑا تو چل سکے، اگر وہ مکان اس کے قبضے میں ہی نہیں تو خصومت اس کے ساتھ کیوں کرے بھئی جس کے قبضے میں ہے اس کے ساتھ کرے اس کے تو مکان قبضے میں ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ یہ جو مدعیٰ علیہ ہے مکان یا وہ جگہ اس کے قبضے میں ہے تاکہ یہ خصم بنے فریقِ مخالف بنے اس کے ساتھ خصومت بھی ہو سکے، اگر اس کے قبضے میں نہیں ہے پھر اس کے ساتھ کہاں سے خصومت کرے گا بھئی؟ تو کہتے ہیں وَذَكَرَ اور یہ بھی ذکر کرے أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ کہ وہ مکان کس کے قبضے میں ہے؟ مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ہے، وَأَنَّهُ اور یہ بھی ذکر کرے کہ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ کہ وہ اس کا مطالبہ کر رہا ہے۔ مدعی کہے گا قاضی صاحب وہ مکان جو فلاں فلاں جگہ پر واقع ہے وہ اس مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ہے اور میں اس مکان کا مطالبہ کرتا ہوں مجھے وہ مکان دلایا جائے۔ تو مطالبہ کرنا بھی ضروری، مطالبہ نہیں کرے گا تو جھگڑا کس بات کا بھئی؟ خصومت ہو گی تب جب یہ کیا کرے گا؟ مطالبہ کرے گا بھئی۔ تو اب یہ مطالبہ کر رہا ہے تو اب قاضی اس کی مدد شروع کرے گا اور مقدمہ آگے چل پڑے گا۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ مطالبہ ضروری ہے، تو یہ بھی ذکر کرے أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ کہ یہ جو مدعی ہے وہ اس مکان کا یا اس عَقَارٌ کا مطالبہ کر رہا ہے۔

وَإِنْ كَانَ حَقًّا فِي الذِّمَّةِ ذَكَرَ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ اور اسی طرح اگر کوئی حق تھا کسی کے ذمے میں تو وہاں بھی یہ ذکر کرے گا یہ مدعی کہ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ اس حق کا مطالبہ کرتا ہے۔ مثلاً بھئی میں نے دعویٰ کیا ہے زید نے میرا ایک لاکھ درہم دینا ہے اب میں اس کی جنس اور مقدار ذکر کر دیتا ہوں قاضی صاحب اس کے پاس ہیں کتنے؟ میرے ایک لاکھ درہم، میں نے جنس بھی بیان کر دی اور مقدار بھی بیان کر دی، تو اس سے اب مقدمہ آگے نہیں چلے گا بلکہ میں یہ بھی کہوں گا قاضی صاحب میں ان کا مطالبہ کرتا ہوں مجھے وہ درہم دلائے جائیں، جب مطالبہ ہی نہیں تو مقدمہ کیسے آگے چلے گا بھئی؟ تو مطالبہ کرے کہ مجھے وہ دلائے جائیں۔ یہ معنیٰ ہے وَإِنْ كَانَ حَقًّا فِي الذِّمَّةِ ذَكَرَ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ اور اگر وہ کوئی حق ہے کسی کے ذمے کے اندر یعنی دین ہے کسی کے ذمے میں تو یہ بھی ذکر کرے گا کہ وہ اس کا مطالبہ کر رہا ہے۔

فَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى جب دعویٰ صحیح ہو جائے اپنی شرائط کے ساتھ، دعویٰ کیا ہو جائے؟ یہ ساری شرائط سمیت صحیح ہو گیا، دعویٰ ابھی صرف مکمل ہوا ہے اب مقدمہ شروع ہونے لگا ہے ابھی تو صرف دعویٰ صحیح ہوا۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى جب دعویٰ صحیح ہو جائے سَأَلَ الْقَاضِي الْمُدَّعَى عَلَيْهِ۔ اچھا بھئی میں کس کو لے کر گیا تھا؟ میں نے زید پہ دعویٰ کیا ہے، کیا دعویٰ کیا ہے کہ اس نے میرے کتنے درہم دینے ہیں؟ ایک لاکھ درہم دینے ہیں قاضی صاحب میں ان درہموں کا مطالبہ کرتا ہوں مجھے وہ درہم دلائے جائیں، اب دعویٰ صحیح ہو گیا بھئی۔ اب قاضی زید کی طرف متوجہ ہو گا اور اسے کہے گا ہاں بھئی آپ کیا کہتے ہو اس بارے میں؟ کیا آپ نے واقعی اس کے ایک لاکھ درہم دینے ہیں؟ زید کہتا ہے جی ہاں میں نے اس کے ایک لاکھ درہم دینے ہیں، بس بات ہی ختم ہو گئی زید نے اقرار کر لیا قاضی فیصلہ کر دے گا کہ چلو بھئی اس کو ایک لاکھ درہم ادا کرو مدعی کو۔ بات سمجھ میں آ گئی؟ اگر وہ اقرار نہیں کرتا اب مقدمہ آگے بڑھے گا، قاضی مدعی سے کہے گا آپ نے قانون پڑھا حدیث پڑھی: اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ، بَيِّنَةٌ مدعی کے ذمے اور قسم منکر کے ذمے ہے، تو اب قاضی مدعی کی طرف متوجہ ہو گا لاؤ بھئی کوئی بَيِّنَةٌ ہے؟ یہ تو نہیں مان رہا بَيِّنَةٌ پیش کرو اس مسئلے پر۔ اب اگر میرے پاس بَيِّنَةٌ ہوئی میں بَيِّنَةٌ پیش کر دوں گا، جب بَيِّنَةٌ پیش کروں گا قاضی کیا کرے گا اس پر؟ فیصلہ کر دے گا۔ کیا کر دے گا؟ فیصلہ کر دے گا، قابلِ اعتماد دو گواہ میں نے پیش کر دیے جنہوں نے گواہی دے دی جس سے پتہ چلا کہ واقعی زید نے میرے ایک لاکھ درہم دینے ہیں تو بس فیصلہ ہو گیا۔ لیکن اگر میں گواہ پیش نہ کر سکا، قاضی نے کہا گواہ پیش کرو میں نے کہا قاضی صاحب میرے پاس تو کوئی گواہ نہیں ہیں، اب آگے اور چلے گا مقدمہ اگلا قدم آیا: اب قاضی مدعیٰ علیہ کی طرف مڑے گا بھئی اب تم پر قسم آ رہی ہے تم قسم اٹھاؤ کہ تم نے اس کے ایک لاکھ درہم نہیں دینے۔ اگر وہ قسم اٹھا لیتا ہے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کرتا ہے تو اس کے خلاف کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ کر دیا جائے گا، اسے ادائیگی کرنا پڑے گی پھر۔ ترتیب سمجھ میں آ گئی؟

کہتے ہیں فَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى جب دعویٰ صحیح ہو جائے سَأَلَ الْقَاضِي الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنْهَا تو پوچھے گا قاضی مدعیٰ علیہ سے عَنْهَا اس دعویٰ کے بارے میں، تو قاضی اس مدعیٰ علیہ سے جو ہے پوچھے گا اس دعویٰ کے بارے میں فَإِنِ اعْتَرَفَ اگر اس نے اعتراف کر لیا قَضَى عَلَيْهِ بِهَا تو کیا کرے گا؟ اس پر فیصلہ کر دے گا، عَلَى ضرر کے لیے آتا ہے یعنی اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا اس دعوے کا۔ وَإِنْ أَنْكَرَ اور اگر اس نے انکار کیا، اس نے کیا کیا؟ انکار کہ میں نے تو کوئی درہم نہیں دینے، سَأَلَ الْمُدَّعِيَ الْبَيِّنَةَ تو مانگے گا مدعی سے بَيِّنَةٌ، قاضی کیا کرے گا؟ مدعی سے بَيِّنَةٌ مانگے گا۔ فَإِنْ أَحْضَرَهَا قَضَى بِهَا اگر مدعی نے بَيِّنَةٌ حاضر کر دی قَضَى بِهَا تو اس کے ذریعے کیا کر دے گا؟ فیصلہ کر دے گا۔ وَإِنْ عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ اور اگر وہ کیا ہوا اس سے؟ عاجز آ گیا کہتا ہے قاضی صاحب میرے پاس تو کوئی بَيِّنَةٌ نہیں ہے وَطَلَبَ الْيَمِينَ۔ ہاں اس نے کہا قاضی صاحب میرے پاس بَيِّنَةٌ نہیں ہے تو قاضی فوراً ہی دوسرے کی طرف مڑ کے یہ نہیں کہے گا چلو قسم اٹھاؤ، کیونکہ یہ قسم طلب کرنا یہ مدعی کا حق ہے تو مدعی کو کہنا ضروری ہے۔ مدعی کیا کہتا ہے میرے پاس بَيِّنَةٌ نہیں ہے لیکن آپ اس مدعیٰ علیہ کو کہیے قسم اٹھالے اس بات پر، تو اس کا طلب کرنا ضروری ہے، کون طلب کرے گا قسم کی؟ مدعی کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ اگر مدعی بَيِّنَةٌ کے پیش کرنے سے عاجز ہوا وَطَلَبَ يَمِينَ خَصْمِهِ اور اس نے اپنے خصم کی یعنی اپنے فریقِ مخالف کی قسم کو طلب کیا اسْتَحْلَفَهُ عَلَيْهَا تو قاضی قسم کو طلب کرے گا مدعیٰ علیہ سے عَلَيْهَا اس دعوے پر۔

وَإِنْ قَالَ لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ۔ اچھا صورت یہ ہے قاضی نے مجھے کہا بھئی بَيِّنَةٌ پیش کرو بھئی آپ نے دعویٰ کیا ہے وہ انکار کر رہا ہے، میں نے کہا قاضی صاحب میرے گواہ تو شہر میں ہیں، گواہ ہیں میرے پاس لیکن شہر میں ہیں تو وہ تو میں نہیں لا سکا ان گواہوں کو آپ یوں کیجیے اس سے قسم اٹھوا لیجیے قسم لے لیجیے، کہتے ہیں نہیں گواہ اگر قریب موجود ہیں اور یہ ان کو لے کر نہیں آیا تو پھر یہ قسم اس سے نہیں اٹھوا سکتا بلکہ کیا کرے گا؟ گواہوں کو لے کر آئے گا، قاضی کہے گا نہیں نہیں بھئی اس طرح نہیں ہو سکتا گواہ جب موجود ہیں یہاں قریب ہی ہیں تو تم کیوں نہیں لے کر آئے جاؤ بھئی گواہوں کو لے کر آؤ ویسے قسم نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ ہاں اگر گواہ دور رہتے ہیں، سمجھ میں آیا؟ یا یہ کہتا ہے قاضی صاحب گواہوں کا تو مجھے پتہ ہی نہیں تھے میرے گواہ تھے یہ نہیں کہ گواہ نہیں ہیں لیکن پتہ نہیں وہ کہاں گئے ہوئے ہیں اس وقت مجھے علم نہیں ہے کہیں سفر وغیرہ پر نکلے ہوئے ہیں تو پھر اس صورت میں ٹھیک ہے اب قسم اٹھوانا چاہے تو قسم اٹھوا سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ اور اگر اس نے کہا کہ میری بَيِّنَةٌ موجود ہے یعنی شہر میں موجود ہے، کہاں موجود ہے؟ شہر میں موجود ہیں میرے گواہ وَطَلَبَ الْيَمِينَ اور وہ طلب کرتا ہے قسم کو لَمْ يُسْتَحْلَفْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں طلب کی جائے گی۔

وَلَا تَرُدُّ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعِي۔ وارد نہیں ہوتی قسم مدعی پر، مدعی پر قسم نہیں آتی، مدعی پر قسم نہیں آتی۔ یاد رکھیے یہ تو ہمارا طریقہ مقدمہ کیا ہے؟ کس طرح قاضی فیصلہ کرے گا؟ مدعی یا تو بَيِّنَةٌ پیش کرے یا مدعیٰ علیہ پر کیا آ جائے گی؟ قسم۔ تو بَيِّنَةٌ صرف مدعی کی معتبر اور قسم صرف منکر کی معتبر بھئی۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں ایک گواہ ہو تو ایک گواہ پیش کر دے اور ساتھ ایک قسم اٹھالے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ایک گواہ پیش کر دے اور ساتھ قسم، ہم کہتے ہیں نہیں مدعی کے ذمے صرف گواہ ہیں قسم اس پر ہے ہی نہیں، تو وہ صرف گواہ پیش کر سکتا ہے قسم نہیں اٹھا سکتا۔ یا یہ تو ایک صورت، دوسری ہمارے نزدیک بھئی مدعی جب بَیِّنَۃٌ پیش نہ کر سکے اور مطالبہ کرے کہ مدعیٰ علیہ سے کیا لے لی جائے؟ قسم، تو مدعیٰ علیہ سے قسم لیں گے، اگر وہ انکار کر دے تو قاضی فوراً کیا کر دیتا ہے؟ مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں، مدعیٰ علیہ نے انکار کر دیا تو فوراً مدعی کے حق میں فیصلہ نہیں کریں گے، اب مدعی سے کہیں گے بھئی اس نے تو قسم سے انکار کر دیا اب تمہارے اوپر قسم آ گئی تم قسم کھالو کہ یہ چیز تمہاری ہے تو ابھی تمہارے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک پھر آخر میں پھر قسم کس پر آجاتی ہے؟ مدعی پر، لیکن ہمارے نزدیک ایسا نہیں بھئی ہمارے ذمے مدعی کے ذمے صرف بَیِّنَۃٌ ہے اور منکر کے ذمے صرف قسم ہے۔ یہ معنیٰ ہے وَلَا تَرِدُ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعِي اور قسم نہیں آتی مدعی پر۔

وَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ صَاحِبِ الْيَدِ فِي الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ۔ اور قبول نہیں کیا جائے گا صاحبِ ید کا بَیِّنَۃٌ ملکِ مطلق کے اندر۔ یاد رکھیے بھئی دیکھیے زید کے پاس ایک گاڑی ہے میں نے دعویٰ کر دیا قاضی صاحب یہ گاڑی میری ہے مجھے دلائی جائے، تو جس کا قبضہ ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ صاحبِ ید۔ کیا کہلاتا ہے؟ صاحبِ ید بھئی جس کا قبضہ ہے قبضے والا، اور جو دوسرا شخص ہے وہ خارج کہلاتا ہے۔ کیا کہلاتا ہے؟ خارج۔ بھئی میرا اس گاڑی پر قبضہ ہے؟ نہیں، تو میں خارج ہوں، دعویٰ کرنے والا یہاں پر کیا ہے؟ خارج۔ تو صاحبِ ید کس کو کہتے ہیں؟ جس کا قبضہ ہے، اور خارج جس کا قبضہ نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد یاد رکھیے ایک ہے ملکیت کا دعویٰ: میں نے کہا قاضی صاحب یہ گاڑی میری ہے، میں نے ملکِ مطلق کا دعویٰ کیا میں نے کوئی وجہ بیان کی میں کیوں مالک ہوں؟ میں نے یہ گاڑی خریدی تھی یا مجھے کسی نے تحفے کے طور پر دی تھی یا مجھے بطورِ وراثت کے ملی تھی، میں نے کوئی سبب ذکر کیا ملکیت کا؟ نہیں، ملکیت کے تو یہی اسباب ہیں نا یا تو کسی کو کوئی چیز ورثے میں ملے یا وہ کسی سے خرید لے یا اس کو کوئی ہبہ کر دے وغیرہ بھئی، تو اگر سبب ذکر کرے تو وہ صورت قوی ہوتی ہے مولانا جس کے اندر سبب ذکر کیا جائے ملکیت کا، اور اگر سبب ذکر نہیں کیا اس کو کہتے ہیں ملکِ مطلق کا دعویٰ کیا ہے۔ کس کا دعویٰ کیا ہے؟ ملکِ مطلق کا دعویٰ کیا ہے یعنی ساتھ کوئی سبب وغیرہ ذکر نہیں کیا۔

اب صورت یہ ہے زید کے پاس ایک گاڑی ہے، صورت توجہ سے سننا بھئی: زید کے پاس ایک گاڑی ہے تو زید صاحبِ ید ہوا، میں نے اس پر دعویٰ کر دیا میں کون ہوا؟ خارج۔ تو یاد رکھیے ملکِ مطلق کے اندر، کس کے اندر؟ ملکِ مطلق میں یعنی جب سبب ذکر نہ کرے کیوں مالک ہوں، زید بھی بَیِّنَۃٌ پیش کر رہا ہے میں بھی بَیِّنَۃٌ پیش کر رہا ہوں۔ میں کون ہوں؟ خارج، زید کون ہے؟ صاحبِ ید، اور دعویٰ دونوں کی طرف سے ملکِ مطلق کا ہے، کس چیز کا ہے؟ ملکِ مطلق کا کوئی بھی سبب ذکر نہیں کر رہا۔ تو اب زید کہتا ہے میں اس گاڑی کا مالک دو گواہ پیش کر دیے اور وہ صاحبِ ید ہے، میں خارج ہوں میں نے بھی گواہ پیش کر دیے اور میں بھی کس چیز کا دعویٰ کر رہا ہوں؟ ملکِ مطلق کا، تو یاد رکھیے ملکِ مطلق کے اندر صاحبِ ید کی بَیِّنَۃٌ قبول نہیں۔ ملکِ مطلق میں صاحبِ ید کی بَیِّنَۃٌ قبول نہیں۔ کیوں نہیں قبول؟ تو بلکہ یوں کہو کس کی بَیِّنَۃٌ پھر قبول کی جائے گی؟ خارج کی۔ میں نے بھی دو گواہ پیش کیے میں نے کہا میں مالک، زید صاحبِ قبضہ ہے اس نے بھی دو گواہ پیش کیے گواہوں نے کہا یہ زید ان کا مالک ہے، تو گواہی کس چیز پر پیش کر دی دونوں نے؟ ملکِ مطلق پر۔ تو کس کی بَیِّنَۃٌ سنی جائے گی؟ خارج کی، صاحبِ ید کی بَیِّنَۃٌ نہیں سنی جائے گی۔ بھئی کیوں نہیں سنی جائے گی کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ وہ ملکِ مطلق پر گواہی پیش کر رہا ہے بھئی کہ میں اس چیز کا مالک ہوں، بھئی یہ تو ہمیں بھی بظاہر ویسے لگ رہا ہے کیونکہ چیز اس کے قبضے میں ہے، تو گواہی سے کوئی نئی چیز ثابت ہوئی؟ بھئی چیز جس کے پاس ہو عموماً وہی مالک ہوتا ہے یا مالک نہیں ہوتا؟ وہی مالک ہوتا ہے، زید کے پاس گاڑی ہے تو ظاہر بھی کیا ہے مالک بھی کون ہونا چاہیے؟ زید ہی کو ہونا چاہیے، تو ملکِ مطلق تو ہمیں اس کے قبضے سے ہی پتہ چل رہی ہے پھر گواہوں نے کوئی نئی چیز ذکر کی؟ گواہوں نے کوئی نئی چیز ذکر نہیں کی لہٰذا اب یہاں پر اس سلسلے میں صاحبِ ید کی بَیِّنَۃٌ نہیں سنی جائے گی۔

ہاں اگر سبب ذکر کرتا ہے: میں نے دعویٰ کیا ہے قاضی صاحب یہ گاڑی جو زید کے پاس ہے یہ میری ہے کیونکہ میں نے عمرو سے خریدی ہے، زید کے قبضے میں ہے گاڑی زید کہہ رہا ہے نہیں قاضی صاحب یہ گاڑی میری ہے کیونکہ میں نے عمرو سے خریدی ہے، اب دونوں ساتھ سبب ذکر کر رہے ہیں تو اس صورت کے اندر کس کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ؟ صاحبِ ید کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ ہے کیونکہ دونوں کیا ذکر کر رہے ہیں؟ ملکیت کے ساتھ ساتھ اس کا سبب بھی ذکر کر رہے ہیں، تو اس سے یہ ثابت ہوا بھئی میری بَیِّنَۃٌ سے یہ ثابت ہوا کہ میں نے عمرو سے خریدی، زید کی بَیِّنَۃٌ سے کیا ثابت ہوا کہ زید نے اس سے خریدی۔ معلوم ہوا اور زید کا تو قبضہ بھی ہے معلوم ہوا اس نے مجھ سے پہلے خرید لی تھی عمرو سے، عمرو سے کیا کیا تھا؟ مجھ سے پہلے خرید لی تھی اسی لیے اس کے قبضے میں ہے گاڑی اور مجھے عمرو نے بعد

میں بیچی ہے معلوم ہوا اس نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو لہٰذا جب وہ چیز پہلے کس کو بیچ چکا ہے؟ زید کو تو مالک کون ہوا؟ زید ہوا تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ معنیٰ ہے وَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ صَاحِبِ الْيَدِ فِي الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ اور قبول نہیں کیا جائے گا صاحب ید کی بَيِّنَةُ کو فِي الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ کس کے اندر؟ ملکِ مطلق میں۔

وَإِذَا نَكَلَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنِ الْيَمِينِ قَضَى عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ۔ نَكَلَ يَنْكُلُ نُكُولًا کا معنیٰ ہے انکار کرنا قسم سے، قسم اٹھانے سے انکار کرنا۔ اچھا صورت کیا چل رہی تھی؟ قاضی نے مدعی سے کیا طلب کی؟ گواہی طلب کی، مدعی نے کہا میرے پاس گواہ تو نہیں ہیں قاضی صاحب لیکن آپ کیا کیجیے مدعیٰ علیہ سے قسم لے لیجیے میں قسم طلب کرتا ہوں اس سے آپ قسم لیجیے۔ قاضی نے مدعیٰ علیہ سے کہا قسم اٹھاؤ اس نے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا، کیا کیا؟ انکار کر دیا، تو کہتے ہیں بس قاضی اس کے خلاف فیصلہ کر دے اور جو دعویٰ مدعی نے کیا تھا وہ اس پر لازم کر دے فوراً فیصلہ کر دے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو جب ایک دفعہ انکار کر دے بس قاضی فیصلہ کر دے قاضی فیصلہ کرنا چاہے تو کر دے، لیکن کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ قاضی فوراً فیصلہ نہ کرے بلکہ جب اس پر پہلے قسم پیش کرنے لگے تو اسے بتا دے بھئی میں تمہارے اوپر تین دفعہ قسم پیش کروں گا قسم اٹھا لیتے ہو تو ٹھیک ہے اگر تم نے قسم نہ اٹھائی تو میں تمہارے خلاف فیصلہ کر دوں گا، تاکہ اسے پوری بات کا پتہ لگ جائے کہ اگر میں نے قسم نہ اٹھائی تو میرے خلاف کیا ہو جائے گا؟ فیصلہ ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا نَكَلَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنِ الْيَمِينِ جب انکار کر دیا مدعیٰ علیہ نے قسم سے قَضَى عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ تو فیصلہ کر دے اس کے خلاف بِالنُّكُولِ قسم سے انکار کی وجہ سے، باء سبب کی سببیہ أَيْ بِسَبَبِ النُّكُولِ قسم سے انکار کی وجہ سے، وَأَلْزَمَهُ مَا ادَّعَى عَلَيْهِ اور اس مدعیٰ علیہ پر لازم کر دے مَا وہ چیز ادَّعَى عَلَيْهِ جس کا اس پر مدعی نے کیا کیا ہے؟ دعویٰ کیا ہے۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟

وَيَنْبَغِي لِلْقَاضِي اور مناسب ہے قاضی کے لیے یعنی مستحب ہے أَنْ يَقُولَ لَهُ کہ اس سے کہے، کس سے کہے گا؟ مدعیٰ علیہ سے کہے: إِنِّي عَارِضٌ عَلَيْكَ الْيَمِينَ ثَلَاثًا میں تم پر پیش کروں گا قسم تین مرتبہ فَإِنْ حَلَفْتَ اگر تو نے قسم اٹھالی فَبِهَا جزا محذوف ہے تو اچھی بات ہے وَإِلَّا قَضَيْتُ عَلَيْكَ ورنہ میں تجھ پر کیا کر دوں گا؟ فیصلہ یعنی تیرے خلاف فیصلہ کر دوں گا، عَلَى آیا بھئی عَلَى کس لیے آتا ہے؟ ضرر کے لیے، تو تیرے خلاف فیصلہ کر دوں گا بِمَا ادَّعَاهُ اس چیز کے ساتھ جو اس نے دعویٰ کیا ہے۔ وَإِذَا كَرَّرَ الْعَرْضَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اور جب مکرر کر دے تین مرتبہ پیش کرنا، تین مرتبہ مکرر قاضی پیش کر دے اور وہ پھر بھی انکار کر رہا ہے قَضَى عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ تو اس کے خلاف فیصلہ کر دے انکار کی وجہ سے۔

وَإِنْ كَانَتِ الدَّعْوَى نِكَاحًا لَمْ يُسْتَحْلَفِ الْمُنْكِرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى۔ اور اگر دعویٰ نکاح میں تھا، دعویٰ کس سلسلے میں تھا؟ نکاح میں۔ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کر دیا قاضی صاحب یہ میری منکوحہ ہے میرا اس سے نکاح ہو چکا ہے، عورت انکار کرتی ہے یہ شخص قاضی کے پاس چلا گیا قاضی صاحب اس عورت سے میرا نکاح ہو چکا ہے۔ قاضی عورت سے پوچھے گا عورت انکار کر رہی ہے نہیں میرا اس سے نکاح نہیں ہوا، تو اب قاضی مدعی سے کہے گا لاؤ بھئی گواہ پیش کرو بھئی نکاح پر، اس نے کہا قاضی صاحب میرے گواہ تو نہیں ہیں ان کا تو انتقال ہو چکا ہے، تو بس مولانا اب یہاں منکر پر قسم نہیں آئے گی قاضی کہے گا جاؤ بھئی، اس کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا بھئی۔ تو منکر پر یہاں قسم نہیں کیونکہ یہ دعویٰ کون سا ہے؟ نکاح کا۔ یا اس کا عکس ہے عورت نے دعویٰ کر دیا مرد پر کہ اس کے ساتھ میرا نکاح ہو چکا ہے مرد انکار کر رہا ہے تو عورت سے بَيِّنَةٌ تو طلب کریں گے لیکن اگر وہ بَيِّنَةٌ پیش نہ کر سکی تو مرد سے قسم نہیں اٹھوائی جائے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَتِ الدَّعْوَى نِكَاحًا لَمْ يُسْتَحْلَفِ الْمُنْكِرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اور اگر دعویٰ نکاح کا تھا تو پھر قسم نہیں اٹھوائی جائے گی منکر سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یعنی قسم طلب نہیں کی جائے گی منکر سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَلَا يُسْتَحْلَفُ فِي النِّكَاحِ وَالرَّجْعَةِ وَالْفَيْءِ فِي الْإِيلَاءِ وَالرِّقِّ وَالِاسْتِيلَادِ وَالنَّسَبِ وَالْوَلَاءِ وَالْحُدُودِ وَاللِّعَانِ۔ یہ کتنی چیزیں ہو گئیں بھئی؟ یہ آٹھ نو چیزیں ہو گئیں بھئی ان سب کے اندر یاد رکھیے امام صاحب فرماتے ہیں قسم نہیں ہے منکر پر قسم نہیں ہے، مدعی پر بَيِّنَةٌ تو آئے گی لیکن اگر وہ بَيِّنَةٌ پیش نہ کر سکا تو منکر سے قسم نہیں لی جائے گی بھئی۔ صورتیں دیکھتے جاؤ بھئی: نکاح کی صورت میں نے بتلا دی بھئی۔ رَجْعَةٌ بھئی رجوع کرنا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی طلاق کے بعد عدت بھی گزر گئی عدت کے بعد اب اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے عدت میں رجوع کر لیا تھا، بیوی کہتی ہے نہیں اس نے رجوع نہیں کیا، تو اب خاوند پر بَيِّنَةٌ ہے لیکن اگر بَيِّنَةٌ پیش نہ کر سکا تو منکر جو بیوی ہے اس کے اوپر قسم نہیں ہے۔ یا اس کا عکس ہے عورت نے دعویٰ کر دیا عورت نے کہا اس شخص نے عدت کے اندر رجوع کر لیا تھا خاوند کہتا ہے میں نے کوئی رجوع نہیں کیا، تو بیوی کے ذمے بَيِّنَةٌ تو ہے لیکن خاوند جو منکر

ہے اس پر قسم نہیں۔

وَالْفَيْءِ فِي الْإِيلَاءِ۔ فَيْءٌ کا معنیٰ بھی رجوع بھئی۔ إِيلَاءٌ کس کو کہتے ہیں جانتے ہو کہ نہیں بھئی؟ کہ پیچھے تفصیل گزر گئی باقاعدہ باب گزرا تھا بھئی کہ خاوند اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم اٹھالے یہ کیا کہلاتا ہے؟ إِيلَاءٌ، اور چار ماہ تک قریب نہ گیا تو پھر اس صورت میں قسم تو پوری ہو گئی لیکن بیوی کو طلاقِ بائن ہو جائے گی، کیا ہو جائے گی؟ طلاقِ بائن ہو جائے گی۔ تو یہ إِيلَاءٌ ہے مولانا۔ تو إِيلَاءٌ کے اندر بھئی چار ماہ تک قریب نہ جانے کی قسم اٹھائی اور چار ماہ تک قریب نہ گیا تو بیوی کو کیا ہو جائے گی؟ طلاقِ بائن ہو جائے گی، لیکن اگر اس مدت کے اندر وہ بیوی کے پاس چلا گیا تو اس صورت میں قسم تو ٹوٹ گئی لیکن اب طلاق بیوی کو نہیں ہو گی کیونکہ اس نے رجوع کر لیا ہے۔ تو یہ معنیٰ ہے وَالْفَيْءِ فِي الْإِيلَاءِ ایلاء کے اندر رجوع میں۔ بھئی پیچھے رَجْعَةٌ کو ذکر کیا رجوع کے لیے رجوع کا لفظ ذکر کیا اب فَيْءٌ کا لفظ ذکر کر رہے ہیں فَيْءٌ کا بھی وہی معنیٰ ہے رجوع کرنا، یہ کیا وجہ؟ وجہ یہ دراصل قرآن میں یہاں رجوع کے لیے کیا لفظ استعمال ہوا؟ فَيْءٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے تو فقہائے کرام بھی بھئی قرآن ہی کے لفظ کو کیا کیا ہے اس سلسلے میں استعمال پھر کرتے ہیں بھئی برکت کے طور پر۔ بھئی ایلاء کیا ایک خاوند نے قسم اٹھائی کہ وَاللّٰهِ میں چار ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا، اب چار ماہ گزر گئے بیوی کو کیا ہو چکی؟ طلاقِ بائن، خاوند نے دعویٰ کر دیا قاضی صاحب میں نے تو رجوع کر لیا تھا بھئی، عورت انکار کرتی ہے کہ نہیں اس نے رجوع نہیں کیا، تو اب خاوند پر بَيِّنَةٌ تو ہے لیکن بیوی پر جو منکر ہے اس پر قسم نہیں۔ یا اس کا عکس ہے عورت نے کہا قاضی صاحب اس نے رجوع کر لیا تھا خاوند کہتا ہے نہیں میں نے رجوع نہیں کیا، تو جو مدعی ہے اس پر بَيِّنَةٌ تو ہے لیکن جو منکر ہے اس پر قسم نہیں۔

وَالرِّقِّ غلامی کے اندر بھئی: مثلاً دیکھو ایک شخص نے دوسرے شخص پر دعویٰ کیا، ایسا دوسرا شخص ہے جس کے نسب کا پتہ نہیں بھئی اس کے بارے میں دعویٰ کر دیا قاضی صاحب یہ میرا غلام ہے، یہ کیا ہے؟ یہ میرا غلام ہے۔ اب پتہ ہی نہیں کسی کو اس شخص کے بارے میں اور یہ دعویٰ کر رہا ہے یہ میرا غلام ہے بھئی، اب مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے لیکن اگر یہ گواہ پیش نہ کر سکا تو مدعیٰ علیہ پر قسم نہیں ہے۔

یا اسی طرح اِسْتِيلَادٌ ہے، اِسْتِيلَادٌ کا معنیٰ امِ ولد بنانا امِ ولد۔ صورت یہ ہے ایک باندی نے دعویٰ کر دیا ہے ایک شخص پر کہ قاضی صاحب اس شخص کے میں نے بچے کو جنم دیا اور اس نے پھر اقرار بھی کر لیا تھا۔ آپ نے پڑھا تھا امِ ولد کیسے بنتی ہے؟ کہ باندی اپنے آقا کے بچے کو جنم دے اور آقا پھر اس کا اقرار بھی کرے تو پھر وہ کیا بن جائے گی اس کی؟ امِ ولد بنے گی، اگر آقا اقرار نہ کرے تو وہ اس کی امِ ولد بھی نہیں۔ تو باندی نے دعویٰ کیا بھئی یہاں صرف باندی کی طرف سے دعویٰ ہو سکتا ہے، باندی نے دعویٰ کیا کہ قاضی صاحب میں اس شخص کی باندی ہوں اور میں نے اس کے بچے کو جنم دیا تھا اور اس شخص نے اس کا اقرار بھی کر لیا تھا، تو جب اقرار کر لیا تو میں اس کی امِ ولد ہو گئی لہٰذا اب میں اس کے مرنے کے بعد آزاد ہوں گی، اور وہ بچہ اس کا کچھ عرصے بعد انتقال ہو گیا تھا، کیا ہوا تھا؟ انتقال ہو گیا تھا، اور وہ شخص انکار کر رہا ہے کہ نہیں یہ میری امِ ولد نہیں ہے، تو اس صورت میں یاد رکھیے جو مدعی ہے یعنی وہ باندی اس کے ذمے بَيِّنَةٌ ضروری ہے لیکن منکر یعنی جو آقا ہے اس پر قسم نہیں۔

وَالنَّسَبِ نسب میں بھی اسی طرح ہے بھئی: ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا مجہول النسب ہے، ایک شخص ہے اس کے نسب کا پتہ ہی نہیں دوسرے نے دعویٰ کیا قاضی صاحب یہ میرا بیٹا ہے، بھئی اگر پہلے سے ہی نسب معروف ہے کہ پتہ ہے فلاں کا بیٹا ہے پھر تو یہ دعویٰ ہی درست نہیں۔ اچھا تو مجہول النسب ہے اور عمر بھی اتنی ہے کہ واقعی اس کا بیٹا ہو سکتا ہے اس کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے یہ میرا بیٹا ہے دوسرا کہتا ہے نہیں قاضی صاحب میں اس کا بیٹا نہیں، تو مدعی کے ذمے بَيِّنَةٌ ہے مدعیٰ علیہ پر قسم نہیں۔ یا دوسرے نے دعویٰ کیا قاضی صاحب میں اس کا بیٹا ہوں بیٹے نے اب دعویٰ کر دیا میں بیٹا ہوں یہ میرے والد ہیں، تو اس مدعی پر بَيِّنَةٌ ہے لیکن اگر بَيِّنَةٌ پیش نہ کر سکا تو مدعیٰ علیہ پر قسم نہیں ہے۔

وَالْوَلَاءِ بھئی اسی طرح وَلَاءٌ کے اندر ہے بھئی، کیسے؟ ایک شخص نے دعویٰ کر دیا قاضی صاحب فلاں آدمی جو ہے اس کا میں غلام تھا اس نے مجھے آزاد کیا تھا تو میری وَلَاءٌ اس کو ملے گی میری وَلَاءٌ اس کے لیے ہے، اور دوسرا انکار کرتا ہے کہ نہیں قاضی صاحب نہیں، تو مدعی جس نے دعویٰ کیا اس کے ذمے بَيِّنَةٌ ہے لیکن منکر کے ذمے قسم نہیں۔ اچھا اسی طرح ولائے موالات ہے: کہتا ہے قاضی صاحب اس آدمی سے میری ولائے موالات ہوئی ہے بھئی، یہ میرا مولائے موالات ہے بھئی، کیا ہے؟ مولائے موالات اس کے ساتھ عقد ہوا ہے۔ عقدِ موالات جانتے ہیں یا نہیں جانتے؟ ایک شخص نیا نیا مثلاً اسلام لایا اور دوسرے کے ساتھ عقد کر لیا کہ اگر میں نے زندگی میں کوئی جنایت کی جرم ہوا مجھ سے تو اس کی ساری دیت اور تاوان تم ادا کرو گے اور بدلے کے طور پر جب

میں مر جاؤں گا تو میری ساری وراثت کے حقدار تم ہو گے، تو یہ جو عقد ہوا اس کو عقدِ موالات کہتے ہیں۔ تو ایک نے عقدِ موالات کا دعویٰ کیا دوسرا اس کا کیا کر رہا ہے؟ انکار کر رہا ہے، تو اس میں بھی مدعی کے ذمے بَیِّنَۃٌ ہے اور منکر پر قسم نہیں۔

وَالْحُدُودِ حدود کے مسئلے میں بھی اسی طرح ہے بھئی: ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا قاضی صاحب اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے، اس نے مجھ پر کیا کیا ہے؟ زنا کی تہمت لگائی ہے اس کے اوپر حدِ قذف لگائیے اسی کوڑے لگائیے، قاضی کہے گا گواہ پیش کرو وہ کہتا ہے قاضی صاحب میرے پاس تو گواہ نہیں ہیں ہاں آپ اس سے قسم اٹھوا لیجیے، کہتے ہیں نہیں بھئی مدعی کے ذمے بَیِّنَۃٌ تو ہے لیکن منکر کے ذمے یہاں پر قسم نہیں کیونکہ وہ قسم سے انکار کر دے گا اور ہم اس پر حد کا حکم لگا دیں یہ درست نہیں ہے کیونکہ ادنیٰ شبہے کی وجہ سے بھی حد کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے بھئی۔

اچھا وَاللِّعَانِ اسی طرح لِعَانٌ ہے بھئی: ایک بیوی نے کہا قاضی کے پاس آ گئی قاضی صاحب یہ جو میرا خاوند ہے اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے لہٰذا میں اس سے لعان کرنا چاہتی ہوں، قاضی اسے کہتا ہے گواہ پیش کرو عورت کہتی ہے میرے پاس تو گواہ نہیں ہیں اس بات پر ہاں آپ اس سے قسم اٹھوا لیجیے، تو کہتے ہیں نہیں بھئی یہ لعان بھی حد کے درجے میں ہے حد کی طرح ہے، کس کی طرح ہے؟ حد کی طرح ہے، بھئی اس لعان کی وجہ سے حد سے بچ گیا یا نہیں بچ گیا؟ ورنہ تو حدِ قذف آتی تو یہ خاوند کے لیے حدِ قذف کے درجے میں ہی ہے، تو لہٰذا یہاں پر مدعی کے ذمے بَیِّنَۃٌ تو ہے لیکن منکر پر قسم نہیں۔ صورتیں سمجھ میں آ گئیں؟

تو کہتے ہیں وَلَا يُسْتَحْلَفُ فِي النِّكَاحِ وَالرَّجْعَةِ وَالْفَيْءِ فِي الْإِيلَاءِ وَالرِّقِّ وَالِاسْتِيلَادِ وَالنَّسَبِ وَالْوَلَاءِ وَالْحُدُودِ وَاللِّعَانِ اور قسم نہیں طلب کی جائے گی نکاح کے معاملے میں وَالرَّجْعَةِ اور رجوع کرنے میں وَالْفَيْءِ فِي الْإِيلَاءِ اور ایلاء میں رجوع کے اندر وَالرِّقِّ اور رقیت کے اندر غلامی میں وَالِاسْتِيلَادِ اور امِ ولد ہونے میں وَالنَّسَبِ اور نسب میں وَالْوَلَاءِ اور ولاء کے اندر وَالْحُدُودِ وَاللِّعَانِ اور حدود اور لعان میں، یہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں يُسْتَحْلَفُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ کہ قسم لی جائے گی قسم طلب کی جائے گی ان تمام کے اندر إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَاللِّعَانِ مگر حدود اور لعان ان میں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں قسم نہیں لی جائے گی البتہ باقی تمام مسائل میں قسم لی جائے گی بھئی۔

بھئی کیوں قسم نہیں لی جائے گی اور کیوں لی جائے گی چلیے آپ کو تفصیل بھی بتلا دوں: دیکھیے امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص پر کسی مقدمے میں قسم آ گئی، منکر پر کیا آ گئی؟ قسم آ گئی اور پھر وہ قسم سے انکار کر دیتا ہے کہ میں قسم نہیں اٹھاؤں گا، مثلاً میں نے زید پر دعویٰ کیا قاضی صاحب اس نے میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے قاضی نے اس سے پوچھا اس نے انکار کیا، قاضی نے مجھے کہا بھئی یہ تو انکار کر رہا ہے لاؤ گواہ پیش کرو میں نے کہا قاضی صاحب میرے پاس تو گواہ نہیں ہیں، تو قاضی اسے کہے گا قسم اٹھاؤ وہ قسم اٹھاتا ہی نہیں خاموش ہے، قاضی نے پھر کہا قسم اٹھاؤ تین دفعہ پیش کی اس نے تینوں دفعہ انکار کیا یا خاموش رہا قسم نہیں اٹھاتا تو قاضی اس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے میرے حق میں اب اسے ایک لاکھ روپیہ دینا پڑے گا مجھے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ یہ جو اس نے قسم نہیں اٹھائی یا قسم سے انکار کیا یہ کس درجے میں ہے؟ صاحبین فرماتے ہیں گویا اس نے اقرار کر لیا، جب قسم نہیں اٹھائی گویا کہ دعوے کا کیا کر لیا؟ اقرار کر لیا کہ ہاں واقعی میں نے دینا ہے، اگر نہ دینے ہوتے تو کیا کر لیتا؟ قسم اٹھا لیتا۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں اس کو ہم اقرار نہیں شمار کریں گے اس کو ہم یوں سمجھیں گے اس نے پیسہ دے دیا پیسہ خرچ کر دیا لیکن سچی قسم اٹھانا کھانا بھی گوارا نہیں کی اس شخص نے بھئی۔ ہم یوں سمجھیں گے یہ شخص ابھی بھی کیا ہے؟ سچا ہے اس نے کوئی پیسے نہیں دینے تھے، لیکن پھر بھئی یہ جو لاکھ اس کے خلاف آئے؟ کہتے ہیں بھئی اس نے قسم اٹھانے سے انکار کیا فیصلہ تو ٹھیک ہے اس کے خلاف ہو گیا لیکن یہ نہیں سمجھیں گے کہ اس نے ایک لاکھ کا اقرار کر لیا ہے بلکہ کیا سمجھیں گے؟ میں نے آپ کو بتلایا تھا بھئی کہ علماء فرماتے ہیں سچی قسم اٹھانے سے بھی انسان کو بچنا چاہیے، معزز آدمی کسی معاملے میں سچی قسم اٹھانا بھی پسند نہیں کرتا تو اس شخص پر بھی قسم آئی اس نے کہا بھئی ایک لاکھ کے لیے میں قسم اٹھاؤں گوارا نہیں کی اس نے ایک لاکھ کے لیے بھئی، پیسے دینا گوارا کر لیے لیکن قسم اٹھانا اس نے ایک لاکھ کے لیے گوارا نہیں کیا۔ تو یوں سمجھیں گے یہ جو اس نے ایک لاکھ دیا ہے یہ ایک لاکھ خرچ کر دیا لیکن قسم سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ کیا کیا؟ ایک لاکھ خرچ کر لیا لیکن قسم سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ تو امام صاحب کے نزدیک بھئی جب کوئی شخص قسم سے انکار کر دے تو اس کو کیا اقرار سمجھیں گے یا اس نے، بَذْلٌ کا معنیٰ ہے خرچ کرنا، اقرار سمجھیں گے یا بَذْلٌ سمجھیں گے بھئی؟ بَذْلٌ سمجھیں گے یعنی خرچ کر لیے ایک لاکھ لیکن قسم کھانا گوارا نہیں کیا، بَذْلٌ باء ذال لام بَذْلٌ۔ اور صاحبین کے نزدیک اس انکار کو کیا سمجھا جائے گا؟ اقرار اس نے گویا کہ اقرار کر لیا۔ تو قاضی نے اب زید سے کہا بھئی قسم اٹھاؤ تم نے اس کا ایک لاکھ روپیہ نہیں دینا زید نے انکار کر دیا قسم اٹھانے سے قاضی نے

اس کے خلاف فیصلہ کر دیا، امام صاحب کیا فرماتے ہیں یہ قسم سے انکار کس درجے میں ہے؟ یہ بَذْلٌ کے درجے میں ہے پیسے خرچ کر رہا ہے لیکن سچی قسم اٹھانا بھی اس کو پسند نہیں، صاحبین کے نزدیک یہ کس درجے میں ہے؟ اقرار کے درجے میں گویا اس نے اقرار کر لیا کہ واقعی میں نے اس کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے۔

اچھا تو امام صاحب کے نزدیک جو قسم سے انکار ہوتا ہے یہ بَذْلٌ کے درجے میں ہوتا ہے، اور یہ جو آٹھ مسائل نو مسائل ذکر ہوئے ان میں بَذْلٌ جاری نہیں ہوتا، ان میں بَذْلٌ جاری نہیں ہوتا۔ مثلاً دیکھو ایک میں بات سمجھا دیتا ہوں باقی اسی پر قیاس کر لینا: ایک آدمی نے ایک عورت پر دعویٰ کر دیا کہ یہ میری بیوی ہے اور عورت اس کا انکار کر رہی ہے تو اس شخص پر کیا آئے گی؟ بَیِّنَۃٌ، عورت پر قسم آئے گی؟ جی؟ امام صاحب کیا فرماتے ہیں عورت پر قسم آئے گی؟ عورت پر قسم ہی نہیں آئے گی۔ بھئی کیوں نہیں آئے گی قسم کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہاں پر بَذْلٌ نہیں جاری ہو سکتا، قسم سے انکار کرے تو اس کو ہم کیا شمار کرتے تھے؟ بَذْلٌ، یہاں جب بَذْلٌ نہیں جاری ہو سکتا تو قسم بھی نہیں ہے۔ بَذْلٌ کیوں نہیں جاری ہو سکتا؟ کہتے ہیں مثلاً دیکھو یہ عورت کہتی ہے بھئی میرے اوپر تو قسم آ رہی ہے، میرے اوپر کیا آ رہی ہے؟ قسم آ رہی ہے یہ میرے اوپر نکاح کا دعویٰ کر رہا ہے حالانکہ میرا تو اس سے نکاح نہیں ہوا، دل میں سوچ رہی ہے میرا تو اس سے نکاح نہیں ہوا لیکن اب مجھ پر تو قسم آ رہی ہے لیکن میں تو کسی معاملے میں سچی قسم اٹھانا بھی پسند نہیں کرتی تو میں قسم نہیں اٹھاؤں گی ہاں اپنے آپ کو چلو اس کے حوالے کر دیتی ہوں، دعویٰ ہی کس چیز کا ہے؟ اسی عورت ہی کا تو ہے، میں قسم نہیں اٹھاؤں گی اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیتی ہوں۔ تو کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے یہاں پر، اپنے آپ کو حوالے کرنا درست نہیں، جب اس کی بیوی نہیں ہے تو حوالے کرنے کا کیا معنیٰ بھئی؟ تو یہاں بَذْلٌ جاری ہو سکتا ہے؟ نہیں، قسم سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے جو دعویٰ ہے وہ پورا کر دے؟ نہیں یہاں دعویٰ پورا نہیں کر سکتی، تو یہاں بَذْلٌ نہیں جاری ہو سکتا کہ کسی طرح وہ اپنے آپ کو قسم سے بچا لے اور بَذْلٌ کر لے کوئی چیز کیونکہ یہاں دعویٰ مال کا تو ہے ہی نہیں یہاں تو دعویٰ ہی کس چیز کا ہے؟ اس عورت کا دعویٰ ہے کہ یہ میری منکوحہ ہے۔ مال کا دعویٰ ہوتا تو چلو عورت کچھ مال دے کر کیا کر لیتی؟ اپنے آپ کو قسم سے بچا لیتی لیکن یہاں بَذْلٌ کر کے اپنے آپ کو قسم سے نہیں بچا سکتی تو معلوم ہوا یہاں بَذْلٌ جاری نہیں ہوتا، جب بَذْلٌ نہیں جاری ہو سکتا تو یہاں پر قسم بھی نہیں آئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ چلیے بس کریں بھئی، بس بھئی، هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۱: کتاب الدعویٰ (۲): تحلیف (قسم دلانے) کا طریقہ، نکول عن الیمین، اور تحالف (بائع و مشتری کے اختلاف پر دونوں کو قسم دلانا)

مختصر القدوری صفحہ: ۲۰۶—بتاریخ: ۲۴ مئی ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا ادَّعَى اثْنَانِ عَيْنًا فِي يَدِ آخَرَ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّهَا لَهُ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ قُضِيَ بِهَا بَيْنَهُمَا. وَإِنِ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِكَاحَ امْرَأَةٍ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ لَمْ يُقْضَ بِوَاحِدَةٍ مِنَ الْبَيِّنَتَيْنِ وَيُرْجَعُ إِلَى تَصْدِيقِ الْمَرْأَةِ لِأَحَدِهِمَا.[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

بھئی اب صاحبِ قدوری کچھ ایسے مسائل ذکر کریں گے جن میں دعویٰ کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں۔ بھئی ابھی تک آپ نے یہ پڑھا ہے کہ مثلاً ایک چیز ایک شخص کے پاس ہوتی ہے اور دوسرا شخص اس کا دعویٰ کر دیتا ہے کہ یہ چیز میری ہے۔ اگر دعویٰ کرنے والے ایک سے زیادہ ہوئے مثلاً دو ہوئے، تین ہوئے، چار، پانچ، تو چار پانچ آدمی مثلاً اگر ایک ہی چیز کا دعویٰ کر دیتے ہیں ہر ایک کہتا ہے یہ چیز میری ہے اور ہر ایک پھر اس پر بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دیتا ہے تو پھر کیسے فیصلہ کیا جائے گا بھئی؟ تو اس کی بہت سی صورتیں بنتی ہیں بھئی، بہت سی صورتیں بنتی ہیں۔ دیکھیے کتاب کے اندر صرف دو کا ذکر کریں گے کہ دو آدمیوں نے ایک چیز کا دعویٰ کیا ہے، لیکن میں نے بتلایا تمام صورتوں کو شامل ہو گا دو ہوں یا دو سے بھی زیادہ ہوں یعنی ایک سے جو زیادہ ہیں وہ ساری صورتیں اس میں آ جائیں گی چاہے دو ہوں مدعی چاہے تین ہوں یا چار۔ جی تو دو کم سے کم چونکہ ہیں کہ الگ الگ دو آدمی دعویٰ کر رہے ہیں تو وہ صورت کتاب میں ذکر کر دی باقی کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، اور میں نے بتلایا اس کی بہت سی صورتیں بن جاتی ہیں۔

مثلاً دیکھو دو یا دو سے زیادہ آدمیوں نے ایک ہی چیز کا دعویٰ کیا اور پھر اس پر بَيِّنَةٌ بھی پیش کر دی، تو دونوں کا دعویٰ جو ہو گا ایک ہی قسم کا ہو گا یا الگ الگ قسم کا ہو گا۔ ایک ہی قسم ہونے کا معنیٰ یہ کہ دونوں یا تینوں یا چاروں ملکِ مطلق پر بَيِّنَةٌ پیش کریں گے۔ میں نے بتلایا تھا ملکِ مطلق کسے کہتے ہیں؟ جس میں سبب نہ ذکر کیا جائے بس صرف اتنا کہا میں مالک ہوں اس چیز کا، کیوں مالک ہو؟ وجہ نہیں ذکر کی کہ کیونکہ بطورِ وراثت کے مجھے ملی ہے یا میں نے خریدی ہے یا کسی نے مجھے ہبہ کی ہے، کوئی سبب ذکر نہیں کرتا ساتھ صرف ملک کا دعویٰ کرے تو سمجھ میں آیا؟ تو ملکِ مطلق کا دعویٰ بھئی بغیر سبب کے ہے۔ تو یہ کہیں گے جی اس نے ملکِ مطلق کا دعویٰ کیا ہے، اس صورت میں کیا کہتے ہیں اس نے؟ ملکِ مطلق کا دعویٰ جب کوئی سبب ساتھ ذکر نہ کرے۔ دوسری صورت ہے کہ سبب بھی ساتھ ذکر کرتا ہے بھئی، سبب بھی ذکر کرتا ہے کہ مثلاً میں نے یہ چیز خریدی ہے زید سے میں اس کا مالک ہوں، تو اب ملکیت کے ساتھ ساتھ اس کا سبب بھی ذکر کر دیا کہ میں کیوں مالک ہوں؟ کیونکہ میں نے زید سے یہ چیز خریدی ہے۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا ادَّعَى اثْنَانِ عَيْنًا فِي يَدِ آخَرَ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّهَا لَهُ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ قُضِيَ بِهَا بَيْنَهُمَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا ادعى اثنان عينا في يد آخر كل واحد منهما يزعم أنها له وأقاما البينة قضي بها بينهما» منقول ہے۔

تو اب دیکھیے مثلاً مدعی زیادہ ہیں تو پھر اس میں بعض اس پر قابض ہوں گے، یا تو ان میں سے کوئی ایک بھی قابض نہیں ہو گا یا بعض قابض ہوں گے یا سب کے سب قابض ہوں گے۔ مثلاً ایک مکان ہے زید کے پاس عمرو اور بکر دو آدمیوں نے دعویٰ کر دیا کہ یہ مکان ہمارا ہے، تو جس کے قبضے میں ہو وہ کہلاتا ہے صاحبِ ید یا ذوالید کہلاتا ہے قبضے والا، صاحبِ ید کا کیا معنیٰ ہے؟ قبضے والا، اور جس کا قبضہ نہیں وہ خارج کہلاتا ہے بھئی۔ تو دیکھو زید کے قبضے میں ہے چیز تو زید ہوا صاحبِ ید، اور عمرو اور بکر نے دعویٰ کیا ہے یہ کیا کہلائیں گے؟ خارج کہلائیں گے۔ تو دیکھیے اب کئی صورتیں بنتی ہیں کہ جنہوں نے دعویٰ کیا ہے وہ سارے کے سارے خارج ہوں گے یا ان میں سے بعض کا قبضہ ہو گا جنہوں نے دعویٰ کیا ہے انہی میں سے بعض کا اس پر قبضہ بھی ہے یا سب کے سب کا قبضہ ہے۔ مثلاً ایک مکان کا دعویٰ کیا زید کہتا ہے یہ میرا مکان ہے عمرو کہتا ہے یہ میرا مکان ہے اور دونوں کا قبضہ ہے دونوں اسی مکان میں رہتے ہیں بھئی، صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو یا تو مدعیوں میں سے کسی کا بھی قبضہ نہیں ہو گا یا ان میں سے کسی ایک آدھ کا قبضہ ہو گا یا سب کے سب کا قبضہ ہو گا۔

پھر اس کے بعد دعویٰ ایک ہی جہت کا ہو گا یا الگ الگ جہت کا، یعنی ہر ایک ملکِ مطلق کا دعویٰ کرتا ہے سبب ساتھ ذکر نہیں کرتا، یا ان میں سے ہر ایک جو ہے ملکِ مقید کا دعویٰ کرتا ہے یعنی سبب ذکر کرتا ہے ساتھ۔ تو یا تو ساروں نے کس چیز کا دعویٰ کیا ہو گا؟ ملکِ مطلق کا، یا ساروں نے کس قسم کا دعویٰ کیا ہو گا؟ ملکِ مقید کا۔ ملکِ مقید کا کیا معنیٰ تھا؟ کہ ملکیت کے ساتھ ساتھ سبب بھی ذکر کرے میں کیوں مالک ہوں؟ کیونکہ میں نے خریدی ہے۔ تو اگر ساروں کا دعویٰ ملکِ مطلق کا ہے تو یہ بھی معلوم ہوا ایک ہی جہت کا دعویٰ ہے سب کا ایک قسم کا دعویٰ ہے سب کا۔ ساروں نے اگر ملکِ مقید کا دعویٰ کیا تو یہ بھی کیا ہے؟ ساروں کا ایک ہی جہت کا دعویٰ ہے ہر ایک سبب ساتھ ذکر کر رہا ہے بھئی۔ یا پھر مولانا جہتیں الگ الگ ہوں گی کوئی ملکِ مطلق کا دعویٰ کر رہا ہے کوئی ملکِ مقید کا دعویٰ کر رہا ہے ساتھ سبب بھی ذکر کر رہا ہے، ایک کہتا ہے میں مالک ہوں اس چیز کا بس، دوسرا کہتا ہے میں مالک ہوں کیونکہ میں نے خریدی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

پھر اگر ملکِ مقید ذکر کرتے ہیں سبب ساتھ ذکر کرتے ہیں تو ایک ہی جیسا سبب ذکر کریں گے یا الگ الگ ذکر کریں گے۔ مثلاً ایک ہی قسم کا سبب ذکر کرتے ہیں: زید اور عمرو دونوں نے دعویٰ کیا ہے زید کہتا ہے میں مالک ہوں کیونکہ میں نے فلاں سے خریدی ہے، عمرو کہتا ہے کہ میں مالک ہوں کیونکہ میں نے فلاں سے خریدی ہے، تو ملکِ مقید ذکر کی اور ایک ہی قسم کی ذکر کی۔ یا ملکِ مقید تو ذکر کی لیکن سبب الگ الگ ذکر کرتے ہیں: مثلاً زید کہتا ہے میں مالک کیونکہ میں نے فلاں سے خریدی ہے، عمرو کہتا ہے میں مالک کیونکہ فلاں نے مجھے ہبہ کی ہے، بکر کہتا ہے میں مالک کیونکہ یہ مجھے بطورِ وراثت کے ملی ہے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ تو دیکھو ملکِ مقید ذکر کر رہا ہے ہر ایک لیکن ہر ایک سبب الگ الگ ذکر کر رہا ہے۔

پھر اس کے بعد یہ سبب جو ذکر ہوئے یہ سارے کے سارے ایک جیسے ہوں گے یا مختلف قسم کے ہوں گے یعنی کوئی سبب قوی ہو گا کوئی سبب ضعیف ہو گا۔ سارے ایک ہی جیسے سبب ذکر کریں گے مثلاً سارے کیا ذکر کرتے ہیں؟ شراء کہ میں نے خریدی دوسرا کہتا ہے میں نے بھی خریدی، تو یہ تو ایک جیسے سبب ہیں۔ یا ایک جیسے تو نہیں لیکن سارے ہی سببِ قوی ہیں مثلاً ایک کہتا ہے میں اس کا مالک کیونکہ میں نے خریدی، دوسرا کہتا ہے میں اس کا مالک کیونکہ یہ مجھے بطورِ وراثت کے ملی ہے، تو دونوں سبب کیا ہیں؟ قوی ہیں۔ لیکن بعض سبب ضعیف ہیں ان کے مقابلے میں مثلاً ہبہ ہے: ایک نے کہا میں مالک کیونکہ میں نے خریدی فلاں سے، دوسرا کہتا ہے میں مالک کیونکہ فلاں نے مجھے ہبہ کی ہے، تو یاد رکھیے ہبہ سببِ ضعیف ہے اور شراء سببِ قوی۔ شراء کیوں قوی ہے؟ اس لیے کہ یہاں ایجاب و قبول کرتے ہی انسان اس چیز کا مالک بن جاتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور نیز یہ عقدِ معاوضہ بھی ہے ویسے ہی نہیں کسی چیز کا مالک بنا اس نے بھی عوض کے طور پر کوئی چیز دی ہے، جب کہ ہبہ کے اندر عوض دیا جاتا ہے؟ ہبہ میں تو عوض نہیں تو وہ عقد ہے البتہ غیر معاوضہ ہے بھئی اس میں معاوضہ نہیں۔ نیز ہبہ کے اندر انسان چیز کا مالک بھی نہیں بنتا جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے، میں نے آپ کو کوئی چیز ہبہ کی جب تک آپ اس پر قبضہ نہیں کریں گے ہبہ بھی تام نہیں، جب کہ بیع کے اندر آپ جانتے ہیں قبضے کی کوئی حاجت نہیں بیع ایجاب و قبول کرتے ہی دوسرا شخص مبیع کا مالک بن جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا بیع ہے یا شراء ہے سببِ قوی اور ہبہ کیا ہے؟ سببِ ضعیف۔ تو دونوں نے یا تو سببِ قوی ذکر کیے ہوں گے یا بعض نے سببِ قوی بعض نے سببِ ضعیف ذکر کیے ہوں گے۔

پھر اس کے بعد دونوں کہتے ہیں ہمیں ملک ایک ہی شخص سے حاصل ہوئی ہے: زید مثلاً کہتا ہے میں نے فلاں سے خریدی ہے اور عمرو کہتا ہے اسی فلاں نے مجھے ہبہ کی ہے، تو دیکھو دونوں کو ملکیت ایک ہی شخص سے حاصل ہو رہی ہے۔ یا الگ الگ اشخاص سے ان کو ملکیت حاصل ہو رہی ہے بھئی دونوں یہ دعویٰ کرتے ہیں: زید نے کیا کہا؟ مثلاً مجھے خالد نے یہ چیز بیچی ہے، عمرو کہتا ہے مجھے یہ چیز بکر نے ہبہ کی ہے، تو دیکھو دونوں کس چیز کے مدعی ہیں ایک ہی شخص سے ملکیت کے حاصل ہونے کے یا الگ الگ شخصوں سے؟ الگ الگ شخصوں سے۔ پھر اس کے بعد یہ دونوں مدعی بَیِّنَۃٌ قائم کرتے ہیں تو ان کے گواہ تاریخ ذکر کریں گے یا تاریخ ذکر نہیں کریں گے کس تاریخ کو خریدی کس تاریخ کو ہبہ کی؟ تو یا تو دونوں میں سے کوئی بھی تاریخ ذکر نہیں کرے گا یا دونوں میں سے کوئی ایک تاریخ ذکر کرتا ہے یا دونوں کے دونوں کیا کرتے ہیں؟ تاریخ ذکر کرتے ہیں، پھر دونوں کی تاریخ ایک ہی ہو گی یا الگ الگ ہو گی۔ تو یہ تقریباً چالیس کے لگ بھگ صورتیں

بن جاتی ہیں بھئی۔

پھر سن لو خلاصہ بھئی: دو، تین، چار سب کا یہی حکم ہے آپ نکال سکتے ہیں۔ مثلاً دعویٰ کرنے والے بھئی ایک سے زیادہ ہیں تو پھر اس صورت کے اندر ان میں سے کوئی ایک بھی قابض نہیں ہو گا یا ان میں سے بعض قابض ہوں گے یا سارے کے سارے کیا ہوں گے؟ قابض ہوں گے۔ پھر سارے ایک ہی جہت سے دعویٰ کریں گے یا جہت الگ الگ ہو گی: ایک ہی جہت سے دعویٰ کرتے ہیں مطلب سارے ملکِ مطلق کا دعویٰ کر رہے ہیں یا سارے ملکِ مقید کا دعویٰ کر رہے ہیں تو ایک ہی جہت ہوئی، یا جہت سب کی الگ الگ ہو گی یعنی کہ بعض ملکِ مطلق کا دعویٰ کر رہے ہیں اور بعض ملکِ مقید کا۔ پھر ملکِ مقید کے اندر سارے ایک ہی قسم کا سبب ذکر کریں گے یا الگ الگ سبب ذکر کریں گے: سارے مثلاً شراء ذکر کرتے ہیں تو یہ ایک ہی قسم کا سبب، یا الگ الگ ذکر کریں گے بھئی مثلاً ایک شراء ذکر کرتا ہے ایک وراثت ذکر کرتا ہے ایک ہبہ ذکر کرتا ہے۔ پھر جب سبب ذکر کیے تو یہ سارے سبب قوی ہوں گے یا یہ سارے سبب ضعیف ہوں گے یا مختلف قسم کے ہوں گے کسی کا سبب قوی ہو گا کسی کا سبب ضعیف ہو گا: کوئی شراء ذکر کر رہا ہے کوئی وراثت تو یہ سارے سببِ قوی ہیں، سمجھ میں آیا؟ ہاں کوئی شراء ذکر کر رہا ہے کوئی ہبہ ذکر کر رہا ہے تو شراء قوی ہے اور ہبہ ضعیف۔ پھر اس کے بعد ایک ہی شخص سے ملکیت کے حاصل ہونے کو ذکر کریں گے یا الگ الگ اشخاص سے ملکیت کے حاصل ہونے کو ذکر کریں گے۔ پھر اس کے بعد تاریخ ذکر کریں گے یا تاریخ ذکر نہیں کریں گے، اگر ذکر کرتے ہیں پھر ان میں سے بعض ذکر کریں گے یا سارے کے سارے ذکر کریں گے، اگر سارے ذکر کرتے ہیں پھر ہر ایک کی تاریخ ایک ہی ہو گی یا ہر ایک کی تاریخ الگ الگ ہو گی وغیرہ بھئی۔ یہ بہت سی صورتیں بن جاتی ہیں صاحبِ قدوری ان میں سے چند صورتیں ذکر کریں گے موٹی موٹی جن سے قوانین کا کچھ پتہ لگ جائے کہ کس کو ترجیح دی جائے گی بھئی۔

البتہ چند ایک قوانین یاد رکھیں بھئی، چند ایک قوانین بھئی: یاد رکھیے ملکِ مطلق کے دعویٰ میں، ملکِ مطلق کے دعویٰ میں خارج کی بَیِّنَۃ اولیٰ ہے، خارج کی بَیِّنَۃ اولیٰ ہے۔ نیز اسی طرح دوسرا قانون: جس کی تاریخ مقدم ہو اس کی بَیِّنَۃ اولیٰ ہو گی، بھئی دونوں بَیِّنَۃ پیش کر رہے ہیں بھئی سمجھ میں آیا بھئی؟ تو جس کی تاریخ مقدم ہو اس کی بَیِّنَۃ اولیٰ ہو گی۔ اسی طرح جو ملک کے ساتھ ساتھ سببِ ملک بھی ذکر کرے وہ بَیِّنَۃ اولیٰ ہے، وہ بَیِّنَۃ اولیٰ ہے، ایک ملکِ مطلق پر بَیِّنَۃ ہے ایک ملک بسبب پر بَیِّنَۃ ہے کون سی بَیِّنَۃ اولیٰ؟ ملک بسبب کی بَیِّنَۃ اولیٰ بھئی۔ اسی طرح جس کا سبب قوی ہو اس کی بَیِّنَۃ اولیٰ ہو گی سببِ ضعیف کے مقابلے میں، اس کی بَیِّنَۃ اولیٰ ہو گی سببِ ضعیف کے مقابلے میں۔

چلیے اب ذرا کتاب پر دیکھیے بھئی: کہتے ہیں وَإِذَا ادَّعَى اثْنَانِ عَيْنًا فِي يَدِ آخَرَ وَكُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّهَا لَهُ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ قُضِيَ بِهَا بَيْنَهُمَا۔ صورت یہ ہے ایک شخص کے پاس کوئی چیز ہے مثلاً گاڑی ہے چلو گاڑی کی صورت بنالو: ایک شخص کے پاس ایک گاڑی ہے زید اور عمرو دونوں نے دعویٰ کر دیا، زید کہتا ہے یہ گاڑی میری، عمرو کہتا ہے یہ گاڑی میری ہے، وہ جس کے قبضے میں ہے وہ تو انکار کر رہا ہے لیکن انہوں نے دونوں نے دعویٰ کیا اور دونوں اسے قاضی کے پاس لے گئے، قاضی کے پاس لے گئے۔ اور پھر ہر ایک نے اس پر بَیِّنَۃ بھی قائم کر دی، زید نے بھی دو گواہ پیش کر دیے اور عمرو نے بھی دو گواہ پیش کر دیے۔ زید کے گواہ کہتے ہیں اس گاڑی کا مالک زید ہے، قابلِ اعتماد گواہ آپ جانتے ہیں بھئی گواہوں کا قابلِ اعتماد ہونا ضروری ہے عادل ہونا ضروری ہے، زید کے گواہ کہتے ہیں اس گاڑی کا مالک زید ہے اور عمرو کے گواہ کہتے ہیں کہ اس گاڑی کا مالک عمرو ہے۔ اچھا اب دونوں میں سے کسی کے گواہوں نے بھی سببِ ملک ذکر نہیں کیا، زید کے گواہوں نے نہیں بتایا زید کیوں مالک ہے، عمرو کے گواہوں نے نہیں بتایا کہ عمرو کیوں اس گاڑی کا مالک ہے، تو دونوں کی بَیِّنَۃ کس پر ہوئی؟ ملکِ مطلق پر۔ بَیِّنَۃ کس پر ہوئی؟ ملکِ مطلق پر۔ اور دونوں میں سے کسی کے گواہوں نے تاریخ وغیرہ بھی ذکر نہیں کی یعنی کوئی ایسی چیز ذکر نہیں کی جس کے ذریعے ایک کے گواہوں کو دوسرے پر ترجیح دی جا سکے۔ تو دونوں کے گواہ بالکل ایک جیسے ہوئے کوئی تاریخ ذکر نہیں کر رہا کوئی سبب نہیں ذکر کر رہا صرف ملکِ مطلق پر بَیِّنَۃ پیش کر دی اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی اب کسی ایک کو بھی ہم ترجیح نہیں دے سکتے بھئی، یہ تو ہو نہیں سکتا بھئی کہ ایک ہی وقت میں زید بھی اس پوری گاڑی کا مالک ہو اور عمرو بھی اس پوری گاڑی کا مالک ہو، لہٰذا اب یہی صورت رہ گئی کہ گاڑی کو ان کے درمیان نصف نصف گاڑی کا فیصلہ کر دیا جائے گا بھئی۔ کہ نصف گاڑی کا مالک کون؟ زید، سمجھ میں آیا؟ دونوں بَیِّنَۃ پیش کر رہے ہیں بھئی مالک تو انکار کر رہا ہے لیکن یہ جب بَیِّنَۃ پیش کر رہے ہیں فیصلہ تو کس پر پھر ہو گا؟ بَیِّنَۃ پر ہو گا، تو آدھی گاڑی کا فیصلہ کس کے حق میں کر دیا جائے گا؟ زید کے بارے میں، اور آدھی گاڑی کا فیصلہ عمرو کے بارے میں کر دیا جائے گا کیونکہ ہم کسی ایک کو بھی ترجیح نہیں دے سکتے کہ کسی ایک کے لیے فیصلہ کر دیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو مالک جس کے قبضے میں تھی وہ تو منکر ہے وہ انکار کر رہا ہے نہیں بھئی ان میں سے کسی کی نہیں ہے لیکن اس پر تو قسم آئے گی قسم تک تو ہم بعد میں جائیں گے پہلے تو کس کو سنا جائے گا؟ بَیِّنَۃ آجائے تو پھر تو قسم کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ صورت اچھی طرح سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا ادَّعَى اثْنَانِ عَيْنًا فِي يَدِ آخَرَ

جب دعویٰ کر دیا دو آدمیوں نے کسی چیز کا یعنی کسی معین چیز کا فِي يَدِ آخَرَ جو کسی اور کے قبضے میں ہے وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّهَا لَهُ اور دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک کا یہ گمان ہے کہ یہ چیز اس کی ہے وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ اور دونوں نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی قُضِيَ بِهَا بَيْنَهُمَا تو فیصلہ کر دیا جائے گا اس عین کا ان دونوں کے بیچ یعنی دونوں میں مشترکہ قرار دے دی جائے گی کہ آدھی ایک کی ہے اور آدھی گاڑی دوسرے کی، دونوں شریک ہو گئے یعنی اس گاڑی کے اندر۔

وَإِنِ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِكَاحَ امْرَأَةٍ۔ اب دوسری صورت ہے دو آدمیوں نے ایک عورت سے نکاح کا دعویٰ کر دیا: ایک عورت ہے اور ایک شخص کہتا ہے یہ میری بیوی کیونکہ میرا اس سے نکاح ہو چکا اس پر دو گواہ پیش کر دیتا ہے، دوسرا کہتا ہے یہ میری بیوی کیونکہ میرا اس سے نکاح ہو چکا ہے وہ بھی اس پر بَيِّنَةٌ پیش کر دیتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اب یہ وہ صورت ہے جب کہ عورت ان میں سے کسی کے پاس نہ رہ رہی ہو بھئی، سمجھ میں آیا؟ کسی کے پاس نہ ہو، اب دو مدعی ہیں بھئی عورت انکار کر رہی ہے لیکن انہوں نے گواہ پیش کر دیے قابلِ اعتماد بھئی، اب کیا کیا جائے بھئی؟ تاریخ بھی کسی نے ذکر نہیں کی اگر تاریخ ذکر کر دیتے دونوں کے گواہ تو جس کی تاریخ مقدم ہوتی اس کے حق میں کیا کر دیا جاتا؟ فیصلہ کر دیا جاتا۔ اب یہاں پر ترجیح کی اور کوئی صورت نہیں اور عورت کو مشترکہ بھی نہیں قرار دیا جا سکتا ایک ہی عورت دو آدمیوں کی بیوی ہو، املاک کے اندر تو شرکت جائز تھی گاڑی وغیرہ میں تو شرکت ممکن تھی یہاں تو شرکت ہو نہیں سکتی، اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں کسی ایک بَيِّنَةٌ کی وجہ سے بھی فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اب عورت کی طرف رجوع کیا جائے گا وہ ان دونوں میں سے جس کی تصدیق کر دے گی اس کے حق میں کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ ہو جائے گا جس کی وہ تصدیق کر دے۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِكَاحَ امْرَأَةٍ اور اگر دعویٰ کر دیا دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے کسی عورت کے نکاح کا وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ اور دونوں نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی لَمْ يُقْضَ بِوَاحِدَةٍ مِنَ الْبَيِّنَتَيْنِ تو فیصلہ نہیں کیا جائے گا دونوں بَيِّنَةٌ میں سے کسی ایک پر بھی وَيُرْجَعُ إِلَى تَصْدِيقِ الْمَرْأَةِ لِأَحَدِهِمَا اور رجوع کیا جائے گا عورت کی تصدیق کی طرف لِأَحَدِهِمَا ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے، ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے وہ تصدیق کر دے گی اسی کی بیوی شمار ہو گی۔

وَإِنِ ادَّعَى اثْنَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْهُ هَذَا الْعَبْدَ۔ اب دیکھو پچھلا مسئلہ آیا تھا دونوں نے گاڑی کا دعویٰ کیا تھا اور سبب ذکر کیا تھا؟ سبب نہیں ذکر کیا ایک کہتا تھا میں مالک اس پر گواہ پیش کر دیے دوسرا کہتا ہے میں مالک اس پر گواہ پیش کر دیے۔ اب دوسری صورت ہے کہ دونوں سبب بھی ذکر کرتے ہیں اور ایک ہی سبب ذکر کرتے ہیں مثلاً گاڑی کی صورت بنا لو کتاب کے اندر غلام کی صورت ہے: ایک آدمی کے پاس ایک غلام ہے زید نے دعویٰ کر دیا یہ غلام میرا ہے کیونکہ میں نے اس سے یہ غلام خرید لیا ہے، عمرو نے بھی دعویٰ کر دیا یہ غلام میرا کیونکہ میں نے یہ غلام اس سے خریدا ہے، تو دونوں نے شراء کا دعویٰ کیا ہے دونوں مدعیوں نے اور اس شراء پر گواہ بھی پیش کر دیے بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو دونوں شراء پر بَيِّنَةٌ پیش کر رہے ہیں بھئی تاریخ کسی نے ذکر نہیں کی اگر تاریخ دونوں ذکر کر دیتے تو ہم کیا کرتے؟ جس کی تاریخ مقدم ہوتی ہم اس کے حق میں فیصلہ کر دیتے۔ تو کہتے ہیں اس صورت میں اب دونوں کو اختیار دیا جائے گا دونوں مدعیوں کو کہ بھئی دونوں میں سے ہر ایک جو ہے نصف ثمن کے بدلے نصف اس چیز کو لے لے یا چھوڑ دے۔ بھئی زید کا دعویٰ ہے یہ غلام میرا کیونکہ میں نے خریدا ہے عمرو کا دعویٰ ہے کہ یہ غلام میرا کیونکہ میں نے خرید اتو دونوں کو اختیار دے دیا جائے گا چاہے تو ہر ایک نصف نصف ثمن کے بدلے نصف نصف اس چیز کو خرید لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ بھئی یہاں ایک کے حق میں فیصلہ ہو سکتا ہے؟ کوئی ترجیح کی وجہ ہے؟ ہم کسی کی بَيِّنَةٌ کو ترجیح نہیں دے سکتے تو اب یہی صورت تھی کہ دونوں میں تقسیم کر دیا جائے اور یہاں پھر ہر ایک چونکہ شراء کا دعویٰ کر رہا ہے پھر اختیار بھی ساتھ دے دیں گے بھئی وہ تو پورے غلام کا مدعی تھا لیکن اب فیصلے کے اندر اس کے حصے میں کتنا غلام آ رہا ہے؟ نصف آ رہا ہے اور وہ تو چاہتا تھا پورا غلام تو ساتھ ہی اسے اختیار بھی دے دیں گے چاہے تو نصف ثمن کے بدلے نصف غلام لے لو اور چاہے تو چھوڑ دو، ہو سکتا ہے اسے پورے کامل غلام کی ضرورت ہو تو نصف سے تو اس کی ضرورت پوری نہیں ہے بھئی نصف غلام ایک کا نصف دوسرے کا پھر تو وہ آپس میں تقسیم کریں گے ایک دن ایک کی خدمت کرے گا دوسرے دن دوسرے کی خدمت کرے گا۔ تو لہٰذا اب چونکہ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت، یہ تو غلام کی مثال ذکر کی کوئی اور چیز بھی آپ بنا سکتے ہیں، ایک کی ضرورت پوری نہیں ہوتی اگر ہم دونوں پر لازم کر دیں کہ آدھا آدھا غلام اب تمہیں لینا پڑے گا تو پھر تو ان کا نقصان ہو گا لہٰذا اختیار دے دیں گے دونوں کو چاہے تو نصف ثمن دے کر نصف غلام ایک لے لے اور نصف ثمن دے کر نصف غلام دوسرا لے لے اور چاہیں تو اسے کیا کر دیں؟ چھوڑ دیں۔ دیکھیے بھئی:

وَإِنِ ادَّعَى اثْنَانِ اور دعویٰ کر دیا اگر دو آدمیوں نے كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ان میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْهُ کہ اس نے یہ غلام خریدا ہے مِنْهُ أَيْ مِنْ صَاحِبِ الْيَدِ کس سے خریدا ہے؟ صاحبِ ید سے خریدا ہے صاحب ید سے، ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْهُ کہ اس نے خریدا ہے صاحبِ ید سے هَذَا الْعَبْدَ اس غلام کو وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ اور دونوں نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ تو دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار

ہے إِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الْعَبْدِ بِنِصْفِ الثَّمَنِ اگر چاہے تو نصف غلام کو لے لے نصف ثمن کے بدلے وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

فَإِنْ قَضَى الْقَاضِي بِهِ بَيْنَهُمَا۔ صورت یہ ہے اب یہی صورت ہے قاضی نے فیصلہ کر دیا بھئی، قاضی نے دونوں کی بَيِّنَةٌ پر کیا فیصلہ کر دیا؟ ایک کو کہا اگر تم چاہو تو نصف گاڑی لے لو نصف ثمن کے بدلے، دوسرے کو بھی کہا اگر تم چاہو تو نصف گاڑی لے لو نصف ثمن کے بدلے یا تم دونوں کی مرضی ہے چھوڑنا چاہو تو چھوڑ بھی سکتے ہو۔ اب قاضی نے فیصلہ کر دیا قاضی کے فیصلے کے بعد ایک کہتا ہے میں تو گاڑی نہیں لیتا نصف گاڑی کی مجھے ضرورت نہیں میں گاڑی نہیں لیتا، ایک نے چھوڑ دیا بھئی، کیا اب دوسرا ساری گاڑی لے سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی دوسرا ساری گاڑی نہیں لے سکتا۔ کیوں نہیں لے سکتا ساری گاڑی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ جب قاضی نے فیصلہ کر دیا ایک کے حق میں بھی آدھی گاڑی کا دوسرے کے حق میں بھی آدھی گاڑی کا تو گویا کہ قاضی نے نصف گاڑی میں ہر ایک کی بیع فسخ کر دی۔ زید کا دعویٰ بھی کیا تھا؟ ساری گاڑی میں نے خریدی ہے اور قاضی نے اس کے لیے کتنے کا فیصلہ کیا؟ نصف، معلوم ہوا نصف گاڑی میں قاضی نے بیع کو کیا کر دیا؟ فسخ کر دیا۔ اور عمرو نے بھی پوری گاڑی کا دعویٰ کیا تھا لیکن قاضی نے کیا فیصلہ کیا اس کے لیے؟ نصف گاڑی کا، معلوم ہوا نصف گاڑی کے اندر اس کی بیع بھی قاضی نے کیا کر دی؟ فسخ کر دی۔ اب دونوں کی نصف نصف گاڑی میں بیع فسخ ہو چکی ہے ایک نے کہا میں گاڑی چھوڑ دیتا ہوں میں نہیں لیتا، دوسرا پوری گاڑی لینا چاہتا ہے کہتے ہیں بھئی نہیں لے سکتا کیونکہ آدھی گاڑی میں اس کی بیع کیا ہو چکی؟ فسخ ہو چکی۔ یہ جبراً کی بات ہو رہی ہے مولانا، وہ کہتا ہے نہیں میں تو پوری گاڑی لوں گا جب ایک نے چھوڑ دیا ہے تو اب میں پوری گاڑی لے لوں گا، کہتے ہیں نہیں جبراً نہیں لے سکتا۔ ہاں لینا چاہتا ہے تو گاڑی کے مالک سے پھر کیا کر لے؟ بیع وغیرہ کر لے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ یہ معنیٰ نہیں کہ لے ہی نہیں سکتا اس سے پوری گاڑی مطلب نصف تو یہ اس وقت اس مقدمے کی بنا پر چاہے تو لے لے اور نصف اگر وہ مالک راضی ہے صاحبِ قبضہ راضی ہے تو پھر اس کے ساتھ کیا کر لے؟ بیع وغیرہ کر لے بھئی۔ کہتے ہیں فَإِنْ قَضَى الْقَاضِي بِهِ بَيْنَهُمَا پس اگر قاضی نے فیصلہ کر دیا اس غلام کا ان دونوں کے درمیان فَقَالَ أَحَدُهُمَا پس کہا ان دونوں میں سے ایک نے لَا أَخْتَارُ میں اس کو پسند نہیں کرتا یعنی اختیار نہیں کرتا یہ صورت کہ نصف غلام کو نصف ثمن دے کر لے لوں، تو کہتے ہیں لَمْ يَكُنْ لِلْآخَرِ تو جائز نہیں دوسرے کے لیے أَنْ يَأْخُذَ جَمِيعَهُ کہ لے لے اس سارے کے سارے غلام کو، دوسرا سارے غلام کو نہیں لے سکتا بھئی۔ ہاں اگر قضائے قاضی سے پہلے یہ کر دیتے ہیں پھر لے سکتے ہیں، دونوں نے بَيِّنَةٌ پیش کر دی ابھی قاضی نے فیصلہ نہیں کیا ایک نے کہا میں نہیں لیتا بھئی سمجھ گیا کہ میرے حصے میں کتنا آ رہا ہے؟ نصف، اس نے کہا نہیں میں نہیں لیتا بھئی، تو ابھی قاضی نے چونکہ فیصلہ

نہیں کیا، دوسرے کی آدھی بیع فسخ نہیں کی تو اب وہ چاہے تو پورے غلام کو لے سکتا ہے۔

وَإِنْ ذَكَرَ كُلُّ وَاحِدٍ جی، یہ الگ اسی میں صورت ذکر کر رہے ہیں: اگر ان میں سے ہر ایک تاریخ بھی ذکر کرتا ہے تو کہتے ہیں جس کی تاریخ مقدم ہو گی اس کے حق میں کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ ذَكَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَارِيخًا اور اگر ذکر کر دیا دونوں میں سے ہر ایک نے تاریخ کو فَهُوَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا تو وہ غلام جو ان میں سے مقدم ہو گا اس کے لیے ہو گا یعنی جس کی تاریخ پہلے ہے اس کے لیے وہ غلام ہو جائے گا۔[۲]

وَإِنْ لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا وَمَعَ أَحَدِهِمَا قَبْضٌ فَهُوَ أَوْلَى بِهِ۔ اگر دونوں ہی تاریخ ذکر نہیں کرتے البتہ ایک کا قبضہ ہے، ایک کا کیا ہے؟ قبضہ۔ مثلاً زید اور عمرو میں سے ہی ایک کے پاس وہ غلام ہے اور دونوں نے قاضی کے پاس دعویٰ کیا، زید کہتا ہے یہ غلام میں نے فلاں سے خریدا ہے، عمرو کے پاس تھا عمرو کے قبضے میں ہے وہ غلام عمرو نے بھی دعویٰ کیا دو گواہ پیش کیے کہ میں نے بھی یہ غلام فلاں سے خریدا ہے، یعنی ایک ہی آدمی سے دونوں خریدنے کے مدعی ہوئے۔ زید اور عمرو مثلاً دونوں کہہ رہے ہیں ہم نے کس سے خریدا ہے؟ بکر سے، لیکن ان دونوں میں سے ایک کے قبضے میں ہے وہ غلام یا تو زید کے قبضے میں ہے یا عمرو، تو دونوں مدعیوں میں سے ایک صاحبِ ید ہوا ایک خارج ہوا۔ ایک کون ہوا؟ ایک صاحبِ ید اور ایک خارج، اور دونوں بَيِّنَةٌ کس پر پیش کر رہے ہیں؟ شراء پر کہ ہم نے خریدا ہے، اور کس سے الگ الگ آدمیوں سے خریدا ہے یا ایک ہی آدمی سے خریدا ہے؟ ایک ہی آدمی سے خریدا ہے اور تاریخ بھی کسی نے ذکر نہیں کی تو اب کہتے ہیں صاحبِ ید کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے۔ صاحبِ ید کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے اس لیے کہ وہ غلام اس کے قبضے میں ہے معلوم ہوا اس نے پہلے خریدا ہے جبھی تو اس کے قبضے میں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی وَمَعَ أَحَدِهِمَا قَبْضٌ اور دونوں میں سے کسی ایک کے پاس قبضہ ہے فَهُوَ أَوْلَى بِهِ تو وہ اس کے زیادہ لائق ہے۔ سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ اسی طرح یاد رکھیے یہی صورت

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ ذَكَرَ كُلُّ وَاحِدٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن ذكر واحد» منقول ہے۔

ہے زید کہتا ہے میں نے بکر سے خریدا عمرو کہتا ہے میں نے بکر سے خریدا ہے اور دونوں میں سے ایک تاریخ ذکر کر دیتا ہے، تو جو تاریخ ذکر کرتا ہے اس کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ ہے اور دوسرے کے لیے یوں سمجھیں گے جیسے اس کی بیع ابھی ہوئی ہے، ایک مدعی کی بیع تو فلاں تاریخ کو ہوئی تھی، دوسرے کی؟ دوسرے نے تو تاریخ ہی کوئی ذکر نہیں کی بھئی، کہتے ہیں اس کے بارے میں یوں سمجھا جائے گا جیسے اس نے ابھی حال ہی میں خریدا ہے، تو جو پہلے خریدے وہ مالک ہو جاتا ہے دوسرے کو تو بیچنا پھر درست ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟[3]

وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمَا شِرَاءً وَالْآخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا۔ اب بھئی دیکھو دو الگ الگ سبب ذکر کر رہے ہیں، سبب دونوں ذکر کر رہے ہیں لیکن سبب الگ الگ ہیں ایک کا سبب قوی ایک کا سبب ضعیف۔ مثلاً ایک کہتا ہے یہ گاڑی میں نے بکر سے زید کہتا ہے، زید کہتا ہے یہ گاڑی بکر سے میں نے خریدی ہے اس لیے میں اس کا مالک، اور عمرو بَیِّنَۃٌ پیش کرتا ہے اس بات پر کہ یہ گاڑی بکر نے مجھے ہبہ کی ہے بھئی۔ زید کیا کہتا ہے؟ کس سے خریدی ہے؟ ہاں زید کہتا ہے میں نے بکر سے خریدی ہے اور عمرو کہتا ہے مجھے بکر نے ہی کیا کی ہے؟ ہبہ، ایک ہی شخص سے شراء کا دعویٰ اور ایک ہی شخص سے ہبہ کا دعویٰ ہے بھئی، تو اب کہتے ہیں دیکھیے سببِ قوی کون سا ہے شراء ہے یا ہبہ ہے؟ شراء، تو شراء والے کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ وہ صورت ہے جب ایک ہی آدمی سے دونوں شراء اور ہبہ کے مدعی ہوں۔ اگر الگ الگ آدمیوں سے مدعی ہوئے: زید کہتا ہے میں نے بکر سے خریدی ہے اور عمرو کہتا ہے مجھے خالد نے ہبہ کی ہے، پھر دونوں برابر ہیں نصف نصف کریں گے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں ایک سے ہی اگر دعویٰ کر رہے ہیں ایک سببِ قوی ذکر کر رہا ہے ایک سببِ ضعیف اور دونوں کیا دعویٰ کر رہے ہیں ایک ہی شخص سے ملکیت حاصل ہو رہی ہے تو سببِ قوی والے کو کیا ہو گی؟ ترجیح ہو گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمَا شِرَاءً اور اگر دعویٰ کر دیا دونوں میں سے کسی ایک نے شراء کا وَالْآخَرُ هِبَةً اور دوسرے نے ہبہ کا وَقَبْضًا ہبہ اور قبض کا کیونکہ آپ جانتے ہیں ہبہ بغیر قبضے کے تام ہی نہیں۔ جی اور یاد رکھیے نیچے کیا لکھا ہوا ہے مِنْ ذَلِكَ الشَّخْصِ بِعَيْنِهِ اسی آدمی سے جس سے ایک شراء کا مدعی ہے دوسرا اسی کی طرف سے ہبہ کا مدعی ہے۔ تو وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ اور دونوں نے بَیِّنَۃٌ قائم کر دی وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا اور دونوں میں سے کسی ایک کے پاس تاریخ بھی نہیں ہے فَالشِّرَاءُ أَوْلَى مِنَ الْآخَرِ تو شراء اولیٰ ہے دوسرے سے کیونکہ شراء کیا ہے؟ عقدِ معاوضہ، اور ہبہ کیا ہے؟ عقدِ غیر معاوضہ۔ نیز شراء کے اندر عقد کرتے ہی انسان چیز کا مالک بن جاتا ہے جب کہ ہبہ کے اندر جب تک قبضہ نہ کرے اس کا مالک نہیں بنتا۔

وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمَا الشِّرَاءَ۔ ایک اور صورت بھئی: زید نے دعویٰ کیا اس گاڑی کا مالک میں کیونکہ یہ گاڑی میں نے بکر سے خریدی ہے، ایک مدعی کون ہوا؟ زید، اور وہ کیا ذکر کر رہا ہے؟ سبب ذکر کر رہا ہے کہ یہ گاڑی میں نے بکر سے خریدی ہے۔ دوسری مدعیہ عورت ہے بھئی اس نے دعویٰ کر دیا یہ گاڑی میری ہے کیونکہ یہ بکر سے میرا نکاح ہوا تھا اس نے مجھے بطورِ مہر کے دے دی تھی، تو ایک نے دعویٰ کیا شراء کا دوسری عورت نے دعویٰ کس چیز کا کر دیا؟ مہر کا، اور ایک ہی آدمی سے ہے زید کہتا ہے بکر نے یہ مجھے گاڑی بیچی ہے اور وہ عورت کہتی ہے بکر نے ہی مجھے یہ گاڑی بطورِ مہر کے دی ہے، اب کس کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ؟ کہتے ہیں دونوں بَیِّنَۃٌ میں سے کسی کو بھی ترجیح نہیں دی جا سکتی تو اس کو کیا کیا جائے گا؟ نصف نصف۔ کیوں بھئی ترجیح کیوں نہیں دی جا سکتی شراء تو سببِ قوی ہے عقدِ معاوضہ ہے؟ کہتے ہیں بھئی شراء اگر عقدِ معاوضہ ہے تو وہ دوسری نے مہر کا کہا ہے نکاح کا کہا ہے اور نکاح بھی کیا ہے؟ عقدِ معاوضہ۔ بھئی مہر دیکھو خاوند کو عورت اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرتی ہے اور خاوند پر کیا لازم ہو جاتا ہے؟ مہر، تو وہ بھی عقدِ معاوضہ ہے تو دونوں برابر ہوئے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمَا الشِّرَاءَ اگر دعویٰ کر دیا دونوں میں سے ایک نے شراء کا وَادَّعَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا عَلَيْهِ اور دعویٰ کر دیا عورت نے کہ اس نے نکاح کیا ہے عَلَيْهِ اس غلام پر یعنی اس پر بطورِ مہر کے کیا کیا ہے؟ نکاح کیا فَهُمَا سَوَاءٌ تو دونوں کیا ہیں؟ برابر ہیں۔[4]

وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمَا رَهْنًا وَقَبْضًا وَالْآخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا فَالرَّهْنُ أَوْلَى۔ اچھا دو آدمیوں نے دعویٰ کر دیا بھئی ایک نے رہن اور قبضے کا دعویٰ کیا ہے اور دوسرے نے ہبہ اور قبضے کا دعویٰ کیا: زید نے دعویٰ کیا کہ یہ جو غلام ہے یہ میرے پاس فلاں نے بطورِ رہن کے رکھوایا ہے اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا بھئی لہٰذا یہ غلام مجھے دیا جائے میں اپنے پاس بطورِ رہن کے رکھوں گا اس کو اور اس کے ذریعے اپنے دین کو وصول کروں گا، دوسرے نے کہا بھئی یہ غلام تو اسی آدمی نے مجھے ہبہ کیا ہے اور میں نے اس پر کیا کر لیا؟ قبضہ بھی کر لیا تھا بھئی۔ اب کس کو ترجیح دیں ایک طرف رہن اور قبضہ ہے دوسری طرف ہبہ اور

---

[3] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا وَمَعَ أَحَدِهِمَا قَبْضٌ فَهُوَ أَوْلَى بِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن لم يذكرا ومع أحدهما قبض فهو أولى به» منقول ہے۔

[4] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَادَّعَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا عَلَيْهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وادعت امرأة أنه تزوجها عليه» منقول ہے۔

قبضہ، دونوں کے ساتھ قبضہ ذکر کیا کیونکہ قبضے کے بغیر رہن تام نہیں اسی طرح قبضے کے بغیر ہبہ بھی تام نہیں۔ تو کہتے ہیں اب کس کو ترجیح دیں؟ کہتے ہیں قیاس تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہبہ کو ترجیح دی جائے، کیوں؟ اس لیے کیونکہ ہبہ میں دوسرا چیز کا مالک بن جاتا ہے جس کو ہبہ کی جائے لیکن رہن کے اندر مرتہن اس چیز کا مالک نہیں بنتا بھئی یہ تو صرف ضمانت کے طور پر اس کے پاس وہ چیز پڑی ہے بھئی۔ لیکن استحساناً بھئی رہن کو ترجیح دی گئی اس لیے کہ رہن میں بھی قبضہ ہے ہبہ میں بھی قبضہ ہے، رہن کے اندر قبضہ ضمان والا ہے اس میں ضمان آتا ہے اگر وہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو جائے جب کہ ہبہ کے اندر اگر وہ شخص جس کو ہبہ کیا گیا ہے اس کے پاس وہ چیز ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں اگر مالک رجوع کرنا چاہے اور کہے بھئی وہ چیز میں نے ہبہ کی تھی وہ واپس کر وہ کہتا ہے میرے پاس تو ہلاک ہو چکی واپس کیسے کروں تو وہاں پر ضمان نہیں آتا بھئی اس لیے رہن کو ترجیح ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمَا رَهْنًا وَقَبْضًا اور اگر دعویٰ کیا دونوں میں سے کسی ایک نے رہن اور قبضے کا وَالْآخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا اور دوسرے نے ہبہ اور قبضے کا، سمجھ میں آیا؟ ایک ہی آدمی سے فَالرَّهْنُ أَوْلَى تو رہن اولیٰ ہے۔

وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجَانِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ وَالتَّارِيخِ۔ صورت یہ دو خارج ہیں یعنی ایک تیسرے شخص کے قبضے میں ایک چیز ہے زید اور عمرو نے دعویٰ کر دیا، زید کہتا ہے اس چیز کا مالک میں عمرو کہتا ہے اس چیز کا مالک میں ہوں، پھر دونوں نے ملکِ مطلق پر بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی اور تاریخ بھی دونوں ذکر کر رہے ہیں ایک کے گواہوں نے بھی تاریخ ذکر کی دوسرے کے گواہوں نے بھی تاریخ ذکر کی، تو آپ نے پڑھا تھا کہ کس کو ترجیح ہو گی؟ جس کی تاریخ مقدم ہو۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجَانِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمِلْكِ وَالتَّارِيخِ اور اگر قائم کر دی دو خارج نے بَيِّنَةٌ، کس پر بَيِّنَةٌ قائم کی؟ عَلَى الْمِلْكِ وَالتَّارِيخِ ملکِ مطلق اور تاریخ پر فَصَاحِبُ التَّارِيخِ الْأَقْدَمِ أَوْلَى تو مقدم تاریخ والا اولیٰ وہ کیا ہے؟ اولیٰ ہے۔ یہ ملکِ مطلق کی بات چل رہی تھی ملکِ مطلق تھی سبب ذکر نہیں کیا اور تاریخ دونوں نے ذکر کی تو جس کی تاریخ مقدم ہے وہ اولیٰ ہے۔

اسی طرح وَإِنِ ادَّعَيَا الشِّرَاءَ مِنْ وَاحِدٍ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى تَارِيخَيْنِ فَالْأَوَّلُ أَوْلَى۔ اب ملکِ مطلق نہیں شراء پر دونوں بَيِّنَةٌ پیش کر رہے ہیں بھئی اور شراء بھی ایک ہی آدمی سے ہے: زید کہتا ہے یہ گاڑی میں نے بکر سے خریدی اور عمرو بھی کہتا ہے یہ گاڑی میں نے بکر سے خریدی ہے، تو دونوں ملک ذکر کر رہے ہیں اور ملک کے ساتھ سبب بھی ذکر کیا اور پھر دونوں کے گواہوں نے ساتھ تاریخیں بھی ذکر کیں دونوں کی الگ الگ تاریخیں ہیں، تو کہتے ہیں جس کی تاریخ مقدم ہے اس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے۔ کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَيَا الشِّرَاءَ مِنْ وَاحِدٍ اور اگر دعویٰ کر دیا دو خارج نے الشِّرَاءَ مِنْ وَاحِدٍ کسی ایک سے خریدنے کا وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى تَارِيخَيْنِ اور دونوں نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی دو تاریخوں میں فَالْأَوَّلُ أَوْلَى تو جو مقدم ہے جو تاریخ پہلے ہے وہ کیا ہے؟ اولیٰ ہے یا یوں کہو جو مقدم تاریخ والا ہے وہ اولیٰ ہے۔

وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ وَذَكَرَا تَارِيخًا فَهُمَا سَوَاءٌ۔ اب بھئی یہ پہلے صورتیں چل رہی تھیں ایک ہی آدمی سے خریدنے کے مدعی تھے دونوں، اب ہے دو الگ الگ آدمیوں سے خریدنے کے مدعی ہیں: زید کہتا ہے یہ گاڑی میں نے بکر سے خریدی ہے اور عمرو کہتا ہے یہ گاڑی میں نے خالد سے خریدی ہے اور اس بات پر اس نے بَيِّنَةٌ بھی پیش کر دی بھئی۔ کہتے ہیں یاد رکھیے اب دونوں برابر ہیں، دونوں کیا ہیں؟ برابر ہیں یعنی دونوں میں نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا، چاہے دونوں تاریخ ذکر نہ کریں چاہے صرف ایک تاریخ ذکر کر دے چاہے دونوں تاریخ ذکر کریں پھر چاہے ایک ہی تاریخ ذکر کریں چاہے دونوں الگ الگ تاریخیں ذکر کریں۔ بھئی کیوں؟ اب الگ الگ تاریخ ذکر کرتا ہے ایک کے گواہ کہتے ہیں اس نے دس رمضان کو بکر سے گاڑی خریدی ہے دوسرے کے گواہ کہتے ہیں اس نے بیس رمضان کو خالد سے گاڑی خریدی ہے تو ایک کی تاریخ تو مقدم ہو گئی؟ کہتے ہیں بھئی وہ ایک ہی آدمی سے خریدا ہو تا پھر ہم کہتے وہ مقدم ہے اس لیے کیا کرو اس کے حق میں فیصلہ کر دو۔ اب تو زید کا دعویٰ گویا یہ ہوا کہ مجھے یہ ملکیت کس سے حاصل ہوئی ہے؟ کس سے خریدی ہے میں نے؟ بکر سے، تو بکر سے ملکیت مجھے حاصل ہوئی، اور عمرو کا کیا دعویٰ؟ کہ میں نے خالد سے تو مجھے ملکیت کس سے حاصل ہوئی ہے؟ خالد سے۔ اور خالد کیوں اس چیز کا مالک تھا؟ کوئی وجہ ذکر کی؟ نہیں۔ بکر کیوں اس چیز کا مالک ہوا تھا کوئی اس کی وجہ ذکر کی؟ نہیں۔ تو جو اصل مالک تھے ان کے لیے ملکِ مطلق آ گئی، ان کے لیے خود بخود کیا آ گئی گویا؟ ملکِ مطلق آ گئی۔ بھئی زید نے جب بَيِّنَةٌ پیش کی میں نے بکر سے یہ گاڑی خریدی ہے تو بکر کے لیے کس چیز کا اقرار کر لیا؟ معلوم ہوا پہلے مالک کون تھا؟ بکر تھا اس سے میں نے یہ گاڑی خریدی ہے تو بکر کے لیے ملکِ مطلق ثابت ہو گئی۔ عمرو نے کیا کہا میں نے گاڑی کس سے خریدی؟ خالد سے، معلوم ہوا اس کو ملکیت کہاں سے حاصل ہوئی؟ خالد سے، تو گویا خالد ہی پہلے مالک تھا تو اس کے لیے کیا ثابت کر دی؟ ملکِ مطلق ثابت کر دی، سمجھ میں آیا بھئی؟ ملکِ مطلق ثابت کر دی۔ تو اب یہ دونوں برابر ہو گئے اس اعتبار سے کہ اصل مالکان کے لیے کیا ثابت کر دی؟ ملکِ مطلق ثابت کر دی بھئی۔ تو جو مالک کے لیے ملکیت ثابت ہوئی اس میں تاریخ ہی نہیں ہے تقدیم تاخیر کا فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا اس کی بنا پر بھئی، اس میں تقدیم اور تاخیر ہوتی تو پھر ہم

فیصلہ کرتے۔ زید کے دعوے سے کیا پتہ چلا مالک کون تھا اس چیز کا؟ بکر، عمرو کے دعوے سے کیا پتہ چلا مالک کون تھا؟ خالد تھا۔ سمجھ میں آیا؟ اب ان میں سے کون پہلے مالک تھا اگر یہ طے ہو گا تو پھر ہم کیا کرتے؟ ہمیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوتی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ اور اگر قائم کر دیا دونوں میں سے ہر ایک نے بَيِّنَةٌ کو عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ دوسرے سے شراء پر یعنی ایک نے ایک سے شراء کا دعویٰ کیا ہے تو دوسرے نے دوسرے سے شراء کا دعویٰ کیا ہے وَذَكَرَا تَارِيخًا اور دونوں نے تاریخ ذکر کی فَهُمَا سَوَاءٌ تو دونوں برابر ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ وَأَقَامَ صَاحِبُ الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِلْكٍ أَقْدَمَ تَارِيخًا كَانَ أَوْلَى۔ بھئی صورت یہ ہے ایک گاڑی ہے وہ عمرو کے قبضے میں ہے زید نے دعویٰ کیا یہ گاڑی میری ہے عمرو نے بھی دعویٰ کر دیا یہ گاڑی میری ہے بھئی، تو دیکھو ایک ہے خارج ایک ہے صاحبِ ید بھئی، ایک کون ہے؟ ایک خارج ہے ایک صاحبِ ید۔ اچھا اب خارج نے بھی بَيِّنَةٌ قائم کی اور اس کے گواہوں نے تاریخ بھی ذکر کر دی اور صاحبِ ید نے بھی بَيِّنَةٌ قائم کی اور اس کے گواہوں نے بھی تاریخ ذکر کی لیکن صاحبِ ید کے گواہوں کی تاریخ مقدم ہے، تو وہ زیادہ لائق ہے بھئی صاحبِ ید کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے اس کے حق میں فیصلہ ہو گا کیونکہ اس کی تاریخ کیا ہے؟ مقدم ہے۔ کہتے ہیں وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ اگر خارج نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی ایسی ملک پر مُؤَرَّخٍ جو تاریخ والی ہے وَأَقَامَ صَاحِبُ الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِلْكٍ أَقْدَمَ تَارِيخًا اور قائم کر دیا صاحبِ قبضہ نے بھی بَيِّنَةٌ عَلَى مِلْكٍ ایسی ملکیت پر أَقْدَمَ تَارِيخًا جو تاریخ کے اعتبار سے مقدم ہے كَانَ أَوْلَى تو یہ صاحبِ ید کی بَيِّنَةٌ جو مقدم تاریخ والی ہے یہ اولیٰ ہے۔

وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَصَاحِبُ الْيَدِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً بِالنِّتَاجِ۔ صورت یہ ایک ہے خارج ایک ہے صاحبِ ید دونوں مدعی ہیں ایک کہتا ہے یہ چیز میری دوسرا کہتا ہے یہ چیز میری ہے، اور دونوں میں سے ایک کون ہے؟ ایک خارج ہے اور ایک کیا ہے؟ صاحبِ قبضہ ہے، اور دونوں بَيِّنَةٌ پیش کرتے ہیں نِتَاجٌ پر یعنی اس چیز کی پیدائش پہ بننے پر بھئی کیا کرتے ہیں؟ پیدائش پر۔ مثلاً بھئی زید کے پاس ایک غلام ہے اور عمرو نے دعویٰ کر دیا یہ غلام میرا ہے اور بَيِّنَةٌ پیش کر دی اور بَيِّنَةٌ نے کیا ذکر کر دیا؟ بَيِّنَةٌ نے کہا یہ غلام عمرو کا ہے کیونکہ یہ عمرو کے پاس اس کی باندی نے جنم دیا، اس غلام کو کس نے جنم دیا؟ عمرو کے پاس اس کی باندی نے جنم دیا ہے تو یہ عمرو کا غلام ہے، جب کہ زید جو صاحبِ قبضہ ہے وہ بھی بَيِّنَةٌ پیش کر دیتا ہے اور اس کے گواہ کہتے ہیں اس غلام کا مالک زید ہے کیونکہ اس کی باندی نے کیا کیا ہے اسے؟ جنم دیا ہے، تو دونوں کے گواہوں نے کس چیز پر گواہی دی ہے؟ اس چیز کی پیدائش پر، ایک کہتا ہے اس کے پاس چیز پیدا ہوئی اس لیے یہ مالک ہے دوسرا کہتا ہے اس کے پاس یہ چیز پیدا ہوئی ہے اس لیے یہ مالک ہے، تو اب کس کے حق میں فیصلہ ہو گا؟ کہتے ہیں صاحبِ ید کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے، صاحبِ ید کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے۔ کہتے ہیں بھئی وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَصَاحِبُ الْيَدِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً بِالنِّتَاجِ اور اگر قائم کر دیا خارج نے اور صاحبِ ید جو ہیں كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ان میں سے ہر ایک نے قائم کیا بَيِّنَةً بِالنِّتَاجِ پیدائش پر بَيِّنَةٌ قائم کر دی فَصَاحِبُ الْيَدِ أَوْلَى تو صاحبِ ید کیا ہے؟ اولیٰ ہے۔

وَكَذَلِكَ النَّسْجُ فِي الثِّيَابِ الَّتِي لَا تُنْسَجُ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً۔ بس یہ یاد رکھیے اب ضابطہ مولانا ضابطہ: جب بھی ایک خارج ہو ایک صاحبِ ید ہو اور دونوں بَيِّنَةٌ قائم کر دیں اس چیز کے بننے پر، ایک کے گواہ کہتے ہیں یہ مالک ہے کیونکہ یہ چیز اس کے پاس بنی ہے یا اس کے پاس پیدا ہوئی ہے دوسرے کے گواہ کہتے ہیں یہ اس چیز کا مالک کیونکہ یہ چیز اس کے پاس پیدا ہوئی ہے یا اس کے پاس بنی ہے، تو اس صورت کے اندر یاد رکھیے صاحبِ قبضہ اولیٰ ہے، کیا ہے؟ صاحبِ ید کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے۔ لیکن یاد رکھیے یہ ان چیزوں کے بارے میں ہے جہاں ان کے بننے کا سبب ایک ہی دفعہ پایا جاتا ہے یعنی اس سبب میں تکرار نہیں ہوتا، یہ ان اسباب کی بات ہو رہی ہے۔ ایک صاحبِ ید ہے ایک خارج ہے صاحبِ ید نے بھی ایک سبب پر بَيِّنَةٌ پیش کر دی کیا سبب تھا کہ یہ چیز میرے پاس پیدا ہوئی ہے اور پیدائش میں تکرار ہے؟ ایک ہی چیز ایک دفعہ پیدا ہوتی ہے یا زیادہ مرتبہ؟ ایک ہی مرتبہ۔ اسی طرح ایک چیز ہے وہ ایک ہی مرتبہ بنتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے مثلاً دودھ کے اندر جھگڑا آیا زید صاحبِ قبضہ ہے زید کے گواہوں نے کہا زید اس دودھ کا مالک ہے کیونکہ یہ دودھ زید کی ملکیت میں اس کی گائے سے نکالا گیا ہے، اب آپ بتائیے ایک دودھ کو ایک ہی دفعہ جانور سے نکالا جاتا ہے یا زیادہ مرتبہ؟ ایک دودھ ہے تو ایک ہی مرتبہ نکالا گیا اس کے اندر تکرار نہیں۔ اسی طرح ایک اون ہے وہ جانور سے ایک ہی مرتبہ اتاری جاتی ہے، سمجھ میں آیا؟ اور اسی طرح پنیر کا بنانا ہے پنیر ایک ہی دفعہ بنایا گیا اس کو بار بار نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ دوسری مرتبہ جو بنے گا وہ الگ ہے یہ والا پنیر تو نہیں ہے بھئی۔ تو ہر وہ سبب جس کے اندر تکرار نہ ہو اور اس سبب پر بَيِّنَةٌ پیش کر دیں کون کون؟ صاحبِ ید بھی اور خارج بھی، تو کس کے حق میں فیصلہ ہو گا؟ صاحبِ ید کے حق میں، سمجھ میں آیا؟ احادیث وغیرہ میں بھی آتا ہے بھئی اسی طرح ایک اونٹنی کے بارے میں جھگڑا ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ ید کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا بھئی۔ لیکن اگر سبب ایسا ہے کہ اس میں تکرار آتا ہے، کیا آتا ہے؟ تکرار، مثلاً زیور کا بنانا زیور ایک ہی مرتبہ بنایا جاتا ہے یا پھر سونے کو ڈھال کر نیا بھی بنایا جا سکتا ہے؟ ڈھال کر نیا بھی بنایا جاتا ہے بھئی

ایک مرتبہ زیور بنتا ہے پھر اگر ذرا میلا ہو گیا خراب ہو گیا ٹوٹ گیا پھر اس کی ڈھلائی کر لیتے ہیں پھر نیا بنا لیتے ہیں اس سے، تو دیکھو یہاں زیور کا جو بننا ہے اس میں تکرار ہے بھئی، کیا ہے اس سبب میں؟ تکرار۔ اب اس صورت میں یاد رکھیے خارج کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ ہو گی، کیا ہو گی؟ خارج کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ ہو گی۔ تو خلاصۂ کلام کیا ہوا؟ ہر وہ سبب جس میں تکرار نہ ہو تو کس کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ اس سلسلے میں؟ صاحبِ ید کی، اور اگر ایسے سبب پر بَیِّنَۃٌ پیش کی جس میں تکرار آ سکتا ہے تو پھر کس کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ؟ خارج کی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اسی طرح آگے بیان کر رہے ہیں یاد رکھیے بعض کپڑے بھی ایسے ہیں قدیم زمانے کا طریقہ ہے بھئی، قدیم زمانے میں بعض کپڑے ہوتے تھے وہ ایک ہی دفعہ بُنے گئے ہیں ایک دفعہ پھر خراب ہو گئے دوبارہ نہیں بُن سکتے، ہاں بعض کوئی خاص کپڑے ہوں گے کوئی خاص دھاگہ یا موٹا دھاگہ وغیرہ ہو گا وہ ان کی بُنائی ایک دفعہ کر دی جاتی لیکن خراب ہوتے تو پھر اسی کو کھول کر دوبارہ کیا کر لی جاتی اس کی؟ بُنائی کر لی جاتی۔ تو اب دیکھو وہ کپڑا جو ایک ہی دفعہ بنتا ہے اس کے سبب میں تکرار نہیں اور جس کی دوبارہ بُنائی ہو سکتی ہے معلوم ہوا اس کے سبب میں کیا آ رہا ہے؟ تکرار آ رہا ہے تو اس کے مطابق فیصلہ ہو گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَكَذَلِكَ النَّسْجُ فِي الثِّيَابِ الَّتِي لَا تُنْسَجُ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً اور اسی طرح بُنائی ہے، نَسْجٌ کا معنیٰ بُننا، وَكَذَلِكَ النَّسْجُ فِي الثِّيَابِ الَّتِي لَا تُنْسَجُ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً اور اسی طرح بُنائی ہے ان کپڑوں کے اندر الَّتِي لَا تُنْسَجُ ان کپڑوں کے اندر کہ جن کو بُنا نہیں جاتا إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً مگر ایک ہی مرتبہ ان میں بھی اسی طرح ہے وَكَذَلِكَ كُلُّ سَبَبٍ فِي الْمِلْكِ لَا يَتَكَرَّرُ اور اسی طرح ہے ہر وہ سببِ ملک لَا يَتَكَرَّرُ جس میں تکرار نہیں۔

وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ بَيِّنَةً عَلَى الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ وَصَاحِبُ الْيَدِ بَيِّنَةً عَلَى الشِّرَاءِ مِنْهُ كَانَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْلَى۔ صورت یہ ایک ہے خارج ایک ہے صاحبِ قبضہ: خارج نے بَیِّنَۃٌ پیش کی ملکِ مطلق پر گواہوں نے کہا بھئی یہ زید خارج ہے اور عمرو کا قبضہ تھا زید کے گواہوں نے کہا زید اس چیز کا مالک ہے بس بھئی، کس چیز پر بَیِّنَۃٌ پیش کر دی؟ ملکِ مطلق پر کوئی سبب ذکر کیا؟ نہیں۔ اور جو عمرو جو ہے صاحبِ قبضہ اس نے بَیِّنَۃٌ پیش کر دی اس بات پر اس کے گواہوں نے کہا کہ عمرو اس چیز کا مالک ہے کیونکہ اس نے یہ زید سے خریدی ہے، کس پر بَیِّنَۃٌ پیش کی؟ شراء پر اور شراء بھی کس سے ہے؟ کس سے خریدی ہے؟ بھئی اسی فریقِ مخالف سے جس نے دعویٰ کیا ہے۔ زید کا بھی دعویٰ اس چیز کا مالک میں عمرو کا بھی دعویٰ اس چیز کا مالک میں اور چیز قبضے میں کس کے ہے؟ عمرو کے، چیز کس کے قبضے میں ہے؟ عمرو کے، اور زید نے بَیِّنَۃٌ پیش کی کس چیز پر؟ ملکِ مطلق پر زید کے گواہوں نے صرف یہ کہا زید اس چیز کا مالک ہے، اور عمرو نے بَیِّنَۃٌ پیش کر دی خریدنے پر عمرو کے گواہوں نے کیا کہا؟ عمرو نے یہ چیز خریدی ہے وہ اس لیے مالک ہے اور کس سے خریدی ہے؟ زید سے اسی فریقِ مخالف سے جو ملکیت کا دعویٰ کر رہا ہے، تو کہتے ہیں اس صورت میں صاحبِ ید اولیٰ ہے صاحبِ ید کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ ہے اس لیے کہ خارج نے بَیِّنَۃٌ پیش کی ہے ملکِ مطلق پر اور صاحبِ ید نے کس پر پیش کی ہے؟ شراء پر ملک کے ساتھ ساتھ سبب بھی ذکر کر دیا، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور نیز دونوں میں کوئی منافات بھی نہیں ہے ٹھیک ہے زید مالک تھا لیکن دوسرے کے گواہوں نے بتا دیا اب کون خرید چکا ہے؟ بھئی زید کے گواہوں نے کیا کہا زید اس چیز کا مالک معلوم ہوا یہ مالک تھا چیز کا لیکن اب دوسرا کیا کہہ رہا ہے میں نے زید سے خرید لی اب کون مالک بن چکا ہے؟ عمرو بن چکا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو منافات بھی کوئی نہیں دونوں میں موافقت ہو سکتی ہے بھئی بَیِّنَۃٌ ٹھیک ہے۔ کہتے ہیں وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ بَيِّنَةً عَلَى الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ اگر خارج نے بَیِّنَۃٌ قائم کر دی ملکِ مطلق پر وَصَاحِبُ الْيَدِ بَيِّنَةً عَلَى الشِّرَاءِ مِنْهُ اور صاحبِ ید نے بَیِّنَۃٌ پیش کر دی اس سے خریدنے پر مِنْهُ أَيْ مِنَ الْخَارِجِ ہ ضمیر کس کو راجع ہے؟ خارج، اسی خارج سے خریدنے پر بَیِّنَۃٌ قائم کر دی كَانَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْلَى تو صاحبِ ید کیا ہے؟ اولیٰ ہے، تو صاحبِ ید کہتا ہے میں نے اسی فریقِ مخالف یعنی خارج سے ہی خریدی ہے چیز تو اس کی بَیِّنَۃٌ اولیٰ ہے۔ چلیے بس هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۲: کتاب الدعویٰ (۳): تعارضِ بینات (خارج اور ذوالید کے گواہوں میں ترجیح، تاریخِ سابق، اور ملکِ مطلق و ملکِ مؤرخ کے ضوابط)

مختصر القدوری صفحہ: ۲۰۷—بتاریخ: ۲۴ مئی ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا تَهَاتَرَ الْبَيِّنَتَانِ. وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ وَالْآخَرُ أَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ. وَمَنِ ادَّعَى قِصَاصًا عَلَى غَيْرِهِ فَجَحَدَ اسْتُحْلِفَ فَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ لَزِمَهُ الْقِصَاصُ وَإِنْ نَكَلَ فِي النَّفْسِ حُبِسَ حَتَّى يُقِرَّ أَوْ يَحْلِفَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يَلْزَمُهُ الْأَرْشُ فِيهِمَا۔[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

دعویٰ سے متعلق مسائل چل رہے ہیں بھئی۔ گزشتہ سبق میں آپ نے پڑھا تھا کہ اگر خارج بَيِّنَةٌ پیش کر دے ملکِ مطلق پر اور صاحبِ ید بَيِّنَةٌ پیش کر دے اس بات پر کہ اس نے اسی خارج سے یہ چیز خریدی ہے، تو صاحبِ ید اولیٰ ہے بھئی، صاحبِ ید کیا ہے؟ اولیٰ ہے۔

جی آگے کہتے ہیں وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ۔ صورتِ مسئلہ یہ کہ دو آدمیوں نے ایک چیز کا دعویٰ کر دیا، ایک کہتا ہے یہ چیز میری ہے دوسرا کہتا ہے یہ میری ہے، اور ان دونوں میں سے ایک صاحبِ ید ہے، ایک کیا ہے؟ ایک کا قبضہ بھی ہے یعنی انہی دو مدعیوں میں سے ایک کے قبضے میں ہے وہ چیز۔ اب دعویٰ کیا کیا؟ ایک کہتا ہے میں نے اس فریقِ مخالف سے یہ چیز خریدی ہے۔ مثلاً دیکھو ایک گاڑی ہے زید کے پاس ہے، اب عمرو نے دعویٰ کر دیا یہ گاڑی میری ہے کیونکہ میں نے یہ گاڑی زید سے خریدی ہے یعنی صاحبِ قبضہ سے خریدی ہے، اور صاحبِ قبضہ نے بھی دعویٰ کر دیا کہ یہ گاڑی میری ہے کیونکہ میں نے اسی خارج سے یہ گاڑی خریدی ہے۔ تو دو مدعی ہیں انہی میں سے ایک صاحبِ قبضہ ہے اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے اس گاڑی کو فریقِ مخالف سے خریدا ہے، زید اور عمرو کا جھگڑا ہے زید کہتا ہے میں نے عمرو سے خریدی اور عمرو کہتا ہے میں نے زید سے خریدی۔ تو کہتے ہیں اور دونوں میں سے کسی کے پاس تاریخ بھی نہ ہو تو یاد رکھیے اس صورت میں دونوں بَيِّنَةٌ ساقط ہو جائیں گے۔ دونوں بَيِّنَةٌ کیا ہو جائیں گے؟ ساقط ہو جائیں گے اور وہ چیز اسی طرح صاحبِ قبضہ کے پاس رہنے دی جائے گی۔ اور یہ صاحبِ قبضہ کے پاس جو چیز رہنے دی گئی یہ بھی لَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ ہے یعنی یہ قضاء کے طریقے پر نہیں یہ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ دونوں بَيِّنَةٌ کیا ہو گئے چونکہ ساقط ہو گئے تو چیز جس کے پاس تھی اسی کے پاس رہے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ اگر قائم کر دیا دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک نے بَيِّنَةٌ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ دوسرے سے خریدنے پر

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ و عبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا تَهَاتَرَ الْبَيِّنَتَانِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن أقام كل واحد منهما البينة على الشراء من الآخر ولا تاريخ معهما تهاترت البينتان» منقول ہے۔

یعنی دونوں ایک دوسرے سے خریدنے کے دعوے دار ہیں بھئی وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا اور دونوں میں سے کسی کے پاس تاریخ بھی نہیں ہے تَهَاتَرَ الْبَيِّنَتَانِ تو دونوں بَيِّنَةٌ ساقط ہو جائیں گے۔ بھئی کیا وجہ ہے دونوں بَيِّنَةٌ کیوں ساقط ہو گئے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ مثلاً زید کہتا ہے یہ گاڑی میں نے عمرو سے خریدی ہے تو گویا اس نے عمرو کے لیے ملکیت کا اقرار کر لیا، زید نے کس چیز پر بَيِّنَةٌ پیش کی کہ یہ گاڑی میں نے کس سے خریدی ہے؟ عمرو سے، تو گویا اس نے عمرو کے لیے ملکیت کا اقرار کر لیا۔ اور عمرو نے کہا یہ گاڑی میں نے زید سے خریدی ہے تو اس نے گویا زید کے لیے ملکیت کا اقرار کر لیا۔ صورت سمجھ میں آئی بھئی؟ تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے ملکیت کا اقرار کر رہا ہے تو دونوں بَيِّنَةٌ کیا ہو جائیں گے؟ ساقط ہو جائیں گے، اور وہ چیز جس کے قبضے میں تھی اسی کے پاس رہنے دی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ ملکیت کا اقرار۔ بھئی جب زید کہہ رہا ہے میں نے عمرو سے خریدی معلوم ہوا مالک کون ہے؟ عمرو ہے اور اس سے زید نے خریدی ہے، اور عمرو کہہ رہا ہے میں نے کس سے خریدی؟ زید سے، معلوم ہوا زید مالک ہے اور عمرو اس سے خریدنے کا دعوے دار ہے بھئی، تو دونوں نے ایک دوسرے کے لیے ملکیت کا اقرار کر لیا اور اس صورت میں بَيِّنَةٌ کیا ہو جاتی ہے؟ دونوں بَيِّنَةٌ ساقط ہو جائیں گے بھئی۔

وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ وَالْآخَرُ أَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ۔ بھئی ایک ہی مسئلے کے اندر دو آدمیوں نے مثلاً دعویٰ کیا ایک چیز کے مالک ہونے کا، ایک دو گواہ پیش کرتا ہے دوسرے کے پاس زیادہ گواہ ہیں وہ تین، چار، چھ، آٹھ، دس گواہ پیش کر دیتا ہے جتنے بھی پیش کر دے، تو کیا جس کے گواہ زیادہ ہیں اس کو ترجیح دیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی نہیں یہاں گواہوں کی کثرت سے کوئی اثر نہیں پڑتا بھئی۔ جب ایک کے پاس دو گواہ ہیں تو اس کے پاس بَيِّنَةٌ پوری، دوسرے کے پاس جتنے بھی گواہ ہوں اس کے پاس بھی بَيِّنَةٌ پوری، تو دونوں کی دلیل برابر درجے کی ہوئی، دونوں کی دلیل قوت میں برابر درجے کی ہوئی۔ تو لہٰذا اب یہاں پر کثرتِ گواہوں کی وجہ سے اس شخص کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ دونوں برابر ہیں بھئی۔ تو ہمارے نزدیک جو ہے ترجیح کثرتِ دلیل سے نہیں ہوتی بلکہ قوتِ دلیل سے ہوتی ہے: جس کی دلیل قوی ہو گی اس کے حق میں فیصلہ ہو گا، جس کے پاس دلیل زیادہ ہو اس کے حق میں فیصلہ نہیں ہو گا۔ تو ایک کے پاس زیادہ دلیلیں ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا قوت کی وجہ سے فیصلہ ہو گا اور قوت کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں ایک کے پاس بھی پوری بَيِّنَةٌ دوسرے کے پاس بھی پوری بَيِّنَةٌ ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ اگر قائم کر دیے دو مدعیوں میں سے ایک نے دو گواہ وَالْآخَرُ أَرْبَعَةً اور دوسرے نے چار گواہ فَهُمَا سَوَاءٌ تو دونوں برابر ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بین السطور لکھا بھی ہوا ہے فَإِنَّ التَّرْجِيحَ عِنْدَنَا بِقُوَّةِ الدَّلِيلِ اس لیے کہ ترجیح ہمارے نزدیک قوتِ دلیل کے ذریعے ہے لَا بِكَثْرَتِهِ نہ کہ کثرتِ دلیل کے ذریعے، تو قوت کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں بھئی ایک کے پاس پوری بَيِّنَةٌ ہے بھئی، کسی معاملے میں فیصلہ کرنے کے لیے کتنے گواہ چاہئیں؟ دو گواہ چاہئیں وہ دو گواہ اس کے پاس پورے ہیں بھئی۔ تو دوسرے کے پاس گواہ زیادہ ہوئے تو وہ کثیر گواہ تو ہو گئے لیکن قوت پھر بھی بس بَيِّنَةٌ پوری ہے یوں سمجھا جائے گا بھئی۔

وَمَنِ ادَّعَى قِصَاصًا عَلَى غَيْرِهِ فَجَحَدَ اسْتُحْلِفَ فَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ لَزِمَهُ الْقِصَاصُ وَإِنْ نَكَلَ فِي النَّفْسِ حُبِسَ حَتَّى يُقِرَّ أَوْ يَحْلِفَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يَلْزَمُهُ الْأَرْشُ فِيهِمَا۔ صورت یہ بھئی ایک آدمی نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا بھئی، ایک آدمی نے دوسرے پر کیا کیا؟ قصاص کا دعویٰ کیا دوسرا اس کا انکار کر رہا ہے۔ ایک آدمی نے کہا بھئی یہ شخص جو ہے اس نے میرے بیٹے کو مثلاً قتل کیا ہے، اور وہ جس پر دعویٰ ہے وہ کیا کر رہا ہے اس کا؟ انکار کر رہا ہے۔ اب یہ جو مدعی تھا یہ مدعیٰ علیہ کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا تو قاضی نے کہا مدعی سے: لاؤ بھئی گواہ پیش کرو اس بات پر کہ اس نے تمہارے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے قاضی صاحب میرے پاس تو گواہ نہیں ہیں۔ تو اب کیا کیا جائے گا؟ دوسرے کو کہتے ہیں قسم دی جائے گی لازمی بات ہے۔ اب دوسرے کو قسم دی گئی دوسرا قسم ہی نہیں اٹھاتا بھئی، تو کیا قسم سے انکار پر اس کے خلاف فیصلہ جیسے کیا جاتا تھا مالی معاملات کے اندر اور اس پر وہ مال لازم ہو جاتا تھا تو کیا یہاں بھی اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس پر قصاص کو لازم کر دیں گے کیونکہ وہ قسم سے کیا کر رہا ہے؟ انکار؟ کہتے ہیں نہیں بھئی قسم سے انکار کی وجہ سے اب اس پر قصاص کو لازم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو جیل میں ڈال دے گا قاضی کہ یا تو تم اقرار کرو کہ تم نے کیا کیا ہے؟ قتل کیا ہے، یا تم قسم کھاؤ کہ تم نے قتل نہیں کیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو انکار عَنِ الْقَسَمِ کی وجہ سے قصاص کا فیصلہ نہیں ہو گا۔ یہ اس وقت ہے مسئلہ جب دعویٰ نفس کا ہے پورے کہ اس شخص نے میرے بیٹے کو قتل کیا ہے، نفس کا دعویٰ ہوا۔ تو قصاص ہے نفس کے اندر، اس میں یوں کیا جائے گا جیل میں ڈالا جائے گا قسم سے انکار کی وجہ سے فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر اعضاء کے اندر قصاص کا دعویٰ ہے: ایک آدمی دوسرے پر دعویٰ کر دیتا ہے کہ تم نے میرا ہاتھ کاٹا ہے اس کو قاضی کے پاس لے گیا کہ قاضی صاحب اس نے میرا ہاتھ کاٹا ہے، قاضی نے کہا گواہ پیش کرو، وہ کہتا ہے میرے پاس گواہ نہیں ہیں، اب دوسرے سے قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم سے انکار کر دیتا ہے تو یاد رکھیے قصاصاً اس کے بھی ہاتھ کو کاٹ دیا جائے

گا۔ نفس کے اندر اس کو ہم قتل نہیں کرواتے تھے بلکہ قاضی کیا کرتا تھا اسے؟ جیل میں ڈالتا تھا کہ یا تو کیا کرو؟ اقرار کرو، یا کیا کرو؟ قسم کھاؤ، دو چیزوں میں سے ایک کرنا پڑے گا یہ نہیں ہو سکتا تم قسم نہ کھاؤ۔ لیکن اعضاء کے اندر کیا حکم ہے؟ اگر وہ قسم سے انکار بھی کر دے گا تو کیا کر دیا جائے گا؟ قصاص کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس کے اس عضو کو کاٹ دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی کیا وجہ ہے کہ نفس کے اندر قسم سے انکار پر فیصلہ نہیں کیا جاتا اور اعضاء کے اندر قسم سے انکار پر کیا کر دیا جاتا ہے؟ فیصلہ کر دیا جاتا ہے؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ یہ جو انکار کر رہا ہے قسم نہیں کھاتا، کل کے سبق میں آپ نے پڑھا تھا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قسم سے انکار کس درجے میں ہوتا ہے؟ بذل کے درجے میں ہے۔ بھئی اس میں دو امکان آ گئے نا: مثلاً دیکھو میں نے زید پہ دعویٰ کیا قاضی صاحب زید نے میرے ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، قاضی نے مجھ سے کہا گواہ لاؤ میں نے کہا قاضی صاحب میرے پاس گواہ نہیں ہیں میں نے کہا زید سے قسم لے لیجیے، قاضی اب زید کی طرف مڑا اور اس سے کہا ہاں بھئی تم قسم اٹھاؤ کہ تم نے ایک لاکھ روپے نہیں دینے، زید قسم اٹھانے سے انکار کر دیتا ہے۔ تو قاضی اس کے خلاف فیصلہ کرے گا یا نہیں کرے گا؟ تو یہ ایک لاکھ روپیہ اسے دینا پڑے گا لیکن یہ ایک لاکھ روپے کیا شمار ہوں گے؟ صاحبین فرماتے تھے یہ اقرار شمار ہو گا گویا اس نے اقرار کر لیا کہ واقعی میں نے اس مدعی کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے۔ امام صاحب فرماتے تھے نہیں اسے اقرار نہیں شمار کریں گے اسے بذل شمار کریں گے، بذل کا معنیٰ خرچ کرنا یعنی یہ شخص سچی قسم اٹھانے سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے، گویا اس کے انکار کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ بھئی چاہے میرا ایک لاکھ روپیہ چلا جائے پھر بھی مجھے قسم اٹھانا پسند نہیں حتیٰ کہ میں سچی قسم اٹھانا بھی پسند نہیں کروں گا اور مال دے دوں گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو امام صاحب کے نزدیک یہ جو مال دے رہا ہے اس کو کیا سمجھا جائے گا اس نے اقرار کر لیا ہے کہ واقعی میں نے دینا تھا ایک لاکھ؟ نہیں اقرار نہیں سمجھیں گے بلکہ کیا سمجھیں گے؟ بذل، کیا معنیٰ؟ یہ آدمی قسم سے اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے مال خرچ کر رہا ہے لیکن قسم سچی کھانے پر بھی رضامند نہیں ہے تو اس کو بذل سمجھیں گے، بذل کا معنیٰ خرچ کرنا یہ مال خرچ کر رہا ہے لیکن سچی قسم کھانے پر بھی تیار نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ امام صاحب فرماتے تھے اس قسم سے انکار کو کیا سمجھا جائے گا؟ بذل، اور صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ اقرار گویا کہ اس نے دعوے کا کیا کر لیا؟ اقرار کر لیا کہ واقعی میں نے اس کا ایک لاکھ دینا ہے تو یوں سمجھا جائے گا۔ تو قاضی تو فیصلہ اس کے خلاف کر دے گا لیکن اس کے اس انکار کو شمار کیا کریں گے؟ امام صاحب فرماتے ہیں بذل شمار کرنا، صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ اقرار شمار کرنا۔

اب آیئے مسئلے کی طرف جو ہم پڑھ رہے تھے: ایک شخص نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا ہے، کیا کیا ہے؟ قصاص کا دعویٰ۔ اب یہ قصاص کا دعویٰ پورے نفس میں ہو گا یا کسی عضو کے اندر ہو گا۔ نفس کے اندر ہو تو دوسرا قسم سے انکار کر رہا ہے اب یہاں نفس کے اندر بذل جاری نہیں ہو گا، نفس کے اندر بذل جاری نہیں ہو گا کیونکہ نفس مال نہیں۔ بھئی قاضی نے مدعی سے کہا گواہ لاؤ کہ اس نے تمہارے بیٹے کو قتل کیا، اس نے کہا میرے پاس گواہ نہیں ہے قاضی صاحب اس سے کیا کیجیے؟ قسم لے لیجیے، قاضی نے اس سے قسم طلب کی اس نے قسم سے انکار کر دیا، کیا کیا؟ قسم سے انکار۔ تو ہم یہ نہیں سمجھیں گے قسم سے انکار کر رہا ہے گویا یہ اپنی جان دے دے گا لیکن سچی قسم نہیں کھائے گا، تو یہاں بذل جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ نفس مال نہیں، بذل کا تو معنیٰ ہے خرچ کرنا اور خرچ کیا کیا جاتا ہے؟ مال، اور نفس مال ہے؟ نفس مال نہیں ہے تو یہاں پر بذل جاری نہیں ہو سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ ہاں اعضاء کے ساتھ امام صاحب فرماتے تھے مال والا برتاؤ کیا جاتا ہے، اعضاء کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ مال والا برتاؤ کیا جاتا ہے مال شمار کیا جاتا ہے۔ تو ایک نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا اور کس چیز میں قصاص کا دعویٰ ہے؟ اعضاء کے اندر، اور اعضاء کے ساتھ کون سا معاملہ کیا جاتا ہے؟ جی مال والا برتاؤ کیا جاتا ہے، اور مال کے اندر بذل جاری ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ مال کے اندر بذل جاری ہوتا ہے تو یہاں پر بھی بذل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اب وہ قسم نہیں اٹھاتا تو گویا یہ شخص مال خرچ کر رہا ہے لیکن سچی قسم اٹھانے پر بھی تیار نہیں اور عضو بھی کیا ہے؟ مال ہے تو یہ مال خرچ کر رہا ہے یعنی، اس صورت میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور انکار کو کس پر محمول کر لیں گے؟ بذل پر کیونکہ یہاں بذل جاری ہو سکتا ہے کیونکہ اعضاء کے ساتھ مال والا برتاؤ کیا جاتا ہے لیکن نفس جو ہے وہ تو مال نہیں۔ فرق سمجھ میں بھی آیا کہ نہیں سمجھ میں آیا؟

تو کہتے ہیں وَمَنِ ادَّعَى قِصَاصًا عَلَى غَيْرِهِ اور جس نے قصاص کا دعویٰ کیا کسی دوسرے پر فَجَحَدَ تو اس نے انکار کر دیا اسْتُحْلِفَ تو اس مدعیٰ علیہ سے کیا طلب کی جائے گی؟ اس سے قسم طلب کی جائے گی فَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ لَزِمَهُ الْقِصَاصُ پس اگر اس نے انکار کر دیا قسم سے فِيمَا دُونَ النَّفْسِ نفس سے کم کے اندر لَزِمَهُ الْقِصَاصُ تو اس پر کیا لازم ہو جائے گا؟ قصاص لازم ہو جائے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ یہاں پر کیا جاری ہو سکتا ہے؟ بذل جاری ہو سکتا ہے بھئی۔ وَإِنْ نَكَلَ فِي النَّفْسِ اور اگر وہ انکار کرتا ہے قسم سے فِي النَّفْسِ کس معاملے میں؟ نفس کے معاملے میں جب کہ دعویٰ نفس کا ہے حُبِسَ تو اسے جیل میں ڈالا جائے گا حَتَّى يُقِرَّ أَوْ يَحْلِفَ یہاں تک کہ وہ کیا کر لے؟ اقرار کر لے یا قسم اٹھا لے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يَلْزَمُهُ الْأَرْشُ فِيهِمَا صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس مدعیٰ علیہ پر أَرْشٌ لازم ہو گا دونوں صورتوں

میں۔ أَرْشٌ بھئی ضمان آئے گا: نفس کے اندر نفس کا ضمان آئے گا یعنی دیت آجائے گی اور عضو کے اندر عضو کا ضمان آجائے گا بھئی ہاتھ کاٹا ہے تو ہاتھ کی دیت کتنی ہے؟ پچاس اونٹ ہیں بھئی، اور اگر قتل کا دعویٰ ہے تو اس کی دیت کتنی ہے؟ سو اونٹ ہیں تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں پیچھے بھئی۔ قصاص نہیں آئے گا بھئی انکار کی وجہ سے، اس نے انکار کیا ہے تو انکار کی وجہ سے اب اس پر ہم قصاص لازم نہیں کریں گے، کہتے ہیں اس لیے کیونکہ قصاص شبہے کی وجہ سے ساقط ہو جایا کرتا ہے تو یہاں بھی انکار کیا ہے وہ قسم نہیں اٹھا رہا تو پتہ نہیں اس کو اب اقرار شمار کریں یا بذل شمار کریں، شبہ آگیا یا نہیں شبہ آگیا؟ دو چیزیں آگئیں تو لہٰذا اس وجہ سے قصاص نہیں آئے گا بلکہ اب ضمان لازم ہو جائے گا اس پر اب اسے وہ مال دینا پڑے گا نفس میں بھی اور مَا دُونَ النَّفْسِ کے اندر بھی نفس سے کم کے اندر بھی۔ بات سمجھ میں آگئی سب کو؟ کیوں بھئی بات سمجھ میں بھی آئی کہ نہیں آئی؟ اچھی طرح؟ نہ آئے سمجھ میں تو بتلایا کرو بھئی بتلایا کرو۔ سب کو بات سمجھ میں آگئی؟ دہرانے کی ضرورت ہے؟ جی؟ ہاں چلو سمجھ میں بات نہ آئے تو بتلا دیا کرو بھئی۔

ج وَإِذَا قَالَ الْمُدَّعِي لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ قِيلَ لِخَصْمِهِ أَعْطِهِ كَفِيلًا بِنَفْسِكَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ فَعَلَ وَإِلَّا أُمِرَ بِمُلَازَمَتِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَرِيبًا عَلَى الطَّرِيقِ فَيُلَازِمُهُ مِقْدَارَ مَجْلِسِ الْقَاضِي۔ صورت یہ ایک آدمی نے دوسرے شخص پر کوئی دعویٰ کیا ہے مثلاً قاضی صاحب اس نے میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے اسے لے کر قاضی کے پاس آگیا۔ قاضی نے مدعی سے کہا: گواہ پیش کرو کدھر ہیں تمہارے گواہ؟ گواہ ہیں تمہارے پاس؟ اس نے کہا جی ہاں میرے گواہ ہیں لیکن شہر میں ہیں، کیا ہیں؟ شہر میں ہیں میں لے کر نہیں آیا آپ اس سے قسم لے لیجیے۔ کہتے ہیں نہیں بھئی جب گواہ قریب ہی ہوں تو پھر قسم نہیں لی جائے گی بلکہ کیا پیش کرنا ضروری ہے؟ گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ قاضی اس سے کہے گا کہ تم گواہ لے کر آؤ بھئی اس سے ویسے ہم قسم نہیں لیں گے بھئی گواہ جب قریب ہیں تو گواہوں کا لانا ضروری ہے بھئی۔ اگر گواہ وہ کہے مجھے پتہ ہی نہیں کہیں گئے ہوئے ہیں پھر تو الگ بات ہے، وہ کہہ رہا ہے گواہ شہر میں ہیں قریب ہی ہیں تو پھر کیا کہا جائے گا؟ پھر قسم مدعیٰ علیہ سے نہیں لی جائے گی بلکہ مدعی کو کہا جائے گا جاؤ گواہ لے کر آؤ۔ بھئی اگر وہ گواہوں کو لینے جاتا ہے یہ آدمی تو نکل جائے گا ہاتھ سے جس پر اس نے دعویٰ کیا ہے بھاگ جائے گا پھر کہاں ڈھونڈے گا اس کو بھئی؟ کہتے ہیں اس مدعیٰ علیہ سے کہا جائے گا اس کو کوئی اپنا کفیل حوالے کرو کوئی ضامن حوالے کرو کہ تم کہیں بھاگو گے نہیں ضمانت دے کوئی تمہاری تین دن تک کے لیے۔ تین دن تک کی مہلت ہے یہ اپنے گواہوں کا بندوبست کرے اور جب تک تم کوئی ضامن دے دو کہ اس تین دن کے اندر تم کہیں بھاگو گے نہیں۔ تو وہ ضامن دے دیتا ہے تو وہ گواہ اپنے لے آئے تین دن کے اندر۔ اور اگر وہ ضامن نہیں دیتا کہتا ہے میرا تو کوئی ضامن ہی نہیں میں کس کی ضمانت دلواؤں یہاں پر، تو کہتے ہیں پھر اس صورت میں مدعی سے کہا جائے گا کہ اس کے ساتھ ساتھ رہو اور بندوبست کرو اپنے گواہوں کا، یہ جہاں جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ رہو اس کا پیچھا نہ چھوڑو یہ بھاگ نہ سکے کہیں پر اور اس دوران اپنے گواہوں کا بھی کیا کر لو؟ بندوبست کر لو بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ تو وہ صورت ہے جب کہ مدعی بھی وہیں کا ہے مدعیٰ علیہ بھی وہیں کا رہنے والا ہے۔ اگر مدعیٰ علیہ مسافر تھا: مدعی ایک آدمی کو پکڑ کے لے آیا قاضی صاحب اس آدمی نے میرے ایک لاکھ روپیہ دینا ہے اور مدعیٰ علیہ جو ہے وہ مسافر ہے وہ کسی سفر میں آیا ہے کہیں اور جا رہا ہے گزر رہا ہے یا کوئی صورت بنا لو بھئی مسافر ہے وہاں کا رہنے والا نہیں سفر میں ہے جا رہا ہے۔ اب اس مسافر کو وہ پکڑ کر لے آیا کہ اس نے میرے سے ایک مرتبہ قرضہ لیا تھا آج تک اس نے ادا نہیں کیا ایک لاکھ روپیہ۔ اب اس کا کیا کیا جائے گا بھئی؟ کہتے ہیں اس میں اب تین دن کا وقت نہیں لیں گے بھئی کیونکہ تین دن اگر اس کو کہیں تین دن تک اپنا ضامن کوئی حوالے کرو، صورت وہی ہے بھئی اس نے اپنے گواہوں کو لے کر آنا ہے اور گواہ شہر کے اندر ہیں اور یہ مسافر کو لے کر آیا ہے تو اب کیا کریں؟ مسافر سے بھی کہتے ہیں اسی طرح کفیل لے لیا جائے گا وہ اپنا ضامن دے دے بھئی تم اپنا ضامن دے دو یہ جا کر اپنے گواہوں کو لے آتا ہے۔ لیکن تین دن تک کے لیے ضامن نہیں لیا جائے گا کب تک کے لیے؟ کہتے ہیں جب تک قاضی کی مجلس برخاست نہیں ہو جاتی۔ مثلاً صبح لے کر آیا ہے قاضی جو ہے شام تک بیٹھا رہے گا عصر تک بیٹھا رہے گا تو شام تک کیا کرے؟ اپنا کوئی ضامن دے دو کہ شام تک تم بھاگو گے نہیں کہیں پر یہ اس وقت تک اپنے گواہوں کا بندوبست کرے گا۔ اگر گواہوں کا بندوبست نہ کر سکا تو پھر دوسرے سے قسم لی جائے گی بھئی گواہ نہیں مل سکے، فوراً ہی قسم نہیں۔ تو اب یہاں مدعیٰ علیہ کون ہے؟ مسافر، تو اس سے کفیل کب تک کے لیے لیا جائے گا؟ شام نہ کہو جب تک قاضی کی مجلس برخاست نہ ہو جائے وہ جب تک بھی ہے چاہے شام تک ہے چاہے شام سے پہلے بھئی اس سے کفیل لے لیں گے۔ اور اگر وہ کفیل نہیں دیتا کوئی ضامن ہی نہیں ہے کوئی جاننے والا نہیں ہے کون دے اس کی ضمانت بھئی؟ تو کہتے ہیں پھر وہی حکم ہے کہ مدعی اس کے ساتھ ساتھ رہے اور قاضی کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے پہلے کیا کر لے؟ اپنے گواہوں کا بندوبست کر لے۔ اگر نہ کر سکا پھر چونکہ یہ مسافر ہے اس سے قسم لے لی جائے، وہ کہتا ہے قاضی صاحب گواہوں کا بندوبست نہیں ہو سکا آپ بس قسم لے لیجیے تو پھر قسم لے لی جائے گی اور اس کو جانے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ وَإِذَا قَالَ الْمُدَّعِي اور جب کہا مدعی نے لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ کہ میری جو ہے بَيِّنَةٌ حاضر ہے یعنی شہر میں ہے قریب ہی موجود ہے قِيلَ لِخَصْمِهِ تو اس کے

خصم سے یعنی اس کے فریقِ مخالف سے کہا جائے گا أَعْطِهِ كَفِيلًا تم اسے کیا دے دو؟ کفیل دو اپنا کوئی ضامن دے دو كَفِيلًا بِنَفْسِكَ اپنے نفس کا کوئی کفیل دے دو کہ تم نہیں بھاگو گے تمہیں حاضر کرے گا، مال پر کفیل نہیں کہ تم پیسے ادا کرو گے نہیں تو وہ ادا کرے گا بھئی ابھی تو ثابت ہی نہیں ہوئے تو اپنے نفس کا کفیل دو کہ تم کہیں بھاگو گے نہیں وہ شخص تمہیں حاضر کرے گا۔ کتنے دن کے لیے؟ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تین دن کے لیے فَإِنْ فَعَلَ اگر اس نے ایسا کر لیا یعنی کفیل دے دیا تین دن کے لیے تو بڑی اچھی بات ہے وَإِلَّا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اس نے کفیل کا بندوبست نہیں کیا أُمِرَ بِمُلَازَمَتِهِ تو حکم دیا جائے گا مدعی کو اس کی ملازمت کا یعنی اس کے ساتھ ساتھ لازم رہے اس کے پیچھے پڑا رہے وہ جہاں جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہے إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَرِيبًا عَلَى الطَّرِيقِ مگر یہ کہ وہ شخص کیا ہو راستے پر مسافر ہو، غریب کسے کہتے ہیں؟ مسافر کو، اجنبی، إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَرِيبًا عَلَى الطَّرِيقِ مگر یہ کہ وہ راستے پر مسافر ہو فَيُلَازِمُهُ مِقْدَارَ مَجْلِسِ الْقَاضِي تو اس کے ساتھ لازم رہے گا قاضی کی مجلس کی مقدار جب تک قاضی کی مجلس ہے۔

وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ هَذَا الشَّيْءُ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ الْغَائِبُ أَوْ رَهَنَهُ عِنْدِي أَوْ غَصَبْتُهُ مِنْهُ وَأَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى ذَلِكَ فَلَا خُصُومَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُدَّعِي۔ صورت یہ ایک آدمی کے پاس ایک چیز ہے مثلاً گاڑی اس کے پاس کھڑی تھی دوسرے نے زید نے دعویٰ کر دیا قاضی صاحب یہ گاڑی میری ہے، اس کو لے آیا قاضی کے پاس پکڑ کر قاضی صاحب یہ گاڑی میری ہے یہ گاڑی مجھے دلوائیں بھئی میرے پاس گواہ بھی موجود ہیں۔ دوسرے نے کہا قاضی صاحب گاڑی میرے پاس تو ضرور ہے لیکن میں اس کا مالک ہی نہیں ہوں میں اس کے ساتھ خصومت کر ہی نہیں سکتا، جھگڑا اس کا ہے تو مالک کے ساتھ جھگڑا کرے میرے ساتھ کیوں جھگڑا کرتا ہے؟ بھئی آپ کے پاس گاڑی کہاں سے آئی پھر آپ کے پاس تو کھڑی ہے؟ کہتا ہے میرے پاس تو فلاں آدمی نے امانت رکھوائی ہے اور پھر اس پر گواہ بھی پیش کر دیتا ہے، دو گواہوں نے بھی آ کر کہہ دیا کہ قاضی صاحب واقعی گاڑی اس کی نہیں ہے اس کے پاس تو فلاں آدمی نے بطورِ امانت کے رکھوائی ہے۔ کہتے ہیں بھئی معلوم ہوا اب اس کے ساتھ خصومت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا جو قبضہ ہے وہ مالک والا قبضہ ہی نہیں، یہ مالک ہوتا تو پھر اس کے ساتھ خصومت ہوتی یہ تو مالک ہی نہیں ہے اس کا قبضہ بھی مالک والا قبضہ نہیں ہے اس کا تو قبضہ کس طور پر ہے؟ بطورِ امانت کے ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اسی طرح ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ یہ گاڑی اس کے پاس جو ہے میری ہے اس نے کہا قاضی صاحب میں تو اس کا مالک ہی نہیں ہوں یہ تو میں نے زید سے غصب کی ہے زید سے چھین کر لایا ہوں اور اس پر اس نے بَيِّنَةٌ بھی پیش کر دی، معلوم ہوا اس کا قبضہ غاصب والا قبضہ ہے مالک والا قبضہ نہیں تو معلوم ہوا اس کے ساتھ خصومت نہیں ہو سکتی تو اب مدعی سے کہا جائے گا جاؤ بھئی زید کو لے کر آؤ اس کے ساتھ تمہاری خصومت نہیں ہے۔ یا اسی طرح ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ قاضی صاحب یہ جو گاڑی اس کے پاس کھڑی ہے یہ میری ہے اس نے کہا قاضی صاحب میں تو اس کا مالک ہی نہیں ہوں یہ گاڑی تو میرے پاس فلاں آدمی نے رہن کے طور پر رکھوائی ہے اور اس پر اس نے بَيِّنَةٌ بھی پیش کر دی دو گواہوں نے بھی آ کر گواہی دے دی کہ یہ اس گاڑی کا مالک نہیں ہے اس کے پاس تو گاڑی بطورِ رہن ہے، معلوم ہوا اس کا قبضہ خصومت والا قبضہ ہی نہیں ہے لہٰذا اس کے ساتھ خصومت بھی نہیں ہو سکتی مقدمہ بھی نہیں چل سکتا، تو مقدمہ اس کے ساتھ نہیں چلے گا بلکہ مدعی کو کس پر دعویٰ کرنا چاہیے؟ مالک پر۔ صورتیں سمجھ میں آ گئیں؟ کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ اور اگر کہا مدعیٰ علیہ نے هَذَا الشَّيْءُ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ الْغَائِبُ کہ یہ چیز جو ہے یہ تو میرے پاس امانت کے طور پر رکھوائی ہے فلاں غائب آدمی نے فلاں شخص نے جو غائب ہے أَوْ رَهَنَهُ عِنْدِي یا مدعیٰ علیہ کیا کہتا ہے یہ چیز میرے پاس رہن رکھوائی ہے فلاں آدمی نے أَوْ غَصَبْتُهُ مِنْهُ یا یہ چیز تو میں نے فلاں غائب سے غصب کی ہے وَأَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى ذَلِكَ اور اس نے بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی اس بات پر فَلَا خُصُومَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُدَّعِي تو اس مدعیٰ علیہ اور مدعی کے درمیان خصومت نہیں ہو گی ان کے درمیان مقدمہ نہیں چلے گا، بلکہ مقدمہ پھر اب اس کو کس پر کرنا چاہیے؟ جس کا اس نے بتایا کہ فلاں نے میرے پاس امانت یا رہن رکھوائی ہے یا میں نے اس سے غصب کی ہے اس کے ساتھ خصومت ہو گی کیونکہ معلوم ہوا مالک وہ ہے بھئی یا قبضہ دراصل اس کا ہے بھئی۔

وَإِنْ قَالَ ابْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ فَهُوَ خَصْمٌ۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ قاضی صاحب یہ جو اس کے پاس گاڑی ہے یہ میری ہے یہ مجھے دلا دی جائے میرے پاس گواہ موجود ہیں، دوسرا مدعیٰ علیہ کہتا ہے قاضی صاحب یہ گاڑی تو میں نے زید سے خریدی ہے، کیا کیا ہے؟ یہ گاڑی میں نے زید سے خریدی ہے۔ اچھا تو کیا اب اس کے ساتھ خصومت ہو گی یا خصومت نہیں ہو گی؟ کہتے ہیں ہاں اس کے ساتھ تو خصومت ہو گی مقدمہ چلے گا، کیوں؟ کیونکہ یہ خود کہہ رہا ہے میں نے زید سے گاڑی خریدی ہے گویا یہ خود دعویٰ کر رہا ہے کہ میرا جو قبضہ ہے وہ مالک والا قبضہ ہے جب خرید لیتا ہے انسان تو کسی چیز کا مالک بن جاتا ہے تو یہ خود کہہ رہا ہے میرا قبضہ گویا کہ مالک والا قبضہ ہے تو اب خصومت اس کے ساتھ ہو گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ ابْتَعْتُهُ، ابْتَاعَ بھئی

بَاعَ يَبِيعُ زیادہ استعمال ہوتا ہے بیچنے کا معنیٰ لیکن ابْتَاعَ کا معنیٰ ہوتا ہے خریدنے کے، وَإِنْ قَالَ اور اگر صاحبِ قبضہ کہتا ہے ابْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ کہ میں نے اس چیز کو خریدا ہے فلاں غائب آدمی سے فَهُوَ خَصْمٌ تو اب یہ خصم ہے اب اس کے ساتھ خصومت ہوگی اب یہ فریقِ مخالف ہے معلوم ہوا اس کا قبضہ کس قسم کا ہے؟ مالک والا قبضہ ہے۔[۲]

وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعِي سُرِقَ مِنِّي وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ لَمْ تَنْدَفِعِ الْخُصُومَةُ۔ صورت یہ ایک آدمی کے پاس ایک گاڑی مثلاً کھڑی ہے دوسرے نے دعویٰ کر دیا قاضی صاحب یہ گاڑی میری ہے یہ گاڑی مجھ سے چرائی گئی ہے، کیا کی گئی ہے؟ یہ گاڑی مجھ سے چرائی گئی ہے۔ دوسرا جو مدعیٰ علیہ ہے وہ کہتا ہے کہ قاضی صاحب یہ گاڑی میری ہے ہی نہیں یہ تو میرے پاس فلاں آدمی نے امانت کے طور پر رکھوائی ہے اور اس پر وہ گواہ بھی پیش کر دیتا ہے، کیا کر دیتا ہے؟ گواہ پیش کر دیتا ہے۔ کس بات پر گواہ پیش کیے مدعیٰ علیہ نے؟ کہ گاڑی فلاں نے میرے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی[۳]

ہے، تو کہتے ہیں آپ نے پچھلے مسئلے میں پڑھا پھر خصومت ہوگی وہاں؟ وہاں خصومت نہیں لیکن یہاں خصومت ہوگی مولانا۔ فرق کیا ہے؟ فرق یہ کہ یہاں پر اس نے کہا ہے سُرِقَ مِنِّي قاضی صاحب مدعی کیا کہتا ہے یہ گاڑی مجھ سے چرائی گئی ہے، تو بالفاظِ دیگر گویا اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اس مدعیٰ علیہ نے مجھ سے یہ گاڑی چرائی ہے، کیا دعویٰ کیا ہے گویا اس نے؟ مدعیٰ علیہ نے چرائی ہے۔ بھئی صاف لفظوں میں اس نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے مجھ سے یہ گاڑی چرائی ہے اس نے تو مجہول کا صیغہ ذکر کیا یہ گاڑی مجھ سے چرائی گئی ہے۔ بھئی صاف لفظوں میں کیوں نہیں ذکر کیا؟ جی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اگر صاف لفظوں میں یہ کہتا کہ اس شخص نے مجھ سے گاڑی چوری کی ہے تو پھر اس صورت میں تو اس پر کیا آنی تھی؟ حد آنی تھی، تو اس کو حد سے بچانے کے لیے کیا کرتا ہے؟ مجہول کا صیغہ استعمال کر رہا ہے۔ تو دراصل اگر یوں کہتا سَرَقْتَ مِنِّي تو نے مجھ سے یہ گاڑی چوری کی ہے تو اس صورت میں بھی خصومت ہونی تھی، اب سُرِقَ مِنِّي کہہ رہا ہے کہ یہ گاڑی مجھ سے چرائی گئی ہے کہتے ہیں اب بھی یوں سمجھا جائے گا گویا اس نے کیا کہا ہے؟ سَرَقْتَ مِنِّي تو نے مجھ سے یہ گاڑی چرائی ہے لیکن چونکہ لفظ سُرِقَ استعمال کر رہا ہے مجہول کا اس لیے اس کو دوسرے پر حد نہیں آئے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ دوسرے پر شفقت کر رہا ہے کہ تاکہ کہیں اس پر حد نہ آجائے اس لیے یہ بس سیدھے لفظ نہیں کہتا کہ تو نے چوری کی ہے بلکہ کیا کہتا ہے؟ یہ گاڑی مجھ سے چرائی گئی ہے۔ تو اب بتلائیے یہ جو دوسرا شخص ہے اس نے دوسرے پر فعل کا دعویٰ کیا ہے، کس کا دعویٰ کیا ہے؟ فعل کا۔ بھئی قبضے کی وجہ سے دعویٰ نہیں کر رہا کہ یہ گاڑی اس کے قبضے میں ہے اب مجھے دلا دی جائے بلکہ اس پر باقاعدہ ایک فعل کا دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ گاڑی مجھ سے اس نے چرائی ہے، کیا کر رہا ہے؟ لفظ مجہول کے استعمال کر رہا ہے لیکن دراصل گویا کہ دعویٰ کیا ہے؟ اس نے مجھ سے گاڑی چرائی ہے۔ تو یہاں قبضے کی بات ہی نہیں وہ کر رہا یہ تو یہاں دوسرے پر ایک فعل کا مدعی ہے اور جب فعل کا مدعی ہے تو اب خصومت ہوگی۔ دوسرا کہتا رہے میرے پاس تو فلاں نے یہ گاڑی بطورِ امانت کے رکھوائی ہے میرا تو قبضہ مالک والا قبضہ ہی نہیں ہے، بھئی ہم قبضے کی تو بات ہی نہیں کر رہے کہ آپ اس کے مالک ہیں لاؤ ہمارے حوالے کرو بلکہ یہاں تو ایک فعل کا دعویٰ ہے یہ گاڑی تم نے کیا کی ہے مجھ سے؟ چرائی ہے، تو یہ ایک فعل کا دعویٰ کیا جا رہا ہے باقاعدہ قبضے کی بات ہی نہیں ہے یہاں پر، جس کے مرضی وہ بَيِّنَةٌ پیش کرتا رہے اس پر فعل کا دعویٰ ہے اس لیے خصومت ہوگی گویا اس نے یہ کہا اس نے مجھ سے چرائی ہے اس پر فعل کا دعویٰ کر دیا اب خصومت ہوگی قبضے کی تو بات ہی نہیں۔ صورت فرق سمجھ میں آیا دونوں میں بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعِي سُرِقَ مِنِّي اور اگر مدعی نے کہا یہ چیز مجھ سے چرائی گئی ہے وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ اور اس پر بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی کہ یہ چیز مجھ سے چرائی گئی ہے وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ اور صاحبِ ید کہتا ہے أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ کہ یہ میرے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی ہے یہ چیز فلاں آدمی نے وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ اور بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی لَمْ تَنْدَفِعِ الْخُصُومَةُ تو خصومت دفع نہیں ہوگی یعنی ختم نہیں ہوگی۔

وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعِي ابْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانٍ وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ ذَلِكَ سَقَطَتِ الْخُصُومَةُ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ۔ صورت یہ ایک شخص نے دعویٰ کیا بھئی، دوسرے کے پاس کوئی چیز ہے مثلاً گاڑی ہے زید نے دعویٰ کیا، زید خارج ہے اس نے کہا قاضی صاحب یہ گاڑی جو ہے میری ہے مجھے

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ قَالَ ابْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ فَهُوَ خَصْمٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن قال: ابتعته من الغائب فهو خصم» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الْيَدِ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ لَمْ تَنْدَفِعِ الْخُصُومَةُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «اليد: أودعنيه فلان وأقام البينة لم تندفع الخصومة» منقول ہے۔

دلا دی جائے یہ گاڑی میں نے بکر سے خریدی تھی، یہ گاڑی جو کس کے پاس ہے؟ عمرو کے پاس ہے مثلاً، زید کہتا ہے قاضی صاحب یہ جو عمرو کے پاس گاڑی ہے یہ میری گاڑی ہے مجھے دلائی جائے کیونکہ یہ گاڑی میں نے کس سے خریدی تھی؟ بکر سے خریدی تھی۔ اچھا اور یہ جو عمرو ہے جس کے پاس گاڑی ہے یہ کہتا ہے قاضی صاحب یہ گاڑی میرے پاس بکر نے بطورِ امانت کے رکھوائی ہے، زید جس سے شراء کا دعویٰ کر رہا ہے عمرو اسی کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اس نے یہ چیز میرے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی ہے، کہتے ہیں اس صورت میں خصومت ساقط ہو جائے گی مقدمہ ان دونوں میں نہیں چلے گا اور بَیِّنَۃٌ کی بھی ضرورت نہیں۔ پچھلے مسئلوں میں تو تھا کہ صاحبِ قبضہ کیا کرتا تھا؟ باقاعدہ گواہ پیش کرتا تھا اس بات پر کہ فلاں نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے گواہ میں پیش کرتا ہوں وہ جب میرے پاس امانت رکھوا کر گیا تھا یہ دو شخص بھی وہاں موجود تھے، یا فلاں نے میرے پاس چیز رہن کے طور پر رکھوائی ہے یہ دو گواہ اس وقت موجود تھے، یا فلاں سے یہ چیز میں نے غصب کی ہے اور یہ دو گواہ اس وقت موجود تھے، تو وہاں تو گواہ کے بغیر خصومت نہیں ختم ہوتی تھی ہاں جب وہ گواہ پیش کرتا تھا تو خصومت کیا ہو جاتی تھی؟ ختم، لیکن یہاں پر بغیر گواہوں کے خصومت کیا ہو جائے گی؟ ختم۔ بھئی یہاں کیوں بغیر گواہوں کے خصومت ختم ہو جائے گی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ صاحبِ قبضہ کیا کہہ رہا ہے کہ میرے پاس کس نے یہ امانت رکھوائی ہے؟ مثلاً بکر نے، اور زید کا کیا دعویٰ ہے کہ یہ چیز میں نے کس سے خریدی ہے؟ بکر ہی سے خریدی ہے، کس سے خریدی ہے؟ بکر ہی سے خریدی ہے۔ جب زید یہ کہہ رہا ہے کہ یہ چیز میں نے بکر سے خریدی ہے تو زید نے بکر کے لیے ملکیت کا اعتراف کر لیا یا نہیں کر لیا؟ جی؟ کر لیا ملکیت کا اعتراف، معلوم ہوا ملکیت کس کی تھی اس گاڑی میں؟ بکر کی ہے، معلوم ہوا صاحبِ قبضہ کا قبضہ مالک والا قبضہ نہیں اس کا خود زید نے بھی گویا اقرار کر لیا تو معلوم ہوا اس کے ساتھ خصومت ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعِي اور اگر مدعی نے کہا ابْتَعْتُهُ مِنْ فُلَانٍ کہ یہ چیز میں نے خریدی ہے فلاں سے وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ ذَلِكَ اور صاحبِ ید کہتا ہے کہ یہ چیز بطورِ امانت کے رکھوائی ہے میرے پاس فُلَانٌ ذَلِكَ اسی فلاں نے، میرے پاس اسی فلاں نے بطورِ امانت کے رکھوائی ہے سَقَطَتِ الْخُصُومَةُ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ تو خصومت ساقط ہو جائے گی بغیر بَیِّنَۃٌ کے کیونکہ پتہ لگ گیا کہ اس کا قبضہ مالک والا قبضہ نہیں زید نے خود بھی اقرار کر لیا کہ بکر کی ہے چیز۔

وَالْيَمِينُ بِاللَّهِ تَعَالَى دُونَ غَيْرِهِ۔ اچھا یہاں سے اب بتلائیں گے قسم کیسے دیں گے اور کن لفظوں کے ساتھ دی جائے گی بھئی۔ مدعی کے ذمے گواہ ہوتے ہیں اور مدعیٰ علیہ پر کیا آتی ہے؟ قسم آتی ہے، قسم کن لفظوں سے دی جائے گی؟ کہتے ہیں وَالْيَمِينُ بِاللَّهِ تَعَالَى دُونَ غَيْرِهِ اور قسم اللہ کے نام کے ساتھ ہو گی دُونَ غَيْرِهِ نہ کہ اس کے علاوہ، قسم صرف اللہ کی دیں گے اور کسی کی نہیں دیں گے۔ بھئی پچھلے مسئلے میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں کوئی بیت اللہ کی قسم اٹھاتا ہے، سمجھ میں آیا؟ مسجدِ نبوی کی قسم اٹھاتا ہے یا اس طرح اور چیزوں کی قسم اٹھاتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالْيَمِينُ بِاللَّهِ تَعَالَى دُونَ غَيْرِهِ اور قسم اللہ ہی کی ہو گی نہ کہ اس کے علاوہ کی وَيُؤَكَّدُ بِذِكْرِ أَوْصَافِهِ اور اس کو پختہ کیا جائے گا اللہ کے اوصاف کے ذکر کے ساتھ۔ بھئی قسم کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں سخت بنانا چاہتے ہیں بھئی، تو کہتے ہیں اللہ کی صفات ساتھ ذکر کی جا سکتی ہیں۔ ایک تو یہ قسم اٹھواتے ہیں بھئی: تم قسم اٹھاؤ اللہ کی کہ تم نے اس کا ایک لاکھ نہیں دینا، تو وہ کہتا ہے قاضی صاحب میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں میں نے اس شخص کا اس مدعی کا ایک لاکھ روپیہ ادا نہیں کرنا۔ ایک ہے قسم کو سخت کریں گے کیسے سخت کریں گے؟ ساتھ اللہ کے اوصاف بھی بیان کر دیے اب قسم سخت ہو گئی، اب یوں کہتا ہے قاضی صاحب میں قسم اٹھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی وہ ذات جو کہ مردوں کو زندہ کرنے والی ہے، زندوں کو موت دینے والی ہے، وہ ذات جو تمام مخلوقات کو رزق دینے والی ہے، وہ ذات جو تمام مخلوقات کی پیدا کرنے والی ہے، اس طرح صفات ذکر کر کے یہ بھی ساتھ ملا دیں اس سے قسم کیا ہو گئی مولانا؟ سخت ہو گئی، صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ سخت ہو گئی۔ یہ معنیٰ ہے وَيُؤَكَّدُ بِذِكْرِ أَوْصَافِهِ اور مؤکد کیا جا سکتا ہے پختہ کیا جا سکتا ہے اللہ کے اوصاف کے ذکر کے ساتھ۔ اچھا تو انہوں نے کہا بھئی وَيُؤَكَّدُ بِذِكْرِ أَوْصَافِهِ اور قسم کو پختہ کیا جا سکتا ہے اللہ کے اوصاف کے ذکر کے ساتھ، یاد رکھیے اوصاف ذکر کریں گے قسم سخت ہوتی چلی جائے گی بھئی۔ اب کب سخت کیا جائے اوصاف کے ذکر کے ساتھ اور کب سخت نہ کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی اگر تھوڑا مال ہے تو قسم کو سخت بنانے کی ضرورت نہیں اوصاف ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ویسے ہی قسم لے لی جائے اللہ کی، اور اگر زیادہ مال کا مسئلہ ہے تو پھر کیا کیا جائے؟ ساتھ اوصاف کو بھی ذکر کر کے قسم کو سخت بنا دیا جائے۔

وَلَا يُسْتَحْلَفُ بِالطَّلَاقِ وَلَا بِالْعَتَاقِ، عین پر فتحہ پڑھنا، اور قسم نہیں طلب کی جائے گی طلاق اور عتاق کی۔ بھئی اللہ کی قسم دی جائے گی طلاق اور عتاق کی قسم نہیں دی جائے گی۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے قاضی صاحب ایک لاکھ روپیہ دینا ہے میرا یہ ادا نہیں کر رہا، قاضی اس کو کہتا ہے تم گواہ پیش کرو اس نے کہا میرے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن آپ اس سے قسم لے لیجیے، قاضی اس مدعیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہوا کہ ہاں بھئی قسم اٹھاؤ تم نے اس کا ایک لاکھ روپیہ نہیں دینا، مدعی فوراً بولا قاضی صاحب اس کو اللہ کی قسم نہ دیجیے یہ تو قسمیں کھاتا ہی رہتا ہے اس کو پرواہی کوئی نہیں اس کو طلاق کی قسم دیجیے یعنی یہ قسم اٹھائے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو میری بیوی کو طلاق، یا اگر یہ معاملہ ایسا نہیں ہے تو میری بیوی کو طلاق ہے، یا اگر میں جھوٹ بولوں تو میرا

غلام آزاد ہے اس طرح کی قسم اس کو دی جائے۔ تو کیا قاضی اس قسم کی طلاق اور عتاق کی قسم دے سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس قسم کی قسم قاضی نہ دے بھئی درست نہیں ہے اس قسم کی قسم دینا بلکہ کون سی قسم دی جائے گی؟ اللہ کی قسم دی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ہاں اس قسم کی قسم بھی دی جاسکتی ہے بھئی جب قسم کھانے والا ایسا آدمی ہے جو پرواہی نہیں کرتا قسموں کی تو پھر اسے طلاق یا عتاق کی بھی قسم دی جاسکتی ہے، تو اب جب طلاق اور عتاق کی قسم دیں گے تو اب وہ یقیناً سچ بولے گا کیونکہ اسے پتہ ہے کہ میں نے جھوٹ بولا تو میری بیوی ہاتھ سے جاتی ہے یا میر اغلام میرے ہاتھ سے جاتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ بعض فقہائے کرام فرماتے ہیں یہ قسم دی جاسکتی ہے لیکن اگر اس سے انکار کر دے وہ شخص اس قسم کی قسم نہیں اٹھاتا تو پھر اس پر فیصلہ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا بھئی۔ ہاں اللہ کی قسم اس کو دی اور وہ قسم وہ نہیں اٹھاتا تو اس پر اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جاتا ہے آپ پڑھ چکے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُسْتَحْلَفُ بِالطَّلَاقِ وَلَا بِالْعَتَاقِ اور قسم نہیں لی جائے گی طلاق کی اور نہ عتاق کی۔

وَيُسْتَحْلَفُ الْيَهُودِيُّ۔ اچھا بھئی یہودی کے ساتھ ایک مسئلے میں جھگڑا ہے مال کے سلسلے میں اس پر قسم آرہی ہے تو اس سے کس قسم کی قسم لی جائے گی؟ وہ ذکر کرنے لگے ہیں، اسی طرح عیسائی سے کیسے لیں گے مجوسی سے کیسے لیں گے بھئی۔ کہتے ہیں وَيُسْتَحْلَفُ الْيَهُودِيُّ اور یہودی سے قسم طلب کی جائے گی ان لفظوں کے ساتھ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قسم ہے اس اللہ کی جس نے نازل کیا تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر۔ وَالنَّصْرَانِيُّ اور نصرانی سے قسم لی جائے گی بھئی ان لفظوں کے ساتھ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْإِنْجِيلَ عَلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قسم ہے اس اللہ کی جس نے انجیل کو نازل فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ وَالْمَجُوسِيُّ اور قسم طلب کی جائے گی مجوسی سے ان لفظوں میں بِاللَّهِ الَّذِي خَلَقَ النَّارَ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آگ کو پیدا فرمایا کیونکہ مجوسی کس کی عبادت کرتے ہیں؟ آگ کی، ہاں البتہ اللہ کو مانتے ہیں وہ بھی۔ وَلَا يُسْتَحْلَفُونَ فِي بُيُوتِ عِبَادَاتِهِمْ اور ان سے قسم نہیں لی جائے گی ان کے عبادت خانوں میں، بُيُوتُ عِبَادَاتٍ کیا ہیں ان کے؟ عبادت خانے۔ ان کے عبادت خانوں میں ان سے قسم نہیں لی جائے گی بھئی کیوں وہاں کیوں نہیں لی جائے گی؟ وجہ یہ کہ قسم لینی ہے قاضی کے سامنے اور قاضی کا ان جگہوں میں ان کے عبادت خانے میں جانا پسندیدہ نہیں ہے بھئی درست نہیں ہے قاضی کے لیے وہاں جانا بھئی، نیز کہتے ہیں وہ مجمع شیاطین ہے مولانا شیاطین کا گڑھ ہوتا ہے دیکھیے انسان کو کن کن کاموں پر لگا رکھا ہے شرک وغیرہ پر تو یہ شیاطین کا گڑھ ہوتا ہے اس لیے قاضی کے لیے وہاں جانا جائز نہیں بھئی۔ اس لیے کہا وَلَا يُسْتَحْلَفُونَ فِي بُيُوتِ عِبَادَاتِهِمْ اور ان سے قسم نہیں طلب کی جائے گی ان کے عبادت خانوں میں۔[۴]

وَلَا يَجِبُ تَغْلِيظُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُسْلِمِ بِزَمَانٍ وَلَا مَكَانٍ اور واجب نہیں ہے، تَغْلِيظُ الْيَمِينِ کا معنیٰ قسم کو سخت بنانا، عَلَى الْمُسْلِمِ مسلمان پر بِزَمَانٍ وَلَا مَكَانٍ کسی زمانے یا کسی مکان کے ساتھ۔ کسی زمانے اور کسی مکان کے ساتھ قسم کو سخت بنانا جائز نہیں ہے بھئی۔ بھئی دیکھیے ایک قسم ہے عام قسم اٹھواتا ہے قاضی عدالت کے اندر بھئی قاضی اپنی کچہری کے اندر کیا کر لیتا ہے؟ قسم اٹھوا لیتا ہے کہ قسم اٹھاؤ تم نے اس کا ایک لاکھ روپیہ نہیں دینا، وہ کہتا ہے نہیں قاضی صاحب یہاں قسم نہ لیں اس سے ذرا سخت قسم لیں مسجد میں اس کو بلوائیں اور منبر کے پاس کھڑا کر کے وہاں اس سے قسم لیں، تو دیکھو قسم کو سخت کیا گیا کس کے ذریعے؟ جگہ کے ذریعے کہ مسجد میں لے رہا ہے اور مسجد میں بھی منبر کے پاس بھئی، یا مکہ کا رہنے والا ہے قاضی صاحب یہاں اس سے قسم نہ لیں بیت اللہ کے پاس لے کر چلتے ہیں بھئی مسجد الحرام میں اس سے قسم لیتے ہیں یا بیت اللہ کے اندر لے جاتے ہیں وہاں اس سے قسم لیتے ہیں، تو مسلمان پر کسی جگہ کے ذریعے قسم کو سخت بنانا درست نہیں۔ اسی طرح کسی زمانے کے ذریعے بھی سخت بنانا جائز نہیں ہے مثلاً قاضی اسے قسم دینے لگتا ہے دوسرا کہتا ہے قاضی صاحب یہ تو ایسے قسم اٹھالے گا دو تین دن ٹھہر جائیں رمضان المبارک شروع ہونے والا ہے پھر اس رمضان میں جمعے کا دن ہو مبارک دن ہے پھر جمعے کے دن بھی عصر کا وقت ہو جو اور زیادہ مبارک ہے تو اس وقت اس سے قسم لیں، تو اب دیکھو قسم کو سخت کر رہا ہے دوسرے پر اور کس کے ذریعے کر رہا ہے؟ زمانے کے ذریعے، تو یہ درست نہیں ہے۔ یا اسی طرح کہتا ہے قاضی صاحب چند دن ٹھہر جائیں حج کا دن آنے والا ہے اسی یوم عرفہ کے دن اس سے کیا کریں؟ قسم لے لیں، تو یہ درست نہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجِبُ تَغْلِيظُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُسْلِمِ بِزَمَانٍ وَلَا مَكَانٍ اور واجب نہیں ہے قسم کو سخت بنانا مسلمان پر زمانے کے ذریعے اور مکان کے ذریعے۔

وَمَنِ ادَّعَى أَنَّهُ ابْتَاعَ مِنْ هَذَا عَبْدَهُ بِأَلْفٍ فَجَحَدَهُ۔ صورت یہ ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا مثلاً کہ قاضی صاحب یہ گاڑی میں نے

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُسْتَحْلَفُونَ فِي بُيُوتِ عِبَادَاتِهِمْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يحلفون في بيوت عباداتهم» منقول ہے۔

اس سے خریدی ہے، اس گاڑی کا مالک میں یہ گاڑی میں نے اس سے خریدی ہے، مدعیٰ علیہ انکار کرتا ہے نہیں قاضی صاحب میں نے اس کو بیچی ہی نہیں ہے، قاضی نے مدعی سے کہا گواہ لاؤ اس نے کہا قاضی صاحب گواہ تو کوئی نہیں میرے پاس، تو اب مدعیٰ علیہ پر کیا آجائے گی؟ مدعی طلب کر رہا ہے تو مدعیٰ علیہ پر قسم آجائے گی۔ اب مدعیٰ علیہ سے کیا قسم لی جائے؟ کہتے ہیں یہ قسم نہ لینا مدعیٰ علیہ سے کہ تم قسم اٹھاؤ واللہ تم نے یہ گاڑی اس مدعی کو نہیں بیچی، یہ قسم نہ دینا، بلکہ اسے یہ قسم دو کہ تم قسم اٹھاؤ کہ واللہ اس وقت تمہارے اور اس مدعی کے درمیان بیع قائم نہیں ہے اس بات پر قسم اٹھاؤ۔ تمہارے اور مدعی کے درمیان اس وقت بیع قائم نہیں ہے بھئی کیوں یہ قسم کیوں دے رہے ہیں؟ پہلی قسم کیوں نہیں دیتے کہ یہ چیز اس نے اس کو نہیں بیچی؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ بیع ایسی چیز ہے جو ختم بھی ہو جاتی ہے، ہو سکتا ہے اس نے یہ گاڑی اس کو بیچی تھی لیکن بعد میں اقالہ کر لیا انہوں نے آپس میں بیع کو فسخ کر دیا اس نے گاڑی واپس کر دی، اب آپ اس کو کہہ رہے ہیں کہ تم قسم اٹھاؤ تم نے گاڑی نہیں بیچی یہ قسم یہ اٹھا سکتا ہے؟ یہ تو لازمی یہ قسم نہیں اٹھائے گا کیونکہ اس نے تو گاڑی واقعی بیچی تھی۔ لیکن اگر یہ قسم اٹھواؤ گے تم قسم اٹھاؤ کہ تمہارے اور اس کے درمیان بیع قائم نہیں ہے تو یہ قسم اب اس میں اس کا نقصان نہیں ہے واقعی بیع تو ہوئی تھی لیکن اس وقت بیع قائم نہیں ہے یہ قسم اٹھالے گا کہ قاضی صاحب میرے اور اس کے درمیان بیع قائم نہیں۔ تو پہلے ایک ہے سبب ایک ہے حاصل: بھئی دیکھیے سبب کیا ہے؟ دو آدمی آپس میں ایجاب و قبول کرتے ہیں یہ ہے سبب بیع، بیع ہوئی، اور اس کا حاصل کیا ہو گا؟ دونوں میں بیع قائم ہو جائے گی، حاصل کیا ہو گا؟ دونوں میں بیع قائم ہو جائے گی۔ خلاصہ بتلانے لگا ہوں آگے کئی مسائل ہیں سب کا خلاصہ یہی قانون ہے بھئی۔ ایک ہے سبب ایک ہے حاصل: سبب کیا ہے؟ بیع کا کرنا ایجاب و قبول کا کرنا، اور جب سبب پایا جائے گا تو دونوں کے درمیان کیا آجائے گی؟ بیع قائم ہو جائے گی یہ ہے حاصل۔ اسی طرح ایک مرد ایک عورت آپس میں ایجاب و قبول کرتے ہیں تو نکاح ہو جائے گا یہ نکاح ہے، تو یہ نکاح ہے سبب اور حاصل کیا ہے؟ دونوں کے درمیان نکاح قائم ہو جائے گا، حاصل کیا ہے؟ دونوں کے درمیان نکاح قائم ہو جائے گا۔ تو یاد رکھیے بعض اوقات سبب پر قسم لی جاتی ہے بعض اوقات حاصل پر۔ جہاں پر مدعیٰ علیہ کو نقصان لازم آتا ہے سبب پر قسم کھلانے میں وہاں سبب پر قسم نہ کھلاؤ بلکہ کس پر قسم کھلاؤ؟ حاصل پر، کس پر؟ حاصل پر۔ اور جہاں نقصان نہیں مدعیٰ علیہ کا وہاں سبب پر بھی قسم کھلا سکتے ہو۔ یا یوں کہو دوسرے آسان لفظوں میں: سبب دو قسم پر ہیں کچھ وہ سبب ہیں جو مرتفع ہو سکتے ہیں ختم ہو سکتے ہیں آیا پھر ختم ہو گیا، کچھ سبب وہ ہیں جو ایک دفعہ آجائے پھر دوبارہ ختم نہیں ہو سکتے۔ کچھ سبب مثلاً وہ جو ختم ہو سکتے ہیں جیسے بیع و شراء ہے: آپ نے مجھ سے ایک چیز خریدی ہے بعد میں یہ بیع ختم ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی؟ کس طرح ہم دونوں آپس میں کیا کر لیتے ہیں؟ اقالہ کر لیتے ہیں۔ ایک مرد اور عورت کا آپس میں نکاح ہوا تو یہاں سبب کیا ہے؟ نکاح، اور یہ سبب ختم ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟ خاوند بیوی کو کیا دے دیتا ہے؟ طلاق دے دیتا ہے تو نکاح ختم ہوا یا نہیں ہوا بھئی؟ نکاح ختم، تو یہ ایسا سبب ہے جو ختم ہو سکتا ہے۔ تو جب اس قسم کا سبب ہو جو ختم ہو سکتا ہے وہاں حاصل پہ قسم دو، کس پر دو؟ حاصل پر۔ کیسے؟ سبب پہ نہ دو۔ ایک نے کہا ہے قاضی صاحب یہ گاڑی کا مالک میں کیونکہ یہ میں نے اس سے خریدی ہے تو دوسرے کو اب قسم دینے کی صورت پیش آگئی تو یہ قسم نہ دو کہ قسم کھاؤ تم نے یہ چیز اسے نہیں بیچی، یہ تو آپ سبب پہ قسم کھلوا رہے ہیں حالانکہ یہ سبب تو ختم بھی ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے بیچی ہو پھر کیا کر لیا ہو؟ اقالہ کر کے ختم کر لیا ہو، تو حاصل پہ قسم دو اور حاصل کیا ہے؟ قسم اٹھاؤ اس کے اور تمہارے درمیان بیع قائم نہیں ہے۔ اب بات مولانا واضح ہو جائے گی: اب بیع ہوئی تھی دونوں نے اقالہ کر لیا تھا اگر آپ اس سے یہ قسم اٹھواتے کہ قسم اٹھاؤ تم نے چیز نہیں بیچی وہ تو انکار کرتا وہ تو یہ قسم کبھی بھی نہ اٹھاتا اور آپ اس کے خلاف فیصلہ کر بیٹھتے حالانکہ آپ کا یہ فیصلہ تو درست نہ ہوتا اس بیچارے کا نقصان ہو گیا آپ نے غلط فیصلہ کیا بھئی آپ نے قسم ہی ایسی دے دی جو وہ اٹھا ہی نہیں سکتا، بیع تو ہوئی ہے البتہ اقالہ ہو گیا۔ تو ایسا سبب جو ختم بھی ہو سکتا ہو وہاں ہمیشہ کس چیز پر قسم دو؟ حاصل پر کہ قسم کھاؤ تمہارے اور مدعی کے درمیان بیع قائم نہیں ہے، اب مولانا وہ قسم اٹھالے گا کہ واقعی میرے اور اس کے درمیان بیع قائم نہیں ہے ہوئی تھی لیکن فسخ کر لی تھی، اب اس میں مدعیٰ علیہ کا نقصان نہیں۔ اور اگر ایسا سبب ہے جو مرتفع ہی نہیں ہو سکتا مثلاً آزادی: ایک دفعہ ایک غلام کو کوئی آزاد کر دے پھر اس آزادی کو منسوخ کر سکتا ہے؟ آزادی کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ بیع کر لی بیع کو فسخ کر سکتے ہیں، نکاح کر لیا نکاح کو طلاق کے ذریعے ختم کر سکتے ہیں، لیکن ایک دفعہ ایک غلام کو آزاد کر دیا اب کوئی صورت نہیں ہے اس آزادی کو آپ کیا کر دیں؟ فسخ کر دیں۔ تو یہ ایسا سبب ہے جو ختم نہیں ہو سکتا تو یہاں اب سبب پہ بھی قسم دے سکتے ہیں آپ۔ ایک غلام نے دعویٰ کیا قاضی صاحب اس مالک نے مجھے آزاد کر دیا ہے، آقا کہتا ہے کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا، قاضی نے غلام سے کہا بَیِّنَۃٌ پیش کرو دو گواہ پیش کرو اس نے کہا قاضی صاحب میرے پاس تو گواہ نہیں، اب قسم کس پر آگئی؟ مالک پر، اب مالک سے سبب پہ قسم لے سکتے ہو تم قسم اٹھاؤ تم نے اسے آزاد نہیں کیا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ عتق میں تو نسخ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم کہیں بھئی عتق قائم ہے یا عتق قائم نہیں، عتق ایک دفعہ جب آگیا تو قائم ہی قائم ہے وہ کبھی ختم ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا اب سبب پہ قسم دے دو کہ تم نے اسے آزاد نہیں کیا اس پہ قسم اٹھاؤ۔ ہاں جو چیزیں ختم ہو سکتی ہیں ان میں سبب پہ قسم نہیں دیں گے بلکہ کس پر قسم دیں گے؟ حاصل پر۔ ضابطہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا؟ جی دیکھیے اب کتاب پر: وَمَنِ

ادَّعَى اور جس نے یہ دعویٰ کیا أَنَّهُ ابْتَاعَ مِنْ هَذَا کہ اس نے خریدا ہے اس آدمی سے کیا خریدا ہے؟ عَبْدَهُ اس کے غلام کو بِأَلْفٍ کتنے کے بدلے میں؟ ایک ہزار کے بدلے میں فَجَحَدَهُ مدعیٰ علیہ اس کا انکار کرتا ہے اسْتُحْلِفَ تو اس سے قسم طلب کی جائے گی ان لفظوں کے ساتھ بِاللَّهِ مَا بَيْنَكُمَا بَيْعٌ قَائِمٌ فِيهِ کہ تم قسم اٹھاؤ کہ نہیں ہے تم دونوں کے درمیان بیع قائم فِيهِ اس غلام کے اندر، اس غلام کے اندر تم دونوں کے درمیان بیع قائم نہیں ہے تم اس بات پر کیا کرو؟ قسم اٹھاؤ کہ قسم اٹھا کر یہ کہو کہ واللہ میرے اور اس شخص کے درمیان اس غلام کے بارے میں بیع قائم نہیں ہے وَلَا يُسْتَحْلَفُ اور یہ قسم نہیں طلب کی جائے گی بِاللَّهِ مَا بِعْتُ کہ تم قسم اٹھاؤ کہ بِاللَّهِ میں نے یہ چیز نہیں بیچی، یہ قسم اس سے نہیں لی جائے گی۔

وَيُسْتَحْلَفُ فِي الْغَصْبِ اور غصب کے اندر قسم طلب کی جائے گی یہ قسم: بھئی ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ قاضی صاحب اس نے کیا کیا ہے؟ میری یہ چیز غصب کی ہے یہ مجھے دلا دی جائے، قاضی نے کہا بَيِّنَةٌ پیش کرو اس نے کہا بَيِّنَةٌ تو نہیں ہے میرے پاس اس سے آپ قسم اٹھوا لیجیے، اب کیا قسم اٹھوائیں؟ آپ بتایئے غصب ختم ہو سکتا ہے یا ختم نہیں ہو سکتا؟ جی؟ غصب ختم ہو سکتا ہے، کیسے؟ ایک آدمی نے دوسرے کی چیز غصب کی تھی بعد میں اسی کو کہتا ہے چلو بھئی وہ چیز اگر مجھے بیچنا چاہتے ہو اتنے پیسوں میں بیچ دو، مالک کہتا ہے ٹھیک ہے خرید لو پیسے لے لیے، بیع ہو گئی یا نہیں ہو گئی؟ غصب ختم ہوا یا نہیں ہوا؟ ہو گیا، تو یہ ایسا سبب ہے جو ختم ہو سکتا ہے تو لہٰذا اب یہاں سبب پر قسم نہ دینا یہ قسم نہ دینا کہ تم قسم اٹھاؤ تم نے اس سے چیز غصب نہیں کی یہ قسم تو وہ نہیں اٹھا سکتا اس نے تو واقعی چیز کیا کی تھی؟ غصب کی تھی۔ پھر کیا قسم اٹھوائیں؟ حاصل پر، حاصل کیا ہے؟ کہ چیز غصب کی ہے تو اب اس کو لوٹانا ضروری ہوتا ہے یا اس کی قیمت کا واپس دینا ضروری ہوتا ہے اگر وہ چیز ہلاک ہو چکی ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ قسم اٹھواؤ کہ تم قسم اٹھاؤ کہ تم پر یہ چیز واپس لوٹانا واجب نہیں ہے، اب وہ قسم اٹھالے گا کہ قاضی صاحب واللہ اس چیز کا واپس لوٹانا مجھ پر واجب نہیں، کیوں نہیں واجب؟ کیونکہ وہ اس سے خرید چکا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو حاصل پر قسم دو۔ تو وَيُسْتَحْلَفُ فِي الْغَصْبِ اور قسم طلب کی جائے گی غصب کے اندر بِاللَّهِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْكَ رَدَّ هَذِهِ الْعَيْنِ وَلَا رَدَّ قِيمَتِهَا کہ قسم اٹھاؤ کہ یہ شخص مستحق نہیں ہے تم پر اس چیز کو واپس کرنے کا اور نہ اس کی قیمت کے واپس کرنے کا وَلَا يُسْتَحْلَفُ اور یہ قسم طلب نہیں کی جائے گی کہ بِاللَّهِ مَا غَصَبْتُ کہ تم قسم اٹھاؤ کہ واللہ میں نے غصب نہیں کیا کیونکہ غصب تو اس نے کیا ہے لیکن پھر بعد میں خرید لیا تھا۔

وَفِي النِّكَاحِ اور نکاح کے اندر مولانا بِاللَّهِ مَا بَيْنَكُمَا نِكَاحٌ قَائِمٌ فِي الْحَالِ۔ عورت نے دعویٰ کر دیا اس شخص کا کیا ہے میرے ساتھ نکاح ہوا ہے، قاضی نے کہا گواہ پیش کرو عورت نے کہا میرے پاس بَيِّنَةٌ نہیں، تو دوسرے شخص پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قسم نہیں آپ جانتے ہیں لیکن صاحبین کیا فرماتے ہیں اس پر قسم ہے، تو اب قسم اس سے کیسے لی جائے گی صاحبین کے قول کے مطابق؟ کہتے ہیں یہ قسم نہ لینا اس سے کہ تم قسم اٹھاؤ تمہارا اور اس کا نکاح نہیں ہوا کیونکہ ہو سکتا ہے نکاح ہوا ہو اور اس نے بعد میں اس کو طلاق دے دی ہو تو یہ تو سبب پر آپ قسم اٹھوا رہے ہیں، بلکہ حاصل پر بھئی جب نکاح ہوا ہے تو دونوں میں کیا ہونا چاہیے؟ نکاح قائم ہونا چاہیے، تو یہ قسم اٹھواؤ اس سے کہ تم قسم اٹھاؤ تیرے اور اس کے درمیان فی الحال نکاح قائم نہیں ہے۔ وَفِي النِّكَاحِ اور نکاح کے اندر یوں قسم طلب کی جائے گی بِاللَّهِ مَا بَيْنَكُمَا نِكَاحٌ قَائِمٌ فِي الْحَالِ کہ بِاللَّهِ نہیں ہے تم دونوں کے درمیان نکاح قائم فی الحال۔

وَفِي دَعْوَى الطَّلَاقِ اور طلاق کے دعویٰ میں یہ قسم اٹھوائیں بھئی بِاللَّهِ مَا هِيَ بَائِنٌ مِنْكَ السَّاعَةَ بِمَا ذَكَرَتْ کہ قسم اٹھاؤ کہ واللہ نہیں ہے یہ عورت جدا تم سے السَّاعَةَ اس وقت بِمَا ذَكَرَتْ اس سبب کی وجہ سے جو اس عورت نے ذکر کیا۔ عورت نے دعویٰ کیا کہ میں اس خاوند سے جدا ہوں کیونکہ یہ مجھے طلاق دے چکا ہے، خاوند انکار کرتا ہے کہ نہیں یہ مجھ سے جدا نہیں ہے، تو اب یہ قسم نہ دی جائے کہ تم قسم اٹھاؤ کہ تم نے اسے طلاق نہیں دی کیونکہ یہ تو سبب پر قسم کھلوا رہے ہیں ہو سکتا ہے اس نے طلاق دی ہو بعد میں کیا کر لیا ہو؟ رجوع کر لیا ہو۔ تو حاصل پر قسم اٹھواؤ جب طلاق دے گا تو پھر بیوی اس سے کیا ہو جائے گی عدت کے بعد؟ جی جدا ہو جائے گی، تو اب حاصل پر کہ تم قسم اٹھاؤ یہ عورت تم سے جدا نہیں ہے۔ تو طلاق کے دعویٰ کے اندر یہ قسم لی جائے گی اس سے بِاللَّهِ مَا هِيَ بَائِنٌ مِنْكَ السَّاعَةَ بِمَا ذَكَرَتْ کہ خدا کی قسم یہ عورت تجھ سے جدا نہیں ہے اس وقت اس سبب کی وجہ سے جو اس نے ذکر کیا اس پر قسم اٹھاؤ وَلَا يُسْتَحْلَفُ اور یہ قسم نہیں طلب کی جائے گی بِاللَّهِ مَا طَلَّقَهَا کہ خدا کی قسم اس نے اس عورت کو طلاق نہیں دی یہ قسم نہیں اٹھوائیں گے بھئی۔ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۳: کتاب الدعویٰ (۴): دو مدعیوں کا ایک شے یا نصف وکل کا دعویٰ، نتاج (بچے) کا دعویٰ اور نسب کا دعویٰ

مختصر القدوری صفحہ: ۲۰۸—بتاریخ: ۲۵ مئی ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ فِي يَدِ رَجُلٍ ادَّعَاهَا اثْنَانِ أَحَدُهُمَا جَمِيعَهَا وَالْآخَرُ نِصْفَهَا وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَلِصَاحِبِ الْجَمِيعِ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهَا وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ رُبْعُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَقَالَا هِيَ بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا. وَلَوْ كَانَتِ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا سُلِّمَتْ لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ نِصْفُهَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ وَنِصْفُهَا لَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ.[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ فِي يَدِ رَجُلٍ۔ صورتِ مسئلہ یہ کہ ایک شخص کے پاس ایک مکان ہے، دو خارج نے دعویٰ کر دیا اس مکان کا۔ ایک خارج کہتا ہے یہ سارا مکان میرا ہے، دوسرا خارج کہتا ہے یہ نصف مکان میرا ہے۔ اب دعویٰ برابر کا نہیں بھئی: چیز کسی اور کے قبضے میں ہے اور دو خارج نے دعویٰ کیا یعنی ان میں سے کسی کا قبضہ نہیں، ان میں سے ایک کیا کہتا ہے یہ سارا مکان میرا ہے اور دوسرا کیا کہتا ہے نصف مکان میرا ہے بھئی۔ تو دو خارج نے دعویٰ کیا ایک مکان کے بارے میں جو کسی تیسرے شخص کے قبضے میں ہے ایک کہتا ہے یہ سارا مکان میرا دوسرا کہتا ہے اس آدھے مکان کا مالک میں ہوں بھئی اور دونوں نے بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی، اب کیسے فیصلہ کیا جائے گا؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکان کے چار حصے کریں گے: تین حصے اس آدمی کو دے دیں گے جس نے کل مکان کا دعویٰ کیا، اور ایک حصہ اس شخص کو دے دیں گے جس نے نصف مکان کا دعویٰ کیا۔ جب کہ صاحبین فرماتے ہیں مکان کے تین حصے کریں گے: جس کا دعویٰ کل مکان کا ہے اس کو دو حصے دے دیں گے اور جس کا دعویٰ نصف مکان کا تھا اس کو ایک حصہ دے دیں گے یعنی تیسرا حصہ دے دیں گے بھئی۔ امام صاحب کے نزدیک کیا کیا جائے گا؟ کل کے دعوے دار کو تین چوتھائی دیں گے اور نصف کے دعوے دار کو ایک چوتھائی، جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کل کے دعوے دار کو دو تہائی دیں گے اور نصف کے دعوے دار کو ایک تہائی حصہ دیں گے۔ یہ کیا وجہ ہے کیوں اس طرح تقسیم ہو گی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھو ایک نے دعویٰ کیا ہے کل کا دوسرے نے دعویٰ کیا ہے نصف کا، تو معلوم ہوا نصف تو اس کو دے دیا جائے گا جس نے کل کا دعویٰ کیا ہے اس کو نصف دے دیا جائے گا کیونکہ نصف کے اندر تو جھگڑا ہی نہیں اس کے ساتھ کوئی اور دعوے میں شریک ہی نہیں۔ اس نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی ہے کہ یہ پورا مکان میرا ہے دوسرے نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی کہ آدھا مکان میرا ہے، تو معلوم ہوا یہ جو ایک ہے اس کو نصف مکان دلایا جائے گا کیونکہ نصف مکان میں گویا صرف اس کا دعویٰ ہے دوسرے کا دعویٰ ہی نہیں، دوسرے کا تو صرف ایک نصف میں ہے۔ بھئی دیکھو نا مکان کے دو حصے کرو نصف ایک طرف نصف ایک طرف چلو، اب ایک

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَوْ كَانَتِ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا سُلِّمَتْ لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ نِصْفُهَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ وَنِصْفُهَا لَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولو كانت في أيديهما سلمت لصاحب الجميع: نصفها على وجه القضاء ونصفها لا على وجه القضاء» منقول ہے۔

کہتا ہے یہ دونوں نصف میرے ہیں کل کا دعوے دار گویا کیا کہہ رہا ہے؟ دونوں نصف میرے، اور نصف والا کہہ رہا ہے ان میں سے ایک نصف میرا، اور دونوں نے بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی ہے۔ تو معلوم ہوا ایک نصف کے اندر کل والا بھی دعوے دار ہے نصف والا بھی دعوے دار ہے اور دوسرے نصف کے اندر کل والا تو دعوے دار ہے نصف والا دعوے دار نہیں، تو وہ والا نصف اس کل والے کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہاں پر اس کے دعوے کے ساتھ کسی اور کا دعویٰ نہیں ہے، تو نصف اس کو مل گیا۔ باقی دوسرے نصف کے اندر اس کا بھی دعویٰ ہے اور مدعیِ نصف کا بھی دعویٰ ہے اور دونوں بَيِّنَةٌ بھی قائم کر رہے ہیں اور ترجیح کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے تو اس نصف کو تقسیم کر کے آدھا ایک کو دے دیں گے آدھا ایک کو، اور نصف کا نصف کتنا ہوتا ہے؟ چوتھا حصہ، کتنا حصہ؟ چوتھا حصہ۔ تو کل کے مدعی کو نصف پہلے ہی مل چکا ہے چوتھا حصہ اور بھی مل گیا، اور نصف کے مدعی کو صرف کتنا مل گیا؟ ایک چوتھائی مل گیا۔ تو گویا کل کے مدعی کو تین چوتھائی ملے گا اور نصف کے مدعی کو ایک چوتھائی، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ تو تھی امام صاحب کے قول کی وجہ۔ صاحبین فرماتے ہیں مکان کے تین حصے کریں گے کل کے مدعی کو دو تہائی دے دیں گے اور نصف کے مدعی کو ایک تہائی۔ ان کی کیا وجہ ہے بھئی اس طرح کیوں کریں گے؟ صاحبین فرماتے ہیں دیکھیے ایک نے دعویٰ کیا ہے نصف کا اور دوسرے کا دعویٰ کیا ہے کل کا یعنی دو نصف کا، یعنی پہلے سے دگنے حصے کا دعویٰ ہے، تو اب یوں کریں گے مکان کو اس طرح تقسیم کریں گے کہ کل کے مدعی کو دوسرے سے دگنا حصہ ملے کیونکہ اس کا دعویٰ بھی اس سے دگنے کا ہے، تو لہٰذا اب مکان کے تین حصے کر دو ایک حصہ نصف والے کو دے دیں گے دو حصے کل کے مدعی کو دے دیں گے تو دیکھو اس کا حصہ دوسرے سے کتنا ہوا؟ دگنا ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کہتے ہیں وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ فِي يَدِ رَجُلٍ اور اگر گھر جو تھا کسی ایک شخص کے قبضے میں تھا ادَّعَاهَا اثْنَانِ دعویٰ کر دیا اس کا دو آدمیوں نے أَحَدُهُمَا جَمِيعَهَا وَالْآخَرُ نِصْفَهَا ایک نے اس پورے گھر کا اور دوسرے نے اس نصف گھر کا دعویٰ کیا وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ اور دونوں نے بَيِّنَةٌ قائم کی فَلِصَاحِبِ الْجَمِيعِ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهَا تو سارے گھر کے مدعی کے لیے ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهَا تین چوتھائی حصہ ہے اس گھر کا بھئی وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ رُبْعُهَا اور صاحبِ نصف کے لیے یعنی نصف کے مدعی کے لیے رُبْعُهَا اس گھر کا چوتھا حصہ ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا صاحبین فرماتے ہیں هِيَ بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا یہ مکان ان دونوں کے درمیان تین حصے ہو گا: صاحبِ نصف کو ایک تہائی دیں گے اور صاحبِ کل کو دو حصے دیں گے۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا؟

وَلَوْ كَانَتِ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا۔ صورت اب دوسری ہے: اب دونوں قابض ہیں پہلے دونوں خارج تھے۔ اب ایک مکان ہے اس میں زید بھی رہ رہا ہے عمرو بھی رہ رہا ہے زید نے دعویٰ کر دیا یہ سارا مکان میرا عمرو کہہ رہا ہے آدھا مکان میرا، اب کیا کیا جائے گا بھئی؟ پہلے دونوں خارج تھے اب دونوں قابض ہیں اب کیا کیا جائے گا؟ تو یاد رکھیے اب کہتے ہیں سارا کا سارا مکان صاحبِ کل کو دے دیا جائے گا جس کا دعویٰ کل مکان کا ہے وہ سارا مکان اسے دے دیا جائے گا اور دوسرے کو جس کا نصف کا دعویٰ تھا اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ بھئی کیوں اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ بھئی دیکھو دونوں کا مکان پر دعویٰ ہے ایک کہتا ہے کل مکان میرا اور ایک کہتا ہے نصف مکان میرا اور دونوں کا قبضہ بھی ہے، جب دونوں کا قبضہ ہے تو یوں سمجھیں نصف مکان پر ایک کا قبضہ نصف مکان پر دوسرے کا قبضہ۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ دیکھو یہ مکان کے دو حصے ہیں ایک حصے پر ایک کا قبضہ ہے گویا اور دوسرے پر دوسرے کا، بھئی جب دونوں کا قبضہ ہے تو معلوم ہوا کتنے کتنے پر قبضہ ہو گا دونوں کا؟ نصف نصف پر، تو ایک نصف پر ایک کا قبضہ ایک نصف پر دوسرے کا قبضہ۔ اب ایک نصف کا قابض وہ کہتا ہے سارا مکان میرا دوسرا کیا کہتا ہے نصف مکان میرا۔ اب جس نے کہا نصف مکان میرا معلوم ہوا یہ اسی حصے کا دعویٰ کر رہا ہے جس پر اس کا قبضہ ہے، اس کا کتنے پر قبضہ؟ نصف پر اور اس کا دعویٰ بھی کس کا؟ نصف کا، معلوم ہوا یہ کہہ رہا ہے یہ جو نصف حصہ جس پر میرا قبضہ ہے یہ میرا ہے، اور دوسرا کیا کہہ رہا ہے کہ سارا مکان میرا معلوم ہوا جس پر میرا قبضہ ہے وہ بھی میرا نصف اور جس نصف پر دوسرے کا قبضہ ہے وہ بھی میرا۔ تو جو کل کا مدعی ہے اس کو ایک نصف جو اس کے قبضے میں ہے وہ تو ویسے ہی اس کے پاس چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ اس کا کوئی مدعی ہی نہیں ہے۔ تو جہ ہے ادھر مشکل مسئلہ ہے بھئی: دونوں کا کتنے کتنے حصے پر قبضہ ہے؟ نصف نصف پر، اب ان دونوں میں سے ایک کیا کہتا ہے مثلاً زید کہتا ہے سارا مکان میرا یعنی یہ جو نصف میرے پاس ہے یہ بھی میرا اور جو عمرو کے پاس نصف ہے وہ بھی میرا، اور عمرو کہتا ہے کہ صرف نصف حصہ میرا یعنی جس پر میرا قبضہ ہے وہ میرا۔ معلوم ہوا عمرو کا دعویٰ صرف اس حصے میں ہے جو اس کے قبضے میں ہے جو زید کے قبضے میں نصف ہے اس کے بارے میں اس کا دعویٰ ہی نہیں، جب اس کے بارے میں دعویٰ ہی نہیں ہے تو وہ زید کے پاس رہے گا اس کے بارے میں تو کسی اور کا دعویٰ ہی نہیں ہے وہ زید کے پاس رہے گا بغیر قاضی کے فیصلے کے کیونکہ جب دعویٰ ہی نہیں تو قاضی کے فیصلے کی کیا ضرورت ہے وہ اسی کے پاس نصف رہا۔ دوسرا نصف جو عمرو کے پاس ہے عمرو کہتا ہے یہ میرا اور زید کہتا ہے یہ میرا اس میں آگئے دو مدعی آگئے۔ اور آپ نے پڑھا ہے دعویٰ کے اندر دونوں نے کوئی سبب ذکر کیا؟ ملکِ مطلق کا دعویٰ کیا ہے دونوں نے، کس چیز کا؟ ملکِ مطلق کا ایک کہتا ہے اس کا مالک میں اور دوسرا کہتا ہے مالک میں ہوں۔ تو عمرو ہوا اس میں صاحبِ قبضہ اور زید اس حصے سے ہوا خارج، تو گویا ایک حصے کے اندر دو مدعی ہیں ایک صاحبِ قبضہ ہے ایک خارج ہے اور آپ نے پڑھا ہے کہ ملکِ مطلق کے

اندر خارج کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے، کس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے؟ خارج، اور خارج کون تھا؟ زید تھا، تو زید کو یہ حصہ بھی اس کی بَيِّنَةٌ کی وجہ سے دے دیا جائے گا۔ تو نصف مکان ملا اس کو بغیر قضائے قاضی کے اور نصف مکان مل جائے گا قضائے قاضی سے قاضی کے فیصلے سے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اچھی طرح مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ تو کہتے ہیں وَلَوْ كَانَتِ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا اور اگر مکان ان دونوں کے قبضے میں تھا سُلِّمَتْ لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ نِصْفُهَا تو وہ گھر سپرد کر دیا جائے گا صاحبِ جمیع کو یعنی کل کے مدعی کو نِصْفُهَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ نصف اس کا جو ہے کس طریقے پر؟ قضاء کے طریقے پر وَنِصْفُهَا لَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ اور نصف لَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ کے طریقے پر قاضی کے فیصلے کے بغیر ہی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَإِذَا تَنَازَعَا فِي دَابَّةٍ وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً أَنَّهَا نُتِجَتْ عِنْدَهُ، ہے آگے بھئی آپ کی کتابوں میں نُتِجَتْ عِنْدَهُ؟ یہ ہونا چاہیے عِنْدَهُ کا لفظ ہونا چاہیے بھئی۔ صورتِ مسئلہ یہ بھئی ایک گائے ہے مثلاً بکر کے قبضہ میں ہے، زید نے دعویٰ کر دیا یہ گائے میری ہے کیونکہ یہ گائے میرے پاس پیدا ہوئی تھی اور اس پر اس نے بَيِّنَةٌ بھی پیش کر دی جنہوں نے اس کی تاریخِ پیدائش بھی ذکر کر دی کہ فلاں وقت میں یہ گائے پیدا ہوئی تھی، اور عمرو بھی خارج ہے اس نے دعویٰ کر دیا یہ گائے میری ہے اور اس نے بھی بَيِّنَةٌ پیش کر دی اس بات پر کہ یہ گائے میرے پاس پیدا ہوئی تھی اور فلاں وقت میں پیدا ہوئی تھی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ مدعی کون ہیں؟ دونوں خارج ہیں اور بَيِّنَةٌ کس چیز پر پیش کر رہے ہیں؟ کہ یہ چیز ان کے پاس پیدا ہوئی تھی، یہ تو گائے جانور کی مثال ہے اگر کوئی اور چیز ہے تو اس کے بنانے کی بات کریں گے کہ یہ چیز میں نے بنائی تھی یا ہمارے پاس بنی تھی۔ تو دونوں میں سے ہر ایک نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی اس بات پر کہ یہ جانور ان کے پاس پیدا ہوا تھا اور دونوں کے گواہوں نے ساتھ تاریخ بھی ذکر کر دی، کہتے ہیں اب جانور کی عمر کو دیکھا جائے گا: جانور کی عمر ان دو تاریخوں میں سے جس تاریخ کے موافق ہو گی اس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے، اس کی بَيِّنَةٌ کیا ہے؟ اولیٰ ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے کیونکہ ظاہر یہی بتلا رہا ہے کہ ظاہر اس کے موافق ہے، جو تاریخ اس کے گواہوں نے ذکر کی ہے گائے کی عمر بھی اتنی ہی بنتی ہے اور جو تاریخ دوسرے کے گواہوں نے ذکر کی ہے گائے کی عمر اتنی بنتی ہی نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَنَازَعَا فِي دَابَّةٍ اگر جھگڑا کیا ایک جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً اور قائم کیا دونوں میں سے ہر ایک نے بَيِّنَةٌ کہ أَنَّهَا نُتِجَتْ عِنْدَهُ، یہاں عِنْدَهُ کا لفظ ہونا چاہیے بھئی، اور بَيِّنَةٌ قائم کی أَنَّهَا نُتِجَتْ عِنْدَهُ کہ اس کو جنم دیا گیا ہے ان کے پاس وَذَكَرَا تَارِيخًا اور دونوں کے گواہوں نے بھئی تاریخ بھی ذکر کی وَسِنُّ الدَّابَّةِ تُوَافِقُ إِحْدَى التَّارِيخَيْنِ اور جانور کی عمر جو ہے وہ موافق ہے دو تاریخوں میں سے کسی ایک کے فَهُوَ أَوْلَى تو یہ اولیٰ ہے بھئی جس کی بَيِّنَةٌ کے ساتھ جانور کی عمر موافق ہے اس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے بھئی۔ وَإِنْ أُشْكِلَ ذَلِكَ كَانَتْ بَيْنَهُمَا اور اگر مشکل ہو جائے بھئی فیصلہ کرنا کہ جانور کی عمر کس کے موافق ہے بھئی، دونوں قریب قریب کی عمر ذکر کر رہے ہیں اب پتہ نہیں چل سکتا، سمجھ میں آیا؟ دو چار ماہ کا فرق ہے یا تین ماہ کا فرق ہے اب تو پتہ ہی نہیں چلے گا گائے کے اندر تین ماہ کے فرق کا، تو اس صورت میں کہتے ہیں دونوں کی بَيِّنَةٌ برابر ہیں لہٰذا اس جانور کے نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا دونوں کے لیے کیونکہ ترجیح کی کوئی وجہ نہیں، تو یوں کہیں گے نصف گائے کا مالک ایک مدعی نصف گائے کا مالک دوسرا مدعی ہے اس پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ أُشْكِلَ ذَلِكَ اور اگر یہ مشکل ہو جائے كَانَتْ بَيْنَهُمَا تو وہ دابہ ان دونوں کے درمیان ہو گا یعنی تقسیم کر دیا جائے گا۔

وَإِذَا تَنَازَعَا عَلَى دَابَّةٍ أَحَدُهُمَا رَاكِبُهَا وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِلِجَامِهَا فَالرَّاكِبُ أَوْلَى۔ اب کچھ وہ مسائل صاحبِ قدوری ذکر کر رہے ہیں جس میں دو آدمی مدعی ہیں ایک چیز کے قبضے کی وجہ سے، ایک کہتا ہے میرا قبضہ دوسرا کہتا ہے میرا قبضہ اور بَيِّنَةٌ دونوں میں سے کسی کے پاس بھی نہیں۔ دو آدمی کیا ہیں ایک چیز کے مدعی ہیں ایک کہتا ہے اس پر میرا قبضہ ہے دوسرا کہتا ہے اس پر میرا قبضہ ہے تو قبضے کی وجہ سے دونوں دعویٰ کر رہے ہیں اور بَيِّنَةٌ دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی نہیں، بَيِّنَةٌ ہو پھر تو بات ہی ختم بھئی بَيِّنَةٌ جس کے پاس ہو گی اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا بھئی ایک سواری کے جانور کے بارے میں: ایک اس پر سوار ہے ایک نے اس کی لگام پکڑی ہوئی ہے، سمجھ میں آیا؟ ایک اس پر سوار ہے وہ کہتا ہے یہ گھوڑا مثلاً میرا ہے کیونکہ میں اس پر قابض ہوں سوار ہوں، دوسرے نے لگام پکڑی ہوئی ہے وہ کہتا ہے یہ گھوڑا میرا ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے میں نے اس کی لگام پکڑی ہوئی ہے، اب کس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؟ کہتے ہیں تصرف کس کا زیادہ ہے اس وقت بھئی؟ جو سوار ہے لہٰذا اس کے حق میں کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ اس کا تصرف زیادہ ہے ظاہر ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اور لیکن پھر اس مسئلے میں یاد رکھیے قاضی نے تو سوار کے بارے میں مثلاً فیصلہ کر دیا تو فریقِ مخالف اگر طلب کرے تو دوسرے سے پھر قسم لی جا سکتی ہے: سوار کے حق میں فیصلہ کیا ہے وہ لگام والا کہتا ہے قاضی صاحب اس سے قسم اٹھوالیں، تو اب جس کے بارے میں فیصلہ کیا ہے اس سے کیا کیا جائے گا؟ قسم اٹھوالی جائے گی، اگر وہ اٹھالیتا ہے قسم تو ٹھیک اگر قسم نہ اٹھائے تو دوسرے کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ سب میں اسی طرح ہے جس کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے فریقِ مخالف کیا کر سکتا ہے اس سے

قسم کو طلب کر سکتا ہے، تو وہ اگر قسم کھالے گا تو فیصلہ ٹھیک ہے اسی کو وہ چیز دے دی جائے گی اور اگر وہ قسم سے انکار کرتا ہے تو اس سے چیز لے کر دوسرے کو دلادی جائے گی۔ کہتے ہیں وَإِذَا تَنَازَعَا عَلَى دَابَّةٍ جب دو آدمیوں نے جھگڑا کیا کسی جانور پر أَحَدُهُمَا رَاكِبُهَا ان دونوں میں سے ایک اس پر سوار ہے وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِلِجَامِهَا اور دوسرا متعلق ہے اس کی لگام کے ساتھ یعنی اس نے اس کی لگام پکڑی ہوئی ہے فَالرَّاكِبُ أَوْلَى تو سوار اولیٰ ہے اس کو چیز دلادی جائے گی۔[۲]

وَكَذَلِكَ إِذَا تَنَازَعَا بَعِيرًا وَعَلَيْهِ حِمْلٌ لِأَحَدِهِمَا فَصَاحِبُ الْحِمْلِ أَوْلَى۔ دو آدمیوں نے ایک اونٹ کے بارے میں جھگڑا کیا بھئی اور اس اونٹ پر ان دونوں میں سے ایک کا سامان لدا ہوا ہے، ایک کہتا ہے یہ اونٹ میرا کیونکہ میں اس پر قابض دوسرا کہتا ہے یہ اونٹ میرا کیونکہ میں اس پر قابض ہوں البتہ ان میں سے ایک کا سامان بھی اونٹ پر لدا ہوا ہے، کہتے ہیں بھئی جس کا سامان لدا ہوا ہے اس کا تصرف ظاہر ہے لہٰذا یہ اونٹ اس کو دے دیا جائے گا اور دوسرا چاہے تو اس سے کیا لے سکتا ہے؟ قسم لے سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَكَذَلِكَ اور اسی طرح إِذَا تَنَازَعَا بَعِيرًا جب دو آدمیوں نے جھگڑا کیا ایک اونٹ کے بارے میں وَعَلَيْهِ حِمْلٌ لِأَحَدِهِمَا، حَمْلٌ اور حِمْلٌ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں بوجھ کو کہتے ہیں، وَعَلَيْهِ حِمْلٌ لِأَحَدِهِمَا اور اس پر بوجھ ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کا فَصَاحِبُ الْحِمْلِ أَوْلَى تو بوجھ والا جو ہے وہ اولیٰ ہے۔[۳]

وَكَذَلِكَ إِذَا تَنَازَعَا قَمِيصًا أَحَدُهُمَا لَابِسُهُ وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِكُمِّهِ فَاللَّابِسُ أَوْلَى۔ اسی طرح دو آدمیوں نے ایک قمیص کے بارے میں جھگڑا کیا: ایک نے قمیص پہنی ہوئی ہے دوسرے نے اس کی آستین پکڑی ہوئی ہے بھئی۔ قدیم زمانے میں بھئی یہ آستینیں بڑی بڑی ہوتی تھیں جیب وغیرہ یہ آستین میں ہی ہوتی تھی کوئی چیزیں رکھنی ہوتیں آستین میں ہی رکھا کرتے تھے بھئی، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو بڑی بڑی آستینیں ہوتی تھیں بھئی۔ تو ایک شخص نے قمیص پہنی ہوئی ہے دوسرے نے آستین پکڑی ہوئی ہے ایک کہتا ہے یہ قمیص میری کیونکہ میرے قبضے میں ہے دوسرا کہتا ہے یہ قمیص میری کیونکہ میرے قبضے میں ہے آستین پکڑی ہوئی ہے بھئی، کہتے ہیں بھئی پہننے والے کا تصرف زیادہ ہے ظاہر ہے لہٰذا اس کو یہ قمیص دے دی جائے گی لیکن اگر دوسرا چاہے تو اس سے قسم لے سکتا ہے۔ وَكَذَلِكَ إِذَا تَنَازَعَا قَمِيصًا اسی طرح اگر دو آدمیوں نے جھگڑا کیا قمیص کے بارے میں أَحَدُهُمَا لَابِسُهُ ان میں سے ایک اس کو پہننے والا ہے وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِكُمِّهِ اور دوسرا جو ہے متعلق ہے اس قمیص کی آستین کے ساتھ، كُمٌّ آستین کو کہتے ہیں بھئی میم مشدد ہے، فَاللَّابِسُ أَوْلَى تو قمیص پہننے والا اولیٰ ہے۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الْبَيْعِ۔ اب مولانا بیع اور شراء میں ثمن کی مقدار میں کبھی اختلاف واقع ہو جائے تو کیا کیا جائے گا؟ مثلاً بائع کہتا ہے یہ چیز میں نے دو سو روپے میں بیچی ہے مشتری کہتا ہے نہیں اس نے یہ چیز مجھے سو روپے میں بیچی ہے تو ثمن میں اختلاف آیا۔ کبھی مبیع کے اندر اختلاف آتا ہے بھئی مثلاً مشتری کہتا ہے سو روپے میں اس نے مجھے دو کتابیں فروخت کی ہیں اور بائع کہتا ہے نہیں سو روپے میں اسے میں نے ایک کتاب فروخت کی ہے تو مبیع کی مقدار میں اختلاف آیا۔ کبھی دونوں کے اندر اختلاف واقع ہو گا مثلاً بائع کہتا ہے میں نے اسے ایک کتاب دو سو میں فروخت کی ہے اور مشتری کہتا ہے نہیں اس نے مجھے ایک سو میں دو کتابیں فروخت کی ہیں، تو بائع کا کیا دعویٰ؟ ایک کتاب کتنے میں؟ دو سو میں، کتاب ایک ثمن دو سو، اور مشتری کیا کہتا ہے؟ کتابیں دو اور ثمن سو۔ تو دیکھو مبیع کی مقدار میں بھی اختلاف بائع بتلا رہا ہے ایک کتاب مشتری بتلا رہا ہے دو کتابیں، ثمن میں بھی اختلاف بائع ثمن بتلا رہا ہے دو سو اور مشتری ثمن بتلا رہا ہے ایک سو۔ تو اس صورت میں کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی اس صورت میں جو بَيِّنَةٌ قائم کر دے گا اس کے حق میں کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ، اور اگر دونوں بَيِّنَةٌ قائم کرتے ہیں تو جو مدعیِ زیادت ہے اس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے، جو زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے زائد چیز کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے اس لیے کہ بَيِّنَةٌ اثبات کے لیے آتی ہے کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے تو ایک مثبتِ زیادت ہے دوسرا منکر ہے تو جو مثبت ہے اس کی بَيِّنَةٌ قبول کی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی بَيِّنَةٌ نہ ہو؟ کہتے ہیں پھر اس صورت کے اندر آگے تفصیل بتلائیں گے بالآخر دونوں پر قسم آئے گی اور پھر بیع کو فسخ کر دیا جائے گا، دونوں کو قسم دلا کر بیع کو کیا کر دیا جائے گا؟ فسخ کر دیا جائے گا۔ تفصیل سمجھ میں آگئی بھئی؟ کہتے ہیں وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الْبَيْعِ اور جب اختلاف کیا دو بیع کرنے والوں نے فِي الْبَيْعِ بیع کے اندر، تو دو عقد کرنے والوں نے بیع میں اختلاف کیا فَادَّعَى الْمُشْتَرِي ثَمَنًا وَادَّعَى

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَنَازَعَا عَلَى دَابَّةٍ أَحَدُهُمَا رَاكِبُهَا وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِلِجَامِهَا فَالرَّاكِبُ أَوْلَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا تنازعا دابة أحدهما راكبها والآخر متعلق بلجامها فالراكب أولى» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۱۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَكَذَلِكَ إِذَا تَنَازَعَا بَعِيرًا وَعَلَيْهِ حِمْلٌ لِأَحَدِهِمَا فَصَاحِبُ الْحِمْلِ أَوْلَى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وكذلك إذا تنازعا بعيرا وعليه حمل لأحدهما الحمل أولى» منقول ہے۔

الْبَائِعُ أَكْثَرَ مِنْهُ پس دعویٰ کیا مشتری نے کسی ایک ثمن کا وَادَّعَى الْبَائِعُ أَكْثَرَ مِنْهُ اور بائع نے اس سے زیادہ کا کیا کر دیا؟ دعویٰ کر دیا، مشتری کیا کہتا ہے ثمن کتنے طے ہوئے تھے؟ سو، اور بائع کیا کہتا ہے ثمن کتنے طے ہوئے تھے مثلاً؟ دو سو طے ہوئے تھے۔ یا دوسری صورت أَوِ اعْتَرَفَ الْبَائِعُ بِقَدْرٍ مِنَ الْمَبِيعِ بائع اعتراف کرتا ہے مبیع کی ایک مقدار کا وَادَّعَى الْمُشْتَرِي أَكْثَرَ مِنْهُ اور مشتری اس سے زیادہ کا دعویٰ کرتا ہے، بائع نے کہا میں نے ایک کتاب بیچی ہے اس ثمن میں مشتری کہتا ہے اس نے مجھے اس ثمن میں دو کتابیں بیچی ہیں وَأَقَامَ أَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ اور دونوں میں سے کسی ایک نے کیا کر دی؟ بَيِّنَةٌ قائم کر دی قُضِيَ لَهُ بِهَا تو اس کے لیے اس بَيِّنَةٌ کے ذریعے فیصلہ کر دیا جائے گا، جس نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی بھئی لازمی بات ہے بَيِّنَةٌ کے ذریعے اب اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ فَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً پس اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی كَانَتِ الْبَيِّنَةُ الْمُثْبِتَةُ لِلزِّيَادَةِ أَوْلَى تو وہ بَيِّنَةٌ جو زیادتی کو ثابت کر رہی ہے أَوْلَى وہ بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے وہ قبول کی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ مثلاً دیکھو ثمن کے اندر اختلاف آیا صرف: بائع نے کہا ثمن کتنے؟ دو سو طے ہوئے تھے اور مشتری کہتا ہے ثمن کتنے طے ہوئے تھے؟ سو طے ہوا تھا، تو اب اس صورت کے اندر مثبتِ زیادت کون ہے کون زائد چیز ثابت کر رہا ہے؟ مدعیِ زیادت بائع ہے وہ زائد چیز کا دعویٰ کر رہا ہے سو روپیہ زائد کا دعویٰ کر رہا ہے تو اگر دونوں بَيِّنَةٌ قائم کریں تو بائع کی بَيِّنَةٌ اس سلسلے میں اولیٰ ہے۔ اور اگر مقدار میں اختلاف آیا مبیع کی: بائع کہتا ہے میں نے اسے ایک کتاب بیچی ہے اس ثمن میں مشتری کہتا ہے اس نے مجھے دو کتابیں بیچی ہیں اور دونوں اس پر بَيِّنَةٌ بھی قائم کرتے ہیں تو زیادتی کا مدعی کون؟ مشتری ہے، تو اس سلسلے میں مشتری کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے کیونکہ وہ زائد چیز کا دعویٰ کر رہا ہے۔ سمجھ میں آیا؟[۴]

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ، یہی عبارت ہے آپ کی کتابوں میں؟ جی؟ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی بَيِّنَةٌ نہ ہو اب کیا کیا جائے؟ چاہے مولانا اختلاف صرف ثمن میں ہو چاہے اختلاف صرف مبیع کی مقدار میں ہو چاہے دونوں چیزوں میں اختلاف ہو، یہ ہر ایک کا بیان ہو رہا ہے کہتے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی بَيِّنَةٌ نہ ہو چاہے صرف کس میں اختلاف ہے؟ ثمن میں، چاہے صرف کس میں اختلاف تھا؟ مبیع میں، چاہے دونوں میں ہی اختلاف، جو نسی بھی صورت ہو لیکن دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی بَيِّنَةٌ نہیں اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں قِيلَ لِلْمُشْتَرِي کہا جائے گا مشتری سے، قاضی اس سے یہ کہے گا: إِمَّا أَنْ تَرْضَى بِالثَّمَنِ الَّذِي ادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَإِلَّا فَسَخْنَا الْبَيْعَ یا تو تُو راضی ہو جا اس ثمن پر جس کا دعویٰ کیا ہے بائع نے ورنہ ہم بیع کو فسخ کر دیں گے، مشتری کو یہ کہا جائے گا۔ وَقِيلَ لِلْبَائِعِ اور بائع سے کہا جائے گا إِمَّا أَنْ تُسَلِّمَ مَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي یا تو تُو سپرد کر دے وہ مقدار جس کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ تم نے ایک کتاب کی بات کی ہے اس نے دو کتابوں کی بات کی ہے تو یا تو تم جس کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ مشتری نے یعنی دو کتابیں وہ حوالے کر دو یا ہم کیا کریں گے بیع کو فسخ کر دیں گے۔ تو کہتے ہیں وَقِيلَ لِلْبَائِعِ اور بائع سے کہا جائے گا إِمَّا أَنْ تُسَلِّمَ مَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مِنَ الْمَبِيعِ کہ یا تو تُو سپرد کر دے وہ مقدار جس کا دعویٰ کیا مشتری نے مبیع میں سے وَإِلَّا اور اگر ایسا نہیں یعنی تُو سپرد نہیں کرتا فَسَخْنَا الْبَيْعَ تو ہم بیع کو کیا کر دیں گے؟ فسخ کر دیں گے۔ فَإِنْ لَمْ يَتَرَاضَيَا اگر دونوں راضی نہیں ہوتے اسْتَحْلَفَ الْحَاكِمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى دَعْوَى الْآخَرِ اگر دونوں راضی پھر بھی نہیں ہوئے تو قاضی قسم طلب کرے گا ان میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر، کس پر؟ دوسرے کے دعویٰ پر۔ یاد رکھیے بَيِّنَةٌ ہوتی ہے اثبات پر کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے نفی کے لیے بَيِّنَةٌ نہیں ہوتی اور قسم ہوتی ہے نفی پر، کس چیز پر؟ نفی پر، تو نفی اپنی بات کی کی جاتی ہے یا غیر کی بات کی نفی کی جاتی ہے؟ غیر کی بات کی نفی، اسی لیے کہا دوسرے کے دعویٰ پر کیا کی جائے گی اس سے؟ قسم کہ وہ اس کا انکار کرے۔ وَيَبْتَدِئُ بِيَمِينِ الْمُشْتَرِي اور ابتدا کرے گا کس کے ذریعے؟ بھئی مشتری کو بھی قسم دینی ہے بائع کو بھی کس سے پہلے قسم لی جائے؟ کہتے ہیں بھئی ابتدا کس سے کرے گا؟ مشتری کی قسم سے فَإِذَا حَلَفَا جب دونوں قسم اٹھالیں فَسَخَ الْقَاضِي الْبَيْعَ بَيْنَهُمَا تو قاضی ان دونوں کے درمیان بیع کو کیا کر دے گا؟ فسخ کروا دے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تفصیل یہ ہے مولانا: دیکھو تینوں صورتیں ہم بنا لیتے ہیں ایک وہ صورت جس میں اختلاف صرف کس کے اندر ہو؟ ثمن کے اندر، ایک وہ صورت جس میں اختلاف صرف کس کے اندر ہو؟ مبیع کے اندر، ایک وہ صورت جس کے اندر اختلاف دونوں کے اندر آئے بھئی۔ دیکھیے پہلے اختلاف صرف ثمن میں رکھیں: بائع نے کہا یہ کتاب میں نے اس کو دو سو روپے میں بیچی ہے مشتری کہتا ہے نہیں یہ کتاب اس نے مجھے سو روپے میں بیچی ہے، قاضی کے پاس مسئلہ پہنچ گیا مولانا اب آپ نے پڑھا دونوں میں سے جس نے بَيِّنَةٌ پیش کر دی اس کے حق میں کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر دونوں بَيِّنَةٌ پیش کریں پھر کس کی بَيِّنَةٌ اولیٰ ہے اس مسئلے میں اب آپ مجھے بتائیے؟ جو مدعیِ زیادت ہے، اور مدعیِ زیادت کون ہے یہاں پر؟ مشتری کتنا ثمن بتلا رہا ہے؟ سو، بائع کتنے بتلا

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَادَّعَى الْمُشْتَرِي ثَمَنًا وَادَّعَى الْبَائِعُ أَكْثَرَ مِنْهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فادعى أحدهما ثمنا وادعى البائع أكثر منه» منقول ہے۔

رہا ہے؟ دو سو، تو مدعی زیادت کون ہوا؟ بائع ہوا، تو بائع کی بَیِّنَۃٌ اگر دونوں بَیِّنَۃٌ پیش کریں تو بائع کی بَیِّنَۃٌ قبول کی جائے گی وہ اولیٰ ہے۔ اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس بھی بَیِّنَۃٌ نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں اب اختلاف آیا ہے ثمن کے اندر بھئی تو قاضی مشتری سے کہے گا بھئی جتنے پیسوں کا دعویٰ بائع نے کیا ہے، کس کو کہہ رہا ہے قاضی؟ اختلاف کس میں آیا؟ ثمن میں آیا تو قاضی مشتری سے کہے گا کہ بھئی جتنے پیسوں کا دعویٰ بائع کر رہا ہے اتنے پیسے حوالے کر دو نہیں تو بیع کو ہم کیا کر دیں گے؟ فسخ کر دیں گے۔ اور عموماً پھر راضی ہو ہی جاتے ہیں بھئی، کیا ہو جاتے ہیں؟ راضی ہو جاتے ہیں کہ بھئی یہ چیز ہاتھ سے نکل نہ جائے قاضی تو بیع کو فسخ کر دے گا چلو تھوڑا بہت پیسوں کا فرق ہے میں دے دیتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو قاضی نے اس سے کہا بھئی یہ جو بائع دو سو روپے کا دعویٰ کر رہا ہے یہ دو سو روپے اس پر راضی ہو جاؤ ورنہ ہم بیع کو کیا کر دیں گے؟ فسخ کر دیں گے۔ اگر وہ راضی ہو گیا تو اچھی بات ہے مسئلہ ہی حل ہو گیا جھگڑا ہی ختم، اور اگر وہ راضی نہیں ہوتا تو اب قاضی کیا کرے گا مشتری کو قسم دے گا کہ تم قسم اٹھاؤ اور کس چیز پر قسم اٹھائے گا؟ دوسرے کے دعویٰ کی نفی پر کیونکہ قسم ہمیشہ کس پر ہوتی ہے؟ نفی پر۔ تو بائع نے کیا دعویٰ کیا تھا یہ کتاب اس نے کتنے کی بیچی ہے؟ دو سو میں، تو مشتری سے کہا جائے گا کہ تم قسم اٹھاؤ کہ بائع نے تمہیں یہ کتاب دو سو روپے میں نہیں بیچی، اس کے دعویٰ کی نفی پر کیا کر لی جائے گی؟ قسم کہ بائع نے تمہیں یہ کتاب دو سو روپے میں نہیں بیچی یا بیع کے اندر دو سو روپے ثمن طے نہیں کیے تھے تم نے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اگر وہ انکار کر دیتا ہے قسم اٹھانے سے تو بائع کے حق میں فیصلہ کر دیں گے بھئی سیدھی سی بات ہے اس نے قسم سے کیا کیا؟ انکار کیا تو بائع کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا دو سو روپے اس کو دینا پڑیں گے۔ اور اگر یہ قسم اٹھا لیتا ہے تو پھر بائع سے بھی قسم لی جائے گی، اگر وہ قسم اٹھا لیتا ہے تو بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اور اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دیتا ہے تو کس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا؟ مشتری کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر کس میں اختلاف آیا؟ مبیع کی مقدار میں تو قاضی بائع سے کہے گا کہ بھئی جتنی مقدار کا دعویٰ مشتری کر رہا ہے وہ اسے سپرد کر دو ورنہ ہم بیع فسخ کر دیں گے۔ بائع نے کہا میں نے سو روپے میں ایک کتاب بیچی ہے مشتری نے کہا اس نے سو روپے میں دو کتابیں مجھے فروخت کی ہیں، تو بائع سے کہا جائے گا بھئی مشتری دو کتابوں کا مدعی ہے تم اسے مبیع کی یہ مقدار سپرد کر دو ورنہ ہم بیع کو کیا کر دیں گے؟ فسخ کر دیں گے۔ باقی پھر اسی طرح بھئی اگر وہ سپرد کر دیتا ہے تو جھگڑا ہی ختم اگر سپرد نہیں کرتا تو پھر مشتری سے قسم لی جائے گی اور پھر کس سے لے لی جائے گی؟ بائع سے اسی طریقے پر۔ اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا تو دونوں سے کہا جائے گا: مشتری سے کہا جائے گا بھئی بائع جتنے ثمن کا دعوے دار ہے وہ ثمن اس کے حوالے کر دو ورنہ ہم بیع کو کیا کر دیں گے؟ فسخ کر دیں گے، اور بائع سے کہا جائے گا کہ مشتری مبیع کی جتنی مقدار کا دعوے دار ہے وہ اس کے سپرد کر دو نہیں تو ہم بیع کو کیا کر دیں گے؟ فسخ کر دیں گے۔ صورتیں سمجھ میں آگئیں اچھی طرح؟ تو یہ معنیٰ ہے فَإِذَا حَلَفَا فَسَخَ الْقَاضِي الْبَيْعَ بَيْنَهُمَا جب وہ دونوں قسم اٹھالیں تو قاضی ان دونوں کے درمیان بیع کو فسخ کر دے گا۔ تو دیکھا دونوں کو قسم دی گئی اور فائدہ کیا ہوا کہ بیع کو پھر فسخ کر دیا گیا، اور پھر خود بخود فسخ نہیں ہوئی بلکہ کیا کرے گا؟ قاضی نے فسخ کی دونوں کی قسمیں اٹھانے کے بعد۔ فَإِنْ نَكَلَ أَحَدُهُمَا عَنِ الْيَمِينِ لَزِمَهُ دَعْوَى الْآخَرِ تو اگر انکار کر دیا دونوں میں سے کسی ایک نے عَنِ الْيَمِينِ قسم سے لَزِمَهُ دَعْوَى الْآخَرِ تو لازم ہو جائے گا اس پر دوسرے کا دعویٰ، جس نے انکار کیا تو دوسرے کا دعویٰ اس پر لازم ہو جائے گا وہ ثابت ہو جائے گا بھئی۔

وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْأَجَلِ أَوْ فِي شَرْطِ الْخِيَارِ أَوْ فِي اسْتِيفَاءِ بَعْضِ الثَّمَنِ فَلَا تَحَالُفَ بَيْنَهُمَا۔ بھئی اختلاف مدت کے اندر آیا۔ بھئی ثمن میں اختلاف آئے یا مبیع کی مقدار میں اختلاف آئے تو یاد رکھیے اس صورت میں تَحَالُفٌ ہے، اور اگر مدت میں اختلاف آتا ہے یا خیارِ شرط میں اختلاف آتا ہے یا بعضِ ثمن وصول کیے ہیں یا نہیں کیے اس میں اختلاف آتا ہے تو پھر تَحَالُفٌ نہیں ہے۔ تَحَالُفٌ دونوں کو قسمیں دی جاتی ہیں مولانا تَفَاعُلٌ باب ہے جو جانبین سے فعل کو چاہتا ہے، تو تَحَالُفٌ صرف کن صورتوں میں آیا؟ جب صرف کس میں اختلاف ہو؟ ثمن میں، یا صرف کس میں اختلاف ہو؟ مبیع کی مقدار میں، یا پھر دونوں کے اندر اختلاف ہو، پھر کیا کیا جائے گا؟ تَحَالُفٌ ہو گا دونوں کو قسمیں دی جائیں گی اور بیع کو فسخ کر دیا جائے گا۔ صورت اچھی طرح سمجھ میں آگئی؟ لیکن آگے بتلا رہے ہیں وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْأَجَلِ اگر اختلاف مدت میں ہو امثلاً بھئی مشتری کہتا ہے قاضی صاحب یہ کتاب میں نے اس سے سو روپے میں خریدی ہے بائع بھی یہی بات کر رہا ہے کہ یہ کتاب اس نے مجھ سے سو روپے میں خریدی ہے لیکن مدت میں اختلاف ہے: مشتری کہتا ہے یہ سو روپیہ چھ مہینے بعد میں نے دینا ہے چھ مہینے کی مدت اس نے مجھے دی تھی بھئی بیع کے اندر، بائع کہتا ہے نہیں قاضی صاحب کوئی چھ مہینے کی مدت طے نہیں ہوئی سو روپیہ اس نے مجھے نقد دینا ہے، تو مدت میں اختلاف آیا۔ یا ایک تھوڑی مدت بتلاتا ہے ایک زیادہ مدت: مشتری کہتا ہے میں نے یہ سو روپیہ چھ ماہ میں ادا کرنا ہے بائع کہتا ہے نہیں چھ مہینے کی بات نہیں ہوئی تین ماہ کی بات ہوئی تھی، تو یہ مدت کے اندر اختلاف آیا۔ تو کیا اس میں تَحَالُفٌ ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی مبیع یا ثمن کی مقدار میں اختلاف آئے پھر تَحَالُفٌ ہے کسی اور چیز میں اختلاف آئے تو تَحَالُفٌ نہیں لہٰذا یہاں بھی تَحَالُفٌ نہیں ہو گا۔ پھر کیا کیا جائے گا؟ کہتے

ہیں جو انکار کر رہا ہے اس پر کیا آجائے گی؟ قسم آجائے گی، سمجھ میں آیا بھئی؟ دوسرے پر بَیِّنَۃٌ آئے گی جو مثبتِ زیادت ہو گا یا جو مثبت ہو گا اس کے لیے بَیِّنَۃٌ چاہیے اور دوسرے کا الْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِي وَالْیَمِینُ عَلَی مَنْ أَنْکَرَ۔ تو یہاں پر ایک کہتا ہے مدت ہے دوسرا کہتا ہے مدت نہیں، تو جو کہہ رہا ہے مدت ہے اس کے ذمے بَیِّنَۃٌ جو کہہ رہا ہے مدت نہیں اس پر قسم آئے گی اس کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ۔ یا دونوں اختلاف کرتے ہیں خیارِ شرط میں: بائع کہتا ہے بیع ہوئی تھی بغیر خیارِ شرط کے مشتری کہتا ہے نہیں مجھے خیارِ شرط تھا تین دن کے اندر میں بیع کو فسخ کرنا چاہوں تو بیع کو فسخ کر سکتا ہوں، تو یہاں پر بھی مولانا اب تَحَالُفٌ نہیں بلکہ کیا کیا جائے گا؟ مدعی کون ہے؟ مشتری کہ وہ کہہ رہا ہے میرے لیے خیارِ شرط ہے، اور بائع کیا ہے اس کا؟ منکر، تو مدعی جو ہو گا اس پر آجائے گی بَیِّنَۃٌ اور دوسرے پر کیا آجائے گی؟ قسم آجائے گی۔ اسی طرح اگر اختلاف کیا بعضِ ثمن کی وصولی میں: مبیع کی مقدار اور ثمن میں نہیں اختلاف، مشتری کہتا ہے قاضی صاحب میں نے پانچ سو میں اس سے پانچ کتابیں خریدی ہیں بائع بھی کہتا ہے اس نے مجھ سے پانچ سو میں پانچ کتابیں خریدی ہیں لیکن بعضِ ثمن کی وصولی میں اختلاف ہوا، مشتری کہتا ہے پانچ سو میں سے میں تین سو ادا کر چکا ہوں بائع کہتا ہے اس نے ایک پائی بھی ابھی ادا نہیں کی، یا کمی بیشی میں فرق ہے مشتری کہتا ہے میں تین سو ادا کر چکا ہوں بائع کہتا ہے نہیں اس نے ابھی تک دو سو ادا کیے ہیں، تو بعضِ ثمن کی وصولی میں کیا آگیا؟ اختلاف، کہتے ہیں اس صورت میں بھی تَحَالُفٌ نہیں ہے کیونکہ ہم نے بتایا تھا ضابطہ کہ ثمن کی مقدار میں اختلاف آئے یہاں مقدار میں نہیں اختلاف دونوں کہہ رہے ہیں ثمن کتنے طے ہوئے تھے؟ پانچ سو، ہاں وصولی میں اختلاف ہے تو تَحَالُفٌ نہیں ہو گا۔ مسئلہ بھی سمجھ میں آرہا ہے کہ مشکل ہے بھئی؟ تو یہاں تَحَالُفٌ نہیں ہو گا اور جو مدعی ہو گا یا مثبتِ زیادت ہو گا اس پر بَیِّنَۃٌ آئے گی اور جو منکر ہے اس پر کیا آجائے گی؟ قسم آجائے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ اخْتَلَفَا اگر دونوں نے اختلاف کیا بائع اور مشتری نے فِي الْأَجَلِ مدت کے اندر أَوْ فِي شَرْطِ الْخِیَارِ یا شرطِ خیار یعنی خیارِ شرط کے اندر أَوْ فِي اسْتِیفَاءِ بَعْضِ الثَّمَنِ، اسْتِیفَاءٌ کا معنیٰ وصول کرنا، أَوْ فِي اسْتِیفَاءِ بَعْضِ الثَّمَنِ اور بعضِ ثمن یعنی کچھ ثمن کی وصولی میں ایک کہتا ہے کچھ ثمن میں دے چکا ہوں دوسرا کہتا ہے ابھی کچھ بھی ثمن اس نے ادا نہیں کیے، تو کہتے ہیں فَلَا تَحَالُفَ بَیْنَهُمَا تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان تَحَالُفٌ نہیں ہو گا وَالْقَوْلُ قَوْلُ مَنْ یُنْکِرُ الْخِیَارَ وَالْأَجَلَ مَعَ یَمِینِهِ اور قول جو ہے وہ معتبر ہو گا اس شخص کا جو انکار کر رہا ہے خیار کا اور مدت کا مَعَ یَمِینِهِ اس کی قسم کے ساتھ۔ یہاں تک مسائل سمجھ میں آگئے اچھی طرح؟

وَإِنْ هَلَكَ الْمَبِیعُ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ لَمْ یَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِیفَةَ وَأَبِي یُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي الثَّمَنِ۔ بھئی یہ وہ صورتیں تھیں کہ ابھی مبیعہ ہلاک نہیں ہوا تھا، اگر مبیعہ ہلاک ہو جائے اور پھر اختلاف آئے ثمن کی مقدار میں بھئی، کس کی مقدار میں؟ ثمن کی مقدار میں۔ صورت یہ زید اور عمرو کے درمیان بیع ہوئی اور زید نے عمرو کو پانچ کتابیں فروخت کر دیں، عمرو نے ان پانچ کتابوں پر قبضہ کر لیا۔ ابھی ثمن ادا نہیں کیے کہ وہ کتابیں اس کے پاس ہلاک ہو گئیں ضائع ہو گئیں، اب کیا کیا جائے گا بھئی؟ مبیع پر وہ قبضہ کر چکا ہے اور پھر وہ مبیعہ اس کے پاس کیا ہوا؟ ہلاک ہوا اور مقدارِ ثمن میں اختلاف آیا: مشتری کہتا ہے ثمن پانچ سو روپے طے ہوئے تھے بائع کہتا ہے نہیں ایک ہزار روپے طے ہوئے تھے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ مبیعہ کیا ہو چکا قبضے کے بعد؟ ہلاک ہو چکا ہے بھئی، اور مشتری کے پاس ہلاک ہوا ہے۔ بائع کے پاس ہلاک ہو جائے پھر تو بیع ہی ختم ہو جائے گی پھر تو جھگڑا ہی نہیں بھئی مشتری نے کوئی چیز وصول ہی نہیں کی، ہاں یہاں مشتری وہ چیز وصول کر چکا ہے پھر اس کے پاس ہلاک ہوئی تو اب تو ثمن اس کو دینا پڑیں گے ثمن اس پر لازم ہو گئے لیکن اس ثمن میں اختلاف آگیا مشتری کہتا ہے کتنے طے ہوئے تھے؟ پانچ سو، اور بائع کیا کہتا ہے کتنے طے ہوئے تھے؟ ایک ہزار مثلاً طے ہوئے تھے۔ اب کیا تَحَالُفٌ ہو گا دونوں کو قسمیں دی جائیں گی؟ کہتے ہیں نہیں اب تَحَالُفٌ نہیں۔ بھئی کیوں نہیں تَحَالُفٌ کیوں نہیں ہو گا بھئی پہلے بھی یہ مسئلہ گزرا ہے ثمن میں اختلاف آیا تھا تو دونوں کو قسمیں دی جاتی تھیں؟ کہتے ہیں بھئی یہاں تَحَالُفٌ اس لیے نہیں ہو گا کہ وہاں دونوں کو قسمیں دینے کے بعد بیع کو فسخ کر دیا جاتا تھا، بیع کو ہم کیا کر دیتے تھے؟ فسخ، اور یہاں تو مبیعہ ہی ہلاک ہو چکا تو بیع فسخ کر سکتے ہیں اب ہم؟ اب بیع کو فسخ کرنے کی کوئی صورت نہیں رہی۔ ضابطہ سمجھ میں آیا؟ لہٰذا تَحَالُفٌ نہیں ہو گا۔ پھر کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی پھر اس صورت میں چونکہ بائع مثبتِ زیادت ہے اس کے ذمے تھی بَیِّنَۃٌ اور مشتری اس کا منکر ہے تو قول منکر کا معتبر ہو گا، اگر بَیِّنَۃٌ نہیں ہے تو قول پھر کس کا ہوا کرتا ہے؟ الْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِي وَالْیَمِینُ عَلَی مَنْ أَنْکَرَ بھئی جو انکار کر رہا ہے، تو اس کا قول معتبر ہو گا اس کی قسم کے ساتھ یعنی اس پر قسم آجائے گی۔ ضابطہ سمجھ میں آگیا بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ هَلَكَ الْمَبِیعُ اگر مبیعہ ہلاک ہو گیا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ پھر دونوں نے اختلاف کیا ثمن میں لَمْ یَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِیفَةَ وَأَبِي یُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى تو دونوں قسم نہیں اٹھائیں گے امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي الثَّمَنِ اور قول مشتری کا معتبر ہے ثمن کے بارے میں یعنی اب دوسرے کے ذمے بَیِّنَۃٌ تھی وہ پیش کر دے تو ٹھیک بَیِّنَۃٌ نہیں پیش کر سکتا تو قول کس کا معتبر ہے؟ مشتری کا یعنی اس پر قسم آ

جائے گی وہ قسم کھالے گا تو اس کے حق میں فیصلہ اگر انکار کر دے گا تو اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔ اچھا امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تَحَالُفٌ اب بھی ہو گا، اب بھی کیا ہو گا؟ کیونکہ مبیعہ یا ثمن کی مقدار میں اختلاف آ جائے تو کیا کیا جاتا ہے ہمیشہ؟ تَحَالُفٌ ہوتا ہے دونوں کو قسمیں دی جاتی ہیں اور بیع کو فسخ کر دیا جاتا ہے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ بھئی بیع کو کیسے ہم فسخ کریں مبیعہ تو کیا ہو چکا؟ ہلاک ہو چکا، بیع کو فسخ کریں گے تو مبیعہ واپس لوٹانا پڑے گا وہ کہاں سے واپس کرے گا وہ تو ہلاک ہو چکا ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مبیعہ ہلاک ہوا تو کوئی حرج نہیں مبیع کی قیمت اس کے قائم مقام ہو جائے گی کیونکہ قیمت بھی اسی چیز کا مثل ہوتی ہے، صورت کے اعتبار سے تو نہیں ہوتی لیکن معنیٰ کے اعتبار سے اسی کا مثل ہوتی ہے، تو تَحَالُفٌ ہو گا دونوں قسمیں اٹھائیں گے اور بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اب مبیعہ تو واپس نہیں ہو سکتا تو کیا واپس دی جائے گی اس کی؟ قیمت واپس وہ اس مبیع کا قائم مقام ہو جائے گی گویا قیمت ہم دے رہے ہیں تو یوں ہی سمجھیں گے وہی مبیعہ واپس دے رہے ہیں۔ ایک تو ثمن ہے جو دونوں نے آپس میں طے کیے تھے وہ تو تھوڑے بھی ہو سکتے ہیں زیادہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن قیمت کیا ہے جو عام مارکیٹ میں بازار میں اس چیز کا نرخ ہو وہ کیا کہلاتا ہے؟ قیمت ہے۔ تو مشتری کہتا ہے میں نے پانچ کتابیں کتنے میں خریدی تھیں؟ پانچ سو میں، بائع کیا کہتا ہے اس نے پانچ کتابیں کتنے میں خریدی تھیں؟ ایک ہزار میں، یہ تو آپس میں ثمن کی بات کر رہے ہیں اور قیمت مثلاً فرض کرو بازار میں ان کتابوں کی قیمت آٹھ سو روپے بنتی ہے بھئی، ان کی قیمت کیا بنتی ہے؟ آٹھ سو، تو مشتری

گویا کہہ رہا ہے میں نے سستی لی تھیں اور بائع کہہ رہا ہے نہیں میں نے مہنگی بیچی تھیں، تو اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی مبیعہ ہلاک ہو چکا، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں کو قسم دی جائے گی اور قسم دینے کے بعد بیع کو فسخ کر دیں گے۔ بھئی مبیعہ واپس نہیں ہو سکتا تو اس کا کیا کریں؟ کہتے ہیں اس کی قیمت دے دے گا تو قیمت جب دے گا تو گویا مبیعہ ہی دے دیا اور قیمت تو کتنی تھی؟ آٹھ سو، وہ آٹھ سو دے دے گا اور یوں سمجھیں گے بیع ہی فسخ کر دی ہم نے، یہ وہ ثمن نہیں دے رہا بلکہ ہم نے بیع کو کیا کر دیا ہے؟ فسخ کر دیا یہ آٹھ سو مبیع کی قیمت دے رہا ہے ثمن نہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ تو کہتے ہیں وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں يَتَحَالَفَانِ دونوں قسم اٹھائیں گے وَيُفْسَخُ الْبَيْعُ عَلَى قِيمَةِ الْهَالِكِ اور بیع کو فسخ کر دیا جائے گا ہلاک شدہ چیز کی قیمت پر۔

تیسری صورت بھئی: پہلی صورت ذکر ہوئی مبیعہ ہلاک نہیں ہوا تھا، جب مبیعہ ہلاک نہیں ہوا تھا دونوں قسم کھاتے تھے اور بیع کو کیا کر دیا جاتا تھا؟ فسخ۔ پھر صورت ذکر ہوئی کہ مبیعہ ہلاک ہو گیا اس صورت میں شیخین رحمہما اللہ کیا فرماتے ہیں؟ مبیعہ ہلاک ہو چکا ہے اب تَحَالُفٌ نہیں ہو گا دونوں پر قسم نہیں ہے کیونکہ تَحَالُفٌ کا فائدہ کیا تھا؟ ہم بیع کو کیا کر دیا کرتے تھے؟ فسخ، اب تو مبیعہ ہلاک ہو چکا ہے بیع فسخ ہو ہی نہیں سکتی بھئی۔ اب تیسری صورت ذکر کر رہے ہیں کہ کچھ مبیعہ ہلاک ہوا: نہ سارا باقی ہے اور نہ سارا ہلاک ہوا، کچھ مبیعہ ہلاک ہے اور کچھ ابھی بھی باقی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے دو غلام خریدے، ایک اس کے پاس ہلاک ہو گیا اور ایک غلام ابھی بھی باقی ہے اور اب ثمن میں اختلاف آیا بھئی، کس میں اختلاف آیا؟ ثمن میں۔ یہ تو وہ بھی مانتا ہے میں نے دو غلام وصول کیے تھے لیکن ایک میرے پاس کیا ہو چکا؟ ہلاک ہو چکا، لیکن اب بعض مبیعہ ہلاک ہوا ہے اور ثمن میں اختلاف آ گیا: مشتری کہتا ہے اس نے مجھے دو غلام ایک ہزار درہم کے بیچے تھے، بائع کہتا ہے نہیں میں نے اسے یہ غلام دو ہزار درہم میں بیچے تھے۔ ثمن میں اختلاف آیا اور کس وقت آیا؟ جب کہ بعض مبیعہ مشتری کے پاس ہلاک ہو چکا ہے، تو کیا اب تَحَالُفٌ ہو گا یا تَحَالُفٌ نہیں؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں تَحَالُفٌ اب بھی نہیں ہے کیونکہ تَحَالُفٌ کا فائدہ کیا تھا؟ ہم بیع کو فسخ کر دیتے تھے اب تو مبیعہ سالم رہا ہی نہیں بیع کو ہم کہاں سے فسخ کریں؟ اس نے تو دو غلام دیے تھے دو غلاموں پر عقد ہوا تھا دو غلام مبیعہ ہیں اب وہ دونوں واپس ہو سکتے ہیں؟ نہیں، ایک تو کیا ہو چکا؟ ہلاک ہو چکا۔ تَحَالُفٌ نہیں کیونکہ تَحَالُفٌ کا فائدہ ہی یہی تھا کہ اس سے بیع ہم فسخ کرتے تھے اب فسخ کی کوئی صورت اور کوئی گنجائش یہاں پر نہیں۔ ہاں ایک صورت میں تَحَالُفٌ ہے امام صاحب فرماتے ہیں: بھئی بائع نے کتنے غلام دیے؟ دو غلام دیے، اور ثمن میں اب اختلاف ہے بھئی، بائع کیا کہہ رہا ہے؟ دو ہزار ہے مثلاً کہتا ہے ایک غلام بھی ہزار کا ہے دوسرا بھی ہزار کا ہے۔ تو بائع اگر وہ جو غلام ہلاک ہو چکا ہے اس کے پیسے بالکل چھوڑ دے پھر تَحَالُفٌ ہو سکتا ہے، اس کے پیسے کیا کرے؟ بالکل پیسے چھوڑ دے پھر تَحَالُفٌ ہو سکتا ہے۔ کیسے؟ بھئی اس تَحَالُفٌ کا فائدہ کیا ہو گا؟ بیع فسخ کریں گے، تو بیع فسخ کرنے کی یہی صورت ہے کہ اسی زندہ کو سارا مبیعہ فرض کر لو جو ہلاک ہوا وہ مفت میں ہلاک ہوا، نہ وہ مبیعہ تھا نہ اس کے مقابلے میں کوئی ثمن تھے بھئی تو یوں سمجھیں گے مبیعہ ابھی بھی پورا کا پورا موجود ہے۔ بھئی اگر اسے مبیعہ فرض کرو پھر تو مبیعہ کچھ کیا ہو چکا؟ ہلاک ہو چکا اب بیع کو فسخ کرنے کی گنجائش نہیں۔ سبق کی طرف توجہ ہے بھئی؟ اگر اس کو بھی مبیعہ فرض کرو جو غلام ہلاک ہوا تھا تو وہ تو مبیعہ تھا وہ ہلاک ہو چکا ہے اس میں سے ایک حصہ اور جب ہلاک ہوا اب بیع کے فسخ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر اس کو مبیعہ شمار ہی نہ کرے بائع یوں سمجھے وہ ویسے ہی دیا تھا ویسے ہی

ہلاک ہو گیا، جب وہ مبیعہ نہیں تو اس کے مقابلے میں کوئی ثمن بھی نہیں، تو پھر اس صورت میں تَحَالُف ہو گا۔ اب ہم کیا کریں گے مبیعہ کس کو شمار کریں گے؟ صرف ایک غلام کو، اور ثمن صرف اس کے مقابلے میں فرض کر لیے جائیں گے اور اس صورت میں تَحَالُف ہو گا اور بیع کو کیا کر دیا جائے گا؟ فسخ کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آئی؟ وہ ہلاک شدہ غلام کا حصہ کیا کر دے اگر بائع چھوڑ دے پھر تَحَالُف ہو گا، اب مبیعہ صرف کس کو فرض کیا جائے گا؟ یہ جو زندہ غلام ہے اس کو سمجھیں گے یہ مبیعہ ہے اور وہ جو ہلاک ہوا ہے وہ مبیعہ تھا ہی نہیں جب مبیعہ نہیں تو اس کے مقابلے میں ثمن بھی کوئی نہیں لہٰذا بائع کوئی کٹوتی بھی نہ کرے ثمن کے اندر کٹوتی بھی نہ کرے، کٹوتی کرتا ہے پھر تو وہ بھی مبیعہ ہوا معلوم ہوا، جب اس کی کٹوتی نہیں کر رہا معلوم ہوا اس کو اس نے چھوڑ دیا ہے اس کی کوئی کٹوتی نہیں کر رہا تو پھر اب تَحَالُف کروا کر دونوں کو قسمیں دلائی جائیں گی اور پھر بیع کو فسخ کر دیں گے، مشتری وہ ایک غلام واپس کر دے گا اور بائع کیا کر دے گا؟ سارے کے سارے ثمن واپس کر دے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب اس نے ہلاک شدہ غلام کی کوئی کٹوتی کی؟ اس نے اس غلام کی کوئی کٹوتی نہیں کی اس کا حصہ چھوڑ دیا اس کو مبیعہ بنایا ہی نہیں، جب اس کو مبیعہ نہیں بنایا تو گویا ابھی بھی سارا مبیعہ موجود ہے یہی ایک زندہ غلام ہے اور جب سارا مبیعہ موجود ہو تو اس وقت کیا ہوتا ہے؟ تَحَالُف ہوا کرتا ہے بیع فسخ ہو سکتی ہے کہ مبیعہ واپس دے اور وہ ثمن واپس دے دے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ هَلَكَ أَحَدُ الْعَبْدَيْنِ اور اگر دو غلاموں میں سے کوئی ایک غلام ہلاک ہو گیا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ، دیکھا بعض مبیعہ ہلاک ہوا ہے، پھر دونوں نے اختلاف کیا ثمن کے اندر لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تو دونوں قسم نہیں اٹھائیں گے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَتْرُكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ مگر یہ کہ راضی ہو جائے بائع کس چیز پر راضی ہو جائے؟ أَنْ يَتْرُكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ کہ وہ چھوڑ دے ہلاک ہونے والے کا حصہ، ثمن میں اس کی کٹوتی نہ کرے تو یوں سمجھیں گے یہ صرف زندہ جو ہے یہی مبیعہ ہے اور سارے ثمن اسی کے مقابلے میں ہیں، اب بیع کو فسخ کر دیا جائے گا وہ زندہ غلام واپس کر دے گا اور بائع کیا کرے گا؟ ثمن واپس کرے گا۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَتَحَالَفَانِ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی ابھی بھی مبیعہ کچھ ہلاک ہوا ہے کچھ تو موجود ہے تو گویا مِنْ وَجْهٍ مبیعہ موجود ہے تو يَتَحَالَفَانِ دونوں قسم اٹھائیں گے وَيَنْفَسِخُ الْبَيْعُ فِي الْحَيِّ وَقِيمَةِ الْهَالِكِ اور بیع فسخ ہو جائے گی زندہ غلام میں اور ہلاک ہونے والے کی قیمت میں۔ بھئی مبیعہ تو کچھ ہلاک ہو چکا ہے ایک غلام ہے ایک غلام ہلاک ہو چکا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھئی تَحَالُف ہو گا اور بیع کو فسخ کریں گے بھئی۔ بھئی بیع کو فسخ کیسے کرتے ہو بعض مبیعہ کیا ہو چکا؟ ہلاک ہو چکا؟ کہتے ہیں جتنا ہلاک ہوا ہے اس کی قیمت کو اس کا قائم مقام کر دیں گے، اب جب دونوں قسم اٹھالیں گے بیع فسخ ہو جائے گی اور مشتری کیا کیا واپس کرے گا؟ زندہ غلام بھی اور جو ہلاک ہو چکا اس کی قیمت، تو جب اس کی قیمت اور زندہ غلام کو واپس دیا تو یوں ہی سمجھا جائے گا اس نے دونوں غلام کیا کر دیے؟ واپس کر دیے، تو بیع فسخ ہو گئی دونوں غلام واپس آگئے۔ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور یہی قول ہے امام محمد رحمہ اللہ کا۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي الْمَهْرِ فَادَّعَى الزَّوْجُ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِأَلْفٍ وَقَالَتْ تَزَوَّجْتَنِي بِأَلْفَيْنِ۔ صورتِ مسئلہ یہ بھئی میاں بیوی کے اندر اختلاف آگیا مہر کی مقدار کے اندر: خاوند کہتا ہے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور کتنے مہر کے بدلے؟ ایک ہزار درہم مہر کے بدلے میں نے اس سے نکاح کیا تھا، عورت کہتی ہے نہیں دو ہزار مہر کے بدلے اس نے کیا کیا تھا میرے ساتھ؟ نکاح کیا تھا۔ تو خاوند کہہ رہا ہے مہر ایک ہزار درہم طے ہوا تھا بیوی کہہ رہی ہے مہر دو ہزار درہم طے ہوئے تھے، تو کہتے ہیں دونوں میں سے جس نے بَيِّنَةٌ پیش کر دی اس کی بَيِّنَةٌ قبول کی جائے گی اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر دونوں بَيِّنَةٌ قائم کرتے ہیں تو کہتے ہیں اس صورت میں مثبتِ زیادت کی بَيِّنَةٌ قبول ہو گی، اور مثبتِ زیادت کون ہے کون زیادہ کا مدعی ہے؟ جی عورت زیادہ کی دعوے دار ہے تو مدعیِ زیادت کی بَيِّنَةٌ کیا کی جائے گی؟ قبول کی جائے گی بھئی۔ وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي الْمَهْرِ اور جب اختلاف کیا میاں بیوی نے مہر کے اندر فَادَّعَى الزَّوْجُ پس دعویٰ کر دیا خاوند نے أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِأَلْفٍ کہ اس نے نکاح کیا اس عورت کے ساتھ بِأَلْفٍ ایک ہزار درہم کے بدلے وَقَالَتْ تَزَوَّجْتَنِي بِأَلْفَيْنِ اور عورت کہتی ہے کہ تُو نے مجھ سے نکاح کیا تھا دو ہزار کے بدلے فَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ قُبِلَتْ بَيِّنَتُهُ پس ان دونوں میں سے جس نے بھی بَيِّنَةٌ قائم کر دی اس کی بَيِّنَةٌ قبول کی جائے گی وَإِنْ أَقَامَا مَعًا الْبَيِّنَةَ اور اگر دونوں نے اکٹھی بَيِّنَةٌ قائم کر دی فَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمَرْأَةِ تو بَيِّنَةٌ عورت کی بَيِّنَةٌ ہے یعنی اس کی بَيِّنَةٌ قبول کی جائے گی کیونکہ اس کی بَيِّنَةٌ زیادت کو ثابت کر رہی ہے۔

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ۔ بھئی اگر دونوں میں سے کسی کے پاس بھی بَيِّنَةٌ نہیں ہے اب کیا کیا جائے گا؟ تو اس صورت میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دونوں کو قسم دی جائے گی دونوں قسم اٹھائیں گے۔ تو کیا کیا جائے گا؟ بیع کے باب میں تو دونوں قسم اٹھاتے تھے پھر ہم بیع کو فسخ کر دیا

کرتے تھے تو یہاں کیا کیا جائے گا بھئی دونوں قسم اٹھائیں گے تو نکاح کو فسخ کریں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی نکاح کو کیوں فسخ کرتے ہو بیع کے اندر تو مسئلہ اور تھا یہاں مسئلہ اور ہے: بیع کے باب میں جب دونوں نے قسم اٹھالی تو کچھ طے نہیں ہو رہا ثمن کیا طے ہوئے تھے ثمن مجہول ہو گئے یا مبیعہ میں اختلاف تھا تو مبیعہ مجہول ہوا ثمن میں اختلاف تھا تو ثمن کیا ہو گیا؟ مجہول، یا یوں کہو بیع بغیر ثمن کے ہوئی ہے اور بغیر ثمن کے یا مجہول ثمن پر بیع ہو تو یہ جائز نہیں اس لیے ہم نے فسخ کر دیا، یا مبیعہ مجہول ہو تو بھی بیع جائز نہیں اس لیے بھی ہم نے بیع کو کیا کر دیا؟ وہاں فسخ کرنا پڑتا تھا۔ جب کہ یہ نکاح کا باب ہے اور نکاح میں آپ نے پڑھا ہے مہر اب مجہول ہو گیا یا یوں کہو بغیر مہر کے گویا نکاح ہوا، اور بغیر مہر کے بھی نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں ہو جاتا اگر دونوں ذکر نہ کریں؟ ہو جاتا ہے اور خود بخود کون سا مہر آجاتا ہے؟ مہرِ مثل آجاتا ہے۔ تو یہاں بھی اب کیا ہو گا؟ مہرِ مثل کے ذریعے فیصلہ کریں گے آگے، نکاح نہیں فسخ ہو گا البتہ فیصلہ کس کے ذریعے کیا جائے گا؟ دونوں نے جب قسم اٹھالی اور کسی ایک کا دعویٰ بھی ثابت نہیں ہو رہا تو اب مہرِ مثل کے ذریعے فیصلہ کیا جائے گا۔ کیسے مہرِ مثل کے ذریعے فیصلہ کریں گے؟ کہتے ہیں دیکھو اگر مہرِ مثل اتنا ہو اجس کا دعویٰ خاوند نے کیا ہے یا اس سے کم ہو تو خاوند کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، اور اگر مہرِ مثل اتنا ہو اجتنا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ تو پھر عورت کے حق میں کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر دونوں کے مابین ہو امہرِ مثل جو خاوند نے بتایا ہے اس سے زیادہ ہے اور جو عورت نے بتلایا اس سے کم ہے تو پھر مہرِ مثل پر ہی فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کتنا مہر دینا پڑے گا؟ مہرِ مثل یعنی اس جیسی عورت کا جو مہر عموماً مقرر کیا جاتا ہے وہ خاوند کو دینا پڑے گا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ مثلاً دیکھو خاوند کیا کہتا ہے مہر کتنا طے ہوا تھا؟ ایک ہزار درہم، بیوی کیا کہتی ہے مہر کتنا طے ہوا تھا؟ دو ہزار درہم، دونوں میں سے کسی کے پاس بھی بَيِّنَةٌ نہیں تو اب فیصلہ کیسے کیا جائے گا؟ کہتے ہیں مہرِ مثل کو حاکم بناؤ اس کے ذریعے فیصلہ کرو: مہرِ مثل اگر جتنا خاوند نے دعویٰ کیا اس کے برابر ہے مثلاً خاوند کا دعویٰ کتنا تھا؟ ایک ہزار درہم اور مہرِ مثل بھی کتنا ہے؟ ایک ہزار، یا اس سے بھی کم ہے مہرِ مثل ہے سات سو، تو اب خاوند کے قول پر کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ ظاہرِ حال اس کا مؤید ہو گیا اس کی تائید کر رہا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ مہرِ مثل اس کی تائید کر رہا ہے۔ اور اگر مہرِ مثل اس کے برابر ہے جس کا دعویٰ عورت نے کیا مثلاً عورت نے کتنے کا دعویٰ کیا ہے؟ دو ہزار اور مہرِ مثل بھی دو ہزار ہے، یا دو ہزار سے بھی زیادہ ہے مثلاً مہرِ مثل ڈھائی ہزار ہے، تو کس کے قول پر فیصلہ کر دیا جائے گا؟ عورت کے قول پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر مہرِ مثل جو خاوند نے دعویٰ کیا اور عورت نے دعویٰ کیا ان کے مابین ہے یعنی خاوند نے جتنا مہر ذکر کیا ہے اس سے زیادہ ہے مہرِ مثل اور عورت جس کی دعوے دار ہے اس سے کم ہے تو پھر مہرِ مثل پر ہی فیصلہ کر دیا جائے گا کسی ایک کے قول پر بھی فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا بَيِّنَةٌ تَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور اگر ان دونوں کے پاس بَيِّنَةٌ نہیں ہے تو دونوں قسم اٹھائیں گے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وَلَمْ يُفْسَخِ النِّكَاحُ اور نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا وَلَكِنْ يُحَكَّمُ مَهْرُ الْمِثْلِ لیکن حَكَم بنایا جائے گا یعنی فیصل بنایا جائے گا مہرِ مثل کو، فیصلہ کرنے والا بنایا جائے گا مہرِ مثل کو فَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ أَوْ أَقَلَّ اگر مہرِ مثل جو ہے مِثْلَ مَا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ مثل اس کے ہے جس کا اعتراف کیا خاوند نے أَوْ أَقَلَّ یا اس سے کم ہے قُضِيَ بِمَا قَالَ الزَّوْجُ تو فیصلہ کر دیا جائے گا خاوند کے قول پر وَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ أَوْ أَكْثَرَ اور اگر مہرِ مثل جو ہے مثل ہے اس کے جس کا دعویٰ کیا ہے عورت نے أَوْ أَكْثَرَ یا اس سے زیادہ ہے قُضِيَ بِمَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ تو فیصلہ کر دیا جائے گا اتنی مقدار پر جس کا دعویٰ اس عورت نے کیا ہے وَإِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ أَكْثَرَ مِمَّا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ وَأَقَلَّ مِمَّا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ قُضِيَ لَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ اور اگر مہرِ مثل جو ہے وہ زیادہ ہے اس مقدار سے جس کا اعتراف کس نے کیا ہے؟ خاوند نے، اور اقل ہے اس مقدار سے جس کا دعویٰ عورت نے کیا ہے قُضِيَ لَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ تو فیصلہ کر دیا جائے گا اس عورت کے لیے مہرِ مثل کا، مہرِ مثل پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔

وَإِذَا اخْتَلَفَا فِي الْإِجَارَةِ قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا وَتَرَادَّا اور اگر اختلاف کیا بھئی، اب اجارہ کے بارے میں بتلائیں گے اجارہ میں اختلاف آتا ہے۔ بھئی جو چیز کرائے پر دیتا ہے وہ کہلاتا ہے مُؤْجِرٌ اور جو چیز کرایہ پر لینے والا ہے اس کو کہتے ہیں مُسْتَأْجِرٌ، سمجھ میں آیا بھئی؟ میں نے آپ کو ایک گاڑی کرایہ پر دی تو میں ہوا مُؤْجِرٌ اور آپ کون ہوئے؟ مُسْتَأْجِرٌ۔ اب اجارہ کے اندر اختلاف آیا بھئی، تو بھئی اجارہ کس چیز پر ہوتا ہے؟ منافع پر ہوتا ہے، میں نے آپ کو گاڑی کرایہ پر دی ہے تو میں نے گاڑی کا آپ کو مالک بنایا یا اس کے منافع کا مالک بنا دیا؟ صرف اس کے منافع کا مالک بنایا کہ کچھ دیر آپ اس سے نفع اٹھالیں اور اس کی اجرت مجھے دے دیں۔ تو اب بھئی اختلاف جو آیا وہ منافع حاصل کرنے سے پہلے آئے گا یا درمیان میں آئے گا یا اس کے بعد آئے گا۔ جب آپ گاڑی لے گئے ایک دن کے لیے، سمجھ میں آیا؟ تو اختلاف جو آیا ابھی ایک دن چلا ہی نہیں ابھی آپ نے بالکل سرے سے چلائی ہی نہیں گاڑی پہلے شروع میں ہی اختلاف آگیا، شروع میں ہی کیا ہو گیا؟ اختلاف آگیا، سمجھ میں آیا؟ مثلاً آپ کا میرا عقد کل ہوا تھا آج آپ صبح گاڑی لینے آئے کہ لاؤ بھئی گاڑی دے دو آج شام تک کی میرے ساتھ آپ کی بات ہوئی تھی بھئی مثلاً ہزار روپے پر صبح سے شام تک گاڑی میرے پاس رہے گی، میں نے کہا بھئی ہزار

کی بات کب ہوئی تھی؟ دو ہزار روپے پر بات ہوئی تھی، تو اختلاف صرف کس کے اندر آیا؟ اجرت کے اندر آیا۔ یا کبھی مَعْقُودٌ عَلَيْهِ نفع کے اندر اختلاف آئے گا: آپ نے کہا لاؤ بھئی گاڑی ایک ہزار روپے کے بدلے صبح سے شام تک کی بات ہوئی تھی گاڑی سے نفع میں اٹھاؤں گا، میں نے کہا بھئی شام تک کی بات کہاں ہوئی تھی دوپہر تک کی صرف بات ہوئی تھی، تو اب نفع میں اختلاف آ گیا آپ ذکر کر رہے ہیں نفع صبح سے شام تک کا اور میں ذکر کر رہا ہوں صبح سے دوپہر تک۔ یا دونوں کے اندر اختلاف آئے گا تو اب کیا کیا جائے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اگر اختلاف آیا نفع وصول کرنے سے پہلے ابھی آپ نے گاڑی سے کوئی نفع نہیں حاصل کیا اور اختلاف پہلے ہی آ گیا تو کہتے ہیں پھر دونوں کو قسم دی جائے گی اور عقدِ اجارہ کو فسخ کر دیا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ دیکھیے بھئی کہتے ہیں وَإِذَا اخْتَلَفَا فِي الْإِجَارَةِ اور اگر اختلاف کیا دونوں عقد کرنے والوں نے اجارہ کے اندر قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، مَعْقُودٌ عَلَيْهِ وہ چیز جس پر عقد ہوا ہے یعنی وہ منافع، مَعْقُودٌ عَلَيْهِ کو وصول کرنے سے پہلے یعنی وہ نفع اٹھانے سے پہلے ہی اختلاف آ گیا اجارہ میں تَحَالَفَا تو دونوں کیا کریں گے؟ قسم اٹھائیں گے وَتَرَادَّا اور وہ چیز واپس کر کے اجارے کو فسخ کر دیں گے، سمجھ میں آیا؟ عقد کو فسخ کر دیں گے۔

وَإِنِ اخْتَلَفَا بَعْدَ الِاسْتِيفَاءِ لَمْ يَتَحَالَفَا وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس نفع کو حاصل کرنے کے بعد بھئی، نفع حاصل کر چکا ہے اس کے بعد اب اختلاف آیا کس کے اندر؟ اجرت کے اندر بھئی، تو کہتے ہیں لَمْ يَتَحَالَفَا اب دونوں قسم نہیں اٹھائیں گے بھئی۔ کیوں بھئی دونوں قسم جب اٹھاتے تھے تَحَالُفٌ ہوتا تھا اس کا فائدہ کیا تھا؟ ہم عقد کو فسخ کرتے تھے، اب تو یہ نفع اٹھا چکا ہے اب کیا فسخ ہو گا؟ یعنی وہ منافع تو ہلاک ہو چکے بھئی، بھئی صبح سے شام تک گاڑی چلانے کے لیے لے گیا اب شام کو لے کر آیا تو صبح سے شام تک کے منافع ختم ہو گئے یا نہیں ہو گئے؟ اب وہ دوبارہ آ سکتے ہیں؟ نہیں بھئی اب تو نئے وقت کے ساتھ نئے منافع ہوتے ہیں گزشتہ وقت کے گزر چکے ہلاک ہو چکے، تو یہ اسی طرح ہے جیسے مبیعہ ہلاک ہو جاتا تھا، جب مبیعہ ہلاک ہو جاتا تھا تو تَحَالُفٌ نہیں ہوتا تھا تو یہاں بھی تَحَالُفٌ نہیں ہے۔ اور پھر وہاں پر کیا تھا؟ مشتری کا قول معتبر ہوتا تھا اس کی قسم کے ساتھ، تو یہاں پر بھی مشتری کے درجے میں کون ہے مُؤْجِرٌ یا مُسْتَأْجِرٌ؟ مُسْتَأْجِرٌ ہے، تو مُسْتَأْجِرٌ کا قول معتبر ہو گا ساتھ اس کی قسم کے اور مُؤْجِرٌ اگر چاہتا ہے تو اس کو کیا پیش کرنا پڑے گی؟ بَيِّنَةٌ پیش کرنا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنِ اخْتَلَفَا بَعْدَ الِاسْتِيفَاءِ لَمْ يَتَحَالَفَا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس نفع کو وصول کرنے کے بعد لَمْ يَتَحَالَفَا تو دونوں قسم نہیں اٹھائیں گے وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ اور قول کس کا معتبر ہو گا؟ مُسْتَأْجِرٌ کا معتبر ہو گا اس کی قسم کے ساتھ۔

وَإِنِ اخْتَلَفَا بَعْدَ اسْتِيفَاءِ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا۔ اچھا بھئی دیکھیے درمیان میں اختلاف آیا: کچھ نفع وہ اٹھا چکا ہے کچھ ابھی باقی ہے۔ مثلاً گاڑی فرض کرو بھئی صبح سے شام تک کے لیے وہ لے کر گیا ہے اور دوپہر کو اب اختلاف آیا اب کچھ نفع وہ اٹھا چکا ہے اور کچھ نفع باقی، یا مکان میں بنا لو بھئی ایک مہینے کے لیے مکان کرایہ پر لیا تھا اور دس دن کے بعد اختلاف آیا تو اب کیا کیا جائے بھئی؟ دس دن کا وہ نفع اٹھا چکا اور بیس دن کا نفع ابھی بھی باقی ہے تو اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی اب جو ہے اس صورت کے اندر تَحَالُفٌ ہو گا اور مابقیہ کے اندر عقدِ اجارہ کو فسخ کر دیا جائے گا، کیا کر دیا جائے گا؟ مابقیہ کے اندر فسخ کر دیا جائے گا۔ بھئی کچھ نفع تو ہلاک ہو چکا وہ دوبارہ آ سکتا ہے؟ تو اس کے بارے میں تو تَحَالُفٌ ہو نہیں سکتا، اور جو مابقیہ ہے وہ تو ابھی آیا نہیں کیونکہ ہر نئے وقت کے ساتھ نیا نفع آتا ہے۔ تو گویا بھئی بیع کے باب میں آپ نے پڑھا تھا اگر کچھ مبیعہ ہلاک ہو جائے تو تَحَالُفٌ ہوتا تھا یا تَحَالُفٌ نہیں ہوتا تھا؟ توجہ ہے سبق کی طرف؟ کچھ مبیعہ جب ہلاک ہوتا تھا تو تَحَالُفٌ ہوتا تھا یا تَحَالُفٌ نہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک؟ تَحَالُفٌ نہیں ہوتا تھا وہاں پر بھئی مگر یہ کہ بائع کیا ہو جائے؟ ہلاک شدہ کے حصے کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے آپ نے پڑھا تھا۔ تو بیع کے باب میں تَحَالُفٌ نہیں تھا لیکن یہاں پر تَحَالُفٌ ہے کچھ نفع ہلاک ہو چکا اور کچھ ابھی باقی ہے، یہاں کیوں تَحَالُفٌ ہے؟ کہتے ہیں بھئی یہ عقدِ اجارہ ہے اور عقدِ اجارہ کے اندر ہر آن نئے منافع آتے ہیں، کیا ہوتے ہیں؟ ہر آن نئے منافع۔ بھئی ایک مہینے کے لیے مکان لیا آج کے دن کی رہائش الگ ہے اگلے دن والی تو ابھی آئی ہی نہیں اس کا تو وجود ہی کوئی نہیں ہے وہ کل آئے گی، اس سے اگلے دن والی رہائش پھر اس کے بعد آئے گی پھر اس سے اگلے دن والی رہائش آئے گی، تو کچھ منافع ہلاک ہو چکے اور کچھ منافع ابھی آنے والے ہیں وہ معدوم ہیں ان کا وجود ہی کوئی نہیں اور جس چیز کا وجود ہی نہ ہو اس پر عقد واقع نہیں ہوتا۔ اس چیز کا وجود ہی نہیں ہے بھئی ابھی وہ رہائش آئی ہی نہیں ہے آپ بیچتے کیسے ہیں اس کی اجرت کیسے آپ وصول کر رہے ہیں؟ تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ ہر آن کے اندر جو جو نفع آ رہا ہے اس پہ نیا نیا عقد منعقد ہوتا جا رہا ہے۔ بھئی ہم نے تو بات کس کی کی ہے پورے مہینے کی، بھئی پورے مہینے کے منافع تو ابھی آئے ہی نہیں ان کا عقد کیسے ہو جاتا ہے؟ تو پھر اس کی صورت یہ ہے یوں فرض کر لیا جاتا ہے جو جو نفع آتا جا رہا ہے اس پہ نیا نیا عقد منعقد ہوتا جا رہا ہے، جب اس کا وجود آ گیا اب اس پر عقد ہو گیا اگلا وجود آیا اب تو موجود ہے اب عقد ہو سکتا ہے تو ہم یوں سمجھتے ہیں اب اس پر عقد ہوا، تو گویا یوں سمجھو ہر آن میں نیا نیا عقد ہوتا چلا جاتا ہے، ہر آن میں نیا عقد ہوتا ہے۔ تو جو گزر چکے تھے وہ ہلاک ہو گئے

جو آنے والے ہیں ان کا تو وجود ہی نہیں ہے مولانا ہر آن میں نیا عقد منعقد ہو رہا ہے، تو ان سب پر تو نیا عقد منعقد ہو رہا ہے ان کو فسخ کر سکتے ہیں یہ الگ عقد ہوا جو گزشتہ تھا وہ الگ عقد تھا۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ وہاں تو ایک ہی مبیعہ تھا جس پہ عقد منعقد ہوا تھا یہاں تو ہر ایک الگ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ ہے ہر آن کا نفع الگ ہے۔ بھئی وہاں دو غلام تھے دونوں پر عقد ہوا تھا اور ایک ہی عقد ہوا تھا یا الگ الگ عقد ہوئے تھے؟ ایک ہی عقد ہوا تھا، تو ایک ہی عقد دو غلاموں پر منعقد ہوا ہے اور ایک ہلاک ہو چکا اور ایک باقی ہے اب واپسی نہیں ہو سکتی، اور یہاں پر تو سارے پر اکٹھا عقد ہوا ہی نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر کیا ہو رہا ہے؟ الگ الگ منعقد ہو رہا ہے تو عقد بہت سارے بن گئے، تو جو ہلاک ہو چکے وہ الگ عقد تھے جو آ رہے ہیں وہ الگ عقد ہیں تو ان کو فسخ کرنا ممکن ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ اخْتَلَفَا بَعْدَ اسْتِيفَاءِ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ اور اگر اختلاف کیا دونوں نے یعنی مُؤْجِرٌ اور مُسْتَأْجِرٌ نے بعض مَعْقُودٌ عَلَيْهِ کو وصول کرنے کے بعد تَحَالَفَا تو دونوں قسم اٹھائیں گے وَفُسِخَ الْعَقْدُ اور عقد کو کیا کر دیا جائے گا؟ فسخ کر دیا جائے گا فِيمَا بَقِيَ مابقیہ کے اندر جو باقی نفع ہے اس کے اندر فسخ کر دیا جائے گا۔ وَكَانَ الْقَوْلُ فِي الْمَاضِي قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ مَعَ يَمِينِهِ۔ اچھا بھئی وہ صورت اگر سارا نفع اٹھا لیا پھر اس کے بعد اختلاف آتا تھا تو کس کا قول معتبر ہوتا تھا مُؤْجِرٌ کا یا مُسْتَأْجِرٌ کا؟ مُسْتَأْجِرٌ کا قول معتبر ہوتا تھا، تو یہاں بھی جو ہلاک ہو چکا کس کا قول معتبر؟ بھئی مابقیہ کے اندر تو ہم عقدِ اجارہ فسخ کر دیں گے اور جو گزر چکا ہے اس کا بھی تو فیصلہ کرنا ہے اس کی بھی تو ادائیگی ہونی ہے اس میں کس کا قول معتبر؟ کہتے ہیں مُسْتَأْجِرٌ کا قول معتبر جیسے بیع کے باب میں بھئی کس کا قول معتبر ہوتا تھا؟ مشتری کا، تو یہاں مُسْتَأْجِرٌ کا قول معتبر ہو گا۔ کہتے ہیں وَكَانَ الْقَوْلُ فِي الْمَاضِي قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ مَعَ يَمِينِهِ اور ماضی کے اندر قول جو ہے وہ مُسْتَأْجِرٌ کا معتبر ہے مَعَ يَمِينِهِ ساتھ اس کی قسم کے۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمَوْلَى وَالْمُكَاتَبُ اور جب اختلاف کیا آقا نے اور مکاتب نے، مکاتب وہ غلام جسے آقا نے کہا اتنے پیسے لے آؤ تو تم آزاد ہو، جب اختلاف کیا آقا نے اور مکاتب نے فِي مَالِ الْكِتَابَةِ کس کے اندر؟ مالِ کتابت کے اندر: آقا کہتا ہے بھئی میں نے ایک لاکھ روپے طے کیے تھے غلام کہتا ہے نہیں آپ نے اسی ہزار روپے طے کیے تھے میرے ساتھ، تو کہتے ہیں لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تو دونوں قسم نہیں اٹھائیں گے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تَحَالُفٌ یہاں نہیں ہے بھئی بلکہ یہاں مکاتب کا قول معتبر ہو گا یعنی اس پر قسم آئے گی اور دوسرے پر بَيِّنَةٌ ہے، آقا اگر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنا چاہتا ہے ایک لاکھ کو تو بَيِّنَةٌ لے کر آئے، اگر بَيِّنَةٌ نہیں پیش کر سکتا تو پھر مکاتب سے کیا لے لی جائے گی؟ قسم لے لی جائے گی، اگر وہ قسم کھا لیتا ہے تو اسی اسی ہزار پر فیصلہ کر دیا جائے گا اگر وہ قسم سے انکار کرتا ہے تو پھر آقا کے حق میں فیصلہ ایک لاکھ بدلِ کتابت پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ وَقَالَا يَتَحَالَفَانِ اور صاحبین فرماتے ہیں دونوں قسم اٹھائیں گے وَتُفْسَخُ الْكِتَابَةُ اور عقدِ کتابت کو پھر کیا کر دیا جائے گا؟ فسخ کیونکہ دونوں جب قسم اٹھائیں تو تَحَالُفٌ کا فائدہ ہی کیا ہے کہ عقد کو کیا کر دیا جائے؟ فسخ کر دیا جائے۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي مَتَاعِ الْبَيْتِ فَمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ۔ بھئی میاں بیوی میں اختلاف آ گیا گھر کے سامان کے اندر، سمجھ میں آیا؟ چاہے جدائی ہوئی ہے یا جدائی نہیں ہوئی دونوں کے درمیان اختلاف آ گیا ایک کہتا ہے یہ سامان میرا دوسرا کہتا ہے یہ سامان میرا، اب کس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اول تو بَيِّنَةٌ کو دیکھ لو، سمجھ میں آیا؟ بَيِّنَةٌ جو لے آئے اس کے حق میں فیصلہ، بھئی بَيِّنَةٌ کسی کے پاس بھی نہیں ہے؟ کہتے ہیں پھر اس صورت کے اندر سامان کو دیکھا جائے گا: اگر وہ ایسا سامان ہے جو عورتوں کے استعمال کا ہے تو اس کا فیصلہ کس کے حق میں ہو گا؟ بیوی کے حق میں ہو گا اس کی قسم کے ساتھ، اور جو سامان مردوں کا ہے اس کا فیصلہ خاوند کے لیے ہو جائے گا اس کی قسم کے ساتھ۔ بھئی کچھ سامان ہے دونوں کے استعمال کے قابل ہے مرد بھی استعمال کرتے ہیں عورت بھی وہ کیا مثلاً برتن ہیں، سمجھ میں آیا؟ چارپائی ہے، صوفے ہیں، یہ تو سب استعمال کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں یہ سامان مرد کا شمار کیا جائے گا اس کی قسم کے ساتھ۔ تو جو سامان عورتوں کا ہو وہ عورت کو دیا جائے گا اس کی قسم کے ساتھ، جو سامان مرد کا ہوا اور جو سامان دونوں کا ہو وہ کس کو دیا جائے گا؟ خاوند کو اس کی قسم کے ساتھ۔ کہتے ہیں وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي مَتَاعِ الْبَيْتِ جب اختلاف کیا میاں بیوی نے گھر کے سامان میں فَمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ پس اس میں سے جو صلاحیت رکھتا ہے مردوں کی یعنی جو صرف مردوں کے قابل ہے فَهُوَ لِلرَّجُلِ تو وہ مرد کے لیے ہے وَمَا يَصْلُحُ لِلنِّسَاءِ اور جو عورتوں کی صلاحیت رکھتا ہے یعنی جو عورتوں کے قابل ہے فَهُوَ لِلْمَرْأَةِ وہ عورت کے لیے ہے وَمَا يَصْلُحُ لَهُمَا اور وہ جو دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے یعنی دونوں کے قابل ہے مرد اور عورت کے فَهُوَ لِلرَّجُلِ تو وہ کس کے لیے ہے؟ مرد کے لیے ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ عورتوں کا سامان مثلاً بھئی عورتوں کے کپڑے ہیں اور برقعہ ہے اور میک اپ کا سامان ہے یہ ساری چیزیں عورتوں کی ہو گئیں، مرد کا سامان مثلاً بھئی پگڑی ہے مردانہ کپڑے ہیں اور مثلاً زرہ ہے بھئی جنگی لباس جو ہے تلوار وغیرہ یہ کس کے ہیں؟ مردوں کے سامان۔ تو کہتے ہیں وَمَا يَصْلُحُ لَهُمَا فَهُوَ لِلرَّجُلِ اور جو دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے دونوں کے قابل ہے وہ مرد کے لیے ہے۔

فَإِنْ مَاتَ أَحَدُهُمَا وَاخْتَلَفَ وَرَثَتُهُ مَعَ الْآخَرِ۔ بھئی دونوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اور جو زندہ ہے اس کا وارثوں کے ساتھ اختلاف آیا: بیوی کا انتقال ہو گیا اور خاوند کا بیوی کے وارثوں کے ساتھ اختلاف آیا سامان کے اندر، کس سامان میں اختلاف آیا مثلاً؟ وہ سامان جو دونوں کے قابل ہے، بھئی عورت والا سامان تو ظاہری بات ہے عورت کا ہی ہے مرد والا سامان تو ظاہری بات ہے کس کا ہے؟ مرد ہی کا ہے، جو سامان دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے دونوں کے قابل ہے میں نے جیسے ذکر کیا برتن ہیں، سمجھ میں آیا؟ اور گھر میں عام استعمال کی چیزیں وغیرہ تو وہ کس کے لیے ہو گا؟ کہتے ہیں جو زندہ ہو گا وہ اس کے لیے ہو جائیں گی اس کی قسم کے ساتھ۔ بھئی دیکھو کس کا انتقال ہوا؟ بیوی کا انتقال ہوا تو بیوی کے وارثوں اور خاوند کا اختلاف آیا، بیوی کے وارث کہتے ہیں یہ جو فرنیچر وغیرہ ہے جتنے برتن ہیں یہ عورت کے تھے اور خاوند کیا کہتا ہے یہ میرے ہیں تو کس کے حق میں فیصلہ ہو گا؟ خاوند کے حق میں فیصلہ۔ یا مولانا خاوند کا انتقال ہوا بیوی پیچھے رہ گئی اب بیوی اور خاوند کے وارثوں کا اختلاف ہوا، خاوند کے ورثاء کہتے ہیں یہ فرنیچر اور برتن سارا کس کا تھا؟ خاوند کا تھا تو یہ ورثہ ہے بیوی کہتی ہے نہیں یہ سارا میرا ہے، تو کس کے حق میں فیصلہ ہو گا؟ بیوی کے حق میں جو زندہ ہے اس کا ہو گا وہ۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ مَاتَ أَحَدُهُمَا اگر دونوں میں سے کوئی ایک مر گیا وَاخْتَلَفَ وَرَثَتُهُ مَعَ الْآخَرِ اور اختلاف کیا اس کے وارثوں نے دوسرے کے ساتھ فَمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْبَاقِي مِنْهُمَا پس وہ چیز جو صلاحیت رکھتی ہے مردوں اور عورتوں کی یعنی جو مردوں اور عورتوں دونوں کے قابل ہے فَهُوَ لِلْبَاقِي مِنْهُمَا تو وہ ان دونوں میں سے جو باقی ہے اس کے لیے ہو گا، خاوند زندہ ہے تو خاوند کے لیے بیوی اگر باقی ہے زندہ ہے تو اس کے لیے ہو جائے گا۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يُدْفَعُ إِلَى الْمَرْأَةِ مَا يُجَهَّزُ بِهِ مِثْلُهَا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا الگ قول ہے اس بارے میں بھئی: امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اختلاف چاہے زندگی میں آئے چاہے موت کے بعد آئے ایک ہی فیصلہ کیا جائے گا، کیا؟ کہ عورت کو جہیز کے طور پر جو سامان وغیرہ دیا جاتا ہے اس کا فیصلہ عورت کے حق میں ہو گا اور اس کے علاوہ باقی سارا کچھ جو ہے اس کا فیصلہ کس کے لیے ہو جائے گا؟ خاوند کے لیے، چاہے زندگی میں ہو چاہے وفات کے بعد۔ زندگی میں ہے پھر تو دونوں میں آپس میں الگ الگ تقسیم ہو جائے گی جو جہیز کے طور پر عموماً جو سامان دیا جاتا ہے وہ بیوی کو دلا دیا جائے گا اور باقی کسے دے دیا جائے گا؟ خاوند کو دے دیا جائے گا۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا ہے تو کہتے ہیں کوئی حرج نہیں اس کے وارث اس کے قائم مقام ہو گئے فیصلہ پھر بھی اسی طرح کر دو جو سامان جہیز کے طور پر دیا جاتا ہے وہ عورت کو یا اس کے وارثوں کو دے دیں گے اور باقی مرد کو یا اس کے وارثوں کو دے دیں گے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يُدْفَعُ إِلَى الْمَرْأَةِ مَا يُجَهَّزُ بِهِ مِثْلُهَا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حوالے کیا جائے گا عورت کے مَا وہ چیزیں يُجَهَّزُ بِهِ مِثْلُهَا کہ جس قسم کا سامان اسے مہیا کیا جاتا ہے، جَهَّزَ يُجَهِّزُ کا معنیٰ مہیا کرنا دینا یعنی جو اسے مہیا کیا جاتا ہے دیا جاتا ہے یا یوں کہیں جو اسے بطورِ جہیز کے دیا جاتا ہے وَالْبَاقِي لِلزَّوْجِ اور باقی کس کے لیے ہو گا؟ خاوند کے لیے ہو گا۔

وَإِذَا بَاعَ الرَّجُلُ جَارِيَةً فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ۔ صورت یہ بھئی ایک شخص نے ایک باندی کو فروخت کیا اور اس باندی نے پھر مشتری کے پاس جا کر ایک بچے کو جنم دیا اور بچے کو اس نے جنم دیا ہے چھ ماہ گزرنے سے پہلے پہلے، بچنے کے دن سے لے کر بچے کی پیدائش کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت ہے چھ ماہ مدت نہیں۔ اچھا جب اس نے بچے کو جنم دے دیا تو اب بائع نے دعویٰ کر دیا یہ بچہ میرا ہے، کیا اس کا دعویٰ صحیح ہے کیا نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ باندی اس کی ام ولد بنے گی یا نہیں بنے گی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اگر بائع نے دعویٰ کر دیا تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔ بھئی باندی کیسے ام ولد بنتی ہے باندی کو تو وہ بیچ چکا ہے بھئی اس کا مالک تو اب دوسرا آدمی ہے؟ کہتے ہیں بھئی بیع کو ہم فسخ کر دیں گے، بیع کو کیا کر دیں گے؟ فسخ کر دیں گے اور باندی اسے واپس لوٹا دی جائے گی اور اس کے ثمن یہ واپس دے دے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اچھا اس لیے کہ آپ جانتے ہیں مولانا حمل کی اقلِ مدت کتنی ہے؟ چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، تو اگر یہ بچہ مشتری کا ہوتا تو پھر تو کم از کم چھ ماہ پر اس کی پیدائش ہوتی یا چھ ماہ سے زائد پر اور یہ تو چھ ماہ سے بھی کم میں پیدا ہوا ہے معلوم ہوا یہ حمل کہاں پر ہوا تھا؟ بائع کے پاس ہوا تھا لہٰذا اس کا دعویٰ صحیح ہے نسب ثابت ہو جائے گا اور بچہ اس کا بچہ بن گیا اور باندی اس کی ام ولد بن گئی۔ کہتے ہیں وَإِذَا بَاعَ الرَّجُلُ جَارِيَةً جب بیچا کسی شخص نے کسی باندی کو فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ پس وہ لے آئی بچے کو یعنی اس نے بچے کو جنم دیا فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ پس اس کا دعویٰ کر دیا بائع نے فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ بَاعَهَا پس اگر وہ لے آئی بچے کو چھ ماہ سے کم کے اندر مِنْ يَوْمِ بَاعَهَا اس دن سے جس دن اس نے اسے بیچا تھا اس سے چھ ماہ سے کم کے اندر بچے کو جنم اس نے دیا ہے فَهُوَ ابْنُ الْبَائِعِ تو وہ بائع کا بیٹا ہے وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ اور اس کی ماں جو ہے وہ بائع کی ام ولد ہے وَيُفْسَخُ الْبَيْعُ اور بیع کو فسخ کر دیا جائے گا کیونکہ آپ جانتے ہیں ام ولد کی بیع جائز نہیں ہے تو معلوم ہوا یہ بیع ہی درست نہیں تھی تو بیع کو فسخ کریں گے اور ام ولد واپس کریں گے وَيُرَدُّ الثَّمَنُ اور ثمن کو لوٹا دیا جائے گا۔ وَإِنِ ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مَعَ دِعْوَةِ الْبَائِعِ أَوْ بَعْدَهَا فَدِعْوَةُ الْبَائِعِ أَوْلَى۔ بھئی اگر بائع کے دعوے کے ساتھ ہی مشتری نے بھی دعویٰ کر دیا یہ میرا بچہ ہے یا مشتری نے بعد میں

دعویٰ کیا پہلے بائع نے دعویٰ کیا اس کے بعد مشتری نے دعویٰ کیا، کہتے ہیں پھر بھی حمل کتنے عرصے میں ہوا ہے؟ چھ ماہ سے کم میں لہٰذا بائع کا دعویٰ اولیٰ ہے پھر بھی مسئلہ اسی طرح رہے گا بائع سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مَعَ دِعْوَةِ الْبَائِعِ، بھئی اس کو دِعْوَةٌ لفظ پڑھنا، ایک ہے دِعْوَةٌ ایک ہے دَعْوَةٌ: عام مال کے اندر جو دعویٰ ہو اس کے لیے دَعْوَةٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن نسب کے سلسلے میں جو دعویٰ کیا جائے اس میں دال کا کسرہ استعمال ہوتا ہے دِعْوَةٌ اسی لیے۔ کسرہ ہے بھئی آپ کی کتابوں میں یا نہیں؟ جی؟ اچھا بعض کتابوں میں تو صراحتاً لگا بھی ہوتا ہے تو بہر حال میں نے فرق بتلا دیا: مال وغیرہ کے اندر ہو تو دَعْوَةٌ کا لفظ ہے یا کھانے پینے پہ کوئی کسی کو بلاتا ہے اس کے لیے بھی کیا لفظ استعمال ہوتا ہے؟ دَعْوَةٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اردو میں بھی آپ کہتے ہیں میں فلاں کی دعوت پر گیا، اور نسب کے سلسلے میں جو دعویٰ کیا جائے اس کے لیے کیا لفظ استعمال ہوتا ہے؟ دِعْوَةٌ بِكَسْرِ الدَّالِ۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مَعَ دِعْوَةِ الْبَائِعِ اور اگر اس بچے کا دعویٰ کر دیا مشتری نے بھی بائع کے دعوے کے ساتھ ہی أَوْ بَعْدَهَا یا بائع کے دعوے کے بعد مشتری نے دعویٰ کیا ہے فَدِعْوَةُ الْبَائِعِ أَوْلَى تو بائع کا دعویٰ اولیٰ ہے۔ بھئی قید لگا دی مشتری نے کب دعویٰ کیا؟ بائع کے دعوے کے ساتھ یا اس کے بعد، اگر مشتری نے پہلے دعویٰ کر دیا تو پھر یاد رکھیے مشتری سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا، کس نے پہلے دعویٰ کر دیا؟ مشتری نے۔ مثلاً باندی نے بچے کو جنم دیا ہے بیچنے کے تین مہینے بعد ہی بچے کو جنم دے دیا ہے اور مشتری نے بائع سے پہلے دعویٰ کر دیا یہ میرا بچہ ہے، کہتے ہیں مشتری سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ بھئی عجیب بات ہے کیسے ثابت ہو گا نسب تین مہینے میں کیسے بچہ ہو سکتا ہے وہ تو کم سے کم کتنے عرصے میں ہو گا؟ چھ ماہ، تو یہاں پھر کیسے نسب ثابت ہو گا؟ کہتے ہیں بھئی ہم اس کو اس پر محمول کر لیں گے کہ مشتری نے باندی کو خریدنے سے پہلے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا، کیا کر لیا تھا؟ نکاح کر لیا تھا اور پھر اس نکاح کے بعد وہ باندی حاملہ ہوئی اور پھر اس کے بعد مشتری نے اب اس کو تین ماہ پہلے خرید لیا۔ تو نسب ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا بھئی یہاں بھی؟ تو وہ نکاح کی وجہ سے پہلے ہی حاملہ تھی خریدتے وقت بھئی تو بچہ اسی کا ہوا۔

کہتے ہیں وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرَ۔ ہاں دوسری صورت اگر باندی نے بچے کو جنم دیا چھ ماہ کے بعد بھئی لیکن دو سال سے کم کے اندر اور اب بائع نے دعویٰ کیا کہ بچہ میرا ہے، کہتے ہیں اب بائع سے نسب ثابت نہیں ہو گا بچے کا الا یہ کہ مشتری بھی تصدیق کر دے، کیونکہ بچہ پیدا ہوا ہے سات ماہ بعد، آٹھ ماہ بعد، دس ماہ بعد یا بارہ ماہ بعد، بھئی اتنے عرصے میں تو مشتری سے بھی ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے یہ کس کی اولاد ہو؟ مشتری کی ہو کیونکہ چھ ماہ سے زیادہ وہاں گزر چکے ہیں تو چھ ماہ اقلِ مدت ہے، لہٰذا اب بائع کی تصدیق نہیں کریں گے نسب ثابت نہیں ہو گا۔ ہاں اگر مشتری تصدیق کر دیتا ہے کہ جی ہاں یہ کیا ہے؟ بائع ہی کا بچہ ہے، تو اب نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ بائع کی امِ ولد بن جائے گی اور بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اور ثمن واپس کر دیے جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ اور اگر وہ لے آئی بچے کو یعنی اس نے جنم دیا بچے کو چھ ماہ سے زیادہ کے اندر وَلِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ اور دو سال سے کم میں چھ ماہ سے تو زیادہ ہے لیکن دو سال سے بھی کم مدت ہے لَمْ تُقْبَلْ دِعْوَةُ الْبَائِعِ فِيهِ تو قبول نہیں کیا جائے گا بائع کے دعویٰ کو فِيهِ کس کے اندر؟ اس بچے میں إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ الْمُشْتَرِي مگر یہ کہ مشتری اس کی تصدیق کر دے۔

وَإِنْ مَاتَ الْوَلَدُ۔ دوسری صورت بھئی: بھئی باندی نے بچے کو جنم دیا اور بچے کا انتقال ہو گیا اب بائع نے دعویٰ کیا وہ بچہ میرا تھا، تو کیا باندی اب اس کی امِ ولد بنے گی بیع کو فسخ کر دیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب بیع کو فسخ نہیں کریں گے: یہاں باندی امِ ولد بنتی ہے بچے کی وجہ سے اور بچہ کیا ہو چکا؟ ہلاک، اب ہلاک ہونے کے بعد اسے کوئی نسب کی حاجت رہی؟ اب اسے نسب کی حاجت ہی نہیں رہی تو نسب بھی ثابت نہیں، جب نسب ثابت نہیں تو یہ باندی اس شخص کی امِ ولد بھی نہیں، جب اس کی امِ ولد نہیں تو بیع کو بھی فسخ نہیں کریں گے۔ لیکن اگر اس کا عکس کرو: باندی مر گئی اور بچہ زندہ ہے اب اس نے نسب کا دعویٰ کیا ہے، کہتے ہیں بھئی بچہ تو زندہ ہے اور بچہ اب بھی نسب کا محتاج ہے لہٰذا نسب کیا ہو جائے گا؟ ثابت ہو جائے گا اور یہ اس سے بچہ لے لے گا۔ بھئی جب بچہ لے گا تو اس نے تو پیسے لیے تھے باندی کے تو اب کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی سارے پیسے واپس کرے۔ بھئی سارے پیسے کیوں واپس کرے باندی تو اس کے پاس مر چکی ہے؟ کہتے ہیں بھئی جب بچہ اس کا ہے معلوم ہوا اس نے اپنی امِ ولد بیچی تھی اور امِ ولد کا بیچنا تو جائز ہی نہیں ہے وہ تو مالِ متقوم ہی نہیں ہے اس کا بیچنا ہی نہیں جائز، معلوم ہوا اس نے جو پیسے لیے تھے ویسے ہی لیے تھے اس کا حق بنتا ہی نہیں تھا، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو لہٰذا سارے پیسے واپس کرے یہ امام صاحب کے نزدیک ہے۔ کہتے ہیں وَإِنْ مَاتَ الْوَلَدُ اگر وہ بچہ مر گیا فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ پس اس کا دعویٰ کر دیا بائع نے وَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ اور اس نے اس کو جنم دیا تھا چھ ماہ سے کم کے اندر لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ تو اب نسب ثابت نہیں ہو گا فِي الْوَلَدِ بچے میں کیونکہ بچہ تو مر چکا ہے اب اسے نسب کی حاجت ہی نہیں وَلَا الِاسْتِيلَادُ فِي الْأُمِّ اور نہ امِ ولد ہونا ثابت ہو گا کس کے اندر؟ اس بچے کی ماں میں وہ امِ ولد نہیں بنے گی۔ وَإِنْ مَاتَتِ الْأُمُّ اور اگر ماں مر گئی فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ اور پھر اس بچے کا کس نے دعویٰ کر دیا؟ بائع نے وَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ اور تحقیق اس نے جنم دیا تھا بچے کو چھ

ماہ سے کم میں يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ فِي الْوَلَدِ تو ثابت ہو جائے گا نسب مِنْهُ اس بائع سے فِي الْوَلَدِ کس کے اندر؟ بچے میں، اس بچے میں بائع سے نسب ثابت ہو جائے گا بھئی وَأَخَذَهُ الْبَائِعُ اور بائع اس کو لے لے گا وَيَرُدُّ الثَّمَنَ كُلَّهُ اور سارے کے سارے ثمن کیا کرے گا؟ لوٹا دے گا فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله کے نزدیک۔ وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں يَرُدُّ حِصَّةَ الْوَلَدِ وَلَا يَرُدُّ حِصَّةَ الْأُمِّ کہ بچے کے پیسے تو واپس کرے گا لیکن اس کی ماں کے پیسے واپس نہیں کرے گا کیونکہ ماں واپس ہوئی ہے؟ نہیں وہ تو مشتری کے پاس ہلاک ہو چکی ہے۔

وَمَنِ ادَّعَى نَسَبَ أَحَدِ التَّوْأَمَيْنِ يَثْبُتُ نَسَبُهُمَا مِنْهُ۔ تَوْأَمَيْنِ کہتے ہیں جڑواں، جڑواں: وہ دو بچے جن کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم کا وقفہ ہو وہ تَوْأَمَيْنِ کہلاتے ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ یاد رکھیے ایک باندی جو ہے اس نے دو بچوں کو جنم دیا اور ان دو بچوں کے درمیان وقفہ کتنا ہے؟ چھ ماہ سے کم ہے تو یہ تَوْأَمَيْنِ ہوئے، اور یاد رکھیے یہ جو تَوْأَمَيْنِ ہیں ان کی پیدائش ایک ہی نطفے سے ہوتی ہے لہٰذا کوئی شخص ان میں سے ایک بچے کا دعویٰ کر دیتا ہے تو جب ایک کا نسب ثابت ہو جائے گا تو دوسرے کا بھی خود بخود ثابت، چاہے پہلے کا دعویٰ کرے چاہے دوسرے کا جب ایک کا نسب ثابت ہو گا تو دوسرے کا نسب بھی ثابت۔ تو کہتے ہیں وَمَنِ ادَّعَى نَسَبَ أَحَدِ التَّوْأَمَيْنِ اور جس نے دعویٰ کر دیا دو جڑواں بچوں میں سے کسی ایک کے نسب کا يَثْبُتُ نَسَبُهُمَا مِنْهُ تو دونوں کا نسب اس شخص سے کیا ہو جائے گا؟ ثابت ہو جائے گا۔ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۴: کتاب الشہادات (۱): شہادت کی فرضیت، نصابِ شہادت (زنا میں چار مرد، حدود و قصاص میں دو مرد، اموال میں دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں، اور مخصوص امور میں تنہا عورت)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۶ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الشَّهَادَاتِ۔ الشَّهَادَةُ فَرْضٌ تَلْزَمُ الشُّهُودَ وَلَا يَسَعُهُمْ كِتْمَانُهَا إِذَا طَالَبَهُمُ الْمُدَّعِي۔ وَالشَّهَادَةُ بِالْحُدُودِ يُخَيَّرُ فِيهَا الشَّاهِدُ بَيْنَ السَّتْرِ وَالْإِظْهَارِ وَالسَّتْرُ أَفْضَلُ إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يَشْهَدَ بِالْمَالِ فِي السَّرِقَةِ فَيَقُولُ أَخَذَ الْمَالَ وَلَا يَقُولُ سَرَقَ۔[۴۳۲۱]

[۱] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «الشَّهَادَةُ فَرْضٌ تَلْزَمُ الشُّهُودَ وَلَا يَسَعُهُمْ كِتْمَانُهَا إِذَا طَالَبَهُمُ الْمُدَّعِي» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الشهادة:فرض يلزم الشهود اداؤها ولا يسعهم كتمانها إذا طالبهم المدعي» منقول ہے۔

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالشَّهَادَةُ بِالْحُدُودِ يُخَيَّرُ فِيهَا الشَّاهِدُ بَيْنَ السَّتْرِ وَالْإِظْهَارِ وَالسَّتْرُ أَفْضَلُ إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والشهادة في الحدود يخير فيها الشاهد بين الستر والإظهار والستر أفضل إلا أنه يجب» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَشْهَدَ بِالْمَالِ فِي السَّرِقَةِ فَيَقُولُ أَخَذَ الْمَالَ وَلَا يَقُولُ سَرَقَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يشهد بالمال في السرقة فيقول:أخذ ولا يقول:سرق» منقول ہے۔[۴]

جدول—مراتبِ شہادت (گواہی کے چار نصاب) کا جامع فقہی جدول:

مرتبہ	مقدمہ کی نوعیت	گواہوں کا شرعی نصاب	فقہی ضابطہ
۱	زنا کا مقدمہ	**چار مرد** (أَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ)	عورتوں کی شہادت زنا میں بالکل مقبول نہیں۔
۲	باقی حدود اور قصاص	**دو مرد** (رَجُلَانِ)	حدود و قصاص میں بھی عورتوں کی شہادت مقبول نہیں (شبہے سے بچنے کے لیے)۔
۳	اموال اور دیگر تمام حقوق (نکاح، طلاق، بیع، قرض، وکالت، وصیت)	**دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں**	قرآنِ کریم کی نص کے مطابق دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام ہیں۔
۴	وہ امور جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے (ولادت، استہلال بوقتِ ولادت، بکارت، عورتوں کے اندرونی عیوب)	**صرف ایک آزاد مسلمان عورت کی گواہی بھی مقبول ہے**	البتہ دو عورتوں کی گواہی زیادہ احوط ہے۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

شہادات بھئی: شہادات جمع ہے شہادت کی بھئی، گواہی دینا، شہادت کا معنیٰ ہے گواہی دینا۔ شہادت عربی زبان میں پکی خبر دینے کو کہتے ہیں بھئی، یقینی خبر دینا بھئی، ہاں تو عربی زبان میں شہادت کا کیا معنیٰ ہے؟ یقینی خبر دینا۔ اور اصطلاحِ شریعت میں اس کی تعریف بھئی لکھ لیجیے: هِيَ إِخْبَارٌ بِحَقٍّ لِلْغَيْرِ عَلَى آخَرَ۔ تو اصطلاحِ شریعت میں اس کی کیا تعریف ہوئی؟ هِيَ إِخْبَارٌ بِحَقٍّ لِلْغَيْرِ عَلَى آخَرَ یہ خبر دینا ہے بِحَقٍّ ایسے حق کی لِلْغَيْرِ جو غیر کا ہے عَلَى آخَرَ دوسرے شخص پر۔ یاد رکھیے جب انسان کسی حق کی خبر دیتا ہے تو اس کی تین صورتیں بنتی ہیں بھئی: یا تو خبر دینے والا یہ کہے گا کہ میرا حق ہے فلاں پر، مثلاً زید کہتا ہے عمرو نے میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، تو دیکھو یہ خبر دے رہا ہے کس چیز کی؟ ایک ایسے حق کی جو کس کا ہے کسی غیر کا ہے یا خبر دینے والے کا اپنا ہے؟ خبر دینے والے کا اپنا حق ہے اور غیر پر ہے، تو اپنے حق کی خبر دینا غیر پر یا در کھیے یہ دعویٰ کہلاتا ہے بھئی۔ اور اگر غیر کے حق کی خبر دیتا ہے اپنے اوپر: مثلاً زید کہتا ہے کہ میں نے عمرو کے ایک لاکھ روپے دینے ہیں، تو حق زید کا ہے خبر دینے والے کا ہے یا غیر کا ہے؟ غیر کا ہے، اور کس پر ہے؟ خبر دینے والے پر، تو اگر خبر دینے والا خبر دیتا ہے اپنے اوپر کسی غیر کے حق کی تو یاد رکھیے یہ اقرار کہلاتا ہے، کیا کہلاتا ہے؟ اقرار، زید کہتا ہے میں نے عمرو کے ایک لاکھ روپے دینے ہیں تو یہ اقرار ہوا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی کہ خبر دینے والا اگر اپنے حق کی خبر دیتا ہے کسی دوسرے پر تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ دعویٰ، اور اگر غیر کے حق کی خبر دیتا ہے اپنے اوپر یہ کیا کہلاتا ہے؟ اقرار، اور اگر کسی غیر کے حق کی خبر دیتا ہے کسی غیر پر تو یہ کہلاتی ہے شہادت بھئی۔ مثلاً زید کہتا ہے کہ بکر نے عمرو کے ایک لاکھ روپے دینے ہیں، کہنے والا زید اور کس کے حق کی خبر دے رہا ہے؟ مثلاً عمرو کے حق کی خبر دے رہا ہے اور کس پر ہے؟ بکر پر ہے، تو غیر کے حق کی خبر دے رہا ہے اور غیر پر ہی ہے کسی دوسرے پر ہے وہ حق، اس کو کیا کہتے ہیں؟ شہادت کہتے ہیں بھئی۔

الشَّهَادَةُ فَرْضٌ تَلْزَمُ الشُّهُودَ گواہی جو ہے ایسا فرض ہے تَلْزَمُ الشُّهُودَ جو گواہوں پر لازم ہے وَلَا يَسَعُهُمْ كِتْمَانُهَا، وَلَا يَسَعُهُمْ اور ان کے لیے گنجائش نہیں ہے كِتْمَانٌ کا معنیٰ چھپانا، وَلَا يَسَعُهُمْ كِتْمَانُهَا اور ان کے لیے گنجائش نہیں ہے اسے چھپانے کی یعنی اس شہادت کو چھپانے کی ان کے لیے گنجائش نہیں ہے إِذَا طَالَبَهُمُ الْمُدَّعِي جب ان سے مطالبہ کرے مدعی، مدعی کیا کرے؟ مطالبہ کرے۔ بھئی حق مدعی کا ہے اس نے مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر کسی حق کا دعویٰ کیا اب وہ جو گواہ تھا اس کے پاس آیا کہ آؤ بھئی میرا وہ جو حق تھا آپ کو علم ہے فلاں نے ادا کرنا ہے وہ حق ادا نہیں کر رہا مان نہیں رہا انکار کر رہا ہے، اب آؤ ذرا قاضی کے پاس آکر آپ گواہی دے دیں، تو یاد رکھیے اس صورت میں گواہی اس پر لازم ہو جاتی ہے بھئی اب اسے ہر حال میں کیا کرنا پڑے گی؟ گواہی دینا پڑے گی بھئی، اور اگر نہیں دے گا گناہ گار ہو گا بھئی۔ تو کہتے ہیں الشَّهَادَةُ فَرْضٌ تَلْزَمُ الشُّهُودَ گواہی ایسا فرض ہے جو گواہوں پر لازم ہے اور انہیں اس کی چھپانے کی گنجائش نہیں ہے إِذَا طَالَبَهُمُ الْمُدَّعِي جب کہ مدعی کیا کرے؟ ان سے مطالبہ کرے، تو حق مدعی کا ہے اس لیے اس کا مطالبہ ضروری ہے بھئی۔

وَالشَّهَادَةُ بِالْحُدُودِ يُخَيَّرُ فِيهَا الشَّاهِدُ بَيْنَ السَّتْرِ وَالْإِظْهَارِ۔ بھئی حدود کے مسئلے میں آپ جانتے ہیں حدود وہ سزائیں ہیں جو اللہ کی جانب سے مقرر ہیں اور ان میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ اب حدود کے مسئلے میں ایک شخص گواہ ہے تو کیا اس کو گواہی دینا فرض ہے ضروری ہے؟ کہتے ہیں بھئی ہم نے بتایا تھا جب مدعی مطالبہ کرے پھر کیا ہے اس پر گواہی فرض ہے، اور حدود کے مسئلے میں اس کو اختیار ہے بھئی: ایسی گواہی دے گا جس کی وجہ سے دوسرے پر کیا لازم آئے گی؟ حد لازم آئے گی، تو اس کو اختیار ہے چاہے تو اس کی پردہ پوشی کرے اس پہ پردہ ڈال دے گواہی نہ دے اور چاہے تو کیا کرے؟ اظہار کر دے یعنی گواہی دے دے، دونوں کا اختیار ہے بھئی۔ پردہ ڈال دے مولانا چاہے تو پردہ ڈال دے اس لیے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کی کیا کرے؟ پردہ پوشی کرے، اور جو شخص دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی دنیا اور آخرت میں اس کے عیبوں کی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور جو دوسروں کے عیب اچھالتا ہے اس کے بھی عیب اچھالے جاتے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں وَالشَّهَادَةُ بِالْحُدُودِ اور حدود میں شہادت جو ہے يُخَيَّرُ فِيهَا الشَّاهِدُ بَيْنَ السَّتْرِ وَالْإِظْهَارِ اختیار ہے اس میں گواہ کو چھپانے میں اور ظاہر کرنے میں، يُخَيَّرُ اختیار ہے اس کو فِيهَا اس شَهَادَةٌ بِالْحُدُودِ میں کس کو اختیار ہے؟ شَاهِدٌ کو بَيْنَ السَّتْرِ وَالْإِظْهَارِ چھپانے میں اور ظاہر کرنے میں وَالسَّتْرُ أَفْضَلُ اور چھپانا افضل ہے۔ إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يَشْهَدَ بِالْمَالِ فِي السَّرِقَةِ۔ ہاں اگر چوری پر یہ گواہ ہے بھئی تو پھر اس پر واجب ہے گواہی دینا کیونکہ یہاں پر حق العبد بھی آگیا مولانا، اگر یہ گواہی نہیں دے گا تو پھر جس شخص کی چوری ہوئی ہے اس بیچارے کا مال ضائع ہو جائے گا، سمجھ میں آیا؟ وہ تو چور لے کر چلا گیا اس نے دیکھ لیا موقع پر اس نے اور ایک اور آدمی نے، اور اب اگر یہ گواہی نہیں دیتا تو جس کا مال چوری ہوا ہے اس بیچارے کا مال ضائع ہو جائے گا اسے نہیں ملے گا تو اس سلسلے میں اب اس پر واجب ہے کہ وہ

کیا کرے؟ گواہی دے بھئی گواہی دے۔ اور پھر گواہی دیتے ہوئے کہتے ہیں یہ نہ کہے چور کے بارے میں کہ اس نے چوری کی ہے اس نے مال چرایا ہے ورنہ تو اس پہ حد آئے گی، سمجھ میں آیا؟ تو پردہ پوشی کرے چوری کی بات نہ کہے بھئی وہاں پر تاکہ حد سے وہ بچ جائے، ہاں یوں کہے اس نے مال لیا ہے فلاں کا، کیا کیا ہے؟ اس نے فلاں کا مال لیا ہے۔ تو اب مولانا گویا کہ اس پر غصب کا دعویٰ کر دیا چوری کا سرے سے دعویٰ ہی نہیں کیا، اب اس پر مولانا اسے مال دینا پڑے گا تو جس کی چوری ہوئی تھی اس کا مال اسے واپس مل جائے گا بھئی اور یہ دوسرا جس کے خلاف گواہی دی ہے وہ حد سے بھی بچ جائے گا، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ یوں کر لے۔ تو کہتے ہیں بھئی حدود کے مسئلے میں گواہی کو چھپانا افضل ہے إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ تو چوری کی بھی حد ہے وہاں پر گواہی دینا واجب ہے بھئی، چوری کی بھی حد ہے لیکن وہاں گواہی دینا واجب ہے لیکن وہاں چوری کی بات نہ کرے بلکہ کیا کہے اس نے مال لیا ہے، إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ مگر یہ کہ اس پر واجب ہے أَنْ يَشْهَدَ بِالْمَالِ فِي السَّرِقَةِ کہ وہ مال پر گواہی دے فِي السَّرِقَةِ چوری کے اندر فَيَقُولُ تو یوں کہے أَخَذَ الْمَالَ کہ اس نے مال لیا ہے وَلَا يَقُولُ سَرَقَ کہ اس نے مال چرایا ہے بھئی چوری کی ہے۔

وَالشَّهَادَةُ عَلَى مَرَاتِبَ مِنْهَا الشَّهَادَةُ فِي الزِّنَا۔ بھئی آپ نے ابھی تک یہ پڑھا کہ گواہ دو ہونے چاہئیں، کیا ہونے چاہئیں؟ دو عادل مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں، لیکن یاد رکھیے تمام مسائل میں اس طرح نہیں ہے بھئی ہر جگہ پر ایسا نہیں ہے: بعض جگہ چار گواہ چاہئیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور چاروں مرد ہوں قابلِ اعتماد، اور بعض جگہ صرف دو گواہ چاہئیں لیکن دونوں مرد چاہئیں وہاں پر عورت کی گواہی قابلِ قبول نہیں، اور بعض جگہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں تو بھی ان کی گواہی کیا ہے؟ قبول، اور بعض جگہ صرف ایک عورت کی گواہی بھی کافی ہے، تو چار قسم پر ہو گئی گواہی۔ بعض جگہ کتنے مرد چاہئیں؟ چار مرد ہوں بھئی اس میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں، اور یاد رکھیے یہ زنا کے مسئلے میں ہے زنا کے اندر کم از کم کتنے گواہ ہونے چاہئیں اس کے ثبوت کے لیے؟ چار گواہ چار قابلِ اعتماد گواہ ہوں اور چاروں کے چاروں مرد ہوں یہاں عورت کی گواہی قابلِ قبول نہیں کیونکہ حد کا مسئلہ ہے نازک مسئلہ ہے اور عورت کی گواہی میں شبہ ہے اسی لیے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر بنایا گیا، تو ادنیٰ شبہے کی وجہ سے حد کیا ہو جایا کرتی ہے؟ ساقط ہو جاتی ہے تو اس لیے یہاں پر عورت کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے بلکہ چار گواہ ہوں اور چاروں کے چاروں کون ہونے چاہئیں؟ مرد ہونے چاہئیں۔ پھر اس کے بعد باقی حدود اور قصاص: حدِ زنا میں کتنے گواہ تھے؟ چار، باقی حدود اور قصاص کے مسئلے کے اندر وہاں دو مرد گواہ ہونے چاہئیں اس میں بھی عورتوں کی گواہی قابلِ قبول نہیں کیونکہ حد کیا ہو جاتی ہے؟ ادنیٰ شبہے سے ساقط ہو جاتی ہے اور عورت کی گواہی میں شبہ ہے اسی لیے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا کیونکہ عورت کا حافظہ مرد سے کمزور ہے وہ بھول جاتی ہے بات بھئی۔ اس کے بعد بھئی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہاں ان پر عورتیں ہی مطلع ہو سکتی ہیں مرد ان پر مطلع نہیں ہو سکتے تو اس قسم کے مسئلے کے اندر بھی ایک عورت کی گواہی کافی ہے کیونکہ مرد تو اس پر مطلع ہی نہیں، مثلاً گواہی دینی ہے کہ اس عورت نے اس بچے کو جنم دیا ہے، اس عورت نے اس بچے کو جنم دیا ہے تو اس مسئلے میں ایک عورت کی بھی گواہی کافی ہے اس پر مرد تو مطلع نہیں ہو سکتے کہ اس عورت نے اس بچے کو جنم دیا۔ اور اس کے علاوہ باقی جتنے مسائل ہیں چاہے مالی مسئلہ ہو چاہے غیر مالی، یعنی حدود اور قصاص کے علاوہ اور وہ چیزیں جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے ان کے علاوہ جتنے مسائل ہیں چاہے کوئی مالی مسئلہ ہو مثلاً ایک نے دعویٰ کیا فلاں نے میرا اتنا مال دینا ہے دوسرا انکار کرتا ہے تو یہ مالی مسئلہ ہے، یا غیر مالی مسئلہ ہو مثلاً ایک کہتا ہے میرا اس عورت کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور عورت انکار کر رہی ہے تو یہ غیر مالی مسئلہ ہے یہاں مال کی بات نہیں چل رہی کس کی بات چل رہی ہے؟ نکاح کا دعویٰ ہے نکاح کی بات ہو رہی ہے، تو چاہے مالی مسئلہ ہو چاہے غیر مالی مسئلہ اس کے اندر دو عادل مرد ہونے چاہئیں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں۔ تفصیل سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو معلوم ہوا شہادت چار قسم پر ہو گئی بھئی چار درجے ہو گئے اس کے: بعض جگہ چار گواہ چاروں مرد، بعض جگہ دو گواہ دونوں مرد، بعض جگہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، اور بعض جگہ صرف ایک عورت تو چار درجے ہو گئے۔ دیکھیے سارے صاحبِ قدوری بیان کریں گے: کہتے ہیں وَالشَّهَادَةُ عَلَى مَرَاتِبَ شہادت کئی درجوں پر ہے مِنْهَا الشَّهَادَةُ فِي الزِّنَا ان ہی میں سے جو ہے الشَّهَادَةُ فِي الزِّنَا شہادت فی الزنا ہے يُعْتَبَرُ فِيهَا أَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ معتبر ہیں اس کے اندر چار گواہ مِنَ الرِّجَالِ کس میں سے؟ مردوں میں سے وَلَا تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ اور قبول نہیں کیا جائے گا اس کے اندر عورتوں کی گواہی کو۔ وَمِنْهَا الشَّهَادَةُ بِبَقِيَّةِ الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ اور ان میں سے ایک گواہی ہے باقی حدود پر اور قصاص پر تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ قبول کی جائے گی اس کے اندر دو مردوں کی گواہی وَلَا تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ اور قبول نہیں کی جائے گی اس کے اندر عورتوں کی گواہی۔ وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْحُقُوقِ تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ سَوَاءٌ كَانَ الْحَقُّ مَالًا أَوْ غَيْرَ مَالٍ اور اس کے علاوہ جو حقوق میں سے ہیں قبول کیا جائے گا اس کے اندر دو مردوں کی گواہی کو أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو سَوَاءٌ كَانَ الْحَقُّ مَالًا برابر ہے کہ چاہے وہ حق مال ہو أَوْ غَيْرَ مَالٍ یا غیر مال ہو۔ اب بھئی غیر مال ہے اس کی کیا مثال ہے؟ مال کی بات تو ظاہر ہے ایک آدمی نے دوسرے پہ مال کا دعویٰ کیا اور دوسرا کیا کر رہا ہے اس کا؟ انکار کر رہا ہے، غیر مال کیا معنیٰ؟ کہتے ہیں مِثْلُ النِّكَاحِ جیسے نکاح کا مسئلہ ہے ایک نے دعویٰ کیا اس کا میرے ساتھ نکاح ہوا ہے دوسرا کیا

کر رہا ہے اس کا؟ انکار، تو یہاں کوئی مالی دعویٰ نہیں ہے بلکہ نکاح کا دعویٰ ہے وَالطَّلَاقِ اسی طرح طلاق کا مسئلہ ہے عورت کہتی ہے اس شخص نے مجھے طلاق دے دی ہے اور خاوند کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو دیکھو یہاں بھی مال کا مسئلہ نہیں ہے کس چیز کا مسئلہ ہے؟ طلاق کا وَالْوَكَالَةِ ایک آدمی کہتا ہے اس نے مجھے اس مسئلے میں وکیل بنایا تھا مؤکل کہتا ہے نہیں میں نے اس کو وکیل نہیں بنایا تو دیکھو یہ بھی مال کی بات نہیں ہے یہاں وکالت ہے وَالْوَصِيَّةِ ایک آدمی وصیت کرنے پر کیا کرتا ہے کسی کو گواہ بناتا ہے وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس نے وصیت کی تھی تو دیکھو مال کی بات نہیں وصیت کرنے کے بارے میں۔ وَتُقْبَلُ فِي الْوِلَادَةِ جی اب چوتھی قسم بتلانے لگے ہیں وَتُقْبَلُ فِي الْوِلَادَةِ وَالْبَكَارَةِ اور قبول کیا جائے گا ولادت کے اندر کہ اس عورت نے اس بچے کو جنم دیا ہے وَالْبَكَارَةِ اور بکارت میں کہ یہ عورت باکرہ ہے یا باکرہ نہیں ہے وَالْعُيُوبِ بِالنِّسَاءِ اور عورتوں کے عیوب کے اندر فِي مَوْضِعٍ جب کہ وہ ایسی جگہ پر ہوں لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ کہ اس پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ عورتوں کے عیب ہیں بھئی کچھ عورتوں کے عیب ایسے کہ ان پر مرد مطلع ہو سکتے ہیں کچھ عیب ایسے کہ ان پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ مطلع ہو سکتے ہیں مثلاً بھئی ایک عورت کی پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہیں اب یہ چھ انگلیاں تو ہاتھ پہ ہیں بھئی اور اس پر مرد بھی کیا ہو سکتے ہیں؟ مطلع ہو سکتے ہیں لہٰذا اس میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے، ہاں ایسے مقام پر عیب ہے کہ جس پر مرد مطلع ہی نہیں ہو سکتا تو اس میں شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ، پیچھے کیا آیا تھا؟ تُقْبَلُ قبول کیا جائے گا ان مسائل کے اندر اور ایسے عیب جو عورتوں کے ایسی جگہ پر جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے قبول کیا جائے گا اس میں شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ ایک عورت کی گواہی کو بھی، ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کر لیا جائے گا۔[۵]

وَلَا بُدَّ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْعَدَالَةِ وَلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ اور ضروری ہے ان میں سے ہر ایک کے اندر عدالت اور شہادت کا لفظ ہونا۔ عدالت بھئی کہ تمام گواہ عادل ہونے چاہئیں چاہے ایک عورت کی گواہی کافی ہو ایسا مسئلہ ہے چاہے ایک مرد یا دو عورتیں ہیں یا دو مرد ہیں یا چار مرد ہیں یہ سارے گواہ کس قسم کے ہونے چاہئیں؟ عادل ہونے چاہئیں تو عدالت ضروری ہے بھئی۔ عادل ہونے کا کیا معنیٰ ہے؟ بھئی پہلے بھی یہ بات گزر چکی ہے آگے صاحب قدوری خود بھی ذکر کر دیں گے لیکن یہاں بھی سن لو: عادل ہونے کا معنیٰ عادل وہ شخص ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے بڑے گناہوں سے بچتا ہے اور صغیرہ گناہ بھی بہت کم اس سے ہوتے ہیں یعنی اس کی نیکیاں غالب ہیں اور گناہ کیا ہیں؟ تھوڑے ہیں اور وہ گھٹیا افعال سے بھی بچتا ہے مثلاً راستے میں کھانے پینے سے یا راستے میں پیشاب کرنے سے، تو یہ شخص عادل ہے یہ کیا ہے؟ عادل ہے تو عدالت ضروری ہے مولانا۔ اور پھر یہاں آپ کو ایک قیمتی بات بتلاؤں بھئی: آپ نے آج تک ہمیشہ یہ پڑھا ہے کہ گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے، یاد رکھیے گواہ عادل ہوں تو قاضی پر فیصلہ کرنا واجب ہو جاتا ہے فرض ہو جاتا ہے کہ ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ کرے، جب دو عادل آدمیوں نے آ کر ایک مسئلے میں گواہی دے دی تو قاضی کے لیے اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں اسے وہی فیصلہ کرنا پڑے گا جس پر انہوں نے کیا کیا ہے؟ گواہی دی ہے، جب تمام شرائط وضوابط پورے ہیں گواہی صحیح ہے تو قاضی پر فرض ہے کہ اب وہ اسی کے مطابق فیصلہ کرے بھئی اب وہ مجبور ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ اسے اسی کے مطابق فیصلہ کرنا پڑے گا۔ تو گواہ عادل ہیں یہ لیکن یہ معنیٰ نہیں کہ گواہ اگر عادل نہ ہوں تو قاضی ان کی گواہی قبول ہی نہیں کرے گا: نہیں پھر قاضی کی مرضی ہے، گواہ عادل ہیں پھر تو قبول کرنا لازم تھا لیکن اگر گواہ عادل نہیں ہیں، سمجھ میں آیا؟ فاسق ہیں تو پھر اس صورت میں قاضی کی مرضی ہے قبول کرنا چاہے تو قبول کر لے قبول نہیں کرنا چاہتا تو قبول نہ کرے بھئی، یعنی اب اس پر واجب نہیں ہے رد کرنا چاہتا ہے تو رد کر سکتا ہے کہ تم گواہ فاسق ہو تمہاری گواہی قابلِ قبول نہیں لیکن اگر اس نے ان کی گواہی سنی اور اس پر فیصلہ کر دیا تو فیصلہ صحیح ہے نافذ ہو گا مولانا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ تو نہیں ہے ایک آدمی فاسق ہے ہر بات میں ہی جھوٹ بولتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ فاسق ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ ہر بات اس کی جھوٹی ہے غلط ہے تو قاضی اس پر بھی کیا کر سکتا ہے جب اسے اعتماد ہے کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ سچ بول رہا ہے تو پھر وہ اس پر فیصلہ کر سکتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا بُدَّ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْعَدَالَةِ اور ضروری ہے ان سب کے اندر عدالت وَلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ اور شہادت کا لفظ بھی ضروری ہے۔ بھئی گواہ گواہی دینے آئے تو شہادت کا لفظ کہنا ضروری ہے کہ أَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں، کیا کہیں گے؟ میں گواہی دیتا ہوں یہ کہنا ضروری ہے اگر گواہی کا لفظ وہ استعمال نہیں کرتا پھر بھی ان کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ مثلاً گواہ کہتا ہے میں جانتا ہوں قاضی صاحب، یا کہتا ہے مجھے یقین ہے قاضی صاحب، بھئی گواہی کی بات کرو میں گواہی دیتا ہوں یوں کہو بھئی مجھے یقین ہے ان دونوں میں بیع ہوئی یا میں جانتا ہوں ان دونوں کے درمیان بیع ہوئی تھی تو یقین اور جاننے کی بات یہاں نہیں چلے گی بھئی کیا ضروری ہے ذکر کرنا؟ میں گواہی دیتا ہوں أَشْهَدُ۔ یہ معنیٰ ہے کہ عدالت کا ہونا بھی ضروری وَلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ اور شہادت کے لفظ کا ہونا بھی ضروری فَإِنْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّاهِدُ لَفْظَةَ الشَّهَادَةِ

---

[۵] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۱۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْحُقُوقِ تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ سَوَاءٌ كَانَ الْحَقُّ مَالًا أَوْ غَيْرَ مَالٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وما سوى ذلك من الحقوق تقبل فيها شهادة رجلين أو رجلين وامرأتين سواء كان الحق مالا أو غير مال» منقول ہے۔

اگر ذکر نہ کرے گواہ شہادت کے لفظ کو وَقَالَ اور کہے أَعْلَمُ میں جانتا ہوں، کہنا چاہیے تھا أَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں اس کے بجائے وہ کیا کہتا ہے أَعْلَمُ میں جانتا ہوں کہ زید نے عمرو کا مثلاً ایک لاکھ دینا ہے، یا کہتا ہے أَتَيَقَّنُ یقین کرتا ہوں یعنی مجھے یقین ہے کہ زید نے عمرو کا ایک لاکھ دینا ہے لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، شہادت کے لفظ کا ہونا ضروری ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقْتَصِرُ الْحَاكِمُ عَلَى ظَاهِرِ عَدَالَةِ الْمُسْلِمِ. بھئی آپ نے پڑھا کہ گواہ کیا ہونے چاہئیں؟ عادل ہونے چاہئیں، اب عادل ہونے یا غیر عادل ہونے کا پتہ کیسے چلے گا؟ کہتے ہیں قاضی کو پتہ کروانا چاہیے، سمجھ میں آیا؟ کہ گواہ عادل ہے یا عادل نہیں۔ تو یہ جو قاضی پتہ کرواتا ہے کہ گواہ عادل ہے یا عادل نہیں اس کو کہتے ہیں تزکیہ، کیا کہتے ہیں؟ تزکیہ کہتے ہیں۔ پھر یہ دو قسم پر ہے: ایک سِرًّا ہے پوشیدہ طور پر خفیہ طور پر پتہ کرواتا ہے، ایک ہے اعلانیہ بھئی ظاہراً کیا کرواتا ہے ان کی تعدیل کرواتا ہے کہ یہ عادل ہیں یا نہیں۔ پوشیدہ کیسے کروائے گا گواہوں کا پتہ؟ کہتے ہیں قاضی ایک خط لکھے گواہ جہاں کا رہنے والا ہے جس محلے کا رہنے والا ہے یا اس گواہ کے جو جاننے والے لوگ ہیں ان میں سے کسی قابلِ اعتماد آدمی کے پاس قاضی خفیہ طور پر ایک خط بھیج دے اور اس گواہ کی ساری تفصیلات لکھ دے کہ یہ گواہ ہے فلاں ابنِ فلاں ابنِ فلاں اور اس کا یہ یہ حلیہ ہے اور یہ یہ اس کی نشانیاں ہیں، یہ آدمی جو ہے تم اس کے جاننے والے ہو قریبی ہو ہمیں بتلاؤ یہ عادل ہے یا عادل نہیں نیچے لکھ دو، تو وہ اگر عادل ہے وہ نیچے لکھ دے گا عادل ہے اور پھر وہ خط واپس قاضی کے پاس پہنچے گا خفیہ طور پر، تو یہ ہے مولانا تزکیہ لیکن کون سا تزکیہ ہوا یہ؟ سِرًّا ہوا خفیہ طور پر۔ اور ایک پھر تزکیۂ اعلانیہ ہے بھئی: جب خفیہ طور پر اس نے تزکیہ کر دیا کہ یہ گواہ جس کے آپ نے حلیہ نام وغیرہ لکھا ہے یہ عادل ہے قابلِ اعتماد ہے اب قاضی اعلانیہ بھی بلوائے گا اس کو بھئی، وہ مزکی جس نے تزکیہ کیا تھا جس نے بتلایا تھا یہ عادل ہے اس کو بلوائے گا اور گواہ کو بھی سامنے اس کے کھڑا کرے گا اور پھر اس مزکی سے پوچھے گا ہاں بھئی کیا یہی ہے وہ آدمی جس کے بارے میں تم نے مجھے کہا تھا عادل ہے؟ تاکہ اس کو پہچان لے، تو وہ کہے گا ہاں جی قاضی صاحب یہی آدمی ہے جس کے بارے میں میں نے آپ سے کیا کہا تھا کہ یہ عادل ہے، تو یہ ہوا تزکیۂ اعلانیہ، سمجھ میں آیا؟ ظاہر اًہوا بھئی۔ اچھا اب یہ جو تزکیہ ہے کیا یہ قاضی کے لیے ضروری ہے ہر مسئلے کے اندر ہر گواہ کے بارے میں تفتیش کروائے کہ یہ عادل ہے یا عادل نہیں؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں قاضی کو نہیں تفتیش کرنی چاہیے ہر مسلمان عادل ہے، ہر مسلمان کیا ہے؟ عادل ہے، چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل بھئی وہ فرماتے ہیں حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْمُسْلِمُونَ عُدُولٌ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مسلمان عادل ہیں ایک دوسرے پر، سارے کے سارے مسلمان ایک دوسرے پر عادل ہیں إِلَّا مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ مگر وہ شخص جو مَحْدُودٌ فِي قَذْفٍ ہو جس پر حدِ قذف لگی ہو، اس کے علاوہ باقی سارے مسلمان کیا ہیں؟ عادل ہیں۔ تو جب مسلمان ہیں گواہی دینے آئے ہیں تو قاضی کو اعتماد کرنا چاہیے کہ یہ گواہ کیا ہیں؟ عادل ہیں امام صاحب فرماتے ہیں۔ ہاں اگر فریقِ مخالف اعتراض کر دیتا ہے یا ان میں عیب نکالتا ہے قاضی صاحب یہ جو گواہ میرے خلاف گواہی دینے آئے ہیں جن کو مدعی لے کر آیا یہ تو فاسق لوگ ہیں نیک لوگ ہیں ہی نہیں یہ تو عادل ہیں ہی نہیں آپ کیسے ان کی گواہی قبول کر رہے ہیں، تو اگر فریقِ مخالف اعتراض کرتا ہے پھر قاضی تحقیق کروالے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ پھر تحقیق کروالے۔ لیکن یہ عام مسائل کے اندر ہے، حدود اور قصاص میں امام صاحب بھی فرماتے ہیں وہاں قاضی کو تحقیق کروانی چاہیے تفتیش کروائے یہ گواہ عادل ہیں یا عادل نہیں اس لیے کہ حدود اور قصاص کا مسئلہ بڑا نازک ہے وہ ادنیٰ شبہے سے بھی کیا ہو جایا کرتے ہیں؟ ساقط ہو جاتے ہیں، تو وہاں پر تحقیق کروالے کہ حد کے مسئلے میں یا قصاص کے مسئلے میں یہ جو گواہ گواہی دینے آئے ہیں یہ عادل ہیں یا عادل نہیں، باقی عام مسائل میں پتہ کروانے کی ضرورت نہیں الا یہ کہ فریقِ مخالف کیا کر دے؟ اعتراض کر دے پھر پتہ کروالے۔ تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں يَقْتَصِرُ الْحَاكِمُ اکتفا کرے، اقْتَصَرَ کا کیا معنیٰ؟ اکتفا کرنا، يَقْتَصِرُ الْحَاكِمُ اکتفا کرے حاکم عَلَى ظَاهِرِ عَدَالَةِ الْمُسْلِمِ مسلمان کی ظاہری عدالت پر، ظاہر کیا ہے کہ وہ عادل ہے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ وہ عادل ہے تو اس کی ظاہری عدالت پر ہی اکتفا کرلے إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ مگر کس کے اندر؟ حدود اور قصاص کے مسئلے میں کہ وہاں اس کی ظاہری عدالت پر اکتفا درست نہیں ہے فَإِنَّهُ يَسْأَلُ عَنِ الشُّهُودِ تو وہ پوچھے گا گواہوں کے بارے میں، يَسْأَلُ عَنِ الشُّهُودِ کا کیا ترجمہ کریں گے؟ گواہوں سے پوچھے گا یہ ترجمہ نہیں گواہوں کے بارے میں پوچھ لے گا تحقیق کروالے گا یہ کس مسئلے میں؟ حدود اور قصاص کے مسئلے میں وَإِنْ طَعَنَ الْخَصْمُ فِيهِمْ اور اگر ان میں عیب نکالا، طَعَنَ کا معنیٰ عیب نکالنا اعتراض کرنا، وَإِنْ طَعَنَ الْخَصْمُ فِيهِمْ اور اگر عیب نکالا خصم نے ان کے اندر یعنی فریقِ مخالف نے ان میں عیب نکالا يَسْأَلُ عَنْهُمْ تو پھر کیا کرے قاضی ان کے بارے میں پوچھ لے یعنی تزکیہ کروائے بھئی۔ یہ تھا امام صاحب کا مذہب بھئی۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى جب کہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں لَا بُدَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْهُمْ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ کہ ضروری ہے کہ وہ پوچھے ان کے بارے میں فِي السِّرِّ پوشیدہ طور پر بھی وَالْعَلَانِيَةِ اور اعلانیہ بھی پتہ کروائے۔ امام صاحب تو فرما رہے تھے کوئی تحقیق کروانے کی ضرورت نہیں ہر مسلمان کیا ہے؟ عادل ہے تو اس کی ظاہری عدالت ہی کافی ہے بظاہر جب وہ عادل ہے تو بس کافی ہے اب تحقیق کروانے

کی ضرورت نہیں، صاحبین فرماتے ہیں نہیں تحقیق کروائے بھئی ہر گواہ کی پوشیدہ طور پر بھی اور اعلانیہ بھی۔ اور اسی پر فتویٰ ہے مولانا لیکن پوشیدہ تزکیہ کافی ہے مولانا، فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے لیکن صرف پوشیدہ تزکیہ بھی کافی ہے خفیہ طور پہ پتہ کروالے بس کافی ہے اس لیے کہتے ہیں کہ اعلانیہ تزکیہ یہ تو بڑی آزمائش اور فتنے والی چیز ہے یعنی بعض اوقات یہ آزمائش اور فتنے کا باعث بن جاتی ہے۔ مثلاً بھئی ایک شخص کو سامنے کھڑا کیا دوسرے کو بلوایا ہاں بھئی بتاؤ یہ عادل ہے یا عادل نہیں تم کیا کہتے ہو اس کے بارے میں؟ تزکیہ کروا رہا ہے نا اور اعلانیہ کروا رہا ہے اس کے سامنے اس سے پوچھ رہا ہے، اب اگر اس میں کوئی عیب ہوئے بھی تو یہ شرم اور حیا کی وجہ سے نہیں بتا سکے گا کہ یہ سامنے کھڑا ہے میں اس کے بارے میں غلط بات کیسے کروں بھئی اس کے منہ پر، بات سمجھ میں آئی؟ تو شرم اور حیا اس کو پکڑ لیتی ہے تو وہ حق کہنے سے بھی رک جاتا ہے، یا اگر کہہ دیتا ہے تو پھر اسے ڈر ہے کہ یہ دوسرا میرا دشمن بن جائے گا اور مجھے پھر یہ چھوڑے گا نہیں بھئی اس وجہ سے بھی وہ پھر کیا کرتا ہے حق کہنے سے رک جاتا ہے، اس لیے سِرًّا تحقیق کروالے یہ کافی ہے بھئی۔

وَمَا يَتَحَمَّلُهُ الشَّاهِدُ عَلَى ضَرْبَيْنِ أَحَدُهُمَا مَا يَثْبُتُ حُكْمُهُ بِنَفْسِهِ۔ یاد رکھیے وہ چیزیں جن کا تحمل شاہد کرے وہ دو قسم پر ہیں یعنی جن چیزوں کی گواہی کوئی شخص دے سکتا ہے وہ دو قسم پر ہیں بھئی۔ شاہد جن چیزوں کی گواہی دے سکتا ہے وہ کتنی قسم پر ہیں؟ دو قسم پر ہیں: کچھ تو وہ چیزیں ہیں جن کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے وہاں گواہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ غور سے سننا بھئی مشکل بات ہے: کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے وہاں گواہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک شخص کے ساتھ بیع کرتے ہیں آپ نے ایجاب کیا اس نے قبول کیا بیع منعقد ہوئی یا منعقد نہیں ہوئی؟ بیع منعقد ہو گئی اور مشتری مبیع کا مالک بن گیا اور اس کے ذمے اب ثمن دینا لازم ہو گئے، کیا کسی کو گواہ بنانا ضروری ہے؟ کسی کو گواہ بنانا ضروری نہیں ہے بھئی جیسے ہی ایجاب و قبول کریں گے بیع کا حکم خود بخود ثابت ہو جائے گا مشتری مبیع کا مالک بن گیا اور اب اس پر ثمن دینا لازم ہو گئے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہاں کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے بھئی خود ہی فعل ثابت ہو جاتا ہے۔ یا اسی طرح کوئی کسی کی چیز غصب کرتا ہے: بھئی ایک آدمی نے دوسرے کی چیز زبردستی چھینی اٹھائی اور لے گیا بھئی تو اب یہ چیز اس نے غصب کی ہے کیا یہاں کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت ہے یا خود بخود غصب ثابت ہو گیا؟ جب وہ چھین کر چیز لے گیا تو غصب ثابت ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ غصب ثابت ہو گیا کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ ایک آدمی دوسرے کو قتل کرتا ہے جب اس نے اسے قتل کیا تو مقتول مر گیا یا نہیں مرا بھئی؟ مقتول مر گیا اور جان بوجھ کر قتل کیا ہے، صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو قتل ثابت ہو گیا یا ثابت نہیں ہوا بھئی؟ ثابت ہو گیا کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت ہے؟ نہیں جب اس نے ایک فعل سرانجام دیا وہ ہو گیا بھئی اس کا اثر ظاہر ہو گیا اب اس میں کسی کو گواہ بناتا ہے نہیں بناتا اس سے اس کے اس فعل پر کوئی اثر نہیں، تو یہ وہ افعال ہیں جن کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے یعنی جن کا اثر خود بخود کیا ہو جاتا ہے؟ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور کچھ افعال وہ ہیں جن کا حکم خود ثابت نہیں ہوتا بھئی، جیسے گواہی پر گواہی، گواہی پر گواہی بھئی۔ دیکھیے بھئی صورت یہ ہے گواہی پر گواہی کسے کہتے ہیں پہلے یہ سمجھ لو: بھئی ایک مسئلہ ہے اس مسئلے کے اندر میں بھی گواہ ہوں اور زید بھی گواہ ہے، میں اور زید اس مسئلے میں گواہ ہیں اب وہ مسئلہ قاضی کے پاس چلا گیا مثلاً عمرو کا مسئلہ تھا عمرو نے کسی سے ایک لاکھ روپیہ وصول کرنا تھا بھئی اور اس مسئلے میں میں اور زید گواہ ہیں بھئی، عمرو ہم دونوں کے پاس آیا کہ بھئی قاضی کے پاس جانا ہے آپ دونوں چونکہ گواہ ہیں آپ چلیے اور میرا حق مجھے دلائیے گواہی دیجیے آپ دونوں، میں نے کہا بھئی میں تو آج ہی جا رہا ہوں حج پر، میں تو کہاں جا رہا ہوں؟ حج پر جا رہا ہوں اب کیا کریں بھئی قاضی کے پاس کل جانا ہے اور میں جا رہا ہوں حج پر؟ کہتے ہیں بھئی اپنی گواہی پر کسی کو گواہ بنا لو اور خود چلے جاؤ، کیا کر دو؟ اپنی گواہی پر کسی کو گواہ بنا دو وہ جا کر گواہی دے دیں اور تم چلے جاؤ یہ بھی درست ہے مولانا۔ کیسے؟ اب میں یوں کروں گا اپنی گواہی پر دو آدمیوں کو گواہ بنا لوں گا، کیا کروں گا؟ دو عادل آدمیوں کو گواہ بناؤں گا اور ان سے کہوں گا کہ بھئی میں تو جا رہا ہوں حج پر تم دونوں میری طرف سے قاضی کے پاس جا کر گواہی دے دینا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے فلاں کے ساتھ اس طرح معاملہ کیا تھا اور اس نے اب اس کے اتنے پیسے دینے ہیں، ان کے سامنے گواہی دے دے اور ان کو اپنی گواہی پر کیا بنا دے؟ گواہ بنا دے۔ تو میں نے ان دو آدمیوں کو اپنی گواہی پر کیا کر دیا؟ گواہ بنا دیا اب یہ جا کر گواہی دیتے ہیں تو یہ شَهَادَةٌ عَلَى الشَّهَادَةِ ہے گواہی پر گواہی دے رہے ہیں، کیا انہوں نے خود وہ بیع و شراء والا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یا سنا تھا؟ نہیں بھئی انہوں نے نہ وہ معاملہ دیکھا نہ وہ معاملہ سنا وہ صرف کس چیز پر گواہی دے رہے ہیں؟ گواہ کی گواہی پر گواہی دے رہے ہیں تو یہ شَهَادَةٌ عَلَى الشَّهَادَةِ ہے۔ تو گواہ جو ہے یہ شہادت پر بھی شہادت دے سکتا ہے لیکن شہادت پر شہادت اس کا حکم خود بخود ثابت نہیں ہوتا یعنی جب تک دوسرے کو گواہ بنایا نہ جائے اپنی گواہی پر اس کے لیے گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں۔ بھئی میں حج پر جا رہا ہوں میں نے دو قابلِ اعتماد آدمیوں کو اپنی گواہی پر کیا کیا؟ گواہ بنایا کہ میں گواہی دیتا ہوں تم قاضی کے پاس جا کر کہہ دینا یہ بات میری طرف سے گواہی دے دینا اور پھر ان کے سامنے کہتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے فلاں کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے ان کے درمیان یہ معاملہ ہوا تھا، اب ان کو میں نے اپنی گواہی پر باقاعدہ گواہ بنایا ہے تو یہاں گواہی پر گواہی تب ہی درست ہے جب کہ باقاعدہ گواہ بنایا گیا ہو، تو میں نے ان دو کو گواہ بنایا ہے لہٰذا صرف ان دو کے لیے جائز ہے کہ میری

گواہی پر جاکر قاضی کے پاس گواہی دیں۔ میں جب ان کو گواہ بنارہا تھا دس آدمی اور بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جاکر قاضی کے پاس شہادت پر شہادت دیں میری گواہی پر گواہی دیں، کیوں نہیں گواہی پر گواہی دے سکتے؟ اس لیے کہ میں نے ان کو گواہ بنایا ہی نہیں میں نے تو صرف ان دو آدمیوں کو گواہ بنایا ہے، تو گواہی پر گواہی صرف اسی وقت جائز ہے جب گواہِ اول نے باقیوں کو کیا بنایا ہو؟ گواہ بنایا ہو، اور اگر اس نے گواہ نہیں بنایا انہوں نے صرف گواہی کو سنا ہے دیکھا ہے پھر اس کے لیے گواہی پر گواہی دینا درست نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو بات یہ چل رہی تھی کہ وہ چیزیں جن کی گواہ گواہی دے سکتا ہے وہ دو قسم پر ہیں بھئی: کچھ وہ چیزیں جن کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے وہاں گواہ بنانے کی ضرورت نہیں بس آپ ایک موقع پر موجود تھے آپ کے سامنے بیع کا معاملہ ہوا، غصب کا معاملہ ہوا، قتل کا معاملہ ہوا، سمجھ میں آیا؟ یا اقرار کسی نے کسی کے لیے کیا، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حکم خود ثابت ہو جاتا ہے اس میں کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت نہیں، تو لہٰذا یہاں پر جنہوں نے اس واقعے کو اپنے کانوں سے سنا وہاں پر مثلاً بیع و شراء کر رہے تھے ایجاب اور قبول کو اپنے کانوں سے سنا، تو جنہوں نے اس واقعے کو کانوں سے سنا یا اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کے لیے گواہی دینا جائز ہے، قتل اپنی آنکھوں سے دیکھا، غصب اپنی آنکھوں سے دیکھا بھئی، یا بیع اپنی آنکھوں سے دیکھی کانوں سے سنی بھئی تو ان کے لیے گواہی دینا جائز ہے۔ معلوم ہوا وہ چیزیں جن کا پتہ سننے سے چلتا ہے وہاں اگر خود سنا ہو تو جاکر گواہی دے سکتے ہیں چاہے گواہ نہیں بنایا۔ میں اور زید بیع و شراء کر رہے تھے ہمارے پاس دو تین اور آدمی بھی بیٹھے تھے ہم نے ان کو گواہ بنایا نہیں ہے ہم تو اپنی بیع و شراء کر رہے ہیں لیکن گواہ نہیں بنایا پھر بھی یہ کیا کر سکتے ہیں اس مسئلے میں گواہی دے سکتے ہیں کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے، تو لہٰذا اب اس مسئلے کے اندر انہوں نے واقعے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کانوں سے سنا ہے یہ جاکر گواہی دے سکتے ہیں، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ گواہی دے سکتے ہیں۔ اور کچھ وہ چیزیں ہیں جن کا حکم خود بخود ثابت نہیں ہوتا جیسے کہ شہادت ہے، مثلاً گواہی ہے بھئی: بھئی دیکھو گواہی سے کوئی حکم خود بخود ثابت ہو جائے گا؟ آپ یہاں بیٹھے ہوئے کہہ دیں میں گواہی دیتا ہوں زید نے عمرو کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے، کیا اس گواہی سے زید پر ایک لاکھ روپیہ لازم ہو گا؟ نہیں۔ ہاں اس گواہی کو جب آپ قاضی کے پاس جاکر دیں گے اور ایک اور گواہ ساتھ ملے گا تو اب قاضی کے فیصلے سے کیا ہو جائے گا؟ زید پر ایک لاکھ لازم ہو جائے گا۔ تو کیا صرف گواہی سے اس کا حکم خود بخود ثابت ہوا؟ نہیں بلکہ اس میں کیا ضروری ہے کہ کہاں پر یہ گواہی دی جائے؟ قاضی کے پاس دی جائے، تو گواہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا حکم خود بخود ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ قاضی کے پاس نہ دی جائے۔ بھئی قتل کیا تھا جب قتل کیا دوسرا مر گیا بھئی قتل ثابت ہو گیا وہاں کسی کو گواہ وغیرہ بنانے کی ضرورت نہیں اس کا حکم آگیا، کسی کی چیز غصب کی غصب پایا گیا بھئی وہاں کسی اور بات کی ضرورت نہیں، کسی کے لیے اقرار کیا زبان سے ایک دفعہ کہہ دیا اقرار ہو گیا بھئی، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ لیکن گواہی دیتا ہے کسی بات پر آپ یہاں پر بیس آدمی بیٹھ کر کہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ زید نے عمرو کا ایک لاکھ دینا ہے تو کیا زید پر ایک لاکھ لازم ہو جائے گا؟ نہیں ہو گا لازم کیونکہ گواہی ایک ایسی چیز ہے جس کا حکم خود ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کو کہاں منتقل کریں پھر اس کا حکم ظاہر ہو گا؟ قاضی کے پاس قاضی کی مجلس میں، وہاں پر یہ گواہی دی جائے تو پھر اس کا حکم ظاہر ہو گا اور قاضی اس کے ذریعے فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گا بھئی۔ تو لہٰذا گواہی ایک ایسی چیز ہے جس کا حکم خود ثابت نہیں ہوتا لہٰذا اب گواہی پر گواہی دینا اس کے لیے ضروری ہے کہ دوسرا اس کو کیا کرے؟ گواہی پر گواہ بنائے بھی، صرف گواہی سن لینے سے دوسرے شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی گواہی پر کیا کر لے؟ گواہی دے دے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اچھی طرح مسئلہ سمجھ میں آیا؟ پچھلے واقعات تھے ان میں تو ایک آدمی وہاں موجود ہے اس کو گواہ نہیں بنایا گیا کوئی بات نہیں بھئی وہاں پر گواہ بنانا ضروری ہے ہی نہیں بس اس نے دیکھ لیا سن لیا وہ جاکر گواہی دے سکتا ہے، جب کہ گواہی کو کوئی شخص سن لے چاہے قاضی کے پاس سنے چاہے قاضی کے علاوہ کہیں اور سنے اس کو گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں کیونکہ گواہی ایک ایسی چیز ہے اس کا حکم خود بخود ثابت نہیں ہوتا، جب خود بخود ثابت نہیں ہوتا تو ضروری ہے کہ اس کے اندر پہلا دوسرے کو اپنا نائب بنائے کہ جاکر کیا کرو؟ میری طرف سے جاکر گواہی دے دو یا میری اس گواہی پر گواہ ہو جاؤ۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟ تو کہتے ہیں وَمَا يَتَحَمَّلُهُ الشَّاهِدُ عَلَى ضَرْبَيْنِ اور وہ چیزیں جن کا تحمل گواہ کر سکتا ہے، یعنی آسان لفظوں میں وہ چیزیں جن کی گواہی گواہ دے سکتا ہے عَلَى ضَرْبَيْنِ کتنی قسم پر ہیں؟ دو قسم پر ہیں: أَحَدُهُمَا ان میں سے ایک مَا يَثْبُتُ حُكْمُهُ بِنَفْسِهِ جس کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے مِثْلُ الْبَيْعِ وَالْإِقْرَارِ جیسے کہ بیع اور اقرار ہیں وَالْغَصْبِ اور غصب ہے وَالْقَتْلِ اور قتل ہے وَحُكْمِ الْحَاكِمِ اور قاضی کا فیصلہ ہے۔ بھئی قاضی کے پاس دو گواہ آگئے مثلاً قاضی نے ایک مسئلے میں فیصلہ کر دیا آپ بھی وہاں موجود تھے آپ نے قاضی کو فیصلہ دیتے ہوئے سنا، بعد میں اسی قاضی کے سامنے کچھ عرصے کے بعد آپ کو گواہی دینا پڑی اس مسئلے کے اندر مثلاً کئی سال گزر گئے قاضی بھول گیا تھا یہ بات یا اس کے رجسٹر کھو گئے ضائع ہو گئے اب اس قاضی کو اپنا وہ فیصلہ تو یاد نہیں لیکن آپ وہاں جاکر گواہی دیتے ہیں بھئی کسی وجہ سے ضرورت پڑ گئی کہ قاضی صاحب میں بھی موجود تھا جب آپ نے اس مسئلے کے اندر یہ فیصلہ کیا تھا تو آپ کیا کر سکتے ہیں؟ گواہی دے سکتے ہیں۔ یا کسی دوسرے قاضی کے پاس

آپ کو اس قاضی کے فیصلے کی گواہی دینا پڑے تو آپ اس مسئلے میں گواہی دے سکتے ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ کسی اور قاضی کے پاس کوئی جھگڑا پیش ہوا جس کا اس مسئلے سے بھی تعلق تھا اب آپ اس قاضی کی عدالت میں حاضر ہوئے اور آپ نے اس قاضی کے سامنے اس قاضی کے فیصلے کے بارے میں گواہی دی کہ فلاں قاضی نے اس مسئلے کے اندر یہ فیصلہ کیا تھا اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا تو آپ کیا کر سکتے ہیں یہ گواہی دے سکتے ہیں، تو قاضی کے فیصلے کو سن کر اس کے بارے میں گواہی دینا درست ہے بھئی، صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ کس چیز پر گواہی دے رہا ہے؟ قاضی کے فیصلے پر کیونکہ قاضی کا فیصلہ اس کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے وہاں کسی کو گواہ وغیرہ بنانے کی کسی کو نائب بنانے کی ضرورت نہیں جب اس نے ایک مسئلے میں فیصلہ کر دیا تو وہ ثابت ہو گیا بھئی۔ فَإِذَا سَمِعَ ذَلِكَ الشَّاهِدُ جب سن لے اس کو گواہ، جب سننے والی چیز ہے تو اس کو گواہ نے سن لیا جیسے قاضی کا فیصلہ ہے یا بیع کے اندر ایجاب و قبول ہے أَوْ رَآهُ یا گواہ کیا کر لے اس قسم کی چیزوں میں سے کسی کو دیکھ لے مثلاً قتل غصب وغیرہ ہے وَسِعَهُ تو اس کے لیے گنجائش ہے أَنْ يَشْهَدَ بِهِ کہ وہ اس پر کیا کرے؟ گواہی دے دے وَإِنْ لَمْ يُشْهَدْ عَلَيْهِ اگرچہ اس پر اس کو گواہ نہیں بنایا گیا، اس کو گواہ نہیں بنایا گیا لیکن یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے تو جب وہ ان کو دیکھ لے سن لے تو اب اس کے لیے گواہی دینا جائز ہے۔ وَيَقُولُ اور یوں کہے مولانا أَشْهَدُ أَنَّهُ بَاعَ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس شخص نے یہ چیز بیچی ہے وَلَا يَقُولُ اور یہ نہ کہے أَشْهَدَنِي کہ اس نے مجھے کیا کیا تھا؟ گواہ بنایا تھا۔ بھئی ایک آدمی موجود تھا اور بیع و شراء ہوئی، توجہ ہے سبق کی طرف؟ دو آدمیوں میں بیع و شراء ہو رہی تھی دو تین آدمی ویسے ہی موجود ہیں وہاں پر جب گواہی دینے کی ضرورت پیش آئے تو یہ کہیں أَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں أَنَّهُ بَاعَ کہ اس شخص نے یہ چیز اسے بیچی ہے مثلاً، یہ نہ کہے أَشْهَدَنِي کہ اس نے مجھے کیا کیا تھا؟ گواہ بنایا تھا ورنہ تو جھوٹ ہو جائے گا انہوں نے تو گواہ نہیں بنایا تھا یہ صرف وہاں موجود تھا اس لیے گواہی دے رہا ہے، اگر انہوں نے گواہ بنایا تھا پھر تو کہہ سکتا ہے کہ أَشْهَدَنِي کہ اس نے مجھے کیا کیا تھا؟ گواہ بنایا تھا۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَقُولُ اور یہ نہ کہے أَشْهَدَنِي کہ اس نے مجھے گواہ بنایا تھا۔ اچھا یہ تو ایک قسم ہے جن کا تحمل گواہ کر سکتا ہے، وَمِنْهُ اور ان میں سے مَا وہ قسم ہے لَا يَثْبُتُ حُكْمُهُ بِنَفْسِهِ جس کا حکم خود بخود ثابت نہیں ہوتا مِثْلُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ جیسے شہادت علی الشہادت ہے فَإِذَا سَمِعَ شَاهِدًا يَشْهَدُ بِشَيْءٍ لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ عَلَى شَهَادَتِهِ۔ صورت یہ قاضی کے سامنے کوئی مقدمہ آیا اس مقدمے کے اندر دو گواہوں نے گواہی دی یہ بھی وہاں موجود تھا تو اس کے سامنے انہوں نے گواہی دی ہے یا نہیں دی بھئی؟ اس کے سامنے انہوں نے گواہی دی ہے تو کیا اب یہ ان کی گواہی پر گواہی دے سکتا ہے بعد میں کبھی ضرورت پڑ جائے کہ انہوں نے گواہی دی تھی میں ان کی گواہی پر کیا کرتا ہوں؟ گواہی دیتا ہوں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی گواہی نہیں دے سکتا کیونکہ گواہی پر گواہی کے لیے کیا ضروری ہے؟ کہ وہ اس کو اپنا نائب بنائے یا اس کو اپنی گواہی پر گواہ بنائے۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا سَمِعَ شَاهِدًا يَشْهَدُ بِشَيْءٍ جب سنا ایک شخص نے شَاهِدًا کسی ایسے گواہ کو يَشْهَدُ بِشَيْءٍ جو کیا کر رہا ہے کسی چیز کی گواہی دے رہا ہے لَمْ يَجُزْ لَهُ تو جائز نہیں ہے اس شخص کے لیے أَنْ يَشْهَدَ عَلَى شَهَادَتِهِ کہ وہ گواہی دے اس کی گواہی پر إِلَّا أَنْ يُشْهِدَهُ مگر یہ کہ وہ اسے کیا کر دے؟ گواہ بنا دے پھر گواہی دے سکتا ہے۔ وَكَذَلِكَ لَوْ سَمِعَهُ يُشْهِدُ الشَّاهِدَ۔ یہ تو کون سی صورت بنائی؟ ایک گواہ کو قاضی کے پاس گواہی دیتے ہوئے سنا، دوسری صورت یہ گواہی پر گواہ بناتے ہوئے کسی کو سنا: میں حج پہ جا رہا تھا میں اپنی گواہی پر کسی کو گواہ بنا رہا ہوں ایک تیسرا آدمی بھی وہاں سن رہا ہے، سمجھ میں آیا؟ تو اس کے لیے بھی جائز نہیں ہے، چاہے قاضی کے پاس باقاعدہ گواہی دیتے ہوئے کسی کو سنے یا کسی کو اپنی گواہی پر گواہ بناتے ہوئے سنے دونوں صورتوں میں اس سننے والے کے لیے گواہی پر گواہی دینا درست نہیں ہے۔

وَكَذَلِكَ لَوْ سَمِعَهُ يُشْهِدُ الشَّاهِدَ عَلَى شَهَادَتِهِ لَمْ يَسَعْ لِلسَّامِعِ أَنْ يَشْهَدَ عَلَى ذَلِكَ اور اسی طرح اگر سنا اس شخص نے کسی دوسرے کو کہ وہ يُشْهِدُ الشَّاهِدَ کہ وہ دوسرا کیا کر رہا ہے؟ گواہ بنا رہا ہے الشَّاهِدَ کسی گواہ کو عَلَى شَهَادَتِهِ اپنی گواہی پر لَمْ يَسَعْ لِلسَّامِعِ تو گنجائش نہیں ہے سننے والے کے لیے أَنْ يَشْهَدَ عَلَى ذَلِكَ کہ وہ اس پر کیا کرے؟ گواہی دے کیونکہ اس نے دوسرے کو گواہ بنایا ہے اس سننے والے کو گواہ نہیں بنایا۔

وَلَا يَحِلُّ لِلشَّاهِدِ إِذَا رَأَى خَطَّهُ أَنْ يَشْهَدَ إِلَّا أَنْ يَذْكُرَ الشَّهَادَةَ۔ صورت یہ ایک مسئلے کے اندر ایک شخص میرے پاس آیا کہ بھئی چند سال پہلے میرے اور زید کے درمیان بیع ہوئی تھی اور آپ اس بیع کے گواہ تھے آپ میرے ساتھ چلیے قاضی کے پاس گواہی دیجیے۔ ایک آدمی میرے پاس آیا اور وہ کیا چاہتا ہے میں اس کے حق میں گواہی دوں کہ اس کے اور زید کے درمیان کیا ہوئی تھی؟ بیع ہوئی تھی۔ میں نے کہا بھئی مجھے تو واقعہ یاد نہیں بھئی کب کی بات کر رہے ہو میرے ذہن میں بالکل نہیں ہے۔ اس نے ایک کاغذ نکالا اس کاغذ کے اوپر بیع وغیرہ ذکر ہوا تھا کہ مثلاً فلاں فلاں آپس میں ہم دونوں بیع کر رہے ہیں اور نیچے میں نے بھی بطورِ گواہ کے لکھا ہوا تھا کہ میں بھی اس موقع پر موجود تھا میرے سامنے ان دونوں کی کیا ہوئی ہے؟ بیع ہوئی ہے۔ تو اب وہ تحریر میری

موجود ہے میں دیکھتا ہوں میری تحریر ہے بھئی، وہ کہتا ہے آپ گواہی دیجیے مجھے وہ واقعہ بالکل نہیں یاد لیکن میری تحریر میرے سامنے آگئی بھئی، تو کیا میں اس تحریر پر اعتماد کرتے ہوئے قاضی کے پاس اس مسئلے میں گواہی دے سکتا ہوں یا نہیں؟ میرے لیے یہ جائز ہے یا جائز نہیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی جائز نہیں ہے اس صورت کے اندر، جب تک واقعہ یاد نہ ہو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرتے ہوئے کسی مسئلے کے اندر گواہی دینا صحیح نہیں اس لیے کہ تحریریں ملتی جلتی ہیں ہو سکتا ہے میرے جیسی ملتی جلتی تحریر کسی نے بنالی ہو یا اس کی تحریر تھی اس نے لکھ دیا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو صرف تحریر پر اعتماد کرتے ہوئے گواہی نہیں دے سکتا۔ اور نیز اس لیے بھی کہ دستاویز تو بھئی مدعی کے ہاتھ میں تھی وہ تو خود دعویٰ کرنے والا ہے تو ہو سکتا ہے اس نے گڑبڑ کی ہو کوئی بھئی، سمجھ میں آئی صورت بھئی؟ تو یہ دستاویز اس کے ہاتھ میں تھی یہ مسئلہ ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَحِلُّ لِلشَّاهِدِ اور جائز نہیں ہے گواہ کے لیے إِذَا رَأَى خَطَّهُ جب وہ اپنی تحریر کو دیکھے، خط سے مراد تحریر ہے مولانا، إِذَا رَأَى خَطَّهُ جب وہ اپنے خط کو دیکھے یعنی اپنی تحریر کو دیکھے أَنْ يَشْهَدَ کہ وہ گواہی دے، یعنی اس گواہ کے لیے جائز نہیں ہے جب وہ اپنی تحریر کو دیکھ رہا ہے کہ وہ گواہی دے دے إِلَّا أَنْ يَذْكُرَ الشَّهَادَةَ مگر یہ کہ اسے یاد ہو وہ شہادت وہ مشاہدہ وہ واقعہ اسے یاد ہو۔

وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَعْمَى وَلَا الْمَمْلُوكِ وَلَا الْمَحْدُودِ فِي قَذْفٍ وَإِنْ تَابَ اور قبول نہیں کی جائے گی اندھے کی گواہی۔ اندھے کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے بھئی وہ کسی مسئلے میں جا کر گواہی دینا چاہتا ہے قاضی کے پاس اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے۔ بھئی کیوں نہیں قابلِ قبول اندھے کی گواہی؟ وجہ یہ کہ اس لیے کہ وہ اندھا ہے بھئی اور گواہی دیتے ہوئے تو جس کے لیے گواہی دے رہا ہے اسے بھی دیکھنا ضروری جس کے خلاف گواہی دے رہا ہے اس کو دیکھنا بھی ضروری ہے پتہ تو چلے بھئی یہ وہی لوگ ہیں جن کی وہ بات کر رہا ہے یا کوئی اور لوگ ہیں بھئی، تو یہ تو ان کو دیکھ نہیں سکتا لہٰذا یہاں پر اس کی گواہی صحیح نہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَعْمَى اور قبول نہیں کی جائے گی اندھے کی گواہی وَلَا الْمَمْلُوكِ اور نہ ہی غلام کی گواہی قبول کی جائے گی۔ غلام کی گواہی کیوں قبول نہیں کی جائے گی؟ اس لیے کہ مولانا یہ گواہی ولایت کی قبیل سے ہے بھئی اور غلام کو تو اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں ہے تو غیر پر اسے کیا ولایت حاصل ہو گی۔ بھئی گواہی کی بنیاد پر کسی کے خلاف فیصلہ ہو گا جب غلام کا قول اپنے بارے میں نافذ نہیں ہے تو غیر کے بارے میں اس کے قول کو کیسے نافذ مان لیا جائے، صورت سمجھ میں آئی؟ وَلَا الْمَحْدُودِ فِي قَذْفٍ اور نہ ہی محدود فی القذف کی گواہی قبول کی جائے گی۔ بھئی جس شخص پر حدِ قذف لگی ہے اس کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں وَإِنْ تَابَ اگرچہ وہ توبہ کر لے۔ ایک آدمی ہے اس نے دوسرے پر زنا کی تہمت لگائی قاضی کے پاس مقدمہ گیا قاضی نے فیصلہ کیا اس شخص پر حدِ قذف لگی، اب یہ بعد میں توبہ بھی کر لے پھر بھی ساری عمر اب کسی مسئلے کے اندر اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ کیوں قبول نہیں کی جائے گی؟ وجہ یہ ہے مولانا کہ یہ گواہی کا قبول نہ کرنا یہ باقاعدہ حد کا حصہ ہے، تو حدِ قذف صرف اسی کوڑے نہیں ہے بلکہ اسی کوڑے بھی ہیں اور ساتھ ہی اللہ فرماتے ہیں وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ان کی کبھی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ باقاعدہ حد کا حصہ ہے توبہ کر بھی لے پھر بھی حد کا حصہ ہے یہ اسی طرح رہے گی اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں بھئی۔

وَلَا شَهَادَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ۔ یاد رکھیے اصول و فروع کی گواہی ایک دوسرے کے لیے قابلِ قبول نہیں: بیٹا اپنے والد کے لیے یا دادا کے لیے یا پردادا کے لیے یا نانا کے لیے پرنانا یعنی اوپر کی طرف جو بھی ہیں اس کے ان میں سے یا نانی، دادی، پرنانی وغیرہ ان میں سے کسی کے لیے گواہی دینا چاہتا ہے تو گواہی قابلِ قبول نہیں۔ اسی طرح فروع جو نیچے کی طرف ہیں ان کے لیے بھی کسی شخص کی گواہی قابلِ قبول نہیں: ایک شخص اپنے بیٹے کے لیے گواہی دینا چاہتا ہے، بھئی یہ اس کے فروع ہیں نیچے کی طرف جو اولاد یا اولاد کی اولاد یا اولاد کی اولاد کی اولاد کسی کے لیے بھی گواہی قابلِ قبول نہیں، بیٹے، پوتے، پڑپوتے، پڑپوتی کے لیے نواسہ، نواسی وغیرہ کسی کے لیے اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ وجہ یہ ہے مولانا کہ ان کے مفادات عموماً مشترک ہوتے ہیں، ان کے نفعے کیا ہوتے ہیں؟ بھئی نفعوں میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ بھئی بیٹے کا نفع باپ کا بھی نفع ہے یا نہیں بھئی؟ تو یہاں تہمت آگئی بدگمانی آتی ہے دل میں کہ یہ شاید اس لیے گواہی دے رہا ہے کہ اس میں اس کا نفع ہے، سمجھ میں آیا؟ تو تہمت کی وجہ سے ان کی گواہی ایک دوسرے کے لیے قابلِ قبول نہیں کیونکہ مدعی کا فائدہ دراصل گواہ کا بھی فائدہ ہے۔ سمجھ میں آیا؟ بیٹا کس کے لیے گواہی دینا چاہتا ہے اپنے والد کے لیے تو والد کا نفع بیٹے کا نفع ہے یا نہیں بھئی؟ تو بدگمانی دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اس لیے گواہی دے رہا ہے کیونکہ اس گواہی میں جیسے اس کے باپ کا نفع ہے اسی طرح اس کا اپنا بھی نفع ہے اس لیے گواہی دے رہا ہے۔ تو یاد رکھیے جہاں پر بھی گواہی دینے سے گواہ کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے اس کو کوئی نفع حاصل ہوتا ہے تو وہاں پر اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ جہاں پر بھی گواہ کو کیا ہو؟ نفع حاصل ہو رہا ہے اس مسئلے میں اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں تہمت کی وجہ سے بدگمانی دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے میاں کی گواہی بیوی کے لیے اور بیوی کی گواہی اپنے خاوند کے لیے یہ قابلِ قبول نہیں کیونکہ دونوں کے نفعے کیا ہوتے ہیں؟ مشترک ہوتے ہیں۔ بیوی کا مقدمہ عدالت کے اندر ہے اور قاضی اسے کہتا ہے گواہ پیش کرو وہ گواہ کے طور پر اپنے خاوند کو بھی لے آتی ہے ایک اور گواہ ہے ایک اس کا خاوند ہے، کہتے ہیں بھئی اب گواہی خاوند کی

قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کیونکہ بیوی کا نفع دراصل کس کا نفع ہے؟ خاوند کا نفع ہے تو بدگمانی دل میں آتی ہے کہ یہ اپنے نفعے کے لیے گواہی دے رہا ہے۔ اسی طرح آقا کی گواہی اپنے غلام کے لیے یہ بھی قابلِ قبول نہیں کیونکہ غلام کا نفع دراصل کس کا نفع ہے؟ آقا ہی کا نفع ہے۔ اور ہاں جہاں ایسا نہ ہو یعنی گواہ کو گواہی سے نفع حاصل نہیں ہو رہا وہاں گواہی قبول کی جائے گی: مثلاً بھائی کی بھائی کے لیے گواہی قابلِ قبول ہے، ایک شخص کی گواہی اپنے چچا کے لیے قابلِ قبول ہے کیونکہ بھائی کے نفعے الگ ہوتے ہیں عموماً، سمجھ میں آیا؟ مال وغیرہ ایک بھائی کا دوسرے بھائی سے کیا ہوتا ہے؟ الگ ہوتا ہے، اسی طرح چچا کے ساتھ بھی مال الگ تو یہاں پر نفعوں میں سارے شریک نہیں ہیں اس لیے یہاں تہمت نہیں تو گواہی درست ہے۔ اور یہ جو ذکر ہوا اصول کی گواہی فروع کے لیے، فروع کی گواہی اصول کے لیے، میاں کی گواہی بیوی کے لیے، بیوی کی گواہی میاں کے لیے، آقا کی گواہی غلام کے لیے یہ قابلِ قبول نہیں: ان کے حق میں ہو تو یہ تب ہے قبول نہیں، ان کے خلاف ہو پھر قبول ہے پھر تو کوئی تہمت نہیں۔ باپ بیٹے کے خلاف گواہی دینے آگیا اس میں کوئی بدگمانی ہے کہ اپنے نفعے کے لیے دے رہا ہے گواہی؟ سمجھ میں آیا؟ تو خلاف گواہی دینا چاہیں خلاف دے سکتے ہیں البتہ ان کے حق میں گواہی قابلِ قبول نہیں۔ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا؟ تو کہتے ہیں وَلَا شَهَادَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ اور نہ قبول کی جائے گی گواہی والد کی اپنی اولاد کے لیے وَوَلَدِ وَلَدِهِ اور نہ اپنی اولاد کی اولاد کے لیے وَلَا شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِأَبَوَيْهِ وَأَجْدَادِهِ اور اسی طرح گواہی قبول نہیں کی جائے گی اولاد کی لِأَبَوَيْهِ اپنے والدین کے لیے وَأَجْدَادِهِ اور اپنے اجداد کے لیے بھئی دادا نانا وغیرہ جو اوپر کی طرف ہیں ان کے لیے وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ، إِحْدَى ہے آپ کی کتابوں میں؟ یا نہیں ہونی چاہیے یہ کتابت کی غلطی ہے، وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ اور قبول نہیں کی جائے گی میاں بیوی میں سے کسی ایک کی گواہی دوسرے کے لیے۔ میں نے بتلا دیا یہ سب ایک دوسرے کے حق میں گواہیاں دیں تو قبول نہیں ایک دوسرے کے خلاف گواہیاں دیں تو گواہیاں قبول ہیں۔ وَلَا شَهَادَةُ الْمَوْلَى لِعَبْدِهِ اور نہ ہی آقا کی گواہی اپنے غلام کے لیے وَلَا لِمُكَاتَبِهِ اور نہ ہی آقا کی گواہی اپنے مکاتب کے لیے کیونکہ مکاتب کے مال میں بھی آقا کا کیا ہوتا ہے؟ حصہ ہوتا ہے اگر وہ عاجز آجائے پھر تو سارا مال آقا کا ہو جاتا ہے۔

وَلَا شَهَادَةُ الشَّرِيكِ لِشَرِيكِهِ فِيمَا هُوَ مِنْ شَرِكَتِهِمَا۔ صورت یہ میں اور زید مل کر ایک کاروبار کر رہے ہیں ہم دونوں شریک ہیں بھئی۔ اسی کاروبار ہی میں بکر کے ساتھ بھی ہمارا کاروباری لین دین تھا، شریک کون ہیں؟ میں اور زید شریک ہیں بکر اپنا کام کرتا ہے لیکن کاروباری سلسلے میں ہمارا اس کے ساتھ لین دین ہوتا رہتا ہے، زید نے اس کے ساتھ لین دین کیا اسی اپنے شرکت والے کاروبار میں اور بکر پر دَین آگیا، بکر پر کیا آگیا؟ دَین آگیا۔ اب وہ جو دَین ہے وہ اسی مالِ شرکت میں سے ہے تو وہ صرف زید کا ہے یا میرا اور زید کا مشترکہ ہے؟ بھئی جب کاروبار مشترکہ ہے تو اسی طرح وہ جو مال ہے وہ بھی ہم دونوں کا مشترکہ ہوا۔ تو اس مالِ شرکت کے اندر اب بکر انکار کر رہا ہے زید نے قاضی کے پاس مقدمہ کیا اور مجھے بھی بطورِ گواہ کے پیش کرنا چاہتا ہے ایک گواہ اور ہے اور ایک گواہ میں ہوں، تو یاد رکھیے میرے لیے اس مسئلے میں گواہی دینا زید کے لیے صحیح نہیں۔ تو ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کے لیے مالِ شرکت کے اندر یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں پر گواہ کا نفع ہے: میں گواہی دوں گا تو پھر اس صورت میں کیا ہو گا؟ وہ پیسے بکر سے حاصل ہوں گے تو جیسے ان میں زید کا حصہ تھا اسی طرح میرا بھی تو حصہ تھا تو میرا بھی اس میں نفع ہے، تو یہاں بھی تہمت ہے بدگمانی دلوں میں پیدا ہوتی ہے اس لیے گواہ کا بھی نفع ہے اس کے اندر لہٰذا گواہی قابلِ قبول نہیں۔ تو زید کے لیے جو میرا شریک ہے میں کسی ایسے مسئلے میں گواہی نہیں دے سکتا جو مالِ شرکت کے بارے میں ہو جو ہم دونوں میں مشترکہ ہے۔ ہاں کسی اور مسئلے میں میں زید کے لیے گواہی دینا چاہتا ہوں اب زید اگرچہ کاروبار میں میرے ساتھ شریک ہے لیکن جس سلسلے میں میں گواہی دے رہا ہوں وہ مالِ شرکت نہیں ہے کوئی اور چیز ہے زید کا اپنا ذاتی مال ہے یا کوئی اور چیز ہے تو اس میں میرا نفع چونکہ نہیں ہے تہمت نہیں ہے یہاں بدگمانی نہیں پھر میں گواہی دے سکتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ معنیٰ ہے وَلَا شَهَادَةُ الشَّرِيكِ لِشَرِيكِهِ اور نہ ہی ایک شریک کی گواہی اپنے شریک کے لیے یہ قبول نہیں کی جائے گی فِيمَا اس مال کے اندر هُوَ مِنْ شَرِكَتِهِمَا جو مال ان دونوں کی شرکت میں سے ہے، اس کے اندر گواہی دینا ایک شریک کی دوسرے شریک کے لیے درست نہیں ہے ہاں اور مسائل میں دے سکتا ہے۔ وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ اور قبول کی جائے گی کسی آدمی کی گواہی اپنے بھائی کے لیے وَعَمِّهِ اور اپنے چچا کے لیے کیونکہ یہاں مدعی کا نفع گواہ کا نفع نہیں ہے الگ الگ ہیں دونوں کے مال۔

وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مُخَنَّثٍ اور گواہی قبول نہیں کی جائے گی مخنث کی۔ مخنث وہ ہے مولانا جس کے اعضاء میں نرمی ہے عورتوں کی طرح، عورتوں کی طرح چلتا ہے ان جیسے افعال کرتا ہے ان کی طرح باتیں وغیرہ کرتا ہے وہ مخنث کہلاتا ہے۔ تو مخنث کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بھئی عام مخنث نہیں مراد جو بچپن سے اس طرح ہے پیدائشی اس میں تو اس کا قصور نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ عدالت کے خلاف نہیں ہے، مراد وہ مخنث ہے جو بدکاری کرتا ہے برے افعال کرتا ہے، سمجھ میں آیا؟ یا وہ مخنث جو ہے تو مرد لیکن جان بوجھ کر عورتوں کی طرح کیا کرتا ہے باتیں کرتا ہے ان جیسے افعال وغیرہ سرانجام دیتا ہے

تو اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے۔ تو یہ معنٰی ہے وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مُخَنَّثٍ اور قبول نہیں کی جائے گی مخنث کی گواہی وَلَا نَائِحَةٍ اور نہ ہی نوحہ کرنے والی کی۔ نوحہ کرنے والی بھئی میت پر رونے پیٹنے والی چیخنے چلانے والی اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں بھئی۔ بھئی عام رونے والی چیخنے چلانے والی نہیں مراد: ایک عورت ہے اس کا قریبی عزیز مر گیا وہ اس کے مرنے پر روئی چیخی چلائی آپ کہہ دیں بھئی یہ تو نائحہ ہے میت پر رونے والی ہے لہٰذا اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں، یہ نہیں مراد بھئی مراد وہ رونے والیاں ہیں جن کا کام باقاعدہ یہ تھا کیا کرتی تھیں پیسے لے کر روتی تھیں۔ عرب کے اندر جب کوئی بڑا آدمی مر جاتا تھا تو اس پر جتنا زیادہ وہ بین کرواتے جتنا زیادہ روتے چیختے چلاتے تھے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ کوئی عام آدمی نہیں مرا بہت بڑا آدمی مرا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو کئی کئی دن تک سلسلہ چلتا تھا رونے پیٹنے اور ماتم کا، رونے والیوں کو بلایا جاتا ان کو پیسے دیے جاتے تھے کہ خوب روؤ چیخو چلاؤ تاکہ اچھی طرح لوگوں کو علم ہو جائے کوئی معمولی ہستی اس دنیا سے نہیں گئی بلکہ بہت بڑا آدمی رخصت ہوا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ وہ رونے والیاں مراد ہیں۔ تو کہتے ہیں وَلَا نَائِحَةٍ اور نہ ہی نوحہ کرنے والی کی گواہی وَلَا مُغَنِّيَةٍ اور نہ ہی گانا گانے والی کی گواہی۔ گانا گانے والی کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں۔ بھئی ویسے گانے والی نہیں ہے ایک عورت گھر میں بیٹھی ہے بھئی کام کر رہی ہے ویسے گنگنا رہی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اشعار پڑھ رہی ہے ترنم کے ساتھ اپنی وحشت کو دور کرنے کے لیے بھئی، نہیں بھئی وہ مراد نہیں ہے بلکہ وہ عورت جو گانے والی ہے ذرا بلند آواز سے گھر سے بھی باہر تک آواز جاتی ہے، سمجھ میں آیا؟ گھر سے باہر تک آواز جا رہی ہے بھئی حالانکہ عورت کو تو آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ غیر اس کی آواز نہ سنیں، تو اگر اس طرح گاتی پھرتی ہے کہ باہر بھی سب سنتے ہیں تو پھر اس صورت میں اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں، یا اس کا کام ہی یہ ہے گانے گانا بھئی اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ وَلَا مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَى اللَّهْوِ، مُدْمِنٌ کا معنٰی ہے عادی، عادی ہونا بھئی کسی چیز کی عادت ہو جانا، وَلَا مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَى اللَّهْوِ اور نہ وہ جو پینے کا عادی ہو عَلَى اللَّهْوِ مستی کے طریقے پر۔ بھئی عام پینے کی چیز نہیں مراد، مراد ہے نشہ آور مشروب بھئی: وہ شخص جو نشہ آور مشروب پینے کا عادی ہے اور بطورِ دوا وغیرہ کے نہیں پیتا بلکہ بطورِ مستی کے پیتا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ مستی کے طور پر پیتا ہے اور نشہ اسے ہو جاتا ہے اور پتہ بھی لگتا ہے سب کو نشے کی حالت میں نکل آتا ہے باہر بھئی ادھر گرتا پڑتا چل رہا ہے بچے اس کے پیچھے چیخ رہے ہیں چلا رہے ہیں تالیاں بجا رہے ہیں بھئی تو نشے میں باہر نکل آتا ہے پرواہی نہیں کرتا کسی کی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ ہاں ایک شخص ہے خفیہ طور پر کوئی نشہ کرتا ہے کسی کو پتہ ہی نہیں ہے بھئی، یا خفیہ طور پر شراب پیتا ہے کسی کو پتہ ہی نہیں ہے اس سے عدالت ساقط نہیں ہوئی۔ یاد رکھیے شریعت کے احکام ظاہر پر لگتے ہیں باطن اللہ کے حوالے ہے اللہ جانتے ہیں ہم تو ظاہر کو دیکھیں گے بھئی، جب ظاہر میں ہمیں پتہ ہی نہیں ہے تو اس سے اس کی عدالت پر کوئی فرق بھی نہیں پڑا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو باطن اللہ کے حوالے وہ اللہ اور اس کا معاملہ ہے شریعت کے احکام ظاہر پر لگائے جاتے ہیں باطن پر نہیں لگائے جاتے۔ تو یاد رکھیے جو نشہ آور مشروب پینے کا عادی ہو اس کا یہ معنٰی نہیں ہے جو پیتا ہی رہتا ہے بھئی نشہ آور چیز، بلکہ چاہے ایک دفعہ پی ہے لیکن اب بھی اس کا پختہ ارادہ ہے جب بھی ملے گی یہ چیز میں ضرور پیوں گا، بتاتا ہے کہتا ہے ساتھیوں وغیرہ کو بھئی میں نے وہ چیز پی تھی نشہ ہوا اب مجھے پھر ملی تو میں ضرور پیوں گا، معلوم ہوا اس کا پختہ ارادہ ہے تو اس کی بھی گواہی قابلِ قبول نہیں یہ فاسق ہے بھئی۔ وَلَا مَنْ يَلْعَبُ بِالطُّيُورِ اور نہ وہ شخص جو کھیلتا ہے پرندوں کے ساتھ، پرندے وغیرہ رکھتا ہے بھئی ان کو لڑواتا ہے وغیرہ یہ تو فضول وقت ضائع کرنے والا کام بھئی یہ درست نہیں بھئی تو اس کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ وَلَا مَنْ يُغَنِّي لِلنَّاسِ اور نہ اس شخص کی گواہی قبول کی جائے گی جو لوگوں کے لیے گاتا ہے، لوگوں کو جمع کرتا ہے گانے سناتا ہے بھئی یہ تو لوگوں کو کبیرہ گناہ پر بھئی جمع کر رہا ہے اس کی گواہی تو بطریقِ اولیٰ نہیں قبول کی جائے گی۔ وَلَا مَنْ يَأْتِي بَابًا مِنَ الْكَبَائِرِ الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا الْحَدُّ اور نہ وہ شخص جو آتا ہے کسی دروازے پر مِنَ الْكَبَائِرِ کبیرہ گناہوں میں سے الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا الْحَدُّ جس کے ساتھ حد کا تعلق ہوتا ہے، یعنی اس شخص کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں جو کبیرہ گناہوں میں سے کوئی کبیرہ گناہ سرانجام دیتا ہے جس کی وجہ سے کیا آتی ہو؟ حد آتی ہو۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ وَلَا مَنْ يَدْخُلُ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ إِزَارٍ اور اسی طرح اس شخص کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں جو حمام میں داخل ہوتا ہے بغیر شلوار کے بغیر ستر کے۔ حمام بھئی ایک بڑا کمرہ ہوتا جس کے اندر لوگ نہاتے تھے بھئی، تو ایک ہی کمرہ ہے بڑا سا اس میں ہر طرف لوگ نہا رہے ہیں اب ایک شخص ہے اس کو تو پرواہی کوئی نہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ شلوار وغیرہ بھی اتار دی ایسے ہی جا رہا ہے، بھئی ستر عورت تو فرض تھا تو یہ حرام کام کرتا ہے پرواہی نہیں ہے لہٰذا یہ بھی کیا ہے؟ فاسق ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا مَنْ يَدْخُلُ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ إِزَارٍ اور نہ وہ شخص جو داخل ہوتا ہے حمام کے اندر بغیر شلوار کے وَلَا مَنْ يَأْكُلُ الرِّبَا اور نہ وہ شخص جو سود کھاتا ہے۔ سود خور کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں ہے بھئی، لیکن مطلق سود خور نہیں مراد بھئی جو سود کھانے میں مشہور ہو سب کو پتہ ہے یہ سود خور ہے اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں، ورنہ عام سود کھانے والا بھئی یاد رکھیے ویسے تو سود سے بچنا بڑا مشکل ہے عام آدمی جتنا بھی دین دار ہو پتہ ہی نہیں چلتا ہر چیز میں اتنا سود ہو چکا ہے ہر طرف سود ہی سود ہے تو غفلت میں کبھی نہ کبھی سود کا لقمہ اس کے حلق تک پہنچ ہی جائے گا لہٰذا عام سود کھانے والا نہیں مراد بلکہ جو سود کھانے میں

مشہور ہے سب کو علم ہے بھئی۔ وَلَا الْمُقَامِرِ بِالنَّرْدِ وَالشِّطْرَنْجِ، مُقَامِرٌ کہتے ہیں جوئے باز جوا کھیلنے والا، نَرْدٌ یہ قدیم کھیل تھا یہ لڈو شطرنج کی طرح کا ہی بھئی چوسر کہتے ہیں اس کو چوسر بھئی، اور شطرنج تو آپ سارے جانتے ہی ہیں بھئی، اسی طرح وہ شخص جو شطرنج اور نرد پر جوا کھیلتا ہے اس کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں۔ اس میں تفصیل یاد رکھیے مولانا: شطرنج کے اندر گنجائش ہے اس لیے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے تو اس کے حکم میں سختی نہ رہی کیونکہ بعض فقہاء نے کیا ذکر کر دیا اس کا جواز ذکر کر دیا، تو لہٰذا شطرنج کے اندر ویسے کوئی شطرنج کھیلتا ہے تو اس سے اس کی عدالت ساقط نہیں ہو گی لیکن اگر وہ شطرنج پر جوا لگاتا ہے یا شطرنج کی وجہ سے اس کی نمازیں جاتی ہیں اور اس کو پرواہی نہیں ہوتی تو پھر اس صورت میں اس کی عدالت کیا ہو گئی؟ ساقط ہو گئی اب اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں بھئی۔ اور نرد جو ہے بھئی تو نرد کے بارے میں یاد رکھیے بھئی نرد کے اندر مطلقاً جو کھیلتا ہے چاہے جوا لگائے چاہے جوا نہ لگائے بھئی چاہے اس کی وجہ سے اس کی نماز جاتی ہے یا نہیں جاتی بس نرد کھیلنے والا ہے تو اس سے اس کی عدالت کیا ہو جاتی ہے؟ ساقط ہو جائے گی اب اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا الْمُقَامِرِ بِالنَّرْدِ وَالشِّطْرَنْجِ اور نہ وہ جو جوا کھیلنے والا ہے نرد اور شطرنج کے ساتھ وَلَا مَنْ يَفْعَلُ الْأَفْعَالَ الْمُسْتَخَفَّةَ اور نہ اس شخص کی گواہی جو سرانجام دیتا ہے وہ افعال الْمُسْتَخَفَّةَ جو ہلکے ہیں یعنی ادنیٰ ہیں یعنی گھٹیا ہیں، مُسْتَخَفَّةٌ کا کیا معنیٰ ہے؟ گھٹیا افعال۔ بھئی کیا معنیٰ گھٹیا افعال؟ خود صاحبِ قدوری مثالیں ذکر کر رہے ہیں: كَالْبَوْلِ عَلَى الطَّرِيقِ جیسے راستے میں پیشاب کرنا، سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ ادنیٰ، معزز آدمی اس طرح نہیں کرتا بھئی، ایک آدمی ہے بھئی راستے میں چلتا ہے جہاں پیشاب آجاتا ہے ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتا ہے بھئی یہ درست نہیں ہے بھئی معزز آدمی اس طرح نہیں کرتا بھئی وَالْأَكْلِ عَلَى الطَّرِيقِ اور اسی طرح راستے پر کھانا بھئی، راستے میں چلتے ہوئے کھا رہا ہے یا راستے میں بیٹھ کر کھا رہا ہے یہ بھی درست نہیں یہ ادنیٰ افعال ہیں معزز آدمی ایسا نہیں کرتا۔ وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ اور قبول نہیں کی جائے گی گواہی اس شخص کی جو ظاہر کرتا ہے سلفِ صالحین یعنی بزرگوں کو گالیاں دینا، یعنی جو بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے اس کی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی طرح مولانا تابعین وغیرہ ہیں تبع تابعین ہیں ائمہ ہیں فقہائے کرام ہیں ان کو کیا کرتا ہے جو گالیاں دیتا ہے تو یہ شخص فاسق ہے اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا الْخَطَّابِيَّةَ، خَطَّابِيَّةٌ خا پر فتحہ ہے طا مشدد ہے، اور قبول کی جائے گی اہلِ ہویٰ کی شہادت۔ أَهْوَاءٌ جمع ہے هَوًى کی اور هَوًى کہتے ہیں خواہش کو عربی زبان میں بھئی، اہلِ ہویٰ یعنی جو خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والے ہیں بھئی مراد بدعتی ہیں بھئی، کون مراد ہیں؟ بدعتی ہیں بھئی یعنی جن کا عقیدہ اہلِ سنت والجماعت والا عقیدہ نہ ہو بھئی وہ اہلِ ہویٰ ہیں۔ تو جو اہلِ ہویٰ ہیں جو بدعتی ہیں کیا ان بدعتیوں کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں کی جائے گی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی ان کی گواہی قبول کی جائے گی إِلَّا الْخَطَّابِيَّةَ مگر جو فرقۂ خطابیہ ہے بھئی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ فرقۂ خطابیہ یہ بھئی شیعوں کا کوئی فرقہ ہے اور ابو الخطاب الاسدی کوئی شخص گزرا ان کا اس کی طرف نسبت ہے بھئی، ابو الخطاب کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس فرقے کو کیا کہتے ہیں؟ خطابیہ کہتے ہیں بھئی۔ اور ابو الخطاب یہ وہ شخص تھا جو کیا دعویٰ کرتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ الٰہ اکبر ہیں بھئی بڑے معبود ہیں بھئی اور امام جعفر صادق کے بارے میں کہتا تھا وہ چھوٹے معبود ہیں تو باقاعدہ ان کو معبود ہی قرار دے دیا بھئی، چنانچہ اس کو کوفہ کے اندر بھئی سولی دے دی گئی قتل کیا گیا بھئی۔ بھئی ان کی گواہی قابلِ قبول نہیں، بھئی اور بدعتیوں کی گواہی قابلِ قبول ہے ان کی گواہی کیوں نہیں قابلِ قبول بھئی؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی شخص آکر ان کے پاس کسی مسئلے میں قسم اٹھالے تو اس کا مطلب ہے وہ سچا ہے ہر حال میں، کہتے ہیں مسلمان کبھی جھوٹی قسم نہیں اٹھا سکتا ایک آدمی نے آپ کے پاس آکر ایک مسئلے میں کیا کیا ہے؟ قسم اٹھالی معلوم ہوا وہ اس مسئلے میں سچا ہے اب یہ جا کر اس کے لیے عدالت میں گواہی دینے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ بھئی موقعے پر یہ شخص خطابی جو تھا یہ موجود نہیں ہے لیکن مدعی نے آکر اس کے سامنے قسم اٹھالی کہ واللہ میں اس مسئلے میں سچا ہوں آپ میرے لیے کیا کیجیے؟ گواہی دے دیجیے، اور ان کا کیا عقیدہ ہے جب کوئی شخص قسم اٹھالے تو وہ ہر لحاظ سے سچا ہے لہٰذا اس کے لیے گواہی دینا صحیح ہے، اب یہ خطابی اس کے ساتھ اٹھتا ہے جاتا ہے اور جا کر قاضی کے پاس گواہی دیتا ہے قاضی صاحب میرے سامنے بیع ہوئی تھی! بھئی اس کے سامنے بیع ہوئی تھی؟ نہیں یہ تو گواہ نہیں تھا یہ کیوں گواہی دے رہا ہے؟ کیونکہ اس کے پاس دوسرے آدمی نے آکر کیا کی تھی؟ قسم اٹھائی ہے جب قسم اٹھالی یہ کہتے ہیں ہر حال میں یہ سچ ہے جب ہر حال میں سچ ہے تو اس کے لیے گواہی دینا بھی صحیح ہے، صورت سمجھ میں آگئی؟ اس لیے ان کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ بعض کہتے ہیں اس لیے ان کی گواہی قابلِ قبول نہیں کہ یہ اپنے شیعوں کے لیے گواہی کو واجب سمجھتے ہیں: موقعے پر موجود ہو یا نہ ہو اپنے گروپ والا کوئی آدمی اس کا مسئلہ آگیا تو اس کے لیے کیا کر سکتے ہو؟ جا کر وہاں پر گواہی دے سکتے ہو، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اپنی پارٹی کا کوئی آدمی ہو یہ پھر کہتے ہیں بھئی اس کے لیے گواہی دینا ضروری ہے چاہے موقعے پہ موجود نہیں ہے پھر بھی قاضی کے پاس جا کر کہتے ہیں ہم موقع پر موجود تھے ہم گواہی دیتے ہیں، تو لہٰذا ان کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے بھئی۔

وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الذِّمَّةِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ اور قبول کی جائے گی ذمیوں کی شہادت ایک دوسرے کے خلاف۔ اچھا بھئی کون کس کے

خلاف گواہی دے سکتا ہے اور کون کس کے خلاف گواہی نہیں دے سکتا؟ یاد رکھیے تین قسم کے لوگ ہیں: ایک ہیں مسلمان، ایک ہیں ذمی، ایک ہے حربی۔ سب سے اعلیٰ درجہ ہے مسلمان کا، تو مسلمان جو ہے وہ مسلمان کے خلاف بھی گواہی دے سکتا ہے، ذمی جو جزیہ دے کر دارالاسلام میں رہتا ہے اور حربی وہ کافر جو دارالحرب میں رہتا ہے، تو مسلمان مسلمان کے خلاف گواہی دے وہ گواہی بھی قبول کی جائے گی، مسلمان ذمی کے خلاف گواہی دے وہ گواہی بھی قبول کی جائے گی، اور مسلمان حربی کے خلاف گواہی دے وہ گواہی بھی قبول کی جائے گی۔ حربی سے مراد مستامن ہے وہ حربی جو امان لے کر ہمارے وطن میں آجائے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو وہی حربی ہے بس امان لے کر ہمارے وطن میں آیا تو اب وہ مستامن کہلاتا ہے، تو مسلمان کی گواہی مسلمان کے خلاف بھی قبول، ذمی کے خلاف بھی قبول ہے اور مستامن کے خلاف بھی قبول ہے۔ دوسرا درجہ ہے ذمی کا جو ہمارے ہی وطن میں رہتا ہے جزیہ دیتا ہے، تو ذمی کی گواہی ذمی کے خلاف بھی صحیح اور مستامن کے خلاف بھی صحیح لیکن مسلمان کے خلاف ذمی کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے بھئی۔ تیسرا درجہ ہے مستامن کا وہ حربی ہے جو امان لے کر ہمارے وطن میں آیا ہے، تو یاد رکھیے مستامن کی گواہی مسلمان کے خلاف بھی قبول نہیں کی جائے گی ذمی کے خلاف بھی قبول نہیں کی جائے گی صرف مستامن کے خلاف اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ کہتے ہیں وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الذِّمَّةِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ اور قبول کی جائے گی ذمیوں کی گواہی بعض کی بعض کے خلاف یعنی ایک دوسرے کے خلاف وَإِنِ اخْتَلَفَ مِلَلُهُمْ اگرچہ مختلف ہو ان کا دین۔ بھئی ایک ذمی دوسرے ذمی کے خلاف گواہی دینا چاہتا ہے ایک عیسائی ہے اور دوسرا یہودی ہے بھئی ان کا دین اگرچہ مختلف ہے پھر بھی الْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ کفر کیا ہے؟ ایک ہی ملت ہے بھئی ایک ہی دین ہے بھئی سارے توحید کے منکر ہیں تو لہٰذا اب ان کی گواہی سنی جائے گی ایک دوسرے کے خلاف، یہ معنیٰ ہے وَإِنِ اخْتَلَفَ مِلَلُهُمْ اگرچہ ان کی ملتیں ان کے دین کیا ہوں؟ مختلف ہوں وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْحَرْبِيِّ عَلَى الذِّمِّيِّ اور قبول نہیں کی جائے گی حربی کی گواہی ذمی کے خلاف۔

وَإِنْ كَانَتِ الْحَسَنَاتُ أَغْلَبَ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالرَّجُلُ مِمَّنْ يَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنْ أَلَمَّ بِمَعْصِيَةٍ۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کی نیکیاں زیادہ ہیں گناہ تھوڑے ہیں تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اگرچہ صغیرہ ہو جاتے ہوں اس سے اس سے کوئی حرج نہیں عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ لیکن صغیرہ گناہوں کے مسئلے میں ایک بات یاد رکھیے کہ ایک شخص سے صغیرہ گناہ کبھی کبھی ہوتے ہیں اس کی خیر ہے، اور ایک شخص ہے کہ صغیرہ کی پرواہی نہیں کرتا مسلسل کرتا چلا جاتا ہے کہ ایک صغیرہ گناہ بار بار کرتا جا رہا ہے پرواہی نہیں ہے اس کی، یاد رکھیے صغیرہ پر جب اصرار ہو یعنی اسے مسلسل بار بار کیا جائے تو وہ بھی پھر صغیرہ نہیں رہتا کبیرہ بن جاتا ہے بھئی وہ کیا ہے پھر؟ کبیرہ ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَتِ الْحَسَنَاتُ أَغْلَبَ مِنَ السَّيِّئَاتِ اور اگر نیکیاں زیادہ غالب ہیں مِنَ السَّيِّئَاتِ گناہوں پر برائیوں پر وَالرَّجُلُ مِمَّنْ يَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ اور وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ تو اس شخص کی گواہی قبول کی جائے گی وَإِنْ أَلَمَّ بِمَعْصِيَةٍ اگرچہ وہ مبتلا ہوتا ہو معصیت یعنی چھوٹے گناہوں کے اندر، معصیت سے کیا مراد ہیں؟ چھوٹے گناہ، أَلَمَّ يُلِمُّ إِلْمَامٌ کا معنیٰ چھوٹے گناہ کرنا چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہونا۔

وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَقْلَفِ وَالْخَصِيِّ وَوَلَدِ الزِّنَا اور قبول کی جائے گی اقلف کی گواہی، أَقْلَفُ وہ شخص جس کے ختنے نہ ہوئے ہوں بھئی غیر مختون ہے کیا اس کی گواہی قبول ہو گی یا نہیں بھئی؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس کی گواہی کیا ہے؟ قبول کی جائے گی کیونکہ اس سے عدالت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہتے ہیں وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَقْلَفِ اور قبول کی جائے گی گواہی غیر مختون آدمی کی وَالْخَصِيِّ اور خصی کی وَوَلَدِ الزِّنَا اور اسی طرح ولد الزنا کی گواہی بھی قبول کی جائے گی یعنی وہ شخص جو زنا سے پیدا ہوا ہے بھئی کیونکہ اس کے والدین کا قصور ہے اس بیچارے کا کوئی قصور نہیں بھئی وَشَهَادَةُ الْخُنْثَى جَائِزَةٌ اور خنثیٰ کی شہادت جائز ہے جس میں مرد کی بھی علامتیں ہیں اور عورت کی بھی علامتیں ہیں۔

وَإِذَا وَافَقَتِ الشَّهَادَةُ الدَّعْوَى قُبِلَتْ وَإِنْ خَالَفَتْهَا لَمْ تُقْبَلْ۔ یاد رکھیے بھئی گواہی کو تب قبول کیا جائے گا جب وہ دعوے کے موافق ہو، گواہی میں اور دعوے میں موافقت ہے تو گواہی قبول کی جائے گی ورنہ گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً موافقت نہ آنے کی صورت: مثلاً زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو نے میرے دس ہزار روپے دینے ہیں اور دو آدمیوں کو گواہ بنا کر لے آیا، اب زید نے دعویٰ کیا کیا ہے کہ فلاں نے میرے کتنے دینے ہیں؟ دس ہزار، وہ دونوں گواہ آ کر کہتے ہیں ہاں قاضی صاحب ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے زید کی بیس من گندم دینی ہے۔ بھئی اس کا دعویٰ ہے روپوں کا اور یہ گواہی کس پر دے رہے ہیں؟ یہ تو گندم پر گواہی دے رہے ہیں، تو بَيِّنَةٌ اور دعوے کے اندر موافقت ہے؟ دونوں میں موافقت نہیں لہٰذا یہ بَيِّنَةٌ قابلِ قبول نہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا وَافَقَتِ الشَّهَادَةُ الدَّعْوَى اور جب موافق ہو جائے گواہی دعوے کے قُبِلَتْ تو قبول کی جائے گی وَإِنْ خَالَفَتْهَا اور اگر گواہی جو ہے دعوے کے مخالف ہو لَمْ تُقْبَلْ تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

اچھا یہ تو آپ نے پڑھ لیا کہ گواہی کیا ہونی چاہیے؟ دعوے کے موافق ہونی چاہیے۔ اسی طرح یاد رکھیے دونوں گواہوں کی بھی ایک دوسرے کے ساتھ موافقت ہونی چاہیے: یہ نہیں ایک تو روپوں کی گواہی دے رہا ہے دوسرا کسی اور چیز کی گواہی دے رہا ہے تو ان دونوں کے اندر بھی موافقت نہیں۔ تو گواہی دعوے کے بھی موافق ہو اور دونوں گواہ بھی کیا ہوں؟ ایک دوسرے کے موافق ہوں۔ لفظوں کے اندر بھی ایک دوسرے کے موافق ہوں اور معنیٰ کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے موافق ہوں یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں دونوں گواہوں کی موافقت ضروری ہے لفظوں کے اندر بھی موافقت ہو اور معنیٰ کے اندر بھی موافقت ہو، جب کہ صاحبین فرماتے ہیں صرف معنیٰ کے اندر موافقت کافی ہے لفظوں کے اندر موافقت ضروری نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں لفظوں میں بھی موافقت ہو اور معنیٰ کے اندر بھی موافقت ہو: مثلاً ایک گواہ نے کہا ہے کہ فلاں نے فلاں کا ایک ہزار روپیہ دینا ہے تو دوسرا بھی کیا کہے کہ فلاں نے فلاں کا ایک ہزار روپیہ دینا ہے، اب دیکھو لفظوں میں بھی موافقت ہے اور جب لفظ ایک جیسے ہیں تو یقیناً معنیٰ میں بھی موافقت آ گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ نیز اسی طرح ایک گواہ کہتا ہے قاضی صاحب فلاں نے اس کا أَلْفٌ دینا ہے، کتنا؟ أَلْفٌ ایک ہزار، أَلْفٌ ذکر کر رہا ہوں کیونکہ عربی کے لفظ ہیں بات واضح ہو گی ذرا بھئی، دوسرا گواہ کہتا ہے قاضی صاحب اس نے فلاں کے أَلْفَانِ دینے ہیں یعنی دو ہزار، ایک نے أَلْفٌ لفظ کہا دوسرے نے أَلْفَانِ کہا یعنی دو ہزار، امام صاحب فرماتے ہیں لفظ ایک جیسے نہیں لہٰذا گواہی قابلِ قبول نہیں: أَلْفٌ کا معنیٰ ہوتا ہے ایک ہزار أَلْفَانِ کا معنیٰ ہوتا ہے دو ہزار دونوں کا معنیٰ ہی الگ الگ ہے لفظ بھی الگ ہیں معنیٰ بھی الگ ہے لہٰذا گواہی قابلِ قبول نہیں۔ صاحبین فرماتے ہیں گواہی قبول ہے لفظوں کے اندر تو موافقت نہیں ہے لیکن معنیٰ کے اندر موافقت ہے، کیسے بھئی؟ کہتے ہیں دیکھو ایک گواہ نے کہا ایک ہزار دوسرے نے کتنا کہا ہے؟ دو ہزار، تو دو ہزار کے اندر ایک ہزار آ گیا یا نہیں؟ تو گویا دوسرا پہلے کے ساتھ ایک ہزار میں متفق ہے اور ایک ہزار زائد بتلا رہا ہے، تو جس میں دونوں کا اتفاق ہے اس پہ فیصلہ کر دیا جائے گا، دو ہزار پہ تو فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جو زائد ہے اس میں تو ایک کی گواہی ہے حالانکہ کسی چیز کے ثبوت کے لیے کتنوں کی گواہی چاہیے؟ دو کی، اور ہزار کے اندر دو آدمیوں کی گواہی آ گئی ہے لہٰذا اس پر کیا کر دیا جائے گا؟ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو لفظوں کے اندر تو موافقت نہیں ہے لیکن معنیٰ کے اندر موافقت ہے وہ فرماتے ہیں اور وہ کافی ہے، امام صاحب فرماتے ہیں نہیں لفظوں کے اندر بھی کیا ہونی چاہیے؟ موافقت۔ اسی طرح ایک گواہ نے کہا قاضی صاحب اس نے زید کا ایک ہزار روپیہ دینا ہے دوسرا کہتا ہے ایک ہزار اور پانچ سو روپیہ دینا ہے، کیا کرنا ہے؟ ایک ہزار اور پانچ سو روپیہ دینا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں اب ٹھیک ہے لفظوں میں بھی موافقت معنیٰ میں بھی موافقت، کیسے؟ کیونکہ پہلے گواہ نے کیا کہا تھا؟ ایک ہزار، دوسرے نے بھی کہا ہے ایک ہزار اور پانچ سو یہ الگ لفظ ہیں، ایک ہزار میں تو اس نے أَلْفٌ کہا دوسرے نے بھی کیا کہا ہے؟ أَلْفٌ تو لفظوں میں بھی موافقت اور معنیٰ کے اندر بھی موافقت ہے، اور باقی ایک پانچ سو زائد کی بات کر رہا ہے اس کی طرف توجہ نہیں کریں گے کیونکہ پانچ سو جو زائد ہیں اس میں ایک کی گواہی ہے دوسرے کی گواہی نہیں تو ایک کی گواہی سے اب اس زائد پانچ سو کا اثبات نہیں ہو سکتا لہٰذا کتنے پر فیصلہ کر دیا جائے گا؟ ایک ہزار پر۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ تو کہتے ہیں وَيُعْتَبَرُ اتِّفَاقُ الشَّاهِدَيْنِ فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور اعتبار کیا جائے گا دونوں گواہوں کے اتفاق کا لفظ میں بھی اور معنیٰ میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فَإِنْ شَهِدَ أَحَدُهُمَا بِأَلْفٍ وَالْآخَرُ بِأَلْفَيْنِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ اگر گواہی دی دو گواہوں میں سے ایک نے ہزار پر وَالْآخَرُ بِأَلْفَيْنِ اور دوسرے نے الفین دو ہزار پر لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمَا تو ان دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى تُقْبَلُ بِالْأَلْفِ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ قبول کی جائے گی ایک ہزار پر، کیونکہ ایک گواہ نے ایک ہزار کہا ہے دوسرے نے ایک ہزار اور اس پر زائد کی بات کی ہے تو زائد کا تو ثبوت ایک آدمی کی وجہ سے نہیں ہو سکتا لیکن ہزار کا ثبوت دونوں کی وجہ سے اب ہو گیا۔ وَإِنْ شَهِدَ أَحَدُهُمَا بِأَلْفٍ وَالْآخَرُ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ اگر گواہی دی ایک نے ہزار پر اور دوسرے نے ایک ہزار اور پانچ سو پر وَالْمُدَّعِي يَدَّعِي أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ اور مدعی دعویٰ کتنے کا کر رہا ہے؟ ایک ہزار اور پانچ سو کا یعنی زائد کا دعویٰ کر رہا ہے۔ توجہ سے سننا بھئی: بھئی دیکھیے ابھی میں نے آپ کو مسئلہ بتلایا کہ ایک گواہ کیا کہتا ہے کہ مثلاً زید نے عمرو کے کتنے پیسے دینے ہیں؟ ایک ہزار روپے، دوسرا گواہ کیا کہتا ہے؟ ایک ہزار اور پانچ سو، تو میں نے کیا بتلایا تھا امام صاحب کے نزدیک گواہی قبول کی جائے گی کتنے پر؟ ایک ہزار پر کیونکہ ایک ہزار میں دونوں کی موافقت ہے لفظوں کے اندر بھی اور معنیٰ کے اندر بھی بھئی۔ لیکن یاد رکھو یہ ایک ہزار پر فیصلہ تب ہو گا جب مدعی جس کی طرف سے یہ گواہی دے رہے ہیں اس نے اکثر کا دعویٰ کیا ہو: ایک گواہ نے کتنے پر گواہی دی؟ ایک ہزار پر، دوسرے نے کتنے پر گواہی دی؟ ایک ہزار اور پانچ سو پر، اکثر کون سی ہے؟ ایک ہزار اور پانچ سو، تو مدعی کا دعویٰ اکثر والا ہو تو پھر یہ ایک ہزار پر فیصلہ کریں گے، سمجھ میں آیا؟ اور اگر مدعی کا دعویٰ اقل کا ہے: مدعی نے کہا تھا فلاں نے میرا ایک ہزار دینا ہے، تو مدعی کا دعویٰ ہوا ایک ہزار کا اور ایک گواہ نے آ کر کہا کہ اس نے اس کا ایک ہزار دینا ہے دوسرے نے کہا ایک ہزار پانچ سو دینا ہے، تو مدعی کا دعویٰ کتنے کا؟ ایک ہزار کا اور دوسرا گواہ کیا کہہ رہا ہے؟ ایک ہزار پانچ سو، تو مدعی کا دعویٰ اس

کو جھٹلا رہا ہے مدعی کا دعویٰ خود ایک گواہ کی تکذیب کر رہا ہے تو ایک گواہ کی گواہی تو قبول ہی نہیں کیونکہ دعویٰ ہی اس کو کیا کر رہا ہے؟ جھٹلا رہا ہے، صرف ایک گواہ کی گواہی قابلِ قبول ہے اور ایک گواہی پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضروری ہے جب اس طرح کی بات ہو ایک کہہ رہا ہے مثلاً ہزار اور دوسرا کہہ رہا ہے ایک ہزار پانچ سو کچھ کے اندر موافقت ہے تو جس میں موافقت ہے اس پر فیصلہ کر دیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ اقل کا کیا ہو یا اکثر کا؟ اکثر کا دعویٰ کیا ہو، اگر اقل کا دعویٰ کیا ہے تو پھر تو وہ خود کیا کر رہا ہے اکثر والے کو جھٹلا رہا ہے اس کی گواہی رد ہو جائے گی۔ سمجھ میں آیا؟ اسی لیے کہا وَالْمُدَّعِي يَدَّعِي أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ کہ مدعی بھی کتنے کا دعویٰ کر رہا ہے؟ ایک ہزار اور پانچ سو کا یعنی اکثر کا، تو کہتے ہیں قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا بِأَلْفٍ تو گواہی دونوں کی قبول کی جائے گی ایک ہزار پر، ہزار پہ فیصلہ ہو گا اور وہ جو اس نے پانچ سو کہا اس کی طرف توجہ نہیں کریں گے کیونکہ پانچ سو پر صرف ایک کی گواہی ہے دوسرے کی گواہی نہیں تو ایک کی گواہی سے وہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

وَإِذَا شَهِدَا بِأَلْفٍ وَقَالَ أَحَدُهُمَا قَضَاهُ مِنْهَا خَمْسَمِائَةٍ۔ صورت یہ بھئی زید نے عمرو پر دعویٰ کر دیا کہ اس نے میرا ایک ہزار روپیہ ادا کرنا ہے اور دو گواہ اٹھا کر قاضی کے پاس لے آیا بھئی۔ گواہوں نے گواہی دی: ایک گواہ نے کہا کہ واقعی فلاں نے اس زید کا کتنا دینا ہے؟ ایک ہزار دینا ہے ایک ہزار اس پر دَین ہے، دوسرے نے بھی یہی گواہی دی کہ فلاں پر زید کا کتنا دَین ہے؟ ایک ہزار دَین ہے ان میں سے پانچ سو زید وصول کر چکا ہے، یہ لفظ بھی اس نے بڑھا دیا۔ گواہی ایک پر دے رہے ہیں پہلے نے بھی گواہی ہزار پر دی دوسرا گواہ بھی کس پر گواہی دے رہا ہے؟ ہزار پر لیکن ایک گواہ نے کیا بات ساتھ بڑھا دی؟ کہ یہ پانچ سو وصول کر چکا ہے۔ تو کہتے ہیں یاد رکھیے ایک ہزار پر فیصلہ کر دیا جائے گا دوسرے پر ایک ہزار لازم ہو جائیں گے اور یہ جو اس نے کہا نا کہ پانچ سو وصول کر چکا ہے یہ ایک گواہ نے کہا ہے اور ایک گواہ کی گواہی کی وجہ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہو سکتی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا شَهِدَا بِأَلْفٍ جب گواہی دی دونوں گواہوں نے ہزار پر وَقَالَ أَحَدُهُمَا قَضَاهُ مِنْهَا خَمْسَمِائَةٍ اور ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ اس نے ادا کر دیے ہیں اس مدعی کو ان پیسوں میں سے پانچ سو قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا بِأَلْفٍ تو قبول کی جائے گی ان دونوں کی گواہی ایک ہزار پر وَلَمْ يُسْمَعْ قَوْلُهُ اور ایک گواہ کے اس قول کو نہیں سنا جائے گا کہ إِنَّهُ قَضَاهُ مِنْهَا خَمْسَمِائَةٍ کہ اس نے اس میں سے پانچ سو کیا کر دیے ہیں؟ ادا کر دیے ہیں إِلَّا أَنْ يَشْهَدَ مَعَهُ آخَرُ مگر یہ کہ دوسرا بھی اس کے ساتھ گواہی دے دے اس بات کی پھر کیا کیا جائے گا؟ پانچ سو پر فیصلہ کر دیا جائے گا معلوم ہوا ہزار میں سے پانچ سو وصول کر چکا ہے تو کتنے باقی ہیں؟ پانچ سو، یہ کب ہے جب کہ دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ گواہی دے دے۔ وَيَنْبَغِي لِلشَّاهِدِ إِذَا عَلِمَ ذَلِكَ أَنْ لَا يَشْهَدَ بِأَلْفٍ حَتَّى يُقِرَّ الْمُدَّعِي۔ بھئی دیکھو اب ایک گواہ نے کس بات پر گواہی دی تھی کہ ایک ہزار دوسرے پر دَین ہے اور دوسرے نے کیا گواہی دی کہ ایک ہزار دَین ہے لیکن اس میں سے پانچ سو مدعی وصول کر چکا ہے، کہتے ہیں بھئی دیکھو اگر اس گواہ کو پتہ تھا کہ مدعی اس میں سے کیا کر چکا ہے؟ پانچ سو وصول کر چکا ہے تو اسے گواہی اس طرح نہیں دینی چاہیے تھی۔ اب دیکھو زید پانچ سو وصول کر چکا تھا لیکن پھر بھی فیصلہ کس پر ہو گیا؟ ایک ہزار، تو مدعیٰ علیہ بیچارے کا نقصان ہو گیا پانچ سو پہلے بھی ادا کر چکا ہے اور پھر اسے دوبارہ ہزار پورا دینا پڑا۔ تو لہٰذا جب ایسی صورت ہو ایک گواہ کو پتہ ہے کہ مدعی اتنے پیسے وصول کر چکا ہے تو اسے چاہیے پھر اس طرح گواہی نہ دے بلکہ مدعی سے لوگوں کے سامنے اقرار کروالے کہ میں تب گواہی دوں گا تمہارے مسئلے میں تم لوگوں کے سامنے تسلیم کرو اقرار کرو کہ تم اتنے پیسے وصول کر چکے ہو پھر میں کیا کروں گا تمہارے مسئلے میں گواہی دینے عدالت میں آؤں گا۔ جب وہ اقرار کر لے اب جا کر گواہی دے دے، اب تو اس کے اقرار پر کئی لوگ گواہ بن گئے اب مدعیٰ علیہ کا نقصان نہیں ہو گا اس کو گواہ میسر ہو گئے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَيَنْبَغِي لِلشَّاهِدِ اور مناسب ہے گواہ کے لیے إِذَا عَلِمَ ذَلِكَ جب اسے اس بات کا علم ہو أَنْ لَا يَشْهَدَ بِأَلْفٍ کہ وہ گواہی نہ دے ایک ہزار پر حَتَّى يُقِرَّ الْمُدَّعِي یہاں تک کہ مدعی اقرار کر لے أَنَّهُ قَبَضَ خَمْسَمِائَةٍ کہ اس نے کیا کیا ہے پانچ سو پر قبضہ کر لیا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ چلیے بس مولانا هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۵: کتاب الشہادات (۲): مردود الشہادۃ افراد (اندھا، محدود فی القذف، اصول وفروع، زوجین، شریک، عدو)، شہادت علی الشہادۃ اور رجوع عن الشہادۃ

مختصر القدوری صفحہ: ۲۱۴—بتاریخ: ۲۷ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ زَيْدًا قُتِلَ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَكَّةَ وَشَهِدَ آخَرَانِ أَنَّهُ قُتِلَ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْكُوفَةِ وَاجْتَمَعُوا عِنْدَ الْحَاكِمِ لَمْ يَقْبَلِ الشَّهَادَتَيْنِ. فَإِنْ سَبَقَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَضَى بِهَا ثُمَّ حَضَرَتِ الْأُخْرَى لَمْ تُقْبَلْ.[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

صورتِ مسئلہ یہ کہ قاضی کے پاس چار گواہ آئے ایک مسئلے میں: دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید کو یوم النحر یعنی عید الاضحی والے دن مکہ مکرمہ میں قتل کیا گیا، اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید کو یوم النحر والے دن یعنی عید الاضحی کے دن کوفہ میں قتل کیا گیا۔ تو کہتے ہیں قاضی دونوں شہادتوں میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں کرے گا دونوں کو رد کر دے گا اس لیے کہ ان دونوں میں سے ایک تو یقیناً یقیناً جھوٹی گواہی ہے، یہ نہیں ہو سکتا ایک ہی شخص دو جگہ قتل کیا جائے، سمجھ میں آیا؟ قتل ایک ہی مرتبہ ہو سکتا ہے وہ ایک ہی مقام پر ہو گا تو یقیناً ان میں سے ایک گواہی جھوٹی ہے تو دونوں گواہیاں رد ہوں گی۔ ہاں البتہ اگر کوئی ایک گواہ پہلے آئے انہوں نے گواہی دے دی اس مسئلے میں پھر قاضی نے فیصلہ کر دیا اس کے بعد دوسرے گواہ آئے تو دوسری گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا بھئی اس لیے کہ پہلی گواہی جو ہے اس کے ساتھ قاضی کا فیصلہ مل چکا ہے اور قاضی کے فیصلہ ساتھ ملنے کی وجہ سے وہ مضبوط ہو گئی تو لہٰذا اب دوسری اس کے برابر نہیں ہو سکتی اب بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ تو قاضی کا فیصلہ جب ایک بَيِّنَةٌ کے ساتھ مل گیا تو وہ بَيِّنَةٌ پختہ ہو گئی دوسری بَيِّنَةٌ اب اس کے مقابلے کی نہ رہی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ جب گواہی دی دو گواہوں نے أَنَّ زَيْدًا قُتِلَ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَكَّةَ کہ زید کو قتل کیا گیا یوم النحر والے دن مکہ مکرمہ میں وَشَهِدَ آخَرَانِ اور دو دوسرے گواہوں نے گواہی دی أَنَّهُ قُتِلَ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْكُوفَةِ کہ زید کو قتل کیا گیا عید الاضحی والے دن کوفہ میں وَاجْتَمَعُوا عِنْدَ الْحَاكِمِ اور یہ چاروں گواہ جو ہیں جمع ہو گئے حاکم کے پاس لَمْ يَقْبَلِ الشَّهَادَتَيْنِ تو حاکم دونوں شہادتیں قبول نہیں کرے گا دونوں کو رد کرے گا کیونکہ ایک تو یقیناً جھوٹی ہے۔ فَإِنْ سَبَقَتْ إِحْدَاهُمَا پس اگر سبقت کر گئی ان دونوں میں سے کوئی ایک بَيِّنَةٌ یعنی ایک بَيِّنَةٌ والے پہلے آ گئے بھئی وَقَضَى بِهَا اور قاضی نے اس پر فیصلہ کر دیا ثُمَّ حَضَرَتِ الْأُخْرَى پھر دوسری بَيِّنَةٌ حاضر ہوئی لَمْ تُقْبَلْ تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ پہلی کے ساتھ قاضی کا فیصلہ مل کر اسے پختہ کر چکا ہے بھئی۔

وَلَا يَسْمَعُ الْقَاضِي الشَّهَادَةَ عَلَى جَرْحٍ وَلَا نَفْيٍ وَلَا يَحْكُمُ بِذَلِكَ إِلَّا مَا اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ. بھئی قاضی جرحِ مجرد پر شہادت نہیں سن سکتا بھئی۔ جرحِ مجرد کسے کہتے ہیں یاد رکھیے بھئی: بھئی دیکھیے صورت یہ ایک شخص آیا اس نے دوسرے شخص پر چوری کا الزام لگایا اور دو گواہ بھی پیش کر دیے، تو

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ سَبَقَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَضَى بِهَا ثُمَّ حَضَرَتِ الْأُخْرَى لَمْ تُقْبَلْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن سبقت إحداهما فقضى بها ثم حضرت الأخرى لم تقبل» منقول ہے۔

دو گواہوں نے گواہی دی اور اس شخص پر چوری ثابت ہو گئی تو اس پر حد آئے گی اور حد حق اللہ ہے مولانا اب اس میں کوئی کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا کوئی کمی نہیں کر سکتا کوئی سفارش اس کے اندر قبول نہیں کی جا سکتی، تو دیکھیے یہ ایسی گواہی تھی جس سے حق اللہ ثابت ہوتا تھا تو قاضی پر ضروری ہے کہ اس قسم کی گواہی کو قبول کرے جس سے کیا ثابت ہوتا ہو؟ حق اللہ ثابت ہوتا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے مثلاً میں نے زید پر دعویٰ کر دیا کہ قاضی صاحب زید نے میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے اور دو گواہ بھی لے آیا دونوں گواہوں نے گواہی دے دی تو قاضی اس پر فیصلہ کر دے گا کیونکہ یہ ایسی گواہی ہے جس کے ذریعے حق العبد ثابت ہو رہا ہے میرا حق ثابت ہو رہا ہے کسی بندے کا حق کیا ہو رہا ہے؟ ثابت ہو رہا ہے۔ تو یاد رکھیے قاضی صرف اس قسم کی بَیِّنَۃٌ سن سکتا ہے جس سے حق اللہ ثابت ہوتا ہو یا حق العبد ثابت ہوتا ہو کیونکہ اس کے ذریعے وہ دوسرے پر کوئی چیز لازم کر دیتا ہے: دیکھو حق اللہ میں قاضی نے حد کو دوسرے پر کیا کر دیا تھا؟ لازم کر دیا، اور حق العبد کے اندر اس نے مدعیٰ علیہ پر کیا کیا تھا؟ حق العبد کو لازم کر دیا تھا۔ لیکن اگر کوئی ایسی گواہی آئے جس کی وجہ سے نہ تو حق اللہ ثابت ہوتا ہے نہ حق العبد ثابت ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں جرحِ مجرد، اس پر گواہی نہیں سن سکتا قاضی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جرح ہے اعتراض ہے لیکن اس کی وجہ سے نہ تو حق اللہ آئے گا یعنی حد وغیرہ بھی نہیں آتی اور حق العبد بھی نہیں آتا اس گواہی کی وجہ سے۔ مثلاً دیکھیے صورتِ مسئلہ یہ زید کا اور عمرو کا ایک مسئلے کے اندر جھگڑا ہوا اور قاضی کے پاس چلے گئے زید نے بَیِّنَۃٌ قائم کر دی اس مسئلے کے اندر دو گواہ پیش کر دیے اور دونوں گواہوں کا پتہ بھی کروالیا قاضی نے کہ یہ دونوں عادل گواہ ہیں بھئی، اب جو مدعیٰ علیہ ہے یعنی جو فریقِ مخالف ہے وہ ان دو گواہوں میں سے ایک کے بارے میں کہتا ہے قاضی صاحب آپ اس کی بَیِّنَۃٌ کیسے قبول کر رہے ہیں یہ تو فاسق آدمی ہے میں اس پر بَیِّنَۃٌ پیش کرتا ہوں یہ فاسق آدمی ہے، بھئی آپ بتائیے اب اس نے کیا دعویٰ کیا ہے کہ یہ کیا ہے؟ فاسق، اب اگر اس پر بَیِّنَۃٌ پیش کرے تو اس سے کیا ہو گا کیا حق اللہ آئے گا کوئی حد وغیرہ آئے گی؟ حد وغیرہ تو نہیں ہے حد تو آپ پڑھ چکے ہیں کن کن چیزوں میں آتی ہے، اچھا کوئی حق العبد آئے گا اس کی وجہ سے؟ نہیں، تو یہ جرحِ مجرد ہے اس پر قاضی بَیِّنَۃٌ نہیں سنے گا۔ یا وہ دعویٰ کرتا ہے قاضی صاحب یہ جو آدمی ہے جس کی آپ گواہی قبول کر رہے ہیں کیسے آپ نے گواہی قبول کر لی یہ تو شرابی ہے، اب وہ کہتا ہے میں دو گواہ پیش کرتا ہوں دو گواہ آ کر گواہی دیتے ہیں ہاں قاضی صاحب ہم گواہی دیتے ہیں یہ شرابی ہے، آپ بتائیے صرف یہ کہنے سے یہ شرابی ہے حد ثابت ہوتی ہے؟ آپ نے پڑھا تھا کہ حد کس طرح ثابت ہوتی ہے کہ شراب پی ہو ابھی قریب کے زمانے میں پی ہو اور منہ سے بو آ رہی ہو اور گواہ کہتے ہیں ہمارے سامنے اس نے مثلاً یہ فعل کیا تھا، مطلق کہہ دیتے ہیں یہ شرابی ہے اس سے تو حد ثابت نہیں ہوتی بھئی بلکہ وہ شراب کے واقعے پر موجود تھے اس کے بعد گواہی دیں اور منہ سے بھی شراب کی بو بھی آ رہی ہو تو پھر حد آتی ہے، یہ تو عام مطلق بات کر رہے ہیں یہ شرابی ہے یعنی شراب پیتا رہتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو اس سے کوئی حق اللہ ثابت نہیں اس سے حد نہیں ثابت ہو سکتی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو بس اتنا یاد رکھیے بھئی کہ جرحِ مجرد اس قسم کی جرح ہے اس قسم کا طعن ہے جس کی وجہ سے نہ تو حق اللہ ثابت ہوتا ہو اور نہ حق العبد ثابت ہوتا ہو جیسے انہوں نے کیا کہا آ کر یہ گواہ کس قسم کا ہے فاسق آدمی ہے، بھئی قاضی تو صرف اس بَیِّنَۃٌ کو سن سکتا ہے جو دوسرے پر حکم کو کیا کر سکے؟ لازم کرے اور یہاں قاضی کسی قسم کا الزام نہیں کر سکتا، فسق کو دوسرے پر لازم کر سکتا ہے؟ فسق کو دوسرے پر لازم نہیں کر سکتا بھئی فسق تو وہ توبہ کرے گا فسق کیا ہو جائے گا؟ ختم ہو جائے گا، جب کہ حق اللہ کے اندر قاضی نے حد لازم کر دی تھی اب وہ ہر حال میں قائم ہو گی یا حق العبد میں قاضی نے پیسوں کا فیصلہ کر دیا تھا اس کے خلاف اب اسے ہر حال میں دینے پڑیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ تو جرحِ مجرد وہ ہے جس سے نہ تو حق اللہ ثابت ہو اور نہ حق العبد ثابت ہو یہ جرحِ مجرد ہے تو جرحِ مجرد پر قاضی بَیِّنَۃٌ نہیں سن سکتا اس کے لیے درست نہیں ہے بَیِّنَۃٌ سننا یا اس کو قبول کرنا۔ یہی بات کر رہے ہیں: وَلَا يَسْمَعُ الْقَاضِي الشَّهَادَةَ عَلَى جَرْحٍ وَلَا نَفْيٍ قاضی نہیں سن سکتا گواہی کو جرح پر اور نہ نفی پر وَلَا يَحْكُمُ بِذَلِكَ اور نہ اس کے ذریعے فیصلہ کر سکتا ہے إِلَّا مَا اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ مگر وہ جس چیز کا حق رکھتا ہو صرف اس پر بَیِّنَۃٌ سن سکتا ہے اور وہ کیا ہیں یا تو حق العبد ہے یا حق اللہ ہے بھئی، اس پر بَیِّنَۃٌ سن سکتا ہے یعنی جس میں قاضی دوسرے پر کوئی چیز کیا کر سکے؟ لازم کر سکے اور وہ یا تو صرف حق اللہ میں ہو گا یا حق العبد میں ہو گا، سمجھ میں آیا؟ تو یہ کہ آ کر کہتے ہیں قاضی صاحب یہ تو بڑا فاسق آدمی ہے بڑا فاجر آدمی ہے بڑا گناہ گار آدمی ہے نہیں بھئی اس پر بَیِّنَۃٌ نہیں سن سکتا کیونکہ اس کی وجہ سے نہ حق اللہ آتا ہے اور نہ حق العبد آتا ہے۔

وَلَا يَجُوزُ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَشْهَدَ بِشَيْءٍ إِنْ لَمْ يُعَايِنْهُ إِلَّا النَّسَبَ وَالْمَوْتَ وَالنِّكَاحَ وَالدُّخُولَ وَوِلَايَةَ الْقَاضِي فَإِنَّهُ يَسَعُهُ أَنْ يَشْهَدَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ إِذَا أَخْبَرَهُ بِهَا مَنْ يَثِقُ بِهِ۔ یاد رکھیے بھئی ابھی تک آپ نے یہ پڑھا کہ گواہ کی گواہی دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ موقع پر موجود ہو اس نے اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو، سمجھ میں آیا؟ اگر سننے والی چیز تھی تو اس نے خود سنا ہو اگر دیکھنے والی چیز تھی تو اس نے خود دیکھا ہو پھر کیا کر سکتا ہے؟ گواہی دے سکتا ہے۔ لیکن چند چیزیں ایسی ہیں جن کے اندر گواہ اگرچہ موقع پر موجود نہیں اس نے سنا نہیں اس نے دیکھا نہیں پھر بھی وہ کیا کر سکتا ہے؟ گواہی دے سکتا ہے، ان میں سے چند ایک کو ذکر کر رہے ہیں بھئی: جیسے مولانا پہلے انہوں نے نسب ذکر کیا، نسب ہے بھئی: بھئی اب ایک لڑکا ہے اس کے بارے میں

لوگ کہتے ہیں کہ یہ زید کا بیٹا ہے بھئی، اب بھئی زید نے جب کہا یہ میرا بیٹا ہے اس وقت تو میں موجود نہیں تھا بھئی لیکن میں نے ثقہ قابلِ اعتماد آدمیوں سے سنا ہے وہ کیا بتلاتے ہیں اس کو زید کا بیٹا بتلاتے ہیں، تو ان قابلِ اعتماد آدمیوں کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے اگر مجھے ضرورت پیش آئے تو میں بھی قاضی کے پاس جاکر گواہی دے سکتا ہوں کہ یہ لڑکا کیا ہے زید کا بیٹا ہے، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ اسی طرح موت ہے: بھئی زید کے مرتے وقت میں حاضر نہیں تھا لیکن میں نے لوگوں سے سنا لوگ بتا رہے ہیں زید مر گیا ہے اور میں نے دو قابلِ اعتماد آدمیوں سے یا ایک مرد اور دو قابلِ اعتماد عورتوں سے سن لیا کہ انہوں نے کہا زید مر گیا ہے، تو اب میرے لیے جائز ہے کہ اگر ضرورت کسی وقت پیش آئی تو میں قاضی کے پاس جاکر گواہی دے سکتا ہوں کہ قاضی صاحب زید کیا ہے؟ مر چکا ہے۔ اب دیکھو میں وہاں موجود نہیں تھا اس کی موت کے وقت اس کا میں نے معائنہ مشاہدہ نہیں کیا اس کی موت کا لیکن میں پھر بھی صرف سننے پر ہی گواہی دے سکتا ہوں۔ اسی طرح نکاح ہے بھئی: بھئی میں نے ثقہ لوگوں سے سنا کہ زید کا زینب کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے بھئی، میں خود نکاح میں موجود نہیں تھا لیکن دو قابلِ اعتماد مردوں سے یا ایک قابلِ اعتماد مرد اور دو قابلِ اعتماد عورتوں سے میں نے سن لیا کہ زید کا زینب سے نکاح ہو چکا ہے تو اب میرے لیے جائز ہے کہ میں صرف اس سننے کی بنا پر کیا کروں؟ قاضی کے پاس جاکر کسی مسئلے میں گواہی دینی پڑے تو میں گواہی دے سکتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جی اور دخول صحبت کے بارے میں بھئی: بھئی زید اور زینب کا نکاح ہوا ہے زینب کی رخصتی ہو گئی زینب اور زید میں صحبت ہو چکی ہے یعنی خلوت ہو چکی ہے بھئی، اب میں اس موقع پر تو موجود نہیں زینب کی جب رخصتی ہوئی اسے زید کے پاس بھیج دیا گیا اور ان میں خلوت ہوئی لیکن پھر بھی میں نے ثقہ لوگوں سے سنا کہ زینب کی رخصتی ہو چکی ہے، تو اب اس مسئلے کے اندر مجھے گواہی دینا پڑے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ گواہی دے سکتا ہوں۔ اسی طرح ولایتِ قاضی ہے بھئی: گورنر نے زید کو فلاں شہر کا قاضی بنا دیا، میں وہاں حاضر تو نہیں تھا لیکن میں نے ثقہ لوگوں سے سن لیا کہ گورنر نے زید کو فلاں شہر کا قاضی مقرر کر دیا ہے تو اب مجھے کسی وقت گواہی دینے کی ضرورت پڑی اس سلسلے میں کہ زید کو قاضی مقرر کیا گیا ہے تو میں اس پر گواہی دے سکتا ہوں۔ وجہ یہ ہے مولانا کہ یہ وہ امور ہیں جن میں عموماً خواص ہی موجود ہوتے ہیں ہر ایک یہاں پر موجود نہیں ہوتا: مثلاً یہ نسب کا اقرار وغیرہ کرتا ہے یا موت کا کوئی مشاہدہ کر رہا ہے نکاح ہے یا ولایتِ قاضی وغیرہ یہاں پر سارے لوگ موجود نہیں ہوتے صرف خواص موجود ہوتے ہیں ان کے کوئی خاص متعلقین وغیرہ، تو اب اگر یہاں پر گواہی میں مشاہدے کی ہم شرط لگا دیں تو مشاہدہ تو اکا دکا ہی کسی نے کیا ہو گا پھر تو بڑا حرج لازم آئے گا بڑی بات مشکل ہو جائے گی لہٰذا اس قسم کے مسائل کے اندر صرف سننے پر بھی گواہی دینا درست ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَجُوزُ لِلشَّاهِدِ جائز نہیں ہے گواہ کے لیے أَنْ يَشْهَدَ بِشَيْءٍ إِنْ لَمْ يُعَايِنْهُ کہ وہ گواہی دے کسی ایسی چیز کی جس کا اس نے مشاہدہ نہیں کیا إِلَّا النَّسَبَ وَالْمَوْتَ مگر نسب کی اور موت کی وَالنِّكَاحَ وَالدُّخُولَ اور نکاح کے بارے میں اور صحبت کے بارے میں یعنی رخصتی ہو چکی ہے خلوت ہو چکی ہے وَوِلَايَةَ الْقَاضِي اور قاضی کی ولایت کے بارے میں کہ فلاں کو گورنر نے کیا کیا ہے قاضی فلاں جگہ کا مقرر کیا ہے فَإِنَّهُ يَسَعُهُ أَنْ يَشْهَدَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ اس لیے کہ اس شخص کے لیے گنجائش ہے کہ وہ گواہی دے ان چیزوں کی إِذَا أَخْبَرَهُ بِهَا جب خبر دی ہے اسے ان چیزوں کی مَنْ ایسے شخص نے يَثِقُ بِهِ جس پر وہ کیا کرتا ہے؟ بھروسہ کرتا ہے اعتماد کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو چیزیں قابلِ رؤیت ہیں وہاں دیکھنا ضروری جو قابلِ سماع ہیں وہاں سماع ضروری لیکن کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جہاں رؤیت کے بغیر صرف عام لوگوں سے سن کر بھی انسان کیا کر سکتا ہے؟ گواہی دے سکتا ہے بشرطیکہ انسان کیا کرے؟ دو قابلِ اعتماد مردوں سے یا ایک قابلِ اعتماد مرد اور دو قابلِ اعتماد عورتوں سے سن لے۔

وَالشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ حَقٍّ لَا يَسْقُطُ بِالشُّبْهَةِ۔ بھئی شہادت علی الشہادت آپ نے پڑھا بھئی کہ ایک شخص ایک مسئلے کے اندر گواہ ہے لیکن اس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہو گیا کہ وہ قاضی کی مجلس میں نہیں آسکتا تو وہ اپنی گواہی پر کسی دوسرے کو گواہ بنا دے بھئی اس کو کیا کہتے تھے؟ شہادت علی الشہادت بھئی۔ اور یاد رکھیے شہادت علی الشہادت کا یہ معنیٰ نہیں کہ ایک گواہ نے دوسرے کو گواہ بنا دیا بس اب یہ جاکر گواہی دیں آگے یہ بھی آگے گواہ کسی اور کو بنا سکتے ہیں: مثلاً یہ بھی راتوں رات شدید بیمار ہو گئے بھئی اب یہ بھی حاضر نہیں ہو سکتے تو یہ آگے اپنی گواہی پر کیا کر دیں؟ دو گواہ بنا دیں، وہ بھی بیمار ہو گئے مولانا تو وہ آگے پھر اپنی گواہی پر دو گواہ بنا دیں، صورت سمجھ میں آگئی؟ لیکن ہر گواہ اپنی گواہی پر دو آدمیوں کو گواہ بنائے گا بھئی، تو سلسلہ چلتا ہی رہے گا بھئی جب تک عذر ہے ٹھیک ہے بھئی جس جس کو عذر پیش آتا جائے وہ گواہی پر گواہ بنا سکتا ہے۔ تو یاد رکھیے یہ شہادت علی الشہادت کن مسائل میں جائز ہے کن مسائل میں جائز نہیں؟ کہتے ہیں یہ ہر وہ حق جو کسی شبہے کی وجہ سے ساقط نہ ہوتا ہو اس میں جائز ہے، معلوم ہوا حدود اور قصاص کے مسئلے کے اندر شہادت پر شہادت جائز نہیں ہے، وجہ یہ کہ حد اور قصاص ادنیٰ شبہے سے بھی کیا ہو جایا کرتے ہیں؟ ساقط ہو جایا کرتے ہیں، تو گواہی پر گواہی آئی تو شبہ آگیا پہلے گواہ نے پتہ نہیں کیا لفظ کہے تھے دوسرے گواہ بعینہٖ اسی کے لفظ کہہ رہے ہیں یا تھوڑا بہت رد و بدل ہو گیا ہے لفظوں کے اندر بھئی، انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا بھئی لفظ بدلے جاتے ہیں بھئی وہ سمجھتا ہے شاید میں بعینہٖ وہی لفظ ذکر کر رہا ہوں جو پہلے گواہ نے ذکر کیے تھے حالانکہ اس نے تو یہ لفظ ذکر نہیں کیے تھے۔ یا مولانا گواہی پر گواہی

ایک واسطہ بیچ میں آگیا تو جھوٹ کا احتمال بھی آگیا کچھ، جتنے واسطے بڑھتے جائیں گے جھوٹ کے احتمالات بھی بڑھتے جائیں گے اور حدود اور قصاص تو ادنیٰ شبہے سے بھی ساقط ہو جاتے ہیں لہٰذا ان دونوں مسئلوں کے اندر شہادت علی الشہادت جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں وَالشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ حَقٍّ اور گواہی پر گواہی جائز ہے ہر ایسے حق میں لَا يَسْقُطُ بِالشُّبْهَةِ جو شبہے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا وَلَا تُقْبَلُ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ اور قبول نہیں کی جائے گی شہادت پر شہادت حدود اور قصاص کے مسئلے میں۔

وَيَجُوزُ شَهَادَةُ شَاهِدَيْنِ عَلَى شَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ۔ صورتِ مسئلہ ہے بھئی: بھئی یاد رکھیے ایک مسئلہ ہے اس مسئلے کے لیے مثلاً مجھے دو گواہوں کی ضرورت ہے بھئی قاضی کے پاس جبھی ثابت ہو گا جب کتنے گواہ گواہی دیں؟ دو گواہ۔ اتفاق کی بات ہے یہ دو گواہ آج ہی حج پر جا رہے ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنی گواہی پر آگے دو آدمیوں کو گواہ بنا دے گا، مثلاً زید اور عمرو یہ دو میرے گواہ ہیں یہ دونوں جا رہے ہیں حج پر تو زید بھی دو گواہ بنا دے گا عمرو بھی کتنے گواہ بنا دے گا؟ دو گواہ، یہ جا کر قاضی کے پاس گواہی دیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ پھر وہ اگلے چار بیمار ہو جاتے ہیں بھئی وہ بھی نہیں آسکے سارے بیمار ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک کیا کرے گا آگے اپنی گواہی پر دو گواہوں کو گواہ بنا دے گا، صورت سمجھ میں آگئی؟ اب دیکھیے زید اور عمرو میرے گواہ ہیں زید اور عمرو حج پر جا رہے ہیں زید نے بکر اور خالد کو اپنی گواہی پر گواہ بنا دیا، عمرو نے بھی اسی بکر اور خالد کو اپنی گواہی پر گواہ بنا لیا، تو کیا یہ درست ہے یا درست نہیں؟ ہمارے نزدیک درست ہے، ہمارے نزدیک کیا ہے؟ ایک گواہ کی جو شہادت پر شہادت دے رہے ہیں وہ دوسرے گواہ کی شہادت پر بھی شہادت دے سکتے ہیں۔ یاد رکھیے یہ جو زید اور عمرو میرے معاملے کے گواہ ہیں انہوں نے آگے دو اور گواہ بنائے یہ جو زید اور عمرو ہیں یہ ہوئے شاہدِ اصل، ان کو کیا کہتے ہیں؟ شاہدِ اصل، اور آگے جن دو کو انہوں نے گواہ بنایا وہ کہلاتے ہیں شاہدِ فرع، کیا کہلاتے ہیں؟ شاہدِ فرع۔ تو شاہدِ اصل کتنے تھے میرے پاس اس مسئلے میں؟ دو، شاہدِ فرع بھی کتنے ہو گئے؟ دو کیونکہ زید نے بھی انہی دو کو اپنی گواہی پر گواہ بنایا ہے اور عمرو نے بھی انہی دو کو اپنی گواہی پر گواہ بنایا ہے، تو دیکھو دو گواہوں کی طرف سے دو آدمی کیا کر سکتے ہیں گواہی پر گواہی دے سکتے ہیں، جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں ایک کی گواہی پر جو دو گواہ بنے وہ دوسرے کی گواہی پر گواہ نہیں بن سکتے وہ گواہی نہیں دے سکتے وہ الگ ہونے چاہئیں۔ یہی بات کر رہے ہیں کہتے ہیں وَيَجُوزُ شَهَادَةُ شَاهِدَيْنِ عَلَى شَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ اور جائز ہے دو گواہوں کی گواہی دو گواہوں کی گواہی پر: شہودِ اصل کتنے تھے میرے؟ دو، شہودِ فرع بھی کتنے ہیں؟ دو ہیں کیونکہ وہی دو زید کی گواہی پر بھی گواہ ہیں اور عمرو کی گواہی پر بھی گواہ ہیں۔ تو یہ معنیٰ نہیں ہے اس کا کہ زید نے بھی ایک کو گواہ بنا دیا عمرو نے بھی ایک کو گواہ بنا دیا یہ معنیٰ نہیں ہے اس کا بھئی، خود صاحبِ قدوری آگے بتلا رہے ہیں: وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ وَاحِدٍ عَلَى شَهَادَةِ وَاحِدٍ گواہی قبول نہیں کی جائے گی بھئی کسی ایک گواہ کی عَلَى شَهَادَةِ وَاحِدٍ ایک گواہ کی گواہی پر، سمجھ میں آیا؟ زید نے اپنا ایک گواہ بنا دیا عمرو نے بھی اپنا ایک گواہ بنا دیا یہ درست نہیں ہے بھئی، اپنی گواہی پر کم از کم کتنے افراد کو گواہ بنائے؟ دو، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرا بھی انہی دو کو بنا دے یہ بھی ٹھیک ہے بھئی۔

وَصِفَةُ الْإِشْهَادِ۔ بھئی کس طرح گواہ بنائیں گے زید اور عمرو تو حج پر جا رہے ہیں وہ کیسے گواہ بنائیں گے بھئی؟ طریقہ بھی بتلا رہے ہیں صاحبِ قدوری: کہتے ہیں وَصِفَةُ الْإِشْهَادِ، أَشْهَدَ يُشْهِدُ إِشْهَادٌ کا معنیٰ ہے گواہ بنانا، شَهِدَ يَشْهَدُ کا معنیٰ گواہی دینا یا گواہ ہونا اور أَشْهَدَ يُشْهِدُ إِشْهَادٌ بابِ افعال کا معنیٰ ہے گواہ بنانا، وَصِفَةُ الْإِشْهَادِ اور گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے أَنْ يَقُولَ شَاهِدُ الْأَصْلِ لِشَاهِدِ الْفَرْعِ کہ شاہدِ اصل کہے گا شاہدِ فرع سے یوں کہے گا بھئی، شاہدِ اصل تو کون ہے؟ زید وہ کدھر جا رہا ہے؟ حج پر اور شاہدِ فرع کون ہیں دونوں؟ بکر اور خالد ان سے زید کہتا ہے: اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي تُو گواہ ہو جا، مثلاً ایک کو بنا رہا ہے ایک وقت میں پھر دوسرے کو بنائے گا، اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي تُو گواہ ہو جا میری گواہی پر أَنِّي أَشْهَدُ کہ میں گواہی دیتا ہوں أَنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَقَرَّ عِنْدِي بِكَذَا کہ فلاں ابنِ فلاں جو ہے بھئی اس نے اقرار کیا تھا میرے پاس اتنے مال کا مثلاً فلاں آدمی کے لیے وَأَشْهَدَنِي عَلَى نَفْسِهِ اور مجھے اس نے گواہ بنایا تھا اپنے نفس پر۔ توجہ ہے ادھر بھئی؟ زید کیا کر رہا ہے شاہدِ اصل ہے وہ کیا بنا رہا ہے شاہدِ فرع، اس کو کہتا ہے اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي تُو میری گواہی پر گواہ ہو جا، ہاں تو گواہی پر گواہ بنانا ضروری ہے ویسے ہی ایک بات سنا رہا ہو پھر تو یہ گواہی نہیں دے سکتا بلکہ کیا کرے باقاعدہ اپنی گواہی پر اسے گواہ بنائے گا اور کہے گا اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي تم گواہ رہنا میری گواہی پر أَنِّي أَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں، اب گواہی اپنی ذکر کرے گا بھئی جس پر دوسرے نے پھر گواہ بننا ہے: أَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں أَنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَقَرَّ عِنْدِي بِكَذَا کہ فلاں ابنِ فلاں نے میرے پاس اتنے مال کا کیا کیا تھا؟ اقرار کیا تھا وَأَشْهَدَنِي عَلَى نَفْسِهِ اور اس نے مجھے اپنے نفس پر گواہ بنایا تھا میں وہاں موجود تھا اور اس نے مجھے گواہ بنایا تھا اس بات پر۔ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ أَشْهَدَنِي عَلَى نَفْسِهِ جَازَ صاحبِ قدوری فرما رہے ہیں اگر وہ یہ نہ کہے کہ اس نے مجھے اپنے نفس پر گواہ بنایا تھا پھر بھی جائز ہے، بھئی یہ اس وقت کہے گا نا ایک آدمی نے اس گواہِ اصل کے سامنے کسی کے لیے اقرار کیا تھا تو اگر اقرار کرتے ہوئے اس نے کہا تھا تم اس پر گواہ رہنا پھر تو یہ کہے أَشْهَدَنِي عَلَى نَفْسِهِ

اس نے مجھے اپنے اوپر کیا کیا تھا؟ گواہ بھی بنایا تھا، اگر اس نے گواہ نہیں بنایا پھر تو یہ کہنا ہی درست نہیں ہے بھئی لہٰذا پھر نہ کہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو اگر اس نے گواہ بنایا تھا تو بے شک چاہے ذکر کر دے اور اگر اس نے گواہ نہیں بنایا تھا لیکن بہر حال یہ موجود تو تھا اقرار کے وقت یہ گواہی تو دے سکتا ہے اس کی لہٰذا صرف یہ کہے کہ فلاں نے میرے سامنے اس چیز کا کیا کیا تھا؟ اقرار کیا تھا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں تم میری گواہی پر کیا کرنا؟ گواہی دینا میری گواہی پر گواہ رہنا۔ تو اسی لیے کہا وَإِنْ لَمْ يَقُلْ أَشْهَدَنِي عَلَى نَفْسِهِ جَازَ اور اگر یہ نہ کہا کہ فلاں نے مجھے اپنے نفس پر گواہ بنایا تھا جَازَ تو بھی جائز ہے۔ وَيَقُولُ شَاهِدُ الْفَرْعِ عِنْدَ الْأَدَاءِ۔ اچھا بھئی یہ گواہی پر گواہ تو بنا دیے اب یہ قاضی کے پاس جا کر یہ گواہی پر گواہی کیسے دیں گے بھئی وہ بھی بتلا رہے ہیں طریقہ: تو کہتے ہیں وَيَقُولُ شَاهِدُ الْفَرْعِ عِنْدَ الْأَدَاءِ اور شاہدِ فرع کہے گا ادائیگی کے وقت یعنی جب گواہی ادا کر رہا ہے یوں کہے گا: أَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں، کیونکہ گواہی دینے میں ضروری ہے آپ نے پڑھا تھا أَشْهَدُ کا لفظ ذکر کرے گا گواہ، میں گواہی دیتا ہوں أَنَّ فُلَانًا أَقَرَّ عِنْدَهُ بِكَذَا کہ فلاں نے وہ جو شاہدِ اصل ہے اس کے پاس اتنے مال کا اقرار کیا تھا وَقَالَ لِي اور پھر اس شاہدِ اصل نے مجھ سے کہا تھا اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي بِذَلِكَ کہ تم گواہ رہنا میری اس شہادت پر فَأَنَا أَشْهَدُ بِذَلِكَ تو میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو طریقہ بھی بتلا دیا بھئی۔ تو یہ بعض علماء نے مختلف تفاصیل بیان کرتے ہیں: بعض علماء نے تو لکھا کہ شاہدِ فرع پانچ دفعہ ذکر کرے گا شہادت کو، دیکھو ذرا: يَقُولُ شَاهِدُ الْفَرْعِ عِنْدَ الْأَدَاءِ شاہدِ فرع ادا کے وقت یوں کہے گا، شہادت کا لفظ ذرا گننا: أَشْهَدُ ایک، آگے کیا آیا؟ وَقَالَ لِي اشْهَدْ کتنے ہو گئے؟ دو، عَلَى شَهَادَتِي کتنے ہو گئے؟ تین، فَأَنَا أَشْهَدُ کتنے ہو گئے؟ چار۔ بعضوں نے ذکر کیا پانچ دفعہ شہادت کا لفظ اس کے کلام میں آنا چاہیے بعضوں نے کہا آٹھ دفعہ اس کے کلام میں شہادت کا لفظ آنا چاہیے پورا تفصیل سے کلام ذکر کیا ہے انہوں نے، اور صاحبِ قدوری نے ذکر کر دیا کہ چار دفعہ ذکر کر دے یہ بھی کافی، بعض علماء نے لکھا ہے تین دفعہ ذکر کر دے وہ بھی کافی ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟[۳۲]

وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ شُهُودِ الْفَرْعِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ شُهُودُ الْأَصْلِ۔ اچھا یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کیا شاہدِ اصل جب دل کرے شاہدِ فرع بنا سکتا ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے بھئی میں نہیں آ سکتا قاضی کے پاس میں مصروف ہوں بھئی میں اپنی گواہی پر کسی اور کو گواہ بنا دیتا ہوں، تو کیا وہ ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اگر کوئی بڑا عذر ہے تو پھر تو ٹھیک ہے اگر عذر نہیں تو پھر اسے خود حاضر ہونا پڑے گا۔ بڑے عذر کیا کیا عذر ہو سکتے ہیں جن پر گواہی پر گواہ بنا سکتا ہے؟ دیکھیے خود ذکر کر رہے ہیں: وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ شُهُودِ الْفَرْعِ شہودِ فرع جو ہیں ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی إِلَّا أَنْ يَمُوتَ شُهُودُ الْأَصْلِ مگر یہ کہ شہودِ اصل مر جائیں، اب وہ تو مر چکے ہیں ان کو گواہ بنا دیا تھا اب وہ مر چکے ہیں تو اب ان کی گواہی قبول کی جائے گی أَوْ يَغِيبُوا مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا یا وہ غائب ہیں مولانا تین دن کی مسافت یا اس سے زیادہ پر یعنی اتنی دور رہتے ہیں تو اب ان کے لیے ضروری نہیں کہ تین دن کا سفر طے کر کے آئیں اور پھر گواہی دیں وہ کیا کر سکتے ہیں اپنی گواہی پر کسی اور کو گواہ بنا سکتے ہیں أَوْ يَمْرَضُوا مَرَضًا لَا يَسْتَطِيعُونَ مَعَهُ حُضُورَ مَجْلِسِ الْحَاكِمِ یا وہ بیمار ہوئے ایسی بیماری کہ وہ استطاعت نہیں رکھتے اس بیماری کے ساتھ حاضر ہونے کی مجلسِ حاکم میں، تو اب بھی یہ عذر ہے وہ اپنی گواہی پر کسی اور کو گواہ بنا سکتے ہیں۔[۴]

فَإِنْ عَدَّلَ شُهُودَ الْأَصْلِ شُهُودُ الْفَرْعِ جَازَ۔ بھئی آپ جانتے ہیں صاحبین فرماتے تھے کہ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ گواہوں کا پتہ کروائے گواہ عادل بھی ہیں یا عادل نہیں اس کے بغیر گواہی قبول نہ کرے۔ تو اب بھئی قاضی کے پاس جو آئے وہ ہیں شہودِ فرع اور جو دوسرے تھے وہ کیا ہیں؟ شہودِ اصل، تو یہ شہودِ فرع اپنی طرف سے گواہی دے رہے ہیں یا شہودِ اصل کی طرف سے گواہی دے رہے ہیں؟ شہودِ اصل کی طرف سے گواہی دے رہے ہیں تو شہودِ اصل کا عادل ہونا بھی ضروری ہے۔ اب قاضی خط لکھ کر پتہ کروائے گا یہ کس قسم کے لوگ تھے عادل تھے یا عادل نہیں تھے۔ بھئی یہ جو شہودِ فرع ہیں یہی کہہ دیتے ہیں قاضی کے سامنے کہ قاضی صاحب جس نے ہمیں گواہ بنایا وہ بڑا قابلِ اعتماد آدمی ہے نیک آدمی ہے، انہوں نے ہی اس کو عادل قرار دے دیا تو کیا ان کا اس کو عادل قرار دینا کافی ہے اب قاضی کو تحقیق کی ضرورت نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی یہ اگر اس کو قابلِ اعتماد قرار دے دیتے ہیں تو یہ تعدیل کافی ہے صحیح ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کہتے ہیں فَإِنْ عَدَّلَ شُهُودَ الْأَصْلِ شُهُودُ الْفَرْعِ جَازَ اگر عادل قرار دیا شہودِ اصل کو کس نے عادل قرار دیا؟ شُهُودُ

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَقُولَ شَاهِدُ الْأَصْلِ لِشَاهِدِ الْفَرْعِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يقول شاهد لشاهد الفرع:» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَقَرَّ عِنْدِي بِكَذَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فلان ابن فلان أقر عندي بكذا» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ شُهُودِ الْفَرْعِ شهودِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا تقبل شهادة شهود الفرع إلا أن يموت شهود» منقول ہے۔

الْفَرْعِ شہودِ فرع نے جَازَ تو یہ بھی جائز ہے۔ وَإِنْ سَكَتُوا عَنْ تَعْدِيلِهِمْ جَازَ۔ اچھا یہ دو شاہدِ فرع آئے قاضی نے کہا اچھا تم کس کی طرف سے گواہی دینے آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں بھئی مثلاً زید کی طرف سے گواہی دینے آئے ہیں وہ شاہدِ اصل ہے، قاضی کہتا ہے پہلے یہ تو تم دونوں بتاؤ وہ عادل آدمی بھی ہے یا عادل نہیں ہے بھئی؟ یہ خاموش رہے کچھ بھی نہیں بتایا، تو کیا اب بھی ان کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں اب بھی ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ بھئی یہ تو اپنے گواہِ اصل کو عادل بتلا ہی نہیں رہے خاموش رہتے ہیں؟ کہتے ہیں بھئی ہو سکتا ہے ان کو علم نہ ہو ان کے ذمے گواہی پہنچانا ہے عدالت کے بارے میں جاننا ضروری نہیں۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں قاضی خود غور و فکر کرے تحقیق کروائے پتہ کروائے کہ وہ زید کس قسم کا آدمی ہے جو گواہِ اصل ہے، تو شاہدِ فرع کے بارے میں تو پتہ کرنا ہی کرنا ہے یہ تو گواہی دے رہے ہیں قاضی کے پاس وہ جو شاہدِ اصل جس کی طرف سے گواہی دے رہے ہیں اس کی بھی تعدیل ضروری ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ سَكَتُوا عَنْ تَعْدِيلِهِمْ جَازَ اور اگر یہ گواہِ فرع خاموش رہے ان گواہِ اصل کو عادل قرار دینے سے جَازَ تو بھی جائز ہے ان کی گواہی وَيَنْظُرُ الْقَاضِي فِي حَالِهِمْ اور غور و فکر کرے گا قاضی ان گواہِ اصل کی حالت کے بارے میں یعنی تحقیق کروالے بھئی۔

وَإِنْ أَنْكَرَ شُهُودُ الْأَصْلِ الشَّهَادَةَ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَةُ شُهُودِ الْفَرْعِ۔ بھئی ابھی شہودِ فرع نے گواہی دی ہے یا گواہی نہیں دی اس سے پہلے ہی شہودِ اصل کو بات پہنچی انہوں نے کہا قاضی صاحب ہم نے تو ان کو شہودِ فرع بنایا ہی نہیں اپنی گواہی پر ہم نے ان کو گواہ بنایا ہی نہیں انکار کر دیا، یا کہتے ہیں ہم خود اس موقعے پر موجود نہیں تھے تو ان کو کہاں سے شہودِ فرع بناتے ہم، کسی بھی انداز میں انہوں نے کیا کر دیا؟ انکار کر دیا کہ ان کو ہم نے اپنی گواہی پر گواہ نہیں بنایا، تو اب شہودِ فرع کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ تو کس کی طرف سے گواہی دے رہے ہیں؟ شہودِ اصل کی طرف سے اور شہودِ اصل نے ان کا انکار کر دیا۔ یہ معنیٰ ہے وَإِنْ أَنْكَرَ شُهُودُ الْأَصْلِ الشَّهَادَةَ اور اگر انکار کر دیا شہودِ اصل نے شہادت کا یعنی گواہ بنانے کا لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَةُ شُهُودِ الْفَرْعِ تو قبول نہیں کی جائے گی شہودِ فرع کی گواہی۔

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي شَاهِدِ الزُّورِ۔ اچھا بھئی ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی قاضی کے پاس: بھئی شہودِ فرع نے گواہی دی اور ادھر شہودِ اصل کہتے ہیں ہم نے تو ان کو گواہ بنایا ہی نہیں ہے تو یہ تو جھوٹی گواہی رہی، اب یہ جھوٹے گواہوں کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں یہ فتویٰ نہیں دیتا بھئی کہ جھوٹے گواہ کی پٹائی کی جائے اور اسے جیل میں ڈالا جائے، بلکہ ہم تو کیا کریں گے جھوٹے گواہ کی مشہوری کروائیں گے اور اسے سزا نہیں دیں گے بس اس کی مشہوری کروا دیں گے، سمجھ میں آیا بھئی؟ بھئی جس بازار میں رہتا ہے بازار میں جہاں یہ کام کرتا ہے دکان وغیرہ ہے یا جس علاقے میں رہتا ہے وہاں پر بھئی کہتے ہیں لے جائیں گے اس کو اور سارے لوگوں کو جمع کر کے وہاں مشہوری کروائیں گے اعلانات کروائیں گے کہ اے لوگو یہ جھوٹا گواہ ہے یہ جھوٹی گواہیاں دیتا ہے خبردار تم اس سے بچتے رہنا دور رہنا اس سے، سمجھ میں آیا؟ یہ جھوٹی گواہی دیتا ہے تو وہاں مشہوری کروا دی جائے گی بس۔ قاضی شریح کہتے ہیں اس طرح کیا کرتے تھے بھئی وہ پٹائی وغیرہ نہیں کرتے تھے جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا نہیں دیتے تھے بس صرف مشہوری کروا دیتے تھے اس کے سارے علاقے میں جہاں کا وہ رہنے والا ہوتا تھا بھئی۔ قاضی شریح مولانا بہت بڑے قاضی گزرے ہیں یہ فیصلے کرنے میں کمال کی ذہانت اللہ نے انہیں عطا فرمائی تھی مشکل سے مشکل مسئلے ہوتے تھے چٹکیوں بجاتے اس کو حل کر لیتے تھے بھئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہ قاضی تھے بھئی۔ تو امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ ہم اسے سزا وغیرہ نہیں دیں گے صرف کیا کروا دیں گے اس کی؟ مشہوری کروا دیں گے۔ تو کہتے ہیں وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي شَاهِدِ الزُّورِ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ شاہدِ زور کے بارے میں فرماتے ہیں، شاہدِ زور جھوٹی گواہی دینے والا، أُشَهِّرُهُ فِي السُّوقِ میں اس کی شہرت کرواؤں گا بازار میں وَلَا أُعَزِّرُهُ اور اسے تعزیر نہیں لگاؤں گا سزا وغیرہ نہیں دوں گا۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى نُوجِعُهُ ضَرْبًا وَنَحْبِسُهُ، أَوْجَعَ يُوجِعُ کے معنیٰ تکلیف دینا، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں نُوجِعُهُ ضَرْبًا ہم اس کو تکلیف دیں گے ضرب کے ذریعے وَنَحْبِسُهُ اور اس کو قید کریں گے۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں اس کی پٹائی بھی کی جائے گی تعزیر لگائی جائے گی بھئی اور اس کو قید میں بھی ڈالا جائے گا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے گواہ کو اسی طرح چالیس کوڑے لگوائے تھے اس نے جھوٹی گواہی دی تھی اور اس کا منہ کالا کروایا تھا تو کہتے ہیں معلوم ہوا سزا دی جا سکتی ہے تو اس کو سزا دی جائے گی بھئی۔

بَابُ الرُّجُوعِ عَنِ الشَّهَادَةِ یہ باب ہے شہادت سے رجوع کے بارے میں۔ إِذَا رَجَعَ الشُّهُودُ عَنْ شَهَادَتِهِمْ قَبْلَ الْحُكْمِ بِهَا سَقَطَتْ شَهَادَتُهُمْ۔ جب رجوع کر لیا گواہوں نے اپنی گواہی سے قَبْلَ الْحُكْمِ بِهَا اس گواہی پر فیصلہ ہونے سے پہلے ہی سَقَطَتْ شَهَادَتُهُمْ تو ان کی شہادت ساقط ہو گئی وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ اور ان پر ضمان بھی نہیں ہے۔ بھئی دو آدمیوں نے ایک مسئلے میں گواہی دی ابھی قاضی نے فیصلہ نہیں کیا کہ انہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا، چاہے اسی دن ابھی فیصلہ ہو رہا ہے یا دو چار دن بعد قاضی نے کہا ہے میں فیصلہ کروں گا بھئی اس سلسلے میں تو فیصلہ ہونے سے پہلے کیا کر

دیا؟ انہوں نے رجوع کر لیا، تو فیصلے سے پہلے رجوع کیا ہے کہتے ہیں اب ان پر ضمان نہیں کسی قسم کا کوئی ضمان نہیں کیونکہ ابھی فیصلہ ہی نہیں ہوا کسی کا کوئی نقصان نہیں ہوا تو ضمان نہیں۔ فَإِنْ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ پس اگر قاضی نے فیصلہ کر دیا ان کی گواہی کی وجہ سے ثُمَّ رَجَعُوا پھر انہوں نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا لَمْ يُفْسَخِ الْحُكْمُ تو فیصلے کو منسوخ نہیں کیا جائے گا۔ بھئی قاضی نے ایک دفعہ فیصلہ کر دیا انہوں نے گواہی دی قاضی نے فیصلہ کر دیا اب پھر جا کر یہ کہتے ہیں قاضی صاحب ہم اپنی گواہی سے رجوع کرتے ہیں ہم نے جھوٹ بولا تھا یہ بات ایسی نہیں ہے، تو کیا ان کے رجوع کرنے کی وجہ سے اب وہ قاضی کے فیصلے کو منسوخ کر دیا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اب ایک دفعہ قاضی کا فیصلہ آ چکا ہے اب وہ منسوخ نہیں ہو گا کیونکہ قاضی نے تو شرعی دلیل پر فیصلہ کیا ہے: شریعت نے حکم دیا ہے جب دو آدمی قابلِ اعتماد آ کر گواہی دے دیں تو اب قاضی پر ضروری ہے کہ وہ کیا کر دے؟ فیصلہ کر دے، تو قاضی نے تو حجتِ شرعیہ پر فیصلہ کر دیا ہے اب اس کو وہ منسوخ نہیں کر سکتا ایک دفعہ نافذ ہو گیا۔ تو لَمْ يُفْسَخِ الْحُكْمُ تو حکم کو فسخ نہیں کیا جائے گا وَوَجَبَ عَلَيْهِمْ ضَمَانُ مَا أَتْلَفُوهُ بِشَهَادَتِهِمْ۔ اچھا بھئی حکم کو فسخ نہیں کرتے تو اب ایک شخص کا تو نقصان ہو چکا ان کی گواہی کی وجہ سے؟ کہتے ہیں اب ضمان آئے گا: جتنا اس کا نقصان کیا اتنا ضمان دینا پڑے گا۔ مثلاً دو گواہ آئے تھے زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو نے میرا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے دو گواہوں نے آ کر گواہی دے دی قاضی نے عمرو کے خلاف فیصلہ کر دیا کہ زید کو فوراً کتنے پیسے ادا کرو؟ ایک لاکھ روپیہ ادا کرو۔ اب قاضی کے فیصلے کے بعد وہ دو گواہوں نے رجوع کر لیا لیکن فیصلہ تو ہو چکا عمرو کو تو ایک لاکھ روپے اب دینے ہی پڑیں گے بھئی، تو عمرو کا ایک لاکھ کا نقصان ہو گیا لہٰذا اب وہ ان کو ضمان کے طور پر دینا پڑے گا، جب عمرو زید کے حوالے کر دے گا ایک لاکھ تو ان سے جا کر اپنا ایک لاکھ وصول کر لے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَوَجَبَ عَلَيْهِمْ ضَمَانُ مَا أَتْلَفُوهُ اور واجب ہو گا ان پر ضمان اس چیز کا جس کو انہوں نے تلف کیا ہے بِشَهَادَتِهِمْ اپنی گواہی کی وجہ سے وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ إِلَّا بِحَضْرَةِ الْحَاكِمِ اور رجوع کرنا صحیح نہیں ہے مگر حاکم کی موجودگی میں۔ یاد رکھیے رجوع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس کے اندر جا کر وہ قاضی کے سامنے رجوع کریں کہ قاضی صاحب ہم نے اس مسئلے میں جھوٹ بولا تھا جھوٹی گواہی دی تھی ہم اپنی گواہی سے رجوع کرتے ہیں، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ کہیں اور رجوع کرتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے قاضی کی مجلس میں جا کر رجوع کریں۔

وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِمَالٍ فَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِهِ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا الْمَالَ لِلْمَشْهُودِ عَلَيْهِ۔ جب گواہی دی دو گواہوں نے بِمَالٍ کسی مال پر جیسے ابھی میں نے صورت ذکر کر دی زید کے لیے عمرو پر کتنے کی گواہی دے دی؟ ایک لاکھ فَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِهِ تو حاکم نے فیصلہ کر دیا اس مال پر ثُمَّ رَجَعَا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کر لیا ضَمِنَا تو وہ دونوں کیا ہوں گے؟ ضامن ہوں گے کس چیز کے؟ الْمَالَ مال کے کس کے لیے؟ لِلْمَشْهُودِ عَلَيْهِ جس کے خلاف انہوں نے گواہی دی تھی۔ وَإِنْ رَجَعَ أَحَدُهُمَا ضَمِنَ النِّصْفَ۔ بھئی اگر دو میں سے ایک نے رجوع کر لیا: گواہ دو تھے دونوں کی گواہی کی وجہ سے عمرو کا کتنا نقصان ہوا ہے؟ ایک لاکھ، تو ایک نے رجوع کیا ہے تو ایک پر کتنا ضمان آ جائے گا؟ پچاس ہزار۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ رَجَعَ أَحَدُهُمَا اگر دونوں میں سے ایک نے رجوع کر لیا ضَمِنَ النِّصْفَ تو وہ نصف کا ضامن ہو گا۔ ضابطہ یاد رکھیے مولانا، اچھا چلیے آگے آ جائے گا ضابطہ آگے: وَإِنْ شَهِدَ بِالْمَالِ ثَلَاثَةٌ اگر گواہی دی مال پر تین آدمیوں نے فَرَجَعَ أَحَدُهُمْ تین میں سے ایک نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ قاضی کے فیصلے کے بعد رجوع کر رہا ہے تین گواہ تھے ایک نے رجوع کر لیا اس پر ضمان نہیں، کیوں نہیں ضمان بھئی اس نے تو عمرو کا نقصان کیا ہے؟ کہتے ہیں بھئی گواہی ابھی بھی پوری ہے گواہ کتنے چاہئیں تھے کم از کم؟ دو تو دو گواہ ابھی بھی پورے ہیں

مولانا۔ تو یاد رکھنا ضابطہ یہ ہے مولانا: نیچے لکھا ہوا ہے فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ کے نیچے لکھا ہے لِأَنَّ الْأَصْلَ اس لیے کہ قانون یہ ہے کہ أَنَّ الْعِبْرَةَ لِمَنْ بَقِيَ کہ اعتبار ان کا ہے جو باقی ہیں لَا لِمَنْ رَجَعَ ان کا کوئی اعتبار نہیں جنہوں نے رجوع کر لیا ہے۔ بھئی ہمارے نزدیک کس کا اعتبار کیا جائے گا؟ جو باقی ہیں ان کا اعتبار کیا جائے گا اور جنہوں نے رجوع کر لیا ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ جب بھی کوئی رجوع کر لیں تو اس وقت صرف یہ دیکھو کہ باقی کتنے رہ گئے ہیں شہادت کا نصاب باقی ہے یا شہادت کا نصاب باقی نہیں ہے بھئی، صرف یہ دیکھ لو۔ اب دیکھو تین نے گواہی دی تھی ایک نے رجوع کر لیا تو کوئی فرق پڑا؟ شہادت کا نصاب تو ابھی بھی پورا ہے اس مسئلے میں دو گواہ چاہئیں تھے ہمیں اور وہ تو ابھی بھی موجود ہیں انہوں نے رجوع نہیں کیا۔ تو اس طرح اب آپ فتوے دیتے چلے جائیں مولانا، مسئلے مجھے بتلاتے جائیں: بھئی ایک مسئلے کے اندر بھئی نو آدمیوں نے گواہی دی ایک نے رجوع کر لیا کوئی ضمان آئے گا؟ نہیں۔ اچھا سات نے رجوع کر لیا ان پر کوئی ضمان آئے گا؟ نہیں کیونکہ ابھی بھی دو گواہ باقی ہیں، مابقیہ کو دیکھو مابقیہ دو ہیں نصابِ شہادت پورا ہے۔ اب ان دو میں سے ایک اور نے رجوع کر لیا کہتے ہیں اب ضمان آئے گا۔ لیکن کتنا نصابِ شہادت ابھی بھی باقی ہے؟ نصف، نصف ابھی بھی شہادت باقی ہے نصف کم ہوا ہے تو وہ نصف ضمان اب سارے رجوع کرنے والوں پر آ جائے گا۔ کس پر آ جائے گا؟ تو یہ جو آٹھ آدمی ہیں اب ان کو نصفِ ضمان دینا پڑے گا جتنا نقصان ہوا ہے۔ صورت سمجھ میں

آ گئی؟ اچھا تو کہتے ہیں دوبارہ دیکھیے: وَإِنْ شَهِدَ بِالْمَالِ ثَلَاثَةٌ اگر گواہی دی مال کی تین آدمیوں نے فَرَجَعَ أَحَدُهُمْ تو رجوع کر لیا ان میں سے ایک نے فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے وَإِنْ رَجَعَ آخَرُ اور اگر دوسرے نے بھی رجوع کر لیا، تین تھے نا ایک پہلے رجوع کر چکا ہے ایک نے اور رجوع کر لیا ضَمِنَ الرَّاجِعَانِ تو دونوں رجوع کرنے والے ضامن ہوں گے نِصْفَ الْمَالِ کتنے مال کے؟ نصف کیونکہ نصابِ شہادت ابھی بھی باقی ہے ایک گواہ ہے بھئی۔

وَإِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ۔ اب آپ مجھے بتائیے مسئلہ بھئی: ایک مسئلے میں ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی، ایک عورت نے رجوع کر لیا بعد میں فیصلے کے بعد بھئی، کتنا ضمان آئے گا اس پر؟ بھئی دیکھیے دو عورتیں کس کے برابر ہیں؟ ایک مرد کے، معلوم ہوا دو عورتیں نصفِ نصاب ہیں ایک مرد نصفِ نصاب ہے تو دو عورتیں نصف ہیں، پھر اس نصف کے بھی نصف نے رجوع کیا ہے یعنی دو میں سے ایک نے رجوع کیا تو نصف کا نصف کتنا ہوتا ہے؟ چوتھا حصہ تو اس ایک عورت پر کتنا ضمان آئے گا؟ چوتھا حصہ ضمان آئے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتوں نے فَرَجَعَتِ امْرَأَةٌ پس رجوع کر لیا ایک عورت نے ان میں سے ضَمِنَتْ رُبْعَ الْحَقِّ تو ضامن ہو گی ربعِ حق کا حق کے چوتھے حصے کا۔ وَإِنْ رَجَعَتَا اور اگر ان دونوں نے رجوع کر لیا ضَمِنَتَا نِصْفَ الْحَقِّ تو یہ دونوں ضامن ہوں گی نصفِ حق کی کیونکہ نصفِ نصابِ شہادت ابھی بھی باقی ہے۔

صورت یہ بھئی ادھر دیکھو: ایک مسئلے کے اندر ایک مرد نے اور دس عورتوں نے گواہی دی بھئی، اب ان میں سے آٹھ عورتوں نے رجوع کر لیا کتنا ضمان آئے گا ان پر؟ کوئی ضمان نہیں آئے گا شاباش۔ کیوں نہیں آئے گا؟ کیونکہ ایک مرد اور دو عورتیں ابھی بھی باقی ہیں نصابِ شہادت پورا ہے بھئی بَيِّنَةٌ پوری ہے۔ اچھا ایک اور عورت نے بھی رجوع کر لیا اب کیا کریں گے؟ کتنا حصہ نصابِ شہادت کا باقی ہے؟ چار میں سے تین حصے ابھی بھی باقی ہیں ایک حصہ صرف گیا ہے لہٰذا کتنا ضمان؟ چوتھا حصہ، اور کس پر ہے؟ نو عورتوں پر جن نو کی نو نے رجوع کیا ہے۔ اچھا ایک اور عورت نے بھی رجوع کر لیا اب کتنا ضمان آئے گا؟ ابھی ایک مرد ابھی بھی باقی ہے نصفِ شہادت کا نصاب ابھی بھی باقی ہے تو نصف ان ساری عورتوں پر ضمان آ جائے گا۔ اس مرد نے بھی رجوع کر لیا اب کیا کریں گے؟ یاد رکھیے اب امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے: امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہر دو عورتیں مرد کے ساتھ ہوں تو وہ ایک مرد کے قائم مقام ہوتی ہیں گواہی میں، مرد کے ساتھ دو عورتیں ملیں تو وہ کس کے قائم مقام ہیں؟ مرد کے قائم مقام ہیں، ایک مرد دو عورتیں گواہی دیں تو یہ اسی طرح ہے جیسے دو مرد گواہی دیں۔ تو دو عورتیں ایک مرد کے ساتھ کس کے برابر ہیں؟ ایک مرد، تو دس عورتیں کتنے مردوں کے برابر ہوئیں؟ پانچ مردوں کے اور ایک وہ مرد خود بھی ہے تو کل کتنے گویا ہو گئے؟ چھ مرد ہوئے، تو چھ مردوں پر اب ساروں پر پورا ضمان آ جائے گا کیونکہ نصابِ شہادت کچھ بھی نہیں باقی رہا تو ان پر پورا ضمان آئے گا، تو گویا کل حق کے چھ حصے کر دو: مرد پہ کتنا آیا ایک پر؟ چھٹا حصہ، اور باقی پانچ حصے کس پر آ جائیں گے؟ وہ دس عورتوں پر جو پانچ مردوں کے برابر ہم نے شمار کی تھیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو دس عورتوں پر چھ میں سے پانچ حصے ضمان اور مرد پر چھٹا حصہ ضمان۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ دیکھیے بھئی: وَإِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَعَشْرُ نِسْوَةٍ اگر گواہی دی ایک مرد نے اور دس عورتوں نے فَرَجَعَ ثَمَانُ نِسْوَةٍ مِنْهُنَّ پس رجوع کر لیا ان میں سے آٹھ عورتوں نے فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِنَّ تو ان پر کوئی ضمان نہیں ہے کیونکہ نصابِ شہادت ابھی بھی پورا ہے۔ فَإِنْ رَجَعَتْ أُخْرَى پس اگر رجوع کر لیا ایک اور نے بھی كَانَ عَلَى النِّسْوَةِ رُبْعُ الْحَقِّ تو ان عورتوں پر چوتھائی حق ہو گا۔ فَإِنْ رَجَعَ الرَّجُلُ وَالنِّسَاءُ اگر رجوع کر لیا مرد اور عورتوں نے یعنی سب نے رجوع کر لیا فَعَلَى الرَّجُلِ سُدُسُ الْحَقِّ تو مرد پر کتنا آئے گا؟ حق کا چھٹا حصہ وَعَلَى النِّسَاءِ خَمْسَةُ أَسْدَاسِ الْحَقِّ اور عورتوں پر پانچ سدس آئیں گے خَمْسَةُ أَسْدَاسِ الْحَقِّ حق کے چھ میں سے پانچ حصے آئیں گے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ وَقَالَا صاحبین فرماتے ہیں عَلَى الرَّجُلِ النِّصْفُ وَعَلَى النِّسْوَةِ النِّصْفُ صاحبین فرماتے ہیں مرد پہ بھی نصف ضمان آئے گا اور وہ دس کی دس عورتوں پر ملا کر نصف ضمان آ جائے گا۔ ایک لاکھ کا نقصان کیا ان دونوں نے مل کر تو پچاس ہزار مرد کو دینا پڑیں گے اور پچاس ہزار ان دس عورتوں کو دینا پڑیں گے۔ بھئی یہ کیوں یہ کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اکیلی عورت کا کوئی اعتبار نہیں اکیلی دس عورتیں ہوں بیس ہوں تیس ہوں ان کی گواہی پر فیصلہ نہیں بلکہ ساتھ ایک مرد کا ہونا ضروری، تو مرد تو ہوا نصفِ نصاب اور باقی چاہے دس عورتیں ہوں چاہے بیس ہوں وہ بھی نصفِ نصاب بنتی ہیں اکیلی تو ان کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ تو عورتیں جتنی بھی زیادہ ہو جائیں کہتے ہیں وہ ایک مرد کے قائم مقام ہوتی ہیں تو ساتھ ایک مرد کا ہونا ضروری، تو جب وہ ایک مرد کے قائم مقام ہیں تو ان پر ضمان بھی کتنا آئے گا؟ نصف آئے گا کیونکہ وہ نصفِ نصاب ہیں۔ تو کہتے ہیں وَقَالَا صاحبین فرماتے ہیں عَلَى الرَّجُلِ النِّصْفُ مرد پر نصفِ ضمان ہے وَعَلَى النِّسْوَةِ النِّصْفُ اور ان تمام عورتوں پر بھی نصفِ ضمان ہے۔

وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ عَلَى امْرَأَةٍ بِالنِّكَاحِ بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا أَوْ أَكْثَرَ ثُمَّ رَجَعَا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا۔ بھئی دیکھو صورت یہ ایک مرد

ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کر دیتا ہے کہ اس عورت کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے اور دو گواہ بھی اس بات پر پیش کر دیتا ہے، کیا کرتا ہے؟ دو گواہ بھی اس بات پر پیش کر دیتا ہے، تو بعد میں ان دو گواہوں نے رجوع کر لیا قاضی کے فیصلے کے بعد بھئی تو ان پر کتنا ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں دیکھو ان گواہوں نے نکاح پر گواہی دی تو مہرِ مثل کے ساتھ پر گواہی دی ہو گی کہ نکاح کتنے پر ہوا تھا؟ مہرِ مثل پر نہیں مہرِ مثل جتنی مقدار پہ مثلاً دے دیتے ہیں گواہی، چاہے مہرِ مثل پر دیں چاہے مہرِ مثل جتنی مقدار، مثلاً ایک عورت ہے اس جیسی عورت کا مہر عموماً کتنا بنتا ہے؟ ایک لاکھ، انہوں نے بھی نکاح پر گواہی دی اور کتنا مہر بتلایا؟ ایک لاکھ ہی بتلایا۔ بلکہ یہاں دیکھو کل چھ صورتیں آئیں گی: دعویٰ یا نکاح کا مرد کی طرف سے ہو گا یا نکاح کا دعویٰ کس کی طرف سے ہو گا؟ عورت کی طرف سے۔ اگر مرد کی طرف سے گواہ آئے ہیں تو پھر وہ مہر یا تو مہرِ مثل کے برابر بتلائیں گے یا زیادہ بتلائیں گے یا کم بتلائیں گے، کتنی صورتیں ہو گئیں؟ تین۔ عورت کی طرف سے بھی اگر دعویٰ ہو اور گواہی دیں تو پھر وہ گواہی دیں گے مہرِ مثل کے برابر یا اس سے زیادہ پر یا اس سے کم پر، تو یہاں بھی تین صورتیں ہیں تو کل کتنی صورتیں ہو گئیں؟ چھ صورتیں۔ یاد رکھیے اب اگر یہ گواہ رجوع کر لیتے ہیں تو ان پر صرف چھ میں سے ایک صورت میں ضمان آئے گا باقی کسی صورت میں ضمان نہیں۔ کون سی صورت میں ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں وہ صورت جب دعویٰ کیا ہو عورت نے، کس نے دعویٰ کیا؟ عورت نے دعویٰ کیا ہے اور گواہوں نے گواہی دی ہے اور مہرِ مثل سے زیادہ مہر بتلایا ہے، مہرِ مثل سے اس جیسی عورت کا مہرِ مثل کتنا بنتا ہے؟ ایک لاکھ اور انہوں نے بتلایا تھا ڈیڑھ لاکھ۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ باقی کسی صورت میں ضمان نہیں کسی صورت میں۔

اب ذرا تفصیل سے ہم چھ کی چھ صورتیں کر لیتے ہیں صورتیں بنا لیتے ہیں دیکھنا بھئی: پہلی صورت ہم بناتے ہیں مرد کی طرف سے، دعویٰ کرنے والا کون ہے؟ مرد۔ ایک آدمی نے زید نے دعویٰ کر دیا مثلاً ہند پر کہ ہند کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے اور اس پر دو گواہ بھی پیش کر دیے اور ان دو گواہوں نے کتنے پر گواہی دے دی؟ ایک لاکھ، اس جیسی عورت کا مہر ہوتا بھی ایک لاکھ بنتا ہے اور انہوں نے بھی ایک لاکھ پر ہی گواہی دے دی، چنانچہ قاضی نے فیصلہ کر دیا ہند کو زید کے ساتھ بھیج دیا گیا وہ اس کی بیوی ہو گئی مولانا، سمجھ میں آیا؟ اس طرح نکاح ہو گیا بھئی۔ تو اب بھئی بعد میں ان گواہوں نے رجوع کر لیا تو بھئی ان کی گواہی کی وجہ سے ہند کو کیا کیا گیا تھا؟ زید کے ساتھ بیوی بنا کر بھیج دیا گیا تو اب اس صورت کے اندر کیا ان پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھیے ہند کو اپنے آپ کو زید کے حوالے کرنا پڑا، کیا کرنا پڑا؟ اپنے آپ کو زید کے حوالے کرنا پڑا لیکن اس کا عوض اسے ملا یا نہیں ملا بھئی؟ مہرِ مثل کے برابر اسے پیسے مل گئے یا نہیں مل گئے بھئی؟ تو یہاں پر ایک چیز تلف ہوئی لیکن اس کا عوض اسے مل گیا اور جب چیز کا عوض مل جائے تو گویا کوئی نقصان ہوا ہی نہیں۔ تو جب اس ہند کو اس کا پورا مہرِ مثل مل چکا تو عوض مل گیا اور جب عوض مل جائے تو پورا پورا عوض ملا ہے تو گویا کوئی نقصان سرے سے ہوا ہی نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ دوسری صورت کہ گواہوں نے کیا کیا گواہی دی تھی کہ یہ ہند کیا ہے زید کی بیوی ہے اور مہرِ مثل سے مہر زیادہ بتلایا ہو: اس جیسی عورت کا مہر ہوتا ہے ایک لاکھ لیکن انہوں نے یہ مہر کتنا بتایا؟ ڈیڑھ لاکھ بتلایا، تو اس صورت میں بھئی زید کو ہند مل گئی لیکن اس کو دینے ایک لاکھ کے بجائے کتنے دینے پڑے؟ ڈیڑھ لاکھ دینے پڑے، تو زید کا نقصان ہوا لیکن اس صورت میں وہ رجوع کر لیں تو ان پر ضمان نہیں کیونکہ یہاں پر بھی زید کو عوض مل رہا ہے اس کے مہر کا اس کے پیسے ویسے نہیں جا رہے بلکہ عوض مل رہا ہے، اور گواہ نے اگر زیادہ کی گواہی دی ہے عوض زیادہ دینا پڑا اسے؟ کہتے ہیں بھئی گواہ یہ خود ہی تو لے کر آیا تھا معلوم ہوا یہ راضی تھا اتنا دینے پر، تو لہٰذا اس صورت میں گواہوں پر کسی قسم کا ضمان نہیں ہے اس کا مال ہاتھ سے گیا لیکن عوض مل گیا اور عوض جب مل جائے تو گویا کوئی نقصان سرے سے ہوا ہی نہیں۔ تیسری صورت بھئی کہ گواہوں نے مہرِ مثل سے کم پر گواہی دی: اس جیسی عورت کا مہر ہوتا ہے ایک لاکھ گواہوں نے کہا پچاس ہزار مہر طے ہوا تھا، اب دیکھو مولانا ہند کا نقصان ہوا بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا ہند کو پورا عوض ملا؟ نہیں اسے تو کتنا عوض ملا؟ نصف ملا تو نصف تو اس کا نقصان ہوا لیکن کہتے ہیں اس صورت میں ضمان نہیں آئے گا۔ بھئی کیوں ضمان نہیں آئے گا ان کی وجہ سے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ ہند کے منافع فوت ہوئے ہیں اور منافع کے فوت ہو جانے پر ان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ بھئی ایک آدمی دوسرے کے گھر پر قبضہ کر لیتا ہے ایک مہینہ اس میں رہتا ہے پھر ایک مہینے کے بعد بھئی اسے نکال دیتے ہیں تو کیا اس سے پھر ایک مہینے کے پیسے لیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس نے صرف کیا ضائع کیے ہیں؟ منافع ضائع کیے ہیں اور منافع کی کوئی قیمت ہی نہیں ہوا کرتی، قیمت تو اس چیز کی ہوتی ہے جس میں بقا ہو ہر ہر لمحے منافع کیا آ رہے ہیں؟ نئے منافع آ رہے ہیں پرانے ختم ہوتے چلے جا رہے ہیں تو قیمت تو اس چیز کی ہوتی ہے جس میں بقا ہو، ایک چیز میں بقا ہی نہیں ٹھہرتی ہی نہیں ہے تو قیمت ہم کہاں سے لگائیں؟ ایک لمحہ آ رہی ہے اگلے لمحے ختم ایک لمحہ نفع آ رہا ہے اگلے لمحے وہ نفع کیا ہو رہا ہے؟ ختم، تو منافع کی قیمت آتی ہے صرف اس وقت جب عقد کیا جائے اور جب عقد نہ ہو تو ان منافع کی کوئی قیمت نہیں۔ تو انہوں نے مکان پر قبضہ کیا تو کوئی عقد کیا؟ عقد کر لیتے تو ان منافع کی قیمت پھر ہم مان لیتے لیکن عقد ہی نہیں ہوا اور جب عقد نہیں ہوا تو پھر ویسے منافع کی کوئی قیمت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ قیمت اس چیز کی ہوتی ہے جس میں کیا ہے؟ بقا ہے، مثلاً یہ کتاب میں آپ کو بیچتا ہوں یہ کتاب اپنے پاس رکھیں آج بھی کتاب ہے کل بھی کتاب ہے ہفتے

بعد بھی ہے مہینے بعد بھی ہے سال بعد بھی ایک ہی طرح باقی رہے گی لیکن منافع تو اس طرح نہیں ہیں دن گزرتے جارہے ہیں مکان کے منافع کیا ہو رہے ہیں؟ ختم ہوتے چلے جارہے ہیں آپ ان کو جمع نہیں کرسکتے۔ تو یہاں پر بھی مولانا عورت کے صرف منافع کیا ہوئے ہیں؟ ہلاک ہوئے ہیں اور منافع کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی لہٰذا یہاں پر ان گواہوں پر ضمان بھی نہیں آئے گا جب منافع ہلاک ہو جائیں تو ان کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی۔ تو لہٰذا مرد کی طرف سے گواہی دی ہو تو چاہے مہرِ مثل کے برابر پر گواہی دی ہو زیادہ پر دی ہو یا کم پر دی ہو کسی صورت میں ضمان نہیں۔ مرد کی طرف سے جب زیادہ پر گواہی دی مہرِ مثل اس جیسی عورت کا کتنا بنتا ہے؟ ایک لاکھ اور انہوں نے کتنے پر گواہی دی ہے؟ ڈیڑھ لاکھ، تو ہند ان سے ضمان نہیں لے سکتی اس لیے کہ ہند جو ہے اس کے منافع گئے لیکن منافع پر عوض مل گیا یا نہیں مل گیا؟ مل گیا اور عوض تو بڑھ کر ملا عوض تو تھا ایک لاکھ اسے تو ڈیڑھ لاکھ مل گئے تو بطریقِ اولیٰ یہاں ضمان نہیں آئے گا ان پر۔

دوسری صورت مولانا دعویٰ کرنے والی ہے عورت اور پھر اس صورت میں گواہوں نے گواہی دی ہوگی یا مہرِ مثل کے برابر پر یا کم پر یا زیادہ پر۔ اب دیکھیے گواہوں نے گواہی دی کہ زید کا اس عورت کے ساتھ نکاح ہوا ہے مثلاً ایک لاکھ مہر بنتا ہے ایک لاکھ ہی انہوں نے ذکر کر دیا تو زید کو ایک لاکھ روپیہ دینا پڑا، تو اب بعد میں گواہوں نے رجوع کر لیا تو گواہوں پر کوئی ضمان نہیں۔ بھئی ضمان کیوں نہیں زید کا ایک لاکھ روپیہ گیا ہے؟ کہتے ہیں بھئی زید کا ایک لاکھ گیا ہے عوض کے طور پر اسے بیوی بھی تو مل گئی تو لہٰذا یہاں پر بھی جب عوض مل جائے تو گویا کوئی نقصان ہوا ہی نہیں ایک لاکھ گیا ہے تو گویا ایک لاکھ والی ہی بیوی اسے مل گئی کوئی نقصان نہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر گواہوں نے کم پر گواہی دی: اس جیسی عورت کا مہرِ مثل ہے ایک لاکھ اور دعویٰ ہند نے کیا ہے اور کتنا مہر ذکر کیا؟ پچاس ہزار، تو اب زید کو پچاس ہزار دینے پڑے ہند اس کی بیوی ہو گئی لیکن بعد میں ان گواہوں نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا، کہتے ہیں اب ضمان آئے گا گواہوں پر؟ کہتے ہیں اب تو بطریقِ اولیٰ نہیں آئے گا بھئی اسے ایک لاکھ والی بیوی کتنے میں مل گئی؟ پچاس ہزار اس کو تو زیادہ عوض مل گیا بلکہ۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تیسری صورت گواہوں نے مہرِ مثل سے زائد پر کیا کی تھی گواہی دی تھی: مثلاً عورت کا مہر بنتا ہے ایک لاکھ انہوں نے کتنے پر گواہی دے دی؟ ڈیڑھ لاکھ پر گواہی دے دی تو زید کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ دینا پڑا، بعد میں ان گواہوں نے رجوع کر لیا تو اب کہتے ہیں اب ان پر ضمان آئے گا۔ کیوں ضمان آئے گا؟ اس لیے کہ زید کا نقصان ہوا ہے زید کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ دینا پڑا، ہاں اسے ایک لاکھ والی بیوی تو مل گئی تو ایک لاکھ تو ایک لاکھ کے بدلے ہوئے اور پچاس ہزار اس کا ویسے ہی ضائع ہوا تو وہ پچاس ہزار کا ضمان ان گواہوں سے لے لیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو یہی بات کرنے لگے ہیں: وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ عَلَى امْرَأَةٍ بِالنِّكَاحِ، عَلَى ضرر کے لیے آتا ہے عَلَى امْرَأَةٍ عورت پر عورت کے خلاف، وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ عَلَى امْرَأَةٍ بِالنِّكَاحِ اگر گواہی دی دو گواہوں نے کسی عورت کے خلاف نکاح پر بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا اس عورت کے مہرِ مثل کی مقدار پر أَوْ أَكْثَرَ یا اس سے زیادہ پر ثُمَّ رَجَعَا پھر دونوں نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا تو ان دونوں پر ضمان نہیں کیونکہ اگر مہرِ مثل کی مقدار پر گواہی دی ہے تو عورت کو اس کا پورا عوض مل گیا اور زیادہ پر دی ہے تو اس کو عوض سے بڑھ کر مال مل گیا۔ وَإِنْ شَهِدَا بِأَقَلَّ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ اور اگر انہوں نے مہرِ مثل سے کم پر گواہی دی ہے ثُمَّ رَجَعَا پھر رجوع کر لیا لَمْ يَضْمَنَا النُّقْصَانَ تو وہ دونوں نقصان کے ضامن نہیں ہوں گے اس لیے کہ عورت کے کیا کیے ہیں صرف منافع فوت کیے ہیں اور منافع جب ہلاک ہو جائیں تو ان کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی۔ وَكَذَلِكَ اور اسی طرح ہے یعنی دونوں ضامن نہیں ہوں گے إِذَا شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ بِتَزْوِيجِ امْرَأَةٍ بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا أَوْ أَقَلَّ جب انہوں نے گواہی دی کسی آدمی کے خلاف کسی عورت کے نکاح پر بِمِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا اس کے مہرِ مثل کی مقدار پر أَوْ أَقَلَّ یا اس سے کم پر تو اس صورت میں ضمان نہیں آئے گا۔ بھئی مہرِ مثل پر دی ہے گواہی تو بھئی آدمی کو ایک لاکھ دینا پڑا تو بدلے میں اسے ایک لاکھ والی بیوی بھی مل گئی اور اگر اس سے کم پر گواہی دی ہے تو پھر آدمی کو لاکھ والی بیوی ملی اور اسے کم پیسے دینے پڑے تو اور اس کا فائدہ ہی ہوا۔ وَإِنْ شَهِدَا بِأَكْثَرَ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ اور اگر انہوں نے گواہی دی مہرِ مثل سے زیادہ پر ثُمَّ رَجَعَا پھر دونوں نے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا ضَمِنَا الزِّيَادَةَ تو وہ دونوں اس زائد کے کیا ہوں گے؟ ضامن ہوں گے کیونکہ وہ زائد بغیر عوض کے چلا گیا: خاوند کو ڈیڑھ لاکھ دینا پڑا بھئی لاکھ تو بیوی لاکھ کی آئی تو لاکھ اس کا عوض ہو گیا باقی پچاس ہزار اس کا بغیر عوض کے چلا گیا ہے ہاں اس کا اب ان کو ضمان دینا پڑے گا۔

وَإِنْ شَهِدَا بِبَيْعِ شَيْءٍ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ أَوْ أَكْثَرَ ثُمَّ رَجَعَا لَمْ يَضْمَنَا۔ یہی صورت ہے مولانا: مثلاً زید نے دو گواہ قاضی کے پاس پیش کر دیے کہ قاضی صاحب یہ سائیکل یہ موٹر سائیکل میں نے اس سے بیس ہزار میں خریدی ہے یہ دو گواہ ہیں، ان دو گواہوں نے گواہی دے دی بیس ہزار پر، وہ موٹر سائیکل مثلاً تھی بھی بیس ہزار کی، بعد میں ان گواہوں نے رجوع کر لیا تو کیا عمرو کا کوئی نقصان ہوا؟ نہیں، اگر اسے بیس ہزار کی موٹر سائیکل دینا پڑی تھی تو بدلے میں اسے پورے بیس ہزار مل بھی گئے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر اس سے قیمت سے زیادہ کا دعویٰ کیا: زید کہتا ہے کہ میں نے عمرو سے اس کی موٹر سائیکل خریدی ہے تیس ہزار کی، کتنے کی؟ تیس ہزار کی اور اس پر اس نے گواہ بھی پیش کر دیے اور موٹر سائیکل ہے بیس ہزار کی، بعد میں گواہوں نے رجوع کر لیا تو

عمرو کا کوئی نقصان ہوا؟ نہیں اس کو تو بلکہ فائدہ ہوا ہے بیس ہزار کی موٹر سائیکل اگر ہاتھ سے گئی ہے تو اسے تیس ہزار روپے بدلے کے طور پر مل گئے۔ ہاں اگر نقصان ہو تو پھر اس صورت میں ضمان آئے گا: مثلاً زید نے دعویٰ کر دیا کہ عمرو نے یہ موٹر سائیکل مجھے دس ہزار میں بیچی ہے بھئی یہ موٹر سائیکل تو بیس ہزار کی ہے، اب قاضی نے فیصلہ کر دیا اس نے موٹر سائیکل حوالے کر دی اس نے دس ہزار روپیہ دے دیا، بعد میں گواہوں نے رجوع کر لیا کہ ہم نے جھوٹی گواہی دی تھی تو اس صورت کے اندر اب ان پر ضمان آئے گا اس لیے کہ عمرو کا نقصان ہوا عمرو کی بیس ہزار کی موٹر سائیکل گئی تو بدلے میں صرف کتنا عوض ملا؟ دس ہزار تو کتنا نقصان ہوا؟ دس ہزار کا، اس کے وہ ضامن ہوں گے وہ انہیں دینا پڑے گا۔ وَإِنْ شَهِدَا بِبَيْعِ شَيْءٍ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کسی چیز کی بیع پر بِمِثْلِ الْقِيمَةِ کتنے پر گواہی دی؟ مثلِ قیمت پر یعنی اس چیز کی قیمت بھی اتنی ہے أَوْ أَكْثَرَ یا اس سے زیادہ پر ثُمَّ رَجَعَا پھر دونوں نے رجوع کر لیا لَمْ يَضْمَنَا تو یہ دونوں ضامن نہیں ہوں گے بھئی۔ کیوں نہیں ضامن ہوں گے؟ تو اگر انہوں نے بھئی مثلِ قیمت پر گواہی دی ہے تو ٹھیک ہے عمرو کے ہاتھ سے موٹر سائیکل تو نکلی بیس ہزار والی لیکن بدلے کے طور پر اسے پورے بیس ہزار مل گئے کوئی نقصان نہیں، أَوْ أَكْثَرَ اور یا زیادہ پر گواہی دی تھی انہوں نے موٹر سائیکل بیس ہزار کی نکلی ہے تو مل کتنا گیا عمرو کو؟ تیس ہزار لہٰذا کوئی نقصان نہیں اس لیے کہا لَمْ يَضْمَنَا ضامن نہیں ہوں گے۔ وَإِنْ كَانَ بِأَقَلَّ مِنَ الْقِيمَةِ اور اگر انہوں نے گواہی دی تھی قیمت سے کم پر ضَمِنَا النُّقْصَانَ تو وہ دونوں ضامن ہوں گے نقصان کے یعنی موٹر سائیکل تھی بیس ہزار کی انہوں نے دس ہزار پر گواہی دی تھی تو دس ہزار نقصان ہوا عمرو کا، بیس ہزار کی موٹر سائیکل گئی اور بدلے میں کتنا ملا؟ دس ہزار تو نقصان کتنا ہوا؟ دس ہزار ان گواہوں کی گواہی کی وجہ سے لہٰذا ان کو اب وہ دس ہزار ضمان دینا پڑے گا۔ یہ صرف وہ صورت کتاب میں ذکر کی ہے جب دعویٰ کرنے والا کون ہے؟ مشتری، اگر بائع دعویٰ کرتا ہے پھر بھی یہی صورت ہو گی۔ مثلاً عمرو نے زید پر دعویٰ کر دیا عمرو کہتا ہے قاضی صاحب یہ زید نے مجھ سے میری موٹر سائیکل بیس ہزار میں خریدی ہے، کتنے میں؟ بیس ہزار، تو فیصلہ ہو گیا بعد میں گواہوں نے رجوع کر لیا تو کیا زید کا کوئی نقصان ہوا؟ کہتے ہیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ اگرچہ اس کے ہاتھ سے بیس ہزار روپے گئے لیکن بدلے کے طور پر اسے بیس ہزار والی موٹر سائیکل مل گئی۔ اگر کم پر گواہی دی: مثلاً عمرو نے کہا زید نے مجھ سے موٹر سائیکل دس ہزار میں خریدی ہے اور گواہوں نے گواہی دے دی تو اس صورت میں بھی ضمان نہیں اس لیے کہ زید کے اگر دس ہزار روپے گئے ہیں تو بدلے میں اسے بیس ہزار والی موٹر سائیکل مل گئی تو یہاں تو اس کا فائدہ ہی فائدہ ہوا ہے۔ تیسری صورت اگر اسے زیادہ دینے پڑے قیمت سے پھر ضمان آئے گا: مثلاً عمرو کہتا ہے قاضی صاحب اس نے یہ موٹر سائیکل مجھ سے تیس ہزار میں خریدی ہے اور حال یہ ہے کہ موٹر سائیکل تو بیس ہزار والی ہے، تو اب مولانا بعد میں گواہ رجوع کر لیتے ہیں تو انہیں وہ دس ہزار روپیہ جو زائد دینا پڑا تھا زید کو اس کا ضمان بھرنا پڑے گا کیونکہ زید کو بیس ہزار والی موٹر سائیکل ملی ہے تو اسے تیس ہزار دینا پڑا، تو بیس ہزار تو موٹر سائیکل کے مقابلے میں ہوا وہ تو یوں سمجھیں گے نقصان ہی نہیں ہوا اور دس ہزار اس کا بلا عوض چلا گیا وہ دس ہزار کا گواہوں سے ضمان وصول کر لیا جائے گا۔

وَإِنْ شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا نِصْفَ الْمَهْرِ۔ بھئی زید کا ادھر سنو بھئی زید کا ایک عورت کے ساتھ نکاح ہو گیا نکاح کے بعد ابھی رخصتی نہیں ہوئی کہ وہ عورت نے دعویٰ کر دیا کہ زید نے مجھے طلاق دے دی ہے اور دو گواہ وہ لے کر آ گئی اور گواہوں نے گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ زید نے اس عورت کو کیا کیا ہے طلاق دے دی ہے، تو اب اس صورت کے اندر مولانا زید کو آپ نے پڑھا ہے بھئی کہ اگر خاوند رخصتی سے پہلے صحبت سے پہلے کیا کرے طلاق دے تو کتنا مہر دینا پڑتا ہے؟ نصفِ مہر تو زید کو نصفِ مہر دینا پڑ گیا۔ بعد میں ان گواہوں نے رجوع کر لیا کہ ہم نے تو جھوٹی گواہی دی تھی تو ان پر ضمان کتنا آ جائے گا؟ نصفِ مہر ہی ان پر ضمان آ جائے گا کیونکہ ان کی وجہ سے زید کا کتنا نقصان ہوا؟ نصفِ مہر اسے دینا پڑا تھا بھئی تو وہ ان گواہوں سے لے کر زید کو دے دیا جائے گا۔ یہ معنیٰ ہے کہتے ہیں وَإِنْ شَهِدَا اگر دو گواہوں نے گواہی دی عَلَى رَجُلٍ کسی آدمی کے خلاف أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے ثُمَّ رَجَعَا پھر دونوں نے رجوع کر لیا ضَمِنَا نِصْفَ الْمَهْرِ تو دونوں گواہ نصفِ مہر کے ضامن ہوں گے۔ وَإِنْ كَانَ بَعْدَ الدُّخُولِ لَمْ يَضْمَنَا اور اگر انہوں نے گواہی دی تھی طلاق پر دخول کے بعد صحبت کے بعد لَمْ يَضْمَنَا تو دونوں گواہ ضامن نہیں۔ بھئی اس عورت کی رخصتی ہو چکی ہے زید کے پاس رہتی ہے اس کی بیوی ہے پھر اس عورت نے کیا کیا دعویٰ کر دیا کہ زید نے مجھے طلاق دے دی ہے اور دو گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اب زید کو پورا مہر دینا پڑا عورت کو، بعد میں ان گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو کیا اب گواہوں پر کوئی ضمان آئے گا؟ کہتے ہیں نہیں گواہوں پر کوئی ضمان نہیں۔ بھئی کیوں ضمان نہیں ہے زید کو پورا مہر دینا پڑا ان کی وجہ سے؟ کہتے ہیں بھئی وہ مہر تو زید پر پہلے ہی ہو چکا تھا جب اس نے صحبت کی تھی: جب خاوند بیوی سے صحبت کر لے تو مہر کیا ہو جاتا ہے اس پر پختہ ہو جاتا ہے اسے دینا ہی پڑتا ہے ہر حال میں، تو وہ تو پہلے ہی صحبت کی وجہ سے پختہ ہو چکا ہے لہٰذا اس کا ضمان گواہوں پر نہیں۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ بھئی پھر تو پچھلے مسئلے میں بھی گواہوں پر ضمان نہیں آنا چاہیے جہاں آپ نے نصفِ مہر کا ضمان ذکر کیا تھا: دیکھو جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر لے رخصتی سے پہلے اس کو

طلاق دے دے صحبت سے پہلے اسے طلاق دے دے تو نصفِ مہر دینا پڑتا ہے یا نہیں دینا پڑتا؟ دینا پڑتا ہے، تو پچھلے مسئلے میں بھی گواہوں نے گواہی دے دی تھی صحبت سے پہلے طلاق پر گواہی دی اور وہاں تو خاوند کو نصفِ مہر دینا ہی پڑتا ہے تو گواہوں کی وجہ سے کوئی نقصان ہوا؟ نقصان ہی نہیں ہوا تو پھر وہاں کیوں ان پر ضمان آیا؟ کہتے ہیں فرق ہے بھئی: وہ نصفِ مہر خاوند پر آتا ہے لیکن اس کے ٹلنے کا بھی خطرہ ہے اس کے ختم ہونے کا بھی خطرہ ہے کہ خاوند کے سر سے ختم ہو جائے، جب کہ یہ عورت جس کے ساتھ خاوند صحبت کر چکا ہے اس کو ہر حال میں اب مہر دینا ہی دینا ہے۔ اور وہ جو نصفِ مہر ہے وہ بعض اوقات ختم بھی ہو جاتا ہے خاوند کو ادا ہی نہیں کرنا پڑتا، کیسے؟ کہتے ہیں مثلاً جدائی کا سبب عورت بن گئی جدائی کس کی طرف سے آگئی؟ عورت کی طرف سے آگئی مثلاً عورت مرتد ہو گئی، مرتد ہوئی تو نکاح خود بخود ٹوٹ گیا ابھی صحبت بھی نہیں ہوئی صرف نکاح ہوا تھا عورت مرتد ہو گئی تو نکاح کیا ہوا؟ ٹوٹ گیا اور اس نکاح کے ٹوٹنے کا سبب کون بنی ہے؟ عورت بنی ہے لہٰذا اب اس صورت میں فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ خاوند پر نصفِ مہر بھی نہیں آئے گا، یہ مسئلہ آپ پہلے پڑھ بھی چکے ہیں بھئی۔ تو یہ معنیٰ ہے وَإِنْ كَانَ بَعْدَ الدُّخُولِ لَمْ يَضْمَنَا اور دخول کے بعد اگر یعنی صحبت کے بعد انہوں نے طلاق پر گواہی دی تھی پھر بعد میں رجوع کر لیا لَمْ يَضْمَنَا تو دونوں گواہ ضامن نہیں ہوں گے۔

وَإِنْ شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ عَبْدَهُ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا قِيمَتَهُ۔ بھئی مثلاً غلام تھا غلام اس نے دعویٰ کیا کہ زید جو میرا آقا ہے اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور اس پر اس نے دو گواہ بھی پیش کر دیے گواہوں نے گواہی بھی دے دی، قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ یہ غلام آزاد ہے جاؤ بھئی، بعد میں ان گواہوں نے رجوع کر لیا قاضی صاحب ہم نے جھوٹی گواہی دی تھی زید نے تو اس کو آزاد نہیں کیا، کہتے ہیں بھئی وہ غلام قاضی فیصلہ کر چکا ہے غلام آزاد ہی رہے گا لیکن ان کی گواہی کی وجہ سے زید کے ہاتھ سے وہ غلام نکل گیا تو اب ان گواہوں پر ضمان کے طور پر اس کی قیمت آجائے گی وہ ان کو دینا پڑے گی۔ یہ معنیٰ ہے وَإِنْ شَهِدَا اور اگر ان دو گواہوں نے یہ گواہی دی أَنَّهُ أَعْتَقَ عَبْدَهُ کہ اس نے اپنے غلام کو آزاد کیا ہے ثُمَّ رَجَعَا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کر لیا ضَمِنَا قِيمَتَهُ تو دونوں کیا ہوں گے اس کی قیمت کے ضامن ہوں گے۔

وَإِنْ شَهِدَا بِقِصَاصٍ۔ صورت یہ بھئی ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کر دیا کہ اس نے میرے بیٹے کو قتل کیا ہے، اس نے کیا کیا میرے بیٹے کو؟ قتل کیا ہے، قاضی کے پاس گواہ بھی لے آیا دو گواہ بھئی انہوں نے گواہی دے دی کہ اس شخص نے واقعی اس کے بیٹے کو قتل کیا ہے قاضی نے حکم دیا کہ اس کو بھی قصاص میں قتل کر دو چنانچہ اس شخص کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں ان دونوں گواہوں نے رجوع کر لیا کہ قاضی صاحب ہم نے جھوٹ بولا تھا جھوٹی گواہی دی تھی اب کیا کیا جائے گا؟ بھئی ان کی وجہ سے ایک آدمی کی جان چلی گئی ہے بھئی قصاص میں اس کو قتل کروا دیا گیا تو ان گواہوں کو بھی کیا قصاص میں قتل کروائیں گے یا نہیں کروائیں گے؟ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان گواہوں کو بھی قصاص میں قتل کروا دیا جائے گا ان کی وجہ سے ایک آدمی کی جان گئی ہے تو ان کو بھی کیا کروا دیں گے قتل کروا دیں گے۔ ہمارے نزدیک نہیں بھئی ان کو دیت دینا پڑے گی، کیا کرنا پڑے گی؟ دیت دینا پڑے گی ہمارے نزدیک ان کو قصاص میں قتل نہیں کروائیں گے۔ بھئی کیوں قصاص میں قتل کیوں نہیں کروایا جائے گا؟ جواب میں ہم کہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ قصاص صرف اس وقت آتا ہے جب کسی شخص نے خود قتل کیا ہو، کیا کیا ہو؟ خود کسی نے قتل کیا ہو اور ان گواہوں نے خود کوئی قتل کیا ہے؟ انہوں نے تو صرف گواہی دی ہے اس سلسلے میں، سمجھ میں آیا؟ تو یہ صرف ان سے قصاص نہیں البتہ دیت دینا پڑے گی کہ ان کی وجہ سے جان بہر حال اس کی گئی ہے بھئی یہ سبب بنے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ شَهِدَا بِقِصَاصٍ اور اگر گواہی دی دو گواہوں نے قصاص پر ثُمَّ رَجَعَا بَعْدَ الْقَتْلِ پھر انہوں نے رجوع کر لیا قتل کے بعد یعنی جب اس شخص کو قصاص میں کیا کر لیا گیا قتل کر دیا گیا انہوں نے رجوع کر لیا ضَمِنَا الدِّيَةَ تو دونوں ضامن ہوں گے دیت کے وَلَا يُقْتَصُّ مِنْهُمَا اور قصاص نہیں لیا جائے گا ان دونوں سے۔

وَإِذَا رَجَعَ شُهُودُ الْفَرْعِ ضَمِنُوا وَإِنْ رَجَعَ شُهُودُ الْأَصْلِ وَقَالُوا لَمْ نُشْهِدْ شُهُودَ الْفَرْعِ عَلَى شَهَادَتِنَا۔ صورت یہ بھئی شہادت علی الشہادت کی بات پھر آگئی: زید حج پر جا رہا تھا وہ ایک مسئلے میں گواہ تھا اس نے اپنی گواہی پر آگے گواہ بنا دیے بھئی ان گواہوں نے قاضی کے پاس جا کر اس مسئلے میں گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا، بعد میں یہ گواہِ فرع انہوں نے رجوع کر لیا تو کیا ان پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں ہاں ان پر ضمان آئے گا کیونکہ قاضی کا فیصلہ ان کی گواہی پر مبنی تھا شہودِ اصل نے تو قاضی کے پاس جا کر گواہی نہیں دی قاضی کے پاس جا کر تو کس نے گواہی دی ہے؟ شہودِ فرع نے اور انہوں نے رجوع کر لیا اور قاضی کا فیصلہ ان کی گواہی پر تھا لہٰذا ان کی وجہ سے نقصان ہوا ہے دوسرے کا تو ان کو ضمان دینا پڑے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا رَجَعَ شُهُودُ الْفَرْعِ ضَمِنُوا جب رجوع کر لیں شہودِ فرع تو وہ ضامن ہوں گے۔ وَإِنْ رَجَعَ شُهُودُ الْأَصْلِ اور اگر رجوع کر لیں شہودِ اصل: بھئی شہودِ اصل وہ جو زید اور عمرو تھے جو حج پہ جا رہے تھے انہوں نے رجوع کر لیا شہودِ فرع نے رجوع نہیں کیا کس نے رجوع کیا ہے؟ شہودِ اصل نے تو کیا ان پر ضمان

آئے گا یا ضمان نہیں؟ کہتے ہیں بھئی دیکھیں گے انہوں نے کس طرح رجوع کیا ہے: اگر انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے ان کو گواہ نہیں بنایا یہ شہودِ فرع کو ہم نے گواہ نہیں بنایا تو پھر اس صورت میں ان پر ضمان نہیں کیونکہ اب ان کا کوئی قصور نہیں یہ تو خود کہہ رہے ہیں ہم نے ان کو گواہ نہیں بنایا، تو وہ شہادت سے رجوع نہیں کر رہے وہ صرف یہ کہہ رہے ہیں ہم نے ان کو گواہ نہیں بنایا۔ اور اگر انہوں نے یہ کہا ہم نے گواہ بنایا تو تھا لیکن ہم سے غلطی ہو گئی کیا ہوا؟ اس مسئلے میں غلطی ہو گئی تو اب اس صورت میں ضامن ہوں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ رَجَعَ شُهُودُ الْأَصْلِ اگر رجوع کر لیا شہودِ اصل نے وَقَالُوا اور انہوں نے کہا لَمْ نُشْهِدْ شُهُودَ الْفَرْعِ عَلَى شَهَادَتِنَا کہ ہم نے گواہ نہیں بنایا شہودِ فرع کو اپنی گواہی پر فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ تو ان پر ضمان نہیں کیونکہ انہوں نے شہادت سے رجوع نہیں کیا صرف گواہ بنانے کا کیا کیا ہے انکار کہ ہم نے گواہ بنایا ہی نہیں ان کو۔ وَإِنْ قَالُوا اور اگر انہوں نے یہ کہا أَشْهَدْنَاهُمْ ہم نے تو ان کو گواہ بنایا تھا وَغَلِطْنَا اور ہم نے غلطی کی ضَمِنُوا تو پھر کیا ہوں گے؟ ضامن ہوں گے۔

وَإِنْ قَالَ شُهُودُ الْفَرْعِ كَذَبَ شُهُودُ الْأَصْلِ أَوْ غَلِطُوا فِي شَهَادَتِهِمْ لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى ذَلِكَ. صورت یہ بھئی شہودِ اصل چلے گئے حج پر اور شہودِ فرع نے پیچھے گواہی دے دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا، بعد میں شہودِ فرع کہتے ہیں قاضی صاحب شہودِ اصل نے جھوٹ بولا تھا یا ان سے غلطی ہوئی تھی اس مسئلے میں، کہتے ہیں ان کے اس قول کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی، ان کے اس قول کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی یہ قول کسی قابل نہیں سمجھا جائے گا بھئی۔ وجہ یہ کہ یہ شہودِ اصل کے کذب پر اقرار کر رہے ہیں، شہودِ اصل کے کذب پر اقرار کر رہے ہیں بھئی تو اقرار اپنے بارے میں تو ہو سکتا ہے کسی غیر کے بارے میں نہیں ہو سکتا، نیز اس کا کذب بتلا رہے ہیں اپنی شہادت سے ابھی بھی انہوں نے رجوع نہیں کیا، اپنی شہادت سے ابھی بھی رجوع نہیں کیا انہوں نے بھی گواہی دی یا نہیں قاضی کے پاس؟ تو انہوں نے رجوع ابھی تک نہیں کیا تو اس کے کذب پر ان کی بات نہیں سنی جائے گی۔ بلکہ انہوں نے تو اس کی تائید کر دی تھی اس کی گواہی پر آ کر خود گواہی دی جب اس کی طرف سے گواہی دی تو اس پر اعتماد کر دیا یا نہیں کر دیا؟ تو پہلے اعتماد کیا اب کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ بول رہا ہے بھئی تو لہٰذا اس وجہ سے ان کی یہ بات پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔ کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ شُهُودُ الْفَرْعِ اگر شہودِ فرع نے کہا كَذَبَ شُهُودُ الْأَصْلِ أَوْ غَلِطُوا کہ جھوٹ بولا تھا شہودِ اصل نے یا انہوں نے غلطی کی تھی فِي شَهَادَتِهِمْ اپنی گواہی میں لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى ذَلِكَ تو ان کی اس بات کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔

وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ بِالزِّنَا وَشَاهِدَانِ بِالْإِحْصَانِ. صورتِ مسئلہ یہ چار آدمیوں نے ایک آدمی کے بارے میں آ کر گواہی دے دی کہ اس نے زنا کیا ہے، کیا کیا ہے؟ زنا کیا۔ اب آپ جانتے ہیں زنا اگر شادی شدہ کرے تو اسے رجم کیا جاتا ہے اگر غیر شادی شدہ کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جاتے ہیں، اب چار آدمیوں نے گواہی کس چیز کی دی ہے؟ زنا پر اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ آدمی شادی شدہ ہے جس نے زنا کیا ہے، قاضی نے کہا اس کو رجم کر دو رجم کر دیا گیا قتل کر دیا گیا۔ اب مولانا وہ شہودِ احصان جنہوں نے اس مقتول کے محصن ہونے کی گواہی دی تھی کہ یہ شادی شدہ ہے ان گواہوں نے رجوع کیا صرف، کس نے رجوع کیا؟ ان گواہوں نے رجوع کیا تو کیا اب اس کی وجہ سے ان پر ضمان آئے گا یا نہیں بھئی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی اس آدمی کی جو جان گئی ہے اس کی وجہ وہ زنا کی شہادت ہے نہ کہ شہادتِ احصان، احصان تو صرف ایک شرط کے درجے میں تھی، کس کے درجے میں؟ بھئی رجم کے لیے شرط تھی کہ یہ شخص کیا ہونا چاہیے؟ شادی شدہ، تو کیا صرف شادی شدہ ہونے سے کسی کو رجم کیا جاتا ہے بھئی؟ جی شادی شدہ ہونے پہ رجم نہیں ہے رجم تو کس وجہ سے ہے؟ زنا کی وجہ سے ہے، تو شرط کی طرف نسبت نہیں کی جاتی حکم کی بلکہ حکم کی نسبت علت کی طرف کی جاتی ہے تو یہاں یوں نہیں کہیں گے اس کو رجم شہادتِ احصان کی وجہ سے اس کو رجم کیا گیا بلکہ یوں کہیں گے شہادتِ زنا کی وجہ سے یا یوں کہیں زنا کی وجہ سے اس کو کیا کیا گیا؟ رجم۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو زنا کی وجہ سے اس کو رجم کیا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ بِالزِّنَا جب گواہی دے دی چار گواہوں نے زنا پر وَشَاهِدَانِ بِالْإِحْصَانِ اور دو گواہوں نے احصان کی محصن ہونے کی یعنی یہ شادی شدہ ہے پاک دامن ہے فَرَجَعَ شُهُودُ الْإِحْصَانِ پس رجوع کر لیا شہودِ احصان نے لَمْ يَضْمَنُوا تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔

وَإِذَا رَجَعَ الْمُزَكُّونَ عَنِ التَّزْكِيَةِ ضَمِنُوا. صورتِ مسئلہ یہ بھئی آپ جانتے ہیں جب کوئی گواہ گواہی دینے کے لیے آئے تو قاضی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں تحقیق کروائے یہ گواہ عادل ہیں یا عادل نہیں، چنانچہ قاضی نے گواہوں کے قریبی جاننے والوں کو یا ان کے پاس رہنے والوں کو خط روانہ کیے جو قابلِ اعتماد نیک لوگ تھے ان میں سے ان کو ایک خط روانہ کر دیا کہ بتلاؤ بھئی یہ آدمی میرے پاس گواہی دینے آیا ہے اور یہ آدمی گواہی دینے آیا ہے یہ عادل ہیں یا عادل نہیں؟ انہوں نے کہہ دیا عادل ہیں قاضی نے فیصلہ کر دیا، بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا وہ جو مزکی تھے جنہوں نے تزکیہ کیا تھا اور بتلایا تھا کہ یہ گواہ عادل ہیں وہ رجوع کر لیتے ہیں تو ان پر ضمان آئے گا یا ضمان نہیں آئے گا؟ کہتے ہیں ان پر ضمان آئے گا، ان پر کیا ہو گا؟ ضمان۔ بھئی کیوں ضمان آئے

گا؟ کہتے ہیں ان کی گواہی کی وجہ سے یہ گواہی قبول کی گئی اگر وہ تزکیہ نہ کرتے تو ان کی گواہی قبول کی جاتی؟ قبول نہ کی جاتی لہٰذا وہ سبب بنے ہیں ان کی گواہی کے لہٰذا اب ان پر کیا آئے گا؟ ضمان آئے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا رَجَعَ الْمُزَكُّونَ عَنِ التَّزْكِيَةِ ضَمِنُوا اور جب رجوع کر لیا تزکیہ کرنے والوں نے اپنے تزکیہ سے ضَمِنُوا تو وہ کیا ہوں گے؟ ضامن ہوں گے۔

وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِالْيَمِينِ وَشَاهِدَانِ بِوُجُودِ الشَّرْطِ۔ صورتِ مسئلہ یہ بھئی ایک آدمی نے غلام تھا اس نے قاضی کے پاس دعویٰ کر دیا کہنے لگا قاضی صاحب میں زید کا غلام ہوں لیکن زید نے میری آزادی کو معلق کر دیا تھا، زید نے کیا کیا تھا؟ زید نے میری آزادی کو معلق کر دیا تھا کہ اگر میں اس سال حج پر گیا تو تم آزاد ہو، زید نے میری آزادی کو کس چیز کے ساتھ معلق کیا تھا؟ اپنے حج پر جانے کے ساتھ، اور اس پر غلام نے دو گواہ بھی پیش کر دیے دو گواہوں نے گواہی دے دی کہ ہاں قاضی صاحب ہمارے سامنے زید نے یہ بات کہی تھی کہ اگر میں حج پر گیا تو یہ میرا غلام کیا ہے آزاد ہے۔ اور دو اور گواہ بھی پیش کر دیے بھئی غلام نے، غلام نے کہا اور قاضی صاحب پھر اس سال زید حج پر گیا بھی ہے اور دو گواہوں نے گواہی دے دی کہ ہاں قاضی صاحب ہم گواہی دیتے ہیں زید اس سال حج پر گیا: پہلے گواہوں نے کس چیز کی خبر دی؟ قسم کی کہ زید نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ اگر میں اس سال حج پر گیا تو میرا یہ غلام آزاد انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے یہ بات زید نے کی تھی، دوسرے دو گواہوں نے یہ کہا کہ پھر ہمارے سامنے اس سال زید حج پر گیا بھی ہے، تو شرط پائی گئی لہٰذا غلام کیا ہونا چاہیے؟ آزاد، قاضی نے فیصلہ کر دیا۔ بعد میں بھئی ان گواہوں نے رجوع کر لیا تو کس پر ضمان آئے گا؟ کچھ گواہوں نے قسم پر گواہی دی تھی کچھ نے شرط کے پائے جانے پر گواہی دی تھی کہ ایسا ہو چکا ہے وہ حج پر جا چکا ہے، کہتے ہیں بھئی جنہوں نے قسم پر گواہی دی تھی وہ ضامن ہوں گے، وہ گواہ کیا ہوں گے؟ ضامن اس لیے کہ بھئی دو گواہوں نے گواہی دی ہے کہ زید نے کہا ہے میرا غلام آزاد ہے اگر میں حج پر گیا تو غلام کی آزادی کا سبب زید کا یہ قول بن رہا ہے ان گواہوں کی یہ گواہی بن رہی ہے۔ اگر یہ گواہی نہ ہوتی تو غلام آزاد ہوتے؟ کوئی آدمی حج پہ جائے تو اس کا غلام آزاد ہوتا ہے؟ نہیں، تو بعد والوں نے تو صرف اتنی گواہی دی ہے کہ زید اس سال حج پر گیا ہے اور کسی کے حج پر جانے سے کوئی غلام آزاد نہیں ہوتا، ہاں غلام آزاد ہو رہا ہے کس وجہ سے؟ جو پہلے گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے کیا کہا تھا: اگر میں حج پہ گیا تو میرا غلام آزاد، تو غلام کی آزادی کا سبب وہ قسم بنی ہے اور وہ قسم پر گواہی دینے والے گواہ اب جب رجوع کر لیتے ہیں تو ان کو کیا کرنا پڑے گا؟ ضمان دینا پڑے گا یہ غلام زید کے ہاتھ سے ان کی گواہی سے نکلا ہے تو اب ان کو پوری قیمت دینا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟ یہ معنیٰ ہے وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِالْيَمِينِ جب گواہی دی دو گواہوں نے قسم پر وَشَاهِدَانِ بِوُجُودِ الشَّرْطِ اور دو گواہوں نے گواہی دی شرط کے پائے جانے پر کہ یہ بات پوری بھی ہو چکی ہے یہ شرط پائی گئی ہے ثُمَّ رَجَعُوا پھر سب گواہوں نے رجوع کر لیا فَالضَّمَانُ عَلَى شُهُودِ الْيَمِينِ خَاصَّةً تو ضمان جو ہے وہ یمین کے جو شہود ہیں خاص طور پر انہی پر آئے گا جو شرط کے پائے جانے پر جنہوں نے گواہی دی ہے ان پر ضمان نہیں۔ چلیے بس مولانا هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۶: کتاب آداب القاضی: قاضی کی اہلیت، آدابِ مجلسِ قضا، ہدیہ و دعوت کا حکم، کتاب القاضی الی القاضی اور تحکیم (ثالث مقرر کرنے) کے شرائط

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۸ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ آدَابِ الْقَاضِي۔ لَا تَصِحُّ وِلَايَةُ الْقَاضِي حَتَّى يَجْتَمِعَ فِي الْمُوَلَّى شَرَائِطُ الشَّهَادَةِ وَيَكُونُ مِنْ أَهْلِ الِاجْتِهَادِ۔ وَلَا بَأْسَ بِالدُّخُولِ فِي الْقَضَاءِ لِمَنْ يَثِقُ بِنَفْسِهِ أَنَّهُ يُؤَدِّي فَرْضَهُ۔ وَيُكْرَهُ الدُّخُولُ فِيهِ لِمَنْ يَخَافُ الْعَجْزَ عَنْهُ وَلَا يَأْمَنُ عَلَى نَفْسِهِ الْحَيْفَ فِيهِ۔ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَطْلُبَ الْوِلَايَةَ وَلَا يَسْأَلَهَا۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ آدَابِ الْقَاضِي یہ کتاب ہے قاضی کے آداب کے بیان میں بھئی۔ اس باب میں صاحبِ قدوری آپ کو بتلائیں گے کہ کون قاضی بننے کا اہل ہے، اس میں کیا کیا شرائط ہیں قاضی بننے کے لیے اور پھر قاضی جب کوئی بن جائے اسے کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے کس طرح فیصلہ وغیرہ کرے گا وہ ذکر کریں گے بھئی۔ کہتے ہیں لَا تَصِحُّ وِلَايَةُ الْقَاضِي حَتَّى يَجْتَمِعَ فِي الْمُوَلَّى شَرَائِطُ الشَّهَادَةِ صحیح نہیں ہے قاضی کی ولایت یہاں تک کہ جمع ہو جائیں فِي الْمُوَلَّى جس کو ولایت دی گئی ہے، مُوَلَّى یعنی جس کو ولایتِ قضا دی گئی ہے اسمِ مفعول کا صیغہ ہے بھئی یعنی جس کو عہدۂ قضا سپرد کیا گیا ہے۔ تو قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہے حَتَّى يَجْتَمِعَ فِي الْمُوَلَّى یہاں تک کہ جس کو قاضی بنایا گیا ہے اس میں جمع ہو جائیں شَرَائِطُ الشَّهَادَةِ شہادت کی شرائط۔ یاد رکھیے قاضی بننے کے لیے وہی شرائط ہیں جو شہادت کی شرائط تھیں: گواہی دینے کے لیے آپ نے پڑھا تھا ہر شخص گواہی دینے کا اہل نہیں ہے بلکہ کون گواہی دے سکتا ہے جو عاقل ہو بالغ ہو اور محدود فی القذف نہ ہو سمجھ میں آیا؟ اندھا نہ ہو غلام نہ ہو بچہ نہ ہو وغیرہ آپ پچھلے باب میں تفصیل پڑھ چکے ہیں بھئی۔ تو شہادت کے لیے جو شرائط ہیں وہی قاضی کے لیے بھی شرائط ہیں بھئی، وہ شرطیں اگر پوری نہ ہوئیں تو ایسے شخص کو قاضی بنانا درست نہیں ہے بھئی اس کی ولایت صحیح نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں لَا تَصِحُّ وِلَايَةُ الْقَاضِي قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہے حَتَّى يَجْتَمِعَ فِي الْمُوَلَّى شَرَائِطُ الشَّهَادَةِ یہاں تک کہ جمع ہو جائیں مُوَلَّى جس کو ولایت دی گئی ہے یعنی قضا کی ولایت دی گئی ہے یہاں تک کہ اس میں جمع ہو جائیں شَرَائِطُ الشَّهَادَةِ شہادت کی شرطیں بھئی وَيَكُونُ مِنْ أَهْلِ الِاجْتِهَادِ اور اسے اہلِ اجتہاد میں سے ہونا چاہیے قاضی کو۔ یہ یاد رکھیے اولویت کی شرط ہے اولیٰ یہ ہے بہتر یہ ہے کہ قاضی کیا ہو؟ قاضی کو مجتہد ہونا چاہیے۔ یاد رکھیے مجتہد اسے کہتے ہیں جو قرآن اور حدیث میں غور و فکر کر کے ان سے مسائل کو نکال سکے اس کو کیا کہتے ہیں؟ مجتہد کہتے ہیں بھئی مجتہد کہتے ہیں۔ تو یہ مجتہد ہونا چاہیے قاضی کو بھئی، ہاں یہ اولیٰ یہ ہے کہ قاضی کو کیا ہونا چاہیے؟ مجتہد ہونا چاہیے۔ جی۔

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا بَأْسَ بِالدُّخُولِ فِي الْقَضَاءِ لِمَنْ يَثِقُ بِنَفْسِهِ أَنَّهُ يُؤَدِّي فَرْضَهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا بأس بالدخول في القضاء لمن يثق أنه يؤدي فرضه» منقول ہے۔

وَلَا بَأْسَ بِالدُّخُولِ فِي الْقَضَاءِ لِمَنْ يَثِقُ بِنَفْسِهِ أَنَّهُ يُؤَدِّي فَرْضَهُ۔ بھئی اس عہدۂ قضا میں کس کو داخل ہونا چاہیے بھئی؟ یاد رکھیے اگر ایک ایسا شخص ہے کہ وہ جانتا ہے اگر مجھے قاضی بنا دیا گیا کہ میں اچھی طرح اس عہدے کے فرائض سرانجام نہیں دے سکوں گا تو اس کے لیے اس عہدے میں داخل ہونا اس عہدے پر آنا اس کے لیے صحیح نہیں ہے بھئی۔ ہاں البتہ ایک شخص ہے اس کو یقین ہے کہ اگر مجھے قاضی بنا دیا گیا تو میں اس عہدے کے فرائض اچھی طرح سرانجام دے سکوں گا تو اس کے لیے اس میں داخل ہونا جائز ہے بھئی اس عہدے پر آنا اس کے لیے جائز ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا بَأْسَ بِالدُّخُولِ فِي الْقَضَاءِ اور کوئی حرج نہیں ہے قضا میں داخل ہونے پر لِمَنْ اس شخص کے لیے يَثِقُ بِنَفْسِهِ جس کو یقین ہو اپنے نفس پر أَنَّهُ يُؤَدِّي کہ وہ ادا کرے گا فَرْضَهُ أَيْ فَرْضَ الْقَضَاءِ، ہا ضمیر کس کو راجع ہے؟ قضا کو، قضا کے فرض کو اچھی طرح ادا کر سکے گا جسے یقین ہے اپنے نفس پر اس کے لیے داخل ہونا جائز ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ قاضی بننا کوئی آسان کام نہیں ہے بھئی بڑا مشکل کام ہے بھئی: حدیث میں آتا ہے جس کو عہدۂ قضا سپرد کیا گیا گویا کہ اسے کند چھری کے ساتھ ذبح کیا گیا۔ سمجھ میں آیا؟ اس نے تمام لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے ہیں مختلف قسم کے تو تمام مواقع میں حق پر برقرار رہنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے بھئی، تو لہٰذا اگر ایک شخص کو یقین ہے کہ میں اس عہدے کے فرائض اچھی طرح سرانجام دے سکوں گا اس کے لیے تو کوئی حرج نہیں ہے داخل ہونے میں لیکن جو جانتا ہے کہ میں اچھی طرح یہ معاملہ سرانجام نہیں دے سکوں گا اسے نہیں داخل ہونا چاہیے۔

تو کہتے ہیں وَيُكْرَهُ الدُّخُولُ فِيهِ لِمَنْ يَخَافُ الْعَجْزَ عَنْهُ وَلَا يَأْمَنُ عَلَى نَفْسِهِ الْحَيْفَ فِيهِ اور مکروہ ہے داخل ہونا اس قضا کے اندر لِمَنْ اس شخص کے لیے يَخَافُ الْعَجْزَ عَنْهُ جسے خوف ہے اس سے عاجز آ جانے کا وَلَا يَأْمَنُ اور وہ مامون نہیں ہے عَلَى نَفْسِهِ اپنے نفس پر الْحَيْفَ فِيهِ، حیف کہتے ہیں ظلم و ستم کو، جو اپنے نفس پر مامون نہیں ہے ظلم و ستم کے بارے میں فِيهِ اس قضا میں بھئی۔ بھئی ایک آدمی ہے اسے خوف ہے کہ بھئی اگر مجھے قاضی بنا دیا گیا تو میں عاجز آ جاؤں گا میں اچھی طرح فیصلے نہیں کر سکوں گا، یا اسے پتہ ہے کہ بھئی میری طبیعت بڑی ضدی قسم کی طبیعت ہے تو اگر میں قاضی بنا دیا گیا تو قاضی کے پاس تو بڑے اختیارات ہوتے ہیں بھئی تو میں ظلم و ستم سے اپنے نفس کی حفاظت میرے لیے بڑی مشکل ہو جائے گی بلکہ مجھ سے ظلم و ستم ہو گا: ضدی قسم کی طبیعت ہے جو ذرا سی میرے ساتھ ضد دکھاتا ہے میں اس کے ساتھ کئی گنا بڑھ کر ضد دکھاتا ہوں اسے تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں بھئی۔ تو اگر ایک شخص کو یقین ہے کہ نہیں بھئی میرا نفس میرے قابو میں ہے میں کسی پر ظلم و ستم نہیں کرتا بھئی کوئی تکلیف بھی دے دے میں برداشت کر لیتا ہوں تو پھر تو ٹھیک ہے اسے عہدۂ قضا میں داخل ہونے کی اس کے لیے جائز ہے بھئی، اور جسے اپنے عاجز ہونے کا یا اپنے سے ظلم ہونے کا خوف ہے اس کے لیے مکروہ ہے، اور اگر یقین ہے اسے کہ میں داخل ہوا تو ضرور ظلم و ستم کروں گا پھر تو حرام ہے اس کے لیے عہدۂ قضا میں داخل ہونا بھئی۔ وَيُكْرَهُ الدُّخُولُ فِيهِ اور مکروہ ہے اس قضا کے اندر داخل ہونا لِمَنْ اس شخص کے لیے يَخَافُ الْعَجْزَ عَنْهُ جسے خوف ہے اس سے عجز کا وَلَا يَأْمَنُ عَلَى نَفْسِهِ الْحَيْفَ فِيهِ اور وہ مامون نہیں ہے اپنے نفس پر الْحَيْفَ فِيهِ اس عہدے میں ظلم پر، اس قضا میں ظلم و ستم سے اپنے نفس پر اسے اعتماد نہیں یوں کہہ لیں بھئی۔

وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَطْلُبَ الْوِلَايَةَ اور مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص ولایت کو طلب کرے یہ مناسب نہیں ہے بھئی کوئی شخص کہے مجھے قاضی بنا دیا جائے وَلَا يَسْأَلَهَا اور نہ اس کا سوال کرے بھئی۔ تو یہ مناسب نہیں ہے کہ کوئی ولایت کو طلب کرے اور اس کا سوال کرے بھئی، سمجھ میں آیا؟ خود نہیں طلب کرنا چاہیے بھئی خود نہیں طلب کرنا چاہیے اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے جو شخص عہدۂ قضا کو خود طلب کرتا ہے اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور جسے زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ نازل فرماتے ہیں جو اسے مضبوط کرتا ہے بھئی۔ تو جو خود سوال کرتا ہے اسے اپنے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے یعنی اس کی اللہ کی طرف سے کوئی مدد نہیں کی جاتی حق کے سلسلے میں، اور جسے زبردستی بنایا گیا وہ تو تیار نہیں ہے کہ بھئی عاجزی کا اظہار کر رہا ہے نہیں مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا بڑا مشکل کام ہے ہر ایک کو انصاف پہنچانا ہے ہر ایک کو بھئی، لیکن اسے گورنر نے خلیفہ نے زبردستی قاضی بنا دیا کیونکہ وہ جانتے ہیں یہ بڑا نیک آدمی ہے بڑا فقیہ ہے فقہی مسائل جانتا ہے قضا سے متعلق ساری باتیں یہ جانتا ہے اور اس سے بہتر قاضی ہمیں نہیں مل سکے گا چنانچہ انہوں نے زبردستی بنا دیا تو ایسے شخص کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ نازل فرماتے ہیں جو اسے مضبوط کرتا ہے یعنی اس کی مدد کرتا ہے بھئی اسے صراطِ مستقیم پر قائم رکھتا ہے بھئی۔ تو اسی لیے کہا وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَطْلُبَ الْوِلَايَةَ وَلَا يَسْأَلَهَا اور مناسب نہیں ہے کہ ولایت کو طلب کرے اور اس کو مانگے۔

وَمَنْ قُلِّدَ فِي الْقَضَاءِ سُلِّمَ إِلَيْهِ دِيوَانُ الْقَاضِي الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ وَيَنْظُرُ فِي حَالِ الْمَحْبُوسِينَ۔ وَمَنْ قُلِّدَ، قَلَّدَ يُقَلِّدُ کا معنیٰ ہے عہدہ سپرد کرنا، وَمَنْ قُلِّدَ اور جسے قضا سپرد کی گئی یا یوں کہیں وَمَنْ قُلِّدَ اور جسے عہدہ سپرد کیا گیا فِي الْقَضَاءِ قضا کے اندر سُلِّمَ إِلَيْهِ دِيوَانُ الْقَاضِي تو سپرد کیا جائے گا اس کے، کیا چیز سپرد کی جائے گی اس کے؟ کہتے ہیں دِيوَانُ الْقَاضِي اس قاضی کا دیوان الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ جو اس سے پہلے تھا

بھئی۔ بھئی ایک نئے قاضی کو ایک نئے شخص کو ایک نئے عالم کو قاضی بنایا گیا تو پچھلے قاضی کا دیوان اس کے سپرد کیا جائے گا۔ بھئی دیوان کسے کہتے ہیں؟ کہتے ہیں بھئی دیوان وہ تھیلے وغیرہ ہوتے تھے جس میں قاضی کے رجسٹر وغیرہ اور اس کی دستاویزات پڑی ہوتی تھیں جو قاضی گواہیاں سنتا تھا ان کو لکھواتا تھا اور جو فیصلے وغیرہ کرتا تھا رجسٹروں میں ان کو نقل کرتا تھا وہ دستاویزات دی جائیں بھئی۔ آج کے زمانے میں یوں کہہ لیں بھئی وہ فائلیں ساری کیا کی جائیں؟ قاضی کے حوالے کی جائیں جن میں وہ مقدمات وغیرہ قیدیوں کے احوال اور دیگر چیزیں جو قاضی نے درج کی تھیں وہ ساری اس کے حوالے کر دی جائیں۔ پھر وہ کیا کرے گا؟ کہتے ہیں بھئی قیدیوں کے بارے میں تحقیق کروائے کون کون لوگ قید میں ڈالے ہوئے ہیں قاضی نے بھئی کوئی ناحق تو نہیں اس نے قید میں ڈالا ہوا ان کی تفتیش کروائے گا۔ دیکھیے بھئی تو کہتے ہیں وَيَنْظُرُ فِي حَالِ الْمَحْبُوسِينَ اور غور و فکر کرے گا حَالِ الْمَحْبُوسِينَ جو محبوس لوگ ہیں قیدی ہیں قید میں ڈالے گئے ہیں ان کی حالت میں غور و فکر کرے، فَمَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِحَقٍّ أَلْزَمَهُ إِيَّاهُ پس ان کو بلوائے گا ان سے پوچھے گا بھئی اس حق کے بارے میں جس کی وجہ سے قاضی نے انہیں جیل میں ڈالا ہے کیا واقعی آپ نے فلاں کا یہ حق دینا ہے جس کی وجہ سے آپ کو جیل میں ڈالا گیا ہے؟ وہ اقرار کر لیتا ہے جی ہاں میں نے یہ فلاں کا دین دینا تھا، تو اگر اقرار کر لیتا ہے تو پھر اس پر اس حق کو کیا کر دے؟ لازم، جب وہ خود اقرار کر رہا ہے تو اقرار کی وجہ سے کسی پر کوئی چیز کیا کر دی جاتی ہے؟ لازم تو اس پر بھی وہ لازم کر دے۔ جی تو کہتے ہیں فَمَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِحَقٍّ پس اعتراف کر لیا ان میں سے جس نے بھی کسی حق کا أَلْزَمَهُ إِيَّاهُ تو لازم کر دے اس حق کو اس شخص پر۔ وَمَنْ أَنْكَرَ اور جس نے انکار کیا: قاضی نے کہا بھئی تمہیں اس حق میں لکھا گیا ہے اس حق میں تمہیں جیل میں ڈالا گیا بتاؤ بھئی اس حق کا تم اقرار کرتے ہو؟ کہتا ہے نہیں میں اقرار نہیں یہ مجھ پر ویسے ہی الزام لگایا گیا تھا۔ تو کہتے ہیں اب اس کے بارے میں پچھلے قاضی، پچھلا قاضی کہتا ہے کہ بھئی اس نے تو فلاں حق دینا تھا اس لیے میں نے اسے جیل میں ڈالا ہے کہتے ہیں پچھلے قاضی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ وہ معزول ہو چکا وہ بھی عام لوگوں کی طرح ایک شخص بن چکا ہے اب اور عام آدمیوں کی طرح ہو چکا اس قاضی کی رعایا میں داخل ہو چکا ہے اور وہ ایک مسئلے میں ایک بات کی گواہی دے رہا ہے تو ایک گواہی سے کسی چیز کا فیصلہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ ایک اور شخص کی گواہی نہ مل جائے، تو لہٰذا اس معزول قاضی کے قول کو قبول نہیں کرے گا، سمجھ میں آیا بھئی؟ مگر بَيِّنَةٌ کے ساتھ بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ أَنْكَرَ اور جس قیدی نے انکار کیا اس حق کا لَمْ يَقْبَلْ قَوْلَ الْمَعْزُولِ عَلَيْهِ تو قبول نہ کرے معزول قاضی کا قول عَلَيْهِ اس قیدی کے خلاف إِلَّا بِبَيِّنَةٍ مگر کس کے ذریعے؟ بَيِّنَةٌ کے ذریعے بھئی بَيِّنَةٌ قائم کرے پھر تو بَيِّنَةٌ کے ذریعے ثبوت ہوا بھئی۔ فَإِنْ لَمْ تَقُمِ الْبَيِّنَةُ لَمْ يُعَجِّلْ بِتَخْلِيَتِهِ۔ اچھا بھئی وہ اقرار بھی نہیں کر رہا وہ انکار کر رہا ہے اور کوئی بَيِّنَةٌ بھی نہیں ہے اس کے خلاف اب کیا کرے قاضی اس قیدی کو چھوڑ دے فوراً؟ کہتے ہیں نہیں فوراً نہ چھوڑے بھئی ہو سکتا ہے واقعی کسی حق کی وجہ سے اسے جیل میں ڈالا گیا ہو، تو لہٰذا کہتے ہیں بھئی کہ قاضی اس کے بارے میں اعلانات کروائے بھئی، اعلانات کروائے جائیں گے بھئی فلاں شخص جو ہے وہ جیل میں ہے اس پر جس کسی کا حق ہو وہ مجلسِ قضا میں حاضر ہو جائے، سمجھ میں آیا بھئی؟ اعلانات کروائیں گے اگر کوئی آ جائے تو ٹھیک ہے پھر بَيِّنَةٌ وغیرہ پر بات چلی جائے گی اور اگر کوئی بھی نہیں آتا پھر کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں پھر اس کے بعد اس کا راستہ چھوڑ دے اسے جانے دے کوئی شخص آ ہی نہیں رہا بھئی اس کے بارے میں، کچھ عرصہ انتظار کرے گا بھئی۔ شامی میں لکھا ہے بھئی کہ ایک شخص ہے قیدی ہے وہ انکار کرتا ہے اس کے بارے میں منادی کروائی جائے اعلان کروایا جائے اور کوئی نہیں آتا تو اس سے کوئی کفیل لے لیا جائے ضامن لے لیا جائے اور پھر اسے چھوڑ دیا جائے: کوئی شخص ضمانت دے بھئی کہ یہ کہیں بھاگے گا نہیں بھئی اگر کوئی حق کا دعوے دار آ گیا تو یہ یہیں پر ہے میں حاضر کروں گا اسے، تو کوئی ضامن لے کر اسے جانے دیا جائے بھئی۔ اور اگر ضامن کوئی نہیں ملتا اس کا تو پھر ایک ماہ تک انتظار کرے فوراً نہ چھوڑے ایک ماہ تک اعلانات کروائے اگر کوئی بھی نہیں آتا پھر اسے جانے دے بھئی۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ تَقُمِ الْبَيِّنَةُ لَمْ يُعَجِّلْ بِتَخْلِيَتِهِ اگر بَيِّنَةٌ قائم نہ ہو تو جلدی نہ کرے اس کے چھوڑنے پر حَتَّى يُنَادِيَ عَلَيْهِ یہاں تک کہ اس پر اعلانات کروائے وَيَسْتَظْهِرَ، آپ کی کتابوں میں يَسْتَظْهِرَ ہے بھئی؟ اس پر نون لکھا ہو گا حاشیے پر ہو گا يَنْظُرَ، لکھا ہوا ہے؟ تو یہ بعض نون سے ہے نسخہ: بعض نسخوں میں يَسْتَظْهِرَ کا لفظ آیا وہ یہاں جڑتا نہیں ہے بھئی يَنْظُرَ لفظ ہونا چاہیے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو لیکن بعض نسخوں میں آیا ہے تو اس کو اسی طرح رکھا گیا کہ یہ آیا اور بعض نسخوں میں يَنْظُرَ کا لفظ آیا ہے۔ تو کہتے ہیں وَيَنْظُرَ فِي أَمْرِهِ اور انتظار کرے فِي أَمْرِهِ اس کے معاملے میں یا غور و فکر کرے اس کے معاملے میں یوں کہیں تحقیق کروالے، دونوں ترجمے ہو سکتے ہیں يَنْظُرَ کا معنیٰ غور و فکر کرنا بھی اور اس کا معنیٰ انتظار کرنے کے بھی ہیں، جی تو غور و فکر کرے یعنی تحقیق کروائے اس کے معاملے میں یا پھر یہ معنیٰ ہے کہ

انتظار کرے اس کے معاملے میں ایک ماہ تک انتظار کرے اعلانات کروائے پھر اس کے بعد چھوڑ دے۔[۳۲]

وَيَنْظُرُ فِي الْوَدَائِعِ وَارْتِفَاعِ الْوُقُوفِ۔ اور یہ نیا قاضی جو ہے غور و فکر کرے گا فِي الْوَدَائِعِ امانتوں کے اندر بھئی۔ بھئی قاضی کے پاس لوگ امانتیں رکھواتے ہیں بھئی اور جیسے یتیموں کا مال وغیرہ آپ نے پڑھا ہے بھئی کہ بچہ ہے اس کا کوئی بھی نہیں ہے تو پھر اس کے مال کی کیا کرتا ہے؟ قاضی کے ذمے ہوتا ہے اس کی نگرانی کرنا وہ پھر نگران وغیرہ مقرر کرتا ہے اور وہ جو اس بچے پر پھر خرچ کرتے ہیں بڑا ہونے تک اور پھر بعد میں مال اس بچے کے حوالے کر دیا جاتا ہے، تو امانتیں وغیرہ اس قسم کی بہت سی چیزیں ہوں گی قاضی کے پاس، اور اسی طرح جو آمدنیاں حاصل ہو رہی ہیں بھئی وقف زمینیں ہیں وقف جائیدادیں ہیں لوگوں نے نیکی کے کاموں کے لیے وقف کی ہوئی ہیں ان ساروں کے بارے میں بھی تحقیقات کروائے گا بھئی کس کے پاس ہیں کس نے دی کیسے دی بھئی اور کیسے آمدنی خرچ ہو رہی ہے وغیرہ ساری تحقیق کروالے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں وَيَنْظُرُ فِي الْوَدَائِعِ اور غور و فکر کرے گا امانتوں میں وَارْتِفَاعِ الْوُقُوفِ، ارتفاع کہتے ہیں آمدنی کو، وقوف جمع ہے وقف کی، اور وقف جائیدادوں کی آمدنیوں میں بھی غور کرے گا فَيَعْمَلُ عَلَى حَسَبِ مَا تَقُومُ بِهِ الْبَيِّنَةُ پس عمل کرے گا اسی کے مطابق جس کے مطابق بَيِّنَةٌ قائم ہوئی أَوْ يَعْتَرِفُ بِهِ مَنْ هُوَ فِي يَدِهِ یا جس کا اعتراف کر لیتا ہے وہ شخص جس کے قبضے میں ہے: وہ چیزیں جن کے قبضے میں ہیں وہ وقف چیزیں وغیرہ وہ خود اس کا کیا کر لیتے ہیں اعتراف کر لیتے ہیں تو ان کے مطابق عمل کرے گا وَلَا يَقْبَلُ قَوْلَ الْمَعْزُولِ اور اس معزول قاضی کا قول اس سلسلے میں قبول نہیں کرے گا إِلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ الَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ أَنَّ الْمَعْزُولَ سَلَّمَهَا إِلَيْهِ مگر یہ کہ اعتراف کر لے وہ شخص بھی جس کے قبضے میں ہے وہ چیز کہ أَنَّ الْمَعْزُولَ سَلَّمَهَا إِلَيْهِ کہ وہ جو معزول قاضی ہے اس نے یہ چیز وغیرہ کیا کی تھی اس کے سپرد کی تھی فَيَقْبَلُ قَوْلَهُ فِيهَا تو پھر اس قاضی کا قول قبول کر لے گا ان وقف چیزوں وغیرہ کے اندر ان امانتوں میں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ یعنی تحقیق کروا لے جیسا مناسب سمجھے اس کے مطابق معاملہ کرے، لیکن عہدۂ قضا سپرد ہوتا ہے کسی چیز کی کوئی تحقیق ہی نہیں کرواتا نہیں بھئی اب اس کی ذمہ داری ہو چکی ہے ہر چیز کی تحقیق کروائے کہ واقعی جو چیزیں جس طرح ہیں جہاں خرچ ہونی چاہئیں وہیں خرچ ہو رہی ہیں صحیح طریقے سے استعمال ہو رہی ہیں یا نہیں ہو رہیں چیزوں کی حفاظت اچھی طرح ہے یا نہیں امانتوں وغیرہ کی بھئی ساری تحقیق کروائے گا اور جو جو مناسب ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے، انہی کے پاس رہنے دیتا ہے ان سے لے کر کسی اور کے پاس رکھوا دیتا ہے جو مناسب سمجھتا ہے۔[۴]

وَيَجْلِسُ لِلْحُكْمِ جُلُوسًا ظَاهِرًا فِي الْمَسْجِدِ۔ اور بیٹھے گا فیصلے کے لیے جلوسِ ظاہری یعنی ظاہر بیٹھے گا فِي الْمَسْجِدِ کس کے اندر؟ مسجد میں۔ جلوسِ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ بیٹھے کہ وہاں ہر ایک اس کے پاس آ جا سکے بھئی، ہر ایک اس کے پاس ایسی جگہ نہ بیٹھے بھئی کہ کئی چپڑاسی باہر کھڑے ہیں بھئی گن مین کھڑے ہوئے ہیں اس کے بعد سیکرٹری ہے پھر اس کے بعد دوسرا سیکرٹری ہے کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا بھئی وزیر تک قاضی تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ بھئی آپ کو بٹھایا گیا ہے انصاف کے لیے لوگوں کی خدمت کے لیے اور آپ اندر چھپ کر بیٹھے ہوئے ہیں کسی سے ملتے ہی نہیں، ہر آدمی کو رسائی ہونی چاہیے قاضی تک۔ اسی لیے کہا جلوسِ ظاہر ہونا چاہیے یعنی ایسی جگہ جہاں ہر ایک آ جا سکے کسی کی تخصیص نہ ہو اور سب سے بہتر جگہ کون سی ہے؟ مسجد ہے بھئی مسجد کے اندر بیٹھے تو وہاں ہر ایک اس تک آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔ اپنے گھر پر بیٹھنا چاہے وہاں پر بھی بیٹھ سکتا ہے بھئی وہیں اپنی مجلس بنا لیتا ہے وہیں فیصلے کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے درست ہے لیکن وہاں بھی ہر ایک کو پھر آنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اور ایسی جگہ بھی نہ ہو جو کسی کو تلاش کرو تو ملتی ہی نہیں ہے بھئی فلاں گلی سے فلاں گلی کی طرف مڑو پھر فلاں گلی سے فلاں، بھئی ہر ایک کہاں بیچارہ دور سے آئے گا کوئی کہاں سے آئے گا وہ تو تکلیف میں پڑ جائیں گے سارے لوگ تو ایسی جگہ بیٹھے جہاں ہر ایک اس تک آسانی کے ساتھ پہنچ سکے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اور آج کل تو ایسا نظام ہے بھئی جیسا آپ دیکھ رہے ہیں انسان حیران ہوتا ہے بھئی: سپریم کورٹ ہے ہائی کورٹ ہے اور دوسرے جج ہیں کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا بھئی داخلے کی بھی اجازت نہیں ہے وہاں تو کسی بھئی خواص

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ قُلِّدَ فِي الْقَضَاءِ سُلِّمَ إِلَيْهِ دِيوَانُ الْقَاضِي الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ وَيَنْظُرُ فِي حَالِ الْمَحْبُوسِينَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن قلد القضاء يسلم إليه ديوان القاضي الذي قبله وينظر في حال المحبوسين» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَمَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِحَقٍّ أَلْزَمَهُ إِيَّاهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فمن اعترف بحق ألزمه إياه» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۵):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَيَعْمَلُ عَلَى حَسَبِ مَا تَقُومُ بِهِ الْبَيِّنَةُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فيعمل على ما تقوم به البينة» منقول ہے۔

میں سے بھی بہت اخص خواص ہوں صرف انہی کو داخلے کی اجازت ہوتی ہے، حالانکہ قاضی ہے بیٹھا ہوا ہے ہر ایک کو اجازت ہونی چاہیے۔ پھر ہر ایک کو بولنے کی بھی اجازت نہیں ہے قاضی کے سامنے بھئی، سمجھ میں آیا؟ کوئی وکیل لے کر آؤ گے اپنے ساتھ اس بھئی وکیل لے کر آؤ گے وہ وکیل بات کرے گا آپ کو بولنے کا حق نہیں ہے بھئی۔ عجیب ہی نظام ہے بھئی معاملہ میرا ہے جھگڑا میرا ہے مقدمہ میرا ہے اور مجھے بولنے کی اجازت نہیں میری طرف سے کون بولے گا؟ وکیل بولے گا بھئی وکیل، یہ کیسا نظام ہے بھئی؟ جو دعویٰ کرنے والا ہے اس کو بولنے کی اجازت ہونی چاہیے بھئی وہ خود بات کرے خود بات کرے بھئی۔ پھر ان وکیلوں کی فیس کون بھرے بھئی؟ وکیلوں کی الگ فیس ہے اور عدالت کی الگ فیس ہے اور پھر درمیان میں جو لوگ رشوتیں لیتے ہیں اہلکار بیچ میں جو آجاتے ہیں وہ الگ ہیں بھئی، کوئی عام آدمی تو انصاف کا تصور بھی نہیں کر سکتا کبھی اس کے حق میں انصاف کے ساتھ فیصلہ آجائے تو بڑی خوشیاں مناتے ہیں بھئی انصاف ہو گیا ہمارے ساتھ، ورنہ تو اگر انصاف ملتا بھی ہے بہت خرچہ کرنے کے بعد جا کر انصاف ملے گا ویسے نہیں کسی کو انصاف ملتا۔ تو قاضی کو ظاہری ایسی جگہ بیٹھنا چاہیے جہاں ہر ایک اس تک پہنچ سکے بھئی۔

طالبان کا نظام تھا مولانا اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ہمیں بھی وہ نظام دکھلا دیا کہ وہ نظام جو حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ چودہ سو سال پہلے لے کر آئے تھے آج کے اس ایٹمی دور کے اندر بھی وہ اسی طرح نافذ العمل اور اسی طرح کامیاب ہے جیسا اس زمانے کے اندر تھا بھئی، وہ نظام صرف اس زمانے کے لیے نہیں وہ اللہ کا بنایا ہوا نظام ہے تو اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کی گنجائش یا کسی قسم کی غلطی کی کوئی گنجائش نہیں، انسان کا نظام انسان تو اپنا نظام بدلتا رہتا ہے بھئی دن رات اس میں خامیاں ظاہر ہوتی ہیں اور وہ پھر اصلاح کرتا ہے۔ طالبان کا عجیب نظام تھا مولانا عجیب امن و انصاف ہوا کرتا تھا بھئی: قاضی کی جگہ مقرر ہوتی تھی شہر کے اندر بھئی قاضی آتا تھا اس جگہ پر آکر بیٹھ جاتا بھئی ہر ایک آزادی سے آرہا ہے اپنا مقدمہ پیش کر رہا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور بڑی جلدی بھئی یہاں پر تو کیس چلتے ہیں سالہا سال تک فیصلہ ہی نہیں ہوتا بھئی کتنے ہی سال گزر جاتے ہیں یہ تو ہر عام کیس میں اسی طرح ہوتا ہے بھئی، خصوصاً زمین کا کوئی مسئلہ آگیا کسی نے آپ کی زمین پر قبضہ کر لیا آپ کی زمین ہے آپ کے کاغذات آپ کے پاس ہیں سارا کچھ موجود ہے گواہ ہر چیز آپ کے پاس موجود ہے مگر ایک آدمی آیا اس نے راتوں رات آپ کے پلاٹ پر بھئی اس نے چار دیواری کر دی بس مولانا قبضہ ہو گیا اس کا اب کیس عدالت میں چلے گا آپ عدالت چلے بھی جائیں عدالت میں کیس چلے گا، بھئی آپ کے پاس سارا کچھ موجود ہے گواہ موجود ہیں کاغذات موجود ہیں سب کچھ نہیں بھئی بس اب کیس چلے گا بھئی اور اتنے سالوں تک چلے گا آپ کی زندگی میں تو شاید ہی اس کا فیصلہ ہو آپ کے بیٹے کی زندگی میں ہو جائے تو بھی غنیمت سمجھیے گا۔ یہ عجیب نظام ہے بھئی سارا کچھ موجود ہے سارے گواہ موجود ہیں سب کو پتہ ہے پھر اتنی تاخیر بھئی کہ انسان مایوس ہو جاتا ہے بلکہ اب عدالت میں جانے سے پہلے تو کوئی آدمی سو دفعہ سوچتا ہے کہ میں اس عدالت میں جاؤں یا نہ جاؤں بھئی اتنا خرچہ میں کر سکوں گا اتنا عرصہ میں وکیلوں کی فیسیں اور اہلکاروں کو رشوتیں دے سکوں گا؟ اکثر لوگ تو جاتے ہی نہیں ہیں بھئی اس وجہ سے اپنا حق چھوڑ دیں گے لیکن عدالت میں نہیں جائیں گے کیونکہ انہیں پتہ ہے بھئی بڑا مشکل ہے کہ فوراً مجھے انصاف مل جائے بھئی۔

طالبان کے زمانے میں قاضی آتا تھا بھئی قاضی بیٹھا ہوتا شہر میں مقرر جگہ ہوتی تھی لوگ کھلم کھلا جس کا دل کرتا ہے آرہا ہے مقدمہ پیش کر رہا ہے قاضی پوچھتا ہاں بھئی بتاؤ مدعی کون ہے کس کا دعویٰ ہے کس چیز کا دعویٰ ہے اور کس پہ دعویٰ ہے مدعیٰ علیہ کون ہے بھئی؟ پوچھ لیتا ہاں بھئی مدعی سے کہتا تمہارے پاس کوئی گواہ ہیں گواہ پیش کرو اس مسئلے کے اندر تمہارے اوپر گواہ آتے ہیں، وہ دو گواہ پیش کر دیتا بھئی قاضی ایک آدھ دن میں ان کی تحقیق کروالیتا یہ گواہ کس قسم کے ہیں قابلِ اعتماد آدمی ہیں یا قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہیں اگلے دن مقدمے کا فیصلہ ہو گیا، بعض اوقات تو وہیں پر اطمینان سے فیصلہ ہو گیا بھئی بعض اوقات اگلے دن نہیں تو تین دن تک زیادہ سے زیادہ تین دن میں تو ہر معاملہ ختم بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ فوراً فیصلہ ہو جاتا تھا فوراً فیصلہ بھئی اور عجیب نظام مولانا، یہاں پر تو کتنی کتنی میں نے بتایا فیسیں بھرنا پڑتی ہیں بھئی اور فیصلہ عدل انصاف پھر بھی بہت مشکل ہے کہ انسان کو ملے بھئی۔ دراصل یہ انگریز کا بنایا ہوا سارا نظام ہے: انگریز جب یہاں آئے انہوں نے برصغیر پر قبضہ کیا اور انہوں نے برصغیر کے لوگ چونکہ ان کے قابو میں نہیں آرہے تھے انہوں نے ان کو قابو میں رکھنے کے لیے اپنا جابرانہ ایک نظام بنایا تاکہ ہر ایک کو قابو میں کر لیں، تو تقریباً وہی جابرانہ نظام ابھی تک چل رہا ہے بھئی۔ اگرچہ اصلاح کی انہوں نے کوشش کی ہے لیکن کہاں اصلاح ہو سکتی ہے بھئی جس کی جڑ ہی بنیاد ہی خراب ہو پھر اس کے بعد کیا اصلاح ہو گی اور پھر ویسے بھی انسان کا بنایا ہوا نظام ہے تو یہاں عدل و انصاف بہت مشکل ہے بھئی۔ طالبان کے ہاں قاضی بیٹھتا ہر ایک اس کے پاس آسکتا تھا اور چونکہ طالبان جنگ میں مصروف تھے ابھی تک ان کی جنگیں ہی نہیں ختم ہوئی تھیں تو لہٰذا ان کے پاس اتنے وسائل بھی نہیں تھے ہر جگہ قاضی بھی نہیں مقرر کر سکتے تھے بھئی تو لوگ بعض اوقات دوسرے شہر دوسرے گاؤں وغیرہ سے دور سے لوگوں کو آنا پڑتا تھا مقدمات کے سلسلے میں، تو جب تک اس کا مقدمہ چل رہا ہے وہ جو مقدمے کے لیے لوگ آئے ہیں ان کے رہنے سہنے کھانے پینے کا سارا خرچہ طالبان کے ذمے ہوتا تھا، اور طالبان ان سے معذرت بھی کرتے تھے آنے جانے کا بھی خرچہ دیتے کھانے پینے رہائش ہر چیز ان کو مہیا

کرتے کہ آپ کا کیس عدالت میں چل رہا ہے اور ہزار معذرتیں بھی ان سے کرتے کہ بھئی ہمارا کام تھا آپ کے گھر کے دروازے تک انصاف ہم پہنچاتے آپ کی بستی میں انصاف کے لیے قاضی مقرر کرتے لیکن ابھی ہمارے پاس اتنے اسباب نہیں ہیں ہم کوشش کر رہے ہیں حالات بہتر سے بہتر ہوتے چلے جا رہے ہیں ہم بہت زیادہ آپ سے معذرت کرتے ہیں کہ آپ کے دروازے تک انصاف نہیں پہنچا سکے البتہ یہ جب تک آپ کا مقدمہ چل رہا ہے اس میں جب آپ کو آنا جانا پڑے گا چونکہ یہ ہماری کوتاہی ہے مملکت کی کوتاہی ہے لہٰذا آپ کو آنے جانے کا رہنے کا کھانے کا سارا خرچہ ہماری طرف سے آپ کو ہم دیں گے بھئی۔ فوراً چٹکیوں میں بھئی فوراً مقدمات ختم ہوتے تھے یہاں تو سالوں کی تو پرواہ ہی کوئی نہیں ہے بھئی۔ میں نے بتایا زیادہ سے زیادہ تین چار دن تک چلتا تھا کوئی بڑا ہی مقدمہ ہو جس میں زیادہ تحقیق وغیرہ کی ضرورت پیش آجائے تو وہ چند دن زیادہ چل جائے فوراً فیصلہ ہو جاتا تھا بھئی فوراً فیصلہ۔ لوگ کتنے خوش بھئی اتنا انصاف کسی کو ملے اتنا انصاف انسان حیران ہوتا ہے۔ یہی انصاف تو تھا کہ لوگ خود بخود طالبان کو پکارتے تھے کہ ہمارے علاقے میں بھی آؤ یہاں بھی قبضہ کرو یہاں بھی قبضہ کرو بھئی اتنا عدل وانصاف بھئی کسی سے کسی قسم کی زیادتی نہیں بھئی بڑے سے بڑا ہو وہ بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتا بھئی۔ وہاں کے حکام جو تھے وہ عوام کے خادم ہوا کرتے تھے بھئی، حاکم تو ہوتا ہی عوام کا خادم ہے بھئی یہاں پر تو کوئی حاکم بنتا ہے انسان حیران رہ جاتا ہے بھئی حاکم بنتے ہی خلائی مخلوق بن جاتا ہے بھئی ابھی تک اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا بھئی سمجھ میں آیا؟ کوئی پوچھنے والا نہیں تھا کوئی اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا اب اس کی جان کو خطرہ ہو گیا مولانا سینکڑوں ہزاروں محافظ ہیں پولیس ہے اور اس کے گھر کے چاروں طرف حفاظتی حصار قائم ہوتے ہیں بڑی بڑی گاڑیوں میں نکلتا ہے آگے پیچھے پولیس ہوتی ہے جہاں جا رہا ہے راستے میں ٹریفک بند کر دی جاتی ہے کہ جی کون گزر رہا ہے فلاں وزیر گزر رہا ہے فلاں گورنر گزر رہا ہے بھئی، عوام کا سارا کام بند ہو جائے اس کے کام میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں ہونی چاہیے فوراً بھئی ضروری کام پر اس نے پہنچنا ہے بھئی۔ کھا رہے ہیں پی رہے ہیں عیاشی ہو رہی ہے مملکت کا پیسہ اڑایا جا رہا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ مملکت کا پیسہ ایسے ایسے دفتر بنائے ہوتے ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ جب کہ طالبان کے اندر جو گورنر وزیر وغیرہ ہوتے تھے خدام ہوتے تھے خادم ہوا کرتے تھے بھئی ہر شخص کو ان کے دفتر میں آنے جانے کی اجازت ہوتی تھی کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی: صرف ایک امیر المؤمنین اور ایک افغانستان کا جو صدر ہوتا ان دو تک اجازت لے کر وقت لے کر ان سے ملنا پڑتا تھا کیونکہ ان کی واقعی مصروفیات بے انتہا زیادہ ہوتی تھیں ہر چیز کی انہوں نے نگرانی کرنی ہے اور احکامات جاری کرنے ہیں بھئی، ان کے علاوہ باقی کوئی بڑے سے بڑا وزیر ہے گورنر ہے قاضی ہے جو مرضی جہاں بیٹھتا ہے دروازے پر ایک آدمی بھی نہیں کھڑا ہو گا ہر شخص آرام سے سیدھا جائے اس کے کمرے میں اس سے جا کر بات چیت کر لے بھئی۔ مجھے خود اس زمانے میں افغانستان جانے اور وہاں کا نظام دیکھنے کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی بھئی، عجیب نظام تھا مولانا عید کا دن تھا عید الاضحی کا دن کابل کا صدارتی محل پریذیڈنٹ ہاؤس طالبان کے آنے سے پہلے اس محل کے سامنے جو سڑک تھی اس سڑک پر بھی عام آدمی کا داخلہ ممنوع تھا اور جب طالبان کا نظام آیا تو پھر عوام کی کیسے خدمت ہو رہی ہے کس طرح کسی کی کوئی تخصیص وہاں نہیں ہوتی تھی: عید الاضحی کے دن پریذیڈنٹ ہاؤس میں وزراء وغیرہ موجود تھے بھئی وزیرِ خزانہ وغیرہ ہم بھی ان کے ساتھ تھے ہمارے لیے چائے وغیرہ چیز انہوں نے منگوائی بیٹھے ہوئے ہیں اور بات چیت چل رہی ہے بتا رہے ہیں بھئی کہ ہمارے پاس بالکل اسباب نہیں ہیں کھانا پینا ان کا دیکھے تو انسان حیران رہ جائے ایک عام افغانی کا بھی کھانا پینا ان سے بہتر ہوا کرتا تھا بھئی ان سے بہتر ہوتا تھا بھئی۔ تو عید الاضحی چونکہ وہاں غربت بہت زیادہ اتنے سالہا سال سے جنگ جاری ہے تو بہت زیادہ غربت ہے ہر چیز تباہ ہو چکی ہے بھئی تو فقراء عید کے دن تھے گوشت مانگنے کے لیے اور پیسے مانگنے کے لیے محل کے اندر وزیروں کے کمروں تک آ رہے ہیں کہ ہمیں کچھ دے دیں کوئی روک ٹوک نہیں بھئی عام آدمی کو تو روکنا دور کی بات فقیروں کو بھی نہیں روکا جا رہا وہ اندر آ کے کہہ رہے ہیں ہمیں گوشت دیں یا کوئی پیسے دیں یا کچھ دے دیں وزراء کہتے بھئی ہمارے پاس خود نہیں ہے کچھ کھانے کو تمہیں کہاں سے دیں بھئی، ہاں جتنا ہو سکتا وہ کچھ نہ کچھ تعاون کرتے تھے ان کے ساتھ بھئی۔ اور واقعات لوگوں نے اتنے واقعات لکھے ہیں انسان حیران رہ جاتا ہے اتنا امن وانصاف بھئی اتنی عوام کی خدمت: ایک شخص لکھتا ہے کہ مجھے افغانستان جانے کا اتفاق ہوا وہاں گھوم رہا ہوں دیکھ رہا ہوں ان کا نظام بھئی ایک جگہ پر دیکھا کچھ لوگ بجلی کے کھمبے پر تار وغیرہ لگا رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں میں بھی ان کے پاس جا کر کھڑا ہوا وہ انہوں نے بتایا بھئی یہ بجلی کی کوئی تاریں وغیرہ کچھ خراب ہو گئی تھیں اب ہم ٹھیک کر رہے ہیں ان کو لگے ہوئے ہیں بھئی کافی حد تک ٹھیک کر چکے ہیں بس اب یہ تھوڑا سا کام باقی رہ گیا ہے۔ کہتا ہے باتوں باتوں میں مجھے دوسرے شخص نے جو وہاں تھا اس نے بتایا کہتا ہے یہ جو اس وقت کھمبے پر چڑھا ہوا ہے یہ ہمارا وزیرِ بجلی ہے بھئی: کہتے ہیں اور ساتھی جو تھے وہ کام کر رہے تھے یہ تار ٹھیک کر رہے تھے ان سے صحیح نہیں ہو رہی تھی وزیرِ بجلی خود ساتھ یہاں لگا ہوا ہے کام بھی کر رہا ہے نگرانی بھی کر رہا ہے اور یہ مضبوط آدمی ہے ذرا اس نے ان سے تار نہیں لگ رہی تھی اس نے کہا نیچے اترو بھئی میں خود لگاتا ہوں بھئی تم سے نہیں لگ رہی۔ سمجھ میں آیا؟ اور ہمارے یہاں وزیر ہو اور کوئی کام کر لے بھئی؟ نہیں بھئی وہ تو سوچتے ہیں یہ وزارت ہمیں ملی ہے عیاشی کے لیے ملی ہے لوگوں پر حکم چلانے کے لیے لوگوں پر

ظلم وستم کرنے کے لیے اپنی من مانیوں کے لیے یہ ہمیں حکومت ملی ہے ہم کریں گے بھئی جتنا اس دوران ہم پیسہ جوڑ سکتے ہیں جوڑ لیں گے یہی تو وقت ہے پھر یہ وقت کہاں ملے گا بھئی، اتنا مال بنا لیتے ہیں کہ کئی نسلوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے بھئی۔ اللہ۔ تو یہ باب اچھی طرح پڑھ لو بھئی ان شاء اللہ بہت جلد اسلامی نظام اللہ تعالیٰ یہاں بھی لے آئیں گے بھئی تو آپ حضرات ان شاء اللہ قاضی بنیں گے تو کیسے فیصلہ کرنا ہے اور کس طرح عوام کی خدمت کرنی ہے یہ ساری چیزیں صاحبِ قدوری بتلا رہے ہیں بھئی۔ دیکھیے بھئی بات دور نکل گئی۔

تو کہتے ہیں وَيَجْلِسُ لِلْحُكْمِ جُلُوسًا ظَاهِرًا فِي الْمَسْجِدِ اور بیٹھے فیصلے کے لیے ظاہری بیٹھنا مسجد کے اندر کہ ہر ایک آ سکے وَلَا يَقْبَلُ هَدِيَّةً إِلَّا مِنْ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ قبول نہ کرے ہدیے کو مگر اپنے قریبی محرم رشتے دار سے۔ یاد رکھیے قاضی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی سے ہدیہ قبول کرے بھئی کوئی اس کو تحفے تحائف وغیرہ دیتے ہیں اس کے لیے جائز نہیں ہے لینا، ہاں اپنے قریبی محرم رشتے دار سے ہدیہ لے سکتا ہے یا ایسا شخص جو اس کے قاضی بننے سے پہلے بھی اس کو ہدیہ دیا کرتا تھا اب بھی اس سے ہدیہ لے سکتا ہے لیکن اتنا ہی ہدیہ جتنا وہ پہلے دیتا تھا: اگر پہلے جب بھی آتا تھوڑی چیز لاتا تھا اب جب سے قاضی یہ بنا ہے اب وہ خوب زیادہ چیز لے کر آتا ہے نہیں معلوم ہوا کہ یہ اس کے عہدۂ قضا کی وجہ سے اس کو دے رہا ہے تاکہ میرا تعلق اور بہتر ہو جائے اور پھر کبھی مجھے ضرورت پڑے تو یہ میری کیا کرے گا؟ مدد کرے گا، تو قاضی کے لیے کسی سے تحفے تحائف لینا جائز نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ لوگ کیا کرتے ہیں اس طرح قاضی سے تعلقات بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کل ہمارا کوئی مقدمہ ہمارے خلاف کوئی مقدمہ قاضی کے پاس گیا تو پھر یہ ہمارے بارے میں کوئی سخت فیصلہ نہیں کرے گا بھئی ضرور ہماری رعایت رکھے گا۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَقْبَلُ هَدِيَّةً إِلَّا مِنْ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ اور قبول نہیں کرے گا ہدیے کو مگر اپنے قریبی محرم رشتے دار سے أَوْ مِمَّنْ جَرَتْ عَادَتُهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِمُهَادَاتِهِ یا اس شخص سے جَرَتْ عَادَتُهُ کہ اس کی عادت جاری ہے قَبْلَ الْقَضَاءِ اس قضا سے پہلے بِمُهَادَاتِهِ، مہادات کہتے ہیں ہدیہ دینا، اسے ہدیہ دینے کی: اپنے قریبی محرم رشتے دار سے میں نے بتلایا ہدیہ قبول کر سکتا ہے اور ایک وہ شخص جس کی عادت ہے پہلے عہدۂ قضا سے پہلے سے ہی کیا کرتا ہے اس کو ہدیہ وغیرہ دیتا ہے، تو وہ شخص جس کی عادت ہی جاری ہے قضا سے پہلے اس کو ہدیہ دینے کی۔

وَلَا يَحْضُرُ دَعْوَةً إِلَّا أَنْ تَكُونَ عَامَّةً۔ بھئی قاضی کسی کی دعوت میں بھی نہیں جا سکتا بھئی، سمجھ میں آیا؟ بہت بڑی ذمہ داری ہے مولانا یہ کوئی بہت بڑی ذمہ داری ہے، ہاں ایسی دعوت میں جا سکتا ہے جو عام دعوت ہو خصوصی طور پر اس کے لیے کوئی دعوت کرے اس کے لیے جانا جائز نہیں بھئی۔ ہاں قریبی محرم رشتے دار کرتا ہے پہلے بھی کرتا ہے تو پھر اس کی دعوت میں جا سکتا ہے اور کوئی خاص دعوت کرتا ہے اس میں نہیں جا سکتا اس کے لیے جانا جائز نہیں، ہاں اگر عام دعوت ہے اس میں جا سکتا ہے۔ بھئی عام دعوت کون سی ہوتی ہے؟ یاد رکھیے عام دعوت وہ ہے کہ جہاں اور لوگ بھی بلائے گئے ہیں قاضی کے ساتھ اور قاضی نہ بھی جائے پھر بھی یہ دعوت ہو گی ضرور، اور ایک وہ دعوت ہے کہ صاحبِ دعوت کو پتہ لگا کہ قاضی صاحب نہیں آ رہے وہ دعوت ہی منسوخ کر دیتا ہے اس نے تو کی کس کے لیے تھی؟ قاضی صاحب کے لیے، سمجھ میں آیا؟ معلوم ہوا یہ دعوتِ خاص ہے بھئی، تو دعوتِ خاص میں نہیں جا سکتا ہاں دعوتِ عام میں جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا يَحْضُرُ دَعْوَةً إِلَّا أَنْ تَكُونَ عَامَّةً اور حاضر نہیں ہو گا کسی دعوت میں مگر یہ کہ وہ عام دعوت ہو وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَعُودُ الْمَرِيضَ اور جنازے میں بھی حاضر ہو سکتا ہے اور مریض کی عیادت بھی کر سکتا ہے بھئی، جنازے میں بھی حاضر ہو اور مریض کی عیادت بھی کرے اس لیے کہ یہ مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرنی چاہیے کوئی مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرنی چاہیے بھئی۔ وَلَا يُضِيفُ أَحَدَ الْخَصْمَيْنِ دُونَ خَصْمِهِ بھئی قاضی کے پاس دو آدمیوں کا مقدمہ چل رہا ہے بھئی ان دو میں سے کسی ایک کی دعوت کرتا ہے قاضی یہ بھی اس کے لیے جائز نہیں ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک کی دعوت کر رہا ہے دوسرے کی نہیں کی نہیں دونوں کی کرنا چاہے اکٹھی تو کر سکتا ہے لیکن ایک کی کرے اور ایک کی نہ کرے تو یہ درست نہیں ہے معلوم ہوا یہ اس شخص کی طرف مائل ہے تو یقیناً اب انصاف کا دامن تھامنا قاضی کے لیے مشکل ہو جائے گا وہ جب اس کی دعوت کر رہا ہے اتنا تعلق ہے تو ضرور فیصلے میں بھی اس کا لحاظ رکھے گا بھئی، تو یہ جائز نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُضِيفُ اور ضیافت نہ کرے یعنی دعوت نہ کرے أَحَدَ الْخَصْمَيْنِ دو فریقین میں سے کسی ایک کی بھی دُونَ خَصْمِهِ نہ کہ اس کے خصم کی یعنی دو خصموں میں سے ایک کی تو کرتا ہے لیکن اس کے فریقِ مخالف کی نہیں کرتا ایسا نہ کرے۔

فَإِذَا حَضَرَا سَوَّى بَيْنَهُمَا فِي الْجُلُوسِ۔ بھئی جب دونوں فریقِ مخالف حاضر ہو جائیں دونوں خصم حاضر ہو جائیں سَوَّى بَيْنَهُمَا تو کیا کرے ان دونوں میں؟ برابری دونوں کو برابر جگہ پر بٹھائے بھئی: یہ نہیں ایک کو تو سامنے بٹھا دیا یہاں بھئی ادھر سامنے بیٹھو بھئی آپ کون ہو کیا مقدمہ لے کر آئے ہو،

مدعیٰ علیہ آتا ہے تو قاضی کہتا ہے آپ ادھر تشریف لائیے میرے پاس بیٹھیے بھئی آپ تو، بلکہ اپنی کرسی بھی چھوڑ دیتا ہے سر آپ تو یہاں تشریف رکھیں میری جگہ پر۔ بالکل برابری بھئی بڑے سے بڑا خلیفہ بھی آجائے گورنر بھی آجائے ایک طرف ایک غریب آدمی ہے دوسری طرف وہ گورنر پر اس نے مقدمہ کیا اور گورنر کو بھی قاضی بلوالے وہیں پر بھئی اور دونوں کو پھر برابر بٹھائے بھئی، ذرہ برابر بھی کسی درجے میں بھی یہ علم نہ ہو یہ اندازہ نہیں ہونا چاہیے فریقِ مخالف کو کہ قاضی اس کی طرف داری کر رہا ہے کسی بھی لحاظ سے، سمجھ میں آئی بات بھئی؟ یہ ہے اسلامی نظام بھئی عدل وانصاف بھئی۔ اسلامی نظام عجیب ہے مولانا تاریخ پڑھیں بھئی انسان پڑھتا ہے حیران رہ جاتا ہے: خلفاء کو قاضی طلب کرلیتا تھا کہ اس شخص کا آپ پر دعویٰ ہے عدالت میں حاضر ہو جائیں وہ آتا اور پھر تاریخ شاہد ہے اس بات پر قاضی ایسا فیصلہ کرتا تھا جو سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہوتا بھئی، خلیفہ کے خلاف اگر بات ثابت ہو جاتی وہیں پر فیصلہ کر دیتا کہ خلیفہ صاحب اس آدمی کو راضی کیجیے نہیں تو یہ آپ کی سزا ہے آپ کو بھگتنا پڑے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ عجیب نظام تھا۔ تو کہتے ہیں فَإِذَا حَضَرَا جب دونوں خصم حاضر ہو جائیں سَوَّى بَيْنَهُمَا تو برابری کرے ان دونوں کے درمیان فِي الْجُلُوسِ بیٹھنے میں وَالْإِقْبَالِ اور توجہ میں، توجہ میں بھی برابری کرے یہ نہ کرے ایک کی تو بات توجہ سے سنتا ہی نہیں دوسرا بات کرتا ہے تو بہت توجہ کے ساتھ بہت اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے یہ درست نہیں ہے بھئی اس سے دوسرے کی دل شکنی ہو گی مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ وَلَا يُسَارُّ أَحَدَهُمَا اور کسی ایک کے ساتھ بھی سرگوشی نہ کرے وَلَا يُشِيرُ إِلَيْهِ اور نہ اس کی طرف اشارہ کرے: قاضی صاحب ایک کے کان میں جا کر بات کر رہے ہیں بھئی نہیں بھئی سرگوشی نہ کرے نہ اشارہ وغیرہ کرے نہ ہاتھ سے نہ آنکھوں سے نہ بھنوؤں سے کسی چیز کے ذریعے کوئی اشارہ نہ کرے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور نہ کسی کے ساتھ سرگوشی کرے اس سے دوسرے فریق کی دل شکنی ہو گی کہ قاضی صاحب کے پاس میں آیا ہوں انصاف کے لیے اور یہ میرے مخالف فریق کے ساتھ کان میں بات کر رہے ہیں کیا اسے پتہ نہیں سکھا رہے ہیں اس سے دوسرے کی اتنی دل شکنی ہو گی کہ وہ اپنا حق بھی چھوڑنے پر تیار ہو جائے گا کہ نہیں بھئی میں مقدمہ نہیں لڑتا بھئی پتہ لگ رہا ہے قاضی مجھے انصاف نہیں دے گا لہٰذا وہ اپنا حق بھی چھوڑ جائے گا بھئی۔ وَلَا يُلَقِّنُهُ حُجَّةً اور کسی کو حجت کی دلیل کی تلقین بھی نہ کرے حجت بھی نہ سکھائے کسی کو بھئی، سمجھ میں آیا؟ ایسی بات نہ کرے جس سے دوسرے کو حجت سمجھ میں آجائے دلیل سمجھ میں آجائے: مثلاً گواہ گواہی دینے لگے ہیں بھئی قاضی اب اس کو طریقے سے گواہی سکھانا چاہتا ہے دیکھو کیسے کہے گا ہاں بھئی کیا تم اس مسئلے کے اندر یہ یہ اس بات کی تم گواہی دیتے ہو؟ بھئی یہ کیا بات ہوئی قاضی صاحب آپ نے تو ساری گواہی اس کو سکھا دی بھئی، وہ پتہ نہیں کس انداز میں بات کرتا کیا بات کرتا آپ نے تو خود ہی سارے جملے جوڑ کر بھئی جس میں کسی قسم کا جھول نہ ہو بات خوب دوسرے کے خلاف پکی ہو جائے آپ نے پوری گواہی سکھا دی اس کو، تو اس طرح نہ کرے۔ ہاں اگر ایسا شخص ہے جس پر قاضی کی مجلس کی ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ اس بیچارے سے بات ہی نہیں ہو رہی، بات ہی نہیں ہو رہی اب قاضی اس کو کیا کر سکتا ہے؟ تلقین وغیرہ کر سکتا ہے ایسے طریقے پر جس میں بدگمانی دلوں میں نہ آئے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ایک شخص ہے بیچارے پر بہت ہیبت طاری ہو گئی بھئی اب اس سے بات ہی نہیں صحیح طرح ہو رہی تو ہاں پھر قاضی اس کی تھوڑی بہت مدد کر سکتا ہے لیکن ایسے طریقے پر کہ اس کے علم میں کسی قسم کا اضافہ نہ ہو اس کا خوف دور ہو جائے وہ اطمینان سے اپنی بات کر سکے بس۔

فَإِذَا ثَبَتَ الْحَقُّ عِنْدَهُ وَطَلَبَ صَاحِبُ الْحَقِّ حَبْسَ غَرِيمِهِ۔ جب حق ثابت ہو جائے قاضی کے پاس اور طلب کرے صاحبِ حق یعنی حقدار جو ہے وہ طلب کرتا ہے حَبْسَ غَرِيمِهِ اپنے مقروض کی قید کو: حقدار کیا دعویٰ کرتا ہے قاضی صاحب یہ جو میرا مقروض ہے میرے پیسے نہیں ادا کر رہا ٹال مٹول کر رہا ہے اسے جیل میں ڈالیں قید کریں، تو صاحبِ حق طلب کر رہا ہے اپنے قرض خواہ کی قید کو لَمْ يُعَجِّلْ بِحَبْسِهِ تو قاضی جلدی نہیں کرے گا اس کے قید کرنے میں وَأَمَرَهُ بِدَفْعِ مَا عَلَيْهِ اور حکم دے گا اسے وہ چیز دینے کا جو اس پر ہے جو دین وغیرہ اس پر ہے اس کی ادائیگی کا اسے حکم دے گا، فَإِنِ امْتَنَعَ اگر وہ باز رہتا ہے یعنی حق ادا نہیں کرتا حَبَسَهُ تو اسے کیا کرے گا؟ قید کرے گا۔ یاد رکھیے بھئی علماء لکھتے ہیں بھئی ایک مدعیٰ علیہ وہ ہے جو اقرار سے بات تسلیم کرلیتا ہے اقرار کرلیتا ہے: زید نے عمرو پر دعویٰ کیا ہے اور قاضی کے پاس لے آیا قاضی نے عمرو سے پوچھا ہاں بھئی اس نے تمہارے اوپر دعویٰ کیا ہے اتنے پیسوں کا کیا تم اقرار کرتے ہو اس بات کا؟ وہ کہتا ہے جی ہاں میں اقرار کرتا ہوں، تو اب قاضی فوراً جیل میں نہ ڈالے بلکہ اسے کیا کہے؟ جاؤ بھئی زید کے پیسے ادا کر دو بات ثابت ہو گئی تم نے اس کے پیسے دینے ہیں تم نے اقرار کرلیا کیا کرو اس کے پیسے ادا کر دو۔ اور ایک صورت یہ بَيِّنَةٌ کے ذریعے ثبوت ہو بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو پچھلے مسئلے میں ابھی کیا ذکر کیا ثبوت کس کے ذریعے ہوا تھا؟ اقرار کے ذریعے اور زید کیا کہہ رہا ہے کہ قاضی صاحب اب اس کو فوراً جیل میں ڈالیں یہ میرے پیسے نہیں ادا کر رہا، نہیں بھئی وہ تو اقرار کر رہا ہے ابھی تک اس کا ٹال مٹول ظاہر نہیں ہوا معلوم ہوا وہ ٹال مٹول سے کام نہیں لے رہا اب اسے کچھ وقت دے دیں گے کہیں بھئی جلدی ادا کر دو اس کے پیسے۔ اور اگر ایک شخص ہے وہ انکار کر رہا ہے زید عمرو کو لے کر آیا اور عمرو انکار کر رہا ہے میں نے کوئی دین نہیں دینا زید نے بَيِّنَةٌ پیش کر دی بَيِّنَةٌ کے ذریعے ثابت ہو گیا کہ عمرو نے زید کے پیسے دینے ہیں، بَيِّنَةٌ کس نے قائم کی ہے؟ زید نے اور عمرو نے اس کے

پیسے دینے ہیں، کہتے ہیں اب اس سے یہ کہنا بھی ضروری نہیں قاضی کے لیے کہ بھئی اس کے پیسے ادا کر دو فوراً اسے جیل بھجوا دے کیونکہ اس کا ٹال مٹول تو پہلے ہی ظاہر ہے وہ بات اس نے کوئی تسلیم کی؟ وہ تو انکار کر رہا تھا پیسوں کا معلوم ہوا ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا اور ٹال مٹول کی وجہ سے پھر کیا کیا جاتا ہے؟ جیل میں ڈالا جائے گا اسے اور کچھ عرصہ جیل میں رکھیں گے تاکہ پتہ لگ جائے بھئی مال وغیرہ اس کے پاس ہے تو فوراً ادائیگی کر کے اپنے آپ کو چھڑوانے کی کوشش کرے گا بھئی۔ وَأَمَرَهُ بِدَفْعِ مَا عَلَيْهِ قاضی حکم دے گا اس شخص کو جو مدعیٰ علیہ ہے بِدَفْعِ مَا عَلَيْهِ اس چیز کے دینے کا جو دین اس پر ہے فَإِنِ امْتَنَعَ اگر وہ باز رہتا ہے رکا رہتا ہے یعنی دین ادا نہیں کرتا حَبَسَهُ اسے کیا کر دے گا؟ قید میں ڈالے گا فِي كُلِّ دَيْنٍ ہر ایسے دین کے اندر لَزِمَهُ جو اس پر لازم ہوا ہے بَدَلًا عَنْ مَالٍ بطورِ بدلہ کے ایسے مال سے حَصَلَ فِي يَدِهِ جو اس کے قبضے میں آیا ہے اس کے ہاتھ میں حاصل ہوا ہے۔

صورتِ مسئلہ یاد رکھو بھئی ادھر توجہ کرو: یاد رکھیے جب کسی شخص کے پاس مال ہو اور وہ پھر ادائیگی کے اندر ٹال مٹول کرتا ہے اپنا دین ادا نہیں کرتا تو قاضی کے پاس جا کر وہ قرض خواہ کیا مطالبہ کرتا ہے کہ قاضی صاحب یہ میرا دین ادا نہیں کر رہا آپ اسے جیل میں ڈال دیجیے، وہ بَيِّنَةٌ کے ذریعے اپنے دین کو ثابت کر دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اس مقروض کو جیل میں ڈال دیا جائے کیونکہ اس کے پاس مال موجود ہے یہ پھر بھی ادائیگی نہیں کر رہا، تو قرض خواہ کے مطالبے پر قاضی اسے جیل میں ڈال سکتا ہے تاکہ وہ جلد سے جلد کیا کر دے؟ دین کو ادا کر دے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک شخص پر دین ہے اس کے پاس مال بھی ہے پھر وہ ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے تو قرض خواہ کے مطالبے پر قاضی اسے جیل میں ڈال سکتا ہے بھئی جیل میں اسے ڈال دے گا۔ البتہ اگر ایسا شخص ہے جس کے پاس مال ظاہر نہیں ہے اور اس پر دین ثابت ہو جاتا ہے اور پھر وہ قرض خواہ مطالبہ کرتا ہے کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے اور مقروض کہتا ہے میرے پاس مال ہی نہیں ہے میں تو غریب آدمی ہوں مال ہوتا تو میں ضرور ادا کر دیتا میرے پاس مال ہی نہیں ہے میں کہاں سے ادائیگی کروں، تو یاد رکھیے پھر اسے قاضی جیل میں نہیں ڈالے گا بھئی۔ ہاں دو قسم کے دیون ہیں ان کے اندر قاضی اسے جیل میں ڈال دے گا اگرچہ وہ یہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے، دو قسم کے دیون ہیں۔ بات سمجھ میں آئی بھئی؟ کیا بات کی میں نے؟ کہ جب بھی کسی شخص پر دین ہو اور اس کے پاس مال بھی ہو اور پھر وہ ادائیگی نہیں کرتا ادائیگی کے اندر ٹال مٹول کرتا ہے تو قرض خواہ کے مطالبے پر قاضی اسے جیل میں ڈال سکتا ہے قاضی اسے جیل میں ڈال دے گا تاکہ وہ جلد سے جلد کیا کرے ادائیگی کر کے اپنے آپ کو چھڑوائے۔ البتہ اگر ایسا شخص ہے جس کے بارے میں پتہ نہیں کہ اس کے پاس مال ہے یا مال نہیں تو اس صورت میں اگر وہ کہتا ہے میرے پاس مال ہے ہی نہیں تو پھر اسے جیل میں نہیں ڈالا جائے گا، ہاں اگر قرض خواہ بَيِّنَةٌ کے ذریعے ثابت کر دے کہ اس کے پاس مال ہے تو پھر بھی اسے کیا کر سکتا ہے قاضی جیل میں ڈال سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ایک شخص ہے وہ کہتا ہے میرے پاس مال نہیں ہے اس کے اوپر دین ثابت ہو گیا لیکن وہ کہتا ہے میرے پاس مال ہی نہیں ہے اور قرض خواہ ادھر مطالبہ کر رہا ہے کہ اسے جیل میں ڈالا جائے اور وہ کہہ رہا ہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے جس کے ذریعے میں ادائیگی کروں تو قاضی اسے جیل میں نہیں ڈالے گا بھئی إِلَّا یہ کہ وہ قرض خواہ بَيِّنَةٌ کے ذریعے ثابت کر دے کہ اس کے پاس مال ہے، جب بَيِّنَةٌ کے ذریعے ثابت کر دیا کہ اس کے پاس مال ہے پھر یہ ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو اب اسے قاضی کیا کرے گا؟ جیل میں ڈال دے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو جیل میں تب ڈالا جاتا ہے جب اس کی ٹال مٹول ظاہر ہو جائے کہ مال ہونے کے باوجود یہ پھر کیا کر رہا ہے قرض خواہ کو تنگ کر رہا ہے ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے قرض کی ادائیگی نہیں کر رہا تو اسے جیل میں ڈالا جائے گا۔ لیکن اگر وہ یہ کہہ دیتا ہے میرے پاس مال نہیں ہے اس کے پاس مال ظاہر نہیں ہے اور وہ بھی کہتا ہے میرے پاس مال نہیں ہے تو قاضی اسے جیل میں نہیں ڈالے گا إِلَّا یہ کہ بَيِّنَةٌ کے ذریعے قرض خواہ ثابت کر دے کہ اس کے پاس مال موجود ہے۔

البتہ دو دیون ایسے ہیں جن کے اندر اس مقروض کو جیل میں ڈالا جائے گا اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے: ایک وہ دین جو کسی عقد کی وجہ سے کسی پر لازم ہوتا ہے، کوئی شخص اپنے اوپر عقد کی وجہ سے کیا لازم کر لیتا ہے؟ دین، ایسا عقد کرتا ہے جس کی وجہ سے اس پہ دین لازم ہو گیا مثلاً بھئی نکاح کیا، بھئی جب نکاح کیا تو بیوی کا مہر اس پر کیا ہو گیا؟ لازم ہوا وہ دین ہے اور یہ دین کس وجہ سے اس پر لازم ہوا ہے؟ عقد کی وجہ سے۔ اسی طرح کفالت ہے: کسی مسئلے میں کسی کا ضامن بن گیا کہ یہ پیسے ادا کرے گا اگر اس نے ادا نہ کیے تو میں ادا کروں گا، اب وہ اصل آدمی ادا نہیں کر رہا تو وہ جو قرض خواہ تھا وہ اس کے پاس آ گیا لاؤ بھئی تم نے کہا تھا تم نے ضمانت دی تھی اس آدمی کی اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا تھا اب تم پیسے ادا کرو، تو یہ بھی اس نے اپنے اوپر پیسے لازم کیے اور کس کی وجہ سے؟ عقدِ کفالت کی وجہ سے۔ سمجھ میں آیا؟ تو کسی بھی عقد کی وجہ سے جب کسی انسان نے اپنے اوپر پیسے لازم کیے ہیں تو اس سلسلے میں اب فریقِ مخالف مطالبہ کرتا ہے اسے جیل میں ڈالا جائے تو قاضی اسے جیل میں ڈالے گا بھئی۔ اس لیے کہ انسان اپنے اوپر مال کو ویسے لازم نہیں کرتا یقیناً وہ مالدار ہوتا ہے تو اپنے اوپر کیا کرتا ہے مال کو لازم، بھئی ایک آدمی غریب ہے وہ کبھی اپنے اوپر پیسے لازم کرے گا؟ یہ ایسا عقد کر رہا ہے جس کے ذریعے اپنے اوپر پیسے لازم کر رہا

ہے معلوم ہوا اس کے پاس اتنی گنجائش ہے جبھی تو اپنے اوپر کیا کر رہا ہے مال کو لازم، کسی کی ضمانت دے رہا ہے معلوم ہوا یہ اس کی ادائیگی کر سکتا ہے جبھی تو اس نے ضمانت دی تھی اب ادا نہیں کر رہا تو اب اس کو جیل میں ڈالیں گے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے مہر اپنے اوپر لازم کر رہا ہے بھئی معلوم ہوا یہ ادائیگی کر سکتا تھا جبھی تو اس نے اپنے اوپر پیسے لازم کیے جب کوئی شخص ادائیگی نہ کر سکتا ہو وہ کبھی بھی اپنے اوپر پیسوں کو لازم نہیں کرتا، تو یہ اس کے مالدار ہونے کی دلیل ہے لہٰذا اس وجہ سے اس کو جیل میں ڈالیں گے۔ تو عقد کی وجہ سے کوئی انسان اپنے اوپر مال لازم کرے تو اس مال کی وجہ سے کیا کیا جا سکتا ہے اسے جیل میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی ایسا دین انسان پر آئے جو اس پر ویسے ہی نہیں آ گیا بلکہ بدلے کے طور پر اسے بھی مال حاصل ہوا تھا، بدلے کے طور پر اسے بھی مال حاصل ہوا تھا: مثلاً دیکھو ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی ہے مثلاً گاڑی خرید لی اب یہ گاڑی کی قیمت ثمن اسے دینے پڑیں گے یہ اس پر دین ہو گیا، لیکن یہ دین اس پر ویسے ہی آیا ہے یا بدلے میں اسے بھی مال حاصل ہوا تھا؟ بھئی اس آدمی نے پانچ لاکھ روپے دینے ہیں مفت میں پانچ لاکھ دینے ہیں یا اس نے بھی کوئی مال لیا ہے؟ اس نے بھی مال لیا ہے یعنی اس نے گاڑی لی تھی پانچ لاکھ والی جبھی تو اس کو اب کتنا دینا پڑ رہا ہے؟ پانچ لاکھ، تو معلوم ہوا پانچ لاکھ والی گاڑی اس کے پاس ہے جب پانچ لاکھ والی گاڑی اس کے پاس ہے یہ مالدار ہوا اور پھر وہ دوسرا شخص پیسوں کا مطالبہ کر رہا ہے یہ پیسے ادا نہیں کر رہا حالانکہ مال تو اس کے پاس آیا ہے، یہ دین اس پر ویسے آیا؟ نہیں بلکہ بدلے میں اسے بھی کیا حاصل ہوا؟ مال، تو دین کتنا ہے؟ پانچ لاکھ اور گاڑی جو اس کے پاس مال ہے وہ بھی کتنا ہے؟ پانچ لاکھ تو پانچ لاکھ کی یہ ادائیگی کر سکتا ہے اور پھر ادائیگی نہیں کر رہا ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو مدعی نے آ کر کہا یہ میرے پیسے نہیں دے رہا اسے جیل میں ڈالا جائے، بھئی کس وجہ سے اس کے اوپر کیوں دینا ہے آپ کا دین اس نے؟ جی اس نے مجھ سے فلاں چیز خریدی تھی، تو اب اسے جیل میں ڈالا جائے گا کیونکہ یہ اس پر دین ویسے نہیں آیا بلکہ ایسے مال کے بدلے میں آیا ہے جس پر اس نے قبضہ کیا تھا، ایسی گاڑی یا ایسی چیز کے بدلے آیا ہے یہ ثمن اس پر جس پر اس نے کیا کیا تھا؟ قبضہ کیا تھا۔ یا مثلاً مولانا بدلِ قرض وہ بھی ایسا دین ہے: بھئی ایک آدمی دوسرے سے قرض لے لیتا ہے دس لاکھ روپیہ بطورِ قرض کے لے لیا اب بعد میں اس نے واپس بھی تو کرنا ہے تو وہ بدلِ قرض اس پر دین ہو گیا، بدلِ قرض کیا ہوا اس پر؟ دین ہو گیا بدل دے گا یا نہیں دے گا ان دس لاکھ کا بعد میں؟ تو بدلِ قرض اس پر دین ہوا لیکن ویسے ہی دین ہوا یا اس کو بھی مال حاصل ہوا تھا بدلے میں؟ اس کو بھی بدلے میں مال حاصل ہوا اور اس نے اس مال پر قبضہ بھی کر لیا تھا، تو جب یہ دس لاکھ پر قبضہ کر چکا ہے معلوم ہوا اس کے پاس مال ہے اور یہ اس کو ادا نہیں کر رہا ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو اسے کیا کیا جائے گا؟ جیل میں ڈالا جائے گا۔ تو خلاصۂ کلام کیا ہوا؟ کہ دو قسم کے دیون ایسے ہیں جس کی وجہ سے حقدار مطالبہ کرے تو مقروض کو جیل میں ڈالا جائے گا، قرض دار کو جیل میں ڈالا جائے گا: کون کون سے دو حق ہیں بھئی کون کون سے دین ہیں؟ ایک وہ دین جو کسی عقد کی وجہ سے انسان نے اپنے اوپر لازم کیا ہو اور دوسرا وہ دین ہے جو انسان پر کسی ایسے مال کے بدلے میں آیا ہے جس پر اس نے کیا کیا تھا؟ قبضہ کیا تھا۔

دیکھیے صاحبِ قدوری خود بھی بتلا رہے ہیں کہتے ہیں فَإِنِ امْتَنَعَ حَبَسَهُ اگر وہ باز رہا وہ قرض دین ادا نہیں کرتا تو حَبَسَهُ تو قاضی اسے جیل میں ڈالے گا فِي كُلِّ دَيْنٍ، دَيْنٍ نکرہ ہے لَزِمَهُ اس کے بعد فعل آیا نکرہ کے بعد فعل آئے تو کیا بنتے ہیں؟ موصوف صفت بنتے ہیں وہ فعل صفت بنے گا، اسی طرح آگے آ رہا ہے مَالٍ نکرہ ہے اس کے بعد حَصَلَ کا لفظ آیا یہ بھی آپس میں کیا بنیں گے؟ موصوف صفت اور موصوف صفت کا ترجمہ کیسے کرتے ہیں؟ موصوف سے پہلے ایسا یا ایسی کا لفظ لے آتے ہیں۔ اب دیکھنا ترجمہ بھئی: حَبَسَهُ قاضی اسے قید کرے گا فِي كُلِّ دَيْنٍ لَزِمَهُ ہر ایسے دین میں جو اس پر لازم ہوا ہے بَدَلًا بطورِ بدلہ کے، بھئی کس چیز کے بدلے کے طور پر یہ دین لازم ہوا ہے؟ کہتے ہیں عَنْ مَالٍ حَصَلَ فِي يَدِهِ ایسے مال کے بدلے میں جو اس کے ہاتھ میں یا اس کے قبضے میں حاصل ہوا ہے یعنی جس پر اس نے کیا کیا ہے؟ قبضہ کیا ہے كَثَمَنِ الْمَبِيعِ جیسے مبیع کے ثمن، یہ مبیع کے ثمن انسان پر دین ہوتے ہیں لیکن کیا یہ دین اس پر ویسے ہی لازم ہوا ہے یا بطورِ بدلہ کے؟ بطورِ بدلہ کے اور بدلہ بھی کس چیز کا ہے؟ ایسے مال کا جس پر اس نے کیا کیا تھا قبضہ کیا تھا یعنی مبیع پر، وَبَدَلِ الْقَرْضِ دیکھو بدلِ قرض بھی ایسا دین ہے جو انسان پر کیا ہوتا ہے لازم، تعریف پہ نظر بھی رکھنا بھئی فِي كُلِّ دَيْنٍ لَزِمَهُ اس کے مطابق ترجمہ کر رہا ہوں بدلِ قرض کی: بدلِ قرض ایسا دین ہے جو اس شخص پر لازم ہوا ہے بطورِ بدلہ کے ایسے مال سے جو حاصل ہوا اس کے ہاتھ میں جس پر اس نے یعنی قبضہ کیا تھا۔ ایک یہ بھئی اس دین کے اندر بھی قید میں ڈالے گا، یا ہر ایسا دین الْتَزَمَهُ اس کا عطف لَزِمَهُ پر ہے: ہر ایسا دین جو انسان اپنے اوپر لازم کرتا ہے بِعَقْدٍ کسی عقد سے، ہر ایسے دین میں جس کو اس نے اپنے اوپر لازم کیا ہو بِعَقْدٍ کسی عقد کی وجہ سے كَالْمَهْرِ جیسے کہ مہر ہے وَالْكَفَالَةِ اور جیسے کفالت ہے، وَلَا يَحْبِسُهُ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ اور قید میں نہیں ڈالے گا ان کے علاوہ اور دیون میں قید میں نہیں ڈالے گا۔ ہاں بھئی یہ معنیٰ نہیں کہ بالکل سرے سے ڈال ہی نہیں سکتا قید میں: باقی دیون میں اگر وہ یہ کہہ دیتا ہے قاضی صاحب میں تو فقیر ہوں محتاج ہوں ادائیگی نہیں کر سکتا تو پھر اس صورت میں ان باقی دیون میں قید میں نہیں ڈالیں گے، لیکن ان دیون میں اگر وہ کہہ بھی دیتا ہے میں فقیر ہوں محتاج ہوں قاضی صاحب پھر بھی اس کو کیا کیا جائے گا؟ جیل میں ڈالا جائے گا بھئی اس لیے کہ عقد

کے ذریعے خود اپنے اوپر مال کو لازم کیا ہے معلوم ہوا یہ غریب نہیں ہے ورنہ کبھی اپنے اوپر مال کو لازم نہیں کرتا، تو عقد نے اس بات کی نفی کر دی کہ یہ غریب ہے معلوم ہوا یہ غریب نہیں، نیز وہ جو دین اس پر آیا دوسرا بدلے کے طور پر وہ دین ویسے نہیں آیا بلکہ بدلے میں اس نے بھی کس چیز پر قبضہ کیا تھا؟ مال پر معلوم ہوا اس کے پاس وہ مال ہے تو یہ مالدار ہے، سمجھ میں آیا؟ تو ان چیزوں میں اس کا یہ کہنا کہ میں محتاج ہوں فقیر ہوں اس کی طرف توجہ نہیں کریں گے، اور باقی دیون کے اندر کیا کیا جائے گا؟ جی باقی دیون میں اگر کہہ دیتا ہے میں غریب ہوں محتاج ہوں تو اس صورت میں اسے جیل میں نہیں ڈالیں گے۔ یہ معنیٰ ہے وَلَا يَحْبِسُهُ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ اور قید میں نہیں ڈالے گا اس کو ان کے علاوہ اور دیون میں إِذَا قَالَ إِنِّي فَقِيرٌ جب وہ یہ کہہ دے کہ میں فقیر ہوں إِلَّا أَنْ يُثْبِتَ غَرِيمُهُ أَنَّ لَهُ مَالًا مگر یہ کہ ثابت کر دے اس کا قرض خواہ کہ اس کا مال ہے اس کے پاس مال ہے۔ ہاں اگر وہ یہ کہہ رہا ہے میں فقیر اور محتاج ہوں ان کے علاوہ کوئی اور دین ہے جو اوپر ذکر ہوئے ان کے علاوہ کوئی اور دین ہے یہ کہتا ہے میں فقیر اور محتاج ہوں اس لیے ادا نہیں کر سکتا قاضی اسے جیل میں نہیں ڈالے گا، لیکن اگر اس کا قرض خواہ بَيِّنَةٌ لے آتا ہے قاضی صاحب یہ غریب محتاج نہیں ہے اس کا فلاں بینک میں اکاؤنٹ ہے فلاں جگہ اکاؤنٹ ہے فلاں جگہ اس کے اتنے پلاٹ پڑے ہوئے ہیں یہ تو بڑا مالدار آدمی ہے تو پھر اس صورت کے اندر پھر اسے قید میں ڈالے گا کیونکہ اب یہ بات بَيِّنَةٌ سے ثابت ہو گئی کہ اس کے پاس مال ہے بھئی۔ یہ معنیٰ ہے إِلَّا أَنْ يُثْبِتَ غَرِيمُهُ مگر یہ کہ ثابت کر دے اس کا قرض خواہ أَنَّ لَهُ مَالًا کہ اس کے پاس مال ہے۔

بھئی کتنا عرصہ جیل میں ڈالے گا قاضی؟ صاحبِ قدوری بتلائیں گے دو مہینے یا تین مہینے تک جیل میں ڈالے اور اس کی تحقیق کرواتا رہے کہ اس کے پاس مال ہے یا ویسے ہی ٹال مٹول کر رہا ہے بھئی، یہ ٹال مٹول کر رہا ہے یا واقعی اس کے پاس مال نہیں ہے بھئی تو تحقیق کروالے۔ لیکن دو یا تین مہینے یہ مختلف اقوال ہیں علماء کے بھئی، صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کی مرضی ہے جتنا وہ مناسب سمجھتا ہے اتنے عرصے کے لیے جیل میں ڈال دے سمجھ میں آیا؟ کیونکہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں: ایک آدمی ہے اس کو دو دن جیل میں رکھیں گے وہ کہے گا بھئی میں پیسے دیتا ہوں مجھے جانے دو بس کسی طرح پیسے سارے ادا کر دے گا، ایک آدمی ہے اس کو آپ پانچ چھ مہینے بھی قید میں رکھیں گے اس کو اثر نہیں ہو گا بھئی، تو جتنا قاضی مناسب سمجھتا ہے اتنا جیل میں ڈال سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَيَحْبِسُهُ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً اور قید میں ڈالے گا اسے دو یا تین ماہ ثُمَّ يَسْأَلُ عَنْهُ پھر اس کے بارے میں پوچھے گا فَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ لَهُ مَالٌ خَلَّى سَبِيلَهُ اگر ظاہر نہ ہو اس کا کوئی مال خَلَّى سَبِيلَهُ تو اس کا راستہ چھوڑ دے گا یعنی اسے جانے دے گا۔ وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ بھئی قاضی نے اسے چھوڑ دیا قاضی نے کہہ دیا بھئی اس کے پاس مال ہی نہیں ہے واقعی میں نے تحقیق کروالی ہے، اب قرض خواہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جہاں جاتا ہے پیچھے پیچھے جاتے ہیں بھئی لاؤ بھئی ہمارا قرضہ دلاؤ بھئی ہمارا قرضہ ادا کرو ہر وقت اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو کیا قاضی ان کو منع کر دے کہ بھئی اس کے پاس مال نہیں ہے اسے تنگ نہ کرو بھئی ابھی فی الحال کچھ انتظار کر لو؟ کہتے ہیں نہیں قاضی ان کو نہیں روکے گا یہ اس کے پیچھے پڑے رہیں گے اس لیے کہ مال کا تو کوئی پتہ نہیں چلتا کسی بھی وقت انسان کو حاصل ہو جاتا ہے تو جیسے جیسے اس کو مال حاصل ہوتا جائے گا یہ اپنی وصولی کرتے رہیں گے۔ تو یہ معنیٰ ہے وَلَا يَحُولُ اور حائل نہ ہو قاضی بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرَمَائِهِ اس شخص کے درمیان اور اس کے قرض خواہوں کے درمیان۔

وَيُحْبَسُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ وَلَا يُحْبَسُ الْوَالِدُ فِي دَيْنِ وَلَدِهِ۔ بھئی ایک آدمی ہے وہ اپنی بیوی کا نفقہ نہیں ادا کرتا سمجھ میں آیا؟ تو کیا اس کو جیل میں ڈالا جائے گا اگر عورت مطالبہ کرتی ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی اس کو جیل میں ڈالا جائے گا کیونکہ نفقہ ضروری ہے عورت کی بقا کے لیے، سمجھ میں آیا؟ اسے کھانا پینا نہیں ملے گا پھر تو اس کی ہلاکت کا خطرہ ہے لہٰذا یہاں جیل میں ڈالیں گے۔ اسی طرح بیٹے نے اپنے والد پر دعویٰ کر دیا قاضی صاحب انہوں نے میرا دین دینا ہے فلاں مسئلے میں میں نے ان کو اتنے پیسے دیے ہیں یہ اب تک ادائیگی نہیں کر رہے، تو کیا والد کو اپنے بیٹے کے دین کی وجہ سے قید میں ڈالا جا سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی والد کو والدین کو ان کے بیٹے کی وجہ سے کوئی تکلیف دینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو بھئی، تو معلوم ہوا اولاد کے لیے جائز نہیں کہ والدین کو ادنیٰ تکلیف بھی دیں۔ تو یہاں بھی اگر ہم کیا کریں گے بیٹے کے دین کی وجہ سے باپ کو جیل میں ڈالیں گے تو گویا یہ تکلیف کون دے رہا ہے؟ بیٹا دے رہا ہے اور بیٹے کے لیے تو تکلیف دینا جائز نہیں ہے، اسی لیے آپ نے پڑھا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، ہاں گناہ ہے بہت بڑا آخرت میں عظیم مؤاخذہ ہو گا لیکن دنیاوی اعتبار سے صرف ہم بات کر رہے ہیں قصاص نہیں آئے گا۔ ہاں البتہ اگر ایک شخص ہے اس کے چھوٹے بچے ہیں نابالغ ہیں ان کا نفقہ بھی تو والد پر ہوا کرتا ہے اگر یہ ان کا نفقہ نہیں دیتا تو پھر اب جیل میں ڈالا جائے گا۔ بھئی اب جیل میں کیوں ڈالتے ہو اب بھی تو اولاد سبب بن رہی ہے والد کی تکلیف کا؟ کہتے ہیں بھئی اب ضروری ہے اب اگر یہ خرچہ ان پہ نہیں کرتا تو ان کی ہلاکت کا خطرہ ہے اس لیے اب کیا کیا جائے گا؟ انہیں ہلاکت سے بچانا بھی تو ضروری ہے بھئی تو ان کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس کو جیل میں ڈالا جائے تاکہ یہ نفقہ ادا کرے پھر بھئی۔ کہتے ہیں وَيُحْبَسُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ قید کیا جائے گا آدمی کو

اس کی بیوی کے نفقے کے اندر وَلَا يُحْبَسُ الْوَالِدُ فِي دَيْنِ وَلَدِهِ اور قید نہیں کیا جائے گا والد کو اپنی اولاد کے دین میں إِلَّا إِذَا امْتَنَعَ مِنَ الْإِنْفَاقِ عَلَيْهِ مگر اس وقت جب کہ یہ باز رہے ان پر خرچ کرنے سے یعنی وہ چھوٹے ہوں اور یہ ان پر خرچ کرنے سے باز رہے تو پھر جیل میں ڈالیں۔

وَيَجُوزُ قَضَاءُ الْمَرْأَةِ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ۔ بھئی عورت فیصلہ کر سکتی ہے یا نہیں اسے قاضی بنا سکتے ہیں یا نہیں بنا سکتے؟ کہتے ہیں بھئی عورت کو بھی قاضی بنا سکتے ہیں لیکن بہتر نہیں ہے، جائز ہے بھئی لیکن بہتر عورت کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔ اس لیے کہ آپ نے پڑھا کہ جو شہادت کی اہلیت رکھتا ہے وہ قضا کی بھی اہلیت رکھتا ہے، تو عورت گواہی دے سکتی ہے یا نہیں دے سکتی قاضی کے پاس؟ جب گواہی اس کی قابلِ قبول ہے تو اس کا قاضی بننا بھی صحیح ہو گیا، اور لیکن یاد رکھیے جیسے حدود و قصاص کے مسئلے میں اس کی گواہی قبول نہیں تھی تو حدود و قصاص میں عورت کی قضا بھی جائز نہیں: تو قاضی اگر بن بھی جائے تو پھر حدود و قصاص کے علاوہ باقی مسائل میں تو فیصلے کر سکتی ہے حدود و قصاص میں نہیں نافذ ہو گا اس کا فیصلہ۔ کہتے ہیں وَيَجُوزُ قَضَاءُ الْمَرْأَةِ فِي كُلِّ شَيْءٍ جائز ہے عورت کا فیصلہ کرنا ہر چیز کے اندر إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ مگر حدود اور قصاص جو ہیں کہ ان میں جائز نہیں۔

وَيُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي فِي الْحُقُوقِ إِذَا شُهِدَ بِهِ عِنْدَهُ۔ صورتِ مسئلہ یہ آپ نے ایک شخص پر دعویٰ کیا اور وہ شخص رہتا ہے مثلاً اسلام آباد میں: مدعیٰ علیہ ہے اسلام آباد میں اور آپ نے دعویٰ کرنا ہے آپ کے گواہ یہاں لاہور میں موجود ہیں اب کیا کیا جائے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی یہیں قاضی کے پاس مقدمہ کر دو اور اپنے گواہ پیش کر دو۔ قاضی کے پاس دعویٰ کر دیا آپ نے لاہور میں اور دو گواہ اس مسئلے میں پیش کر دیے گواہوں نے گواہی دے دی، قاضی کیا کرے گا؟ ان گواہوں کی گواہی کو لکھ لے گا بھئی پھر لکھنے کے بعد اس گواہی کو بھیج دے گا اسلام آباد کے قاضی کے پاس کہ میرے پاس کیا کیا تھا دو گواہوں نے اس طرح گواہی دی ہے فلاں فلاں آدمی پر اس مسئلے کے اندر بھئی۔ تو یہ جو گواہی بھیجی ہے ایک قاضی نے دوسرے کی طرف یہ نقلِ شہادت ہے مولانا گواہی بھیج رہا ہے دو گواہوں کی گواہی کو ادھر سے نقل کر رہا ہے۔ بھئی یہیں پر قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ فریقِ مخالف موجود نہیں ہے وہ غائب ہے اور کسی کی غیر موجودگی میں نہ اس کے حق میں فیصلہ کرنا جائز ہے نہ اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے، تو قاضی یہاں گواہی تو سن لے گا لیکن فیصلہ کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے تو اس قاضی کے پاس بھیج دے گا۔ اس کو کہتے ہیں كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي، کیا کہتے ہیں؟ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي، یہ کس چیز کا نام ہے بھئی؟ گواہی منتقل کی جا رہی ہے دراصل لاہور سے اسلام آباد۔ تو کتاب عربی میں خط کو کہتے ہیں خط بھئی، ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام سمجھ میں آیا؟ یہ ہے وہ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي جس میں گواہی منتقل کی جاتی ہے۔ اور یہ کن کن چیزوں میں جائز ہے بھئی؟ یاد رکھیے یہ تمام حقوق کے اندر جائز ہے ہاں حدود و قصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ حدود و قصاص ادنیٰ شبہے کی وجہ سے بھی کیا ہو جایا کرتے ہیں؟ ساقط ہو جایا کرتے ہیں لہٰذا ان کے اندر یہ جائز نہیں ہے باقی تمام حقوق کے اندر ایک قاضی دوسرے قاضی کی طرف خط لکھ سکتا ہے گواہی کو منتقل کر سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھیے بھئی اس میں کہ ایک قاضی دوسرے قاضی کی طرف خط بھیج رہا ہے جس میں گواہی درج ہے دو گواہوں کی تو ویسے ہی نہیں بھیج دے گا خط لکھا اور مدعی کے حوالے کر دیا لو اب یہ میں نے گواہی لکھ لی ہے لے جاؤ فلاں قاضی کے پاس، بلکہ کیا کیا جائے گا؟ قاضی دو گواہ بھی بنائے گا ان کو خط دے گا کہ لو میرا یہ خط اسلام آباد کے قاضی کے پاس لے جاؤ۔ قاضی کیا کرے گا جو خط بھیجنے والا ہے؟ دو گواہ بھی بنائے گا جو جا کر گواہی دیں گے کہ یہ ہمیں لاہور کے قاضی نے خط دیا تھا ہم گواہی دیتے ہیں اور یہ خط اب آپ وصول کر لیں اسلام آباد والے قاضی سے کہیں گے، وہاں جا کر کیا کریں گے باقاعدہ گواہی دیں گے کہ یہ کس کا خط ہے؟ لاہور کے قاضی کا، بھئی اس طرح تو ہر ایک کوئی خط جھوٹا بنا کر لے جائے گا تو لہٰذا کیا ہونا ضروری ہے خط کے ساتھ گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ تو دوسرا اسلام آباد والا قاضی خط قبول نہیں کرے گا ہاں جب گواہی دے دیں وہ کہ یہ فلاں کا جب گواہی ہو جائے پھر قبول کرے گا خط کو۔ تو کہتے ہیں وَيُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي قبول کیا جائے گا ایک قاضی کے خط کو دوسرے قاضی کی طرف فِي الْحُقُوقِ تمام حقوق کے اندر إِذَا شُهِدَ بِهِ، ہا ضمیر خط کو راجع ہے کتاب کو راجع کریں، جب گواہی دے دی جائے اس خط کی عِنْدَهُ اس دوسرے قاضی کے پاس۔ ترجمہ سمجھ میں آیا بھئی؟ جب گواہی دے دی جائے اس خط کی اس دوسرے قاضی کے پاس۔

کہتے ہیں فَإِنْ شَهِدُوا عَلَى خَصْمٍ حَاضِرٍ حَكَمَ بِالشَّهَادَةِ وَكَتَبَ بِحُكْمِهِ۔ بھئی صورتِ مسئلہ یہ آپ قاضی بنے ہوئے ہیں آپ کے پاس ایک مدعی آیا مدعیٰ علیہ کو لے کر آیا دعویٰ کیا کہ اس نے میرا ایک لاکھ روپیہ دین دینا ہے اور گواہ بھی لے آیا، آپ نے گواہ طلب کیے اس نے فوراً گواہ پیش کر دیے، جب گواہی پیش ہو گئی دو قابلِ اعتماد آدمیوں کی اب قاضی پر فرض ہے کہ وہ اسی کے مطابق فیصلہ کرے چنانچہ آپ نے بھی فیصلہ کر دیا کیونکہ دونوں فریق یہاں موجود ہیں تو اب آپ کیا کر سکتے ہیں فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جب فیصلہ کر لیں تو پھر اس کو رجسٹر میں لکھوائے بھئی قاضی، کیا کرے؟ کوئی نیک اور صالح آدمی کو اپنا کاتب مقرر کرنا چاہیے قاضی کو جو قاضی کے پاس آنے والے تمام معاملات کو لکھتا جائے گا ان کے مطابق بھئی اور نیک ہونا چاہیے صالح قابلِ اعتماد

آدمی ہونا چاہیے بھئی۔ تو آپ کے پاس جو گواہی آئی اس گواہی کو بھی لکھوالیں اس فیصلے کو بھی لکھوالیں کہ فلاں مسئلے میں میرے پاس فلاں فلاں آدمی آئے تھے فلاں نے دعویٰ کیا تھا فلاں پر اور پھر اس نے فلاں فلاں کو گواہ کے طور پر پیش کیا اور میں نے پھر اس مسئلے میں یہ فیصلہ کیا ہے، ساری تفصیل لکھ لے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ وہ صورت ہے جب دونوں فریق حاضر ہیں دیکھیے وہی بات ذکر کر رہے ہیں: فَإِنْ شَهِدُوا عَلَى خَصْمٍ اگر گواہی دی گواہوں نے عَلَى خَصْمٍ کسی خصم پر یعنی فریقِ مخالف پر ایسا فریقِ مخالف حَاضِرٍ جو وہاں پر حاضر ہے حَكَمَ بِالشَّهَادَةِ تو قاضی فیصلہ کر دے گا اس گواہی کی وجہ سے وَكَتَبَ بِحُكْمِهِ اور اپنے فیصلے کو لکھ لے گا۔

وَإِنْ شَهِدُوا بِغَيْرِ حَضْرَةِ خَصْمِهِ لَمْ يَحْكُمْ. اب وہ صورت ذکر کرنے لگے ہیں كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي کی تفصیل بتلائیں گے بھئی کیسے لکھے گا: یاد رکھیے صورت یہ تفصیل سن لو بھئی مثلاً بھئی آپ قاضی کے پاس آئے لاہور میں آپ کا ایک غلام ہے جو آپ سے بھاگ گیا ہے اسلام آباد میں کسی آدمی کے پاس آپ کو پتہ چلا وہ غلام موجود ہے بھئی یا آپ کی کوئی چیز ہے گاڑی وغیرہ چوری ہو گئی آپ کو پتہ چلا اسلام آباد میں فلاں آدمی کے پاس موجود ہے، آپ اس قاضی کے پاس آتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں قاضی کہتا ہے فریقِ مخالف کدھر ہے؟ آپ نے کہا وہ تو اسلام آباد میں رہتا ہے۔ تو قاضی کہتا ہے آپ کے پاس بَيِّنَةٌ ہے اس مسئلے میں؟ آپ کہتے ہیں جی ہاں بَيِّنَةٌ ہے بھئی، تو وہ ساری تفصیل میرا فلاں غلام ہے یہ نام ہے اس قسم کا حلیہ وغیرہ سارا کچھ ذکر کر دیں گے تاکہ کہیں غلطی وغیرہ نہ ہو، سارا کچھ ذکر کر دے گا اور پھر اس پر کہے گا وہ میرا غلام ہے اسلام آباد میں فلاں آدمی کے پاس ہے یہ دو گواہ میں پیش کرتا ہوں بھئی۔ قاضی تحقیق کروالیتا ہے یہ گواہ عادل ہیں اور وہ گواہی دے دیتے ہیں بھئی تو قاضی کیا کرے گا؟ ان دونوں کی گواہی کو لکھوالے گا لیکن فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ فریقِ مخالف کہاں رہتا ہے؟ اسلام آباد۔ اب وہ اسلام آباد کے قاضی کو خط لکھے گا، سمجھ میں آیا؟ خط کے اوپر لکھ دے گا کہ یہ لاہور کے قاضی کی طرف سے ہے اسلام آباد کے قاضی کے نام کہ میرے پاس فلاں فلاں دو آدمی آئے انہوں نے گواہی دی ہے اس بات پر کہ ایک غلام ہے جس کا یہ نام ہے اور فلاں آدمی کے پاس ہے اور یہ یہ غلام کا حلیہ ہے اور ان گواہوں نے گواہی دی ہے کہ یہ غلام اس مدعی کا ہے بھئی، کس کا ہے؟ اس مدعی کا ہے تو ان دونوں کی گواہی کو میں آپ کے پاس روانہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ یہ خط جب قاضی لکھ لے گا تو اس خط پر دو مردوں کو گواہ بنالے یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے بھئی اور ان کو جن کو گواہ بنا رہا ہے ان کے سامنے یہ خط پڑھ کر ان کو سنائے بھئی میں نے اس خط میں یہ یہ لکھا ہے تم گواہ رہنا بھئی، کیا کرنا؟ تم گواہ رہنا تم نے میرا یہ خط پہنچانا ہے اسلام آباد کے قاضی کے پاس تو یہ گواہ رہنا میں نے اس خط میں یہ یہ لکھا ہے تاکہ انہیں بھی پتہ لگ جائے کیا لکھا ہے اس کے اندر انہوں نے وہاں جا کر پھر گواہی دینی ہے۔ جب ان کو خط سنا دیا اب قاضی کیا کرے گا اس خط کو بند کرتا ہے مہر لگا دیتا ہے ان کے حوالے کر دیتا ہے کہ لو بھئی لے جاؤ خط کو۔ مدعی بھی ساتھ چل پڑا اسلام آباد کے قاضی کے پاس پہنچ گئے اسلام آباد کے قاضی نے پوچھا ہاں بھئی کہاں سے آئے کیسے آئے؟ انہوں نے کہا ہمیں لاہور کے قاضی نے بھیجا ہے اور یہ خط ہے فلاں فلاں آدمی پر کسی نے دعویٰ کیا ہے اس اس چیز کا۔ تو قاضی اس سے فوراً خط وصول نہیں کرے گا، فوراً خط نہیں بلکہ وہ جس کے خلاف دعویٰ ہے اس کو بلوائے گا وہ غلام جس پر دعویٰ ہے اس کو بھی بلوایا جائے گا جب وہ دونوں فریقِ مخالف حاضر ہو گیا غلام آ گیا اب قاضی ان کے سامنے خط وصول کرے گا گواہوں سے، کیا کر رہا ہے؟ ان فریقِ مخالف کے سامنے خط وصول کرے گا کیونکہ یہ خط دو گواہوں کی گواہی کے درجے میں ہے اس کی وجہ سے کیا ہونا ہے؟ فیصلہ ہونا ہے اس لیے لہٰذا اب ان کے سامنے وصول کرے گا، ان کے سامنے خط لے گا ان سے اور پھر پڑھ کر سنائے گا کہ یہ یہ مسئلہ ہے تمہارے اس غلام کا فلاں آدمی نے دعویٰ کیا اور اس پر دو گواہ بھی پیش کر دیے ہیں چنانچہ تم یوں کرو بھئی اس غلام کو اب لاہور روانہ کرو وہاں وہ گواہ اس کو دیکھ کر پھر گواہی دیں گے کہ یہی وہ غلام ہے جس کی وہ بات کر رہے تھے یا وہ کوئی اور غلام ہے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ غلام اگر اسی حلیے کا ہوا پھر ٹھیک ہے یہ تو لاہور بھیجیں گے اگر اس حلیے کا ہی نہ ہوا پھر تو بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تو اب اس غلام کو کیا کرے گا؟ قاضی بھجواتا ہے اور فریقِ مخالف ساتھ جانا چاہے جائے نہیں جانا چاہتا نہ جائے۔ غلام پھر پہنچا لاہور کے قاضی کے پاس تو یہاں پر بھئی اور ہاں غلام کو بھیجنے لگا ہے کہتے ہیں اس کے گلے میں کوئی ایسی چیز ڈال دے جس پر مہر وغیرہ لگا دے تاکہ کوئی غلام تبدیل نہ کر دے: لاہور پہنچیں تو وہ مدعی اس غلام کو غائب کر کے کوئی اور غلام پیش کر دے اور گواہ کہیں ہاں بھئی یہ وہی غلام ہے جو آپ کا تھا بھاگا تھا، سمجھ میں آیا؟ تو اس طرح دھوکہ کیا جا سکتا ہے تو غلام کے گلے میں کوئی چیز ڈال دے گا جس سے اس کی تبدیلی کوئی نہیں کر سکتا اب مہر لگا دی اوپر بھئی۔ اب وہ غلام لے کر پہنچے قاضیِ لاہور کے پاس قاضیِ لاہور نے اب پھر گواہوں کو بلوالیا ہاں بھئی یہی ہے وہ غلام جس کی تم نے گواہی دی تھی؟ وہ کہتے ہیں ہاں یہی ہے غلام۔ اب قاضی کیا کرے گا؟ پھر خط بھیج دے گا قاضیِ اسلام آباد کے پاس کہ جی ہاں یہی ہے وہ غلام جس کی انہوں نے گواہی دی تھی، لاہور والا قاضی ابھی بھی فیصلہ نہیں کر سکتا مولانا کیونکہ فریقِ مخالف موجود نہیں ہے، اگر وہ موجود ہے پھر تو ٹھیک ہے فیصلہ ہو جائے گا اگر وہ موجود نہیں تو فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر غلام اس کے پاس جائے گا قاضیِ اسلام آباد فریقِ مخالف کو بلوائے گا اور اس کے سامنے پھر کیا کر دے گا اب؟ فیصلہ کر دے گا

اور وہ غلام مدعی کے حوالے کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اب یہی تفصیل صاحبِ قدوری بھی بیان کر رہے ہیں کہتے ہیں وَإِنْ شَهِدُوا بِغَيْرِ حَضْرَةِ خَصْمِهِ لَمْ يَحْكُمْ اور اگر گواہ گواہی دے دیں فریقِ مخالف کی موجودگی کے بغیر ہی اس شخص کا جو خصم ہے اس کی موجودگی کے بغیر گواہی دے دیتے ہیں لَمْ يَحْكُمْ تو قاضی فیصلہ نہیں کرے گا کیونکہ غائب کے خلاف فیصلہ جائز نہیں وَكَتَبَ بِالشَّهَادَةِ اور لکھ لے گا اس گواہی کو لِيَحْكُمَ بِهَا الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ تاکہ فیصلہ کرے اس گواہی کے ذریعے، کون فیصلہ کرے گا؟ الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ وہ قاضی جس کی طرف خط لکھا گیا ہے وہ مکتوب الیہ قاضی یعنی اسلام آباد والا، وَلَا يَقْبَلُ الْكِتَابَ إِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ اور وہ مکتوب الیہ قاضی جو ہے اب وہ اسلام آباد والا وہ قبول نہیں کرے گا خط کو إِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ مگر دو آدمیوں کی گواہی کے ساتھ یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے ساتھ۔ وَيَجِبُ أَنْ يَقْرَأَ الْكِتَابَ عَلَيْهِمْ اور یہ قاضی لاہور جو ہے جو خط لکھ رہا ہے اس پر واجب ہے کیا واجب ہے؟ أَنْ يَقْرَأَ الْكِتَابَ عَلَيْهِمْ ان گواہوں پر بھی وہ خط پڑھے لِيَعْرِفُوا مَا فِيهِ تاکہ وہ جان لیں اس کو جو اس خط کے اندر ہے انہیں بھی پتہ لگ جائے خط میں کیا لکھا ہے ثُمَّ يَخْتِمُهُ پھر کیا کرے قاضی اس پر؟ مہر لگا کر بند کر دیا مہر لگا دی اب کوئی نہیں کھول سکتا وَيُسَلِّمُهُ إِلَيْهِمْ اور یہ خط ان گواہوں کے سپرد کر دے گا۔ وَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْقَاضِي اور جب یہ خط پہنچ جائے قاضی اسلام آباد کو لَمْ يَقْبَلْهُ إِلَّا بِحَضْرَةِ الْخَصْمِ تو وہ قبول نہیں کرے گا اس خط کو مگر یہ کہ فریقِ مخالف بھی موجود ہو اسے بھی بلوائے گا، فَإِذَا سَلَّمَهُ الشُّهُودُ إِلَيْهِ پس جب گواہوں نے یہ خط سپرد کر دیا اس کے یعنی وہ فریقِ مخالف بھی موجود ہے اس کے سامنے اس قاضی کے سپرد کر دیا نَظَرَ إِلَى خَتْمِهِ تو قاضی کیا کرے گا؟ اس کی مہر دیکھے گا کہ مہر صحیح لگی ہوئی ہے لاہور کے قاضی کا ہی خط ہے یہ تبدیلی تو نہیں کی کہیں کسی نے، فَإِذَا شَهِدُوا پس جب وہ گواہ گواہی دے دیں أَنَّهُ كِتَابُ فُلَانٍ الْقَاضِي کہ یہ خط ہے فلاں قاضی کا یعنی لاہور والے قاضی کا سَلَّمَهُ إِلَيْنَا اور اس نے ہمیں یہ خط سپرد کیا تھا فِي مَجْلِسِ حُكْمِهِ وَقَضَائِهِ اپنے مجلسِ حکم میں فیصلے کی مجلس میں یعنی جہاں فیصلے کرتا ہے وہیں پر اس نے یہ خط ہمیں دیا تھا، حکم اور قضا کا ایک معنیٰ، اپنی مجلسِ حکم اور مجلسِ قضا کے اندر اس لاہور والے قاضی نے ہمیں یہ خط دیا تھا وَقَرَأَهُ عَلَيْنَا اور اس نے یہ خط ہم پر پڑھا بھی تھا وَخَتَمَهُ اور اس نے اس پر مہر بھی لگائی، اب فَتَحَهُ الْقَاضِي قاضی کیا کرے گا؟ یہ قاضی اسلام آباد اس خط کو کھولے گا وَقَرَأَهُ عَلَى الْخَصْمِ اور اس کو پڑھے گا اس فریقِ مخالف پر وَأَلْزَمَهُ مَا فِيهِ اور لازم کر دے گا اس پر جو اس خط میں ہے یعنی اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔ میں نے تفصیل بتلا دی ہے جتنی جس کی ضرورت ہو اس کے مطابق: اگر صرف دین کی بات ہے اس نے میرا دو لاکھ روپیہ دینا ہے تو اب تو وہ دو لاکھ روپیہ لاہور واپس بھجوانے کی ضرورت ہے؟ نہیں بھئی اس میں تو کوئی ضرورت نہیں تو وہ وہیں پر فیصلہ کر دے گا قاضی کیونکہ اب مدعی بھی موجود مدعیٰ علیہ بھی آ چکا اور خط کے ذریعے دو گواہوں کی گواہی بھی آ چکی ہے، اس لیے کہا وَأَلْزَمَهُ مَا فِيهِ اس پر لازم کر دے جو اس خط میں ہے یعنی اس کے خلاف اب فیصلہ کر دے۔ وَلَا يُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ اور قبول نہیں کیا جائے گا كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي کو حدود اور قصاص میں۔

وَلَيْسَ لِلْقَاضِي أَنْ يَسْتَخْلِفَ عَلَى الْقَضَاءِ إِلَّا أَنْ يُفَوَّضَ إِلَيْهِ ذَلِكَ۔ بھئی ایک قاضی ہے وہ اپنا نائب بنانا چاہتا ہے کسی کو بھئی کہیں سمجھ میں آیا؟ نائب بنا دیتا ہے کسی کو خود آرام کرتا ہے دوسرے نائب کو بٹھا دیا اپنی جگہ بھئی، تو کیا نائب بنا سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی قاضی کے لیے اپنا نائب بنانا جائز نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ہاں اگر قاضی کو گورنر کی طرف سے اجازت ہے حاکم خلیفہ کی طرف سے اجازت ہے کہ بھئی تم اپنا نائب بھی بنا سکتے ہو یا جیسے تمہارا دل کرے ویسے کرنا تو پھر اب نائب بھی بنا سکتا ہے۔ یہ معنیٰ ہے وَلَيْسَ لِلْقَاضِي أَنْ يَسْتَخْلِفَ عَلَى الْقَضَاءِ اور جائز نہیں ہے قاضی کے لیے کہ وہ خلیفہ بنائے یعنی نائب بنائے عَلَى الْقَضَاءِ قضا پر إِلَّا أَنْ يُفَوَّضَ إِلَيْهِ ذَلِكَ مگر یہ کہ سپرد کیا جائے اس کے نائب بنانے کا اختیار اس کے سپرد کیا جائے۔

وَإِذَا رُفِعَ إِلَى الْقَاضِي حُكْمُ حَاكِمٍ أَمْضَاهُ إِلَّا أَنْ يُخَالِفَ الْكِتَابَ أَوِ السُّنَّةَ أَوِ الْإِجْمَاعَ۔ صورت یہ بھئی كِتَابُ آدَابِ الْقَاضِي کے شروع میں ہم نے پڑھا کہ قاضی کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ وہ مجتہد ہونا چاہیے بہتر کیا ہے؟ مجتہد ہونا۔ اب دیکھیے ایک مسئلہ ہے اس کے اندر صحابہ کے زمانے سے اختلاف چلا آ رہا ہے: بعض صحابہ فرماتے ہیں یہ مسئلہ اس طرح ہے بعض صحابہ فرماتے ہیں یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے، اب یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہوا۔ اس مسئلے کے اندر اب ایک قاضیِ مجتہد کے پاس ہی اس قسم کا معاملہ آ گیا، اب صحابہ کی دو رائے ہیں قاضی ان میں سے ایک رائے کو اختیار کر لیتا ہے، کیا کر لیتا ہے؟ ایک رائے کو اختیار کر لیا قاضی نے تو اب فیصلہ کر دیا اس نے تو کہتے ہیں یاد رکھیے اب دوسرا قاضی اس حکم کو توڑنا چاہے تو نہیں توڑ سکتا: بعد میں یہی معاملہ کسی دوسرے قاضی کے پاس چلا گیا تو دوسرا قاضی اس پہلے قاضی کے حکم کو توڑ نہیں سکتا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اس لیے کہ اس مسئلے پر کہتے ہیں اب اجماع ہو گیا، کیا ہو گیا؟ اجماع آپ اگلے سال پڑھیں گے بھئی کہ مجتہدین کسی معاملے میں اکٹھے ہو جائیں کہ مسئلہ اس طرح ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ ہر

ایک کی رائے ہو کہ یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔ تو پہلے تو اس میں اختلاف تھا صحابہ بعض کہہ رہے ہیں اس طرح ہے بعض اس طرح مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن اب یہ قاضی جو مجتہد ہے اس نے بھی کہہ دیا یہ مسئلہ اس طرح ہے اجتہاد کے ذریعے تو اب گویا مسئلے پر کیا ہو گیا؟ اجماع ہو گیا اس قاضی کی رائے بھی ان کے ساتھ مل گئی، اب جب اجماع ہو گیا اب دوسرے قاضی کے لیے اس کو توڑنا جائز نہیں ہے بھئی۔ ہاں اگر قرآن وحدیث یا اجماع کے خلاف ہو یا ایسا قول ہو جس کی کوئی دلیل ہی نہیں ہے تو پھر اس صورت میں وہ توڑ دے گا، کیا کرے گا؟ توڑ دے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا رُفِعَ إِلَى الْقَاضِي حُكْمُ حَاكِمٍ اور جب اٹھایا گیا یعنی پہنچایا گیا قاضی کے پاس کسی اور حاکم کا فیصلہ أَمْضَاهُ تو اسے نافذ کر دے قاضی اسے توڑے نہ بلکہ اسے کیا کر دے نافذ کرے گا سمجھ میں آیا؟ إِلَّا أَنْ يُخَالِفَ الْكِتَابَ مگر یہ کہ وہ فیصلہ کتاب اللہ کے مخالف ہو أَوِ السُّنَّةَ یا سنت کے مخالف ہو أَوِ الْإِجْمَاعَ یا اجماع کے مخالف ہو أَوْ يَكُونَ قَوْلًا لَا دَلِيلَ لَهُ یا ایسا قول ہو جس کی کوئی دلیل نہ ہو تو پھر ان کو نافذ نہ کرے۔

وَلَا يَقْضِي الْقَاضِي عَلَى غَائِبٍ اور قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا کسی غائب کے خلاف إِلَّا أَنْ يَحْضُرَ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ مگر یہ کہ حاضر ہو کوئی ایسا شخص جو اس کا قائم مقام ہو: غائب کے خلاف قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا مگر یہ کہ اس کا قائم مقام یعنی اس کا کوئی وکیل وغیرہ وہاں موجود ہو کیونکہ وکیل بھی کیا ہوتا ہے کسی آدمی کے قائم مقام ہوتا ہے، تو اس آدمی فریقِ مخالف کا خود ہونا یا اس کے وکیل کا ہونا ضروری ہے پھر فیصلہ کر سکتا ہے اس کے خلاف۔

وَإِذَا حَكَّمَ رَجُلَانِ رَجُلًا بَيْنَهُمَا۔ اچھا بھئی یہ تو قاضی کی بات تھی قاضی تو وہ ہے جسے خلیفہ نے مقرر کیا یا گورنر نے مقرر کیا اور اسے ولایتِ عامہ حاصل ہے تمام لوگوں پر بھئی سب کے خلاف جو مسئلہ آتا ہے وہ فیصلہ کر سکتا ہے بھئی۔ بھئی آپس میں کوئی لوگ آپس میں کسی کو حاکم ثالث بنا لیتے ہیں: بھئی زید اور عمرو کا جھگڑا ہوا انہوں نے بکر کو آپس میں ثالث بنا دیا کہ چلو بھئی تم ہم دونوں کے درمیان کیا کر دو اس مسئلے کے اندر؟ فیصلہ کر دو اس کو کہتے ہیں حَكَّمَ، کیا کہتے ہیں؟ یہ جو ثالث ہے جو فیصلہ کرنے والا ہے دو آدمیوں نے بنایا بھئی وہ فیصلہ کرنے والا ہے نہیں یعنی وہ قاضی نہیں ہے لیکن ان دونوں نے اسے اپنے معاملے میں کیا بنا دیا؟ حَكَم بنا دیا تو یہ ثالث ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو کیا یہ بنانا جائز ہے یا جائز نہیں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی جب وہ دو آدمی حَكَم بنا رہے ہیں اور وہ اس پر راضی ہیں تو اس کا حَكَم بننا صحیح ہے۔ لیکن اس کے لیے پھر وہی صورت ہے مولانا: حَكَم صرف وہ شخص بن سکتا ہے جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور قاضی وہ بن سکتا ہے جو شہادت کا اہل ہے اور شہادت کا اہل کون ہے؟ جو عاقل بالغ مسلمان ہو عادل ہو اور محدود فی القذف نہ ہو بچہ نہ ہو کافر نہ ہو غلام نہ ہو وغیرہ بھئی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا حَكَّمَ رَجُلَانِ رَجُلًا بَيْنَهُمَا جب حَكَم بنا دیا دو آدمیوں نے کسی آدمی کو اپنے درمیان وَرَضِيَا اور یہ دونوں راضی ہو گئے بِحُكْمِهِ اس کے فیصلے پر جَازَ تو یہ جائز ہے إِذَا كَانَ بِصِفَةِ الْحَاكِمِ جب کہ وہ حاکم کی صفت پر ہو یعنی قاضی کی صفت پر ہو یعنی قاضی والی شرائط اس میں پائی جائیں۔ وَلَا يَجُوزُ تَحْكِيمُ الْكَافِرِ اور جائز نہیں ہے کافر کو حَكَم بنانا وَالْعَبْدِ اور غلام کو وَالذِّمِّيِّ اور کسی ذمی کو وَالْمَحْدُودِ فِي الْقَذْفِ اور محدود فی القذف کو وَالْفَاسِقِ وَالصَّبِيِّ اور فاسق اور بچے کو، ان میں سے کسی کو نہیں بنا سکتے حَكَم کیونکہ یہ اہلِ شہادت نہیں۔

وَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَكَّمَيْنِ۔ اچھا دو آدمیوں نے مل کر ایک آدمی کو ثالث بنا دیا کہ تم نے ہم دونوں کے درمیان اس مسئلے میں فیصلہ کرنا ہے سمجھ میں آیا؟ اور ہم دونوں راضی ہوں گے آپ کے فیصلے پر تو یہ اب حَكَم بن گیا، کیا اب اس کو ختم کر سکتے ہیں؟ کہتے ہیں بھئی فیصلہ کرنے سے پہلے پہلے اگر ایک بھی کہہ دیتا ہے کہ نہیں بھئی مجھے نہیں پسند مجھے تمہارا فیصلہ نہیں قبول میں حَكَم قبول نہیں کرتا تو بس مولانا حَكَم اب وہ نہ رہا ختم ہو گیا کیونکہ ان دونوں نے خود اس کو اپنے اوپر ولایت دی تھی اور فیصلے سے پہلے خود ہی کیا کر دیا اب اسے ختم کر دیا۔ ورنہ کسی کو دوسرے پر کوئی ولایت نہیں ہوتی مولانا ہاں قاضی کو سب پہ ولایت ہوتی ہے اور یہاں ان دونوں نے اس کو حَكَم بنایا تھا اپنے اوپر ولایت دی تھی کہ جس کے خلاف جو بھی فیصلہ کرو گے ہمیں کیا ہو گا اس مسئلے میں وہ قبول ہو گا، تو اب خود ولایت دی تھی اور فیصلے سے پہلے خود ہی کیا کر دیا اس ولایت کو ختم بھی کر دیا درست ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَكَّمَيْنِ، مُحَكَّم وہ جو حَكَم بنانے والے ہیں، اور جائز ہے ہر ایک کے لیے مِنَ الْمُحَكَّمَيْنِ وہ جو حَكَم بنانے والے ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے أَنْ يَرْجِعَ کہ وہ رجوع کر لے مَا لَمْ يَحْكُمْ عَلَيْهِمَا جب تک کہ حَكَم نے ان کے خلاف فیصلہ نہیں کیا۔ وَإِذَا حَكَمَ عَلَيْهِمَا لَزِمَهُمَا اور جب وہ فیصلہ کر دے ان دونوں پر لَزِمَهُمَا تو ان دونوں پر کیا ہو گا؟ لازم، بھئی انہوں نے خود ولایت دی تھی اب وہ جو بھی فیصلہ کر دیتا ہے وہ لازم ہو گا ان پر نافذ کیا جائے گا۔

وَإِذَا رُفِعَ حُكْمُهُ إِلَى الْقَاضِي فَوَافَقَ مَذْهَبَهُ أَمْضَاهُ وَإِنْ خَالَفَهُ أَبْطَلَهُ۔ پھر وہی مولانا وہ مجتہد فیہ مسئلے کی بات آ گئی: مجتہد فیہ اختلافی مسئلہ ہے حَكَم نے اس میں فیصلہ کر دیا صحابہ کے زمانے سے اس میں اختلاف چلا آ رہا تھا حَكَم نے ایک فیصلہ کر دیا ایک قول کو اختیار کر لیا۔ تو پچھلے مسئلے

میں آپ نے پڑھا اگر کوئی قاضی ایک قول کو اختیار کرتا ہے تو دوسرا قاضی اس کے قول کو اور اس کے فیصلے کو توڑ نہیں سکتا لیکن اگر حَكَم فیصلہ کرتا ہے تو اب قاضی پر اس کا فیصلہ ماننا لازم نہیں ہے وہ اس کے فیصلے کو توڑ سکتا ہے اگر اس کے مذہب کے مخالف ہے، اگر موافق ہے تو پھر تو چلنے دے پھر توڑنے کا فائدہ کوئی نہیں ہاں اگر اس کے مخالف ہے تو اسے کیا کر سکتا ہے؟ توڑ سکتا ہے اس لیے کہ حَكَم کو ولایت ان دو آدمیوں پر حاصل ہے قاضی وغیرہ پر ولایت حاصل نہیں تو اس کی بات ماننا بھی ضروری نہیں قاضی کے لیے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا رُفِعَ حُكْمُهُ إِلَى الْقَاضِي جب پہنچایا گیا اس حَكَم کا فیصلہ قاضی تک سمجھ میں آیا اور اس اختلافی مسئلے میں تھا فَوَافَقَ مَذْهَبَهُ پس وہ فیصلہ موافق ہوا قاضی کے مذہب کے أَمْضَاهُ تو اسے کیا کرے؟ اسے نافذ کرے یعنی جاری رکھے اسے چلنے دے وَإِنْ خَالَفَهُ اور اگر اس قاضی کے مذہب کے مخالف ہے وہ فیصلہ أَبْطَلَهُ تو اسے کیا کر دے؟ باطل کر دے اسے توڑ دے۔

وَلَا يَجُوزُ التَّحْكِيمُ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ بھئی حدود و قصاص کے مسئلے میں حَكَم بنانا جائز نہیں ہے۔ وَإِنْ حَكَّمَاهُ فِي دَمِ الْخَطَإِ فَقَضَى الْحَاكِمُ۔ ہاں بھئی غلطی سے ایک آدمی سے دوسرا آدمی قتل ہو گیا وہ فیصلے کے لیے انہوں نے ایک کو ثالث بنا دیا اس ثالث نے دیت کا فیصلہ کر دیا کیا کیا؟ دیت اور دیت کس پر آیا کرتی ہے؟ قتلِ خطا میں عاقلہ پر آتی ہے قبیلے والوں پر آتی ہے، تو کہتے ہیں مولانا اب اس کا حکم قبیلے والوں پر نافذ نہیں ہو گا۔ کیوں نہیں نافذ ہو گا بھئی؟ کہتے ہیں وجہ یہ ان دو آدمیوں نے اس کو اپنے اوپر ولایت دی ہے سارے قبیلے والوں نے اس ثالث کو اپنے اوپر ولایت نہیں دی تو ان پر نافذ بھی نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَكَّمَاهُ فِي دَمِ الْخَطَإِ اگر ان دونوں آدمیوں نے حَكَم بنایا اس شخص کو فِي دَمِ الْخَطَإِ دمِ خطا کے اندر یعنی قتلِ خطا کے اندر فَقَضَى الْحَاكِمُ عَلَى الْعَاقِلَةِ بِالدِّيَةِ تو فیصلہ کر دیا حاکم نے عاقلہ پر دیت کا لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهُ تو اس کا حکم نافذ نہیں ہو گا۔ وَيَجُوزُ أَنْ يَسْمَعَ الْبَيِّنَةَ وَيَقْضِيَ بِالنُّكُولِ ہاں یہ بھی جائز ہے ثالث کے لیے کہ وہ بَيِّنَةٌ سنے اور اسی طرح کہ وہ فیصلہ کرے انکار کے ذریعے: قسم کسی کو دیتا ہے وہ انکار کرتا ہے تو اس کے ذریعے فیصلہ کرنا بھی درست، وجہ یہ کہ طریقہ ہی یہ ہے اسی طرح فیصلہ کیا جاتا ہے بَيِّنَةٌ کے ذریعے ہو گا یا قسم وغیرہ سے انکار پر۔

وَحُكْمُ الْحَاكِمِ لِأَبَوَيْهِ وَوَلَدِهِ وَزَوْجَتِهِ بَاطِلٌ۔ بھئی آپ نے پڑھا تھا کوئی شخص کیا کرتا ہے اپنے والد کے حق میں گواہی دے تو قبول کریں گے یا نہیں کریں گے؟ قبول نہیں کریں گے، بیٹے کے حق میں یا بیوی کے حق میں گواہی دے تو قبول کریں گے یا نہیں کریں گے؟ نہیں کیونکہ اس کے اندر اس کا اپنا فائدہ ہے تو ان کے حق میں گواہی قبول نہیں ان کے خلاف کیا ہے اس کی گواہی قبول۔ اسی طرح کوئی قاضی یا حاکم اپنے والد اپنے والدین یا اولاد یا بیوی کے حق میں کوئی فیصلہ کرے وہ فیصلہ باطل ہے درست نہیں ہاں ان کے خلاف کرتا ہے تو فیصلہ صحیح ہے، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ بدگمانی آتی ہے ان کے حق میں فیصلہ کر رہا ہے کیونکہ ان کا فائدہ دراصل اس کا اپنا فائدہ ہے۔ تو کہتے ہیں وَحُكْمُ الْحَاكِمِ اور حاکم کا فیصلہ کرنا لِأَبَوَيْهِ اپنے والدین کے لیے وَوَلَدِهِ اور اپنی اولاد کے لیے وَزَوْجَتِهِ اور اپنی بیوی کے لیے بَاطِلٌ یہ کیا ہے؟ یہ باطل ہے۔ چلیے بس مولانا هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۷: کتاب القسمۃ: قاسم کا تقرر، تقسیمِ مشترک کی شرائط، اراضی و مکانات کا نقشہ، تعدیلِ سہام، قرعہ اندازی اور قسمۃ المہیاۃ (باری مقرر کرنا)

مختصر القدوری صفحہ: ۲۲۰—بتاریخ: ۲۹ مئی ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْقِسْمَةِ۔ يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَنْصِبَ قَاسِمًا يَرْزُقُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لِيُقَسِّمَ بَيْنَ النَّاسِ بِغَيْرِ أَجْرٍ۔ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ نَصَبَ قَاسِمًا يُقَسِّمُ بِالْأُجْرَةِ۔ وَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ عَدْلًا مَأْمُونًا عَالِمًا بِالْقِسْمَةِ وَلَا يُجْبِرُ الْقَاضِي النَّاسَ عَلَى قَاسِمٍ وَاحِدٍ۔ وَلَا يَتْرُكُ الْقُسَّامَ يَشْتَرِكُونَ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْقِسْمَةِ۔ قسمت كِتَابُ الْقِسْمَةِ بھئی اس میں تقسیم کے بارے میں بتلائیں گے بھئی۔ بعض اوقات کوئی زمین کوئی جائیداد کوئی اور چیز ایک یا زیادہ آدمیوں میں مشترک ہوتی ہے پھر ان کے درمیان جھگڑا آیا اس کو وہ تقسیم کرنا چاہتے ہیں یا ویسے ہی آپس میں اب اپنا اپنا حصہ الگ کرنا چاہتے ہیں تو اس کی تقسیم کے لیے کوئی شخص مقرر کرتا ہے قاضی اسے قاسم کہا جاتا ہے بھئی۔ تو یہ جو تقسیم کا عمل ہے اس سے متعلقہ مسائل اب اس میں ذکر ہوں گے اس باب میں بھئی۔ يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَنْصِبَ قَاسِمًا يَرْزُقُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مناسب ہے امام کے لیے یعنی حاکم کے لیے کہ وہ نصب کرے یعنی قائم کرے قَاسِمًا کوئی ایسا تقسیم کرنے والا يَرْزُقُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ کہ اسے رزق دے یعنی رزق دے مراد ہے اسے اجرت دے بھئی یا تنخواہ وغیرہ دے مِنْ بَيْتِ الْمَالِ کس سے؟ بیت المال سے۔ بھئی جو تقسیم کرنے والا ہے قاضی مقرر کرے گا حاکم اسے مقرر کرے گا اور اس کا خرچہ یا اجرت کہاں سے ادا کی جائے گی؟ بیت المال سے اس لیے کہ یہ بھی قضا کی قبیل سے ہے مولانا: جیسے قاضی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے جھگڑے ختم کروا دیتا ہے اسی طرح یہ تقسیم کرنے والا بھی لوگوں کی چیز ان کے درمیان درست طریقے سے تقسیم کر کے ان کے جھگڑے کو کیا کر دیتا ہے ختم کروا دیتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ زمین وغیرہ مکان مشترکہ ہوتے پھر ان میں جھگڑا آیا مثلاً اب تقسیم کرنا پڑی تو اس کے لیے یہ شخص قاسم جو ہے مقرر کیا جائے گا بھئی۔ تو اسے بیت المال سے رزق دے گا لِيُقَسِّمَ بَيْنَ النَّاسِ بِغَيْرِ أَجْرٍ تاکہ وہ تقسیم کرے لوگوں کے درمیان بغیر اجرت کے۔ لِيُقَسِّمَ اس طرح بابِ تفعیل بھی آپ پڑھ سکتے ہیں اور مجرد سے بھی یہی معنیٰ آتا ہے تقسیم کرنے کے بھئی: قَسَمَ يَقْسِمُ لِيَقْسِمَ یوں بھی پڑھ سکتے ہیں لِيُقَسِّمَ دونوں طرح درست ہے بھئی، پورے باب میں اسی طرح آئے گا آپ جس طرح چاہیں پڑھ لیں اسے بھئی۔ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ نَصَبَ قَاسِمًا يُقَسِّمُ بِالْأُجْرَةِ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو قائم کر دے کوئی تقسیم کرنے والا يُقَسِّمُ بِالْأُجْرَةِ جو تقسیم کرے کس کے ساتھ؟ اجرت کے ساتھ۔ بھئی اولاً تو ہونا یہ چاہیے کہ اس کی اجرت بیت المال سے ادا کی جانی چاہیے لیکن

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ نَصَبَ قَاسِمًا يُقَسِّمُ بِالْأُجْرَةِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم يفعل نصب قاسما بالأجرة» منقول ہے۔

اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا یا ایسا نہیں کرتا تو پھر اس صورت میں بھی اسے کوئی تقسیم کرنے والے مقرر کرنے چاہئیں جو اجرت پر لوگوں میں تقسیم کیا کریں گے بھئی یعنی جن کی چیز تقسیم کر رہے ہیں اجرت بھی انہی سے وصول کی جائے گی بھئی کیونکہ نفع ان کا ہے تو اجرت بھی انہی پر بھئی۔[۲]

وَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ عَدْلًا مَأْمُونًا عَالِمًا بِالْقِسْمَةِ اور واجب ہے کہ وہ شخص جو ہے جو تقسیم کرنے والا ہے وہ عادل ہونا چاہیے امانت دار ہونا چاہیے اور عَالِمًا بِالْقِسْمَةِ ہونا چاہیے تقسیم کو جاننے والا ہو بھئی کس طرح چیزوں کو کیا کیا جاتا ہے؟ تقسیم کیا جاتا ہے اس کو جاننے والا ہو۔ وَلَا يَجْبُرُ الْقَاضِي یا وَلَا يُجْبِرُ الْقَاضِي دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مجرد سے بھی بابِ افعال سے بھی، وَلَا يُجْبِرُ الْقَاضِي النَّاسَ عَلَى قَاسِمٍ وَاحِدٍ اور مجبور نہ کرے قاضی لوگوں کو ایک ہی قاسم پر یعنی ایک ہی قاسم مقرر نہیں کرنا چاہیے قاضی کو بھئی: ایک ہی تقسیم کرنے والا مقرر کر دیا ہے اب وہی جس کو بھی تقسیم کی ضرورت پیش آتی ہے جھگڑا آتا ہے یا ویسے تقسیم کرنا چاہتے ہیں وہ اسی ایک کو لانے کے محتاج ہیں اسی کو لے کر آتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس کی وجہ سے لوگوں کا حرج لازم آئے گا بھئی تقسیم کے جگہ جگہ جھگڑے ہیں یا جگہ جگہ لوگ آپس میں اپنی چیزیں تقسیم کرنا چاہتے ہیں اب ایک ہی کے پاس ہر ایک کو آنا پڑتا ہے، اور اگر اجرت بھی لوگ خود دیتے ہیں اس کو جن کی چیز تقسیم ہوئی انہی کو اجرت دینا پڑتی ہے پھر تو اس تقسیم کرنے والے کو پتہ ہے کہ ہر ایک نے میرے ہی پاس آنا ہے اور تو کوئی ہے نہیں تو یقیناً یہ پھر پیسے بھی زیادہ لے گا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو اس سے لوگوں کو ضرر ہو گا تکلیف ہو گی اس لیے ایک کو مقرر نہ کرے بھئی کئی افراد کو کیا کر دے تقسیم کے لیے مقرر کر دے بھئی جو تقسیم کو جاننے والے ہوں عادل ہوں امین ہوں بھئی۔

وَلَا يَتْرُكُ الْقُسَّامَ يَشْتَرِكُونَ۔ قُسَّامٌ جمع ہے قاسم کی بھئی، اور قاضی یا حاکم نہیں چھوڑے گا تقسیم کرنے والوں کو يَشْتَرِكُونَ کہ وہ اشتراک کر لیں، بھئی انہیں اشتراک نہیں کرنے دے گا۔ اشتراک کا معنیٰ یہ سارے تقسیم کرنے والے بھئی آپ نے مقرر کر دیے شہر کے اندر مثلاً تیس چالیس یا پچاس افراد کیا کر دیے تقسیم کے لیے مقرر کر دیے اب وہ آپس میں اشتراک کر لیتے ہیں کہ بھئی جس قاسم کو جو بھی اجرت ملے گی وہ اس کی نہیں ہو گی لے کر آئے گا سارے اس کو اکٹھے تقسیم کریں گے، تو انہوں نے اشتراک کر لیا کہ سارے پیسے ملایا کریں گے اور پھر کیا کریں گے اسے تقسیم کیا کریں گے بھئی۔ یہ بھی درست نہیں وجہ یہ کہ اس کی وجہ سے بھی لوگوں کو ضرر ہو گا مولانا کیونکہ ہر تقسیم کرنے والے کو پتہ ہے میں جتنی بھی محنت کر لوں پیسے تو میرے نہیں ہوں گے بلکہ ہم ساروں کو آپس میں کیا کرنا پڑیں گے؟ تقسیم کرنا پڑیں گے جتنی بھی اجرت ملے گی میں جتنی بھی محنت کر لوں جو پیسے ملیں گے لاؤں گا اور پھر سارے آپس میں برابر برابر تقسیم کریں گے تو میری محنت کا تو پھل مجھے ملتا نہیں تو وہ سستی کرے گا جانے کے اندر بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور نیز بلکہ ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیں گے بھئی مجھے کیا جانے کی ضرورت ہے فلاں چلا جائے گا، تو لوگوں کو تکلیف ہو گی اور نیز کہتے ہیں اجرت بھی مہنگی ہو جائے گی بھئی، اجرت بھی کیا ہو گی؟ مہنگی، ہر ایک جاتا ہی نہیں ہے تو لوگ مجبور ہوتے ہیں تو بھئی کسی طرح کھینچ کر اسے لے کے جائیں گے بھئی زیادہ پیسے لے لو لیکن ہمارے ساتھ چلو تم یہ تقسیم کروا دو۔ تو لہٰذا ان کو اشتراک نہ کرنے دے بھئی جو جہاں تقسیم کرے گا جو اجرت ملے گی وہ اسی تقسیم کرنے والے کی ہو گی آپس میں مشترکہ نہیں ہو گی۔ یہ معنیٰ ہے وَلَا يَتْرُكُ الْقُسَّامَ يَشْتَرِكُونَ اور نہیں چھوڑے گا تقسیم کرنے والوں کو کہ وہ اشتراک کر لیں۔

وَأُجْرَةُ الْقُسَّامِ عَلَى عَدَدِ رُءُوسِهِمْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔ بھئی اجرت جو آئے گی وہ آدمیوں کے اعتبار سے ہو گی یا حصے کے اعتبار سے ہو گی؟ مثلاً دیکھو بھئی میرے اور زید کے درمیان زمین مشترکہ ہے اب ہم نے اسے تقسیم کرنا ہے، لیکن زمین میں مثلاً پچھتر فیصد حصہ میرا ہے اور پچیس فیصد حصہ زید کا ہے، تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجرت میں حصے کو نہیں دیکھا جائے گا کس کا حصہ تھوڑا ہے کس کا حصہ زیادہ ہے بلکہ افراد کو دیکھا جائے گا: بھئی دو آدمیوں میں حصہ ہے تو دونوں پر برابر برابر اجرت آئے گی تین ہیں چار ہیں پانچ جتنے افراد ہوں گے ہر ایک پر برابر برابر اجرت تقسیم ہو گی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تقسیم کرنے والے کو سو روپیہ دینا ہے مثلاً تو میرا حصہ ہے پچھتر فیصد زید کا حصہ ہے پچیس فیصد لیکن پھر بھی ہم دو آدمی ہیں حصے کو نہیں دیکھیں گے برابر برابر اجرت آئے گی پچاس مجھے ادا کرنے پڑیں گے اور پچاس کس کو؟ زید کو۔ تو امام صاحب افراد کا اعتبار کرتے ہیں بھئی جو حصوں والے ہیں ان کا اعتبار کرتے ہیں۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں بلکہ حصے کو دیکھا جائے گا: جس کا حصہ زیادہ اس پر اجرت بھی زیادہ کیونکہ اس کے لیے معلوم ہوا تقسیم والے کو مشقت بھی زیادہ کرنا پڑی، اور جس کا حصہ تھوڑا ہے اس پر اجرت بھی اسی حساب سے آئے گی کیونکہ اس کے لیے مشقت تھوڑی ہوئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اب لہٰذا صاحبین کے قول کے مطابق اب میرا حصہ پچھتر فیصد ہے زید کا پچیس فیصد ہے تو اجرت سو روپے دینی ہے تو صاحبین فرماتے

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَنْصِبَ قَاسِمًا يَرْزُقُهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ينصب قاسما يرقه من بيت المال» منقول ہے۔

ہیں حصے کے بقدر دیں گے مجھے پچھتر روپے دینے پڑیں گے اور زید کو پچیس روپے دینے پڑیں گے سمجھ میں آیا؟ کیونکہ معلوم ہوا جس کا حصہ زیادہ ہے اس کے لیے مشقت بھی زیادہ اسے اٹھانا پڑی۔ جب کہ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی برابر برابر دیں گے وجہ یہ اس لیے کہ بعض اوقات حصہ زیادہ ہوتا ہے لیکن مشقت تھوڑی ہوتی ہے اور بعض اوقات حصہ تھوڑا ہوتا ہے لیکن مشقت زیادہ ہوتی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ مثلاً دیکھو بھئی بیس درہم ہیں اور چار آدمیوں میں تقسیم کرنے ہیں بھئی کتنے میں؟ چار آدمیوں میں بیس درہم تو ہر ایک کے حصے میں کتنے آئے؟ پانچ درہم آسانی سے حساب ہو گیا، لیکن بعض اوقات حصہ تھوڑا ہوتا ہے اور حساب مشکل ہو جاتا ہے مثلاً اسی بیس کو اب سات آدمیوں میں تقسیم کرنا ہے، اب لازمی بات ہے ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ تین درہم سے بھی کم، حصہ تھوڑا ہو گیا ہر ایک کا لیکن مشقت زیادہ ہو گئی یا نہیں ہو گئی؟ پہلے تھا پورے پورے پانچ درہم ہر ایک کو ملے اب پورے پورے کا حساب نہیں ہو سکتا تو افراد زیادہ ہیں سات افراد ہیں حصہ تھوڑا ہو گیا ہر ایک کا لیکن مشقت زیادہ ہو گئی۔ اس لیے وہ فرماتے ہیں مشقت کو نہیں دیکھیں گے کیونکہ بعض اوقات تھوڑے حصے کے لیے بھی زیادہ مشقت ہوتی ہے تو بلکہ کس کو دیکھیں گے؟ افراد کو دیکھیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَأُجْرَةُ الْقُسَّامِ عَلَى عَدَدِ رُءُوسِهِمْ اور تقسیم کرنے والوں کی اجرت جو ہے عَلَى عَدَدِ رُءُوسِهِمْ وہ جو حصے دار ہیں ان افراد کی مقدار پر ہو گی عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یعنی جتنے افراد ہیں ہر ایک پر برابر برابر اجرت آئے گی۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں عَلَى قَدْرِ الْأَنْصِبَاءِ حصوں کی مقدار پر ہو گی بھئی اجرت جس کا حصہ زیادہ اس پر اجرت بھی زیادہ۔

وَإِذَا حَضَرَ شُرَكَاءُ عِنْدَ الْقَاضِي وَفِي أَيْدِيهِمْ دَارٌ أَوْ ضَيْعَةٌ وَادَّعَوْا۔ صورتِ مسئلہ یہ یاد رکھیے تقسیم کروانی ہے کسی چیز کی تو وہ تقسیم یا تو منقولی چیزوں کی ہو گی یا غیر منقولی چیز کی۔ غیر منقولی چیز بھئی آپ جانتے ہیں کیا کیا ہیں اس کے اندر؟ گھر ہے کھیت ہے زمین ہے باغ ہیں ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل نہیں کیا جا سکتا تو کچھ چیزیں غیر منقولی ہیں، ان کے علاوہ باقی ساری چیزیں منقولی ہیں مثلاً گاڑی ہے سامان وغیرہ ہے یہ ساری کس میں سے ہیں؟ منقولات میں سے ہیں۔ اب تقسیم کروانے کے لیے کچھ لوگ آئے بھئی قاسم کے پاس کہ ہمارے درمیان یہ چیزیں تقسیم کر دیجیے تو وہ چیز جو ہو گی یا منقولات کی قبیل سے ہو گی یا غیر منقولات، پھر مولانا دونوں کے اندر یا تو وہ یہ بیان کریں گے کہ یہ ہمیں فلاں سے بطورِ وراثت کے ملا ہے: غیر منقولی میں کہتے ہیں مثلاً بھئی کہ یہ باغ ہمیں زید کی طرف سے بطورِ وراثت کے ملا ہے یا منقولی میں کہیں گے کہ یہ چیز ہمیں فلاں کی طرف سے بطورِ وراثت کے ملی ہے، تو ایک یہ صورت ہے کہ وراثت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسری صورت کہ خریدنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ چیز ہم نے فلاں سے خریدی ہے، سمجھ میں آیا؟ تیسری صورت کہ کوئی سبب ذکر نہیں کرتے نہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خریدی ہے نہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بطورِ وراثت کے ملی ہے بس صرف آ کر کہتے ہیں یہ باغ ہماری ملکیت ہے اسے ہمارے درمیان کیا کر دیجیے؟ تقسیم کر دیجیے۔ تو کل چھ صورتیں ہو گئیں بھئی، کتنی صورتیں؟ چھ، چھ صورتیں کیسے ہوئیں؟ کیونکہ وہ چیز منقولی ہو گی یا غیر منقولی تو دو قسم کی چیزیں ہوئیں اور پھر ہر ایک میں تین صورتیں ہو گئیں: ہر ایک میں دعویٰ کس چیز کا ہو گا کہ یہ بطورِ وراثت کے ملا ہے یا ہر ایک میں دعویٰ کس چیز کا ہو گا خریدنے کا ہو گا یا ہر ایک میں کوئی سبب ذکر نہیں کریں گے۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے سب کو؟ تو چھ صورتیں ہوئیں۔ یاد رکھیے ان میں سے پانچ صورتیں ایسی ہیں کہ جن کے اندر جب انہوں نے تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تو وہ چیز ان کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی کوئی بَيِّنَةٌ وغیرہ ان سے طلب نہیں کی جائے گی، لیکن اگر وہ زمین یا جائیداد کے یعنی غیر منقولی چیز کے مسئلے میں آئے اور دعویٰ کیا کہ یہ ہمیں بطورِ وراثت کے ملی ہے مثلاً زید سے تو اس صورت میں اب یہ زمین ان میں تقسیم نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ یہ بَيِّنَةٌ قائم کر دیں زید کی وفات پر اور اس بات پر کہ وارث فلاں فلاں ہیں اتنے وارث ہیں ان کی تعداد بھی بیان کریں بھئی۔ کل کتنی صورتیں بن رہی تھیں؟ چھ، چھ میں سے صرف ایک صورت میں بَيِّنَةٌ ان سے طلب کی جائے گی کب؟ جب کہ تقسیم کس چیز کو کرنا چاہتے ہیں؟ غیر منقولی چیز عقار کو تقسیم کروانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس میں کیا سبب بتلاتے ہیں؟ یہ بطورِ وراثت کے ہمیں ملی ہے زید کی طرف سے، تو اب انہیں بَيِّنَةٌ قائم کرنا پڑے گی زید کی وفات پر بھی اور وارثوں کی تعداد پر بھی کہ یہی وارث ہیں ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں، جب کہ باقی پانچ صورتوں کے اندر ان سے بَيِّنَةٌ طلب نہیں کی جائے گی بھئی۔

بھئی اس ایک صورت میں کیوں بَيِّنَةٌ طلب کی جائے گی بھئی جب کہ وہ کیا دعویٰ کر رہے ہیں چیز کیا ہے؟ غیر منقولی یعنی عقار ہے اور وہ دعویٰ کس چیز کا کر رہے ہیں؟ یہ بطورِ وراثت کے ملی ہے۔ وجہ یہ کہ یاد رکھیے اس صورت میں قضا علی المیت لازم آتی ہے میت کے خلاف فیصلہ کرنا پڑ رہا ہے گویا، کیا کرنا پڑ رہا ہے؟ میت کے خلاف فیصلہ، تو کسی کے خلاف فیصلہ ہے تو اب بغیر بَيِّنَةٌ کے نہیں سنا جائے گا بَيِّنَةٌ پیش کرے بھئی میت کے خلاف ہے فیصلہ۔ بھئی میت کے خلاف کیسے فیصلہ ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ کوئی شخص مر جاتا ہے لیکن پھر بھی ابھی وہ اپنی چیزوں کا مالک ہے، پھر بھی کیا ہوتا ہے اپنی چیزوں کا مالک ہوتا ہے۔ بھئی

کیسے مالک ہوتا ہے؟ بھئی دیکھتے نہیں آپ کوئی شخص مر جاتا ہے اسی کے مال میں سے اس کا کفن دفن کیا جاتا ہے یا نہیں کیا جاتا؟ وارثوں سے اجازت لی جاتی ہے؟ نہیں معلوم ہوا یہ ابھی بھی مالک ہے بغیر پوچھے اس کے مال میں سے اس کے کفن دفن کا بندوبست ہو رہا ہے، پھر اسی کے مال میں سے کیا کیے جاتے ہیں اس کے؟ دیون ادا کیے جاتے ہیں وارثوں سے کوئی پوچھا جاتا ہے؟ معلوم ہوا وارث ابھی مالک نہیں ہوئے میت ہی مالک ہے تو اس کے سارے دیون بھی اس سے ادا کیے جاتے ہیں، پھر اس کے بعد اسی مال کے ثلث کے اندر اس کی وصیت بھی نافذ کی جاتی ہے سمجھ میں آیا؟ اور اس سے پہلے پہلے اگر مال کے اندر اضافہ ہو جائے مثلاً گائے بیل بکریاں تھیں انہوں نے بچوں کو جنم دیا وہ بھی سارے اس وراثت کے مال میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس ثلث کے اندر ان میں بھی وصیت کیا ہوتی ہے اس کی نافذ ہو جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بھی میت کیا ہے اپنے مال کی مالک ہے، تو اب جب ہم تقسیم کرنے لگے ہیں انہوں نے دعویٰ کر دیا یہ زمین ہمیں بطورِ وراثت کے زید سے ملی ہے تو اب ان میں یہ جو تقسیم کریں گے یہ تو کس کے خلاف ہوا فیصلہ؟ میت کے خلاف ہوا فیصلہ اور جب کسی کے خلاف فیصلہ ہو تو اس کے لیے کیا ضروری ہے؟ بَیِّنَۃٌ ضروری ہے پہلے ثابت تو کرو زید کا انتقال ہو گیا ہے اور یہ ثابت تو کرو کہ تم اتنے ہی وارث ہو اور کوئی وارث نہیں ہے ہو سکتا ہے کوئی اور وارث ہو وہ ابھی آیا ہی نہیں ہے پہنچا ہی نہیں ہے تو لہٰذا بَیِّنَۃٌ پیش کرنا پڑے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جب کہ اسی کے اندر اگر وہ شراء کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ چیز ہم نے خریدی ہے: کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا یہ زمین ہمارے درمیان تقسیم کر دیجیے ہم نے یہ خریدی ہے کہتے ہیں اب تقسیم کر دیا جائے گا اب بَیِّنَۃٌ طلب نہیں کی جائے گی اس لیے کہ یہ کسی کے خلاف فیصلہ نہیں ہے، بائع کی زمین تھی لیکن بائع اب بیچ چکا ہے اب اس کا کوئی حق نہیں زمین کے اندر تو یہ فیصلہ اس کے خلاف نہیں ہے لہٰذا جب کسی کے خلاف نہیں ہے فیصلہ تو اس میں بَیِّنَۃٌ بھی طلب نہیں کی جائے گی۔ سمجھ میں آئی بات؟ اور اسی طرح منقولی چیز: گاڑی موٹر سائیکل وغیرہ اس طرح کی چیزیں تھیں انہوں نے کہا ان چیزوں کو ہمارے درمیان کیا کر دیجیے؟ تقسیم کر دیجیے، اور کہاں سے ملی بھئی یہ؟ جی یہ ہمیں بطورِ وراثت کے ملی ہے زید کا انتقال ہوا تو ہمیں یہ بطورِ وراثت کے ملی ہے، تو کہتے ہیں بھئی یہ بھی تو میت کے خلاف فیصلہ ہوا اب کیا ان سے بَیِّنَۃٌ طلب نہیں کی جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں اب بَیِّنَۃٌ کی ضرورت نہیں۔ کیوں نہیں ضرورت؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ زمین ایسی چیز تھی جو ضائع ہونے والی نہیں زمین پڑی ہوئی ہے پڑی رہے گی اس کے حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں وہ خراب ہونے والی چیز نہیں ہے وہ پڑی رہے گی، اور جب وہ خود پڑی ہوئی ہے محفوظ ہے اور یہ پھر اسی کو کیا کرنا چاہتے ہیں تقسیم کر کے قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں بَیِّنَۃٌ ضروری تھی، لیکن یہاں جو چیزیں تقسیم کرنا چاہتے ہیں وہ منقولی ہیں بھئی، کیا ہیں؟ منقولی ہیں تو اب یہاں فوراً جلدی سے تقسیم کر دو ہر ایک کو اس کا حصہ دے دو اب ہر چیز اس کے پاس محفوظ ہو گئی اس سے پہلے تو یہ محفوظ نہیں، تو منقولی چیز ویسے محفوظ نہیں رہتی اس کے لیے حفاظت کی ضرورت پڑتی ہے تو یہاں چیز اس لیے تقسیم کر دی کہ دونوں کے پاس محفوظ رہے گی، اور پھر اس کے بعد جب یہ فیصلہ کیا گیا ہے تو ہر ایک میں تقسیم کر دیں گے اگر بعد میں کوئی اور وارث آتا ہے یا کچھ نکل آتا ہے اور یہ چیز خرچ کر چکے ہیں تو ان سے ضمان لے لیا جائے گا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، تقسیم یہاں جلدی کر دو کس لیے کر دو جلدی؟ تاکہ چیز کیا ہو جائے محفوظ ہو جائے ورنہ تو چیز خود بخود کیا ہو جائے گی تلف ہو جائے گی کوئی لے جائے گا ضائع ہو جائے گی تو اس چیز کی حفاظت کے لیے تقسیم بہتر ہے لہٰذا تقسیم کر دی جائے جب کہ زمین خود محفوظ ہے وہاں تقسیم کی ضرورت نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا حَضَرَ شُرَكَاءُ عِنْدَ الْقَاضِي جب حاضر ہوئے کئی شرکاء قاضی کے پاس وَفِي أَيْدِيهِمْ دَارٌ أَوْ ضَيْعَةٌ اور ان کے قبضے میں کوئی گھر ہے أَوْ ضَيْعَةٌ، ضیعہ کہتے ہیں قابلِ کاشت زمین غلہ اگانے والی زمین بھئی اسے ضَيْعَةٌ کہتے ہیں، اور ان کے قبضے میں کوئی گھر تھا یا کوئی قابلِ کاشت زمین تھی وَادَّعَوْا اور انہوں نے دعویٰ کیا أَنَّهُمْ وَرِثُوهَا عَنْ فُلَانٍ کہ وہ وارث ہوئے ہیں اس زمین کے یا اس گھر کے عَنْ فُلَانٍ فلاں آدمی سے مثلاً زید سے لَمْ يُقَسِّمْهَا الْقَاضِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تو تقسیم نہیں کرے گا اس زمین یا اس قابلِ کاشت زمین کو قاضی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حَتَّى يُقِيمُوا الْبَيِّنَةَ عَلَى مَوْتِهِ وَعَدَدِ وَرَثَتِهِ یہاں تک کہ وہ بَیِّنَۃٌ قائم کر دیں اس شخص کی موت پر اور اس کے وارثوں کی تعداد پر۔ وَقَالَا اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں يُقَسِّمُهَا بِاعْتِرَافِهِمْ کہ نہیں بَیِّنَۃٌ کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ جب خود اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ فلاں کی طرف سے بطورِ وراثت کے ملا ہے تو بس ان کے اعتراف کی وجہ سے ہی ان کے درمیان اس زمین یا گھر کو کیا کر دیا جائے گا؟ قاضی ان میں تقسیم کر دے گا۔ تو صاحبین فرماتے ہیں يُقَسِّمُهَا بِاعْتِرَافِهِمْ کہ تقسیم کر دے قاضی اس گھر یا زمین کو ان کے اعتراف کی وجہ سے ہی وَيَذْكُرُ فِي كِتَابِ الْقِسْمَةِ اور ذکر کر دے کتاب القسمت کے اندر أَنَّهُ قَسَّمَهَا بِقَوْلِهِمْ کہ اس نے تقسیم کیا ہے اس زمین یا گھر کو ان کے قول کی وجہ سے۔ بھئی وہ جو کاغذ بنائے بھئی یا وہ جو کتاب کے اندر لکھنا پڑا رجسٹر کے اندر لکھا کہ یہ زمین کیا کر دی ہے میں نے فلاں فلاں آدمیوں کے اندر اس اس طریقے سے تقسیم کر دی اور ہر ایک کو حصہ دے دیا بھئی یہ درج کیا جائے گا تاکہ کل کوئی اس کا انکار نہ کرے یا پھر جھگڑا نہ کھڑا کرے بھئی، تو اس رجسٹر کے اندر ساتھ یہ بھی لکھ دیا

جائے کہ یہ جو زمین تقسیم کی گئی ہے اس میں انہوں نے کوئی بَيِّنَةٌ قائم نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے صرف کیا کیا تھا؟ صرف اعتراف کیا ہے اقرار کیا ہے ان کے اعتراف پر ہم نے زمین تقسیم کی ہے، تو اب جب سارا ذکر ہو گیا کہ انہوں نے بَيِّنَةٌ قائم نہیں کی اب پھر کوئی اور نئے ورثاء بھی آجاتے ہیں کہ ہمارا بھی حصہ اس کے اندر تھا یہ کیسے ان کو دے دی گئی تو کہتے ہیں اس صورت میں پھر ان سے اگر وہ چیز ضائع ہو چکی ہے تو کیا کر لیا جائے گا؟ ضمان لے لیا جائے گا بھئی کیونکہ ذکر کر چکے ہیں بَيِّنَةٌ انہوں نے قائم ہی نہیں کی تھی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟[3]

وَإِنْ كَانَ الْمَالُ الْمُشْتَرَكُ مِمَّا سِوَى الْعَقَارِ اور اگر وہ مال جو مشترک تھا مِمَّا سِوَى الْعَقَارِ وہ اس میں سے تھا جو عقار کے علاوہ ہے یعنی غیر منقولی کے علاوہ تھا وہ مالِ مشترک وَادَّعَوْا اور انہوں نے دعویٰ کیا أَنَّهُ مِيرَاثٌ کہ یہ کیا ہے ان کی میراث ہے یعنی یہ مال انہیں وراثت کے طور پر ملا ہے قَسَّمَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا تو قاضی اس مالِ مشترک کو تقسیم کر دے گا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا ان سب کے قول میں، کس کے قول میں؟ امام صاحب اور صاحبین کے قول کے ان سب کے قول کے مطابق منقولی میں جب انہوں نے دعویٰ کیا یہ میراث ہے پھر بھی کیا کر دیا جائے گا؟ تقسیم کیونکہ یہاں تقسیم ضروری ہے چیز کی حفاظت کے لیے کیونکہ ہر ایک کو اس کا حصہ ملے گا تو اب وہ اس کی حفاظت کرے گا ورنہ تو ویسے اس چیز کے تلف ہو جانے کا خطرہ تھا جب کہ زمین میں تلف کا کوئی خطرہ نہیں تھا وہ وہاں پڑی بھی رہتی تو کوئی نقصان نہیں ہونا تھا اس لیے وہاں اطمینان سے پہلے بَيِّنَةٌ طلب کی جائے گی پھر اس کے بعد ان میں وہ زمین تقسیم ہو گی۔ وَإِنِ ادَّعَوْا فِي الْعَقَارِ أَنَّهُمُ اشْتَرَوْهُ اور اگر انہوں نے دعویٰ کر دیا غیر منقولی چیز کے اندر یعنی زمین جائیداد وغیرہ میں أَنَّهُمُ اشْتَرَوْهُ کہ انہوں نے اس کو خریدا ہے قَسَّمَهُ بَيْنَهُمْ تو قاضی کیا کر دے گا اس کو ان کے درمیان تقسیم کر دے گا کیونکہ یہاں بائع وغیرہ کسی کے خلاف فیصلہ نہیں ہے بھئی تو ان کے کہنے پر تقسیم کر دے۔ وَإِنِ ادَّعَوُا الْمِلْكَ اور اگر ان شرکاء نے ملک کا دعویٰ کیا وَلَمْ يَذْكُرُوا كَيْفَ انْتَقَلَ إِلَيْهِمْ اور یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ چیز کیسے ان کی طرف منتقل ہوئی ہے کیسے وہ اس کے مالک بنے ہیں وراثت کے طور پر یا خرید کے طور پر پھر بھی بَيِّنَةٌ طلب نہ کرے قَسَّمَهُ بَيْنَهُمْ ان کے درمیان کیا کر دے؟ تقسیم کر دے۔[4]

وَإِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشُّرَكَاءِ يَنْتَفِعُ بِنَصِيبِهِ۔ صورتِ مسئلہ یہ بھئی زید اور عمرو کے درمیان ایک باغ مشترکہ ہے بھئی، باغ کیا ہے؟ مشترکہ ہے زید کا حصہ بھی پچاس فیصد عمرو کا حصہ بھی پچاس فیصد، اب اس باغ کے اگر بھئی ہم دو حصے کریں تو کیا ہر ایک اس سے نفع اٹھا سکتا ہے یا نفع نہیں اٹھا سکتا؟ نفع اٹھا سکتا ہے بھئی بڑا باغ ہے اس کے دو حصے کر دو آدھا ایک کے حصے میں آدھا دوسرے کے حصے میں پھر بھی اسی طرح کیا کر سکتے ہیں اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں، تو جب ایسی چیز ہو کہ جس کی تقسیم کی صورت میں دونوں فریقین کو دو یا تین یا چار جتنے بھی شریک ہیں ہر ایک اپنے حصے سے نفع اٹھا سکتا ہے تو ایک آکر کہتا ہے قاضی صاحب اس کو ہمارے درمیان تقسیم کروا دیجیے اور چیز ایسی ہے کہ سب کو تقسیم ہو جائے تو ہر ایک کیا کر سکتا ہے اس سے نفع اٹھا سکتا ہے تو اب مولانا ایک کے مطالبے پر بھی قاضی کیا کروا دے گا؟ تقسیم کروا دے گا کیونکہ کسی کا نقصان نہیں ہے ہر ایک کو اس کا حصہ مل گیا بھئی وہ اس سے پوری طرح نفع اٹھا سکتا ہے۔ تو یہ معنیٰ ہے کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشُّرَكَاءِ يَنْتَفِعُ بِنَصِيبِهِ اور جب شرکاء میں سے ہر ایک نفع اٹھا سکتا ہے اپنے حصے سے قُسِّمَ یا قَسَّمَ تو قاضی تقسیم کر دے گا بِطَلَبِ أَحَدِهِمْ ان میں سے کسی ایک کے طلب کرنے پر بھی قاضی کیا کروا دے گا؟ تقسیم کروا دے گا، بھئی ساروں نے نہیں کہا آکر کہ یہ تقسیم کروا دیں ایک نے آکر کہا تقسیم کروائیں تو ایک کے کہنے پر بھی قاضی کیا کر دے گا؟ تقسیم کیونکہ کسی کا نقصان نہیں ہر ایک اپنے حصے سے نفع اٹھا سکتا ہے۔

لیکن اگر صورت ایسی تھی جیسے میں نے ابھی ذکر کیا بھئی: ایک باغ ہے زید اور عمرو کے درمیان مشترکہ ہے مثلاً انہوں نے ایک کروڑ کا خریدا زید کے تھے ننانوے لاکھ اور عمرو کا کتنا ہے؟ ایک لاکھ ہے تو ننانوے حصے زید کے اور ایک حصہ عمرو کا، یا چلو پلاٹ بنا لو پلاٹ والی صورت بنا لو: کوئی پلاٹ ہے ان دونوں نے مل کر خریدا اسی طرح پیسے ملائے ایک کے ننانوے حصے ایک کا ایک حصہ ہے بھئی، تو اب اگر ہم اس کو تقسیم کرتے ہیں تو جس کا حصہ زیادہ ہے تقسیم کے بعد بھی وہ اپنے حصے سے نفع اٹھا سکتا ہے لیکن جس کا حصہ تھوڑا ہے وہ تقسیم کے بعد اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا: مثلاً بھئی وہ چھوٹا سا پلاٹ تھا لیکن خاص جگہ پہ تھا اس لیے مہنگا بڑا تھا اب اس کے حصے میں فرض کرو دو گز جگہ آتی ہے بس، کتنی آتی ہے؟ دو گز، بھئی ویسے تو دکان اوپر بنا دی جتنا نفع آئے گا ہر سو روپے میں سے ننانوے

---

[3] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «حَتَّى يُقِيمُوا الْبَيِّنَةَ عَلَى مَوْتِهِ وَعَدَدِ وَرَثَتِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «حتى يقيموا البيئة على موته وعدد ورثته» منقول ہے۔

[4] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنِ ادَّعَوْا فِي الْعَقَارِ أَنَّهُمُ اشْتَرَوْهُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن ادعوا في العقار اشتروه» منقول ہے۔

زید لیا کرے گا ایک کون لے لیا کرے گا؟ عمرو لے لے گا تو نفع اٹھا رہا ہے یا نہیں؟ اب دونوں نفع اٹھا رہے ہیں اپنے حصوں کے بقدر، لیکن تقسیم اگر کیا جائے پھر صاحبِ کثیر تو اس سے نفع اٹھا سکے گا صاحبِ قلیل اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا اس کو نقصان ہوتا ہے۔ اب اس صورت میں کوئی ایک آ کر مطالبہ کرتا ہے دونوں میں سے کہ اس چیز کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیا جائے قاضی صاحب تو کیا تقسیم کریں گے یا نہیں کریں گے؟ کہتے ہیں اگر صاحبِ کثیر آ کر مطالبہ کرے تو تقسیم کر دیا جائے گا، اگر صاحبِ قلیل آ کر کیا کرے مطالبہ کرے کہ تقسیم کیجیے تو پھر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ بھئی کیوں کیا وجہ ہے؟ کہتے ہیں بھئی صاحبِ قلیل آ کر مطالبہ کر رہا ہے اور حالانکہ تقسیم میں اس کا نفع ہے یا اس کا نقصان ہے؟ تقسیم میں تو اس کا سراسر نقصان ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ میں نے تو دو گز کی بات کی چلو پانچ گز بنالو بھئی جتنا بھی حساب بنالیں لیکن اس کا نقصان ہے پھر وہ زمین اس کے کسی کام کی نہیں رہتی، تو اب صاحبِ قلیل آ کر مطالبہ کر رہا ہے اور اس کا نقصان ہے حالانکہ تقسیم کے اندر معلوم ہوا وہ ویسے ہی ضد میں آ کر مطالبہ کر رہا ہے دوسرے کو پریشان کرنا چاہتا ہے، سمجھ میں آیا؟ ویسے ہی اس کے لیے پریشانی کھڑی کرنا چاہتا ہے اس لیے تقسیم کا مطالبہ کر رہا ہے ورنہ تقسیم کا مطالبہ یہ کبھی بھی نہ کرتا کیونکہ اس کا اس کے اندر نقصان ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو اب اس کے کہنے پر تقسیم نہیں کی جائے گی، ہاں دونوں راضی ہیں دونوں آ کر مطالبہ کرتے ہیں جی ہاں تقسیم کر دیا جائے پھر کیا کریں گے؟ تقسیم کر دیں گے۔ تو بات صرف یہ چل رہی ہے کہ ایک آ کر مطالبہ کرے تو تقسیم کریں گے یا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اگر وہ شخص آتا ہے جس کا نقصان ہے تقسیم کے اندر اس کے کہنے پر تقسیم نہیں کریں گے کیونکہ معلوم ہوا وہ صرف پریشانی کھڑی کرنا چاہتا ہے اور کوئی مسئلہ نہیں ہے اس کا کوئی نفع نہیں ہے تقسیم کے اندر، اور دوسرا کہے تو پھر کیا کر دیا جائے گا؟ تقسیم کر دیا جائے گا یا دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ يَنْتَفِعُ وَالْآخَرُ يَسْتَضِرُّ لِقِلَّةِ نَصِيبِهِ اور اگر ان کئی شریکوں میں سے کوئی ایک جو ہے وہ نفع اٹھاتا ہے وَالْآخَرُ يَسْتَضِرُّ اور دوسرے کو نقصان ہوتا ہے لِقِلَّةِ نَصِيبِهِ اس کے حصے کے کم ہونے کی وجہ سے دوسرا ضرر اٹھاتا ہے نقصان ہوتا ہے لِقِلَّةِ نَصِيبِهِ اس کے حصے کے کم ہونے کی وجہ سے فَإِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْكَثِيرِ قُسِّمَ یا قَسَّمَ تو اگر طلب کرتا ہے صاحبِ کثیر یعنی زیادہ حصے والا قَسَّمَ تو قاضی کیا کر دے؟ تقسیم کر دے وَإِنْ طَلَبَ صَاحِبُ الْقَلِيلِ لَمْ يُقَسِّمْ اور اگر مطالبہ کرتا ہے تھوڑے حصے والا لَمْ يُقَسِّمْ تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا۔

وَإِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَسْتَضِرُّ لَمْ يُقَسِّمْهَا إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک کو ضرر ہوتا ہے ہر ایک کو نقصان ہوتا ہے تقسیم سے تو اب کسی ایک کے مطالبے پر تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ دونوں رضامند ہوں تقسیم پر پھر کیا کیا جائے گا؟ تقسیم کیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَسْتَضِرُّ اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نقصان اٹھاتا ہے یعنی اس کو ضرر ہوتا ہے لَمْ يُقَسِّمْهَا تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا اس چیز کو اس زمین وغیرہ کو إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا مگر ان دونوں کی باہمی رضامندی سے۔

وَيُقَسَّمُ الْعُرُوضُ إِذَا كَانَتْ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ وَلَا يُقَسَّمُ الْحِنْسَانِ یا يُقَسِّمُ پڑھیں: وَيُقَسِّمُ الْعُرُوضَ إِذَا كَانَتْ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ وَلَا يُقَسِّمُ الْحِنْسَيْنِ بَعْضَهَا فِي بَعْضٍ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا۔ بھئی یاد رکھیے تقسیم کریں گے جب بھی: ایک ہی قسم کی چیزیں ہیں تو پھر اس کو تقسیم کیا جائے گا اگر کوئی ایک آ کر مطالبہ کر دیتا ہے، اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہیں کہ یہاں ایک کو ایک قسم کی چیز دینا پڑتی ہے دوسرے کو دوسری قسم کی چیز دینا پڑتی ہے تو پھر کسی ایک کے کہنے پر تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ جب سب راضی ہوں پھر کیا کیا جائے گا اس وقت تقسیم کیا جائے گا۔ کیسے؟ مثلاً بھئی دو آدمیوں کے درمیان سو بکریاں بھیڑ بکریاں مشترکہ ہیں: اب یہ ایک ہی قسم کے ہوئے بھئی یہ جانور سارے ایک ہی قسم کے ہوئے، اب ایک آ کر مطالبہ کرتا ہے کہ ان کو تقسیم کریں تو تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ مال کس قسم کا ہے؟ ایک ہی قسم کا ہے تو اب صاحبِ تقسیم جائے گا اور دو حصے برابر برابر بکریوں کے بنا دے گا ایک حصہ ایک کے حوالے کر دے گا دوسرا حصہ دوسرے کے حوالے کر دے گا۔ لیکن اگر چیزیں مختلف قسم کی ہیں بھئی مثلاً بکری ہے بھیڑ ہے گائے ہے اونٹ ہے اور غلام ہے اس طرح کی چیزیں ہیں مختلف اب کیا کرنا پڑے گا ایک کو ایک قسم کی چیز دینا پڑتی ہے دوسرے کو دوسری قسم کی چیز دینا پڑتی ہے تو اب جب تک دونوں کی رضامندی نہ ہو اس وقت تک تقسیم نہیں کریں گے۔

اچھا چلو آپ کو تفصیل سمجھا دوں بھئی: دیکھیے چیزیں دو قسم پر ہیں کچھ مثلیات ہیں کچھ ذوات القیم ہیں، کچھ مثلیات ہیں اور کچھ کیا ہیں؟ ذوات القیم۔ مثلیات وہ جن کا مثل مل جاتا ہے یعنی وزنی چیزیں جن کا وزن کیا جاتا ہے مثلاً چینی وغیرہ ہے ان کا مثل بازار سے ہر جگہ سے آپ کو مل جاتا ہے چینی اسی کی طرح تو یہ مثلیات میں سے ہے، یا اسی طرح مکیلات ماپی جانے والی چیز ہے جیسے گندم ہے مولانا تو اس کا بھی مثل ہر جگہ سے مل جاتا ہے یہ کیا کہلاتی ہے؟ مثلیات۔ ان کے علاوہ باقی چیزیں ذوات القیم کہلاتی ہیں جیسے یہ جانور ہیں گائے بیل بکری وغیرہ اور استعمال شدہ گاڑی وغیرہ یہ ساری چیزیں کیا ہیں؟ ذوات القیم۔ بھئی

ذوات القیم اس لیے ہیں کہ ان کا مثل نہیں ملتا: آپ کے پاس ایک گائے ہے تو بعینہٖ اس جیسی گائے آپ ڈھونڈ سکتے ہیں؟ بہت مشکل ہے بھئی جسامت میں بھی اس جیسی ڈھونڈیں بہت مشکل سے ملے گی لیکن چلو اگر مل بھی جائے ظاہری صفات تو ایک جیسی ہو گئیں لیکن باطنی صفات میں تو پھر بھی برابری نہیں ہو سکتی: یہ گائے آرام سے دودھ نکالنے دیتی ہے دوسری گائے آرام سے دودھ نکالنے ہی نہیں دیتی سمجھ میں آیا جو قریب آتا ہے سینگ مارتی ہے، تو اب دیکھو باطنی صفات میں فرق آگیا یا نہیں آگیا؟ تو معلوم ہوا یہ جو چیزیں ہیں اس قسم کی ان کا مثل نہیں مل سکتا تو ان کو ذوات القیم کہتے ہیں۔

اب یاد رکھیے جب ہم تقسیم کرتے ہیں تقسیم کے اندر دو چیزیں آجاتی ہیں: اپنا حصہ بھی الگ ہوتا ہے اور مبادلہ بھی آجاتا ہے، اپنا حصہ بھی الگ ہوتا ہے اور مبادلہ۔ دیکھو بھئی یہ پلاٹ میرے اور زید کے درمیان مشترکہ ہے پچاس فیصد حصہ میرا ہے پچاس فیصد حصہ ہی زید کا ہے، اس پلاٹ کے جس حصے کو بھی پکڑ لیں آدھا میرا آدھا زید کا جس جز کو بھی پکڑیں آدھا میرا اور آدھا زید کا، اب اس پلاٹ کے میں دو حصے کرتا ہوں نصف: نصف میں نے لے لیا نصف زید نے لے لیا تو کیا جو میں نے نصف لیا ہے وہ تھا ہی میرا؟ نہیں، اور جو نصف زید نے لیا ہے کیا وہ سارا تھا ہی زید کا؟ نہیں ایسا نہیں، میرے والے نصف کے ہر جز میں زید کا بھی حصہ تھا اور زید والے حصے کے ہر جز میں میرا بھی حصہ تھا، سمجھ میں آیا؟ تو میں نے اپنے حصے میں جو زید کا حصہ تھا وہ لے لیا اور زید والے حصے میں جو میرا حصہ تھا وہ بدلے میں دے دیا، تو مبادلہ آگیا یا نہیں آگیا؟ تو تقسیم میں مبادلہ ہوتا ہے کیا ہوتا ہے؟ مبادلہ ہے کہ بھئی یہاں تو ہر ہر جز میں شرکت تھی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور افراز بھی ہے یعنی اپنا حصہ الگ کر دیا: بھئی دیکھو جب میں نے آدھی زمین لی تو اس کے ہر ہر جز کے اندر میرا بھی حصہ تھا یا نہیں بھئی؟ میں نے اپنے اس حصے کو علیحدہ کر دیا تو افراز بھی پایا گیا اور مبادلہ بھی پایا گیا۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ تو تقسیم جب بھی کوئی چیز کی جاتی ہے وہاں افراز بھی ہوتا ہے مبادلہ بھی ہوتا ہے: افراز کا کیا معنیٰ؟ اپنا حصہ الگ کرنا، مبادلے کا کیا معنیٰ؟ اپنا حصہ دے کر دوسرے کا حصہ لے لینا۔ گندم میں یہی صورت بنالو بھئی: بھئی میرے اور زید کے درمیان یہ سو من گندم مشترک ہے اب ہم نے اس کو تقسیم کیا پچاس من زید نے لے لی گندم پچاس من میں نے لے لی، اب آپ بتائیے یہ جو پچاس من گندم میں نے لی ہے یہ تھی میری؟ نہیں گندم کے ہر ہر دانے میں ہم دونوں شریک تھے آدھا دانہ اس کا بنتا ہے تو آدھا دانہ میرا کیونکہ ایک ایک جز میں شرکت ہے کسی کا حصہ الگ نہیں، سمجھ میں آیا؟ دانے کا سواں حصہ کر دو اس میں بھی آدھا میرا ہے آدھا زید کا کیونکہ علیحدہ کیا ہی نہیں ہے ابھی بھئی مشترکہ مال ہے تو اس کے ہر جز میں شرکت ہوتی ہے۔ اب اس گندم کو جب ہم نے الگ الگ کر لیا تو بتائیے یہ جو پچاس من الگ کیے یہ تھے ہی میرے یا ان میں آدھا حصہ زید کا تھا؟ آدھا زید کا تھا اور زید نے جو آدھی گندم لی ہے وہ تھی ہی اس کی یا اس میں آدھا حصہ میرا تھا؟ اس میں آدھا حصہ میرا تھا، تو میں نے یوں کیا کہ زید کی گندم میں جو اپنا حصہ تھا وہ اس کو دے دیا اور خود جو گندم لی ہے اس میں جو زید کا حصہ تھا وہ بدلے میں لے لیا: اس کی گندم میں میرا حصہ تھا وہ میں نے بدلے کے طور پر دیا اور میری گندم میں اس کا حصہ تھا وہ میں نے بدلے کے طور پر لے لیا تو یہ مبادلہ ہے۔ سمجھ میں آئی بات؟ لیکن ہر ایک کے حصے میں آدھا اپنا حصہ بھی تو تھا تو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ہم نے افراز کیا ہے اپنا اپنا حصہ الگ کیا ہے، اور دوسرے کے حصے کی طرف نظر کی جائے تو مبادلہ بھی ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ کچھ حصے کا مبادلہ کر لیا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اب یاد رکھیے کہ چونکہ تقسیم میں افراز بھی ہے اور مبادلہ بھی ہے تو لہٰذا اب اگر کوئی ایک آکر مطالبہ کرتا ہے قاضی صاحب میرے اور زید کے درمیان یہ زمین مشترکہ ہے اس کو ہمارے درمیان تقسیم کروا دیجیے زید راضی نہیں ہے قاضی پھر بھی جبراً تقسیم کروا سکتا ہے، قاضی کیا کر سکتا ہے جبراً تقسیم کروا سکتا ہے کیونکہ یوں سمجھا جائے گا یہاں مبادلہ ہم نہیں سمجھیں گے یوں سمجھیں گے کہ گویا ہر ایک کا حصہ قاضی نے الگ کر دیا بس: ہے افراز بھی اور مبادلہ بھی لیکن ہم کیا سمجھیں گے کہ قاضی نے صرف ہر ایک کا حصہ کیا کر دیا الگ کر دیا، بھئی ان میں سے ایک آیا تھا اس نے کہا تھا میرا حصہ الگ کر دیں قاضی نے اس کا حصہ الگ کر کے اسے دے دیا۔ سمجھ میں آئی؟ اور اگر مبادلے کو مانا جائے پھر یاد رکھو مبادلے پر کبھی قاضی کسی پر جبر نہیں کر سکتا: میں مثلاً دیکھو آپ کو اپنی کتاب دیتا ہوں بدلے میں آپ سے قلم لے لیتا ہوں یہ مبادلہ کہلاتا ہے اب قاضی مجھ سے جبراً یہ نہیں کروا سکتا چلو بھئی یہ کتاب اس کو دو اور اس سے قلم لے لو، تو مبادلے پر کبھی قاضی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا تو تقسیم کے اندر اگر مبادلے کی جہت کا لحاظ رکھا جائے تو قاضی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا ایک آیا ہے تو ایک کے آنے سے مبادلہ نہیں کیا جا سکتا بھئی بلکہ دونوں کا راضی ہونا ضروری ہے، میں یہ کتاب دے کر آپ سے قلم لے سکتا ہوں لیکن ضروری ہے میں بھی راضی ہوں اور آپ بھی اس بات پر راضی ہوں ورنہ جبراً یہ نہیں ہو سکتا، اور افراز اپنا حصہ الگ کرنے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پھر قاضی کسی کو کیا کر سکتا ہے مجبور کر سکتا ہے، تو لہٰذا تقسیم میں چونکہ افراز بھی ہے مبادلہ بھی ہے لہٰذا وہاں قاضی مجبور کر سکتا ہے کس معنیٰ کی رعایت رکھتے ہوئے؟ افراز کے کہ گویا اس کا حصہ الگ کر کے دے رہا ہے مبادلہ نہیں کر رہا بھئی، اگر مبادلے کو مدِ نظر رکھیں پھر تو قاضی کسی پر جبر نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اب بات چل رہی تھی دو جنسیں تین جنسیں یا چار جنسیں ہیں مولانا: ایک گائے ہے ایک اونٹ ہے اور ایک غلام ہے اب تقسیم کرنے والے کو بلوایا کہ یہ ہمارے درمیان ہم دو میں تقسیم کرو، اس نے کہا بھئی غلام ہے مہنگا اس کی قیمت ہے مثلاً پچاس ہزار اور گائے کی قیمت ہے صرف بیس ہزار اونٹ کی قیمت ہے تیس ہزار، معلوم ہوا گائے اور اونٹ ملا کر پچاس ہزار کے اور غلام اکیلا پچاس ہزار کا چلو بھئی ایک کو غلام دے دیتے ہیں اور ایک کو گائے اور اونٹ دے دیتے ہیں۔ اب دیکھو جنسیں مختلف ہیں مولانا، جب جنسیں مختلف ہیں اب مولانا افراز ہم نہیں کہہ سکتے اس کو کسی صورت میں اس کو مبادلہ ہی کہنا پڑے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ دیکھو غلام کے اندر بھی آدھا زید کا تھا آدھا عمرو کا اونٹ کے اندر بھی آدھا زید کا تھا آدھا عمرو کا گائے میں بھی آدھا زید کا حصہ تھا اور آدھا عمرو کا حصہ تھا، اب کیا کیا گیا؟ زید کو اونٹ اور گائے دیے گئے تو اونٹ اور گائے کے اندر جو عمرو کا حصہ تھا وہ زید نے لے لیا اور بدلے میں غلام کے اندر زید کا جو حصہ تھا وہ کس کو دے دیا؟ عمرو کو دے دیا، تو مبادلہ آیا یا نہیں آیا؟ یہاں تو ہر لحاظ سے مبادلہ ہی ہے یہاں ہم افراز بنا ہی نہیں سکتے کیونکہ جنسیں ہی الگ الگ ہیں بھئی۔ ایک جیسی چیز ہوتی تھی تو اس کو ہم کیا کر لیتے تھے؟ اپنا حصہ الگ، بھئی ہم نے گندم الگ کی تھی ادھر بھی گندم تھی ادھر بھی گندم ہم نے کہا افراز ہوا ہے دونوں نے اپنا اپنا حصہ الگ کیا ہے مبادلہ یہاں پر کسی لحاظ سے بھی نہیں ہے وہاں ہم بنا لیتے تھے کیونکہ ایک جیسی چیز ہوتی تھی۔ زمین ساری تقسیم کی بھئی ایک طرف بھی ایک جیسا ٹکڑا ہے دوسری طرف بھی اسی طرح کا ٹکڑا ہے مثلاً تو وہاں بھی کیا ہم کر لیتے تھے کہ دونوں کا حصہ کیا کیا ہے گویا الگ الگ کیا ہے مبادلے کی طرف ہم نظر ہی نہیں کرتے تھے کیونکہ ادھر بھی زمین ادھر بھی زمین تو یوں سمجھتے اپنا اپنا حصہ الگ کیا ہے، اور یہاں یہاں تو جنسیں ہی الگ ہیں ایک کے پاس گائے اور اونٹ آرہے ہیں دوسرے کے پاس غلام جا رہا ہے تو اس کو ہم افراز کہہ سکتے ہیں؟ نہیں اس کو تو افراز ہم کہہ ہی نہیں سکتے کہ اپنا حصہ الگ کیا ہے اس کو ہر حال میں کیا کہنا پڑے گا؟ مبادلہ، لہٰذا یہاں تو مبادلہ ہی مبادلہ ہے صرف افراز نہیں ہے تو اب یہاں جانبین کی رضامندی ضروری ہے کیونکہ قاضی مبادلے پر کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو جنسیں جب مختلف ہوں تو اس صورت میں یاد رکھنا قاضی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا، دونوں تقسیم کے لیے راضی ہیں پھر تو تقسیم ہو گی ایک راضی ہے دوسرا نہیں راضی تو پھر قاضی جبراً تقسیم نہیں کروا سکتا۔ مسئلہ سمجھ میں آگیا؟

دیکھا یہی بات کر رہے ہیں بھئی: وَيُقَسِّمُ الْعُرُوضَ إِذَا كَانَتْ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ اور عروض عَرْضٌ کی جمع سامان کو کہتے ہیں، تقسیم کرے گا سامان کو إِذَا كَانَتْ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ جب کہ وہ ایک ہی قسم سے ہو سارا سامان کیونکہ یہاں ہم کیا بنا لیں گے افراز اس کو بنا لیں گے ایک قسم کا ہے سارا بھئی: ایک کو بھی پچاس بکریاں دیں دوسرے کو بھی پچاس بکریاں دیں تو کیا سمجھیں گے گویا کہ ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ کیا کیا ہے الگ کیا ہے۔ لیکن وَلَا يُقَسِّمُ الْجِنْسَيْنِ بَعْضَهَا فِي بَعْضٍ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا لیکن تقسیم نہیں کرے گا قاضی دو جنسوں کو بَعْضَهَا فِي بَعْضٍ ایک کو دوسرے کے اندر إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا مگر ان دونوں کی باہمی رضامندی سے کیونکہ یہاں مبادلہ آیا ہے اور مبادلے پر قاضی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا وہاں باہمی رضامندی ضروری ہے۔

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا يُقَسِّمُ الرَّقِيقَ وَلَا الْجَوَاهِرَ کہ قاضی غلاموں کو بھی تقسیم نہیں کر سکتا جواہرات کو بھی تقسیم نہیں کر سکتا۔ بھئی دو آدمیوں کے درمیان چھ غلام ہیں جو انہیں وراثت کے طور پر ملے ہیں ایک آیا کہتا ہے قاضی صاحب ہمارے درمیان یہ غلام تقسیم کروا دیجیے امام صاحب فرماتے ہیں جب تک دوسرے کی رضامندی نہ ہو ان غلاموں کو تقسیم نہیں کر سکتے، یا مولانا جواہرات ہیں قیمتی پتھر ہیں بھئی دس قیمتی پتھر ہیں دو آدمیوں کو بطورِ وراثت کے ملے ہیں ایک آیا آکر کہتا ہے قاضی صاحب ان کو ہمارے درمیان تقسیم کروا دیجیے تو کہتے ہیں نہیں بھئی جب تک دوسرا رضامند نہ ہو قاضی ان کو دونوں کے درمیان تقسیم نہیں کروا سکتا۔ بھئی کیوں نہیں کروا سکتا یہ تو ایک ہی جنس ہے سارے قیمتی پتھر ہیں یا ایک ہی جنس ہیں سارے غلام ہیں کیوں نہیں کروا سکتا؟ امام صاحب فرماتے ہیں یہ ہیں تو جنس ایک لیکن یہ کئی جنسوں کے درجے میں ہیں اس لیے کہ ہر غلام دوسرے غلام سے الگ ہوتا ہے قوت کے اعتبار سے بھی مولانا سمجھ میں آیا اور خوبیاں اور صفات کے اعتبار سے بھی بھئی اور خدمت وغیرہ کے اعتبار سے بھی بے انتہا فرق ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات ایک غلام بیسیوں غلاموں سے افضل ہوتا ہے: قوی ہے مضبوط ہے امانت دار ہے خوب خدمت کرنے والا ہے سمجھ میں آیا؟ تو یہ بیسیوں غلاموں سے اس قسم کا غلام بہتر ہے، تو غلام اگرچہ چھ کے چھ غلام ہیں لیکن ہر ایک الگ جنس شمار کریں گے کیونکہ ان میں فرق بہت زیادہ ہے تو چھ جنسیں ہو گئیں اور جب جنسیں الگ ہوں تو آپ نے پڑھا بغیر باہمی رضامندی کے تقسیم درست نہیں۔ اسی طرح قیمتی پتھر ہیں مولانا قیمتی پتھر بھی اگرچہ ہیں دیکھنے میں ایک جنس لیکن یہ کئی جنسوں کے درجے میں ہیں اس لیے کہ ہر پتھر کی قیمت الگ ہوتی ہے: ایک جیسے بھی ہوں پھر بھی الگ حالانکہ ایک جیسے ہوتے نہیں کوئی پتھر چھوٹا ہو گا کوئی بڑا ہو گا قیمتی پتھر، اور اگر ایک جیسے ہوں بھی پھر بھی قیمت ایک جیسی نہیں ہوتی آپ جانتے ہیں بھئی ایک پتھر ہے چھوٹا ہے لیکن اس کے اندر چمک دمک زیادہ ہے اس کی قیمت زیادہ ہو گی دوسرا پتھر ہے وہ بڑا ہے لیکن اس کے اندر وہ چمک دمک نہیں تو اس کی

قیمت بھی زیادہ نہیں ہو گی، تو بہت سی چیزوں کا وہاں بھی لحاظ ہوتا ہے تو وہ بھی کئی جنسوں کے درجے میں ہوئے اور جب کئی جنسیں ہو گئیں تو بغیر باہمی رضامندی کے تقسیم صحیح نہیں۔ یہ معنٰی ہے وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَا يُقَسِّمُ الرَّقِيقَ وَلَا الْجَوَاهِرَ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تقسیم نہیں کرے گا قاضی الرَّقِيقَ غلام کو وَلَا الْجَوَاهِرَ اور جواہرات کو بھئی غلاموں اور جواہرات کو تقسیم نہیں کرے گا جب تک دونوں کی رضامندی نہ ہو۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى يُقَسِّمُ الرَّقِيقَ صاحبین فرماتے ہیں کہ غلاموں کو تقسیم کر دے گا قاضی۔

وَلَا يُقَسِّمُ حَمَّامٌ وَلَا بِئْرٌ وَلَا رَحًى إِلَّا أَنْ يَتَرَاضَى الشُّرَكَاءُ۔ بھئی حمام ہے دو آدمیوں میں مشترکہ تو کیا اس کو تقسیم کریں گے ایک کے مطالبے پر یا کنواں ہے دو آدمیوں میں مشترکہ تو کیا ایک کے مطالبے پر تقسیم کریں گے یا پن چکی ہے بھئی وہ چکی جو پانی کے ذریعے چلتی ہے بھئی پہاڑی علاقوں میں اکثر ہوتی ہے جہاں بلندی سے پانی آتا ہے بھئی سمجھ میں آیا وزنی پتھر ہوتا ہے اور پانی بڑی رفتار سے آتا ہے اور پتھر کو گھماتا ہے جس کی وجہ سے وہاں آٹا وغیرہ اور چیزیں آرام سے انسان پیس سکتا ہے بھئی، تو پن چکی اب کیا ان کو کسی ایک کے مطالبے پر تقسیم کریں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہاں تو دونوں کا ضرر ہے کیا ہے؟ بھئی وہ چھوٹی سی تو چیز ہے حمام ہے یا پن چکی ہے یا کنواں ہے تو اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو دونوں کا نقصان ہے اور آپ نے پڑھا ہے جہاں دونوں کا نقصان ہو وہاں تقسیم کے لیے باہمی رضامندی ضروری ہے۔ اسی لیے کہا وَلَا يُقَسِّمُ حَمَّامٌ وَلَا بِئْرٌ وَلَا رَحًى اور تقسیم نہیں کیا جائے گا حمام کو اور نہ کنویں کو اور نہ پن چکی کو إِلَّا أَنْ يَتَرَاضَى الشُّرَكَاءُ مگر یہ کہ شرکاء رضامند ہو جائیں۔

وَإِذَا حَضَرَ وَارِثَانِ عِنْدَ الْقَاضِي وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْوَفَاةِ وَعَدَدِ الْوَرَثَةِ۔ صورتِ مسئلہ یہ بھئی کہ قاضی کے پاس مثلاً دو وارث حاضر ہوئے: بھئی انہوں نے کہا ہمارے درمیان زمین تقسیم کر دی جائے بھئی، بھئی کہاں سے ملی زمین آپ کو؟ انہوں نے خود ہی ذکر کر دیا کہ یہ زمین ہمیں زید سے بطورِ وراثت کے ملی ہے اور آپ نے پڑھا اس صورت میں پھر قاضی کیا طلب کرے گا؟ بَيِّنَةٌ طلب کرے گا اس شخص کی وفات پر اور وارثوں کی تعداد پر، ان دونوں نے

بَيِّنَةٌ قائم کر دی کہ زید کا انتقال ہو چکا اور ہاں کہا ہم تین ہیں وارث دراصل ہم تین بھائی ہیں صرف ہم تین وارث ہیں اور کوئی وارث نہیں اس کا زید کا، اور اس وقت تو دو موجود ہیں تیسرا غائب ہے، تیسرا کیا ہے؟ غائب ہے اور زمین انہی دو کے قبضے میں ہے، زمین انہی دو کے قبضے میں ہے۔ اب ایک تو غائب ہے تو کیا اب اس کا انتظار کیا جائے یا قاضی تقسیم کر دے؟ کہتے ہیں بھئی زمین ان دو کے قبضے میں ہے اور ایک ہی غائب ہے تو کوئی حرج نہیں ہے بھئی، دوسرا اس کا قائم مقام ہو گیا کیونکہ وراثت کے مسئلے میں ایک شخص باقیوں کی طرف سے کیا ہو جاتا ہے؟ قائم مقام ہو جاتا ہے: مثلاً زید اور عمرو آئے تھے اور بکر غائب ہے تو زید کے فریقِ مخالف کون کون ہوئے؟ بکر اور عمرو، بکر تو غائب ہے عمرو موجود ہے لیکن عمرو بکر کا بھی قائم مقام ہو گیا سمجھ میں آیا؟ کیونکہ وراثت کے مسئلے میں ایک شخص دوسرے کا کیا بن جاتا ہے؟ غائب کی طرف سے نائب بن جاتا ہے، تو زید کس کا نائب بن گیا؟ بکر کا بھی نائب بن گیا سمجھ میں آیا؟ اور زید کے فریقِ مخالف کون ہیں؟ بکر اور عمرو ہیں اور موجود کون ہے؟ عمرو تو زید کے لیے یوں سمجھیں گے عمرو جو ہے وہ بکر کا بھی قائم مقام ہے نائب ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو وراثت کے مسئلے میں ایک فریق دوسرے کا نائب بن جایا کرتا ہے نائب بن جاتا ہے۔

اچھا اور زمین بھی ان کے قبضے میں ہے: زمین یاد رکھیے اگر وہ غائب کے قبضے میں ہوئی پھر تقسیم نہیں کرے گا قاضی اس لیے کیونکہ وہ تو پھر غائب کے خلاف فیصلہ ہوا، تو زمین یہاں ان دونوں کے قبضے میں ہے تو اب یہ وراثت کا مسئلہ ہے ایک جو ہے دوسرے کی طرف سے نائب بن گیا تو قاضی ان میں زمین تقسیم کروائے گا تین حصے بنا دے: ایک حصہ زید کو دے دیا ایک حصہ عمرو کو دے دیا ایک حصہ بکر کا ہے بکر تو ہے نہیں لہٰذا قاضی کسی تیسرے آدمی کے سپرد کر دے گا کہ بکر کے آنے تک تم اس زمین کا خیال رکھو جب وہ آ جائے تو اس کے حوالے کر دینا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا حَضَرَ وَارِثَانِ عِنْدَ الْقَاضِي جب دو وارث حاضر ہو گئے قاضی کے پاس وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْوَفَاةِ وَعَدَدِ الْوَرَثَةِ اور ان دونوں نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی وفات پر بھی اور وارثوں کی تعداد پر بھی وَالدَّارُ فِي أَيْدِيهِمْ اور حال یہ ہے کہ وہ گھر ان کے قبضے میں ہے، فِي أَيْدِيهِمْ نہیں ہونا چاہیے مولانا فِي أَيْدِيهِمَا ہونا چاہیے سمجھ میں آیا بھئی؟ فِي أَيْدِيهِمَا: اگر اس غائب کے بھی قبضے میں ہے پھر نہیں کریں گے یاد رکھنا کیونکہ پھر قضا علی الغائب ہو جائے گی غائب کے خلاف فیصلہ ہو جائے گا حالانکہ اس کی موجودگی ضروری ہے بھئی۔ وَالدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا اور گھر جو تھا وہ ان دونوں کے قبضے میں تھا وَمَعَهُمْ وَارِثٌ غَائِبٌ اور ان کے ساتھ ایک ایسا وارث بھی ہے جو غائب ہے یعنی اس وقت موجود نہیں ہے قَسَّمَهَا الْقَاضِي بِطَلَبِ الْحَاضِرَيْنِ تو تقسیم کر دے گا قاضی اس زمین کو بِطَلَبِ الْحَاضِرَيْنِ ان دو حاضر وارثوں کے طلب کرنے پر وَنَصَبَ لِلْغَائِبِ وَكِيلًا يَقْبِضُ نَصِيبَهُ اور قائم کر دے گا غائب کے لیے کوئی وکیل جو

قبضہ کرلے گا اس کے حصے پر، اس کی طرف سے کیا کردے گا کوئی وکیل مقرر کردے گا جو اس کے حصے پر قبضہ کرلے گا اور جب وہ آجائے گا تو اس کے حوالے کردے گا۔

وَإِنْ كَانُوا مُشْتَرِينَ۔ مُشْتَرِيِينَ دو یا ہیں آپ کی کتاب میں؟ بھئی ایک یا ہونی چاہیے بھئی۔ کیسے بھئی؟ گردان پڑھو ذرا: مُشْتَرٍ مُشْتَرِيَانِ مُشْتَرُونَ بھئی اسم فاعل کی گردان کہہ رہا ہوں بھئی مُشْتَرٍ مُشْتَرِيَانِ مُشْتَرُونَ اور اسی سے کیا بن جائے گا؟ مُشْتَرِينَ، تو ایک یا ہونی چاہیے بھئی۔ دوسری صورت بناؤ بھئی: بھئی دو آدمی آئے اور ان کے پاس ایک زمین ہے اور انہوں نے آکر کہا کہ یہ زمین ہم دونوں اور ساتھ ایک تیسرا آدمی ہے ہم تین آدمیوں کی زمین ہے، بھئی وہ تیسرا آدمی کدھر ہے؟ کہتے ہیں وہ اس وقت موجود نہیں کہیں دوسری جگہ گیا ہوا ہے، بھئی کہاں سے ملی؟ خود ہی بتلا دیتے ہیں کہتے ہیں ہم نے یہ زمین خریدی ہے، وہی وراثت والی صورت ہے لیکن بس وہاں انہوں نے کہا تھا ہمیں وراثت کے طور پر ملی ہے اور یہاں پر کیا کہتے ہیں ہم نے خریدی ہے اور ہم دونوں کے قبضے میں ہے اور تیسرا بھی ایک شخص ہے اس کا بھی حصہ ہے وہ اس وقت موجود نہیں وہ بھی خریداروں میں سے ہے، کہتے ہیں اب زمین کو تقسیم نہیں کریں گے اس لیے کیونکہ یہ وراثت کا مسئلہ نہیں: وراثت کے مسئلے کے اندر تو جو حاضر فریق ہوتا تھا وہ غائب کی طرف سے نائب بن جایا کرتا تھا لیکن یہ کس کا مسئلہ ہے؟ شراء اور شراء کے مسئلے میں غائب کا نائب حاضر نہیں بنتا بھئی۔ یہ جو ہم نے وراثت میں کیا صورت بنائی تھی کون تین آدمی تھے؟ زید عمرو بکر، بکر غائب تھا زید اور عمرو موجود تھے لیکن ہم نے کیا کہا تھا؟ زید کا فریقِ مخالف کون ہے؟ عمرو اور بکر، تو موجود صرف عمرو ہے لیکن وہ بکر کی طرف سے بھی نائب بن گیا، جب کہ یہاں شراء میں ایسا نہیں ہوگا ایک دوسرے کی طرف سے نائب نہیں ہو سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانُوا مُشْتَرِينَ لَمْ يُقَسِّمْ مَعَ غَيْبَةِ أَحَدِهِمْ اور اگر وہ لوگ خریدنے والے ہیں یعنی کہتے ہیں ہم نے یہ زمین خریدی ہے لَمْ يُقَسِّمْ تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا مَعَ غَيْبَةِ أَحَدِهِمْ ان میں سے کسی ایک کے غائب ہونے پر۔

وَإِنْ كَانَ الْعَقَارُ فِي يَدِ الْوَارِثِ الْغَائِبِ۔ یہ وہ مسئلہ آگیا دیکھا بھئی اوپر میں نے کیا کہا تھا کہ زمین کیا ہونی چاہیے؟ جو وارث مقدمہ لے کر آئے ہیں یا جو تقسیم کے لیے قاضی کے پاس حاضر ہوئے ہیں قبضے میں بھی انہی کے ہو، اگر اس غائب کے قبضے میں بھی ہے اس کا بھی قبضہ ہے اس وقت تو گیا ہوا ہے لیکن زمین ان دو کے قبضے میں نہیں تھی بلکہ تینوں کا اس پر قبضہ تھا اب قاضی فیصلہ نہیں کرے گا اب ایک دوسرے کی طرف سے نائب نہیں بن سکتا کیونکہ یہ فیصلہ اس صاحبِ قبضہ کے خلاف ہوا بھئی: زمین تقسیم ہوگی یا نہیں ہوگی؟ زمین تقسیم ہوگی تو اس کے بھی خلاف فیصلہ ہوا اور وہ تو حالانکہ موجود نہیں اور قضا علی الغائب تو جائز نہیں ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کیونکہ اب وہ صاحبِ قبضہ ہے پچھلے مسئلے میں وہ صاحبِ قبضہ نہیں تھا وہ جو غائب تھا یہ فرق ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ الْعَقَارُ فِي يَدِ الْوَارِثِ الْغَائِبِ أَوْ شَيْءٌ مِنْهُ لَمْ يُقَسِّمْ اور اگر وہ زمین یا جائیداد جو تھی فِي يَدِ الْوَارِثِ الْغَائِبِ اس غائب وارث کے قبضے میں ہے أَوْ شَيْءٌ مِنْهُ یا اس عقار میں سے کچھ حصہ اس کے قبضے میں ہے جس کو تقسیم کروانا ہے لَمْ يُقَسِّمْ تو اب بھی قاضی تقسیم نہیں کرے گا۔

وَإِنْ حَضَرَ وَارِثٌ وَاحِدٌ لَمْ يُقَسِّمْ۔ صورت اور بھئی: ایک ہی وارث حاضر ہو گیا اور اس نے بَيِّنَةٌ بھی قائم کر دی کہ زید کا انتقال ہو گیا ہے اور کون ہے وارث آپ کے ساتھ اس پر بھی اس نے بَيِّنَةٌ قائم کر دی کہ میں ہوں زید ہے اور عمرو ہم تین وارث ہیں، بھئی زید اور عمرو کدھر ہیں؟ وہ غائب ہیں اب یہ ایک ہی شخص چاہتا ہے زمین کو کیا کر دیا جائے؟ تقسیم کر دیا جائے اور زید اور عمرو کا حصہ کسی وکیل کو دے دیا جائے وہ ان کو بعد میں دے دے، کہتے ہیں نہیں اب نہیں کیا جائے گا کم از کم دو وارثوں کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ بھئی کیوں دو وارثوں کا حاضر ہونا کیوں ضروری؟ اس لیے مولانا کہ یہاں پر ایک مقدمہ کرنے والا چاہیے تو دوسرا جس کے خلاف مقدمہ ہوا ہے ایک مخاصم ہے تو ایک مخاصَم بھی چاہیے، کیا چاہیے؟ مخاصَم بھی چاہیے، بھئی وہاں پر صرف زید اور عمرو آئے تھے لیکن دو فریق بن گئے تھے یا نہیں بن گئے تھے؟ تو دو فریق تو ضرور ہونے چاہئیں: ایک ہی فریق مخاصم بھی بن جائے یعنی مقدمہ کرنے والا اور مخاصَم بھی بن جائے یعنی جس کے خلاف مقدمہ ہوا ہے یہ درست نہیں، یا ایک ہی شخص مقاسم بھی بن جائے مقاسم کا معنیٰ اپنا حصہ لینے والا اور مقاسَم بھی بن جائے جس سے حصہ لیا جائے۔ یہاں پر ہم کیا کریں؟ اگر تقسیم کر دیں گے صرف ایک حاضر ہوا ہے تو یہی شخص مخاصم بھی بن گیا مخاصَم بھی کوئی دوسرا ساتھ ہے ہی نہیں، ورنہ دوسرا ساتھ ہوتا ہم اس ایک کو مخاصم بناتے دوسرے کو مخاصَم: یہ مقدمہ کرنے والا اور اس پر مقدمہ کیا ہے بھئی یہ صورت بنا لیتے، تو یہاں ایک ہی کو مخاصم اور مخاصَم نہیں بنا سکتے۔ یا ایک کو مقاسم بناتے دوسرے کو مقاسَم: مقاسم کیا معنیٰ؟ اپنا حصہ وصول کیا، مقاسَم جس سے حصہ وصول کیا، تو ایک کو مقاسم بناتے ایک کو مقاسَم لیکن یہاں تو ایک ہی آدمی ہے وہی مقاسم ہو حصہ وصول کرنے والا، پوچھیں حصہ وصول کرنے والا کون؟ جی یہ آدمی، اچھا کس سے اس نے یہ حصہ وصول کیا؟ اپنے آپ سے ہی وصول کیا بھئی، تو ایک ہی مقاسم ہوا ایک ہی مقاسَم یہ تو درست نہیں ہے بھئی

لہٰذا ایک وارث آتا ہے پھر نہیں کم از کم دو آئیں تو پھر اگر زیادہ بھی ہوئے تو دوسرا باقیوں کی طرف سے کیا بن جائے گا؟ نائب بن جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں وَإِنْ حَضَرَ وَارِثٌ وَاحِدٌ لَمْ يُقَسِّمْ اور اگر صرف ایک وارث حاضر ہوا تو قاضی تقسیم نہیں کرے گا۔

وَإِذَا كَانَتْ دُورٌ مُشْتَرَكَةٌ فِي مِصْرٍ وَاحِدٍ قُسِّمَتْ كُلُّ دَارٍ عَلَى حِدَتِهَا فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ۔ بھئی دیکھو دو آدمی ہیں ان کے درمیان کئی مکانات مشترکہ ہیں بھئی لاہور کے اندر ہی بھئی کئی جگہ پر گھر ہیں مثلاً پانچ یا چھ گھر ہیں بھئی لاہور کے اندر دو آدمیوں کے مشترکہ ہیں تو اب کیسے تقسیم کیا جائے گا؟ کیا تین گھر ایک آدمی کو دے دیں تین گھر دوسرے آدمی کو دے دیں؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں بھئی ہر گھر دوسرے سے مختلف ہے محلے کے اعتبار سے علاقے کے اعتبار سے پڑوسیوں کے اعتبار سے سمجھ میں آیا ہر اعتبار سے مختلف ہے: بعض علاقوں کو لوگ اچھا شمار کرتے ہیں بعض کو اچھا شمار نہیں کرتے بعض جگہ کیا ہے پڑوسی بڑے نیک اور شریف ہیں بعض جگہ تنگ کرنے والے ہیں تو ان سب چیزوں سے زمین کی قیمت پر مکان کی قیمت پر اثر پڑتا ہے، تو ہر مکان گویا الگ جنس ہے جب الگ جنس ہے تو ہر ایک کی الگ الگ تقسیم کریں گے، کیا کریں گے؟ الگ الگ تقسیم کریں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ہاں آپس میں رضامند ہوتے ہیں کہ جی تین ایک کو دے دیں تین دوسرے کو دے دیں وہ تو الگ بات ہے، مثلاً ایک جبراً چاہتا ہے کہ یوں کریں تین مکان ایک کو دیں تین مکان دوسرے کو دیں دوسرا راضی نہیں ہے تو بھئی نہیں پھر یہ صورت ہم نہیں کر سکتے بلکہ کیا کرنا پڑے گا ہر مکان کو الگ الگ ہی تقسیم کریں گے کیونکہ ہر مکان گویا کہ الگ جنس ہے تو اس میں تو طریقہ ہی یہ ہے کہ ہر ہر جنس کو الگ الگ تقسیم ہوتی ہے اس کی۔ جب کہ یہ تو امام صاحب کا مذہب ہے کہ ہر ایک مکان کو الگ الگ تقسیم کیا جائے گا، صاحبین فرماتے ہیں اگر ان کے لیے بہتر کیا ہے کہ ایک کو کچھ مکان دے دیں ایک کو کچھ اس میں دونوں کی بہتری ہے تو اس صورت میں بھی قاضی کیا کر سکتا ہے؟ جبراً تقسیم کر سکتا ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا كَانَتْ دُورٌ مُشْتَرَكَةٌ، دُورٌ جمع ہے دار کی، اور جب کئی گھر مشترکہ تھے فِي مِصْرٍ وَاحِدٍ ایک ہی شہر میں قُسِّمَتْ كُلُّ دَارٍ عَلَى حِدَتِهَا تو تقسیم کیا جائے گا ہر گھر کو علیحدہ طور پر فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى إِنْ كَانَ الْأَصْلَحُ لَهُمْ قِسْمَةَ بَعْضِهَا فِي بَعْضٍ قَسَّمَهَا صاحبین فرماتے ہیں اگر ان شرکاء کے لیے بہتر جو ہے وہ بعض گھروں کی بعض میں تقسیم ہے تو اس طرح قاضی تقسیم کر دے یعنی تین گھر ایک کو دے دیے تین گھر دوسرے کو دے دیے اگر بہتری اس میں ہے تو اس طرح کر سکتا ہے یعنی جبراً کر سکتا ہے۔

وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ وَضَيْعَةٌ أَوْ دَارٌ وَحَانُوتٌ۔ بھئی دو بھائی ہیں ان کے درمیان ایک گھر اور ایک قابلِ کاشت زمین کا ٹکڑا ہے ایک کھیت ہے بھئی، اب کیا کریں ایک کو گھر دے دیں ایک کو کھیت دے دیں ایسا کریں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی دونوں الگ الگ جنسیں ہیں لہٰذا گھر کو علیحدہ تقسیم کرو اور کھیت کو علیحدہ تقسیم کرو۔ یا اسی طرح دونوں کے درمیان ایک گھر ہے اور ایک دکان تو کیا کریں ایک کو گھر دے دیں ایک کو دکان دے دیں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی یہ دونوں الگ الگ جنسیں ہیں گھر الگ دونوں میں تقسیم کرو اور دکان الگ دونوں کے اندر تقسیم کر دو۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ وَضَيْعَةٌ اور اگر ان میں مشترکہ گھر تھا وَضَيْعَةٌ اور قابلِ کاشت زمین تھی یعنی غلہ اگانے والی زمین تھی أَوْ دَارٌ وَحَانُوتٌ یا کیا تھا ایک گھر ہے اور ایک دکان ہے قَسَّمَ كُلَّ وَاحِدٍ عَلَى حِدَتِهِ تو تقسیم کر دے ان دونوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ۔

وَيَنْبَغِي لِلْقَاسِمِ أَنْ يُصَوِّرَ مَا يُقَسِّمُهُ۔ یاد رکھیے جو تقسیم کرنے والا ہے زمین تقسیم کرنے آیا اس نے کئی لوگوں کے درمیان کیسے تقسیم کرے اس کا طریقہ بتلا رہے ہیں: کہتے ہیں بھئی اسے چاہیے کہ اس کا نقشہ بنائے زمین کا کیا کرے؟ نقشہ بنائے بھئی کس قسم کی زمین ہے کتنی لمبائی ہے کتنی چوڑائی ہے لمبائی کے رخ میں ہے یا دونوں طرف برابر ہے یا گولائی کے اندر ہے سارا اس کا نقشہ بنا لے اور اس کے برابر برابر حصے کر دے اور زمین کو ماپ لے گزوں کے اعتبار سے اس کا نقشہ بنائے بھئی سمجھ میں آیا؟ جیسے آپ جانتے ہیں بھئی اسکولوں میں آپ نے دیکھا ہو گا گراف پیپر دیکھا ہے یا نہیں دیکھا؟ تو اس پر نقشہ بناتے ہیں کسی چیز کا مثلاً ساٹھ گز کا مکان ہے ساٹھ ہی گز لمبائی ہے ساٹھ ہی گز چوڑائی ہے تو اس پر بنائیں گے تو اب مثلاً ہر دس گز ایک انچ کے برابر وہاں ہم فرض کر لیتے ہیں تو ساٹھ گز کتنے انچ ہوئے؟ چھ انچ، چھ انچ چوڑا اور چھ انچ لمبا نقشے کے اندر اس کی صورت بنا لے گا سمجھ میں آیا؟ اور برابر حصے کر لے گا کہ تقسیم کرنے ہیں بھئی برابر حصے، اور اس گھر کو ماپے گا بھی بھئی کیونکہ اس کے مطابق سارا نقشہ بنانا ہے۔ اور اگر اس گھر کے اندر کوئی عمارت ہے بھئی ایک طرف ایک عمارت ہے دوسری طرف عمارت نہیں ہے بھئی تقسیم کر رہے ہیں بھئی عمارت تو ایک حصے میں آسکتی ہے دونوں میں نہیں آسکتی یا فرض کرو صرف ایک کمرہ ہے وہ تو ایک کے حصے میں آسکتا ہے دونوں کے حصے میں نہیں آسکتا یا چار پانچ ہیں تو سب کے حصے میں نہیں آسکتا، تو کہتے ہیں یاد رکھیے جب عمارت بیچ میں آئے تو اس عمارت کی قیمت لگالی جائے گی کیا کیا جائے گا؟ قیمت لگالیں گے اور قیمت کے اعتبار سے پھر باقیوں کو کچھ زمین زیادہ دیں گے اور جس کے حصے میں کمرہ آئے گا اس کو زمین اتنی ہی تھوڑی دیں گے پورا حساب لگالیں گے۔ یہ سارا نقشہ بنائے گا اور نیز ہر ایک کے لیے راستہ بھی چاہیے راستے کا بھی لحاظ رکھے تقسیم کرتے ہوئے سمجھ میں

آیا؟ تاکہ ہر ایک کے حصے میں جو زمین آئے اس کے آنے جانے کا راستہ بھی ہونا چاہیے بھئی ورنہ کیسے پہنچے گا اپنے حصے کے اندر؟ اور اگر پانی وغیرہ آرہا ہے بھئی پانی کی باری ہے یعنی کھیت وغیرہ تقسیم کر رہا ہے تو ہر ایک کی پانی کا بھی لحاظ رکھے کہ ہر ایک تک پانی پہنچے پانی کی باری وغیرہ بھی آپس میں ان کے مقرر کر دے ساری تقسیم لکھے بھئی ورنہ بعد میں جھگڑا آئے گا۔ تو یہ سارا نقشہ وغیرہ کیا کرے؟ بنالے، یہ نقشہ ضرور بنانا ہے کیونکہ ساری تفصیلات بھی ساتھ لکھ دے گا اور پھر یہ قاضی کے پاس بھی اس نے پیش کرنا ہے کہ میں نے فلاں جگہ تقسیم کر دی ہے اور ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ پورا وصول کر لیا ہے اب اس کو آپ اپنے ریکارڈ میں رکھ لیجیے کل کوئی جھگڑا ہو تو پھر آپ دیکھ لیجیے گا میں فیصلہ کر کے آیا ہوں بھئی۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ تو یہ قاضی کے پاس جمع کروائے گا۔[5]

پھر دیکھو زمین کے حصے کر دیے اب ایک طرف سے کہے بھئی میں اس طرف سے تقسیم کروں گا: چار حصے دار ہیں بھئی کتنے حصے دار ہیں؟ چار حصے دار ہیں ہر ایک کا پچیس پچیس فیصد حصہ ہے تو زمین کے چار ٹکڑے برابر کر لے بھئی حساب کتاب کے مطابق بلڈنگ کی قیمت لگا کر ہر ایک کا راستہ بھی بنا دے ہر ایک کی پانی کی باری بھی مقرر کر دے اور پھر ایک طرف سے کہے بھئی یہ حصہ نمبر ایک ہے یہ حصہ نمبر دو ہے یہ حصہ نمبر تین یہ حصہ نمبر چار ہے، پھر مولانا اس کے بعد قرعہ اندازی کرے گا بھئی کیا کرے؟ ہر ایک شریک کا نام لکھ لے زید ایک کاغذ پر لکھا عمرو دوسرے پر بکر تیسرے پر خالد چوتھے کاغذ پر، پھر ان کی قرعہ اندازی کرے: سب سے پہلے جس کا نام نکلے اسے کون سا حصہ دے دے گا؟ پہلا حصہ مثلاً مغرب کی جانب تھا پہلا حصہ وہ اس کا ہوا، دوسرے نمبر پہ جس کا نام نکلا اس کو ساتھ والا وہ دوسرا حصہ ہے، پھر تیسرے نمبر پر جس کا نام نکلا اسے تیسرا حصہ دے دے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں وَيَنْبَغِي لِلْقَاسِمِ اور مناسب ہے تقسیم کرنے والے کے لیے أَنْ يُصَوِّرَ مَا يُقَسِّمُهُ کہ وہ صورت بنالے اس زمین وغیرہ کی يُقَسِّمُهُ جسے وہ تقسیم کر رہا ہے، صورت بنالے یعنی نقشہ بنالے وَيُعَدِّلَهُ، عَدَّلَ يُعَدِّلُ تعدیل کا ایک معنیٰ آتا ہے مولانا برابر حصے کرنا یہاں یہ معنیٰ ہے بھئی، اور اس زمین کے کیا کرلے؟ برابر حصے کرلے وَيَذْرَعَهُ اور اس زمین کو کیا کرے؟ ماپ لے کیونکہ نقشے میں بھی اسی حساب سے بنانی ہے وَيُقَوِّمَ الْبِنَاءَ اور قیمت لگائے عمارت کی اگر اس میں عمارت کوئی ایک طرف ہے تو اس کی قیمت لگائے بھئی وَيُفْرِدَ كُلَّ نَصِيبٍ عَنِ الْبَاقِي بِطَرِيقِهِ وَشِرْبِهِ اور جدا کر دے ہر حصے کو باقیوں سے بِطَرِيقِهِ وَشِرْبِهِ اس کے راستے اور اس کی پانی کی باری کے ساتھ یعنی ہر ایک کا راستہ بھی بنائے یہ راستہ اس کا آرہا ہے یہ راستہ اس کا ہے اور پانی کی باری بھی مقرر کر دے حَتَّى لَا يَكُونَ لِنَصِيبِ بَعْضِهِمْ بِنَصِيبِ الْآخَرِ تَعَلُّقٌ یہاں تک کہ بعض کے حصے کا دوسرے کے حصے کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہ رہے، ان کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہ رہے کیونکہ ورنہ کل کو جھگڑا ہو گا۔ وَيَكْتُبُ أَسَامِيَهُمْ، اسامی جمع ہے اِسْمٌ کی، اور لکھ لے ان شرکاء کے نام بھئی وَيَجْعَلُهَا قُرْعَةً اور ان ناموں کا قرعہ بنالے یعنی الگ الگ پرچیاں بنا کر لکھ لے ثُمَّ يُلَقِّبُ نَصِيبًا بِالْأَوَّلِ پھر نام رکھے ایک حصے کا، کیا نام رکھے؟ اول وَالَّذِي يَلِيهِ بِالثَّانِي اور دوسرے کا کیا لقب رکھے؟ یہ ثانی ہے، ان کو بتادے یہ اول ہے یہ ثانی ہے یہ ثالث ہے یہ رابع جس کا پہلے نام نکلے گا اس کو اول ملے گا جس کا دوسرا نام نکلے گا اس کو دوسرا ملے گا جس کا تیسرا نام نکلے گا اسے تیسرا نام۔ تو کہتے ہیں ثُمَّ يُلَقِّبُ نَصِيبًا بِالْأَوَّلِ پھر نام رکھ دے ایک حصے کا اول وَالَّذِي يَلِيهِ بِالثَّانِي اور دوسرا جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے اس کا ثانی رکھے وَالَّذِي يَلِيهِ بِالثَّالِثِ اور وہ جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے اس کا تیسرا لقب رکھ دے وَعَلَى

---

[5] نقشہ کتاب القسمۃ: مشترک زمین یا مکان کی پیائش (ذَرع)، تقویم بناء، تعدیلِ سہام، قرعہ اندازی اور راستے (طریق و شرب) کا نقشہ:

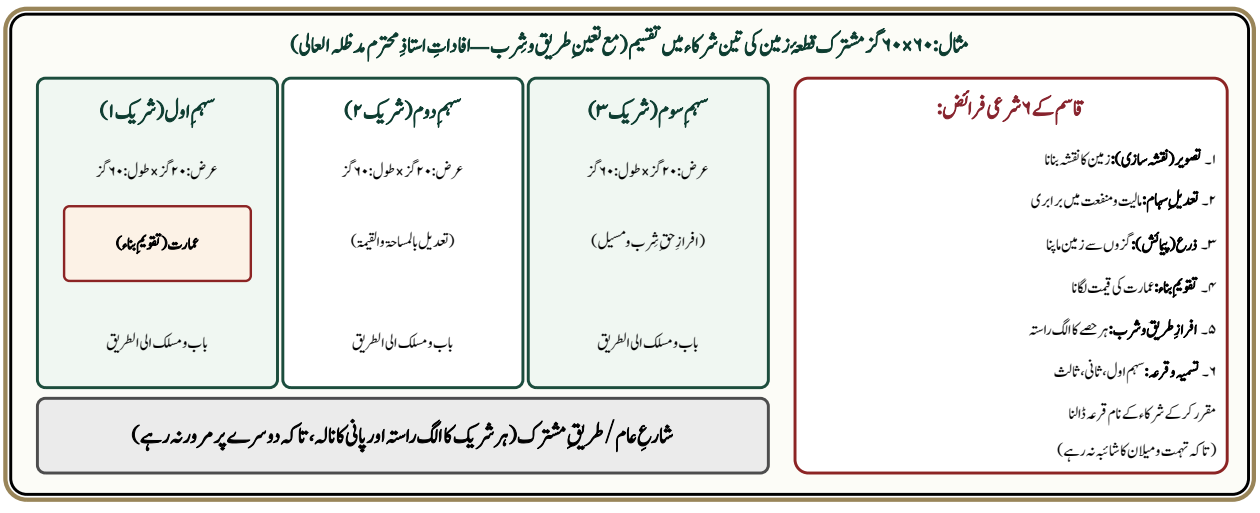

هَذَا اور اسی طریقے پر سارے حصوں کے نام رکھ دے ثُمَّ يُخْرِجُ الْقُرْعَةَ پھر قرعہ نکالے فَمَنْ خَرَجَ اسْمُهُ أَوَّلًا پس جس کا نام سب سے پہلے نکلے فَلَهُ السَّهْمُ الْأَوَّلُ تو اس کے لیے سہم اول ہے پہلا حصہ ہے وَمَنْ خَرَجَ ثَانِيًا اور جس کا نام دوسرے نمبر پر نکلا فَلَهُ السَّهْمُ الثَّانِي تو اس کے لیے دوسرا حصہ ہے۔

وَلَا يُدْخِلُ فِي الْقِسْمَةِ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمْ. یہ بات سمجھ لو بھئی: بھئی صورت یہ مثلاً دو آدمیوں میں ایک زمین کو تقسیم کرنا تھا اب بلڈنگ بھی بنی ہوئی ہے اس کے اندر بھئی ایک، آپ نے پڑھا اس بلڈنگ کی کیا کی جائے گی؟ قیمت لگالی جائے گی اور پھر اسی حساب سے بلڈنگ والے کی زمین کم ہو گی کیونکہ اسے بلڈنگ بھی ساتھ مل رہی ہے اور دوسرے کے حصے میں زمین زیادہ ہو گی۔ اگر اس کے بجائے یوں کرتا ہے زمین کے حصے برابر رکھتا ہے البتہ ایک طرف چونکہ بلڈنگ ہے تو اس بلڈنگ کی قیمت لگالے گا: یہ بلڈنگ ہے مثلاً سو درہم کی کتنے کی ہے؟ سو درہم کی تو زمین کے دو برابر حصے کر دیے بلڈنگ کی قیمت لگادی اور قرعہ اندازی کی اور بتلا دیا ان کو بھئی دیکھو جس کے حصے میں بلڈنگ آئے گی چونکہ اسے سو درہم کی بلڈنگ مل رہی ہے تو برابری کے لیے اب وہ کیا کرے؟ دوسرے کو پچاس درہم دے گا، دونوں کیا ہوئے؟ راضی ہو گئے ٹھیک ہے بھئی جس کے حصے میں بلڈنگ آئے وہ حصہ اس کا ہو جائے گا لیکن دوسرے کے حصے میں چونکہ کمی آرہی ہے اتنی تو اب اس میں سے آدھے پیسے دوسرے کو دے گا۔ تو اگر دونوں راضی ہیں تو دیکھو درہموں کو بیچ میں ہم نے داخل کر دیا تاکہ اس کے ذریعے برابری ہو جائے، صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ تو درہم یا دینار کے داخل کرنے پر دونوں راضی ہیں تقسیم میں تو پھر ان کو داخل کرے، اگر دونوں راضی نہیں پھر ان کو داخل نہ کرے بلکہ زمین تھوڑی زیادہ کر دے اور جس میں بلڈنگ ہے وہ زمین تھوڑی کم کر دے دراہم کو داخل ہی نہ کرے۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ معنیٰ ہے وَلَا يُدْخِلُ فِي الْقِسْمَةِ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ اور داخل نہیں کرے گا تقسیم کے اندر دراہم اور دینار إِلَّا بِتَرَاضِيهِمْ مگر شرکاء کی باہمی رضامندی سے۔

فَإِنْ قَسَّمَ بَيْنَهُمْ وَلِأَحَدِهِمْ مَسِيلٌ. صورت یہ بھئی دو آدمیوں میں جب زمین تقسیم کر رہا ہے ایک شخص تو قاسم کو چاہیے ہر ایک کا راستہ بھی الگ ہو دوسرے کی ملکیت سے ہو کر نہ آنا پڑے یہاں پر بھئی اور ہر ایک کی پانی وغیرہ کی اگر باری ہے وہ بھی متعین کر دے گا اور اگر پانی بہنے کی جگہ ہے مثلاً نالی وغیرہ ہے وہ بھی دوسرے کی ملکیت میں سے نہ گزارے ہر ایک کا کیا کر دے الگ الگ کر دے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یا شرط لگادے بھئی جس کے حصے میں جس طرح بھی تقسیم ہوئی زمینوں کی یہ جو نالی جس کی نکل رہی ہے یہ اسی طرح رہے گی دونوں راضی ہیں، یہ راستہ اسی طرح آئے گا دوسرے کی ملکیت سے ہو کر دونوں راضی ہیں، یہ تو اب تقسیم میں شرط لگادی دونوں راضی ہیں پھر تو ٹھیک ہے مولانا تقسیم کر دے۔ لیکن اگر ایسی صورت رہی کہ اس نے تقسیم کر دیا اور تقسیم کے بعد جب دیکھا گیا تو ایک کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر آرہا ہے دوسرے کی ملکیت سے یا ایک کی نالی دوسرے کی ملکیت میں سے گزر رہی ہے، اور اس کی کوئی شرط لگائی تھی تقسیم میں؟ شرط تو نہیں لگائی تھی تو کہتے ہیں اگر اس راستے کو اور اس نالی کو یہاں سے پھیرنا ممکن ہو دوسری طرف اس کو کیا جا سکے کہ دوسرے کی ملکیت میں نہ آئے تو ایسا کر دیا جائے گا، سمجھ میں آیا؟ اسی طرح کر دیں گے اس کو پھیر کر دوسری طرف کر دیں گے، اور جب اس طرح کر دیا اب دوسرا دوسرے کی زمین میں سے راستہ نہیں طلب کر سکتا ادھر نالی طلب نہیں کر سکتا کیونکہ اب ہم نے کیا کیا؟ نالی کو جب دوسری طرف پھیرنا ممکن ہے تو دوسری طرف پھیر دیا جائے گا اب دوسرے کو مجبور نہیں کیا جا سکتا یا راستہ پھیرا جا سکتا ہے تو دوسری طرف راستہ بنالیا جائے گا دوسرے کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اپنی زمین میں مجھے راستہ دو کیونکہ اس کی شرط ہی نہیں ٹھہرائی تھی تقسیم میں۔ اگر شرط ٹھہرائی ہوتی بھئی اس زمین سے راستہ آرہا ہے بھئی جس کے حصے میں بھی یہ آگیا دوسرے کو راستے سے نہیں روکے گا یہ راستہ اسی طرح آنے دے گا اسے پھر تو الگ بات ہے، سمجھ میں آیا؟ لیکن اگر یہ شرط نہیں لگائی تھی اور پھر اس طرح بعد میں غور کیا تو پتہ لگا او ہو یہ تو راستہ ادھر سے ایک کا آرہا ہے اور تقسیم ہو چکی ہے تو اگر اس راستے کو پھیرا جا سکتا ہے دوسری طرف راستہ بنایا جا سکتا ہے تو دوسری طرف راستہ نکال لیں گے اور نالی دوسری طرف نکالی جا سکتی ہے تو دوسری طرف نکال لی جائے گی، وہ زمین والا یہ نہیں کہہ سکتا نہیں نہیں نالی اب اسی دوسرے کی زمین میں سے گزرے گی راستہ اسی دوسرے کی زمین میں سے آئے گا یہ مجبور نہیں کر سکتا دوسری طرف نالی کو پھیر دیں گے دوسری طرف راستے کو پھیر دیں گے۔ اور اگر ممکن ہی نہیں راستہ دوسری طرف نہیں پھیرا جا سکتا نالی کو دوسری طرف نکالا نہیں جا سکتا کیونکہ دوسری طرف زمین اونچی ہے ادھر کو پانی جاتا ہی نہیں پانی تو ادھر کو ہی جاتا ہے جب بھی جاتا ہے تو اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی شرط چونکہ نہیں لگائی تھی اب پھر جھگڑا آئے گا دونوں کا بھئی ایک کو آنا پڑتا ہے دوسرے کی زمین میں سے اس کی زمین میں سے پانی بھی ادھر کو نکلتا ہے تو پھر جھگڑا ہو گا لہٰذا تقسیم فسخ کرو نئے سرے سے تقسیم کرو تاکہ ان کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں فَإِنْ قَسَّمَ بَيْنَهُمْ اگر تقسیم کر دیا زمین کو ان شرکاء کے درمیان وَلِأَحَدِهِمْ مَسِيلٌ، مسیل کہتے ہیں پانی بہنے کی جگہ سمجھ میں آیا پانی کی نالی وغیرہ، وَلِأَحَدِهِمْ مَسِيلٌ فِي مِلْكِ الْآخَرِ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی پانی بہنے کی

جگہ ہے دوسرے کی ملکیت میں أَوْ طَرِيقٌ یا کوئی ایسا راستہ ہے دوسرے کی ملکیت میں لَمْ يُشْتَرَطْ فِي الْقِسْمَةِ جس کی تقسیم کے اندر شرط نہیں لگائی گئی تھی فَإِنْ أَمْكَنَ صَرْفُ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ عَنْهُ اگر ممکن ہو پھیر نا راستے کو اور اس پانی بہنے کی جگہ کو اس دوسرے شخص کی ملکیت سے فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَطْرِقَ وَيُسِيلَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ تو اس شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ راستہ مانگے یا پانی بہائے دوسرے شخص کے حصے کے اندر، یہ اس کے لیے درست نہیں اگر پھیر سکتا ہے تو راستے کو اور پانی بہنے کی جگہ کو پھیر دیا جائے گا۔ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا فُسِخَتِ الْقِسْمَةُ تو تقسیم کو کیا کر دیا جائے گا؟ فسخ کر دیا جائے گا۔

وَإِذَا كَانَ سِفْلٌ لَا عِلْوَ لَهُ۔ صورت یہ بھئی بعض اوقات تقسیم کرنا پڑتا ہے ایک مکان ہے دو تین چار منزلہ ہے بھئی اب اس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، فرض کرو دو منزلہ ہے بھئی اس کو تقسیم کرنا ہے کیسے تقسیم کریں گے بھئی؟ مثلاً یہاں تین صورتیں بنتی ہیں: بھئی صرف نچلے حصے میں دونوں کی شرکت ہے تو آسان تقسیم ہے بھئی کیا کریں گے؟ قیمت لگا کر آدھا حصہ ایک کو آدھا حصہ دوسرے کو دے دیں گے۔ اوپر والے صرف حصے میں شرکت ہے اوپر والی منزل میں نیچے والا ایک کا ہے یا کسی اور کا ہے تو بھئی وہاں بھی آسان ہے کیا کریں گے؟ قیمت لگوالیں گے اور دو حصے کر دیں گے جن کی قیمتیں برابر ہوں ایک حصہ ایک کو دوسرا حصہ دوسرے کو۔ اگر اوپر اور نیچے دونوں منزلوں میں شرکت ہے تو پھر اس صورت میں بھی قیمت لگوالیں گے: نچلے حصے کی بھی قیمت لگاؤ وہ فرض کرو ایک لاکھ کا ہے اوپر والے حصے کی بھی قیمت لگاؤ فرض کرو وہ پچاس ہزار کا بنا تو کل قیمت کتنی ہوئی؟ ڈیڑھ لاکھ، تو اب دو حصے کر دو اس طرح کہ ایک کے حصے میں بھی پچھتر ہزار کے برابر آجائے دوسرے کے حصے میں بھی پچھتر ہزار، تو قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہو گی منزلیں اگر ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ یہ امام محمد رحمہ الله کا قول ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ الله فرماتے ہیں کہ نیچے اگر ایک کو ایک گز زمین ملتی ہے اور دوسرے کو اوپر دینا چاہتے ہو تو اسے ایک گز کے مقابلے میں دو گز دی جائے کیونکہ نیچے والی زمین کیا ہے اس میں فائدے زیادہ ہیں اس میں انسان کنواں بھی بنا سکتا ہے اور چیزیں بنا سکتا ہے اوپر والے حصے میں یہ چیزیں ممکن نہیں، تو اس لیے نیچے حصے میں ایک کو ایک گز دیا جائے گا تو اوپر دوسرے کو اس کے مقابلے میں دو گز دیے جائیں گے۔ لیکن فتویٰ امام محمد رحمہ الله کے قول پر ہے کہ نہیں بس قیمت لگالو اور پھر قیمت کے مطابق دو برابر حصے بناؤ اور ان دونوں میں برابر برابر تقسیم کر دو۔ تو سِفْلٌ کہتے ہیں نچلی منزل کو، عِلْوٌ یا عُلْوٌ عین پر کسرہ بھی صحیح ہے ضمہ بھی صحیح ہے یہ اوپر والی منزل کو کہتے ہیں: سِفْلٌ نیچے والی منزل، عِلْوٌ یا عُلْوٌ اوپر والی منزل۔ تو کتنی صورتیں بنی تھیں؟ اشتراک صرف کس میں ہے؟ نیچے والی منزل میں یا صرف اوپر والی منزل میں یا دونوں میں، وہ ساری ذکر کرنے لگے ہیں دیکھیے کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ سِفْلٌ لَا عِلْوَ لَهُ اگر ایسی نچلی منزل ہے جس کی اوپر والی منزل نہیں، یہ معنیٰ نہیں منزل ہی نہیں ہے معنیٰ اس میں اشتراک نہیں ہے بھئی اشتراک صرف کس میں ہے؟ نچلی منزل میں ہے بھئی، تو اگر ایسی نچلی منزل ہے کہ اس کی اوپر والی منزل نہیں یعنی اس میں شرکت نہیں ہے أَوْ عِلْوٌ لَا سِفْلَ لَهُ یا ایسی اوپر والی منزل ہے جس کی نیچے والی منزل نہیں ہے، بھئی ایسا ہو سکتا ہے اوپر والی منزل ہو نیچے والی نہ ہو؟ معنیٰ یہ ہے کہ اوپر والی منزل میں اشتراک ہے نیچے والی میں اشتراک نہیں، أَوْ سِفْلٌ لَهُ عِلْوٌ یا ایسی نیچے والی منزل ہے جس کی اوپر والی بھی منزل ہے یعنی دونوں میں اشتراک ہے تو کہتے ہیں قُوِّمَ كُلُّ وَاحِدٍ عَلَى حِدَتِهِ تو قیمت لگائی جائے گی دونوں میں سے ہر ایک کی علیحدہ وَقُسِّمَ بِالْقِيمَةِ اور اس کو تقسیم کیا جائے گا قیمت کے ذریعے وَلَا يُعْتَبَرُ بِغَيْرِ ذَلِكَ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، سمجھ میں آیا؟ جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله ان کے قول پر فتویٰ نہیں کہتے ہیں اس مسئلے کے اندر بھئی کہ نچلے کو ایک گز دو تو اوپر والے کو دو گز دو بھئی اس طرح نہیں کریں گے، یا امام ابو یوسف رحمہ الله فرماتے ہیں بھئی برابر دیں گے نیچے والے کو ایک گز دیا ہے تو اوپر والے دوسرے کو ایک گز ہی ملے گی زمین برابر ہیں دونوں۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَقَاسِمُونَ فَشَهِدَ الْقَاسِمَانِ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا۔ بھئی قاسم تو ہے تقسیم کرنے والا اور متقاسم کون ہے؟ آپس میں تقسیم کرنے والے بھئی یعنی وہ جو زمین کے مالک ہیں جن کے درمیان زمین کو تقسیم کیا گیا بھئی وہ متقاسم ہیں: جو قاضی کی طرف سے آدمی گیا تھا تقسیم کرنے کے لیے وہ کیا ہے؟ قاسم اور جن کے درمیان اس زمین کو تقسیم کیا گیا وہ کیا ہیں؟ متقاسم یعنی آپس میں تقسیم کرنے والے۔ اب صورت یہ کہ وہ متقاسمین جو ہیں ان میں اختلاف آگیا ایک نے کہا بھئی مجھے پورا حصہ نہیں دیا قاضی کے پاس آگئے، قاضی نے تقسیم کرنے والوں کو طلب کر لیا قاسم جو ہیں ان کو طلب کیا تو دو قاسموں نے آکر گواہی دے دی جو وہاں گئے تھے تقسیم کرنے دونوں نے آکر گواہی دی قاضی صاحب ہم گواہی دیتے ہیں یہ اپنا پورا حصہ وصول کر چکا ہے اب یہ بلاوجہ جھگڑا پیدا کر رہا ہے بھئی، تو کیا ان کی گواہی قبول کریں گے یا قبول نہیں کریں گے؟ تو کہتے ہیں بھئی ان کی گواہی قبول کی جائے گی بھئی۔ یہ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں، امام محمد رحمہ الله فرماتے ہیں ان کی گواہی قبول نہیں کریں گے۔ بھئی کیوں نہیں قبول کریں گے تقسیم کرنے والوں کی؟ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ

اپنے فعل پر گواہی دے رہے ہیں اپنے فعل پر کسی کی گواہی قبول نہیں ہوتی کہ ہم نے پورا پورا حصہ دے دیا یہ اپنا فعل تھا نا تقسیم کرنے والوں کا قاسم جو گیا تھا یہی تو کہہ رہے ہیں ہم نے ہر ایک کو پورا حصہ دیا ہے تو یہ تو ان کا اپنا فعل تھا اور اپنے فعل پر کبھی گواہی قبول نہیں کی جاتی گواہی کسی دوسرے کی ہوا کرتی ہے۔ شیخین رحمہما اللہ فرماتے ہیں نہیں یہ اپنے فعل پر گواہی نہیں دے رہے یہ دوسرے کے فعل پر گواہی دے رہے ہیں، بھئی دوسرے کا کیا فعل ہے؟ کہتے ہیں یہ متقاسمین کے فعل پر گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے اپنا حصہ وصول کر لیا تھا اور وصولی تو ان کا کام تھا ان کا کام تھا تقسیم اور وصول کرنا ان کا کام، تو غیر کے فعل پر گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے اپنا پورا پورا حصہ کیا کیا ہے؟ وصول کیا ہے، تو غیر کے فعل پر گواہی دی ہے اور غیر کے فعل پر گواہی کو کیا کیا جاتا ہے؟ قبول کیا جاتا ہے لہٰذا قبول کی جائے گی۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَقَاسِمُونَ اور اگر باہم تقسیم کرنے والوں نے اختلاف کیا فَشَهِدَ الْقَاسِمَانِ تو گواہی دی تقسیم کرنے والوں نے قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا تو قبول کی جائے گی ان دونوں کی گواہی، ایک قاسم کی گواہی قابلِ قبول نہیں اس گواہی میں کم از کم کتنے مرد چاہئیں؟ دو مرد ہونے چاہئیں۔

وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمُ الْغَلَطَ وَزَعَمَ أَنَّهُ أَصَابَهُ شَيْءٌ فِي يَدِ صَاحِبِهِ وَقَدْ أَشْهَدَ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ لَمْ يُصَدَّقْ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ۔ صورت یہ ادھر دیکھو بھئی: قاضی کے بھیجے ہوئے قاسم گئے انہوں نے زمین کو دو آدمیوں میں تقسیم کر دیا برابر برابر بھئی، ان دونوں نے اپنے حصے کو وصول کر لیا اور اقرار بھی کر لیا کہ ہم نے اپنا اپنا حصہ پورا وصول کر لیا ہے، اقرار کر لیا ہے اقرار کرنے کے بعد اب ایک ان میں سے آتا ہے اور کہتا ہے کہ نہیں تقسیم غلط ہوئی ہے، تقسیم کیا ہوئی ہے؟ غلط۔ کیسے غلط ہوئی ہے؟ کہ بھئی جو تقسیم ہوئی اس کے مطابق مجھے مثلاً بیس گز زمین ملی ہے حالانکہ میرا حصہ جو بتایا گیا تھا مجھے وہ بائیس گز تھا، کتنا تھا؟ بائیس گز تھا فلاں طرف سے اور مجھے صرف بیس گز معلوم ہوا میرا کچھ حصہ دوسرے کے قبضے میں ہے: تقسیم صحیح ہوئی ہے لیکن میرا کچھ حصہ کیا ہے دوسرے کے قبضے میں ہے۔ تو کہتے ہیں اب دیکھا جائے تو اس کے کلام میں تناقض ہے اس کی بات کو سننا ہی نہیں چاہیے، کیسے؟ کہتے ہیں پہلے اس نے خود ہی ایک دفعہ اقرار کر لیا تھا مجھے پورا حصہ مل چکا ہے کیا تھا یا نہیں اقرار بھئی؟ جب یہ تقسیم کر کے آئے تھے تو اس نے اس وقت اقرار کیا تھا کہ مجھے پورا حصہ مل چکا ہے اور اب کہہ رہا ہے مجھے پورا حصہ نہیں ملا میرا کچھ حصہ دوسرے ساتھی کے قبضے میں ہے، کہتے ہیں تو دونوں کلام ایک دوسرے کے خلاف ہوئے لہٰذا اس کی بات سنی ہی نہیں چاہیے لیکن بہر حال کہتے ہیں اس کی بات سنی جائے گی لیکن بَيِّنَةٌ لے کر آئے اب بغیر بَيِّنَةٌ کے نہیں ہو گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ کہتے ہیں سنی اس لیے جائے گی ٹھیک ہے اس کے کلام ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن پہلے اس نے جو کہا تھا میں نے وصول کر لیا وہ صرف تقسیم کرنے والوں پہ اعتبار کیا تھا: انہوں نے کہا تھا ہم نے تمہیں پورا حصہ دے دیا ہے اس نے کہہ دیا ہاں جی میں نے پورا حصہ لے لیا، بعد میں اس نے تحقیق وغیرہ کی تو پتہ چلا نہیں پورا حصہ تو اسے ملا نہیں اس لیے اس کی بات قبول کر لیں گے اور اس سے بَيِّنَةٌ طلب کریں گے۔ وَإِنِ ادَّعَى أَحَدُهُمُ الْغَلَطَ اگر دعویٰ کر دیا ان متقاسمین میں سے جو آپس میں تقسیم کرنے والے ہیں کسی ایک نے الْغَلَطَ کس چیز کا؟ غلطی کا وَزَعَمَ اور اس کا گمان یہ ہے أَنَّهُ أَصَابَهُ شَيْءٌ کہ اسے پہنچی ہے ایک ایسی چیز فِي يَدِ صَاحِبِهِ جو اس کے ساتھی کے قبضے میں ہے، أَصَابَهُ شَيْءٌ کا معنیٰ ہے اسے پہنچی ہے یعنی اس کے حصے میں آئی ہے اب ترجمہ سنو بھئی: اس کا یہ گمان ہے أَنَّهُ أَصَابَهُ شَيْءٌ فِي يَدِ صَاحِبِهِ کہ اس کے حصے میں ایسی چیز آئی ہے جو اس کے ساتھی کے قبضے میں ہے یعنی حصے میں تو اس کے آئی ہے لیکن دراصل دوسرے کے قبضے میں ہے وَقَدْ أَشْهَدَ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ اور تحقیق اس نے گواہ بنایا تھا اپنے نفس پر وصولی کا یعنی اقرار کیا تھا، جب اقرار کر لیا تھا تو سننے والے گواہ بن گئے یا نہیں بن گئے؟ یہ معنیٰ ہے اقرار کیا تھا، اور تحقیق اس نے گواہ بنایا تھا اپنے نفس پر یعنی اقرار کر لیا تھا کس چیز کا؟ بِالِاسْتِيفَاءِ اپنا پورا حصہ وصول کرنے کا ایک دفعہ اقرار کر چکا ہے لَمْ يُصَدَّقْ عَلَى ذَلِكَ تو اس دعوے پر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی إِلَّا بِبَيِّنَةٍ مگر کس کے ذریعے؟ بَيِّنَةٌ کے ذریعے۔

وَإِنْ قَالَ اسْتَوْفَيْتُ حَقِّي ثُمَّ أَخَذْتَ بَعْضَهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ خَصْمِهِ مَعَ يَمِينِهِ۔ دوسری صورت بھئی: پہلی صورت میں تھا ہاں میں اپنا حصہ وصول کر چکا ہوں بعد میں کہتا ہے مجھے تو پورا حصہ ملا ہی نہیں میرے حصے کی کچھ چیز پر تو دوسرے کا قبضہ ہے، اب دوسری صورت ہے اب کہتا ہے ہاں ٹھیک ہے میں نے اپنا حصہ وصول کر لیا لیکن بعد میں دوسرے نے کچھ پر قبضہ کر لیا۔ فرق سمجھ میں آیا؟ پچھلی صورت میں کیا کہا تھا میں نے وصول کیا پھر بعد میں جا کے کہتا ہے مجھے پورا حصہ ملا ہی نہیں میں نے پورا حصہ وصول ہی نہیں کیا، اب کہہ رہا ہے میں نے وصول تو کیا لیکن دوسرے نے پھر اس پر بعد میں کیا کر لیا ہے قبضہ کر لیا کچھ حصے پر۔ تو کہتے ہیں اب کیا کیا جائے گا کس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی یہ ہے مدعی اس کے ذمے ہوئی بَيِّنَةٌ یہ تو بَيِّنَةٌ پیش کرے، اگر یہ بَيِّنَةٌ پیش نہیں کرتا تو دوسرے ساتھی پر دعویٰ ہے اس پر قسم آ جائے گی تو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟ تو کہتے ہیں

وَإِنْ قَالَ اسْتَوْفَيْتُ حَقِّي اور اگر اس نے کہا میں نے اپنا حق وصول کر لیا ہے ثُمَّ أَخَذْتَ بَعْضَهُ پھر تُو نے اس میں سے کچھ لے لیا اپنے مخالف کو کہہ رہا ہے فَالْقَوْلُ قَوْلُ خَصْمِهِ مَعَ يَمِينِهِ تو قول جو معتبر ہے اس کے فریقِ مخالف کا ہے ساتھ اس کی قسم کے یعنی اس پر بَيِّنَةٌ ہے اور اس پر قسم۔

وَإِنْ قَالَ أَصَابَنِي إِلَى مَوْضِعِ كَذَا فَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيَّ وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ وَكَذَّبَهُ شَرِيكُهُ تَحَالَفَا وَفُسِخَتِ الْقِسْمَةُ۔ تیسری صورت مولانا: اب کہہ رہا ہے کہ بھئی تقسیم ہوئی تھی یہاں سے فلاں جگہ تک بھئی جو ہے یہ میرے حصے میں زمین آتی تھی لیکن مجھے میرا حصہ پورا میرے حوالے نہیں کیا گیا۔ وہی پہلی صورت جیسی ہے: پہلے میں بھی اس نے پہلے کہہ دیا تھا میں نے وصول کر لیا بعد میں کہتا ہے پورا حصہ میں نے وصول نہیں کیا اب یہاں بھی وہی بات کر رہا ہے کہ میں نے اپنا پورا حصہ وصول نہیں کیا، لیکن فرق کیا ہے؟ پچھلے میں تھا ایک دفعہ اقرار کر چکا تھا میں نے وصول کر لیا ہے اور یہاں اس نے پہلے کسی وقت بھی اقرار نہیں کیا یہ فرق ہے بھئی۔ تو یہاں بھی وہی کہہ رہا ہے مجھے پورا حصہ نہیں ملا اور پہلے اس نے کسی وقت اقرار بھی نہیں کیا کسی کو اس پر گواہ بھی نہیں بنایا کہ میں حصہ وصول کر چکا ہوں۔ اب دوسرے ساتھی سے پوچھیں گے وہ کہتا ہے نہیں یہ جھوٹ بول رہا ہے، تو یہ کہتا ہے میرا حصہ مجھے پورا نہیں ملا اور وہ کہتا ہے نہیں یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اب کہتے ہیں دونوں کو قسم دی جائے گی اور تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا جب دونوں قسم اٹھا لیں گے۔ کہتے ہیں یہ اسی طرح مسئلہ ہے جیسے مبیع کی مقدار میں اختلاف آجائے: ایک نے کہا مجھے سو روپے میں آپ نے دو بکریاں بیچی ہیں دوسرا کہتا ہے نہیں میں نے سو روپے میں ایک بکری بیچی ہے، تو مبیع کی مقدار میں جب اختلاف آجائے تو وہاں بھی آپ نے پڑھا تھا دونوں کو قسم دی جاتی ہے اور پھر بیع کو کیا کر دیا جاتا ہے؟ فسخ کر دیا جاتا ہے، تو یہاں بھی دونوں کو قسم دی جائے گی اور جب قسم اٹھا لیں گے تو تقسیم کو فسخ کر دیں گے۔ تو کہتے ہیں وَإِنْ قَالَ اور اگر آپس میں تقسیم کرنے والوں میں سے ایک کہتا ہے أَصَابَنِي إِلَى مَوْضِعِ كَذَا کہ میرے حصے میں آیا ہے فلاں جگہ تک فَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيَّ پس اس نے وہ حصہ میرے حوالے نہیں کیا وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى نَفْسِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ اور حال یہ ہے کہ اس نے گواہ بھی نہیں بنایا اپنے نفس پر وصول کرنے کا کہ میں نے پورا حصہ وصول کر لیا ہے اس بات کا اس نے پہلے اقرار نہیں کیا وَكَذَّبَهُ شَرِيكُهُ اور جھٹلاتا ہے اس کا شریک اسے تَحَالَفَا تو دونوں قسم اٹھائیں گے وَفُسِخَتِ الْقِسْمَةُ اور تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا۔

وَإِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ لَمْ تُفْسَخِ الْقِسْمَةُ۔ صورتِ مسئلہ یہ یاد رکھو بھئی دو آدمیوں نے زمین خریدی فرض کرو مشترکہ اب بعد میں یہ اس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں قاسم آیا اس نے ان دونوں کے درمیان زمین کو تقسیم کر دیا ایک حصہ ایک کے پاس آیا ایک حصہ دوسرے کے پاس آگیا، اب کوئی ایک کے حصے میں کوئی مستحق نکل آیا: بھئی یہ زمین انہوں نے مثلاً کسی آدمی سے خریدی تھی پتہ چلا یہ تو اس نے غلط بیچی ہے زمین ساری زمین کا تو وہ مالک تھا ہی نہیں کچھ حصہ کسی اور کا بھی تھا اس کے اندر اور جس کا حصہ تھا وہ پہنچ گیا بعد میں، اب ہم تقسیم کر چکے ہیں اور یہ مستحق کا حصہ کسی ایک کی زمین میں ہے مطلب جو حصہ میرے حصے میں آیا ہے اس میں اس کا حصہ ہے دوسرے کے حصے میں نہیں۔ تو اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں: یا تو اس کا حصہ میرے پورے حصے میں پھیلا ہوا ہو گا یا کوئی معین حصہ اس کا ہو گا۔ پھیلا ہوا کیسے ہے؟ بھئی دیکھو دو کنال کا ٹکڑا میں نے اور زید نے مل کے خریدا تھا ہم نے تقسیم کیا ایک کنال میرے حصے میں آیا ایک کنال زید کے حصے میں چلا گیا تقسیم ہو گئی، بعد میں ایک تیسرا آدمی آیا بھئی خالد اس نے دعویٰ کر دیا بھئی یہ جو آپ والا ایک کنال کا حصہ بن رہا ہے اس کے اندر میرا پچیس فیصد حصہ ہے، کتنا ہے؟ پچیس فیصد، اب وہ کوئی الگ ٹکڑا ہے یا ساری زمین میں پھیلا ہوا ہے؟ ساری زمین میں، تو یہ شائع حصے کا استحقاق نکل آیا ایسا حصہ جو پھیلا ہوا ہے۔ تو یاد رکھیے جب پھیلا ہوا حصہ ہو تو اس صورت کے اندر طرفین رحمہما اللہ فرماتے ہیں تقسیم کو فسخ نہیں کیا جائے گا: جب استحقاق کس قسم کا نکلا ہے؟ شائع حصے کا پھیلے ہوئے حصے کا تو اختلاف ہے طرفین ایک طرف ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ دوسری طرف: طرفین یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تقسیم کو فسخ نہیں کریں گے بلکہ اس حصے والے کو اختیار ہے چاہے تو تقسیم کو فسخ کروائے نئی تقسیم کروادے اور چاہے تو جتنا حصہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا اس کا آدھا دوسرے سے لے لے، کیا کرے؟ آدھا دوسرے سے لے لے اسے اختیار دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں تقسیم کو فسخ کر دیا جائے گا اور نئے سرے سے تقسیم کی جائے گی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ جب استحقاق کس قسم کے حصے کا نکلے؟ شائع حصے کا نکلے تو طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک کیا مسئلہ ہے؟ اختیار دیں گے اس حصے والا چاہے تو تقسیم کو فسخ کروا کے نئی تقسیم کروائے چاہے تو جتنا حصہ کسی کا نکلا ہے اس کا آدھا اپنے ساتھی سے وصول کر لے اب برابر ہو جائے گا بھئی، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں بھئی کیا کیا جائے گا؟ تقسیم کو فسخ کر دیں گے۔

اور دوسری صورت یہ معین حصہ نکلتا ہے استحقاق معین حصے کا نکل آیا، کیسے؟ زید آیا اس نے آکر میرے حصے میں کہا اس میں بیس گز زمین میری ہے،

بھئی کس طرف والی زمین پھیلی ہوئی ہے؟ کہتے ہیں نہیں نہیں پھیلی نہیں ہوئی یہ فلاں کونے والی زمین یہ ٹکڑا میرا ہے، اب اس نے معین حصے کا دعویٰ کیا ہے شائع حصے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یاد رکھیے اس صورت میں ہمارے تینوں ائمہ فرماتے ہیں تقسیم کو فسخ نہیں کریں گے بلکہ جتنا حصہ ایک کا نکلا ہے دوسرے سے اس کا نصف دلا دیا جائے گا اس حصے والے کو: ادھر سے وہ بیس گز لے گیا ہے تو اس کے حصے میں بیس گز کمی ہو گئی لہٰذا دوسرے سے دس گز اس کو دلا دیں گے تو دس گز اس کے بڑھ گئے دوسرے کے دس گز کم ہو گئے اب پھر برابر ہو گئے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ معلوم ہوا اگر شائع حصے کا استحقاق نکلا ہے تو کیا کریں گے؟ اختلاف ہے اگر شائع حصے کا استحقاق نکلے تو پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اور امام محمد رحمہ اللہ سے اختلاف ہے، اور اگر معین حصے کا استحقاق نکل آئے تو پھر اختلاف نہیں ہے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ صاحبِ قدوری اس کا عکس ذکر کر دیں گے: صاحبِ قدوری فرمائیں گے کہ معین حصے کا استحقاق نکلے تو پھر کیا ہو گا؟ پھر اختلاف ہے حالانکہ میں نے بتایا جب معین حصے کا استحقاق نکلے پھر اختلاف نہیں ہے۔ تو یہ بعض روایتوں میں آیا تھا صاحبِ قدوری نے اس کو اختیار کیا حالانکہ دیگر علماء نے پھر بعد میں تصریح کی نہیں صحیح روایت یہ والی نہیں ہے صحیح روایت دوسری ہے کہ شائع حصے میں اختلاف ہے اور معین حصے میں اختلاف نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں وَإِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ اگر استحقاق نکل آیا کسی ایک کے کچھ حصے کا بِعَيْنِهِ معین بھئی، کچھ معین حصے کا استحقاق نکل آیا لَمْ تُفْسَخِ الْقِسْمَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، صرف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں ہاں میں نے بتلایا امام محمد رحمہ اللہ بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں اس مسئلے میں، تو تقسیم کو فسخ نہیں کیا جائے گا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وَرَجَعَ بِحِصَّةِ ذَلِكَ مِنْ نَصِيبِ شَرِيكِهِ اور وہ رجوع کر لے گا اس کے حصے کے بقدر اپنے ساتھی کے حصے میں سے۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تُفْسَخُ الْقِسْمَةُ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تقسیم کو کیا کر دیا جائے گا؟ فسخ کر دیا جائے گا۔ تو اختلاف کس میں ذکر کیا صاحبِ قدوری نے؟ معین حصے کا استحقاق جب نکلے، لیکن میں نے بتلایا یہ ایک روایت ہے جو بعض علماء نے ذکر کی صاحبِ قدوری نے اس کو اختیار کیا لیکن صحیح روایت جس کی دوسرے علماء نے تصحیح کی ہے دوسری ہے کہ اختلاف کس وقت ہے؟ جب شائع حصے کا استحقاق نکل آئے۔ چلیے بس مولانا هَذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ.

سبق نمبر ۱۴۸: کتاب الاکراہ: اکراہِ تام (ملجی) اور اکراہِ ناقص (غیر ملجی) کی تعریف، اور اکراہ کی حالت میں اقرار، بیع، طلاق، عتاق، شربِ خمر اور کلمۂ کفر کا حکم

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۱۵ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْإِكْرَاهِ۔ اَلْإِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ إِذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَقْدِرُ عَلٰى إِيْقَاعِ مَا يُوْعِدُ بِهٖ سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا۔ وَإِذَا أُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ مَالِهٖ أَوْ عَلٰى شِرَاءِ سِلْعَةٍ أَوْ عَلٰى أَنْ يُّقِرَّ لِرَجُلٍ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ أَوْ يُؤَاجِرَ دَارَهُ وَأُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْقَتْلِ أَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيْدِ أَوْ بِالْحَبْسِ فَبَاعَ أَوِ اشْتَرٰى فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَمْضَى الْبَيْعَ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ۔[۳۲۱]

آج ہم اکراہ کے بارے میں پڑھیں گے بھئی۔ اکراہ کا معنی ہے زبردستی جبراً کسی سے کوئی فعل کروانا بھئی۔ زبردستی جبراً کسی سے کوئی فعل کروانا یہ کیا ہے؟ اکراہ ہے بھئی، اکراہ کہلاتا ہے۔ دیکھیے آپ کے حاشیے میں اس کی تعریف دی ہوئی ہے: قَوْلُهُ الْإِكْرَاهُ هُوَفِي اللُّغَةِ حَمْلُ الْمُكْرَهِ۔ اچھا، پہلے یہاں دو لفظ یاد رکھیں بھئی۔ ایک ہے مُکْرِہٌ، ایک ہے مُکْرَہٌ۔ مُکْرِہٌ را کے کسرے کے ساتھ اسم فاعل ہے، زبردستی کرنے والا بھئی۔ اور مُکْرَہٌ را کے فتحے کے ساتھ وہ شخص جس پر زبردستی کی گئی ہے بھئی۔ کسی معاملے کے اندر جس پر زبردستی کی گئی ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ مُکْرَہٌ کہتے ہیں، اور زبردستی کرنے والا مُکْرِہٌ کہلاتا ہے بھئی۔

تو دیکھیے کہتے ہیں: هُوَفِي اللُّغَةِ حَمْلُ الْمُكْرَهِ عَلٰى أَمْرٍ يَّكْرَهُهُ۔ هُوَفِي اللُّغَةِ اکراہ عربی زبان میں، حَمْلُ الْمُكْرَهِ وہ ابھارنا ہے مکرہ کو، عَلٰى أَمْرٍ ایسے امر پر، يَكْرَهُهُ جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ جسے وہ کیا کرتا ہے؟ ناپسند کرتا ہے۔ بھئی ایک کام ہے اس کو ایک شخص ناپسند کرتا ہے، دوسرا زبردستی اس کام پر مجبور کرتا ہے، یہ کیا کہلاتا ہے؟ اکراہ کہلاتا ہے۔ تو یہ عربی زبان میں یہ معنی ہے اس کا بھئی۔ وَفِي الشَّرْعِ اور اصطلاح شریعت میں: فِعْلٌ يَّفْعَلُهُ الْإِنْسَانُ بِغَيْرِهٖ فَيَزُوْلُ بِهِ الرِّضَا۔ وہ ایسا فعل ہے جو انسان کسی غیر کے ساتھ کرے، فَيَزُوْلُ بِهِ الرِّضَا جس کی وجہ سے اس کی رضامندی کیا ہو جائے؟ زائل ہو جائے، ختم ہو جائے بھئی۔

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اَلْإِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ إِذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَقْدِرُ عَلٰى إِيْقَاعِ مَا يُوْعِدُ بِهٖ سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الإكراه يثبت حكمه إذا حصل ممن يقدر على إيقاع ما توعد به سلطانا كان أو لصا» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا أُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ مَالِهٖ أَوْ عَلٰى شِرَاءِ سِلْعَةٍ أَوْ عَلٰى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا أكره الرجل على بيع ماله أو على شراء سلعة أو على» منقول ہے۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۲۹): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُّقِرَّ لِرَجُلٍ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ أَوْ يُؤَاجِرَ دَارَهُ وَأُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْقَتْلِ أَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيْدِ أَوْ بِالْحَبْسِ فَبَاعَ أَوِ اشْتَرٰى فَهُوَ بِالْخِيَارِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يقر لرجل بألف أو يؤاجر داره وأكره على ذلك بالقتل أو بالضرب الشديد أو بالحبس المديد فباع أو اشترى فهو بالخيار:» منقول ہے۔

بھئی ایک آدمی نے تلوار نکالی، دوسرے کے سر پر کھڑا ہو گیا کہ چلو بھئی اپنی یہ گھڑی زید کو بیچ دو، ورنہ ابھی تلوار سے تمہاری گردن اڑادوں گا بھئی۔ اب وہ شخص اپنی گھڑی نہیں بیچنا چاہتا، لیکن اب تلوار کے خوف سے کیا کرتا ہے؟ بیع کر دیتا ہے۔ تو دیکھو یہ ایک ایسے کام پر مجبور کیا جس کو وہ کرنے والا نہیں کرنا چاہتا تھا، اسے ناپسند تھا، تو یہ اکراہ ہے مولانا، یہ کیا ہے؟ اکراہ ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں دوبارہ دیکھیے: وَفِي الشَّرْعِ فِعْلٌ يَّفْعَلُهُ الْإِنْسَانُ بِغَيْرِهٖ شریعت کے اندر وہ فعل ہے جو کوئی انسان اپنے علاوہ کے ساتھ کرتا ہے، فَيَزُوْلُ بِهِ الرِّضَا جس کی وجہ سے اس کی رضامندی کیا ہو جاتی ہے؟ زائل ہو جاتی ہے، اس کی رضامندی ختم ہو جاتی ہے بھئی، غیر رضامندی کے ساتھ وہ کام کرتا ہے بھئی۔

اچھا یاد رکھیے بھئی، اکراہ کی کئی شرائط ہیں بھئی۔ ایک تو یہ کہ اکراہ ایسے شخص کی طرف سے پایا جائے جو جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے اس کے کرنے پر قادر بھی ہو بھئی۔ مکرہ جو ہے، جو زبردستی کرنے والا ہے، جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے اس کے کرنے پر قادر بھی ہو بھئی، پھر اکراہ ہو گا ورنہ اکراہ نہیں۔ اب ایک بچہ ایک پہلوان کو کہتا ہے بھئی یہ اپنی گاڑی فوراً زید کو بیچو نہیں تو ابھی میں آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ تا ہوں بھئی۔ بھئی بچہ نقصان پہنچا سکتا ہے پہلوان کو؟ نہیں۔ تو اکراہ ایسے شخص کی طرف سے ہونا ضروری ہے جس میں جو وہ فعل کرنے پر قادر بھی ہے، جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے اس کے کرنے پر قادر بھی ہو۔ اور بچہ تو پہلوان کے ہاتھ پاؤں نہیں توڑ سکتا، وہ تو اس بات پر قادر ہی نہیں ہے، لہذا یہ اکراہ نہیں۔ تو اکراہ کی پہلی شرط کیا ہوئی؟ کہ وہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جو اس دھمکی پر عمل کرنے پر قادر بھی ہو بھئی۔

اچھا، دوسری شرط یہ ہے کہ مکرہ کو یقین ہو، جس پر زبردستی کی جا رہی ہے اسے یقین ہے کہ یہ اپنی دھمکی پر عمل بھی کر گزرے گا۔ اگر اسے یقین نہیں ہے تو پھر بھی اکراہ نہیں بھئی کہ یہ تو ویسے ہی مذاق کر رہا ہے، کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ تو یہ بھی اسے یقین ہو بھئی، اس کا غالب گمان یہ ہو بس، غالب گمان کہ اگر میں نے اس کی بات پر عمل نہ کیا تو یہ اپنی دھمکی پر عمل کر گزرے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ دھمکی ایسی چیز کی دے رہا ہے جس کی وجہ سے مکرہ کو تکلیف پہنچے گی۔ مکرہ کو کیا پہنچے گی؟ تکلیف یا غم پہنچے گا بھئی۔ مثلاً کہتا ہے میں تمہیں قتل کر دوں گا، یا میں تمہارا ہاتھ کاٹ دوں گا، یا ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا، یا میں تمہاری زبردست پٹائی کروں گا، یا تمہیں میں قید میں ڈال دوں گا، بیڑیوں میں جکڑ دوں گا بھئی۔ تو یہ وہ امور ہیں جس کی وجہ سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے، اسے غم لاحق ہوتا ہے، تو ایسی چیز کی دھمکی دے پھر اکراہ ہے بھئی۔

اور نیز وہ شخص اس فعل کو پہلے کرنا بھی نہ چاہتا ہو۔ اگر مکرہ پہلے ہی یہ کام کرنا چاہتا تھا، مثلاً وہ اپنی گاڑی زید کو پہلے ہی بیچنا چاہتا تھا، پھر تو اکراہ نہیں بھئی، وہ تو اس کی اپنی رضامندی ہے گویا کہ، اور حالانکہ اس کے اندر تو کیا ضروری تھا کہ مکرہ کی رضامندی نہ ہو بھئی۔ سمجھ میں آیا، شرائط سمجھ میں آ گئیں بھئی؟ کہ اکراہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جو جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے اس پر عمل کرنے پر بھی قادر ہے، اور نیز مکرہ کو یہ غالب گمان ہے کہ اگر میں نے اس کی بات پر عمل نہ کیا تو یہ کیا کرے گا؟ اپنی اس دھمکی پر عمل کر گزرے گا، نیز وہ پہلے سے اس کام کے کرنے پر راضی نہ ہو، اور چوتھی شرط یہ کہ ایسی چیز کی دھمکی دے رہا ہے جس کی وجہ سے اس کو شدید تکلیف ہو گی یا پھر اس کو غم لاحق ہو گا بھئی۔

پھر یاد رکھیے مولانا، تھوڑی اور تفصیل بھی یاد رکھیے گا۔ اکراہ دو قسم پر ہے: ایک کو اکراہ ملجی کہتے ہیں، ایک کو اکراہ غیر ملجی کہتے ہیں بھئی۔ ایک اکراہ ملجی ہے، ایک اکراہ غیر ملجی ہے۔ بھئی اکراہ غیر ملجی اسے کہتے ہیں جس میں انسان کی صرف رضامندی فوت ہو جاتی ہے بس۔ اکراہ غیر ملجی کسے کہتے ہیں؟ جس میں صرف رضامندی فوت ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی کی زبردست پٹائی کی دھمکی دی کہ چلو بھئی اپنی یہ گاڑی بیچو نہیں تو میں آپ کی زبردست پٹائی کروں گا۔ دیکھو اب اس اکراہ کی وجہ سے کیا ہوا؟ اس کی رضامندی، وہ گاڑی بیچ تو دے گا لیکن اس کی رضامندی نہیں ہے بھئی، اس کی رضامندی فوت ہو گئی۔ تو اس اکراہ کو کیا کہتے ہیں؟ اکراہ غیر ملجی بھئی۔

اور اکراہ کی دوسری قسم اکراہ ملجی ہے جس میں رضامندی بھی فوت ہو جاتی ہے اور اختیار صحیح بھی فوت ہو جاتا ہے۔ انسان کی اس میں رضا بھی نہیں ہوتی اور اس کا صحیح اختیار بھی باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اس اکراہ کو کہتے ہیں جس میں قتل یا عضو کے تلف کر دینے کی دھمکی دی جائے بھئی۔ قتل کی دھمکی دی جائے یا عضو کے کاٹ دینے کی، اعضاء کے توڑ دینے کی بھئی دھمکی دی جائے، یہ کون سا اکراہ ہے؟ اکراہ ملجی مولانا۔ اس میں رضامندی بھی ختم۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا بھئی کہ اپنی یہ گاڑی بیچو نہیں تو میں تمہیں قتل کر دوں گا، یا میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا۔ تو اس اکراہ کے اندر رضامندی بھی ختم اور اختیار صحیح بھی ختم ہو گیا، اختیار صحیح بھی نہ رہا۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ آگے باب کے اندر تفصیل آئے گی، مسائل بیان ہوں گے، ابھی سے یہ دو اقسام اچھی طرح سمجھ لیں۔ اکراہ کتنی قسم پر ہوا؟ دو قسم پر ہوا: ایک اکراہ غیر ملجی ہے، ایک اکراہ ملجی۔ اکراہ غیر ملجی کس کو کہتے ہیں؟ جس میں صرف انسان کی رضامندی فوت ہو جاتی ہے، مثلاً کسی کو زبردست پٹائی کی دھمکی دی، کسی کو بیڑیاں پہنانے کی، کسی کو قید میں ڈالنے کی دھمکی دی بھئی۔ اس کی وجہ سے دوسرے کی رضامندی فوت ہو گئی، ہاں اختیار اس کا اب بھی باقی ہے بھئی، اختیار اب بھی اس کا اختیار صحیح باقی ہے۔ لیکن اگر دوسرے کو قتل کی دھمکی دیتا ہے یا اعضاء کے کاٹ دینے کی دھمکی دیتا ہے تو اب رضامندی بھی ختم اور اس کا اختیار صحیح بھی کیا ہو گیا؟ ختم ہو گیا۔

سمجھ میں آیا اختیار صحیح؟ اب انسان، ایک آدمی نے دوسرے کو کیا کہا؟ یہ چیز بیچو نہیں تو میں کیا کروں گا تمہیں؟ قتل کر دوں گا۔ تو اب اس شخص کی رضامندی بھی ختم اور اختیار صحیح بھی ختم۔ وجہ یہ ہے کہ ہر انسان کی فطرت ہے مولانا، بلکہ ہر حیوان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس قسم کی تکلیف سے، ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ بچانے کی کوشش کرتا ہے، اس کی طبیعت میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچانے کی کوشش کرتا ہے، غیر اختیاری طور پر ہی کیا کرتا ہے؟ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ بھئی آپ چھت کے کنارے پر چلے جا رہے ہیں، تو کبھی وہم ہوتا ہے آپ کو کہ شاید میں گرنے لگا ہوں، اپنے آپ کو بچانے کی کتنی کوشش کرتے ہیں، آپ اپنے آپ کو سنبھالتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو وہاں وہ غیر اختیاری طور پر، انسان کی طبیعت ہی ایسی رکھی گئی ہے وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے سے کیا کرتا ہے؟ بچانے کی کوشش کرتا ہے ہر حال میں بھئی۔ حیوانات بھی اسی طرح ہیں بھئی، وہ بھی اوپر چل رہے ہیں کسی جگہ پر پہاڑی پر، گرنے لگا وہ اپنے آپ کو بچانے کی پوری کوشش کرے گا، اس کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تو یہاں پر اپنی طبیعت کی وجہ سے انسان مجبور ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اس چیز سے بچائے، تو گویا یوں سمجھیں گے اختیار رہا ہی نہیں اختیار صحیح، بلکہ کون سا اختیار ہے؟ اختیار فاسد۔ پس خلاصہ کلام کیا ہوا؟ اکراہ کتنی قسم پر؟ دو۔ ایک ملجی اور ایک غیر ملجی۔ ملجی جس میں قتل یا عضو کے تلف کر دینے کی دھمکی ہو، اور غیر ملجی جس کے اندر اس قسم کی دھمکی نہ ہو بھئی۔

تو کہتے ہیں، اب کتاب پر دیکھیے بھئی: اَلْإِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ إِذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَّقْدِرُ عَلٰى إِيْقَاعِ مَا يُوْعِدُ بِهٖ سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا۔ اکراہ جو ہے ثابت ہو جاتا ہے اس کا حکم، إِذَا حَصَلَ جب یہ اکراہ حاصل ہو، مِمَّنْ ایسے شخص سے، يَقْدِرُ جو قادر ہے، عَلٰى إِيْقَاعِ مَا کہ وہ واقع کرے وہ امر، يُوْعِدُ بِهٖ جس کی وہ دھمکی دے رہا ہے، سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا بادشاہ ہو یا چور ہو۔ لِصٌّ چور کو کہتے ہیں بھئی۔ تعریف سمجھ میں آئی بھئی؟ اکراہ کا حکم ثابت ہو گا جب اکراہ حاصل ہو ایسے شخص کی طرف سے جو قادر ہے اس امر کے واقع کرنے پر جس کی وہ دھمکی دے رہا ہے۔ یعنی قدرت بھی ہے، ایک شخص نے دوسرے کو کہا میں تجھے قتل کر دوں گا، وہ قتل پر قادر بھی ہے؛ ایک نے دوسرے سے کہا میں تمہاری زبردست پٹائی کروں گا، وہ پٹائی کرنے پر قادر بھی ہے۔ اسی لیے کہا: مِمَّنْ يَّقْدِرُ عَلٰى إِيْقَاعِ مَا يُوْعِدُ بِهٖ اس شخص کی طرف سے جو قادر ہے اس امر، مَا سے مراد امر ہے، اس امر کے واقع کرنے پر، يُوْعِدُ بِهٖ جس کی وہ کیا کر رہا ہے؟ دھمکی دے رہا ہے، پھر اکراہ ہو گا۔

سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِصًّا چاہے وہ بادشاہ ہو یا چور ہو۔ دراصل یاد رکھیے سُلْطَانًا أَوْ لِصًّا کو اس لیے ذکر کیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکراہ صرف بادشاہ کی طرف سے ہو سکتا ہے، کسی اور کی طرف سے نہیں۔ بادشاہ اگر کہتا ہے یہ چیز بیچو بھئی نہیں تو آپ کی زبردست پٹائی ہو گی یا آپ کی گردن اڑا دی جائے گی، تو پھر اکراہ ہے، کسی اور کی طرف سے اکراہ نہیں۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں، اکراہ کسی بھی شخص کی طرف سے ہو سکتا ہے، بادشاہ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے، کسی چور وغیرہ یا عام آدمی کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے بھئی، وہ مجبور کر سکتا ہے دوسرے کو۔ دراصل یہ اختلاف امام صاحب اور صاحبین کا احوال زمانہ پر مبنی ہے۔ امام صاحب کا زمانہ بڑا اچھا تھا بھئی، کوئی شخص کسی پر زبردستی نہیں کر سکتا تھا بھئی سوائے بادشاہ کے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ہر طرف نیکی کا دور دورہ تھا، لوگ اسلامی قوانین پر عمل پیرا تھے اور دین پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی جاتی تھی، لہٰذا ان کے زمانے میں بادشاہ کے علاوہ کوئی اور اکراہ کر ہی نہیں سکتا تھا گویا کہ، اتنا امن و امان تھا۔ اور اب اس کے بعد کا زمانہ آیا، صاحبین کا زمانہ بھئی، تو اب زمانہ کچھ خراب ہوا، تو انہوں نے اپنے زمانے کو دیکھا کہ بادشاہ کے علاوہ اب تو کوئی اور شر پسند بھی کیا کر سکتا ہے؟ کسی کو کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے بھئی، فتنہ اور فساد کچھ کچھ پھیلنا شروع ہو گیا، تو انہوں نے اپنے زمانے کے مطابق فتویٰ دیا بھئی۔ تو آج کل تو زمانہ اور بھی خراب ہو گیا بھئی، کوئی بھی کسی کام پر کسی دوسرے کو مجبور کر سکتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ دو چار ساتھی ملائے اپنے ساتھ بھئی زبردستی یہ کام کرو بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

توکہتے ہیں:وَإِذَا أُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ مَالِهٖ۔ بھئی یہاں ایک ضابطہ یاد رکھیے: اکراہ سے تمام عقد نافذ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اکراہ کی وجہ سے تمام قولی عقود جو ہیں نافذ ہو جاتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ قولی تصرفات، جتنے قول سے متعلق تصرفات ہیں وہ سارے اکراہ کی وجہ سے کیا ہو جاتے ہیں؟ نافذ ہو جاتے ہیں۔ البتہ جب اکراہ ختم ہو جائے تو پھر بعد میں مکرہ کو اختیار ہوتا ہے، وہ چاہے تو اس عقد کو فسخ کر دے، چاہے تو اسے بر قرار رکھے، اس کی اجازت دے دے، بشرطیکہ وہ عقد فسخ کا احتمال رکھتا ہو، قابل فسخ ہو مولانا۔

بھئی دیکھیے بھئی، کیا ضابطہ میں نے آپ کو لکھوایا؟ کہ اکراہ کی وجہ سے تمام قولی عقود نافذ ہو جاتے ہیں، البتہ اکراہ کے ختم ہو جانے کے بعد مکرہ، جس پر زبردستی کی گئی، اس کو اختیار ہو گا چاہے تو اس عقد کو فسخ کر دے اور چاہے تو اسے بر قرار رکھے، لیکن فسخ اسی صورت میں کر سکتا ہے جبکہ وہ عقد قابل فسخ بھی ہو۔ اگر وہ فسخ کے قابل ہی نہیں ہے تو پھر اسے فسخ بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً کسی نے دوسرے کے سر پر تلوار رکھی کہ اپنے غلام کو آزاد کرو بھئی، نہیں تو آپ کی گردن اڑاتا ہوں۔ اس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا بھئی موت کے خوف سے۔ تو یاد رکھیے اب یہ آزادی قولی تصرف ہے، زبان سے اس نے کہا اپنے غلام کو جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔ تو یہ نافذ ہوا، غلام مولانا آزاد ہو جائے گا۔ لیکن بعد میں اختیار ہوتا ہے وہ چاہے تو، مکرہ چاہے تو اپنے اس عقد کو کیا کر دے؟ فسخ کر دے بشرطیکہ وہ عقد فسخ ہونے کے قابل ہو، لیکن یہ تحریر، یہ جو آزاد کرنا ہے، یہ ایسا عقد ہے جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ ایک غلام کو آزاد کر دیا جائے پھر اس آزادی کو فسخ نہیں کیا جا سکتا، لہذا یہاں پر بھی اب آزادی کو فسخ نہیں کیا جا سکتا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو یہ بھی ایک قولی عقد تھا البتہ یہ قابل فسخ نہیں تھا۔

کچھ قولی عقد ایسے ہوتے ہیں جو قابل فسخ ہوتے ہیں، جیسے ایک شخص نے دوسرے کو تلوار اس کے سر پر رکھی کہ چلو بھئی یہ اپنی گاڑی فلاں کو بیچو۔ اس نے گاڑی بیچ دی دوسرے کو بھئی۔ تو یہ بیع ہے۔ تو اکراہ ہوا بیع کے اندر، اور آپ بتائیے بیع فسخ ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی؟ بیع فسخ ہو سکتی ہے۔ تو لہذا جب اکراہ ختم ہو جائے، یہ جبر اس پر سے ختم ہو گیا، وہ چلا گیا، تو اب اس کی مرضی ہے یہ جس پر زبردستی کی گئی تھی، یہ چاہے تو اس عقد کو برقرار رکھے اور چاہے تو اسے کیا کر دے؟ فسخ کر دے۔ صورت سمجھ میں آئی؟ تو خلاصہ کلام کیا ہوا کہ ہمارے نزدیک اکراہ کی وجہ سے تمام قولی تصرفات جو ہیں وہ نافذ ہو جاتے ہیں۔ قولی تصرفات کیا ہوتے ہیں؟ نافذ ہو جاتے ہیں، البتہ مکرہ کو بعد میں اختیار ہوتا ہے وہ چاہے تو ان کو فسخ کر سکتا ہے بشرطیکہ یہ قابل فسخ ہوں۔ اگر یہ قابل فسخ ہی نہیں ہیں تو پھر ان کو فسخ بھی نہیں کر سکتا۔ تفصیل آگے کتاب میں آجائے گی بھئی۔

توکہتے ہیں:وَإِذَا أُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ مَالِهٖ جب مجبور کیا گیا کسی آدمی کو اپنے مال کے بیچنے پر، کہ مثلاً اپنی یہ گاڑی بیچ دو، أَوْ عَلٰى شِرَاءِ سِلْعَةٍ یا کسی سامان کے خریدنے پر، ایک آدمی کو مجبور کیا گیا کہ یہ سامان، یہ گاڑی مثلاً خرید و زید سے، أَوْ عَلٰى أَنْ يُّقِرَّ لِرَجُلٍ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ یا اس بات پر کہ وہ اقرار کرے کسی دوسرے آدمی کے لیے ایک ہزار درہم کا۔ ایک آدمی نے دوسرے پر تلوار نکالی اور اسے کہا کہ زید کے لیے ایک ہزار درہم کا اقرار کرو کہ تم نے اس کا ایک ہزار درہم دین دینا ہے بھئی۔ اس نے اقرار کر لیا، تو دیکھیے یہ کس قسم کا تصرف ہے؟ قولی تصرف ہے۔ أَوْ يُؤَاجِرَ دَارَهٗ یا اپنا گھر کرایہ پر دے بھئی۔ ایک آدمی نے دوسرے پر تلوار اٹھائی بھئی کہ اپنا گھر کیا کرو؟ زید کو ایک سال کے لیے کرایہ پر دے دو، تو یہ قولی تصرف ہے۔

وَأُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْقَتْلِ أَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيْدِ أَوْ بِالْحَبْسِ اور اس شخص کو مجبور کیا گیا اس امر پر قتل کے ذریعے، یعنی قتل کی دھمکی دی گئی، أَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيْدِ یا کس کے ذریعے؟ ضرب شدید کے ذریعے، یعنی ضرب شدید کی دھمکی دی گئی، أَوْ بِالْحَبْسِ یا کس کے ذریعے؟ حبس، قید کرنے کے ذریعے، کہ یہ بیع کرو نہیں تو میں کیا کروں گا تمہیں؟ قید میں ڈال دوں گا، جیل میں ڈال دوں گا۔ تو دیکھیے مولانا اکراہ ذکر ہوا، قتل بھی ذکر ہو گیا، ضرب شدید اور حبس بھی ذکر ہوا۔ بھئی وہ اکراہ جس میں قتل یا عضو تلف کرنے کی دھمکی دی جاتی تھی وہ کون سا اکراہ تھا؟ وہ اکراہ ملجی تھا۔ اور جس میں ضرب شدید یا حبس، قید کی دھمکی ہو وہ کون سا تھا؟ غیر ملجی۔ تو دیکھو دونوں ذکر کر دیے۔ وجہ یہ مولانا کہ یہ جو تصرفات ذکر ہوئے بھئی، یہ قولی تصرفات، ان میں دوسرے کی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔ بغیر رضامندی کے کسی سے آپ اس کی چیز نہیں خرید سکتے، بغیر رضامندی کے کسی پر آپ کوئی چیز نہیں بیچ سکتے بھئی۔ یہ سارے امور جو ذکر ہوئے ان میں کیا ضروری تھی؟ رضامندی ضروری تھی۔ اور رضامندی کون سے اکراہ میں فوت ہوتی تھی؟ دونوں کے اندر بھئی۔ اکراہ غیر ملجی میں بھی رضا فوت اور اکراہ ملجی کے اندر بھی رضامندی فوت ہو جاتی تھی، بلکہ وہاں تو اختیار صحیح بھی کیا ہو جاتا تھا؟ فوت۔ تو رضامندی دونوں میں فوت ہوتی تھی، دونوں کو ذکر کیا، دونوں کا یہی حکم ہے۔

توکہتے ہیں اس نے، فَبَاعَ اس دھمکی کی وجہ سے اس نے کیا کیا اس چیز کو؟ بیچ دیا، أَوِ اشْتَرٰى یا خرید لیا، فَهُوَ بِالْخِيَارِ تو مکرہ کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ

أَمْضَى الْبَيْعَ چاہے تو بیع کو چلنے دے، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَهُ اور اگر چاہے تو فسخ کر دے، وَرَجَعَ بِالْمَبِيْعِ اور رجوع کرے مبیع کے ساتھ، یعنی مبیع واپس لے لے۔ بھئی ایک شخص نے دوسرے پر تلوار اٹھائی کہ اپنی گاڑی زید کو بیچ دو۔ اس نے اپنی گاڑی زید کو بیچ دی اور زید کے حوالے بھی کر دی، زید گاڑی لے گیا۔ بعد میں اکراہ ختم ہوا تو اس کو اختیار ہے، بیع کو فسخ کرنا چاہے تو کیا کر دے؟ فسخ کر دے، وَرَجَعَ بِالْمَبِيْعِ اور مبیع کو واپس لے لے۔

فَإِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ۔ اچھا بھئی اس نے گاڑی دی تھی تو اس نے بھی ثمن دیے تھے۔ کیا دیے تھے؟ مثلاً گاڑی کے ثمن پانچ لاکھ روپے بھئی۔ اس شخص نے کہا تھا اپنی گاڑی پانچ لاکھ میں زید کو بیچ دو، اس نے بیچ دی، اس نے اپنی گاڑی اس کے حوالے کر دی، اس نے ثمن اس کے حوالے کر دیے بھئی۔ تو گاڑی اس سے لے لے گا اور ثمن اگر اس کے پاس موجود تھے تو وہ ثمن کیا کر دے گا اسے؟ واپس کر دے گا۔ سمجھ میں آیا؟ یاد رکھیے اگر اس نے جو پیسے وصول کیے پانچ لاکھ، اگر اپنی خوشی سے لیے ہیں تو اجازت ہو گئی، اب اسے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ اگر اپنی خوشی سے نہیں لیے تو پھر، پیسے بھی زبردستی اس کو دلوائے گئے بھئی، تو اس صورت میں اب بھی اس کو اختیار ہے، کیا کر سکتا ہے؟ عقد کو فسخ کر سکتا ہے۔ اگر اپنی مرضی سے لیتا ہے بھئی، اس نے تلوار نکالی تھی اپنی گاڑی بیچ دو، اس نے گاڑی بیچ دی، گاڑی اس کے حوالے کر دی، اکراہ ختم ہوا، اگلے دن وہ پانچ لاکھ روپے لے کر آیا بھئی، اس نے بخوشی پانچ لاکھ روپے اس سے لے لیے۔ بھئی اس وقت کسی قسم کا کوئی اکراہ ہے؟ کسی قسم کا اکراہ نہیں، یہ اپنی خوشی سے ثمن وصول کر رہا ہے، تو خوشی سے ثمن وصول کرنا یہ اجازت ہی تو دینا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ کیا کر رہا ہے وہ بیع کی گویا کہ اجازت دے رہا ہے، اب فسخ کا اختیار نہیں۔ یہ معنی ہے: فَإِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ طَوْعًا پس اگر اس نے قبضہ کیا ثمن پر طَوْعًا خوشی کے ساتھ، رضامندی کے ساتھ، فَقَدْ أَجَازَ الْبَيْعَ تو تحقیق اس نے بیع کی اجازت دے دی۔ وَإِنْ كَانَ قَبَضَهُ مُكْرَهًا فَلَيْسَ بِإِجَازَةٍ اور اگر اس نے ثمن پر قبضہ کیا ہے مکرہ ہونے کی حالت میں، یعنی اس پر زبردستی کی گئی تھی اسی حالت میں اس نے ثمن پر بھی قبضہ کر لیا، فَلَيْسَ بِإِجَازَةٍ تو یہ قبضہ اجازت نہیں شمار ہو گا، یہ اجازت نہیں ہے۔

وَعَلَيْهِ رَدُّهُ إِنْ كَانَ قَائِمًا فِيْ يَدِهِ۔ یاد رکھیے اس نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ بھی رضامندی سے نہیں کیا، وہ شخص ابھی بھی تلوار اٹھائے سر پر کھڑا تھا، اور اس نے زید سے کہا بھئی اب ثمن ابھی ابھی حوالے کر دو، زید نے اس کے حوالے کر دیے سارے ثمن۔ اس نے ثمن پر قبضہ کیا، لیکن بتائیے ثمن پر قبضہ بھی کس حالت میں ہو رہا ہے؟ اکراہ کی حالت میں ہو رہا ہے۔ اب یاد رکھیے یہ ثمن بعد میں جب یہ بیع فسخ کرتا ہے، یہ ثمن اگر اس کے پاس موجود تھے تو واپس کرنا ضروری ہے، اور اگر اس کے پاس سے ہلاک ہو چکے، مثلاً اس نے اپنے گھر میں رکھے اور رات کو چوری ہو گئے، تو اس صورت میں اس پر ضمان نہیں آئے گا کیونکہ یہ چیز اس کے پاس امانت کے حکم میں تھی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ اس نے اپنی خوشی سے اس پر قبضہ نہیں کیا، زبردستی اس کے سر ڈالی گئی ہے، لہٰذا ضمان نہیں آئے گا اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی بھئی۔ اگر باقی تھی تو واپس کرنا ضروری، اور اگر اس کے پاس ہلاک ہو چکی ہے تو اس پر ضمان نہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ویسے ہی چیز ختم ہوئی۔ تو کہتے ہیں: وَعَلَيْهِ رَدُّهُ اور مکرہ پر واجب ہے رَدُّهُ اس ثمن کا واپس کرنا، إِنْ كَانَ قَائِمًا فِيْ يَدِهِ اگر وہ ثمن موجود تھے اس کے قبضے میں، باقی تھے۔

وَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيْعُ فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِيْ وَهُوَ غَيْرُ مُكْرَهٍ ضَمِنَ قِيْمَتَهُ۔ بھئی دیکھیے زبردستی کرنے والے نے آپ سے کہا تھا اپنی گاڑی زید کو بیچ دو۔ آپ نے زید کو گاڑی بیچ دی۔ تو یاد رکھیے زید پر بھی زبردستی ہے یا زبردستی نہیں؟ اگر زید پر بھی زبردستی ہے تو پھر اس کے لیے بھی یہی حکم ہے بھئی، اس کے پاس وہ گاڑی امانت کے طور پر ہو گی اگر اس پر بھی زبردستی کی گئی۔ اگر اس پر زبردستی نہیں ہے، وہ تو چاہتا ہی یہ تھا آپ سے گاڑی کسی طرح حاصل ہو جائے، تو پھر اس صورت میں اب یہ گاڑی اس کے پاس بطور امانت کے نہیں ہے، بلکہ اس کو کیا کرنا پڑے گا؟ یہی گاڑی لوٹانا پڑے گی، اگر گاڑی ہلاک ہو گئی تو پھر ضمان کے طور پر اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيْعُ فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِيْ اگر مبیع ہلاک ہو گیا مشتری کے قبضے میں، وَهُوَ غَيْرُ مُكْرَهٍ اس حال میں کہ وہ غیر مکرہ تھا، یعنی اس پر زبردستی نہیں تھی، ضَمِنَ قِيْمَتَهُ تو وہ اس مبیع کی قیمت کا ضامن ہو گا۔

وَلِلْمُكْرَهِ أَنْ يُّضَمِّنَ الْمُكْرِهَ إِنْ شَاءَ۔ بھئی دیکھیے ایک شخص نے زبردستی آپ کی گاڑی آپ کے ذریعے فروخت کروا دی اور گاڑی پر زید نے قبضہ کر لیا، اور زید پر کوئی زبردستی نہیں تھی، زبردستی صرف آپ پر کی گئی۔ زید نے اس گاڑی پر قبضہ کر لیا۔ اب یہ گاڑی اگر اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو زید پر کیا آئے گا؟ ضمان، اور ضمان کے طور پر اس گاڑی کی قیمت اسے دینا پڑے گی۔ تو اب گاڑی اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو جس پر زبردستی کی گئی تھی، جس کی پہلے گاڑی تھی، وہ چاہے تو زید سے کیا کرے؟ ضمان لے لے، چاہے تو جس نے زبردستی کی تھی بھئی، جو مکرہ تھا، اس سے بھی چاہے تو ضمان لے سکتا ہے بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ جس نے زبردستی کی تھی اس سے بھی کیا کر سکتا ہے؟ ضمان لے سکتا ہے۔ یہ معنی ہے: وَلِلْمُكْرَهِ أَنْ يُّضَمِّنَ الْمُكْرِهَ إِنْ شَاءَ اور مکرہ

کے لیے جائز ہے کہ وہ ضامن بنادے مکرہ کو اگر چاہے تو۔

وَإِنْ أُكْرِهَ عَلٰى أَنْ يَّأْكُلَ الْمَيْتَةَ أَوْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ۔ بھئی یہاں سے آگے اب کچھ ایسے امور ذکر کر رہے ہیں جو جائز نہیں۔ ابھی تک تو وہ امور ذکر ہوئے جو جائز تھے۔ آپ بیع کرنا چاہیں، بیع کر سکتے ہیں یا نہیں اپنی گاڑی کی؟ آپ کسی کے لیے اقرار کرنا چاہیں، ہزار درہم کا اقرار کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے؟ تو یہ تو وہ باتیں ذکر ہوئیں جو جائز تھیں مولانا۔ اب کچھ وہ امور ذکر ہو رہے ہیں جو جائز نہیں ہیں، کوئی دوسرا شخص ان پر زبردستی مجبور کر دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے بھئی؟ وہ اب تفصیل بیان کرنے لگے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ذکر کریں گے بھئی کہ کوئی شخص دوسرے کو مردار کھانے پر مجبور کرتا ہے یا شراب کے پینے پر مجبور کرتا ہے، تو مردار وہ کھا سکتا ہے یا نہیں؟ شراب کو وہ پی سکتا ہے یا نہیں مکرہ بھئی؟ تو یاد رکھیے میں نے آپ کو بتلایا کہ اکراہ کتنی قسم پر ہے؟ دو قسم پر: ایک اکراہ ملجی ہے، ایک اکراہ غیر ملجی۔ اب ایک شخص نے دوسرے کو مردار کھانے پر یا شراب کے پینے پر مجبور کیا، اور دھمکی اس نے کس قسم کی دی ہے؟ زبردست پٹائی کی یا قید کرنے کی۔ تو اس نے دھمکی کس چیز کی دی ہے کہ یہ شراب پیو یا یہ مردار کھاؤ ورنہ میں آپ کی زبردست پٹائی کروں گا یا آپ کو میں قید میں ڈال دوں گا ایک ماہ کے لیے، تو کیا اس مکرہ کے لیے جائز ہے کہ اس مردار کو کھالے یا اس شراب کو پی لے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، یہاں اب اکراہ ملجی ہوا اس صورت میں تو یہ چیزیں، اس طرح کرنا اس کے لیے جائز ہو جائے گا، اور اگر اکراہ غیر ملجی ہوا تو اس کے اندر اس کے لیے یہ مردار کھانا یا شراب پینا جائز نہیں۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟[۴]

تو معلوم ہوا اگر کسی نے کسی کو قتل کرنے کی دھمکی دی کہ یہ شراب پیو نہیں تو میں تمہیں قتل کرتا ہوں، یا میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالوں گا بھئی، تو اس صورت کے اندر بھئی یہ اکراہ ملجی ہے، اور اکراہ ملجی کی صورت میں اب اس شخص کے لیے یہ شراب پینا حلال ہوا بھئی، یہ مردار کھانا اس کے لیے کیا ہو گیا؟ حلال ہو گیا۔ یاد رکھنا، لفظ توجہ سے سننا، میں نے کیا کہا؟ حلال ہو گئی، یہ شراب اب حرام رہی ہی نہیں اس شخص کے لیے، یہ مردار اس کے لیے حرام رہا ہی نہیں بلکہ کیا بن گیا؟ حلال ہو گیا۔ اب اگر یہ شخص وہ شراب نہیں پیتا، دوسرا اس کو قتل کر دیتا ہے، یا مردار نہیں کھاتا، دوسرا شخص اسے قتل کر دیتا ہے، تو یاد رکھیے قاتل تو ہے گنہگار، یہ مقتول بھی گنہگار ہوا۔ یہ مقتول بھی کیا ہوا؟ گنہگار ہوا۔ بھئی کیوں گنہگار ہوا یہ؟ اس نے تو شراب نہیں پی، شراب تو حرام تھی، اس نے حرام سے اپنے آپ کو بچایا! بھئی میں نے بتلایا یہ اکراہ ملجی ہے اور اکراہ ملجی کے اندر یہ مردار اور شراب وغیرہ یہ حلال ہو جایا کرتے ہیں بھئی۔ کیا ہو جاتے ہیں؟ حلال۔ بھئی ضرورت کی بنا پر یہ چیزیں حلال ہیں یا نہیں؟ ایک شخص ہلاکت میں پڑ رہا ہے، مرنے والا ہے بھئی، اب ایک مردار چیز پڑی ہے، اگر وہ چیز تھوڑی سی کھالیتا ہے اس کی جان بچ جائے گی اور اگر وہ چیز نہیں کھاتا تو پھر اس صورت میں مر جائے گا بھئی، تو شریعت کا حکم ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچالے اور اس چیز کو کیا کر لے؟ بقدر ضرورت کھالے بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ قرآن میں اللہ تعالی کس طرح فرماتے ہیں: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ کیا فرماتے ہیں: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے تمہارے اوپر مردار کو، وَالدَّمَ اور خون کو، وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کے گوشت کو، وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ جس پر کیا کیا گیا ہو؟ غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو مولانا، جیسے یہاں مزاروں وغیرہ پر ہوتا ہے بھئی، داتا صاحب کے نام پر دے رہے ہیں، فلاں بزرگ کے نام پر دے رہے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ حرام ہے، دیکھیے اللہ تعالی حرام چیزیں گنوا رہے ہیں اور ترقی ہو رہی ہے ادنی سے اعلی کی طرف۔ جس کی حرمت تھوڑی ہے اس کو پہلے ذکر کیا، جتنی جتنی آگے چیزیں ذکر ہو رہی ہیں ان کی حرمت اتنی ہی سخت ہوتی جا رہی ہے۔ چار چیزیں اللہ نے ذکر فرمائیں: مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ سب سے پہلے مردار کو ذکر کیا بھئی، اس سے بھی بڑھ کر حرمت کے اندر خون ہے بھئی، وہ بھی اللہ فرماتے ہیں حرام، خون سے بھی بڑھ کر حرام جو ہے خنزیر کا گوشت ہے، وہ بھی حرام، اور خنزیر سے بھی بڑھ کر حرام ہے وہ چیز جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔

سمجھ میں آیا مسئلہ بھئی؟ معلوم ہوا یہ جو مزاروں وغیرہ پر بھئی یہ کھانے پینے کی چیزیں دی جاتی ہیں ان بزرگوں کے نام پر، یاد رکھیے یہ چیزیں خنزیر سے بھی بڑھ کر حرام ہیں، خنزیر کے گوشت سے بھی بڑھ کر حرام ہیں۔ تو یہ عرس ہوتا ہے، کھانے پینے کی چیزیں تقسیم ہوتی ہیں، دودھ تقسیم ہوتا ہے، یاد رکھیے اگر

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۲۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَّأْكُلَ الْمَيْتَةَ أَوْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يأكل الميتة أو يشرب الخمر» منقول ہے۔

کوئی مسئلہ پوچھے خنزیر سے بھی بڑھ کر یہ چیزیں حرام ہیں۔ ایک طرف خنزیر کا گوشت پڑا ہو، ایک طرف یہ والا دودھ پڑا ہے جو کسی کے نام پر دیا گیا تھا بھئی، اور انسان مرنے والا ہے، تو بہتر یہ ہے خنزیر کا گوشت کھالے، اپنی جان بچالے، اس دودھ کی حرمت اس خنزیر سے بھی کیا ہو گئی؟ بڑھ گئی کیونکہ اس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا، اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر وہ چیز دی گئی ہے۔ حالانکہ جو بھی چیز دی جائے کس کے نام پر دینی چاہیے؟ اللہ کے نام پر بھئی۔ یہ میں کوئی اپنی بات نہیں کر رہا مولانا، قرآن کی بات کر رہا ہوں، اللہ خود فرمارہے ہیں بھئی: وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ آگے اللہ فرماتے ہیں: فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ پس جو کوئی مجبور ہو گیا بغیر اس کے کہ وہ سرکش تھا یا حد سے تجاوز کرنے والا تھا، فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ چیزیں حرام ہیں لیکن کوئی مجبور ہو جائے اور اس کو اپنی جان بچانے کے لیے ان میں سے کوئی چیز کھانا پڑے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یقیناً اللہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں بھئی۔ تو دیکھو اللہ تعالی خود فرمارہے ہیں

بھئی جو کوئی مجبور ہو گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ معلوم ہوا مجبوری کی حالت میں اپنی جان بچانے کے لیے مردار، خون، خنزیر کا گوشت وغیرہ یہ چیزیں کھانا کیا ہے؟ بقدر ضرورت کہ جس سے جان بچ جائے اتنی مقدار کھانا جائز ہے، حلال ہو گیا مولانا وہ حلال۔

سمجھ میں آیا؟ تو اب یہ شخص جس کو مجبور کیا گیا تھا کہ یہ شراب پیو نہیں تو تمہیں قتل کرتے ہیں، اور اس نے شراب نہیں پی اور اس کو قتل کر دیا گیا، میں نے آپ کو بتلایا کہ قاتل تو گنہگار ہوا، مقتول بھی گنہگار ہوا۔ بھئی مقتول کیوں گنہگار ہوا، کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ یہ چیز ضرورت کی بنا پر حلال ہو چکی ہے، اب حرام رہی ہی نہیں۔ اب یہ شراب حرام رہی ہی نہیں کیونکہ ضرورت کی بنا پر شراب کیا ہو جاتی ہے؟ حلال۔ ابھی میں نے بتایا مثلاً کیا ضرورت پیش آئی؟ کوئی انسان مرنے لگا ہے، جان بچانے کی اور کوئی صورت نہیں، کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے، شراب پڑی ہوئی ہے، اگر وہ دو تین گھونٹ پیتا ہے تو اس کی جان بچ جائے گی ورنہ اس کی جان نہیں بچے گی، تو اس ضرورت میں شراب حلال ہو گئی مولانا۔ کیا ہو گئی؟ حلال۔ تو یہاں پر بھی دوسرے نے تلوار سر پر رکھی ہوئی ہے بھئی، اب یہاں بھی شراب حلال ہو چکی بھئی۔ اب شراب حلال ہو چکی ہے اور پھر اس نے شراب نہیں پی اور اس کو قتل کر دیا گیا، تو حلال چیز کے کھانے سے اپنے آپ کو روکا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا، اس لیے گنہگار ہوا۔ اس لیے کیا ہوا؟ گنہگار۔ کیونکہ وہ چیز کیا ہو چکی ہے بھئی؟ حلال ہو چکی ہے، تو یہ حلال چیز کے کھانے سے رک گیا اور اپنے آپ کو کس میں ڈال دیا؟ ہلاکت میں ڈال دیا بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ ایک آدمی ہے اس کے سامنے کھانا پڑا ہوا ہے بھئی، حلال کھانا پڑا ہوا ہے، آپ مجھے بتایئے یہ آدمی اس کھانے کو نہیں کھاتا، شدید بھوک لگی ہوئی ہے نہیں کھاتا یہاں تک کہ مر جاتا ہے اور کوئی کھانے کی چیز نہیں، آپ بتایئے یہ گنہگار ہو گا یا نہیں ہو گا بھئی؟ ہو گا، کیونکہ حلال چیز کو کھانے سے رکا رہا اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیا تو یہ شخص گنہگار ہو گا بھئی، یہ تو خودکشی ہو گئی۔ تو یہاں پر بھی شراب حلال ہو چکی ہے اور اس کے پینے سے وہ رکا رہا تو اس نے اپنے آپ کو کیا کیا؟ خود ہلاکت میں ڈال دیا بھئی۔

اچھا تو معلوم ہوا بھئی یہ چیزیں ضرورت کی بنا پر حلال ہو جاتی ہیں بھئی۔ یہ چیزیں کیا ہوتی ہیں؟ حلال۔ آیت سے آپ کو کیا پتہ چلا؟ کہ یہ مردار، خون وغیرہ یہ چیزیں کیا ہوتی ہیں ضرورت کی بنا پر؟ حلال ہو جایا کرتی ہیں۔ تو لہٰذا اکراہ غیر ملجی کے اندر تو ضرورت نہیں، البتہ اکراہ ملجی کے اندر کیا ہے؟ ضرورت ہے، لہٰذا اس میں یہ چیزیں حلال ہو جائیں گی، اکراہ غیر ملجی میں حلال نہیں ہوں گی بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أُكْرِهَ عَلٰى أَنْ يَّأْكُلَ الْمَيْتَةَ أَوْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ اور اگر مجبور کیا گیا اس بات پر کہ وہ مردار کھائے یا شراب پیے، فَأُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِحَبْسٍ أَوْ بِضَرْبٍ أَوْ قَيْدٍ پس مجبور کیا گیا اس کام پر قید کے ذریعے، یعنی قید کرنے کی دھمکی دی، أَوْ بِضَرْبٍ یا ضرب کے ذریعے، یعنی ضرب کی دھمکی دی گئی، أَوْ قَيْدٍ قید بیڑیوں کو کہتے ہیں کہ میں تمہیں بیڑیاں پہنادوں گا، یا قید کی دھمکی دی گئی۔ آپ بتایئے مولانا دوبارہ دیکھیے: حبس، ضرب اور بیڑیاں۔ قید کی دھمکی دی یا پٹائی کرنے کی دھمکی دی یا بیڑیاں پہنانے کی دھمکی دی، یہ کون سا اکراہ ہے؟ یہ اکراہ غیر ملجی ہے۔ تو اس میں ضرورت نہیں، لہٰذا لَمْ يَحِلَّ لَهُ تو اس کے لیے یہ کام کرنا حلال نہیں ہے بھئی، اس چیز کا کھانا اس کے لیے حلال نہیں۔ إِلَّا أَنْ يُّكْرَهَ بِمَا يَخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ أَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِّنْ أَعْضَائِهٖ مگر یہ کہ اس کو مجبور کیا جائے بِمَا ایسے امر کے ساتھ، يَخَافُ مِنْهُ کہ خوف ہو اسے اس سے، عَلٰى نَفْسِهٖ اپنے نفس پر یا اپنے عضو پر اپنے اعضاء میں سے۔ ایسی دھمکی دی گئی جس میں اس کی جان جانے کا خطرہ ہے یا اعضاء میں سے کوئی عضو جانے کا خطرہ ہے، فَإِذَا خَافَ ذٰلِكَ پس جب اسے یہ خوف ہو، وَسِعَهُ تو مکرہ کے لیے گنجائش ہے، أَنْ يُّقْدِمَ کہ وہ پیش قدمی کرے، یعنی اقدام کرے، عَلٰى مَا أُكْرِهَ عَلَيْهِ اس چیز پر جس پر مجبور کیا گیا ہے۔ اس کے لیے گنجائش ہے کہ وہ پیش قدمی کر کے اس کام کو سرانجام دے دے جس پر اسے کیا کیا گیا ہے؟ مجبور کیا گیا ہے۔

وَلَا يَسَعُهُ أَنْ يَّصْبِرَ عَلٰى مَا تُوُعِّدَ بِهٖ اور اس کے لیے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ صبر کرے اس امر پر جس کی اس کو دھمکی دی گئی ہے۔ یعنی اب اسے دوسرے نے کیا کہا؟ دوسرے نے کہا تھا میں تجھے قتل کر دوں گا، تو اس کے لیے اس قتل پر صبر کرنا درست نہیں ہے بھئی۔ دوسرے نے کہا تھا میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا، تو وہ کہتا ہے میں شراب نہیں پیوں گا، ہاتھ پاؤں تڑوالوں گا لیکن شراب نہیں پیوں گا بھئی، تو اس شخص کے لیے گنجائش نہیں ہے کہ وہ صبر کرے اس امر پر جس کی اس کو دھمکی دی گئی ہے۔ فَإِنْ صَبَرَ پس اگر اس نے صبر کیا، حَتّٰى أَوْقَعُوْا بِهٖ یہاں تک کہ انہوں نے وہ امر اس پر واقع کر دیا بھئی، اس کے ساتھ وہ امر کر دیا، یعنی اسے قتل کر دیا یا اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دیے، وَلَمْ يَأْكُلْ اور اس نے نہیں کھایا، فَهُوَ آثِمٌ تو یہ شخص کیا ہوا؟ گنہگار ہوا۔ مسئلہ سمجھ میں آیا یہاں تک بھئی؟

وَإِذَا أُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى أَوْ بِسَبِّ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اور جب مجبور کیا گیا کسی شخص کو، کس بات پر؟ اللہ کے ساتھ کفر کرنے پر، أَوْ بِسَبِّ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ یا حضور علیہ السلام کو گالی دینے پر، برا بھلا کہنے پر، بِقَيْدٍ أَوْ حَبْسٍ مجبور کیا گیا کس کے ذریعے؟ قید کے ذریعے، کہ یہ کفر کرو یا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرو، اور دھمکی کس چیز کی دی تھی؟ بِقَيْدٍ بیڑیاں پہنانے کی، میں تمہیں زنجیروں میں جکڑ دوں گا نہیں تو یہ کرو، أَوْ حَبْسٍ یا کس چیز کی دھمکی کے ساتھ؟ قید میں ڈال دینے کی دھمکی کے ساتھ، أَوْ ضَرْبٍ یا کس دھمکی کے ذریعے؟ پٹائی کرنے کی دھمکی دی، لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ إِكْرَاهًا تو کہتے ہیں یہ اکراہ نہیں ہے، حَتّٰى يُكْرَهَ بِأَمْرٍ يَّخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ أَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِّنْ أَعْضَائِهٖ یہاں تک کہ اس کو مجبور کیا جائے ایسے امر کے ساتھ کہ خوف ہے اسے اس امر سے اپنے نفس پر یا اپنے اعضاء میں سے کسی عضو پر۔ فَإِذَا خَافَ عَلٰى ذٰلِكَ پس جب اسے خوف ہو اس پر، وَسِعَهُ أَنْ يُّظْهِرَ مَا أَمَرُوْهُ بِهٖ تو اب اس شخص کے لیے گنجائش ہے کہ وہ ظاہر کرے اس چیز کو جس کا انہوں نے اس کو حکم دیا ہے، وَيُوَرِّيْ اور توریہ کرے۔

وَيُوَرِّيْ کیا کرے؟ توریہ کرے بھئی۔ توریہ کہتے ہیں ایسی بات کرنا جس کے دو معنی نکلتے ہوں، آپ ایک معنی کا ارادہ کر رہے ہیں اور دوسرا دوسرا معنی سمجھ رہا ہے، اس کو کیا کہتے ہیں؟ توریہ کہتے ہیں۔ بھئی ایک آدمی نے دوسرے پر تلوار اٹھائی کہ کلمہ کفر کہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرو نہیں تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ ابھی بتایا صاحب قدوری نے بھئی کہ اکراہ ملجی کے اندر، کس کے اندر؟ اکراہ ملجی کے اندر بھئی اس کے لیے گنجائش ہے، یہ کلمہ کفر کہہ سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کلمہ کفر کہہ سکتا ہے، لیکن اکراہ غیر ملجی کے اندر یہ گنجائش نہیں ہے۔ جب وہ کہتا ہے میں زبردست پٹائی کروں گا، بھئی ٹھیک ہے پٹائی کر لو لیکن میں کلمہ کفر زبان پر نہیں آنے دوں گا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کبھی کوئی گستاخی نہیں کروں گا۔ تو اس صورت میں یہ اکراہ نہیں ہے مولانا، وہ پٹائی برداشت کرے بھئی، دین کی خاطر ہر تکلیف برداشت کرے۔ لیکن اگر اس نے کس قسم کی دھمکی دی ہے کافر نے؟ قتل کرنے کی یا اعضاء میں سے کسی عضو کے کاٹ دینے کی دھمکی دی ہے تو شریعت نے اجازت دے دی، رخصت دے دی کہ کرنا چاہو تو ایسا کر لو، اپنے آپ کو بچالو۔ لیکن یہ تھی رخصت، عزیمت یہ ہے کہ پھر بھی کیا کرے؟ ایسا نہ کرے، اپنی جان دے دے لیکن اس قسم کا کام نہ کرے۔ لیکن اگر کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ زبان سے کہے لیکن دل میں ایمان ہونا چاہیے بھئی، دل کے اندر ایمان ہونا چاہیے۔

تو کہتے ہیں صاحب قدوری فرما رہے ہیں اس صورت میں توریہ کر لے بھئی۔ توریہ کس کو کہتے ہیں؟ میں نے کیا بتلایا آپ کو کہ ایک ایسی بات کرنا جس کے دو معنی نکلتے ہوں، مخالف ایک معنی سمجھے اور آپ دوسرے معنی کا ارادہ کر رہے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ جیسے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بھئی، وہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی کمان کر رہے تھے اور انگریز ان کو گرفتار کرنے کے لیے کوششوں میں لگا ہوا تھا، انگریزوں کی حکومت تھی برصغیر میں۔ پورے انگریزوں کے جاسوس، فوج وغیرہ ان کی تلاش میں ہے بھئی۔ ایک مرتبہ جاسوسوں نے انگریزی فوج کو اطلاع دے دی کہ فلاں مسجد میں مولانا قاسم نانوتوی جو ہیں وہ موجود ہیں، ان کو جا کر پکڑ لیں بھئی۔ فوج آئی، اس نے پوری مسجد کو گھیرے میں لے لیا۔ اندر مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ایک جگہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے بھئی۔ سادہ سے کپڑے تھے بھئی، سادہ سی قمیص پہنی ہوئی ہے اور تہبند باندھا ہوا ہے، تو آپ اپنی جگہ سے ہٹ کر تھوڑا سا پھر نوافل میں مشغول ہو گئے بھئی۔ انگریز کے فوجی اندر آئے بھئی، دیکھا اندر مسجد میں ایک سادہ سا بوڑھا سا آدمی موجود ہے، اور انگریز کے ذہن میں بھی یہ نہیں تھا کہ اتنا سادہ آدمی پورے برصغیر کے مسلمانوں کی کمان کر سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا بھئی تم نے یہاں مولوی قاسم کو نہیں دیکھا؟ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تھوڑی دیر پہلے جہاں نفل پڑھ رہے تھے اس جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے: ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں پہ نفل پڑھ رہے تھے، ابھی یہاں تھوڑی دیر پہلے نوافل میں مشغول تھے۔ تو دیکھو یہ توریہ کیا مولانا۔ وہ سمجھے شاید کوئی اور تھے جو یہاں نوافل پڑھ رہے تھے، ابھی نکل کے چلے گئے ہیں، حالانکہ ان کا کس کی طرف اشارہ تھا؟ اپنی

طرف اشارہ تھا کہ ابھی یہاں تھوڑی دیر پہلے نوافل میں مشغول تھے۔ چنانچہ وہ فوراً نکلے مسجد سے کہ بھئی قریب ہی کہیں ہوں گے، جلدی تلاش کرو بھئی، ادھر ادھر چلے گئے، یہ آرام سے نکل کے وہاں سے چلے گئے بھئی۔

یا جیسے مولانا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس بھئی خارجی آئے بھئی۔ خوارج کا ایک فتنہ پھیلا تھا اس زمانے کے اندر بھئی۔ خوارج بھئی جن کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی شخص گناہ کبیرہ کرلے تو کافر ہو جاتا ہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کبیرہ بھی کیوں نہ کرلے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، ہاں گنہگار ہوا، سزا ملے گی، لیکن کافر نہیں ہوا۔ جبکہ خارجیوں کا کیا عقیدہ تھا؟ کہ جو گناہ کبیرہ کرتا ہے وہ کافر ہو جایا کرتا ہے بھئی۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایک مرتبہ بھئی کہیں مسجد وغیرہ میں درس میں مشغول تھے یا کہیں موجود تھے، تو خارجی کچھ آئے مولانا تلوار نکالی ہوئی ہے بھئی، اور آکر امام صاحب کے سر پر کھڑے ہو گئے اور امام صاحب سے کہا: اپنے کفر سے توبہ کرو نہیں تو ابھی تمہیں قتل کرتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فوراً فرمانے لگے: ہاں میں کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ ہاں میں کفر سے کیا کرتا ہوں؟ توبہ کرتا ہوں۔ وہ مطمئن ہو کے چلے گئے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وہ سمجھے شاید یہ جو اپنا عقیدہ تھا اس سے توبہ کر رہے ہیں۔ خارجیوں کے نزدیک کیا عقیدہ تھا بھئی؟ ان کا کیا عقیدہ تھا خارجیوں کا؟ جو گناہ کبیرہ بھی کرلے وہ کیا ہو جاتا ہے؟ کافر ہو جاتا ہے، اور جس کا یہ عقیدہ نہیں وہ کافر ہے، وہ کیا سمجھتے تھے؟ جس کا یہ عقیدہ نہیں وہ کافر ہے۔ چنانچہ وہ سمجھے امام صاحب اپنے اس عقیدے سے توبہ کر رہے ہیں، حالانکہ امام صاحب کا کیا ارادہ تھا؟ یعنی تم جو کام کر رہے ہو یہ کفر ہے، میں اس کفر سے کیا کرتا ہوں؟ توبہ کرتا ہوں۔ تو دو معنی کلام کے، ایسا کلام کرو جس کے دو معنی نکلتے ہوں، آپ ایک معنی کا ارادہ کرلیں، دوسرا سمجھے شاید دوسرے معنی کا ارادہ کیا ہے بھئی۔

تو کہتے ہیں: فَإِذَا خَافَ عَلٰى ذٰلِكَ جب اس کو خوف ہو اس بات پر، وَسِعَهُ أَنْ يُّظْهِرَ مَا أَمَرُوْهُ بِهٖ تو اس شخص کے لیے گنجائش ہے کہ وہ اظہار کرے اس چیز کا جس کا انہوں نے اسے حکم دیا ہے، یعنی اس کفر کا اظہار کرے جس کا انہوں نے کہا تھا کہ کلمہ کفر کہو، یہ بھی کیا کر دے؟ اس کلمہ کفر کا زبان سے اظہار کر دے، وَيُوَرِّيْ اور کیا کرے؟ توریہ کرے۔ توریہ اگر ذہن میں آتا ہے توریہ کرلے، توریہ بھی بالکل نہیں آتا ذہن میں تو بس جو کہہ رہے ہیں وہ کہہ دے، ہاں لیکن دل مطمئن ہونا چاہیے۔ زبان پر کلمہ کفر آیا لیکن دل کیا ہے؟ مطمئن ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مولانا، مجبوری میں ٹھیک ہے بھئی۔ لیکن مجبوری بھی کون سی ذکر کی گئی ہے؟ اکراہ ملجی میں ایسی گنجائش ہے، اکراہ غیر ملجی جس میں صرف پٹائی کی دھمکی ہے اس میں یہ گنجائش نہیں ہے۔

تو کہتے ہیں: فَإِذَا أَظْهَرَ ذٰلِكَ جب اس مکرہ نے یہ چیز ظاہر کر دی، یعنی وہ کلمہ کفر ظاہر کیا، وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ اور اس کا دل مطمئن تھا ایمان کے ساتھ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ وَإِنْ صَبَرَ حَتّٰى قُتِلَ وَلَمْ يُظْهِرِ الْكُفْرَ كَانَ مَأْجُوْرًا اور اگر اس نے صبر کیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا اور اس نے کفر کو ظاہر نہیں کیا، كَانَ مَأْجُوْرًا تو اس کو اجر دیا جائے گا۔ اس کو کیا کیا جائے گا؟ بڑا عظیم اجر ملے گا مولانا۔ سمجھ میں آیا؟ بھئی کیا وجہ ہے، فرق کیوں ہے؟ گزشتہ مسئلے میں بتلایا تھا کہ اگر شراب پینے سے رکا رہا اور دوسرے نے قتل کر دیا تو گنہگار ہو گا، اور یہاں کہہ رہے ہیں کلمہ کفر کہنے سے رکا رہا یہاں تک کہ دوسرے نے قتل کر دیا تو اس کو ثواب ملے گا۔ وجہ یہ مولانا کہ میں نے بتلایا پچھلے مسئلے میں وہ چیز حرام رہی ہی نہیں تھی بلکہ مجبوری کی وجہ سے کیا ہو گئی تھی؟ وہ شراب حلال ہو گئی تھی۔ جبکہ یہاں پر کلمہ کفر ہے اور کلمہ کفر کسی حال میں کہنا بھی حلال نہیں، وہ اب بھی حرام ہی ہے، البتہ شریعت نے گنجائش دے دی زبان سے کہہ سکتے ہو، دل میں پھر بھی کیا ہونا چاہیے؟ ایمان ہونا چاہیے۔

وَإِنْ أُكْرِهَ عَلٰى إِتْلَافِ مَالِ مُسْلِمٍ اور اگر مجبور کیا گیا کسی کو کسی مسلمان کے مال کو تلف کرنے پر، بِأَمْرٍ ایسے امر کے ساتھ، يَخَافُ مِنْهُ کہ اسے خوف ہے اس سے، عَلٰى نَفْسِهٖ اپنے نفس پر، أَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِّنْ أَعْضَائِهٖ یا اپنے اعضاء میں سے کسی عضو پر، وَسِعَهُ تو اس شخص کے لیے گنجائش ہے، أَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ کہ وہ ایسا کرلے، وَلِصَاحِبِ الْمَالِ أَنْ يُّضَمِّنَ الْمُكْرِهَ اور صاحب مال جو ہے اس کے لیے جائز ہے کہ أَنْ يُّضَمِّنَ الْمُكْرِهَ وہ ضامن بنا دے مکرہ کو۔

صورت یہ، مثلاً دوسرے کی فصل تیار کھڑی ہے، ایک شخص نے دوسرے سے کہا بھئی یہ زید کی فصل کو آگ لگا دو نہیں تو میں تمہاری زبردست پٹائی کروں گا۔ تو دیکھو ایک مسلمان کا مال تلف کرنے پر مجبور کر رہا ہے، تو یاد رکھیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کسی دوسرے مسلمان کے مال کو کیا کرے؟ تلف کرے، کسی کے بھی مال کو تلف کرے۔ تو چنانچہ اس نے دھمکی کس قسم کی دی ہے؟ زبردست پٹائی کرنے کی دھمکی دی ہے، تو یہ اکراہ ملجی ہے یا غیر ملجی؟ غیر ملجی۔ تو اس کے اندر جائز نہیں ہے اس کے لیے دوسرے کے مال کو تلف کرنا۔ لیکن اگر اکراہ ملجی تھا، یعنی اس نے کہا تھا یہ زید کی فصل کو آگ لگاؤ نہیں تو میں تمہیں قتل کر دوں گا، تو یاد رکھیے اس میں اب اس کے لیے جائز ہے کیا کرے؟ دوسرے مسلمان کے مال کو تلف کر دے۔ چنانچہ اس نے اس کی فصل کو آگ

لگادی بھئی، اس کی فصل تلف ہوگئی۔ اب وہ جو جس کی فصل تلف ہوئی ہے کہتے ہیں وہ مکرہ سے ضمان لے لے گا، جس نے زبردستی کی تھی اس سے کیا کرے گا؟ ضمان لے لے گا۔ جس نے آگ لگائی وہ تو ہے مکرہ، بھئی وہ تو مجبور تھا، دوسرا اسے قتل کر رہا تھا، تو ضمان اس پر نہیں آئے گا بلکہ ضمان کس سے لے گا؟ مکرہ سے لیا جائے گا۔ وَلِصَاحِبِ الْمَالِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُكْرِهَ اور صاحب مال کے لیے ہے کہ وہ ضامن بنادے مکرہ کو۔

وَإِنْ أُكْرِهَ بِقَتْلٍ عَلَى قَتْلِ غَيْرِهِ لَمْ يَسَعْهُ أَنْ يُقْدِمَ عَلَيْهِ۔ ایک آدمی نے دوسرے کو دھمکی دی کہ زید کو قتل کرو نہیں تو میں تمہیں قتل کردوں گا بھئی۔ تو کیا اس مکرہ کے لیے جائز ہے کہ وہ زید کو قتل کردے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اس کے لیے کسی صورت میں جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے کا کیا کرے؟ قتل کرے اپنی جان بچانے کے لیے۔ تو اپنی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے کا قتل کسی صورت کے اندر جائز نہیں ہے بھئی۔ ایک آدمی نے دوسرے کو کیا دھمکی دی ہے؟ کہ فلاں کو قتل کرو نہیں تو میں تمہیں قتل کردوں گا بھئی۔ یاد رکھیے اب اس مکرہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس فلاں کا کیا کردے؟ قتل کر دے۔ وجہ یہ کہ ادھر ایک جان جارہی ہے، ادھر اس کی اپنی جان جارہی ہے، تو اپنی جان بچانے کے لیے دوسرے کی جان لینا درست نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اپنی جان بچانا چاہتا ہے اور دوسرے کی جان لے لے، یہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے بھئی۔ اگر اس نے قتل کیا گنہگار ہوگا بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أُكْرِهَ بِقَتْلٍ اگر کسی کو مجبور کیا گیا قتل کے ذریعے، یعنی قتل کی دھمکی دی گئی تھی، عَلَى قَتْلِ غَيْرِهِ کسی غیر کے قتل پر کہ اس غیر کو قتل کرو، لَمْ يَسَعْهُ تو گنجائش نہیں ہے اس مکرہ کے لیے، أَنْ يُقْدِمَ عَلَيْهِ کہ وہ پیش قدمی کرے اس کام پر، یعنی اس قتل پر، وَيَصْبِرُ اور یہ صبر کرے، حَتَّى يُقْتَلَ یہاں تک کہ اسے قتل کردیا جائے، یعنی اپنی جان تو دے دے لیکن کسی دوسرے مسلمان یا کسی دوسرے آدمی کی جان نہ لے۔ فَإِنْ قَتَلَهُ كَانَ آثِمًا اگر مکرہ نے اس دوسرے شخص کو قتل کردیا، كَانَ آثِمًا تو یہ کیا ہوگا؟ گنہگار ہوگا۔ وَالْقِصَاصُ عَلَى الَّذِي أَكْرَهَهُ إِنْ كَانَ الْقَتْلُ عَمْدًا اور قصاص اس شخص پر آئے گا جس نے اسے مجبور کیا تھا۔ جس نے اسے کہا تھا فلاں کو قتل کرو، تو قصاص اب اس سے لیا جائے گا، ہاں گناہ اس کو بھی ہوا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَالْقِصَاصُ عَلَى الَّذِي أَكْرَهَهُ اور قصاص اس شخص پر ہوگا جس نے اس مکرہ کو مجبور کیا تھا، إِنْ كَانَ الْقَتْلُ عَمْدًا اگر وہ قتل کس قسم کا تھا؟ قتل عمد تھا، کیونکہ قصاص قتل عمد میں آیا کرتا ہے۔

وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى طَلَاقِ امْرَأَتِهِ أَوْ عِتْقِ عَبْدِهِ فَفَعَلَ۔ صورت یہ کہ ایک آدمی نے دوسرے کو مجبور کیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو یا اپنے غلام کو آزاد کرو، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی یا اپنے غلام کو آزاد کردیا، تو کیا ایسا ہوجائے گا، بیوی کو طلاق ہوجائے گی، غلام آزاد ہوجائے گا؟ بھئی آپ پہلے بھی یہ پڑھ چکے ہیں کہ زبردستی میں بھی طلاق دلوائی جائے تو طلاق کیا ہے؟ واقع ہوجاتی ہے۔ کہتے ہیں: وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى طَلَاقِ امْرَأَتِهِ أَوْ عِتْقِ عَبْدِهِ اور اگر مجبور کیا گیا کسی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر، أَوْ عِتْقِ عَبْدِهِ یا اپنے غلام کو آزاد کرنے پر، فَفَعَلَ اس نے ایسا کردیا، وَقَعَ مَا أُكْرِهَ عَلَيْهِ تو واقع ہوجائے گی وہ چیز جس پر اس کو مجبور کیا گیا تھا، یعنی طلاق واقع ہوجائے گی یا وہ آزادی کیا ہوگی؟ واقع ہوجائے گی۔ اچھا اور آپ جانتے ہیں بھئی طلاق ایک دفعہ دے دی جائے اس کے فسخ کی کوئی صورت نہیں، غلام کو ایک دفعہ آزاد کردیا جائے اس کے فسخ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تو اب کہتے ہیں: وَيَرْجِعُ عَلَى الَّذِي أَكْرَهَهُ بِقِيمَةِ الْعَبْدِ تو رجوع کرے گا اس شخص پر جس نے اس کو مجبور کیا تھا غلام کی قیمت کے ساتھ۔ بعد میں کیا کرلیا جائے گا؟ اس شخص سے غلام کی قیمت وصول کی جائے گی کیونکہ اب غلام تو واپس نہیں آسکتا۔

اور بیوی کو طلاق دلوائی تھی اس میں کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی اگر بیوی کے ساتھ صحبت کرچکا تو اب طلاق کے بعد اسے مہر دینا پڑے گا، لیکن یہ مہر طلاق کی وجہ سے دینا پڑ رہا ہے یا صحبت کرنے کی وجہ سے ہی مہر پکا ہوچکا تھا بھئی؟ مہر کیا تھا؟ صحبت کرنے کی وجہ سے ہی پکا ہوچکا تھا، وہ تو دینا ہی تھا ہر حال کے اندر، لہٰذا اس صورت میں کسی قسم کا ضمان نہیں۔ ایک شخص نے دوسرے کو مجبور کیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو، اس نے طلاق دے دی، تو اس صورت میں مکرہ پر کسی قسم کا ضمان نہیں بشرطیکہ مکرہ کیا کرچکا؟ اپنی بیوی سے صحبت کرچکا ہے۔ اور اگر صحبت نہیں کی تھی، ابھی صرف نکاح ہوا تھا، تو پھر اس صورت میں آپ جانتے ہیں نصف مہر دینا پڑتا ہے، تو اب وہ نصف مہر اس مکرہ سے وصول کرلیا جائے گا۔ وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ مَهْرِ الْمَرْأَةِ إِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُولِ اور رجوع کرے گا عورت کے نصف مہر کے ساتھ، إِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُولِ اگر وہ طلاق صحبت سے پہلے تھی۔

بھئی آپ جانتے ہیں انسان کسی عورت کو صحبت سے پہلے طلاق دے دے تو اسے نصف مہر ادا کرنا پڑتا ہے۔ کیا کرنا پڑتا ہے؟ نصف مہر ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ نصف مہر بھی اس پر پکا نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے جدائی کا سبب عورت بن جائے تو یہ نصف مہر بھی ساقط ہوجایا کرتا ہے۔ مثلاً العیاذ باللہ فرض کرو عورت مرتد ہوگئی تو نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ تو یہ نکاح ہوا تھا، ابھی صحبت نہیں ہوئی، صحبت سے پہلے ہی نکاح ٹوٹ گیا، اور صحبت سے پہلے جب نکاح ٹوٹتا ہے تو نصف مہر

آیا کرتا ہے، لیکن یہاں جدائی کا سبب کون بنی؟ عورت بنی ہے، تو اس صورت میں نصف مہر بھی نہیں آتا بھئی۔ تو معلوم ہوا صحبت سے پہلے جب طلاق دی جائے تو نصف مہر آتا ہے، لیکن اس نصف مہر میں بھی امکان ہوتا ہے شاید وہ بھی نہ آئے کہ جدائی کس کی طرف سے آجائے؟ عورت کی طرف سے۔ لیکن اب یہاں پر طلاق جب دلوائی گئی زبردستی تو اس طلاق کی وجہ سے یہ نصف مہر جو پکا نہیں تھا اب پکا ہو گیا، تو لہٰذا اب اس زبردستی کرنے والے پر ضمان آئے گا، اس سے کیا کیا جائے گا؟ نصف مہر وصول کر لیا جائے گا۔ مسئلہ یاد بھی ہے یا پچھلا مسئلہ بھول چکے ہیں آپ بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ مَهْرِ الْمَرْأَةِ اور رجوع کرے گا عورت کے نصف مہر کے ساتھ، یعنی اس مکرہ سے نصف مہر لے لے گا، إِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ اگر یہ طلاق صحبت سے پہلے تھی۔

وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى الزِّنَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ بھئی آگے زنا کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں، ایک شخص کو زبردستی زنا پر مجبور کیا گیا بھئی۔ یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کو زبردستی زنا پر مجبور کیا گیا تو اگر وہ مجبور کرنے والا بادشاہ تھا پھر تو اس زنا کی وجہ سے حد نہیں آئے گی۔ سمجھ میں آیا؟ اور اگر کسی اور نے مجبور کیا اور اس شخص نے زنا کر لیا تو اس پر حد زنا آئے گی بھئی۔ کیا آئے گی؟ حد زنا آئے گی اگر قاضی کے پاس ثابت ہو جائے۔ اور صاحبین فرماتے ہیں نہیں، کوئی بھی مجبور کرے، کسی نے زبردستی مجبور کیا دوسرے کو زنا پر اور اس نے زنا کر لیا، تو جب اکراہ پایا گیا تو اب حد نہیں آئے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو اس بات میں دراصل اتفاق ہے امام صاحب کا بھی اور صاحبین کا بھی کہ اکراہ جب پایا جائے تو پھر حد نہیں آیا کرتی زنا کے اندر۔ لیکن پھر اس میں چونکہ اختلاف تھا، آپ جانتے ہیں اکراہ امام صاحب کے نزدیک بادشاہ کی طرف سے ہو سکتا ہے، کسی اور کی طرف سے نہیں، جبکہ صاحبین کے نزدیک کسی اور کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ تو امام صاحب کے نزدیک جب بادشاہ کے علاوہ کسی اور نے زبردستی زنا پر مجبور کیا اور اس نے زنا کر لیا، تو ان کے نزدیک اکراہ تو بادشاہ کے علاوہ کسی اور سے ہو ہی نہیں سکتا، تو یہاں اکراہ ہی نہیں، اور جب اکراہ ہی نہیں تو زنا سے کیا آئے گی؟ حد آئے گی۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اکراہ ہر ایک سے ہو سکتا ہے، لہٰذا یہاں اکراہ پایا گیا اور جب اکراہ پایا جائے تو پھر حد نہیں آیا کرتی۔

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أُكْرِهَ عَلَى الزِّنَا اور اگر مجبور کیا گیا کسی شخص کو زنا پر، وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تو اس پر حد واجب ہو گی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، إِلَّا أَنْ يُّكْرِهَهُ سُلْطَانٌ مگر یہ کہ بادشاہ اسے مجبور کرے، بادشاہ اس پر اکراہ کرے۔ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَلْزَمُهُ الْحَدُّ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر حد واجب نہیں ہے۔

وَإِذَا أُكْرِهَ عَلَى الرِّدَّةِ لَمْ تَبِنِ امْرَأَتُهُ مِنْهُ۔ اور جب کسی شخص کو مجبور کیا گیا عَلَى الرِّدَّةِ مرتد ہونے پر، لَمْ تَبِنِ امْرَأَتُهُ مِنْهُ تو جدا نہیں ہو گی اس کی بیوی اس سے۔ ایک آدمی کو مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا، بھئی آپ جانتے ہیں کوئی مرتد ہو جائے تو اس سے کیا ہو جاتا ہے؟ نکاح ٹوٹ جایا کرتا ہے۔ اب ایک شخص نے دوسرے پر تلوار نکالی بھئی کہ چلو کیا کرو؟ مرتد ہو جاؤ، عیسائی ہو جاؤ بھئی، کلمہ کفر زبان سے کہو۔ تو اس نے کلمہ کفر زبان سے کہہ دیا، تو کیا اس سے بیوی جدا ہو جائے گی؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اس سے بیوی جدا نہیں۔ بھئی کیوں نہیں جدا ہو گی؟ بھئی ابھی آپ پڑھ چکے ہیں بھئی یہ تو ایمان کا تعلق تو دل سے ہے، زبان سے کہہ بھی دے اور دل مطمئن ہو تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا وہ مرتد ہی نہیں، جب مرتد ہی نہیں تو بیوی بھی اس سے جدا نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی اچھی طرح؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۴۹: کتاب السیر (۱): جہاد کی فرضیت، دعوتِ اسلام، قتلِ نساء وصبیان وشیوخ کی ممانعت، صلح وموادعہ اور امان کے احکام

مختصر القدوری صفحہ: ۲۲۴—بتاریخ: ۱۶ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ السِّيَرِ. اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَإِنْ لَّمْ يَقُمْ بِهِ أَحَدٌ أَثِمَ جَمِيْعُ النَّاسِ بِتَرْكِهِ. وَقِتَالُ الْكُفَّارِ وَاجِبٌ وَّإِنْ لَّمْ يَبْدَأُوْنَا. وَلَا يَجِبُ الْجِهَادُ عَلٰى صَبِيٍّ وَّلَا عَبْدٍ وَّلَا امْرَأَةٍ وَّلَا أَعْمٰى وَلَا مُقْعَدٍ وَّلَا أَقْطَعَ.[۱]

كِتَابُ السِّيَرِ بھئی۔ سیر جمع ہے سیرت کی۔ سیرت عربی زبان میں طریقے کو کہتے ہیں بھئی، کسی کام کو سرانجام دینے کا کوئی طریقہ وہ سیرت کہلاتا ہے۔ لیکن کتب فقہ کے اندر اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوات میں جو طریقہ کار تھا وہ مراد ہوتا ہے بھئی۔ کتب فقہ کے اندر اور کتب شریعت کے اندر بھئی اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوات میں اور جہاد میں بتلایا ہوا جو طریقہ ہے وہ مراد لیا جاتا ہے۔ آسان لفظوں میں یوں کہیں: جہاد کا شریعت نے جو طریقہ بتلایا ہے وہ اس کتاب میں ذکر کیا جائے گا۔

کہتے ہیں: اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ۔ جہاد جو ہے فرض کفایہ ہے۔ اَلْجِهَادُ فَرْضٌ جہاد فرض ہے، عَلَى الْكِفَايَةِ کفایت کے طریقے پر۔ بھئی ایک فرض عین ہوتا ہے، ایک فرض کفایہ۔ فرض عین وہ ہے جس کا کرنا ہر شخص پر ضروری ہوتا ہے، مثلاً جیسے نماز ہے، نماز کا پڑھنا ہر عاقل بالغ مسلمان پر ضروری ہے، اسے کیا کہتے ہیں؟ فرض عین کہتے ہیں۔ اور ایک فرض کفایہ ہے بھئی۔ فرض کفایہ اسے کہتے ہیں کہ جسے کچھ مسلمان بھی سرانجام دے دیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے، اسے کیا کہتے ہیں؟ فرض کفایہ کہتے ہیں۔ جیسے نماز جنازہ ہے بھئی، کسی مسلمان کی نماز جنازہ ہے، اگر کچھ مسلمان مل کر نماز جنازہ ادا کر دیتے ہیں تو سب مسلمانوں کی طرف سے ادا ہو گیا یہ فریضہ، اور اگر کسی نے بھی ادا نہ کیا تو تمام مسلمان گنہگار ہوں گے، تمام لوگ کیا ہوں گے؟ گنہگار ہوں گے۔ تو جہاد بھی اسی طرح ہے، فرض کفایہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے: اَلْجِهَادُ مَاضٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جہاد قیامت تک جاری رہے گا بھئی۔ البتہ یہ فرض کفایہ ہے، مسلمانوں کی کوئی نہ کوئی جماعت کیا ہے؟ ہر وقت جہاد میں مصروف رہے تو سب کی طرف سے فریضہ ادا ہو گیا، اور اگر کوئی بھی جہاد کرنے والا نہیں تو تمام لوگ، تمام مسلمان گنہگار ہوں گے۔

---

[۱] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَإِنْ لَّمْ يَقُمْ بِهِ أَحَدٌ أَثِمَ جَمِيْعُ النَّاسِ بِتَرْكِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «الجهاد فرض على الكفاية إذا قام به فريق من الناس سقط عن الباقين وإن لم يقم به أحد أثم جميع الناس بتركه» منقول ہے۔

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجِبُ الْجِهَادُ عَلٰى صَبِيٍّ وَّلَا عَبْدٍ وَّلَا امْرَأَةٍ وَّلَا أَعْمٰى وَلَا مُقْعَدٍ وَّلَا أَقْطَعَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجب الجهاد على صبي ولا عبد ولا امرأة ولا أعمى ولا مقعد ولا أقطع» منقول ہے۔

دیکھیے اب یہی فرض کفایہ بتلائیں گے آپ کو۔ پہلے کیا بتلایا: اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ جہاد فرض ہے کفایت کے طریقے پر، إِذَا قَامَ بِهِ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ جب قائم ہوا اس کے ساتھ کوئی فریق لوگوں میں سے، یعنی لوگوں میں سے کسی ایک فریق نے اسے قائم کیا، اسے سرانجام دیا، سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ تو باقیوں سے کیا ہو جائے گا؟ باقیوں سے ساقط ہو جائے گا۔ وَإِنْ لَّمْ يَقُمْ بِهِ أَحَدٌ أَثِمَ جَمِيْعُ النَّاسِ بِتَرْكِهِ اور اگر کسی ایک نے بھی اسے قائم نہیں کیا تو گنہگار ہوں گے تمام کے تمام لوگ بِتَرْكِهِ اس کو چھوڑنے کی وجہ سے۔

آسان باب ہے بھئی، جلدی جلدی ترجمہ بس دیکھتے جایئے۔ وَقِتَالُ الْكُفَّارِ وَاجِبٌ وَّإِنْ لَّمْ يَبْدَأُوْنَا اور کفار کا قتال جو ہے واجب ہے اگرچہ وہ ابتدا نہ کریں ہم پر۔ کفار کے ساتھ مولانا جہاد کرنا، جنگ کرنا یہ واجب ہے ہم پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بھئی، تاکہ اللہ کا کلمہ کیا ہو جائے؟ بلند ہو جائے۔ تو اگرچہ وہ ابتدا نہ کریں، انہوں نے ہم پر حملہ نہیں کیا لیکن پھر بھی جہاد کیا ہے؟ واجب ہے، ان کے ساتھ جنگ واجب ہے اگرچہ ابتدا وہ نہ کریں۔ تو کہتے ہیں: وَقِتَالُ الْكُفَّارِ وَاجِبٌ وَّإِنْ لَّمْ يَبْدَأُوْنَا اور کفار کے ساتھ قتال کرنا، جنگ کرنا واجب ہے، وَإِنْ لَّمْ يَبْدَأُوْنَا اگرچہ وہ ابتدا نہ کریں ہم پر۔

وَلَا يَجِبُ الْجِهَادُ عَلٰى صَبِيٍّ وَّلَا عَبْدٍ وَّلَا امْرَأَةٍ اور جہاد واجب نہیں ہے بچے پر اور نہ غلام پر اور نہ عورت پر، وَلَا أَعْمٰى اور نہ اندھے پر، وَلَا مُقْعَدٍ مقعد کہتے ہیں اپاہج کو بھئی، جو چلنے سے معذور ہو۔ وَلَا مُقْعَدٍ اور نہ اپاہج پر، وَلَا أَقْطَعَ اقطع کہتے ہیں جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں بھئی۔ جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں۔ تو بچے، غلام پر، عورت پر، اندھے پر، اپاہج پر اور جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں، ان میں سے کسی پر جہاد واجب نہیں ہے۔

فَإِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰى بَلَدٍ وَّجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ الدَّفْعُ۔ ہجم کا معنی ہوتا ہے اچانک آنا، حملہ کرنا بھئی، چڑھائی کرنا۔ فَإِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰى بَلَدٍ اگر چڑھائی کر دے دشمن عَلٰى بَلَدٍ کسی شہر پر۔ بھئی کفار نے ہمارے کسی شہر پر اگر چڑھائی کر دی، حملہ کر دیا، اب یہ فرض کفایہ نہ رہا، دیکھیے: وَجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ تو جہاد واجب ہو جائے گا تمام مسلمانوں پر۔ مثلاً کفار نے سرحد پر کسی جگہ پر حملہ کر دیا تو آس پاس کے رہنے والے تمام مسلمانوں پر جہاد کیا ہو جائے گا؟ فرض عین ہو جائے گا۔ ہاں اگر آس پاس والے عاجز آ جاتے ہیں، ان کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے تو ان کے ساتھ والے قریب کے علاقے جو ہوں گے ان سب پر بھی فرض ہو جائے گا۔ اگر ان کو ساتھ ملائیں پھر بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا، اتنی طاقت کے ساتھ دشمن آیا ہے، تو پھر اور جتنے دور دور تک مسلمان ہیں ان پر بھی کیا ہو جائے گا؟ فرض عین، یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ساری دنیا کے مسلمانوں پر کیا ہو جائے گا؟ فرض عین ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں: فَإِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰى بَلَدٍ پس اگر چڑھائی کر دی دشمن نے کسی شہر پر، وَجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ الدَّفْعُ تو واجب ہو جائے گا تمام مسلمانوں پر اَلدَّفْعُ انہیں دور کرنا۔

تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا نکلے گی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر۔ بھئی فرض کفایہ تھا بھئی پہلے، اور اس میں ضروری تھا کہ کوئی عورت خاوند کی اجازت کے بغیر نہیں نکل سکتی بھئی، غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نہیں نکل سکتا، لیکن اب فرض عین ہو گیا، جیسے نماز ہر ایک پر ضروری ہوتی ہے اسی طرح جہاد بھی فرض عین ہوا، تو اس صورت حال کے اندر اب عورت بھی خاوند کی اجازت کے بغیر ہی نکل کھڑی ہو گی، غلام بھی آقا کی اجازت کے بغیر ہی چل نکلے گا بھئی۔ عورت بھی کھانا پکانے وغیرہ اور اس طرح کے کام سرانجام دے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو جو جس طریقے سے معاونت کر سکتا ہے وہ معاونت کرے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں: تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا نکلے گی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، وَالْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمَوْلٰى اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر ہی۔[۳]

وَإِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُوْنَ دَارَ الْحَرْبِ اور جب داخل ہوئے مسلمان دارالحرب کے اندر۔ بھئی اب طریقہ بتلا رہے ہیں: جہاد کے لیے مسلمانوں کا ایک لشکر نکلا اور اس نے کیا کیا؟ کفار کے کسی شہر کا محاصرہ کر لیا، اس کو گھیرے میں لے لیا، یا ان کے کسی قلعے کا محاصرہ کر لیا، اب کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا، کس طرح ان سے برتاؤ کیا جائے گا؟ تو آپ کو بتلائیں گے صاحب قدوری کہ سب سے پہلے اس شہر والوں کو یا اس قلعے والوں کو اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اسلام لے آتے ہیں تو اب ان سے جنگ نہیں کی جائے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اصل مقصد ہی کیا تھا؟ اعلائے کلمۃ اللہ تھا، اور وہ سب لوگ کیا ہیں؟ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو مقصود حاصل ہوا، لہٰذا اب ان سے قتال نہیں کریں گے۔ اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے، آپ نے دعوت دی، انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو پھر ان کو کہا جائے گا پھر ہمیں جزیہ ادا کرو، ہماری رعایا بن کر رہو بھئی۔ اگر وہ جزیہ دے دیتے

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۱): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «تخرج المرأة بغير إذن زوجها» منقول ہے۔

ہیں تو پھر اس صورت میں بھی انہیں وہی حقوق حاصل ہو جائیں گے جو مسلمانوں کے حقوق ہوا کرتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اگر پھر بھی انکار کرتے ہیں تو اس کے بعد پھر ان پر حملہ کیا جائے گا۔

کہتے ہیں: وَإِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُوْنَ دَارَ الْحَرْبِ اور جب داخل ہو جائیں مسلمان دارالحرب کے اندر، فَحَاصَرُوْا مَدِيْنَةً أَوْ حِصْنًا پس محاصرہ کر لیا مسلمانوں نے کسی شہر کا، أَوْ حِصْنًا یا کسی قلعے کا۔ حِصْنٌ قلعے کو کہتے ہیں بھئی، صاد ساکن ہے۔ تو یا کسی قلعے کا محاصرہ کر لیا، دَعَوْهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ تو ان کو دعوت دیں گے اسلام کی طرف، فَإِنْ أَجَابُوْهُمْ پس اگر انہوں نے اسے قبول کر لیا، اس کا جواب دیا یعنی اسے قبول کر لیا، ان مسلمانوں کی دعوت کو انہوں نے قبول کر لیا جو اسلام کی طرف تھی، كَفُّوْا عَنْ قِتَالِهِمْ تو مسلمان رک جائیں گے ان کے قتال سے۔ وَإِنِ امْتَنَعُوْا اور اگر وہ باز رہے، دَعَوْهُمْ إِلَى أَدَاءِ الْجِزْيَةِ تو مسلمان انہیں بلائیں گے جزیہ کی ادائیگی کی طرف، جزیہ کی ادائیگی کی دعوت دیں گے، اس کا حکم دیں گے۔ فَإِنْ بَذَلُوْهَا اگر انہوں نے خوشی سے جزیہ دے دیا۔ بَذْلٌ کا معنی خرچ کرنا بھئی، خوشی سے دینا۔ فَإِنْ بَذَلُوْهَا اگر انہوں نے جزیہ ادا کر دیا، فَلَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْهِمْ تو فَلَهُمْ ان کے لیے بھی وہی حقوق ہیں، پس ان کے لیے بھی ہے مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وہ جو مسلمانوں کے لیے ہے۔ ان کے لیے بھی وہی حقوق ہیں جو کس کے ہیں؟ مسلمانوں کے ہیں، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْهِمْ اور ان کفار پر بھی وہی ذمہ داریاں ہوں گی مَا عَلَيْهِمْ جو کس پر ہیں؟ مسلمانوں پر ہیں وہ ذمہ داریاں۔ تو اب تو وہ رعایا بن گئے بھئی، رعایا کے اندر تو انہیں بھی حقوق حاصل ہوں گے بھئی، ان کا خون، مال وغیرہ محفوظ ہے جیسے کہ ایک مسلمان کا خون اور مال محفوظ ہے بھئی۔

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُّقَاتِلَ مَنْ لَّمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَةُ الْإِسْلَامِ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَّدْعُوَهُمْ۔ اب بھئی ایک علاقے والوں کو دعوت اسلام پہنچی ہی نہیں ہے بھئی، تو جب تک انہیں دعوت اسلام نہ دی جائے اس وقت تک ان سے قتال کرنا درست نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ قتال کا مقصد کیا ہے بھئی، جہاد کا مقصد کیا ہے؟ اعلائے کلمۃ اللہ ہے، ابھی انہیں دعوت، پیغام پہنچا ہی نہیں ہے، اسلام کا انہیں علم ہی نہیں ہے تو ان سے قتال کا کیا مقصد بھئی؟ پہلے انہیں دعوت تو دے دو، ہو سکتا ہے وہ بغیر قتال کے ہی کیا ہو جائیں؟ اسلام پر آ جائیں۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُّقَاتِلَ مَنْ لَّمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَةُ الْإِسْلَامِ اور جائز نہیں ہے کہ قتال کرے مَنْ اس شخص سے لَمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَةُ الْإِسْلَامِ جسے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَّدْعُوَهُمْ مگر بعد اس کے کہ ان کو دعوت دے دے، دعوت دینے کے بعد جائز ہے قتال۔[۴]

وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَّدْعُوَ مَنْ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ إِلَى الْإِسْلَامِ اور مستحب ہے کہ دعوت دے اس شخص کو جسے دعوت پہنچ چکی ہے بھئی، اسے بھی دعوت دے اسلام کی طرف۔ بھئی ایک شہر ہے وہاں کے لوگوں کو پہلے ہی دعوت اسلام پہنچ چکی ہے، تو ان کو دعوت اسلام دینا واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے کہ پھر بھی کیا کرے؟ ان پر حملہ کرنے سے پہلے انہیں دوبارہ کیا کر دے؟ دعوت اسلام دے دے۔ یہ معنی ہے: وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَّدْعُوَ مَنْ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ إِلَى الْإِسْلَامِ اور مستحب ہے کہ دعوت دی جائے جسے دعوت پہنچ چکی ہے اسلام کی طرف، وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ اور یہ واجب نہیں ہے، کیونکہ دعوت ایک دفعہ پہنچ چکی ہے تو اب دوبارہ دینا واجب نہیں ہے، لیکن مستحب ہے دوبارہ دے دے۔

فَإِنْ أَبَوْا اگر انہوں نے انکار کیا، اِسْتَعَانُوْا بِاللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ تو یہ مسلمان مدد طلب کریں اللہ سے ان کے خلاف، وَحَارَبُوْهُمْ اور ان کے ساتھ جنگ کریں، وَنَصَبُوْا عَلَيْهِمُ الْمَجَانِيْقَ اور لگا دیں ان پر منجنیقیں۔ مَجَانِيْقُ جمع ہے مَنْجَنِيْقٌ کی، یہ ایک آلہ ہے، ایک مشین جس کے ذریعے بڑے بڑے پتھر دور تک پھینکے جاتے تھے بھئی۔ تو جنگ کے اندر کیا کیا جاتا؟ دشمن قلعے کے اندر بند ہو کر بیٹھ گیا ہے تو منجنیقیں لگائی جاتی تھیں، اس میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر اس کے ذریعے قلعے کی دیواروں کو اور قلعے کے دروازے وغیرہ پر یا ان کے فوجیوں پر کیا کیے جاتے تھے؟ پتھر برسائے جاتے تھے اور ان کی قوت کو ختم کیا جاتا تھا۔ تو کہتے ہیں: وَنَصَبُوْا عَلَيْهِمُ الْمَجَانِيْقَ اور نصب کر دیں ان پر منجنیقیں، وَحَرَّقُوْهُمْ اور ان کو جلا دیں، یعنی ان کے گھروں وغیرہ، باغات، ان کی مال و دولت وغیرہ کو جلا دیا جائے، وَأَرْسَلُوْا عَلَيْهِمُ الْمَاءَ اور بھیجیں ان کے اوپر پانی، وَقَطَعُوْا أَشْجَارَهُمْ اور کاٹ دیں ان کے درختوں کو، وَأَفْسَدُوْا زُرُوْعَهُمْ اور فاسد کر دیں، خراب کر دیں ان کی کھیتیوں کو۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کفار کے ساتھ جہاد ہے، نہ وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں، نہ وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہیں، لڑائی پر آمادہ ہیں، تو اب لڑائی کرتے ہوئے ان کی ساری طاقت کو ختم کر دیا جائے گا۔ ان کے مال و اسباب کو، ان کے گھروں کو،

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۱):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يُقَاتِلَ مَنْ لَّمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَةُ الْإِسْلَامِ إِلَّا بَعْدَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «يقاتل من لم تبلغه دعوة الإسلام إلا بعد» منقول ہے۔

ہر چیز کو جلا دیا جائے گا بھئی، ان کی کھیتیاں تباہ کر دی جائیں گی، ان کے درختوں کو کاٹ دیں گے سارا، اور جس طریقے سے بھی ہو سکے بھئی، ان پر سیلاب لا سکتے ہیں کوئی بند وغیرہ پانی کا توڑ کر، تو جس طریقے سے بھی یعنی کرنا چاہیں ان کی طاقت کو کیا کیا جائے گا؟ ختم کر دیا جائے گا۔

وَلَا بَأْسَ بِرَمْيِهِمْ وَإِنْ كَانَ فِيهِمْ مُسْلِمٌ أَسِيرٌ أَوْ تَاجِرٌ۔ بھئی کفار کے ساتھ جنگ ہے، ان میں کوئی مسلمان تاجر ہے یا مسلمان قیدی ہے، اب ہم تیر برساتے ہیں یا پتھر برساتے ہیں تو خطرہ ہے کہیں اس مسلمان قیدی کو نہ لگے پتھر یا اس مسلمان تاجر کو نہ لگے، کہیں وہ نہ ہلاک ہو جائیں، تو کیا آپ کیا کریں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اگرچہ ان میں مسلمان قیدی ہی کیوں نہ ہو، مسلمان تاجر ہی کیوں نہ موجود ہو، پھر بھی کیا کیا جائے گا؟ ان کو تیر وغیرہ مارے جائیں گے، ہاں بس یہ تیر مارتے وقت نیت کفار کی ہونی چاہیے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ باقی اگر یہ حکم لگا دیں کہ بھئی چونکہ ان میں ایک مسلمان تاجر ہے کہیں اس کو نہ لگ جائے، پھر تو جہاد کا راستہ ہی بند ہو جائے گا، مسلمان تو ہر جگہ کوئی نہ کوئی تو ضرور موجود ہو گا بھئی۔ تو نیت کفار کی کرتے ہوئے پھر بھی ان پر حملہ کیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا بَأْسَ بِرَمْيِهِمْ اور کوئی حرج نہیں ہے ان کو تیر مارنے میں، وَإِنْ كَانَ فِيهِمْ مُسْلِمٌ أَسِيرٌ أَوْ تَاجِرٌ اگرچہ ان میں کوئی مسلمان قیدی ہو یا تاجر ہو۔

وَإِنْ تَتَرَّسُوا بِصِبْيَانِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ بِالْأُسَارَى لَمْ يَكُفُّوا عَنْ رَّمْيِهِمْ۔ تَتَرَّسَ کا معنی ہوتا ہے ڈھال بنا لینا۔ بھئی کفار نے کیا کیا؟ کچھ مسلمان بچوں کو پکڑ لیا، مسلمانوں کے بچوں کو پکڑا یا کوئی قیدی پکڑے ہوئے ہیں، ان کو سامنے کھڑا کر دیا کہ چلاؤ اب تیر، تیر پہلے کس کو لگیں گے؟ بچوں کو لگیں گے یا تمہارے قیدیوں کو لگیں گے بھئی۔ کہتے ہیں پھر بھی تیر پھینکنے سے اور ان پر حملہ کرنے سے نہیں رکیں گے، اور طریقہ وہی جو میں نے بتلایا کہ تیر چلاتے ہوئے کس کی نیت کریں گے؟ کفار کی، ان کو بچانے کی پوری کوشش کی جائے گی، البتہ یہ نہیں کہ اب ان پر حملہ ہی نہ کیا جائے بھئی اس وجہ سے، بلکہ حملہ کیا جائے گا۔ وَإِنْ تَتَرَّسُوا بِصِبْيَانِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ بِالْأُسَارَى لَمْ يَكُفُّوا عَنْ رَّمْيِهِمْ اور اگر ڈھال بنا لیا انہوں نے مسلمانوں کے بچوں کو یا قیدیوں کو، لَمْ يَكُفُّوا عَنْ رَّمْيِهِمْ تو نہیں رکیں گے مسلمان ان کو تیر مارنے سے، وَيَقْصِدُونَ بِالرَّمْيِ الْكُفَّارَ دُونَ الْمُسْلِمِينَ اور ارادہ کریں گے تیر اندازی کے ذریعے کفار کا نہ کہ مسلمانوں کا۔

وَلَا بَأْسَ بِإِخْرَاجِ النِّسَاءِ وَالْمَصَاحِفِ مَعَ الْمُسْلِمِينَ۔ اور کوئی حرج نہیں ہے عورتوں کے نکالنے میں، وَالْمَصَاحِفِ جمع ہے مُصْحَفٌ کی بھئی، قرآن کو کہا جاتا ہے۔ مصحف کسے کہتے ہیں؟ قرآن کو۔ بھئی لشکر جا رہا ہے، کیا اس کے ساتھ عورتوں کا جانا درست ہے یا قرآن ساتھ لے کر چلنا درست ہے؟ بھئی ہو سکتا ہے کفار غالب آ جائیں تو یہ عورتیں تو ان کے قبضے میں چلی جائیں گی، یا کفار غالب آ جائیں تو یہ قرآن ان کے قبضے میں چلے جائیں گے تو وہ اس کی بے حرمتی کریں گے۔ کہتے ہیں بھئی اگر بڑا لشکر ہے جس پر اطمینان ہے، اعتماد ہے کہ کفار اس پر غالب نہیں آ سکتے، تو اس لشکر میں عورتوں کو لے کر جانا، قرآن کو لے کر نکلنا یہ درست ہے۔ اور اگر چھوٹا سا کوئی دستہ بھیجا ہے، اس میں اس طرح عورتوں کا جانا یا قرآن کا لے کر نکلنا درست نہیں ہے بھئی۔ یہی بات بتلا رہے ہیں۔ تو کہتے ہیں: وَلَا بَأْسَ بِإِخْرَاجِ النِّسَاءِ وَالْمَصَاحِفِ اور کوئی حرج نہیں ہے عورتوں کے نکالنے میں اور مصاحف، قرآن کے نکالنے میں، مَعَ الْمُسْلِمِينَ مسلمانوں کے ساتھ، إِذَا كَانُوا عَسْكَرًا عَظِيمًا جبکہ وہ مسلمان ایک عظیم لشکر ہوں، ایسا عظیم لشکر يُؤْمَنُ عَلَيْهِ کہ جس پر اطمینان ہو۔ وَيُكْرَهُ إِخْرَاجُ ذٰلِكَ فِي سَرِيَّةٍ اور مکروہ ہے ان کا نکالنا فِي سَرِيَّةٍ۔ کس کے اندر؟ سَرِيَّةٌ کہتے ہیں دستہ بھئی، چھوٹا دستہ بھئی لشکر کا۔ یہ سَرٰی يَسْرِيْ سے ہے بھئی، چھوٹا دستہ عموماً یہ خفیہ طور پر ہی بھیجا جاتا ہے رات کے وقت بھئی۔ وَيُكْرَهُ إِخْرَاجُ ذٰلِكَ فِي سَرِيَّةٍ اور ان کا نکالنا مکروہ ہے چھوٹے دستے میں، ایسا چھوٹا دستہ لَا يُؤْمَنُ عَلَيْهَا جس پر اطمینان نہیں ہے، اعتماد نہیں ہے۔

وَلَا تُقَاتِلُ الْمَرْأَةُ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا اور قتال نہیں کرے گی عورت مگر اپنے خاوند کی اجازت سے، وَلَا الْعَبْدُ إِلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ اور نہ غلام قتال کرے گا مگر اپنے آقا کی اجازت سے۔ تو عورت کے لیے بھی ضروری ہے خاوند کی اجازت اور غلام کے لیے آقا کی اجازت ضروری ہے، إِلَّا أَنْ يَّهْجُمَ الْعَدُوُّ مگر یہ کہ دشمن حملہ کر دے، دشمن چڑھائی کر دے۔ آپ پڑھ چکے ہیں اوپر بھئی، دشمن جب چڑھائی کر دے گا تو پھر کیا ہو جاتا ہے؟ یہ فرض کفایہ نہیں رہتا بلکہ فرض عین بن جاتا ہے۔

وَيَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِينَ أَنْ لَّا يَغْدِرُوا وَلَا يَغُلُّوا وَلَا يَمْثُلُوا۔ اور مناسب ہے مسلمانوں کے لیے کہ وہ عہد شکنی نہ کریں۔ غَدَرَ يَغْدِرُ کے معنی ہوتے ہیں عہد شکنی کرنا، دھوکہ دینا۔ اور مناسب ہے مسلمانوں کے لیے کہ وہ دھوکہ نہ دیں، عہد شکنی نہ کریں، کفار سے کوئی معاہدہ کیا ہوا ہے تو اس معاہدے کو توڑنا نہیں چاہیے بھئی۔ وَلَا يَغُلُّوا اور خیانت نہ کریں بھئی، یعنی مال غنیمت میں سے کوئی چیز بغیر اجازت کے نہ لیں بھئی۔ وَلَا يَمْثُلُوا یا وَلَا يُمَثِّلُوا مجرد کے ابواب سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور چاہیں تو مزید فیہ کے ابواب سے پڑھ لیں، يَمْثُلُوا یا يُمَثِّلُوا، اور بھی ابواب آتے ہیں بھئی۔ وَلَا يَمْثُلُوا اور مثلہ نہ

کریں، مسلمانوں کے لیے مناسب کیا ہے؟ مثلہ نہ کریں۔ بھئی مثلہ جانتے ہو یا نہیں جانتے بھئی؟ چہرے کا بگاڑ دینا بھئی، کسی شخص کو قتل کیا ہے پھر اس کی ناک کو بھی کاٹ دیا، اس کے کان بھی کاٹ دیے، اس کی آنکھیں نکال دیں، ہونٹوں کو کاٹ دیا وغیرہ بھئی، اعضاء کو کاٹ دینا، اس کو کیا کہتے ہیں؟ مثلہ کہتے ہیں بھئی، یہ جائز نہیں ہے۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يُمَثِّلُوْا اور مناسب ہے مسلمانوں کے لیے کہ وہ مثلہ نہ کریں۔

وَلَا يَقْتُلُوْا امْرَأَةً وَّلَا صَبِيًّا وَّلَا شَيْخًا فَانِيًا اور نہ عورت کو قتل کریں اور نہ کسی بچے کو قتل کریں، وَلَا شَيْخًا فَانِيًا اور نہ کسی بہت بوڑھے کو قتل کریں، وَلَا أَعْمٰى اور نہ اندھے کو قتل کریں، وَلَا مُقْعَدًا اور نہ کسی اپاہج کو قتل کریں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کسی بچے، عورت، بوڑھے کو، اندھے کو، اپاہج کو قتل کرنا درست نہیں ہے۔ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ أَحَدُ هٰؤُلَاءِ مِمَّنْ يَّكُوْنُ لَهُ رَأْيٌ فِي الْحَرْبِ۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی ایسا ہے جس کی جنگ میں رائے ہوا کرتی ہے، اس سے رائے لیتے ہیں آکر بھئی اب کیا کیا جائے، کیا جنگی تدبیر اختیار کی جائے، اگر کوئی جنگی ترکیب کا ماہر ہے ان میں سے تو پھر اس کو قتل کیا جائے گا۔ ایک شخص ہے اپاہج کفار میں سے ہے، سمجھ میں آیا؟ اپاہج ہے یا بڑا بوڑھا آدمی ہے، لیکن اس کی جنگی رائے بڑی زبردست ہوتی ہے، اس کے سارے ساتھی کیا کرتے ہیں؟ جب بھی کوئی تدبیر کرنے لگتے ہیں پہلے آکر اس سے مشورہ کرتے ہیں، تو اس قسم کے آدمی کو کیا کیا جائے گا؟ چاہے اپاہج ہو، چاہے بوڑھا ہو، اسے کیا کر دیا جائے گا؟ قتل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ ان کی مدد کرنے والا ہے بھئی۔ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ أَحَدُ هٰؤُلَاءِ مِمَّنْ يَّكُوْنُ لَهُ رَأْيٌ فِي الْحَرْبِ مگر یہ کہ ہو ان میں سے کوئی ایک مِمَّنْ ان لوگوں میں سے يَكُوْنُ لَهُ رَأْيٌ فِي الْحَرْبِ جس کی رائے ہوا کرتی ہے جنگ کے اندر، أَوْ تَكُوْنَ الْمَرْأَةُ مَلِكَةً یا عورت جو ہے وہ ملکہ ہو، پھر اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ پھر تو وہ ان کی ملکہ ہے، تو اب اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ پھر تو سارے لشکر کی قوت ہی کس کے ذریعے ہوتی ہے؟ بادشاہ کے ذریعے ہوتی ہے یا ملکہ جو ہے اس کے ذریعے ہے، تو اسے قتل کریں گے ان کی قوت ختم کرنے کے لیے۔ وَلَا يَقْتُلُوْا مَجْنُوْنًا اور نہ ہی کسی دیوانے کو قتل کریں گے، کسی پاگل کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا کفار میں سے۔

وَإِنْ رَأَى الْإِمَامُ أَنْ يُّصَالِحَ أَهْلَ الْحَرْبِ أَوْ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ۔ اچھا بھئی ابھی تک تو یہ بتلایا کہ کفار کو پہلے کیا کیا جائے؟ دعوت دی جائے، پھر اس کے بعد انہیں جزیہ کی ادائیگی پر آمادہ کیا جائے، اگر پھر بھی تیار نہ ہوں پھر ان پر کیا کیا جائے؟ حملہ کر دیا جائے۔ تو کیا بھئی صلح کی کوئی صورت نہیں ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اگر جو امام ہے اس کو صلح کے اندر مسلمانوں کی بہتری نظر آئے تو وہ کیا کر سکتا ہے؟ صلح بھی کر سکتا ہے۔ وَإِنْ رَأَى الْإِمَامُ اور اگر امام کی یہ رائے ہوئی کہ أَنْ يُّصَالِحَ أَهْلَ الْحَرْبِ کہ وہ صلح کر لے جنگ والوں سے، اہل حرب سے، أَوْ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ یا ان میں سے کسی ایک فریق کے ساتھ، وَكَانَ فِيْ ذٰلِكَ مَصْلَحَةٌ لِّلْمُسْلِمِيْنَ اور اس کے اندر مصلحت تھی، بھلائی تھی لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کے لیے، فَلَا بَأْسَ بِهٖ تو اس میں کوئی حرج نہیں، صلح کر سکتا ہے۔

فَإِنْ صَالَحَهُمْ مُدَّةً ثُمَّ رَأٰى أَنَّ نَقْضَ الصُّلْحِ أَنْفَعُ۔ اچھا بھئی صلح تو کر لی، معاہدہ تو کر لیا ان کے ساتھ، لیکن اگر بعد میں کوئی ایسی صورت حال پیش آئی کہ اب امام یہ سمجھتا ہے کہ اب صلح کا توڑ دینا بہتر ہے، تو صلح توڑ دے لیکن یہ طریقہ نہ اختیار کرے کہ اچانک پھر کفار پہ حملہ کر دے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ تو غدر ہوا، اور حالانکہ ابھی منع کیا گیا تھا کہ یہ مناسب نہیں ہے، دھوکہ دینا مسلمان کی شان نہیں ہے بھئی۔ تو لہٰذا پہلے ان کو اطلاع کر دے بھئی یاد رکھو ہمارے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا آج کے بعد وہ ختم ہے، ہماری طرف سے اس کی پابندی نہیں ہو گی، پھر بعد میں ان پر حملہ کر دے بھئی۔ تو کہتے ہیں: فَإِنْ صَالَحَهُمْ مُدَّةً پس اگر کفار کے ساتھ صلح کر لی کچھ مدت کے لیے، ثُمَّ رَأٰى پھر یہ رائے ہوئی کہ أَنَّ نَقْضَ الصُّلْحِ أَنْفَعُ کہ صلح کو توڑ دینا وہ زیادہ نافع ہے، نَبَذَ إِلَيْهِمْ تو پھینک دے ان کی طرف۔ یہ لفظی ترجمہ کر رہا ہوں مولانا، نَبَذَ کا معنی ہوتا ہے عہد کو توڑ دینا اور ان کو بھی اطلاع دے دینا بھئی، عہد توڑ کر دوسرے کو بھی اطلاع دے دینا۔ تو نَبَذَ إِلَيْهِمْ أَيْ عَهْدَهُمْ، نَبَذَ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ تو ان کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس کو توڑ دے، وَقَاتَلَهُمْ اور ان کے ساتھ قتال کرے۔

فَإِنْ بَدَأُوْا بِخِيَانَةٍ قَاتَلَهُمْ وَلَمْ يَنْبِذْ إِلَيْهِمْ۔ اگر انہوں نے ابتدا کی تھی خیانت کے ساتھ تو ان سے قتال کرے، وَلَمْ يَنْبِذْ إِلَيْهِمْ اور پھر ان کو معاہدہ توڑنے کی اطلاع نہ دے۔ بھئی اگر انہوں نے معاہدہ توڑا، انہوں نے پہلے کیا کیا؟ کوئی خیانت وغیرہ کی، معاہدے کی خلاف ورزی کی، تو اب یہ بھی نہیں ضروری کہ آپ اطلاع دیں، بلکہ اب فوراً آپ کیا کر سکتے ہیں؟ ان پر حملہ کر سکتے ہیں، اس لیے کہ جب انہوں نے خیانت کر دی تو معاہدہ تو انہوں نے توڑ ڈالا، معاہدہ رہا ہی نہیں، لہٰذا اب اطلاع نہیں دیں گے بلکہ ویسے ہی حملہ کر دیں گے۔ یہ معنی ہے: فَإِنْ بَدَأُوْا بِخِيَانَةٍ اگر انہوں نے ابتدا کی خیانت کے ساتھ، قَاتَلَهُمْ تو ان سے قتال کریں گے، وَلَمْ يَنْبِذْ إِلَيْهِمْ اور ان کو معاہدہ توڑنے کی اطلاع انہیں نہیں دیں گے، إِذَا كَانَ ذٰلِكَ بِاتِّفَاقِهِمْ اگر یہ ان کے اتفاق

سے ہوا تھا۔ یعنی یہ جو خیانت ہے اگر انہوں نے آپس میں کیا کیا تھا؟ اتفاق سے کی تھی پھر تو ہم انہیں اطلاع نہیں دیں گے۔ ہاں اگر کوئی ایک آدھا فریق تھا اس میں سے، پھر تو ساروں نے خیانت نہیں کی، ایک آدھے فریق نے کی ہے، سمجھ میں آیا؟ پھر اطلاع دی جائے گی کہ معاہدہ ختم ہو گیا، تمہارے فریق نے ایک نے پابندی نہیں کی تو اب جنگ کے لیے تیار رہنا۔

وَإِذَا خَرَجَ عَبِيْدُهُمْ إِلٰى عَسْكَرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُمْ أَحْرَارٌ اور جب نکلے ان کے غلام مسلمانوں کے لشکر کی طرف تو وہ آزاد ہیں۔ بھئی لشکر آمنے سامنے موجود ہیں کفار کے بھی اور مسلمانوں کے بھی، یا مسلمانوں نے گھیرا ہوا ہے ان کے قلعے کو، کفار کے کچھ غلام بھاگ کر آ گئے مسلمانوں کے لشکر کی طرف، تو کہتے ہیں بس ان سے بھاگ کر آ گئے اب یہ آزاد شمار ہوں گے۔ کیا شمار ہوں گے؟ آزاد شمار ہوں گے۔ یہ معنی ہے: وَإِذَا خَرَجَ عَبِيْدُهُمْ إِلٰى عَسْكَرِ الْمُسْلِمِيْنَ اور جب نکل آئے ان کے غلام مسلمانوں کے لشکر کی طرف، فَهُمْ أَحْرَارٌ تو وہ آزاد ہیں۔

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَّعْلِفَ الْعَسْكَرُ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ وَيَأْكُلُوْا مَا وَجَدُوْهُ مِنَ الطَّعَامِ۔ ہاں بھئی آگے آپ کو یہ بتلا رہے ہیں: جنگ کے لیے لشکر چل پڑا، دارالحرب پہنچ گیا، اور وہاں اب بھئی ضروریات مختلف پیش آتی ہیں، تو کیا وہ بقدر ضرورت کوئی چیز استعمال کر سکتے ہیں کوئی چیز ان کو ملے یا استعمال نہیں کر سکتے، سارا کچھ مال غنیمت یا مال فے شمار ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، بقدر ضرورت ہر چیز کیا کر سکتے ہیں؟ استعمال کر سکتے ہیں حاجت کے بقدر۔ ہاں ذخیرہ وغیرہ نہیں کر سکتے، اس کا استعمال جائز ہوا ہے، اس کے وہ مالک نہیں بنے۔ تو کوئی چیز ملتی ہے، لکڑیاں جلانے کے لیے چاہییں تو لکڑیاں ان کی استعمال کریں، جلائیں، اور غلہ وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے ان کا غلہ کھالیں بھئی، استعمال کر سکتے ہیں، تو ہر چیز، اسلحہ وغیرہ ملتا ہے، اسلحہ اگر ضرورت ہے، کسی مسلمان کی مثلاً تلوار ٹوٹ گئی اور پھر اسے دارالحرب میں کہیں کوئی تلوار پڑی ہوئی ملتی ہے تو اس کے لیے اس تلوار کا استعمال کرنا جائز ہے۔ ہاں مالک نہیں بنے گا، صرف استعمال اس کے لیے کیا ہے؟ جائز۔ اسی طرح تمام چیزیں ہیں، دیکھیے خود بتلا رہے ہیں: وَلَا بَأْسَ اور کوئی حرج نہیں ہے أَنْ يَّعْلِفَ الْعَسْكَرُ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ۔ عَلَفَ يَعْلِفُ کے معنی ہوتے ہیں جانور کو چارہ کھلانا۔ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ جانوروں کو چارہ کھلائے لشکر دارالحرب میں، یعنی ان کا چارہ وغیرہ حلال ہے ان کے لیے استعمال کرنا، وَيَأْكُلُوْا مَا وَجَدُوْهُ مِنَ الطَّعَامِ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ کھائیں وہ جو پائیں غلے میں سے، غلے میں سے جو کچھ ملتا ہے اسے کھا سکتے ہیں یا کھانے میں سے، وَيَسْتَعْمِلُوا الْحَطَبَ اور لکڑیاں استعمال کر سکتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ ساروں کا عطف اسی پر يَعْلِفَ پر ہو رہا ہے: وَلَا بَأْسَ أَنْ يَّعْلِفَ، وَلَا بَأْسَ أَنْ يَّأْكُلُوْا، وَلَا بَأْسَ أَنْ يَّسْتَعْمِلُوا الْحَطَبَ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ لکڑیاں استعمال کریں، وَيَدَّبِنُوْا بِالدُّبْنِ دہن تیل کو کہتے ہیں، اور تیل استعمال کریں، تیل لگائیں۔ بھئی مراد ہے کھانے وغیرہ کا تیل جسے کھایا جا سکتا ہے۔ وَيُقَاتِلُوْا بِمَا يَجِدُوْنَهُ مِنَ السِّلَاحِ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ مسلمان جو ہیں وہ قتال کریں اس چیز کے ساتھ جسے وہ پائیں اسلحہ میں سے، اسلحہ کوئی ملتا ہے تو اس کے ذریعے جنگ بھی کر سکتے ہیں۔

كُلُّ ذٰلِكَ بِغَيْرِ قِسْمَةٍ یہ سب کچھ بغیر تقسیم کے ہو گا۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ یہ ساری چیزیں لے کر آؤ، اکٹھی کی جائیں مال غنیمت یا مال فے کے طور پر اور پھر اس کو کیا کیا جائے مسلمانوں میں تقسیم، بلکہ دارالحرب میں گئے ہیں تو ان کی ہر چیز استعمال کرنا ان کے لیے مباح ہے، جائز ہے بھئی۔ تو بقدر ضرورت استعمال کریں گے جس جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے، البتہ اسے ذخیرہ بنانا ان کے لیے درست نہیں کیونکہ مالک نہیں بنے، صرف استعمال جائز ہے۔ تو کہتے ہیں: كُلُّ ذٰلِكَ بِغَيْرِ قِسْمَةٍ یہ سب کچھ بغیر تقسیم کے ہو گا، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّبِيْعُوْا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا اور جائز نہیں ہے کہ بیچیں اس میں سے کسی چیز کو، وَلَا يَتَمَوَّلُوْنَهُ اور نہ ہی اس کو بچا کر رکھیں گے، یعنی ذخیرہ کریں گے۔ ذخیرہ کرنا یا بچا کر رکھنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ مالک نہیں ہیں، بیچنا بھی درست نہیں کیونکہ یہ اس کے مالک نہیں۔

وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ۔ بھئی ان میں سے، کفار میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو کیا اس کا مال وغیرہ محفوظ ہے، اب اسے نہیں چھینا جائے گا؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، جو شخص ان میں سے مسلمان ہوا اس نے اپنی جان کو بھی محفوظ کر لیا، اب اسے قتل نہیں کیا جائے گا، اس کی جو چھوٹی اولاد ہے وہ بھی محفوظ ہوئی، اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا، اور وہ سارا مال جو اس کے قبضے میں ہے یا اس نے کیا کیا کسی مسلمان یا ذمی کے پاس بطور امانت کے رکھوایا وہ بھی سارا کیا ہوا؟ محفوظ ہوا۔ البتہ اس کا وہ مال جو کفار کے قبضے میں ہے، دارالحرب والوں کے پاس ہے، وہ محفوظ نہیں۔ مثلاً اس کی جائیداد ہے، زمین ہے، تو جب اس شہر کو ہم فتح کر لیں گے تو وہ زمین اور جائیداد اب اس کی نہیں رہی بلکہ وہ سب مال غنیمت میں شمار ہو گا۔ اس کی بیوی قبضے میں آ جاتی ہے بھئی جنگ کے بعد، کہتے ہیں وہ بھی مال غنیمت میں سے شمار ہو گی۔ بھئی کیوں، خاوند مسلمان ہو چکا ہے؟ کہتے ہیں خاوند چاہے مسلمان ہو چکا لیکن بیوی تو ابھی بھی حربی ہے بھئی۔ کیا ہے؟ حربی ہے۔ اسی طرح اس کی وہ اولاد جو جوان ہو چکی ہے، بالغ ہو چکی ہے، وہ بھی حربی ہے، لہٰذا وہ بھی کس میں سے شمار ہو گی؟ مال غنیمت میں سے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ اور جو کوئی مسلمان ہو گیا ان میں سے، أَحْرَزَ بِإِسْلَامِهِ نَفْسَهُ تو محفوظ کر لیا اس نے اپنے اسلام کے ذریعے اپنی جان کو، وَأَوْلَادَهُ الصِّغَارَ اور اپنی چھوٹی اولاد کو، نابالغ اولاد کو، وَكُلَّ مَالٍ هُوَ فِي يَدِهِ اور ہر ایسے مال کو جو اس کے قبضے میں ہے، أَوْ وَدِيعَةٌ فِي يَدِ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ یا ہر ایسا مال جو کہ امانت ہے کسی مسلمان کے قبضے میں یا کسی ذمی کے قبضے میں۔ بھئی چیزیں میں نے بتایا تھا دو قسم پر ہیں: کچھ منقولی ہیں اور کچھ غیر منقولی۔ تو منقولی چیزیں ساری کی ساری اسی کی رہیں گی، وہ ان کا مالک ہے۔ البتہ غیر منقولی یعنی زمین جو ہے اس میں امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ کہ وہ مال غنیمت میں شمار ہو گی، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں، زمین بھی اسی کی رہے گی۔ فَإِنْ ظَهَرْنَا عَلَى الدَّارِ پس اگر ہم غالب آ گئے اس دار پر، یعنی اس دار الحرب پر، فَعَقَارُهُ فَيْءٌ تو اس کی جو غیر منقولی جائیداد ہے وہ فَيْءٌ غنیمت ہو گی، اسے کس میں شمار کیا جائے گا؟ مال غنیمت میں سے۔ وَزَوْجَتُهُ فَيْءٌ اور اس کی بیوی وہ غنیمت میں سے شمار ہو گی کیونکہ وہ حربی ہے، وَحَمْلُهَا فَيْءٌ اور اس کی بیوی کا جو حمل ہے پیٹ میں وہ بھی غنیمت ہو گا، وَأَوْلَادُهُ الْكِبَارُ فَيْءٌ اور اس کی بڑی اولاد جو ہے، یعنی بالغ اولاد، وہ بھی مال غنیمت میں سے ہو گی۔

وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُبَاعَ السِّلَاحُ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَلَا يُجَهَّزُ إِلَيْهِمْ۔ بھئی کفار پر کیا اسلحہ وغیرہ بیچنا درست ہے؟ کہتے ہیں بھئی جب جنگ ہو رہی ہے اس دوران کفار کو اسلحہ بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ان کی قوت بڑھے گی۔ تو نہ ان کو بیچنا جائز ہے اور نہ ان کی طرف تیار کر کے بھیجنا، یعنی تاجر لے کر جاتے ہیں وہاں پر کہ کوئی خریدنا چاہے تو خرید لے، اسلحہ بہت زیادہ ہو گیا، کہتے ہیں نہیں، اس سے ان کی طاقت بڑھے گی، یہ جائز نہیں ہے۔ یہ معنی ہے: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُبَاعَ السِّلَاحُ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ اور مناسب نہیں ہے کہ بیچا جائے اسلحہ اہل حرب پر، وَلَا يُجَهَّزُ إِلَيْهِمْ اور نہ ہی ان کی طرف تیار کر کے بھیجا جائے کہ تاجر وہاں لے جائیں بیچنے کے لیے۔

وَلَا يُفَادَى بِالْأُسَارَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ۔ اچھا بھئی، فَادَى يُفَادِي کے معنی ہوتے ہیں فدیہ لے کر چھوڑنا، مال لے کر کسی کو آزاد کرنا، چھوڑنا، اسے کہتے ہیں فَادَى يُفَادِي۔ بھئی ان کے قیدی پکڑ لیے ہم نے، تو کیا ان کے قیدیوں کو مال لے کر چھوڑا جائے گا یا نہیں چھوڑیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے قیدیوں کو فدیہ لے کر بھی نہیں چھوڑا جائے گا کیونکہ ہم قیدیوں کو چھوڑیں گے تو قیدی بھی کیا کریں گے؟ پھر جا کر دوبارہ ان کی طرف سے لڑیں گے، ان کی قوت بڑھے گی۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ ان کے قیدیوں کے بدلے مسلمان قیدیوں کو چھڑوایا جائے گا بھئی۔ کہتے ہیں: وَلَا يُفَادَى بِالْأُسَارَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ اور فدیہ لے کر نہیں چھوڑا جائے گا قیدیوں کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى

صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: يُفَادَى بِهِمْ أُسَارَى الْمُسْلِمِينَ کہ فدیہ میں چھڑوایا جائے گا ان کے بدلے مسلمان قیدیوں کو۔ وَلَا يَجُوزُ الْمَنُّ عَلَيْهِمْ۔ مَنٌّ کہتے ہیں احسان کو۔ اور جائز نہیں ہے ان پر احسان کرنا، یعنی قیدیوں کو ویسے ہی ان کے چھوڑ دیتے ہیں احسان کرتے ہوئے، کہتے ہیں نہیں یہ جائز نہیں، اس سے ان کی قوت بڑھے گی۔

وَإِذَا فَتَحَ الْإِمَامُ بَلْدَةً عَنْوَةً۔ عَنْوَةٌ کا معنی ہوتا ہے زور بازو سے، قوت کے ذریعے، زبردستی بھئی۔ إِذَا فَتَحَ الْإِمَامُ بَلْدَةً عَنْوَةً جب فتح کر لے امام کسی شہر کو بزور بازو، فَهُوَ بِالْخِيَارِ تو اسے اختیار ہے، إِنْ شَاءَ قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِينَ وَإِنْ شَاءَ أَقَرَّ أَهْلَهَا عَلَيْهَا۔ اگر چاہے تو اس کو تقسیم کر دے غَانِمِينَ غنیمت والوں میں، وَإِنْ شَاءَ أَقَرَّ أَهْلَهَا عَلَيْهَا اور اگر چاہے تو اس کے شہر والوں کو بر قرار رکھے اس جگہ پر۔ جہاد جاری ہے تو امیر المؤمنین کی مرضی ہے، چاہے تو یہ جو سارا شہر فتح ہوا ہے اس کی ساری زمین ان مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے تو اسی شہر والوں کے پاس رہنے دے، زمینیں انہی کے پاس رہنے دے اور ان پر جزیہ اور خراج وغیرہ لگا دے بھئی، یہ امیر کی مرضی ہے بھئی۔ یہ معنی ہے: وَإِذَا فَتَحَ الْإِمَامُ بَلْدَةً عَنْوَةً اور جب فتح کر لے امام کسی شہر کو زبردستی، فَهُوَ بِالْخِيَارِ تو اسے اختیار ہے، إِنْ شَاءَ قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِينَ چاہے تو اسے تقسیم کر دے غنیمت والوں کے درمیان، وَإِنْ شَاءَ أَقَرَّ أَهْلَهَا عَلَيْهَا اور اگر چاہے تو بر قرار رکھے اس کے رہنے والوں کو اس پر، وَوَضَعَ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ اور مقرر کر دے ان پر جزیہ، وَعَلَى أَرَاضِيهِمُ الْخَرَاجَ اور ان کی زمینوں پر خراج، یعنی ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دے اور ان پر جزیہ۔

وَهُوَ فِي الْأُسَارَى بِالْخِيَارِ اور نیز امیر جو ہے قیدیوں کے بارے میں بھی اس کو اختیار ہے، کفار کے جو قیدی پکڑے گئے ہیں، جنگی قیدی، إِنْ شَاءَ قَتَلَهُمْ اگر چاہے تو انہیں قتل کر دے، وَإِنْ شَاءَ اسْتَرَقَّهُمْ اور اگر چاہے تو انہیں غلام بنا لے، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُمْ أَحْرَارًا ذِمَّةً لِّلْمُسْلِمِينَ اور اگر چاہے تو ان کو آزاد ہی چھوڑ دے ذمی بنا کر مسلمانوں کے لیے۔ ذمی بنا کر آزاد ہی چھوڑ دے مسلمانوں کی ذمہ داری میں، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَرُدَّهُمْ إِلَى دَارِ

الْحَرْبِ اور یہ جائز نہیں ہے کہ ان کو واپس لوٹا دے دارالحرب۔ دارالحرب نہیں جانے دیں گے بھئی، سمجھ میں آیا؟ چاہے تو ان کو قتل کرو، چاہے تو غلام بنالو، چاہے تو ذمی بنا کر یہیں رہنے پر مجبور کرو۔

وَإِذَا أَرَادَ الْإِمَامُ الْعَوْدَ إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ وَمَعَهُ مَوَاشٍ۔ بھئی صورت یہ ہے کہ امام نے علاقہ فتح کر لیا، اب واپس دارالاسلام آنا چاہتا ہے بھئی، بہت سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں مویشی بھی ان کے پکڑ لیے ہیں ہم نے، اب ان کو واپس لے جانا فرض کرو مسئلہ بن گیا، نہیں لے جاسکتے بھئی، کیا کیا جائے، کیا ان کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، ان کی طاقت اور قوت کو ختم کرنا ہے ہم نے ہر حال میں، لہٰذا اب ان مویشیوں کو ساتھ لے کر نہیں چل سکتے تو ان کفار کے لیے بھی نہیں چھوڑا جائے گا، بلکہ ان سب کو ذبح کر دو۔ سب کو کیا کر دو؟ ذبح کر دو اور پھر ان کو آگ لگا دو، جلا دو بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَرَادَ الْإِمَامُ الْعَوْدَ إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ اور جب ارادہ کیا امام نے دارالاسلام لوٹنے کا، وَمَعَهُ مَوَاشٍ اور اس کے ساتھ مویشی تھے، فَلَمْ يَقْدِرْ عَلٰى نَقْلِهَا إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ پس وہ قادر نہیں ہوا ان کو منتقل کرنے پر دارالاسلام کی طرف، ذَبَحَهَا تو ان کو کیا کر دے؟ ذبح کر دے، وَحَرَّقَهَا اور ان کو جلا دے، وَلَا يَعْقِرُهَا اور ان کا عقر نہ کرے بھئی، کونچیں نہ کاٹے بھئی۔ عقر کہتے تھے بھئی عرب میں طریقہ تھا مثلاً بھئی کسی جانور کو ذبح کرنا ہوتا یا ضائع کرنا ہوتا بعض اوقات تو اس کے گھٹنوں پر تلوار مار دیتے، وہ جانور زخمی ہو گیا، اب سواری وغیرہ کسی کام کے قابل بھی نہیں رہا، پھر بعد میں چاہے بعض اوقات پھر ذبح بھی کرنا ہوتا ذبح کر لیتے، تو اس سے منع کیا گیا بھئی کہ ان کے گھٹنے وغیرہ پر تلوار نہ ماری جائے، ان کو زخمی نہ کیا جائے، اس طرح ان کو ضائع نہ کیا جائے، اس سے جانوروں کو کیا ہو گی؟ تکلیف ہو گی بھئی، لہٰذا ذبح کرے۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يَعْقِرُهَا اور ان کی کونچیں بھی نہ کاٹے، وَلَا يَتْرُكُهَا اور نہ ہی انہیں چھوڑے ویسے، ویسے بھی نہ چھوڑے ورنہ تو کفار کے کام آئیں گے، ان کے کام نہیں آنا چاہیے اب۔

وَلَا يُقَسِّمُ غَنِيْمَةً فِيْ دَارِ الْحَرْبِ اور امام تقسیم نہیں کرے گا غنیمت کو دارالحرب میں، حَتّٰى يُخْرِجَهَا إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ یہاں تک کہ اسے نکال لائے دارالاسلام کی طرف۔ بھئی وہ جو مال وہاں حاصل ہوا ہے وہیں پر تقسیم نہیں کرے گا بلکہ دارالاسلام لے کر آئے گا اور پھر یہاں آ کر کیا کیا جائے گا اس کو؟ مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

وَالرِّدْءُ وَالْمُقَاتِلُ فِي الْعَسْكَرِ سَوَاءٌ۔ بھئی کچھ لوگ جنگ کرنے والے تھے لشکر کے اندر، کچھ پیچھے مدد گار تھے بھئی۔ کچھ ساتھی تو لڑنے نکل جاتے ہیں، پیچھے کچھ ساتھی کیا کرتے تھے؟ اور کام بھئی کھانے پینے وغیرہ اور ان چیزوں کا انتظام کرتے تھے، تو کیا ان کا بھی حصہ ہو گا یا صرف مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم ہو گا جو آگے لڑ رہے تھے؟ کہتے ہیں نہیں، سب کا حصہ ہو گا بھئی، یہ پیچھے والوں کی مدد بھی تو ضروری تھی، اس کے بغیر بھی گزارا نہیں، تو لہٰذا سب کا حصہ ہو گا۔ تو رِدْءٌ کہتے ہیں مدد گار کو۔ وَالرِّدْءُ وَالْمُقَاتِلُ فِي الْعَسْكَرِ سَوَاءٌ اور مدد گار اور لڑنے والا لشکر میں سَوَاءٌ یہ کیا ہیں؟ برابر ہیں، سب کا حصہ ہو گا۔

وَإِذَا لَحِقَهُمْ۔ اچھا بھئی یہاں سے بتلا رہے ہیں ایک مسلمانوں کا لشکر ہے وہ کفار کے علاقے میں جنگ کرتا چلا جا رہا ہے، تو جنگ ختم ہو گئی اور ادھر مسلمانوں کی طرف سے ایک اور چھوٹا لشکر چلا ان کی مدد کے لیے، وہ جب پہنچا جنگ ختم ہو گئی تھی بھئی، چنانچہ واپس چل پڑے بھئی، تو کیا اب یہ جو بعد میں مدد آئی ہے ان کا حصہ بھی ہو گا مال غنیمت میں یا نہیں ہو گا؟ کہتے ہیں بھئی جب تک مال غنیمت دارالاسلام نہ لے آئیں اس سے پہلے پہلے جو بھی مدد پہنچی ہے ان کو، جو بھی لوگ آئے ہیں ان کے ساتھ شامل ہوئے ہیں سب کا حصہ ہو گا۔ سب کا کیا ہو گا؟ حصہ ہو گا۔ بھئی وہ تو مدد کی نیت سے آئے تھے، وہ الگ بات ہے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی کیا ہو گئی؟ جنگ اتفاق سے ختم ہو گئی بھئی، ورنہ تو وہ کس نیت سے چلے تھے وہاں سے؟ جہاد ہی کی نیت سے چلے تھے۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا لَحِقَهُمُ الْمَدَدُ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ اور جب مل گئی ان مسلمانوں کے ساتھ کوئی مدد دارالحرب کے اندر ہی، قَبْلَ أَنْ يُّخْرِجُوا الْغَنِيْمَةَ إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ قبل اس کے کہ یہ نکال لائیں مال غنیمت کو دارالاسلام کی طرف، شَارَكُوْهُمْ فِيْهَا تو وہ مدد گار بھی شریک ہو جائیں گے ان لشکر والوں کے ساتھ اس مال غنیمت میں۔

وَلَا حَقَّ لِأَهْلِ سُوْقِ الْعَسْكَرِ فِي الْغَنِيْمَةِ۔ اچھا بھئی لشکر چلتا ہے تو ساتھ تاجر بھی ہو لیتے ہیں کہ ہمارا سامان ساتھ بکتا رہے گا، ہزاروں لوگ ہیں تو چیزیں بیچتے ہیں تاجر، تو کیا جو تاجر ساتھ ہیں اپنا سامان وغیرہ بیچ رہے ہیں کیا ان کا بھی حصہ ہو گا مال غنیمت میں؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، وہ جہاد کی نیت سے تو نہیں چلے، وہ تو تجارت کی نیت سے چلے ہیں، لہٰذا ان کو کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ ہاں اگر وہ تجارت بھی کر رہا ہے اور لڑائی میں بھی حصہ لیتا ہے باقاعدہ طور پر، پھر تو بھئی تجارت ضمناً ہوئی، معلوم ہوا اس کا بھی اصل مقصد کیا ہے؟ جہاد ہی ہے، لہٰذا اب اس کا حصہ ہو گا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا حَقَّ لِأَهْلِ سُوْقِ الْعَسْكَرِ فِي الْغَنِيْمَةِ

اور کوئی حق نہیں ہے لشکر کے بازار والوں کا فِی الْغَنِیْمَۃِ غنیمت کے اندر، إِلَّا أَنْ یُّقَاتِلُوْا مگر یہ کہ وہ بھی قتال کریں، پھر ان کا حصہ ہو گا۔

وَإِذَا آمَنَ رَجُلٌ حُرٌّ۔ یاد رکھیے بھئی مسلمانوں میں سے کوئی کسی کافر کو امان دے دے تو اسے امان حاصل ہو گی، اب اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مسلمانوں میں سے کوئی کسی کافر کو امان دے دیتا ہے، چاہے مرد ہو چاہے عورت ہو، ایک کو دے امان یا زیادہ کو امان دے بھئی، تو سارے مسلمانوں کی طرف سے اسے امان ہو گی، اب اس شخص کو کچھ نہیں کہا جائے گا، کوئی اسے نہیں چھیڑے گا بھئی۔ کہتے ہیں: وَإِذَا آمَنَ رَجُلٌ حُرٌّ أَوِ امْرَأَۃٌ حُرَّۃٌ جب امان دے دیا کسی آزاد آدمی نے یا کسی آزاد عورت نے، کسے امان دیا؟ کَافِرًا کسی کافر کو، أَوْ جَمَاعَۃً یا ان کی کسی جماعت کو، أَوْ أَہْلَ حِصْنٍ یا قلعے والوں کو، أَوْ مَدِیْنَۃٍ أَیْ أَہْلَ مَدِیْنَۃٍ اس کا عطف حِصْنٍ پر ہے، یا شہر والوں کو، صَحَّ أَمَانُہُمْ تو ان کا امان دینا صحیح ہے، وَلَمْ یَجُزْ لِأَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَتْلُہُمْ اور جائز نہیں ہے کسی ایک کے لیے بھی مسلمانوں میں سے ان کا قتل کرنا، إِلَّا أَنْ یَّکُوْنَ فِیْ ذٰلِکَ مَفْسَدَۃٌ مگر یہ کہ اس کے اندر فساد ہو، خرابی ہو۔ امان دینے میں اگر بہت نقصان ہے تو فَیَنْبِذُ إِلَیْہِمُ الْإِمَامُ تو توڑ دے گا ان کے ساتھ معاہدے کو، یعنی اطلاع دے دے گا، امان کو توڑ دے گا امام۔ امام کیا کرے گا؟ امان کو توڑ دے گا۔ سمجھ میں آیا؟ ویسے کسی کو بھی کوئی مسلمان مرد یا عورت امان دے دیں تو انہیں امان حاصل ہو گی۔

کہتے ہیں: وَلَا یَجُوْزُ أَمَانُ ذِمِّیٍّ وَّلَا أَسِیْرٍ وَّلَا تَاجِرٍ یَّدْخُلُ عَلَیْہِمْ اور جائز نہیں ہے ذمی کا امان دینا اور نہ کسی قیدی کا امان دینا اور نہ کسی ایسے تاجر کا جو ان پر داخل ہوتا ہے۔ بھئی کافروں کے پاس ایک مسلمان تاجر ہے، تجارت کی غرض سے گیا ہوا ہے، وہ کسی کو امان دیتا ہے، کیا اس کا امان دینا صحیح ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اس کا امان دینا صحیح نہیں، وہ تو خود ان کے پاس ہے بھئی۔ ذمی کسی کو امان نہیں دے سکتا بھئی، سمجھ میں آیا؟ اسی طرح کوئی قیدی ہے بھئی، کافروں کے پاس کوئی مسلمان قیدی ہے وہ بھی کسی کو امان نہیں دے سکتا۔ یہ معنی ہے: وَلَا یَجُوْزُ أَمَانُ ذِمِّیٍّ وَّلَا أَسِیْرٍ وَّلَا تَاجِرٍ یَّدْخُلُ عَلَیْہِمْ اور جائز نہیں ہے کسی ذمی کا امان دینا اور نہ کسی قیدی کا اور نہ کسی ایسے تاجر کا جو ان کفار پر داخل ہوتا ہے۔

وَلَا یَجُوْزُ أَمَانُ الْعَبْدِ الْمَحْجُوْرِ عَلَیْہِ۔ اچھا بھئی ایک عام غلام ہے، ایک عبد ماذون ہے جسے اجازت دے دی آقا نے جہاد کی، تو کیا عبد مجور جو ہے، جو عام غلام ہے وہ امان دے سکتا ہے؟ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، جو عبد مجور ہے، عام غلام ہے اس کا امان دینا درست نہیں، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں، اس کا اعتبار ہے، وہ امان کسی کو دے دیتا ہے تو وہ بھی مامون ہو گا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا یَجُوْزُ أَمَانُ الْعَبْدِ الْمَحْجُوْرِ عَلَیْہِ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اور جائز نہیں ہے مجور علیہ غلام کا کسی کو امان دینا امام صاحب کے نزدیک، إِلَّا أَنْ یَّأْذَنَ لَہُ مَوْلَاہُ فِی الْقِتَالِ مگر یہ کہ اسے اجازت دے دے اس کا آقا قتال کے اندر۔ جہاد کی اگر اجازت دے رکھی ہے اس کے آقا نے تو پھر اس کا امان دینا صحیح ہے۔ وَقَالَ أَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَّحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی یَصِحُّ أَمَانُہُ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا امان دینا صحیح ہے، چاہے آقا نے اجازت دی ہو چاہے آقا نے اجازت نہ دی ہو۔

وَإِذَا غَلَبَ التُّرْکُ عَلَی الرُّوْمِ فَسَبَوْہُمْ وَأَخَذُوْا أَمْوَالَہُمْ مَلَکُوْہَا۔ یاد رکھیے بھئی دو کفار کی فوجیں آپس میں لڑ رہی ہیں، مثلاً ترک والے بھی فرض کرو کفار ہیں اور روم والے بھی ہیں، وہ آپس میں کیا کر رہے ہیں؟ لڑ رہے ہیں۔ تو کفار کی ایک جماعت دوسری جماعت پر غالب آئی اور اس کا سارا مال و اسباب اس نے چھین لیا اور قبضہ کر لیا، تو یاد رکھیے جو جماعت غالب آئی ہے، جس نے ساری چیزوں پر قبضہ کر لیا اور اپنے علاقے میں لے گئی ہے وہ اس سارے سامان کی مالک بن گئی۔ کیا بن گئی؟ مالک بن گئی۔ لہذا اب بعد میں مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کے ساتھ جنگ کی اور وہ ساری چیزیں مسلمانوں نے ان سے چھین لیں، تو کہتے ہیں اب مسلمان ان کے کیا بن گئے؟ مالک بن گئے۔ دیکھیے آگے اور مسائل آئیں گے بھئی، میں بتلاؤں گا کیا فائدہ ہوا یہ کہنے کا کہ یہ مالک بن گئے۔ ظاہر تو یہی ہے جب انہوں نے قبضہ کر لیا ہے تو پھر مالک ہونے یا نہ ہونے کا کیا معنی، ایک چیز ان کے قبضے میں چلی گئی! لیکن فرق پڑتا ہے، ایک ہم کہیں مالک ہے، دوسری صورت میں کہیں مالک نہیں ہے، فرق پڑے گا دیکھنا بھئی۔

وَإِذَا غَلَبَ التُّرْکُ عَلَی الرُّوْمِ اور جب غالب ہو گئے ترک والے روم والوں پر، فَسَبَوْہُمْ پس کیا کیا ترک والوں نے؟ روم والوں کو قیدی بنا لیا، وَأَخَذُوْا أَمْوَالَہُمْ اور چھین لیا ان کے مالوں کو، مَلَکُوْہَا تو ان سب کے کیا بن گئے؟ مالک بن گئے۔ پھر اس کے بعد وَإِنْ غَلَبْنَا عَلَی التُّرْکِ اور اگر ہم غالب ہوئے ترکی والوں پر، حَلَّ لَنَا مَا نَجِدُہُ مِنْ ذٰلِکَ تو حلال ہے ہمارے لیے ہم جو کچھ پائیں اس مال میں سے، یعنی ہم کیا بن جائیں گے اس کے؟ مالک۔

وَإِذَا غَلَبُوْا عَلٰی أَمْوَالِنَا اور جب وہ غالب آئے ہمارے مالوں پر، وَأَحْرَزُوْہَا بِدَارِہِمْ اور انہوں نے اس مال کو محفوظ کر لیا اپنے وطن کے ذریعے، یعنی ہمارا مال چھینا اور کہاں لے گئے؟ اپنے وطن میں لے گئے، مَلَکُوْہَا تو وہ کیا بن گئے اس کے؟ مالک بن گئے۔ اب دیکھیے صورت بھئی، فائدہ سنو اب مالک بننے

کا کیا فائدہ ہوا۔ کفار نے کسی علاقے پر حملہ کیا تھا اور وہاں مسلمانوں سے مال و اسباب چھینا اور اپنے وطن میں لے گئے، کیا بتلایا صاحب قدوری نے وہ کیا بن جائیں گے اس کے؟ مالک۔ مالک بن گئے، لہٰذا اب ایک مسلمان تاجر جاتا ہے اور وہاں سے وہی چیزیں خرید کر لاتا ہے اور یہاں لا کر بیچنا چاہتا ہے۔ مالک نے وہ چیزیں دیکھ لیں جس سے وہ چھین کر لے کر گئے تھے، وہ زندہ تھا، مالک کہتا ہے بھئی یہ چیزیں تو میری ہیں مجھے دے دو۔ وہ کہتا ہے بھئی آپ کو میں کیسے دوں یہ تو میں خرید کر لایا ہوں۔ وہ قاضی کے پاس چلا گیا کہ میری چیزیں ہیں، یہ نشانیاں ہیں، میں گواہ پیش کرتا ہوں یہ میری چیزیں ہیں بھئی۔ تو کیا اب اس سے لے لے گا؟ نہیں بھئی، میں نے ضابطہ ذکر کر دیا، جب کفار لے گئے تھے وہ کیا بن گئے؟ مالک، اور یہ تاجر کس سے خرید کے لایا ہے؟ کفار یعنی مالک سے خرید کر لایا ہے، لہٰذا اب دوسرا شخص لینا چاہتا ہے تو جتنے پیسوں کا تاجر لے کر آیا اتنے پیسے دے دے، تو تاجر کا بھی نقصان نہیں اور اس کو بھی اس کی چیز واپس مل جائے گی، ویسے لینا چاہے تو ویسے نہیں لے سکتا۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ ہاں اگر ہم یہ کہیں مالک ہی نہیں بنا، پھر مفت لے لے گا۔ کیونکہ کفار لے گئے فرض کرو، اور کوئی ایسی چیز ہے جس میں ہم کیا کہتے ہیں وہ مالک نہیں، جب مالک نہیں بنے تو تاجر ان سے خرید کر لے کر آیا، لیکن یہ مالک سے خریدا یا غیر مالک سے خریدا؟ غیر مالک سے۔ چیز کو تو مالک سے خریدنا چاہیے تھا، یہ تو غیر مالک سے خرید کر لایا ہے، لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا، اصل مالک دیکھتے ہی کہے گا لاؤ بھئی میری چیز دے دو، تو اسے دینا پڑے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا غَلَبُوْا عَلٰى أَمْوَالِنَا وَأَحْرَزُوْهَا بِدَارِهِمْ اور جب وہ غالب آ گئے ہمارے مالوں پر اور اس کو انہوں نے محفوظ کر لیا اپنے وطن کے ذریعے، مَلَكُوْهَا تو اس کے مالک بن جائیں گے۔ فَإِنْ ظَهَرَ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ پس اگر غالب ہوئے اس پر مسلمان، فَوَجَدُوْهَا قَبْلَ الْقِسْمَةِ تو پایا انہوں نے اس سامان کو تقسیم سے پہلے۔ اچھا اب دیکھو یہ بتلا رہے ہیں: مسلمانوں کا لشکر گیا، کفار یہاں سے بہت سامال و اسباب لوٹ کر، چھین کر لے گئے تھے بھئی، مسلمانوں کا لشکر گیا اور مسلمانوں نے اس علاقے پر قبضہ کر لیا، ساری چیزیں واپس چھین لیں۔ ساری چیزیں واپس چھین لیں، فرض کریں ایک مسلمان کی کوئی چیز تھی مثلاً چلو گاڑی فرض کر لو، ایک مسلمان کی ایک گاڑی تھی وہ بھی چھین کر لے گئے تھے، اب کفار پر جب ہم نے فتح حاصل کر لی تو یہ سارا مال غنیمت آ گیا۔ تو مال غنیمت اب امیر پھر کیا کرتا ہے؟ پھر تقسیم کرتا ہے سارے میں، پانچواں حصہ بیت المال کا ہو جاتا ہے وہ نکال لیا جاتا ہے اور باقی حصے کس کے اندر تقسیم کیے جاتے ہیں؟ مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تو اگر تقسیم سے پہلے پہلے مالک نے کہا یہ چیز میری ہے تو اسے دے دی جائے گی۔ مالک نے کیا کہا؟ یہ چیز میری ہے، ابھی مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا۔ اور اگر تقسیم کر دیا گیا، اس کے بعد آ کر اب مالک کہتا ہے یہ میری گاڑی ہے، بھئی یہ گاڑی تو تقسیم ہو چکی ہے، زید کے حصے میں آئی، زید بھی مجاہد تھا بھئی۔ یہ گاڑی کس کے حصے میں آ گئی؟ زید۔ اب زید کا حصہ یہ ہو چکا، اب مالک اس سے ویسے نہیں لے سکتا بلکہ کیا کرنا پڑے گا؟ خرید کر لے سکتا ہے، قیمت دے کر لے سکتا ہے، ویسے نہیں لے سکتا۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ ظَهَرَ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ پس اگر غالب آ گئے اس پر مسلمان، فَوَجَدُوْهَا قَبْلَ الْقِسْمَةِ پس پایا انہوں نے اس سامان کو تقسیم سے پہلے، فَهِيَ لَهُمْ بِغَيْرِ شَيْءٍ تو یہ ان کے لیے ہو گی بغیر کسی چیز کے۔ وَإِنْ وَجَدُوْهَا بَعْدَ الْقِسْمَةِ اور اگر انہوں نے ان مالوں کو تقسیم کے بعد پایا، أَخَذُوْهَا بِالْقِيْمَةِ إِنْ أَحَبُّوْا تو لے لیں گے اس کو قیمت کے بدلے إِنْ أَحَبُّوْا اگر وہ پسند کریں۔ اگر لینا چاہیں تو کیا کریں؟ قیمت کے بدلے لے لیں گے، ویسے نہیں لے سکتے۔

وَإِنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ تَاجِرٌ فَاشْتَرٰى ذٰلِكَ۔ اگر داخل ہوا دار الحرب میں کوئی تاجر، ادھر سے کوئی تاجر چلا گیا دار الحرب بھئی، فَاشْتَرٰى ذٰلِكَ وہ اس چیز کو خرید لایا، فَأَخْرَجَهُ إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ پس اس کو نکال لایا دار الاسلام کی طرف، فَمَالِكُهُ الْأَوَّلُ بِالْخِيَارِ تو اس چیز کے پہلے مالک کو اختیار ہے، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِالثَّمَنِ الَّذِي اشْتَرَاهُ بِهِ التَّاجِرُ چاہے تو لے لے اس کو اس ثمن کے بدلے جس کے ذریعے خریدا تھا تاجر نے، وہ ثمن دے کر کیا کر لے؟ وہ چیز لے لے، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ اور چاہے تو اسے چھوڑ دے۔ یعنی ویسے نہیں لے سکتا چیز بلکہ ثمن دے کر لینے پڑیں گے۔

وَلَا يَمْلِكُ عَلَيْنَا أَهْلُ الْحَرْبِ بِالْغَلَبَةِ مُدَبَّرِيْنَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِنَا وَمُكَاتَبِيْنَا وَأَحْرَارَنَا وَنَمْلِكُ عَلَيْهِمْ جَمِيْعَ ذٰلِكَ۔ بھئی ہمارے کچھ غلام تھے مدبر، کچھ ام ولد تھیں، کچھ ہمارے مکاتب تھے، کچھ ہمارے آزاد آدمی تھے، کفار ان کو بھی پکڑ کر لے گئے تھے۔ کفار ان کو بھی پکڑ کر لے گئے تھے، تو کیا اس کے وہ مالک بنے؟ کہتے ہیں نہیں، ان کے مالک وہ نہیں بنیں گے۔ لہٰذا ان کو کوئی خرید کر لائے تو اس سے ویسے ہی لے لیا جائے گا کیونکہ اس نے وہ چیز مالک سے نہیں خریدی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يَمْلِكُ عَلَيْنَا أَهْلُ الْحَرْبِ بِالْغَلَبَةِ مُدَبَّرِيْنَا اور مالک نہیں بنتے ہم پر اہل حرب غلبے کی وجہ سے، کس چیز کے مالک نہیں بنتے؟ ہمارے مدبروں کے، وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِنَا اور ہماری ام ولد جتنی ہیں ان کے، وَمُكَاتَبِيْنَا اور ہمارے مکاتب جو ہیں، وَأَحْرَارَنَا اور ہمارے

آزاد لوگوں کے، وَنَمْلِكُ عَلَيْهِمْ جَمِيْعَ ذٰلِكَ اور ہم مالک بنتے ہیں ان پر ان سب چیزوں کے۔ ہم کفار کے کسی مکاتب کو پکڑ کر لے آئے، ام ولد کو پکڑ کر لے آئے، یا کسی کے مدبر وغیرہ یا ان کے آزاد آدمیوں کو پکڑ کر لے آئے تو ہم کیا بن جائیں گے اس کے؟ مالک بن جائیں گے بھئی، تو اب ہمارے غلام شمار ہوں گے۔

وَإِذَا أَبَقَ عَبْدُ الْمُسْلِمِ فَدَخَلَ إِلَيْهِمْ فَأَخَذُوْهُ لَمْ يَمْلِكُوْهُ۔ اچھا بھئی مسلمانوں کا کوئی غلام بھاگا، کفار کی طرف چلا گیا، تو انہوں نے اس کو پکڑ لیا، کیا وہ اس کے مالک بن گئے یا نہیں بنے؟ امام صاحب فرماتے ہیں مالک نہیں بنے۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں، مالک بن گئے وہ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ وَإِذَا أَبَقَ عَبْدُ الْمُسْلِمِ فَدَخَلَ إِلَيْهِمْ جب بھاگا کسی مسلمان کا کوئی غلام، فَدَخَلَ إِلَيْهِمْ ان پر داخل ہوا، فَأَخَذُوْهُ انہوں نے اس کو پکڑ لیا، لَمْ يَمْلِكُوْهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى تو اس کے مالک نہیں بنیں گے امام صاحب کے نزدیک، وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں: مَلَكُوْهُ وہ اس کے مالک بن جائیں گے۔

وَإِنْ نَدَّ إِلَيْهِمْ بَعِيْرٌ فَأَخَذُوْهُ مَلَكُوْهُ۔ نَدَّ کا معنی بدکنا، بدک کر بھاگ جانا۔ بَعِيْرٌ کہتے ہیں اونٹ بھئی۔ وَإِنْ نَدَّ إِلَيْهِمْ بَعِيْرٌ اگر کوئی اونٹ ان کی طرف بھاگ کر چلا گیا، فَأَخَذُوْهُ انہوں نے اس کو پکڑ لیا، مَلَكُوْهُ تو وہ اس کے مالک بن جائیں گے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دارالاسلام سے کوئی اونٹ بھاگا، دارالحرب چلا گیا، انہوں نے اس کو پکڑ لیا، بس وہ مالک بن گئے، اب کوئی خرید کر لاتا ہے تو مالک اس سے ویسے نہیں لے سکتا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵۰: کتاب السیر (۲): غنائم کی تقسیم (دار الحرب میں یا دار الاسلام میں؟)، خمس کے مصارف، اور گھوڑ سوار و پیدل مجاہد کے حصے

مختصر القدوری صفحہ: ۲۲۸—بتاریخ: ۱۷ جون ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِّلْإِمَامِ حَمُوْلَةٌ يَّحْمِلُ عَلَيْهَا الْغَنَائِمَ قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ قِسْمَةَ إِيْدَاعٍ لِّيَحْمِلُوْهَا إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ يَرْتَجِعُهَا مِنْهُمْ فَيَقْسِمُهَا۔ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْغَنَائِمِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ۔ وَمَنْ مَّاتَ مِنَ الْغَانِمِيْنَ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ فَلَا حَقَّ لَهُ فِي الْقِسْمَةِ وَمَنْ مَّاتَ مِنَ الْغَانِمِيْنَ بَعْدَ إِخْرَاجِهَا إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ فَنَصِيْبُهُ لِوَرَثَتِهٖ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

جہاد کے احکامات بیان ہو رہے ہیں بھئی، مال غنیمت کا بیان ہو رہا ہے۔ صاحب قدوری فرماتے ہیں: وَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِّلْإِمَامِ حَمُوْلَةٌ يَّحْمِلُ عَلَيْهَا الْغَنَائِمَ قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ قِسْمَةَ إِيْدَاعٍ۔ بھئی مال غنیمت اکٹھا ہو گیا، اب آپ نے پڑھا کہ مال غنیمت یہاں تقسیم نہیں کیا جائے گا دار الحرب میں بلکہ پہلے اسے دار الاسلام لے جائیں گے، پھر وہاں لے جا کر کیا کیا جائے گا؟ اسے تقسیم کیا جائے گا بھئی۔ تو اب جو امیر ہے، امام ہے اس کے پاس کوئی بار برداری کے لیے کوئی سواری وغیرہ نہیں ہے جس پر وہ مال غنیمت کو لاد کر دار الاسلام تک لے جائے، تو اب کیا کیا جائے؟ کہتے ہیں بھئی وہیں پر دار الحرب میں ہی مال غنیمت کو تقسیم کر دے غازیوں کے اندر، لیکن اس طریقے پر نہیں کہ ہر ایک کو مالک بنا دے گا، بلکہ ہر ایک کو بطور امانت کے دے دے گا بھئی۔ تقسیم کر کے ہر ایک کو کچھ کچھ حصہ کیا کرے گا؟ بطور امانت کے دے دیا جائے گا، تو ہر ایک اپنے اس حصے کو پھر لے کر چلے گا اور جب دار الاسلام پہنچیں گے تو پھر ان سے وہ سارے حصے واپس لے لیے جائیں گے جو بطور امانت کے دیے گئے تھے، اور اب سارا مال غنیمت اکٹھا کیا جائے گا اور اب اس کی تقسیم کی جائے گی بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِّلْإِمَامِ حَمُوْلَةٌ اور جب نہ ہو امام کے پاس کوئی بار برداری کے لیے جانور۔ حَمُوْلَةٌ کہتے ہیں بار برداری کے لیے جانور وغیرہ بھئی۔ جب امام کے پاس بار برداری کے لیے کوئی جانور نہ ہو، کوئی ایسا جانور يَحْمِلُ عَلَيْهَا الْغَنَائِمَ کہ لاد دے ان پر غنیمتوں کو، قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ تو تقسیم کر دے ان غنیمتوں کو بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ غنیمت والوں کے درمیان، قِسْمَةَ إِيْدَاعٍ۔ کون سی تقسیم کرے؟ ایداع، امانت والی تقسیم کرے، مالک نہیں بنانا بھئی، امانت کے طور پر تقسیم کرے، لِيَحْمِلُوْهَا إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ تاکہ وہ اسے لے جائیں دار الاسلام تک، ثُمَّ يَرْتَجِعُهَا مِنْهُمْ پھر رجوع کر لے گا مال غنیمت پر ان میں سے، یعنی ان سے واپس لے لے گا، فَيَقْسِمُهَا تو اسے تقسیم کرے گا۔

وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْغَنَائِمِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ اور جائز نہیں ہے غنیمتوں کا بیچنا تقسیم سے پہلے دارالحرب میں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دارالحرب میں ان کو بیچنا جائز نہیں ہے بھئی، بلکہ ان کو دارالاسلام لے کر آئیں گے۔

وَمَنْ مَّاتَ مِنَ الْغَانِمِيْنَ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ۔ بھئی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ مال غنیمت اکٹھا ہو گیا اور اب اسے دارالاسلام لا رہے ہیں، دارالاسلام لانے سے پہلے آپ نے پڑھا تقسیم نہیں کریں گے۔ تو دارالاسلام لانے سے پہلے پہلے جن غازیوں کا، مجاہدین میں سے جن کا انتقال ہو جائے ان کا حصہ نہیں ہو گا مال غنیمت میں۔ ہاں دارالاسلام لے آئے، اب اس کے بعد اگر کسی کا انتقال ہوتا ہے اب اس کا حصہ پختہ ہو چکا دارالاسلام میں مال غنیمت لانے کی وجہ سے، تو اب اس کا حصہ نکالا جائے گا اور اس شخص کا تو چونکہ انتقال ہو چکا ہے تو اس کے وارثوں کو دے دیا جائے گا اس کا حصہ بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ تو جس کا انتقال ہو گیا دارالحرب کے اندر ہی اس کا حصہ نہیں ہو گا مال غنیمت کے اندر، اس کا سارا اجر و ثواب اب اسے آخرت میں اس کا ملے گا، سمجھ میں آیا؟ دنیاوی مال میں اس کا حصہ نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ مَّاتَ مِنَ الْغَانِمِيْنَ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ اور جو مر گیا غنیمت والوں میں سے دارالحرب کے اندر ہی، فَلَا حَقَّ لَهٗ فِي الْقِسْمَةِ تو اس کا کوئی حق نہیں ہے تقسیم کے اندر۔ وَمَنْ مَّاتَ مِنَ الْغَانِمِيْنَ بَعْدَ إِخْرَاجِهَا إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ اور جو مر گیا غنیمت والوں میں سے بعد غنیمت کے نکال لینے کے دارالاسلام کی طرف، فَنَصِيْبُهٗ لِوَرَثَتِهٖ تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کے لیے ہو گا۔

وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُّنَفِّلَ الْإِمَامُ فِيْ حَالِ الْقِتَالِ وَيُحَرِّضَ بِالنَّفْلِ عَلَى الْقِتَالِ۔ بھئی لڑائی شروع ہونے سے پہلے کہتے ہیں اگر جو امیر ہے، امام ہے وہ مجاہدین کو قتال پر ابھارنے کے لیے کسی عطیے کا، کسی انعام وغیرہ کا اعلان کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ انعام کی وجہ سے ان کو مزید ابھار سکتا ہے جہاد پر بھئی۔ مثلاً کہے گا بھئی کہ جس شخص نے جس کافر کو مارا اس کافر کے پاس جو کچھ نکلا وہ سارا اسی مجاہد کو دیا جائے گا، وہ سارا اسی کا ہو گا، مال غنیمت کے طور پر اسے اکٹھا نہیں کریں گے بھئی بلکہ وہ اسی کا حصہ ہو گا جس نے جس کافر کو مارا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُّنَفِّلَ الْإِمَامُ فِيْ حَالِ الْقِتَالِ۔ نَفَّلَ يُنَفِّلُ کے معنی ہوتے ہیں حصے سے زائد دینا۔ نفل بھی زائد چیز کو کہتے ہیں، زائد کو بھئی۔ تو جو نفل نماز ہم پڑھتے ہیں یہ بھی فرضوں سے، واجب سے زائد ہوتی ہے بھئی۔ وَلَا بَأْسَ اور کوئی حرج نہیں ہے بِأَنْ يُّنَفِّلَ الْإِمَامُ کہ حصے سے زائد دے امام فِيْ حَالِ الْقِتَالِ۔ کس میں؟ قتال کی حالت میں، یعنی انعام کا اعلان کرے۔ وَيُحَرِّضَ بِالنَّفْلِ۔ حَرَّضَ يُحَرِّضُ کے معنی ہیں ابھارنا، برانگیختہ کرنا۔ وَيُحَرِّضَ بِالنَّفْلِ اور زائد حصے کے ذریعے ابھارے عَلَى الْقِتَالِ قتال پر، لڑائی پر، فَيَقُوْلَ تو یوں کہے: مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا، یعنی کسی کافر کو مراد ہے، مقتول سے مراد کوئی کافر، جس نے کسی کافر کو قتل کیا فَلَهٗ سَلَبُهٗ تو اسی شخص کے لیے ہے اس کافر کا سلب، یعنی اس کے پاس جو مال وغیرہ ہو اوہ اسی مجاہد کا ہے بھئی۔

أَوْ يَقُوْلَ لِسَرِيَّةٍ۔ سَرِيَّةٌ کہتے ہیں چھوٹی جماعت کو، دستے کو۔ أَوْ يَقُوْلَ لِسَرِيَّةٍ یا کسی دستے سے یہ کہے، مثلاً کہتا ہے: قَدْ جَعَلْتُ لَكُمُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ تحقیق میں نے کر دیا تمہارے لیے ایک ربع خمس کے بعد۔ بھئی مال غنیمت جب اکٹھا ہوتا ہے سب سے پہلے اس میں سے خمس نکالا جاتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ جو یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہوتا ہے یہ خمس اس میں سے نکال لیا جاتا ہے، باقی جتنا مال بچتا ہے پھر وہ مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تو امام کہہ سکتا ہے کسی دستے کو کہ بھئی جتنا مال غنیمت اکٹھا ہو گا اس میں سے خمس نکال لیں گے اور خمس کے بعد باقی جو مال بچے گا اس کا ایک چوتھائی میں تمہیں دوں گا۔ کیا کروں گا؟ ایک چوتھائی میں نے تمہارے لیے کر دیا تاکہ وہ خوب جوش اور جذبے کے ساتھ لڑیں بھئی۔ اچھا، أَوْ يَقُوْلَ لِسَرِيَّةٍ یا کسی چھوٹے دستے سے کہتا ہے: قَدْ جَعَلْتُ لَكُمُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ کہ میں نے کر دیا تمہارے لیے ایک چوتھائی خمس کے نکالنے کے بعد۔

وَلَا يُنَفِّلُ بَعْدَ إِحْرَازِ الْغَنِيْمَةِ إِلَّا مِنَ الْخُمُسِ اور زائد حصہ نہ دے غنیمت کے جمع ہو جانے کے بعد مگر خمس میں سے ہی۔ بھئی اگر پہلے سے اعلان کر رکھا ہے تو ٹھیک ہے، خمس نکالنے سے پہلے ہی وہ انعام ان کو دے دیا جائے گا، پھر باقی میں سے کیا کیا جائے گا؟ خمس نکالا جائے گا۔ لیکن مال غنیمت جمع ہو گیا، اس کے بعد اب وہ، پہلے سے اعلان نہیں کیا تھا، اب زائد دینا چاہتا ہے، کہتے ہیں نہیں بھئی، جب ایک دفعہ مال غنیمت جمع ہو گیا تو اب سب سے پہلے خمس نکالا جائے گا اس میں سے پانچواں حصہ، باقی غازیوں کا حصہ ہے، اور اب جو انعام دینا چاہتا ہے وہ اس خمس میں سے دے سکتا ہے کیونکہ باقی تو کس کا حق ہے؟ ان مجاہدین کا حق ہے، تو اس میں سے انعام نہیں دے گا ورنہ اس میں سے انعام دے گا تو باقیوں کے حصوں میں کمی آئے گی جو کہ درست نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يُنَفِّلُ بَعْدَ إِحْرَازِ الْغَنِيْمَةِ إِلَّا مِنَ الْخُمُسِ اور زائد حصہ نہ دے غنیمت کے جمع کر دینے کے بعد إِلَّا مِنَ الْخُمُسِ مگر خمس میں سے۔

وَإِذَا لَمْ يَجْعَلِ السَّلَبَ لِلْقَاتِلِ فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْغَنِيْمَةِ۔ ابھی میں نے بتایا بھئی امام کیا اعلان کر سکتا ہے کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کے پاس جو سلب ہوا، یعنی جو کچھ اس کے پاس مال ہو اوہ سارا کیا ہے؟ اسی مجاہد کا ہے۔ اگر یہ اعلان امام نے نہ کیا ہو تو کسی بھی کافر کے پاس جو کچھ ملے گا وہ سارا

مال غنیمت میں سے ہو گا، اس مجاہد کا نہیں، پھر جب سارا مال غنیمت جمع ہو گیا، اسے دارالاسلام میں محفوظ کر دیا، اب وہاں تقسیم کرے گا بھئی، سب کا حصہ ہو گا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا لَمْ يَجْعَلِ السَّلَبَ لِلْقَاتِلِ اور جب نہیں قرار دیا سلب کو قاتل کے لیے، فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْغَنِيمَةِ تو وہ مجموعہ غنیمت ہی میں سے ہو گا، وَالْقَاتِلُ وَغَيْرُهُ فِيهِ سَوَاءٌ اور اس میں قاتل اور غیر قاتل جو ہیں سارے برابر ہیں، یعنی سب میں برابر طور پر تقسیم ہو گا۔ بھئی سلب کس کو کہتے ہیں، بار بار یہ لفظ آ رہا ہے؟ کہتے ہیں: وَالسَّلَبُ مَا عَلَى الْمَقْتُولِ مِنْ ثِيَابِهِ وَسِلَاحِهِ وَمَرْكَبِهِ۔ سلب وہ مال ہے جو مقتول پر ہو، یعنی کہ اس کے کپڑے اور اس کا اسلحہ وَمَرْكَبِهِ اور اس کی سواری۔ اس کا اسلحہ، اس کے کپڑے وغیرہ اور اس کی سواری یہ سارے کیا ہیں؟ یہ سلب ہیں بھئی۔

وَإِذَا خَرَجَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ لَمْ يَجُزْ أَنْ يَعْلِفُوا مِنَ الْغَنِيمَةِ۔ بھئی پہلے آپ کو بتلایا تھا کہ جب لشکر داخل ہوا دارالحرب کے اندر تو وہاں کی چیزوں سے بقدر ضرورت نفع اٹھانا ان کے لیے جائز ہوا، کیا کر سکتے تھے؟ اپنے جانوروں کو چارہ کھلا سکتے تھے، کھانے پینے کی چیز استعمال کر سکتے تھے بقدر ضرورت، البتہ ذخیرہ نہیں کر سکتے تھے۔ اب لشکر کیا ہوا؟ واپس چل پڑا اور دارالحرب سے نکل آیا۔ کہتے ہیں جیسے ہی دارالحرب سے نکلا اور دارالاسلام میں داخل ہوا، اب ان کی جو چیزیں ہیں ان سے نفع اٹھانا ان کے لیے جائز نہیں ہے، یعنی چارہ وغیرہ، کھانے پینے کی چیزیں جو کچھ لے کر آئے ہیں اس سے نفع اٹھانا ان کے لیے درست نہیں۔ اب یہ سارا مال غنیمت ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں تمام مجاہدین کا حق ہے، لہٰذا اب اس کو کیا کیا جائے گا؟ مال غنیمت کے طور پر جمع کروایا جائے گا، اب ان کے لیے مباح نہیں ہے اس میں سے بقدر ضرورت لینا۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا خَرَجَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ اور جب نکل آئے مسلمان دارالحرب سے، لَمْ يَجُزْ أَنْ يَعْلِفُوا مِنَ الْغَنِيمَةِ تو جائز نہیں ہے کہ وہ چارہ کھلائیں مال غنیمت میں سے۔ اپنے جانوروں کو چارہ کھلانا غنیمت میں سے یہ ان کے لیے جائز نہیں ہے، وَلَا يَأْكُلُوا مِنْهَا شَيْئًا اور نہ اس میں سے کوئی چیز کھائیں گے، وَمَنْ فَضَلَ مَعَهُ عَلَفٌ أَوْ طَعَامٌ رَدَّهُ إِلَى الْغَنِيمَةِ اور جس کے پاس زائد بچ گیا، عَلَفٌ کہتے ہیں چارے کو، زائد بچ گیا ہو اس کے پاس چارہ یا طَعَامٌ کھانا، غلہ، رَدَّهُ إِلَى الْغَنِيمَةِ تو اسے لوٹا دے گا کس کی طرف؟ مال غنیمت کی طرف، یعنی اس میں جمع کروا دے گا۔

وَيَقْسِمُ الْإِمَامُ الْغَنِيمَةَ۔ قَسَمَ يَقْسِمُ بھی پڑھ سکتے ہیں اور قَسَّمَ يُقَسِّمُ دونوں کا ایک معنی ہے۔ وَيَقْسِمُ الْإِمَامُ الْغَنِيمَةَ اور تقسیم کرے گا امام غنیمت کو۔ اب کیا طریقہ ہے غنیمت تقسیم کرنے کا، بتلا رہے ہیں۔ کہتے ہیں: فَيُخْرِجُ خُمُسًا پس نکال لے گا اس میں سے پانچواں حصہ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ پانچواں حصہ نکال لے گا، یہ بیت المال میں جمع ہو گا، یہ یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے بھئی۔ وَيَقْسِمُ الْأَرْبَعَةَ الْأَخْمَاسِ بَيْنَ الْغَانِمِينَ اور تقسیم کرے گا چار خمس بَيْنَ الْغَانِمِينَ غنیمت والوں کے درمیان۔ اَلْأَرْبَعَةَ الْأَخْمَاسِ یہ آپس میں مضاف مضاف الیہ ہیں، اَلْأَرْبَعَةَ مضاف ہے، اَلْأَخْمَاسِ کیا ہے؟ مضاف الیہ ہے بھئی۔ تو عربی میں کبھی اس طرح بھی کرتے ہیں بھئی، عدد جو ہے مابعد کی طرف مضاف ہوتا ہے اور اس عدد پر بھی کیا لے آتے ہیں؟ الف لام لے آتے ہیں بھئی۔ بحث آپ ان شاء اللہ آگے نحو کی بڑی کتابوں میں کافیہ وغیرہ میں پڑھیں گے بھئی۔ اضافت کی بحث میں صاحب کافیہ ذکر کرتے ہیں کہ اس طرح بھی جائز ہے کہ عدد کی جب اضافت کی جائے تو اس عدد پر الف لام داخل کر دیتے ہیں اگرچہ مضاف پر الف لام نہیں آتا بھئی۔ تو بھئی پانچ حصے کرے گا، غنیمت کے کتنے حصے کرے گا؟ پانچ۔ ہر حصہ ایک خمس ہے۔ تو ایک خمس تو نکال لیا، یہ بیت المال میں جمع ہوا۔ باقی کتنے خمس رہ گئے؟ چار خمس رہ گئے، وہ غنیمت والوں میں، مجاہدین میں، غازیوں کے اندر تقسیم ہوں گے۔

کہتے ہیں: وَيَقْسِمُ الْأَرْبَعَةَ الْأَخْمَاسِ بَيْنَ الْغَانِمِينَ اور تقسیم کرے گا چار خمس غنیمت والوں کے درمیان۔ اب کس طرح تقسیم کریں گے بھئی، کیا سب کو برابر حصہ ملے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، برابر حصہ نہیں ملے گا، جو گھوڑا لے کر گیا تھا اپنے ساتھ بھئی اس کو اس کا آدمی کا حصہ بھی ملے گا اور اس کے گھوڑے کا بھی حصہ دیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو جو پیدل تھا اسے ایک حصہ ملے گا، جو گھوڑے پر سوار گیا تھا اس کو اس کا حصہ بھی ملے گا اور گھوڑے کا بھی، یعنی دو حصے اسے ملیں گے بھئی۔ یہ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی کہ جو گھڑ سوار ہے اس کو کتنے حصے ملیں گے؟ دو حصے، ایک اس کا اپنا ایک اس کے گھوڑے کا۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں گھوڑے کے دو حصے ملیں گے بھئی، یعنی اسے کل تین حصے ملیں گے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو پیدل والے کو ایک حصہ اور گھڑ سوار کو تین حصے ملیں گے بھئی۔ تو کہتے ہیں: لِلْفَارِسِ سَهْمَانِ گھڑ سوار کے لیے دو حصے ہیں، وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ۔ رَاجِلٌ کہتے ہیں پیدل کو، پیادہ جو ہے۔ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ اور پیادے کے لیے ایک حصہ ہے عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، وَقَالَا اور صاحبین فرماتے ہیں: لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ کہ گھڑ سوار کے لیے تین حصے ہیں۔

بھئی ایک آدمی اپنے ساتھ دو تین گھوڑے اپنے لے گیا تھا، کیا ہر گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، صرف ایک گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا، ہر گھوڑے کا علیحدہ حصہ نہیں ہو گا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا سَهْمَ إِلَّا لِفَرَسٍ وَاحِدٍ اور حصہ نہیں ہو گا مگر ایک ہی گھوڑے کا، کیونکہ ایک وقت میں ایک ہی

گھوڑے پر رہ کر جنگ کی جاتی ہے، لہٰذا ایک ہی گھوڑے کا حصہ ہو گا۔[1]

وَالْبَرَاذِيْنُ وَالْعِتَاقُ سَوَاءٌ۔ بھئی بعض لوگ اپنے ساتھ اعلی گھوڑے لے کر گئے تھے، عربی نسل کے گھوڑے، اور بعض غیر عربی نسل کے گھوڑے لے کر گئے تھے جو ادنی ہوتے ہیں، تو کیا برابر حصہ ملے گا یا جس کے گھوڑے اعلی تھے ان کا حصہ بھی اعلی ہو گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، برابر حصہ ملے گا چاہے عربی گھوڑا ہو یعنی اعلی گھوڑا ہو یا ادنی ہو۔ تو کہتے ہیں: وَالْبَرَاذِيْنُ وَالْعِتَاقُ۔ بَرَاذِيْنُ جمع ہے بِرْذَوْنٌ کی، برذون کہتے ہیں غیر عربی گھوڑے کو بھئی۔ اور عِتَاقٌ جمع ہے عَتِيْقٌ کی بھئی، عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں یعنی عربی گھوڑا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَالْبَرَاذِيْنُ وَالْعِتَاقُ سَوَاءٌ اور ادنی اور اعلی گھوڑے سب برابر ہیں۔

وَلَا يُسْهَمُ لِرَاحِلَةٍ وَّلَا بَغْلٍ۔ بھئی ایک آدمی اپنے ساتھ اونٹ لے کر گیا ہے، اونٹ پر سوار گیا ہے، کیا اس کے اونٹ کا حصہ دیا جائے گا اس کی سواری کا؟ یا ایک آدمی خچر پر گیا ہے تو کیا اس کے خچر کا حصہ دیا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، صرف گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا، اونٹ یا خچر کی سواری کا حصہ نہیں۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يُسْهَمُ اور حصہ نہیں نکالا جائے گا لِرَاحِلَةٍ، رَاحِلَةٌ کہتے ہیں اونٹ کی سواری کو، وَلَا بَغْلٍ تو اونٹ کی سواری کا اور خچر کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔[2]

وَمَنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ فَارِسًا۔ اچھا بھئی ایک آدمی گھوڑا لے کر نکلا تھا اور پھر گھوڑا اس کا جنگ میں ہی ہلاک ہو گیا یا ویسے ہی راستے میں ہلاک ہو گیا، کیا اسے اس کے گھوڑے کا حصہ ملے گا؟ کہتے ہیں بھئی دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف جاتے ہوئے اور اس میں داخل ہونے کے وقت کا اعتبار ہے۔ اگر ایک آدمی گھوڑا لے کر گیا تھا تو اس کا گھوڑا چاہے مر بھی جائے پھر بھی اس کے گھوڑے کا حصہ اسے ملے گا، اور ایک آدمی پیدل گیا تھا تو اب وہاں جا کر گھوڑا خرید بھی لے اس کے گھوڑے کا حصہ نہیں ملے گا کیونکہ اعتبار کس کا ہے؟ دارالاسلام سے دارالحرب جب جاتا ہے اور داخل ہوتا ہے اس وقت کا اعتبار ہے۔ اگر اس وقت گھوڑے پر سوار تھا تو اب گھوڑے کا حصہ دیں گے چاہے بعد میں گھوڑا مر ہی کیوں نہ جائے، اور اگر اس وقت پیادہ تھا تو پھر اسے پیادے کا حصہ ہی ملے گا، گھوڑے کا حصہ نہیں ملے گا چاہے بعد میں گھوڑا خرید ہی کیوں نہ لے۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ فَارِسًا اور جو کوئی داخل ہوا دارالحرب میں فَارِسًا گھڑ سوار ہوتے ہوئے، فَنَفَقَ فَرَسُهُ پس ہلاک ہو گیا اس کا گھوڑا، اِسْتَحَقَّ سَهْمَ فَارِسٍ تو وہ مستحق ہو گا گھڑ سوار کے حصے کا۔ وَمَنْ دَخَلَ رَاجِلًا اور جو داخل ہوا پیادہ، فَاشْتَرٰى فَرَسًا تو اس نے خرید لیا گھوڑا، اِسْتَحَقَّ سَهْمَ رَاجِلٍ تو مستحق ہو گا پیدل چلنے والے کے حصے کا۔

وَلَا يُسْهَمُ لِمَمْلُوْكٍ وَّلَا امْرَأَةٍ وَّلَا ذِمِّيٍّ وَّلَا صَبِيٍّ۔ اچھا بھئی غلام بھی ایک گیا تھا بھئی مدد کے طور پر، عورت بھی گئی تھی، یا کوئی ذمی کافر بھی گئے تھے، بچے بھی کچھ گئے تھے بھئی، تو کیا ان سب کو بھی حصہ ملے گا پورا پورا جیسے ایک عام مجاہد کو ملتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، ان کو عام مجاہد کی طرح پورا حصہ نہیں ملے گا، ہاں عام مجاہد کے حصے سے کچھ کم امام جتنا مناسب سمجھے ان کو دے دے گا بشرطیکہ انہوں نے مدد اور تعاون کیا ہو جنگ کے اندر، اگر انہوں نے کوئی مدد اور تعاون ہی نہیں کیا پھر ان کا حصہ نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يُسْهَمُ لِمَمْلُوْكٍ وَّلَا امْرَأَةٍ وَّلَا ذِمِّيٍّ وَّلَا صَبِيٍّ اور حصہ نہیں نکالا جائے گا غلام کے لیے اور نہ عورت کے لیے اور نہ ذمی کے لیے اور نہ بچے کے لیے، وَلٰكِنْ يُّرْضَخُ لَهُمْ عَلٰى حَسَبِ مَا يَرَى الْإِمَامُ۔ رَضَخَ يَرْضَخُ کے معنی ہوتے ہیں کچھ تھوڑا سا حصہ دے دینا۔ وَلٰكِنْ يُّرْضَخُ لَهُمْ لیکن ان کو تھوڑا سا حصہ دے دے گا عَلٰى حَسَبِ مَا يَرَى الْإِمَامُ اسی کے مطابق جو امام کی رائے ہو، جتنا وہ مناسب سمجھے۔[3][4]

وَأَمَّا الْخُمُسُ فَيُقْسَمُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ۔ باقی خمس جو نکالا، بھئی جو خمس نکالا ہے اس کا کیا کیا جائے گا بھئی، وہ مال غنیمت میں سے پہلے پانچواں حصہ نکالتے ہیں وہ پانچواں حصہ کدھر خرچ کیا جائے گا بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَأَمَّا الْخُمُسُ اور باقی خمس جو ہے، فَيُقْسَمُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ تو اس کو تقسیم کیا

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا سَهْمَ إِلَّا لِفَرَسٍ وَّاحِدٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يسهم إلا لفرس واحد» منقول ہے۔

[2] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُسْهَمُ لِرَاحِلَةٍ وَّلَا بَغْلٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يسهم لراحلة ولا بغل» منقول ہے۔

[3] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يُسْهَمُ لِمَمْلُوْكٍ وَّلَا امْرَأَةٍ وَّلَا ذِمِّيٍّ وَّلَا صَبِيٍّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يسهم لمملوك ولا امرأة ولا ذمي ولا صبي» منقول ہے۔

[4] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۴):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلٰكِنْ يُّرْضَخُ لَهُمْ عَلٰى حَسَبِ مَا يَرَى الْإِمَامُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولكن يرضخ لهم على حسب ما يراه الإمام» منقول ہے۔

جائے گا تین حصوں پر۔ خمس کے پھر کتنے حصے بنالیں گے؟ تین حصے: سَہْمٌ لِّلْیَتَامٰی ایک حصہ یتیموں کا ہو گا، وَسَہْمٌ لِّلْمَسَاکِیْنِ اور ایک حصہ مسکینوں کا ہو گا، وَسَہْمٌ لِّأَبْنَاءِ السَّبِیْلِ اور ایک حصہ مسافروں کا ہو گا بھئی، تو یہ تین قسموں کو دیا جائے گا۔ وَیَدْخُلُ فُقَرَاءُ ذَوِی الْقُرْبٰی فِیْہِمْ اور داخل ہو جائیں گے ذوی القربی کے فقراء بھی ان میں۔ ذوی القربی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار، یعنی ان کے خاندان والے بھئی، ان کے فقراء بھی ان میں داخل ہو جائیں گے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یتیموں کا حصہ نکالا گیا تو ذوی القربی میں سے جو یتیم ہیں ان کو بھی دیا جائے گا انہی یتیموں کے حصے میں سے، ان کے جو مساکین ہیں، فقراء ہیں ان کو بھی اسی فقراء اور مساکین کے حصے میں سے دیا جائے گا، ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں سے، ان کے خاندان والوں میں سے کوئی اگر مسافر ہے تو اسے بھی کیا کیا جائے گا؟ مسافروں کے حصے میں سے دیا جائے گا بھئی، البتہ ان کو مقدم رکھا جائے گا، باقی مسکینوں پر ان کو مقدم رکھیں گے، پہلے ان کو دیں گے پھر بعد میں دوسروں کو دیں گے۔ تو کہتے ہیں: وَیَدْخُلُ فُقَرَاءُ ذَوِی الْقُرْبٰی فِیْہِمْ اور داخل ہو جائیں گے ذوی القربی، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں سے جو فقراء ہیں وہ بھی ان میں داخل ہو جائیں گے، وَیُقَدَّمُوْنَ اور ان کو مقدم رکھا جائے گا، یعنی ان کو پہلے حصہ دیا جائے گا۔ وَلَا یُدْفَعُ إِلٰی أَغْنِیَائِہِمْ شَیْءٌ اور نہیں دیا جائے گا ان کے مالداروں کو کچھ بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں میں سے کوئی مالدار ہیں تو انہیں کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا بھئی۔

اچھا یہ صاحب قدوری نے بتلایا بھئی، کیا بتلایا؟ خمس کے کتنے حصے کیے جائیں گے؟ تین حصے بھئی، ایک حصہ یتیموں کا، ایک مسکینوں کا اور ایک مسافروں کا۔ اس پر اشکال ہوتا ہے اے صاحب قدوری یہ آپ نے کیسا طریقہ بتلایا، قرآن میں تو اللہ فرماتے ہیں: وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ وہاں تو پانچ قسمیں بیان ہوئی ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اللہ قرآن میں کیا فرماتے ہیں: وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ جان لو کہ تم غنیمت میں سے جو کچھ پاؤ، فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہُ وَلِلرَّسُوْلِ تو اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اس کا خمس، وَلِذِی الْقُرْبٰی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے لیے، دو حصے ہو گئے، وَالْیَتَامٰی یتیموں کے لیے، وَالْمَسَاکِیْنِ اور مسکینوں کے لیے، وَابْنِ السَّبِیْلِ اور کس کے لیے ہے؟ مسافروں کے لیے۔ تو وہاں تو پانچ قسمیں بیان ہوئی ہیں: ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کا، ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا، ایک حصہ یتیموں کا، ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا۔ تو پانچ حصے کرنے چاہیے تھے، اور اے صاحب قدوری آپ نے کتنے حصے بیان کر دیے؟ تین حصے بیان کیے بھئی، اللہ اور اس کے رسول کا حصہ بیان نہیں کیا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا حصہ بھی بیان نہیں کیا، آپ نے کہا وہ فقراء کے تحت آتے ہوں تو ان کو دیا جائے گا، اگر وہ فقراء نہیں تو انہیں دیں گے ہی نہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ان کو تو جو حصہ ملے گا بھی وہ فقیر ہونے، مسکین ہونے کی وجہ سے دیا جائے گا، صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار ہونے کی بنا پر نہیں دیا جائے گا اگر وہ مالدار ہے بھئی۔ اعتراض سمجھ میں آیا؟

تو صاحب قدوری اسی اعتراض کا آگے جواب ذکر کرنے لگے ہیں۔ کہتے ہیں بھئی دیکھیے آیت کے اندر اللہ نے کیا ذکر فرمایا: فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہُ وَلِلرَّسُوْلِ اللہ کے لیے ہے اس کا خمس اور اللہ کے رسول کے لیے۔ کہتے ہیں یہاں جمہور کے نزدیک بھئی یہ جو اللہ نے اپنا ذکر فرمایا، کہتے ہیں یہ اللہ کا نام شروع میں ذکر کیا گیا یہ صرف بطور برکت کے ہے، اللہ کو کسی حصے وغیرہ کی حاجت نہیں ہے، تو یہ احادیث سے ثابت ہے یہ مضمون بھئی، احادیث میں آتا ہے کہ یہ برکت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ، کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اب انتقال کے بعد حصے کی حاجت نہیں رہی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ وہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اب انہیں اس دنیاوی مال کی کوئی حاجت نہیں، لہٰذا یہ حصہ تو نہیں رہا۔ باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا بھی حصہ تھا، کہتے ہیں یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا بھئی۔ فقہاء اور مفسرین حضرات کیا فرماتے ہیں؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو اس لیے حصہ دیا جاتا تھا کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمایا کرتے تھے بھئی۔ کیا کرتے تھے؟ بھئی دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیا دین لے کر آئے، پورا عرب دشمن ہو گیا۔ پورا عرب دشمن ہو گیا، لیکن کوئی کھل کر انہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا بھئی، سازشیں کرتے رہتے لیکن کوئی کھل کر تکلیف نہیں پہنچا سکتا بھئی، نہ کسی کا دل کرے اٹھ کر قتل کرنے کے لیے آجائیں، نہیں بھئی۔ ایسا کیوں نہیں کر سکتے تھے؟ وجہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار جو ابھی ایمان تو نہیں لائے تھے لیکن اس کے باوجود اس وقت مولانا قومی غیرت ایک بہت بڑی چیز تھی۔ کوئی قوم والا یہ برداشت نہیں کرتا تھا کہ میری قوم کے آدمی کو کوئی غیر قوم والا ہاتھ لگائے، اگر ہماری قوم والے کا کوئی جرم ہے تو ہمیں آکر بتاؤ ہم اس کا بدلہ لیں گے، آپ کو اجازت نہیں ہے کہ میری قوم والے کو کیا کریں؟ ہاتھ بھی لگائیں۔ تو سارے باقی لوگ ڈرتے تھے کہ اگر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زیادہ نقصان پہنچایا تو پھر اس کی قوم ہم سے بدلہ لے گی بھئی، ہمیں چھوڑے

گی نہیں۔ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے تھے، مدد کرتے تھے، تو اس وجہ سے ان کا بھی حصہ مقرر فرمایا اللہ تعالی نے کہ ان کی مدد ہے، نصرت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، لہذا مال غنیمت میں انہیں بھی ان کا حصہ دیا کرو۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو اب انہیں ان رشتہ داروں کی مدد کی حاجت بھی نہ رہی بھئی، وہ تو دنیا سے تشریف لے گئے، تو لہذا جب اب ان کی نصرت کی ضرورت نہیں تو اب ان کا حصہ بھی نہیں ہو گا بھئی۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟

تو یہ قومی غیرت اس وقت تھی مولانا بڑی۔ اور چنانچہ بھئی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں پڑھیں گے بھئی کہ پھر بالآخر بھئی بار بار میٹنگیں کرتے تھے کہ کیا کریں بھئی، جتنی تکلیف پہنچا سکتے تھے وہ تو پہنچاتے تھے لیکن بالکل میں نے بتایا کھلم کھلا تکلیف پہنچائیں، اس طرح نہیں کر سکتے تھے بھئی۔ آپ نے پڑھا بھی ہو گا یا آپ پڑھیں گے کہ پھر ایک بڑی میٹنگ کی بھئی انہوں نے، اور اس بڑی میٹنگ کے اندر تمام قوموں کے لوگ جمع ہوئے بھئی ان کے، بڑے بڑے جو ان کے سردار تھے، حتی کہ شیطان بھی ایک بڑے سردار کی شکل میں، ایک بوڑھے شخص کی شکل میں آ کر شریک ہوا۔ اب سوچ رہے ہیں کیا کیا جائے بھئی، کیسے اس نئے دین کو روکا جائے، کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا جائے اس دعوت و تبلیغ کے کام سے؟ تو شیطان نے پھر کہا بھئی یوں کرو سارے قبیلے والے ایک ایک آدمی چن لیں اور پھر سارے جا کر مل کر کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کریں۔ اس طرح حضور کے قتل کا الزام ایک قبیلے پر نہیں آئے گا، سارے قبیلوں پر مل کر آئے گا کہ ان ساروں نے مل کے قتل کیا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے والے وہ ایک آدھا قبیلہ ہو گا اس سے تو لڑ سکتے ہیں، سارے قبیلوں سے مل کر تو وہ نہیں لڑ سکتے بھئی۔ تو دیکھو یہ ترکیب اسی لیے انہوں نے کی تھی کیونکہ اس وقت قومی غیرت کا جذبہ تھا، کسی قوم والے یہ برداشت نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوم والا کیا کرے؟ ہماری قوم کے کسی آدمی کو ہاتھ لگائے بھئی۔ تو یہ سازش انہوں نے اسی لیے تیار کی کہ سارے مل کر جمع ہوں۔ پھر ساروں میں سے ایک ایک آدمی چن لیا اور سارے چلے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس مکان میں سو رہے تھے اس کو انہوں نے گھیر لیا باہر بھئی، کھڑے ہو گئے صبح نکلیں گے تو مل کر قتل کر دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعے خبر دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو سلایا اور خود باہر نکل آئے اور اللہ تعالی نے ان جتنے وہ باہر کھڑے ہوئے تھے بھئی اسلحے سے لیس ان کی آنکھوں سے اوجھل فرما دیا، انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہیں دیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی اٹھائی، ساروں کے سروں پر تھوڑی تھوڑی مٹی بھی ڈالی اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو ساتھ لیا اور ہجرت پر تشریف لے گئے بھئی۔ غار ثور میں پھر تین دن قیام کیا اور پھر مدینہ منورہ کی طرف چلے گئے بھئی۔

اب دیکھیے ذرا کتاب پر بھئی، مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟ فَإِمَّا مَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ بھئی آپ کی کتابوں میں عبارت کس طرح ہے؟ فَأَمَّا مَا ذَكَرَ اللّٰهُ، ایک اور مَا ہے؟ نہیں، ایک اور مَا ہونا چاہیے بھئی۔ ایک اور مَا ہونا چاہیے یہاں: فَأَمَّا مَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَفْسِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ مِنَ الْخُمُسِ۔ اب وہی اعتراض کا جواب دینے لگے ہیں بھئی اللہ تعالی نے تو اپنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر فرمایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا بھی ذکر فرمایا، ان کا حصہ کیوں نہیں؟ اب وہی بات صاحب قدوری بھی بتلائیں گے۔ کہتے ہیں: فَأَمَّا مَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَفْسِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ باقی اللہ تعالی نے جو ذکر فرمایا ہے اپنے لیے اپنی کتاب کے اندر مِنَ الْخُمُسِ خمس میں سے، فَإِنَّمَا هُوَ لِافْتِتَاحِ الْكَلَامِ تَبَرُّكًا بِاسْمِهٖ تو وہ صرف کلام کو شروع کرنے کے لیے ہے تَبَرُّكًا بِاسْمِهٖ برکت حاصل کرنے کے لیے اللہ کے نام سے۔ اللہ کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے کلام کو شروع کیا۔

وَسَهْمُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَقَطَ بِمَوْتِهٖ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ساقط ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی وجہ سے، كَمَا سَقَطَ الصَّفِيُّ جیسے کہ صفی ساقط ہو گیا۔ صفی بھئی مال غنیمت میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے کوئی بھی چیز پسند فرما لیتے، یہ حصہ صفی کہلاتا تھا۔ کوئی زرہ پسند فرمالی مثلاً، جنگی لباس پسند فرما لیا، کوئی تلوار پسند فرمالی، یا کوئی باندی، جسے بھی وہ چاہیں، کوئی بھی چیز چاہیں وہ پسند فرما لیتے اپنے لیے، یہ حصہ کیا کہلاتا تھا؟ صفی کہلاتا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صفی بھی کیا ہو گیا؟ ساقط ہو گیا۔ تو کہتے ہیں: وَسَهْمُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَقَطَ بِمَوْتِهٖ كَمَا سَقَطَ الصَّفِيُّ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ساقط ہو گیا آپ کے انتقال کی وجہ سے، جیسے کہ صفی ساقط ہو گیا۔ وَسَهْمُ ذَوِي الْقُرْبٰى كَانُوْا يَسْتَحِقُّوْنَهٗ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنُّصْرَةِ اور باقی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا حصہ ہے، كَانُوْا يَسْتَحِقُّوْنَهٗ تو وہ اس کے مستحق ہوتے تھے فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بِالنُّصْرَةِ کس وجہ سے؟ نصرت کی وجہ سے، مدد کرنے کی وجہ سے، وَبَعْدَهٗ بِالْفَقْرِ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب وہ کس کی وجہ سے مستحق ہوں گے؟ فقر کی وجہ سے، اگر وہ محتاج ہیں، مسکین ہیں پھر مستحق ہوں گے ورنہ نہیں۔

وَإِذَا دَخَلَ الْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ۔ اچھا یہاں تک تو یہ بات بیان ہوئی بھئی کہ لشکر گیا، جو کچھ جمع کر کے لے کے آئے بھئی وہ مال غنیمت ہے، اس میں سے خمس نکالا جائے گا کیونکہ اللہ تعالی کا یہی حکم ہے بھئی۔ تو کیا بھئی مسلمانوں میں سے دو چار آدمیوں کی ٹولی کفار کے وطن میں گھس گئی اور لوٹ مار کر کے کچھ مال لے آئی، کیا اس میں سے خمس نکالیں گے؟ یا کوئی چھوٹا دستہ اندر گھس گیا اور کچھ مال وغیرہ ان کا لوٹ لایا، کیا اس میں سے خمس نکالا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی خمس جو ہے اس مال میں سے نکالا جاتا ہے جس کو مسلمانوں نے بزور قوت کے حاصل کیا ہو بھئی۔ مسلمانوں کی ایسی جماعت نے اس مال کو حاصل کیا ہو جس میں کیا ہو؟ قوت ہو، طاقت والی جماعت ہو بھئی۔ لہذا دو چار آدمی اگر گئے ہیں تو یہ جو مال لوٹ کر لائے ہیں یہ تو قوت بازو سے حاصل نہیں کیا بھئی، جلدی جلدی کچھ لوٹ مار کی، ان سے چھینا اور لے آئے بھئی، یعنی قوت نہیں تھی ان کے اندر، اگر تھوڑی دیر وہاں ٹھہرتے تو کفار کیا ہو جاتے؟ ان کے مقابلے کے لیے جمع ہو جاتے اور یہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے بھئی۔ تو لہذا اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اسی طرح کوئی چھوٹا دستہ اگر چلا جاتا ہے جن کی کوئی قوت وغیرہ نہیں ہے، وہ مال لے آئیں اس میں سے بھی خمس نہیں ہو گا۔ ہاں البتہ کوئی ذرا بڑی جماعت گئی جس کی قوت ہے تو پھر اب یہ جو مال حاصل کیا انہوں نے یہ کس کے ذریعے حاصل کیا ہے؟ ان کی قوت ہے، وہاں کفار ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے بلکہ ان کو کیا کرنا پڑے گا؟ باقاعدہ اس کے لیے تیاری کرنا پڑے گی، لہذا اب یہ جو مال لے کر آئے ہیں اس میں سے خمس نکالا جائے گا، اگرچہ ادھر مسلمانوں کے امیر نے ان کی مدد کا وعدہ کیا ہو یا مدد کا وعدہ نہ کیا ہو۔ مسلمانوں کی یہ جماعت گئی تھی، امیر نے ان سے مدد کا وعدہ کیا ہے یا اس کو بتائے بغیر ہی چلے گئے تھے، دونوں صورتوں میں خمس نکالا جائے گا جبکہ ایسی جماعت گئی ہو جو طاقت والی ہے، آسانی سے جس کا مقابلہ ممکن نہیں ہے۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا دَخَلَ الْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ إِلٰى دَارِ الْحَرْبِ اور جب داخل ہوا کوئی ایک مسلمان یا دو مسلمان دار الحرب میں مُغِيْرِيْنَ۔ أَغَارَ يُغِيْرُ إِغَارَةً کے معنی ہوتے ہیں اچانک حملہ کرنا۔ اس حال میں کہ یہ حملہ کرنے والے تھے بِغَيْرِ إِذْنِ الْإِمَامِ امام کی اجازت کے بغیر ہی، فَأَخَذُوْا شَيْئًا پس انہوں نے کوئی چیز لے لی وہاں سے، لَمْ يُخَمَّسْ تو اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ وَإِنْ دَخَلَ جَمَاعَةٌ لَّهُمْ مَنَعَةٌ اگر داخل ہوئی کوئی ایسی جماعت لَهُمْ مَنَعَةٌ کہ جن کی قوت تھی بھئی۔ مَنَعَةٌ قوت بھئی۔ کہ ان کی قوت تھی، فَأَخَذُوْا شَيْئًا پس انہوں نے کوئی چیز لے لی، خُمِّسَ تو اس میں سے کیا کیا جائے گا؟ خمس نکالا جائے گا، وَإِنْ لَّمْ يَأْذَنْ لَّهُمُ الْإِمَامُ اگرچہ ان کو اجازت نہ دی ہو امام نے۔

وَإِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ تَاجِرًا۔ بھئی ایک مسلمان تاجر گیا ہے تجارت کی غرض سے دار الحرب میں بھئی، اب وہاں جا کر اسے کہیں موقع ملتا ہے اور وہ کچھ مال لوٹ کر لے آتا ہے۔ کہتے ہیں بھئی جو تجارت کی غرض سے گیا ہے اس کے لیے درست نہیں ہے، جائز نہیں ہے کہ ان کے ساتھ غداری کرے اور دھوکہ دے اور ان سے کچھ چھین کر لے آئے، اس کے لیے درست نہیں۔ بھئی وہ جو پہلے جماعت گئی تھی وہ تو گئی ہی کس ارادے سے تھی؟ مال وغیرہ چھیننے کی نیت سے گئی تھی کیونکہ ان کے ساتھ ہماری لڑائی ہے، جنگ ہے تو ان کا جو کچھ چھین سکتے ہیں چھیننا جائز ہے بھئی۔ تو پہلی جماعت تو گئی ہی چھیننے کی نیت سے تھی اور یہ جو مسلمان گیا یہ تو تجارت کی غرض سے گیا ہے، تو لہذا اب اس کے لیے دھوکہ کرنا اور ان کے مال اور خون کے درپے ہونا درست نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ کچھ چھین لایا تو کیا یہ مالک بن جائے گا؟ کہتے ہیں ہاں یہ مالک تو بن جائے گا لیکن اس کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو صدقہ کرے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ اس نے دھوکے بازی کے ذریعے یہ مال حاصل کیا ہے۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ اور جب داخل ہو کوئی مسلمان دار الحرب میں تَاجِرًا تاجر ہو کر، فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَّتَعَرَّضَ بِشَيْءٍ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ تو حلال نہیں ہے، جائز نہیں ہے اس کے لیے کہ وہ پیچھے پڑے کسی چیز کے مِنْ أَمْوَالِهِمْ ان کے مالوں میں سے وَلَا مِنْ دِمَائِهِمْ اور نہ ان کے خونوں میں سے۔ یعنی ان کے مال اور خون کے پیچھے پڑنا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان کا مال چھینے یا ان میں سے کسی کو قتل کرے۔ فَإِنْ غَدَرَ بِهِمْ اگر اس نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا، وَأَخَذَ شَيْئًا اور کوئی چیز لے لی، مَلَكَهُ تو یہ اس کا مالک بن جائے گا مِلْكًا مَّحْظُوْرًا ایسی ملکیت جو ممنوع ہے، یعنی شریعت میں کیا کیا گیا تھا اس کو؟ منع کیا گیا تھا۔ مَحْظُوْرٌ کا معنی ہے ممنوع بھئی۔ تو مَلَكَهُ مِلْكًا مَّحْظُوْرًا یہ اس کا مالک بن جائے گا ممنوع ملک کے طور پر، وَيُؤْمَرُ اور اسے حکم دیا جائے گا أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِهٖ کہ اس کو کیا کر دے؟ صدقہ کر دے۔

وَإِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ إِلَيْنَا اور جب ہمارے پاس کوئی حربی آیا مُسْتَأْمِنًا مستامن ہو کر، یعنی امان لے کر کوئی حربی آتا ہے۔ بھئی دار الحرب والے تو ان کے ساتھ تو ہماری جنگ ہے، اب ان میں سے کوئی شخص کیا کرتا ہے؟ امان لے کر ہمارے وطن میں آتا ہے۔ تو کہتے ہیں بھئی اسے دار الاسلام میں ایک سال تک ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہو گی، اسے کہا جائے گا ایک سال سے پہلے پہلے واپس چلے جاؤ۔ ایک سال یا اس سے زیادہ وہ رہے گا بھئی تو پھر تو وہ کیا کرے گا؟ نقصان پہنچائے گا، جاسوسی وغیرہ کا کام ان کے لیے شروع کر دے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہاں کی ہر چیز سے، طور طریقے، عادات اور بات چیت اور جگہوں

سے واقف ہو جائے گا تو وہ جاسوسی کا کام شروع کرے گا، لہذا ایک سال سے زیادہ نہیں ٹھہرنے دیں گے اسے بھئی۔ ہاں ایک سال سے کم ضرورت ہے مولانا کیونکہ مختلف امور کے سلسلے میں ہمیں بھی وہاں جانا پڑتا ہے تجارت وغیرہ کے سلسلے میں، تو تاکہ وہ سلسلے برقرار رہیں اس لیے انہیں اجازت تو دیں گے، امان ہم دے دیں گے اگر کوئی آنا چاہے، امان لے کر وہ آسکتا ہے لیکن ایک سال سے زیادہ نہیں ٹھہرے گا۔ اگر ایک سال تک وہ ٹھہرتا ہے، اسے کہہ دیا جائے گا بھئی اگر ایک سال تک تم رہے تو پھر تم پر ہم جزیہ عائد کر دیں گے، سالانہ ٹیکس تم سے لیں گے، اور سالانہ ٹیکس جب تم پہ آجائے گا تو تم ذمی بن جاؤ گے، یہاں کے باشندے بن جاؤ گے، سمجھ میں آیا؟ ذمی بن جاؤ گے، اور جب ذمی بن گئے تو اب ذمی کو دارالحرب جانے کی اجازت نہیں ہوتی، ہم تمہیں پھر واپس دوبارہ دارالحرب نہیں جانے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ إِلَيْنَا اور جب داخل ہوا کوئی حربی ہماری طرف مُسْتَأْمِنًا مستامن ہو کر، لَمْ يُمَكَّنْ لَهُ تو اس کو قدرت نہیں دی جائے گی أَنْ يُّقِيْمَ فِيْ دَارِنَا سَنَةً کہ وہ مقیم ہو ہمارے وطن کے اندر ایک سال تک، وَيَقُوْلُ لَهُ الْإِمَامُ اور امام اس سے کہہ دے گا: إِنْ أَقَمْتَ تَمَامَ السَّنَةِ اگر تو نے قیام کیا پورا سال، وَضَعْتُ عَلَيْكَ الْجِزْيَةَ تو میں مقرر کر دوں گا تیرے اوپر جزیہ۔ فَإِنْ أَقَامَ سَنَةً اگر اس نے قیام کیا پورا سال، أُخِذَتْ مِنْهُ الْجِزْيَةُ تو اس سے جزیہ لیا جائے گا، وَصَارَ ذِمِّيًّا اور وہ کیا بن جائے گا؟ ذمی بن جائے گا، وَلَا يُتْرَكُ أَنْ يَّرْجِعَ إِلٰى دَارِ الْحَرْبِ اور اسے چھوڑا نہیں جائے گا کہ وہ دارالحرب لوٹ جائے۔ دارالحرب لوٹ جائے۔

وَإِنْ عَادَ إِلٰى دَارِ الْحَرْبِ وَتَرَكَ وَدِيْعَةً عِنْدَ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ أَوْ دَيْنًا فِيْ ذِمَّتِهِمْ فَقَدْ صَارَ دَمُهُ مُبَاحًا بِالْعَوْدِ۔ اچھا بھئی ہم نے تو اسے، وہ ذمی بن گیا، ہم نے اسے منع کر دیا، لیکن پھر وہ چلا گیا کسی طرح دارالحرب بھئی چھپ چھپا کر نکل گیا۔ تو کہتے ہیں یاد رکھیے پہلے اس کا خون اور مال محفوظ تھے، اب اس کا خون محفوظ نہیں رہا، یہ مباح الدم بن گیا، اس کا قتل کیا ہو گیا؟ جائز ہو گیا، مثلاً مسلمان وہاں حملہ کرتے ہیں تو اس کو قتل کر سکتے ہیں۔ اور نیز اس نے یہاں پر کوئی مال چھوڑا تھا بھئی، اس کا جو مال تھا وہ خطرے میں پڑ گیا، یعنی یہاں اگر کسی کے ذمے اس کا دین تھا، کیا تھا؟ مثلاً کسی نے اس کے پیسے دینے تھے، تو جب اسے قتل کر دیا جائے گا یہ دین کیا ہو جائے گا؟ ساقط ہو جائے گا، ختم ہو گیا دین بھئی۔ اور حملہ کیا گیا، اس کو پکڑا گیا یا قتل کیا گیا، تو یاد رکھیے اس صورت میں یہاں فرض کرو کسی مسلمان یا کسی ذمی کے پاس اس نے اپنی امانتیں رکھوائی تھیں، مال وغیرہ رکھوایا تھا، وہ مال سارا کیا بن جائے گا؟ مال غنیمت بن جائے گا۔ کیا بن جائے گا؟ مال غنیمت بن جائے گا، اس لیے کیونکہ وہ اس کی چیز تھی، بطور امانت کے یہاں پڑی ہے، تو گویا اسی کے قبضے میں ہے کیونکہ امانت میں بھی دراصل گویا کس کا قبضہ ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے؟ مالک ہی کا قبضہ ہوتا ہے وہاں بھی۔ تو گویا اسی کافر کے قبضے میں تھی اور اس کو قتل کر دیا، ان کے مالوں پر ہم نے قبضہ کر لیا تو یہ مال بھی قبضے میں گویا آیا اور یہ بھی کیا بن گیا؟ مال غنیمت بن گیا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِنْ عَادَ إِلٰى دَارِ الْحَرْبِ اور اگر وہ شخص جو تھا جو ذمی بن گیا تھا اگر وہ دارالحرب چلا گیا، وَتَرَكَ وَدِيْعَةً عِنْدَ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ اور وہ چھوڑ دیتا ہے کوئی امانت کسی مسلمان کے پاس یا کسی ذمی کے پاس، أَوْ دَيْنًا فِيْ ذِمَّتِهِمْ یا کوئی دین چھوڑ دیتا ہے ان کے ذمے میں، یعنی کسی کے ذمے اس کا دین ہے، کسی نے اس کے پیسے دینے ہیں، فَقَدْ صَارَ دَمُهُ مُبَاحًا تو جب یہ دارالحرب چلا گیا بھئی تو اس کا خون کیا ہو گیا؟ مباح ہو گیا بِالْعَوْدِ واپس لوٹنے کی وجہ سے، وَمَا فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ مِنْ مَّالِهِ عَلٰى خَطَرٍ اور وہ جو دارالاسلام میں اس کا مال ہے وہ خطرے میں ہے، وہ کس میں ہے؟ خطرے میں ہے۔ کیسے خطرے میں ہے؟ میں نے بتایا بھئی اگر حملہ ہوتا ہے اور اس کو قید کر لیا جاتا ہے یا اس کو قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کا یہاں پر جتنا دین تھا وہ ساقط ہو جائے گا اور اس کی جتنی امانتیں تھیں وہ کیا بن جائیں گی؟ مال غنیمت بن جائیں گی۔ سمجھ میں آیا؟ ہاں اگر ویسے ہی یہ وہاں مر جاتا ہے پھر وہ اسی کا مال رہے گا بھئی اور اس کے وارثوں کے حوالے کیا جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں: وَمَا فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ مِنْ مَّالِهِ عَلٰى خَطَرٍ اور وہ جو دارالاسلام میں ہے اس کے مال میں سے عَلٰى خَطَرٍ وہ خطرے میں ہے، فَإِنْ أُسِرَ أَوْ ظُهِرَ عَلَى الدَّارِ پس اگر اسے قید کر لیا گیا أَوْ ظُهِرَ عَلَى الدَّارِ یا غلبہ پا لیا گیا عَلَى الدَّارِ اس کے وطن پر، اس دارالحرب پر، فَقُتِلَ پس اسے قتل کر دیا گیا، اسے قیدی کر لیا گیا یا دارالحرب پر قبضہ کر لیا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا، سَقَطَتْ دُيُوْنُهُ تو اس کے دیون کیا ہو گئے سارے؟ ساقط ہو گئے، وَصَارَتِ الْوَدِيْعَةُ فَيْئًا اور ودیعت فے بن گئی، یعنی مال غنیمت بن گئی۔

وَمَا أَوْجَفَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ أَمْوَالِ أَهْلِ الْحَرْبِ۔ بھئی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں: ایک تو غنیمت کا حکم بتلا دیا کہ مسلمان لڑائی کرتے ہیں، لڑائی کے بعد جو مال چھین لیا، جمع کر لیا اور دارالاسلام لے آئے یہ سارا مال غنیمت ہے، اس میں سے پانچواں حصہ نکالا جائے گا بھئی جو یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حصہ ہے۔ بھئی کچھ مال وہ ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ لگ جاتا ہے بغیر لڑائی کے بھئی۔ مسلمان گئے حملہ کرنے، بغیر لڑائی کے ہی وہ مال ان کے ہاتھ

آ گیا بھئی، انہوں نے شکست تسلیم کر لی، تو اب یہ جو مال آیا ہے کیا اس میں سے خمس نکالا جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں، اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ خمس صرف اس مال میں سے نکالا جائے گا جو کس کے بعد ہاتھ آئے؟ لڑائی کے بعد۔ ہاں اور اس مال کو پھر کیا کریں گے بھئی یہ جو ہاتھ میں آیا ہے؟ کہتے ہیں اس کو مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کریں گے۔ سمجھ میں آیا؟ مسلمانوں اور مملکت کی بھلائی جو ہے ان امور میں اس مال کو خرچ کیا جائے گا۔ تو غنیمت کی طرح اس کو تقسیم نہیں کیا جائے گا اور اس میں خمس بھی نہیں ہو گا۔ وَمَا أَوْجَفَ عَلَيْهِ۔ أَوْجَفَ کا معنی ہے جلدی سے کسی چیز پر قبضہ کر لینا۔ وَمَا أَوْجَفَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ اور جس پر جلدی سے مسلمانوں نے قبضہ کر لیا مِنْ أَمْوَالِ أَهْلِ الْحَرْبِ اہل حرب کے مالوں میں سے بِغَيْرِ قِتَالٍ بغیر کسی لڑائی کے، يُصْرَفُ فِيْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ تو اس کو خرچ کیا جائے گا مسلمانوں کی مصلحتوں کے اندر۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مسلمانوں کی مصلحت کے جو جو کام ہیں مملکت کے اندر وہ ان سے لیے جا سکتے ہیں، تو اس کو غنیمت کے طور پر بھی تقسیم نہیں کریں گے اور اس میں خمس بھی نہیں ہو گا۔ تو کہتے ہیں: يُصْرَفُ فِيْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ اس کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جائے گا، كَمَا يُصْرَفُ الْخَرَاجُ جیسے کہ خراج کو خرچ کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ خراج کو خرچ کیا جاتا ہے۔ خراج کا حکم بھی بتلا دیا دیکھا مصنف نے، جیسے اس کو کیا کرتے ہیں؟ مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جاتا ہے اس خراج کو، اس طرح اس کو بھی خرچ کیا جائے گا۔

وَأَرْضُ الْعَرَبِ كُلُّهَا أَرْضُ عُشْرٍ۔ بھئی آپ جانتے ہیں مسلمان کی جو زمین ہے اس میں سے عشر لیا جاتا ہے اس کی پیداوار پر، عشر ہوتا ہے۔ زمین سے جتنی بھی پیداوار حاصل ہو اس میں سے دسواں حصہ اللہ کے راستے میں دے گا، صدقہ کرے گا۔ یہ کب ہے؟ جبکہ زمین کو اس نے سیراب خود نہیں کیا بلکہ بارش وغیرہ یا دریا کے پانی سے خود بخود وہ زمین سیراب ہوتی ہے، تو اس میں سے کتنا دے گا؟ دسواں حصہ۔ اور اگر اس کو محنت کرنا پڑتی ہے، پانی لگانا پڑتا ہے، ٹیوب ویل وغیرہ ہے یا اور کوئی طریقہ ہے جس کے ذریعے یہ کھیت کو پانی لگاتا ہے، تو اب چونکہ اس کی محنت بھی آ گئی پانی لگانے کی، تو اب اس صورت میں دسواں حصہ نہیں دے گا بلکہ دسویں کا بھی نصف دے گا، یعنی نصف عشر، یعنی بیسواں حصہ پھر دینا پڑے گا بھئی۔ آپ کتاب العشر میں پڑھ چکے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تفصیل وہاں گزر چکی ہے۔

عشر کے باب کی ایک قیمتی بات آپ کو بتلاؤں بھئی: آپ نے پڑھا کہ زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو، اگر بغیر محنت ہے، یعنی پانی پلانے کے لیے اسے محنت نہیں کرنا پڑتی، اسے سیراب کرنے کے لیے محنت نہیں کرنا پڑتی تو دسواں حصہ دینا پڑتا ہے، اور اگر محنت کرنا پڑتی ہے پھر دسویں کا نصف یعنی بیسواں حصہ پھر دینا پڑتا ہے بطور زکوۃ کے بھئی، جتنی بھی پیداوار ہو۔ حتی کہ اگر زمین سے دس سیر بھی گندم حاصل ہوئی تو ایک سیر کیا کرنا پڑے گی؟ صدقہ کرنا پڑے گی۔ تو یہ صرف زمینوں کی پیداوار میں ہے عشر یا نصف عشر مولانا۔ باقی اگر کسی شخص نے گھر میں کوئی پھل دار درخت لگائے ہیں، یا گھر کے اندر کوئی شخص کیا کرتا ہے؟ سبزیاں اور ترکاریاں اس نے اگائی ہیں، تو یاد رکھیے ان کے اندر عشر وغیرہ کچھ نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ ہمیشہ یاد رکھنا، گھر کے اندر کوئی شخص پھل دار درخت لگا لیتا ہے چاہے جتنے بھی لگا لے، یا کوئی ترکاریاں، سبزیاں لگا لیتا ہے تو ان کے اندر عشر واجب نہیں ہے بھئی۔

اچھا تو عشر کی بات ہو رہی تھی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تھوڑی اور تفصیل بھی بیان کر دوں بھئی۔ بھئی عشر مسلمان کی زمین میں سے لیا جاتا ہے، اور خراج کس کی زمین سے لیا جاتا ہے؟ کافر کی زمین سے۔ اور تفصیل بھی آپ پڑھ چکے ہیں، آگے بھی تفصیل ابھی آ جائے گی مولانا۔ بس آسان لفظوں میں یوں ہے بھئی: مسلمان کی زمین سے کیا لیں گے؟ عشر، اور عشر پیداوار پر ہوتا ہے، جتنی پیداوار ہو اس کے حساب سے دینا پڑتا ہے عشر۔ اور خراج زمین کے اعتبار سے ہے ٹیکس مولانا، سالانہ ٹیکس بھئی۔ لیکن خراج میں تفصیل یہ ہے کہ خراج سال میں صرف ایک دفعہ لیا جاتا ہے۔ سالانہ ٹیکس کیا کیا جاتا ہے؟ صرف ایک دفعہ لیا جائے گا جتنا بھی مقرر ہے، مثلاً فی ایکڑ اتنے درہم آپ نے دینے ہیں وہ سال میں ایک دفعہ وصول کیا جائے گا۔ جبکہ عشر پیداوار پہ ہوتا ہے، سال میں آپ چھ فصلیں کاشت کریں تو ہر فصل پہ کیا کرنا پڑے گا؟ عشر دینا پڑے گا۔ دو فصلیں کاشت کریں، تین کریں، جتنی بھی کاشت کریں گے ہر ایک پر الگ عشر دینا پڑے گا، لیکن خراج ہر فصل پر الگ نہیں ہے بلکہ سال میں ایک ہی مرتبہ ہے بھئی، ایک ہی مرتبہ۔

اب کون سی زمین عشری ہے اور کون سی زمین خراجی ہے بھئی، یہ بتلانے لگے ہیں۔ کہتے ہیں: وَأَرْضُ الْعَرَبِ كُلُّهَا أَرْضُ عُشْرٍ عرب کی زمین جو ہے ساری کی ساری أَرْضُ عُشْرٍ وہ کون سی زمین ہے؟ عشری زمین ہے، اس میں سے کیا لیا جائے گا؟ عشر لیا جائے گا۔ وَهِيَ مَا بَيْنَ الْعُذَيْبِ إِلَى أَقْصٰى حَجَرٍ بِالْيَمَنِ۔ اب اس کی حدود بیان کرنے لگے ہیں کہ آپ نے کیا کہا عرب کی ساری زمین کون سی ہے؟ عشری ہے، بھئی عرب کی زمین کہاں سے کہاں تک ہے، حدود تو بیان کر دیجیے! تو صاحب قدوری اب حدود بیان کر رہے ہیں کہ کہاں سے کہاں تک ہے یہ۔ کہتے ہیں: وَهِيَ مَا بَيْنَ الْعُذَيْبِ إِلَى أَقْصٰى

حَجَرٍ بِالْيَمَنِ اور یہ عذیب مقام سے لے کر یمن میں حجر مقام کے آخری کنارے تک ہے۔أَقْصٰى کہتے ہیں آخری کنارہ بھئی۔یمن میں حجر مقام کے آخری کنارے تک، یہ ایک طرف سے ہے بھئی، ایک طرف سے حد ہے۔وَبِمَهْرَةَ إِلٰى حَدِّ مَشَارِقِ الشَّامِ اور مہرہ سے لے کر مشارق شام کی حد تک بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو شام کی مشرقی سرحدوں تک ہے بھئی۔ بات سمجھ میں آگئی بھئی؟ عرب کی سرزمین ساری عشری ہے، اس کی حدود کیا ہیں؟ ایک طرف عذیب مقام سے لے کر حجر مقام کے آخری کنارے تک، اور دوسری طرف مہرہ مقام سے لے کر شام کی مشرقی سرحدوں تک بھئی۔

یہ تو عرب کی زمین ذکر ہوئی۔وَالسَّوَادُ كُلُّهَا أَرْضُ خَرَاجٍ۔ سواد مولانا، سواد سے مراد سواد عراق ہے۔ عراق میں کچھ خاص علاقہ ہے اس کو سواد عراق کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ سواد عراق۔ کہتے ہیں: كُلُّهَا أَرْضُ خَرَاجٍ یہ ساری کون سی زمین ہے؟ خراجی زمین ہے۔ یاد رکھیے ایک زمین پر جب خراج ہے، کسی کافر کے پاس تھی، اس پر خراج مقرر ہو گیا، اب اس کو چاہے کوئی مسلمان خرید بھی لے پھر بھی یہ کیا رہتی ہے؟ خراجی ہی رہتی ہے، اب اس مسلمان سے خراج لیا جائے گا۔ اب عشر نہیں ہے اس پر بلکہ کیا دینا پڑے گا اسے؟ خراج۔ تو ابتدا میں جیسی ہوئی ویسی ہی رہے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو خراجی زمین خراجی ہی رہتی ہے، البتہ عشری زمین خراجی بن جاتی ہے۔ خراجی زمین کافر کے پاس تھی خراج لیں گے، مسلمان خرید لے پھر بھی کیا لیں گے؟ خراج ہی لیں گے۔ عشری زمین مسلمان کے پاس تھی عشر لیں گے، لیکن کوئی کافر خرید لے گا تو پھر کیا لیں گے؟ خراج اس سے لیں گے بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَالسَّوَادُ كُلُّهَا أَرْضُ خَرَاجٍ اور سواد علاقہ جو ہے وہ سارا کا سارا خراجی زمین ہے۔ بھئی اس کی حدود کیا ہیں، وہ بیان کرنے لگے ہیں: وَهِيَ مَا بَيْنَ الْعُذَيْبِ إِلٰى عَقَبَةِ حُلْوَانَ یہ عذیب مقام سے لے کر عقبہ حلوان تک ہے ایک طرف، ایک طرف اس کی حدود یہ ہیں، وَمِنَ الْعَلْثِ إِلٰى عَبَّادَانَ اور علث مقام سے لے کر عبادان مقام تک یہ دوسری طرف اس کی حدود ہیں۔ تو ایک طرف لمبائی، ایک طرف چوڑائی، ساری حدود بیان کر دیں بھئی۔

وَأَرْضُ السَّوَادِ مَمْلُوكَةٌ لِّأَهْلِهَا يَجُوْزُ بَيْعُهُمْ لَهَا وَتَصَرُّفُهُمْ فِيْهَا۔ بھئی انہوں نے کہا سواد کی ساری زمین کیا ہے؟ خراجی ہے۔ اب مزید تفصیل بتلا رہے ہیں کہ یہ جو سواد کی زمین ہے مَمْلُوكَةٌ لِّأَهْلِهَا یہ مملوک ہے وہاں کے رہنے والوں کی، یعنی وہی اس کے مالک ہیں۔ وہ کیا ہیں اس کے؟ خراج تو لیں گے ان سے لیکن وہ اس کے مالک ہیں، يَجُوْزُ بَيْعُهُمْ لَهَا وَتَصَرُّفُهُمْ فِيْهَا ان کے لیے بیچنا بھی جائز ہے اس زمین کا اور اس میں اور تصرف کرنا بھی، بیچنا چاہیں، ہبہ کرنا چاہیں، جو کرنا چاہیں وہ کر سکتے ہیں کیونکہ جب وہ مالک ہیں تو جو چاہیں اپنی زمین کے ساتھ کریں۔

وَكُلُّ أَرْضٍ أَسْلَمَ أَهْلُهَا عَلَيْهَا۔ یہاں سے اب ضابطہ ذکر کرنے لگے ہیں: بھئی کسی زمین کے بارے میں کیسے طے کریں گے کہ وہ خراجی زمین ہے یا عشری زمین ہے؟ کہتے ہیں یاد رکھو، جب کسی علاقے کو مسلمان فتح کر لیں اور اس علاقے کو پھر امام کافروں سے لے لے اور مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دے تو یہ عشری زمین ہے۔ یہ کیا ہے؟ کیونکہ ابتداءً جو زکوٰۃ آرہی ہے اب اس پر کون سی آئے گی؟ بھئی پہلے تو کافروں کے قبضے میں تھی اور کافروں کے ساتھ بھی ہماری جنگ تھی، ان سے کوئی خراج لیا جا سکتا تھا؟ ان سے خراج نہیں لیا جاتا تھا، کافروں کی زمین تھی۔ اب ہم نے اس پر قبضہ کیا اور قبضہ کرتے ہی امام نے کیا کیا؟ کافروں سے لی اور کس کے حوالے کر دی؟ مسلمانوں کے حوالے کر دی، اور مسلمان سے خراج لیا جاتا ہے یا عشر لیا جاتا ہے؟ عشر، تو ابتدا میں ہی اس پر کیا آ گیا؟ عشر، لہٰذا یہ عشری زمین بن گئی۔ اسی طرح ہم کسی علاقے پر حملہ کرنے گئے بھئی، مجاہدین گئے اور وہاں کے لوگ اسلام لے آئے۔ جب اسلام لے آئے تو ان کی زمینیں انہی کے پاس رہنے دی گئیں بھئی، انہی کے پاس چھوڑ دی گئیں۔ اب چونکہ رہنے والے مسلمان ہیں تو اب ان کی زمینوں پر خراج نہیں آئے گا بلکہ کیا آئے گا؟ عشر آئے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو یہ بھی عشری

زمین ہے۔ ہاں اس کے بجائے اگر یوں ہوا کہ کفار سے جنگ کرنا پڑی اور جنگ کرنے کے بعد ہم نے ان کی زمینیں ان سے چھین لیں اور پھر چھیننے کے بعد امام نے یہ فیصلہ کیا کہ چلو اسی علاقے والوں کے پاس، یعنی انہی کافروں کے پاس یہ زمین رہنے دو، ہم ان سے کیا لے لیا کریں گے؟ خراج لے لیا کریں گے، ٹیکس لے لیا کریں گے سالانہ، تو اب یہ خراجی زمین ہو گئی۔ یہ زمین انہی کافروں کے پاس رہنے دی اور ان پر سالانہ ٹیکس مقرر کر دیا تو یہ اب کون سی زمین ہے؟ خراجی زمین ہے۔ تفصیل سمجھ میں آگئی؟ دیکھیے بھئی۔

کہتے ہیں: وَكُلُّ أَرْضٍ أَسْلَمَ أَهْلُهَا عَلَيْهَا ہر ایسی زمین کہ اسلام لے آئے اس کے مالک عَلَيْهَا اسی زمین پر، یعنی اسی پر رہتے ہوئے کیا لے آئے وہ؟ اسلام لے آئے، أَوْ فُتِحَتْ عَنْوَةً یا ایسی زمین جسے فتح کر لیا گیا عَنْوَةً قوت بازو سے، بزور قوت اسے کیا کر لیا گیا؟ فتح کر لیا گیا، وَقُسِمَتْ بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ اور اسے تقسیم کر دیا گیا غنیمت والوں کے درمیان، یعنی مجاہدین میں، فَهِيَ أَرْضُ عُشْرٍ تو یہ کون سی زمین ہے؟ عشری زمین ہے۔ وَكُلُّ أَرْضٍ فُتِحَتْ

عَنْوَةً اور ہر ایسی زمین جسے بزور قوت فتح کر لیا گیا، فَأُقِرَّ أَهْلُهَا عَلَيْهَا پس بر قرار رکھا گیا اس کے مالکوں کو اس پر، فَهِيَ أَرْضُ خَرَاجٍ تو یہ کون سی زمین ہے؟ خراجی زمین ہے۔

وَمَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّوَاتًا۔ بھئی ارض موات آپ جانتے ہیں بھئی، عام زمین ایک پڑی ہوئی ہے اور قابل زراعت نہیں ہے۔ اب آپ نے پڑھا تھا بھئی جو شخص اس کو آباد کرتا ہے بادشاہ کی اجازت کے ساتھ وہ اس کا کیا بن جایا کرتا ہے؟ مالک بن جاتا ہے۔ تو یہ جو بے آباد زمین تھی اس کو کوئی آباد کر لیتا ہے، اب اس کا کیا حکم ہے، یہ خراجی ہو گی یا عشری ہو گی؟ کہتے ہیں بھئی اگر ذمی، کوئی کافر اس کو آباد کرتا ہے پھر تو یہ خراجی زمین ہو جائے گی۔ کیا ہو جائے گی؟ خراجی۔ اور اگر مسلمان اس کو آباد کرتا ہے، پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے آس پاس کی زمینوں کو دیکھ لو، اس کے آس پاس کی زمینیں اگر عشری تھیں تو یہ زمین بھی کیا ہو جائے گی؟ عشری، اور اگر اس کے آس پاس کی زمینیں خراجی تھیں تو یہ زمین بھی کیا ہو گی؟ خراجی ہو گی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں، پانی کا اعتبار کیا جائے گا جس پانی سے اس کو سیر اب کیا جاتا ہے۔ اگر خود اس کے اندر کوئی کنواں کھودا ہے یا چشمہ کھودا ہے یا کسی دریا سے، عام دریا سے جس کا کوئی مالک نہیں ہوتا اس کے پانی کے ذریعے سیر اب کرتا ہے پھر تو یہ عشری زمین ہی ہے، کیونکہ آباد کرنے والا مسلمان ہے، سمجھ میں آیا؟ اور کنواں اس نے کھودا ہے یا اس نے چشمہ کھودا ہے یا عام دریا سے اس کو سیر اب کرتا ہے تو یہ کون سی زمین ہو گی؟ عشری۔ لیکن اگر عجمیوں کی کسی نہر، عرب کے علاوہ باقی لوگ کیا کہلاتے ہیں؟ عجم، تو اگر عجمی بادشاہوں نے کوئی نہر کھدوائی تھی اس کے پانی سے اگر اس زمین کو سیر اب کرتا ہے تو اب پھر چاہے مسلمان ہی کیوں نہ اس کو آباد کرے، یہ کون سی زمین ہو جائے گی؟ خراجی، کیونکہ ان کی کھودی ہوئی نہروں سے پانی استعمال کر رہا ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّوَاتًا اور جس نے آباد کیا غیر آباد زمین کو، فَهِيَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ مُعْتَبَرَةٌ بِحَيِّزِهَا تو یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا اعتبار کیا جائے گا بِحَيِّزِهَا اس کی جگہ کے اعتبار سے، اس کا اعتبار اس کی جگہ سے کیا جائے گا۔ حَيِّزٌ کہتے ہیں جگہ کو، اس زمین کی جگہ کو، یعنی اس کے آس پاس کو دیکھا جائے گا۔ فَإِنْ كَانَتْ مِنْ حَيِّزِ أَرْضِ الْخَرَاجِ فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ اگر یہ خراجی زمین کی جگہ میں سے ہوا، یعنی اس کے قریب میں سے ہوا، فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ تو یہ کون سی زمین ہو جائے گی؟ خراجی ہو جائے گی۔ وَإِنْ كَانَتْ مِنْ حَيِّزِ أَرْضِ الْعُشْرِ فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ اور اگر یہ عشری زمین کے قرب وجوار میں سے ہے، فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ تو یہ کون سی زمین ہو گی؟ عشری ہو گی۔ وَالْبَصْرَةُ عِنْدَنَا عُشْرِيَّةٌ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اور بصرہ شہر جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بسایا گیا تھا بھئی، یہ ہمارے نزدیک عشری ہے بوجہ صحابہ کے اجماع کے، کیونکہ صحابہ نے اجماع کیا تھا اس پر بھئی کہ یہ کون سی زمین ہے؟ عشری ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إِنْ أَحْيَاهَا بِبِئْرٍ حَفَرَهَا کہ اگر غیر آباد زمین کو آباد کیا بِبِئْرٍ کسی ایسے کنویں کے ذریعے حَفَرَهَا جسے اس شخص نے کھودا ہے، أَوْ بِعَيْنٍ یا ایسے چشمے کے ذریعے اِسْتَخْرَجَهَا جسے اس آباد کرنے والے نے نکالا ہے، أَوْ بِمَاءِ دِجْلَةَ أَوِ الْفُرَاتِ یا اس کو دریائے دجلہ یا دریائے فرات کے پانی کے ذریعے اس کو آباد کیا، مراد کوئی عام دریا ہے، یہ بڑے دریا ہیں عراق کے، تو مراد یہی دو دریا نہیں ہیں بلکہ کوئی بڑا دریا ہو جو قدرتی طور پر جاری ہے بھئی، بڑا دریا ہے، بِمَاءِ دِجْلَةَ أَوِ الْفُرَاتِ اور اگر اس کو آباد کیا دریائے دجلہ یا دریائے فرات کے پانی کے ذریعے، أَوِ الْأَنْهَارِ الْعِظَامِ الَّتِي لَا يَمْلِكُهَا أَحَدٌ یا ان بڑے دریاؤں کے ذریعے جن کا کوئی ایک بھی مالک نہیں ہے، نَهْرٌ عربی میں دریا کو کہتے ہیں مولانا، سمجھ میں آیا؟ بڑے دریاؤں کے ذریعے جس کا کوئی مالک نہیں ہوتا، فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ تو یہ زمین کون سی ہے؟ عشری ہے۔ وَإِنْ أَحْيَاهَا بِمَاءِ الْأَنْهَارِ الَّتِي احْتَفَرَهَا الْأَعَاجِمُ اور اگر اس زمین کو آباد کیا ان دریاؤں کے پانی سے الَّتِي احْتَفَرَهَا الْأَعَاجِمُ جن کو کھدوایا ہے عجمیوں نے، یعنی یہاں بڑی نہریں مراد ہیں، بڑی نہریں جن کو کھدوایا ہے کس نے؟ اَلْأَعَاجِمُ کس نے؟ عجمیوں نے، مِثْلُ نَهْرِ الْمَلِكِ جیسے کہ نہر ملک ہے، وَنَهْرِ يَزْدَجِرْدَ اور نہر یزدجرد ہے بھئی، یہ کوئی بڑی نہریں ہوں گی مشہور عراق وغیرہ کے علاقے میں، تو اس جیسی نہروں سے اگر کوئی سیر اب کرتا ہے اور غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے، فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ تو یہ زمین کیا ہے؟ خراجی ہے۔

اچھا بھئی خراج کی بات چل رہی ہے، خراج ہو گا کتنا، یہ تو بتلایئے ہمیں اے صاحب قدوری! تو اب وہ تفصیل بیان کرنے لگے ہیں کتنا خراج ہو گا۔ کہتے ہیں خراج وہ ہو گا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین قسم کا خراج مقرر کیا تھا۔ بھئی یاد رکھیے جو خراج مقرر ہوتا ہے یہ زمین میں محنت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اگر ایسی زمین ہے جس میں محنت بہت زیادہ کرنا پڑتی ہے بھئی فصل وغیرہ کے لیے تو اس میں خراج تھوڑا رکھیں گے، اور اگر محنت ذرا کم ہے تو خراج پھر تھوڑا بڑھا دیں گے، اور اگر محنت بالکل ہی کم کرنا پڑتی ہے اس کے اندر تو پھر خراج بھی زیادہ ہو گا۔ سمجھ

میں آیا؟ جتنی محنت کم ہو گی اتنا ہی خراج کیا ہو گا؟ زیادہ، اور جتنی اس کے اندر محنت زیادہ کرنا پڑتی ہے اتنا ہی خراج کم ہو گا۔

اور کتنا خراج مقرر کیا تھا؟ یاد رکھیے آگے ایک لفظ آئے گا جَرِیْبٌ، جریب۔ جریب یاد رکھیے، جریب ہے ساٹھ ذراع چوڑائی ہو زمین کی اور ساٹھ ذراع ہی لمبائی ہو۔ چوڑائی کتنی ہو؟ ساٹھ ذراع۔ اور لمبائی بھی کتنی ہو؟ ساٹھ ذراع بھئی۔ اور ذراع کس کو کہتے ہیں؟ میں نے بتلایا تھا ذراع شرعی گز کو کہتے ہیں، یعنی ایک متوسط آدمی کی کہنی سے لے کر، ہاتھ کو سیدھا رکھے، کہنی سے لے کر انگلیوں کے سروں تک جو لمبائی ہے اس کو ذراع کہتے ہیں، یہ ڈیڑھ فٹ ہے۔ کتنا ہے؟ ڈیڑھ فٹ ہے۔ اور انگلیوں کو اگر جوڑیں چوڑائی کے اندر، بھئی دیکھو ایک ہاتھ کو آپ سیدھا رکھیں، یہ چار انگلیاں چوڑائی میں ہیں، یہ ایک مشت ہے بھئی۔ ایک مشت کتنی چوڑائی ہوتی ہے؟ چار انگلیاں۔ مٹھی بند کریں بھئی، کتنی چوڑائی ہے؟ چار انگلیاں ہیں نا، ایک مشت کتنی ہے؟ چار انگلیاں۔ تو ایک ذراع چوبیس انگلیوں کے برابر ہوتا ہے۔ کتنا ہوتا ہے؟ چوبیس انگلیاں، یعنی چھ مشت کے برابر۔ ایک ذراع میں کتنے مشت ہیں؟ چھ مشت۔ یہ شرعی ذراع ہے، ڈیڑھ فٹ کے برابر ہے۔

لیکن جریب کے اندر جو ذراع ذکر کیے میں نے وہ یہ والے ذراع نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں ملک کسری، کسری بادشاہ۔ یاد رکھیے قدیم زمانے میں فارس کے ہر بادشاہ کو کسری کہا جاتا تھا۔ فارس کے ہر بادشاہ کو کیا کہتے تھے؟ کسری کہتے تھے، روم کے ہر بادشاہ کو قیصر کہتے تھے، حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے، مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے، چین کے ہر بادشاہ کو خاقان کہتے تھے، بعض کہتے ہیں ترکی، ترکی کے ہر بادشاہ کو خاقان کہتے تھے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ جیسے آج کل ہمارے ہر بڑا جو ہے حکومت کا اسے وزیر اعظم کہتے ہیں یا صدر مملکت کہتے ہیں، لیکن یہ تو ہر ملک میں کہتے ہیں، قدیم زمانے میں ہر ملک کے بادشاہ کا خاص لقب ہوتا تھا۔ سمجھ میں آیا؟ بادشاہ کا اپنا نام کچھ اور ہوتا تھا لیکن جب اس کا ذکر کیا جاتا تھا، مثلاً حبشہ کے بادشاہ کا ذکر کرنا ہے تو کیا کہتے تھے؟ نجاشی بھئی، تو سننے والا فوراً سمجھ جاتا کس ملک کے بادشاہ کی بات ہو رہی ہے؟ حبشہ کے بھئی۔ تو یہاں پر جو جریب ذکر ہوا اس میں جو ذراع ذکر ہوئے وہ ملک کسری کے ہیں بھئی، کسری بادشاہ جو تھا فارس کا اس کے ذراع مراد ہیں، اور اس کا ذراع چھ مشت کا نہیں تھا بلکہ سات مشت کا تھا۔ اس کا ذراع کتنا تھا؟ سات مشت کا۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی چوبیس انگلیوں کی چوڑائی کے برابر نہیں ہے بلکہ اٹھائیس انگلیوں کے برابر۔ تو ملک کسری کے جو ذراع تھے وہ ساٹھ ذراع چوڑائی اور ساٹھ ذراع لمبائی میں ہوں تو یہ زمین جو ہوئی یہ کیا کہلاتی ہے؟ ایک جریب کہلاتی ہے۔ کیا کہلاتی ہے؟ ایک جریب کہلاتی ہے۔

تو کہتے ہیں: وَالْخَرَاجُ الَّذِیْ وَضَعَهُ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اور وہ خراج جس کو مقرر کیا تھا حضرت عمر رضی الله تعالی عنه نے عَلٰی أَهْلِ السَّوَادِ اہل سواد پر، یعنی عراق میں جو سواد علاقہ فتح ہوا تھا ان پر جو حضرت عمر رضی الله تعالی عنه نے خراج مقرر فرمایا تھا، مِنْ كُلِّ جَرِیْبٍ ہر ایسے جریب میں سے یَبْلُغُهُ الْمَاءُ جسے پانی پہنچتا ہو، وَیَصْلُحُ لِلزَّرْعِ اور جو کھیتی باڑی کے قابل ہے، فصلوں کے قابل ہے، مقرر کیا وہ کیا تھا؟ قَفِیْزٌ هَاشِمِیٌّ وَّهُوَ الصَّاعُ وَدِرْهَمٌ۔ وہ ایک قفیز تھا، قفیز ہاشمی تھا۔ قفیز ہاشمی کیا ہے بھئی؟ کہتے ہیں: وَهُوَ الصَّاعُ وہ صاع ہی ہے۔ کیا ہے؟ صاع۔ بھئی صاع اور قفیز ایک ہی پیمانے کے نام ہیں بھئی، صاع اور قفیز۔ وَدِرْهَمٌ اور ایک درہم۔ یعنی ایک درہم اور ایک صاع یہ مقرر کیا تھا حضرت عمر رضی الله تعالی عنه نے ہر ایسی زمین پر جسے پانی پہنچتا ہے اور جو کھیتی باڑی کے قابل ہے۔ کتنا خراج مقرر کیا تھا ایک جریب پر؟ ایک درہم اور ایک صاع، اور صاع کیا ہے؟ قفیز ہاشمی ہے بھئی۔ تو زمین کی پیائش کر لی جائے گی بھئی، ہر جریب پر سال میں کیا وصول کیا جائے گا؟ ایک درہم بھی وصول کریں گے ہر جریب پر اور ایک صاع پیداوار بھی اس سے لے لی جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ ایک صاع غلے کا۔

تو صاع کسے کہتے ہیں؟ قفیز ہاشمی کو، اور قفیز ہاشمی وہی صاع ہے، ایک ہی پیمانہ ہے۔ بھئی یہاں صاحب قدوری نے ذکر کیا قفیز ہاشمی، یا یوں کہو صاع ہاشمی۔ یاد رکھیے صاع تین قسم پر ہے: ایک صاع ہاشمی ہے، یہ بتیس رطل کے برابر ہوتا ہے۔ یہ لکھ لیجیے مولانا، یہ آپ کے کام آئے گا کبھی۔ صاع تین قسم پر ہے: ایک صاع ہاشمی ہے اور یہ برابر ہوتا ہے بتیس رطل کے۔ رطل: را، طا اور لام۔ رِطْلٌ۔ را، طا، لام۔ صاع ہاشمی کتنے کے برابر ہے؟ بتیس رطل۔ دوسرا ہے صاع حجازی: حا، جیم، الف، زا، یا۔ صاع حجازی، یہ پانچ رطل اور ثلث رطل کے برابر ہے۔ پانچ رطل اور ثلث رطل۔ اور تیسرا ہے صاع عراقی۔ صاع عراقی، جو آٹھ رطل کے برابر ہے۔ آٹھ رطل کے برابر ہے۔ اور یاد رکھیے ایک رطل برابر ہوتا ہے پونے چونتیس تولے۔ ایک رطل برابر ہے پونے چونتیس تولے کے بھئی۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ صاع کتنے ہیں کل؟ تین۔ عرب میں تین قسم کے صاع رائج تھے: ایک کو صاع ہاشمی کہتے تھے، ایک کو صاع حجازی، ایک کو صاع عراقی کہتے تھے۔ یہ تین پیمانے تھے، تینوں الگ الگ تھے۔ صاع ہاشمی بتیس رطل کا تھا، صاع حجازی کتنا تھا؟ پانچ رطل اور ایک رطل کا تیسرا حصہ، یعنی سوا پانچ رطل سے کچھ زائد تھا یہ، اور ایک صاع عراقی تھا جو آٹھ رطل کا تھا۔ اب یہ تین صاع رائج تھے لیکن مدینہ منورہ میں کون سا صاع استعمال ہوتا تھا، علماء کا اختلاف ہے۔ بعض صاع عراقی کہتے ہیں، بعض صاع ہاشمی وغیرہ کہتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک مدینہ منورہ میں جو حضور صلی الله علیه وسلم کے زمانے میں صاع رائج

تھا وہ صاع عراقی تھا جو کتنے کے برابر ہوتا ہے؟ آٹھ رطل کے برابر ہوتا ہے، جبکہ آپ نے پڑھا صاع ہاشمی تو بہت بڑا ہے، وہ تو بتیس رطل کا ہے، یعنی چار صاع عراقی ہوں تو ایک صاع ہاشمی بنتا ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو صاحب قدوری نے ذکر کیا کہ قَفِيْزٌ هَاشِمِيٌّ، یعنی صاع ہاشمی کو ذکر کیا، حالانکہ یہ درست نہیں۔ عِنْدَنَا ہمارے نزدیک، احناف کے نزدیک صاع ہاشمی نہیں ہے بلکہ صاع عراقی ہے۔ حضور صلی الله علیہ وسلم کے اور خلفاء کے زمانے میں مدینہ میں صاع عراقی رائج تھا نہ کہ صاع ہاشمی بھئی۔ تو دیگر علماء نے بھی تصریح کی ہے کہ قفیز ہاشمی یہاں درست نہیں ہے بلکہ کیا ہونا چاہیے؟ قفیز عراقی ہونا چاہیے بھئی۔

اچھا بھئی تو حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ نے کیا مقرر کیا تھا بھئی؟ قابل کاشت زمین ہے، ایک جریب میں سال میں کتنا وصول کریں گے؟ ایک درہم اور ایک صاع عراقی وصول کیا جائے گا۔ تو قفیز ہاشمی نہیں بلکہ کون سا صاع وصول کریں گے؟ قفیز عراقی وصول کیا جائے گا۔ یہ ادنی درجے کا خراج ہے مولانا اس لیے کہ اس میں محنت زیادہ ہے، فصل کے لیے کیا کرنا پڑتی ہے؟ محنت زیادہ کرنا پڑتی ہے۔ وَمِنْ جَرِيْبِ الرَّطْبَةِ اور رطبہ کے جریب، رَطْبَةٌ کہتے ہیں سبزیوں کو بھئی۔ رطبہ کس کو کہتے ہیں؟ سبزیوں کو۔ وَمِنْ جَرِيْبِ الرَّطْبَةِ اور سبزیوں کے جریب میں سے خَمْسَةُ دَرَاهِمَ پانچ درہم سال میں وصول کریں گے۔ یہ ذرا زیادہ ہے، وجہ یہ کہ اس میں محنت تھوڑی ہوتی ہے۔ سبزیوں کے لیے کیا ہے؟ محنت تھوڑی ہوتی ہے، تو لہذا خراج زیادہ ہو گا، نیز سال میں کئی فصلیں حاصل ہو جاتی ہیں بھئی سبزیوں کی۔

وَمِنْ جَرِيْبِ الْكَرْمِ را کو ساکن پڑھنا بھئی، وَمِنْ جَرِيْبِ الْكَرْمِ الْمُتَّصِلِ وَالنَّخْلِ الْمُتَّصِلِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ۔ اور كَرْمٌ کہتے ہیں انگور کو، نَخْلٌ کہتے ہیں کھجور کو۔ اور کھجور اور انگور کی جو زمینیں ہیں جن میں کھجور اور انگور ہوتے ہیں ان کے ایک جریب میں عَشَرَةُ دَرَاهِمَ کتنے درہم لیں گے سال میں؟ دس درہم، اس لیے کہ درخت تو پہلے سے لگے ہوئے ہیں بس صرف ان کی کیا کرنی ہے؟ دیکھ بھال یا حفاظت ہی کرنی ہے اور کوئی ہل وغیرہ چلانے کی ضرورت نہیں ہے بھئی، تو اس لیے اس میں سے دس درہم لیں گے۔ اور صاحب قدوری نے ذکر کیا کرم متصل، نخل متصل۔ کرم متصل کا معنی یہ ہے کہ گھنا باغ ہے، یعنی درختوں کے نیچے زمین پر کھیتی باڑی نہیں ہو سکتی۔ بعض باغات ایسے ہوتے ہیں درختوں میں فاصلہ ہوتا ہے تو زمین پر کیا کر لیتے ہیں وہ؟ بھئی درختوں کے درمیان جو زمین ہوتی ہے وہ بھی بہت زیادہ بن جاتی ہے تو اس ساری زمین پر کیا کر لیتے ہیں؟ ہل چلا کر کچھ کاشت بھی کر لیتے ہیں۔ تو اگر وہ ہو پھر تو اور حکم ہو گا بھئی، اس میں تو پھر محنت بھی آ گئی۔ کیا آ گئی؟ محنت۔ تو کرم متصل اور نخل متصل سے مراد کھجور کے اور انگور کے وہ باغات ہیں جن کے درختوں کے نیچے کھیتی باڑی ممکن نہ ہو، وہ آپس میں ملے ہوئے ہوں بھئی۔ تو یوں کہہ لیں گھنے بھئی، گھنے انگور کے جو باغات ہیں اور گھنے کھجور کے جو باغات ہیں وہ مراد ہیں۔ بات سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں: وَمِنْ جَرِيْبِ الْكَرْمِ الْمُتَّصِلِ وَالنَّخْلِ الْمُتَّصِلِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ اور کرم متصل اور نخل متصل کے جریب کے اندر دس درہم ہوں گے۔

وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَصْنَافِ يُوْضَعُ عَلَيْهَا بِحَسَبِ الطَّاقَةِ اور اس کے علاوہ جو اقسام ہیں تو ان پر مقرر کیا جائے گا خراج بِحَسَبِ الطَّاقَةِ طاقت کے بقدر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ تین قسمیں بیان ہو گئیں: ادنی خراج کتنا تھا؟ ایک صاع اور ایک درہم سال میں۔ اس سے اعلی تھا سبزیوں کے اندر، وہ پانچ درہم۔ اور اس سے زیادہ کتنا تھا؟ دس درہم۔ تو اس کے علاوہ جو ہیں ان میں حساب لگا لیا جائے گا، جس کے قریب بنتے ہیں، جس کے برابر بنتے ہیں اس کے مطابق رکھ دیا جائے گا بھئی، یہ حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ نے مقرر کیا تھا۔ فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ مَا وَضَعَ عَلَيْهَا اگر وہ طاقت نہیں رکھتا جو اس پر مقرر کیا ہے خراج امام نے، نَقَصَهَا الْإِمَامُ تو امام کیا کر دے گا اس کو؟ کم کر دے گا۔ بھئی اگر برداشت سے زیادہ بنتا ہے، اتنا نہیں دے سکتا وہ، تو پھر اس کو کم کر دیا جائے گا۔ معلوم ہوا حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ نے جو مقرر کیا تھا اس میں کمی تو کی جا سکتی ہے، اس میں زیادتی نہیں کی جا سکتی۔

وَإِنْ غَلَبَ عَلٰى أَرْضِ الْخَرَاجِ الْمَاءُ أَوِ انْقَطَعَ عَنْهَا۔ اچھا صورت یہ بھئی، ایک زمین ہے اس پر ہم نے خراج مقرر کر دیا، سال میں اس سے مثلاً اتنا ٹیکس لیا جاتا ہے۔ اب اس زمین پر مالک نے فصل کاشت کی تھی لیکن وہ فصل تباہ ہو گئی، اس کا پانی ختم ہو گیا یا کسی اور قدرتی آفت سے وہ فصل تباہ ہو گئی، یا وہ زمین پر کاشت نہیں کر سکا، تو کیا خراج لیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اب اس سے خراج نہیں لیا جائے گا۔ ہاں اگر اس نے خود زمین پہ کچھ کاشت ہی نہیں کیا، خراجی زمین تھی لیکن اس نے خود کچھ کاشت ہی نہیں کیا، سارا سال ویسے ہی پڑی رہی، تو کیا خراج لیں گے یا نہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، اب خراج لیں گے کیونکہ یہ اس کی کوتاہی ہے کہ اس نے کوئی فصل وغیرہ کاشت نہیں کی۔ تو کہتے ہیں: وَإِنْ غَلَبَ عَلٰى أَرْضِ الْخَرَاجِ الْمَاءُ اور اگر غالب آ گیا خراجی زمین پر پانی، أَوِ انْقَطَعَ عَنْهَا یا پانی اس سے منقطع ہو گیا، پانی اگر غالب آ گیا پھر بھی فصل نہیں ہو سکے گی، یا پانی اگر بالکل اس سے کٹ گیا پھر بھی فصل نہیں ہو سکے گی، أَوِ اصْطَلَمَ الزَّرْعَ آفَةٌ یا تباہ کر دیا فصل کو کسی آفت نے، اِصْطَلَمَ کا معنی تباہ کرنا، برباد کرنا، اور اگر برباد کر دیا کھیتی کو کسی آفت نے، فَلَا خَرَاجَ عَلَيْهِمْ تو

ان پر کوئی خراج نہیں کیونکہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے، قدرتی آفت سے زمین کی فصل تباہ ہوئی۔وَإِنْ عَطَّلَهَا صَاحِبُهَا اور اگر اس زمین کو بیکار چھوڑ دیا اس کے مالک نے ہی، فَعَلَيْهِ الْخَرَاجُ تو اب اس پر کیا واجب ہو گا؟ خراج، کیونکہ یہ اس کی اپنی کوتاہی ہے اس نے سارا سال کچھ کاشت نہیں کیا۔

وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْخَرَاجِ۔ بھئی ایک خراجی زمین تھی کافر کے پاس، وہ کافر مسلمان ہو گیا، کیا اب بھی اس کی زمین سے خراج لیں گے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، خراجی زمین ہے تو اب خراجی ہی چلتی رہے گی، اس سے خراج ہی لیں گے۔ اگر کوئی مسلمان بھی اس سے خرید لیتا ہے تو اس مسلمان سے بھی کیا کریں گے؟ خراج ہی لیں گے بھئی۔ کہتے ہیں: وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْخَرَاجِ أُخِذَ مِنْهُ الْخَرَاجُ عَلَى حَالِهِ اور جو کوئی مسلمان ہو گیا اہل خراج والوں میں سے تو لیا جائے گا اس سے خراج عَلَى حَالِهِ اسی کی حالت پر، اسی حالت پر خراج لیا جائے گا۔وَيَجُوْزُ أَنْ يَّشْتَرِيَ الْمُسْلِمُ مِنَ الذِّمِّيِّ أَرْضَ الْخَرَاجِ اور یہ بھی جائز ہے کہ خرید لے کوئی مسلمان کسی ذمی سے خراجی زمین، وَيُؤْخَذُ مِنْهُ الْخَرَاجُ اور اب اس مسلمان سے خراج لیا جائے گا۔

وَلَا عُشْرَ فِي الْخَارِجِ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ۔ بھئی خراجی زمین سے جو پیداوار ہو اس میں عشر نہیں ہو گا۔ بھئی یا تو زمین پر خراج ہو گا یا اس کی پیداوار میں عشر ہو گا، دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ کیوں نہیں جمع ہو سکتیں؟ وجہ یہ مولانا کہ عشر زکوۃ ہے اور زکوۃ عبادت ہے، تو عشر کے اندر عبادت والا معنی ہے، اور خراج یہ ٹیکس ہے مولانا، یہ سزا کے طور پر کافروں پر لگایا جاتا ہے، تو عشر کے اندر عبادت کا پہلو اور خراج کے اندر سزا کا پہلو، اور عبادت اور سزا جمع نہیں ہو سکتے۔ تو کہتے ہیں: وَلَا عُشْرَ فِي الْخَارِجِ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ اور عشر نہیں ہو گا، خَارِجٌ پیداوار مولانا، پیداوار کے اندر مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ خراجی زمین سے۔ خراجی زمین سے جو پیداوار ہے اس کے اندر عشر نہیں ہو گا بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵۱: کتاب السیر (۳) وکتاب البغاۃ: استیلاءِ کفار، مستامن کے احکام، خراج (وظیفہ ومقاسمہ)، جزیہ کی دو قسمیں، مرتد اور بغاۃ کے احکام

مختصر القدوری صفحہ: ۲۳۱—بتاریخ: ۱۸ جون ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَالْجِزْيَةُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ: جِزْيَةٌ تُوْضَعُ بِالتَّرَاضِيْ وَالصُّلْحِ فَتُقَدَّرُ بِحَسَبِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ الْاِتِّفَاقُ، وَجِزْيَةٌ يَبْتَدِئُ الْإِمَامُ بِوَضْعِهَا إِذَا غَلَبَ الْإِمَامُ عَلَى الْكُفَّارِ وَأَقَرَّهُمْ عَلٰى أَمْلَاكِهِمْ فَيَضَعُ عَلَى الْغَنِيِّ الظَّاهِرِ الْغِنٰى فِيْ كُلِّ سَنَةٍ ثَمَانِيَةً وَّأَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا يَّأْخُذُ مِنْهُ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی، جزیہ بھئی۔ بھئی جو کفار دارالاسلام میں رہتے ہیں ان سے سالانہ ٹیکس لیا جاتا ہے، اسے جزیہ کہتے ہیں بھئی۔ کیا کہتے ہیں؟ جزیہ کہتے ہیں جو علاقے اسلامی مملکت کے تحت آئیں بھئی اور ان سے جزیہ لیا جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اب بتلا رہے ہیں کہتے ہیں یہ جزیہ دو قسم پر ہے بھئی: ایک تو وہ جزیہ ہے مثلاً مسلمانوں کا لشکر گیا اور کسی علاقے پر لشکر کشی کرنے لگا، حملہ کرنے لگا، انہوں نے صلح کر لی کہ بھئی ہمارے ساتھ صلح کر لو، لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم ویسے ہی شکست تسلیم کر لیتے ہیں، آپ کو جتنا مال چاہیے ہو گا ہم سال میں دے دیا کریں گے۔ ایک تو یہ صورت ہے، بغیر لڑائی کے ہی وہ صلح ہو گئی، باہمی رضامندی ہو گئی، تو اس صورت میں کتنا جزیہ ہو گا؟ کہتے ہیں کوئی مقرر تعداد نہیں، جتنے پہ صلح ہو گئی، جتنے پہ دونوں فریق آپس میں راضی ہو گئے، آپ بھی راضی ہوئے اور دوسرے بھی راضی ہو گئے، سال میں اتنا ٹیکس ان سے لیا جائے گا۔ ایک تو یہ جزیہ ہے، اس کی کوئی مقدار متعین نہیں۔

اور دوسرا جزیہ کہ امام جو ہے، یعنی مسلمانوں کا لشکر جاتا ہے اور پھر کسی علاقے کو، شہر کو فتح کر لیتا ہے۔ شہر کو فتح کرنے کے بعد وہ کافروں سے ان کی زمینیں چھینتے نہیں ہیں بلکہ انہی کے پاس رہنے دیتے ہیں، تو پھر اس صورت میں ان پر سالانہ ٹیکس نافذ کر دیتا ہے امیر اور وہ زمینیں اور جائیدادیں انہی کے پاس رہنے دیتا ہے۔ اس کی مقدار متعین ہے، یہ کتنی مقدار ہے؟ بتلائیں گے آپ کو یہ تین قسم پر ہے: ایک غریب لوگ ہیں مثلاً اس میں جو فقیر ہے کوئی، غریب لوگ ہیں کمانے والے مزدور وغیرہ، ان سے سال میں بارہ درہم لیے جائیں گے۔ کتنے لیے جائیں گے؟ سال میں بارہ درہم لیے جائیں گے، یعنی ہر مہینے میں ایک درہم بھئی۔ اور جو متوسط درجے کے لوگ ہیں ان پر اس سے دگنا ہو گا، تو ان سے سال میں چوبیس درہم لیں گے۔ جو متوسط درجے کے ہیں، خوشحال لوگ ہیں ان سے کتنے لیں گے سال میں؟ چوبیس، ہر ایک فرد سے، ہر بالغ مرد سے چوبیس درہم لیے جائیں گے بھئی سال میں، یعنی مہینے میں دو درہم۔ اور جو مالدار ہیں خوب ان سے اس سے بھی دگنا لیا جائے گا، یعنی سال کے اڑتالیس درہم لیے جائیں گے، ہر مہینے کے کتنے درہم بنے؟ چار درہم۔

تو ذمیوں کے ہر فرد سے اگر خوب مالدار ہے تو سال میں اڑتالیس درہم لیں گے۔ یہ ان کی جو ہم حفاظت وغیرہ، ذمہ داری ہمارے اوپر ہے اور ان کی حفاظت وغیرہ کا کام سرانجام دے رہے ہیں بھئی، امن وامان ہم نے انہیں فراہم کیا ہے، اس چیز کی وجہ سے اب ان سے کیا لیا جائے گا؟ یہ سالانہ ٹیکس لیا جاتا ہے۔ تو خوب مالدار سے سال میں اڑتالیس، ہر فرد سے، سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ نہیں کہ پورے خاندان پہ اڑتالیس، نہیں، ہر فرد سے۔ اور آگے بتلائیں گے آپ کو صرف جو بالغ مرد ہیں ان پر آئے گا فی کس پر؛ عورتوں پر، بچوں پر، اپاہج پر ان لوگوں پر یہ پیسے نہیں آئیں گے۔ عورت سے نہیں وصول ہو گا جزیہ، عورت سے نہیں لیا جائے گا، بچوں کا نہیں لیا جائے گا حصہ بھئی، اور اسی طرح کوئی اپاہج ہے اس سے نہیں لیا جائے گا، اور اسی طرح کوئی فقیر اور محتاج ہے اور کمانے والا نہیں ہے، کوئی کام وغیرہ اس کا نہیں ہے اس سے بھی نہیں لیا جائے گا۔ البتہ ذمیوں میں سے جو مرد ہیں، عاقل بالغ ہیں ان سے لیا جائے گا، اور اس میں ہر ایک کی حالت کو دیکھا جائے گا: اگر وہ غریب ہے، مزدور ہے، کام کرنے والا ہے، اپنے ہاتھ سے کمانے والا ہے تو سال میں بارہ درہم لیں گے؛ اور اگر خوشحال ہے ذرا، کچھ مال وغیرہ اس کے پاس ہے تو سال میں اس سے کتنے لے لیں گے؟ چوبیس لیں گے؛ اور اگر خوب مالدار ہے تو اس سے سال میں اڑتالیس درہم لے لیں گے بھئی۔

دیکھیے بھئی کہتے ہیں: وَالْجِزْيَةُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ جزیہ دو قسم پر ہے: جِزْيَةٌ تُوْضَعُ بِالتَّرَاضِيْ وَالصُّلْحِ ایک جزیہ وہ ہے جسے مقرر کیا جائے باہمی رضامندی سے اور صلح کے ذریعے۔ باہمی رضامندی اور صلح کے ذریعے مقرر کیا جائے، میں نے بتایا اس کی کوئی مقدار متعین نہیں، جتنے پر بھی دونوں فریق راضی ہو جائیں۔ خود بتلا رہے ہیں صاحب قدوری بھی، کہتے ہیں: فَتُقَدَّرُ بِحَسَبِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ الْاِتِّفَاقُ تو اس کو مقرر کیا جائے گا اسی اعتبار سے کہ جس پر اتفاق واقع ہو جائے، یعنی دونوں فریق اس پر کیا ہو جائیں؟ راضی۔ وَجِزْيَةٌ اور دوسرا جزیہ جو ہے يَبْتَدِئُ الْإِمَامُ بِوَضْعِهَا کہ ابتدا کرتا ہے امام اس کے رکھنے سے، امام اس کو لگاتا ہے، امام اس کو رکھتا ہے، ان پر مقرر کرتا ہے، إِذَا غَلَبَ الْإِمَامُ عَلَى الْكُفَّارِ جب امام غالب آ جائے کفار پر، وَأَقَرَّهُمْ عَلٰى أَمْلَاكِهِمْ اور ان کو برقرار رکھتا ہے ان کی املاک پر، ان کی جائیدادوں پر انہیں برقرار رکھتا ہے، فَيَضَعُ عَلَى الْغَنِيِّ الظَّاهِرِ الْغِنٰى تو مقرر کرے گا عَلَى الْغَنِيِّ الظَّاهِرِ الْغِنٰى۔ غنی کہتے ہیں مالدار کو، وہ مالدار الظَّاهِرِ الْغِنٰى جس کی مالداری ظاہر ہو، یعنی خوب مالدار ہے۔ پس مقرر کرے گا خوب مالدار جو ہے اس پر فِيْ كُلِّ سَنَةٍ ہر سال کے اندر ثَمَانِيَةً وَّأَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا اڑتالیس درہم، يَأْخُذُ مِنْهُ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ لے گا اس سے ہر مہینے میں چار درہم بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ سال کے اڑتالیس تو ہر مہینے کے چار درہم۔ وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ الْحَالِ أَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اور متوسط الحال آدمی جو ہے ان میں سے، درمیانے درجے کا خوشحال ہے اس پر چوبیس درہم ہیں، فِيْ كُلِّ شَهْرٍ دِرْهَمَيْنِ ہر مہینے میں دو درہم۔ وَعَلَى الْفَقِيْرِ الْمُعْتَمِلِ اور جو فقیر ہے مُعْتَمِلٌ اپنے ہاتھ سے کمانے والا، یعنی مزدور وغیرہ۔ اور وہ فقیر جو مزدور وغیرہ ہے، اپنے ہاتھ سے کمانے والا ہے اس پر اِثْنَا عَشَرَ دِرْهَمًا کتنے درہم ہیں؟ بارہ درہم ہیں، فِيْ كُلِّ شَهْرٍ دِرْهَمٌ ہر مہینے میں ایک درہم ہے۔

اب یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کن پر جزیہ مقرر کیا جائے گا اور کن پر مقرر نہیں کیا جائے گا۔ یاد رکھیے ہر کافر پر جزیہ مقرر کریں گے، جتنے بھی کافر دارالاسلام میں رہتے ہیں ہر ایک سے جزیہ لیا جائے گا چاہے وہ یہودی ہو، چاہے عیسائی ہو، چاہے مجوسی ہو، چاہے بت پرست ہو۔ لیکن مرتد ہے کوئی، آپ جانتے ہیں مرتد سے جزیہ نہیں لیا جاتا، اسلام پہ تھا پھر اسلام کو اس نے چھوڑ دیا، اس کو تو تین دن کی مہلت دیں گے کہ اسلام لاؤ یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی، اسے قتل کر دیا جائے گا بھئی۔ اسی طرح جو عرب کے مشرکین ہیں، بت پرست ہیں بھئی، ان سے بھی جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ جو عرب کے بت پرست اور مشرکین ہیں ان پر بھی جزیہ نہیں، ان سے بھی دو ہی باتیں کہی جائیں گی: یا تو اسلام یا تلوار بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یا تو اسلام قبول کرو یا پھر کیا کرو؟ قتل کے لیے تیار ہو جاؤ، تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ بھئی کیا وجہ ہے یہ عرب کے مشرکین کے ساتھ اتنی سختی کیوں ہے؟ عجمی مشرکین ہیں ان کے ساتھ اتنی سختی نہیں، ان سے جزیہ لے لیا جائے گا، لیکن عرب کے جو مشرک ہیں یا بت پرست ہیں، وجہ یہ مولانا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں پیدا ہوئے، عربی ہیں بھئی، پھر قرآن عربی زبان میں ظاہر ہوا، اور قرآن فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، فصاحت وبلاغت میں انتہا درجے کو پہنچا ہوا ہے، تو ان لوگوں کی اپنی زبان کے اندر قرآن موجود ہے، اس کی فصاحت وبلاغت کو یہ کیا کرتے ہیں؟ خوب اچھی طرح جانتے ہیں، پھر بھی ایمان نہیں لے کر آتے، ضد اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں، لہذا ان کو اب جزیہ لے کر بھی زندہ رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

تو کہتے ہیں: وَتُوْضَعُ الْجِزْيَةُ عَلٰى أَهْلِ الْكِتَابِ اور مقرر کیا جائے گا جزیہ اہل کتاب پر، یعنی یہودیوں اور عیسائیوں پر، وَالْمَجُوْسِ اور آتش پرستوں پر، وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ مِنَ الْعَجَمِ۔ أَوْثَانٌ جمع ہے وَثَنٌ کی، بت کو کہتے ہیں۔ عَبَدَةُ الْأَوْثَانِ بتوں کے بندے، یعنی بت پرست جو ہیں۔ اور جو بت پرست ہیں مِنَ الْعَجَمِ عجم میں سے، جو عجمی بت پرست ہیں بھئی۔ وَلَا تُوْضَعُ عَلٰى عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ مِنَ الْعَرَبِ اور جو عربی بت پرست ہیں ان پر

جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا، وَلَا عَلَى الْمُرْتَدِّيْنَ اور نہ ہی مرتد جو ہیں ان پر جزیہ مقرر ہو گا۔

وَلَا جِزْيَةَ عَلٰى امْرَأَةٍ وَّلَا صَبِيٍّ وَّلَا زَمِنٍ وَّلَا عَلٰى فَقِيْرٍ غَيْرِ مُعْتَمِلٍ۔ اور جزیہ نہیں ہو گا کسی عورت پر اور نہ کسی بچے پر اور نہ، زَمِنٌ کہتے ہیں اپاہج کو، اپاہج بھئی، اور نہ ہی کسی اپاہج پر، وَلَا عَلٰى فَقِيْرٍ غَيْرِ مُعْتَمِلٍ اور نہ اس فقیر شخص پر غَيْرِ مُعْتَمِلٍ جو کمانے والا نہیں ہے بھئی۔ وَلَا عَلَى الرُّهْبَانِ الَّذِيْنَ لَا يُخَالِطُوْنَ النَّاسَ۔ رُهْبَانٌ جمع ہے رَاهِبٌ کی۔ راہب یہ یہودیوں اور عیسائیوں کے جو پادری وغیرہ ہیں گوشہ نشین بھئی، گوشہ نشین لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں بھئی، ہر وقت کہتے ہیں ہم بس عبادت میں مصروف ہیں، سمجھ میں آیا؟ تو یہ جو گوشہ نشین ان کے پادری وغیرہ ہیں، لوگوں سے نہیں ملتے جلتے ان سے بھی جزیہ نہیں لیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ دیکھو بھئی اسلام کی عظمت دیکھو، ان کے علماء کی بھی قدر کر رہے ہیں بھئی کہ جو ان کے گوشہ نشین اور تارک الدنیا لوگ ہیں، دنیا کو چھوڑے ہوئے، ان سے جزیہ بھی نہیں لیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا عَلَى الرُّهْبَانِ الَّذِيْنَ لَا يُخَالِطُوْنَ النَّاسَ اور نہ ان راہبوں پر جو لوگوں سے ملتے نہیں ہیں، جو لوگوں سے اختلاط نہیں کرتے۔

وَمَنْ أَسْلَمَ۔ اچھا بھئی ایک آدمی تھا اس پر جزیہ تھا کیونکہ وہ کافر تھا، پھر وہ اسلام لے آیا، تو کیا اب بھی جزیہ لیں گے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اب کیوں جزیہ لیں گے؟ اب مسلمان ہو گیا تو جزیہ اس سے ساقط ہو گیا۔ اسی طرح یاد رکھیے ایک آدمی پر جزیہ تھا ایک سال کے گزرنے پر وصول کیا جانا تھا، جزیہ وصول نہیں کیا گیا یہاں تک کہ دوسرا سال بھی گزر گیا، اب اس پر کتنے جزیے آنے چاہییں؟ دو آنے چاہییں، لیکن کہتے ہیں جزیوں میں تداخل ہو جائے گا، ایک جزیہ دوسرے جزیے میں داخل ہو گیا، اب صرف ایک ہی ادا کرے گا تو دونوں ادا ہو جائیں گے۔ تو دونوں سالوں کا الگ الگ جزیہ نہیں لیں گے بلکہ ایک ہی ادا کرے گا تو دونوں ادا ہو جائیں گے۔ اسی طرح تین، چار، پانچ جتنے بھی سال گزر گئے جزیہ نہیں لیا تو ان میں تداخل ہوتا جائے گا، جتنے بھی سال ہیں ان کا ایک ہی جزیہ ادا کرے گا اور سارے جزیے کیا ہو جائیں گے؟ ادا ہو جائیں گے، ہر سال کا الگ نہیں لیں گے۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَسْلَمَ وَعَلَيْهِ جِزْيَةٌ سَقَطَتْ عَنْهُ جو مسلمان ہوا اور اس پر جزیہ تھا تو جزیہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ وَإِنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ الْحَوْلَانِ اور اگر اس ذمی پر جمع ہو گئے دو سال، حَوْلٌ کہتے ہیں سال کو، سال کا گزرنا، اور اگر جمع ہوئے اس پر دو سال بھئی، تَدَاخَلَتِ الْجِزْيَتَانِ تو دونوں جزیوں میں کیا ہو گا؟ تداخل ہو گا، دونوں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گے، ایک ہی جزیہ یعنی لیا جائے گا۔ حَالَ يَحُوْلُ حَوْلَانًا کا معنی سال کا گزرنا بھئی، جس پر جمع ہو گئے دو سال کا گزرنا، یعنی دو سال گزرے اور جزیہ اس سے نہیں لیا گیا تھا۔

وَلَا يَجُوْزُ إِحْدَاثُ بِيْعَةٍ وَّلَا كَنِيْسَةٍ۔ آگے بتلا رہے ہیں آپ کو بھئی یہ جو ہمارے دارالاسلام کے اندر جو یہودی، عیسائی وغیرہ رہتے ہیں ان کو نئے نئے گرجے، نئے نئے عبادت خانے بنانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ جو پہلے سے قائم ہیں وہ اگر گر جائیں یا خراب ہو جائیں ان کی تعمیر کر سکتے ہیں لیکن نئے نئے گرجے بنانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوْزُ إِحْدَاثُ بِيْعَةٍ وَّلَا كَنِيْسَةٍ فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ۔ بِيْعَةٌ کہتے ہیں عیسائیوں کی عبادت گاہ کو، گرجے کو۔ كَنِيْسَةٌ کہتے ہیں یہودیوں کی عبادت گاہ کو۔ إِحْدَاثٌ کا معنی ہے نیا بنانا، نیا، جدید۔ وَلَا يَجُوْزُ إِحْدَاثُ بِيْعَةٍ وَّلَا كَنِيْسَةٍ اور جائز نہیں ہے نئے گرجے اور نئے عبادت خانے یہودیوں کے بنانا فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ۔ کس میں؟ دارالاسلام میں۔ وَإِذَا انْهَدَمَتِ الْبِيَعُ وَالْكَنَائِسُ الْقَدِيْمَةُ۔ بِيَعٌ جمع ہے بِيْعَةٌ کی، كَنَائِسُ جمع ہے كَنِيْسَةٌ کی۔ اور جب گر جائیں ان کے گرجے یا ان کے عبادت خانے اَلْقَدِيْمَةُ جو پرانے تھے، أَعَادُوْهَا تو اسی کو لوٹا لیں گے، یعنی اسی کو پھر کیا کر لیں گے؟ بنا لیں گے۔ انہی کو پھر بنا سکتے ہیں، نئے نہیں بنا سکتے۔

وَيُؤْخَذُ أَهْلُ الذِّمَّةِ۔ یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی یہ جو ذمی ہیں یاد رکھنا ان کو مسلمانوں کی طرح ہم نہیں رہنے دیں گے کہ آپ کو پتہ ہی نہ چلے کون ذمی ہے کون مسلمان ہے، بلکہ ان کو مسلمانوں سے ممتاز رہنا ہو گا، الگ بھئی کہ جیسے ہی کسی کی نظر پڑے وہ فوراً پہچان لے کہ یہ مسلمان ہے یا ذمی ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو ان کو پابند کیا جائے گا کہ وہ مسلمانوں سے الگ ہو کر رہیں، اپنی نشانیاں رکھیں جس سے پتہ لگ جائے۔ مسلمانوں جیسا لباس اور وضع قطع بنانے کی ان کو اجازت نہیں ہو گی بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ دیکھیے آگے ذکر کر رہے ہیں: وَيُؤْخَذُ أَهْلُ الذِّمَّةِ اور پابند کیا جائے گا اہل ذمہ کو، یعنی ذمیوں کو بِالتَّمَيُّزِ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں سے ممتاز ہونے پر۔ مسلمانوں سے ممتاز ہونے کا پابند کیا جائے گا فِيْ زِيِّهِمْ۔ زِيٌّ کہتے ہیں لباس اور وضع قطع کو۔ کہ وہ مسلمانوں سے ممتاز ہوں گے بھئی، ممتاز ہونے پر پابند کیا جائے گا فِيْ زِيِّهِمْ ان کے لباس اور وضع قطع کے اندر، وَمَرَاكِبِهِمْ اور ان کی سواریوں میں، وَسُرُوْجِهِمْ اور ان کی زینوں میں بھئی۔ بھئی گھوڑے پر زین ڈالتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ سواریاں بھی ممتاز ہوں گی، علامت ہو گی، پتہ لگے گا بھئی اس سواری کو دیکھتے ہی پتہ لگ جائے یہ کس کی سواری ہے؟ ذمی کی سواری ہے۔ اسی طرح گھوڑے پر زین وغیرہ ڈالی ہوئی ہے تو یاد رکھیے زین کو دیکھتے ہی پتہ لگ جائے، ایسی زین مقرر کریں گے ہم ان کے لیے کہ پتہ لگ جائے یہ کس کی زین ہے؟ یہ ذمی کا ہے۔ ہاں گھوڑے پر تو بیٹھنے ہی نہیں دیں گے ان کو، گھوڑے پر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہو

گی، مثلاً خچر وغیرہ ہے اس پر زین ڈالتے ہیں تو اس پر زین کیا ہو گی؟ ممتاز ہونی چاہیے، عام مسلمانوں جیسی زین ڈالنے کی اجازت نہیں۔ سمجھ میں آیا؟

تو کہتے ہیں: فِيْ زِيِّهِمْ ان کے لباس کے اندر، وَمَرَاكِبِهِمْ اور ان کی سواریوں میں، وَسُرُوْجِهِمْ اور ان کی جو زین ہے اس میں، وَقَلَانِسِهِمْ اور ان کی جو ٹوپیاں ہیں۔ قَلَانِسُ جمع ہے قَلَنْسُوَةٌ کی، قلنسوہ ٹوپی کو کہتے ہیں بھئی۔ عام مسلمانوں کی طرح یہ ٹوپی نہیں پہن سکتے بھئی بلکہ ان کو پابند کیا جائے گا کہ ٹوپی بھی ان کی الگ ہو، کوئی نشانی لگی ہو، پتہ لگے یہ ذمی ہے بھئی۔ وَلَا يَرْكَبُوْنَ الْخَيْلَ اور یہ گھوڑوں پر سوار نہیں ہو سکتے، وَلَا يَحْمِلُوْنَ السِّلَاحَ اور یہ اسلحہ نہیں اٹھا سکتے۔ اسلحہ اٹھا کر چلنا ان کے لیے اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی ان کو مسلمانوں کی طرح آزادی سے ہم نہیں چھوڑیں گے جیسے مرضی رہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ ہاں کچھ نہ کچھ تھوڑا ان پر تنگی کی جائے گی کہ بھئی اپنا حلیہ الگ رکھو، دیکھتے ہی پتہ لگ جائے کہ یہ کون ہے؟ ذمی ہے۔ اپنی سواری الگ رکھو، گھوڑے پر اعلیٰ سواری پر تمہیں سوار ہونے کی اجازت نہیں ہے، اور اسی طرح اسلحہ وغیرہ اٹھا کر تمہیں چلنے کی اجازت نہیں ہے بھئی۔

وَمَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ أَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا۔ اچھا یہاں سے کچھ جرائم بتلا رہے ہیں ان کے: بھئی ان میں سے اگر کوئی جرم کر لیتا ہے، مثلاً ایک ان میں سے ذمی ہے وہ انکار کر دیتا ہے میں تو جزیہ نہیں دوں گا، یا کسی مسلمان کو قتل کر دیتا ہے، یا حضور صلی الله علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دیتا ہے، یا کسی مسلمان عورت سے زنا کر لیتا ہے، تو کیا وہ جو عہد ہم نے ان کے ساتھ، معاہدہ کیا ہے، کیا معاہدہ بھئی کہ تمہاری جان اور مال محفوظ ہیں، کیا وہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا، اس کا خون کرنا جائز ہو جائے گا، اس کا مال لے لینا جائز ہو جائے گا؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، اگر ایسے جرائم کرے، ان جرائم کی وجہ سے وہ معاہدہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اس جرم کی سزا دی جائے گی لیکن اس کی وجہ سے فوراً ہی ہم کہیں معاہدہ ختم، تم ذمی تھے، ہمارے اوپر تمہاری ذمہ داری تھی کہ تمہارے جان اور مال کی کیا کریں؟ حفاظت، ہم تم سے سال میں اتنا ٹیکس لیتے ہیں ہمارے ذمے ہے کہ ہم تمہاری جان کی بھی حفاظت کریں، مال کی بھی، لیکن تم نے یہ جرم کیا لہٰذا معاہدہ ختم، اب ہم تمہیں قتل کریں گے، نہیں اس طرح نہیں بھئی، معاہدہ اس سے نہیں ٹوٹے گا بلکہ ہاں جرم جس قسم کا ہے جرم کی سزا تو دی جائے گی اس کے مطابق ہی۔ اگر جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا ہے تو اس کو بھی کیا کیا جائے گا؟ قصاصاً قتل کیا جائے گا، لیکن وہ معاہدہ ٹوٹنے کی وجہ سے قتل نہیں، وہ معاہدہ نہیں ٹوٹا بھئی۔ ہاں اگر یہ دار الحرب چلا گیا، اب ٹوٹ گیا معاہدہ بھئی۔ کیا ہو گیا؟ معاہدہ ٹوٹ گیا، اب ذمی یہ نہ رہا، اب حربی بن گیا، سمجھ میں آیا؟ اور اب اس کا خون کرنا مباح ہوا۔

تو کہتے ہیں: وَمَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ اور جو کوئی ان میں سے باز رہا جزیہ دینے سے، أَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا یا جس نے ان میں سے کسی مسلمان کو قتل کر دیا، أَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ یا جس نے گالی دی، یعنی برا بھلا کہا حضور صلی الله علیہ وسلم کو، أَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ یا اس نے زنا کیا کسی مسلمان عورت سے، لَمْ يَنْتَقِضْ عَهْدُهُ تو اس کا عہد، اس کا معاہدہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں جرم کی سزا دیں گے لیکن معاہدہ نہیں، یہ جرم ہے، معاہدے کو اس نے نہیں توڑا۔ وَلَا يَنْتَقِضُ الْعَهْدُ إِلَّا بِأَنْ يَّلْحَقَ بِدَارِ الْحَرْبِ اور نہیں ٹوٹتا وہ عہد، یعنی معاہدہ إِلَّا بِأَنْ يَّلْحَقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مگر یہ کہ وہ کہاں چلا جائے؟ دار الحرب چلا جائے، تو پھر عہد ذمہ ٹوٹ گیا۔ أَوْ يَغْلِبُوْا عَلٰى مَوْضِعٍ فَيُحَارِبُوْنَنَا یا کسی جگہ پر یہ غالب آ جاتے ہیں، قبضہ کر لیتے ہیں اور پھر ہمارے ساتھ جنگ کرتے ہیں تو اب بھی معاہدہ ٹوٹ گیا۔ سارے ذمی کیا ہو جاتے ہیں؟ ایک جگہ پر اکٹھے ہو جاتے ہیں، ایک علاقے پر قبضہ کر لیتے ہیں اور ہمارے ساتھ جنگ کرتے ہیں تو بس معاہدہ ٹوٹ گیا، اب سارے مباح الدم ہو گئے، ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ تو کہتے ہیں: أَوْ يَغْلِبُوْا عَلٰى مَوْضِعٍ یا وہ غالب آ جاتے ہیں کسی جگہ پر، فَيُحَارِبُوْنَنَا پس ہمارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔

وَإِذَا ارْتَدَّ الْمُسْلِمُ۔ اب مرتد کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ یاد رکھیے جب کوئی شخص مرتد ہو جاتا ہے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ تین دن تک جیل میں ڈالیں گے کہ بھئی مسلمان ہو جاؤ، اگر اسلام کے بارے میں کوئی اعتراض ہے آپ کے دل کے اندر اسے پیش کرو، ہم اس کا جواب دیں گے، آپ کی تسلی کروا دیں گے۔ لیکن غیر اسلام پر اب آپ کو چھوڑنے کی اجازت نہیں، دین کو آپ نے سمجھ لیا ہے۔ ایک شخص جب دین اسلام پر تھا، دین کو اس نے سمجھ لیا، دین کی خیر اور برکات اس کے سامنے ظاہر ہو گئیں، پھر وہ دین کو چھوڑ رہا ہے، معلوم ہوا ہے وہ مسلمانوں کو اور اسلام کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے، لہٰذا اس کو اب زندہ رہنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

کہتے ہیں: وَإِذَا ارْتَدَّ الْمُسْلِمُ عَنِ الْإِسْلَامِ اور جب مرتد ہو جائے کوئی مسلمان اسلام سے، عُرِضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ تو پھر اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، اسے پکڑ لیں گے اور کہیں گے بھئی مسلمان ہو جاؤ، دعوت دیں گے دعوت و تبلیغ بھئی۔ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ شُبْهَةٌ اگر اس کا کوئی شبہ تھا، یعنی اس کے دل میں کوئی اعتراض وغیرہ تھا کہ بھئی یہ کیوں ہے اسلام میں یہ کیوں ہے، كُشِفَ لَهُ تو کھولا جائے گا اس کے لیے اس شبہے کو، یعنی اس شبہے کو دور کیا جائے گا۔ علماء کیا کریں گے؟ اس کو جواب دیں گے بھئی، سمجھ میں آیا؟ ہر شبہے کا بہترین بلکہ بے شمار جوابات علماء نے دیے ہیں، خوب دل کو تسلی ہو جاتی ہے، سمجھ میں آیا

بھئی؟ تو اس کے شبہات کو دور کیا جائے گا، وَيُحْبَسُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ اور اسے قید کیا جائے گا تین دن تک، فَإِنْ أَسْلَمَ اگر وہ مسلمان ہو گیا تو اچھی بات ہے، وَإِلَّا قُتِلَ ورنہ اسے کیا کر دیا جائے گا؟ قتل کر دیا جائے گا۔

اچھا بھئی یہ ایک شخص تھا وہ مرتد ہو گیا، مرتد ہونے کے بعد اب ہونا یہ چاہیے تھا ہم اسے قید میں ڈالتے، تین دن مہلت دیتے اور پھر اسلام پیش کرتے، اس کے شبہات کا جواب دیتے اور پھر بھی وہ اسلام نہ لاتا تو تین دن بعد کیا کر دیا جاتا؟ اسے قتل کر دیا جاتا بھئی۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایک اور مسلمان نے جب یہ مرتد ہوا اس نے اس کو قتل کر دیا، تو کہتے ہیں یاد رکھیے اس مسلمان نے برا کیا، اس کو اس طرح قتل نہیں کرنا چاہیے تھا، لیکن اس پر نہ تو قصاص ہے اور نہ دیت ہے، قصاص اور دیت وغیرہ اس پر نہیں ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مسلمان نے اسے قتل کیا ہے، نہ تو اس پر قصاص ہے، اس سے قصاص بھی نہیں لیا جائے گا اور دیت وغیرہ بھی نہیں۔ کیونکہ جب وہ کافر ہو گیا، اس نے دین اسلام کو چھوڑ دیا تو وہ مباح الدم ہو چکا تھا، اس کا خون جائز ہو چکا تھا، یہ تو ہم تین دن کی اسے مہلت دے رہے ہیں کہ پھر سوچ لو بھئی، واپس آ جاؤ ابھی بھی وقت ہے، ورنہ وہ مرتد ہوتے ہی کیا ہو چکا ہے؟ مباح الدم ہو چکا ہے۔ تو کہتے ہیں: فَإِنْ قَتَلَهُ قَاتِلٌ قَبْلَ عَرْضِ الْإِسْلَامِ عَلَيْهِ پس اگر اس مرتد کو قتل کر دیا کسی قاتل نے اس پر اسلام پیش کرنے سے پہلے ہی، كُرِهَ لَهُ ذٰلِكَ تو اس کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے، وَلَا شَيْءَ عَلَى الْقَاتِلِ اور قاتل پر کچھ بھی نہیں ہے، نہ تو قصاص ہے اور نہ دیت ہے بھئی۔

وَأَمَّا الْمَرْأَةُ۔ بھئی یہ تو مرد کا حکم تھا اسے تین دن قید کریں گے اور پھر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ عورت کا کیا حکم ہے، کوئی عورت مرتدہ ہو گئی؟ کہتے ہیں بھئی عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، ہاں اس کو جیل میں ڈال دیں گے اور اسے دعوت دیں گے کہ بھئی پھر اسلام کی طرف آ جاؤ، نہیں تو ہمیشہ جیل میں پڑی رہے گی یہاں تک کہ پھر مسلمان ہو جائے، اگر نہیں ہوتی تو جیل ہی میں رکھیں گے اسے ہمیشہ۔ کہتے ہیں: وَأَمَّا الْمَرْأَةُ إِذَا ارْتَدَّتْ اور باقی عورت جب مرتد ہو جائے، فَلَا تُقْتَلُ اسے قتل نہیں کیا جائے گا، وَلٰكِنْ تُحْبَسُ حَتّٰى تُسْلِمَ لیکن اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئے۔

یہاں سے اب مرتد کا حکم بیان کر رہے ہیں، اس کے مال وغیرہ کا حکم، کیا حکم ہے؟ یاد رکھیے جب کوئی شخص مرتد ہوتا ہے تو مرتد ہوتے ہی اس کی ملکیت اپنے اموال سے ختم ہو گئی۔ جو جو مال تھا اس کا، گاڑیاں تھیں، کوٹھیاں تھیں، زمینیں تھیں، ساری اس کی ملکیت سے نکل گئیں، لیکن پکی پکی نہیں نکلیں، موقوف طور پر نکلی ہیں۔ کس طریقے پر؟ موقوف طور پر۔ اس کی ملکیت موقوف طریقے پر زائل ہوئی ہے، یعنی اگر یہ پھر مسلمان ہو گیا تو پھر اسے ملکیت حاصل ہو جائے گی، سمجھ میں آیا؟ اور اگر پھر مسلمان نہ ہوا پھر تو یہ قتل کر دیا جائے گا اور وہ سارا کس کو مل جائے گا؟ وارثوں کو مل جائے گا۔ اور اگر یہ مرتد ہو کر بھاگ کر کہاں چلا گیا؟ دارالحرب چلا گیا، تو یاد رکھیے ابھی بھی مولانا اس کی ملکیت موقوف ہے کیونکہ امید ہے یہ شاید پھر مسلمان ہو کر واپس آ جائے۔ لیکن پھر قاضی فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ شخص کہاں جا چکا؟ دارالحرب جا چکا مرتد ہو کر۔ بس جب قاضی فیصلہ کرے گا تو اب یوں سمجھا جائے گا یہ ارتداد یاد رکھیے موت کی طرح ہے۔ کس کے حکم میں ہے؟ موت کے حکم میں ہے، لہٰذا موت والے احکامات آ جائیں گے۔ اور موت کی صورت میں جب کوئی شخص مر جائے تو اس کا مال کس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے؟ وارثوں کی طرف۔ لہٰذا جب دارالحرب چلا گیا تھا ابھی بھی امکان تھا، ابھی بھی ہم نے اس پر مرنے کا حکم نہیں لگایا تھا، اس کے وارثوں کے حوالے مال نہیں کیا تھا، لیکن جب قاضی فیصلہ کر دیتا ہے تو اب قاضی کے فیصلے کے بعد اب موت کا حکم لگا دیا جائے گا اور اس کا مال کس کی طرف منتقل ہو جائے گا؟ اس کے وارثوں کی طرف۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَيَزُوْلُ مِلْكُ الْمُرْتَدِّ عَنْ أَمْوَالِهِ بِرِدَّتِهِ اور زائل ہو جاتی ہے مرتد کی ملکیت اس کے مالوں سے بِرِدَّتِهِ اس کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے۔ اور کس طریقے پر زائل ہوتی ہے؟ زَوَالًا مُّرَاعًى۔ مَرَاعًى کا معنی محفوظ طریقے پر، یعنی موقوف طریقے پر، مراد ہے موقوف بھئی۔ زَوَالًا مُّرَاعًى ایسا زائل ہونا جو موقوف طریقے پر ہو۔ فَإِنْ أَسْلَمَ پس اگر یہ مسلمان ہو گیا، عَادَتْ أَمْلَاكُهُ إِلٰى حَالِهَا تو لوٹ آئیں گی اس کی املاک اپنی حالت کی طرف، یعنی پھر اس کی ملکیتیں بن جائیں گی۔ وَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ عَلٰى رِدَّتِهِ اور اگر یہ مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا اس کے مرتد ہونے کی حالت میں ہی، اِنْتَقَلَ مَا اكْتَسَبَهُ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ إِلٰى وَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ تو منتقل ہو جائے گا وہ جو اس نے کمایا تھا اسلام کی حالت میں، کدھر منتقل ہو گا؟ إِلٰى وَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ اس کے مسلمان وارثوں کی طرف۔ وَكَانَ مَا اكْتَسَبَهُ فِيْ حَالِ رِدَّتِهِ فَيْئًا اور وہ جو اس نے کمایا تھا مرتد ہونے کی حالت میں فَیْئًا وہ غنیمت ہو گی۔ وہ کیا ہو گا؟ مال غنیمت ہو گا بھئی، تو بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا اور مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا۔[1]

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۷): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «اِنْتَقَلَ مَا اكْتَسَبَهُ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ إِلٰى وَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «انتقل ما كان اكتسبه في حال الإسلام إلى ورثته المسلمين» منقول ہے۔

فَإِنْ لَّحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا اگر یہ بھاگ کر چلا گیا دارالحرب مرتد ہو کر، وَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِلَحَاقِهٖ اور حاکم نے بھی فیصلہ کر دیا اس کے دارالحرب سے ملحق ہونے کا، دارالحرب چلے جانے کا، عَتَقَ مُدَبَّرُوْهُ وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهٖ تو آزاد ہو جائیں گے اس کے سارے مدبر اور اس کی ساری ام ولد جو ہیں وہ ساری کیا ہو جائیں گی؟ آزاد ہو جائیں گی۔ وَحَلَّتِ الدُّيُوْنُ۔ حَلَّ يَحِلُّ حُلُوْلًا کا معنی ہوتا ہے ادائیگی کا وقت ہونا۔ بھئی اس پر دیون تھے، مثلاً کچھ دیون تو فوری ادائیگی والے ہوتے ہیں وہ تو فوری ادا کیے جاتے ہیں، کچھ میں مدت متعین ہوتی ہے۔ تو آپ جانتے ہیں جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو جن دیون میں مدت بھی مقرر ہو فوری ان کی ادائیگی کی جاتی ہے، ان کا ادائیگی کا وقت ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی مر گیا بھئی، اس نے کسی سے گاڑی خریدی تھی اور اس گاڑی کے پانچ لاکھ روپے اس نے دو سال بعد ادا کرنے ہیں، لیکن یہ آج ہی مر گیا۔ جیسے ہی مرا، بھئی اب وہ دو سال بعد نہیں ادائیگی ہو گی بلکہ فوری ادائیگی اب کرنا پڑے گی، تو لہٰذا اب یہ مر گیا تو اس کے مال میں سے اس کے کفن دفن کا بندوبست کریں گے اور پھر وہ سارے دیون وغیرہ کیا کیے جائیں گے؟ ادا کیے جائیں گے، اب وہ دو سال والی مدت نہیں بھئی۔ تو اسی طرح مرتد کے اندر بھی ہے، مرتد نے بھی کچھ دیون دینے تھے لیکن ان کی مدت متعین تھی، لیکن جب قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اب فوراً ان دیون کی ادائیگی کا وقت ہو گیا کیونکہ گویا یہ مر چکا ہے اور مرتے ہی دیون کو فوراً گیا کرنا پڑتا ہے؟ ادا کرنا پڑتا ہے، تو لہٰذا اب ادا کیے جائیں گے اس کے مال میں سے۔[۲]

تو کہتے ہیں: عَتَقَ مُدَبَّرُوْهُ وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهٖ اس کے سارے مدبر اور ساری ام ولد جو ہیں وہ آزاد ہو جائیں گی، وَحَلَّتِ الدُّيُوْنُ الَّتِيْ عَلَيْهِ اور ادائیگی کا وقت ہو جائے گا ان سارے دیون کا جو اس شخص پر تھے، وَانْتَقَلَ مَا اكْتَسَبَهٗ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ إِلٰى وَرَثَتِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور منتقل ہو جائے گا وہ جو اس نے کمایا تھا اسلام کی حالت میں، کیونکہ مرنے کا حکم لگ گیا نا تو اب کس کو مل جاتا ہے مال پھر؟ وارثوں کو۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں کہ اس نے اسلام کی حالت میں جو کمایا تھا وہ سارا منتقل ہو جائے گا إِلٰى وَرَثَتِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں میں سے جو اس کے ورثاء ہوں ان کی طرف۔ وَيُقْضَى الدُّيُوْنُ الَّتِيْ لَزِمَتْهُ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ مِمَّا اكْتَسَبَهٗ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ۔ یاد رکھیے کچھ مال اس نے اسلام میں کمایا تھا اور کچھ دیون بھی اسلام کی حالت میں اس پر آئے تھے، اور کچھ مال اس نے مرتد ہونے کی حالت میں کمایا ہے اور کچھ دیون بھی مرتد ہونے کی حالت میں اس پر آئے ہیں، تو کہتے ہیں جس حالت میں دین آیا تھا اسی حالت کی کمائی سے اس کی ادائیگی کی جائے گی۔ اگر دین اس پر اسلام کی حالت میں آیا تھا تو اسلام کی حالت میں جو اس نے کمایا ہے اس سے کیا کی جائے گی؟ اس کی ادائیگی کی جائے گی۔ اور اگر دین اس پر مرتد ہونے کے بعد آیا ہے تو مرتد ہونے کے بعد جو اس نے کمایا ہے اس کے ذریعے کیا کی جائے گی؟ ادائیگی کی جائے گی۔ کہتے ہیں: وَيُقْضَى الدُّيُوْنُ الَّتِيْ لَزِمَتْهُ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ تو ادا کیے جائیں گے وہ دیون جو اس کو لازم ہوئے ہیں فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ کس حال میں؟ اسلام کی حالت میں لازم ہوئے ہیں، ان دیون کو ادا کیا جائے گا مِمَّا اكْتَسَبَهٗ فِيْ حَالِ الْإِسْلَامِ اس مال میں سے جس کو اس نے کمایا تھا اسلام کی حالت میں۔ وَمَا لَزِمَهٗ مِنَ الدُّيُوْنِ فِيْ رِدَّتِهٖ اور وہ دیون جو اس کو لازم ہوئے ہیں مرتد ہونے کی حالت میں، يُقْضٰى مِمَّا فِيْ حَالِ رِدَّتِهٖ ان کو ادا کیا جائے گا اس مال میں سے جو اس کے مرتد ہونے کی حالت میں اس نے کیا کیا ہے؟ کمایا ہے، جو اس کا مرتد ہونے کی حالت میں ہے۔[۳]

وَمَا بَاعَهٗ أَوِ اشْتَرَاهُ۔ بھئی یہ جو شخص مرتد ہوا اس نے کئی عقد بھی کیے تھے۔ کہتے ہیں بھئی یاد رکھو یہ جتنے عقد اس نے کر لیے وہ سارے عقد بھی موقوف رہیں گے۔ کسی سے کوئی چیز خریدی ہے، بیچی ہے مرتد ہونے کے بعد، تو یہ سارے عقد کیا ہیں؟ موقوف ہیں۔ اگر یہ مسلمان ہو گیا پھر تو یہ سارے عقد صحیح ہو جائیں گے، اور اگر یہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا یا دارالحرب چلا گیا تو سارے عقد کیا ہو جائیں گے؟ باطل ہو جائیں گے۔ کہتے ہیں: وَمَا بَاعَهٗ اور وہ چیز جو اس نے بیچی ہے، أَوِ اشْتَرَاهُ یا جسے اس نے خریدا ہے، أَوْ تَصَرَّفَ فِيْهِ مِنْ أَمْوَالِهٖ فِيْ حَالِ رِدَّتِهٖ یا جو اس نے تصرف کیا ہے اپنے مالوں کے اندر مرتد ہونے کی حالت میں، مَوْقُوْفٌ یہ سارے تصرفات کیا ہیں؟ موقوف ہیں۔ فَإِنْ أَسْلَمَ اگر یہ مسلمان ہو گیا، صَحَّتْ عُقُوْدُهٗ تو اس کے وہ سارے عقود صحیح ہو جائیں گے۔ وَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتْ اور اگر یہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا یا دارالحرب چلا گیا تو یہ سارے عقود باطل ہو جائیں گے۔

وَإِنْ عَادَ الْمُرْتَدُّ۔ اچھا بھئی یہ مرتد ہو کر ایک شخص چلا گیا تھا، پھر بعد میں وہ مسلمان ہو کر واپس آ جاتا ہے، تو کیا اس کا مال اس کو دیا جائے گا؟ کہتے ہیں

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَّحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لحق بدرا الحرب مرتدا» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۳۷):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَا لَزِمَهٗ مِنَ الدُّيُوْنِ فِيْ رِدَّتِهٖ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وما لزمه من الديون في حال ردته» منقول ہے۔

بھئی یاد رکھو اس کا جو مال تھا وہ تو ہم نے ورثاء کو دے دیا، اس میں سے جو کچھ وہ خرچ کر چکے ہیں وہ تو دوبارہ اس کو مل نہیں سکتا، یا جو چیزیں انہوں نے بیچ دی ہیں وہ تو واپس نہیں مل سکتیں، ہاں اگر کوئی چیز بعینہ ابھی بھی اسی طرح وارثوں کے ہاتھوں میں ہے جو اس کی تھی تو وہ ان سے لے لیا جائے گا۔ کیا کیا جائے گا؟ لے لیا جائے گا۔ اس کا مکان تھا، ابھی بھی وہ اسی طرح ان کے قبضے میں موجود ہے، انہوں نے بیچا وغیرہ نہیں؛ اس کی گاڑی تھی، انہوں نے ابھی بیچی نہیں بھئی، اور اسی طرح کوئی چیزیں تھیں اس کی جو ابھی انہوں نے بیچی نہیں، تو جو چیزیں اسی طرح ابھی موجود ہیں وہ ان سے واپس اس کو دلا دی جائیں گی، کب؟ جبکہ یہ مسلمان ہو کر واپس آجائے۔ تو کہتے ہیں: وَإِنْ عَادَ الْمُرْتَدُّ بَعْدَ الْحُكْمِ بِلَحَاقِهِ إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ مُسْلِمًا پس اگر لوٹ آیا مرتد بعد اس کے ملحق ہونے کے حکم کے إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ دارالاسلام کی طرف مُسْلِمًا مسلمان ہو کر، فَمَا وَجَدَهُ فِي يَدِ وَرَثَتِهِ مِنْ مَّالِهِ بِعَيْنِهِ أَخَذَهُ پس جو کچھ یہ پائے اپنے وارثوں کے قبضے میں اپنے مال میں سے بِعَيْنِهِ، یعنی عین اسی مال کو پالے، أَخَذَهُ تو کیا کر لے گا؟ اسے لے لے گا۔

یہ تو مرتد کا حکم تھا کہ اس کے تصرفات موقوف رہتے ہیں، اور اگر وہ پھر مسلمان ہو جائے تو نافذ ہو جائیں گے، اگر وہ مر جائے یا دارالحرب چلا جائے تو باطل ہو جائیں گے، اور اگر پھر وہ مسلمان ہو کر واپس آجائے تو جو چیز جس طرح موجود ہے اسی طرح اس کو وہ واپس لے سکتا ہے۔ اور مرتدہ عورت جو ہے وہ تصرفات کرتی ہے، اسے تو ہم نے ہمیشہ کے لیے قید میں رکھا ہے، کہتے ہیں ہاں اس کے تصرفات اپنے مال میں صحیح ہیں، وہ جو بیع وشراء وغیرہ کرتی ہے وہ صحیح ہے، وہ نافذ ہوں گے۔ کہتے ہیں: وَالْمُرْتَدَّةُ إِذَا تَصَرَّفَتْ فِي مَالِهَا فِي حَالِ رِدَّتِهَا اور مرتد عورت نے جو تصرف کیا اپنے مال کے اندر اپنے مرتد ہونے کی حالت میں، جَازَ تَصَرُّفُهَا تو اس کا تصرف کرنا جائز ہے۔

وَنَصَارٰى بَنِيْ تَغْلِبَ يُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ ضِعْفُ مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الزَّكَاةِ۔ یہ بنی تغلب بھئی ایک قبیلہ تھا عیسائیوں کا۔ عیسائیوں کا ایک قبیلہ تھا بھئی روم کے قریب تھے بھئی۔ حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ کے زمانے میں بھئی مسلمان گئے بھئی اور ان کو کہا کہ جزیہ ادا کرو، تو یہ کہنے لگے بھئی ہم بڑی شان وشوکت والے لوگ ہیں، جزیہ دینا یہ تو ہماری عزت کے خلاف ہے۔ سمجھ میں آیا؟ ٹیکس دینا دوسرے کو بھئی یہ تو ہماری کیا ہے؟ اس سے ساری عزت خراب ہو جائے گی بھئی، ہم جزیہ نہیں دیں گے آپ کو کبھی بھی۔ ہاں اگر مسلمانوں سے تم زکوۃ لیتے ہو، ہم سے بھی زکوۃ لے لو، ہم مسلمانوں سے دگنی زکوۃ دے دیں گے لیکن ہم زکوۃ دیں گے، جزیہ نہیں دیں گے جزیے کے نام سے۔ چنانچہ ان پر دگنی زکوۃ مقرر کر دی گئی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ نے دگنی زکوۃ مقرر کی اور فرمایا یہ ہے جزیہ ہی، تم اس کو جو مرضی نام دے دو، چاہے زکوۃ کہو یا نہ کہو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، یہ ہے تو کیا؟ جزیہ ہے۔ تو لہذا ان سے اب وہ دگنی زکوۃ لی جائے گی، یعنی جو زکوۃ بنتی ہے جتنی مال کے اندر اس سے دگنا جزیہ ان سے لیا جائے گا اس زکوۃ کے حساب سے۔ اور نیز جزیے میں تو آپ نے پڑھا کہ عورتوں اور بچوں سے نہیں لیا جاتا، لیکن زکوۃ آپ جانتے ہیں وہ عورت کے مال میں سے بھی لی جاتی ہے، لہذا اب یہ جو جزیہ ہے زکوۃ سے دگنا، یہ ان کی عورتوں سے بھی وصول کیا جائے گا بھئی، مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی۔ ہاں بچوں سے نہیں وصول ہو گا بھئی کیونکہ بچوں پر زکوۃ نہیں۔

تو کہتے ہیں: وَنَصَارٰى بَنِيْ تَغْلِبَ اور بنی تغلب قبیلے کے جو عیسائی ہیں، نَصَارٰى جمع ہے نَصْرَانِيٌّ کی بھئی، یہ عیسائی کو کہتے ہیں۔ اور قبیلہ بنی تغلب کے جو عیسائی ہیں، يُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ لیا جائے گا ان کے مالوں میں سے ضِعْفُ مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الزَّكَاةِ دگنا اس سے جو لیا جاتا ہے مسلمانوں سے زکوۃ میں سے۔ یعنی مسلمانوں سے جتنی زکوۃ لی جاتی ہے جس حساب سے اسی طرح ان سے بھی لیا جائے گا لیکن دگنا لیا جائے گا۔ وَيُؤْخَذُ مِنْ نِّسَائِهِمْ اور ان کی عورتوں سے بھی لیا جائے گا، وَلَا يُؤْخَذُ مِنْ صِبْيَانِهِمْ اور ان کے بچوں سے نہیں لیا جائے گا بھئی۔

وَمَا جَبَاهُ الْإِمَامُ مِنَ الْخَرَاجِ۔ اچھا بھئی یہاں سے آگے یہ بتلا رہے ہیں: بھئی امام بہت سے مال اکٹھے کرتا ہے، خراج امام اکٹھا کرتا ہے، بنی تغلب سے انہوں نے وہ جو جزیہ لیا مثلاً وہ اکٹھا کر لیا، بعض حربیوں نے کوئی ہدیے وغیرہ بادشاہ کی خدمت میں، امیر کی خدمت میں بھیج دیے، اسی طرح بھئی جزیہ وغیرہ ہے، ان کا کیا کیا جائے گا، ان کو کیسے خرچ کیا جائے گا؟ کہتے ہیں اس کو مسلمانوں کی اور مملکت اسلامیہ کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں: وَمَا جَبَاهُ۔ جَبٰی کے معنی ہیں اکٹھا کرنا۔ وَمَا جَبَاهُ الْإِمَامُ مِنَ الْخَرَاجِ اور وہ جو اکٹھا کر لے، جمع کر لے امام خراج میں سے، وَمِنْ أَمْوَالِ بَنِيْ تَغْلِبَ اور بنی تغلب کے اموال میں سے، وَمَا أَهْدَاهُ أَهْلُ الْحَرْبِ إِلَى الْإِمَامِ اور وہ جو ہدیے بھیجے ہیں اہل حرب نے امام کی طرف، وَالْجِزْيَةُ اور اسی طرح جزیہ جو ہے، يُصْرَفُ فِي مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ ان کو خرچ کیا جائے گا مسلمانوں کی مصلحتوں کے کاموں میں۔ فَيُسَدُّ مِنْهُ الثُّغُوْرُ پس اس کے ذریعے بند کیا جائے گا سرحدوں کو۔ سَدَّ يَسُدُّ کے معنی ہیں بند کرنا۔ اور ثُغُوْرٌ جمع ہے ثَغْرٌ کی، ثغر کہتے ہیں سرحد کو بھئی۔ سرحدوں کو بند کریں گے جس طرف سے دشمن کے حملے کا خطرہ ہے، ان کو کیا کر دیا جائے گا؟ بند کیا جائے گا۔

وَتُبْنَى الْقَنَاطِرُ وَالْجُسُوْرُ۔ قَنَاطِرُ جمع ہے قَنْطَرَةٌ کی، جُسُوْرٌ جمع ہے جِسْرٌ کی۔ قنطرہ اور جسر دونوں یہ پل کو کہتے ہیں بھئی۔ پانی کے اوپر جو پل بنایا جاتا ہے بھئی اس کو کیا کہتے ہیں؟ قنطرہ بھی اور جسر بھی کہتے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے: قنطرہ وہ پل ہے جو مستقل لگا ہوا ہے، اور جسر وہ پل ہے جسے عارضی طور پر بنالیا جاتا ہے اور پھر وقت آنے پر ہٹا بھی دیا جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً کشتیوں وغیرہ کی مدد سے پل بنالیتے ہیں پھر بعد میں وقت آنے پر ہٹا دیتے ہیں۔ تو ایک ہے دائمی پل، ایک ہے عارضی پل۔ دائمی پل کو کیا کہتے ہیں؟ قنطرہ، اور عارضی کو جسر کہتے ہیں۔ یا بعض کہتے ہیں قنطرہ وہ پل ہے جو گولائی کی شکل میں ہوتا ہے نیچے کی طرف سے، اور جسر سیدھا پل ہے۔ ایک سیدھا پل بنا ہوتا ہے، ایک نچلی جانب سے گول گول خانے سے بنے ہوتے ہیں بھئی اس کے، وہ جو گولائی کے اندر جس کے خانے بنے ہوئے ہیں نصف دائرے کی شکل میں اس کو کہتے ہیں قنطرہ اور دوسرے پل کو کیا کہتے ہیں؟ جسر کہتے ہیں۔ تو بعضوں نے یہ فرق کیا بھئی۔ وَتُبْنَى الْقَنَاطِرُ وَالْجُسُوْرُ اور تعمیر کیے جائیں گے اس کے ذریعے قناطر اور جسور، یعنی دائمی پل اور عارضی پل۔

وَيُعْطٰى مِنْهُ قُضَاةُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اچھا بھئی اور اسی میں سے وظیفے ادا کیے جائیں گے۔ مسلمانوں کے جو قاضی ہیں ان کو تنخواہ وغیرہ دینا پڑے گی بھئی، وہ بھی اس میں سے ادائیگی کی جائے گی۔ اسی طرح بھئی یہ جو خراج، جزیہ وغیرہ اکٹھا کرنا ہے بھئی اس کے لیے کچھ لوگوں کو مقرر کرنا پڑے گا، ان کی تنخواہیں بھی اسی میں سے ادا کی جائیں گی۔ اسی طرح مسلمانوں کے علماء ہیں، مدرس ہیں، مفتی ہیں ان کی تنخواہیں بھی اسی میں سے ادا کی جائیں گی۔ تو کہتے ہیں: وَيُعْطٰى مِنْهُ قُضَاةُ الْمُسْلِمِيْنَ اور دیا جائے گا اس میں سے مسلمانوں کے قاضیوں کو، قُضَاةٌ جمع ہے قَاضٍ کی، مسلمانوں کے قاضیوں کو، وَعُمَّالُهُمْ اور مسلمانوں کے جو عامل ہیں، یعنی یہ جو مال وغیرہ اکٹھا کرنے پر مقرر ہیں یا زکوٰۃ اکٹھا کرنے پر مقرر ہیں، وَعُلَمَاؤُهُمْ اور مسلمانوں کے جو علماء ہیں، میں نے بتلایا علماء، مفتی، مدرس سب کو دیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ علماء، مفتی، مدرس ان لوگوں کو تنخواہیں دینا یہ مملکت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے، خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ ان سب کو کیا کرے؟ ان کو تنخواہیں دے تاکہ یہ دین کا کام اطمینان سے کر سکیں بھئی۔ تو ان کو دیا جائے گا مَا يَكْفِيْهِمْ اتنا مال جو ان کے لیے کافی ہو، جس سے اچھے طریقے سے کیا کر سکیں؟ گزر بسر کر سکیں۔ وَيُدْفَعُ مِنْهُ أَرْزَاقُ الْمُقَاتِلَةِ وَذَرَارِيْهِمْ اور دیا جائے گا اسی میں سے، مُقَاتِلَةٌ کہتے ہیں قتال کرنے والے، لڑنے والے، یعنی مجاہدین، وَذَرَارِيْهِمْ اور ذَرَارِيْ جمع ہے ذُرِّيَّةٌ کی، اولاد کو کہتے ہیں بھئی۔ مجاہدین اور ان کی جو اولادیں ان کو بھی اسی میں سے خرچے دیے جائیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی یوں کہو فوجیوں کو، فوج وغیرہ جو ہے اور ان کی جو اولادیں، گھر وغیرہ ان کو بھی اس میں سے خرچہ دیا جائے گا۔[۴]

وَإِذَا تَغَلَّبَ قَوْمٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى بَلَدٍ وَّخَرَجُوْا مِنْ طَاعَةِ الْإِمَامِ۔ اچھا آگے بھئی باغیوں کے احکام بیان کرنے لگے ہیں۔ کس کے احکام؟ باغیوں کے احکام بیان کرنے لگے ہیں۔ کہتے ہیں بھئی اگر کچھ لوگوں نے بغاوت کر دی اور کسی ایک جگہ پر اکٹھے ہو گئے اور امیر کی اطاعت سے نکل گئے، اس کا انکار کر دیا، تو اب امیر یہ نہیں کہ فوراً ان پر حملہ کرے اور ان سب کو قتل کر دے، بلکہ امیر لشکر بھیجے گا اور وہ ان کو پھر دعوت دیں گے بھئی کہ واپس آ جاؤ، ان کے کوئی اشکالات وغیرہ ہیں، ان کے کوئی مسئلے ہیں ان مسائل کو حل کرے گا کیونکہ مسلمانوں کا قتل ویسے جائز نہیں۔ ان کو پھر لوٹنے کا کہے گا، ان کے شبہات دور کرے گا، اور ان سے لڑائی میں پہل بھی نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ لڑائی شروع کر دیں۔ جب وہ لڑائی شروع کر دیں گے تو پھر کیا کیا جائے گا؟ ان کے ساتھ بھی لڑائی کی جائے گی یہاں تک کہ ان کی جماعت منتشر ہو جائے، بکھر جائے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ لڑائی یہاں تک کی جائے گی کہ ان کی جماعت بکھر جائے، ختم ہو جائے بھئی۔

اگر ان کی کوئی اور بھی جماعت ہے بھئی، بھئی ان کے کچھ لوگ زخمی ہو گئے، پکڑے گئے وغیرہ، ان کے ساتھ کیا کریں گے؟ کہتے ہیں اگر ان کی کوئی اور جماعت بھی ہے تو اب ان کے زخمیوں کو فوراً قتل کر دیا جائے گا جلدی سے۔ کیوں؟ کہتے ہیں اس لیے کیونکہ اگر ہم ان کو چھوڑ دیں گے یہ پھر ان کے ساتھ جا کر مل جائیں گے۔ اگر ان کے اور کوئی ساتھی وغیرہ نہیں ہیں پھر تو ان کی جماعت کے ساتھ جنگ ہو چکی، ہم نے منتشر کر دیا، ختم ہو گئے، ان کی قوت ختم ہو چکی ہے، اب ان کے زخمیوں کو نہ مارو بھئی بلکہ ان کو چھوڑ دو اسی طرح۔ سمجھ میں آیا؟ اسی طرح بھئی لڑائی ہوئی ہے، ان میں سے کچھ لوگ بھاگ اٹھے بھئی، اگر ان کی کوئی اور بھی جگہ پر جماعت موجود ہے پھر تو ان کا بھی پیچھا کرو، ان کو نہ چھوڑو، یہ ان کے ساتھ جا کر پھر ان کی قوت بنیں گے، لہٰذا ان کا پیچھا کرو اور ان کو بھی قتل کر دو۔ اور اگر ان کی کوئی اور جماعت نہیں ہے بھئی پھر تو ان کی جماعت کو ہم نے منتشر کر دیا، ختم ہو گئے بھئی، اب ان کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو لہٰذا اگر کوئی اور جماعت ان کی ہے تو ان کے زخمیوں کو قتل بھی کریں گے اور بھاگنے والوں کا پیچھا بھی کریں گے، اور اگر کوئی اور جماعت نہیں ہے تو ان کے زخمیوں کو قتل بھی نہیں کریں گے اور ان کا پیچھا بھی نہیں کریں گے۔

---

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۳۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَيُدْفَعُ مِنْهُ أَرْزَاقُ الْمُقَاتِلَةِ وَذَرَارِيْهِمْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ويدفع منه أرزاق المقاتلة وذراريهم» منقول ہے۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا تَغَلَّبَ۔ تَغَلَّبَ کا معنی ہے زبردستی قبضہ کرنا۔ وَإِذَا تَغَلَّبَ قَوْمٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى بَلَدٍ جب زبردستی قبضہ کر لیا کسی گروہ نے مسلمانوں میں سے عَلٰى بَلَدٍ کسی شہر پر، مسلمانوں کی ایک جماعت نے زبردستی قبضہ کر لیا کسی شہر پر، وَخَرَجُوْا مِنْ طَاعَةِ الْإِمَامِ اور وہ نکل گئے امام کی اطاعت سے، اطاعت کا انکار کر دیا انہوں نے، دَعَاہُمْ إِلَى الْعَوْدِ إِلَى الْجَمَاعَةِ تو امام ان کو بلائے گا واپس لوٹنے کی طرف إِلَى الْجَمَاعَةِ جماعت کے ساتھ، کہ پھر کیا کرو؟ تم مسلمانوں کی ساری جماعت سے الگ نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ آ کر مل جاؤ، وَكَشَفَ عَنْ شُبْہَتِہِمْ اور کھولے گا ان کے شبہے کو، یعنی دور کرے گا ان کے اعتراض کو اگر کوئی اعتراض ہے یا مسئلہ ہے، وَلَا يَبْدَؤُہُمْ بِالْقِتَالِ حَتّٰى يَبْدَؤُوْہُ اور شروع نہیں کرے گا ان کے ساتھ لڑائی کو یہاں تک کہ وہ لڑائی شروع کریں۔ فَإِنْ بَدَؤُوْا پس اگر وہ شروع کریں لڑائی، قَاتَلَہُمْ تو امام بھی کیا کرے گا؟ ان سے لڑائی کرے گا، حَتّٰى يُفَرِّقَ جَمَاعَتَہُمْ یہاں تک کہ متفرق ہو جائے ان کی جماعت بھئی، منتشر ہو جائے ان کی جماعت۔

وَإِنْ كَانَتْ لَہُمْ فِئَةٌ اور اگر ان کی کوئی اور بھی جماعت ہے، أَجْہَزَ عَلٰى جَرِيْحِہِمْ تو جلدی سے قتل کر دیا جائے گا ان کے زخمیوں کو۔ أَجْہَزَ عَلٰى جَرِيْحٍ عربی میں کہتے ہیں بھئی، کیا معنی؟ جَرِيْحٌ بمعنی مجروح کے، زخمی کے۔ زخمی کو جلدی سے موت کے گھاٹ اتار دینا، اس کو کیا کہتے ہیں؟ أَجْہَزَ عَلٰى جَرِيْحٍ۔ تو کہتے ہیں: أَجْہَزَ عَلٰى جَرِيْحِہِمْ جلدی قتل کر دیا جائے گا ان کے زخمیوں کو، وَأُتْبِعَ مُوَلِّيْہِمْ۔ وَلّٰى يُوَلِّيْ کا معنی ہے پشت پھیر کر بھاگنا۔ وَأُتْبِعَ اور پیچھا کیا جائے گا مُوَلِّيْہِمْ ان کے پشت پھیر کر بھاگنے والوں کا۔ یہ کب ہے؟ جب کوئی ان کی جماعت ہو۔ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّہُمْ فِئَةٌ اور اگر ان کی اور کوئی جماعت نہیں ہے، یہی ایک جماعت تھی اور اس کو تو ہم نے منتشر کر دیا ہے، لَمْ يُجْہَزْ عَلٰى جَرِيْحِہِمْ تو پھر ان کے زخمیوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا جائے گا، وَلَمْ يُتْبَعْ مُوَلِّيْہِمْ اور ان کے پشت پھیرنے والوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔

وَلَا تُسْبٰى لَہُمْ ذُرِّيَّةٌ اور ان کی اولاد کو قید نہیں کیا جائے گا۔ ان کی اولاد کو قید نہیں کیا جائے گا، قصور ان کا ہے، ان کی اولاد کا نہیں ہے بھئی، تو ان کی اولاد کو قید نہیں کیا جائے گا، وَلَا يُقْسَمُ لَہُمْ مَالٌ اور ان کے مال کو تقسیم نہیں کیا جائے گا، کہ پیچھے ان کے سارے مال پر قبضہ کر کے اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے، نہیں بھئی، ان کے مال کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُّقَاتِلُوْا۔ اچھا بھئی عین لڑائی کے دوران، باغیوں کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہے، ایک آدمی کی تلوار ٹوٹ گئی، امام کے ساتھ جو تھے ان میں سے ایک کی تلوار ٹوٹ گئی، دوسرے کا نیزہ ٹوٹ گیا، ایک طرف باغیوں کے نیزے اور تلوار کچھ پڑے ہوئے ملے اسے، کیا وہ ان کو استعمال کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی کیوں نہیں کر سکتا، ان کو لے اور لڑائی میں کیا ہو جائے؟ ساتھ شریک، استعمال کر سکتا ہے۔ ہاں مالک نہیں بنے گا لیکن استعمال کر سکتا ہے۔ اور باقی کہتے ہیں ان کا مال وہ تقسیم نہیں کیا جائے گا، پھر کیا کریں بھئی؟ کہتے ہیں ان کا مال امام روک لے، قبضہ کر لے اس پر بھئی، ان کے سارے مال پر قبضہ کر لے اور پھر ان کو واپس نہیں دے گا اور تقسیم بھی نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں۔ جب وہ توبہ کر لیں گے کہ اب ہم بغاوت سے توبہ کرتے ہیں تو پھر ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يُقْسَمُ لَہُمْ مَالٌ اور تقسیم نہیں کیا جائے گا ان کے مال کو، وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُّقَاتِلُوْا بِسِلَاحِہِمْ إِنِ احْتَاجَ الْمُسْلِمُوْنَ إِلَيْہِ اور کوئی حرج نہیں ہے کہ لڑائی کریں ان کے اسلحے کے ساتھ اگر ضرورت ہو مسلمانوں کو اس کی، وَيَحْبِسُ الْإِمَامُ أَمْوَالَہُمْ اور بند کر دے گا امام ان کے مالوں کو، یعنی قبضہ کر کے ان کو روک لے گا، وَلَا يَرُدُّہَا عَلَيْہِمْ اور ان کے مال ان کو واپس نہیں کرے گا، وَلَا يَقْسِمُہَا اور تقسیم بھی نہیں کرے گا کیونکہ مسلمانوں کا مال ہے بھئی، حَتّٰى يَتُوْبُوْا یہاں تک کہ وہ باغی توبہ کر لیں، فَيَرُدُّہَا عَلَيْہِمْ تو پھر اس کو ان پر لوٹا دے گا۔

وَمَا جَبَاہُ أَہْلُ الْبَغْيِ مِنَ الْبِلَادِ الَّتِيْ غَلَبُوْا عَلَيْہَا۔ اچھا بھئی باغیوں نے اپنی ایک الگ حکومت بنالی تھی ایک شہر پر قبضہ کر کے، وہاں کے لوگوں سے انہوں نے خراج بھی وصول کرنا شروع کر دیا اور جزیہ بھی وصول کرنا شروع کر دیا اور زکوٰۃ بھی وصول کرنا شروع کر دی تھی، تو اب کیا حکم ہے، جو خراج یہ لے چکے ہیں، عشر لے چکے ہیں وہ تو باغیوں نے لیا تھا، کیا امام جب دوبارہ اس علاقے پر قبضہ کر لے تو دوبارہ خراج لے، دوبارہ عشر لے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، دوبارہ خراج اور جزیہ وغیرہ نہیں لے گا امام۔ کہتے ہیں: وَمَا جَبَاہُ أَہْلُ الْبَغْيِ اور وہ جو اکٹھا کیا تھا باغیوں نے مِنَ الْبِلَادِ الَّتِيْ غَلَبُوْا عَلَيْہَا ان شہروں سے جن پر انہوں نے قبضہ کیا تھا، کیا اکٹھا کیا تھا؟ مِنَ الْخَرَاجِ وَالْعُشْرِ خراج اور عشر، لَمْ يَأْخُذْہُ الْإِمَامُ ثَانِيًا تو امام اب وہ دوبارہ نہیں لے گا۔ فَإِنْ كَانُوْا صَرَفُوْہُ فِيْ حَقِّہٖ أَجْزَأَ مَنْ أُخِذَ مِنْہُ اگر باغیوں نے عشر لیا تھا، عشر کو اگر انہوں نے خرچ کیا ہے فِيْ حَقِّہٖ اس کے حق میں، یعنی جہاں خرچ کرنے کا حق تھا انہی جگہوں پر کیا کیا ہے؟ خرچ کیا ہے، أَجْزَأَ مَنْ أُخِذَ مِنْہُ تو یہ کافی ہے اس شخص کے لیے جس سے وہ لیا گیا تھا۔ یعنی عشر جس سے لیا گیا تھا اس کی طرف سے عشر ادا ہو گیا، زکوٰۃ اس کی کھیتی کی ادا ہو گئی۔ تو أَجْزَأَ کافی ہے مَنْ اس شخص کے لیے أُخِذَ مِنْہُ جس سے وہ عشر لیا گیا تھا۔

وَإِنْ لَّمْ يَكُوْنُوْا صَرَفُوْہُ فِيْ حَقِّہٖ اور اگر باغیوں نے وہ عشر خرچ نہیں کیا اس کے حق میں، یعنی جہاں خرچ کرنے کا حق تھا، پھر؟ کہتے ہیں: فَعَلٰى

أَہْلِہٖ تو یہ اس عشر والوں پر ہے، وہ ادا کرنے والوں پر ہے فِیْمَا بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی ان کے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ ہے أَنْ یُّعِیْدُوْا ذٰلِکَ کہ وہ اس کو دوبارہ لوٹائیں۔ بھئی انہوں نے عشر وصول تو کر لیا تھا باغیوں نے، لیکن عشر کو کیا کرنا چاہیے تھا؟ مستحق لوگوں کو وہ زکوٰۃ دینی چاہیے تھی۔ انہوں نے مستحق کو نہیں دی بلکہ خود ہی کھانا پینا شروع کر دیا، تو اب امام دوبارہ نہیں لے گا۔ پھر کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی جنہوں نے دیا تھا عشر ان کا اور اللہ کا معاملہ ہے، انہیں چاہیے کہ دوبارہ دے دیں کیونکہ اپنی جگہ پر زکوٰۃ خرچ نہیں ہوئی۔ انہیں چاہیے کہ دوبارہ دے دیں، ان کا اور اللہ کا معاملہ ہے، لہٰذا امیر دوبارہ نہیں لے سکتا ان سے، وہ ان کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ وہ دیں گے تو ٹھیک ہے، ان کے ذمے سے زکوٰۃ ساقط ہو گی، نہیں دیں گے تو انہی کے ذمے پڑی رہے گی بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں: فَإِنْ لَّمْ یَکُوْنُوْا صَرَفُوْہُ فِیْ حَقِّہٖ اگر انہوں نے اس کو اپنے حق میں خرچ نہیں کیا، فَعَلٰی أَہْلِہٖ تو یہ ادا کرنے والوں پر ہی ہے فِیْمَا بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی ان کے اور اللہ کے درمیان أَنْ یُّعِیْدُوْا ذٰلِکَ کہ وہ کیا کریں؟ اس کو دوبارہ لوٹا لیں۔ چلیے بس مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵۲: کتاب الحظر والاباحۃ: ریشم (حریر)، سونے چاندی کے برتن اور انگوٹھی، ستر عورت، نظر و مس کے حدود، عزل اور کسب و احتکار کے مسائل

مختصر القدوری صفحہ: ۲۳۴—بتاریخ: ۱۹ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ۔ لَا يَحِلُّ لِلرِّجَالِ لُبْسُ الْحَرِيْرِ وَيَحِلُّ لِلنِّسَاءِ وَلَا بَأْسَ بِتَوَسُّدِهٖ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ يُكْرَهُ تَوَسُّدُهُ وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ فِي الْحَرْبِ عِنْدَهُمَا وَيُكْرَهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ۔ حَظْرٌ کا معنی ہے منع کرنا بھئی۔ حظر کا معنی ہے منع کرنا بھئی، اور إِبَاحَةٌ کا معنی ہے مباح کرنا بھئی، اجازت جس کی ہو بھئی۔ اس باب کے اندر صاحب قدوری کچھ ممنوع اور اسی طرح کچھ جائز امور کے بارے میں بتلائیں گے بھئی، کچھ متفرق چیزیں بتلائیں گے آپ کو۔ کچھ ایسی ہیں جن کا کرنا جائز نہیں ہے مولانا، ممنوع ہیں، ان کے بارے میں بتلائیں گے، اور کچھ چیزیں وہ جن کا کرنا جائز ہے، مباح ہے بھئی، مباح۔ یاد رکھیے مباح اسے کہتے ہیں جس کا کرنا بھی جائز ہو اور نہ کرنا بھی جائز ہو۔ سمجھ میں آیا؟ انسان کی مرضی ہے اس فعل کو کرے یا نہ کرے، یعنی کرنے پر ثواب نہیں اور نہ کرنے پر گناہ کوئی نہیں بھئی، سزا کوئی نہیں۔ ایسے فعل کو مباح کہا جاتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً دیکھو بھئی چائے آپ کے سامنے پڑی ہے، اس چائے کو آپ پیتے ہیں کوئی ثواب ہے؟ نہیں، ثواب کوئی نہیں۔ نہیں پیتے تو گناہ ہے؟ گناہ بھی کوئی نہیں۔ تو اسی طرح وہ تمام امور بھئی جن کے کرنے پر ثواب نہیں اور نہ کرنے پر گناہ نہیں، یعنی اجازت ہے شریعت کی طرف سے انہیں مباح کہا جاتا ہے۔ تو اس باب کے اندر کچھ ممنوع اور کچھ مباح چیزیں بتلائیں گے متفرق قسم کی۔

کہتے ہیں: لَا يَحِلُّ لِلرِّجَالِ لُبْسُ الْحَرِيْرِ وَيَحِلُّ لِلنِّسَاءِ حلال نہیں ہے، یعنی جائز نہیں ہے مردوں کے لیے ریشم پہننا، وَيَحِلُّ لِلنِّسَاءِ اور عورتوں کے لیے حلال ہے، یعنی ان کے لیے جائز ہے۔ مردوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں ہے بھئی، ہاں عورتوں کے لیے حلال ہے بھئی۔ وَلَا بَأْسَ بِتَوَسُّدِهٖ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ تَوَسُّدٌ کا معنی ہے تکیہ بنانا بھئی۔ اور کوئی حرج نہیں ہے اس کو تکیہ بنانے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: يُكْرَهُ تَوَسُّدُهُ کہ مکروہ ہے اس کو تکیہ بنانا۔ امام صاحب کے نزدیک بھئی ریشم کو تکیہ بنالینا، یعنی تکیے پر ریشم چڑھایا ہوا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یا اسی طرح بچھونا ہے اس پر ریشم ہے کوئی حرج نہیں، البتہ صاحبین کیا فرماتے ہیں؟ کہ یہ مکروہ ہے بھئی، مکروہ ہے۔

وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ فِي الْحَرْبِ عِنْدَهُمَا وَيُكْرَهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور کوئی حرج نہیں ہے ریشم کے پہننے میں اور دیباج، دیباج بھی خاص قیمتی قسم کا ریشم ہے بھئی، کوئی حرج نہیں ہے ریشم اور دیباج کے پہننے میں فِي الْحَرْبِ جنگ کے اندر عِنْدَهُمَا صاحبین کے نزدیک، وَيُكْرَهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور مکروہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ بھئی اب يُكْرَهُ کا لفظ آتا ہے جگہ جگہ، میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ يُكْرَهُ کا لفظ جہاں فقہ کی کتابوں میں مطلق آئے، یعنی کوئی قید وغیرہ ساتھ ذکر نہیں ہے کہ کون سا مکروہ مراد ہے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ مکروہ دو قسم پر ہے: ایک مکروہ تنزیہی ہے، ایک مکروہ تحریمی ہے۔ مکروہ تنزیہی وہ ہے جو حلال کے زیادہ قریب

ہے، اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو حرام کے زیادہ قریب ہے بھئی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جیسے عام حالات میں کسی انسان کے لیے، کسی مرد کے لیے ریشم کا پہننا جائز نہیں ہے اسی طرح جنگ کے دوران بھی ریشم کا پہننا جائز نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ میں مرد کے لیے ریشم پہننا جائز ہے بھئی، کہ اس سے ریشم کے پہننے سے ایک تو دشمن پر ہیبت طاری ہوتی ہے، دوسرا اس سے اپنی حفاظت ہوتی ہے بھئی۔ بھئی جنگ قدیم زمانے میں چونکہ تلوار سے لڑی جاتی تھی تو تلوار جو ہے وہ ریشمی کپڑے کو نہیں کاٹتی، اس پر پھسل جاتی ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو وہ جنگ کے اندر جب پہنیں گے بھئی تو تلوار کے زخم سے زیادہ تر حفاظت ہو جائے گی، اس لیے کہتے ہیں جنگ میں پہننے کی اجازت ہے بھئی۔ یہ معنی ہے: وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ فِي الْحَرْبِ عِنْدَهُمَا اور کوئی حرج نہیں ہے ریشم اور دیباج کے پہننے میں جنگ کے دوران عِنْدَهُمَا صاحبین کے نزدیک، وَيُكْرَهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اور مکروہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْمُلْحَمِ إِذَا كَانَ۔ إِذَا كَانَ آگے عبارت کیا ہے آپ کی کتابوں میں؟ إِذَا كَانَ سَدَاهُ، سَدَاهُ کا لفظ ہے؟ نہیں، سَدَاهُ کا لفظ ہونا چاہیے بھئی، کتابت کی غلطی ہے۔ سین، دال، الف، ہا۔ سین، دال، الف، ہا۔ إِذَا كَانَ سَدَاهُ إِبْرَيْسَمًا وَلُحْمَتُهُ قُطْنًا۔ إِذَا كَانَ سَدَاهُ إِبْرَيْسَمًا اور کوئی حرج نہیں ہے ملحم کے پہننے میں۔ ملحم یاد رکھیے بھئی، ملحم وہ کپڑا ہے جس کا تانا ریشم کا ہوتا ہے اور بانا ریشم کے علاوہ کسی اور چیز کا ہوتا ہے بھئی۔ تانا اور بانا اس سے مل کر کپڑا بنتا ہے بھئی۔ بھئی آپ اپنے کپڑے پر غور کریں، کچھ دھاگے لمبائی کے رخ چل رہے ہیں، کچھ دھاگے چوڑائی میں چلتے ہیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ جو لمبائی کے رخ دھاگے ہوتے ہیں اس کو کہتے ہیں تانا۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ تانا، لمبائی۔ عربی میں کہتے ہیں سَدًى بھئی، سَدًى۔ سین، دال، یا کے ساتھ بھئی، سَدًى۔ اور جو چوڑائی میں دھاگے چلتے ہیں اس چوڑائی میں چلنے والے دھاگے کو بانا کہتے ہیں، بانا۔ اور عربی میں اس کو کہتے ہیں لُحْمَةٌ۔ لُحْمَةٌ۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ لُحْمَةٌ۔ اور یاد رکھیے کپڑے کے اندر اصل اعتبار بانے کا ہے، یہ جو چوڑائی میں چل رہا ہے۔ ابھی آپ کو یہ بتلا رہے ہیں صاحب قدوری کہ ملحم کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، میں نے بتلایا ملحم وہ کپڑا ہے جس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا جو ہے وہ کپاس، روئی وغیرہ یا اون کا بنا ہوا ہو بھئی، اس قسم کا دھاگہ ہو۔ تانا کس قسم کا دھاگہ ہو؟ ریشمی دھاگہ، اور بانا کیا ہے؟ سوتی دھاگہ ہے یا کوئی اور دھاگہ ہے، یعنی ریشمی نہیں ہے۔ تو بانا ہو اغیر ریشمی اور اعتبار بھی دراصل کس کا ہوتا ہے؟ بانے ہی کا اعتبار ہوتا ہے، تو گویا یوں سمجھا جائے گا یہ کپڑا ریشمی ہے ہی نہیں، اصل اعتبار تو بانے کا ہے اور وہ تو ریشم کا نہیں ہے، لہٰذا اس کپڑے کا پہننا جائز ہے بھئی۔[1]

کہتے ہیں: وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْمُلْحَمِ اور کوئی حرج نہیں ہے ملحم کپڑے کے پہننے میں، إِذَا كَانَ سَدَاهُ إِبْرَيْسَمًا، إِبْرَيْسَمٌ ریشم کو کہتے ہیں، إِذَا كَانَ سَدَاهُ إِبْرَيْسَمًا جبکہ اس کا تانا ریشم ہو، وَلُحْمَتُهُ قُطْنًا اور اس کا بانا روئی کا ہو، قُطْنٌ روئی کو کہتے ہیں، کپاس کو بھئی، اور اس کا بانا کپاس کا ہو یعنی سوتی ہو، أَوْ خَزًّا۔ خَزًّا ہے آپ کی کتابوں میں؟ أَوْ خَزًّا۔ بھئی خز تو اصل میں خز بھی ملحم کی طرح کپڑے کو کہتے ہیں جس میں تانا اور قسم کا ہو اور بانا اور قسم کا ہو بھئی، یعنی اس میں بھی تانا ریشم کا اور بانا اون کا ہوتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو اصل عبارت ہونی یوں چاہیے: بِلُبْسِ الْمُلْحَمِ أَوِ الْخَزِّ یا وَالْخَزِّ ہونا چاہیے۔ وَالْخَزِّ، ملحم اور خز کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن بہر حال ان نسخوں میں اسی طرح ہے، تو خز تو کہتے ہی کپڑے کو ہیں، اگر دیکھا جائے تو عبارت یوں بن رہی ہے: لُحْمَتُهُ قُطْنًا أَوْ خَزًّا اس کا بانا کیا ہو؟ کپاس کا ہو یعنی سوتی ہو أَوْ خَزًّا یا خز کپڑے کا ہو، حالانکہ بانا دھاگے سے بنتا ہے کپڑے کا تو نہیں ہوتا وہ بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو پھر اب اگر عبارت اسی طرح رکھیں تو پھر خَزًّا کا ترجمہ اونی کے کر لیں بھئی کہ بانا سوتی ہو یا اونی ہو۔ سمجھ میں آیا؟ ورنہ عبارت یوں ہونی نہیں چاہیے۔ بہر حال چلو اسی طرح برقرار رکھیں آپ کہ جبکہ اس کا تانا ریشم کا ہو وَلُحْمَتُهُ قُطْنًا أَوْ خَزًّا اور اس کا بانا جو ہے سوتی ہو أَوْ خَزًّا یا اونی ہو۔

وَلَا يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ التَّحَلِّيْ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ تَحَلّٰى يَتَحَلّٰى تَحَلِّيًا کا معنی ہے مزین ہونا، زیور پہننا۔ وَلَا يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ التَّحَلِّيْ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ اور جائز نہیں ہے مرد کے لیے مزین ہونا سونے کے ساتھ اور چاندی کے ساتھ، یعنی مرد کے لیے سونا اور چاندی حرام ہے بھئی، وہ ان کو نہیں پہن سکتا بھئی۔ وَلَا بَأْسَ بِالْخَاتَمِ وَالْمِنْطَقَةِ وَحِلْيَةِ السَّيْفِ مِنَ الْفِضَّةِ اور کوئی حرج نہیں ہے انگوٹھی میں وَالْمِنْطَقَةِ، مِنْطَقَةٌ کہتے ہیں کمر بند کو بھئی، کمر بند، کمر پر باندھی جانے والی جو چیز ہے، کوئی پیٹی وغیرہ اس قسم کی وہ کمر بند کہلاتی ہے، عربی میں اسے مِنْطَقَةٌ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے انگوٹھی میں اور کمر بند میں وَحِلْيَةِ السَّيْفِ اور تلوار کے زیور میں مِنَ الْفِضَّةِ چاندی سے ہونے میں، کہ وہ چاندی کا ہو بھئی۔ تلوار کا دستہ وغیرہ چاندی

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۰): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِذَا كَانَ سَدَاهُ إِبْرَيْسَمًا وَّلُحْمَتُهُ قُطْنًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إذا كان سداه إبرسما ولحمته قطنا» منقول ہے۔

کا ہو کوئی حرج نہیں ہے، کمر بند میں اگر چاندی لگی ہوئی ہے مرد استعمال کرتا ہے کوئی حرج نہیں ہے، انگوٹھی چاندی کی ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اس کے علاوہ کوئی چاندی کی چیز استعمال کرنا مرد کے لیے درست نہیں ہے بھئی۔ بعض لوگوں کو آپ دیکھتے ہیں بھئی سونے کی انگوٹھیاں بنائی ہوتی ہیں، یاد رکھیے بھئی مرد کے لیے صرف چاندی بھی اور وہ بھی تھوڑی سی معمولی سی مقدار ہے، خاص مقدار ہے اس کی انگوٹھی بنانا تو جائز ہے، سونے کی انگوٹھی یا سونے کی زنجیر وغیرہ پہننا حرام ہے یا کوئی اور سونے کا زیور پہننا حرام۔ اسی طرح لوہا، پیتل وغیرہ ان سے بھی بنی ہوئی کوئی چیز ہے اس کے لیے پہننا درست نہیں ہے بھئی۔ ہاں یہ گھڑی کی اجازت ہے بنابر ضرورت کے بھئی، ضرورت کی بنا پر کیونکہ اس میں وقت دیکھنا پڑتا ہے، اس کے بغیر گزارا نہیں، اس لیے اس کی اجازت ہے، ورنہ اور ویسے کسی صورت میں سونا، لوہا، پیتل وغیرہ کوئی چیز کسی صورت میں پہننا درست نہیں زیب وزینت کے لیے بھئی۔

وَيَجُوْزُ لِلنِّسَاءِ التَّحَلِّيْ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ اور جائز ہے عورتوں کے لیے زینت حاصل کرنا سونے کے ذریعے اور چاندی کے ذریعے۔ ہاں عورتیں پہن سکتی ہیں، سونے اور چاندی کے زیور پہن سکتی ہیں بھئی۔ وَيُكْرَهُ أَنْ يُّلْبَسَ الصَّبِيُّ الذَّهَبَ وَالْحَرِيْرَ اور مکروہ ہے کہ پہنایا جائے چھوٹے لڑکے کو سونا اور ریشم۔ صَبِيٌّ چھوٹا بچہ جو مذکر ہو۔ مؤنث ہو تو صَبِيَّةٌ کہتے ہیں بھئی، گول تا ساتھ مل جاتی ہے۔ تو چھوٹا لڑکا ہے بھئی، صغیر ہے، آپ دیکھتے ہیں بچوں کو زیور پہنا دیتے ہیں لوگ، یاد رکھیے جیسے مرد کے لیے زیور اور ریشم پہننا جائز نہیں ہے چھوٹے بچے، چھوٹے لڑکے کو بھی زیور اور ریشم پہنانا جائز نہیں ہے۔ ہاں بچی ہے چھوٹی صغیرہ اس کو پہنا سکتے ہیں۔ تو بچوں کے اندر تو خصوصاً لوگ پرواہ ہی نہیں کرتے بھئی اور پھر چاندی وغیرہ کے تعویذ بھی پہنا دیتے ہیں، یاد رکھیے یہ بھی اس کے لیے درست نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَيُكْرَهُ أَنْ يُّلْبَسَ الصَّبِيُّ الذَّهَبَ وَالْحَرِيْرَ اور مکروہ ہے کہ پہنایا جائے چھوٹے لڑکے کو سونا اور ریشم۔

وَلَا يَجُوْزُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْإِدِّهَانُ وَالتَّطَيُّبُ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ۔ اسی طرح یاد رکھیے جیسے مرد کے لیے سونے اور چاندی کا زیور پہننا جائز نہیں اسی طرح کھانا، پینا، تیل لگانا یا خوشبو لگانا سونے اور چاندی کے برتن میں یہ مرد کے لیے جائز نہیں، بلکہ یہ عورت کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ عورت کے لیے چاندی اور سونے کا زیور تو استعمال کرنا جائز تھا لیکن اس کے برتن استعمال کرنا یہ عورت کے لیے بھی جائز نہیں ہے بھئی۔ وہ زیب وزینت اس سے حاصل کرتی ہے اس کی تو اجازت ہے شریعت میں، لیکن اس کے برتن وغیرہ استعمال کرتی ہے یہ درست نہیں کیونکہ یہ کفار کا طریقہ ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ متکبرین کا طریقہ ہے کہ سونے چاندی کے برتن استعمال کرتے ہیں بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوْزُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ اور جائز نہیں ہے کھانا اور پینا، وَالْإِدِّهَانُ اور تیل لگانا، وَالتَّطَيُّبُ اور خوشبو لگانا فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، آنِيَةٌ برتن کو کہتے ہیں، جمع ہے إِنَاءٌ کی، فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ سونے اور چاندی کے برتن میں لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ مردوں کے لیے اور عورتوں کے لیے، یعنی دونوں کے لیے یہ حکم ہے، کسی کے لیے بھی اسے استعمال کرنا جائز نہیں ہے بھئی۔[۲]

وَلَا بَأْسَ بِاسْتِعْمَالِ آنِيَةِ الزُّجَاجِ وَالرَّصَاصِ وَالْبِلَّوْرِ وَالْعَقِيْقِ۔ اور کوئی حرج نہیں ہے بھئی، زُجَاجٌ کہتے ہیں شیشے کو بھئی، شیشہ۔ رَصَاصٌ، رصاص جو ہے یہ ایک دھات ہے بھئی، دھات ہے جیسے لوہا، تانبا، پیتل ہوتا ہے اسی طرح کی ایک دھات ہے جسے رانگ کہتے ہیں، رانگ: را، الف، نون، گاف بھئی، رانگ، جسے رانگ کہتے ہیں۔ وَالْبِلَّوْرِ بلور یہ بھی مولانا شیشے جیسا ایک شفاف پتھر ہے بھئی جس کے آر پار دیکھا جا سکتا ہے۔ عَقِيْقٌ یہ ایک سرخ رنگ کا قیمتی پتھر ہے بھئی، سرخ رنگ کا، عموماً لوگ انگوٹھیوں وغیرہ میں لگاتے ہیں بھئی۔ اور کہتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے شیشے، رانگ اور بلور اور عقیق کے برتن استعمال کرنے میں۔[۳]

وَيَجُوْزُ الشُّرْبُ فِي الْإِنَاءِ الْمُفَضَّضِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور جائز ہے پینا ایسے برتن میں الْمُفَضَّضِ جس پر چاندی چڑھائی گئی ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے برتن میں پانی پینا جس پر چاندی چڑھائی گئی ہے، یعنی چاندی کے کوئی نقش ونگار وغیرہ اس پر بنائے گئے ہیں تو اس میں پانی پینا جائز ہے بھئی۔ اس میں پانی پینا جائز ہے، ہاں جہاں منہ لگائے وہاں چاندی نہیں ہونی چاہیے بھئی۔ پہلے تو مسئلہ گزرا پورا برتن ہی چاندی کا ہو وہ تو جائز نہیں ہے، لیکن برتن کسی اور چیز کا بنا ہوا ہے، اس پر چاندی کے کوئی نقش ونگار

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا يَجُوْزُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْإِدِّهَانُ وَالتَّطَيُّبُ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا يجوز الأكل والشرب والادهان والتطيب في آنية الذهب والفضة للرجال والنساء» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا بَأْسَ بِاسْتِعْمَالِ آنِيَةِ الزُّجَاجِ وَالرَّصَاصِ وَالْبِلَّوْرِ وَالْعَقِيْقِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا بأس باستعمال آنية الزجاج والبلور والعقيق» منقول ہے۔

ہیں، تھوڑی چاندی چڑھائی گئی ہے، اس کے اندر پانی پینا جائز ہے لیکن میں نے بتلایا شرط کیا ہے؟ کہ جہاں منہ لگا کر پانی پیے وہاں پر چاندی نہ لگی ہوئی ہو۔ کہتے ہیں یہ مسئلہ پیش ہوا، امام صاحب اور بڑے علماء موجود تھے ایک جگہ پر، کسی نے یہ سوال پوچھا بھئی۔ سارے اب خاموش ہیں بھئی، سب نے کہا جائز نہیں ہے بھئی۔ اچھا تو امام صاحب سے پوچھا گیا، امام صاحب خاموش تھے بھئی۔ امام صاحب نے کہا کہ درست ہے بھئی۔ انہوں نے کہا یہ کیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ درست ہے؟ امام صاحب فرمانے لگے، دیکھو قیاس دیکھو امام صاحب کا، کہتے ہیں مجھے یہ بتاؤ ایک آدمی نے چاندی کی انگوٹھی پہنی ہو، چاندی کی انگوٹھی تو جائز ہے، چاندی کی انگوٹھی پہنی ہوئی ہے ہاتھ میں اور چلو میں پانی بھر کے پی رہا ہے منہ لگا کے، آپ بتاؤ پینا جائز ہو گا یا جائز نہیں ہو گا؟ یہ بھی برتن کی طرح ہو گیا اور اس میں بھی کیا لگی ہوئی ہے؟ چاندی لگی ہوئی ہے۔ تو سارے حیران رہ گئے امام صاحب کا جواب سن کر بھئی۔ وہ تو جائز تھا، سارے کہتے ہیں بھئی یہ تو جائز ہے بھئی انگوٹھی پہنی ہوئی ہے اور چلو میں سے پانی پی رہا ہے، تو کہتے ہیں یہ بھی اسی برتن کی طرح ہو گیا جس میں کیا لگی ہوئی ہے؟ چاندی لگی ہوئی ہے۔

تو کہتے ہیں: وَيَجُوْزُ الشُّرْبُ فِي الْإِنَاءِ الْمُفَضَّضِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اور جائز ہے پینا ایسے برتن کے اندر جس پر چاندی چڑھائی گئی ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، وَالرُّكُوْبُ عَلَى السَّرْجِ الْمُفَضَّضِ اور اسی طرح جائز ہے سوار ہونا، سَرْجٌ کہتے ہیں زین کو بھئی جو گھوڑے وغیرہ پر رکھتے ہیں سوار ہونے کے لیے، اور جائز ہے سوار ہونا ایسی زین پر الْمُفَضَّضِ جس پر چاندی چڑھائی گئی ہے، وَالْجُلُوْسُ اور اسی طرح جائز ہے بیٹھنا عَلَى السَّرِيْرِ الْمُفَضَّضِ ایسے تخت یا ایسی چارپائی پر الْمُفَضَّضِ جس پر چاندی چڑھائی گئی ہے۔ بھئی ایک زین ہے اس پر چاندی چڑھائی گئی ہے، ایک تخت ہے اس پر چاندی چڑھائی گئی ہے، یاد رکھیے ان پر بھی بیٹھنا جائز ہے، سوار ہونا جائز ہے بشرطیکہ جہاں بیٹھے اور جہاں ہاتھ وغیرہ رکھتا ہے اس جگہ پر چاندی نہیں ہونی چاہیے بھئی۔ اسی طرح کرسی ہے اس پر چاندی چڑھائی گئی ہے، اس پہ بھی بیٹھنا جائز ہے لیکن ایسی جگہ پر چاندی ہو کہ وہاں ہاتھ نہیں رکھتا بھئی، جہاں ہاتھ رکھتا ہے وہاں چاندی نہیں ہونی چاہیے پھر جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

وَيُكْرَهُ التَّعْشِيْرُ فِي الْمُصْحَفِ وَالنَّقْطُ اور مکروہ ہے تعشیر قرآن کے اندر وَالنَّقْطُ اور نقطے اور اعراب لگانا۔ تَعْشِيْرٌ بھئی عَشَرَةٌ سے ہے بھئی، یعنی دس آیتوں کے بعد نشان لگایا کرتے تھے بھئی قرآن کے اندر بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو اس کو مکروہ قرار دیا ہے فقہائے کرام نے بھئی۔ اور اسی طرح قرآن کے اندر نقطے اور اعراب لگانا۔ بھئی اگر آپ نے قدیم عربی دیکھی ہو، خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط بادشاہوں کو بھیجے تھے آپ نے وہ خطوط دیکھے ہوں گے، ان کی نقل ملتی ہے بھئی، لوگ برکت کے لیے گھروں میں بھی لگاتے ہیں، تو وہ خطوط میں آپ دیکھیں نقطے نہیں ہیں بھئی، قدیم عربی میں نقطے نہیں ہوتے تھے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور اعراب بھی نہیں ہوتے تھے جو زیر زبر پیش ہیں۔ تو فقہائے کرام فرماتے ہیں یہ نقطے لگانا اور اعراب لگانا قرآن میں یہ مکروہ ہے، اسی طرح دس آیتوں کے بعد نشان لگانا یہ بھی کیا ہے؟ مکروہ ہے بھئی۔ وجہ یہ تاکہ قرآن میں کسی اور چیز کا خلط نہ آئے بھئی، قرآن اللہ کا کلام ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کر دے، لہٰذا ان چیزوں کو لگانے کی اجازت نہیں۔ لیکن یاد رکھیے یہ حکم تھا عربوں کے لیے بھئی، عربوں کے لیے کیونکہ وہ بغیر نقطے اور اعراب کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ باقی عجمی لوگ جو غیر عرب ہیں ان کے لیے علماء نے اس کو اچھا قرار دیا ہے، یہ نقطے اور اعراب نہ ہوتے تو پھر تو ہمارے اور آپ کے لیے قرآن کا پڑھنا بڑا ہی مشکل ہو جاتا بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ تو پھر سارا کام حافظے پر ہوتا کہ آپ کو آیت خوب اچھی طرح یاد ہو یہاں کس طرح پڑھنی ہے یہاں کس طرح پڑھنی ہے۔ اب اعراب لگے ہوتے ہیں، کوئی حافظ نہ بھی ہو، قرآن پڑھنا اسے آتا ہے، کہیں سے قرآن پڑھنے کا آپ کہیں بھئی اعراب لگے ہوئے ہیں وہ اطمینان سے پڑھتا چلا جائے گا بھئی۔ اسی طرح تعشیر یہ بھی، تو اس سے صرف یاد کرنے میں کیا ہوتی تھی؟ یاد کرنے میں آسانی ہو جاتی تھی، ہر دس آیت کے بعد نشان لگا لیتے۔

وَلَا بَأْسَ بِتَحْلِيَةِ الْمُصْحَفِ وَنَقْشِ الْمَسْجِدِ وَزَخْرَفَتِهٖ بِمَاءِ الذَّهَبِ اور کوئی حرج نہیں ہے، مصحف قرآن بھئی، تَحْلِيَةٌ کہتے ہیں مزین کرنا، زیور چڑھانا، اور کوئی حرج نہیں ہے قرآن پر زیور چڑھانے میں، وَنَقْشِ الْمَسْجِدِ اور مسجد میں نقش و نگار بنانے میں، وَزَخْرَفَتِهٖ اور اس کو مزین کرنے میں بِمَاءِ الذَّهَبِ سونے کے پانی سے۔ بھئی سونے کے پانی سے مسجد کو مزین کیا اور اس میں نقش و نگار بنائے، پھول وغیرہ بنائے، کیا ایسا کر سکتے ہیں؟ کہتے ہیں ہاں بھئی، قرآن اور مسجد وغیرہ ان کی تو تعظیم کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے بھی کیا ہوتی ہے؟ ان کی مقصود تعظیم ہی ہے، لہٰذا یہ جائز ہیں بھئی۔ ہاں البتہ یہ ضروری ہے کہ مسجد کے مال میں سے اس پر خرچ نہیں کیا جائے گا، کوئی اپنی طرف سے کروانا چاہے تو کروا دے بھئی۔[۴]

---

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۰):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا بَأْسَ بِتَحْلِيَةِ الْمُصْحَفِ وَنَقْشِ الْمَسْجِدِ وَزَخْرَفَتِهٖ بِمَاءِ الذَّهَبِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا بأس بتحلية المصحف ونقش المسجد وزخرفته بماء الذهب» منقول ہے۔

وَيُكْرَهُ اسْتِخْدَامُ الْخِصْيَانِ اور مکروہ ہے، خِصْيَانٌ جمع ہے خَصِيٌّ کی، خصی وہ جس کے خصیتین نکال دیے گئے ہوں، کہتے ہیں خصی سے خدمت لینا مکروہ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مکروہ ہے۔ بھئی کیوں مکروہ ہے؟ کہتے ہیں بھئی اس طرح تو جب اس سے خدمت لیں گے تو پھر تو غریب لوگ یہی شروع کر دیں گے کہ بھئی کیا کرتے ہیں یہ امیر لوگ جو خصی ہے اسے رکھ لیتے ہیں بھئی جلدی خدمت کے لیے، حالانکہ یہ تو مثلہ ہے، اللہ کی خلقت کو بدلنا ہے، لہٰذا یہ درست نہیں بھئی، مثلہ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تخلیق کو بگاڑنا ہے۔ تو کہتے ہیں: وَيُكْرَهُ اسْتِخْدَامُ الْخِصْيَانِ اور مکروہ ہے خصی سے خدمت لینا۔ وَلَا بَأْسَ بِخِصَاءِ الْبَهَائِمِ اور کوئی حرج نہیں ہے چوپایوں کو خصی کرنے میں۔ چوپایوں کو خصی کرتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے جانور خوب پھر موٹا تازہ ہوتا ہے اور اس کا گوشت بھی اچھا ہوتا ہے بھئی۔ اسی طرح وَإِنْزَاءِ الْحَمِيرِ عَلَى الْخَيْلِ أَيْ لَا بَأْسَ بِإِنْزَاءِ الْحَمِيرِ عَلَى الْخَيْلِ، إِنْزَاءِ کا عطف خِصَاءِ پر ہے، اور کوئی حرج نہیں ہے، حَمِيرٌ کہتے ہیں گدھے بھئی، خَيْلٌ گھوڑے، اور کوئی حرج نہیں ہے گدھوں کی جفتی کروانے میں عَلَى الْخَيْلِ گھوڑوں پر۔ گدھے کی جفتی کروائی یعنی گھوڑی کے ساتھ، کہتے ہیں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بھئی، کوئی حرج نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا؟ گھوڑے اور گدھے کی جفتی کروائیں تو خچر پیدا ہوتا ہے بھئی، خچر، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے تھے، احادیث میں ذکر آتا ہے، اگر یہ عمل جائز نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار نہ ہوتے بھئی۔

وَيَجُوْزُ أَنْ يُّقْبَلَ فِي الْهَدِيَّةِ وَالْإِذْنِ قَوْلُ الْعَبْدِ وَالصَّبِيِّ اور جائز ہے کہ قبول کیا جائے ہدیے میں اور اجازت میں غلام کا قول اور بچے کا قول۔ ہدیے کے اندر غلام اور بچے کے قول کو قبول کیا جائے گا بھئی۔ مثلاً غلام بھئی کسی کو آ کر کہتا ہے کہ یہ میرے آقا نے آپ کے لیے یہ چیز بطور ہدیہ کے بھیجی ہے، تو کیا کیا جائے گا؟ اس کے قول کو قبول کیا جائے گا، اس پر اعتماد کر لیا جائے گا، ہدیہ اس سے وصول کر لیا جائے گا۔ اسی طرح بچہ لے کر آتا ہے۔ وجہ یہ کہ عموماً ہدیے وغیرہ انہی کے ہاتھ بھیجے جاتے ہیں غلام یا بچے وغیرہ کے ہاتھ، تو اگر ان کے قول کو اس معاملے میں قبول نہ کیا جائے پھر تو بڑا حرج لازم آئے گا بھئی۔ وَالْإِذْنِ اسی طرح اجازت کے اندر بھئی کہ غلام کہتا ہے کہ میرے آقا نے مجھے تجارت کی اجازت دے دی ہے یا بچہ کہتا ہے کہ میرے ولی نے کیا کیا ہے؟ مجھے تجارت کی اجازت دے دی ہے، تو ان کے اس قول کو قبول کیا جائے گا۔ وَيُقْبَلُ فِي الْمُعَامَلَاتِ قَوْلُ الْفَاسِقِ اور قبول کیا جائے گا معاملات کے اندر فاسق کے قول کو۔ معاملات بھئی آپس میں دو آدمیوں کے درمیان معاملات وغیرہ ہوتے ہیں بیع و شراء وغیرہ اور اس قسم کے جتنے بھی معاملات ہیں ان کے اندر فاسق کے قول کو بھی قبول کیا جائے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اس لیے کیونکہ معاملات لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ پیش آتے ہیں، اگر یہاں ہر جگہ ہم عدالت کی شرط لگا دیں کہ نیک، قابل اعتماد آدمی ہونا چاہیے پھر تو بڑا حرج لازم آئے گا کیونکہ اکثر معاملات تو ایسے لوگوں سے ہوتے ہیں جن کا پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے بھئی۔

وَلَا يُقْبَلُ فِيْ أَخْبَارِ الدِّيَانَاتِ إِلَّا قَوْلُ الْعَدْلِ اور قبول نہیں کیا جائے گا مذہبی خبروں میں مگر عادل کے قول کو، مگر عادل آدمی کے قول کو۔ دِيَانَاتٌ جمع ہے دِيَانَةٌ کی، مذہب بھئی، مذہب سے متعلق جو ہیں۔ تو دین اور مذہب سے متعلق باتوں کی جو خبریں ہیں، باتیں ہیں ان کے اندر عادل آدمی کے قول کو قبول کیا جائے گا، فاسق کے قول کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً کوئی آدمی آپ سے کہتا ہے کہ یہ پانی جو پڑا ہوا ہے یہ پانی نجس ہے، اس سے وضو نہ کرنا بھئی۔ تو اب اگر وہ خبر دینے والا عادل ہے تو پھر تو اس کی بات قابل اعتماد ہے، اب آپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس پانی سے کیا کریں؟ وضو کریں، بلکہ اور پانی کوئی نہیں قریب و جوار اور قرب میں تو پھر آپ تیمم کر کے نماز پڑھیں۔ اور اگر یہ خبر دینے والا فاسق ہے تو اس کی بات پر اعتماد کرنا ضروری نہیں، آپ اپنا ذہن دوڑائیں بھئی، خود غور و فکر کریں، اگر آپ کا غالب گمان یہ ہو جائے کہ یہ پانی نجس ہے تو پھر کیا کر لیں؟ تیمم کر لینا چاہیے، اور اگر آپ کا غالب گمان یہ ہے کہ یہ پانی پاک ہے تو پھر کیا کر سکتے ہیں؟ وضو کر سکتے ہیں بھئی۔

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّنْظُرَ الرَّجُلُ مِنَ الْأَجْنَبِيَّةِ إِلَّا إِلٰى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا اور جائز نہیں ہے کہ دیکھے کوئی مرد کسی اجنبیہ عورت میں سے إِلَّا إِلٰى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا مگر اس کے چہرے کو اور اس کی ہتھیلیوں کو۔ کسی اجنبی کے لیے بھئی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اجنبیہ عورت کو دیکھے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے بھئی۔ اچھا بھئی اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے مولانا، چہرے کا بھی پردہ ہے، یہ بنا بر ضرورت کے ہے، ضرورت کے موقع پر صرف چہرے کی طرف یا ہتھیلی کی طرف دیکھنا جائز ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ ضرورت کی بنا پر، جیسے مولانا قاضی نے کسی عورت کے خلاف کوئی فیصلہ کرنا ہے تو اس کے لیے جائز ہے اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے، پتہ لگے کہ یہ وہی عورت ہے، سمجھ میں آیا؟ اور اسی طرح گواہ کوئی عورت کے خلاف گواہی دے رہا ہے تو وہاں بھی ضرورت کی بنا پر مثلاً چہرہ دیکھتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ ضرورت ہے، پتہ تو چلے بھئی یہ کس کے خلاف گواہی دے رہا ہے، یہ وہی عورت ہے یا کوئی اور عورت ہے بھئی۔

دیکھیے خود آگے صاحب قدوری بتلائیں گے: فَإِنْ كَانَ لَا يَأْمَنُ مِنَ الشَّهْوَةِ لَمْ يَنْظُرْ إِلَى وَجْهِهَا إِلَّا لِحَاجَةٍ اور اگر وہ شخص مامون نہیں ہے شہوت سے بھئی، یعنی شہوت آنے کا گمان ہے تو نہ دیکھے اس کے چہرے کی طرف مگر ضرورت کی بنا پر بھئی۔ صاحب قدوری کے یہ الفاظ خود بتلا رہے ہیں بھئی کہ معلوم ہوا عام عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی مباح نہیں ہے کیونکہ اس میں شہوت کا خطرہ ہے، بلکہ آج کل تو زمانہ بہت ہی خراب آگیا بھئی، اب تو بطریق اولی کیا ہو گا؟ چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہو گا بھئی۔ بلکہ فتنے کی ابتدا ہی چہرے سے ہوتی ہے، انسان کا سارا حسن ہے ہی کہاں پر دراصل؟ چہرے میں ہے، تو فتنے کی ابتدا ہی چہرے سے ہوتی ہے، لہذا چہرے کا پردہ بھی ضروری ہے بھئی۔ تو دیکھیے اسی لیے صاحب قدوری فرماتے ہیں: فَإِنْ كَانَ لَا يَأْمَنُ مِنَ الشَّهْوَةِ اگر وہ شخص مامون نہیں ہے شہوت سے، لَمْ يَنْظُرْ إِلَى وَجْهِهَا إِلَّا لِحَاجَةٍ تو نہ دیکھے اس کے چہرے کی طرف إِلَّا لِحَاجَةٍ مگر ضرورت کی بنا پر۔ البتہ بھئی اگر کسی سے نکاح کا ارادہ ہو بھئی تو اس کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے اگرچہ شہوت ہی کا کیوں نہ خطرہ ہو۔ سمجھ میں آیا؟ پھر بھی اس کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے بھئی۔

وَيَجُوْزُ لِلْقَاضِيْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّحْكُمَ عَلَيْهَا اور جائز ہے قاضی کے لیے بھی جب اس کا ارادہ ہو کہ اس کے خلاف فیصلہ کرے، کسی عورت کا مقدمہ ہے تو قاضی کے لیے جائز ہے اس کے چہرے کو دیکھنا جب اس پر فیصلہ کر رہا ہے، وَلِلشَّاهِدِ اور گواہ کے لیے بھی جائز ہے إِذَا أَرَادَ الشَّهَادَةَ عَلَيْهَا جبکہ وہ ارادہ کرے اس پر گواہی دینے کا۔ تو کیا جائز ہے قاضی کے لیے بھی جب اس پر فیصلہ کرے اور گواہ کے لیے بھی جب اس پر گواہی دینے کا ارادہ کرے، کیا جائز ہے؟ اَلنَّظَرُ إِلَى وَجْهِهَا اس عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے، وَإِنْ خَافَ أَنْ يَّشْتَهِيَ اگرچہ یہ خوف ہو کہ شہوت آئے گی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اگرچہ یہ خوف ہو پھر بھی دیکھ سکتا ہے اس کے چہرے کی طرف بھئی کیونکہ یہاں ضرورت ہے مولانا۔ وَيَجُوْزُ لِلطَّبِيْبِ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا۔ بھئی ایک عورت ہے بھئی اس کے بدن پر کوئی تکلیف وغیرہ ہے تو طبیب کے لیے اس مرض کے مقام کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ یہاں بھی ضرورت ہے بھئی۔ وَيَجُوْزُ لِلطَّبِيْبِ اور جائز ہے طبیب کے لیے أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا کہ وہ دیکھ لے مرض کی جگہ کو اس عورت میں سے۔

وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ۔ اچھا یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں بھئی مرد مرد کا کتنا حصہ دیکھ سکتا ہے جسم کا؟ وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ فِيْ جَمِيْعِ بَدَنِهٖ۔ یاد رکھیے بھئی یہ جو ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ہے یہ ستر ہے جس کا چھپانا واجب ہے بھئی، فرض ہے بھئی۔ ایک مرد دوسرے کے اس حصے کے علاوہ باقی سارے بدن کو دیکھ سکتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ اور دیکھ سکتا ہے ایک مرد کسی مرد میں سے فِيْ جَمِيْعِ بَدَنِهٖ اس کے سارے بدن میں إِلَّا مَا بَيْنَ سُرَّتِهٖ إِلَى رُكْبَتِهٖ علاوہ اس کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے، اس کے علاوہ باقی بدن کو دیکھ سکتا ہے۔ وَيَجُوْزُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَنْظُرَ مِنَ الرَّجُلِ إِلَى مَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ الرَّجُلُ۔ بھئی عورت بھی مرد کا اتنا جسم دیکھ سکتی ہے جتنا ایک مرد کا دوسرے مرد کے لیے دیکھنا جائز ہے۔ کہتے ہیں اور جائز ہے کسی عورت کے لیے أَنْ تَنْظُرَ مِنَ الرَّجُلِ کہ وہ دیکھے کسی مرد میں سے إِلَى مَا اس جگہ کی طرف يَنْظُرُ إِلَيْهِ الرَّجُلُ جس کی طرف مرد نظر کر سکتا ہے۔ یعنی اتنے حصے پر نظر پڑ جائے تو گویا کوئی حرام نظر نہیں پڑی، یعنی اسے گناہ نہیں، یہ معنی ہے اس کلام کا۔

وَتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَرْأَةِ إِلَى مَا يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَيْهِ مِنَ الرَّجُلِ۔ ایک عورت دوسری عورت کا کتنا بدن دیکھ سکتی ہے بھئی جس میں گناہ نہیں ہے؟ کہتے ہیں وہی حصہ، ایک مرد کے لیے دوسرے مرد کے بدن کا جتنا حصہ دیکھنا جائز تھا اتنا ہی ایک عورت کا دوسری عورت کے لیے دیکھنا جائز ہے، اس لیے کیونکہ جنس ایک ہے اور شہوت وغیرہ کا یہاں زیادہ خوف نہیں ہے کیونکہ ایک جنس ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَرْأَةِ اور دیکھ سکتی ہے ایک عورت دوسری عورت میں سے إِلَى مَا وہ جگہ يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَيْهِ مِنَ الرَّجُلِ کہ جائز ہے آدمی کے لیے اس کی طرف دیکھنا آدمی میں سے، یعنی ایک مرد جتنا مرد کا حصہ دیکھ سکتا ہے اتنا عورت بھی دوسری عورت کا دیکھ سکتی ہے۔

وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ أَمَتِهِ الَّتِيْ تَحِلُّ لَهٗ وَزَوْجَتِهٖ إِلَى فَرْجِهَا۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کا ایک عورت سے نکاح ہو گیا، یہ اس کی بیوی ہے، اور ایک باندی ہے اس کی، بھئی باندی اور بیوی کے ساتھ آپ جانتے ہیں صحبت بھی جائز ہے، تو ان کے بدن کا کتنا حصہ دیکھ سکتا ہے؟ کہتے ہیں یاد رکھیے آدمی اپنی بیوی کا یا اپنی باندی کا سارا بدن دیکھ سکتا ہے حتی کہ شرمگاہ کی طرف بھی دیکھ سکتا ہے اگرچہ دیکھنا اچھا نہیں ہے، لیکن جائز ہے یعنی حرام نہیں ہے بھئی، لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ دیکھے اور شرمگاہ کو ایک دوسرے سے چھپائیں بھئی۔ کہتے ہیں: وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ أَمَتِهِ الَّتِيْ تَحِلُّ لَهٗ اور دیکھ سکتا ہے کوئی مرد اپنی ایسی باندی الَّتِيْ تَحِلُّ لَهٗ جو اس مرد کے لیے حلال ہے اس کو، وَزَوْجَتِهٖ اور اپنی بیوی میں سے ان دونوں میں سے دیکھ سکتا ہے إِلَى فَرْجِهَا ان کی شرمگاہ کی طرف بھی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن بین السطور آپ دیکھ رہے ہیں بھئی: وَالْأَوْلَى عَدَمُ النَّظَرِ بھئی کہ بہتر کیا ہے؟ نہ دیکھے بھئی۔

وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهِ إِلَى الْوَجْهِ وَالرَّأْسِ وَالصَّدْرِ وَالسَّاقَيْنِ وَالْعَضُدَيْنِ۔ اچھا بھئی جو محرم عورتیں ہیں بھئی ان کے بدن کا کتنا حصہ دیکھ سکتا ہے اور کتنا حصہ نہیں دیکھ سکتا بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهِ اور دیکھ سکتا ہے مرد اپنی محرمہ عورتوں میں سے إِلَى الْوَجْهِ ان کے چہرے کی طرف، وَالرَّأْسِ اور سر کی طرف، وَالصَّدْرِ اور سینے کی طرف، وَالسَّاقَيْنِ اور پنڈلیوں کی طرف، وَالْعَضُدَيْنِ اور بازوؤں کی طرف، وَلَا يَنْظُرُ إِلَى ظَهْرِهَا وَبَطْنِهَا وَفَخِذِهَا اور نہ دیکھے ان کی پشت کی طرف اور نہ ان کے پیٹ کی طرف وَفَخِذِهَا اور نہ ان کی رانوں کی طرف۔ پیٹ، پشت اور رانوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے بھئی، ان کے علاوہ بازو ہیں، پنڈلیاں ہیں، سینہ ہے، سر ہے، چہرہ ہے ان کی طرف دیکھنا جائز ہے، یعنی ان پر نظر پڑے تو یہ حرام نہیں، اور نیز اس لیے بھی کہ یہاں پر ابدی حرمت ہے، انسان جانتا ہے کہ یہ عورتیں مجھ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہیں تو یہاں شہوت کا بھی خطرہ نہیں ہے بھئی۔

وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَمَسَّ مَا جَازَ لَهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا مِنْهَا۔ یاد رکھیے جس حصے کو دیکھنا جائز، اس حصے کو ہاتھ لگانا، چھونا بھی جائز ہے بھئی۔ اور جس حصے کو دیکھنا جائز نہیں اس کو چھونا بھی جائز نہیں۔ وَلَا بَأْسَ اور کوئی حرج نہیں ہے بِأَنْ يَمَسَّ مَا جَازَ لَهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا مِنْهَا کہ وہ چھوئے، کوئی حرج نہیں ہے چھونے میں مَا اس جگہ کو جَازَ لَهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا کہ جائز ہے اس کے لیے اس کی طرف دیکھنا مِنْهَا اس عورت میں سے۔

وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ مَمْلُوْكَةِ غَيْرِهِ إِلَى مَا يَجُوْزُ لَهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهِ۔ بھئی اپنی باندی کا حکم تو بیان ہوا، اس کا تو سارا جسم دیکھنا انسان کے لیے جائز ہے، غیر کی باندی کے کتنے بدن کو دیکھ سکتا ہے اور کتنا نہیں؟ کہتے ہیں بھئی اپنی محرم عورتوں کے جسم کا جتنا حصہ دیکھنا جائز تھا اتنا ہی حصہ غیر کی باندی کا دیکھنا بھی جائز ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ اپنی محرم عورتوں میں بھئی انسان چونکہ ان کے پاس آتا جاتا ہے، ایک گھر میں رہتے ہیں، گھر میں عموماً عورت نے عام کام کاج کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں تو عموماً نظر ادھر ادھر پڑ گئی تو یہ کوئی گناہ والی نظر نہیں ہے، سمجھ میں آیا؟ نہ تو شہوت ہے اس کے اندر اور نیز اس کا دیکھنا حرام بھی نہیں ہے بھئی۔ اور اسی طرح باندی ہے وہ بھی انسان پر داخل ہوتی ہے، ادھر ادھر جاتی ہے بھئی، کام کاج کے لیے اس کو بھیجنا پڑتا ہے، غیر کی باندی بھی ہے لیکن ہر طرف اس کو کبھی ایک کے گھر بھی بھیج رہے ہیں کام کے لیے، دوسرے کے گھر بھی بھیج رہے ہیں، باہر بھی بھیج رہے ہیں، تو وہ بھی اسی کی طرح محارم کی طرح ہوئی، تو محارم کے جتنے حصے کو دیکھنا جائز تھا اسی طرح اس کے بدن کے بھی اتنے حصے کو دیکھنا جائز ہے۔ تو دیکھیے کہتے ہیں: وَيَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ مَمْلُوْكَةِ غَيْرِهِ اور دیکھ سکتا ہے مرد بھئی غیر کی مملوکہ کو إِلَى مَا اس مقام تک يَجُوْزُ لَهُ کہ جائز ہے اس کے لیے أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهِ اس کے لیے نظر کرنا اپنی محرم عورتوں میں سے، یعنی ان میں سے جتنی جگہ دیکھنا جائز تھا غیر کی باندی میں بھی اتنا دیکھنا جائز ہے۔ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَمَسَّ ذٰلِكَ إِذَا أَرَادَ الشِّرَاءَ اور کوئی حرج نہیں ہے اس جگہ کو چھونے میں بھی إِذَا أَرَادَ الشِّرَاءَ جبکہ خریدنے کا ارادہ ہو۔ اگر کسی باندی کو خریدنے کا ارادہ ہے تو جس جگہ کو دیکھنا جائز، اس جگہ کو چھونا بھی جائز، وَإِنْ خَافَ أَنْ يَّشْتَهِيَ اگرچہ خوف ہو کہ شہوت آئے گی بھئی اسے۔

وَالْخَصِيُّ فِي النَّظَرِ إِلَى أَجْنَبِيَّةٍ كَالْفَحْلِ۔ اور خصی نظر کرنے میں اجنبیہ کی طرف، بھئی خصی ہے وہ اجنبیہ کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں دیکھ سکتا، بھئی وہ تو نامرد ہے بھئی؟ کہتے ہیں بھئی وہ بھی نر کی طرح ہی ہے، یعنی مرد کی طرح ہے، جو مرد کا حکم تھا وہی کس کا حکم ہے؟ خصی کا بھی حکم ہے۔ کہتے ہیں: وَالْخَصِيُّ فِي النَّظَرِ إِلَى أَجْنَبِيَّةٍ كَالْفَحْلِ اور خصی اجنبیہ کی طرف نظر ڈالنے میں كَالْفَحْلِ نر کی طرح ہے، یعنی مرد کی طرح ہے۔

وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَمْلُوْكِ أَنْ يَّنْظُرَ مِنْ سَيِّدَتِهِ۔ اچھا بھئی ایک عورت ہے اس کا غلام ہے، اس غلام کے لیے اپنی مالکن کا کتنا بدن دیکھنا جائز ہے اور کتنا حرام ہے؟ کہتے ہیں بھئی جیسے ایک اجنبی کا جتنا حصہ اس عورت کا دیکھنا جائز تھا اتنا حصہ دیکھنا اس غلام کے لیے اپنی مالکن کا جائز ہے، یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں، اور باقی حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے بھئی، وہ بھی کبھی ضرورت کی بنا پر کہ پتہ لگے یہ اس کی مالکن ہے بھئی۔ وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَمْلُوْكِ اور جائز نہیں ہے غلام کے لیے كَأَنْ يَّنْظُرَ مِنْ سَيِّدَتِهِ کہ وہ دیکھے اپنی مالکن میں سے إِلَّا إِلَى مَا يَجُوْزُ لِلْأَجْنَبِيِّ النَّظَرُ إِلَيْهِ مِنْهَا مگر وہ جگہ کہ جائز تھا کسی اجنبی کے لیے اس جگہ کی طرف نظر کرنا اس عورت میں سے۔

وَيَعْزِلُ عَنْ أَمَتِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهَا وَلَا يَعْزِلُ عَنْ زَوْجَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهَا۔ اچھا بھئی عزل بھئی جس کو یوں کہیں گے بھئی قدیم زمانے کی فیملی پلاننگ بھئی، آج کل تو بڑے طریقے آ گئے ہیں لیکن یہ قدیم زمانے میں طریقہ تھا عزل کا بھئی کہ انسان صحبت کرے اور انزال کے وقت اپنے عضو کو باہر نکال کر انزال باہر کرے بھئی تاکہ اولاد پیدا نہ ہو بھئی۔ اب یہ باندی کے ساتھ عزل کرتا ہے اور بیوی کے ساتھ عزل کرتا ہے، کیا ان کی اجازت کے بغیر درست ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں باندی کے ساتھ عزل کرتا ہے تو پھر وہاں پر باندی سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن اپنی بیوی کے ساتھ عزل کرتا ہے تو اس کی اجازت بھی

ضروری ہے۔ تو کہتے ہیں: وَيَعْزِلُ عَنْ أَمَتِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهَا اور عزل کرے اپنی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر ہی، یعنی عزل کر سکتا ہے اپنی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر، وَلَا يَعْزِلُ عَنْ زَوْجَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهَا اور عزل نہیں کر سکتا اپنی بیوی سے مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔

وَيُكْرَهُ الْاِحْتِكَارُ فِي أَقْوَاتِ الْآدَمِيِّيْنَ وَالْبَهَائِمِ۔ اِحْتِكَارٌ کہتے ہیں ذخیرہ اندوزی کرنا بھئی، چیز کو مہنگا بیچنے کے لیے روک لینا اپنے پاس بھئی تاکہ قیمتیں جب بڑھ جائیں تو میں اسے پھر بیچوں گا، اس کو کہتے ہیں احتکار بھئی۔ أَقْوَاتٌ جمع ہے قُوْتٌ کی، قوت کہتے ہیں غذا اور خوراک کو۔ وَيُكْرَهُ الْاِحْتِكَارُ فِي أَقْوَاتِ الْآدَمِيِّيْنَ وَالْبَهَائِمِ۔ بھئی یہ ذخیرہ اندوزی یاد رکھیے، ذخیرہ اندوزی جائز ہے بشرطیکہ اس سے علاقے والوں کو، شہر والوں کو تکلیف نہیں پہنچتی بھئی۔ آپ ویسے ایک چیز خرید کر رکھ لیتے ہیں بھئی کہ چلو ذرا قیمت بڑھے گی میں بیچوں گا، لیکن چیز اتنی مارکیٹ میں مل رہی ہے کہ اب کسی کو اس سے تکلیف نہیں ہوئی، کوئی نقصان نہیں ہوا بھئی، تو اس صورت میں یہ کرنا جائز ہے بھئی۔ لیکن اگر شہر میں اس چیز کی پہلے ہی کمی ہے اور ایک آدمی کیا کر لیتا ہے بھئی؟ ایک چیز خرید کر روک لیتا ہے اپنے پاس تاکہ اور مہنگی ہو جائے اور پھر میں خوب پیسے کماؤں، تو دیکھو یہ ایسی ذخیرہ اندوزی ہوئی جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچی ہے بھئی، لہٰذا اس طرح کرنا جائز نہیں ہے بھئی۔ تو ذخیرہ اندوزی سے اگر کسی کو تکلیف نہ پہنچے تو جائز ہے، اگر تکلیف پہنچتی ہے تو پھر اس صورت میں جائز نہیں ہے بھئی، چاہے آدمیوں کا غلہ ہو چاہے جانوروں، مویشیوں کا غلہ ہو۔

وَيُكْرَهُ الْاِحْتِكَارُ فِي أَقْوَاتِ الْآدَمِيِّيْنَ وَالْبَهَائِمِ اور مکروہ ہے ذخیرہ اندوزی کرنا آدمیوں کی غذا میں یا خوراک میں وَالْبَهَائِمِ اور اسی طرح چوپایوں اور مویشیوں کی خوراک میں، إِذَا كَانَ ذٰلِكَ فِي بَلَدٍ جبکہ یہ ذخیرہ اندوزی فِي بَلَدٍ ایسے شہر میں ہو، بَلَدٍ نکرہ ہے، يَضُرُّ اس کے بعد فعل آیا، نکرہ کے بعد فعل آئے تو کیا بنتے ہیں آپس میں؟ موصوف صفت بنتے ہیں اور موصوف سے پہلے کیا لفظ لاتے ہیں؟ ایسا، جبکہ یہ ذخیرہ اندوزی فِي بَلَدٍ ایسے شہر میں ہو يَضُرُّ الْاِحْتِكَارُ بِأَبْلِهِ کہ نقصان دیتی ہو ذخیرہ اندوزی اس شہر والوں کو۔ وَمَنِ احْتَكَرَ غَلَّةَ ضَيْعَتِهِ أَوْ مَا جَلَبَهُ مِنْ بَلَدٍ آخَرَ فَلَيْسَ بِمُحْتَكِرٍ اور جس شخص نے ذخیرہ کیا غَلَّةَ ضَيْعَتِهِ اپنی زمینوں کا غلہ، ضَيْعَةٌ کہتے ہیں قابل کاشت زمین کو، اپنے کھیتوں کا غلہ، اپنی زمینوں کا غلہ جس نے ذخیرہ کیا، أَوْ مَا جَلَبَهُ مِنْ بَلَدٍ آخَرَ یا جسے وہ لے کر آیا ہے دوسرے شہر سے۔ ایک آدمی نے اپنے کھیت کا غلہ ذخیرہ کر لیا، یا دوسرے شہر سے وہ خود سامان لے کر آیا اور اس کو ذخیرہ کر لیا ہے، کہتے ہیں: فَلَيْسَ بِمُحْتَكِرٍ تو یہ ذخیرہ اندوز نہیں ہے بھئی۔ ہاں اس میں اختلاف کرتے ہیں، دوسرے شہر سے لے کر آیا ہے تو پھر دیکھیں گے شہر والوں کو نقصان پہنچتا ہے تو پھر بھی کیا ہے؟ ذخیرہ اندوزی ہے یہ اور گنہگار ہو گا۔ جبکہ باقی اپنی زمین کا غلہ، بھئی وہ تو اس کی اپنی زمین ہے، اس میں کسی اور کا حق نہیں ہے، اس کو ذخیرہ کرنا چاہے تو ذخیرہ کر سکتا ہے۔

وَلَا يَنْبَغِيْ لِلسُّلْطَانِ أَنْ يُّسَعِّرَ عَلَى النَّاسِ۔ بھئی یہ قیمتیں چیزوں کی کیا بادشاہ مقرر کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، وَلَا يَنْبَغِيْ لِلسُّلْطَانِ اور مناسب نہیں ہے بادشاہ کے لیے أَنْ يُّسَعِّرَ کہ قیمتیں مقرر کرے عَلَى النَّاسِ لوگوں پر۔ یعنی چیزوں کی قیمتیں وغیرہ مقرر کرنا یہ بادشاہ کے لیے مناسب نہیں ہے بھئی، بلکہ یہ تو ثمن وغیرہ جو قیمت آپس میں طے کرتے ہیں یہ تو جن کی چیز ہے ان کا، وہ عقد کرنے والوں کا اپنا حق ہے جتنی چاہیں کسی چیز کے کیا کر لیں آپس میں؟ جتنے ثمن چاہیں اس کے مقرر کر لیں آپس میں۔ ہاں اگر لوگ کیا کرتے ہیں؟ چیزیں مہنگی ہو رہی ہیں، لوگ کیا کر رہے ہیں؟ حد سے تجاوز کر رہے ہیں، چیزیں مہنگی بیچ کر زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسروں کو تکلیف دے رہے ہیں، تو پھر بادشاہ کیا کر سکتا ہے؟ سمجھدار لوگوں کے مشورے کے ذریعے ان پر قیمتیں مقرر کر سکتا ہے بھئی۔

وَيُكْرَهُ بَيْعُ السِّلَاحِ فِي أَيَّامِ الْفِتْنَةِ اور مکروہ ہے اسلحے کا بیچنا فتنے کے زمانے میں۔ بھئی ایک جگہ پر فتنہ ہے، شورش برپا ہے، کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں فتنہ پھیلا رہے ہیں، قتل وغارت وغیرہ میں مصروف ہیں، ان ایام میں اسلحہ بیچنا ایسے آدمی کو جس کے بارے میں پتہ ہے یہ فتنے والوں میں سے ہے یہ مکروہ ہے مولانا۔ یہ کیا ہے؟ مکروہ ہے بھئی، اسلحہ اس کو نہ بیچے۔

وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْعَصِيْرِ مِمَّنْ يَّعْلَمُ أَنَّهُ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا۔ بھئی ایک آدمی ہے اس کے پاس انگور کا بہت زیادہ رس پڑا ہوا ہے اور دوسرا آدمی اس سے خریدنے آیا، اسے پتہ ہے انگور کا رس میں اسے بیچوں گا یہ اس سے لے جا کر شراب بنائے گا، تو کیا بیچنا جائز ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی جائز ہے، یہ اس کو انگور کا رس بیچ سکتا ہے اگرچہ یہ علم ہی کیوں نہ ہو کہ یہ اس سے لے جا کر کیا کرے گا؟ شراب بنالے گا۔ بھئی یہ کیا بات ہوئی، پچھلے مسئلے میں آپ نے بتلایا تھا کہ اسلحہ ہے، اسلحے سے فتنہ زیادہ پھیلے گا، وہ قوت پکڑیں گے تو ان کو اسلحہ بیچنا مکروہ ہے، اور یہاں آپ کو پتہ ہے کہ اس رس سے کیا کرے گا وہ؟ شراب بنائے گا، یہ کہتے ہیں یہ بیچنا مکروہ نہیں ہے! کہتے ہیں وجہ یہ کہ دونوں مسئلوں میں فرق ہے: وہاں آپ جو اسلحہ دیں گے عین اسی اسلحے سے گناہ کیا جائے گا، فتنہ پھیلایا جائے گا؛ اور

یہاں پر جو آپ رس دے رہے ہیں اس رس سے گناہ کا کام نہیں لیا جا سکتا بلکہ اس رس کی حقیقت ہی بدل جائے گی، جب شراب بنائیں گے تو وہ رس رہا ہی نہیں، ماہیت ہی بدل گئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو وہاں پر فتنہ یا جو فساد آیا تھا وہ عین اسی چیز سے آیا تھا جو آپ نے بیچی تھی، اور یہاں عین اس چیز سے فساد نہیں ہے بلکہ اس کو بدلے گا اور اس سے شراب بنائے گا پھر اس میں فساد آیا، اس سے پہلے فساد نہیں تھا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْعَصِيْرِ اور کوئی حرج نہیں ہے رس کے بیچنے میں مِمَّنْ اس شخص کے ہاتھ يَعْلَمُ کہ جس کے بارے میں یہ جانتا ہے أَنَّهُ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا کہ وہ اس سے بنالے گا شراب۔ کہ وہ اس سے کیا کرے گا؟ شراب بنالے گا، اس کو رس کا بیچنا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵۳: کتاب الوصایا(۱): وصیت کا استحباب، ثلثِ مال کی حد، وارث اور قاتل کے لیے وصیت کا حکم، اور ثلثِ مال کا اعتبار بوقتِ موت

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۱ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْوَصَايَا۔ اَلْوَصِيَّةُ غَيْرُ وَاجِبَةٍ وَّهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ وَّلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْوَارِثِ إِلَّا أَنْ يُّجِيْزَهَا الْوَرَثَةُ وَلَا يَجُوْزُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ وَلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْقَاتِلِ وَيَجُوْزُ أَنْ يُّوْصِيَ الْمُسْلِمُ لِلْكَافِرِ وَالْكَافِرُ لِلْمُسْلِمِ۔

كِتَابُ الْوَصَايَا۔ وَصَايَا جمع ہے وَصِيَّةٌ کی بھئی۔ اور وصیت عربی زبان میں کسے کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں کسے کہتے ہیں، یہ آپ کے حاشیے میں تعریف دی ہوئی ہے: قَوْلُهُ الْوَصَايَا، اَلْإِيْصَاءُ لُغَةً طَلَبُ شَيْءٍ مِّنْ غَيْرِهٖ لِيَفْعَلَهُ عَلٰى غَيْبٍ مِّنْهُ۔ ایصاء عربی زبان میں کہتے ہیں: طَلَبُ شَيْءٍ مِّنْ غَيْرِهٖ غیر سے کسی چیز کو طلب کرنا، لِيَفْعَلَهُ تاکہ وہ اس کو کرے عَلٰى غَيْبٍ مِّنْهُ اس شخص کے غائب ہوتے ہوئے، حَالَ حَيَاتِهٖ اس کی زندگی میں ہی بھئی۔ یعنی اپنی غیر موجودگی میں کسی کو کسی کام کا کہنا یہ وصیت کہلاتا ہے عربی زبان میں۔ آپ سفر پر جانے لگے، آپ نے اپنے کسی ساتھی سے کہا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں یہ کام میری غیر موجودگی میں، میرے جانے کے بعد یہ کام ضرور کر دینا، یا اس بات کا خیال رکھنا، تو اس کو کیا کہتے ہیں؟ وصیت کہا جاتا ہے عربی زبان میں۔

وَفِي الشَّرْعِ اور اصطلاح شریعت میں: تَمْلِيْكٌ مُّضَافٌ إِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ وہ تملیک ہے یعنی مالک بنانا ہے، مُضَافٌ جس کی نسبت کی گئی ہے إِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ موت کے مابعد کی طرف بھئی۔ موت کے بعد کی طرف جس کی نسبت کی گئی ہے وہ تملیک وصیت کہلاتی ہے۔ یعنی بھئی ایک شخص نے کہا میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے اتنے روپے زید کو دے دینا۔ تو دیکھو وہ زید کو اتنے روپوں کا مالک بنا رہا ہے، اور اپنی زندگی میں یا اپنی موت کے بعد بھئی؟ اپنی موت کے بعد بھئی مالک بنا رہا ہے۔ تو اس نے مالک بنایا ہے زید کو، لیکن اس مالک بنانے کی نسبت اس کی طرف کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد اس کو اتنا مال دے دینا میرے مال میں سے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ تملیک ہے، تملیک کا کیا معنی ہوتا ہے؟ دوسرے کو مالک بنانا۔ ایسی تملیک مُضَافٌ إِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ جس کی نسبت کی جائے کس کی طرف؟ موت کے بعد کی طرف بھئی، بِطَرِيْقِ التَّبَرُّعِ تبرع کے طریقے پر یعنی احسان کے طریقے پر بھئی، زید کا دین نہیں ہے آپ پر بھئی، دین ہے وہ تو دینا ہی پڑتا ہے، ویسے بطور احسان کے آپ کیا کہتے ہیں کہ اتنا مال زید کو دے دینا۔

سَوَاءٌ كَانَ عَيْنًا أَوْ مَنْفَعَةً برابر ہے کہ چاہے وہ کوئی عین ہو یا نفع ہو۔ عین جیسے مثلاً بھئی وصیت کر دی کہ فلاں کو میرے مال میں سے اتنے روپے دے دینا، اتنے پیسے دے دینا، یا فلاں گاڑی دے دینا، یا فلاں غلام دے دینا، تو کسی عین کی وصیت کی۔ اور ایک ہے نفع کی وصیت کرنا کہ مثلاً میرا یہ جو غلام ہے میرے مرنے کے بعد فلاں کی ایک سال تک خدمت کرتا رہے یا دو سال تک خدمت کرتا رہے۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً میرے مرنے کے بعد میرے فلاں مکان میں زید کو ایک سال تک رہائش دے دینا ایک سال کے لیے، تو دیکھو مکان کا مالک نہیں بنا رہا بلکہ اسے صرف مکان کے نفعے کا مالک بنا رہا ہے۔ تو وصیت عین کی بھی ہو سکتی ہے جیسے روپے وغیرہ یا کسی معین چیز کی کر دی، مثلاً میری یہ گاڑی اس کو میرے مرنے کے بعد دے دینا، اور نفعے کی بھی ہو سکتی ہے مثلاً صرف کس چیز کی وصیت کی کہ اس کو میرے مکان میں ایک سال تک رہائش دے دینا بھئی۔

اَلْوَصِيَّةُ غَيْرُ وَاجِبَةٍ۔ وصیت یاد رکھیے اگر انسان کے ذمے کوئی فرائض باقی ہیں، واجبات باقی ہیں، ان کی وصیت تو ضرور کرنی چاہیے ورنہ یہ گنہگار ہو گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ مثلاً ایک آدمی کے ذمے زکوۃ باقی ہے کئی سالوں کی، تو اس کے ذمے ضروری ہے وہ وصیت کر کے جائے کہ میرے ذمے اتنی زکوۃ باقی ہے اور میرے مرنے کے بعد یہ میرے مال میں سے ادا کر دینا۔ تو اس طرح فرائض یا واجبات میں سے کوئی چیز باقی ہو تو وصیت ضرور کرنی چاہیے، ورنہ وصیت کرنا مستحب ہے مولانا، واجب نہیں۔ دیکھیے صاحب قدوری خود فرما رہے ہیں: اَلْوَصِيَّةُ غَيْرُ وَاجِبَةٍ وَّهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ وصیت واجب نہیں ہے اور یہ مستحب ہے۔

وَلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْوَارِثِ إِلَّا أَنْ يُّجِيْزَهَا الْوَرَثَةُ۔ بھئی وارث کے لیے وصیت درست نہیں ہے۔ وصیت اجنبی کے لیے کی جائے گی یعنی جس کا وراثت میں حصہ نہیں ہے اس کے لیے وصیت درست ہے، وارث کے لیے نہیں۔ بھئی ورثاء تو وہ ہیں جن کا حصہ اللہ تعالی نے مقرر فرما دیا ہے، تو کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو تو حصہ ملنا ہی ہے، تو اب انہی لوگوں میں سے جن کو حصہ ملنا ہے انہی میں سے کسی کے لیے وہ وصیت بھی کر جاتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے میرے فلاں بیٹے کو ایک لاکھ روپیہ دے دینا۔ بھئی وہ تو آپ کا بیٹا ہے، آپ کا وارث ہے، اور وارث کے لیے تو وصیت صحیح نہیں، اس کا تو حصہ خود شریعت نے مقرر کر دیا ہے، لہذا اب یہ وصیت درست نہیں ہے۔ ہاں اگر باقی ورثاء اجازت دے دیتے ہیں پھر درست ہے، کیونکہ ممانعت کس وجہ سے تھی؟ کیونکہ باقی ورثاء کا بھی حق ہے بھئی مال کے اندر مرنے کے بعد۔ تو اب باقی اجازت دے دیتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے بھئی، پھر اس کو دے دو ایک لاکھ روپیہ پہلے، بعد میں پھر تقسیم شروع کرو ورثاء کے درمیان۔ تو کہتے ہیں: وَلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْوَارِثِ جائز نہیں ہے وصیت کرنا وارث کے لیے إِلَّا أَنْ يُّجِيْزَهَا الْوَرَثَةُ مگر یہ کہ اس کی اجازت دے دیں ورثاء۔

وَلَا يَجُوْزُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ اور جائز نہیں ہے ثلث سے زائد کی وصیت بھئی۔ بھئی ثلث سے زیادہ کی وصیت درست نہیں ہے۔ وصیت کرے انسان تو زیادہ سے زیادہ اس کے مال کے تیسرے حصے تک وصیت کرنی چاہیے بھئی، اس سے زیادہ کی وصیت نہیں۔ بلکہ مستحب تو یہ ہے کہ تیسرے سے بھی کم ہونی چاہیے وصیت بھئی۔ لیکن اگر زیادہ کرنا چاہتا ہے تو کہاں تک کر سکتا ہے زیادہ سے زیادہ؟ تیسرے حصے تک کی وصیت کر سکتا ہے۔ تیسرے حصے سے زیادہ، مثلاً ایک آدمی کے مرنے کے بعد اس کا کل مال جو باقی بچا ہے وہ تین لاکھ ہے، تو وہ زیادہ سے زیادہ کتنے کی وصیت کر سکتا ہے؟ ایک لاکھ۔ ایک لاکھ تک میں اس کی وصیت نافذ ہو گی اور دو لاکھ وارثوں کا حق ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو تہائی سے زیادہ کی وصیت نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں اگر زیادہ کی وصیت کی ہے، ورثاء اجازت دے دیتے ہیں سارے، پھر تو ٹھیک ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا يَجُوْزُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ ثلث سے زائد کی وصیت جائز نہیں ہے۔

وَلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْقَاتِلِ اور قاتل کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ قاتل کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو شدید زخمی کر دیا اور اس زخمی نے مرنے سے پہلے اس کے لیے وصیت کر دی۔ کیا کر دی؟ وصیت کر دی اور بعد میں مر گیا۔ تو یہ اس نے وصیت گویا کس کے لیے کی ہے؟ اپنے قاتل کے لیے وصیت ہوئی یہ تو، اور قاتل کے لیے تو وصیت جائز نہیں ہے بھئی۔ یا اسی طرح ایک اجنبی کے لیے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے ایک لاکھ روپیہ اسے دے دینا، بعد میں اس اجنبی نے ہی اس آدمی کو قتل کر دیا، تو یاد رکھنا وہ وصیت باطل ہو جائے گی، قاتل کو کچھ نہیں ملے گا بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَلَا تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْقَاتِلِ اپنے قاتل کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔

وَيَجُوْزُ أَنْ يُّوْصِيَ الْمُسْلِمُ لِلْكَافِرِ وَالْكَافِرُ لِلْمُسْلِمِ اور جائز ہے کہ وصیت کرے مسلمان کسی کافر کے لیے اور کوئی کافر کسی مسلمان کے لیے۔ کافر سے مراد ذمی ہے مولانا، حربی کے لیے وصیت درست نہیں ہے۔ مسلمان نے وصیت کی کسی ذمی کے لیے جو انہی کے وطن میں کوئی عیسائی، یہودی وغیرہ یا کوئی رہتا ہے، اس کے لیے وصیت کر دی میرے مرنے کے بعد اسے اتنا مال دے دینا، تو یہ وصیت کافر کے لیے ہوئی لیکن درست ہے بھئی۔ یا کسی کافر نے وصیت کی مسلمان کے لیے، تو یہ وصیت بھی درست ہے بھئی، اس کے مرنے کے بعد وہ وصیت نافذ کی جائے گی۔

وَقَبُوْلُ الْوَصِيَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ فَإِنْ قَبِلَهَا الْمُوْصٰى لَهُ۔ اچھا یہاں تین چار لفظ یاد رکھیں وصیت کے باب میں۔ وصیت کرنے والا مُوْصٍ کہلاتا ہے بھئی صاد کے ساتھ۔ وصیت کرنے والا موصی کہلاتا ہے، أَوْصٰى يُوْصِيْ إِيْصَاءً فَهُوَ مُوْصٍ۔ اور وہ مال جس کی وصیت کی اس نے وہ مُوْصًى بِهٖ کہلاتا ہے۔ موصی بہ کہلاتا ہے۔ اور جس کے لیے وصیت کی وہ مُوْصًى لَهُ کہلاتا ہے۔ وہ موصی لہ کہلاتا ہے۔ اور جس کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اس طرح میرا مال زید کو دے دینا، مثلاً عمرو کو کہا ایک آدمی نے کہ بھئی میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے زید کو اتنا حصہ دے دینا، تو یہ وصیت کسے کر رہا ہے؟ عمرو کو، اور کس کے لیے کر رہا ہے؟ زید کے لیے۔ تو عمرو کو وصیت کر رہا ہے، تو جس کو وصیت کی اسے مُوْصًى إِلَيْهِ کہتے ہیں۔ مُوْصًى إِلَيْهِ، اور

اسے وَصِیٌّ بھی کہتے ہیں، وصی، وَصِیٌّ۔ اسے وصی بھی کہتے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ وصیت کرنے والا کیا کہلاتا ہے؟ موصی۔ اور جس کے لیے وصیت کی؟ موصی لہ۔ اور جس مال کی وصیت کی؟ موصی بہ۔ اور جس شخص کو وصیت کی؟ موصی الیہ یا وصی کہلاتا ہے۔

اب یاد رکھیے وصیت دراصل کیا ہے؟ دوسرے کو مال کا مالک بنانا ہے اپنے مرنے کے بعد۔ ایک شخص نے کیا کہا؟ میرے مرنے کے بعد مثلاً زید کو میرے مال میں سے اتنا حصہ دے دینا۔ تو اب زید کو اپنے مرنے کے بعد اپنے کچھ مال کا مالک بنا رہا ہے، تو اس میں اب زید کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ مالک تبھی بنے گا جب وہ کیا کرلے گا؟ وصیت کو قبول کرلے گا۔ اب یہ قبول کرنا کب معتبر ہے؟ کیا زندگی میں وہ قبول کرلیتا ہے، ابھی جس نے وصیت کی ہے وہ مرا نہیں ہے، زندہ ہی ہے، اس کی زندگی میں اس موصی لہ نے کیا کرلیا؟ وصیت کو قبول کرلیا۔ کہتے ہیں نہیں بھئی، وصیت کا حکم مرنے کے بعد ثابت ہوتا ہے لہذا قبول کرنا بھی مرنے کے بعد ضروری ہے۔ زندگی میں خواہ قبول کرے چاہے رد کرے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ قبول کرنا یا رد کرنا کب معتبر ہے؟ جب موصی کا انتقال ہو جائے اس کے بعد موصی لہ کیا کرے؟ وصیت کو قبول کرے یا اس کو رد کرے۔ بھئی ایک آدمی نے وصیت کی تھی میرے مال میں سے ایک لاکھ روپیہ میرے مرنے کے بعد زید کو دے دینا۔ اب اس آدمی کے مرنے کے بعد زید کیا کرتا ہے؟ وصیت کو قبول کرلیتا ہے تو اسے مال دے دیں گے، اگر وصیت کو رد کر دیتا ہے تو پھر اسے مال نہیں ملے گا، اس نے خود رد کر دیا۔

تو کہتے ہیں: وَقَبُوْلُ الْوَصِیَّۃِ بَعْدَ الْمَوْتِ اور وصیت کا قبول کرنا موت کے بعد ہو گا، فَإِنْ قَبِلَہَا الْمُوْصٰی لَہٗ اگر وصیت کو قبول کرلیا موصی لہ نے فِیْ حَالِ الْحَیَاۃِ اس موصی کی زندگی میں ہی، أَوْ رَدَّہَا یا اسے رد کیا اس کی زندگی میں ہی، فَذٰلِکَ بَاطِلٌ تو یہ قبول کرنا اور رد کرنا باطل ہے۔

وَیُسْتَحَبُّ أَنْ یُّوْصِیَ الْإِنْسَانُ بِدُوْنِ الثُّلُثِ اور مستحب ہے کہ انسان وصیت کرے ثلث سے کم کی۔ بھئی زیادہ سے زیادہ کتنے کی وصیت ہو سکتی ہے؟ ثلث یعنی تیسرے حصے کی، لیکن مستحب یہ ہے کہ تیسرے حصے سے بھی کم کی وصیت ہونی چاہیے بھئی۔ اگر کسی کو مال دینا بھی چاہتا ہے تو تیسرے حصے سے کم مال بھئی دے۔ اس لیے کہ بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جائے بھئی، انہیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، وہ آسانی سے زندگی آگے گزار سکیں بھئی، تو یہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ ان کو غریب چھوڑ کر جائے فقراء۔ بلکہ خصوصاً اگر اس کے ورثاء کیا ہیں؟ مالدار نہیں ہیں، تو پھر تو وصیت کرنی ہی نہیں چاہیے سرے سے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ سارا مال انہی کے لیے چھوڑ دینا چاہیے تاکہ وہ اچھے طریقے سے گزر بسر کر سکیں بھئی۔

وَإِذَا أَوْصٰی إِلٰی رَجُلٍ۔ دیکھو کیا لفظ آیا ہے؟ إِذَا أَوْصٰی إِلٰی رَجُلٍ جب وصیت کی کسی آدمی کو۔ اس نے کیا کہا تھا؟ میرا مال زید کو دے دینا، لیکن کہا کس کو؟ عمرو کو کہا۔ بھئی ایک آدمی نے عمرو سے کہا میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے اتنے پیسے زید کو دے دینا۔ تو وصیت کسے کر رہا ہے؟ عمرو کو، اور کس کے لیے کر رہا ہے؟ زید کے لیے۔ تو جس کو وصیت کر رہا ہے وہ کیا کہلاتا ہے؟ موصی الیہ۔ کیا کہلاتا ہے؟ موصی الیہ۔ ادھر بھی دیکھو وہی لفظ إِلٰی آ رہا ہے: وَإِذَا أَوْصٰی إِلٰی رَجُلٍ جب کسی شخص نے کسی آدمی کو وصیت کی۔ اس آدمی کے لیے نہیں وصیت کی بلکہ اس آدمی کو وصیت کی ہے۔

کہتے ہیں: وَإِذَا أَوْصٰی إِلٰی رَجُلٍ اور جب کسی شخص نے وصیت کی کسی آدمی کو فَقَبِلَ الْوَصِیَّۃَ۔ اچھا بھئی اس وصی کا یعنی موصی الیہ کا بھی تو قبول کرنا ضروری ہے بھئی۔ ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے اتنے پیسے کس کو دے دینا؟ زید کو دے دینا۔ تو زید کا بھی قبول کرنا ضروری ہے مرنے کے بعد، اور جس کو وصیت کر رہا ہے کہ میرے مال میں سے فلاں کو دے دینا، تو جس کو وصیت کر رہا ہے اس کا بھی قبول کرنا ضروری ہے بھئی۔ اور موصی کے سامنے، اسے تو بھئی زندگی میں ہی وصیت کر رہا ہے کہ میرے مرنے کے بعد یوں کر دینا، تو وہ اس کے سامنے اس کو قبول کرے۔ سمجھ میں آیا؟ قبول بھی اس کے سامنے کرے اور اگر رد کرنا چاہتا ہے تو رد بھی اس کے سامنے ہی کرے۔ اگر اس کے سامنے قبول کرلیتا ہے اور بعد میں جا کر کیا کرتا ہے؟ رد کر دیتا ہے کہ نہیں بھئی میں یہ ذمہ داری سرانجام نہیں دے سکتا کہ اس کے مرنے کے بعد کیا کروں؟ اس کے مال میں تصرف کروں اور وصیت نافذ کروں، رد کرتا ہے لیکن غیر موجودگی میں کرتا ہے، یہ درست نہیں بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟

تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَوْصٰی إِلٰی رَجُلٍ جب کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو وصیت کی فَقَبِلَ الْوَصِیَّۃَ فِیْ وَجْہِ الْمُوْصِیْ پس اس نے وصیت کو قبول کرلیا فِیْ وَجْہِ الْمُوْصِیْ موصی کے چہرے پر یعنی اس کے سامنے کیا کرلیا؟ قبول کرلیا، وَرَدَّہَا فِیْ غَیْرِ وَجْہِہٖ اور اسے پھر رد کر دیا اس کے چہرے کے علاوہ میں یعنی پس پشت جو ہے اس کے پیچھے جو ہے اس کو رد کر دیا، فَلَیْسَ بِرَدٍّ تو یہ رد نہیں ہے بھئی۔ اس لیے کیونکہ دیکھو بھئی ایک شخص ہے اس نے دوسرے کو وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد بھئی تم ذمہ دار بن جانا اور میرے مال میں سے اتنے پیسے کس کو دے دینا؟ مثلاً زید کو دے دینا۔ اب وہ بیچارہ تو مطمئن ہو گیا کہ میرے بعد یہ کیا کرے گا؟ زید کو مال دے دے گا، اور اس کے سامنے اس نے قبول کرلیا تھا اس شخص نے اور بعد میں جا کر کہتا ہے

نہیں بھئی میں یہ وصیت قبول نہیں کرتا، میں اس پر عمل درآمد نہیں کروا سکتا، نہیں کر سکتا۔ تو بھئی اس کے سامنے آپ کو رد کرنا چاہیے تھا، اس کی غیر موجودگی میں کر رہے ہیں، وہ بیچارہ تو مطمئن ہو چکا ہے، یہ تو گویا دھوکہ ہوا آپ کی طرف سے کہ اس کے سامنے بات قبول کر لی اور پس پشت جا کر کیا کر دیا اس بات کو؟ رد کر دیا۔ لہٰذا دوبارہ دیکھیے: وَإِذَا أَوْصٰى إِلٰى رَجُلٍ جب کسی آدمی کو وصیت کی فَقَبِلَ الْوَصِيَّةَ فِيْ وَجْهِ الْمُوْصِيْ تو اس نے وصیت کو قبول کر لیا موصی کے سامنے، وَرَدَّهَا فِيْ غَيْرِ وَجْهِهٖ اور وصیت کو رد کر دیا اس کے پس پشت، فَلَيْسَ بِرَدٍّ تو یہ رد نہیں ہے بھئی۔ وَإِنْ رَدَّهَا فِيْ وَجْهِهٖ فَهُوَ رَدٌّ اور اگر اس نے رد کر دیا وصیت کو اس موصی کے سامنے ہی، فَهُوَ رَدٌّ تو یہ رد ہے۔

وَالْمُوْصٰى بِهٖ يُمْلَكُ بِالْقَبُوْلِ۔ بھئی میں نے آپ کو بتلایا کہ جب کسی شخص کے لیے آپ نے وصیت کی ہے، مثلاً زید کے لیے ایک آدمی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اسے اتنے پیسے دے دینا، تو زید کا قبول کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ وہ مالک بننے والا ہے، آپ اسے مالک بنا رہے ہیں، تو اس کا قبول کرنا بھی ضروری۔ اور اس کا قبول کرنا کب معتبر ہے؟ موت کے بعد جب وہ قبول کرے گا تب معتبر ہے یا موت کے بعد رد کرتا ہے تب معتبر ہے۔ تو موت کے بعد جب وہ قبول کر لے گا تو وہ موصی بہ کا مالک بن جائے گا۔ کیا بن جائے گا؟ جب وہ قبول کر لے گا تو وہ موصی بہ، وہ مال جس کی وصیت کی گئی تھی اس کا مالک بن جائے گا بھئی۔ تو موصی بہ کا مالک یاد رکھو ہمیشہ قبول کرنے سے بنا جاتا ہے، بغیر قبول کیے کوئی اس کا مالک نہیں بن سکتا، قبول کرنا ضروری۔ لیکن کہتے ہیں ایک مسئلہ ہے جس کے اندر بغیر قبول کیے ہی مالک بن جائے گا۔ وہ کیا صورت ہے بھئی؟ مثلاً دیکھو ایک آدمی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد زید کو ایک لاکھ روپیہ میرے مال میں سے دے دینا۔ کس کے لیے وصیت کی؟ زید کے لیے۔ پھر اس وصیت کرنے والے کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اب زید کو کیا کرنا چاہیے؟ قبول کرنا چاہیے، لیکن ابھی اس نے قبول نہیں کیا کہ اس سے پہلے اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ تو اب دیکھو اس نے قبول نہیں کیا لیکن پھر بھی موصی بہ یہاں اس کی ملک میں داخل ہو گا، اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا، اس کے وارث کیا بن جائیں گے اس موصی بہ کے؟ مالک بن جائیں گے اگرچہ یہاں قبول نہیں پایا گیا۔ تو یہ ایک صورت ہے جس میں موصی بہ کا مالک بنا جاتا ہے بغیر قبول کیے ہی، اس کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں قبول کرنا ضروری ہے۔ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے سب کو بھئی؟

کہتے ہیں: وَالْمُوْصٰى بِهٖ يُمْلَكُ بِالْقَبُوْلِ اور موصی بہ، وہ مال جس کی وصیت کی گئی ہے، يُمْلَكُ بِالْقَبُوْلِ اس کا مالک بنا جائے گا قبول کے ذریعے إِلَّا فِيْ مَسْأَلَةٍ وَّاحِدَةٍ مگر ایک مسئلے کے اندر، وَهِيَ اور وہ یہ کہ أَنْ يَّمُوْتَ الْمُوْصِيْ کہ موصی مر جائے، جس نے وصیت کی تھی وہ مر گیا، ثُمَّ يَمُوْتُ الْمُوْصٰى لَهٗ قَبْلَ الْقَبُوْلِ پھر مر جاتا ہے موصی لہ بھی قبول کرنے سے پہلے، فَيَدْخُلُ الْمُوْصٰى بِهٖ فِيْ مِلْكِ وَرَثَتِهٖ تو داخل ہو جائے گا موصی بہ یعنی وہ مال جس کی وصیت کی گئی تھی وہ داخل ہو جائے گا فِيْ مِلْكِ وَرَثَتِهٖ اس موصی لہ کے ورثاء کی ملک میں۔

وَمَنْ أَوْصٰى إِلٰى عَبْدٍ أَوْ كَافِرٍ أَوْ فَاسِقٍ أَخْرَجَهُمُ الْقَاضِيْ مِنَ الْوَصِيَّةِ وَنَصَبَ غَيْرَهُمْ۔ صورت یہ، آپ نے پڑھا ہے بھئی کہ وصیت کے لیے ضروری ہے کہ جس کو وصیت کر رہا ہے وہ اسے قبول کرے بھئی۔ بھئی ایک آدمی نے اپنے ساتھی کو وصیت کی بھئی جب میں مر جاؤں آپ میرے مال میں سے ایک لاکھ روپیہ زید کو دے دینا۔ تو اس کا یہ جو ساتھی ہے یہ موصی الیہ ہوا جسے وصیت کر رہا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس کا قبول کرنا ضروری۔ اب ایک شخص ہے اس نے جس کو وصیت کی یعنی اس کا وصی جو تھا وہ کوئی غلام ہے کسی دوسرے کا، یا اس نے وصیت کسی کافر، کسی ذمی کو کر دی بھئی، کوئی عیسائی یا یہودی تھا اسے وصیت کر دی کہ اس طرح کر دینا میرے مرنے کے بعد، یا کسی فاسق آدمی کو کر دی بھئی، کسی عادل کو اس نے وصیت نہیں کی، قابل اعتماد آدمی کو وصیت نہیں کی بلکہ کس کو وصیت کی ہے؟ فاسق آدمی کو وصیت کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد زید کو اتنا مال دے دینا۔ تو یاد رکھیے یہ وصیت درست ہے، البتہ اس شخص کے مرنے کے بعد اب یہ لوگ وصیت نافذ نہیں کریں گے، بلکہ اگر یہ غلام ہے یا کافر ہے یا فاسق ہے تو قاضی ان کو وصیت سے نکال دے گا اور ان کی جگہ کسی اور کو قائم مقام بنا دے گا، وہ پھر کیا کرے گا؟ اس مرنے والے کی وصیت کو نافذ کرے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى إِلٰى عَبْدٍ أَوْ كَافِرٍ۔ دیکھو أَوْصٰى إِلٰى عَبْدٍ، معلوم ہوا موصی الیہ بن رہا ہے، إِلٰى کا لفظ آ رہا ہے۔ وَمَنْ أَوْصٰى إِلٰى عَبْدٍ اور جس نے وصیت کی کسی غلام کو أَوْ كَافِرٍ یا کسی کافر کو أَوْ فَاسِقٍ یا کسی فاسق کو، أَخْرَجَهُمُ الْقَاضِيْ مِنَ الْوَصِيَّةِ تو نکال دے گا انہیں قاضی وصیت میں سے وَنَصَبَ غَيْرَهُمْ اور غیر کو قائم کر دے گا ان کی جگہ بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ عبد، کافر اور فاسق یہ کون بنے؟ موصی الیہ بنے۔

وَمَنْ أَوْصٰى إِلٰى عَبْدِ نَفْسِهٖ۔ بھئی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں ایک شخص نے اپنے غلام کو وصیت کی بھئی۔ پہلی صورت میں کیا تھا؟ کسی غیر کے غلام کو کیا کی ہے؟ وصیت۔ اب ہے اپنے غلام کو وصیت کرتا ہے تو یہ وصیت صحیح ہے یا صحیح نہیں؟ اپنے غلام کو کہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال میں

تصرف کرنا اور اتنا مال کس کو دے دینا؟ مثلاً زید کو دے دینا۔ کس کو یہ وصیت کر رہا ہے؟ اپنے غلام کو۔ کہتے ہیں بھئی اپنے غلام کو وصیت تب صحیح ہے جب اس شخص کے وارثوں میں کوئی بڑا نہ ہو، کوئی بالغ نہیں ہے، باقی سارے اس کے ورثاء بچے ہیں، نابالغ ہیں، پھر تو اس کی وصیت اپنے غلام کو صحیح ہے کیونکہ اب مجبوری ہے بھئی باقی کیا ہیں سارے؟ نابالغ۔ اور اگر اس کے ورثاء میں کوئی بڑے بھی ہیں تو پھر اپنے غلام کو وصیت کر رہا ہے تو یہ یاد رکھیے یہ وصیت باطل ہے، صحیح نہیں، نافذ ہی نہیں ہو گی مولانا، وصیت کیا ہو جائے گی؟ رد ہو جائے گی کیونکہ یہ درست نہیں ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى إِلٰى عَبْدِ نَفْسِهٖ اور جس نے وصیت کی اپنے ہی غلام کو وَفِي الْوَرَثَةِ كِبَارٌ اور وارثوں میں بڑے بھی ہیں یعنی بالغ بھی موجود ہیں، لَمْ تَصِحَّ الْوَصِيَّةُ تو یہ وصیت صحیح نہیں ہے، یہ وصیت درست نہیں ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ کیونکہ بڑے جب موجود ہیں اور اس کا غلام ہے تو وہ وارثوں میں سے ہیں، تو غلام بھی ان کی ملکیت میں آئے گا، وہ تو غلام کو وصیت نافذ ہی نہیں کرنے دیں گے، اسے اجازت ہی نہیں دیں گے، لہٰذا یہ درست نہیں ہے۔

وَمَنْ أَوْصٰى إِلٰى مَنْ يَّعْجِزُ عَنِ الْقِيَامِ بِالْوَصِيَّةِ ضَمَّ إِلَيْهِ الْقَاضِيْ غَيْرَهٗ۔ بھئی ایک آدمی نے مثلاً عمرو کو وصیت کی کہ بھئی میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے ایک لاکھ کس کو دے دینا؟ زید کو دے دینا۔ تو عمرو تصرف کرے گا اور اس مرنے والے کے مال میں سے ایک لاکھ لے کر کس کو دے دے گا؟ زید کو دے گا۔ لیکن یہ جو موصی الیہ جس کو وصیت کی گئی یعنی عمرو، یہ عاجز ہے، سمجھ میں آیا؟ عاجز آ گیا، وصیت نافذ نہیں کر سکتا، تو پھر قاضی اس کے ساتھ کسی اور کو بھی ملا دے گا، وہ اس کے ساتھ مل کر پھر کیا کرے گا؟ وصیت کو نافذ کر دے گا۔ وَمَنْ أَوْصٰى إِلٰى مَنْ يَّعْجِزُ عَنِ الْقِيَامِ بِالْوَصِيَّةِ اور جس نے وصیت کی ایسے شخص کو جو عاجز ہے وصیت کو قائم کرنے سے، تو ضَمَّ إِلَيْهِ الْقَاضِيْ غَيْرَهٗ تو ملا دے گا اس کے ساتھ قاضی اس کے علاوہ کو یعنی کسی اور کو ساتھ ملا دے گا۔

وَمَنْ أَوْصٰى إِلَى اثْنَيْنِ۔ بھئی یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں ایک آدمی نے دو آدمیوں کو وصی بنایا، دو آدمیوں کو وصیت کی۔ سمجھ میں آیا؟ عمرو اور بکر دونوں کو وصیت کی ایک آدمی نے کہ بھئی میرے مرنے کے بعد تم دونوں میرے مال میں یہ تصرف کر دینا، مثلاً زید کو اتنے پیسے دے دینا۔ تو کتنوں کو وصی بنایا اس نے؟ دو کو بھئی۔ تو کہتے ہیں جب دو کو وصی بنایا ہے تو ایک مثلاً کہیں گیا ہوا ہے اور ایک ہی مال کے اندر تصرف کر لیتا ہے، کیا یہ تصرف ایک کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں نہیں، جب اس نے دو کو وصی بنایا معلوم ہوا اس کا ایک پر اعتماد نہیں ہے بلکہ دونوں پر ہے، تو دونوں کو مل کر تصرف کرنا پڑے گا، ان میں سے ایک اگر تصرف کرے تو اس کا یہ تصرف صحیح نہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ ہاں چند مسئلے ہیں، ان میں کوئی ایک بھی ان میں سے تصرف کر لے گا وہ تصرف صحیح ہو جائے گا۔ دیکھیے آگے تفصیل آ رہی ہے۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى إِلَى اثْنَيْنِ جس نے وصیت کی دو آدمیوں کو، لَمْ يَجُزْ لِأَحَدِهِمَا تو جائز نہیں ان میں سے کسی ایک کے لیے کہ أَنْ يَّتَصَرَّفَ کہ وہ تصرف کرے، یعنی کوئی ایک صرف تصرف کرتا ہے تو یہ درست نہیں ہے، دونوں مل کر کریں گے، یہ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک۔ دُوْنَ صَاحِبِهٖ اپنے ساتھی کے بغیر، اپنے ساتھی کے علاوہ۔ لَمْ يَجُزْ لِأَحَدِهِمَا کسی ایک کے لیے ان دونوں میں سے جائز نہیں ہے کہ وہ تصرف کرے دُوْنَ صَاحِبِهٖ اپنے ساتھی کے بغیر، یعنی ایک تصرف کرتا ہے دوسرا موجود نہیں ہے، یہ درست نہیں ہے۔

إِلَّا فِيْ شِرَاءِ كَفَنِ الْمَيِّتِ وَتَجْهِيْزِهٖ مگر میت کا کفن خریدنے میں اور اس کی تجہیز کے اندر یعنی کفن دفن کا بندوبست کرنے میں بھئی۔ تجہیز بھئی یاد رکھیے دفنانے تک میت کی جو ضروریات ہیں وہ تجہیز میں داخل ہیں ساری بھئی۔ تجہیز کسے کہتے ہیں؟ تجہیز میں میت کے دفنانے تک جتنی اس کی ضروریات ہیں وہ ساری اس میں داخل ہیں۔ تو کہتے ہیں: إِلَّا فِيْ شِرَاءِ كَفَنِ الْمَيِّتِ وَتَجْهِيْزِهٖ مگر میت کا کفن خریدنے میں اور اس کے کفن دفن میں۔ اس میں ایک موجود ہے دوسرا موجود نہیں ہے تو ایک ہی تصرف کرے گا اور کفن خرید لیتا ہے اور باقی پھر سارا کفن دفن کا سارا بندوبست ان میں سے کوئی ایک کر دیتا ہے، تو یہاں ایک کا بھی تصرف درست ہے۔ بھئی ایک کا تصرف کیوں درست ہے، اس نے تو دو کو وصی بنایا تھا؟ کہتے ہیں بھئی یہاں اب تاخیر نہیں کی جا سکتی، سمجھ میں آیا؟ تاخیر نہیں کی جا سکتی اس لیے یہاں مجبوری ہے۔[1]

اسی طرح وَطَعَامِ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَكِسْوَتِهِمْ اور اس مرنے والے کی چھوٹی اولاد یعنی نابالغ اولاد کے کھانے وَكِسْوَتِهِمْ اور ان کے لباس کا

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «إِلَّا فِيْ شِرَاءِ كَفَنِ الْمَيِّتِ وَتَجْهِيْزِهٖ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «إلا من شراء كفن الميت وتجهيزه» منقول ہے۔

بندوبست بھئی۔ ان کے کھانے پینے اور لباس کا بندوبست اس میں بھی تصرف کر سکتا ہے کوئی ایک موجود ہے دوسرا موجود نہیں ہے، تو وہ ایک کیا کر سکتا ہے یہ تصرف کہ ان کے کھانے پینے کا ان کا بندوبست کرے، ان کے لباس کا بندوبست کرے جو نابالغ ہیں بھئی۔ بھئی یہ کیوں بھئی، اس نے تو دو کو وصی بنایا تھا؟ کہتے ہیں بھئی یہاں تو پھر ان کی ہلاکت کا خطرہ ہے، اگر دوسرے کا انتظار کرتے ہیں وہ پتہ نہیں کب آئے گا کہاں سے آئے گا، تو پھر تو ان کی ہلاکت کا خطرہ ہے، لہذا ایک بھی موجود ہے تو وہ یہ تصرف کر سکتا ہے۔[۲]

وَرَدِّ وَدِيْعَةٍ بِعَيْنِهَا اور اسی طرح کسی معین امانت کے لوٹانے میں۔ کوئی معین امانت لوٹانی تھی بھئی، مثلاً مرنے والے نے وصیت کرنے والوں کو بتلایا تھا میرے پاس امانت پڑی ہے وہ امانت فلاں کی ہے مثلاً زید کی ہے، وہ امانت اسے واپس کر دینا۔ تو اب ایک ان میں سے موجود ہے وہ اس معین امانت کو واپس کر دیتا ہے تو واپس کر سکتا ہے۔ بھئی کیوں، اس نے تو دو کو وصی بنایا تھا ایک کیوں کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ یہاں تو معین امانت واپس کرنی ہے، یہاں کسی دونوں کے مشورے وغیرہ کی ضرورت ہے؟ اس نے تو دو کو اس لیے وصی بنایا تھا کہ آپس میں مشورہ کر کے سارا کام کریں گے، لیکن یہ تو صرف چیز واپس لوٹانی ہے، اس میں کسی قسم کے مشورے کی ضرورت نہیں، لہذا ایک کا بھی تصرف درست ہے۔

وَتَنْفِيْذِ وَصِيَّةٍ بِعَيْنِهَا اور کسی معین وصیت کو نافذ کرنے میں۔ مثلاً بھئی کسی معین چیز کی وصیت کر دی تھی اس نے، مثلاً باقی بھی وصیت کی، مثلاً اس نے کہا تھا ایک لاکھ روپیہ زید کو دے دینا میرے مال میں سے تم دونوں اور میری یہ جو گاڑی ہے یہ فلاں کو دے دینا میرے مرنے کے بعد۔ اب دیکھو زید کو تو مال میں سے ہم ایک لاکھ نکال کر دیں گے، وہ تصرف دونوں مل کر کریں گے، لیکن یہ جو گاڑی ہے یہ تو معین چیز کی وصیت کر دی کہ یہ والی گاڑی ہی فلاں کو دے دینا، تو لہذا یہاں کسی مشورے وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ تو کوئی ایک بھی اس گاڑی کو پکڑ کر موصی لہ کے حوالے کر دیتا ہے تو یہ تصرف اس کا صحیح ہو جائے گا کیونکہ یہاں مشورے کی ضرورت نہیں۔ تو باقی امور میں ان کے آپس میں مشورے کی ضرورت ہو گی تو وہاں پر دونوں کی موجودگی ضروری ہے۔ تو یہ معین چیز کی وصیت کی بات ہو رہی ہے، تو کہتے ہیں: وَتَنْفِيْذِ وَصِيَّةٍ بِعَيْنِهَا اور کسی معین وصیت کے نافذ کرنے میں۔

وَعِتْقِ عَبْدٍ بِعَيْنِهٖ اور اسی طرح کسی معین غلام کے آزاد کرنے میں۔ بھئی اس شخص نے کہا تھا ان دونوں کو کہ میرے مرنے کے بعد میرا فلاں غلام آزاد کر دینا۔ تو اب ان دونوں میں سے ایک موجود ہے، ایک ابھی آیا ہی نہیں، اس ایک نے تصرف کیا اور اس کے غلام کو آزاد کر دیا۔ کیا ایک کا تصرف صحیح؟ کہتے ہیں ہاں بھئی تصرف صحیح۔ بھئی کیوں صحیح؟ کہتے ہیں یہاں بھی کسی مشورے کی ضرورت ہی نہیں ہے، ایک غلام کو آزاد ہی کرنا ہے نا، تو بس ایک آزاد کر دے گا غلام آزاد ہو جائے گا بھئی۔

اسی طرح وَقَضَاءِ الدَّيْنِ اور اسی طرح دین کی ادائیگی بھئی۔ بھئی دیکھیے دیون ہیں میت پر کچھ بھئی، اب وہ دین وصول کرنے والے آ گئے بھئی۔ تو وصی جو تھے دو میں سے ایک موجود ہے دوسرا موجود نہیں ہے، تو کیا یہ ایک دین کی ادائیگی کر سکتا ہے، تصرف کر سکتا ہے؟ کہتے ہیں ہاں بھئی دین کی ادائیگی تو ضروری ہے ہر حال میں، لہذا کوئی ایک بھی کیا کر سکتا ہے؟ یہاں بھی کسی مشورے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ادائیگی ضروری ہے۔

وَالْخُصُوْمَةِ فِيْ حُقُوْقِ الْمَيِّتِ اور اسی طرح میت کے حقوق میں خصومت کرنا، کوئی مقدمہ لڑنا بھئی۔ بھئی میت کا ایک زمین کا جھگڑا چل رہا ہے بھئی اس سلسلے میں، تو یہ زمین میت کے حقوق میں سے ہے، تو اب اس میں خصومت کرنا پڑے اس کو بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ خصومت کرنا پڑے تو کوئی ایک بھی خصومت کرنا چاہے تو خصومت یہاں کر سکتا ہے، یا میت کے کسی اور حق کے سلسلے میں اسے خصومت کرنا پڑتی ہے تو کوئی ایک بھی خصومت کرنا چاہے خصومت کر سکتا ہے۔ بھئی کیوں خصومت ایک کر سکتا ہے، اس نے تو دونوں کو وصیت کی تھی؟ کہتے ہیں بھئی خصومت کے وقت بولنا تو ایک ہی کو پڑے گا، دونوں اکٹھے تو قاضی کے سامنے نہیں بول سکتے ورنہ تو وہاں شور ہو گا بات ہی کسی کو سمجھ میں نہیں آئے گی، لہذا ایک بھی خصومت کرنا چاہے میت کے حقوق میں تو خصومت کر سکتا ہے۔

اچھا، وَمَنْ أَوْصٰى لِرَجُلٍ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلِلْآخَرِ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے زید کے لیے بھی اپنے ایک تہائی مال کی وصیت کی اور عمرو کے لیے بھی ایک تہائی مال کی وصیت کی۔ ایک آدمی نے کیا وصیت کی؟ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ زید کو دے دینا، اور عمرو کے لیے بھی اس نے اسی طرح کہا میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ عمرو کو دے دینا۔ اب بھئی ایک تہائی

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَطَعَامِ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَكِسْوَتِهِمْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وطعام الصغار وكسوتهم» منقول ہے۔

زید کو دیں، ایک تہائی عمرو کو دیں، تو یہ تو دو تہائی ہو گئے، حالانکہ وصیت ایک تہائی سے زائد صحیح نہیں۔ ہاں ورثاء اگر اجازت دے دیتے ہیں پھر تو صحیح ہے، لیکن ورثاء نے بھی اجازت نہیں دی، انہوں نے کہا نہیں بھئی صرف ایک تہائی تک وصیت نافذ کرو، باقی مال ہمارا ہے ہم نہیں دیں گے بھئی۔ تو اب کیا کیا جائے گا؟ یہاں تو ایک کے لیے بھی پورے تہائی کی وصیت ہے دوسرے کے لیے بھی پورے تہائی کی وصیت ہے بھئی، دونوں کے لیے ثلث ثلث کی وصیت ہے! کہتے ہیں بھئی اب یہاں پھر ایک تہائی یعنی ایک ثلث نکال لیا جائے گا اور اس کو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیں گے۔ کیا کر دیں گے دونوں میں؟ آدھا آدھا تقسیم کر دیں گے۔[۳]

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى لِرَجُلٍ جس نے وصیت کی کسی آدمی کے لیے بِثُلُثِ مَالِهٖ اپنے مال کے ثلث کی، وَلِلْآخَرِ بِثُلُثِ مَالِهٖ اور دوسرے کے لیے بھی اپنے ثلث مال کی وصیت کی، وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ اور اجازت نہیں دی ورثاء نے کہ دونوں کو پورا پورا دو ایک ایک ثلث، تو کہتے ہیں: فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ تو وہ ایک ہی ثلث ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو جائے گا۔

وَإِنْ أَوْصٰى لِأَحَدِهِمَا بِالثُّلُثِ وَلِلْآخَرِ بِالسُّدُسِ۔ صورت یہ ہے ایک آدمی نے دوسرے کے لیے وصیت کی، مثلاً زید کے لیے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ زید کو دے دینا، اور عمرو کے لیے کہتا ہے کہ عمرو کو میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے چھٹا حصہ دے دینا۔ کتنا حصہ؟ چھٹا حصہ دے دینا۔ اب کیا کیا جائے بھئی؟ دیکھو فرض کرو چھٹا حصہ کتنا بنے گا، ثلث کتنا بنے گا: اگر مرنے والے کا مثلاً سارا مال چھ اشرفیاں نکلیں۔ کتنا مال نکلا؟ چھ اشرفیاں۔ تو چھ اشرفیوں کا چھٹا حصہ کتنا ہے؟ ایک اشرفی، گویا اس نے عمرو کے لیے ایک اشرفی کی وصیت کی۔ اور زید کے لیے اس نے کتنے کی وصیت کی تھی؟ ثلث تیسرے حصے کی، تو چھ کا تیسرا حصہ کتنا ہوا؟ دو اشرفیاں۔ تو زید کے لیے دو اشرفیوں کی وصیت، عمرو کے لیے ایک اشرفی کی وصیت، یہ کل کتنی ہوئیں؟ تین اشرفیاں، اور کل مال کتنا ہے؟ چھ۔ تو دیکھو وصیت ثلث سے بڑھ رہی ہے یا نہیں بڑھ رہی بھئی؟ یہ تو آدھے کی وصیت بن گئی، اور ورثاء اجازت نہیں دے رہے کہ نہیں بھئی صرف ثلث میں وصیت نافذ کرو۔ اب کیا کریں بھئی؟

کہتے ہیں بھئی دیکھیے کہ زید کے لیے کتنے کی وصیت بنی گویا کتنی اشرفیوں کی؟ دو اشرفیوں کی، اور عمرو کے لیے کتنی کی؟ ایک اشرفی کی۔ گویا زید کو عمرو سے دگنا حصہ دینا پڑے گا بھئی۔ اب وہ جو ایک ہی ثلث ہے اس کو تقسیم کر دیں گے ہم ان دونوں کے درمیان، اس طریقے پر کہ کل مال کا تیسرا حصہ نکالا، اس میں ہم نے وصیت نافذ کرنی ہے، اور اس تیسرے حصے کے پھر ہم کیا کریں گے؟ تین حصے کر لیں گے: ایک حصہ عمرو کو اور دو حصے زید کو دے دیں گے۔ تو دیکھو زید کا حصہ عمرو سے دگنا ہوا۔ زید کا حصہ کیا ہوا عمرو سے؟ دگنا ہوا۔ تقسیم صحیح ہو گئی یا نہیں ہو گئی بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَإِنْ أَوْصٰى لِأَحَدِهِمَا بِالثُّلُثِ اگر وصیت کی ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک کے لیے ثلث کی، وَلِلْآخَرِ بِالسُّدُسِ اور دوسرے کے لیے سدس یعنی چھٹے حصے کی وصیت کی، فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا تو وہ ایک ثلث ان دونوں کے درمیان تین حصے ہو گا۔ ان دونوں میں کیا ہو گا؟ تین حصے تقسیم ہو گا: ایک کو ایک حصہ دے دیں گے دوسرے کو دو حصے۔ یہ کس کی تقسیم کر رہے ہیں ہم؟ ثلث۔ ایک ثلث نکالیں گے، پھر ایک ثلث کو جن کے لیے وصیت کی ہے ان میں تقسیم کر دیں گے، اس ثلث کے ہم تین حصے بنائیں گے، ایک کو دوسرے سے دگنا دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

وَإِنْ أَوْصٰى لِأَحَدِهِمَا بِجَمِيْعِ مَالِهٖ۔ بھئی یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ورثاء جب اجازت نہ دیں تو ثلث سے زائد کی وصیت خود بخود باطل ہو جائے گی۔ وارث جب اجازت نہ دیں تو ثلث سے زائد کی وصیت خود بخود کیا ہو جائے گی؟ باطل ہو جائے گی، اور یوں سمجھیں گے گویا اس مرنے والے نے ثلث ہی کی وصیت کی ہے، زائد کی وصیت کی ہی نہیں۔ دیکھو کیا معنی؟ مثلاً ایک شخص کیا کرتا ہے، اس نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد میرے مال کا ایک ثلث زید کو دے دینا، اور میرے مال کے دو ثلث عمرو کو دے دینا۔ زید کے لیے کتنے مال کی وصیت؟ ایک ثلث۔ عمرو کے لیے کتنے مال کی وصیت؟ دو ثلث۔ امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، یہ دو ثلث وصیت ہی صحیح نہیں ہے، وارث اگر اجازت دیتے ہیں پھر تو ٹھیک ہے، نہیں تو یوں سمجھیں گے اس عمرو کے لیے بھی کتنے کی وصیت کی ہے؟ ایک ثلث کی، تو ایک ثلث سے زائد وصیت خود بخود باطل ہو جائے گی۔

صورت سمجھ میں آ رہی ہے کیا صورت میں نے بنائی؟ مرنے والے نے کیا وصیت کی تھی کہ زید کو کتنا مال دینا؟ ایک ثلث، اور عمرو کو کتنا دینا؟ دو ثلث۔

---

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۲):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ أَوْصٰى لِرَجُلٍ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلِلْآخَرِ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن أوصى لرجل بثلث ماله ولآخر بثلث ماله فلم تجز الورثة فالثلث بينهما نصفان» منقول ہے۔

وصیت تو ہم بعد میں نافذ کریں گے، پہلے یہ تو دیکھ لو ایک کے لیے وہ وصیت ثلث سے بڑھ کر کر رہا ہے، پہلے سے ہی وصیت ہی ثلث سے بڑھ کر کر رہا ہے۔ حالانکہ پچھلے مسئلوں میں دیکھو، پچھلے مسئلوں میں دو آدمیوں کے لیے دونوں کے لیے ثلث ثلث کی وصیت کی تھی، یعنی ایک وصیت ایک وقت میں ثلث سے نہیں بڑھ رہی تھی، ایک کا حصہ ثلث سے بڑھ کر اس نے بیان نہیں کیا تھا۔ دوسرے میں دیکھ لو ایک کے لیے ثلث کی وصیت کی تھی دوسرے کے لیے سدس چھٹے حصے کی وصیت کی تھی، وہ بھی ثلث سے کم تھا۔ اب ایک کے لیے ثلث کی وصیت کر رہا ہے اور دوسرے کے لیے دو ثلث کی، اور حالانکہ ورثاء جب اجازت نہ دیں تو ثلث سے زائد کی وصیت کرنا صحیح ہی نہیں۔ لہٰذا امام صاحب فرماتے ہیں زید کے لیے اس نے ایک ثلث کی وصیت کی ہے تو زید کے لیے ایک ثلث، عمرو کے لیے کتنے کی وصیت کی ہے؟ دو ثلث، اور دو ثلث کی تو وصیت صحیح نہیں ہے لہٰذا ایک ثلث سے زائد کی وصیت یہاں بھی باطل، تو گویا عمرو کے لیے بھی اس نے کتنے کی وصیت کی ہے؟ ایک ثلث۔ تو ایک ثلث کی وصیت ہوئی زید کے لیے، ایک ثلث کی وصیت ہوئی عمرو کے لیے، اور وصیت تو کتنے میں نافذ کرنی ہے؟ ایک ہی ثلث میں۔ تو ایک کے لیے بھی ثلث کی وصیت ہے دوسرے کے لیے بھی ثلث کی وصیت ہے، اتنا تو ہم ہر ایک کو دے نہیں سکتے کیونکہ وارث اجازت نہیں دے رہے، تو پھر پورے مال میں سے کیا نکالیں گے؟ ایک ثلث، اور ان دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیں گے۔

دوسری صورت بناؤ: ایک شخص نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد میرے مال کا ایک ثلث زید کو دے دینا، اور عمرو کے لیے وصیت کی میرا سارا مال میرے مرنے کے بعد عمرو کو دے دینا۔ تو زید کے لیے کتنے کی وصیت کی؟ ایک ثلث کی، اور عمرو کے لیے کتنے مال کی وصیت کی؟ سارے مال کی وصیت کی۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں وارثوں نے اجازت نہیں دی تو اب وصیت تو ثلث سے زائد صحیح نہیں ہے، لہٰذا گویا یوں کہیں گے عمرو کے لیے بھی کتنے کی وصیت کی ہے؟ ایک ثلث کی، اور زائد وصیت کیا ہو گئی؟ باطل۔ تو عمرو کے لیے بھی ایک ثلث کی وصیت ہوئی، زید کے لیے بھی ایک ثلث کی وصیت ہوئی، لہٰذا مال کو دونوں میں کیا کر دیں گے؟ آدھا آدھا تقسیم کر دیں گے۔

صاحبین فرماتے ہیں نہیں، وصیت تو ٹھیک ہے ثلث میں نافذ ہو گی لیکن اب ان کے حصوں کی رعایت رکھیں گے۔ ثلث کو ان میں تقسیم کریں گے لیکن آدھا آدھا نہیں، جس کے لیے زیادہ کی وصیت کی تھی اس کو زیادہ دیں گے، جس کے لیے کم کی وصیت کی تھی اس کو کم۔ مثلاً پہلی صورت میں زید کے لیے ایک ثلث کی وصیت کی تھی، عمرو کے لیے دو ثلث کی وصیت کی تھی، معلوم ہوا وہ عمرو کو زید سے دگنا مال دینا چاہتا ہے۔ لہٰذا اب کیا کریں گے؟ پورے مال کا ایک ثلث نکالیں گے، پھر اس ثلث کے کتنے حصے کر دیں گے؟ تین حصے: ایک حصہ زید کو اور دو حصے عمرو کو دے دیں گے۔ یہ صاحبین فرماتے ہیں، جبکہ امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ دونوں کو آدھا آدھا دے دیں گے۔

یا اسی طرح دوسری صورت بناؤ: ایک کے لیے کتنے کی وصیت کی؟ ثلث کی، اور دوسرے کے لیے سارے مال کی وصیت کی۔ تو امام صاحب کیا فرماتے تھے، کیسے تقسیم کریں گے؟ نصف نصف تقسیم کریں گے ایک ثلث کو ان دونوں کے درمیان۔ اور صاحبین فرماتے ہیں نہیں، ایک کے لیے ثلث کی وصیت، دوسرے کے لیے کل کی وصیت، اور کل میں کتنے ثلث آ گئے؟ ثلث کس کو کہتے ہیں؟ تیسرے حصے کو کہتے ہیں نا، تو تین حصے بناؤ مال کے، کل میں کتنے تین حصے بنتے ہیں؟ تین حصے تو بنے بھئی۔ تو ایک شخص نے کیا وصیت کی تھی کہ زید کو ثلث مال دے دینا اور عمرو کو سارا مال دے دینا، تو امام صاحب تو فرماتے تھے دونوں کو آدھا آدھا دے دیں گے، صاحبین فرماتے ہیں نہیں، معلوم ہوا وہ عمرو کو زید سے تین گنا زیادہ دینا چاہتا ہے کیونکہ کل کے اندر کتنے ثلث ہوتے ہیں؟ تین ثلث ہوتے ہیں، معلوم ہوا وہ عمرو کو تین گنا دینا چاہتا ہے زید کی بہ نسبت۔ تو اب کیا کریں گے؟ وصیت تو ایک ہی ثلث میں نافذ کریں گے کیونکہ وارث اجازت نہیں دے رہے زیادہ کے اندر، تو ایک ثلث کل مال کا نکالیں گے اور اس ایک ثلث کے چار حصے کر لیں گے: ایک دے دیں گے حصہ زید کو اور تین حصے کس کو دے دیں گے؟ عمرو کو، تو دیکھو عمرو کا حصہ زید سے تین گنا زیادہ ہوا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَإِنْ أَوْصٰى لِأَحَدِهِمَا بِجَمِيْعِ مَالِهِ اور اگر وصیت کی کسی نے ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کے لیے بِجَمِيْعِ مَالِهِ اپنے سارے مال کی، وَلِلْآخَرِ بِثُلُثِ مَالِهِ اور دوسرے کے لیے اپنے ثلث مال کی، وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ اور وارثوں نے اجازت نہیں دی، فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا عَلٰى أَرْبَعَةِ أَسْهُمٍ تو ایک ثلث جو ہے وہ ان دونوں کے درمیان عَلٰى أَرْبَعَةِ أَسْهُمٍ چار حصوں پر ہو گا عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک۔ چار حصے ہو جائیں گے اس کے، سمجھ میں آیا؟ زید کو ایک حصہ مثلاً دیں گے اور عمرو کو تین حصے۔ وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ الثُّلُثُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک ہی ثلث ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہو گا، آدھا آدھا۔[۴]

[۴] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۲): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَالثُّلُثُ بَيْنَهُمَا عَلٰى أَرْبَعَةِ أَسْهُمٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ،

وَلَا يَضْرِبُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُوْصٰى لَهُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ إِلَّا فِي الْمُحَابَاةِ۔ بھئی میں نے پہلے آپ کو بتلادیا امام صاحب کیا فرماتے ہیں؟ موصی لہ کو ثلث سے زائد مال نہیں دیا جائے گا، یعنی ثلث سے زائد کی وصیت کیا ہو جائے گی؟ باطل۔ وہی اب بیان کر رہے ہیں: وَلَا يَضْرِبُ، يَضْرِبُ سے مراد ہے یہاں عطا کرنا، وَلَا يَضْرِبُ اور عطا نہیں فرماتے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الله لِلْمُوْصٰى لَهُ موصی لہ کو بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ وہ جو زیادہ ہو ثلث پر۔ امام صاحب موصی لہ کو ثلث سے زائد مال نہیں دیتے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

دار الکتب العلمیۃ) میں «فالثلث بينهما على أربعة أسهم» منقول ہے۔

سبق نمبر ۱۵۴: کتاب الوصایا (۲): ثلث سے زائد تبرعات میں مزاحمت، وصیت بثلث المال اور وصیت بمثل نصیبِ ابن کے حسابی قواعد

مختصر القدوری صفحہ: ۲۳۷—بتاریخ: ۲۱ جون ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَلَا يَضْرِبُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُوْصٰى لَهُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ إِلَّا فِي الْمُحَابَاةِ وَالسِّعَايَةِ وَالدَّرَاهِمِ الْمُرْسَلَةِ۔

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

میں نے بتلایالَا يَضْرِبُ سے مراد ہے حصہ دینا، عطا کرنا۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نہیں دیتےلِلْمُوْصٰى لَهُ موصی لہ کوبِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ وہ جو زیادہ ہو ثلث پر۔ ثلث سے زائد نہیں دیتے بھئی، آپ پڑھ چکے ہیں بھئی۔ ایک شخص نے ایک کے لیے ثلث کی وصیت کی اور دوسرے کے لیے دو ثلث کی، تو وہ دو ثلث وہ ثلث سے زائد ہے، امام صاحب اس کو زائد نہیں دیتے، بلکہ یوں سمجھیں گے دوسرے کے لیے بھی کتنے کی وصیت کی ہے؟ ایک ثلث کی کی۔ تو دونوں کے لیے ایک ایک ثلث کی وصیت ہے بھئی یوں سمجھیں گے۔ یا مثلاً ایک کے لیے ایک ثلث کی وصیت کی اور دوسرے کے لیے کل مال کی وصیت کی، تو امام صاحب دوسرے کو بھی ثلث سے زیادہ نہیں دیتے، گویا دوسرے کے لیے بھی کتنے کی وصیت کی ہے؟ کل والے کے لیے بھی کیا سمجھیں گے؟ گویا اس کے لیے ایک ثلث کی وصیت کی ہے، تو گویا دونوں کے لیے ثلث ثلث کی وصیت ہوئی تو مال کو کیا کریں گے ان میں؟ آدھا آدھا تقسیم کریں گے۔

تو کہتے ہیں: وَلَا يَضْرِبُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُوْصٰى لَهُ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ اور عطا نہیں فرماتے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ موصی لہ کو وہ جو زائد ہو ثلث پر، وہ عطا نہیں فرماتے۔ یعنی کہنے کا مطلب یہ کہ امام صاحب کا قول یہ ہے کہ ثلث سے زائد اس کو نہیں دیا جائے گا، یعنی یوں سمجھیں گے اس کے لیے بھی کتنے کی وصیت کی ہے؟ ثلث کی، یہ معنی ہے یعنی ان کا قول یہ ہے اس مسئلے میں۔ إِلَّا فِي الْمُحَابَاةِ وَالسِّعَايَةِ وَالدَّرَاهِمِ الْمُرْسَلَةِ مگر محابات کے مسئلے میں، سعایہ کے مسئلے میں اور دراہم مرسلہ کے مسئلے میں۔

محابات بھئی حَابٰى يُحَابِيْ مُحَابَاةً کا معنی ہوتا ہے سہولت دینا، نرمی کرنا۔ بھئی دیکھیے مثلاً آپ کی ایک گاڑی ہے وہ ہے پانچ لاکھ کی، آپ اپنے کسی ساتھی کو چار لاکھ میں دے دیتے ہیں، تو آپ نے محابات کی بیع کے اندر۔ کیا کیا؟ بیع کے اندر محابات کی بھئی۔ کیسے محابات کی؟ بھئی بیع میں اس کے لیے سہولت کر دی، نرمی کر دی۔ کتنا حصہ چھوڑ دیا اپنا؟ بھئی گاڑی تو تھی پانچ لاکھ کی، آپ نے کتنے کی دے دی؟ چار لاکھ کی، تو ایک لاکھ حصہ اس کے لیے کم کر دیا، اس کے لیے نرمی کر دی، سہولت کر دی، اس کو کیا کہتے ہیں؟ محابات کرنا بیع وغیرہ میں مثلاً بھئی۔ یا شراء کے اندر محابات کرتے ہیں آپ بھئی۔ کیسے؟ ایک آدمی کے پاس گاڑی ہے آپ کا ساتھی ہے، گاڑی دو لاکھ کی ہے، آپ اس سے وہ گاڑی پانچ لاکھ میں خرید لیتے ہیں۔ آپ کو بھی پتہ ہے گاڑی دو لاکھ کی ہے لیکن آپ کیا کرتے

ہیں اس سے؟ پانچ لاکھ میں خرید لیتے ہیں۔ تو یہ آپ نے نرمی کی اس کے ساتھ شراء کے اندر، محابات کی، دو لاکھ کے بجائے کتنے دے دیے اسے؟ پانچ لاکھ۔ اور پچھلے مسئلے میں گاڑی تھی آپ کی پانچ لاکھ کی، آپ نے کتنے میں دے دی؟ چار لاکھ میں۔ سمجھ میں آیا؟ یہ نہیں کہ آپ کو پتہ نہیں ہے یہ پانچ لاکھ کی ہے، آپ کو بھی پتہ ہے یہ پانچ لاکھ کی ہے لیکن آپ پھر بھی اس کو کتنے کی دے دیتے ہیں؟ چار لاکھ کی دے دیتے ہیں، تو گویا آپ نے اس کے لیے نرمی کی، سہولت کی بیع کے اندر اور ایک لاکھ کم کر دیے بھئی۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ محابات۔ تو محابات کے مسئلے میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ ثلث سے زائد جو ہے اس کا بھی اعتبار کیا جائے گا اور وہ حصہ دیا جائے گا۔

دیکھو صورت بنا لیتے ہیں آپ کو پھر بات سمجھ میں آجائے گی۔ ایک آدمی کے دو غلام تھے بھئی، اس نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد میرا یہ والا غلام زید کو دس درہم میں بیچ دینا یا دس دینار میں بیچ دینا، اور یہ دوسرا غلام عمرو کو مثلاً بیس دینار میں بیچ دینا۔ اور پہلا غلام جو ہے اس کی قیمت ہے تیس دینار۔ اور یہ کیا وصیت کر رہا ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ تیس دینار والا غلام زید کو کتنے میں بیچ دینا؟ دس دینار میں۔ معلوم ہوا وہ زید کو کتنا مال دینا چاہتا ہے گویا کہ؟ بیس دینار اسے دینا چاہتا ہے۔ اور عمرو کے لیے اس نے وصیت کی تھی کہ میرا یہ غلام بھئی اسے بیس دینار میں بیچ دینا، حالانکہ وہ غلام ساٹھ دینار کا ہے۔ کتنے کا ہے؟ ساٹھ دینار کا، اور وہ کیا کہہ رہا ہے یہ عمرو کو کتنے میں بیچ دینا؟ بیس دینار میں۔ تو گویا وہ اس کو کتنے دینار دینا چاہتا ہے؟ چالیس دینار دینا چاہتا ہے۔ تو زید کو گویا وہ بیس دینار دینا چاہتا ہے اور عمرو کو چالیس۔ اور اس کے مرنے کے بعد جب دیکھا گیا تو اور اس کا مال ہی نہیں تھا، یہی دو غلام تھے بس، اور کچھ بھی نہیں۔

تو ایک غلام ہے تیس دینار کا، دوسرا غلام کتنے کا ہے؟ ساٹھ دینار کا۔ تو کل مال کتنا ہوا اس کا؟ نوے دینار۔ اب نوے دینار کا ثلث کتنا ہوتا ہے؟ تیس دینار۔ اور وہ عمرو کو کتنے دینا چاہتا تھا؟ بھئی زید کو بیس دینا چاہتا تھا یہ تو ہے ثلث سے کم، اور عمرو کو کتنے دینا چاہتا تھا؟ چالیس دینار، اور ثلث تو ہے تیس، تو یہ ثلث سے بھی زیادہ کی وصیت ہو گئی کس کے لیے؟ عمرو کے لیے۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اب یہ نہیں کہیں گے ثلث سے جو زائد ہے وہ لغو ہے، بلکہ کیا؟ جو ثلث سے زائد ہے اس کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ تو گویا وصیت کیا ہوئی بھئی؟ محابات کے ذریعے وہ زید کو کتنے دینا چاہتا ہے؟ بیس دینار، عمرو کو کتنے دینا چاہتا ہے؟ چالیس دینار۔ اور چالیس ہے ثلث سے زائد لیکن پھر بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے، امام صاحب محابات کے مسئلے میں اس کا اعتبار کرتے ہیں۔ ورنہ تو امام صاحب کیا فرماتے تھے؟ ثلث سے زائد وصیت ہی باطل ہو جائے گی، لغو ہو جائے گی، اس کا اعتبار ہی کوئی نہیں۔ لیکن یہاں محابات کے مسئلے میں وہ اعتبار کرتے ہیں۔

اب دیکھیے بھئی کل مال کتنا ہے اس آدمی کا؟ نوے دینار ہے، اور وصیت کتنے میں نافذ کی جاتی ہے؟ ثلث میں۔ وارثوں نے اجازت نہیں دی زائد کی تو ثلث میں وصیت نافذ کریں گے۔ اور نوے کا ثلث کیا ہے، تیسرا حصہ کتنا بنتا ہے؟ تیس دینار۔ گویا اب تیس دینار ہی ان دونوں کو ہم فائدہ دیں گے بھئی، تیس دینار سے زائد فائدہ نہیں کیونکہ باقی وارثوں کا حق ہے۔ اب تیس دینار کیسے ان میں تقسیم کیے جائیں گے؟ کہتے ہیں بھئی دیکھیے زید کو کتنے دینا چاہتا تھا؟ بیس دینار۔ عمرو کو کتنے دینا چاہتا تھا؟ چالیس دینار۔ گویا عمرو کو زید سے دگنے دے رہا ہے۔ عمرو کو زید سے دگنے دینا چاہتا ہے تو اس ثلث کی بھی اسی طرح تقسیم کر دو۔ ثلث کے تین حصے کر دو: ایک حصے کا نفع کس کو دے دیں گے؟ زید کو، اور دو حصے کس کو دے دیں گے؟ عمرو کو۔ معلوم ہوا زید کے لیے دس دینار رعایت کر دیں گے اور عمرو کے لیے بیس دینار رعایت کر دیں گے۔ اس نے تو زید کے لیے وصیت کی تھی بیس دینار کا نفع اس کو دے دینا لیکن ہم کتنا نفع پہنچائیں گے؟ دس دینار کا۔ اور عمرو کے لیے اس نے چالیس دینار کے نفع کی بات کی تھی لیکن ہم کتنا نفع دے دیں گے اسے؟ بیس دینار۔ کیوں؟ کیونکہ ثلث سے زائد ورثاء اجازت ہی نہیں دے رہے، اگر وہ اجازت دیں پھر تو ٹھیک ہے۔ تو لہٰذا اب یوں کریں گے وہ جو تیس دینار والا غلام ہے جو اس نے کہا تھا زید کو کتنے میں دینا؟ دس میں، وہ بیس نفع دینا چاہتا تھا لیکن ہم کتنا نفع دیں گے؟ دس، لہٰذا کتنے میں دے دیں گے؟ بیس میں دے دیں گے۔ تیس دینار والا غلام زید کو بیس دینار میں دے دیا جائے گا۔ اور عمرو کو کتنا نفع پہنچانا چاہتا تھا؟ چالیس، اسے ہم کتنا نفع پہنچائیں گے؟ بیس، تو دوسرا غلام تھا ساٹھ دینار کا، وہ اسے ہم بیس دینار میں نہیں دیں گے بلکہ کتنے میں دیں گے؟ چالیس دینار میں دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ یہ محابات ہے۔ تو یہ معنی ہے: إِلَّا فِي الْمُحَابَاةِ مگر کس کے اندر؟ محابات۔

وَالسِّعَايَةِ اور سعایہ کے اندر بھئی۔ سعایہ بھئی آپ جانتے ہیں بھئی بعض صورتوں کے اندر غلام کو سعی کرنا پڑتی ہے، وہ جاتا ہے پیسے کما کر لا کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو آزاد کرواتا ہے۔ کیا کرتا ہے؟ آزاد کرواتا ہے۔ اب اس کی صورت بنا لو سعایہ کے اندر بھئی: غلاموں پر سعی آئے گی وہ لا کر پیسے کما کر دیں گے بھئی۔ ایک آدمی نے وصیت کی میرے یہ دونوں غلام میرے مرنے کے بعد آزاد کر دینا۔ وہ شخص مر گیا، لیکن مرنے کے بعد جب دیکھا گیا تو یہی دو غلام اس کا مال ہیں اور کوئی مال بھی نہیں ہے، اور ان دو میں سے بھی ایک غلام تیس دینار کا ہے ایک ساٹھ دینار کا ہے، وہی صورت ہے بھئی۔ ایک تیس دینار کا ہے اور ایک ساٹھ دینار کا، اور اس نے کیا کہا کہ دونوں غلاموں کو میرے مرنے کے بعد آزاد کر دینا۔ اور اس کا تو سارا مال ہی یہ غلام ہیں، تو ایک غلام ہے ساٹھ دینار کا ایک

تیس دینار کا، کل کتنا مال ہو گیا؟ معلوم ہوا یہ نوے دینار ہی چھوڑ کر مرا ہے کل مال۔ اور سارے کو تو اب ہم ان کو آزاد نہیں کر سکتے کیونکہ ورثاء اجازت نہیں دے رہے، تو پھر وصیت کتنے میں نافذ کی جائے گی؟ ثلث کے اندر وصیت نافذ کی جائے گی۔

تو لہٰذا ایک کے لیے دوسرے سے دگنی رعایت کی جائے گی کیونکہ ایک غلام تیس دینار کا تھا اور دوسرا غلام ساٹھ، تو ایک کو وہ تیس نفع پہنچا رہا ہے اور دوسرے کو ساٹھ نفع پہنچانا چاہتا تھا۔ لیکن ورثاء تو راضی نہیں ہیں وہ تو کہتے ہیں صرف ثلث میں وصیت نافذ کرو۔ تو پھر کیا کریں گے؟ ثلث کتنا بنتا ہے نوے کا؟ تیس، صرف تیس دینار ان میں تقسیم کر دیں گے یعنی اس کے بقدر ان کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور باقی حصے میں وہ سعی کریں گے اور کما کر لا کر دیں گے۔ تو ایک کو کتنا نفع دے رہا تھا؟ تیس دینار، دوسرے کو کتنا گویا دینا چاہتا تھا؟ ساٹھ۔ تو ساٹھ کیا ہے تیس سے؟ دگنا۔ تو لہٰذا ایک کا نفع دوسرے سے دگنا کر دو ثلث کے اندر۔ تو ثلث کے تین حصے کر دو: ایک کے لیے ایک حصہ دوسرے کے لیے اس سے دگنا۔ تو ایک کے لیے دس دینار کر دیں گے دوسرے کے لیے بیس دینار۔ تو جو تیس دینار والا ہے اس کو کتنا نفع دیں گے؟ دس دینار کا، اور ساٹھ دینار والے کو کتنا نفع دیں گے؟ بیس دینار کا۔ لہٰذا تیس دینار والا جو ہے، تیس دینار کل قیمت ہے، اسے ہم کتنا نفع دے رہے ہیں؟ دس۔ تو دس تیس کا کتنا ہے؟ ثلث۔ تو اس غلام کا ثلث آزاد کر دیا جائے گا اور باقی بیس دینار یہ جائے گا اور کما کر لا کر دے گا، اسے کہتے ہیں سعایہ۔ اور دوسرے غلام میں سے بیس دینار حصہ، بیس دینار ساٹھ کا کتنا ہوتا ہے؟ ثلث۔ اس کا بھی ثلث آزاد ہو جائے گا اور باقی کتنے ہیں؟ چالیس، وہ چالیس دینار لا کر کما کر دے گا اور اپنے آپ کو پورا آزاد کروالے گا، اس کو کہتے ہیں سعایہ۔

تو دیکھو سعایہ کے اس مسئلے میں یہاں پر بھی ثلث سے زائد کی وصیت کو امام صاحب نے لغو قرار نہیں دیا۔ ورنہ دیکھا جائے تو ایک غلام کی قیمت کتنی تھی؟ تیس دینار، دوسرے کی قیمت کتنی ہے؟ ساٹھ دینار، تو اس کو ساٹھ دینار کا نفع ہو رہا ہے اور نوے کا ثلث کتنا ہے؟ تیس دینار۔ تو تیس ہے ثلث اور ساٹھ تو دو ثلث بن گئے، تو اس نے گویا ایک کے لیے ثلث کی وصیت کی ہے دوسرے کے لیے دو ثلث کی، اور امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ ثلث سے زائد وصیت کیا ہو جاتی ہے؟ باطل، تو لہٰذا ہونا یوں چاہیے تھا ایک کے لیے بھی ایک ثلث حصہ دوسرے کے لیے بھی ایک ثلث، یعنی ثلث کو ان دونوں میں برابر تقسیم کیا جاتا لیکن یہاں اس طرح نہیں، اس کا اعتبار کریں گے۔ تو ثلث کے پھر تین حصے کریں گے: ایک کے لیے ایک حصہ دوسرے کے لیے دو حصے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا بھئی؟

وَالدَّرَاہِمِ الْمُرْسَلَۃِ اور تیسرا ہے دراہم مرسلہ۔ مرسل کہتے ہیں آزاد کو، یعنی دراہم مرسلہ سے مراد وہ دراہم ہیں جن میں ثلث، ربع وغیرہ کی قید نہ ہو، ویسے مقدار بیان کر دیتا ہے: میرے مرنے کے بعد زید کو دس درہم دے دینا، عمرو کو پچاس درہم دے دینا، بکر کو سو درہم دے دینا۔ اب اس نے یہ کوئی بیان کیا وصیت کرنے والے نے ثلث، ربع، دو ثلث، سارا مال؟ یہ بات اس نے نہیں کی، اس نے صرف مقدار بیان کی ہے، ثلث، ربع وغیرہ کے ساتھ اس کو قید نہیں کیا، اس کو کہتے ہیں دراہم مرسلہ کی وصیت۔ تو دراہم مرسلہ کی صورت میں بھی امام صاحب فرماتے ہیں ثلث سے زائد کی بھی وصیت کیوں نہ ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ نافذ ثلث میں ہی کریں گے اگر ورثاء اجازت نہیں دیتے، لیکن زائد کا اعتبار کریں گے بھئی۔

مثلاً دیکھو بھئی ایک آدمی نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے میرے مرنے کے بعد تیس درہم زید کو دے دینا اور ساٹھ درہم عمرو کو دے دینا۔ وہ مر گیا، بعد میں دیکھا گیا تو سارا مال ہی یہی ہے، نوے درہم سارا مال ہے اس کا۔ اب کیا کریں؟ دیکھا جائے تو تیس نوے کا کتنا بنتا ہے؟ ثلث، یہ تو ٹھیک ہے وصیت۔ دوسرے کے لیے ساٹھ کی وصیت کی ہے اور ساٹھ نوے کا دو ثلث ہیں، اور ثلث سے زائد وصیت کیا ہونی چاہیے؟ لغو ہونی چاہیے، یوں سمجھنا چاہیے اس کے لیے بھی ثلث کی وصیت کی ہے، لیکن امام صاحب فرماتے ہیں نہیں، یہاں پر اعتبار کریں گے۔ معلوم ہوا ورثاء نے جب اجازت نہیں دی تو وصیت کتنے میں نافذ کرنی ہے؟ ثلث ہی میں، یعنی کل مال ہوا نوے تو کتنے میں وصیت نافذ کریں گے؟ ثلث یعنی تیسرا حصہ یعنی تیس درہم بھئی۔ اور تیس درہم میں پھر تقسیم کریں گے کس طرح؟ ایک کے لیے کتنے کی وصیت تھی؟ تیس کی، دوسرے کے لیے ساٹھ کی، معلوم ہوا ایک کو دوسرے سے دگنا دیں گے۔ تو تیس کے تین حصے کر لیں گے: ایک کو دس درہم دے دیں گے دوسرے کو بیس، تو ایک کا حصہ دوسرے سے دگنا ہوا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہ ہے وَالدَّرَاہِمِ الْمُرْسَلَۃِ بھئی۔

وَمَنْ أَوْصٰی وَعَلَیْہِ دَیْنٌ یُّحِیْطُ بِمَالِہٖ لَمْ تَجُزِ الْوَصِیَّۃُ إِلَّا أَنْ یُّبْرِئَ الْغُرَمَاءُ مِنَ الدَّیْنِ۔ بھئی صورت مسئلہ یہ بھئی، آپ نے پڑھا وصیت انسان کر سکتا ہے ثلث مال تک بھئی، ثلث مال میں وصیت نافذ ہو گی۔ اب ایک آدمی اس پر دیون ہیں، اتنے دیون ہیں کہ ان دیون نے اس کے سارے مال کا احاطہ کر لیا ہے، تو کہتے ہیں اس شخص کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے بھئی۔ کیونکہ اس کا سارا مال تو کس کے تحت آ جائے گا؟ آپ جانتے ہیں مرنے کے بعد کفن دفن کا بندوبست کیا جاتا ہے، پھر سب سے پہلے دیون ادا کیے جاتے ہیں، اس کے بعد وصیت نافذ کی جاتی ہے، تو لہٰذا وصیت تک بات ہی نہیں پہنچے گی، دیون میں پہلے ہی مال کیا ہو جائے گا؟ سارا ختم ہو جائے گا، تو وصیت درست نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ قرض خواہ قرضہ معاف کر دیتے ہیں پھر وصیت صحیح ہو جائے

گی، اس لیے کیونکہ ان کے حق کی وجہ سے وصیت جائز نہیں تھی اب انہوں نے اجازت دے دی تو وصیت جائز ہو گئی۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى وَعَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيْطُ بِمَالِهٖ لَمْ تَجُزِ الْوَصِيَّةُ اور جس شخص نے وصیت کی اور اس پر اتنا دین ہے يُحِيْطُ بِمَالِهٖ جو احاطہ کر لیتا ہے، گھیر لیتا ہے بِمَالِهٖ اس شخص کے سارے مال کو، لَمْ تَجُزِ الْوَصِيَّةُ تو وصیت جائز نہیں ہے إِلَّا أَنْ يُّبْرِئَ الْغُرَمَاءُ مِنَ الدَّيْنِ مگر یہ کہ اسے بری کر دیں قرض خواہ دین سے، قرضہ اس کا معاف کر دیں۔

وَمَنْ أَوْصٰى بِنَصِيْبِ ابْنِهٖ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ وَإِنْ أَوْصٰى بِمِثْلِ نَصِيْبِ ابْنِهٖ جَازَتْ. صورت یہ ایک آدمی نے وصیت کی کہ زید کو میرے بیٹے کا حصہ دے دینا۔ کہتے ہیں یہ وصیت باطل ہے، کیونکہ بیٹے کا حصہ مرنے کے بعد اس کے بیٹے کو ملے گا اور وہ بیٹے کا مال ہے، اب باپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کو کسی اور کے حوالے کر دے، کسی اور کے لیے اس کی وصیت کر دے۔ کیونکہ اس نے کیا وصیت کی تھی؟ میرے بیٹے کا حصہ کس کو دے دینا؟ زید کو۔ بھئی وہ تو بیٹے کا حصہ ہے، آپ اس کے لیے کسی اور کے لیے وصیت نہیں کر سکتے، کسی اور کو اس کا مالک نہیں بنا سکتے۔ ہاں اگر یوں کہتا ہے: زید کو بھی میرے بیٹے جیسا حصہ دے دینا، پھر ٹھیک ہے، اب تو بیٹے کے مال کی وصیت نہیں کی بلکہ کیا کہا؟ بیٹے جیسا حصہ دے دینا۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى بِنَصِيْبِ ابْنِهٖ اور جس شخص نے وصیت کی اپنے بیٹے کے حصے کی فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ تو وصیت باطل ہے کیونکہ یہ تو غیر کا مال ہوا، اس کے بیٹے کا مال ہوا۔ وَإِنْ أَوْصٰى بِمِثْلِ نَصِيْبِ ابْنِهٖ اور اگر اس نے وصیت کی اپنے بیٹے کے حصے کے مثل کی، اس جیسے کی، جَازَتْ تو پھر وصیت جائز ہے۔

فَإِنْ كَانَ لَهُ ابْنَانِ فَلِلْمُوْصٰى لَهُ الثُّلُثُ. اب صورت یہ ہے ایک شخص نے وصیت کی زید کو میرے بیٹے جیسا حصہ دے دینا، اس شخص کے دو بیٹے تھے، اب کیا کیا جائے گا بھئی؟ دیکھا جائے تو اس شخص کا مال اگر وہ وصیت نہ کرتا تو کیا کرتے؟ اس کا مال دونوں بیٹوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوتا۔ تو بیٹے کا حصہ کتنا بن رہا ہے؟ آدھا۔ تو اب کیا کریں گے؟ ایک بیٹے کا حصہ آدھا بن رہا ہے اور اس نے بھی کہا تھا اس شخص کو میرے بیٹے جیسا حصہ دے دینا، تو کیا اس کو آدھا دے دیں گے اور باقی آدھا دونوں بیٹے لیں گے آپس میں مل کر؟ کہتے ہیں نہیں، اس شخص کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جتنا میرے بیٹوں کے حصوں میں آئے اسی طرح اس کو بھی دے دینا، یعنی اس کو بھی میرے بیٹے کی طرح فرض کر لو۔ تو اسے بھی اس کے بیٹے کی طرح فرض کر لیں گے، اور تین بیٹے ہوں تو تینوں میں مال برابر تقسیم ہو گا ہر ایک کو پورا پورا۔ تو اس شخص کو بھی ایک ثلث اسے دے دیں گے اور ایک ایک ثلث باقی دونوں بیٹوں کو دے دیں گے، تو اس شخص کو بھی اس کے بیٹوں کی طرح ایک ثلث پورا مل گیا۔ تو یہی بات کر رہے ہیں: فَإِنْ كَانَ لَهُ ابْنَانِ اگر اس شخص کے دو بیٹے تھے فَلِلْمُوْصٰى لَهُ الثُّلُثُ تو پھر موصی لہ کو ثلث ملے گا، تیسرا حصہ۔

وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ فِيْ مَرَضِهٖ أَوْ بَاعَ وَحَابٰى أَوْ وَهَبَ فَذٰلِكَ كُلُّهُ جَائِزٌ وَهُوَ مُعْتَبَرٌ مِّنَ الثُّلُثِ. بھئی آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرض الموت میں گرفتار ہو جائے یعنی کوئی بہت زیادہ بیمار ہو گیا اب اس کے بچنے کی امید نہیں ہے یہ مرض الموت ہے، اور آپ جانتے ہیں مرض الموت میں وارثوں کا حق مال کے ساتھ متعلق ہو جایا کرتا ہے۔ کیا ہو جاتا ہے؟ وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایک شخص مرض الموت میں آیا، بیمار ہوا بھئی، تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ فِيْ مَرَضِهٖ اور جس نے اپنے غلام کو آزاد کیا اپنے مرض میں یعنی مرض الموت میں، أَوْ بَاعَ وَحَابٰى یا بیچا اور محابات کی یعنی کسی کو کوئی چیز سستی بیچ دی، أَوْ وَهَبَ یا ہبہ کیا۔ تین صورتیں ذکر کر دیں، مرض الموت میں ایک شخص کیا کر رہا ہے؟ اپنے غلام کو آزاد کر رہا ہے، یا بیچتے ہوئے محابات کر رہا ہے، یا ہبہ کر رہا ہے۔ تو کیا یہ کر سکتا ہے کیونکہ اب تو وارثوں کا حق متعلق ہے؟ کہتے ہیں: فَذٰلِكَ كُلُّهُ جَائِزٌ یہ سب جائز ہے، وَهُوَ مُعْتَبَرٌ مِّنَ الثُّلُثِ لیکن اس کا اعتبار کتنے میں سے کیا جائے گا؟ ثلث میں، یہ وصیت کی طرح ہی ہو جائے گا۔

وَيُضْرَبُ بِهٖ مَعَ أَصْحَابِ الْوَصَايَا اور اس کو بھی حصہ دیا جائے گا دوسرے وصیت والوں کے ساتھ۔ تو یہ جو اس غلام کو اس نے مرض الموت میں آزاد کیا یہ اب آزاد نہیں ہو جائے گا، بلکہ دیکھا جائے گا ثلث مال میں سے وصیتیں ہو جاتی ہیں پوری اور اس کی آزادی ہو جاتی ہے پوری، پھر تو ٹھیک ہے ساری وصیتیں بھی نافذ کر دیں گے اس غلام کو بھی کیا کر دیں گے؟ آزاد۔ ورنہ دیکھا جائے گا باقی وصیتوں کے ساتھ اس غلام کو بھی ملا لیں گے اور پھر اسی طرح وہی نسبتیں نکال لیں گے، جتنا اس غلام کے حصے میں آئے گا اتنا حصہ اس غلام کا آزاد ہو جائے گا اور باقی میں غلام کو کیا کرنا پڑے گی؟ سعی کرنا پڑے گی۔ تو یہ معنی ہے: وَيُضْرَبُ بِهٖ مَعَ أَصْحَابِ الْوَصَايَا اور دیا جائے گا اس کو اور وصیت والوں کے ساتھ۔

فَإِنْ حَابٰى ثُمَّ أَعْتَقَ فَالْمُحَابَاةُ أَوْلٰى عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَإِنْ أَعْتَقَ ثُمَّ حَابٰى فَهُمَا سَوَاءٌ. ایک آدمی نے بھئی آزاد کیا غلام کو اور محابات بھی کی۔ بھئی مرض الموت میں ہے اور اس نے کیا کیا؟ محابات بھی کی یعنی بیع میں کسی کو کوئی چیز سستی بیچ دی اور غلام بھی آزاد کیا۔ تو کہتے

ہیں امام صاحب فرماتے ہیں اس صورت میں محابات اولی ہے: پہلے کیا کیا ہے؟ محابات کی ہے، پھر اس کے بعد کیا کیا ہے؟ غلام کو آزاد کیا ہے۔ تو اب کیا کیا جائے بھئی، اور مال اتنا ہے کہ ثلث سے دونوں نہیں ہو سکتے، اگر دونوں ہو سکتے ہیں پھر تو دونوں پہ عمل کریں گے لیکن ثلث سے دونوں نہیں ہو سکتے، اب کیا کریں محابات پر عمل کریں یا اعتاق پر عمل کریں؟ کہتے ہیں بھئی محابات اولی ہے، یعنی اس پر عمل کر لیں گے اعتاق کو چھوڑ دیں گے۔

تو کہتے ہیں: فَإِنْ حَابَى ثُمَّ أَعْتَقَ فَالْمُحَابَاةُ أَوْلَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ اگر اس نے محابات کی پھر اعتاق کیا تو محابات اولی ہے امام صاحب کے نزدیک، وَإِنْ أَعْتَقَ ثُمَّ حَابَى فَهُمَا سَوَاءٌ اور اگر اس نے پہلے اعتاق کیا پھر اس کے بعد محابات کی تو دونوں برابر ہیں، چاہے تو اعتاق کر لیں چاہے تو محابات کر لیں، وارث جو چاہیں کرنا وہ کر سکتے ہیں بھئی۔ بھئی پہلی کیا صورت تھی، اس نے کیا کیا ہے؟ محابات، اور اس کے بعد کیا کیا ہے؟ اعتاق۔ کہتے ہیں بھئی محابات کو پہلے ذکر کیا اور نیز محابات اولی بھی ہے اس لیے کہ یہ حق آدمی ہے، اس لیے کہ یہ معاوضے کی مثل ہے۔ محابات میں معاوضہ دیتا ہے یا بالکل ہی مفت دے دی جاتی ہے چیز دوسرے کو؟ معاوضہ تو دیتا ہے، تو یہ معاوضے کی مثل ہے اس لیے یہ اولی ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور اگلے مسئلے کے اندر اعتاق مقدم ہے اور محابات مؤخر ہے، تو اب اعتاق اور محابات برابر ہوئے۔ برابر اس لیے بھئی کہ یہاں پر اعتاق کو اس نے پہلے ذکر کیا لہذا اعتاق کی ترجیح کی وجہ بھی آ گئی اسے ترجیح دینی چاہیے، اور محابات کی ترجیح کی وجہ بھی آ گئی کیونکہ محابات میں نے بتلایا یہ حق آدمی ہے کیونکہ یہ کس کی طرح ہے؟ معاوضے کی طرح۔ معاوضہ ضروری ہوتا ہے یا نہیں ادا کرنا بھئی؟ ضروری، تو یہ معاوضے کی مثل ہے حق آدمی ہے، تو اس کی ترجیح کی وجہ کیا ہے کہ یہ حق آدمی ہے بھئی معاوضے کی طرح ہے، اور اعتاق کی ترجیح کی وجہ کیا کہ اس نے اس کو پہلے ذکر کر دیا ہے، تو یہاں دونوں برابر ہو گئے۔ تو پہلے مسئلے میں محابات اولی تھی کیونکہ اس کو پہلے ذکر کیا تھا اور اعتاق بعد میں تھا، لیکن یہاں پر چونکہ اعتاق کو پہلے ذکر کر دیا لہذا اب اعتاق کو بھی ترجیح دے سکتے ہیں، تو دونوں برابر ہو گئے آپس میں۔ وَقَالَا الْعِتْقُ أَوْلَى فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ صاحبین فرماتے ہیں کہ آزادی جو ہے اولی ہے دونوں مسئلوں میں۔

وَمَنْ أَوْصَى بِسَهْمٍ مِّنْ مَّالِهِ فَلَهُ أَخَسُّ سِهَامِ الْوَرَثَةِ إِلَّا أَنْ يَّنْقُصَ عَنِ السُّدُسِ فَيُتَمُّ لَهُ السُّدُسُ۔ بھئی ایک آدمی نے وصیت کی دوسرے کے لیے لیکن یہ نہیں کہا اسے ثلث دے دینا یا دو ثلث دے دینا یا سارا مال دے دینا، بلکہ کہتا ہے اسے ایک سہم دے دینا، ایک حصہ دے دینا میرے مال میں سے۔ اب سہم سے کیا مراد ہے؟ کہتے ہیں سہم بھئی جو وارثوں کا حصہ ہوتا ہے اس کو سہم کہا جاتا ہے۔ سمجھ میں آیا؟ تو وارثوں میں سے جو سب سے کم حصہ بنتا ہو گا کسی وارث کا اتنا ہی حصہ اسے دے دیا جائے گا۔ لیکن وہ حصہ سدس سے کم نہیں ہونا چاہیے، چھٹے سے کم نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ عربی زبان میں چھٹے حصے کو سہم کہا جاتا ہے، چھٹے حصے پر سہم کا اطلاق ہوتا ہے، سمجھ میں آیا؟ لہذا چھٹے حصے سے کم نہیں ہو، چھٹے سے زیادہ ہو تو دے دیں گے چھٹے سے کم حصہ نہیں دیں گے۔

صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی اس نے کیا وصیت کی تھی؟ زید کو میرے مرنے کے بعد ایک سہم دے دینا۔ تو اب مرنے کے بعد زید کو کتنا حصہ دیں؟ اس نے تو بیان نہیں کیا ثلث دو یا دو ثلث دو، صرف اتنا کہا ایک حصہ دے دینا۔ اب کتنا حصہ دیں؟ کہتے ہیں وارثوں میں جب مال تقسیم ہو گا تو وارثوں میں سے جس کا سب سے کم حصہ بنتا ہے، سمجھ میں آیا؟ وہ حصہ اس کو بھی دے دیں گے۔ لیکن وہ سدس سے کم نہیں ہونا چاہیے، کم از کم کتنا ضرور ہو؟ سدس۔ تو اگر وارثوں کا جو کم سے کم حصہ ہے وہ سدس سے بھی کم بن رہا ہے تو پھر اس کو سدس ہی دیں گے، سدس سے کم نہیں دیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصَى بِسَهْمٍ مِّنْ مَّالِهِ اور جس نے وصیت کی ایک حصے کی اپنے مال میں سے، فَلَهُ أَخَسُّ سِهَامِ الْوَرَثَةِ، أَخَسُّ خَسِيْسٌ سے ہے ادنی، تو اس کے لیے وارثوں کے حصوں میں سب سے ادنی حصہ ہو گا إِلَّا أَنْ يَّنْقُصَ عَنِ السُّدُسِ مگر یہ کہ وہ کم ہو جائے سدس یعنی چھٹے حصے سے، فَيُتَمُّ لَهُ السُّدُسُ تو اس کے لیے پورا کر دیا جائے گا چھٹا حصہ۔

وَإِنْ أَوْصَى بِجُزْءٍ مِّنْ مَّالِهِ قِيْلَ لِلْوَرَثَةِ أَعْطُوْهُ مَا شِئْتُمْ۔ ایک آدمی نے وصیت کی فلاں کو میرے مال کا ایک جزء دے دینا، کچھ اس میں سے دے دینا کچھ حصہ۔ اب کتنا دیں بھئی؟ کہتے ہیں بھئی اب وارثوں کی مرضی ہے، جزء تو حصے کو کہتے ہیں کوئی بھی حصہ ہو سکتا ہے مال کا، لہذا مال مجہول ہوا۔ اب وارثوں کی مرضی ہے اس کو بیان کر دیں، کچھ حصہ بھی اس کو دے دیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَإِنْ أَوْصَى بِجُزْءٍ مِّنْ مَّالِهِ اور اگر اس نے وصیت کی اپنے مال میں سے کچھ جزء کی، قِيْلَ لِلْوَرَثَةِ تو ورثاء سے کہا جائے گا: أَعْطُوْهُ مَا شِئْتُمْ کہ اسے دے دو جو تم چاہتے ہو۔ کوئی بھی حصہ چاہے تھوڑا دے دیں زیادہ دے دیں، ان کی مرضی ہے کچھ حصہ وہ دے دیں گے۔

وَمَنْ أَوْصَى بِوَصَايَا مِنْ حُقُوْقِ اللهِ تَعَالَى قُدِّمَتِ الْفَرَائِضُ مِنْهَا عَلَى غَيْرِهَا۔ بھئی ایک شخص نے وصیت کی اللہ تعالی کے حقوق میں سے۔ بھئی ایک آدمی نے وصیت کی کہ میرے اوپر حج باقی ہے لہذا میری طرف سے کسی آدمی کو حج کروا دینا کہ وہ حج ادا کر دے میری طرف سے، اور یہ

وصیت بھی کی بھئی کہ میرے اوپر کچھ زکوۃ بھی باقی ہے وہ زکوۃ بھی میرے مال میں سے ادا کر دینا، اور یہ بھی وصیت کی کہ فلاں مدرسے کے اندر بھی اتنے پیسے میری طرف سے دے دینا، اور یہ بھی وصیت کی مثلاً بھئی کہ میری طرف سے ایک ہسپتال بھی بنوا دینا۔ تو اس نے کئی وصیتیں کر دیں اور یہ سارے کیا ہیں؟ حقوق اللہ ہیں، بھئی اللہ کے راستے میں اس نے یہ ساری کی ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ کسی آدمی کا حق تھا اس پر ان چیزوں میں؟ نہیں، یہ ساری اس نے اللہ کے حقوق میں وصیتیں کی ہیں۔ تو اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں سب سے پہلے جو فرائض ہیں ان کو پورا کیا جائے گا اس کے بعد باقی۔ اگر سارے پورے ہو سکتے ہیں ثلث سے پھر تو سارے کر لیں گے، اگر ثلث سے پورے نہیں ہوتے اور ورثاء بھی زائد لگانے کی اجازت نہیں دیتے تو سب سے پہلے کن کو پورا کیا جائے گا؟ فرائض کو پورا کر لیا جائے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اچھا، اور اگر اس نے صرف فرائض کی وصیت کی ہے بھئی، مثلاً اس نے کہا تھا میری طرف سے حج کروا دینا اور میرے اوپر اتنی زکوۃ باقی ہے یہ بھی کر دینا، تو حج بھی فرض تھا زکوۃ بھی فرض ہے، اب کیا کیا جائے گا؟ کہتے ہیں بھئی ورثاء زائد کی اجازت تو دے نہیں رہے، ثلث سے اگر دونوں ہو سکتے ہیں تو دونوں کر لیں گے، اور اگر ثلث سے نہیں ہو سکتے تو دونوں چیزیں فرض ہیں تو جس کو اس نے پہلے ذکر کیا ہے اس کو پہلے کر لیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اس نے حج پہلے ذکر کیا ہے وصیت میں تو حج پہلے کروا دیں گے، اور اگر اس نے زکوۃ پہلے ذکر کی ہے تو زکوۃ پہلے ادا کر دیں گے۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى بِوَصَايَا مِنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى اور جس شخص نے وصیت کی اللہ کے حقوق میں سے، قُدِّمَتِ الْفَرَائِضُ مِنْهَا عَلٰى غَيْرِهَا تو مقدم کیا جائے گا فرائض کو اس میں سے غیر فرائض پر، قَدَّمَهَا الْمُوْصِيْ أَوْ أَخَّرَهَا چاہے موصی نے اس کو مقدم کیا ہو چاہے مؤخر، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بھئی اس نے کئی چیزیں ذکر کی تھیں، بعض چیزیں کیا تھیں؟ فرض تھیں، بعض فرض نہیں تھیں، لیکن کس کو مقدم کیا کس کو مؤخر کیا یہ نہیں دیکھیں گے بلکہ پہلے کن کو دیکھا جائے گا؟ فرائض کو، قَدَّمَهَا الْمُوْصِيْ أَوْ أَخَّرَهَا موصی نے مقدم کیا ہو اس کو یا مؤخر کیا ہو، مِثْلُ الْحَجِّ وَالزَّكَاةِ وَالْكَفَّارَاتِ جیسے حج ہے، زکوۃ ہے اور کفارے وغیرہ مثلاً قسم کا کفارہ ہے یا روزوں کا کفارہ اس کے ذمے۔ وَمَا لَيْسَ بِوَاجِبٍ اور وہ جو واجب نہ ہو ان میں سے یعنی اللہ کے حقوق میں سے جو واجب نہیں ہے یعنی زائد، قُدِّمَ مِنْهُ مَا قَدَّمَهُ الْمُوْصِيْ تو مقدم کیا جائے گا ان میں سے اس کو جس کو مقدم کیا تھا موصی نے۔ وصیت کرنے والے نے وصیت کی مثلاً میرے مرنے کے بعد اتنا مال کیا کرنا؟ فلاں مدرسے میں دے دینا میرے مال میں سے، پھر اس کے بعد ایک ہسپتال بنوا دینا، پھر اس میں سے ایک کنواں کھدوا دینا۔ تو اس نے کئی وصیتیں کر دیں اور ان میں سے کوئی بھی چیز اس پر فرض نہیں ہے، یہ تو وہ نفل کے طور پر کر رہا ہے بھئی صدقے کے طور پر وصیت کر رہا ہے، لہذا یاد رکھو اب اگر ثلث سے سارے پورے نہیں ہوتے تو جس کو اس نے مقدم کیا ہے پہلے ان پر عمل کیا جائے گا، بعد میں باقی والوں پر اگر بچتا ہے ورنہ نہیں۔

وَمَنْ أَوْصٰى بِحَجَّةِ الْإِسْلَامِ اور جس شخص نے وصیت کی حج اسلام کی کہ میری طرف سے کیا کروا دینا؟ حج کروا دینا، أَحَجُّوْا عَنْهُ رَجُلًا مِّنْ بَلَدِهٖ تو حج کروائیں گے اس کے وارث اس کی طرف سے کسی آدمی کو مِنْ بَلَدِهٖ اس کے شہر سے يَحُجُّ رَاكِبًا جو حج کرے گا سوار ہو کر۔ سواری پر جا کر حج کرے گا۔ بھئی یہ سواری پر جانے کی قید کیوں لگائی؟ وجہ یہ کہ عام آدمی پر بھی حج فرض نہیں ہوتا، حج تبھی فرض ہوتا ہے جب آدمی کے پاس آنے جانے کا خرچہ بھی ہو اور سواری کا انتظام بھی ہے۔ اگر سواری کا بندوبست نہیں ہے، انتظام نہیں ہے تو پھر تو حج فرض ہی نہیں، خرچہ بھی ہونا چاہیے اور سواری بھی ہونی چاہیے۔ تو اس شخص پر بھی سواری کے ساتھ حج فرض تھا تو لہذا جس آدمی کے ذریعے ہم حج بدل کروائیں گے اس سے بھی کس طریقے پر کروائیں گے؟ سواری کے ساتھ۔

تو کہتے ہیں: يَحُجُّ رَاكِبًا جو اس کی طرف سے حج کرے گا سوار ہو کر، فَإِنْ لَّمْ تَبْلُغِ الْوَصِيَّةُ النَّفَقَةَ أَحَجُّوْا عَنْهُ مِنْ حَيْثُ تَبْلُغُ. بھئی بتلایا جس شہر کا یہ رہنے والا تھا یہیں سے ایک آدمی کو بھیجا جائے گا سواری پر اور وہ اس کی طرف سے حج کر کے آئے گا۔ بھئی اتنے تو پیسے نہیں بنتے، ثلث مال اتنا نہیں بنتا کہ یہاں سے ایک آدمی بھیجا جائے سارے راستے کا بھی خرچہ ہو اور سواری کا بھی خرچہ ہو؟ کہتے ہیں پھر جہاں سے بھیجا جا سکتا ہے وہاں سے بھیج دیا جائے گا، مثلاً مکہ کے قریب سے، وہاں قریب کے شہروں میں سے کسی سے بھیج دیا جائے گا، وہاں سے حج کروا دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ کہتے ہیں: فَإِنْ لَّمْ تَبْلُغِ الْوَصِيَّةُ النَّفَقَةَ اگر وصیت جو ہے نفقے تک نہیں پہنچتی یعنی اس سے نفقہ پورا نہیں ہوتا یہاں سے، تو أَحَجُّوْا عَنْهُ مِنْ حَيْثُ تَبْلُغُ تو حج کروایا جائے گا اس کی طرف سے جہاں سے وصیت پہنچ جاتی ہے نفقے تک یعنی قریبی شہر سے۔[1]

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ لَّمْ تَبْلُغِ الْوَصِيَّةُ النَّفَقَةَ أَحَجُّوْا عَنْهُ مِنْ حَيْثُ تَبْلُغُ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن لم تبلغ الوصية النفقة أحجوا عنه من حيث تبلغ» منقول ہے۔

وَمَنْ خَرَجَ مِنْ بَلَدِهٖ حَاجًّا فَمَاتَ فِی الطَّرِیْقِ۔ جو شخص نکلا اپنے شہر سے حاجی ہو کر یعنی حج کے ارادے سے، فَمَاتَ فِی الطَّرِیْقِ پس وہ راستے میں مر گیا، وَأَوْصٰی اور اس نے وصیت کر دی أَنْ یُّحَجَّ عَنْهُ کہ اس کی طرف سے حج کروایا جائے۔ حَجَّ عَنْهُ ہے آپ کی کتابوں میں؟ حَجَّ نہیں یُحَجُّ ہونا چاہیے، یُحَجُّ، یا اس کو ماضی کا صیغہ بنالیں أَحَجَّ، لیکن یُحَجُّ بنالیں زیادہ بہتر ہے: یُحَجُّ عَنْهُ مِنْ بَلَدِهٖ۔ بھئی صورت کیا ہے ایک آدمی حج کے ارادے سے نکلا تھا، بیچ راستے میں اس کا انتقال ہوا اور اس نے وصیت کر دی میرے لیے کیا کروا دینا؟ میری طرف سے حج کروا دینا کسی آدمی کو بھیج کر۔ اب ورثاء بھی اس کی طرف سے حج کروائیں گے، لیکن کہاں سے حج کروائیں، جہاں اس کا انتقال ہوا ہے یا جہاں سے وہ چلا تھا جو اس کا شہر تھا؟ کہتے ہیں بھئی جہاں سے وہ چلا تھا شہر جو تھا اس کا وہاں سے حج کروائیں گے۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں نہیں، جہاں اس کا انتقال ہوا ہے وہاں سے کیا کروایا جائے گا؟ حج کروایا جائے گا۔ بھئی وہاں سے حج کرواتے ہیں تو خرچہ کم لگتا ہے، یہاں سے حج کرواتے ہیں تو خرچہ زیادہ لگتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں یہیں سے حج کروائیں گے، اگر خرچہ نہیں ہوتا پھر تو مجبوری ہے پھر قریب سے کروا دیں گے۔ صورت بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ مشکل ہے بھئی؟ تو کہتے ہیں: یُحَجُّ عَنْهُ مِنْ بَلَدِهٖ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تو حج کروایا جائے گا اس کی طرف سے اس کی بستی سے ہی امام صاحب کے نزدیک، وَقَالَ أَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی یُحَجُّ عَنْهُ مِنْ حَیْثُ مَاتَ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حج کروایا جائے گا اس کی طرف سے مِنْ حَیْثُ مَاتَ جہاں پر وہ مرا تھا۔

وَلَا تَصِحُّ وَصِیَّةُ الصَّبِیِّ وَالْمُکَاتَبِ وَإِنْ تَرَکَ وَفَاءً۔ بھئی بچے کی وصیت صحیح نہیں ہے۔ ایک بچہ تھا مالدار تھا، مرنے سے پہلے اس نے کیا کر دی؟ وصیت کر دی، بچپن میں اس کا انتقال ہوا پھر۔ تو بچے کی وصیت درست نہیں ہے مولانا۔ اسی طرح مکاتب ہے، مکاتب جسے آقا نے کہا اتنا مال لے آؤ تو تم آزاد ہو، اس کی وصیت کرنا بھی صحیح نہیں اگرچہ وہ اتنا مال چھوڑ کر مرا ہے جس سے بدل کتابت کی ادائیگی ہو سکتی ہے، پھر بھی اس کی وصیت صحیح نہیں۔ تو بچے کی اور مکاتب کی وصیت باطل ہے، کوئی اعتبار نہیں اس کا۔ تو کہتے ہیں: وَلَا تَصِحُّ وَصِیَّةُ الصَّبِیِّ وَالْمُکَاتَبِ اور صحیح نہیں ہے بچے کی وصیت اور مکاتب کی وصیت وَإِنْ تَرَکَ وَفَاءً اگرچہ وہ پورا مال چھوڑ کر مرے۔ وَفَاءٌ سے مراد ہے اتنا مال جس کے ذریعے بدل کتابت کی ادائیگی ہو سکے، اگرچہ وہ اتنا مال چھوڑ کر مرے جس سے ادائیگی ہو سکتی ہے۔[۲]

وَیَجُوْزُ لِلْمُوْصِی الرُّجُوْعُ عَنِ الْوَصِیَّةِ وَإِذَا صَرَّحَ بِالرُّجُوْعِ کَانَ رُجُوْعًا وَّمَنْ جَحَدَ الْوَصِیَّةَ لَمْ یَکُنْ رُجُوْعًا۔ اچھا ایک شخص نے وصیت کر دی میرے مرنے کے بعد زید کو میرے مال میں سے ایک لاکھ روپے دے دینا۔ کیا یہ اب اس سے بعد میں رجوع کر سکتا ہے یا اب ہر حال میں لازم ہو گئی وصیت؟ کہتے ہیں نہیں اس کی مرضی ہے، رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر سکتا ہے اور کہہ دے بھئی میں نے کہا تھا زید کو ایک لاکھ دینا، بھئی زید کو ایک لاکھ روپیہ نہ دینا، وصیت سے خود اس نے لفظوں کے ذریعے کیا کر لیا؟ رجوع کر لیا اس سے۔ تو کہتے ہیں: وَیَجُوْزُ لِلْمُوْصِیْ جائز ہے وصیت کرنے والے کے لیے الرُّجُوْعُ عَنِ الْوَصِیَّةِ وصیت سے رجوع کرنا، وَإِذَا صَرَّحَ بِالرُّجُوْعِ کَانَ رُجُوْعًا اور جب وہ تصریح کر دے رجوع کی تو وہ رجوع ہو گا۔ بھئی صاف لفظوں میں، صریح لفظوں میں کہہ دیتا ہے رجوع کا کہ میں اپنی وصیت سے رجوع کرتا ہوں جو میں نے زید کے لیے وصیت کی تھی، تو یہ رجوع ہے مولانا، اب زید کو اس کے مرنے کے بعد پیسے نہیں ملیں گے۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا صَرَّحَ بِالرُّجُوْعِ جب اس نے رجوع کی تصریح کر دی کَانَ رُجُوْعًا تو یہ رجوع ہو گا۔

وَمَنْ جَحَدَ الْوَصِیَّةَ لَمْ یَکُنْ رُجُوْعًا اور جس نے وصیت کا انکار کر دیا تو یہ رجوع نہیں ہے۔ صورت یہ بھئی ایک آدمی نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد زید کو ایک لاکھ روپیہ دے دینا۔ بعد میں کچھ عرصے بعد اس سے پوچھا گیا بھئی کوئی ذکر ہوا کہ وصیت کی تھی آپ نے زید کے لیے ایک لاکھ روپے کی، کہتا ہے میں نے تو کوئی وصیت نہیں کی، انکار کر دیتا ہے۔ تو کیا اس کے اس انکار کو بھی رجوع سمجھا جائے؟ کہتے ہیں نہیں، انکار کو رجوع نہیں سمجھیں گے، بلکہ واضح لفظوں میں رجوع کرے کہ میں وصیت سے کیا کرتا ہوں؟ رجوع کرتا ہوں، یا وہ جو زید کو میں نے پیسے دینے کا کہا تھا وہ پیسے اس کو نہ دینا، تو پھر رجوع سمجھیں گے۔ لیکن اگر انکار کر دیتا ہے کہ میں نے وصیت ہی نہیں کی تو انکار کو رجوع نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بھئی کیوں نہیں قرار دیا جا سکتا؟ کہتے ہیں بھئی انکار اور رجوع میں دونوں میں فرق ہے۔ رجوع کب ہوتا ہے؟ جب پہلے ایک چیز ہو پھر کیا کیا جاتا ہے اس سے؟ رجوع کیا جاتا ہے، اور انکار کا کیا معنی ہے؟ کہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ تو انکار بتلا رہا ہے کہ وصیت کی ہی نہیں اور رجوع بتلاتا ہے کہ اس نے وصیت کی ہے، تو انکار اور رجوع میں آپس میں منافات ہیں۔ رجوع

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۳):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَلَا تَصِحُّ وَصِیَّةُ الصَّبِیِّ وَالْمُکَاتَبِ وَإِنْ تَرَکَ وَفَاءً» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ولا تصح وصية الصبي والمكاتب وإن ترك وفاء» منقول ہے۔

تو تب ہوتا ہے جب کوئی چیز ہو اور انکار کیا بتلاتا ہے کہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ تو لہذا اس انکار کو رجوع نہیں بنا سکتے، اس انکار کو رجوع قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔[۳]

رجوع کیا بتلاتا ہے؟ کہ ایک چیز ماضی میں تھی اب میں اس سے کیا کر رہا ہوں؟ رجوع کر رہا ہوں۔ انکار کیا بتلاتا ہے؟ ماضی میں چیز تھی ہی نہیں۔ تو رجوع بتلا رہا ہے ماضی میں چیز تھی اب میں اس سے رجوع کر رہا ہوں، اور انکار کیا بتلاتا ہے کہ ماضی میں کوئی چیز ہے ہی نہیں، تو یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لہذا اس نے وصیت کا انکار کیا ہے، اب اس انکار کو ہم رجوع نہیں قرار دے سکتے جب تک یہ صاف لفظوں میں رجوع نہ کر لے کیونکہ انکار اور رجوع ایک دوسرے کی ضد ہیں: جہاں رجوع ہے وہاں انکار نہیں اور جہاں انکار ہے وہاں رجوع نہیں بھئی۔ ترجمہ ہو گیا؟ تو کہتے ہیں: وَمَنْ جَحَدَ الْوَصِيَّةَ اور جس نے انکار کر دیا وصیت کا لَمْ يَكُنْ رُجُوْعًا تو یہ انکار رجوع نہیں، اسے ہم رجوع شمار نہیں کریں گے۔ صاف لفظوں میں رجوع کرے پھر رجوع ہو گا، صرف انکار کر دینے کو رجوع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۳): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ جَحَدَ الْوَصِيَّةَ لَمْ يَكُنْ رُجُوْعًا» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن جحد الوصية لم يكن رجوعا» منقول ہے۔

سبق نمبر ۱۵۵: کتاب الوصایا(۳): اقارب، جیران (پڑوسیوں)، اصہار اور فقراء کے لیے وصیت کی تفسیر اور وصی (متولیِ وصیت) کے اختیارات

مختصر القدوری صفحہ: ۲۳۸—بتاریخ: ۲۲ جون ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

وَمَنْ أَوْصٰى لِجِيْرَانِهٖ فَهُمُ الْمُلَاصِقُوْنَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ أَوْصٰى لِأَصْهَارِهٖ فَالْوَصِيَّةُ لِكُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنِ امْرَأَتِهٖ وَمَنْ أَوْصٰى لِأَخْتَانِهٖ فَالْخَتَنُ زَوْجُ كُلِّ ذَاتِ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنْهُ وَمَنْ أَوْصٰى لِأَقَارِبِهٖ فَالْوَصِيَّةُ لِلْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ مِنْ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنْهُ۔

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

وَمَنْ أَوْصٰى لِجِيْرَانِهٖ۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال میرے پڑوسیوں کو دے دینا۔ تو اب پڑوسی کون شمار ہوں گے؟ تو یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھئی جن کے گھر اس کے گھر کے ساتھ ملے ہوئے ہیں وہ پڑوسی ہیں بھئی۔ اس لیے کہ عرف میں پڑوسی ان کو کہا جاتا ہے جن کا گھر، دیوار وغیرہ دوسرے کی دیوار کے ساتھ ملی ہوئی ہو بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى لِجِيْرَانِهٖ اور جس نے وصیت کی اپنے پڑوسیوں کے لیے فَهُمُ الْمُلَاصِقُوْنَ تو وہ جو اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

وَمَنْ أَوْصٰى لِأَصْهَارِهٖ۔ بھئی ایک شخص نے وصیت کی اپنے اصہار کے لیے، عربی الفاظ ہیں بھئی عربی، اصہاریوں کہو سسرالیوں کے لیے، سسرال والوں کے لیے۔ تو کن کن کو دیں گے بھئی یہ مال جس کی اس نے وصیت کی ہے بھئی، کون کون سسرالی ہیں؟ کہتے ہیں بھئی اس کی جو بیوی ہے اس کے جو قریبی محرم رشتہ دار ہیں وہ مراد ہوں گے۔ اس کی بیوی کے قریبی محرم رشتہ دار وہ اصہار سے مراد لیں گے۔ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى لِأَصْهَارِهٖ جس نے اپنے اصہار کے لیے یعنی اپنے سسرال والوں کے لیے وصیت کی، تو فَالْوَصِيَّةُ لِكُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنِ امْرَأَتِهٖ تو وصیت ہر ذو رحم محرم کے لیے ہے مِنِ امْرَأَتِهٖ اس کی بیوی کے بھئی۔ اس کی بیوی کے جو قریبی محرم رشتہ دار ہیں وہ مراد ہوں گے اصہار سے۔

وَمَنْ أَوْصٰى لِأَخْتَانِهٖ فَالْخَتَنُ زَوْجُ كُلِّ ذَاتِ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنْهُ۔ ایک شخص ہے بھئی اس نے اپنے اختان کے لیے وصیت کی، میرے مرنے کے بعد میرے جو اختان ہیں ان کو اتنا مال دے دینا۔ تو خَتَنٌ یاد رکھیے یہ داماد وغیرہ کو عربی میں کہتے ہیں بھئی۔ اب کون مراد ہوں گے اختان سے؟ کہتے ہیں اس شخص جس نے وصیت کی ہے اس کی جو قریبی رشتہ دار محرم عورتیں ہیں ان کے خاوند مراد ہوں گے۔ سمجھ میں آیا؟ جو اس کی قریبی رشتہ دار بھی ہیں جو عورتیں اور اس پر حرام بھی ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، ان عورتوں کے خاوند مراد ہوں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ جیسے بہن ہے، پھوپھی ہے، ان کے خاوند وغیرہ بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى لِأَخْتَانِهٖ اور جس نے وصیت کی اپنے دامادوں وغیرہ کے لیے فَالْخَتَنُ زَوْجُ كُلِّ ذَاتِ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنْهُ تو ختن جو ہے وہ خاوند ہے اس شخص کی ہر قریبی محرم عورت کا، زَوْجُ كُلِّ ذَاتِ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنْهُ اس شخص کی جو قریبی رشتہ دار محرم عورتیں ہیں ان کا خاوند بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ یہ عربی الفاظ ہیں بھئی، اردو میں ختن کا کوئی معنی نہیں بنتا بھئی جو برابر اس کا معنی ادا کر سکے اردو میں۔ اردو میں تو داماد صرف کس کو کہتے ہیں؟ بیٹی کا جو خاوند ہوتا ہے بس، لیکن ختن کا معنی وسیع ہے عربی میں، بتلا دیا یہ سارے اس میں داخل ہو جائیں گے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

وَمَنْ أَوْصٰى لِأَقَارِبِهٖ فَالْوَصِيَّةُ لِلْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ مِنْ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنْهُ۔ بھئی ایک آدمی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اتنا مال میرے قریبی رشتہ داروں کو دے دینا۔ اب یہ قریبی رشتہ دار کون ہیں بھئی کن کو دیں گے؟ کہتے ہیں جو اس کے قریبی محرم رشتہ دار ہیں وہ مراد ہیں۔ قریبی محرم، رشتہ دار بھی ہیں قریبی اور محرم بھی ہیں اس کے، وہ مراد ہوں گے۔ اور ان میں پھر کیسے دیں گے بھئی، وہ تو کافی سارے ہیں؟ کہتے ہیں بھئی جو سب سے قریبی ہو گا پہلے اس کا اعتبار کریں گے، اگر وہ ہیں تو ان کو دے دیں گے، اگر وہ نہیں تو اس سے دور والا ذرا دیکھو، اگر وہ نہیں تو اس سے دور والا دیکھو، درجہ بدرجہ بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى لِأَقَارِبِهٖ اور جس نے اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو وصیت جو ہے لِلْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ جو قریب ہے پھر جو اس کے قریب ہے مِنْ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِّنْهُ اس کے ہر قریبی محرم رشتہ دار میں سے۔

وَلَا يَدْخُلُ فِيْهِمُ الْوَالِدَانِ وَالْوَلَدُ۔ ہاں البتہ بھئی قریبی رشتہ دار تو والدین بھی ہیں اور بیٹا بھی ہے بھئی، یہ تو سب سے قریبی ہیں، ان کے ساتھ تو بلا واسطے کے رشتہ ہے! کہتے ہیں نہیں بھئی، والدین مراد نہیں ہوں گے اس میں، وہ داخل نہیں ہوں گے وصیت میں، بیٹا داخل نہیں ہو گا وصیت میں۔ کیوں نہیں داخل ہو گا؟ کہتے ہیں اس لیے کہ عرف کے اندر قریبی رشتہ دار سے وہ رشتہ دار مراد لیے جاتے ہیں جو واسطے کے ساتھ ہوں، اور یہ تو بغیر واسطے کے ہیں لہٰذا یہ مراد نہیں بھئی۔ وَلَا يَدْخُلُ فِيْهِمُ الْوَالِدَانِ وَالْوَلَدُ اور داخل نہیں ہوں گے اس میں والدین اور اس کی اولاد۔

وَيَكُوْنُ لِلِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا اور یہ وصیت دو یا زیادہ کے لیے ہو گی بھئی، یہ مال دو یا زیادہ کے لیے ہو گا جس کی اس نے وصیت کی ہے۔ بھئی دو یا زیادہ کیا معنی؟ مطلب یہ ہے یہ جو اس نے مال کی وصیت کی ہے یہ ایک ہی رشتہ دار کو نہیں دیں گے، کم از کم کتنے ہونے چاہئیں؟ دو یا دو سے زیادہ۔ ان کو دیں گے: دو ہیں تو آدھا آدھا دے دیں گے دونوں کو، تین ہیں تو تینوں میں تقسیم کر دیں گے، چار ہیں تو چاروں میں تقسیم کر دیں گے، لیکن اگر ایک ہے تو اس کو پورا نہیں دیں گے۔ بھئی یہ دو یا دو سے زیادہ کی شرط آپ کیوں لگا رہے ہیں؟ کہتے ہیں بھئی آپ دیکھتے نہیں جتنے لفظ اس نے ذکر کیے ہیں جمع والے ذکر کیے ہیں، تو یہاں پر بھی اس نے أَقَارِبَ کا لفظ استعمال کیا اور أَقَارِبُ جمع ہے مولانا۔ اور وراثت کے باب میں جمع کا اطلاق کم از کم دو پر ہوتا ہے۔ ویسے تو اطلاق تین پر ہوتا ہے لیکن میراث کے مسئلے میں جمع کا اطلاق کم از کم کتنے پر ہوتا ہے؟ دو پر بھی جمع کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ تو وصیت بھی میراث کی طرح ہی ہوتی ہے جیسے وراثت مرنے کے بعد مال دیتے ہیں وصیت بھی کب نافذ کرتے ہیں؟ مرنے کے بعد، تو یہ بھی اسی کی طرح ہے لہٰذا اس میں بھی کم از کم جمع سے کتنے مراد لیں گے؟ دو، کیونکہ اس نے أَقَارِبَ جمع کا لفظ استعمال کیا تھا۔

دیکھیے آگے تفصیل بھی آ رہی ہے بھئی کس طرح کریں گے۔ کہتے ہیں: وَإِذَا أَوْصٰى بِذٰلِكَ اور جب اس نے وصیت کی یہ والی۔ یہ کون سی وصیت کی بھئی؟ کہ میرے قریبی رشتہ داروں کو دے دینا۔ تو کہتے ہیں جب اس نے یہ وصیت کی وَلَهٗ عَمَّانِ وَخَالَانِ اور اس کے دو چچا ہیں وَخَالَانِ اور دو ماموں ہیں۔ وصیت کرنے والے کے دو چچا بھی ہیں اور دو ماموں بھی ہیں، اب کیا کریں گے؟ چچا بھی قریبی رشتہ دار محرم بھئی، اور ماموں بھی کیا ہیں؟ قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور محرم بھی ہیں! کہتے ہیں بھئی ہم نے آپ کو ضابطہ بتلایا تھا کہ سب سے پہلے قریبی کو دیکھیں گے جتنا زیادہ قریبی ہو، اور چچا زیادہ قریبی ہے بھئی، ماموں کی بہ نسبت چچا زیادہ قریبی ہے کیونکہ وہ عصبہ بنتا ہے بھئی۔ آگے تفصیل آ جائے گی کتاب الفرائض کے اندر بھئی عصبات وغیرہ، باپ کی طرف سے جن کے ساتھ رشتہ بنتا ہے بھئی، کیونکہ نسب کس کی طرف سے چلتا ہے؟ باپ کی طرف سے چلتا ہے بھئی، تو ان کے ساتھ رشتے کے اندر کوئی عورت درمیان میں نہیں آتی بھئی۔

تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَوْصٰى بِذٰلِكَ وَلَهٗ عَمَّانِ وَخَالَانِ۔ تو ایک شخص نے وصیت کی ہے اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے، اب قریبی رشتہ دار بتلایا بھئی درجہ بدرجہ جو سب سے قریبی محرم رشتہ دار ہیں اس کے پہلے ان کو دیا جائے گا، اگر وہ نہیں ہیں تو ان سے دور والوں کو دیکھا جائے گا، اور کم از کم دو کو دیا جائے گا، ایک کو ہی سارا مال نہیں دیا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ کہ وَإِذَا أَوْصٰى بِذٰلِكَ ایک شخص نے یہ وصیت کی وَلَهٗ عَمَّانِ وَخَالَانِ اور اس کے دو چچا ہیں اور دو ماموں ہیں، تو کہتے ہیں: فَالْوَصِيَّةُ لِعَمَّيْهِ تو وصیت اس کے دونوں چچاؤں کے لیے ہو گی بھئی کیونکہ وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہیں بھئی باپ کی

طرف سے بھئی، اور قریبی محرم رشتہ دار ہیں بھئی۔ تو اب دیکھیے سب سے قریبی رشتہ دار دیکھنے تھے اور اس میں بھی کم از کم کتنوں کو دینا تھا؟ دو کو، تو لہذا یہ دو ہیں چچا تو دونوں کو وہ مال دے دیں گے آدھا آدھا بھئی۔

آگے بتلائیں گے آپ کو بھئی اگر ایک چچا ہے اور دو ماموں ہیں تو اب کیا کیا جائے گا؟ تو یاد رکھیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھئی چچا ایک ہے سب سے قریبی رشتہ دار اور ہم نے کہا تھا دو کو دینا ہے، معلوم ہوا ایک کو نصف سے زیادہ نہیں دیں گے۔ تو چچا کو نصف دے دیں گے، اور پھر اس سے دور والے دیکھے تو دو ماموں تھے بھئی اس کے بعد، تو وہ باقی نصف ان دونوں کو دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو کہتے ہیں پہلی صورت: وَلَهُ عَمَّانِ وَخَالَانِ اس کے دو چچا اور دو ماموں ہیں، فَالْوَصِيَّةُ لِعَمَّيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى تو وصیت اس کے دو چچاؤں کے لیے ہو گی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کیونکہ وہ سب سے زیادہ قریبی ہیں۔ وَإِنْ كَانَ لَهُ عَمٌّ وَّخَالَانِ اور اگر اس کا ایک چچا اور دو ماموں ہیں، فَلِلْعَمِّ النِّصْفُ وَلِلْخَالَيْنِ النِّصْفُ تو چچا کے لیے نصف ہو گا اور دونوں ماموں جو ہیں ان کے لیے نصف ہو گا۔

وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى الْوَصِيَّةُ لِكُلِّ مَنْ يُّنْسَبُ إِلَى أَقْصَى أَبٍ لَّهُ فِي الْإِسْلَامِ۔ صاحبین فرماتے ہیں نہیں بھئی اس نے کیا کہا؟ میرے قریبی رشتہ داروں کو دینا بھئی، تو کہتے ہیں اس کے جو خاندان والے ہیں ان کو دیا جائے گا۔ یعنی بھئی دیکھو خاندان میں دادوں کے نام پر چلتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ دادا بعض اوقات سب سے اوپر والا ایک نام مشہور ہے فلاں کا قبیلہ ہے، پھر اس سے نیچے کئی پشتوں بعد آ کر کوئی اور دادا مشہور تھا اس کا بھی نام آ جاتا ہے، پھر وہ دو تین بھائی تھے ایک فلاں کا خاندان ہے، یہ فلاں کا خاندان ہے، یہ فلاں کا خاندان، تو اس طرح نام چلتے ہیں بھئی۔ تو صاحبین فرماتے ہیں: اَلْوَصِيَّةُ لِكُلِّ مَنْ يُّنْسَبُ کہ وصیت ہر اس شخص کے لیے ہو گی جو منسوب ہے، جس کی نسبت کی جاتی ہے إِلَى أَقْصَى أَبٍ لَّهُ اس شخص کے آخری باپ کی طرف فِي الْإِسْلَامِ اسلام کے اندر۔ بھئی وہ جو اوپر باپ دادے وغیرہ گزرے وہ سارے آباء ہیں نا، سارے دادے اب ہی ہیں۔ تو اس میں جو آخری کنارے کا باپ ہے اسلام کے اندر بھئی، سمجھ میں آیا؟ بھئی کسی وقت کسی نے اسلام قبول کیا ہو گا، تو اب جو خاندان کے اندر نام چلے آ رہے ہیں قبیلے وغیرہ کے اعتبار سے، تو جو اسلام کے اندر آخری باپ ہے اس کی طرف جو منسوب ہیں ان سب کو وصیت میں سے کیا کیا جائے گا؟ حصہ دیا جائے گا بھئی۔

دوبارہ سنیے ترجمہ: وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: اَلْوَصِيَّةُ لِكُلِّ مَنْ يُّنْسَبُ إِلَى أَقْصَى أَبٍ لَّهُ فِي الْإِسْلَامِ کہ وصیت ہو گی ہر اس شخص کے لیے يُّنْسَبُ جس کی نسبت کی جاتی ہے إِلَى أَقْصَى أَبٍ لَّهُ اس شخص کے آخری کنارے کے باپ کی طرف فِي الْإِسْلَامِ اسلام کے اندر۔ بھئی وہ بھی جب اس کی اولاد میں سے ہے تو اسی کا اب جو ہے وہ اس کا بھی اب ہوا، تو جیسے اس کی نسبت اس اب کی طرف کی جاتی ہے تو اس کی بھی اسی کے اب کی طرف نسبت کی جاتی ہے کہ فلاں شخص کا بیٹا جو کافی پہلے گزرا تھا۔

وَمَنْ أَوْصَى لِرَجُلٍ بِثُلُثِ دَرَاهِمِهٖ أَوْ بِثُلُثِ غَنَمِهٖ۔ صورت مسئلہ یہ ہے ایک آدمی نے ایک شخص کے لیے وصیت کی کہ میرے جتنے دراہم ہیں اس میں سے تیسرا حصہ مثلاً زید کو دے دینا، یا میری جو بکریاں ہیں ان کا تیسرا حصہ زید کو دے دینا۔ اچھا وہ وصیت کرنے والا انتقال کر گیا، اب بعد میں ابھی انہوں نے زید کو حصہ نہیں دیا تھا کہ اس سے پہلے ہی وہ جو دراہم تھے ان کے دو ثلث یا وہ جو بکریاں تھیں ان کے دو ثلث ہلاک ہو گئے۔ اس نے کیا کہا تھا دراہم میں سے کتنا زید کو دینا؟ ایک ثلث دینا اس کو، یعنی میرے جتنے دراہم ہیں اس کا تیسرا حصہ زید کو دے دینا، یا یہ وصیت کی میری جتنی بکریاں ہیں ان کا تیسرا حصہ زید کو دے دینا۔ اور پھر اس کے مرنے کے بعد ابھی یہ دراہم اور تیسرا حصہ اس کے حوالے نہیں کیا تھا کہ دراہم میں سے دو ثلث ہلاک ہو گئے، مثلاً تین سو درہم تھے تین سو میں سے دو سو ہلاک ہو گئے، یا ایک ثلث بکریوں کی وصیت کی تھی اور تین سو بکریوں میں سے دو سو ہلاک ہو گئیں۔ تو اب کیا کیا جائے گا؟

کہتے ہیں اب باقی مال کے اگر یہ ثلث میں سے نکل سکتی ہیں، یہ سو درہم باقی مال دو سو درہم یا اس سے زیادہ کا ہے تو یہ سو درہم باقی ہیں یہ اس کا ثلث بن سکتے ہیں، لہذا یہ سارے اس کو دے دیے جائیں گے۔ یہ اسی کا حصہ گویا ہے اور باقیوں کا حصہ ہلاک ہو گیا درہموں میں۔ بھئی درہم میں تین ثلث تھے نا: ایک ثلث اس کا تھا تو دو ثلث کس کے تھے؟ وارثوں کے۔ تو معلوم ہوا جو ہلاک ہوا ہے یوں سمجھیں گے وارثوں کا حصہ ہلاک ہوا، اور بکریوں میں بھی جو ہلاک ہوئی ہیں گویا کس کی ہلاک ہوئیں؟ وارثوں کی۔ تو اسے سو بکریاں دے دیں گے یا سو درہم دے دیں گے بشرطیکہ یہ کل مال کے ثلث میں سے بن جاتے ہوں، نکل آتے ہوں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصَى لِرَجُلٍ بِثُلُثِ دَرَاهِمِهٖ اور جس شخص نے وصیت کی کسی آدمی کے لیے اپنے دراہم کے تیسرے حصے کی، أَوْ بِثُلُثِ غَنَمِهٖ، غَنَمٌ میں نے بتلایا بھیڑ بکریوں کو کہتے ہیں، یا اپنی بھیڑ بکریوں کے تیسرے حصے کی، فَهَلَكَ تو ہلاک ہو گئے، کتنے ہلاک ہوئے میں نے کیا بتلایا تھا؟ دو ثلث،

یہی کہہ رہے ہیں: ثُلُثَا ذٰلِکَ، اصل میں تھا ثُلُثَانِ، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، تو ہلاک ہو گئے اس کے دو ثلث، وَبَقِیَ ثُلُثُہٗ اور اس میں سے ایک ثلث باقی رہ گیا، وَہُوَ یَخْرُجُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِیَ مِنْ مَّالِہٖ اور وہ حصہ جو ثلث دراہم یا ثلث غنم جو ہے وہ نکل آتا ہے مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِیَ مِنْ مَّالِہٖ اس کے مال میں سے جو باقی ہے اس کے ثلث میں سے یہ نکل آتے ہیں، فَلَہٗ جَمِیْعُ مَا بَقِیَ تو اس موصی لہ کے لیے ہو گا سارا وہ جو بچ گیا ہے، یعنی وہ جو دراہم سو بچ گئے ہیں وہ سارے اس کو دے دیں گے یا وہ سو بکریاں جو بچ گئی ہیں ساری اس کو دے دیں گے۔ اس لیے کیونکہ دراہم اور بکریاں ایک ہی جنس ہیں: دراہم بھی سارے ایک جنس کے، بکریوں کی وصیت کی اور بکریاں بھی ایک جنس کی۔ اگر مختلف جنس کے ہوں پھر اس طرح مسئلہ نہیں ہو گا جیسے آگے دیکھیے۔

کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰی بِثُلُثِ ثِیَابِہٖ جس شخص نے وصیت کی اپنے کپڑوں کے تیسرے حصے کی۔ ایک شخص نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد میرے جتنے کپڑے ہیں ان کا تیسرا حصہ کیا کیا جائے؟ زید کو دے دیا جائے کپڑوں میں سے، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور وہ کپڑے مختلف الانواع ہیں بھئی، یا تھان پڑے ہوئے ہیں یا اپنے کپڑے کہہ رہا ہے جو بھی کہہ رہا ہے بھئی، تو وہ مختلف الانواع ہیں، تو یہ اب ایک جنس نہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کپڑے مختلف قسم کے ہیں اور ہر ایک علیحدہ جنس شمار ہوتی ہے۔ تو جب مختلف جنس کے ہیں اب اس میں سے کپڑوں کا ایک ثلث دینے کی اس نے وصیت کی ہے اور دو ثلث ہلاک ہو گئے، تو کیا جو باقی بچ گیا وہ ایک ثلث ہے وہ سارا اس کو دے دیں گے؟ کہتے ہیں نہیں، اب اگر یہ سارے کپڑے جو بچے ہوئے ہیں یہ پورے مال کے ثلث میں سے نکل سکتے ہیں پھر بھی یہ سارے کپڑے اس کو نہیں دیں گے، بلکہ جو بچے ہوئے کپڑے ہیں ان کا ثلث دیں گے اس کو کیونکہ یہ مختلف الاجناس ہیں بھئی۔

کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰی بِثُلُثِ ثِیَابِہٖ اور جس شخص نے وصیت کی کسی کے لیے اپنے کپڑوں کے ثلث کی، فَہَلَکَ ثُلُثَاہَا تو ہلاک ہو گئے ان کپڑوں کے دو ثلث، وَبَقِیَ ثُلُثُہَا اور ان کپڑوں کا ایک ثلث باقی رہ گیا، وَہُوَ یَخْرُجُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِیَ مِنْ مَّالِہٖ اور یہ جو ہیں کپڑے جو باقی بچے ہوئے ہیں یہ نکل سکتے ہیں اس شخص کے باقی مال کے ثلث میں سے۔ باقی مال کے ثلث میں سے یہ کپڑے نکل سکتے ہیں، تو کہتے ہیں: لَمْ یَسْتَحِقَّ إِلَّا ثُلُثَ مَا بَقِیَ مِنَ الثِّیَابِ تو مستحق نہیں ہو گا موصی لہ مگر باقی کپڑوں کے ثلث ہی کا۔ جتنے کپڑے بچ گئے ہیں وہ ایک ثلث بچا ہوا ہے وہ سارا نہیں دیں گے، بلکہ بچے ہوئے کپڑوں کا پھر کیا نکال لیں گے؟ ثلث نکالیں گے، وہ دیں گے۔

وَمَنْ أَوْصٰی لِرَجُلٍ بِأَلْفِ دِرْہَمٍ وَّلَہٗ مَالٌ عَیْنٌ وَّدَیْنٌ۔ صورت یہ ایک شخص نے وصیت کی دوسرے کے لیے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے اسے ایک ہزار درہم دے دینا۔ اب اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اب مرنے کے بعد اس کا کچھ مال تو نقد موجود ہے نقد دراہم ہیں، اور کچھ دین کی صورت میں ہے۔ مثلاً اس آدمی کا ایک ہزار درہم نقد موجود ہیں وفات کے وقت، اور دو ہزار جو ہیں اس کے دین ہیں، دوسروں سے اس نے وصول کرنے ہیں لیکن وہ بھی اسی کا مال ہے۔ اور وصیت اس نے کتنے کی کی ہے زید کو کتنے دینے ہیں؟ ایک ہزار۔ کہتے ہیں جو نقد موجود ہیں اگر اس کا ثلث نکالیں اس سے ہزار کی ادائیگی ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی؟ کہتے ہیں بھئی نقد تو خود ہزار موجود ہے اس سے ثلث نکالیں تو وہ ایک ہزار نہیں بنتا وہ تو تین سو سے کچھ اوپر بن جائے گا۔ تو کہتے ہیں اگر نقد سے ایک ہزار نکل سکتے ہیں تو نقد سے ایک ہزار نکال کر اس کو دے دیے جائیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ اگر فرض کرو نقد تین ہزار بچے ہوتے اور جو دین ہے وہ الگ ہے، تو اسی نقد میں سے اس کا ایک ثلث کتنا بن جاتا ہے؟ ایک ہزار بن جاتا ہے، تو پھر تو ہم ایک ہزار اسی میں سے اس کو دے دیتے۔ لیکن چونکہ اب نقد کے ثلث میں سے ایک ہزار پورا نہیں ہوتا تو پھر کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی پھر اس نقد کا ثلث لے لے گا یہ اور باقی ثلث کس میں سے لے لے گا؟ دین میں سے ہزار پورے کرے گا بھئی، ہزار پورے کر لے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰی لِرَجُلٍ بِأَلْفِ دِرْہَمٍ اور جس نے وصیت کی کسی شخص کے لیے ایک ہزار درہم کی، وَلَہٗ مَالٌ عَیْنٌ وَّدَیْنٌ اور اس شخص کا مال جو ہے عین ہے یعنی نقد بھی ہے وَدَیْنٌ اور دین بھی ہے، عین سے یہاں کیا مراد ہے؟ نقد۔ نقد بھی ہے اور دین بھی ہے، فَإِنْ خَرَجَ الْأَلْفُ مِنْ ثُلُثِ الْعَیْنِ اگر وہ ایک ہزار نکل آتے ہیں نقد کے ثلث میں سے، دُفِعَتْ إِلَی الْمُوْصٰی لَہٗ تو وہ دے دیے جائیں گے موصی لہ کو یعنی جس کے لیے وصیت کی تھی اسے دے دیں گے۔ وَإِنْ لَّمْ یَخْرُجْ اور اگر وہ نہیں نکلتے، اس نقد کے ثلث میں سے ایک ہزار نہیں نکلتے، دُفِعَ إِلَیْہِ ثُلُثُ الْعَیْنِ تو اسے نقد کا ثلث دے دیں گے، وَکُلَّمَا خَرَجَ شَیْءٌ مِّنَ الدَّیْنِ اور جب بھی دین میں سے کچھ وصولی ہو گی أَخَذَ ثُلُثَہٗ تو وہ کیا کرے گا؟ اس کا ایک ثلث لے لے گا حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ الْأَلْفَ یہاں تک کہ پورے ہو جائیں ایک ہزار۔ بھئی فرض کرو مال نقد ایک ہزار ہے تو اس کا ثلث لے لے گا اور باقی دو ثلث ابھی باقی ہیں ہزار کے تو وہ دین سے لے لے گا۔ اور کیسے لے گا بھئی، دین اکٹھا تو وصول نہیں ہوتا؟ اگر اکٹھا وصول ہو جائے پھر تو الگ بات ہے اکٹھے لے لے گا، دین تھوڑا تھوڑا کر کے وصول ہو رہا ہے تو جتنا وصول ہوتا جائے اس کا ثلث لیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کے ایک ہزار درہم پورے ہو جائیں۔ یہ معنی ہے: وَکُلَّمَا خَرَجَ شَیْءٌ مِّنَ الدَّیْنِ اور جب بھی نکلے کوئی چیز دین میں سے یعنی جب بھی وصول ہو دین میں سے کوئی چیز أَخَذَ ثُلُثَہٗ تو یہ اس کا ثلث لے لے گا حَتّٰی یَسْتَوْفِیَ

الْأَلْفَ یہاں تک کہ ایک ہزار پورے ہو جائیں۔

وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْحَمْلِ وَبِالْحَمْلِ۔ وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْحَمْلِ حمل کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔ ایک عورت ہے اس کے پیٹ میں بچہ ہے، ایک شخص نے وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد یہ جو اس عورت کے پیٹ میں حمل ہے اس کو میری طرف سے اتنا مال دے دینا۔ تو یہ وصیت درست ہے، حمل کے لیے وصیت کرنا درست ہے۔ وَبِالْحَمْلِ حمل کی وصیت کرنا یہ بھی درست ہے۔ حمل کے لیے یہ اور بات ہے مولانا، اور ایک ہے حمل کی وصیت کی۔ کیسے؟ اس کی باندی تھی اس شخص کی، اس کے پیٹ میں بچہ ہے، حمل ہے، اس نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد یہ جو میری باندی کا حمل ہے یہ فلاں کو دے دینا۔ تو وہ جب بچہ اس سے پیدا ہو گا وہ اس فلاں کو دے دیا جائے گا۔ تو حمل کے لیے بھی وصیت کرنا صحیح اور اس حمل کی وصیت کرنا بھی صحیح۔ فرق سمجھ میں آیا کہ نہیں آیا بھئی؟

تو کہتے ہیں: وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْحَمْلِ وَبِالْحَمْلِ اور جائز ہے وصیت حمل کے لیے اور حمل کی۔ کب؟ إِذَا وُضِعَ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِّنْ يَّوْمِ الْوَصِيَّةِ جبکہ اس کو جنم دیا جائے لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ چھ ماہ سے کم کے اندر مِنْ يَّوْمِ الْوَصِيَّةِ وصیت کے دن سے۔ بھئی وصیت کے دن سے چھ ماہ سے کم کم میں اس کی پیدائش ہونی چاہیے بھئی، چھ ماہ سے زیادہ میں پیدائش نہیں۔ اس لیے کہ حمل کی کم سے کم مدت کتنی ہے؟ چھ ماہ ہے۔ تو چھ ماہ کے بعد اگر وہ عورت بچے کو جنم دیتی ہے پھر تو یہ امکان ہے جب اس نے وصیت کی تھی اس وقت حمل تھا ہی نہیں، اور معدوم کے لیے تو وصیت درست ہی نہیں ہے۔ ہاں چھ ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا معلوم ہوا جب اس نے وصیت کی تھی اس وقت بھی یہ حمل پیٹ میں موجود تھا کیونکہ چھ ماہ سے پہلے ہی پیدا ہوا ہے وصیت کے دن سے، اور اگر اس وقت موجود نہ ہوتا تو پھر تو چھ ماہ سے پہلے اس کی پیدائش ممکن نہیں تھی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ معنی ہے: إِذَا وُضِعَ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِّنْ يَّوْمِ الْوَصِيَّةِ جبکہ اس کو جنم دیا جائے وصیت کے دن سے چھ ماہ سے کم کے اندر بھئی۔

وَإِذَا أَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ إِلَّا حَمْلَهَا صَحَّتِ الْوَصِيَّةُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ۔ ایک شخص نے وصیت کی کسی دوسرے آدمی کے لیے کہ میری فلاں باندی اسے دے دینا، لیکن اس کے جو پیٹ میں حمل ہے وہ نہیں دینا۔ صرف باندی کی وصیت کر رہا ہے، اس کے حمل کا استثناء کر لیا کہ وہ حمل اسے نہیں دینا بھئی۔ تو کہتے ہیں وصیت درست ہے۔ بھئی یہ کیسے درست ہے، صرف باندی دینا اور حمل نہ دینا، تو حمل کا تو استثناء درست نہیں ہونا چاہیے! کہتے ہیں نہیں بھئی، اکیلے حمل کی وصیت درست تھی یا نہیں تھی؟ درست تھی، تو اس کا استثناء بھی درست ہے۔ بیع کے اندر اکیلے حمل کی بیع درست نہیں تو اس کا استثناء بھی درست نہیں ہوتا، یہاں اکیلے حمل کی وصیت درست ہے تو اس کا استثناء کرنا بھی درست ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں: وَإِذَا أَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ إِلَّا حَمْلَهَا اور جس نے وصیت کی کسی آدمی کے لیے اپنی باندی کی سوائے اس کے حمل کے یعنی اس کے حمل کا استثناء کر لیا، تو صَحَّتِ الْوَصِيَّةُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ تو وصیت بھی صحیح ہے اور استثناء بھی صحیح ہے۔

وَمَنْ أَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ فَوَلَدَتْ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِيْ۔ اچھا صورت یہ ہے توجہ سے سنو بھئی: ایک آدمی نے دوسرے کے لیے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری یہ باندی زید کو دے دینا۔ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے بعد ابھی مال تقسیم نہیں کیا، باندی زید کے حوالے ابھی نہیں کی کہ اس سے پہلے ہی باندی نے ایک بچے کو جنم دے دیا۔ کہتے ہیں اب کیا کریں گے، کیا باندی کے ساتھ بچہ بھی اس شخص کے حوالے کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی ہاں اگر یہ باندی اور بچہ ثلث مال میں سے نکل آتے ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ فرض کرو باندی کی قیمت ہے تین سو درہم اور بچے کی بھی قیمت کتنی ہے؟ تین سو درہم ہے۔ اور اس کا کل مال اس کے علاوہ اتنا زیادہ ہے کہ یہ چھ سو اس کے ثلث میں سے نکل آتے ہیں، مثلاً اس کے علاوہ بھی اس کے پاس نقد تین ہزار دراہم بھی اس نے چھوڑے۔ تو تین ہزار اور یہ چھ سو یہ بھی ساتھ ملا دو کل مال کتنا ہو گیا؟ چھتیس سو درہم، اور چھتیس سو درہم کا ثلث کتنا ہوتا ہے؟ بارہ سو درہم، اور یہ دونوں بارہ سو درہم سے کم ہیں یعنی ثلث کے اندر ہی ہیں تو لہٰذا دونوں دے دیے جائیں گے کیونکہ یہ ثلث میں سے نکل آتے ہیں۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اچھا اگر ثلث میں سے نہیں نکلتے پھر کیا کریں گے؟ تو یاد رکھو امام صاحب فرماتے ہیں باندی کے ذریعے سے ثلث پورا کیا جائے گا۔ اگر باندی میں ثلث پورا ہو جاتا ہے ٹھیک، اگر باندی میں ثلث پورا نہیں ہوتا پھر بچے میں سے باقی حصہ پورا کر دیا جائے گا۔ کیسے؟ دیکھو باندی کتنے کی تھی؟ تین سو کی، اس نے بچے کو جنم دیا وہ بچہ بھی کتنے درہم کا؟ تین سو کا۔ اور فرض کرو اس شخص نے باقی چھ سو درہم بھی چھوڑے۔ تو تین سو اور تین سو چھ سو اور چھ سو درہم اس نے نقد چھوڑے، کتنے ہو گئے؟ بارہ سو۔ اب باندی اور بچے کی قیمت کتنی بن رہی ہے؟ چھ سو، حالانکہ بارہ سو کا ثلث کتنا بنتا ہے؟ چار سو۔ تو یہ تو ثلث سے بڑھ رہے ہیں دونوں، لہٰذا اب دونوں نہیں دیں گے بلکہ پہلے صرف باندی دے دیں گے۔ ثلث دینا ہے تو کس کے ذریعے پورا کریں گے؟ کیونکہ کہتے ہیں باندی اصل ہے بچہ اس کے تابع

ہے، تو پہلے باندی کی اس نے وصیت کی تھی بھئی تو باندی کے ذریعے پورا کریں گے۔ باندی اس کے حوالے کر دی، باندی تو کتنے کی ہے؟ تین سو، لیکن ثلث کتنا بنتا ہے؟ چار سو، تو ابھی بھی کتنا باقی ہے؟ ایک سو باقی ہے، تو وہ اب بچے میں سے پورا کر لیں گے۔ اور بچہ ہے تین سو کا اور ایک سو اس میں سے اس کا ایک ثلث بنتا ہے، تو بچے کے ایک ثلث کا وہ مالک ہو جائے گا: ساری باندی کا بھی مالک اور بچے میں سے اس کے ایک ثلث کا بھی مالک ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

صاحبین فرماتے ہیں نہیں، باندی اور بچے دونوں میں سے برابر لے لے گا۔ یہاں باندی کو اصل اور بچے کو تابع نہیں بنائیں گے بلکہ دونوں برابر ہیں، دونوں کے ذریعے اس کے ثلث کو پورا کیا جائے گا۔ کیسے؟ باندی اور بچہ ملا کر کتنے کے ہیں؟ چھ سو کے، اور اس کا حصہ کتنا بنتا ہے؟ چار سو ہی بن سکتا ہے چار سو سے زیادہ نہیں۔ تو اب چار سو ان دونوں میں سے دیں گے: دو سو حصہ کس میں سے لے لے گا؟ باندی میں سے، اور دو سو حصہ کس میں سے لے لے گا؟ بچے میں سے۔ معلوم ہوا باندی میں سے دو سو درہم اور وہ کل ہے تین سو درہم کی تو دو سو کتنے ہوئے؟ دو ثلث۔ تو دو ثلث باندی کا مالک ہو جائے گا اور دو ثلث ہی بچے کا مالک ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ جس شخص نے وصیت کی کسی دوسرے آدمی کے لیے کسی باندی کی، فَوَلَدَتْ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِيْ تو باندی نے بچے کو جنم دیا موصی کے مرنے کے بعد، جس نے وصیت کی تھی اس کے مرنے کے بعد بچے کو جنم دیا قَبْلَ أَنْ يَّقْبَلَ الْمُوْصٰى لَهٗ وَلَدًا۔ قَبْلَ أَنْ يَّقْبَلَ الْمُوْصٰى لَهٗ قبل اس کے کہ موصی لہ قبول کرے۔ فَوَلَدَتْ آگے آ رہا ہے وَلَدًا، باندی نے جنم دیا کس کو جنم دیا؟ بچے کو جنم دیا، تو یہ مفعول ہے وَلَدَتْ کے لیے۔ دوبارہ ترجمہ سنو: وَمَنْ أَوْصٰى لِرَجُلٍ بِجَارِيَةٍ جس شخص نے وصیت کی کسی دوسرے کے لیے کسی باندی کی، فَوَلَدَتْ آگے آخر میں کیا آ رہا ہے؟ وَلَدًا، تو باندی نے بچے کو جنم دیا۔ کب جنم دیا؟ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِيْ وصیت کرنے والے کی موت کے بعد، قَبْلَ أَنْ يَّقْبَلَ الْمُوْصٰى لَهٗ قبل اس کے کہ کیا کرے موصی لہ؟ وصیت کو قبول کرے یعنی ابھی مال تقسیم نہیں ہوا اسے اس کا حصہ نہیں دیا گیا۔ قبول کرنے کے بعد باندی بچے کو جنم دیتی ہے وہ تو پھر اسی کا ہے کیونکہ باندی اس کی ہو چکی ہے اب اس کا جو بچہ ہو گا وہ بھی اسی کا ہو گا، لیکن قبول کرنے سے پہلے کی بات ہو رہی ہے ابھی باندی اس کی ملک میں داخل نہیں ہوئی۔

تو اس نے بچے کو جنم دیا، ثُمَّ قَبِلَ الْمُوْصٰى لَهٗ پھر اس کے بعد کیا کیا؟ بچے کو جنم دینے کے بعد موصی لہ نے وصیت کو قبول کر لیا کہ ٹھیک ہے بھئی دے دو مجھے میرا حصہ۔ وَهُمَا يَخْرُجَانِ مِنَ الثُّلُثِ اور بچہ اور باندی دونوں نکل آتے ہیں ثلث سے، فَهُمَا لِلْمُوْصٰى لَهٗ تو دونوں کس کے ہو جائیں گے؟ موصی لہ کے یعنی جس کے لیے وصیت کی ہے۔ وَإِنْ لَّمْ يَخْرُجَا مِنَ الثُّلُثِ اگر وہ دونوں ثلث سے نہیں نکلتے ضَرَبَ بِالثُّلُثِ تو وہ ثلث لے لے گا۔ ضَرَبَ بِالثُّلُثِ کا ترجمہ یاد رکھنا بھئی، ضَرَبَ بِالثُّلُثِ کا معنی ہے وہ ثلث لے لے گا۔ عربی میں کہتے ہیں: ضَرَبَ بِسَهْمٍ اس نے اپنا حصہ لے لیا۔ تو ضَرَبَ بِالثُّلُثِ وہ ثلث لے لے گا، وَأَخَذَ بِالْحِصَّةِ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فِيْ قَوْلِ أَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اور وہ اپنا حصہ لے لے گا ان دونوں میں سے صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یعنی دونوں برابر ہیں۔ اور میں نے بتلایا تھا امام صاحب کیا فرماتے تھے کس میں سے حصہ لے گا؟ باندی سے حصہ لے گا کیونکہ وہ اصل ہے، وصیت اس کی کی گئی تھی بچہ تو تبعاً داخل ہو رہا ہے وصیت کے اندر۔ وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَأْخُذُ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمِّ کہ وہ کس میں سے لے لے گا؟ بچے کی جو ماں ہے یعنی وہ جو باندی ہے اس میں سے حصہ لے لے گا، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ پس اگر کچھ حصہ بچ گیا یعنی ابھی اس کا حصہ پورا نہیں ہوا، تو أَخَذَ مِنَ الْوَلَدِ تو کس میں سے لے لے گا؟ بچے میں سے بھی لے لے گا۔ تو صاحبین کے مطابق کتنا کتنا حصہ لے گا؟ دو ثلث باندی سے اور دو ثلث بچے سے۔ اور امام صاحب کے نزدیک کس طرح لے لے گا؟ پوری باندی کو لے لے گا اور بچے کا ایک ثلث لے لے گا۔

وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ بِخِدْمَةِ عَبْدِهٖ وَسُكْنٰى دَارِهٖ سِنِيْنَ مَعْلُوْمَةً۔ اچھا یہاں سے بتلا رہے ہیں کہ صرف نفع کی وصیت بھی جائز ہے۔ ایک آدمی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا غلام ایک سال تک زید کی خدمت کرتا رہے، تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا بھئی۔ اور ایک شخص نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد میرے مکان میں زید ایک سال تک رہے، یہاں اس کو رہائش دے دی جائے، تو یہ بھی درست ہے۔ ہمیشہ کے لیے بھی وصیت درست ہے: میرے مرنے کے بعد زید ہمیشہ اس مکان میں رہتا رہے۔ تو جب تک زید زندہ ہے وہ اس مکان میں رہ سکتا ہے، مرنے کے بعد پھر وارثوں کو وہ مکان کیا کر دیا جائے گا؟ واپس۔ اسی طرح غلام کی خدمت کی وصیت کی کہ میرا یہ غلام ہمیشہ زید کی خدمت کرتا رہے گا میرے مرنے کے بعد۔ تو غلام زید کی خدمت کرتا رہے گا، جب زید کا انتقال ہو جائے گا اب تو زید ہی نہ رہا، اب پھر واپس غلام کس کے پاس آ گیا؟ وارثوں کے پاس، کیونکہ اس نے خدمت کی وصیت کی تھی غلام اس کو دینے کی وصیت نہیں کی تھی۔ تو خدمت وہ کرتا رہا، جب وہ نہ رہا تو مالک اب بھی وارث ہی تھے تو پھر واپس کیا ہوا؟ وارثوں کے پاس۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

توکہتے ہیں: وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ بِخِدْمَةِ عَبْدِهٖ وَسُكْنٰى دَارِهٖ سِنِيْنَ مَعْلُوْمَةً اور جائز ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کی اور اپنے گھر کی رہائش کی سِنِيْنَ مَعْلُوْمَةً معلوم سالوں کے لیے کہ اتنے سال خدمت کرے گا یا اتنے سال رہائش رکھے۔ وَتَجُوْزُ ذٰلِكَ أَبَدًا اور یہ ہمیشہ کے لیے بھی جائز ہے کہ ہمیشہ کی وصیت کرے۔ فَإِنْ خَرَجَتْ رَقَبَةُ الْعَبْدِ مِنَ الثُّلُثِ سُلِّمَ إِلَيْهِ لِلْخِدْمَةِ اگر نکل آتی ہے غلام کی رقبہ ثلث میں سے۔ لیکن یہاں بھی پھر دیکھو ثلث کا اعتبار کریں گے، اس نے کیا کہا ہے؟ میرا یہ غلام زید کی ایک سال تک خدمت کرتا رہے۔ تو اب یہ نہیں کہ غلام فوراً حوالے کریں گے بلکہ دیکھیں گے یہ غلام ثلث میں سے نکلتا ہے یا نہیں نکلتا۔ دیکھا گیا تو ثلث سے نکل آتا ہے، تو اب تو دے دو اس کے حوالے کر دو، ایک سال تک غلام اس کی خدمت کرتا رہے، مالک اس کے ورثاء ہی ہیں لیکن خدمت اس کی کرتا رہے گا، ایک سال بعد پھر آجائے گا بس۔ اور اگر ثلث سے نہیں نکلتا یہ غلام، مثلاً دیکھا تو صرف یہ غلام ہی تو تھا اس کے پاس اور تو کچھ تھا ہی نہیں، اب کیا کریں؟ کہتے ہیں بھئی اب چونکہ وصیت صرف ثلث میں نافذ ہوتی ہے تو آپس میں اتفاق کریں گے، آپس میں تقسیم کر لیں گے: ہر تین دن میں سے ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے گا اور دو دن وارثوں کی خدمت کرے گا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ ہر تین دن میں سے ایک دن موصی لہ کی کیونکہ ثلث میں وصیت نافذ کرنی ہے تو ایک دن۔

توکہتے ہیں: فَإِنْ خَرَجَتْ رَقَبَةُ الْعَبْدِ مِنَ الثُّلُثِ اگر نکل آتی ہے غلام کی گردن یعنی غلام کی ذات نکل آتی ہے ثلث میں سے، تو سُلِّمَ إِلَيْهِ لِلْخِدْمَةِ تو سپرد کر دیا جائے گا اس کو خدمت کے لیے۔ وَإِنْ كَانَ لَا مَالَ لَهُ غَيْرُهُ اور اگر اس کا کوئی اور مال نہیں ہے اس غلام کے علاوہ، خَدَمَ الْوَرَثَةَ يَوْمَيْنِ تو خدمت کرے گا وارثوں کی دو دن وَالْمُوْصٰى لَهُ يَوْمًا اور موصی لہ کی ایک دن۔ فَإِنْ مَّاتَ الْمُوْصٰى لَهُ عَادَ إِلَى الْوَرَثَةِ اگر موصی لہ مر گیا تو غلام لوٹ آئے گا ورثاء کی طرف کیونکہ مالک تو ورثاء ہی تھے یہ خدمت صرف اس کی کر رہا تھا۔[1]

وَإِنْ مَّاتَ الْمُوْصٰى لَهُ فِيْ حَيَاةِ الْمُوْصِيْ بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ۔ یہاں سے آپ کو بتلا رہے ہیں بھئی ایک آدمی نے زید کے لیے مثلاً وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد زید کو ایک لاکھ روپیہ میرے مال میں سے دے دینا۔ ابھی اس وصیت کرنے والے کا انتقال نہیں ہوا یہ زندہ ہی ہے کہ اس کی زندگی میں ہی زید کا انتقال ہو گیا، تو کہتے ہیں وصیت باطل ہو گئی۔ کیونکہ موصی لہ کو مال کب دیا جا رہا ہے؟ موصی کی موت کے بعد، اور موصی تو ابھی زندہ ہی ہے موصی لہ کا کیا ہو گیا؟ انتقال ہو گیا تو وصیت باطل۔ تو کہتے ہیں: وَإِنْ مَّاتَ الْمُوْصٰى لَهُ فِيْ حَيَاةِ الْمُوْصِيْ اگر انتقال ہو گیا موصی لہ کا موصی کی زندگی میں ہی یعنی وصیت کرنے والے کی زندگی میں ہی، بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ تو وصیت باطل ہو جائے گی۔[2]

وَإِذَا أَوْصٰى لِوَلَدِ فُلَانٍ۔ ایک آدمی نے وصیت کی کہ زید کی اولاد کو میرے مال میں سے اتنا دے دینا میرے مرنے کے بعد بھئی۔ اب کیا کریں گے؟ کہتے ہیں زید کی جو اولاد ہے ان کو مال دے دیں گے۔ بھئی اس کی اولاد میں کچھ اس کے بیٹے ہیں کچھ بیٹیاں ہیں، تو کیا کریں؟ کہتے ہیں سب کو برابر حصہ دو، سب میں برابر برابر مال کیا کر دیں گے؟ تقسیم۔ بھئی برابر حصہ کیوں دیں گے؟ کہتے ہیں وجہ یہ کہ وَلَدٌ کا لفظ اس نے بولا ہے، اور وصیت میں اس نے ولد کا لفظ ذکر کیا تھا اور ولد کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں پر برابری کے ساتھ بولا جاتا ہے، اس لیے مال بھی ان میں کیا ہو گا؟ برابر تقسیم ہو گا۔

اور اگر اس کی بجائے اس نے ولد کا لفظ استعمال نہیں کیا اولاد کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ ورثاء کا لفظ استعمال کیا، یوں کہا میرے مرنے کے بعد میرے مال میں سے ایک لاکھ روپیہ زید کے وارثوں کو دے دینا۔ کیا کرنا؟ زید کے وارثوں کو دے دینا۔ اب کیا کریں؟ کہتے ہیں زید کے تو اور کوئی وارث نہیں تھے، صرف اس کا ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی ہے۔ اب کیا دونوں کو برابر دیں گے؟ کہتے ہیں نہیں، اس نے کیا لفظ استعمال کیا؟ وارثوں کو۔ اور وراثت کے اندر بیٹے کو بیٹی سے دگنا حصہ ملتا ہے: تیس روپے ہیں تو بیٹی کو دس ملیں گے اور بیٹے کو بیس بھئی، بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ لیتا ہے بھئی۔ تو لہٰذا یہاں بھی اسی طرح تقسیم کریں گے۔ کیوں اس طرح تقسیم کریں گے؟ کہتے ہیں اس لیے کیونکہ اس نے ورثاء کا لفظ استعمال کیا ہے، اور معلوم ہوا یہ اسی طریقے پر مال دینا چاہتا ہے جس طرح وراثت کے اندر دیا جاتا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

توکہتے ہیں: وَإِذَا أَوْصٰى لِوَلَدِ فُلَانٍ اگر کسی شخص نے وصیت کی فلاں کے ولد کے لیے، فَالْوَصِيَّةُ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى سَوَاءٌ تو وصیت ان

---

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَإِنْ خَرَجَتْ رَقَبَةُ الْعَبْدِ مِنَ الثُّلُثِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فإن خرجت رقبة العبد من الثلث» منقول ہے۔

[2] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ مَّاتَ الْمُوْصٰى لَهُ فِيْ حَيَاةِ الْمُوْصِيْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن مات الموصى له في حياة الموصي» منقول ہے۔

کے درمیان مذکر اور مؤنث سب کے لیے برابر ہو گی۔ وَإِنْ أَوْصٰى لِوَرَثَةِ فُلَانٍ اور اگر کسی شخص نے وصیت کی فلاں کے وارثوں کے لیے، فَالْوَصِيَّةُ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ تو وصیت ان کے درمیان جو ہے کہ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے جیسی ہو گی۔ مذکر کے لیے کیا ہو گا؟ دو مؤنث کے حصوں کے مثل بھئی یعنی مذکر کو مؤنث سے دگنا دیا جائے گا۔

وَمَنْ أَوْصٰى لِزَيْدٍ وَّعَمْرٍو بِثُلُثِ مَالِهٖ۔ بھئی دیکھیے ایک شخص نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد زید اور عمرو کو میرے مال کا تیسرا حصہ دے دینا۔ کس کو دینا؟ زید اور عمرو کو میرے مال کا تیسرا حصہ دینا۔ اور عمرو کا انتقال ہو چکا، اب کسے دیں گے بھئی؟ کہتے ہیں سارا ثلث کون لے جائے گا؟ زید لے جائے گا، کیونکہ ایک کا انتقال ہوا اور اس نے کہا تھا ثلث دونوں کو دینا، ایک کا انتقال ہو چکا ہے تو سارا باقی لے جائے گا۔ ہاں اگر اس کے بجائے اس نے یوں کہا: میرے مال کا ثلث زید اور عمرو کے درمیان تقسیم کر دینا، ان دونوں میں کیا کر دینا؟ تقسیم کر دینا۔ اب بھئی عمرو کا انتقال بھی ہو جائے زید کو سارا نہیں دیں گے بلکہ کتنا دیں گے؟ نصف دیں گے، کیونکہ اس نے یہ نہیں کہا تھا میرے مال کا ثلث دونوں کو دینا بلکہ کیا کہا تھا؟ ثلث دونوں میں تقسیم کرنا، معلوم ہوا وہ ہر ایک کو آدھا آدھا ثلث دینا چاہتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ جبکہ پچھلی صورت میں اس نے کہا تھا کہ دونوں کو ثلث دے دو: اگر دونوں ہیں تو دونوں کو ملا کر ثلث دے دیں گے، دونوں میں سے ایک ہے تو سارا ثلث اسی ایک کو دے دیں گے۔

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى لِزَيْدٍ وَّعَمْرٍو بِثُلُثِ مَالِهٖ اور جس نے وصیت کی زید اور عمرو کے لیے اپنے ثلث مال کی، فَإِذَا عَمْرٌو مَّيِّتٌ تو اچانک عمرو جو ہے وہ مر چکا تھا یعنی اس کا تو انتقال ہو چکا تھا، فَالثُّلُثُ كُلُّهٗ لِزَيْدٍ تو ثلث سارا کا سارا کس کے لیے ہو گا؟ زید کے لیے ہو گا۔ وَإِنْ قَالَ ثُلُثُ مَالِيْ بَيْنَ زَيْدٍ وَّعَمْرٍو اور اگر اس نے کہا میرا ثلث مال جو ہے زید اور عمرو کے درمیان ہے یعنی ان دونوں کے بیچ تقسیم کر دینا، وَزَيْدٌ مَّيِّتٌ اور حال یہ ہے کہ زید کا انتقال ہو چکا ہے، كَانَ لِعَمْرٍو نِصْفُ الثُّلُثِ تو عمرو کے لیے نصف ثلث ہو گا یعنی اب اسے سارا ثلث نہیں دیں گے۔

وَمَنْ أَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَا مَالَ لَهٗ۔ صورت یہ ایک آدمی نے وصیت کی میرے مرنے کے بعد میرا جتنا مال ہے اس کا ثلث زید کو دے دینا۔ اور اس کے پاس ایک روپیہ بھی نہیں تھا! وصیت کیا کر رہا ہے؟ جتنا مال ہے میرا سارے کا ثلث زید کو دے دینا، اور جیب میں ایک روپیہ نہیں ہے اس کے پاس۔ ہاں بعد میں اس نے محنت، کام وغیرہ شروع کیا اور کاروبار چمک اٹھا اور لاکھوں کا مالک ہو گیا، اور بعد میں اس کا انتقال ہوا۔ تو کیا اب زید کو کچھ دیں گے کہ نہیں دیں گے کیونکہ جب وصیت کی تھی اس وقت اس کے پاس ایک روپیہ نہیں تھا؟ کہتے ہیں بھئی وصیت کی تھی یا نہیں کی تھی؟ وصیت کی تھی، وصیت ہے، اس نے رجوع کیا ہے؟ رجوع نہیں کیا۔ اور وصیت کب نافذ کی جاتی ہے؟ موت کے بعد بھئی وصیت نافذ کی جاتی ہے، اور موت کے وقت کے اس کے مال کو دیکھا جائے گا، جب وصیت کی تھی اس وقت کے مال کو نہیں دیکھا جاتا۔ اور موت کے وقت تو اس کے پاس مال موجود ہے، لہٰذا اب ثلث مال کس کو دے دیں گے؟ زید کو۔ صورت سمجھ میں آگئی؟[۳]

تو کہتے ہیں: وَمَنْ أَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ اور جس نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی وَلَا مَالَ لَهٗ اور حال یہ تھا کہ اس کے پاس کوئی مال نہیں ہے، ثُمَّ اكْتَسَبَ مَالًا پھر اس نے مال کما لیا، اسْتَحَقَّ الْمُوْصٰى لَهٗ تو موصی لہ یعنی وہ جس کے لیے وصیت کی تھی وہ مستحق ہو گا ثُلُثَ مَا يَمْلِكُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ اس مال کے ثلث کا جس کا وہ وصیت کرنے والا مالک تھا موت کے وقت۔ یعنی وصیت کرنے والا جتنے مال کا مالک تھا موت کے وقت اس کے ثلث کا مستحق کون ہو جائے گا؟ موصی لہ ہو جائے گا بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَالْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْكَلَامِ۔

---

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۴): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَمَنْ أَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَا مَالَ لَهٗ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ومن أوصى بثلث ماله له» منقول ہے۔

كِتَابُ الْفَرَائِضِ (عِلْمُ الْمِيرَاثِ، ذَوُو الْفُرُوضِ، الْعَصَبَاتُ، الْحَجْبُ وَحِسَابُ الْفَرَائِضِ)

ترکہ کے چار حقوق، مستحقین کے دس مراتب، بارہ ذوی الفروض کے احوال، نقشۂ میت، عول و رد، تصحیح کے سات قوانین، حجب اور مناسخہ (اسباق ۱۵۶ تا ۱۶۷)

سبق نمبر ۱۵۶: کتاب الفرائض (۱): علم الفرائض کی تعریف، ترکہ کے چار حقوق (تجہیز، دیون، وصیت، میراث) اور مستحقینِ ترکہ کے دس مراتب (پانچ ابتدائی اقسام)

متن و تشریح مختصر القدوری—بتاریخ: ۲۳ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

كِتَابُ الْفَرَائِضِ۔ اَلْمُجْمَعُ عَلٰى تَوْرِيْثِهِمْ مِّنَ الذُّكُوْرِ عَشَرَةٌ۔[1]

اچھا بھئی كِتَابُ الْفَرَائِضِ ہم شروع کریں گے آج بھئی۔ بھئی كِتَابُ الْفَرَائِضِ میں لکھنے کا کچھ کام ذرا زیادہ ہے، تو چند دن تک میں ضروری باتیں اور اہم قوانین وغیرہ جو ہیں وہ میں لکھواؤں گا بھئی، آپ حضرات اپنے پاس لکھتے جائیں، اور ان شاء اللہ پھر اس کے بعد یہ کتاب میں سے بھی كِتَابُ الْفَرَائِضِ پڑھیں گے پھر آپ کے لیے سمجھنا آسان ہو جائے گا بھئی۔ تو لکھیے بھئی سب سے پہلے كِتَابُ الْفَرَائِضِ، عِلْمُ الْفَرَائِضِ بھئی۔ جلدی جلدی لکھنا ہے بھئی، جلدی جلدی۔

عِلْمُ الْفَرَائِضِ۔ عِلْمُ الْفَرَائِضِ وہ علم ہے جس کے ذریعے میت کے شرعی ورثاء کا پتہ چلتا ہے، جس کے ذریعے میت کے شرعی ورثاء کا پتہ چلتا ہے، اور ان قوانین کو جانا جاتا ہے، اور ان قوانین کو جانا جاتا ہے جن کے مطابق ورثاء میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا، جن کے مطابق ورثاء میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ تَرِكَةٌ چھوٹے کاف کے ساتھ ہے بھئی، کاف اور ہا، تَرِكَةٌ۔

---

[1] جدول—ترکۂ میت سے متعلق ۴ حقوق اور مستحقینِ ترکہ کے ۱۰ مراتب کا جدول:

مرتبہ	مستحقِ ترکہ / حق	فقہی تفصیل و شرط
اول	۱۔ اصحاب الفروض (ذوی الفروض: ۱۲ افراد)	جن کے حصے قرآن و سنت یا اجماع میں مقرر ہیں (۴ مرد: باپ، دادا، اخیافی بھائی، شوہر؛ ۸ عورتیں: بیوی، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن، ماں، دادی / نانی)۔
دوم	۲۔ عصباتِ نسبیہ (عصبہ بنفسہ، بالغیر، مع الغیر)	ذوی الفروض کے بعد بچنے والا مال لیتے ہیں، اور ذوی الفروض نہ ہوں تو کل مال لیتے ہیں (جزء المیت، پھر اصل المیت، پھر جزء ابیہ، پھر جزء جدہ)۔
سوم	۳۔ عصبہ سببیہ (معتق / مولی العتاقۃ)	غلام یا باندی کو آزاد کرنے والا آقا (اور اس کے نہ ہونے پر آقا کے عصباتِ بنفسہ)۔
چہارم	۴۔ رد علی ذوی الفروض النسبیہ	اگر عصبات نہ ہوں اور ترکہ بچ جائے تو زوجین کے علاوہ باقی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد کیا جائے گا۔
پنجم	۵۔ ذوی الارحام (۴ اصناف)	وہ رشتہ دار جو نہ ذوی الفروض ہیں نہ عصبات (جیسے نواسہ، نواسی، بھانجا، بھانجی، پھوپھی، ماموں، خالہ، بھتیجی وغیرہ)۔
ششم تا دہم	۶۔ مولی الموالات، ۷۔ مقر لہ بالنسب علی الغیر، ۸۔ موصی لہ بجمیع المال، ۹۔ بیت المال (اور عدمِ انتظام پر زوجین پر رد)	ہر اگلے مرتبے کو اس وقت ترکہ ملتا ہے جب پچھلے تمام مراتب میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

یاد رکھیے فَرَائِضُ جمع ہے فَرِیْضَۃٌ کی۔ فَرَائِضُ جمع ہے فَرِیْضَۃٌ کی، فَرَائِضُ جمع ہے فَرِیْضَۃٌ کی جس کے معنی مقرر کرنے اور حصے کے ہیں، جس کے معنی مقرر کرنے اور حصے کے ہیں۔ چونکہ اس علم کے ذریعے، چونکہ اس علم کے ذریعے وارثوں کے حصوں کا پتہ چلتا ہے، وارثوں کے حصوں کا پتہ چلتا ہے، اس لیے اس کا نام عِلْمُ الْفَرَائِضِ رکھا گیا، اس لیے اس کا نام عِلْمُ الْفَرَائِضِ رکھا گیا۔

الگ سطر میں لکھیے بھئی۔ یاد رکھیے جب بھی آپ لکھتے ہیں صفحے کے دونوں کناروں پر کچھ تھوڑی جگہ چھوڑ کر لکھا کریں، بالکل ابتدا سے آخر تک نہ لکھا کریں بھئی۔ اور پیرے بنایا کریں بھئی، پیرے بنایا کریں، اس سے تحریر خوشنما معلوم ہوتی ہے اور اس کے حصے بن جاتے ہیں تو بات کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے بھئی۔ اور کوئی بھی نیا پیرا شروع کریں، اس نئے پیرے کے شروع میں بھی ایک آدھ انچ جگہ چھوڑ دینی چاہیے بھئی۔

اچھا بھئی الگ سطر میں لکھیے: میت کے ترکہ سے متعلقہ حقوق۔ میت کے ترکہ سے متعلقہ حقوق۔ آگے لکھیے: میت کے ترکہ سے چار قسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں، میت کے ترکہ سے چار قسم کے حقوق متعلق ہوتے ہیں: اول تَجْہِیْزٌ وَّتَکْفِیْنٌ، اول تجہیز و تکفین۔ دوم دَیْنٌ کی ادائیگی، دوم دین کی ادائیگی۔ سوم نفاذ وصیت، نفاذ وصیت فِیْ ثُلُثِ مَا بَقِیَ، فِیْ ثُلُثِ مَا بَقِیَ مِنَ الْمَالِ، فِیْ ثُلُثِ مَا بَقِیَ مِنَ الْمَالِ۔ چہارم تقسیم مابقیہ بَیْنَ الْوَرَثَۃِ، تقسیم مابقیہ بَیْنَ الْوَرَثَۃِ۔

سمجھ میں آیا بھئی؟ میت کے ترکے سے کتنے حقوق متعلق ہیں؟ چار حقوق متعلق ہیں: اولاً تَجْہِیْزٌ وَّتَکْفِیْنٌ، کسی شخص کے انتقال پر اس کے مال میں سے سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا جائے گا بھئی، کفن دفن بھئی۔ اور اس کے بعد اس کا جتنا مال ہو اس میں سے اس کے دُیُوْنٌ ادا کیے جائیں گے۔ پھر اس کے بعد جو مال باقی بچ جائے گا اس کے ثُلُثْ کے اندر وصیت نافذ کی جائے گی، اور مابقیہ جو ہے وہ وَرَثَۃٌ کو دے دیا جائے گا۔

آگے لکھیے الگ سطر: سب سے پہلے میت کے مال میں سے، سب سے پہلے میت کے مال میں سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی متوسط درجے کی، اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی متوسط درجے کی۔ سمجھ میں آیا؟ یعنی زیادہ خرچہ نہیں کیا جائے گا بھئی، متوسط درجے کا خرچہ ہو گا۔ اس کے بعد میت کے ذمہ جو دیون تھے وہ ادا کیے جائیں گے، اس کے بعد میت کے ذمہ جو دیون تھے وہ ادا کیے جائیں گے چاہے اس میں پورا مال ہی کیوں نہ ختم ہو جائے، چاہے اس میں پورا مال ہی کیوں نہ ختم ہو جائے۔

دین کی ادائیگی کے بعد، دین کی ادائیگی کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے، دین کی ادائیگی کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے تو اس کے ثلث میں وصیت نافذ کی جائے گی اگر میت نے وصیت کی ہو، تو اس کے ثلث میں وصیت نافذ کی جائے گی اگر میت نے کوئی وصیت کی ہو۔ یعنی یہ دیکھیں گے کہ میت نے کسی کے لیے کوئی وصیت تو نہیں کی، کسی کے لیے کوئی وصیت تو نہیں کی۔ اگر وصیت کی ہو، اگر وصیت کی ہو تو مُوْصًی لَہٗ کو اس کا حصہ دے دیا جائے گا، تو موصی لہ کو اس کا حصہ دے دیا جائے گا۔ لیکن شرط یہ ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مُوْصًی لَہٗ کا حصہ، کہ موصی لہ کا حصہ ثُلُثِ مَا بَقِیَ سے بڑھنا نہیں چاہیے، ثلث مابقیہ سے بڑھنا نہیں چاہیے۔

اگر ثُلُثْ سے زائد کی وصیت کی ہو، اگر ثلث سے زائد کی وصیت کی ہو، مثلاً زید نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد، مثلاً زید نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا نصف مال عمرو کو دے دیا جائے، میرا نصف مال عمرو کو دے دیا جائے، تو اگر ورثاء اجازت نہ دیں، تو اگر ورثاء اجازت نہ دیں تو عمرو کو صرف، تو عمرو کو صرف ثُلُثْ یعنی تہائی مال دیا جائے گا، تو عمرو کو ثلث یعنی صرف تہائی مال دیا جائے گا۔ اور اگر ورثاء اجازت دے دیتے ہیں، اور اگر ورثاء اجازت دے دیتے ہیں تو پھر نِصْفٌ دے دیا جائے گا۔ نفاذ وصیت کے بعد، نفاذ وصیت کے بعد جو مال بچ جائے، نفاذ وصیت کے بعد جو مال بچ جائے وہ وارثوں میں شرعی طریقے کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا، وہ وارثوں میں شرعی طریقے کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

الگ سطر لکھیے: وہ لوگ جو میت کے ورثاء بنتے ہیں دس قسم پر ہیں، وہ لوگ جو میت کے ورثاء بنتے ہیں دس قسم پر ہیں جو ذیل میں ترتیب سے ذکر کیے گئے ہیں، جو ذیل میں ترتیب سے ذکر کیے گئے ہیں: اول ذَوِی الْفُرُوْضِ، اول ذَوِی الْفُرُوْضِ۔ دوم عَصَبَاتٌ نَسَبِیَّۃٌ، دوم عصبات نسبیہ، عَصَبَاتٌ صاد کے ساتھ ہے بھئی، عَصَبَاتٌ نَسَبِیَّۃٌ۔ سوم عَصَبَۃٌ سَبَبِیٌّ، سوم عصبہ سببی۔ چہارم عصبہ سببی کے عصبات، چہارم عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی، اسی کے آگے لکھنا ہے بھئی: چہارم عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی، اولاً نسبی ثانیاً سببی۔

پنجم نسبی ذَوِی الْفُرُوْضِ پر، نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رَدٌّ، ان کے حصوں کے بقدر رد، نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد۔ ششم ذَوِی الْأَرْحَامِ، ششم ذوی الارحام۔ ہفتم مَوْلَی الْمُوَالَاۃِ، مَوْلٰی لکھیں پہلے یا کے ساتھ لام پر کھڑی زبر بھئی مَوْلٰی، اور آگے اَلْمُوَالَاۃِ،

اَلْمُوَالَاةِ، تو ساتواں کیا ہوا مَوْلَى الْمُوَالَاةِ۔ ہشتم مُقَرٌّ لَّهُ، مُقَرٌّ لَّهُ میم قاف دو نقطوں والا اور را، را مشدد ہے، ہشتم کیا لکھا: مُقَرٌّ لَّهُ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ، مُقَرٌّ لَّهُ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ، مُقَرٌّ لَّهُ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ۔ نہم مُوْصًى لَهُ بِجَمِيْعِ الْمَالِ، نہم موصی لہ بجمیع المال۔ دہم بَيْتُ الْمَالِ، دہم بیت المال۔

اب آگے تفصیل لکھیے بھئی۔ سب سے پہلے ہیں ذَوِي الْفُرُوْضِ بھئی، عنوان دے دیں ذَوِي الْفُرُوْضِ۔ ذوی الفروض وہ لوگ ہیں، ذوی الفروض وہ لوگ ہیں جن کے حصے شریعت نے مقرر فرمائے ہیں، جن کے حصے شریعت نے مقرر فرمائے ہیں۔ تو ترکہ سب سے پہلے ذوی الفروض میں، ترکہ سب سے پہلے ذوی الفروض میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کیا جائے گا، ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کیا جائے گا۔ اگر کچھ مال بچ گیا تو باقی اقسام کو ملے گا، اگر کچھ مال بچ گیا تو باقی اقسام کو ملے گا ورنہ باقیوں کو کچھ نہیں ملے گا، ورنہ باقیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

اور یاد رکھیے ذَوِي الْفُرُوْضِ کے حصے چھ قسم پر ہیں، ذوی الفروض کے حصے چھ قسم پر ہیں: اول نِصْفٌ، اول نصف۔ دوم رُبُعٌ، دوم ربع۔ سوم ثُمُنٌ، ثَمَانِيَةٌ سے ہے بھئی ثا کے ساتھ ثُمُنٌ۔ چہارم ثُلُثَانِ، چہارم ثلثان۔ پنجم ثُلُثٌ، پنجم ثلث۔ ششم سُدُسٌ، ششم سدس۔ لکھ لیے بھئی؟ اول نِصْفٌ، دوسرے درجے پر رُبُعٌ ہے، پھر ثُمُنٌ ہے، پھر ثُلُثَانِ، پھر ثُلُثٌ، پھر سُدُسٌ۔

الگ سطر لکھیے بھئی: ذَوِي الْفُرُوْضِ بارہ افراد ہیں، ذوی الفروض بارہ افراد ہیں جن میں سے دس نسبی رشتہ دار ہیں، جن میں سے دس نسبی رشتہ دار ہیں اور دو سببی، اور دو سببی یعنی زَوْجَيْنِ، یعنی زوجین یعنی میاں بیوی، یعنی میاں بیوی۔ لکھ لیا بھئی؟ تو دو سببی ہیں، کون ہیں دو سببی؟ زَوْجَيْنِ، خاوند اور بیوی۔ باقی دس میں سے تین مرد ہیں اور سات عورتیں، باقی دس میں سے تین مرد ہیں اور سات عورتیں۔

تین مرد یہ ہیں، تین مرد یہ ہیں: اول باپ، اول باپ۔ دوم اخیافی بھائی، اخیافی بھائی۔ سوم جَدٌّ بھئی، جَدٌّ۔ جَدٌّ کے آگے نشان لگالیں اور پھر لکھیں: جد سے مراد جَدٌّ صَحِيْحٌ ہے، جد سے مراد جد صحیح ہے۔ اور جد صحیح وہ ہے، اور جد صحیح وہ ہے کہ میت سے اس کا تعلق، کہ میت سے اس کا تعلق ماں کے واسطے سے نہ ہو، ماں کے واسطے سے نہ ہو۔ لہذا نانا خارج ہوا، لہذا نانا خارج ہوا کیونکہ اس کا تعلق ماں کے واسطے سے ہے، کیونکہ اس کا تعلق ماں کے واسطے سے ہے۔ تو نانا جَدٌّ فَاسِدٌ ہے، تو نانا جد فاسد ہے۔

اور سات عورتیں یہ ہیں، اور سات عورتیں یہ ہیں: اول بیٹی، دوم پوتی، دوم پوتی، سوم حقیقی بہن، سوم حقیقی بہن، چہارم علاتی بہن، علاتی عین کے ساتھ، علاتی بہن، پنجم اخیافی بہن، اخیافی بہن، ششم ماں، ششم ماں، ہفتم جَدَّةٌ صَحِيْحَةٌ، ہفتم جدہ صحیحہ۔ آگے اسی کے آگے لکھیے بھئی جدہ صحیحہ کی بھی تفصیل ہے: جَدَّةٌ صَحِيْحَةٌ وہ ہے، جدہ صحیحہ وہ ہے کہ میت کے ساتھ اس کے تعلق میں، کہ میت کے ساتھ اس کے تعلق میں نانا کا واسطہ بیچ میں نہ آئے، نانا کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ لہذا نانا کی ماں خارج ہوئی، لہذا نانا کی ماں خارج ہوئی کیونکہ اس سے تعلق نانا کے واسطے سے ہے، کیونکہ اس سے تعلق نانا کے واسطے سے ہے، جبکہ نانی، دادی، پردادی وغیرہ شامل رہیں، جبکہ نانی، دادی، پردادی وغیرہ شامل رہیں۔

جی یہ تھے ذَوِي الْفُرُوْضِ۔ ذوی الفروض سمجھ میں آئے بھئی؟ ذوی الفروض کن کو کہتے ہیں؟ بھئی حصوں والے جن کے حصے شریعت کی طرف سے مقرر ہیں بھئی، ذَوِي الْفُرُوْضِ کا معنی ہے حصوں والے جن کے حصے مقرر ہیں شریعت کی طرف سے بھئی۔ اور میں نے بتلایا یہ بارہ قسم کے کل افراد ہیں بھئی کل بارہ، البتہ ان بارہ میں سے دو سببی ہیں اور دس نسبی ہیں بھئی۔ دو سببی کون ہیں؟ میاں بیوی، اور نسبی جو ہیں، وہ جو نسبی رشتہ ہے جن کے ساتھ اس میں پھر تین مرد ہیں اور سات عورتیں ہیں۔ مرد کون کون ہیں؟ باپ ہے، دادا ہے اور اخیافی بھائی ہے بھئی، باپ، دادا اور اخیافی بھائی، وہ جَدٌّ بھئی۔ اور جد کے بارے میں میں نے آپ کو بتلایا کہ جد سے مراد جَدٌّ صَحِيْحٌ ہے۔ جد صحیح کس کو کہتے ہیں؟ کہ جن کے ساتھ میت کے رشتے کے بیچ میں ماں کا واسطہ نہ آئے بھئی۔ تو نانا خارج ہوا کیونکہ نانا کے ساتھ میت کا رشتہ کس کے واسطے سے ہے؟ ماں کے واسطے سے ہے بھئی، تو نانا جَدٌّ فَاسِدٌ ہے بھئی، وہ مراد نہیں ہے۔

اور جو سات عورتیں ہیں وہ آپ کو بتلایا: بیٹی ہے، پوتی ہے، حقیقی بہن ہے، علاتی بہن ہے، اخیافی بہن ہے، ماں ہے اور جَدَّةٌ صَحِيْحَةٌ ہے بھئی۔ اور جدہ صحیحہ کس کو کہتے ہیں؟ کہ میت کے ساتھ اس کے تعلق کے اندر نانا کا واسطہ نہ آئے بھئی، تو لہذا نانا کی ماں خارج ہوئی اس لیے کہ اس کے ساتھ رشتہ کس کے واسطے سے ہے؟ نانا کے واسطے سے ہے۔ اس کے علاوہ باقی نانی، دادی وغیرہ یہ شامل رہیں بھئی۔

دوسرے درجے پر تھا عَصَبَاتٌ نَسَبِيَّةٌ بھئی، اب وہ لکھیے بھئی۔ عَصَبَاتٌ نَسَبِيَّةٌ: عصبات نسبیہ ذوی الفروض کے علاوہ وہ قریبی رشتہ دار ہیں، وہ قریبی رشتہ دار ہیں جو اکیلے ہونے کی صورت میں، جو اکیلے ہونے کی صورت میں سارا مال لے جائیں، جو اکیلے ہونے کی صورت میں سارا مال لے جائیں۔ اور اگر

ذوی الفروض بھی ہوں تو ذوی الفروض سے بچنے والا سارا مال لے جائیں، اور اگر میت کے ذوی الفروض بھی ہوں تو ذوی الفروض سے بچنے والا سارا مال لے لیں۔ اور عصبہ نسبی میت کے ساتھ نسب کا رشتہ رکھتے ہیں، میت کے ساتھ نسب کا رشتہ رکھتے ہیں، اور نسب کا اعتبار باپ کی جانب سے ہوا کرتا ہے، اور نسب کا اعتبار باپ کی جانب سے ہوا کرتا ہے۔

جی تیسرے درجے پر آپ نے لکھا تھا عَصَبَۃٌ سَبَبِیٌّ، اب اس کی تفصیل بھئی۔ عَصَبَۃٌ سَبَبِیٌّ: عصبہ سببی مُعْتِقُ الْمَیِّتِ کو کہتے ہیں، مُعْتِقٌ، مُعْتِقُ الْمَیِّتِ کو کہتے ہیں۔ بھئی جو میت تھی فرض کرو وہ کسی زمانے میں غلام تھا بھئی، پھر اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا، تو یہ آزاد کرنے والا کیا کہلاتا ہے؟ مُعْتِقٌ کہلاتا ہے، مُعْتِقُ الْمَیِّتِ، یہ عصبہ سببی ہے بھئی۔

یاد رکھیے ترتیب سے ہم چل رہے ہیں: سب سے پہلے کن کا بیان ہوا؟ ذَوِی الْفُرُوْضِ کا، ان میں مال تقسیم کیا جائے گا، تو ان سے جو باقی بچ جائے پھر اگلی قسم کی طرف ہم چلیں گے۔ اور اگر ذوی الفروض ہیں ہی نہیں تو پھر فوراً ہی دوسری قسم کی طرف چلے جائیں گے عصبات کی طرف، اور آپ نے پڑھا کہ ذوی الفروض نہ ہوں تو عصبات سارا مال لے لیتے ہیں، اور اگر ذوی الفروض ہوں تو پھر ان سے جو بچ جاتا ہے اس سارے کو کون لے لیتے ہیں؟ عَصَبَاتٌ نَسَبِیَّۃٌ سارا مال لے لیتے ہیں۔ اور اگر عصبات نسبیہ بھی نہیں ہیں بھئی تو پھر اب ہم تیسری قسم کی طرف جائیں گے اور وہ کیا ہے؟ عَصَبَۃٌ سَبَبِیٌّ۔ اور عصبہ سببی کس کو کہتے ہیں؟ وہ شخص جس نے میت کو آزاد کیا تھا اگر یہ کسی زمانے میں غلام تھا بھئی۔ غلام تھا کسی زمانے میں تو اس کا عصبہ سببی ہو گا، اگر غلام ہی نہیں تھا پھر تو ہم اگلی قسم کی طرف چلے جائیں گے بھئی۔

اگلی قسم بھئی چہارم: عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی بھئی۔ اگلی سرخی لکھیے بھئی: عصبہ سببی کے عصبات اولاً نسبی ثانیاً سببی۔ اگر عصبہ سببی کا انتقال ہو چکا ہے، اگر عصبہ سببی کا انتقال ہو چکا ہے تو پھر اس کے جو عصبات ہیں، عصبہ سببی یعنی مُعْتِقٌ کے جو عصبات ہیں، تو پھر اس عصبہ سببی یعنی معتق کے جو عصبات ہیں، اس کے جو عصبات ہیں ان کو مال ملے گا۔ بھئی کیا لکھوایا میں نے؟ اگر عصبہ سببی کا انتقال ہو چکا ہے تو پھر اس کے بجائے لکھیں نا میں نے دوبارہ لکھوایا تو آپ کو: تو پھر عصبہ سببی یعنی مُعْتِقٌ کے عصبات جو ہیں ان کو مال ملے گا، ان کو ملے گا۔

اور عصبات تو آپ پڑھ چکے کتنی قسم پر ہیں؟ ایک عصبہ نسبی ہے اور ایک عصبہ سببی۔ تو مُعْتِقٌ بھئی معتق کون تھا؟ عصبہ سببی، اور معتق کا کیا ہو چکا ہے پہلے سے ہی؟ انتقال۔ اب اس کے عصبات کو مال دینا ہے بھئی، اور عصبات تو دو قسم پر آپ پڑھ چکے ہیں: کون؟ عصبہ نسبی اور عصبہ سببی۔ اب اس معتق کے کس کو دیں گے بھئی، عصبہ سببی کو دیں گے یا عصبہ نسبی کو دیں گے؟ فرض کرو وہ جو معتق تھا وہ بھی کسی زمانے میں غلام تھا بھئی، اس کو بھی کسی نے آزاد کیا تھا تو اس کے بھی آگے عصبہ سببی ہے، اور کچھ اس کے نسبی رشتہ دار ہیں جیسے ابھی بیان ہوا وہ اس کے عصبہ نسبی ہیں۔ تو معتق کے بھی آگے کیا ہو سکتے ہیں؟ عصبہ نسبی کے ساتھ ساتھ عصبہ سببی بھی۔ تو اس میں کس کو دیں گے؟ تو یاد رکھنا ان میں پہلے نسبی عصبات، لکھیے بھئی: اور ان میں نسبی عصبات مقدم ہوں گے، اور ان میں نسبی عصبات مقدم ہوں گے سببی عصبات پر، اور ان میں نسبی عصبات مقدم ہوں گے سببی عصبات پر۔

نیز ان میں صرف مردوں کو حصہ ملے گا عورتوں کو نہیں، یا یوں کہہ لیں کہ اس قسم میں صرف مردوں کو مال ملے گا عورتوں کو نہیں، اس قسم میں مردوں کو مال ملے گا عورتوں کو نہیں۔ یہ جو چوتھی قسم بیان ہوئی بھئی کہ اگر بھئی مُعْتِقٌ کا انتقال ہو چکا ہے تو پھر کیا کریں گے؟ اس کے عصبات کو مال دیں گے، اور عصبات پھر دو قسم پر ہیں کچھ نسبی ہیں کچھ سببی، تو ان میں پہلے عصبات نسبی کو دے دیں گے مال، اگر وہ نہ ہوئے پھر کس کو دیں گے؟ عصبہ سببی۔ اور چاہے معتق کے عصبات نسبی کو دیں یا عصبات سببی کو دیں، صرف ان میں مردوں مردوں کو حصہ دیں گے عورتوں کو حصہ نہیں دیں گے بھئی۔

جی پانچویں قسم کیا لکھی تھی؟ نسبی ذَوِی الْفُرُوْضِ پر ان کے حصوں کے بقدر رَدٌّ بھئی۔ سرخی لکھیے بھئی: نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد، نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد۔ اب دیکھیے بھئی سب سے پہلے ہم نے کس کو دیا تھا مال؟ ذَوِی الْفُرُوْضِ کو۔ ذوی الفروض کے بعد کس کو دینا تھا؟ عصبات نسبی کو، لیکن عصبات نسبی کوئی نہیں موجود۔ پھر کس کی طرف ہم چلے گئے؟ عصبہ سببی کی طرف چلے گئے، لیکن وہ عصبہ سببی بھی کوئی نہیں ہے، میت غلام ہی نہیں تھی بھئی کسی زمانے میں بھی، وہ آزاد ہی پیدا ہوا آزادی میں انتقال ہوا۔ تو پھر کس کی طرف چلے جائیں گے؟ عصبہ سببی کے عصبات، جب عصبہ سببی نہیں تو عصبہ سببی کے عصبات بھی نہیں۔ اب اگلی قسم کی طرف چلے جائیں گے وہ کون سی ہے؟ نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد، تو مال ابھی بھی کچھ بچا ہوا ہے تو کہتے ہیں اب وہ کس پر واپس تقسیم کیا جائے گا؟ نسبی ذوی الفروض پر بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی، ترتیب سمجھ میں آ رہی ہے؟

تو لکھیے: اگر پھر بھی کچھ مال بچ جائے، اگر پھر بھی کچھ مال بچ جائے تو دوبارہ ذَوِی الْفُرُوْضِ پر رد کرتے ہوئے، تو دوبارہ ذوی الفروض پر رد کرتے ہوئے

یعنی لوٹاتے ہوئے انہیں دے دیا جائے گا، انہیں دے دیا جائے گا۔ لیکن یاد رکھیے، لیکن یاد رکھیے کہ رَدٌّ صرف نسبی ذوی الفروض پر ہو گا، کہ رد صرف نسبی ذوی الفروض پر ہو گا نہ کہ سببی ذوی الفروض پر، نہ کہ سببی ذوی الفروض پر۔ معلوم ہوا کہ میاں بیوی خارج ہوئے، معلوم ہوا کہ میاں بیوی خارج ہیں، معلوم ہوا کہ میاں بیوی خارج ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ اب مال اب بھی کچھ باقی تھا بھئی تو پھر ہم کس کو دے دیں گے؟ نسبی ذوی الفروض کو دیں گے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا بھئی ان پر جو رد ہے انہی کے حصوں کے بقدر ہو گا، پھر اسی طرح ان میں مال ان کے حصوں کے بقدر تقسیم ہو گا۔ یہ بھی لکھ لیجیے بھئی کہ نسبی ذوی الفروض پر جو رد ہو گا وہ ان کے حصوں کے بقدر ہو گا یعنی ہر ایک کو اس کے حصے کے مطابق ملے گا، نسبی ذوی الفروض پر رد ان کے حصوں کے بقدر ہو گا یعنی ہر ایک کو اس کے حصے کے بقدر دیا جائے گا۔ تو لہٰذا سببی ذوی الفروض کو یہاں نہیں دینا بھئی۔ اب ہم نے دوبارہ مال بچ گیا تھا ہم نے پھر واپس تقسیم کیا تو صرف کس کو دیں گے؟ بھئی ذوی الفروض بارہ تھے نا، دو ان میں سببی تھے میاں بیوی، اب ان کو نہیں دیں گے بلکہ باقیوں کو دے دیں گے۔ چلیے بس مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵۷: کتاب الفرائض (۲): مستحقینِ ترکہ کی بقیہ پانچ اقسام (ذوی الارحام تا بیت المال)، موانعِ ارث اربعہ اور ذوی الفروض میں باپ اور دادا کے احوال

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۳ جون ۲۰۰۸ء

تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

گزشتہ سبق میں عِلْمُ الْفَرَائِضِ کے بارے میں میں نے آپ کو لکھوانا شروع کیا تھا بھئی کہ مال وراثت کس طرح تقسیم کیا جائے گا، کن کن کون کون لوگ وارث ہیں، ترتیب کے ساتھ وہ بیان ہو رہے تھے۔ پانچ اقسام بیان ہو چکیں بھئی۔ چھٹی قسم لکھیے آگے بھئی، جلدی جلدی لکھیے بھئی۔

چھٹی قسم ہے ذَوِی الْأَرْحَامِ، ذَوِی الْأَرْحَامِ۔ اگر پھر بھی کچھ مال بچ جائے، اگر پھر بھی کچھ مال بچ جائے یا مندرجہ بالا قسموں میں سے، یا مندرجہ بالا قسموں میں سے کوئی نہ ہو، یا مندرجہ بالا قسموں میں سے کوئی نہ ہو تو ذَوِی الْأَرْحَامِ کو مال مل جائے گا، تو ذوی الارحام کو مال مل جائے گا۔ ذَوِی الْأَرْحَامِ وہ رشتہ دار ہیں، ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو ذَوِی الْفُرُوْضِ اور عَصَبَاتٌ کے علاوہ ہیں، جو ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ ہیں: مثلاً خالہ، ماموں، بھانجا، بھانجی، نواسا، نواسی، نواسا، نواسی، پھوپھی، پھوپھی، بھتیجی وغیرہ۔

ہفتم مَوْلَی الْمُوَالَاةِ، مَوْلَی الْمُوَالَاةِ۔ اگر مذکورہ بالا قسموں میں سے کوئی بھی نہ ہو، اگر مذکورہ بالا قسموں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو مَوْلَی الْمُوَالَاةِ کو مال مل جائے گا، تو مولی الموالات کو مال مل جائے گا۔ مَوْلَی الْمُوَالَاةِ وہ شخص ہے، یا یوں لکھیں: عَقْدُ الْمُوَالَاةِ اسے کہتے ہیں، عقد موالات اسے کہتے ہیں کہ ایک مَجْہُوْلُ النَّسَبِ شخص، کہ ایک مجہول النسب شخص کسی دوسرے شخص سے، کسی دوسرے شخص سے یہ عقد کر لیتا ہے، یہ عقد کر لیتا ہے کہ اگر میں مر گیا، کہ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے کے بعد، تو میرے مرنے کے بعد میرے مال کے وارث تم ہو گے، میرے مرنے کے بعد میرے مال کے وارث تم ہو گے، اور اس کے بدلے، اور اس کے بدلے زندگی میں اگر مجھ سے کوئی جِنَایَۃٌ، کوئی جرم ہو گیا، زندگی میں مجھ سے کوئی جرم کوئی جنایت ہو گئی اور مجھ پر کوئی ضَمَانٌ آیا، ضَمَانٌ ضاد کے ساتھ ہے، اور مجھ پر کوئی ضمان آیا تو وہ تم ادا کرو گے، تو وہ تم ادا کرو گے۔ تو جب یہ مَجْہُوْلُ النَّسَبِ شخص مر جائے، تو جب یہ مجہول النسب شخص مر جائے اور اس کا اور کوئی وارث نہ ہو، اور اس کا اور کوئی وارث نہ ہو تو عقد کے مطابق اس کا سارا مال مَوْلَی الْمُوَالَاةِ کو ملے گا، تو عقد کے مطابق اس کا سارا مال مولی الموالات کو ملے گا، یعنی وہ شخص جس کے ساتھ اس نے عقد موالات کیا تھا، یعنی وہ شخص جس کے ساتھ اس نے عقد موالات کیا تھا۔

ہشتم مُقَرٌّ لَہُ بِالنَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ، مُقَرٌّ لَہُ بِالنَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ، مُقَرٌّ لَہُ بِالنَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ۔ بھئی مُقَرٌّ لَہُ بِالنَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ یہ پہلے سمجھ لو ادھر دیکھو بھئی۔ بھئی دیکھو ایک آدمی کسی کے لیے اپنے سے نسب ثابت کرتا ہے، مثلاً کہتا ہے فلاں شخص میرا بیٹا ہے۔ کسی کے بارے میں اس نے کیا کہا کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے، اور جس کے بارے میں کہا وہ مَجْہُوْلُ النَّسَبِ تھا، اس کے نسب کا بھی پتہ نہیں بھئی۔ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ۔ جس کے بارے میں کہا اس کے نسب کا پتہ نہیں ہے اور وہ اتنی عمر کا ہے کہ اس کا بیٹا ہو سکتا ہے بھئی، اور وہ مان لیتا ہے، تسلیم کر لیتا ہے کہ واقعی میں کیا ہوں، وہ قبول کر لیتا ہے میں اس کا بیٹا ہوں۔ تو اب وہ اس کا بیٹا ہوا اور اب اسے وراثت میں بیٹے والا حصہ ملے گا۔ تو اس آدمی نے جو اقرار کیا تھا غیر کے لیے، تو اس غیر کا نسب اس نے کسی اور سے ثابت کیا تھا یا اپنے سے ثابت کیا؟ اپنے سے ثابت کیا بھئی۔

لیکن بعض اوقات انسان کسی کا نسب غیر پر ڈالتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی دوسرے کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے۔ کیا کہا یہ میرا؟ بھائی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے پر نسب نہیں ڈال رہا بلکہ کس پر نسب ڈال رہا ہے اس کا؟ اپنے والد پر ڈالنا چاہتا ہے کہ یہ بھی اسی کی اولاد ہے۔ یا کسی کے بارے میں کوئی شخص اقرار کرتا ہے کہ یہ میرے چچا ہیں، معلوم ہوا وہ کس پر نسب ڈالنا چاہتا ہے اس شخص کا؟ اپنے دادا پر بھئی۔ کس پر؟ دادا پر۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اب لکھیے بھئی: مُقَرٌّ لَّہٗ بِالنَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ وہ شخص ہے، وہ شخص ہے کہ جس کے لیے نسب کا اقرار کیا جائے غیر پر، کہ جس کے لیے نسب کا اقرار کیا جائے غیر پر۔ مثلاً زید نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، مثلاً زید نے ایک مَجْہُوْلُ النَّسَبِ شخص کے بارے میں کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ معلوم ہوا زید اس کا نسب اپنے والد پر ڈالنا چاہتا ہے، معلوم ہوا زید اس کا نسب اپنے والد پر ڈالنا چاہتا ہے۔ یا مثلاً زید کسی شخص کے بارے میں کہتا ہے، یا مثلاً زید کسی شخص کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ میرا چچا ہے۔ معلوم ہوا زید اس شخص کا نسب اپنے دادا پر ڈالنا چاہتا ہے یا اپنے دادا سے ثابت کرنا چاہتا ہے، معلوم ہوا زید اس شخص کا نسب اپنے دادا سے ثابت کرنا چاہتا ہے۔

حالانکہ زید کے والد اور دادا کا انتقال ہو چکا ہے، حالانکہ زید کے والد اور اس کے دادا کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کی تصدیق کے بغیر یہ نسب ثابت نہیں ہو سکتا، اور ان کی تصدیق کے بغیر یہ نسب ثابت نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ مَجْہُوْلُ النَّسَبِ شخص، لہٰذا یہ مجہول النسب شخص زید کے والد یا دادا کا، زید کے والد یا دادا کا وارث تو نہیں بنے گا، ان کا وارث تو نہیں بنے گا، لیکن زید کے اپنے حق میں یہ اقرار صحیح ہے، لیکن زید کے اپنے حق میں یہ اقرار صحیح ہے، زید کے اپنے حق میں یہ اقرار صحیح ہے۔ لہٰذا زید کے مرنے کے بعد، لہٰذا زید کے مرنے کے بعد مذکورہ بالا اقسام میں سے کوئی قسم نہ ہو، مذکورہ بالا اقسام میں سے کوئی قسم نہ ہو تو مُقَرٌّ لَّہٗ بِالنَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ، تو مُقَرٌّ لَّہٗ بِالنَّسَبِ عَلَی الْغَیْرِ زید کا وارث بنے گا، زید کا وارث بنے گا۔

نہم مُوْصًی لَہٗ بِجَمِیْعِ الْمَالِ، نہم مُوْصًی لَہٗ بِجَمِیْعِ الْمَالِ۔ مُوْصًی لَہٗ بِجَمِیْعِ الْمَالِ وہ شخص ہے، موصی لہ بجمیع المال وہ شخص ہے جس کے لیے میت نے اپنے سارے مال کی وصیت کی تھی، جس کے لیے میت نے اپنے سارے مال کی وصیت کی تھی۔ اور وصیت ثُلُثِ مَالٍ میں نافذ ہوتی ہے، اور وصیت ثلث مال میں نافذ ہوتی ہے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا آٹھ اقسام میں سے کوئی قسم بھی موجود نہ ہو، لیکن اگر مذکورہ بالا اقسام میں سے کوئی بھی قسم موجود نہ ہو تو پھر مُوْصًی لَہٗ بِجَمِیْعِ الْمَالِ کو سارا مال دے دیا جائے گا، تو موصی لہ بجمیع المال کو سارا مال دے دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ بھئی وصیت ہم نے ثلث میں نافذ کرنا تھی اور پھر باقی دو ثلث وارثوں کو دینے تھے، لیکن پہلی آٹھ قسموں میں سے کوئی بھی نہیں ہے: نہ ذَوِی الْفُرُوْضِ ہیں، نہ عَصَبَاتٌ نَسَبِیَّۃٌ ہیں، نہ عَصَبَۃٌ سَبَبِیٌّ ہے وغیرہ جو آٹھ قسمیں پہلے ذکر ہوئیں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے، تو پھر اسی مُوْصًی لَہٗ بِجَمِیْعِ الْمَالِ کو کیا کر دیا جائے گا؟ سارا مال دے دیا جائے گا۔

دہم ہے بَیْتُ الْمَالِ، دہم بیت المال۔ اگر پہلی نو اقسام میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو، اگر پہلی نو اقسام میں سے کوئی بھی قسم موجود نہ ہو تو پھر سارا مال بَیْتُ الْمَالِ میں جمع کر دیا جائے گا، تو پھر سارا مال بیت المال میں جمع کر لیا جائے گا اور مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا، اور مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب شرعی بیت المال موجود نہ ہو، جب شرعی بیت المال موجود نہ ہو تو میاں بیوی میں سے جو زندہ ہو، تو میاں بیوی میں سے جو زندہ ہو باقی مال بھی اسی پر رَدٌّ کر دیا جائے گا، باقی مال بھی اسی پر رد کر دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو نو قسموں میں سے کوئی قسم موجود نہ ہو تو پھر بیت المال کو دیں گے، یا نو قسموں میں سے کوئی ایک قسم تو تھی لیکن مال پھر بھی بچ جاتا تھا تو پھر باقی کس کو دیتے ہیں؟ بیت المال کو۔ لیکن اگر شرعی بیت المال موجود نہ ہو تو پھر میاں بیوی میں سے اگر کوئی موجود ہے، ایک کا انتقال ہوا اور ایک زندہ ہے، تو اسی پر پھر رد کیا جائے گا اور باقی مال اسے دے دیا جائے گا۔

الگ سطر لکھیے بھئی: مَوَانِعُ الْإِرْثِ۔ مَوَانِعُ، مَوَانِعُ الْإِرْثِ، إِرْثٌ الف راثا، الف راثا، الف کے نیچے زیر یا ہمزہ ڈال دیں، مَوَانِعُ الْإِرْثِ بھئی۔ یعنی وہ چیزیں جو وارث بننے سے مانع ہوتی ہیں وہ چار چیزیں ہیں، یعنی وہ چیزیں جو وارث بننے سے مانع ہوتی ہیں وہ چار چیزیں ہیں: اول غلام یا باندی ہونا، غلام یا باندی ہونا۔ دوم قَتْلٌ، دوم قتل۔ سوم اِخْتِلَافُ الدِّیْنِ، سوم اختلاف دین۔ چہارم اِخْتِلَافُ الدَّارَیْنِ، چہارم اختلاف دارین۔ لکھ لیے چاروں بھئی؟ جی اب تفصیل ان میں سے ہر ایک کی لکھیے۔

اول کیا تھا؟ غلام یا باندی ہونا، غلام یا باندی ہونا۔ اگر وارث غلام یا باندی ہو، اگر وارث غلام یا باندی ہو تو وہ وراثت سے محروم رہے گا، تو وہ مال وراثت سے محروم رہے گا، کیونکہ غلام اور باندی میں، کیونکہ غلام اور باندی میں مالک و وارث بننے کی اہلیت ہی نہیں، کیونکہ غلام و باندی میں وارث و مالک بننے کی اہلیت ہی

نہیں۔ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ۔

دوسرا ہے قَتْلٌ بھئی۔ اگر وارث نے مُوْرِثٌ کو قتل کیا ہو، اگر وارث نے مورث کو قتل کیا ہو تو اس صورت میں وہ وراثت سے محروم رہے گا، تو اس صورت میں وہ وراثت سے محروم رہے گا۔ نیز ہر قتل مَانِعُ الْإِرْثِ نہیں ہے، یا مانع وراثت لکھ لیں: ہر قتل مانع وراثت نہیں ہے، بلکہ مانع وراثت وہ قتل ہے، بلکہ مانع وراثت وہ قتل ہے جس میں قِصَاصٌ یا کَفَّارَۃٌ آتا ہو، جس میں قصاص یا کفارہ آتا ہو بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟

اب ذرا ادھر توجہ کرو بھئی: دیکھو ایک ہے وَارِثٌ ایک ہے مُوْرِثٌ۔ جو میت ہے وہ مورث ہے، وہ وارث بنانے والا ہے بھئی، مال وراثت چھوڑنے والا ہے۔ تو مورث کو اگر وارث نے قتل کیا تو اب اسے مال میراث نہیں ملے گا۔ مثلاً بیٹے نے اپنے والد کو قتل کیا ہے، اور بیٹا تو وارث بنتا ہے، تو اب وہ مال وراثت سے محروم رہے گا۔ اس لیے کیونکہ دلوں میں بدگمانی آتی ہے کہ شاید اسی لیے اس نے قتل کیا ہے تاکہ یہ مرے اور مجھے جلدی سے مال مل جائے، لہٰذا اب شریعت نے فیصلہ دے دیا کہ اب اس کو مال دیا ہی نہیں جائے گا بھئی، مال نہیں دیا جائے گا۔ اور نیز بتلایا کہ ہر قتل مانع وراثت نہیں ہے، بلکہ صرف وہ قتل مانع وراثت ہے جس میں کیا آتا ہو؟ قصاص یا کفارہ آتا ہو۔ آپ پڑھ چکے ہیں قتل کتنی قسم پر ہے؟ پانچ قسم پر ہے: قَتْلُ عَمْدٍ، شِبْہُ عَمْدٍ، خَطَأٌ، شِبْہُ خَطَإٍ اور قَتْلٌ بِسَبَبٍ بھئی۔ تو ان میں سے بعض میں آپ نے پڑھا تھا قصاص آتا ہے، بعض میں کفارہ آتا ہے، اور بعض میں نہ قصاص آتا ہے اور نہ کفارہ آتا ہے۔

ہاں جی آگے لکھیے بھئی تیسری چیز جو مانع تھی وہ ہے اِخْتِلَافُ الدِّیْنِ، اختلاف دین یعنی دین مختلف ہوں۔ اگر وارث اور مورث کا دین مختلف ہو، اگر وارث اور مورث کا دین مختلف ہو تو بھی وارث مال وراثت سے محروم رہے گا، تو وارث مال وراثت سے محروم رہے گا۔ مثلاً مرنے والا کافر تھا اور اس کا بیٹا مسلمان، مثلاً مرنے والا کافر تھا اور اس کا بیٹا مسلمان، اب یہ مسلمان بیٹا کافر باپ کا وارث نہیں بنے گا، اب یہ مسلمان بیٹا کافر باپ کا وارث نہیں بنے گا۔ سمجھ میں آیا؟ تو یہ ہے اختلاف دین۔ البتہ کفار کے درمیان اختلاف دین کو نہیں دیکھا جائے گا۔ سمجھ میں آیا؟ کفار، ایک باپ یہودی ہے بیٹا عیسائی ہے، پھر بھی وہ وارث بنیں گے بھئی۔ کفار میں اختلاف دین نہیں دیکھا جائے گا، اگر وارث اور مورث دونوں کافر ہیں تو پھر اختلاف دین سے کوئی اثر نہیں پڑتا بھئی، کیونکہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ کفر سارا ایک ہی ملت ہے ایک ہی دین ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ اسی میں مُرْتَدٌّ کا حکم بھی آگیا بھئی، مرتد بھی وارث نہیں بنتا بھئی کیونکہ وہاں بھی کیا ہوا؟ دین کیا ہے؟ مختلف ہے بھئی، تو مرتد میں بھی اہلیت نہیں ہے وہ وارث نہیں بنتا۔ مرتد کا بھی لکھ لو حکم بھئی: مرتد بھی وارث نہیں بنتا۔

چوتھا بیان ہوا تھا اِخْتِلَافُ الدَّارَیْنِ، وہ لکھیے بھئی: اِخْتِلَافُ الدَّارَیْنِ۔ وارث اور مورث اگر دونوں الگ الگ دار میں رہتے ہیں یعنی الگ الگ ملکوں میں رہتے ہیں، اگر وارث اور مورث دو الگ الگ ملکوں میں رہتے ہیں اور ان دو ملکوں کے درمیان دشمنی ہے، کوئی معاہدہ وغیرہ نہیں ہے، دشمنی ہے کوئی معاہدہ وغیرہ نہیں ہے، تو اب بھی وارث وراثت سے محروم رہے گا، تو اب بھی وارث وراثت سے محروم رہے گا کیونکہ دونوں کا دار یعنی وطن الگ الگ ہے، کیونکہ دونوں کا دار یعنی وطن الگ الگ ہے۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً بھئی دیکھو کافر باپ ہے اور کافر ہی بیٹا ہے، ایک ایک ملک میں رہتا ہے دوسرا دوسرے ملک میں رہتا ہے اور ان دونوں ملکوں کے درمیان دشمنی ہے بھئی، حالت جنگ میں رہتے ہیں، ہر وقت جنگ کے لیے تیار ہیں یا لڑائی وغیرہ ہوتی رہتی ہے اور کوئی معاہدہ وغیرہ نہیں ہے بھئی، تو اب کافر باپ مر جاتا ہے تو اس کا کافر بیٹا اس کا وارث نہیں بنے گا کیونکہ دونوں کے دار کیا ہیں؟ الگ الگ ہیں بھئی۔

لیکن یہ یاد رکھیے، لکھ لیں لکھیے بھئی لکھیے: لیکن یہ یاد رکھیے کہ اختلاف دار، اِخْتِلَافُ الدَّارَیْنِ، اختلاف دار ین مانع وراثت ہے، مانع وراثت ہے صرف کافروں کے لیے، مانع وراثت ہے صرف کافروں کے لیے۔ اگر وارث اور مورث دونوں مسلمان ہوں، اگر وارث اور مورث دونوں مسلمان ہوں تو الگ الگ دار میں ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے، تو الگ الگ دار میں ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔ مثلاً ایک دَارُ الْحَرْبِ میں ہے ایک دَارُ الْإِسْلَامِ میں ہے اور ہیں دونوں مسلمان، تو پھر ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔ مثلاً ایک دار الحرب میں ہے اور ایک دار الاسلام میں، تو دار الگ الگ ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے کیونکہ دونوں مسلمان ہیں۔ یہاں تک لکھ لیا بھئی؟

اچھا تو یہ دس اقسام بھی بیان ہوئیں وارثوں کی، اور پھر جو چیزیں وارث ہونے سے مانع ہیں جس کی وجہ سے وارث وراثت سے محروم رہتا ہے وہ چار چیزیں بھی بیان ہو گئیں بھئی۔ اب آگے لکھیے: ذَوِی الْفُرُوْضِ کی تفصیل، عنوان ہے بھئی ذوی الفروض کی تفصیل۔ آپ جانتے ہیں بھئی آپ نے پڑھا کہ ذَوِی الْفُرُوْضِ بارہ افراد ہیں بھئی، ذوی الفروض بارہ افراد ہیں۔ اب ان میں سے ہر ایک کے حصوں کی تفصیل بیان ہو گی، آپ نے پڑھا ذوی الفروض بارہ افراد ہیں اب ان میں سے ہر ایک کے حصوں کی تفصیل بیان ہو گی کہ کس کو کس حالت میں کتنا مال ملے گا ترکے میں سے، کہ کس کو کتنا مال ملے گا ترکے میں سے۔

سب سے پہلے لکھیے باپ کے احوال، باپ کے احوال۔ باپ کی تین حالتیں ہیں بھئی، باپ کی تین حالتیں ہیں: اول ذُو الْفَرْضِ، ذُو الْفَرْضِ۔ دوم ذُو

الْفَرْضِ وَعَصَبَةٌ، دوم ذُو الْفَرْضِ وَعَصَبَةٌ، عَصَبَةٌ عین صاد کے ساتھ ہے عین اور صاد۔ سوم عَصَبَةٌ، سوم عصبہ۔ باپ کی کتنی حالتیں ہوئیں بھئی وراثت کے اندر؟ تین صورتیں ہیں: کبھی وہ صرف ذُو الْفَرْضِ بنتا ہے، کبھی ذوالفرض کے ساتھ ساتھ وہ عَصَبَةٌ بھی بنتا ہے، اور کبھی صرف عصبہ بنتا ہے بھئی۔

لکھیے آگے: تفصیل یہ ہے، تفصیل یہ ہے کہ اگر میت کے باپ کے ساتھ، کہ اگر میت کے باپ کے ساتھ میت کے بیٹے یا پوتے یا پڑپوتے، میت کے بیٹے یا پوتے یا پڑپوتے وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو، پڑپوتے وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو تو باپ کو اس کا حصہ یعنی سُدُسٌ ہی ملے گا، تو باپ کو اس کا حصہ یعنی سدس ہی ملے گا۔ اور اگر باپ کے ساتھ صرف میت کی بیٹی، اور اگر باپ کے ساتھ صرف میت کی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو، اور اگر باپ کے ساتھ صرف میت کی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو تو اس صورت میں باپ کو سُدُسٌ بھی ملے گا، تو اس صورت میں باپ کو سدس بھی ملے گا اور وہ عَصَبَةٌ بھی بنے گا، اور وہ عصبہ بھی بنے گا، یعنی باپ ذُو الْفَرْضِ بھی ہوا اور عَصَبَةٌ بھی اس صورت میں، یعنی باپ ذوالفرض بھی ہوا اور عصبہ بھی اس صورت میں۔ چنانچہ پہلے باپ کو سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ دے دیں گے مال میں سے، تو پہلے باپ کو سدس یعنی چھٹا حصہ دے دیں گے، پھر بیٹی یا پوتی وغیرہ کو اس کا حصہ ملے گا، پھر بیٹی یا پوتی وغیرہ کو اس کا حصہ ملے گا، اور جو مال باقی بچے گا، اور جو مال باقی بچے گا وہ بھی عَصَبَةٌ ہونے کی بنا پر باپ لے لے گا، وہ بھی عصبہ ہونے کی بنا پر باپ لے لے گا۔

تیسری حالت بھئی: اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو، اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو تو باپ صرف عَصَبَةٌ بنے گا، تو باپ صرف عصبہ بنے گا۔ اب اس کو سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ نہیں دیا جائے گا، اب اس کو سدس یعنی چھٹا حصہ نہیں دیا جائے گا، بلکہ باقی ذَوِی الْفُرُوْضِ میں، بلکہ باقی ذوی الفروض میں مال تقسیم کرنے کے بعد، باقی ذوی الفروض میں مال تقسیم کرنے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ باپ کو، جو کچھ بچے گا وہ باپ کو عَصَبَةٌ ہونے کی وجہ سے مل جائے گا، وہ باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے مل جائے گا۔

دوم ہے جی احوال جَدٌّ، احوال جد یعنی دادا، پردادا وغیرہ، یعنی دادا، پردادا وغیرہ۔ دادا، پردادا وغیرہ کے بھی وہی احوال ہیں جو باپ کے ہیں، دادا، پردادا وغیرہ کے بھی وہی احوال ہیں جو باپ کے ہیں۔ البتہ یہ یاد رکھیے، البتہ یہ یاد رکھیے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا، باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا، اور دادا کے ہوتے ہوئے پردادا محروم رہے گا، اور دادا کے ہوتے ہوئے پردادا محروم رہے گا۔ کیونکہ علم میراث کا قانون ہے، کیونکہ علم میراث کا قانون ہے کہ واسطہ کے ہوتے ہوئے، کہ واسطہ کے ہوتے ہوئے ذُو الْوَاسِطَةِ، ذال کے ساتھ، ذُو الْوَاسِطَةِ محروم رہتا ہے، ذوالواسطہ محروم رہتا ہے۔ لکھ لیا بھئی؟

بھئی دیکھیے والد کی تین حالتیں بیان ہوئیں۔ ایک شخص ہے اس کا انتقال ہوا تو اس کا والد اس کا وارث بنے گا لیکن اس کی تین حالتیں ہیں: بعض اوقات وہ صرف ذُو الْفَرْضِ بنے گا، بعض اوقات وہ ذوالفرض بھی بنے گا اور ساتھ ساتھ عَصَبَةٌ بھی بنے گا۔ عصبہ بتایا تھا جو باقی بچنے والا سارا مال لے جاتا ہے اسے عصبہ کہتے ہیں۔ تو بعض صورتوں میں وہ ذوالفرض بھی بنے گا اور عصبہ بھی، اور ذوالفرض ہونے کی صورت میں باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے بھئی۔ کتنا حصہ؟ چھٹا حصہ۔ تو چھٹا حصہ بھی ملے گا اور عصبہ ہونے کی بنا پر اگر کچھ مال بچ گیا باقی ذوی الفروض میں تقسیم کرنے کے بعد تو وہ باقی مال بھی باپ کو مل جائے گا۔ اور بعض صورتوں میں صرف وہ عصبہ بنتا ہے، سمجھ میں آیا؟ اور اس وقت پھر وہ ذوالفرض نہیں، جب ذوالفرض نہیں تو اسے چھٹا حصہ بھی نہیں ملے گا، بلکہ باقی وارث جو باقی ذوی الفروض ہیں ان میں مال تقسیم کر دیں گے اور جو کچھ باقی بچے گا وہ سارا کون لے لے گا؟ میت کا جو والد ہے وہ لے لے گا۔

سمجھ میں آیا؟ اور کس حال میں ذُو الْفَرْضِ ہو گا؟ بتلایا تھا اگر میت کے بیٹا، پوتا، پڑپوتا نیچے تک کوئی ایک موجود ہو۔ میت کے بیٹا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ ان میں سے کوئی بھی موجود ہو تو پھر اس صورت میں باپ صرف کیا بنتا ہے؟ ذوالفرض بنتا ہے۔ بیٹا سب سے قریبی عصبہ ہے، جب وہ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے باپ پھر عصبہ نہیں بنے گا۔ تو جب بیٹا موجود ہے یا بیٹے کا بیٹا یا بیٹے کے بیٹے کا بیٹا نیچے تک بھئی جہاں تک بھی نسل چلی جائے، ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کی اولاد میں سے بھئی موجود ہے کوئی بھئی، سمجھ میں آیا؟ یعنی بیٹے کی اولاد میں سے درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہیں آرہا، کسی بیٹی وغیرہ کا واسطہ درمیان میں نہیں۔ تو اس صورت میں پھر کیا ملے گا بھئی؟ باپ صرف ذوالفرض بنے گا، اسے صرف کتنا حصہ ملے گا؟ چھٹا حصہ ملے گا، چھٹا حصہ۔ عصبہ نہیں بنے گا، عصبہ وہ بیٹا یا بیٹے کا بیٹا یا بیٹے کے بیٹے کا بیٹا وہ بن جائے گا۔ تو باپ کو چھٹا حصہ دے دیں گے اور ذوی الفروض کو بھی ان کے حصے دے دیں گے اور جتنا مال باقی بچے گا سارا وہ بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا جو زندہ ہے وہ لے جائے گا۔

اور اگر جب میت کا انتقال ہوا تو اس کا باپ بھی زندہ ہے، بیٹا کوئی نہیں زندہ، بیٹا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ کوئی نہیں، البتہ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ میں سے کوئی زندہ ہے، تو پھر اس صورت میں باپ ذُو الْفَرْضِ بھی بنے گا اور عَصَبَۃٌ بھی بنے گا، کیونکہ قریبی عصبہ بیٹا تھا یا بیٹے کا بیٹا یا بیٹے کے بیٹے کا بیٹا، ان میں سے تو کوئی بھی نہیں ہے تو اب کون عصبہ بن جائے گا؟ باپ عصبہ بن جائے گا، اور ذوالفرض بھی وہ بنے گا۔ تو پہلے اس کو چھٹا حصہ دے دیں گے، باقی سارے وارثوں کو جو ذوی الفروض ہیں انہیں ان کے حصے دے دیں گے، اور جتنا مال اگر بچے گا وہ سارا کس کو دے دیں گے؟ والد کو عصبہ ہونے کی بنا پر دیں گے۔ تو وہ ذوالفرض بھی ہوا اور عصبہ بھی ہوا۔ اور بعض صورتوں میں باپ عصبہ بنتا ہے، یعنی میت کی کوئی اولاد نہیں ہے: نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ پڑپوتا وغیرہ، نہ بیٹی ہے نہ پوتی پڑپوتی وغیرہ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے، تو اب اس صورت میں باپ صرف عصبہ بنے گا، ذوالفرض نہیں بنے گا۔ اور اگر کوئی اور ذوی الفروض میں سے ہے ان میں مال تقسیم کر دیں گے اور جتنا مال باقی بچے گا سارا والد لے جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

اس کے بعد دادا، پر دادا کے احوال بھئی۔ یاد رکھیے جَدٌّ سے مراد صرف دادا نہیں ہے بلکہ دادا، پر دادا، لکڑ دادا اوپر جہاں تک چلا جائے سلسلہ بھئی۔ اور ان کی بھی وہی تین حالتیں ہیں جو باپ کی تھیں بھئی، سمجھ میں آیا؟ کیونکہ یہ سارے بھی أَبٌ ہیں باپ کی طرح ہیں۔ لیکن اس میں ایک قیمتی ضابطہ جو یاد رکھنے والا وہ یہ کہ واسطے کے ہوتے ہوئے ذُو الْوَاسِطَۃِ محروم رہتا ہے۔ بھئی دیکھو ایک شخص کا انتقال ہوا اس کا باپ بھی زندہ دادا بھی زندہ۔ اب بتایئے دادا کا مرنے والے سے جو تعلق ہے وہ بغیر واسطے کے ہے یا درمیان میں باپ کا واسطہ آرہا ہے؟ باپ کا واسطہ آرہا ہے اور باپ بھی اس وقت زندہ ہے، تو اب واسطے کے ہوتے ہوئے وہ جو واسطے والا تھا یعنی دادا، تو باپ ہوا واسطہ اور دادا کیا ہوا؟ واسطے والا یعنی ذُو الْوَاسِطَۃِ ہوا۔ تو واسطے کے ہوتے ہوئے جو ذوالواسطہ ہوتا ہے وہ کیا ہوتا ہے؟ محروم۔ اب ایک شخص کا انتقال ہوا اس کا باپ بھی زندہ ہے دادا بھی زندہ ہے، تو واسطہ موجود ہے لہذا وہ جو ذوالواسطہ ہے دادا اسے کچھ نہیں ملے گا باپ کو سارا مال مل جائے گا۔ اگر باپ نہ ہوا تو پھر دادا کو مل جائے گا۔ لیکن دادا کے ساتھ ساتھ پر دادا بھی زندہ تھا تو پر دادا کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ اب دادا جو بیچ میں واسطہ ہے وہ موجود ہے، اور واسطے کے ہوتے ہوئے ذوالواسطہ کو کچھ نہیں ملتا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ چلیے بس مولانا، ہٰذَا ہُوَالْمَرَامُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْکَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵۸: کتاب الفرائض (۳): اخیافی بہن بھائیوں، شوہر، بیوی، صلبی بیٹیوں اور پوتیوں (بنات الابن) کے احوال اور میت کے اصول و فروع کا نقشہ

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۴ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

اچھا بھئی، گزشتہ سبق میں ہم نے ذَوِي الْفُرُوضِ کے احوال لکھنا شروع کیے تھے بھئی۔ باپ کے اور جَدٍّ صَحِيحٍ کے احوال گزر گئے۔ آگے لکھیے بھئی، أَوْلَادِ أُمٍّ کی حالتیں۔ آگے بھئی۔

أَوْلَادِ أُمٍّ کی حالتیں، یعنی اخیافی بھائی اور اخیافی بہنیں۔ اخیافی بھائی بہن کسے کہتے ہیں؟ ماں شریک بھائی بہن جو ہیں۔ بھئی مثلاً دیکھو، ایک عورت ہے اس کا پہلے زید سے نکاح ہوا تھا، زید سے اس کا ایک بیٹا ہوا۔ بعد میں زید کا انتقال ہوا، اس عورت نے عمرو سے نکاح کر لیا، عمرو سے اس کی بیٹی پیدا ہوئی۔ تو یہ جو اس عورت کے بیٹا اور بیٹی ہیں، یہ دیکھو ماں شریک بھائی بہن ہیں کہ دونوں کی ماں ایک ہے، البتہ دونوں کا باپ الگ الگ ہے، تو انہیں کیا کہا جاتا ہے؟ اخیافی بھائی بہن بھئی۔ اخیافی یعنی ماں شریک بھائی بہن۔

اخیافی بہن بھائیوں کی تین حالتیں ہیں: نمبر ایک سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ، نمبر دو ثُلُثٌ یعنی تیسرا حصہ، نمبر تین حِرْمَانٌ، یعنی تیسری حالت ہے محروم رہیں گے بھئی۔

اگر میت کا صرف ایک اخیافی بھائی یا صرف ایک اخیافی بہن ہو، اور میت کی کوئی اولاد نہ ہو، نیز میت کا باپ یا دادا بھی موجود نہ ہو، تو اس اخیافی بھائی یا بہن کو سُدُسٌ ملے گا۔ اور اگر اسی حالت میں، یعنی اولاد، باپ اور دادا کے نہ ہوتے ہوئے، اخیافی بھائی بہن ایک سے زائد ہوں، تو انہیں ثُلُثٌ یعنی تیسرا حصہ ملے گا۔ اور اگر میت کی اولاد یا باپ اور دادا میں سے کوئی موجود ہو، تو اخیافی بھائی بہن محروم ہوں گے۔

اور یاد رکھیے، جہاں بھی بھائی اور بہن اکٹھے ہو جائیں، تو انہیں جو مال ملتا ہے وہ ان میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا، یعنی ہر بھائی کو دو بہنوں کے برابر حصہ ملے گا۔ مثلاً میت کے بیٹا اور بیٹی ہوں، یا پوتا پوتی ہوں، یا میت کے بھائی بہن ہوں، تو ان تمام صورتوں میں بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔ مگر اخیافی بھائی بہن میں بھائی کو بھی بہن کے برابر حصہ ملے گا، مگر اخیافی بھائی کو بہن کے برابر حصہ ملے گا۔

جیسے اوپر دیکھیے بھئی، ثُلُثٌ بھئی، اخیافی بھائی بہن کو مثلاً دو اخیافی بھائی تھے اور دو ہی بہنیں تھیں اور انہیں کتنا مال مل گیا؟ ثُلُثٌ مل گیا۔ کتنا ملا؟ ثُلُثٌ ملا بھئی، وہ جو ابھی بیان ہوا دوسری حالت ہے ان کی، انہیں ثُلُثٌ ملا۔ تو اب یہ ثُلُثٌ ان چاروں میں تقسیم کریں گے، لیکن اس طرح نہیں تقسیم کرنا کہ بھائی کو یعنی اخیافی بھائی کو اخیافی بہن سے دگنا ملے گا، بلکہ برابر بھئی۔ اس ثُلُثٌ کے یعنی چار برابر حصے کر دیں گے اور ایک حصہ ایک بہن کو، دوسرا دوسری بہن کو، تیسرا اخیافی بھائی کو، چوتھا بھی اخیافی بھائی کو ملے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اخیافی بھائی بہنوں میں مال برابری کے ساتھ تقسیم ہو گا، یہاں پر لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ پر عمل نہیں ہے بھئی، ان میں یہ طریقہ نہیں ہے بھئی۔

لکھ لیا بھئی؟ بھئی یاد رکھیے یہ اولاد کا لفظ آتا ہے، اولاد، وَلَدٌ کا لفظ مذکر مؤنث دونوں کو شامل ہوتا ہے بھئی، یاد رکھنا یہ۔ اور اولاد کے، جب میں اولاد کہوں

تو اس سے مراد یہ ہے: میت کا بیٹا یا بیٹی، پوتا یا پوتی، پڑپوتا یا پڑپوتی وغیرہ نیچے تک بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ اولاد سے کیا مراد ہے؟ بیٹا یا بیٹی، پوتا پوتی، پڑپوتا پڑپوتی نیچے تک بھئی۔

آگے لکھیے، زَوْجٌ کی حالتیں۔ زَوْجٌ کی دو حالتیں ہیں: نمبر ایک نِصْفٌ، نمبر دو رُبُعٌ یعنی چوتھا حصہ۔ اگر میت یعنی بیوی کی کوئی اولاد نہ ہو، تو اس کے خاوند کو بیوی یعنی میت کے مال میں سے نِصْفٌ حصہ مل جائے گا، نِصْفٌ مال مل جائے گا۔ اور اگر ان میں سے کوئی یعنی بیوی کی اولاد ہو، تو خاوند کو رُبُعٌ یعنی چوتھا حصہ ملے گا۔ لکھ لیا بھئی؟

آگے لکھیے، زَوْجَةٌ کی حالتیں۔ زَوْجَةٌ کی دو حالتیں ہیں: نمبر ایک رُبُعٌ یعنی چوتھا حصہ، نمبر دو ثُمُنٌ یعنی آٹھواں حصہ۔ ثُمُنٌ ثا کے ساتھ ہے۔ اگر میت یعنی خاوند کی کوئی اولاد نہ ہو، تو زوجہ کو رُبُعٌ یعنی چوتھا حصہ ملے گا، چاہے ایک بیوی ہو چاہے زائد ہوں۔ تو انہیں رُبُعٌ دے دیں گے جسے وہ آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں گی۔ اور اگر خاوند کی کوئی اولاد ہے، تو اس صورت میں زوجہ کو ثُمُنٌ یعنی آٹھواں حصہ ملے گا۔ لکھ لیا بھئی؟

آگے لکھیے، بیٹی کی حالتیں۔ بیٹی کی تین حالتیں ہیں: نمبر ایک نِصْفٌ، نمبر دو ثُلُثَانِ یعنی دو ثُلُثٌ، دو تہائی بھئی، اور نمبر تین ہے عَصَبَةٌ بِالْغَيْرِ۔ عَصَبَةٌ صاد کے ساتھ۔ اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہے اور کوئی بیٹا نہیں، تو بیٹی کو نِصْفٌ مال دے دیا جائے گا۔ اور اگر اسی حالت میں، یعنی بیٹا نہ ہونے کی حالت میں، بیٹیاں دو ہوئیں یا دو سے زیادہ، تو انہیں ثُلُثَانِ یعنی دو ثُلُثٌ مال ملے گا۔ اور اگر میت کا کوئی بیٹا بھی ہو، تو اس صورت میں بیٹا ان کو عَصَبَةٌ بنا دے گا۔ اسے کہتے ہیں عَصَبَةٌ بِالْغَيْرِ، یعنی غیر کی وجہ سے عَصَبَةٌ بن گئیں۔ تو اب بیٹے اور بیٹیوں میں مال تقسیم ہو گا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ لِلذَّكَرِ ذال کے ساتھ ہے ذال، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ، حَظِّ ظا ہے ظا، طا ظا، الْأُنْثَيَيْنِ، نون ہے پھر ثا ہے پھر دو یا ہیں۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ یعنی مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے مثل بھئی۔ اچھا، لکھ لیا بھئی؟ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے ضابطے کے مطابق، یعنی مذکر کو مؤنث سے دگنا حصہ ملے گا۔

نیچے ایک قیمتی ضابطہ لکھ لیجیے بھئی، قیمتی ضابطہ: بیٹیوں پوتیوں وغیرہ کو زیادہ سے زیادہ دو ثُلُثٌ تک مال دیا جا سکتا ہے، یعنی ثُلُثَانِ سے زائد مال انہیں نہیں دیا جائے گا۔

آگے لکھیے، پوتی کی حالتیں۔ پوتی کی چھ حالتیں ہیں۔ پوتی، پڑپوتی نیچے تک ساری مراد ہیں، سمجھ میں آیا بھئی؟ پوتی کی چھ حالتیں ہیں: نمبر ایک نِصْفٌ، نمبر دو ثُلُثَانِ یعنی دو ثُلُثٌ، نمبر تین سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ، نمبر چار مَحْجُوبٌ بِالْبَنَاتِ، مَحْجُوبٌ میم حا حقے والی، میم حا جیم واو، مَحْجُوبٌ آخر میں با ہے، مَحْجُوبٌ بِالْبَنَاتِ، نمبر پانچ مَحْجُوبٌ بِالِابْنِ، نمبر چھ عَصَبَةٌ بِالْغَيْرِ۔

جب میت کی صرف ایک پوتی ہو اور کوئی پوتا نہ ہو، اور نہ ہی میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی ہو، تو پوتی کو نِصْفٌ مال ملے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یاد رکھیے یہ جو بار بار چیزیں ذکر ہو رہی ہیں، مثلاً میں نے ابھی کہا میت کی پوتی ایک ہے، پوتا کوئی نہیں، بیٹا بھی نہیں، بیٹی بھی نہیں۔ بھئی آپ کہیں گے بھئی بیٹا ہی نہیں ہے تو پوتی کہاں سے آ گئی؟ بھئی مطلب یہ ہے کہ بیٹے کا پہلے سے انتقال ہو چکا ہے۔ وراثت کا مال کب تقسیم ہوتا ہے؟ کسی شخص کے مرنے کے بعد۔ تو جب مرتے ہوئے اس کے جو جو رشتے دار زندہ ہیں ان کا حصہ وراثت میں ہوتا ہے، اور جو لوگ پہلے سے ہی مر چکے ہیں، یعنی یہ جو میت تھی اس کی زندگی میں جن کا انتقال ہو گیا تھا ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ ایک آدمی ہے اس کے بیٹے کا اس کی زندگی میں انتقال ہو گیا ہے، تو بیٹے کا اب اس آدمی کے مرتے وقت وہ بیٹا تو پہلے سے انتقال کر چکا ہے، لہٰذا اس بیٹے کا حصہ نہیں ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ معنی ہے کہ پوتی ایک ہے، پوتا کوئی نہیں، بیٹا اور بیٹی بھی کوئی نہیں، یا تو ہیں ہی نہیں، مثلاً بیٹی تو ہے ہی نہیں سرے سے فرض کر دو یا اس کا انتقال ہو چکا ہے، اور بیٹا تھا لیکن اس کا بھی کیا ہو چکا؟ انتقال ہو چکا۔ تو اب پوتی ایک ہے اسے نِصْفٌ دے دیں گے۔

اور اگر اسی حالت میں، یعنی جبکہ میت کا بیٹا، بیٹی اور پوتا نہ ہو، اور پوتیاں دو یا دو سے زیادہ ہوئیں، تو انہیں ثُلُثَانِ یعنی دو ثُلُثٌ مال مل جائے گا۔ بھئی دیکھ رہے ہیں آپ؟ بیٹیاں بھی دو یا دو سے زیادہ ہوتی تھیں تو زیادہ سے زیادہ مال ہم کتنا دیتے تھے؟ دو ثُلُثٌ، سمجھ میں آیا؟ اور باقی ایک ثُلُثٌ نہیں دیں گے۔ یہاں بھی میت کا نہ بیٹا ہے، نہ بیٹی ہے، نہ پوتا ہے، صرف پوتیاں ہیں، تو انہیں زیادہ سے زیادہ کتنا مال دے دیں گے؟ دو ثُلُثٌ، کیونکہ اوپر میں نے ضابطہ لکھوایا تھا کہ بیٹیوں اور پوتیوں وغیرہ کو دو ثُلُثٌ سے زیادہ مال نہیں دیا جاتا۔

آگے لکھیے، اور اگر میت کی ایک بیٹی بھی ہو، تو پوتی چاہے ایک ہو یا زیادہ انہیں سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نِصْفٌ مال تو بیٹی کو مل چکا، اور ضابطہ آپ لکھ چکے ہیں کہ بیٹیوں پوتیوں وغیرہ کو دو ثُلُثٌ سے زیادہ حصہ نہیں ملتا، تو نِصْفٌ حصہ بیٹی کو مل گیا، اب پوتیوں کو سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ دیں گے تو نِصْفٌ اور سُدُسٌ مل کر دو ثُلُثٌ پورے ہو جائیں گے۔

دیکھو بھئی، میت کا مثلاً ترکہ کل ہے مثلاً چھ درہم، اور میت کی ایک بیٹی ہے اور آگے پوتیاں کئی ہیں یا ایک ہے پوتی بھی۔ تو بیٹی کتنا لے جاتی ہے؟ نِصْفٌ۔ تو چھ درہموں میں سے کتنے بیٹی کو مل گئے؟ تین درہم بیٹی کو مل گئے۔ اور پوتی کو کتنا دے دیں گے؟ سُدُسٌ چھٹا حصہ۔ اور چھ درہم کا چھٹا حصہ کتنا ہے؟ ایک درہم۔ تو ایک درہم پوتی کو مل گیا۔ تو تین بیٹی کو ملے، ایک پوتی کو ملا، کل کتنے ہو گئے؟ چار۔ اور کل درہم کتنے تھے، کل مال کتنا تھا؟ چھ۔ تو چار چھ کا کتنا بنتا ہے؟ دو ثُلُثٌ بنتے ہیں۔ تو دو ثُلُثٌ سے زیادہ نہیں دیں گے، اسی لیے سُدُسٌ کہا ان کو دے دیں گے۔

آگے لکھیے، اور اگر میت کی دو یا زیادہ بیٹیاں ہوئیں، تو اس صورت میں بیٹیوں کو دو ثُلُثٌ مل جائے گا اور پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا، تو پوتیاں مَحْجُوبٌ بِالْبَنَاتِ ہوئیں۔ حَجْبٌ کا معنی ہے روکنا، تو بیٹیوں نے پوتیوں کا حصہ روک دیا، اس لیے انہیں مَحْجُوبٌ بِالْبَنَاتِ کہتے ہیں۔ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ بھئی دیکھو میت کی پوتیاں بھی ہیں، بیٹیاں بھی ہیں، اور آپ نے پڑھا تھا بیٹی ایک ہو تو نِصْفٌ لے جاتی ہے، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں دو ثُلُثٌ ملتا ہے۔ کتنا ملتا ہے؟ دو ثُلُثٌ۔ اور دو ثُلُثٌ ہی تو ہم نے کل دینا تھا بیٹیوں اور پوتیوں کو، تو وہ تو بیٹیوں میں ہی پورا ہو گیا، لہٰذا پوتیوں کو اب کچھ نہیں ملے گا۔

آگے لکھیے، اور اگر میت کا بیٹا زندہ ہو، تو پوتی محروم ہو گی، اس کو کہتے ہیں مَحْجُوبٌ بِالِابْنِ۔

یعنی بیٹے کی وجہ سے مَحْجُوبٌ ہے۔ اور اگر پوتی کے ساتھ کوئی پوتا بھی ہو اور میت کا بیٹا نہ ہو، تو یہ پوتا پوتی کو عَصَبَةٌ بنا دے گا، چاہے میت کی بیٹیوں کو دو ثُلُثٌ مال مل ہی کیوں نہ چکا ہو۔ اور پھر پوتے اور پوتیوں میں باقی مال اس طرح تقسیم ہو گا کہ پوتے کو پوتی سے دگنا حصہ ملے گا۔

یہاں تک لکھ لیا بھئی؟ صورت سمجھ میں آ گئی؟ پوتی کی کتنی حالتیں ہیں؟ چھ حالتیں ہیں۔ پہلی حالت کہ پوتی کو کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ ملتا ہے۔ یہ کب ملے گا؟ ایک بات تو طے ہے جب بیٹی نہ ہو، سمجھ میں آیا؟ اسی طرح بیٹا بھی نہ ہو، اور پوتی ایک ہے مولانا، اور پوتا بھی کوئی نہیں۔ اور اگر پوتیاں دو یا زیادہ ہیں اسی صورت میں، تو پھر انہیں نِصْفٌ نہیں ملے گا بلکہ زیادہ ملے گا، کتنا؟ دو ثُلُثٌ، اس سے زیادہ نہیں۔ اور اگر ساتھ ان کے ایک بیٹی بھی آ گئی، تو پھر نِصْفٌ تو بیٹی لے گئی اور کل ہم نے دینا ہے دو ثُلُثٌ، تو کتنا باقی بچا؟ سُدُسٌ رہ گیا جس سے دو ثُلُثٌ پھر پورے ہو جائیں گے، تو سُدُسٌ پوتیوں کو دے دیں گے چاہے ایک ہو یا زیادہ۔ سمجھ میں آیا؟ اور اس کے ساتھ کوئی پوتا آ جائے تو وہ انہیں کیا بنا دے گا؟ عَصَبَةٌ۔ اور بیٹیاں اگر دو ہوئیں یا دو سے زیادہ، تو وہ دو ثُلُثٌ سارا وہ لے جائیں گی، تو اس صورت میں بھی پوتی کیا ہو گی؟ محروم ہو گی۔ اور اگر پوتی کے ساتھ پوتا بھی آ جائے اور میت کا بیٹا کوئی نہیں، تو پھر اس صورت میں یہ پوتا کیا کرے گا پوتی کو؟ عَصَبَةٌ بنا دے گا۔ عَصَبَةٌ کس کو کہتے ہیں؟ جو مابقیہ مال سارا لے جاتا ہے۔ تو بیٹیاں اگر ہوئیں بھی، دو بیٹیاں بھی ہیں، دو ثُلُثٌ انہیں دے دیے، لیکن یہ پھر باقی مال یہ سارا عَصَبَةٌ ہونے کی بنا پر لے لیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ تو دو ثُلُثٌ بیٹیاں لے چکی ہیں، ایک ثُلُثٌ رہ گیا وہ اس پوتے اور پوتی کو دیا جائے گا، لیکن ان میں تقسیم ہو گا کس طریقے پر؟ کہ پوتے کو پوتی سے دگنا ملے گا۔ تو مال کے تین حصے کر لیں گے، ایک حصہ پوتی کو دے دیں گے اور دو حصے پوتے کو دے دیں گے۔

اب آگے لکھیے، مسئلہ تشبیب۔ تا دو نقطوں والی ہے، شین ہے، بایا با، تشبیب۔ سمجھ میں آیا؟ کسی چیز کی ابتدا کو تشبیب کہا جاتا ہے، تو یہ بھی ابتدائی مسائل میں سے ہے اس لیے اس کو مسئلہ تشبیب کہتے ہیں بھئی۔ اب مسائل بھی آہستہ آہستہ ساتھ کچھ شروع ہوں گے بھئی۔ تو یہ پہلا مسئلہ ہے ابتدائی مسائل میں سے، اس لیے اس کو مسئلہ تشبیب کہتے ہیں کیونکہ تشبیب بھی چیزوں کی جو ابتدا ہوتی ہے اس کو، کسی امر کی جو ابتدا ہوتی ہے وہ تشبیب اسے کہتے ہیں بھئی۔

اچھا لکھیے بھئی، صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی کا انتقال ہوا اور وہ اپنے پیچھے اپنی پوتیاں پڑپوتیاں وغیرہ چھوڑ کر مرا ہے، نیز اس آدمی کی مذکر اولاد میں سے کوئی بھی زندہ نہیں، یعنی بیٹے پوتے وغیرہ کوئی نہیں ہیں۔ اس کی زندگی ہی میں اس کے بیٹے پوتے پڑپوتے انتقال کر چکے ہیں۔ اس آدمی کی یہ پوتیاں پڑپوتیاں وغیرہ اس کے تین بیٹوں سے ہیں۔ ان تین بیٹوں کو ہم علی الترتیب فریق اول، فریق ثانی اور فریق ثالث کہیں گے۔

فریق اول، الگ سطر میں لکھنا بھئی۔ فریق اول فوت ہو چکا ہے اور اس کی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک پڑپوتی زندہ ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ جبکہ فریق ثانی کی ایک پوتی، ایک پڑپوتی اور ایک لکڑپوتی زندہ ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ جبکہ فریق ثالث کی ایک پڑپوتی، ایک لکڑپوتی اور ایک سکڑپوتی زندہ ہے۔ وراثت میں بڑے دلچسپ مسائل حساب کتاب کے بھئی آتے ہیں، دیکھو اب یہ دیکھنا کیسے تقسیم کریں گے مال وراثت، آپ نے بتلانا ہے بھئی ساتھ ساتھ بھئی۔

اچھا بھئی، اس کی اب صورت مسئلہ ہم نے بنانی ہے بھئی۔ یوں کرو آپ نے اب ایک سطر میں لکھنا ہے میت، لیکن چھوٹا سا نہیں لکھنا، میت آخر والی جو تا ہے اس کو خوب لمبا سطر کے آخر تک کھینچ کے لے جاؤ۔ میت، یہ میت کو لٹا دیا آپ نے بھئی۔ میت لکھ لیا بھئی؟ اب اس کے نیچے ہم نے تین فریق، تینوں بیٹے بنانے ہیں۔ تو ایک شروع میں لکھ دو اس کے نیچے بالکل ساتھ ملا کر فریق اول، چھوٹا سا لکھنا بس جتنا عام لکھتے ہیں آپ۔ درمیان میں لکھو اس کے فریق ثانی، فاصلہ

دے کر درمیان میں۔ اور آخری کنارے کے پاس لکھ دو فریق ثالث۔ لکھ لیا بھئی؟ اچھا اس کے دونوں طرف قوس ڈال دیں بھئی، دونوں طرف بریکٹ ڈال دیں بھئی، یعنی ان کا انتقال ہو چکا ہے زندگی میں ہی میت کی۔ دونوں طرف بھئی قوس ڈال دو، کمان کی شکل کے خط بنا دو ساروں کے گرد۔ کر لیا بھئی؟ یہ مطلب یہ ان کا انتقال ہو چکا ہے میت کی زندگی میں، تو ان کا تو حصہ نہیں ہے۔

اچھا فریق اول میں کیا بتلایا، اس کے کیا کیا ہیں؟ ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک پڑپوتی۔ اب فریق اول کے نیچے والی لائن میں لکھو بھئی۔ ذرا فاصلہ وہ واضح ہو بھئی، ساتھ بالکل ملانا نہیں ہے کہ پتا نہ چلے، مسئلہ حل کرنا ہے آگے۔ اس کے نیچے لکھو بیٹی، بالکل اس کے نیچے لکھنا ہے آپ نے اس کے درمیان میں بیٹی، چلو۔ اس بیٹی کے نیچے لکھو پوتی، پوتی کے نیچے لکھو پڑپوتی۔ ایک ایک لائن میں لکھنا ہے یہ آپ نے، ملا کر نہیں لکھنا۔ ایک لائن میں بیٹی، اس سے نیچے والی لائن میں اس کے بالکل نیچے پوتی، اس سے نیچے والی لائن میں پڑپوتی۔ اچھا، اب فریق ثانی میں ذرا آؤ۔ فریق ثانی کی کیا کیا ہے؟ پوتی، پڑپوتی اور لکڑپوتی۔ اب اس کے نیچے پوتی لکھنا ہے لیکن بیٹی والی لکیر میں نہ لکھنا، پوتی والی لکیر کے اندر اس کے نیچے لکھ دو پوتی، پڑپوتی والی لکیر میں اس کے ساتھ نیچے لکھ دو پڑپوتی، اور اس سے نچلی لکیر میں لکھو لکڑپوتی۔ لکھ لیا بھئی؟ فریق ثالث میں اب آؤ بھئی، اس میں کیا کیا تھا؟ پڑپوتی، لکڑپوتی اور سکڑپوتی۔ اب پڑپوتی لکھنا ہے لیکن پڑپوتی والی لائن میں اس کے نیچے لکھو بھئی۔ پڑپوتی، اس کے نیچے لکڑپوتی، اور اس کے نیچے سکڑپوتی بھئی۔ لکھ لیا؟

اب دیکھو بھئی، مال وراثت ہم نے تقسیم کرنا ہے بھئی۔ اچھا آگے لکھتے جایئے، ذرا لکھنے کا تھوڑا سا لکھنے والا ہے وہ لکھ لو بھئی پھر میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ تو اس صورت میں فریق اول کی بیٹی کو نِصْفٌ مل جائے گا کیونکہ اس سے اوپر اور اس کے برابر میں کوئی اولاد زندہ نہیں، اور اس سے نیچے والیوں کو سُدُسٌ مل جائے گا تاکہ دو ثُلُثٌ پورے ہو جائیں، اور ان سے نیچے والیاں بالکل محروم رہیں گی۔

اب ذرا دیکھو بھئی، یہ جو آپ نے صورت بنائی تھی اس کو بھی سمجھ لو۔ بھئی دیکھو پہلی سطر میں کون ہے میت کے نیچے؟ بیٹی۔ فریق اول ثانی وہ تو ان کا تو انتقال ہو چکا ہے، بیٹی ہے بھئی فریق اول کی۔ اور اس بیٹی کے برابر میں کوئی اور ہے؟ اس کے برابر اس کی لکیر میں اور کوئی بھی نہیں، نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے، اکیلی بیٹی ہے۔ اور اکیلی بیٹی کی حالتیں آپ نے پڑھی تھیں، بیٹی اکیلی ہو تو اسے کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ۔ تو نِصْفٌ بیٹی کو مل گیا۔ اب اس سے نیچے والی لکیر میں جائیں، اس میں کون کون ہے؟ ایک فریق اول کی پوتی ہے، ایک فریق ثانی کی پوتی ہے، تو دو پوتیاں ہیں۔ تو اب ہم نے ان کو بھی دینا ہے، لیکن آپ نے پڑھا ہے بیٹیوں اور پوتیوں کو دو ثُلُثٌ سے زیادہ نہیں ملے گا۔ تو نِصْفٌ تو بیٹی لے چکی، اب کتنا ان کو دے دیں کہ دو ثُلُثٌ پورے ہو جائیں؟ سُدُسٌ، یعنی چھٹا حصہ ان کو مل جائے گا۔ تو لہٰذا کیا ہوئے؟ دو ثُلُثٌ پورے ہو گئے۔ اب نیچے والیوں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ نیچے بھی وہی پوتیاں پڑپوتیاں ہیں، اور بیٹیوں پوتیوں پڑپوتیوں وغیرہ کا حصہ دو ثُلُثٌ سے زیادہ نہیں ہوتا اور دو ثُلُثٌ پورے ہو چکے ہیں اوپر ہی۔ سمجھ میں آ گئی صورت؟

اچھا، آگے لکھیے۔ یہ صورت اس وقت ہے جبکہ پوتوں وغیرہ میں سے کوئی زندہ نہ ہو۔ اور اگر کوئی پوتا پڑپوتا وغیرہ زندہ ہوا، تو وہ اپنے برابر والیوں کو عَصَبَةٌ بنا دے گا اور نیچے والیوں کو محروم کر دے گا، اور اپنے سے اوپر والیوں میں صرف انہیں عَصَبَةٌ بنائے گا جنہیں کچھ نہیں ملا، اور اگر اوپر والیوں میں سے کسی کو اس کا حصہ مل چکا تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اب اس کی کئی صورتیں بنتی ہیں، لکھتے جاؤ بھئی۔ اب اس کی کئی صورتیں بنتی ہیں: نمبر ایک، اگر ہر لڑکی کے ساتھ ایک ایک بھائی ہو، تو بیٹا اور بیٹی سارا مال لے لیں گے اور باقی سب محروم ہوں گے، اور بیٹے بیٹی میں مال اس طرح تقسیم ہو گا کہ مذکر کو مؤنث سے دگنا حصہ ملے گا۔ دوسری صورت: صرف فریق اول کی پوتی کے ساتھ بھائی ہو، تو اس صورت میں بیٹی کو نِصْفٌ ملے گا اور پوتا دونوں پوتیوں کے ساتھ مل کر عَصَبَةٌ ہوا تو باقی سارا مال لے لے گا، اور نیچے والیاں سب محروم ہوں گی۔ تیسری صورت: اگر کسی پڑپوتی کے ساتھ بھائی ہوا، تو بیٹی کو نِصْفٌ ملے گا، پوتیوں کو سُدُسٌ ملے گا، اور باقی مال پڑپوتے اور پڑپوتیوں میں تقسیم ہو گا عَصَبَةٌ ہونے کی وجہ سے۔ لکھ لیا بھئی؟ چوتھی صورت: اگر صرف سکڑپوتی کے ساتھ کوئی بھائی ہو، تو بیٹی کو نِصْفٌ ملے گا، پوتیوں کو سُدُسٌ ملے گا، جبکہ باقی مال باقیوں میں تقسیم ہو جائے گا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے طریقے پر۔

لکھ لیا بھئی؟ اب یہی صورت دیکھو ذرا پھر وہ جو آپ نے نقشہ بنایا تھا، صورت بنائی تھی میت کی، وہاں پر ذرا سمجھ لو یہ صورتیں۔ اچھا بھئی، پہلی صورت تو ذکر کی تھی بھئی جس میں میت کی صرف یہ بیٹیاں پوتیاں پڑپوتیاں تھیں، بیٹا پوتا پڑپوتا کوئی بھی نہیں تھا۔ اس صورت میں کیا تقسیم ہوئی تھی؟ بیٹی کو کتنا دے دیتے تھے؟ نِصْفٌ۔ اس کے بعد پوتیوں کو کتنا دے دیتے تھے؟ سُدُسٌ۔ اور نیچے والیاں ساری کیا ہوئیں؟ محروم، کیونکہ بیٹیوں پوتیوں وغیرہ کو دو ثُلُثٌ سے زیادہ

نہیں ملتا اور دو ثُلُثٌ پورے ہو گئے بھئی اوپر ہی۔[1]

دوسری صورت میں نے جو لکھوائی: اگر ہر لڑکی کے ساتھ ایک بھائی بھی ہے بھئی۔ بیٹی کے ساتھ ایک بیٹا ہے، پوتی کے ساتھ ایک پوتا ہے، پڑپوتی کے ساتھ پڑپوتا ہے اور اسی طرح نیچے تک بھئی۔ تو اس صورت میں بھئی دیکھو، اب بیٹا بیٹی کے ساتھ مل جائے تو وہ عَصَبَۃٌ بنا دیتا ہے بھئی بیٹی کو، آپ جانتے ہیں بھئی۔ اور پھر ان میں سارا مال تقسیم ہوتا ہے اور بیٹے کو بیٹی سے دگنا مال ملتا ہے۔ کتنا ملتا ہے؟ دگنا۔ تو بیٹا اور بیٹی سارا مال لے جائیں گے۔ کل مال کے تین حصے کر لیں گے، ایک حصہ بیٹی کو اور دو حصے بیٹے کو دے دیں گے، یہ تقسیم ہو جائے گی۔ تو جب سارا مال انہی اوپر والے بیٹے اور بیٹی کو مل گیا تو نیچے والے سارے بھائی بہن کیا ہو گئے؟ محروم بھئی، پوتے پڑپوتے پوتیاں اور پوتے سارے کیا ہو گئے؟ محروم، کیونکہ مال سارا اوپر ہی تقسیم ہو گیا۔

تیسری صورت کیا ہے؟ کسی ایک مثلاً فریق اول کی پوتی کے ساتھ ایک پوتا ہے اور کسی کے ساتھ کوئی بھائی نہیں ہے، لیکن ایک پوتی کے ساتھ ایک بھائی ہے۔ اور پوتا پوتیوں کو کیا بنا دیتا ہے؟ عَصَبَۃٌ بنا دیتا ہے۔ اور عَصَبَۃٌ کن کو کہتے ہیں؟ جو باقی سارا مال لے جائیں۔ تو لہٰذا بیٹی اوپر اکیلی ہے، بیٹی کو اسی طرح نِصْفٌ مال ملے گا۔ سمجھ میں آیا؟ پہلے اوپر سے نیچے کی طرف جاتے ہیں، تو بیٹی کو کتنا دے دیں گے؟ نِصْفٌ، کیونکہ اس کے ساتھ کوئی بیٹا بھائی وغیرہ نہیں۔ اچھا، اس کے بعد نیچے آئے۔ نیچے آئے تو دیکھا پوتیوں کے ساتھ ایک پوتا بھی ہے، پوتے نے ان سب کو کیا بنا دیا؟ عَصَبَۃٌ بنا دیا۔ جب عَصَبَۃٌ بنایا تو مال انہی میں تقسیم ہو گا بھئی۔ اب دیکھو اس لائن میں، دوسری لائن میں کتنی پوتیاں ہیں؟ دو پوتیاں، ایک فریق اول کی ایک فریق ثانی کی، اور ایک پوتا بھی آیا میں نے بتلا دیا۔ تو ایک پوتا ہے دو پوتیاں ہیں، ان کے اندر اب باقی مال تقسیم کرنا ہے یعنی باقی جو نِصْفٌ ہے۔ تو اس نِصْفٌ کے پھر کتنے حصے کریں گے؟ چار حصے کریں گے، ایک ایک حصہ پوتی کو اور ان سے دگنا یعنی دو حصے کس کو؟ پوتے کو دے دیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اچھا ہاں اسی میں، ابھی جو بیان ہوا، تو یہ نِصْفٌ مال ان میں تقسیم ہوا تو نیچے والیاں ساری کیا ہو گئیں؟ محروم ہو گئیں۔

اچھا، اگلی صورت کیا تھی؟ اگر کسی پڑپوتی کے ساتھ کون آ گیا؟ بھائی آیا۔ اب یہ جو پڑپوتیوں کی لائن میں جتنی پڑپوتیاں ہیں، وہ ایک پڑپوتا ان سب کو کیا بنا دے گا؟ عَصَبَۃٌ بنا دے گا۔ اور عَصَبَۃٌ کس کو کہتے ہیں؟ جو باقی بچ جانے والے مال کو لے لے۔ لہٰذا سب سے پہلے اوپر سے شروع کریں گے، بیٹی کو کتنا ملے گا؟ نِصْفٌ۔ اس کے بعد نچلی سطر میں آئے، پوتیاں بھی ہیں، پوتیوں کو کتنا دے دیں گے؟ جی؟ سُدُسٌ دیں گے کیونکہ بیٹیوں پوتیوں پڑپوتیوں کو دو ثُلُثٌ سے زیادہ مال نہیں ملتا۔ تو نِصْفٌ دیا جا چکا، ایک سُدُسٌ اور دے دیں گے تو کتنے پورے ہو جائیں گے؟ دو ثُلُثٌ پورے ہو گئے۔ کتنا مال باقی بچ گیا؟ دو ثُلُثٌ پورے ہو گئے، کتنا بچ گیا؟ ایک ثُلُثٌ مال باقی رہ گیا بھئی، ایک ثُلُثٌ مال۔ اور نیچے تو ہے پڑپوتا بھی آ چکا۔ اب بھئی بیٹیوں اور پوتیوں کو دو ثُلُثٌ مل چکے ہیں، اب

---

[1] **نقشۂ کتاب الفرائض: میت کے شرعی ورثاء (اصول، فروع، زوجین اور حواشی) کا شجرۂ میراث اور حجب وتعصیب کا نقشہ:**

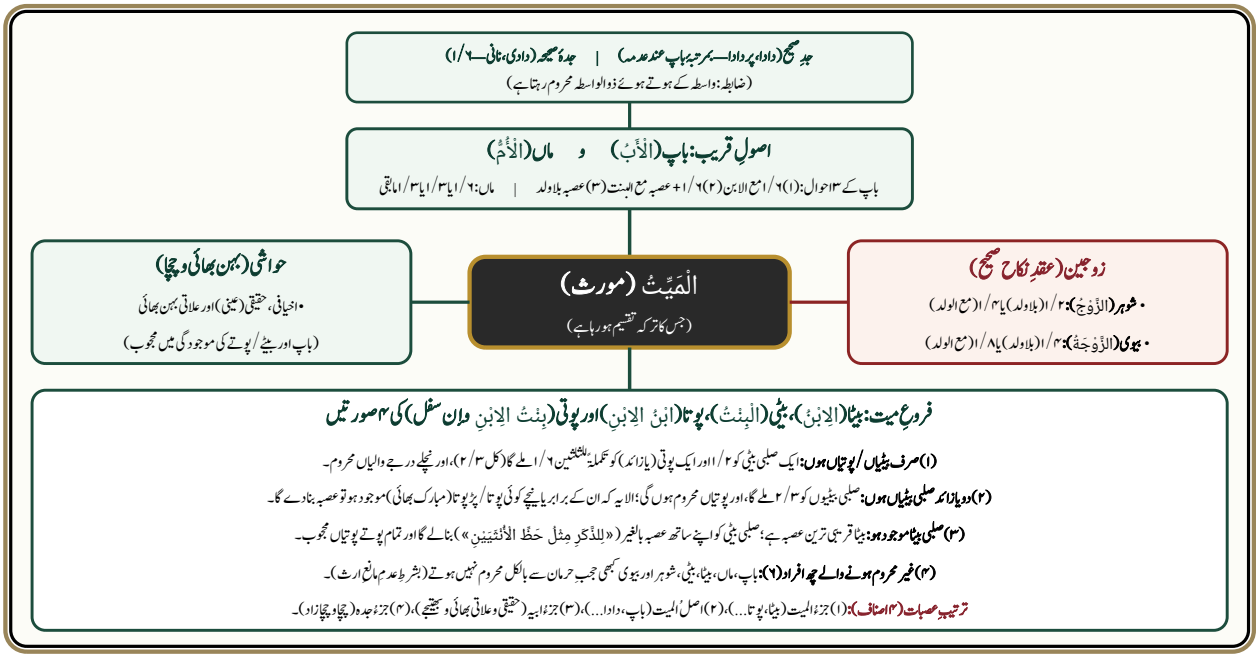

پڑپوتیوں کو کچھ نہیں ملنا چاہیے تھا، لیکن پڑپوتے نے آکر انہیں کیا بنادیا؟ عَصَبَةٌ۔ اب ان کو مال ملے گا۔ اب باقی کتنا، ایک ثُلُثٌ مال بچا ہے، وہ جتنے پڑپوتے اور پڑپوتیاں ہیں ان میں تقسیم ہو جائے گا وہ ایک ثُلُثٌ۔ اور کس طرح تقسیم ہو گا؟ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، یعنی لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیں گے بھئی۔ تو یہاں کتنی پڑپوتیاں ہیں؟ تین پڑپوتیاں ہیں اور ایک پڑپوتا ہے۔ تو تین پڑپوتیاں اور پڑپوتے کو کتنے کے برابر فرض کرتے ہیں؟ دو کے برابر، کیونکہ دو کا حصہ ملتا ہے، تو کل کتنے ہوئے؟ پانچ۔ مال کے پانچ حصے کریں گے، ایک ایک حصہ ہر پڑپوتی کو اور دو حصے کس کو مل جائیں گے؟ پڑپوتے کو مل جائیں گے۔ تقسیم سمجھ میں آگئی؟

اچھا، اس کے بعد آخری صورت جو ہم نے بنائی کہ سکڑپوتی کے ساتھ صرف ایک بھائی ہے اور کسی کے ساتھ بھائی نہیں ہے۔ اب اوپر سے شروع کریں گے بھئی تقسیم۔ سب سے پہلے بیٹی ہے اس کے برابر میں کوئی بھی نہیں، لہٰذا بیٹی کو کتنا ملے گا؟ نِصْفٌ۔ اس کے بعد نیچے آئے، پوتیاں کتنی ہیں؟ پوتیاں دو ہیں، ایک فریق اول کی ایک فریق ثانی کی۔ تو ان کو کتنا دے دیں گے؟ سُدُسٌ، کیونکہ بیٹیوں پوتیوں وغیرہ کے اندر دو ثُلُثٌ سے زیادہ تقسیم نہیں۔ تو ان کو سُدُسٌ دے دیا، دو ثُلُثٌ پورے ہو گئے۔ کتنے باقی بچ گئے؟ جی؟ ایک ثُلُثٌ باقی رہ گیا۔ اس سے نیچے آئیں، پڑپوتیاں، ابھی کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس سے نیچے آئیں، کون ہیں؟ لکڑپوتی ہے، انہیں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ لیکن نیچے جب ہم سکڑپوتی میں آئے تو سکڑپوتی کے ساتھ اس کا ایک بھائی بھی ہے۔ اس بھائی نے اس سکڑپوتی کو بھی عَصَبَةٌ بنایا اور اس سے جو اوپر والی ابھی تک محروم تھیں جن کو کچھ نہیں ملا تھا ان ساروں کو بھی کیا بنادیا؟ نیچے والیاں ہوتی ہیں ان کو عَصَبَةٌ نہیں بناتا لیکن اپنے سے اوپر والیوں کو کیا بنادیتا ہے؟ اپنے برابر والیوں کو بھی عَصَبَةٌ بناتا ہے، اپنے سے اوپر والیوں کو بھی عَصَبَةٌ بناتا ہے۔ تو اس نے پڑپوتیوں کو بھی کیا بنایا؟ عَصَبَةٌ، لکڑپوتیوں کو بھی کیا بنایا؟ عَصَبَةٌ، اور سکڑپوتی کو بھی کیا بنایا؟ عَصَبَةٌ بنادیا، یہ سارے عَصَبَةٌ ہو گئے۔ جن کو حصہ مل چکا ان کو نہیں چھیڑنا، ان کو وہی حصہ ملے گا، ان کو اب عَصَبَةٌ نہیں بنائے گا۔ باقیوں کو عَصَبَةٌ بنایا۔

اب گنو ذرا کتنی ہیں جن کو کچھ نہیں ملا، جو ابھی تقسیم جن میں ہم نے کرنی ہے بھئی۔ صرف بیٹی اور پوتیوں کا حصہ ہو چکا، باقی نیچے کتنے ہیں؟ پڑپوتیاں کتنی ہیں؟ تین ہیں۔ اچھا لکڑپوتی؟ دو۔ تین اور دو پانچ۔ سکڑپوتی؟ چھ۔ اور سکڑپوتا، کل کتنے ہوئے؟ سات ہوئے۔ اب ان میں مال ہم نے تقسیم کرنا ہے، لیکن سکڑپوتا جو بھائی ہے وہ کتنے کے برابر ہوتا ہے؟ دو کے برابر۔ تو سات کے بجائے کیا بنالو؟ آٹھ۔ اب مال کے آٹھ حصے کرو، چھ ان پڑپوتیوں، لکڑپوتیوں، سکڑپوتیوں میں ایک ایک حصہ سب کو دے دو اور دو حصے کس کو دے دو؟ سکڑپوتے کو۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی اچھی طرح؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۵۹: کتاب الفرائض (۴): حقیقی بہنوں، علاتی بہنوں، ماں اور دادی / نانی (جدہ صحیحہ وفاسدہ) کے میراثی احوال اور مسئلۂ تشبیب

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۵ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

گزشتہ سبق میں آخر میں ہم نے مسئلہ تشبیب کیا تھا بھئی۔ مسئلہ تشبیب۔ تو یاد رکھیے عرب شعرا جب اپنا کلام شروع کرتے تھے کوئی قصیدہ وغیرہ، تو اس کی ابتدا میں حسن و جمال سے متعلق اشعار لاتے تھے، تو اس کو تشبیب کہتے تھے بھئی۔ کیا کہتے تھے؟ تشبیب۔ اس کے بعد پھر ہر چیز کی ابتدا کو تشبیب کہنے لگے۔ تو یہاں بھی یہ مسئلہ چونکہ ابتدائی مسائل میں سے ہے اس لیے اس کو کیا کہا جاتا ہے؟ مسئلہ تشبیب کہا جاتا ہے۔

جی آگے لکھیے بھئی، حقیقی بہن کی حالتیں۔ حقیقی بہن کی پانچ حالتیں ہیں: نمبر ایک نِصْفٌ، نمبر دو ثُلُثَانِ، نمبر تین عَصَبَةٌ بِالْغَيْرِ، نمبر چار عَصَبَةٌ مَعَ الْغَيْرِ، اور نمبر پانچ ہے مَحْجُوبٌ۔

جی آگے لکھیے تفصیل: حقیقی بہن کو اس وقت نِصْفٌ مال ملے گا جبکہ وہ اکیلی ہو اور میت کی اولاد اور باپ اور دادا وغیرہ نہ ہوں۔ اور اسی حالت میں اگر یہ دو یا زیادہ ہوں تو ان کو ثُلُثَانِ یعنی دو ثُلُثٌ ملیں گے۔ اور اسی حالت میں اگر میت کا حقیقی بھائی بھی موجود ہو تو وہ ان کو عَصَبَةٌ بنادے گا، تو دیگر ذَوِي الْفُرُوضِ سے بچا ہوا مال ان میں اس طرح تقسیم ہو گا کہ مذکر کو مؤنث سے دگنا حصہ ملے گا۔

نیچے الگ سطر میں لکھیے: اور اگر میت کی بیٹیوں اور پوتیوں میں سے کوئی موجود ہو، تو یہ ان کے ساتھ عَصَبَةٌ مَعَ الْغَيْرِ بن جائیں گی، اور بیٹیوں اور پوتیوں کو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی مال انہیں مل جائے گا۔ اور اگر میت کا بیٹا، پوتا، باپ یا دادا موجود ہو تو یہ مَحْجُوبٌ ہوں گی۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ دیکھا بھئی، ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کی کوئی اولاد نہیں، باپ بھی زندہ نہیں، دادا پردادا وغیرہ بھی زندہ نہیں، اور اس کی صرف ایک حقیقی بہن ہے، تو اس حقیقی بہن کو کتنا ملے گا؟ نِصْفٌ۔ اور اسی حالت میں، یعنی میت کی اولاد بھی نہیں ہے، باپ بھی نہیں ہے، دادا وغیرہ بھی نہیں ہے، اسی حالت میں حقیقی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوئیں تو انہیں کتنا ملے گا؟ ثُلُثَانِ بھئی، سمجھ میں آیا؟ ثُلُثَانِ۔ اور اگر ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی بھی ہوا تو وہ انہیں کیا بنادے گا؟ عَصَبَةٌ بنادے گا، تو ذَوِي الْفُرُوضِ میں تقسیم کے بعد باقی مال جو بچے گا ان میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، یعنی مذکر کو دو مؤنث کے برابر یا یوں کہیں مؤنث سے دگنا مال ملے گا بھئی، باقی مال۔ اور اگر میت کی بیٹیوں اور پوتیوں میں سے کوئی موجود ہو تو یہ ان کے ساتھ عَصَبَةٌ مَعَ الْغَيْرِ بن جائیں گی بھئی، بیٹیوں اور پوتیوں کو ان کا حصہ دے دیں گے اور باقی سارا مال انہیں مل جائے گا۔ اور وہ جن کی ہم نے نفی کی تھی، میت کی اولاد بھئی، اگر میت کی اولاد بیٹا، پوتا یا اس میت کا باپ دادا وغیرہ زندہ ہیں تو یہ مَحْجُوبٌ ہوں گی، انہیں کچھ نہیں ملے گا بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ کیونکہ وہ عَصَبَةٌ بن جائیں گے، وہ لے جائیں گے مال، یہ محروم رہیں گی۔

آگے لکھیے بھئی، علاتی بہن کی حالتیں۔ علاتی بہن باپ شریک بہن کو کہتے ہیں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بہن ہے لیکن اس کی ماں الگ ہے، باپ ان دونوں کا ایک ہے اور ماں الگ ہے۔ مثلاً ایک عورت نے زید سے شادی کی، اس سے اس کی ایک بیٹی ہوئی۔ زید نے ایک اور نکاح بھی کر لیا بھئی، دوسری عورت سے اس کا بیٹا ہوا۔ تو اب یہ جو بیٹا اور بیٹی ہیں ان کی مائیں الگ ہیں البتہ باپ ایک ہی ہے، تو یہ کیا ہوئے آپس میں؟ علاتی بھائی بہن ہوئے بھئی، یعنی باپ شریک۔

اچھا، علاتی بہن کی سات حالتیں ہیں: نمبر ایک نِصْفٌ، نمبر دو ثُلُثَانِ، نمبر تین سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ، نمبر چار مَحْجُوبٌ بِالْإِنَاثِ، إِنَاثٌ مؤنث سے ہے الف کے ساتھ بھئی، مَحْجُوبٌ بِالْإِنَاثِ آخر میں ثا ہے بھئی، پانچویں نمبر پر ہے عَصَبَةٌ بِالْغَيْرِ، نمبر چھ عَصَبَةٌ مَعَ الْغَيْرِ، نمبر سات مَحْجُوبٌ بِالذُّكُورِ۔

جی آگے اب تفصیل لکھیے: علاتی بہن کو نِصْفٌ مال ملے گا جبکہ وہ اکیلی ہو اور میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور میت کے باپ، دادا اور حقیقی بھائی بہن بھی نہ ہوں۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہ علاتی بہن اکیلی ہے، اس کے ساتھ کوئی علاتی بھائی وغیرہ بھی نہیں ہے، علاتی بہن بھی نہیں ہے، اور میت کے باپ، دادا اور اولاد اور حقیقی بھائی بہن بھی نہیں، تو اس کو نِصْفٌ مل جائے گا۔ اور اگر اسی حالت میں دو یا زیادہ علاتی بہنیں ہوئیں تو انہیں ثُلُثَانِ ملے گا۔ اور اگر اسی حالت میں میت کی ایک حقیقی بہن بھی ہو، تو دیکھا حقیقی بہن زیادہ قریبی ہوئی بھئی جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے، ماں اور باپ دونوں کا ایک ہیں وہ حقیقی بہن ہے، تو وہ زیادہ قریب ہوئی میت کے تو اس کو نِصْفٌ دے دیں گے اور علاتی بہن کو صرف سُدُسٌ ملے گا، تو دو ثُلُثٌ پورے ہوئے۔ اور اگر اسی حالت میں میت کی دو حقیقی بہنیں ہوئیں تو انہیں ثُلُثَانِ مل جائے گا اور یہ مَحْجُوبٌ ہو گی۔ یا میت کی حقیقی بہن تو ایک ہی ہے لیکن وہ بیٹی یا پوتی کے ساتھ مل کر عَصَبَةٌ بن چکی ہے، تو اب بھی علاتی بہنیں محروم ہوں گی، تو یہ مَحْجُوبٌ بِالْإِنَاثِ ہوئیں۔

اور اگر پہلی تینوں صورتوں میں، یعنی جب میت کی اولاد، باپ، دادا اور حقیقی بھائی بہن نہ ہوں، اور علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو تو وہ اسے عَصَبَةٌ بنا دے گا، اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، حَظِّ ظا کے ساتھ ہے بھئی، کے ضابطے پر تقسیم ہو گی۔

الگ سطر لکھیے: اور اگر میت کا نہ باپ ہو، نہ دادا، نہ حقیقی بھائی بہن، اور نہ میت کا کوئی بیٹا پوتا وغیرہ، اور صرف بیٹیاں اور پوتیاں ہوں، تو اس صورت میں بیٹیوں اور پوتیوں کی وجہ سے علاتی بہن عَصَبَةٌ مَعَ الْغَيْرِ بن جائے گی اور بیٹیوں اور پوتیوں سے بچ جانے والا مال لے لے گی۔ اور اگر میت کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا یا حقیقی بھائی ہو، تو علاتی بھائی بہن مَحْجُوبٌ ہوں گے، اسے کہیں گے مَحْجُوبٌ بِالذُّكُورِ۔ ذال کے ساتھ ہے ذال، کاف چھوٹا واو را، مَحْجُوبٌ بِالذُّكُورِ۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

آگے لکھیے، ماں کی حالتیں۔ ماں کی تین حالتیں ہیں: نمبر ایک ثُلُثِ كُلٍّ، كُلٍّ چھوٹا کاف اور لام بھئی، ثُلُثِ كُلٍّ۔ دوسری حالت ثُلُثِ مَا بَقِيَ، یعنی باقی مال کا ثُلُثٌ۔ نمبر تین سُدُسٌ۔

اب تفصیل لکھیے: ماں کو ثُلُثٌ اس وقت ملے گا جبکہ میت کی اولاد بھی نہ ہو اور بہن بھائیوں میں سے بھی دو نہ ہوں اور باپ مَعَ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ نہ ہو۔ یعنی مثلاً دیکھو بھئی، مثلاً بیوی کا انتقال ہوا ہے تو اس کے باپ اور خاوند زندہ نہ ہوں، اکٹھے نہ ہو جائیں بھئی۔ یا خاوند کا انتقال ہوا ہے تو اس کا باپ بھی زندہ ہے ساتھ اس کی بیوی بھی زندہ ہے، سمجھ میں آیا؟ تو یہ باپ مَعَ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ ہوا، اور ہم نے کہا یہ صورت نہیں ہونی چاہیے۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ یہ صورت نہیں ہونی چاہیے۔ تو اس صورت میں دیکھو ماں کو کتنا حصہ لکھوایا، کتنا ملے گا؟ ثُلُثٌ ملے گا۔

الگ سطر میں لکھیے: اگر مذکورہ بالا میں سے صرف باپ مَعَ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ موجود ہو، تو زَوْجٌ یا زَوْجَةٌ کو اس کا حصہ دے کر مابقیہ کا ثُلُثٌ ماں کو ملے گا۔ اور اگر میت کی اولاد موجود ہو یا بہن بھائیوں میں سے کوئی دو موجود ہوں، تو ماں کو سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

دادی کی حالتیں بھئی، آگے لکھیے۔ دادی کی صرف ایک حالت ہے اور وہ یہ کہ دادی کو سُدُسٌ ملے گا، لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں: نمبر ایک کہ وہ جَدَّةٌ صَحِيحَةٌ ہو، یعنی درمیان میں نانا کا واسطہ نہ آئے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ دیکھو دادی، پردادی یہ تو داخل رہیں، نانی بھی داخل ہے بھئی کیونکہ نانی کے ساتھ بھی میت کا جو رشتہ ہے وہ ماں کے واسطے سے ہے بھئی، نانا کا واسطہ بیچ میں نہیں۔ ہاں نانا کی ماں خارج ہوئی بھئی کیونکہ اس کے ساتھ میت کا جو رشتہ ہے درمیان میں کس کا واسطہ آ رہا ہے؟ نانا کا بھئی۔

نمبر دو: وہ نانیاں یا دادیاں ایک دوسرے کے برابر میں ہوں۔ اگر ایک قریب والی ہو تو وہ دور والی کو ساقط کر دے گی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ اگر ایک قریب والی ہو تو وہ دور والی کو ساقط کر دے گی۔ دیکھو دادی بھی ہے پردادی بھی ہے، دونوں جَدَّةٌ صَحِيحَةٌ ہیں، لیکن قریب والی دادی جب موجود ہے تو پردادی کیا ہو جائے گی؟ ساقط ہو جائے گی۔

نمبر تین: اگر واسطہ موجود ہو تو ذُو الْوَاسِطَةِ ساقط ہو جاتا ہے، لہٰذا باپ کے ہوتے ہوئے دادی پردادی سب ساقط ہوں گی، جیسے پوتا بیٹے کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے۔

نمبر چار: اگر سبب وراثت میں اتحاد ہو تو قریب والے کے ہوتے ہوئے دور والے سب ساقط ہوں گے۔ مثال کے طور پر جب ماں موجود ہو تو دادیاں، پردادیاں، نانیاں، پرنانیاں سب ساقط ہو جائیں گی کیونکہ ان سب میں سبب وراثت متحد ہے، اور وہ سبب وراثت امویت ہے، الف میم واو یا تا، امویت۔ کیا لکھا؟ اور وہ سبب وراثت امویت یعنی ماں ہونا ہے۔ تو دیکھو یہ سب میت کی مائیں ہیں بھئی، کوئی قریب کے اعتبار سے کوئی دور کے اعتبار سے، نانیاں پرنانیاں دادیاں پردادیاں یہ سب کس کی طرح ہیں؟ ماں کی طرح ہیں۔ تو سب میں سبب ایک ہی ہوا، یہ سب وارث بن رہی ہیں کس اعتبار سے؟ ماں ہونے کے اعتبار سے، اور جب یہ ساری ماں ہونے کے اعتبار سے وارث ہیں تو قریب والی کے ہوتے ہوئے دور والی وارث نہیں ہو گی بھئی، وہ محروم ہو جائے گی۔

اچھا بھئی، آگے لکھیے بھئی: مسئلہ بنانے کا طریقہ۔ اب الگ بات شروع ہو گئی بھئی، حصے سارے مکمل ہو گئے۔ مسئلہ بنانے کا طریقہ۔ اس سلسلے میں چھ اصول یاد رکھیں:

اصول نمبر ایک: اگر وارثوں میں ذَوِي الْفُرُوضِ کوئی نہ ہوں، صرف عَصَبَاتٌ ہوں اور وہ بھی ایک ہی نوع کے ہوں، تو عَدَدِ رُؤُوسِ کے مطابق مسئلہ بنالیں گے۔ عَدَدِ رُؤُوسِ بھئی جتنے رَأْسٌ ہیں، جتنے سر ہیں یعنی جتنے افراد ہیں، اتنے حصے بنالو مال کے اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ دے دو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ مثلاً میت کے چار بیٹے ہیں تو چار سے مسئلہ بن جائے گا، سب کو ایک ایک حصہ دے دیں گے۔ لکھ لیا بھئی؟

اب اس کے نیچے یہ صورت بھی بنالو۔ طریقہ کیا ہے؟ اسی طرح کل جیسے میں نے بتلایا تھا، میت کا لفظ لمبا کر کے لکھو بھئی ایک سطر میں۔ لکھ لیا بھئی؟ میت کا لفظ پوری سطر میں لمبا کر کے لکھ دو بھئی۔ میت بھئی۔ اب بھئی کتنے بیٹے ہیں؟ چار بیٹے ہیں۔ تو اس کے نیچے اِبْنٌ، اِبْنٌ، اِبْنٌ، اِبْنٌ چار دفعہ برابر برابر فاصلے پر لکھ لو آخر تک۔ فاصلہ دے دے کر بھئی چار اِبْنٌ نیچے لکھ لو۔ تو دیکھو بھئی، اس صورت میں ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے کوئی ہے؟ کوئی بھی نہیں ہے ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے۔ میت کے صرف چار بیٹے ہیں اور بیٹا عَصَبَةٌ ہوا کرتا ہے، سب سے قریبی عَصَبَةٌ بیٹا ہے۔ تو یہ سارا مال لے جائیں گے، مال انہی میں تقسیم ہو گا۔ تو افراد گن لو اور سارے دیکھو ایک ہی نوع کے ہیں، سارے کیا ہیں؟ ایک ہی نوع کے ہیں بھئی۔ تو ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیں گے تو مسئلہ کتنے سے بن جائے گا؟ چار سے۔ تو اب طریقہ یہ ہے ہر بیٹے کے نیچے ایک ایک لکھ دو، ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ ایک ایک ہر ایک کے نیچے ایک لکھ دو۔ یہ ایک بتلا رہا ہے اس کو ایک ملے گا، دوسرے کے نیچے ایک ہے وہ بتلا رہا ہے اس کو بھی ایک ملے گا، تیسرے کے نیچے ایک ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیسرے کو بھی ایک۔ معلوم ہوا مال کے کل کتنے حصے ہوئے؟ چار۔ معلوم ہوا مسئلہ چار سے بنے گا۔ تو یہ جو آپ نے میت لمبا سا کر کے لکھا ہے، یہ جہاں سے شروع ہوتا ہے میت، میم جہاں سے شروع ہو رہا ہے اس میم کے اوپر چار لکھ دو بھئی واضح کر کے۔ چار لکھ دو بھئی، یہ چار بتلا رہا ہے کہ مسئلہ یہاں چار سے بن رہا ہے بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

ہاں جی، آگے اب لکھیے: اور اگر میت کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں، تو ہر بیٹا دو بیٹیوں کے برابر شمار ہو گا، تو چھ سے مسئلہ بن جائے گا۔ اب اسی طرح پھر لکھو بھئی میت لمبا کر کے، مسئلہ حل کرنا ہے بھئی کس طرح حل کریں گے۔ میت بھئی، لکھ لیا؟ اچھا، اب اس کے نیچے لکھو بھئی کتنے بیٹے ہیں؟ دو، اِبْنٌ اِبْنٌ۔ اور کتنی بیٹیاں ہیں؟ دو، بِنْتٌ بِنْتٌ۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یہ چاروں لکھ لو، دو اِبْنٌ دو بِنْتٌ لکھ لو بھئی۔ اِبْنٌ، اِبْنٌ، بِنْتٌ، بِنْتٌ۔ لکھ لیا بھئی؟ اچھا، اور آپ جانتے ہیں بھئی لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کہ مذکر کے لیے دو مؤنث کے جیسا حصہ ہوتا ہے، تو بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملتا ہے یعنی دو بیٹیوں کے برابر ہے ایک بیٹا۔ تو اب بیٹیوں کے نیچے لکھو ایک ایک اور بیٹوں کے نیچے لکھ دو دو بھئی۔ کل کتنے حصے ہو گئے؟ چھ۔ تو بس چھ سے مسئلہ بن گیا۔ کل مال کے چھ حصے کر لیں گے اور چھ میں سے سُدُسٌ ایک بیٹی کو، سُدُسٌ دوسری بیٹی کو، اور ثُلُثٌ ایک بیٹے کو اور ثُلُثٌ۔ دیکھو ناچھ کل مثلاً چھ درہم ہے کل مال یا چھ دینار ہے کل مال، تو اس میں سے چھ میں سے ایک کس کو دیا؟ بیٹی کو، یہ کتنا بنا؟ سُدُسٌ چھٹا حصہ۔ اور بیٹے کو دینے ہیں دو، تو دو چھ کا کتنا بنتا ہے؟ ثُلُثٌ بنتا ہے، سمجھ میں آیا؟ تو یہ تقسیم ہو گئی مال کی بھئی، اور وہ اوپر لکھ لیا بھئی مسئلہ چھ سے بن رہا ہے، میت کے اوپر بھئی چھ لکھنا ہے۔

آگے لکھیے: یاد رکھیے حصے چھ قسم کے ہیں: نِصْفٌ، رُبُعٌ اور ثُمُنٌ، ثا کے ساتھ، یہ نوع اول ہے، اسی کے ساتھ لکھنا ہے آگے یہ نوع اول ہے۔ نچلی سطر میں اب لکھیں: ثُلُثَانِ، ثُلُثٌ، سُدُسٌ، یہ نوع ثانی ہے۔

دیکھو بھئی، آٹھ ہے مثلاً آٹھ، آٹھ کا نِصْفٌ کیا بنے گا؟ چار۔ اچھا، اور آٹھ کا رُبُعٌ کتنا بنے گا چوتھا حصہ؟ دو۔ تو نِصْفٌ کتنا تھا؟ چار۔ اچھا اس نِصْفٌ کو نِصْفٌ کرو یہ کتنا بنا؟ دو، اور دو کتنا ہے آٹھ کا؟ چوتھا یعنی رُبُعٌ ہے۔ تو معلوم ہوا نِصْفٌ کو نِصْفٌ کیا جائے تو کتنا بنتا ہے؟ رُبُعٌ۔ اور اچھا اس رُبُعٌ کو بھی نِصْفٌ کر دو، دو کا نِصْفٌ کتنا ہوا؟ ایک، اور ایک آٹھ کا کتنا ہے؟ ثُمُنٌ ہے۔ تو معلوم ہوا رُبُعٌ کو نِصْفٌ کرو تو کتنا بن جاتا ہے؟ ثُمُنٌ۔ تو نِصْفٌ کو نِصْفٌ کرو تو رُبُعٌ بنتا ہے اور رُبُعٌ کو نِصْفٌ کرو تو ثُمُنٌ بنتا ہے۔ یا یوں کہو ثُمُنٌ کو دگنا کرو تو رُبُعٌ بنتا ہے اور رُبُعٌ کو دگنا کرو تو نِصْفٌ بنتا ہے۔ تو یہ تینوں کا آپس میں تعلق ہے،

یہ نوع اول کے ہم نے بنا دیے۔ اسی طرح ثُلُثَانِ

،ثُلُثٌ اور سُدُسٌ ہیں۔ مثلاً چھ کے حصہ کرنا ہے، چھ کے۔ بھئی چھ میں سے ثُلُثٌ کتنا ہو گا؟ نِصْفٌ نہیں ثُلُثٌ چھ کا؟ دو۔ اور دو ثُلُثٌ کتنے ہوں گے؟ چار، سمجھ میں آیا؟ اور سُدُسٌ کتنا ہو گا چھ کا؟ ایک۔ تو ایک سُدُسٌ ہے، سُدُسٌ کو دگنا کرو کتنے ہوئے؟ دو، اور دو چھ کا کتنا ہے؟ ثُلُثٌ۔ معلوم ہوا سُدُسٌ کو دگنا کریں تو کیا بن جاتا ہے؟ ثُلُثٌ۔ اور ثُلُثٌ کو دگنا کریں تو کیا بن جاتے ہیں؟ ثُلُثَانِ۔ یا یوں کہیں ثُلُثَانِ کو نِصْفٌ کرو تو کیا بنتا ہے؟ ثُلُثٌ، اور ثُلُثٌ کو نِصْفٌ کرو تو کیا بنتا ہے؟ سُدُسٌ بنتا ہے۔ تو ان میں بھی آپس میں تعلق ہے بھئی، تو یہ نوع ثانی ہیں۔

آگے لکھیے، اصول نمبر دو: اگر ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے صرف ایک ہی فرد ہو، تو عموماً مسئلہ اسی کے حصے کے عدد سے حل ہو جائے گا، جبکہ باقی صرف عَصَبَاتٌ ہوں۔ مثلاً خاوند ہے اور ایک بیٹا ہے۔ تو اس صورت میں خاوند کو رُبُعٌ ملتا ہے۔ اور رُبُعٌ کے ساتھ والا عدد کون سا ہے بھئی؟ چار۔ رُبُعٌ کا عدد کیا ہے؟ چار بھئی، کیونکہ رُبُعٌ چوتھے حصے کو کہتے ہیں نا تو اسی کا عدد بنا لو چار۔ تو چار سے ہی مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ایک حصہ خاوند کو مل جائے گا اور تین حصے بیٹا لے جائے گا عَصَبَةٌ ہونے کی وجہ سے۔

لکھ لیا بھئی؟ اب وہی میت نیچے بناؤ بھئی صورت۔ لکھ لیا بھئی؟ اب اس میت کے نیچے ایک طرف لکھ لو زَوْجٌ، ایک طرف لکھ لو اِبْنٌ۔ اور زَوْجٌ کے نیچے لکھو ایک، اور باقی کتنا ہوا؟ تین، وہ بیٹے کے نیچے لکھ دو۔ اور مسئلہ کتنے سے بن گیا؟ چار سے، وہ بھی اوپر لکھ دو۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟

اصول نمبر تین: اگر ذَوِي الْفُرُوضِ کئی ہیں البتہ ہیں ایک ہی نوع کے، یعنی سارے ہی نوع اول کے ہوں یا سارے ہی نوع ثانی کے ہوں۔ نوع اول اور نوع ثانی بھئی جانتے ہو ابھی میں نے بتایا، نوع اول کون سا ہے؟ یعنی کئی ذَوِي الْفُرُوضِ ہیں لیکن اسی میں سے حصے بن رہے ہیں نِصْفٌ، رُبُعٌ، ثُمُنٌ میں سے۔ یا سب کے ثُلُثَانِ، ثُلُثٌ اور سُدُسٌ والے ہیں، ایک ہی نوع والے ہیں سارے۔ کیا لکھا آپ نے؟ یا سارے ہی نوع ثانی کے ہوں، تو ان میں سے جو سب سے کم حصے والا ہو گا اسی کے عدد سے مسئلہ بن جائے گا۔

مثلاً فرض کریں نِصْفٌ، رُبُعٌ اور ثُمُنٌ اکٹھے ہوئے، تو سب سے کم حصہ کون سا ہے بھئی؟ ثُمُنٌ، آٹھواں حصہ۔ تو ثُمُنٌ کا عدد کیا ہے؟ آٹھ۔ تو آٹھ سے مسئلہ حل ہو جائے گا بھئی۔ یا مثلاً نِصْفٌ اور رُبُعٌ جمع ہوئے، تو ان میں سب سے کم کون سا ہے؟ رُبُعٌ ہے، تو چار سے مسئلہ بن جائے گا۔

مثلاً زَوْجٌ، بِنْتٌ اور عَمٌّ یعنی چچا باقی ہیں، تو مسئلہ اس طرح حل ہو گا بھئی۔ نیچے اب وہ صورت بناؤ بھئی، میت۔ میت کے نیچے زَوْجٌ، بِنْتٌ اور عَمٌّ کچھ کچھ فاصلے پر لکھ لو بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟ دیکھیے آپ نے زَوْجٌ کی حالتیں پڑھی تھیں، یاد ہیں کچھ بھئی؟ کہ اولاد نہ ہو تو کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ۔ اور اولاد ہو تو کتنا ملتا ہے؟ رُبُعٌ ملتا ہے۔ کتنا ملتا ہے؟ رُبُعٌ۔ تو معلوم ہوا خاوند کا حصہ یہاں بنے گا رُبُعٌ۔ اور بیٹی اکیلی ہو تو اس کو کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ ملتا ہے، سمجھ میں آیا؟ اور آگے چچا ہے وہ تو عَصَبَةٌ ہے، اس کی تو بات ہی ابھی نہ کرو، اس کو تو باقی مال دے دیں گے۔ تو کون کون سے حصے اکٹھے ہوئے؟ نِصْفٌ اور رُبُعٌ، یعنی یہ دونوں کس میں سے ہیں؟ نوع اول میں سے۔ تو نِصْفٌ اور رُبُعٌ آ گئے۔ تو اس میں سے چھوٹا کون سا ہے؟ رُبُعٌ۔ اور رُبُعٌ والا عدد کون سا ہے؟ چار۔ تو چار سے مسئلہ بن جائے گا۔ اب چار میں سے خاوند کو کتنا دینا ہے؟ رُبُعٌ، چار میں سے ایک خاوند کے نیچے لکھ دو۔ بیٹی کو، بِنْتٌ کو کتنا دینا ہے؟ نِصْفٌ، چار کا نِصْفٌ کتنا ہے؟ دو، دو بیٹی کے نیچے لکھ دو۔ اور چچا باقی مال کو لے لے گا، کتنا باقی مال بچا؟ ایک رہ گیا کیونکہ دو بیٹی کو اور ایک خاوند کو ملا چار میں سے تو ایک حصہ رہ گیا، وہ چچا کو دے دیں گے وہ عَصَبَةٌ ہونے کی بنا پر لے لے گا۔ تو چار سے مسئلہ ہوا بھئی، وہ چار بھی اوپر لکھ دینا۔

یہی صورت ذرا پھر نیچے بناؤ لیکن اب خاوند کے بجائے زَوْجَةٌ زندہ ہے۔ اس صورت میں تو زَوْجَةٌ کا انتقال ہوا تھا، اب صورت بناؤ زَوْجٌ کا انتقال ہو۔ تو زَوْجٌ ہو ایہ میت اور نیچے زَوْجَةٌ لکھ دو زَوْجٌ کی جگہ۔ میت اور نیچے لکھو زَوْجَةٌ، بِنْتٌ اور عَمٌّ یعنی چچا۔ اچھا دیکھیے بھئی، اب کیا صورت ہو گی؟ بیٹی اکیلی ہو تو اسے کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ۔ تو دیکھو بیٹی کا حصہ بنتا ہے نِصْفٌ۔ اچھا، آگے ہے زَوْجَةٌ بیوی۔ بیوی کی آپ نے پڑھا تھا دو حالتیں ہیں: اگر اولاد نہ ہو تو اسے رُبُعٌ ملتا ہے چوتھا حصہ، اور اگر اولاد ہو تو ثُمُنٌ یعنی آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ تو دیکھو اور تیسرا ہے چچا، چچا تو عَصَبَةٌ بنے گا اس کی بات ہی ابھی نہ کریں۔ تو کون کون سے حصے یہاں جمع ہوئے؟ نِصْفٌ اور ثُمُنٌ۔ اور ان میں سے چھوٹا کون سا ہے؟ ثُمُنٌ۔ تو ثُمُنٌ کا عدد کیا ہے؟ آٹھ۔ آٹھ سے مسئلہ بن جائے گا۔ آٹھ میں سے آٹھواں حصہ ہم نے کس کو دینا ہے، ثُمُنٌ کس کو دینا ہے؟ زَوْجَةٌ کو۔ تو آٹھواں حصہ کتنا ہوتا ہے؟ ایک، ایک لکھ دو زَوْجَةٌ کے نیچے۔ بیٹی کو کتنا دینا ہے؟ نِصْفٌ۔ تو آٹھ کا نِصْفٌ کتنا ہوا؟ چار، چار بیٹی کے نیچے لکھ دو۔ اور باقی کتنا بچا؟ تین باقی رہ گئے کیونکہ چار بیٹی کو، ایک زَوْجَةٌ کو، پانچ ہو گئے، آٹھ میں سے پانچ نکالے کتنے رہ گئے؟ تین۔ وہ تین کے تین چچا لے جائے گا عَصَبَةٌ ہونے کی بنا پر۔ تو مسئلہ بن گیا آٹھ سے، زَوْجَةٌ کو ایک، بیٹی کو چار اور چچا کو تین حصے مل گئے

بھئی۔

قانون نمبر چار بھئی، اصول نمبر چار: اگر نوع اول میں سے صرف نِصْفٌ ہو اور نوع ثانی میں سے کوئی بھی اس کے مقابلے میں ہو، تو مسئلہ چھ سے بنے گا۔

اصول نمبر پانچ: اگر نوع اول کا رُبُعٌ نوع ثانی کے کسی کے بھی مقابلے میں آجائے، تو بارہ سے مسئلہ بنے گا۔

اصول نمبر چھ: نوع اول کا ثُمُنٌ یعنی آٹھواں حصہ نوع ثانی کے کسی کے بھی مقابلے میں آجائے، تو چوبیس سے مسئلہ بنے گا۔

چلیے یہ قوانین تو ختم ہوئے بھئی۔ اب آگے ایک نئی بحث ہے عَوْلٌ کی، عَوْلٌ۔ اَلْعَوْلُ، عین واو لام، اَلْعَوْلُ الگ بحث ہے یہ۔ جی لکھیے: بعض اوقات سِهَامٌ یعنی حصے مخرج سے بڑھ جاتے ہیں۔ بھئی مخرج وہ ہے جس سے مسئلہ بنایا ہم نے، وہ کیا ہے؟ مخرج ہے۔ مخرج وہ ہے جس سے مسئلہ بنایا بھئی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے بھئی؟ مثلاً مسئلہ چھ سے بن رہا ہے تو یہ چھ کیا کہلائے گا؟ مخرج کہلائے گا۔

تو ادھر ذرا دیکھو پہلے بات کو سمجھ لو پھر لکھ لینا بھئی۔ تو مخرج کس کو کہتے ہیں؟ جس سے آپ نے مسئلہ بنایا۔ اور سِهَامٌ کس کو کہتے ہیں؟ حصے جو ہر ایک کو حصہ دیا، مثلاً ایک کو ایک دیا، دوسرے کو دو حصے دیے، تیسرے کو تین حصے دیے۔ تو جو مخرج اور سِهَامٌ ہیں بعض اوقات یہ برابر نہیں رہتے، حصے مخرج سے بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً مخرج ہے چھ اور حصے ہیں سات بن گئے، اب کیا کریں بھئی؟ چھ میں سے سات حصے کیسے نکالیں؟ تو یاد رکھیے پھر اس صورت میں عَوْلٌ کیا جاتا ہے۔ کیا کیا جاتا ہے؟ عَوْلٌ کیا جاتا ہے۔ مثلاً چھ میں سے سات حصے نہیں بن سکتے، تو اب ہم چھ سے عَوْلٌ کریں گے سات کی طرف اور سات حصے بنا کر پھر تقسیم کر دیں گے۔ چھ سے تو سات نہیں بن سکتے لیکن سات سے تو سات بن سکتے ہیں، تو چھ کو چھوڑ کر ہم کس کی طرف چلے جائیں گے؟ سات بھئی، سات سے مسئلہ بنالیں گے ہم۔ کیا کریں گے؟ تو یہ ہم نے چھ سے عَوْلٌ کیا کس کی طرف؟ سات کی طرف ہم چلے گئے۔ کیوں ہم گئے؟ پھر حصے پورے بنیں گے ورنہ تو حصے پورے بنتے نہیں ہیں بھئی۔ تو یہ جو ایک عدد کو چھوڑ کر اس سے بڑے عدد کی طرف ہم چلے جاتے ہیں تاکہ حصے پوری طرح تقسیم ہو سکیں، اس کو کیا کہا جاتا ہے؟ عَوْلٌ کہا جاتا ہے۔ سمجھ میں آگیا بھئی؟ جی اب لکھیے بھئی:

تو اس صورت میں مخرج سے اوپر کسی ایسے عدد کی طرف ہم چلے جائیں گے جس سے سِهَامٌ پورے کے پورے نکل سکیں، اسے عَوْلٌ کہتے ہیں۔

یاد رکھیے، الگ سطر لکھیے بھئی: یاد رکھیے مخارج کل سات ہیں: دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ، چوبیس۔ مخارج لکھوا رہا ہوں بھئی یہ سات عدد ہیں بھئی: دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ، چوبیس۔ لکھ لیا بھئی؟ یہ سات عدد ہیں یہ مخارج بنتے ہیں۔

ایک اور بات یہاں یاد رکھیے بھئی: بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں کبھی عَوْلٌ کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ حصے پورے پورے بن جاتے ہیں۔

اچھا، آگے میں نے کیا لکھوایا مخارج کتنے ہیں؟ سات۔ ان سات مخارج میں سے صرف تین کے اندر عَوْلٌ ہو سکتا ہے، اور وہ ہیں چھ، بارہ اور چوبیس۔ لکھ لیا بھئی؟ آگے الگ سطر میں لکھیے: چھ کا عَوْلٌ سات، آٹھ، نو یا دس تک ہو سکتا ہے۔ لکھ لیا بھئی؟ دیکھو بھئی چھ سے حصے نہیں بن رہے تو پھر ہم سات کی طرف چلے جائیں گے، سات سے نہیں بن رہے تو کس کی طرف چلے جائیں گے؟ آٹھ، آٹھ سے بھی نہیں بن رہے تو کدھر چلے جائیں گے؟ نو، نو سے بھی حصے نہیں بن رہے تو کس کی طرف چلے جائیں گے؟ دس بھئی۔ تو ان میں ضرور مسئلہ حل ہو جائے گا، اس کے علاوہ کبھی نہیں ہو سکتا بھئی۔

الگ سطر میں لکھیے: بارہ کا عَوْلٌ کبھی تیرہ تک ہو گا، کبھی پندرہ یا سترہ تک۔ لکھ لیا بھئی؟ پندرہ یا سترہ۔ دیکھو بعض اوقات بارہ سے حصے پورے نہیں ہو رہے تو پھر ہم کس کی طرف چلے جائیں گے؟ تیرہ کی طرف۔ تیرہ سے حصے پورے نہیں بن رہے تو پھر ہم پندرہ کی طرف چلے جائیں گے، یعنی پندرہ کی طرف جانے کی ضرورت پیش آجائے گی بعض اوقات، اور بعض اوقات سترہ تک جانے کی ضرورت پیش آجائے گی۔ چودہ اور سولہ کی طرف جانے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آتی بھئی۔ تو بارہ کا عَوْلٌ صرف تین عدد ہوں گے بھئی، ان تک عَوْلٌ ہو گا: بارہ کے بجائے کس کی طرف جانا پڑے گا؟ تیرہ کی طرف، یا بارہ کے بجائے کس کی طرف؟ پندرہ کی طرف جانا پڑے گا، یا بارہ کے بجائے سترہ کی طرف، تو حصے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔

الگ سطر میں لکھیے: جبکہ چوبیس کا عَوْلٌ صرف ستائیس ہو گا۔ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ کے نزدیک چوبیس کا عَوْلٌ اکتیس بھی ہو سکتا ہے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ چوبیس بعض اوقات مخرج ہے لیکن اس سے حصے پورے نہیں نکل رہے تو اب ہمیں کس کی طرف جانا پڑے گا؟ ستائیس، سیدھا ستائیس کی طرف گئے مسئلہ حل ہو جائے گا بھئی۔ درمیان میں پچیس چھبیس کی طرف جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یا حضرت عبد اللہ ابن مسعود رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ کے نزدیک چوبیس کا عَوْلٌ اکتیس بھی ہو سکتا ہے بعض اوقات، بعض صورتوں میں۔

اب ایک صورت بھی نیچے لکھ لیجیے بھئی کہ بیوی کا انتقال ہوا اور اس کا خاوند، دو حقیقی بہنیں اور ماں زندہ ہیں بھئی۔ بھئی اس صورت ذرا بتاؤ بھئی، دیکھو بیوی کا انتقال ہوا ہے، کوئی اولاد زندہ ہے؟ کوئی اولاد نہیں۔ اس صورت میں خاوند کو کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ خاوند کو ملتا ہے۔ اچھا، ماں کا حصہ بھئی، ماں۔ ماں کو کتنا ملے گا؟ جی؟ وہ ذرا ماں والی حالتیں نکالو بھئی، دیکھو بھئی تیسری حالت دیکھو ذرا، سُدُسٌ کب ملتا ہے؟ میت کے بہن بھائیوں میں سے کوئی دو موجود ہوں تو ماں کو کتنا ملتا ہے؟ سُدُسٌ ملتا ہے۔ دیکھو ماں کی تیسری حالت ہے، یہاں میت کی دو بہنیں موجود ہیں تو ماں کو ملے گا سُدُسٌ۔ خاوند کا کتنا بن رہا ہے؟ نِصْفٌ۔ ماں کا حصہ ہوا سُدُسٌ۔ اور حقیقی بہنیں جو ہیں ان کا حصہ بھئی، ذرا حقیقی بہنوں کی حالتیں بھی دیکھ لو بھئی۔ جی؟ پانچ حالتیں ہیں، بتاؤ یہاں کون سی حالت لگے گی بھئی؟ جی؟ دو ثُلُثٌ بھئی، ثُلُثَانِ یعنی ملے گا۔ یہ کون سی حالت ہے، کب دیتے ہیں ثُلُثَانِ حقیقی بہنوں کو؟ میت کے باپ اور دادا اور اولاد نہ ہو، تو پھر کیا کرتے ہیں؟ بہنیں ایک ہو تو نِصْفٌ، دو یا زیادہ ہوں تو ثُلُثَانِ۔ یہاں بھی دیکھیے میت کے باپ اور دادا میں سے کوئی ہے؟ نہیں۔ اسی طرح میت کی اولاد ہے؟ یہاں اولاد بھی نہیں ہے، تو ان کو ثُلُثَانِ ملے گا یعنی دو ثُلُثٌ ملیں گے۔

اچھا، اب دیکھیے بھئی کون کون سے حصے آئے؟ خاوند کا کتنا حصہ بن رہا ہے؟ نِصْفٌ۔ اچھا خاوند کے نیچے ذرا لکھ لو نِصْفٌ، تاکہ یاد رہے، ویسے ہی نِصْفٌ لکھ لو چھوٹا سا کر کے۔ حقیقی بہنوں کے نیچے ثُلُثَانِ لکھو، ماں کے نیچے سُدُسٌ لکھ لو۔ اچھا دیکھو بھئی، کیا آیا ماں کا حصہ؟ سُدُسٌ۔ بہنوں کا حصہ؟ ثُلُثَانِ۔ سُدُسٌ اور ثُلُثَانِ یہ نوع اول میں سے ہیں یا نوع ثانی میں سے؟ یہ دونوں نوع ثانی میں سے ہیں۔ اچھا اور نِصْفٌ کس میں سے ہے؟ نوع اول میں سے۔ اور میں نے آپ کو قانون بتلایا تھا، قانون نمبر چار کیا تھا؟ کہ اگر نِصْفٌ کس کے ساتھ آجائے؟ نوع ثانی کے کسی کے بھی مقابلے میں اگر نِصْفٌ آجائے تو مسئلہ کتنے سے بنے گا؟ چھ سے۔ تو نِصْفٌ آیا نوع ثانی کے مقابلے میں تو چھ سے مسئلہ بنے گا، چھ لکھو اوپر بھئی۔ چھ لکھ لیا اوپر؟ چھ سے مسئلہ بن رہا ہے بھئی۔ اچھا، چھ میں سے سُدُسٌ دینا ہے ماں کو، چھ کا سُدُسٌ کتنا ہوا؟ ایک، ماں کے نیچے ایک لکھ لیجیے۔ اچھا، دو ثُلُثٌ دینے ہیں حقیقی بہنوں کو، چھ کے دو ثُلُثٌ کتنے ہوئے؟ چھ کا ثُلُثٌ کتنا ہے؟ دو، دو ثُلُثٌ کتنے ہوئے؟ چار۔ تو حقیقی بہنوں کو حصہ مل گیا چار۔ اور خاوند کو دینا ہے نِصْفٌ، تو چھ کا نِصْفٌ کتنا ہے؟ تین، تو تین خاوند کے نیچے لکھ دیجیے۔ یہ مال تقسیم ہو گا۔ لیکن اب ذرا حصے جمع کرو کتنے بن رہے ہیں حصے؟ تین خاوند کے، چار حقیقی بہنوں کے، یہ سات ہوئے اور ایک حصہ ماں کا، کتنے ہوئے؟ آٹھ۔ تو حصے بن گئے آٹھ اور مخرج ہے چھ، مسئلہ بنا رہے ہیں ہم چھ سے۔ تو چھ سے تو آٹھ حصے نہیں بن سکتے، تو پھر کیا کریں گے؟ عَوْلٌ کریں گے۔ کس کی طرف؟ سات کی طرف جائیں تو بنتا ہے؟ نہیں، تو آٹھ کی طرف چلے جائیں گے۔ تو اب چھ کے آگے لکھو عین، لمبا ذرا عین۔ کس طرح لکھو گے؟ عین کا سر بنا کے اس کو آگے سیدھا ہی ذرا لے جاؤ۔ صرف عین کا سر بنا کے، جیسے بھئی وہ نمبر کو چھوٹا کر کے نہیں لکھتے اردو میں؟ نون میم لکھ کر آگے لمبا کر کے لے جاتے ہیں، تو عین کا سر بنا کے تھوڑا سا لمبا کر دو اور اس کے اوپر کیا لکھو؟ آٹھ لکھ لو۔ اسی جہاں چھ لکھا تھا چھ سے آگے عین لکھو، بھئی عین کا سر ڈالو اور نیچے آنے کے بجائے پھر آگے سیدھا بنا کی طرح لمبا لے جاؤ اور اس کے اوپر لکھ لو آٹھ۔ تو یہ عین عَوْلٌ کی علامت ہے، چھ سے عَوْلٌ ہوا کس کی طرف؟ آٹھ کی طرف بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

آگے بھئی ایک الگ بحث ہے، وہ مختصر سی بحث بھئی وہ بھی لکھ لیجیے: اعداد میں چار نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت ضرور ہو گی: نمبر ایک تَمَاثُلٌ، ثا کے ساتھ ہے ثا، نمبر ایک تَمَاثُلٌ، نمبر دو تَدَاخُلٌ، نمبر تین تَوَافُقٌ، نمبر چار تَبَايُنٌ۔ لکھ لیا بھئی؟ تَمَاثُلٌ، تَدَاخُلٌ، تَوَافُقٌ قاف دو نقطوں والا ہے، تَبَايُنٌ بھئی۔

اب آگے تفصیل لکھیے، تَمَاثُلٌ بھئی: دونوں عدد ایک جیسے ہوں تو ان میں نسبت تَمَاثُلٌ کی ہے، یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کے مثل ہیں، جیسے تین اور تین۔ لکھ لیا بھئی؟ دیکھو اب بات سمجھ لو، دیکھو ایک جیسے عدد ہوں تو کوئی آپ سے پوچھے ان میں کون سی نسبت ہے؟ آپ کہیں گے تَمَاثُلٌ ہے یعنی ایک دوسرے کے مثل ہیں۔ چھ اور چھ میں کیا ہے، کون سی نسبت ہے؟ تَمَاثُلٌ۔ چار اور چار میں؟ تَمَاثُلٌ ہے۔ دو اور دو کے اندر؟ تَمَاثُلٌ ہے، سمجھ میں آیا؟

اگلا ہے تَدَاخُلٌ۔ لکھیے بھئی: اگر دو عددوں میں سے ایک عدد چھوٹا ہے اور ایک عدد بڑا، اور بڑا عدد چھوٹے عدد سے پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے، تو ان دونوں میں نسبت تَدَاخُلٌ ہے، جیسے تین اور نو۔ اب ادھر دیکھیے بھئی بات سمجھ لیجیے: دیکھو دو عدد ہوں اور ایک چھوٹا ہے ایک بڑا ہے، لیکن بڑا عدد چھوٹے سے پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے، کوئی آپ سے پوچھے ان میں کیا نسبت ہے؟ آپ فوراً کیا کہیں گے؟ تَدَاخُلٌ۔ مثلاً تین اور نو، تین چھوٹا ہے نو بڑا، لیکن جو بڑا نو ہے وہ تین سے پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے، تین تیے نو بھئی۔ اسی طرح بھئی دو اور چار، ان میں بھی کوئی پوچھے کون سی نسبت ہے؟ آپ کیا کہیں گے؟ تَدَاخُلٌ۔ دو اور آٹھ، ان میں کون سی نسبت ہے؟ تَدَاخُلٌ کی۔ آٹھ اور چونسٹھ، کون سی نسبت ہے؟ تَدَاخُلٌ، کیونکہ چونسٹھ آٹھ سے کیا ہے؟ پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

اگلا لکھیے بھئی، تَوَافُقٌ اور تَبَايُنٌ دونوں لکھ لیجیے بھئی، تَوَافُقٌ اور تَبَايُنٌ: اگر ایک عدد چھوٹا ہے اور ایک عدد بڑا ہے، اور بڑا عدد چھوٹے عدد سے پورا

پورا تقسیم بھی نہیں ہوتا، تو پھر دیکھیں کہ کیا کوئی تیسرا عدد ایسا ہے جو ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دے۔ تو اگر ایسا ہو تو ان دونوں میں نسبت تَوَافُقٌ کی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر نسبت تَبَایُنٌ کی ہے۔

الگ سطر میں لکھیے بھئی: تَوَافُقٌ کی مثال جیسے آٹھ اور بیس۔ اب بیس آٹھ سے پورا پورا تقسیم نہیں ہوتا، البتہ ایک تیسرا عدد یعنی چار ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے، تو آٹھ اور بیس میں تَوَافُقٌ کی نسبت ہے۔ نیچے الگ سطر میں لکھیے: تَبَایُنٌ کی مثال جیسے نو اور بیس۔

لکھ لیا بھئی؟ اب دیکھیے ادھر دیکھیے بھئی، دیکھیے بھئی تَوَافُقٌ کس کو کہتے تھے؟ کہ ایک عدد چھوٹا ہے ایک بڑا، اور چھوٹے سے بڑا عدد پورا پورا تقسیم نہیں ہوتا، جیسے آٹھ اور بیس، بیس آٹھ سے تقسیم نہیں ہوتا پورا۔ پھر دیکھو کیا کوئی تیسرا عدد ایسا ہے جو ان دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے؟ جیسے یہاں پر چار ہے، چار سے بیس بھی تقسیم ہو جاتا ہے اور آٹھ بھی، تو معلوم ہوا ان دونوں آٹھ اور بیس میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ کی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو، کوئی تیسرا عدد بھی نہیں ہے جو ان دونوں کو تقسیم کر دے پورا پورا، تو ان میں نسبت تَبَایُنٌ کی ہے، جیسے نو اور بیس بھئی۔ بیس کو نو سے تقسیم نہیں کر سکتے ہم بھئی، اور کوئی تیسرا عدد بھی ایسا نہیں ہے جو دونوں کو تقسیم کر دے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟

تو معلوم ہوا نسبتیں کتنی ہیں؟ چار۔ تَمَاثُلٌ جب دونوں عدد کیا ہوں؟ بالکل ایک جیسے ہوں بھئی۔ اور تَدَاخُلٌ جب ایک بڑا ہو اور ایک چھوٹا اور بڑا والا عدد چھوٹے سے پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ اور تَوَافُقٌ جب بڑا عدد چھوٹے سے تقسیم تو نہیں ہوتا لیکن کوئی تیسرا عدد ایسا مل جاتا ہے جو کیا کر دیتا ہے ان دونوں کو؟ تقسیم کر دیتا ہے۔ اور اگر کوئی تیسرا عدد ایسا نہیں ملتا تو پھر اس صورت میں نسبت کون سی ہے؟ تَبَایُنٌ کی ہے بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۰: کتاب الفرائض (۵): عول (مخرج ۶، ۱۲ اور ۲۴ کا عول)، رد، مخارجِ فروض (دو گروپ) اور دو عددوں کے درمیان نسبتِ اربعہ (تماثل، تداخل، توافق، تباین)

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۶ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

گزشتہ سبق کے آخر میں اعداد کے اندر پائی جانے والی چار نسبتیں آپ نے لکھیں تھیں بھئی کہ وہ تَمَاثُل، تَدَاخُل، تَوَافُق اور تَبَایُن ہیں بھئی۔ آگے لکھیے: بَابُ التَّصْحِیحِ۔ تا صاد حایا حا، تَصْحِیحٌ۔

آگے لکھیے: عِلْمُ الْفَرَائِضِ کسر کو برداشت نہیں کرتا۔ کبھی کبھار عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ میں کسر واقع ہوتی ہے، اس صورت میں تَصْحِیحٌ کی ضرورت پیش آتی ہے کہ مسئلہ کسی ایسے عدد سے بنایا جائے کہ کسر واقع نہ ہو۔ لکھ لیا بھئی؟ دوبارہ سنیے: عِلْمُ الْفَرَائِضِ کسر کو برداشت نہیں کرتا، کبھی کبھار عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ میں کسر واقع ہوتی ہے، کسر چھوٹا کاف ہے اور سین ہے بھئی، اس صورت میں تَصْحِیحٌ کی ضرورت پیش آتی ہے کہ مسئلہ کسی ایسے عدد سے بنایا جائے کہ کسر واقع نہ ہو۔

مثلاً دیکھو بھئی، ایک صورت ایسی نکلی کہ بیٹیوں کا حصہ ثُلُثَانِ ہم نے انہیں دیا بھئی، کیونکہ جب بیٹیوں کے ساتھ بیٹا نہ ہو اور وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں کتنا ملتا ہے؟ ثُلُثَانِ ملتا ہے۔ اب بیٹیوں کو ثُلُثَانِ ملا جتنی بھی ہیں، اور بیٹیوں کو دیکھا تو فرض کرو وہ پانچ تھیں۔ اور فرض کرو ثُلُثَانِ ہم نے جو بنایا چھ سے بنایا اور چھ کا دو ثُلُثْ کتنا ہے؟ چار۔ تو بیٹیوں کے حصے میں کتنا آیا؟ چار آیا، اور ان بیٹیوں کی تعداد کتنی ہے؟ پانچ۔ اب چار کو پانچ میں کیسے تقسیم کیا جا سکتا ہے بھئی؟ کسر واقع ہو رہی ہے، پورا پورا عدد ہر ایک کو نہیں جا رہا۔ تو اس صورت میں پھر کیا کرتے ہیں؟ تَصْحِیحٌ کرتے ہیں بھئی مسئلے کی اور کوئی ایسا عدد نکالتے ہیں کہ جس سے ہر ہر وارث کا پورا حصہ نکل آئے بھئی۔ دیکھو بیٹیوں کا حصہ تو کتنا ابھی نکل آیا تھا؟ چار، اور بیٹیاں کل کتنی ہیں؟ پانچ۔ تو اب ہر بیٹی کو بھی تو حصہ ایسی صورت ہونی چاہیے کہ پھر اس چار میں سے ہر بیٹی کا حصہ بھی ہم آرام سے پورے پورے عدد کے ذریعے نکالیں۔ اگر دو بیٹیاں ہوتیں تو چار کیسے تقسیم ہوتا؟ دو ایک بیٹی کو دے دیتے اور دو دوسری کو۔ اگر چار بیٹیاں ہوتیں تو چار ہی ان کا حصہ نکلا ہے، تو چار کیا کر دیتے؟ ہر بیٹی کا کتنا حصہ ہو جاتا؟ ایک ایک ہو جاتا۔ لیکن اب بیٹیاں پانچ ہیں، عدد پورا تقسیم نہیں ہو رہا ان پر، تو اس کو کہتے ہیں کہ کسر آ گئی بھئی۔ کیا آ گئی؟ کسر آ گئی بھئی۔ چاہے حصہ زیادہ ہو چاہے اوپر ان کی وارثوں کی تعداد زیادہ ہو، بس برابر جب نہیں ہو سکتے آپس میں اسے کیا کہیں گے؟ کسر آ گئی بھئی۔

آگے لکھیے الگ سطر میں: وارثوں میں سے ہر فریق کو عَدَدِ رُؤُوسِ، رُؤُوسِ بھئی را لکھو پھر دو واو لکھو اور پہلے واو پر ہمزہ ڈال دو اور پھر سین، عَدَدِ رُؤُوسِ۔ تو وارثوں میں سے ہر فریق کو عَدَدِ رُؤُوسِ اور حصوں کو سِهَامٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دیکھو ابھی سَهْمٌ کتنا تھا بیٹیوں کا ابھی؟ چار تھا، اور عَدَدِ رُؤُوسِ کتنے تھے؟ پانچ تھے بھئی۔ تو جو وارثوں کی تعداد ہے اس کو کیا کہیں گے؟ عَدَدِ رُؤُوسِ، اور حصے کو کیا کہیں گے؟ سِهَامٌ۔

آگے الگ سطر میں لکھیے: تَصْحِیحٌ کے کل سات قاعدے اور قوانین ہیں۔ پہلے تین قاعدوں میں عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ کے درمیان نسبت کو دیکھا جائے گا، جبکہ آخری چار اصولوں یعنی قاعدوں میں عَدَدِ رُؤُوسِ میں آپس میں نسبتوں کو دیکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں پہلا قاعدہ اِسْتِقَامَتْ، دوسرا مُوَافَقَتْ اور تیسرا مُبَایَنَتْ کہلاتا ہے۔

آگے اب اِسْتِقَامَتْ کا قاعدہ آئے گا بھئی، اِسْتِقَامَتْ کا قاعدہ: اگر مسئلے میں ہر فریق کو پورا پورا حصہ بغیر کسر کے مل رہا ہے، تو تَصْحِیحْ کی ضرورت ہی نہیں، اسے اِسْتِقَامَتْ کہتے ہیں۔

مثال نمبر ایک: اچھا بھئی اسی طرح میت بنایئے بھئی، لمبا سا لکھیے میت۔ اور اس کے نیچے لکھیے بھئی دو بَنَاتْ، دو ہندسے کی صورت میں لکھیے دو، دو بیٹیاں ہیں بھئی میت کی، اکٹھی لکھ لو بس دو بَنَاتْ لکھ لو بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟ اس سے آگے کچھ فاصلے پر لکھیے أُمّْ، اس سے آگے کچھ فاصلے پر لکھیے أَبْ، یہ وارث ہیں بھئی۔ دو بَنَاتْ ہیں، أُمّْ ہے ماں اور أَبْ یعنی باپ ہے بھئی۔

اب کس طرح کریں گے بھئی؟ دیکھو میت کی صرف بیٹیاں ہیں اور کوئی اولاد نہیں۔ تو آپ نے پڑھا ہے اگر میت کی ایک بیٹی ہو صرف تو نِصْفْ ملتا ہے، دو یا زیادہ ہوں تو کتنا ملتا ہے؟ ثُلُثَانِ۔ تو بیٹیوں کے نیچے لکھ لیجیے ثُلُثَانِ۔ لکھ لیا بھئی؟ اور جو ماں کی حالتیں آپ نے پڑھی تھیں بھئی، ماں کی کتنی حالتیں تھیں؟ تین حالتیں تھیں بھئی: ایک تھا ثُلُثِ کُلّ، ایک ثُلُثِ مَا بَقِیَ اور ایک تیسری حالت تھی سُدُسْ۔ اور سُدُسْ والی حالت یہاں آئے گی بھئی، سُدُسْ، جب میت کی اولاد ہو بھئی یا بہن بھائیوں میں سے کوئی دو موجود ہوں تو ماں کو سُدُسْ ملتا ہے، تو یہاں بھی کتنا ملے گا؟ سُدُسْ۔ تو ماں کے نیچے سُدُسْ لکھ لیجیے۔ اور باپ کی کتنی حالتیں آپ نے پڑھی تھیں بھئی؟ باپ کی بھی تین حالتیں پڑھی تھیں بھئی۔ پہلی حالت کیا تھی؟ کہ وہ ذُو الْفَرْضِ بنتا ہے یعنی سُدُسْ ملتا ہے اسے صرف۔ اور دوسری صورت تھی کہ ذُو الْفَرْضِ اور عَصَبَةْ بنے گا۔ اور تیسری صورت کیا تھی کہ وہ صرف کیا بنے گا؟ عَصَبَةْ۔ ذُو الْفَرْضِ کب بنتا تھا باپ؟ جب میت کا بیٹا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ کوئی موجود ہو تو باپ کو سُدُسْ ملے گا اور عَصَبَةْ نہیں بنے گا کیونکہ بیٹا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ وہ عَصَبَةْ بن جائیں گے، سمجھ میں آیا بھئی؟ وہ عَصَبَةْ بن جائیں گے۔ اور اگر میت کی کوئی مذکر اولاد تو نہیں لیکن مؤنث اولاد ہے، مثلاً بیٹی، پوتی یا پڑپوتی وغیرہ میں سے کوئی ہو، تو باپ کو سُدُسْ بھی ملتا ہے اور وہ عَصَبَةْ بھی بنتا ہے، یعنی سُدُسْ دے دیں گے، باقیوں کو ان کا حصہ دے دیں گے اور پھر جو کچھ بچے گا وہ کس کو دے دیں گے؟ باپ کو دے دیں گے بھئی۔ اور تیسری حالت تھی میت کی کوئی اولاد نہ ہو تو باپ صرف عَصَبَةْ بنے گا بھئی۔ تو یہاں کون سی حالت بنے گی بھئی؟ دوسری حالت ہے کہ میت کی مؤنث اولاد موجود ہے، بیٹیاں موجود ہیں، تو اس صورت میں باپ کیا بنتا تھا؟ سُدُسْ بھی اسے ملے گا اور عَصَبَةْ بھی بنے گا۔ لکھ لیجیے سُدُسْ وعَصَبَةْ۔

اب دیکھیے یہ ایک ہی نوع کے، وہ قوانین لگاتے جایئے جتنے آپ نے پڑھے ہیں بھئی۔ یہ کون کون سے حصے جمع ہوئے یہاں؟ ثُلُثَانِ اور سُدُسْ۔ تو یہ ایک ہی نوع کے ہیں یا الگ الگ نوع کے؟ بھئی کل دو انواع لکھوائی تھیں آپ کو میں نے: ایک نوع میں کیا تھا نِصْفْ، رُبُعْ، ثُمُنْ، اور دوسری نوع میں کیا تھا ثُلُثَانِ، ثُلُثْ اور سُدُسْ۔ اب آپ بتایئے یہ ایک ہی نوع کے ہیں یا دو انواع کے ہیں؟ ایک ہی نوع کے ہیں بھئی، دوسری نوع کے۔ تو جب ایک ہی نوع کے ہوں تو پھر مسئلہ سب سے چھوٹے حصے والے عدد سے بنے گا۔ اور ثُلُثَانِ چھوٹا ہے یا سُدُسْ چھوٹا ہے؟ سُدُسْ چھوٹا ہے، اور سُدُسْ والا عدد پھر کون سا ہے؟ چھ۔ تو چھ سے مسئلہ بنے گا بھئی۔ چھ میں سے دو ثُلُثْ بیٹیوں کو دیں کتنا بنتا ہے؟ چار بنے گا، تو بیٹیوں کے نیچے اب لکھ لیجیے چار۔ ماں کو کتنا ملے گا؟ سُدُسْ۔ چھ کا سُدُسْ کتنا ہے؟ ایک بھئی، تو ماں کے نیچے ایک لکھ لیجیے، چھٹا حصہ۔ اور باپ کو کتنا پہلے دے دیں گے؟ اس کو بھی چھٹا حصہ دے دیں گے، اور چھٹا کتنا ہے؟ ایک، ایک لکھو ذرا۔ اور اب کچھ اور مال بچ جاتا ہے تو پھر وہ بھی دے دیں گے، لیکن دیکھو چار بیٹیوں کا، ایک حصہ ماں کا، ایک حصہ باپ کا، یہ کتنے ہو گئے؟ چھ۔ تو یہ پورا ہو گیا مال، کچھ بھی نہیں بچا۔ اگر کچھ اور بچتا تو وہ بھی ہم کس کو دے دیتے؟ باپ کو دے دیتے عَصَبَةْ ہونے کی بنا پر۔ تو دیکھیے چار، ایک، ایک یہ حصے ہو گئے۔ اور دیکھیے یہاں ہر وارث کو پورا حصہ بغیر کسر کے مل جاتا ہے: باپ کو چھٹا حصہ ملا وہ لے گیا، ماں کو بھی چھٹا حصہ ملا وہ اس کو مل گیا، اور بیٹیاں کتنی ہیں؟ دو، اور انہیں حصہ کتنا ملا؟ چار۔ تو چار میں سے اب ہر بیٹی کا کتنا حصہ ہوا؟ دو دو ہوا۔ کہیں کسر آئی؟ کسر نہیں آئی، پورا پورا مال تقسیم ہو گیا، تو یہ اِسْتِقَامَتْ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟

آگے لکھیے مثال نمبر دو: میت اسی طرح بنائیں۔ میت کے نیچے وارث ہے جی ایک ہے زَوْجْ خاوند بھئی، معلوم ہوا میت جو ہے وہ بیوی تھی۔ تو وارث کون ہے ایک؟ زَوْجْ ہے، اور آگے لکھیے چار حقیقی بہنیں۔ اب دیکھیے خاوند کو کتنا حصہ دیں گے؟ آپ نے پڑھا تھا خاوند کو نِصْفْ ملے گا جب میت کی اولاد نہ ہو۔ اور یہاں کوئی اولاد ہے میت کی؟ نہیں، بہنیں تو ہیں حقیقی لیکن اولاد کوئی نہیں، تو لہٰذا خاوند کو نِصْفْ ملے گا، لکھ لیجیے نِصْفْ۔ اور بہنوں کو، حقیقی بہنیں، جب آپ نے پڑھا تھا میت کی اولاد بھی نہ ہو، اس کے باپ اور دادا بھی نہ ہوں، تو ایک ہو بہن تو نِصْفْ ملتا ہے، دو یا زیادہ ہوں تو انہیں کتنا ملتا ہے؟ دو ثُلُثْ یعنی ثُلُثَانِ ملے گا۔ تو بہنوں کے نیچے ثُلُثَانِ لکھ دیجیے۔ زَوْجْ کے نیچے نِصْفْ اور بہنوں کے نیچے ثُلُثَانِ۔

اب دیکھیے آپ مجھے بتائیے یہ نِصْفٌ نوع اول میں سے ہے یا نوع ثانی میں سے؟ یہ نوع اول میں سے ہے، اور ثُلُثَانِ کس میں سے ہے؟ یہ نوع ثانی میں سے ہے۔ اور آپ نے چوتھا قانون پڑھا تھا کہ اگر نوع اول کا نِصْفٌ نوع ثانی کے کسی کے ساتھ بھی جمع ہو جائے، کسی کے بھی مقابلے میں آ جائے تو مسئلہ چھ سے بنے گا۔ تو یہاں بھی چھ سے مسئلہ بناؤ بھئی۔ چھ لکھ لیا اوپر؟ چھ میں سے نِصْفٌ دینا ہے خاوند کو، وہ کتنا بنا؟ تین، خاوند کے نیچے لکھ لیجیے تین۔ اور بہنوں کو دینا ہے دو ثُلُثٌ، اور چھ کا دو ثُلُثٌ کتنا ہے؟ چار، تو بہنوں کے نیچے چار لکھ دیجیے۔ اب حصے ذرا جمع کیجیے: تین خاوند کے، چار بہنوں کے، سات ہو گئے۔ اور چھ سے تو سات نہیں نکال سکتے، تو پھر یہاں عَوْلٌ ہو گا مولانا۔ سِهَامٌ مخرج سے نہیں نکل رہے، مخرج ہے چھ اور سِهَامٌ کتنے ہیں؟ سات۔ تو پھر آپ نے پڑھا تھا اوپر والے کسی ایسے عدد کی طرف چلے جائیں گے جس سے تقسیم پوری طرح ہو سکے۔ تو چھ سے اوپر کس کی طرف جائیں کہ ہر ایک کو حصہ پورا مل جائے گا؟ سات کی طرف چلے جائیں گے۔ تو آگے اسی طرح عین کا سر بنا کے لکیر ذرا سیدھی لے جاؤ اور اس کے اوپر کیا لکھ دو؟ سات۔ یہ ہوا عَوْلٌ سات کی طرف بھئی، یہ عین کا سر بتلائے گا کہ یہاں عَوْلٌ ہوا ہے، عین لکھا ہوا ہے یہ عین بتلائے گا بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟ اب مسئلہ درست ہو گیا۔ لیکن اب دیکھو ہر وارث کو اس کا حصہ پورا مل رہا ہے، کسر تو نہیں آ رہی؟ بھئی خاوند ایک ہے وہ تین حصے مل رہے ہیں، سارا ہی وہ لے جائے گا، کوئی کسر آئی؟ تین کے تین حصے وہ لے گیا۔ اور بہنیں تو ہیں چار لیکن ان کے حصے بھی کتنے ہیں؟ چار۔ تو ہر ایک کو ایک ایک حصہ پورا مل گیا، کسر یہاں نہیں آئی بھئی، کسر نہیں آئی۔ تو یہ ہے اِسْتِقَامَتٌ۔[1]

آگے لکھیے، مُوَافَقَتٌ: اگر صرف ایک ہی فریق پر کسر واقع ہو رہی ہو، تو دیکھو کہ عَدَدِ رُؤُوسِ اور اس کے سِهَامٌ میں کون سی نسبت ہے۔ اگر دونوں میں تَوَافُقٌ کی نسبت ہو، تو اس فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ کے وَفْقٌ کو، وَفْقٌ واو فا قاف دو نقطوں والا، تو اس فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ کے وَفْقٌ کو کل مسئلہ میں ضرب دے دیں، تو اس مسئلہ کی تَصْحِيحٌ ہو جائے گی۔ نیچے لکھیے: بالفاظ دیگر جو سب سے بڑا عدد اس فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ اور عَدَدِ سِهَامٍ کو تقسیم کر رہا تھا، اس عدد سے عَدَدِ رُؤُوسِ کو تقسیم کر دیں، تو یہ عَدَدِ رُؤُوسِ کا وَفْقٌ نکل آیا۔

لکھ لیا بھئی؟ اب آگے لکھیے مثال بھئی، لیکن مثالوں کے نمبر ترتیب سے دیتے جانا۔ ابھی تک کتنی مثالیں گزر چکیں؟ دو۔ بس مثالوں کے نمبر سب کے الگ الگ دیتے جاؤ۔ تو اس قانون کے لیے تو مثال اول ہے لیکن کل کے اعتبار سے یہ کون سی مثال ہے؟ تیسری، مثال نمبر تین بھئی۔ اسی طرح میت بنائیے بھئی۔ نیچے لکھیے چھ بَنَاتٌ، چھ بیٹیاں۔ آگے لکھیے أُمٌّ اور أَبٌ، یہ ہیں وارث بھئی۔ چھ بَنَاتٌ ہیں، ایک أُمٌّ یعنی ماں ہے، ایک أَبٌ یعنی باپ ہے بھئی۔ بھئی دیکھیے یہ بعینہٖ وہی مثال نمبر ایک والی صورت بن گئی، وہاں بھی بیٹیاں، أُمٌّ اور أَبٌ تھے، یہاں بھی بیٹیاں، أُمٌّ اور أَبٌ۔ تو یہاں بھی اسی طرح بھئی بیٹیوں کو کتنا ملے گا؟ ثُلُثَانِ، وہ لکھ لیجیے نیچے ثُلُثَانِ۔ ماں کو کتنا ملے گا؟ سُدُسٌ۔ اور باپ کو بھی سُدُسٌ ملے گا بھئی، سُدُسٌ وعَصَبَةٌ۔ اب مسئلہ اسی طرح چھ سے بنے گا، چھ لکھیے۔ بیٹیوں کے نیچے چار لکھیے، أُمٌّ کے نیچے ایک، أَبٌ

---

[1] جدول—کتاب اللہ کے چھ فروضِ مقدرہ، دو گروپ، اصولِ مسائل (۷) اور عول کا جدول:

عنوان	تفصیل و اعداد	فقہی و حسابی قاعدہ
فروضِ مقدرہ (۶—دو گروپ)	**گروپ اول (تضعیف و تنصیف):** ۲/۱، ۴/۱، ۸/۱؛ **گروپ دوم:** ۳/۲، ۳/۱، ۶/۱	اگر مسئلے میں صرف ایک گروپ کے فروض آئیں تو سب سے چھوٹے فرض کا مخرج ہی اصل مسئلہ ہو گا۔
دونوں گروپوں کے اختلاط کے قواعد	۲/۱ کے ساتھ گروپ دوم آئے تو مخرج ۶؛ ۴/۱ کے ساتھ آئے تو مخرج ۱۲؛ ۸/۱ کے ساتھ آئے تو مخرج ۲۴	کل اصولِ مسائل سات (۷) ہیں: ۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۲ اور ۲۴ (جن میں ۲، ۳، ۴ اور ۸ میں کبھی عول نہیں ہوتا)۔
عول ہونے والے ۳ مخارج (۶، ۱۲، ۲۴)	**مخرج ۶ کا عول:** ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ تک (طاق و جفت دونوں)؛ **مخرج ۱۲ کا عول:** ۱۳، ۱۵ اور ۱۷ تک (صرف طاق)؛ **مخرج ۲۴ کا عول:** صرف ۲۷ کی طرف (جیسے مسئلۂ منبریہ)	عول میں اصل مسئلہ کے عدد کو بڑھا کر حصوں (سہام) کے مجموعے کے برابر کر دیا جاتا ہے جس سے ہر وارث کے حصے میں تناسب سے کمی آ جاتی ہے۔
نسبتِ اربعہ (دو عددوں کے درمیان ۴ نسبتیں)	(۱) **تماثل:** دونوں برابر ہوں (جیسے ۳ اور ۳)؛ (۲) **تداخل:** چھوٹا بڑے کو پورا تقسیم کرے (جیسے ۳ اور ۶)؛ (۳) **توافق:** دونوں کسی تیسرے عدد سے تقسیم ہوں (جیسے ۴ اور ۶ کا وفق ۲ سے)؛ (۴) **تباین:** کوئی مشترک عادنہ ہو (جیسے ۳ اور ۴)	ان چار نسبتوں کے ذریعے تصحیح مسائل کے سات قوانین حل کیے جاتے ہیں۔

کے نیچے بھی ایک بھئی۔

اب دیکھیے أَبٌ ایک ہے، ایک حصہ ملا، کوئی کسر نہیں، پورا مل گیا۔ أُمٌّ کو سُدُسٌ پورا مل گیا۔ لیکن بیٹیوں کو مل رہا ہے چار حصے مل رہے ہیں چھ میں سے، اور بیٹیاں ہیں چھ، تو یہ چار چھ میں تقسیم نہیں ہو سکتا، کسر آ رہی ہے۔ تو اب کیا کریں گے؟ ان دونوں کے درمیان نسبت دیکھیں گے۔ اور نسبت دیکھی تو دیکھو ایک عدد چھوٹا ہے ایک بڑا ہے، اور چھوٹے عدد سے بڑا عدد پورا تقسیم نہیں ہو سکتا، البتہ ایک اور عدد ایسا ہے جو ان دونوں کو پورا تقسیم کر دیتا ہے، اور وہ کیا ہے؟ دو۔ دو سے چار بھی تقسیم ہو جائے گا اور دو سے چھ بھی تقسیم ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوا ان میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ کی نسبت ہے بھئی۔ تو دیکھو نسبت ہم کس کے درمیان دیکھ رہے ہیں؟ یہ چھ کیا ہے؟ عَدَدِ رُؤُوسِ، اور یہ چار کیا ہے؟ سِهَامٌ۔ تو سِهَامٌ اور عَدَدِ رُؤُوسِ میں ہم نسبت دیکھ رہے ہیں اور بتلایا تھا پہلے تین قوانین میں یہی کریں گے، عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ میں کیا کریں گے؟ نسبت دیکھیں گے۔ تو یہاں کون سی نسبت نکلی؟ تَوَافُقٌ کی۔ کون سی؟ تَوَافُقٌ کی۔ تو پھر کیا کر لو کہ بتلایا تھا عَدَدِ رُؤُوسِ کا وَفْقٌ نکال لو۔ وَفْقٌ اس کا کیسے نکلے گا؟ وہ عدد جو دونوں کو تقسیم کر رہا تھا اس سے اس کو تقسیم کر دیں گے۔ چھ کو دو سے تقسیم کیا بھئی، دو چھ کو بھی تقسیم کر رہا تھا اور چار کو بھی، تو دو سے اب ذرا چھ کو تقسیم کریں کتنا جواب آیا؟ تین۔ یہ تین وَفْقٌ ہے مولانا۔ کیا ہے؟ تین وَفْقٌ ہے۔ کس کا؟ عَدَدِ رُؤُوسِ یعنی چھ کا۔ اس وَفْقٌ کو کل مسئلہ میں ضرب دے دو۔ اوپر کیا تھا؟ چھ، اسے بھی تین سے ضرب دیں گے۔ نیچے کیا تھا؟ چار، چار کو بھی تین سے ضرب دیں گے۔ آگے ایک ایک تھا ان کو بھی کس سے ضرب دیں گے؟ تین سے۔ تو اب ذرا دیجیے: چار کے نیچے لکھ لیجیے اب بارہ بھئی، تین سے ضرب دی بارہ آیا۔ یہ جو وَفْقٌ آیا اس سے ہر ایک کو ضرب دے دیں گے۔ چار کے نیچے کیا لکھا؟ چار تیے بارہ۔ تین کو ایک سے ضرب دی تو کیا آیا؟ تین، تو ایک کے نیچے تین لکھ لو۔ اگلے ایک کے نیچے بھی اسی طرح تین آ جائے گا۔ اور چھ کو تین سے، اوپر مسئلے کو بھی ضرب دینی ہے، چھ کو تین سے ضرب دی کیا آیا؟ اٹھارہ آیا۔ تو چھ کے آگے ساتھ ہی ملا کر باسی لکھ دو بھئی با، لیکن با کے نیچے نقطہ بھی نہ ڈالو اور آگے سر بھی اوپر کو نہ اٹھاؤ اس کا بس۔ یہ تا ہے تَصْحِيحٌ کی تا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تَصْحِيحٌ کی تا ہے، تو اس کے اوپر نقطے نہیں لکھنے بس تا لکھ کر اور اس میں لکھ دو اٹھارہ۔ چھ کے آگے لکھا ہے بھئی؟ ہاں تو چھ سے مسئلہ بنا تھا اور پھر یہ آگے تَصْحِيحٌ ہوئی ہے کتنے میں؟ اٹھارہ میں۔ کس سے تَصْحِيحٌ ہو گئی؟ اٹھارہ سے ہو گئی تَصْحِيحٌ مسئلے کی۔

اب دیکھو اٹھارہ میں سے بیٹیوں کو کتنے حصے ملے؟ بارہ حصے بیٹیوں کو مل گئے۔ ماں کو کتنے حصے ملے؟ تین۔ باپ کو بھی کتنے حصے؟ تین۔ بارہ اور تین پندرہ اور تین اٹھارہ، دیکھو اٹھارہ پورا تقسیم، پورے حصے ہو گئے۔ اور نیز اب دیکھیے کسر کہاں پر آ رہی تھی؟ بَنَاتٌ میں آ رہی تھی۔ اب کسر ختم ہو گئی: بارہ حصے ملے اور بیٹیاں خود کتنی ہیں؟ چھ، ہر ایک کو کتنا مل جائے گا؟ دو دو۔ سمجھ میں آیا؟ کسر ختم ہو گئی، یہ ہے تَصْحِيحٌ۔

آگے لکھیے مثال نمبر چار: اسی طرح میت بنائیے۔ میت۔ اچھا وارث اس کے نیچے لکھیے: زَوْجٌ، چھ بَنَاتٌ، أُمٌّ اور أَبٌ۔ أُمٌّ یعنی ماں اور أَبٌ یعنی باپ۔ کون کون وارث ہوئے؟ زَوْجٌ، چھ بَنَاتٌ، أُمٌّ لکھ لو یا ماں لکھ لو، باپ لکھ لو جس طرح بھی آپ چاہیں لکھنا اردو میں یا عربی میں۔ اچھا بھئی زَوْجٌ کو کتنا ملے گا؟ بھئی وہ تو جب اولاد نہ ہو تب نِصْفٌ ملتا ہے، اور اگر اولاد ہو میت کی تو پھر کتنا ملتا ہے؟ رُبُعٌ ملتا ہے۔ کتنا ملتا ہے؟ رُبُعٌ۔ تو زَوْجٌ کے نیچے لکھیے رُبُعٌ۔ بیٹیاں ہیں تو بیٹیوں کو کتنا ملے گا؟ اسی طرح چھ ہیں، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثُلُثَانِ ملے گا۔ ماں، أُمٌّ کو سُدُسٌ ملے گا، باپ کے نیچے بھی اسی طرح سُدُسٌ وعَصَبَةٌ لکھ لیجیے۔

اچھا، اب دیکھیے نوع اول والے سارے حصے ہیں یا نوع ثانی اور نوع اول دونوں کے ہیں؟ دونوں کے ہیں۔ نوع اول میں سے کیا آیا ہے؟ رُبُعٌ، اور نوع ثانی میں سے کون سے آئے ہیں؟ ثُلُثَانِ اور سُدُسٌ۔ اور آپ نے پڑھا تھا نوع اول کا رُبُعٌ، پانچ نمبر قانون آپ نے یہی پڑھا تھا کہ نوع اول کا رُبُعٌ اگر نوع ثانی کے کسی کے ساتھ بھی آ جائے تو مسئلہ بارہ سے بنے گا۔ تو اب مسئلہ بنائیے، بارہ لکھیے بھئی اوپر۔ بارہ میں سے خاوند کو کتنا دینا ہے؟ جی؟ چوتھا حصہ۔ بارہ کا چوتھا حصہ کتنا ہے؟ تین بھئی، تو خاوند کے نیچے لکھیے تین۔ اچھا بیٹیوں کو کتنا دینا ہے؟ ثُلُثَانِ، دو ثُلُثٌ دینے ہیں۔ بارہ کا ایک ثُلُثٌ، تیسرا حصہ بارہ کا کیا بنتا ہے؟ چار۔ تو دو ثُلُثٌ کتنے ہوئے؟ آٹھ۔ تو بیٹیوں کے نیچے لکھیے آٹھ۔ اچھا بارہ کا سُدُسٌ ماں کو ملے گا، سُدُسٌ کتنا ہے چھٹا حصہ؟ دو، دو مل جائے گا ماں کو بھئی۔ اور باپ کو بھی کتنا ملے گا؟ دو مل گیا۔ اور کچھ مال بچ جائے تو وہ بھی باپ کو دے دیں گے عَصَبَةٌ ہونے کی بنا پر۔ دیکھو مال بچتا ہے یا نہیں: تین حصے ملے خاوند کو، آٹھ ملے بیٹیوں کو، آٹھ اور تین گیارہ، اور ماں کو ملے دو حصے، گیارہ اور دو تیرہ، اور دو حصے ملے باپ کو، پندرہ۔ تو بھئی مال باقی کیا بچتا ہے، یہاں تو مال ہی پورا نہیں ہو رہا! مسئلہ بن رہا ہے بارہ سے اور حصے کتنے بن گئے؟ پندرہ۔ تو پھر کیا کریں گے؟ عَوْلٌ کریں گے شاباش۔ اور بارہ کا عَوْلٌ کس تک ہوتا ہے؟ تیرہ، پندرہ بھی اور سترہ بھی۔ تو یہاں کتنے چاہیے ہمیں؟ پندرہ۔ تو عَوْلٌ کر دو پندرہ تک، آگے عین لکھ کر آگے اوپر پندرہ لکھ دیں۔ بارہ کے پاس ہی عین لکھیں اور اس پر پندرہ لکھیں، یہ عَوْلٌ ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اب دیکھیے زَوْجٌ کو کتنے حصے ملے، کہیں کسر آ رہی ہے یا پورے تقسیم ہو رہے ہیں ذرا یہ دیکھو۔ زَوْجٌ کو کتنے حصے ملے؟ تین، تو وہ تو پورے تین لے گیا بس یہاں تو ایک ہی ہے وہ اکیلا ہے۔ اچھا ماں کو بھی دو حصے ملے وہاں بھی تقسیم نہیں، باپ کو دو حصے ملے وہاں بھی تقسیم نہیں، لیکن بیٹیوں میں دیکھیے حصہ کتنا ہے؟ آٹھ، اور بیٹیاں کتنی؟ چھ۔ تو آٹھ چھ میں پورا پورا تقسیم نہیں ہو سکتا، یہاں کسر آ رہی ہے۔ جب کسر آ رہی ہے پھر ان دونوں کے درمیان کیا دیکھیں گے؟ نسبت۔ اور نسبت کون سی ہے ان دونوں کے درمیان؟ چھ سے آٹھ تقسیم ہو جاتا ہے؟ نہیں، چھ سے آٹھ تقسیم ہو جاتا تو تَدَاخُلٌ ہوتا۔ اچھا کوئی اور ایسا عدد ہے جو دونوں کو تقسیم کر دے؟ دو ہے، دو سے آٹھ بھی تقسیم ہو جائے گا اور دو سے چھ بھی۔ اچھا معلوم ہوا تَوَافُقٌ کی نسبت ہے۔ تو اب عَدَدِ رُؤُوسِ ہے چھ اور سِهَامٌ ہیں آٹھ، عَدَدِ رُؤُوسِ کا وَفْقٌ نکالو۔ وَفْقٌ کیسے نکالتے تھے؟ بھئی وہ جو عدد جو دونوں کو تقسیم کر رہا تھا اس سے اس کو تقسیم کر دو۔ چھ کو دو سے تقسیم کیا، کتنا آیا؟ تین آیا، یہ وَفْقٌ ہے۔ اس وَفْقٌ کو أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دو سارے مسئلہ میں۔ کیا معنی؟ اوپر پندرہ کی جگہ کر دو ذرا پینتالیس آگے اسی طرح بالکھ کر، اسی کے ساتھ آگے بالکھ کر پندرہ تیے پینتالیس ہو گیا، اس تین کے ساتھ اب ہم ہر ایک کو ضرب دے دیں گے۔ اچھا نیچے تھا خاوند کے حصے تین تھے، اس کو بھی تین سے ضرب دو کتنا آیا؟ نو، تین کے نیچے اب نو لکھ لو بھئی۔ بھئی پندرہ کے ساتھ اوپر پینتالیس لکھ لیا؟ اچھا خاوند کو مل گئے نو حصے۔ آٹھ کو بھی تین سے ضرب دو کتنا آیا؟ چوبیس، اس کے نیچے لکھو۔ آگے دو ہے أُمٌّ کا حصہ، ماں کا حصہ، اس کو بھی تین سے ضرب دے دو کتنا آیا؟ چھ، اس کے نیچے چھ لکھ دو۔ اسی طرح أَبٌ کے نیچے بھی چھ لکھ دو بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

اب دیکھو بھئی مسئلہ بن رہا ہے پینتالیس سے اور یہ تَصْحِيحٌ ہوئی۔ ذرا دیکھو پورے پورے حصے ہر ایک کو مل رہے ہیں یا نہیں: نو اور چوبیس کتنے ہوئے؟ تینتیس۔ تینتیس اور چھ کتنے ہوئے؟ انتالیس۔ انتالیس اور چھ کتنے ہوئے؟ پینتالیس۔ دیکھو پورے مخرج اور سِهَامٌ پورے برابر برابر ہیں بھئی۔ اب دیکھو کہاں پر کسر آ رہی تھی؟ بَنَاتٌ میں۔ اب بَنَاتٌ ہیں چھ اور حصے کتنے مل گئے انہیں؟ چوبیس۔ تو چوبیس کو چھ پر تقسیم کریں ہر بیٹی کے حصے میں کتنے آ گئے؟ چار چار ہر بیٹی کو مل گئے، کسر ختم ہو گئی۔ تو دیکھو معلوم ہوا کل مال کے پینتالیس حصے کر لیں گے، اس میں سے نو حصے کس کو دے دیں گے پینتالیس میں سے؟ مثلاً پینتالیس ہزار مال بن گیا تو خاوند کو کتنے دے دو؟ نو ہزار۔ بیٹیوں کو کتنے دے دو؟ چوبیس ہزار، یعنی ہر بیٹی کو کتنا دے دو؟ چار ہزار۔ اور ماں کو کتنا مل جائے گا؟ چھ ہزار، اور باپ کو بھی چھ ہزار۔ مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟

مثال نمبر پانچ: جی آگے لکھیے میت بنائیے اسی طرح۔ میت۔ اچھا وارث لکھیے بھئی: چودہ بَنَاتٌ، چودہ بیٹیاں ہیں، اور ماں ہے اور باپ ہے بھئی۔ ماں، باپ۔ اردو میں لکھو عربی میں لکھو آپ کی مرضی ہے۔ یا یوں لکھ لو چودہ بیٹیاں، ماں، پھر کچھ فاصلے پر باپ۔ اب بھئی یہ دیکھو وہی مثال نمبر ایک والی صورت بن گئی۔ مثال نمبر ایک کے مطابق بیٹیوں کو کیا ملتا تھا؟ ثُلُثَانِ، لکھو بھئی بیٹیوں کے نیچے ثُلُثَانِ، ماں کے نیچے سُدُسٌ، باپ کے نیچے بھی سُدُسٌ وعَصَبَةٌ لکھ لو۔ ثُلُثَانِ، سُدُسٌ، سُدُسٌ وعَصَبَةٌ، لکھ لیا؟ اچھا پھر اسی طرح بھئی بیٹیوں کے نیچے مثال نمبر ایک کے مطابق بیٹیوں کے نیچے آ گیا چار، ماں کے نیچے حصہ لکھو ایک، باپ کے نیچے بھی حصہ لکھو ایک، چار ایک ایک، اور مسئلہ بن رہا ہے چھ سے بھئی۔ اب دیکھو بھئی کسر آ رہی ہے، کہاں پر کسر آ رہی ہے؟ بیٹیاں چودہ ہیں اور چار سِهَامٌ، تو عَدَدِ رُؤُوسِ چودہ اور سِهَامٌ چار، تقسیم پوری طرح مسئلہ نہیں ہو سکتا بھئی۔ اب کیا کریں گے؟ ان دونوں میں نسبت دیکھو، کون سی نسبت ہے؟ ایک ہے چار ایک چودہ، کیا چودہ چار سے تقسیم ہو جاتا ہے؟ نہیں ہوتا، معلوم ہوا تَدَاخُلٌ نہیں ہے۔ کیا کوئی اور ایک عدد ہے جو دونوں کو تقسیم کر دے؟ دو ہے، دو سے چار بھی تقسیم ہو جائے گا اور چودہ بھی، معلوم ہوا ان میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ کی نسبت ہے۔ تو لہٰذا اب عَدَدِ رُؤُوسِ کا وَفْقٌ نکالو۔ کس سے تقسیم ہو جاتے ہیں دونوں؟ دو سے، تو دو سے اس چودہ کو تقسیم کرو کتنا آیا؟ سات۔ یہ سات ہے وَفْقٌ مولانا چودہ کا۔ سات وَفْقٌ نکل آیا عَدَدِ رُؤُوسِ کا، اس کو سارے مسئلے سے ضرب دے دو۔ سات کو سب سے پہلے اوپر مخرج سے ضرب دو، سات چھکے بیالیس۔ ہاں تو آگے بالکھ کر اس میں بیالیس لکھو بھئی۔ اچھا اور حصے جو سِهَامٌ نکلے تھے ان میں سے بھی ہر ایک کو سات سے ضرب دو بھئی۔ بیٹیوں کا حصہ تھا چار، چار کو سات سے ضرب دو، سات چوکے اٹھائیس، اٹھائیس لکھو اس کے نیچے۔ آگے ایک ماں کا حصہ تھا اس کو بھی سات سے ضرب دو، سات بن گیا، اس کے نیچے ایک کے نیچے سات لکھ دو، اگلے ایک کے نیچے بھی سات لکھ دو۔ اب ذرا ان کو جمع کرو بھئی: اٹھائیس اور سات پینتیس، پینتیس اور سات بیالیس، تو دیکھو پورے بھئی تقسیم ہو رہے ہیں۔ اور کسر کہاں آ رہی تھی؟ بَنَاتٌ میں کہ ان کا حصہ چار تھا اور وہ چودہ تھیں۔ اب کتنا حصہ ہوا ان کا؟ اٹھائیس، اور ہیں چودہ، تو ہر ایک کو کتنا مل جائے گا؟ دو دو حصے مل جائیں گے۔ معلوم ہوا کل مال کے بیالیس حصے کریں گے، اس میں سے اٹھائیس حصے بَنَاتٌ کو، سات حصے ماں کو اور سات حصے باپ کو مل جائیں گے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

آگے قانون لکھیے، مُبَايَنَتٌ: اگر صرف ایک ہی فریق پر کسر واقع ہو رہی ہو، تو اس کے عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ میں نسبت دیکھو۔ اگر تَبَايُنٌ کی نسبت ہو، تو عَدَدِ رُؤُوسِ کو پورے مسئلے میں ضرب دے دو، تو اس سے تَصْحِيحٌ ہو جائے گی۔

آگے مثال لکھیے بھئی، کتنی مثال ہے؟ چھ، مثال نمبر چھ۔ میت اسی طرح بنائیے، میت۔ اچھا وارث ہیں بھئی: تین بیٹیاں، ماں اور باپ۔ یہ بعینہٖ اوپر والی صورت پانچ نمبر مسئلے کی طرح ہے بھئی۔ تو بیٹیوں کو کتنا ملے گا؟ ثُلُثَانِ، ماں کو ملے گا سُدُسٌ، باپ سُدُسٌ وعَصَبَةً۔ لکھ لیا بھئی؟ مسئلہ کس سے بن رہا ہے؟ چھ سے۔ بیٹیوں کے نیچے لکھیں چار، ماں کے نیچے ایک، باپ کے نیچے ایک۔ لکھ لیا بھئی؟ اب دیکھیے کسر آ رہی ہے، کہاں پر؟ بیٹیوں میں۔ بیٹیاں ہیں تین اور حصے مل رہے ہیں چار، چار تین میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اب کیا کریں گے؟ عَدَدِ رُؤُوسِ کیا ہے یہاں پر؟ تین، اور سِهَامٌ کتنے ہیں؟ چار۔ ان میں نسبت دیکھو۔ دیکھیے ایک عدد چھوٹا ایک بڑا، کیا بڑا چھوٹے سے تقسیم ہو جاتا ہے؟ نہیں، چار تین سے تقسیم نہیں ہوتا، معلوم ہوا تَدَاخُلٌ نہیں ہے۔ اچھا کیا کوئی اور عدد ایسا ہے جو دونوں کو تقسیم کر دے؟ نہیں، معلوم ہوا تَوَافُقٌ بھی نہیں ہے۔ تو ان میں کون سی نسبت ہوئی؟ تَبَايُنٌ کی۔ اور جب تَبَايُنٌ ہو تو پھر اب عَدَدِ رُؤُوسِ کو پورے مسئلے میں ضرب دے دو۔ بھئی جہاں تَوَافُقٌ تھا وہاں وَفْقٌ نکالتے تھے اس کو ضرب دیتے تھے، اب تو وَفْقٌ نکل نہیں سکتا کیونکہ مُوَافَقَتٌ کی نسبت ہی نہیں، تو بس عَدَدِ رُؤُوسِ کو ہی سیدھا سارے مسئلے میں ضرب دے دو۔ تین کو چھ سے ضرب دو بھئی: اٹھارہ بھئی، آگے لکھ دو بابنا کر اٹھارہ لکھ دو، چھ کے ساتھ بابناؤ اٹھارہ لکھو۔ اور بَنَاتٌ کے نیچے بھی بھئی کتنا حصہ تھا؟ چار، اس کو تین سے ضرب دے دو کتنا ہوا؟ بارہ، اب لکھو چار کے نیچے۔ اسی تین کو ایک سے ضرب دی تو تین آیا، ایک کے نیچے بھی تین، اگلے ایک کے نیچے بھی تین لکھو بھئی۔ اب دیکھیے بارہ ملے بیٹیوں کو، تین ماں کو پندرہ ہو گئے، اور تین باپ کو کتنے ہو گئے؟ اٹھارہ۔ دیکھو اور اوپر اٹھارہ سے ہی بھئی، معلوم ہوا اٹھارہ حصے کر لیں گے، بارہ حصے بیٹیوں کو، تین حصے ماں کو اور تین حصے باپ کو دے دیں گے بھئی۔ اور اب بیٹیاں کتنی تھیں؟ تین، اور ان کو حصے کتنے ملے؟ بارہ، تو ہر بیٹی کے حصے میں کتنا آیا؟ چار آیا، آرام سے مسئلہ حل ہو گیا۔

آگے لکھیے مثال نمبر سات: میت اسی طرح بناؤ۔ لکھ لیا بھئی؟ اچھا وارث ہے جی صرف خاوند اور تین بہنیں۔ اچھا میت کی اولاد نہ ہو تو خاوند کو کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ ملتا ہے، خاوند کے نیچے لکھیے نِصْفٌ۔ اور بہنیں ہیں بھئی، بہنوں میں اگر میت کا باپ، دادا اور اولاد نہ ہو، اور ایک بہن ہو تو اسے ملتا ہے نِصْفٌ اور دو یا زیادہ ہوں تو انہیں ثُلُثَانِ ملتا ہے، تو بہنوں کے نیچے لکھ لیجیے ثُلُثَانِ۔ اچھا اب دیکھیے نِصْفٌ کس میں سے ہے، نوع اول میں سے یا نوع ثانی میں سے؟ نوع اول میں سے، اور ثُلُثَانِ کس میں سے ہے؟ نوع ثانی میں سے ہے۔ تو قانون نمبر چار آپ نے پڑھا تھا کہ نِصْفٌ جب بھی نوع ثانی کے کسی کے ساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ کس سے بنے گا؟ چھ سے۔ تو چھ سے مسئلہ بناؤ، چھ لکھو اوپر۔ چھ میں سے نِصْفٌ ملے گا خاوند کو، چھ کا نِصْفٌ کتنا ہے؟ تین، خاوند کے نیچے لکھیے تین۔ اور چھ میں سے دو ثُلُثٌ ملیں گے بہنوں کو، چھ کا ثُلُثٌ کتنا ہے؟ دو، تو دو ثُلُثٌ کتنے ہو گئے؟ چار، تو بہنوں کے نیچے چار لکھ لیجیے۔ اب دیکھیے بھئی مخرج کتنا ہے؟ چھ، اور سِهَامٌ کل کتنے ہو گئے؟ چار اور تین سات، تو یہ تو پورے نہیں نکل رہے، تو پھر عَوْلٌ کریں گے، کس کی طرف چلے جائیں گے؟ سات کی طرف۔ چھ کا عَوْلٌ کس کی طرف ہوا؟ سات کی طرف، تو سات سے پورے سات حصے نکل آئے۔ اچھا اب دیکھیے بھئی تین حصے خاوند کو مل رہے ہیں، خاوند تو اکیلا ہے تینوں حصے لے گیا بھئی کوئی کسر نہیں، لیکن بہنوں کو کتنے حصے ملے؟ چار، اور وہ خود کتنی ہیں؟ تین، تو چار تین میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ تو اب تین ہے عَدَدِ رُؤُوسِ، چار کیا ہیں؟ سِهَامٌ۔ ان میں نسبت دیکھی کون سی نسبت ہے؟ تَبَايُنٌ کی ہے۔ تو جب تَبَايُنٌ کی ہو تو بس عَدَدِ رُؤُوسِ کو کل مسئلے میں ضرب دے دی جاتی ہے۔ عَدَدِ رُؤُوسِ کیا ہوا؟ تین، تین کو سارے مسئلے سے ضرب دو بھئی۔ مخرج کیا تھا؟ بھئی عَوْلٌ ہو چکا، کیا ہوا؟ سات۔ اب سات کو تین سے ضرب دی کیا آیا؟ اکیس، آگے لکھ دو اس کے اکیس، اسی طرح بابنا کر اکیس لکھ دو بھئی۔ اور نیچے خاوند کا حصہ تین ہے اس کو بھی اسی تین سے ضرب دے دو، تین تیے نو، اس کے نیچے نو لکھو۔ بہنوں کا حصہ چار ہے اس کو بھی تین سے ضرب دے دو کیا بنا؟ بارہ، بہنوں کے نیچے بارہ لکھ دو۔ اچھا جی تو بارہ اور نو یہ کتنے سِهَامٌ ہوئے؟ اکیس، اور مخرج بھی کیا ہے؟ اکیس، یہ تو برابر ہو گیا۔ اب دیکھو خاوند کو نو حصے ملے وہ اکیلا ہے نو کے نو لے گیا کوئی تقسیم کی نہیں ضرورت۔ ہاں بہنیں تین ہیں، حصے کتنے ہیں؟ بارہ، ہر بہن کے حصے میں کتنے آئے؟ چار آ گئے بھئی، تقسیم صحیح ہو گئی بھئی۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۱: کتاب الفرائض (۶): تصحیحِ مسائل کے سات قوانین—پہلے تین قوانین (جب کسر ایک ہی فریق پر ہو یا ایک سے زائد فریقوں پر ہو)

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۶ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

اچھا بھئی، گزشتہ سبق میں ہم کیا کر رہے تھے؟ تَصْحِیحٌ کے قوانین پڑھ رہے تھے بھئی۔ تین قوانین آپ نے لکھ لیے تھے: اِسْتِقَامَتْ، مُوَافَقَتْ اور مُبَایَنَتْ۔ آگے لکھیے بھئی: اگلے چاروں قوانین میں عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامْ میں نسبت نہیں دیکھی جائے گی بلکہ عَدَدِ رُؤُوسِ کی آپس میں نسبت دیکھی جائے گی، یعنی ایک فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ کو دیکھا جائے گا دوسرے فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ کے ساتھ۔

آگے الگ سطر لکھیے: لیکن ان تمام مسائل میں ضروری ہے کہ اگر کسی فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامْ میں تَوَافُقْ کی نسبت ہو، تو اس فریق کا وَفْقْ نکال کر عَدَدِ رُؤُوسِ سمجھا جائے گا۔ لکھ لیا بھئی؟ دوبارہ سنیے: لیکن ان تمام مسائل میں ضروری ہے کہ اگر کسی فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامْ میں تَوَافُقْ کی نسبت ہو تو اس فریق کا وَفْقْ نکال کر عَدَدِ رُؤُوسِ سمجھا جائے گا بھئی۔

تو اگلا قانون ہے قانون مُماثَلَتْ بھئی، چوتھا قانون ہے یہ بھئی، تَصْحِیحٌ کا چوتھا قانون، قانون نمبر چار، قانون مُماثَلَتْ، ثا کے ساتھ ہے بھئی: اگر کسر ایک سے زیادہ فریقوں پر ہو رہی ہو، تو ان کے عَدَدِ رُؤُوسِ کی آپس میں نسبت دیکھو۔ اگر تَمَاثُلْ ہو، تو کسی ایک عَدَدِ رُؤُوسِ کو أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دیں، تو یہ تَصْحِیحٌ ہو جائے گی۔

جی کتنی مثالیں اب تک ہو چکیں؟ سات۔ تو آگے لکھیے مثال نمبر آٹھ: میت اسی طرح بناؤ۔ میت کے نیچے ورثہ لکھو بھئی، میت کے ورثہ یہ ہیں: چھ بیٹیاں، تین دادیاں، جَدَّاتْ لکھ لو تین جَدَّاتْ، اور آگے لکھیے تین چچا، یا عربی میں لکھ لیں تین أَعْمَامْ۔ لکھ لیا بھئی؟ دیکھیے بھئی بیٹیاں جب دو یا زیادہ ہوں اور کوئی اولاد وغیرہ نہیں تو کتنا ملتا تھا ان کو؟ ثُلُثَانِ ملتا تھا، ان کے نیچے ثُلُثَانِ لکھیے۔ جَدَّاتْ کی آپ نے پڑھا تھا ایک ہی حالت ہے ان کو سُدُسْ ملتا ہے، سُدُسْ لکھ لیجیے۔ اور چچا جو ہیں یہ عَصَبَةْ بن جائیں گے، باقی مال کو لیں گے، ان کے نیچے عَصَبَةْ لکھ لو۔

اچھا کون کون سے حصے آئے؟ ثُلُثَانِ اور سُدُسْ آئے بس۔ ایک ہی نوع کے ہیں یا الگ الگ نوع کے ہیں؟ ایک ہی نوع کے ہیں۔ چھوٹا کون سا ہے ان میں؟ سُدُسْ، تو اسی کے عدد سے مسئلہ بن جائے گا۔ چھ سے مسئلہ بناؤ بھئی، چھ سے۔ چھ کے دو ثُلُثْ کتنے ہوئے؟ چار، تو بیٹیوں کے نیچے لکھ دیں چار۔ سُدُسْ ملے گا جَدَّاتْ کو، چھ کا سُدُسْ کتنا ہے؟ ایک، ایک آ گیا بھئی جَدَّاتْ کے نیچے۔ اچھا باقی مال مل جائے گا چچوں کو: چار اور ایک کتنے ہوئے؟ پانچ، اور باقی کتنا رہا؟ چھ میں سے ایک رہ گیا باقی، وہ ایک لکھ لیں چچا کے نیچے۔

اب دیکھیے کسر کتنوں میں واقع ہو رہی ہے: بیٹیاں ہیں چھ، حصے کتنے ہیں؟ چار، یہاں بھی کسر ہو رہی ہے، چار حصے چھ بیٹیوں میں تقسیم نہیں ہو سکتے۔ اچھا دادیوں نانیوں کو کتنا حصہ ہے؟ ایک، اور وہ ہیں تین، ایک بھی تین میں تقسیم نہیں کر سکتے۔ اچھا چچا کتنے ہیں؟ تین، وہاں بھی حصہ ایک ہے، ایک کو تین میں تقسیم نہیں کر سکتے۔ تو اب کیا کرنا پڑے گا؟ جب ایک سے زیادہ فریقوں پر کسر ہو، یہاں تینوں پر کسر آ رہی ہے، تو پھر کیا کر لو؟ ان کی آپس میں نسبتیں دیکھ لو

بھئی۔ آپس میں کیا کرو؟ نسبتیں دیکھو۔ لیکن اوپر یہ بھی بتلایا تھا، قانون سے پہلے میں نے آپ کو لکھوایا ان مسائل میں کیا ضروری ہے؟ کہ اگر کسی فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ میں کون سی نسبت ہو؟ تَوَافُقٌ کی نسبت ہو تو عَدَدِ رُؤُوسِ کی جگہ کیا رکھ دیں گے؟ وَفْقٌ کو رکھیں گے۔ یہاں آپ دیکھیے بیٹیوں کو حصہ کتنا مل رہا ہے؟ چار، اور بیٹیاں کتنی ہیں؟ چھ۔ چھ اور چار میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ ہے بھئی، دو سے چار بھی تقسیم ہو جاتا ہے اور چھ بھی۔ تو چھ کا وَفْقٌ نکال کر رکھ دیں گے۔ چھ کا وَفْقٌ کتنا ہے؟ تین۔ تو چھ کی جگہ تین سمجھنا یہاں پر اب بھئی۔ کیا سمجھنا؟ ہاں تین سمجھ لینا۔ تو معلوم ہوا گویا بَنَاتٌ بھی تین ہیں یوں سمجھ لو، وَفْقٌ ہم نے رکھ دیا، جَدَّاتٌ بھی تین ہیں اور چچا بھی کتنے ہیں؟ تین۔ تو ان تینوں میں کون سی نسبت ہوئی؟ تَمَاثُلٌ ہے، ایک جیسے ہیں بھئی، ہر جگہ پر ایک ہی عدد ہے تو یہ ایک دوسرے کے مثل ہیں۔ کون سی نسبت ہوئی؟ تَمَاثُلٌ کی۔ اور جب عَدَدِ رُؤُوسِ میں آپس میں تَمَاثُلٌ کی نسبت ہو تو کسی ایک عَدَدِ رَأْسٍ کو، پہلا بھی تین ہے دوسرا بھی تین ہے تیسرا بھی تین ہے، تو کسی ایک عَدَدِ رُؤُوسِ کو کیا کرو؟ أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دو، بس مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو سارے ہی تین ہیں، کوئی ایک تین پکڑا، اب تین کو کس سے ضرب دے دی؟ چھ سے، مخرج سے ضرب دی، کتنا آیا؟ اٹھارہ۔ آگے لکھیے اس کے بھئی بابنا کر اٹھارہ۔ لکھ لیا؟ تین سے ضرب دی ہے تو نیچے بَنَاتٌ کا حصہ چار تھا اس کو بھی تین سے ضرب دے دو: بارہ۔ نیچے جَدَّاتٌ کا حصہ ایک ہے اس کو بھی تین سے ضرب دے دو: تین۔ چچا کا حصہ ایک ہے اس کو بھی تین سے ضرب دے دو: تین آگیا۔ تو مخرج کتنا بن گیا؟ اٹھارہ۔ اور حصے کتنے بنتے ہیں؟ بارہ اور تین پندرہ، پندرہ اور تین اٹھارہ۔ تو دیکھو مخرج اور سِهَامٌ برابر ہو گئے بھئی، صحیح ہوا مسئلہ۔ اب دیکھیے ساری کسریں ختم ہو گئیں: بَنَاتٌ کتنی ہیں، بیٹیاں کتنی ہیں؟ چھ، حصے کتنے ملے؟ بارہ، تو ہر ایک کو کتنا مل گیا چھ بیٹیوں میں سے؟ دو ہر بیٹی کو مل گیا۔ اور جَدَّاتٌ تین ہیں، حصے بھی کتنے ملے؟ تین، تو ہر جَدَّةٌ کو ایک مل گیا۔ أَعْمَامٌ، چچا جو ہیں تین ہیں اور حصے بھی کتنے ملے؟ تین، تو ہر ایک کو کتنا مل گیا؟ ایک حصہ مل گیا، مسئلہ حل ہوا۔

آگے لکھیے مثال نمبر نو: میت اسی طرح بنائیے۔ اچھا وارث ہیں بھئی: زَوْجٌ ہے، تین جَدَّاتٌ ہیں دادیاں نانیاں، اور چھ بہنیں ہیں بھئی میت کی، چھ حقیقی بہنیں۔ اچھا خاوند کو دیکھو میت کی اولاد کوئی نہیں، اولاد کوئی نہ ہو تو خاوند کو کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ، خاوند کے نیچے لکھو نِصْفٌ۔ جَدَّاتٌ کی ایک ہی حالت ہے ان کو سُدُسٌ ملتا ہے، ان کے نیچے سُدُسٌ لکھ لو۔ شرائط بھی تھیں بھئی وہ شرائط یہاں ساری پوری ہیں دیکھ لیجیے گا۔ اچھا حقیقی بہنیں جو ہیں، بھئی میت کی کوئی اولاد باپ دادا نہ ہو تو حقیقی بہنوں میں ایک ہو تو نِصْفٌ ملتا ہے، دو یا زیادہ ہوں تو ثُلُثَانِ، ان کے نیچے ثُلُثَانِ لکھ لیجیے۔

اچھا اب دیکھیے نِصْفٌ آیا اور سُدُسٌ اور ثُلُثَانِ۔ نِصْفٌ کس نوع سے ہے؟ نوع اول سے، اور سُدُسٌ اور ثُلُثَانِ؟ نوع ثانی سے۔ اور قانون نمبر چار تھا کہ نِصْفٌ جمع ہو جائے کس کے ساتھ؟ نوع ثانی کے کسی کے ساتھ بھی جمع ہو جائے تو مسئلہ کس سے بنے گا؟ چھ سے مسئلہ، تو چھ سے بناؤ مسئلہ۔ مخرج نکلا اوپر چھ۔ چھ میں سے خاوند کو کتنا ملے گا؟ نِصْفٌ، کتنا ہے؟ تین، تین حصے خاوند کے نیچے لکھ دو تین۔ اچھا چھٹا حصہ دادیوں کو ملے گا، کتنا ہے؟ ایک لکھ دو ان کے نیچے۔ اچھا چھ کے دو ثُلُثٌ مل جائیں گے بہنوں کو، چھ کے دو ثُلُثٌ کتنے ہیں؟ چار، ان کے نیچے چار لکھ دو بھئی۔ اچھا تو مخرج ہے چھ، ذرا دیکھو حصے پورے ہیں یا نہیں؟ خاوند کا حصہ تین، دادیوں کا حصہ ایک، تین اور ایک چار، اور بہنوں کا حصہ بھی چار، چار اور چار کتنے ہو گئے؟ آٹھ۔ تو سِهَامٌ ہو گئے آٹھ اور مخرج کتنا ہے؟ چھ۔ تو چھ میں سے آٹھ حصے نہیں نکل سکتے، تو پھر عَوْلٌ کریں گے۔ کس کی طرف؟ آٹھ کی طرف، کیونکہ چھ کا عَوْلٌ سات، آٹھ، نو، دس تک ہو سکتا ہے آپ نے پڑھا ہے۔ تو عین لکھ کر آگے لکھ دو آٹھ، آٹھ مخرج بنا، اب حصے پورے ہر ایک کو مل گئے۔ آٹھ ہی حصے آٹھ ہی مخرج۔

اب دیکھو بھئی ہر فریق پر مال پورا تقسیم ہو رہا ہے عَدَدِ رُؤُوسِ پر یا کسر آ رہی ہے؟ بھئی زَوْجٌ ایک ہی ہے اور اس کو کتنے حصے ملے ہیں؟ تین، تو تین وہ سارے لے جائے گا تقسیم کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جَدَّاتٌ تین ہیں لیکن حصہ کتنا ملا؟ ایک، ایک تین میں تقسیم نہیں ہو سکتا تو اب یہاں کسر آ گئی۔ آگے حقیقی بہنیں کتنی تھیں؟ چھ، حصے کتنے ملے؟ چار، تو چھ میں چار تقسیم نہیں ہو سکتا۔ تو دو جگہ کسر آ گئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو اب دو جگہ جب کسر آ جائے تو پھر مُمَاثَلَتْ والا قانون سب سے پہلے دیکھیں گے۔ لیکن اس سے پہلے ہم کیا کریں گے؟ کسی کے عَدَدِ رُؤُوسِ یا سِهَامٌ میں تَوَافُقٌ کی نسبت تو نہیں ہے؟ کسی میں ہے؟ جی؟ بہنیں ہیں چھ اور حصے ہیں چار، چار اور چھ میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ کی کہ کوئی ایک عدد ان دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے، دو سے دونوں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تو اب اس عدد سے کیا کرو؟ عَدَدِ رُؤُوسِ یعنی چھ کو کیا کر دو؟ تقسیم کر دو۔ یہ چھ کا کیا نکل آیا؟ تو چھ کا یہ وَفْقٌ نکل آیا، بس یوں سمجھو یہی عَدَدِ رُؤُوسِ ہے۔ تو أَخَوَاتٌ عَيْنِيٌّ بھی گویا تین ہیں، جَدَّاتٌ بھی تین ہیں۔ تو عَدَدِ رُؤُوسِ میں آپس میں کون سی نسبت ہوئی؟ بھئی جَدَّاتٌ کتنی ہیں؟ تین، یہ عَدَدِ رُؤُوسِ ہے۔ أَخَوَاتٌ عَيْنِيٌّ چھ تھیں لیکن میں نے بتلایا تھا جب تَوَافُقٌ کی نسبت ہو تو عَدَدِ رُؤُوسِ کس کو بنالیں گے؟ وَفْقٌ کو۔ یہاں وَفْقٌ کتنا آیا؟ تین۔ تو گویا أَخَوَاتٌ عَيْنِيٌّ بھی تین ہیں یوں سمجھو اور جَدَّاتٌ بھی کتنی ہیں؟ تین۔ تو تین اور تین میں کون سی نسبت ہے؟ مُمَاثَلَتْ

کی ہے، ایک جیسے عدد ہیں دونوں۔ تو پھر ان دونوں میں سے کسی ایک عدد کو کیا کر دو؟ أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دو بھئی، مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو تین کو اب اوپر مخرج کیا بنایا ہے ہم نے؟ آٹھ، تین کو آٹھ سے ضرب دیں کتنا آیا؟ چوبیس، آگے بالکل کر چوبیس لکھیں اس میں بھئی، یہ مخرج بن گیا چوبیس۔ کتنے سے ضرب دی ہے آٹھ کو؟ تین سے۔ اب تین سے باقیوں کو بھی ضرب دو: نیچے زَوْجٌ کا حصہ تین تھا اس کو بھی تین سے ضرب دو کیا آیا؟ نو۔ جَدَّاتٌ کا حصہ ایک تھا اس کو بھی تین سے ضرب دو تین آیا، اس کے نیچے تین لکھو۔ حقیقی بہنوں کا حصہ چار تھا اس کو تین سے ضرب دو کتنا آیا؟ بارہ، اس کے نیچے بارہ لکھو۔ اب دیکھیے ذرا جمع کر کے: خاوند کا حصہ نو، جَدَّاتٌ کا حصہ تین، نو اور تین بارہ، اور آگے بھی ہے أَخَوَاتٌ کا حصہ بارہ، کتنا ہوا بارہ اور بارہ؟ چوبیس۔ تو دیکھو مخرج اور سِهَامٌ برابر ہو گئے اور مسئلہ ٹھیک ہو گیا، تَصْحِيحٌ ہو گئی مسئلے کی۔ دیکھو اب نو حصے خاوند کو ملے، خاوند ایک ہی ہے سارے نو لے جائے گا تقسیم کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جَدَّاتٌ تین تھیں لیکن انہیں حصے بھی کتنے مل گئے؟ تین، تو ہر ایک کو ایک ایک پورا مل جائے گا۔ أَخَوَاتٌ عَيْنِيٌّ چھ ہیں لیکن انہیں کتنے حصے مل گئے؟ بارہ، تو ہر ایک کے حصے میں کتنا آیا؟ دو دو آ گئے بھئی۔

اگلا قانون لکھیے بھئی، قانون تَدَاخُلٌ: اگر زیادہ فریقین پر کسر واقع ہو رہی ہے، تو ان کے آپس میں عَدَدِ رُؤُوسِ میں نسبت دیکھو۔ اگر تَدَاخُلٌ کی نسبت ہو، تو بڑے عدد کو أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دیں۔

جی آگے اب مثال لکھیے بھئی۔ تَدَاخُلٌ جانتے ہو بھئی؟ مثلاً تین اور نو ہیں، بڑا عدد چھوٹے سے پورا پورا تقسیم ہو رہا ہو تو اس کو کیا کہتے ہیں؟ تَدَاخُلٌ کہتے ہیں بھئی۔ مثال نمبر دس بھئی: میت اسی طرح بناؤ۔ يَرْحَمُكَ اللهُ۔ اسی طرح میت بناؤ بھئی۔ اچھا اور ورثہ ہیں بھئی: زَوْجَةٌ ہے بیوی اس کی، تین جَدَّاتٌ ہیں، اور بارہ چچا ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ بارہ چچا ہیں۔ مسئلہ بنا رہے ہیں بھئی مختلف عددوں کے ساتھ تاکہ آپ کو حل کرنا آ جائے۔ اچھا بھئی بیوی کو اگر میت کی اولاد نہ ہو کتنا حصہ ملتا ہے؟ رُبُعٌ ملتا ہے، اور اگر اولاد ہو تو ثُمُنٌ ملتا ہے، تو بیوی کے نیچے لکھو رُبُعٌ۔ جَدَّاتٌ کو تو ایک ہی حصہ ملتا ہے سُدُسٌ جب ساری شرائط پوری ہوں، شرائط یہاں پوری ہیں اس کی، سُدُسٌ مل جائے گا۔ اور چچا جو ہیں وہ عَصَبَةٌ بنیں گے بھئی۔

اچھا کون کون سے حصے جمع ہوئے؟ رُبُعٌ اور سُدُسٌ۔ رُبُعٌ نوع اول کا ہے یا نوع ثانی کا؟ نوع اول کا۔ اور سُدُسٌ کس نوع کا ہے؟ نوع ثانی کا۔ اور آپ نے قانون نمبر پانچ پڑھا تھا کہ اگر رُبُعٌ نوع ثانی کے کسی کے ساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ کس سے بنے گا؟ بارہ سے بنے گا۔ تو یہاں بھی بارہ سے مسئلہ بناؤ بھئی، اوپر بارہ لکھو۔ اچھا بارہ میں سے چوتھا حصہ رُبُعٌ جو ہے وہ بیوی کو دینا ہے، بارہ کا چوتھا حصہ کیا ہے، چار سے تقسیم کرو؟ تین آیا، تو تین حصہ ہوا بیوی کا، زَوْجَةٌ کے نیچے تین لکھو۔ اچھا بارہ میں سے چھٹا حصہ کتنا بنتا ہے؟ دو، یہ مل گیا دادیوں کو۔ اچھا باقی سارا چچا جو ہیں وہ لے جائیں گے۔ بیوی کو کتنا حصہ ملا؟ تین، دادیوں کو؟ دو، تین اور دو پانچ۔ تو بارہ میں سے پانچ تو یہ حصے ہو گئے، باقی کتنے رہ گئے؟ سات، سات چچا لے جائیں گے، ان کے نیچے سات لکھو بھئی۔

اب دیکھو بھئی کسر واقع ہو رہی ہے؟ اچھا سب سے پہلے تو حصے دیکھو: بیوی کو ملے تین حصے، دادیوں کو دو، تین اور دو پانچ، اور چچا کو سات، سات اور پانچ بارہ۔ مخرج بھی بارہ حصے بھی بارہ، تو لہٰذا یہاں تو درست ہے۔ اب دیکھو کہ جَدَّاتٌ ہیں تین اور حصہ کتنا آ رہا ہے ان کو؟ دو، دو کو اب تین میں تقسیم نہیں کر سکتے، کسر آ رہی ہے۔ اسی طرح چچا کتنے ہیں؟ بارہ، اور حصے کتنے مل رہے ہیں؟ سات، سات بھی اب بارہ میں تقسیم نہیں ہو سکتا، تو کسر آ رہی ہے۔ تو اب کیا کریں گے؟ سب سے پہلے کیا کرو کہ جہاں جہاں کسر آ رہی ہے اگر وہاں کسی کا وَفْقٌ نکلتا ہے تو عَدَدِ رُؤُوسِ کی جگہ وَفْقٌ نکال دو۔ دو اور تین ہیں، ان میں کون سی نسبت ہے؟ تَبَايُنٌ کی، یہاں تو وَفْقٌ نکل ہی نہیں سکتا۔ سات اور بارہ میں کون سی نسبت ہے؟ یہ بھی تَبَايُنٌ ہے، لہٰذا یہاں بھی وَفْقٌ نہیں نکل سکتا۔ یہ دیکھ لیا۔ اب اس کے بعد عَدَدِ رُؤُوسِ کی آپس میں نسبتیں دیکھو: ایک کیا ہے؟ تین، اور دوسرا کیا ہے؟ بارہ۔ تو عَدَدِ رُؤُوسِ میں آپس میں کون سی نسبت ہے؟ تَدَاخُلٌ ہے، بڑا عدد چھوٹے سے پورا تقسیم ہو رہا ہے۔ بارہ ہے اور تین ہے، بارہ تین سے کیا ہو جاتا ہے؟ تقسیم، ہاں تین چوکے بارہ، تو یہ پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں قانون کیا لکھوایا، جب تَدَاخُلٌ ہو کیا کرو؟ بڑے عدد سے أَصْلِ مَسْأَلَةٍ کو ضرب دے دو۔ بس اب بارہ سے ساروں کو ضرب دے دیں گے۔ تو بارہ کو بارہ سے ضرب دی اوپر مخرج کو، کیا آیا؟ ایک سو چوالیس۔ اوپر بالکل کے ایک سو چوالیس لکھ دو۔ ساروں کو بارہ سے ضرب دینی ہے۔ اچھا زَوْجَةٌ کا حصہ کتنا تھا؟ تین، تین کو بھی بارہ سے ضرب دے دو: بارہ تیے چھتیس، تو اس کے نیچے چھتیس لکھو۔ اچھا آگے جَدَّاتٌ کا حصہ ہے دو، بارہ کو دو سے بھی ضرب دے دو بھئی، کیا آیا؟ چوبیس لکھ دو۔ اور چچا کا حصہ ہے سات، اس کو بھی بارہ سے ضرب دے دو کیا آیا؟ چوراسی، بارہ ستے چوراسی، چوراسی لکھو اس کے نیچے۔ اب ذرا ان کو جمع کرو بھئی: چھتیس اور چوبیس کتنے ہوئے؟ ساٹھ ہوئے، اور ساٹھ اور چوراسی کتنے ہوئے؟ ایک سو چوالیس۔ معلوم ہوا سِهَامٌ اور مخرج برابر ہیں، مسئلہ ٹھیک ہے۔ اب دیکھو بھئی بیوی ایک ہے اس کو کتنے حصے مل گئے؟ ایک سو چوالیس مال کے کل حصے کر لیں گے، بیوی کو کتنے دے دیں گے؟ چھتیس، تقسیم کی کوئی ضرورت نہیں، چھتیس کے چھتیس خود وہ اکیلی ہے لے جائے گی۔ اچھا دادیاں کتنی ہیں؟ تین ہیں، ان کو کتنے حصے ملے؟ چوبیس، تو تین ہیں ہر ایک کو

کتنا ملے گا؟ آٹھ آٹھ ملے گا بھئی۔ اچھا چچا کتنے ہیں؟ بارہ، اور ان کو کتنا حصہ ملا؟ چوراسی، تو چوراسی میں سے ایک ایک چچا کا کتنا حصہ ہو گا؟ جی؟ سات سات ہر چچا کا حصہ ہو جائے گا، بارہ سے چوراسی کو تقسیم کیا تو کیا آیا؟ سات، یہ ایک چچا کا حصہ ہوا۔

آگے لکھیے مثال نمبر گیارہ: میت اسی طرح بنائیے۔ اچھا وارث ہیں بھئی: زَوْجٌ خاوند ہے، چھ جَدَّاتٌ ہیں، اور تین حقیقی بہنیں ہیں۔ اچھا خاوند کو کتنا ملتا ہے جب اولاد نہ ہو؟ نِصْفٌ ملتا ہے، تو خاوند کے نیچے نِصْفٌ لکھو۔ جَدَّاتٌ کی ایک ہی حالت ہے جب شرائط پوری ہوں، شرائط یہاں پوری ہیں، سُدُسٌ ملے گا۔ حقیقی بہنیں ہوں، آپ نے پڑھا ہے میت کے باپ دادا اور اولاد

نہ ہو تو انہیں ایک ہو تو نِصْفٌ ملتا ہے، دو یا زیادہ ہوں تو ثُلُثَانِ ملتا ہے، ان کے نیچے ثُلُثَانِ لکھو۔

اچھا، اب یہ ایک ہی نوع کے حصے ہیں یا الگ الگ انواع کے ہیں؟ الگ الگ۔ تو نِصْفٌ ہے نوع اول کا اور سُدُسٌ اور ثُلُثَانِ ہیں نوع ثانی کے۔ اور قانون نمبر چار آپ نے کیا پڑھا تھا؟ کہ نِصْفٌ جب نوع ثانی کے کسی کے ساتھ بھی جمع ہو جائے تو مسئلہ کس سے بنے گا؟ چھ سے۔ تو چھ سے مسئلہ بناؤ۔ چھ میں سے نِصْفٌ خاوند کو دو کتنا آیا؟ تین آ گیا۔ اچھا جَدَّاتٌ کو سُدُسٌ دینا ہے، چھ کا سُدُسٌ کتنا؟ ایک، وہ ایک دے دو جَدَّاتٌ کو۔ اچھا چھ کے ثُلُثٌ کتنا بنتا ہے؟ دو، تو دو ثُلُثٌ کتنے ہوئے؟ چار۔ تو چار مل گیا حقیقی بہنوں کو، ان کے نیچے چار لکھ دو۔

اب دیکھیے بھئی مخرج کتنا ہے؟ چھ، اور سِهَامٌ ذرا شمار کرو: زَوْجٌ کو تین، جَدَّاتٌ کو ایک، یہ کتنے ہو گئے؟ چار، اور حقیقی بہنوں کو بھی چار، چار اور چار آٹھ۔ تو دیکھو سِهَامٌ بڑھ گئے مخرج سے۔ اب کیا کریں گے؟ عَوْلٌ کریں گے، عین لکھ کر آٹھ آگے لکھ دو بھئی، چھ سے آٹھ کی طرف عَوْلٌ ہوا۔ اب آٹھ ہی مخرج بن گیا اور آٹھ ہی حصے ہو گئے۔ اچھا اب دیکھیے کسر واقع ہو رہی ہے حصوں میں یا نہیں: زَوْجٌ ایک ہے اس کو تین مل رہے ہیں، کوئی تقسیم کی ضرورت نہیں۔ جَدَّاتٌ کو ایک حصہ ملا اور وہ چھ ہیں، تو ایک کو چھ میں تقسیم نہیں کر سکتے، کسر آ گئی۔ آگے حقیقی بہنیں تین ہیں اور انہیں حصے کتنے ملے؟ چار۔ چار اور تین میں کیا ہے؟ کسر آ گئی بھئی، چار تین میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ تو دو جگہ پر کسر آ رہی ہے۔ جب دو جگہ پر کسر آئے پھر کیا کرنا تھا ہم نے؟ عَدَدِ رُؤُوسِ کے اندر کیا دیکھنی تھی؟ پہلے تو وَفْقٌ نکالنا ہے۔ جَدَّاتٌ میں ہے حصہ کتنا؟ ایک، اور وہ خود ہیں چھ، یہاں تو ضرورت نہیں چھ ہی اسی طرح رہے گا۔ حقیقی بہنیں کتنی ہیں؟ تین، اور حصہ کتنا؟ چار۔ ان میں نسبت کون سی؟ تَبَايُنٌ کی، وَفْقٌ یہاں بھی نہیں نکل سکتا۔ اچھا اب عَدَدِ رُؤُوسِ میں آپس میں نسبتیں دیکھو: جَدَّاتٌ کا عَدَدِ رُؤُوسِ کیا ہے؟ چھ۔ أَخَوَاتٌ عَيْنِيَّةٌ کا عَدَدِ رُؤُوسِ کیا ہے، حقیقی بہنوں کا کیا ہے؟ تین ہے۔ تو چھ اور تین عَدَدِ رُؤُوسِ میں کون سی نسبت ہے؟ تَدَاخُلٌ ہے کہ بڑا عدد چھوٹے عدد سے پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے بھئی۔ چھ کو تین سے تقسیم کریں، ہوتا ہے یا نہیں تقسیم؟ ہوتا ہے، تو یہ تَدَاخُلٌ کی نسبت ہے۔ اور جب تَدَاخُلٌ کی نسبت ہو پھر کیا کرتے تھے؟ بڑے عدد کو أَصْلِ مَسْأَلَةٍ سے ضرب دے دو۔ اور بڑا عدد کون سا ہے؟ چھ۔ تو چھ سے ضرب دے دو۔ مخرج ہے اوپر آٹھ، آٹھ کو چھ سے ضرب دو، آٹھ چھکے اڑتالیس، تو آگے بالکھ کر اڑتالیس لکھ لو۔ پھر چھ کو نیچے زَوْجٌ کے حصوں میں بھی ضرب دو، چھ تیے اٹھارہ یا تین چھکے اٹھارہ۔ پھر چھ کو جَدَّاتٌ کے حصے سے بھی ضرب دی کتنا آیا؟ چھ ایکم چھ۔ اچھا حقیقی بہنیں کتنی ہیں؟ ان کا حصہ تھا چار، اس کو بھی چھ سے ضرب دی، چار چھکے چوبیس، چوبیس اس کے نیچے لکھا۔ اب حصے ذرا شمار کرو: زَوْجٌ کا حصہ اٹھارہ، جَدَّاتٌ کا حصہ چھ، اٹھارہ اور چھ چوبیس، اور آگے حقیقی بہنوں کا حصہ بھی چوبیس، چوبیس اور چوبیس اڑتالیس۔ تو دیکھو سِهَامٌ بھی اڑتالیس اور مخرج بھی اڑتالیس، اب تقسیم ہو جائے گا مال۔ اور نیز اٹھارہ حصے زَوْجٌ کو ملے، زَوْجٌ اکیلا ہے سارا ہی لے جائے گا تقسیم کی پھر آگے نہیں ضرورت۔ چھ حصے جَدَّاتٌ کو ملے اور وہ خود بھی کتنی ہیں؟ چھ، ہر ایک کو کتنا مل جائے گا؟ ایک۔ حقیقی بہنیں تین ہیں ان کو کتنے حصے ملے؟ چوبیس، تو چوبیس میں سے ہر ایک کو کتنا ملے گا؟ آٹھ آٹھ مل جائیں گے بھئی۔

اگلا قانون لکھیے بھئی، قانون تَوَافُقٌ وتَبَايُنٌ: اگر مسئلے میں ایک سے زیادہ فریقوں پر کسر واقع ہو رہی ہو، تو ایک فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ کی دوسرے فریق کے عَدَدِ رُؤُوسِ سے نسبت دیکھو۔ اگر دونوں میں تَوَافُقٌ کی نسبت ہو، تو ایک کے وَفْقٌ کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دیں۔ پھر حاصل ضرب اور اگلے عَدَدِ رُؤُوسِ میں نسبت دیکھو۔ اگر پھر تَوَافُقٌ کی نسبت ہو، تو پھر ایک کے وَفْقٌ کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دیں۔ یہاں تک کہ آخر تک پہنچ جائیں، اور آخر میں جو حاصل ضرب آ جائے اسے أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دو۔

الگ سطر میں لکھیے آگے بھئی: اور اگر بعد والے عَدَدِ رُؤُوسِ اور حاصل ضرب میں تَبَايُنٌ کی نسبت ہو، تو ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دیں، اور آخر میں جو حاصل ضرب حاصل ہوا سے پھر کل مسئلہ میں ضرب دے دیں، تو مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

آگے مثال لکھیے بھئی، مثال نمبر بارہ: میت اسی طرح بنائیے بھئی۔ جی وارث ہیں: چار بیویاں، نو جَدَّاتٌ، سمجھ میں آیا؟ معلوم ہوا کسی بڑے آدمی کا انتقال

ہوا ہے بھئی چار بیویاں ہیں۔ چار بیویاں، نو جَدَّاتْ اور چھ أَعْمَامْ یا یوں لکھ لیں چھ چچا۔ اچھا بھئی آپ جانتے ہیں بیویوں کو اگر میت کی اولاد نہ ہو تو انہیں رُبُعْ ملتا ہے چوتھا حصہ، ان کے نیچے رُبُعْ لکھو۔ جَدَّاتْ کی ایک ہی حالت ہے انہیں سُدُسْ ملتا ہے۔ اور چچا آپ جانتے ہیں عَصَبَةْ ہیں بھئی۔ وہ ذَوِي الْفُرُوضِ کے علاوہ جو قریبی رشتے دار جو مال لے جاتے ہیں وہ عَصَبَةْ کہلاتے ہیں، ذَوِي الْفُرُوضِ آپ نے بارہ پڑھے تھے ان میں چچا نہیں تھا بھئی، چچا عَصَبَاتْ میں سے ہے۔

اچھا بھئی کیا کیا حصے لکھے آپ نے؟ بیویوں کو رُبُعْ ملے گا اور جَدَّاتْ کو سُدُسْ۔ رُبُعْ ہے کس میں سے؟ نوع اول میں سے، اور سُدُسْ ہے نوع ثانی میں سے۔ اور آپ نے پڑھا تھا نوع اول کا رُبُعْ اگر نوع ثانی کے کسی کے ساتھ آجائے تو مسئلہ بارہ سے بنے گا بھئی۔ تو بارہ سے مسئلہ بناؤ بھئی۔ بارہ میں سے رُبُعْ یعنی چوتھا حصہ بیویوں کو ملے گا، کتنا بنا بارہ کا چوتھا حصہ؟ تین بھئی، تین لکھو بھئی بیویوں کے نیچے۔ بارہ میں سے چھٹا حصہ دادیوں کو ملے گا، چھٹا حصہ بارہ کا کیا ہے؟ دو، دو جَدَّاتْ کے نیچے لکھ لو۔ اچھا تو زَوْجَاتْ کو، بیویوں کو کتنا ملا؟ تین، دادیوں کو؟ دو، تین اور دو کتنے ہوئے؟ پانچ۔ باقی مال چچا لے جائیں گے، بارہ میں سے پانچ نکالے سات رہ گئے، تو چچا کے نیچے لکھو سات بھئی۔

اب دیکھیے بھئی بیویوں کو کتنے حصے ملے؟ تین، اور بیویاں ہیں چار، تو تین چار میں تقسیم نہیں کر سکتے، یہاں کسر آگئی۔ آگے دادیوں کو کتنا ملا؟ دو، اور وہ کتنی ہیں؟ نو ہیں، دو نو میں تقسیم نہیں ہو سکتا، یہاں بھی کسر آگئی۔ آگے ہیں چچا، تو حصے ان کو ملے سات اور وہ کل کتنے ہیں؟ چھ، سات کو چھ میں بھی تقسیم نہیں کر سکتے، یہاں بھی کسر آگئی بھئی۔ تو تین جگہ کسر آگئی بھئی۔ اب کیا کریں گے؟ جی؟ بھئی سب سے پہلے تو دیکھو کسی کا وَفْقْ نکلتا ہے یا نہیں، عَدَدِ رُؤُوسِ اور اس کے سِهَامْ میں نسبت دیکھ لو، کسی کا وَفْقْ نکلتا ہے؟ زَوْجَاتْ کا حصہ کتنا؟ تین، اور وہ کتنی ہیں؟ چار۔ ان میں تَوَافُقْ ہے یا تَبَايُنْ ہے؟ ان میں تَبَايُنْ، وَفْقْ نہیں نکلتا۔ جَدَّاتْ کو دو ملے اور وہ ہیں نو، دو اور نو میں بھی کون سی نسبت ہے؟ تَبَايُنْ ہے، تَوَافُقْ نہیں ہے۔ أَعْمَامْ ہیں چھ اور حصے ہیں ان کے سات، سات اور چھ میں بھی کون سی نسبت ہے؟ تَبَايُنْ ہے، یہاں بھی وَفْقْ نہیں نکل سکتا، تَوَافُقْ ہی نہیں ہے۔ اچھا اب عَدَدِ رُؤُوسِ میں نسبتیں دیکھنی ہیں: ایک عَدَدِ رُؤُوسِ ہے چار زَوْجَاتْ جو ہیں، ایک عَدَدِ رُؤُوسِ جَدَّاتْ کا ہے وہ ہے نو، اور ایک چچا کا ہے وہ کتنا؟ چھ ہے بھئی، ان میں نسبتیں دیکھنی ہیں۔ سب سے پہلے دیکھو تَوَافُقْ والے کوئی ایک دو پکڑ لو: جَدَّاتْ کے عَدَدِ رُؤُوسِ نو اور چچا کا عَدَدِ رُؤُوسِ چھ۔ چھ اور نو میں کون سی نسبت ہے بھئی؟ تَوَافُقْ کی نسبت ہے۔ چھ سے نو تقسیم تو نہیں ہو سکتا لیکن ایک اور عدد ہے جو دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے، اور وہ کیا؟ تین، تین سے چھ بھی تقسیم ہو جاتا ہے اور نو بھی۔ تو ان میں جب تَوَافُقْ کی نسبت ہو دو عَدَدِ رُؤُوسِ میں، تو ایک کا وَفْقْ پکڑ لو اور دوسرے کو اسی طرح رہنے دو۔ کس کا وَفْقْ ہم بنالیں؟ چھ کا چلو، چھ کا وَفْقْ نکال لو، چھ کا وَفْقْ کتنا آیا؟ دو آگیا بھئی۔ تین سے تو دونوں تقسیم ہو رہے ہیں تو تین سے اب چھ کو تقسیم کیا کتنا آیا؟ دو، تو یہ دو کیا ہے چھ کا؟ وَفْقْ ہے۔ اس وَفْقْ کو دوسرے کے کل عَدَدِ رُؤُوسِ میں ضرب دے دو۔ دوسرا کون ہے؟ نو، نو کے ساتھ دو کو ضرب دی کیا آیا؟ اٹھارہ ہو گیا۔ اب اس اٹھارہ، یہ جو حاصل ضرب ہے اس کی اگلے کے ساتھ نسبت دیکھو: اٹھارہ اور چار۔ ان میں کون سی نسبت ہے؟ اٹھارہ چار سے تقسیم ہو جاتا ہے؟ نہیں، تَدَاخُلْ نہیں ہے۔ اچھا پھر کیا کریں؟ تَوَافُقْ ہے؟ ہاں دو سے دونوں تقسیم ہو جاتے ہیں، تو ایک کے وَفْقْ کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دو۔ کس کا وَفْقْ نکال لیں؟ اٹھارہ کا چلو نکال لو۔ کس عدد سے دونوں تقسیم ہو رہے تھے؟ دو سے، تو دو سے ذرا اٹھارہ کو تقسیم کرو کیا آیا؟ نو، یہ نو وَفْقْ نکل آیا اٹھارہ کا۔ اس ایک کے وَفْقْ کو دوسرے کے کل میں ضرب دو، دوسرا کیا ہے؟ چار، تو نو کو چار سے ضرب دے دو کتنا آیا؟ چھتیس آگیا۔ کیا آیا؟ چھتیس۔ یہ سارے، کوئی اور رہ تو نہیں گیا؟ چھتیس۔ اب چھتیس کو أَصْلِ مَسْأَلَةِ میں ضرب دے دو۔ کیلکولیٹر اب ہونا چاہیے بھئی جلدی جلدی حل ہو جائے گا۔

اچھا بھئی، چلو بھئی چھتیس سے ذرا بارہ کو ضرب دو: چار سو بتیس آگیا، لکھیے بھئی۔ اسی طرح بابنا کر چار سو بتیس لکھو۔ اچھا اسی چھتیس کے ساتھ سارے حصوں کو بھی ضرب دینی ہے: تو زَوْجَاتْ کا حصہ ہے تین، اس تین کو بھی چھتیس سے ضرب دو: ایک سو آٹھ آگیا بھئی، ایک سو آٹھ۔ اچھا آگے اسی چھتیس سے جَدَّاتْ کا حصہ دو ہے اسے بھی ضرب دے دو کتنا آیا؟ بہتر بھئی، جَدَّاتْ کے نیچے بہتر لکھو۔ چچا کا حصہ ہے سات، اس کو بھی چھتیس سے ضرب دے دو کتنا آیا؟ دو سو باون بھئی، دو سو باون۔ تو مخرج کتنا آیا؟ چار سو بتیس۔ اب ذرا سِهَامْ جمع کرو یہ پورے ہو رہے ہیں یا نہیں: ایک سو آٹھ جمع بہتر جمع دو سو باون، چار سو بتیس پورے۔ تو سِهَامْ بھی چار سو بتیس اور مخرج بھی چار سو بتیس۔ اب دیکھو ہر ایک کو پورا حصہ مل رہا ہے یا نہیں: اچھا زَوْجَاتْ کتنی تھیں؟ چار۔ چار کو ایک سو آٹھ دیا ہے، تو ہر ایک کا حصہ کتنا بنے گا، چار سے تقسیم کر دو ایک سو آٹھ کو؟ ستائیس، ہر ایک کو کتنا ملے گا؟ ستائیس۔ ایک بیوی کو بھی ستائیس دوسری کو بھی ستائیس یہ ہو گئے چون، پھر باقی دو کو بھی چون، چون اور چون کتنے ہوئے؟ ایک سو آٹھ۔ اچھا جَدَّاتْ کتنی ہیں؟ نو، کتنے حصے ملے ہیں؟ بہتر۔ بہتر کو اب نو میں تقسیم کرو بھئی، ہر ایک کو حصہ آٹھ بھئی، ہر جَدَّةْ کو کتنے مل جائیں گے؟ آٹھ آٹھ حصے۔ اچھا چچا ہیں چھ اور ان کو حصے ملے ہیں دو سو باون، تو دو سو باون کو چھ

سے تقسیم کرو ہر ایک چچا کا حصہ نکل آئے گا: بیالیس۔ معلوم ہوا ہر چچا کو کتنا ملے گا؟ بیالیس۔ تو کل مال کے چار سو بتیس حصے کریں گے اور پھر اس میں سے ایک سو آٹھ بیویوں کو، بہتر دادیوں کو اور دو سو باون چچوں کو۔

آگے لکھیے مثال نمبر تیرہ: میت بناؤ بھئی اسی طرح۔ وارث نیچے لکھو: چار بیویاں، نو حقیقی بہنیں اور چھ دادیاں، چھ جَدَّاتٌ بھئی۔ اچھا بھئی بیوی کو جب اولاد نہ ہو تو کتنا ملتا ہے؟ رُبُعٌ ملتا ہے، تو رُبُعٌ ان کے نیچے لکھو زَوْجَاتٌ کے نیچے۔ اچھا بہنوں کو جب اولاد نہ ہو اور یہ خود دو یا دو سے زیادہ ہوں تو کتنا ملتا ہے؟ ثُلُثَانِ ان کے نیچے لکھو۔ اور جَدَّاتٌ کو تو سُدُسٌ ہی ملتا ہے جب شرائط پوری ہوں، شرائط پوری ہیں انہیں سُدُسٌ ملے گا۔ اچھا تو کون کون سے حصے جمع ہوئے؟ رُبُعٌ، ثُلُثَانِ اور سُدُسٌ۔ ایک ہی نوع کے ہیں یا دو الگ الگ انواع کے ہیں؟ الگ الگ انواع کے ہیں۔ تو نوع اول میں سے کیا آیا؟ رُبُعٌ۔ اور آپ نے قانون نمبر پانچ پڑھا تھا کہ نوع اول کا رُبُعٌ نوع ثانی کے کسی کے ساتھ بھی جمع ہو جائے تو مسئلہ کس سے بنے گا؟ بارہ سے۔ تو بارہ سے مسئلہ بناؤ، اوپر لکھو بارہ مخرج۔ بارہ کا رُبُعٌ یعنی چوتھا حصہ کتنا بنتا ہے؟ تین، یہ بیویوں کا حصہ بنتا ہے تو زَوْجَاتٌ بیویوں کے نیچے لکھو تین۔ اچھا بہنوں کا دو ثُلُثٌ بنتا ہے بھئی، بارہ کا ایک ثُلُثٌ کتنا ہے؟ چار، دو ثُلُثٌ کتنے ہوئے؟ آٹھ، تو یہ آٹھ مل گیا بہنوں کو، ان کے نیچے آٹھ لکھو۔ اچھا جَدَّاتٌ کو سُدُسٌ ملتا ہے اور بارہ کا سُدُسٌ کتنا ہے؟ دو، ان کے نیچے دو لکھو۔ اچھا مخرج کتنا؟ بارہ۔ اب ذرا سِهَامٌ دیکھو وہ بھی بارہ بنتے ہیں یا نہیں: تین اور آٹھ گیارہ، گیارہ اور دو تیرہ، تیرہ بن رہے ہیں بھئی۔ معلوم ہوا عَوْلٌ ہو گا، بارہ کا عَوْلٌ کس کی طرف ہو گا؟ تیرہ کی طرف بھئی۔

اب دیکھیے بھئی عَدَدِ رُؤُوسٍ اور سِهَامٌ میں نسبتیں ذرا دیکھ لو: زَوْجَاتٌ چار ہیں، ان کو حصہ کتنا مل رہا ہے؟ تین۔ تین چار میں تقسیم ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا، اور نسبت کون سی؟ تَبَايُنٌ کی۔ اچھا آگے أَخَوَاتٌ ہیں، بہنیں ہیں نو اور حصے ان کے کتنے؟ آٹھ۔ آٹھ اور نو میں بھی کون سی نسبت ہے؟ تَبَايُنٌ ہے۔ آگے جَدَّاتٌ کتنی ہیں؟ چھ، اور حصے کتنے؟ دو۔ ان میں کون سی نسبت ہے؟ جی؟ تَدَاخُلٌ ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اس کو اسی طرح رہنے دو۔ اچھا تَوَافُقٌ ہوتا تو ہم وَفْقٌ نکال کر رکھتے، عَدَدِ رَأْسٍ کی جگہ کیا رکھ دیتے؟ وَفْقٌ رکھتے۔ اب کیا کرو؟ اب عَدَدِ رُؤُوسٍ کی آپس میں نسبتیں دیکھو بھئی۔ کسی دو میں تَوَافُقٌ ہے؟ چھ اور نو میں پہلے دیکھ لو چلو، کوئی سے دو پکڑ لو تَوَافُقٌ سے شروع کر دو۔ اچھا چھ اور نو میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ، کیونکہ دونوں کس سے تقسیم ہو جاتے ہیں؟ تین سے۔ تو دونوں میں سے ایک کا وَفْقٌ پکڑ لو، اس کو تین سے تقسیم کرو۔ چھ کا کر لیتے ہیں: چھ کو تین سے تقسیم کیا کتنا آیا؟ دو۔ یہ دو وَفْقٌ ہے چھ کا، اس کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دو۔ دو کو، دوسرے کا کل کتنا ہے؟ نو، نو سے ضرب دی کتنا آیا؟ اٹھارہ۔ اب اٹھارہ اور آگے چار تھا، پھر اٹھارہ اور چار میں کون سی نسبت ہے؟ ان میں تَوَافُقٌ کی نسبت ہے۔ اٹھارہ چار سے تو نہیں تقسیم ہوتا لیکن دو کے ذریعے دونوں تقسیم ہو جاتے ہیں چار بھی اور اٹھارہ بھی۔ تو ایک کا وَفْقٌ نکال لو اور دوسرے کے کل سے ضرب دے دو۔ کس سے دونوں تقسیم ہو رہے ہیں؟ دو سے، ایک کو دو سے تقسیم کر دو، چلو چار کو کر لو۔ چار کو دو سے تقسیم کیا کتنا آیا؟ دو، یہ دو وَفْقٌ نکل آیا، اور دوسرا کل یعنی اٹھارہ اس کے ساتھ دو کو ضرب دے دو، اٹھارہ دونی چھتیس۔ بس یہ چھتیس عدد نکل آیا، اب اس کو أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دو بھئی۔ عَوْلٌ کدھر ہوا تھا؟ تیرہ کی طرف۔ تیرہ کو چھتیس سے ضرب دو ذرا بھئی: چار سو اڑسٹھ بھئی۔ چار سو اڑسٹھ آ گیا، یہ اوپر بالکل کر چار سو اڑسٹھ لکھو، یہ مخرج بن گیا۔ اب نیچے ہر ایک کے حصے کو بھی چھتیس سے ضرب دو: تین کو چھتیس سے ضرب دی جیسے اوپر کیا تھا آپ نے کیا آیا؟ ایک سو آٹھ۔ اچھا چھتیس کو آٹھ سے ضرب دو ذرا، اگلا أَخَوَاتٌ کا حصہ ہے آٹھ اس کو چھتیس سے: دو سو اٹھاسی، أَخَوَاتٌ کے نیچے لکھو۔ زَوْجَاتٌ کے نیچے ایک سو آٹھ آیا، أَخَوَاتٌ کے نیچے دو سو اٹھاسی۔ آگے بھئی جَدَّاتٌ کا حصہ کتنا ہے؟ دو، اس کو بھی چھتیس سے ضرب دو کتنا آیا؟ بہتر۔ اچھا مخرج ہے چار سو اڑسٹھ، اب سِهَامٌ بھی چار سو اڑسٹھ بن رہے ہیں یا زیادہ ہو رہے ہیں؟ ذرا جمع کرو: ایک سو آٹھ جمع دو سو اٹھاسی جمع بہتر، یہ بھی چار سو اڑسٹھ۔ تو مخرج بھی چار سو اڑسٹھ اور سِهَامٌ بھی کتنے؟ چار سو اڑسٹھ ہو گئے۔ تو دیکھو کل مال کے چار سو اڑسٹھ حصے بنا لیں گے، اس میں سے ایک سو آٹھ حصے کسے دیں گے؟ بیویوں کو دیں گے، دو سو اٹھاسی بہنوں کو اور بہتر کس کو دے دیں گے؟ جَدَّاتٌ کو۔ اب دیکھو ان میں بھی آپس میں تقسیم کس طرح ہو رہی ہے: چار بیویوں کو ایک سو آٹھ حصے ملے تو ہر بیوی کو کتنا ملے گا؟ چار سے ایک سو آٹھ کو تقسیم کیا، ستائیس، ہر بیوی کا حصہ کتنا؟ ستائیس، دیکھو کسر ختم ہو گئی۔ اچھا أَخَوَاتٌ ہیں نو انہیں کتنے ملے؟ دو سو اٹھاسی، دو سو اٹھاسی کو نو سے تقسیم کرو کیا آیا؟ بتیس آ گیا بھئی۔ کتنا آیا؟ بتیس۔ معلوم ہوا ہر بہن کو کتنا حصہ ملے گا؟ بتیس حصہ مل جائے گا۔ اچھا دیکھو کسر ختم ہو گئی پورا پورا حصہ مل گیا۔ جَدَّاتٌ تھیں چھ انہیں کتنا حصہ ملا؟ بہتر، بہتر کو چھ سے تقسیم کرو ایک جَدَّةٌ کا حصہ نکل آئے گا: بارہ بھئی۔ تو ہر جَدَّةٌ کو کتنا حصہ؟ بارہ حصہ ملے گا، کسر ختم ہو گئی تو مسئلہ حل ہو گیا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۲: کتاب الفرائض (۷): تصحیحِ مسائل کے بقیہ چار قوانین (قانون چہارم تا ہفتم) اور ان کی عملی مشق و تطبیق

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۸ جون ۲۰۰۸ء

تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

گزشتہ سبق میں ہم تَصْحِیحٌ کے قوانین پڑھ رہے تھے۔ میں نے بتلایا تھا آپ کو تَصْحِیحٌ کے سات قوانین ہیں بھئی، سات۔ چھ قوانین ہم نے لکھ لیے تھے، مثالیں بھی آگئی تھیں۔ آج قانون نمبر سات پڑھیں گے بھئی۔ قانون نمبر سات، لکھیے بھئی آگے لکھیے قانون نمبر سات:[1]

اگر ایک سے زیادہ فریقوں پر کسر واقع ہو رہی ہو، تو عَدَدِ رُؤُوسِ میں نسبت دیکھیں۔ اگر تَبَایُنٌ کی نسبت ہو، تو ایک عَدَدِ رُؤُوسِ کو دوسرے عَدَدِ رُؤُوسِ کے ساتھ ضرب دے دیں۔ حاصل ضرب اور اگلے عَدَدِ رُؤُوسِ میں پھر نسبت دیکھو۔ اگر پھر تَبَایُنٌ کی نسبت ہے، تو پھر دونوں کو آپس

[1] جدول—علم الفرائض میں تصحیحِ مسائل کے سات قوانین (قوانینِ سبعہ) کا جامع جدول:

قانون نمبر	کس صورت میں استعمال ہوتا ہے؟	تصحیح کا حسابی ضابطہ (مضروب کا تعین)
قانونِ اول	جب کسر صرف **ایک ہی فریق** پر ہو اور اس کے حصوں اور رؤوس میں **تباین** ہو	عددِ رؤوس ہی مضروب ہوگا؛ اسے اصلِ مسئلہ (یا عول) میں ضرب دے کر مسئلہ کی تصحیح کریں۔
قانونِ دوم	جب کسر صرف **ایک ہی فریق** پر ہو اور اس کے حصوں اور رؤوس میں **توافق** ہو	عددِ رؤوس کے **وفق** کو اصلِ مسئلہ (یا عول) میں ضرب دیں۔
قانونِ سوم	جب کسر **دو یا زائد فریقوں** پر ہو اور ہر فریق کے حصوں اور رؤوس میں **تباین** ہو، اور رؤوس کے اعداد آپس میں **متماثل** ہوں	رؤوس میں سے کسی ایک عدد کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دیں (اکتفاء باحد المتماثلین)۔
قانونِ چہارم	جب کسر متعدد فریقوں پر ہو (حصوں و رؤوس میں تباین ہو) اور رؤوس کے اعداد آپس میں **متداخل** ہوں	سب سے بڑے عددِ رؤوس پر اکتفاء کرتے ہوئے اسے اصلِ مسئلہ میں ضرب دیں۔
قانونِ پنجم	جب کسر متعدد فریقوں پر ہو اور رؤوس کے اعداد آپس میں **متوافق** ہوں	ایک عددِ رؤوس کے **وفق** کو دوسرے پورے عددِ رؤوس میں ضرب دیں، پھر حاصلِ ضرب کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دیں۔
قانونِ ششم	جب کسر متعدد فریقوں پر ہو اور رؤوس کے اعداد آپس میں **متباین** ہوں	رؤوس کے تمام اعداد کو ایک دوسرے میں ضرب دیں، پھر حاصلِ ضرب کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دیں۔
قانونِ ہفتم	جب بعض یا تمام فریقوں کے حصوں اور رؤوس میں **توافق** پایا جائے	پہلے جن فریقوں میں توافق ہے ان کے رؤوس کو ان کے **وفق** کی طرف لوٹالیں، پھر حاصل شدہ اعدادِ رؤوس کے درمیان تماثل، تداخل، توافق یا تباین کے مطابق قوانین ۳ تا ۶ میں سے متعلقہ قانون جاری کریں۔

میں ضرب دے دو۔ پھر حاصل ضرب اور اگلے عَدَدِ رُؤُوسِ میں نسبت دیکھو۔ اگر تَبَایُنٌ کی نسبت ہو، تو پھر ضرب دے دیں۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلے گا یہاں تک کہ سارے عَدَدِ رُؤُوسِ پورے ہو جائیں۔ آخر میں جو حاصل ضرب آئے اسے پورے مسئلہ میں ضرب دے دو، تو مسئلہ کی تَصْحِیحٌ ہو گئی۔

اب مثال لکھیے بھئی۔ گزشتہ سبق تک تیرہ مثالیں ہوئی تھیں بھئی، اب مثال نمبر چودہ: اسی طرح میت بنائیں بھئی۔ وارث جو ہیں: چار زَوْجَاتٌ ہیں، چار بیویاں ہیں، تین جَدَّاتٌ ہیں، اور پانچ چچا ہیں۔ چچا تایا ایک ہی ہیں بھئی، ایک ہی حکم ہے سب کا۔ پانچ چچا ہیں۔ اب حصے کیا کیا بنیں گے بھئی؟ زَوْجَاتٌ، زَوْجَةٌ بیوی آپ نے پڑھا ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ہے بھئی، اور میت کی اولاد نہ ہو تو پھر بیوی کو کتنا ملتا ہے؟ رُبُعٌ ملتا ہے، اس کے نیچے رُبُعٌ لکھو بھئی چوتھا حصہ۔ دادیوں کا تو ایک ہی حصہ ہے آپ جانتے ہیں بھئی سُدُسٌ ہے جبکہ اس میں ساری شرائط پوری ہوں، یہاں تمام شرائط پوری ہیں ان کو سُدُسٌ دے دو۔ اور چچا بھئی، چچوں کا حصہ آپ نے ذَوِي الْفُرُوضِ میں پڑھا تھا؟ نہیں، یہ عَصَبَاتٌ میں سے ہے بھئی۔ قدوری کے اندر عَصَبَاتٌ کی بھی تفصیل آجائے گی کون کون عَصَبَةٌ ہوتے ہیں، سمجھ میں آیا؟ سب سے پہلا درجہ بیٹے کا ہے، پوتے کا ہے، پھر اس کے بعد باپ کا ہے، وہاں ترتیب آجائے گی بھئی۔ اچھا تو چچوں کے نیچے لکھ لو بھئی عَصَبَةٌ۔ لکھ لیا؟

اب دیکھیے بھئی دو ہی حصے ہیں صرف بھئی، ایک رُبُعٌ ہے اور ایک سُدُسٌ، عَصَبَةٌ کو تو باقی مال دے دیا کرتے ہیں۔ تو بتلائیے یہ ایک ہی نوع کے ہیں یا الگ الگ انواع کے؟ الگ۔ رُبُعٌ ہے نوع اول میں سے اور سُدُسٌ ہے نوع ثانی میں سے۔ اور آپ نے قانون نمبر پانچ پڑھا تھا بھئی کہ نوع اول کا رُبُعٌ نوع ثانی کے کسی کے ساتھ بھی جمع ہو جائے تو مسئلہ کس سے نکلے گا؟ بارہ سے مسئلہ بنے گا بھئی، بارہ سے بنائیے مسئلہ۔ اب دیکھیے کہ بارہ کا رُبُعٌ یعنی چوتھا حصہ بیویوں کو دینا ہے۔ چوتھا حصہ کتنا بنے گا بارہ کا؟ تین، تو تین لکھیے بھئی زَوْجَاتٌ کے نیچے۔ بارہ کا سُدُسٌ یعنی چھٹا حصہ کتنا بنے گا؟ دو، تو یہ دو جَدَّاتٌ کا حصہ ہوا ان کے نیچے دو لکھو۔ اور چچوں کو باقی ملے گا بارہ میں سے: تو تین اور دو کتنے ہوئے؟ پانچ، باقی کتنے رہ گئے؟ سات، تو چچوں کو سات مل گیا۔

اب دیکھیے کسر آرہی ہے کہیں کہ کسر نہیں آرہی بھئی: بیویاں ہیں چار اور حصہ کتنا؟ تین، تین چار میں تقسیم پورا نہیں ہو سکتا، کسر آرہی ہے۔ آگے جَدَّاتٌ کا حصہ ہے دو اور وہ ہیں تین، یہاں بھی کسر آرہی ہے۔ چچا ہیں پانچ اور ان کا حصہ ہے سات، سات بھی پانچ میں تقسیم نہیں ہو سکتے، یہاں بھی کسر آرہی ہے۔ اب اس کو ختم کریں گے، تَصْحِیحٌ کریں گے مسئلہ کی۔ سب سے پہلے کیا کرو؟ عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ میں نسبتیں دیکھو بھئی۔ اگر کہیں تَوَافُقٌ کی نسبت ہے، کس کی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ کی نسبت ہے تو عَدَدِ رَأْسٍ کی جگہ اس کا وَفْقٌ نکال کر رکھ دیں گے بھئی۔ کیا کریں گے؟ عَدَدِ رُؤُوسِ کی جگہ وَفْقٌ نکال لیں گے، یہ عمل سب سے پہلے ہم نے کرنا ہے۔ تو تین اور چار میں تَوَافُقٌ ہے؟ نہیں، ان میں تو تَبَایُنٌ ہے۔ آگے دیکھا بھئی جَدَّاتٌ تین ہیں حصے دو، ان کے اندر بھی کون سی نسبت ہے؟ تَبَایُنٌ ہے۔ چچا ہیں پانچ اور ان کے حصے ہیں سات، ان میں بھی کون سی نسبت ہے؟ تَبَایُنٌ ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تَبَایُنٌ کی نسبت یاد بھی ہے یا بھول گئے ہیں بھئی؟ کہ ایک عدد بڑا ہے ایک چھوٹا ہے اور بڑا عدد چھوٹے سے پورا تقسیم نہیں ہوتا، اور کوئی تیسرا عدد بھی ایسا نہیں ہے جو ان دونوں کو کیا کر دے؟ تقسیم کر دے، تو ان میں تَبَایُنٌ کی نسبت ہے۔ اچھا بھئی سارے عَدَدِ رُؤُوسِ اور ان کے حصوں کے اندر تَوَافُقٌ کسی میں بھی نہیں ہے۔ اگر تَوَافُقٌ ہوتا تو عَدَدِ رُؤُوسِ کی جگہ ہم کیا رکھ دیتے؟ اس کا وَفْقٌ رکھ دیتے بھئی۔

تو اب ایک عَدَدِ رُؤُوسِ کو دوسرے میں کیا کر دو؟ ضرب دے دو۔ زَوْجَاتٌ ہیں چار، جَدَّاتٌ ہیں تین، چار کو تین سے ضرب دی کتنا آیا؟ بارہ۔ پھر بارہ اور پانچ کے اندر نسبت دیکھو، تَوَافُقٌ کی نسبت ہے ان میں؟ ان میں بھی تَوَافُقٌ کی نسبت نہیں ہے، تو اب پھر پورے کو پورے سے ضرب دے دو: بارہ کو پانچ سے ضرب دی کیا آیا؟ ساٹھ آگیا۔ اب اس ساٹھ کو پورے مسئلہ سے ضرب دے دو بھئی ساٹھ کو۔ سب سے پہلے اوپر جو مخرج تھا بارہ اس کے ساتھ ساٹھ کو ضرب دیں بھئی: سات سو بیس۔ تو اب وہ تا لکھیں، یہ تا ہے تَصْحِیحٌ کی تا بھئی، سمجھ میں آیا؟ تَصْحِیحٌ کی تا ہے، تو اس کے اوپر نقطے نہیں لکھنے بس تا لکھ کر اوپر سات سو بیس لکھ دیں بھئی۔ اور نیچے ہر ایک کے حصے کو بھی اسی طرح ساٹھ سے ضرب دے دو: زَوْجَاتٌ کا حصہ ہے تین، اس کو ساٹھ سے ضرب دی ایک سو اسی بن گیا، تین کے نیچے ایک سو اسی لکھیں۔ جَدَّاتٌ کا حصہ دو تھا اس کو بھی ساٹھ سے ضرب دیں ایک سو بیس ہوا، دو کے نیچے ایک سو بیس لکھیں۔ چچا کے حصے سات ہیں، سات کو بھی ساٹھ سے ضرب دے دی، چار سو بیس حصے بن گئے، یہ سات کے نیچے لکھ دیں بھئی۔

اب دیکھو بھئی مسئلہ کی تَصْحِیحٌ ہو گئی بھئی، یعنی کل مال کے کتنے حصے کر لیں گے؟ سات سو بیس حصے کریں گے: ایک سو اسی بیویوں کو، ایک سو بیس جَدَّاتٌ کو اور چار سو بیس چچوں کو۔ پھر اس میں سے دیکھیے بھئی کسر آرہی تھی اب وہ کسر ختم ہو گئی: زَوْجَاتٌ چار ہیں ان کو ایک سو اسی حصہ ملا، ہر ایک کے حصہ میں کتنا آیا؟ پینتالیس بن جاتا ہے۔ دیکھو عَدَدِ رَأْسٍ سے تقسیم کر دیا کرو کل حصے کو تو ایک آدمی کا حصہ نکل آتا ہے۔ تو ایک سو اسی کو چار سے تقسیم کیا

پینتالیس آیا بھئی، تو ہر ایک بیوی کو پینتالیس ملے گا۔ جَدَّاتٌ تین ہیں اور ان کو ایک سو بیس حصہ ملا ہے تو ہر ایک کو کتنا ملے گا تین میں سے؟ چالیس مل جائے گا۔ اور چچا پانچ ہیں ان کو چار سو بیس حصہ ملا، اس کو ذرا تقسیم کرو پانچ سے، جی؟ چوراسی بنتا ہے؟ تو چلو چوراسی ملے گا ہر ایک چچا کو بھئی۔

آگے لکھیے مثال نمبر پندرہ: میت بنائیے۔ وارث جو ہیں: دو بیویاں ہیں دو زَوْجَاتٌ، چھ جَدَّاتٌ ہیں دادیاں وغیرہ، دس بَنَاتٌ ہیں بھئی بیٹیاں، اور سات چچا ہیں بھئی أَعْمَامٌ۔ میں نے بتلایا چچا تایا ایک ہی حکم ہے بھئی۔ اب دیکھیے زَوْجَاتٌ کو اولاد نہ ہو تو رُبُعٌ ملتا ہے لیکن یہاں اولاد ہے بھئی، بیٹیاں موجود ہیں تو اب کتنا ملے گا؟ ثُمُنٌ ملے گا، ثُمُنٌ لکھو زَوْجَاتٌ کے نیچے۔ جَدَّاتٌ کو سُدُسٌ ملتا ہے صرف بھئی شرائط جب پوری ہوں، شرائط پوری ہیں۔ بَنَاتٌ بھئی اگر ایک اکیلی ہو اسے کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ ملتا ہے، اور دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثُلُثَانِ ملتا ہے، ان کے نیچے ثُلُثَانِ لکھو۔ اور چچا عَصَبَةٌ ہیں وہ باقی مال ان کو ملے گا بھئی جتنا بچ جائے گا۔

اب دیکھیے کیا کیا آئے: ثُمُنٌ، سُدُسٌ اور ثُلُثَانِ۔ یہ ایک ہی نوع کے ہیں یا الگ الگ انواع کے؟ الگ الگ نوع کے ہیں۔ ثُمُنٌ ہے نوع اول کا اور سُدُسٌ اور ثُلُثَانِ ہیں نوع ثانی کے۔ اور قانون نمبر چھ پڑھا تھا آپ نے کہ اگر نوع اول کا ثُمُنٌ نوع ثانی کے کسی کے ساتھ بھی جمع ہو جائے تو مسئلہ کتنے سے بنے گا؟ چوبیس سے بنے گا بھئی۔ تو چوبیس اوپر لکھیے۔ اب چوبیس میں سے ثُمُنٌ یعنی آٹھواں حصہ کتنا بنے گا، آٹھ سے تقسیم کر دو؟ تین آ گیا، تین مل گیا بیویوں کو زَوْجَاتٌ کو۔ جَدَّاتٌ کو چھٹا حصہ دینا ہے، چوبیس کا چھٹا حصہ نکالو: چھ سے تقسیم کیا چار آیا بھئی، چار مل گیا جَدَّاتٌ کو۔ بیٹیوں کو دو ثُلُثٌ دینے ہیں، چوبیس کا ایک ثُلُثٌ کتنا بنتا ہے؟ آٹھ، تو دو ثُلُثٌ یعنی سولہ مل جائیں گے بیٹیوں کو۔ اور باقی دیں گے چچوں کو بھئی: تو بیویوں کا حصہ تین، جَدَّاتٌ کا چار، چار اور تین سات، سات اور بَنَاتٌ کا حصہ سولہ، سات اور سولہ تیئیس، چوبیس میں سے تیئیس نکالے کتنے رہ گئے؟ ایک، ایک حصہ صرف چچوں کو مل جائے گا۔

اب دیکھیے مسئلے درست ہو رہے ہیں یا کسر آ رہی ہے کہیں پر: زَوْجَاتٌ ہیں دو اور حصے کتنے ہیں؟ تین، تین دو میں پورا تقسیم نہیں ہو سکتا کسر آ گئی۔ اچھا جَدَّاتٌ بھئی، چھ جَدَّاتٌ ہیں اور چار حصے ہیں، چار حصے چھ میں تقسیم نہیں ہو سکتے ادھر بھی کسر آ گئی۔ آگے دیکھیے بَنَاتٌ ہیں دس اور ان کو حصے ملے سولہ، سولہ بھی دس میں پورے تقسیم نہیں ہو سکتے کسر آ گئی۔ آگے چچا سات ہیں اور ایک حصہ ملا، ایک بھی سات میں تقسیم نہیں ہو سکتا پھر کسر آ گئی۔ تو اب تَصْحِيحٌ کی ضرورت پیش آ گئی۔ تو سب سے پہلے کیا عمل کرنا پڑتا ہے؟ عَدَدِ رُؤُوسٍ اور سِهَامٌ میں نسبتیں دیکھنی ہیں اور جہاں تَوَافُقٌ آ رہا ہے وہاں عَدَدِ رُؤُوسٍ کو اٹھا کر کیا سمجھنا ہے، کیا رکھنا ہے وہاں؟ وَفْقٌ کو رکھنا ہے، وَفْقٌ بھئی۔ تو دیکھیے بھئی کہاں تَوَافُقٌ کی نسبت ہے: زَوْجَاتٌ ہیں دو حصے ہیں تین، کون سی نسبت؟ یہ تَبَايُنٌ ہے اسی طرح رہے گا۔ جَدَّاتٌ ہیں چھ اور حصے ہیں چار، کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ، یہاں تَوَافُقٌ آ گیا بھئی۔ تو ایک ہی عدد سے دونوں تقسیم ہو جاتے ہیں، کون سا عدد؟ دو، تو اس دو سے اب کس کو تقسیم کرو؟ عَدَدِ رُؤُوسٍ یعنی چھ کو تقسیم کر دو کتنا آیا؟ تین۔ تو تین آ گیا یہ جَدَّاتٌ کے پاس کہیں چھوٹا سا کر کے لکھ لو تاکہ آپ کو یاد رہے، یہ وَفْقٌ ہے اب چھ کے بجائے یہاں تین سمجھنا ہے آپ نے بھئی۔ اچھا بَنَاتٌ آگے ہیں دس اور حصے کتنے؟ سولہ۔ ان میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُقٌ ہے بھئی، سولہ دس سے پورا تقسیم نہیں ہوتا البتہ ایک اور عدد ہے دو جس سے دونوں کیا ہو جاتے ہیں؟ تقسیم۔ تو اب دس کا وَفْقٌ نکالو ذرا بھئی، دو سے تقسیم کرو کتنا آیا؟ پانچ۔ تو بس بَنَاتٌ کی جگہ اب پانچ سمجھنا بھئی۔ چچا ہیں سات حصہ ہے ایک، یہاں بھی اسی طرح رہے گا۔

اب کیا کرو؟ عَدَدِ رُؤُوسٍ کو آپس میں دیکھنا ہے نسبتوں کو بھئی۔ زَوْجَاتٌ کتنی؟ دو۔ اور جَدَّاتٌ کو تین سمجھو، چھ کا وَفْقٌ ہم نے تین نکالا تھا بھئی۔ تو زَوْجَاتٌ ہوئیں دو، جَدَّاتٌ کتنی ہیں؟ تین۔ تین اور دو میں کون سی نسبت؟ تَبَايُنٌ ہے، تو کل کو کل میں ضرب دے دو، دو تیے چھ، چھ آ گیا۔ آگے بَنَاتٌ کتنی ہیں؟ اس کا دس کا وَفْقٌ کتنا نکالا تھا؟ پانچ۔ چھ اور پانچ میں کون سی نسبت؟ تَبَايُنٌ ہے، پھر ایک دوسرے میں ضرب دے دو، چھ پنجے تیس۔ اب تیس دیکھو اور آگے سات، تیس اور سات میں کون سی نسبت ہے؟ یہاں بھی تَبَايُنٌ ہے، تو پھر کل کو کل میں ضرب دے دو: تیس کو سات سے ضرب دو کیا آیا؟ دو سو دس۔ اب اس دو سو دس کو سارے مسئلہ میں ضرب دے دیں گے ہم بھئی۔ سب سے پہلے مخرج چوبیس میں ضرب دیں بھئی: پانچ ہزار چالیس بھئی۔ تو آگے وہ تَصْحِيحٌ کی تا لکھیں اور پانچ ہزار چالیس اس میں لکھیں، پانچ صفر چار صفر۔ یہ کتنے سے ضرب دی ہے مخرج کو؟ مخرج تو چوبیس ہے کتنے سے ضرب دی اس کو؟ دو سو دس۔ اب اسی دو سو دس کو نیچے زَوْجَاتٌ کا حصہ ہے تین اس سے بھی ضرب دو: چھ سو تیس۔ زَوْجَاتٌ کے نیچے لکھو بھئی چھ سو تیس۔ جَدَّاتٌ کا حصہ ہے چار اس کو بھی دو سو دس میں ضرب دو بھئی: آٹھ سو چالیس بھئی، جَدَّاتٌ کے نیچے لکھو آٹھ سو چالیس۔ اسی دو سو دس کو آگے بَنَاتٌ کا حصہ ہے سولہ اس میں بھی ضرب دے دو: تین ہزار تین سو ساٹھ، یہ بَنَاتٌ کے نیچے لکھا۔ چچا کا حصہ ایک ہے اس کو بھی دو سو دس سے ضرب دو دو سو دس ہی آیا، تو چچا کے نیچے دو سو دس لکھو۔ اب ذرا سارے نیچے والے حصے جمع کر کے دیکھو پانچ ہزار چالیس بنتے ہیں؟ چھ سو تیس جمع آٹھ سو چالیس جمع تین ہزار تین سو ساٹھ جمع دو سو

دس، پانچ ہزار چالیس پورے ہو گئے بھئی۔ دیکھا مسئلہ کی تَصْحِیحْ ہو گئی بھئی۔ تو کل مال کے کتنے حصے کر لیں گے؟ پانچ ہزار چالیس حصے کریں گے: اس میں سے چھ سو تیس بیویوں کا حصہ، آٹھ سو چالیس دادیوں کا حصہ، تین ہزار تین سو ساٹھ بیٹیوں کا حصہ اور دو سو دس چچوں کا حصہ بھئی۔

آگے لکھیے مثال نمبر سولہ: اسی طرح میت بنائیے بھئی۔ وارث جو ہیں: زَوْجَةٌ ہے ایک بیوی، چھ بھائی، تین بہنیں۔ اچھا زَوْجَةٌ کا حصہ اگر میت کی اولاد نہ ہو تو کتنا ہوتا ہے؟ رُبُعٌ ہوتا ہے، زَوْجَةٌ کے نیچے رُبُعٌ لکھو چوتھا حصہ۔ بھائی بہنیں بھئی، یہ عَصَبَةٌ بن جاتے ہیں۔ کیا بن جاتے ہیں؟ عَصَبَةٌ۔ تو یوں کرو ان کے نیچے بھئی بھائی کے نیچے سے شروع کریں بہنوں کے نیچے تک ایک لکیر کھینچ دو بھئی۔ دونوں کے نیچے لکیر کھینچ دی؟ اچھا اب اس لکیر کے شروع میں لکھ دو عَصَبَةٌ نیچے اس کے۔ یہ سارے کیا بن گئے؟ بھائی جب آ گئے تو بہنوں کو انہوں نے کیا بنا دیا اپنے ساتھ؟ عَصَبَةٌ بنایا، یہ سارے عَصَبَةٌ ہو گئے، یعنی یہ باقی مال لے جائیں گے۔ اور پھر بھائی بہنوں میں مال کس طرح تقسیم ہوتا ہے؟ ہر بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملتا ہے، یعنی ایک بھائی دو بہنوں کے برابر ہوتا ہے۔ تو چھ بھائی کتنی بہنوں کے برابر ہوئے؟ بارہ بہنوں کے برابر۔ تو بارہ یہ ہوئے اور تین بہنیں بھی ساتھ ملاؤ کتنے ہو گئے؟ پندرہ۔ تو یہاں یوں سمجھو، اسی عَصَبَةٌ سے آگے ذرا کر کے لکھ دو پندرہ، یہ عَدَدِ رُؤُوسِ یہاں بن گیا بھئی یوں سمجھو۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے بھئی؟ میں نے بتلایا تھا اخیافی بھائی بہنوں میں برابری کے ساتھ مال تقسیم ہوتا ہے، باقی سب میں مذکر کے لیے مؤنث سے دگنا ہوتا ہے۔ تو اب ان میں جب ہم مال تقسیم کریں گے کیسے کریں گے؟ ہر بھائی کو بہن سے دگنا دینا ہے۔ تو چھ بھائی کتنی بہنوں کے برابر؟ بارہ، اور تین بہنیں بھی ہیں الگ، بارہ اور تین پندرہ۔ تو یوں سمجھو یہاں پندرہ بہنیں ہیں۔ کتنی بہنیں ہیں؟ پندرہ بہنیں ہیں۔

اچھا، اب بھئی کتنے حصے ہیں یہاں پر؟ ایک ہی ہے رُبُعٌ بھئی۔ ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے صرف بیوی ہے، کتنا حصہ ہے اس کا؟ رُبُعٌ۔ تو رُبُعٌ ہے اس کا عدد ہے أَرْبَعَةٌ بھئی، اسی سے سارا مسئلہ بن جائے گا بھئی۔ چار سے مسئلہ بنا لو بھئی۔ چار اوپر مخرج لکھو، چار میں سے ایک حصہ یعنی چوتھا حصہ بیوی کو ملے گا، ان کے نیچے ایک لکھو بھئی۔ اور باقی کتنا ہے؟ چار میں سے ایک نکالا کتنے رہ گئے؟ تین حصے، یہ تین حصے مل جائیں گے وہ بھائی بہنوں کو بھئی، ان کے نیچے تین لکھو۔ ایک لائن میں لکھنا بھئی، ایک اور تین برابر ہوں ایک دوسرے کے۔ بیوی کا حصہ ایک ان کا حصہ تین برابر میں بھئی، ایک وقت میں جو میں لکھوایا کروں وہ برابر میں لکھا کریں بھئی، اگر ایک کے نیچے کچھ ہم نیچے زیادہ آ گئے ہیں تو دوسرے کے نیچے ایک سطر چھوڑ دیا کرو۔

اچھا، اب دیکھو بھئی بیوی ایک ہے اس کو ایک حصہ ملا بھئی وہاں تک کسر نہیں ہے، لیکن بھائی بہنوں میں دیکھو وہ ہیں پندرہ عَدَدِ رُؤُوسِ وہاں، اور حصے کتنے ہیں؟ تین، اور تین کو پندرہ میں تقسیم نہیں کر سکتے، کسر آ گئی۔ اب پھر اسی طرح کیا کریں گے مسئلہ کی؟ تَصْحِیحْ کریں گے۔ تو دیکھیے بھئی سب سے پہلے دیکھو کہیں تَوَافُقْ کی نسبت ہے یا نہیں عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامْ میں۔ بیوی بھی ایک حصہ بھی ایک، یہاں تو کسر ہی نہیں ہے۔ اچھا آگے بھئی بھائی بہنوں کا عَدَدِ رُؤُوسِ کتنا؟ پندرہ، اور حصہ کتنا؟ تین۔ تو پندرہ تین سے تقسیم ہو جاتا ہے، تو تقسیم کر دیں گے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ اور وہاں حاصل تقسیم لکھ دو کنارے پر تاکہ یاد رہے بھئی آپ کو، یا نہ لکھو بے شک بس یاد رکھو۔ تو کیا آیا؟ پانچ آیا۔ زَوْجَاتٌ تو ہے ایک، بس اب اس پانچ کو ہی أَصْلِ مَسْأَلَةٍ کے اندر ضرب دے دو تو مسئلہ کی تَصْحِیحْ ہو جائے گی۔ پانچ کو مخرج یعنی چار کے ساتھ ضرب دی کیا آیا؟ بیس آیا، تو وہ تَصْحِیحْ کی تا لکھو، تا کے اندر بیس لکھ دو۔ پانچ کے ساتھ کس کو ضرب دی تھی؟ مخرج کو، سارے مسئلے کو ضرب دینی ہے۔ نیچے زَوْجَةٌ کا حصہ ایک ہے اس کو بھی پانچ سے ضرب دو، پانچ ہی آیا نیچے پانچ لکھ دو۔ بھائی بہنوں کا کتنا حصہ تھا؟ تین تھا، اس کو پانچ سے ضرب دے دو کتنا لکھو اس کے نیچے؟ پندرہ اس کے نیچے لکھ دو۔ تو مخرج کیا بن گیا، تَصْحِیحْ کس سے ہوئی؟ بیس سے۔ اور حصے بھی کتنے ہیں؟ پانچ زَوْجَةٌ کے اور پندرہ بھائی بہنوں کے، یہ بھی بیس ہو گئے، مسئلہ ٹھیک۔ اب دیکھو وہ جو تقسیم ہے وہ بھی صحیح ہو جائے گی کیونکہ پندرہ ہی عَدَدِ رُؤُوسِ ہیں اور پندرہ ہی حصے بن گئے۔ تو اب پندرہ میں سے کیسے کریں گے تقسیم بھائی بہنوں کے اندر؟ بہنوں کو ایک ایک، بھائیوں کو دو دو حصے دے دو۔ بھائی ہیں چھ تو ان کو دو دو ہر ایک کو دیا کتنے حصے ہو گئے؟ بارہ، اور تین حصے بہنوں کے، پندرہ پورے ہو گئے بھئی، کسر ختم ہو گئی۔

آگے لکھیے مثال نمبر سترہ: میت بنائیے اسی طرح۔ ورثہ جو ہیں: ایک زَوْجَةٌ ہے اور چھ بھائی ہیں صرف بھئی، زَوْجَةٌ اور چھ بھائی۔ بھئی زَوْجَةٌ کو جب میت کی اولاد نہ ہو اسے کتنا حصہ ملتا ہے؟ رُبُعٌ ملتا ہے، رُبُعٌ لکھو زَوْجَةٌ کے نیچے۔ اور بھائی جو ہیں وہ عَصَبَةٌ ہیں، ان کے نیچے عَصَبَةٌ لکھ دو۔ تو ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے صرف ایک ہے اور آپ نے پڑھا ہے صرف ایک ہو تو عموماً اسی سے مسئلہ بن جاتا ہے، تو رُبُعٌ کا عدد کیا ہے؟ چار، چار سے ہی مسئلہ بنا لو۔ چار اوپر لکھو۔ چار کا چوتھا حصہ کتنا بنے گا؟ ایک، زَوْجَةٌ کے نیچے لکھوا ایک۔ اچھا مابقیہ سارے عَصَبَةٌ لے جاتے ہیں: چار میں سے ایک زَوْجَةٌ کو دیا باقی کتنے بچے؟ تین، تو تین لکھ دو بھائیوں کے نیچے۔ اچھا اور بھائی کتنے ہیں؟ چھ۔ زَوْجَةٌ کو تو ایک حصہ ملا وہ لے لے گی، بھائی چھ ہیں اور حصے ہیں تین، تو یہاں تین حصے

چھ بھائیوں میں تقسیم نہیں ہو سکتے کسر آ گئی۔ تو اب کیا کریں گے؟ حصے اور عَدَدِ رُؤُوسِ میں ذرا نسبت دیکھو: چھ اور تین بھئی۔ چھ کیا ہو جاتا ہے تین سے؟ تقسیم ہو جاتا ہے، تو چھ کو تین سے تقسیم کرو کیا آیا؟ دو۔ اب اس دو کو أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دو۔ اوپر مخرج چار سے ضرب دی کیا آیا؟ آٹھ، تو آگے تا لکھو، تا کے اندر آٹھ، یہ تَصْحِيحٌ ہو گئی۔ اور نیچے حصوں کو بھی دو سے ضرب دے دو: زَوْجَةٌ کا حصہ ایک ہے دو سے ضرب دی کیا آیا؟ دو، نیچے دو لکھ دو۔ بھائیوں کا کتنا حصہ تھا؟ تین، تین کو بھی اب دو سے ضرب دے دو کتنا آیا؟ چھ، ان کے نیچے چھ لکھ دو۔ اچھا زَوْجَةٌ کے حصے دو، بھائیوں کے حصے چھ، آٹھ حصے، تَصْحِيحٌ بھی آٹھ سے ہوئی، یہ برابر ہیں۔ نیز بھائی کتنے تھے؟ چھ، اور حصے بھی کتنے آئے؟ چھ، تو ہر ایک کو کتنا دے دیں گے؟ ایک ایک حصہ، کسر ختم ہوئی مسئلہ صحیح ہوا۔

اگلی مثال نمبر اٹھارہ: میت اسی طرح بنائیے۔ ورثہ ہیں بھئی: تین بَنَاتٌ اور تین چچا یا أَعْمَامٌ لکھ لیں۔ اچھا میت کی بَنَاتٌ ہوں صرف بھئی، بھائی نہ ہوں، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، ایک ہو تو اسے کتنا ملتا ہے؟ نِصْفٌ، اور دو یا زیادہ ہوں تو ثُلُثَانِ، ان کے نیچے ثُلُثَانِ لکھو بھئی۔ اور چچا آپ جانتے ہیں بھئی ذَوِي الْفُرُوضِ میں نے بارہ لکھوائے تھے چچا کا کوئی ذکر تھا؟ نہیں۔ ہاں یہ عَصَبَةٌ میں سے ہے بھئی، اور میں نے بتایا عَصَبَةٌ کی پوری تفصیل قدوری میں آئے گی وہاں آپ کو پتا چل جائے گا کون کب عَصَبَةٌ بنے گا اور کب نہیں بنے گا۔ اچھا اب ثُلُثَانِ آیا، اور کوئی ذَوِي الْفُرُوضِ ہی نہیں ایک ہی حصہ ہے ثُلُثَانِ۔ تو یہ ثُلُثَانِ کا عدد کون سا ہے؟ تین بھئی، ثُلُثٌ کا عدد کیا ہے؟ تین، اسی سے ثُلُثَانِ بنا، تو تین سے مسئلہ بناؤ بھئی۔ تین مخرج لکھو۔ تین میں سے دو ثُلُثٌ دینے ہیں بَنَاتٌ کو، کتنے بنے؟ دو بھئی، ایک ثُلُثٌ ایک ہے تو دو ثُلُثٌ دو ہو گئے۔ دو لکھو بَنَاتٌ کے نیچے۔ باقی کتنا بچا تین میں سے؟ ایک، وہ چچا کے نیچے لکھو۔ اب نسبتیں دیکھو بھئی: دو حصے تین بَنَاتٌ میں پورے تقسیم ہو سکتے ہیں؟ نہیں، کسر آ گئی۔ اور ایک حصہ تین چچوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا، یہاں بھی کسر آ گئی۔ تو اب کیا کرو؟ بھئی کسی کا وَفْقٌ نکلتا ہے؟ بَنَاتٌ ہیں تین حصے ہیں دو، تو دو اور تین میں تَبَايُنٌ ہے یہ اسی طرح رہے گا۔ چچا ہیں تین اور حصہ ہے ایک، یہاں بھی کوئی وَفْقٌ وغیرہ نہیں نکال سکتے۔ تو اب عَدَدِ رُؤُوسِ میں نسبت دیکھو ذرا بھئی: بَنَاتٌ بھی تین، چچا بھی تین، یعنی تَمَاثُلٌ کی نسبت ہے۔ اور جب تَمَاثُلٌ کی نسبت ہو تو کسی ایک عدد کو پکڑو بس۔ اگر تَبَايُنٌ ہوتا تو دونوں کو ضرب دیتے اور پھر أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دیتے ہم حاصل ضرب کو، لیکن یہاں دونوں ایک جیسے ہیں تو کسی ایک کو پکڑ کے أَصْلِ مَسْأَلَةٍ میں ضرب دے دو۔ تین کو تین سے ضرب دی کیا آیا اوپر؟ نو بھئی، تو تَصْحِيحٌ کی تا لکھو اور اس میں نو لکھ دو۔ اور نیچے حصوں کو بھی تین سے ضرب دے دو: بَنَاتٌ کے دو حصے ہیں اس کو تین سے ضرب دی کیا آیا؟ چھ، ان کے نیچے چھ لکھیں۔ چچا کا ایک حصہ ہے اس کو تین سے ضرب دی تین آیا، اس کے نیچے تین لکھیں۔ چھ حصے بَنَاتٌ کے، تین حصے چچا کے، کل کتنے ہوئے؟ نو، اور تَصْحِيحٌ بھی کتنے سے ہو رہی ہے؟ نو۔ اور نیز وہ کسر بھی ختم ہو گئی: بَنَاتٌ کو چھ حصے ملے اور بَنَاتٌ ہیں تین، ہر بِنْتٌ کو کتنا ملے گا؟ دو۔ چچا ہیں تین اور حصے بھی تین ہیں تو ہر چچا کو کتنا ملے گا؟ ایک بھئی۔

آگے لکھیے مثال نمبر انیس: اسی طرح میت بنائیے۔ وارث جو ہیں لکھیے: ایک ہے جَدَّةٌ، چھ حقیقی بہنیں ہیں، اور نو اخیافی بہنیں ہیں۔ اچھا اب جَدَّةٌ کو کتنا حصہ ملتا ہے؟ سُدُسٌ، شرائط جب پوری ہوں، شرائط پوری ہیں بھئی، سُدُسٌ لکھیے۔ اچھا حقیقی بہنیں جب ہوں تو کتنا ملے گا انہیں؟ ثُلُثَانِ، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثُلُثَانِ۔ اور اخیافی بہنیں، اخیافی بہن کی کتنی حالتیں آپ نے پڑھی تھیں بھئی؟ تین حالتیں تھیں: انہیں کبھی سُدُسٌ ملتا ہے، کبھی ثُلُثٌ ملتا ہے اور کبھی محروم رہتی ہیں۔ اگر ایک اخیافی بھائی ہے یا ایک اخیافی بہن ہے اور میت کی کوئی اولاد نہ ہو، نیز میت کا باپ یا دادا بھی موجود نہ ہو، تو اس اخیافی بھائی یا بہن کو سُدُسٌ ملتا ہے۔ کتنا ملتا ہے؟ سُدُسٌ۔ اور اگر اسی حالت میں، یعنی اولاد، باپ اور دادا کی غیر موجودگی میں، اولاد بھی نہیں ہے یہاں پر دیکھو، باپ بھی نہیں ہے، دادا بھی نہیں ہے، اور اخیافی بھائی بہن ایک سے زائد ہوں تو انہیں کتنا ملے گا؟ ثُلُثٌ ملتا ہے۔ تو یہاں پر بھی انہیں کیا مل جائے گا؟ ثُلُثٌ مل جائے گا۔ تو ان کے نیچے ثُلُثٌ لکھو۔

اب دیکھیے بھئی کیا کیا حصے بنے: سُدُسٌ، ثُلُثَانِ اور ثُلُثٌ۔ ایک ہی نوع کے ہیں یا الگ الگ انواع کے؟ ایک ہی نوع کے ہیں، تو پھر سب سے چھوٹے سے مسئلہ بن جاتا ہے۔ اور ان میں سب سے چھوٹا کیا ہے؟ سُدُسٌ ہے، اور سُدُسٌ کا عدد کیا ہے؟ چھ۔ بس چھ سے مسئلہ بناؤ۔ چھ، چھ میں سے چھٹا حصہ کتنا بنتا ہے؟ سُدُسٌ بنتا ہے ایک، تو جَدَّةٌ کو ایک مل گیا۔ چھ کے دو ثُلُثٌ کتنے ہیں؟ چار، تو چار حقیقی بہنوں کے نیچے لکھ دو۔ اور چھ کا صرف ثُلُثٌ کتنا ہے؟ دو، تو دو اخیافی بہنوں کے نیچے لکھ دو۔ اب ذرا حصے جمع کر کے دیکھو بھئی: جَدَّةٌ کا ایک، حقیقی بہنوں کے چار، یہ پانچ ہو گئے، اور پھر اخیافی بہنوں کے دو، یہ کتنے ہو گئے؟ سات۔ اور مخرج کیا ہے؟ چھ۔ چھ سے تو سات نہیں بن سکتے، تو لہٰذا اب کیا کرنا پڑے گا؟ عَوْلٌ ہو گا، کس کی طرف؟ سات کی طرف۔ تو عین لکھ کر سات لکھو اوپر، یہ عین بتلا رہا ہے عَوْلٌ بھئی۔ اچھا تو اب سات سے مسئلہ ہو گیا۔

اب ذرا حصے تقسیم بھی ہو رہے ہیں پورے حصے داروں میں کہ نہیں؟ جَدَّۃٌ ایک ہے ایک حصہ مل گیا کسی تقسیم کی ضرورت نہیں۔ حقیقی بہنیں چھ ہیں اور حصے کتنے ملے؟ چار، چار چھ میں پورے تقسیم نہیں ہو سکتے۔ تو اب ان میں دیکھو نسبت کون سی ہے؟ تَوَافُقٌ کی ہے، دو سے چار بھی تقسیم ہو جاتا ہے اور دو کے ذریعے چھ بھی۔ تو اس چھ کی جگہ اس کا وَفْقٌ رکھ دو: تین بھئی، چھوٹا سا لکھ لو تین تا کہ یاد رہے۔ اچھا اس کے بعد اخیافی بہنیں نو ہیں اور ان کے حصے کتنے ہیں؟ دو، دو نو میں تقسیم نہیں ہو سکتے یہاں بھی کسر آ رہی ہے، اور ان دونوں نو اور دو میں کون سی نسبت ہے؟ تَبَایُنٌ ہے یہ اسی طرح رہیں گے۔ اب بھئی کیا کرو؟ ایک سے زیادہ میں کسر واقع ہو رہی ہے، اور ایک سے زیادہ میں کسر ہو تو پھر کیا کرتے ہیں؟ عَدَدِ رُؤُوسِ کے درمیان آپس میں نسبت کو دیکھتے ہیں۔ جَدَّۃٌ تو ہے ایک اس کو تو چھوڑ دو وہاں کسر ہی کوئی نہیں۔ حقیقی بہنیں کتنی ہیں اس وقت؟ اب وَفْقٌ کو شمار کرنا ہے آپ جانتے ہیں، کتنی ہیں؟ یوں سمجھو تین ہیں، اور اخیافی بہنیں کتنی ہیں؟ نو۔ تو تین اور نو میں کون سی نسبت ہے؟ تَدَاخُلٌ ہے بھئی۔ کیا ہے؟ تَدَاخُلٌ ہے۔ چاہے آپ صرف بڑے عدد کو پھر پکڑ لیتے ہیں، یا آپ چاہیں تو تَوَافُقٌ بنا لیں، کس طرح کر لیں؟ چھوٹے سے بڑے کو تقسیم کیا، کیا آیا اس کی جگہ؟ نو کو تین سے تقسیم کیا تین، پھر تین کو تین میں ہی ضرب دینا پڑے گی تو کیا آ جائے گا؟ نو آ جائے گا بھئی۔ نو کی جگہ تو تین آ گیا، دوسرا عدد تو اسی طرح تین ہے بھئی، تو تین کو تین سے ضرب دیں گے کیا آ جائے گا؟ نو۔ لہٰذا تَدَاخُلٌ کی صورت میں بس چھوٹے کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو بڑا عدد ہے اس کے ذریعے اب أَصْلِ مَسْأَلَةٍ کو ضرب دے دو سارے مسئلہ کو۔ سات کو ضرب دی نو سے کتنا آیا؟ تریسٹھ آیا، تو تا لکھو تَصْحِيحٌ کی اور تریسٹھ اس میں لکھ دو۔ اور اسی نو کے ساتھ سارے مسئلے کو ضرب دو بھئی: جَدَّۃٌ کا ایک ہے نو سے ضرب دی اس کے نیچے نو لکھ دو بھئی نو آیا۔ چار ہے حقیقی بہنوں کا حصہ اس کو نو کے ساتھ ضرب دی کیا آیا؟ چھتیس اس کے نیچے لکھ دو بھئی چھتیس۔ اور آگے اخیافی بہنوں کا حصہ ہے دو اس کو بھی نو سے ضرب دی کتنا آیا؟ اٹھارہ، تو اس کے نیچے اٹھارہ لکھ لو۔ اب ان کو ذرا جمع کر کے دیکھو: چھتیس اور نو پینتالیس، پینتالیس اور اٹھارہ تریسٹھ، پورا بن رہا ہے بھئی۔ اب دیکھو کسر بھی ختم ہوئی: نو حصے ملے جَدَّۃٌ کو کسی تقسیم کی ضرورت نہیں وہ اکیلی ہے سارے حصے اس کے ہوئے۔ حقیقی بہنیں کل کتنی ہیں؟ چھ بھئی، اور حصے کتنے؟ چھتیس، ہر بہن کو کتنا ملے گا؟ چھ۔ اخیافی بہنیں نو ہیں اور ان کو اٹھارہ حصے ملے، ہر ایک کو کتنا ملے گا؟ دو دو حصے ہر ایک کو مل جائیں گے بھئی۔

مثال نمبر بیس: اسی طرح میت بنائیے۔ وارث جو ہیں: چار ہیں بیویاں بھئی، چار زَوْجَاتٌ لکھو، پندرہ حقیقی بہنیں، سترہ اخیافی بہنیں، بھئی مسئلے حل کر رہے ہیں تا کہ ہر صورت آپ حل کر سکیں، دو علاتی بہنیں۔ اچھا بھئی جب اولاد نہ ہو زَوْجَاتٌ کو کتنا ملا کرتا ہے؟ رُبُعٌ، ان کے نیچے رُبُعٌ لکھو۔ حقیقی بہنیں جب اولاد نہ ہو، دو یا دو سے زیادہ ہوں انہیں کتنا ملتا ہے؟ ثُلُثَانِ ان کے نیچے لکھو۔ اخیافی بہنوں کو کتنا ملے گا؟ جی؟ ہاں اسی طرح جب میت کی اولاد باپ دادا نہ ہو، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، میت کی اولاد باپ اور دادا نہ ہوں اور اخیافی بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو انہیں کتنا ملتا ہے؟ ثُلُثٌ، تو ثُلُثٌ اس کے نیچے لکھو۔ اچھا اور علاتی بہنوں کی کون سی حالت یہاں بنے گی؟ بھئی علاتی بہن کے بارے میں آپ نے پڑھا تھا کہ اگر میت کی حقیقی بہنیں دو یا زیادہ ہوئیں تو یہ علاتی بہنیں محروم ہو جائیں گی، مَحْجُوبٌ ہو جائیں گی۔ کیا ہو جائیں گی؟ مَحْجُوبٌ، جب حقیقی بہنیں دو یا زیادہ ہوں تو یہ مَحْجُوبٌ ہوتی ہیں، تو انہیں کچھ نہیں ملے گا، ان کے نیچے لکھ دو محروم بھئی، یا مَحْجُوبٌ لکھ دو یا محروم لکھ دو۔ بس تین وارث ہیں بھئی۔ زَوْجَاتٌ کو کتنا ملا؟ رُبُعٌ، حقیقی بہنوں کو؟ ثُلُثَانِ، اخیافی بہنوں کو؟ ثُلُثٌ۔ تو یہ ایک ہی نوع کے ہیں یا الگ الگ انواع کے؟ الگ انواع کے۔ اور آپ نے قانون نمبر پانچ پڑھا تھا کہ رُبُعٌ اگر نوع ثانی کے کسی کے ساتھ جمع ہو جائے کس سے مسئلہ بنے گا؟ بارہ سے، بارہ لکھیے بھئی۔ بارہ اوپر آپ نے لکھ دیا۔ اب بھئی بارہ میں سے چو تھا حصہ دو زَوْجَاتٌ کو کتنا بنتا ہے؟ تین، تین زَوْجَاتٌ کے نیچے لکھو۔ بارہ کے دو ثُلُثٌ نکالو کتنے بنتے ہیں؟ ایک ثُلُثٌ کتنا بنتا ہے؟ چار، تیسرا حصہ چار ہے، دو دفعہ کر دو اس کو بھئی کتنا ہوا؟ آٹھ، آٹھ مل گیا حقیقی بہنوں کو۔ اس کے بعد اخیافی بہنوں کو ثُلُثٌ دوبارہ کا کتنا بنے گا؟ چار بنے گا، تین حصے کرو تو چار آیا۔ اچھا اب ان کو ذرا جمع کرو بھئی: زَوْجَاتٌ کا حصہ تین، حقیقی بہنوں کا آٹھ، آٹھ اور تین گیارہ، اور اخیافی بہنوں کا حصہ ہے چار، گیارہ اور چار پندرہ۔ اور مخرج ہے بارہ، بارہ میں سے پندرہ حصے نہیں نکل سکتے کیا کریں گے؟ عَوْلٌ ہو گا، عین لکھ کر کیا عَوْلٌ آئے گا؟ پندرہ ہی بھئی، عین لکھ کر پندرہ لکھ دو، یہ عَوْلٌ ہوا پندرہ تک۔

اب بھئی دیکھیے کسر آ رہی ہے کہیں یا کسر نہیں آ رہی: بیویاں ہیں چار حصے کتنے؟ تین، تقسیم نہیں ہو سکتے کسر آ گئی۔ حقیقی بہنیں ہیں پندرہ حصے کتنے ہیں؟ آٹھ، ان میں بھی تقسیم نہیں ہو سکتی اور تَدَاخُلٌ یا تَوَافُقٌ بھی یہاں پر نہیں ہے۔ اچھا اخیافی بہنیں کتنی ہیں؟ سترہ، اور حصے کتنے ہیں؟ چار، یہاں بھی تَوَافُقٌ وغیرہ نہیں ہے بلکہ تَبَایُنٌ ہے یہ بھی اسی طرح رہے گا۔ اب ان کی آپس میں نسبتیں دیکھو عَدَدِ رُؤُوسِ کے اندر: زَوْجَاتٌ کتنی ہیں؟ چار، حقیقی بہنیں؟ پندرہ۔ پندرہ اور چار میں کون سی نسبت ہے؟ چار سے پندرہ تقسیم ہو گا؟ نہیں۔ کوئی اور عدد ہے جس سے دونوں تقسیم ہو جائیں؟ نہیں، تَبَایُنٌ ہے، تو پھر بس ایک دوسرے میں ضرب دے دو: پندرہ چو کے ساٹھ بھئی۔ ساٹھ ہوا۔ اب ساٹھ اور سترہ میں کون سی نسبت ہے؟ یہاں بھی تَبَایُنٌ ہے۔ کیا ہے؟ تَبَایُنٌ ہے۔

تو پھر ایک دوسرے میں ضرب دے دو، ساٹھ کو سترہ سے ضرب دو بھئی: ایک ہزار بیس آیا۔ اب اس ایک ہزار بیس کو کل مسئلہ میں ضرب دینی ہے بھئی۔ سب سے پہلے ایک ہزار بیس کو کس سے ضرب دو؟ پندرہ سے جو اوپر عَوْلْ کیا تھا آپ نے بھئی۔ پندرہ سے ایک ہزار بیس: تَصْحِیحْ کہاں تک ہو گئی؟ پندرہ ہزار تین سو۔ تَصْحِیحْ کی تا لکھو اوپر لکھ دو بھئی پندرہ ہزار تین سو، پندرہ تین صفر صفر۔ اب کس سے ضرب دی تھی بھئی آپ نے پندرہ کو؟ ایک ہزار بیس سے، اس ایک ہزار بیس سے سب کو اب ضرب دینی ہے۔ زَوْجَاتْ کا حصہ ہے تین اس کو بھی ضرب دو: تین ہزار ساٹھ بھئی، تین صفر چھ صفر، یہ زَوْجَاتْ کے نیچے لکھو۔ اچھا حقیقی بہنوں کا حصہ کتنا ہے؟ آٹھ، اس کو بھی ایک ہزار بیس سے ضرب دو بھئی، جی؟ آٹھ ہزار ایک سو ساٹھ بھئی۔ اسی ایک ہزار بیس کو آگے اخیافی بہنوں کا حصہ جو چار ہے اسے بھی ضرب دو: چار ہزار اسی، چار صفر آٹھ صفر۔ اب ان کو ذرا جمع کر کے دیکھو: تین ہزار ساٹھ جمع آٹھ ہزار ایک سو ساٹھ جمع چار ہزار اسی، کتنا ہوا؟ پندرہ ہزار تین سو بھئی، یہ حصے تو پورے ہیں۔ اب بھئی ہر ایک کو کتنا ملے گا؟ بیویاں کتنی ہیں؟ چار، انہیں کتنا حصہ ملا؟ تین ہزار ساٹھ، اس کو چار سے تقسیم کرو ایک بیوی کا حصہ نکل آئے گا: سات سو پینسٹھ، کسر ختم ہو گئی دیکھا؟ اچھا حقیقی بہنیں پندرہ ہیں ان کو آٹھ ہزار ایک سو ساٹھ ملے، اس کو پندرہ سے تقسیم کرو بھئی: پانچ سو چوالیس، یہ ایک بہن کو مل جائے گا دیکھو کسر ختم ہو گئی۔ اخیافی بہنیں سترہ ہیں ان کو چار ہزار اسی ملا، چار ہزار اسی کو سترہ سے تقسیم کرو: دو سو چالیس ہر ایک اخیافی بہن کو مل جائے گا، دیکھو کسر ختم ہو گئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چلیے بس بھئی، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۳: کتاب الفرائض (۸): قوانینِ تصحیح کی بیس سے زائد عملی مثالیں اور ورثاء کے سہام نکالنے کا مکمل طریقۂ کار

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۸ جون ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

گزشتہ سبق میں تَصْحِیحٌ کے قوانین پورے ہوگئے بھئی اور مثالیں چل رہی تھیں۔ کتنی مثالیں ہو گئیں؟ بیس مثالیں ہو چکی ہیں بھئی۔ آگے بھئی مثال نمبر اکیس لکھیے بھئی: میت اسی طرح بنائیے۔ اچھا مسئلے حل کرنے ہیں بھئی مختلف عدد سے تاکہ ہر طرح آپ کو حل کرنا آجائیں مسائل۔ تو ورثہ ہیں یہاں بھئی: چالیس بیٹیاں، اور اسی چچا ہیں بھئی۔ اچھا بیٹیاں ہوں اکیلی تو انہیں کتنا حصہ ملتا ہے، دو سے زیادہ ہوں تو؟ ثُلُثَانِ، یہاں ثُلُثَانِ لکھیے ان کے نیچے۔ اور چچا کو کتنا حصہ ملتا ہے؟ وہ عَصَبَةٌ ہیں بھئی وہ ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ہیں ہی نہیں، تو وہ عَصَبَةٌ لکھو ان کے نیچے، باقی مال انہیں ملے گا۔ اچھا تو صرف ایک ذَوِي الْفُرُوضِ ہے ثُلُثَانِ، اور ثُلُثَانِ کا عدد کیا ہے؟ تین، اسی سے مسئلہ بن جائے گا بھئی۔ تین لکھو اوپر۔ تین میں سے دو ثُلُثٌ بیٹیوں کو مل جائے گا، کتنا ہوا؟ دو، اور باقی کتنا بچا تین میں سے دو نکالے؟ ایک، تو وہ چچا کا حصہ ایک ہوا۔

اب دیکھیے بھئی بیٹیوں کا حصہ دو اور بیٹیاں ہیں چالیس، اور دو تو چالیس میں تقسیم نہیں ہو سکتے۔ اور پھر کیا کر لو؟ دو سے البتہ چالیس تقسیم ہو جاتا ہے، تو چالیس کو کیا کر دو دو سے؟ تقسیم کرو، تو یہ وَفْقٌ نکل آیا بیس بھئی۔ تو یہاں بیس سمجھو، یوں سمجھو بیس بیٹیاں ہیں اس وقت، عَدَدِ رُؤُوسِ بیس ہے بس یوں سمجھو۔ اچھا چچا کتنے ہیں؟ اسی، انہیں ایک ہی حصہ ملا تو یہ اسی تو اسی طرح رہے گا۔ اب عَدَدِ رُؤُوسِ میں نسبتیں دیکھو بھئی: بَنَاتٌ کتنی ہیں؟ بیس، اور چچا ہیں اسی۔ اسی اور بیس میں کون سی نسبت ہے؟ تَدَاخُلٌ ہے، بیس سے اسی پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو پھر کیا کرتے ہیں؟ بڑے عدد کو بس پکڑ لیتے ہیں کیونکہ چھوٹا اسی کا جزء ہے، اور بڑے سے سارے مسئلے کو ضرب دے دو۔ اب اسی سے تین کو ضرب دیں اوپر بھئی مخرج کو کیا آیا؟ دو سو چالیس، تو تا لکھو اس کے اندر دو سو چالیس لکھ دو اوپر۔ اسی اسی سے نیچے حصوں کو بھی ضرب دیجیے: بَنَاتٌ کے دو حصے تھے اس کو اسی سے ضرب دی کیا آیا؟ ایک سو ساٹھ، ایک سو ساٹھ بَنَاتٌ کے نیچے لکھیے۔ اور چچا کا حصہ ہے ایک اسے بھی ضرب دے دو نیچے کیا آیا؟ اسی آ گیا۔ تو ایک سو ساٹھ اور اسی دو سو چالیس ہوتے ہیں۔ اب دیکھو کسر ختم ہوئی: بَنَاتٌ کا حصہ کتنا؟ ایک سو ساٹھ، اور وہ خود کل کتنی تھیں؟ چالیس تھیں۔ ایک سو ساٹھ کو چالیس سے تقسیم کرو کتنا آیا ہر ایک کا؟ چار چار ہر ایک کا حصہ۔ چچا ہیں اسی حصے بھی بنے اسی، ہر ایک کو ایک ایک حصہ مل گیا، مسئلہ کی تَصْحِیحٌ ہو گئی۔

مثال نمبر بائیس: اسی طرح میت بنائیے۔ چار زَوْجَاتٌ ہیں، پینتیس بَنَاتٌ ہیں، نو جَدَّاتٌ ہیں، اور تریسٹھ چچا ہیں بھئی۔ اچھا بیویاں اولاد نہ ہو تو رُبُعٌ ملتا ہے اور اولاد ہو تو ثُمُنٌ ملتا ہے آٹھواں حصہ، اس وقت اولاد بیٹیاں موجود ہیں بیویوں کے نیچے ثُمُنٌ لکھو۔ اچھا بیٹیاں ہوں دو یا دو سے زیادہ انہیں کتنا ملتا ہے اکیلی؟ ثُلُثَانِ ان کے نیچے لکھو۔ جَدَّاتٌ کا تو ایک ہی حصہ ہے سُدُسٌ جب شرائط پوری ہوں، شرائط آپ دیکھ لیجیے گا یہاں پوری ہیں۔ چچا وہ کیا بنے گا؟ عَصَبَةٌ لکھو اس کے نیچے۔ اب دیکھیے حصے کیا کیا نکلے: ثُمُنٌ، ثُلُثَانِ اور سُدُسٌ۔ اور آپ نے پڑھا تھا یہ ایک نوع کے ہیں یا دو انواع کے؟ دو انواع کے۔ تو نوع اول کا ثُمُنٌ آیا اور اس کے ساتھ نوع ثانی کا کوئی بھی جمع ہو جائے تو قانون نمبر چھ پڑھا تھا آپ نے کہ مسئلہ کس سے بنے گا؟ چوبیس، تو چوبیس سے مسئلہ بناؤ اوپر چوبیس لکھو۔ چوبیس کا آٹھواں حصہ کتنا بنے گا آٹھ سے تقسیم کرو؟ تین، تین مل گئے زَوْجَاتٌ کو۔ چوبیس کے دو ثُلُثٌ نکالو: چوبیس کو پہلے تین سے تقسیم

کیا آٹھ آئے یہ ایک ثُلُثٌ ہے، اور بیٹیوں کو کتنا مل رہا ہے؟ دوثُلُثٌ، تو اس کو دگنا کر دو سولہ، سولہ مل گیا بَنَاتٌ کو۔ اچھا چوبیس کا چھٹا حصہ دے دو جَدَّاتٌ کو، چھٹا حصہ کتنا ہے چھ سے تقسیم کر دو چوبیس کو؟ چار، یہ چار مل گیا جَدَّاتٌ کو۔ باقی ملے گا چچا کو، ذرا باقی کتنا بچتا ہے: زَوْجَاتٌ کو ملا تین، بَنَاتٌ کو سولہ، سولہ اور تین انیس، اور جَدَّاتٌ کو چار، انیس اور چار تیئیس، چوبیس میں سے تیئیس نکالے کتنا رہ گیا؟ ایک، ایک حصہ مل جائے گا چچوں کو بھئی۔

اب بھئی عَدَدِ رُؤُوسِ اور سِهَامٌ میں نسبتیں دیکھو بھئی: زَوْجَاتٌ چار حصے تین تقسیم نہیں ہو سکتی کسر آ رہی ہے، اور نسبت کون سی؟ تَبَايُنٌ کی، اسی طرح رہے گا۔ بَنَاتٌ ہیں پینتیس حصے مل رہے ہیں سولہ تقسیم پوری نہیں ہو سکتی کسر آ رہی ہے، نسبت دیکھو کون سی ہے؟ تَبَايُنٌ ہے اسی طرح رہے گا۔ جَدَّاتٌ نو ہیں حصے چار مل رہے ہیں، نسبت دیکھو، کسر آ رہا ہے اور نسبت تَبَايُنٌ کی ہے اسی طرح رہے گا۔ چچا ہیں تریسٹھ حصہ ایک اسی طرح رہے گا بھئی کسر آ رہی ہے۔ اب آپس میں نسبتیں دیکھو عَدَدِ رُؤُوسِ کی: اچھا چار اور پینتیس کون سی نسبت ہے؟ تَبَايُنٌ کی ہے، ان کو ایک دوسرے میں ضرب دے دو: ایک سو چالیس۔ اب ایک سو چالیس اور نو میں نسبت دیکھو، ایک سو چالیس کو تین سے بھی تقسیم کر کے دیکھو اور نو سے بھی، کسی سے ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ نو صرف تین اور نو سے ہی تقسیم ہو سکتا ہے نا تو دونوں سے دیکھ لو۔ تقسیم ہوا؟ نہیں ہوا نہ نو سے نہ تین سے، معلوم ہوا ایک سو چالیس اور نو میں بھی تَبَايُنٌ ہے، تو پھر ان کو آپس میں ضرب دے دو: بارہ سو ساٹھ آیا۔ آگے بارہ سو ساٹھ اور تریسٹھ میں کون سی نسبت ہے؟ جی؟ بارہ سو ساٹھ تریسٹھ سے تقسیم ہو جاتا ہے؟ اچھا تقسیم ہو جاتا ہے، ان میں تَدَاخُلٌ ہے تو بس بڑے عدد کو پکڑ لو۔ بڑا عدد کون سا ہے، تریسٹھ بڑا ہے یا بارہ سو ساٹھ بڑا ہے؟ بارہ سو ساٹھ، بس بارہ سو ساٹھ کو پکڑو اور اس کو سارے مسئلہ میں ضرب دے دو۔ بارہ سو ساٹھ کو چوبیس سے ضرب دو سب سے پہلے جو مخرج تھا: ہاں تیس ہزار دو سو چالیس، تَصْحِيحٌ کی تالکھو اس میں تیس ہزار دو سو چالیس لکھو، تین صفر دو چار صفر۔ اچھا اسی بارہ سو ساٹھ کو نیچے حصوں میں بھی ضرب دے دو: زَوْجَاتٌ کا حصہ تین اس کو بارہ سو ساٹھ سے ضرب دی کیا آیا؟ تین ہزار سات سو اسی آ گیا بھئی، یہ لکھو تین ہزار سات سو اسی زَوْجَاتٌ کے نیچے۔ اسی بارہ سو ساٹھ کو بَنَاتٌ کا حصہ سولہ ہے اس میں بھی ضرب دے دو: بیس ہزار ایک سو ساٹھ آیا، دو صفر ایک چھ صفر۔ اسی بارہ سو ساٹھ کو جَدَّاتٌ کا حصہ چار ہے اس میں بھی ضرب دے دو: پانچ ہزار چالیس، پانچ صفر چار صفر۔ اور اسی بارہ سو ساٹھ کو چچا کا حصہ ایک اس میں ضرب دی تو بارہ سو ساٹھ ہی آیا وہ بھی ان کے نیچے لکھ دو بھئی چچا کے نیچے بارہ سو ساٹھ۔ اب ان ساروں کو ذرا جلدی جلدی جمع کر لو بھئی: تین ہزار سات سو اسی جمع بیس ہزار ایک سو ساٹھ جمع پانچ ہزار چالیس جمع بارہ سو ساٹھ، کتنا ہوا؟ تیس ہزار دو سو چالیس، بھئی درست ہے حساب آپ کا۔ تو یہ تقسیم ہو گئی بھئی، اور اب وہ کسر بھی ختم ہو جائے گی۔ آپ ذرا دیکھیں کسر ختم ہوئی یا نہیں: زَوْجَاتٌ کتنی ہیں؟ چار، حصے کتنے ملے؟ تین ہزار سات سو اسی، اس کو چار سے تقسیم کرو ایک ایک زَوْجَةٌ کا حصہ نکل آئے گا: نو سو پینتالیس پورا تقسیم ہو گیا۔ بَنَاتٌ ہیں پینتیس ان کا حصہ ہے بیس ہزار ایک سو ساٹھ، اس کو پینتیس سے تقسیم کرو ایک ایک کا حصہ نکل آئے گا: پانچ سو چھہتر آ گیا ایک ایک بِنْتٌ کا حصہ۔ جَدَّاتٌ ہیں نو، پانچ ہزار چالیس ان کا حصہ ہے اس کو نو سے تقسیم کرو: پانچ سو ساٹھ بھئی، ایک جَدَّةٌ کا حصہ پانچ سو ساٹھ، دیکھو کسر ختم ہوتی چلی گئی سب میں۔ اور بارہ سو ساٹھ تریسٹھ میں تقسیم کرو بھئی، تریسٹھ سے اسے تقسیم کر دو: بیس، ایک چچا کا حصہ کتنا بنتا ہے؟ بیس بنتا ہے، دیکھو مسئلہ کی تَصْحِيحٌ ہو گئی۔ تو کل مال کے کتنے حصے کر لیں گے؟ تیس ہزار دو سو چالیس، اور پھر ہر ایک کو اس کے حصے کے بقدر دے دیں گے اس میں سے۔

آگے لکھیے مثال نمبر تیئیس: میت۔ وارث ہیں بھئی: ایک ہے زَوْجَةٌ، تین بیٹے، چار بیٹیاں۔ اچھا بیوی جب اولاد ہو اسے کتنا ملتا ہے؟ ثُمُنٌ، ثُمُنٌ زَوْجَةٌ کے نیچے لکھو۔ بیٹے اور بیٹیاں کیا بن جاتے ہیں، بیٹیاں بیٹوں کے ساتھ مل کر کیا ہو گئیں؟ عَصَبَةٌ، بیٹے کو بیٹی سے دگنا حصہ ملتا ہے، تو ان دونوں کے نیچے ایک لکیر کھینچ دو بھئی سیدھی اور لکیر کے شروع میں اس کے نیچے لکھ دو عَصَبَةٌ۔ اور عَدَدِ رُؤُوسِ بھی بناؤ ذرا ان کے بھئی کیسے مال تقسیم کریں گے، عَدَدِ رُؤُوسِ کتنے بنیں گے؟ جی؟ ہر بیٹے کو بیٹی سے کتنا ملتا ہے؟ دگنا، یعنی ہر بیٹا دو بیٹیوں کے برابر ہے، تو تین بیٹے کتنی بیٹیوں کے برابر؟ چھ، اور چار ہی ساتھ بیٹیاں ہیں، چھ اور چار دس، تو عَدَدِ رُؤُوسِ کیا ہوا؟ دس آ گیا بھئی۔ یوں سمجھو دس بیٹیاں ہیں بس۔ اچھا بھئی ذَوِي الْفُرُوضِ حصے کتنے ہیں صرف؟ اصل میں ایک ہی حصہ ثُمُنٌ آیا، اور کوئی حصہ آیا؟ نہیں۔ تو اس ثُمُنٌ کا عدد کیا ہے؟ آٹھ، اسی سے مسئلہ بن جائے گا۔ آٹھ لکھو اوپر۔ اور آٹھ کا آٹھواں حصہ کتنا ہے؟ ایک، یہ زَوْجَةٌ کو مل جائے گا۔ اچھا اب وہ جو دس بیٹیاں بنا لیں ان کو کتنا ملے گا؟ آٹھ میں سے ایک بیوی کو مل گیا باقی کتنے رہ گئے؟ سات، وہ سات ان کو مل گئے سارے، سات ان کے نیچے لکھو۔ اب دیکھو بھئی پھر کیا کریں گے؟ بھئی بیوی ایک ہے حصہ بھی ایک ہے کوئی کسر نہیں۔ ہاں بیٹیاں یا عَدَدِ رُؤُوسِ دوسری طرف دس ہے اور حصے سات، سات دس میں پوری طرح تقسیم نہیں ہو سکتا۔ تو اب ان میں نسبت دیکھ لو کون سی نسبت ہے؟ تَبَايُنٌ ہے، تو لہٰذا اسی طرح رہے گا اور پورے اسی عَدَدِ رُؤُوسِ یعنی دس کو پورے مسئلہ سے ضرب دے دو۔ مخرج تھا آٹھ اس کو دس سے ضرب دی کتنا آیا؟ اسی، تالکھ کے اوپر اسی لکھو۔ بیوی کا حصہ ہے ایک اس کو بھی دس سے ضرب دو کتنا آیا؟ دس، دس لکھو اس کے نیچے زَوْجَةٌ کے نیچے۔ اور یہ دوسری طرف بیٹے بیٹیوں کے نیچے سات تھا اس کو بھی دس سے

ضرب دی کتنا آیا؟ ستر، یہ لکھ لیا بھئی بیٹے بیٹیوں کے نیچے۔ اچھا اب دیکھیے بھئی دس حصے زَوْجَۃٌ کے، ستر بیٹے بیٹیوں کے، دس اور ستر اسی بھئی، اسی سے ہم نے مسئلہ بنایا تَصْحِیحٌ ہو گئی بھئی۔ اور وہ کسر ختم ہو گئی: دس حصے بیوی کو ملے وہ اکیلی ہے سارے حصے اس کے کسی تقسیم کی ضرورت نہیں۔ ہاں بیٹے بیٹیوں میں کسر آ رہی تھی، اب ستر حصے ہیں اور عَدَدِ رُؤُوسِ بھی کتنے ہیں؟ دس ہیں، تو ہر ایک کو کتنا مل جائے گا؟ سات، یعنی ایک بیٹی کا حصہ کتنا بن رہا ہے؟ سات۔ تو بیٹیوں کو چار ہیں ہر ایک کو سات سات، اور بیٹے کو دگنا، سات کا دگنا کتنا ہوا؟ چودہ، ہر بیٹے کو چودہ چودہ دے دیں گے بھئی۔

مثال نمبر چوبیس: اسی طرح میت بنائیے۔ اچھا وارث لکھیے: زَوْجَۃٌ یا اردو میں لکھ لو بے شک بیوی، آگے لکھیے والد، آگے لکھیے ماں، آگے لکھیے دو بیٹے، آگے لکھیے پانچ بیٹیاں، آگے لکھیے دو چچا۔ اچھا اولاد ہو تو بیوی کو کتنا ملتا ہے؟ ثُمُنٌ، ثُمُنٌ لکھو زَوْجَۃٌ کے نیچے۔ اچھا اور اسی طرح بیٹے بیٹیاں ہوں تو باپ کو کتنا ملتا ہے؟ سُدُسٌ بھئی۔ ماں کو بھی اس صورت میں ملتا ہے سُدُسٌ۔ اچھا اور یہ بیٹے بیٹیاں کیا بنیں گے؟ عَصَبَۃٌ، ان کے نیچے ایک لکیر کھینچ دو اور اس کے نیچے لکھو شروع میں عَصَبَۃٌ۔ اور عَدَدِ رُؤُوسِ بھی بنا لو ذرا کتنے عَدَدِ رُؤُوسِ بنیں گے؟ ہاں دو بیٹے کتنی بیٹیوں کے برابر؟ چار کے برابر، اور پانچ وہ ہیں، چار اور پانچ نو، عَدَدِ رُؤُوسِ ہوا نو۔ اور دو چچا ہیں بھئی وہ بھی عَصَبَۃٌ بنتے ہیں لیکن جب قریبی عَصَبَۃٌ ہو تو دور والے کو کچھ نہیں ملتا، تو چچا محروم ہوئے بھئی۔ اب بھئی دیکھو نوع اول میں سے کیا آیا؟ ثُمُنٌ، اور نوع ثانی میں سے کیا آیا؟ سُدُسٌ۔ تو ثُمُنٌ جب نوع ثانی کے کسی کے ساتھ جمع ہو تو کس سے مسئلہ بناتے تھے؟ چوبیس سے بنائیے مسئلہ بھئی، چوبیس سے بنے گا۔ چوبیس کا ثُمُنٌ آٹھواں حصہ کتنا بنتا ہے؟ تین، زَوْجَۃٌ کے نیچے لکھیے۔ چوبیس کا چھٹا حصہ سُدُسٌ باپ کو ملے گا، کتنا بنا؟ چار۔ ماں کا حصہ بھی اسی طرح چار۔ باقی بیٹے بیٹیوں کو ملے گا، ذرا باقی کتنا بچتا ہے: بیوی کا حصہ ہے تین، باپ کا حصہ چار، چار اور تین سات، ماں کا حصہ بھی چار، سات اور چار گیارہ، گیارہ چوبیس میں سے نکالے کتنے رہ گئے؟ تیرہ، تو بیٹے بیٹیوں کا حصہ تیرہ ہوا۔ بھئی تین حصے ملے زَوْجَۃٌ کو وہ ایک ہی ہے کوئی کسر نہیں، باپ کو چار حصے ملے کسر کوئی نہیں سارے باپ کے، ماں کے حصے چار وہ بھی پورے اس کے کوئی کسر نہیں، لیکن بیٹے بیٹیوں کا حصہ ہے تیرہ اور عَدَدِ رُؤُوسِ ہیں نو، یہاں تقسیم نہیں ہو سکتی، تو تَصْحِیحٌ کرنا پڑے گی مسئلہ کی۔ نو اور تیرہ میں کون سی نسبت؟ تَبَایُنٌ ہے، تو بس اسی طرح نو کا نو ہی رہے گا اس کو سارے مسئلہ میں ضرب دے دو۔ نو کو چوبیس سے ضرب دی مخرج سے: دو سو سولہ، آگے تَصْحِیحٌ کی تا لکھو دو سو سولہ۔ اسی نو سے ہر ایک کے حصے کو بھی ضرب دے دو: بیوی کا حصہ ہے تین، نو سے تین کو ضرب دی ستائیس۔ باپ کا حصہ ہے چار اس کو بھی نو سے ضرب دی کتنا آیا؟ چھتیس۔ ماں کا حصہ بھی چار وہ بھی نو سے ضرب دی تو چھتیس۔ بیٹے بیٹیوں کا حصہ تیرہ اس کو بھی نو سے ضرب دی: ایک سو سترہ۔ اب ان کو ذرا جمع کرو دو سو سولہ بن گئے؟ ستائیس، چھتیس، چھتیس اور ایک سو سترہ: دو سو سولہ پورے ہو گئے بھئی۔ اب دیکھو کسر ختم ہو گئی، کسر صرف ایک ہی جگہ آ رہی تھی وہاں دیکھو: ایک سو سترہ حصے اور نو عَدَدِ رُؤُوسِ ہیں، نو سے تقسیم کرو: تیرہ۔ تو ہر بیٹی کا حصہ کتنا ہوا؟ تیرہ، اور بیٹے کو دگنا ملتا ہے کتنا ملے گا ہر بیٹے کو؟ چھبیس مل جائے گا بھئی۔ مسئلہ حل ہوا تَصْحِیحٌ ہو گئی بھئی۔

آگے ہے مولانا مُنَاسَخَۃٌ۔ یہ آخری مثال ہے ان شاء اللہ اس کے بعد پھر قدوری پر ہم آ جائیں گے پھر بھئی۔ مُنَاسَخَۃٌ دیکھیے کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مر گیا، اس کے وارثوں نے مال تقسیم نہیں کیا وہ اکٹھے ہی رہ رہے ہیں، انہوں نے تقسیم نہیں کیا آپس میں۔ کچھ عرصے بعد ان میں سے ایک اور بھی مر گیا، اب اس کا جو حصہ بنتا تھا وہ آگے اس کے جو وارث بنتے ہیں ان کا حق بن گیا۔ یہ پھر بھی اکٹھے رہے، یا چلو الگ ہونا چاہتے ہیں اسی حالت میں تو کیسے تقسیم کریں گے؟ یا یہ پھر بھی اکٹھے رہے یہاں تک کہ پھر ان میں سے ایک اور کا انتقال ہوا، اس کا حصہ آگے پھر اس کے وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ تو یہ سلسلہ بعض اوقات کئی پشتوں تک چلا جاتا ہے بھئی۔ تو اس صورت میں اب ان کے اندر تقسیم کیسے کریں گے یہ بڑا مشکل کام ہے بھئی، سارے قوانین ذہن میں حاضر ہوں پھر مسئلہ حل ہوتا ہے بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو لہٰذا اب مُنَاسَخَۃٌ کی ایک مثال ہم حل کر لیں گے ان شاء اللہ کچھ اندازہ ہو جائے گا آپ کو، باقی تفصیل اوپر والی کتابوں میں جا کر آپ ان شاء اللہ پڑھ لیں گے بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

اچھا اب لکھیے بھئی، مثال بنائیں، مثال نمبر کتنی بنی؟ پچیس، مثال نمبر پچیس۔ مُنَاسَخَۃٌ لکھ لیا اوپر آپ نے؟ اسی طرح میت بنائیے۔ اور اس صورت میں یاد رکھنا نام وغیرہ بھی ساتھ لکھ لیا کریں گے تاکہ مسئلہ آسان ہو جائے، اس آدمی کا اتنا حصہ بنا اس کا اتنا حصہ بھئی۔ میت بھئی اسی طرح بنا لیا؟ اچھا وارث لکھیے: زَوْجَۃٌ۔ اچھا پہلے سن لو ادھر سنو بھئی: اس کے تین بیٹے، زَوْجَۃٌ بھی ہے، تین بیٹے ہیں، ایک بیٹی ہے۔ پھر ایک بیٹے کا انتقال ہوتا ہے کچھ عرصے بعد پھر دوسرے بیٹے کا انتقال ہوتا ہے۔ تو آپ بیٹے اکٹھے نہ لکھو، ہر ایک کو الگ الگ لکھنا ہے ٹھیک ہے تاکہ پھر کس کا انتقال ہوا پھر اس کا مال آگے تقسیم ہونا ہے بھئی۔ تو لہٰذا لکھو اب اِبْنٌ، اِبْنٌ، اِبْنٌ تین بیٹے لکھو اس طرح اور ایک بِنْتٌ لکھو۔ تین دفعہ اِبْنٌ لکھ لو یا تین بیٹے لکھ لو اور بِنْتٌ لکھو۔ اب دیکھیے یہ جو میت تھی مثلاً یہ زید تھا بھئی، اس میت کا نام لکھ لو زید بھئی اوپر اس کے، میت کا جو لمبا سا میت لکھا ہے اس کے اوپر زید لکھ لو بھئی۔ زَوْجَۃٌ ہے مثلاً سلمیٰ، یہ

اس کا نام لکھ لو نیچے اس کے۔ پہلا بیٹا ہے عمرو، عین میم راواو بھئی عمرو میں واو ساتھ لکھتے ہیں۔ دوسرا بیٹا ہے بکر، تیسرا بیٹا ہے خالد، اور بیٹی ہے سعیدہ۔

اب دیکھیے بھئی بیوی کو کتنا ملتا ہے جب اولاد ہو؟ ثُمُنٌ ملتا ہے، تو اس کے نیچے لکھیے ثُمُنٌ۔ بیٹے بیٹیاں کیا ہیں؟ اکٹھے ہیں عَصَبَةٌ بن گئے بھئی۔ ان ساروں کے نیچے ایک لکیر کھینچو اور اس کے شروع میں لکھو عَصَبَةٌ۔ ہاں عَدَدِ رُؤُوسِ آگے لکھو بھئی یہاں، کتنا ہوا؟ ہاں ہر بیٹا دو بیٹیوں کے برابر، تو تین بیٹے چھ بیٹیاں اور ایک بیٹی بھی ہے سات، سات ہوا عَدَدِ رُؤُوسِ۔ اب دیکھو ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے صرف ایک ہے بیوی آٹھواں حصہ، اور کوئی حصے والا ہی نہیں اس طرح کا، تو آٹھ سے ہی مسئلہ بن جائے گا۔ ثُمُنٌ ہے تو ثُمُنٌ کا عدد ہے آٹھ اس سے مسئلہ بن جائے گا، آٹھ اوپر لکھو۔ آٹھ میں سے ثُمُنٌ کتنا بنا؟ ایک، ایک بیوی کے نیچے۔ اچھا باقی کتنے حصے بنے؟ سات، سات ان کے نیچے لکھ دو بھئی۔ لکھ لیے بھئی؟ سات ان کے حصے ہوئے۔ اب ہر ایک کو اس کا حصہ بھی دے دوان میں سے بھئی: عمرو کے نیچے بھئی، ایک ہی سطر میں لکھنے ہیں اب سارے بھئی تاکہ، بیوی کے نیچے پھر ایک لکھ دو اسی طرح ایک سطر میں دوبارہ سارے لکھ دو۔ عمرو کے نیچے سات میں سے کتنا ملے گا اسے؟ عَدَدِ رُؤُوسِ بھی سات ہیں اور یہ بھی کتنے ہیں؟ سات۔ تو عمرو کو کتنا ملے گا؟ دو، عمرو کے نیچے لکھو دو، دو بیٹیوں کا حصہ اسے۔ بکر کے نیچے بھی لکھو دو، خالد کے نیچے بھی لکھو دو، سعیدہ کے نیچے لکھو ایک۔ اگر فاصلہ بڑھ گیا واضح نہیں ہو رہا تو پھر یوں کر لو: عمرو سے ایک خط بھی کھینچ کر دو تک لے آؤ، بکر سے ایک خط کھینچ کر سیدھا دو تک لے آؤ ایک لکیر کھینچ کر، سعیدہ سے ایک لکیر کھینچ کر ایک تک لے آؤ، بات اور واضح ہو جائے گی شک نہیں رہے گا یہ کیا ہوا۔ عمرو سے ایک لکیر کھینچی اس کے حصے دو تک لے آؤ، بکر سے ایک لکیر کھینچی اس کے حصے دو تک لے آؤ، خالد سے لکیر کھینچی اس کے حصے دو تک آ گئی، سعیدہ سے ایک لکیر کھینچی اس کا حصہ کتنا ہے؟ ایک۔ کر لیا بھئی؟ اچھا اب دیکھو بھئی مسئلہ کس سے بنا؟ آٹھ سے، اور حصے بھی کتنے ہیں؟ آٹھ ہی بنتے ہیں، سارا مسئلہ درست ہے بھئی۔

اب ان میں سے عمرو کا انتقال ہوتا ہے، نیچے ایک اور میت بناؤ بھئی۔ اور کچھ فاصلہ دینا ہے بھئی فوراً نہ بنانا، اس میں بھی ابھی ہم اور حصے ان کی تقسیمات چلیں گی ان کے لیے دو تین لائنیں چھوڑ دو بھئی اوپر والوں کے لیے، پھر ایک میت بناؤ۔ بنا لیا؟ اس کے اوپر لکھو عمرو، اب یہ عمرو کا انتقال ہوا۔ اچھا عمرو لکھ دیا بھئی میت کے اوپر؟ اچھا عمرو سے ہی تھوڑا آگے کر کے آخر میں اوپر ہی لکھو، جہاں عمرو لکھا ہے اس سے ذرا آگے کر کے لکھیے بھئی مَا فِي الْيَدِ۔ اور اسی مَا فِي الْيَدِ کے اوپر لکھ لو ترکہ عمرو، یہ ترکہ عمرو ہے بھئی۔ مَا فِي الْيَدِ سے کیا مراد ہے؟ جو عمرو کے قبضے میں ہے، عمرو کے پاس ہے، یعنی جو عمرو کا حصہ بنا۔ تو مَا فِي الْيَدِ کے اوپر کیا لکھ لیا آپ نے؟ ترکہ عمرو۔ اچھا کتنا حصہ ملا ہے اوپر عمرو کو؟ دو، تو دو لکھ دیجیے اس کے آگے۔ لکھ لیا بھئی؟

اب بھئی عمرو کے وارث کون کون ہیں؟ دیکھیے عمرو کا انتقال ہوا اس کی شادی نہیں ہوئی، یہی جو اوپر وارث تھے زید کے ان میں سے باقی جو ہیں اب وہ عمرو کے بھی وارث بن گئے۔ اوپر جو زید کی زَوْجَةٌ تھی وہ عمرو کی کیا تھی؟ ماں تھی، اور جو زید کے بیٹے ہیں وہ عمرو کے کیا ہیں؟ بھائی ہیں۔ سمجھ میں آیا؟ تو وارث لکھیے اب نیچے: ماں، جی ماں کے نیچے وہی سلمیٰ نام لکھ دیجیے۔ عمرو کا تو انتقال ہوا، دو بھائی باقی ہیں بھئی بکر اور خالد، تو بھائی الگ لکھ لیجیے یا أَخٌ لکھ لیجیے چاہے عربی میں لکھیں چاہے اردو میں، بھائی اس کے نیچے

لکھ لیجیے بکر، دوسرے بھائی کے نیچے لکھ لیجیے خالد، اور بہن بھی ہے، زید کی تو بیٹی تھی لیکن عمرو کی بہن ہے، بہن بھی آگے لکھ لیجیے، اس کے نیچے اس کا نام بھی لکھ لیجیے سعیدہ۔

اب دیکھیے مسئلہ بناتے ہیں دوسرا۔ بھئی دیکھیے، بھئی ماں کو اس حالت میں جب کہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو تو ماں کو سُدُس ملتا ہے جب بھائی وغیرہ ہوں بھئی۔ ماں کو کتنا ملتا ہے؟ سُدُس۔ تو اس کے نیچے سُدُس لکھو۔ تو ماں کے نیچے سُدُس لکھ لیجیے۔ بھائی اور بہنیں یہ عَصَبَہ ہیں بھئی، تو ان ساروں کے نیچے بھئی، بکر سے لے کر سعیدہ تک ایک لکیر کھینچیے ان کے نیچے۔ اس لکیر کے شروع میں نیچے اس کے لکھیے عَصَبَہ بھئی، یہ سارے عَصَبَات ہیں، بکر، خالد اور سعیدہ یہ سب عَصَبَہ ہیں۔ ان سے عدد رُؤُوس بھی بنا لیجیے اسی طرح بھئی۔ بھائی بہنوں میں مال کس طرح تقسیم ہوتا ہے کہ بھائی کو دو بہنوں کے برابر حصہ ملتا ہے، دگنا ملتا ہے بہن سے۔ تو ہر بھائی دو بہنوں کے برابر، تو دو بھائی کتنی بہنوں کے برابر؟ چار، اور ایک بہن بھی ہے، پانچ، تو عدد رُؤُوس ہو گیا پانچ بھئی۔ لکھ لیا؟

اب دیکھیے بھئی ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے صرف ایک ہی ہے ماں، تو فرض ایک ہی آیا سُدُس۔ اسی سُدُس کے عدد سے ہم مسئلہ بنا لیں گے، آپ جانتے ہیں بھئی۔ سُدُس کا عدد کیا ہے؟ چھ ہے بھئی، چھ۔ تو چھ اوپر لکھیے۔ اس میں سے ایک حصہ یعنی چھٹا وہ مل گیا ماں کو، اس کے نیچے ایک لکھیے۔ مَا بَقِيَہ کتنا ہے چھ میں سے ایک نکال دیا؟ پانچ، یہ پانچ مل گیا باقی کا سارا عَصَبَہ کو۔ ان کے نیچے پانچ لکھ دیجیے۔ عدد رُؤُوس بھی ہیں پانچ، ترکہ بھی ملا پانچ، یہاں بھی کسر

نہیں، ہر ایک کو ایک ایک مل جائے گا، یعنی پانچ بیٹیاں ہوں تو ہر ایک کو کتنا ملے گا؟ ایک ایک بھئی۔ تو اب ان کو دے دو بھئی، بھائیوں کو ایک بیٹی سے دگنا دو، ایک بیٹی کے حصے میں ایک آتا ہے تو بھائی دو کے برابر ہے، اس کے حصے میں کتنا آئے گا؟ دو۔ تو بکر کے نیچے لکھ دو دو، خالد کے نیچے بھی لکھو دو، سعیدہ کے نیچے لکھوا یک۔ اب بکر سے ایک لکیر کھینچ کر دو تک لے آئیں تاکہ واضح ہو جائے بات۔ خالد سے بھی ایک لکیر کھینچ کر اس کے نیچے دو تک لے آئیں۔ سعیدہ سے بھی ایک لکیر کھینچ کر ایک تک لے آئیں بھئی، بات واضح رہے۔

اب دیکھیے، اب دوسرا مسئلہ چھ سے چھ سارا صحیح تقسیم ہو رہا ہے بھئی، چھ سے ہم نے مسئلہ بنایا اور یہ ٹھیک ہے۔ لیکن بھئی اگر آپ غور کریں، اب نسبت آپ کو، مسئلہ بنا رہے ہیں چھ سے اور ترکۂ عمرو کتنا ہے بھئی؟ دو۔ تو یہ دو تو چھ میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ تو یہاں جب دوسرا مسئلہ بنالو تو اس کے بعد اس مخرج یعنی جو بھی آجائے مخرج اور اس میت کا جو ترکہ ہوتا ہے اس میں نسبت دیکھ لیا کرو بھئی۔ تو یہ دو ہے تو یہ دو چھ کے اندر تقسیم نہیں ہو سکتا، تو آپ دیکھیے دو اور چھ اس میں دو سے دونوں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کیا ہوتے ہیں؟ دو سے دونوں تقسیم ہو جاتے ہیں بھئی۔ تو لہٰذا اب اس مخرج کا وَفْق نکال لیں گے بھئی۔ دو سے چھ کو تقسیم کیا، کتنا آیا؟ تین۔ یہ وَفْق نکل آیا مخرج کا۔ وَفْق نکل آیا بھئی۔

یاد رکھیے اگر یہ ایک عدد اور دوسرا دونوں دو سے تقسیم ہوتے ہوں ان کو کہتے ہیں تَوَافُقٌ بِالنِّصْفِ۔ کیا کہتے ہیں؟ تَوَافُقٌ بِالنِّصْفِ۔ اور اگر دونوں تین سے تقسیم ہوتے ہوں تو کیا کہتے ہیں؟ تَوَافُقٌ بِالثُّلُثِ۔ اگر دونوں چار سے تقسیم ہوتے ہیں تو تَوَافُقٌ بِالرُّبْعِ۔ اگر پانچ سے ہوتے ہیں تو تَوَافُقٌ بِالْخُمُسِ۔ اسی طرح بھئی، سمجھ میں آیا؟ تو یہ دونوں دو سے تقسیم ہوتے ہیں تو یہ کیا کہلاتا ہے؟ تَوَافُقٌ بِالنِّصْفِ۔ تو چھ کا نِصف لے لیں گے، یعنی اسی دو سے تقسیم کیا تین آگیا، یہ ہے چھ کا نِصف۔ اس کے ساتھ اوپر والے پورے مسئلہ کو ضرب دے دیں گے۔ کیا دے دیں گے؟ ضرب دے دیں گے۔ بھئی اگر یہ کب دیں گے؟ مخرج اور ترکۂ عمرو کے درمیان آپ نے نسبت دیکھنی ہے۔ اگر تو تَبَایُن ہے، کیا ہے؟ تَبَایُن، پھر تو پورے مخرج سے اوپر والے مسئلہ کو ضرب دے دو۔ اور اگر تَوَافُق ہے تو پھر اس مسئلۂ ثانی کے وَفْق کے ساتھ کیا کرو؟ اوپر والے پورے مسئلہ کو ضرب دے دو۔ تو یہاں بھی وَفْق نکل آتا ہے لہٰذا تین سے ضرب دیں گے۔ اگر وَفْق نہ نکلتا تو پھر کس سے ضرب دیتے؟ چھ سے ضرب دیتے۔

تو تین سے اوپر والے سارے مسئلہ کو ضرب دو۔ بھئی اوپر والے مسئلے کا مخرج تھا آٹھ، اس کے آگے تصحیح کی تَا لکھو اور آٹھ کو تین سے ضرب دی کتنا آیا؟ چوبیس۔ اس تَا کے اوپر چوبیس لکھ دیا آپ نے بھئی۔ چوبیس۔ نیچے ہر حصے کو بھی اسی طرح تین سے ضرب دو۔ زَوْجَہ کا حصہ ہے ایک، اس کو تین سے ضرب دی تین آیا، تو زَوْجَہ کے ایک کے نیچے اب تین لکھ لیں۔ عمرو کا حصہ دو تھا اس کو بھی تین سے ضرب دی کتنا ہو گیا؟ چھ۔ بکر کا حصہ بھی دو ہے اس کو بھی تین سے ضرب دی کتنا ہو گیا؟ چھ۔ خالد کا حصہ بھی دو ہے اس کو بھی تین سے ضرب دی کتنا ہو گیا؟ چھ۔ سعیدہ کا حصہ ہے ایک، اس کو کس سے ضرب دے دی؟ تین سے ہی، تو کتنا ہوا؟ تین بھئی، سعیدہ کا حصہ تین ہو گیا۔

اب ذرا نیچے آؤ بھئی۔ ترکۂ عمرو دو تھا، اب دیکھو اوپر ترکۂ عمرو کتنا ہو گیا؟ چھ ہو گیا۔ تو دو کے آگے کوئی نشان وغیرہ لگا کر چھ لکھ دو۔ دو کے آگے نشان لگا کر کتنا لکھ دو؟ چھ۔ ترکۂ عمرو ہوا چھ۔ یہاں تک مسئلہ سمجھ میں آیا بھئی؟ اب بھئی اوپر والا مسئلہ تو صحیح ہوا۔ اب یہ نیچے والا مسئلہ بھی صحیح کرنا ہے تو اس کے لیے ترکۂ عمرو اور اسی کے مخرج کے اندر نسبت دیکھو۔ ترکۂ عمرو کتنا ہے اس وقت؟ چھ۔ اور مخرج بھی کتنا ہے اس عمرو والے مسئلے کا؟ چھ۔ ان میں تَمَاثُل کی نسبت ہے۔ چھ سِہَام آئے ہیں عمرو کے حصے میں اور چھ سے ہی مسئلہ بن گیا، کوئی ضرب وغیرہ دینے کی ضرورت نہیں بھئی، اسی سے مسئلہ صحیح۔ تو یہ مسئلہ صحیح ہو گیا۔ مسئلہ کیا ہوا؟ صحیح ہے۔

تو تَمَاثُل ہو مخرج کے اندر اور ترکۂ میت کے اندر تو کسی قسم کی ضرب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے۔ اگر پورا تقسیم نہ ہوتا تو پھر اس ترکۂ عمرو یعنی مَا فِی الْیَدِ کے وَفْق کو نکال کر، کیا نکالتے اس کا؟ وَفْق۔ مخرج کا اور ترکۂ عمرو میں نسبت دیکھتے، تَوَافُق ہوتی تو ترکۂ عمرو کا کیا نکال لیتے؟ وَفْق، اور اس وَفْق کو اس پورے مسئلہ میں ضرب دے دیتے، اس دوسرے مسئلہ میں۔ پہلے کو تو مخرج کے وَفْق سے ضرب دینی ہے یا پورے، اگر مخرج کا وَفْق نکل سکتا ہے، اوپر والے مسئلہ کو کس سے ضرب دیں گے؟ یا تو پورے مخرج سے ضرب دیں گے اگر وَفْق نہیں نکلتا اور اگر وَفْق نکلتا ہے تو اس مخرج کے وَفْق سے ضرب دیں گے۔ اور یہ جو مسئلہ حل کیا ہے دوسرا اس کو کس سے ضرب دیں گے؟ اگر تَمَاثُل کی نسبت ہو پھر کوئی ضرب دینے کی ضرورت نہیں اور اگر تَوَافُق کی نسبت ہے تو پھر مَا فِی الْیَدِ یا پھر یوں کہیں ترکۂ میتِ ثانی جو ہے اس کے وَفْق کے ساتھ کیا کریں گے؟ پورے مسئلہ کو ضرب دے دیں گے۔ تو یہاں کوئی ضرب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ترکۂ عمرو یا یوں کہیں مَا فِی الْیَدِ عمرو جو ہے وہ بھی چھ ہے، مسئلہ بھی چھ سے بنا، وہی چھ پورے تقسیم

ہو گئے ان میں۔

اب ذرا آگے چلیے بھئی۔ اب بکر کا بھی انتقال ہوا بھئی۔ ایک دو سطریں چھوڑ کر بکر لکھیے بھئی۔ بکر۔ میت بنایئے اسی طرح بھئی۔ میت بنایئے۔ اس میت کے اوپر لکھیے بکر۔ اسی بکر سے ذرا آگے کر کے لکھیے مَا فِی الْیَدِ۔ اسی مَا فِی الْیَدِ کے اوپر لکھ لیجیے ترکۂ بکر۔ بکر کی بات ہو رہی ہے تو بکر کا ترکہ اب یہاں لکھیں گے۔ بھئی بکر کا کتنا ترکہ ہے؟ اوپر دو جگہ بکر کو حصے ملے ہیں، زید سے بھی ملا، عمرو سے بھی ملا، ان سب کو جمع کر لیں گے۔ جس جس سے حصہ ملا ہو ساروں میں وہ بکر کے حصے جمع کر لو۔ بھئی زید سے بکر کو کتنا حصہ ملا؟ چھ۔ اور عمرو سے بکر کو کتنا ملا؟ دو۔ چھ اور دو کتنے ہو گئے؟ آٹھ۔ تو یہ ترکۂ بکر نکل آیا، آٹھ لکھ لیجیے بھئی۔

آگے اب بکر کے ذرا وارث بھی لکھ لو بھئی۔ ایک تو وہی ماں ہے سلمٰی۔ ماں لکھیے اس کے نیچے نام لکھ لیجیے سلمٰی۔ اچھا، دو بیٹے ہیں ایک بیٹی ہے بھئی اس کی۔ اِبْنٌ، اِبْنٌ الگ الگ لکھیے اور بِنْتٌ ہے بھئی ایک، بِنْتٌ۔ تو ماں کے نیچے نام لکھ لیا بھئی سلمٰی۔ اِبْنٌ ایک بیٹا جو ہے اس کا عظیم ہے اس کا نام، ایک بیٹے کے نیچے عظیم لکھیے۔ دوسرے بیٹے کا نام حفیظ ہے، اس کے نیچے حفیظ لکھ لیجیے۔ بیٹی کا نام رشیدہ ہے تو بِنْتٌ کے نیچے رشیدہ لکھ دیجیے۔

تو بھئی کس کا انتقال ہوا اوپر والے وارثوں میں سے؟ یہ عمرو کے جو وارث تھے ان میں سے کس کا انتقال ہوا ہے؟ بکر کا انتقال ہوا۔ سلمٰی کو تو ہم نے وارثوں میں سے لکھ لیا لیکن خالد اور سعیدہ کو نہیں لکھا، اس لیے کہ خالد اور سعیدہ اس بکر کے بھائی بہن ہیں اور یہ عَصَبَہ ہیں اس کے، لیکن جب قریبی عَصَبَہ موجود ہو تو دور والے عَصَبَہ کو کچھ نہیں ملتا، اور یہاں بیٹے بیٹیاں موجود ہیں وہ عَصَبَہ ہیں قریبی تو ان کو حصہ ملے گا، دور والے عَصَبَہ کو نہیں ملے گا۔ اس لیے میں نے ان کو لکھا ہی نہیں بھئی۔ اگر آپ لکھ بھی لیتے آپ کو پھر آگے مَحْرُومٌ لکھنا پڑتا بھئی۔ تو لکھ لیتے بھی تو وہاں آگے مَحْرُومٌ ہوتے، اس لیے لکھوایا ہی نہیں بھئی۔

اب بھئی دیکھیے بکر کا انتقال ہوا، ماں ہے، ماں جب اولاد موجود ہو تو اس کو کتنا ملتا ہے؟ سُدُس بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ بکر کی ایک ماں زندہ اس کے انتقال کے وقت، دو بیٹے، ایک بیٹی۔ معلوم ہوا بیوی کا پہلے ہی انتقال ہو چکا ہے بھئی۔ اچھا، ماں کو کتنا حصہ ملا؟ سُدُس۔ اور آگے دونوں بیٹے اور بیٹی انہوں نے عَصَبَہ بننا ہے، تو ان کے نیچے ایک لکیر کھینچو بھئی، عظیم سے لے کر رشیدہ تک ایک لکیر کھینچیے اور اس لکیر کے نیچے شروع میں لکھ لیجیے عَصَبَہ۔ ان کے عدد رُؤُوس بھی بنایئے بھئی۔ ہر بیٹا دو بیٹیوں کے برابر، تو دو بیٹے کتنوں کے برابر؟ چار، اور ایک بیٹی بھی ہے تو عدد رُؤُوس پانچ ہوا۔

اب دیکھیے ذَوِی الْفُرُوضِ میں سے ایک ہی ہے سُدُس، تو لہٰذا سُدُس کے ہی عدد سے مسئلہ بن جائے گا بھئی۔ کتنا ہے؟ چھ۔ چھ سے ہی مسئلہ بناؤ بھئی۔ ماں کو سُدُس ملا ایک بھئی، چھٹا حصہ، چھ کا چھٹا حصہ ایک ہے۔ باقی سارا ان عَصَبَہ کو مل جائے گا۔ چھ میں سے ایک نکالا کتنا رہ گیا؟ پانچ۔ پانچ سارے ان عَصَبَہ کو مل جائیں گے۔ اب ان میں سے ہر ایک، عَصَبَات میں سے ہر ایک کا الگ حصہ بھی نکال لو۔ بھئی عدد رُؤُوس بھی پانچ، حصہ بھی پانچ، پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے، تو لہٰذا اب اس میں سے بیٹے کا، عظیم کا حصہ دو، حفیظ کا حصہ بھی دو، اور رشیدہ کا حصہ ایک بھئی۔ صورت سمجھ میں آ رہی ہے؟

اچھا، اب دیکھیے مسئلہ بنا چھ سے اور مَا فِی الْیَدِ یا یوں کہو ترکۂ بکر کتنا ہے؟ آٹھ۔ وہ آٹھ اب چھ میں برابر تقسیم نہیں ہو سکتا، کسر آ رہی ہے، تو کیا طریقہ بتلایا تھا؟ ان دونوں میں نسبت دیکھو، اور مخرج کا اگر وَفْق نکلتا ہے تو وَفْق نکال کے اوپر والے سارے مسئلوں کو ضرب دیں گے۔ اگر وَفْق نہیں نکل سکتا تو پھر اس کے پورے مخرج سے اوپر والے سارے مسئلوں کو کیا دے دیں گے؟ ضرب۔ اس مخرج کا کیا نکالیں گے؟ وَفْق، اور اوپر والے سارے مسئلوں کو کیا دے دیں گے؟ ضرب دے دیں گے۔ اور اس مسئلہ کو مخرج کے وَفْق سے ضرب نہیں دیں گے بلکہ اگر مَا فِی الْیَدِ کا وَفْق نکلتا ہے تو اس وَفْق سے اس مسئلہ کو کیا کریں گے؟ ضرب دیں گے۔

تو فی الحال اوپر والے مسئلوں کو دیکھتے ہیں بھئی۔ دیکھیے ترکۂ بکر ہے آٹھ اور مخرج ہے چھ۔ آٹھ اور چھ دونوں دو سے تقسیم ہو جاتے ہیں تو ان میں تَوَافُقٌ بِالنِّصْفِ ہے بھئی۔ تو لہٰذا چھ کو دو سے تقسیم کیا کیا آیا؟ تین۔ دیکھا نِصْف آ گیا چھ کا، یہ تَوَافُقٌ بِالنِّصْفِ تھا۔ تو اس تین کے ساتھ اوپر والے دونوں مسئلوں کو ضرب دو بھئی۔ سب سے پہلے اوپر والے مسئلے پہ چلیں زید تھی جہاں میت بھئی۔ چوبیس سے تصحیح ہوئی تھی، اب چوبیس کو پھر تین سے ضرب دے دو بھئی۔ آگے پھر تَا لکھیے، کتنا آیا؟ چوبیس تِیے بہتر۔ آگے تَا لکھ کے بہتر لکھیے بھئی۔ ہر ایک کے حصہ کو بھی تین سے ضرب دیں گے بھئی۔ زَوْجَہ ہے اس کا حصہ کتنا تھا؟ تین ہے، اس کو پھر تین سے ضرب دو کتنا آیا؟ نو۔ تو اسی تین کے نیچے نو کر دو اب بھئی۔ اچھا عمرو کا کتنا حصہ تھا؟ چھ، اس کو بھی تین سے ضرب دی کتنا آیا؟ اٹھارہ آیا بھئی، عمرو کے نیچے اٹھارہ کر دو۔ بکر کا حصہ کتنا تھا؟ چھ، اس کو بھی تین سے ضرب دی کتنا ہوا؟ اٹھارہ ہوا۔ خالد کا کتنا حصہ تھا؟ چھ، اسے بھی تین

سے ضرب دی اٹھارہ ہوا۔ سعیدہ کا کتنا حصہ تھا؟ تین، اس کو بھی تین سے ضرب دی کتنا ہوا؟ نو۔

اچھا نیچے والے بھی سارے مسئلہ کو تین سے ضرب دینی ہے بھئی۔ بھئی مخرج کیا تھا؟ چھ۔ اس کو بھی تین سے ضرب دی بھئی، آگے تَا لکھو اٹھارہ کر دو۔ تصحیح ہے اس مسئلہ کی بھئی اٹھارہ۔ اب نیچے بھئی ماں کا حصہ کتنا ہے؟ ایک، اس کو تین سے ضرب دی تین آیا، ایک کے نیچے تین لکھو۔ بکر کا کتنا حصہ ہے؟ دو، دو کو تین سے ضرب دی چھ آیا، دو کے نیچے چھ لکھو۔ خالد کا کتنا حصہ ہے؟ دو ہے، اس کو بھی تین سے ضرب دی چھ آیا۔ بہن کا حصہ کتنا ہے؟ ایک، اس کو تین سے ضرب دی تین آیا، تو ایک کے نیچے تین لکھ لو بھئی۔ یہاں تک کر لیا مسئلہ؟

اچھا بھئی، عمرو ذرا میت پہ آیئے جو عمرو ہے۔ اوپر عمرو کا حصہ کتنا بن گیا؟ زید سے عمرو کو کتنا ملا تھا سب سے اوپر؟ اٹھارہ۔ تو نیچے ترکۂ عمرو جو لکھا تھا آپ نے وہ بھی اب چھ کے ساتھ کوئی نشان لگا کر اٹھارہ کر دو، عمرو کا ترکہ بھی اٹھارہ ہو گیا۔ اور یہ عمرو والا مسئلہ بھی کتنے سے بن رہا ہے؟ اٹھارہ سے ہی بن رہا ہے بھئی، دیکھا۔

آگے بھئی آیئے۔ ترکۂ بکر بھئی دیکھو اب۔ ترکۂ بکر پہلے تو تھا آٹھ، اب ہم نے تصحیح کیا اوپر والے مسئلوں کی، تو ترکۂ بکر کتنا بنا؟ سب سے اوپر بکر کو زید سے کتنا ملا ہے؟ جی، سبق کی طرف توجہ ہے؟ کتنے حصے ملے ہیں بکر کو؟ اٹھارہ۔ اور عمرو سے کتنے ملے ہیں بکر کو؟ چھ۔ اٹھارہ اور چھ کتنے ہو گئے؟ چوبیس۔ تو ترکۂ بکر پہلے تھا آٹھ، اب ہو گیا چوبیس۔ آٹھ کے آگے کوئی نشان لگاؤ اور چوبیس کر دو۔ اب یہ ہے مولانا ترکۂ بکر۔

اب اس چوبیس اور جو مخرج ہے اسی بکر کے مسئلے کا، مخرج کتنا ہے؟ چھ۔ چھ اور چوبیس میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُق کی، دونوں چھ سے تقسیم ہو جاتے ہیں، چھ بھی اور چوبیس بھی۔ تو لہٰذا اور کون سا تَوَافُق ہے؟ دونوں چھ سے تقسیم ہوتے ہیں تو تَوَافُقٌ بِالسُّدُسِ ہے۔ تو چوبیس کو چھ سے تقسیم کرو کیا آیا؟ چار۔ اس چار کے ساتھ اس سارے مسئلہ کو ضرب دے دو، یہ بکر والے سارے مسئلہ کو اب چار سے۔ یہ ترکۂ بکر کے وَفْق کے ساتھ ہم نے سارے مسئلہ کو ضرب دی۔ سب سے پہلے تو مخرج کو ضرب دو بھئی۔ چھ کو چار سے ضرب دی کتنا آیا؟ چوبیس۔ تو تَا لکھ کر آگے چوبیس لکھ دو بھئی۔ بکر والا مسئلہ ہے، چھ کے ساتھ تَا لکھو چوبیس کر دو۔ ماں کا حصہ ایک، اس کو چار سے ضرب دی کتنا آیا؟ چار۔ عظیم کا حصہ دو، اس کو چار سے ضرب دی کتنا آیا؟ آٹھ، دو کے نیچے آٹھ لکھیے۔ حفیظ کا حصہ دو تھا اس کو بھی چار سے ضرب دی آٹھ ہوا، دو کے نیچے آٹھ لکھیے۔ رشیدہ کا حصہ ایک تھا اس کو چار سے ضرب دی چار ہوا، تو ایک کے نیچے چار لکھ لیجیے۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اب دیکھیے ترکۂ بکر کتنا ہے؟ چوبیس۔ اور مسئلہ بھی کتنے سے بن رہا ہے؟ چوبیس سے بن رہا ہے بھئی۔ جی تو دیکھیے اب ترکۂ بکر بھی ہے چوبیس اور یہ مسئلہ بھی کتنے سے بن رہا ہے؟ چوبیس سے، یہ بھی درست ہو گیا بھئی۔

اب بھئی جو زندہ وارث ہیں ان میں مال کیسے تقسیم کیا جائے گا بھئی؟ ساری صورتیں حل ہو گئیں بھئی۔ بھئی جو زندہ ہیں ان کے نام لکھ دیجیے بھئی۔ سب سے پہلے سلمٰی ہے، اوپر سے نیچے تک اب تک جتنے نام آئے ہیں سارے لکھنے ہیں، صرف عمرو اور بکر کا انتقال ہوا ہے۔ سلمٰی لکھ لیا؟ سب سے اوپر سے شروع کر لیں، سب سے اوپر زید میت تھا اس میں سلمٰی، عمرو اور بکر کو چھوڑ دینا ہے، آگے خالد، پھر سعیدہ، عظیم، حفیظ اور رشیدہ۔ بس یہی ہیں بھئی زندہ وارثین۔

اب بھئی سلمٰی کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ زید سے کتنے ملے سلمٰی کو؟ نو حصے۔ عمرو سے کتنے ملے؟ تین حصے۔ نو اور تین بارہ۔ اور بکر سے کتنے ملے؟ چار۔ بارہ اور چار سولہ۔ سلمٰی کے نیچے سولہ لکھ لیجیے۔ اب خالد کے حصے ذرا نکالیے۔ خالد کو زید سے کتنے ملے؟ اٹھارہ۔ عمرو سے کتنے ملے؟ چھ۔ اٹھارہ اور چھ چوبیس۔ آگے بکر سے کچھ نہیں ملا تو خالد کے حصے ہوئے چوبیس۔ اب سعیدہ کے حصے نکالیے۔ سعیدہ کو زید سے کتنے حصے ملے؟ نو۔ عمرو سے کتنے ملے؟ تین۔ نو اور تین بارہ۔ آگے بکر سے کچھ نہیں ملا، سعیدہ کے نیچے بارہ لکھ دیجیے۔ جبکہ عظیم، حفیظ اور رشیدہ ان کو تو صرف بکر سے حصے ملے ہیں، تو عظیم کا حصہ تھا بکر سے جو ملا آٹھ ہے، حفیظ کا بھی آٹھ ہے، رشیدہ کا چار بھئی۔

اب ذرا ان سارے حصوں کو جمع کریں۔ سلمٰی کا حصہ سولہ، خالد کا چوبیس، سولہ اور چوبیس چالیس ہو گئے۔ سعیدہ کا حصہ ساتھ ملائیں، بارہ ہے تو باون ہو گئے۔ عظیم کا حصہ ملائیں، آٹھ ہے ساٹھ ہو گئے۔ حفیظ کا ملائیں، اڑسٹھ ہو گئے۔ پھر رشیدہ کا حصہ ملائیں، بہتر ہو گئے۔ اور سب سے اوپر مسئلہ بھی کس سے بنایا؟ تصحیح ہوئی تھی بہتر سے۔ معلوم ہوا مسئلہ حل ہو گیا بھئی، درست ہے مسئلہ بھئی۔ جب حصے اور اوپر جو تصحیح تھی وہ برابر ہو جائیں تو معلوم ہوا مسئلہ درست ہے بھئی۔ تو اب جتنا مال اس وقت موجود ہے اس کے بہتر حصے کر لیں گے، اس میں سے سولہ سلمٰی کے، چوبیس خالد کے، بارہ سعیدہ کے، آٹھ عظیم کے، آٹھ حفیظ کے اور چار رشیدہ کے۔

صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ مُنَاسَخَہ کے مسائل کس طرح حل کرتے ہیں، دوبارہ خلاصہ سنو بھئی۔ سمجھ میں آیا بھئی؟ دیکھو آسان طریقہ بھئی۔ یا تو

یوں کرو تینوں میتیں، تینوں چاروں جتنی بھی میتیں ہیں ساری بنالو، ہر ایک کے نیچے اس کے وارث لکھ کر سارے مسئلوں کو حل کر لو بھئی، ہر ایک کو الگ الگ حل کر لو۔ سمجھ میں آیا؟ ہر ایک کا ایک مخرج نکل آیا۔ اچھا، اس کے بعد بھئی ترتیب سے، پہلے آپ نے میتِ اول بنائی، پھر میتِ ثانی، پھر میتِ ثالث، پھر میتِ رابع۔ ساروں کے وارث بھی لکھ لیے اور ان کو حصے بھی ان میں تقسیم کر دیے۔ ٹھیک ہے بھئی؟ الگ الگ سمجھو بس، الگ الگ میت ہے ابھی ہم نے آپس میں ان کو نہیں جوڑا۔

پھر کیا کیا جاتا ہے؟ سب سے پہلے ایک تو میتِ اول ہے اس کو تو تصحیح کر چکے ہیں اس کو چھوڑیں، میتِ ثانی پہ آجائیں۔ میتِ ثانی کا مخرج اور اس کو جو میتِ اول سے ملا تھا وہ ہے اس کا ترکہ، اس ترکے میں اور مخرج میں جیسے ہم نے عمرو کے مخرج میں اور ترکے میں کیا کیا تھا؟ نسبت دیکھی تھی۔ اگر تَبَایُن ہو تو پھر تو پورے مخرج سے اوپر والے پورے مسئلے کو ضرب دے دیں گے۔ اگر تَوَافُق ہو تو اس دوسرے مسئلے کے مخرج کے وَفْق سے اوپر والے سارے مسئلہ کو کیا کریں گے؟ ضرب دے دیں گے۔ ٹھیک ہے؟ اوپر والے مسئلے کو سارے کو ضرب دے دی تو اس کا یہاں پر اب ترکہ بھی بڑھ جائے گا بھئی، سمجھ میں آیا؟ حصے یعنی سِہَام بڑھ گئے اس کے۔ اب اس نئے سِہَام جو آئے، نیا ترکۂ عمرو آیا اس میں اور پھر اس کے اسی کے اپنے مخرج میں نسبت دیکھو۔ اگر تَمَاثُل ہے، مثلاً چھ ہی ملے تھے اور چھ ہی مخرج تھا تو تصحیح کی ضرورت ہی نہیں، مسئلہ صحیح ہے۔ اور اگر کیا ہو؟ مخرج اور ہے اور ترکہ الگ ہے تو پھر اس صورت میں جو ترکے کا وَفْق ہے وہ نکال کر اس دوسرے میت کے سارے مسئلے کو اس کے وَفْق سے کیا کرتے ہیں؟ ضرب دے دیتے ہیں۔ پھر صحیح ہو گیا مسئلہ۔

اب تیسری میت میں آجاؤ۔ وہاں پر بھی اس کا جو اسے حصہ ملا، اس کا جو ترکہ ہے اور مخرج میں نسبت دیکھ لو۔ اگر تَوَافُق نہیں تو اس تیسرے مسئلے کے مخرج سے اوپر والے سارے مسئلوں کو ضرب دے دو۔ ٹھیک ہے؟ اور اگر وَفْق نکلتا ہے تو وَفْق کے ذریعے اوپر والے سارے مسئلوں کو ضرب دے دو۔ پھر جو ضربیں دیں تو سِہَام بڑھ گئے بھئی اس میت کے بھی، تو وہ سِہَام اب یہاں پر بھی بھئی اس میت کا بھی ترکہ بڑھ گیا وہ بھی لکھ دو یہاں پر۔ اب یہ جو ترکۂ بکر آیا مثلاً، اس میں اور اس کے مخرج میں پھر نسبت دیکھ لو۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ تو مخرج اور ترکے کے اندر اگر تَوَافُق کی نسبت ہے تو ترکے کا وَفْق نکال کر اس میت کے حصے سے ضرب دے دیں گے۔ سمجھ میں آیا؟ بس آسان لفظوں میں یوں سمجھو، اوپر والے مسئلوں کو مسئلے سے یا مسئلے کے وَفْق سے ضرب دیں گے، اور اسی میت کے حصوں کو ترکے کے وَفْق سے کیا کریں گے؟ ضرب دیں گے۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۴: کتاب الفرائض (۹—متنِ قدوری کا آغاز): ورثاء من الذکور (۱۰) والنساء (۷)، ذوی الفروض کے حصے اور عصبات کی ترتیب (« الأقرب فالأقرب »)

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۰—بتاریخ: ۲۹ جون ۲۰۰۸ء

■ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

كِتَابُ الْفَرَائِضِ۔ اَلْمُجْمَعُ عَلٰى تَوْرِيثِهِمْ مِنَ الذُّكُورِ عَشَرَةٌ:اَلْاِبْنُ وَابْنُ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ، وَالْأَبُ وَالْجَدُّ أَبُو الْأَبِ وَإِنْ عَلَا، وَالْأَخُ وَابْنُ الْأَخِ، وَالْعَمُّ وَابْنُ الْعَمِّ، وَالزَّوْجُ وَمَوْلَى النِّعْمَةِ۔ وَمِنَ الْإِنَاثِ سَبْعٌ:اَلْبِنْتُ وَبِنْتُ الْاِبْنِ، وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ، وَالْأُخْتُ وَالزَّوْجَةُ وَمَوْلَاةُ النِّعْمَةِ۔[1]

■ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

كِتَابُ الْفَرَائِضِ بھئی۔ اس کی تعریف وغیرہ پہلے بھی گزر چکی ہے، پھر بھی تعریف دیکھ لیجیے حاشیے میں دی ہوئی ہے:هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ أَحْوَالِ قِسْمَةِ التَّرِكَةِ بَيْنَ الْوَرَثَةِ۔ وہ علم ہے جس میں بحث کی جاتی ہے ترکہ کی تقسیم کے احوال سے بَيْنَ الْوَرَثَةِ وارثوں کے درمیان۔ وارثوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم کے احوال سے بحث کی جاتی ہے کہ کیسے یعنی وارثوں کا بھی پتہ چلتا ہے اور نیز ان کے اندر مال کو کیسے تقسیم کیا جائے گا بھئی، ہر ایک کا کتنا حصہ بنے گا، جی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اَلْمُجْمَعُ عَلٰى تَوْرِيثِهِمْ مِنَ الذُّكُورِ، أَجْمَعَ سے اِجْمَاع بھئی۔ اجماع کہتے ہیں کسی مسئلے میں تمام علماء کا ایک رائے پر اکٹھے ہو جانا، یہ اجماع کہلاتا ہے بھئی۔ تمام بڑے علماء کی یہ رائے ہو جائے کہ یہ مسئلہ اسی طرح ہے، اس کو اجماع کہا جاتا ہے بھئی۔ تو کہتے ہیں اَلْمُجْمَعُ عَلٰى تَوْرِيثِهِمْ وہ کہ اجماع کیا گیا

[1] جدول—مردوں میں سے دس (۱۰) ورثاء اور عورتوں میں سے سات (۷) ورثاء اور حجب کا جدول:

فریق	ورثاء کی تفصیل	اجتماع کی صورت میں کون وارث ہو گا؟
ورثاء من الذکور (۱۰ مرد)	(۱) بیٹا، (۲) پوتا وان سفل، (۳) باپ، (۴) دادا وان علا، (۵) بھائی، (۶) بھتیجا، (۷) چچا، (۸) چچا کا بیٹا، (۹) شوہر، (۱۰) مولیٰ العتاقۃ	اگر یہ دسوں مرد جمع ہو جائیں تو صرف **تین (۳)** وارث ہوں گے: **باپ، بیٹا اور شوہر** (باپ کو ۱/۶، شوہر کو ۱/۴، اور باقی بیٹے کو)۔
ورثاء من النساء (۷ عورتیں)	(۱) بیٹی، (۲) پوتی وان سفل، (۳) ماں، (۴) دادی / نانی، (۵) بہن، (۶) بیوی، (۷) مولاۃ العتاقۃ	اگر یہ ساتوں عورتیں جمع ہو جائیں تو **پانچ (۵)** وارث ہوں گی: **بیٹی (۱/۲)، پوتی (۱/۶)، ماں (۱/۶)، بیوی (۱/۸)، اور حقیقی بہن (عصبہ مع الغیر)**؛ دادی اور معتقہ ساقط۔
تمام ۱۷ ورثاء کا اجتماع	اگر تمام ۱۰ مرد اور ۷ عورتیں بیک وقت موجود ہوں	صرف **پانچ (۵)** افراد وارث ہوں گے: **والدین (باپ و ماں)، ولدین (بیٹا و بیٹی)، اور احد الزوجین (شوہر یا بیوی)**۔

ہے ان کو وارثوں میں شامل کرنے پر مِنَ الذُّكُورِ مذکر میں سے، مردوں میں سے عَشَرَةٌ دس ہیں بھئی۔ مردوں میں سے دس افراد ہیں جن کو وارثوں میں شامل کرنے پر اجماع کیا گیا ہے بھئی۔ تو وَرَّثَ يُوَرِّثُ تَوْرِيثٌ کا معنی وارثوں میں شامل کرنا یا یوں کہیں وارث بنانا، جو ترجمہ آپ کرنا چاہیں۔ وہ کہ اجماع کیا گیا ہے جن کو وارث بنانے پر مردوں میں سے عَشَرَةٌ دس ہیں۔

بھئی دیکھیے آپ نے پڑھا تھا ذَوِي الْفُرُوضِ، سب سے پہلے ذَوِي الْفُرُوضِ کو دیتے ہیں، اس کے بعد کس کو دیتے ہیں؟ عَصَبَات کو دیتے ہیں۔ تو یہاں ذَوِي الْفُرُوضِ میں تو آپ نے پڑھا تھا صرف چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں، اور یہ صاحبِ قدوری جو ہیں یہ سب کو اکٹھا کر دیں گے بھئی، ساروں کو۔ تو یہ جو دس کہہ رہے ہیں ان میں سے کچھ وہی ذَوِي الْفُرُوضِ ہیں، کچھ عَصَبَات ہوں گے چاہے عَصَبَةٌ نَسَبِي ہو چاہے عَصَبَةٌ سَبَبِي ہو بھئی۔ عَصَبَةٌ سَبَبِي کون تھا؟ مُعْتِقٌ تھا وہ جو آزاد کرنے والا ہے بھئی۔ تو یہ ان سب کو جمع کر دیں گے چاہے ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ہے چاہے عَصَبَات میں سے ہے بھئی، تو وہ دس بن جاتے ہیں۔

وہ کون کون سے ہیں؟ یہ ہیں بھئی: اَلْاِبْنُ وَابْنُ الْاِبْنِ، بیٹا ہے، یہ عَصَبَات میں سے ہے آپ جانتے ہیں، وَابْنُ الْاِبْنِ اور بیٹے کا بیٹا وَإِنْ سَفَلَ اگرچہ نیچے ہو جائے، یعنی نیچے تک بھئی، پوتا، اس سے نیچے کیا ہوا؟ پڑپوتا، لکڑپوتا وغیرہ بھئی۔ وَالْأَبُ اور باپ ہے میت کا، وَالْجَدُّ اور جد ہے، بھئی جد کا اطلاق دادا اور نانا دونوں پر ہوتا ہے، کون سا جد مراد ہے؟ صاحبِ قدوری خود آگے ذکر کر رہے ہیں، جد سے کون مراد ہے؟ أَبُو الْأَبِ باپ کا باپ بھئی، یعنی دادا، پردادا وغیرہ مراد ہیں بھئی، نانا نہیں بھئی۔ وَإِنْ عَلَا اگرچہ اوپر تک ہو جائے، یعنی دادا، پردادا اور اس سے اوپر بھئی۔ وَالْأَخُ اور بھائی ہے بھئی، وَابْنُ الْأَخِ اور بھائی کا بیٹا یعنی بھتیجا، وَالْعَمُّ اور چچا ہے، وَابْنُ الْعَمِّ اور چچا کا بیٹا یعنی چچازاد بھائی بھئی، وَالزَّوْجُ اور خاوند ہے، وَمَوْلَى النِّعْمَةِ اور مَوْلَى النِّعْمَةِ ہے بھئی۔ مَوْلَى النِّعْمَةِ یعنی وہ مُعْتِقٌ کو کہتے ہیں مَوْلَى النِّعْمَةِ بھئی، مُعْتِقٌ آزاد کرنے والا۔ آزاد کر دینے والا، یہ وہ عَصَبَةٌ سَبَبِي آ گیا بھئی۔

وَمِنَ الْإِنَاثِ سَبْعٌ اور مؤنث میں سے یعنی عورتوں میں سے سات ہیں بھئی، سات۔ کون کون سے؟ دیکھیے اَلْبِنْتُ بیٹی ہے، وَبِنْتُ الْاِبْنِ اور بیٹے کی بیٹی یعنی پوتی ہے، وَالْأُمُّ اور ماں ہے، وَالْجَدَّةُ اور دادی ہے یا جو جدہ ہے میں نے بتایا جَدَّةٌ صَحِيحَةٌ مراد ہے، وَالْأُخْتُ اور بہن ہے میت کی بھئی، سمجھ میں آیا؟ وَالزَّوْجَةُ اور بیوی ہے، وَمَوْلَاةُ النِّعْمَةِ اور وہ مُعْتِقَةٌ ہے بھئی۔ مَوْلَاةُ النِّعْمَةِ کسے کہتے ہیں؟ مُعْتِقَةٌ آزاد کرنے والی، بھئی کوئی عورت تھی اس کا غلام تھا اس نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو اب وہ عَصَبَةٌ سَبَبِي بن گئی بھئی، تو وہ ہے مَوْلَاةُ النِّعْمَةِ بھئی، مُعْتِقَةٌ۔

اچھا بھئی صاحبِ قدوری نے تو سات عورتیں ذکر کیں اور ہم نے کتنی پڑھی تھیں؟ جی؟ سات تو نسبی تھیں اور ایک بیوی بھی تھی ساتھ، کتنے ہو گئے تھے؟ آٹھ عورتیں ہم نے پڑھیں تو یہاں سات ذکر ہیں اور نیز ان آٹھ میں بھی مَوْلَاةُ النِّعْمَةِ نہیں تھی۔ انہوں نے ایک زائد بھی ذکر کر دی پھر بھی ان کا عدد سات رہا اور ہم نے آٹھ پڑھی تھیں۔ بھئی دیکھیے یہ جو آیا وَالْأُخْتُ، اس أُخْتٌ کے اندر حقیقی بہن بھی داخل ہے، علاتی بہن بھی داخل ہے یعنی باپ شریک بہن، اور اخیافی بہن بھی آ گئی بھئی یعنی ماں شریک بہن، تو تین کو انہوں نے ایک میں ہی سمیٹ دیا اس لیے تعداد کم ہو گئی ورنہ یہ کتنی بن جاتیں؟ نو بنتی تھیں بھئی۔

وَلَا يَرِثُ أَرْبَعَةٌ اور چار جو ہیں چار لوگ وہ وارث نہیں ہوتے، وارث نہیں بنتے۔ کون؟ اَلْمَمْلُوكُ ایک غلام ہے بھئی۔ غلام میں اہلیت ہی نہیں ہے مالک بننے کی، اس کے پاس تو جو کچھ ہوتا ہے اس کا مالک کون ہے؟ اس کا اپنا آقا اس چیز کا مالک ہے۔ وَالْقَاتِلُ مِنَ الْمَقْتُولِ اور اسی طرح قاتل مقتول سے وارث نہیں ہوتا، یعنی جب قاتل نے اپنے ہی مُوَرِّث کو کیا کیا ہو؟ قتل کیا ہو۔ تو بدگمانی چونکہ دلوں میں آتی ہے کہ شاید اسی لیے قتل کیا ہے کہ اس کے بعد مجھے مال ملے گا، تو اب شریعت نے حکم لگا دیا کہ یہاں مال سرے سے ملے گا ہی نہیں بھئی۔ وَالْمُرْتَدُّ اور اسی طرح مرتد ہے بھئی۔ بھئی مرتد کو تو زندہ چھوڑا ہی نہیں جائے گا، تین دن کی مہلت دیں گے کہ پھر اسلام میں آ جاؤ ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ وَأَهْلُ الْمِلَّتَيْنِ اور دو ملتوں والے جو ہیں یعنی دو دینوں والے، ایک دین والا دوسرے کا وارث نہیں ہو گا اور مراد ہے کفر اور اسلام۔ مسلمان کافر کا وارث کبھی نہیں بنے گا اور کافر مسلمان کا وارث کبھی نہیں بنے گا۔ باپ کافر ہے بیٹا مسلمان ہے تو باپ کے انتقال پر بیٹے کو کچھ نہیں ملے گا، اور بیٹے کے انتقال پر باپ کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ یہ أَهْلُ الْمِلَّتَيْنِ ہوئے۔ اور ہاں باقی کفر والے، ایک یہ بیٹا یہودی ہے باپ عیسائی ہے یا اس طرح اختلاف آتا ہے ایک مجوسی ہے ایک عیسائی ہے، کہتے ہیں وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے کیونکہ چاہے ایک یہودی ہے دوسرا عیسائی ہے لیکن دونوں ہیں کافر، اس اعتبار سے ایک ہی ملت ہے ان کی بھئی۔

وَالْفُرُوضُ الْمَحْدُودَةُ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى سِتَّةٌ اور وہ حصے جو مقرر کیے گئے ہیں فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى اللہ تعالیٰ کی کتاب کے اندر

سِتَّةٌ وہ چھ ہیں: اَلنِّصْفُ وَالرُّبْعُ وَالثُّمُنُ، نِصْف ہے بھئی، رُبْع ہے اور ثُمُن ہے بھئی آٹھواں حصہ، یہ کون سی نوع ہے؟ یہ وہ نوعِ اول آگئی۔ وَالثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ اور دو ثُلُث ہیں اور ایک ثُلُث اور ایک سُدُس بھئی، یہ کون سی نوع آگئی؟ نوعِ ثانی۔

وَالنِّصْفُ فَرْضُ خَمْسَةٍ، اچھا بھئی صاحبِ قدوری مختصر بڑے ہی جامع مانع لفظوں کے اندر سب کو سمیٹیں گے۔ بھئی میں نے تو آپ کو وہ بارہ افراد تھے ذَوِی الْفُرُوضِ، ہر ایک کی کئی کئی حالتیں بتائی تھیں، بعض اوقات ان کو سُدُس ملتا ہے، بعض اوقات نِصْف ملتا ہے، بعض اوقات ثُلُثَان۔ صاحبِ قدوری یوں کریں گے جتنے نِصْف والے ہیں ساروں کو اکٹھا کر دیں گے، جتنے ثُلُث والے ہیں ساروں کو اکٹھا کر دیں گے، جتنے سُدُس والے ہیں ساروں کو اکٹھا کر کے بیان کریں گے بھئی۔ تو ان میں سے نِصْف کن کن کو ملا تھا اب وہ بتلانے لگے ہیں۔ کہتے ہیں وَالنِّصْفُ فَرْضُ خَمْسَةٍ نِصْف جو ہے پانچ افراد کا حصہ ہے، ان کا حصہ ہے۔ کون ہیں وہ پانچ؟ اَلْبِنْتُ ایک کیا ہے؟ بیٹی۔ آپ نے بیٹی کے احوال میں پڑھا جب بیٹی اکیلی ہو اور بھائی وغیرہ ساتھ نہ ہو تو اسے کتنا ملتا ہے؟ نِصْف ملتا ہے، آدھا بھئی۔ تو بِنْتٌ آگئی۔ وَبِنْتُ الْاِبْنِ اسی طرح بیٹے کی بیٹی یعنی پوتی وہ اکیلی ہو، لیکن اسے نِصْف کب ملے گا؟ إِذَا لَمْ تَكُنْ بِنْتُ الصُّلْبِ جب صلبی بیٹی نہ ہو بھئی، یعنی حقیقی بیٹی نہ ہو بھئی۔ جب میت کی بیٹی نہیں زندہ، پوتی ہے اور وہ بھی ایک ہی ہے تو اب وہ جو نِصْف بیٹی کو ملنا تھا وہ تو ہے نہیں، اب وہ نِصْف کسے مل جائے گا؟ پوتی کو مل جائے گا۔

وَالْأُخْتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ اور اسی طرح ماں باپ شریک بہن جو ہے یعنی حقیقی بہن جو ہے میت کی وہ اکیلی ہو اسے بھی نِصْف مل جاتا ہے۔ وَالْأُخْتُ لِأَبٍ اور اسی طرح باپ شریک بہن جو ہے یعنی علاتی بہن اسے بھی نِصْف ملے گا لیکن کب؟ إِذَا لَمْ تَكُنْ أُخْتٌ لِأَبٍ وَأُمٍّ جب میت کی کوئی ماں باپ شریک بہن یعنی حقیقی بہن نہ ہو۔ جب حقیقی بہن نہ ہو تب علاتی بہن کو کیا ملتا ہے؟ اکیلی ہو تو نِصْف ملتا ہے۔ وَالزَّوْجُ اور خاوند ہے بھئی اسے بھی کتنا مل جاتا ہے؟ نِصْف۔ کب ملتا ہے نِصْف؟ جب میت کی اولاد نہ ہو۔ دیکھیے خود آگے بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَالزَّوْجُ اور خاوند ہے اس کا حصہ بھی نِصْف ہے إِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ وَلَدٌ وَلَا وَلَدُ ابْنٍ جب کہ میت کے کوئی اولاد نہ ہو یعنی بیٹا بیٹی کوئی نہیں وَلَا وَلَدُ ابْنٍ اور نہ بیٹے کی اولاد ہو یعنی پوتا پوتی وَإِنْ سَفَلَ اگرچہ نیچے تک ہو یعنی پڑپوتا پڑپوتی، لکڑپوتا لکڑپوتی نیچے تک بھئی۔ نہ بیٹا بیٹی ہو یعنی میت کی اولاد نہ ہو یوں کہو آسان لفظوں میں تو خاوند کو نِصْف ملتا ہے، اور اگر ان میں سے کوئی ہو تو خاوند کو کتنا ملتا ہے؟ رُبْع ملتا ہے پھر بھئی۔

تو یہ تھے مولانا پانچ افراد جن کو نِصْف ملتا ہے۔ وَالرُّبُعُ لِلزَّوْجِ اور رُبْع کس کو ملتا ہے وہ بتلانے لگے ہیں۔ کہتے ہیں وَالرُّبُعُ لِلزَّوْجِ مَعَ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ اور رُبْع جو ہے وہ خاوند کے لیے ہے مَعَ الْوَلَدِ کس کے ساتھ؟ اولاد کے ساتھ یعنی بیٹا بیٹی کے ساتھ۔ وَلَدٌ کا لفظ عام ہے بیٹا بیٹی دونوں کو بولا جاتا ہے، مَعَ الْوَلَدِ اولاد کے ساتھ، اردو میں اس کے لیے اولاد کا لفظ بولیں بھئی۔ مَعَ الْوَلَدِ اولاد کے ساتھ وَوَلَدِ الْاِبْنِ اور بیٹے کی اولاد کے ساتھ وَإِنْ سَفَلَ اگرچہ نیچے تک ہو یعنی بیٹے کی اولاد یا بیٹے کے بیٹے کی اولاد یا بیٹے کے بیٹے کے بیٹے کی اولاد جتنا سلسلہ نیچے تک ہو کوئی حرج نہیں۔ تو یہ رُبْع کس کا حصہ ہوا؟ خاوند کا۔ وَلِلْمَرْأَةِ اور اسی طرح یہ رُبْع بیوی کا حصہ ہو گا اس کے لیے ہو گا إِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ وَلَدٌ وَلَا وَلَدُ ابْنٍ جب کہ میت کی اولاد نہ ہو یعنی بیٹا بیٹی میں سے کوئی نہ ہو وَلَا وَلَدُ ابْنٍ اور نہ آگے بیٹے کی اولاد یعنی پوتا پوتی وغیرہ نیچے تک نہ ہوں تو اب بیوی کو کتنا ملے گا؟ رُبْع۔ اور اگر اولاد ہو تو بیوی کو کتنا ملتا ہے؟ جب اولاد ہو تو بیوی کو کتنا ملتا ہے؟ ثُمُن۔ وہی اب بیان کر رہے ہیں: وَالثُّمُنُ لِلزَّوْجَاتِ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ اور ثُمُن بیویوں کے لیے ہو گا مَعَ الْوَلَدِ اولاد کے ساتھ أَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ یا میت کے بیٹے کی اولاد کے ساتھ یعنی پوتا پوتی نیچے تک۔

ثُلُثَان بھی آیا تھا بھئی، یہ کن کن کو ملے گا بتلانے لگے ہیں: وَالثُّلُثَانِ لِكُلِّ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مِمَّنْ فَرْضُهُ النِّصْفُ إِلَّا الزَّوْجَ اور ثُلُثَان جو ہیں ہر دو افراد کے لیے ہے فَصَاعِدًا یا زیادہ کے لیے، دو یا دو سے زیادہ کے لیے ہے مِمَّنْ ان لوگوں میں سے فَرْضُهُ النِّصْفُ جن کا حصہ کتنا تھا؟ نِصْف تھا۔ جن کا حصہ نِصْف تھا وہ جب اکیلے تھے نِصْف تھا، دو یا دو سے زیادہ ہو جائیں تو انہیں کتنا ملے گا؟ اور نِصْف کتنوں کو ملتا تھا؟ وَالنِّصْفُ فَرْضُ خَمْسَةٍ کتنوں کو ملتا تھا؟ پانچ کو ملتا تھا۔ تو جب وہ دو یا دو سے زیادہ ہو جائیں تو ان کو کتنا دے دیں گے؟ ثُلُثَان دیں گے إِلَّا الزَّوْجَ سوائے خاوند کے۔ ان پانچ میں خاوند تھا اس کے علاوہ باقی چار جو ہیں وہ جب دو یا دو سے زیادہ ہو جائیں تو انہیں ثُلُثَان دیں گے۔

وَالثُّلُثُ بھئی ثُلُث بھی آیا تھا وہ کس کس کا حصہ ہے بتلانے لگے ہیں: وَالثُّلُثُ لِلْأُمِّ ثُلُث ماں کے لیے ہے، وہ میت کی ماں بھئی إِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ وَلَدٌ وَلَا وَلَدُ ابْنٍ جب کہ میت کے اولاد نہ ہو یعنی بیٹا بیٹی نہ ہو وَلَا وَلَدُ ابْنٍ اور نہ بیٹے کی اولاد ہو یعنی پوتا پوتی نیچے تک وَلَا اثْنَانِ مِنَ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ فَصَاعِدًا اور دو نہ ہوں بھائیوں یا بہنوں میں سے یا زیادہ۔ بھائی بہنوں میں سے بھی دو یا دو سے زیادہ نہ ہوں۔ یہ ساری شرائط وہاں پڑھ چکے ہیں آپ بھئی۔ تو یہ ثُلُث ماں کو ملے گا۔

وَيُفْرَضُ لَهَا فِي مَسْأَلَتَيْنِ ثُلُثُ مَا بَقِيَ اور مقرر کیا جائے گا اس ماں کے لیے فِي مَسْأَلَتَيْنِ دو مسئلوں کے اندر ثُلُثُ مَا بَقِيَ۔ کتنا فرض کیا جائے گا، کتنا مقرر کیا جائے گا؟ بھئی پیچھے آیا ثُلُث وہ تو مراد ہے ثُلُثِ کل، اور بعض اوقات ثُلُثِ مَا بَقِيَہ دوسری حالت تھی ماں کی کہ اسے ثُلُثِ مَا بَقِيَہ ملتا ہے۔ تو وہ کون سے دو صورتوں میں ہے؟ کہتے ہیں وَهُمَا زَوْجٌ وَأَبَوَانِ أَوِ امْرَأَةٌ وَأَبَوَانِ فَلَهَا ثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ الزَّوْجِ أَوِ الزَّوْجَةِ۔ بھئی وہ دو صورتیں یہ ہیں: خاوند ہو اور وَأَبَوَانِ اور میت کے ماں باپ ہیں بھئی۔ ایک شخص کا انتقال ہوا ہے مثلاً بیوی کا انتقال ہوا اور حصہ کس کا بیان کر رہے ہیں ہم؟ ماں کا۔ تو ماں کے ساتھ ساتھ باپ اور اس میت کا، میت کون تھی؟ بیوی، تو اس کا خاوند۔ اور اگر خاوند کا انتقال ہو پھر بیوی کو دیکھیں گے۔ اس وقت انتقال ہوا ہے بیوی کا تو اس کے حصہ کس کا بیان ہو رہا ہے؟ ماں کا۔ تو یوں کہو آسان لفظوں میں کہ اگر خاوند اور میت کا باپ ہو تو پھر کتنا دیں گے ماں کو؟ ثُلُثِ مَا بَقِيَہ۔ خاوند کو پہلے اس کا حصہ دے دیں گے اور جو باقی بچ جائے گا اس کا ثُلُث دے دیں گے اسے۔ اور اگر کس کا انتقال ہوا؟ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور حصہ دینا ہے اس کی ماں کو اور اس کا باپ بھی زندہ ہے اور اس کی بیوی بھی زندہ ہے، تو بیوی کے ساتھ والد جمع ہو گیا۔ تو بیوی کے ساتھ جب والد جمع ہو تو پہلے بیوی کو حصہ دے دیں گے، پھر جو باقی بچے گا اس کا ثُلُث کس کو دے دیں گے؟ ماں کو دیں گے بھئی، وہی صورت بھئی۔

تو کہتے ہیں وَيُفْرَضُ لَهَا فِي مَسْأَلَتَيْنِ ثُلُثُ مَا بَقِيَ مقرر کیا جائے گا اس کے لیے دو مسئلوں کے اندر مَا بَقِيَہ کا ثُلُث وَهُمَا زَوْجٌ وَأَبَوَانِ اور وہ دو صورتیں یہ ہیں کہ خاوند ہو اور دونوں والدین ہوں بھئی۔ والدین دونوں بیان کیا حالانکہ انہی میں سے ایک یعنی ماں کا تو حصہ بیان ہو رہا ہے، اسی لیے میں نے کہا باپ ہو بھئی، ماں کا تو حصہ بیان ہو رہا ہے۔ صاحبِ قدوری نے مختصر کیا تو أَبَوَانِ کہہ دیا، أَبَوَانِ سے ماں باپ دونوں مراد ہیں بھئی۔ تثنیہ ہے یہ أَبٌ کی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو ماں پر بھی أَبٌ کے لفظ کا اطلاق کر دیا۔ بھئی أَبَوَانِ کیا معنی؟ دو أَبٌ۔ تو یوں ایک أَبٌ تو ہے، ماں کو بھی کیا بنا دیا گیا گویا أَبٌ کہہ دیا گیا اور دو أَبٌ ہو گئے تو أَبَوَانِ کہہ دیا۔ زَوْجٌ وَأَبَوَانِ خاوند ہو اور والدین ہوں أَوِ امْرَأَةٌ وَأَبَوَانِ یا بیوی ہو اور أَبَوَانِ والدین ہوں فَلَهَا تو ماں کے لیے ثُلُثُ مَا بَقِيَ اس کے لیے مَا بَاقِی کا ثُلُث ہے بَعْدَ فَرْضِ الزَّوْجِ أَوِ الزَّوْجَةِ خاوند یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد۔

وَهُوَ لِكُلِّ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا، وَهُوَ هُوَ ضمیر یاد رکھنا یہ راجع ہے ثُلُث کو۔ سمجھ میں آیا؟ ثُلُث کی بات چل رہی ہے نا، وَالثُّلُثُ لِلْأُمِّ پیچھے آیا تھا ماں کے لیے ثُلُث ہے، اور یہی ثُلُث لِكُلِّ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مِنْ وَلَدِ الْأُمِّ یہ ہر دو کے لیے ہے، دو یا زیادہ کے لیے مِنْ وَلَدِ الْأُمِّ ماں کی اولاد میں سے۔ ماں کی اولاد سے کون مراد ہے؟ اخیافی بھائی بہن بھئی، ماں کی اولاد میں سے۔ بھئی اخیافی بھائی یا اخیافی بہن اکیلے ہوں تو انہیں کیا ملتا تھا؟ سُدُس۔ اور جب دو یا زیادہ ہوں تو انہیں کتنا ملتا ہے؟ ثُلُث۔ وہی بیان کر رہے ہیں کہ یہی ثُلُث دو یا زیادہ کے لیے ہے اخیافی بھائی بہنوں یا یوں کہو ماں کی اولاد کے لیے ذُكُورُهُمْ وَإِنَاثُهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ان کے مذکر

ان کے مرد اور ان کی عورتیں اس کے اندر برابر ہیں۔ میں نے بتلایا تھا اخیافی بہن بھائیوں میں جو مال تقسیم ہو گا وہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے طریقے پر نہیں ہو گا کہ مرد کو دگنا اور عورت کو ایک گنا ملے، بلکہ وہاں کیا کیا جائے گا؟ برابری کے ساتھ۔ یہی بات کر رہے ہیں کہ ذُكُورُهُمْ وَإِنَاثُهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ان کے مرد اور ان کی عورتیں اس میں برابر ہیں۔

وَالسُّدُسُ، سُدُس کن کو دیتے تھے؟ کہتے ہیں وَالسُّدُسُ فَرْضُ سَبْعَةٍ سُدُس سات افراد کا حصہ ہے: لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَبَوَيْنِ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الِابْنِ ہر ایک کے لیے والدین میں سے، یعنی ماں کو بھی سُدُس دیتے ہیں، باپ کو بھی سُدُس۔ کب دیا جاتا ہے؟ کہتے ہیں مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الِابْنِ کس کے ساتھ ہوں یہ؟ میت کی اولاد کے ساتھ یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ۔ تو باپ ہو اور میت کی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو تو باپ کو سُدُس ملتا ہے، اور اسی طرح ماں ہے اور بیٹے کی اولاد ہو تو اسے سُدُس ملتا ہے۔ وَهُوَ لِلْأُمِّ مَعَ الْإِخْوَةِ اور یہی سُدُس ماں کے لیے ہے مَعَ الْإِخْوَةِ میت کے بھائیوں کے ساتھ، بہنیں بھی اس میں آ گئیں بھئی۔ تو میت کے بھائی بہنیں دو ہوں تو پھر ماں کو کتنا دیتے ہیں؟ سُدُس، جیسے میت کی اولاد ہو تو بھی ماں کو کیا دیتے ہیں؟ سُدُس۔ وَهُوَ لِلْجَدَّاتِ اور اسی طرح یہ سُدُس کس کے لیے ہے؟ جَدَّات کے لیے بھی ہے، ان کو بھی سُدُس ملتا ہے۔ وَالْجَدِّ اور کس کے لیے ہے؟ دادا کے لیے ہے۔ سمجھ میں آیا؟ یہ دادا کو کب ملتا ہے؟ آپ نے پڑھا ہے جب باپ موجود نہ ہو تو دادا کو ملتا ہے۔ تو دادا کو ملے گا سُدُس مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الِابْنِ جب کہ ساتھ کیا ہو؟ میت کی اولاد ہو یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو۔

وَلِبَنَاتِ الِابْنِ مَعَ الْبِنْتِ اور اسی طرح بیٹے کی بیٹیوں کے لیے ہے مَعَ الْبِنْتِ جب وہ ایک بیٹی کے ساتھ ہوں۔ بھئی میت کی ایک ہی بیٹی ہے، کتنا ملے گا؟ نِصْف۔ اور اس کے بعد ایک پوتی ہے تو پوتی کو کتنا ملے گا؟ آپ نے پڑھا تھا سُدُس ملے گا۔ کیوں؟ کیونکہ عورتوں کو ثُلُثَان سے زیادہ نہیں دیا جاتا، اور نِصْف ہم دے چکے کس کو؟ بیٹی کو، تو سُدُس اب چھٹا حصہ کس کو دے دو؟ پوتی کو دے دو، تو نِصْف اور سُدُس یہ ثُلُثَان ہو جاتے ہیں بھئی۔ سمجھ میں

آیا بھئی؟ تو اس لیے کہا لِبَنَاتِ الْاِبْنِ جب کہ بیٹے کی بیٹیاں ہوں مَعَ الْبِنْتِ کس کے ساتھ؟ ایک بیٹی کے ساتھ۔ اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو ثُلُثَان سارا وہ لے جائیں گی، پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں پوتیوں کے ساتھ کوئی بھائی آجائے ان کے برابر یا ان سے نیچے تو پھر وہ ان کو کیا بنادے گا؟ عَصَبَہ بنائے گا، پھر مال ملے گا انہیں۔

وَلِلْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ، أَخَوَاتٌ لِلْأَبِ کسے کہتے ہیں؟ باپ شریک بہنیں یعنی علاتی بہنیں، ان کو بھی سُدُس ملے گا۔ کب ملے گا؟ مَعَ الْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ جب کہ ان کے ساتھ ماں باپ شریک بہن ہو یعنی حقیقی بہن ہو۔ ایک حقیقی بہن ہے تو اس کو کتنا مل گیا اولاد کوئی نہیں؟ نِصْف، اسے کتنا مل گیا؟ نِصْف۔ اور علاتی بہن کو پھر کتنا ملے گا، علاتی بہنوں کو؟ سُدُس ملے گا، تو نِصْف اور سُدُس کتنا ہو گیا؟ ثُلُثَان ہو گیا بھئی۔ وَلِلْوَاحِدِ مِنْ وَلَدِ الْأُمِّ اور اسی طرح کوئی ایک ہو ماں کی اولاد میں سے، ایک اخیافی بھائی یا ایک اخیافی بہن ہو تو اس کا حصہ کتنا ہے؟ سُدُس ہے بھئی، سُدُس کی بات چل رہی ہے۔

وَتَسْقُطُ الْجَدَّاتُ بِالْأُمِّ اور دادیاں نانیاں جو ہیں وہ ساقط ہو جاتی ہیں ماں کی وجہ سے۔ ماں ہو تو پھر دادیوں نانیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ کیوں؟ کیونکہ دادی کا جہاں حصہ بیان ہوا تھا وہاں شرط لکھوائی تھی کہ جب وارث بننے کا سبب ایک ہی ہو، تو ماں ماں ہونے کی وجہ سے وارث ہے، دادی بھی ماں کی طرح ہے بھئی ماں ہونے کی وجہ سے وارث ہے، نانی بھی کس وجہ سے ہے؟ ماں ہونے کی وجہ سے وارث۔ تو سبب سب کا جب ایک ہی ہو تو پھر قریب والی بعید والی کو گرا دیتی ہے، ساقط کر دیتی ہے۔ تو قریب والی ماں موجود ہے تو دور والی نانی دادی کیا ہو جائیں گی؟ ساقط۔ اسی لیے کہا وَتَسْقُطُ الْجَدَّاتُ بِالْأُمِّ دادیاں نانیاں ساقط ہو جائیں گی ماں کی وجہ سے۔

وَالْجَدُّ وَالْإِخْوَةُ وَالْأَخَوَاتُ بِالْأَبِ اور دادا اور بھائی اور بہنیں باپ کی وجہ سے ساقط ہو جائیں گے۔ دادا کیونکہ دادا نے کیا بننا ہے؟ عَصَبَہ بننا ہے اور جب باپ موجود ہو تو وہ عَصَبَہ بنتا ہے، دادا عَصَبَہ نہیں کیونکہ قریب والا موجود۔ اسی طرح میت کے بھائی اور بہن ہیں انہوں نے بھی عَصَبَہ بننا تھا لیکن جب باپ موجود ہے تو وہ عَصَبَہ نہیں بنیں گے، باپ عَصَبَہ بن جائے گا تو ساقط ہو جائیں گے۔ وَيَسْقُطُ وَلَدُ الْأُمِّ بِأَحَدِ أَرْبَعَةٍ اور ساقط ہو گی ماں کی اولاد یعنی اخیافی بھائی بہن بِأَحَدِ أَرْبَعَةٍ چار میں سے کسی ایک کی وجہ سے۔ آگے آنے والے چار میں سے کوئی آجائے تو اخیافی اولاد کیا ہو جاتی ہے؟ ساقط، محروم ہو جاتی ہے۔ کون کون ہے وہ؟ کہتے ہیں بِالْوَلَدِ اولاد کی وجہ سے، میت کا بیٹا بیٹی ہوں، وَوَلَدِ الْاِبْنِ یا بیٹے کی اولاد پوتا پوتی وغیرہ ہوں تب بھی یہ اخیافی بھائی بہن محروم، وَالْأَبِ وَالْجَدِّ اور اسی طرح باپ اور دادا ہوں تو بھی یہ کیا ہو جاتے ہیں؟ ساقط ہو جاتے ہیں۔

جی، اور پیچھے میں نے کیا بتلایا تھا کہ بیٹیاں اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں انہیں کتنا ملے گا؟ ثُلُثَان۔ تو اب پوتی کو کچھ ملے گا؟ نہیں، اسے کچھ نہیں ملے گا۔ یہی بات کر رہے ہیں۔ کیا ذکر ہوئی بات؟ کہ جب بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو کتنا لے جاتی ہیں؟ ثُلُثَان۔ تو ثُلُثَان پورا ہو گیا لہٰذا پوتی، پڑپوتی، لکڑپوتی کوئی بھی نیچے ہو اسے کچھ ملے گا؟ نہیں، ثُلُثَان دینا تھا وہ اوپر ہی پورا ہو گیا۔ ہاں ان پوتیوں پڑپوتیوں کے ساتھ اگر کوئی لڑکا آگیا یا ان سے نیچے کوئی لڑکا آگیا ان کا بھائی، وہ ان سب کو اپنے برابر والیوں کو بھی اور اپنے سے اوپر والیوں سب کو کیا بنادے گا؟ عَصَبَہ، اور پھر مال کس طرح تقسیم ہو گا؟ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، لڑکے کو دگنا اور باقیوں کو ایک گنا دے دیں گے سب کو۔ کہتے ہیں وَإِذَا اسْتَكْمَلَتِ الْبَنَاتُ الثُّلُثَيْنِ جب پورا کر لیں بیٹیاں ثُلُثَان کو تو سَقَطَتْ بَنَاتُ الْاِبْنِ تو ساقط ہو جائیں گی بیٹے کی بیٹیاں یعنی پوتیاں إِلَّا أَنْ يَكُونَ بِإِزَائِهِنَّ أَوْ أَسْفَلَ مِنْهُنَّ مگر یہ کہ ہو ان کے مقابلے میں ان کے برابر میں، إِزَاءٌ کہتے ہیں مقابلے میں برابر میں ہونا، مگر یہ کہ ان پوتیوں کے برابر میں أَوْ أَسْفَلَ مِنْهُنَّ یا ان سے نیچے کون ہو؟ اِبْنُ ابْنٍ بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہو یا پڑپوتا جو بھی ہو فَيُعَصِّبُهُنَّ تو وہ ان سب کو کیا بنادے گا؟ عَصَبَہ بنادے گا۔

وَإِذَا اسْتَكْمَلَ الْأَخَوَاتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ الثُّلُثَيْنِ سَقَطَتِ الْأَخَوَاتُ لِأَبٍ اسی طرح بھئی حقیقی بہنیں ہوں اور علاتی بہنیں ہوں تو مقدم کون ہوتی ہیں؟ حقیقی۔ تو حقیقی بہنوں کو جب ثُلُثَان دے دیا تو اب علاتی بہن کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ دو ثُلُث دینے تھے وہ کس کو دے دیے؟ حقیقی بہن کو دے دیے، تو علاتی بہن محروم ہوئی۔ ہاں اگر اس علاتی بہن کے ساتھ کوئی بھائی بھی آگیا تو اب بھائی ان کو کیا بنادے گا؟ عَصَبَہ بنادے گا۔ تو کہتے ہیں وَإِذَا اسْتَكْمَلَ الْأَخَوَاتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ الثُّلُثَيْنِ جب پورا کر لیں ماں باپ شریک بہنیں، کتنا پورا لے لیں؟ دو ثُلُث، تو سَقَطَتِ الْأَخَوَاتُ لِأَبٍ تو أَخَوَاتٌ لِأَبٍ یعنی باپ شریک بہنیں یعنی علاتی بہنیں کیا ہو جائیں گی؟ ساقط ہو جائیں گی إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَهُنَّ أَخٌ لَهُنَّ فَيُعَصِّبُهُنَّ مگر یہ کہ ہو ان کے ساتھ کوئی ان کا بھائی فَيُعَصِّبُهُنَّ تو وہ انہیں کیا بنادے گا؟ عَصَبَہ بنادے گا۔

بَابُ الْعَصَبَاتِ۔ یہ باب ہے عَصَبَات کے بیان میں۔ عَصَبَات میں نے بتلایا تھا بھئی باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں وہ کیا کہلاتے ہیں؟ عَصَبَات، یعنی جن کے ساتھ میت کا رشتہ جوڑنے میں کسی عورت کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ سمجھ میں آیا؟ تو عَصَبَات میں میں نے بتلایا تھا سب سے پہلا درجہ کس کا ہے؟

بیٹے کا، پھر پوتے کا، پھر نیچے تک۔ اس کے بعد دوسرا درجہ کس کا ہے، اگر یہ نہ ہوں تو پھر عَصَبَہ کون بنے گا؟ باپ بنے گا۔ کون بنے گا؟ باپ۔ اگر باپ بھی نہ ہو پھر عَصَبَہ دادا بنے گا اوپر تک بھئی جو بھی موجود ہو۔ اگر ان میں سے بھی کوئی نہیں پھر عَصَبَہ بھائی بنے گا بھئی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ اور اگر بھائی نہ ہو تو پھر بھائی کی جو اولاد ہے بیٹے وغیرہ وہ کیا ہو جائیں گے؟ عَصَبَہ بن جائیں گے۔ اور اگر بھائی بھی نہ ہو پھر کون عَصَبَہ بنے گا؟ کہتے ہیں پھر باپ کے جو بھائی ہیں یعنی چچا تایا وغیرہ وہ کیا بن جائیں گے؟ عَصَبَہ بن جائیں گے۔ اگر وہ نہ ہوں تو اگر ان کی اولاد ہے تو وہ کیا ہو گی؟ عَصَبَہ بن جائے گی۔ صورت سمجھ میں آگئی؟

تو یوں دوبارہ سنو بھئی۔ عَصَبَہ سب سے پہلے کون ہیں؟ بیٹے، پھر پوتے اور اس کے بعد نیچے تک، اس کے بعد اگر یہ نہ ہو تو باپ۔ تو عَصَبَہ یوں کہو آسان لفظوں میں، عَصَبَہ وہ ہیں جن کا میت کے ساتھ رشتہ بغیر واسطے کے ہو، یعنی دیکھو بیٹے سے بغیر واسطے کے ہے، باپ کے ساتھ بھی رشتہ بغیر واسطے کے ہے، درمیان میں کسی اور کا واسطہ آیا؟ نہیں۔ اور یا کسی مرد کے واسطے سے ہو۔ کس کے واسطے سے ہو؟ مرد کے واسطے سے ہو۔

دیکھیے صاحبِ قدوری خود سارے ترتیب سے بتلا رہے ہیں، دیکھیے بھئی۔ کہتے ہیں وَأَقْرَبُ الْعَصَبَاتِ الْبَنُونَ، سب سے قریبی عَصَبَات جو ہیں اَلْبَنُونَ وہ کون ہیں؟ بیٹے ہیں۔ ثُمَّ بَنُوهُمْ پھر ان بیٹوں کے بیٹے یعنی پوتے ہیں نیچے تک بھئی۔ صورت سمجھ میں آرہی ہے؟ ثُمَّ الْأَبُ اگر یہ نہ ہوں پھر کون ہے؟ پھر باپ ہے۔ ثُمَّ الْجَدُّ پھر دادا ہے اوپر تک۔ اس کے بعد ثُمَّ بَنُو الْأَبِ پھر باپ کے جو بیٹے ہیں۔ بھئی آپ کے باپ کے بیٹے وہ آپ کے کیا بنے؟ آپ کے والد کے بیٹے بھائی بن گئے۔ کیا ہیں وہ؟ سمجھ میں آیا وہ بھائی ہیں نا۔ وہی بیان کرنے لگے ہیں کہ بَنُو الْأَبِ کون ہیں بھئی؟ صاحبِ قدوری کہتے ہیں وَهُمُ الْإِخْوَةُ بھئی وہ بھائی ہیں۔ کون ہیں؟ بھائی۔ اور یاد رکھنا بھائی نہ ہوں تو بھائیوں کی جو اولاد ہے وہ ان کے قائم مقام ہو جائے گی، یعنی بھائی نہیں ہے تو پھر دیکھو بھتیجا ہے، وہ بھتیجا کیا ہو جائے گا؟ قائم مقام ہو جائے گا، یا بھتیجے کا بیٹا جو ہے وہ کیا ہو جائے گا؟ قائم مقام ہو جائے گا۔

ثُمَّ بَنُو الْجَدِّ پھر دادا کے جو بیٹے ہیں۔ بھئی دادا کے کون بیٹے؟ ہاں چچا بھئی، چچا تایا وغیرہ۔ دیکھیے خود بتلا رہے ہیں دادا کے بیٹے کون ہیں؟ کہتے ہیں وَهُمُ الْأَعْمَامُ وہ چچا تایا وغیرہ ہیں۔ اور یاد رکھنا چچا تایا نہ ہوں تو پھر ان کی اولاد کیا ہو جائے گی؟ ان کے قائم مقام ہو جائے گی۔ سمجھ میں آیا؟ دیکھیے كِتَابُ الْفَرَائِضِ کے شروع میں آیا تھا دوسری سطر میں: وَالْأَخُ وَابْنُ الْأَخِ، بھائی اور بھائی کا بیٹا۔ بھائی کا بیٹا ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ہے؟ کہیں آپ نے پڑھا؟ نہیں، یہ عَصَبَہ بنے گا، اور یہاں عَصَبَات میں بھی اس کا تذکرہ نہیں آرہا، بھائی کا بیٹا کہیں آیا بھئی؟ کہیں دیکھ لینا آگے بھی نہیں آئے گا بھائی کا بیٹا۔ اسی طرح وہاں پر آیا تھا وَالْعَمُّ وَابْنُ الْعَمِّ چچا اور چچا کا بیٹا۔ بھئی یہاں چچا کا ذکر تو آرہا ہے، آگے کہیں چچا کے بیٹوں کا ذکر نہیں آرہا، تو آپ پریشان نہ ہوں کہ بھئی یہ دو چیزیں تو وہاں ذکر تھیں کہ یہ عَصَبَات ہیں اور عَصَبَات میں یہ ذکر نہیں۔ بھئی میں نے بتلا دیا کہ بھائی ہے تو بھائی کی اولاد کو نہیں دیکھیں گے، اور اگر بھائی نہیں تو پھر کس کو دیکھیں گے؟ اس کی اولاد کو، وہ قائم مقام ہو جائے گی تو بھتیجا عَصَبَہ ہوا بھئی، معلوم ہے وہ ابھی عَصَبَہ ہے۔ اور چچا کا پہلا درجہ ہے، چچا نہ ہو تو پھر چچا کی اولاد جو ہے بیٹا جو ہے وہ قائم مقام ہو گا، اسی لیے وہ وہاں ذکر کیا بھئی۔

ثُمَّ بَنُو أَبِي الْجَدِّ، دادا کے باپ کے بیٹے۔ یہ کون ہیں بھئی؟ دادا کے باپ کے بیٹے یعنی دادا کے بھائی، اور دادا کے بھائی باپ کے کیا بنے آپ کے؟ چچا بن گئے، چچا تایا بھئی۔ اسی لیے نیچے لکھا ہے وَهُمْ أَعْمَامُ الْأَبِ وہ کیا ہیں؟ باپ کے چچا وغیرہ ہیں، چچا تایا۔ وَإِذَا اسْتَوَى بَنُو أَبٍ فِي دَرَجَةٍ فَأَوْلَاهُمْ مَنْ كَانَ مِنْ أَبٍ وَأُمٍّ۔ اچھا بھئی، وَإِذَا اسْتَوَى اور جب برابر ہو جائیں بَنُو أَبٍ باپ کے بیٹے فِي دَرَجَةٍ کس کے اندر؟ کسی درجے میں فَأَوْلَاهُمْ تو ان میں سے زیادہ اولیٰ کون، زیادہ لائق کون ہے؟ کہتے ہیں مَنْ كَانَ مِنْ أَبٍ وَأُمٍّ جواب اور ام دونوں سے ہو۔ بھئی بَنُو الْأَبِ کس کو کہتے ہیں؟ باپ کے بیٹے یعنی بھائی۔ کون ہیں؟ بھائی۔ اب بھائی آپ کے کچھ حقیقی بھی ہیں، کچھ علاتی بھی ہیں، تو کیا ہوئے؟ یہ برابر ہو گئے، یہ بھی بھائی وہ بھی بھائی۔ ان میں سے کون مقدم ہے؟ کس سے زیادہ قریبی رشتہ ہے، علاتی بھائی سے یعنی باپ شریک بھائی سے یا ماں باپ شریک بھائی سے؟ ماں باپ شریک بھائی زیادہ قریبی ہے لہٰذا اسی لیے وہ مقدم ہو گا۔ اسی لیے کہا کہ فَأَوْلَاهُمْ مَنْ كَانَ مِنْ أَبٍ وَأُمٍّ تو ان میں سے اولیٰ وہ ہو گا جو اب اور ام سے ہو۔[۳۲]

وَالْابْنُ وَابْنُ الْابْنِ، اچھا بھئی میں نے بتایا تھا کئی جگہ پر یہ آیا جہاں بھائی بہنیں اکٹھے ہو جائیں وہ آپس میں کیا کریں گے؟ بھائی کو بہن سے دگنا ملے گا یعنی دو بہنوں کے برابر۔ کن کن صورتوں میں ملتا ہے؟ دیکھیے بھئی: بیٹا بیٹی اکٹھے ہو جائیں میت کے، یہاں بھی اس طرح تقسیم ہو گی بھائی کو بہن سے دگنا۔ اچھا

---

[۲] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۵): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «ثُمَّ بَنُو أَبِي الْجَدِّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ثم بنو الجد» منقول ہے۔

[۳] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا اسْتَوَى بَنُو أَبٍ فِي دَرَجَةٍ فَأَوْلَاهُمْ مَنْ كَانَ مِنْ أَبٍ وَأُمٍّ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا استوى بنو أب في الدرجة فأولاهم من كان لأب وأم» منقول ہے۔

میت کے بھائی اور بہن اکٹھے ہو جائیں یہاں بھی کیا ہو گا؟ بھائی کو بہن سے دگنا۔ میت کے پوتا پوتی، پڑپوتا پڑپوتی وغیرہ اکٹھے ہو جائیں یہاں بھی کیا ہو گا؟ بھائی کو بہن سے دگنا ملے گا۔ لیکن اخیافی بھائی بہنوں میں کیا تھا؟ برابر تقسیم ہونا تھا۔ تو یہ اب بتلا رہے ہیں کہتے ہیں وَالْاِبْنُ وَابْنُ الْاِبْنِ اور بیٹے اور بیٹے کے بیٹے یعنی پوتے وَالْإِخْوَةُ اور بھائی جو ہیں يُقَاسِمُونَ أَخَوَاتِهِمْ وہ حصہ لے لیں گے اپنی بہنوں سے کس طریقے پر؟ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے طریقے پر کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر، دو عورتوں کے مثل حصہ ہو گا۔

وَمَنْ عَدَاهُمْ مِنَ الْعَصَبَاتِ يَنْفَرِدُ بِالْمِيرَاثِ ذُكُورُهُمْ دُونَ إِنَاثِهِمْ اور ان کے علاوہ جو عَصَبَات ہیں يَنْفَرِدُ وہ اکیلے ہوں گے میراث میں ذُكُورُهُمْ ان کے مذکر بھئی دُونَ إِنَاثِهِمْ نہ کہ ان کی عورتیں۔ بھئی یہ جو ہیں نا یہ عَصَبَات ہیں: بیٹا، یہ جو اوپر تین ذکر ہوئے بیٹا، پوتا نیچے تک اور بھائی، یہ تین کیا ہیں؟ عَصَبَات۔ ان کے حصے میں مال آئے گا اور ساتھ ان کی بہن بھی آ گئی تو پھر کس طرح تقسیم کریں گے؟ بھائی کو بہن سے دگنا۔ لیکن ان کے علاوہ جو اوپر عَصَبَات ذکر ہوئے ان میں صرف مردوں کو حصہ ملے گا، ان کے ساتھ ان کی بہنیں آ بھی جائیں انہیں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ اسی لیے کہا وَمَنْ عَدَاهُمْ مِنَ الْعَصَبَاتِ ان کے علاوہ جو عَصَبَات ہیں يَنْفَرِدُ بِالْمِيرَاثِ ذُكُورُهُمْ اکیلے ہوں گے میراث کے اندر ان کے مذکر دُونَ إِنَاثِهِمْ نہ کہ ان کی مؤنث یعنی ان کے مرد نہ کہ ان کی عورتیں۔

وَإِذَا لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ اور جب نہ ہو عَصَبَہ نسب میں سے، بھئی آپ کو وارثوں کی ترتیب بتلائی تھی میں نے، کیا پڑھی تھی آپ نے بھئی؟ سب سے پہلے کس کو حصہ دیں گے؟ ذَوِي الْفُرُوضِ کو۔ اس کے بعد کس کو دیں گے؟ عَصَبَات کو، اور کون سے عَصَبَات؟ عَصَبَاتِ نسبیہ۔ اگر وہ بھی نہ ہوں پھر کس کو دیں گے؟ عَصَبَۂ سَبَبِی کو۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں کہتے ہیں وَإِذَا لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ جب عَصَبَۂ نَسَبِی نہ ہو فَالْعَصَبَةُ هُوَ الْمَوْلَى الْمُعْتِقُ تو عَصَبَہ وہ مولیٰ ہے اَلْمُعْتِقُ جو کہ آزاد کرنے والا ہے، وہ یعنی عَصَبَۂ سَبَبِی ہے۔ اس کے بعد چوتھے درجے میں کون تھے بھئی وارث؟ عَصَبَۂ سَبَبِی کے عَصَبَات، اور پھر وہ عَصَبَات بھی دو قسم پر تھے، کچھ نسبی تھے کچھ سببی، تو نسبی وہاں بھی مقدم تھے اور سببی مؤخر تھے۔ تو کہتے ہیں وہ مولیٰ مُعْتِقٌ ہے، وہ آزاد کرنے والا مولیٰ ہے ثُمَّ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ مِنْ عَصَبَةِ الْمَوْلَى پھر اس مولیٰ کے عَصَبَات میں سے جو قریب ہے درجہ بدرجہ، قریب کے بعد اور قریب ہے اس مولیٰ کے عَصَبَات میں سے، یعنی اس کے عَصَبَۂ نسبیہ کو پہلے دے دیں گے، پھر اس کے بعد اگر وہ نہیں ہے تو کس کو دے دو؟ عَصَبَۂ سَبَبِی یعنی اس کے مُعْتِقٌ کو دے دو۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۵: باب الحجب: حجبِ نقصان اور حجبِ حرمان کے قواعد، محجوب نہ ہونے والے ۶ افراد، مسئلۂ مشترکہ اور امہات الاولاد کا حکم

متن و تشریحِ مختصر القدوری—بتاریخ: ۳۰ جون ۲۰۰۸ء

▪ متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ الْحَجْبِ. وَتُحْجَبُ الْأُمُّ مِنَ الثُّلُثِ إِلَى السُّدُسِ بِالْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْابْنِ أَوْ أَخَوَيْنِ. وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْبَنَاتِ لِبَنِي الْابْنِ وَأَخَوَاتِهِمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ لِلْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مِنَ الْأَبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.[1]

▪ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

اچھا بھئی آج ہم بَابُ الْحَجْبِ پڑھیں گے۔ حَجْبٌ بھئی، حَا پر فتحہ ہے، جِیم ساکن ہے بھئی، حَجْبٌ۔ حَجَبَ یَحْجُبُ حَجْبًا کے معنی ہیں رکاوٹ بننا بھئی۔ بھئی آپ نے ذَوِی الْفُرُوضِ کے بارے میں پڑھا کہ وہ بارہ افراد ہیں، چار ان میں سے مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں بھئی۔ تو کل بارہ ہیں اور بارہ میں سے دس نسبی ہیں، دو سببی ہیں۔ سببی کون ہیں؟ میاں بیوی، اور ان کے علاوہ باقی سارے کیا ہیں؟ نسبی رشتہ دار ہیں بھئی۔ اب بعض اوقات بھئی ایک وارث کے آنے سے دوسرے وارث کے حصے میں کمی ہو جاتی ہے یا وہ دوسرا بالکل ہی محروم ہو جاتا ہے بھئی وراثت سے بھئی، اس کو کہتے ہیں حَجْبٌ بھئی۔ تو دیکھو ایک وارث دوسرے وارث کے لیے رکاوٹ بنا، اس کے حصے کو کم کر دیا یا اس کے حصے سے ہی محروم کر دیا، اس کو کیا کہتے ہیں؟ حَجْبٌ کہتے ہیں۔

معلوم ہوا حَجْبٌ دو قسم پر ہے: بعض صورتوں میں حصے میں کمی کر دیتا ہے ایک وارث بھئی، دوسرے وارث کے حصے میں کیا کر دیتا ہے؟ کمی کر دیتا ہے، اسے کہتے ہیں حَجْبِ نُقْصَان۔ نُقْصَان کا معنی کمی بھئی، تو دیکھو یہ اس نے کس قسم کی رکاوٹ ڈالی ہے جس سے دوسرے کے حصے میں کیا ہوئی؟ کمی ہوئی، تو یہ ہے حَجْبِ نُقْصَان۔ اور دوسرا ہے کہ ایک وارث نے دوسرے وارث کو اس کے حصے سے بالکل محروم کر دیا، اسے کہتے ہیں حَجْبِ حِرْمَان۔ حِرْمَان حَا رَا مِیم اَلِف نُون بھئی، حِرْمَان، اسی سے مَحْرُومٌ ہے بھئی۔ تو حَجْبٌ کتنی قسم پر ہوا؟ دو قسم پر، ایک حَجْبِ نُقْصَان ہے، ایک حَجْبِ حِرْمَان ہے۔ حَجْبِ نُقْصَان کیا ہے کہ ایک وارث کے آنے سے دوسرے وارث کے حصے میں کمی آگئی، اور حَجْبِ حِرْمَان کیا ہے کہ ایک وارث کی وجہ سے دوسرا وارث اپنے حصے سے بالکل ہی محروم ہو گیا۔

بھئی ذَوِی الْفُرُوضِ میں آپ بالتفصیل یہ ساری باتیں پڑھ چکے ہیں۔ ایک آدھی مثال بطورِ وضاحت کے میں ذکر کر دیتا ہوں۔ جیسے دیکھو آپ نے پڑھا تھا میت کی پوتیاں اگر ہوں اور بیٹے بیٹیاں کوئی نہیں اور صرف پوتیاں ہیں، تو پوتیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں کتنا ملتا ہے؟ ثُلُثَان ملتا ہے۔ لیکن اگر ایک

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۶): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ لِلْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مِنَ الْأَبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والفاضل عن فرض الأختين من الأب والأم للإخوة والأخوات من الأب للذكر مثل حظ الأنثيين» منقول ہے۔

بیٹی بھی ساتھ آگئی تو اب بیٹی نِصف لے جائے گی اور پوتیوں کو کتنا مل جائے گا؟ صرف سُدُس ملے گا کیونکہ بیٹیوں پوتیوں کو ثُلُثَان سے زیادہ مال، مؤنث ہوں تو ان کو ثُلُثَان سے زیادہ مال نہیں دیا جاتا۔ تو نِصف ان کو مل گیا، سُدُس ان پوتیوں کو مل گیا تو کتنا ہوا؟ ثُلُثَان پورا ہو گیا۔ جیسے دیکھو مثلاً چھ دینار کل ترکہ ہے۔ پہلے صرف پوتیاں تھیں، دو یا تین پوتیاں تھیں تو انہیں ثُلُثَان یعنی چار دینار ملتا تھے بھئی۔ لیکن پھر جو ہے ایک بیٹی آگئی، بیٹی کتنا لے گئی؟ نِصف۔ تو چھ کا نِصف کتنا ہے؟ تین، تین بیٹی لے گئی۔ اور دو ثُلُث ہم نے زیادہ سے زیادہ دینے ہیں اور دو ثُلُث کتنے بنتے ہیں چھ کے؟ چار۔ تو تین تو بیٹی لے گئی، باقی کتنا رہ گیا چار میں سے؟ ایک۔ ایک اور دے دیں گے پوتیوں کو تو یہ ثُلُثَان پورے ہو گئے بھئی۔ کیا ہوئے؟ ثُلُثَان پورے ہو گئے بھئی۔ تو دیکھو ایک بیٹی آئی اس نے پوتیوں کے حصے میں کمی کر دی۔ پوتیوں کو پہلے مل رہا تھا ثُلُثَان، اب بیٹی کی وجہ سے کتنا مل رہا ہے؟ سُدُس مل رہا ہے۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ یہ حَجْبِ نُقْصَان ہے۔ یہ کیا ہے؟ حَجْبِ نُقْصَان۔

دوسری بھئی صورت: دو بیٹیاں آ گئیں بھئی۔ اب کیا کریں گے؟ اب بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو انہیں ثُلُثَان ملتا ہے تو انہیں ثُلُثَان مل جائے گا، تو ان کے ثُلُثَان یہیں پورے ہو گئے تو اب پوتیاں کیا ہو جائیں گی؟ محروم ہو جائیں گی بھئی۔ تو دیکھا دو بیٹیوں کے آنے سے پوتیاں اپنے حصے سے بالکل محروم ہو گئیں، اسے کیا کہتے ہیں؟ حَجْبِ حِرْمَان بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ تو وارثوں کی مختلف حالتیں آپ نے جو ذَوِی الْفُرُوضِ کی پڑھیں وہ سب میں اسی طرح ہے۔ کسی کے آنے سے وہ حصے سے بالکل محروم ہو رہا ہے، کسی کے آنے سے حصے میں کیا ہوتی ہے؟ کمی۔ یا اسی طرح جیسے بیوی ہے، بیوی کو آپ نے پڑھا ہے رُبْع ملتا ہے چوتھا حصہ، لیکن اگر اولاد ہو میت کی پھر کتنا ملتا ہے؟ ثُمُن، پھر آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ تو دیکھو یہاں کون سا حَجْبٌ آیا؟ حَجْبِ نُقْصَان آیا بھئی۔

تو کہتے ہیں دیکھیے بھئی بَابُ الْحَجْبِ۔ وَتُحْجَبُ الْأُمُّ مِنَ الثُّلُثِ إِلَى السُّدُسِ بِالْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الِابْنِ أَوْ أَخَوَيْنِ اور محجوب ہوتی ہے ماں ثُلُث سے سُدُس کی طرف، یعنی پہلے ثُلُث ملتا تھا اب کتنا ملے گا؟ سُدُس ملے گا، اور یہ کس کی وجہ سے؟ بِالْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الِابْنِ میت کی اولاد کی وجہ سے یا میت کے بیٹے کی اولاد کی وجہ سے أَوْ أَخَوَيْنِ یا دو بہن بھائیوں کی وجہ سے بھی بھئی ماں محجوب ہو گی، پہلے ثُلُث ملتا تھا اب ان کی وجہ سے کیا ملے گا؟ سُدُس ملے گا، تو یہ دیکھو حَجْبِ نُقْصَان آیا۔

وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْبَنَاتِ لِبَنِي الِابْنِ اور وہ جو زائد ہوتا ہے عَنْ فَرْضِ الْبَنَاتِ بیٹیوں کے حصے میں سے۔ بیٹیوں کے حصے سے جو زائد ہوتا ہے، مثلاً دو بیٹیاں تھیں تو کتنا ملا ان کو؟ ثُلُثَان، تو باقی کس کو دیں گے؟ کہتے ہیں لِبَنِي الِابْنِ بیٹے کے بیٹوں کے لیے ہو گا۔ بھئی کیونکہ وہ عَصَبَہ ہیں اور عَصَبَہ باقی مال کو لے کر جاتے ہیں تو باقی جو بچے گا وہ ان میں تقسیم ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں لِبَنِي الِابْنِ وہ بیٹوں کے بیٹوں کے لیے ہو گا وَأَخَوَاتِهِمْ اور ان کی بہنوں کے لیے ہو گا، یعنی جو بیٹے کے بیٹے ہیں ان کی بہنوں کے لیے ہو گا بھئی۔ بیٹے کے بیٹے کون ہوتے ہیں؟ پوتے۔ تو یوں کہیں، دوبارہ ترجمہ دیکھیے: وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْبَنَاتِ لِبَنِي الِابْنِ وَأَخَوَاتِهِمْ اور وہ جو زائد ہوتا ہے بیٹیوں کے حصے سے وہ پوتوں کے لیے ہو گا وَأَخَوَاتِهِمْ اور ان کی بہنوں کے لیے یعنی پوتیوں کے لیے ہو گا۔ اور تقسیم پھر کس طرح ہو گی؟ وہی بات بیان کر رہے ہیں: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کہ مرد کے لیے جو ہے دو عورتوں کے برابر حصہ ہو گا۔

وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ لِلْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مِنَ الْأَبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ بھئی آپ جانتے ہیں بھئی حقیقی بہنیں ہیں ایک طرف اور اس کے ساتھ کون ہیں؟ علاتی بہنیں۔ حقیقی بہنیں ہیں، علاتی بہنیں ہیں، کس کا حق مقدم ہے؟ حقیقی بہنوں کا۔ اور علاتی بہنیں وہ رہ جائیں گی، لیکن ان کے ساتھ اگر کوئی بھائی بھی آ جائے تو وہ ان کو کیا بنا دے گا؟ عَصَبَہ بنائے گا، تو لہٰذا حقیقی بہنوں سے جو بچے گا وہ علاتی بہن بھائیوں کے لیے ہو گا اور ان میں پھر اسی طرح تقسیم ہو گی کہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کہ مذکر کے لیے دو مؤنث کے مثل حصہ ہو گا۔ تو کہتے ہیں وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ اور وہ جو زائد ہو أَخَوَاتٌ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ یعنی ماں باپ شریک بہنیں، یعنی حقیقی بہنیں مراد ہیں، حقیقی بہنوں کے حصے سے جو زائد ہو لِلْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مِنَ الْأَبِ وہ باپ شریک بھائیوں اور بہنوں کے لیے ہو گا یعنی علاتی بہن بھائیوں کے لیے ہو گا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مذکر کے لیے دو مؤنث کے مثل حصہ ہو گا۔ تو دو مؤنث کے حصے کے مثل ہو گا مذکر کے لیے۔

وَإِذَا تَرَكَ بِنْتًا وَبَنَاتِ ابْنٍ وَبَنِي ابْنٍ فَلِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَالْبَاقِي لِبَنِي الِابْنِ۔ اچھا، صورت یہ: ایک شخص کا انتقال ہوا، ایک بیٹی ہے اور باقی پوتے پوتیاں ہیں، تو کیا تقسیم کس طرح ہو گی؟ بیٹی کو نِصف مل جائے گا اور باقی مال پوتے پوتیوں میں تقسیم ہو گا کیونکہ پوتا پوتیوں کو کیا بنا دیتا ہے؟ عَصَبَہ بنا دیتا ہے۔ تو یہی بات کر رہے ہیں وَإِذَا تَرَكَ بِنْتًا وَبَنَاتِ ابْنٍ اور جب چھوڑا میت نے ایک بیٹی کو وَبَنَاتِ ابْنٍ اور بیٹے کی بیٹیاں یعنی پوتیاں وَبَنِي ابْنٍ

اور بیٹے کے بیٹے یعنی پوتے، تو ایک بیٹی اور پوتے پوتیاں چھوڑیں فَلِلْبِنْتِ النِّصْفُ تو بیٹی کے لیے نِصف ہو گا وَالْبَاقِي لِبَنِي الْاِبْنِ وَأَخَوَاتِهِمْ اور باقی جو ہے پوتوں کے لیے اور ان کی بہنوں کے لیے ہو گا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے مثل ہو گا۔[۲]

وَكَذٰلِكَ الْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْأُخْتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ لِبَنِي الْأَبِ وَبَنَاتِ الْأَبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ اسی طرح جو زائد ہو گا عَنْ فَرْضِ الْأُخْتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ ماں باپ شریک بہن کے حصے میں سے، ماں باپ شریک یعنی حقیقی بہن، حقیقی بہن کے حصے سے جو زائد ہو گا وہ کس کے لیے ہو گا؟ لِبَنِي الْأَبِ وَبَنَاتِ الْأَبِ باپ کے بیٹے اور باپ کی بیٹیوں کے لیے یعنی علاتی بھائی بہن کہیں بھئی۔ تو جو حقیقی بہن کے حصے سے زائد ہو گا وہ علاتی بہن بھائیوں کے لیے ہو گا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مذکر کے لیے دو مؤنث کے حصے کے مثل ہو گا۔[۳]

وَمَنْ تَرَكَ ابْنَيْ عَمٍّ أَحَدُهُمَا أَخٌ لِأُمٍّ۔ جی، صورت یہ: ایک شخص کا انتقال ہوا اور عَصَبَات میں سے صرف دو چچا کے بیٹے ہیں بھئی۔ سمجھ میں آیا؟ نہ میت کا بیٹا ہے نہ پوتا وغیرہ، نہ باپ ہے نہ دادا وغیرہ، نہ بھائی ہے نہ چچا ہے، ہاں چچا کے بیٹے ہیں تو پھر چچا کے بیٹے کیا ہو جاتے ہیں؟ چچا کے قائم مقام ہو جاتے ہیں تو یہ عَصَبَہ بن گئے۔ اب دو چچا کے بیٹے چھوڑے بھئی صرف۔ اور ان دو چچا کے بیٹوں میں سے ایک اس کا اخیافی بھائی بھی ہے۔ ان دو چچا کے بیٹوں میں سے ایک میت کا اخیافی بھائی بھی ہے۔ بھئی دیکھو چچا نے مثلاً دو شادیاں کی تھیں، ایک بیٹا ایک بیوی سے ہے دوسرا بیٹا دوسری بیوی سے، لیکن ہیں تو دونوں چچا کے بیٹے۔ پھر چچا کا ہوا انتقال تو اس ایک بیٹے کی ماں سے اس کے والد نے نکاح کر لیا، تو اس کی جو ایک چچازاد کی ماں تھی اس کے ساتھ اس میت کے والد نے کیا کر لیا؟ نکاح کر لیا، اور اس سے یہ بیٹا پیدا ہوا یہ جو میت ہے جس کا انتقال ہوا۔ تو وہ جو دوسرا چچازاد تھا وہ اس کا اخیافی بھائی بھی ہوا کیونکہ ماں دونوں کی ایک ہے البتہ باپ کیا ہیں دونوں کے؟ الگ الگ ہیں۔ صورت سمجھ میں آگئی؟ تو اب یہ ایک چچازاد جو ہے یہ اس کا اخیافی بھائی بھی ہے اور دوسرا صرف چچا کا بیٹا ہے۔ تو اخیافی بھائی جب ایک ہوا سے سُدُس ملتا ہے، تو یہاں بھی اسی طرح کریں گے بھئی۔ پہلے وہ جو ایک چچا کا بیٹا ہے اور اخیافی بھائی بھی ہے اس کو پہلے سُدُس دے دیں گے۔ سُدُس دینے کے بعد باقی جو پانچ أَسْدَاس بچ گئے بھئی، یا یوں کہو جو باقی مال بچ گیا وہ سارا اب پھر دونوں آپس میں تقسیم کر لیں گے کیونکہ یہ دونوں چچا کے بیٹے ہیں یہ دونوں عَصَبَہ ہیں اور باقی مال کیا ہوتا ہے؟ عَصَبَات کے اندر ان میں تقسیم ہوتا ہے، تو باقی مال اب ان دونوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ صورت سمجھ میں آگئی بھئی؟ تو کہتے ہیں وَمَنْ تَرَكَ ابْنَيْ عَمٍّ اور جس نے چھوڑے اِبْنَيْ عَمٍّ چچا کے دو لڑکے أَحَدُهُمَا أَخٌ لِأُمٍّ ان میں سے ایک جو ہے ماں شریک بھائی ہے یعنی اخیافی بھائی ہے میت کا فَلِلْأَخِ السُّدُسُ تو اس اخیافی بھائی کے لیے سُدُس ہو گا وَالْبَاقِي بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ اور باقی ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گا۔

وَالْمُشْتَرَكَةُ أَنْ تَتْرُكَ الْمَرْأَةُ زَوْجًا وَأُمًّا اور مَسْأَلَةٌ مُشْتَرَكَةٌ یہ ہے کہ چھوڑے کوئی عورت، ایک عورت کا انتقال ہوا اور چھوڑا اس عورت نے زَوْجًا اپنے خاوند کو پیچھے، عورت کا انتقال ہوا خاوند ہے پیچھے وارث وَأُمًّا أَوْ جَدَّةً اور ماں یا نانی ان میں سے بھی ایک ہے وَإِخْوَةً مِنْ أُمٍّ اور کیا ہیں؟ بھائی ہیں ماں شریک بھئی، یعنی اخیافی بھائی بھی چھوڑے وَأُخْتًا مِنْ أَبٍ وَأُمٍّ اور ماں باپ شریک بھائی بھی چھوڑا یعنی حقیقی بھائی بھی بھئی۔ تفصیل سمجھ میں آئی بھئی؟ أَنْ تَتْرُكَ الْمَرْأَةُ کہ چھوڑا ایک عورت نے اپنے پیچھے خاوند کو اور ماں یا نانی کو، ان میں سے کوئی ایک جو بھی آپ بنا لیں، اور کس کو چھوڑا؟ اخیافی بھائی چھوڑے اور حقیقی بھائی چھوڑا ایک۔ تو اب کس طرح مسئلہ ہو گا؟ یہ جو حقیقی بھائی ہے اس نے تو بننا ہے عَصَبَہ۔ کیا بننا ہے؟ عَصَبَہ۔ اور خاوند کو جب اولاد نہ ہو کتنا ملتا ہے؟ نِصف ملتا ہے، اسے نِصف آدھا دے دیں گے۔ اور ماں کو کتنا ملتا ہے؟ جب بھائی بہن دو ہوں تو ماں کو ثُلُث نہیں ملتا پھر کتنا ملتا ہے؟ سُدُس، یاد ادی ہے اس کو بھی کتنا ملتا ہے؟ سُدُس، تو جس کو بھی آپ فرض کر لیں دونوں میں سے۔ اور اولادِ ام یعنی جو اخیافی بھائی بہن تھے وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں ثُلُث ملتا ہے، ایک ہو تو سُدُس دو یا زیادہ ہوں تو ثُلُث ملتا ہے، تو ثُلُث انہیں مل جائے گا۔ خاوند کو کتنا ملا؟ مثلاً فرض کرو آسان صورت بناتے ہیں، ترکہ ہے چھ دینار۔ چھ میں سے نِصف کس کو مل گیا؟ خاوند کو۔ ماں کو سُدُس ملا، کتنا ہے سُدُس چھ کا؟ ایک۔ تین اور ایک کتنے ہو گئے؟ چار۔ اور اخیافی بھائی بہنوں کو ثُلُث ملا، وہ کتنا ہے؟ دو۔ تو چار اور دو کتنے ہو گئے؟ چھ۔ تو چھ تو سارے یہیں پورے ہو گئے لہٰذا عَصَبَہ کو کچھ بھی نہیں ملے گا، یعنی حقیقی بھائی کو یا حقیقی

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِذَا تَرَكَ بِنْتًا وَبَنَاتِ ابْنٍ وَبَنِي ابْنِ فَلِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَالْبَاقِي لِبَنِي الْاِبْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإذا ترك بنتا ابن وبني ابن فللبنت النصف والباقي لبني الابن» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَكَذٰلِكَ الْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ الْأُخْتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ لِبَنِي الْأَبِ وَبَنَاتِ الْأَبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وكذلك الفاضل عن فرض الأخت من الأب والأم لبني الأب وبنات الأب للذكر مثل حظ الأنثيين» منقول ہے۔

بھائی ہیں تو ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ تو کہتے ہیں دیکھیے وَالْمُشْتَرَكَةُ اور مَسْأَلَةٌ مُشْتَرَكَةٌ کہ أَنْ تَتْرُكَ الْمَرْأَةُ زَوْجًا وَأُمًّا أَوْ جَدَّةً کہ چھوڑے کوئی عورت خاوند کو اور ماں یا دادی کو وَإِخْوَةً مِنْ أُمٍّ اور اخیافی بھائیوں کو وَأَخًا مِنْ أَبٍ وَأُمٍّ اور حقیقی بھائی کو فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ تو خاوند کے لیے نِصف ہو گا وَلِلْأُمِّ السُّدُسُ اور ماں کے لیے چھٹا حصہ ہو گا وَلِأَوْلَادِ الْأُمِّ الثُّلُثُ اور اخیافی بہن بھائیوں کے لیے تہائی ہو گا تیسرا حصہ وَلَا شَيْءَ لِلْإِخْوَةِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ اور حقیقی بھائیوں کے لیے کچھ بھی نہیں ہو گا کیونکہ وہ عَصَبَہ ہیں، انہیں باقی مال سارا ملتا ہے لیکن باقی بچا ہی کچھ نہیں۔

بَابُ الرَّدِّ۔ یہ باب ہے رَدّ کے بیان میں۔ بھئی آپ کو وارثوں کی ترتیب بتلائی تھی کہ دیون وغیرہ اور وصیت نافذ کرنے کے بعد جو باقی مال بچتا ہے وہ سب سے پہلے کس کو دیں گے؟ ذَوِي الْفُرُوضِ میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کرتے ہیں۔ پھر جو باقی مال بچ جائے وہ کس کو دیتے ہیں؟ عَصَبَہ کو۔ لیکن عَصَبَہ تو دو قسم پر ہیں، کچھ نسبی ہیں جن سے نسبی رشتہ داری ہے، کچھ سببی ہیں اور وہ کس کو کہتے ہیں؟ مُعْتِقٌ کو۔ تو سب سے پہلے کون سے عَصَبَات کو دیں گے؟ نسبی کو دیں گے۔ اگر نسبی کوئی نہ ہو پھر کس کو دیں گے؟ سببی کو دیں گے۔ اگر سببی کا بھی انتقال ہو چکا پھر اس سببی کے جو عَصَبَات ہیں ان کو مال دیا جائے گا۔ اگر وہ بھی کوئی نہیں تو پھر اس کے بعد پھر ذَوِي الْفُرُوضِ پر ان کے حصوں کے بقدر رَدّ کیا جائے گا، پھر واپس مال دوبارہ انہی میں تقسیم کر دیں گے ان کے حصوں کے بقدر جس کا جتنا حصہ بنتا ہے۔ لیکن بتلایا تھا یہ صرف نسبی ذَوِي الْفُرُوضِ پر رَدّ ہو گا، سببی یعنی میاں بیوی پر نہیں بھئی۔ تو وہی ذکر کرنے لگے ہیں رَدّ بھئی۔ کہتے ہیں وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ ذَوِي السِّهَامِ إِذَا لَمْ تَكُنْ عَصَبَةٌ مَرْدُودٌ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ سِهَامِهِمْ إِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ اور وہ جو زائد ہوتا ہے، ذَوِي السِّهَامِ وہی ذَوِي الْفُرُوضِ ہیں بھئی، فَرْضٌ بھی حصے کو کہتے ہیں سَهْمٌ بھی حصے کو، اور وہ جو زائد ہوتا ہے ذَوِي السِّهَامِ یا ذَوِي الْفُرُوضِ کے حصوں سے إِذَا لَمْ تَكُنْ عَصَبَةٌ جب میت کے کوئی عَصَبَہ نہ ہو، یعنی نہ عَصَبَۂ سَبَبِی ہے نہ عَصَبَۂ نَسَبِی ہے، تو وہ زائد جو ہے مَرْدُودٌ عَلَيْهِمْ انہی ذَوِي السِّهَامِ یا ذَوِي الْفُرُوضِ پر کیا کیا جائے گا اس کو؟ رَدّ کیا جائے گا بِقَدْرِ سِهَامِهِمْ ان کے حصوں کے بقدر إِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ سوائے زَوْجَيْنِ یعنی میاں بیوی کے۔[۴]

وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ مِنَ الْمَقْتُولِ اور وارث نہیں ہوتا قاتل مقتول سے۔ اگر وارث نے کس کو قتل کیا؟ مُوَرِّث کو، تو یہ قاتل اپنے اس مقتول مُوَرِّث کا وارث نہیں بنے گا۔ وَالْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ اور کفر ایک ہی ملت ہے، ایک ہی دین ہے يَتَوَارَثُ بِهِ أَهْلُهُ باہم ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں بِهِ أَيْ بِالْكُفْرِ اس کفر کی وجہ سے أَهْلُهُ أَيْ أَهْلُ الْكُفْرِ اہلِ کفر یعنی کافر۔ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کفر کی وجہ سے کافر، یعنی کفر سارا ایک ہی دین ہے، ملت ایک ہی ہے، اب ان میں فرق ہو کوئی عیسائی ہے کوئی یہودی ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہیں تو سارے کافر تو وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔ وَلَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ اور وارث نہیں ہوتا مسلمان کافر کا وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ اور نہ کافر مسلمان کا۔

وَمَالُ الْمُرْتَدِّ لِوَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِينَ اور مرتد کا جو مال ہے اس کے مسلمان وارثوں کے لیے ہے۔ بھئی مرتد اگر دار الحرب بھاگ جائے تو الگ بات ہے ورنہ تو اسے تین دن مہلت دیں گے، دوبارہ اسلام میں آجاتا ہے تو ٹھیک نہیں تو اسے قتل کر دیا جائے گا، تو اس کا جو مال ہے وہ اس کے مسلمان وارثوں کے لیے ہو گا، یعنی جو اس نے اسلام کی حالت میں کمایا تھا۔ وَمَا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ رِدَّتِهِ فَيْءٌ اور وہ جو اس نے کمایا تھا مرتد ہونے کی حالت میں فَيْءٌ وہ کیا ہے؟ مالِ فَے ہے یعنی مالِ غنیمت ہے، اسے بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔

وَإِذَا غَرِقَ جَمَاعَةٌ أَوْ سَقَطَتْ عَلَيْهِمْ حَائِطٌ۔ صورت یہ: ایک جگہ پر کوئی کشتی غرق ہوئی اس کے اندر بھئی باپ کے ساتھ بیٹا بھی غرق ہو گیا، باپ اور بیٹا اکٹھے۔ یا ایک جگہ دیوار یا عمارت گری اور اس کے نیچے باپ اور بیٹا دونوں آگئے۔ میں باپ اور بیٹے کی مثال بنا رہا ہوں آسان صورت ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ اور کوئی ایک دوسرے کے جو وارث بن رہے ہوں وہ آگے کئی بھئی پانی میں غرق ہوئے یا اس عمارت کے نیچے آگئے یا دیوار کے نیچے آگئے۔ اب دیکھیے بھئی آپ جانتے ہیں جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے جو قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں جو اس کی موت کے وقت زندہ ہوں وہ اس کے وارث بن جاتے ہیں۔ کیا بن جاتے ہیں؟ وارث بن جاتے ہیں۔ تو اب لہٰذا یہاں پر بھی دیکھیں گے کس کا انتقال پہلے ہوا۔ اگر باپ پہلے مر گیا اور بیٹے کا انتقال پانچ منٹ بعد ہوا تو باپ کے انتقال کے وقت بیٹا زندہ تھا یا نہیں تھا زندہ؟ زندہ تھا۔ اگرچہ پانچ منٹ بعد وہ بھی انتقال کر گیا لیکن باپ کی موت کے وقت کی بات ہو رہی ہے، اس وقت تو وہ زندہ تھا تو وہ وارث بن گیا۔ اور پھر جب بیٹے کا انتقال ہوا اس وقت تو باپ زندہ نہیں تھا لہٰذا باپ اس کا وارث نہیں۔ تو یہ بیٹا اس کے مال کا وارث ہو گیا اور

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۶):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَالْفَاضِلُ عَنْ فَرْضِ ذَوِي السِّهَامِ إِذَا لَمْ تَكُنْ عَصَبَةٌ مَرْدُودٌ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ سِهَامِهِمْ إِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «والفاضل عن فرض ذوي السهام إذا لم يكن عصبة مردود عليهم بمقدار سهامهم إلا على الزوجين» منقول ہے۔

وہ پھر آگے اب اس کی اولاد وغیرہ میں جو اس کے وارث بنیں گے ان میں تقسیم ہو گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو جب کئی وارث ایک جگہ اکٹھے انتقال کر جائیں تو دیکھا جائے گا کس کا انتقال پہلے ہوا، جس کا پہلے ہو گا باقی اس کے وارث بنیں گے، اور پھر اس کے بعد جس کا ہو گا باقی اس کے وارث بنیں گے جو زندہ ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ ہی نہیں چل سکتا بھئی کون پہلے کس کا انتقال ہوا اور کس کا پہلے انتقال نہیں ہوا تو کہتے ہیں بھئی اب تو پتہ ہی نہیں چل سکتا مجبوری ہے، تو یوں سمجھیں گے اکٹھا ہی انتقال ہوا۔ تو ان کا جو مال ہو گا، یہ اس کے وارث تو نہیں بنیں گے یہ مرنے والے کیونکہ یوں سمجھا ہم نے کہ سب کا کیا ہوا؟ اکٹھا ہی انتقال ہوا، تو جب اکٹھا انتقال ہوا تو مالِ وراثت تو زندوں کو ملتا ہے تو جو باقی زندہ ہیں ان کو مال دے دیں گے۔ سمجھ میں آئی بات بھئی؟ کہتے ہیں وَإِذَا غَرِقَ جَمَاعَةٌ أَوْ سَقَطَتْ عَلَيْهِمْ حَائِطٌ جب غرق ہوئی کوئی جماعت پانی وغیرہ میں أَوْ سَقَطَتْ عَلَيْهِمْ حَائِطٌ یا گر گئی ان پر کوئی دیوار، حَائِطٌ دیوار کو کہتے ہیں فَلَمْ يُعْلَمْ پس یہ معلوم نہیں ہے کہ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ أَوَّلًا کہ کون ان میں سے مرا ہے پہلے فَمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لِلْأَحْيَاءِ مِنْ وَرَثَتِهِ تو ان میں سے ہر ایک کا جو مال ہو گا وہ زندوں کے لیے ہو گا اس کے وارثوں میں سے، جو زندہ وارث ہیں ان کے لیے ہو جائے گا بھئی جو بھی بنیں۔

وَإِذَا اجْتَمَعَ لِلْمَجُوسِيِّ قَرَابَتَانِ لَوْ تَفَرَّقَتَا فِي شَخْصَيْنِ وَرِثَ أَحَدُهُمَا مَعَ الْآخَرِ۔ مجوسی بھئی۔ یاد رکھیے مجوسیوں کے اندر یہ بہت سے فاسد نکاح وغیرہ ہیں جو اسلام میں جائز نہیں ہیں بلکہ اور عام دینوں میں بھی جائز نہیں ہیں، مثلاً ان کے ہاں ماں کے ساتھ بھی نکاح وہ کرتے ہیں، بہن کے ساتھ بھی، بیٹی کے ساتھ بھی۔ اب ایک مجوسی اس کا انتقال ہوا۔ اور دوسرے مجوسی کے اندر اس کی دور شتہ داریاں جمع ہو رہی تھیں۔ اس کے وارثوں میں ایک مجوسی تھا اس میں میت کی کتنی رشتہ داریاں اس سے بنتی ہیں؟ دور شتہ داریاں بنتی ہیں، جیسے آپ نے ابھی اوپر پڑھا تھا وہ چچازاد بیٹا بھی تھا اور اخیافی بھائی بھی تھا، دور شتہ داریاں جمع ہوئی تھیں۔ تو یہاں بھی جب دور شتہ داریاں ایسی جمع ہو جائیں کہ وہ اگر الگ الگ شخصوں میں ہوں تو انہیں ان کا حصہ ملتا، تو یہاں بھی ان دونوں رشتہ داریوں کی وجہ سے اس کو حصہ ملے گا۔ جیسے وہ اوپر آیا تھا بھئی چچا کا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کیا تھا؟ اخیافی بھائی بھی تھا، تو یہ الگ الگ تھے یا ایک ہی شخص تھا؟ ایک ہی شخص چچا کا بیٹا بھی ہے اور اخیافی بھائی بھی ہے۔ تو یہ اخیافی بھائی الگ ہو چچا کا بیٹا الگ ہو تو انہیں ان کا حصہ ملنا تھا، اب ایک آدمی میں بھی آ گئے تو ہم نے اسے دونوں کے حصے دے دیے۔ تو مجوسی کے اندر بھی اسی طرح ہو گا، اگر ایک ہی شخص میں دور شتہ داریاں جمع ہوئیں، اگر یہ الگ الگ شخصوں میں ہوتیں تو دونوں کیا بنتے؟ وارث بنتے، تو لہٰذا یہ ان دونوں کی وجہ سے وارث ہو گا، دونوں کا حصہ اس کو دیا جائے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ جیسے دیکھیے بھئی صورت یہ: مثلاً ایک مجوسی نے اپنی بیٹی سے شادی کر لی، اس بیٹی سے اس کی آگے دو بیٹیاں ہوئیں، پھر مجوسی کا انتقال ہوا، اب کس کس کو اس نے چھوڑا

؟جی؟ ایک تو یہ جو بیٹی تھی جو اس کی بیوی بھی ہے، اور دوسری دو بیٹیاں جو اس سے پیدا ہوئیں۔ اب ان میں سے، اچھا آگے ذرا چلیں۔ ان دو بیٹیاں جو اس کی ہیں آخر میں پیدا ہوئیں، ان میں سے پھر ایک کا انتقال ہوا، اب اس کی وراثت تقسیم کرنی ہے۔ بیٹی کا کیا ہوا؟ انتقال ہوا۔ اب اس نے کس کس کو چھوڑا ہے؟ جی؟ ایک بہن کو چھوڑا اور ایک ماں کو چھوڑا، لیکن یہی ماں اس کی علاتی بہن بھی ہے۔ بھئی یہ جس شخص کی بیٹی ہے وہ بھی تو اسی کی بیٹی ہے، تو یہ علاتی بہن ہوئی یا نہ ہوئی؟ ہوئی۔ تو یہی اس کی ماں بھی ہے، یہی اس کی علاتی بہن بھی ہے۔ تو اگر ماں اور علاتی بہن الگ الگ ہوں تو دونوں کو کیا ملتا ہے؟ حصہ ملتا ہے، تو یہاں بھی اس ایک کو ہی ماں ہونے کی وجہ سے بھی حصہ ملے گا اور علاتی بہن کا بھی حصہ ملے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟

تو کہتے ہیں وَإِذَا اجْتَمَعَ لِلْمَجُوسِيِّ قَرَابَتَانِ اور جب جمع ہو جائیں کسی مجوسی کی ایسی دو قرابتیں لَوْ تَفَرَّقَتَا اگر وہ جدا جدا ہوتیں فِي شَخْصَيْنِ دو شخصوں کے اندر تو وَرِثَ أَحَدُهُمَا مَعَ الْآخَرِ تو ان میں سے ایک وارث ہوتا دوسرے کے ساتھ، یعنی یہ دو قرابتیں دو الگ الگ آدمیوں میں جمع ہوتیں تو دونوں کیا ہو جاتے؟ وارث ہو جاتے۔ وہ صورت نہیں جس میں ایک محجوب بن جاتا ہے، بعض اوقات ایک وارث دوسرے کی وجہ سے کیا بن جاتا ہے؟ محجوب، پھر تو یہاں بھی محجوب ہونے کی وجہ سے ایک کا حصہ ملے گا ایک کا حصہ نہیں۔ یہ وہ صورت ہے کہ دونوں جمع ہو جانے کے باوجود پھر بھی دونوں کیا بنتے ہوں؟ وارث بنتے ہوں، تو وَرِثَ بِهِمَا تو وہ مجوسی وارث ہو گا ان دونوں قرابتوں کی وجہ سے۔

وَلَا يَرِثُ الْمَجُوسِيُّ بِالْأَنْكِحَةِ الْفَاسِدَةِ الَّتِي يَسْتَحِلُّونَهَا فِي دِينِهِمْ۔ کہتے ہیں وارث نہیں ہو گا مجوسی بِالْأَنْكِحَةِ الْفَاسِدَةِ ان فاسد نکاحوں کی وجہ سے الَّتِي يَسْتَحِلُّونَهَا فِي دِينِهِمْ جن کو وہ حلال سمجھتے ہیں اپنے دین میں۔ بھئی دیکھو یہ اپنی ماں سے بھی نکاح کرتے ہیں اسے اپنے دین میں جائز سمجھتے ہیں، اپنی بیٹی سے بھی کرتے ہیں، اپنی بہن سے بھی نکاح کرتے ہیں اس کو اپنے دین میں۔ لیکن یہ تو نکاحِ فاسد ہیں بھئی۔ تو اب یہ نکاحِ فاسد کی وجہ سے کیا وارث بنیں گے ایک دوسرے کے؟ کہتے ہیں نہیں، نکاحِ فاسد کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا ایک مجوسی ہے اس نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا ہے، تو اب اس مجوسی کا انتقال ہوتا ہے تو وہ جو اس کی بیوی ہے وہ تو اس کی بیٹی بھی ہے، تو بیٹی ہونے کا تو اسے حصہ ملے گا لیکن بیوی ہونے کا حصہ نہیں ملے گا۔ کیوں نہیں ملے

گا؟ کیونکہ یہ نکاح ہی فاسد تھا۔ سمجھ میں آیا؟ تو نکاحِ فاسد اور صحیح کا پتہ کیسے چلے گا؟ کہتے ہیں بھئی دیکھو اگر یہ شخص مسلمان ہو جائے تو جس نکاح پر ہم اسے باقی رہنے دیں جس کی اسلام اجازت دے وہ نکاح صحیح ہو گا، اور جس کی اسلام کسی صورت میں اجازت نہیں دے گا سمجھ لو وہ کیا ہے؟ نکاحِ فاسد ہے۔ تو کہتے ہیں دوبارہ دیکھیے ترجمہ: وَلَا يَرِثُ الْمَجُوسِيُّ بِالْأَنْكِحَةِ الْفَاسِدَةِ الَّتِي يَسْتَحِلُّونَهَا فِي دِينِهِمْ اور وارث نہیں ہوتا مجوسی ان فاسد نکاحوں کی وجہ سے الَّتِي يَسْتَحِلُّونَهَا جنہیں وہ حلال سمجھتے ہیں فِي دِينِهِمْ اپنے دین میں۔

وَعَصَبَةُ وَلَدِ الزِّنَا وَوَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ مَوْلَى أُمِّهِمَا۔ بھئی ایک وَلَدُ الزِّنَا ہے بھئی، ایک عورت نے ایک بچے کو جنم دیا ہے زنا کی وجہ سے، تو اس کے عَصَبَہ کون ہوں گے بھئی؟ بھئی زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اس کی نسبت صرف ماں کی طرف ہوتی ہے، اس زانی کی طرف نسبت نہیں ہوتی بھئی۔ تو لہٰذا یہ تو صرف اس عورت کا بیٹا ہے، اب اس کے بھی کوئی عَصَبَہ، کون ہوں گے اس کے عَصَبَہ؟ کہتے ہیں جو بھئی اس کی ماں کا مُعْتِقٌ ہے وہ کیا ہو گا اس کا؟ عَصَبَہ ہو گا، جیسے وہ ماں کا عَصَبَہ ہے اس کا بھی کیا ہوا؟ عَصَبَہ ہوا۔ اسی طرح وَلَدُ الْمُلَاعَنَةِ ہے بھئی۔ مُلَاعَنَةٌ بھئی وہ عورت جس نے لِعَان کیا بھئی۔ کیا کیا؟ لِعَان کیا ہے۔ خاوند نے اس پر زنا کا الزام لگایا اور پھر قاضی کے پاس دونوں نے کیا کیا؟ ایک دوسرے پر لِعَان کیا، خاوند نے کہا یہ میرا بچہ نہیں ہے، اس نے بچے کو جنم دیا تھا خاوند نے کہا یہ میرا بچہ نہیں۔ تو قاضی کے پاس آ کر لِعَان کیا اور قاضی نے پھر ان میں جدائی کروا دی، اور یہ بچہ جو ہے جس کی وجہ سے لِعَان کیا گیا یہ بھی صرف ماں کا شمار ہو گا، اب اس کی نسبت باپ کی طرف نہیں ہو گی۔ تو بھئی اس کی تو باپ کی طرف نسبت ہی نہیں اور عَصَبَہ تو کہتے ہی کس کو تھے جو رشتہ دار تھے باپ کی طرف سے، تو اس کے عَصَبَہ کون ہوں گے؟ کہتے ہیں اس کے عَصَبَہ بھی اسی طرح اس کی ماں کا مولیٰ یعنی جو مُعْتِقٌ ہے وہ کیا ہو گا؟ اس کا بھی عَصَبَہ ہو گا۔ تو کہتے ہیں وَعَصَبَةُ وَلَدِ الزِّنَا وَلَدُ الزِّنَا کے عَصَبَہ وَوَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ اور لِعَان کرنے والی کے وَلَد کے عَصَبَہ جو ہیں مَوْلَى أُمِّهِمَا وہ ان کی ماں کا مولیٰ ہے یعنی مُعْتِقٌ ہے۔

وَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ حَمْلًا۔ صورت یہ بھئی: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کی بیوی حاملہ ہے بوقتِ انتقال۔ اب کیا کیا جائے؟ اس میت کی اور کوئی اولاد نہیں ہے۔ کہتے ہیں بھئی مال کو ابھی موقوف، وراثت کے مال کو تقسیم نہیں کریں گے، اسے موقوف رکھا جائے گا یہاں تک کہ بیوی بچے کو جنم دے دے، پھر وراثت تقسیم کریں گے تاکہ پتہ لگ جائے بیٹے کو جنم دیتی ہے یا بیٹی کو جنم دیتی ہے، ایک کو جنم دیتی ہے یا دو یا تین کتنوں کو بھئی۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو مال کو موقوف رکھیں گے۔ یہ اس وقت ہے جب میت کی اور کوئی اولاد نہیں ہے، یہی ایک حمل اس نے چھوڑا ہے بیوی کے پیٹ میں۔ اور اگر اور اولاد ہو پھر بڑی تفصیل ہے مسئلے کے اندر بھئی۔ جی دیکھیے بھئی۔ تو کہتے ہیں وَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ حَمْلًا جو شخص مر گیا اور اس نے حمل چھوڑا وُقِفَ مَالُهُ تو اس کا مال موقوف رہے گا حَتَّى تَضَعَ امْرَأَتُهُ حَمْلَهَا یہاں تک کہ جنم دے دے اس کی بیوی اس حمل کو فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى رَحْمَةً وَاسِعَةً کے قول میں۔

وَالْجَدُّ أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْإِخْوَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى۔ بھئی دادا اور، ایک شخص کا انتقال ہوا، دادا بھی زندہ ہے اور اس کے بھائی بھی زندہ ہیں، کون اولیٰ ہے؟ کون پہلے عَصَبَہ بنے گا بھئی؟ جو پہلے عَصَبَہ بنے گا وہ مال لے جائے گا۔ امام صاحب فرماتے ہیں دادا اولیٰ ہے۔ دادا کیا ہے؟ اولیٰ ہے بھائیوں سے۔ تو کہتے ہیں وَالْجَدُّ أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْإِخْوَةِ جد زیادہ لائق ہے میراث کے مِنَ الْإِخْوَةِ بھائیوں کے مقابلے میں عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ معلوم ہوا دادا مال لے جائے گا اور بھائی کیا ہوں گے؟ انہیں کچھ نہیں ملے گا کیونکہ عَصَبَہ دادا بن گیا پہلے، دادا نہ ہو تو پھر یہ بھائی عَصَبَہ بنیں گے بھئی۔ اچھا پھر ان کا درجہ ہے بھئی، سمجھ میں آیا؟ وراثت لے کر جائیں گے۔ دیکھیے ذرا گزشتہ كِتَابُ الْفَرَائِضِ جہاں ہم نے شروع کی تھی وہاں دیکھیے۔ دیکھیے وہاں عَصَبَہ کی کیا ترتیب بتلائی تھی؟ سب سے پہلا درجہ کس کا عَصَبَات میں؟ بیٹے کا، اس کے بعد پوتے کا نیچے تک، اس کے بعد والد کا، اس کے بعد دادا أَبُو الْأَبِ جو باپ کا باپ ہے، اس کے بعد وَالْأَخُ بھائی کا ہے۔ دیکھا بھائی کا درجہ کیا ہے؟ دادا کے بعد ہے۔ یہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق ترتیب بتلائی بھئی۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى يُقَاسِمُ إِلَّا أَنْ تَنْقُصَهُ الْمُقَاسَمَةُ مِنَ الثُّلُثِ۔ جب کہ صاحبین رَحِمَهُمَا اللهُ فرماتے ہیں يُقَاسِمُ وہ ان کے ساتھ مال تقسیم کرے گا۔ دادا بھائی کے ساتھ مال کیا کرے گا؟ تقسیم، یعنی مال ان دونوں میں تقسیم ہو گا، یہ برابر کے درجے کے ہیں إِلَّا أَنْ تَنْقُصَهُ الْمُقَاسَمَةُ مِنَ الثُّلُثِ مگر یہ کہ یہ جو باہم آپس میں مال تقسیم کرنا ہے یہ کم کر دیتا ہے اس دادا کے حصے کو ثُلُث سے۔ کیا کر دے؟ ثُلُث سے کم کر دے تو پھر اس صورت میں دادا ثُلُث لے جائے گا۔ کیا لے جائے گا؟ ثُلُث لے جائے گا۔ بھئی عَصَبَہ کون ہیں؟ کن کو چھوڑا اس نے؟ جی؟ دادا اور بھائی۔ تو دادا اور بھائی کے درمیان مال تقسیم کریں گے۔ لیکن اگر ایسی صورت آتی ہے کہ تقسیم کرنے سے دادا کا حصہ کیا ہوتا ہے؟ ثُلُث سے کم ہو جاتا

ہے تو وہ ثُلُث لے لے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ جیسے دیکھو: دادا ہے اور ایک بھائی۔ صاحبین فرماتے ہیں ان کے درمیان پہلے کیا کرو؟ مال کو تقسیم کرو۔ تو ان میں مال تقسیم کیا، آدھا دادا کو ملا، آدھا بھائی کو مل گیا۔ تو آدھا ثُلُث سے زائد ہے یا کم ہے؟ ثُلُث سے زائد ہے لہٰذا ٹھیک ہے بھئی۔ پھر بھئی دادا اور دو بھائی چھوڑے۔ اب کیا کریں گے؟ کہتے ہیں بھئی تینوں میں مال تقسیم کریں گے اسی طرح۔ تو اب ایک طرف ہے ثُلُث، ایک طرف ہے باہمی تقسیم۔ آپس میں تقسیم کریں پھر کتنا ملے گا دادا کو؟ ثُلُث ہی ملے گا، تین آدمی ہو گئے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا، دوسری طرف بھی ثُلُث تھا، برابر ہے ایک ہی بات ہے۔ ہاں تین بھائی ہو جاتے ہیں یا چار تو حصہ کم ہو جائے گا۔ مثلاً دادا ہے اور تین بھائی ہیں میت کے، تو ان سب میں مال برابر تقسیم کریں کتنے حصے کرنا پڑتے ہیں؟ چار۔ تو اس صورت میں دادا کو چوتھا ملتا ہے اور چوتھا حصہ تیسرے حصے سے کم ہے، تو اب دادا کتنا لے لے گا؟ ثُلُث لے لے گا، اور جو باقی بچے گا وہ بھائی آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ یہ معنی ہے يُقَاسِمُ کہ وہ کیا کرے گا؟ ان کے ساتھ مال تقسیم کرے گا، باہم وہ آپس میں مال تقسیم کریں گے إِلَّا أَنْ تَنْقُصَهُ الْمُقَاسَمَةُ مِنَ الثُّلُثِ مگر یہ کہ وہ مقاسمہ کم کر دے اس کے حصے کو ثُلُث سے۔

وَإِذَا اجْتَمَعَ الْجَدَّاتُ فَالسُّدُسُ لِأَقْرَبِهِنَّ اور جب جمع ہو جائیں کئی جَدَّات، کئی دادیاں نانیاں تو سُدُس جو ہے ان میں جو سب سے قریبی ہے اس کے لیے ہو گا کیونکہ جب قریب والی ہے تو دور والی کیا ہو جائیں گی؟ ساقط ہو جائیں گی۔ وَيَحْجُبُ الْجَدُّ أُمَّهُ اور محجوب کر دیتا ہے دادا اپنی ماں کو۔ دادا کیا کر دیتا ہے اپنی ماں کو؟ محجوب کر دیتا ہے۔ بھئی دیکھیے دادا کی ماں یہ کون بنی؟ پر دادی، تو وہ تو دادا سے بھی اوپر ہے اور آپ نے پڑھا ہے جب قریب والا موجود ہو تو دور والے کو حصہ نہیں ملتا، لہٰذا اسی لیے کہا کہ دادا جو ہے وہ محجوب کر دے گا اپنی ماں کو۔ وَلَا تَرِثُ أُمُّ أَبِي الْأُمِّ بِسَهْمٍ اور وارث نہیں ہو گی کسی حصے کی، کون نہیں ہو گی وارث؟ أُمُّ أَبِي الْأُمِّ ماں کے باپ کی ماں۔ ماں کا باپ کون؟ نانا، نانا کی ماں، پر نانی بھئی۔ کون ہوئی؟ پر نانی۔ تو بیچ میں نانا آئے بھئی۔ تو آپ نے پڑھا تھا نانا کے واسطے سے جو پر نانی بنتی ہے وہ جَدَّةٌ فَاسِدَةٌ ہے، اور ہم نے کہا تھا وراثت میں جَدَّةٌ فَاسِدَةٌ کا حصہ نہیں ہے بلکہ کس کا ہے؟ جَدَّةٌ صَحِيحَةٌ کا، اس لیے وہ کسی حصے کی وارث نہیں ہو گی بھئی۔ تو کہتے ہیں وَلَا تَرِثُ أُمُّ أَبِي الْأُمِّ بِسَهْمٍ اور وارث نہیں ہو گی ماں کے باپ کی ماں بِسَهْمٍ کسی حصے کی۔ وَكُلُّ جَدَّةٍ تَحْجُبُ أُمَّهَا اور ہر جَدَّةٌ جو ہے وہ محجوب کر دیتی ہے اپنی ماں کو۔ جَدَّةٌ کی ماں کی بات ہو رہی ہے، جَدَّةٌ کیا کر دیتی ہے اپنی ماں کو؟ محجوب، یعنی دادی اپنی ماں کو کیا کر دے گی؟ محجوب، وہ پر دادی ہوئی بھئی، تو یہ دادی کی ماں، تو دادی جب ہے تو پھر تو پر دادی کو کچھ نہیں ملے گا۔ تو یہ معنی ہے کہ ہر دادی وہ محجوب کر دے گی اپنی ماں کو۔

بَابُ ذَوِي الْأَرْحَامِ۔ یہ باب ہے ذَوِي الْأَرْحَامِ کے بیان میں۔ بھئی نسبی ذَوِي الْفُرُوضِ پر ہم نے رَدّ کیا، تو فرض کرو کوئی تھا ہی نہیں ان میں سے بھئی، تو اب مال کس کو دیا جائے گا؟ ذَوِي الْأَرْحَامِ بھئی۔ اور ذَوِي الْأَرْحَامِ کن کو کہتے تھے؟ یہ عَصَبَات کے علاوہ جو رشتہ دار ہیں وہ کیا ہیں؟ ذَوِي الْأَرْحَامِ ہیں۔ کہتے ہیں وَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ عَصَبَةٌ وَلَا ذُو سَهْمٍ وَرِثَهُ ذَوُو الْأَرْحَامِ جب نہ ہو میت کے کوئی عَصَبَہ وَلَا ذُو سَهْمٍ اور نہ ہی کوئی ذُو سَهْمٍ ہو یعنی ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے بھی کوئی نہ ہو وَرِثَهُ ذَوُو الْأَرْحَامِ تو اس کے وارث کون ہوں گے؟ ذَوُو الْأَرْحَامِ ہوں گے وَهُمْ عَشَرَةٌ اور وہ کتنے ہیں؟ وہ دس ہیں: وَلَدُ الْبِنْتِ بیٹی کی اولاد۔ یاد رکھیے یہ وَلَدٌ کا لفظ جو ہے واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب پہ بولا جاتا ہے بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو کہتے ہیں ذَوُو الْأَرْحَامِ جو ہیں وہ دس ہیں: وَلَدُ الْبِنْتِ بیٹی کی اولاد، بھئی بیٹی کی اولاد کیا ہے؟ نواسہ نواسی بھئی نیچے تک۔ وَوَلَدُ الْأُخْتِ اور بہن کی اولاد، بہن کی اولاد یعنی کون؟ بھانجا بھانجی وغیرہ نیچے تک۔ وَبِنْتُ الْأَخِ اور بھائی کی بیٹی، بھائی کی بیٹی کون ہوئی؟ بھتیجی۔ ہاں بھتیجا نہیں، اس نے بھائی نہ ہو تو بھتیجا عَصَبَہ بنتا ہے، سمجھ میں آیا بھئی؟ ہاں بھتیجی یہ ذَوِي الْأَرْحَامِ میں سے ہے۔ تو یہ بھتیجی وَبِنْتُ الْعَمِّ اور چچا کی بیٹی، چچا کا بیٹا وہ تو عَصَبَہ ہے بھئی، ہاں چچا کی جو بیٹی ہے وہ کیا ہے؟ چچا کی بیٹی وہ ذَوُو الْأَرْحَامِ میں سے ہے۔ وَالْخَالُ اور ماموں ہے، وَالْخَالَةُ اور خالہ ہے، وَأَبُو الْأُمِّ اور ماں کا باپ یعنی کون؟ اور نانا ہے، وَالْعَمُّ لِأُمٍّ اور ماں شریک چچا یعنی اخیافی چچا، وَالْعَمَّةُ اور پھوپھی، وَوَلَدُ الْأَخِ مِنَ الْأُمِّ، أَخٌ مِنَ الْأُمِّ کون ہے؟ ماں شریک بھائی یعنی اخیافی بھائی، اس کی اولاد، وَوَلَدُ الْأَخِ مِنَ الْأُمِّ اخیافی بھائی کی اولاد۔ وَمَنْ أَدْلَى بِهِمْ، أَدْلَى يُدْلِي کے معنی ہیں منسوب ہونا، وَمَنْ أَدْلَى بِهِمْ اور وہ جو ان کی وجہ سے منسوب ہے میت کی طرف یعنی ان کی آگے اولاد وغیرہ، بیٹی ہے پھر بیٹی کی اولاد پھر اس کی اولاد کی اولاد بھئی اسی طرح، تو جو ان کی وجہ سے منسوب ہے میت کی طرف بھئی اس کا بھی وہی درجہ ہو گا۔

فَأَوْلَاهُمْ مَنْ كَانَ مِنْ وَلَدِ الْمَيِّتِ پس ان میں سب سے اولیٰ کون ہے بھئی؟ یہ ہیں تو دس، اول کس کو دیں گے ذَوِي الْأَرْحَامِ میں سے؟ کہتے ہیں فَأَوْلَاهُمْ ان میں سے اولیٰ جو ہے مَنْ كَانَ مِنْ وَلَدِ الْمَيِّتِ جو میت کی اولاد میں سے ہو یعنی نواسہ نواسی، میت کے نیچے کی طرف جو اولاد ہے۔ ثُمَّ وَلَدُ الْأَبَوَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا پھر ماں باپ کی جو اولاد ہے، میت کے ماں باپ کی جو اولاد ہے أَوْ أَحَدِهِمَا یا ان میں سے کسی ایک کی جو اولاد ہے۔ بھئی میت

کے ماں باپ کی اولاد تو بھائی وغیرہ بھی ہیں لیکن وہ عَصَبَات میں ہیں ان کی بات نہیں کر رہے، ان کے علاوہ کی بات چل رہی ہے۔ ان کے علاوہ اب دیکھو کون ہے؟ میت کے والدین کی اولاد أَوْ أَحَدِهِمَا یا ان میں سے کسی ایک کی اولاد بھئی، وَهُمْ وہ یہ ہیں مولانا خود بتلا رہے ہیں: وَهُمْ بَنَاتُ الْإِخْوَةِ اور وہ بھائیوں کی بیٹیاں ہیں یعنی بھتیجیاں ہیں، بھتیجا میں نے بتایا نہیں، وَأَوْلَادُ الْأَخَوَاتِ اور بہنوں کی اولاد ہیں یعنی بھانجے بھانجیاں۔ ثُمَّ وَلَدُ أَبَوَيْ أَبَوَيْهِ پھر اس میت کے والدین کے والدین کی اولاد بھئی أَوْ أَحَدِهِمَا یا ان میں سے کسی ایک کی اولاد۔ بھئی وہ کون ہیں؟ کہتے ہیں وَهُمُ الْأَخْوَالُ وَالْخَالَاتُ وَالْعَمَّاتُ اور وہ ماموں ہیں اور خالائیں ہیں اور پھوپھیاں ہیں۔

وَإِذَا اسْتَوَى وَارِثَانِ فِي دَرَجَةٍ فَأَوْلَاهُمْ مَنْ أَدْلَى بِوَارِثٍ وَأَقْرَبُهُمْ أَوْلَى مِنْ أَبْعَدِهِمْ اور جب برابر ہو جائیں دو وارث کسی ایک درجے میں تو ان میں سے زیادہ اولیٰ جو ہے وہ ہے أَدْلَى بِوَارِثٍ جو منسوب ہوتا ہے بِوَارِثٍ کسی وارث کے ذریعے۔ دیکھیے یہ آپ کے حاشیے میں اس کی مثال دی ہوئی ہے، دو نمبر حاشیہ ہے وَإِذَا اسْتَوَى پر ہے۔ کہتے ہیں كَرَجُلٍ مَاتَ جیسے ایک آدمی اس کا انتقال ہوا وَتَرَكَ ابْنَةَ عَمٍّ اور اس نے ایک چچا کی بیٹی چھوڑی وَابْنَ عَمَّةٍ اور پھوپھی کا بیٹا چھوڑا۔ چچا کی بیٹی اور پھوپھی کا بیٹا۔ اب کس کو دیں گے مال؟ کہتے ہیں بھئی دیکھیے چچا کی بیٹی اور دوسری طرف کون ہے؟ پھوپھی کا بیٹا۔ ہاں دیکھو اس میں سے چچا عَصَبَہ ہے اور پھوپھی عَصَبَات میں سے نہیں، تو لہٰذا چچا کے ساتھ معلوم ہوا تعلق قوی ہے تو اس کی جو اولاد ہو گی وہ اولیٰ ہو گی، یعنی چچا کی بیٹی کو کیا کر دیں گے؟ مال دے دیں گے۔ یہ معنی ہے کہ اب دیکھو حالانکہ دونوں برابر ہیں بھئی، ایک طرف چچا کی بیٹی ہے تو دوسری طرف پھوپھی کا بیٹا ہے بھئی، رشتہ برابر کا ہے لیکن وراثت کے اعتبار سے کون قوی ہے؟ چچا قوی ہے تو لہٰذا اس کا لحاظ رکھیں گے۔ تو کہتے ہیں دوبارہ دیکھیے: وَإِذَا اسْتَوَى وَارِثَانِ فِي دَرَجَةٍ جب برابر ہو جائیں دو وارث کسی ایک درجے میں فَأَوْلَاهُمْ تو ان میں سے اولیٰ جو ہے مَنْ أَدْلَى بِوَارِثٍ وہ جو منسوب ہے میت کی طرف کسی وارث کے ذریعے وَأَقْرَبُهُمْ أَوْلَى مِنْ أَبْعَدِهِمْ اور جو زیادہ قریبی ہو گا ان ذَوِي الْأَرْحَامِ میں سے وہ اولیٰ ہو گا دور والوں سے، جب قریب والے ہیں تو ان کو دے دیں گے بعید والوں کو پھر نہیں دیں گے۔

وَأَبُو الْأُمِّ أَوْلَى مِنْ وَلَدِ الْأَخِ وَالْأُخْتِ اور أَبُو الْأُمِّ بھئی ماں کا باپ وہ کون ہے؟ نانا۔ نانا وہ اولیٰ ہے مِنْ وَلَدِ الْأَخِ وَالْأُخْتِ بھائی اور بہن کی اولاد سے، یعنی بھتیجی اور بھانجے بھانجی سے نانا اولیٰ ہے۔ صورت سمجھ میں آ گئی بھئی؟ نانا کو پہلے دیں گے۔ وَالْمُعْتِقُ أَحَقُّ بِالْفَاضِلِ مِنْ سَهْمِ ذَوِي السِّهَامِ إِذَا لَمْ تَكُنْ عَصَبَةٌ سِوَاهُ اور جو آزاد کرنے والا ہے، اچھا بھئی دیکھیے وارثوں کی ترتیب کس طرح تھی؟ سب سے پہلے کس کو دیں گے؟ ذَوِي الْفُرُوضِ کو دیتے تھے، اس کے بعد عَصَبَۂ نَسَبِی کو، پھر اس کے بعد عَصَبَۂ سَبَبِی کو۔ معلوم ہوا یہ کیا ہیں؟ وارثوں سے مقدم ہیں۔ یہی بات کر رہے ہیں کہتے ہیں وَالْمُعْتِقُ أَحَقُّ بِالْفَاضِلِ آزاد کرنے والا زیادہ حقدار ہوتا ہے بِالْفَاضِلِ وہ جو زائد ہے مِنْ سَهْمِ ذَوِي السِّهَامِ ذَوِی الْفُرُوضِ کے حصے میں سے إِذَا لَمْ تَكُنْ عَصَبَةٌ سِوَاهُ جب اس کے علاوہ اور کوئی عَصَبَہ نہ ہو تو پھر یہ عَصَبَہ ہے۔

وَمَوْلَى الْمُوَالَاةِ يَرِثُ اور مَوْلَى الْمُوَالَاةِ وہ وارث ہوتا ہے۔ بھئی وارثوں کی ترتیب کیا پڑھی تھی؟ سب سے پہلے ذَوِی الْفُرُوضِ کو دیں گے، اس کے بعد کسے دیں گے؟ عَصَبَۂ نَسَبِی کو دیں گے، اس کے بعد عَصَبَۂ سَبَبِی کو دیں گے، اس کے بعد عَصَبَۂ سَبَبِی کے جو عَصَبَات ہیں انہیں دیں گے، اس کے بعد کیا کریں گے؟ نسبی ذَوِي الْفُرُوضِ پر ان کے حصوں کے بقدر رَدّ ہو گا، اس کے بعد کس کو دیں گے؟ ذَوِي الْأَرْحَامِ کو دیں گے، اس کے بعد مَوْلَى الْمُوَالَاةِ کو دیں گے۔ معلوم ہوا مَوْلَى الْمُوَالَاةِ ہمارے نزدیک وارث بنتا ہے، وہ اس عقد کے مطابق کیا بن جاتا ہے؟ وارث بنتا ہے۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں کہ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ جو ہے وہ وارث ہوتا ہے بھئی۔ کہتے ہیں وَمَوْلَى الْمُوَالَاةِ يَرِثُ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ وارث ہوتا ہے۔

وَإِذَا تَرَكَ الْمُعْتَقُ أَبَا مَوْلَاهُ وَابْنَ مَوْلَاهُ فَمَالُهُ لِلِابْنِ عِنْدَهُمَا وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى لِلْأَبِ السُّدُسُ وَالْبَاقِي لِلِابْنِ۔ صورت یہ کہ مُعْتَقٌ جو ہے وہ آزاد جس کو کیا گیا تھا اس کا انتقال ہوا اور اس کے عَصَبَاتِ نسبیہ میں سے کوئی نہیں ہے، اب عَصَبَۂ سَبَبِی کی طرف ہم چلے گئے، عَصَبَۂ سَبَبِی وہ مُعْتِقٌ تھا آزاد کرنے والا، اس کا بھی انتقال ہو چکا ہے، ہاں اس کا والد زندہ ہے اور اس کا بیٹا زندہ ہے۔ مُعْتَقٌ کا جو آقا تھا اس کا باپ بھی زندہ اور اس کا بیٹا بھی زندہ ہے۔ اب مال کس کو دیں گے؟ کون زیادہ قریبی عَصَبَہ ہے؟ طرفین رَحِمَهُمَا اللّٰهُ یعنی امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیٹا جو ہے وہ قریبی عَصَبَہ ہے تو سارا مال اس کو باقی دے دیں گے اور اس کے آقا کے والد کو کچھ نہیں ملے گا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں، یہاں بھی وہ وراثت کی طرح تقسیم کریں گے، اور وراثت کے اندر والد اور بیٹا ہوں تو والد ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ہو جاتا ہے اور اسے چھٹا حصہ ملتا ہے، تو یہاں بھی والد کو جو مال بچا ہے اس کا چھٹا حصہ دے دیں گے اور باقی

مال کس کے حوالے کر دیں گے؟ بیٹے کے حوالے۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ تو کہتے ہیں وَإِذَا تَرَكَ الْمُعْتَقُ أَبَا مَوْلَاهُ جب چھوڑا مُعْتَقٌ نے أَبَا مَوْلَاهُ اپنے آقا کے باپ کو وَابْنَ مَوْلَاهُ اور اپنے آقا کے بیٹے کو فَمَالُهُ لِلِابْنِ عِنْدَهُمَا تو اس مُعْتَقٌ کا مال جو ہے وہ اس کے آقا کے بیٹے کے لیے ہو گا عِنْدَهُمَا طرفین رَحِمَهُمَا اللّٰهُ کے نزدیک وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْأَبِ السُّدُسُ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے باپ کے لیے سُدُس ہو گا وَالْبَاقِي لِلِابْنِ اور باقی کس کے لیے ہو گا؟ بیٹے کے لیے ہو گا۔

دوسری صورت اب ایک ذکر کر رہے ہیں کہتے ہیں فَإِنْ تَرَكَ جَدَّ مَوْلَاهُ وَأَخَا مَوْلَاهُ۔ بھئی مُعْتَقٌ کا انتقال ہوا اور مُعْتِقٌ کا بھی کیا ہو چکا ہے؟ انتقال بھئی۔ مال ہم نے مُعْتِقٌ کو اب دینا تھا اور کوئی عَصَبَۂ نَسَبِی تھا نہیں تو اب کس کی طرف چلے گئے ہم؟ عَصَبَۂ سَبَبِی یعنی مُعْتِقٌ کی طرف، لیکن مُعْتِقٌ بھی نہیں تھا تو پھر ہم اس مُعْتِقٌ کے عَصَبَات کی طرف گئے، تو اس کے عَصَبَات میں سے اس کا دادا بھی زندہ ہے اور اس کا بھائی بھی زندہ ہے۔ اب کس کو دیں گے؟ امام صاحب فرماتے ہیں بھئی بات پہلے گزر چکی ہے، دادا اور بھائی میں سے کون مقدم ہے؟ دادا مقدم ہے تو دادا کو دے دیں گے۔ جب کہ صاحبین رَحِمَهُمَا اللّٰهُ کیا فرماتے ہیں؟ کہ دادا بھائی کے ساتھ کیا کرے گا؟ مال کو تقسیم کیا کرتا ہے تو یہاں بھی دونوں کیا کر لیں گے؟ مال کو تقسیم۔ تو امام صاحب کے نزدیک مال باقی سارا دادا کو دے دیں گے، بھائی کو کچھ نہیں ملے گا، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں کے درمیان مال کو تقسیم کر دیں گے۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ تَرَكَ جَدَّ مَوْلَاهُ اگر چھوڑا مُعْتَقٌ نے جَدَّ مَوْلَاهُ اپنے آقا کے دادا کو وَأَخَا مَوْلَاهُ اور اپنے آقا کے بھائی کو فَالْمَالُ لِلْجَدِّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تو مال جو ہو گا وہ دادا کے لیے ہو گا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ بَيْنَهُمَا اور صاحبین رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فرماتے ہیں کہ مال ان دونوں کے درمیان ہو گا یعنی ان میں تقسیم ہو گا۔

وَلَا يُبَاعُ الْوَلَاءُ وَلَا يُوهَبُ اور یہ جو مال ملا ہے یہ وَلَاءٌ ہے بھئی، آپ جانتے ہیں بھئی اس کو کیا کہتے ہیں؟ وَلَاءٌ کہتے ہیں۔ تو کیا اس وَلَاءٌ کو کوئی بیچ سکتا ہے؟ ایک آدمی نے غلام آزاد کیا تو یہ آزاد کرنے والا اس کی وَلَاءٌ کا مستحق ہے۔ کیا ہے اس کی وَلَاءٌ کا؟ مستحق ہے۔ بھئی یہ عَصَبَۂ سَبَبِی بنایا نہیں اس کا؟ تو اس کو وَلَاءٌ مال ملے گا یا نہیں ملے گا اگر عَصَبَۂ نَسَبِی نہ ہوا؟ اس کو وَلَاءٌ کہتے ہیں یہ جو مال اس کو ملتا ہے، تو یہ وَلَاءٌ کا مستحق ہوا۔ تو کیا اس وَلَاءٌ کو وہ بیچ سکتا ہے، کسی اور کو بیچ دے کہ چلو بھئی جو اس سے پھر میراث ملے گی وَلَاءٌ وہ میں نہیں لوں گا بلکہ تم لے لینا، اتنے پیسے مجھے اس کا عوض دے دو، کیا بیچ سکتا ہے؟ یا کسی کو ہبہ کر سکتا ہے یہ وَلَاءٌ؟ کہتے ہیں نہیں بھئی، وَلَاءٌ کو بیچا یا ہبہ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ وَلَاءٌ بھی نسب کی طرح ہے، نسب کی طرح رشتہ داری ہے، اور نسب کو جیسے بیچا یا ہبہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح وَلَاءٌ کو بھی بیچا یا ہبہ نہیں کیا جا سکتا۔ تو کہتے ہیں وَلَا يُبَاعُ الْوَلَاءُ وَلَا يُوهَبُ اور بیچا نہیں جائے گا وَلَاءٌ کو اور نہ ہی ہبہ کیا جائے گا۔ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۶: باب حساب الفرائض (۱): اصولِ مسائل، عول، تصحیح اور قرض خواہوں و ورثاء کے درمیان تقسیمِ ترکہ کا حسابی طریقۂ کار

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۴—بتاریخ: ۱ جولائی ۲۰۰۸ء

متنِ مختصر القدوری کی قراءت

بَابُ حِسَابِ الْفَرَائِضِ۔ إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ نِصْفٌ وَنِصْفٌ أَوْ نِصْفٌ وَمَا بَقِيَ فَأَصْلُهَا مِن اثْنَيْنِ۔ وَإِنْ كَانَ فِيهَا ثُلُثٌ وَمَا بَقِيَ أَوْ ثُلُثَانِ وَمَا بَقِيَ فَأَصْلُهَا مِنْ ثَلَاثَةٍ۔ وَإِنْ كَانَ فِيهَا رُبُعٌ وَمَا بَقِيَ أَوْ رُبُعٌ وَنِصْفٌ فَأَصْلُهَا مِنْ أَرْبَعَةٍ۔[1]

متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل

جی بَابُ حِسَابِ الْفَرَائِضِ بھئی۔ یہ باب ہے فرائض کے حساب میں یعنی حصوں کے حساب میں، یعنی آسان لفظوں میں یوں کہیں مسئلہ کیسے بنایا جائے گا بھئی، سمجھ میں آیا؟ کس طرح ہر ایک کا حصہ نکالا جائے گا۔ تو میں نے آپ کو کچھ قوانین لکھوائے تھے بھئی مسئلہ بنانے کا طریقہ اور اس کے تحت چھ قوانین لکھوائے تھے، یہاں پر انہی کی تفصیل بیان ہوگی۔ اسی طرح تصحیح کے قوانین جو لکھوائے تھے وہ بھی آجائیں گے، مُنَاسَخَہ بھی آجائے گا، جو مسئلہ بنانے کی صورتیں تھیں وہ سب آئیں گی۔ تو وہ ساری باتیں بھی صاحبِ قدوری ذکر کریں گے اور کچھ اور مزید مفید باتیں بھی ذکر کریں گے۔

کہتے ہیں إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ نِصْفٌ وَنِصْفٌ جب مسئلہ میں نِصْف اور نِصْف ہو یعنی دو نِصْف ہوں أَوْ نِصْفٌ وَمَا بَقِيَ یا ایک نِصْف اور مَا بَقِيَہ ہو بھئی۔ دو نِصْف ہوں اور یا ایک نِصْف اور مَا بَقِيَہ ہو فَأَصْلُهَا مِن اثْنَيْنِ تو اس مسئلے کی اصل کس سے ہوگی؟ دو سے، یعنی دو سے مسئلہ بن جائے گا بھئی۔

وَإِنْ كَانَ فِيهَا ثُلُثٌ وَمَا بَقِيَ اور اگر اس مسئلے کے اندر ثُلُث اور مَا بَقِيَہ ہو أَوْ ثُلُثَانِ وَمَا بَقِيَ یا دو ثُلُث اور مَا بَقِيَہ ہوں فَأَصْلُهَا مِنْ ثَلَاثَةٍ تو مسئلہ کس سے ہوگا؟ مسئلہ کی اصل تین سے ہوگی بھئی۔ میں نے بتلایا تھا ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ایک ہی آگیا تو اسی کے حصے سے کیا کر لیں گے؟ مسئلہ بنالیں گے۔

وَإِنْ كَانَ فِيهَا رُبُعٌ وَمَا بَقِيَ أَوْ رُبُعٌ وَنِصْفٌ فَأَصْلُهَا مِنْ أَرْبَعَةٍ اور اگر اس مسئلے کے اندر رُبُع ہے اور مَا بَقِيَہ، تو دیکھو ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے معلوم ہوا ایک ہی آیا ہے اس کا حصہ رُبُع ہے، تو اسی رُبُع کے عدد سے کیا بن جائے گا؟ مسئلہ بنے گا أَرْبَعَةٌ سے۔ أَوْ رُبُعٌ وَنِصْفٌ یا ایک مسئلہ میں کیا آیا؟ رُبُع اور نِصْف۔ اور رُبُع اور نِصْف ایک ہی نوع کے ہیں یا الگ الگ نوع کے؟ ایک ہی نوع کے ہیں، اور جب ایک ہی نوع کے ہوں تو سب سے جو

[1] حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص ۲۴۸): ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ كَانَ فِيهَا ثُلُثٌ وَمَا بَقِيَ أَوْ ثُلُثَانِ وَمَا بَقِيَ فَأَصْلُهَا مِنْ ثَلَاثَةٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن كان ثلث وما بقي أو ثلثان وما بقي فأصلها من ثلاثة» منقول ہے۔

چھوٹا حصہ ہوتا ہے اس سے مسئلہ بنتا ہے۔ اب آپ بتایئے نِصف چھوٹا ہوتا ہے یا رُبع چھوٹا ہوتا ہے؟ رُبع چھوٹا ہے تو رُبع کا عدد کون سا ہے؟ چار، اسی سے مسئلہ بنے گا۔ اسی لیے کہا کہ اگر مسئلے کے اندر رُبع اور مَا بَقِيَہ ہو یا رُبع اور نِصف ہو فَأَصْلُهَا مِنْ أَرْبَعَةٍ تو اس مسئلہ کی اصل کس سے ہو گی؟ أَرْبَعَةٌ یعنی چار سے ہو گی۔

وَإِنْ كَانَ فِيهَا ثُمُنٌ وَمَا بَقِيَ أَوْ ثُمُنٌ وَنِصْفٌ فَأَصْلُهَا مِنْ ثَمَانِيَةٍ اور اگر مسئلہ کے اندر ثُمُن یعنی آٹھواں حصہ اور مَا بَقِيَہ ہو یا آٹھواں حصہ اور نِصف ہو فَأَصْلُهَا مِنْ ثَمَانِيَةٍ تو اس مسئلہ کی اصل کس سے ہو گی؟ آٹھ سے۔

وَإِنْ كَانَ فِيهَا نِصْفٌ وَثُلُثٌ أَوْ نِصْفٌ وَسُدُسٌ فَأَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ۔ بھئی آپ کو بتلایا تھا قانون نمبر چار کیا تھا؟ کہ نوعِ اول کا نِصف اگر کس کے ساتھ جمع ہو جائے؟ نوعِ ثانی کے کسی کے ساتھ بھی جمع ہو جائے، ثُلُث، ثُلُثَان یا سُدُس، تو وہ مسئلہ کس سے بنے گا؟ چھ سے۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں کہتے ہیں اگر مسئلہ کے اندر نِصف ہو اور ثُلُث ہو یا نِصف ہو اور سُدُس ہو فَأَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ تو اس مسئلہ کی اصل کس سے ہو گی؟ چھ سے ہو گی۔ وَتَعُولُ إِلَى سَبْعَةٍ وَثَمَانِيَةٍ وَتِسْعَةٍ وَعَشَرَةٍ اور چھ کے اندر عَوْل ہو گا سات، آٹھ، نو اور دس تک بھئی۔ چھ کا عَوْل سات تک بھی ہو سکتا ہے، آٹھ تک بھی، نو تک بھی اور دس تک بھی۔[۲]

وَإِنْ كَانَ مَعَ الرُّبُعِ ثُلُثٌ أَوْ سُدُسٌ۔ اور قانون نمبر پانچ یہ تھا کہ نوعِ اول کا رُبع آ جائے اور نوعِ ثانی کا کوئی بھی آ جائے تو اصلِ مسئلہ کس سے بنے گا؟ بارہ سے۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں کہتے ہیں وَإِنْ كَانَ مَعَ الرُّبُعِ اور اگر رُبع کے ساتھ ثُلُث آیا أَوْ سُدُسٌ یا کیا آیا؟ سُدُس آیا یعنی چھٹا حصہ آیا فَأَصْلُهَا مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ تو اس مسئلہ کی اصل کس سے ہو گی؟ بارہ سے۔ اور بارہ کا عَوْل کہاں تک ہوتا تھا؟ تیرہ، پندرہ اور سترہ تک۔ یہی بات بیان کر رہے ہیں آگے: وَتَعُولُ إِلَى ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَخَمْسَةَ عَشَرَ وَسَبْعَةَ عَشَرَ اور بارہ کا عَوْل ہو گا تیرہ اور پندرہ اور سترہ تک۔[۳]

وَإِذَا كَانَ مَعَ الثُّمُنِ سُدُسَانِ أَوْ ثُلُثَانِ۔ بھئی قانون نمبر چھ کیا پڑھا تھا؟ کہ اگر نوعِ اول کا ثُمُن نوعِ ثانی کے کسی کے ساتھ بھی آ جائے، ثُلُث، ثُلُثَان یا سُدُس کے ساتھ، تو اصلِ مسئلہ کس سے بنے گا؟ چوبیس سے۔ وہی بات بیان ہو رہی ہے کہتے ہیں وَإِذَا كَانَ مَعَ الثُّمُنِ سُدُسَانِ أَوْ ثُلُثَانِ اگر ثُمُن کے ساتھ دو سُدُس آ گئے یا دو ثُلُث آ گئے فَأَصْلُهَا مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ تو اس مسئلہ کی اصل کس سے ہو گی؟ چوبیس سے ہو گی وَتَعُولُ إِلَى سَبْعَةٍ وَعِشْرِينَ اور اس چوبیس کا عَوْل ہو گا ستائیس تک۔

وَإِذَا انْقَسَمَتِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى الْوَرَثَةِ فَقَدْ صَحَّتْ۔ کہتے ہیں بھئی جس سے مسئلہ بنایا ہے اگر وہ مسئلہ وارثوں پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے یعنی ہر وارث کا حصہ نکل آتا ہے تو پھر اب تصحیح کی کوئی ضرورت نہیں، مسئلہ صحیح ہو چکا بھئی۔ کہتے ہیں وَإِذَا انْقَسَمَتِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى الْوَرَثَةِ جب تقسیم ہو جائے مسئلہ وارثوں پر فَقَدْ صَحَّتْ تو مسئلہ صحیح ہو گیا، اب تصحیح کی ضرورت نہیں۔

وَإِنْ لَمْ تَنْقَسِمْ سِهَامُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ عَلَيْهِمْ اور اگر تقسیم نہیں ہوتے کسی فریق کے حصے ان میں سے اس پر فَاضْرِبْ عَدَدَهُمْ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ تو ضرب دے دو اس کے عدد کو اصلِ مسئلہ میں۔ تو پھر بتلایا تھا بھئی عددِ رُؤُوس کو کیا کریں گے؟ اصلِ مسئلہ میں ضرب دے دیں گے۔ وَعَوْلِهَا، عددِ رُؤُوس کو کس کے اندر ضرب دے دیں گے؟ اصلِ مسئلہ میں، فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ پر عطف ہے عَوْلِهَا کا، اصلِ مسئلہ میں ضرب دیں گے یا اس مسئلہ کے عَوْل میں ضرب دیں گے إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً اگر وہ مسئلہ عَوْل والا تھا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ بھئی ایک تو ہے آپ نے عدد سے اصلِ مسئلہ بنایا مخرج نکل آیا، تو اگر وہیں پر بات ختم ہو گئی تھی تو اسی سے ضرب دے دیں گے، اور اگر اس کا عَوْل ہوا تھا تو عددِ رُؤُوس کو کس سے ضرب دینا پڑے گی؟ اس عَوْل سے۔ فَمَا خَرَجَ صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْأَلَةُ پس جو نکلے گا اس سے صحیح ہو جائے گا مسئلہ۔[۴]

---

[۲] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «سُدُس ہو فَأَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «سدس فأصلها من ستة» منقول ہے۔

[۳] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَتَعُولُ إِلَى ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَخَمْسَةَ عَشَرَ وَسَبْعَةَ عَشَرَ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وتعول إلى ثلاثة عشر وخمسة عشرة وسبعة عشر» منقول ہے۔

[۴] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۸):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «وَإِنْ لَمْ تَنْقَسِمْ سِهَامُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ عَلَيْهِمْ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «وإن لم تنقسم سهام فريق عليهم» منقول ہے۔

كَامْرَأَةٍ وَأَخَوَيْنِ۔ جی صورت بناؤ بھئی، اپنے حاشیے پر ہی بنالو بھئی یہ صورت جلدی جلدی۔ میت بنایئے اسی طرح۔ كَامْرَأَةٍ وَأَخَوَيْنِ اس پر ایک نمبر لکھ لو بھئی اور آگے حاشیے میں اس کی صورت بنالو جلدی سے، ایک نمبر حاشیہ لکھ دو۔ میت بنالی بھئی؟ اچھا ایک بیوی ہے اور دو بھائی ہیں بھئی۔ زَوْجَہ اور دو أُخٌ، یا ایک بیوی اور دو بھائی یوں لکھ لیں۔ اچھا بھئی بیوی کے ساتھ اولاد نہ ہو تو اس کو کتنا حصہ ملتا ہے؟ رُبْع ملتا ہے۔ بیوی کے نیچے رُبْع لکھیے۔ اور دونوں بھائی وہ کیا ہیں؟ وہ عَصَبَہ ہیں۔ تو رُبْع ہی آیا ہے مسئلے میں، اسی کے عدد سے مسئلہ بنے گا۔ اوپر چار لکھیے، چار سے مسئلہ بنایئے۔ چار کا رُبْع بیوی کو ملا، کتنا ہے؟ ایک، ایک بیوی کے نیچے۔ اور مَا بَقِيَہ کس کو ملے گا؟ عَصَبَہ کو۔ تو بھائیوں کے نیچے تین لکھ لیجیے، چار میں سے ایک نکالا تین رہ گئے تھے وہ تین بھائیوں کو مل گئے۔ اب دیکھیے بیوی ایک ہے حصہ بھی ایک، تقسیم کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن بھائی دو ہیں اور حصے تین، تو یہاں کسر آ رہی ہے، تین دو میں پوری طرح تقسیم نہیں ہوتا۔ تو پھر کیا طریقہ بتلایا صاحبِ قدوری نے؟ کہ عددِ رُؤُوس کو کیا کرو؟ اصلِ مسئلہ میں ضرب دے دو۔ عددِ رُؤُوس یہاں ہے دو، دو بھائی ہیں، اس کو ضرب دو چار سے، آٹھ کے ساتھ تصحیح ہو گئی۔ تصحیح کی تا اوپر لکھو، آٹھ لکھو، اور نیچے ہر حصے کو بھی دو سے ضرب دو بھئی۔ بیوی کا حصہ دو ہو گیا، بھائیوں کا حصہ چھ ہو گیا۔ اب تقسیم صحیح ہو گئی۔ بیوی ایک ہی ہے اس کو دو حصے ملے وہ دونوں اس کے، بھائی دو ہیں حصے چھ ملے، تین ایک کو دے دیں گے اور تین دوسرے کو۔ یہی صورت اب صاحبِ قدوری بتلائیں گے: كَامْرَأَةٍ وَأَخَوَيْنِ جیسے ایک بیوی ہے اور دو بھائی ہیں، لِلْمَرْأَةِ الرُّبُعُ سَهْمٌ بیوی کے لیے جو ہے چوتھا حصہ ہے وَلِلْأَخَوَيْنِ مَا بَقِيَ اور بھائیوں کے لیے مَا بَقِيَہ ہے، وہ کتنا ہے بھئی؟ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ بھئی تین حصے ہیں وَلَا تَنْقَسِمُ عَلَيْهِمَا اور یہ تین تقسیم نہیں ہوتے ان دو بھائیوں پر فَاضْرِبِ اثْنَيْنِ تو یہ جو دو تھا عددِ رُؤُوس اس کو ضرب دے دو فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ کس کے اندر؟ اصلِ مسئلہ کے اندر فَتَكُونُ ثَمَانِيَةً تو کیا ہو جائے گا؟ آٹھ ہو جائے گا وَمِنْهَا تَصِحُّ الْمَسْأَلَةُ اور اس سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

فَإِنْ وَافَقَ سِهَامُهُمْ عَدَدَهُمْ۔ یہ تو وہ صورت تھی جب وَفْق نہیں نکلتا، اگر وَفْق نکلتا ہو تو پھر کس سے ضرب دیتے ہیں؟ وَفْق سے ضرب دیتے ہیں۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ وَافَقَ سِهَامُهُمْ عَدَدَهُمْ اگر تَوَافُق ہو جائے ان کے سِہام کا ان کے عددِ رُؤُوس کے ساتھ فَاضْرِبْ وَفْقَ عَدَدِهِمْ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ تو ضرب دے دیجیے ان کے عددِ رُؤُوس کے وَفْق کو اصلِ مسئلہ میں۔ كَامْرَأَةٍ وَسِتَّةِ إِخْوَةٍ، یہ بھی صورت بناؤ بھئی جلدی سے۔ اس پر دو نمبر پہلے لکھو اور پھر حاشیے میں بھی دو نمبر لکھ کر صورت بنا دو۔ میت بنائیں بھئی، اس کے نیچے کیا ہے؟ ایک بیوی ہے اور چھ بھائی ہیں۔ اوپر والی صورت بعینہٖ بن رہی ہے بھئی۔ بیوی کو ملتا ہے رُبْع اور بھائی بنتے ہیں عَصَبَہ۔ بیوی کے نیچے رُبْع لکھیے، بھائیوں کے نیچے عَصَبَہ لکھیے۔ تو ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ایک ہی آیا بھئی صرف رُبْع آیا ہے مسئلے میں، اسی رُبْع کے عدد أَرْبَعَةٌ سے مسئلہ بن جائے گا۔ اوپر چار لکھیے، چار سے مسئلہ بنائیں۔ رُبْع اس کا کتنا بنتا ہے؟ ایک، وہ ایک لکھیے بیوی کے نیچے، اور مَا بَقِيَہ بھائیوں کو ملے گا وہ تین ہے۔ اب دیکھیے کہ بھائیوں کو حصہ ملا تین اور وہ ہیں چھ، تین چھ میں تقسیم نہیں ہو سکتا پورا، تو اب کیا کریں گے؟ عددِ رُؤُوس کو ہم نے کیا کرنی تھی؟ ضرب دینی تھی اصلِ مسئلہ میں، لیکن یہاں عددِ رُؤُوس کا وَفْق نکل آتا ہے، دیکھو تین حصے ہیں اور چھ یہ ہیں، تو یہاں پر چھ کا وَفْق کتنا آیا؟ دو۔ تو دو کو ضرب دے دو اسی طرح، پھر آٹھ سے مسئلہ ہو جائے گا جیسے اوپر ہوا تھا۔ تا لکھ کر آٹھ لکھیے، نیچے زَوْجَہ کے نیچے اب دو ہو گیا اور بھائیوں کے نیچے چھ ہو گیا بھئی۔ لکھ لیا بھئی؟ اب کتاب پر دیکھیے: كَامْرَأَةٍ وَسِتَّةِ إِخْوَةٍ جیسے ایک بیوی ہے اور چھ بھائی ہیں، لِلْمَرْأَةِ الرُّبُعُ بیوی کے لیے رُبْع ہو گا وَلِلْإِخْوَةِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ اور بھائیوں کے لیے تین حصے ہیں لَا تَنْقَسِمُ عَلَيْهِمْ اور یہ تین حصے ان پر تقسیم نہیں ہوتے بھئی فَاضْرِبْ پس آپ ضرب دے دیجیے ثُلُثَ عَدَدِهِمْ ان کے عدد کے ثُلُث کو، یعنی چھ بھائی ہیں، چھ کا ثُلُث کتنا ہے؟ دو، کیونکہ یہ وہی وَفْق ہے، ثُلُث کیا ہے دراصل؟ یہ وَفْق ہے مولانا۔ تو آپ ان کے عدد کے ثُلُث یعنی دو کو ضرب دے دیجیے فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ اصلِ مسئلہ میں وَمِنْهَا تَصِحُّ اور اس سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

فَإِنْ لَمْ تَنْقَسِمْ سِهَامُ فَرِيقَيْنِ۔ یہ تو وہ صورت تھی کہ ایک فریق میں کسر آ رہی تھی، اگر دو یا زیادہ فریقوں میں کسر آئے تو کہتے ہیں فَإِنْ لَمْ تَنْقَسِمْ سِهَامُ فَرِيقَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ اگر تقسیم نہ ہوں حصے دو فریقوں کے یا زیادہ کے فَاضْرِبْ أَحَدَ الْفَرِيقَيْنِ فِي الْآخَرِ اب ایک فریق کو دوسرے سے ضرب دینی ہے بھئی، ان کے عددِ رُؤُوس کو کیا کرنی ہے آپس میں؟ ضرب دینی ہے۔ لیکن اگر کسی کا وَفْق نکل آتا ہے ان کے عددِ رُؤُوس میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُق والی ہے تو پھر ایک کے عدد کو دوسرے کے وَفْق سے ضرب دے دیں گے، پھر پورے سے ضرب نہیں دیں گے۔ تو کہتے ہیں فَاضْرِبْ أَحَدَ الْفَرِيقَيْنِ فِي الْآخَرِ پس آپ ضرب دے دیجیے کسی ایک فریق کو دوسرے میں ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ فِي الْفَرِيقِ الثَّالِثِ پھر وہ جو اکٹھا ہو جائے یعنی حاصلِ ضرب آ جائے اس کو ضرب دے دیجیے فریقِ ثالث میں ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ پھر وہ جو اکٹھا ہو جائے یعنی جو حاصلِ ضرب آ جائے اس کو ضرب دے دیجیے فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ کس کے اندر؟ اصلِ مسئلہ کے اندر۔ یہاں تک بات سمجھ میں آ گئی؟ تو یہ ضرب دیں گے۔ یہ کب ہے؟ کیا کریں گے بھئی؟ عددِ رُؤُوس

کو آپس میں ضرب دیں گے اور آخر میں جو حاصلِ ضرب آئے گا اس کو کس سے ضرب دے دیں گے؟ اصلِ مسئلہ سے۔ یہ وہ صورت تھی کہ اگر سب میں تَبَایُن ہو۔ اور اگر تَوَافُق ہے کہیں پر تو پھر کیا کریں گے؟ اس کے وَفْق کے ساتھ ضرب دی جائے گی، اس کے پورے عددِ رُؤُوس کے ساتھ ضرب نہیں دیں گے۔ اور اگر دو عدد برابر کے ہیں بھئی، ایک طرف بھی دو ہے دوسری طرف بھی دو ہے، تو یہ نسبت تَمَاثُل کی ہے، تو اس صورت میں پھر ان کو آپس میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں، یہ تو دونوں ایک دوسرے کے مثل ہیں۔ ایک طرف بھی عددِ رُؤُوس کتنا؟ دو، دوسری طرف بھی عددِ رُؤُوس کتنا؟ دو۔ تو دو کو دو سے اب ضرب نہیں دیں گے، دونوں ایک دوسرے کے مثل ہیں، بس پھر کسی ایک کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دے دیا کرتے ہیں بھئی۔ تَمَاثُل کا قانون یاد ہے بھئی؟ جی، یہ تفصیل گزر چکی ہے۔

تو کہتے ہیں فَإِنْ تَسَاوَتِ الْأَعْدَادُ اگر اعداد آپس میں برابر ہوں أَجْزَأَ أَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ تو ایک کافی ہو جائے گا دوسرے سے، پھر ان کو آپس میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں۔ جیسے خود مسئلہ آگے ذکر کر رہے ہیں: كَامْرَأَتَيْنِ وَأَخَوَيْنِ۔ جی یہ صورت بھی بنا لیجیے جلدی سے بھئی۔ صورت بنالی بھئی؟ میت اسی طرح، دو بیویاں اور دو بھائی لکھیں بھئی۔ دو بیویاں، دو بھائی۔ صورت اسی طرح بنے گی، بیویوں کے نیچے لکھیے رُبْع، بھائی ہیں عَصَبَہ۔ صرف ایک ہی ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے آیا رُبْع، تو چار سے ہی مسئلہ بن جائے گا۔ چار اوپر لکھیے، بیوی کا حصہ ہوا ایک، بھائی جو عَصَبَہ ہیں ان کا حصہ ہوا تین۔ اب یہاں دونوں جگہ کسر آ رہی ہے: ایک حصہ ہے اور دو بیویاں، تقسیم نہیں ہو سکتی۔ بھائی بھی دو ہیں اور حصہ ہے تین، یہاں بھی تقسیم نہیں ہو سکتی، کسر آ رہی ہے۔ پھر کیا طریقہ بتلایا تھا؟ عددِ رُؤُوس کو آپس میں کیا کریں گے؟ ضرب دیں گے۔ لیکن یہاں دیکھیے دونوں طرف عددِ رُؤُوس دو دو ہیں، یہ تَمَاثُل کی نسبت ہے ان میں، تو اب آپس میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ کسی ایک کا ہی عدد لے لو دو اور اس کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دے دو۔ تو اب تصحیح کیجیے، دو سے ضرب دیجیے سارے مسئلے کو، اوپر تَا لکھ کر آٹھ کر دیجیے۔ نیچے بیوی کا حصہ اس کو بھی دو سے ضرب دی وہ دو ہو گیا، اور بھائیوں کا حصہ تین کو دو سے ضرب دی چھ ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ اب دیکھیے کتاب پر: كَامْرَأَتَيْنِ وَأَخَوَيْنِ جیسے دو بیویاں اور دو بھائی ہیں فَاضْرِبِ اثْنَيْنِ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ تو دو کو ضرب دے دیجیے اصلِ مسئلہ کے اندر۔

وَإِنْ كَانَ أَحَدُ الْعَدَدَيْنِ جُزْءًا مِنَ الْآخَرِ اور اگر دو عددوں میں سے ایک جزء ہو دوسرے کا، یعنی تَدَاخُل کی نسبت ہوئی۔ ایک طرف تین ہے دوسری طرف نو، تو تین کیا ہے نو کا؟ جزء ہے کیونکہ نو تین سے تقسیم ہو جاتا ہے۔ یا ایک طرف دو ہے دوسری طرف آٹھ، تو دو کیا ہے آٹھ کا؟ جزء ہے کیونکہ آٹھ دو سے پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو وہ بیان کرنے لگے ہیں۔ تو اس صورت میں آپ نے پڑھا تھا کہ بڑے عدد کو ضرب دے دیں گے، پھر ان کو آپس میں ضرب دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پھر دو اور آٹھ جو عددِ رُؤُوس ہیں ان کو آپس میں ضرب نہ دو بلکہ جو بڑا عدد ہے آٹھ اسی سے کیا کر دو؟ سارے مسئلہ کو ضرب دے دو۔ تو کہتے ہیں دیکھیے بھئی: وَإِنْ كَانَ أَحَدُ الْعَدَدَيْنِ جُزْءًا مِنَ الْآخَرِ اگر کوئی ایک عدد جو ہے وہ جزء ہو ادوسرے سے أَغْنَى الْأَكْثَرُ عَنِ الْأَقَلِّ تو بے پروا کر دے گا جو زیادہ ہے وہ اقل سے، یعنی بڑا عدد چھوٹے سے کیا کر دے گا؟ بے پروا، بس اس بڑے سے ہی سارے مسئلہ کو ضرب دے دو، ان کو آپس میں ضرب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

كَأَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَأَخَوَيْنِ جیسے چار بیویاں ہیں اور دو بھائی ہیں بھئی إِذَا ضَرَبْتَ الْأَرْبَعَةَ أَجْزَأَكَ عَنِ الْآخَرِ۔ تو دیکھیے چار بیویاں ہیں اور دو بھائی، چاہے یہ صورت آپ بنالیں۔ اسی طرح میت بنائیے۔ چار بیویاں، دو بھائی بھئی۔ بیویوں کو ملے گا رُبْع، بھائی بن جائیں گے عَصَبَہ۔ اچھا تو رُبْع ہے تو ایک ہی حصہ آیا بھئی یہ، چار سے ہی مسئلہ بن جائے گا۔ چار سے مسئلہ بناؤ، بیویوں کو مل گیا ایک، بھائیوں کو باقی مل گیا وہ ہے تین۔ اب دیکھیے ایک چار بیویوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا، اسی طرح تین دو بھائیوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا، دونوں جگہ کسر آ رہی ہے۔ تو اب عددِ رُؤُوس کی آپس میں نسبتیں دیکھو۔ ایک طرف ہے چار، بیویاں کتنی ہیں؟ چار، اور بھائی کتنے ہیں؟ دو۔ تو دو اور چار میں کون سی نسبت ہے؟ تَدَاخُل کی ہے کہ چھوٹا عدد بڑے کا جزء ہے کیونکہ دو سے چار پوری طرح تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو بس اب چھوٹے کے عدد کو دیکھو ہی نہ، بس بڑا عدد ہی کافی ہے، اسی سے سارے مسئلہ کو ضرب دے دو، یعنی چار سے سارے مسئلہ کو ضرب دو۔ اوپر تصحیح تَا لکھو، کتنا ہو گیا چار کو چار سے ضرب دی؟ سولہ۔ نیچے بیوی کا حصہ ایک تھا اسے بھی چار سے ضرب دیں کتنا ہوا؟ چار، تو زَوْجَات کے نیچے چار لکھو۔ اور آگے کیا تھا؟ تین ہے بھائیوں کا حصہ، اس کو بھی چار سے ضرب دو بارہ ہوا، تو تین کے نیچے بارہ لکھو۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟ یہی بات بیان کر رہے ہیں: كَأَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَأَخَوَيْنِ جیسے چار بیویاں اور دو بھائی ہیں إِذَا ضَرَبْتَ الْأَرْبَعَةَ أَجْزَأَكَ عَنِ الْآخَرِ جب آپ چار سے ضرب دے دیں تو وہ کافی ہو جائے گا دوسرے سے، یعنی دو کے ساتھ اب ضرب دینے کی ضرورت نہیں۔

فَإِنْ وَافَقَ أَحَدُ الْعَدَدَيْنِ الْآخَرَ ضَرَبْتَ وَفْقَ أَحَدِهِمَا فِي جَمِيعِ الْآخَرِ۔ اور اگر عددِ رُؤُوس میں آپس میں کون سی نسبت ہو؟ تَوَافُق

کی نسبت ہو۔ کس کی نسبت ہو؟ تَوَافُق کی نسبت ہو، تو پھر اس صورت میں ایک کا وَفْق نکال لیں گے اور دوسرے کے کل میں اس کو ضرب دے دیں گے۔ جیسے ایک طرف ہے چھ دوسری طرف ہے نو، چھ اور نو میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُق، دونوں تین سے تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تو اب ایک کا وَفْق نکال لو اور دوسرے کو اسی طرح رہنے دو۔ کس کا وَفْق نکال لیں؟ کسی کا بھی۔ چھ کا وَفْق کتنا آئے گا یہاں، تین سے تقسیم کیا کتنا آیا؟ دو آیا، تو دو کو نو سے ضرب دے دو۔ یا نو کا وَفْق نکال لو، اسی تین سے نو کو بھی تقسیم کیا کتنا آیا؟ تین، تین کو چھ سے ضرب دو کتنا آیا؟ اٹھارہ۔ تو دونوں طرف ایک ہی بات رہے گی، کسی ایک کا وَفْق اور دوسرے کا کل ان کو آپس میں ضرب دے دو۔ تو کہتے ہیں فَإِنْ وَافَقَ أَحَدُ الْعَدَدَيْنِ الْآخَرَ اگر موافق ہو ایک عدد دوسرے کے ضَرَبْتَ وَفْقَ أَحَدِهِمَا تو ضرب دے دیں گے کسی ایک کے وَفْق کو فِي جَمِيعِ الْآخَرِ دوسرے کے کل میں ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ پھر جو اکٹھا ہو جائے اس کو دے دیں گے ضرب فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ کس کے اندر؟ اصلِ مسئلہ میں۔ تو اٹھارہ جو حاصلِ ضرب آیا اب اس کو اصلِ مسئلہ میں ضرب دیں گے بھئی۔

كَأَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَأُخْتٍ وَسِتَّةِ أَعْمَامٍ۔ جی یہ صورت بھی بنائیے بھئی۔ اسی طرح میت بنائیے۔ چار بیویاں، ایک بہن اور چھ چچا تایا۔ چچاہوں یا تایا ہوں یا بعض چچا بعض تایا ایک ہی بات ہے بھئی۔ چھ چچا ہو گئے۔ لکھ لیا بھئی؟ اب دیکھیے بیویاں، اولاد نہ ہو، میت کی کوئی اولاد نہیں ہے تو بیویوں کو کتنا ملتا ہے؟ رُبْع۔ بیویوں کے نیچے رُبْع لکھو۔ بہن ایک ہی ہو تو اسے کتنا ملتا ہے؟ نِصْف ملتا ہے، بہن کے نیچے نِصْف لکھو۔ اور چچا یہ تو ذَوِي الْفُرُوضِ میں سے ہیں ہی نہیں، یہ تو عَصَبَات میں سے ہیں تو یہ عَصَبَہ ہوئے بھئی، عَصَبَہ لکھو ان کے نیچے، ان کو مَا بَقِيَہ ملے گا۔

اب دیکھیے بھئی رُبْع اور نِصْف آئے۔ رُبْع اور نِصْف دونوں نوعِ اول میں سے ہیں، تو ان میں سے جو چھوٹا ہے اس سے مسئلہ بنے گا۔ چھوٹا کیا ہے؟ رُبْع۔ تو رُبْع کا عدد ہے چار، چار سے مسئلہ بنے گا۔ اوپر لکھیے چار۔ چار میں سے رُبْع یعنی ایک جو ہے بیویوں کا حصہ ہوا۔ نِصْف چار کا کتنا ہے؟ دو، دو بہن کا حصہ ہوا۔ تو بیویوں کا حصہ ایک، بہن کے حصے دو، دو اور ایک ہو گئے تین۔ تو چار میں سے تین نکل گئے کتنا رہ گیا؟ ایک، وہ ایک ہوا چچاؤں کا حصہ۔ اب دیکھیے بیویاں چار حصہ ایک، ایک ان میں پوری طرح تقسیم نہیں ہو سکتا، کسر آ گئی۔ اچھا بہن تو ایک ہی ہے اس کو دو حصے ملے، یہاں کسی قسم کی تقسیم کی ضرورت ہی نہیں۔ ہاں چچاہیں چھ اور حصہ ملا ایک، یہاں پھر کسر آ گئی۔ اب کیا کریں گے؟ دو جگہ کسر آئی، دو یا زیادہ جگہ کسر آئے تو کیا کیا جاتا ہے؟ ان کے عدد رُؤُوس کی آپس میں نسبت دیکھتے ہیں۔ عدد رُؤُوس ایک طرف ہے چار، ایک طرف ہے چھ۔ چار اور چھ میں کون سی نسبت ہے؟ تَوَافُق ہے، یعنی چھ چار سے تو نہیں تقسیم ہوتا لیکن ایک اور عدد ہے جو دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے، وہ کون سا ہے؟ دو۔ تو اب دو سے کسی ایک کو تقسیم کر دو تو اس کا وَفْق نکل آئے گا۔ مثلاً چھ کو کس سے تقسیم کیا؟ دو سے، کتنا جواب آیا؟ تین۔ یہ تین وَفْق ہے چھ کا۔ اس تین کو اب دوسرے کے کل میں یعنی پورے چار میں ضرب دے دو۔ کتنا ہوا؟ بارہ۔ اب بارہ کو سارے مسئلہ میں ضرب دے دو۔ اوپر تھا چار، بارہ چوکے اڑتالیس، اوپر تَا لکھ کر اڑتالیس لکھ دو، تصحیح ہوئی۔ نیچے بیویوں کا حصہ ایک ہے اس کو بھی بارہ سے ضرب دی تو بارہ ہی آیا، ایک کے نیچے بارہ لکھو۔ بہن کا حصہ ہے دو، اس کو بھی بارہ سے ضرب دی چوبیس آیا، دو کے نیچے چوبیس لکھ دو۔ چچا کا حصہ تھا ایک، اس کو بارہ سے ضرب دی بارہ آیا، تو ایک کے نیچے بارہ لکھ دو، مسئلہ صحیح ہو گیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

كَأَرْبَعِ نِسْوَةٍ وَأُخْتٍ وَسِتَّةِ أَعْمَامٍ جیسے چار بیویاں ہیں، ایک بہن ہے اور چھ چچاہیں فَالسِّتَّةُ تُوَافِقُ الْأَرْبَعَةَ بِالنِّصْفِ تو سِتَّةٌ جو ہے اس کا تَوَافُقٌ بِالنِّصْفِ ہے چار کے ساتھ، یعنی دو سے کیا ہو جاتے ہیں دونوں؟ تقسیم ہو جاتے ہیں فَاضْرِبْ نِصْفَ أَحَدِهِمَا فِي جَمِيعِ الْآخَرِ تو آپ ضرب دے دیجیے دونوں میں سے کسی ایک کے نِصْف کو دوسرے کے کل کے اندر ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ پھر وہ جو اکٹھا ہو جائے اس کو ضرب دیں گے فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ کس کے اندر؟ اصلِ مسئلہ کے اندر تَكُونُ ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعِينَ تو یہ اڑتالیس ہو جائیں گے وَمِنْهَا تَصِحُّ الْمَسْأَلَةُ اور اس سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

فَإِذَا صَحَّتِ الْمَسْأَلَةُ فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ فِي التَّرِكَةِ۔ اب بھئی آگے بتلا رہے ہیں کہ ہر وارث کا حصہ کیسے نکالیں گے۔ ادھر توجہ کرو بھئی، ہر وارث کا حصہ کیسے نکالیں گے ترکے میں سے؟ آسان صورت ہے۔ دیکھیے ابھی کیا صورت بنائی تھی؟ بیویوں کا حصہ کتنا بنا؟ بارہ، بہن کا حصہ چوبیس، چچاؤں کا حصہ بارہ۔ کہتے ہیں جس فریق کا آپ نے ترکہ نکالنا ہے کتنا ہے، اس کا جو حصہ بنا ترکے میں سے، بیویوں کا کتنا بنا؟ بارہ، تو بارہ کو پورے ترکے سے ضرب دے دیں گے۔ جو ان کا حصہ نکلا ہے اس کو کیا کریں گے؟ پورے ترکے سے ضرب دے دیں گے، پھر جو حاصلِ ضرب ہو اس کو جس سے مسئلہ بنایا تھا اس سے تقسیم کر دیں گے تو اس کا حصہ نکل آئے گا۔ سب سے پہلے کیا کریں گے؟ یہ جو حصہ جس کو دینا ہے اس کا کتنا حصہ نکلا اس کو ضرب دے دیں گے کس کے اندر؟ ترکے کے اندر۔ پھر جو جواب آ جائے اس کو کس سے تقسیم کریں گے؟ جس سے مسئلہ بنایا تھا، وہ جو مخرج تھا یا جس سے تصحیح ہوئی تھی۔ دیکھو مثلاً اسی صورت میں

چار زَوْجَات ہیں، ایک بہن ہے اور چھ چچا، فرض کرو کل ترکہ پندرہ ہزار روپے ہے بس۔ کتنا ہے؟ پندرہ ہزار۔ اس میں اب یہ تو پتہ چل گیا کہ کل ترکے کے اڑتالیس حصے کریں گے، اس میں سے بارہ بیویوں کو دیں گے، چوبیس بہن کو دیں گے اور بارہ کس کو دے دیں گے؟ چچاؤں کو۔ اب کتنا بنے گا پندرہ ہزار میں سے وہ؟ سیدھا طریقہ بتلا دیا بھئی۔ بیویوں کا حصہ کتنا؟ بارہ۔ بارہ کو کیا کرو؟ ترکے سے ضرب دینی ہے، ترکہ کتنا ہے کل؟ پندرہ ہزار۔ بارہ کو ذرا پندرہ ہزار سے ضرب دو جلدی کیجیے۔ جی؟ ایک لاکھ اسی ہزار آیا۔ اب اس کو اڑتالیس سے تقسیم کر دو جو اوپر مسئلہ جس سے بنا تھا۔ اڑتالیس سے تقسیم کرو۔ تین ہزار سات سو پچاس، یہ چار بیویوں کا حصہ ہے۔ کس کا حصہ ہے؟ چار بیویوں کا حصہ ہے۔ پھر اس کو چار سے تقسیم کریں گے تو کیا ہو جائے گا؟ یہ ایک بیوی کا حصہ نکل آیا۔

اچھا بہن کا حصہ نکالنا ہے تو کتنا نکلا اس کا؟ چوبیس۔ چوبیس کو سارے ترکے سے ضرب دو ذرا، پندرہ ہزار سے۔ چوبیس کو پندرہ ہزار سے ضرب دو کتنا آیا؟ تین لاکھ ساٹھ ہزار۔ اب اس کو اڑتالیس سے تقسیم کر دو۔ سات ہزار پانچ سو، پندرہ میں سے بہن کا حصہ کتنا؟ ساڑھے سات ہزار۔ طریقہ سمجھ میں آیا بھئی؟ اچھا چچا ہیں، ان کا بھی بارہ ہے بیویوں کا بھی بارہ تھا، معلوم ہوا ان کا بھی اتنا ہی نکلے گا: تین ہزار سات سو پچاس۔ اب تین ہزار سات سو پچاس کو چھ چچاؤں میں تقسیم کرنا ہے، تو اس کو چھ سے تقسیم کر دو، کتنا آیا؟ تین ہزار سات سو پچاس کو چھ سے تقسیم کریں۔ چھ سو پچیس، ہر چچا کا حصہ کتنا نکلا؟ چھ سو پچیس نکل آیا۔ صورت سمجھ میں آ گئی؟

یا یوں براہِ راست آپ نکال لیں، کیسے؟ بیویوں کا حصہ کتنا تھا؟ بارہ۔ بارہ سے نہ ضرب دیں بلکہ بارہ میں سے ہر بیوی کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ چار بیویاں ہیں بارہ تقسیم کریں ان کے اندر، ہر بیوی کو کتنا ملے گا؟ تین۔ بس تین کو ضرب دو کل ترکے میں۔ تین کو پندرہ ہزار سے ضرب دیں بھئی۔ پینتالیس ہزار۔ اس کو ذرا اڑتالیس سے تقسیم کرو۔ نو سو سینتیس اعشاریہ پانچ، ایک بیوی کا حصہ نکل آیا۔ سمجھ میں آیا؟ چار کا کتنا ہو گا؟ اسی کو چار سے ضرب دو، وہی تین ہزار سات سو پچاس آ جائے گا بھئی، سمجھ میں آیا بھئی؟ تو بس کیا طریقہ ہوا؟ جس وارث کا حصہ نکالنا ہے اس کا جو حصہ نکلا ہے ترکے میں سے اس کو کیا کریں گے؟ کل ترکے کے اندر ضرب دے دیں گے اور پھر اس کو اصلِ مسئلہ سے، وہ جو اوپر عدد آیا تھا جس سے مسئلہ بنایا تھا اس سے تقسیم کر دیں گے۔ دیکھیے یہی بات بیان کر رہے ہیں کہتے ہیں فَإِذَا صَحَّتِ الْمَسْأَلَةُ جب مسئلہ صحیح ہو جائے فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ فِي التَّرِكَةِ تو آپ ضرب دے دیجیے ہر وارث کے حصوں کو کس میں ضرب دے دیجیے؟ فِي التَّرِكَةِ کس کے اندر؟ ترکہ یعنی وہ جو پندرہ ہزار بچے تھے اس میں ضرب دے دیجیے ثُمَّ اقْسِمْ مَا اجْتَمَعَ پھر آپ تقسیم کیجیے وہ جو اکٹھا ہو جائے یعنی وہ جو حاصلِ ضرب آ جائے عَلَى مَا صَحَّتْ مِنْهُ الْفَرِيضَةُ اس عدد سے جس سے فریضہ صحیح ہوا تھا، جس سے کیا ہوا تھا؟ مسئلہ صحیح ہوا تھا، حصے صحیح ہوئے تھے يَخْرُجُ حَقُّ الْوَارِثِ تو اس وارث کا حق نکل آئے گا۔ بات سمجھ میں آ گئی بھئی؟ چلیے بس مولانا، هٰذَا هُوَ الْمَرَامُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْكَلَامِ۔

سبق نمبر ۱۶۷: باب حساب الفرائض (۲—اختتامِ کتاب): مناسخہ (تقسیم سے قبل وارث کی موت) کا طریقۂ حل، دعائے ختمِ کتاب اور نصائحِ گرامی

مختصر القدوری صفحہ: ۲۴۶—بتاریخ: ۲ جولائی ۲۰۰۸ء

■ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آپ کے سامنے میں سمجھتا ہوں شاید آپ کی کرامت ہے یا آپ کے استاذِ محترم کی کرامت ہے کہ یہ کتاب فقہ کی مکمل ختم ہو رہی ہے۔ یہ بہت کم آپ کو ایسی مثال نظر آئے گی کہ قدوری جو ہے مدارس میں مکمل کی جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس سے آپ کو فائدہ کیا ہو گا؟ آگے چل کر جتنی بھی کتابیں آنے والی ہیں، کنز ہے، شرح وقایہ ہے، ہدایہ ہے، سراجی ہے، ان کے اہم اہم مسائل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آپ نے یہاں سمجھ لیے، آپ کے استاذِ محترم نے آپ کو سمجھا دیے۔ اب آگے چل کے آپ نے ان کے دلائل پڑھنے ہیں۔ فی نفسہٖ نفسِ مسئلہ آپ کو پتہ لگ گیا کہ فرائض میں آپ کے سامنے کیا آئے گا، وصیت میں آپ کے سامنے کیا آئے گا، اجارے میں کیا ہوتا ہے، بیوع میں کیا ہوتا ہے، نکاح میں، طلاق میں، زکوٰۃ میں، طہارت میں کیا کیا مسائل آتے ہیں، وہ آپ کو نفسِ مسائل اس کتاب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بالاستیعاب، کیونکہ ہدایہ میں زیادہ تر متن جو ہے وہ قدوری کا لیا جاتا ہے، آپ نے یہ مسئلہ یہاں سمجھ لیا۔ اب وہاں پہنچنے کے بعد آپ کو مسئلہ سمجھنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئے گی۔ مسئلہ تو اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آپ پہلے سے سمجھ چکے ہوں گے، آگے چل کر بس دلائل ہوں گے۔ دلائل میں یہ ہے کہ آپ کی استعداد اسی طرح مضبوط چلتی رہی تو آپ کے لیے سمجھنا بہت آسان ہو گا۔

اس پڑھی گئی عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے مُنَاسَخَہ کے مسئلے کو ذکر کیا ہے۔ اب آپ درجۂ ثانیہ کے طالب علم ہیں اور درجۂ سادسہ میں جا کے ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے سراجی، اور اس کا مشکل ترین مسئلہ مُنَاسَخَہ کا مسئلہ ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے کہ نہیں؟ سمجھ آئی کہ نہیں؟ میں مختصر آپ کے سامنے عرض کروں گا، باقی اس کی تفصیل آپ کو اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيزُ وہاں چل کے سمجھ میں آجائے گی۔

مُنَاسَخَہ کا اصل معنی یہ ہوتا ہے، جیسے استاذِ محترم نے آپ کے سامنے تشریح بھی کی ہو گی، کہ ابھی ایک میت کا انتقال ہوا ہے اور اس کے ورثاء کے درمیان وراثت تقسیم نہیں کی گئی کہ ان ورثاء میں سے ایک بندے کا انتقال ہو جائے۔ اچھا اس کی وراثت کی بھی تقسیم نہیں کی گئی کہ اس کے ورثاء میں سے کسی بندے کا انتقال ہو جائے۔ فرض کریں پہلے باپ تھا، باپ کا انتقال ہوا، وراثت تقسیم نہیں ہوئی، اس کے بیٹے کا انتقال اس کے بعد ہو گیا۔ ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی تو اس بیٹے کی بیٹی کا انتقال ہو گیا۔ تو یعنی ابھی وراثت تقسیم ہوئی نہیں، اس سے پہلے پہلے بعض ورثاء کا انتقال ہو جائے تو اس مسئلے کا حل کیسے کیا جائے گا، اس کا اصطلاحی نام مُنَاسَخَہ ہے۔

ایک تو سیدھا سیدھا مسئلہ ہے کہ آپ ہر میت کا الگ الگ سے حساب و کتاب لگا لیں۔ فرض کریں باپ فوت ہوا، اس کے دو بیٹے دو بیٹیاں تھیں، باپ کا حصہ نکال کر اس کے حصے کو تقسیم کر دیا دو بیٹے دو بیٹیوں پر، دو دونی چار اور دو چھ حصے بنا کر دو دو حصے بیٹے کو اور ایک ایک حصہ بیٹی کو دے دیے۔ اس کے بعد بیٹے کا انتقال ہوا، اس کے آگے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، اس کے حصے کو اس طرح تقسیم کر دیں۔ آگے جس کا انتقال ہوا اس کے حصے کو۔ ایک تو یہ طریقہ ہے جسے دیسی طریقہ اور سیدھا سادا طریقہ کہتے ہیں۔

اور ایک ہے اصولی طریقہ۔ اصولی طریقہ کیا ہے؟ کہ آپ دیکھیں سب سے پہلے آپ نے میتِ اول کے مسئلے کی تقسیم کرنی ہے۔ آپ نے پڑھا ہے کہ میتِ اول کے حصہ نکالنے کا طریقہ کیا ہے: ان میں سے آپ نے سب سے پہلے دیکھنا ہے ذَوِی الْفُرُوضِ کون ہیں، عَصَبَات کون ہیں، ذَوِي الْأَرْحَامِ کون ہیں، یہ الگ الگ کرنے ہیں۔ سب سے پہلے ذَوِی الْفُرُوضِ کو اس کا حصہ دینا ہے، جو بچ جائے گا وہ عَصَبَات کو دینا ہے، ذَوِي الْأَرْحَامِ کو ان کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ملے گا۔ پھر اس کے بعد دیکھنا ہے کہ مسئلہ کتنے سے بنے گا۔ اس کے بارے میں آپ نے تفصیل اس میں پڑھ لی ہو گی کہ مسئلہ چار سے بھی بنتا ہے، آٹھ سے بھی بنتا ہے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اور پھر اس کے بعد یہ ہے کہ بسا اوقات مسئلہ چھ سے بنتا ہے کہ اگر دو نوعیں ہیں، ایک کو نوعِ اول کہتے ہیں ایک کو نوعِ ثانی کہتے ہیں۔ نوعِ اول ہے نِصْف، رُبْع، ثُمُن، اور نوعِ ثانی ہے ثُلُث، ثُلُثَان اور سُدُس۔ نوعِ اول کا نِصْف نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ آئے تو مسئلہ چھ سے ہوتا ہے۔ نوعِ اول کا رُبْع نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ مل کر آئے تو مسئلہ بارہ سے ہوتا ہے۔ نوعِ اول کا ثُمُن نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ مل کر کے آئے تو مسئلہ چوبیس سے ہوتا ہے۔ ان کی مثالیں آپ کے سامنے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ گزر گئیں۔

تو سب سے پہلے جو میت فوت ہوا ہے آپ نے اس مسئلے کی تصحیح کر لینی ہے۔ تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ دیکھیں، تصحیح کا اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ کسر جو آ رہا ہے ناکسر، جو عدد ٹوٹ رہا ہے اس کو ٹوٹنے سے بچانا۔ اس طریقے سے تقسیم ہو کہ عدد کا ٹوٹنا نہ پایا جائے۔ ٹھیک ہے یا نہیں؟ لیکن آج کل تو چونکہ نظام جو حساب و کتاب کا ہے وہ بہت آسان ہے اور بالکل وہ باریکیوں تک حساب چلا جاتا ہے، تو آپ سیدھے سیدھے طریقے سے بھی تقسیم کر لیں کہ ایک بٹا آٹھ بیوہ کا ہے، ٹھیک ہے کہ نہیں، ایک بٹا چھ ماں کا ہے، دو بٹا تین بیٹیوں کا ہے، باقی چچاؤں کا ہے، جو بھی ترتیب ہے، اس طرح بھی آپ حصے نکال لیں اس کی بھی اجازت ہوتی ہے۔ لیکن ضابطے کے مطابق کہ جس میں اصول کے لحاظ سے اس میں کسر اور ٹوٹ پھوٹ نہ آئے اس کے لیے آپ کو پھر تصحیح کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

تو سب سے پہلے آپ نے پہلے مسئلے کی تصحیح کرنی ہے کہ یہ بندہ فوت ہوا ہے، والد فوت ہوا ہے اس کے دو بیٹے دو بیٹیاں زندہ ہیں، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اس مسئلے کی تصحیح کرنے کے بعد اب دوسرا بندہ فوت ہو گیا اس کے ورثاء میں سے، اب اس کے مسئلے کی تصحیح کرنی ہے آپ نے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اب میتِ اول اور میتِ ثانی: میتِ اول میں سے اس بندے کو، اس وارث کو جو اب دوبارہ مر گیا ہے دوسرے نمبر پر، اس کو میتِ اول سے جو ملا ہے اس کو کہتے ہیں مَا فِي الْيَدِ جو اس کے قبضے میں آیا ہے۔ فرض کریں اس کو میتِ اول سے تین ملا۔ اب میتِ ثانی جب وہ جا کے مرتا ہے تو اب اس کے مسئلے کی تصحیح ہوتی ہے، اس کے تین احتمالات ہیں۔ اس کے کتنے احتمالات ہیں؟ تین احتمالات۔

ایک احتمال یہ ہے کہ جو یہ بندہ دوسرے نمبر میں مرا ہے اس کو پہلے میت سے وراثت میں فرض کریں تین حصے ملے، ٹھیک ہے؟ اور جب اس کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے مسئلے کی تصحیح بھی تین سے ہی ہوتی ہے، فرض کریں اس کے تین ہی بیٹے تھے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ تو اگر اس کو جو میتِ اول سے مَا فِي الْيَدِ جو اس کو ملا ہے وہ اور میتِ ثانی کی تصحیح، اس کے درمیان بالکل استقامت، بالکل برابری ہے، کوئی کسر نہیں آ رہا، جو وہ تین اس کو وہاں سے ملا تھا بعینہٖ وہی تین اس کے تین بیٹوں میں تقسیم ہو رہا ہے، فَلَا حَاجَةَ إِلَى الضَّرْبِ تو کسی چیز کے ضرب کی ضرورت ہی نہیں۔ سیدھا مسئلہ ہے، جو اس کو وہاں سے ملا تھا بعینہٖ وہی اس کے ورثاء پر چلا گیا، اس میں تقسیم کی ضرورت نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو میتِ اول سے اس کو ملا ہے جو نمبر دو پر فوت ہوا ہے، یہ دیکھیں جو اس کو ملا ہے اور دوسری طرف جب اس کو ہم نے میت بنایا ہے اس کے مسئلے کی جو تصحیح ہو رہی ہے، اس میں دیکھیں دو نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت آ سکتی ہے: یا تو جو اس کے قبضے میں ہے وہ اور جو میتِ ثانی کی تصحیح ہو رہی ہے وہ، ان کے درمیان اگر نسبت ہے تَبَايُن کی، تو تَبَايُن کی نسبت تھی تو پھر میتِ اول سے جو اس کو ملا ہے اس کو تصحیحِ ثانی کے جمیع سے ضرب دیں گے اور اس سے سارے مسئلے کی تصحیح ہو جائے گی۔ ٹھیک ہے؟ اور تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ میتِ اول سے جو اس کو ملا ہے اور تصحیحِ ثانی جو ہے اس کے درمیان تَبَايُن کی نسبت نہیں ہے بلکہ تَوَافُق کی نسبت ہے، وہ بھی آپ نے پڑھ لیا، تو اس صورت کے اندر تصحیح کے وَفْق کو اس میتِ اول سے جو اس نے حصہ پایا تھا اس کے جمیع کے ساتھ ضرب دیں گے، اس سے مسئلے کی تصحیح ہو جائے گی۔ ٹھیک ہے؟

یہ تو تھا کہ آپ نے میتِ اول سے جو اس بندے کو ملا ہے جس کو مَا فِي الْيَدِ کہتے ہیں اس کو ملا، اور اس کے اپنے مسئلے کی جو تصحیح ہے جس کو تصحیحِ ثانی کہتے ہیں ان کے درمیان تین نسبتوں میں سے کوئی ایک ہو گی، تینوں کا حکم آپ کے سامنے آ گیا۔ اب ہر ایک میت کا حصہ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس کو میتِ اول میں سے جو حصہ ملا ہے، اب ظاہر ہے دوسرا بھی مر گیا تیسرا بھی مر گیا، تو اب میتِ اول کا حصہ نکالنے

کا طریقہ یہ ہے کہ میتِ اول سے جس وارث کو حصہ ملا ہے اس کو آپ نے ضرب دینا ہے میتِ ثانی کی تصحیح سے، اگر تَبَایُن کی نسبت ہے مَا فِي الْيَدِ کے درمیان اور تصحیح کے درمیان، تو آپ نے ضرب دینا ہے اس کو تصحیح سے۔ یعنی پہلے میت کے وارثان کا حصہ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے اس کے حصے کو لینا ہے اور میتِ ثانی کی تصحیح سے ضرب دے دینا ہے، اس سے اس کا حصہ نکل آئے گا۔ اور دوسرے میت کے وارثان کے حصہ نکالنے کا طریقہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ اس صورت کے اندر میتِ ثانی کا جو ترکہ ہے اس کے وَفْق سے اس کو ضرب دیں گے۔ میتِ ثانی کے ترکے کے وَفْق سے اس کو ضرب دیں گے، اس سے میتِ ثانی کا حصہ نکل آئے گا۔ خلاصۂ کلام یہ نکل آیا کہ میتِ اول کے حصے کو میتِ ثانی کی تصحیح سے ضرب دینا ہے اور میتِ ثانی کے وارث کے حصے کو میتِ ثانی کے ترکے کے وَفْق سے ضرب دینا ہے، اس سے اس کا حصہ نکل آئے گا۔

اس طرح جب ہر ایک کا حصہ نکل آئے گا اس میں پھر عنوان یہ قائم کیا جائے گا کہ اَلْأَحْيَاءُ، کہ اس وقت یعنی کہ دادا، چچا، تایا، بھائی ان سب کے مرنے کے بعد یہ چھ بندے زندہ رہ گئے ہیں، ان کا آپ نے اس طریقے سے حصہ نکالنا ہے۔ حصہ نکالنے کے بعد ہر ایک کے نیچے اتنا اتنا حصہ لکھ دینا ہے اور یہ ہر ایک کا حصہ بن جائے گا، اس کو اَلْأَحْيَاءُ سے تعبیر کرتے ہیں، یہ جو زندے تھے۔ مثلاً وہ جا کے تصحیح پانچ سو پہ جا کے ختم ہوتی ہے، پانچ سو میں سے پچاس ایک کا ہے، ستر دوسرے کا ہے، سو تیسرے کا ہے، ستر چوتھے کا ہے، تو ہر ایک کے نیچے آپ نے اس کا حصہ لکھ دینا ہے جس کو انہوں نے درہم کی مثال سے تعبیر کیا ہے۔ اس کو بس آپ نے ان حصوں کے تناسب کو کہ جو حصہ میتِ اول کو ملا ہے اس کو آپ نے میتِ ثانی کی تصحیح سے ضرب دے کر اس سے اس کا حصہ نکال لینا ہے۔

اس کو دیکھیں ذرا: وَإِذَا لَمْ تُقْسَمِ التَّرِكَةُ ابھی ترکے کی تقسیم نہیں کی گئی تھی حَتّٰى مَاتَ أَحَدُ الْوَرَثَةِ کہ ورثاء میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا فَإِنْ كَانَ مَا يُصِيبُهُ مِنَ الْمَيِّتِ الْأَوَّلِ تو اب ورثاء میں سے، میتِ اول میں سے جس وارث کو جو ملا ہے وہ دیکھیں يَنْقَسِمُ عَلٰى عَدَدِ وَرَثَتِهِ وہ اس کے ورثاء پر، دوسرے نمبر پر جو بندہ خود مر گیا جس کو اپنے میت سے ملا ہے اگر اس کا حصہ اس کے اپنے ورثاء کی تعداد پر برابر سرابر تقسیم ہو رہا ہے فَقَدْ صَحَّتِ الْمَسْأَلَتَانِ مِمَّا صَحَّتِ الْأُولٰى تو یہ دونوں مسئلوں کی تصحیح ہو جائے گی اسی سے جس سے پہلے مسئلے کی تصحیح ہوئی تھی، برابر ہو جائے گا مسئلہ۔ وہی تین جو اس کو ملا تھا وہ اس کے وارثان میں چلا جائے گا، گویا کہ وہ تین جو اس کے وارثان تھے اس کو اس کے خانے میں رکھ کر اس کے ہر بیٹے کو ایک ایک دے دیا جائے گا۔[1]

اس کے بعد وَإِنْ لَمْ تَنْقَسِمْ میتِ اول سے جو اس کو ملا تھا وہ اس کی تصحیح پر تقسیم نہیں ہوتا صحیح طور پر صُحِّحَتْ فَرِيضَةُ الْمَيِّتِ الثَّانِي بِالطَّرِيقِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ تو میتِ ثانی کے مسئلے کی تصحیح اس طریقے کے مطابق کی جائے گی جس کو ہم پہلے ذکر کر آئے ثُمَّ ضُرِبَتْ إِحْدَى الْمَسْأَلَتَيْنِ فِي الْأُخْرٰى پھر دونوں مسئلوں میں سے ایک مسئلے کو، اگر اس کے مَا فِي الْيَدِ میں اور تصحیح ثانی میں تَبَایُن کی نسبت ہو تو پھر دونوں مسئلوں میں سے ایک کو دوسرے پر ضرب دے دیں گے إِنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ سِهَامِ الْمَيِّتِ الثَّانِي وَمَا صَحَّتْ مِنْهُ فَرِيضَتُهُ مُوَافَقَةٌ جب کہ میتِ ثانی کے سِہام میں اور اس کی تصحیح میں تَوَافُق نہ ہو بلکہ تَبَایُن ہو، تو پھر میتِ ثانی کے مَا فِي الْيَدِ کو ضرب دے دیں گے جمیعِ تصحیح سے۔ فَإِنْ كَانَتْ سِهَامُهُمْ مُوَافِقَةً تیسری صورت یہ ہے کہ اگر جو حصہ اس کو میتِ اول سے ملا ہے اور جو تصحیح ثانی مسئلے کی ہو رہی ہے ان کے درمیان تَبَایُن کی نسبت نہیں ہے بلکہ تَوَافُق کی نسبت ہے، اس صورت کے اندر فَاضْرِبْ وَفْقَ الْمَسْأَلَةِ الثَّانِيَةِ فِي الْأُولٰى اس صورت کے اندر مسئلۂ ثانیہ کے وَفْق کو مسئلۂ اولیٰ میں ضرب دے دو فَمَا اجْتَمَعَ تو دونوں میں جو جمع آئے گا صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْأَلَتَانِ اس سے دونوں مسئلوں کی تصحیح ہو جائے گی۔ اب ان تینوں کی مثالیں حاشیے میں لکھی ہیں بڑی تفصیل طلب ہیں، اس کے لیے وقت کی قلت ہے اور وقت اس میں زیادہ لگے گا، مثالیں آسان ہیں وہ اپنے طور پہ دیکھ لیجیے گا، اس کے لیے ضابطہ یہی ہے۔[2][3]

وَكُلُّ مَنْ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الْمَسْأَلَةِ الْأُولٰى تو مسئلۂ اولیٰ سے جس کو جو ملا ہے، اب طریقہ بتا رہے ہیں کہ میتِ اول کے حصے داروں کا، ورثاء کا حصہ

---

[1] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «يَنْقَسِمُ عَلٰى عَدَدِ وَرَثَتِهِ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «ينقسم على ورثته» منقول ہے۔

[2] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «لَمْ يَكُنْ بَيْنَ سِهَامِ الْمَيِّتِ الثَّانِي وَمَا صَحَّتْ مِنْهُ فَرِيضَتُهُ مُوَافَقَةٌ» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «لم يكن بين سهام الميت الثاني وما صحت منه فريضة موافقة» منقول ہے۔

[3] **حاشیہ (فرقِ نسخہ وعبارت از مختصر القدوری، ص۲۴۹):** ٹرانسکرپٹ کے صوتی متن میں «فَاضْرِبْ وَفْقَ الْمَسْأَلَةِ الثَّانِيَةِ فِي الْأُولٰى» ہے، جبکہ مطبوعہ نسخۂ مختصر القدوری (مکتبہ شاملہ، دار الکتب العلمیۃ) میں «فاضرب المسألة الثانية في الأولى» منقول ہے۔

کیسے نکالا جائے گا؟ کہتے ہیں میتِ اول کا جو جو حصہ جس کو ملا ہے مَضْرُوبٌ فِيمَا صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ اس کو ضرب دیا جائے گا مسئلۂ ثانیہ کی تصحیح سے۔ جو میتِ اول سے جس وارث کو جو کچھ ملا ہے اس کو مسئلۂ ثانیہ کی تصحیح سے ضرب دیا جائے گا۔ وَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الْمَسْأَلَةِ الثَّانِيَةِ اور مسئلۂ ثانیہ سے ورثاء کو جو کچھ ملا ہے مَضْرُوبٌ فِي وَفْقِ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِي وہ میتِ ثانی کے ترکے کے وَفْق میں ضرب دیا جائے گا۔

وَإِذَا صَحَّتْ مَسْأَلَةُ الْمُنَاسَخَةِ توجب مُنَاسَخَہ کا مسئلہ جو ہے وہ صحیح ٹھہرا وَأَرَدْتَ مَعْرِفَةَ مَا يُصِيبُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ حِسَابِ الدَّرَاهِمِ اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہر ایک حصے دار کو دَرَاہِم کے حساب میں سے جو کچھ ملا ہے اس کی پہچان چاہتے ہیں قَسَمْتَ مَا صَحَّتْ مِنْهُ الْمَسْأَلَةُ عَلَى ثَمَانِيَةٍ وَأَرْبَعِينَ تو آپ تقسیم کر دیں جو مسئلہ صحیح ہوا ہے، جس مسئلے کی تصحیح نکلی ہے اس کو آپ تقسیم کر دیں اڑتالیس پر فَمَا خَرَجَ اس سے جو نکلے گا أَخَذْتَ لَهُ مِنْ سِهَامِ كُلِّ وَارِثٍ حَبَّةً تو ہر وارث کے سِہام میں سے ایک حَبَّةٌ اس کے لیے مقرر کر لیں۔

فرض کریں یہاں اس مسئلے کو انہوں نے کہا کہ جیسے ہمارے ہاں روپے میں بیس پانچ پیسے ہوتے ہیں، چار چوانیاں ہوتی ہیں، اسی طرح آپ سمجھ لیں کہ درہم میں اڑتالیس حَبَّةٌ، اڑتالیس حَبَّةٌ سمجھ لیں اڑتالیس پیسے سمجھ لیں۔ اب آپ نے ایک درہم کو تقسیم کیا، فرض کریں مسئلے کی تصحیح ہو رہی ہے بہتر سے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ مسئلے کی تصحیح ہو رہی ہے بہتر سے، بہتر پر آپ نے اڑتالیس کو تقسیم کرنا ہے۔ اڑتالیس کو جب آپ بہتر پہ تقسیم کریں گے تو جو جواب آئے گا چھ اعشاریہ چھ چھ چھ، ٹھیک ہے؟ اس کو آپ نے ضرب دینا ہے فرض کریں بیٹی کا حصہ بنتا ہے آدھا، اس کے ساتھ ضرب دیں گے تو جواب آئے گا نِصْف یعنی کہ اس کا چوبیس اعشاریہ ایک تقریباً یہ بن گیا، یہ بن جائے گا حصہ بیٹی کا۔ اسی طرح باقی جو وارثان ہیں جو انہوں نے حاشیے میں مثال دی ہے، یعنی آپ نے پہلے اڑتالیس کو تقسیم کرنا ہے بہتر پر، جو ایک حصہ نکل آیا اب ایک کے چھ حصے ہیں، اس کو چھ سے ضرب دیں گے وہ اس کے وارث کا حصہ معلوم ہو گا، اس کو چھتیس سے ضرب دیں گے وہ بیٹی کا حصہ نکل آیا، اس کو جناب سولہ سے ضرب دیں گے وہ تیسرے کا حصہ نکل آیا۔

تو یہ مثال درہم کی یہ دے رہے ہیں کہ فرض کریں درہم میں اڑتالیس حَبَّةٌ ہیں۔ آپ نے جو مسئلے کی تصحیح ہوئی ہے آپ نے درہم کو اس تصحیح پہ تقسیم کر دینا ہے، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ تو جب آپ نے اس کو اس پہ تقسیم کیا جو جواب نکلا اس کو آپ نے ہر وارث کے حصے سے ضرب دینا ہے۔ ہر وارث کے حصے کے ضرب دینے سے، جیسے کہ عام تقسیم کرتے ہیں آپ۔ عام تقسیم یہی تھی نا کہ آپ کے سامنے مسئلہ آ گیا فرض کریں مسئلے کی تصحیح ہوئی ہے چالیس سے، ٹھیک ہے؟ آپ کے پاس تقسیم ہونے کے لیے آیا ہے پچاس لاکھ روپیہ، تو آپ نے پچاس لاکھ کی تقسیم کرنی ہے چالیس پر۔ جواب نکل آیا فرض کریں سوا لاکھ روپیہ، اب وہ ایک حصہ ہے۔ اب اس چالیس میں سے ایک کا حصہ بنتا ہے چودہ۔ اب آپ نے پچاس لاکھ کو پہلے چالیس پہ تقسیم کیا، ایک حصہ سوا لاکھ نکل آیا، اس کو آپ نے چودہ سے ضرب دیا فرض کریں وہ جواب بن گیا بیس لاکھ روپیہ، تو وہ بیس لاکھ روپیہ اس وارث کا حصہ بن جائے گا۔ اس کے بعد ایک وارث کا حصہ ہے پانچ، چالیس میں سے پانچ حصے بنتے ہیں، تو آپ نے پچاس لاکھ کو تقسیم کیا چالیس پر، جو جواب آیا اس کو آپ نے پانچ سے ضرب دیا اس سے اس کا حصہ نکل آئے گا۔ اس طرح یعنی کہ جب اس ترکے کو آپ نے تصحیح پر تقسیم کرنا ہے، جو بھی ترکہ آپ کے سامنے ہے کروڑ روپے ہے اس کو آپ نے تقسیم کرنا ہے جو مسئلے کی تصحیح نکلی ہے اس پر۔ جو ایک جواب نکل آیا نا اس کو پھر آپ نے ہر وارث کے حصوں سے ضرب دینا ہے۔ پچاس لاکھ کو آپ نے چالیس پہ تقسیم کیا، جواب آ گیا فرض کریں سوا لاکھ روپیہ، اب اس میں سے ایک بیٹی کا حصہ چودہ بنتا ہے تو وہ سوا لاکھ کو چودہ سے ضرب دیں گے تو وہ جواب آ جائے گا آپ کے سامنے۔ تو اس طریقے سے یہ تقسیم ہو جائے گی۔ وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ.

اب دعا کریں اگلے سال بھی استاذ صاحب کی معیت آپ کو مل جائے اور کتاب جو ہے آپ کی اسی طرح ختم ہو جائے، کتاب کے ختم ہونے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ ایک یہ ہے کہ آپ کو مسائل کا پتہ ہی نہ ہو کہ آپ نے پڑھا ہی نہیں کہ مَسْأَلَةُ الْكُحْلِ کیا ہے، اس میں تشبیب کے کیا احکام ہیں، حیلے تاجروں کے کیا ہیں، ٹھیک ہے، توابع کن کو کہتے ہیں، بالکل آپ نے پڑھا ہی نہیں ہے تو پھر اس صورت کے اندر بڑی پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔

اب دعا کریں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ. رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، وَقِنَا عَذَابَ الْقَبْرِ، وَقِنَا عَذَابَ الْحَشْرِ، وَقِنَا عَذَابَ الْمِيزَانِ. یا اللہ ہم سب ساتھیوں کو صحیح معنی میں فہمِ دین نصیب فرما۔ یا اللہ دین کی یا اللہ ہم سب کو مرتے دم تک خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرما اور اس خدمت کے لیے ہم سب کو قبول و منظور فرما۔ یا اللہ صحیح معنی میں دین کا ہمیں فہم، دین کی صحیح سمجھ نصیب فرما۔ اے اللہ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ جن ساتھیوں نے یہ آج کتاب مکمل کی ہے یا اللہ

ان کو صحیح سمجھ نصیب فرمااور ان سب کو اور ہم سب کو دین کی خدمت کے لیے قبول و منظور فرما۔ یااللہ آگے ان کو مزید ترقی کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ اور جن استاذِ محترم نے اس محبت اور محنت کے ساتھ ان کو پڑھایا ہے یااللہ ان کی عمر میں، علم میں برکت نصیب فرما۔ خصوصاً آپ کے استاذِ محترم کے والد صاحب اور ہمارے استاذِ محترم حضرت الشیخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ، ان کے لیے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کو اَعْلٰی عِلِّیِّینَ میں جگہ نصیب فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے، اور اللہ تعالیٰ ان کے ان فرزند کو انہی کے نقشِ قدم پر صحیح معنی میں چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اے اللہ ہم سب کو اپنے استاذوں کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ یااللہ، یااللہ جہاں جہاں دین کی محنت ہو رہی ہے یااللہ اسے قبول و منظور فرما۔ دنیا بھر کے مجاہدینِ اسلام کی مدد، ان کی نصرت، ان کی حفاظت فرما۔ یااللہ ہم سب کے ساتھ اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرما۔ جو جو بیمار ہیں، یااللہ بالخصوص مولانا نور الاسلام صاحب کی اہلیہ بیمار ہیں یااللہ انہیں صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ نصیب فرما، اور مولانا نور الاسلام صاحب کو یااللہ اَعْلٰی عِلِّیِّینَ میں جگہ نصیب فرمااور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنااور ان کے بچوں کو ان کا صحیح معنی میں جانشین بنا۔ یااللہ ہم سب کے والدین کو اَعْلٰی عِلِّیِّینَ میں جگہ نصیب فرما۔ یااللہ ہم سب کے ساتھ اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرما، رحم و کرم کا معاملہ فرما۔ اے اللہ ہم سب کا خاتمہ ایمان و اسلام پر فرما، ہم سب کو نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سچی محبت نصیب فرما۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا يَا مَوْلَانَاإِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

تفصیلی فہرستِ مضامین، کتب، ابواب اور ذیلی عناوین

(مکمل ۱۶۷ اسباق مع ذیلی سرخیاں، نقشہ جات و فقہی جداول)

مُقَدِّمَةُ الْكِتَابِ وَكِتَابُ الطَّهَارَةِ (علمِ فقہ وائمۂ حنفیہ کا تعارف، وضو، غسل، میاہ و آبار، تیمم، مسح علی الخفین، حیض و نفاس اور انجاس (اسباق ۱ تا ۱۶)) ۳

۱ سبق نمبر ۱: دعائے افتتاحیہ، علمِ فقہ کی فضیلت و اہمیت، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام قدوری کا تعارف ۴

۱.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۴

۲ سبق نمبر ۲: مقدمۃ الکتاب: فقہ و فقیہ کا مقام، تدوینِ فقہِ حنفی، طبقاتِ فقہاء اور اصطلاحاتِ کتبِ حنفیہ ۸

۲.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۸

۳ سبق نمبر ۳: کتاب الطہارۃ (۱): طہارت کی لغوی و شرعی تحقیق، آیتِ وضو کی تفسیر اور فرائضِ وضو (غسلِ اعضاء و مسحِ راس) ۱۳

۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳

۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳

۴ سبق نمبر ۴: کتاب الطہارۃ (۲): سننِ وضو، تسمیہ، مسواک، مضمضہ و استنشاق، مسحِ کلِ راس، ترتیب اور مستحباتِ وضو ۱۹

۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۹

۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۹

۵ سبق نمبر ۵: کتاب الطہارۃ (۳): نواقضِ وضو کا بیان—خروجِ نجاست، سیلانِ دم، قے، نیند، بے ہوشی، جنون اور قہقہہ ۲۲

۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۲

۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۲

۶ سبق نمبر ۶: کتاب الطہارۃ (۴): فرائضِ غسل (مضمضہ، استنشاق، غسلِ بدن)، سننِ غسل اور ضفائرِ مرأۃ کا حکم ۲۷

۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۷

۲.۶ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۷

۷ سبق نمبر ۷: کتاب الطہارۃ (۵): موجباتِ غسل (انزال، التقاءِ ختانین، حیض و نفاس)، مسنون غسل اور اقسامِ میاہ ۳۰

۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۰

۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۰

۸ سبق نمبر ۸: کتاب الطہارۃ (۶): ماءِ جاری و ماءِ راکد کے احکام، دَہ در دَہ کا ضابطہ، آبی جانور اور سؤر (جھوٹے) کی اقسام ۳۵

۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۵

۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۵

۹ سبق نمبر ۹: کتاب الطہارۃ (۷): چمڑے کی دباغت (ایہابِ مدبوغ)، خنزیر و آدمی کی کھال، مردار کے بال و ہڈی اور احکامِ آبار (کنویں) ۴۱

۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۱

۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۱

۱۰ سبق نمبر ۱۰: کتاب الطہارۃ (۸): کنویں سے پانی نکالنے کی مقدار، ڈول کا معیار، نجاستِ عدمِ وقتِ وقوع اور استنجاء کے آداب ۴۶

۱۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۶

۱۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۶

۱۱ سبق نمبر ۱۱: باب التیمم (۱): تیمم کا لغوی و شرعی معنی، شرائطِ جوازِ تیمم، مسافتِ آب اور طریقۂ تیمم (دو ضربیں) ۵۲

۱۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۲

۱۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۲

۱۲ سبق نمبر ۱۲: باب التیمم (۲): جنسِ ارض کی تحقیق (امام اعظم و صاحبین کا مسلک)، نواقضِ تیمم، وقت میں پانی ملنے کی امید اور دعائیں ۶۰

۱۲.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۶۰

۱۳ سبق نمبر ۱۳: باب المسح علی الخفین: موزوں پر مسح کا ثبوت، شرائطِ جواز، مدتِ مقیم و مسافر، مقدارِ مسح، خرقِ کثیر اور جبیرہ کا حکم ۶۶

۱۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۶

۱۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۶

۱۳.۳ متنِ قدوری و تفصیلِ مسائل ۶۹

۱۴ سبق نمبر ۱۴: باب الحیض (۱): حیض کی اقل و اکثر مدت، طہرِ متخلل، استحاضہ کی تعریف، معذور کے احکام اور حائضہ پر ممنوع امور ۷۴
۱۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۴
۱۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۴
۱۴.۳ متنِ قدوری و تفصیلِ مسائل ۷۷

۱۵ سبق نمبر ۱۵: باب الحیض (۲) و باب الانجاس: نفاس کی اقل و اکثر مدت، مبتدأہ و معتادہ کے ضوابط، منی کا حکم اور تطہیرِ نجاسات ۸۳
۱۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۳
۱۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۳

۱۶ سبق نمبر ۱۶: باب الانجاس (تکمیل): نجاستِ مرئیہ و غیر مرئیہ، نجاستِ غلیظہ و خفیفہ کی مقدارِ عفو اور استنجاء کے مسائل ۸۹
۱۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۹
۱۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۹

كِتَابُ الصَّلَاةِ (أَبْوَابُ الصَّلَاةِ وَالْإِمَامَةِ وَالْجُمُعَةِ وَالْجَنَائِزِ) (اوقات، اذان، شروط و صفۃ الصلاۃ، جماعت، نوافل، قضاء، سجدۂ سہو، صلاۃ المسافر، جمعہ، عیدین، کسوف، خوف اور جنائز و شہید (اسباق ۱۷ تا ۳۴)) ۹۵

۱۷ سبق نمبر ۱۷: کتاب الصلاۃ (۱): اوقاتِ نمازِ پنجگانہ (فجر، ظہر، عصر میں مثلین و مثلِ اول، مغرب اور عشاء و وتر) اور مستحب اوقات ۹۶
۱۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۹۶
۱۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۹۶

۱۸ سبق نمبر ۱۸: باب الاذان و شروط الصلاۃ: اذان و اقامت کی مشروعیت، کلماتِ اذان، ترجیع، تثویب، حیعلتین میں التفات اور شروطِ نماز ۱۰۲
۱۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۲
۱۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۲

۱۹ سبق نمبر ۱۹: باب صفۃ الصلاۃ (۱): فرائضِ نماز (تحریمہ، قیام، قراءت، رکوع، سجود، قعدۂ اخیرہ)، واجبات و سنن، ثناء اور فاتحہ ۱۱۰
۱۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۰
۱۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۰

۲۰ سبق نمبر ۲۰: باب صفۃ الصلاۃ (۲): رکوع و سجود کی تسبیحات، جلسہ و قعدہ، تشہد، درود و دعا، قنوتِ وتر اور قراءت کی مقدار ۱۱۹
۲۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۹

۲۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۹

۲۱ سبق نمبر ۲۱: باب الجماعۃ (۱): جماعت کی تاکید، امامت کا مستحق کون؟ مکروہ و فاسد اقتداء، صف بندی کے احکام اور مقتدی کے فرائض ۱۲۵

۲۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۵

۲۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۵

۲۲ سبق نمبر ۲۲: باب الجماعۃ (۲) والحدث فی الصلاۃ: نماز میں سبقتِ حدث، بناء کی شرائط، مفسداتِ نماز، سترہ اور مکروہاتِ صلاۃ ۱۳۴

۲۲.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۳۴

۲۳ سبق نمبر ۲۳: باب النوافل و قضاء الفوائت: سننِ مؤکدہ و غیر مؤکدہ، نفل میں بیٹھ کر نماز، قضاءِ فوائت، ترتیب اور مکروہ اوقات ۱۴۰

۲۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۴۰

۲۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۴۰

۲۴ سبق نمبر ۲۴: باب سجود السہو: سجدۂ سہو کا محل، طریقہ، ترکِ واجب، قعدۂ اولیٰ و اخیرہ کا سہو اور شک فی الصلاۃ کے ضوابط ۱۴۷

۲۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۴۷

۲۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۴۷

۲۵ سبق نمبر ۲۵: باب صلاۃ المریض و سجود التلاوۃ: مریض کی نماز (بیٹھ کر اور اشارے سے)، غشی و جنون کی قضا اور سجدۂ تلاوت کے مسائل ۱۵۴

۲۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۵۴

۲۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۵۴

۲۶ سبق نمبر ۲۶: باب صلاۃ المسافر (۱): مسافتِ سفر (تین دن کی راہ)، قصرِ صلاۃ کا وجوب، وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور وطنِ سکنیٰ کی تحقیق ۱۶۱

۲۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۶۱

۲۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۶۱

۲۷ سبق نمبر ۲۷: باب صلاۃ المسافر (۲): مسافر کی مقیم کے پیچھے اور مقیم کی مسافر کے پیچھے اقتداء اور سفر میں فجر و مغرب و سنن کا حکم ۱۶۶

۲۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۶۶

۲۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۶۶

۲۸ سبق نمبر ۲۸: باب صلاۃ الجمعۃ: جمعہ کی شرائطِ صحت (مصر جامع، سلطان، وقتِ ظہر، خطبہ، جماعت)، وجوب کی شرائط اور سعی الی الجمعہ ۱۷۱

۲۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۷۱

۲۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۷۱

۲۹ سبق نمبر ۲۹: باب صلاۃ العیدین: عید الفطر و عید الاضحیٰ کے مستحبات، نمازِ عید کا طریقہ (چھ زائد تکبیرات)، تکبیراتِ تشریق کی مدت ۱۷۷

۲۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۷۷

۲۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۷۷

۳۰ سبق نمبر ۳۰: باب صلاۃ الکسوف، الاستسقاء و قیامِ رمضان: سورج و چاند گرہن کی نماز، استسقاء اور تراویح (بیس رکعات و ختمِ قرآن) ۱۸۲

۳۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۸۲

۳۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۸۲

۳۱ سبق نمبر ۳۱: باب صلاۃ الخوف: صلاۃِ خوف کی مشروعیت، دو طائفوں کی ترتیب و کیفیت اور شدتِ خوف میں سواری پر نماز کا حکم ۱۸۷

۳۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۸۷

۳۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۸۷

۳۲ سبق نمبر ۳۲: باب الجنائز (۱): محتضر کے احکام، تلقین، غسلِ میت کا مسنون طریقہ، کفن کے مسنون کپڑے (مرد کے تین، عورت کے پانچ) ۱۹۱

۳۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۹۱

۳۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۹۱

۳۳ سبق نمبر ۳۳: باب الجنائز (۲): نمازِ جنازہ کا طریقہ، امامت کا حق دار، چار تکبیرات، نوزائیدہ بچے کا حکم، حملِ جنازہ اور تدفین ۲۰۰

۳۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۰۰

۳۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۰۰

۳۴ سبق نمبر ۳۴: باب الشہید والصلاۃ فی الکعبۃ: شہیدِ کامل کی تعریف و شرائط، شہید کے احکام، اور کعبہ کے اندر اور چھت پر نماز ۲۰۶

۳۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۰۶

۳۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۰۶

كِتَابُ الزَّكَاةِ وَكِتَابُ الصَّوْمِ وَالِاعْتِكَافِ (زکاۃِ ابل (مع سہ ستونی نقشہ)، بقر، غنم، ذہب و فضہ، عروض، عشر، مصارفِ زکاۃ، صدقۃ الفطر، اور صوم و اعتکاف (اسباق ۳۵ تا ۴۱)) ۲۱۲

۳۵ سبق نمبر ۳۵: کتاب الزکاۃ (۱): شرائطِ وجوبِ زکاۃ، زکاۃ الابل (اونٹوں کے اسنان اور ۵ تا ۲۰۰ اونٹوں کی زکاۃ کا سہ ستونی نقشہ) ۲۱۳

۳۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۱۳

۳۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۱۳
۳۵.۳ زکوٰۃ الابل کا سہ ستونی نقشہ اور اونٹوں کی عمریں (اسنانِ ابل) ۲۲۰

۳۶ سبق نمبر ۳۶: کتاب الزکاۃ (۲): صدقۃ البقر (گائے بھینس کا نصاب)، صدقۃ الغنم (بھیڑ بکری کا نصاب)، زکاۃ الخیل اور فصلہ کا ضابطہ ۲۲۷
۳۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۲۷
۳۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۲۷

۳۷ سبق نمبر ۳۷: کتاب الزکاۃ (۳): زکاۃ الفضۃ والذہب (چاندی ۲۰۰ درہم، سونا ۲۰ مثقال)، عروضِ تجارت، ضمار، معادن و رکاز اور عشر و خراج ۲۳۲
۳۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۳۲
۳۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۳۲

۳۸ سبق نمبر ۳۸: باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ (۱): مصارفِ زکاۃ کی آٹھ اصناف (فقیر، مسکین، عامل، مکاتب، غارم، فی سبیل اللہ، ابن السبیل) ۲۴۸
۳۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۴۸
۳۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۴۸

۳۹ سبق نمبر ۳۹: باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ (۲) و صدقۃ الفطر: موانعِ زکاۃ (غنی، بنی ہاشم، اصول و فروع)، تملیک اور صدقۃ الفطر کے مسائل ۲۵۶
۳۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۵۶
۳۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۵۶

۴۰ سبق نمبر ۴۰: کتاب الصوم (۱): اقسامِ صوم، رویتِ ہلال، نیت کے احکام، مفسداتِ صوم (قضائے محض اور قضا مع الکفارہ کے ضوابط) ۲۶۲
۴۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۶۲
۴۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۶۲

۴۱ سبق نمبر ۴۱: کتاب الصوم (۲) و باب الاعتکاف: روزے کے مکروہات، بیماری و سفر و حمل و شیخی فانی کا فدیہ، نفل روزہ اور اعتکاف کی شرائط ۲۷۵
۴۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۲۷۵
۴۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۲۷۵

كِتَابُ الْحَجِّ (اَلْمَشَاعِرُ الْمُقَدَّسَةُ، الْمَنَاسِكُ، الْقِرَانُ، التَّمَتُّعُ وَالْجِنَايَاتُ) (مشاعرِ مقدسہ کے تفصیلی نقشے، مواقیت، احرام، طواف و سعی، منیٰ و عرفات و مزدلفہ، قران و تمتع، جنایات، احصار، فوات اور ہدی (اسباق ۴۲ تا ۴۷)) ۲۸۱

۴۲ سبق نمبر ۴۲: کتاب الحج (۱): مشاعرِ مقدسہ کی بصری و جغرافیائی تفصیلات، شرائطِ وجوبِ حج، مواقیتِ خمسہ، احرام، تلبیہ، طوافِ قدوم اور سعی ۲۸۲

۴۲.۱ تمہیدِ کتاب الحج: مشاعرِ مقدسہ (مسجدِ حرام، بیت اللہ، مطاف، مسعیٰ، منیٰ، عرفات و مزدلفہ) کی بصری و جغرافیائی تفصیلات ۲۸۲
۴۲.۲ آغازِ متنِ کتاب الحج: فرضیتِ حج کی شرائط، مواقیتِ خمسہ، احرام، تلبیہ اور طوافِ قدوم و سعی ۲۸۴

۴۳ سبق نمبر ۴۳: کتاب الحج (۲): منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے مناسک (۸ تا ۱۳ ذوالحجہ)، وقوفِ عرفہ، جمع بین الصلاتین، رمیِ جمرات، طوافِ زیارت و وداع ۳۰۰
۴۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۰۰
۴۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۰۰

۴۴ سبق نمبر ۴۴: باب القران و باب التمتع: حجِ افراد، حجِ قران اور حجِ تمتع کا تقابلی بیان، قارن کے دو طواف و دو سعی، دمِ شکر اور متمتع کے روزے ۳۱۴
۴۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۱۴
۴۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۱۴

۴۵ سبق نمبر ۴۵: باب الجنایات فی الحج (۱): ممنوعاتِ احرام، خوشبو، سلا ہوا کپڑا، سر ڈھانپنا، حجامت، ناخن تراشنا، جماع اور ترکِ واجبات کے کفارات ۳۲۴
۴۵.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۳۲۴

۴۶ سبق نمبر ۴۶: باب الجنایات فی الحج (۲) و باب الاحصار: شکارِ برّی کی جزاء، صیدِ حرم و نباتِ حرم، قارن کی جنایت اور احصار (مرض یا دشمن) کے احکام ۳۳۱
۴۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۳۱
۴۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۳۱

۴۷ سبق نمبر ۴۷: باب الفوات و باب الہدی: فواتِ حج اور عمرے سے تحلل و قضا، عمرہ کے مکروہ ایام، ہدی کی اقسام (ابل، بقر، غنم)، تقلید و اشعار ۳۴۰
۴۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۴۰
۴۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۴۰

كِتَابُ الْبُيُوعِ (شُرُوطُ الْبَيْعِ، ضَابِطَةُ الْمَكِيلَاتِ وَالْمَذْرُوعَاتِ وَالْخِيَارَاتُ) (انعقادِ بیع، مکیلات و موزونات و معدودات و مذروعات کا جامع نقشہ (درس ۵۲ تا ۵۶)، خیارِ شرط، خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب (اسباق ۴۸ تا ۶۵)) ۳۴۷

۴۸ سبق نمبر ۴۸: کتاب البیوع (۱): بیع کی لغوی و شرعی تعریف، انعقادِ بیع کا طریقہ اور بیع کے بنیادی اصول و مقدمات ۳۴۸
۴۸.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۳۴۸

۴۹ سبق نمبر ۴۹: کتاب البیوع (۲): صیغۂ ایجاب و قبول، مجلسِ عقد، مبیع و ثمن کی تعیین اور بیعِ تعاطی کے احکام ۳۵۲
۴۹.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۳۵۲

۵۰ سبق نمبر ۵۰: کتاب البیوع (۳): مشار الیہ اعواض و اثمان، مطلق ثمن کا حکم، نقد و ادھار اور غلے کی بیع کے ضوابط ۳۵۸
۵۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۵۸
۵۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۵۸

۵۱ سبق نمبر ۵۱: کتاب البیوع (۴): ثمنِ حال و مؤجل، مسمّٰی دراہم و فلوس، اور صُبرہ (ڈھیر) کی بیع کا آغاز ۳۶۳
۵۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۶۳
۵۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۶۳

۵۲ سبق نمبر ۵۲: کتاب البیوع (۵): مکیلات، موزونات، معدودات و مذروعات کی ۶ اقسام، دو بنیادی مقدمات اور بیع کی ۴ صورتوں کا جامع نقشہ ۳۶۹
۵۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۶۹
۵۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۶۹
۵۲.۳ مکیلات، موزونات، معدودات اور مذروعات کی بیع کے دو مقدمات اور جامع نقشہ ۳۷۰

۵۳ سبق نمبر ۵۳: کتاب البیوع (۶): نقشۂ درس ۵۲ کی عملی تطبیق (حصہ اول)—مکیلات، موزونات اور معدوداتِ متقاربہ و متفاوتہ کی امثلہ و حل ۳۷۶
۵۳.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۳۷۶

۵۴ سبق نمبر ۵۴: کتاب البیوع (۷): نقشۂ درس ۵۲ کی عملی تطبیق (حصہ دوم)—کل مقدار اور فی اکائی قیمت کے اجتماع و انفراد کے مسائل ۳۸۳
۵۴.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۳۸۳

۵۵ سبق نمبر ۵۵: کتاب البیوع (۸): نقشۂ درس ۵۲ کی عملی تطبیق (حصہ سوم)—مذروعاتِ متفاوتہ (زمین) اور مذروعاتِ متقاربہ (کپڑا) کا مفصل حل ۳۸۶
۵۵.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۳۸۶

۵۶ سبق نمبر ۵۶: کتاب البیوع (۹): زمین اور کپڑے کی ذراع کے اعتبار سے بیع، مکان و بکریوں کی بیع اور توابعِ مبیع (بنا، اشجار، قفل وغیرہ) ۳۹۰
۵۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۹۰
۵۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۹۰

۵۷ سبق نمبر ۵۷: کتاب البیوع (۱۰): درخت پر لگے پھل، کھیت کی زراعت، بیع میں استثناء اور حقوق و مرافق کے دخول و عدمِ دخول کا ضابطہ ۳۹۶
۵۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۳۹۶

۵۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۳۹۶

۵۸ سبق نمبر ۵۸: کتاب البیوع (۱۱): تسلیمِ ثمن اور تسلیمِ مبیع میں تقدم کس کا؟ قبضہ سے قبل مبیع میں تصرف (عقار اور منقول کا فرق) ۴۰۱

۵۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۰۱

۵۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۰۱

۵۹ سبق نمبر ۵۹: باب خیار الشرط (۱): خیارِ شرط کی مشروعیت، مدتِ خیار (امام اعظم کے نزدیک ۳ دن، صاحبین کے نزدیک معلوم مدت) اور فسخ و اجازت ۴۰۴

۵۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۰۴

۵۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۰۴

۶۰ سبق نمبر ۶۰: باب خیار الشرط (۲) و باب خیار الرؤیۃ: مدتِ خیار میں ہلاکت یا عیب کا حکم، خیار کا وراثت میں منتقل نہ ہونا اور خیارِ رؤیت کے مسائل ۴۱۱

۶۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۱۱

۶۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۱۱

۶۱ سبق نمبر ۶۱: باب خیار الرؤیۃ (تکمیل): نابینا کی خرید و فروخت، سقوطِ خیارِ رؤیت کے اسباب، ایک نمونہ دیکھ کر باقی مبیع کا حکم ۴۱۸

۶۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۱۸

۶۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۱۸

۶۲ سبق نمبر ۶۲: باب خیار العیب (۱): عیب کی تعریف، مشتری کا اختیار (ردِ مبیع یا امساک بکل الثمن)، حدوثِ عیبِ جدید اور رجوع بنقصان ۴۲۵

۶۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۲۵

۶۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۲۵

۶۳ سبق نمبر ۶۳: باب خیار العیب (۲): غلام و باندی کے مخصوص عیوب (اباق، بول فی الفراش، سرقہ، بخر، ذفر) اور زیادتیِ مبیع مانعِ رد کب ہے؟ ۴۳۱

۶۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۳۱

۶۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۳۱

۶۴ سبق نمبر ۶۴: باب خیار العیب (۳): مبیع کے ہلاک ہونے یا آزاد کرنے کے بعد عیب پر اطلاع، اور عدمِ رجوع کی شرط (براءت عن کل عیب) کا حکم ۴۳۶

۶۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۳۶

۶۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۳۶

۶۵ سبق نمبر ۶۵: باب خیار العیب (۴): مشتریِ ثانی سے عیب کی وجہ سے واپسی (قضائے قاضی اور غیر قضا کا فرق) اور قبضہ سے قبل فسخ ۴۴۱
۶۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۴۱
۶۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۴۱

تَتِمَّةُ كِتَابِ الْبُيُوعِ (اَلْبَيْعُ الْفَاسِدُ، الْإِقَالَةُ، الْمُرَابَحَةُ، الرِّبَا، الصَّرْفُ وَالسَّلَمُ) (بیع کی چار اقسام، بیعِ فاسد و باطل، اقالہ، مرابحہ و تولیہ، ربا، صرف اور بیعِ سلم کے احکام و شرائط (اسباق ۶۶ تا ۷۸)) ۴۴۷

۶۶ سبق نمبر ۶۶: باب البیع الفاسد (۱): بیع کی چار اقسام (صحیح، باطل، فاسد، موقوف) کی تعریفات و ضوابط، بیعِ معدوم اور بیعِ مالِ غیر متقوم ۴۴۸
۶۶.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۴۴۸

۶۷ سبق نمبر ۶۷: باب البیع الفاسد (۲): حمل فی البطن، صوف علی الظہر، لبن فی الضرع، سمک فی الماء، اور نھی عن بیع و شرط (صفقہ در صفقہ) ۴۵۷
۶۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۵۷
۶۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۵۷

۶۸ سبق نمبر ۶۸: باب البیع الفاسد (۳): بیع بقاذف الحجر، ملامسہ، منابذہ، مزابنہ، محاقلہ، بیعِ ثوب من ثوبین اور شرطِ فاسد کا ضابطہ ۴۶۴
۶۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۶۴
۶۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۶۴

۶۹ سبق نمبر ۶۹: باب البیع الفاسد (۴): بیعِ فاسد میں قبضہ سے ملکِ خبیث کا ثبوت، وجوبِ فسخ، قیمت و مثل کا ضمان اور زیادتی کا حکم ۴۷۰
۶۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۷۰
۶۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۷۰

۷۰ سبق نمبر ۷۰: باب البیع الفاسد (۵) و باب الاقالۃ: ام ولد و مدبر و حر کی بیع، بیع عند اذان الجمعہ، نجش، تلقی الجلب اور اقالہ کی حقیقت ۴۷۹
۷۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۷۹
۷۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۷۹

۷۱ سبق نمبر ۷۱: باب المرابحۃ والتولیۃ (۱): مرابحہ اور تولیہ کی تعریف، شرائطِ صحت، ثمنِ اول میں مصارف (رنگائی، سلائی، حمل) کے ضم کا ضابطہ ۴۸۹
۷۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۸۹
۷۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۸۹

۷۲ سبق نمبر ۷۲: باب المرابحۃ والتولیۃ (۲): مرابحہ اور تولیہ میں خیانت ظاہر ہونے کا حکم (امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف) ۴۹۸
۷۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۴۹۸
۷۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۴۹۸

۷۳ سبق نمبر ۷۳: باب الربا: ربا کی تعریف، علتِ ربا (قدر مع الجنس: کیل یا وزن)، اموالِ ربویہ کے احکام، جید و ردی کا تساوی اور آٹا و گندم کی بیع ۵۰۸
۷۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۰۸
۷۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۰۸

۷۴ سبق نمبر ۷۴: باب الصرف: بیعِ صرف کی تعریف، مجلس میں تقابضِ عوضین کی فرضیت، سونا چاندی کی بیع کے ضوابط اور غلبہ کا معیار ۵۱۷
۷۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۱۷
۷۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۱۷

۷۵ سبق نمبر ۷۵: باب السلم (۱): بیعِ سلم کی لغوی و شرعی تعریف، جواز کی شرائط، راس المال پر مجلس میں قبضہ اور مسلم فیہ کی شرائطِ صحت ۵۲۵
۷۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۲۵
۷۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۲۵

۷۶ سبق نمبر ۷۶: باب السلم (۲): کپڑے، اینٹ اور جواہر میں سلم کا حکم، اجل کی تعیین اور سلم کی صحت کے لیے امام اعظم کی سات شرائط ۵۳۵
۷۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۳۵
۷۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۳۵

۷۷ سبق نمبر ۷۷: متفرقاتِ بیوع و صرف (۱): چاندی کے برتن کی بیع میں بعض ثمن پر قبضہ، سونے چاندی سے مزین تلوار کی بیع اور تقابض کے مسائل ۵۴۴
۷۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۴۴
۷۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۴۴

۷۸ سبق نمبر ۷۸: متفرقاتِ بیوع و صرف (۲) و کتاب الرہن (۱): فلوسِ نافقہ و کاسدہ کی بیع، استقراض کے احکام اور رہن کا آغاز و انعقاد ۵۵۴
۷۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۵۴
۷۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۵۴

كُتُبُ الرَّهْنِ وَالْحَجْرِ وَالْإِقْرَارِ وَالْإِجَارَةِ وَالشُّفْعَةِ (رہن، اسبابِ حجر (صغر، رق، جنون، سفہ)، اقرار و استثناء، اجارہ (اجیر مشترک و خاص) اور شفعہ کے مراتب و شرائط (اسباق ۷۹ تا ۹۳)) ۵۶۴

۷۹ سبق نمبر ۷۹: کتاب الرہن (۲): رہن میں قبضہ کی شرط، مضمون بہ کا بیان (اقلِ قیمۃ الرہن والدین)، جنایتِ رہن اور مصارفِ رہن کس کے ذمہ ہیں؟ ۵۶۵

۷۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۶۵

۷۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۶۵

۸۰ سبق نمبر ۸۰: کتاب الرہن (۳): مشاع کا رہن، رہن میں زیادتی، راہن یا مرتہن کے تصرفات، ہلاکتِ رہن اور رہن بالدرک کے مسائل ۵۷۸

۸۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۷۸

۸۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۷۸

۸۱ سبق نمبر ۸۱: کتاب الحجر (۱): اسبابِ حجر (صغر، رق، جنون)، صبیِ عاقل و مجنون و عبد کے تصرفات، اور بلوغت کی علامات و عمر (امام اعظم و صاحبین) ۵۹۰

۸۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۵۹۰

۸۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۵۹۰

۸۲ سبق نمبر ۸۲: کتاب الحجر (۲): سفیہ (مبذر) پر حجر میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف و دلائل، اور مفلس قرض دار پر حجر و حبس کا حکم ۶۰۲

۸۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۰۲

۸۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۰۲

۸۳ سبق نمبر ۸۳: کتاب الاقرار (۱): اقرار کی تعریف و شرائط، مجہول کا اقرار اور استثناء فی الاقرار (متصل و منقطع، استثناءِ کل و بعض) ۶۱۴

۸۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۱۴

۸۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۱۴

۸۴ سبق نمبر ۸۴: کتاب الاقرار (۲): ظرف اور مظروف کے اقرار کے دقائق (تمر فی قوصرہ، دابہ فی اصطبل، ثوب فی مندیل)، حمل و مہر کا اقرار ۶۲۹

۸۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۲۹

۸۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۲۹

۸۵ سبق نمبر ۸۵: کتاب الاقرار (۳): مرضِ موت کا اقرار، دیونِ صحت کو دیونِ مرض پر تقدیم، وارث کے لیے اقرار اور اقرار بالنسب کے شرائط ۶۴۱

۸۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۴۱

۸۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۴۱

۸۶ سبق نمبر ۸۶: کتاب الاجارۃ (۱): اجارہ کی تعریف، منافع و اجرت کی معلومیت، مکان و زمین اور جانور و کپڑے کے کرایہ پر لینے کے احکام ۶۴۹
۸۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۴۹
۸۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۴۹

۸۷ سبق نمبر ۸۷: کتاب الاجارۃ (۲): اجیر مشترک اور اجیر خاص کا فرق اور دونوں کے ضمان کا ضابطہ (امام اعظم اور صاحبین کے مسالک) ۶۶۱
۸۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۶۱
۸۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۶۱

۸۸ سبق نمبر ۸۸: کتاب الاجارۃ (۳): خیاط، صباغ اور حمال کے مسائل، دو شرطوں والی اجرت، استرضاع (دودھ پلانے کا اجارہ) اور اجرتِ طاعات کی ممانعت ۶۷۲
۸۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۷۲
۸۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۷۲

۸۹ سبق نمبر ۸۹: کتاب الاجارۃ (۴): اجارۃ المشاع کا حکم، اجرت کب واجب ہوتی ہے؟ خباز و طباخ کا حکم اور عذر کی وجہ سے فسخِ اجارہ ۶۸۶
۸۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۸۶
۸۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۸۶

۹۰ سبق نمبر ۹۰: کتاب الاجارۃ (۵) و کتاب الشفعۃ (۱): اجارۂ فاسدہ میں اجرِ مثل، موت سے فسخِ اجارہ، شفعہ کی تعریف اور مراتبِ شفعاء (شریک، خلیط، جار) ۶۹۵
۹۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۶۹۵
۹۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۶۹۵

۹۱ سبق نمبر ۹۱: کتاب الشفعۃ (۲): طلبِ شفعہ کے تین مراتب (طلبِ مواثبت، طلبِ تقریر و اشہاد، طلبِ خصومت) اور دعویٰ شفعہ کا طریقہ ۷۱۱
۹۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۱۱
۹۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۱۱

۹۲ سبق نمبر ۹۲: کتاب الشفعۃ (۳): کن عقود میں شفعہ واجب ہوتا ہے اور کن میں نہیں؟ مبطلاتِ شفعہ، موتِ شفیع یا مشتری اور حیلۂ اسقاطِ شفعہ ۷۲۰
۹۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۲۰
۹۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۲۰

۹۳ سبق نمبر ۹۳: کتاب الشفعۃ (۴): مشتری کی تعمیر یا شجر کاری کے بعد ثبوتِ شفعہ، ہلاکتِ بعضِ دار اور ثمن کی مقدار میں اختلاف کا فیصلہ ۷۳۵
۹۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۳۵

۹۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۳۵

كُتُبُ الشَّرِكَةِ وَالْمُضَارَبَةِ وَالْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ وَالْحَوَالَةِ وَالصُّلْحِ (شرکتِ املاک وعقود، مضاربت، وکالت بالبیع والشراء والخصومۃ، کفالت بالنفس والمال، حوالہ اور صلح کے مسائل (اسباق ۹۴ تا ۱۰۱)) ۷۴۴

۹۴ سبق نمبر ۹۴: کتاب الشرکۃ: شرکت کی اقسام (شرکۃ الاملاک اور شرکۃ العقود: مفاوضہ، عنان، صنائع / تقبل، وجوہ) اور ان کی شرائط واحکام ۷۴۵
۹۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۴۵
۹۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۴۵
۹۵ سبق نمبر ۹۵: کتاب المضاربۃ: مضاربت کی تعریف، رب المال اور مضارب کے اختیارات، مطلق و مقید مضاربت، مصارفِ سفر اور تقسیمِ ربح و وضیعہ ۷۶۴
۹۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۶۴
۹۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۶۴
۹۶ سبق نمبر ۹۶: کتاب الوکالۃ (۱): وکالت کی مشروعیت، وکیل بالبیع اور وکیل بالشراء میں حقوقِ عقد کس کی طرف راجع ہوتے ہیں؟ (امام اعظم و صاحبین) ۷۸۰
۹۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۸۰
۹۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۸۰
۹۷ سبق نمبر ۹۷: کتاب الوکالۃ (۲): دو وکیلوں کا اجتماع، وکیل فی الخصومۃ والقبض، عزلِ وکیل کے احکام اور مبطلاتِ وکالت ۷۹۶
۹۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۷۹۶
۹۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۷۹۶
۹۸ سبق نمبر ۹۸: کتاب الکفالۃ: کفالت بالنفس اور کفالت بالمال، اصیل اور کفیل سے مطالبہ، تنجیز و تعلیق اور کفالت سے براءت کی صورتیں ۸۰۶
۹۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۰۶
۹۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۰۶
۹۹ سبق نمبر ۹۹: کتاب الحوالۃ و کتاب الصلح (۱): حوالہ کی تعریف، شرائطِ صحت، براءتِ محیل، توے (ہلاکتِ مالِ محتال علیہ) اور صلح کی اقسام ۸۲۳
۹۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۲۳
۹۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۲۳

۱۰۰ سبق نمبر ۱۰۰: کتاب الصلح (۲): دعویٰ مع الاقرار، سکوت یا انکار پر صلح، خون (قصاص) اور جنایات سے صلح، اور دینِ مشترک میں صلح کا ضابطہ ۸۳۶
۱۰۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۳۶
۱۰۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۳۶

۱۰۱ سبق نمبر ۱۰۱: کتاب الصلح (۳): دینِ مشترک میں ایک شریک کی صلح یا قبضہ پر دوسرے شریک کے اختیارات اور ابراء عن الدعویٰ والحق ۸۴۳
۱۰۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۴۳
۱۰۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۴۳

كُتُبُ الْهِبَةِ وَالْوَقْفِ وَالْغَصْبِ وَالْوَدِيعَةِ وَاللَّقِيطِ وَالْمَفْقُودِ وَالْمُزَارَعَةِ (ہبہ وموانعِ رجوع، وقف، غصب، ودیعت، عاریت، لقیط، لقطہ، خنثیٰ، مفقود، اباق، احیاء الموات، ماذون اور مزارعت و مساقات (اسباق ۱۰۲ تا ۱۱۰)) ۸۵۱

۱۰۲ سبق نمبر ۱۰۲: کتاب الہبۃ (۱): ہبہ کا انعقاد و اتمام بالقبض، مشاع کا ہبہ (ما یقسم و مالا یقسم)، اور ہبہ میں رجوع کے موانع (دع وزق م ہ) ۸۵۲
۱۰۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۵۲
۱۰۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۵۲

۱۰۳ سبق نمبر ۱۰۳: کتاب الہبۃ (۲): ہبہ بشرطِ عوض، عمریٰ اور رقبیٰ کا حکم، اور صدقہ میں عدمِ رجوع کے مسائل ۸۶۵
۱۰۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۶۵
۱۰۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۶۵

۱۰۴ سبق نمبر ۱۰۴: کتاب الوقف: وقف کی تعریف، لزوم وعدمِ لزوم میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف و مفتیٰ بہ قول، شرائطِ واقف اور وقفِ مسجد ۸۷۳
۱۰۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۷۳
۱۰۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۷۳

۱۰۵ سبق نمبر ۱۰۵: کتاب الغصب: غصب کی تعریف، مثلی اور قیمی کا ضمان، مغصوب شے میں تغیر وزیادتی، غصبِ عقار اور زوالِ بکارۃ وولادت کا ضمان ۸۸۳
۱۰۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۸۸۳
۱۰۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۸۸۳

۱۰۶ سبق نمبر ۱۰۶: کتاب الودیعۃ و کتاب العاریۃ: ودیعت کی تعریف، امانت ہونے کا حکم، اسبابِ ضمانِ مودع، اور عاریت و منافعِ بلا عوض کے مسائل ۸۹۵
۱۰۶.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۸۹۵

۱۰۷ سبق نمبر ۱۰۷: کتاب اللقیط، کتاب اللقطۃ و کتاب الخنثیٰ: لقیط (لاوارث بچے) کا نسب و نفقہ، لقطہ کی تعریف و مدت اور خنثیٰ مشکل کے احکام ۹۰۷
۱۰۷.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۹۰۷

۱۰۸ سبق نمبر ۱۰۸: کتاب المفقود و کتاب الاباق: مفقود الخبر کے مال اور زوجہ کا حکم، مدتِ انتظار، اور بھاگے ہوئے غلام (آبق) اور جعل کے مسائل ۹۱۶
۱۰۸.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۹۱۶

۱۰۹ سبق نمبر ۱۰۹: کتاب احیاء الموات و کتاب الماذون (۱): زمینِ موات کی تعریف، اذنِ امام، حریمِ بئر و نہر، اور عبدِ ماذون کے تصرفات ۹۲۲
۱۰۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۹۲۲
۱۰۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۹۲۲

۱۱۰ سبق نمبر ۱۱۰: کتاب الماذون (۲) و کتاب المزارعۃ والمساقاۃ: ماذون پر قرض، فکِ حجر، اور مزارعت و مساقات میں امام اعظم اور صاحبین کا مسلک ۹۳۰
۱۱۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۹۳۰
۱۱۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۹۳۰

کِتَابُ النِّکَاحِ وَکِتَابُ الرَّضَاعِ (انعقادِ نکاح، شرائطِ شہود، محرماتِ نکاح، اولیاء و کفاءت، مہر و متعہ، قسم بین الزوجات اور احکامِ رضاعت (اسباق ۱۱۱ تا ۱۱۵)) ۹۴۲

۱۱۱ سبق نمبر ۱۱۱: کتاب النکاح (۱): نکاح کے الفاظِ انعقاد، شرطِ شہود (دو عاقل بالغ مرد یا ایک مرد و دو عورتیں) اور محرماتِ نکاح (نسبیہ، صہریہ، رضاعیہ) ۹۴۳
۱۱۱.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۹۴۳

۱۱۲ سبق نمبر ۱۱۲: کتاب النکاح (۲): نکاحِ بالغہ بلاولی، کفاءت (کفو) کے چھ معتبرات، اولیاء کی ترتیب اور نکاحِ صغیر و صغیرہ (خیارِ بلوغ) ۹۵۸
۱۱۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۹۵۸
۱۱۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۹۵۸

۱۱۳ سبق نمبر ۱۱۳: کتاب النکاح (۳): مہر کی اقل مقدار (دس درہم)، مہرِ مسمّیٰ و مہرِ مثل، خلوتِ صحیحہ کے احکام، متعہ اور نکاحِ شغار و متعہ و موقت کا بطلان ۹۶۷
۱۱۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۹۶۷
۱۱۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۹۶۷

۱۱۴ سبق نمبر ۱۱۴: کتاب النکاح (۴): ولی کی ضمانتِ مہر، مرضِ موت کا نکاح، کافرین کا نکاح اور ازواج کے درمیان قسم (باری) کے احکام ۹۷۸
۱۱۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۹۷۸

۱۱۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۹۷۸

۱۱۵ سبق نمبر ۱۱۵: کتاب الرضاع: رضاعت کی مدت (امام اعظم کے نزدیک ۳۰ ماہ، صاحبین کے نزدیک ۲ سال)، حرمتِ رضاع کا ضابطہ («یحرم من الرضاع مایحرم من النسب») اور لبن الفحل ۹۹۲

۱۱۵.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۹۹۲

كُتُبُ الطَّلَاقِ وَالْإِيلَاءِ وَالْخُلْعِ وَالظِّهَارِ وَاللِّعَانِ وَالْعِدَّةِ وَالنَّفَقَاتِ (اقسامِ طلاق، کنایات، تعلیق و تفویض، رجعت، ایلاء، خلع، ظہار، لعان، عدت، ثبوتِ نسب، حضانت اور نفقات (اسباق ۱۱۶ تا ۱۲۴)) ۱۰۰۲

۱۱۶ سبق نمبر ۱۱۶: کتاب الطلاق (۱): طلاق کی تین قسمیں (احسن، سنت اور بدعت)، طلاقِ بائن و رجعی، اور الفاظِ صریحہ و کنایاتِ طلاق کا ضابطہ ۱۰۰۳

۱۱۶.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۰۰۳

۱۱۷ سبق نمبر ۱۱۷: کتاب الطلاق (۲): کنایاتِ طلاق میں نیت اور دلالتِ حال (حالتِ رضا، غضب اور مذاکرۂ طلاق)، اور طلاق کی اضافت و تعلیق ۱۰۱۹

۱۱۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۱۹

۱۱۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۱۹

۱۱۸ سبق نمبر ۱۱۸: کتاب الطلاق (۳): تفویضِ طلاق کے تین ابواب (اختیار، امر بالید، مشیئت)، تعلیق بالشرط، طلاق المریض (فرار) اور رجعت کے احکام ۱۰۳۱

۱۱۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۳۱

۱۱۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۳۱

۱۱۹ سبق نمبر ۱۱۹: کتاب الایلاء و کتاب الخلع: ایلاء کی تعریف و مدت (چار ماہ)، فیء (واپسی) کا طریقہ، اور خلع، مبارات و طلاق علی المال کے مسائل ۱۰۴۳

۱۱۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۴۳

۱۱۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۴۳

۱۲۰ سبق نمبر ۱۲۰: کتاب الظہار: ظہار کی تعریف و الفاظ، حرمتِ استمتاع اور کفارۂ ظہار کی ترتیب (غلام آزاد کرنا، دو ماہ مسلسل روزے، ساٹھ مساکین کو کھانا) ۱۰۵۳

۱۲۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۵۳

۱۲۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۵۳

۱۲۱ سبق نمبر ۱۲۱: کتاب اللعان و باب العدۃ (۱): لعان کا سبب، طریقہ (چار شہادتیں اور پانچویں لعنت / غضب)، تفریق اور عدت کی اقسام (اقراء، اشہر، وضعِ حمل) ۱۰۶۴
۱۲۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۶۴
۱۲۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۶۴

۱۲۲ سبق نمبر ۱۲۲: باب العدۃ (۲): مطلقہ و متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت، سقوطِ عدت، سوگ (احداد) کے احکام اور دورانِ عدت سکونت و پردے کے مسائل ۱۰۷۶
۱۲۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۷۶
۱۲۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۷۶

۱۲۳ سبق نمبر ۱۲۳: باب ثبوت النسب، الحضانۃ و کتاب النفقات (۱): ثبوتِ نسب کی اقل و اکثر مدت، حضانت (پرورش) کے حق دار اور نفقۂ زوجہ کے احکام ۱۰۸۴
۱۲۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۸۴
۱۲۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۸۴

۱۲۴ سبق نمبر ۱۲۴: کتاب النفقات (۲): نفقۂ اولاد، والدین اور ذوی الارحام کے واجب ہونے کی شرائط، نفقۂ غلام اور عسرتِ زوج میں قرض کا حکم ۱۰۹۵
۱۲۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۰۹۵
۱۲۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۰۹۵

كُتُبُ الْعَتَاقِ وَالْمُكَاتَبِ وَالْجِنَايَاتِ وَالدِّيَاتِ وَالْحُدُودِ وَالسَّرِقَةِ (عتاق، تدبیر، استیلاد، مکاتب، ولاء، قتل کی پانچ اقسام، قصاص، دیات، قسامت، حدود (زنا، شرب، قذف) اور سرقہ و قطاع الطریق (اسباق ۱۲۵ تا ۱۳۶)) ۱۱۰۴

۱۲۵ سبق نمبر ۱۲۵: کتاب العتاق: عتق کا انعقاد، تجزیِ عتق (بعض غلام کو آزاد کرنے سے کل کا آزاد ہونا: امام اعظم و صاحبین)، اور قرابت سے خود کار آزادی ۱۱۰۵
۱۲۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۰۵
۱۲۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۰۵

۱۲۶ سبق نمبر ۱۲۶: باب التدبیر و باب الاستیلاد: مدبر کی تعریف، ثلثِ مال سے آزادی، تدبیرِ مطلق و مقید، اور امِ ولد (مستولدہ) کے احکام ۱۱۱۷
۱۲۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۱۷
۱۲۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۱۷

۱۲۷ سبق نمبر ۱۲۷: کتاب المکاتب (۱): کتابت کی تعریف، مکاتب کے اختیارات، نجوم (اقساط) کی ادائیگی اور عجز مکاتب کے احکام ۱۱۲۷
۱۲۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۲۷
۱۲۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۲۷

۱۲۸ سبق نمبر ۱۲۸: کتاب المکاتب (۲) و کتاب الولاء: مکاتب کی موت اور ترکہ، تدبیر و کتابت کا اجتماع، ولاءِ عتاقہ اور ولاءِ موالات کے مسائل ۱۱۴۲
۱۲۸.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۴۲
۱۲۸.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۴۲

۱۲۹ سبق نمبر ۱۲۹: کتاب الجنایات (۱): قتل کی پانچ اقسام (عمد، شبہِ عمد، خطا، ما اجریٰ مجری الخطا، قتل بسبب) کی تعریفات، آلات اور موجبات ۱۱۵۹
۱۲۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۵۹
۱۲۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۵۹

۱۳۰ سبق نمبر ۱۳۰: کتاب الجنایات (۲): قصاص فی النفس کے شرائط، مساوات، عفو و صلح، اور قصاص فیما دون النفس (اعضاء و جراحات میں قصاص کا ضابطہ) ۱۱۷۱
۱۳۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۷۱
۱۳۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۷۱

۱۳۱ سبق نمبر ۱۳۱: کتاب الدیات (۱): دیتِ مغلظہ اور دیتِ مخففہ کی مقدار و اسنان، اعضاءِ انسانی (واحد، زوج، اربعہ، عشرہ) کی دیات اور شجاج (سر کے زخم) ۱۱۸۲
۱۳۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۸۲
۱۳۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۸۲

۱۳۲ سبق نمبر ۱۳۲: کتاب الدیات (۲): جنایتِ دابہ (جانور کے کچلنے، لات مارنے کا ضمان)، حفرِ بئر یا وضعِ حجر فی الطریق اور دیوار گرنے کے مسائل ۱۱۹۴
۱۳۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۱۹۴
۱۳۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۱۹۴

۱۳۳ سبق نمبر ۱۳۳: باب القسامۃ و باب المعاقل: قسامت کی تعریف، پچاس قسمیں، دیت علی اہل المحلۃ، اور عاقلہ کی تعریف و مقدارِ تحمل ۱۲۰۶
۱۳۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۰۶
۱۳۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۰۶

۱۳۴ سبق نمبر ۱۳۴: کتاب الحدود (۱): زنا کا ثبوت (چار گواہ یا چار مجالس میں چار بار اقرار)، حدِ رجم (محصن) اور حدِ جلد (غیر محصن: سو کوڑے) ۱۲۱۶
۱۳۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۱۶

۱۳۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۱۶

۱۳۵ سبق نمبر ۱۳۵: کتاب الحدود (۲): شبہاتِ دارئہ للحد (شبہ فی الفعل، شبہ فی المحل، شبہ فی العقد)، رجوع عن الاقرار، حدِ شرب و سکر اور حدِ قذف تعزیر ۱۲۲۹

۱۳۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۲۹

۱۳۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۲۹

۱۳۶ سبق نمبر ۱۳۶: کتاب السرقۃ و قطاع الطریق: سرقہ کی تعریف، نصابِ سرقہ (دس درہم)، حرز، موانعِ قطع اور قطاع الطریق (ڈاکوؤں) کی چار سزائیں ۱۲۴۰

۱۳۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۴۰

۱۳۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۴۰

كُتُبُ الْأَشْرِبَةِ وَالْأُضْحِيَّةِ وَالْأَيْمَانِ وَالدَّعْوَى وَالشَّهَادَاتِ وَالْقَضَاءِ وَالسِّيَرِ وَالْوَصَايَا

(اشربہ، صید و ذبائح، اضحیہ، ایمان، دعویٰ و تحالف، شہادات، آداب القاضی، قسمۃ، اکراہ، سیر و جہاد، حظر و اباحہ اور وصایا (اسباق ۱۳۷ تا ۱۵۵)) ۱۲۵۴

۱۳۷ سبق نمبر ۱۳۷: کتاب الاشربۃ و کتاب الصید والذبائح: اشربۂ محرمہ اربعہ (خمر، طلاء، نقیع الزبیب، نقیع التمر)، ذبیحہ کی شرائط اور شکار کے احکام ۱۲۵۵

۱۳۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۵۵

۱۳۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۵۵

۱۳۸ سبق نمبر ۱۳۸: کتاب الاضحیۃ و کتاب الایمان (۱): قربانی کے واجب ہونے کی شرائط، وقت، جانوروں کی عمریں، عیوب اور قسم (یمینِ غموس، لغو، منعقدہ و کفارہ) ۱۲۶۹

۱۳۸.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۲۶۹

۱۳۹ سبق نمبر ۱۳۹: کتاب الایمان (۲): مکان میں داخل ہونے، نکلنے، سکونت، کلام، کھانے پینے (گوشت، پھل، روٹی، سر) سے متعلق قسموں کے فقہی ضوابط ۱۲۸۳

۱۳۹.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۸۳

۱۳۹.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۸۳

۱۴۰ سبق نمبر ۱۴۰: کتاب الایمان (۳) و کتاب الدعویٰ (۱): شرطِ مشیئت (ان شاء اللہ)، استطاعت، اور دعویٰ، مدعی و مدعیٰ علیہ کی تعریف اور ضابطہ («البینۃ علی المدعي والیمین علی من أنکر») ۱۲۹۵

۱۴۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۲۹۵

۱۴۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۲۹۵

۱۴۱ سبق نمبر ۱۴۱: کتاب الدعویٰ (۲): تحلیف (قسم دلانے) کا طریقہ، نکول عن الیمین، اور تحالف (بائع و مشتری کے اختلاف پر دونوں کو قسم دلانا) ۱۳۱۱

۱۴۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳۱۱

۱۴۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳۱۱

۱۴۲ سبق نمبر ۱۴۲: کتاب الدعویٰ (۳): تعارضِ بینات (خارج اور ذوالید کے گواہوں میں ترجیح، تاریخِ سابق، اور ملکِ مطلق و ملکِ مؤرخ کے ضوابط) ۱۳۲۰

۱۴۲.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳۲۰

۱۴۲.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳۲۰

۱۴۳ سبق نمبر ۱۴۳: کتاب الدعویٰ (۴): دو مدعیوں کا ایک شے یا نصف و کل کا دعویٰ، نتاج (بچے) کا دعویٰ اور نسب کا دعویٰ ۱۳۳۰

۱۴۳.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳۳۰

۱۴۳.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳۳۰

۱۴۴ سبق نمبر ۱۴۴: کتاب الشہادات (۱): شہادت کی فرضیت، نصابِ شہادت (زنا میں چار مرد، حدود و قصاص میں دو مرد، اموال میں دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں، اور مخصوص امور میں تنہا عورت) ۱۳۴۵

۱۴۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳۴۵

۱۴۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳۴۵

۱۴۵ سبق نمبر ۱۴۵: کتاب الشہادات (۲): مردود الشہادۃ افراد (اندھا، محدود فی القذف، اصول و فروع، زوجین، شریک، عدو)، شہادت علی الشہادۃ اور رجوع عن الشہادۃ ۱۳۶۰

۱۴۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳۶۰

۱۴۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳۶۰

۱۴۶ سبق نمبر ۱۴۶: کتاب آداب القاضی: قاضی کی اہلیت، آدابِ مجلسِ قضا، ہدیہ و دعوت کا حکم، کتاب القاضی الی القاضی اور تحکیم (ثالث مقرر کرنے) کے شرائط ۱۳۷۴

۱۴۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳۷۴

۱۴۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳۷۴

۱۴۷ سبق نمبر ۱۴۷: کتاب القسمۃ: قاسم کا تقرر، تقسیمِ مشترک کی شرائط، اراضی و مکانات کا نقشہ، تعدیلِ سہام، قرعہ اندازی اور قسمۃ المہایاۃ (باری مقرر کرنا) ۱۳۹۰

۱۴۷.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۳۹۰

۱۴۷.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۳۹۰

۱۴۸ سبق نمبر ۱۴۸: کتاب الاکراہ: اکراہِ تام (ملجی) اور اکراہِ ناقص (غیر ملجی) کی تعریف، اور اکراہ کی حالت میں اقرار، بیع، طلاق، عتاق، شربِ خمر اور کلمۂ کفر کا حکم ۱۴۰۷

۱۴۸.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۴۰۷

۱۴۹ سبق نمبر ۱۴۹: کتاب السیر (۱): جہاد کی فرضیت، دعوتِ اسلام، قتلِ نساء وصبیان وشیوخ کی ممانعت، صلح وموادعہ اور امان کے احکام ۱۴۱۸

۱۴۹.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۴۱۸

۱۵۰ سبق نمبر ۱۵۰: کتاب السیر (۲): غنائم کی تقسیم (دار الحرب میں یا دار الاسلام میں؟)، خمس کے مصارف، اور گھوڑ سوار و پیدل مجاہد کے حصے ۱۴۲۹

۱۵۰.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۴۲۹

۱۵۰.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۴۲۹

۱۵۱ سبق نمبر ۱۵۱: کتاب السیر (۳) وکتاب البغاۃ: استیلاءِ کفار، مستامن کے احکام، خراج (وظیفہ ومقاسمہ)، جزیہ کی دو قسمیں، مرتد اور بغاۃ کے احکام ۱۴۴۳

۱۵۱.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۴۴۳

۱۵۱.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۴۴۳

۱۵۲ سبق نمبر ۱۵۲: کتاب الحظر والاباحۃ: ریشم (حریر)، سونے چاندی کے برتن اور انگوٹھی، ستر عورت، نظر ومس کے حدود، عزل اور کسب واحتکار کے مسائل ۱۴۵۳

۱۵۲.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۴۵۳

۱۵۳ سبق نمبر ۱۵۳: کتاب الوصایا (۱): وصیت کا استحباب، ثلثِ مال کی حد، وارث اور قاتل کے لیے وصیت کا حکم، اور ثلثِ مال کا اعتبار بوقتِ موت ۱۴۶۲

۱۵۳.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۴۶۲

۱۵۴ سبق نمبر ۱۵۴: کتاب الوصایا (۲): ثلث سے زائد تبرعات میں مزاحمت، وصیت بثلث المال اور وصیت بمثل نصیبِ ابن کے حسابی قواعد ۱۴۷۱

۱۵۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۴۷۱

۱۵۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۴۷۱

۱۵۵ سبق نمبر ۱۵۵: کتاب الوصایا (۳): اقارب، جیران (پڑوسیوں)، اصہار اور فقراء کے لیے وصیت کی تفسیر اور وصی (متولیِ وصیت) کے اختیارات ۱۴۷۹

۱۵۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۴۷۹

۱۵۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۴۷۹

كِتَابُ الْفَرَائِضِ (عِلْمُ الْمِيرَاثِ، ذَوُو الْفُرُوضِ، الْعَصَبَاتُ، الْحَجْبُ وَحِسَابُ الْفَرَائِضِ)

(ترکہ کے چار حقوق، مستحقین کے دس مراتب، بارہ ذوی الفروض کے احوال، نقشۂ میت، عول ورد، تصحیح کے سات قوانین، حجب اور مناسخہ (اسباق ۱۵۶ تا ۱۶۷)) ۱۴۸۷

۱۵۶ سبق نمبر ۱۵۶: کتاب الفرائض (۱): علم الفرائض کی تعریف، ترکہ کے چار حقوق (تجہیز، دیون، وصیت، میراث) اور مستحقینِ ترکہ کے دس مراتب (پانچ ابتدائی اقسام) ۱۴۸۸

۱۵۶.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۴۸۸

۱۵۷ سبق نمبر ۱۵۷: کتاب الفرائض (۲): مستحقینِ ترکہ کی بقیہ پانچ اقسام (ذوی الارحام تابیت المال)، موانعِ ارث اربعہ اور ذوی الفروض میں باپ اور دادا کے احوال ۱۴۹۳

۱۵۷.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۴۹۳

۱۵۸ سبق نمبر ۱۵۸: کتاب الفرائض (۳): اخیافی بہن بھائیوں، شوہر، بیوی، صلبی بیٹیوں اور پوتیوں (بنات الابن) کے احوال اور میت کے اصول و فروع کا نقشہ ۱۴۹۸

۱۵۸.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۴۹۸

۱۵۹ سبق نمبر ۱۵۹: کتاب الفرائض (۴): حقیقی بہنوں، علاتی بہنوں، ماں اور دادی / نانی (جدہ صحیحہ وفاسدہ) کے میراثی احوال اور مسئلۂ تشبیب ۱۵۰۴

۱۵۹.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۵۰۴

۱۶۰ سبق نمبر ۱۶۰: کتاب الفرائض (۵): عول (مخرج ۶، ۱۲ اور ۲۴ کا عول)، رد، مخارجِ فروض (دو گروپ) اور دو عددوں کے درمیان نسبتِ اربعہ (تماثل، تداخل، توافق، تباین) ۱۵۱۱

۱۶۰.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۵۱۱

۱۶۱ سبق نمبر ۱۶۱: کتاب الفرائض (۶): تصحیحِ مسائل کے سات قوانین—پہلے تین قوانین (جب کسر ایک ہی فریق پر ہو یا ایک سے زائد فریقوں پر ہو) ۱۵۱۷

۱۶۱.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۵۱۷

۱۶۲ سبق نمبر ۱۶۲: کتاب الفرائض (۷): تصحیحِ مسائل کے بقیہ چار قوانین (قانون چہارم تا ہفتم) اور ان کی عملی مشق و تطبیق ۱۵۲۳

۱۶۲.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۵۲۳

۱۶۳ سبق نمبر ۱۶۳: کتاب الفرائض (۸): قوانینِ تصحیح کی بیس سے زائد عملی مثالیں اور ورثاء کے سہام نکالنے کا مکمل طریقۂ کار ۱۵۳۰

۱۶۳.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۵۳۰

۱۶۴ سبق نمبر ۱۶۴: کتاب الفرائض (۹—متنِ قدوری کا آغاز): ورثاء من الذکور (۱۰) والنساء (۷)، ذوی الفروض کے حصے اور عصبات کی ترتیب («الأقرب فالأقرب») ۱۵۳۸
۱۶۴.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۵۳۸
۱۶۴.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۵۳۸

۱۶۵ سبق نمبر ۱۶۵: باب الحجب: حجبِ نقصان اور حجبِ حرمان کے قواعد، محجوب نہ ہونے والے ۱۶ افراد، مسئلۂ مشترکہ اور امہات الاولاد کا حکم ۱۵۴۵
۱۶۵.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۵۴۵
۱۶۵.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۵۴۵

۱۶۶ سبق نمبر ۱۶۶: باب حساب الفرائض (۱): اصولِ مسائل، عول، تصحیح اور قرض خواہوں و ورثاء کے درمیان تقسیمِ ترکہ کا حسابی طریقۂ کار ۱۵۵۴
۱۶۶.۱ متنِ مختصر القدوری کی قراءت ۱۵۵۴
۱۶۶.۲ متن کی تشریح، فقہی ضوابط اور تفصیلی مسائل ۱۵۵۴

۱۶۷ سبق نمبر ۱۶۷: باب حساب الفرائض (۲—اختتامِ کتاب): مناسخہ (تقسیم سے قبل وارث کی موت) کا طریقۂ حل، دعائے ختمِ کتاب اور نصائحِ گرامی ۱۵۶۰
۱۶۷.۱ تمہیدِ درس اور خلاصۂ مباحث ۱۵۶۰

تفصیلی فہرستِ مضامین و عناوین ۱۵۶۵